شرح ترمذی شریف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

حضرت علامہ محمد یسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

هو القادر

شرح جامع ترمذی شریف

مترجم	ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
شرح	محمد یسین قصوری نقشبندی
کمپوزنگ	ورڈ زمیکر
باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	فروری 2016ء
طباعت	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	روپے فی جلد

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

الاھداء

(۱)

عالمی مبلغ اسلام، عاشق رسول، فاتح مرزائیت، قائدِ ملت اسلامیہ، امامِ انقلاب

قائد اہل سنت حضرت امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲)

منبع فیوض و برکات، مظہر شیر ربانی، منظورِ نظر ثانی لاثانی

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ

(سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف)

(۳)

منبع فیوض و برکات، محورِ شفقت و محبت، مرجع العلماء

حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور شرقپوری نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

(بانی و ناظم اعلیٰ جامعہ فاروقیہ رضویہ، باغبانپورہ لاہور)

کی خدمت میں جن کی روحانی توجہ سے یہ خدمت انجام دے سکا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد یٰسین قصوری نقشبندی

الانتساب

(۱)

مخدوم اہل سنت، مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث، فقیہ عصر

حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ

ناظم اعلیٰ: جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

(۲)

بقیۃ السلف، رئیس المدرسین، جامع منقول و معقول، شرفِ اہل سنت

حضرت علامہ مفتی محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

صدر مدرس و شیخ الحدیث: جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

(۳)

یادگارِ اسلاف، پیشوائے شریعت و طریقت، سراپا شفقتِ و محبت، استاذ العلماء

حضرت علامہ مفتی محمد یونس امجدی قصوری دامت برکاتہم العالیہ

بانی و ناظم اعلیٰ: جامعہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (بگری) قصور

کے نام انتساب کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

محمد یٰسین قصوری نقشبندی

ترتیب

كِتَابُ الصَّلٰوةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

اذان سے متعلق ابواب

أَبْوَابُ الْعِيدَيْنِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کے لئے ہر طرح کی حمد مخصوص ہے' جس نے ہمیں یہ ہمت' توفیق اور نعمت عطا کی ہے کہ ہم اُس کے سب سے محبوب اور برگزیدہ پیغمبر کے لائے ہوئے دین کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے حوالے سے خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔
حضرت محمد ﷺ پر بے حد و شمار درود و سلام نازل ہو! آپ ﷺ کے ہمراہ' آپ ﷺ کی اُمت کے تمام افراد پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں' جنہوں نے آپ کی تعلیمات کو اپنایا' اُن پر ایمان لائے' اُنہیں دوسروں تک پہنچایا۔

•••——•••——•••

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کے فضل و کرم کے تحت آپ کا ادارہ شبیر برادرز ایک طویل عرصے سے اسلامی کتب کی نشر و اشاعت کی خدمت سرانجام دے رہا ہے' ہمارے ادارے کی طرف سے اب تک جو مطبوعات برادرانِ اسلام کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں' ان میں اسلامی تعلیمات کے موضوع اور ہر پہلو سے متعلق علوم و معارف سے متعلق متقدمین و متاخرین کی تصانیف' ان کے تراجم' ملفوظات وغیرہ شامل ہیں۔ چند سال پیشتر ادارہ کی انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا کہ دیگر علوم و فنون کے ساتھ بطورِ خاص احادیثِ مبارکہ سے متعلق کتب کے تراجم و شرح کے حوالے سے بطورِ خاص اہتمام کے ساتھ کوئی خدمت کی جائے' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ادارہ کی طرف سے علمِ حدیث سے متعلق بہت سی کتب قارئین کی خدمت میں پیش کی گئیں' جن میں سے چند ایک کے اسماء قابلِ ذکر ہیں:

i- صحیح بخاری ii- صحیح مسلم iii- جامع ترمذی iv- سنن ابوداؤد v- سنن نسائی vi- سنن ابن ماجہ vii- صحیح ابن حبان viii- صحیح ابن خزیمہ ix- مستدرک x- سنن دارقطنی xi- مؤطا امام مالک xii- مؤطا امام محمد xiii- سنن دارمی xiv- معجم الصغیر xv- اللؤلؤ والمرجان xvi- مسند امام زید xvii- مسند امام شافعی

•••——•••——•••

ادارہ کی جانب سے شائع شدہ ''جامع ترمذی'' کا ترجمہ اس کتاب کے دیگر تراجم سے زیادہ مقبول' عام فہم اور مستند ہے۔ بازار میں موجود جامع ترمذی کے تمام تراجم سے ممتاز ہونے کی ایک وجہ عربی اور اُردو عبارات کی جدید پیرابندی ہے' جس سے مفاہیم و مطالب سمجھنے میں قارئین کے لئے آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ اس خوبی کی وجہ سے نہ صرف قارئین ہمارے ترجمہ کو پسند کرتے ہیں' بلکہ اس کی قیمت قدرے زائد ہونے کے باوجود اسے خریدنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ چند سال تک مسلسل متن کے ساتھ صرف ترجمہ شائع ہوتا رہا۔ تاہم دل میں یہ خواہش موجزن رہی کہ اس ترجمہ کے ساتھ جامع ترمذی کی شرح بھی ہونی چاہیے۔ حسن اتفاق ہے کہ محترم

حضرت مولانا محمد یٰسین قصوری نقشبندی سے ہماری ملاقات ہوئی اور جامع ترمذی کی شرح کے حوالے سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے یہ ذمہ داری نبھانے کا وعدہ کرلیا۔

•••——•••——•••

''انوارِنبوی شرح جامع ترمذی'' مولانا علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی کی شب خیزیوں ہمہ وقت کاوشوں اور حقیقت پسند قلم کا شاہکار ہے۔ شرح عام فہم مطلب خیز مختصر مگر جامع اور معیاری ہے۔ شرح میں اسلوب تدریس اختیار کیا گیا ہے۔ اکثر مقامات پر سوال و جواب کا انداز بھی اختیار کیا گیا ہے جو خواص و عوام کی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ اس میں فطین متوسط اور غبی طلباء کے علاوہ عوام کے فہم وادراک کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے درجہ عالمیہ کے طلباء کے مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے مطالب و مفاہیم احادیث پیش کیے گئے ہیں اور فقہی مسائل میں مذاہب ائمہ مع الدلائل خصوصیت سے بیان کیے گئے ہیں۔ ترجمہ اور شرح میں اس قدر ہم آہنگی ہے کہ دونوں ایک قلم کا فیضان معلوم ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ شرح مدرسین طلباء علماء محققین مقررین اور عوام کے لیے یکساں مفید و نافع ہے۔

•••——•••——•••

اس کتاب سے استفادہ کرتے ہوئے آپ کتاب کے مصنف مترجم شارح کے ہمراہ ادارہ کی انتظامیہ اور دیگر متعلقین کو اپنی نیک دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے دین کی زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر خدمت کرنے کی توفیق اور سعادت عطا کرے! آمین

آپ کا مخلص

شبیر حسین

حدیثِ دل

اللہ تعالیٰ کے لئے ہر طرح کی حمد وثناء مخصوص ہے‘ جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے‘ جو اُس دن لوگوں کا ”جامع“ ہے‘ جس دن کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جس نے انسانیت کی دنیاوی واُخروی فلاح و بہبود کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا اور نبی آخرالزماں ﷺ کی بعثت کے ذریعہ انبیاء کرام کی بعثت کے سلسلہ کو ختم کر دیا۔

حضرت محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں! جو انبیاء کرام کی بعثت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں‘ جن کی لائی ہوئی ہدایت اور بتائی ہوئی تعلیمات‘ قیامت تک‘ بنی نوع انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لئے کافی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے تمام اصحاب‘ آپ کی اُمت کے اہلِ علم اور عام افراد پر‘ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں‘ جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو حاصل کیا اور پھر اسے دوسرے لوگوں تک پہنچایا۔

•••—•••—•••

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے تحت ہم نے جب کتبِ احادیث کے ترجمہ کی خدمت کا آغاز کیا تو اس بارے میں اسباب و وسائل میسر آتے چلے گئے‘ یہ خدمت بہت سے افراد تک پہنچی اور اُن لوگوں کی دعاؤں کی برکت کی وجہ سے ہمیں مزید خدمت کرنے کا شرف اور موقع حاصل ہوا۔ اسی مزید خدمت کا ایک حصہ ”جامع ترمذی“ کے اس ترجمہ کی شکل میں‘ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

•••—•••—•••

اگرچہ اس کتاب کے تراجم دیگر اداروں کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں‘ تاہم ہمارے اس نسخے میں چند امتیازی خصوصیات پائی جاتی ہیں‘ جن کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے:

عام طور پر ”جامع ترمذی“ کو ”علمِ حدیث“ کی کتاب سمجھا جاتا ہے اور یہ گمان کیا جاتا ہے کہ اس میں صرف احادیث مذکور ہیں‘ بہت کم افراد اس بات سے واقف ہوں گے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں احادیثِ مبارکہ کے ساتھ‘ ساتھ دیگر معلومات بھی نقل کی ہیں۔

ہم نے ان معلومات کو ذیلی سرخیوں کے ذریعہ نمایاں کر دیا ہے اور اس کے لئے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ یہ ذیلی سرخیاں اُردو رسم الخط میں خط کشیدہ طور پر نمایاں کی جائیں‘ تاکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل متن اور ہماری طرف سے شامل کی جانے والی

اضافی سرخیوں کے درمیان امتیاز باقی رہے۔ ان ذیلی سرخیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

(i) سند حدیث: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس کتاب میں عام طور پر کوئی بھی روایت نقل کرنے سے پہلے اس کی سند ذکر کرتے ہیں اُس کے بعد روایت کے الفاظ آتے ہیں ہم نے اس سرخی کے ذریعہ روایت کے متن اور سند کے درمیان فرق واضح کر دیا ہے۔ بعض مقامات پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے متن میں حدیث کی بجائے کوئی اثر نقل کیا ہے لیکن ہم نے اپنی کتاب کی عام ترتیب کے مطابق اُس کی سند سے پہلے لفظ ''سند حدیث'' ہی رہنے دیا ہے۔

(ii) متن حدیث: اس سے مراد روایت کا وہ حصہ ہے جسے سند کے ساتھ نقل کرنا مقصود ہے ایسا ہوسکتا ہے کہ روایت کے الفاظ میں پہلے کسی صحابی کا واقعہ ذکر کیا گیا ہو اور پھر اُس واقعہ کے ضمن میں اُس صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ ذکر کیے ہوں لیکن ہم نے اس سرخی کو اصل واقعہ کے آغاز میں شامل کر دیا ہے۔

(iii) حکم حدیث: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کوئی بھی روایت نقل کرنے کے بعد اُس کی تکنیکی حیثیت کے بارے میں حکم بیان کرتے ہیں تا کہ یہ پتہ چل جائے کہ روایت کا مرتبہ ومقام اور حیثیت کیا ہے؟

(iv) فی الباب: اس عنوان کا مطلب یہ ہے کہ سابقہ سطور میں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اُس کے نفسِ مضمون سے متعلق بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(v) مذاہب فقہاء: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جب کوئی ایسی روایت نقل کرتے ہیں جس میں مذکور مسئلہ کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہو تو وہ اُس روایت کے بعد فقہاء کے اختلاف کی نشاندہی کرتے ہیں اس سرخی کے ضمن میں بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی منقول ہوتے ہیں۔

(vi) آثارِ صحابہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کتاب کے متن میں باقاعدہ روایت کے طور پر اور بعض اوقات متابع یا شاہد کے طور پر بعض اوقات فقہاء کے مذاہب بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

ان آثار سے مراد یا کسی صحابی کی ذاتی رائے ہوتی ہے یا کسی صحابی کا وہ واقعہ ہوتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے ظاہری طور پر پردہ کر لینے کے بعد پیش آیا۔

(vii) قولِ امام بخاری: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں مختلف مقامات پر احادیث اور رجال کی تکنیکی حیثیت کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔

☆ ہم نے یہ ذیلی سرخی اس لیے قائم کی ہے تا کہ اپنے قارئین کی توجہ اس نقطہ کی طرف مبذول کروائیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے بھی اقوال نقل کیے ہیں اُن سب کا تعلق احادیث اور رجال کی تکنیکی حیثیت کے ساتھ ہے۔

☆ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری جامع ترمذی میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ''کوئی ایک فقہی رائے'' نقل نہیں کی ہے۔ اس کے برعکس اُنہوں نے امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم کی بہت سے فقہی آراء نقل کی ہیں۔

☆ یہ نقطہ اُن حضرات کے لئے یقیناً لمحۂ فکریہ ہوگا' جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مخاصمانہ جذبات سے مغلوب ہو کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو "فقیہہ" ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(viii) قولِ امام ترمذی: اگرچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے اقوال جامع ترمذی میں منقول ہیں' جو رجال پر نقد و جرح' احادیث کی فنی حیثیت' افراد کے تعارف اور دیگر بہت سے موضوعات سے متعلق ہیں۔ تاہم' ہم نے اس عنوان کے تحت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے صرف اُن اقوال کو نمایاں کیا ہے' جن کے ذریعہ اُنہوں نے فقہاء کے مختلف مذاہب میں سے کسی ایک رائے کو ترجیح دی ہے' یا حدیث کے الفاظ کی توضیح و تشریح کی ہے۔

(ix) توضیح راوی: یہ ایک وسیع موضوع ہے' جس کے تحت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات کسی راوی کا نسب بیان کرتے ہیں' اُس کے طبقہ کی وضاحت کرتے ہیں' اسمِ منسوب کا ذکر کرتے ہیں' دو ہم نام راویوں کے درمیان فرق واضح کرتے ہیں' راوی کے بارے میں نقد و جرح کا تذکرہ کرتے ہیں' وغیرہ۔ ہم نے ان تمام موضوعات کو ایک ہی سرخی کے تحت ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ ان سب کو الگ الگ طور پر ذکر کرنے سے کتاب کا حجم بہت زیادہ ہو جاتا۔

(x) اسنادِ دیگر: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات کسی روایت کو نقل کرنے کے بعد اُس کی دوسری سند کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔

(xi) حدیث دیگر: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کوئی روایت نقل کرنے کے بعد فقہاء کے مذاہب ذکر کرتے ہوئے ضمنی طور پر بعض اوقات کوئی دوسری روایت بھی نقل کر دیتے ہیں' لیکن کتاب کے شائع شدہ نسخوں میں اُس روایت کو باقاعدہ طور پر الگ سے نمبر نہیں دیا گیا۔ اس لیے ہم نے اس سرخی کے ذریعہ اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ یہاں ضمنی طور پر یہ حدیث بھی مذکور ہے۔ اگرچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس روایت کی باقاعدہ سند نقل نہ کی ہو۔

(xii) اختلافِ سند: بعض اوقات امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی سند کے بارے میں مذکور اختلاف کی وضاحت کرتے ہیں' ایسا عموماً اُس وقت ہوتا ہے جب کسی راوی نے کسی روایت کو دوسرے راوی سے نقل کیا ہو' اور کسی دوسری سند میں اُن دونوں راویوں کے درمیان کسی تیسرے شخص کا بھی ذکر ہو۔

(xiii) اختلافِ روایت: ایسا عام طور پر اُس وقت ہوتا ہے' جب حدیث کے لفظ نقل کرنے میں کسی راوی نے کوئی لفظ یا جملہ مختلف نقل کیا ہو' یا کسی ایک راوی نے کسی روایت کو "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہو' جبکہ دوسری سند کے ہمراہ وہی روایت "موقوف" حدیث کے طور پر منقول ہو' یا کسی راوی کو کسی روایت کو "متصل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہو' جبکہ دوسری سند کے ہمراہ وہی روایت "مرسل" روایت کے طور پر منقول ہو۔

•••——•••——•••

ہم نے جامعہ نعیمیہ' لاہور میں' جامع ترمذی کا درس حضرت شیخ الحدیث مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ سے لیا' جو حضرت جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد ہیں۔ مفتی صاحب موصوف کے حوالہ سے اس کتاب کی سند کا ذکر ہم نے آئندہ صفحات میں کر دیا ہے۔

•••——•••——•••

اس کتاب کا انتساب ہم نے حضرت خواجہ بدرالدین اسحاق چشتی فریدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام کیا ہے' جو سلسلہ چشتیہ کے مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر خلیفہ اور داماد ہیں۔ آپ کا مزارِ مبارک پاک پتن میں قبلۂ حاجاتِ خلائق ہے۔

•••——•••——•••

ترجمہ کے دوران جامع ترمذی کے مختلف نسخے ہمارے سامنے رہے' تاہم اس کتاب کی تخریج کو نقل کرنے کے لیے ہم نے جس نسخہ کو سامنے رکھا' وہ بیروت سے شائع شدہ نسخہ کا عکس تھا' یہ نسخہ عربی شرح کے ہمراہ تھا اور اس پر تحقیق کی خدمت علی محمد معوض' عادل احمد عبدالموجود نے سرانجام دی ہے۔ ہم نے ان دونوں حضرات کی تحریر کردہ تخریج کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

•••——•••——•••

کتاب کے ترجمہ کے دوران جن احباب کا تعاون شاملِ حال رہا' ہم اُن سب کے شکر گزار ہیں' جن میں سرفہرست برادر محترم خرم زاہد ہیں' جنہوں نے تصنیف وتالیف کے لئے سازگار ماحول فراہم کیا اور اس کام کی تکمیل کے لئے مسلسل اصرار کرتے رہے۔ ملک محمد یونس' جنہوں نے مسودہ پڑھنے میں ہماری بہت مدد کی۔ مدثر اصغر اعوان' جنہوں نے کتاب کی تصحیح میں ہمارا ساتھ دیا۔ علی مصطفیٰ' فیصل رشید' محمد عمران' کاشف عباس' فرخ احمد' محمد فاروق' ریحان علی' جنہوں نے نہایت سرعت کے ساتھ مسودہ کمپوز کیا' مخدوم قاسم شاہد' جنہوں نے اسے دیدہ زیب انداز میں مرتب کیا۔ شبیر احمد' جنہوں نے کتاب کا سرورق ڈیزائن کیا۔ منصور' جنہوں نے اپنی نگرانی میں یہ کام کروایا۔ خلیفہ مجیب احمد اور عرفان حسین' جنہوں نے خوبصورت جلد بندی کی' اور برادرم ملک شبیر حسین' جنہوں نے اس کتاب کی تیز رفتار نشر واشاعت کا بندوبست کیا۔

تشکر کے ان جذبات میں ایک بڑا حصہ ہمارے اساتذہ ومشائخ' قارئین' والدین اور بہن بھائیوں کے لئے ہے' جن کی دعاؤں کے طفیل ہم اس خدمت کو سرانجام دینے کے لائق ہوئے۔

•••——•••——•••

سب سے آخر میں غلام محمد قاصر کا یہ شعر یقیناً ہمارے حسبِ حال ہے:

کروں گا کیا جو محبت میں ہو گیا ناکام
مجھے تو اور کوئی کام بھی نہیں آتا

محمد محی الدین
(اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرے!)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

علمِ حدیث کی اس اہم کتاب کے مصنف، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک ترمذی ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ علمِ حدیث کے اُن ماہرین میں سے ایک ہیں، علمِ حدیث میں جن کی پیروی کی جاتی ہے۔
اُن کی تصنیف "جامع ترمذی" کو علمِ حدیث کا تیسرا بڑا ماخذ سمجھا جاتا ہے۔
اگرچہ بعض محققین نے سنن ابوداؤد کو جامع ترمذی پر ترجیح دی ہے، تاہم عام طور پر اہلِ علم کے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد جامع ترمذی ہی علمِ حدیث کی سب سے مستند کتاب ہے۔

پیدائش

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ 209ھ میں وسطِ ایشیاء کے شہر "بلخ" کے نواحی قصبہ "ترمذ" میں پیدا ہوئے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا "اسم منسوب" اُن کے اسی وطن مالوف کی نسبت سے ہے۔

اساتذہ ومشائخ

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ حدیث کی طلب میں عراق، خراسان، حجاز کے مختلف بلاد وامصار کا سفر کیا اور اپنے زمانے کے تمام اکابر محدثین سے اخذ واستفادہ کیا۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں سے چند ایک کے اسماء درج ذیل ہیں:

(i) امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (صحیح بخاری کے مؤلف)
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "جامع" میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے 50 روایات نقل کی ہیں۔
(ii) امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری (صحیح مسلم کے مؤلف)
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "جامع" میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے صرف ایک روایت نقل کی ہے۔
(iii) امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی (سنن الدارمی کے مؤلف)
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں امام دارمی کے حوالے سے 59 روایات نقل کی ہیں۔
ان کے علاوہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر بہت سے مشائخ سے استفادہ کیا ہے۔

[1] امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات درج ذیل ماخذ سے معلوم کیے جاسکتے ہیں:
تذکرۃ الحفاظ (۶۳۳/۲)۔ العبر (۶۲/۲)۔ الوافی بالوفیات (۲۹۴/۴)۔ وفیات الاعیان (۲۷۸/۴)۔ البدایۃ والنہایۃ (۶۶/۱۱)۔ تہذیب التہذیب (۳۸۷/۹)۔ سیر اعلام النبلاء (۲۷۰/۱۳)۔ النجوم الزاھرۃ (۸۸/۳)۔ خلاصۃ الخزرجی (۳۵۵)۔ شذرات الذہب (۱۷۴/۳)۔ تہذیب الکمال (۱۲۵۵/۳)۔ تقریب التہذیب (۱۹۸/۲)۔ الثقات (۱۵۳/۹)۔ الاکمال (۳۹۶/۴)

تلامذہ ومسترشدین

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک خلقِ کثیر نے استفادہ کیا۔

امیر المؤمنین فی الحدیث، امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے بھی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے بعض احادیث کا سماع کیا ہے، جس کی تصریح خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی میں کی ہے۔

كتاب التفسير بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَشْر رقم الحدیث: 3225

كتاب المناقب بَاب مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رقم الحدیث 3661

(مذکورہ بالا نمبر جامع ترمذی کے اسی نسخے کے ہیں، جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے)۔

اس کے علاوہ ابوحامد احمد بن عبداللہ مروزی، احمد بن یوسف نسفی، ابوحارث اسد بن حمدویہ، داؤد بن نصر بزدوی، محمد بن مکی، محمد بن منذر ہروی اور دیگر بہت سے افراد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی صف میں شامل ہیں، جن کا ذکر حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" میں کیا ہے۔

ثنائے علماء

اکابر محدثین نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

امام حاکم، عمر بن علک کا یہ بیان کرتے ہیں: جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے خراسان میں علم، پرہیزگاری، زہد میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے پایہ کا کوئی شخص نہیں چھوڑا۔

شیخ ادریسی فرماتے ہیں: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اُن ائمہ میں سے ایک ہیں علمِ حدیث میں جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

تصانیف

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، جن کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے:

(i) جامع ترمذی: علمِ حدیث کا مشہور ماخذ، جس کا تعارف اگلے صفحات میں آرہا ہے۔

(ii) کتاب العلل: اس میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کے سند یا متن میں موجود خفیہ علتوں کی نشاندہی کی ہے، اس نام سے مصنف نے دو کتابیں مرتب کی ہیں: العلل الکبیر اور العلل الصغیر۔

(ii) الشمائل المحمدیہ: یہ کتاب "شمائل ترمذی" کے نام سے مشہور ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل سے متعلق روایات اکٹھی کی گئی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگاروں نے اُن کی بعض دیگر تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے، جن کے بارے میں ہمیں آگاہی حاصل نہیں ہوسکی۔

وفات

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 70 سال کی عمر میں، 13 رجب المرجب 279ھ میں، ترمذ میں ہوا اور وہیں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

جامع ترمذی

جامع ترمذی کے نام کے بارے میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' بعض حضرات اسے ''الجامع'' اور بعض حضرات اسے ''السنن'' کا نام دیتے ہیں۔

☆ اس کتاب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی ابواب کی ترتیب کا خیال رکھا ہے۔

☆ اس کتاب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب یہ ہے' وہ پہلے حدیث کی سند نقل کرتے ہیں' اُس کے بعد متن ذکر کرتے ہیں' اگر حدیث کے متن میں مذکور مسئلہ کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہو' تو اُس کی نشاندہی کرتے ہیں' اور اس بارے میں اہلِ علم کے مذاہب کا ذکر کرتے ہیں۔

فقہاء کے اقوال میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ تر امام شافعی' امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق بن راہویہ کے اقوال کا تذکرہ کیا ہے۔

☆ اپنی کتاب ''العلل'' میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس بات کی صراحت کی ہے کہ میں نے اس کتاب ''جامع ترمذی'' میں صرف وہ روایات نقل کی ہیں' جو کسی نہ کسی امام (یعنی فقہ کے امام) کا مذہب ہو' البتہ دو روایات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(جامع ترمذی کے شارحین نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان دو روایات کی بھی ایسی تاویل کی جاسکتی ہے' جو بعض فقہاء کے مذہب کے مطابق ہو)

☆ حدیث نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اُس کے بارے میں یہ وضاحت کرتے ہیں' تکنیکی اعتبار سے اس روایت کا مرتبہ کیا ہے؟ یہ حسن' صحیح' غریب میں سے کیا ہے؟

☆ اس کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ' اس بات کی وضاحت کرتے ہیں' اس باب' یعنی اس موضوع سے متعلق کون کون سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں؟

☆ بعض اوقات امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول کسی حدیث کو اُس کے فوراً بعد ہی نقل بھی کر دیتے ہیں۔

☆ اگر کسی حدیث کی سند یا متن میں کوئی اضطراب پایا جاتا ہو' تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اُس کی وضاحت ضرور کرتے ہیں۔

☆ اگر کوئی روایت منقطع ہو' یا اُس میں کوئی اور علت پائی جاتی ہو' یا کوئی روایت دیگر اسناد کے حوالے سے ''مرفوع'' یا ''موقوف'' روایت کے طور پر منقول ہو' تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اُس کی بھی صراحت کر دیتے ہیں۔

☆ بعض اوقات امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کسی حدیث کی دوسری سند بھی بیان کر دیتے ہیں اور اگر سند کے کسی راوی کے حوالے سے

روایت نقل کرنے میں اُس کے شاگردوں نے اختلاف کیا ہو تو اُس کی تصریح کر دیتے ہیں۔

☆ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اسلوب ہے اگر روایت کا کوئی راوی ضعیف ہو تو اُس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔

☆ اگر کسی روایت کا کوئی راوی اپنی کنیت کے حوالے سے مشہور ہو تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اُس کا نام ذکر کر دیتے ہیں۔

☆ اگر کسی راوی کا نام کسی دوسرے مشہور راوی سے مشابہت رکھتا ہو تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اُس کا نسب بیان کر دیتے ہیں یا اُس کے اسمِ منسوب کے حوالے سے دونوں کے درمیان فرق کی وضاحت کر دیتے ہیں۔

☆ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مقامات پر بعض روایات کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تکنیکی آراء شامل کی ہیں۔

☆ بعض مقامات پر اُنہوں نے امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی تکنیکی آراء بھی نقل کی ہیں۔

☆ بعض مقامات پر اُنہوں نے فقہاء کا اختلاف نقل کرنے کے بعد کسی ایک مؤقف کے حق میں اپنی ذاتی رائے بھی ذکر کی ہے۔

☆ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں چند رموز و اصطلاحات ذکر کی ہیں تاہم اُن کی مراد اور مفہوم کے بارے میں ''جامع ترمذی'' کے شارحین نے اختلاف کیا ہے۔

☆ جامع ترمذی میں موجود روایات کی تعداد 3891 ہے۔

تاہم اس تعداد کو حتمی قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے متن کے درمیان میں بھی متابع اور شواہد کے طور پر بعض روایات کا ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اُنہوں نے کتاب کے متن کے درمیان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے زمانوں کے اہلِ علم کے آثار بھی ذکر کیے ہیں۔

جامع ترمذی کی بہت سی شروح تحریر کی گئی ہیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

عارضۃ الاحوذی - قوت المغتذی - العرف الشذی - المنقح الشذی - شرح ترمذی -

جامع ترمذی کے ناقلین

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کتاب کو شیخ ابوالعباس محمد بن احمد بن فضل محبوبی (249 - 346ھ) نے روایت کیا ہے۔

محبوبی سے اس کتاب کو شیخ ابومحمد عبدالجبار بن محمد مرزبانی (331 - 410ھ) نے روایت کیا ہے۔

مرزبانی سے اس کتاب کو شیخ ابوعامر محمود بن قاسم ازدی (400 - 487ھ) نے نقل کیا ہے۔

ازدی سے اس کتاب کو شیخ ابوالفتح عبدالملک بن عبداللہ ہروی (متوفی 548ھ) نے روایت کیا ہے۔

اس کے بعد اس کتاب کو بہت سے افراد نے روایت کیا اور اس کے نسخے چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔

اردو زبان میں اس کتاب کا ترجمہ کم وبیش ڈیڑھ صدی پیشتر ہوا اب اس کتاب کے کئی تراجم دستیاب ہیں۔ ہمارے اس نسخہ کی بنیادی خصوصیات کیا ہیں؟ اس کا تذکرہ ہم نے ''حدیث دل'' میں کر دیا ہے۔

العقد الثمین من کلام محی الدّین

عرض کی گئی: ہمارے زمانے میں کچھ لوگ احناف کو''اہل الرائے'' کہتے ہیں۔
ارشاد فرمایا: اس میں آپ کے زمانے کی کوئی خصوصیت نہیں ہے' پہلے زمانے میں بھی کچھ لوگ احناف کو''اہل الرائے'' کہا کرتے تھے۔
عرض کی گئی: اس کی وجہ کیا ہے؟
ارشاد فرمایا: وجہ کے بارے میں تو ہم بعد میں جانیں گے' پہلا سوال یہ ہے کہ دینی معاملات میں''رائے'' پیش کرنا کیسا ہے؟
عرض کی گئی: چلیں ہم یہ سوال کر لیتے ہیں' دینی معاملات میں رائے پیش کرنا کیسا ہے؟
ارشاد فرمایا: دینی معاملات میں رائے دو میں سے کسی ایک قسم کی ہوگی۔
(i) وہ رائے کسی حدیث کے مقابلہ میں ہوگی۔
(ii) وہ رائے کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں ہوگی جس کے بارے میں کتاب وسنت کا کوئی حکم نہ ہو۔
عرض کی گئی: ہم یہاں پہلے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ آیا کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں اپنی رائے پیش کی جاسکتی ہے' جس کے بارے میں کتاب وسنت کا کوئی حکم موجود نہ ہو؟
ارشاد فرمایا: ایسی صورت میں اپنی ذاتی رائے پیش کرنے کو کوئی بھی''غلط'' قرار نہیں دے سکتا۔
کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عرض کی تھی' اگر مجھے کسی مسئلہ کے بارے میں کتاب وسنت میں حکم نہ مل سکا تو میں اپنی رائے کے ذریعہ حکم بیان کروں گا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی تھی' یعنی دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تھی۔
اسی طرح صحابہ کرام سے بہت سے فتاویٰ اور اقوال موجود ہیں' جنہیں عرف میں''آثارِ صحابہ'' کہا جاتا ہے اور لازمی سی بات ہے کہ یہ آثار اُن مسائل کے بارے میں ہیں جن کے بارے میں کتاب وسنت کا کوئی واضح حکم موجود نہیں ہے۔
اگر کوئی شخص یہ کہے: کسی بھی مسئلہ کے بارے میں اپنی ذاتی رائے بیان کرنا غلط ہے' تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کرام کے ان تمام آثار کو غیر ضروری قرار دیا جائے اور یہ بات بدیہی طور پر غلط ہے۔
عرض کی گئی: لیکن سوال یہ ہے کہ ان ذاتی آراء کی بنیاد کیا ہوتی ہے؟

ارشادفرمایا: احادیث کے مستند مجموعہ جات کون سے ہیں؟

عرض کی گئی: صحاح ستہ، مسند احمد بن حنبل، صحیح ابن حبان، معجم طبرانی اور دیگر بہت سے مجموعہ جات ہیں۔

ارشادفرمایا: تو اگر احادیث سے ہی استفادہ کرنا ہے تو پھر ہمارے اُن مہربانوں کو جو خود کو ''اہلِ حدیث'' کہتے ہیں' اُنہیں ''مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ'' کو نذرِ آتش کرنے کا تو ہم نہیں کہتے' لیکن کم از کم دریا بُرد تو ضرور کردینا چاہیے۔

عرض کی گئی: یہ بہت اہم نکتہ ہے' اگر ذاتی آراء اتنی ہی غلط ہوتی ہیں تو شیخ ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں بھی تو اُن کی ذاتی آراء ہی نقل کی گئی ہیں اور انہیں یہ لوگ ''شیخ الاسلام'' اور نہ جانے کیا' کیا کہتے ہیں۔

ارشادفرمایا: یہاں ایک دوسرا پہلو بھی ہے' آپ کہتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''متبع حدیث'' تھے' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کسی کے مقلد نہیں تھے بلکہ ''متبع حدیث'' تھے' تو ہمارا سوال صرف اتنا سا ہے کہ ''جامع ترمذی'' کون سے موضوع کی کتاب ہے؟

عرض کی گئی: ہر شخص جانتا ہے کہ جامع ترمذی علمِ حدیث کی مستند کتاب ہے۔

ارشادفرمایا: تو سوال یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو کیا ضرورت پیش آئی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ' ساتھ' شافعی' احمد' اسحاق ابن راہویہ' سفیان ثوری' وکیع بن جراح اور ان جیسے دوسرے فقہاء کے اقوال اور مذاہب ذکر کریں۔

''متبع حدیث'' کو تو صرف حدیث ذکر کردینی چاہیے اور بس!

عرض کی گئی: یہ بات کچھ واضح نہیں ہوئی' اس کی مزید وضاحت کریں!

ارشادفرمایا: میں آپ کے سامنے یہ نکتہ لانا چاہتا ہوں۔

جامع ترمذی علمِ حدیث کی کتاب ہے۔

اس کے مؤلف نے کسی موضوع سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کردی۔

حدیث پڑھنے والے کو شرعی حکم کا پتہ چل گیا۔

جب شرعی حکم کا پتہ چل گیا تو اب کیا ضرورت ہے کہ آپ یہ بیان کریں کہ اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بھئی جب ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا پتہ چل گیا ہے تو پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم امام شافعی' امام اسحٰق بن راہویہ' امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہم) یا کسی اور کے قول کی طرف التفات کریں۔

عرض کی گئی: یہ بہت اہم سوال ہے کہ آخر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ کے ساتھ فقہاء کے اقوال کیوں نقل کیے ہیں؟

ارشادفرمایا: مزید لطف کی بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے بعض مہربان ''امام بخاری'' کو مجتہد ثابت کرنے کیلئے' زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہیں' اور بخاری کے جلیل القدر شاگرد' جو بعض احادیث میں اُن کے استاد بھی ہیں' اور جو بخاری کے ممتاز معاصر اور علمِ حدیث کے بڑے ماہر ہیں' اُنہوں نے اپنی اس کتاب ''جامع ترمذی'' میں احادیث کے تکنیکی پہلوؤں کے حوالے سے'

رجال کے مستند ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں۔
لیکن جب فقہی اقوال کو بیان کرنے کا موقع آتا ہے تو وہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ایک قول بھی ذکر نہیں کیا گیا۔
آخر کیوں؟
کیا وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امام شافعی، امام احمد، امام اسحٰق وغیرہ کی طرح فقیہہ نہیں سمجھتے تھے؟
اگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، انہیں فقیہہ سمجھتے تھے تو پھر اُنہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی اقوال کیوں نہیں نقل کیے؟
جہاں وہ بعض اوقات ''اہلِ کوفہ'' اور ''اہل الرائے'' کا ذکر خیر کر دیتے ہیں، وہاں اُنہیں ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کی فقہی آراء کو بھی ذکر کرنا چاہیے تھا۔
اور اگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو علمِ حدیث کا جلیل القدر ماہر سمجھتے ہیں، لیکن اُنہیں اُس پایہ کا فقیہہ نہیں سمجھتے جو مرتبہ امام شافعی، امام احمد، امام اسحٰق (رحمۃ اللہ علیہم) وغیرہ کو حاصل ہے، تو پھر ہمارے اُن ''دوستوں'' کا کیا بنے گا جن کے نزدیک ''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ'' ہی تو فقیہہ ہیں؟
عرض کی گئی: یہ بہت اہم پہلو ہے کہ بعض لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں تنقیص کرنے کیلئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ان سے عدمِ روایت یا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نظریاتی اختلاف کو دلیل بناتے ہیں اور پھر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں تنقیص شروع کر دیتے ہیں۔
ارشاد فرمایا: جہاں تک عدمِ روایت کا سوال ہے تو ہم کئی مرتبہ یہ سوال اُٹھا چکے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے لائق و فائق شاگرد امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح مسلم'' میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کوئی ایک بھی روایت نقل نہیں کی۔ آخر کیوں؟
اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے صرف **50** روایات نقل کی ہیں۔
صرف **50** روایات!
کس سے نقل کی ہیں؟
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے!
کون امام بخاری؟
جو ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' ہیں!
جنہیں کئی لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں!
عرض کی گئی: لیکن ہوسکتا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایات اس لیے نقل نہ کی ہوں کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتاب موجود ہے، لوگ اُس سے استفادہ کرلیں گے۔
ارشاد فرمایا: ہم آپ کی بات مان لیتے ہیں۔

کیا آپ نے دوسرے پہلو پر غور کیا؟

عرض کی گئی: وہ دوسرا پہلو کیا ہے؟

ارشادفرمایا: ہم مان لیتے ہیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث اس لیے روایت نہیں کی' کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتاب موجود تھی۔

اس صورت میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایسی کوئی روایت نقل نہ کرتے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''صحیح بخاری'' میں درج کر چکے ہوں۔

لیکن ایسا نہیں ہے' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی بہت سی روایات نقل کی ہیں جنہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ''صحیح بخاری'' میں نقل کر چکے ہیں۔

جب لوگ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ''صحیح بخاری'' سے خود ہی استفادہ کر سکتے ہیں تو پھر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو اُن روایات کو اپنی کتاب میں نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

کیا وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مستند نہیں سمجھتے تھے؟

عرض کی گئی: یہ تو نہیں ہوسکتا' کیونکہ اگر وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مستند نہ سمجھتے تو اُن کے حوالے سے احادیث کیوں نقل کرتے؟

ارشادفرمایا: اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ امام مسلم' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مستند نہیں سمجھتے تھے' کیونکہ اُنہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کوئی ایک بھی روایت نقل نہیں کی۔

عرض کی گئی: اللہ ہی بہتر جانتا ہے' ہم کیا کہہ سکتے ہیں!

ارشادفرمایا: اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد صرف اُمت تک ''صحیح احادیث'' پہنچانا تھا تو اُنہیں ''صحیح بخاری'' میں احادیث کو تکرار کے ساتھ ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا۔

عرض کی گئی: لیکن اُنہوں نے تکرار کے ساتھ جو احادیث ذکر کی ہیں' اُن کی سند یا الفاظ میں کوئی فرق اور اختلاف ضرور ہو گا' اس حوالے سے وہ تکرار فائدہ سے خالی نہیں ہوگی۔

ارشادفرمایا: پھر تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چاہیے تھا کہ وہ امام مسلم کی طرح ایک ہی مقام پر سند اور متن کا تمام تر اختلاف نقل کر دیتے۔

عرض کی گئی: لیکن جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح بخاری'' تالیف کی تھی' اُس وقت ''صحیح مسلم'' تالیف نہیں ہوئی تھی۔

ارشادفرمایا: اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ امام مسلم' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ سمجھدار مصنف ہیں' کیونکہ اُنہوں نے اپنی کتاب کی تالیف میں جو طریقہ اختیار کیا ہے' اُس میں تمام ضروری معلومات' ایک ہی مقام پر اکٹھی کر دی گئی ہیں۔

عرض کی گئی: ہم اس بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں؟

ارشادفرمایا: یہی ہم بھی کہتے ہیں' ائمہ کی جو انفرادی آراء ہیں' اُن سے جو تسامحات سرزد ہوئے' بشری تقاضوں کے تحت اُن سے جو بھول چوک' کمی بیشی ہوئی' ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم اُن کے بارے میں فیصلہ دینے شروع کر دیں۔

شیخ ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ تحریر کرتے ہیں:[1]

ومن ظن بابی حنیفة او غیره من ائمة المسلمین انهم یتعمدون مخالفة الحدیث الصحیح لقیاس او غیره فقد اخطأ علیهم وتکلم اما بظن واما بهوی

''اور جوشخص ابوحنیفہ یا مسلمانوں کے دوسرے کسی بھی امام کے بارے میں یہ گمان کرے کہ ان حضرات نے قیاس یا کسی اور وجہ سے حدیثِ صحیح کی مخالفت کی ہوگی' تو اُس نے ان حضرات کے بارے میں غلط سمجھا اوراس کا یہ کلام (یعنی سوچ) یا گمان کی وجہ سے ہوگی یا خواہشِ نفس (کی پیروی) کی وجہ سے ہوگی''۔

ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم ائمہ متبوعین کے بارے میں زبانِ طعن دراز کریں۔

اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے کہ ائمہ متبوعین نے اگرکسی مقام پر کسی منقول روایت کے مطابق فتویٰ نہیں دیا تو اُس کی ممکنہ وجوہات کیا ہوسکتی ہیں؟ اور ساتھ میں انہوں نے یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے' جس کا نام ''رفع الملام عن ائمة الاعلام'' ہے۔

عرض کی گئی: ہماری گفتگو ''اہل الرائے'' سے شروع ہوئی تھی۔

ارشادفرمایا: میں نے آپ کو یہ بتایا تھا کہ ''اہل الرائے'' کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کوئی فقیہہ کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں اپنی رائے پیش کرے جس کے بارے میں کتاب وسنت کا کوئی حکم موجود نہ ہو' اور یہ بات نبی اکرم ﷺ کے اُسوۂ مبارک اور صحابہ کرام کے طرزِ عمل سے ثابت ہے۔

اپنی ذاتی رائے پیش کرنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کسی حدیث کے مقابلے میں ''رائے'' پیش کریں۔

عرض کی گئی: عام طور پر احناف کے بارے میں' اُن کے نظریاتی مخالفین' یہ سمجھتے ہیں کہ احناف کی بیشتر آراء ''احادیث کے مقابلہ'' میں ہوتی ہیں۔

ارشادفرمایا: پھر تو ہمیں یہ سوال اُٹھانا ہوگا کہ کسی حدیث کے مقابلہ میں ذاتی رائے پیش کی جاسکتی ہے' یا نہیں؟

عرض کی گئی: کون مسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی کسی حدیث کے مقابلہ میں ''اپنی ذاتی رائے'' پیش کرے گا۔

ارشادفرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عرض کی گئی: کیا مطلب؟

ارشادفرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سوچ سکتے ہیں' بلکہ اُنہوں نے یہ سوچا ہے' اور صرف سوچا ہی نہیں اُس پر عمل بھی کیا ہے۔

عرض کی گئی: کیا سوچا ہے؟ اور کس پر عمل کیا ہے؟

ارشادفرمایا: اُنہوں نے حدیث کے مقابلہ میں ''اپنی ذاتی رائے'' پر عمل کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے' جب ان کے سامنے سیّدہ فاطمہ بنت قیس نے یہ بات بیان کی کہ جب ان کے شوہر نے انہیں طلاقِ بتہ دی تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں (عدت کے دوران) رہائش اور خرچ (شوہر کی طرف سے ملنے)

---

[1] حرانی' ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ' ''مجموع الفتاویٰ'' جزء:۲۰' (باب) صحة مذهب اهل المدینة

کا حق نہیں دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا:

لا نترك كتاب الله وسنة نبينا لقول امرأة[1]

''ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کے حکم کو ایک عورت کے بیان کی وجہ سے ترک نہیں کریں گے''۔

حالانکہ سیّدہ فاطمہ بنت قیس نے اپنے بیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا ہی ذکر کیا تھا' لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ وہ سیّدہ فاطمہ کی بیان کردہ حدیث کو ترجیح نہ دیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے الفاظ سے ثابت ہونے والے حکم یا دیگر روایات سے ثابت ہونے والے حکم کو ترجیح دیں۔

عرض کی گئی: بات کچھ اُلجھ گئی ہے' اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی شخص حدیث کے مقابلہ میں اپنی ذاتی رائے پیش کرسکتا ہے۔

ارشاد فرمایا: بظاہر تو یہی محسوس ہوتا ہے۔

عرض کی گئی: تو پھر اس کی اصل صورت کیا ہوگی؟

ارشاد فرمایا: اب آپ صحیح مقام پر پہنچے ہیں۔

آپ نے غور کیا! امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر چکے تھے آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون اس شخص کا ساتھ دے گا؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اس نے اس شخص کے ساتھ نماز ادا کر لی۔

اس بارے میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے علاوہ تابعین میں سے کئی اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے: جس مسجد میں باجماعت نماز ادا کی جاچکی ہو وہاں ایک اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لی جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے''۔

پھر اُس کے بعد وہ یہ واضح کرتے ہیں:

''بعض دیگر اہلِ علم نے یہ رائے دی ہے: ایسے لوگ الگ، الگ نماز ادا کریں گے۔

امام سفیان، امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے ان حضرات نے الگ،

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الطلاق' باب المطلقة ثلاثا لانفقة لها' رقم الحدیث: 1480

سنن نسائی: کتاب الطلاق' باب الرخصة فی خروج المبتوتة' رقم الحدیث: 3549

سنن نسائی کبریٰ: کتاب الطلاق' باب الرخصة فی خروج المبتوتة' رقم الحدیث: 5743

سنن دارقطنی: کتاب الطلاق والخلع والایلاء

سنن بیہقی: کتاب العدد' مقام المطلقة فی بیتها' رقم الحدیث 15256

الگ نماز ادا کرنے کو اختیار کیا ہے“[1]

اس کا مطلب یہ ہوا بعض مسائل اور احکام ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے مختلف طرح کی روایات نقل کی گئی ہیں‘ اور بعد میں آنے والے اہلِ علم نے اُن روایات کے درمیان ”ترجیح“ کے حوالے سے اختلاف کیا ہے۔

کسی نے ایک روایت کو ترجیح دیتے ہوئے اُس کے مطابق فتویٰ دے دیا۔

دوسرے نے دوسری روایت کو ترجیح دیتے ہوئے اُس کے مطابق فتویٰ دیدیا۔

اور کم از کم امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اُن دونوں کے فتاویٰ نقل کر دیئے ہیں۔

دوسرے ائمہ نے بھی کیے ہیں۔

عرض کی گئی: اُن دوسرے ائمہ میں کون حضرات شامل ہیں؟

ارشاد فرمایا: ”موطأ امام مالک“ اُٹھا کر دیکھ لیں‘ اُس میں صحابہ کرام‘ تابعین عظام اور بعد کے زمانوں کے اہلِ علم کی ”ذاتی فقہی آراء“ منقول ہیں۔

”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں احادیثِ نبویہ کے ساتھ آثارِ صحابہ اور بعد کے زمانوں کے اہلِ علم کے اقوال و آراء درج ہیں۔

بلکہ خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تراجمِ ابواب میں مختلف اہلِ علم کے اقوال و فتاویٰ درج کیے ہیں۔

لازمی بات ہے کہ یہ فتاویٰ ایسے نہیں ہیں کہ ساری اُمت نے صرف اُن فتاویٰ کی پیروی کو اختیار کر لیا ہو‘ یا ان کے مقابلہ میں کسی دوسرے صاحبِ علم نے کوئی ”ذاتی فقہی رائے“ پیش نہ کی ہو۔

تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کیا؟

اُن کے نزدیک جو رائے قابلِ ترجیح تھی‘ اُسے اُنہوں نے اپنی کتاب میں شامل کر لیا۔

بعض مصنفین نے اس بات کا بھی اہتمام کیا ہے کہ اُنہوں نے کسی بھی ایک موضوع سے متعلق تمام‘ یا بیشتر فقہی آراء کو ایک ہی مقام پر جمع کر دیا۔

عرض کی گئی: اس کا مطلب یہ ہے کہ ”رائے“ کا تصور ہمارے اسلاف کے درمیان موجود ہے۔

ارشاد فرمایا: جب ”رائے“ کا تصور اسلاف میں موجود ہے تو پھر اسلاف کے پیروکاروں کے اندر بھی ہونا چاہیے۔

عرض کی گئی: لیکن سوال یہ ہے کہ پھر یہ لوگ احناف کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

ارشاد فرمایا: آپ کہاں رہتے ہیں؟

عرض کی گئی: پاکستان میں!

ارشاد فرمایا: یعنی ایک ایسے خطۂ اراضی میں‘ جسے تاریخ میں برصغیر پاک و ہند کہا جا سکتا ہے۔

عرض کی گئی: بالکل ایسا ہی ہے!

---

[1] حدیث نمبر 204 صفحہ 236 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور (یہ اسی جلد کا حوالہ ہے)

ارشاد فرمایا: سوال یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں ''احناف'' کی مخالفت اور ''شریعت'' اور ''حدیث'' کی پیروی کا آغاز کب ہوا؟

عرض کی گئی: شاہ اسماعیل دہلوی سے، جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے تھے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے تھے۔

ارشاد فرمایا: سوال یہ ہے کہ آپ نے شاہ ولی اللہ کو بھی اور شاہ عبدالعزیز کو بھی ''محدث دہلوی'' کے لقب سے یاد کیا ہے، ان دونوں ''محدث'' صاحبان کو علماءِ احناف میں ''حدیث کی مخالفت'' کیوں نظر نہ آئی؟

جو شاہ اسماعیل اور اُن کے پیروکار حضرات کو نظر آ گئی؟

اسی سوال کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہندوستان میں ''حدیث کی اتباع'' کا رواج آخر اُس وقت کیوں ہوا، جب ہندوستان میں انگریز کی حکومت مستحکم ہو چکی تھی؟

عرض کی گئی: ''کب'' اور ''کیوں'' کا تو ہمیں نہیں پتا، لیکن وہ کہتے تو ٹھیک ہیں۔

ارشاد فرمایا: کیا ٹھیک کہتے ہیں؟

عرض کی گئی: یہی کہ جب ہم لوگ ''صحیح بخاری'' کو علمِ حدیث کی سب سے مستند کتاب مانتے ہیں تو پھر اُس کی احادیث پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

ارشاد فرمایا: اچھا سوال ہے!

ایک سوال میں بھی کروں؟

عرض کی گئی: جی ضرور!

ارشاد فرمایا: نماز پڑھنا فرض ہے؟

عرض کی گئی: ہر شخص جانتا ہے کہ ایسا ہی ہے، ہر مسلمان پر نماز پڑھنا فرض ہے۔

ارشاد فرمایا: صحیح بخاری پڑھنا فرض ہے؟

عرض کی گئی: کوئی بھی شخص اس بات کا قائل نہیں ہو سکتا کہ صحیح بخاری یا حدیث کی دوسری کوئی بھی مخصوص کتاب پڑھنا فرض ہے۔

ارشاد فرمایا: سوال یہ ہے کہ پھر ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ نماز کیسے پڑھی جائے؟

عرض کی گئی: ظاہر ہے صحیح بخاری یا حدیث کی دوسری کوئی کتاب پڑھ کر پتہ چلے گا کہ نماز کیسے پڑھنی ہے؟

ارشاد فرمایا: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ **194** ہجری میں پیدا ہوئے، اُن کا انتقال **256** ہجری میں ہوا، یعنی صحیح بخاری **210** ہجری سے **250** ہجری تک کے درمیانی عرصے میں لکھی گئی۔

صحیح بخاری کی تصنیف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ کرنے کے درمیان **200** برس سے زیادہ کا فرق ہے۔

اس دوران جو مسلمان آئے، اُن پر بھی تو نماز پڑھنا فرض تھا۔

پھر وہ کیسے نماز پڑھتے تھے؟

اور اب تو صحیح بخاری، شائع شدہ عام مل جاتی ہے، آپ کے والد بزرگوار نے تو یقیناً صحیح بخاری پڑھے بغیر نماز پڑھنا شروع کی

ہوگی کیونکہ اس وقت تو عام لوگ صحیح بخاری نہیں پڑھتے تھے۔

پھر ایک پہلو یہ بھی ہے کہ صحیح بخاری کے ترجمہ کی روایت کا آغاز ڈیڑھ صدی پیشتر ہوا' اُس سے پہلے کے لوگ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح بخاری'' لکھی اور اُن کی زندگی میں ایک ''بڑے پبلشر'' نے اُسے شائع کر کے چاردانگ عالم میں پھیلا دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری کو چند مخصوص افراد نے نقل کیا تھا۔ اور ان نقل کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی ''صحاح ستہ'' کے مؤلفین یا حدیث کے ''کسی مستند مجموعہ'' کے مؤلفین کی صف میں شامل نہیں ہے۔

بہرحال ہم بات یہ کر رہے تھے کہ دنیا کے اکثر مسلمان ''صحیح بخاری'' نہیں پڑھتے اور نماز پڑھ لیتے ہیں۔ آخر کیسے؟

عرض کی گئی: ظاہری بات ہے کہ وہ لوگ اپنے گھر میں' اپنے بڑوں کو' مسجد میں دوسرے بزرگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں اور پھر اُسی طریقے کے مطابق نماز ادا کرنے لگتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: یہی وہ سوال ہے جو احناف اپنے نظریاتی مخالفین کے سامنے پیش کرتے ہیں' نماز ایک ایسا عمل ہے جس کے ساتھ روزانہ انسان کا پانچ مرتبہ واسطہ پڑتا ہے اور ہر شخص اپنے دائیں بائیں افراد کو دیکھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھتا ہے اور پھر اُس کے مطابق خود اس عبادت کو بجالاتا ہے۔

اس لیے آپ صحیح بخاری کو بنیاد بنا کر ہم پر اعتراض نہیں کر سکتے۔

عرض کی گئی: لیکن ہمارا سوال پھر اپنی جگہ برقرار رہے گا کہ جب آپ صحیح بخاری کو سب سے مستند کتاب سمجھتے ہیں تو پھر اُس کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے؟

ارشاد فرمایا: صحیح بخاری زیادہ مستند ہے یا قرآنِ مجید؟

عرض کی گئی: ظاہر ہے قرآنِ مجید زیادہ مستند ہے۔

ارشاد فرمایا: قرآن کہتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی (النساء:۴۳)

''اے ایمان والو! جب تم نشہ کی حالت میں ہوتو نماز کے قریب نہ جاؤ''۔

اس آیت سے دو حکم ثابت ہوئے:

(i) ایمان والے نشہ کر سکتے ہیں۔

(ii) نشے کے دوران نماز معاف ہے۔

عرض کی گئی: لیکن یہ حکم تو منسوخ ہے' اور اُس وقت کے بارے میں ہے' جب شراب کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

ارشاد فرمایا: احناف بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ صحیح بخاری کی جن روایات پر عمل نہیں کرتے' اُن کا حکم منسوخ ہے۔

عرض کی گئی: اگر اُن کا حکم منسوخ ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی ناسخ روایات کو کیوں نقل نہیں کیا؟

ارشاد فرمایا: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''ذاتی ترجیح'' کے مطابق روایات نقل کی ہیں۔

احناف کے نقطۂ نظر کی مؤید روایات کیونکہ اُن کی ''ذاتی ترجیح'' کے معیار پر پوری نہیں اُترتی تھیں' اس لیے اُنہوں نے اُن روایات کو نقل نہیں کیا۔

عرض کی گئی: اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ دین ''ذاتی ترجیح'' کی بنیاد پر نقل کیا گیا ہے؟

ارشاد فرمایا: یہاں آپ غلطی کر رہے ہیں' ہم نے ''روایات'' کی بات کی ہے' دین کی بات نہیں کی۔

عرض کی گئی: دین اور روایات میں فرق کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: ہم اسے ایک مثال کے ذریعے واضح کرتے ہیں۔

''اہل تشیع'' اس بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا ''مذہبی وسیاسی خلیفہ'' نامزد کیا تھا۔

آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں؟

عرض کی گئی: ہرگز نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی معین فرد کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا۔

ارشاد فرمایا: آپ کس بنیاد پر یہ بات کہہ رہے ہیں؟

عرض کی گئی: ان تمام احادیث وآثار کی بنیاد پر جن میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی ایک متعین فرد کو ''خلیفہ'' مقرر نہیں کیا تھا۔

ارشاد فرمایا: اس کے برعکس ''اہل تشیع'' وہ روایات پیش کردیتے ہیں' جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''خلیفہ'' مقرر کیا تھا۔

عرض کی گئی: وہ روایات درست نہیں ہیں۔

ارشاد فرمایا: ہمارا موضوع بحث یہ نہیں ہے کہ دونوں طرح کی روایات میں سے درست کون سی ہیں؟

ہم تو اس بات کا جائزہ لے رہے ہیں۔

ان کے بڑوں نے اپنی ''ترجیحی'' روایات نقل کردی ہیں۔

آپ کے بڑوں نے اپنی ''ترجیحی'' روایات نقل کردی ہیں۔

عرض کی گئی: ان کی روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں۔

ارشاد فرمایا: یہی بات وہ آپ کی روایات کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں۔

لیکن میں سرِدست آپ کے سامنے یہ بات رکھ رہا ہوں کہ روایات نقل کرنے میں ''ترجیح'' کو بڑا دخل رہا ہے۔

اب کس کی ''ترجیح'' ٹھیک تھی اور کس کی ''غلط'' تھی۔ یہ ایک الگ بحث ہے۔

اس بات کا ایک اور پہلو سے جائزہ لیتے ہیں۔رفع یدین کا ترک حدیث سے ثابت ہے۔آپ اس کو حدیث مانتے ہیں؟

عرض کی گئی: یہ حدیث ''ضعیف'' ہے۔

ارشادفرمایا: میں نے یہ سوال نہیں کیا کہ یہ حدیث ''ضعیف'' ہے یا نہیں' میں نے تو یہ پوچھا ہے' آپ اس حدیث کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے؟

عرض کی گئی: بھئی یہ حدیث ''ضعیف'' ہے اور ''صحاح ستہ'' میں نہیں ہے۔

ارشادفرمایا: آپ کے اس جملے کا یہ مطلب ہوا۔

(i) جو حدیث ''ضعیف'' ہو' آپ اسے نہیں مانیں گے۔

(ii) جو حدیث ''صحاح ستہ'' میں نہ ہو' آپ اسے بھی نہیں مانیں گے۔

عرض کی گئی: یہ میں نے کب کہا ہے؟

ارشادفرمایا: چلیں میں اپنا سوال بدل لیتا ہوں' آپ ''ضعیف'' حدیث کو مانتے ہیں؟

عرض کی گئی: دیکھیں! جب ''صحیح حدیث'' موجود ہے تو پھر ہمیں ''ضعیف'' حدیث لینے کی کیا ضرورت ہے؟

جب ''صحاح ستہ'' میں ہمیں ایک حدیث مل جاتی ہے تو پھر ہم کسی اور کتاب کی طرف رجوع کیوں کریں؟

ارشادفرمایا: میں آپ کی بات مان لیتا ہوں۔

آپ ''صحاح ستہ'' کو مستند سمجھتے ہیں؟

عرض کی گئی: جی ہاں! بالکل میں انہیں مستند سمجھتا ہوں۔

ارشادفرمایا: آپ ''صحاح ستہ'' کو مستند کیوں سمجھتے ہیں؟

عرض کی گئی: کیونکہ ان کے مصنفین علم حدیث کے بڑے ماہرین شمار ہوتے ہیں۔

ارشادفرمایا: یعنی آپ ان کتابوں کے مصنفین' امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی' امام ابوداؤد' امام ابن ماجہ اور امام نسائی کی وجہ سے مستند مانتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں' ہم یہ کہہ سکتے ہیں آپ ان کتابوں میں مذکورہ ''احادیث'' کو ان چھ حضرات ائمہ محدثین کی وجہ سے ''قابلِ ترجیح'' قرار دیتے ہیں۔

تو اگر ہم امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجیح دینے کی وجہ سے کسی ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دیتے ہیں تو پھر آپ کو اس پر اعتراض کیوں ہے؟

عرض کی گئی: دیکھیں ان حضرات محدثین نے جن احادیث کو ترجیح دی ہے' وہ ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔

ارشادفرمایا: یہ آپ نے اہم نکتہ اٹھایا ہے۔

امام بخاری' نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

47- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَلِيٍّ الْمَنْجُوفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّه يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''جو شخص ایمان اوراحتساب کے ہمراہ' کسی مسلمان کے جنازے میں شریک ہواوراس وقت تک ساتھ رہے جب تک (اس مرحوم کو) نمازِ جنازہ اداہو جانے کے بعداسے دفن نہ کردیا جائے (ایسا شخص اس پورے عمل سے فارغ ہوکر) جب واپس آتا ہے تواسے دو قیراط (کے برابر) اجرعطا کیا جاتا ہے۔ (اوران دو قیراط میں سے) ہرایک قیراط''اُحد'' پہاڑ کے مساوی ہوتا ہےلیکن اگر کوئی شخص صرف نمازِ جنازہ اداکر کے دفن سے پہلے لوٹ آئے تواسے ایک قیراط (کے برابرثواب) عطا کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کونقل کرتے ہوئے''صحیح بخاری'' کاحوالہ دیا جاتا ہے' کیوں؟

کیونکہ عام رواج یہ ہے: حوالہ دیتے ہوئے صحاح ستہ کاذکر کیا جاتا ہے۔

عام رواج یہ ہے: صحاح ستہ کا ترجمہ چھاپا جاتا ہے' اسے خریدا جاتا ہے' پڑھا جاتا ہے۔

عام رواج یہ ہے: مدارس میں صحاح ستہ ہی پڑھائی جاتی ہے۔

حالانکہ اسی حدیث کوامام بخاری کے استادامام احمد بن حنبل نے بھی اپنی''مسند'' میں نقل کیا ہے۔

اسی حدیث کوامام احمد بن حنبل کے ساتھی''اسحاق بن راہویہ'' نے بھی اپنی''مسند'' میں نقل کیا ہے۔

اسی حدیث کوامام بخاری کے استادامام عبداللہ بن زبیرحمیدی نے بھی اپنی''مسند'' میں نقل کیا ہے۔

اسی حدیث کوامام بخاری کے''استاذ الاستاذ'' امام عبدالرزاق نے اپنی''مصنف'' میں بھی ذکر کیا ہے۔

اسی حدیث کوصحاح ستہ کے مؤلفین میں سے امام مسلم' امام ترمذی اورامام نسائی نے بھی نقل کیا ہے۔

لیکن عام رواج کیا ہے؟

جب''صحیح بخاری'' کاحوالہ آ گیا تو آپ خاموش ہو جائیں گے اور مزید کسی حوالے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

عرض کی گئی: آپ کی بات کا مفہوم کچھ واضح نہیں ہوا۔

ارشادفرمایا: میں آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں' کتبِ احادیث اوران کے مؤلفین کے درمیان مراتب کے اعتبار سے باہمی تفاوت' ان کی خوبیاں وخامیاں' مثبت ومنفی پہلوؤں سے قطع نظرایک زمینی حقیقت یہ بھی ہے کہ مسلم معاشرے میں ''رواج'' کیسے حاصل ہوا؟

عرض کی گئی: آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس طرح مسلم معاشرے میں''صحاح ستہ'' اوران کے مؤلفین کوعلمِ حدیث میں رواج کے

1 (بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل''الجامع الصحیح''کتاب الایمان' باب: اتباع الجنائز من الایمان' مطبوعہ شبیر برادرز لاہور' رقم الحدیث: 47)

حوالے سے قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی اسی طرح علمِ فقہ کے چار ماہرین، جنہیں ''ائمہ اربعہ'' کہا جاتا ہے کو قبولِ عام نصیب ہوا۔

ارشاد فرمایا: جی بالکل۔ میں یہی بات آپ کے سامنے واضح کرنا چاہتا ہوں۔

رواج اور قبولِ عام کسی بھی معاشرتی حقیقت کا جائزہ لینے کے لئے بہت اہم حیثیت رکھتے ہیں۔

عرض کی گئی: آپ اِس نقطے کو مزید واضح کریں گے؟

ارشاد فرمایا: نبی اکرم ﷺ کی اُمت کا سب سے بڑا ''عالم'' کون ہے؟

عرض کی گئی: کیا کہہ سکتے ہیں؟

علمِ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہیں۔

علمِ حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

علمِ تفسیر میں ابن جریر طبری قابلِ ذکر ہیں۔

ارشاد فرمایا: آپ نے اپنے اس جواب پر غور کیا؟

علمِ فقہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کا ذہن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

علمِ حدیث کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر پہلے نہیں کیا۔

اور علمِ تفسیر کا تذکرہ کرتے ہوئے نہ ''ائمہ اربعہ'' کا خیال آیا اور نہ ہی ''صحاح ستہ'' کے مؤلفین کی طرف توجہ مبذول ہوئی۔

عرض کی گئی: بالکل ایسا ہی ہے۔

ارشاد فرمایا: اب ذرا مزید غور کریں۔

میں نے آپ سے یہ سوال کیا تھا اُمت کا سب سے بڑا ''عالم'' کون ہے؟

اس کے جواب کے لیے آپ کے ذہن میں مختلف ائمہ کا خیال آیا۔

آپ نے ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں سوچا کہ آپ اُمت کا سب سے بڑا عالم اُس شخص کو قرار دیں جو ''باب مدینۃ العلم'' ہے۔

عرض کی گئی: آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟

ارشاد فرمایا: جی بالکل۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کیا سوچ سکتے ہیں؟

وہ ایک بہت بڑے بہادر آدمی تھے۔ بڑے بڑے شہزور اُن کے مقابلے میں آنے سے کتراتے تھے۔

وہ نبی اکرم ﷺ کے چچازاد تھے۔ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے والد تھے۔

اہلِ تشیع ان کے بارے میں کچھ غلط نظریات رکھتے ہیں۔

یہ تین نکات کیا ہیں؟

یہ آپ کا فوری ردِ عمل ہے۔

یہ ردِ عمل اس خاص ماحول اور معلومات کا نتیجہ ہے جس کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کے ذہن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا تصور موجود ہے۔

عرض کی گئی: آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سننے کے ساتھ ہی ذہن فوری طور پر ''فقیہہ'' کے تصور کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ''محدث'' یا ''مفسر'' کا خیال ذہن میں نہیں آتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام سننے کے ساتھ ہی ''علمِ حدیث'' کی طرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔ ذہن کے کسی دور دراز گوشے میں بھی ''علمِ تفسیر'' کا خیال نہیں ہوتا۔

یہ سب صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنے آس پاس ان حضرات کا تذکرہ اِسی حوالے سے سنتے ہیں' کتابوں میں اِسی پہلو سے پڑھتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔

آپ کسی راہ چلتے ہوئے آدمی کو ایک لمحے کے لئے روکیں وہ ایک ایسا شخص ہو جو اہلِ سنت مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتا ہو۔ آپ اس سے پوچھیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا سب سے بڑا ولی کون ہے؟

اِس کا جواب کیا ہوگا؟

عرض کی گئی: حضور غوثِ اعظم دستگیر رحمۃ اللہ علیہ۔

ارشاد فرمایا: آپ کسی راہ چلتے ہوئے آدمی کو ایک لمحے کے لئے روکیں وہ ایک ایسا شخص ہو جو اہلِ حدیث مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتا ہو۔ آپ اس سے پوچھیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا سب سے بڑا ''موَحد'' کون ہے؟

اس کا جواب کیا ہوگا؟

عرض کی گئی: شیخ محمد بن عبدالوہاب ''نجدی''۔

ارشاد فرمایا: آپ نے غور کیا پوری اُمت میں توحید کے سب سے بڑے دعویدار' رکھوالے' محافظ ''شیخ نجدی'' سمجھے جاتے ہیں۔

عرض کی گئی: آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے مذہبی تصورات میں مخصوص مسلک سے تعلق رکھنے کی وجہ سے' مخصوص نظریات پائے جاتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: میں یہی بات آپ کے سامنے واضح کرنا چاہتا ہوں۔

آپ اہلِ حدیث مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے کسی بھی شخص سے دریافت کریں:

''داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اُس کا جواب کیا ہوگا؟

عرض کی گئی: استغفر اللہ! میرے بھائی ''داتا'' صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
آپ انہیں سیّد علی ہجویری کہیں۔
ارشاد فرمایا: حالانکہ شرعی حکم کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ''سیّد علی ہجویری'' کو ''ربّ'' بھی کہا جائے تو آپ اسے مطلق طور پر ''شرک'' یا ''حرام'' قرار نہیں دے سکتے۔
عرض کی گئی: وہ کیسے؟
ارشاد فرمایا: کیونکہ قرآن نے لفظ ''ربّ'' کو ''غیر اللہ'' کے لئے استعمال کیا ہے۔
سورۂ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:
يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ
''اے میرے قید خانے کے ساتھیو! تم دونوں میں سے ایک اپنے ربّ کو شراب پلائے گا''۔
یہاں حضرت یوسف علیہ السلام نے ''غیر اللہ'' یعنی عزیز مصر کے لئے لفظ ''ربّ'' استعمال کیا ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں وہ کوئی شرکیہ جملہ یا لفظ کیسے استعمال کر سکتے ہیں؟
عرض کی گئی: بالکل ٹھیک۔ اگر داتا صاحب کو ربّ کہنا مطلق طور پر ''شرک'' یا ''حرام'' نہیں ہے۔
تو ''داتا'' کہنا تو بدرجۂ اولیٰ شرک یا حرام قرار نہیں دیا جائے گا' کیونکہ قرآن وسنت میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ ''داتا'' استعمال نہیں ہوا۔
ارشاد فرمایا: بہرحال میں آپ سے دریافت کر رہا تھا' اہل حدیث مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والا ایک عام فرد داتا صاحب' خواجہ صاحب' بابا صاحب اور ان جیسے دیگر صوفیائے کرام کا تذکرہ اتنے ادب واحترام کے ساتھ نہیں کرے گا' جتنے احترام کا مظاہرہ وہ شیخ نجدی کا ذکر کرتے ہوئے کرے گا۔
عرض کی گئی: اس کی وجہ کیا ہے؟
ارشاد فرمایا: اس کی وجہ بہت صاف ہے' اُس نے جس مسجد میں امام کا خطاب یا درس سنتے ہوئے' دین کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں' وہ امام یا درس دینے والی شخصیت' یا خطاب کرنے والی شخصیت یا کسی پروگرام میں کسی سوال کا جواب دینے والی شخصیت ایک مخصوص فکری پس منظر کی مالک تھی اور اپنی اس سوچ کو اُس شخصیت نے ''اسلام'' کے روپ میں لوگوں کے سامنے پیش کیا اور سننے والے سادہ لوح افراد نے اسے بھی ''دین کا حصہ'' سمجھ لیا۔
عرض کی گئی: یہ بہت اہم مسئلہ ہے' ہمارے زمانے میں ذرائع ابلاغ بہت ترقی کر گئے ہیں' کیمرے کے سامنے بیٹھا ہوا ایک شخص جو خود کو دینی عالم ظاہر کرتا ہے وہ جو بات بیان کر دیتا ہے سننے والے اسے ''اسلام'' سمجھ لیتے ہیں۔
ارشاد فرمایا: میں آپ کے سامنے صرف یہ پہلو رکھنا چاہتا ہوں کہ ہر مکتبۂ فکر اور ہر مسلک کا عالم آپ کے سامنے اپنے مخصوص مسلک کے مطابق شرعی حکم کی تعبیر پیش کرے گا اور اس نے خود بھی اس موضوع پر باقاعدہ تحقیق نہیں کی ہوگی بلکہ اپنے مسلک کے کسی

بڑے کی کوئی ایک کتاب پڑھ کر اپنا فرض ادا کر لیا ہوگا۔

عرض کی گئی: لیکن یہی بات تو اہلسنّت کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔

ارشاد فرمایا: اہلسنّت اور ان کے نظریاتی مخالفین دونوں پر یہ حقیقت صادق آتی ہے لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ ہم جس خطے میں رہ رہے ہیں' بلکہ تمام اسلامی ممالک میں پہلے زمانے کے لوگ وہ تمام معمولات سرانجام دیا کرتے تھے' جو ہمارے یہاں اہلسنّت کا معمول ہیں۔

اہلسنّت کے ان معمولات کو ''شرک' بدعت' حرام'' قرار دینے کا رواج بعد میں پیدا ہوا' اس لئے وہ لوگ جو اہلسنّت کے ان معمولات کو خلافِ شریعت کہتے ہیں انہیں اس بات کا جائزہ ضرور لینا چاہیے کہ وہ اور ان کے اکابرین ''متنازعہ'' مسئلے کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہیں؟

جیسا کہ میں نے ابھی آپ کے سامنے یہ مثال پیش کی کہ لوگ سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو ''داتا'' کہتے ہوئے گھبراتے ہیں۔

ہمارے زمانے کے بڑے مذہبی مسائل میں سے ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہر ''بے ریش'' شخص کو دانشور نہیں سمجھا جاتا لیکن ہر ''باریش'' شخص کو ''علامہ'' ضرور سمجھا جاتا ہے۔

اگلا مسئلہ یہ سامنے آتا ہے کہ آپ کو اپنے گھر یا دفتر کے قریب کسی مسجد کے امام کا خطاب پسند آتا ہے اور آپ باقاعدگی سے اسے سننا شروع کر دیتے ہیں یا کسی عوامی خطیب' یا کسی ٹیلی ویژن پروگرام میں مدعو کسی علامہ صاحب کا کوئی بیان سنتے ہیں اور اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد آپ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ اب تک جس مسلک پر عمل پیرا تھے' جن معمولات کو درست سمجھتے تھے وہ سب خلافِ شریعت ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو ''عید'' کہنا غلط ہے' گیارہویں شریف کا ختم دلانا بدعت ہے' کوئی فوت ہو جائے تو چہلم نہیں کیا جائے گا وغیرہ

اور پھر آپ یہ نظریہ اختیار کر لیتے ہیں کہ ان سب چیزوں کو غلط سمجھنا ''دین'' ہے۔

یہ صرف آپ کا' یا آپ کے پسندیدہ علامہ صاحب کا اخذ کردہ نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔

قرآن نے ایسے لوگوں کی اجتماعی نفسیات پر کیا خوب تبصرہ کیا ہے:

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○

''یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی میں کی جانے والی کوششیں' گمراہی کا شکار تھیں اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ اچھائی کر رہے ہیں''۔ (سورۂ کہف: ۱۰۴)

•••—•••—•••

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّىْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ○ اَمَّا بَعْدُ! قَالَ اللهُ تَعَالٰى مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔

كِتَابُ الطَّهَارَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

طہارت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ

باب 1: طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی

(1) سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ ح وحَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَّلَا صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُوْلٍ قَالَ هَنَّادٌ فِىْ حَدِيْثِهٖ اِلَّا بِطُهُوْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا الْحَدِيْثُ اَصَحُّ شَىْءٍ فِىْ هٰذَا الْبَابِ وَاَحْسَنُ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِى الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ

توضیحِ راوی: وَّاَبُو الْمَلِيْحِ بْنُ اُسَامَةَ اسْمُهٗ عَامِرٌ وَّيُقَالُ زَيْدُ بْنُ اُسَامَةَ بْنِ عُمَيْرٍ الْهُذَلِىُّ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور حرام مال میں سے صدقہ (قبول) نہیں ہوتا۔

ہناد نے اپنی روایت میں لفظ ''اِلَّا بِطُهُوْرٍ'' نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں یہ حدیث ''اصح'' اور ''احسن'' ہے۔

اس بارے میں ابوالملیح نے اپنے والد سے (ان کے علاوہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

ابوالملیح بن اسامہ کا نام عامر ہے۔

ایک قول کے مطابق ان کا نام زید بن اسامہ بن عمیر الہذلی ہے۔

1- اخرجه مسلم 104- نووی): كتاب الطهارة: باب: وجوب الطهارة للصلاة حديث (224/1): واحمد (51/2 ,73): وابن ماجه (100/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: لا صلاة بغير طهور حديث (272): وابن خزيمة (8/1): حديث (9):

شرح

جامع ترمذی کتب صحاح ستہ میں امتیازی حیثیت کی حامل کتاب ہے جس کی اہمیت وافادیت صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے کم نہیں ہے۔اس کے امتیازی اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کسی مسئلہ کو بیان کرنے کے لیے جو حدیث وارد کرتے ہیں اس کے ایک حصہ کا انتخاب کر کے باب قائم کرتے ہیں۔اس طرح دوران مطالعہ اساتذہ اور طلباء کو باب کے عنوان اور متن حدیث کے مابین توافق وتطابق کرنے میں دشواری پیش نہیں آتی۔جامع ترمذی کے اکثر نسخوں میں اس کا آغاز ''ابواب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم'' اور بعض نسخوں میں ''کتاب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم'' کے عنوان سے ہوتا ہے۔''ابواب'' باب کی جمع ہے جس کا مطلب ہے کہ مصنف ایک عنوان سے متعلق مختلف مسائل بیان کریں گے۔''کتاب'' کا مطلب ہے کہ صاحب تصنیف ایک ہی موضوع پر متعدد ابواب کے ذیل میں مختلف احادیث لا کر مسائل بیان کریں گے۔تھوڑا سا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ''ابواب الطهارة'' اور ''کتاب الطهارة'' دونوں عنوانات قریب المفہوم ہیں۔

لفظ ''الطهارة'' اور ''الطهور'' دونوں باب نصر ینصر ثلاثی مجرد صحیح کے مصادر ہیں۔لفظ الطهور (بضم الطاء) سے مراد ''پاکی'' ہے۔اگر اس کا تلفظ الطهور (بفتح الطاء) ہو تو اس سے مراد ایسی چیز ہے جس سے پاکی حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ پانی اور مٹی ہے۔عنوان میں ''عن رسول الله صلى الله عليه وسلم'' کے الفاظ لا کر اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ آئندہ ابواب کے تحت مصنف جو احادیث وارد کریں گے وہ سب کی سب مرفوع ہوں گی اور اس سلسلے میں کسی صحابی یا تابعی کا قول نقل نہیں کریں گے۔

لفظ ''قبول'' کا مفہوم:

لفظ ''قبول'' دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔(۱) قبول بمعنی صحت: جب کسی عمل کی تمام شرائط پائی جائیں اور موانع مرتفع ہو جائیں تو قبول بمعنی صحت ہوگا۔مثال کے طور پر مشہور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: لا تقبل صلوٰة حائض الا بخمار (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث ۷۶۲) کسی بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کی جاتی۔'' یہاں قبول بمعنی صحت ہے یعنی سر چھپائے بغیر کسی بالغ عورت کی نماز درست نہیں ہوگی۔(۲) قبول بمعنی رضا: ایسا عمل جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہو جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائے تو وہاں قبول بمعنی رضا (خوشنودگی) ہوگا۔اس سلسلے میں بھی یہ مشہور روایت ہے: من اتی عرافا فسأله عن شیء لم تقبل له صلوٰة اربعين ليلة (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۴۵۹۵) جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا تا کہ اس سے کچھ معلومات حاصل کرے، تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔'' یہاں قبول بمعنی رضا ہے۔

جامع ترمذی کی زیر بحث حدیث کے دو حصے ہیں: (۱) لا تقبل صلوٰة بغير طهور. بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کی جاتی۔'' (۲) ولا صدقة من غلول. اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کیا جاتا۔'' حدیث کے پہلے حصہ میں قبول بمعنی صحت اور حصہ ثانی میں قبول بمعنی رضا ہے۔ایک ہی سلسلہ بیان میں مختلف مدارج کے مسائل واحکام بیان ہو سکتے ہیں۔مثلاً مشہور حدیث ہے۔عشر من الفطرة (الصحیح البخاری جلد اوّل رقم الحدیث: ۵۱۲) یعنی دس اشیاء انسانی فطرت میں شامل ہیں۔'' وہ دس اشیاء ایک درجہ

کی نہیں ہیں بلکہ بعض واجب ہیں، بعض سنت ہیں اور بعض مستحب ہیں۔

صلوٰۃ سے مراد:

مذکورہ حدیث میں لفظ ''صلوٰۃ'' استعمال ہوا ہے یعنی طہارت و پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ یہاں نماز سے مراد کون سی نماز ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام عامر شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ یہاں حدیث میں لفظ ''صلوٰۃ'' سے مراد ''صلوٰۃ کاملہ'' ہے، جس میں قیام، قرأت، رکوع، سجود، قعدہ اور تشہد سب امور شامل ہوتے ہیں۔ ان اوصاف کی حامل صلوٰۃ پنجگانہ، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز وتر اور سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ وغیرہ نمازیں ہیں جو طہارت کے بغیر قبول نہیں کی جاتیں۔ البتہ صلوٰۃ ناقصہ یعنی جن میں قیام، رکوع اور سجود وغیرہ نہ ہوں مثلاً نماز جنازہ جس میں صرف قیام تو ہوتا ہے لیکن دیگر ارکان نہیں ہوتے اور سجدہ تلاوت جس میں نماز کا صرف ایک رکن پایا جاتا ہے، یہ دونوں اس سے خارج ہیں۔ ان دونوں کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اور انہیں بغیر طہارت کے بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں جمہور فقہاء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ لفظ ''صلوٰۃ'' میں دوسری نمازوں کی طرح نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بھی شامل ہے۔ وہ اپنے مؤقف پر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ شرعی اور عرفی طور پر ''نماز جنازہ'' پر ''صلوٰۃ'' کا اطلاق ہوتا ہے اور نماز جنازہ کے تابع کرتے ہوئے سجدہ تلاوت بھی اس میں شامل ہے کیونکہ ''سجدہ'' نماز کا ایک اہم رکن ہے جو اس میں پایا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت سمیت کوئی نماز بھی طہارت (وضو و تیمم) کے بغیر صحیح نہیں ہوگی۔ (علامہ محمد شفیق الرحمٰن قادری، شرح سراجی ص ۳۳)

مسئلہ فاقد الطہورین میں مذاہب فقہاء:

مسئلہ فاقد الطہورین یہ ہے کہ نماز کا وقت ہونے پر پانی دستیاب نہ ہو جس سے وضو کیا جا سکے اور نہ مٹی موجود ہو جس سے تیمم کیا جائے تو پھر کیا کیا جائے گا؟ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے، جس میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں، جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

ا- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک: لا یصلی ولا یقضی یعنی فاقد الطہورین نہ فی الحال، نماز پڑھے گا اور نہ اس کی قضا کرے گا۔ پہلی صورت کی وجہ یہ حدیث ہے: لا تقبل صلوٰۃ بغیر طھور (بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کی جاتی)۔ دوسری صورت کی وجہ یہ ارشاد ربانی ہے: لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا، (اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا)، جب وہ طہارت پر قادر نہ ہوا تو وہ مکلّف بھی نہ ہوا اور جب وہ مکلّف نہ ہوا تو وہ نہ فی الحال نماز ادا کرے گا اور نہ آئندہ وقت میں اس کی قضا کرے گا۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے: یصلی ولا یقضی۔ وہ فی الحال نماز ادا کرے گا آئندہ اس کی قضاء نہیں کرے گا۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا (البقرہ: ۲۸۶) ''اللہ تعالیٰ کسی انسان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔''

جب اس شخص کو ذرائع طہارت حاصل نہیں ہیں تو وہ اس کے حصول کا بھی مکلّف نہ رہا۔ چونکہ وقت نماز ہونے پر اس کی ادائیگی پر قادر ہے لہٰذا بغیر طہارت نماز ادا کرے گا اور آئندہ اس کی قضا نہیں کرے گا۔

۳-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے: يصلي و يقضي ،جس شخص کو پانی یا مٹی دستیاب نہ ہوتو وہ فی الحال نماز ادا کرے گا اور آئندہ اس کی قضا بھی کرے گا۔ فی الحال نماز ادا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کا وقت ہونے پر ارشادِ ربانی: اقيموا الصلوٰة (تم نماز ادا کرو) کا حکم نافذ ہو جائے گا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ چونکہ نمازی کے لیے طہارت کا حصول فرض ہے جواب مفقود ہے لہٰذا اسباب طہارت حاصل ہونے پر اس کی قضاء کرے گا تا کہ مکمل شرائط کے ساتھ نماز ادا کرنے کا عمل پورا ہو سکے۔

۴-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے: لا يصلي و يقضي :ایسا شخص فی الحال نماز نہیں پڑھے گا بلکہ آئندہ اس کی قضا کرے گا۔ آپ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: لا تقبل صلوٰة بغير طهور۔ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کی جاتی۔ جب وہ نا قابل قبول ہے تو پھر پڑھنے کا بھی فائدہ نہیں ہے بلکہ آئندہ اسباب حاصل ہونے پر اس کی قضا کی جائے گی۔

۵-صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے: لا يصلي بل يتشبه بالمصلين و يقضي۔ وہ شخص فی الحال نماز ادا نہیں کرے گا بلکہ نمازیوں جیسی شکل اختیار کرے گا اور آئندہ ذرائع طہارت میسر آنے پر اس کی قضا کرے گا۔ یعنی تکبیر تحریمہ کہہ کر نمازیوں کے ساتھ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے گا، رکوع، سجود اور قعدہ کر کے سلام پھیر دے گا لیکن کچھ پڑھے گا نہیں۔ آئندہ نماز کی قضا کرے گا۔ اس مسئلہ میں احناف کے نزدیک فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

ولاصدقة من غلول کی توضیح:

لفظ صدقہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کوئی چیز غرباء، مساکین اور یتیموں کو پیش کرنا ہے۔ لفظ "غلول" سے مراد وہ مال ہے جو مالِ غنیمت سے بذریعہ چوری اپنے قبضہ میں کیا جائے، مگر یہاں غلول سے مراد ہر وہ مال ہے جو کسی بھی ناجائز طریقہ سے حاصل کیا گیا مثلاً جھوٹ، چوری اور دھوکہ وغیرہ کے ذریعے۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ حرام و ناجائز چیز بطور صدقہ پیش کی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ان الله طيب لا يقبل الا طيبا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی ذات پاکیزہ ہے اور وہ پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔ فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق اگر کسی شخص کے پاس حرام مال موجود ہو تو اس سے پیچھا چھڑانا ضروری ہے۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ اجر وثواب کی نیت کے بغیر وہ مال کسی غریب یا مستحق یتیم کو دے دیا جائے۔ اسی طرح بنک میں رقم جمع کرانے کے سبب بنک کی طرف سے جو سود ملتا ہے تو وہ وصول کر لینا چاہیے ورنہ بنک سے نہ لینے کی صورت میں وہ پیسہ اسلام اور مذہب کے خلاف بھی استعمال ہو سکتا ہے بلکہ عموماً ایسے ہوا کرتا ہے۔ البتہ وصول کرنے کے بعد وہ رقم کسی غریب یا یتیم کو دے دی جائے لیکن اس کے اجر وثواب کی ہرگز نیت نہ کی جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الطُّهُوْرِ

باب 2: طہارت کی فضیلت

(2) سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى الْقَزَّازُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ

ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ أَوْ نَحْوَ هٰذَا وَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وَهُوَ حَدِيثُ مَالِكٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

توضیح راوی: وَأَبُو صَالِحٍ وَالِدُ سُهَيْلٍ هُوَ أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانُ وَاسْمُهُ ذَكْوَانُ وَأَبُو هُرَيْرَةَ اخْتُلِفَ فِي اسْمِهِ فَقَالُوا عَبْدُ شَمْسٍ وَقَالُوا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَهٰكَذَا

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ وَهُوَ الْأَصَحُّ

فی الباب: قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَثَوْبَانَ وَالصُّنَابِحِيِّ وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ وَسَلْمَانَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

توضیح راوی: وَالصُّنَابِحِيُّ الَّذِي رَوٰى عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ لَيْسَ لَهُ سَمَاعٌ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُسَيْلَةَ وَيُكْنٰى أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ رَحَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الطَّرِيقِ وَقَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ

وَالصُّنَابِحُ بْنُ الْأَعْسَرِ الْأَحْمَسِيُّ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ الصُّنَابِحِيُّ أَيْضًا

حدیثِ دیگر: وَإِنَّمَا حَدِيثُهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :

متن حدیث: إِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ فَلَا تَقْتَتِلُنَّ بَعْدِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب بندہ مسلم (راوی کو شک ہے) یا شاید بندہ مؤمن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اس کے چہرے میں سے ہر ایک وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے اپنی دونوں آنکھوں کے ذریعے دیکھا تھا' پانی کے ساتھ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) پانی کے آخری قطرے کے ساتھ' یا شاید اس کی مانند کوئی اور الفاظ ہیں' اور جب وہ اپنے دونوں بازو دھوتا ہے' تو اس کے دونوں بازوؤں میں سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے' جس کی طرف اس نے دونوں ہاتھ بڑھائے تھے' پانی کے ساتھ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) پانی کے آخری قطرے کے ساتھ'

2- اخرجه مالك في الموطا (32/1): كتاب الطهارة: باب: جامع الوضوء' حديث (31) و مسلم (134/2- نووى) كتاب الطهارة: باب: خروج الخطايا مع ماء الوضوء' حديث (244/32): احمد (303/2): والدارمى (183/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب: فضل الوضوء' وابن خزيمة (5/1): حديث (4):

یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اسی حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سہیل کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

ابوصالح، سہیل کے والد ہیں یہ ابوصالح سمان ہیں ان کا نام ذکوان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے: ان کا نام عبدشمس ہے بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے: ان کا نام عبداللہ بن عمرو ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات بیان کی ہے اور یہی زیادہ درست ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

صنابحی جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کی ہیں ان کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''سماع'' ثابت نہیں ہے۔

ان کا نام عبدالرحمٰن بن عسیلہ ہے اور ان کی کنیت ''ابوعبداللہ'' ہے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے تھے لیکن یہ ابھی راستے میں ہی تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث نقل کی ہیں۔

صنابح بن اعسر احمسی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں انہیں بھی صنابحی کہا جاتا ہے۔

ان سے یہ حدیث منقول ہے یہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر امتوں کے سامنے فخر کروں گا اس لیے تم میرے بعد آپس میں قتل و غارت گری نہ شروع کر دینا''۔

شرح

اس حدیث میں فضیلت طہارت بیان کی گئی ہے کہ جب نمازی وضو کرتا ہے تو اس سے اعضاء وضو کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ دراصل بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونے کی تیاری کا انعام ہے۔ بعض روایات سے ثابت ہے کہ نماز کا آغاز کرنے پر نمازی کے تمام گناہ باندھ کر ایک گٹھڑی کی شکل میں اس کے سر پر رکھ دیے جاتے ہیں۔ جونہی وہ نماز سے فراغت پاتا ہے تو وہ تمام گناہوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

لفظ ''الطھور'' کے انتخاب کی وجہ:

جامع ترمذی میں ''باب ما جاء فی فضل الطھور'' کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے تحت فضیلت وضو والی روایت لائے ہیں کہ وضو کرنے سے انسان کے اعضاء وضو سے تمام گناہ خارج ہو جاتے ہیں۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ عنوان میں ''فضل الوضوء'' کی بجائے ''فضل الطھور'' کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے؟ اس کی توضیح یہ ہے کہ لفظ ''وضوء'' اور لفظ ''طھور'' کا جب تقابلی جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ لفظ ''طھور'' عام ہے اور لفظ ''وضو'' خاص ہے۔ اس طرح لفظ ''طھور'' لاکر مصنف نے واضح فرما دیا کہ حدیث مبارکہ میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ صرف وضو کی نہیں

ہے بلکہ غسل، تیمم اور وضو سب کی ہے۔ یہ فضیلت وضو کی حدیث بطور تمثیل بیان کی گئی ہے اور اس سے حصر ہرگز مقصود نہیں ہے۔

فضیلت طہارت پر مبنی ایک تفصیلی روایت:

اس حدیث کے موضوع پر حضرت عبداللہ بن صنابحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیلی روایت یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمان بوقت وضو کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے گناہ خارج ہو جاتے ہیں، جب وہ ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے گناہ نکل جاتے ہیں، جب چہرہ دھوتا ہے تو اس کے گناہ خارج ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ پلکوں کے نیچے سے بھی، جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ کانوں کے بھی، جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ خارج ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور وہاں نماز ادا کرنا مزید باعث اجر و ثواب ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۲۹۷)

معاف ہونے والے گناہوں سے مراد؟

اس روایت میں گناہوں کے خارج (معاف) ہونے کا ذکر ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ غسل، وضو اور تیمم وغیرہ سے کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گناہوں کے چار درجات ہیں:

۱- معصیت (نافرمانی): اس کے مقابل: طاعۃ (پیروی) ہے۔

۲- سیئہ (برائی): اس کے مقابل حسنہ (نیکی) ہے۔

۳- خطیئہ (غلطی): اس کے مقابل صواب (درستگی) ہے۔

۴- ذنوب (گناہ، عیوب): اس کا مقابل نہیں ہے۔

اب قاعدہ یہ ہے کہ نصوص شرعیہ میں جس گناہ کا ذکر ہوگا اس سے وہ اور اس سے نیچے درجہ والے گناہ مراد ہوں گے۔ مثلاً زیر بحث حدیث میں لفظ ''خطایا'' استعمال ہوا ہے۔ تو یہاں غسل، وضو اور تیمم سے ''خطیئۃ'' اور اس سے نیچے والے گناہ مراد ہیں۔ وہ ''ذنوب'' ہیں۔ البتہ اس سے اوپر والے گناہ معاف نہیں ہوں گے۔ ارشاد ربانی ہے: **ان الحسنات یذھبن السیئات.** (بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں)۔ اس آیت میں لفظ ''سیئات'' استعمال ہوا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے: ''حسنات'' سے سیئات اور اس سے نیچے درجہ کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ وہ ''خطیئۃ'' اور ''ذنوب'' ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی نصوص ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

مختلف روایات میں مضمون بیان ہوا ہے کہ ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک، ایک رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک، ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک، ایک حج سے لے کر دوسرے حج تک اور ایک جمعۃ المبارک سے لے کر دوسرے جمعۃ المبارک تک انسان سے درمیان میں جو گناہ سرزد ہو جاتے ہیں وہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب نماز یا روزے کی

برکات سے مسلمان کے گناہ معاف ہو گئے تو اسے دوسرے اعمال کرنے کا کیا فائدہ؟ اس کے کئی جوابات ہیں:

۱- بلاشبہ ایک عمل سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جبکہ دیگر اعمال سے درجات بڑھ جاتے ہیں۔

۲- ایک عمل کے باعث گناہ معاف ہو گئے تو دیگر اعمال کے باعث انسان مقرب بارگاہِ الٰہی کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

۳- ایک عمل سے گناہ معاف ہو گئے جبکہ دیگر اعمال کی نیکیاں انسان کے نامہ اعمال میں ذخیرہ ہو جاتی ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اعمال کے سبب جو گناہ معاف کیے جاتے ہیں وہ گناہ صغیرہ ہیں کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ حقوق العباد تو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتے کیونکہ توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف فرما دیتا ہے لیکن حقوق العباد معاف نہیں کرتا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ مِفْتَاحَ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ

باب 3: طہارت' نماز کی کنجی ہے

(3) سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا الْحَدِيْثُ اَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ

توضیحِ راوی: وَاَحْسَنُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ هُوَ صَدُوْقٌ وَّقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ كَانَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَالْحُمَيْدِيُّ يَحْتَجُّوْنَ بِحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّهُوَ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ .

◆◆ امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: وضو نماز کی کنجی ہے۔ تکبیر کے ذریعے یہ شروع ہوتی ہے' اور سلام پھیر کر یہ ختم ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں یہ حدیث ''اصح'' اور ''احسن'' ہے۔

(اس کا ایک راوی) عبداللہ بن محمد بن عقیل ''صدوق'' ہے۔ ان کے بارے میں بعض اہلِ علم نے ان کے حافظے کے حوالے

3- اخرجه احمد (123/1, 129): وابو داؤد (63/1): كتاب الطهارة: باب: فرض الوضوء' حديث (61): وابن ماجه (101/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: مفتاح الصلاة الطهور' حديث (275): والدارمي (175/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب: مفتاح الصلاة الطهور۔

سے کلام کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، اسحٰق بن ابراہیم اور حمیدی، عبداللہ بن محمد بن عقیل کی حدیث سے استدلال کیا کرتے تھے۔ (یعنی اسے مستند سمجھتے تھے)

امام محمد (بن اسماعیل بخاری) فرماتے ہیں: یہ شخص "مقارب الحدیث" ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

اس حدیث میں نماز کے حوالے سے تین اہم مسائل بیان ہوئے ہیں: طہارت، نماز، تکبیر نماز اور سلام نماز۔ ان تینوں کی تفصیل میں پیش کی جاتی ہے۔

مفتاح الصلوٰۃ الطہور:

(نماز کی چابی طہارت ہے) اس فقرہ میں نماز کو ایک بند کمرے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جس طرح حدیث "بنی الاسلام علی خمس" (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے) اسلام کو ایسے خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جس کے پانچ ستون ہوں۔ جس طرح بند کمرہ میں داخل ہونے کے لیے تالا کھولنے کے لیے چابی کی ضرورت ہوتی ہے بالکل اسی طرح آغاز وافتتاح نماز کے لیے چابی کی ضرورت ہے وہ طہارت ہے، جس طرح چابی کے بغیر تالا نہیں کھل سکتا اسی طرح طہارت کے بغیر نماز کا آغاز نہیں ہوسکتا۔ گویا طہارت نماز کی ادائیگی کے لیے شرط ہے۔ نماز کی شرائط درج ذیل ہیں:

(۱) جسم کا (حدث اصغر واکبر سے) پاک ہونا (۲) کپڑوں کا پاک ہونا (۳) جہاں نماز ادا کرنی ہو، اس جگہ کا پاک ہونا (۴) ستر عورت۔ (مرد کا ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم کا چھپا ہوا ہونا جبکہ عورت کے ہاتھوں، پاؤں اور چہرہ کے علاوہ تمام بدن کا چھپا ہوا ہونا) (۵) استقبال قبلہ (یعنی قبلہ کی طرف منہ کرنا) (۶) وقت کا ہونا (۷) نیت کرنا۔

زیر مطالعہ حدیث میں شرائط نماز میں سے "طہارَت" کا انتخاب اس کی اہمیت بیان کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ یہاں حصر مقصود نہیں کیونکہ نماز کی شرائط اور بھی ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔

تحریمہا التکبیر:

نماز میں حرام کرنے والی چیز تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) کہنا ہے۔) لفظ "تحریم" باب تفعیل ثلاثی مزید فیہ کا مصدر ہے، جس سے مراد کسی چیز کو حرام قرار دینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب نماز کی پہلی تکبیر کہی جائے تو نمازی پر بہت سے امور حرام ہو جاتے ہیں۔ مثلاً گفتگو کرنا، چلنا، پھرنا، کھانا اور پینا وغیرہ سب اُمور حرام قرار پاتے ہیں۔

کسی چیز کی شرائط چیز سے خارج ہوتی ہیں مثلاً نماز کے لیے وقت، طہارت، استقبال قبلہ اور نیت وغیرہ جبکہ چیز کے ارکان چیز میں داخل ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز کے لیے قیام، قرأت، رکوع اور سجود وغیرہ۔ اب سوال یہ ہے کہ "تکبیر تحریمہ" نماز کی شرط ہے یا نماز کا رکن ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ "تکبیر تحریمہ" کی دو جہتیں ہیں۔ اس کا پہلا حصہ نماز کی شرط ہے اور اس سے خارج ہے جبکہ

دوسرا حصہ نماز کا رکن اور اس میں داخل ہے۔ اسی طرح نماز سے فراغت حاصل کرنے کے لیے سلام کی بھی دو جہتیں ہیں کہ اس کا پہلا حصہ نماز کا رکن اور اس میں داخل اور دوسرا حصہ نماز سے خارج ہے۔ تکبیر تحریمہ کا زیادہ تعلق خروج نماز سے اور سلام پھیرنے کا زیادہ تعلق دخول نماز سے ہے۔

تکبیر تحریمہ کے الفاظ میں مذاہب آئمہ:

تکبیر تحریمہ کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ میں اختلاف فقہاء پایا جاتا ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ ''تکبیر'' کے عرفی معنی مراد ہیں یعنی ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہنا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مؤقف کے مطابق صرف ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کے الفاظ سے نماز کا آغاز ہو سکتا ہے۔ البتہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' سے بھی نماز کا آغاز کرنا درست ہے کیونکہ مبتداء کی خبر پر الف' لام لانے سے معنی میں بھی تقویت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ لفظ ''تکبیر'' سے لغوی مراد ہیں یعنی ہر وہ لفظ جس میں بڑائی کے معنی پائے جائیں اس سے نماز شروع کی جا سکتی ہے۔ آپ کے نزدیک اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اللہ اعظم اور اللہ اجل وغیرہ الفاظ سے نماز شروع کرنا جائز ہے۔ نزول قرآن کے وقت نصوص کے لغوی معنی مراد لیے جاتے تھے جبکہ اصطلاحی معانی بعد کے ہیں۔ چنانچہ سورۃ المدثر میں ارشاد ربانی ہے: ''وربك فكبر'' (اور آپ اپنے پروردگار کے لیے بڑائی بیان کریں) الغرض قرآنی الفاظ کے لغوی معانی نزول قرآن کے دور میں لیے جاتے تھے جبکہ اصطلاحی معانی بعد کی ایجاد ہیں۔ لہٰذا نصوص کے لغوی معانی مراد لینا حقیقت کے زیادہ قریب ہیں۔ یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے۔[1]

تحليلها التسليم:

(نماز کا سلام پھیرنے سے چیزیں حلال ہو جاتی ہیں)۔ لفظ ''تسلیم'' فعل ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل کا مصدر ہے' جس کا معنی ہے: سلام پھیرنا، سلام کرنا۔ لفظ ''تحلیل'' بھی باب تفعیل کا مصدر ہے' جس کا معنی ہے: حلال کرنا۔ مفہوم یہ ہے کہ سلام پھیرنے سے نمازی نماز سے فراغت حاصل کر لیتا ہے اور اس پر دوران نماز جو چیزیں حرام تھیں وہ حلال ہو گئی ہیں۔ نماز کا آغاز کرتے ہی نمازی پر کھانا، پینا، گفتگو کرنا، چلنا، پھرنا، سلام کرنا یا اس کا جواب دینا وغیرہ اُمور حرام قرار پائے تھے اور اب سلام پھیرتے ہی وہ حلال ہو گئے۔ دوران نماز ان اُمور میں سے کسی ایک کے کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

لفظ ''تسلیم'' میں مذاہب آئمہ:

جس طرح تکبیر تحریمہ کہنے سے نماز کا آغاز ہو جاتا ہے اسی طرح تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرنے سے نماز سے فراغت حاصل ہو جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ لفظ ''سلام'' سے فراغت حاصل کرنے کی حیثیت کیا ہے؟ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک: ''السلام علیکم'' کے الفاظ

[1] علامہ عبدالرحمن الجزیری: کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ' جلد اوّل' ص ۲۶۷

سے نماز سے فراغت حاصل کرنا ضروری ہے جو نماز کا ایک اہم رکن ہے۔ان کے علاوہ دوسرے الفاظ سے فراغت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ ''تسلیم'' سے مراد ''دعاء سلام'' ہے اور اس کے لیے دوسرے الفاظ بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں مثلاً ''صباح الخير'' وغیرہ۔دعا سلام سے نماز مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ الفاظ نماز کے منافی ہیں۔لفظ ''سلام'' سے فراغت حاصل کرنا فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے۔اگر لفظ ''سلام'' سے نماز ختم ہو جاتی تو کتاب اللہ (قرآن کریم) میں بھی یہ لفظ متعدد مقامات میں استعمال ہوا ہے۔مثلاً سلام علي المرسلين اور سلام علي الياسين وغیرہ تو ان الفاظ کے پڑھنے سے نماز ختم نہیں ہوتی۔البتہ لفظ ''سلام'' کو بغرض خطاب پڑھنے سے نماز فاسد یا ختم ہوگی۔

(4) سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ زَنْجَوَيْهِ الْبَغْدَادِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ ... حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ عَنْ اَبِيْ يَحْيَى الْقَتَّاتِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الْوُضُوْءُ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جنّت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی [illegible] وضو ہے۔

شرح

نماز کی اہمیت وافادیت:

اعمال وعبادات میں نماز کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔قرآن کریم میں سب سے زیادہ نماز پر زور دیا گیا ہے اور اس کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے۔اسلام کے خیمہ کے پانچ ستون ہیں جن میں سے نماز کو اہم ستون قرار دیا گیا ہے۔قبول اسلام اور حد بلوغت کو پہنچنے پر فی الفور جو عبادت انسان پر فرض ہوتی ہے وہ نماز ہے۔رمضان المبارک کا مہینہ آنے پر سال بعد روزے فرض ہوتے، صاحب نصاب نہ ہونے کی صورت میں زکوٰۃ زندگی بھر بھی فرض نہیں ہو سکتی اور حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے بشرطیکہ انسان استطاعت واخراجات برداشت کرسکتا ہو لیکن نماز کی ادائیگی ہر روز فرض ہے، صرف ایک دفعہ نہیں بلکہ ایک دن میں پانچ مرتبہ۔دیگر عبادات واعمال کے احکام زمین نافذ کیے گئے لیکن نماز کی فرضیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ معراج عطا فرمایا اور لامکان پر طلب کر کے آپ اور آپ کی اُمت کو نماز کا تحفہ عطا فرمایا۔

4- اخرجه احمد (40/3 3)5- اخرجه البخاری (292/1): كتاب الصلاة: باب: مايقول عند الخلاء' حديث (142): وفي الادب المفرد (203): حديث (699): ومسلم (306/2- نووی): كتاب الحيض : باب: مايقول اذا اراد دخول الخلاء' حديث (375/122) وابو داؤد (48/1): كتاب الطهارة: باب: مايقول الرجل اذا دخل الخلاء' حديث (4): وابن ماجه (109/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: مايقول الرجل اذا دخل الخلاء' حديث (298): والنسائی (20/1): كتاب الطهارة: باب: القول عند دخول الخلاء' حديث (19) واحمد (282, 101, 99/3): من طريق عبدالعزيز بن صهيب عن انس به-

فضائل نماز:

زیر بحث حدیث میں نماز کو جنت کی چابی قرار دیا گیا ہے، جس سے نماز کی فضیلت عیاں ہوتی ہے۔ نماز جنت کے دروازہ کی چابی ہے تو دیگر اعمال وعبادات اس چابی کے دندان ہیں جن کی مدد سے تالا کھولا جاتا ہے۔ قیامت کے دن بھی سب سے قبل نماز کا سوال ہوگا۔ مسلمان اور کافر کے درمیان حد فاصل وامتیاز کرنے والی نماز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔ علاوہ ازیں نماز دین کا ستون ہے۔ مزید نماز کے فضائل کے حوالہ سے چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہاری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اپنے آپ سے عہد کرلیا ہے کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کو ادا کرے گا تو میں اسے اپنے وعدہ کے مطابق جنت میں داخل کروں گا اور جو شخص ان نمازوں کو ادا نہیں کرے گا اس کے لیے میرا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد، جلد اوّل ص ۱۶۸)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بتاؤ کہ کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ شخص اس میں ایک دن میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہے گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: ایسے شخص کے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہے گی۔ آپ نے فرمایا: یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے گناہ دور کر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم جلد اوّل ص ۲۳۶)

۳- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وقت کی نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو، اس کا پانی گہرا ہو اور وہ اس میں ہر روز غسل کرے۔ (الترغیب والترہیب، صحیح مسلم)

۴- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان اور کفر کے درمیان امتیاز کرنے والی چیز نماز ہے۔

۵- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی ایک نماز بھی چھوٹی ہوگی وہ ایسا ہے گویا اس کے گھر کے افراد اور دولت سب کچھ چھین لیا گیا ہو۔ (ایضاً)

۶- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دو نمازیں کسی عذر شرعی کے بغیر ایک وقت میں ادا کیں وہ کبیرہ گناہوں کے ایک دروازے پر پہنچ جاتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

۷- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز فوت کرے خواہ وہ بعد میں پڑھ بھی لے، پھر بھی بروقت نہ پڑھنے کے سبب وہ ایک حقب دوزخ میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی (۸۰) سال کا زمانہ ہے۔ ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے اور قیامت کا ایک دن ہزار سال کا ہوگا۔

۸- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز نہیں پڑھتا اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ (شعب الایمان جلد ۳ ص ۳۹)

نماز کی چابی وضو:

لفظ ''وضو'' کے تلفظ میں دو احتمال ہیں: (۱) وضو (بضم الواوٗ) اس سے مراد حصول طہارت ہے۔ (۲) وضو (بفتح واوٗ) اس

صورت میں اس سے مراد وہ پانی ہے جو وضو کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث کے آخری حصہ میں وضو کی اہمیت و افادیت بیان کی گئی ہے۔ وضو کے فرائض چار ہیں: (۱) چہرے کا دھونا: کان کی ایک لو سے لے کر دوسرے کان کی لو تک اور پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک دھونا۔ (۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔ (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔ علاوہ نماز کی ادائیگی کے لیے جسم کا حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونا ہے۔

نوٹ: جامع ترمذی کے بعض نسخوں میں حدیث ۴ مفقود ہے اور اکثر نسخوں میں موجود ہے۔ چونکہ مترجم نے یہ حدیث نقل کی ہے اور ترجمہ بھی کیا ہے، لہٰذا راقم الحروف (محمد یٰسین قصوری نقشبندی) نے قارئین کے ذوق مطالعہ کے لیے اس روایت کی بھی مختصر تشریح و توضیح پیش کر دی ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ

باب 4: جب آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو کیا پڑھے؟

(5) سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ

قَالَ شُعْبَةُ وَقَدْ قَالَ مَرَّةً اُخْرٰى اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبِيْثِ اَوِ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَجَابِرٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ اَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاَحْسَنُ

وَحَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ فِيْ اِسْنَادِهٖ اضْطِرَابٌ رَوٰى هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ وَسَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ فَقَالَ سَعِيْدٌ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَوْفٍ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَقَالَ هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَمَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ فَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى سَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا فَقَالَ يُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ قَتَادَةُ رَوٰى عَنْهُمَا جَمِيْعًا

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

شعبہ نامی راوی نے ایک مرتبہ یہ (مذکورہ بالا) الفاظ نقل کیے ہیں اور ایک مرتبہ یہ الفاظ نقل کیے ہیں (جو درج ذیل ہیں)

''میں خباثت اور خبیث چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

(راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ''خبیث مذکر جنات اور خبیث مؤنث جنات (سے تیری پناہ مانگتا ہوں)''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس باب میں "اصح" اور "احسن" ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں اختلاف ہے۔

ہشام دستوائی اور سعید بن ابی عروبہ نے اسے قتادہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

سعید بیان کرتے ہیں: یہ قاسم بن عوف شیبانی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

ہشام دستوائی بیان کرتے ہیں: یہ قتادہ کے حوالے سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شعبہ اور معمر نے اس حدیث کو قتادہ کے حوالے سے حضرت نضر بن انس سے نقل کیا ہے۔

شعبہ کہتے ہیں: یہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جبکہ معمر کہتے ہیں: یہ حضرت نضر بن انس نے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: یہاں یہ احتمال ہوسکتا ہے: قتادہ نے ان دونوں حضرات سے اس روایت کو نقل کیا ہو۔

(6) سند حدیث: اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو یہ پڑھتے تھے۔

"اے اللہ! میں خباثتوں اور خبیث چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

لفظ "الخلاء" کا معنی ہے مکان۔ اس کا مفہوم واضح کرنے کے لیے اردو میں اس سے قبل لفظ "بیت" کا اضافہ کیا گیا تو بیت الخلاء ہو گیا۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں استنجاء کیا جاتا ہے۔ اسی طرح لفظ "زمزم" کے آغاز میں لفظ "آب" کا اضافہ کیا گیا ہے اور یہ "آب زمزم" ہو گیا۔ عربی زبان میں لفظ "الخلاء" سے پہلے لفظ "بیت" اور لفظ "زمزم" سے قبل لفظ "آب" استعمال نہیں ہوتا۔ عربی زبان میں "بیت الخلاء" کے لیے تیرہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ لفظ "دورة میاء" جدید ہے جو چودھواں ہے۔

بیت الخلاء کی دعااوراس کی اہمیت:

اسلام ایک عالمگیر مذہب اور تمدن پسند دین ہے جس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے حتیٰ کہ بیت الخلاء میں آمد و رفت اور استنجاء کے حوالے سے بھی حکیمانہ انداز میں تعلیمات فراہم کی گئی ہیں۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل یہ دعا پڑھی جاتی ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ۔ (اے اللہ! بیشک میں مذکر و مؤنث (جنات) شیاطین کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں)۔لفظ''الخبث''''خبیث'' کی جمع ہے مراد مذکر شیاطین ہیں۔لفظ''الخبائث''جمع مکسر ہے۔اس سے مراد مؤنث شیاطین ہیں۔

اس دعا میں الفاظ''الخبث''''والخبائث'' عام طریقہ کے مطابق ترتیب سے لائے گئے ہیں یعنی مؤنث کو مذکر کے تابع کرتے ہوئے۔عربی زبان میں یہ ترتیب عام استعمال ہوتی ہے لیکن بعض اوقات مذکر کو مؤنث کے تابع کر کے بھی لایا جاتا ہے۔اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا ۔ (زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں کو کوڑے لگاؤ) اس آیت میں مذکر کو مؤنث کے تابع کر کے لایا گیا ہے کیونکہ عورت کی خواہش کے بغیر زنا ہرگز سرزد نہیں ہوسکتا۔الا یہ کہ زبردستی کی صورت ہو۔

کرۂ ارضی پر تین قسم کی مخلوق آباد ہے: (۱) فرشتے (۲) جنات (۳) انسان۔سب سے قدیم فرشتے ہیں، پھر جنات وجود میں آئے اور سب کے آخر میں''انسان'' کی تخلیق ہوئی۔تینوں قسم کی مخلوق عناصر اربعہ پانی، آگ، مٹی اور ہوا سے بنی۔فرشتے بھاپ سے تیار ہوئے ہیں اس لیے وہ لطیف ترین ہیں۔جنات میں آگ غالب ہے یہ بھی لطیف ہیں اور انسان میں مٹی غالب ہے۔اس لیے یہ کثیف ہیں۔انسان کا جدامجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔اس لیے سب انسان خواہ مذکر ہوں یا مؤنث آدمی ہیں۔جنات کے جدامجد''جان'' ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آتش کی آمیزش سے تخلیق کیا تھا تو تمام جنات مذکر و مؤنث اس کی اولاد ہیں۔قاعدہ ہے کہ لطیف مخلوق اپنے سے کم لطیف یا کثیف کو دیکھ سکتی ہے لیکن کم لطیف یا کثیف اپنے سے زیادہ لطیف کو ہرگز نہیں دیکھ سکتی۔اس طرح فرشتے اور جنات انسانوں کو دیکھ سکتے ہیں لیکن جنات اور انسان فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے۔چونکہ جنات لطیف ہیں جبکہ ان کے مقابل انسان کثیف ہے تو جنات، انسان کو دیکھ سکتے ہیں۔انسان جنات کو نہیں دیکھ سکتا۔انسانوں کی طرح جنات میں بھی نیک و بد، نمازی و بے نمازی، فرمانبردار و نافرمان، شریر و نیک اور مسلم و غیر مسلم ہر قسم کے ہیں۔جنات لطیف مخلوق ہے جو انسان کو نظر نہیں آتی اور ان کے شریر لوگ انسانوں کو تکلیف دیتے اور ضرر رسانی کرتے رہتے ہیں۔شریر جنات کے ضرر سے بچنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو''بیت الخلاء'' کی دعا سکھائی۔

ایک اہم مسئلہ:

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یا فراغت پر حدیث مبارکہ میں جن دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے وہ دعائیں بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل یا فراغت پر باہر نکل کر پڑھی جائیں۔بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اگر کوئی شخص دعا پڑھنا بھول جائے تو اندر غلاظت نہ ہو (جیسے فلش وغیرہ) تو اندر بھی پڑھی جاسکتی ہے لیکن عریانی حالت سے قبل۔اگر بیت الخلاء میں غلاظت ہو تو دعا دل میں پڑھی جاسکتی ہے لیکن بلند آواز سے نہ پڑھی جائے۔

اگر صحراء میں قضا حاجت کرنی ہو تو ننگا ہونے سے قبل دعا پڑھی جائے۔ بعد والی دعا کپڑے درست کرنے کے بعد پڑھی جائے۔ یادر ہے بڑی قضائے حاجت ہو یا چھوٹی دونوں کا حکم یکساں ہے اور دونوں کی دعائیں بھی یکساں ہیں۔

نوٹ: حدیث ٦ کا مضمون بھی حدیث ۵ جیسا ہے لہٰذا اس کی الگ سے توضیح وتشریح کی ضرورت نہیں۔قصوری

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ

باب 5: جب آدمی بیت الخلاء سے باہر آئے' تو کیا پڑھے؟

(7) سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ إِسْرَآئِيلَ بْنِ يُونُسَ عَنْ يُوسُفَ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غُفْرَانَكَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْرَآئِيلَ عَنْ يُوسُفَ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ

توضیحِ راوی: وَأَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسٰى اسْمُهُ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيُّ

وَلَا نَعْرِفُ فِي هٰذَا الْبَابِ إِلَّا حَدِيثَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یہ پڑھتے تھے:

"غفرانك" میں تیری مغفرت طلب کرتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے، ہم اس حدیث کو صرف اسرائیل نامی راوی کی حدیث کی روایت کے حوالے سے جانتے ہیں جو یوسف بن ابوبردہ کے حوالے سے منقول ہے۔ ابوبردہ بن ابوموسیٰ کا نام عامر بن عبداللہ بن قیس اشعری ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) اس باب میں ہمیں صرف سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نقل کردہ حدیث کا علم ہے۔

شرح

بیت الخلاء سے خروج کی دعا اور اس کی حکمت:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یوں دعا فرماتے: "غُفْرَانَكَ" (اے اللہ! میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں)۔ایک روایت میں ہے آپ تین بار:

7- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (700)؛ حديث (203)؛ وابو داؤد (55/1)؛ كتاب الطهارة؛ باب: مايقول الرجل اذا خرج من الخلاء' حديث (30)؛ وابن ماجه (110/1)؛ كتاب الطهارة وسننها؛ باب مايقول اذا خرج من الخلاء' حديث (300)؛ واحمد (155/6)؛ وابن خزيمة (48/1)؛ حديث (90)؛ والدارمی (174/1)؛ كتاب الصلاة والطهارة ؛ باب: مايقول اذا خرج من الخلاء۔

غفرانک کے الفاظ فرماتے۔ لفظ ''غُفْرَانَ''، فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ علماء نحو نے تصریح کی ہے کہ چار مقامات پر مفعول مطلق کے عامل (فعل) کو حذف کرنا واجب ہے: (۱) جب مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہو مثلاً: سُبْحَانَ اللهِ (میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں)۔ (۲) جب مصدر کے بعد مفعول حرف جر کے ساتھ لایا جائے جیسے: شُكْرَانَكَ ۔ اے اللہ! میں تیرا شکر بجالاتا ہوں۔ (۳) جب مصدر کے بعد فاعل حرف جر کے ساتھ لایا جائے مثلاً: بُؤْسًا لَكَ ۔ (تجھ پر تنگ دستی مسلط ہو)۔ (۴) جب مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہو مثلاً: وَعْدَ اللهِ (اللہ تعالیٰ کا عہد و پیمان پورا ہو کر رہے گا)۔ اس مقام پر لفظ ''غُفْرَانَ'' مفعول مطلق کا مصدر ہے اور اس کی اضافت فاعل ''كَ'' کی طرف ہے اور عامل (فعل) وجوبی طور پر محذوف ہے۔ حقیقت میں عبادت یوں تھی: اَغْفِرُ غُفْرَانَكَ ۔ (میں تجھ سے مکمل بخشش چاہتا ہوں)

اس دعا کے علاوہ دیگر روایات میں یہ دعائیں منقول ہیں:

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ ۔ (سنن ابن ماجہ ص۲۶) (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے مجھ سے ضرر رساں چیز کو دور کر دیا اور مجھے عافیت کی دولت سے نوازا)

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ مَا یُؤْذِیْنِیْ وَ اَمْسَكَ عَلَیَّ مَا یَنْفَعُنِیْ ۔ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے ضرر رساں چیز مجھ سے دور کر دی اور نفع رساں چیز مجھ میں باقی رکھی)

(۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَمَاطَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے نقصان دہ چیز مجھ سے ختم کر دی اور مجھے سکون و عافیت عطا فرمائی۔)

اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد بایں الفاظ بیان کیا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝ (اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔) جب انسانوں اور جنات کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت قرار پایا تو اس ارشاد کا تقاضا ہے کہ انسانی زندگی کا ایک ایک لمحہ یاد الٰہی، اس کے ذکر اور ریاضت میں گزرے لیکن بیت الخلاء میں شرعی طور پر ذکر وغیرہ کی اجازت نہیں ہے تو گویا بیت الخلاء میں گزرنے والے لمحات غفلت میں گزرے جس کے تدارک کی اشد ضرورت تھی۔ ان لمحات کے تدارک کے لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو یہ دعا سکھا دی۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

قرآن وسنت میں اس بات کی تصریح ہونے کے ساتھ ساتھ اُمت کا بھی اجماع ہے کہ فرشتوں کی طرح انبیاءؑ بھی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب انبیاء معصوم ہیں تو پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ''بیت الخلاء'' سے فراغت پر ''غُفْرَانَكَ'' (میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں۔) چہ معنی دارد؟ یہ دعا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے جب کہ حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اپنی اُمت کی تعلیم کے لیے کی یا آپ نے اپنی اُمت کے لیے بخشش طلب کی۔ اس طرح آپ کی عدم معصومیت ثابت نہیں ہوتی۔

بَابُ فِي النَّهْيِ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ

باب 6: پاخانہ یا پیشاب کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی ممانعت

(8) سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِي اَيُّوبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَّلَا بَوْلٍ وَّلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوا اَوْ غَرِّبُوا قَالَ اَبُو اَيُّوبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ قَدْ بُنِيَتْ مُسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

فی الباب: قَالَ اَبُو عِيسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيِّ وَمَعْقِلِ بْنِ اَبِي الْهَيْثَمِ وَيُقَالُ مَعْقِلُ بْنُ اَبِي مَعْقِلٍ وَّاَبِي اُمَامَةَ وَاَبِي هُرَيْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ اَبِي اَيُّوبَ اَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَاَصَحُّ

توضیحِ راوی: وَاَبُو اَيُّوبَ اسْمُهُ خَالِدُ بْنُ زَيْدٍ وَّالزُّهْرِيُّ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ وَكُنْيَتُهُ اَبُو بَكْرٍ قَالَ اَبُو الْوَلِيدِ الْمَكِّيُّ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ اِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَّلَا بِبَوْلٍ وَّلَا تَسْتَدْبِرُوهَا اِنَّمَا هٰذَا فِي الْفَيَافِي وَاَمَّا فِي الْكُنُفِ الْمَبْنِيَّةِ لَهُ رُخْصَةٌ فِي اَنْ يَّسْتَقْبِلَهَا وَهٰكَذَا قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ

وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِنَّمَا الرُّخْصَةُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اسْتِدْبَارِ الْقِبْلَةِ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ وَّاَمَّا اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ فَلَا يَسْتَقْبِلُهَا كَاَنَّهُ لَمْ يَرَ فِي الصَّحْرَاءِ وَلَا فِي الْكُنُفِ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ

◆◆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم بیت الخلاء میں آؤ' تو قبلہ کی طرف رخ نہ کرو' پاخانہ کرتے ہوئے اور نہ ہی پیشاب کرتے ہوئے' اور نہ ہی اس کی طرف پیٹھ کرو بلکہ (مدینہ منورہ کے حساب سے) مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم لوگ شام آئے' تو وہاں ہم نے ایسے بیت الخلاء پائے جو قبلہ کی سمت میں بنے ہوئے تھے' تو ہم ان میں رخ پھیر کر بیٹھتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی حضرت معقل بن ابوالہیثم' ایک قول کے

8- اخرجه البخاری (295/1) : كتاب الوضوء، باب: لا تستقبل القبلة بغائط او بول' الا عند البناء: جدار او نحوه' حديث (144): ومسلم (155/2- نووی): كتاب الطهارة: باب: الاستطابة' حديث (264/59): وابو داؤد (49/1): كتاب الطهارة، باب: كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة' حديث (9): وابن ماجه (115/1): كتاب الطهارة: وسننها: باب: النهي عن استقبال القبلة بالغائط والبول' حديث (318): والنسائي (22/1): كتاب الطهارة: باب: النهي عن استدبار القبلة عند الحاجة' حديث (21): واخرجه احمد (421, 416/5): والدارمي (170/1): كتاب الصلاة والطهارة: (187/1): حديث (378)

مطابق یہ معقل بن ابو معقل ہیں، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث اس باب میں ''احسن'' اور ''اصح'' ہے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا نام خالد بن زید ہے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ ہے ان کی کنیت ''ابوبکر'' ہے۔

ابوالولید المالکی بیان کرتے ہیں: امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ''پاخانہ یا پیشاب کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ نہ کرو''۔ یہ حکم کھلی جگہ کے بارے میں ہے' بیت الخلاء جو اسی مقصد کے لیے بنائے گئے ہوں ان میں اس بات کی رخصت ہے کہ قبلہ کی طرف رخ کیا جاسکتا ہے۔

اسحاق بن ابراہیم (بن راہویہ) نے بھی یہی بات بیان کی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پاخانہ یا پیشاب کرنے کے لیے قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کی رخصت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' جہاں تک رخ کرنے کا تعلق ہے' تو اس کی طرف رُخ نہیں کیا جاسکتا ہے (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) گویا کہ ان کے نزدیک صحرا میں یا بیت الخلاء کے اندر قبلہ کی طرف رخ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 7: اس بارے میں رخصت ہونے کے حوالے سے' جو کچھ منقول ہے

9 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: نَهَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ فَرَاَيْتُهُ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ بِعَامٍ يَّسْتَقْبِلُهَا

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ وَعَآئِشَةَ وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ فِیْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا تھا۔ ہم پیشاب کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کریں' آپ کے وصال سے ایک سال پہلے' میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے (پیشاب کرتے ہوئے) قبلہ کی طرف رخ کیا ہوا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

9- اخرجه ابو داؤد (50/1)؛ كتاب الطهارة؛ باب: الرخصة في استقبال القبلة عند قضاء الحاجة' حديث (13)؛ وابن ماجه (117/1)؛ كتاب الطهارة وسننها؛ باب: الرخصة في ذلك في الكنيف' واباحته دون الصحارى' حديث (325)؛ وابن خزيمة (34/1)؛ حديث (58)؛ واخرجه احمد (360/3)؛

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس باب میں حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

10 وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِى قَتَادَةَ

متن حدیث: اَنَّهٗ رَاَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبُوْلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ (۱)

سند حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ

حکم حدیث: وَحَدِيْثُ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

توضیح راوی: وَابْنُ لَهِيعَةَ ضَعِيفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُهٗ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف رخ کر کے پیشاب کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

ہمیں یہ حدیث قتیبہ نے سنائی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث، ابن لہیعہ سے منقول (دوسرے والی حدیث) سے زیادہ مستند ہے۔

ابن لہیعہ علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک ضعیف ہے۔

یحییٰ بن سعید قطان اور دیگر محدثین نے اس کے حافظے کے حوالے سے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

11 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: رَقِيْتُ يَوْمًا عَلٰى بَيْتِ حَفْصَةَ فَرَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَاجَتِهٖ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْكَعْبَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شام کی طرف رُخ کر کے قضائے حاجت کرتے ہوئے دیکھا' آپ کی پیٹھ خانہ کعبہ کی طرف تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

(۱) اخرجه احمد (300/5)

11–اخرجه مالك فی الموطا (194, 193/1): كتاب القبلة: باب: الرخصة فی استقبال القبلة لبول او غائط' الحديث (3): البخاری (297/1): كتاب الوضوء: باب: من تبرز علی لبنتين' حديث (145) ومسلم (156, 155/2): كتاب الطهارة: باب: الاستطابة' حديث (266/61): وابو داؤد (50/1): كتاب الطهارة: باب: الرخصة فی ذلك' حديث (12): وابن ماجه (116/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: الرخصة فی ذلك فی الكنيف' واباحته دون الصحاری' حديث (322): والنسائی (24-23/1): كتاب الطهارة: باب: الرخصة فی ذلك فی البيوت' حديث (23): واحمد (41/2): والدارمی (171/1) كتاب الصلاة والطهارة: باب: الرخصة فی استقبال القبلة' وابن خزيمة (35, 34/1): حديث (59) عن طريق محمد بن يحيی بن حبان عن عمه واسع بن حبان عن ابن عمر به۔

شرح

بڑے استنجاء یا چھوٹے استنجاء کے وقت کعبہ کی طرف استقبال یا استدبار کے جواز یا عدم جواز پر روایات کے احکام کا تعین:

۱-حدیث ۸ جس کے راوی حضرت ابوایوب انصاری ہیں' سے بڑے استنجاء اور چھوٹے استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف استقبال واستدبار دونوں کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

۲-حدیث ۹ جس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اسے استقبال قبلہ کی ممانعت اور جواز دونوں ثابت ہوتے ہیں۔

۳-حدیث ۱۰ کے راوی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں' جس سے استقبال قبلہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۴-حدیث ۱۱ کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں' جس سے استدبار قبلہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

استقبال واستدبار قبلہ کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

بڑے یا چھوٹے استنجاء کے وقت استقبال واستدبار قبلہ کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے' جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

۱-حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ چاردیواری میں استقبال واستدبار دونوں جائز ہیں جبکہ صحراء میں دونوں ناجائز ہیں۔ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی تخصیص کرتے ہوئے دوسری روایات سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں قولی اور فعلی احادیث میں تعارض پیدا ہو جائے تو فعلی حدیث قوی ہونے کے سبب قابل ترجیح ہوتی ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ قولی حدیث کے منسوخ ہونے کا امکان ہوتا ہے لیکن فعلی حدیث منسوخ نہیں ہوسکتی۔

۲-حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے تین اقوال منقول ہیں: (۱) چاردیواری میں استقبال واستدبار دونوں جائز ہیں اور صحراء میں دونوں ناجائز ہیں۔ (۲) استقبال واستدبار دونوں مطلقاً مکروہ تحریمی ہیں۔ (۳) استقبال مطلقاً ناجائز ہے اور استدبار مطلقاً جائز ہے۔ آپ دیگر روایات سے استدلال کرتے ہوئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی تخصیص کرتے ہیں۔

۳-اصحاب ظواہر، داؤد ظاہری اور ربیعۃ الرائی کے نزدیک استقبال واستدبار دونوں مطلقاً جائز ہیں۔ انہوں نے فعلی روایات سے استدلال کیا ہے۔

۴-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس سلسلے میں چار اقوال ہیں:

۱-استقبال واستدبار دونوں مطلقاً مکروہ تنزیہی ہیں۔ (مطلقاً سے مراد چاردیواری اور صحراء ہے۔)

۲-استقبال واستدبار دونوں مطلقاً مکروہ تحریمی ہیں۔

۳-استقبال مطلقاً مکروہ تحریمی ہے لیکن استدبار مطلقاً جائز ہے۔

۴-استقبال مطلقاً ناجائز ہے اور استدبار چاردیواری میں جائز ہے۔

ان چاروں اقوال میں سے قول ثانی پر عمل ہے اور یہی مفتی بہ ہے۔

آپ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ دیگر آئمہ ثلاثہ کے دلائل اور استقبال و استدبار والی روایات کے آپ کی طرف سے کئی جوابات دیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱-حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت قولی ہے جبکہ جواز ثابت کرنے والی روایات فعلی ہیں۔ جب فعلی اور قولی روایات میں تعارض آجائے تو آپ کے نزدیک قولی روایت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور فعلی روایت کی تاویل کی جائے گی۔

۲-قولی اور فعلی روایات میں تعارض آنے کی صورت میں قولی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی کیونکہ اس میں متعدد احتمالات کا امکان ہوتا ہے نہ کہ فعلی روایت میں۔ مثلاً حضرت ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس دیکھنے میں بھول ہوسکتی ہے کہ سرسری دیکھا ہو پوری توجہ سے نہ دیکھا ہو اور اسی طرح انہوں نے آگے بیان کردیا ہو۔ یا سرسری دیکھنے سے وہ صحیح سمت کا اندازہ نہ لگا سکے ہوں۔

۳-استقبال واستدبار قبلہ کی ممانعت کا حکم امت کے لیے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہ ہو۔

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے افضل ہیں۔ افضل پر ضروری نہیں ہے کہ اپنے مقابل مفضول کے مرتبہ کا لحاظ رکھے۔

۵-استقبال واستدبار قبلہ کا جواز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہو۔

۶-ممکن ہے کہ آپ گھوم کر بیٹھے ہوں اور دیکھنے والے نے سیدھی سمت خیال کرلیا ہو اور آگے اسی طرح بیان کردیا۔

۷-حضرت ابوایوب انصاری اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عہد فاروقی میں فتح شام کے وقت ملک شام گئے اور وہاں ایسے مکانوں میں رہائش پذیر ہوئے جن کے بیت الخلاء کعبہ سمت تھے۔ وہ بیت الخلاء کرتے وقت سمٹ کر اور کعبہ کی سمت سے بچ کر قضائے حاجت کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ قَائِمًا

باب 8: کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی ممانعت

12 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكُمْ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُوْلُ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوْهُ مَا كَانَ يَبُوْلُ اِلَّا قَاعِدًا

فی الباب: قَالَ وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَبُرَيْدَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ

12-اخرجه احمد (192, 136/6)؛ والنسائی (26/1)؛ کتاب الطهارة: باب: البول فی البیت جالسا حدیث (29)؛ وابن ماجه (112/1)؛ کتاب الطهارة وسننها: باب: فی البول قاعدا حدیث (307)؛

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَائِشَةَ اَحْسَنُ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاَصَحُّ

حدیثِ دیگر: وَحَدِيْثُ عُمَرَ اِنَّمَا رُوِىَ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْكَرِيْمِ بْنِ اَبِى الْمُخَارِقِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاٰنِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبُوْلُ قَائِمًا فَقَالَ يَا عُمَرُ لَا تَبُلْ قَائِمًا فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا رَفَعَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ بْنُ اَبِى الْمُخَارِقِ وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهُ اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِىُّ وَتَكَلَّمَ فِيْهِ

آثارِ صحابہ: وَرَوٰى عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا بُلْتُ قَائِمًا مُنْذُ اَسْلَمْتُ

حکم حدیث: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْكَرِيْمِ وَحَدِيْثُ بُرَيْدَةَ فِيْ هٰذَا غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنَى النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ قَائِمًا عَلَى التَّاْدِيْبِ لَا عَلَى التَّحْرِيْمِ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ تَبُوْلَ وَاَنْتَ قَائِمٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جو تمہیں یہ بتائے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے' تو تم اس کی تصدیق نہ کرو' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''احسن'' اور ''اصح'' ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث عبدالکریم بن ابوالمخارق کے حوالے سے، نافع کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا میں کھڑا ہو کر پیشاب کر رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالکریم بن ابوالمخارق نے اس حدیث کو ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ یہ علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ ایوب سختیانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے' اور اس کے بارے میں کچھ گفتگو کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے' میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

یہ روایت عبدالکریم کی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

اس بارے میں حضرت بریدہ کی روایت محفوظ نہیں ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) کھڑے ہو کر پیشاب کی ممانعت کا مطلب ادب سکھانا ہے حرام قرار دینا نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات منقول ہے وہ فرماتے ہیں: جفاء (زیادتی) میں یہ بات بھی شامل ہے کہ تم کھڑے ہو کر پیشاب کرو۔

شرح

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت اور اسلام کا معیارِ تہذیب:

اسلام ایک مہذب، متمدن اور قریب الفطرت دین ہے، اس میں انسان کو مہذب بنانے، قریب الفطرت ہونے اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا بھی درس دیا گیا ہے۔ کھڑا ہو کر کھانے، پینے اور پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ تہذیب انسان کو حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو کھڑا ہو کر پیشاب کرنے سے سختی منع فرمایا اور آپ کا اپنا بھی اسی طرح عمل تھا۔ اس سلسلے چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جو شخص یہ بات کہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو تم اس کی بات ہرگز نہ مانو (کیونکہ وہ جھوٹا ہے) اس لیے کہ آپ تو ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب فرماتے تھے۔ (حدیث باب)

۲- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھڑا ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اے عمر! کھڑا ہو کر پیشاب مت کیا کرو۔ اس کے بعد تا حیات میں نے کھڑا ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قبول اسلام کے بعد میں نے کھڑا ہو کر کبھی پیشاب نہیں کیا۔ (حدیث باب)

۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک یہ ظلم و زیادتی کا حصہ ہے کہ تو کھڑا ہو کر پیشاب کرے۔ (جامع ترمذی حدیث نمبر ۱۴)

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ کھڑا ہو کر پیشاب کرنا حرام نہیں ہے بلکہ تہذیب و آداب کے خلاف ہے۔

بَاب الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 9: اس بارے میں رخصت کا بیان

13 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ

13- اخرجه البخاری (391/1, 392, 393, 394): كتاب الوضوء: باب: البول قائما وقاعدا' وباب: البول عند سباطة قوم' حديث (224-226): ومسلم (167/2- نووی) ' كتاب الطهارة: باب : المسح على الخفين' حديث (273/73): والنسائی (25/1): كتاب الطهارة: باب: الرخصة فی البول فی الصحراء قائما' حديث (26-28): وابو داؤد (53/1): كتاب الطهارة: باب : البول قائما' حديث (23): وابن ماجه (111/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء فی البول قائما' حديث (305, 306): واخرجه احمد (382/5): والدارمی (171/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب : فی البول قائما' وابن خزيمة (36/1): حديث (61): واخرجه الحميدی (210/1): حديث (442) من طريق ابی وائل عن حذيفة به-

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ عَلَيْهَا قَائِمًا فَاَتَيْتُهُ بِوَضُوْءٍ فَذَهَبْتُ لِاَتَاَخَّرَ عَنْهُ فَدَعَانِيْ حَتّٰى كُنْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ الْاَعْمَشِ ثُمَّ قَالَ وَكِيْعٌ هٰذَا اَصَحُّ حَدِيْثٍ رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْحِ وَسَمِعْتُ اَبَا عَمَّارٍ الْحُسَيْنَ بْنَ حُرَيْثٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا فَذَكَرَ نَحْوَهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا رَوٰى مَنْصُوْرٌ وَّعُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ مِثْلَ رِوَايَةِ الْاَعْمَشِ

حدیث دیگر: وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ وَعَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيْثُ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَصَحُّ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْبَوْلِ قَائِمًا

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَعَبِيْدَةُ بْنُ عَمْرٍو السَّلْمَانِيُّ رَوٰى عَنْهُ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَعَبِيْدَةُ مِنْ كِبَارِ التَّابِعِيْنَ يُرْوٰى عَنْ عَبِيْدَةَ اَنَّهُ قَالَ اَسْلَمْتُ قَبْلَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَنَتَيْنِ

وَعُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ صَاحِبُ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ عُبَيْدَةُ بْنُ مُعَتِّبٍ الضَّبِّيُّ وَيُكْنٰى اَبَا عَبْدِ الْكَرِيْمِ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم (محلے) کے کچرے کے ڈھیر پر تشریف لائے اور آپ نے وہاں کھڑے ہوکر پیشاب کیا' میں آپ کے لیے وضو کا پانی لے کر آیا' میں پیچھے ہٹنے لگا' تو آپ نے بلایا' یہاں تک کہ میں آپ کے عقب میں کھڑا ہوگیا (بعد میں) آپ نے وضو کیا' اور آپ نے اپنے دونوں موزوں پر مسح کرلیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے جارود کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا' وہ فرماتے ہیں: میں نے (وکیع) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اس حدیث کو اعمش کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

پھر (وکیع) نے یہ بات بیان کی مسح کرنے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیث میں یہ سب سے مستند حدیث ہے۔

میں نے ابوعمار حسین بن حریث کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے (وکیع) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اس کے بعد انہوں نے حسب سابق ذکر کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: منصور اور عبیدہ ضبی نے ابووائل کے حوالے سے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اعمش کی روایت کی مانند حدیث ذکر کی ہے۔

جبکہ حماد بن ابوسلیمان اور عاصم بن بہدلہ نے ابووائل کے حوالے سے' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی ہے۔

ابووائل نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' وہ زیادہ مستند ہے۔

اہلِ علم کی ایک جماعت نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی رخصت دی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبیدہ بن عمرو سلمانی سے امام ابراہیم نخعی نے احادیث نقل کی ہیں۔
عبیدہ اکابر تابعین میں سے ایک ہیں عبیدہ سے یہ بات منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو سال پہلے اسلام قبول کرلیا تھا۔
ابراہیم نخعی کے ساتھی عبیدہ ضبی یہ عبیدہ بن معتب ضبی ہیں ان کی کنیت "ابوعبدالکریم" ہے۔

شرح

روایات میں تعارض اوراس کا ارتفاع:

گزشتہ روایات میں بیان ہو چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ البتہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے کچرے کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ پھر آپ نے وہاں ہی پانی طلب کر کے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا۔ گویا پہلی روایات اور اس کے درمیان تعارض ہے تو اس کا ارتفاع کیسے ہوگا اور مطابقت کی صورت کیا ہوگی؟ اس کے متعدد جوابات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب اس لیے کیا کیونکہ وہاں جگہ نجس تھی اور بیٹھنے کی صورت میں کپڑے آلودہ ہونے کا قوی امکان تھا۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے میں تکلیف تھی اور بیٹھنے میں دشواری تھی تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر میں تکلیف تھی جس کا علاج اہل عرب کے ہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ہے تو آپ نے اس حالت میں پیشاب کیا۔

۴- آپ کا یہ عمل بیان جواز کے لیے تھا جو نبی کی طرف سے کیا جا سکتا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے روک لیا تھا تاکہ وہ آپ کا عمل لوگوں کو بیان کر دیں۔

۵- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو میں اندر کی طرف زخم تھا جس وجہ سے بیٹھ نہیں سکتے تو لاچار کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِسْتِتَارِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

باب 10: قضائے حاجت کے وقت پردہ کرنا

14 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ الْمُلَائِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ
متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْاَرْضِ.
قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ

14- اخرجه ابو داؤد (50/1): كتاب الطهارة: باب: كيف التكشف عند الحاجة حديث (14)

حدیثِ دیگر: وَرَوٰى وَكِيْعٌ وَّاَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْاَرْضِ

حکمِ حدیث: وَكِلَا الْحَدِيْثَيْنِ مُرْسَلٌ

توضیحِ راوی: وَيُقَالُ لَمْ يَسْمَعِ الْاَعْمَشُ مِنْ اَنَسٍ وَّلَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ نَظَرَ اِلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَاَيْتُهُ يُصَلِّي فَذَكَرَ عَنْهُ حِكَايَةً فِي الصَّلٰوةِ وَالْاَعْمَشُ اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ مِهْرَانَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْكَاهِلِيُّ وَهُوَ مَوْلًى لَهُمْ قَالَ الْاَعْمَشُ كَانَ اَبِيْ حَمِيْلًا فَوَرَّثَهُ مَسْرُوْقٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کرنے لگتے تھے' تو اپنے کپڑے کو اس وقت تک نہیں اٹھاتے تھے' جب تک زمین کے قریب نہیں ہو جاتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن ربیعہ نے اعمش کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

وکیع بیان کرتے ہیں: حضرت ابویحییٰ حمانی نے اعمش کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کرنے لگتے تھے' تو اپنا کپڑا اس وقت تک نہیں اٹھاتے تھے' جب تک زمین کے قریب نہیں ہو جاتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ دونوں احادیث ''مرسل'' ہیں' کیونکہ یہ بات بیان کی گئی ہے: اعمش نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث نہیں سنی ہے' بلکہ انہوں نے کسی بھی صحابی رسول سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہوئی ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اعمش نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نماز پڑھنے کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے۔

اعمش کا نام سلیمان بن مہران ابومحمد کاہلی ہے یہ ان کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

اعمش بیان کرتے ہیں: میرے والد کو (بچپن میں) اٹھا کر لایا گیا تھا' تو مسروق نے انہیں (اپنا) وارث بنایا تھا۔

شرح

سترِ عورت وحیاء ایک ساتھ:

اسلام نے صرف تہذیب، تمدن اور حسنِ معاشرت کا درس نہیں دیا بلکہ ستر وحیاء کا چراغ بھی جلایا تا کہ اسلامی اُمت دوسرے لوگوں سے ہر لحاظ سے منفرد قوم قرار پائے۔ عورت کا تمام جسم ''ستر'' (حالت نماز میں صرف ہاتھ، پاؤں اور چہرہ مستثنیٰ) ہے اور مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک چھپانا ہمہ وقت (بالخصوص حالت نماز میں) ضروری ہے۔ البتہ قضاء حاجت اور علاج معالجہ کی مجبوری کی بنا پر بقدرِ ضرورت افشاء جائز ہے۔ اسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہمیں یہ درس ملتا ہے۔ حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے وقت زمین کے قریب ہو کر ستر کھولتے تھے۔ آپ کے اس عمل کا مقصد اپنی شرمگاہ کو لوگوں کی نظر سے چھپانا تھا۔ اس سے امت کو ستر وحیاء کا ایک ساتھ درس

و پیغام ملتا ہے۔ شرم وحیاء کے حوالے سے متعدد احادیث ہیں جن میں سے دو یہاں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں دخول کا سبب ہوگا۔ بے حیائی ظلم وستم کا حصہ ہے اور ظلم جہنم میں جانے کا باعث ہوگا۔ (صحیح ابن حبان)

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے جو کچھ کلام نبوت سے حاصل کیا اس سے اہم ترین چیز یہ ہے: ''جب تجھ میں حیاء باقی نہ رہے جو دل میں آئے وہ کرتا رہ۔'' (صحیح ابن حبان)

قضاء حاجت سے فراغت پر بھی زمین کے قریب سے ستر پوشی کرنی چاہیے۔ یہ تو تھی بات جب کھلی فضاء یا صحراء میں قضاء حاجت کرنی ہو لیکن جب چار دیواری میں قضاء حاجت کرنی ہو تو زمین کے قریب ہونے سے قبل بھی کشف عورت کیا جا سکتا ہے۔ بلا ضرورت شرعی کسی شرمگاہ کو دیکھنا یا اس کا کشف درست نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهَةِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْیَمِیْنِ

باب 11: دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے

15 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُمَرَ الْمَکِّیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَّمَسَّ الرَّجُلُ ذَکَرَهٗ بِیَمِیْنِهٖ

فی الباب: وَفِیْ هٰذَا الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَسَلْمَانَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِیُّ اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ رِبْعِیٍّ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ کَرِهُوا الْاِسْتِنْجَآءَ بِالْیَمِیْنِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے: آدمی اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھوئے۔

اس باب میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

15- اخرجه البخاری (1/304 -306): کتاب الوضوء: باب: النهی عن الاستنجاء بالیمین باب: لا یمسك ذکره بیمینه اذا بال حدیث (153, 154): مسلم (2/161, 162- نووی) : کتاب الطهارة: باب : النهی عن الاستنجاء بالیمین حدیث (63 /267): (/267 64, 65): وابو داؤد (1/55): کتاب الطهارة: باب: کراهیة مس الذکر بالیمین فی الاستبراء حدیث (31): والنسائی (1/25): کتاب الطهارة: باب: النهی عن مس الذکر بالیمین عند الحاجة حدیث (24,25): وابن ماجه (1/113): کتاب الطهارة وسننها: باب: کراهیة مس الذکر بالیمین والاستنجاء بالیمین حدیث (310): والدارمی (1/172): کتاب الصلاة والطهارة: باب: النهی عن الاستنجاء۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کا نام ''حارث بن ربعی'' ہے۔

عام اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اُن کے نزدیک دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔

شرح

استنجاء کے وقت دست راست کے استعمال کی ممانعت:

اسلام اُمتِ مسلمہ کی زندگی کے ہر شعبہ میں راہنمائی کرتا ہے یہاں تک کہ استنجاء کے وقت دائیں ہاتھ کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا۔ دائیں ہاتھ کو بائیں پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ اس لیے اسے اچھے کاموں کے لیے استعمال کیا جائے مثلاً قرآن پکڑنے، مذہبی کتاب اٹھانے، تحفہ پیش کرنے اور کھانے پینے وغیرہ امور کے لیے۔ البتہ استنجاء کے وقت بائیں ہاتھ کو استعمال کیا جائے خواہ استنجاء بڑا ہو یا چھوٹا۔ استنجاء کے علاوہ بھی بلاضرورت شرعی دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو چھونے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس کا دیکھنا یا دکھانا بھی حرام ہے۔

اس سلسلے میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ اپنی شرمگاہ کو چھوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو طہارت کا طریقہ سکھایا اور حکیمانہ اسلوب میں اس موقع پر دائیں ہاتھ کے استعمال سے منع بھی فرمایا۔ آج مغربی اقوام استنجاء کے وقت بلا امتیاز دونوں ہاتھوں کو استعمال کرتی ہیں پھر اس طریقہ سے انہیں گھن بھی آتی ہے جس وجہ سے کھانا کھاتے وقت انہوں نے چھری کانٹا پکڑ لیا جبکہ یہ طریقہ بھی تہذیب وفطرت سے دور ہے۔ کاش وہ ہوش کے ناخن لیں اور اسلامی تعلیمات پر غور وفکر کرنے کی زحمت گوارا کریں اور حقیقت کا مطالعہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے چھری کانٹا سے بچالیا۔

بَابُ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

باب 12: پتھر سے استنجاء کرنا

16 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ

متنِ حدیث: قَالَ قِيلَ لِسَلْمَانَ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَائَةَ فَقَالَ سَلْمَانُ اَجَلْ نَهَانَا اَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ وَّاَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ اَوْ اَنْ يَّسْتَنْجِيَ اَحَدُنَا بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ اَوْ بِعَظْمٍ

16- اخرجه مسلم (154/2- نووی): كتاب الطهارة: باب: الاستطابة حديث (262/57): وابو داؤد (49/1): كتاب الطهارة: باب: كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة حديث (7): والنسائی (39,38/): كتاب الطهارة: باب: النهی عن الاكتفاء فی الاستطابة باقل من ثلاثة احجار حديث (41): وابن ماجه (115/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: الاستنجاء بالحجارة والنهی عن الروث والرمة واخرجه احمد -

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَخُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ وَّجَابِرٍ وَّخَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَحَدِیْثُ سَلْمَانَ فِیْ هٰذَا الْبَابِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَکْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ رَاَوْا اَنَّ الْاِسْتِنْجَآءَ بِالْحِجَارَةِ یُجْزِئُ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَنْجِ بِالْمَآءِ اِذَا اَنْقَی اَثَرَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَبِهٖ یَقُوْلُ الثَّوْرِیُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◄► عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں: حضرت سلمان (فارسی رضی اللہ عنہ) سے کہا گیا: آپ لوگوں کو آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کی تعلیم دی ہے یہاں تک کہ قضائے حاجت کا طریقہ بھی سکھایا ہے حضرت سلمان (فارسی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے: ہم پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کریں یا دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں یا کوئی شخص تین سے کم پتھروں کے ذریعے استنجاء کرے یا ہم گوبر یا ہڈی کے ذریعے استنجاء کریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، خلاد بن سائب کی ان کے والد کے حوالے سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سلمان (فارسی رضی اللہ عنہ) کی حدیث اس باب میں "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والوں میں سے اکثر اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں: ان کے نزدیک صرف پتھر کے ذریعے استنجاء کر لینا جائز ہے اگرچہ پانی کے ذریعے استنجاء نہ کرے جبکہ وہ پتھر پاخانے یا پیشاب کے اثر (یعنی غلاظت) کو صاف کر دے۔

ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق (رحمۃ اللہ علیہم) نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

ڈھیلے سے استنجاء کرنے کا مسئلہ:

چھوٹے اور بڑے استنجاء کے لیے صرف ڈھیلے یا صرف پانی یا دونوں کا استعمال جائز ہے۔ اگر نجاست مخرج سے متجاوز نہ ہو تو صرف ڈھیلے سے طہارت ہو جائے گی البتہ پانی کا استعمال افضل ہے۔ اگر نجاست مخرج سے متجاوز ہو جائے تو صرف ڈھیلے کا استعمال درست نہیں ہوگا بلکہ پانی کا استعمال بھی ضروری ہے۔ ڈھیلے کے استعمال کی صورت میں احناف کے نزدیک ڈھیلوں کی تعداد کا کوئی تعین ضروری نہیں ہے۔ دو یا تین ڈھیلے حسب ضرورت استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ اس سے صرف مقصود حصولِ طہارت ہے۔

مقدارِ نجاست کی معافی کے حوالے سے مذاہب آئمہ فقہ:

جب نجاست مخرج سے متجاوز ہو جائے تو اس کی مقدار کی معافی کے حوالہ سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ کم سے کم مقدار نجاست بھی معاف نہیں ہے۔ان کا کہنا ہے کہ مچھر کے پر کے برابر بھی نجاست ہوتو وہ معاف نہیں ہے،اس کا دھونا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت کی ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شدت سے کام لیا ہے۔

۲-حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کے مطابق اس میں گنجائش ہے۔ان کے نزدیک ملاحظہ کرنے والا اگر نجاست قلیل سمجھے تو صرف ڈھیلے کے استعمال سے طہارت حاصل ہو جائے گی اور اگر وہ کثیر تصور کرے تو اس کے لیے پانی کا استعمال ضروری ہے۔

۳-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر نجاست ایک درہم سے کم مقدار میں ہوتو وہ معاف ہے، صرف ڈھیلے کے استعمال سے طہارت حاصل ہو جائے گی اور اس کی نماز بلا کراہت جائز ہوگی۔اگر نجاست ایک درہم کی مقدار ہوتو اس کے لیے پانی استعمال کرنا واجب ہے ورنہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔اگر نجاست کی مقدار ایک درہم سے زائد ہوتو پانی سے اس کا دھونا فرض ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

ایک مشرک کے اعتراض پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دانشمندانہ جواب:

کسی مشرک نے طنز کرتے ہوئے حضرت سلمان فارسیؓ سے سوال کیا کہ تمہارے نبی(ﷺ) عجیب ہیں جنہوں نے تمہیں بے وقوف بنایا ہوا ہے اور تمہیں قضاء حاجت کرنے کا طریقہ تک بتاتے ہیں؟اس پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دانشمندانہ جواب دیتے ہوئے فرمایا: ہاں ہماری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں استنجاء کے حوالہ سے چار باتوں کی تعلیم دی ہے جہاں تک تمہاری عقل ودانش اور فہم وفراست ہرگز رسائی نہیں کرسکتی۔

۱-ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ ہم استنجاء کرتے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کریں اور نہ پشت کیونکہ اس صورت میں کعبہ کا احترام ہے۔تم لوگ بھی کعبہ کا احترام تو کرتے ہو لیکن قضائے حاجت کے وقت اسے نظر انداز کردیتے ہو؟

۲-ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ دوران استنجاء ہم اپنا دایاں ہاتھ ہرگز استعمال نہ کریں اور اپنی شرمگاہ کو نہ لگائیں۔اس لیے کہ دایاں ہاتھ اچھے کاموں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً کھانا کھانے اور پانی پینے کے لیے جبکہ بایاں ہاتھ عام کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۳-ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ دوران استنجاء ہم کم از کم تین ڈھیلے استعمال کریں تا کہ طہارت کاملہ حاصل ہو جائے جبکہ تم ایک ڈھیلے کے استعمال پر اکتفا کرتے ہو خواہ مخرج صاف ہو یا نہ ہو۔ایسی صورت میں طہارت کاملہ ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔

۴-خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ ہم دوران استنجاء لید، گوبر اور ہڈی کو ہرگز استعمال نہ کریں کیونکہ اول الذکر دونوں چیزیں تو خود نجس ہیں تو ان سے طہارت کا حصول ناممکن ہے اور ہڈی چکنی ہوتی ہے اس سے مکمل صفائی نہیں ہوسکتی۔گوبر اور ہڈی دونوں کے استعمال کی ممانعت اس لیے بھی ہے کہ یہ جنات کی خوراک ہیں۔

نوٹ: آج کے علماء مقررین اور محققین حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز اختیار کرلیں تو ہر موقع پر یقیناً انہیں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔۱۲قصوری

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْحَجَرَيْنِ

باب 13: دو پتھروں کے ذریعے استنجاء کرنا

17 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ فَقَالَ الْتَمِسْ لِيْ ثَلَاثَةَ اَحْجَارٍ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ بِحَجَرَيْنِ وَرَوْثَةٍ فَاَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَاَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ اِنَّهَا رِكْسٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا رَوٰى قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ نَحْوَ حَدِيْثِ اِسْرَآئِيلَ

وَرَوٰى مَعْمَرٌ وَّعَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

وَرَوٰى زُهَيْرٌ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

وَرَوٰى زَكَرِيَّا بْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

وَهٰذَا حَدِيْثٌ فِيْهِ اضْطِرَابٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ هَلْ تَذْكُرُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ شَيْئًا قَالَ لَا

قولِ امام دارمی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَيُّ الرِّوَايَاتِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ اَصَحُّ فَلَمْ يَقْضِ فِيْهِ بِشَيْءٍ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا فَلَمْ يَقْضِ فِيْهِ بِشَيْءٍ وَّكَاَنَّهٗ رَاٰى حَدِيْثَ زُهَيْرٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَشْبَهَ وَوَضَعَهٗ فِيْ كِتَابِ الْجَامِعِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا عِنْدِيْ حَدِيْثُ اِسْرَآئِيلَ وَقَيْسٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ لِاَنَّ اِسْرَآئِيلَ اَثْبَتُ وَاَحْفَظُ لِحَدِيْثِ اَبِيْ اِسْحٰقَ مِنْ هٰؤُلَآءِ وَتَابَعَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ اَبَا مُوْسٰى مُحَمَّدَ بْنَ الْمُثَنّٰى يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ مَا فَاتَنِي الَّذِيْ فَاتَنِيْ مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ اِلَّا لِمَا اتَّكَلْتُ بِهٖ عَلٰى اِسْرَآئِيلَ لِاَنَّهٗ كَانَ يَاْتِيْ بِهٖ اَتَمَّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَزُهَيْرٌ فِيْ اَبِيْ اِسْحٰقَ لَيْسَ بِذَاكَ لِاَنَّ سَمَاعَهٗ مِنْهُ بِاٰخِرَةٍ

قَالَ: وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ التِّرْمِذِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتَ الْحَدِيْثَ

17- اخرجه احمد (365,388/1) من طريق ابي اسحاق عن ابي عبيدة عن عبدالله بن مسعود به۔

عَنْ زَائِدَةَ وَزُهَيْرٍ فَلَا تُبَالِي اَنْ لَّا تَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِهِمَا اِلَّا حَدِيْثَ اَبِي اِسْحٰقَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ اِسْحٰقَ اسْمُهٗ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ السَّبِيْعِيُّ الْهَمْدَانِيُّ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ وَلَا يُعْرَفُ اسْمُهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے آپ نے فرمایا: میرے لیے تین پتھر تلاش کر کے لاؤ' میں دو پتھر اور ایک مینگنی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے دونوں پتھروں کو لیا اور مینگنی کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ ناپاک ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قیس بن ربیع نے اس روایت کو' ابواسحاق کے حوالے سے' ابوعبیدہ کے حوالے سے، حضرت عبداللہ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے' جیسا کہ اسرائیل نے نقل کیا ہے۔

معمر اور عمار بن زریق نے ابواسحاق کے حوالے سے' علقمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے۔

زہیر نے ابواسحاق کے حوالے سے، عبدالرحمٰن بن اسود کے حوالے سے، ان کے والد اسود بن یزید کے حوالے سے، حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے اسے نقل کیا ہے۔

زکریا بن ابوزائدہ نے' ابواسحاق کے حوالے سے، عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے، حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے اسے نقل کیا ہے۔

اس حدیث (کی سند میں) میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

عمرو بن مرہ کہتے ہیں میں نے ابوعبیدہ بن عبداللہ سے دریافت کیا، کیا آپ کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے (اس بارے میں) کوئی روایت یاد ہے' انہوں نے جواب دیا: جی نہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن (دارمی) سے دریافت کیا: اس حدیث میں ابواسحاق کے حوالے سے کون سی روایت زیادہ مستند ہے؟ تو انہوں نے اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

میں نے امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) سے اس بارے میں سوال کیا' تو انہوں نے بھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

گویا ان کی یہ رائے تھی: زہیر نے ابواسحاق کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن اسود سے، ان کے والد سے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے' وہ زیادہ مناسب ہے' اور انہوں نے (یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے) اپنی کتاب (صحیح بخاری) میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس بارے میں سب سے زیادہ مستند اسرائیل کی روایت ہے' اور قیس کی روایت ہے' جو ابواسحاق کے حوالے سے، ابوعبید کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے: ابواسحاق سے نقل کرنے کے حوالے سے' اسرائیل سب سے زیادہ مستند اور سب سے بہترین حافظے والے ہیں' دیگر تمام محدثین کے مقابلے میں' اور اس بارے میں قیس بن ربیع نے ان کی متابعت کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا' وہ فرماتے ہیں: میں نے عبدالرحمٰن بن

مہدی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ابواسحاق کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں' ان میں سے جو مجھے یاد نہیں رہیں اس کی وجہ یہی ہے: میں نے ان روایات میں اسرائیل پر بھروسہ کیا' کیونکہ وہ اسے زیادہ مکمل طور پر نقل کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابواسحاق کے حوالے سے نقل کرنے میں زہیر کی یہ حیثیت نہیں ہے' کیونکہ زہیر نے ابواسحاق سے آخر میں (یعنی ان کی عمر کے آخری حصے میں احادیث کا) سماع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے احمد بن حسن ترمذی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا' وہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' جب تم کسی حدیث کو سنو جو زائدہ کے حوالے سے اور زہیر کے حوالے سے منقول ہو' تو تمہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہیے کہ اگر تم نے وہ حدیث ان دونوں کے علاوہ اور کسی سے نہ سنی ہو' ماسوائے اس روایت کے جو ابواسحاق سے منقول ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ابواسحاق کا نام عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی ہے۔

ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود نے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔ ان کے نام کا علم نہیں ہوسکا۔

شرح

استنجاء میں تعداد احجار اور اس میں مذاہب آئمہ فقہ:

تمام آئمہ فقہ کا اس بات میں اتفاق ہے کہ استنجاء میں انقاء (طہارت کاملہ) ضروری ہے خواہ یہ تین ڈھیلوں سے حاصل ہو یا زیادہ سے۔ انقاء کے بغیر جو شخص استنجاء کر کے نماز پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ تین ڈھیلوں سے انقاء نہ ہوا تو چوتھا یا پانچواں ڈھیلا استعمال کرنا مستحب ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر استنجاء کے دوران ایک دو ڈھیلوں سے انقاء طہارت کاملہ حاصل ہو جائے تو تین ڈھیلوں کے استعمال کا حکم کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ دوران استنجاء انقاء اور تثلیث (تین ڈھیلوں کا استعمال) دونوں ضروری ہیں۔ ایک یا دو ڈھیلوں سے انقاء حاصل ہونے کی صورت میں بھی تیسرا ڈھیلا استعمال کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں تین ڈھیلوں کے استعمال کرنے کی تصریح موجود ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ استنجاء میں صرف انقاء (طہارت کاملہ) ضروری ہے۔ اگر یہ ایک دو ڈھیلوں سے حاصل ہو جائے تو تیسرے ڈھیلے کا استعمال مسنون ہوگا۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حضرت عبداللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں دو ڈھیلوں کے استعمال کا ذکر ہے۔ دونوں اماموں کے نزدیک تمام روایات کا ماحاصل انقاء (طہارت کاملہ) ہے اور تعداد (تثلیث) نہیں ہے۔ تثلیث کا ذکر اس لیے کیا گیا

ہے کہ عموماً انقاء تین ڈھیلوں سے حاصل ہو جاتا ہے ورنہ تعداد ہرگز مقصود نہیں ہے۔

زیر بحث حدیث بھی حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی مؤیدہ ہے' جس میں دو ڈھیلے استعمال کرنے کا ذکر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کا قصد فرمایا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تین ڈھیلے لائیں۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں دو ڈھیلے اور ایک مینگنی پیش کی۔ آپ نے ڈھیلے استعمال کی غرض سے قبول فرما لیے جبکہ مینگنی پھینک دی اور ساتھ ہی فرمایا: یہ نجس (ناپاک) ہے۔'' اس سے ثابت ہوا کہ دراصل مقصود انقاء (طہارت کاملہ) ہے اور ڈھیلوں کی تعداد مقصود نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ مَا يُسْتَنْجَى بِهٖ

باب 14: کن چیزوں کے ذریعے استنجاء کرنا مکروہ ہے؟

18 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِىْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَاِنَّهٗ زَادُ اِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَسَلْمَانَ وَجَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حدیثِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَغَيْرُهٗ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِىْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَاِنَّهٗ زَادُ اِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ

حکمِ حدیث: وَكَاَنَّ رِوَايَةَ اِسْمٰعِيْلَ اَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مینگنی اور ہڈی کے ذریعے استنجاء نہ کرو' کیونکہ یہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔

اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی حدیث کو اسماعیل بن ابراہیم اور دیگر راویوں نے' داؤد بن ابو ہند کے حوالے سے شعبی کے حوالے سے' علقمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

جنات (سے ملاقات کی رات) وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

18- اخرجه النسائي في السنن الكبرى (72/1): كتاب الطهارة: باب: ذكر نهي النبي صلى الله عليه وسلم عن الاستطابة بالعظم والروث' حديث (2/39): من طريق علقمة عن عبدالله بن مسعود به-

اس کے بعد پوری حدیث ہے۔ شعبی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مینگنی کے ذریعے یا ہڈی کے ذریعے استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے''۔

گویا اسماعیل کی روایت حفص بن غیاث کی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا مسئلہ:

لفظ ''جن'' کا لغوی معنی ہے چھپ جانا اور آنکھوں سے اوجھل ہونا چونکہ ''جنات'' انسان سے لطیف تر ہیں، جس وجہ سے وہ انسان کو نظر نہیں آتے، اس لیے انہیں ''جنات'' کہا جاتا ہے۔ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ 'لیلۃ الجن' کے موقع پر وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں تھے۔ جو بیان کرتے ہیں کہ جناب نصیبین (شہر) سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ جنات نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے لیے خوراک کیا چیز ہوگی؟ آپ نے ان کے لیے گوبر اور ہڈی کا ان کی خوراک قرار دیا اور مسلمانوں کو خصوصی ہدایات جاری کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگ استنجاء کے موقع پر گوبر اور ہڈی کو استعمال نہ کرو کیونکہ یہ دونوں چیزیں تمہارے جنات بھائیوں کی خوراک ہے۔ انہوں نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! یہ چیزیں ہمارے لیے کیسے خوراک ہیں؟ آپ کی طرف سے جواب دیا گیا: جب تم گوبر کھانے لگو گے تو وہ منہ میں جاتے ہی دانہ میں تبدیل ہو جائے گا اور جب ہڈی استعمال میں لاؤ گے تو اس پر بالکل تازہ گوشت پیدا ہو جائے گا۔ بعض محدثین کا خیال ہے کہ ہڈی جنات کی خوراک ہے جبکہ گوبر ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔ بعض محدثین کا قول ہے کہ ہڈی مسلمان جنات کی خوراک ہے اور گوبر کافر جنات کی غذا ہے۔

حدیث سے ثابت ہونے والے امور:

زیر مطالعہ حدیث سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

۱- نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کی طرح ''جنات'' کو بھی دیکھتی ہے۔

۲- انسان مسلمانوں کی طرح ''جنات'' میں بھی مسلمان ہیں اور کافر بھی۔

۳- مسلمان جنات، انسانوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ المسلم اخ المسلم (مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے) کا رشتہ دونوں مخلوقوں کے درمیان قائم ہے۔

۴- انسان کی طرح جنات بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔

۵- آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور ان کے جانوروں کی خوراک سے واقف ہیں۔

۶- مسلمان جنات کی خوراک ہڈی اور کافر جنات یا ان کے جانوروں کی خوراک گوبر ہے۔

۷- جنات اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔

۸- مسلمانوں کو جنات کی خوراک کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۹- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو استنجاء کے احکام و آداب کی تعلیم دی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْمَآءِ

باب 15: پانی کے ذریعے استنجاء کرنا

19 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِى الشَّوَارِبِ الْبَصْرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ مُرْنَ اَزْوَاجَكُنَّ اَنْ يَّسْتَطِيْبُوْا بِالْمَآءِ فَاِنِّىْ اَسْتَحْيِيْهِمْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ وَاَنَسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُوْنَ الْاِسْتِنْجَآءَ بِالْمَآءِ وَاِنْ كَانَ الْاِسْتِنْجَاءُ بِالْحِجَارَةِ يُجْزِئُ عِنْدَهُمْ فَاِنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْاِسْتِنْجَآءَ بِالْمَآءِ وَرَاَوْهُ اَفْضَلَ

وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواتین سے فرمایا: تم (دوسری) خواتین کو یہ ہدایت کرو وہ پانی کے ذریعے پاکیزگی حاصل کریں کیونکہ مجھے مردوں سے (یہ بات کہتے ہوئے) حیاء آتی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (یعنی پانی کے ذریعے استنجاء کرتے تھے)

اس باب میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے انہوں نے پانی کے ذریعے استنجاء کرنے کو مختار قرار دیا ہے اگرچہ ان کے نزدیک پتھر کے ذریعے استنجاء کرنا بھی درست ہے لیکن وہ پانی کے ذریعے استنجاء کرنے کو مستحب سمجھتے ہیں اور اسے زیادہ فضیلت والا عمل سمجھتے ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

19- اخرجه احمد (113/6, 114, 171) والنسائي (43,42/1): كتاب الطهارة: باب: الاستنجاء بالماء، حديث (46) من طريق معاذة بنت عبدالله العدوية عن عائشة به-

شرح

پانی سے استنجاء کرنے کی فضیلت:

استنجاء کے تین درجات ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں:

اول: استنجاء کے وقت مخرج کو پہلے ڈھیلوں سے صاف کرنا پھر پانی استعمال کرنا یعنی ڈھیلوں اور پانی دونوں سے انقاء (طہارت کاملہ) حاصل کرنا، یہ افضل ہے۔

دوم: استنجاء کے وقت صرف پانی استعمال کرنا۔ اس میں بھی فضیلت ہے کیونکہ پانی سے طہارت کاملہ حاصل ہو جاتی ہے۔

سوم: استنجاء کے وقت صرف ڈھیلوں سے انقاء واستبراء حاصل کرنا۔ یہ جائز ہے لیکن اس میں فضیلت نہیں ہے۔

پانی کے استعمال میں مختلف آراء:

دورِاوّل میں استنجاء کے وقت پانی کے استعمال میں مختلف آراء تھیں۔ دورِرسالت میں چونکہ پانی کمیاب تھا' اس لیے اکثر لوگ ڈھیلوں سے استنجاء کرتے تھے۔ بعد کے دور میں خواہ پانی کی قلت کثرت میں تبدیل ہوگئی تھی لیکن پھر بھی لوگ عموماً پانی کے استعمال سے اجتناب کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ روٹی کی طرح پانی کا استنجاء کے لیے استعمال کرنا اس کے ادب واحترام کے خلاف ہے لیکن ان کی یہ رائے درست نہیں تھی کیونکہ استنجاء کے وقت پانی کا استعمال کرنا حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں پانی کو روٹی پر قیاس کرنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ روٹی تو کھانے کے لیے ہے پانی صرف پینے کے لیے نہیں ہے بلکہ دیگر اُمور کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً طہارت، غسل اور کپڑوں کی صفائی وغیرہ۔ تمام فقہاء ملت کا اس بات پر اجماع ہے کہ استنجاء کے لیے پانی کا استعمال نہ صرف جائز ہے بلکہ افضل ہے۔

شرعی مسائل اور حیاء:

قرآن وسنت میں طہارت واستنجاء کے مسائل بیان کیے گئے ہیں اور اس کی تفصیلی جزئیات فقہ کی کتب میں موجود ہیں۔ آج کا مسلمان فحش فلمیں دیکھتا ہے، انٹرنیٹ پر عریانی تصاویر دیکھ کر مسرور ہوتا ہے، گھر اور دفاتر میں تصاویر آویزاں کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے اور کوئی غیر شرعی کام کرتے وقت اسے شرم وحیاء نہیں آتی لیکن طہارت وغسل کے مسائل واحکام اور سبب سنتے یا بیان کرتے وقت اسے شرم آتی ہے۔ گویا بے شرمی و بے حیائی کے کاموں میں مسلماں کو شرم نہیں آتی مگر شرعی مسائل سننے یا پوچھنے پر شرم آتی ہے۔ یہ قیامت کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطانی چالوں سے مسلمانوں کو اپنے امن وحفاظت میں رکھے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواتین کو استنجاء، غسل اور طہارت کے احکام ومسائل کا باقاعدگی سے درس دیا کرتی تھیں۔ خواتین بھی ذوق وشوق سے مسائل سنتیں اور ان پر عمل پیرا ہوتی تھیں۔ آپ خواتین کے ذریعے شرعی مسائل ان کے شوہروں تک بھی پہنچا دیا کرتی تھیں۔ الغرض دورِ صحابہ میں شرعی مسائل بالخصوص غسل کے اسباب واستنجاء کے احکام بیان کرنے اور دریافت کرنے کا لوگوں میں ذوق عروج پر تھا جس میں بعد ازاں مسلسل کمی آتی گئی۔ نوبت ایں جارسید کہ آج کا مسلمان غسل، قضاء

حاجت اور استنجاء وغیرہ کے شرعی مسائل سے عاری ہونے کے باوجود ان کے سننے اور پوچھنے سے شرماتا ہے۔اس کا یہ طرزِ عمل کسی طرح بھی درست اور قابلِ تعریف نہیں ہوسکتا۔کاش! مسلمان غیر شرعی اور شیطانی امور سے حیا کریں اور مذہبی مسائل واحکام سیکھنے کا وطیرہ بنائیں تا کہ ان میں انقلاب نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضا قائم ہو سکے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَةَ اَبْعَدَ فِي الْمَذْهَبِ

باب 16: نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے دور تشریف لے جایا کرتے تھے

20 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهٗ فَاَبْعَدَ فِي الْمَذْهَبِ قَالَ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ قُرَادٍ وَّاَبِىْ قَتَادَةَ وَجَابِرٍ وَّيَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ وَاَبِىْ مُوْسٰى وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَيُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَرْتَادُ لِبَوْلِهٖ مَكَانًا كَمَا يَرْتَادُ مَنْزِلًا

توضیحِ راوی: وَّاَبُوْ سَلَمَةَ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ

◆◆ ابوسلمہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ دور تشریف لے گئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوقراد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت یحییٰ بن عبید کی ان کے والد کے حوالے سے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ پیشاب کرنے کے لیے بھی اسی طرح جگہ تلاش کرتے تھے جیسے پڑاؤ کرنے کے لیے جگہ تلاش کیا کرتے تھے۔

ابوسلمہ (نامی راوی) کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

20- اخرجه ابو داؤد (47/1): كتاب الطهارة: باب: التخلي عند قضاء الحاجة' حديث (1): والنسائي (19,18/1) كتاب الطهارة: باب: الابعاد عند ارادة الحاجة' حديث (17): وابن ماجه (120/1) كتاب الطهارة وسننها: باب: التباعد للبراز في الفضاء'

شرح

قضاء حاجت کے لیے دور جانا اور اس کی وجوہات:

لفظ ''ابعد'' صیغہ واحد مذکر غائب فعل ثلاثی مزید فیہ از باب افعال، جو متعدی استعمال ہوتا ہے لیکن جب مفعول کے ساتھ کوئی غرض وابستہ نہ ہو تو یہ فعل بطور لازم استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح لفظ ''اعطی'' عموماً متعدی استعمال ہوتا ہے مگر جب اس کے مفعول کے ساتھ کوئی غرض وابستہ نہ ہو تو بطور لازم استعمال ہوتا ہے۔ لفظ ''مذھب'' ذھب یذھب سے مصدر میمی ہے، جس کا معنی بعد و دوری اختیار کرنا ہے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ وہ ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ قضاء حاجت کی غرض سے دور تشریف لے گئے۔ غالباً یہ غزوۂ تبوک کے سفر کے دوران کا واقعہ ہے۔ رات کے آخری حصہ میں دونوں اپنے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر دو میل کے فاصلے پر پہنچ گئے۔ اس دوری اختیار کرنے کے مقاصد درج ذیل ہو سکتے ہیں:

۱- دور جانے سے لوگوں سے پردہ کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

۲- دور جانے سے اجابت صاف و شفاف ہو جاتی ہے۔

۳- دور جانے سے قبض ٹوٹ جاتی ہے۔

۴- دور جانے سے قضاء حاجت کے لیے مناسب اور نرم جگہ میسر آ جاتی ہے۔

یاد رہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مکی دور اور مدنی دور کے ابتدائی زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قضاء حاجت کے لیے جنگل میں جاتے تھے لیکن بعد میں گھروں میں بیت الخلاء بن جانے پر انہوں نے جنگل میں جانا چھوڑ دیا اور گھر کے بیت الخلاء استعمال کرنا شروع کر دیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ

باب 17: غسل کرنے کی جگہ پر پیشاب کرنا مکروہ ہے

21 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّاَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى مَرْدَوَيْهِ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ اَشْعَثَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّبُوْلَ الرَّجُلُ فِيْ مُسْتَحَمِّهٖ وَقَالَ اِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ

فی الباب: قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

21- اخرجه ابو داؤد (54/1): كتاب الطهارة: باب: في البول في المستحم' حديث (27): والنسائي (34/1): كتاب الطهارة: باب: كراهية البول في المستحم' حديث (36): وابن ماجه (111/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: كراهية البول في المغتسل' حديث (304): واخرجه احمد (56/5): وعبد بن حميد (181): حديث (505): من طريق الاشعث بن عبدالله عن الحسن عن عبدالله بن مغفل به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُقَالُ لَهٗ اَشْعَثُ الْاَعْمٰى

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ الْبَوْلَ فِى الْمُغْتَسَلِ وَقَالُوْا عَامَّةُ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ وَرَخَّصَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمُ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهٗ يُقَالُ اِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ فَقَالَ رَبُّنَا اللّٰهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

وقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَدْ وُسِّعَ فِى الْبَوْلِ فِى الْمُغْتَسَلِ اِذَا جَرٰى فِيْهِ الْمَآءُ

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْاٰمُلِىُّ عَنْ حِبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے' آدمی غسل کرنے کی جگہ پر پیشاب کرے' آپ فرماتے ہیں: عام طور پر اس کی وجہ سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور صحابی سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اشعث بن عبداللہ کی روایت کے حوالے سے مرفوع حدیث کے طور پر جانتے ہیں انہیں ''اشعث اعمٰی'' بھی کہا جاتا ہے۔

اہلِ علم کے ایک طبقے نے غسل خانے میں پیشاب کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: عام طور پر اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں' تاہم بعض اہلِ علم نے اس بارے میں رخصت دی ہے' جن میں سے ایک ابن سیرین ہیں۔

ان سے یہ کہا گیا: عام طور پر اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں' تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمارا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر غسل خانے میں پانی بہہ جاتا ہو' تو وہاں پیشاب کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احمد بن عبدہ آملی نے ابن حبان کے حوالے سے' عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

شرح

غسل خانہ میں پیشاب کرنے کی ممانعت کا مقصد:

غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے انسان وساوس کا شکار ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس سے منع کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غسل خانہ میں پیشاب کرنے کے سبب انسان خیال کرتا ہے کہ کہیں اس کی چھینٹیں کپڑوں پر نہ پڑ گئی ہوں۔ اس عمل سے انسان میں مسلسل توہمات اور وساوس کا اضافہ ہو جاتا ہے جو دوسرے افعال و اعمال میں بھی داخل ہوسکتا ہے، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے منع کر دیا۔ شریعت اسلامیہ نے وساوس و شکوک کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو عملی طور پر وضو کر کے دکھایا۔ اعضاء وضو تین تین بار دھوئے پھر فرمایا: جس

شخص نے اس پر اضافہ کیا تو اس نے برا کیا اور ظلم وزیادتی کی۔(مشکوٰۃ ٗ جلداوّل ص ۴۷)

۲-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو مسجد میں ہوا خارج ہونے کا شک پڑ جائے تو وہ مسجد سے باہر ہرگز نہ جائے جب تک اسے بدبو یا آواز کے سبب یقین نہ ہو جائے۔(مشکوٰۃ)

غسل خانہ میں پیشاب کرنے کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) غسل خانہ کو بیت الخلاء بنا دیا گیا ہو اور گھر کے تمام افراد اس میں پیشاب کرتے ہوں، تو شرعی طور پر اس کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر غسل خانہ وسیع ہو اور اس کے ایک کونہ میں استنجاء اور قضائے حاجت کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہو، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۲) غسل خانہ میں کوئی شخص داخل ہو تو غسل کرنے کی غرض سے ہو لیکن غسل سے قبل پیشاب نکل گیا تو اس میں گنجائش ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر غسل خانہ کچا ہو یا وہاں پانی جمع ہوتا ہو تو اس میں پیشاب کرنا درست نہیں ہے۔ اگر پانی وہاں جذب ہو جاتا ہو یا نکل جاتا ہو تو غسل خانہ میں پیشاب کرنے کی گنجائش ہے۔ کسی شخص نے حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا: حضور! کیا غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے وساوس جنم لیتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ربنا اللّٰہ لا شریک لہ (ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے) یعنی غسل خانہ میں پیشاب کرنا، باعث وساوس نہیں ہے۔ حضرت امام ابن سیرین کا یہ جواب درس نہیں ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱) یہ آپ کا قول نہ ہو بلکہ آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو۔ (۲) اگر آپ کا قول تسلیم کیا جائے تو آپ کو زیر مطالعہ حدیث نہ پہنچی ہو۔

تاثیر فی الاشیاء میں مذاہب:

مسئلہ تاثیر فی الاشیاء کے حوالہ سے چار مذاہب ہیں:

۱-معتزلہ کا مذہب: اسباب، مسببات کے وجود میں آنے کا باعث بنتے ہیں۔ اسباب ازخود اپنا کام کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی قدرت برقرار نہیں رہتی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کو روک سکتا ہے۔

۲-اشاعرہ کا مذہب: مسببات، اسباب کی تاثیر سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب سبب پایا جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے مسبب بھی پیدا کر دیتا ہے۔

۳: فلاسفہ کا مذہب: اسباب کو مسببات کے لیے پیدا کیا جاتا ہے، وہ اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ خواہ وہ خودار ہیں یا نہ مثلاً جب گھڑی ساز گھڑی تیار کر دیتا ہے تو وہ چلتی رہتی ہے' خواہ اس کا تیار کنندہ باقی رہے یا نہ رہے۔

۴: ماتریدیہ کا مذہب: اسباب کی تاثیر سے مسببات پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب میں تاثیر پیدا کر دی ہے کہ ان سے مسببات وجود میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ عاجز محض نہیں ہے بلکہ تاثیر اس کے اختیار میں ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے آگ میں جلانے کی تاثیر رکھی ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی تاثیر ختم کر دے جیسے یہی آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے گلزار و باغ بہار بن گئی تھی۔

اسبابِ نسیان:

زیرِ بحث حدیث میں غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ ممانعت مکروہ تنزیہی ہے یعنی پیشاب نہ کرنا بہتر ہے اگر کسی نے کرلیا تو اس نے حرام کا ارتکاب نہیں کیا۔ بعض علماء نے اس حدیث میں سبب بول کر مسبب مراد لیا ہے۔ ان کے نزدیک غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے انسان کو نسیان کا مرض لاحق ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں نسیان کے اسباب کثیر ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) جوں کو پکڑ کر زندہ پھینک دینا (۲) چوہے کا جھوٹا کھانا (۳) گوشت کو نمک لگا کر کھانا (۴) ہنڈیا میں لقمہ لگا کر سالن استعمال کرنا (۵) سر کے عقبی حصہ میں سینگی لگانا (۶) اونٹوں کے بیچ سے گزرنا (۷) بیت الخلاء میں وضو کرنا (۸) حالت جنابت میں آسمان کی طرف دیکھنا (۹) صفائی کے لیے کپڑے کا استعمال کرنا (۱۰) زیادہ گرم کھانا کھانا (۱۱) دنیاوی امور سے غمگین و پریشان ہونا (۱۲) ہمہ وقت مزاح کرنا (۱۳) قبرستان میں ہنسی مذاق کرنا (۱۴) سیب استعمال کرنا (۱۵) کھڑے پانی میں بول و براز کرنا (۱۶) پھانسی پر لٹکتے آدمی کو دیکھنا (۱۷) شلوار کو بطور تکیہ استعمال کرنا (۱۸) دستار کو بطور تکیہ استعمال کرنا وغیرہ

بَابُ مَا جَآءَ فِي السِّوَاكِ

باب 18: مسواک کا بیان

22 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: وَحَدِيْثُ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلَاهُمَا عِنْدِیْ صَحِيْحٌ لِاَنَّهُ قَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَحَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اِنَّمَا صَحَّ لِاَنَّهُ قَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

قولِ امام بخاری: وَاَمَّا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ فَزَعَمَ اَنَّ حَدِيْثَ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَصَحُّ

22- اخرجه البخاری (435/2): کتاب الجمعة: باب: السواک یوم الجمعة' حدیث (887): و مسلم (144//2- نووی) کتاب الطهارة: باب: السواک' حدیث (252/42) : وابو داؤد (59/1): کتاب الطهارة: باب: السواک' حدیث (46): والنسائی (12/1): کتاب الطهارة: باب: الرخصة فی السواک بالعشی للصائم' حدیث (7): من طریق ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة به' واخرجه ابن ماجه (105/1): کتاب الطهارة وسننها: باب: السواک' حدیث (287) من طریق ابی سعید المقبری عن ابی هریرة به' واخرجه احمد (429, 399, 287, 258/2) من طریق ابی سلمة عن ابی هریرة به-

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ وَعَلِیٍّ وَّعَآئِشَۃَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّحُذَیْفَۃَ وَزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ وَاُمِّ حَبِیْبَۃَ وَاَبِیْ اُمَامَۃَ وَاَبِیْ اَیُّوْبَ وَتَمَّامِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَنْظَلَۃَ وَاُمِّ سَلَمَۃَ وَوَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ وَاَبِیْ مُوْسٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو محمد بن اسحاق نے محمد بن ابراہیم کے حوالے سے ابوسلمہ کے حوالے سے، حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث نقل کی ہیں یہ دونوں روایات میرے نزدیک ''صحیح'' ہیں کیونکہ یہ دونوں روایات دیگر حوالوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

جہاں تک امام محمد بن اسماعیل (بخاری کا تعلق ہے) تو وہ یہ کہتے ہیں: ابوسلمہ کی حدیث جو انہوں نے حضرت زید بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے وہ زیادہ مستند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ، حضرت تمام بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ، سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

23 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَّلَاَخَّرْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ

قَالَ فَكَانَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ يَّشْهَدُ الصَّلَوَاتِ فِي الْمَسْجِدِ وَسِوَاكُهُ عَلٰى اُذُنِهٖ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ اُذُنِ الْكَاتِبِ لَا يَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ اِلَّا اسْتَنَّ ثُمَّ رَدَّهٗ اِلٰى مَوْضِعِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ابوسلمہ، حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے

23- اخرجه ابو داؤد (59/1): كتاب الطهارة: باب: السواك' حديث (46): وابن ماجه (226, 225/1): كتاب الصلاة: باب: وقت صلاة العشاء' حديث

سنا ہے: اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا' تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کی ہدایت کرتا' اور میں عشاء کی نماز کو ایک تہائی رات (گزر جانے) تک موخر کر دیتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ تمام نمازوں میں مسجد میں شامل ہوا کرتے تھے' اور ان کی مسواک ان کے کان پر ہوتی تھی' جہاں کاتب قلم رکھتے ہیں' اور وہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے' تو مسواک کرلیا کرتے تھے' پھر اسے واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مسواک کا مفہوم و ماقبل و مابعد سے ربط:

لفظ ''مسواك'' فعل اجوف واوی ساک یسوک سوکا کا اسم آلہ ہے' جس کا معنی رگڑنا اور ملنا ہے۔ نماز کا وقت ہونے پر عموماً لوگ پہلے استنجاء کرتے ہیں پھر وضو کرتے ہیں اور وضو سے قبل ''مسواک'' کرتے ہیں۔ چونکہ ماقبل استنجاء وقضاء حاجت کے احکام و مسائل تفصیلاً بیان ہو چکے ہیں اور آئندہ وضو کے احکام و مسائل کی جامع بحث آرہی ہے۔ لہٰذا اسی مناسبت سے ''مسواک'' کے حوالے سے مسائل کا مقام یہی بنتا ہے۔ اس لیے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ مسواک کے بارے میں احکام بیان کررہے ہیں۔

مسواک کی اہمیت وفضیلت:

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وضو سے قبل مسواک استعمال کرتے تھے۔ آپ نے اس کے استعمال کی اپنی اُمت کو بھی تاکید فرمائی ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں واضح طور پر اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ لوگوں کی مشقت کے پیش نظر مسواک کے استعمال کو لازم قرار نہیں دیا حالانکہ آپ کی دلی خواہش یہی تھی کہ ہر نماز کے وقت وضو کے دوران اسے لازم وضروری قرار دیا جائے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نماز مسواک استعمال کرنے کے بعد ادا کی جائے وہ ثواب کے اعتبار سے ستر درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ اس نماز سے جو بغیر مسواک کے ادا کی جائے۔ (الترغیب والترہیب جلد اوّل ص ۱۰۲) اس سے مسواک کی اہمیت وفضیلت عیاں ہو جاتی ہے۔

مسواک کی شرعی حیثیت میں مذاہب ائمہ:

وضو کے وقت مسواک کا استعمال مسنون ہے یا واجب؟ اس بارے میں فقہاء میں اختلاف ہے۔ علامہ داؤد ظاہری اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے وقت طاہر وغیر طاہر دونوں کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ جب آپ نے اس میں مشقت محسوس کی تو آپ نے ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم جاری فرمایا۔ (سنن ابی داؤد)

جمہور فقہاء کے نزدیک ہر نماز کے وقت وضو کے دوران مسواک استعمال کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ انہوں نے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں مسلمانوں پر شاق ودشوار نہ تصور کرتا تو ان کے لیے نماز عشاء کو تاخیر (تہائی رات تک) کا حکم دیتا اور ہر نماز کے وقت مسواک کا استعمال کرنا بھی۔ (سنن ابی داؤد)

جمہور فقہاء کی طرف سے ابوداؤد ظاہری کی دلیل کے کئی جوابات دیے گئے ہیں۔ (حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں امر استحباب کے لیے (۲) وجوب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک ہے۔

مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی؟

جمہور فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز کے وقت مسواک کا استعمال سنت ہے' البتہ جمہور اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ مسواک وضو کے لیے سنت ہے یا نماز کے لیے؟ جمہور فقہاء کے نزدیک مسواک کا استعمال کرنا وضو کے لیے سنت ہے۔ ان کے نزدیک جو شخص نماز ظہر کے وضو میں مسواک استعمال کرے اور اسی وضو سے عصر کی نماز بھی ادا کرلے تو اسے دونوں میں مسواک کا ثواب ملے گا۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری اُمت پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر وضو کے وقت مسواک کا استعمال لازمی قرار دے دیتا۔ (بخاری شریف)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مسواک نماز کے لیے ہے۔ انہوں نے بھی جمہور کی روایت سے دلیل اخذ کی ہے' جس میں ہے: بالسواک عند کل صلوٰۃ میں لوگوں کو ہر نماز کے وقت مسواک استعمال کرنے کا حکم دیتا۔ جمہور کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہاں لفظ ''کل'' کا مضاف وضو محذوف ہے، اصل عبارت یوں تھی: بالسواك عند وضوء كل صلوة

مسواک کے دیگر مواقع:

فقہاء کرام کے نزدیک وضو کے وقت مسواک استعمال کے علاوہ بھی مسواک استعمال کے مواقع ہیں جو یہ ہیں:

(۱) دانتوں کے زرد ہونے پر (۲) نماز کے وقت (۳) نیند سے بیدار ہوکر (۴) منہ سے بدبو آنے کے وقت

مسواک کے فوائد:

مسواک استعمال کرنے کے کثیر فوائد ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) منہ صاف ہوگا (۲) اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی (۳) دوست واحباب بدبو محسوس نہیں کریں گے (۴) دانت مضبوط ہوں گے (۵) بیماریوں سے نجات ملے گی (۶) غذا جلد زود ہضم ہوگی (۷) معدہ امراض سے محفوظ رہے گا (۸) اعضاء جسم میں طاقت آئے گی (۹) تمام جسم چست اور صحت مند رہے گا (۱۰) مسواک کرنے سے اجر وثواب میسر آئے گا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

مسواک مسنون ہونے کے حوالے سے اس مقام پر یہ سوال ہوتا ہے کہ دور حاضر کی بالخصوص شہروں میں وضو کرتے وقت

عموماً برش یا منجن وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے کیا اس سے بھی مسواک مسنون کا ثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں ایک صورت تو سعۃ السواک یعنی مسواک دستیاب نہ ہونے کی بنا پر برش وغیرہ کا استعمال کرنا' بشرطیکہ اس میں خنزیر یا دوسرے حرام جانور کے ریشے شامل نہ ہوں یا انگلی کی رگڑ سے بھی سنت مسواک ادا ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: تجزی من الاصابع (بیہقی) یعنی انگلی کا استعمال بھی درست ہے۔ دوسری صورت ہے سنت مسواک تو اس کی فضیلت صرف پیلو، زیتون یا نیم وغیرہ کے درخت کی مسواک سے حاصل ہو سکتی ہے لیکن برش یا منجن وغیرہ سے حاصل نہیں ہوگی۔

نماز عشاء تاخیر سے ادا کرنا:

نماز پنجگانہ کے لیے شریعت نے اوقات مقرر کیے ہوئے ہیں، ان اوقات سے قبل یا بعد میں نماز ادا درست نہیں ہے۔ حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عشاء تاخیر سے ادا کرنا بہت پسند تھا۔ اسی لیے زیر مطالعہ حدیث (نمبر ۲۳) کے آخری حصہ میں آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی اُمت پر شاق و دشوار خیال نہ کرتا تو نماز عشاء تاخیر (تہائی رات تک) لازمی قرار دے دیتا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ شریعت میں خود مختار ہیں' جس چیز کو چاہیں واجب و ضروری قرار دے دیں اور جس چیز کو چاہیں مسنون و مستحب۔ فقہاء نے تصریح کی ہے نماز عشاء کو تاخیر سے ادا کرنا سنت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا

باب 19: جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ اس وقت تک برتن میں نہ ڈالے جب تک اسے دھو نہ لے

24 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ اَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ يُقَالُ هُوَ مِنْ وَلَدِ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاةَ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ وَاَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يُفْرِغَ عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَاِنَّهُ لَا يَدْرِىْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَّعَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

24- اخرجه البخاری (316/1): کتاب الوضوء' باب: الاستجمار وترا' حدیث (162): ومسلم (181/1)- نووی) : کتاب الطهارة: باب: کراهة غمس المتوضی و غیره یده المشکوک فی نجاستها فی الاناء قبل غسلها ثلاثا' واخرجه مالك فی الموطا (21/1): کتاب الطهارة: باب: وضوء النائم اذ قام الی الصلاة' حدیث (9): واحمد (465/2): والحمیدی (423, 422/2): حدیث (952): من طریق ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة به' واخرجه النسائی (6/1): کتاب الطهارة: باب: تاویل قوله عزوجل : (اذا قمتم الی الصلاة فاغسلوا وجوهکم' وایدیکم الی المرافق) حدیث

مذاہب فقہاء: قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاُحِبُّ لِكُلِّ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ قَائِلَةً كَانَتْ اَوْ غَيْرَهَا اَنْ لَّا يُدْخِلَ يَدَهُ فِيْ وَضُوْئِهِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا فَاِنْ اَدْخَلَ يَدَهُ قَبْلَ اَنْ يَّغْسِلَهَا كَرِهْتُ ذٰلِكَ لَهُ وَلَمْ يُفْسِدْ ذٰلِكَ الْمَاءَ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى يَدِهِ نَجَاسَةٌ

وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ مِنَ اللَّيْلِ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِيْ وَضُوْئِهِ قَبْلَ اَنْ يَّغْسِلَهَا فَاَعْجَبُ اِلَيَّ اَنْ يُّهْرِيْقَ الْمَاءَ

وَقَالَ اِسْحٰقُ اِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ بِاللَّيْلِ اَوْ بِالنَّهَارِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِيْ وَضُوْئِهِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص رات کے (بعد صبح) بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں اس وقت تک نہ ڈالے جب تک اس ہاتھ پر دو یا تین مرتبہ پانی نہ انڈیل لے کیونکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا۔

اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پسند ہے: ہر نیند سے بیدار ہونے والے شخص کو ایسا کرنا چاہیے خواہ وہ دوپہر کے وقت سو کر اٹھا ہو یا اس کے علاوہ ہو یعنی اسے وضو کے پانی میں اس وقت تک ہاتھ داخل نہیں کرنا چاہیے جب تک اسے دھو نہ لے لیکن اگر وہ اس کو دھونے سے پہلے برتن کے اندر داخل کر دیتا ہے تو یہ بات اس کے لیے مکروہ قرار دیتا ہوں البتہ اس کے نتیجے میں وہ پانی فاسد نہیں ہوگا جبکہ اس کے ہاتھ پر کوئی نجاست نہ لگی ہو۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص رات کے (بعد صبح) نیند سے بیدار ہو اور وہ ہاتھ دھونے سے پہلے اسے وضو کے پانی میں داخل کر لے تو مجھے یہ پسند ہے کہ وہ اس پانی کو بہا دے۔

اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص رات کے وقت یا دن کے وقت نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ اس وقت تک وضو کے پانی میں داخل نہ کرے جب تک اسے دھو نہ لے۔

شرح

زیر مطالعہ حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص سو کر بیدار ہو تو وہ وضو وغیرہ کے لیے برتن سے پانی لینا چاہے تو برتن میں داخل کرنے سے قبل اپنا ہاتھ دھو لے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خواب و نیند کی حالت میں ممکن ہے کہ ہاتھ شرمگاہ کو مس کر گیا ہو۔ اس سے استنجاء وطہارت اور وضو وغسل کے دوران احتیاط کو پیش نظر رکھنے کا پہلو بھی عیاں ہو جاتا ہے۔

ماءِ نجس کے حوالے سے مذاہب آئمہ فقہ:

ماءِ نجس کے حوالے سے فقہاء میں اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ پانی قلیل ہو یا کثیر اس میں نجاست کرنے سے اس وقت تک پلید نہیں ہوگا جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ یعنی رنگ، مزہ اور بو میں سے کوئی تبدیل نہ ہو

جائے۔ جمہور آئمہ کے نزدیک پانی کی دواقسام ہیں: ماءقلیل اور ماءکثیر۔ ماءکثیر میں نجاست گر جانے کی صورت میں جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو، وہ نجس نہیں ہوگا۔ ماءقلیل کا حکم یہ ہے کہ اس میں نجاست گرنے سے وہ پلید ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے بئر بضاع والی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ہم بئر بضاع سے وضو کر سکتے ہیں جبکہ اس میں حیض کے کپڑے، کتوں کا گوشت اور مردار وغیرہ اشیاء پھینکی جاتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الماء الطھور لاینجسہ شیء یعنی پانی پاک ہے اوراسے کوئی چیز پلید نہیں کرسکتی۔ مطلب یہ ہے کہ تم اس کنویں سے وضو کر سکتے ہو۔'' جمہور کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس دلیل کے کئی جوابات دیے گئے ہیں: (۱) اس کنویں کے پانی کی حیثیت ''ماء جاری'' کی تھی کیونکہ بارش وغیرہ کے دنوں میں وہ بھر جاتا تھا اوراوپر سے بہنا شروع ہوجاتا تھا یا کثرت ماء کے دخول اور خروج کے باعث وہ ماء جاری کے حکم میں تھا۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ان اشیاء کے بارے میں کیا گیا تھا جو اس کنوئیں میں ڈالی جاتی تھیں، خواہ انہیں نکالا گیا تھا لیکن کنویں کی دیواریں اور تہہ کا فرش نہ دھونے کے باعث شک وشبہ کی صورت پیدا ہوگئی تھی جس کے بارے میں آپ نے جواب میں فرمایا: لاینجسہ شیء من الاشیاء المخرجۃ یعنی نکالی جانے والی اشیاء میں سے کوئی چیز اس کنویں کو پلید نہیں کرسکتی۔ (۳) دوسری حدیث میں مسلمان کے بارے میں فرمایا گیا: ان المسلم لاینجس یعنی مسلمان نجس نہیں ہوتا۔ جس طرح یہاں مراد ہے کہ مسلم ایسا ناپاک نہیں ہوتا کہ وہ طاہر و پاک نہ ہو، اسی طرح اس کے کنویں کے بارے میں فرمایا کہ یہ ایسا پلید نہیں ہے کہ پاک نہ ہوسکتا ہو۔ ماءکثیر کے حوالے سے جمہور فقہاء میں بھی اختلاف ہے کہ ماءکثیر کی مقدار کیا ہے؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو پانی دہ در دہ یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا اور گہرا اتنا ہو کہ جب ہاتھوں سے پانی لیا جائے تو زمین کا فرش ننگا نہ ہو، تو وہ ماءکثیر ہے۔ آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: (۱) طھور اناء احدکم اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسل سبع مرات یعنی تمہارے کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے سات بار دھویا جائے۔ (۲) لا یبولن احدکم فی الماء الدائم تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ قلتین کی مقدار میں پانی ''ماءکثیر'' ہے اور اس سے کم ''ماءقلیل'' ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا جس سے چار پائے اور درندے پیتے ہوں تو آپ نے جواب میں فرمایا: اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث یعنی جب پانی قلتین کی مقدار ہو تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ (یاد رہے قلتین سے مراد دو مٹکے یا دو مشکیزے ہیں)۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی اس دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان کی دلیل کی روایت کے متن، سند اور مفہوم میں شدید اضطراب موجود ہے، جس میں تطبیق ممکن نہیں ہے لہٰذا اس حدیث سے استدلال درست نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت میں ''قلتین'' ہے جبکہ دوسری روایت میں: قدر قلتین اوثلث،

اور تیسری روایت میں ''اربعین قلۃ'' کے الفاظ بھی ہیں۔ گویا یہ دونوں روایات محض ''قلتین'' کی روایت کے منافی ومتعارض ہیں۔ لہٰذا ان سے استدلال درست نہ ہوا۔

حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل:

زیر بحث حدیث سے کثیر مسائل ثابت ہوتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆......سؤرِ کلب کی صورت میں برتن تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔

☆......خواب کی حالت میں ہاتھ شرمگاہ کو لگ جائے تو اسے پاک کرنے کے لیے تین بار دھونا کافی ہے۔

☆......پانی سے بھرے ہوئے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے تمام پانی مستعمل نہیں ہوتا۔

☆......کم مقدار میں نجاست گرنے سے ماءِ قلیل پلید ہو جاتا ہے۔

☆......نجاست مرئیہ ایک یا دو دفعہ دھونے سے دور ہو جائے تب بھی تین کا عدد پورا کر لینا چاہیے۔

☆......دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی نجس ہو جائے گا جس سے نہ وضو صحیح ہوگا اور نہ نماز۔

☆......وضو کے آغاز میں دونوں ہاتھوں کو دھونا مسنون ہے۔

☆......ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد استنجاء کے لیے پانی استعمال کرنا چاہیے تاکہ طہارت کاملہ حاصل ہو جائے۔

☆......نیند وخواب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

☆......اونگھ کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے، لہٰذا اس پر یہ احکام مرتب نہیں ہوں گے۔

☆......بعض فقہاء کے نزدیک مسِ ذکر ناقض وضو ہے اور یہی حدیث ان کی دلیل ہے۔

☆......اعضاءِ وضو کو تین تین بار دھونا مسنون ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْوُضُوْءِ

باب 20: وضو سے پہلے ''بسم اللّٰہ'' پڑھنا

25 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ اَبِیْ ثِفَالٍ الْمُرِّیِّ عَنْ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ حُوَیْطِبٍ عَنْ جَدَّتِهٖ عَنْ اَبِیْهَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ قَالَ

25- اخرجه ابو داؤد (83/1)؛ كتاب الطهارة: باب: في التسمية على الوضوء' حديث (101)؛ (102)؛ وابن ماجه (139/1, 140)؛ كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء في التسمية في الوضوء' حديث (397)؛ والدارمي (176/1)؛ كتاب الصلاة والطهارة: باب: التسمية في الوضوء' واخرجه احمد (41/3) من طريق رباح بن عبدالرحمن بن ابي سعيد الخدري عن ابيه عن جده به' ومن طريق رباح بن عبدالرحمن بن حويطب عن جدته عن ابيها اخرجه ابن ماجه (140/1)؛ كتاب الطهارة وسننها: باب ما جاء في التسمية في الوضوء' حديث (398)؛ واحمد (70/4)؛ (381/5), (382/6)-

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَّا اَعْلَمُ فِیْ هٰذَا الْبَابِ حَدِیْثًا لَهٗ اِسْنَادٌ جَیِّدٌ

مذاہب فقہاء: وقَالَ اِسْحٰقُ اِنْ تَرَكَ التَّسْمِیَةَ عَامِدًا اَعَادَ الْوُضُوْءَ وَاِنْ كَانَ نَاسِیًا اَوْ مُتَاَوِّلًا اَجْزَاَهٗ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ اَحْسَنُ شَیْءٍ فِیْ هٰذَا الْبَابِ حَدِیْثُ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَرَبَاحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدَّتِهٖ عَنْ اَبِیْهَا وَاَبُوْهَا سَعِیْدُ بْنُ زَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ وَّاَبُوْ ثِفَالٍ الْمُرِّیُّ اسْمُهٗ ثُمَامَةُ بْنُ حُصَیْنٍ وَّرَبَاحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ حُوَیْطِبٍ مِّنْهُمْ مَنْ رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ فَقَالَ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ حُوَیْطِبٍ فَنَسَبَهٗ اِلٰی جَدِّهٖ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ یَّزِیْدَ بْنِ عِیَاضٍ عَنْ اَبِیْ ثِفَالٍ الْمُرِّیِّ عَنْ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ حُوَیْطِبٍ عَنْ جَدَّتِهٖ بِنْتِ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ اَبِیْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

◆◆ رباح بن عبدالرحمٰن اپنی دادی کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اس شخص کا وضو نہیں ہوتا جو وضو سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں مجھے ایسی کسی حدیث کا علم نہیں ہے جس کی سند جید ہو۔

اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص جان بوجھ کر "بسم اللہ" چھوڑ دے تو وہ دوبارہ وضو کرے گا' لیکن اگر کوئی بھول کر یا تاویل کرتے ہوئے اسے چھوڑ دے تو یہ اس کے لیے جائز ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس باب میں سب سے زیادہ مستند حدیث وہ ہے جسے رباح بن عبدالرحمٰن نے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رباح بن عبدالرحمٰن نے اسے اپنی دادی کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس خاتون کے والد حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ ہیں۔

(اس روایت کے راوی) ابوثفال مری' کا نام ثمامہ بن حصین ہے۔

رباح بن عبدالرحمٰن' یہ ابوبکر بن حویطب ہیں۔

بعض محدثین نے اس حدیث کو نقل کیا ہے' اور انہوں نے ابوبکر بن حویطب سے نقل کیا ہے' انہوں نے ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف کر دی ہے۔

رباح بن عبدالرحمٰن نے اپنی دادی جو حضرت سعید بن زید کی صاحب زادی ہیں کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

وضو بالتسمیہ کا مسئلہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اس باب کے تحت ایک حدیث لائے ہیں جس میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیے۔ وضو کا آغاز کرنے سے قبل دونوں ہاتھ دھوئے جائیں اور وضو شروع کرتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھی جائے۔

وضو کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ یا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا جائز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ موقع ومحل کے مطابق بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد واؤ عاطفہ استعمال کرتے ہوئے دوسرے الفاظ بھی لاتے تھے۔ مثلاً کھانے کے وقت: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ، جانور ذبح کرتے وقت: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور وضو کرتے وقت: بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ کی اہمیت وفضیلت:

ہر نیک کام کو بِسْمِ اللّٰهِ سے شروع کرنے کی شریعت میں ہدایت کی گئی ہے۔ قرآن کریم کی ہر سورت ''بِسْمِ اللّٰهِ'' سے شروع کی گئی ماسوائے سورہ توبہ کے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رأساءِ ممالک کے نام جو خطوط لکھوائے ان کا آغاز بسم اللہ سے کیا بلکہ آپ ہر کام کا آغاز بسم اللہ سے کرتے تھے۔ ایک مشہور حدیث ہے کہ وضو کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنے سے نمازی کا تمام جسم پاک ہو جاتا ہے اور بسم اللہ نہ پڑھنے کی صورت میں صرف اعضاءِ وضو پاک ہوتے ہیں۔ اس روایت سے تسمیہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہر نیک کام کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی وعید بیان ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل اَمْرٍ ذی بال لم یفتح ببسم اللہ فھو اقطع۔ یعنی ہر وہ کام جو بسم اللہ کے بغیر شروع کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔

بوقت وضو بسم اللہ کی شرعی حیثیت کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنے کی شرعی حیثیت میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال و مذاہب ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آغاز وضو میں بسم اللہ پڑھنا بدعت ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ جمہور فقہاء کرام کے نزدیک بوقت وضو تسمیہ پڑھنا مسنون ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں: (۱) قرآن کریم میں فرائض وضو بیان کیے گئے ہیں جن میں بسم اللہ کا ذکر نہیں ہے۔ (۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے وضو کیا اور بسم اللہ پڑھی تو اس کا تمام جسم پاک ہو جاتا ہے اور جس نے وضو کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کے اعضاءِ وضو ہی پاک ہوتے ہیں۔ (سنن دارقطنی، جلد اوّل ص ۱۰۸) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ بوقت وضو تسمیہ پڑھنا واجب ہے۔ انہوں

نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بوقت وضو بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں ہے۔'' (سنن ابن ماجہ جلداوّل ص ۲۴۲)

جمہور کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں: (۱) خبر واحد کے ساتھ قرآن کریم کے حکم پر زیادتی درست نہیں ہے۔ (۲) اس روایت میں شیء کی نفی نہیں ہے بلکہ کمال کی نفی ہے۔ (۳) اس روایت میں تسمیہ سے مراد نیت کرنا ہے اور بسم اللہ پڑھنا نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ

باب 21: کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

26 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَّجَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِذَا تَوَضَّاْتَ فَانْتَثِرْ وَاِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَاَوْتِرْ قَالَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ وَلَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِىْ كَرِبَ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْمَنْ تَرَكَ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ اِذَا تَرَكَهُمَا فِي الْوُضُوْءِ حَتّٰى صَلّٰى اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَرَاَوْا ذٰلِكَ فِي الْوُضُوْءِ وَالْجَنَابَةِ سَوَاءً

وَّبِهٖ يَقُوْلُ ابْنُ اَبِىْ لَيْلٰى وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وقَالَ اَحْمَدُ الِاسْتِنْشَاقُ اَوْكَدُ مِنَ الْمَضْمَضَةِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يُعِيْدُ فِي الْجَنَابَةِ وَلَا يُعِيْدُ فِي الْوُضُوْءِ

وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَبَعْضِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ لَّا يُعِيْدُ فِي الْوُضُوْءِ وَلَا فِي الْجَنَابَةِ لِاَنَّهُمَا سُنَّةٌ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَجِبُ الْاِعَادَةُ عَلٰى مَنْ تَرَكَهُمَا فِي الْوُضُوْءِ وَلَا فِي الْجَنَابَةِ

وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ فِيْ اٰخِرَةٍ

◆◆ حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم وضو کرو تو ناک میں پانی ڈالو اور جب تم پتھر (کے ذریعے استنجاء کرو) تو طاق تعداد میں کرو۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے: جو شخص کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے کو چھوڑ دیتا ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے یہ بات بیان کی ہے: جو شخص ان دونوں کو وضو میں چھوڑ دے اور نماز پڑھ لے تو اسے دوبارہ نماز پڑھنا پڑے گی۔

یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں: وضو اور غسل جنابت دونوں میں اس کی حیثیت برابر ہے۔ ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کلی کے مقابلے میں ناک میں پانی ڈالنے کی زیادہ تاکید ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ علم کے ایک گروہ نے یہ بات بیان کی ہے: وہ غسل جنابت میں (کلی یا ناک میں پانی ڈالنے کو ترک کرنے کے نتیجے میں نماز) دوبارہ پڑھے گا، لیکن وضو میں (ترک کرنے کی وجہ سے) دوبارہ نہیں پڑھے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض اہلِ کوفہ کی یہی رائے ہے۔

ایک گروہ اس بات کا قائل ہے: وضو میں ترک کرنے کی وجہ سے یا غسل جنابت میں ترک کرنے کی وجہ سے وہ نماز دوبارہ نہیں پڑھے گا، کیونکہ یہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں، اس لیے جو شخص وضو میں یا غسل جنابت میں انہیں ترک کر دیتا ہے، تو اس پر نماز دوبارہ پڑھنا واجب نہیں ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قول یہی ہے۔

شرح

مسئلہ کی وضاحت:

لفظ ''مضمضۃ'' سے مراد منہ میں پانی ڈالنا یا کلی کرنا ہے۔ لفظ ''الاستنشاق'' سے مراد ناک میں پانی لینا یا ناک میں پانی ڈالنا ہے۔ لفظ ''الاستنثار'' سے مراد ناک سے پانی جھاڑنا یا ناک صاف کرنا ہے۔ لفظ ''الاستجمار'' سے مراد استنجاء یا قضاء حاجت کے وقت ڈھیلے استعمال کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ استنجاء یا قضاء حاجت کے موقع پر صفائی کی غرض سے ڈھیلے بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں اور پانی بھی۔ محض ڈھیلوں کا استعمال بھی جائز ہے یا صرف پانی بھی اور دونوں کو جمع کرنا افضل ہے۔ ڈھیلوں کے استعمال کی صورت میں طاق کے عدد کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ وضو کرتے وقت پہلے کلی کی جائے، پھر ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا جائے۔ وضو میں مضمضہ اور استنشاق دونوں مسنون ہیں۔ دونوں میں طاق عدد اور ترتیب بھی سنت ہے۔ ان دونوں کے درمیان ترتیب میں بھی کئی حکمتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ترتیب انسانی طبیعت و فطرت کے عین مطابق ہے جبکہ اس کے برعکس کی صورت میں انسان گھن کا شکار ہوسکتا ہے۔

مضمضہ اور استنشاق میں مذاہب آئمہ فقہ:

وضو اور غسل کے دوران مضمضہ اور استنشاق کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل

درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وضو اور غسل دونوں میں مضمضہ اور استنشاق سنت ہیں۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے اور ان کے نزدیک قرائن کی مناسبت سے یہاں امر استحباب کے لیے ہے۔

۲- حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت اسحاق بن راہویہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک وضو اور غسل دونوں میں دونوں واجب ہیں۔ انہوں نے زیر مطالعہ حدیث سے استدلال کیا ہے اور ان کے مطابق یہاں امر وجوب کے لیے ہے لہٰذا دونوں میں دونوں کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام سفیان ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ وضو میں دونوں سنت ہیں اور غسل میں دونوں فرض ہیں۔ انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: وان کنتم جنبا فاطہروا یعنی اگر تم حالت جنابت میں ہو تو تم خوب طہارت حاصل کرو۔ یہاں مبالغہ مراد ہے، جس وجہ سے غسل میں مضمضہ اور استنشاق دونوں فرض ہیں۔ ارشاد ربانی: فاغسلوا وجوھکم الخ میں مبالغہ مراد نہیں ہے لہٰذا وضو میں دونوں امور سنت ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ان کے انداز استدلال سے نص قرآنی پر خبر واحد کے زیادتی لازم آئے گی جو درست نہیں ہے۔ علاوہ ازیں قرائن اور مواقع کے اعتبار سے وضو اور غسل میں مضمضہ اور استنشاق دونوں کا حکم الگ ہے، جس طرح حضرت امام صاحب کے نقطہ نظر میں بیان کیا گیا ہے۔

بَاب الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدٍ

باب 22: ایک ہی ہتھیلی (چلّو) کے ذریعے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

27 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدٍ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى مَالِكٌ وَّابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى وَلَمْ يَذْكُرُوْا

27- اخرجه النسائی (41/1): کتاب الطهارة: باب: الرخصة فی الاستطابة بحجر واحد' حدیث (43): وابن ماجه (142/1): کتاب الطهارة وسننها: باب: المبالغة فی الاستنشاق والاستنثار' حدیث (406): واخرجه احمد (339,313/4) والحمیدی (378/2): حدیث (856): من طریق هلال بن یساف عن سلمة بن قیس به' واخرجه ابن خزیمة (41/1): حدیث (75) من طریق ابی ادریس الخولانی عن ابی هریرة به-

هٰـذَا الْحَرْفَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدٍ وَّاِنَّمَا ذَكَرَهُ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ثِقَةٌ حَافِظٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

مذاہب فقہاء: وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدٍ يُجْزِئُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ تَفْرِيْقُهُمَا اَحَبُّ اِلَيْنَا

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ اِنْ جَمَعَهُمَا فِيْ كَفٍّ وَّاحِدٍ فَهُوَ جَائِزٌ وَّاِنْ فَرَّقَهُمَا فَهُوَ اَحَبُّ اِلَيْنَا

◄► حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' آپ نے ایک ہی چلو کے ذریعے کلی بھی کی اور ناک میں پانی بھی ڈالا' آپ نے ایسا تین مرتبہ کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اور کئی محدثین نے اس حدیث کو عمرو بن یحییٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی چلو کے ذریعے کلی کی تھی اور ناک میں پانی ڈالا تھا۔

اس بات کو خالد بن عبداللہ نے ذکر کیا ہے' اور علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک خالد بن عبداللہ' ثقہ اور حافظ ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: ایک ہی چلو کے ذریعے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا جائز ہے۔ بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: ان دونوں کو الگ' الگ چلو کے ذریعے کرنا ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص ایک ہی چلو میں ان دونوں کو جمع کرلے' تو یہ جائز ہے' لیکن اگر وہ ان دونوں کو الگ' الگ کرے' تو یہ ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

شرح

مسئلہ کی وضاحت:

اسلام ہمہ گیر اور جامع دین ہے جو افراط وتفریط سے پاک ہے۔ اس میں مشقت اور تکلیف مالایطاق کا عنصر ہرگز نہیں ہے۔ وضو کے دوران تین بار مضمضہ اور تین بار استنشاق مسنون ہے۔ اگر پانی قلیل ہو تو ایک چلو کے ساتھ تین بار مضمضہ کرنا جائز ہے اور اسی طرح ایک بار پانی لے کر تین بار استنشاق کرنا درست ہے۔ پانی وافر ہونے کی صورت میں تین چلوؤں سے تین بار مضمضہ اور تین چلوؤں سے تین بار استنشاق بھی صحیح ہے۔ ایک چلو سے ہی پہلے مضمضہ پھر استنشاق کرنا بھی جائز ہے۔

مضمضہ اور استنشاق میں فصل ووصل کے حوالے سے مذاہب آئمہ فقہ:

تمام آئمہ فقہ کے نزدیک مضمضہ اور استنشاق میں فصل اور وصل دونوں جائز ہیں لیکن اولویت کے اعتبار سے ان میں اختلاف ہے۔ فصل سے مراد ہے الگ کرنا یعنی پہلے تین بار چلو لے کر مضمضہ کرنا پھر تین بار (الگ الگ) پانی لے کر استنشاق کرنا۔ وصل سے مراد ہے دونوں کو ملانا یعنی تین بار پانی لے کر ہر چلو سے پہلے مضمضہ کرنا پھر (اسی چلو سے) استنشاق کرنا۔ مضمضہ اور استنشاق

میں فصل ووصل کی اولویت کے حوالے سے مذاہب آئمہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وصل اولیٰ ہے یعنی تین بار پانی لیا جائے اور ایک ہی چلو سے پہلے نصف چلو سے مضمضہ پھر نصف چلو سے استنشاق کیا جائے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فصل اولیٰ ہے یعنی پہلے تین بار ایک ایک چلو لے کر مضمضہ کرے پھر تین بار ایک ایک چلو لے کر استنشاق کرے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت سے استدلال کیا ہے: فتمضمض ثلثا واستنشق ثلثا۔ (سنن ابی داؤد) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تین بار مضمضہ کیا پھر تین بار استنشاق کیا۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں۔ ایک قول کے مطابق فصل اولیٰ ہے اور دوسرے قول کے مطابق وصل اولیٰ ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کے متعدد جوابات ہیں۔ (۱) امام ترمذی کی یہ روایت شاذ ہے۔ (۲) اس روایت میں بیان جواز ہے جبکہ اکثر روایات اس کے برعکس ہیں اور اکثر صحابہ کا عمل بھی اس کے خلاف ہے۔ (۳) حدیث باب ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس سے وصل ثابت نہیں ہوتا بلکہ فصل ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اگر وصل مقصود ہوتا تو اصل عبارت یوں ہوتی: "ماءٍ واحدٍ"۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَخْلِیْلِ اللِّحْیَةِ

باب 23: داڑھی کا خلال کرنا

28 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِیْمِ بْنِ اَبِی الْمُخَارِقِ اَبِیْ اُمَیَّةَ عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ

متنِ حدیث: قَالَ رَاَیْتُ عَمَّارَ بْنَ یَاسِرٍ تَوَضَّاَ فَخَلَّلَ لِحْیَتَهٗ فَقِیْلَ لَهٗ اَوْ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ اَتُخَلِّلُ لِحْیَتَكَ قَالَ وَمَا یَمْنَعُنِیْ وَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَلِّلُ لِحْیَتَهٗ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ عَمَّارٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

28- اخرجه البخاری (355/1, 356) : کتاب الوضوء: باب: من مضمض واستنشق من غرفة واحدة' حدیث (191): ومسلم (123/2- النووی): کتاب الطهارة: باب: فی وضوء النبی صلی الله علیه وسلم : حدیث (235/18): وابو داؤد (77/1,78): کتاب الطهارة: باب صفة وضوء النبی صلی الله علیه وسلم : حدیث (118): وابن ماجه (149/1, 150): کتاب الطهارة و سننها: باب: ماجاء فی مسح الراس' حدیث (434): والنسائی (71/1): کتاب الطهارة: باب: حد الغسل' حدیث (97): واخرجه مالك فی الموطا (18/1): کتاب الطهارة' باب: العمل فی الوضوء' حدیث (1): واحمد (38/4' 39' 40): والحمیدی (202/2): حدیث (417): واخرجه ابن خزیمة (88/1): حدیث (173): من طریق یحیی بن عمارة عن عبدالله بن زید به

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ وَعَآئِشَۃَ وَاُمِّ سَلَمَۃَ وَاَنَسٍ وَّابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی وَاَبِیْ اَیُّوْبَ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَسَمِعْتُ اِسْحٰقَ بْنَ مَنْصُوْرٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ لَمْ یَسْمَعْ عَبْدُ الْکَرِیْمِ مِنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ حَدِیْثَ التَّخْلِیْلِ

◄► حسان بن بلال بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے اپنی داڑھی کا خلال کیا' ان سے کہا گیا (راوی کو شک ہے یا شاید حسان یہ کہتے ہیں) میں نے ان سے کہا: آپ نے اپنی داڑھی کا خلال کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں کیوں نہ کروں' جبکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی داڑھی کا خلال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اسحاق بن منصور کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن عیینہ فرماتے ہیں: عبدالکریم نے حسان بن بلال سے ''خلال کرنے'' والی حدیث نہیں سنی ہے۔

29 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ اِسْرَآئِیْلَ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِیْقٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُخَلِّلُ لِحْیَتَہٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

قولِ امام بخاری: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ اَصَحُّ شَیْءٍ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ حَدِیْثُ عَامِرِ بْنِ شَقِیْقٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عُثْمَانَ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَقَالَ بِھٰذَا اَکْثَرُ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَھُمْ رَاَوْا تَخْلِیْلَ اللِّحْیَۃِ

وَبِہٖ یَقُوْلُ الشَّافِعِیُّ وَقَالَ اَحْمَدُ اِنْ سَھَا عَنْ تَخْلِیْلِ اللِّحْیَۃِ فَھُوَ جَائِزٌ وَقَالَ اِسْحٰقُ اِنْ تَرَکَہٗ نَاسِیًا اَوْ مُتَاَوِّلًا اَجْزَاَہٗ وَاِنْ تَرَکَہٗ عَامِدًا اَعَادَ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں سب سے زیادہ مستند روایت عامر بن شقیق کی ہے' جو انہوں نے ابووائل کے حوالے سے' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

29- اخرجہ ابن ماجہ (148/1): کتاب الطہارۃ و سننہا: باب: ماجاء فی تخلیل اللحیۃ' حدیث (429): والحمیدی (81/1): حدیث (146) من طریق حسان بن بلال عن عمار بن یاسر بہ-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اوران کے بعد آنے والے اکثر اہلِ علم نے اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے'ان کے نزدیک (وضو کے دوران) داڑھی کا خلال کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص داڑھی میں خلال کرنا بھول جائے'تو یہ بات جائز ہے۔

اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص بھول کراسے چھوڑ دے'یا تاویل کرتے ہوئے چھوڑ دے'تو یہ اس کے لیے جائز ہے' لیکن اگر کوئی جان بوجھ کر چھوڑ دے'تو اسے دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

شرح

مسئلہ خلال لحیہ کی توضیح:

دورانِ وضو داڑھی کا خلال کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔حضرت حسان بن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ کیا تو انہوں نے اپنی داڑھی کا خلال کیا،اس پر حضرت حسان نے تعجب کے انداز میں دریافت کیا کہ آپ نے داڑھی کا خلال کیا ہے؟ تو حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے دورانِ وضو داڑھی مبارک کا خلال کیا۔اس طرح میں آپ کی یہ سنت کیسے ترک کرسکتا ہوں۔

غسل لحیہ:

لحیہ خفیفہ غیر مسترسلہ کے بارے میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس کا غسل کل واجب ہے۔لحیہ خفیفہ ہو یا کثہ مسترسلہ تو اس کے اس حصہ کو دھونا واجب ہے جو دائرۂ چہرہ کے اندر ہو جبکہ باقی ماندہ حصہ کا دھونا سنت ہے۔لحیہ کثہ مسترسلہ سے متعلق احناف کے چھ اقوال ہیں:

(۱) غسل کل (۲) ترک کل (۳) مسح کل (۴) مسح ثلث (۵) مسح ربع (۶) مسح مایلاقی البشرہ[۱]۔ان میں مفتی بہ قول اول ہے۔

تخلیل لحیہ میں مذاہب آئمہ فقہ:

مسئلہ تخلیل لحیہ کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔حضرت امام اسحاق کے نزدیک تخلیل لحیہ واجب ہے۔انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخلل آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی میں خلال کیا کرتے تھے۔حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک سنت ہے۔جمہور کے نزدیک تخلیل لحیہ مستحب ہے۔ان کے دلائل: (۱) اکثر روایات وضو میں خلال لحیہ کا ذکر نہیں ہے لیکن بعض میں موجود ہے'جس سے اس کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔(۲) تخلیل لحیہ کا ثبوت اخبار احاد سے ملتا ہے'جس کے ساتھ نص قرآنی پر زیادتی درست نہیں۔(۳) حضرت عمار

[۱] علامہ ابن نجیم'البحر الرائق جلداوّل ص ۱۶

بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے صرف جواز ثابت ہوتا ہے۔حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے۔

وجوب لحیہ:

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرد کے لیے مکمل داڑھی رکھنا واجب ہے۔وجوب لحیہ کے دلائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

۱-حدیث مبارکہ میں داڑھی رکھنے کا حکم صیغہ امر کے ساتھ دیا گیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:احفوا الشوارب واعفوا اللحی ۔مونچھیں کم کرو اور داڑھی بڑھاؤ۔(الصحیح للمسلم، حدیث نمبر ۵۰۸)

۲-ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحی (جامع ترمذی) بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں پست کرنے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا۔

۳-ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس (مسند امام احمد بن حنبل) تم مونچھیں پست کرو اور تم داڑھی بڑھا کر آتش پرست لوگوں کی مخالفت کرو۔

۴-ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:لکن ربی امرنی ان احفی شاربی واعفی لحیتی (الطبقات الکبریٰ) لیکن میرے پروردگار نے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں اپنی مونچھیں کم کروں اور اپنی داڑھی بڑھاؤں۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ داڑھی سنت رسول، واجب اور ضروری ہے۔داڑھی کٹوانا، کتروانا یا چار انگشت سے کم رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ایسا کرنے والا شخص فاسق معلن ہے جو امامت و خطابت اور وعظ و تقریر کے لیے ہرگز موزوں نہیں ہے۔ایسا شخص امامت کرائے تو اس کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز واجب الاعادہ ہے۔

داڑھی مومن کی شان، چہرے کی رونق، سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عملی طور پر واجب ہے۔اس نعمت سے محروم لوگ اس کی آرزو کرتے رہے۔اس سلسلے میں دو واقعات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱-حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اکابر ثقات تابعین وعلماء وحکماء کاملین سے تھے۔زمانہ رسالت میں پیدا ہوئے ۶۷ھ یا ۷۲ھ میں وفات پائی) عاقل و حلیم تھے۔(پاؤں میں کج، ایک آنکھ جاتی رہی تھی، داڑھی خلقتاً نہ نکلی تھی) ان کے اصحاب نہ اس کج پر افسوس کرتے نہ یک چشمی پر بلکہ داڑھی نہ ہونے کی کراہت کا ذکر کرتے اور کہتے: ہماری تمنا ہے کاش! اگر بیس ہزار کو ملتی تو احنف کے لیے داڑھی خرید تے۔(احیاء العلوم للغزالی)

۲-حضرت شریح قاضی رحمہ اللہ تعالیٰ جو اجلہ آئمہ و اکابر تابعین سے ہیں۔زمانہ رسالت میں ولادت پائی بلکہ کہا گیا صحابی ہیں۔امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر امیر المؤمنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قاضی تھے۔امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتویٰ میں ان سے رائے لیتے سن ۸۰ھ سے قبل یا بعد انتقال ہوا۔داڑھی خلقتاً نہ تھی۔وہ فرماتے کہ میری آرزو ہے کہ کاش! دس ہزار دے کر داڑھی مل جاتی تو داڑھی میں شیطانی خواہشوں کے خفایا اور نفسانی آفتوں کے

دقائق اور نو پیدا بدعتوں سے بارہ باتیں لوگوں نے ایجاد کی ہیں۔ از انجملہ داڑھی کم کرنی اور یہ مثلہ یعنی صورت بگاڑنی ہے۔ ایک جماعت علماء سے مروی ہے کہ یہ قیامت کی نشانیوں سے ہے۔ (احیاء العلوم للغزالی)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَسْحِ الرَّأْسِ اَنَّهٗ يَبْدَاُ بِمُقَدَّمِ الرَّاْسِ اِلٰى مُؤَخَّرِهٖ

باب 24: سر پر مسح کا بیان' سر کے آگے والے حصے سے شروع ہو کر پیچھے کی طرف لے جایا جائے گا

30 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى الْقَزَّازُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَاَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ وَعَائِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاَحْسَنُ

مذاہب فقہاء: وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اپنے سر مبارک کا مسح کیا آپ دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے کی طرف لے گئے' آپ نے پہلے آگے والے حصے کا مسح کیا' پھر اسے گدی کی طرف لے گئے پھر ان دونوں کو واپس وہیں لے آئے' جس جگہ سے آپ نے مسح کا آغاز کیا تھا' اس کے بعد آپ نے اپنے دونوں پاؤں دھو لیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث اس باب میں "اصح" اور "احسن" ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهٗ يَبْدَاُ بِمُؤَخَّرِ الرَّاْسِ

باب 25: سر کے پچھلے حصے سے (مسح کا) آغاز کرنا

31 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ

30- اخرجه ابو داؤد (75/1): كتاب الطهارة: باب: صفة وضوء النبى صلى الله عليه وسلم : حديث (110): وابن ماجه (148/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء فى تخليل اللحية' حديث (430): والدارمى (178/1, 179) كتاب الصلاة والطهارة: باب: فى تخليل اللحية' واخرجه احمد (57/1) وابن خزيمة (78/1): حديث (151): من طريق شقيق بن سلمة عن عثمان بن عفان به-

31- اخرجه ابو داؤد (79/1): كتاب الطهارة: باب: صفة وضوء النبى صلى الله عليه وسلم : حديث (126): وابن ماجه (138/1): كتاب الطهارة وسننها: باب : الرجل يستعين على وضوئه فيصب عليه' حديث (390): وفى (150/1): كتاب الطهارة وسننها:

الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَاْسِہٖ مَرَّتَیْنِ بَدَاَ بِمُؤَخَّرِ رَاْسِہٖ ثُمَّ بِمُقَدَّمِہٖ وَبِاُذُنَیْہِ کِلْتَیْھِمَا ظُھُوْرِھِمَا وَبُطُوْنِھِمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّحَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ اَصَحُّ مِنْ ھٰذَا وَاَجْوَدُ اِسْنَادًا

مذاہبِ فقہاء: وَّقَدْ ذَھَبَ بَعْضُ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ اِلٰی ھٰذَا الْحَدِیْثِ مِنْھُمْ وَکِیْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ

◄► سیّدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے دومرتبہ اپنے سر کا مسح کیا' آپ نے سر کے پچھلے حصے سے آغاز کیا' پھر آگے کی طرف لے آئے' پھر آپ نے اپنے دونوں کانوں کا' اُن کے باہر والے حصے اور اندر والے حصے کا مسح کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے' جبکہ عبداللہ بن زید کی حدیث اس سے زیادہ مستند ہے' اور اس کی سند زیادہ بہتر ہے۔

بعض اہلِ کوفہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں' جن میں سے ایک وکیع بن جراح ہیں۔

شرح

مسح سر کا طریقہ:

فقہاء کرام نے دوران وضو مسح سر کا طریقہ یوں لکھا ہے کہ نمازی اپنی خنصر (چھوٹی انگلی)، بنصر (چھوٹی کے ساتھ والی انگلی) اور وسطی تینوں انگلیوں کو ملا کر پیشانی کے بالوں پر رکھے جبکہ سبابہ اور انگوٹھے کو ان سے الگ رکھے، تینوں انگلیوں کو آگے سے کھینچتا ہوا پیچھے گدی تک لے جائے۔ پھر ہتھیلی کو گدی سے سر کے دائیں اور بائیں حصہ سے مس کر کے کھینچتا ہوا پیشانی کے بالوں تک لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔ اپنی سبابہ انگلی سے کان کے اندر کا مسح کرے اور انگوٹھے کے ساتھ کان کے بیرونی حصہ کا مسح کرے۔ حدیث باب سے بھی یہی طریقہ ثابت ہوتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اس مقام پر سوال یہ ہے کہ حدیث باب میں مسح وضو آگے سے پیچھے کی طرف کرنے کا ذکر ہے جبکہ آئندہ روایت میں پیچھے سے آگے کی طرف کرنا ثابت ہوتا ہے، لہٰذا دونوں روایات میں تعارض ہے؟ اس کے کئی جوابات ہیں: (۱) حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث باب کی سند کے بارے میں فرمایا: یہ اصح ہے۔ (۲) زیر بحث حدیث اکثری عمل کے باعث سنت پر محمول ہوگی جبکہ آئندہ باب کی حدیث بیان جواز پر محمول ہوگی۔ سوال: زیر مطالعہ حدیث کے اجمال وتفصیل میں بھی تعارض ہے۔ وہ اس طرح کہ دوران مسح پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو آگے لانے کا ذکر ہے پھر تفصیل میں آگے سے پیچھے لانے کا بیان ہے؟ جواب: (۱) اجمال میں لفظ ''اقبال'' سے مراد آگے سے شروع کرنا اور ''ادبار'' سے پیچھے سے شروع کرنا ہے۔ (۲) اجمال میں حرف واؤ ہے جو دو کام کرنے کو ظاہر کرتی ہے اور تفصیل میں لفظ ''ثم'' ہے جو ترتیب کو ظاہر کرتا ہے۔ تفصیل پر عمل ہوگا اور اجمال کو تفصیل پر محمول کیا جائے

گا۔

فرائض وضو:

وضو کے طریقہ کی بحث کے دوران فرائض وضو کا بیان کرنا ضروری ہے۔فرائض وضو چار ہیں: (۱) چہرے کا دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا۔اعضاء وضو کا ایک بار دھونا فرض اور تین بار دھونا سنت ہے۔مسح سر صرف ایک بار کیا جائے گا۔(مفتی امجد علی اعظمی، بہار شریعت حصہ دوم ص ۲۸۸، مکتبہ مدینہ)

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ مَسْحَ الرَّاْسِ مَرَّةً

باب 26: سر کا مسح ایک مرتبہ کیا جائے گا

32 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ

متنِ حدیث: اَنَّهَا رَاَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ قَالَتْ مَسَحَ رَاْسَهُ وَمَسَحَ مَا اَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا اَدْبَرَ وَصُدْغَيْهِ وَاُذُنَيْهِ مَرَّةً وَّاحِدَةً

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّجَدِّ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ الرُّبَيِّعِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَسَحَ بِرَاْسِهِ مَرَّةً

مذاہبِ فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَبِهٖ يَقُوْلُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ رَاَوْا مَسْحَ الرَّاْسِ مَرَّةً وَّاحِدَةً حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْمَكِّيُّ

قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ سَاَلْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مَسْحِ الرَّاْسِ اَيُجْزِئُ مَرَّةً فَقَالَ اِىْ وَاللّٰهِ

◆◆ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، وہ بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کا مسح کیا، آپ نے آگے والے حصے کا مسح کیا، پھر پیچھے والے حصے کا مسح کیا، آپ نے دونوں کنپٹیوں اور دونوں کانوں کا ایک مرتبہ مسح کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن مصرف بن عمرو کے دادا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

32- اخرجه ابو داؤد (80/1): كتاب الطهارة: باب: صفة وضوء النبى صلى الله عليه وسلم :حديث (129) واخرجه احمد (359/6) من طريق محمد بن عقيل عن الربيع بنت معوذ ابن عفراء به۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے: آپ ﷺ نے ایک مرتبہ سر کا مسح کیا۔
نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔
امام جعفر بن محمد (امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ)، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے ان حضرات کے نزدیک سر پر ایک مرتبہ مسح کیا جائے گا۔
محمد بن منصور بیان کرتے ہیں: میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا' وہ فرماتے ہیں: میں نے امام جعفر بن محمد (امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ) سے سر پر مسح کرنے کے بارے میں دریافت کیا، کیا ایک مرتبہ مسح کرنا درست ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں ہے۔ اللہ کی قسم!

شرح

تعدادِ مسح میں مذاہب آئمہ:

دورانِ وضو اعضاء وضو کو تین تین بار دھونا سنت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مسح بھی تین بار کیا جائے گا یا ایک بار؟ اس میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیگر اعضاء کی طرح مسح سر بھی تین بار کیا جائے گا۔ ان کے دلائل یہ ہیں:
(۱) حضرت حمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کیا اور اپنے سر کا تین بار مسح کیا پھر فرمایا: هٰکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ھکذا ۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ (سنن ابی داؤد) (۲) حضرت شقیق بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا اور اپنے سر کا تین بار مسح کرنے کے بعد کہا: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل ھذا ۔ (سنن ابی داؤد' جلد اوّل ص۱۵) (۳) جس طرح دیگر اعضاء وضو میں تثلیث مسنون ہے اسی طرح مسح میں بھی جائز ہونی چاہیے۔
۲- جمہور فقہاء کرام کے نزدیک دورانِ وضو اعضاء وضو تین بار دھوئے جائیں گے لیکن مسح سر ایک بار ہے۔ انہوں نے دیگر کثیر روایات کے علاوہ حدیث باب سے بھی اپنے مؤقف پر استدلال کیا گیا۔
جمہور آئمہ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کے جوابات یوں دیے جاتے ہیں: دلیل اوّل کا جواب (۱) اس روایت کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن وردان ہے جو قوی نہیں ہے۔ (۲) یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت امام ابوداؤد نے خود تصریح کی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی روایت میں تثلیث نہیں ہے۔ دلیل دوم کا جواب: (۱) اس روایت میں ایک راوی شقیق بن جمرہ ہے جو مختلف فیہ ہے۔ (۲) حضرت امام ابوداؤد خود فرماتے ہیں اصل روایت میں ''توضأ ثلثا'' کے الفاظ ہیں جو اعضاء غسل کے لیے ہیں۔ کسی راوی نے غلطی سے ''مسح ثلثا'' بنا دیا۔ دلیل سوم کا جواب: یہ ایک محض قیاس ہے' جس کی بنا پر نص قرآنی میں ترمیم نہیں کی جا سکتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں: وامسحوا برؤسکم الخ کے

الفاظ موجود ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهُ يَاْخُذُ لِرَاْسِهِ مَاءً جَدِيْدًا

باب 27: سر پر مسح کے لیے نئے سرے سے پانی لینا

33 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ حَبَّانَ بْنِ وَاسِعٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَاَنَّهُ مَسَحَ رَاْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَّرَوٰى ابْنُ لَهِيعَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ حَبَّانَ بْنِ وَاسِعٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَاَنَّهُ مَسَحَ رَاْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ

حکمِ حدیث: وَرِوَايَةُ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَبَّانَ اَصَحُّ

حدیثِ دیگر: لِاَنَّهُ قَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَّغَيْرِهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ لِرَاْسِهٖ مَاءً جَدِيْدًا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ رَاَوْا اَنْ يَّاْخُذَ لِرَاْسِهٖ مَاءً جَدِيْدًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا' آپ نے اپنے سر مبارک کا مسح اس پانی سے کیا' جو بازو دھونے سے بچنے والے پانی کے علاوہ تھا۔ (یعنی آپ نے مسح کے لیے نئے سرے سے پانی لیا تھا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابن لہیعہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ حبان بن واسع کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا' اور آپ نے اپنے سر مبارک کا مسح کیا' اس پانی کے علاوہ پانی سے' جو بازو دھونے سے بچا ہوا تھا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) عمرو بن حارث نے حبان کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' وہ زیادہ مستند ہے' کیونکہ یہی روایت بعض دیگر اسناد سے بھی منقول ہے' جو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے

33- اخرجه مسلم (124/2- نووی): كتاب الطهارة: باب: في وضوء النبي صلى الله عليه وسلم : حديث (236/19): و ابو داؤد (78/1): كتاب الطهارة: باب: صفة وضوء النبي صلى الله عليه وسلم : حديث (120): والدارمي (180/1): كتاب الصلاة و الطهارة: باب: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يا خذ لراسه ماء جديدا' واخرجه احمد (39/4 ,41,40)' وابن خزيمة (80, 79/1): حديث (154)' من طريق حبان بن واسع عن ابيه عن عبدالله بن زيد به-

مسح کے لیے نئے سرے سے پانی لیا تھا۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے'ان کے نزدیک سر پر مسح کرنے کے لیے' نئے سرے سے پانی لیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مَسْحِ الْاُذُنَیْنِ ظَاھِرِھِمَا وَبَاطِنِھِمَا

باب 28: دونوں کانوں کے باہر والے اور اندر والے حصے پر مسح کرنا

34 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ھَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَاْسِہٖ وَاُذُنَیْہِ ظَاھِرِھِمَا وَبَاطِنِھِمَا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنِ الرُّبَیِّعِ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَحَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَکْثَرِ اَھْلِ الْعِلْمِ یَرَوْنَ مَسْحَ الْاُذُنَیْنِ ظُھُوْرِھِمَا وَبُطُوْنِھِمَا

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک اور دونوں کانوں پر'ان کے باہر والے حصے پر اور اندر والے حصے پر مسح کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا'ان کے نزدیک دونوں کانوں پر مسح کیا جائے گا'ان کے باہر والے حصے پر بھی اور اندر والے حصے پر بھی (مسح کیا جائے گا)

شرح

مسح سر کے لیے ماء جدید لینے میں مذاہب آئمہ:

دوران وضو مسح سر کے لیے ماء جدید لیا جائے گا یا ہاتھوں سے بچا ہوا پانی ہی کافی ہوگا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی آراء مختلف ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہاتھوں کے دھونے سے بچا ہوا پانی ہی مسح سر کے لیے کافی ہے۔ آپ کے دلائل یہ ہیں۔(۱) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح رأسه بما غر فضل یدیه (جامع ترمذی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنے ہاتھوں سے بچے ہوئے پانی سے اپنے سر اقدس کا مسح کیا۔(۲) حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح برأسه من فضل ماء

34- اخرجه ابو داؤد (82, 81/1) : کتاب الطهارة: باب: الوضوء مرتین' حدیث (137): وابن ماجه (151/1): کتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء فی مسح الاذنین' حدیث (439): والنسائی (74/1): کتاب الطهارة: باب: مسح الاذنین مع الراس' وما یستدل به علی انهما من الراس' حدیث (102):واخرجه ابن خزیمة (77/1)' حدیث (148): من طریق عطاء بن یسار عن ابن عباس به۔

کان فی یدہ (سنن ابی داؤد) بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کے پانی سے اپنے سراقدس کا مسح کیا۔

(۳) حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: مسح راسہ ببلل یدیہ (الدارقطنی) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کی تری سے اپنے سراقدس کا مسح کیا۔

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک دوران وضو اپنے ہاتھوں سے بچے ہوئے پانی سے سر کا مسح کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ماء جدید لینا ضروری ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے' جس میں مسح سر کے لیے ماء جدید لینے کی صراحت ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمہور (آئمہ ثلاثہ) کی اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: مسح سر کے لیے ماء جدید لینا افضل واولیٰ ہے لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ماء جدید نہ لیا جائے تو کیا مسح درست ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں ہماری دلیل ناطق ہے جبکہ آپ کی ساکت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْاُذُنَيْنِ مِنَ الرَّاْسِ

باب 29: دونوں کان' سر کا حصہ ہیں

35 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ

متنِ حدیث: تَوَضَّاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَّيَدَيْهِ ثَلَاثًا وَّمَسَحَ بِرَاْسِهٖ وَقَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ حَمَّادٌ لَّا اَدْرِىْ هٰذَا مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ مِنْ قَوْلِ اَبِىْ اُمَامَةَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ اَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذَاكَ الْقَائِمِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اَنَّ الْاُذُنَيْنِ مِنَ الرَّاْسِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مَا اَقْبَلَ مِنَ الْاُذُنَيْنِ فَمِنَ الْوَجْهِ وَمَا اَدْبَرَ فَمِنَ الرَّاْسِ قَالَ اِسْحٰقُ وَاَخْتَارُ اَنْ يَّمْسَحَ مُقَدَّمَهُمَا مَعَ الْوَجْهِ وَمُؤَخَّرَهُمَا مَعَ رَاْسِهٖ وقَالَ الشَّافِعِيُّ هُمَا سُنَّةٌ عَلٰى حِيَالِهِمَا يَمْسَحُهُمَا بِمَاءٍ جَدِيْدٍ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا' آپ نے اپنے چہرہ مبارک کو تین مرتبہ دھویا' دونوں بازو تین مرتبہ دھوئے' اپنے سر کا مسح کیا' اور ارشاد فرمایا: دونوں کان' سر کا حصہ ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قتیبہ فرماتے ہیں: حماد نے یہ بات بیان کی ہے: مجھے نہیں معلوم یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

35– اخرجه ابو داؤد (81/1): كتاب الطهارة: باب: صفة وضوء النبى صلى الله عليه وسلم: حديث (134): وابن ماجه (152/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: الاذنان من الراس' حديث (444) واخرجه احمد (268, 264, 258/5): من طريق شهر بن حوشب عن ابى امامة به–

ہے؟ یا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اس کی سند زیادہ مستند نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اور بعد والے اہلِ علم میں سے اکثر کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا یعنی دونوں کان سر کا حصہ ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: کانوں کا آگے والا حصہ چہرے کا حصہ شمار ہوگا اور پیچھے والا حصہ سر کا حصہ شمار ہوگا۔

اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اس بات کو اختیار کرتا ہوں کان کے آگے والے حصے کو چہرے کے ساتھ مسح دھو لیا جائے اور پیچھے والے حصے کا سر کے ساتھ مسح کر لیا جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ دونوں سنت ہیں اور ان دونوں پر نئے پانی سے مسح کیا جائے گا۔

شرح

کان اعضاء مغسول ہیں یا ممسوح؟ نیز ان کا مسح ایک بار ہے یا تین بار؟

کیا کان اعضاء مغسول ہیں یا ممسوح ہیں؟ نیز ان کا مسح ایک بار ہے یا تین بار ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف مذاہب ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کان ممسوح اعضاء ہیں، ان کا مسح سر کے مسح کے ساتھ کیا جائے لیکن ان کے مسح کے لیے نیا پانی لیا جائے گا۔ باقی اعضاء کے غسل کی طرح کانوں کا مسح بھی تین بار کیا جائے گا۔

۲- حضرت امام عامر شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ کان کا باطنی حصہ یعنی جو چہرے کی طرف ہے وہ عضو مغسول ہے اور کان کا ظاہری حصہ جو سر کی جانب ہے وہ ممسوح ہے۔ اس سلسلے میں ان کی عقلی دلیل یہ ہے کہ جب دو آدمی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوں تو کان کے باطنی حصہ سے بھی مواجہہ کی صورت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ حصہ چہرہ میں داخل ہوگا اور عضو مغسول ہونے کے سبب اس کا دھونا لازم ہے۔ اس کا ظاہر چونکہ مواجہہ نہیں ہوتا اس لیے اس کا مسح کیا جائے گا۔

۳- حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ کان عضو ممسوح ہے لہٰذا اس کا مسح کیا جائے گا۔ البتہ اس کے باطنی حصہ کا مسح چہرہ دھوتے وقت کیا جائے گا جبکہ اس کے ظاہر کا مسح سر کے مسح کرتے وقت کیا جائے گا۔

۴- باقی آئمہ فقہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کان ممسوح عضو ہے لہٰذا اس کے دونوں حصوں کا مسح ہوگا البتہ نیا پانی لیے بغیر سر کے مسح کے ساتھ ان کا بھی مسح کیا جائے گا اور مسح میں تثلیث بھی نہیں ہوگی۔ ہاں کانوں کے مسح میں تاخیر ہو جائے اور انگلیوں سے پانی خشک ہو جائے تو مسح کے لیے نیا پانی لینا ضروری ہے۔ انہوں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بطور دلیل پیش کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، اپنے چہرہ انور کو تین بار دھویا، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار

دھویا اور اپنے سراقدس کا مسح کرنے کے بعد فرمایا: ''دونوں کان سر کا حصہ ہیں'' لہٰذا سر کے مسح کے ساتھ ان کا مسح کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَخْلِيْلِ الْاَصَابِعِ

باب 30: انگلیوں کا خلال کرنا

36 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِیْ هَاشِمٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِذَا تَوَضَّاْتَ فَخَلِّلِ الْاَصَابِعَ

قَالَ وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّالْمُسْتَوْرِدِ وَهُوَ ابْنُ شَدَّادٍ الْفِهْرِیُّ وَاَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهٗ يُخَلِّلُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ فِی الْوُضُوْءِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالَ اِسْحٰقُ يُخَلِّلُ اَصَابِعَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فِی الْوُضُوْءِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ هَاشِمٍ اسْمُهٗ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ كَثِيْرٍ الْمَكِّیُّ

◆◆ عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم وضو کرو، تو اپنی انگلیوں کا خلال کرلیا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مستورد (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ ابْنُ شَدَّادٍ الْفِهْرِیُّ ہیں، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا: وضو کے دوران پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا وضو کے دوران خلال کرے گا۔

ابوہاشم (نامی راوی) کا نام اسماعیل بن کثیر مکی ہے۔

37 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّهُوَ الْجَوْهَرِیُّ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا

36- اخرجه النسائی (79/1): كتاب الطهارة: باب: الامر بتخليل الاصابع' حديث (114) وابن ماجه (153/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: تخليل الاصابع' حديث (448)' ابو داؤد (83, 82/1): كتاب الطهارة: باب: فی الاستنثار' حديث (142): واخرجه احمد (33/4) من طريق ابی هاشم عن عاصم بن لقيط بن صبرة عن ابيه به-

37- اخرجه ابن ماجه (153/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: تخليل الاصابع' حديث (447)' واخرجه احمد (287/1)' من طريق صالح مولى التوامة عن ابن عباس به-

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ مُوسٰی بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَی التَّوْاَمَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا تَوَضَّاْتَ فَخَلِّلْ بَيْنَ اَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرلیا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

38 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ الْفِهْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ دَلَكَ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

◆◆ حضرت مستورد بن شداد فہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے وضو کیا' تو آپ نے اپنی چھوٹی انگلی کے ذریعے پاؤں کی انگلیوں کو ملا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف ابن لہیعہ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

دورانِ وضو انگلیوں کا خلال کرنے کا مسئلہ:

دوران وضو اپنے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا مسنون ہے۔ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ مسئلہ مترشح ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ وضو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال فرماتے تھے۔ آپ اپنے دست اقدس کی خنصر (چھوٹی انگلی) سے اپنے پاؤں کی انگلیوں کا خلال فرماتے۔

جن علاقوں میں پانی کی فراوانی ہو وہاں کے لوگ دوران وضو پانی خوب استعمال کرتے ہیں' جس وجہ سے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا درمیان سے خشک رہنے کا امکان نہیں رہتا البتہ جن علاقوں میں پانی کمیاب ہوتا ہے تو وہاں کے لوگ دوران وضو پانی کے استعمال میں احتیاط سے کام لیتے ہیں' جس کے باعث انگلیوں کا بیچ سے خشک رہ جانے کا قوی امکان ہوتا ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر اپنی اُمت کو بوقت وضو انگلیوں کا مسح کرنے کا درس دیا اور اس بارے میں تاکید فرمائی۔ علاوہ ازیں موسم سرما میں جسم کی کھال سکڑ جاتی ہے۔ دوران وضو کہنیوں، ایڑیوں اور انگلیوں کے درمیان میں خشک رہ جانے کا امکان ہوتا ہے۔ اس

38- اخرجه ابو داؤد (85/1): كتاب الطهارة: باب: غسل الرجلين' حديث (148) وابن ماجه (152/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: تخليل الاصابع' حديث (446) واخرجه احمد (229/4) من طريق ابى عبدالرحمن الحبلى عن المستورد بن شداد به۔

لیے خلال کی تاکید فرمائی گئی ہے تاکہ وضو میں خلل کے باعث نماز میں خلل کی نوبت نہ آئے۔
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال سنت ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلال اصابع مستحب ہے چونکہ سنت اور مستحب دونوں قریب المعنی والمفہوم ہیں۔ یہ زیادہ اختلافی مسئلہ نہیں بنتا، اس لیے اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ

باب 31: ''(بعض) ایڑھیوں کے لیے جہنم کی بربادی ہے''

39 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ قَالَ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَّعَآئِشَةَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ هُوَ ابْنُ جَزْءٍ الزُّبَيْدِىُّ وَمُعَيْقِيْبٍ وَّخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ وَشُرَحْبِيْلَ ابْنِ حَسَنَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَيَزِيْدَ ابْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ وَبُطُوْنِ الْاَقْدَامِ مِنَ النَّارِ قَالَ

مذاہب فقہاء: وَفِقْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمَا خُفَّانِ اَوْ جَوْرَبَانِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: (بعض) ایڑھیوں کے لیے جہنم کی بربادی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عبداللہ بن حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ، یہ حارث معیقیب ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے بھی روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: (وضو کے دوران سوکھی رہ جانے والی) ایڑھیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے لیے جہنم کی بربادی ہے''۔

39- اخرجه مسلم (131/2- نووی): کتاب الطهارة: باب: وجوب غسل الرجلين بكما لهما' حديث (252/30)' وابن ماجه (154/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: غسل العراقيب' حديث (453)' واخرجه احمد (2, 282, 389)' وابن خزيمة (84/1): حديث (162): من طريق ابن صالح عن ابيه عن ابى هريرة به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں فقہ کی بات یہ ہے: اگر پاؤں پر موزے یا جرابیں نہ ہوں تو پاؤں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے (بلکہ انہیں دھونا فرض ہے)

شرح

مسئلہ کی توضیح:

وضو کے فرائض سے ایک پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا ہے۔ دوسرے فرائض وضو کی طرح اگر اس میں بھی تقصیر و کوتاہی ہوئی تو وضو نہیں ہوگا۔ اگر وضو نہ ہوا تو نماز نہ ہونے تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاؤں دھونے میں کوئی شخص بے احتیاطی سے کام لیتا ہے تو اس کے لیے حدیث باب میں یہ وعید بیان کی گئی ہے کہ ایڑیوں اور پاؤں کے تلوؤں کو آتش کی سزا دی جائے گی۔

پاؤں کے عضو ممسوح ہونے یا مغسول میں مذاہب:

وضو کرتے وقت ہاتھوں اور چہرے کی طرح پاؤں کو بھی دھویا جائے گا یا سر کی طرح اس کا مسح کیا جائے گا؟ اس میں امامیہ اور اہل سنت کے درمیان اختلاف ہے۔

(۱) اہل سنت و جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ ہاتھوں اور چہرے کی طرح پاؤں بھی مغسول عضو ہے۔ دوران وضو دونوں پاؤں نہایت احتیاط کے ساتھ ٹخنوں تک دھوئے جائیں گے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

(۱) ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر تھے۔ جب ایک مقام پر پانی کے پاس پہنچے تو نماز عصر کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ انہوں نے عجلت سے وضو کیا جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کی ایڑیاں خشک رہ گئیں۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ویل للعقاب من النار (مشکوٰۃ، جلداوّل ص ۴۶) وضو کے وقت خشک رہنے والی ایڑیوں کے لیے دوزخ (کے عذاب) کی وعید ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پاؤں پر مسح نہیں ہے بلکہ دھوئے جائیں گے۔

(۲) وضو کامل کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص دوران وضو اچھے طریقہ سے اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے گناہ خارج ہو جاتے ہیں''۔ اس سے معلوم ہوا کہ پاؤں کا وظیفہ غسل ہے، مسح نہیں ہے۔

(۳) ارشاد ربانی ہے: وارجلکم الی الکعبین الخ نصب والی قرأت کی صورت میں، اس کا عطف ایدیکم الخ پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہاتھوں کی طرح تم اپنے پاؤں بھی دھوؤ۔

(۴) امامیہ کا مؤقف یہ ہے کہ وضو کے وقت پاؤں کا وظیفہ مسح ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ مغسول اعضا ہیں جبکہ سر اور پاؤں ممسوح اعضاء ہیں۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: وارجلکم الخ جر کی صورت میں، ان کے نزدیک اس کا عطف ایدیکم پر نہیں ہے بلکہ رؤسکم پر ہے۔ یعنی جس طرح سر کا مسح کیا جاتا ہے، اسی طرح پاؤں کا بھی مسح کیا جائے گا۔

اہل سنت کی طرف سے اس دلیل کے کئی جوابات دیے گئے ہیں: (۱) دو قراءتیں دو آیات کے حکم میں ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ دو حالتوں پر محمول کی جاتی ہیں مثلاً: ولا تقربوھن حتّٰی یطھرن اور یطھرن تخفیف اور تشدید دو قراءتیں دو حالتوں پر محمول کی جاتی ہیں۔ تخفیف والی قرأت کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ دس دن مکمل ہونے پر حیض ختم ہو جائے تو معمولی طہارت یعنی خون

حیض کا ختم ہونا جواز جماع کے لیے کافی ہوگا۔ تشدید والی قرأت کی صورت میں مراد یہ ہوگا کہ دس دن سے کم مدت میں خون حیض ختم ہوا ہو تو مکمل پاکی یعنی غسل کے بعد جواز جماع ثابت ہوگا۔ (۲) جب دو قریب المعنی عاملوں کے دو معمول بن رہے ہوں تو دونوں میں سے ایک عامل کو حذف کر کے اس کے معمول کا دوسرے عامل کے معمول پر عطف عطف ڈالنا صحیح ہوتا ہے۔ مثلاً علفتها بتنا واشربتها ماء باردا (اس عورت نے) سواریوں کو بھوسہ کھلایا اور انہیں ٹھنڈا پانی پلایا جو در حقیقت یوں تھا: علفتها بتنا واشربتها ماء باردا۔ اسی طرح: وامسحوا برؤوسكم واغسلوا ارجكم ہے۔ یہاں بھی "واغسلوا" عامل کو حذف کیا گیا اور "ارجلكم" کا "رؤوسكم" پر عطف ڈالا گیا ہے۔ (۳) اس مقام پر جر جواری کے جر کی مناسبت سے آئی ہے کیونکہ عربی زبان میں ایسے ہوتا ہے مثلاً مشہور ارشاد نبوی ہے: من ملك ذارحم محرم عتق عليه ۔ دراصل "محرما" تھا بعدازاں "رحم" مجرور ہونے کے باعث "محرما" کو بھی مجرور بنادیا گیا۔ بالکل اسی طرح اس آیت میں "رؤوسكم" کے سبب "ارجلكم" کو بھی مجرور کیا گیا۔ البتہ معنی نصب کی صورت والے ہوں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَّرَّةً

باب 32: (اعضاء وضو) ایک ایک مرتبہ دھونا

40 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّهَنَّادٌ وَّقُتَيْبَةُ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ خ قَالَ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مَرَّةً مَّرَّةً

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَّبُرَيْدَةَ وَاَبِىْ رَافِعٍ وَّابْنِ الْفَاكِهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اَحْسَنُ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاَصَحُّ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ وَّغَيْرُهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مَرَّةً مَّرَّةً قَالَ وَلَيْسَ هٰذَا بِشَيْءٍ وَّالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى ابْنُ عَجْلَانَ وَهِشَامُ بْنُ سَعْدٍ وَّسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک، ایک مرتبہ وضو کیا۔

اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن فاکہ رضی اللہ عنہ سے

40- اخرجه البخاری (311/1): كتاب الوضوء: باب: الوضوء مرة مرة حديث (157): وابو داؤد (82/1): كتاب الطهارة: باب: الوضوء مرة مرة حديث (138) والنسائي (62/1): كتاب الطهارة: باب: الوضوء مرة مرة حديث (80): وابن ماجه (143/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء في الوضوء مرة مرة حديث (411) والدارمي (177/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب: الوضوء مرة مرة واخرجه احمد (233/1, 332, 336): وعبد بن حميد (232, 233): حديث (702): من طريق عطاء بن يسار عن ابن عباس به۔

احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس باب میں ''احسن'' اور ''اصح'' ہے اور دیگر حضرات نے اس حدیث کو ضحاک کے حوالے سے، زید بن اسلم کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک، ایک مرتبہ وضو کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے صحیح روایت وہ ہے جسے ابن عجلان ہشام بن سعد، سفیان ثوری اور عبدالعزیز بن محمد نے زید بن اسلم کے حوالے سے، عطا بن یسار کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

باب 33: دو، دو مرتبہ اعضائے وضو دھونا

41 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ هُوَ الْاَعْرَجُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ وَهُوَ اِسْنَادٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى هَمَّامٌ عَنْ عَامِرٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو، دو مرتبہ وضو کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف ابن ثوبان کے حوالے سے عبداللہ بن مفضل کے حوالے سے جانتے ہیں اور یہ سند ''حسن صحیح'' ہے۔

ہمام نے اسے عامر احول کے حوالے سے، عطا کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین، تین مرتبہ وضو کیا تھا۔

41- اخرجہ ابو داؤد (1/81): کتاب الطھارۃ: باب: الوضوء مرتین حدیث (136)؛ واخرجہ احمد (2/288, 364)؛ من طریق عبدالرحمن بن ھرمز الاعرج عن ابی ھریرۃ بہ-

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

باب 34: تین، تین مرتبہ اعضائے وضو دھونا

42 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي حَيَّةَ عَنْ عَلِيٍّ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ وَعَائِشَةَ وَالرُّبَيِّعِ وَابْنِ عُمَرَ وَاَبِي اُمَامَةَ وَاَبِي رَافِعٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَّمُعَاوِيَةَ وَاَبِي هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَّاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ اَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَاَصَحُّ لِاَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْوُضُوْءَ يُجْزِئُ مَرَّةً مَّرَّةً وَّمَرَّتَيْنِ اَفْضَلُ وَاَفْضَلُهُ ثَلَاثٌ وَّلَيْسَ بَعْدَهٗ شَيْءٌ

وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ لَا اٰمَنُ اِذَا زَادَ فِي الْوُضُوْءِ عَلَى الثَّلَاثِ اَنْ يَّاْثَمَ وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ لَا يَزِيْدُ عَلَى الثَّلَاثِ اِلَّا رَجُلٌ مُّبْتَلًى

◆◆ ابواسحاق، ابوحیہ کے حوالے سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین، تین مرتبہ وضو کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ربیع رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث اس باب میں ''احسن'' اور ''اصح'' ہے' کیونکہ یہ کئی حوالوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عام اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' یعنی ایک، ایک مرتبہ وضو کرنا جائز ہے دو، دو مرتبہ کرنا بہتر ہے' اور تین مرتبہ کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے اس سے زیادہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص تین سے زیادہ مرتبہ وضو کرے مجھے اندیشہ ہے: وہ گنہگار ہوگا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تین سے زیادہ مرتبہ وہی وضو کرے گا' جو وہم یا شک میں مبتلا ہو۔

42- اخرجه ابو داؤد (76/1): كتاب الطهارة: باب: صفة وضوء النبى صلى الله عليه وسلم' حديث (611): وابن ماجه (150/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء فى مسح الراس' حديث (436) والنسائى (70/1, 71): كتاب الطهارة: باب: عدد غسل اليدين حديث (96): واخرجه احمد (120/1, 125, 127, 148) من طريق ابى حية عن على بن ابى طالب به

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ مَرَّةً وَّمَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا

باب 35: ایک، دو، یا تین مرتبہ وضو کرنا

43 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ ثَابِتِ بْنِ اَبِيْ صَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ جَعْفَرٍ حَدَّثَكَ جَابِرٌ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مَرَّةً مَّرَّةً وَّمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ

حدیثِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى وَكِيْعٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ اَبِيْ صَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ جَعْفَرٍ حَدَّثَكَ جَابِرٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مَرَّةً مَّرَّةً قَالَ نَعَمْ

اسنادِ دیگر: وحَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ وَّقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ ثَابِتِ بْنِ اَبِيْ صَفِيَّةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ لِاَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ هٰذَا عَنْ ثَابِتٍ نَحْوَ رِوَايَةِ وَكِيْعٍ

توضیحِ راوی: وَشَرِيْكٌ كَثِيْرُ الْغَلَطِ وَثَابِتُ بْنُ اَبِيْ صَفِيَّةَ هُوَ اَبُوْ حَمْزَةَ الثُّمَالِيُّ

◆◆ ثابت بن ابوصفیہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابوجعفر یعنی امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ کو یہ حدیث سنائی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک، ایک مرتبہ اور دو مرتبہ دو مرتبہ اور تین، تین مرتبہ وضو کیا ہے انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

وکیع نے اس حدیث کو ثابت بن ابوصفیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے امام ابوجعفر (امام باقر رحمۃ اللہ علیہ) سے دریافت کیا: کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آپ نے یہ حدیث سنی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک، ایک مرتبہ وضو کیا ہے انہوں نے جواب دیا: "جی ہاں"۔

قتیبہ اور ہناد نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے وہ دونوں یہ بیان کرتے ہیں: وکیع نے ثابت بن ابوصفیہ کے حوالے سے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت شریک کی حدیث سے یہ زیادہ مستند ہے کیونکہ یہ کئی حوالوں سے ثابت سے منقول ہے جو وکیع کی روایت کی مانند ہے جبکہ شریک بکثرت غلطی کرتے ہیں۔

ثابت بن ابوصفیہ ابوحمزہ ثمالی ہیں۔

43- اخرجه ابن ماجه (143/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء في الوضوء مرة مرة حديث (410) من طريق ثابت بن ابي صفية الثمالي عن جعفر عن جابر بن عبدالله به-

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَتَوَضَّأُ بَعْضَ وُضُوْئِهِ مَرَّتَيْنِ وَبَعْضَهُ ثَلَاثًا

باب 36: جو شخص کچھ (اعضاءِ) وضو دو مرتبہ اور کچھ تین مرتبہ دھوئے

44 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ مَرَّتَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ ذُكِرَ فِي غَيْرِ حَدِيْثٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ بَعْضَ وُضُوْئِهِ مَرَّةً وَّبَعْضَهُ ثَلَاثًا

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي ذٰلِكَ لَمْ يَرَوْا بَاْسًا اَنْ يَّتَوَضَّاَ الرَّجُلُ بَعْضَ وُضُوْئِهِ ثَلَاثًا وَّبَعْضَهُ مَرَّتَيْنِ اَوْ مَرَّةً

◆◆ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا' آپ نے اپنے چہرۂ مبارک کو تین مرتبہ دھویا دونوں بازوؤں کو دو، دو مرتبہ دھویا ایک مرتبہ سر پر مسح کیا' اور دونوں پاؤں دو مرتبہ دھوئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

دوسری حدیث میں یہ بات ذکر کی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض وضو ایک مرتبہ کیا' اور بعض تین مرتبہ کیا۔

بعض اہلِ علم نے اس کی رخصت دی ہے' ان کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے: کوئی شخص بعض وضو کو تین مرتبہ کرے اور بعض کو دو یا ایک مرتبہ کرے۔

شرح

اعضاءِ وضو کو دھونے کی تعداد کا مسئلہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل پانچ ابواب کی روایات میں ایک ہی مسئلہ بیان کیا ہے، وہ ہے اعضاءِ وضو کو

44- اخرجه البخاري (347/1): كتاب الوضوء' باب: مسح الراس كله' حديث (38)' و مسلم (123/2-نووي): كتاب الطهارة: باب: في وضوء النبي صلى الله عليه وسلم' حديث (235/18)' وابو داؤد (78/1): كتاب الطهارة' باب: صفة وضوء النبي صلى الله عليه وسلم' حديث (119)' وابن ماجه (142/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: المضمضة والاستنشاق من كف واحد' حديث (405)' والنسائي (72, 71/1): كتاب الطهارة' باب: صفة مسح الراس' حديث (98)' والدارمي (177/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: الوضوء مرتين مرتين' واخرجه مالك في الموطا (18/1): كتاب الطهارة: باب: العمل في الوضوء' حديث (1)' واحمد (40, 38/4)' وابن خزيمة (80/1)' حديث (155)' والحميدي (202/1)' حديث (417)' من طريق عمرو بن يحيى عن ابيه عن عبدالله بن زيد به۔

دھونے کی مقدار (تعداد)۔ پہلے باب کی روایت میں اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھونے، دوسرے کی روایت میں دو دو دفعہ دھونے، تیسرے میں تین تین بار، چوتھے میں مجموعی طور پر سب کو بیان کیا گیا ہے اور پانچویں میں ایک ہی وضو میں بعض اعضاء کو دو دو بار بعض کو تین تین بار دھونے کا ذکر ہے۔ یہ سب کی سب صورتیں جائز ہیں بشرطیکہ کسی عضو کا کوئی حصہ خشک نہ رہے۔ ان سب روایات میں بیان جواز مقصود ہے لیکن حضور اقدس کا دائمی و مستمرہ طریقہ اعضاء وضو کو تین تین بار دھونے کا تھا۔ مسئلہ دراصل یہ ہے کہ وضو میں ہر عضو کو ایک ایک بار دھونا فرض، دو دو بار دھونا درجہ فضیلت اور تین تین بار دھونا افضل ہے۔ اگر اعضاء وضو کو تین تین بار دھونے سے بھی یقینی تصور میں شبہ ہو تو اعضاء وضو چار چار یا پانچ پانچ بار بھی دھوئے جاسکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ كَانَ

باب 37: نبی اکرم ﷺ کا وضو کرنے کا طریقہ کیا تھا؟

45 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِىْ حَيَّةَ قَالَ (1)

متنِ حدیث: رَاَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّاَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا وَّاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَّذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا وَّمَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ فَضْلَ طَهُوْرِهٖ فَشَرِبَهٗ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ طُهُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَالرُّبَيِّعِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ وَّعَآئِشَةَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ ذَكَرَ عَنْ عَلِيٍّ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِىْ حَيَّةَ

اختلافِ روایت: اِلَّا اَنَّ عَبْدَ خَيْرٍ

قَالَ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طُهُوْرِهٖ اَخَذَ مِنْ فَضْلِ طَهُوْرِهٖ بِكَفِّهٖ فَشَرِبَهٗ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ رَوَاهُ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ اَبِىْ حَيَّةَ وَعَبْدِ خَيْرٍ وَّالْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ وَّقَدْ رَوَاهُ زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِيْثَ الْوُضُوْءِ بِطُوْلِهٖ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

(۱)— اخرجه ابو داؤد (144,143/1): كتاب الطهارة' باب: صفة وضوء النبى صلى الله عليه وسلم' حديث (113,111)' وابن ماجه (142/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: المضمضة والاستنشاق من كف واحد' حديث (405)' والنسائى (68/1): كتاب الطهارة' باب: غسل الوجه' حديث (92)' والدارمى (178/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: فى المضمضة' واخرجه احمد (135,123, 113, 110/1)' وابن خزيمة (76/1)' حديث (147)' من طريق عبد خير عن على بن ابى طالب به۔

قَالَ وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ فَاَخْطَاَ فِيْ اسْمِهِ وَاسْمِ اَبِيْهِ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ عُرْفُطَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ

قَالَ :وَرُوِيَ عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ

قَالَ :وَرُوِيَ عَنْهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ عُرْفُطَةَ مِثْلُ رِوَايَةِ شُعْبَةَ وَالصَّحِيْحُ خَالِدُ بْنُ عَلْقَمَةَ

◄► ابوحیہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا انہوں نے دونوں ہاتھ دھوئے انہیں اچھی طرح صاف کیا' پھر تین مرتبہ کلی کی' پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا' پھر چہرے کو تین مرتبہ دھویا' پھر دونوں بازوؤں کو تین مرتبہ دھویا' پھر سر پر ایک مرتبہ مسح کیا'' پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے' پھر وہ کھڑے ہوئے اور وضو سے بچا ہوا پانی پی لیا۔ انہوں نے کھڑے ہوکر اسے پیا' پھر انہوں نے ارشاد فرمایا: میں یہ چاہتا تھا' تمہیں دکھاؤں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ربیع رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات منقول ہیں۔

قتیبہ اور ہناد نے اس روایت کو ابواحوص کے حوالے سے ابواسحاق کے حوالے سے عبد خیر سے نقل کیا ہے' انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ابوحیہ کی حدیث کی مانند نقل کیا ہے' تاہم عبد خیر یہ بیان کرتے ہیں: جب آپ رضی اللہ عنہ وضو کر کے فارغ ہوئے' تو انہوں نے اپنے وضو سے بچا ہوا پانی اپنے ہاتھ میں لیا اور پی لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جسے ابواسحاق ہمدانی نے ابوحیہ، عبد خیر اور حارث کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

اس روایت کو زائدہ بن عوانہ اور دیگر حضرات نے خالد بن علقمہ کے حوالے سے عبد خیر کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' جو وضو سے متعلق طویل حدیث ہے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شعبہ نے اس حدیث کو خالد بن علقمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' انہوں نے ان کے نام اور ان کے والد کے نام میں غلطی کی ہے۔ انہوں نے یہ کہا ہے: اسے مالک بن عرفطہ نے عبد خیر کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت ابوعوانہ کے حوالے سے اب خالد علقمہ کے حوالے سے عبد خیر کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

وہ فرماتے ہیں: اسی حدیث کو ان سے مالک بن عرفطہ کے حوالے سے شعبہ کی روایت کی مانند نقل کیا ہے' تاہم صحیح خالد بن علقمہ ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت:

اب تک جتنے ابواب گزرے ہیں ان میں وضو کے انفرادی اجزاء کو بیان کیا گیا ہے لیکن اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کے مکمل وضو کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں کوفہ میں لوگوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کر کے دکھایا۔ آپ نے سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر تین بار کلی کی، تین بار ناک میں پانی ڈالا، تین بار اپنا چہرہ دھویا۔ دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے، اپنے سر کا مسح کیا اور ٹخنوں سمیت اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر وضو کا باقی ماندہ پانی لے کر کھڑے ہو کر نوش کیا۔

حدیث باب احناف کے مؤقف کی دلیل ہے، جس سے خاص طور پر چند مسائل معلوم ہوئے:

☆ وضو کا مکمل طریقہ اور ترتیب وضو

☆ سر کا مسح ایک بار اور باقی اعضاء وضو تین بار دھونا

☆ وضو بیٹھ کر کرنا

☆ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر نوش کرنا

کھڑے ہو کر پانی نوش کرنا:

شرعی نقطہ نظر سے کھڑا ہو کر کھانا پینا منع ہے کیونکہ جانور کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں۔ البتہ چند پانی کھڑے ہو کر پینا جائز ہیں:

۱- وضو کا باقی ماندہ پانی: حصول ثواب اور نماز کی ادائیگی کی نیت سے جب انسان پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ بابرکت ہو جاتا ہے۔ اس پانی کے بابرکت ہو جانے کی وجہ سے اسے کھڑا ہو کر پینا جائز ہے تا کہ برکت تمام جسم میں سرایت کر جائے۔

۲- آب زمزم: اس پانی کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی طرف ہے، جس وجہ سے اس میں برکت ہے۔ علاوہ ازیں یہ پانی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ کھڑے ہو کر پینے سے اس کی برکت تمام جسم میں سرایت کرے گی۔

۳- پیر و مرشد کا جھوٹا پانی: اس کے کھڑا ہو کر نوش کرنے سے فیضان صحبت و روحانیت حاصل ہوگی۔

۴- استاذ کا جھوٹا پانی: اس پانی کے نوش کرنے سے علمی فیضان حاصل ہوگا۔

۵- والدین کا جھوٹا پانی: اس کے پینے سے والدین کی رضا و خوشنودی میں اضافہ ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں خوشنودی باری تعالیٰ کی دولت حاصل ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّضْحِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ

باب 38: وضو کرنے کے بعد (شرمگاہ پر) پانی چھڑکنا

46 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ اَبِي عُبَيْدِ اللّٰهِ السَّلِيْمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

46- اخرجه ابن ماجه (157/1): كتاب الطهارة وسننها، باب: ماجاء في النضح بعد الوضوء، حديث (463) من حديث عبد الرحمن الاعرج عن ابي هريرة به-

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاءَنِیْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِحْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِیُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِی الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَاَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ

توضیح راوی: وقَالَ بَعْضُهُمْ سُفْيَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَوِ الْحَكَمُ بْنُ سُفْيَانَ وَاضْطَرَبُوْا فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جبریل میرے پاس آئے اور بولے: اے حضرت محمد! جب آپ وضو کرلیں (تو اپنی شرمگاہ پر) پانی چھڑک لیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا (اس حدیث کے ایک راوی) حسن بن علی ہاشمی ''منکر الحدیث'' ہیں۔

وہ فرماتے ہیں: اس باب میں ابوحکم بن سفیان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث منقول ہیں۔

بعض حضرات نے راوی کا نام سفیان بن حکم بیان کیا ہے' اور بعض نے حکم بن سفیان بیان کیا ہے ان حضرات نے اس حدیث کی سند میں اضطراب بیان کیا ہے۔

شرح

نضح بالماء کا مفہوم وفوائد:

بعض علماء کے نزدیک لفظ ''انتضاح'' اور ''نضح'' سے مراد استنجاء بالماء ہے، اس معنی کے اعتبار سے ''اذا توضأت'' کا مفہوم ''اذا اردت الوضوء'' ہوگا۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ ''انتضاح و نضح'' سے مراد وضو کے باقی ماندہ پانی کو چہرے اور پیشانی پر بہانا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا۔ اکثر محدثین و محققین کے نزدیک اس سے مراد بعد از وضو پانی کے زیر جامہ چھینٹے لگانا ہے۔ اس میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ دوران نماز جب کسی نمازی کو تری محسوس ہو تو اسے وسوسہ ہوگا کہ یہ پیشاب کا قطرہ ہے۔ شیطان کے اس وسوسہ کے نتیجے میں وہ وضو کرنے اور کپڑا دھونے کی طرف متوجہ ہوگا جس سے اس کی نماز بھی فوت ہوسکتی ہے۔

علاوہ ازیں وضو کے باقی ماندہ پانی کو زیر جامہ چھڑکنے کی ایک حکمت وراز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وضو سے اصل مقصود طہارت باطنی ہے مگر عملی طور پر ظاہری جسم کو دھویا جاتا ہے۔ اس طرح ظاہری طہارت کے بعد دو امور ایسے تجویز کیے گئے ہیں جن سے طہارت باطنی کا حصول ممکن ہوسکتا ہے۔ ایک وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہوکر پینا اور دوسرا نضح الفرج ہے۔ ان دونوں امور سے طہارت باطنی بھی حاصل ہو جاتی ہے اور شہوت کا بھی انقطاع ہو جاتا ہے۔ پیشاب کے قطرہ سے بچنے کے تین طریقے مزید ہیں:

(۱)ڈھیلوں کا استعمال کرنا(۲)چند قدم زمین پر چلنا(۳)اپنے پاؤں کو زمین پر مارنا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ

باب 39: اچھی طرح وضو کرنا

47 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ

اسنادِ دیگر: وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ نَحْوَهُ.

اختلافِ روایت: وقَالَ قُتَيْبَةُ فِيْ حَدِيْثِهِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ ثَلَاثًا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبِيْدَةَ وَيُقَالُ عُبَيْدَةُ بْنُ عَمْرٍو وَعَائِشَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ الْحَضْرَمِيِّ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَّالْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ يَعْقُوْبَ الْجُهَنِيُّ الْحُرَقِيُّ وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کیا میں تمہاری رہنمائی اس چیز کی طرف نہ کروں؟ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کی وجہ سے درجات کو بلند کرتا ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: جب ناپسند ہو اس وقت اچھی طرح وضو کرنا، دور سے چل کر مسجد کی طرف آنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی تیاری ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ حضرت قتیبہ اپنی روایت میں یہ الفاظ بیان کرتے ہیں: "یہی تیاری ہے، یہی تیاری ہے، یہی تیاری ہے۔ یعنی یہ الفاظ تین مرتبہ ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ، ایک قول کے مطابق حضرت عبیدہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبدالرحمٰن بن عائشہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

47– اخرجه الامام مالك في الموطا (161/1): كتاب قصر الصلاة في السفر' باب: انتظار الصلاة والمشي اليها' حديث (55)' ومسلم (142/2- النووي): كتاب الطهارة' باب: فضل اسباغ الوضوء على المكاره' حديث (251/41)' واخرجه النسائي (144,143/1): كتاب الطهارة' باب: الفضل في اسباغ الوضوء' حديث (143)' واحمد (235/2, 277, 301)' وابن خزيمة (6/1)' حديث (5) من طريق العلاء بن عبدالرحمٰن بن يعقوب عن ابيه عن ابي هريرة به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس باب میں ''حسن صحیح'' ہے۔
علاء بن عبدالرحمٰن' ابن یعقوب جہنی ہیں اور یہ علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

شرح

گناہ مٹانے والے نیک اعمال:

لفظ ''الا'' برائے تنبیہ ہے' جس کا مقصد لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے اور اس کے ذریعے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا، البتہ اگر کوئی جواب دے دے تو تب بھی درست ہے۔

مثبت کلام کے ذریعے سوال کرنے کے جواب میں ''نعم'' اور منفی کلام کے ذریعے سوال کے جواب میں بلی کہنا زیادہ بہتر ہے۔ مثلاً جاء زید؟ کے جواب میں نعم کہا جائے اور الست بربکم؟ کے جواب میں ''بلی'' کہا جائے۔ حدیث باب میں بھی نفی کے جواب میں ''بلی'' کہا گیا ہے۔

اس حدیث میں تین اعمال کو بیان کیا گیا ہے جن کے ذریعے گناہ مٹتے ہیں اور درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان اعمال ثلاثہ کی تفصیل درج ذیل پیش کی جاتی ہے:

۱- طبیعت پر ناگوار گزرنے کے باوجود وضو کامل کرنا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص وضو کرتے وقت اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کے گناہ خارج ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ناخنوں کے نیچ سے بھی۔ جب کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے گناہ ختم کر دیے جاتے ہیں۔ جب اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ مٹائے جاتے ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ ختم کر دیے جاتے ہیں حتیٰ کے ناخنوں کے نیچ سے بھی۔ وضو کامل کرنے کے بعد نوافل وغیرہ ادا کرتا ہے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے گویا ابھی پیدا ہوا ہو۔

۲- دوسری چیز جس سے گناہ مٹتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں، وہ مسجد کی طرف دور سے سفر کر کے جانا ہے۔ نمازی کے ہر قدم اٹھانے پر ایک گناہ مٹتا ہے اور زمین پر رکھنے سے ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ مسلمان نمازی ہو اور وہ باقاعدگی سے مسجد میں جا کر نماز پڑھتا ہو تو اس کی زندگی بھر کے مسجد کی طرف اٹھنے والے پاؤں کا حساب لگایا جائے گا۔ اس کے نامہ اعمال کثیر تعداد میں نیکیوں کا ذخیرہ ہوگا۔ پھر اگر وہ باجماعت نماز ادا کرنے کا پابند ہوگا تو اکیلا پڑھنے سے ۲۵ یا ۲۷ گناہ زیادہ ثواب عطا کیا جائے گا۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے گھر مسجد نبوی شریف سے فاصلے پر تھے تو انہیں مسجد میں آنے کے لیے کافی دقت پیش آتی تھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ گھروں کو فروخت کر کے مسجد نبوی کے قریب گھر بنا لیے جائیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر فروخت مت کرو کیونکہ جتنی دور سے تم چل کر آتے ہو تو تمہارے نامہ اعمال میں زیادہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ انہوں نے آپ کے ارشاد کے مطابق اپنے گھر تبدیل کرنے کا فیصلہ ختم کر دیا۔

۳- تیسری چیز یہ ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ اس سے بھی گناہ مٹتے ہیں اور درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ اس کے کئی مطالب و مفاہیم ہو سکتے ہیں: (۱) ایک نماز ادا کر کے دوسری نماز کے انتظار کے لیے مسجد میں ٹھہرے رہنا (۲) دوسری

نماز کا وقت یا اذان ہونے پر جلدی سے نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں آنا (۳) نماز کے بعد اپنے گھر چلے جانا یا کاروبار میں مصروف ہو جانا، جونہی نماز کا وقت ہوا مسجد میں پہنچ جانا۔

مندرجہ بالا تینوں امور متعلقات نماز سے ہیں جبکہ نماز کے لیے وضو ضروری ہے۔ وضو کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ وضو کامل کرتے وقت اعضاءِ وضو پر خوب پانی بہایا جائے یہاں تک کہ ایک بال کا اندازہ بھی خشک نہ رہنے پائے۔ ایسے وضو کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّمَنْدُلِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ

باب 40: وضو کے بعد رومال استعمال کرنا

48 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعِ بْنِ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ عَنْ اَبِي مُعَاذٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا بَعْدَ الْوُضُوْءِ (۱)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ لَيْسَ بِالْقَائِمِ وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مُعَاذٍ يَقُوْلُوْنَ هُوَ سُلَيْمَانُ بْنُ اَرْقَمَ وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

فی الباب: قَالَ وَفِي الْبَاب عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کپڑا تھا آپ وضو کے بعد اس کے ذریعے جسم خشک کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مستند نہیں ہے' اور اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستند طور پر کوئی چیز منقول نہیں ہے۔

محدثین فرماتے ہیں: ابو معاذ نامی راوی سلیمان بن ارقم ہے' اور یہ علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

49 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمٍ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ مَسَحَ وَجْهَهُ بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ (۲)

(۱)- صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے صرف امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(۲)- صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے صرف امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ جیسا کہ تحفۃ الاشراف کے مصنف نے یہ بات بیان کی ہے۔ ملاحظہ ہو تحفۃ الاشراف 11335'406/8

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ

توضیح راوی: وَرِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمٍ الْاَفْرِيْقِيُّ يُضَعَّفَانِ فِى الْحَدِيْثِ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ فِى التَّمَنْدُلِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ

وَمَنْ كَرِهَهٗ اِنَّمَا كَرِهَهٗ مِنْ قِبَلِ اَنَّهٗ قِيْلَ اِنَّ الْوُضُوْءَ يُوْزَنُ

وَرُوِىَ ذٰلِكَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَالزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِيْهِ عَلِيُّ بْنُ مُجَاهِدٍ عَنِّيْ وَهُوَ عِنْدِيْ ثِقَةٌ عَنْ ثَعْلَبَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اِنَّمَا كُرِهَ الْمِنْدِيْلُ بَعْدَ الْوُضُوْءِ لِاَنَّ الْوُضُوْءَ يُوْزَنُ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وضو کیا' اور پھر اپنے کپڑے کے کنارے سے چہرے کو پونچھ لیا۔

یہ حدیث ''غریب'' ہے اس کی سند ضعیف ہے۔ رشدین بن سعد اور عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم میں سے ایک گروہ نے اس کی رخصت دی ہے: وضو کے بعد رومال استعمال کیا جائے۔

جن حضرات نے اسے مکروہ قرار دیا ہے' انہوں نے اس حوالے سے مکروہ قرار دیا ہے' کیونکہ یہ بات روایت کی جاتی ہے' وضو (سے بچے ہوئے پانی) کا وزن کیا جاتا ہے۔

یہ بات سعید بن مسیب اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

محمد بن حمید نے جریر کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے: علی بن مجاہد نے میرے ہی حوالے سے مجھے یہ حدیث سنائی ہے' اور وہ میرے نزدیک ثقہ ہے' انہوں نے ثعلبہ کے حوالے سے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: وضو کے بعد رومال استعمال کرنا مکروہ ہے' کیونکہ وضو (کا پانی) وزن کیا جاتا ہے۔

شرح

اعضاءِ وضو کو رومال سے خشک کرنے میں مذاہبِ آئمہ:

لفظ ''منديل'' (بکسرہ میم) ندل یندل ندلا سے بنا ہے۔ اس کا معنی عجلت سے کوئی چیز اچک لینا، منتقل کر دینا ہے۔ چونکہ وضو اور غسل کے بعد تولیہ یا رومال استعمال کیا جائے تو وہ جسم یا اعضاءِ وضو سے پانی کو اُچک لیتا ہے یا اسے خشک کر دیتا ہے۔ اسی مناسبت سے اسے مندیل کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں لفظ ''منشفة'' بھی اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ غسل اور وضو کے بعد تولیہ یا رومال کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا قدرے

اختلاف ہے۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک رائے، حضرت سعید بن میبب اور حضرت امام زہری رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ رومال یا تولیہ استعمال نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کا استعمال مکروہ ہے۔ان کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل فرمانے کے بعد انہوں نے آپ کی خدمت میں جسم مبارک خشک کرنے کے لیے کپڑا پیش کیا تو آپ نے قبول نہ فرمایا اور اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔(مشکوٰۃ ص ۴۳۶) (۲) بروز قیامت وضو کا پانی تولا جائے گا، جب اسے خشک کر دیا گیا تو قیامت کے دن تولا نہیں جا سکے گا۔زیر مطالعہ احادیث کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ ضعیف ہے، جس وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی کی ایک رائے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک غسل اور وضو کے بعد رومال یا تولیہ وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔انہوں نے زیر مطالعہ احادیث سے استدلال کیا ہے۔خواہ یہ ضعیف ہیں لیکن روایت بالمعنی کے اعتبار سے دوسری احادیث کو ان کے ساتھ ملانے سے ضعف ختم ہو گیا۔جس بنا پر یہ قابل عمل اور قابل استدلال بھی بن گئی ہیں۔آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس سے مراد بیان جواز ہے۔حضرت سعید بن میبب اور حضرت امام زہری رحمہما اللہ تعالیٰ اور ایک رائے کے مطابق حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو عقلی دلیل دی ہے کہ قیامت کے دن غسل اور وضو کا پانی تولا جائے گا تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے، اگر رومال یا تولیہ سے پانی خشک نہ بھی کیا جائے تو تب بھی وہ خشک ہو جاتا ہے، پھر قیامت کے دن کیسے تولا جائے گا؟ ماھو جوابكم فهو جوابنا۔

بَابُ فِيمَا يُقَالُ بَعْدَ الْوُضُوْءِ

باب 41: وضو کے بعد کیا پڑھا جائے؟

50 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِمْرَانَ الثَّعْلَبِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيِّ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ وَاَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

50- اخرجه مسلم (120,119/2- نووی): كتاب الطهارة' باب: الذكر المستحب عقب الوضوء' حديث (234/17)' وابو داؤد (92,91/1): كتاب الطهارة' باب: مايقول الرجل اذا توضا' حديث (169)' وابن ماجه (159/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: مايقال بعد الوضوء' حديث (469)' والنسائی (93,92/1): كتاب الطهارة' باب: القول بعد الفراغ من الوضوء' حديث (148)' واخرجه احمد (153, 145/4)' وابن خزيمة (111,110/1)' حديث (223,222) من طريق عقبة بن عامر عن عمر بن الخطاب به۔

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُمَرَ قَدْ خُوْلِفَ زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ وَرَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ وَّغَيْرُهٗ عَنْ مُّعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عُمَرَ وَعَنْ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ عُمَرَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ فِىْ اِسْنَادِهٖ اضْطِرَابٌ وَّلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا الْبَابِ كَبِيْرُ شَىْءٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاَبُوْ اِدْرِيْسَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُمَرَ شَيْئًا

◄► حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور پھر یہ پڑھے:

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی ایک معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں شامل کردے اور مجھے اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں شامل کردے''۔

تو اس شخص کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں وہ جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں زید بن حباب نامی راوی کے حوالے سے اس روایت میں اختلاف کیا گیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن صالح اور دیگر محدثین نے معاویہ بن صالح کے حوالے سے ربیع بن یزید کے حوالے سے ابوادریس کے حوالے سے عقبہ بن عامر کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ نیز ابوعثمان کے حوالے سے جبیر بن نفیر کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کو نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی سند میں اضطراب پایا جاتا ہے اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستند طور پر کوئی چیز منقول نہیں ہے۔

امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ابوادریس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں سنی ہے۔

شرح

وضو سے فراغت کے اذکار:

نماز جنت کی چابی ہے اور وضو نماز کی چابی ہے۔ وضو کے بعد کچھ اذکار و دعائیں مسنون ہیں جن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں:

۱- اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (صحیح مسلم) اے اللہ! تو مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں میں کردے۔

۲-سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ (عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی) اے اللہ! تو پاک ہے اور تیرے لیے حمد و ثنا بھی' تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے اور تیرا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

۳-اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ (الحصن الحصین ص ۱۰۶' گابا سنز کراچی) اے اللہ! تو میرے گناہ معاف فرما، تو میرا گھر کشادہ کر اور تو میرے رزق میں برکت فرما۔

۴-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بہترین وضو کیا پھر یہ کلمات پڑھے: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ فُتِحَتْ لَهٗ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ (جامع ترمذی' رقم الحدیث ۵۰) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! تو مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں میں کر دے۔ (یہ الفاظ کہنے والے) اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ وہ جس سے چاہے اس میں داخل ہو جائے۔

جنت کے آٹھ دروازے:

شہادتین کے اقرار و اعتراف کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انسان کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیتا ہے اور اسے اختیار دیا جاتا ہے وہ جس دروازے سے چاہے اس میں داخل ہو جائے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنت کے کل دروازے کتنے ہیں؟ قرآن کریم میں جہنم کے سات دروازے بیان کیے گئے لیکن جنت کے دروازوں کی تعداد بیان نہیں کی گئی۔ البتہ احادیث مبارکہ میں جنت کے آٹھ دروازے بتائے گئے ہیں۔ جہنم کے سات دروازے ہیں اور کے مختلف حصے ہیں۔ جہنمی لوگ الگ الگ دروازوں سے داخل ہو کر اپنے اپنے حصے میں پہنچ جائیں گے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور اہل جنت کے لیے جنت کے مختلف حصے ہیں جو الگ الگ دروازے سے داخل ہو کر اپنے اپنے حصہ میں پہنچ جائیں گے۔ جہنم کی بنسبت جنت کا ایک دروازہ زائد رکھا گیا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ زائد دروازہ رحمت کا غضب پر غالب ہونے کا ہے۔ (رحمۃ اللہ واسعۃ جلد ۲ ص ۴۹)

بَابُ فِي الْوُضُوْءِ بِالْمُدِّ

باب 42: ایک مد (پانی کے ذریعے) وضو کرنا

51 وحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَبِيْ رَيْحَانَةَ عَنْ سَفِيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

51-اخرجه مسلم (240/2- نووی): كتاب الحيض' باب: القدر المستحب من الماء' حديث (326/53) وابن ماجه (99/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: ماجاء في مقدار الماء للوضوء والغسل من الجنابة' حديث (267) والدارمي (175/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: كم يكفي في الوضوء من الماء' واخرجه احمد (222/5) من طريق ابي ريحانة عن سفينة به۔

متن حدیث: كَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ

فی الباب: قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَجَابِرٍ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَفِيْنَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ رَيْحَانَةَ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَطَرٍ

مذاہب فقہاء: وَّهٰكَذَا رَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْوُضُوْءَ بِالْمُدِّ وَالْغُسْلَ بِالصَّاعِ وقَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ لَيْسَ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عَلَى التَّوَقِّيْ اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ اَكْثَرُ مِنْهُ وَلَا اَقَلُّ مِنْهُ وَهُوَ قَدْرُ مَا يَكْفِيْ

◄► حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد پانی کے ذریعے وضو کر لیتے تھے اور ایک صاع کے ذریعے غسل کرلیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوریحانہ نامی راوی کا نام عبداللہ بن مطر ہے۔

بعض اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں: وضو ایک مد پانی کے ذریعے ہوگا اور غسل ایک صاع پانی کے ذریعے ہوگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے: پانی کی یہ مقدار مقرر کی گئی ہے اس سے زیادہ یا اس سے کم استعمال کرنا درست نہیں ہے' بلکہ مراد یہ ہے: اتنی مقدار میں پانی کافی ہوتا ہے۔

شرح

غسل اور وضو کے لیے استعمال کیے جانے والے پانی کی مقدار:

جسم پلید (جنبی) ہو تو نماز کے لیے غسل کیا جاتا ہے ورنہ وضو ہی کافی ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ غسل اور وضو کے لیے استعمال کیے جانے والے پانی کی مقدار کیا ہے؟ اس کا جواب زیر مطالعہ حدیث میں دیا گیا ہے کہ غسل کے لیے صاع اور وضو کے لیے ایک مد پانی استعمال کیا جائے گا۔ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے جو جدید نظام حساب کے مطابق تین کلو ایک سو پچاس گرام کا وزن بنتا ہے۔ ایک مد دو رطل کا ہوتا ہے جو سات سو نوے گرام کا ہوتا ہے۔ اس مقدار میں پانی محتاط طریقہ سے غسل اور وضو کے لیے کافی ہوسکتا ہے۔

مد کی مقدار کے تعین میں مذاہب آئمہ فقہ:

آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غسل اور وضو کے لیے استعمال کیے جانے والے پانی کی مقدار متعین نہیں ہے، اسراف سے اجتناب کرتے ہوئے جتنا پانی بھی استعمال میں لایا جائے جائز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مستمرہ تھی کہ غسل کے لیے ایک صاع اور وضو کے لیے ایک مد پانی استعمال فرماتے تھے۔ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے لیکن مد کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف

ہے۔

حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور اہل حجاز رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مد 1/3 ,1 رطل کا ہوتا ہے۔ اس طرح ایک صاع 1/3 ,5 رطل کا ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام محمد، حضرت امام احمد اور اہل عراق رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ ایک مد دو رطل کی مقدار اور ایک صاع آٹھ رطل کے برابر ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِيَةِ الْاِسْرَافِ فِی الْوُضُوْءِ بِالْمَآءِ

باب 43: وضو میں ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا مکروہ ہے

52 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِیُّ حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُتَیِّ بْنِ ضَمْرَةَ السَّعْدِیِّ عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ الْوَلَهَانُ فَاتَّقُوْا وَسْوَاسَ الْمَآءِ

فی الباب: قَالَ وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِیِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ لِاَنَّا لَا نَعْلَمُ اَحَدًا اَسْنَدَهٗ غَيْرَ خَارِجَةَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْحَسَنِ قَوْلَهٗ وَلَا يَصِحُّ فِیْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَیْءٌ

توضیح راوی: وَّخَارِجَةُ لَيْسَ بِالْقَوِیِّ عِنْدَ اَصْحَابِنَا وَضَعَّفَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ

◆◆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: وضو کے لیے ایک مخصوص شیطان ہے، جس کا نام "ولہان" ہے اس لیے تم پانی کے وسوسے سے بچو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث "غریب" ہے اس حدیث کی سند علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک قوی اور صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم خارجہ کے علاوہ ایسے کسی شخص سے واقف نہیں ہیں، جس نے اس کی سند بیان کی ہو۔

اس حدیث کو دیگر حوالوں سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا گیا ہے، کہتے ہیں: اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی چیز مستند طور پر منقول نہیں ہے۔

خارجہ نامی راوی ہمارے اصحاب یعنی (علم حدیث کے ماہرین) کے نزدیک مستند نہیں ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

52- اخرجه احمد (136/5) وابن ماجه (146/1): كتاب الطهارة وسننها باب: ماجاء في القصد في الوضوء و كراهية التعدى فيه حديث (421) وابن خزيمة (64/1) حديث (122) من طريق الحسن عن عتى بن ضمرة عن ابى بن كعب به۔

شرح

وضو کے وقت اسراف بالماء کی ممانعت:

غسل اور وضو کرتے وقت ضرورت کے مطابق پانی کا استعمال جائز ہے لیکن حد سے زیادہ پانی کا استعمال اور اسراف ممنوع و مکروہ ہے۔ اس بارے میں کثیر روایات موجود ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کر رہے تھے اور اسراف سے کام لے رہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پاس سے گزرے۔ آپ نے تنبیہ کے انداز میں فرمایا: اے سعد! یہ کیا فضول خرچی کر رہے ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وضو میں بھی اسراف ہوسکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! خواہ تم نہر کے کنارے پر ہو۔ (مشکوٰۃ باب سنن الوضوء ص ۴۷)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کے لیے شیطان متعین ہے جس کا لقب "ولہان" ہے، تم اس کے وساوس سے بچو۔

عزازیل لوگوں میں فساد و بگاڑ پھیلانے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ اپنے شیطانوں کے مختلف گروہ بنا کر مختلف کام ان کے سپرد کر دیتا ہے۔ جو وہ انجام دیتے رہتے ہیں۔ ان میں سے "ولہان" لقب کا شیطان ہے جو وضو کے وقت مسلمانوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ وسوسوں کا شکار ہونے والے لوگ بے تحاشا پانی استعمال کر کے اسراف کا ارتکاب کرتے ہیں۔ انہیں علم بھی نہیں ہوسکتا اور ان کے وساوس بھی ختم نہیں ہوتے، الغرض ہر عضو کثیر بار دھونے کے سبب بھاری مقدار میں پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کیفیات اور بے محل پانی کے تصرف سے منع فرمایا اور اسے مکروہ قرار دیا۔

شریعت مطہرہ نے وہ تمام دروازے بند کر دیے جو انسان کے لیے وساوس کا باعث بن سکتے ہیں مثلاً عورت کے غسل کا باقی ماندہ پانی استعمال کرنا، غسل خانہ میں پیشاب کرنا اور مردوں کا عورتوں کے کپڑے زیب تن کرنا وغیرہ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ

باب 44: ہر نماز کے لیے وضو کرنا

53 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا اَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ فَكَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ اَنْتُمْ قَالَ كُنَّا نَتَوَضَّأُ وُضُوْءًا وَّاحِدًا[1]

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَالْمَشْهُوْرُ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَنَسٍ

(۱)۔ صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے صرف امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَانَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ يَرَى الْوُضُوْءَ لِكُلِّ صَلَاةٍ اسْتِحْبَابًا لَّا عَلَى الْوُجُوْبِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے' آپ پہلے سے وضو کی حالت میں ہوں یا وضو کے بغیر ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ لوگ کیا' کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم ایک ہی مرتبہ وضو کر لیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' وہ اس حوالے سے ''حسن غریب'' ہے علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک مشہور روایت وہ ہے' جسے عمرو بن عامر انصاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک ہر نماز کے لیے وضو کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔

54 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرِو ابْنِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قُلْتُ فَاَنْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ مَا لَمْ نُحْدِثْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَّحَدِيْثُ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ حَدِيْثٌ جَيِّدٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ

◆◆ عمرو بن عامر الانصاری بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے' میں نے دریافت کیا: آپ لوگ کیا' کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہم تمام نمازیں ایک ہی وضو کے ساتھ ادا کر لیتے تھے' جب تک ہم بے وضو نہیں ہوتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' وہ بہترین ہے' لیکن ''غریب'' اور ''حسن'' ہے۔

55 وَقَدْ رُوِيَ فِيْ حَدِيْثٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ تَوَضَّاَ عَلٰى طُهْرٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ (۱)

سندِ حدیث: قَالَ وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ الْاَفْرِيْقِيُّ عَنْ اَبِيْ غُطَيْفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْوَاسِطِيُّ عَنِ الْاَفْرِيْقِيِّ وَهُوَ اِسْنَادٌ ضَعِيْفٌ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ ذُكِرَ لِهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ هٰذَا الْحَدِيْثُ فَقَالَ هٰذَا اِسْنَادٌ مَشْرِقِيٌّ قَالَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ بِعَيْنِيْ مِثْلَ يَحْيَى

(۱)- اخرجه ابو داؤد (63/1): كتاب الطهارة' باب: فرض الوضوء' حديث (62) واخرجه ابن ماجه (170/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: الوضوء على الطهارة حديث (512) واخرجه عبد بن حميد (271, 272) حديث (859) من طريق ابى غطيف الهذلى عن ابن عمر به-

بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص وضو ہونے کے باوجود وضو کرے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا۔

اس حدیث کو افریقی نے ابوغطیف کے حوالے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

حسین بن حریث مروزی نے اس حدیث کو محمد بن یزید واسطی کے حوالے سے افریقی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور یہ سند ضعیف ہے۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں: ہشام بن عروہ اس حدیث کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ سند مشرقی ہے۔

(یعنی اہلِ مدینہ نے اِس حدیث کو روایت نہیں کیا بلکہ اہلِ کوفہ وبصرہ نے اسے روایت کیا ہے۔)

(میں نے احمد بن حسن کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے اپنی آنکھوں کے ذریعے یحییٰ بن سعید قطان کی مانند کوئی شخص نہیں دیکھا۔)

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهٗ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ

باب 45: کئی نمازیں ایک ہی وضو کے ساتھ ادا کرنا

56 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ لِكُلِّ صَلَاةٍ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ صَلَّى الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ وَّمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّكَ فَعَلْتَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ فَعَلْتَهٗ قَالَ عَمْدًا فَعَلْتُهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَزَادَ فِيْهِ تَوَضَّاَ مَرَّةً مَّرَّةً قَالَ

اختلافِ روایت: وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ اَيْضًا عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَضَّاُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

56- اخرجه مسلم (179/2 -نووی): كتاب الطهارة باب: جواز الصلوات كلها بوضوء واحد حديث (277/86) وابو داؤد (93/1): كتاب الطهارة باب: الرجل يصلي الصلوات بوضوء واحد حديث (172) وابن ماجه (170/1): كتاب الطهارة وسننها باب: الوضوء لكل صلاة والصلوات كلها بوضوء واحد حديث (510) والنسائي (86/1): كتاب الطهارة باب: الوضوء لكل صلاة حديث (133) والدارمي (169/1): كتاب الصلاة والطهارة باب: ماجاء في الطهور واخرجه احمد (358, 351, 350/5) وابن خزيمة (10/1) حديث (13) من طريق سليمان بن بريدة عن ابيه به-

وَرَوَاهُ وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ وَكِيعٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ مَا لَمْ يُحْدِثْ وَكَانَ بَعْضُهُمْ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ اسْتِحْبَابًا وَّاِرَادَةَ الْفَضْلِ

حدیثِ دیگر: وَيُرْوٰى عَنِ الْاَفْرِيْقِيِّ عَنْ اَبِيْ غُطَيْفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ تَوَضَّاَ عَلٰى طُهْرٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ

حکمِ حدیث: وَّهٰذَا اِسْنَادٌ ضَعِيْفٌ

فی الباب: وَّفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ

◆◆ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے' فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نمازیں ایک ہی وضو کے ذریعے ادا کیں اور آپ نے موزوں پر مسح بھی کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ نے ایسا کام کیا ہے' جو آپ نے پہلے نہیں کیا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس حدیث کو علی بن قادم نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور اس میں یہ بات اضافی نقل کی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک، ایک مرتبہ وضو کیا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے محارب بن دثار کے حوالے سے سلیمان بن بریدہ کے حوالے سے اس حدیث کو روایت کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے۔

وکیع نے اسی روایت کو سفیان کے حوالے سے' محارب کے حوالے سے، سلیمان بن بریدہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن مہدی اور دیگر محدثین نے سفیان کے حوالے سے، محارب بن دثار کے حوالے سے سلیمان بن بریدہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "مرسل" طور پر نقل کیا ہے۔

یہ روایت وکیع کی حدیث کے مقابلے میں "اصح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا' ان کے نزدیک ایک وضو کے ذریعے کئی نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں' جب تک وضو نہ ٹوٹے' بعض حضرات ہر نماز کے لیے وضو کرتے ہیں' لیکن وہ استحباب کے طور پر ایسا کرتے ہیں اور فضیلت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

افریقی کے حوالے سے ابوغطیف کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے' آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص وضو کی حالت میں وضو ہونے کرلے' تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا'

اس کی سند ضعیف ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث نقل کی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی وضو کے ذریعے ظہر اور عصر کی نماز ادا کی تھی۔

شرح

ہر نماز کے لیے نئے وضو کا مسئلہ:

اس مسئلہ میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ ایک وضو سے جتنی چاہیں نمازیں پڑھ سکتے ہیں خواہ فرض ہو یا نوافل یا واجب یا طواف بیت اللہ۔ البتہ وضو باطل ہونے کی صورت میں نئی نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ زیر مطالعہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے نیا وضو فرماتے تھے، کیا یہ حکم آپ کے ساتھ خاص تھا یا اُمت کے لیے بھی یہی حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لیے یہ حکم لازم تھا کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کریں لیکن جب آپ کو اس سلسلے میں قدرے دشواری پیش آئی تو یہ حکم تبدیل کر دیا گیا کہ آپ ایک وضو سے جتنی چاہیں نمازیں فرائض ونوافل وغیرہ ادا فرما سکتے ہیں۔ البتہ اس وجوب کی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسواک کو لازم کر دیا گیا۔ اس حدیث کا تعلق بھی اسی دور سے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ وضو علی الوضو کرنا مستحب ہے اور ایسا وضو کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دس نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے پانچ نمازیں ادا فرمائیں۔ یہ عمل آپ کی عادت مستمرہ کے خلاف تھا جس کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج آپ نے ایک کام ایسا کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ وہ ایک وضو کے ساتھ پانچ نمازیں ادا کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ عمل میں نے عمداً کیا ہے۔ اس کا مقصد طہارت ونماز کے سلسلے میں لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا تھا۔ دو ابواب کی مسلسل چار احادیث میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وُضُوْءِ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ

باب 46: مرد اور عورت کا ایک ہی برتن سے وضو کرنا

57 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِی الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ مَيْمُوْنَةُ قَالَتْ

متنِ حدیث: كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنَ الْجَنَابَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ اَنْ لَّا بَاْسَ اَنْ يَّغْتَسِلَ الرَّجُلُ وَالْمَرْاَةُ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ قَالَ

57– اخرجه مسلم (2/239– نووی): كتاب الحيض' باب: القدر المستحب من الماء' حديث (47/322)' وابن ماجه (1/133)' كتاب الطهارة وسننها' باب: الرجل والمراة يغتسلان من اناء واحد' حديث (377)' والنسائی (1/129)' كتاب الطهارة' باب: ذكر اغتسال الرجل والمراة من نسائه من اناء واحد' حديث (236)' واخرجه احمد (6/329)' والحميدی (148)' حديث (309)' من طريق ابن عباس عن ميمونة زوج النبی صلى الله عليه وسلم به-

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِیٍّ وَّعَآئِشَةَ وَاَنَسٍ وَّاُمِّ هَانِیٍٔ وَّاُمِّ صُبَیَّةَ الْجُهَنِیَّةِ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَابْنِ عُمَرَ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَاَبُو الشَّعْثَاءِ اِسْمُهٗ جَابِرُ بْنُ زَیْدٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی ہے' میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

عام فقہاء کا یہی قول ہے: اس میں کوئی حرج نہیں اگر مرد اور عورت ایک ہی برتن سے غسل کرلیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا، حضرت اُمّ صبیہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوشعثاء نامی راوی کا نام جابر بن زید ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ فَضْلِ طَهُوْرِ الْمَرْاَةِ

باب 47: عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے (وضو کرنا) مکروہ ہے

58 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِیْ حَاجِبٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ غِفَارٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَضْلِ طَهُوْرِ الْمَرْاَةِ قَالَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَكَرِهَ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ الْوُضُوْءَ بِفَضْلِ طَهُوْرِ الْمَرْاَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ كَرِهَا فَضْلَ طَهُوْرِهَا وَلَمْ يَرَيَا بِفَضْلِ سُؤْرِهَا بَاْسًا

◆◆ ابوحاجب بیان کرتے ہیں: بنوغفار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی (سے وضو کرنے) سے منع کیا ہے۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن سرجس سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض فقہاء نے عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں' ان دونوں کے نزدیک اس عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا مکروہ

58- اخرجه احمد (213/4)' (66/5)' وابو داؤد (68/1): كتاب الطهارة' باب: النهى عن الوضوء بفضل وضوء المراة' حديث (82)' وابن ماجه (132/1)' كتاب الطهارة وسننها' باب: النهى عن الوضوء بفضل وضوء المراة' حديث (373)' والنسائى (179/1): كتاب الطهارة' باب: النهى عن فضل وضوء المراة' حديث (343)' من طريق سليمان التيمى عن ابى حاجب' عن رجل من بنى غفار' وهو: "الحكم بن عمرو الغفارى" به-

ہے تاہم ان دونوں حضرات کے نزدیک عورت کے پینے کے بعد بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

59 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَاجِبٍ يُحَدِّثُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّتَوَضَّاَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُوْرِ الْمَرْاَةِ اَوْ قَالَ بِسُؤْرِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَّاَبُوْ حَاجِبٍ اسْمُهُ سَوَادَةُ بْنُ عَاصِمٍ

اختلافِ روایت: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ فِيْ حَدِيْثِهِ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَوَضَّاَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُوْرِ الْمَرْاَةِ وَلَمْ يَشُكَّ فِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

◆◆ عاصم بیان کرتے ہیں: میں نے ابوحاجب کو سنا' انہوں نے حضرت حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) عورت کے جوٹھے پانی سے وضو کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے ابوحاجب نامی راوی کا نام سوادہ بن عاصم ہے۔ محمد بن بشار اپنی حدیث میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے' آدمی عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ محمد بن بشار نے اس کے الفاظ میں شک ظاہر نہیں کیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 48: اس بارے میں رخصت کا بیان

60 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اغْتَسَلَ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَفْنَةٍ فَاَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَوَضَّاَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ جُنُبًا فَقَالَ اِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ نے ایک ٹب میں سے غسل کیا۔

60- اخرجه احمد (1/235, 308, 337) وابو داؤد (1/65): كتاب الطهارة' باب: الماء لا يجنب' وابن ماجه (1/132): كتاب الطهارة وسننها' باب: الرخصة في فضل وضوء المراة' حديث (370) والنسائي (1/173): كتاب المياه' حديث (325) والدارمي (1/187): كتاب الصلاة والطهارة' باب: الوضوء بفضل المراة وابن خزيمة (1/57) حديث (109) من طريق سماك بن حرب عن عكرمة عن ابن عباس به۔

نبی اکرم ﷺ نے اسی سے وضو کرنے کا ارادہ کیا، تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں جنابت کی حالت میں تھی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پانی جنبی نہیں ہوتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، مالک اور شافعی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

مرد اور عورت کا باہم ایک برتن میں غسل یا وضو کرنے کے مسئلہ میں مذاہب ائمہ:

مرد اور عورت دونوں (زوجین) ایک برتن میں غسل یا وضو کریں تو بالاتفاق جائز ہے۔ عورت کی عدم موجودگی میں مرد غسل یا وضو کرتا ہے تو اس کے بچے ہوئے پانی سے وہ غسل یا وضو کرسکتی ہے۔ مرد کی عدم موجودگی میں عورت غسل یا وضو کرے تو اس کے بچے ہوئے پانی سے مرد غسل یا وضو کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے مرد غسل یا وضو کے لیے استعمال نہیں کرسکتا۔ انہوں نے حضرت حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنے سے منع کیا۔ مزید ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے منع کیا کہ اسے کوئی مرد وضو کے لیے استعمال کرے۔

جمہور فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی کو مرد غسل یا وضو کے لیے استعمال کرسکتا ہے۔ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن میں غسل جنابت کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ مطہرہ نے ایک بڑے برتن میں غسل کیا، ان کے باقی ماندہ پانی کو آپ نے استعمال کرنے کا ارادہ کیا تو زوجہ مطہرہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس سے میں نے غسل جنابت کیا ہے تو آپ نے فرمایا: پانی تو جنبی نہیں ہوسکتا۔

جمہور کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس کی نہی مصلحت پر محمول ہے، کیونکہ بعض اوقات کوئی عورت بے سلیقہ بھی ہوتی ہے جو طہارت و پاکیزگی کے مسائل سے غافل و جاہل ہوتی ہے یا وہ غیر محتاط ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد غسل یا وضو کرے گا تو وہ وساوس کا شکار ہو جائے گا۔ مسلسل تین ابواب کی چار احادیث میں اسی مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ

باب 49: پانی کو کوئی بھی چیز ناپاک نہیں کرتی

61 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَتَوَضَّاُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُلْقَى فِيْهَا الْحِيَضُ وَلُحُوْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَّا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ جَوَّدَ اَبُوْ اُسَامَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَلَمْ يَرْوِ اَحَدٌ حَدِيْثَ اَبِىْ سَعِيْدٍ فِىْ بِئْرِ بُضَاعَةَ اَحْسَنَ مِمَّا رَوٰى اَبُوْ اُسَامَةَ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ

فى الباب: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ! کیا ہم بضاعہ کنوئیں سے وضو کرسکتے ہیں (راوی کہتے ہیں) یہ وہ کنواں تھا' جس میں حائضہ عورتوں (کے کپڑے) کتوں کا گوشت (مردہ کتے) گندگی ڈالی جاتی تھی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی پاک ہوتا ہے' اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

''بضاعہ'' کے کنوئیں کے بارے میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کو' ابواسامہ سے زیادہ بہتر دوسرے کسی نے نقل نہیں کیا' یہ روایت دیگر حوالوں سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔

بَابُ مِنْهُ اٰخَرُ

باب 50: (اسی سے متعلق دیگر روایات)

62 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

61- اخرجه احمد (31/3) وابو داؤد (64/1): كتاب الطهارة' باب: ماجاء فى بئر بضاعة' حديث (66) والنسائى (174/1): كتاب المياه' باب: ذكر بئر بضاعة' من طريق محمد بن كعب عن عبيدالله بن عبدالله بن رافع بن خديج عن ابى سعيد الخدرى به-

62- اخرجه احمد (107,38,12/2) وابو داؤد (64/1): كتاب الطهارة' باب: ماينجس الماء' حديث (65) وابن ماجه (172/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: مقدار الماء الذى لا ينجس' حديث (517) والدارمى (186/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: قدر الماء الذى لا ينجس' وابن خزيمة (49/1) حديث (92) وعبد بن حميد (260) حديث (818) من طريق عبيدالله بن عبدالله بن عمر عن ابن عمر به-

متن حدیث: وَهُوَ يُسْأَلُ عَنِ الْمَاءِ يَكُوْنُ فِي الْفَلَاةِ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا يَنُوْبُهُ مِنَ السِّبَاعِ وَالدَّوَابِّ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ

قَالَ عَبْدَةُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْقُلَّةُ هِيَ الْجِرَارُ وَالْقُلَّةُ الَّتِيْ يُسْتَقٰى فِيْهَا

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ رِيْحُهُ اَوْ طَعْمُهُ وَقَالُوْا يَكُوْنُ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ قِرَبٍ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو بے آب وگیاں زمین میں ہوتا ہے اور اسے درندے اور چوپائے پیتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب پانی دو قلے ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں: "قلہ" گھڑے کو کہتے ہیں اور "قلہ" اس چیز کو کہتے ہیں جس میں پانی بھرا جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں: جب پانی دو قلے ہو جائے تو اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جب تک اس کی بو یا اس کا ذائقہ تبدیل نہ ہو جائیں وہ یہ بیان کرتے ہیں: (دو قلے پانی) تقریباً پانچ مشکیزوں کے جتنا ہوتا ہے۔

پانی کے نجس وطاہر ہونے کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

یہاں سے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ پانیوں کی بحث کا آغاز کر رہے ہیں۔ مسلسل چار ابواب میں پانی کے نجس وطاہر ہونے کے حوالے سے چار احادیث مبارکہ نقل فرمائی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ پانی کب پاک ہوتا ہے اور کب نجس؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مابین اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ پانی قلیل ہو یا کثیر جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ یعنی رنگ، بو اور ذائقہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو، وہ پاک ہوتا ہے۔ انہوں نے بئر بضاعۃ والی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بئر بضاعۃ جس میں کتوں کا گوشت، حیض کے کپڑوں کے چیتھڑے اور دیگر بدبودار اشیاء پھینکی جاتی تھیں، کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا ہم اس کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ان الماء طھور لا ینجسہ شیء (بیشک پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز پلید نہیں کر سکتی) علاوہ ازیں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ منہ** (جامع ترمذی رقم الحدیث ۶۳) تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے کہ پھر اس سے وضو کرے۔ آپ قلتین والی روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں، جس وجہ سے اسے قابل احتجاج نہیں سمجھتے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ماء قلیل نجاست کرنے سے پلید ہو جاتا ہے۔ خواہ اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ بھی ہو۔ البتہ ماء کثیر نجاست گرنے سے اس وقت تک نجس نہیں ہوتا جب تک اس کے

اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے۔ ان کے نزدیک ماء کثیر قلتین یا اس سے زائد مقدار میں پانی ہے۔ انہوں نے حدیث قلتین سے استدلال کیا ہے۔ وہ یہ ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس تالاب کے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا جس سے درندے اور چار پائے وغیرہ پیتے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث۔ جب پانی قلتین کی مقدار میں ہو تو وہ پلید نہیں ہوتا۔ اس حدیث مبارکہ میں مقدار قلتین کو ماء کثیر قرار دیا گیا ہے۔

۳- حضرت عائشہ، حضرت حسن بصری اور حضرت امام داؤد ظاہری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماء کثیر ہو یا قلیل، اس میں نجاست گرنے سے اس وقت تک پلید نہیں ہوتا جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہیں ہو جاتا۔

۴- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نجاست گرنے سے ماء قلیل پلید ہو جاتا ہے۔ خواہ اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل ہو یا نہ۔ البتہ ماء کثیر میں نجاست گرنے سے اس وقت پلید ہوگا جب اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل ہو جائے ورنہ نہیں۔ آپ کے نزدیک ماء کثیر وہ ہے' جس کی ایک طرف حرکت کرنے سے دوسری طرف میں حرکت پیدا نہ ہو یا وہ پانی دس ہاتھ طویل، دس ہاتھ عریض اور گہرا اتنا ہو کہ دونوں ہاتھوں سے پانی لیتے وقت نیچے سے زمین ظاہر نہ ہو۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث **لا یبولن احدکم فی الماء الراکد** الخ اور حدیث **اذا استیقظ احدکم من منامه** الخ سے استدلال کیا ہے۔ آپ کے نزدیک قلتین والی روایت ماء جاری کے حکم میں ہے۔ (علامہ محمد لیاقت علی رضوی' شرح قدوری جلداول ص ۸۵)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ الْبَوْلِ فِی الْمَآءِ الرَّاکِدِ

باب 51: کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے

63 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَآءِ الدَّآئِمِ ثُمَّ یَتَوَضَّاُ مِنْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے (کیونکہ) پھر اسی سے وضو کرنا ہوگا۔

63- اخرجه مسلم (190/2- نووی): کتاب الطهارة: باب: النهی عن البول فی الماء الراکد' حدیث (282/95)' وابو داؤد (66,65/1): کتاب الطهارة' باب: البول فی الماء الراکد' حدیث (69)' والنسائی (49/1): کتاب الطهارة' باب: الماء الدائم' حدیث (57)' (197/1): کتاب الغسل والتیمم: باب ذکر نهی الجنب عن الاغتسال فی الماء الدائم' حدیث (400)' والدارمی (186/1): کتاب الصلاة والطهارة' باب: الوضوء من الماء الراکد' واخرجه احمد (265/2)' والحمیدی (429/2)' حدیث (970)' وابن خزیمة (37/1)' حدیث (66)' من طریق محمد بن سیرین عن ابی هریرة به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

ماءِ راکد میں پیشاب کرنے کی ممانعت اور اس کی حکمت:

ماءِ راکد سے مراد ایسا پانی ہے جو کھڑا ہوا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ جاری پانی یا جو پانی جاری کے حکم میں ہو خواہ شرعی طور پر اس میں پیشاب کرنے کی ممانعت تو نہیں ہے لیکن بلاضرورت اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کی توجیہ وحکمت یہ ہے کہ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ وہ ماءِ قلیل ہوگا تو پیشاب کرنے سے پلید ہو جائے گا۔ اگر وہ ماءِ کثیر ہوگا تو پیشاب کرنے سے خواہ پلید تو نہیں ہوگا لیکن نظافت کے تقاضا کے خلاف ہوگا۔ ایسے پانی سے غسل یا وضو کریں گے تو ذہنی طور پر انسان مطمئن نہیں ہوگا بلکہ وساوس کا شکار ہو سکتا ہے۔ جو آگے چل کر مرض کی شکل بھی اختیار کر سکتا ہے۔ کچھ لوگ دہ در دہ حوض میں پاؤں ڈال کر وضو کرتے ہیں، اس سے منع کرنے پر ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ حوض میں پاؤں ڈالنے سے پلید تو نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں اس سے پلید نہیں ہوتا' لیکن تہذیب واخلاق کے منافی ضروری ہے۔ علاوہ ازیں حوض میں پاؤں وغیرہ دھونے سے خواہ نجس تو نہیں ہوگا مگر گندا تو ضرور ہوگا جبکہ نظافت وطہارت کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مَاءِ الْبَحْرِ اَنَّهٗ طَهُوْرٌ

باب 52: سمندر کا پانی پاک ہوتا ہے

64 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ ح وحَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ سَلَمَةَ مِنْ اٰلِ ابْنِ الْاَزْرَقِ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ اَبِیْ بُرْدَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الدَّارِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيْلَ مِنَ الْمَآءِ فَاِنْ تَوَضَّاْنَا بِهٖ عَطِشْنَا اَفَنَتَوَضَّاُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ

64- اخرجه مالك فی الموطا (22/1): كتاب الطهارة' باب: الطهور للوضوء حديث (12)' واحمد (393,237/2)' وابو داؤد (69/1): كتاب الطهارة' باب: الوضوء بماء البحر' حديث (83)' وابن ماجه (136/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: الوضوء بماء البحر' حديث (386)' والنسائی (50/1): كتاب الطهارة' باب: ماء البحر' حديث (95)' (176/1) كتاب المياه' باب: الوضوء بماء البحر' حديث (332)' والدارمی (186,185/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: الوضوء من ماء البحر' وابن خزيمة (59/1)' حديث (111)' من طريق المغيرة بن ابی بردة' وهو من بنی عبدالدار عن ابی هريرة به۔

الطَّهُوْرُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّالْفِرَاسِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَابْنُ عَبَّاسٍ لَّمْ يَرَوْا بَاْسًا بِمَاءِ الْبَحْرِ

وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوْءَ بِمَاءِ الْبَحْرِ مِنْهُمُ ابْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو هُوَ نَارٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہوئے اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے کر جاتے ہیں اگر ہم اس کے ذریعے وضو کرلیں تو ہم خود پیاسے رہ جائیں گے کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں؟ آپ نے فرمایا: اس کا پانی پاک ہوتا ہے اور اُس کا مردار حلال ہوتا ہے۔

اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت فراسی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر فقہاء کی یہی رائے ہے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شامل ہیں ان کے نزدیک سمندر کے پانی (سے وضو کرنے میں) کوئی حرج نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض حضرات نے سمندر کے پانی کے ذریعے وضو کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ (یعنی سمندر کا پانی) آگ ہے۔ (یعنی نقصان دہ ہے)۔

شرح

ماءالبحر کا شرعی حکم:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سمندری پانی سے وضو کرنے کے بارے میں شبہ تھا، اس لیے کہ خشکی طرح سمندر بھی بے شمار مخلوق کا مسکن ومحور ہے اور ہر روز ہزاروں جانور اس میں مرتے ہوں گے۔ مردار جانوروں کی وجہ سے ممکن ہے کہ پانی نجس ہوا اور اسے وضو اور غسل کے لیے استعمال کرنا درست نہ ہو۔ اس سلسلے میں انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا: **الطهور ماء ه والحل ميته**۔ سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

سوال: اس مقام پر سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صرف سمندر کے پانی کا حکم دریافت کیا تھا جبکہ جواب میں پانی کے علاوہ سمندری جانوروں کے حلال وحرام کا حکم بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب: الشيء بالشيء يذكر یعنی بات سے بات نکلتی ہے۔ سوال خواہ پانی کے بارے میں کیا گیا تھا لیکن جواب میں جانوروں کا حکم بیان بھی ارشاد فرما کر سائل کے لیے

مزید سوال کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! ہم لوگ جنگل میں اونٹ چراتے ہیں اور ہمارے پاس چھاگل میں پینے کے لیے پانی ہوتا ہے۔ ہم میں سے کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو کیا وہ بغیر وضو کے نماز پڑھ سکتا ہے، کیوں کہ پانی کی قلت ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اذا فسا احدکم فلیتوضأ و لا تاتوا النساء فی ادبارھن. جب تم میں سے کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو وہ وضو کرے اور تم عورتوں کے پچھلے مقام میں جماع نہ کرو۔ اس حدیث میں سوال تو ایک چیز کے بارے میں کیا گیا تھا لیکن آپ نے جواب میں سائل کو دوسری چیز بھی بیان کر دی۔ اسی طرح زیر بحث حدیث میں خواہ سوال تو سمندر کے پانی کے حوالے سے تھا لیکن جواب میں سمندر کے جانوروں کا حکم بھی بیان کر دیا۔

سمندری جانوروں کی حلت وحرمت میں مذاہب آئمہ:

خشکی کی طرح سمندر میں بھی بے شمار جانور موجود ہیں۔ سوال یہ ہے کہ سمندر کے کون کون سے جانور حلال ہیں اور کون کون سے حرام ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ خنزیر کے علاوہ تمام سمندری جانور حلال ہیں۔ آپ کے متعدد دلائل ہیں: (۱) ارشاد ربانی ہے: احل لکم صید البحر وطعامہ، سمندری جانوروں کا شکار اوران کا کھانا تمہارے لیے، حلال ہے۔ (۲) حدیث: الحل میتتہ سمندر کا مردار بھی تمہارے لیے حلال ہے۔ (۳) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم ایک عرصہ تک ''عنبر'' نامی سمندری جانور کھاتے رہے۔ یہ جانور مچھلی کے علاوہ کوئی دوسرا تھا۔

۲۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں چار اقوال ہیں:

(۱) مچھلی کے علاوہ سب جانور حرام ہیں۔ (۲) جو جانور خشکی میں حلال ہیں ان کی نظیر سمندر میں بھی حلال ہیں، جو جانور خشکی میں حرام ہیں ان کی نظیر سمندر میں بھی حرام ہیں۔ وہ جانور جن کی نظیر خشکی میں نہ پائی جائے تو وہ سمندر میں حلال ہیں۔ (۳) مینڈک، بحری خنزیر اور بحری کتا کے علاوہ تمام جانور حلال ہیں۔ (۴) مینڈک کے علاوہ تمام سمندری جانور حلال ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل آپ کے دلائل ہیں۔

۳۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ مچھلی کے علاوہ سمندر کے تمام جانور حرام ہیں حتیٰ کہ سمک طافی بھی حرام ہے۔ آپ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: احلت لنا المیتتان والدمان ہمارے لیے دو مردار (مچھلی اور مکڑی) اور دو خون (کلیجی اور تلی) حلال قرار دیے گئے ہیں۔

سمک طافی کی حلت وحرمت میں مذاہب آئمہ:

سمندری جانوروں میں سے ایک ''سمک طافی'' ہے۔ اس سے مراد وہ مچھلی ہے جو مر کر پانی کی سطح پر الٹی ہو کر تیر رہی ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا ''سمک طافی'' حلال ہے یا حرام؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے درمیان اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''سمک طافی'' حلال ہے۔ ان

کے دلائل یہ ہیں: (۱) الحل میتتہ، یعنی سمندر کا مردار حلال ہے۔ (۲) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو 'عنبر' جانور مرا ہوا دستیاب ہوا جو وہ نصف ماہ تک کھاتے رہے۔

۲۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ''سمک طافی'' حلال نہیں ہے۔آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما القی البحر او جزر عنہ فکلوہ و مامات فیہ و طفا فلاتا کلوہ (سنن ابی داؤد جلد ثانی ص ۵۴۴)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات یہ ہیں: (۱) پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ: ''الحل میتتہ'' سے مراد غیر مذبوح جانور نہیں ہیں بلکہ ''مالیس لہ نفس سائلۃ'' مراد ہے' جس طرح ''احلت لنا میتتان'' میں لفظ ''میتتہ'' سے یہی مفہوم مراد ہے۔ (۲) دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث عنبر میں طافی ہونے کی وضاحت نہیں ہے۔طافی فقط اس مچھلی کو کہا جاتا ہے جو خارجی سبب کے علاوہ ازخود سمندر میں مرکر الٹی ہوکر پانی کی سطح پر تیرنا شروع ہوجائے۔البتہ جو مچھلی کسی خارجی سبب مثال کے طور پر شدت حرارت، شدت برودت، امواج کی نذر ہوکر یا کنارے سے پانی دور جانے وغیرہ سے مرکر سطح پانی پر تیرنا شروع ہوجائے تو وہ طافی ہرگز نہیں ہوگی۔اس کا کھانا حلال ہے۔ان جوابات سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف حقیقت پر مبنی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّشْدِيْدِ فِي الْبَوْلِ

باب 53: پیشاب (کے چھینٹوں سے بچنے) کی شدید (تاکید)

65 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّقُتَيْبَةُ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا هٰذَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَاَمَّا هٰذَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّاَبِيْ بَكْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

65- اخرجه البخاری (385/1): كتاب الوضوء' باب: ماجاء فی غسل البول' حديث (218) و مسلم (204/2- نووی): كتاب الطهارة' باب: الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه' حديث (292/111) وابو داؤد (52/1): كتاب الطهارة' باب: الاستبراء من البول' حديث (20) وابن ماجه (125/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: التشديد فی البول' حديث (347) والنسائی (28/1): كتاب الطهارة' باب: التنزه عن البول' حديث (31) والدارمی (188/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: الاتقاء من البول' واخرجه احمد (225/1) وابن خزيمة (33/1) حديث (56) وعبد بن حميد (210, 211) حديث (620) من طريق الاعمش عن مجاهد عن طاوس عن ابن عباس به-

اسنادِ دیگر: وَرَوٰی مَنْصُوْرٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ طَاؤُسٍ وَّرِوَايَةُ الْاَعْمَشِ اَصَحُّ

توضیح راوی: قَالَ : وَسَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ مُّحَمَّدَ بْنَ اَبَانَ الْبَلْخِيَّ مُسْتَمْلِي وَكِيْعٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَّقُوْلُ الْاَعْمَشُ اَحْفَظُ لِاِسْنَادِ اِبْرَاهِيْمَ مِنْ مَّنْصُوْرٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے' اور ان دونوں کو کسی (بظاہر) بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے۔ اُن میں سے ایک پیشاب (کی چھینٹوں) سے بچتا نہیں تھا' اور دوسرا شخص چغلی کیا کرتا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

منصور نے اس حدیث کو مجاہد کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس میں طاؤس کا ذکر نہیں کیا۔ ویسے اعمش کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

میں نے ابوبکر محمد بن ابان سے سنا انہوں نے فرمایا: میں نے وکیع سے سنا: ابراہیم کی اسناد میں اعمش' منصور سے "احفظ" ہیں (یعنی زیادہ یاد رکھنے والے ہیں)

شرح

پیشاب کی چھینٹوں سے عدمِ احتراز اور چغلی کھانے کی وعید:

صحاح ستہ کی مختلف کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا۔ یہ واقعہ جنت البقیع یا کسی سفر کا ہے یا دو الگ الگ واقعات بھی ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، جو کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک کو پیشاب کی چھینٹوں سے احتراز نہ کرنے کے باعث اور دوسرے کو چغلی کھانے کے سبب۔ آپ کے دست اقدس میں کھجور کی تر چھڑی تھی۔ آپ نے اس کے دو حصے کیے، ایک ٹکڑا ایک قبر پر رکھ دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری قبر پر۔ پھر فرمایا: ان ٹکڑوں کے سبب ان کے عذاب قبر میں تخفیف ہوگئی ہے۔

حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قبروں والے مسلمان تھے کیونکہ کفار کا عذاب دائمی ہوتا ہے' جس میں تخفیف و کمی نہیں ہوتی۔

حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل:

اس حدیث سے متعدد مسائل معلوم ہوئے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆ نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی دیوار یا دوسری چیز حائل نہیں ہوسکتی۔
☆ یہ عقیدہ غلط ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے۔
☆ اصحاب قبور کے احوال سے آپ آگاہ ہیں اور ان کی آزمائش وراحت سے بھی۔
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اعمال خیر وبد کو بخوبی جانتے ہیں۔
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر کے تدارک وعلاج کو بھی جانتے ہیں۔
☆ قبروں پر تر چھڑی رکھنا یا پھول ڈالنا جائز ہے جو صاحب قبر کے لیے راحت وآرام کا باعث ہوسکتے ہیں۔

سوال وجواب:

زیر مطالعہ حدیث کی توضیح کے لیے چند سوالات اور ان کے جوابات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

سوال: اصحاب قبور مسلمان تھے یا غیر مسلم؟

جواب: وہ مسلمان تھے۔ اس سلسلے میں چند قرائن ہیں: (۱) مسند امام احمد بن حنبل کے الفاظ ہیں: و ما یعذبان الا فی الغیبۃ والبول ۔ (انہیں غیبت کرنے اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے عذاب دیا جارہا تھا) ان کو ان کے کفر کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ (۲) مسند امام احمد بن حنبل میں ہی ہے: من دفنتم الیوم ھھنا (تم لوگوں نے آج کن کو دفن کیا ہے؟) اس کے مخاطب صحابہ کرام ہیں۔ (۳) کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی، اگر تخفیف ہو تو اس کی تصریح کر دی جاتی ہے، جس طرح ابولہب کے بارے میں تصریح موجود ہے۔

سوال: کچھ روایات میں کبیرہ گناہ کی نفی ثابت ہوتی ہے اور دیگر روایات میں اثبات تو پیشاب کی چھینٹوں سے عدم احتراز اور چغلی کھانا کیا گناہ کبیرہ ہیں؟

جواب: نفی والی روایت میں کبیرہ سے مشقت والی چیز مراد ہے، جس سے احتراز کرنا دشوار نہیں ہے جبکہ اثبات والی روایت میں کبیرہ گناہ مراد لیا گیا ہے۔

سوال: کچھ روایات میں غیبت کا ذکر ہے اور کچھ میں نمیمہ (چغلی) کا تو دونوں کے درمیان تعارض ہوا؟

جواب: غیبت سے مراد ہے: ذکر العیب علی وجہ الغیب (کسی کی عدم موجودگی میں اس کی عیب جوئی کرنا، اور نمیمہ سے مراد ہے: ذکر الحدیث علی جہۃ الفساد (فساد وجھگڑا برپا کرنے کی غرض سے کوئی بات کرنا) دونوں کے درمیان عام خاص مطلق کی نسبت ہے، جس میں ایک مادہ اجتماعی اور دو افتراقی ہوا کرتے ہیں۔ یہاں اجتماعی مادہ ایسا ہے، جسے نمیمہ کہا جاسکتا ہے اور غیبت بھی۔ لہٰذا کوئی تعارض نہ رہا۔

سوال: عذاب کی وجہ کیا ہے؟

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ الصلوٰۃ او کما قال علیہ السلام۔ قیامت کے دن سب سے قبل سوال نماز کے بارے میں ہوگا۔ نماز کی چابی طہارت ہے۔ آخرت کی منازل میں سب سے پہلی منزل قبر ہے۔ یہ

منزل آسان ہوئی تو دوسری منازل بھی آسان ہوں گی۔قبر میں طہارت کا سوال مناسب تر ہے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر کو دیکھ کر آنسو بہایا کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ نَضْحِ بَوْلِ الْغُلَامِ قَبْلَ اَنْ يُّطْعَمَ

باب 54: جو بچہ کھانا نہ کھاتا ہو اُس کے پیشاب پر پانی چھڑکنا

66 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ

متنِ حدیث: قَالَتْ دَخَلْتُ بِابْنٍ لِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّهُ عَلَيْهِ

فی الباب: قَالَ وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَآئِشَةَ وَزَيْنَبَ وَلُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ وَهِيَ اُمُّ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبِي السَّمْحِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِيْ لَيْلٰى وَابْنِ عَبَّاسٍ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِثْلِ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا يُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ وَهٰذَا مَا لَمْ يَطْعَمَا فَاِذَا طَعِمَا غُسِلَا جَمِيْعًا

◆◆ سیّدہ اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اپنے بیٹے کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' وہ کھانا نہیں کھاتا تھا(یعنی کھانا کھانے کی عمر تک نہیں پہنچا تھا) اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیشاب کر دیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس پر چھڑک دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا، سیّدہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، حضرت ابوسمح، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابولیلیٰ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد آنے والے کئی اہلِ علم کی یہی رائے ہے جن میں امام احمد اور اسحاق بھی شامل ہیں۔یہ حضرات فرماتے ہیں: لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے گا' اور لڑکی کے پیشاب کو

66- اخرجه مالك في الموطا (64/1): كتاب الطهارة' باب: ماجاء في بول الصبي' حديث (110) والبخاري (39/1): كتاب الوضوء' باب: بول الصبيان' حديث (223) و مسلم (197/2- نووي): كتاب الطهارة' باب: حكم بول الطفل الرضيع وكيفية غسله' حديث (287/103) وابوداؤد (155/1): كتاب الطهارة' باب: بول الصبي يصيب الثوب' حديث (374) وابن ماجه (174/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: ماجاء في بول الصبي الذي لم يطعم' حديث (524) والنسائي (157/1): كتاب الطهارة' باب: بول الصبي الذي لم ياكل الطعام' حديث (302) والدارمي (189/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: بول الغلام الذي لم يطعم واخرجه احمد (356, 355/6) وابن خزيمة (144/1) حديث (285) والحميدي (165/1) حديث (343) من طريق عبيدالله بن عبدالله بن عتبة عن ام قيس بنت محصن الاسدية به-

دھویا جائے گا۔

یہ حکم اس وقت ہے، جب انہوں نے ابھی کھانا، کھانا شروع نہ کیا ہو، لیکن اگر انہوں نے کھانا شروع کر دیا ہو، تو ان دونوں (کے پیشاب کو) دھویا جائے گا۔

شرح

شیر خوار بچے کے پیشاب کو دھونے میں مذاہب آئمہ:

شیر خوار بچہ جو غذا نہ کھاتا ہو، کا پیشاب پاک ہے یا پلید؟ بر صورت ثانی اسے دھویا جائے گا یا اس پر پانی چھڑک دینا کافی ہوگا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام ابوداؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شیر خوار بچے کا پیشاب نجس نہیں ہے۔ اس لیے کہ کھانا کھانے سے جو فضلہ یا پیشاب بنتا ہے، وہ نجس ہے۔ جمہور کے نزدیک شیر خوار بچے کا پیشاب نجس ہے۔ البتہ اس کے دھونے کے طریقہ میں ان کے مابین اختلاف ہے۔

۲- حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد اور حضرت امام اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شیر خوار بچے کا پیشاب دھونے کی بجائے اس پر پانی کے چھینٹے مار دینا ہی کافی نہیں۔ البتہ بچی کے پیشاب کو پانی سے دھونا ضروری ہے۔ چھینٹے مارنے کی صورت میں چھینٹے اتنے مارے جائیں کہ خواہ وہ خود تقاطر نہ ہو مگر نچوڑنے سے تقاطر ہو جائے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث اور دیگر احادیث جن میں الفاظ "نضح" اور "رش" استعمال ہوئے ہیں، سے اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے۔ ان دونوں الفاظ سے مراد چھینٹے مارنا ہے۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شیر خوار بچہ ہو یا بچی دونوں کے پیشاب کو دھو کر صاف کرنا ضروری ہے۔ البتہ بچے کے پیشاب کو بنسبت بچی کے خفیف انداز میں دھویا جائے گا۔ انہوں نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں پیشاب سے احتراز و اجتناب کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ نیز ان احادیث سے جن میں "صب عليه الماء" اور "اتبعه الماء" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی وغیرہ کے دلائل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جن روایات میں "نضح" اور "رش" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، وہاں ان کے معانی وہ مراد لیے جائیں جو موقع و محل اور اقتضاء الحال کے مطابق ہوں مثلاً "نضح" اور "رش" چھینٹوں کے علاوہ "غسل خفیف" کے معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جب ان الفاظ سے "غسل خفیف" مراد لیا جائے تو یہ روایات ہمارے مؤقف کے خلاف ہرگز نہیں رہیں گی۔

سوال: سنن ابی داؤد میں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ونضحه و يغسله (کپڑے پر چھینٹے مارے اور اسے دھویا نہیں) کے الفاظ موجود ہیں؟

جواب: یہاں غسل کی نفی سے غسل مبالغہ کی نفی مراد ہے نہ کہ مطلقاً کی نفی ہے۔

سوال: بچے کی بنسبت بچی کے غسل بول میں مبالغہ کیوں مقصود ہوتا ہے؟

جواب: (۱) بچہ بنسبت بچی کے مجالس میں زیادہ لایا جاتا ہے جو تخفیف کا متقاضی ہے۔

(۲) بچی کے پیشاب میں لیسدار مادہ ہوتا ہے۔

(۳) بچے کا پیشاب کئی جگہوں میں اور کم مقدار میں گرتا ہے لیکن بچی کا پیشاب ایک ہی جگہ میں کثیر مقدار میں گرتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ بَوْلِ مَا یُؤْکَلُ لَحْمُهٗ

باب 55: جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو اُس کے پیشاب کا حکم

67 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِیُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ وَّقَتَادَةُ وَثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَیْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِیْنَةَ فَاجْتَوَوْهَا فَبَعَثَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَقَالَ

متنِ حدیث: اشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَقَتَلُوْا رَاعِیَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا الْاِبِلَ وَارْتَدُّوا عَنِ الْاِسْلَامِ فَاُتِیَ بِهِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَطَعَ اَیْدِیَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ وَّسَمَرَ اَعْیُنَهُمْ وَاَلْقَاهُمْ بِالْحَرَّةِ قَالَ اَنَسٌ فَکُنْتُ اَرٰی اَحَدَهُمْ یَکُدُّ الْاَرْضَ بِفِیْهِ حَتّٰی مَاتُوْا وَرُبَّمَا قَالَ حَمَّادٌ یَکْدُمُ الْاَرْضَ بِفِیْهِ حَتّٰی مَاتُوْا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَکْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا لَا بَاْسَ بِبَوْلِ مَا یُؤْکَلُ لَحْمُهٗ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے وہاں کی آب وہوا انہیں موافق نہیں آئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زکوٰۃ کے اونٹوں میں بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا: تم ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو بھگا کر لے گئے اور وہ اسلام سے مرتد ہو گئے۔

(بعد میں) انہیں پکڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت میں کٹوا دیے اور ان کی آنکھوں میں سلائیں پھروا دیں، پھر انہیں ریگستان (کے تپتے ہوئے پتھروں پر) ڈلوا دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ان میں سے ایک شخص کو دیکھ رہا تھا وہ (پیاس کی شدت سے) اپنی زبان کے ذریعے زمین کو چاٹ رہا تھا، یہاں تک کہ وہ

67- اخرجه البخاری (400/1): کتاب الوضوء، باب: ابوال الابل والدواب والغنم ومرابضها، حدیث (233)، و مسلم (1296/3): کتاب القسامة، باب: حکم المحاربین والمرتدین، حدیث (1671/9)، وابوداؤد (534/2): کتاب الحدود، باب: ماجاء فی المحاربة، حدیث (4364)، وابن ماجه (861/2): کتاب الحدود، باب: من حارب وسعی فی الارض فسادا، حدیث (2578)، واخرجه النسائی (97/7): کتاب تحریم الدم، باب: تاویل قول اللہ عزوجل: (انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسوله)، حدیث (4034)، واخرجه احمد (107/3, 205)، من طریق حمید و قتادة، و ثابت عن انس به۔

لوگ اسی حالت میں مر گئے۔

حماد نامی راوی بعض اوقات یہ لفظ نقل کرتے ہیں۔

یکدم (یعنی وہ اپنے منہ سے زمین کو چاٹ رہا تھا) یہاں تک کہ وہ لوگ مر گئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے یہ کئی حوالوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اکثر اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: حلال جانوروں کے پیشاب میں حرج نہیں۔

68 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْاَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّمَا سَمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْيُنَهُمْ لِاَنَّهُمْ سَمَلُوا اَعْيُنَ الرُّعَاةِ (۱)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْلَمُ اَحَدًا ذَكَرَهُ غَيْرَ هٰذَا الشَّيْخِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ زُرَيْعٍ وَّهُوَ مَعْنٰى قَوْلِهٖ (وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ)

وَقَدْ رُوِىَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّمَا فَعَلَ بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تَنْزِلَ الْحُدُوْدُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں اس لیے پھروائیں تھیں کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی تھیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے اس شخص کے علاوہ اور کسی نے بھی یزید بن زریع سے، ہمارے علم کے مطابق، اس روایت کو نقل نہیں کیا۔

قرآنی حکم ''والجروح قصاص'' کے مطابق ان کی آنکھوں سلائیاں پھروائی گئیں' کیونکہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں تھیں۔ محمد بن سیرین سے منقول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل حدود کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

شرح

ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب نجس ہونے میں مذاہب آئمہ:

قبیلہ ''عرینہ'' یا قبیلہ ''عکل'' یا دونوں سے متعلق آٹھ افراد مدینہ طیبہ میں آئے۔ انہیں مدینہ طیبہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو وہ بیمار ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ کے اونٹوں میں بھیج دیا اور فرمایا: تم اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ نوش کرو۔ وہ صدقہ کے اونٹوں میں گئے۔ انہوں نے چرواہوں کو شہید کر دیا اور اونٹوں کو بھگا کر لے گئے اور اسلام سے مرتد ہو گئے۔ پھر وہ پکڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ آپ نے ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت کٹوا دیے اور ان کی

(۱)- اخرجه مسلم (1298/3): كتاب القسامة' باب: حكم المحاربين والمرتدين' حديث (1671/14)' والنسائي (100/7): كتاب تحريم الدم: باب تاويل قول الله عزوجل (انما جزاؤا الذين يحاربون الله ورسوله) حديث (4043) من طريق سليمان التيمي عن انس به-

آنکھوں میں سلائیاں پھروادیں پھرانہیں ریگستان (تپتی ہوئی ریت) میں پھینکوادیا۔وہ ایڑیاں رگڑرگڑ کر مر گئے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب نجس ہے یا نہیں؟اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام مالک،حضرت امام محمد اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ وہ طاہر ہے۔ان کے دلائل یہ ہیں: (۱) زیر بحث حدیث ہے' جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عرینہ یا قبیلہ عکل کے لوگوں کو اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم دیا۔(۲)حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلوا فی مرابض الغنم ۔ "تم بکریوں کے ٹھہرنے کی جگہ میں نماز ادا کرو"۔اگر ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب نجس ہوتا تو بکریوں کی قیام گاہ میں آپ ہرگز نماز ادا کرنے کی اجازت نہ دیتے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ،حضرت امام شافعی،حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نجس ہے۔ان کے دلائل یہ ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استنزھوا من البول فان عامة عذاب القبر منه (سنن ابن ماجہ) (تم پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے)

(۲) حضرت سعد بن ابی معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا واقعہ ہے' جس میں ہے کہ تدفین کے بعد قبر نے انہیں شدت سے دبایا۔انہوں نے کسی کو (خواب میں) بتایا یہ سب کچھ پیشاب سے احتراز نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔(مسند امام احمد)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اكل لحوم الجلالة والبانها (جامع ترمذی) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گندگی کھانے والے جانوروں کا گوشت کھانے اور ان کا دودھ پینے سے منع فرمایا)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کے دلائل کے جوابات یوں دیے جاتے ہیں: دلیل اول کے جوابات: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل عرینہ یا قبیلہ عکل کے لوگوں کے لیے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پینے کا علاج "الخبيث للخبيثين" کے مطابق تجویز فرمایا۔(۲) ان لوگوں کو پیشاب پینے کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ اس کے خارجی استعمال میں لانے کا حکم دیا تھا۔اس کی اصل عبارت یوں تھی: "اشربوا من البانها واستنشقوا من ابوالها"

(۳) یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے منسوخ ہے۔وہ روایت یہ ہے: استنزھوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه۔دلیل دوم کا جواب: حدیث میں ہے جب تم میں کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ اپنے جوتے کو دیکھ لیا کرے،اگر اس میں نجاست ہو تو اسے صاف کر کے اس میں نماز ادا کرے۔(سنن ابی داؤد جلد اوّل ص ۹۶) چونکہ عموماً راستوں میں چارپائیوں کے فضلات پڑے ہوتے ہیں جن کا جوتے یا پاؤں کو لگ جانا اسے پلید کر دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۶۸ میں ان لوگوں سے انتقام لیتے ہوئے ان کی آنکھوں میں سلایاں پھیرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں

نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھیری تھیں۔

سوال: حاضر ہونے والے آٹھ اشخاص کا تعلق کس قبیلہ سے تھا؟

جواب: چار افراد قبیلہ عرینہ کے اور تین قبیلہ عکل کے جب کہ ایک کسی اور قبیلہ کا تھا۔

سوال: کسی روایت میں آنکھیں نکالنے کا ذکر ہے اور کسی میں آنکھوں میں سلائیاں پھیرنے کا تو دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: پہلے سلائیاں پھیری گئیں پھر آنکھیں نکالی گئیں، لہٰذا کوئی تعارض نہ رہا۔

سوال: کیا پیشاب پینا جائز ہے؟

جواب: (۱) یہ قبیلہ عرینہ کی خصوصیت تھی (۲) اصل عبارت اس طرح تھی: اشربوا من البانها واستنشقوا من ابوالها ۔ یعنی تم ان کا دودھ پیو اور ان کا پیشاب سونگھو۔ گویا پینے کا ذکر نہیں ہے لہٰذا اعتراض بھی نہ رہا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ مِنَ الرِّيحِ

باب 56: ہوا (خارج ہونے) پر وضو کا ٹوٹ جانا

69 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ صَوْتٍ اَوْ رِيْحٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وضو اس وقت لازمی ہوتا ہے جب آواز آئے یا ہوا (بدبو) خارج ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

70 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ رِيْحًا بَيْنَ اَلْيَتَيْهِ فَلَا يَخْرُجْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا

فی الباب: قَالَ وَفِى الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَّعَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ وَّعَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

70- اخرجه احمد (410/2, 435, 471) وابن ماجه (172/1): كتاب الطهارة و سننها باب: لا وضوء الا من حدث حديث (515) وابن خزيمة (18/1) حديث (27) من طريق سهيل بن ابى صالح عن ابيه عن ابى هريرة به-

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ الْعُلَمَاءِ اَنْ لَّا يَجِبَ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ يَّسْمَعُ صَوْتًا اَوْ يَجِدُ رِيْحًا وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اِذَا شَكَّ فِي الْحَدَثِ فَاِنَّهُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ حَتّٰى يَسْتَيْقِنَ اسْتِيقَانًا يَقْدِرُ اَنْ يَحْلِفَ عَلَيْهِ وَقَالَ اِذَا خَرَجَ مِنْ قُبُلِ الْمَرْاَةِ الرِّيحُ وَجَبَ عَلَيْهَا الْوُضُوْءُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص مسجد میں موجود ہو اور وہ اپنی سرین میں سے ہوا کا خروج محسوس کرے تو اس وقت تک (وضو کرنے کے لیے) نہ نکلے جب تک آواز نہ سن لے یا بدبو محسوس نہ کر لے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

علماء بھی اس بات کے قائل ہیں: ان کے نزدیک وضو ٹوٹنے کی صورت میں وضو اس وقت لازم ہوتا ہے جب آدمی آواز سن لے یا اسے بدبو محسوس ہو۔ ابن مبارک فرماتے ہیں: جب آدمی کو وضو ٹوٹنے کے بارے میں شک ہو تو اس پر وضو کرنا اس وقت تک لازم نہیں ہوگا جب تک اسے وضو ٹوٹنے کا اتنا یقین نہ ہو کہ وہ اس پر قسم اٹھا سکتا ہو۔ ابن مبارک فرماتے ہیں: اگر عورت کے ''قُبُل'' (اگلی شرمگاہ) سے ہوا خارج ہو جائے تو اس پر وضو کرنا لازم ہوگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔

71 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ اَحَدِكُمْ اِذَا اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی شخص کی نمازوں کو اس وقت تک قبول نہیں کرتا، جب وہ بے وضو ہو، جب تک وہ وضو نہ کر لے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مسئلہ کی وضاحت:

لفظ ''رِیح'' کے دو پہلو ہیں جب یہ بھیگے ہوئے کپڑے سے گزرے تو کپڑا نجس نہیں ہوگا، کیونکہ اس صورت میں اس (ریح) کے پاک ہونے کا اعتبار ہوگا۔ اس کے خارج ہونے سے وضو فاسد ہو جاتا ہے اس صورت میں اس کے نجس ہونے کا اعتبار ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ریح خارج ہوتے وقت آواز سن لی یا بدبو محسوس کی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں ٹوٹے گا۔

71- اخرجه احمد (318,308/2) والبخاری (282/1) كتاب الوضوء باب: لاتقبل صلاة بغير طهور حديث (135) ومسلم (144/2- نووی): كتاب الطهارة: باب وجوب الطهارة للصلاة حديث (225/2) وابو داؤد (63/1): كتاب الطهارة باب: فرض الوضوء حديث (60) وابن خزيمة (9/1) حديث (11) من طريق همام بن منبه عن ابی هريرة به۔

ایک سوال اوراس کا جواب:

زیر بحث حدیث سے ثابت ہوتا ہے ہوا خارج ہوتے وقت آواز سن لی یا بدبو محسوس کی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں اپنے سرینوں میں ہوا کا خارج ہونا محسوس کرے تو وہ آواز نہ سنے یا بدبو محسوس نہ کرے تو وہ مسجد سے باہر (وضو کرنے کے لیے) نہ جائے۔ دونوں حدیثوں کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ایک روایت سے وضو ٹوٹتا ہے اور دوسری میں نہیں ٹوٹتا تو دونوں کے درمیان تعارض ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک روایت میں اجمال ہے اور دوسری روایت میں تفصیل ہے۔ اجمال والی روایت کو تفصیل والی روایت کے ساتھ ملایا جائے تو مطلب یہ بنے گا کہ ہوا خارج ہوتے وقت یقینی طور پر بدبو محسوس کی یا آواز سنی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ اس سلسلے میں مشہور قاعدہ ہے: الیقین لایزول بالشك یعنی شک سے یقین زائل نہیں ہوسکتا۔

سوال: قُبل (آگے والے مقام) سے خارج ہونے والی ہوا سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

جواب: حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قُبل کی مطلقاً ہوا ناقضِ وضو نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ بدبو کے ساتھ خارج نہیں ہوتی اور نہ محلِ نجاست سے ہوکر آتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مطلقاً ہوا ناقضِ وضو ہے۔

سوال: مفضات (وہ عورت جس کے سبیلین کے مابین کا پردہ پھٹ گیا ہو یا سوراخ ہوگیا ہو) کی قُبل سے خارج ہونے والی ہوا کا کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مفضات کی قُبل سے خارج ہونے والی ہوا ناقضِ وضو نہیں۔ البتہ مفضات کے بارے میں احناف کے تین اقوال ہیں: (۱) اس ہوا سے وضو ٹوٹ جاتا رہتا ہے (۲) اگر ہوا بدبودار ہو تو ناقضِ وضو ہے ورنہ نہیں (۳) مفضات پر وضو واجب نہیں ہوتا مگر وضو کر لینا مستحب و مستحسن ہے۔ آخری قول پر فتویٰ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ

باب 57: سونے کے بعد (بیدار ہونے پر) وضو کرنا

72 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى كُوْفِيٌّ وَّهَنَّادٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ الْمُحَارِبِيُّ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبِ الْمُلَائِيُّ عَنْ اَبِىْ خَالِدِ الدَّالَانِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ وَهُوَ سَاجِدٌ حَتّٰى غَطَّ اَوْ نَفَخَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قَدْ نِمْتَ قَالَ اِنَّ الْوُضُوْءَ لَا يَجِبُ اِلَّا عَلٰى مَنْ نَّامَ مُضْطَجِعًا فَاِنَّهُ اِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ

72- اخرجه احمد (256/1) وابو داؤد (101/1): كتاب الطهارة باب: في الوضوء من النوم واخرجه عبد بن حميد (221,220) حديث (659) من طريق قتادة عن ابى العالية عن ابن عباس به۔

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَاَبُوْ خَالِدٍ اسْمُهٗ یَزِیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

فی الباب: قَالَ وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' آپ سو گئے آپ سجدے کی حالت میں تھے' یہاں تک کہ آپ کے خراٹوں کی آواز آنے لگی' پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھنے لگے' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ تو سو گئے تھے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وضو اس شخص پر لازم ہوتا ہے' جو لیٹ کر سوئے' کیونکہ جب وہ لیٹتا ہے' تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اس حدیث کے ایک راوی) ابوخالد کا نام یزید بن عبدالرحمٰن ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

73 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنَامُوْنَ ثُمَّ یَقُوْمُوْنَ فَیُصَلُّوْنَ وَلَا یَتَوَضَّئُوْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ: وَسَمِعْتُ صَالِحَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَمَّنْ نَّامَ قَاعِدًا مُعْتَمِدًا فَقَالَ لَا وُضُوْءَ عَلَیْهِ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَقَدْ رَوٰی حَدِیْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهٗ وَلَمْ یَذْكُرْ فِیْهِ اَبَا الْعَالِیَةِ وَلَمْ یَرْفَعْهُ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِی الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ فَرَاٰی اَكْثَرُهُمْ اَنْ لَّا یَجِبَ عَلَیْهِ الْوُضُوْءُ اِذَا نَامَ قَاعِدًا اَوْ قَائِمًا حَتّٰی یَنَامَ مُضْطَجِعًا وَّبِهٖ یَقُوْلُ الثَّوْرِیُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدُ

قَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا نَامَ حَتّٰی غُلِبَ عَلٰی عَقْلِهٖ وَجَبَ عَلَیْهِ الْوُضُوْءُ وَبِهٖ یَقُوْلُ اِسْحٰقُ وقَالَ الشَّافِعِیُّ مَنْ نَّامَ قَاعِدًا فَرَاٰی رُؤْیَا اَوْ زَالَتْ مَقْعَدَتُهٗ لِوَسَنِ النَّوْمِ فَعَلَیْهِ الْوُضُوْءُ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سو جاتے تھے اور پھر وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر لیتے تھے وہ از سرِ نو وضو نہیں کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

73- اخرجه احمد (3/277) ومسلم (2/307-308- نووی): کتاب الحیض باب الدلیل علی ان نوم الجالس لا ینقض الوضوء حدیث (125/376) وابو داؤد (1/100): کتاب الطهارة باب فی الوضوء من النوم حدیث (200) من طریق قتادة عن انس به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے صالح بن عبداللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا: جو بیٹھ کر ٹیک لگا کر سو جاتا ہے۔انہوں نے فرمایا: اس شخص پر وضو کرنا لازم نہیں ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے طور پر نقل کیا ہے' انہوں نے اس میں ابوعالیہ کا ذکر نہیں کیا' اور اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔
سونے کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے' ان میں سے اکثریت کی رائے یہ ہے: اگر کوئی شخص بیٹھ کر یا کھڑا کھڑا سو جائے' تو وضو لازم نہیں ہوگا اس وقت تک' جب تک وہ لیٹ کر نہ سوئے۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے' بعض حضرات یہ کہتے ہیں: جب کوئی شخص سو جائے' یہاں تک کہ اس کی عقل پر نیند کا غلبہ ہو جائے (یعنی اس کے حواس ختم ہو جائیں) تو اس پر وضو واجب ہوگا۔
امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب آدمی بیٹھ کر سو جائے اور کوئی خواب دیکھ لے' یا نیند کے غلبہ کی وجہ سے' اس کے بیٹھنے کی جگہ (یعنی سرین) اپنی جگہ سے ہٹ جائے' تو اس پر وضو کرنا لازمی ہوگا۔

شرح

نوم کے ناقض وضو ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب آئمہ:

نیند بنفسہ ناقض وضو نہیں ہے' البتہ بغیرہ ناقض وضو ضرور ہے۔اس لیے کہ نیند کی حالت میں جسم سے خروج ریح کا امکان ہوتا ہے کیونکہ اعضاء بدن ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔اس امر خارجی کی وجہ سے نیند کو ناقض وضو قرار دیا گیا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ نوم ناقض وضو ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:
۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ نوم مطلقاً ناقض وضو نہیں ہے۔البتہ گہری نیند ناقض وضو ضرور ہے۔ان کے نزدیک گہری نیند وہ ہے' جس میں خواب نظر آئے یا خراٹے بھرے گئے ہوں یا حالت نماز میں بدن کا پچھلا حصہ اوپر اٹھ گیا ہو۔ انہوں نے زیر بحث دونوں حدیثوں سے استدلال کیا ہے۔
۲-حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب نیند عقل پر غالب آ جائے تو ناقض وضو ہے خواہ یہ معاملہ کسی حالت میں بھی پیش آ جائے، ورنہ نہیں۔انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: **اذا اضطجع استرحت مفاصلہ** یعنی جب نیند کی حالت میں جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں تو ہوا خارج ہونے کا امکان ہوتا ہے۔
۳-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دوران نماز قیام، قعود، رکوع اور سجود کی حالت میں نیند آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔علاوہ ازیں چار زانو بیٹھ کر سونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔البتہ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونے سے یا کھڑا ہو کر سویا پھر زمین پر گر جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ ان حالتوں میں اعضاء جسم ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔آپ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا

ہے:اذا اضطجع استرحت مفاصلہ ۔ آپ کا مذہب زیادہ مدلل،فطرت کے قریب تر اور احتیاط پر مبنی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے باب کی پہلی حدیث کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ نوم غالب ناقض وضو ہوتی ہے،جس میں اعضاءِ جسم ڈھیلے پڑ جاتے ہیں لیکن یہاں نوم غالب نہیں پائی گئی۔علاوہ ازیں حدیث دوم کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام پر نوم کا غلبہ نہیں ہوتا تھا بلکہ ''النعاس'' (غنودگی) طاری ہو جاتی تھی۔لہٰذا دونوں روایات آپ کے موقف کے خلاف نہیں ہیں۔اس تقریر سے دیگر آئمہ کے دلائل کے جوابات بھی آ گئے۔

سوال: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی خصوصیت کے بارے میں دریافت کیا تھا لیکن آپ نے جواب میں عام قاعدہ بیان کر دیا؟

جواب: یہ اعلیٰ اسلوب حکمت ہے کہ ہماری خصوصیات تو مسلمہ ہیں جن سے کوئی راہ فرار اختیار نہیں کر سکتا مگر آپ لوگوں کو جس مسئلہ کی ضرورت ہے وہ دریافت کریں کہ کون سی چیز ناقض وضو ہو سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ

باب 58: آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کی وجہ سے وضو کا لازم ہونا

74 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَلْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ وَلَوْ مِنْ ثَوْرِ اَقِطٍ قَالَ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ يَّا اَبَا هُرَيْرَةَ اَنَتَوَضَّاُ مِنَ الدُّهْنِ اَنَتَوَضَّاُ مِنَ الْحَمِيْمِ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يَا ابْنَ اَخِىْ اِذَا سَمِعْتَ حَدِيْثًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَضْرِبْ لَهٗ مَثَلًا

فی الباب: قَالَ وَفِى الْبَابِ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّاَبِىْ طَلْحَةَ وَاَبِىْ اَيُّوْبَ وَاَبِىْ مُوْسٰى

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَاَى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْوُضُوْءَ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ وَاَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ عَلٰى تَرْكِ الْوُضُوْءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو چیز آگ پر پکی ہو،اس کو کھانے سے وضو کرنا لازم ہوگا خواہ وہ پنیر کا ٹکڑا ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کیا ہم تیل کی وجہ سے وضو کریں گے؟ کیا ہم گرم پانی کی وجہ سے وضو کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! جب تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی حدیث سن لو تو اس کے سامنے

74- اخرجه احمد (503/2) وابن ماجه (163/1): كتاب الطهارة و سننها باب: الوضوء مما غيرت النار حديث (485) من طريق محمد بن عمرو بن علقمة عن ابى سلمة عن ابى هريرة به-

مثالیں نہ بیان کیا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کی وجہ سے وضو کرنا لازم ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم کی یہ رائے ہے: آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کی وجہ سے وضو لازمی نہیں ہوتا۔ (یعنی آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا)۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَرْكِ الْوُضُوْءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ

باب 59: آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے کی وجہ سے) وضو لازم نہ ہونا

75 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ سَمِعَ جَابِرًا قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهُ فَدَخَلَ عَلٰى امْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً فَاَكَلَ وَاَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُطَبٍ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّاَ لِلظُّهْرِ وَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِّنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ فَاَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّاْ قَالَ [1]

فِي الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ رَافِعٍ وَّاُمِّ الْحَكَمِ وَعَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ وَاُمِّ عَامِرٍ وَّسُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَاُمِّ سَلَمَةَ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَا يَصِحُّ حَدِيْثُ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ اِنَّمَا رَوَاهُ حُسَامُ بْنُ مِصَكٍّ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحِيْحُ اِنَّمَا هُوَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا رَوَاهُ الْحُفَّاظُ وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ وَّعِكْرِمَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ وَّعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَهٰذَا اَصَحُّ

---

(۱)– صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے صرف امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

75– اخرجه احمد (414/2)' و مسلم (285/2– نووی): كتاب الحيض' باب: الدليل على من تيقن الطهارة ثم شك في الحدث فله ان يصلي بطهارته تلك' حديث (362/99)' وابو داؤد (94/1): كتاب الطهارة' باب: اذا شك في الحدث' حديث (177)' والدارمي (184,183/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: لا وضوء الا من حدث' وابن خزيمة (17,16/1)' حديث (24)' من طريق سهيل عن ابيه عن ابي هريرة به–

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِثْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ رَاَوْا تَرْكَ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ وَهٰذَا اٰخِرُ الْاَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَاَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثُ نَاسِخٌ لِلْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ حَدِيْثِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے' میں آپ کے ساتھ تھا' آپ ایک انصاری خاتون کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس خاتون نے آپ کے لیے ایک بکری ذبح کی آپ نے اسے کھایا' پھر وہ خاتون کھجوروں کا ایک تھال لے کر آئی' آپ نے ان میں سے بھی کھایا' پھر آپ نے ظہر کی نماز کے لیے وضو کیا' پھر نماز ادا کی' پھر نماز سے فارغ ہوئے' تو وہ خاتون بکری کا بچا ہوا گوشت لائی۔ آپ نے اسے بھی کھالیا' پھر آپ نے عصر کی نماز ادا کی' لیکن ازسرِنو وضو نہیں کیا۔

اس باب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابورافع، حضرت اُمّ حسن رضی اللہ عنہا، حضرت اُمّ عامر، حضرت سوید بن نعمان اور سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے' کیونکہ اسے حسام بن مصک نے ابن سیرین کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

درست یہ ہے: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ علم حدیث کے ماہرین نے اسے اس طرح روایت کیا ہے' اور اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں ابن سیرین کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

عطاء بن یسار، عکرمہ، محمد بن عمرو بن عطاء، علی بن عبداللہ بن عباس اور کئی حضرات نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اکثر اہلِ علم نے اس چیز پر عمل کیا ہے' ان میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے سے) وضو کرنا لازم نہیں ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملات میں آخری عمل یہی منقول ہے' گویا یہ حدیث پہلی والی حدیث کو منسوخ کرنے والی ہے' وہ حدیث جس میں پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم ہے۔

آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کا شرعی حکم:

آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو لازم آتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ مسلسل دو ابواب اور ان کے تحت دو احادیث بھی لائے ہیں۔ پہلے باب کی حدیث سے آگ پر پکی چیز کھانے سے وضو کا وجوب ثابت ہوتا ہے جبکہ

دوسرے باب کی حدیث سے وضو کا عدم وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ابتداء میں اس مسئلہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اراء اور افعال مختلف تھے لیکن بعد میں اس کے عدم وجوب پر ان کا اجماع منعقد ہو گیا۔

سوال یہ ہے کہ جب آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کے عدم وجوب پر اجماع منعقد ہو چکا ہے تو باب اول کی حدیث کا کیا جواب ہوگا؟ اس کے متعدد جوابات ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- حدیث: وضوء مما مست النار، کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اس کی ناسخ حضرت جابر بن عبداللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے: قال کان اخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترك الوضوء مما غيرت النار (سنن ابی داؤد جلد اول ص ۲۵) راوی کا کہنا ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری دو چیزوں میں سے ایک آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کا حکم ختم کرنا ہے۔

۲- اس حدیث میں حکم وجوب کے لیے نہیں، بلکہ استحباب کے لیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کرنا ثابت ہے اور ترکِ وضو بھی۔ وضو کرنا مستحب عمل ہے۔

۳- اس وضو سے مراد اصطلاحی وضو نہیں ہے بلکہ لغوی وضو ہے۔ اس کی تائید حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے۔ وہ ایک خاتون کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ثم اتينا بماء فغسل رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يديه و مسح يبلل كفيه و جهه و ذراعيه ورأسه و قال يا عكراش هذا الوضوء مما غيرت النار ۔ (جامع ترمذی) پھر ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی پیش کیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے، ان کی تری سے کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھوں، اپنے چہرے، اپنی دونوں کلائیوں اور اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عکراش! آگ پر پکی ہوئی چیز کا یہ وضو ہے۔ معلوم ہوا حدیث باب سے مراد وضو صغیر ہے جو ہاتھ، چہرہ اور منہ کے دھونے کا نام ہے۔

۴- آگ سے پکی ہوئی چیز کے کھانے سے فرشتوں سے مشابہت نہیں رہتی یا آتش دنیا جہنم کی آتش سے ملتی جلتی ہے اور اس کا مقام بھیانک و خطرناک ہے تو اس سے تعلق و رابطہ ختم کرنے کے لیے وضو کا حکم دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ مِنْ لُحُوْمِ الْإِبِلِ

باب 60: اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا

76 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوُضُوْءِ مِنْ لُحُوْمِ الْإِبِلِ فَقَالَ تَوَضَّئُوْا مِنْهَا

76- اخرجه احمد (303,288/4) وابو داؤد (96/1): كتاب الطهارة باب: الوضوء من لحوم الابل حديث (184) (187/1): كتاب الصلاة باب: النهي عن الصلاة في مبارك الابل حديث (493) وابن ماجه (166/1): كتاب الطهارة وسننها باب: ماجاء في الوضوء من لحوم الابل حديث (494) وابن خزيمة (22,21/1) حديث (32) من طريق عبدالرحمن بن ابي ليلى عن البراء بن عازب به -

وَسُئِلَ عَنِ الْوُضُوْءِ مِنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ فَقَالَ لَا تَتَوَضَّئُوْا مِنْهَا قَالَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَاُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوَى الْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَّالصَّحِيْحُ حَدِيْثُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَّهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرَوٰى عُبَيْدَةُ الضَّبِّىُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِىِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ ذِى الْغُرَّةِ الْجُهَنِىِّ وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ فَاَخْطَاَ فِيْهِ وَقَالَ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَّالصَّحِيْحُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِىِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اِسْحٰقُ صَحَّ فِىْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثُ الْبَرَاءِ وَحَدِيْثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَدْ رُوِىَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّهُمْ لَمْ يَرَوُا الْوُضُوْءَ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِىِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ نے فرمایا: تم اس کے بعد وضو کرلو' آپ سے بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ نے فرمایا: تم اس کے بعد وضو نہ کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حجاج بن ارطاۃ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے' انہوں نے اسے عبداللہ بن عبداللہ کے حوالے سے، عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالے سے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

عبیدہ ضبی نے اسے عبداللہ رازی کے حوالے سے، عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالے سے ذوالعزہ جہنی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حماد بن سلمہ نے اس حدیث کو حجاج بن ارطاۃ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے اس میں غلطی کی ہے۔

انہوں نے اس کی سند میں یہ کہا ہے: یہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالے سے اور وہ اپنے والد اور وہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

صحیح یہ ہے: عبداللہ بن عبداللہ راوی نے اسے عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالے سے' حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

اسحاق فرماتے ہیں: اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو احادیث مستند طور پر منقول ہیں' ایک حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ایک حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں' تابعین اور دیگر اہلِ علم میں سے' چند حضرات سے یہی قول منقول ہے:

ان کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا لازم نہیں ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

لحوم ابل کھانے سے لزوم وضو اور عدم لزوم کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

لحوم ابل کے کھانے سے لزوم وضو اور عدم لزوم کے حوالے سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے۔اس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱-حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ لحوم ابل کھانے سے خواہ کچا ہو یا پکا وضو واجب ہو جاتا ہے۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے لحوم ابل اور دودھ کے استعمال سے لزوم وضو کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے لزوم وضو کا حکم دیا۔جب آپ سے بکری کے گوشت اور دودھ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم لزوم کا حکم دیا۔علاوہ ازیں اونٹ کی تلی، کلیجی، گردہ، دل اور بھیجا کھانے سے ان کے نزدیک وضو لازم نہیں ہوتا کیونکہ ان چیزوں پر گوشت کا اطلاق نہیں ہوتا۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو لازم نہیں ہوتا کیونکہ اس کے وجوب کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔

آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حدیث باب کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-جب حدیث: الوضوء مما غیرت النار، منسوخ قرار پا گئی تو اسی طرح یہ حدیث بھی منسوخ ہو گئی۔اس لیے کہ اونٹ کا گوشت کچا نہیں بلکہ پکا کر کھایا جاتا ہے۔

۲-یہ حکم امت کے عوام کے لیے نہیں ہے بلکہ خواص کے لیے ہے۔

۳-اس حدیث میں لزوم وضو کا حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے، اس کی تائید حضرت سمرہ السوائی کی روایت سے بھی ہوتی ہے: **قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت انا اھل بادیۃ و ما شیۃ فھل نتوضأ من لحوم الابل و الیانھا قال: نعم، قلت فھل نتوضأ من لحوم الغنم و البانھا قال: لا** ۔ (الطبرانی فی الکبیر) میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہم لوگ دیہات میں مقیم ہیں اور پیدل سفر کرتے ہیں تو کیا اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ پینے پر ہم وضو کریں گے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں۔میں نے یہ بھی سوال کیا: کیا بکری کا گوشت اور دودھ استعمال کرنے پر ہم وضو کریں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں۔اس روایت میں بھی استحباب ہی بیان ہوا ہے۔(علامہ محمد لیاقت علی رضوی: شرح قدوری جلداوّل ص ۷۰)

۴-وضو کی دو اقسام ہیں (۱) وضو صغیر جس کا مطلب کھانے پینے سے فراغت پر ہاتھ، منہ اور چہرہ دھونا ہے۔(۲) وضو کبیر، اس سے مراد نماز جیسا وضو کرنا ہے، جس کے چار فرائض ہیں اور اسے نماز کی چابی قرار دیا گیا ہے۔

سوال: اس وضو کو اگر بالفرض مستحب قرار دیا جائے تب بھی سوال یہ ہے کہ آخر اس کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے؟

جواب: قوم بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت حرام قرار دیا گیا تھا لیکن اُمت محمد یہ کے لیے حلال قرار دیا گیا۔ اس کی اباحت دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمت اور احسان ہے اور اس نعمت کے شکرانہ میں اس کے کھانے پر وضو مستحب قرار دیا گیا ہے۔

بَاب الْوُضُوْءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ

باب 61: شرمگاہ چھونے کے بعد وضو کرنا

77 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ عَنْ بُسْرَةَ بِنْتِ صَفْوَانَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلَا يُصَلِّ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ قَالَ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَاَبِىْ اَيُّوْبَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ واَرْوٰى ابْنَةِ اُنَيْسٍ وَّعَآئِشَةَ وَجَابِرٍ وَّزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسانیدِ دیگر: قَالَ هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّثْلَ هٰذَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ بُسْرَةَ وَرَوٰى اَبُوْ اُسَامَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَرْوَانَ عَنْ بُسْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ بِهٰذَا وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ بُسْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ بُسْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ الْاَوْزَاعِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاَصَحُّ شَىْءٍ فِىْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثُ بُسْرَةَ وقَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ حَدِيْثُ اُمِّ حَبِيْبَةَ فِىْ هٰذَا الْبَابِ صَحِيْحٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وقَالَ مُحَمَّدٌ لَمْ يَسْمَعْ مَكْحُوْلٌ مِنْ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ وَرَوٰى مَكْحُوْلٌ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَنْبَسَةَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَكَاَنَّهٗ لَمْ يَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ صَحِيْحًا

77- اخرجه مالك في الموطا (42/1): كتاب الطهارة' باب: الوضوء من مس الفرج' حديث (58) والحميدي (171/1)' حديث (352)' واحمد (406/6'407)' وابو داؤد (95/1): كتاب الطهارة' باب: الوضوء من مس الذكر' حديث (181)' والنسائي (100/1): كتاب الطهارة' باب: الوضوء من مس الذكر' حديث (163)' وابن ماجه (161/1): كتاب الطهارة و سننها' باب: الوضوء من مس الذكر' حديث (479)' والدارمي (184/1): كتاب الصلاة اوالطهارة' باب: الوضوء من مس الذكر' وابن خزيمة (22/1)' حديث (33)' من طريق مروان بن الحكم عن بسرة بنت صفوان به۔

◆◆ حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اپنی شرمگاہ کو چھو لے وہ اس وقت تک نماز ادا نہ کرے' جب تک وہ وضو نہ کر لے۔

اس باب میں سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیّدہ اروی بنت انیس رضی اللہ عنہا، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کئی راویوں نے اسے ہشام بن عروہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حضرت بسرہ سے نقل کیا ہے۔

حضرت بسرہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے منقول ہے۔

اس روایت کو اسحاق بن منصور نے ابواسامہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت بسرہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے کئی اہلِ علم نے یہی رائے دی ہے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: اس باب میں سب سے زیادہ مستند روایت حضرت بسرہ کی حدیث ہے۔

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس باب میں سب سے زیادہ مستند ہے یہ علاء بن حارث کی روایت ہے' جسے انہوں نے مکحول کے حوالے سے عنبسہ بن ابوسفیان کے حوالے سے سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: مکحول نے عنبسہ بن ابوسفیان سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔ مکحول نے ایک اور راوی کے حوالے سے عنبسہ کے حوالے سے دیگر روایات نقل کی ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ''حدیث صحیح'' نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَرْكِ الْوُضُوْءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ

باب 62: شرمگاہ کو چھونے کے بعد وضو کرنا' لازم نہ ہونا

78 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ هُوَ الْحَنَفِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: وَهَلْ هُوَ اِلَّا مُضْغَةٌ مِّنْهُ اَوْ بَضْعَةٌ مِّنْهُ

78- اخرجه احمد (23/4) وابو داؤد (95/1): كتاب الطهارة' باب: الرخصة في مس الذكر' حديث (182) وابن ماجه (163/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: الرخصة في مس الذكر' حديث (483) والنسائي (101/1): كتاب الطهارة' باب: ترك الوضوء من مس الذكر حديث (165) من طريق قيس بن طلق بن علي عن ابيه به-

فی الباب: قَالَ وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَعْضِ التَّابِعِیْنَ اَنَّھُمْ لَمْ یَرَوُا الْوُضُوْءَ مِنْ مَسِّ الذَّکَرِ وَھُوَ قَوْلُ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ وَابْنِ الْمُبَارَکِ

حکم حدیث: وَھٰذَا الْحَدِیْثُ اَحْسَنُ شَیْءٍ رُوِیَ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ وَقَدْ رَوٰی ھٰذَا الْحَدِیْثَ اَیُّوْبُ بْنُ عُتْبَۃَ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ اَبِیْہِ

توضیح راوی: وَقَدْ تَکَلَّمَ بَعْضُ اَھْلِ الْحَدِیْثِ فِیْ مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرٍ وَّاَیُّوْبَ بْنِ عُتْبَۃَ وَحَدِیْثُ مُلَازِمِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بَدْرٍ اَصَحُّ وَاَحْسَنُ

◆◆ قیس بن طلق اپنے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: یہ صرف گوشت کا ایک لوتھڑا ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) یہ اس کے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے یہ روایت منقول ہے: ان حضرات کے نزدیک شرمگاہ کو چھونے کے بعد وضو کرنا لازم نہیں ہے۔ اہلِ کوفہ اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

اس باب میں یہ حدیث ''احسن'' ہے۔

اس روایت کو ایوب بن عتبہ اور محمد بن جابر نے قیس بن طلق کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

علم حدیث کے بعض ماہرین نے محمد بن جابر اور ایوب بن عتبہ کے بارے میں کچھ گفتگو کی ہے (یعنی انہیں مستند قرار نہیں دیا)

ملازم بن عمرو کی عبداللہ بن بدر سے نقل کردہ روایت ''اصح'' اور ''احسن'' ہے

شرح

مس ذکر سے وجوب وضو یا عدم وجوب کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

بلا پردہ مس ذکر، مس فرج اور مس دبر سے وجوب وضو یا عدم وجوب ہوتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مس ذکر بباطن الکف بلا حائل ہو تو ناقض وضو ہوگا۔ ان کے نزدیک مس دبر اور مس فرج کا بھی یہی حکم ہے۔ انہوں نے اپنے موقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ذکر کو چھوا تو وہ وضو کیے بغیر نماز نہ ادا کرے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مس ذکر، مس فرج اور مس دبر تینوں ناقض وضو نہیں ہیں[1]۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

---

[1] عبدالرحمٰن الجزیری: کتاب الفقہ علی مذاہب اربعہ' مترجم جلد اوّل ص ۱۰۰

(۱) حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل هو الا مضغة او بضعة منه ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذکر جسم کا ایک حصہ ہے یا ٹکڑا ہے۔

(۲) عن طلق بن علی رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رجل مست ذکری (او) قال الرجل یمس ذکره فی الصلوٰة أعلیه وضو ؟ فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا، انما هو بضعة منك ۔ حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: میں نے اپنا ذکر چھولیا (یا) اس نے کہا: وہ نماز کی حالت میں اپنے ذکر کو چھوتا ہے تو اس پر وضو ضروری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، کیونکہ ذکر بھی تیرے جسم کا ایک حصہ ہے۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کے جوابات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سنداً اور متناً حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے زیادہ قوی ہے۔

۲۔ حضرت طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بنسبت حضرت بسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد کی ہے۔ بعد والی روایت کو پہلی پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ حضرت بسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کی سند میں اضطراب ہے۔ لہٰذا اسے راجح یا ارجح قرار دینا درست نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَرْكِ الْوُضُوْءِ مِنَ الْقُبْلَةِ

باب 63: (بیوی کا) بوسہ لینے کے بعد وضو لازم نہیں ہوتا

79 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ وَّاَبُوْ كُرَيْبٍ وَّاَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَاَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَآئِهٖ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَتَوَضَّاْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هِیَ اِلَّا اَنْتِ قَالَ فَضَحِكَتْ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَقَدْ رُوِیَ نَحْوُ هٰذَا عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالُوْا لَيْسَ فِی الْقُبْلَةِ وُضُوْءٌ

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّالْاَوْزَاعِیُّ وَالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ فِی الْقُبْلَةِ وُضُوْءٌ وَّهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَاِنَّمَا تَرَكَ اَصْحَابُنَا حَدِيْثَ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَا لِاَنَّهٗ لَا يَصِحُّ عِنْدَهُمْ لِحَالِ الْاِسْنَادِ

قَالَ: وَسَمِعْتُ اَبَا بَكْرِ الْعَطَّارَ الْبَصْرِیَّ يَذْكُرُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْمَدِيْنِیِّ قَالَ ضَعَّفَ يَحْيَی بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ

79- اخرجه احمد (210/6) وابو داؤد (94/1): كتاب الطهارة، باب: الوضوء من القبلة، حديث (179) وابن ماجه (168/1): كتاب الطهارة وسننها، باب: الوضوء من القبلة، حديث (502) من طريق عروة بن الزبير عن عائشة به۔

هٰذَا الْحَدِيْثَ جِدًّا وَّقَالَ هُوَ شِبْهُ لَا شَيْءَ

قولِ امام بخاری: قَالَ : وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيْلَ يُضَعِّفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ وقَالَ حَبِيْبُ بْنُ اَبِىْ ثَابِتٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ وَقَدْ رُوِىَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَهٰذَا لَا يَصِحُّ اَيْضًا وَّلَا نَعْرِفُ لِاِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ سَمَاعًا مِّنْ عَآئِشَةَ وَلَيْسَ يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ

◆◆ عروہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کا بوسہ لیا پھر آپ نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے ازسرنو وضو نہیں کیا۔

عروہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: "وہ آپ ہی ہوں گی" عروہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسکرا دیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس قول کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اور تابعین میں سے ایک سے زیادہ اہلِ علم سے نقل کیا گیا ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ بھی اس بات کے قائل ہیں ان حضرات کے نزدیک بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں: بوسہ لینے سے وضو کرنا لازم ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں۔

ہمارے اصحاب نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو اس لیے ترک کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مستند طور پر ثابت نہیں ہے کیونکہ اس کی سند ایسی نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابوبکر عطار بصری سے سنا ہے وہ علی بن مدینی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: یحییٰ بن سعید قطان نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں: یہ مشتبہ ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: حبیب بن ابوثابت نے عروہ سے اس حدیث کا سماع نہیں کیا۔

ابراہیم تیمی کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بوسہ لیا تھا اور ازسرنو وضو نہیں کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت بھی مستند نہیں ہے کیونکہ ہم ابراہیم تیمی کے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کے بارے میں نہیں جانتے۔

اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی بھی "مستند" روایت منقول نہیں ہے۔

شرح

حالت وضو میں بیوی کا بوسہ لینے سے لزوم وضو یا عدم لزوم میں مذاہب آئمہ:

حالت وضو میں بیوی سے بوس و کنار کرنے سے لزوم وضو ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ حالت وضو میں بیوی سے بوس و کنار کرنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ان کے نزدیک عورت کو چھونے سے ہی وضوٹوٹ جاتا ہے پھر بوسہ لینا تو اونچا عمل ہے۔انہوں نے نص قرآنی سے استدلال کیا ہے: اولامستم النساء۔(یاتم اپنی بیویوں کو چھولو) حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر کے مطابق بیوی کا بوسہ ناقض وضو ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیوی کا بوسہ ناقض وضو ہرگز نہیں ہے۔آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ کا بوسہ لیا پھر وضو کیے بغیر آپ نے نماز ادا فرمائی۔(حدیث باب)

۲-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ تہجد کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تو میں آپ کے سامنے لیٹی رہتی تھی، جب آپ سجدہ کرتے غمز فرماتے تو میں اپنا پاؤں سمیٹ لیتی تھی۔(صحیح بخاری)

۳-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا فرماتے تو میں آپ کے سامنے جنازہ کی طرح لیٹی رہتی تھی اور جب آپ نماز وتر ادا کرتے تو اپنے پاؤں مبارک سے مجھے چھوتے تھے۔

(سنن نسائی، جلداوّل ص ۳۸)

احناف کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حدیث صحیح کے مقابل حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول قابل قبول نہیں ہوسکتا۔لہٰذا اقوال متروک ہوجائیں گے اور حدیث پر عمل ہوگا۔

حدیث پر اعتراض اور اس کا جواب:

اس روایت کی سند میں یہ الفاظ ہیں: ''حبیب عن عروۃ عن عائشۃ'' دریافت طلب یہ بات ہے کہ یہاں عروہ سے مراد عروہ بن زبیر ہیں یا عروہ مزنی؟ اگر عروہ بن زبیر مراد ہوں تو حبیب کا ان سے سماع ثابت نہیں ہے۔اگر عروہ مزنی مراد ہوں تو ان کا سماع حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت نہیں ہے، نیز یہ مجہول الصفات راوی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے: یہاں عروہ سے مراد عروہ بن زبیر ہیں، اس کے چار دلائل ہیں: (۱) عروہ بن زبیر ہونے کی تصریح دارقطنی، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں موجود ہے۔(۲) جب ایک نام کے دو راوی ہوں اور دونوں میں سے کسی کی خصوصیت پر قرینہ نہ ہو تو دونوں میں سے زیادہ مشہور مراد لیا جاتا ہے۔(۳) روایت میں تصریح ہے کہ عروہ بن زبیر نے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سماع کیا تو

ہے۔(۴)روایت میں یہ الفاظ ہیں''من شيء الا انت'' یہ الفاظ اگر کوئی گھر کا فرد یا رشتہ دار کہے تو مزاح وخوش طبعی پر محمول ہوتے ہیں اور اگر غیر کہے تو مذاق و بدتمیزی مراد ہوتی ہے۔ یہ الفاظ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہو سکتے ہیں کیونکہ آپ بھانجے ہیں جبکہ عروہ مزنی اجنبی اور غیر ہیں۔

سوال:اس جواب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سنن ابی داؤد کی عبارت ہے:روی عن الثوری انه قال ما حدثنا حبیب الا عن عروة المزنی یعنی لم یحدثهم عن عروة بن الزبیر بشيء اس میں صراحتاً عروہ المزنی کا نام بطور راوی موجود ہے؟

جواب:(۱) یہ روایت مقطوع عن السند ہے،لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔(۲) لفظ''روی''مجہول کا صیغہ استعمال کرکے حضرت امام ابوداؤد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ مِنَ الْقَيْءِ وَالرُّعَافِ

باب 64: قے کرنے یا نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے وضو کرنا

80 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ اَبِی السَّفَرِ وَهُوَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَمْدَانِيُّ الْكُوْفِيُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا وَقَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَعِيْشَ بْنِ الْوَلِيْدِ الْمَخْزُوْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاَفْطَرَ فَتَوَضَّاَ فَلَقِيْتُ ثَوْبَانَ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ صَدَقَ اَنَا صَبَبْتُ لَهٗ وَضُوْئَهٗ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَابْنُ اَبِیْ طَلْحَةَ اَصَحُّ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَاٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ الْوُضُوْءَ مِنَ الْقَيْءِ وَالرُّعَافِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَيْسَ فِی الْقَيْءِ وَالرُّعَافِ وُضُوْءٌ وَّهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ

حکمِ حدیث: وَقَدْ جَوَّدَ حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَحَدِيْثُ حُسَيْنٍ اَصَحُّ شَيْءٍ فِیْ هٰذَا الْبَابِ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى مَعْمَرٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ فَاَخْطَاَ فِيْهِ فَقَالَ عَنْ يَعِيْشَ بْنِ الْوَلِيْدِ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ الْاَوْزَاعِيَّ وَقَالَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ وَاِنَّمَا هُوَ مَعْدَانُ بْنُ اَبِیْ طَلْحَةَ

80– اخرجه احمد (443/6) وابو داؤد (725/1): كتاب الصيام: باب الصائم يستقي عامداً حديث (2381) والدارمي (14/2): كتاب الصيام باب: التقيؤ للصائم وابن خزيمة (224/3) حديث (1956) من طريق معدان بن ابي طلحة عن ابي الدرداء به-

◄► معدان بن ابوطلحہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو آپ نے ازسرِنو وضو کیا (راوی کہتے ہیں) پھر میری ملاقات حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے دمشق کی جامع مسجد میں ہوئی میں نے ان سے اس بات کا تذکرہ کیا' تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے (یعنی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے) ٹھیک کہا ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروایا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسحاق بن منصور نے اس روایت کے راوی کا نام معدان بن طلحہ نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (درست نام) ابن ابی طلحہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' تابعین نے قے کرنے یا نکسیر پھوٹنے کے بعد وضو کرنا لازم قرار دیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: قے کرنے یا نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے وضو کرنا لازم نہیں ہوتا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

حسین معلم نے اس روایت کو بہترین قرار دیا ہے۔

حسین کی روایت اس باب میں سب سے زیادہ مستند ہے۔

معمر نے اس حدیث کو یحییٰ بن ابی کثیر کے حوالے سے نقل کیا ہے' انہوں نے اس میں غلطی کی ہے۔

انہوں نے یہ کہا ہے: یہ یحییٰ بن ولید کے حوالے سے خالد بن معدان کے حوالے سے' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

انہوں نے اس سند میں اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ نہیں کیا اسے خالد بن معدان کے حوالے سے نقل کردیا ہے' جو معدان بن ابوطلحہ کے صاحب زادے ہیں۔

شرح

قی اور نکسیر سے لزوم وضو یا عدم لزوم میں مذاہب آئمہ:

قی آنے یا نکسیر پھوٹنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ نیز اس مسئلہ کا تعلق اس ارشاد ربانی سے ہے: اوجاء احد منکم من الغائط۔ اس کی تفسیر و توضیح میں بھی اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ سبیلین سے نجاست برآمد ہونا، ناقض وضو ہے لیکن اس کے علاوہ قی، نکسیر، پیپ اور خون وغیرہ جسم سے برآمد ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے: غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر ایک صحابی نماز میں مصروف تھے اور سورہ کہف کی قرأت کررہے تھے۔ دشمن نے انہیں ایک تیر مارا تو وہ نماز میں ہی مشغول رہے۔ جب دشمن کی طرف سے متعدد تیر لگے تو انہوں نے اپنی نماز ختم کردی اور اپنے ساتھی کو (صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے) بیدار کیا۔ انہوں نے اس روایت سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ صحابی کو ایک تیر لگا، خون برآمد ہوا لیکن وہ نماز میں مصروف رہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جسم سے خون

برآمد ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہی حکم قی کا ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک منہ بھر قی آنے' نکسیر پھوٹنے، سبیلین سے نجاست برآمد ہونے، جسم کے کسی بھی حصہ سے پیپ اور خون وغیرہ برآمد ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ انہوں نے حضرت حدیث باب سے استدلال نہیں کیا کیونکہ یہ روایت فعلی ہونے کے علاوہ مختلف مفاہیم کی حامل ہوسکتی ہے مثلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے محض نظافت کی غرض سے وضو کیا ہو، تازگی و بشاشت کے قصد سے وضو کیا ہو، آپ پہلے سے باوضو نہ ہوں یا نماز ادا کرنے کے لیے آپ نے وضو کیا ہو۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من اصابه قيء اور عاف اوقلس اومذی فلینصرف فلیتوضا ثم لیبن علی صلاته وهو فی ذلك لا یتکلم** (جس شخص کو حالت نماز میں قی آجائے یا نکسیر پھوٹ جائے یا پانی برآمد ہو یا مذی نکل آئے تو وہ پلٹ کر وضو کرے پھر اپنی نماز پر بنا کرلے بشرطیکہ اس نے کوئی بات نہ کی ہو)

حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کے جوابات یوں دیے گئے ہیں:

(۱) اس روایت کی سند میں ایک راوی "عقیل" ہیں جو مجہول ہیں۔ ایک راوی محمد بن اسحاق ہیں جو مختلف فیہ شخصیت کے مالک ہیں اور انہیں دجال و کذاب بھی کہا گیا ہے۔

(۲) یہ روایت بالاجماع متروک ہے کیونکہ خون کو تو آپ بھی نجس قرار دیتے ہیں۔

(۳) یہ روایت ناقابل استدلال ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس واقعہ پر مطلع ہونا اور انکار نہ کرنے کی تصریح نہیں ہے۔

(۴) نمازی صحابی غلبہ حال یا غلبہ عشق کی وجہ سے معذور قرار پاتے ہیں۔

حدیث ہذا کی خصوصیت:

زیر بحث حدیث سند کے اعتبار سے اقویٰ ہے۔ اس کی قوت کو دیکھ کر حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسئلہ قی ونکسیر میں حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ حدیث باب کو "حدیث عشاری" کہا جاتا ہے۔ جامع ترمذی میں حدیث "عشاری" یہی ایک ہے۔ "عشاری" اس حدیث کو کہا جاتا ہے' جس کی سند میں مصنف کتاب سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف دس واسطے بنتے ہوں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ بِالنَّبِيْذِ

باب 65: نبیذ سے وضو کرنا

81 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِيْ فَزَارَةَ عَنْ اَبِيْ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

81–اخرجه احمد (458, 450, 402/1) وابوداؤد (69/1): كتاب الطهارة' باب: الوضوء بالنبيذ' حديث (84) وابن ماجه (135/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: الوضوء بالنبيذ' حديث (384) من طريق ابي زيد عن عبدالله بن مسعود به-

متن حدیث: سَاَلَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا فِیْ اِدَاوَتِكَ فَقُلْتُ نَبِیْذٌ فَقَالَ تَمْرَةٌ طَیِّبَةٌ وَّمَاءٌ طَهُوْرٌ قَالَ فَتَوَضَّاَ مِنْهُ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَاِنَّمَا رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ اَبِیْ زَیْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ زَیْدٍ رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ لَا تُعْرَفُ لَهٗ رِوَایَةٌ غَیْرُ هٰذَا الْحَدِیْثِ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَاٰی بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْوُضُوْءَ بِالنَّبِیْذِ مِنْهُمْ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَغَیْرُهٗ

وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا یُتَوَضَّاُ بِالنَّبِیْذِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

وقَالَ اِسْحٰقُ اِنِ ابْتُلِیَ رَجُلٌ بِهٰذَا فَتَوَضَّاَ بِالنَّبِیْذِ وَتَیَمَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَقَوْلُ مَنْ یَّقُوْلُ لَا یُتَوَضَّاُ بِالنَّبِیْذِ اَقْرَبُ اِلَی الْكِتَابِ وَاَشْبَهُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ (فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: تمہارے برتن میں کیا ہے؟ میں نے عرض کی: نبیذ ہے آپ نے فرمایا: کھجوروں کا (شیرہ) بہترین ہے اور اس کا پانی پاک ہے، راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کرلیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کو ابوزید کے حوالے سے حضرت عبداللہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے۔

ابوزید نامی راوی علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک مجہول ہیں اس روایت کے علاوہ ان کی کسی اور روایت کا پتہ نہیں ہے۔

بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: نبیذ سے وضو کیا جاسکتا ہے، ان میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

بعض اہلِ علم یہ فرماتے ہیں: نبیذ سے وضو نہیں کیا جاسکتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص ایسی صورتحال میں مبتلا ہو جائے، تو میرے نزدیک پسندیدہ صورت یہ ہے: وہ نبیذ سے وضو کرے اور بعد میں تیمّم بھی کرلے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو حضرات اس بات کے قائل ہیں: نبیذ سے وضو کیا جاسکتا ہے، ان کا قول کتاب اللہ کے حکم سے زیادہ قریب اور زیادہ مشابہہ ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاکیزہ مٹی کے ذریعے تیمّم کرلو"۔

شرح

نبیذ کا مفہوم اور اس سے وضو کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

لفظ "نبیذ" بروزن فعیل ہے جو اسم مفعول کے معنی کے ساتھ بمعنی ڈالا ہوا۔ اصطلاح میں "نبیذ" سے مراد وہ پانی ہے، جس

میں کھجور، چھوہارے، انگور یا کشمش وغیرہ اشیاء ڈالی جائیں اور وہ اس میں گل جائیں اور پانی میٹھا ہو جائے۔

اس بات پر آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ کھجور کی نبیذ کے علاوہ کسی چیز کی نبیذ سے وضو جائز نہیں ہے۔ جس پانی میں یہ اشیاء ڈالی جائیں اس میں ان کا اثر ظاہر نہ ہوا ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ اگر پانی میں یہ اشیاء گل گئی ہوں، پانی گاڑھا ہو چکا ہو اور نشہ آور بن گیا ہو، تو اس سے بالاتفاق وضو صحیح نہیں ہوگا۔

جب پانی میں کھجوروں کے گلنے سے اثر ظاہر ہو گیا لیکن اس کی رقت وسیلان باقی ہو اور اسے جوش بھی نہ دلایا گیا ہو تو اس سے جواز وضو اور عدم جواز میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ انہوں نے اس نص قرآنی سے استدلال کیا ہے: **فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا** ۔ "اگر تمہیں پانی میسر نہ آئے تو تم پاک مٹی کا ارادہ کرو۔" چونکہ نبیذ پانی تصور نہیں ہوتا۔ اس لیے اس سے وضو درست نہیں بلکہ تیمم کیا جائے گا۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں چار اقوال ہیں:

(۱) نبیذ کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں بلکہ وضو کیا جائے گا۔ (۲) پہلے تیمم کیا جائے گا پھر وضو بھی کیا جائے گا یعنی دونوں کو جمع کیا جائے گا اور یہ جمع کرنا مستحب ہے (۳) وضو اور تیمم دونوں کو جمع کیا جائے گا اور یہ جمع کرنا واجب ہے۔ (۴) نبیذ سے وضو نہیں کیا جائے گا بلکہ تیمم کیا جائے گا۔ قول چہارم راجح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

سوال: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کس دلیل کی بناء پر اپنے تین اقوال سے رجوع کیا تھا؟

جواب: اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: تمہارے برتن میں کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس میں نبیذ ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ تو کھجور اور پاک پانی ہے پھر آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا۔"

اس روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ کو "ماء طاہر" قرار دیا اور اس سے عملی طور پر وضو فرمایا۔

بَابُ فِي الْمَضْمَضَةِ مِنَ اللَّبَنِ

باب 66: دودھ پینے کے بعد کلی کرنا

82 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

82- اخرجه البخاری (374/1): کتاب الوضوء، باب: هل يمضمض من اللبن، حديث (211)، ومسلم (281/2- نووی): کتاب الحيض، باب: نسخ الوضوء مما مست النار، حديث (358/95)، وابو داؤد (99/1): کتاب الطهارة، باب: فی الوضوء من اللبن، حديث (196)، وابن ماجه (167/1): کتاب الطهارة وسننها، باب: المضمضة من شرب اللبن، حديث (498)، والنسائی (109/1): کتاب الطهارة، باب: المضمضة من اللبن، حديث (187)، واخرجه احمد (223/1, 227, 329)، وعبد بن حميد (217)، حديث (649)، وابن خزيمة (29/1)، حديث (47)، من طريق عبيدالله بن ابن عباس به۔

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهٗ دَسَمًا قَالَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ وَاُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَاٰی بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْمَضْمَضَةَ مِنَ اللَّبَنِ وَهٰذَا عِنْدَنَا عَلَی الْاِسْتِحْبَابِ وَلَمْ یَرَ بَعْضُهُمُ الْمَضْمَضَةَ مِنَ اللَّبَنِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا آپ نے پانی منگوایا اور کلی کی آپ نے فرمایا: اس میں چکنائی ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اس بارے میں بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: دودھ پینے کے بعد کلی کرنی چاہیے۔ ہمارے نزدیک یہ حکم استحباب پر محمول ہوگا بعض اہلِ علم کے نزدیک دودھ پینے کے بعد کلی کرنا ضروری نہیں ہے۔

شرح

دودھ پینے کے بعد کلی کرنے کا مسئلہ:

حالت وضو میں دودھ نوش کیا تو پھر کلی کرنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا پھر پانی طلب کر کے کلی کی اور یوں فرمایا: دودھ میں چکناہٹ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش کرنے کے بعد کلی کی اس کی وجہ کیا ہے؟ جواب: اس میں کئی حکمتیں ہیں: (۱) منہ میں بدبو کی کیفیت پیدا نہ ہو (۲) دودھ کی ملائی (بالائی) منہ میں جمع ہو کر نماز کی حالت میں حلق سے نیچے پیٹ میں نہ اتر جائے۔ کیونکہ دوران نماز چنا کی مقدار کوئی چیز حلق سے نیچے اتر جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (۳) اُمت کی تعلیم کے لیے ایسا کیا تا کہ وضو کے بعد لوگ کوئی چیز کھا کر احتیاطاً کلی کیا کریں۔

کوئی چیز کھانے یا پینے کے بعد محل کلی کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ (۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کلی کرنا آدابِ نماز سے متعلق ہے اور اس کا وقت کوئی چیز کھانے پینے کے بعد سے لے کر آغاز نماز تک ہے۔ (۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ کوئی چیز کھانے پینے کے فوراً بعد کلی کرنی چاہیے۔ ان کے نزدیک اس کا تعلق آدابِ لبن سے ہے۔ جمہور کے قول کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش کرنے کے بعد فوراً کلی فرمائی تھی۔

دو اہم مسائل:

موقع کی مناسبت سے دو اہم مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

جب کوئی شخص چکناہٹ والی چیز کھائے مثلاً گاجر کا حلوہ، اونٹ کا گوشت اور پکے ہوئے پائے وغیرہ تو کلی کرنی چاہیے تاکہ دوران نماز اس کے ذرّے حلق سے نیچے نہ اترنے پائیں۔

کسی شخص نے حالت وضو میں کوئی چیز پی جس کا مزہ منہ اور حلق میں باقی ہو، تو وہ نماز کے لیے مانع نہیں ہوگا۔ مثلاً کھارے (نمکین) پانی سے وضو کیا تو اس کی کڑاہت، چائے نوش کی اس کی مٹھاس اور قہوہ استعمال کیا تو اس کا ذائقہ منہ میں باقی ہو، پھر نماز پڑھ لی تو جائز ہے۔

بَابُ فِيْ كَرَاهَةِ رَدِّ السَّلَامِ غَيْرَ مُتَوَضِّئٍ

باب 67: جب آدمی وضو کی حالت میں نہ ہو تو سلام کا جواب دینا مکروہ ہے

83 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَّمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الضَّحَّاكِ ابْنِ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَاِنَّمَا يُكْرَهُ هٰذَا عِنْدَنَا اِذَا كَانَ عَلَى الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا اَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ وَعَلْقَمَةَ بْنِ الْفَغْوَاءِ وَجَابِرٍ وَّالْبَرَاءِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' آپ اس وقت پیشاب کر رہے تھے آپ نے اسے جواب نہیں دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک یہ اس وقت مکروہ ہے' جب آدمی پاخانہ یا پیشاب کر رہا ہو' بعض علماء نے اس کی یہی وضاحت کی ہے' اس باب میں یہ "احسن" روایت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علقمہ بن فغواء رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت براء رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

83- اخرجه مسلم (295/2- النووى) : كتاب الحيض' باب: التيمم' حديث (115 /370)' وابو داؤد (51/1): كتاب الطهارة' باب: ايرد السلام وهو يبول؟' حديث (16)' وابن ماجه (127/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: الرجل يسلم عليه وهو يبول' حديث (353)' والنسائي (36,35/2): كتاب الطهارة' باب: السلام على من يبول' حديث (37)' وابن خزيمة (40/1)' حديث (73)' من طريق الضحاك بن عثمان عن نافع عن ابن عمر به-

شرح

ترجمۃ الباب اور حدیث کے مابین مطابقت:

ترجمۃ الباب یہ قائم کیا گیا ہے کہ حالت غیر وضو میں سوال کا جواب دینا مکروہ ہے اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت پیشاب میں سلام کا جواب نہیں دینا چاہیے۔ اس طرح ترجمۃ الباب اور حدیث باب میں تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ روایت سے مراد عام حکم ہے کہ کوئی بھی شخص بے وضو سلام کا جواب نہیں دے سکتا یا ''وھو یبول'' سے مراد بالفعل پیشاب کرنے کی حالت میں نہ ہونا یعنی پیشاب سے فراغت کی حالت ہے۔

سلام نہ کہنے کے مواقع:

بعض مواقع پر شرعی نقطہ نظر سے سلام کہنے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دینا بھی واجب نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ وہ مواقع درج ذیل ہیں:

(۱) مسلم علیہ کا نقصان ہونے کا امکان ہو مثلاً مصلی، تالی، ذاکر، مقیم، مؤذن، مدرس، محدث، مقرر، ان سب کے سامعین کو، اسباق کا اعادہ کرنے والوں اور مناظرہ کرنے والے کو (۲) سلام کہنے میں توہین ہوتی ہو مثلاً کافر، کاشف عورت اور شطرنج وغیرہ کھیلنے والوں (۳) سلام کہنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو مثلاً اجنبی عورت کو سلام کہنا۔

مختلف احادیث اور ان کے مابین مطابقت:

بے وضو سلام کا جواب دینا یا ذکر الٰہی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں دو قسم کی احادیث ہیں، کچھ سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے اور کچھ سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ ذیل میں دونوں قسم کی روایات پیش کی جاتی ہیں پھر ان کے مابین مطابقت پیدا کی جائے گی۔

جواز والی روایات:

بے وضو سلام کا جواب دینا یا ذکر الٰہی کرنا جائز ہے۔ اس بارے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں: (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے فارغ ہو کر دعا پڑھا کرتے تھے۔ (۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے: كان يذكر الله على كل احيانه، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں ذکر الٰہی کرتے تھے۔ (۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کے علاوہ ہر حالت میں تلاوت قرآن کرتے تھے۔

عدم جواز والی روایات:

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت سے فارغ ہو کر بئر جمل کے راستے سے تشریف لا رہے تھے، مدینہ طیبہ کی ایک گلی سے گزرے، ایک آدمی نے آپ کو سلام عرض کیا، تو آپ نے اسے جواب نہ دیا۔ جب وہ غائب ہونے لگا تو آپ نے تیزی سے تیمم کیا پھر سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: اما انه لم يمنعني ان اردعليك الا اني كنت لست بطاهر۔ آگاہ رہو! میں نے اس لیے سلام کا جواب نہ دیا کہ حالت طہارت میں نہ تھا۔ (۲) حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سلام عرض کیا، آپ نے جواب نہ دیا۔ وضو سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: انه لم یمنعنی ان ارد علیك الا انی کرھت ان اذکر الله عزوجل الا علی طھارة میں نے بے وضو ہونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا پسند نہ کیا، اس لیے سلام کا جواب نہ دیا۔ (شرح معانی الآثار جلد اوّل ص ۶۸)

ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص حالت طاری ہونے کی وجہ سے نہ سلام کا جواب دیا اور نہ ذکر الٰہی کیا کیونکہ ''سلام'' بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اس کا ذکر بھی۔

مسئلہ:

قضاء حاجت یا استنجاء کے بعد کوئی شخص ڈھیلا استعمال کر رہا ہو تو اس موقع سلام کا جواب دینا اور سلام کہنا جائز ہے البتہ احتیاط اس میں ہے کہ خود پیشگی کسی کو سلام نہ کرے اور سلام کہنے والے کو جواب دے سکتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

حدیث باب سے بے وضو ذکر الٰہی کرنے کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یذکر الله عزوجل علی کل احیانه (سنن ابی داؤد) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں ذکر الٰہی کرتے تھے' سے عدم کراہت ثابت ہوتا ہے۔ دونوں روایات میں تعارض ہے۔ اس کے کئی جوابات ہیں:

(۱) با وضو ذکر کرنا عزیمت ہے اور بے وضو ذکر الٰہی کرنا رخصت ہے۔ (۲) ذکر لسانی با وضو کرنا چاہیے اور ذکر قلبی دونوں حالتوں یعنی بے وضو اور با وضو کر سکتے ہیں۔ (۳) ہر وقت ذکر الٰہی کرنے میں بے وضو کی حالت مستثنیٰ قرار پائے گی (۴) قضاء حاجت یا استنجاء کے بعد جب آپ ڈھیلا استعمال کرتے تو ذکر نہ کرتے اور استنجاء بالماء کے بعد ذکر الٰہی فرماتے تھے۔ (۶) جب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ زیادہ ہوتی تو بے وضو ذکر نہ کرتے اور جب توجہ کی یہ کیفیت نہ رہتی تو بے وضو بھی ذکر کر لیتے تھے۔ (۷) بیت الخلاء کے علاوہ ہر حالت میں آپ ذکر الٰہی فرماتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سُؤْرِ الْكَلْبِ

باب 68: کتے کے جوٹھے کا حکم

84 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَيُّوْبَ يُحَدِّثُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

متنِ حدیث: يُغْسَلُ الْاِنَاءُ اِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اُوْلَاهُنَّ اَوْ اُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ وَاِذَا وَلَغَتْ فِيْهِ

84- اخرجه مسلم (2/185- النووی): کتاب الطهارة' باب: حکم ولوغ الکلب' حدیث (279/91)' وابو داؤد (1/66): کتاب الطهارة' باب: الوضوء بسؤر الکلب' حدیث (71)' والنسائی (1/177, 178): کتاب الطهارة' باب: تعفیر الاناء بالتراب من ولوغ الکلب فیه' حدیث (339)' وابن خزیمة (1/51,50)' حدیث (95)' من طریق محمد بن سیرین عن ابی هریرة به' واخرجه احمد (2/265)' والحمیدی (2/428)' حدیث (968)' من طریق محمد بن سیرین عن ابی هریرة به۔

الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَلَمْ يُذْكَرْ فِيْهِ اِذَا وَلَغَتْ فِيْهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے گا۔ پہلی مرتبہ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) آخری مرتبہ مٹی کے ساتھ دھویا جائے گا' اور اگر بلی برتن میں منہ ڈال دے' تو اسے ایک مرتبہ دھویا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

اس حدیث کو دیگر حوالوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے۔

تاہم اس میں یہ مذکور نہیں ہے ''جب بلی منہ ڈال دے تو اسے ایک مرتبہ دھویا جائے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے۔

شرح

کتا کے جھوٹے کا مسئلہ اور اس میں مذاہب فقہاء:

کتا مائع چیز کے برتن میں اپنا منہ ڈال کر زبان کو حرکت دے خواہ اس سے کوئی چیز پیے یا نہ پیے، اس کے لیے لفظ ''ولغ'' استعمال ہوتا ہے۔ غیر مائع چیز والے برتن میں منہ ڈالے خواہ کوئی چیز کھائے یا نہ کھائے، اس کے لیے لفظ ''لحس'' آتا ہے۔ خالی برتن میں منہ ڈال کر چاٹنے کے لیے لفظ ''لعق'' مستعمل ہوتا ہے۔ یہاں لفظ ''ولوغ'' ہے' جس کے مفہوم میں لفظ ''لحس'' اور ''لعق'' دونوں داخل ہیں۔

کتا کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے لیے سات بار دھویا جائے گا یا کم بار اور وہ نجس ہوتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) وہ برتن پاک ہے لیکن خلاف قیاس اسے سات بار دھویا جائے گا (۲) وہ نجس ہے، اسے سات بار تطہیراً دھویا جائے گا (۳) جن کتوں کا پالنا شرعی طور پر جائز ہے ان کا جھوٹا نجس نہیں ہے اور جن کتوں کا پالنا ناجائز ہے ان کا جھوٹا نجس ہے اور اسے سات بار دھویا جائے گا۔ آپ نے نص قرآنی سے استدلال کیا ہے: فلم تجدوا ماء فتیمموا۔ (پس اگر تم پانی نہ پاؤ تو تم تیمم کرو) اس حکم میں کتے کا جھوٹا بھی داخل ہے کیونکہ ''ماء'' کے مصداق میں وہ داخل

ہے۔اس کے ہوتے ہوئے تیمم نہیں کرسکتے اور جب اس سے وضو کرنے کی اجازت ہے تو وہ نجس بھی نہیں ہوگا۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتے کا جھوٹا نجس ہے۔انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو یہ ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طهور اناء احدكم اذا ولغ فيه الكلب ان يغسله سبع مرات (امام مسلم صحیح مسلم جلداوّل ص ۱۳۷)(حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو وہ اسے پاک کرنے کے لیے سات بار دھوئے پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرے۔)اس روایت میں "ان يغسله" کے الفاظ بتارہے ہیں کہ اس کا دھونا تطہیر کے لیے ہے اور تطہیر نجس چیز کی ہوتی ہے لہٰذا کتے کا جھوٹا نجس ہوا۔

جھوٹا برتن دھونے کی تعداد میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک برتن کو دھونے میں تسبیع یعنی سات بار دھونا واجب ہے۔حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ بھی خلاف قیاس سات بار دھونے کے قائل ہیں۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ برتن کو تین بار دھونا ہی کافی ہے کیونکہ مقصود تطہیر ہے جو تین بار دھونے سے حاصل ہوجاتی ہے۔آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ولغ الكلب فى اناء احدكم فليهرقه و ليغسله ثلاث مرات (العينى فى العمدة القارى) (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے پس وہ اسے پانی سے تین بار دھوئے)

جمہور کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اسی آیت کے الفاظ "ولكن يريد ليطهركم" پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "فلم تجدوا ماء" کے الفاظ میں لفظ "ماء" کی تنوین نوع بیان کرنے کے لیے ہے اور "ماء" سے مراد "ماء طاہر" ہے۔اس میں کتے کا جھوٹا شامل نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سُؤْرِ الْهِرَّةِ
باب 69: بلی کے جوٹھے کا حکم

85 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَّكَانَتْ عِنْدَ ابْنِ اَبِىْ قَتَادَةَ
متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا قَالَتْ فَسَكَبْتُ لَهٗ وَضُوْئًا قَالَتْ فَجَائَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ فَاَصْغٰى لَهَا

85-اخرجه مالك فى الموطا (23/1): كتاب الطهارة' باب: الطهور للوضوء حديث (13)' واحمد (303/5, 309)' وابو داؤد (67/1): كتاب الطهارة' باب: سؤر الهرة' حديث (75)' وابن ماجه (131/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: الوضوء بسؤر الهرة والرخصة في ذلك' حديث . 367)' والنسائى (55/1): كتاب الطهارة' باب: سؤر الهرة' حديث (68)' (178/1): كتاب المياه' باب: سؤر الهرة' حديث (340)' والدارمى (187/1, 188): كتاب الصلاة والطهارة' باب: الهرة اذا ولغت فى الاناء' واخرجه ابن خزيمة (55/1)' حديث (104)' من طريق كبشة بنت كعب بن مالك عن ابى قتادة الانصارى به۔

الْإِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَآنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ اَتَعْجَبِيْنَ يَا بِنْتَ اَخِي فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ اَوِ الطَّوَّافَاتِ وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ مَالِكٍ وَّكَانَتْ عِنْدَ اَبِيْ قَتَادَةَ وَالصَّحِيْحُ ابْنُ اَبِيْ قَتَادَةَ

فی الباب: قَالَ وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِثْلِ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ لَمْ يَرَوْا بِسُؤْرِ الْهِرَّةِ بَاْسًا

حکم حدیث: وَّهٰذَا اَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَقَدْ جَوَّدَ مَالِكٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ وَلَمْ يَاْتِ بِهٖ اَحَدٌ اَتَمَّ مِنْ مَالِكٍ

◆◆ حضرت کبشہ بنت کعب رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کی اہلیہ ہیں بیان کرتی ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تشریف لائے' وہ بیان کرتی ہیں: میں نے ان کے وضو کے لیے پانی رکھا وہ بیان کرتی ہیں: ایک بلی آئی اوراس پانی کو پینے لگی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے برتن اس کی طرف جھکا دیا' یہاں تک کہ جب اس نے پانی پی لیا' تو سیّدہ کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے میری طرف دیکھا کہ میں غور سے ان کی طرف دیکھ رہی ہوں' تو فرمایا: اے میری بھتیجی! کیا تم اس بات پر حیران ہو رہی ہو؟ تو میں نے عرض کی: جی ہاں۔ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ناپاک نہیں ہوتی یہ تمہارے گھر میں آنے والوں میں (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) آنے والیوں میں شامل ہے۔

بعض محدثین نے اس روایت کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس طور پر نقل کیا ہے: وہ خاتون حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں لیکن درست یہ ہے: وہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کی اہلیہ تھیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اکثر اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں' ان میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ ان کے نزدیک بلی کے جھوٹے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ سب سے زیادہ بہتر چیز ہے' جو اس باب میں نقل کی گئی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اور اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ مکمل طور پر اور کسی نے نقل نہیں کیا۔

شرح

بلی کے جھوٹے کا شرعی حکم اور اس میں مذاہب آئمہ:

بلی کا جھوٹا پاک ہے یا نجس؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلی کا جھوٹا نجس ہے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو یوں ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے گھر تشریف لاتے لیکن ساتھ والے گھر میں نہ جاتے، ان لوگوں کو پریشانی لاحق ہوئی اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ فلاں گھر میں تشریف لاتے ہیں لیکن ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے گھر میں کتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: ان لوگوں کے گھر میں بلی ہے؟ آپ نے فرمایا: السنور سبع ۔ بلی بھی درندہ ہے۔ (مسند احمد) اس حدیث میں بلی کو درندہ قرار دیا گیا ہے اور درندہ نجس ہوتا ہے اور درندے کا جھوٹا بھی نجس ہوتا ہے۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلا کراہت "طاہر" ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے حضرت صالح بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ ان کی والدہ نے اپنی کنیز کو کھانا دیکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ آپ اس وقت نماز پڑھ رہی تھیں تو کنیز کو کھانا رکھنے کا اشارہ کیا۔ ایک بلی آئی اس نے اس سے کھانا کھایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز سے فارغ ہوئیں تو وہاں سے کھانا کھایا جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ پھر فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلی نجس نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق ایسے لوگوں سے ہے جن کی گھروں میں آمدورفت جاری رہتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: قدرأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتوضا بفضلها (سنن ابی داؤد) (بیشک میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس (بلی) کے جھوٹے پانی سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے)

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو یوں ہے: عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال طھور الاناء اذا ولغ فیه الهر ان یغسل مرة او مرتین۔ (شرح معانی الآثار) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بلی کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے ایک یا دو بار دھونے سے پاک ہو جائے گا۔

۴- حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر استدلال کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر نقل فرمایا: یغسل الاناء من الهر کما یغسل من الکلب (شرح معانی الآثار) بلی کے جھوٹے برتن کو اسی طرح دھویا جائے گا جس طرح کتے کے جھوٹے کو دھویا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر بھی بطور دلیل نقل فرمایا: عن ابن عمر انه قال لا توضؤا من سور الحمار و لا الکلب ولا السنور (شرح معانی الآثار) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ تم گدھے، کتے اور بلی کے جھوٹے سے وضو نہ کرو۔

۵-حضرت امام معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلی کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔ اکثر احناف نے آپ کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے اسے اختیار کیا ہے۔ (علامہ محمد لیاقت علی رضوی شرح قدوری جلد اوّل ص ۹۴)

بَابُ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

باب 70: موزوں پر مسح کرنا

86 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ

متنِ حدیث: بَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقِيلَ لَهُ أَتَفْعَلُ هٰذَا قَالَ وَمَا يَمْنَعُنِي وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَكَانَ يُعْجِبُهُمْ حَدِيثُ جَرِيرٍ لِأَنَّ إِسْلَامَهُ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ هٰذَا قَوْلُ إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي كَانَ يُعْجِبُهُمْ

فی الباب: قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّحُذَيْفَةَ وَالْمُغِيرَةِ وَبِلَالٍ وَّسَعْدٍ وَّأَبِي أَيُّوبَ وَسَلْمَانَ وَبُرَيْدَةَ وَعَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ وَأَنَسٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّيَعْلَى بْنِ مُرَّةَ وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَأُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ وَّأَبِي أُمَامَةَ وَجَابِرٍ وَّأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَّابْنِ عُبَادَةَ وَيُقَالُ ابْنُ عِمَارَةَ وَأُبَيُّ بْنُ عِمَارَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَحَدِيثُ جَرِيرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◄► ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا' پھر انہوں نے وضو کیا' اور موزوں پر مسح کر لیا ان سے دریافت کیا گیا: کیا آپ ایسا کرتے ہیں انہوں نے جواب دیا: میں کیوں نہ کروں؟ جبکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ان حضرات کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بہت پسند تھی وجہ یہ ہے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام قبول کیا تھا یہ امام ابراہیم نخعی کا قول ہے' یعنی لوگوں کو یہ بات پسند تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عبادہ رضی اللہ عنہ اور ایک قول کے مطابق حضرت ابن عمارہ رضی اللہ عنہ اور ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

86- اخرجه البخاری (589/1)؛ كتاب الصلاة' باب: الصلاة فی الخفاف' حديث (387) ومسلم (167 ,166/2- نووی): كتاب الطهارة' باب: المسح على الخفين' حديث (272/72)' والنسائی (81/1): كتاب الطهارة' باب: المسح على الخفين' حديث (118)' (74, 73/2): كتاب القبلة' باب: الصلاة في الخفين' حديث (774)' واخرجه احمد (364, 361, 358)' والحميدی (349/2)' حديث (797)' وابن خزيمة (94/1)' حديث (186)' من طريق الاعمش عن ابراهيم عن همام بن الحارث عن جرير به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

87 وَيُرْوٰى عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ رَاَيْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقُلْتُ لَهٗ فِىْ ذٰلِكَ فَقَالَ

متن حدیث: رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقُلْتُ لَهٗ اَقَبْلَ الْمَائِدَةِ اَمْ بَعْدَ الْمَائِدَةِ فَقَالَ مَا اَسْلَمْتُ اِلَّا بَعْدَ الْمَائِدَةِ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ زِيَادٍ التِّرْمِذِىُّ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ وَرَوٰى بَقِيَّةُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَدْهَمَ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ جَرِيْرٍ

قولِ امام ترمذی: وَهٰذَا حَدِيْثٌ مُفَسَّرٌ لِاَنَّ بَعْضَ مَنْ اَنْكَرَ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ تَاَوَّلَ اَنَّ مَسْحَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُفَّيْنِ كَانَ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ وَذَكَرَ جَرِيْرٌ فِىْ حَدِيْثِهٖ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ بَعْدَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ (۱)

◆◆ شہر بن حوشب کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کرلیا میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کر کے موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے میں نے ان سے دریافت کیا: یہ سورۂ مائدہ نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے؟ یا بعد کی بات ہے انہوں نے فرمایا: میں سورۂ مائدہ کا حکم نازل ہونے کے بعد اسلام لایا تھا (اس کا مطلب ہے بعد میں ہی دیکھا ہوگا)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کو بقیہ نے ابراہیم بن ادہم کے حوالے سے مقاتل بن حیان کے حوالے سے شہر بن حوشب کے حوالے سے، حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

یہ حدیث قرآن کی ''مفسر'' ہے۔ بعض حضرات نے موزوں پر مسح کا انکار کیا ہے وہ اس کی تاویل یہ کرتے ہیں: موزوں پر مسح کا حکم سورۂ مائدہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا جبکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں یہ بات بیان کردی ہے: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تھا جب سورۂ مائدہ نازل ہوچکی تھی۔

شرح

موزوں پر مسح کرنے کا ثبوت:

موزے خواہ چمڑے کے ہوں یا زین وغیرہ کے جن میں پانی سریت کر کے پاؤں تک نہ پہنچ سکتا ہو، پر مسح جائز ہے۔ اہل تشیع اور خوارج کے علاوہ کوئی مسح بر موزہ کا منکر نہیں ہے۔ ان کے نزدیک جواز مسح والی تمام احادیث سورہ مائدہ کی آیت ۶ سے منسوخ ہیں۔ علاوہ ازیں وہ سورہ مائدہ کی آیت ۶ میں لفظ ''ارجلکم'' میں لام کے جر کی قرأت سے بھی اپنے مؤقف پر استدلال کرتے ہیں۔

(۱)- صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے صرف امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ھے۔

اہل سنت کا مسح برموزہ کے جواز کے حوالے سے اجماع ہے۔ مسح کے جواز کا مضمون ایک قول کے مطابق ساٹھ جلیل القدر صحابہ، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول ستر صحابہ اور علامہ یمنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اسی (۸۰) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے جن میں سے ایک حضرت جریر بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پچاس دن قبل مسلمان ہوئے، انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ حدیث باب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ایک دفعہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا تو لوگوں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کی آنکھوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ بات کہنا غلط ہے کہ جواز مسح والی تمام احادیث سورہ مائدہ کی آیت چھ (۶) سے منسوخ ہیں۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورہ مائدہ کے نزول کے بعد مسلمان ہوئے تھے جو اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (علامہ محمد لیاقت علی رضوی، شرح قدوری جلد اول ص ۹۴)

بَاب الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ وَالْمُقِيمِ

باب 71: مسافر اور مقیم کا موزوں پر مسح کرنا

88 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجَدَلِيِّ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةٌ وَّلِلْمُقِيْمِ يَوْمٌ وَّذُكِرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ اَنَّهُ صَحَّحَ حَدِيْثَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ فِى الْمَسْحِ وَاَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجَدَلِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ بْنُ عَبْدٍ وَّيُقَالُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَّفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِىْ بَكْرَةَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَصَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ وَّعَوْفِ بْنِ مَالِكٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَجَرِيْرٍ

◆◆ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ نے فرمایا: مسافر کے لیے (اس کی مدت) تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن ہے یحییٰ بن معین کے بارے میں منقول ہے انہوں نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مسح کے بارے میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(اس روایت کے راوی) ابوعبداللہ جدلی کا نام عبد بن عبد ہے۔

ایک قول کے مطابق ان کا نام عبدالرحمٰن بن عبد ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

88- اخرجه احمد (215,213/5) وابو داؤد (88,87/1): كتاب الطهارة باب: التوقيت في المسح حديث (157) والحميدي (207/1) حديث (434) من طريق ابي عبدالله الجدلي عن خزيمة بن ثابت به-

89 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِی النَّجُوْدِ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا اِذَا كُنَّا سَفَرًا اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيهِنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَّلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَى الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ وَحَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجَدَلِيِّ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ وَّلَا يَصِحُّ

قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ شُعْبَةُ لَمْ يَسْمَعْ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ مِنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجَدَلِيِّ حَدِيْثَ الْمَسْحِ وقَالَ زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ كُنَّا فِیْ حُجْرَةِ اِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ وَمَعَنَا اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ فَحَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجَدَلِيِّ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اَحْسَنُ شَیْءٍ فِیْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثُ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ الْمُرَادِيِّ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْفُقَهَاءِ مِثْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا يَمْسَحُ الْمُقِيْمُ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّالْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيهِنَّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ لَمْ يُوَقِّتُوْا فِی الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالتَّوْقِيْتُ اَصَحُّ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ اَيْضًا مِّنْ غَيْرِ حَدِيْثِ عَاصِمٍ

◆◆ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ ہدایت کرتے تھے جب ہم سفر کی حالت میں ہوں تو ہم تین دن اور تین راتوں تک اپنے موزے نہ اتاریں البتہ جنابت کی صورت میں اتارنے ہوں گے، لیکن پاخانہ، پیشاب یا سونے (کی وجہ سے نہیں اتاریں گے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

89- اخرجه احمد (241,240, 239/4) وابن ماجه (82/1): المقدمة' باب: فضل العلماء والحدث على طلب العلم' مختصرا' والنسائى (83/1): كتاب الطهارة' باب: التوقيت فى المسح على الخفين للمسافر' حديث (126) وابن خزيمة (13/1) حديث (17) (99,98/1) حديث (196) والحميدى (389, 388/2) حديث (881) من طريق زر بن حبيش عن صفوان بن عسال به-

حکم بن عتیبہ اور حماد نے ابراہیم نخعی کے حوالے سے ابوعبداللہ جدلی کے حوالے سے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن یہ روایت مستند نہیں ہے۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے شعبہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: ابراہیم نخعی نے ابوعبداللہ جدلی سے (موزوں پر) مسح کی حدیث کا سماع نہیں کیا۔

زائدہ، منصور کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم حضرت ابراہیم تیمی کے حجرے میں موجود تھے ہمارے ساتھ ابراہیم نخعی موجود تھے ابراہیم تیمی نے عمرو بن میمون کے حوالے سے، ابوعبداللہ جدلی کے حوالے، حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موزوں پر مسح کرنے سے متعلق حدیث سنائی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں ''احسن'' حضرت صفوان بن عسال کی حدیث ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد آنے والے فقہاء جیسے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اکثر اسی بات کے قائل ہیں یہ حضرات فرماتے ہیں: مقیم شخص ایک دن اور ایک رات تک اور مسافر تین دن اور تین راتوں تک کے لیے مسح کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض اہلِ علم سے یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں کوئی متعین موت مقرر نہیں کی۔ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وقت مقرر کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اس بارے میں حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے عاصم کے علاوہ دیگر راویوں نے بھی روایات نقل کی ہیں۔

شرح

مسافر اور مقیم کا موزوں پر مسح کا مسئلہ اور مدت مسح میں مذاہب آئمہ:

موزوں پر مسح کے جواز پر تمام ملت اسلامیہ کا اتفاق ہے۔ مدت مسح مسافر کے لیے تین دن اور تین رات ہے جبکہ مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے۔ مدت مسح کے حوالے سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مسافر و مقیم دونوں کے لیے توقیت کے قائل نہیں ہیں۔ وہ جتنی مدت چاہیں موزوں پر مسح کر سکتے ہیں۔ ہاں جنابت کی صورت پیش آنے پر یا موزے سے پاؤں نکالنے سے مسح باطل ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں پاؤں کا دھونا لازم ہوگا۔ انہوں نے حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے مدت مسح تین دن اور تین رات جبکہ مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کا تعین کیا ہے۔ پھر فرمایا: ولو اطلب لہ السائل فی مسئلتہ لزادہ۔ اور اگر سائل زیادہ مدت مسح کا مطالبہ کرتا تو وہ قبول کر لیا جاتا۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت مسح مسافر کے

لیے تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح کے سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مسافر کے لیے تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات ہے۔ (علامہ عبدالرحمٰن الجزیری' کتاب الفقہ جلد اوّل ص۱۷۴)

موزوں پر مسح کے حوالے سے چند اہم مسائل:

موزوں پر مسح کے حوالے سے چند اہم فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- مدت مسح ختم ہونے پر وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ مسح ٹوٹتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی شخص کی مدت مسح دس بجے (10:00) ختم ہو رہی ہو اور وہ اس وقت باوضو ہو تو موزوں سے اپنے دونوں پاؤں نکال کر دھولے پھر موزے پہن لے، اس کے لیے تمام وضو کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔

۲- طہارت کاملہ کے بعد جب پہلی بار حدث لاحق ہو تو اس وقت مدت مسح کا آغاز ہوگا۔ مثلاً کسی شخص کو طہارت کاملہ کے بعد دس بجے حدث لاحق ہوا تو دوسرے دن (مقیم ہونے کی صورت میں) دس بجے مدت مسح ختم ہو جائے گی۔

۳- موزوں پر مسح کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ پہلی بار حدث لاحق ہوتے وقت طہارت کاملہ ہو لیکن موزوں پر مسح کے لیے طہارت کاملہ شرط نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے پاؤں دھو کر موزے پہن لے پھر وہ ہاتھ، منہ دھوئے اور سر کا مسح کرے تو جائز ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے پاؤں دھو کر موزے پہن لے، پھر ہاتھ اور منہ دھویا تو حدث لاحق ہو گیا جبکہ سر کا مسح بعد میں کیا تو موزوں پر مسح درست نہیں ہوگا کیونکہ حدث لاحق ہوتے وقت طہارت کاملہ کی شرط نہیں پائی گئی۔

(علامہ امجد علی اعظمی' بہار شریعت حصہ دوم ص۳۶۷ تا ۳۶۹' مکتبہ مدینہ)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ اَعْلَاهُ وَاَسْفَلِهٖ

باب 72: موزوں پر مسح کرنا' اس کے بالائی حصے پر اور زیریں حصے پر

90 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ اَخْبَرَنِيْ ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ عَنْ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ اَعْلَى الْخُفِّ وَاَسْفَلَهٗ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَاِسْحٰقُ وَهٰذَا حَدِيْثٌ مَعْلُوْلٌ لَمْ يُسْنِدْهُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ غَيْرُ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ

90- اخرجه احمد (251/4)' وابو داؤد (91,90/1): كتاب الطهارة' باب: كيف المسح' حديث (165)' وابن ماجه (183,182/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: في مسح اعلى الخف واسفله' حديث (550) من طريق رجاء بن حيوة' عن فداد' كاتب المغيرة بن شعبة' عن المغيرة بن شعبة به-

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَسَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ وَمُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَا لَيْسَ بِصَحِيْحٍ لِاَنَّ ابْنَ الْمُبَارَكِ رَوٰى هٰذَا عَنْ ثَوْرٍ عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ مُرْسَلٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُذْكَرْ فِيْهِ الْمُغِيْرَةُ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر والے حصے اور نیچے والے حصے پر مسح کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد آنے والے فقہاء اسی بات کے قائل ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

یہ حدیث معلول ہے۔ ولید بن مسلم کے علاوہ دوسرے کسی نے اسے ثور بن یزید سے نقل نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا' تو ان دونوں نے یہ بتایا: یہ مستند نہیں ہے' اس لیے کیونکہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ثور کے حوالے سے رجاء سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: مجھے مغیرہ کے کاتب کے حوالے سے یہ حدیث بتائی گئی ہے۔ تاہم انہوں نے اس روایت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے' کیونکہ انہوں نے اس روایت میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ظَاهِرِهِمَا

باب 73: موزوں پر مسح کرنے کا حکم' یعنی ان کے ظاہری حصے پر (مسح کرنا)

91 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلٰى ظَاهِرِهِمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ الْمُغِيْرَةِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا يَّذْكُرُ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَلٰى ظَاهِرِهِمَا غَيْرَهُ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَاَحْمَدُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّكَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يُشِيْرُ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي الزِّنَادِ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے ظاہری حصوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مغیرہ کی حدیث ''حسن'' ہے۔

اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن ابوالزناد نے اپنے والد کے حوالے سے، عروہ کے حوالے سے' حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے۔

91- اخرجه احمد (246/4, 254) وابو داؤد (89/1, 90): كتاب الطهارة' باب: كيف المسح' حديث (161) من طريق عروة بن الزبير عن المغيرة بن شعبة به -

ہمیں ایسے کسی شخص کا علم نہیں ہے' جو اس کو عروہ کے حوالے سے، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتا ہو' جس میں موزوں کے ظاہری حصے پر مسح کرنے کا تذکرہ ہو۔

کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرحمٰن بن ابی زناد کو ضعیف سمجھتے ہیں۔

شرح

دونوں موزوں کے اوپر اور نیچے مسح کرنے میں مذاہب آئمہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو ترجمۃ الباب قائم کیا ہے۔ اس میں ان سے تسامح ہوا ہے کیونکہ یہ قاعدہ نحویہ کے خلاف ہے یعنی "الخفین اعلاہ و اسفلہ" میں ضمائر اور مراجع کے مابین مطابقت نہیں ہے۔ یہ عبارت یوں ہونی چاہیے تھی۔ "المسح علی الخفین اعلاھما و اسفلھما" یا "المسح علی الخف اعلاہ و اسفلہ" یا "مسح اعلیٰ الخف و اسفلہ"

وضو کے دوران موزوں پر مسح کیا اوپر کیا جائے گا یا نیچے یا دونوں اطراف میں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ موزوں پر مسح دونوں اطراف (اعلیٰ و اسفل) میں کیا جائے گا۔ پھر حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جانبین کا مسح واجب قرار دیتے ہیں جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعلیٰ کا مسح واجب اور اسفل کا مستحب ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر زیر مطالعہ حدیث سے استدلال کیا ہے۔ وہ یہ ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے اعلیٰ و اسفل دونوں حصوں کا مسح کیا۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک موزوں کے اعلیٰ حصہ پر مسح کیا جائے گا اور اسفل حصہ پر جائز نہیں ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے: قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی الخفین ظاھرھما (جامع ترمذی) راوی کا کہنا ہے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے موزوں کے اعلیٰ حصوں پر مسح کر رہے تھے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں، میں نے سب سے پہلے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ سیاہ رنگ کے موزے پہنے ہوئے تھے، ہمارے پاس آئے جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے۔ ہم تعجب خیز نظروں سے ان موزوں کو دیکھ رہے تھے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت جلد تمہیں بھی موزے میسر ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم موزوں کو کیسے استعمال کریں گے؟ آپ نے فرمایا: تم ان کے اوپر مسح کرو گے اور نماز ادا کرو گے۔ (المطالب العالیہ جلد اول ص 35)

(۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لو کان الدین بالرائی لکان اسفل الخف اولی بالمسح من

اعلاه و قد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یمسح علی ظاهر خفیه (سنن ابی داؤد) اگر دین عقل کے تابع ہوتا تو موزوں کا مسح نیچے کے حصوں پر کرنا چاہیے تھا (کیونکہ استعمال کے باعث مٹی وغیرہ نیچے والے حصہ میں لگتی ہے نہ کہ اوپر) بیشک میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل حدیث باب کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ روایت معلول ہے۔

معلول وہ حدیث ہوتی ہے جس میں کوئی علت قادحہ موجود ہو۔ نیز اس حدیث کی یہ تاویل کی جائے گی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل مسح موزوں کے اعلیٰ حصوں پر کیا تھا، سخت ہونے کی وجہ سے نیچے سے پکڑے بھی تھے لیکن دیکھنے والے نے خیال کیا شاید آپ نے جانبین کا مسح کیا ہے اور ایسے ہی آگے بیان کر دیا۔

مسئلہ:

مسافر کی مدت مسح علی الخف تین دن رات ہے اور مقیم کی مدت مسح ایک دن رات ہے۔ جنابت کی صورت پیش آنے پر موزے اتار کر مکمل وضو کیا جائے گا۔ البتہ قضاء حاجت، استنجاء اور نوم کے سبب وضو ٹوٹنے پر موزے نہیں اتارے جائیں گے۔ بلکہ وضو کے وقت ان پر مسح کیا جائے گا۔ یاد رہے وضو باطل ہونے پر مسح علی الخفین بھی باطل ہو جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ

باب 74: جرابوں اور جوتوں پر مسح کرنا

92 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِىْ قَيْسٍ عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ

متنِ حدیث: تَوَضَّاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالُوْا يَمْسَحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ نَّعْلَيْنِ اِذَا كَانَا ثَخِيْنَيْنِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى

اثر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ صَالِحَ بْنَ مُحَمَّدِ التِّرْمِذِيَّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مُقَاتِلٍ

92- اخرجه ابو داؤد (89/1): كتاب الطهارة' باب: المسح على الجوربين' حديث (159)' وابن ماجه (185/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: المسح على الجوربين والنعلين' حديث (559)' والنسائي (83/1): كتاب الطهارة' باب: المسح على الخفين في السفر' حديث (125م)' واخرجه احمد (252/4)' وابن خزيمة (99/1)' حديث (198)' وعبد بن حميد (152)' حديث (398)' من طريق هزيل بن شرحبيل عن المغيرة بن شعبة به-

السَّمَرْقَنْدِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ حَنِيفَةَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ وَعَلَيْهِ جَوْرَبَانِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا ثُمَّ قَالَ فَعَلْتُ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ اَكُنْ اَفْعَلُهُ مَسَحْتُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَهُمَا غَيْرُ مُنَعَّلَيْنِ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا' آپ نے جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

کئی اہل علم اس بات کے قائل ہیں: امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' یہ حضرات فرماتے ہیں: آدمی موزوں پر مسح کرے گا' اگرچہ اس کے پاس جوتے نہ ہوں' جبکہ وہ موزے موٹے ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے صالح بن محمد ترمذی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے ابومقاتل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ کا جس بیماری میں انتقال ہوا' اس کے دوران میں ان کے پاس آیا انہوں نے پانی منگوایا اور وضو کیا انہوں نے جرابیں پہنی ہوئی تھیں' انہوں نے دونوں جرابوں پر مسح کرلیا اور پھر فرمایا: آج میں نے جو کچھ کیا ہے پہلے کبھی نہیں کیا' میں نے آج موزوں پر مسح کیا ہے۔

راوی کہتے ہیں: وہ دونوں جرابیں چمڑے کی نہیں تھیں (یا جوتوں کے بغیر تھیں)۔

شرح

جورب کی تعریف، اقسام اور احکام:

لفظ ''خف'' چمڑے کے موزے کو کہا جاتا ہے' جس میں پانی ہرگز سریت نہیں کرتا۔ چمڑے کے علاوہ دوسری کسی بھی چیز سے بنے ہوئے موزے کو ''جورب'' کہا جاتا ہے۔ ''جورب'' فارسی زبان کا لفظ ہے جو اصل میں ''گورپا'' (پاؤں کی قبر) تھا۔ اس کی تعریب بناتے وقت ''گ'' کو ''ج'' سے بدل دیا' ''پ'' کو ''ب'' سے بدلا اور آخر سے الف کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا تو ''جورب'' ہوگیا۔

جورب کی ابتداءً دو اقسام ہیں:

۱- ثخین: یہ موٹا موزہ ہے' جس میں بیک وقت تین شرائط پائی جائیں: (۱) وہ موزہ اتنا موٹا ہو جس میں پانی سریت کر کے پاؤں تک نہ پہنچ سکے (۲) وہ اتنا ضخیم ہو کہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر کھڑا رہے۔

۲- رقیق: یہ باریک موزہ ہوتا ہے' جس میں ''جورب ثخین'' کی شرائط نہ پائی جائیں۔

جورب ثخین اور جورب رقیق دونوں میں سے ہر ایک کی تین تین اقسام ہیں:

۱- ثخین مجلد: یہ وہ موزہ ہے' جس کے اوپر نیچے پورے پاؤں پر چمڑا چڑھایا گیا ہو۔ اس پر مسح جائز ہے۔

۲- ثخین منعل: وہ موزہ ہے' جس کے تلے یا تلے اور پاؤں کے کناروں پر چمڑا لگایا گیا ہو' اس پر مسح جائز ہے۔

۳-ثخین سادہ: وہ موزہ ہے جس پر بالکل چمڑہ نہ چڑھایا گیا ہو۔ اس پر مسح کے جواز میں اختلاف ہے، آئمہ ثلاثہ اور صاحبین جواز کے قائل ہیں، لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسے ناجائز قرار دیتے ہیں، لیکن وصال سے نو دن قبل یا تین دن پہلے آپ نے اس سے رجوع کرلیا تھا اور جواز کے قائل ہو گئے تھے۔

۱-رقیق مجلد: اس پر بالاجماع مسح جائز ہے۔

۲-رقیق منعل: اس پر مسح کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے۔

۳-رقیق سادہ: اس پر بالاجماع مسح جائز نہیں ہے۔

جرابوں اور چپلوں پر مسح:

یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے۔ حدیث کے الفاظ "والنعلین" میں واؤ بمعنی مع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح تو جرابوں پر کیا اور ساتھ ہی چپلوں کو پکڑا کیوں کہ آپ نے جرابیں پہن کر چپل پہنے ہوئے تھے۔ دور سے دیکھنے والے نے خیال کیا کہ آپ نے جرابوں اور چپلوں پر مسح کیا ہے اور ایسے ہی آگے بیان کر دیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے چپل اور جرابوں دونوں کو ایک ساتھ سی دیا ہو اور وہ جورب منعل کی شکل اختیار کر گئی ہوں، جس پر مسح جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ

باب 75: جرابوں اور عمامہ پر مسح کرنا

93 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: تَوَضَّاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْعِمَامَةِ قَالَ بَكْرٌ وَّقَدْ سَمِعْتُهُ مِنَ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ وَذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ اَنَّهُ مَسَحَ عَلٰى نَاصِيَتِهِ وَعِمَامَتِهِ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ذَكَرَ بَعْضُهُمُ الْمَسْحَ عَلَى النَّاصِيَةِ وَالْعِمَامَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ بَعْضُهُمُ النَّاصِيَةَ

وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَّقُوْلُ مَا رَاَيْتُ بِعَيْنِيْ مِثْلَ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ وَسَلْمَانَ وَثَوْبَانَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

93- اخرجه احمد (255/4) ومسلم (175,174/2 -نووی): كتاب الطهارة' باب: المسح على الناصية والعمامة' حديث (274/83) وابو داؤد (86,85/1): كتاب الطهارة' باب: المسح على الخفين' حديث (150) والنسائي (76/1): كتاب الطهارة' باب: المسح على العمامة مع الناصية' حديث (107) من طريق بكر بن عبدالله المزني عن الحسن عن ابن المغيرة بن شعبة عن ابيه به-

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَاَنَسٌ وَّبِهِ يَقُوْلُ الْاَوْزَاعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالُوْا يَمْسَحُ عَلَى الْعِمَامَةِ

وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ لَا يَمْسَحُ عَلَى الْعِمَامَةِ اِلَّا بِرَاْسِهِ مَعَ الْعِمَامَةِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ بْنَ مُعَاذٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعَ بْنَ الْجَرَّاحِ يَقُوْلُ اِنْ مَسَحَ عَلَى الْعِمَامَةِ يُجْزِئُهُ لِلْاَثَرِ

◆◆ حسن بصری' مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا' آپ نے موزوں اور عمامے پر مسح کیا۔

بکر نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے سے یہ روایت سنی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن بشار نے اس حدیث کو ایک اور جگہ ذکر کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: آپ نے اپنی پیشانی اور عمامے پر مسح کیا تھا۔

یہ روایت کئی حوالوں سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ بعض حضرات نے پیشانی اور عمامے کا ذکر کیا ہے' اور بعض نے پیشانی کا ذکر نہیں کیا۔

میں نے امام احمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید قطان کی مانند کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' وہ فرماتے ہیں: آدمی عمامے پر مسح کر سکتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: عمامے پر مسح نہیں کیا جا سکتا' ماسوائے اس صورت کے' کہ آدمی عمامے کے ساتھ سر پر بھی مسح کر لے۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی اس بات کے قائل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے جارود بن معاذ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے وکیع بن جراح کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جو شخص عمامے پر مسح کر لے' تو یہ بات اس کے لیے جائز ہوگی اثر (سے ثابت ہونے) کی وجہ سے۔

94 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ

لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ بِلَالٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ (۱)

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت کعب بن عجرہ کے حوالے سے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں موزوں اور چادر پر مسح کیا تھا۔

95 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ هُوَ الْقُرَشِیُّ عَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ

متن حدیث: سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ السُّنَّةُ يَا ابْنَ اَخِیْ قَالَ وَسَاَلْتُهٗ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ فَقَالَ اَمِسَّ الشَّعَرَ الْمَاءَ (۲)

ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: (اے میرے بھتیجے!) یہ سنت ہے' راوی کہتے ہیں میں نے ان سے عمامے پر مسح کرنے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: تم بالوں پر پانی لگاؤ!

شرح

عمامہ پر مسح کے جواز یا عدم جواز میں مذاہب آئمہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمۃ الباب میں "الجوربین" کہنا' تسامح ہے یا کاتب کی غلطی ہے۔ اس لیے کہ اس کے تحت جو احادیث لائی گئی ہیں وہ صرف عمامہ سے متعلق ہیں ان میں "جوربین" کا لفظ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں علامہ عابد سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ مدرس مسجد نبوی شریف کا قلمی نسخہ جو عرصہ دراز تک آپ کے زیر تدریس رہا ہے اور اب بھی مسجد نبوی شریف کی لائبریری میں محفوظ ہے' اس میں بھی لفظ "جوربین" موجود نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ دوران وضو عمامہ پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ "عمامہ" پر مسح جائز ہے۔ احادیث باب سے انہوں نے استدلال کیا ہے۔ مثلاً حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موزوں پر مسح کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: یہ سنت ہے۔

(۱)- اخرجه احمد (14,12/6) ومسلم (175/2-نووی) كتاب الطهارة' باب: المسح على الناصية والعمامة' حديث (275/84)؛ وابن ماجه (186/1)؛ كتاب الطهارة وسننها' باب: ماجاء في المسح على العمامة' حديث (561)' والنسائي (75/1)؛ كتاب الطهارة' باب: المسح على العمامة' حديث (104)' وابن خزيمة (92,91/1)' حديث (180)' من طريق كعب بن عجرة عن بلال به-

(۲)- صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے صرف امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے-

پھر میں نے عمامہ پر مسح کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں کہا: مسح کرتے وقت ہاتھ سر کے بالوں کو چھو ئیں۔

۲۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ: حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ''عمامہ'' پر مسح جائز نہیں ہے۔انہوں نے نص قرآنی سے استدلال کیا ہے: ''وامسحوا علی رؤسکم'' (اور تم اپنے سروں کا مسح کرو)

جمہور کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جب نص قرآنی کے مقابل اخبار احاد آجائیں تو نص کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔اسی ضابطہ کے مطابق نص قرآنی پر عمل کرتے ہوئے عمامہ پر مسح جائز نہیں ہوگا بلکہ اسے اتار کر سر پر مسح کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ

باب 76: غسل جنابت کا بیان

96 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَاغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَاَكْفَاَ الْاِنَاءَ بِشِمَالِهٖ عَلٰى يَمِيْنِهٖ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ فَاَفَاضَ عَلٰى فَرْجِهٖ ثُمَّ دَلَكَ بِيَدِهِ الْحَائِطَ اَوِ الْاَرْضَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثًا ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَجَابِرٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے پانی رکھا آپ نے غسل جنابت کیا۔آپ نے بائیں ہاتھ کے ذریعے برتن میں سے پانی دائیں ہاتھ پر انڈیلا' دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو برتن کے اندر داخل کیا' پھر آپ نے اپنی شرمگاہ پر پانی بہایا پھر اپنے ہاتھ کو دیوار یا شاید زمین کے ذریعے ملا' پھر آپ نے کلی کی، پھر ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرہ دھویا، پھر دونوں ہاتھوں کو دھویا، پھر آپ نے اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہایا، پھر

96– اخرجه البخاری (447/1): كتاب الغسل' باب: من افرغ بيمينه على شماله في الغسل' و مسلم (233/2-نووی): كتاب الحيض' باب: صفة غسل الجنابة' حديث (317/27)' وابو داؤد (114/1): كتاب الطهارة' باب: في الغسل من الجنابة حديث (245) وابن ماجه (158/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: المنديل بعد الوضوء و بعد الغسل' حديث (467)' (190/1)' كتاب الطهارة وسننها' باب: ما جاء في الغسل من الجنابة' حديث (573)' والنسائی (138,137/1): كتاب الطهارة' باب: غسل الرجلين في غير المكان الذي يغتسل فيه' حديث (253)' والدارمی (191/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: في الغسل من الجنابة' واخرجه احمد (330,329/6, 336)' والحميدی (151/1)' حديث (316)' وابن خزيمة (120/1)' حديث (241)' وعبد بن حميد (447)' حديث (1550)' من طريق سلمة بن كهيل عن كريب عن ابن عباس عن ميمونة به۔

پورے جسم پر پانی بہایا، پھر آخر میں دونوں پاؤں دھو لیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس باب میں سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

97 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَاَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَهُمَا الْاِنَاءَ ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ وَيَتَوَضَّاُ وُضُوْئَهُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُشَرِّبُ شَعْرَهُ الْمَاءَ ثُمَّ يَحْثِیْ عَلٰى رَاْسِهِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ الَّذِیْ اخْتَارَهُ اَهْلُ الْعِلْمِ فِی الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ اَنَّهُ يَتَوَضَّاُ وُضُوْئَهُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُفْرِغُ عَلٰى رَاْسِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يُفِيضُ الْمَاءَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالُوْا اِنِ انْغَمَسَ الْجُنُبُ فِی الْمَآءِ وَلَمْ يَتَوَضَّاْ اَجْزَاَهُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غسلِ جنابت کرنا ہوتا' تو آپ سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوتے' پھر انہیں برتن میں داخل کرنے سے پہلے اپنی شرمگاہ کو دھوتے' پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے' پھر سر پر پانی ڈالتے پھر اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

غسلِ جنابت میں اہلِ علم نے اس بات کو اختیار کیا ہے: آدمی پہلے نماز کے وضو کا سا وضو کرے' پھر اس کے بعد سر پر تین مرتبہ پانی بہائے' پھر پورے جسم پر پانی بہائے' پھر دونوں پاؤں دھولے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا' وہ فرماتے ہیں: اگر جنبی شخص پانی جسم پر بہالے اور بعد میں وضو نہ کرے' تو یہ بات اس کے لیے جائز ہے۔

97- اخرجه مالك في الموطا (44/1): كتاب الطهارة' باب: العمل في غسل الجنابة' حديث (67)' واحمد (101,52/6)' والبخارى (429/1): كتاب الغسل' باب: الوضوء قبل الغسل' حديث (248)' ومسلم (232/2-نووى): كتاب الحيض' باب: صفة غسل الجنابة' حديث (316/35)' وابو داؤد (113/1): كتاب الطهارة' باب: في الغسل من الجنابة' حديث (242)' والنسائى (134/1): كتاب الطهارة' باب: ذكر وضوء الجنب قبل الغسل' حديث (247)' والدارمى (191/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: في الغسل من الجنابة' واخرجه الحميدى (88/1)' حديث (163)' وابن خزيمة (121/1)' حديث (242)' من طريق هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة به-

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

غسل جنابت کے اسباب اور اس کا طریق کار:

مجامعت اور احتلام وغیرہ کے باعث انسان جنبی (نجس) ہو جاتا ہے اور اس پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔ حالت جنابت میں نماز، تلاوت قرآن، بیت اللہ کا طواف اور دخول مسجد امور حرام وممنوع ہیں۔

غسل جنابت کا طریق کار حدیث باب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے جائیں، جسم کے جس حصہ پر نجاست لگی ہو اسے دھویا جائے پھر نماز جیسا وضو کیا جائے۔ تین دفعہ منہ میں پانی ڈال کر کلی کی جائے، تین بار ناک میں پانی ڈالا جائے (کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے وقت خوب مبالغہ سے کام لیا جائے) تین بار تمام چہرہ دھویا جائے، تین تین بار دونوں ہاتھ دھوئے جائیں، تمام سر کا مسح کیا جائے اور آخر میں دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے جائیں۔ پھر تمام جسم پر پانی بہایا جائے۔ اگر غسل خانہ میں پانی جمع ہو رہا ہو تو غسل خانہ سے نکلتے تک پاؤں کو دھونا مؤخر کر دیا جائے۔ دوران غسل جسم کا کوئی حصہ ایک بال کا اندازہ بھی خشک رہ گیا تو غسل نہیں ہوگا۔ جو چیز جسم تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ بن رہی ہو، اس کا دور کرنا ضروری ہے ورنہ غسل نہیں ہوگا مثلاً پینٹ، لُک، ناخن پالش وغیرہ۔ اسی طرح تنگ انگوٹھی اور تنگ چین کا اتارنا یا اسے حرکت دینا بھی ضروری ہے تا کہ نیچے سے جسم خشک نہ رہنے پائے۔

غسل کرنے سے قبل وضو کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جماع کے بعد یا بستر سے برآمد ہوتے وقت انسان کا جسم گرم ہوتا ہے۔ اگر گرم جسم پر دفعتاً ٹھنڈا پانی ڈالا جائے تو طبی نقطہ نظر سے انسانی صحت متاثر ہونے کا قوی امکان ہے۔ جو آگے چل کر مستقل مرض بھی بن سکتا ہے۔ اسی وضو سے نماز بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ غسل کے تین فرائض ہیں: (۱) کلی کرنا کہ حلق تک پانی پہنچ جائے (۲) ناک میں پانی ڈالنا کہ سخت ہڈی تک پہنچ جائے (۳) تمام جسم پر پانی بہانا کہ جسم کا کوئی حصہ بال برابر بھی خشک نہ رہنے پائے۔

غسل کی چار اقسام ہیں:

۱۔ غسل فرض: حالت جنابت اور انقطاع دم حیض ونفاس کا غسل کرنا ہے۔

۲۔ غسل فرض کفایہ: میت کو غسل دینا۔

۳۔ غسل سنت: جمعۃ المبارک کے دن، عیدین کے دن اور احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا۔

۴۔ غسل مستحب: حصول برودت، روزانہ بیداری کے بعد اور کپڑے تبدیل کرتے وقت غسل کرنا۔

بَاب هَلْ تَنْقُضُ الْمَرْاَةُ شَعْرَهَا عِنْدَ الْغُسْلِ

باب 77: کیا غسل کے وقت عورت اپنی مینڈیاں کھولے گی؟

98 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

بْنِ رَافِعٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ امْرَاَةٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَاْسِیْ اَفَاَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا اِنَّمَا يَكْفِيْكِ اَنْ تَحْثِيْنَ عَلٰى رَاْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ مِّنْ مَاءٍ ثُمَّ تُفِيْضِيْنَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِيْنَ اَوْ قَالَ فَاِذَا اَنْتِ قَدْ تَطَهَّرْتِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا اغْتَسَلَتْ مِنَ الْجَنَابَةِ فَلَمْ تَنْقُضْ شَعْرَهَا اَنَّ ذٰلِكَ يُجْزِئُهَا بَعْدَ اَنْ تُفِيْضَ الْمَاءَ عَلٰى رَاْسِهَا

◄► سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اپنے بالوں کی مینڈیاں باندھی ہوئی ہوتی ہیں' کیا میں غسل جنابت کے لیے انہیں کھولوں گی؟ آپ نے فرمایا: نہیں! تمہارے لیے اتنا کافی ہے: تم تین مرتبہ سر پر پانی بہالو' پھر تم اپنے سارے جسم پر پانی بہالوگی' تو تم پاک ہوجاؤ گی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) تم نے پاکیزگی حاصل کرلی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اسی پر عمل کیا جاتا ہے' جب خاتون غسل جنابت کرے گی تو وہ اپنے بال نہیں کھولے گی اس کے لیے یہ جائز ہے: وہ صرف اپنے سر پر پانی بہالے۔

شرح

عورت کا غسل کے وقت اپنی بٹی ہوئی چوٹیوں کو کھولنے کا مسئلہ:

عورت نے اپنے سر کے بالوں کی چوٹیاں بٹی ہوئی ہوں تو غسل جنابت کے وقت ان کا کھولنا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی بالوں کو دھونا ضروری ہے' بشرطیکہ ان کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے۔ اگر بالوں کی جڑوں میں ایک بال کا اندازہ بھی خشک رہ گیا تو غسل نہیں ہوگا۔ اگر بالوں کی جڑوں تک بآسانی پانی نہ پہنچ سکتا ہو تو چوٹیاں کھولنا ضروری ہے۔ اس صورت میں بالوں اور جڑوں کا دھونا ضروری ہے۔

غسل جنابت کرتے وقت اگر مرد نے اپنے بالوں کی چوٹیاں گوندھ رکھی ہوں تو ان کا کھولنا ضروری ہے۔ اس کے لیے بالوں اور ان کی جڑوں کا دھونا ضروری ہے۔ اگر ایک بال بھی خشک رہ گیا تو غسل نہیں ہوگا۔

98- اخرجہ مسلم (246/2-نووی): کتاب الحیض' باب: حکم ضفائر المغتسلۃ' حدیث: (330/58) وابو داؤد (115/1): کتاب الطہارۃ' باب: فی المراۃ ھل تنقض شعرھا عند الغسل؟' حدیث (251) وابن ماجہ (198/1): کتاب الطہارۃ وسننہا' باب: ماجاء فی غسل النساء من الجنابۃ' حدیث (603) والنسائی (131/1): کتاب الطہارۃ' باب: ذکر ترک المراۃ نقض ضفر راسہا عند اغتسالہا من الجنابۃ' حدیث (241) والدارمی (263/1): کتاب الصلاۃ والطہارۃ' باب: اغتسال الحائض اذا وجب الغسل علیہا قبل ان تحیض' واخرجہ احمد (314, 289/6) والحمیدی (141,140/1) حدیث (294) وابن خزیمۃ (122/1) حدیث (246) من طریق عبداللہ بن رافع عن ام سلمۃ بہ-

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً

باب 78: ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے

99 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْبَشَرَ وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيثُ الْحَارِثِ بْنِ وَجِيهٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيثِهٖ

توضیحِ راوی: وَهُوَ شَيْخٌ لَيْسَ بِذَاكَ وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ وَقَدْ تَفَرَّدَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ وَّيُقَالُ الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ وَّيُقَالُ ابْنُ وَجْبَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے تم بالوں کو دھولیا کرو اور جسم کو کھال کو صاف کرلیا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت حارث بن وجیہ کی حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی حوالے سے جانتے ہیں۔

ان سے کئی آئمہ روایات نقل کی ہیں اس حدیث میں وہ منفرد ہیں اسے انہوں نے مالک بن دینار کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ایک قول کے مطابق ان کا نام حارث بن وجیہ ہے اور ایک قول کے مطابق ابن وجبہ ہے۔

شرح

"تحت كل شعرة جنابة" کا مفہوم:

اس حدیث کا مطلب سمجھنے اور سمجھانے میں عموماً سہو ہو جاتا ہے۔ ان الفاظ سے طلباء عموماً "بالوں کی جڑیں" مراد لیتے ہیں جو درست نہیں ہے کیونکہ جڑیں تو جسم کا باطنی حصہ ہے جس کا دھونا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ بال گر کر جسم کے کچھ حصہ کو ڈھانپ لیتے ہیں، ڈھانپے ہوئے جسم کا حصہ اور بالوں کا دھونا مراد ہے۔ گویا بالوں کو نیچے سے لے کر اوپر تک اور اس کے نیچے والا جسم کا حصہ دھونا ضروری ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے جسم کو رگڑ کر دھونا فرض قرار دیتے ہیں۔

یہ حدیث اپنی افادیت و اہمیت کے باعث مقبول ترین ہے۔ ارشاد ربانی: وان كنتم جنبا فاطهروا (اور اگر تم حالت جنابت ہو تو خوب طہارت حاصل کرو) کی مؤید ہے۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے: عن النبي صلى

99- اخرجه ابو داؤد (115/1): كتاب الطهارة' باب: في الغسل من الجنابة' حديث (248) وابن ماجه (196/1): كتاب الطهارة' وسننها' باب: تحت كل شعرة جنابة' حديث (597) من طريق محمد بن سيرين عن ابي هريرة به-

الله عليه وسلم من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل به كذا كذا من النار. حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غسل جنابت کے دوران اپنے ایک بال کا نیچے والا حصہ خشک چھوڑ دیا، اسے عذاب آتش دیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ بَعْدَ الْغُسْلِ

باب 79: غسل کے بعد وضو کرنا

100 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ اَنْ لَّا يَتَوَضَّاَ بَعْدَ الْغُسْلِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور تابعین میں سے کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں کہ غسل کے بعد وضو نہیں کیا جائے گا۔

شرح

غسل کے بعد وضو کرنے کا مسئلہ:

حدیث میں جنت کی چابی نماز اور نماز کی چابی وضو کو قرار دیا گیا ہے۔ نماز کے لیے وضو شرط ہے، اس کے بغیر مشروط یعنی نماز جائز نہیں ہے۔ غسل مسنون میں سب سے قبل وضو کیا جاتا ہے' جس کی تفصیل گزشتہ سے پیوستہ حدیث کے ضمن میں بیان کی گئی ہے۔

زیر بحث حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد جدید وضو کیے بغیر نماز ادا فرماتے تھے۔ البتہ اس بات کی تصریح بھی فقہاء نے کی ہے کہ وضو علی الوضو مستحب و مستحسن عمل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ

باب 80: جب ختنے (شرمگاہیں) مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے

100- اخرجه احمد (68/6, 119, 154, 192, 253, 258)' وابو داؤد (115/1): كتاب الطهارة: باب في الوضوء بعد الغسل' حديث (250)' وابن ماجه (191/1): كتاب الطهارة وسننها: باب في الوضوء بعد الغسل' حديث (579)' والنسائي (137/1): كتاب الطهارة: باب ترك الوضوء من بعد الغسل' حديث (252)' (209/1): كتاب الغسل والتيمم: باب ترك الوضوء بعد الغسل' حديث (430)' من طريق ابى اسحاق عن الاسود عن عائشة به-

101 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَسَلْنَا

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب ختنے ختنوں سے مل جائیں (یعنی شرمگاہ شرمگاہ سے مل جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

میں نے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تو ہم دونوں نے غسل کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

102 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قَالَ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَّعَآئِشَةُ وَالْفُقَهَاءِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِثْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب ختنے، ختنے سے (شرمگاہ، شرمگاہ سے) مل جائے' تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے دوسری صورت میں بھی منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ''جب ختنے، ختنے سے مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اس بات کے قائل ہیں ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت

101- اخرجه احمد (161/6) وابن ماجه (199/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: ماجاء فى وجوب الغسل اذا التقى الختانان' حديث (608)' من طريق عبدالرحمن بن القاسم بن محمد عن ابيه عن عائشة به-

102- اخرجه احمد (135, 112, 97, 47/6) من طريق علي بن زيد بن جدعان عن سعيد بن المسيب عن عائشة به-

علی رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔ ان کے علاوہ تابعین اور ان کے بعد والے فقہاء بھی اس بات کے قائل ہیں' جیسے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: جب شرمگاہ، شرمگاہ سے مل جائے' تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْمَاءَ مِنَ الْمَآءِ

باب 81: منی نکلنے سے غسل فرض ہوتا ہے

103 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

متنِ حدیث: قَالَ اِنَّمَا كَانَ الْمَاءُ مِنَ الْمَآءِ رُخْصَةً فِي اَوَّلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُهِيَ عَنْهَا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وَاِنَّمَا كَانَ الْمَاءُ مِنَ الْمَآءِ فِي اَوَّلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّرَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى اَنَّهُ اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ فِي الْفَرْجِ وَجَبَ عَلَيْهِمَا الْغُسْلُ وَاِنْ لَمْ يُنْزِلَا

◆◆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: منی کے خروج کے نتیجے میں غسل لازم ہونے کا حکم اسلام کے آغاز میں رخصت کے طور پر تھا پھر اس سے منع کر دیا گیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

منی کے خروج کے نتیجے میں غسل لازم ہونے کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا' پھر اسے منسوخ قرار دے دیا گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب سے اسی کی مانند منقول ہے' جن میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

اکثر اہلِ علم کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا' وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی مرد بیوی کے ساتھ صحبت کرے' تو ان دونوں پر غسل واجب ہو جائے گا اگرچہ ان دونوں کو انزال نہ ہو۔

103- اخرجه احمد (116,115/5) وابو داؤد (105/1): كتاب الطهارة: باب في الاكسال' حديث (215) وابن ماجه (200/1): كتاب الطهارة وسننها: باب ما جاء في وجوب الغسل اذا التقى الختانان' حديث (609) والدارمي (194/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب الماء من الماء' وابن خزيمة (112/1) حديث (225) من طريق سهل بن سعد عن ابي بن كعب به۔

شرح

ختانان کے ملنے سے غسل واجب ہونے کا مسئلہ:

لفظ "ختانان" لفظ "ختان" کا تثنیہ ہے۔اس سے مراد ختنہ کا مقام ہے یعنی مذکر کے ذکر کی وہ جگہ جہاں سے ختنہ کرتے وقت چمڑا کاٹا جاتا ہے اور یہ حشفہ کے بعد کی جگہ ہے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ مرد کا ذکر حشفہ کی مقدار عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے تو زوجین میں غسل فرض ہو جائے گا خواہ انزال نہ بھی ہو۔یہ مسئلہ آئمہ کے مابین اختلافی نہیں ہے بلکہ اتفاقی ہے زیر بحث حدیث میں بھی یہی مسئلہ بیان ہوا ہے۔

چند اہم امور کی وضاحت:

زیر بحث احادیث کے مضمون کی مناسبت سے چند اہم امور کی ذیل میں وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

۱-اکسال کی تعریف اور اس کا شرعی حکم:

زوجین جماع میں مشغول ہوں اور کسی فتور کی وجہ سے انزال سے قبل وہ الگ ہو جائیں، تو اسے "اکسال" کہا جاتا ہے۔
اکسال کی صورت میں زوجین پر غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں یہ مسئلہ اختلافی تھا۔انصار کی اکثریت کے نزدیک غسل واجب نہیں تھا۔اکثر مہاجرین غسل واجب قرار دیتے تھے۔انصار صحابہ کی عورتیں غسل واجب قرار دیتی تھیں لیکن مردوں کو اس حکم سے مستثنیٰ کرتی تھیں۔البتہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یہ اختلاف ختم ہو گیا اور خواتین وحضرات کا اس بات پر اجماع منعقد ہو گیا کہ "اکسال" کی صورت میں غسل واجب ہے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک صحابی نے آکر آپ کی خدمت میں عرض کیا: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں بیٹھ کر اپنی رائے کے مطابق فتویٰ جاری کر رہے ہیں کہ "اکسال" کی صورت میں غسل واجب نہیں ہے۔آپ نے انہیں بھیجا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے پاس لاؤ' وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے سوال کیا: تم اکسال کے مسئلہ میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتے ہو کہ اس سے غسل واجب نہیں ہوتا؟ انہوں نے عرض کیا: حضور! میں نے یہ بات اپنے چچاؤں سے سن رکھی ہے۔فرمایا: تم نے کون سے چچاؤں سے یہ بات سنی ہے؟ جواب دیا: حضرت ابوایوب انصاری، حضرت ابی بن کعب اور حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔اتفاق کی بات ہے کہ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں موجود تھے۔آپ نے ان سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی تو انہوں نے عرض کیا: حضور! ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیویوں سے جماع کرتے تھے اور انزال نہ ہونے پر غسل نہیں کیا کرتے تھے۔آپ نے سوال کیا: کیا آپ نے یہ مسئلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا؟ جواب میں عرض کیا: نہیں۔آپ نے اہل مجلس سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی تو مختلف آراء سامنے آئیں۔اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گزارش کی کہ کسی شخص کو بھیج کر امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے اکسال کے بارے میں دریافت کیا جاوئے۔آپ نے ایک شخص کو بھیج کر اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: میرے ساتھ ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا تھا۔پھر اُم

المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے درمیان ایسی صورت پیش آئی تھی تو ہم دونوں نے غسل کیا تھا۔ ثبوت ملنے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمایا: آج کے بعد اکسال کی صورت پیش آنے پر جو شخص غسل نہیں کرے گا' اسے سخت سزا دی جائے گی۔ (شرح معانی الآثار باب الذی یجامع ولا یکسل) آپ کے اعلان کے مطابق اس دن سے مسئلہ اکسال کی صورت میں وجوب غسل پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع منعقد ہو گیا۔ آج بھی اسی اجماع پر عمل ہے۔

۲- کسی حکم کی علت مخفی ہونے پر ظاہری چیز کو اس کے قائم مقام کرنا:

جب کسی حکم کی علت مخفی ہو تو شرعی طور پر کسی ظاہری چیز کو اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً دوران سفر قصر نماز کی علت مشقت ہے جو مخفی ہے' جس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا تو ''نفس سفر'' کو ہی مشقت کے قائم مقام کر دیا گیا۔ وضو فاسد ہونے کی علت خروج ریح ہے اور حالت نیند میں اس کا ادراک نہیں ہو سکتا، لہٰذا نیند کو ہی خروج ریح کے قائم مقام کر دیا گیا۔ اسی طرح وجوب غسل کی علت انزال ہے' جس کا ادراک بعض اوقات نہیں ہو سکتا تو ''التقاء ختانان'' کو اس کا قائم مقام قرار دے دیا گیا۔

104 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِى الْجَحَّافِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

آثارِ صحابہ: قَالَ اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَآءِ فِى الْاِحْتِلَامِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ لَمْ نَجِدْ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا عِنْدَ شَرِيْكٍ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُو الْجَحَّافِ اسْمُهٗ دَاوُدُ بْنُ اَبِىْ عَوْفٍ وَّيُرْوٰى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْجَحَّافِ وَكَانَ مَرْضِيًّا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَعَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ وَّالزُّبَيْرِ وَطَلْحَةَ وَاَبِىْ اَيُّوْبَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ الْمَاءُ مِنَ الْمَآءِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: احتلام میں منی کے خروج کی وجہ سے غسل لازم ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے جارود کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ہم نے اس حدیث کو صرف شریک کے پاس پایا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو جحاف نامی راوی کا نام داؤد بن ابو عوف ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات منقول ہے' وہ فرماتے ہیں: ابو جحاف نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے وہ پسندیدہ آدمی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ ''پانی سے پانی لازم ہو جاتا ہے''۔ (یعنی خروج منی سے غسل واجب ہوتا ہے)۔

(۱)- صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے صرف امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

شرح

حدیث: الماء من الماء کا مفہوم:

حدیث ''الماء من الماء'' میں پہلے ماء سے مراد غسل کا پانی ہے اور دوسرے ماء سے مراد منی ہے یعنی جب خروج منی کا عمل پایا جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اگر جماع کے دوران خروج منی کا عمل نہ پایا جائے تو غسل بھی واجب نہیں ہوگا۔ اکسال کی طرح ''الماء من الماء'' کا حکم بھی شروع اسلام میں تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اس کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے: انما کان الماء من الماء رخصته في اول الاسلام ثم نهي عنها: حدیث ''الماء من الماء'' کی رخصت ابتدائے اسلام میں تھی پھر یہ منسوخ قرار پائی۔ (۲) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ وہ اپنی بیوی سے جماع میں مصروف تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آواز دی تو انزال کے بغیر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اپنے عمل جماع کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا: تم پر غسل نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی صورت پیش آنے پر غسل کرنے کا حکم دیا۔ (۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يفعل ذلك ولا يغتسل وذلك قبل فتح مكة ثم اغتسل بعد ذلك. بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکسال کی صورت میں غسل نہ فرماتے تھے، یہ فتح مکہ سے قبل کی بات ہے لیکن اس کے بعد آپ ایسی صورت میں غسل فرماتے تھے۔

دینی مسئلہ بیان کرنے میں حیاء کا مانع نہ ہونا:

شرعی طور پر کوئی بھی مسئلہ دریافت کرنے یا بیان کرنے میں حیاء رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ''اکسال'' کی صورت میں غسل کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے سائل کے جواب میں فرمایا: فعلته انا و رسول الله صلى الله عليه وسلم فاغتسلنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ''اکسال'' کرتے تو غسل کیا کرتے تھے۔ اگر آپ اس مسئلہ کو بیان نہ فرماتیں تو امت تک کیسے پہنچتا؟ اسی لیے تو فرمایا گیا ہے: ان الله لا يستحي من الحق ۔ بیشک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیاء نہیں فرماتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّسْتَيْقِظُ فَيَرٰى بَلَلًا وَّلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا

باب 82: جو شخص نیند سے بیدار ہونے کے بعد تری دیکھے لیکن اسے احتلام یاد نہ رہے

105 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ هُوَ الْعُمَرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

105- اخرجه احمد (256/6) وابو داؤد (111/1): كتاب الطهارة' باب: في الرجل يجد البلة في منامه' حديث (236) وابن ماجه (200/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: من احتلم ولم يربللا' حديث (612) والدارمي (195/1, 196) كتاب الصلاة والطهارة' باب: من يرى بللا ولم يذكر احتلاما' من طريق عبدالله بن عمر العمري' عن عبيدالله بن عمر' عن القاسم عن عائشة به-

متن حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا قَالَ يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ يَرٰى اَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَلَمْ يَجِدْ بَلَلًا قَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ تَرٰى ذٰلِكَ غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ اِنَّ النِّسَآءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ حَدِيْثَ عَآئِشَةَ فِى الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ فِى الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ اِذَا اسْتَيْقَظَ الرَّجُلُ فَرَاٰى بِلَّةً اَنَّهُ يَغْتَسِلُ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَحْمَدَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ اِنَّمَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْغُسْلُ اِذَا كَانَتِ الْبِلَّةُ بِلَّةَ نُطْفَةٍ وَّهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاِسْحٰقَ وَاِذَا رَاٰى احْتِلَامًا وَّلَمْ يَرَ بِلَّةً فَلَا غُسْلَ عَلَيْهِ عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو تری پاتا ہے' لیکن اسے احتلام یادنہیں رہتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ غسل کرے گا آپ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا' جو یہ سمجھتا ہے: اسے احتلام ہوا ہے' حالانکہ اسے تری نظر نہیں آتی؟ آپ نے فرمایا: اس پر غسل لازم نہیں ہے۔

سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر کوئی عورت اس طرح دیکھ لے' تو کیا اس پر بھی غسل لازم ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیونکہ خواتین مردوں (کی طرح) ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو عبداللہ بن عمر نامی راوی نے عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے' جو ایسے شخص کے بارے میں ہے' جسے تری نظر آتی ہے' لیکن اسے احتلام یادنہیں ہوتا۔

عبداللہ بن عمر نامی راوی کو یحییٰ بن سعید نے اس کے حافظے کے حوالے سے ضعیف قرار دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: جب کوئی شخص بیدار ہوا اور وہ تری دیکھے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' تابعین میں سے بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: اس شخص پر غسل اس وقت واجب ہوگا' جب وہ تری' منی کی تری ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' جب کوئی شخص احتلام دیکھتا ہے' لیکن اسے تری نظر نہیں آتی تو اس پر غسل لازم نہیں ہوتا' عام اہلِ علم کی یہی رائے ہے۔

شرح

خواب کی کیفیت یاد نہ ہو لیکن کپڑے پر تری پانے سے غسل واجب ہوجاتا ہے:

کسی شخص کو خواب کی کیفیت یاد نہ ہو لیکن وہ کپڑے پر تری پائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس صورت میں یعنی خواب یاد ہے لیکن کپڑے پر تری نہیں ہے تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ تری کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱-منی: وہ سفید مادہ ہے جو جماع اور بدخوابی کے وقت اپنے مرکز سے شہوت ولذت کے ساتھ جدا ہوتا ہے۔
۲-مذی: یہ وہ لیس دار مادہ ہے جو بوس وکنار کے وقت جماع سے قبل شرمگاہ سے برآمد ہوتا ہے۔
۳-ودی: یہ وہ لیس دار مادہ ہے جو پیشاب کرتے وقت شرمگاہ سے برآمد ہوتا ہے۔
منی کے خارج ہونے سے غسل فرض ہو جاتا ہے لیکن مذی اور ودی کے خروج سے غسل واجب نہیں، البتہ وضوٹوٹ جاتا ہے۔
تینوں میں سے کوئی بھی چیز کپڑے کولگ جائے تو کپڑا پلید ہو جاتا ہے اور وہ دھونے سے پاک ہوتا ہے۔
جس طرح مرد کو بدخوابی کی وجہ سے احتلام ہوتا ہے، اسی طرح عورت کو بھی ہوتا ہے لیکن مرد کی بنسبت کم ہوتا ہے کیونکہ عورت کی طبیعت میں رطوبت کا غلبہ ہے۔

بیدار ہونے کے بعد بدخوابی یاد نہیں ہے لیکن کپڑے پر تری موجود ہو غسل واجب ہے۔ اس کے برعکس صورت میں غسل واجب نہیں ہوگا۔ اس کی کل چودہ صورتیں بنتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) منی ہونے کا یقین ہو (۲) مذی ہونے کا یقین ہو (۳) ودی ہونے کا یقین ہو (۴) منی اور مذی ہونے کا شک ہو (۵) مذی اور ودی ہونے کا شک ہو (۶) منی اور ودی ہونے کا شک ہو (۷) تینوں کا شک ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک صورت میں خواب کی کیفیت یاد ہے یا نہیں؟ یہ کل چودہ صورتیں بنتی ہیں۔

ان میں سے سات صورتوں میں غسل واجب ہوتا ہے:

(۱) منی ہونے کا یقین ہو اور بدخوابی بھی یاد ہو (۲) بدخوابی یاد نہ ہو اور منی ہونے کا یقین ہو۔ (۳) مذی ہونے کا یقین ہو اور بدخوابی بھی یاد ہو (۴ تا ۷) شک ہونے کی چار صورتیں ہیں جبکہ بدخوابی یاد ہو۔

درج ذیل چار صورتوں میں بالاتفاق غسل واجب نہیں ہوتا:

(۱) ودی ہونے کا یقین ہو اور بدخوابی یاد ہو (۲) ودی ہونے کا یقین ہو اور بدخوابی یاد نہ ہو۔ (۳) مذی ہونے کا یقین ہو اور بدخوابی یاد نہ ہو (۴) مذی اور ودی ہونے میں شک ہو اور بدخوابی کی کیفیت یاد نہ ہو۔

درج ذیل تین صورتوں میں اختلاف ہے:

(۱) منی اور مذی ہونے میں شک ہو، بدخوابی یاد نہ ہو (۲) منی اور ودی ہونے میں شک ہو اور بدخوابی یاد نہ ہو (۳) منی، مذی اور ودی ہونے میں شک ہو مگر بدخوابی یاد نہ ہو۔ ان تینوں صورتوں میں حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے کیونکہ شک کی صورت میں وجوب کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ طرفین کے نزدیک احتیاطاً غسل واجب ہوگا۔ طرفین کے قول پر فتویٰ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَنِيِّ وَالْمَذْيِ

باب 83: منی اور مذی کا بیان

106 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ الْبَلْخِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ ح قَالَ

وحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متن حدیث: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ مِّنَ الْمَذْيِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: مذی (خارج ہونے) پر صرف وضو کرنا لازم ہوگا اور منی (خارج ہونے) پر غسل لازم ہوگا۔

اس باب میں حضرت مقداد بن اسود اور حضرت ابی بن کعب سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے' دیگر حوالوں سے یہ منقول ہے' مذی کے نکلنے سے وضو لازم ہوتا ہے' اور منی کے نکلنے سے غسل لازم ہوتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور بعد میں آنے والے اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

منی اور مذی کا شرعی حکم:

لفظ ''مذی'' عربی میں میم کی زبر اور اردو میں میم کی زیر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ منی کے خروج سے بشرطیکہ اپنے مرکز سے ٹپک کر اور شہوت سے الگ ہو، غسل واجب ہو جاتا ہے۔ مذی کے خروج سے غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ اس سے وضو فاسد ہو جاتا ہے۔ اس کے خروج سے زوجین کی طبیعت میں جماع کا اشتہاء اور ذوق موجزن ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ''مذی'' کا حکم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: منی کے خروج سے غسل واجب ہوتا ہے اور مذی سے صرف

106- اخرجه احمد (109, 87/1) وابن ماجه (168/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: الوضوء من المذي' حديث (504) من طريق عبد الرحمن بن ابي ليلى عن علي به-

وضو کافی ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَذْيِ يُصِيبُ الثَّوْبَ

باب 84: منی کا کپڑے پر لگ جانا

107 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدٍ هُوَ ابْنُ السَّبَّاقِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ اَلْقٰى مِنَ الْمَذْيِ شِدَّةً وَّعَنَاءً فَكُنْتُ اُكْثِرُ مِنْهُ الْغُسْلَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ اِنَّمَا يُجْزِئُكَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ بِمَا يُصِيْبُ ثَوْبِيْ مِنْهُ قَالَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَاْخُذَ كَفًّا مِّنْ مَاءٍ فَتَنْضَحَ بِهٖ ثَوْبَكَ حَيْثُ تَرٰى اَنَّهٗ اَصَابَ مِنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَّلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ فِي الْمَذْيِ مِثْلَ هٰذَا

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْمَذْيِ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يُجْزِئُ اِلَّا الْغَسْلُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يُجْزِئُهُ النَّضْحُ وَقَالَ اَحْمَدُ اَرْجُوْ اَنْ يُّجْزِئَهُ النَّضْحُ بِالْمَآءِ

◆◆ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے منی کی وجہ سے بڑی پریشانی اٹھانی پڑتی تھی اور اکثر اس کی وجہ سے غسل کرنا پڑتا تھا۔ میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' آپ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: اس صورت میں تمہارے لیے وضو کر لینا کافی ہے میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میرے کپڑوں پر لگ جائے' تو میں کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی ہے: تم اپنی ہتھیلی میں پانی لے کر اپنے کپڑوں پر چھڑک لو' اس جگہ پر جہاں تمہیں وہ لگی محسوس ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے ہم اسے صرف محمد بن اسحٰق نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں' جنہوں نے مذی کے بارے میں نقل کیا ہے۔

کپڑوں پر لگی ہوئی مذی کے بارے میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے: اسے دھونا ضروری ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے: پانی چھڑک لینا کافی ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا یہ خیال ہے: پانی چھڑک لینا کافی ہے۔

---

107 - اخرجه احمد (485/3) وابو داؤد (104/1): كتاب الطهارة' باب: في المذى' حديث (210) وابن ماجه (169/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: الوضوء من المذى' حديث (506) والدارمى (184/1): كتاب الصلاة والطهارة' باب: في المذى' واخرجه عبد بن حميد (171) حديث (468) وابن خزيمة (147/1) حديث (291) من طريق سعيد بن عبيد بن السباق عن ابيه عن سهل بن حنيف به۔

شرح

مذی آلود کپڑا پاک کرنے کا طریقہ:

تمام آئمہ فقہ کے نزدیک مذی نجس ہے اور کپڑے کو لگ جانے سے کپڑا پلید ہو جاتا ہے۔ البتہ اس کو پاک کرنے کے طریقہ کار میں اختلاف ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ بچے کے پیشاب کی طرح کپڑے پر چھینٹیں لگانے سے پاک ہو جاتا ہے اور اسے دھونا ضروری نہیں ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک چھینٹیں مارنے سے کپڑا صاف نہیں ہوگا بلکہ اس کا پانی سے دھونا بھی ضروری ہے۔ سب نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ کثرت مذی کی وجہ سے میں پریشان رہتا تھا اور اس پر میں غسل کیا کرتا تھا۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: خروج مذی سے وضو کافی ہے۔ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! اگر مذی کپڑے کو لگ جائے تو پھر کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی لے کر مذی کی جگہ پر چھینٹا دے دو۔

اس حدیث مبارکہ میں لفظ ''نضح'' ہے۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے مراد ''چھینٹا دینا'' ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس سے مراد ''دھونا'' ہے۔ احناف کے نزدیک غسل خفیف سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ یعنی کپڑے کو پانی سے دھویا جائے پھر اسے نچوڑ دیا جائے تو وہ پاک و طاہر ہو جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَنِيِّ يُصِيْبُ الثَّوْبَ

باب 85: منی کپڑوں پر لگ جانا

108 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ

متنِ حدیث: ضَافَ عَآئِشَةَ ضَيْفٌ فَاَمَرَتْ لَهُ بِمِلْحَفَةٍ صَفْرَاءَ فَنَامَ فِيْهَا فَاحْتَلَمَ فَاسْتَحْيَا اَنْ يُّرْسِلَ بِهَا وَبِهَا اَثَرُ الْاِحْتِلَامِ فَغَمَسَهَا فِي الْمَآءِ ثُمَّ اَرْسَلَ بِهَا فَقَالَتْ عَآئِشَةُ لِمَ اَفْسَدَ عَلَيْنَا ثَوْبَنَا اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْهِ اَنْ يَّفْرُكَهُ بِاَصَابِعِهِ وَرُبَّمَا فَرَكْتُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِي

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ

108- اخرجه مسلم (199/2 -نووی): كتاب الطهارة' باب: حكم المني' حديث (288/105)' وابو داؤد (155,154/1): كتاب الطهارة' باب: المني يصيب الثوب' حديث (371)' وابن ماجه (179/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: في فرك المني من الثوب' حديث (538)' والنسائي (156/1): كتاب الطهارة' باب: فرك المني من الثوب' حديث (297)' واخرجه احمد (263, 193, 135, 43/6)' والحميدي (97/1)' حديث (186)' وابن خزيمة (147, 146, 145/1)' حديث (288)' من طريق ابراهيم عن همام بن الحارث عن عائشة به-

الْفُقَهَاءِ مِثْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا فِي الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ يُجْزِئُهُ الْفَرْكُ وَاِنْ لَّمْ يُغْسَلْ وَهٰكَذَا

اسنادِدیگر: رُوِيَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَ رِوَايَةِ الْاَعْمَشِ وَرَوٰى اَبُوْ مَعْشَرٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ وَحَدِيْثُ الْاَعْمَشِ اَصَحُّ

◄◄ ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک مہمان ٹھہرا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے زرد رنگ کی ایک چادر بھجوائی وہ سو گیا اسے احتلام ہو گیا اسے اس بات پر شرم آئی کہ وہ اس چادر کو واپس بھیج دے' جبکہ اس پر احتلام کا نشان موجود تھا' اس نے اسے پانی سے دھولیا' پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھجوایا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس نے ہمارے چادر کو کیوں خراب کیا اس کے لیے یہ کافی تھا: وہ اپنی انگلیوں کے ذریعے اسے کھرچ دیتا۔ میں نے کئی مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اپنی انگلیوں کے ذریعے اسے کھرچا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور بعد میں آنے والے فقہاء میں سے بعض اس بات کے قائل ہیں' جن میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں: یہ حضرات کپڑوں پر لگی ہوئی منی کے بارے میں فرماتے ہیں: کھرچ دینا کافی ہے' اگرچہ اسے نہ دھویا جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح یہ روایت منصور کے حوالے سے، ابراہیم کے حوالے سے، ہمام بن حارث کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے' جیسا کہ اعمش نے اسے نقل کیا ہے۔

ابومعشر اس حدیث کو روایت کرتے ہیں' ابراہیم کے حوالے سے، اسود کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' تاہم اعمش کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

بَاب غَسْلِ الْمَنِيِّ مِنَ الثَّوْبِ

باب 86: کپڑے پر لگی ہوئی منی کو دھونا

109 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ

109- اخرجه البخاری (397/1): كتاب الوضوء' باب: غسل المنى وفركه' و غسل مايصيب من المراة' حديث (229)' ومسلم (200/2-نووى): كتاب الطهارة' باب:حكم المنى' حديث (289/108)' وابو داؤد (155/1): كتاب الطهارة' باب: المنى يصيب الثوب' حديث (373)' وابن ماجه (178/1): كتاب الطهارة وسننها' باب: المنى يصيب الثوب' حديث (536)' والنسائى (156/1): كتاب الطهارة' باب: غسل المنى من الثوب' حديث (295)' واخرجه احمد (47/6, 142, 235)' وابن خزيمة (145/1)' حديث (287)' من طريق عمرو بن ميمون عن سليمان بن يسار عن عائشة به۔

متن حدیث: اَنَّهَا غَسَلَتْ مَنِيًّا مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

قولِ امام ترمذی: وَحَدِيْثُ عَائِشَةَ اَنَّهَا غَسَلَتْ مَنِيًّا مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِمُخَالِفٍ لِحَدِيْثِ الْفَرْكِ لِاَنَّهُ وَاِنْ كَانَ الْفَرْكُ يُجْزِئُ فَقَدْ يُسْتَحَبُّ لِلرَّجُلِ اَنْ لَّا يُرٰى عَلٰى ثَوْبِهٖ اَثَرُهٗ

آثارِ صحابہ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمَنِيُّ بِمَنْزِلَةِ الْمُخَاطِ فَاَمِطْهُ عَنْكَ وَلَوْ بِاِذْخِرَةٍ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھودیا کرتی تھیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے منی دھونے کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کھرچنے والی روایت سے مخالف نہیں ہے' کیونکہ اگرچہ کھرچ دینا جائز ہے' لیکن آدم کے لیے مستحب یہی ہے: اس کے کپڑے پر اس کا نشان نظر نہ آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: منی بلغم کی طرح ہے تم اسے صاف کردو خواہ گھاس کے ذریعے کرو۔

شرح

منی کے نجس وطاہر ہونے اور کپڑے کو لگ جانے کی صورت میں اسے پاک کرنے میں مذاہب آئمہ:

آیا منی نجس ہے یا طاہر؟ اس میں فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔ یہ اختلاف دورِ صحابہ سے چلا آرہا ہے' جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک منی نجس ہے۔ منی میں بھی تعمیم ہے خواہ انسان کی ہو یا حیوان کی وہ طاہر ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ منی طاہر ہے۔ ایک روایت کے مطابق منی کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تین اقوال ہیں:

(۱) مرد وزن دونوں کی منی طاہر ہے۔ (۲) مرد کی منی طاہر اور عورت کی نجس ہے۔ (۳) مرد وزن دونوں کی منی نجس ہے۔ آپ کا قولِ ثالث مختار ہے۔

علی ہذا القیاس حیوانات کی منی کے بارے میں بھی ان کے نزدیک تفصیل ہے۔ آپ خنزیر اور کتے کی منی نجس قرار دیتے ہیں۔ دیگر حیوانات کی منی کے بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) تمام حیوانات کی منی طاہر ہے۔ (۲) مطلقاً منی طاہر ہے۔ (۳) حیوانات ماکول اللحم کی منی طاہر اور غیر ماکول اللحم کی نجس

ہے۔ پہلا قول اصح ہے۔

طہارت منی پر حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے دلائل یہ ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے: **انسما کان یکفیه ان یفرکه با صبعه و ربما فرکته من ثوب رسول الله صلی الله علیه وسلم با صبعی**۔ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے منی کھرچ دیتے اور کبھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اپنی انگلی سے منی کھرچ دیتی تھی۔ (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **المنی بمنزلة المخاط فامطه عنك ولو باذخرة**، منی ناک کے کچرے کی مثل ہے تو اسے دور کر دے خواہ گھاس کے ساتھ ہی سہی۔ (۳) انبیاء کرام علیہم السلام منی سے پیدا ہوئے، اگر اسے نجس قرار دیا جائے تو یہ ان کی شایان شان نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا منی طاہر ہے۔

۳- حضرت عمر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت امام مالک، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام اوزاعی اور حضرت امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک منی مطلقاً نجس ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ منی نجس ہے تو ان کا کہنا ہے کہ اسے صاف کرنے کے لیے صرف کھرچ دینا کافی نہیں ہے بلکہ دھونا بھی ضروری ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے: **الغسل ان کان رطبا والفرك ان کان یا بسا**۔ اگر منی رقیق ہو تو اسے دھو کر صاف کیا جائے گا اور اگر خشک ہو تو اسے کھرچ کر صاف کیا جائے گا۔ (درمختار)

۴- حضرت لیث بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک منی نجس ہے اور اگر منی آلود کپڑے سے نماز ادا کی تو واجب الاعادہ نہیں ہے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اگر منی کپڑے پر ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر تو نماز واجب الاعادہ نہیں ہے۔ البتہ اگر جسم پر ہو تو خواہ کتنی ہی قلیل ہو نماز واجب الاعادہ ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہم نواؤں کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جن کپڑوں میں اپنی بیوی سے جماع کرتا ہوں کیا ان میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: نعم، الا ان تری فیه شیئا فتغسله (صحیح ابن حبان) ہاں، اگر تم منی دیکھو تو اسے دھو ڈالو۔

۲- حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی ہمشیرہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس کپڑے میں جماع کرتے تھے، کیا اس میں نماز پڑھ لیتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، جب اس میں کوئی چیز لگی ہوئی نہ ہوتی۔ (سنن ابی داؤد باب صلوٰۃ فی الثوب الذی یصیب اهله فیه)

۳- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منی دھو دیتے پھر اسی کپڑے میں نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور میں دھونے کے نشانات کپڑے پر دیکھتی تھی۔ (الصحیح للمسلم، جلد اوّل ص ۱۴۰)

۴- قرآن کریم نے منی کو "ماء مھین" قرار دیا ہے۔ یہ بھی اس کے نجس ہونے کی دلیل ہے۔

۵- قیاس سے بھی مذہب حنفیہ کی تائید ہوتی ہے۔ پیشاب، مذی اور ودی باتفاق نجس ہیں جن کے خروج سے صرف وضو

واجب ہوتا ہے جبکہ منی کے خروج سے غسل واجب ہوتا ہے تو یہ بطریق اولیٰ نجس ہونی چاہیے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ثیاب النوم میں فرک ثابت ہوتا ہے اور ثیاب الصلوٰۃ میں نہیں۔ اس جواب کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے میں منی دیکھتی تو اسے کھرچ دیتی تو آپ اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کا جواب یہ ہے کہ یہ قوی مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح منقول ہے اور محدثین نے اس کے ضعف کی تصریح فرمائی ہے۔ (۳) آپ کی عقلی اور قیاسی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب ایک چیز دوسری حالت میں منتقل ہوتی ہے تو اس کی پہلی حالت میں یقینی تبدیلی آجاتی ہے۔ منی جب لحم میں داخل ہوئی اور اس سے تخلیق کا عمل ظاہر ہوا تو اب وہ نجس نہیں رہی بلکہ طاہر ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ دلیل درست نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجُنُبِ يَنَامُ قَبْلَ اَنْ يَّغْتَسِلَ

باب 87: جنبی شخص کا غسل سے پہلے سو جانا

110 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ وَّلَا يَمَسُّ مَاءً

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ نَحْوَهُ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا قَوْلُ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَغَيْرِهٖ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَتَوَضَّاُ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ

وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ وَقَدْ رَوٰى عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ وَّيَرَوْنَ اَنَّ هٰذَا غَلَطٌ مِّنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں سو جایا کرتے تھے' آپ پانی استعمال نہیں کرتے تھے (یعنی غسل نہیں کرتے تھے)

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

110- اخرجه احمد (6/43, 106, 109, 146, 171) وابوداؤد (1/108): كتاب الطهارة' باب: في الجنب يؤخر الغسل' حديث (228)' وابن ماجه (1/192): كتاب الطهارة وسننها' باب: في الجنب ينام كهيئته لا يمس ماء' حديث (581)' من طريق ابي اسحاق عن الاسود عن عائشة به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سعید بن مسیب اور دیگر حضرات کی یہی رائے ہے۔
کئی راویوں نے اسود کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے: آپ سونے سے پہلے وضو کر لیتے تھے۔
ابواسحٰق نے اسود کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے یہ اس سے زیادہ مستند ہے۔
شعبہ نے اس روایت کو ابواسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: ان حضرات کے نزدیک اس روایت میں غلطی ابواسحٰق کی طرف سے ہے۔

شرح

حالت جنابت میں سونے کا مسئلہ اور اس میں مذاہب فقہاء:

سب فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنبی شخص غسل کرنے سے قبل ہو سکتا ہے۔ وضو کرنے سے قبل سو سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- علامہ ابن حبیب اور علامہ داؤد ظاہری رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ قبل النوم وضو کرنا واجب ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: **انہ قال ذکر عمر بن الخطاب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ تصیبہ الجنابۃ من اللیل فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضا واغسل ذکرک ثم نم۔** (الصحیح للبخاری' جلداوّل ص ۴۳) انہوں نے بیان کیا: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انہیں رات کے وقت جنابت لاحق ہو جاتی ہے؟ آپ نے انہیں فرمایا: تم وضو کر کے اور اپنی شرمگاہ دھو کر سو جایا کرو۔
اس حدیث میں امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو وجوب کے لیے آتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ قبل النوم وضو واجب ہے۔
علاوہ ازیں انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے: **انہ سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اینام احدنا وھو جنب؟ قال: نعم! اذا توضا۔** (جامع ترمذی) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہم میں سے کوئی شخص جنبی ہو جائے تو کیا وہ سو سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! بشرطیکہ وہ وضو کر لے۔ ۲- حضرت امام ابو یوسف، حضرت سعید بن مسیب، حضرت امام سفیان ثوری اور حضرت حسن رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبل النوم وضو کرنا مباح ہے یعنی وہ وضو کر لیتا ہے تو درست اور اگر نہیں کرتا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے: **قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینام وھو جنب ولا یمس ماء۔** آپ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں پانی استعمال کیے بغیر سو جاتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں نکرہ تحت النفی آنے کے سبب عموم پر محمول ہے' جس میں غسل اور وضو دونوں شامل ہیں۔
۳- جمہور فقہاء اور آئمہ اربعہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جنبی کا قبل النوم وضو کرنا مستحب ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: **عن ابن عمر انہ سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اینام احدنا وھو**

جنب قال: نعم! ويتوضأ ان شاء ۔ (صحیح ابن خزیمہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سوسکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! وہ اگر پسند کرے تو وضو کر لے"۔ یہاں وضو کا حکم استحباب کے لیے ہے۔

اس بات میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہاں وضو سے مراد وضو کامل ہے یا وضو ناقص؟ وضو کامل سے مراد نماز جیسا وضو جسے وضو کبیر بھی کہا جاتا ہے اور وضو ناقص سے مراد ہاتھ اور منہ دھونا ہے جسے وضو صغیر بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے وضو سے مراد وضو صغیر یا وضو ناقص لیا ہے۔ جمہور کے نزدیک یہاں وضو کامل مراد ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان جنبا و ازاد ان يا كل اوينام توضأ وضو ء للصلوٰه (الصحیح للمسلم، جلد اوّل ص ۱۴۴) آپ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں کوئی چیز کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو نماز جیسا وضو فرماتے تھے۔ انہوں نے اس روایت سے وضو کامل مراد لیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ لِلْجُنُبِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ

باب 88: جنبی شخص جب سونے لگے تو وضو کر لے

111 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَنَامُ اَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ اِذَا تَوَضَّاَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَمَّارٍ وَّعَآئِشَةَ وَجَابِرٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُمَرَ اَحْسَنُ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاَصَحُّ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالُوْا اِذَا اَرَادَ الْجُنُبُ اَنْ يَّنَامَ تَوَضَّاَ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا کوئی شخص جنابت کی حالت میں سوسکتا ہے آپ نے فرمایا: ہاں جب وہ وضو کر لے۔

اس باب میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "احسن" اور "اصح" ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے اکثر حضرات اس بات کے قائل ہیں: سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ،

111- اخرجه احمد (44, 38, 35, 24, 17, 16/1) ومسلم (220/2-نووی) كتاب الحيض: باب: جواز نوم الجنب: حديث (306/23) واخرجه ابن خزيمة (106/1) حديث (211) من طريق عبيدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر عن عمر به-

شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: جب جنبی شخص سونے کا ارادہ کرے تو اسے سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہیے۔

شرح

جنبی کا سونے سے قبل وضو کرنے کا مسئلہ:

کوئی شخص حالت جنابت میں کھانا پینا چاہے یا دوبارہ جماع کا ارادہ کرے اور یا سونے کا قصد کرے تو اسے غسل کرنا افضل ہے۔ وہ اپنے جسم سے نجاست دور کر کے نماز جیسا وضو کرے تب بھی جائز ہے۔ اگر وہ نجاست کو دور کر کے صرف ہاتھ منہ دھولے تو پھر بھی روا ہے۔ اگر وہ اپنا منہ اور ہاتھ دھو کر ان امور میں سے کوئی کرتا ہے تب بھی ممانعت نہیں ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں پانی استعمال کیے بغیر سو جاتے تھے۔ گویا جماع کرنے کے بعد غسل اور وضو کیے بغیر آپ سو جاتے تھے۔

حضرت امام ابو یوسف اور حضرت سعید بن مسیب رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنبی شخص وضو کیے بغیر سو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وضو کرنے سے جنابت ختم نہیں ہوتی۔ جمہور فقہاء کے نزدیک وضو کرنے میں فضیلت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات صرف وضو کر کے سویا کرتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا حالت جنابت میں سونا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! وضو کر لیا کرو۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: توضأ واغسل ذكرك ثم نم۔ (الصحیح البخاری جلداوّل ص ۴۳) تم وضو کرو اور اپنا ذکر دھو کر سو جاؤ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مُصَافَحَةِ الْجُنُبِ

باب 89: جنبی شخص سے مصافحہ کرنا

112 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ فَانْبَجَسْتُ اَىْ فَانْخَنَسْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ اَوْ اَيْنَ ذَهَبْتَ قُلْتُ اِنِّىْ كُنْتُ جُنُبًا قَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ حُذَيْفَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

112 - اخرجه البخاری (464/1): كتاب الغسل: باب: عرق الجنب وان المسلم لا ينجس حديث (283) ومسلم (301/2- نووی): كتاب الحيض: باب: الدليل على ان المسلم لا ينجس حديث (371) وابو داؤد (109/1): كتاب الطهارة: باب في الجنب يصافح حديث (231) وابن ماجه (178/1) كتاب الطهارة وسننها: باب: مصافحة الجنب حديث (534) والنسائی (145/1): كتاب الطهارة: باب: مماسة الجنب ومجالسة حديث (269) واخرجه احمد (382,235/2) من طريق بكر بن عبدالله عن ابی رافع عن ابی هريرة به۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: وَّمَعْنٰى قَوْلِهٖ فَانْخَنَسْتُ يَعْنِىْ تَنَحَّيْتُ عَنْهُ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِىْ مُصَافَحَةِ الْجُنُبِ وَلَمْ يَرَوْا بِعَرَقِ الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ بَأْسًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسی وقت جنابت کی حالت میں تھے وہ بیان کرتے ہیں: میں وہاں سے کھسک گیا پھر جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' تو آپ نے فرمایا: تم کہاں تھے؟ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) تم کہاں چلے گئے تھے؟ میں نے عرض کی: میں جنابت کی حالت میں تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔

اس باب میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ فَانْخَنَسْتُ کا مطلب ہے؟ میں ان کے پاس سے ہٹ گیا۔

کئی اہلِ علم نے جنبی شخص سے مصافحہ کرنے کی اجازت دی ہے' ان کے نزدیک جنبی یا حیض والی عورت کے پسینے میں کوئی حرج نہیں ہے (یعنی وہ ناپاک نہیں ہوتا)

شرح

حالت جنابت میں مصافحہ کرنے کا مسئلہ:

حائضہ اور نفاس والی خاتون کو جب جنابت لاحق ہو جائے اور جنبی یہ سب نجس ہوتے ہیں نجاست حکمی کے باعث نہ کہ نجاست حقیقی کی وجہ سے۔ لہٰذا ان کا جسم، کپڑے، لعاب، پسینہ اور جھوٹا وغیرہ سب پاک ہیں۔ ان سے مصافحہ کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ان سے مصافحہ کرنے یا ہاتھ لگانے سے ہاتھ نجس نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بطور دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حالت میری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی، میں آپ کو دیکھ کر اس قصد سے کھسک کر ایک طرف ہوگیا کہ مصافحہ کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پلید نہ ہو جائیں۔ غسل کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے کھسک کر ایک جانب ہونے کی وجہ دریافت کی تو عرض کیا: یارسول اللہ! میں حالت جنابت میں تھا۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! مسلمان پلید نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنبی شخص نجس نہیں ہوتا کیونکہ اس کی نجاست حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَرْاَةِ تَرٰى فِي الْمَنَامِ مِثْلَ مَا يَرَى الرَّجُلُ

باب 90: جوعورت خواب میں، مرد کی طرح خواب دیکھے (یعنی اسے احتلام ہو جائے)

113 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: جَـائَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ بِنْتُ مِلْحَانَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِى مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ تَعْنِىْ غُسْلًا اِذَا هِىَ رَاَتْ فِى الْمَنَامِ مِثْلَ مَا يَرَى الرَّجُلُ قَالَ نَعَمْ اِذَا هِىَ رَاَتِ الْمَاءَ فَلْتَغْتَسِلْ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قُلْتُ لَهَا فَضَحْتِ النِّسَآءَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰـذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ اَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا رَاَتْ فِى الْمَنَامِ مِثْلَ مَا يَرَى الرَّجُلُ فَاَنْزَلَتْ اَنَّ عَلَيْهَا الْغُسْلَ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَالشَّافِعِىُّ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَابِ عَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ وَّخَوْلَةَ وَعَآئِشَةَ وَاَنَسٍ

◆◆ سیّدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا' سیّدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: اُمِّ سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں' انہوں نے عرض کی: بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں کرتا' کیا عورت پر لازم ہوگا؟ یعنی غسل، جب وہ خواب میں وہی چیز دیکھے جو مرد دیکھتے ہیں (یعنی اسے احتلام ہو جائے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں جب وہ پانی (یعنی منی کپڑے پر لگی ہوئی دیکھے) تو اسے غسل کر لینا چاہیے۔ سیّدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اس عورت سے کہا: اے اُمِّ سلیم! تم نے عورتوں کو شرمندہ کر دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عام فقہاء کی یہی رائے ہے: اگر کوئی عورت خواب میں اسی طرح دیکھ لے جیسے مرد دیکھتا ہے' (یعنی اسے احتلام ہو جائے) اور اسے انزال ہو' تو اس پر غسل کرنا لازم ہوگا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ خولہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

113- اخرجه البخاری (462/1): کتاب الغسل: باب: اذا احتلمت المراة' حدیث (282) ومسلم (225/2-نووی): کتاب الحیض: باب: وجوب الغسل علی المراة' حدیث (313/32) واخرجه مالك فی الموطا (51/1): کتاب الطهارة: باب: غسل المراة اذا رات فی المنام مثل مایری الرجل' حدیث (85) وابن ماجه (197/1): کتاب الطهارة وسننها: باب: فی المراة تری فی منامها مایری الرجل' حدیث (600) النسائی (114/1): کتاب الطهارة: باب غسل المراة فی منامها مایری الرجل' حدیث (197) واخرجه احمد (302, 292/6) والحمیدی (143/1) حدیث (298) من طریق عروة عن زینب بنت ابی سلمة عن ام سلمة به۔

شرح

بدخوابی کی صورت میں عورت اپنے کپڑے پر تری پائے تو غسل واجب ہونے کا مسئلہ:

عورت بدخوابی کی صورت میں اپنے کپڑے پر تری پائے تو غسل واجب ہوگا۔ یہ مسئلہ خواتین وحضرات کے درمیان یکساں ہے۔اس کا ماحاصل یہ ہے کہ مرد کی طرح عورت کو بھی احتلام کا عارضہ پیش آتا ہے۔اگر عورت بدخوابی کے بعد اپنے کپڑے پر تری کے آثار پائے تو غسل فرض ہوگا ورنہ نہیں۔حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسئلہ دریافت کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے میں مکھی اور مچھر کی مثال بیان کرنے سے حیاء نہیں کرتا تو انسان کو بھی حق بات دریافت کرنے اور بیان کرنے سے حیاء نہیں کرنی چاہیے۔انہوں نے دریافت کیا: عورت بدخوابی دیکھے تو اس پر غسل واجب ہوگا؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! اگر وہ اپنے کپڑے پر تری دیکھے تو غسل کرے۔سوال: اس حدیث میں ان الله لا يستحي من الحق (یعنی اللہ حق بیان کرنے سے حیاء نہیں کرتا) اور دوسری روایت کے الفاظ ہیں: ان الله حيی (بیشک اللہ تعالیٰ حیاء کرنے والا ہے) بظاہر تعارض ہے؟

جواب: نفی حقیقی معنی کی ہے یعنی عذاب ومذمت کرنا اور اثبات میں مجازی معنی مراد ہے یعنی ترك فعل يا ترك منع عن الفعل۔

سوال: اُمّ سلیم کا نام کیا ہے؟

جواب: ان کے نام میں مختلف اقوال ہیں: (۱) رمیلہ (۲) سھلہ (۳) ملیکہ (۴) رمیثہ (۵) غمیصاء (۶) رئیشا۔ یہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں۔

مسئلہ:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواہ مرد ہو یا عورت اسے حق مسئلہ دریافت کرنے یا بیان کرنے میں شرم وحیاء سے کام نہیں لینا چاہیے کیونکہ بے شرمی کے امور ممنوعات کا ارتکاب کرنا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَسْتَدْفِئُ بِالْمَرْاَةِ بَعْدَ الْغُسْلِ

باب 91: مرد کا غسل کرنے کے بعد عورت کے جسم سے گرمی حاصل کرنا

114 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حُرَيْثٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: رُبَّمَا اغْتَسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ جَآءَ فَاسْتَدْفَاَ بِيْ فَضَمَمْتُهُ اِلَيَّ وَلَمْ اَغْتَسِلْ

114- اخرجه ابن ماجه (192/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: في الجنب ينام كهيئته لا يمس ماء' حديث (581) من طريق الشعبي عن مسروق عن عائشة به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ بِإِسْنَادِهِ بَأْسٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ وَالتَّابِعِيْنَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا اغْتَسَلَ فَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَسْتَدْفِئَ بِامْرَاَتِهِ وَيَنَامَ مَعَهَا قَبْلَ اَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْاَةُ وَبِهِ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے کے بعد تشریف لاتے اور میرے جسم سے گرمی حاصل کرنا چاہتے تھے' تو میں آپ کو اپنے ساتھ چمٹا لیتی تھی حالانکہ میں نے غسل نہیں کیا ہوتا تھا۔

یہ اس حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: جب کوئی شخص غسل کر لے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے: وہ اپنی بیوی کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹا لے اور اس کے ساتھ سوئے' یعنی عورت کے غسل کرنے سے پہلے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

غسل کے بعد مرد کا جنبیہ بیوی کے جسم سے حرارت حاصل کرنے کا مسئلہ:

جماع کے بعد مرد غسل کرے پھر اپنی بیوی (جو جنبیہ ہو) سے لپٹ کر حرارت حاصل کرے تو جائز ہے۔ اس صورت میں شوہر کا جسم پلید نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرنے کے بعد میرے پاس تشریف لاتے اور میرے جسم سے حرارت حاصل کرتے اور میں آپ کو اپنے جسم سے چمٹا لیتی تھی، حالانکہ اس وقت میں حالت جنابت میں ہوتی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّيَمُّمِ لِلْجُنُبِ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ

باب 92: جنبی شخص کو جب پانی نہ ملے' تو وہ تیمم کرے

115 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ الصَّعِيْدَ الطَّيِّبَ طَهُوْرُ الْمُسْلِمِ وَاِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَاِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ فَاِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَقَالَ مَحْمُوْدٌ فِيْ حَدِيْثِهِ اِنَّ الصَّعِيْدَ الطَّيِّبَ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

115- اخرجه احمد (180,155/5) وابو داؤد (144,143/1) كتاب الطهارة: باب: الجنب يتيمم حديث (332) والنسائي (171/1): كتاب الطهارة: باب: الصلوات بتيمم واحد حديث (322) واخرجه ابن خزيمة (32/4) حديث (2292) من طريق ابي قلابة عن عمرو بن بجدان عن ابي ذربه-

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ وَّقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ اَيُّوْبُ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ عَامِرٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ وَّلَمْ يُسَمِّهِ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ اَنَّ الْجُنُبَ وَالْحَائِضَ اِذَا لَمْ يَجِدَا الْمَاءَ تَيَمَّمَا وَصَلَّيَا وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ كَانَ لَا يَرَى التَّيَمُّمَ لِلْجُنُبِ وَاِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَيُرْوٰى عَنْهُ اَنَّهٗ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهٖ فَقَالَ يَتَيَمَّمُ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِیُّ وَمَالِكٌ وَّالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پاک مٹی مسلمان کے لیے طہارت کے حصول کا ذریعہ ہے اگر اسے پانی دس سال تک نہیں ملتا' لیکن اگر وہ پانی پالے تو اسے پورے جسم پر بہالینا چاہیے' کیونکہ یہ زیادہ بہتر ہے۔

محمود نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: پاک مٹی مسلمان کے وضو کا ذریعہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کئی اہلِ علم نے خالد حذاء کے حوالے سے' ابوقلابہ کے حوالے سے، حضرت عمرو بن بجدان کے حوالے سے' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ ایوب نے ابوقلابہ کے حوالے سے، بنوعامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے' تاہم اس شخص کا نام نقل نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عام فقہاء کی یہی رائے ہے: جنبی شخص اور حائضہ عورت کو اگر پانی نہیں ملتا تو وہ تیمّم کرنے کے بعد نماز ادا کرلیں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے: وہ جنبی شخص کے لیے تیمّم کو درست نہیں سمجھتے' خواہ اس شخص کو پانی نہ ملے۔

انہی کے بارے میں یہ روایت بھی منقول ہے: انہوں نے اس قول سے رجوع کرلیا تھا' وہ یہ فرماتے ہیں: اگر وہ شخص پانی نہیں پاتا تو تیمّم کرلے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

پانی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کرنے کا مسئلہ:

نماز کا وقت ہو جانے پر تیمّم، غسل اور وضو دونوں کا نائب ہے۔ پانی دستیاب نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پانی حقیقی طور پر موجود نہ ہو یا پانی موجود ہو لیکن کم مقدار میں ہو، اگر اس سے وضو کیا تو پینے کی ضرورت پوری نہیں ہوگی یا پانی سخت گرم یا سرد ہو جو استعمال نہ کیا جا سکتا ہو وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں تیمّم کیا جائے گا۔ یہ رخصت وضو اور غسل دونوں کے لیے ہے۔

ایک صحابی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر میں حالت سفر میں جنبی ہو جاؤں اور پانی بھی دستیاب نہ ہو تو کیا کروں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: پانی دستیاب نہ ہو تو نماز قضا کرو۔ اتفاق سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اس سلسلے میں تیمّم کیا جائے گا اور نماز ادا کی جائے گی۔ آپ اس واقعہ کو یاد کریں جو آپ کو اور مجھے ایک سفر کے دوران پیش آیا تھا کہ ہم دونوں جنبی ہو گئے تھے، آپ نے نماز قضا کی تھی اور میں نے اپنے جسم پر مٹی مل کر نماز ادا کی تھی۔ ہم دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیش آنے والے واقعہ کے بارے میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری تائید فرمائی تھی اور مجھے عملاً تیمّم کی تعلیم بھی ارشاد فرمائی تھی۔ اس موقع پر تیمّم غسل اور وضو دونوں کے لیے کیا تھا۔ یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس چیز کے آپ ذمہ دار بنے ہیں ہم بھی اس کے آپ کو ذمہ دار بناتے ہیں۔ (الصحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۸)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کی طہارت کا سامان ہے خواہ دس سال تک اسے پانی دستیاب نہ ہو۔ جب پانی دستیاب ہو جائے تو اسے استعمال میں لایا جائے۔ اس حدیث سے جنابت کے لیے بھی تیمّم کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

۱- تیمّم، غسل اور وضو دونوں کا نائب ہے اور یہ طہارت کاملہ ہے۔ جب تک پانی دستیاب نہ ہو تیمّم کر کے نماز ادا کرتے رہیں گے۔

۲- اگر اس مقدار میں پانی دستیاب ہو جائے جس سے غسل یا وضو کیا جا سکتا ہو تو تیمّم جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ حدیث کے الفاظ ہیں: فلیمسہ بشرتہ یعنی خواہ وہ پانی اعضاء کو ایک ایک بار دھونے کے لیے کافی ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ

باب 93: مستحاضہ عورت کا بیان

116 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَّعَبْدَةُ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: جَآءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ

امْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ وَّلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَقَالَ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتّٰى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ وَّابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ اَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ اِذَا جَاوَزَتْ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا اغْتَسَلَتْ وَتَوَضَّاَتْ لِكُلِّ صَلَاةٍ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ ہوجاتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی' کیا میں نماز پڑھنا چھوڑ دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں یہ (کسی دوسری) رگ کا خون ہے' یہ حیض نہیں ہے' جب حیض آجائے' تو تم نماز پڑھنا ترک کردو' جب وہ ختم ہوجائے' تو تم خون کو دھو کر نماز پڑھنا شروع کردو۔

ابومعاویہ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہر نماز کے لیے وضو کرو' یہاں تک کہ وہ وقت آجائے۔

اس بارے میں سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' مالک، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے: استحاضہ والی عورت کا حیض گزر جائے' تو وہ غسل کرنے کے بعد ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔

116– اخرجه مالك في الموطا (61/1): كتاب الطهارة: باب: المستحاضة' حديث (104)' واحمد (194/6)' واخرجه البخاري (487/1): كتاب الحيض: باب: الاستحاضة' حديث (306)' واخرجه مسلم (252/2-نووي): كتاب الحيض: باب: المستحاضة وغسلها وصلاتها' حديث (333/62)' وابو داؤد (124/1): كتاب الطهارة: باب: من روى ان الحيضة اذا ادبرت لاتدع الصلاة' حديث (282) وابن ماجه (203/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء في المستحاضة التي قد عدت ايام اقرائها قبل ان يستمر بها الدم' حديث (621)' واخرجه النسائي (123/1): كتاب الطهارة: باب الفرق بين دم الحيض والاستحاضة حديث (215)' والحميدي (99/1)' حديث (193)' من طريق هشام بن عروة' عن عروة عن عائشة به۔

شرح

استحاضہ کامفہوم اوراس کے احکام:

لفظ ''استحاضہ'' حیض سے بنایا گیا ہے۔حاض یحیض حیضا ، کا معنی ہے، بہنا۔اہل عرب کہتے ہیں: حاض الوادی یعنی بارش کی کثرت کے باعث میدان بہہ گیا۔حیض چونکہ عورت کومہینہ کے بعد مسلسل آتا ہے۔اس لیے اسے ''حیض'' کہا جاتا ہے۔لفظ ''استحاضہ'' میں ''س اورت'' مبالغہ کے لیے آتے ہیں۔استحاضہ باب استفعال کا مصدر ہے، جس سے مراد مسلسل بہنے والاخون ہے۔اسے بیماری کا خون بھی کہا جاتا ہے۔

حیض اور استحاضہ دونوں فقہ اور حدیث کے مشکل ترین مسائل میں سے ہیں۔اسی وجہ سے فقہاء اور محدثین نے ان دومسائل پر مستقل کتب تصنیف فرمائی ہیں۔سب سے قبل حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوسوصفحات پر مشتمل کتاب تصنیف کی، حضرت علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سوصفحات کی کتاب لکھی، حضرت امام ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا، علامہ دارمی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ''مہذب'' کی شرح میں ان دومسائل پر تفصیلی روشنی ڈالی جو ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کرگئی اور امام ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک تفصیلی کتاب تصنیف فرمائی۔

(۱) حیض کی اقل مدت میں مذاہب:

حیض کی اقل مدت کتنی ہے؟ اس بارے میں اختلاف آئمہ ہے۔حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قلت کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔ایک بار بھی آکرختم ہوجانے والاخون ''حیض'' ہوسکتا ہے۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ اقل مدت حیض ایک رات دن ہے۔اس سے کم مدت میں آکررک جانے والاخون ''استحاضہ'' ہے۔علاوہ ابن الماجشون کا مؤقف ہے کہ پانچ رات دن ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین دن تین رات ہے۔

(۲) اکثر مدت حیض میں مذاہب آئمہ:

کثرت مدت حیض کتنی ہے؟ اس سلسلے میں بھی آئمہ کی مختلف آراء ہیں: حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کثرت مدت حیض سترہ دن رات ہے۔حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے۔کثرت مدت حیض پندرہ رات دن ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دس دن رات ہے۔اس مدت سے زائد آنے والا ''استحاضہ'' کا خون ہوا۔

(۳) نفاس کی اقل مدت:

نفاس سے مراد وہ خون ہے جوعورت کے مقام مخصوصہ سے بچہ کی ولادت کے بعد برآمد ہوتا ہے۔اس کی اقل مدت کے بارے میں تمام آئمہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ متعین نہیں ہے۔

(۴) کثرت مدت نفاس:

نفاس کی اکثر مدت کتنی ہے؟ اس بارے میں آئمہ کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ دن ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک چالیس روز ہے۔ اس مدت کے بعد آنے والا خون ''استحاضہ'' ہوگا۔

(۵) اقل مدت طہر میں مذاہب آئمہ:

اقل مدت طہر کتنی ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آرا ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے چار اقوال ہیں: (۱) اس کی حد متعین نہیں ہے۔ (۲) پانچ دن رات ہے۔ (۳) دس رات دن ہے۔ (۴) پندرہ رات دن ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) پندرہ دن ہے۔ (۲) تیرہ دن ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت طہر پندرہ دن ہے۔

(۶) الوان دم حیض میں مذاہب:

الوان دم حیض میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں: حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک الوان دم حیض دو ہیں: (۱) سرخ رنگ (۲) سیاہ رنگ۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک الوان دم حیض چار ہیں:

(۱) سرخ (۲) سیاہ (۳) اصفر (۴) اکدر۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک الوانِ دم حیض چھ ہیں:

(۱) سواد (۲) حمرہ (۳) صفرہ (۴) کدرہ (۵) خضرہ (۶) تربتی۔ ان الوان کے علاوہ استحاضہ کا خون ہوگا۔

دم استحاضہ کے اسباب:

دم استحاضہ کے تین اسباب ہیں: (۱) کسی رگ کا پھٹ جانا (۲) فساد مزاج (۳) مذکورہ دونوں اسباب میں سے کبھی ایک کبھی دوسرا۔

مسئلہ:

دم حیض اور نفاس کی صورت میں عورت نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزے رکھ سکتی ہے۔ ان ایام کی نماز معاف ہے لیکن روزوں کی قضا کرے گی۔ البتہ دم استحاضہ کی حیثیت دم مسلسل کی ہے، ان دنوں میں عورت نماز پڑھے گی اور روزے بھی رکھے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

باب 94: مستحاضہ عورت ہر نماز کے لیے وضو کرے گی

117 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِی الْيَقْظَانِ عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ

117– اخرجه ابو داؤد (131/1): كتاب الطهارة: باب: من قال: تغتسل من طهر الى طهر' حديث (297)' وابن ماجه (204/1): كتاب الطهارة و سننها: باب ماجاء فى المستحاضة التى قد عدت ايام اقرائها قبل ان يستمر بها الدم' حديث (625)' والدارمى (202/1): كتاب الصلاة و الطهارة: باب: فى غسل المستحاضة' من طريق ابى اليقظان عن عدى بن ثابت عن ابيه عن جده به۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: اَنَّهٗ قَالَ فِى الْمُسْتَحَاضَةِ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا الَّتِىْ كَانَتْ تَحِيضُ فِيْهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَّتَصُومُ وَتُصَلِّى حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ تَفَرَّدَ بِهٖ شَرِيْكٌ عَنْ اَبِى الْيَقْظَانِ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقُلْتُ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ جَدُّ عَدِيٍّ مَا اسْمُهٗ فَلَمْ يَعْرِفْ مُحَمَّدٌ اسْمَهٗ وَذَكَرْتُ لِمُحَمَّدٍ قَوْلَ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ اَنَّ اسْمَهٗ دِيْنَارٌ فَلَمْ يَعْبَاْ بِهٖ

مذاہبِ فقہاء: وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ فِى الْمُسْتَحَاضَةِ اِنِ اغْتَسَلَتْ لِكُلِّ صَلَاةٍ هُوَ اَحْوَطُ لَهَا وَاِنْ تَوَضَّاَتْ لِكُلِّ صَلَاةٍ اَجْزَاَهَا وَاِنْ جَمَعَتْ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ اَجْزَاَهَا

◆◆ عدی بن ثابت اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آپ نے مستحاضہ عورت کے بارے میں فرمایا ہے وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام جن میں پہلے اسے حیض آیا کرتا تھا اس کے دوران نماز چھوڑ دے گی پھر غسل کرے گی اور ہر نماز کے لیے وضو کرے گی وہ روزہ بھی رکھے گی اور نماز بھی ادا کرے گی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شریک نے ابوالیقظان نامی راوی کے حوالے سے منفرد طور پر اسے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا: میں نے کہا: عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔ علی کے دادا کا نام کیا تھا؟ تو امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے دادا کا نام پتہ نہیں تھا میں نے امام بخاری کو نام بتایا: یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے: ان کا نام دینار تھا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قابل اعتماد نہیں سمجھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ مستحاضہ عورت کے بارے میں فرماتے ہیں: اگر وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے تو یہ اس کے لیے زیادہ مناسب ہے لیکن اگر وہ ہر نماز کے لیے صرف وضو کرلیتی ہے تو یہ بھی اس کے لیے جائز ہے۔

اگر وہ ایک وضو کر کے دو نمازیں اکٹھی ادا کرلے تو یہ بھی اس کے لیے جائز ہے۔

شرح

المستحاضة تتوضأ لكل صلوة میں مذاہب آئمہ:

مستحاضہ عورت اور تمام معذورین کا حکم تسلسل حدث میں مبتلا شخص والا ہے جو چار رکعت نماز بھی پڑھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ تمام آئمہ کا اس بات پر اتفاق ہے معذورین پر وضو کرنا فرض ہے۔ البتہ علامہ ابوداؤد ظاہری اور ربیعۃ الرائی کے نزدیک دم استحاضہ ناقض وضو نہیں ہے۔ ان کے خیال کے مطابق الوضوء لکل صلوٰۃ کا حکم استحبابی ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ از راہ قیاس دم استحاضہ ناقض وضو نہیں ہے لیکن امر تعبدی کی بناء پر دم استحاضہ کو ناقض وضو تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت امام سفیان ثوری اور علامہ ابوثور رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک وضو سے صرف ایک نماز پڑھی جا سکتی ہے اور دوسری نماز کے لیے وضو جدید لازم ہوگا مثلاً ایک وضو سے فرائض پڑھ سکتا ہے لیکن نوافل ادا کرنے کے لیے وضو جدید ضروری ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک وضو سے فرائض اور اس کے توابع یعنی نوافل و سنن بھی ادا کی جا سکتی ہیں مگر ان کی ادائیگی کے بعد وضو از خود باطل ہو جائے گا۔ مزید سنن و نوافل اور تلاوت قرآن وغیرہ کے لیے تازہ وضو کرنا ہوگا۔ انہوں نے وضو لکل صلوٰۃ مع توابعہا، مراد لیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دفعہ وضو کر کے فرائض اور توابع سنن و نوافل کے علاوہ تلاوت قرآن وغیرہ بھی جائز ہے۔ البتہ آئندہ نماز کا وقت آنے پر وضو جدید ضروری ہوگا۔ اس بات میں آئمہ احناف کا باہم اختلاف ہے کہ خروج وقت سبب ناقض وضو ہے یا دخول وقت؟ حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دخول وقت سبب ناقض وضو ہے۔ حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خروج وقت اور دخول وقت دونوں ناقض وضو ہیں۔ طرفین کے نزدیک خروج وقت سبب ناقض وضو ہے۔ ثمرہ اختلاف اس طرح مرتب ہوگا کہ نماز فجر کے بعد (طلوع شمس سے لے کر) اور نماز ظہر سے قبل وقت میں حضرت امام زفر اور طرفین کے نزدیک نماز فجر کا وضو ٹوٹ جائے گا جبکہ حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زوال کے وقت تک یہ وضو باقی رہے گا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔ آپ نے توضأ لکل صلوٰۃ، کو توضأ لکل وقت صلوٰۃ، پر محمول کیا ہے۔

مسئلہ:

حیض کا زمانہ ختم ہونے پر مستحاضہ ایک دفعہ غسل کرے گی پھر ہر نماز کے لیے نیا وضو کر کے جتنی چاہے فرائض اور توابع سنن و نوافل ادا کر سکتی ہے اور تلاوت قرآن بھی لیکن آئندہ نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ اَنَّهَا تَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ

باب 95: مستحاضہ عورت ایک غسل کے بعد دو نمازیں اکٹھی پڑھ لے گی

118 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَمِّهٖ عِمْرَانَ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اُمِّهٖ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ

متنِ حدیث: كُنْتُ اُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيْرَةً شَدِيْدَةً فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَفْتِيْهِ وَاُخْبِرُهُ فَوَجَدْتُّهُ فِيْ بَيْتِ اُخْتِيْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيْرَةً شَدِيْدَةً فَمَا

118- اخرجه احمد (6/381, 439) والبخارى فى الادب المفرد (237) حديث (806) وابوداؤد (1/127): كتاب الطهارة: باب: من قال: اذا اقبلت الحيضة تدع الصلاة حديث (287) وابن ماجه (1/205): كتاب الطهارة وسننها باب: ماجاء فى البكر اذا ابتدات مستحاضة اوكان لها ايام حيض فنسيتها حديث (627) من طريق ابراهيم بن محمد بن طلحة عن عمه عمران بن طلحة عن امه حمنة بنت جحش به-

تَأْمُرُنِیْ فِيهَا قَدْ مَنَعَتْنِی الصِّيَامَ وَالصَّلٰوةَ قَالَ أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَتَلَجَّمِیْ قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاتَّخِذِیْ ثَوْبًا قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ إِنَّمَا أَثُجُّ ثَجًّا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَآمُرُكِ بِأَمْرَيْنِ أَيَّهُمَا صَنَعْتِ أَجْزَأَ عَنْكِ فَإِنْ قَوِيتِ عَلَيْهِمَا فَأَنْتِ أَعْلَمُ فَقَالَ إِنَّمَا هِیَ رَكْضَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ فَتَحَيَّضِی سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِیْ عِلْمِ اللّٰهِ ثُمَّ اغْتَسِلِی فَإِذَا رَأَيْتِ أَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَأْتِ فَصَلِّی أَرْبَعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً أَوْ ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّأَيَّامَهَا وَصُومِیْ وَصَلِّی فَإِنَّ ذٰلِكِ يُجْزِئُكِ وَكَذٰلِكِ فَافْعَلِی كَمَا تَحِيضُ النِّسَآءُ وَكَمَا يَطْهُرْنَ لِمِيقَاتِ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ فَإِنْ قَوِيتِ عَلٰى أَنْ تُؤَخِّرِی الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِی الْعَصْرَ ثُمَّ تَغْتَسِلِيْنَ حِيْنَ تَطْهُرِيْنَ وَتُصَلِّيْنَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ تُؤَخِّرِيْنَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِيْنَ الْعِشَاءَ ثُمَّ تَغْتَسِلِيْنَ وَتَجْمَعِيْنَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فَافْعَلِی وَتَغْتَسِلِيْنَ مَعَ الصُّبْحِ وَتُصَلِّيْنَ وَكَذٰلِكِ فَافْعَلِی وَصُومِیْ إِنْ قَوِيتِ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَیَّ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّیُّ وَابْنُ جُرَيْجٍ وَّشَرِيْكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَمِّهٖ عِمْرَانَ عَنْ أُمِّهٖ حَمْنَةَ إِلَّا أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ يَّقُوْلُ عُمَرُ بْنُ طَلْحَةَ وَالصَّحِيْحُ عِمْرَانُ بْنُ طَلْحَةَ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهٰكَذَا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحٰقُ فِی الْمُسْتَحَاضَةِ إِذَا كَانَتْ تَعْرِفُ حَيْضَهَا بِإِقْبَالِ الدَّمِ وَإِدْبَارِهٖ وَإِقْبَالُهُ أَنْ يَّكُوْنَ أَسْوَدَ وَإِدْبَارُهُ أَنْ يَّتَغَيَّرَ إِلَى الصُّفْرَةِ فَالْحُكْمُ لَهَا عَلٰى حَدِيْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِیْ حُبَيْشٍ وَّإِنْ كَانَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ لَهَا أَيَّامٌ مَعْرُوْفَةٌ قَبْلَ أَنْ تُسْتَحَاضَ فَإِنَّهَا تَدَعُ الصَّلٰوةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَّتُصَلِّی وَإِذَا اسْتَمَرَّ بِهَا الدَّمُ وَلَمْ يَكُنْ لَهَا أَيَّامٌ مَعْرُوْفَةٌ وَّلَمْ تَعْرِفِ الْحَيْضَ بِإِقْبَالِ الدَّمِ وَإِدْبَارِهٖ فَالْحُكْمُ لَهَا عَلٰى حَدِيْثِ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ وَّكَذٰلِكَ قَالَ أَبُوْ عُبَيْدٍ

وَقَالَ الشَّافِعِیُّ الْمُسْتَحَاضَةُ إِذَا اسْتَمَرَّ بِهَا الدَّمُ فِیْ أَوَّلِ مَا رَأَتْ فَدَامَتْ عَلٰى ذٰلِكَ فَإِنَّهَا تَدَعُ الصَّلٰوةَ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَإِذَا طَهُرَتْ فِیْ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا أَوْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَإِنَّهَا أَيَّامُ حَيْضٍ فَإِذَا رَأَتِ الدَّمَ أَكْثَرَ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَإِنَّهَا تَقْضِی صَلَاةَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ يَوْمًا ثُمَّ تَدَعُ الصَّلٰوةَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَقَلَّ مَا تَحِيضُ النِّسَآءُ وَهُوَ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ

قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِیْ أَقَلِّ الْحَيْضِ وَأَكْثَرِهٖ فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةٌ وَّأَكْثَرُهُ عَشَرَةٌ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ وَأَهْلِ الْكُوْفَةِ وَبِهٖ يَأْخُذُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَرُوِیَ عَنْهُ خِلَافُ هٰذَا وَقَالَ

بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ عَطَاءُ بْنُ اَبِىْ رَبَاحٍ اَقَلُّ الْحَيْضِ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ وَّاَكْثَرُهٗ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَّهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالْاَوْزَاعِىِّ وَالشَّافِعِىِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَاَبِىْ عُبَيْدٍ

◆◆ عمران بن طلحہ اپنی والدہ سیّدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہیں بہت زیادہ استحاضہ کی شکایت تھی، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس بارے میں دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئی اور آپ کو اس بارے میں بتایا، میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی بہن سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں پایا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے استحاضہ بہت زیادہ آتا ہے آپ مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں؟ اس کی وجہ سے مجھے نماز اور روزے کو ترک کرنا پڑے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم روئی رکھ لیا کرو وہ خون کو ختم کردے گی، میں نے عرض کی: وہ اس سے زیادہ ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: پھر تم کپڑا باندھ لیا کرو۔ انہوں نے عرض کی: وہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: پھر تم (اضافی) کپڑا رکھ لو، میں نے عرض کی: اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے، یہ مسلسل بہتا رہتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر میں تمہیں اس بارے میں دو ہدایتیں کرتا ہوں، تم ان میں سے جو بھی کرلو وہ تمہارے لیے جائز ہے، اگر تم دونوں کرو تو زیادہ بہتر ہوگا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان کا ٹھونگا مارنا ہے، اگر تمہیں چھ دن تک یا سات دن تک حیض آتا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق، تو پھر تم غسل کرلو اور جب تم یہ دیکھو کہ تم پاک ہو چکی ہو، اور تم نے پاکی حاصل کرلی ہے، تو تم چوبیس دن یا تئیس دن (جو بھی حساب بنے) اتنے دن نماز ادا کرتی رہو، روزے رکھتی رہو، یہ تمہارے لیے جائز ہوگا تم اسی طرح کرلو جیسا کہ حیض والی خواتین کرتی ہیں، جب وہ اپنے حیض کی مخصوص مدت کے بعد پاک ہوتی ہیں، اگر تم سے ہو سکے تو تم ظہر کی نماز مؤخر کرو اور عصر کی نماز کو جلدی، ایک ساتھ ادا کرلو، پھر تم غسل کرو، اس وقت جب تم پاک ہو جاؤ، پھر تم ظہر اور عصر کی نماز ادا کرو، مغرب کی نماز کو موخر کرو اور عشاء کی نماز کو جلدی پڑھو، تم غسل کرو اور دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرو، تم ایسا کرلو پھر تم صبح کی نماز کے لیے غسل کرو اور صبح کی نماز ادا کرلو، اسی طرح تم کرتی رہو اور روزے رکھو، اگر تمہارے اندر اس کی قوت ہو، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں میں سے یہ دوسری بات میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اسے عبید اللہ بن عمرو الرقی، ابن جریج اور شریک نے، عبد اللہ بن محمد بن عقیل کے حوالے سے، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے حوالے سے، ان کے چچا عمران کے حوالے سے، ان کی والدہ سیّدہ حمنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

تاہم ابن جریج کہتے ہیں (راوی کا نام) عمر بن طلحہ ہے، لیکن صحیح عمران بن طلحہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ مستحاضہ عورت کے بارے میں فرماتے ہیں: اگر اسے خون کے آنے اور جانے یعنی اپنے حیض (کے متعین وقت) کا پتہ ہو، اس کے آنے سے مراد یہ ہے: وہ سیاہ رنگت کا مواد ہو، اور جانے کا مطلب یہ ہے: وہ سیاہ ہو کر زرد ہو جائے، تو اس عورت کے لیے حکم وہ ہوگا، جو حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کی احادیث سے ثابت ہے، اگر استحاضہ کا شکار ہونے سے پہلے

مستحاضہ عورت کے (حیض کے) ایام طے شدہ تھے تو وہ اپنے مخصوص کے ایام کے دوران نماز چھوڑ دے گی پھر وہ غسل کرے گی پھر ہر نماز کے لیے وضو کرے گی اور نماز ادا کرلے گی لیکن اگر اسے خون مسلسل آتا رہا اور اس کے طے شدہ ایام نہیں تھے اور اسے خون کی آمد یا رفت کے حساب سے حیض کا پتہ نہیں چلتا تو اس عورت کا حکم حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق ہوگا۔

ابوعبید نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب مستحاضہ عورت پہلی مرتبہ خون دیکھے اور مسلسل خون کی آمد جاری رہے اور یہی سلسلہ برقرار رہے تو وہ عورت پندرہ دن تک نماز چھوڑے رکھے گی اگر وہ پندرہ دن میں یا اس سے پہلے پاک ہو جاتی ہے تو یہ اس کے حیض کے مخصوص ایام ہوں گے لیکن اگر وہ پندرہ دن سے زیادہ خون دیکھتی ہے تو وہ چودہ دن کی نماز کی قضا ادا کرے گی پھر اس کے بعد نماز پڑھنا چھوڑ دے گی جو خواتین کے حیض کی کم از کم مدت ہے اور وہ ایک دن اور ایک رات ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ علم نے حیض کی کم از کم مدت اور زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم یہ فرماتے ہیں: حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ کا یہی قول ہے: ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے تاہم ان سے اس کے برعکس رائے بھی منقول ہے۔

بعض اہلِ علم یہ کہتے ہیں: ان میں عطا بن ابی رباح بھی شامل ہیں حیض کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور ابوعبید اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ اَنَّهَا تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

باب 96: مستحاضہ عورت کا ہر نماز کے وقت غسل کرنا

119 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: اسْتَفْتَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ ابْنَةُ جَحْشٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ فَاغْتَسِلِيْ ثُمَّ صَلِّيْ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

اختلافِ روایت: قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ اللَّيْثُ لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اُمَّ

119- اخرجه احمد (237/6) ومسلم (252/2, 253-نووی): كتاب الحيض: باب المستحاضة وغسلها و صلاتها حديث (334/63) واخرجه ابو داؤد (125/1) كتاب الطهارة: باب: من قال اذا اقبلت الحيضة تدع الصلاة حديث (285) (128/1): كتاب الطهارة: باب: من روى ان المستحاضة تغتسل لكل صلاة حديث (288) وابن ماجه (205/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء في المستحاضة اذا اختلط عليها الدم فلم تقف على ايام حيضها حديث (626) والنسائي (118/1): كتاب الطهارة: باب: ذكر الاغتسال من الحيض حديث (204/) واخرجه الدارمي (196/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب: المستحاضة من طريق الزهري عن عروة عن عائشة به-

حَبِيْبَةَ اَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَّلٰكِنَّهُ شَيْءٌ فَعَلَتْهُ هِيَ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَيُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتِ اسْتَفْتَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْمُسْتَحَاضَةُ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

وَرَوَى الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

◆◆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیّدہ اُمّ حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: انہوں نے عرض کی: مجھے استحاضہ ہوتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز ترک کیے رکھوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں یہ رگ (کا خون) ہے تم غسل کر کے نماز ادا کرلیا کرو (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) وہ خاتون ہر نماز کے لیے غسل کیا کرتی تھیں۔

قتیبہ بیان کرتے ہیں: لیث نے یہ بات بیان کی ہے: ابن شہاب نے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کی ہدایت کی تھی وہ ہر نماز کے وقت غسل کریں بلکہ وہ خود ایسا کیا کرتی تھیں۔

یہی روایت زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، عمرہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے وہ بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: مستحاضہ عورت ہر نماز کے لیے غسل کرے گی۔

اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عروہ اور عمرہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

شرح

امر ثانی سے مراد:

مستحاضہ خاتون حیض کے ایام ختم ہونے پر غسل کرے گی پھر ہر نماز کے لیے نیا وضو کر کے جتنے چاہے فرائض، سنن اور نوافل ادا کرے اور تلاوت قرآن وغیرہ کر سکتی ہے۔ البتہ آئندہ نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہوگا کیونکہ آئندہ نماز کا وقت شروع ہونے پر پہلا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

زیر بحث حدیث میں حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی اور اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ تھیں، انہیں استحاضہ کا عارضہ لاحق تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عارضہ ان کی ہمشیرگاں حضرت زینب بنت جحش اور اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی لاحق تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو استحاضہ کا عارضہ شدیدہ لاحق ہونے کے بارے میں عرض کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں دو امور میں سے ایک یا دونوں اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ زیر بحث حدیث سے ایک تو واضح ہے کہ دو نمازوں کو جمع کر کے ادا کرلیا کریں تا کہ زیادہ دشواری نہ ہو جبکہ دوسری چیز کی تصریح نہیں ہے۔ اس امر ثانی سے مراد

کیا ہے؟

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امر ثانی سے مراد ''الغسل لکل لصلوٰۃ'' یعنی ہر نماز کے لیے نیا غسل کرنا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امر ثانی سے مراد ''الوضوء لکل صلوٰۃ'' ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل حکم تو ''الوضو لکل صلوٰۃ'' ہے لیکن جمع صلوٰتین بغسل واحد کا طریقہ اختیار کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔

سوال: احناف کے نزدیک جمع صلوتین تو منع ہے۔ علاوہ ازیں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا وقت شروع ہونے پر پہلا وضو ٹوٹ جائے گا تو جمع صلوتین کا کیا مطلب ہوا؟

جواب: (۱) جس خاتون پر ''الغسل لکل صلوٰۃ'' واجب ہو، اس کے لیے جمع صلوتین بغسل واحد کی سہولت ہے نہ کہ تمام خواتین کے لیے۔ گویا اسے اس مسئلہ میں استثنیٰ حاصل ہوگا۔ (۲) یہ اعتراض تو تب ہے جب جمع صلوتین سے مراد جمع صوری لی جائے لیکن یہاں مراد جمع حقیقی ہے جو ایک عارضہ کی بناء پر جائز رکھی گئی ہے۔ (۳) یہ حکم خصوصیات نبوت سے ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شارع اور شریعت میں خودمختار ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَائِضِ اَنَّهَا لَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ

باب 97: حائضہ عورت نمازوں کی قضاء نہیں کرے گی

120 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ مُّعَاذَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اَتَقْضِىْ اِحْدَانَا صَلَاتَهَا اَيَّامَ مَحِيْضِهَا فَقَالَتْ اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ قَدْ كَانَتْ اِحْدَانَا تَحِيْضُ فَلَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَآئِشَةَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ اَنَّ الْحَائِضَ لَا تَقْضِى الصَّلٰوةَ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ فِىْ اَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِى الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِى الصَّلٰوةَ .

◆◆ سیّدہ معاذہ بیان کرتی ہیں: ایک خاتون نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: اس نے عرض کی: عورت اپنے حیض

120- اخرجه البخارى (501/1): كتاب الحيض : باب: لا تقضى الحائض الصلاة' حديث (321)' ومسلم (161/2- نووى): كتاب الحيض: باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة' حديث (335/67)' وابو داؤد (118/1): كتاب الطهارة: باب: فى الحائض لا تقضى الصلاة' حديث (262)' وابن ماجه (207/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: الحائض لا تقضى الصلاة' حديث (631)' والنسائى (191/1): كتاب الحيض والاستحاضة: باب: سقوط الصلاة عن الحائض' حديث (382)' واخرجه احمد (231, 185, 143, 120, 97, 94, 32/6) والدارمى (233/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب: فى الحائض تقضى الصوم ولا تقضى الصلاة' وابن خزيمة (101/2)' حديث (1001)' من طريق معاذة العدوية عن عائشة به-

کے مخصوص ایام کے دوران (رہ جانے والی نمازوں) کی قضاء ادا کرے گی؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: کیا تم حروریہ ہو؟ ہم میں سے جس کو حیض آتا تھا' اسے تو قضاء کا حکم نہیں دیا گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور حوالے سے یہ بات منقول ہے: حائضہ عورت نماز کی قضاء نہیں کرے گی۔

تمام فقہاء کا یہی قول ہے' اس بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں: حائضہ عورت روزے کی قضاء کرے گی' لیکن نماز کی قضاء نہیں کرے گی۔

شرح

حائضہ کی نماز کا مسئلہ:

فقہاء اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت ایام حیض میں نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزے رکھ سکتی ہے۔ ایام حیض ختم ہونے پر غسل کی شکل میں طہارت حاصل کر کے وہ روزوں کی قضاء کرے گی لیکن نمازوں کی قضاء نہیں کرے گی۔ نمازوں کی عدم قضاء کی علت ان کی کثرت کے باعث حرج ہے۔ البتہ خوارج کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک حائضہ روزوں کی طرح نمازوں کی بھی قضاء کرے گی۔ انکار سنت کی وجہ سے خوارج نے یہ اختلاف کیا ہے کیونکہ نمازوں کی عدم قضاء سنت سے ثابت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ اَنَّهُمَا لَا يَقْرَاَانِ الْقُرْاٰنَ

باب 98: جنبی شخص اور حائضہ عورت قرآن پاک کی تلاوت نہیں کر سکتے

121 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّالْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُّوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَقْرَاُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ مُّوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْرَاُ الْجُنُبُ وَلَا الْحَائِضُ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِثْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا لَا تَقْرَاُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْئًا اِلَّا طَرَفَ الْاٰيَةِ وَالْحَرْفَ وَنَحْوَ ذٰلِكَ وَرَخَّصُوا لِلْجُنُبِ وَالْحَائِضِ فِي التَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ

121- اخرجه ابن ماجه (195/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء في قراءة القرآن على غير طهارة: حديث (595) من طريق موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر به-

قولِ امام بخاری: قَالَ : وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ اِنَّ اِسْمٰعِيْلَ بْنَ عَيَّاشٍ يَرْوِىْ عَنْ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَهْلِ الْعِرَاقِ اَحَادِيْثَ مَنَاكِيْرَ كَاَنَّهٗ ضَعَّفَ رِوَايَتَهٗ عَنْهُمْ فِيْمَا يَنْفَرِدُ بِهٖ وَقَالَ اِنَّمَا حَدِيْثُ اِسْمٰعِيْلَ بْنَ عَيَّاشٍ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ وقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ اَصْلَحُ مِنْ بَقِيَّةَ وَلِبَقِيَّةَ اَحَادِيْثُ مَنَاكِيْرُ عَنِ الثِّقَاتِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدَّثَنِىْ اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ قَال سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: حائضہ عورت قرآن پاک نہیں پڑھ سکتی اور جنبی شخص قرآن نہیں پڑھ سکتا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کو ہم صرف اسماعیل بن عیاش کے حوالے سے، موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے، نافع کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جنبی شخص قرأت نہیں کرسکتا اور حائضہ عورت بھی (قرأت نہیں کرسکتی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد آنے والوں میں سے اکثر اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں: ان میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

یہ حضرات یہ فرماتے ہیں: حائضہ عورت قرأت نہیں کرسکتی اور جنبی شخص بھی قرآن پاک نہیں پڑھ سکتا البتہ آیت کا ایک حصہ، ایک حرف یا اس کی مانند پڑھ سکتے ہیں۔ ان حضرات نے جنبی اور حائضہ عورت کو سبحان اللہ پڑھنے یا لآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: اسماعیل بن عیاش نے اہلِ حجاز اور اہلِ عراق کے حوالے سے منکر احادیث نقل کی ہیں۔ گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات کے حوالے سے اسماعیل بن عیاش کی روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں، جس میں وہ منفرد ہو، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں: اسماعیل بن عیاش نے اہلِ شام سے احادیث نقل کی ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسماعیل بن عیاش، بقیہ کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے، جبکہ بقیہ نے ثقہ راویوں سے "منکر" روایات نقل کی ہیں۔

احمد بن حسن نے مجھے یہ بات بتائی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

شرح

حائضہ کی تلاوت قرآن میں مذاہب آئمہ:

حائضہ، جنبی اور نفاس والی عورت قرآن کی پوری آیت یا اس کا حصہ بطور دعا، وظیفہ و ذکر اور تسبیح پڑھ سکتی ہے۔ البتہ بطور

تلاوت پڑھنے میں اختلاف آئمہ ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوقول ہیں:

(۱) مطلقاً جائز ہے۔(۲) مطلقاً ناجائز ہے۔(۲) حضرت امام داؤد ظاہری، حضرت امام ابن المنذر اور حضرت امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حائضہ، جنبی اور نفاس والی خاتون کا تلاوت قرآن کرنا جائز ہے۔انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے: قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل احيانه (الصحیح للمسلم جلداوّل ص۱۶۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

۳۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور جمہور صحابہ اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے تلاوت قرآن ناجائز ہے۔انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائضہ اور جنبی دونوں قرآن کی تلاوت نہ کریں، نفاس والی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔

جمہور کی طرف سے مجوزین کی دلیل کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت دعا و استغفار، ذکر و وظیفہ اور تسبیح پر محمول ہے، جس کے جواز میں تمام فقہاء اور آئمہ فقہ کا اتفاق ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ

باب 99: حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنا

122 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حِضْتُ يَاْمُرُنِيْ اَنْ اَتَّزِرَ ثُمَّ يُبَاشِرُنِيْ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَمَيْمُوْنَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

122–اخرجه البخارى (181/1): كتاب الحيض؛ باب: مباشرة الحائض' حديث (299) ومسلم (207/2-نووى): كتاب الحيض: باب: مباشرة الحائض فوق الازار' حديث (293/1) وابوداؤد (120,119/1): كتاب الطهارة: باب: في الرجل يصيب منها ما دون الجماع' حديث (268) وابن ماجه (298/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماللرجل من امراة اذا كانت حائضا' حديث (636) والنسائى (151/1): كتاب الطهارة: باب: مباشرة الحائض' حديث (286) واخرجه الدارمى (242/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب: مباشرة الحائض واحمد (209, 189, 174, 134,55/6) من طريق منصور عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة به۔

◆◆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب مجھے حیض آتا تھا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہدایت کرتے تھے' میں تہبند باندھ لوں' پھر آپ میرے ساتھ مباشرت کیا کرتے تھے۔

اس باب میں سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

مباشرت کا مفہوم، اقسام اور ان کا حکم:

لفظ ''مباشرت'' کا لغوی معنی ہے ''ایک جسم کو دوسرے جسم کے ساتھ ملانا'' حق حائض میں تین صورتیں ہو سکتی ہیں' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-استمتاع بالجماع: یعنی عملی طور پر جماع کرنا۔ اس کی حرمت پر اُمت محمدیہ کا اتفاق ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے جواز کا قول کرنے والے پر فتویٰ کفر لگاتے ہیں۔ اس سلسلے میں آئمہ احناف میں اختلاف ہے۔ بعض کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور بعض احتیاط کرتے ہیں۔ مسئلہ تکفیر میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں نو وجوہ کفر کی ہوں جبکہ ایک وجہ اسلام کی ہو تو کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اس لیے کہ کفر کے مقابل ایمان کو ترجیح حاصل ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے: لان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ ''یعنی اسلام غالب ہوتا ہے، مغلوب نہیں ہو سکتا۔

۲-الاستمتاع بما فوق الازار: یعنی بوس و کنار اور ملاعبت کرنا۔ اس کے جواز پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

۳-استمتاع بما تحت الازار من غیر جماع: اس میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام محمد اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصنعوا کل شیء الا النکاح (الجماع) الخ (الصحیح للمسلم جلداوّل ص ۲۸) تم جماع کے علاوہ جو چاہو کر سکتے ہو۔

جمہور آئمہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ انہوں نے جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور مسند امام احمد میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت انس، حضرت عائشہ، حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت امام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات ہیں جن میں تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتزار کے بعد مباشرت کی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مُوَاكَلَةِ الْحَائِضِ وَسُؤْرِهَا

باب 100: حائضہ عورت اور جُنبی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا اور اس کا جوٹھا استعمال کرنا

123 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ

حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَرَامِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ

متن حدیث: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُوَاكَلَةِ الْحَائِضِ فَقَالَ وَاكِلْهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَمْ يَرَوْا بِمُوَاكَلَةِ الْحَائِضِ بَاْسًا وَّاخْتَلَفُوْا فِيْ فَضْلِ وَضُوْئِهَا فَرَخَّصَ فِيْ ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ فَضْلَ طَهُوْرِهَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حائضہ عورت کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ کھالو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

عام اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں' ان کے نزدیک حائضہ عورت کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حائضہ عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنے کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے' بعض اہلِ علم نے اس کی رخصت دی ہے' اور بعض اہلِ علم نے اس کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو مکروہ قرار دیا ہے۔

شرح

حائضہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے اور اس کے جھوٹا کا مسئلہ:

زمانہ جاہلیت میں حائضہ، جنبیہ اور نفاس والی خواتین کو نجس قرار دے کر ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا جاتا تھا اور ان کے جھوٹا کو پلید قرار دیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس نظریہ کی تطہیر کر دی اور عورت کو عظیم مقام عطا کیا۔ اسلامی نقطہ نظر سے حائضہ، جنبیہ اور نفاس والی عورت کا جسم نجاست حقیقیہ کے طور پر نہیں بلکہ نجاست حکمیہ کے طور پر نجس ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ بیٹھ کر کھایا پیا جا سکتا ہے اور اس کا جھوٹا پاک ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَائِضِ تَتَنَاوَلُ الشَّيْءَ مِنَ الْمَسْجِدِ

باب 101: حائضہ عورت کا نماز کی جگہ سے کوئی چیز پکڑانا

124 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ

123- اخرجه احمد (342/4) وابو داؤد (104/1): كتاب الطهارة باب: في المذى' حديث (212) وابن ماجه (213/1): كتاب الطهارة وسننها: باب في مواكلة الحائض' حديث (651) والدارمي (248/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب: الحائض تمشط زوجها' واخرجه ابن خزيمة مختصرا (210/1) حديث (1202) من طريق العلاء بن الحارث عن حرام بن معاوية عن عمه عبدالله بن سعد به-

متنِ حدیث: قَالَتْ لِي عَائِشَةُ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِيْنِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ قُلْتُ اِنِّيْ حَائِضٌ قَالَ اِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِيْ يَدِكِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا فِيْ ذٰلِكَ بِاَنْ لَّا بَاْسَ اَنْ تَتَنَاوَلَ الْحَائِضُ شَيْئًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

◆◆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم مجھے نماز کی جگہ سے چادر پکڑا دو! سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: میں حیض کی حالت میں ہوں' آپ نے فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

عام اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: ہمارے علم کے مطابق ان کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے: حائضہ عورت نماز کی جگہ سے کوئی چیز پکڑا سکتی ہے۔

شرح

حائضہ کا اپنا ہاتھ یا سر مسجد میں داخل کرنے کا مسئلہ:

حائضہ، جنبیہ اور نفاس والی عورت کا مسجد میں داخل ہونا متفقہ طور پر حرام ہے۔ البتہ کوئی چیز دینے یا لینے کے لیے اپنا ہاتھ یا سر مسجد میں داخل کرے تو جائز ہے کیونکہ اسے عرفاً دخول نہیں کہا جاسکتا۔ اس بارے میں بطور دلیل یہ روایت پیش کی جاسکتی ہے: عن ابی هريره رضی الله تعالیٰ عنه كان في المسجد فقال يا عائشة ناوليني الثوب فقالت اني حائض فقال ان حيضتك ليست في يدك ۔ (الصحیح المسلم جلد اوّل ص ۱۴۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں (معتکف) تھے تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تم مجھے کپڑا اٹھا دو، انہوں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اِتْيَانِ الْحَائِضِ بَابُ مَا جَآءَ فِي الْكَفَّارَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب **102**: حائضہ عورت کے ساتھ صحبت کرنا مکروہ (حرام) ہے

125 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّبَهْزُ بْنُ اَسَدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا

124- اخرجه احمد (173, 114, 101, 45/6) و مسلم (213/2- نووی): كتاب الحيض' باب: جواز غسل الحائض راس زوجها' حديث (298/11) وابو داؤد (118/1): كتاب الطهارة: باب: في الحائض تناول من المسجد' حديث (261) والنسائی (146/1): كتاب الطهارة: باب: استخدام الحائض' حديث (271)-

حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَكِيْمِ الْاَثْرَمِ عَنْ اَبِىْ تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَتٰى حَائِضًا اَوِ امْرَاَةً فِىْ دُبُرِهَا اَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: لَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَكِيْمِ الْاَثْرَمِ عَنْ اَبِىْ تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى التَّغْلِيْظِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَتٰى حَائِضًا فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِيْنَارٍ

قولِ امام ترمذی: فَلَوْ كَانَ اِتْيَانُ الْحَائِضِ كُفْرًا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِالْكَفَّارَةِ

قولِ امام بخاری: وَضَعَّفَ مُحَمَّدٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيُّ اسْمُهٗ طَرِيْفُ بْنُ مُجَالِدٍ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی حائضہ عورت کے ساتھ صحبت کرے یا خاتون سے اس کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت کرے' یا کسی کاہن کے پاس جائے' تو اس نے اس چیز کا انکار کیا' جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا' کیا گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس حدیث کو صرف حکیم اثرم کے حوالے سے، ابوتمیمہ ہجیمی کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اہلِ علم کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے: ایسا کرنا شدید منع ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نقل کی گئی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص حائضہ عورت کے ساتھ صحبت کرے اسے ایک دینار صدقہ کرنا چاہیے۔

اگر حائضہ عورت کے ساتھ صحبت کرنا کفر ہوتا' تو اس بارے میں کفارے کا حکم نہ دیا جاتا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو سند کے حوالے سے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابوتمیمہ ہجیمی نامی راوی کا نام طریف بن مجالد ہے۔

شرح

امور ثلاثہ کے ارتکاب کی ممانعت اور اس کی وجوہات:

زیر بحث حدیث میں تین باتوں کے مرتکب کی وعید بیان کی ہے۔ حائضہ سے جماع کی ممانعت کی بحث گزر چکی ہے۔ کراہت سے مراد مکروہ تحریمی یا حرمت صریحی ہے۔ اس کی حرمت سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۲ میں بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں حیض کی حالت میں جماع کرنے سے ایسا مرض لاحق ہوسکتا ہے جو لاعلاج ہو یا پھر جماع کرنے سے طبیعت متنفر ہو سکتی ہے۔

اسی طرح بیوی کی دبر میں جماع کرنا بھی حرام ہے۔ حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ بعض نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کا جواز نقل کیا ہے جو درست نہیں ہے کیونکہ یہ عمل نص قطعی کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس عمل بد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اف اف یفعل ذلك مومن او مسلم (مسند دارمی ص ۱۳۵، تفسیر ابن جریر جلد اوّل ص ۲۲۲) افسوس! ایسا عمل کوئی مومن یا مسلمان کر سکتا ہے؟ گویا آپ نے اس عمل کی سختی سے تردید فرمائی ہے۔

''کاہن'' سے مراد ایسا شخص ہے جو زمانہ مستقبل کی اخبار بیان کرے یا زمانہ کے اسرار حیران کن انداز میں بیان کرے۔ کاہن دو قسم کے ہو سکتے ہیں: (۱) کاہن کسبی (۲) کاہن طبعی۔ اہل عرب کے ہاں ''کاہن طبعی'' پائے جاتے تھے۔ کاہن کے پاس جانا اور اس کے اٹکل پچو پر یقین کرنا کفر کے مترادف ہے۔

امور ثلاثہ میں سے کسی کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔ خوارج اور معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے نکل جاتا ہے لیکن خوارج کے نزدیک وہ کافر بھی ہو جاتا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک مرتکب الکبائر کافر نہیں ہوتا اور نہ وہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ معتزلہ اور خوارج زیر بحث حدیث سے اپنے مؤقف پر استدلال کرتے ہیں۔ اہل سنت کی طرف سے ان کی اس دلیل کے متعدد جواب دیے گئے:

۱- یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں حکیم اثرم ہے، جس کی روایت کو قابل اعتماد نہیں سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں سند میں ایک راوی ابوتمیمہ طریف بن مجالد ہیں جنہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماعت نہیں کیا۔ لہٰذا روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

۲- یہ روایت وعید و شدید پر محمول ہے، جس میں ناقص کو کامل قرار دے کر بحث کی گئی ہے کیونکہ زجر و توبیخ کے وقت عموماً ایسا کیا جاتا ہے۔

۳- اس روایت میں کفر سے مراد، کفر اعتقادی نہیں ہے بلکہ کفر عملی ہے۔ کفر اعتقادی کے ارتکاب سے کفر لازم آتا ہے جبکہ کفر عملی محض گناہ کبیرہ ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْكَفَّارَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 103: اس عمل کے کفارے کا بیان

126 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يَقَعُ عَلٰى امْرَاَتِهٖ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ يَتَصَدَّقُ

125- اخرجه احمد (408/2، 476) وابو داؤد (408/2) كتاب الطب: باب في الكهان حديث (3904) وابن ماجه (209/1): كتاب الطهارة وسننها: باب النهي عن اتيان الحائض حديث (639) والدارمي (259/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب: من اتى امراته في دبرها من طريق حماد بن سلمة عن حكيم الاثرم عن ابي تميمة الهجيمي به۔

بِنِصْفِ دِيْنَارٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے ایسے شخص کے بارے میں' جواپنی حائضہ بیوی کے ساتھ صحبت کرلیتا ہے' یہ فرمایا ہے: وہ نصف دینار صدقہ کرے۔

127 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ السُّكَّرِيِّ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا كَانَ دَمًا اَحْمَرَ فَدِيْنَارٌ وَّاِذَا كَانَ دَمًا اَصْفَرَ فَنِصْفُ دِيْنَارٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْكَفَّارَةِ فِىْ اِتْيَانِ الْحَائِضِ

وَقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوْفًا وَّمَرْفُوْعًا

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يَسْتَغْفِرُ رَبَّهٗ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَقَدْ رُوِىَ نَحْوُ قَوْلِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ بَعْضِ التَّابِعِيْنَ مِنْهُمْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَّاِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ عُلَمَاءِ الْاَمْصَارِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب خون سرخ رنگ کا ہو' تو ایک دینار' جب وہ زرد رنگ کا ہو' تو نصف دینار (صدقہ کرو)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حائضہ عورت کے ساتھ صحبت کے کفارے کی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ''موقوف'' روایت کے طور پر بھی منقول ہے' اور ''مرفوع'' روایت کے طور پر بھی منقول ہے۔

بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسا شخص اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرے گا تاہم اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

بعض تابعین سے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق قول منقول ہے' ان میں سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی شامل ہیں' تمام شہروں کے اہلِ علم کی عام رائے یہی ہے۔

شرح

حائضہ سے جماع کے ارتکاب کا کفارہ:

یہ روایت اہل سنت کے موقف کی مؤیدہ ہے۔ چونکہ مرتکب الکبائر شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے' اسی لیے تو اس کا صدقہ بیان کیا گیا ہے' کیونکہ کافر کی طرف سے صدقہ ادا کرنا قابل قبول نہیں ہوتا۔ حضرت امام اسحاق بن راہویہ اور حضرت امام احمد بن

126- اخرجه احمد (1/229, 286, 367)' وابو داؤد (1/118): كتاب الطهارة: باب: فى اتيان الحائض' حديث (264)' وابن ماجه (1/210): كتاب الطهارة وسننها: باب: فى كفارة من اتى حائضا' حديث (640)' والنسائى (1/153): كتاب الطهارة: باب: مايجب على من اتى حليلته فى حال حيضتها بعد علمه بنهى الله عزوجل عن وطئها' حديث (289)' والدارمى (1/254): كتاب الصلاة و الطهارة: باب: من قال عليه الكفارة' من طريق مقسم بن بجرة عن ابن عباس به-

حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ حائضہ بیوی سے جماع کرنا حرام ہے اور اس سے توبہ کے لیے صدقہ کرنا شرط ہے۔ انہوں نے زیر مطالعہ حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جمہور کی طرف سے ان کی اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ شرط بنزول فرض کے ہوتی ہے اور یہ دونوں احادیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں جن سے فرض یا اعتقاد ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ پہلی روایت خصیف بن عبدالرحمٰن الجزری اور دوسری حدیث عبدالکریم بن ابی المخارق کے سبب ضعیف ہے۔ البتہ اس کے صدقہ کو مستحب قرار دے سکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ غَسْلِ دَمِ الْحَيْضِ مِنَ الثَّوْبِ

باب 104: کپڑے سے حیض کا خون دھونا

128 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ يُصِيْبُهُ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُتِّيْهِ ثُمَّ اقْرُصِيْهِ بِالْمَآءِ ثُمَّ رُشِّيْهِ وَصَلِّيْ فِيْهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَسْمَاءَ فِيْ غَسْلِ الدَّمِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الدَّمِ يَكُوْنُ عَلَى الثَّوْبِ فَيُصَلِّيْ فِيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّغْسِلَهُ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ اِذَا كَانَ الدَّمُ مِقْدَارَ الدِّرْهَمِ فَلَمْ يَغْسِلْهُ وَصَلّٰى فِيْهِ اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا كَانَ الدَّمُ اَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ

وَلَمْ يُوجِبْ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ عَلَيْهِ الْاِعَادَةَ وَاِنْ كَانَ اَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَجِبُ عَلَيْهِ الْغَسْلُ وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ وَشَدَّدَ فِيْ ذٰلِكَ

◆◆ سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں: ایک خاتون نے نبی اکرم ﷺ سے کپڑے پر لگے ہوئے حیض کے خون کے بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے کھرچ لو! پھر پانی کے ذریعے مل لو' پھر اس پر پانی بہاؤ اور اس

128- اخرجه مالك في الموطا (61, 60/1): كتاب الطهارة: باب جامع الحيضة' حديث (103)' واحمد (353, 346, 345/6)' والبخاري (489, 488/1): كتاب الحيض: باب:غسل دم الحيض' حديث (307)' ومسلم (202/2-نووي) كتاب الطهارة: باب نجاسة الدم وكيفية غسله' حديث (291/110)' وابو داؤد (152/1): كتاب الطهارة: باب: المراة تغسل ثوبها الذي تلبسه في حيضها' حديث (361)' وابن ماجه (206/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: في ما جاء في دم الحيض يصيب الثوب' حديث (269)' والنسائي (155/1): كتاب الطهارة: باب: دم الحيض يصيب الثوب' حديث (293)' والدارمي (239/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب: المراة الحائض تصلي في ثوبها اذا طهرت' واخرجه الحميدي (153/1)' حديث (320)' وابن خزيمة (139/1)' حديث (275)' من طريق هشام بن عروة عن فاطمة بنت المنذر عن اسماء بنت ابي بكر به-

کپڑے میں نماز پڑھ لو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خون کو دھونے کے بارے میں سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے اس خون کے بارے میں اختلاف کیا ہے' جو کپڑے پر لگا ہوا ہوتا ہے' اور اس کو دھونے سے پہلے عورت اس میں نماز پڑھ لیتی ہے۔

تابعین سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر وہ خون درہم کی مقدار جتنا ہو' اس نے اسے نہ دھویا' اس میں نماز پڑھ لی ہو' تو وہ دوبارہ نماز پڑھے گی۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر خون درہم کی مقدار سے زیادہ ہو' تو وہ دوبارہ نماز پڑھے گی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رائے ہے۔

تابعین میں سے بعض اہلِ علم نے اس پر اعادے کو لازم قرار نہیں دیا اگرچہ اس کی مقدار درہم سے زیادہ ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس پر غسل کرنا واجب ہوگا اگرچہ وہ درہم کی مقدار سے کم ہی کیوں نہ ہو' انہوں نے اس بارے میں شدت اختیار کی ہے۔

شرح

دمِ حیض سے کپڑے کو صاف کرنے کا طریقہ:

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دمِ مسفوح نجس ہے۔ دمِ حیض اور دمِ نفاس دونوں کی حیثیت دمِ مسفوح کی ہے' لہٰذا دونوں نجس ہیں۔ بقول حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ دمِ حیض کے نجس ہونے پر اجماع ہے۔ اس بارے میں کوئی صریح روایت نہ ہونے کی وجہ سے فقہاء نے آثار اور قیاسات سے کام لیا۔ اس لیے اس کی تحدیدات معاف عنہ میں ان کے مختلف اقوال ہیں:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قلیل وکثیر کا کوئی تصور نہیں ہے خواہ ایک قطرہ بھی کپڑے کو لگ گیا تو وہ نجس ہے۔ اس کا دھونا ضروری ہے اور اس کی موجودگی میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں: **وقال الشافعی یجب علیه الغسل وان کان اقل من الدرهم و شدد فی ذلك**

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت سفیان ثوری، حضرت امام احمد، حضرت امام اسحاق بن راہویہ اور حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دمِ قلیل تو معاف ہے لیکن کثیر کا دھونا واجب ہے۔ پھر ان کا باہم دمِ قلیل وکثیر کی مقدار میں اختلاف ہوگیا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معیار مقدار درہم ہے۔ ایک درہم سے کم مقدار نجاست کپڑے کو لگی تو اس میں نماز ادا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر ایک درہم یا اس سے زیادہ مقدار کپڑے کو لگی ہو تو اس کا دھونا واجب ہے اور اس کے استعمال

کرتے ہوئے نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) شبر فی شبر مقدار قلیل ہے اور اس سے زائد کثیر ہے۔ (۲) قدر الکف مقدار قلیل ہے اور اس سے زائد کثیر ہے۔ (۳) رائے مبتلی بہ کا اعتبار ہوگا۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تیسرے قول کو ارجح قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَمْ تَمْكُثُ النُّفَسَاءُ

باب 105: نفاس والی عورت کتنا عرصہ انتظار کرے گی؟

129 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ اَبُوْ بَدْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِيْ سَهْلٍ عَنْ مُسَّةَ الْاَزْدِيَّةِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَتِ النُّفَسَاءُ تَجْلِسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَكُنَّا نَطْلِي وُجُوهَنَا بِالْوَرْسِ مِنَ الْكَلَفِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَهْلٍ عَنْ مُسَّةَ الْاَزْدِيَّةِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَاسْمُ اَبِيْ سَهْلٍ كَثِيْرُ بْنُ زِيَادٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى ثِقَةٌ وَّاَبُوْ سَهْلٍ ثِقَةٌ وَّلَمْ يَعْرِفْ مُحَمَّدٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَهْلٍ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ عَلٰى اَنَّ النُّفَسَاءَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اِلَّا اَنْ تَرَى الطُّهْرَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَاِنَّهَا تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي فَاِذَا رَاَتِ الدَّمَ بَعْدَ الْاَرْبَعِيْنَ فَاِنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا لَا تَدَعُ الصَّلٰوةَ بَعْدَ الْاَرْبَعِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَيُرْوٰى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهَا تَدَعُ الصَّلٰوةَ خَمْسِيْنَ يَوْمًا اِذَا لَمْ تَرَ الطُّهْرَ وَيُرْوٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ وَّالشَّعْبِيِّ سِتِّيْنَ يَوْمًا

◆◆ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں خواتین نفاس کے عالم میں چالیس دن تک رہتی تھیں، ہم چھالوں کی وجہ سے اپنے چہرے پر ورس (ابٹن) مل لیا کرتی تھیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف ابوسہل کے حوالے سے جانتے ہیں، جسے انہوں نے مسہ الازدیہ کے حوالے سے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

ابوسہل کا نام کثیر بن زیاد ہے۔

129- اخرجه احمد (309, 304, 302, 300/6) وابو داؤد (136/1): كتاب الطهارة: باب: ما جاء في وقت النفساء، حديث (311) وابن ماجه (213/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: النفساء كم تجلس، حديث (648) والدارمي (229/1): كتاب الصلاة والطهارة: باب في المراة الحائض تصلي في ثوبها اذا طهرت من طريق ابي سهل عن مسة الازدية عن ام سلمة به۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: علی بن عبدالاعلیٰ ثقہ ہیں اور سہل بھی ثقہ ہیں۔

امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کو اس حدیث کا صرف ابوسہل کے حوالے سے علم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے: نفاس والی عورت چالیس دن تک نماز نہیں پڑھے گی' البتہ اگر وہ اس سے پہلے طہر دیکھ لیتی ہے' تو وہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے گی۔

لیکن اگر وہ چالیس دن کے بعد بھی خون دیکھتی ہے' تو اکثر اہلِ علم نے یہ رائے دی ہے: وہ چالیس دن کے بعد نماز ترک نہیں کرے گی' اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ' شافعی رحمۃ اللہ علیہ' احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات منقول ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: ایسی عورت اگر طہر نہیں دیکھتی تو پچاس دن تک نماز ترک کیے رکھے گی۔

عطاء بن ابی رباح اور شعبی سے یہ منقول ہے: وہ ساٹھ دن تک ایسا کرے گی۔

شرح

دم نفاس کی مدت میں مذاہب:

دم نفاس کی کم مدت متعین نہ ہونے میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ ایک دن یا ایک لمحہ یا بالکل نہ آنے کی بھی ہو سکتی ہے۔ البتہ اس کی مدت کثیر میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے تین قول ہیں: (۱) چالیس دن ہیں۔ (۲) پچاس ایام ہیں۔ (۳) ساٹھ ایام ہیں۔

۲- امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت چالیس ایام ہے۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) چالیس ایام (۲) ساٹھ ایام۔ النفساء: یہ صیغہ صفت ہے جو نفس ینفس بروزن علم یعلم سے بنا ہے۔ اس سے مراد نفاس والی خاتون۔ اگر یہ بمعنی معروف ہوگا تو دم حیض اور دم نفاس دونوں کو شامل ہوگا اور مجہول کی صورت میں صرف دم نفاس مراد ہوگا۔

الکلف: اس سے مراد چہرے کے داغ دھبے یا چھائیاں ہیں جو غسل نہ کرنے کی وجہ سے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ عام طور پر یہ تین الوان کے ہوتے ہیں: (۱) احمر (۲) اسود (۲) کدرۃ

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهِ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ

باب 106: آدمی کا تمام بیویوں کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد ایک ہی مرتبہ غسل کرنا

130 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَطُوْفُ عَلٰی نِسَائِهٖ فِیْ غُسْلٍ وَّاحِدٍ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَنَسٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَطُوْفُ عَلٰی نِسَائِهٖ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ

مذاہب فقہاء: وَّهُوَ قَوْلُ غَیْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِیُّ اَنْ لَّا بَاْسَ اَنْ یَّعُوْدَ قَبْلَ اَنْ یَّتَوَضَّاَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ هٰذَا عَنْ سُفْیَانَ فَقَالَ عَنْ اَبِیْ عُرْوَةَ عَنْ اَبِی الْخَطَّابِ عَنْ اَنَسٍ وَّاَبُوْ عُرْوَةَ هُوَ مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ وَّاَبُو الْخَطَّابِ قَتَادَةُ بْنُ دِعَامَةَ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ یُوْسُفَ عَنْ سُفْیَانَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ عُرْوَةَ عَنْ اَبِی الْخَطَّابِ وَهُوَ خَطَاٌ وَّالصَّحِیْحُ عَنْ اَبِیْ عُرْوَةَ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خواتین کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد ایک ہی مرتبہ غسل کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت ابورافع سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خواتین کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد ایک ہی مرتبہ غسل کرتے تھے۔

اہلِ علم میں سے کئی حضرات اس بات کے قائل ہیں، جن میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں، وہ یہ فرماتے ہیں: اگر آدمی وضو کرنے سے پہلے دوبارہ صحبت کرلے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

محمد بن یوسف نے اس کو سفیان کے حوالے سے روایت کیا ہے، وہ یہ فرماتے ہیں: یہ ابوعروہ کے حوالے سے، ابوخطاب کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ابوعروہ، معمر بن راشد ہیں اور ابوخطاب قتادہ بن دعامہ ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض اہلِ علم نے اسے محمد بن یوسف کے حوالے سے سفیان کے حوالے سے، ابن ابوعروہ کے حوالے سے، ابوخطاب سے نقل کیا ہے۔

لیکن یہ درست نہیں ہے، درست یہ ہے: ابوعروہ کے حوالے سے منقول ہے۔

130- اخرجه احمد (185, 161/3) وابن ماجه (194/1): کتاب الطهارة وسننها: باب ماجاء فیمن یغتسل من جمیع نسائه غسلا واحدا' حدیث (588) والنسائی (144,143/1): کتاب الطهارة: باب: اتیان النساء قبل احداث الغسل' حدیث (264) وابن خزیمة (115/1) حدیث (230) من طریق سفیان عن معمر عن قتادة عن انس به۔

شرح

غسل واحد سے وظیفہ ازواج کا مسئلہ:

تمام آئمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غسل واحد سے وظیفہ ازواج درست ہے، یعنی درمیان میں نہ غسل ضروری ہے اور نہ وضو۔ البتہ مابین غسل یا وضو کر لینا افضل ہے۔ حدیث باب سے بھی اس مسئلہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل بیان جواز کے لیے تھا عادت مستمرہ نہیں تھی۔ آپ کا عام معمول غسل کرنے کا تھا۔ اس بارے میں حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاف ذات یوم علی نسائه یغتسل عند هٰذه و عند هٰذه قال: فقلت له یا رسول الله الا تجعله غسلا واحدا؟ فقال هٰذا ازکی و اطیب واطهر۔" (سنن ابی داؤد جلد اوّل ص ۲۹)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے وظیفہ زوجیت کیا تو ہر وظیفہ کے بعد آپ نے غسل فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ایک غسل کے ساتھ بھی آپ یہ عمل کر سکتے تھے؟ آپ نے جواب دیا: یہ نظافت وطہارت کا طریقہ ہے۔

سوال: حدیث باب میں بیان ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ تمام ازواج سے وظیفہ زوجیت کیا تو آپ کا یہ عمل قسم الازواج کے خلاف ہے جو واجب ہے؟

جواب: اس سوال کے متعدد جوابات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔قسم الازواج کا حکم وجوب اُمت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس بارے میں نص قرآنی موجود ہے:

"ترجی من تشاء منهن و تؤوی الیك من تشاء"

۲۔آپ نے صاحبۃ النوبت کی اجازت سے ایسا کیا جس کے جواز میں کلام نہیں ہے۔

۳۔قسم بین الزوجات کا قانون نافذ ہونے سے قبل زمانہ کا یہ واقعہ ہے۔

۴۔یہ واقعہ سفر کا ہے اور دوران سفر قسم بین الزوجات واجب نہیں ہے۔

۵۔آپ نے وظیفہ بین الزوجات دو دفعہ فرمایا: (۱) حجۃ الوداع کے موقع پر احرام باندھنے سے قبل تکمیل سنت کے لیے۔ (۲) حجۃ الوداع کے ہی موقع پر طواف زیارت کے بعد واقعہ پیش آیا جو مسنون عمل سے مناسک حج سے فراغت کی تعلیم کے لیے تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْجُنُبِ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّعُوْدَ تَوَضَّاَ

باب 107: جنبی شخص اگر دوبارہ صحبت کرنا چاہتا ہو تو وہ وضو کرے

131 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِی الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِی سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اَتٰی اَحَدُكُمْ اَهْلَهٗ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یَّعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّاْ بَيْنَهُمَا وُضُوْءًا

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَالَ بِهٖ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَّعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ قَبْلَ اَنْ يَّعُوْدَ وَاَبُو الْمُتَوَكِّلِ اسْمُهٗ عَلِىُّ بْنُ دَاوٗدَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىُّ اسْمُهٗ سَعْدُ بْنُ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے' پھر وہ دوبارہ ایسا کرنا چاہتا ہو' تو ان دونوں مرتبہ کے درمیان ایک مرتبہ وضو کر لے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

کئی اہل علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے اور وہ دوبارہ صحبت کرنا چاہتا ہو' تو وہ دوبارہ صحبت کرنے سے پہلے وضو کر لے۔

ابوالمتوکل نامی راوی کا نام علی بن داؤد ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک بن سنان رضی اللہ عنہ ہے۔

شرح

بارے دیگر جماع سے قبل وضو کرنے کا مسئلہ:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایک بار جماع کرلے اور دوبارہ جماع کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ جماع سے قبل وضو کرلے۔ یہ وضو کرنا واجب ہے یا مستحب؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض اہل ظاہر اور حضرت یزید بن حبیب مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وضو کرنا واجب ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ اس میں امر وجوب کے لیے ہے۔ جمہور کے نزدیک دوبارہ جماع سے قبل وضو کرنا مستحب ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ اس میں امر استحباب کے لیے۔ علاوہ ازیں بطور تائید حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت بھی پیش کرتے ہیں: قالت: كان النبى صلى الله عليه وسلم يجامع ثم يعود ولا يتوضا۔ (شرح معانی الآثار جلداوّل ص ۶۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جماع کرتے پھر دوبارہ جماع کا قصد فرماتے تو آپ وضو نہ فرماتے تھے۔ اس روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ وضو

131- اخرجه احمد (28,21,7/3) ومسلم (221/2-نووى) كتاب الحيض: باب جواز نوم الجنب' حديث (308/27) وابو داؤد (106/1): كتاب الطهارة: باب: الوضوء لمن اراد ان يعود' حديث (220) وابن ماجه (193/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: فى الجنب اذا اراد العود توضا' حديث (587) والنسائى (142/1): كتاب الطهارة: باب: فى الجنب اذا اراد ان يعود' حديث (262) واخرجه الحميدى (332/2) حديث (753) وابن خزيمة (109/1) حديث (219) من طريق عاصم الاحول عن ابى المتوكل عن ابى سعيد الخدرى به-

کے بغیر دوبارہ جماع کرتے تھے۔

بعض اہل علم نے حدیث باب میں وضو سے مراد لغوی معنی "غسل الفرج" مراد لیا ہے۔ یہ معنی یا تاویل جائز نہیں ہے کیونکہ ایک روایت میں تصریح ہے کہ آپ نماز جیسا وضو کرنے کا حکم کرتے تھے۔ فلیتوضا وضوئه للصلوٰة (صحیح ابن خزیمہ جلداوّل ص۱۱۰) دوبارہ جماع کا ارادہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ نماز جیسا وضو کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَوَجَدَ اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَبْدَاْ بِالْخَلَاءِ

باب 108: جب نماز قائم ہو چکی ہو اور کسی شخص کو قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو وہ پہلے قضائے حاجت کرے

132 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ قَالَ

متنِ حدیث: اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَخَذَ بِيَدِ رَجُلٍ فَقَدَّمَهُ وَكَانَ اِمَامَ قَوْمِهِ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَوَجَدَ اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَبْدَاْ بِالْخَلَاءِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَثَوْبَانَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: هٰكَذَا رَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ وَرَوٰى وُهَيْبٌ وَّغَيْرُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَبِهِ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالَا لَا يَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَهُوَ يَجِدُ شَيْئًا مِّنَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَقَالَا اِنْ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ فَوَجَدَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَلَا يَنْصَرِفْ مَا لَمْ يَشْغَلْهُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا بَاْسَ اَنْ يُّصَلِّيَ وَبِهٖ غَائِطٌ اَوْ بَوْلٌ مَا لَمْ يَشْغَلْهُ ذٰلِكَ عَنِ الصَّلٰوةِ

132–اخرجه مالك في الموطا (159/1): كتاب قصر الصلاة في السفر: باب: النهي عن الصلاة والانسان يريد حاجته' حديث (49)' واحمد (483/3) وابو داؤد (70/1): كتاب الطهارة: باب : ايصلي الرجل وهو حاقن' حديث (88) وابن ماجه (202/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء في النهي للحاقن ان يصلي' حديث (616)' والنسائي (110/2): كتاب الامامة: باب العذر في ترك الجماعة' حديث (852)' والدارمي (332/1): كتاب الصلاة: باب النهي عن دفع الاخبثين' وابن خزيمة (65/2)' حديث (932)' من طريق هشام بن عروة عن ابيه عن عبدالله بن ارقم به-

◄► حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے: نماز قائم ہوگئی انہوں نے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کردیا حالانکہ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ خود اپنی قوم کے امام تھے انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب نماز قائم ہوجائے اور کسی شخص کو قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو وہ پہلے قضائے حاجت کرلے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن سعید قطان اور ان کے علاوہ دیگر کئی حضرات نے اسے اسی طرح عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دیگر محدثین نے اسے ہشام بن عروہ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے ایک شخص کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور تابعین میں سے کئی حضرات اس بات کے قائل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے وہ یہ فرماتے ہیں: آدمی کو نماز کے لیے کھڑے نہیں ہونا چاہیے اس وقت جب آدمی کو پاخانہ یا پیشاب میں سے کسی چیز کی حاجت محسوس ہو۔

یہ دونوں حضرات یہ کہتے ہیں: اگر آدمی نماز میں داخل ہوچکا ہو اور پھر اس طرح کی صورت حال درپیش ہو تو وہ اس وقت تک نماز ختم نہ کرے جب تک یہ نماز میں خلل کا باعث نہ بنے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اس میں کوئی حرج نہیں ہے: آدمی ایسے وقت میں نماز ادا کرلے جب اسے پاخانے یا پیشاب کی حاجت محسوس ہو لیکن شرط یہ ہے: وہ نماز میں توجہ منتشر ہونے کا باعث نہ بنے۔

شرح

قضائے حاجت کے وقت نماز کی اقامت کہی جائے تو نماز ادا کرنے کا حکم:

قضائے حاجت کے تقاضا کے وقت نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو نماز ادا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک نماز درست ہوگی۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ تقاضاء قضاء حاجت کے سبب خشوع وخضوع اور حضور قلب نہیں پایا جائے گا جو درحقیقت نماز کی روح ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف میں قدرے تفصیل ہے۔ تقاضائے قضاء حاجت اضطرب کی حد تک ہو تو ترک جماعت کے لیے عذر ہے۔

اگر تقاضائے قضاء حاجت توجہ الی الصلوٰۃ کے لیے مخل ہوگا یا نہیں؟ بر صورت اوّل ترک جماعت کا عذر ہے اور ایسی حالت میں نماز ادا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر توجہ الی الصلوٰۃ کے لیے مخل نہ ہو تو ترک نماز کے لیے عذر نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ مِنَ الْمَوْطَاِ

باب 109: پاؤں کے نیچے کوئی چیز آنے پر وضو کرنا

133 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اُمِّ وَلَدٍ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ

متنِ حدیث: قَالَتْ قُلْتُ لِاُمِّ سَلَمَةَ اِنِّيْ امْرَاَةٌ اُطِيلُ ذَيْلِي وَاَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ فَقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَهِّرُهٗ مَا بَعْدَهٗ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَتَوَضَّاُ مِنَ الْمَوْطَاِ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا وَطِئَ الرَّجُلُ عَلَى الْمَكَانِ الْقَذِرِ اَنَّهٗ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ غَسْلُ الْقَدَمِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ رَطْبًا فَيَغْسِلَ مَا اَصَابَهٗ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اُمِّ وَلَدٍ لِهُوْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَهُوَ وَهَمٌ وَّلَيْسَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ابْنٌ يُقَالُ لَهٗ هُوْدٌ وَّاِنَّمَا هُوَ عَنْ اُمِّ وَلَدٍ لِاِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَهٰذَا الصَّحِيْحُ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی اُمّ ولد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میں ایک ایسی عورت ہوں جس کا پائنچہ لمبا ہوتا ہے اور میں کسی گندگی والی جگہ سے بھی گزرتی ہوں تو سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: (زمین کا) بعد والا حصہ اسے پاک کر دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کیا کرتے تھے اور ہم پاؤں کے نیچے آنے والی کسی چیز کی وجہ سے ازسرِنو وضو نہیں کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کئی اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں وہ یہ فرماتے ہیں: جب آدمی کسی گندگی والی جگہ کو پاؤں کے نیچے دے تو اس پر پاؤں کو دھونا واجب نہیں ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ گندگی گیلی ہو تو جو چیز لگی ہو آدمی اسے دھو لے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے انہوں نے اسے امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، محمد بن عمارہ کے حوالے سے، محمد بن ابراہیم کے حوالے سے، ہود بن عبدالرحمٰن بن عوف کی اُمّ ولد رضی اللہ عنہا

133- اخرجه مالك في الموطا (24/1)؛ كتاب الطهارة؛ باب: مالا يجب منه الوضوء، حديث (16)، واحمد (109/3)، وابو داؤد (158/1) كتاب الطهارة؛ باب: في الذي يصيب الذيل حديث (383)، وابن ماجه (177/1)؛ كتاب الطهارة وسننها؛ باب: الارض يطهر بعضها بعضا، حديث (531)، والدارمي (189/1)؛ كتاب الصلاة والطهارة؛ باب: الارض يطهر بعضها بعضا من طريق محمد بن ابراهيم عن ام ولد لعبد الرحمن بن عوف عن ام سلمة به-

کے حوالے سے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ وہم ہے' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا کوئی بیٹا ایسا نہیں تھا' جس کا نام ہود ہو۔

یہ روایت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کی اُمّ ولد رضی اللہ عنہا سے منقول ہے' جو انہوں نے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے' اور یہ درست ہے۔

شرح

پلید جگہ پر چلنے سے وضو نہ ٹوٹنے کا مسئلہ:

لفظ ''الموطا'' وطی یطوء وطاء (بروزن سمع یسمع سمعاً) سے مراد پاؤں سے کسی چیز کو روندنا یا کچلنا۔ الموطیٰ ظرف زمان ہے' جس کا معنی ہے قدم رکھنے یا روندنے کی جگہ۔ مسئلہ یہ ہے کہ پلید جگہ پر ننگے پاؤں چلنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا جبکہ پلید جگہ خشک ہو اور پاؤں بھی خشک ہوں کیونکہ پلید ذرات جو پاؤں کو لگیں گے تو پاک جگہ پر چلنے کی وجہ سے وہ جھڑ جائیں گے۔ اگر پلید جگہ تر ہو اور پاؤں بھی بھیگے ہوں تو وضو تب بھی نہیں ٹوٹے گا۔ صرف پاؤں دھو دیے جائیں۔ پلید جگہ خشک ہو جب کہ پاؤں تر ہوں تو اس صورت میں نجاست کے آثار پاؤں پر نمایاں ہونے پر دھو دیے جائیں یا پاک جگہ پر چلنے سے نجاست از خود رگڑ کی وجہ سے ختم ہو جائے۔ تب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ دورِ رسالت میں لوگ گھر سے وضو کر کے مسجد نبوی میں آیا کرتے تھے۔ (جو عموماً ننگے پاؤں چل کر آتے تھے) لیکن وہ مسجد میں داخل ہو کر نہ پاؤں دھوتے اور نہ دوبارہ وضو کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كنا نصلی مع رسول الله عليه وسلم ولا نتوضأ من الموطى یعنی ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور زمین پر ننگے پاؤں چلنے سے وضو نہیں کرتے تھے۔

اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ کپڑے یا جسم کو تر نجاست لگ جائے تو ان کو پانی سے دھو کر ہی تطہیر حاصل کی جا سکتی ہے۔ حدیث باب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُمّ ولد کے کپڑے پر نجاست لگنے کے بعد پاک جگہ پر گھسنے سے پاک ہونے کا جو ذکر ہے، اس کے کئی جوابات ہیں:

۱- یہ حدیث ضعیف اور ناقابل استدلال ہے کیونکہ یہ روایت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اُمّ ولد کے حوالے سے بیان ہوئی ہے جو مجہول ہیں۔ اس لیے کہ اس نام کے مختلف روایات میں تین نام ہیں جن کا تعین نہیں ہے: (۱) عبدالرحمٰن بن عوف کی اُمّ ولد (۲) ہود بن عبدالرحمٰن بن عوف کی اُمّ ولد (۳) ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کی اُمّ ولد۔

۲- اس مقام پر مکان قذر سے مراد نجاست رطبہ نہیں بلکہ نجاست یابسہ ہے اور نجاست یابسہ کے لیے غسل سے تطہیر ضروری نہیں ہے۔ اگر کپڑے کا دامن نجاست یابسہ پر لگا پھر پاک جگہ پر گھسنے سے وہ پاک ہو جائے گا۔

۳- یہاں سائلہ کا منشاء سوال کیچڑ کی چھوٹی چھوٹی چھینٹوں کے بارے میں تھا، جو عموماً کپڑے پر لگ جاتی ہیں اور وہ شرعاً معاف بھی ہوتی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی التَّيَمُّمِ

باب 110: تیمّم کا بیان

134 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيِّ الْفَلَّاسُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُ بِالتَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَمَّارٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَمَّارٍ مِّنْ غَيْرِ وَجْهٍ

مذاہبِ فقہاء: وَّهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عَلِيٌّ وَّعَمَّارٌ وَّابْنُ عَبَّاسٍ وَّغَيْرِ وَاحِدٍ مِّنَ التَّابِعِيْنَ مِنْهُمُ الشَّعْبِيُّ وَعَطَاءٌ وَّمَكْحُوْلٌ قَالُوا التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمُ ابْنُ عُمَرَ وَجَابِرٌ وَّاِبْرَاهِيْمُ وَالْحَسَنُ قَالُوا التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ وَّابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَمَّارٍ فِي التَّيَمُّمِ اَنَّهٗ قَالَ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَمَّارٍ اَنَّهٗ قَالَ تَيَمَّمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْاٰبَاطِ

فَضَعَّفَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ حَدِيْثَ عَمَّارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ لَمَّا رُوِىَ عَنْهُ حَدِيْثُ الْمَنَاكِبِ وَالْاٰبَاطِ

قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَخْلَدٍ الْحَنْظَلِيُّ حَدِيْثُ عَمَّارٍ فِي التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّحَدِيْثُ عَمَّارٍ تَيَمَّمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْاٰبَاطِ لَيْسَ هُوَ بِمُخَالِفٍ لِحَدِيْثِ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ لِاَنَّ عَمَّارًا لَمْ يَذْكُرْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُمْ بِذٰلِكَ وَاِنَّمَا قَالَ فَعَلْنَا كَذَا وَكَذَا فَلَمَّا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ بِالْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ فَانْتَهٰى اِلٰى مَا عَلَّمَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى ذٰلِكَ مَا اَفْتٰى بِهٖ عَمَّارٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّيَمُّمِ اَنَّهٗ قَالَ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ فَفِيْ هٰذَا دَلَالَةٌ اَنَّهُ انْتَهٰى اِلٰى مَا عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهٗ اِلَى الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

134- اخرجه احمد (263/4) وابوداؤد (142/1) كتاب الطهارة: باب: التيمم حديث (327) والدارمي (190/1) كتاب الصلاة والطهارة: باب: التيمم مرة وابن خزيمة (134/1) حديث (267) من طريق سعيد بن عبد الرحمن بن ابزى عن ابيه عن عمار بن ياسر به-

توضیح راوی: قَالَ : وَسَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الْكَرِيْمِ يَقُوْلُ لَمْ اَرَ بِالْبَصْرَةِ اَحْفَظَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَابْنِ الشَّاذَكُوْنِيِّ وَعَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ الْفَلَّاسِ قَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ وَرَوٰى عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ حَدِيْثًا

◄► حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تیمم میں چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر تیمم کرنے کی ہدایت کی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے' یہ روایت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بعض دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کئی حضرات اس بات کے قائل ہیں' جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شامل ہیں' اسی طرح کئی تابعین بھی اسی بات کے قائل ہیں' جن میں شعبی، عطا اور مکحول شامل ہیں' وہ یہ فرماتے ہیں: تیمم کی ایک ضرب ہوتی ہے' جو چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر لگائی جاتی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں: جن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں وہ یہ فرماتے ہیں: تیمم میں چہرے کے لیے ایک ضرب ہوتی ہے' اور دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک کے لیے ایک ضرب ہوتی ہے

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

یہ روایت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حوالے سے تیمم کے بارے میں منقول ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے لیے (ایک ضرب ہوتی ہے) یہ دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی منقول ہے ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کندھوں تک اور بغلوں تک تیمم کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منقول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے لیے تیمم کیا جاتا ہے اس کی وجہ وہ روایت ہے' جس میں کندھوں اور بغلوں کا حکم ہے۔

اسحٰق بن ابراہیم بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: تیمم میں چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے بارے میں منقول حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے' جبکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کندھوں اور بغلوں تک تیمم کیا ہے یہ اس حدیث کی مخالف نہیں ہے' جس میں صرف چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے یہ بات ذکر نہیں کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے: ہم ایسا ایسا کیا کرتے تھے' جب میں نے نبی

اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا حکم دے دیا' تو وہ اس بات پر عمل کرنے لگے' جو نبی اکرم ﷺ نے چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کرنے کی انہیں تعلیم دی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے تیمم کے بارے میں یہ فتویٰ دیا تھا: یہ چہرے اور ہتھیلیوں پر کیا جائے گا اس میں اس بات پر دلالت موجود ہے: انہوں نے اسی طریقے کو اختیار کر لیا تھا جو نبی اکرم ﷺ نے انہیں تعلیم کیا تھا' اور آپ نے انہیں چہرے اور ہتھیلیوں (پر مسح) کی تعلیم دی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں نے بصرہ میں کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو ان تین افراد سے زیادہ (احادیث کا) حافظ ہو' علی بن مدینی، ابن شاذکونی اور عمرو بن علی فلاس

ابوزرعہ بیان کرتے ہیں: عفان بن مسلم نے عمرو بن علی کے حوالے سے صرف ایک حدیث کو نقل کیا ہے۔

135 سندِحدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ الْقُرَشِيِّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ فِي كِتَابِهِ حِينَ ذَكَرَ الْوُضُوءَ (فَاغْسِلُوْا وُجُوهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ)

وَقَالَ فِي التَّيَمُّمِ (فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ)

وَقَالَ (وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا)

فَكَانَتِ السُّنَّةُ فِي الْقَطْعِ الْكَفَّيْنِ اِنَّمَا هُوَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ يَعْنِي التَّيَمُّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ان سے تیمم کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جہاں وضو کا ذکر کیا ہے وہاں یہ فرمایا ہے:

''تم اپنے چہروں کو دھولو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو''۔

تیمم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرلو''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت تم ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو''۔

سنت یہ ہے: ہتھیلیاں کاٹی جاتی ہیں اس لیے اس میں بھی چہرہ اور ہتھیلیاں (مراد ہوں گی) یعنی تیمم میں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

شرح

تیمّم کا طریق کار:

تیمّم، وضو اور غسل دونوں کا نائب ہے۔ اثبات تیمّم کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: فامسحوا بوجوھکم وایدیکم۔ "پس تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرو"۔ پانی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں طہارت کی نیت سے پاک وطاہر مٹی پر ایک ضرب لگا کر چہرے کا مسح کرنا اور دوسری ضرب لگا کر کہنیوں سمیت اپنے دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا، تیمّم کہلاتا ہے۔

تیمّم کے وقت ضربوں کی تعداد میں مذاہب آئمہ:

تیمّم کے وقت ضربوں کی تعداد کے حوالے سے فقہاء کی مختلف آراء ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت لیث بن سعد اور جمہور رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک تیمّم کی دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب چہرے کے مسح کے لیے جبکہ دوسری ضرب دونوں ہاتھوں کہنیوں سمیت مسح کے لیے ہے۔

۲- حضرت امام اوزاعی، حضرت امام اسحاق، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اور بعض اہل ظاہر کا مؤقف ہے کہ ایک ضرب ہے، جس سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا جاتا ہے۔

۳- حضرت علامہ ابن ابی یعلیٰ اور حضرت امام حسن بصری رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تیمّم کی دو ضرب ہیں لیکن ہر ضرب سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا جائے گا۔

۴- حضرت امام احمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تیمّم کی تین ضرب ہیں۔ پہلی چہرہ کے لیے، دوسری ہاتھوں کے لیے اور تیسری چہرے اور ہاتھوں کے لیے ہے۔

۵- علامہ ابن بزبزہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیمّم میں چار ضرب ہیں۔ دو چہرے کے لیے اور دو ہاتھوں کے لیے ہیں۔

مسح یدین کی حد میں مذاہب آئمہ:

جس طرح تیمّم کی ضربوں کی تعداد میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں، اسی طرح مسح یدین کی حد میں بھی مختلف آراء ہیں۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام لیث بن سعد اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک، مسح یدین کی حد مرفقین تک ہے، یہی جمہور کا مذہب ہے۔

۲- حضرت امام اوزاعی، حضرت امام اسحاق اور حضرت امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حد مسح یدین رسغین تک واجب ہے۔

۳- حضرت امام مالک اور حضرت امام ابن رشد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حد مسح یدین، رسغین تک واجب ہے جبکہ مرفقین تک سنت ہے۔

۴- حضرت علامہ ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسح یدین مناکب تک ہے۔

تیمم کی ضربوں اور مسح یدین کی حدود میں اصل اختلاف حضرت امام اسحاق اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ اور جمہور کے درمیان ہے۔ حضرت امام اسحاق اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ تیمم کے لیے ایک اور مسح یدین کی حد رسغین تک تجویز کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت (حدیث باب) سے استدلال کیا ہے۔

جمہور کے نزدیک تیمم میں دو ضربین ہیں اور مسح یدین کی حد مرفقین تک ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: التیمم ضربة للوجه و ضربة للذراعین الی المرفقین۔ (مجمع الزوائد جلداوّل ص۲۶۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیمم ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لیے مرفقین تک ہے۔

۲- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے: کنت فی القوم حین نزلت الرخصة فامرنا فضربنا واحدة للوجه ثم ضربة اخری للیدین والمرفقین (حافظ زیلعی، نصب الرایہ جلداوّل ص۱۵۴) میں ان لوگوں میں موجود تھا جن کے لیے تیمم کی رخصت نازل ہوئی۔ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم ایک ضرب چہرے کے لیے پھر دوسری ضرب دونوں کہنیوں سمیت مسح کے لیے لگائیں۔

۳- حضرت ابوجہیم بن الحارث الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے: اقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نحو بئر جمل فلقیہ رجل فسلم علیہ فلم یرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اقبل علی الجدار فمسح بوجهه و یدیه ورد علیه السلام (محمد بن اسماعیل بخاری الصحیح البخاری جلداوّل ص۴۸) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بئر جمل کی طرف سے تشریف لائے تو ایک شخص سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ ایک دیوار کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اپنے چہرہ اور ہاتھوں کا (تیمم کرتے ہوئے) مسح کیا پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مَا لَمْ يَكُنْ جُنُبًا

باب 111: آدمی ہر حالت میں قرآن پاک پڑھ سکتا ہے جب کہ وہ جنبی نہ ہو

136 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَّعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ وَابْنُ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُنَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مَا لَمْ يَكُنْ جُنُبًا

136- اخرجه احمد (83/1, 84, 107, 124, 134) وابو داؤد (108/1) کتاب الطھارۃ: باب: فی الجنب یقرا القرآن حدیث (229) وابن ماجه (195/1): کتاب الطھارۃ وسننھا: باب: ماجاء فی قراءۃ القرآن علی غیر طھارۃ حدیث (594) والنسائی (144/1): کتاب الطھارۃ: باب: حجب الجنب من قراءۃ القرآن حدیث (265) واخرجه الحمیدی (31/1) حدیث (57) وابن خزیمة (104/1) حدیث (208) من طریق عبداللہ بن سلمة عن علی به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَّبِهٖ قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ قَالُوْا يَقْرَاُ الرَّجُلُ الْقُرْاٰنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ وَّلَا يَقْرَاُ فِى الْمُصْحَفِ اِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ

وَّبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر حالت میں قرآن پڑھایا کرتے تھے بشرطیکہ آپ جنبی نہ ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

کئی اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین شامل ہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: آدمی وضو کے بغیر قرآن (زبانی) پڑھ سکتا ہے تاہم اس کو دیکھ کر (یعنی اسے ہاتھ لگا کر) صرف اسی وقت پڑھ سکتا ہے جب وہ باوضو ہو۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

غیر جنبی کا ہر حالت میں تلاوت قرآن کرنے کا مسئلہ:

جامع ترمذی کے بعض نسخوں میں یہ باب بلا ترجمہ (عنوان) ہے اور بعض میں ''باب ما جاء فی الرجل یقرأ القران علی کل حال مالم یکن جنبا'' کا ترجمہ (عنوان) قائم ہے۔ حالت جنابت میں تلاوت قرآن کے حوالے سے جمہور کا موقف یہ ہے کہ منع و حرام ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لا یمسّه الا المطهرون. قرآن کو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کے علاوہ ہر حالت میں قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت امام طبری، حضرت امام ابن منذر اور حضرت امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ حالت جنابت میں بھی تلاوت قرآن جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِى الْبَوْلِ يُصِيْبُ الْاَرْضَ

باب 112: اس زمین کا حکم جس میں پیشاب کیا گیا ہو

137 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

137- اخرجه احمد (239/2) وابوداؤد (157/1): كتاب الطهارة: باب : الارض يصيبها البول حديث (380) والنسائی (14/3): كتاب السهو: باب: الكلام فی الصلاة حديث (12/7) مختصرا واخرجه الحميدی (419/2) حديث (938) وابن خزيمة (150/1) حديث (298) من طريق الزهری عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة به۔

متن حدیث: دَخَلَ اَعْرَابِیٌّ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَصَلّٰی فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَّلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا فَالْتَفَتَ اِلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا فَلَمْ یَلْبَثْ اَنْ بَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَاَسْرَعَ اِلَیْهِ النَّاسُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْرِیْقُوْا عَلَیْهِ سَجْلًا مِّنْ مَاءٍ اَوْ دَلْوًا مِّنْ مَاءٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ

اسنادِ دیگر: قَالَ سَعِیْدٌ قَالَ سُفْیَانُ وَحَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَحْوَ هٰذَا

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّوَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰی یُوْنُسُ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اس نے نماز پڑھی جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس نے دعا کی:

''اے اللہ! مجھ پر رحم کر اور حضرت محمد پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ کرنا''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم نے ایک وسیع چیز کو تنگ کر دیا ہے' کچھ دیر بعد وہ شخص مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو لوگ اس کی طرف لپکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (پیشاب) پر پانی کا ایک ڈول بہا دو (راوی کو شک ہے: آپ نے عربی میں لفظ ''سَجْلًا یا دَلْوًا'' فرمایا) پھر آپ نے ارشاد فرمایا: تمہیں آسانی فراہم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے' تنگی دینے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

یونس نے اس روایت کو زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، عبیداللہ بن عبداللہ کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۱)- اخرجہ البخاری (387/1): کتاب الوضوء: باب: صب الماء علی البول فی المسجد' حدیث (221) ومسلم (193/2-نووی): کتاب الطہارۃ: باب: وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات' اذا حصلت فی المسجد' وان الارض تطہر بالماء من غیر حاجۃ الی حفرھا' حدیث (284/99) والنسائی (48, 47/1): کتاب الطہارۃ: باب: ترك التوقیت فی الماء' حدیث (54) والدارمی (189/1): کتاب الصلاۃ والطہارۃ: باب: البول فی المسجد' واخرجہ احمد (167, 114, 110/3) والحمیدی (504/2) حدیث (1196) من طریق یحیی بن سعید عن انس بن مالك بہ۔

شرح

زمین کو پاک کرنے میں مذاہب آئمہ:

جب زمین پلید ہو جائے تو اسے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ زمین اور ہر وہ چیز جو اس کے حکم میں ہے مثلاً دیوار، درخت اور کھڑی فصل وغیرہ فقط پانی سے دھونے سے پاک ہو سکتی ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں صحابہ کی معیت میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز ادا کی۔ پھر یوں دعا کی: اے پروردگار! تو مجھ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر اور کسی پر رحم نہ کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسی دعا سے منع کیا۔ پھر وہ اٹھ کر مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ صحابہ کرام نے اسے اس حرکت سے منع کرنے کی کوشش کی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا۔ جب اس نے پیشاب کر لیا تو آپ نے اسے طلب کیا اور فرمایا: یہ مسجد ہے جو نماز اور ذکر و فکر کے لیے تیار کی گئی ہے نہ کہ پیشاب وقضائے حاجت کے لیے۔ آپ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ اعرابی کے پیشاب والی جگہ کو کھود کر مٹی باہر پھینک دی جائے اور اس جگہ پر پانی کا ڈول بہا دیا جائے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ زمین جس طرح دھونے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خشک ہونے سے بھی طاہر ہو جاتی ہے۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے، آپ فرماتی ہیں: زکاۃ الارض یبسھا (حافظ زیلعی 'نصب الرایہ' جلداوّل ص ۲۱۱) زمین کی طہارت اس کا خشک ہونا ہے۔ آپ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کے پیشاب والی جگہ کی مٹی کھدوا کر مسجد سے باہر پھینکوا دی اور اس جگہ پانی گرانے کا مقصد بدبو ختم کرنا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابُ الصَّلٰوۃِ عَنۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ

نماز کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

نماز کا بیان

چند اہم باتیں

جامع ترمذی کے کچھ نسخوں میں اس مقام پر "کتاب الصلوٰۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" اور کچھ نسخوں میں "ابواب الصلوٰۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" کا عنوان قائم ہے دونوں عنوانات قریب المفہوم ہیں۔ ترجمہ میں پہلے نسخے کو اختیار کیا گیا ہے۔

اس سے قبل "طہارت" کی بحث تھی جو بمنزل شرط کے اور "صلوٰۃ" بمنزل مشروط کے ہے چونکہ شرط، مشروط سے قبل ہوتی ہے اس لیے طہارت کو صلوٰۃ سے مقدم کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مشروط، شرط کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا۔

لفظ "صلوٰۃ" کا لغوی معنیٰ "غایت درجہ کا قلبی میلان" ہے اس کے اصطلاحی معنیٰ موقع و محل اور نسبت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد "رحمت و مہربانی" ہوگی۔ جس طرح آیت "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ" میں ہے۔ اگر لفظ "صلوٰۃ" کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس سے مراد "استغفار" ہے۔ پھر اس کی نسبت مؤمنین کی طرف ہو تو اس سے مراد "دعا" ہے، جس طرح ہے: "یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ"

استغفار اور دعا میں فرق ہے۔ استغفار خاص ہے اور دعا عام ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مومنوں کی صلوٰۃ (دعا) سے مراد ہے "نزول رحمت اور ترقی دین"۔ فرشتوں کی طرف سے استغفار سے مراد ہے "رحمت و مہربانی" کا نزول۔ غور و فکر کرنے سے دونوں کے مفاہیم میں فرق عیاں ہو جاتا ہے۔

اس بات میں تمام مؤرخین اور محققین کا اتفاق ہے کہ نماز "شب اسراء" میں فرض کی گئی لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ "شب اسراء" (معراج) کا واقعہ کس سال پیش آیا۔ جمہور کے قول کے مطابق واقعہ معراج نبوت کے چھٹے سال میں پیش آیا تھا۔ اس موقع پر نماز پنجگانہ فرض کی گئی تھی۔ ایک روایت میں نماز کو مومن کی معراج قرار دیا گیا ہے۔

واقعہ معراج سے قبل کوئی نماز فرض تھی یا نہیں؟ اس بارے میں اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ نماز پنجگانہ سے قبل کوئی نماز فرض نہیں تھی۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا خیال ہے کہ نماز پنجگانہ سے قبل نماز تہجد فرض تھی، وہ اپنے مؤقف پر سورہ مزمل کی آیات

پیش کرتے ہیں۔علماء فرماتے ہیں نماز تہجد صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی۔بعض علماء کا خیال ہے کہ نماز پنجگانہ سے قبل نماز عشاء اور نماز فجر دونوں فرض ہوچکی تھیں۔وہ بطور دلیل یہ آیت پیش کرتے ہیں:"وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝" یہ آیت اسراء سے قبل نازل ہوئی تھی جس میں نماز عشاء اور نماز فجر کا ذکر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 1: نماز کے اوقات کا بیان جو آپ ﷺ سے مروی ہیں

138 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَيَّاشِ بْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حَكِيْمٍ وَّهُوَ ابْنُ عَبَّادِ بْنِ حُنَيْفٍ اَخْبَرَنِيْ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَّنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَام عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلَّى الظُّهْرَ فِي الْاُوْلٰى مِنْهُمَا حِيْنَ كَانَ الْفَيْءُ مِثْلَ الشِّرَاكِ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ كُلُّ شَيْءٍ مِثْلَ ظِلِّهِ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ حِيْنَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ وَاَفْطَرَ الصَّائِمُ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ بَرَقَ الْفَجْرُ وَحَرُمَ الطَّعَامُ عَلَى الصَّائِمِ وَصَلَّى الْمَرَّةَ الثَّانِيَةَ الظُّهْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ لِوَقْتِ الْعَصْرِ بِالْاَمْسِ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ لِوَقْتِهِ الْاَوَّلِ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ حِيْنَ اَسْفَرَتِ الْاَرْضُ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيَّ جِبْرِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ فِيْمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَبُرَيْدَةَ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَاَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ وَّعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَّالْبَرَاءِ وَاَنَسٍ

اسنادِ دیگر: اَخْبَرَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ اَخْبَرَنِيْ وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَّنِيْ جِبْرِيْلُ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ لِوَقْتِ الْعَصْرِ بِالْاَمْسِ (۱)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

138– اخرجه احمد (333/1)' (354/1)' وابو داؤد (160/1) كتاب الصلاة: باب: في المواقيت' حديث (393)' واخرجه عبد بن حميد (233)' حديث (703)' وابن خزيمة (168/1)' حديث (325)' من طريق نافع بن جبير بن مطعم عن ابن عباس به۔

(۱)– اخرجه احمد (330/3)' والنسائي (263/1): كتاب المواقيت: باب: اول وقت العشاء' حديث (526)' من طريق عبد الله بن المبارك عن حسين بن علي بن حسين عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله به۔

قولِ امام بخاری: وَقَالَ مُحَمَّدٌ اَصَحُّ شَيْءٍ فِي الْمَوَاقِيْتِ حَدِيْثُ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَدِيْثُ جَابِرٍ فِي الْمَوَاقِيْتِ قَدْ رَوَاهُ عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ وَّعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَّاَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرائیل نے بیت اللہ کے پاس مجھے دو مرتبہ نماز پڑھائی' پہلے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ جوتے کے تسمے کی طرح تھا۔ پھر عصر کی نماز اس وقت ادا کی ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو چکا تھا۔ پھر مغرب کی نماز اس وقت ادا کی جب سورج غروب ہو جاتا ہے اور روزہ دار روزہ کھولتا ہے۔ پھر عشاء کی نماز اس وقت ادا کی جب شفق غائب ہوگئی۔ پھر فجر کی نماز اس وقت ادا کی جب صبح صادق ہوئی' جس وقت روزہ دار کے لیے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ پھر دوسری مرتبہ (یعنی دوسرے دن) ظہر کی نماز اس وقت ادا کی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو چکا تھا' یہ وہی وقت تھا جب گزشتہ دن عصر کی نماز ادا کی۔ پھر عصر کی نماز اس وقت ادا کی' جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو چکا تھا' مغرب کی نماز اسی وقت ادا کی' جس وقت (پہلے دن) ادا کی تھی۔ عشاء کی نماز اس وقت ادا کی جب ایک تہائی رات گزر چکی تھی' فجر کی نماز اس وقت ادا کی' جب زمین روشن ہو چکی تھی' پھر جبریل میری طرف متوجہ ہوئے اور بولے: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ سے پہلے کے انبیاء کا (نماز ادا کرنے کا) وقت ہے۔ ان دونوں اوقات کے دوران (ان نمازوں کا) وقت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ' حضرت براء رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

احمد بن محمد بن موسیٰ اپنی سند کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جبریل نے مجھے نماز پڑھائی۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کی مانند روایت نقل کی ہے' تاہم اس میں یہ ذکر نہیں کیا: ''جو گزشتہ دن عصر کا وقت تھا''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز کے اوقات کے بارے میں سب سے مستند روایت وہ ہے' جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو عطا بن ابی رباح، عمرو بن دینار، ابوزبیر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے' اور یہ وہب بن کیسان کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے منقول حدیث کی مانند ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 2: (بلاعنوان)

139 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِنَّ لِلصَّلوٰةِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَاٰخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ حِيْنَ يَدْخُلُ وَقْتُهَا وَاِنَّ اٰخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ تَصْفَرُّ الشَّمْسُ وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَاِنَّ اٰخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَغِيبُ الْاُفُقُ وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ حِيْنَ يَغِيبُ الْاُفُقُ وَاِنَّ اٰخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَنْتَصِفُ اللَّيْلُ وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْفَجْرِ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَاِنَّ اٰخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ حَدِيْثُ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّجَاهِدٍ فِى الْمَوَاقِيْتِ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ وَحَدِيْثُ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ خَطَاٌ اَخْطَاَ فِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِىِّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ كَانَ يُقَالُ اِنَّ لِلصَّلوٰةِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے: نماز کا ایک ابتدائی وقت ہوتا ہے اور ایک آخری وقت ہوتا ہے ظہر کی نماز کا ابتدائی وقت وہ ہے جب سورج ڈھل جائے اور اس کا آخری وقت وہ ہے جب عصر کا وقت داخل ہو جائے عصر کی نماز کا ابتدائی وقت وہ ہے جب اس کا وقت داخل ہوتا ہے اور اس کا آخری وقت وہ ہے جب سورج زرد ہو جائے مغرب کا ابتدائی وقت وہ ہے جب سورج غروب ہو جائے اور اس کا آخری وقت وہ ہے جب افق غائب ہو جائے عشاء کا پہلا وقت وہ ہے جب شفق غائب ہو جائے اور اس کا آخری وقت وہ ہے جب نصف رات ہو جائے فجر کا ابتدائی وقت وہ ہے جب صبح صادق ہو جائے اور اس کا آخری وقت وہ ہے جب سورج نکل آئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل (بخاری) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نماز کے اوقات کے بارے میں اعمش نے مجاہد کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس روایت سے زیادہ مستند ہے جسے محمد بن فضیل نے اعمش کے حوالے سے نقل کیا محمد بن فضیل کی نقل کردہ روایت میں خطاء ہے محمد بن فضیل نے غلطی کی ہے۔

اعمش مجاہد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: یہ کہا جاتا ہے: نماز کا ایک ابتدائی وقت تھا اور ایک آخری وقت ہے اس

139- اخرجه احمد (232/2) من طريق ابى صالح عن ابى هريرة به.

کے بعد انہوں نے محمد بن فضیل کی اعمش سے نقل کردہ روایت کے مضمون کی روایت نقل کی ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 3: بلاعنوان

140 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَّالْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ وَاَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسَى الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ ابْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متن حدیث: اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَسَاَلَهٗ عَنْ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَقِمْ مَعَنَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُرْتَفِعَةٌ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْمَغْرِبِ حِيْنَ وَقَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْعِشَاءِ فَاَقَامَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهٗ مِنَ الْغَدِ فَنَوَّرَ بِالْفَجْرِ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالظُّهْرِ فَاَبْرَدَ وَاَنْعَمَ اَنْ يُّبْرِدَ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْعَصْرِ فَاَقَامَ وَالشَّمْسُ اٰخِرَ وَقْتِهَا فَوْقَ مَا كَانَتْ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ اِلٰى قُبَيْلِ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْعِشَاءِ فَاَقَامَ حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَنْ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا فَقَالَ مَوَاقِيْتُ الصَّلٰوةِ كَمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ اَيْضًا

◄► سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے آپ سے نماز کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا: آپ نے فرمایا: تم ہمارے ساتھ رہو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو (تو تمہیں پتہ چل جائے گا) پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی انہوں نے صبح صادق کے وقت اقامت پڑھی پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہدایت کی انہوں نے سورج ڈھل جانے کے وقت اقامت پڑھی تو نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ نے انہیں ہدایت کی انہوں نے اقامت پڑھی تو نبی اکرم ﷺ نے عصر کی نماز ادا کر لی حالانکہ سورج چمکدار اور بلند تھا پھر آپ نے انہیں مغرب کی نماز کے لیے اس وقت ہدایت کی جب سورج غروب ہو چکا تھا پھر آپ نے عشاء کی نماز کے لیے اس وقت ہدایت کی جب شفق غائب ہو چکی تھی پھر اگلے دن آپ نے صبح کو روشن کر کے پڑھی پھر آپ نے ظہر کی نماز کے لیے ہدایت کی آپ نے اسے ٹھنڈا کر کے پڑھا اور اچھی طرح ٹھنڈا کر کے پڑھا پھر عصر کی نماز کے لیے ہدایت کی تو انہوں نے اقامت کہی جبکہ سورج اس آخری وقت میں تھا جو اس وقت کے بعد تھا جو پہلے دن تھا پھر آپ نے انہیں ہدایت کی انہوں نے مغرب کی نماز اتنی تاخیر سے ادا

140- اخرجه احمد (349/5) و مسلم (119/3 - نووی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: اوقات الصلوات الخمس حديث (176 /613) و ابن ماجه (219/1): كتاب الصلاة: باب: مواقيت الصلاة حديث (667) و النسائي (258/1): كتاب المواقيت: باب: اول وقت المغرب حديث (519) و ابن خزيمة (166/1) حديث (323) من طريق سليمان بن بريدة عن ابيه به۔

کی جوشفق کے غائب ہونے سے کچھ پہلے کا وقت تھا' پھر آپ نے انہیں عشاء کی نماز کے لیے ہدایت کی انہوں نے اس وقت اقامت کہی جب ایک تہائی رات گزر چکی تھی' پھر آپ نے دریافت کیا: نماز کے اوقات کے بارے میں دریافت کرنے والا شخص کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کی: میں ہوں! آپ نے فرمایا: نماز کے اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو شعبہ نے علقمہ بن مرثد کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

شرح

اوقات نماز پنجگانہ

نماز پنجگانہ فرض ہونے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پر نماز فجر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں ادا فرمائی۔ مکہ مکرمہ میں تشریف لانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی نماز ظہر پڑھی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء میں ادا فرمائی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت افضل کی نماز مفضول کی اقتداء میں جائز ہے۔ اسی واقعہ سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مفترض، متنفل کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے جبکہ احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ احناف کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام پر دو دن کی نماز فرض کر دی گئی تھی۔ امامت جبرائیل کا واقعہ مکی دور کا ہے کیونکہ یہ نماز بیت اللہ کے پاس پڑھی گئی تھی۔

۱- نماز ظہر کا وقت: اس بات میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ زوال کا وقت ختم ہونے پر نماز ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ نماز ظہر کا وقت ختم ہونے اور نماز عصر کا وقت شروع ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ اور جمہور کا مؤقف ہے کہ ہر چیز کا ایک مثل سایہ ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا محقق مؤقف یہ ہے کہ اصلی سایہ کے علاوہ ہر چیز کا دو مثل سایہ ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ آپ نے دوسری روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں ''مثلین'' کا لفظ موجود ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے مؤقف کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے: (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: **اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم** (جامع ترمذی) جب گرمی زیادہ ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر کے ادا کرو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانسوں میں سے ایک سانس ہے۔ (۲) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: **ان رسول اللہ علیہ وسلم کان فی سفر ومعہ بلال فاراد ان یقیم فقال ابرد ثم اراد ان یقیم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابرد فی الظھر قال حتی رأینا فئی التلول ثم اقام فصلی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحرمن فیح جھنم فابردوا عن الصلوٰۃ** (جامع ترمذی) بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے نماز کے لیے اقامت کہنے کا قصد کیا تو آپ نے

فرمایا: تم ٹھنڈا کرو، انہوں نے پھر اقامت کہنے کا ارادہ کیا تو آپ نے پھر فرمایا: تم نماز ظہر کو ٹھنڈا کرو، حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور نماز پڑھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے تم نماز (ظہر) ٹھنڈی کر کے پڑھا کرو۔'' احناف کے نزدیک موسم گرما میں نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے یعنی دیر سے پڑھنا اور موسم سرما میں جلدی ادا کرنا سنت ہے۔

۲- نماز عصر کا وقت: جمہور کے نزدیک سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ غروب آفتاب تک عصر کا وقت باقی رہتا ہے۔ احناف کے نزدیک ہر موسم میں نماز عصر کو تاخیر سے پڑھنا مسنون ہے۔

۳- نماز مغرب کا وقت: غروب آفتاب سے نماز مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اختتام وقت مغرب میں اختلاف ہے۔ جمہور اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہاء وقت غروب شفق ہے۔ شفق کے تعین میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ''شفق احمر'' ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفق سے مراد شفق ابیض ہے۔ شفق احمر پہلے غروب ہوتی ہے جبکہ شفق ابیض بعد میں غروب ہوتی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں مطلق لفظ ''شفق'' استعمال ہوا ہے۔ اس امر میں آئمہ لغت مبرد، فراء اور ثعلب کا اتفاق ہے کہ جب لفظ شفق بولا جائے تو اس سے مراد ''شفق ابیض'' ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے: ثم اذن للعشاء حین ذھب بیاض النھار وھو الشفق (مجمع الزوائد) ''پھر نماز عشاء کے لیے اس وقت اذان پڑھی گئی جب دن کی سفیدی ختم ہو گئی اور وہ شفق ہے۔'' احناف کے نزدیک ہر موسم میں نماز مغرب کو جلدی ادا کرنا مسنون ہے۔

۴- نماز عشاء کا وقت: علی سبیل الاختلاف غروب شفق سے نماز مغرب کا وقت ختم اور نماز عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ نماز عشاء کا وقت صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔ ہر موسم میں نماز عشاء کو تاخیر سے ادا کرنا مسنون ہے۔

۵- نماز فجر کا وقت: طلوع صبح صادق سے نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ ہر موسم میں نماز فجر کو تاخیر سے ادا کرنا سنت ہے لیکن اتنی بھی تاخیر نہ ہو کہ وقت مکروہ شروع ہو جائے۔

سوال: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہلے دن پنجگانہ نمازیں ابتدائی اوقات میں اور دوسرے دن اختتامی اوقات میں پڑھا کر عرض کیا: یارسول اللہ! ''ھذا وقت الانبیاء من قبلك'' یہ آپ سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کا وقت ہے۔ اشکال یہ ہے کہ پنجگانہ نمازیں کسی نبی پر بھی فرض نہیں تھیں تو پھر یہ عرض کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ آپ سے قبل انبیاء کرام کا وقت ہے؟

جواب: (۱) اس تشبیہ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح سابقہ انبیاء کرام پر اوقات نماز محدود تھے، اسی طرح آپ کے لیے بھی محدود اوقات ہیں۔

(۲) خواہ صلوات خمسہ تمام کی تمام کسی ایک نبی پر فرض نہیں تھیں، البتہ ان میں سے مختلف نمازیں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام پر فرض تھیں۔

(۳) جب حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی فجر کا وقت تھا، آپ نے بطور شکرانہ دو رکعت نماز ادا کی تو امت محمدیہ پر فجر کے دو فرض لازم کر دیے گئے۔ جب حضرت اسحاق علیہ السلام کے فدیہ کے طور پر دنبہ نازل کیا گیا تو ظہر کا وقت تھا اس وقت میں بطور شکرانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعت نماز ادا کی تو ظہر کی نماز کے چار فرض مقرر کر دیے گئے۔ جب حضرت عزیر علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کیا گیا تو عصر کا وقت تھا۔ انہوں نے چار رکعت نماز ادا کی تو عصر کے چار فرض لازم کر دیے گئے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو مغرب کا وقت تھا تو انہوں نے بطور شکرانہ تین رکعت نماز ادا کی تو مغرب کے وقت میں تین فرض ضروری قرار دیے گئے۔ نماز عشاء امت محمدیہ کے علاوہ کسی پر فرض نہیں تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّغْلِيسِ بِالْفَجْرِ

باب 4: فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کرنا

141 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ وحَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَآءُ قَالَ الْاَنْصَارِيُّ فَيَمُرُّ النِّسَآءُ مُتَلَفِّفَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ وقَالَ قُتَيْبَةُ مُتَلَفِّعَاتٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَّقَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ يَسْتَحِبُّوْنَ التَّغْلِيسَ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز ادا کر لیتے تھے' خواتین جب واپس جاتی تھیں انصاری رضی اللہ عنہ نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: خواتین اپنی چادریں اوڑھ کر گزرتی تھیں تو اندھیرے کی وجہ سے انہیں پہچانا نہیں جاتا تھا' جبکہ قتیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: مُتَلَفِّفَاتٌ یعنی انہوں نے چہروں پر چادریں رکھی ہوئی ہوتی تھیں۔

141- اخرجه مالك (5/1)؛ كتاب: "وقوت الصلاة"؛ باب: "وقوت الصلاة" حديث (4)' واخرجه البخاري (65/2)؛ كتاب "مواقيت الصلاة"؛ باب: "وقت الفجر" حديث (578)' واخرجه مسلم- نووي (154/3)؛ كتاب "المساجد و مواضع الصلاة"؛ باب: "استحباب التكبير بالصبح" حديث (645/230)' واخرجه ابو داؤد (168/1)؛ كتاب: "الصلاة"؛ باب: "في وقت الصبح" حديث (423)' والنسائي (271/1)؛ كتاب: "التغليس في الحضر والسفر"؛ باب: "التغليس في الحضر" حديث (545)' واحمد (178/6) من طريق يحيى بسعيد عن عمرة عن عائشة به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کئی اہلِ علم نے اسے اختیار کیا ہے' جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں' ان کے بعد آنے والے تابعین نے بھی اسے اختیار کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' یہ حضرات فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِسْفَارِ بِالْفَجْرِ

باب 5: فجر کی نماز روشنی میں ادا کرنا

142 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ هُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ

اسنادِ دیگر: قَالَ وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ قَالَ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ اَيْضًا عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ وَجَابِرٍ وَّبِلَالٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَاٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ الْاِسْفَارَ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ مَعْنَى الْاِسْفَارِ اَنْ يَّضِحَ الْفَجْرُ فَلَا يُشَكَّ فِيْهِ وَلَمْ يَرَوْا اَنَّ مَعْنَى الْاِسْفَارِ تَاْخِيرُ الصَّلٰوةِ

◆◆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: فجر کو روشن کر کے پڑھو! کیونکہ اس میں اجر زیادہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شعبہ اور ثوری نے اس حدیث کو محمد بن اسحٰق کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

142-اخرجه احمد (465/3، 140/4، 142)' وابو داؤد (169/1): كتاب الصلاة باب: "في وقت الصبح" حديث (424)' وابن ماجه (221/1): كتاب الصلاة باب: "وقت صلاة الفجر" حديث (272)' والنسائي (272/1): كتاب: "الاسفار" باب: "الاسفار" حديث (548)' والدارمي (277/1): كتاب الصلاة: باب: باب: الاسفار بالفجر' والحميدي (199/1)' حديث (409)' وعبد بن حميد: ص (158) حديث (422)' من طريق قتادة عن محمود بن لبيد عن رافع بن خديج به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو محمد بن عجلان نے عاصم بن عمر بن قتادہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے کئی اہلِ علم کی یہ رائے ہے: صبح کی نماز کو روشن کر کے ادا کیا جائے۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ، اسحٰق فرماتے ہیں: روشن کرنے کا مطلب یہ ہے: صبح صادق واضح ہو جائے اور اس میں شک نہ رہے۔
ان حضرات کے نزدیک صبح روشن کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے: نماز کو تاخیر سے ادا کیا جائے۔

شرح

نمازِ فجر کے مستحب وقت میں مذاہب آئمہ

ماقبل احادیث میں اجمالی طور پر اوقات نماز کا ذکر تھا اب حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی تفصیلات کا ذکر شروع کر رہے ہیں یا پہلے اصل اوقات نماز کا بیان تھا اور اب ان کے اوقات مستحبہ کا آغاز کر رہے ہیں۔
دریافت طلب یہ امر ہے کہ نماز فجر کا مستحب وقت کیا ہے اسفار یا تغلیس؟ اس میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فجر کی نماز کا مستحب وقت اسفار ہے یعنی صبح کی نماز کے بعد کسی عذر کی وجہ سے نماز فجر دوبارہ پڑھنی پڑ جائے تو طلوع آفتاب سے قبل اطمینان واعتدال کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہو۔ آپ کے دلائل یہ ہیں:
(۱) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر** - نماز فجر کو اجالے میں پڑھو کیونکہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔ (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم نماز فجر اتنی تاخیر سے ادا کرو کہ تیر پھینکنے والا شخص تیر گرنے کی جگہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ (ابوداؤد طیالسی، المطالب العالیہ جلد اوّل ص ۶۷) یہ دیکھنا محض حالت اسفار میں ہی ہوسکتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق) (۳) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے: **ما اجتمع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على شيء كما اجتمعوا على التنوير** (شرح معانی الآثار جلد اوّل باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق اس قدر کسی چیز پر نہیں ہوا جتنا فجر کی نماز کو اسفار میں پڑھنے پر ہوا تھا۔
۲- حضرت امام احمد اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ نماز فجر غلس میں ادا کرنا مستحب ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ دورِ رسالت میں خواتین نماز فجر ادا کرنے کے بعد واپس آتیں تو اندھیرے کے باعث وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز فجر ''غلس'' میں پڑھنا مستحب ہے۔
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کے کئی جوابات دیے گئے ہیں:

۱-لفظ ''غلس'' حدیث کانہیں ہے بلکہ مدرج عن الراوی ہے یا یہ لفظ راوی بطور تشریح استعمال کر رہے ہیں۔لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

۲-اگر غلس کو بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ حکم مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ مسجد کی دیواریں چھوٹی تھیں اور چھت بھی پست تھی جس میں موجود لوگوں کوایک دوسرے کی پہچان نہیں ہوسکتی تھی۔

۳-حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت فعلی ہے جبکہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت قولی۔قاعدہ کے مطابق روایت قولی کوروایت فعلی پرترجیح حاصل ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّعْجِيلِ بِالظُّهْرِ

باب 6: ظہر کی نماز جلدی ادا کرنا

143 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشَدَّ تَعْجِيلًا لِلظُّهْرِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَّلَا مِنْ عُمَرَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَخَبَّابٍ وَّأَبِي بَرْزَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّأَنَسٍ وَّجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ

توضیحِ راوی: قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَّقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِي حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ مِّنْ أَجْلِ حَدِيثِهِ الَّذِي رَوَى عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیثِ دیگر: مَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ

قَالَ يَحْيَى وَرَوَى لَهُ سُفْيَانُ وَزَائِدَةُ وَلَمْ يَرَ يَحْيَى بِحَدِيثِهِ بَأْسًا

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ وَّقَدْ رُوِيَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَعْجِيلِ الظُّهْرِ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی اور کوظہر کی نماز جلدی ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ،حضرت خباب رضی اللہ عنہ ،حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ ،

143- اخرجه احمد (135/6, 215) من طريق حكيم بن جبير عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة به-

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے حضرات نے اس روایت کو اختیار کیا ہے۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: شعبہ نے حکیم بن جبیر نامی راوی کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے' ان کی اس حدیث کی وجہ سے جسے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) ''جو شخص لوگوں سے مانگے' جبکہ اس کے پاس (مال موجود ہو) جو اسے (مانگنے سے) بے نیاز کر دے''۔

یحییٰ بیان کرتے ہیں: سفیان اور زائدہ نے ان سے احادیث نقل کی ہیں اور یحییٰ نے ان کی حدیث میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حکیم بن جبیر کے حوالے سے، سعید بن جبیر کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے، ظہر جلدی ادا کرنے کے بارے میں روایت منقول ہے۔

144 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ (۱)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَّهُوَ اَحْسَنُ حَدِيْثٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

◆◆ زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بتایا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس وقت ادا کر لیتے تھے' جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے' اور یہ اس بارے میں سب سے بہترین حدیث ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَاْخِيرِ الظُّهْرِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ

باب 7: سخت گرمی میں ظہر کو تاخیر سے ادا کرنا

145 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ

(۱) اخرجه البخاری (27/2): کتاب مواقیت الصلاۃ باب: وقت الظهر عند الزوال' حدیث (540)

اخرجه مالك في الموطا (16/1): کتاب وقوت الصلاۃ: باب: النهی عن الصلاۃ بالهاجرۃ حدیث (28) واخرجه البخاری ... مواقیت الصلاۃ: باب: الابراد بالظهر فی السفر' حدیث (536) واخرجه ابن ماجه (222/1): کتاب الصلاۃ: باب: ... فی شدة الحر' حدیث (678) والنسائی (248/1): کتاب المواقیت: باب: الابراد بالظهر اذا اشتد الحر' حدیث ... (164/1): کتاب الصلاۃ: باب فی وقت صلاۃ الظهر' حدیث (402) والدارمی (274/1): کتاب الصلاۃ: باب ... احمد (462/2, 501, 394) من طریق ابن شهاب عن سعید بن المسیب وابی سلمة عن ابی هریرة به۔

هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاَبِىْ ذَرٍّ وَّابْنِ عُمَرَ وَالْمُغِيْرَةِ وَالْقَاسِمِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ اَبِيْهِ وَاَبِىْ مُوْسٰى وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَنَسٍ

قَالَ :وَرُوِىَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا وَلَا يَصِحُّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى : حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَارَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ تَاْخِيرَ صَلَاةِ الظُّهْرِ فِىْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالَ الشَّافِعِيُّ اِنَّمَا الْاِبْرَادُ بِصَلَاةِ الظُّهْرِ اِذَا كَانَ مَسْجِدًا يَّنْتَابُ اَهْلُهُ مِنَ الْبُعْدِ فَاَمَّا الْمُصَلِّى وَحْدَهٗ وَالَّذِىْ يُصَلِّى فِىْ مَسْجِدِ قَوْمِهٖ فَالَّذِىْ اُحِبُّ لَهٗ اَنْ لَّا يُؤَخِّرَ الصَّلٰوةَ فِىْ شِدَّةِ الْحَرِّ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى : وَمَعْنٰى مَنْ ذَهَبَ اِلٰى تَاْخِيرِ الظُّهْرِ فِىْ شِدَّةِ الْحَرِّ هُوَ اَوْلٰى وَاَشْبَهُ بِالْاِتِّبَاعِ وَاَمَّا مَا ذَهَبَ اِلَيْهِ الشَّافِعِيُّ اَنَّ الرُّخْصَةَ لِمَنْ يَّنْتَابُ مِنَ الْبُعْدِ وَالْمَشَقَّةِ عَلَى النَّاسِ فَاِنَّ فِىْ حَدِيْثِ اَبِىْ ذَرٍّ مَا يَدُلُّ عَلٰى خِلَافِ مَا قَالَ الشَّافِعِيُّ

حدیث دیگر: قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ فَاَذَّنَ بِلَالٌ بِصَلَاةِ الظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ اَبْرِدْ ثُمَّ اَبْرِدْ

فَلَوْ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى مَا ذَهَبَ اِلَيْهِ الشَّافِعِيُّ لَمْ يَكُنْ لِلْاِبْرَادِ فِىْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ مَعْنًى لِاجْتِمَاعِهِمْ فِى السَّفَرِ وَكَانُوْا لَا يَحْتَاجُوْنَ اَنْ يَّنْتَابُوْا مِنَ الْبُعْدِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب گرمی شدید ہو جائے' تو نماز کو ٹھنڈا کر کے ادا کرو' کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی تپش کا نتیجہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت قاسم بن صفوان رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی ایک حدیث منقول ہے' لیکن وہ مستند نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کی ایک جماعت نے گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز کو تاخیر سے ادا کرنے کو اختیار کیا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ظہر کی نماز کو ٹھنڈی کرنے کا حکم اس وقت ہے' جب مسجد میں دور دراز سے لوگ آتے ہوں لیکن

اگر کوئی شخص تنہا نماز ادا کر رہا ہو' یا کوئی شخص اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھتا ہو' تو میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے: وہ گرمی کے موسم میں بھی اس نماز کو تاخیر سے ادا نہ کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو حضرات گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز کو تاخیر سے ادا کرنے کو درست سمجھتے ہیں' ان کی رائے زیادہ مناسب ہے' اور پیروی کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

جہاں تک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کا تعلق ہے: رخصت اس شخص کے لیے ہے' جو دور سے آتا ہو' یا لوگوں کو مشقت سے بچانے کے لیے ہے' تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں وہ چیز موجود ہے' جو اس چیز کے برعکس مفہوم پر دلالت کرتی ہے' جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں شریک تھے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ ظہر کی اذان دینے لگے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! ٹھنڈک ہو لینے دو، ٹھنڈک ہو لینے دو۔

اگر حکم وہ ہوتا جس کی طرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گئے ہیں' تو اس وقت ٹھنڈک ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی' کیونکہ لوگ سفر میں اکٹھے تھے اور دور سے آنے کی انہیں ضرورت نہیں تھی۔

146 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّهَاجِرٍ اَبِى الْحَسَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِىْ سَفَرٍ وَّمَعَهٗ بِلَالٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّقِيْمَ فَقَالَ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّقِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ فِى الظُّهْرِ قَالَ حَتّٰى رَاَيْنَا فَىْءَ التُّلُوْلِ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں شریک تھے' آپ کے ہمراہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے اذان دینے کا ارادہ کیا' تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈک ہونے دو! پھر انہوں نے اذان دینے کا ارادہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں ادا کیا کرو۔ راوی بیان کرتے ہیں: یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لیے' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کی تپش کا نتیجہ ہے تم نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کیا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

146- اخرجه البخاری (22/2): کتاب مواقیت الصلاۃ: باب: الابراد بالظهر فی شدۃ الحر' حدیث (535)' (131/2): کتاب الاذان باب: الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعة والاقامة' حدیث (629) وابو داؤد (164/1): کتاب الصلاۃ: باب: وقت صلاۃ الظهر' حدیث (401) واخرجه احمد (176, 162, 155/5)' من طریق مهاجر ابی الحسن عن زید بن وهب عن ابی ذر به۔

شرح

نمازظہر کے مسنون وقت میں مذاہب آئمہ

نمازظہر کا مسنون وقت کون سا ہے؟اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں،جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نمازظہر کے وقت میں مطلقاً تعجیل افضل (مسنون) ہے۔انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نمازظہر تعجیل سے ادا کرتے تھے۔علاوہ ازیں انہوں نے ان روایات سے بھی استدلال کیا ہے جن میں نمازظہر کے بارے میں لفظ''تعجیل''استعمال ہوا ہے۔

۲۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ نمازظہر موسم سرما میں جلدی ادا کرنا اور موسم گرما میں تاخیر سے ادا کرنا مسنون ہے۔آپ کے دلائل یہ ہیں:(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰة فان شدة الحر من فيح جهنم ۔(الصحیح البخاری جلد اوّل ص۷۶)نمازظہر کو موسم گرما میں ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی گرمی کی وجہ سے ہے۔(جامع ترمذی)(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نمازظہر کو تعجیل سے ادا فرماتے تھے یا تاخیر سے؟انہوں نے جواب میں فرمایا:اذا اشتد البرد بكر بالصلوٰة واذا اشتد الحر ابرد بالصلوٰة (الصحیح للبخاری جلد اوّل ص۱۲۴)جب سردی سخت ہوتی تو آپ نمازظہر میں تعجیل فرماتے اور اگر گرمی کی شدت ہوتی تو تاخیر سے ادا کرتے تھے۔

سوال:دراصل نمازظہر میں تاخیر کا حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو مسجد سے دور رہتے ہوں اور مسجد میں آنے میں انہیں دیر ہو جاتی ہو جبکہ دوسرے لوگوں کے لیے یہ حکم نہیں ہے؟

جواب:حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں''ابراد بالظهر'' کے الفاظ ہیں حالانکہ لوگ مسجد میں موجود بھی تھے۔اس سے ثابت ہوا کہ مسجد سے دور رہنے والے لوگوں کے لیے یہ حکم ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

سوال:روایت میں وجہ تاخیر شدت فيح جهنم کو بیان کیا گیا ہے جبکہ بظاہر گرمی کی شدت شمس کے قرب وبعد کے باعث ہوتی ہے۔آفتاب دور ہوگا تو سردی ہوگی اور اگر قریب ہوگا تو گرمی ہوگی۔اس طرح گرمی کا سبب فیح شدت جہنم نہ ہوا؟

جواب:(۱) کسی چیز کا سبب شئی واحد نہیں ہوتی بلکہ متعدد اشیاء بھی ہوسکتی ہیں۔ممکن ہے کہ گرمی کا سبب دوزخ بھی ہو اور آفتاب بھی۔

(۲)''من فيح جهنم'' میں لفظ''من'' برائے تشبیہ ہے،جس کا مطلب یہ ہوگا کہ''شدت حرارت فیح''دوزخ کی مثل ہے۔

(۳) فیح جہنم اصل سبب نہیں ہے بلکہ سبب السبب کے قائمقام ہے۔زمین میں گرمی کا سبب شمس ہے جبکہ شمس میں حرارت کا باعث فیح جہنم ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَعْجِیلِ الْعَصْرِ

باب 8: عصر کی نماز جلدی ادا کرنا

147 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَآئِشَۃَ اَنَّہَا قَالَتْ

صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِیْ حُجْرَتِہَا وَلَمْ یَظْہَرِ الْفَیْءُ مِنْ حُجْرَتِہَا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّاَبِیْ اَرْوٰی وَجَابِرٍ وَّرَافِعِ ابْنِ خَدِیجٍ

حدیثِ دیگر: قَالَ وَیُرْوٰی عَنْ رَافِعٍ اَیْضًا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ تَاْخِیرِ الْعَصْرِ وَلَا یَصِحُّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَآئِشَۃَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّہُوَ الَّذِیْ اخْتَارَہٗ بَعْضُ اَہْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْہُمْ عُمَرُ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَّعَآئِشَۃُ وَاَنَسٌ وَّغَیْرُ وَاحِدٍ مِّنَ التَّابِعِیْنَ تَعْجِیلَ صَلَاۃِ الْعَصْرِ وَکَرِہُوا تَاْخِیرَہَا وَبِہٖ یَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ الْمُبَارَکِ وَالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا کر لیتے تھے' جبکہ دھوپ ابھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوتی تھی اور ان کے حجرے سے سایہ نہیں ڈھلا ہوتا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابواروی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز تاخیر سے ادا کی تھی' لیکن یہ روایت مستند نہیں ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہلِ علم نے اسے اختیار کیا ہے' جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ شامل ہیں کئی تابعین نے بھی اسے اختیار کیا ہے: عصر کی نماز جلدی ادا کر لی جائے' ان حضرات کے نزدیک اسے تاخیر سے ادا کرنا مکروہ ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

147- اخرجه مالك فيالموطا (4/1): كتاب وقوت الصلاة: باب وقوت الصلاة' حديث (2)' واخرجه البخاری (31/2): كتاب مواقيت الصلاة: باب وقت العصر' حديث (545)' واخرجه مسلم- نووی(116/3): كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب: اوقات الصلوات الخمس' حديث (611/168/)' واخرجه ابو داؤد (165/1) كتاب الصلاة: باب: في وقت صلاة العصر حديث (407)' والنسائی (252/1) كتاب المواقيت: باب: تعجيل العصر' حديث (505) والحميدی (90/1) احاديث ام المومنين عائشة رضي الله عنها حديث (170)' واخرجه احمد (199,85,37/6)' من طريق ابن شهاب عن عروة عن عائشة به۔

148 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِیْ دَارِهٖ بِالْبَصْرَةِ حِیْنَ انْصَرَفَ مِنَ الظُّهْرِ وَدَارُهٗ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ قُوْمُوْا فَصَلُّوا الْعَصْرَ قَالَ فَقُمْنَا فَصَلَّیْنَا فَلَمَّا انْصَرَفْنَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا كَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا یَذْكُرُ اللّٰهَ فِیْهَا اِلَّا قَلِیْلًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

علاء بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں' وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے ان کے اس گھر میں جو بصرہ میں تھا یہ اس وقت کی بات ہے' جب وہ ظہر پڑھ کر آئے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا (جب عصر کا وقت ہوا) تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اٹھو اور عصر کی نماز ادا کرلو! راوی کہتے ہیں: ہم اٹھے اور ہم نے نماز ادا کرلی' جب ہم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ منافق کی نماز ہوتی ہے وہ سورج کی طرف دیکھتا رہتا ہے' یہاں تک کہ جب وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان پہنچ جاتا ہے' تو وہ کھڑا ہوتا ہے' اور چار مرتبہ زمین پر ٹکر مار لیتا ہے' اور وہ اس نماز میں صرف تھوڑا سا' اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَاْخِیرِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

باب 9: عصر کی نماز تاخیر سے ادا کرنا

149 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ ابْنُ عُلَیَّةَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا قَالَتْ:

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ تَعْجِیلًا لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَاَنْتُمْ اَشَدُّ تَعْجِیلًا لِلْعَصْرِ مِنْهُ

اسنادِدیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ ابْنِ عُلَیَّةَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ نَحْوَهٗ وَوَجَدْتُ فِیْ كِتَابِیْ اَخْبَرَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْبَصْرِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ ابْنُ عُلَیَّةَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَهٰذَا اَصَحُّ

148- اخرجه مسلم- نووی' (131/3): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: استحباب التبكير بالعصر' حديث (622/195) واخرجه النسائی (254/1): كتاب المواقيت: باب: التشديد فی تاخير العصر' حديث (511) من طريق اسماعيل عن العلاء' عن انس بن مالك به۔

149- اخرجه احمد (289/6 ' 310)

◄ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری بہ نسبت جلدی ظہر کی نماز ادا کرلیا کرتے تھے' اور تم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ جلدی عصر کی نماز ادا کر لیتے ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اسماعیل بن علیہ کے حوالے سے، ابن جریج کے حوالے سے، ابن ملیکہ کے حوالے سے، سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن جریج سے منقول ہے' اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

نمازِ عصر کے مسنون وقت میں مذاہب آئمہ

نمازِ عصر میں تعجیل مسنون ہے یا تاخیر؟ اس میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نمازِ عصر میں تعجیل مسنون ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عصر اس وقت ادا فرماتے تھے جب دھوپ میرے حجرہ کے فرش سے دیواروں پر نہیں چڑھتی تھی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نمازِ عصر تاخیر سے پڑھنا مسنون ہے۔ آپ کے مؤقف کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "**قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد تعجیلا للظھر منکم وانتم اشد تعجیلا للعصر منه**" (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۶۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ ظہر میں تم سے زیادہ تعجیل کرتے تھے اور تم نمازِ عصر کی ادائیگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تعجیل کرتے ہو۔ (۲) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر بتاخیر صلوٰۃ العصر** (مجمع الزوائد جلد اوّل ص ۳۰۷) بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عصر کی ادائیگی کے لیے تاخیر کا حکم کرتے تھے۔

احناف کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ لفظ "حجرہ" کا اطلاق "بناء غیر مسقف" پر ہوتا ہے لیکن بعض اوقات اس سے مراد "بناء مسقف" بھی ہوتا ہے۔ برصورت اول حجرہ میں دھوپ کے جانے کا راستہ چھت کی طرف سے تھا۔ حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں اور حجرہ کے فرش پر دھوپ پڑتی تھی اور دیواروں پر تاخیر سے چڑھتی تھی۔ بر سبیل ثانی حجرہ میں دھوپ کے جانے کا راستہ دروازہ تھا۔ چونکہ حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں اور دروازہ بھی چھوٹا تھا اور دھوپ کے حجرہ میں داخل ہونے کا راستہ صرف دروازہ تھا، حجرے کا دروازہ مغرب کی طرف تھا۔ دھوپ اس وقت حجرہ میں داخل ہوتی تھی جب آفتاب مغرب کی طرف نمایاں حد تک نیچے آچکا ہوتا تھا۔ اس طرح اس روایت سے احناف کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

تلک صلوٰۃ المنافق: اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ عصر کو اتنی تاخیر سے ادا کرنا: "اصفارِ شمس" کی کیفیت پیدا ہو جائے تو ایسی نماز منافق کی نماز کہلاتی ہے، اس لیے کہ شمس کا غروب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان میں ہوتا ہے اور یہ شیطان کی ریاضت

کاوقت بھی ہوتا ہے، جس میں نماز ادا کرنا منع ہے تاکہ شیطان کی ریاضت سے مشابہت لازم نہ آئے۔

سوال: آفتاب کے مطالع ومغارب کثیر ہیں' جس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ہمہ وقت بین القرنین کی کیفیت میں رہتا ہے یہ تو ناممکن سی بات ہے؟

جواب: خواہ بڑا شیطان ایک ہے لیکن چھوٹے شیطان کثیر ہیں جو بین القرنین ملنے کی خدمات سرانجام دیتے ہوں۔ لہٰذا ایسا ہونا ممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وَقْتِ الْمَغْرِبِ

باب 10: مغرب کا وقت

150 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّالصُّنَابِحِيِّ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّاَنَسٍ وَّرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَّاَبِيْ اَيُّوْبَ وَاُمِّ حَبِيْبَةَ وَعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: وَّحَدِيْثُ الْعَبَّاسِ قَدْ رُوِىَ "مَوْقُوْفًا" عَنْهُ وَهُوَ اَصَحُّ

توضیح راوی: وَالصُّنَابِحِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَاحِبُ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ اخْتَارُوْا تَعْجِيلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَكَرِهُوا تَاْخِيرَهَا حَتّٰى قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَيْسَ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ اِلَّا وَقْتٌ وَّاحِدٌ وَّذَهَبُوْا اِلٰى حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ صَلّٰى بِهِ جِبْرِيْلُ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے' جب سورج غروب ہوجاتا تھا' اور پردے میں چھپ جاتا تھا۔

150– اخرجه البخاری (49/2): كتاب مواقيت الصلاة: باب: وقت المغرب' حديث (561)' واخرجه مسلم- نووی (164/3): كتاب اوقات الصلوات الخمس: باب: بيان ان اول وقت المغرب عند غروب الشمس' حديث (636/216)' وابو داؤد (167/1): كتاب الصلاة: باب في وقت المغرب' حديث (417)' وابن ماجه (225/1): كتاب الصلاة: باب وقت صلاة المغرب حديث (688)' والدارمی (275/1): كتاب الصلاة: باب: وقت المغرب' وعبد بن حميد' ص(149)' حديث (386)' واخرجه احمد (51/4, 54)' من طريق حاتم بن اسماعيل عن يزيد بن ابی عبيد' عن سلمة بن الاكوع به۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "موقوف" روایت کے طور پر بھی نقل کی گئی ہے اور یہی زیادہ مستند ہے۔

حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت نہیں سنی یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے تابعین میں سے اکثر اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: ان حضرات کے نزدیک مغرب کی نماز جلدی ادا کی جائے گی انہوں نے مغرب کو تاخیر سے ادا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے یہاں تک کہ بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: مغرب کی نماز کا ایک ہی وقت ہے یہ حضرات اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں حضرت جبریل علیہ السلام کے نماز پڑھانے کا ذکر ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

شرح

نمازِ مغرب کا مسنون وقت

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نمازِ مغرب میں تعجیل مسنون ہے۔ اس پر دلیل حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ مغرب اس وقت ادا فرماتے جب آفتاب غروب ہو کر پردہ کی اوٹ میں پہنچ جاتا تھا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ نمازِ مغرب کا وقت بہت کم ہے۔ اس کا وقت اتنا ہے کہ کوئی جنبی شخص غسل کرکے اور بے وضو شخص وضو کرکے پانچ رکعت نماز پڑھ سکتا ہو۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث جبرائیل سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دونوں روز میں نمازِ مغرب غروبِ آفتاب کے فوراً بعد پڑھائی تھی۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کے کئی جوابات دیے گئے ہیں: (۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فقط وقتِ حقیقی کا اعتبار کرتے ہوئے اول و آخر میں امامت نہیں کروائی تھی بلکہ وقتِ مسنون کو بھی پیشِ نظر رکھا تھا۔ (۲) اس حدیث کا تعلق دورِ اول سے ہے جو بعد کے دور سے متعلق حدیث حضرت بریدہ سے منسوخ ہے، اس روایت میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غروبِ شفق سے تھوڑی دیر قبل نمازِ مغرب پڑھائی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وَقْتِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ

باب 11: عشاء کی نماز کا وقت

151 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِی الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ

بَشِيْرِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ

متن حدیث: اَنَا اَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا لِسُقُوطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ

اسنادِدیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ هُشَيْمٌ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ هُشَيْمٌ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ ثَابِتٍ وَحَدِيْثُ اَبِيْ عَوَانَةَ اَصَحُّ عِنْدَنَا لِاَنَّ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ رَوٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ نَحْوَ رِوَايَةِ اَبِيْ عَوَانَةَ

◄► حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اس نماز کے وقت کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس وقت ادا کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو ہشیم نے ابوبشر کے حوالے سے، حبیب بن سالم کے حوالے سے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' تاہم ہشیم نے اس میں بشیر بن ثابت کا تذکرہ نہیں کیا۔

ہمارے نزدیک' ابوعوانہ سے منقول حدیث زیادہ مستند ہے اس کی وجہ یہ ہے: یزید بن ہارون نے اسے شعبہ کے حوالے سے ابوبشر کے حوالے سے ابوعوانہ کی روایت کی مانند نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَاْخِيرِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ

باب 12: عشاء کی نماز تاخیر سے ادا کرنا

152 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفِهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ بَرْزَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

151- اخرجه ابو داؤد (167/1) كتاب الصلاة: باب في وقت العشاء الآخرة' حديث (419) والنسائي (264/1) كتاب المواقيت: باب الشفق' حديث (529) واخرجه احمد (272, 270/4) من طريق بشير بن ثابت عن حبيب بن سالم عن النعمان بن بشير به۔

152- اخرجه ابن ماجه (226/1): كتاب الصلاة: باب: وقت صلاة العشاء' حديث (691) واخرجه احمد (433, 250/2)

مذاہب فقہاء: وَهُوَ الَّذِیْ اخْتَارَهُ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِیْنَ وَغَیْرِهِمْ رَاَوْا تَاْخِیْرَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ وَبِهٖ یَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر مجھے اپنی امت کو مشقت میں مبتلا کرنے کا اندیشہ نہ ہوتا' تو میں انہیں یہ ہدایت کرتا کہ وہ عشاء کی نماز کو ایک تہائی رات تک یا نصف رات تک موخر کریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی وہ روایت ہے' جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور دیگر حضرات میں سے اکثر اہلِ علم نے اختیار کیا ہے ان حضرات کے نزدیک عشاء کی نماز کو تاخیر سے ادا کیا جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

نمازِ عشاء کے آخری وقت میں مذاہب آئمہ

غروبِ شفق ہونے پر نمازِ مغرب کا وقت ختم اور نمازِ عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ نمازِ عشاء کے آخری وقت میں آئمہ فقہ کا قدرے اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نمازِ عشاء کا آخری وقت صبح صادق تک ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے: **عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها اعتم النبی صلی الله علیه وسلم ذات لیلة حتی ذهب عامة اللیل** (شرح معانی الآثار باب تاخیر صلوٰۃ العشاء) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میں نمازِ عشاء اس وقت ادا فرمائی کہ رات کا اکثر حصہ گزر چکا تھا۔ (یہ وقت صبح صادق کا بنتا ہے) ایک قول کے مطابق حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نمازِ عشاء کا آخری وقت ثلث رات ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثلث رات تک نمازِ عشاء کو مؤخر کرتے تھے''۔ (شرح معانی الآثار) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قول ہے کہ نماز کا آخری و اختتامی وقت نصف لیل ہے۔ وہ اس کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے اخذ کرتے ہیں: ''**لولا ان اشق علی امتی لامرتهم ان یؤخروا العشاء الی ثلث اللیل**'' (جامع الترمذی جلداوّل رقم الحدیث ۱۶۴) اگر میں اپنی امت پر گراں نہ سمجھتا تو انہیں نمازِ عشاء تہائی رات تک مؤخر کرنے کا حکم دیتا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نمازِ عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دونوں روایات (دلائل) کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ثلث رات تک مستحب وقت ہے اور نصف رات تک مباح ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالسَّمَرِ بَعْدَهَا

باب 13: عشاء سے پہلے سو جانا اور اس کے بعد گفتگو کرنا مکروہ ہے

153 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ قَالَ اَحْمَدُ وَحَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ هُوَ الْمُهَلَّبِیُّ وَاِسْمٰعِیْلُ ابْنُ عُلَیَّةَ جَمِیْعًا عَنْ عَوْفٍ عَنْ سَیَّارِ بْنِ سَلَامَةَ هُوَ اَبُو الْمِنْهَالِ الرِّیَاحِیُّ عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ قَالَ

متنِ حدیث: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِیْثَ بَعْدَهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَآئِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ بَرْزَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ کَرِهَ اَکْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ النَّوْمَ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَالْحَدِیْثَ بَعْدَهَا وَرَخَّصَ فِیْ ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَکْثَرُ الْاَحَادِیْثِ عَلَی الْکَرَاهِیَةِ وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِی النَّوْمِ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فِیْ رَمَضَانَ

توضیح راوی: وَسَیَّارُ بْنُ سَلَامَةَ هُوَ اَبُو الْمِنْهَالِ الرِّیَاحِیُّ

◆◆ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے سو جانے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کی اکثریت نے عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے' جبکہ بعض اہلِ علم نے اس کی اجازت دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اکثر احادیث اس کی کراہت پر دلالت کرتی ہیں۔

بعض اہلِ علم نے رمضان کے مہینے میں عشاء سے پہلے سونے کی اجازت دی ہے۔

سیار بن سلامہ ابومنہال ریاحی ہیں۔

153– اخرجه البخاری (59/2): کتاب مواقیت الصلاة: باب: مایکره من النوم قبل العشاء' حدیث (568) واخرجه مسلم (156/3): کتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: استحباب التکبیر بالصبح' حدیث (236) وابن ماجه: (229/1): کتاب الصلاة: باب النهی عن النوم قبل صلاة العشاء' حدیث (701) والنسائی (265/1) کتاب المواقیت: باب مایستحب من تاخیر العشاء' حدیث (530) واخرجه احمد (420/4, 424, 421, 423) من طریق عوف عن یسار بن سلامة عن ابی برزة به۔

بَابُ مَا جَآءَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب 14: عشاء کے بعد گفتگو کرنے کی اجازت

154 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمُرُ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ فِي الْاَمْرِ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنَا مَعَهُمَا وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو وَاَوْسِ بْنِ حُذَيْفَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ جُعْفِيٍّ يُقَالُ لَهُ قَيْسٌ اَوِ ابْنُ قَيْسٍ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فِيْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ فِي السَّمَرِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ فَكَرِهَ قَوْمٌ مِّنْهُمُ السَّمَرَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ اِذَا كَانَ فِيْ مَعْنَى الْعِلْمِ وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ مِنَ الْحَوَائِجِ وَاَكْثَرُ الْحَدِيْثِ عَلَى الرُّخْصَةِ

حدیثِ دیگر: قَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا سَمَرَ اِلَّا لِمُصَلٍّ اَوْ مُسَافِرٍ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ایک معاملے سے متعلق رات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو کرتے رہے میں بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ تھا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اس حدیث کو حسن بن عبیداللہ نے ابراہیم کے حوالے سے، علقمہ کے حوالے سے ایک شخص کے حوالے سے جس کا نام قیس ہے یا ابن قیس ہے، اس کے حوالے سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں طویل قصہ بیان کیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم نے عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کرنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ایک قوم نے عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کو مکروہ قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے اس کی اجازت دی ہے جبکہ وہ کوئی علمی گفتگو ہو یا کوئی ضروریات سے متعلق گفتگو ہو تاہم اکثر روایات میں اس کی رخصت منقول ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی منقول ہے رات کی گفتگو صرف نمازی کر سکتا ہے یا مسافر کر سکتا ہے۔

154 - رواه احمد في المسند مطولا رقم (175 ج 1 ص 15) (رقم 265 ج 1 ص 38) والبيهقي (453/1) من طريق الاعمش عن ابراهيم عن علقمة عن عمر بن الخطاب به۔

شرح

نمازعشاء سے قبل سونے اور اس کے بعد قصہ گوئی کی ممانعت

حدیث باب میں دو چیزوں سے مسلمان کو روکا گیا ہے: (۱) نماز مغرب کے بعد اور نماز عشاء سے قبل سونے سے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت سونے کے باعث انسان اس قدر غفلت و کاہلی کا شکار ہوسکتا ہے کہ نماز عشاء بھی چھوٹ سکتی ہے۔بعض علماء کے نزدیک یہ ممانعت مطلقاً ہے لیکن جمہور محققین کی رائے ہے کہ یہ ممانعت اس وقت ہے جب نماز عشاء کے وقت میں بیدار ہونے کا یقین نہ ہو یا کوئی دوسرا شخص بیدار کرنے والا موجود نہ ہو، ورنہ یہ مکروہ وممنوع ہرگز نہیں ہے۔(۲) نماز عشاء کے بعد فضول گفتگو اور قصہ وکہانی سننے اور سنانے کی ممانعت ہے۔اس کی توجیہ یہی ہوسکتی ہے کہ رات کو تادیر قصہ وکہانی کے سننے سنانے اور غفلت کی نیند کے باعث فجر کی نماز فوت ہوسکتی ہے۔اس سے نماز کی اہمیت بھی عیاں ہو جاتی ہے۔علاوہ ازیں عصر حاضر میں نوجوان طبقہ بلکہ عمر رسیدہ لوگ بھی پیچھے نہیں ہیں کہ رات بھر انڈین گانے سننے، فلمز دیکھنے یا ایسا کوئی اور فضول کام کرنے میں مصروف رہنے کے باعث فجر کی نماز چھوڑ دیتے ہیں، یہ عمل قابل مؤاخذہ ہے۔پھر جولوگ اپنے کاروبار میں مصروف رہنے کی وجہ سے ہرروز پانچوں یا کچھ نمازیں ترک کرنے کے عادی ہیں، وہ کس قدر اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک، دین کا ستون اور مومن کی معراج قرار دیا ہے جبکہ آج کا امتی اس عظیم ریاضت کو پس پشت ڈال کر غفلت کی وادی میں ٹامک ٹویاں مار رہا ہے۔یہ صورتحال قرب قیامت کی علامت ہے۔

قرآن وسنت کا مطالعہ، تصنیف وتالیف، وعظ وتبلیغ، تلاوت قرآن اور تعلیم وتعلم میں مصروف رہنا مکروہ وممنوع نہیں ہے۔اس لیے کہ ان امور میں شاغل شخص اس قدر ہرگز غافل نہیں ہوسکتا کہ وہ نماز فجر چھوڑ دے۔علاوہ ازیں یہ تمام امور بھی عبادت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سوال: حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز عشاء کے بعد ''سمر'' کرتے تھے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا تھا؟

جواب: اس مقام پر ''سمر'' سے مراد قصہ کہانی نہیں ہے بلکہ ضروریات دین اور معاملات کے حوالے سے گفتگو ہے۔اس کی ممانعت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوَقْتِ الْاَوَّلِ مِنَ الْفَضْلِ

باب 15: ابتدائی وقت کی فضیلت

155 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ عَنْ عَمَّتِهِ اُمِّ فَرْوَةَ وَكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

155- اخرجه ابو داؤد (169/1): كتاب الصلاة: باب: في المحافظة على وقت الصلوات حديث (426) وعبد بن حميد (ص 453) حديث (1569) واخرجه احمد (140, 374, 375

متن حدیث: قَالَتْ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوۃُ لِاَوَّلِ وَقْتِهَا

◄► سیدہ اُمّ فروہ رضی اللہ عنہا جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو ابتدائی وقت میں ادا کرنا۔

156 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَّا تُؤَخِّرْهَا الصَّلٰوۃُ اِذَا اٰنَتْ وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَّ لَهَا كُفْئًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ

◄► حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے علی! تین چیزوں کو وقت پر ہی کرنا، نماز جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ جب وہ تیار ہو اور بیوہ یا طلاق یافتہ عورت جب اس کا کفو مل جائے (یعنی مناسب رشتہ مل جائے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب حسن" ہے۔

157 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ الْوَلِيْدِ الْمَدَنِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَلْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوۃِ رِضْوَانُ اللّٰهِ وَالْوَقْتُ الْاٰخِرُ عَفْوُ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رَوَی ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِیٍّ وَّابْنِ عُمَرَ وَعَآئِشَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ اُمِّ فَرْوَةَ لَا يُرْوٰی اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِیِّ

توضیح راوی: وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِیِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَاضْطَرَبُوْا عَنْهُ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَهُوَ صَدُوْقٌ وَّقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ يَحْيَی بْنُ سَعِيْدٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نماز کو ابتدائی وقت میں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا باعث ہے اور آخری وقت میں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی معافی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

156- اخرجه ابن ماجه (476/1): كتاب الجنائز: باب: ما جاء في الجنازة لا تؤخر اذا حضرت ولا تتبع بنار حديث (1486) واخرجه احمد (105/1) من طريق محمد بن عمر بن علي بن ابي طالب عن ابيه عن علي بن ابي طالب به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ اُمّ فروہ رضی اللہ عنہا سے اس روایت کو صرف عبداللہ بن عمر العمری نے روایت کیا ہے' اور وہ علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک مستند نہیں ہے۔ اس حدیث کے راویوں نے اس حدیث میں اضطراب کیا ہے' تاہم عبداللہ بن عمر العمری سچا ہے' یحییٰ بن سعید نے اس کے حافظے کے حوالے سے کچھ گفتگو کی ہے۔

158 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِیُّ عَنْ اَبِیْ يَعْفُورٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِیِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ سَاَلْتُ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى مَوَاقِيْتِهَا قُلْتُ وَمَاذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ وَمَاذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَى الْمَسْعُوْدِیُّ وَشُعْبَةُ وَسُلَيْمَانُ هُوَ اَبُوْ اِسْحٰقَ الشَّيْبَانِیُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ ابوعمرو شیبانی بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے' انہوں نے جواب دیا: میں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا' میں نے دریافت کیا: پھر کون سا ہے؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' میں نے دریافت کیا: پھر کون سا ہے؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

مسعودی، شعبہ اور سلیمان جو ابوشیبانی کے بھائی ہیں اور کئی حضرات نے اس کو ولید بن عیزار کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

159 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ هِلَالٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً لِوَقْتِهَا الْاٰخِرِ مَرَّتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ

158- اخرجه البخاری (12/2): كتاب مواقيت الصلاة: باب فضل الصلاة لوقتها' حديث (527) و (5/6): كتاب الجهاد والسير باب فضل الجهاد والسير' حديث (2782) و (414/10): كتاب الادب: باب: البر والصلة' حديث (5970) و (519/13): كتاب التوحيد: باب وسمى النبی صلی الله عليه وسلم الصلاة عملا' حديث (7534) واخرجه مسلم (317/1): كتاب الايمان: باب: بيان كون الايمان بالله تعالى افضل الاعمال' حديث (85/137) واخرجه النسائی (292/1): كتاب المواقيت: باب: فضل الصلاة لمواقيتها' حديث (610) واخرجه الدارمی (278/1): كتاب الصلاة' باب: استحباب الصلاة فی اول الوقت' واخرجه ابن خزيمة (169/1) حديث (327) واخرجه احمد (409/1, 439, 442, 451)

مذاہب فقہاء: قَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى فَضْلِ اَوَّلِ الْوَقْتِ عَلٰى اٰخِرِهٖ اخْتِيَارُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَخْتَارُوْنَ اِلَّا مَا هُوَ اَفْضَلُ وَلَمْ يَكُوْنُوْا يَدَعُوْنَ الْفَضْلَ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْ اَوَّلِ الْوَقْتِ قَالَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَبُو الْوَلِيْدِ الْمَكِّيُّ عَنِ الشَّافِعِيِّ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دو مرتبہ کسی نماز کو اس کے آخری وقت میں ادا نہیں کیا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے اس کی سند متصل نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز کا ابتدائی وقت زیادہ فضیلت رکھتا ہے' اور آخری وقت کی بجائے ابتدائی وقت کی فضیلت پر یہ بات دلالت کرتی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا' یہ حضرات اسی چیز کو اختیار کرتے تھے' جو زیادہ فضیلت رکھتی تھی اور یہ فضیلت کو ترک نہیں کیا کرتے تھے' اور یہ حضرات نماز کو ابتدائی وقت میں ہی ادا کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوولید مکی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات ہمیں بتائی ہے۔

شرح

اول وقت میں نماز ادا کرنے کی فضیلت

جب نماز کا وقت شروع ہو جائے تو اس کے اول وقت، میانہ وقت اور آخری وقت میں جب بھی نماز ادا کی جائے جائز ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ باب میں پانچ ایسی احادیث نقل فرمائی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف اول وقت میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے۔ انہوں نے اپنے موقف پر انہی پانچ احادیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز مغرب کے علاوہ ہر نماز کو اس کے آخری وقت میں ادا کرنا افضل و مسنون ہے۔ آپ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ان احادیث میں اول وقت سے مراد مسنون و مستحب وقت شروع ہونے پر اس کے اول وقت میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔ اس سلسلے میں ایک مشہور حدیث پیش کی جا سکتی ہے: ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ لوقتها الآخر الخ (جامع ترمذی جلد اول رقم الحدیث ۱۷۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات دو نمازیں بھی آخری وقت میں ادا نہیں کیں۔

سوال: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر دو نمازیں بھی آخری وقت میں ادا نہیں فرمائیں حالانکہ آپ نے دو نمازیں آخری وقت میں ادا فرمائی ہیں: (۱) امامت جبرائیل علیہ السلام کے دوسرے دن میں۔ (۲) جب ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں کے اول و آخر اوقات کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: تم دو دن میرے پاس رہو، تو آپ نے دوسرے روز آخری وقت میں نماز ادا کی؟

جواب: (۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات اپنی چار دیواری کے اندر کا جائزہ لیتے ہوئے فرمائی ورنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دومواقع پر آخری وقت میں نماز ادا فرمائی تھی۔ (۲) جامع الترمذی کے بعض نسخوں میں لفظ "مرتین" کے بعد متصل لفظ "الا" موجود ہے۔ جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ دومواقع کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں کبھی نماز نہیں پڑھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّهْوِ عَنْ وَّقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

باب 16: عصر کی نماز ادا نہ کرنا

160 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهُ وَمَالَهُ وَفِي الْبَاب عَنْ بُرَيْدَةَ وَنَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ اَيْضًا عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس شخص کی عصر کی نماز رہ گئی گویا اس کے اہل خانہ اور مال برباد ہو گئے۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سالم کے حوالے سے، ان کے والد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

شرح

نمازِ عصر کو ترک کرنے کی وعید

زیرمطالعہ حدیث میں لفظ "وتر" کے دو معانی ہیں:

(۱) ہلاک کرنا اور چھین لینا۔ اس معنی کی بناء پر لفظ "وتر" ایک مفعول کی طرف متعدی ہو گا جبکہ الفاظ "اھله وماله" اس کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوں گے۔

160- اخرجه مالك في الموطا (12,11/1) كتاب وقوت الصلاة: باب جامع الوقوت حديث (21) واخرجه البخاري (37/2): كتاب مواقيت الصلاة: باب: اثم من فاتته العصر حديث (552) واخرجه مسلم (الابي) (559/2): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب التغليظ في تفويت صلاة العصر حديث (626/200) وابو داؤد (166/1): كتاب الصلاة: باب في وقت صلاة العصر حديث (414) وابن ماجه (224/1): كتاب الصلاة: باب المحافظة على صلاة العصر حديث (685) والنسائي (255/1): كتاب المواقيت: باب التشديد في تاخير العصر حديث (512) والدارمي (280/1): كتاب الصلاة: باب في الذي تفوته صلاة العصر واخرجه احمد (8/2, 13, 27, 48, 54, 64, 75, 76, 102, 134, 145, 148, 429/1)

مذاہب فقہاء: قَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى فَضْلِ اَوَّلِ الْوَقْتِ عَلٰى اٰخِرِهٖ اخْتِيَارُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَخْتَارُوْنَ اِلَّا مَا هُوَ اَفْضَلُ وَلَمْ يَكُوْنُوْا يَدَعُوْنَ الْفَضْلَ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْ اَوَّلِ الْوَقْتِ قَالَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَبُو الْوَلِيْدِ الْمَكِّيُّ عَنِ الشَّافِعِيِّ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دو مرتبہ کسی نماز کو اس کے آخری وقت میں ادا نہیں کیا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے اس کی سند متصل نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز کا ابتدائی وقت زیادہ فضیلت رکھتا ہے' اور آخری وقت کی بجائے ابتدائی وقت کی فضیلت پر یہ بات دلالت کرتی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا' یہ حضرات اسی چیز کو اختیار کرتے تھے' جو زیادہ فضیلت رکھتی تھی اور یہ فضیلت کو ترک نہیں کیا کرتے تھے' اور یہ حضرات نماز کو ابتدائی وقت میں ہی ادا کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوولید مکی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات ہمیں بتائی ہے۔

شرح

اول وقت میں نماز ادا کرنے کی فضیلت

جب نماز کا وقت شروع ہو جائے تو اس کے اول وقت' میانہ وقت اور آخری وقت میں جب بھی نماز ادا کی جائے جائز ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ باب میں پانچ ایسی احادیث نقل فرمائی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف اول وقت میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے۔ انہوں نے اپنے موقف پر انہی پانچ احادیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز مغرب کے علاوہ ہر نماز کو اس کے آخری وقت میں ادا کرنا افضل ومسنون ہے۔ آپ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ان احادیث میں اول وقت سے مراد مسنون و مستحب وقت شروع ہونے پر اس کے اول وقت میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔ اس سلسلے میں ایک مشہور حدیث پیش کی جا سکتی ہے: **ماصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ لوقتھا الآخر** الخ (جامع ترمذی جلد اول رقم الحدیث ۱۷۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تا حیات دو نمازیں بھی آخری وقت میں ادا نہیں کیں۔

سوال: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر دو نمازیں بھی آخری وقت میں ادا نہیں فرمائیں حالانکہ آپ نے دو نمازیں آخری وقت میں ادا فرمائی ہیں: (۱) امامت جبرائیل علیہ السلام کے دوسرے دن میں۔ (۲) جب ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں کے اول و آخر اوقات کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: تم دو دن میرے پاس رہو' تو آپ نے دوسرے روز آخری وقت میں نماز ادا کی؟

جواب: (۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات اپنی چار دیواری کے اندر کا جائزہ لیتے ہوئے فرمائی ورنہ

(۲) تباہ ہوجانا اور نقصان ہونا۔ اس معنیٰ کے لحاظ سے لفظ "وتر" دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوگا اور الفاظ "اهله و ماله" معطوف اور معطوف الیہ مل کر مفعول ثانی ہونے کے باعث منصوب ہوں گے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ "ترک" کی بجائے لفظ "تفوت" استعمال کیا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نماز کو عمداً ترک کرنا مسلمان سے ممکن نہیں ہے۔ ہاں اگر عدم توجہ، بے خبری اور سہواً نماز عصر چھوٹ جائے تو گویا اس کے اہل و عیال اور مال و متاع سب کچھ آفت و تباہی کا شکار ہو گئے۔ کسی اسلامی سلطنت میں اگر کوئی شخص قتل ہو جائے تو اس کے خون کے احترام میں ورثاء کو قصاص یا دیت دونوں میں سے ایک چیز ضروری ملے گی تاکہ خون رائیگاں متصور نہ ہو۔ نماز عصر خواہ بھول کر بھی چھوٹ جائے تو یہ اتنا بڑا نقصان ہے کہ اس کے گھر کی ہر چیز تباہ ہوگئی اور اس کا نعم البدل بھی بالکل ہاتھ نہ آیا۔

اس روایت میں نماز عصر کی تخصیص کی وجہ دوسری نمازوں کی بنسبت اس کی ادائیگی کی تاکید مزید ہے۔ اس حوالے سے ارشاد ربانی ہے: "حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى" (القرآن) (تم نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص عصر کی نماز کی) علاوہ ازیں مسلمان کی وفات کے وقت، نماز عصر کا وقت ظاہر کیا جاتا ہے اور قبر میں فرشتوں کی طرف سے سوال و جواب کے وقت بھی یہی وقت ظاہر کیا جاتا ہے۔ خیر، یہ مسئلہ تو تھا جب کوئی شخص سہواً، عدم توجہ اور بے خبری میں نماز فوت کر دے، لیکن عمداً نماز ترک کرنے کی وعید اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد نبوی ہے: "من ترك الصلوٰة متعمدًا فقد كفر" (جس شخص نے عمداً (ایک) نماز چھوڑی پس بیشک اس نے کفر کیا) اس وعید کی تلافی توبہ اور قضاء سے ہی ممکن ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَعْجِيلِ الصَّلٰوةِ اِذَا اَخَّرَهَا الْاِمَامُ

باب 17: نماز پڑھنا جب امام نماز کو تاخیر سے ادا کرے

161 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اُمَرَاءُ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِيْ يُمِيتُوْنَ الصَّلٰوةَ فَصَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ صُلِّيَتْ لِوَقْتِهَا كَانَتْ لَكَ نَافِلَةً وَّاِلَّا كُنْتَ قَدْ اَحْرَزْتَ صَلَاتَكَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ ذَرٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ الصَّلٰوةَ لِمِيقَاتِهَا اِذَا

161- اخرجه مسلم (نووى) (157/3): كتاب المساجد و مواضع الصلاة' باب كراهية تاخير الصلاة عن وقتها المختار' حديث (648/238) واخرجه ابو داؤد (171/1): كتاب الصلاة: باب: اذا اخر الامام الصلاة عن الوقت' حديث (431) واخرجه ابن ماجه (398/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فيما اذا اخروا الصلاة عن وقتها' حديث (1256) والنسائي (75/2): كتاب الامامة: باب الصلاة مع ائمة الجور' حديث (778) واخرجه الدارمي (279/1): كتاب الصلاة: باب: الصلاة خلف من يؤخر الصلاة عن وقتها واخرجه احمد (147/5) وابن خزيمة (66/3): باب: الامر بالصلاة جماعة' حديث (1637)

اٰخِرَهَا الْإِمَامُ ثُمَّ يُصَلِّي مَعَ الْإِمَامِ وَالصَّلٰوةُ الْأُولٰى هِيَ الْمَكْتُوبَةُ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيْبٍ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! میرے بعد کچھ ایسے افراد آئیں گے جو نماز کو قضاء کر دیا کریں گے' تو تم نماز کو اس کے وقت پر ادا کر لینا' پھر اسے اگر اس کے وقت پر ادا کیا جائے' تو یہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی ورنہ تم نے اپنی نماز کی حفاظت کر لی۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں یہ حضرات اس بات کو مستحب قرار دیتے ہیں: آدمی نماز کو اس کے وقت میں ادا کر لے' جبکہ امام اسے تاخیر سے ادا کرتا ہو' پھر وہ امام کے ساتھ بھی نماز ادا کر لے' تو اکثر اہلِ علم کے نزدیک وہی نماز فرض شمار ہوگی۔

ابوعمران الجونی کا نام عبدالملک بن حبیب ہے۔

شرح

امام کی طرف سے تاخیر نماز کے باعث نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز کی ادائیگی میں مذاہب آئمہ

امام کی طرف سے نماز کی ادائیگی میں اس قدر تاخیر ہو کہ نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو یا کسی شخص نے انفرادی طور پر نماز پڑھ لی ہو تو پھر اسے باجماعت نماز ادا کرنے کا موقع میسر آ گیا تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انفرادی طور پر نماز فرض ادا کرنے کے بعد کوئی شخص جماعت پالے تو وہ صرف نماز عشاء اور نماز ظہر میں نوافل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو سکتا ہے جبکہ باقی نمازوں میں نہیں۔ اسی طرح جب امام نماز کو اتنا مؤخر کر دے کہ اس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو انفراداً نماز پڑھ لی جائے پھر وقت میں جماعت ملنے کی صورت میں نماز ظہر اور نماز عشاء میں شامل ہو جائے باقی اوقات کی نمازوں میں نہیں۔ اس لیے کہ باجماعت پڑھی جانے والی نماز اس کے نوافل ہوں گے اور نوافل عصر و فجر کی نمازوں کے بعد جائز نہیں ہیں۔ مغرب کی جماعت میں اس لیے شامل نہیں ہو سکتا کہ نوافل تین رکعت نہیں ہو سکتے۔

۲۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ امام کی طرف سے نماز کی تاخیر کے باعث نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو انفراداً نماز پڑھ لی جائے۔ پھر وقت میں جماعت میسر آنے پر نوافل کی نیت سے جماعت میں بھی شمولیت کی جا سکتی ہے۔ یہ حکم تمام اوقات کی نمازوں کا ہے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نوافل جائز ہیں۔ علاوہ ازیں تین رکعت نوافل بھی جائز ہیں۔ اس سلسلے میں وہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میرے بعد کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو نمازیں قضاء کریں گے، تم اس وقت نماز کو وقت پر ادا کرنا، پھر وہ وقت

میں ادا کی جائے تو تمہارے لیے نفل ہوگی ورنہ تم اپنی نماز کو باقاعدگی سے ادا کرنا۔"

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب احادیث النھی عن الصلوۃ فی الاوقات المکروھۃ اورنھی عن صلوۃ التیراء سے دیا جاتا ہے۔

۳- حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ نماز مغرب کے علاوہ تمام نمازیں دوبارہ پڑھی جا سکتی ہیں۔ اس لیے تیراء سے نہی وارد ہے کہ تین رکعت نوافل پڑھنا منع ہے۔

احناف کی طرف سے حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ نماز مغرب کو تو ہم بھی مستثنیٰ قرار دیتے ہیں جبکہ باقی نمازوں کے حوالے سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کے جواب کے ضمن میں آچکا ہے لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّوْمِ عَنِ الصَّلٰوةِ

باب 18: نماز کے وقت سوئے رہ جانا

162 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ

متنِ حدیث: قَالَ ذَكَرُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَوْمَهُمْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ اِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ فَاِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ صَلَاةً اَوْ نَامَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ مَرْيَمَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّجُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ وَّاَبِيْ جُحَيْفَةَ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ وَذِيْ مِخْبَرٍ وَّيُقَالُ ذِيْ مِخْمَرٍ وَّهُوَ ابْنُ اَخِي النَّجَاشِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِيْ قَتَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الرَّجُلِ يَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ اَوْ يَنْسَاهَا فَيَسْتَيْقِظُ اَوْ يَذْكُرُ وَهُوَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلَاةٍ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَوْ عِنْدَ غُرُوْبِهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ يُصَلِّيهَا اِذَا اسْتَيْقَظَ اَوْ ذَكَرَ وَاِنْ كَانَ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَوْ عِنْدَ غُرُوْبِهَا

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَالشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يُصَلِّي حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبَ

◄► حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا کہ وہ نماز کے وقت سوئے رہ گئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوئے رہ جانے میں زیادتی نہیں ہے زیادتی جاگتے رہ جانے میں ہے، جب کسی شخص کو نماز پڑھنا یاد نہ رہے اور وہ نماز کے وقت سویا رہ جائے تو جیسے ہی اسے یاد آئے وہ اسے ادا کرلے۔

162 اخرجه النسائی (294/1): كتاب المواقيت: باب فيمن نام عن صلاة حديث (615) واخرجه ابو داؤد (174/1): كتاب الصلاة: باب من نام عن صلاة او نسيها حديث (441) واخرجه احمد (305/5)

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابومریم رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ، حضرت ذی مخبر رضی اللہ عنہ اور ایک قول کے مطابق حضرت ذی مخمر رضی اللہ عنہ جونجاشی کے بھتیجے ہیں، سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے ایسے شخص کے بارے میں اختلاف کیا ہے' جو نماز کے وقت سویا رہ جاتا ہے یا اسے بھول جاتا ہے' پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے' اور جب اسے یاد آتا ہے' اور اس وقت نماز کا وقت نہیں ہوتا' یعنی سورج طلوع ہو رہا ہوتا ہے یا سورج کے غروب ہونے کا وقت ہوتا ہے' بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: جب وہ بیدار ہو یا جیسے ہی اسے یاد آئے' تو وہ اس نماز کو ادا کرلے' اگرچہ سورج کے نکلنے کا وقت ہو یا اس کے غروب ہونے کا وقت ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: وہ شخص اس وقت تک نماز ادا نہ کرے' جب تک سورج نکل نہ آئے یا غروب نہ ہوجائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَنْسَى الصَّلٰوةَ

باب 19: جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے

163 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: مَنْ نَّسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا وَفِي الْبَاب عَنْ سَمُرَةَ وَاَبِيْ قَتَادَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

آثارِ صحابہ: وَيُرْوٰى عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَنْسَى الصَّلٰوةَ قَالَ يُصَلِّيهَا مَتٰى مَا ذَكَرَهَا فِيْ وَقْتٍ اَوْ فِيْ غَيْرِ وَقْتٍ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَّاِسْحٰقَ

آثارِ صحابہ: وَيُرْوٰى عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّهُ نَامَ عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ فَاسْتَيْقَظَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ

وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ اِلٰى هٰذَا وَاَمَّا اَصْحَابُنَا فَذَهَبُوْا اِلٰى قَوْلِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

163- اخرجه البخاری (84/2): کتاب مواقیت الصلاة: باب من نسی صلاة فلیصل اذا ذکرها' حدیث (597)' ومسلم (نووی) (201/3): کتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: قضاء الصلاة الفائتة حدیث (684/314)' وابو داؤد (174/1): کتاب الصلاة: باب من نام عن صلاة او نسیها' حدیث (442)' وابن ماجه (227/1): کتاب الصلاة: باب من نام عن الصلاة او نسیها حدیث (696)' واخرجه النسائی (293/1): کتاب الصلاة: باب: فیمن نسی صلاة حدیث (613)' واخرجه الدارمی (280/1) کتاب الصلاة: باب: من نام عن صلاة او نسیها' واخرجه احمد (22/5, 282, 269, 267, 243, 100/3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے' تو وہ اسے اس وقت ادا کرے جب اسے یاد آ جائے۔

اس بارے میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے یہ بات منقول ہے: وہ ایسے شخص کے بارے میں' جو نماز پڑھنا بھول جائے' وہ فرماتے ہیں: وہ اسے اس وقت ادا کرے جب اسے یاد آ جائے' خواہ وہ نماز کا وقت ہو یا نماز کا وقت نہ ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ایک مرتبہ وہ عصر کی نماز کے وقت سوئے رہ گئے اور سورج غروب ہونے کے قریب بیدار ہوئے' تو انہوں نے اس وقت تک نماز ادا نہیں کی جب تک سورج غروب نہیں ہو گیا۔

اہلِ کوفہ کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے۔

جہاں تک ہمارے اصحاب کا تعلق ہے' تو وہ علی بن ابوطالب کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔

شرح

نیند کے سبب نماز فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی ادائیگی میں مذاہب آئمہ

جب نیند یا بھول کے سبب نماز فوت ہو جائے تو وہ نماز کب پڑھی جائے؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیند کے باعث نماز فوت ہو جانے کی صورت میں بیدار ہونے کے فوراً بعد پڑھی جائے گی خواہ اوقات مکروہہ میں سے بھی کوئی وقت ہو۔ وہ استدلال کرتے ہوئے "احادیث النھی عن الصلٰوۃ فی الاوقات المکروھۃ" کے عموم میں تخصیص کرتے ہیں کہ نیند سے بیدار ہونے پر فوراً نماز ادا کی جائے گی۔ علاوہ ازیں انہوں نے حدیث قتادہ سے بھی استدلال کیا ہے: "عن ابی قتادہ مرفوعاً فاذا نسی احکم صلٰوۃ اونام عنھا فلیصلھا اذا ذکرھا۔" (جامع ترمذی رقم الحدیث ۱۶۳)

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیند سے بیدار ہو کر فوراً نماز ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کے فوت ہو جانے کے باعث اس کے وقت میں توسیع ہو گئی۔ آپ "احادیث النھی عن الصلٰوۃ فی الاوقات المکروھۃ" کو عموم پر رکھتے ہوئے حدیث باب کو خاص کر کے استدلال کرتے ہیں۔ قضاء نماز اوقات مکروہہ میں ادا نہیں کی جائے گی۔ آپ کے اس طرز استدلال کی تائید درج ذیل امور سے بھی ہوتی ہے:

۱- واقعہ لیلۃ التعریس میں موجود ہے کہ نیند سے بیدار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ وہاں سے کوچ کرنے کے بعد دوسرے مقام پر جا کر نماز ادا فرمائی۔

۲-"احادیث النهی عن الصلٰوة فی الاوقات المکروهة" مفہوم کے اعتبار سے درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور اوقات مکروہہ میں نماز قضاء، نماز ادا اور نوافل بلکہ سجدہ تلاوت بھی منع ہے۔

۳-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث باب "فلیصلها اذا ذکرها" کو عموم پر رکھتے ہوئے عمل نہیں کرتے بلکہ اس میں تخصیص پیدا کرتے ہوئے مؤخر کرنا بھی جائز مانتے ہیں۔ان کے اس مؤقف سے بھی ہماری تائید ہوتی ہے۔

احناف کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل ثانی یعنی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں:

(۱) کلمہ "اذا" شرط کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ لفظ "متٰـــی" عمومی اوقات کے لیے آتا ہے تو اکثر روایات میں "اذا" مستعمل ہے۔(۲) "فلیصلها" سے مراد "صلٰوة صحیحه" ہے جو اوقات مکروہہ میں ادا نہیں کی جاسکتی۔(۳) ہماری دلیل محرم ہے اور تمہاری مبیح ہے، جب دونوں کا مقابلہ ہو جائے تو اصولی طور پر محرم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔ (۴) ہماری دلیل کو متواتر اور قولی کہا گیا ہے۔(۵) اس روایت میں اوقات مکروہہ مستثنیٰ قرار پاتے ہیں۔

مسئلہ: جب کوئی شخص نماز کے لیے بیدار ہونے کا اہتمام کر کے سوئے اور اچانک وہ انتظام فیل ہونے کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے تو بیدار ہونے پر اوقات مکروہہ کے علاوہ نماز ادا کرے تو وہ گناہگار نہیں ہوگا۔اسی طرح کوئی شخص نماز پڑھنا بھول گیا اور نماز کا وقت گزر گیا تو یاد آنے پر وہ نماز ادا کرلے تو گناہگار نہیں ہوگا کیونکہ اس کا پختہ ارادہ نماز کی ادائیگی کا تھا مگر اچانک بھول گیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ تَفُوتُهُ الصَّلَوَاتُ بِاَيَّتِهِنَّ يَبْدَاُ

باب 20: جس شخص کی کئی نمازیں رہ جائیں وہ کون سی نماز سے آغاز کرے

164 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِى عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ شَغَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَآءَ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِى سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ لَيْسَ بِاِسْنَادِهِ بَاْسٌ اِلَّا اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ الَّذِىْ اخْتَارَهُ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِى الْفَوَائِتِ اَنْ يُّقِيْمَ الرَّجُلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ اِذَا قَضَاهَا وَاِنْ لَّمْ يُقِمْ اَجْزَاَهُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

◆◆ ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: مشرکین نے

164- اخرجه النسائی (297/1): کتاب المواقیت: باب کیف یقضی الفائت من الصلاة حدیث (622) واخرجه احمد (35/1) (423/1) (4013) (3555)

غزوہ خندق کے دن نبی اکرم ﷺ کو چار نمازیں ادا نہیں کرنے دیں' یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی انہوں نے اذان دی پھر انہوں نے اقامت کہی۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی' پھر انہوں نے اقامت کہی' تو نبی اکرم ﷺ نے عصر کی نماز ادا کی' پھر انہوں نے اقامت کہی' تو نبی اکرم ﷺ نے مغرب کی نماز ادا کی' پھر انہوں نے اقامت کہی' تو نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے' تاہم ابوعبیدہ نے اس روایت کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زبانی نہیں سنا ہے۔

فوت شدہ نمازوں کے بارے میں بعض اہلِ علم نے اسی بات کو اختیار کیا ہے: آدمی ہر نماز کے لیے اقامت کہے' جب وہ اس کی قضاء ادا کرنے لگے۔ اگر آدمی اقامت نہیں کہتا' تو یہ بھی جائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

165 سندِ حدیث: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُّ اُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنْ صَلَّيْتُهَا قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَضَّاْنَا فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے دن کفار قریش کو برا کہنا شروع کیا' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں ادا کر سکا' یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں بھی اسے ادا نہیں کر سکا۔ راوی کہتے ہیں: پھر ہم بطحان (نامی میدان) میں آئے' نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا ہم نے بھی وضو کیا' پھر نبی اکرم ﷺ نے سورج غروب ہو جانے کے بعد عصر کی نماز ادا کی' پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز ادا کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

165- اخرجه البخاری (82/2): كتاب مواقيت الصلاة: باب: من صلى بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت' حديث (596)' (503/2): كتاب الخوف: باب: الصلاة عند مناهضة الحصون ولقاء العدو' حديث (945)' و مسلم (نووی) (139/3): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب الدليل لمن قال: الصلاة' حديث (631/209)' والنسائی (84/3): كتاب السهو: باب: اذا قيل للرجل هل صليت هل يقول لا' حديث (1366)

شرح

فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی کی ترتیب میں مذاہب آئمہ

وقتی، فائتہ اور فوائت نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کے مابین اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترتیب واجب ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترتیب بین الصلوٰات مسنون ہے۔

احناف کے نزدیک تین اعذار کی بناء پر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے: (۱) نسیان: کوئی شخص بھول کر آئندہ نماز پڑھ لے اور پہلی نماز چھوڑ دی۔ (۲) کثرت فوائت: فوت شدہ نمازیں چھ سے زائد ہو جائیں۔ (۳) ضیق وقت: وقت اتنا تنگ ہو کہ اگر قضاء نماز پڑھے گا تو وقتی بھی فوت ہو جائے تو وقتی نماز پہلے پڑھے تو درست۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو اعذار کی بناء پر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے: (۱) نسیان، (۲) ضیق وقت۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اعذار جن کی وجہ سے ترتیب بین الصلوٰات ساقط ہو جاتی ہے، دو ہیں: (۱) کثرت فوائت، (۲) ضیق وقت:

غزوہ خندق کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بار نماز قضاء ہونے کے واقعہ سے آئمہ فقہ نے اپنے اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے۔ پہلی بار جنگ کی وجہ سے تین نمازیں قضاء ہوئیں: ظہر، عصر اور مغرب۔ رات کے وقت جنگ کا سلسلہ ختم ہونے پر پہلے یہ تینوں نمازیں الگ الگ اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھی گئیں پھر اذان و اقامت کے ساتھ نماز عشاء باجماعت پڑھی گئی۔ راوی نے مجازاً چار نمازوں کا ذکر کیا ہے۔ دوسری بار نماز عصر قضاء ہوئی تھی۔ پہلے نماز عصر باجماعت پڑھی گئی پھر نماز مغرب پڑھی گئی۔ یہ واقعات دو فعلی حدیث میں بیان ہوئے ہیں، اس لیے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ترتیب بین الصلوٰات کو مسنون ثابت کیا ہے۔ احناف مختلف قرائن کی بناء پر ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں۔ ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قضاء نمازوں کے لیے نہیں ہے۔ البتہ اقامت کے ساتھ باجماعت ادا کی جا سکتی ہیں۔ وقتی نمازوں کی طرح فوائت نمازوں کے مابین بھی ترتیب واجب ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر نمازیں قضاء ہونے کے واقعات پیش آئے، تو ان کی وجوہات کیا تھیں؟ اس سوال کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں: (۱) دشمن سے مقابلہ کی وجہ سے نسیان غالب ہو گیا تھا۔ (۲) اس وقت صلوٰۃ الخوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور سب کے اکٹھا پڑھنے میں دشمن کی طرف سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ (۳) خواہ جنگ سے فراغت غروب آفتاب سے تھوڑی دیر قبل ہو چکی تھی لیکن اس وقت کچھ مجاہدین کا وضو تھا اور بعض کا نہیں جو وضو کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران سورج غروب ہو گیا اور نماز عصر فوت ہو گئی۔ (۴) دشمن سے جنگ کا خاتمہ غروب آفتاب سے قبل ہو گیا تھا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کرتے رہے حتیٰ کہ نماز عصر ادا کرنے سے قبل آفتاب غروب ہو گیا۔

سوال: جامع ترمذی میں غزوہ خندق کے موقع پر چار نمازوں کے فوت ہونے کا ذکر ہے، صحیح بخاری میں صرف نماز عصر کا، مؤطا

امام مالک میں نمازِ عصر اور نمازِ مغرب کا، سنن نسائی میں تین نمازوں ظہر، عصر اور مغرب کا بیان ہے، تو اس طرح روایات میں تعارض ہے؟

جواب: (۱) قوت سند کی وجہ سے صحیح بخاری کی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔ (۲) غزوہ خندق کئی ایام تک جاری رہا تھا اس لیے حالات کی کشیدگی کی وجہ سے کسی روز ایک نماز، کسی دن دو نمازیں اور کسی دن تین نمازیں فوت ہوئیں جبکہ نمازِ عشاء محض تاخیر کے باعث قضاء نمازوں میں شمار کی گئی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي صَلَاةِ الْوُسْطٰى اَنَّهَا الْعَصْرُ وَقَدْ قِيْلَ اِنَّهَا الظُّهْرُ

باب 21: نمازِ وسطیٰ سے مراد نمازِ عصر ہے ایک قول کے مطابق اس سے مراد نمازِ ظہر ہے

166 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ وَاَبُو النَّضْرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نمازِ وسطیٰ نمازِ عصر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

167 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّعَآئِشَةَ وَحَفْصَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيْثُ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَقَدْ سَمِعَ مِنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَمُرَةَ فِيْ صَلَاةِ الْوُسْطٰى حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

آثارِ صحابہ: وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّعَآئِشَةُ صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الظُّهْرِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّابْنُ عُمَرَ صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الصُّبْحِ

166- اخرجه مسلم (نووی) (138/3): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: الدليل لمن قال الصلاة الوسطى' حديث (628/206) واخرجه احمد فی "المسند" (3716) (392/1)

167- اخرجه احمد (22,13,12,8,7/5)

حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ قَالَ قَالَ لِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ سَلِ الْحَسَنَ مِمَّنْ سَمِعَ حَدِيْثَ الْعَقِيْقَةِ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ سَمِعْتُهٗ مِنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَاَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمَدِيْنِیِّ عَنْ قُرَيْشِ بْنِ اَنَسٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ عَلِیٌّ وَّسَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ سَمُرَةَ صَحِيْحٌ وَّاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ نماز وسطیٰ نماز عصر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علی بن عبداللہ فرماتے ہیں: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے وہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز وسطیٰ کے بارے میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر اہلِ علم میں سے اکثر اسی بات کے قائل ہیں (نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: نماز وسطیٰ سے مراد نماز ظہر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نماز وسطیٰ سے مراد صبح کی نماز ہے۔

حبیب بن شہید بیان کرتے ہیں: محمد بن سیرین نے مجھ سے کہا: تم حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کرو! انہوں نے عقیقہ سے متعلق حدیث کس سے سنی ہے؟ میں نے ان سے دریافت کیا' تو انہوں نے جواب دیا: میں نے یہ حضرت سمرہ بن جندب کی زبانی سنی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے یہ بتایا ہے: علی بن عبداللہ مدینی نے قریش بن انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علی بن عبداللہ مدینی فرماتے ہیں: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں' یہ روایت درست ہے' اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو دلیل کے طور پر بھی پیش کیا ہے۔

شرح

نماز وسطیٰ کی تعیین میں مذاہب آئمہ

ارشاد خداوندی ہے: حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ''تم تمام نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص صلوٰۃ وسطیٰ کی۔'' دریافت طلب یہ امر ہے کہ ''صلوٰۃ وسطیٰ'' سے مراد کون سی نماز ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں' جس کی تفصیل

درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''صلوٰۃ وسطیٰ'' سے مراد ''نماز ظہر'' ہے۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''صلوٰۃ وسطیٰ'' سے مراد ''نماز فجر'' ہے۔

۳-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''صلوٰۃ وسطیٰ'' سے مراد ''نماز عصر'' ہے۔دونوں کے مؤقف کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''صلوٰۃ وسطیٰ'' کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد ''نماز عصر'' ہے۔

۲-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے: **وفیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الوسطیٰ العصر**۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صلوٰۃ وسطیٰ'' سے مراد ''صلوٰۃ عصر'' ہے۔

۳-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خادم حضرت یونس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے قرآن کریم کا نسخہ تیار کرنے کے لیے فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا: جب تم آیت ''**حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی**'' (جامع ترمذی رقم الحدیث ۱۴۴) پر پہنچو تو مجھے بتانا۔حسب حکم جب میں اس آیت پر پہنچا تو آپ نے حکم دیا: یہاں یوں تحریر کرو: وصلوٰۃ الوسطیٰ العصر۔یعنی ''صلوٰۃ وسطیٰ'' سے مراد ''صلوٰۃ العصر'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِيَةِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْفَجْرِ

باب 22: عصر یا فجر کے بعد نماز ادا کرنا مکروہ ہے

168 سندِ حدیث: **حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا مَنْصُوْرٌ وَّهُوَ ابْنُ زَاذَانَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكَانَ مِنْ اَحَبِّهِمْ اِلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ**

168– اخرجه البخاری (69/2): كتاب مواقيت الصلاة: باب: الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس' حديث (581)' واخرجه مسلم (نووی) (272/3): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب الاوقات التي نهى عن الصلاة فيها' حديث (826/286) وابن ماجه (396/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: النهي عن الصلاة بعد الفجر و بعد العصر' حديث (1250)' وابو داؤد (408/1) كتاب الصلاة: باب: من رخص فيهما اذا كانت الشمس مرتفعة' حديث (1276)' واخرجه النسائي (276/1) كتاب المواقيت: باب النهي عن الصلاة بعد الصبح' حديث (562)' والدارمي (333/1) كتاب الصلاة: باب: اى ساعة يكره فيها الصلاة' وابن خزيمة (310/3) في جماع ابواب ذكر الايام والدليل على ان النبي صلى الله عليه وسلم قد ينهى عن الشئ حديث (2146)' و (254/2): كتاب جماع ابواب الاوقات التي ينهى عن صلاة التطوع فيهن: باب النهي عن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس و بعد العصر حتى تغرب الشمس' حديث (1271)' (1272)' واخرجه احمد (18/1)' (110)' (20/1)' (130)' (39/1)' (270)' (50/1)' (355)' (51/1)' (364)

الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَمُعَاذِ ابْنِ عَفْرَاءَ وَالصُّنَابِحِيِّ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّعَائِشَةَ وَكَعْبِ بْنِ مُرَّةَ وَاَبِیْ اُمَامَةَ وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ وَيَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ وَمُعَاوِيَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اَنَّهُمْ كَرِهُوا الصَّلٰوةَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَاَمَّا الصَّلَوَاتُ الْفَوَائِتُ فَلَا بَاْسَ اَنْ تُقْضٰی بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ قَالَ عَلِيُّ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ شُعْبَةُ لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ اَبِی الْعَالِيَةِ اِلَّا ثَلَاثَةَ اَشْيَاءَ

حدیثِ دیگر: حَدِيْثُ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ

حدیثِ دیگر: وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰی

حدیثِ دیگر: وَحَدِيْثُ عَلِيٍّ الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب کی زبانی یہ بات سنی ہے جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ ان میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ، حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کوئی حدیث نہیں سنی۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ، حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے فقہاء میں سے اکثر اسی بات کے قائل ہیں: ان حضرات کے نزدیک صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز ادا کرنا مکروہ ہے اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز ادا کرنا مکروہ ہے تاہم جہاں تک قضاء نمازوں کا تعلق ہے تو عصر کے بعد یا صبح کی نماز کے بعد انہیں ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: شعبہ فرماتے ہیں: قتادہ نے ابوالعالیہ سے صرف تین روایات سنی ہیں ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول وہ حدیث ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی اور نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی اور نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے“۔ ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ”کسی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں ہے: وہ یہ کہے: میں یونس بن متی سے بہتر ہوں“ اور ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ”قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں“۔

شرح

نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نفلی نماز ادا کرنے میں مذاہب آئمہ

اوقات مکروہہ کون کون سے اور ان میں کون سی نمازیں مکروہ ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اوقات مکروہہ پانچ ہیں: (۱) طلوع شمس سے لے کر ارتفاع شمس تک، یہ تقریباً بیس منٹ کا وقت ہے۔ (۲) عین نصف النہار کا وقت، اسے زوال کا وقت بھی کہا جاتا ہے۔ (۳) اصفرار شمس سے لے کر غروب شمس تک، یہ بھی تقریباً بیس منٹ کا وقت ہوتا ہے۔ ان اوقات ثلاثہ میں تمام فرائض ونوافل نمازیں مکروہ ہیں، البتہ اسی دن کی نماز عصر بلا کراہت پڑھی جاسکتی ہے۔ (۴) طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک۔ (۵) بعد از نماز عصر تا اصفرار شمس۔ ان دونوں اوقات میں فرائض (خواہ ادا ہوں یا قضاء) مکروہ نہیں ہیں لیکن نوافل مکروہ ہیں۔ آپ کے دلائل یہ ہیں: (۱) نوافل ذوات الاسباب اور طواف کا دوگانہ حکم کراہت سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں یہ روایت ہے: **ان عمر طاف بعد صلٰوۃ الصبح فرکب حتی صلی الرکعتین لذی طوًی** (صحیح بخاری، مؤطا امام مالک اور شرح معانی الآثار، موارد الظمان ص ۱۶۵) بیشک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز فجر کے بعد طواف کیا پھر اپنی سواری پر سوار ہو کر مقام ”ذی طویٰ“ پر جا کر ”دوگانہ طواف“ ادا کیا۔ آپ نے یہ تاخیر کراہت سے اجتناب کرتے ہوئے کی تھی جبکہ طواف بیت اللہ کے نوافل کا محل تکمیل طواف ہے۔ یہی حکم ذوات الاسباب نوافل کا ہے۔ (۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے: **اذا اردت الطواف بالبیت بعد صلٰوۃ الفجر او العصر فطف واخر الصلٰوۃ حتی تغیب الشمس اوحتی تطلع فصل لکل اسبوع رکعتین** (مصنف ابن ابی شیبہ) (ایک صحابی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں مخاطب ہوئے) نماز فجر یا نماز عصر کے بعد جب تم طواف کا قصد کرو تو تم طواف بیت اللہ کر سکتے ہو اور نماز (نوافل طواف) کو غروب شمس یا طلوع شمس تک مؤخر کر دو۔ پس تم طواف کے ہر سات چکر مکمل کر کے نماز (نوافل) پڑھو۔ (۳) حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: **اذا اقیمت الصلٰوۃ للصبح فطوفی علی بعیرک و الناس یصلون ففعلت ذلک ولم تصل حتی خرجت** (الصحیح للبخاری) جب فجر کی نماز کھڑی ہو جائے تو تم اپنی اونٹنی پر طواف کرو۔ لوگ نماز میں مصروف ہوں تو تم طواف میں مشغول رہو۔ میرے آنے تک تم نماز (نوافل طواف) نہ پڑھو۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نوافل کی دو اقسام ہیں: (۱) نوافل ذوات الاسباب: وہ یہ ہیں تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء، نوافل طواف اور صلوٰۃ الکسوف۔ (۲) نوافل غیر ذوات الاسباب: یہ نوافل مذکورہ نوافل کے علاوہ ہیں۔ فرائض اور نوافل ذوات الاسباب کا ادا کرنا ہر وقت جائز ہے اور یہ کسی وقت بھی مکروہ نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **قال ثلاث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھانا ان نصلی فیھن او نقبر فیھن موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب** (الصحیح للمسلم) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین اوقات میں نماز ادا کرنے یا اپنے مردوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا: "(۱) طلوع شمس کے وقت حتیٰ کہ وہ بلند ہو جائے۔ (۲) جب شمس سر پر آ جائے یہاں تک کہ وہ سر سے ہٹ جائے۔ (۳) شمس قریب الغروب ہو حتیٰ کہ وہ مکمل طور پر غروب ہو جائے۔" فرائض کی طرح نوافل ذوات الاسباب کا بھی ان اوقات میں حق ہے لٰہذا یہ بھی ان اوقات میں مکروہ نہیں ہیں۔

۳-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اوقات مکروہہ چار ہیں: (۱) طلوع آفتاب سے ارتفاع آفتاب تک، (۲) اصفرار شمس سے لے کر غروب شمس تک، (۳) طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک، (۴) نماز عصر کے بعد سے لے کر غروب شمس تک۔ نصف النہار کا وقت ان کے نزدیک اوقات مکروہہ میں شامل نہیں ہے۔ ان کے نزدیک فرائض ہر وقت بلا کراہت جائز ہیں۔ آپ کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں: **لایتحری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس ولا عند غروبھا** (الصحیح للبخاری) تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز ادا کرنے کے معاملہ میں سوچ و بچار سے کام نہ لے۔ (۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: **لاصلوٰۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا صلوٰۃ بعد العصر حتی تغیب الشمس** (الصحیح للمسلم) فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ پہلی روایت میں دو اوقات اور دوسری روایت میں بھی دو اوقات کا ذکر ہے تو کل اوقات مکروہہ چار ہوئے۔

۴-حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ فرائض اور نوافل طواف کسی وقت بھی مکروہ نہیں ہیں۔ البتہ باقی نوافل حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے چار اوقات میں مکروہ ہیں۔ آپ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **یا بنی عبد مناف لاتمنعوا احدًا طاف بھذا البیت وصلی ایۃ ساعۃ شاء من لیل اونھار** (العلامہ النیموی' آثار السنن ص ۱۹۱) اے اولاد عبد مناف! تم کسی کو بھی طواف بیت اللہ اور نماز ادا کرنے سے منع نہ کرو خواہ وہ رات یا دن کے کسی وقت میں بھی پڑھنا چاہے۔

احناف کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ جب حدیث میں لفظ "صلوٰۃ" مطلق ہے تو آپ کا نوافل ذوات الاسباب کو قیاس کی بناء پر کراہت سے نکالنا درست نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی

دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حدیث میں لفظ ''صلوٰۃ'' بلا قید ہے، جس میں فرائض ونوافل سب شامل ہیں، محض قیاس کی بناء پر فرائض کو مستثنیٰ قرار دینا درست نہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں متولیان کعبہ کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ زیارت بیت اللہ اور اس کے طواف کی غرض سے آنے والے لوگوں کو روکیں۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ نماز کس وقت مکروہ نہیں ہے اور کس وقت مکروہ ہے؟ اس بارے میں یہ حدیث ساکت ہے جبکہ اس کے مقابل ہمارے دلائل ناطق ہیں۔

سوال: حدیث کے الفاظ ہیں: ''لاینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی'' پہلا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کہے کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ غیر نبی، نبی سے اپنے آپ کو افضل و بہتر قرار دے؟

جواب: ارشاد ربانی: ''وذاالنون اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ'' اور ارشاد خداوندی: ''ولاتکن کصاحب الحوت'' پر غور کر کے کوئی شخص یہ گستاخی کر سکتا ہے، لہٰذا اس کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔

سوال: اس حدیث کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص مجھے حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دے جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کرام سے افضل ہیں؟

جواب: (۱) ایسے طریقہ سے مجھے افضل نہ کہے کہ ان کی توہین کا پہلو بھی نکلتا ہو۔ (۲) ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بہتر کہتے وقت ان کی شان کے خلاف الفاظ بھی استعمال نہ ہو جائیں۔ (۳) عجز وانکسار اور تواضع کے طور پر یوں فرمایا ہو۔ (۴) یہ اس وقت کی بات ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے افضل الانبیاء ہونے کا علم نہ دیا گیا ہو۔

169 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّمَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ لِاَنَّهُ اَتَاهُ مَالٌ فَشَغَلَهُ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ لَهُمَا وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَمَيْمُوْنَةَ وَاَبِيْ مُوْسٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیثِ دیگر: اَنَّهُ صَلّٰى بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَهٰذَا خِلَافُ مَا رُوِىَ عَنْهُ

حدیثِ دیگر: اَنَّهُ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اَصَحُّ حَيْثُ قَالَ لَمْ يَعُدْ لَهُمَا وَقَدْ رُوِىَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ نَحْوُ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّقَدْ رُوِىَ عَنْ عَآئِشَةَ فِىْ هٰذَا الْبَابِ رِوَايَاتٌ رُوِىَ عَنْهَا

حدیثِ دیگر: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دَخَلَ عَلَيْهَا بَعْدَ الْعَصْرِ اِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَرُوِىَ عَنْهَا عَنْ

اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیثِ دیگر: اَنَّهٗ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

مذاہبِ فقہاء: وَالَّذِىْ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى كَرَاهِيَةِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ اِلَّا مَا اسْتُثْنِىَ مِنْ ذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلٰوةِ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ بَعْدَ الطَّوَافِ

حدیثِ دیگر: فَقَدْ رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخْصَةٌ فِىْ ذٰلِكَ

وَقَدْ قَالَ بِهٖ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِىُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمُ الصَّلٰوةَ بِمَكَّةَ اَيْضًا بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّبَعْضُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعات ادا کی ہیں اس کی وجہ یہ ہے: آپ کی خدمت میں مال آ گیا تھا' جس کی وجہ سے آپ ظہر کے بعد والی دو رکعات ادا نہیں کر سکے تھے' وہ دونوں رکعات آپ نے عصر کے بعد ادا کیں' لیکن پھر آپ نے دوبارہ انہیں ادا نہیں کیا۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

کئی حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعات ادا کی ہیں۔

یہ روایت اس کے خلاف ہے' جو ان سے منقول ہے: آپ نے عصر کے بعد نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے' جب تک سورج غروب نہیں ہو جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث زیادہ مستند ہے' جس میں انہوں نے یہ کہا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ انہیں ادا نہیں کیا۔

یہ روایت بھی منقول ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کی مانند روایت نقل کی ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بھی کچھ روایات منقول ہیں۔ ان سے یہ روایت منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی عصر کے بعد ان کے ہاں تشریف لائے آپ نے دو رکعت ادا کی ہیں۔

ان سے یہ روایت بھی منقول ہے: سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات بیان کرتی ہیں: آپ نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہو جانے تک کوئی اور نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے' اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی اور نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔

اکثر اہلِ علم کا جس بات پر اتفاق ہے وہ یہ ہے: عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز ادا کرنا مکروہ ہے' اور صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز ادا کرنا مکروہ ہے' تاہم کچھ لوگوں نے اس میں استثنیٰ کیا ہے' اور وہ یہ کہ عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے کے درمیان یا صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں طواف کے بعد والے دو نوافل ادا کیے جاسکتے ہیں' کیونکہ اس حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے رخصت منقول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم کی ایک جماعت نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم کی ایک جماعت نے مکہ مکرمہ میں بھی ان اوقات میں نماز ادا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے' یعنی عصر کے بعد اور فجر کے بعد۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، مالک بن انس رضی اللہ عنہ اور اہلِ کوفہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

نمازِ عصر کے بعد نوافل ادا کرنے میں مذاہب آئمہ

گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل ادا کرنا منع ہے اور مکروہ بھی ہے لیکن اس حدیث سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں۔

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نمازِ عصر کے بعد نوافل جائز قرار دیتے ہیں۔ آپ نے حدیث باب سے اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے' جس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر کے بعد ظہر کی چھوٹی ہوئی سنتیں ادا فرمائی تھیں۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل ممنوع ہیں۔ جمہور نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دو چیزوں سے منع کرتے تھے لیکن خود وہ کرتے تھے۔ وہ دو کام یہ ہیں: (۱) صوم وصال (۲) نمازِ عصر کے بعد نوافل ادا کرنا۔ (سنن ابی داؤد' جلد اوّل ص ۱۸۲)

جمہور کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) نمازِ عصر کے بعد نوافل ادا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ (۲) بیان جواز کے لیے آپ نے نوافل ادا کیے۔ (۳) یہ روایت فعلی ہے اور ہماری دلیل روایت قولی ہے۔ جب قولی اور فعلی روایات میں تعارض آ جائے تو قولی حدیث کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

سوال: حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل ادا کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوام نہیں تھا جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے آپ کا نوافل کی ادائیگی پر دوام ثابت ہوتا ہے' یہ تو تعارض ہے؟

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نمازِ عصر نوافل ادا کرنے کا آغاز حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے

کیا پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر رہائش پذیر ہوئے تو اس پر مداومت اختیار فرمائی۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کی کیفیت بیان کی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کی صورتحال بیان کر دی، لہٰذا تعارض نہ رہا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

باب 23: مغرب کی نماز سے پہلے (نفل) نماز ادا کرنا

170 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِمَنْ شَاءَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمُ الصَّلٰوةَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ

وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اِنْ صَلَّاهُمَا فَحَسَنٌ وَّهٰذَا عِنْدَهُمَا عَلَى الْاِسْتِحْبَابِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان نماز (پڑھنے کی اجازت ہے) اس شخص کے لیے جو چاہے۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مغفل کی حدیث "حسن صحیح" ہے۔

مغرب کی نماز سے پہلے نوافل ادا کرنے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہے بعض حضرات کے نزدیک مغرب سے پہلے نوافل ادا نہیں کیے جاسکتے۔ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کئی ایک سے یہ روایت بھی

170– اخرجه البخاري (130/2): كتاب الاذان: باب: بين كل اذانين صلاة لمن شاء' حديث (627) واخرجه مسلم (الابي) (190/3): كتاب صلاة المسافرين' وقصرها باب: بين كل اذانين صلاة' حديث (838/304) واخرجه ابن ماجه (368/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في الركعتين قبل المغرب' حديث (1162) والنسائي (28/2): كتاب الاذان: باب: الصلاة بين الاذان والاقامة' حديث (681) والدارمي (336/1): كتاب الصلاة: باب: الركعتين قبل المغرب' وابن خزيمة (266/2) في جماع ابواب الصلاة التي ينهى عن التطوع فيهن: باب: اباحة الصلاة عند غروب الشمس و قبل صلاة المغرب حديث (1287) واخرجه احمد (54/5, 55/5, 86/4)

منقول ہے: وہ مغرب سے پہلے یعنی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعات ادا کر لیتے تھے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص ان دو رکعات کو ادا کر لے تو یہ بہتر ہے۔

شرح

نماز مغرب سے قبل نوافل ادا کرنے میں مذاہب آئمہ

غروب شمس کے بعد اور نماز مغرب سے قبل نوافل ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد اور نماز مغرب سے قبل نوافل نہیں ہیں۔ ان کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نماز مغرب سے قبل نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: مارأیت احدًا علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلیها (سنن ابی داؤد) میں نے زمانہ رسالت میں کسی کو بھی یہ دو نوافل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (۲) حضرت امام حماد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے نماز مغرب سے قبل نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا: ان النبی صلی الله علیه وسلم وابابکر وعمر لم یصلوها (کتاب الآثار) بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ نماز نہیں پڑھی۔ (۳) ماصلی ابوبکر و عمر و عثمان الرکعتین قبل المغرب (کنز العمال) حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز مغرب سے قبل دو رکعت (نوافل) ادا نہیں کرتے تھے۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ نماز مغرب سے قبل نوافل جائز ہیں اور ان کی ادائیگی مستحب ہے۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) جائز ہے، (۲) مستحب ہے۔ آپ نے اپنے موقف پر حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: "بین کل اذانین صلٰوة لمن شاء" ہر دو اذانوں (اذان و اقامت) کے درمیان نماز ہے جو شخص چاہے۔ علاوہ ازیں ایک دوسری روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں: عن النبی صلی الله علیه وسلم صلوا قبل صلٰوة المغرب (الصحیح للبخاری) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مغرب کی نماز سے پہلے نماز ادا کرو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) اس روایت میں استحباب نہیں ہے بلکہ بیان اباحت ہے۔ (۲) حدیث: "بین کل اذانین صلٰوة" سے نماز مغرب مستثنیٰ ہے۔ (۳) علامہ ابن شاہین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اثبات والی روایت کو "ماخلا المغرب" والی روایت سے منسوخ قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ

باب 24: جوشخص سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے

171 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَّعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ وَّعَنِ الْاَعْرَجِ يُحَدِّثُوْنَهُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَبِهٖ يَقُوْلُ اَصْحَابُنَا وَالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَهُمْ لِصَاحِبِ الْعُذْرِ مِثْلُ الرَّجُلِ الَّذِیْ يَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ اَوْ يَنْسَاهَا فَيَسْتَيْقِظُ وَيَذْكُرُ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جوشخص سورج نکلنے سے پہلے صبح کی نماز کی ایک رکعت پالے تو اس نے صبح کی نماز کو پالیا اور جوشخص سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت پالے اس نے عصر کی نماز کو پالیا۔

اس باب میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہمارے اصحاب، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ان حضرات کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: یہ معذور شخص کے لیے حکم ہے جیسے کوئی شخص نماز کے وقت سو یا رہ جاتا ہے یا اسے بھول جاتا ہے تو جب وہ بیدار ہوتا ہے جب اسے یاد آتا ہے اور اس وقت سورج طلوع ہونے والا ہو یا غروب ہونے والا ہو تو وہ (اس نماز کو ادا کرسکتا ہے)

171– اخرجه مالك فی الموطا (6/1): كتاب وقوت الصلاة: باب: وقوت الصلاة حديث (5) واخرجه البخاری (67/2): كتاب مواقيت الصلاة: باب: من ادرك من الفجر ركعة حديث (579) ومسلم (نووی) (113/3): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: من ادرك ركعة من الصلاة حديث (163 /608) والنسائی (229/1): كتاب الصلاة: باب : وقت الصلاة فی العذر والضرورة حديث (699) والدارمی (277/1, 278): كتاب الصلاة: باب: من ادرك ركعة من صلاة فقد ادرك واخرجه ابن خزيمة (93/2) فی جماع ابواب الفريضة عند العلة تحدث: باب ذكر البيان ضد قول من زعم ان المدرك ركعة من صلاة الصبح حديث (985) واخرجه احمد (462/2)

شرح

مفہوم حدیث کے تعین میں مذاہب آئمہ

حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدیث باب کے ظاہری معانی و مفاہیم مراد ہیں کہ جو شخص نماز عصر کی ایک رکعت پڑھتا ہے پھر سورج غروب ہو جائے اور وہ باقی نماز بعد میں پڑھ لے تو جائز ہے اور اسی طرح نماز فجر کی ایک رکعت پڑھی پھر شمس طلوع ہو گیا اور باقی نماز بعد میں پڑھی تو درست ہے۔ اس مسئلہ میں نماز فجر اور نماز عصر دونوں کا حکم یکساں ہے۔ جمہور نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز عصر میں کسی شخص نے ایک رکعت پڑھی تو شمس غروب ہو گیا اور باقی نماز بعد میں ادا کی تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ البتہ نماز فجر کا معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی ایک رکعت پڑھنے پر شمس طلوع ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ آپ اپنے مؤقف پر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد دونوں اوقات مکروہ ہیں جبکہ دونوں کی کراہت میں نمایاں فرق ہے۔ نماز فجر کے بعد کی کراہت کامل ہے اس لیے کہ اس کے بعد نماز کا وقت نہیں ہے۔ نماز عصر کے بعد کی کراہت ناقص ہے کیونکہ اس کے بعد نماز کا وقت موجود ہے۔ کراہت کامل اس بات کی مقتضی ہے کہ اگر کچھ نماز طلوع آفتاب کے بھی ادا کی جائے تو وہ درست نہ ہو۔ کراہت ناقص کا تقاضا ہے کہ نماز کا کچھ حصہ غروب آفتاب سے پہلے پڑھا جائے درست ہو جائے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمہور کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حدیث باب کا جو مفہوم آپ لوگوں نے سمجھا ہے یہ درست نہیں ہے۔ اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ جب کافر مسلمان ہو جائے، نابالغ بالغ ہو جائے، حائضہ عورت پاک ہو جائے اور نفاس والی خاتون طہارت حاصل کر لے جبکہ ایک رکعت نماز ادا کرنے کا وقت باقی ہو تو ان لوگوں پر اس وقت کی نماز قضاء کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا اس مفہوم کے اعتبار سے حدیث باب جمہور کے مؤقف کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی۔

سوال: حدیث باب میں نماز عصر اور نماز فجر کا بطور مثال انتخاب کیوں کیا گیا ہے جبکہ یہ حکم سب نمازوں کے مابین یکساں ہے؟

جواب: بلاشبہ یہ حکم تمام نمازوں کے مابین یکساں ہے لیکن ان دونوں نمازوں کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ ان دونوں کے اختتامی اوقات کی حدود زیادہ نمایاں ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْجَمْعِ بَیْنَ الصَّلَاتَیْنِ فِی الْحَضَرِ

باب 25: حضر کے عالم میں دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا

172 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِيْنَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ قَالَ فَقِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا اَرَادَ بِذٰلِكَ قَالَ اَرَادَ اَنْ لَّا يُحْرِجَ اُمَّتَهٗ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ قَدْ رُوِىَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ رَوَاهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ وَّسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيْقٍ الْعُقَيْلِيُّ وَقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ هٰذَا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی ہے اور مغرب اور عشاء کی نماز مدینہ منورہ میں ایک ساتھ ادا کی ہے کسی خوف یا بارش کے بغیر۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کا مقصد یہ تھا: آپ اپنی امت کو حرج میں مبتلا نہ کریں۔

اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے اُسے جابر بن زید، سعید بن جبیر اور عبداللہ بن شقیق عقیلی نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کے علاوہ دیگر روایات بھی منقول ہیں۔

173 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَنَشٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ اَتٰى بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْكَبَائِرِ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَنَشٌ هٰذَا هُوَ اَبُوْ عَلِيٍّ الرَّحَبِيُّ وَهُوَ حُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ وَّهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهٗ اَحْمَدُ وَغَيْرُهٗ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ لَّا يَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ اِلَّا فِى السَّفَرِ اَوْ بِعَرَفَةَ وَرَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ فِى الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ لِلْمَرِيْضِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ

172– اخرجه مالك (144/1): كتاب قصر الصلاة فى السفر: باب: الجمع بين الصلاتين فى الحضر والسفر' حديث (4)' واخرجه مسلم (ابى): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب الجمع بين الصلاتين فى الحضر' حديث (705/49)' واخرجه ابو داؤد (387/1): كتاب الصلاة: باب: الجمع بين الصلاتين' حديث (1210)' والنسائى (290/1): كتاب المواقيت: باب الجمع بين الصلاتين فى الحضر حديث(601, 602)' والحميدى (223/1) فى احاديث عبدالله بن عباس' حديث(471)' وابن خزيمة (85/2) فى جماع الابواب فى الفريضة فى السفر: باب الرخصة فى الجمع بين الصلاتين فى الحضر فى المطر' حديث (971, 972)' واخرجه احمد (283/1) (2557)' (349/1) (3265)

173– تفرد به الترمذى' واخرجه الحاكم فى المستدرك (275/1)' والبيهقى فى السنن الكبرىٰ (169/3)

بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ يَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي الْمَطَرِ

وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَلَمْ يَرَ الشَّافِعِيُّ لِلْمَرِيْضِ اَنْ يَّجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی عذر کے بغیر دو نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرے گا تو اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کے آخری حنش' ابوعلی رجبی بن قیس ہیں۔ یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا' یعنی صرف سفر کے عالم میں یا عرفہ میں دو نمازوں کو ایک ساتھ ادا کیا جاسکتا ہے۔

تابعین میں سے بعض اہلِ علم نے بیمار شخص کو دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کی رخصت دی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: بارش کے موسم میں بھی دو نمازیں ایک ساتھ ادا کی جاسکتی ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیمار شخص دو نمازیں ایک ساتھ ادا نہیں کرسکتا۔

شرح

جمع صلوٰتین کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ

اس مسئلہ میں تمام آئمہ کے نزدیک اتفاق ہے کہ کسی عذر کے بغیر جمع صلوٰتین جائز نہیں ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کسی عذر کی بناء پر جمع صلوٰتین جائز ہے۔ پھر عذر کی تفصیل میں آئمہ ثلاثہ کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک عذر دو ہیں: (۱) مطر، (۲) سفر۔ پھر حضرت شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ پورے سفر کی حالت کو عذر قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمع بین صلوٰتین کا عذر حالت سیر میں ہوگا، اگر اس نے کہیں اقامت اختیار کرلی خواہ ایک دن کی تو اس کے لیے یہ عذر باقی نہیں رہے گا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعذار تین ہیں: (۱) مطر (۲) سفر (۳) مرض۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جمع تقدیم جائز ہے اور جمع تاخیر بھی۔ جمع تقدیم کے جواز کی شرط یہ ہے کہ پہلی نماز کے اختتام سے قبل جمع کی نیت کرلی جائے کیونکہ اس کے بغیر جمع صلوٰتین درست نہیں ہوگی۔ جمع تاخیر کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ پہلی نماز مکمل ہونے سے قبل جمع کی نیت کرلی جائے۔ آئمہ ثلاثہ نے حدیث باب سے جمع بین صلوٰتین کے لیے استدلال کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ جمع بین صلوٰتین حقیقی تو صرف میدان عرفات اور مزدلفہ میں جائز ہے لیکن اس کے علاوہ ہرگز جائز نہیں ہے اور اس سلسلے میں اعذار کی بھی کوئی حقیقت و اہمیت نہیں ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد ربانی ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (النساء:۱۰۳) بیشک نماز اپنے اپنے وقت میں

فرض کی گئی ہے۔

۲-حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة بان یؤخر صلوٰة الی وقة اخرٰی** (شرح معانی الآثار، باب الجمع بین الصلوٰتین) ''سونے میں تفریط (نقص) نہیں ہے، بیشک تفریط تو بیداری میں ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کر دیا جائے۔''

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے: **قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعجله السیر فی السفر یؤخر صلوٰة المغرب حتیٰ یجمع بینها وبین العشاء** (الصحیح للبخاری، جلداوّل ص۱۴۹) میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے سفر کا جلدی آغاز کرنا ہوتا تو آپ نماز مغرب کو مؤخر کر دیتے تا کہ آپ نماز مغرب اور نماز عشاء کو جمع کر لیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت سے مراد جمع بین صلوٰتین حقیقی نہیں بلکہ صوری ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا جائے۔ اس طرح یہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ہی پڑھی گئیں۔ لہٰذا اس کے جواز میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جمع بین صلوٰتین صوری مراد لینے سے تمام آیات واحادیث میں تطابق وموافقت کی صورت بھی پیدا ہو جائے گی۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

حدیث باب کی دوسری حدیث سے بھی ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ بلاعذر شرعی جمع بین صلوٰتین، گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریحات کے مطابق مطر، سفر اور مرض ہرگز ایسے اعذار نہیں ہیں جن کی وجہ سے نماز ترک کر دی جائے یا دوسرے وقت میں ادا کی جائے۔ یاد رہے میدانِ عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ جمع بین صلوٰتین حقیقی، نماز ترک کرنے کے مترادف ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ الْاَذَان

اذان سے متعلق ابواب

اذان کا بیان

اذان کا مفہوم، تاریخ، الفاظ، فوائد، مواقع اور جامعیت

لفظ ''اذان'' کا لغوی معنی ''اعلام'' یعنی خبر دینا یا اطلاع دینا ہے۔ اس کا شرعی اور اصطلاحی معنی ہے: مخصوص الفاظ کے ساتھ مخصوص اوقات میں مخصوص اعلان کرنا۔ اس اعلان کا مقصد لوگوں کو نماز ادا کرنے کی دعوت دینا اور ان کے ذہنوں کو مسجد کی طرف مبذول کرنا ہوتا ہے۔

اذان کا آغاز تحویل قبلہ کے بعد ۲ھ میں ہوا۔ اس سے قبل مسلمان اوقات مقررہ پر مسجد میں از خود جمع ہو کر باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی دعوت کے لیے طریقہ کار تجویز کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا تو مختلف آراء سامنے آئیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی مقرر کرنے کا مشورہ دیا کہ وہ لوگوں کو ''الصلوٰۃ جامعۃ'' کے الفاظ سے دعوت نماز دے۔ اس کے چند ایام بعد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ فرشتوں نے انہیں کلمات اذان سکھائے۔ صبح کے وقت وہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے خواب کے بارے میں عرض کیا اور الفاظ اذان بھی سنا دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تصدیق فرمائی اور لیلۃ المعراج میں فرشتوں کی اذان کے الفاظ بھی یہی تھے جو آپ کو یاد آ گئے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے اس لیے انہیں حکم دیا کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خواب کے الفاظ کے ساتھ لوگوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی دعوت دیں۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی فوراً بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے اور عرض گزار ہوئے کہ انہیں بھی خواب میں اذان کے یہ الفاظ سکھائے گئے ہیں۔ اس طرح تقریباً بیس صحابہ کرام کو خواب میں اذان سکھائی گئی تھی۔ الغرض اذان کا آغاز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مبارک خوابوں سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کی تصدیق و تائید کرتے ہوئے فرمایا: ''ان هذه الرؤيا حق'' یہ خواب حق ہے۔ علاوہ ازیں وحی الٰہی سے بھی تائید ہوگئی: ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ'' (اے لوگو ایمان والو! جب جمعۃ المبارک کے دن نماز کے لیے اذان کہی جائے تو تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف تیزی سے آؤ)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو اذان کے الفاظ سکھائے گئے تھے، وہ یہ ہیں: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اذان کے فوائد کثیر ہیں جن میں سے چند ایک یہاں پیش کیے جاتے ہیں: (۱) نماز باجماعت کی سعادت آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ (۲) نماز کے وقت کا علم ہو جاتا ہے۔ (۳) شعار اسلام اور عظمت اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔ (۴) غیر مسلموں تک تبلیغ اسلام اور اعلاء کلمۃ الحق پہنچ جاتا ہے۔ (۵) تا حد آواز اذان شیطان گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ (۶) اذان، موذن کے بلندی درجات کا باعث بنتی ہے۔ (۷) اس کا جواب دینے سے سامعین کے اعمال خیر اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

اذان پڑھنے کے مواقع یہ ہیں: (۱) نماز پنجگانہ کے لیے۔ (۲) نماز جمعہ کے لیے۔ (۳) بچے کی پیدائش پر اس کے کان میں اذان۔ نمازوں کے لیے اذان کہنا واجب ہے جبکہ بچے کے کان میں اذان کہنا مسنون ہے۔ علاوہ ازیں دشمن سے جنگ کے وقت، کسی مرض کے پھیلنے پر اور اسلامی معاشرے میں کوئی بھی پریشانی لاحق ہونے پر۔

اذان کے معانی و مفاہیم پر غور کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اس میں بڑی جامعیت ہے۔ مؤذن سب سے قبل اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتا ہے، پھر توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے، لوگوں کو نماز کی دعوت دیتا ہے، نماز کو دارین کی کامیابی کا زینہ قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے کے اعلان پر اپنا مضمون ختم کرتا ہے۔ اذان کے الفاظ اس قدر مؤثر اور انقلاب آفریں ہیں کہ مسلم تو مسلم رہا غیر مسلم بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ بَدْءِ الْاَذَانِ

باب 1: اذان کا آغاز

174 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاُمَوِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِیِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا اَصْبَحْنَا اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ بِالرُّؤْيَا فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ لَرُؤْيَا حَقٍّ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَاِنَّهٗ اَنْدٰى وَاَمَدُّ صَوْتًا مِّنْكَ فَاَلْقِ عَلَيْهِ مَا قِيْلَ لَكَ وَلْيُنَادِ بِذٰلِكَ قَالَ فَلَمَّا سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نِدَآءَ بِلَالٍ بِالصَّلٰوةِ خَرَجَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَجُرُّ اِزَارَهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَاَيْتُ مِثْلَ الَّذِیْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ فَذٰلِكَ اَثْبَتُ

174-اخرجه البخاری فی خلق افعال العباد (24) واخرجه ابو داؤد (1/189, 190): كتاب الصلاة: باب: كيف الاذان حديث (499) وابن ماجه (1/232): كتاب الاذان والسنة فيها: باب: بدء الاذان حديث (706) والدارمی (1/268, 269): كتاب الصلاة: باب: فی بدء الاذان واخرجه ابن خزيمة (1/189): كتاب جماع ابواب الاذان والاقامة باب ذكر الدليل على ان من كان ارفع صوتا واجهر كان احق بالاذان حديث (363) واخرجه احمد (4/43).

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ اَتَمَّ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَاَطْوَلَ وَذَكَرَ فِيْهِ قِصَّةَ الْاَذَانِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَالْاِقَامَةِ مَرَّةً مَرَّةً

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِ رَبِّهٖ وَيُقَالُ ابْنُ عَبْدِ رَبٍّ وَلَا نَعْرِفُ لَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا يَصِحُّ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ الْوَاحِدَ فِي الْاَذَانِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ لَهٗ اَحَادِيْثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَمُّ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ

◆◆ محمد بن عبداللہ بن زید اپنے والد (حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب صبح ہوئی تو ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے آپ کو خواب سنایا آپ نے فرمایا: یہ سچا خواب ہے تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ کیونکہ اس کی آواز تم سے زیادہ دور تک جاتی ہے' تو جو الفاظ تمہیں کہے گئے ہیں وہ اسے سکھاؤ اور وہ اس کے مطابق اذان دے۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سنی تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے نکلے وہ اپنی چادر کھینچے ہوئے اور بولے: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے میں نے بھی وہی خواب دیکھا ہے' جو اس نے بیان کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اب معاملہ زیادہ پختہ ہو گیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے زیادہ مکمل طور پر نقل کیا ہے۔ اس واقعے میں انہوں نے اذان کے کلمات کو دو، دو مرتبہ اور اقامت کے کلمات کو ایک، ایک مرتبہ کہنے کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

یہ عبداللہ بن زید بن عبدربہ ہیں اور ایک قول کے مطابق یہ ابن عبدرب ہیں۔

ہمیں ان کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول کسی مستند روایت کا علم نہیں ہے' صرف یہی ایک روایت ہے' جو اذان کے بارے میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی نے کئی احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کی ہیں' یہ عباد بن تمیم کے چچا ہیں۔

175 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ اَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

175- اخرجه البخاری (93/2): كتاب الاذان: باب: بدء الاذان' حديث (604) واخرجه مسلم (233, 232,3) "ابی": كتاب الصلاة: باب: بدء الاذان' والنسائی (2/2): كتاب الاذان: باب بدء الاذان' حديث (626) وابن خزيمة (188/1): جماع الاذان والاقامة: باب فی بدء الاذان والاقامة' حديث (361) واحمد (148/2)' (6357)

متن حدیث: كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلَوَاتِ وَلَيْسَ يُنَادِيْ بِهَا اَحَدٌ فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمِ اتَّخِذُوا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمِ اتَّخِذُوا قَرْنًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ میں جب مسلمان آئے' تو جب بھی نماز کا وقت ہوتا تھا' اکٹھے ہو جایا کرتے تھے' لیکن کوئی بھی اس کے لیے بلاتا نہیں تھا ایک دن لوگ اس بارے میں بات چیت کر رہے تھے ان میں سے کچھ نے کہا' تم لوگ باجا لے لو' جیسے عیسائیوں کا باجا ہوتا ہے' کچھ نے کہا' تم قرن لے لو' جیسے یہودیوں کا قرن ہوتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: تم کسی شخص کو یہ کیوں نہیں کہتے؟ وہ نماز کے لیے اعلان کر دیا کرے' راوی بیان کرتے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال! تم اٹھو اور نماز کے لیے اعلان کرو (یعنی اذان دو)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول روایت ''غریب'' ہے۔

شرح

اذان کے حوالے سے چند ایک فقہی مسائل

زیر بحث احادیث کے حوالے سے ''ترجمۃ الباب'' کے تحت جامعیت سے چند اہم امور بیان کر دیے گئے ہیں جن کے اعادہ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ تاہم اذان کے حوالے سے چند فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ مؤذن پاک وصاف اور باوضو ہونا چاہیے، وقت کی قلت کے باعث بے وضو اذان کہنے میں بھی مضائقہ نہیں۔

☆ مؤذن عاقل و بالغ اور باشعور ہونا چاہیے۔ نابالغ لیکن باشعور لڑکا بھی اذان کہہ سکتا ہے۔

☆ اوقات نماز میں اذان دی جا سکتی ہے۔ وقت سے قبل نماز درست نہیں ہے بلکہ وقت ہونے پر اس کا اعادہ ضروری ہے۔

☆ جن نمازوں کا تاخیر سے ادا کرنا مسنون و مستحب ہے ان میں اذان بھی مؤخر کرنا مسنون ہے۔ جن نمازوں کو جلدی پڑھنا مسنون ہے، ان میں اذان بھی جلدی پڑھنا مسنون ہے۔

☆ بغیر اذان کے باجماعت نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

☆ قضاء نمازیں اگر باجماعت ادا کرنی ہوں تو ان کے لیے اذان نہیں ہے۔ البتہ اقامت پڑھی جائے گی۔

☆ گھر میں باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے الگ سے اذان کی ضرورت نہیں ہے بلکہ محلّہ کی مسجد کی اذان ہی کافی ہے۔

(ماخوذ از بہار شریعت جلد اوّل از صفحہ ۴۶۴ تا ۴۷۳)

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّرْجِيْعِ فِي الْاَذَانِ

باب 2: اذان میں ترجیع

176 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ وَجَدِّيْ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْعَدَهُ وَاَلْقَى عَلَيْهِ الْاَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا قَالَ اِبْرَاهِيْمُ مِثْلَ اَذَانِنَا قَالَ بِشْرٌ فَقُلْتُ لَهُ اَعِدْ عَلَيَّ فَوَصَفَ الْاَذَانَ بِالتَّرْجِيْعِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ فِي الْاَذَانِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ بِمَكَّةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بٹھایا اور انہیں ایک، ایک حرف کر کے اذان کا طریقہ سکھایا۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس طرح ہماری اذان ہوتی ہے۔

بشر نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے کہا: آپ مجھے دوبارہ یہ بتایئے تو انہوں نے ترجیع کے ساتھ اذان دے کر دکھائی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اذان کے بارے میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "صحیح" ہے۔ یہ ان سے کئی حوالوں سے منقول ہے۔

مکہ مکرمہ میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

177 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْاَحْوَلِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَيْرِيْزٍ عَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَّالْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً

176- اخرجه ابو داؤد (190/1): كتاب الصلاة: باب: كيف الاذان' حديث (500, 501, 504) واخرجه النسائي (7/2): كتاب الاذان: باب: الاذان في السفر حديث (633) واخرجه ابن خزيمة (200/1, 201, 202): كتاب الاذان والاقامة باب التثويب في اذان الصبح' حديث (385) واخرجه احمد (308/3, 408)

177- اخرجه مسلم (ابي) (237/2): كتاب الصلاة: باب: صفة الاذان حديث (379/6) البخاري في خلق افعال العباد (25) واخرجه ابو داؤد كتاب الصلاة (191/1, 192): باب كيف الاذان حديث (502, 503, 505) والنسائي (4/2, 5, 6): كتاب الاذان: باب: كم الاذان من كلمة' كيف الاذان' حديث (630, 631) وابن ماجه (234/1, 235): كتاب الاذان والسنة فيها: باب الترجيع في الاذان' حديث (708, 709) والدارمي (271/1) كتاب الصلاة: باب: الترجيع في الاذان' وابن خزيمة (195/1, 196): كتاب جماع الابواب في الاذان والاقامة باب: الترجيع في الاذان' حديث (377, 378, 379) واحمد (708, 409/3)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مَحْذُورَةَ اسْمُهُ سَمُرَةُ بْنُ مِعْيَرٍ وَّقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا فِى الْاَذَانِ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ اَبِىْ مَحْذُورَةَ اَنَّهٗ كَانَ يُفْرِدُ الْاِقَامَةَ

◄► حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے انیس کلمات سکھائے تھے اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے تھے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ ان کا نام سمرہ بن مغیرہ معیر ہے۔

بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: یہ حکم اذان میں ہے۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ایک روایت کے مطابق انہوں نے اقامت میں افراد کیا تھا (یعنی کلمات کو ایک ایک مرتبہ ادا کیا تھا)

شرح

تعدادکلمات اذان میں مذاہب آئمہ

کلمات اذان کی تعداد کتنی ہے؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک کلمات اذان کی تعداد پندرہ (15) ہے۔ ان کے نزدیک اذان میں تربیع بلاترجیع اولیٰ صورت ہے۔ لفظ ''تربیع'' کا مطلب ہے: ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کے الفاظ چار مرتبہ پڑھے جائیں۔ ''ترجیع'' سے مراد ہے شہادتین کو پہلے دو مرتبہ آہستہ پڑھا جائے اور بعد میں دوبارانہیں بلند آواز سے پڑھا جائے۔ ہمارا موقف ہے کہ یہ طریقہ مسنون نہیں ہے بلکہ شہادتین صرف دو دو مرتبہ پڑھی جائیں گی۔ اس سلسلے میں دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے: انما كان الاذان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مرتين مرتين (سنن ابی داؤد جلد اوّل ص ۷۶) ''بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دو دو مرتبہ تھی۔'' (۲) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: قال الملك في المنام تقول: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (سنن ابی داؤد)

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کلمات اذان کی تعداد انیس (19) ہے۔ ان کا موقف ہے کہ اذان میں ترجیع مع التربیع ہے۔ انہوں نے اس موقف پر حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کلمات اذان کی تعداد سترہ (17) ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اذان میں ترجیع بلاتربیع سنت ہے۔ انہوں نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: ان رسول الله صلى الله

علیہ وسلم علمه الاذان يقول: اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ الخ۔اس روایت کے آغاز میں: "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" دوبار ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: یہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی کیونکہ یہ کلمات کہلاتے وقت وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دوران سفر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی تو بچوں نے ان کی نقل اتارنی شروع کر دی تھی۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ خوش آواز اور خوش الحان تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شفقت و پیار کرتے ہوئے اذان پڑھنے کی ترغیب دی اور قبول اسلام کی دعا فرمائی۔ وہ کلمات اذان بلند آواز سے پڑھتے رہے مگر جب شہادتین پر پہنچے تو اپنی آواز پست کر دی کیونکہ شہادتین ان کے عقیدہ کے خلاف تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر دست شفقت فرماتے ہوئے اور نقدی سے نوازتے ہوئے اسلام قبول کرنے کی پھر ترغیب دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر انہوں نے حسب سابق شہادتین کے الفاظ بھی بلند آواز سے پڑھے۔ وہ اپنی دلی خواہش کے مطابق مکہ مکرمہ کے مؤذن بھی تعینات ہوئے تو وہاں اذان مع ترجیع پڑھتے رہے۔ ان کے برعکس حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے مؤذن تھے، ان کی اذان میں ترجیع ہرگز نہیں تھی۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب وہی ہے جو ابھی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیا گیا ہے۔

کلمات اذان کے اعراب کا مسئلہ: کلمات اذان کے آخر میں وقف حکائی ہے جو زمانہ رسالت سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ لہٰذا ان پر اعراب نحوی جاری کرنا درست نہیں ہے۔ جب ملا کر: "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کو دو مرتبہ پڑھا جائے تو اس کی تین صورتیں بنتی ہیں: (۱) پہلے "اکبر" کی راء پر اصل کا اعتبار کرتے ہوئے ضمہ پڑھا جائے۔ (۲) کلمات "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کو انقطاع کے ساتھ پڑھا جائے تو پہلے "اکبر" کی راء کو ساکن اور لفظ "اللّٰہ" کے ہمزہ کو مفتوح پڑھا جائے۔ (۳) لفظ "اکبر" کی راء کو مفتوح پڑھا جائے۔ اسے مفتوح پڑھنے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) قاعدہ نحوی کا تقاضا تو یہ تھا: "الساکن اذا حرك حرك بالكسر" (ساکن کو صرف کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے) لیکن لفظ "اللّٰہ" کی تفخیم کا اعتبار کرتے ہوئے اس نحوی قاعدہ کو نظر انداز کر کے ہوئے اخف الحرکات فتح دے دیا۔ اس لیے کہ اگر فتح نہ دیں گے تو کسرہ کی صورت میں لفظ "اللّٰہ" سے تفخیم کی صفت ختم ہو جائے گی۔ (۲) لفظ "اللّٰہ" کے ہمزہ کی حرکت نقل کر کے "اکبر" کی راء کو دے دی۔ کلمات اذان و اقامت کے آخر میں سکون کی دلیل جامع ترمذی میں حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے: "الاذان جزم"

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِفْرَادِ الْاِقَامَةِ

باب 3: اقامت میں افراد

178 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَيَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متن حدیث: اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوتِرَ الْاِقَامَةَ وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا گیا: وہ اذان میں کلمات کو جفت تعداد میں اور اقامت میں طاق تعداد میں ادا کریں۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْاِقَامَةَ مَثْنٰى مَثْنٰى

باب 4: اقامت کے کلمات دو، دو ہوں گے

179 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ اَذَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَفْعًا شَفْعًا فِي الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَوَاهُ وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ رَاَى الْاَذَانَ فِي الْمَنَامِ

178– اخرجه البخاری (98/2)؛ كتاب الاذان؛ باب الاذان مثنى مثنى حديث (605, 606, 607)' واخرجه مسلم (ابی)(235, 236, 237)؛ كتاب الصلاة؛ باب: الامر بشفع الاذان وايتار الاقامة' حديث (378/2, 378/3, 378/5)' وابو داؤد (195/1, 196)؛ كتاب الصلاة؛ باب في الاقامة' حديث (508, 509)' واخرجه ابن ماجه (241/1)؛ كتاب الاذان والسنة فيها' باب: افراد الاقامة' حديث (729, 730)' والدارمی (270/1, 271)؛ كتاب الصلاة؛ باب: الاذان مثنى مثنى والاقامة مرة' وابن خزيمة (190/1, 191, 192, 194)؛ كتاب جماع ابواب الاذان والاقامة؛ باب: تثنية الاذان وافراد الاقامة' باب: ذكر الدليل على ان الامر بلال ان يشفع الاذان ويوتر الاقامة' وباب تثنية قد قامت الصلاة في الاقامة' حديث (366, 367, 368, 369, 375, 376) واخرجه احمد (103/3, 189)

179– رواه ابن خزيمة (197/1) في جماع ابواب الاذان والاقامة؛ باب: الترجيع مع تثنية الاقامة' حديث (380)

وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ رَاَى الْاَذَانَ فِی الْمَنَامِ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰى وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ لَيْلٰى لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ

مذاہب فقہاء: وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْاَذَانُ مَثْنٰى مَثْنٰى وَالْاِقَامَةُ مَثْنٰى مَثْنٰى وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِیُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَهْلُ الْكُوْفَةِ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: ابْنُ اَبِیْ لَيْلٰى هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى كَانَ قَاضِیَ الْكُوْفَةِ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ شَيْئًا اِلَّا اَنَّهٗ يَرْوِیْ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِيْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان جفت تعداد میں ہوتی تھی۔ اذان میں بھی اور اقامت میں بھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کو وکیع نے اعمش کے حوالے سے عمرو بن مرہ کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ہمیں یہ بات بتائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اذان کا طریقہ خواب میں دیکھا تھا۔

شعبہ، عمرو بن مرہ کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان (کا طریقہ) دیکھا تھا۔

یہ روایت ابن ابی لیلیٰ سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ نے اس روایت کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے۔

بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: اذان کے کلمات دو، دو ہوں گے اور اقامت کے کلمات بھی دو، دو ہوں گے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ، یہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ ہیں یہ کوفہ کے قاضی تھے انہوں نے اپنے والد سے کوئی روایت نہیں سنی ہے، البتہ یہ ایک اور صاحب کے حوالے سے احادیث نقل کرتے ہیں۔

شرح

تعداد کلمات اقامت میں مذاہب آئمہ

تعداد کلمات اذان کی طرح تعداد کلمات اقامت میں بھی آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تعداد کلمات اقامت سترہ (17) ہیں۔ پندرہ کلمات اذان والے اور دو دفعہ یہ الفاظ ہیں: "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ" انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے: (۱) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: كان اذان رسول الله صلى الله عليه وسلم شفعاً شفعاً فی الاذان والاقامة (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۷۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان و اقامت شفعہ شفعہ (دو، دو بار) تھیں۔ (۲) حضرت

ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمه الاذن تسع عشرة كلمة والاقامة سبع عشرة كلمة (سنن ابی داؤد) ''بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی۔''

۲۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تعداد کلمات اقامت گیارہ (11) ہیں۔آغاز میں ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' دوبار، شہادتین ایک ایک بار، ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ'' ایک بار، ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ'' ایک بار، ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' کو ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ'' کے بعد ایک بار پڑھا جائے گا، ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' دوبار اور کلمات ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' ایک بار۔انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: امر بلال ان یشفع الاذان ویوتر الاقامة (جامع ترمذی رقم الحدیث ۱۷۸) حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان دوبار اور اقامت ایک بار پڑھیں۔

۳۔حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تعداد کلمات اقامت دس ہیں۔ان کے نزدیک ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' ایک بار ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) اس روایت میں ''ایتار'' کا حکم بیان جواز کے لیے ہے اور جواز ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم بھی جائز سمجھتے ہیں۔(۲) لفظ ''ایتار'' کلمات اقامت کو یکبارگی (ایک سانس میں) کہنے سے کنایہ ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کلمات اذان الگ پڑھے جائیں جبکہ کلمات اقامت ایک سانس میں دو دو کر کے پڑھے جائیں۔اس لیے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اس کے قائل ہیں کہ آغاز میں کلمات ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' دوبار پڑھے جائیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی التَّرَسُّلِ فِی الْاَذَانِ

باب 5: اذان میں ترسل

180 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا الْمُعَلَّی بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُنْعِمِ هُوَ صَاحِبُ السِّقَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ وَعَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ يَا بِلَالُ اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ فِیْ اَذَانِكَ وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْدُرْ وَاجْعَلْ بَيْنَ اَذَانِكَ وَاِقَامَتِكَ قَدْرَ مَا يَفْرُغُ الْاٰكِلُ مِنْ اَكْلِهٖ وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِهٖ وَالْمُعْتَصِرُ اِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ وَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِیْ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الْمُنْعِمِ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْمُنْعِمِ وَهُوَ اِسْنَادٌ مَجْهُوْلٌ

توضیح راوی: وَعَبْدُ الْمُنْعِمِ شَيْخٌ بَصْرِیٌّ

180– اخرجه عبد بن حميد ص 310 حديث (1008)

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! جب تم اذان دوتو اپنی اذان میں ترسل کرواور جب تم اقامت کہوتو تیزی سے پڑھواوراپنی اذان اوراقامت کے درمیان اتنی مقداررکھو' جتنی دیر میں کوئی کھانے والا' کھا کرفارغ ہوجائے اور پینے والا پی کرفارغ ہوجائے اور جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے گیا ہو' (تو وہ اس سے فارغ ہوجائے) اورتم لوگ (باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے) اس وقت تک کھڑے نہ ہو' جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔

یہ روایت ایک اورسند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول اس حدیث کو ہم صرف اسی ایک حوالے سے جانتے ہیں جو عبدالمنعم سے منقول ہے' اوراس کی سند مجہول ہے۔عبدالمنعم بصرہ سے تعلق رکھنے والے بزرگ ہیں۔

شرح

اذان واقامت کے حوالے سے چند اہم مسائل

(۱) اذان واقامت کی رفتار: قواعد تجوید کے مطابق قرأت کے تین درجات ہو سکتے ہیں: (۱) ترتیل: خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔اسے ترسل بھی کہا جاتا ہے۔(۲) حدر: تیز رفتاری سے پڑھنا۔(۳) تدویر: میانہ رویٔ سے پڑھنا جو ترتیل اور حدر کی درمیانی حالت ہے۔اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ اذان میں ترتیل افضل ہےاوراقامت میں حدر افضل ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان کا مقصد دور سے لوگوں کونماز کی دعوت دینا ہے جبکہ اقامت کا مقصد مسجد میں موجود لوگوں کو صفوں میں آنے کی دعوت دینا ہے۔

(۲) معتصر کا مفہوم: معتصِر کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: (۱) لفظ معتصر لفظ ''عصر'' بنا ہو۔بمعنی پناہ میں آنا، پناہ حاصل کرنا۔ جس طرح دشمن کے ضرر سے بچنے کے لیے پناہ حاصل کی جاتی ہے، اسی طرح قضاء حاجت کرنے والا شخص اپنے ضرروایذاء سے دوسروں کو محفوظ رکھنے کے لیے پناہ حاصل کرتا ہے۔(۲) یہ لفظ ''اعتصار'' سے بنا ہو' بمعنی نچوڑنا، ماحاصل، نتیجہ۔پیشاب وقضائے حاجت کرنے والا شخص اپنے جسم کو نچوڑ کراس سے غلاظت کو باہر نکال دیتا ہے۔

(۳) اذان واقامت کے مابین وقفہ کی مقدار: نماز مغرب کے علاوہ دوسری نمازوں میں اذان واقامت کے مابین اتنا وقفہ ہونا چاہیے کہ چار رکعت نماز ادا کی جاسکتی ہو جبکہ ہر رکعت میں دس آیات کی قرأت کی جائے۔نماز مغرب میں اذان واقامت کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہیے کہ ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات پڑھی جاسکیں۔

(۴) اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں؟: جونہی اقامت کا آغاز ہوتا ہے تو لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں، یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔اقامت کہنے والا جب ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' کے الفاظ کہے تو مقتدی حضرات کھڑے ہوجائیں۔محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد رضوی قادری اور حضرت علامہ سیّدی مرشدی مفتی محمد عبدالغفور نقشبندی شرقپوری رحمہما اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابرومشائخ کا یہی طریقہ تھا۔اس پر دلیل حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ ہیں: ''ولا تقوموا حتی ترونی'' (جامع ترمذی رقم الحدیث ۱۸۰) (جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہوا کرو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہ سے اس وقت برآمد ہوتے تھے جب

مؤذن "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ" کے الفاظ کہتا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اِدْخَالِ الْاِصْبَعِ فِي الْاُذُنِ عِنْدَ الْاَذَانِ

باب 6: اذان کے وقت انگلی کان میں ڈال لینا

181 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ بِلَالًا يُؤَذِّنُ وَيَدُوْرُ وَيُتْبِعُ فَاهُ هَا هُنَا وَهَا هُنَا وَاِصْبَعَاهُ فِيْ اُذُنَيْهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قُبَّةٍ لَّهُ حَمْرَاءَ اُرَاهُ قَالَ مِنْ اَدَمٍ فَخَرَجَ بِلَالٌ بَيْنَ يَدَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَرَكَزَهَا بِالْبَطْحَاءِ فَصَلّٰى اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَرِيْقِ سَاقَيْهِ قَالَ سُفْيَانُ نُرَاهُ حِبَرَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ جُحَيْفَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ يُّدْخِلَ الْمُؤَذِّنُ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ فِي الْاَذَانِ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَفِي الْاِقَامَةِ اَيْضًا يُدْخِلُ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ الْاَوْزَاعِيِّ

وَاَبُوْ جُحَيْفَةَ اسْمُهٗ وَهْبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ السُّوَائِيُّ

◆◆ حضرت عون بن ابی جحیفہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا اذان دیتے ہوئے وہ گھوم گئے انہوں نے اپنا منہ اس طرف بھی پھیرا اور اس طرف بھی پھیرا ان کی انگلیاں ان کے کانوں میں تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سرخ خیمے میں موجود تھے (راوی کہتے ہیں) میرا خیال ہے: انہوں نے یہ لفظ بھی استعمال کیا تھا چمڑے سے بنے ہوئے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے آگے نیزہ لے کر نکلے اور اسے میدان میں گاڑھ دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی اس

181- اخرجه البخاري (135, 133/2): كتاب الاذان: باب الاذان للمسافرين اذا كانوا جماعة والاقامة حديث (633): كتاب الاذان: باب: هل يتتبع المؤذن فاه ها هنا وها هنا؛ وهل يلتفت في الاذان؛ حديث (634) واخرجه مسلم (ابي) (392/2): كتاب الصلاة: باب سترة المصلي حديث (249 /503) واخرجه ابو داؤد (198/1): كتاب الصلاة: باب في المؤذن يستدير في اذانه حديث (520) باب ما يستر المصلي حديث (688) والنسائي (87/1): كتاب الطهارة: باب الانتفاع بفضل الوضوء حديث (137) (12/2): كتاب الاذان: باب كيف يصنع المؤذن في اذانه حديث (643) (73/2): كتاب القبلة: باب: الصلاة في الثياب الحمر حديث (772) وابن ماجه (236/1): كتاب الاذان والسنة فيها: باب: السنة في الاذان حديث (711) والحميدي (395/2): في احاديث ابي جحيفة حديث (892) وابن خزيمة (203, 202/1) في جماع ابواب الاذان والاقامة: باب الانحراف في الاذان عند قول المؤذن حي على الصلاة حي على الفلاح حديث (387) باب: ادخال الاصبعين في الاذنين عند الاذان ان صح الخبر حديث (388) وفي جماع ابواب سترة المصلي: باب ذكر خبر روي في مرور الحمار بين يدي المصلي حديث (841) باب: استحباب النزول بالمحصب وان لم يكن ذلك واجبا حديث (2994) باب ذكر البيان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قصر الصلاة بالابطح بعدما نفر من منى حديث (2995) واخرجه احمد (307/4, 307)

کی دوسری طرف سے کتے اور گدھے گزر رہے تھے' آپ نے سرخ حُلّہ پہن رکھا تھا' آپ کی پنڈلیوں کی چمک کا منظر گویا آج بھی میری نگاہ میں ہے۔

سفیان بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے: وہ حلّہ یمنی چادر کا ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' وہ اس بات کو مستحب سمجھتے ہیں: مؤذن اذان دیتے ہوئے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اقامت میں بھی ایسا ہی کیا جائے گا۔ مؤذن اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالے گا۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

حضرت ابوجحیفہ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے۔

شرح

دورانِ اذان مؤذن کا اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنا

اذان خارج مسجد کسی منار یا حجرہ یا قبہ وغیرہ میں پڑھنی چاہیے۔ دوران اذان مؤذن کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لے۔ کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے کی متعدد حکمتیں ہیں:

(۱) ہوا صرف منہ سے نکلنے کے باعث آواز بلند ہو جائے گی۔

(۲) مصنوعی بہرہ بننے کے نتیجہ میں آواز بلند ہوگی۔

(۳) دور سے دیکھنے والا شخص جسے آواز سنائی نہ دے رہی، بھی معلوم کر لے گا کہ اذان ہو رہی ہے۔ دوران اذان چلنا منع ہے۔ اگر اذان کی آواز قبہ یا منارے سے باہر نہ جا رہی ہو تو چند قدم چل کر اس کے سوراخوں کے پاس منہ کر کے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ دوران اذان مؤذن اپنا سینہ قبلہ رخ رکھے اور دائیں بائیں منہ پھیرتے وقت سینہ ہرگز نہ پھیرے۔ مسجد میں اذان پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ ایسا عمل آداب مسجد کے خلاف ہے۔ مسجد کا محراب خارج مسجد ہے، لہٰذا مؤذن اس میں کھڑا ہو کر بلا کراہت اذان کہہ سکتا ہے لیکن اس سے بہتر یہ ہے کہ مسجد سے ملحقہ حجرہ میں اذان پڑھی جائے تا کہ مسجد میں آواز نہ گونجے۔ بلا عذر مسجد کے اندرونی سپیکروں کا استعمال کرنا منع ہے کیونکہ ان کی آواز آداب مسجد کے خلاف ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّثْوِيبِ فِي الْفَجْرِ

باب 7: فجر کی اذان میں تثویب

182 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ

182- اخرجه احمد (15,14/6)

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ بِلَالٍ قَالَ

متن حدیث: قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُثَوِّبَنَّ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اِلَّا فِیْ صَلَاةِ الْفَجْرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ بِلَالٍ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ اِسْرَآئِیْلَ الْمُلَائِیِّ

توضیح راوی: وَاَبُوْ اِسْرَآئِیْلَ لَمْ یَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِیْثَ مِنَ الْحَکَمِ بْنِ عُتَیْبَةَ قَالَ اِنَّمَا رَوَاهُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ عَنِ الْحَکَمِ بْنِ عُتَیْبَةَ

وَاَبُوْ اِسْرَآئِیْلَ اسْمُهٗ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اِسْحٰقَ وَلَیْسَ هُوَ بِذَاكَ الْقَوِیِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِیْ تَفْسِیْرِ التَّثْوِیبِ فَقَالَ بَعْضُهُمُ التَّثْوِیبُ اَنْ یَّقُوْلَ فِیْ اَذَانِ الْفَجْرِ الصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدَ وقَالَ اِسْحٰقُ فِی التَّثْوِیبِ غَیْرَ هٰذَا قَالَ التَّثْوِیبُ الْمَکْرُوْهُ هُوَ شَیْءٌ اَحْدَثَهُ النَّاسُ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَاسْتَبْطَاَ الْقَوْمَ قَالَ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ وَهٰذَا الَّذِیْ

قَالَ اِسْحٰقُ هُوَ التَّثْوِیبُ الَّذِیْ قَدْ کَرِهَهٗ اَهْلُ الْعِلْمِ وَالَّذِیْ اَحْدَثُوْهُ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ فَسَّرَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدُ اَنَّ التَّثْوِیبَ اَنْ یَّقُوْلَ الْمُؤَذِّنُ فِیْ اَذَانِ الْفَجْرِ الصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ وَهُوَ قَوْلٌ صَحِیْحٌ وَّیُقَالُ لَهُ التَّثْوِیبُ اَیْضًا وَّهُوَ الَّذِی اخْتَارَهُ اَهْلُ الْعِلْمِ وَرَاَوْهُ

آثارِ صحابہ: وَرُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ صَلَاةِ الْفَجْرِ الصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

آثارِ صحابہ: وَرُوِیَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَسْجِدًا وَّقَدْ اُذِّنَ فِیْهِ وَنَحْنُ نُرِیْدُ اَنْ نُّصَلِّیَ فِیْهِ فَثَوَّبَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اخْرُجْ بِنَا مِنْ عِنْدِ هٰذَا الْمُبْتَدِعِ وَلَمْ یُصَلِّ فِیْهِ قَالَ وَاِنَّمَا کَرِهَ عَبْدُ اللّٰهِ التَّثْوِیبَ الَّذِیْ اَحْدَثَهُ النَّاسُ بَعْدُ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم فجر کی نماز کے علاوہ اور کسی بھی نماز میں تثویب نہ کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ابومحذورہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو ہم صرف ابواسرائیل ملائی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ابواسرائیل نے اس روایت کو حکم بن عتیبہ سے نہیں سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں: اس روایت کو حسن بن عمارہ نے حکم بن عتیبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ابواسرائیل کا نام اسماعیل بن ابواسحٰق ہے اور یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہیں۔

تثویب کی وضاحت میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: تثویب سے مراد یہ ہے: آدمی فجر کی اذان میں یہ کہے "الصلوۃ خیر من النوم" (نماز نیند سے بہتر ہے) امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد کا یہی قول ہے۔

تثویب کے بارے میں امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے وہ یہ فرماتے ہیں: تثویب جو مکروہ ہے اسے لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اختیار کیا ہے' جب مؤذن اذان دے دیتا تھا' اور لوگ آنے میں تاخیر کر دیتے تھے' تو اذان اور اقامت کے درمیان یہ کہا جاتا تھا: نماز کھڑی ہوگئی ہے نماز کی طرف آجاؤ فلاح کی طرف آجاؤ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ وہ بات ہے' جسے اسحٰق نے بیان کیا ہے۔ اس تثویب کو اہل علم نے مکروہ قرار دیا ہے' اور یہ وہ چیز ہے' جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں نے ایجاد کیا ہے۔

اس کی جو وضاحت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے' وہ یہ ہے: مؤذن فجر کی اذان میں یہ کہے: "الصلوۃ خیر من النوم" (نماز نیند سے بہتر ہے)

یہ قول درست ہے' اور اسی کو تثویب بھی کہا جاتا ہے۔

اہل علم نے اسی کو اختیار کیا ہے' اور یہ ان کی رائے کے مطابق ٹھیک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بات منقول ہے: وہ فجر کی اذان میں یہ کہا کرتے تھے "الصلوۃ خیر من النوم" (نماز نیند سے بہتر ہے)

مجاہد سے یہ بات منقول ہے میں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مسجد میں داخل ہوا۔ جہاں اذان دی جا چکی تھی ہم نے وہاں نماز ادا کرنے کا ارادہ کیا' اسی دوران مؤذن نے تثویب کہی' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد سے باہر آگئے اور فرمایا: میرے ہمراہ اس بدعتی کے پاس سے اٹھ جاؤ! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے وہاں نماز ادا نہیں کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس تثویب کو مکروہ قرار دیا جسے لوگوں نے بعد میں ایجاد کیا تھا۔

شرح

فجر کی اذان میں تثویب کا مسئلہ

لفظ "تثویب" کا لغوی معنیٰ ہے: اعلام بعد الاعلام یعنی اعلان کے بعد اعلان کرنا۔ اصطلاحی وشرعی طور پر تثویب کے تین مصداق ہوسکتے ہیں: (۱) اقامت: چونکہ اذان بھی ایک اعلان تھا پھر اصلاح صفوف کے لیے اقامت کہی گئی۔ یہ تمام نمازوں کے لیے ہے۔ اقامت کہنا مسنون ہے۔ (۲) فجر کی اذان میں "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے بعد "اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کے الفاظ کہنا، کیونکہ اس سے قبل "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ" کے الفاظ سے اعلان ہو چکا تھا۔ یہ مصداق فجر کی اذان کے ساتھ خاص ہے۔ زیر بحث حدیث سے یہی مراد ہے۔ (۳) قاضی یا حاکم شرعی اپنی طرف سے کسی شخص کو تعینات کر دے کہ جب جماعت تیار ہو جائے یا اس کا وقت قریب ہو جائے تو وہ "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ" یا "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" یا "اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ" یا "اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ" وغیرہ الفاظ سے لوگوں کو جماعت میں شمولیت کی دعوت

دے۔ یہ مصداق تمام نمازوں کے لیے ہوسکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ مَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ

باب 8: جو شخص اذان دے وہی اقامت کہے

183 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَيَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمٍ الْاَفْرِيقِيِّ عَنْ زِيَادِ بْنِ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُؤَذِّنَ فِىْ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَاَذَّنْتُ فَاَرَادَ بِلَالٌ اَنْ يُّقِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَا صُدَاءٍ قَدْ اَذَّنَ وَمَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ زِيَادٍ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الْاَفْرِيْقِيِّ

توضیح راوی: وَالْاَفْرِيْقِيُّ هُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُهُ قَالَ اَحْمَدُ لَا اَكْتُبُ حَدِيْثَ الْاَفْرِيْقِيِّ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَرَاَيْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ اِسْمٰعِيْلَ يُقَوِّى اَمْرَهُ وَيَقُوْلُ هُوَ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ مَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ

◆◆ حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی تھی، میں فجر کی نماز میں اذان دوں، میں نے اذان دے دی، جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہنے لگے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بھائی صدائی نے اذان دی ہے، اور جو شخص اذان دے وہی اقامت کہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زیاد سے منقول حدیث کو ہم صرف افریقی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ یہ افریقی راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، یحییٰ بن سعید قطان اور دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں افریقی کی احادیث کو نہیں لکھتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے: وہ اس کے معاملے کو قوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: یہ شخص "مقارب الحدیث" ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے: جو شخص اذان دے وہ ہی اقامت کہے۔

183– اخرجه ابو داؤد (197/1)؛ كتاب الصلاة؛ باب فى الرجل يؤذن ويقيم آخر حديث (514) وابن ماجه (237/1)؛ كتاب الاذان والسنة فيها: باب السنة فى الاذان حديث (717) واخرجه احمد (169/4)

شرح

اقامت کہنے کے حق میں مذاہب آئمہ

نماز کا وقت ہونے پر اقامت کہنا مؤذن کا حق ہے یا دوسرا شخص بھی کہہ سکتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اقامت، مؤذن کا حق ہے۔ اس کی اجازت سے دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر اقامت کہنا مکروہ ہے۔ آپ کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: فاذن بلال فقال عبدالله انا رأيته وانا كنت اريده، قال (اى قال النبى صلى الله عليه وسلم) فاقم انت (سنن ابی داؤد جلداوّل ص۷۶) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی تو میں نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت پڑھنے کا حکم دیا۔ (۲) حضرت زیاد بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: من اذن فهو يقيم (جامع ترمذی، رقم الحدیث:۱۸۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اذان کہے وہی اقامت پڑھے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مؤذن کا اقامت کہنا واجب ہے۔ اس کی اجازت یا اجازت کے بغیر دوسرا شخص ہرگز اقامت نہیں پڑھ سکتا۔ انہوں نے حضرت زیاد بن حارث الصدائی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے اذان پڑھی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیاد بن حارث نے اذان پڑھی ہے لہٰذا اقامت بھی وہی کہے گا۔

۳- حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مؤذن کی طرف سے اجازت ہونے یا نہ ہونے دونوں صورتوں میں بلا کراہت دوسرا شخص اقامت پڑھ سکتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت کو واجب پر محمول کرنے کی ضرورت میں، اس کے خلاف روایات پر عمل نہیں ہو سکے گا۔ ان روایات میں تطبیق اور ان پر عمل کرنے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ اقامت پڑھنا، مؤذن کا حق قرار دیا جائے۔ البتہ اس کی اجازت سے دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ الْاَذَانِ بِغَيْرِ وُضُوْءٍ

باب 9: وضو کے بغیر اذان دینا مکروہ ہے

184 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى الصَّدَفِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

184- تفرد به الترمذی' واخرجه البيهقی (397/1) من طريق معاوية بن يحيى عن الزهری عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة ان النبی صلى الله عليه وسلم قال: لا يوذن الا متوضئ . هكذا رواه معاوية بن يحيى الصدفی' وهو ضعيف' والصحيح رواية يونس بن يزيد الايلی وغيره عن الزهری قال: قال ابو هريرة فذكره-

متن حدیث: لَا يُؤَذِّنُ اِلَّا مُتَوَضِّئٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: صرف باوضو شخص اذان دے۔

185 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ

متن حدیث: لَا يُنَادِیْ بِالصَّلٰوةِ اِلَّا مُتَوَضِّئٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ لَمْ يَرْفَعْهُ ابْنُ وَهْبٍ وَّهُوَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ وَّالزُّهْرِیُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِی الْاَذَانِ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَكَرِهَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِیُّ وَاِسْحٰقُ

وَرَخَّصَ فِیْ ذٰلِكَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِیُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدُ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صرف باوضو شخص اذان دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت پہلی روایت سے ''اصح'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو ابن وہب نے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا' اور یہ ولید بن مسلم کی روایت سے زیادہ مستند ہے۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

بے وضو حالت میں اذان دینے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہلِ علم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کی اجازت دی ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

بے وضو اذان کہنے کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ

کیا مؤذن بلاوضو اذان کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلاوضو اذان پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف باوضو شخص اذان پڑھ سکتا ہے۔

۲- حضرت امام اوزاعی، حضرت امام عطاء، حضرت مجاہد اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کے

نزدیک بلاوضواذان نہیں پڑھی جاسکتی۔انہوں نے بھی حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۳- جمہور کے نزدیک مؤذن کے لیے وضوکر لینا افضل ہے۔ان کے نزدیک زیر بحث حدیث اولویت پر محمول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن کا باوضو ہونا اولیٰ ہے۔حدیث باب سے نہ مؤذن کے لیے شرط ثابت ہوتی ہے اور نہ کراہت۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْاِمَامَ اَحَقُّ بِالْاِقَامَةِ

باب **10**: اقامت کے بارے میں امام زیادہ حقدار ہے (کہ اسے دیکھ کر اقامت کہی جائے)

186 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيلُ اَخْبَرَنِیْ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُولُ

متنِ حدیث: كَانَ مُؤَذِّنُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمْهِلُ فَلَا يُقِيمُ حَتّٰى اِذَا رَاٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ حِيْنَ يَرَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّحَدِيْثُ اِسْرَآئِيلَ عَنْ سِمَاكٍ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہبِ فقہاء: وَهٰكَذَا قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّ الْمُؤَذِّنَ اَمْلَكُ بِالْاَذَانِ وَالْاِمَامُ اَمْلَكُ بِالْاِقَامَةِ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مؤذن تاخیر کرتا رہتا تھا' اور اس وقت تک اقامت نہیں کہتا تھا' جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں لیتا تھا: آپ تشریف لے آتے ہیں' تو آپ کو دیکھ کر وہ اقامت کہنا شروع کرتا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اسرائیل نے سماک کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اسے ہم صرف اسی حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہی بات بیان کی ہے: مؤذن اذان دینے کا زیادہ اختیار رکھتا ہے' اور امام اقامت کے حوالے سے زیادہ حقدار ہے۔

شرح

اذان کا زیادہ حقدار مؤذن اور اقامت کا امام ہے

مؤذن اذان کہنے میں خود مختار ہے، نماز کا وقت ہونے پر کسی کی اجازت کے بغیر وہ اذان کہہ سکتا ہے۔خواہ اقامت کہنے کا

186- اخرجه مسلم (532/2): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب متى يقوم الناس للصلاة' حديث (606/160) وابو داؤد (203/1): كتاب الصلاة: باب في المؤذن ينتظر الامام' حديث (537) وابن ماجه (236/1): كتاب الاذان والسنة فيها: باب السنة في الاذان' حديث (713) وابن خزيمة (14/3): باب: انتظار المؤذن الامام بالاقامة' حديث (1525) واخرجه احمد في مسنده (106, 105, 104, 91, 87, 76/5)

حقدار بھی مؤذن ہے لیکن امام سے اجازت بھی لینی چاہیے کیونکہ جماعت کے وقت کا تعین کرنے کا اختیار صرف امام کو حاصل ہے۔ امام کی طرح مؤذن کا بھی صاحب علم ہونا چاہیے تا کہ اذان کے اوقات، احکام و مسائل اور طریق کار معلوم کرنے میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَذَانِ بِاللَّيْلِ

باب 11: رات کے وقت اذان دینا

187 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى تَسْمَعُوْا تَاْذِيْنَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَائِشَةَ وَاُنَيْسَةَ وَاَنَسٍ وَّاَبِي ذَرٍّ وَّسَمُرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْاَذَانِ بِاللَّيْلِ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ بِاللَّيْلِ اَجْزَاَهُ وَلَا يُعِيْدُ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا اَذَّنَ بِلَيْلٍ اَعَادَ وَبِهِ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ بِلَالًا اَذَّنَ بِلَيْلٍ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّنَادِيَ اِنَّ الْعَبْدَ نَامَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

اسنادِ دیگر: وَّالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا يُّؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّرَوٰى عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِي رَوَّادٍ عَنْ نَّافِعٍ

آثارِ صحابہ: اَنَّ مُؤَذِّنًا لِعُمَرَ اَذَّنَ بِلَيْلٍ فَاَمَرَهُ عُمَرُ اَنْ يُّعِيْدَ الْاَذَانَ

وَهٰذَا لَا يَصِحُّ اَيْضًا لِاَنَّهُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عُمَرَ مُنْقَطِعٌ وَّلَعَلَّ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ اَرَادَ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَالصَّحِيْحُ

187– اخرجه البخاری (162/4): كتاب الصوم: باب: قول النبی صلی الله عليه وسلم لايمنعكم من سحوركم اذان بلال' حديث (1918): كتاب الاذان: باب: الاذان قبل الفجر' حديث (623) باب اذان الاعمى اذا كان له من يخبره' حديث (617) كتاب الشهادات: باب شهادة الاعمى وامره و نكاحه وانكاحه و مبايعته حديث (2656) واخرجه مسلم فی صحيحه (768/2): كتاب الصيام:باب: بيان ان الدخول فی الصوم يحصل بطلوع الفجر' حديث (1092/36)' (1092/37)' واخرجه مسلم بطريق نافع عن ابن عمر' حديث (1092/38) واخرجه النسائی (10/2): كتاب الاذان: باب: المؤذنان للمسجد الواحد حديث (638)' واخرجه الدارمی (269/1, 270): كتاب الصلاة: باب فی وقت اذان الفجر' والحميدی (276/2)' (277/2)' حديث (611)' وابن خزيمة (209/1): كتاب الاذان والاقامة: باب: اباحة الاذان للصبح قبل طلوع الفجر' حديث (401)' وعبد بن حميد' ص (240)' حديث (734)' واخرجه احمد (9/2) (4551)' (123/2) (6051)

رِوَايَةُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَغَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَوْ كَانَ حَدِيْثُ حَمَّادٍ صَحِيْحًا لَمْ يَكُنْ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ مَعْنًى اِذْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَاِنَّمَا اَمَرَهُمْ فِيمَا يُسْتَقْبَلُ وقَالَ اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ وَلَوْ اَنَّهُ اَمَرَهُ بِاِعَادَةِ الْاَذَانِ حِيْنَ اَذَّنَ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ لَمْ يَقُلْ اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ

قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ حَدِيْثُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّاَخْطَاَ فِيْهِ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ بلال رات کے وقت اذان دے دیتا ہے تم لوگ اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک ابن اُمّ مکتوم اذان نہ دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت انیسہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

رات کے وقت اذان دینے کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔ بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: مؤذن رات کے وقت اذان دے' تو یہ بات جائز ہے' وہ دوبارہ اذان نہیں دے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر مؤذن رات کے وقت اذان دے دیتا ہے' تو وہ (فجر کا وقت ہو جانے پر) دوبارہ اذان دے گا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

حماد بن سلمہ نے ایوب کے حوالے سے، نافع کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کے وقت اذان دے دیتے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی کہ وہ یہ اعلان کریں: بندہ سو گیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔

صحیح روایت وہ ہے' جسے عبیداللہ بن عمر اور دیگر حضرات نے نافع کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بلال رات کے وقت اذان دے دیتا ہے' تو تم لوگ اس وقت تک (سحری میں) کھاتے پیتے رہو جب تک ابن اُمّ مکتوم اذان نہ دے۔

عبدالعزیز بن رواد نے اسے نافع کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے رات کے وقت اذان دے دی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ہدایت کی: وہ دوبارہ اذان دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ روایت بھی درست نہیں ہے' کیونکہ یہ نافع کے حوالے سے براہِ راست حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' اور منقطع ہے۔ ہو سکتا ہے: حماد بن سلمہ نے یہ روایت مراد لی ہو۔

مستند روایت وہ ہے جسے عبید اللہ اور دیگر حضرات نے نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ نے سالم کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

بلال رات کے وقت اذان دے دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر حماد سے منقول روایت کو درست تسلیم کرلیا جائے تو اس حدیث کا مفہوم درست نہیں ہوگا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بلال رات کے وقت اذان دے دیتا ہے تو آپ نے انہیں اس بات کی ہدایت کی جو آگے پیش آئے گا آپ نے فرمایا: بلال رات کے وقت اذان دے دیتا ہے اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ دوبارہ اذان دینے کی ہدایت کی ہوتی اس وقت جبکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح صادق ہونے سے پہلے اذان دی تھی آپ یہ ارشاد نہ فرماتے "بلال رات کے وقت اذان دے دیتا ہے"۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: حماد بن سلمہ نے ایوب کے حوالے سے، نافع کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت نقل کی ہے وہ محفوظ نہیں ہے اور اس میں حماد بن سلمہ نے غلطی کی ہے۔

شرح

قبل از وقت اذان پڑھنے میں مذاہب آئمہ

قبل از وقت پڑھی جانے والی اذان، دخول وقت کے بعد کافی ہوگی یا اس کا اعادہ ضروری ہوگا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں۔

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام اسحاق اور حضرت امام عبد اللہ بن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نصف شب کے بعد اور صبح صادق سے قبل پڑھی جانے والی اذان فجر کی نماز کے لیے کافی ہوگی، لہٰذا طلوع فجر کے بعد اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **لایمنعکم من سحورکم اذان بلال ولا الفجر المستطیل ولکن الفجر المستطیر فی الافق** (الصحیح للمسلم، جلداوّل رقم الحدیث ۲۴۴۷) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تمہیں سحری کھانے سے ہرگز منع نہ کرے اور یہ اذان صبح صادق سے قبل پڑھی جاتی تھی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام سفیان ثوری، حضرت امام زفر اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبل از وقت پڑھی جانے والی اذان صحیح نہیں ہے اور دخول وقت کے بعد اس کا اعادہ ضروری ہے۔ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **ان بلالاً ینادی بلیل فکلوا واشربوا حتی ینادی ابن اُمّ مکتوم قال وکان ابن اُمّ مکتوم رجلا اعمٰی لاینادی حتی یقال لہ اصبحت اصبحت** (متفق علیہ) بیشک حضرت بلال رات کے وقت اذان دیتے ہیں تو تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ اذان پڑھیں۔ حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا آدمی تھے جو اس وقت تک اذان نہیں کہتے تھے جب تک انہیں صبح صادق ہونے کا یقین نہ ہو جاتا تھا۔

سوال: ابھی روایت گزری ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سحری کے وقت اذان پڑھتے تھے اور حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ صبح صادق کے وقت اذان پڑھا کرتے تھے۔ حضرت انیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے: اذا اذن ابن اُمّ مکتوم فکلوا واشربوا واذا اذن بلال فلاتاکلوا ولا تشربوا (صحیح ابن حبان، شرح معانی الآثار) جب ابن اُمّ مکتوم اذان پڑھیں تو تم کھاتے پیتے رہو اور جب بلال اذان پڑھیں تو تم کھانا پینا ترک کردو۔ دونوں روایات میں تعارض ہے؟

جواب: (۱) ایک ماہ رمضان میں اس طرح ہوا جبکہ دوسرے رمضان میں اس کے برعکس ہوا۔

(۲) شروع میں حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ جلدی آنے پر انہیں سحری کی اذان کے لیے تعینات کیا بعد میں ضعیف وکمزور ہوجانے پر پھر نابینا بھی تھے، انہیں دوسری اذان کے لیے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پہلی اذان کے لیے تعینات کیا گیا۔

(۳) دونوں روایتیں قلب راوی پر محمول ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ طلوع فجر کے بعد اذان پڑھا کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ

باب 12: اذان کے بعد مسجد سے باہر جانا مکروہ ہے

188 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ رَجُلٌ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا أُذِّنَ فِيهِ بِالْعَصْرِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَمَّا هَذَا فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مذاہب فقہاء: وَعَلَى هَذَا الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَنْ لَا يَخْرُجَ أَحَدٌ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْأَذَانِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ أَنْ يَكُونَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ أَوْ أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ وَيُرْوَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ يَخْرُجُ مَا لَمْ يَأْخُذِ الْمُؤَذِّنُ فِي الْإِقَامَةِ

قولِ امام ترمذی: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهَذَا عِنْدَنَا لِمَنْ لَهُ عُذْرٌ فِي الْخُرُوجِ مِنْهُ

188- اخرجه مسلم (ابی) (593, 592/2): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: النهى عن الخروج من المسجد اذا اذن المؤذن' حديث (655/259, 655/258) وابو داؤد (203/1): كتاب الصلاة: باب: الخروج من المسجد بعد الاذان حديث (536)' واخرجه النسائى (29/2): كتاب الاذان: باب التشديد فى الخروج من المسجد بعد الاذان: حديث (684, 683) واخرجه ابن ماجه: (242/1) كتاب الاذان والسنة فيها: باب: اذا اذن وانت فى المسجد فلا تخرج' حديث (733)' والحميدى (438/2) حديث (998)' والدارمى (274/1): كتاب الصلاة: باب: كراهية الخروج من المسجد بعد النداء' وابن خزيمة (3/3): كتاب الامامة فى الصلاة' باب الزجر عن الخروج من المسجد بعد الاذان و قبل الصلاة' حديث (1506)' واحمد (537, 506, 471, 416, 410/2)

توضیح راوی: وَاَبُو الشَّعْثَاءِ اسْمُهٗ سُلَيْمُ بْنُ اَسْوَدَ وَهُوَ وَالِدُ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ وَقَدْ رَوٰى اَشْعَثُ بْنُ اَبِي الشَّعْثَاءِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْهِ

◆◆ حضرت ابوالشعثاء بیان کرتے ہیں: عصر کے وقت اذان ہو جانے کے بعد ایک شخص مسجد سے باہر چلا گیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا، یعنی کوئی شخص اذان ہو جانے کے بعد کسی عذر کے بغیر مسجد سے باہر نہیں جا سکتا، عذر یہ ہو سکتا ہے: وہ بے وضو ہو جائے یا کوئی اور ضروری کام ہو۔

ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: جب تک مؤذن اقامت شروع نہیں کرتا آدمی باہر جا سکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ حکم اس شخص کے لیے ہے، جسے باہر جانے کے لیے کوئی عذر درپیش ہو۔

ابوالشعثاء نامی راوی کا نام سلیم بن اسود ہے۔ یہ اشعث بن ابوالشعثاء کے والد ہیں۔

اشعث بن ابوالشعثاء نے اس روایت کو اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

اذان کے بعد بلا عذر شرعی مسجد سے خروج کی ممانعت

اذان ہو جانے کے بعد کسی شخص کا مسجد میں خروج منع ہے۔ زیر بحث حدیث میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابوشعثاء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نماز عصر کی اذان ہو جانے کے بعد ایک شخص مسجد سے باہر نکل گیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس شخص نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔" اس مسئلہ کی تائید میں مزید چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: **امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلٰوۃ فلا یخرج احدکم حتی یصلی** (مسند احمد بن حنبل جلد ثانی ص ۵۳۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جب تم مسجد میں موجود ہو اور نماز کی اذان ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص بھی نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر نہ نکلے۔

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: **لایسمع النداء من مسجدی ثم یخرج الا لحاجۃ ثم لا یرجع الیہ الا منافق** (الاوسط للطبرانی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اذان سننے کے بعد کسی ضرورت کے تحت میری مسجد سے باہر گیا پھر واپس نہ آیا، وہ منافق ہے۔

۳- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: **من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الرجوع فھو منافق** (سنن ابن ماجہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسجد میں اذان سنے پھر واپسی کے ارادہ کے بغیر مسجد سے نکلا تو وہ منافق ہے۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ اذان سننے کے بعد بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنا ممنوع، منافقت اور مکروہ تحریمی ہے۔ اذان ہو جانے کے بعد پیشاب کرنے، طہارت (وضو) کرنے اور قضاء حاجت کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ اسی طرح جس شخص نے نماز پڑھ لی ہو وہ نماز ظہر اور نماز عشاء کے علاوہ باقی نمازوں کے وقت باہر آ سکتا ہے۔ ان دو اوقات میں وہ نوافل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو جائے۔ علاوہ ازیں کوئی شخص دوسری مسجد میں مؤذن یا امام ہے وہ بھی اذان کے بعد اپنی مسجد میں جا سکتا ہے۔ اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اذان کے بعد خروج مسجد سے لوگ یہ خیال کریں گے یہ شخص تارک صلوٰۃ ہے یا امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنا پسند نہیں کرتا۔ اسلام ایسی غلط فہمی یا ایسی فضاء پیدا ہونے کو ہرگز پسند نہیں کرتا کیونکہ اس کا نورانی و روحانی پیغام حب الٰہی، اطاعت رسول اور باہم اخوت و مودت کا جذبہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَذَانِ فِي السَّفَرِ

باب 13: سفر کے دوران اذان دینا

189 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِي فَقَالَ لَنَا اِذَا سَافَرْتُمَا فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ اخْتَارُوا الْاَذَانَ فِي السَّفَرِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ تُجْزِئُ الْاِقَامَةُ اِنَّمَا الْاَذَانُ عَلٰى مَنْ يُرِيْدُ اَنْ يَجْمَعَ النَّاسَ

قولِ امام ترمذی: وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

---

189 – اخرجه البخارى (2/130, 131): كتاب الاذان: باب من قال' ليؤذن فى السفر مؤذن واحد' حديث (628)' باب الاذان للمسافرين اذا كانوا جماعة والاقامة' حديث (630, 631)' و (10/452): كتاب الادب: باب رحمة الناس والبهائم' حديث (6008)' (13/244): كتاب اخبار الاحاد: باب ما جاء فى اجازة خبر الواحد الصدوق فى الاذان والصلاة والصوم والفرائض والاحكام' حديث (7246)' (2/166): كتاب الاذان : باب: اثنان فما فوقهما جماعة' حديث (658)' (2/200): كتاب الاذان: باب اذا استووا فى القراءة فليؤمهم اكبرهم' حديث (685)' (2/350): كتاب الاذان: باب المكث بين السجدتين' حديث (819)' (6/63): كتاب الجهاد والسير: باب سفر الاثنين' حديث (2848) واخرجه البخارى فى الادب المفرد (213)' واخرجه مسلم (ابى)(2/612): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: من احق بالامامة' حديث (292 /674)' واخرجه ابو داؤد (1/216): كتاب الصلاة: باب من احق بالامامة' حديث (589)' والنسائى (2/8): كتاب الاذان: باب: اذان المنفردين فى السفر' حديث (634)' (26/77): كتاب من احق بالامامة: باب تقديم ذوى السن' حديث (781)' وابن ماجه (1/313): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب من احق بالامامة' حديث (979)' واخرجه احمد فى مسنده (3/436)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے چچازاد بھائی کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا: جب تم دونوں سفر کرو تو تم دونوں اذان دینا اور اقامت کہنا، تم دونوں میں سے جو بڑی عمر کا ہو وہ تمہاری امامت کروائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' ان حضرات نے سفر کے دوران اذان دینے کو اختیار کیا ہے۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: صرف اقامت کہہ دینا بھی جائز ہے' کیونکہ اذان کا حکم اس شخص کے لیے ہے' جو لوگوں کو اکٹھا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) پہلا قول زیادہ بہتر ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

دورانِ سفر مسئلۂ اذان میں مذاہب آئمہ

دورانِ سفر باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے اذان پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اقامت پر اکتفاء کر لینا بلا کراہت درست ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اذان کا مقصد متفرق لوگوں کو دعوت نماز باجماعت دینا ہے' جبکہ قافلہ کی شکل میں سب لوگ موجود ہیں' لہٰذا اذان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اقامت کا مقصد موجود لوگوں کے لیے اصلاح صفوف ہے، جس کی ضرورت موجود ہے۔ لہٰذا دورانِ سفر اذان کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اقامت پر اکتفاء کیا جائے گا۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ اقامت کی طرح اذان بھی دورانِ سفر مسنون ہے۔ انہوں نے اپنے موقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ اپنے چچا زاد بھائی سے مل کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: دورانِ سفر تم اذان کہو اور اقامت بھی اور تم میں سے جو بڑا ہے امامت کرائے۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۱۸۹)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) یہ حکم ان دونوں کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) دورانِ سفر جب جماعت کا وجوب ہی باقی نہیں رہتا تو لزوم اذان کا حکم بھی باقی نہ رہا۔

(۳) یہاں امر وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لیے ہے' جس کے ہم بھی قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الْاَذَانِ

باب 14: اذان دینے کی فضیلت

190 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ تُمَيْلَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَمْزَةَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَذَّنَ سَبْعَ سِنِيْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَتْ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّثَوْبَانَ وَمُعَاوِيَةَ وَاَنَسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَّاَبُوْ تُمَيْلَةَ اسْمُهٗ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ وَّاَبُوْ حَمْزَةَ السُّكَّرِيُّ اسْمُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُوْنٍ وَّجَابِرُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُعْفِيُّ ضَعَّفُوْهُ تَرَكَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ لَوْلَا جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ لَكَانَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ بِغَيْرِ حَدِيْثٍ وَّلَوْلَا حَمَّادٌ لَكَانَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ بِغَيْرِ فِقْهٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص سات برس تک ثواب کے حصول کی نیت سے اذان دیتا رہے اس کے لیے جہنم سے بری ہونا لکھ دیا جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "غریب" ہے۔

ابوتمیلہ نامی راوی کا نام یحییٰ بن واضح ہے۔

ابوحمزہ سکری نامی راوی کا نام محمد بن میمون ہے۔

جابر بن یزید جعفی کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: میں نے جارود کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اگر جابر جعفی نہ ہوتا' تو اہلِ کوفہ حدیث کے بغیر ہوتے اور اگر حماد نہ ہوتے تو اہلِ کوفہ فقہ کے بغیر ہوتے۔

190- تفرد به الترمذی من هذا الطریق' واخرجه ابن ماجه (240/1) كتاب الاذان والسنة فيها' باب فضل الاذان وثواب المؤذنين' حديث (727) من طريق جابر عن عكرمة' عن ابن عباس' فذكره

شرح

اذان کے فضائل

نماز اور طہارت کی طرح اذان کے فضائل بھی احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں۔اس حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱-حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سات سال تک حصول ثواب کی نیت سے اذان دیتا ہے،اس کے لیے جہنم سے آزادی لکھ دی جاتی ہے۔(جامع ترمذی رقم الحدیث ۱۹۰)

۲-حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے طویل ہوں گی۔(الصحیح للمسلم جلداول ص ۲۰۴)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے اس کی بخشش کردی جاتی ہے اور ہر خشک وتر چیز اس کی آواز کی تصدیق وتائید کرتی ہے۔(مسند امام احمد بن حنبل جلد ثالث ص ۸۹)

۴-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اذان پڑھی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا وہاں تک دوڑ جاتا ہے جہاں اس کی آواز نہیں پہنچتی۔(صحیح بخاری' جلداول ص ۲۲۲)

۵-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شہر میں اذان پڑھی جائے،اللہ تعالیٰ اسے اپنے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔(المعجم الصغیر جلداول ص ۱۷۹)

۶-حضرت معقل یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن لوگوں میں صبح کے وقت اذان پڑھی جاتی ہے،اللہ تعالیٰ انہیں شام تک عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔جن لوگون میں شام کے وقت اذان پڑھی جاتی ہے،اللہ تعالیٰ انہیں صبح تک عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔(المعجم الکبیر رقم الحدیث ۴۹۸)

۷-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو اذان کی فضیلت اور ثواب کا علم ہو جاتا تو ان میں باہم تلوار چلتی۔(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۵۹)

۸-حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سال بھر باقاعدگی سے اذان پڑھی،اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔(الشعب الایمان جلد ۳ ص ۱۱۹)

چند اہم مسائل:

سوال ہے کہ جس مؤذن کی خدمت کی جاتی ہو یا اس کا وظیفہ مقرر ہو،کیا اسے بھی یہ ثواب عطا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وظیفہ یا خدمت عطا ثواب کے لیے رکاوٹ نہیں ہے۔پھر اس میں تعمیم ہے کہ وہ مسلسل سات سال تک اذان کہنے کی خدمات انجام دیتا رہے یا جزوی طور پر یہ سعادت حاصل کرتا رہا ہو۔البتہ اس کے عقائد واعمال کی صحت شرط ہے ورنہ وہ اس اجر وثواب سے محروم

رہے گا۔ فقہاء متاخرین نے مؤذن، امام اور خطیب کے لیے جواز وظیفہ کا فتویٰ دیا ہے۔ مزید انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب، مغفرت و بخشش اور انعامات کا پروانہ دیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْاِمَامَ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنَ مُؤْتَمَنٌ

باب 15: امام ضامن ہوتا ہے اور مؤذن امین ہوتا ہے

191 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِيْنَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى نَافِعُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ يَقُوْلُ حَدِيْثُ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ عَآئِشَةَ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ حَدِيْثُ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ عَآئِشَةَ اَصَحُّ وَذَكَرَ عَنْ عَلِىِّ بْنِ الْمَدِيْنِىِّ اَنَّهُ لَمْ يُثْبِتْ حَدِيْثَ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَلَا حَدِيْثَ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ عَآئِشَةَ فِىْ هٰذَا

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: امام ضامن ہوتا ہے' اور مؤذن امین ہوتا ہے' اے اللہ! امامت کرنے والوں کی رہنمائی کر اور اذان دینے والوں کی مغفرت کر دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' حفص بن غیاث اور دیگر راویوں نے اعمش کے حوالے سے، ابو صالح کے حوالے سے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

اسباط بن محمد نے اعمش کے حوالے سے' یہ بات نقل کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں: مجھے یہ حدیث ابو صالح کے حوالے سے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنائی گئی ہے۔

191- اخرجه ابو داؤد (198/1): كتاب الصلاة: باب: مايجب على المؤذن من تعاهد الوقت' حديث (517) واخرجه احمد (656, 260/5, 514, 472, 461, 424, 382, 232/2)

نافع بن سلیمان نے اس روایت کو محمد بن ابوصالح کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ابوصالح کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ابوصالح کی سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ابوصالح نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ زیادہ مستند ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن مدینی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: وہ ابوصالح کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت کو مستند قرار نہیں دیتے اسی طرح اس بارے میں ابوصالح کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایت کو بھی مستند قرار نہیں دیتے۔

شرح

امام ضامن اور مؤذن امین ہونے کی توضیح

مسجد کے نظام کو کامیابی سے چلانے کے لیے مؤذن اور امام کا باہم گہرا تعلق ہونا چاہیے۔ مؤذن اذان کا امین اور امام اوقات جماعت کا ضامن ہے۔ دونوں باہمی مشاورت سے نظام کو چلانے کی کوشش کریں گے تو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

حدیث باب "الامام ضامن" کا تعلق 'جوامع الکلم' سے ہے۔ یہ حدیث کثیر مسائل میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہے۔ اس سے چند ایک مسائل ثابت ہوتے ہیں:

۱- امام، مقتدی کے لیے ارکان، اوقات اور آداب میں ضامن ہوتا ہے۔

۲- امام، مقتدی کی قرأت کا ضامن ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں کہا جاسکتا ہے کہ قرأت خلف الامام ناجائز ہے۔

۳- مفترض کی نماز متنفل کی اقتداء میں جائز نہیں ہے، کیونکہ مفترض حالت اقویٰ میں اور متنفل حالت اضعف میں ہوتا ہے۔ ضعیف اپنے سے قوی کا ضامن نہیں ہوسکتا ہے۔

۴- اقتداء المفترض بمفترض آخر جائز نہیں ہے کیونکہ ضمانت کے لیے فریضہ واحدہ کی تکبیر تحریمہ میں شمولیت لازمی ہے۔

۵- ضمانت کا تقاضا ہے کہ امام کی نماز فاسد ہونے کے باعث مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوجائے۔ المؤذن مؤتمن: اس کا مفہوم یہ ہے کہ مؤذن نماز کے اوقات ومسائل سے باخبر ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ

باب 16: جب مؤذن اذان دے تو (سننے والا) آدمی کیا کہے؟

192 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح قَالَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاُمِّ حَبِيْبَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَعَآئِشَةَ وَمُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ وَّمُعَاوِيَةَ.

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهٰكَذَا

اسنادِ دیگر: رَوٰى مَعْمَرٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مِثْلَ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَّرَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِوَايَةُ مَالِكٍ اَصَحُّ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم اذان سنو تو اسی کی مانند کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

معمر اور کئی راویوں نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے روایت منقول ہے۔

عبدالرحمٰن بن اسحٰق نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس روایت کو سعید بن مسیب کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

مذاہبِ فقہاء: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

اذان کے جواب میں مذاہبِ آئمہ

اذان کا جواب کن الفاظ سے دیا جائے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ اذان کا جواب اس طرح دیا جائے کہ مؤذن کے الفاظ کا ساتھ ساتھ اعادہ کیا جائے حتیٰ کہ "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ" اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کا جواب بھی انہی الفاظ کے ساتھ دیا

192- اخرجه مالك فى الموطا (67/1): كتاب الصلاة: باب: ماجاء فى النداء للصلاة حديث (2) واخرجه البخارى (108/2): كتاب الاذان: باب: مايقول اذا سمع المنادى حديث (611) واخرجه مسلم (ابى) (241/2): كتاب الصلاة: باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه حديث (383/10) واخرجه النسائى (23/2): كتاب الاذان: باب: القول مثل مايقول المؤذن حديث (673) وابن ماجه (238/1): كتاب الاذان والسنة فيها: باب: مايقال اذا اذن المؤذن حديث (720) والدارمى (272/2): كتاب الصلاة: باب مايقال فى الاذان وابن خزيمة (215/1): فى جماع ابواب الاذان والاقامة: باب الامر بان يقال مايقوله المؤذن اذا سمعه ينادى بالصلاة حديث (411) واحمد (6/3, 90)

جائے۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ اور جمہور کے نزدیک بطور جواب مؤذن کے الفاظ کا اعادہ کیا جائے۔البتہ "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ" اور "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کا جواب: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کے الفاظ کے ساتھ دیا جائے گا۔انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے۔

اہل سنت کے نزدیک اذان کے الفاظ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کے جواب میں: "قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" کہا جائے گا۔صبح کی اذان میں: "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کے جواب میں "صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ" کے الفاظ کہے جائیں گے۔اقامت کا جواب بھی اذان کی طرح دیا جائے گا۔البتہ "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" کے جواب میں "اَقَامَهَا اللّٰہُ وَاَدَامَهَا اللّٰہُ" کے الفاظ کہے جائیں گے۔اذان سے قبل اور بعد میں فصل قلیل کے ساتھ درود ابراہیمی یا یا یں الفاظ درود وسلام پڑھنا جائز ہے: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مسئلہ ثانی یہ ہے کہ کیا حدیث باب میں امر وجوب کے لیے یا استحباب کے لیے ہے؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) وجوب کے لیے ہے۔(۲) استحباب کے لیے ہے۔ایک قول کے مطابق اقامت کا جواب بھی مستحب ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدیث باب میں امر وجوب کے لیے ہے۔

سوال: مؤذن کے الفاظ کا اعادہ کی شکل یہ ہوگی: اے مؤذن! تم ہمارے گھر میں نماز کی غرض سے آؤ، تو یہ استہزاء اور مذاق کی صورت بن جاتی ہے؟

جواب: (۱) یہ خطاب مؤذن سے ہرگز نہیں ہے بلکہ اپنے نفس سے خطاب ہے۔(۲) اس میں خطاب کسی سے بھی نہیں ہے بلکہ محض حصول ثواب کی غرض سے مؤذن کے الفاظ دہرائے جاتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِیَةِ اَنْ یَّاْخُذَ الْمُؤَذِّنُ عَلَی الْاَذَانِ اَجْرًا

باب 17: مؤذن کا اذان کا معاوضہ لینا مکروہ ہے

193 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُبَیْدٍ وَّهُوَ عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَشْعَثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ مِنْ اٰخِرِ مَا عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنِ اتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَّا یَاْخُذُ عَلٰی اَذَانِہٖ اَجْرًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عُثْمَانَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوْا اَنْ یَّاْخُذَ الْمُؤَذِّنُ عَلَی الْاَذَانِ اَجْرًا وَّاسْتَحَبُّوْا

193- اخرجه ابن ماجه (236/1): كتاب الاذان والسنة فيها: باب السنة في الاذان حديث (714) واخرجه الحميدي (403/2): حديث (906)

لِلْمُؤَذِّنِ اَنْ يَحْتَسِبَ فِيْ اَذَانِهٖ

◆◆ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آخری عہد یہ لیا تھا: میں ایسے شخص کو مؤذن بناؤں گا' جواذان دینے کا معاوضہ نہیں لے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا' وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں: کوئی مؤذن اپنی اذان کا معاوضہ وصول کرے وہ مؤذن کے لیے یہ بات مستحب قرار دیتے ہیں: وہ اپنی اذان کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھے۔

شرح

اذان کے عوض اجرت وصول کرنے کا مسئلہ

اس مقام پر تین امور ہیں: (۱) عبادات محضہ مثلاً امامت، اقامت، اذان، قرآن کریم اور تفسیر و حدیث وغیرہ۔ (۲) معاملات محضہ مثلاً بیع، شراء اور اجارہ وغیرہ۔ (۳) ان دونوں سے مرکب مثلاً نکاح وغیرہ۔ اول الذکر امر کی اجرت منع ہے۔ آخری دونوں امور کی اجرت وصول کرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ پر استدلالی حدیث باب سے کیا گیا ہے۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آخری عہد یہ لیا تھا کہ میں ایسے شخص کو بطور مؤذن تعینات کروں جو اپنی اذان کا معاوضہ نہ لے۔

فقہاء متقدمین کے نزدیک پہلی صورت میں بھی معاوضہ ووظیفہ منع تھا لیکن فقہاء متاخرین نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرون اولیٰ میں خلفاء، مؤذنین، آئمہ مساجد، خطباء اور مدرسین کے وظائف بیت المال سے دیے جاتے تھے۔ بعد میں اسلامی تعلیمات کے انحطاط کے باعث بیت المال سے وظائف کا یہ سلسلہ باقی نہ رہ سکا۔ تاہم عصر حاضر میں فقہاء متاخرین کے فتویٰ کے مطابق مذکورہ خدمات سرانجام دینے والے لوگوں کے لیے مساجد، ادارہ جات کی انتظامیہ یا اہل محلّہ وعلاقہ وغیرہ کی طرف سے وظائف مقرر کرنا اور ان کی ضروریات پوری کرنا شرعاً واخلاقاً واجب وضروری ہے۔ اس لیے کہ شعائرِ اسلام کی بقاء اسی نظام میں ہے ورنہ شعائرِ اسلام ختم ہو جائیں گے۔ (مفتی محمد امجد علی اعظمی' بہارِ شریعت جلد اوّل ص ۴۷۵ مکتبہ مدینہ' کراچی)

اس حوالے سے چند دلائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- العاملین علیھا پر قیاس: مصارف زکوٰۃ کے حوالے سے ارشاد ربانی ہے: وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے لوگوں کو مال زکوٰۃ سے وظائف جاری کیے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح دیگر عبادات کے حوالے سے خدمات انجام دینے والے لوگوں کے لیے بھی وظائف مقرر کرنا جائز ہے۔

۲- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عمل: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذریعہ معاش کپڑے کی تجارت تھا۔ جب آپ خلیفہ تعینات ہوئے تو آپ نے تجارت کا سلسلہ جاری رکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ سے عرض کیا: حضور! آپ کی شایان شان اب یہ ہے کہ سلسلہ تجارت ختم فرمادیں اور بیت المال سے وظیفہ قبول فرمائیں تاکہ خلافت کی خدمات سرانجام دینے

میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔آپ نے صحابہ کرام کی یہ تجویز منظور فرمالی۔اسی واقعہ پر قیاس کرتے ہوئے دینی و مذہبی خدمات انجام دینے والے لوگوں کے لیے بھی وظائف مقرر کرنا درست ہے۔

۳-قیاس علی القاضی: اسلامی اصولوں کے مطابق ''قاضی'' کا وظیفہ بیت المال سے دیا جاتا ہے۔اس پر قیاس کرتے ہوئے شعائر اسلام کے فروغ وترویج کی خدمات انجام دینے والے لوگوں کے وظائف بھی جائز ہیں۔

۴-**القیاس علی نفقة الزوجة:** زوجہ کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے کیونکہ شوہر کی خدمت وتواضع اور ضروریات کی تکمیل کے باعث وہ باہر نہیں جاسکتی۔اسی جزی پر قیاس کرتے ہوئے مذہبی ودینی خدمات انجام دینے والے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کے وظائف جاری کیے جاسکتے ہیں۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الدُّعَاءِ

باب 18: جب مؤذن اذان دے چکے تو آدمی کیا دعا پڑھے؟

194 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ حُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اذان سننے کے بعد یہ کلمات پڑھے۔

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے،حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے،اسلام کے دین ہونے سے راضی ہوں (یعنی ان پر یقین رکھتا ہوں)

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) تو اس شخص کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے ہم اسے صرف لیث بن سعد کے حوالے سے' حکیم بن عبداللہ

194- اخرجه مسلم (ابي)(245/2): كتاب الصلاة: باب: استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه' حديث (83 /386) وابو داؤد (199/1, 299): كتاب الصلاة: باب: مايقول اذا سمع المؤذن' حديث (525)' واخرجه النسائي (26/2): كتاب الاذان: باب: الدعاء عند الاذان' حديث (679)' ابن ماجه (238/1): كتاب الاذان والسنة فيها' حديث (721)' وابن خزيمة (220/1)في جماع ابواب الاذان والاقامة: باب: فضيلة الشهادة لله عزوجل بوحدانيته وللنبي صلى الله عليه وسلم برسالته' حديث (421)' (422)' وعبد بن حميد ص (78)' حديث (142)' واخرجه احمد (181/1) (1565)

بن قیس کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بَابُ مِنْهُ اٰخَرُ

باب 19: بلاعنوان

195 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ الْبَغْدَادِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ إِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَاهُ غَيْرَ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ

توضیحِ راوی: وَأَبُو حَمْزَةَ اسْمُهُ دِينَارٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اذان سن کر یہ پڑھے۔

''اے اللہ! اے اس مکمل دعوت کے پروردگار اور (اس کے نتیجے میں) کھڑی ہونے والی نماز (کے پروردگار) تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقام محمود پر فائز کر دے جس کا تو نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے''

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) تو اس شخص کے لیے قیامت کے دن شفاعت حلال ہو جائے گی (یعنی اسے شفاعت نصیب ہوگی)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ یہ محمد بن منکدر کے حوالے سے منقول ہے ہمیں ایسے کسی راوی کا علم نہیں ہے' جس نے اس روایت کو نقل کیا ہو صرف شعیب بن ابوحمزہ نے محمد بن منکدر کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

ابوحمزہ کا نام دینار ہے۔

195– اخرجه البخاری (112/2): كتاب الاذان: باب: الدعاء عند النداء حديث (614) والبخاری فی خلق افعال العباد (20) وابو داؤد :(201/1): كتاب الصلاة: باب ما جاء فی الدعاء عند الاذان حديث (529) النسائی (26/2): كتاب الاذان: باب: الدعاء عند الاذان واخرجه ابن ماجه (239/1): كتاب الاذان والسنة فيها: باب : مايقال اذا اذن المؤذن (722) وابن خزيمة (220/1): كتاب جماع ابواب الاذان والاقامة: باب: صفة الدعاء عند مسالة الله عزوجل للنبی صلی الله عليه وسلم محمد الوسيلة حديث (420) واخرجه احمد (344/3)

شرح

اذان کی دعا

اذان سن کر دعا کرنا مسنون ہے۔اس موقع پر مختلف دعائیں وارد ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اذان کے بعد یہ دعا پڑھے:''**انا اشهد ان لا الٰه الا الله وحده لاشريك له وان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله رباً و بمحمد رسولا و بالاسلام ديناً غفله ذنبه**'' تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

۲-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی:''**اللهم رب هٰذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة اٰت محمد الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً الذى وعدته**'' قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگی۔(جامع ترمذی رقم الحدیث ۱۹۵)

۳-حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب تم اذان سنو تو اس کے الفاظ کا اعادہ کرتے جاؤ، پھر تم مجھ پر درود پاک پڑھو کیونکہ جب کوئی شخص مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

نوٹ: اذان کے بعد کوئی بھی درود پاک پڑھا جا سکتا ہے خواہ درود ابراہیمی ہو یا دوسرا کوئی درود۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں کرتا۔(الصحیح للمسلم، مشکوٰۃ، جامع ترمذی جلد ثانی ص۲۸)

سوال: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اذان کے بعد پڑھی جانے والی دو دعائیں نقل فرمائی ہیں اور دونوں کے الفاظ و فضیلت الگ ہے، تو اس طرح تعارض ہوا؟

جواب: (۱) اذان سن کر دونوں میں سے جو بھی دعا کی جائے جائز ہے یعنی دعاؤں کے انتخاب میں پڑھنے والے کو اختیار حاصل ہے۔(۲) پہلے باب کی دعا نماز کے درمیان چار بار شہادتوں کے بعد مجموعی طور پر جواب میں پڑھی جاتی ہے۔دوسرے باب کی دعا اذان کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

اذان کو دعوت تامہ کہنے کی وجہ: سوال یہ ہے کہ اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا کو دعا تامہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس دعا کو دعا تامہ کہنے کی متعدد وجوہات ہیں:

۱-اس میں شرک سے بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے۔(۲) یہ دعا تا صبح قیامت باقی و جاری رہے گی۔(۳) یہ دعا اس قابل ہے کہ باوضو، قبلہ رخ، بلند آواز، ترتیل کے ساتھ اور دیگر آداب کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔(۴) کلمہ طیبہ افضل الذکر ہے اور یہ دعا اس پر مشتمل ہونے کے سبب دعوت تامہ قرار پائی۔

''**الصلٰوة القائمة**'' سے مراد: (۱) نماز تا صبح قیامت موجود رہے گی۔(۲) اذان تا قیامت باقی رہے گی۔ان دونوں کا

تعلق شعائرِ اسلام سے ہے، اس لیے ان دونوں کو دوام حاصل ہے۔

الوسیلہ کا معنی ومصداق: وسیلہ کا معنی ہے: مـایتـوسـل بـه للتقرب یعنی ہر وہ چیز جو قرب خداوندی کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس کا مصداق ہے: (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، (۲) عمل صالح، (۳) قرآن کریم (۴) درجہ عالیہ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَنَّ الدُّعَاءَ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ

باب 20: اذان اور اقامت کے درمیان کی جانے والی دعا مسترد نہیں ہوتی

196 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَّعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَبُوْ اَحْمَدَ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ اَبِيْ اِيَاسٍ مُّعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ هٰذَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اذان اور اقامت کے درمیان کی جانے والی دعا مسترد نہیں ہوتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابواسحٰق ہمدانی نے اسے برید بن ابومریم کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

اذان واقامت کے درمیان وقتِ قبولیت دعا

اللہ تعالیٰ سے جب بھی دعا کی جائے جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا کرنے والا پسندیدہ شخص ہے۔ کچھ اوقات ایسے ہیں جن میں کی جانے والی دعا درجۂ اجابت کو پہنچ جاتی ہے۔ ان میں سے چند ایک اوقات یہ ہیں:

(۱) اذان واقامت کے مابین وقت۔ (۲) جمعۃ المبارک کے دن نماز عصر سے نماز مغرب تک کا وقت۔ (۳) شب قدر میں بعد از نماز مغرب تا طلوع صبح صادق۔ (۴) طواف بیت اللہ کے نوافل کے بعد۔ (۵) جمعۃ المبارک کے دن دونوں خطبوں کے درمیان۔ (۶) بیت اللہ پر پہلی نظر پڑنے پر۔

196- اخرجہ ابو داؤد (199/1) کتاب الصلاۃ: باب: مایقول اذا سمع المؤذن' حدیث (522)' واخرجہ احمد (119/3)

بَاب كَمْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى عِبَادِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ

باب 21: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟

197 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُوْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: فُرِضَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهِ الصَّلَوَاتُ خَمْسِيْنَ ثُمَّ نُقِصَتْ حَتّٰى جُعِلَتْ خَمْسًا ثُمَّ نُوْدِيَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّهٗ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَاِنَّ لَكَ بِهٰذِهِ الْخَمْسِ خَمْسِيْنَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ ذَرٍّ وَّاَبِيْ قَتَادَةَ وَمَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کروائی گئی آپ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں ان میں کمی کی گئی' یہاں تک کہ انہیں پانچ کر دیا گیا پھر یہ اعلان کیا گیا: اے محمد! ہمارا فرمان تبدیل نہیں ہوتا' ان پانچ کے عوض میں تمہارے لیے پچاس (نمازوں کا ثواب) ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی جانے والی نمازوں کی تعداد اور ان میں حکمتیں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شب معراج میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر نمازوں میں تخفیف کے لیے عرض کرنے پر نمازیں کم ہو کر پانچ باقی رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا: اے محبوب! آپ کی امت یہ پانچ نمازیں پڑھے گی تو ہم انہیں پچاس نمازوں کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

سوال: نمازوں کی تعداد چھ ہونی چاہیے کیونکہ عشاء کی نماز میں نماز وتر بھی شامل ہے؟

جواب: نماز وتر نماز عشاء کے تابع ہو کر فقط ایک نماز بنتی ہے۔ لہٰذا تخفیف کے بعد باقی رہنے والی پانچ نمازیں ہوئیں۔

سوال: کیا نمازیں منسوخ ہو کر پچاس سے پانچ رہ گئیں یا کوئی اور وجہ ہے؟

197- اخرجه عبد بن حميد في "مسنده" في مسند انس بن مالك ص 350 حديث (1158) واخرجه احمد (161/3)

جواب: پچاس نمازوں میں تخفیف کے بعد پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ اس میں متعدد حکمتیں ہیں: (۱) اس میں اس بات کی توضیح کرنا مقصود تھا کہ پانچ نمازیں اجر و ثواب کے لحاظ سے پچاس ہی ہیں۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام کا اظہار۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت پر شفقت و مہربانی کی انتہا۔ (۴) ارشاد ربانی: وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ الخ کا عملی اظہار، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام کو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھائی تھی۔ (۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بار بار مشورہ دینے کے باعث نمازوں کی تخفیف کی گئی۔ اس سے جواز وسیلہ ثابت ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

باب 22: پانچ نمازوں کی فضیلت

198 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّاَنَسٍ وَّحَنْظَلَةَ الْاُسَيِّدِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پانچ نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعے تک ان کے درمیان کیے جانے والے (گناہوں کا) کفارہ ہوتے ہیں جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نماز پنجگانہ کے فضائل

نماز پنجگانہ کے فضائل احادیث صحیحہ میں بیان کیے گئے ہیں، اس حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی

198- اخرجه مسلم (ابى) (25/2): كتاب الطهارة: باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ...حديث (233/14) واخرجه ابن ماجه (345/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب فى فضل الجمعة حديث (1086) وابن خزيمة (162/1): كتاب الصلاة: باب: ذكر الدليل على ان الصلوات الخمس انما تكفر صغائر الذنوب دون كبائرها حديث (314) و (158/3): فى جماع ابواب الاذان والخطبة فى الجمعة: باب: ذكر الخبر المفسر للاخبار المجملة التى ذكرتها فى الابواب المتقدمة حديث (1814) واخرجه احمد (484/2)

ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: (۱) شہادت توحید و رسالت۔ (۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) حج کرنا۔ (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔
(جامع ترمذی، الصحیح للمسلم جلداوّل ص ۲۷)

۲- پانچوں نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جو درمیان میں گناہ ہوتے ہیں، ان کو مٹا دیتے ہیں۔ (الصحیح للمسلم جلداوّل ص ۱۴۴)

۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: وقت میں نماز ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کیا ہے؟ فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کیا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔
(محمد بن اسماعیل بخاری، الصحیح للبخاری جلداوّل ص ۱۹۶)

۴- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بچوں کی عمر سات سال کی ہو جائے تو انہیں نماز ادا کرنے کا حکم دو اور جب ان کی عمر دس سال کی ہو جائے تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ۔ (سنن ابی داؤد جلداوّل ص ۲۰۸)

۵- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جاڑوں کے موسم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور درختوں کے پتے گرنے کا زمانہ تھا۔ آپ نے دو ٹہنیاں ہاتھ میں لیں تو ان کے پتے گرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ فرمایا: جب مسلمان نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں، جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۸ ص ۱۳۳)

۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں بہترین وضو کر کے مسجد کی طرف نماز ادا کرنے کے لیے آتا ہے تو اس کے ہر قدم پر ایک گناہ مٹتا ہے اور ایک قدم پر درجہ بلند ہوتا ہے۔
(الصحیح للمسلم، جلداوّل ص ۳۳۶)

۷- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمان نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سے حجابات اٹھا لیے جاتے ہیں اور حورعین اس وقت تک اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک وہ ناک صاف نہ کرے یا نہ کھنکارے۔

(الترغیب والترہیب للمنذری جلداوّل ص ۱۲۶)

۸- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی طہارت (وضو) ہے۔ (الصحیح للمسلم)

۹- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ

کرتا ہے، اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے، ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۸ ص ۱۰۴)

مالم تغش الكبائر: اس کے دو مفاہیم ہیں: (۱) صغیرہ سب گناہ معاف ہو جاتے لیکن کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ (۲) اس آیت قرآنی کی طرف اشارہ ہے: **ان تجتنبوا کبٰرماتنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم** اگر تم کبائر سے بچو گے تو صغیرہ کو ہم نیکیوں کے سبب معاف کر دیں گے۔ ارشاد ربانی: **ان الحسنات يذهبن السيئات**، بیشک نیکیوں کے سبب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

سوال: جب نمازوں کے باعث گناہ معاف ہو گئے تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، ایک حج سے دوسرے حج تک اور ایک رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک گناہ مٹائے جانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: (۱) نماز پنجگانہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جبکہ باقی عبادات سے درجات بلند کیے جاتے ہیں۔ (۲) اشیاء دو قسم کی ہوتی ہیں: (۱) مفرد، (۲) مرکب۔ مفرد کا خاصہ الگ ہے اور مرکب کا خاصہ الگ ہے۔ نماز بمنزل مفرد کے ہے اور باقی عبادات بمنزل مرکب کے ہیں۔

سوال: صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی وضاحت کریں؟

جواب: گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کی تعریف میں بہت سے اقوال ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- جس گناہ پر آتش جہنم یا عذاب یا لعنت یا غضب کی وعید وارد ہو، وہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ ہوگا۔

۲- ہر گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے صغیرہ اور اپنے ماتحت کے اعتبار سے کبیرہ ہے۔

۳- جس گناہ میں حد فی الدنیا یا نار فی الآخرۃ کا ذکر ہو، وہ کبیرہ ہوگا ورنہ صغیرہ۔

۴- جس گناہ کو مسلمانوں کی اکثریت قرآن وسنت کے مطابق کبیرہ تصور کرے، وہ صغیرہ جس کو کبیرہ کے برابر نہ سمجھیں وہ صغیرہ ہے۔

۵- جو گناہ خوفزدہ ہو کر کیا جائے وہ صغیرہ اور جو بلا خوف کیا جائے، وہ کبیرہ ہے۔

۶- قرآن وسنت میں جس گناہ کو صراحتاً بیان کیا گیا ہو، وہ کبیرہ ورنہ صغیرہ ہے۔

۷- جس گناہ سے حرمت دین یا حرمت خداوندی کو توڑا گیا ہو اور مسلمان بھی اسے قبیح تصور کرتے ہوں، وہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ۔

۸- ایسا کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو، وہ گناہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الْجَمَاعَةِ

باب 23: باجماعت نماز کی فضیلت

199 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ عَلٰى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهٰكَذَا رَوٰى نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث دیگر: اَنَّهٗ قَالَ تَفْضُلُ صَلَاةُ الْجَمِيْعِ عَلٰى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَعَامَّةُ مَنْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا قَالُوْا خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ اِلَّا ابْنَ عُمَرَ فَاِنَّهٗ قَالَ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: باجماعت نماز' آدمی کے تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس گنا فضیلت رکھتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے' آپ نے ارشاد فرمایا ہے: باجماعت نماز ادا کرنا آدمی کے تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس گنا فضیلت رکھتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جن حضرات نے اس روایت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے' انہوں نے عام طور پر یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ پچیس گنا فضیلت رکھتا ہے۔

تاہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس میں لفظ ''ستائیس گنا'' نقل کیا ہے۔

200 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

199- اخرجه مالك (129/1): كتاب صلاة الجماعة: باب فضل صلاة الجماعة على صلاة الفذ' حديث (1)' واخرجه البخاري (154/2): كتاب الاذان: باب: فضل صلاة الجماعة حديث (645)' (161/2): باب: فضل صلاة الفجر في جماعة' حديث (649)' و مسلم (ابى) (587/2): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: فضل صلاة الجماعة' حديث (000/250, 650/249)' والنسائي (103/2): كتاب الامامة: باب فضل الجماعة' حديث (837)' وابن ماجه (259/1): كتاب المساجد والجماعات' حديث (789)' والدارمي (293, 292/1): كتاب الصلاة : باب: في فضل صلاة الجماعة' واخرجه احمد (17/2) (4670)' (102/2) (5779)' (112/2) (5921)' (156/2) (6455)

متن حدیث: إِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَزِيدُ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَحْدَهٗ بِخَمْسَةٍ وَّعِشْرِينَ جُزْئًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کا با جماعت نماز ادا کرنا اس کے تنہا نماز ادا کرنے پر پچیس گنا فضیلت رکھتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

فضائل جماعت

نماز با جماعت ادا کرنے کے فضائل کثیر احادیث میں بیان کیے گئے ہیں، اس حوالے سے چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز با جماعت، اکیلے پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ہے۔ (الصحیح للبخاری' جلداوّل ۲۴۲)

۲- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کامل وضو کیا، پھر فرض کی ادائیگی کے لیے نکلا اور امام کے ساتھ نماز پڑھی، تو اس کے گناہ بخش جاتے ہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد ثانی ص ۳۷۴)

۳- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز با جماعت سے محروم رہنے والا اگر جانتا کہ اس کی ادائیگی کرنے والے کے لیے کیا ہے؟ وہ گھسٹا ہوا حاضر ہونے کو پسند کرتا۔ (المعجم الکبیر جلد ۸ ص ۲۲۴)

۴- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چالیس راتیں مسجد میں نماز عشاء با جماعت پڑھے کہ اس کی تکبیر تحریمہ بھی فوت نہ ہوئی ہو، اللہ اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھ دیتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ' جلداوّل ص ۴۳۷)

۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے چالیس دن با جماعت نماز ادا کرے کہ تکبیر تحریمہ بھی فوت نہ ہوئی ہو، تو اس کے لیے دو آزادیاں لکھ دی جاتی ہیں: (۱) آگ سے، (۲) نفاق سے۔ (جامع ترمذی' جلداوّل ص ۲۷۴)

200- اخرجه مالك في الموطا (129/1): كتاب صلاة الجماعة: باب: فضل صلاة الجماعة على صلاة الفذ' حديث (2)' واخرجه البخاري (160/2) كتاب الاذان: باب: فضل صلاة الفجر في جماعة' حديث (648)' ومسلم ابي (584/2, 586)' كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: فضل صلاة الجماعة و بيان التشديد في التخلف عنها' حديث (245 /649)' (246 /649)' واخرجه النسائي (240/1): كتاب الصلاة: باب: فضل صلاة الجماعة' حديث (486)' (103/2): كتاب الامامة: باب: فضل الجماعة' حديث (838)' وابن ماجه (258/1): كتاب المساجد والجماعات: باب: فضل الصلاة في جماعة' حديث (787)' وبطريق آخر عن ابي صالح عن ابي هريرة' حديث (786)' والدارمي (292/1): كتاب الصلاة: باب: في فضل صلاة الجماعة' واخرجه احمد (396, 473, 486, 501, 233/2, 264, 266)

۶۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نماز عشاء باجماعت ادا کی اسے نصف رات کا ثواب دیا جاتا ہے اور جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی، اسے پوری رات نماز کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔
(الصحیح للمسلم جلد اوّل ص ۳۲۹)

۷۔حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بستی میں تین آدمی رہتے ہوں اور وہ نماز باجماعت نہ پڑھیں تو شیطان ان پر مسلط ہوجاتا ہے، تم جماعت کا اہتمام کرو کیونکہ بھیڑیا اس بکری کو پھاڑتا ہے جو ریوڑ سے جدا ہوتی ہے۔ (سنن نسائی جلد اوّل ص ۱۴۷)

۸۔اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو باہم صفیں ملاتے ہیں۔ (المسند امام احمد بن حنبل جلد ۸ ص ۲۹۵)

ایک سوال اور اس کا جواب

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فضائل جماعت کے حوالے سے دو احادیث کی تخریج فرمائی ہے۔ پہلی حدیث میں اکیلا نماز پڑھنے کی بنسبت باجماعت پڑھنے والے کو ستائیس گنا زیادہ اور دوسری روایت میں پچیس گنا زیادہ ثواب ملنے کا ذکر ہے، تو اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

بعض حضرات نے پچیس درجہ والی روایت کو ترجیح دی ہے اور بعض نے ستائیس درجہ والی روایت کو۔ علاوہ ازیں دونوں روایات میں تطبیق کی بھی کوشش کی گئی ہے، جس میں متعدد اقوال ہیں۔ چند مشہور اقوال درج ذیل ہیں:

۱- عدد قلیل، عدد کثیر کے خلاف نہیں ہوا کرتا بلکہ عدد قلیل، عدد کثیر میں شامل ہوا کرتا ہے، چنانچہ عدد ۲۷ میں عدد ۲۵ شامل و داخل ہے۔

۲- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنی امت کو ۲۵ گنا زیادہ کی ترغیب دی پھر ۲۷ گنا کی ترغیب دی ہو۔

۳- نماز فجر اور نماز عشاء کا ثواب ۲۷ گنا زیادہ جبکہ باقی نمازوں کا ثواب ۲۵ گنا زیادہ ہو۔

۴- نماز فجر اور نماز عصر کا ثواب ۲۷ گنا اور باقی نمازوں کا ثواب ۲۵ گنا زیادہ دیا جاتا ہے۔

۵- جہری نمازوں کا ثواب ۲۷ گنا اور سری نمازوں کا ۲۵ گنا زیادہ ہو۔

۶- جماعت کثیرہ کا ثواب ۲۷ گنا زیادہ جبکہ جماعت قلیلہ کا ثواب ۲۵ گنا زیادہ ہو۔

۷- اگر نماز میں خشوع و اخلاص زیادہ ہو، تو ثواب ۲۷ گنا زیادہ اور اگر کم ہو، تو ثواب ۲۵ گنا زیادہ۔

۸- اگر کوئی شخص پوری جماعت میں شامل ہو، تو اسے ۲۷ گنا اور اگر بعض جماعت میں شامل ہوا تو اس کا ثواب ۲۵ گنا زیادہ ہو۔

۹- جو شخص جماعت سے قبل مسجد میں پہنچا اور وہ انتظار کے بعد جماعت میں شامل ہوا، تو اس کا ثواب ۲۷ گنا زیادہ ورنہ ثواب ۲۵ گنا زیادہ ہوگا۔

۱۰- دنیا میں انوار و برکات کا ثواب ۲۵ گنا اور آخرت کے انوار و برکات کا ثواب ۲۷ گنا زیادہ ہوگا۔

۱۱- مسجد کے اندر کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے ۲۷ نمازوں کا ثواب اور اگر نماز مسجد کے باہر ادا کی تو اس کا ثواب ۲۵ گنا زیادہ ہے۔
۱۲- دور سے مسجد میں آئے تو ثواب ۲۷ گنا زیادہ اور اگر قریب سے آئے تو ثواب ۲۵ گنا زیادہ ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّسْمَعُ النِّدَاءَ فَلَا يُجِيبُ

باب 24: جو شخص اذان سن کر اس کا جواب نہ دے

201 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْاَصَمِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْيَتِىْ اَنْ يَّجْمَعُوْا حُزَمَ الْحَطَبِ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰى اَقْوَامٍ لَّا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِى الدَّرْدَاءِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّمُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ وَّجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَالُوْا مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يُجِبْ فَلَا صَلَاةَ لَهٗ

وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا عَلَى التَّغْلِيظِ وَالتَّشْدِيْدِ وَلَا رُخْصَةَ لِاَحَدٍ فِىْ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ نوجوانوں کو یہ ہدایت کروں کہ وہ لکڑیوں کے گٹھے اکٹھے کریں پھر میں نماز کے لیے حکم دوں تو وہ قائم کر لی جائے پھر میں ان لوگوں کو آگ لگا دوں جو نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ وہ یہ بیان کرتے ہیں: جو شخص اذان سنے اور اس کا جواب نہ دے (یعنی مسجد میں نہ آئے) تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

بعض اہلِ علم نے اس روایت کو تاکید اور سختی (شدید ترغیب یا تنبیہ پر) محمول کیا ہے اور انہوں نے جماعت ترک کرنے کی

201- اخرجه مسلم (ابی) (584/2) كتاب المساجد و مواضع الصلاة؛ باب: فضل صلاة الجماعة و بيان التشديد في التخلف عنها حديث (245 /649) واخرجه ابو داؤد (205/1): كتاب الصلاة؛ باب: في التشديد في ترك الجماعة حديث (549) واخرجه احمد في مسنده (472/2 ,539)

رخصت کسی کو بھی نہیں دی البتہ عذر کی وجہ سے اسے ترک کیا جا سکتا ہے۔

202 آثارِ صحابہ: قَالَ مُجَاهِدٌ وَّسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ رَجُلٍ يَّصُومُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ لَا يَشْهَدُ جُمُعَةً وَّلَا جَمَاعَةً قَالَ هُوَ فِي النَّارِ

قَالَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ وَمَعْنَى الْحَدِيْثِ اَنْ لَّا يَشْهَدَ الْجَمَاعَةَ وَالْجُمُعَةَ رَغْبَةً عَنْهَا وَاسْتِخْفَافًا بِحَقِّهَا وَتَهَاوُنًا بِهَا

◆◆ مجاہد بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو دن کے وقت روزہ رکھتا ہے' اور رات کے وقت نفل پڑھتا رہتا ہے' لیکن وہ جمعہ کی نماز میں یا باجماعت نماز میں شریک نہیں ہوتا' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ جہنم میں جائے گا۔

اس روایت کو ہناد نے محاربی اور لیث سے اور انہوں نے مجاہد سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کا مفہوم یہ ہے: وہ شخص جماعت اور جمعہ میں' ان نمازوں سے قصداً اجتناب اختیار کرتے ہوئے شریک نہیں ہوتا اور اس کے حق کو کم تر سمجھتا ہے' اور اسے ہلکا شمار کرتا ہے۔

شرح

تارکین جماعت کی وعید اور جماعت کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ

اجابت اذان کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) اجابت قولی یعنی اذان کا اپنی زبان سے جواب دینا، یہ سنت ہے۔ (۲) اجابت فعلی یعنی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا۔ اس کی شرعی حیثیت میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جماعت فرض عین ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے اور امام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک واجب ہے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے یہ ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں جو وہ قائم کریں، پھر میں ان لوگوں کو گھروں سمیت نذر آتش کر دوں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔'' (الصحیح لمسلم جلد اوّل ص ۲۲۷) علاوہ ازیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتویٰ سے بھی استدلال کیا ہے کہ آپ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر قیام کرتا ہے لیکن وہ نماز جمعہ اور باجماعت نماز میں شامل نہیں ہوتا؟ آپ نے جواب دیا: وہ جہنمی ہے۔ اس حدیث اور فتویٰ میں تارکین جماعت و غافلین جمعہ کے لیے نذر آتش کرنے اور جہنمی ہونے کی جو وعید سنائی گئی ہے، اس سے جماعت کی فرضیت و وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جماعت فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے' جن میں ترک جماعت کے اعذار بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور

حضرت امام ہمام رحمہم اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حدیث خبر واحد ہے اور فتویٰ ایک صحابی کا اثر ہے، ان سے فرض اور وجوب ثابت نہیں ہوسکتا۔ البتہ ان میں تارک جماعت کی وعید شدید بیان کی گئی ہے جس سے سنت مؤکدہ ثابت ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص با جماعت نماز نہیں پڑھتا تو آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کی نماز نہیں ہوگی۔ حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی نماز تو ہو جائے گی لیکن ترک جماعت کی وجہ سے اس کے ثواب میں کمی ہوگی اور وہ گناہگار ہوگا۔ ثانیاً ان دلائل میں جماعت کی فرضیت بیان نہیں کی گئی بلکہ وعید وترہیب بیان کر کے شعائر اسلام کے تحفظ کا درس دیا گیا ہے کیونکہ جماعت کی شکل میں مسلمانوں کے اجتماع سے اسلام کی عظمت اور شان وشوکت کا اظہار ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي وَحْدَهُ ثُمَّ يُدْرِكُ الْجَمَاعَةَ

باب 25: جو شخص تنہا نماز ادا کرے اور پھر جماعت کو بھی پا لے

203 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ الْاَسْوَدِ الْعَامِرِيُّ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

متنِ حدیث: شَهِدْتُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّتَهُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِيْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ قَالَ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ وَانْحَرَفَ اِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِيْ اُخْرَى الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمَا فَجِيءَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا اَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا اِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ اَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَاِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ مِحْجَنٍ الدِّيلِيِّ وَيَزِيْدَ بْنِ عَامِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ يَزِيْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالُوْا اِذَا صَلَّى الرَّجُلُ وَحْدَهُ ثُمَّ اَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ فَاِنَّهُ يُعِيْدُ الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا فِي الْجَمَاعَةِ وَاِذَا صَلَّى الرَّجُلُ الْمَغْرِبَ وَحْدَهُ ثُمَّ اَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ قَالُوْا فَاِنَّهُ يُصَلِّيْهَا مَعَهُمْ وَيَشْفَعُ بِرَكْعَةٍ وَّالَّتِيْ صَلّٰى وَحْدَهُ هِيَ الْمَكْتُوْبَةُ عِنْدَهُمْ

203- اخرجه ابوداؤد (213/1): كتاب الصلاة: باب: فيمن صلى في منزله ثم ادرك الجماعة يصلي معهم حديث (575) (576) (223/1) باب: الامام ينحرف بعد التسليم حديث (614) والنسائي (113,112/2): كتاب الامامة: باب اعادة الفجر مع الجماعة لمن صلى وحده حديث (858) والدارمي (318, 317/1): كتاب الصلاة: باب: اعادة الصلوات في الجماعة بعد ما صلى في بيته وابن خزيمة (262/2) في جماع ابواب الاوقات التي ينهى عن التطوع فيهن باب: ذكر الدليل على ان نهي النبي صلى الله عليه وسلم عن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس وحديث (1279) و (67/3): في جماع ابواب قيام المومنين خلف الامام: باب: الصلاة جماعة بعد صلاة الصبح منفردا فتكون الصلاة جماعة للماموم نافلة و حديث (1638) (106, 105/3): باب: انحراف الامام من الصلاة التي لا يتطوع بعدها حديث (1713) واخرجه احمد (161, 170/4) والحمدى

◄◄ جابر بن یزید بن اسود عامری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج میں شریک ہوا' میں نے آپ کے ساتھ صبح کی نماز مسجد خیف میں ادا کی جب آپ نے اپنی نماز مکمل کر لی اور آپ نے مڑ کر دیکھا تو وہاں دو آدمی موجود تھے' جو لوگوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے ان دونوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی تھی آپ نے فرمایا: انہیں میرے پاس لاؤ! ان دونوں کو لایا گیا' ان کے اعضاء پر کپکپی طاری تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم دونوں نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ ان دونوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اپنی رہائش میں نماز ادا کر چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو! جب تم اپنی رہائش میں نماز ادا کر لو اور پھر تم دونوں باجماعت نماز والی مسجد میں آؤ' تو وہاں لوگوں کے ساتھ بھی نماز ادا کر لو' تو یہ تم دونوں کے لیے نفل نماز ہو جائے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت مجن رضی اللہ عنہ اور یزید بن عامر رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یزید بن اسود سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

کئی اہلِ علم کا یہی قول ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

یہ حضرات یہ بیان کرتے ہیں: جب کوئی آدمی تنہا نماز ادا کرے اور پھر وہ جماعت کو پالے تو وہ تمام نمازوں کو جماعت کے ہمراہ دوبارہ پڑھے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص مغرب کی نماز تنہا ادا کر لیتا ہے' پھر وہ جماعت کو پاتا ہے' تو یہ حضرات فرماتے ہیں: یہ لوگوں کے ساتھ اس نماز کو ادا کرے گا' اور ایک رکعت کے ذریعے اس نماز کو جفت کر لے گا' کیونکہ ان حضرات کے نزدیک جو نماز اس نے تنہا ادا کی تھی وہ اس کے لیے فرض نماز شمار ہوگی۔

شرح

انفرادی نماز کے بعد جماعت پانے کی صورت میں اس میں شمولیت کے حوالے سے مذاہب آئمہ

اگر کوئی شخص گھر میں انفرادی طور پر نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں جاتا ہے اور جماعت پالیتا ہے تو کیا وہ جماعت میں شمولیت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا شخص تمام نمازوں کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل ادا کرنا مکروہ نہیں ہیں۔ البتہ نماز مغرب میں مزید ایک رکعت شامل کر کے شفعہ بنالی جائے گی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے' جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ انفرادی طور پر گھر میں نماز ادا کرنے والے دو شخص جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت میں شامل نہ ہوئے تھے، آپ نے ان سے اظہار ناراضگی فرمایا اور آئندہ ایسا نہ کرنے کی تاکید فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تخصیص واستثناء انہیں جماعت میں شمولیت کا حکم دیا۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ انفرادی طور پر اپنے گھر میں نماز پڑھنے والا شخص مسجد میں جماعت

پاتا ہے تو نماز ظہر اور نماز عشاء کی جماعت میں شامل ہوسکتا ہے، کیونکہ ان کے بعد نوافل جائز ہیں۔ نماز فجر، نماز عصر اور نماز مغرب کی جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا، کیونکہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ نماز مغرب کی جماعت میں اس لیے شامل نہیں ہوسکتا کہ اس کی تین رکعت ہیں جبکہ نوافل تین رکعت نہیں ہوسکتے۔ نماز مغرب میں ایک رکعت کا اضافہ کر کے بھی جماعت میں شمولیت درست نہیں ہوگی کیونکہ اس سے امام کی مخالفت لازم آئے گی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل یہ روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم اپنی رہائش گاہ میں نماز پڑھ چکے ہوتو پھر جماعت کو پالوتو اس میں شامل ہوجاؤ سوائے نماز فجر اور نماز مغرب کے۔'' (دارقطنی)

اس روایت میں جماعت میں شمولیت کے حوالے سے نماز فجر اور نماز مغرب دونوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ یاد رہے نماز فجر اور نماز عصر دونوں کا حکم یکساں ہے کیونکہ دونوں کے بعد نوافل ادا کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت حدیث باب کے مقابل متواتر وقوی ہے، لہٰذا اسے ترجیح حاصل ہوگی۔ (۲) جب امیر کے عقاب وعتاب کا خوف ہو، اس وقت تمام نمازوں کی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔ (۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت جس میں نماز فجر اور نماز مغرب کا استثنیٰ ہے، سے حدیث باب کی تخصیص کی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجَمَاعَةِ فِيْ مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيْهِ مَرَّةً

باب 26: جس مسجد میں نماز ادا کی جاچکی ہو وہاں دوبارہ باجماعت نماز پڑھنا

204 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ النَّاجِيِّ الْبَصْرِيِّ عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ وَّقَدْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلٰى هٰذَا فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلّٰى مَعَهٗ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَالْحَكَمِ بْنِ عُمَيْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ مِنَ

204- اخرجه ابو داؤد (213,212/1): كتاب الصلاة: باب: في الجمع في المسجد مرتين' حديث (574) واخرجه الدارمي (318/1): كتاب الصلاة: باب: صلاة الجماعة في مسجد قد صلى فيه مرة' و عبد بن حميد في مسنده (ص 291) حديث (936) واخرجه احمد (5/3, 64/3, 85/3)

التَّابِعِیْنَ قَالُوْا لَا بَاْسَ اَنْ یُّصَلِّیَ الْقَوْمُ جَمَاعَةً فِیْ مَسْجِدٍ قَدْ صَلّٰی فِیْهِ جَمَاعَةٌ وَّبِهٖ یَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ اٰخَرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ یُصَلُّوْنَ فُرَادٰی وَبِهٖ یَقُوْلُ سُفْیَانُ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَمَالِكٌ وَّالشَّافِعِیُّ یَخْتَارُوْنَ الصَّلٰوةَ فُرَادٰی

توضیح راوی: وَسُلَیْمَانُ النَّاجِیُّ بَصْرِیٌّ وَّیُقَالُ سُلَیْمَانُ ابْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُو الْمُتَوَکِّلِ اسْمُهٗ عَلِیُّ بْنُ دَاوُدَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر چکے تھے آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون اس شخص کا ساتھ دے گا؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اس نے اس شخص کے ساتھ نماز ادا کر لی۔

اس بارے میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اوران کے علاوہ تابعین میں سے کئی اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے: جس مسجد میں باجماعت نماز ادا کی جا چکی ہو وہاں ایک اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لی جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض دیگر اہلِ علم نے یہ رائے دی ہے: ایسے لوگ الگ، الگ نماز ادا کریں گے۔

امام سفیان، امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے ان حضرات نے الگ، الگ نماز ادا کرنے کو اختیار کیا ہے۔

سلیمان ناجی بصری کا نام ایک قول کے مطابق سلیمان بن اسود ہے۔ ابوالمتوکل نامی راوی کا نام علی بن داؤد ہے۔

شرح

مسجد میں جماعت ثانیہ کا شرعی حکم

آئمہ فقہ کا اس بات میں اتفاق ہے کہ کسی مسجد میں ایک بار جماعت ہو چکی ہو تو اس میں جماعت ثانیہ بلا کراہت جائز ہے۔ حدیث باب میں بھی یہی مسئلہ بیان ہوا ہے کہ جماعت ثانیہ جائز ہے۔ جماعت کے بعد آنے والے شخص کے لیے جماعت کا اہتمام کیا گیا اور اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کی اور یہ جماعت ثانیہ تھی۔ علاوہ ازیں ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہیں کسی کام کی غرض سے تشریف لے گئے واپس تشریف لائے تو لوگ باجماعت نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ گھر میں تشریف لے گئے اور اپنے اہلِ خانہ کو ساتھ کھڑا کر کے باجماعت نماز ادا فرمائی۔ (علامہ نیموی: آثار السنن ص ۱۲۵)

ایک قول کے مطابق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ چند شرائط کے ساتھ جماعت ثانیہ کی اجازت دیتے ہیں:

(۱) اہل محلہ میں سے کچھ لوگ وقت کی غلط فہمی سے باجماعت نماز ادا کر سکیں اور بعد میں بروقت آنے والے لوگ جماعت ثانیہ سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) مسجد شاہراہ عام پر واقع ہو کہ مختلف لوگ آ کر باجماعت نماز پڑھتے جائیں۔

(۳) پہلے مسافر لوگوں نے باجماعت نماز پڑھی پھر اہل محلہ باجماعت نماز ادا کریں۔

(۴) مسجد ایسی ہو جس میں مؤذن وامام تعینات نہ ہوں۔ البتہ ضد یا تفرقہ بازی یا محض انتشار کے باعث جماعت ثانیہ جائز نہیں ہوگی۔ جماعت ثانیہ کی صورت میں امام پہلے امام کی جگہ تبدیل کر کے جماعت کرائے۔

حدیث باب سے ضمنی طور پر یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ مفترض، متنفل کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔ البتہ اس کے برعکس صورت یعنی متنفل، مفترض کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الْعِشَاءِ وَالْفَجْرِ فِي الْجَمَاعَةِ

باب 27: عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کی فضیلت

205 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ شَهِدَ الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ وَّمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ وَّعُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ وَجُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى وَبُرَيْدَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُثْمَانَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ عُثْمَانَ مَوْقُوْفًا وَّرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُثْمَانَ مَرْفُوْعًا

◆◆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص عشاء کی نماز باجماعت میں شریک ہو' اسے نصف رات تک نوافل ادا کرنے کا ثواب ملے گا' اور جو شخص عشاء اور فجر دونوں نمازوں میں باجماعت شریک ہو' تو اسے ساری رات نوافل ادا کرنے کا ثواب ملے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عمارہ بن

205- اخرجه مسلم (ابی) (593/2): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة (656/260) وابو داؤد (207/1): كتاب الصلاة: باب: في فضل صلاة الجماعة حديث (555) و عبد بن حميد في مسنده (ص 47)

ابورویہ رضی اللہ عنہ، حضرت جندب رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

اسی حدیث کو عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ کے حوالے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے "موقوف" روایت کے طور پر بھی نقل کیا گیا ہے اور دیگر حوالوں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل کیا گیا ہے۔

206 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ اَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِي هِنْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِي ذِمَّتِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص صبح کی نماز ادا کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمے میں ہوتا ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے ذمے کی خلاف ورزی نہ کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

207 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ اَبُو غَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ اِسْمٰعِيلَ الْكَحَّالِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ الْخُزَاعِيِّ عَنْ بُرَيْدَةَ الْاَسْلَمِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مَرْفُوعٌ هُوَ صَحِيحٌ مُسْنَدٌ وَّمَوْقُوفٌ اِلٰى اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُسْنَدْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تاریکی میں چل کر مسجد کی طرف آنے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری دے دو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس حوالے سے یعنی "مرفوع" روایت کے طور پر ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تک موقوف ہونے کے اعتبار سے یہ "صحیح" اور "مسند" ہے۔ اس کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی گئی ہے۔

شرح

نمازِ عشاء اور نمازِ فجر باجماعت ادا کرنے کے فضائل

نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنے کے فضائل احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ نمازوں میں زیادہ مشقت طلب نماز

206- اخرجه مسلم (ابی) (593/2): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة حديث (657/261) واخرجه احمد في مسنده (312/4, 313/4)

207- اخرجه ابو داؤد (209/1): كتاب الصلاة: باب: ماجاء في المشي الى الصلاة في الظلم حديث (561)

عشاء اور نماز فجر ہیں اور ان دونوں کے فضائل خصوصیت اور اہتمام سے بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں تین احادیث کی تخریج کی ہے:

۱-حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص عشاء کی نماز باجماعت پڑھتا ہے، اسے نصف رات کے قیام کا اور جو فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے، اسے بھی نصف شب کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔'' اس حدیث میں نماز عشاء اور نماز فجر دونوں باجماعت پڑھنے سے نصف نصف شب کا ثواب عطا کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ گویا جو دونوں نمازوں کو باجماعت ادا کرتا ہے، اسے پوری شب قیام کرنے کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۰۵)

۲-حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص صبح کی نماز (باجماعت) پڑھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم میں ہوتا ہے، تم اس کے ذمہ میں رخنہ اندازی نہ کرو۔'' اس حدیث میں خواہ نماز فجر کو باجماعت ادا کرنے سے مقید نہیں کیا گیا لیکن حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کے تحت اسے نقل کر کے اسے ''باجماعت'' کی قید سے مقید کر دیا ہے۔ اس طرح یہ روایت ترجمۃ الباب سے مطابق بھی ہوگئی۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۰۶)

۳-حضرت بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ تاریکی میں مسجد کی طرف چل کر آتے ہیں، قیامت کے دن انہیں ''نور تام'' عطا کیے جانے کی خوشخبری سنا دو۔'' (جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۰۷)

تاریکی والی دو نمازیں ہیں: (۱) نماز عشاء۔ اس کی ادائیگی کے لیے مسجد کی طرف جانا بھی تاریکی میں اور آنا بھی تاریکی میں ہوتا ہے۔ تاریکی سے مراد رات کی تاریکی، چاند نہ ہو تو اس کی تاریکی اور لائٹ نہ ہو تو اس کی تاریکی گویا اس نماز کا سفر تاریکیوں میں کیا جاتا ہے۔ (۲) نماز فجر کے وقت مسجد کی طرف جانا تاریکی میں ہوتا ہے لیکن آنا روشنی میں ہوتا ہے۔ دونوں نمازیں باجماعت ادا کرنے والوں کو قیامت کے دن ''نور تام'' سے نوازے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے اور اہل ایمان کو اس کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ نور تام سے مراد اجر عظیم یا نور ایمان ہے، جس کے باعث قیامت کے دن مسلمانوں کو پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

باب 28: پہلی صف کی فضیلت

208 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

208-اخرجه مسلم (ابی) (331/2): كتاب الصلاة: باب: تسوية الصفوف واقامتها وفضل الاول فالاول منها' حديث (440/132) وابو داؤد (238/1): كتاب الصلاة: باب: صف النساء و كراهية التاخر عن الصف الاول' حديث (678) واخرجه النسائی (94,93/2): كتاب الامامة: باب: ذكر خير صفوف النساء وشر صفوف الرجال' حديث (820 واخرجه ابن ماجه (319/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة: فيها: باب: صفوف النساء' حديث (1000) واخرجه ابن خزيمة (28, 27/3): كتاب جماع ابواب قيام الماموميين خلف الامام: باب: ذكر خير صفوف الرجال و خير صفوف النساء' حديث (1561) واحمد في مسنده (367,354, 336/2)

متن حدیث: خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَآءِ اٰخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاُبَيِّ وَّعَآئِشَةَ وَالْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَسْتَغْفِرُ لِلصَّفِّ الْاَوَّلِ ثَلَاثًا وَّلِلثَّانِيْ مَرَّةً

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مردوں کی صف میں بہترین صف ان کی سب سے پہلی صف ہے اور سب سے کم بہتر سب سے آخری ہے اور خواتین کی سب سے بہترین صف سب سے آخر والی ہے اور سب سے کم بہتر صف سب سے پہلی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی منقول ہے: آپ نے پہلی صف والوں کے لیے تین مرتبہ دعائے مغفرت کی ہے اور دوسری صف والوں کے لیے ایک مرتبہ دعائے مغفرت کی ہے۔

209 متن حدیث: وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ (۱)

سند حدیث: قَالَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ نَحْوَهُ

◄► نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اگر لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ اذان اور پہلی صف میں کیا فضیلت ہے اور پھر انہیں اس کا موقع صرف قرعہ اندازی کے ذریعے ملے تو وہ اس کے لیے قرعہ اندازی بھی کر لیں گے۔

اس روایت کو اسحٰق بن موسیٰ انصاری رضی اللہ عنہ نے معن کے حوالے سے، مالک کے حوالے سے، سمی کے حوالے سے، ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

صف اول کے فضائل

نماز کے وقت تیار کی جانے والی صفوف میں سے افضل صف اول ہے۔ اس کی فضیلت کے بارے میں چند احادیث مبارکہ

(۱)- اخرجه البخاری (114/2): كتاب الاذان: باب: الاستهام فی الاذان حديث (615) والحديث طرفه فی (-721 -2689 654)

درج ذیل ہیں:

۱- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی صف والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور فرشتے ان کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۸ ص ۲۹۵)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کی صفوں میں افضل پہلی صف ہے اور کم درجہ کی آخری صف ہے۔ عورتوں کی صفوں میں افضل صف آخری ہے اور کم درجہ کی پہلی صف ہے۔

(الصحیح للمسلم جلد اوّل ص ۲۳۲)

۳- ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے اللہ! صف اول والے لوگوں کی بخشش فرما، صحابہ عرض کیا: یارسول اللہ! صف ثانی کو بھی دعا میں شامل فرمائیں۔ آپ نے پھر عرض کیا: اے اللہ! پہلی صف والے لوگوں کی بخشش فرما! صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! دوسری صف والے لوگوں کو بھی شامل فرمائیں، تو آپ نے یوں دعا کی: اے اللہ تو صف اول اور صف ثانی والے لوگوں کی مغفرت کر۔'' (مسند امام احمد جلد ۸ ص ۲۹۵)

ان احادیث میں صف اول کی فضیلت ظاہر و باہر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ صف اول والے لوگ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب، اس کے انعامات اور بخشش کے زیادہ حقدار ہوتے ہیں۔

صف اول کا مصداق اور اس کے افضل ہونے کی وجہ

صف اول سے مراد کیا ہے؟ اس کے مصداق میں متعدد اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- کسی مسجد کی پہلی صف میں جتنے لوگوں کے کھڑے ہونے کی گنجائش ہو، سب سے پہلے اتنی مقدار میں مسجد میں داخل ہونے والے، صف اول کے لوگ ہیں خواہ وہ کسی بھی صف میں کھڑے ہوگئے ہوں۔

۲- وہ نمازی جن کے درمیان اور امام کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، وہ صف اول کے ہیں خواہ وہ کسی بھی صف میں کھڑے ہوں۔

۳- پہلی قطار والے لوگ ''صف اول'' کا مصداق ہیں۔ اس مقام پر پہلی راجح ہے۔

مردوں کی صفوں میں پہلی صف افضل اور عورتوں کی صفوں میں آخری صف افضل ہونے کی وجہ مسابقت و حجاب ہے یعنی مردوں کے پہلے آنے اور عورتوں کے پردہ کے باعث افضل و اعلیٰ ہے۔ عورتوں کا مردوں سے دوری، ان کا پردہ ہے۔ اس مسئلہ کی جزی علم فقہ سے بھی ملتی ہے کہ نماز جنازہ میں آخری صف میں کھڑا ہونے والے لوگوں کو ثواب زیادہ ملتا ہے، جس کی کئی وجوہات ہیں: (۱) تین صفیں بنانے کی غرض سے آگے کھڑے ہوئے لوگ پیچھے آجاتے ہیں تو ان کے اجر میں کمی نہیں ہونی چاہیے بلکہ وہ اجر و ثواب کے زیادہ حقدار ہونے چاہئیں۔ (۲) نماز جنازہ کی کیفیت قدرے مورتی کی عبادت کے ساتھ مشابہت ہے جبکہ آخری صف میں کھڑے ہونے والے لوگوں میں یہ مشابہت کم درجہ کی پائی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِقَامَةِ الصُّفُوْفِ

باب 29: صفیں درست رکھنا

210 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّى صُفُوفَنَا فَخَرَجَ يَوْمًا فَرَاَى رَجُلًا خَارِجًا صَدْرُهُ عَنِ الْقَوْمِ فَقَالَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَالْبَرَاءِ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ اِقَامَةُ الصَّفِّ

آثارِ صحابہ: وَرُوِىَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُوَكِّلُ رِجَالًا بِاِقَامَةِ الصُّفُوفِ فَلَا يُكَبِّرُ حَتّٰى يُخْبَرَ اَنَّ الصُّفُوفَ قَدِ اسْتَوَتْ

وَرُوِىَ عَنْ عَلِيٍّ وَّعُثْمَانَ اَنَّهُمَا كَانَا يَتَعَاهَدَانِ ذٰلِكَ وَيَقُوْلَانِ اسْتَوُوا

وَكَانَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ تَقَدَّمْ يَا فُلَانُ تَاَخَّرْ يَا فُلَانُ

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں درست کروایا کرتے تھے ایک دن آپ تشریف لائے آپ نے ایک شخص کو دیکھا' جس کا سینہ دوسروں سے آگے نکلا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: یا تو تم لوگ اپنی صفیں درست رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی منقول ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد بھی فرمایا ہے: نماز کی تکمیل میں ان صف کو درست کرنا بھی شامل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے: انہوں نے کچھ لوگوں کو صفیں درست کرنے کے لیے مقرر کیا ہوا تھا' اور اس وقت تک تکبیر نہیں کہتے تھے' جب تک انہیں یہ بتا نہیں دیا جاتا تھا: تمام صفیں درست ہو چکی ہیں۔

210- اخرجه مسلم (ابی) (326/2): كتاب الصلاة: باب تسوية الصفوف واقامتها وفضل الاول فالاول منها' حديث (436/127) وابو داؤد (234/1): كتاب الصلاة: باب: تسوية الصفوف' حديث (665,663)' والنسائى (89/2): كتاب الامامة: باب: كيف يقوم الامام الصفوف' حديث (810) وابن ماجه (318/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: اقامة الصفوف' حديث (994)' واخرجه احمد فى مسنده (277, 276, 272, 270/4)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہ منقول ہے: وہ اہتمام کے ساتھ اس کا خیال رکھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے: صفیں سیدھی رکھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے: اے فلاں! تم آگے ہو جاؤ اور اے فلاں! تم پیچھے ہو جاؤ۔

شرح

تسویۃ الصفوف کی اہمیت

جہاں نماز کے لیے اقامۃ الصفوف کو اہتمام سے بیان کیا گیا ہے وہاں تسویۃ الصفوف کی اہمیت اور عدم تسویۃ الصفوف کی وعید بھی بیان کی گئی ہے۔ تسویۃ الصفوف نماز کا حصہ ہے لیکن نماز کے لیے شرط نہیں ہے۔ ابتدائی سالوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست اقدس میں چھڑی لے کر صفوں کو درست کیا کرتے تھے۔ جب لوگوں کی تربیت ہوگئی اور وہ از خود صفیں بنانے لگے تو آپ نے یہ اہتمام ختم کر دیا تھا۔ اسی دور کا واقعہ حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا سینہ صفوں سے آگے نکال کر کھڑا ہوا تھا، آپ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگ اپنی صفوں کو درست رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں اختلاف وانتشار کی فضا پیدا کر دے گا۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۱۰)

تسویہ صفوف کا طریقہ یہ ہے کہ قدم قدم سے ملا کر اور کندھا کندھے سے ملا کر کھڑا ہونا ہے۔ کندھا کندھے سے ملانے کا مفہوم تو واضح ہے لیکن قدم، قدم سے ملانے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں پاؤں کے مابین چار انگشت کا فاصلہ رکھ کر کھڑے ہونا۔ غیر مقلد حضرات نے اس حدیث کا مفہوم یہ سمجھ رکھا ہے کہ اپنی دونوں ٹانگوں کو خوب پھیلایا جائے حتیٰ کہ ہر پاؤں کی چھوٹی انگلی دوسرے شخص کی چھوٹی انگلی سے جا کر مل جائے۔ یہ عجیب سی کیفیت بن جاتی ہے جو صفوں کی خوبصورتی کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ ان کے اس طریقہ میں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ چند افراد کے کھڑا ہونے سے صف مکمل ہو جاتی ہے، گویا ایک شخص دو نمازیوں کی جگہ گھیر لیتا ہے۔

"اولیخالفن اللہ بین وجوھکم" کا مفہوم: اس فقرہ کے دو مفاہیم ہیں: (۱) لوگوں کے دلوں میں ایسی نفرت پیدا ہونا جس کے اثرات چہروں پر بھی عیاں ہوں۔ (۲) چہروں کو اس طریقے سے مسخ کر دینا کہ منہ، ناک، کان اور آنکھوں کو ختم کر دینا۔

سوال: شریعت محمدیہ میں مسخ نہ ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے، تو پھر مسخ کرنے کا مطلب کیا ہوا؟

جواب: مسخ کی دو اقسام ہیں: (۱) مسخ عام، (۲) مسخ خاص۔ شریعت محمدیہ میں اول الذکر مسخ کی نفی کی گئی ہے جبکہ اس مقام پر مسخ خاص مراد ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لِيَلِيَنِّىْ مِنْكُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى

باب **30**: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان) تم میں سے سمجھدار اور تجربہ کار لوگ میرے قریب کھڑے ہوں

211 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِى

مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لِيَلِيَنِّي مِنكُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِيْ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّالْبَرَاءِ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يُعْجِبُهُ اَنْ يَّلِيَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ لِيَحْفَظُوْا عَنْهُ

توضیح راوی: قَالَ وَخَالِدٌ الْحَذَّاءُ هُوَ خَالِدُ بْنُ مِهْرَانَ يُكْنٰى اَبَا الْمُنَازِلِ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ يُقَالُ اِنَّ خَالِدًا الْحَذَّاءَ مَا حَذَا نَعْلًا قَطُّ اِنَّمَا كَانَ يَجْلِسُ اِلٰى حَذَّاءٍ فَنُسِبَ اِلَيْهِ قَالَ وَاَبُوْ مَعْشَرٍ اسْمُهُ زِيَادُ بْنُ كُلَيْبٍ

◄► حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم میں سمجھدار اور تجربہ کار لوگ میرے قریب کھڑے ہوں پھر ان کے بعد وہ ہوں جو ان کے قریبی مرتبے کے ہوں پھر ان کے بعد وہ کھڑے ہوں جو ان کے قریبی مرتبے کے ہوں اور تم آپس میں اختلاف نہ کرنا ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آ جائے گا' اور تم بازار کی گہما گہمی سے بچنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی منقول ہے: آپ کو یہ بات پسند تھی: مہاجرین اور انصار آپ کے قریب رہیں تا کہ آپ کے طریقے کو یاد رکھیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خالد الحذاء یہ خالد بن مہران ہے' اور ان کی کنیت ''ابوالمنازل'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: یہ کہا گیا: خالد حذاء نے کبھی کوئی جوتا نہیں بنایا چونکہ وہ ایک موچی کے پاس بیٹھا کرتے تھے اس لیے اسی طرف منسوب ہو گئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابومعشر کا نام زیاد بن کلیب ہے۔

211- اخرجه مسلم (ابی): كتاب الصلاة: باب: تسوية الصفوف واقامتها وفضل الاول فالاول منها حديث (432/123) واخرجه ابو داؤد (237/1): كتاب الصلاة: باب من يستحب ان يلي الامام في الصف وكراهية التاخير حديث (675) والدارمي (290/1): كتاب الصلاة: باب: من يلي الامام من الناس- وابن خزيمة (32/3): في جماع ابواب قيام الماموين خلف الامام حديث (1572) واخرجه احمد (457/1) (4373)

شرح

باشعور لوگوں کو پاس کھڑا کرنے کی وجوہات

اس حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ دوران نماز آپ کے پاس باشعور اور تجربہ کار لوگ کھڑے ہوں پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ لوگ کھڑے ہوں۔ باشعور اور تجربہ کار لوگوں کو پاس کھڑے کرنے کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- امام سے قرأت وغیرہ میں سہو ہونے کی صورت میں وہ لقمہ دے سکیں۔

۲- اس بات کا امکان ہے کہ امام کی نماز فاسد ہونے کی صورت میں انہیں خلیفہ بنایا جاسکے۔

۳- تجربہ کار اور باشعور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو دیکھ کر اپنے ذہنوں میں محفوظ کرلیں تا کہ اس سرمایہ کو امت تک منتقل کیا جاسکے۔

بازاروں کی گہما گہمی سے بچنے کی تاکید کی وجوہات

حدیث باب کے آخر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی اصلاح کے پیش نظر بازاروں کی رونق اور ان کی گہما گہمی سے اجتناب کرنے کی ہدایت بایں الفاظ فرمائیں:"وایاکم وھیشات الاسواق" اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں:

۱- اہل وعیال اور بازاروں کے معاملات میں اس قدر مصروف نہ ہو جاؤ کہ مسجد میں آنے کے لیے وہ رکاوٹ بننا شروع ہو جائیں۔

۲- گلی محلوں اور بازاروں کی طرح تم مسجد میں شوروغل کرنے سے مکمل اجتناب کرو۔

۳- بازاروں میں آمدورفت کا سلسلہ حد اور ضرورت سے زیادہ نہ ہونا چاہیے، کیونکہ یہ برے مقامات ہیں جبکہ ان کے برعکس مساجد اچھے مقامات ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الصَّفِّ بَيْنَ السَّوَارِيْ

باب 31: ستونوں کے درمیان صف بنانا مکروہ ہے

212 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ هَانِئِ بْنِ عُرْوَةَ الْمُرَادِيِّ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ مَحْمُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّيْنَا خَلْفَ اَمِيْرٍ مِّنَ الْاُمَرَاءِ فَاضْطَرَّنَا النَّاسُ فَصَلَّيْنَا بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَلَمَّا صَلَّيْنَا قَالَ اَنَسٌ

212- اخرجه ابو داؤد (1/236, 237): كتاب الصلاة: باب: الصفوف بين السوارى حديث (673) والنسائى (2/94): كتاب الاقامة: باب: الصف بين السوارى حديث (821) وابن ماجه (1/320): كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: الصلاة بين السوارى فى الصف حديث (1002) ورواه احمد فى مسنده (رقم 12366 ج3 ص131)

بن مَالِكٍ كُنَّا نَتَّقِي هٰذَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَاب عَنْ قُرَّةَ بْنِ اِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُّصَفَّ بَيْنَ السَّوَارِيْ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ ذٰلِكَ

◄► عبدالحمید بن محمود بیان کرتے ہیں: ہم نے ایک امیر کی اقتداء میں نماز ادا کی لوگوں نے مجبور ہو کر ستونوں کے درمیان نماز ادا کر لی' جب ہم نماز ادا کر چکے' تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں ہم اس سے بچا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت قرہ بن ایاس مزنی سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے: ستونوں کے درمیان صف بنائی جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے اس کی اجازت دی ہے۔

شرح

ستونوں کے مابین صف بنانے کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ

بوقت نماز مسجد میں ستونوں کے درمیان صفیں بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دو ستونوں کے مابین صفیں بنانا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ستونوں کے مابین صفیں بنانے سے اجتناب کرتے تھے۔

۲- جمہور کے نزدیک ستونوں کے درمیان صفیں بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: فقلت اصلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکعبۃ؟ قال: نعم، رکعتین بین الساریتین علی یسارك اذا دخلت (بخاری)

''میں نے دریافت کیا: کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی؟ (راوی نے) جواب دیا: ہاں! آپ نے دو ستونوں کے درمیان دو رکعت نماز پڑھی اور جب تو کعبہ میں داخل ہو تو وہ تمہارے دائیں طرف ہوں گے۔''

جمہور کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ ممانعت کا حکم صرف مسجد نبوی کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اس زمانہ میں اس کے ستون متوازی نہیں تھے بلکہ منحنی شکل کے تھے جن کے درمیان صف سیدھی نہیں

رہ سکتی تھی۔ستون متوازی ہونے کی صورت میں ان کے مابین صفیں بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ

باب 32 نماز کے دوران کسی شخص کا صف میں تنہا کھڑے ہونا

213 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ اَخَذَ زِيَادُ بْنُ اَبِي الْجَعْدِ بِيَدِىْ وَنَحْنُ بِالرَّقَّةِ فَقَامَ بِىْ عَلٰى شَيْخٍ يُقَالُ لَهٗ وَابِصَةُ بْنُ مَعْبَدٍ مِّنْ بَنِىْ اَسَدٍ فَقَالَ زِيَادٌ حَدَّثَنِىْ هٰذَا الشَّيْخُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ وَالشَّيْخُ يَسْمَعُ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعِيْدَ الصَّلٰوةَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ وَابِصَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ وَقَالُوْا يُعِيْدُ اِذَا صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يُجْزِئُهٗ اِذَا صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ

وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ اِلٰى حَدِيْثِ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَيْضًا قَالُوْا مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ يُعِيْدُ مِنْهُمْ حَمَّادُ بْنُ اَبِىْ سُلَيْمَانَ وَابْنُ اَبِىْ لَيْلٰى وَوَكِيْعٌ

اختلافِ سند: وَرَوٰى حَدِيْثَ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّثْلَ رِوَايَةِ اَبِى الْاَحْوَصِ عَنْ زِيَادِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ وَّابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ وَّفِىْ حَدِيْثِ حُصَيْنٍ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ هِلَالًا قَدْ اَدْرَكَ وَابِصَةَ وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْحَدِيْثِ فِىْ هٰذَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ عَنْ وَّابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَصَحُّ وَقَالَ بَعْضُهُمْ حَدِيْثُ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ وَّابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَصَحُّ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا عِنْدِىْ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ لِاَنَّهٗ قَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ حَدِيْثِ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ زِيَادِ ابْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ وَّابِصَةَ

◆◆ ہلال بن یساف بیان کرتے ہیں: زیاد بن ابوجعد نے میرا ہاتھ تھاما ہم لوگ اس وقت "رقہ" میں موجود تھے اس نے

213- اخرجه ابو داؤد (239/1): كتاب الصلاة: باب الرجل يصلى وحده خلف الصف حديث (682) وابن ماجه (321/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب صلاة الرجل خلف الصف وحده حديث (1004) والدارمى (294/1, 295): كتاب الصلاة: باب: فى صلاة الرجل خلف الصف وحده والحميدى (392/2) حديث (884) واحمد (227/4, 228)

مجھے لے جا کر ایک شیخ کے سامنے کھڑا کر دیا' جس کا نام حضرت وابصہ بن معبد تھا۔ جو بنو اسد سے تعلق رکھتے تھے' زیاد نے بتایا: ان بزرگ نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے: ایک شخص نے صف میں اکیلے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ (راوی کہتے ہیں) وہ بزرگ یہ بات سن رہے تھے' تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ ہدایت کی: وہ دوبارہ نماز پڑھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: کوئی شخص (امام کے پیچھے) صف میں اکیلا کھڑا ہو کر نماز ادا کرے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: اگر وہ صف میں اکیلا کھڑا ہو کر نماز ادا کر لے' تو وہ دوبارہ اس نماز کو پڑھے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے یہ بات بیان کی ہے: ایسا کرنا جائز ہے' اگر وہ صف میں اکیلا کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

اہلِ کوفہ سے تعلق رکھنے والا ایک گروہ اسی حدیث کی طرف گیا ہے' جو حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

وہ حضرات یہ کہتے ہیں: جو شخص صف میں اکیلا کھڑا ہو کر نماز ادا کرے وہ اسے دوبارہ ادا کرے گا (اہلِ کوفہ سے تعلق رکھنے والے ان افراد میں) حماد بن ابوسلیمان، ابن ابی لیلیٰ اور وکیع شامل ہیں۔

حصین کی روایت کو ہلال بن یساف کے حوالے سے کئی راویوں نے نقل کیا ہے' جیسا کہ ابواحوص کی روایت ہے' جو زیاد بن ابوالجعد کے حوالے سے' حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

حصین کی روایت میں یہ حدیث موجود ہے' جو اس بات پر دلالت کرتی ہے: ہلال نے حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔

محدثین نے اس روایت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: عمرو بن مرہ نے ہلال بن یساف کے حوالے سے، عمرو بن راشد کے حوالے سے، حضرت وابصہ بن معبد سے جو روایت نقل کی ہے' وہ زیادہ مستند ہے۔

بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے: حصین نے ہلال بن یساف کے حوالے سے، زیادہ بن ابوالجعد کے حوالے سے، حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے' وہ زیادہ مستند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک عمرو بن مرہ سے منقول حدیث ''اصح'' ہے اس کی وجہ یہ ہے: یہ ہلال بن یساف کے علاوہ دیگر حوالوں سے بھی زیاد بن ابوالجعد کے حوالے سے' حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

214 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا صَلّٰى خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعِيْدَ الصَّلٰوةَ

214-اخرجه ابو داؤد (239/1): كتاب الصلاة: باب: الرجل يصلي وحده خلف الصف حديث (682) واحمد (228-227/4)

مذاہب فقہاء: قَالَ أَبُوْ عِيْسَى: وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَإِنَّهُ يُعِيْدُ

بلال بن یساف، عمرو بن راشد کے حوالے سے، حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے صف میں تنہا کھڑے ہو کر نماز ادا کر لی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے جارود کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اگر کوئی شخص صف کے اندر تنہا کھڑا ہو کر نماز ادا کرے، تو وہ دوبارہ نماز پڑھے گا۔

شرح

صف میں تنہا نماز پڑھنے میں مذاہب آئمہ

امام کی اقتداء میں پچھلی صف میں تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد، حضرت وکیع بن الجراح، حضرت ابن ابی لیلیٰ، حضرت امام اسحاق اور حضرت امام حماد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک پچھلی صف میں تنہا نماز پڑھنے سے فاسد ہو جائے گی جو واجب الاعادہ ہوگی۔ انہوں نے زیر بحث سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صف میں تنہا نماز پڑھنے والے شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اسی طرح باب کی دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے کہ پچھلی صف میں تنہا نماز پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ واجب الاعادہ ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایسے شخص کی نماز جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف میں قدرے تفصیل ہے کہ جماعت کھڑی ہو چکی کوئی شخص آتا ہے، آگے والی صف بھی مکمل ہو چکی ہو تو اکیلا کھڑا ہونے کی بجائے امام کے رکوع جانے تک کسی دوسرے شخص کے آنے کا انتظار کرے۔ اگر دوسرا شخص آ گیا تو اسے اپنے ساتھ ملا کر صف میں کھڑا ہو جائے ورنہ آگے والی صف کے درمیان سے کسی شخص کو بازو پکڑ کر پچھلی صف میں لے آئے اور آگے والی صف سے پچھلی صف میں آنے والا نمازی اپنے پاؤں کو گھسیٹتا ہوا پیچھے آ جائے کہ اس کا سینہ کعبہ رخ سے نہ پھرے۔ اگر آگے والی صف سے کسی کا پیچھے آنا ممکن نہ ہو یا انتشار کا خوف ہو تو وہ شخص بلا کراہت تنہا پچھلی صف میں نماز ادا کر سکتا ہے۔ جمہور نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: انہ دخل المسجد ونبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع قال فرکعت دون الصف فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: زادك الله حرصا و لا تعد (سنن ابی داؤد، جلد اول ص۹۹) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد میں اس وقت داخل ہوئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت رکوع میں تھے۔ میں بھی تنہا صف میں رکوع میں چلا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے ذوق میں اضافہ فرمائے تمہیں نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (ا) اس روایت میں امر

استحباب پرمحمول ہے۔ (۲) جونماز کراہت کے ساتھ پڑھی جائے وہ واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ (۳) یہ روایت سند کے اعتبار سے مضطرب ہے، لہٰذا قابل حجت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي وَمَعَهُ رَجُلٌ

باب 33: جو شخص نماز ادا کر رہا ہو اور اس کے ساتھ ایک شخص (مقتدی) ہو

215 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَاْسِيْ مِنْ وَّرَائِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ قَالُوْا اِذَا كَانَ الرَّجُلُ مَعَ الْاِمَامِ يَقُوْمُ عَنْ يَّمِيْنِ الْاِمَامِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کی' میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیچھے کی طرف سے میرے سر کو پکڑا اور مجھے اپنے دائیں طرف کر دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد میں آنے والے اہلِ علم کا اس روایت پر عمل ہے۔

وہ حضرات یہ کہتے ہیں: جب امام کے ہمراہ صرف ایک شخص ہو' تو وہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہوگا۔

شرح

ایک مقتدی ہونے کی صورت میں امام کی دائیں جانب کھڑا ہونا

اس بات میں تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ اگر ایک مقتدی ہو تو وہ امام کی دائیں طرف کھڑا ہوگا۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے

215- اخرجه البخاری (287/1): كتاب الوضوء: باب: التخفيف في الوضوء' حديث (138)' (248, 247/2): كتاب الاذان: باب: اذا قام الرجل عن يسار الامام' حديث (726)' وبطريق الشعبي عن ابن عباس (249/2): باب: ميمنة المسجد والامام حديث (728)' واخرجه مسلم' والنسائي (87, 86/2): كتاب الامامة: باب: موقف الامام اذا كان معه صبي وامراة' حديث (804)' وبطريق آخر' باب: موقف الامام والماموم صبي حديث (806)' وابن ماجه (312/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: الاثنان جماعة' حديث (973)

استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی دائیں جانب کھڑا کر کے جماعت کی شکل میں نماز ادا کرتے تھے۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۱۵) شیخین کے نزدیک مقتدی، امام کی دائیں جانب بالکل مساوی کھڑا ہوگا۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ امام، مقتدی سے چار انگشت آگے کھڑا ہوگا تا کہ امام اور مقتدی کے مابین امتیاز کی صورت بھی واضح ہو جائے۔ احناف کا فتویٰ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي مَعَ الرَّجُلَيْنِ

باب 34: جس شخص کے ہمراہ دو آدمی نماز ادا کرنے والے ہوں

216 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عَدِيٍّ قَالَ اَنْبَاَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنَّا ثَلَاثَةً اَنْ يَّتَقَدَّمَنَا اَحَدُنَا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّجَابِرٍ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً قَامَ رَجُلَانِ خَلْفَ الْاِمَامِ وَرُوِيَ

آثارِ صحابہ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ صَلّٰى بِعَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ فَاَقَامَ اَحَدَهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرَ عَنْ يَّسَارِهٖ وَرَوَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْمَكِّيِّ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◄► حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی: جب ہم تین افراد ہوں تو ہم اپنے میں سے ایک کو آگے کر دیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن غریب" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا وہ یہ فرماتے ہیں: جب تین لوگ ہوں تو دو آدمی امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت منقول ہے: انہوں نے علقمہ اور اسود کو نماز پڑھائی تھی ان میں سے ایک کو اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا تھا اور دوسرے کو بائیں طرف کھڑا کر دیا تھا اور انہوں نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے روایت بھی کی ہے۔

بعض حضرات نے اسماعیل بن مسلم مکی نامی راوی کے حافظے کے حوالے سے کچھ کلام کیا ہے۔

216- تفرد به الترمذی واخرجه الطبرانی فی "المعجم الكبير" (276/7) حديث (6951)

شرح

دومقتدیوں کی جماعت کا مسئلہ

جب مقتدی ایک سے زائد ہوں تو باجماعت نماز ادا کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ اس مسئلہ میں قدرے آئمہ کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک امام آگے کھڑا ہوگا اور دونوں مقتدی پچھلی صف میں برابر کھڑے ہوں گے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم تین آدمی ہوں تو ہم میں سے ایک شخص امام بن کر نماز پڑھائے۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۱۶)

حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جب مقتدی دو ہوں تو امام درمیان میں کھڑا ہوگا جبکہ ایک مقتدی کو اپنی دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کرے گا۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علقمہ اور حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نماز پڑھائی تو ایک کو اپنے دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کیا تھا۔

جمہور کی طرف سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کا جواب کئی اعتبار سے دیا گیا ہے: (۱) دومقتدیوں کی صورت میں امام کا درمیان میں کھڑا ہونا، منسوخ ہو چکا ہے۔ (۲) امام کا مقتدیوں کے مابین کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، جس کا مقصد بیان جواز تھا۔ (۳) بعض مقامات پر بیان جواز کے لیے مکروہ پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي وَمَعَهُ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ

باب 35: جو شخص نماز ادا کر رہا ہو اس کے ساتھ مرد اور خواتین (اقتداء میں نماز ادا کرنے کے لیے موجود ہوں)

217 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلْنُصَلِّ بِكُمْ قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِالْمَآءِ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ عَلَيْهِ اَنَا وَالْيَتِيْمُ وَرَآئَهُ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَآئِنَا فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

217- اخرجه النسائى (2/56, 57): كتاب الامامة: باب: الصلاة على الحصير حديث (737) واخرجه احمد (3/179, 3,226, 3/145)

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا كَانَ مَعَ الْاِمَامِ رَجُلٌ وَّامْرَاَةٌ قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّمِيْنِ الْاِمَامِ وَالْمَرْاَةُ خَلْفَهُمَا وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ اِجَازَةِ الصَّلٰوةِ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ وَقَالُوْا اِنَّ الصَّبِيَّ لَمْ تَكُنْ لَهُ صَلَاةٌ وَّكَاَنَّ اَنَسًا كَانَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهُ فِي الصَّفِّ

قولِ امام ترمذی: وَلَيْسَ الْاَمْرُ عَلٰى مَا ذَهَبُوْا اِلَيْهِ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَهُ مَعَ الْيَتِيْمِ خَلْفَهُ فَلَوْلَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْيَتِيْمِ صَلَاةً لَّمَا اَقَامَ الْيَتِيْمَ مَعَهُ وَلَاَقَامَهُ عَنْ يَّمِيْنِهِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَهُ عَنْ يَّمِيْنِهِ وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ دَلَالَةٌ اَنَّهُ اِنَّمَا صَلّٰى تَطَوُّعًا اَرَادَ اِدْخَالَ الْبَرَكَةِ عَلَيْهِمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کی دادی سیّدہ ملیکہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار کیا تھا۔ آپ نے اُسے کھالیا' پھر ارشاد فرمایا: تم لوگ کھڑے ہو جاؤ! تا کہ میں تمہیں نماز پڑھا دوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں چٹائی کی طرف بڑھا' جو طویل استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی۔ میں نے اسے پانی کے ذریعے دھویا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے' میں نے اور یتیم (لڑکے) نے آپ کے پیچھے صف قائم کر لی' جبکہ بوڑھی خاتون ہمارے پیچھے کھڑی ہوگئی' آپ نے ہمیں دو رکعات پڑھانے کے بعد سلام پھیر دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا' وہ یہ فرماتے ہیں: اگر امام کے ساتھ ایک مرد اور ایک خاتون ہو' تو مرد امام کے دائیں طرف کھڑا ہوگا اور عورت ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگی۔

بعض اہلِ علم نے اس روایت کے ذریعے یہ استدلال کیا ہے: ایسی نماز ادا کرنا جائز ہے' جب کوئی شخص امام کے پیچھے تنہا ہو' تو وہ تنہا صف میں کھڑا ہو سکتا ہے وہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں: جب بچے کی نماز ہی نہیں ہوتی' تو اس کا مطلب یہ ہوا' حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف میں تنہا تھے۔

حالانکہ ایسا نہیں ہے' جیسا کہ یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں اس کی وجہ یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یتیم کے ہمراہ اپنے پیچھے کھڑا کیا تھا' اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے لیے نماز کو مقرر نہ کیا ہوتا' تو آپ اس یتیم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کھڑا ہی نہ کرتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا تھا۔

اس میں اس بات پر دلالت موجود ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نفل نماز ادا کی تھی تا کہ آپ ان لوگوں پر برکت داخل کریں۔

شرح

خواتین وحضرات کا باہم جماعت سے نماز پڑھنے کا مسئلہ

جب خواتین وحضرات باہم باجماعت نماز پڑھنا چاہیں تو ان کی صفوں کی ترتیب یوں ہوگی کہ سب سے آگے امام کھڑا ہوگا، پھر مردوں کی صفیں ہوں گی اور پھر خواتین کی صفوف ہوں گی۔ یہ مسئلہ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو جو نماز پڑھائی وہ نوافل کی نماز تھی' اس حدیث سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نوافل کی جماعت جائز ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز تراویح، نماز استسقاء اور نماز کسوف کے علاوہ نوافل کی جماعت درست نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ نوافل کی جماعت اس وقت مکروہ وممنوع ہے جب اعلان و تداعی کے ساتھ ہو لیکن یہاں اعلان کے بغیر گھر میں برکت وتبرک کی غرض سے جماعت کرائی گئی تھی۔

"مـــالبـــس" کا مفہوم: لفظ "لبـــس" کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: (۱) لبس (بضم لام) سے مراد پہننا اور زیب تن کرنا (۲) لبس (فتح اللام) کثیر الاستعمال ہونا۔

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

باب 36: امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

218 سند حدیث: حَـدَّثَـنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ وحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ رَجَاءٍ الزُّبَيْدِيِّ عَنْ اَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَائَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَكْبَرُهُمْ سِنًّا وَّلَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِيْ سُلْطَانِهٖ وَلَا يُجْلَسُ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ اَقْدَمُهُمْ سِنًّا

218 اخرجه مسلم (ابى) (611, 610, 609/2): كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب: من احق بالامامة' حديث (673, 290)' (673/291)' واخرجه ابو داؤد (215, 214/1): كتاب الصلاة: باب من احق بالامامة' حديث (582)' (583)' (584)' والنسائى (76/2): كتاب الامامة: باب من احق بالامامة' حديث (780)' وابن ماجه (313/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: من احق بالامامة' حديث (980)' والحميدى (217/1)' حديث (457)' وابن خزيمة (4/3): كتاب الامامة فى الصلاة: باب: ذكر احق الناس بالامامة' حديث (1507)' (10/3): باب: الرخصة فى صلاة الامام الاعظم خلف من ام الناس من رعيته' حديث (1516)' واخرجه احمد (272, 121, 118/4)

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّمَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ وَعَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اَحَقُّ النَّاسِ بِالْاِمَامَةِ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ وَقَالُوْا صَاحِبُ الْمَنْزِلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا اَذِنَ صَاحِبُ الْمَنْزِلِ لِغَيْرِهٖ فَلَا بَاْسَ اَنْ يُّصَلِّيَ بِهٖ وَكَرِهَهٗ بَعْضُهُمْ وَقَالُوا السُّنَّةُ اَنْ يُّصَلِّيَ صَاحِبُ الْبَيْتِ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِيْ سُلْطَانِهٖ وَلَا يُجْلَسُ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَاِذَا اَذِنَ فَاَرْجُو اَنَّ الْاِذْنَ فِي الْكُلِّ وَلَمْ يَرَ بِهٖ بَاْسًا اِذَا اَذِنَ لَهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ بِهٖ

◆◆ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں کی امامت وہ شخص کرے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو اگر وہ قرأت میں برابر ہو تو جو شخص سنت کا زیادہ علم رکھتا ہو اگر وہ سنت میں برابر ہو تو جس شخص نے پہلے ہجرت کی ہو اگر وہ ہجرت میں برابر ہوں تو جس شخص کی عمر زیادہ ہو کوئی شخص کسی دوسرے کی امامت کی جگہ میں امامت نہ کرے کسی شخص کے گھر میں اس کے بیٹھنے کی مخصوص جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو نہ بٹھایا جائے۔

محمود بن غیلان بیان کرتے ہیں: ابن نمیر نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: (جس کے عمر کے) سال زیادہ ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہل علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا وہ یہ فرماتے ہیں: امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا سب سے زیادہ علم ہو اور اس کو سنت کا سب سے زیادہ علم ہو وہ یہ فرماتے ہیں: گھر کا مالک امامت کرنے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: جب گھر کا مالک دوسرے شخص کو اجازت دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ دوسرا شخص انہیں نماز پڑھادے۔

جبکہ بعض اہل علم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے وہ یہ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے: گھر کا مالک نماز پڑھائے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص کسی دوسرے کی سلطانی میں امامت نہ کرے اور کسی بھی شخص کو کسی شخص کے گھر میں اس کے بیٹھنے کی مخصوص جگہ پر اجازت کے بغیر نہ بٹھایا جائے (امام احمد فرماتے ہیں) جب وہ اجازت دیدے تو مجھے امید ہے: سب لوگوں کے بارے میں اجازت ہوگی اور انہوں نے اس بات میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا اگر گھر والا اسے اجازت دیدے تو وہ شخص انہیں نماز پڑھادے۔

شرح

امامت کرانے کے زیادہ حقدار کا مسئلہ

امامت کا زیادہ حقدار اعلم ہے یا اقرأ ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ امامت کا زیادہ حقدار اعلم ہے کیونکہ قرأت تو ارکان نماز سے ایک رکن ہے جبکہ "اعلم" ہونے کا تعلق نماز کی تمام شرائط اور ارکان سے ہے۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت والے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں یوں حکم دیا: **مروا ابابکر فلیصل بالناس** (الصحیح للمسلم جلداول رقم الحدیث: ۸۵۲) "تم ابوبکر صدیق کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز (باجماعت) پڑھائیں۔" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم "**اعلم القرآن والسنة**" کی وجہ سے دیا گیا جبکہ "اقرأ" تو اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ علاوہ ازیں آپ صحابہ میں "اعلم الناس" کے لقب سے مشہور و معروف تھے۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے امامت کا زیادہ حقدار "اقرأ" (بڑی قاری) ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے: "**یؤم القوم اقرأهم لکتاب اللہ**" یعنی لوگوں کو وہ شخص نماز پڑھائے جو قرآن کریم کو زیادہ خوبصورت پڑھتا ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) دور صحابہ میں "اقرأ" اور "اعلم" کے مابین مساوات کی نسبت تھی جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف بعد والے لوگوں کے بارے میں ہے۔ دور حاضر میں "اعلم" اور "اقرأ" کے درمیان نسبت تساوی کی نہیں رہی بلکہ عام وخاص من وجہ کی ہے۔ (۲) آغاز اسلام میں حفاظ قرآن کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ انہیں قرآن کی طرف راغب کرنے کے لیے پہلے "اقرأ" فرما دیا گیا لیکن ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو "اقرأ" کی جگہ "**اعلم بالسنة احق بالامامة**" نے لے لی۔

"**فاقدمهم هجرة**" کا مفہوم: لفظ "ہجرت" کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں: (۱) ہجرت اسلام جو مسلمانوں نے نبوت کے تیرہویں سال اختیار کر کے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں آ کر مستقل رہائش اختیار کر لی تھی۔

(۲) تقویٰ وطہارت مراد ہو جو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے: "**المهاجرين هجر مانهى الله عنه**" ممنوعات ومحرمات کو ترک کر کے صاحب تقویٰ بن جانا۔

دو اہم مسائل: زیر بحث حدیث کے آخری حصہ میں دو اہم مسائل بیان کیے گئے ہیں:

۱- اگر کوئی شخص کسی مسجد میں بطور امام وخطیب تعینات ہو، اس کی موجودگی میں دوسرا شخص امامت نہیں کرا سکتا۔ البتہ امام صاحب کی اجازت سے دوسرا شخص بھی یہ خدمات انجام دے سکتا ہے۔

۲- کوئی شخص کسی تعلق وعلاقہ کے باعث کسی آدمی کے گھر جائے تو وہ صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر اس کی نشست گاہ میں ہرگز نہیں بیٹھ سکتا۔ البتہ صاحب خانہ کی اجازت سے بیٹھ سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا اَمَّ اَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ

باب 37: جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر نماز پڑھائے

219 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اَمَّ اَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الصَّغِيْرَ وَالْكَبِيْرَ وَالضَّعِيْفَ وَالْمَرِيْضَ فَاِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَآءَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ وَّاَنَسٍ وَّجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَمَالِكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِىْ وَاقِدٍ وَّعُثْمَانَ بْنِ اَبِى الْعَاصِ وَاَبِىْ مَسْعُوْدٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ اخْتَارُوْا اَنْ لَّا يُطِيْلَ الْاِمَامُ الصَّلٰوةَ مَخَافَةَ الْمَشَقَّةِ عَلَى الضَّعِيْفِ وَالْكَبِيْرِ وَالْمَرِيْضِ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُو الزِّنَادِ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ذَكْوَانَ وَالْاَعْرَجُ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْمَدِيْنِيُّ وَيُكْنٰى اَبَا دَاوٗدَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر نماز پڑھائے' کیونکہ لوگوں میں کم سن، بڑی عمر کے لوگ، ضعیف لوگ، بیمار لوگ بھی موجود ہوتے ہیں البتہ جب وہ تنہا نماز ادا کرے' تو جتنی چاہے (لمبی) نماز ادا کرلے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوواقد رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن ابوعاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں' انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے: امام لمبی نماز نہ پڑھائے' اس وجہ سے کہ یوں وہ کمزور، بڑی عمر کے لوگوں اور بیماروں کو مشقت کا شکار کردے گا۔

219- اخرجه مالك فى الموطا: (134/1): كتاب صلاة الجماعة: باب: العمل فى صلاة الجماعة' حديث (13) والبخارى (233/2): كتاب الاذان: باب: اذا صلى لنفسه فليطول ماشاء الله' حديث (703) ومسلم (ابى) (359/2): كتاب الصلاة: باب: امر الائمة بتخفيف الصلاة فى تمام' حديث (183 /467) وابو داؤد (271/1): كتاب الصلاة: باب: فى تخفيف الصلاة' حديث (794) والنسائى (94/2): كتاب الامامة: باب: ما على الامام من التخفيف' حديث (823) واخرجه احمد (486/2)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوزناد نامی راوی کا نام ذکوان ہے' اعرج کا نام عبدالرحمٰن بن ہرمز مدینی ہے' ان کی کنیت ''ابوداؤد'' ہے۔

220 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَخَفِّ النَّاسِ صَلَاةً فِیْ تَمَامٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاسْمُ اَبِیْ عَوَانَةَ وَضَّاحٌ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَاَلْتُ قُتَيْبَةَ قُلْتُ اَبُوْ عَوَانَةَ مَا اسْمُهٗ قَالَ وَضَّاحٌ قُلْتُ ابْنُ مَنْ قَالَ لَا اَدْرِیْ كَانَ عَبْدًا لِامْرَاَةٍ بِالْبَصْرَةِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے مختصر' لیکن مکمل نماز پڑھایا کرتے تھے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اورابوعوانہ کا نام وضاح ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے قتیبہ سے دریافت کیا: میں نے دریافت کیا: ابوعوانہ کا نام کیا ہے' انہوں نے جواب دیا: وضاح' میں نے دریافت کیا: وہ کس کے صاحب زادے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ مجھے نہیں معلوم' یہ بصرہ کی رہنے والی ایک خاتون کے غلام تھے۔

شرح

نماز پڑھانے میں اختصار کو پیش نظر رکھنے کا مسئلہ

جب امام صاحب لوگوں کو نماز پڑھائیں تو تخفیف واختصار کو ضرور پیش نظر رکھے تاکہ لوگوں پر گراں نہ گزرے اور ان کا ذوق عبادت بھی بحال رہے۔ زیربحث حدیث میں اختصار اختیار کرنے کی وجوہات بھی بیان فرمادی ہیں کہ نماز میں چھوٹے اور بڑے لوگ شامل ہوتے ہیں اوراسی طرح کمزور اور عمر رسیدہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو سب کے سب تخفیف کے متقاضی ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں تخفیف واختصار نماز کا حسن ہے۔ یہ مسئلہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تو وہ مختصر ہوتی اور مکمل بھی۔ امام صاحب کی طرف سے نماز مختصر پڑھانے سے مراد یہ ہے کہ صرف خلاف سنت طویل قرأت سے اجتناب کرے باقی رکوع وسجود کی تسبیحات اور قعدہ میں تشہد وادعیہ میں سے کسی چیز کو ہرگز ترک نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

220- اخرجه مسلم (ابی) (360/2): كتاب الصلاة: باب: امر الائمة بتخفيف الصلاة فی تمام' حديث (189 /469) والنسائی (94/2, 95): كتاب الامامة: باب: ما علی الامام من التخفيف' حديث (824)' والدارمی (289/1): كتاب الصلاة: باب: ما امر الامام من التخفيف فی الصلاة' وابن خزيمة (48/3) فی جماع ابواب قيام المامومين خلف الامام حديث (1604) واخرجه احمد فی مسنده (رقم 11991و 12015و 12681و 12762و 12801و 12873و 12909و 12910و 13158و 13447و 13479ج 3ص 100و 101و 162و 170و 173و 179و 182و 205و 231و 233و 234و 240)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَحْرِيْمِ الصَّلٰوةِ وَتَحْلِيْلِهَا

باب 38: نماز کا آغاز اور اختتام

221 سندِحدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ طَرِيْفٍ السَّعْدِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَاْ بِالْحَمْدُ وَسُوْرَةٍ فِيْ فَرِيْضَةٍ اَوْ غَيْرِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَآئِشَةَ قَالَ وَحَدِيْثُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فِيْ هٰذَا اَجْوَدُ اِسْنَادًا وَّاَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّقَدْ كَتَبْنَاهُ فِيْ اَوَّلِ كِتَابِ الْوُضُوْءِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَبِهِ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اِنَّ تَحْرِيْمَ الصَّلٰوةِ التَّكْبِيْرُ وَلَا يَكُوْنُ الرَّجُلُ دَاخِلًا فِي الصَّلٰوةِ اِلَّا بِالتَّكْبِيْرِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ مُّحَمَّدَ بْنَ اَبَانَ مُسْتَمْلِيَ وَكِيْعٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَّقُوْلُ لَوِ افْتَتَحَ الرَّجُلُ الصَّلٰوةَ بِسَبْعِيْنَ اسْمًا مِّنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ وَلَمْ يُكَبِّرْ لَمْ يُجْزِهِ وَاِنْ اَحْدَثَ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ اَمَرْتُهُ اَنْ يَّتَوَضَّاَ ثُمَّ يَرْجِعَ اِلٰى مَكَانِهِ فَيُسَلِّمَ اِنَّمَا الْاَمْرُ عَلٰى وَجْهِهِ

قَالَ وَاَبُوْ نَضْرَةَ اسْمُهُ الْمُنْذِرُ بْنُ مَالِكِ بْنِ قُطَعَةَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وضو نماز کی کنجی ہے تکبیر کے ذریعے نماز شروع ہوتی ہے اور سلام پھیر کر ختم ہو جاتی ہے اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ اور (اس کے بعد) ایک سورت تلاوت نہ کرے خواہ فرض نماز ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے منقول روایت سند کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے ہم نے اس روایت کو "کتاب الوضو" کے آغاز میں نقل کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن

221- اخرجه ابن ماجه (101/1) كتاب الطهارة وسننها باب: مفتاح الصلاة الطهور حديث (276) من طريق ابى سفيان عن ابى نضرة عن ابى سعيد به-

مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے: نماز کا آغاز تکبیر کے ذریعے ہوتا ہے' اور کوئی بھی شخص صرف تکبیر کہہ کر ہی نماز میں داخل شمار ہو سکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابوبکر محمد بن ابان کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' انہوں نے وکیع کا یہ قول نقل کیا ہے: وکیع فرماتے ہیں: میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نوے اسماء کے ذریعے نماز کا آغاز کرے اور تکبیر نہ کہے' تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی اور اگر کوئی شخص سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہو جائے' تو اسے یہ ہدایت کروں گا کہ وہ وضو کرے' پھر اپنی جگہ پر واپس آئے اور پھر سلام پھیرے چونکہ معاملے کی یہی صورت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابونضرہ نامی راوی کا نام منذر بن مالک بن قطعہ ہے۔

شرح

نماز کا آغاز وتکمیل اوران میں مذاہب آئمہ

اس حدیث میں نماز کے چند فقہی مسائل بیان کیے گئے ہیں' جن میں سے کچھ شرائط ہیں اور کچھ فرائض وارکان ہیں۔

مفتاح الصلوٰۃ الطھور: طہارت، نماز کی شرط ہے۔ اس سے مراد جسم کا نجاست حقیقی اور حکمی سے پاک ہونا ہے۔ عورت کے جسم کا جنابت، دم حیض اور دم نفاس سے پاک ہونا اور مرد کے جسم کا نجاست حکمی یعنی جنابت اور حقیقی نجاست سے پاک ہونا ہے۔ علاوہ ازیں نمازی کے کپڑوں اور اس جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے جہاں نماز پڑھی جائے۔

وتحریمھا التکبیر: تکبیر تحریمہ کے الفاظ کے حوالے سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت سعید بن میتب اور حضرت امام حسن بصری رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ آغاز نماز کے لیے بطور تکبیر تحریمہ الفاظ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے بلکہ محض ''نیت'' ہی کافی ہے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: ''**انما الاعمال بالنیات**'' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

۲- جمہور کے نزدیک آغاز نماز کے لیے بطور تکبیر تحریمہ الفاظ کا استعمال ضروری ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ پھر الفاظ تکبیر کے تعین میں ان کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ کی بڑائی و کبریائی پر دلالت کرتے ہوں، ان سے آغاز نماز درست ہے مثلاً **اَللّٰہُ اَکْبَرُ یا اللہ اعظم یا اللہ اجل** وغیرہ۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آغاز نماز صرف ''**اَللّٰہُ اَکْبَرُ**'' سے ہو سکتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک الفاظ تکبیر دو ہیں: **اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اللہ کبیر** ۔ حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے کلمات تین ہیں: **اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اللہ کبیر، اللہ الکبیر**۔

وتحلیلھا التسلیم: تکبیر تحریمہ میں نیت و الفاظ کے حوالے سے اختلاف آئمہ کی طرح نماز کی تکمیل لفظ ''سلام'' کے بارے میں بھی اختلاف ہے' جس کی تفصیل آغاز کتاب میں باب سوم کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ نَشْرِ الْاَصَابِعِ عِنْدَ التَّکْبِیْرِ

باب 39: تکبیر کہتے ہوئے انگلیوں کوکھلا رکھنا

222 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ وَاَبُوْ سَعِیْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ الْیَمَانِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ سِمْعَانَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَبَّرَ لِلصَّلٰوةِ نَشَرَ اَصَابِعَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَسَنٌ

وَقَدْ رَوٰی غَیْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ سِمْعَانَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

حدیثِ دیگر: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ مَدًّا

وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ رِوَایَةِ یَحْیَی بْنِ الْیَمَانِ وَاَخْطَاَ یَحْیَی ابْنُ الْیَمَانِ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے تکبیر کہتے تو اپنی انگلیوں کوکھلا رکھتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

کئی حضرات نے اس روایت کوابن ابی ذئب کے حوالے سے، سعید بن سمعان کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تھے' تو آپ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیتے تھے۔

یہ روایت یحییٰ بن سمعان کی روایت سے زیادہ مستند ہے۔ یحییٰ بن یمان نے اس روایت میں غلطی کی ہے۔

223 قَالَ وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِیْدِ الْحَنَفِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ سِمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ

متنِ حدیث: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ مَدًّا

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ یَحْیَی بْنِ الْیَمَانِ وَحَدِیْثُ یَحْیَی بْنِ الْیَمَانِ خَطَاٌ

◆◆ سعید بن سمان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے' تو اپنے دونوں ہاتھ سیدھے بلند کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن عبدالرحمٰن (یعنی امام دارمی) فرماتے ہیں: یہ روایت یحییٰ بن یمان کی روایت سے زیادہ مستند ہے' اور یحییٰ بن یمان کی روایت خطا پر مشتمل ہے۔

222- اخرجه ابن خزیمة (233/1) رقم (458)

223- اخرجه احمد (375/2، 500) والدارمی (281/1) کتاب الصلاة' باب: رفع الیدین عند افتتاح الصلاة' من طریق ابن ابی ذئب' عن محمد بن عمرو بن ثوبان عن ابی هریرة مرفوعا-

شرح

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلا رکھنے کا مسئلہ

آغاز نماز کے وقت ہاتھوں کی کیفیت یوں ہو کہ انگلیاں کھلی، کانوں کے برابر اور قبلہ رخ ہوں۔ اسی طرح رکوع میں جب ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا جائے تو انگلیاں کھلی ہوئی ہونی چاہئیں جبکہ سجدہ کرتے وقت بند اور ان کے علاوہ عام حالت میں ہونی چاہئیں۔

''نشر الاصابع'' کے دو مفاہیم ہیں: (۱) انگلیوں کو کشادہ اور سیدھا رکھنا جبکہ اس کی ضد ''مقبوض'' ہے۔ (۲) انگلیوں کو کھلا رکھنا، اس کی ضد ''ضم'' ہے۔ دونوں حدیثوں میں انگلیوں کی کیفیت کے بارے میں دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک ''نشر'' اور دوسرا ''مد'' ہے۔ لفظ ''نشر'' سے مراد انگلیوں کو الگ الگ رکھنا اور انہیں آپس میں نہ ملانا۔ لفظ ''مد'' سے مراد ہے مٹھی بند رکھنا اور انگلیاں کھلی رکھنا۔ دونوں الفاظ قریب المعانی ہونے کی وجہ سے متعارض نہیں ہیں۔ اس طرح دونوں روایات میں بھی تعارض و تخالف نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کی انگلیوں کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں: ''اذا کبر للصلٰوۃ نشر اصابعہ'' (جامع ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنی انگشتان مبارکہ کو کشادہ رکھتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ التَّكْبِيْرَةِ الْاُولٰى

باب 40: پہلی تکبیر کی فضیلت

224 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ وَّنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ طُعْمَةَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُولٰى كُتِبَتْ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَنَسٍ مَوْقُوْفًا وَّلَا اَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهٗ اِلَّا مَا رَوٰى سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ طُعْمَةَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ وَّاِنَّمَا يُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ الْبَجَلِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَوْلَهٗ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ خَالِدِ بْنِ طَهْمَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ الْبَجَلِيِّ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَرَوٰى اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّهُوَ حَدِيْثٌ مُّرْسَلٌ

توضیح راوی: وَّعُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ لَمْ يُدْرِكْ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ يُكْنٰى اَبَا الْكَشُوْثٰى وَيُقَالُ اَبُوْ عُمَيْرَةَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے چالیس دن تک باجماعت نماز میں اس طرح شریک ہو کہ وہ پہلی تکبیر میں شامل ہو تو اس کے لیے دو طرح کی برأت لکھی جاتی ہے، جہنم سے برأت اور نفاق (منافقت) سے برأت۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ''موقوف'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

میرے علم کے مطابق کسی بھی شخص نے اس کو ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔ صرف مسلم بن قتیبہ نے طعمہ بن عمرو کے حوالے سے، حبیب بن بجلی کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے۔ اسی روایت کو حبیب بن ابوحبیب بجلی کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا گیا ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے۔

اسماعیل بن عیاش نے اس روایت کو عمارہ بن غزیہ کے حوالے سے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

یہ روایت محفوظ نہیں ہے یہ روایت ''مرسل'' ہے عمارہ بن غزیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حبیب بن ابوحبیب کی کنیت ابوکشوثی ہے، اور ایک قول کے مطابق ابوعمیرہ ہے۔

شرح

تکبیر اولیٰ میں شمولیت کی فضیلت

جو شخص باقاعدگی سے چالیس روز تک نماز باجماعت ادا کرتا ہے اور اس کی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہوئی ہو، اللہ تعالیٰ اسے دو انعامات سے نواز دیتا ہے: (۱) اس کی گردن جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔ (۲) اسے نفاق سے پاک کر دیتا ہے۔

(جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۲۴)

''یدرك التكبيرة الاولٰى'' کا مصداق: اس کے مصداق میں چار اقوال ہیں: (۱) تکبیر تحریمہ میں شمولیت کرنا۔ (۲) رکوع سے قبل جماعت میں شامل ہونا۔ (۳) امام کے قرأت کا آغاز کرنے سے قبل جماعت میں شامل ہونا۔ (۴) پہلی رکعت میں جماعت سے مل جانا۔

سوال: اس حدیث مبارکہ میں چالیس روز تک باقاعدگی سے جماعت میں شامل ہونے والے کے لیے دو انعامات کا پروانہ دینے کا اعلان کیا گیا ہے: جہنم اور نفاق سے برأت۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب جہنم سے برأت و آزادی کا پروانہ مل گیا تو اس سے نفاق سے برأت بھی سمجھا جا رہا ہے، تو پھر اسے الگ سے بیان کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: جہنم سے آزادی عطا کرنے کا تعلق آخرت سے ہے اور نفاق کی آزادی کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے۔ اسے مستقل طور پر

بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ باقاعدہ نمازی میں نفاق و منافقت کا عیب ہرگز نہیں ہوسکتا۔

سوال: اس حدیث میں ایام کا تعین کرتے ہوئے چالیس کا عدد بیان ہوا ہے، اس کے انتخاب میں کیا حکمت ہے؟

جواب: (۱) اس سے مراد مناسب عرصہ ہے جبکہ چالیس کی قید اتفاقی ہے۔ (۲) چالیس دن کے تعین کا مطلب ہے جو شخص چالیس ایام تک یہ مشق یا چلہ کرے گا، وہ تاحیات اس کی پابندی کرے گا۔ (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر چالیس ایام کا اعتکاف کیا تھا، خواتین کی عدت نفاس زیادہ سے زیادہ چالیس ایام مقرر کی گئی اور یہاں بھی عادی بنانے کے لیے چالیس کے عدد کا انتخاب کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ

باب 41: نماز کے آغاز میں کیا پڑھا جائے؟

225 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيِّ الرِّفَاعِيِّ عَنْ اَبِى الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ بِاللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَآئِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّجَابِرٍ وَّجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِىْ سَعِيْدٍ اَشْهَرُ حَدِيْثٍ فِىْ هٰذَا الْبَابِ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ اَخَذَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَاَمَّا اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ فَقَالُوْا بِمَا رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ وَهٰكَذَا رُوِىَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تُكُلِّمَ فِىْ اِسْنَادِ حَدِيْثِ اَبِىْ سَعِيْدٍ كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ يَّتَكَلَّمُ فِىْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ الرِّفَاعِيِّ وقَالَ اَحْمَدُ لَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت نماز پڑھنے کے لیے کھڑے

225- اخرجه احمد (3/50-69) وابوداؤد (1/265) كتاب : الصلاة باب: من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك حديث (775) وابن ماجه (1/264) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها باب: افتتاح الصلاة حديث (804) وابن خزيمة (1/238) حديث (467) والدارمي (1/282) كتاب الصلاة باب: ما يقال بعد افتتاح الصلاة-

ہوتے تو آپ تکبیر کہتے تھے اور یہ پڑھتے تھے۔

''تو پاک ہے' اے اللہ! حمد تیرے لیے ہے' تیرا نام برکت والا ہے' تیری بزرگی عظیم ہے' تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''۔

پھر آپ یہ پڑھتے تھے۔

''اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے وہ بڑائی والا ہے''۔

پھر آپ یہ پڑھتے تھے۔

''میں سننے والے اور علم رکھنے والے' اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں' مردود شیطان کی شر سے' اس کے تکبر، وسوسے اور جادو سے (پناہ مانگتا ہوں)''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید سے منقول حدیث اس بارے میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔

اہلِ علم نے اس روایت کو اختیار کیا ہے۔

اکثر اہلِ علم یہ فرماتے ہیں: جو اس حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے: آپ یہ پڑھا کرتے تھے۔

''تو پاک ہے' اے اللہ! حمد تیرے لیے ہے تیرا نام برکت والا ہے' تیری بزرگی عظیم ہے' تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ تابعین سے تعلق رکھنے والے اور دیگر اکثر اہلِ علم نے اس پر عمل کیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کی سند کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا ہے۔ یحییٰ بن سعید نے علی بن علی رفاعی نامی راوی کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت مستند نہیں ہے۔

226 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ وَيَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ اَبِى الرِّجَالِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَآئِشَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَحَارِثَةُ قَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَاَبُو الرِّجَالِ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَدِيْنِيُّ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا آغاز کرتے تھے' تو آپ یہ پڑھتے تھے۔

226- اخرجه ابو داؤد (266/1) كتاب الصلاة باب: من راى الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك حديث (776) من طريق عبد السلام بن حرب الملائي عن بديل بن ميسرة عن ابى الجوزاء عن عائشة به- قال ابو داؤد: وهذا الحديث ليس بالمشهور عن عبد السلام بن حرب لم يروه الا طلق بن غنام وقد روى قصة الصلاة عن بديل جماعة لم يذكروا فيه شيئا من هذا-

''تو پاک ہے اے اللہ! حمد تیرے لیے ہے تیرا نام برکت والا ہے تیری بزرگی عظیم ہے اور تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کو ہم صرف اسی حوالے سے جانتے ہیں۔

حارثہ نامی راوی کے حافظے کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا ہے۔

ابورجال نامی راوی کا نام محمد بن عبدالرحمٰن مدینی ہے۔

شرح

تکبیر تحریمہ کے بعد اور آغاز تلاوت سے قبل ذکر رکھنے میں مذاہب آئمہ

تکبیر تحریمہ کے بعد اور آغاز تلاوت سے قبل ذکر کے مسنون ہونے یا نہ ہونے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل ذیل میں پائی جاتی ہے:

۱-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی ذکر مسنون نہیں ہے۔انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: وفیہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر و عمر و عثمان یفتتحون القراء ۃ بـاَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (جامع ترمذی' جلداوّل باب فی افتتاح القرأۃ بالحمدللہ الخ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' سے قرأت شروع کرتے تھے۔

۲- جمہور آئمہ فقہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان ذکر مسنون ہے۔احناف کے نزدیک ذکر سے مراد ''ثناء'' پڑھنا ہے۔انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان ثناء یعنی: ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ'' پڑھا کرتے تھے۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: یہ تو ہمیں بھی تسلیم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ سورہ فاتحہ سے قرأت کا آغاز کرتے تھے لیکن اس سے ''ثناء'' پڑھنے کی نفی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَرْكِ الْجَهْرِ بِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

باب 42: بلند آواز میں ''بِسْمِ اللّٰهِ'' نہ پڑھنا

227 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اِيَاسٍ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَايَةَ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعَنِيْ اَبِيْ وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ لِيْ اَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ

اِيَّاكَ وَالْحَدَثَ قَالَ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَبْغَضَ اِلَيْهِ الْحَدَثُ فِى الْاِسْلَامِ يَعْنِىْ مِنْهُ قَالَ وَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ اَبِىْ بَكْرٍ وَّمَعَ عُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقُوْلُهَا فَلَا تَقُلْهَا اِذَا اَنْتَ صَلَّيْتَ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِىٌّ وَّغَيْرُهُمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ لَا يَرَوْنَ اَنْ يَّجْهَرَ بِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالُوْا وَيَقُوْلُهَا فِىْ نَفْسِهٖ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے سنا' میں اس وقت نماز میں بلند آواز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ رہا تھا' انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ نیا کام ہے' اور تم نئے کاموں سے بچو' راوی نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی بھی شخص کو نہیں دیکھا جو ان سے (یعنی میرے والد سے) زیادہ نئی چیزوں کو ناپسند کرتا ہو' انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے' لیکن میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی اسے (بلند آواز میں) پڑھتے ہوئے نہیں سنا' تو تم بھی اسے اس طرح نہ پڑھا کرو' جب تم نماز ادا کر رہے ہو' تو یہ پڑھو (یعنی اسے بلند آواز میں پڑھو)

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

اکثر اہلِ علم جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے تعلق رکھتے ہیں' ان کا اس پر عمل ہے' جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات شامل ہیں اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ان کے بعد تابعین کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلند آواز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھی جائے گی' یہ حضرات یہ فرماتے ہیں: آدمی اسے دل میں پڑھے گا۔

بَابُ مَنْ رَاٰى الْجَهْرَ بِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب 43: بلند آواز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا

228 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّىُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِىْ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ

227-اخرجه احمد (85/4) و (55-54/5)' والبخاری فی "القراء ة خلف الامام" (116) و (130) وابن ماجه (267/1)' کتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: افتتاح القراء ة حديث (815)' والنسائی (135-134/2)' کتاب الافتتاح باب: ترك الجهر بسم الله الرحمن الرحيم حديث (906)- من طريق ابی نعامة الحنفی قيس بن عباية' قال: حدثنی ابن عبدالله بن مغفل عن ابيه به-

حَمَّادٍ عَنْ اَبِیْ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ بِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذَاكَ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ قَالَ بِهٰذَا عِدَّةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَّابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ رَاَوُا الْجَهْرَ بِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِیُّ وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ حَمَّادٍ هُوَ ابْنُ اَبِیْ سُلَيْمَانَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ خَالِدٍ يُقَالُ هُوَ اَبُوْ خَالِدِ الْوَالِبِیُّ وَاسْمُهٗ هُرْمُزُ وَهُوَ كُوْفِیٌّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا آغاز (یعنی نماز میں قرأت کا آغاز) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (بلند آواز میں پڑھ کر) کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند مستند نہیں ہے۔

کئی اہلِ علم نے' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے' ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد آنے والے تابعین بھی شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک بلند آواز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی جائے گی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

اس حدیث کے ایک راوی اسماعیل بن حماد جو ہیں' یہ حماد بن ابوسلیمان ہیں اور ابو خالد نامی راوی جو ہیں' یہ ابو خالد والبی ہیں ان کا نام ہرمز ہے' اور یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

شرح

تسمیہ خوانی میں جہر و عدم جہر کے اعتبار سے مذاہب آئمہ

آغاز قرأت کے وقت تسمیہ خوانی جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اول اس میں جہر جائز ہے یا عدم جہر؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تسمیہ کی قرأت مشروع نہیں ہے، نہ جہراً اور نہ سراً۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ کو "بسم اللہ" پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تسمیہ پڑھنا مسنون ہے۔ جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں سراً پڑھی جائے گی۔ انہوں نے حضرت نعیم المجمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ

228- اخرجہ ابو داؤد "تحفة الاشراف" 6537، وقال ابو داؤد: ضعیف-

رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی تو انہوں نے "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھی پھر سورہ فاتحہ کی قرأت کی۔

(سنن نسائی جلد اوّل ص۱۴۴)

۳۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مؤقف ہے کہ تسمیہ پڑھنا مسنون ہے۔ خواہ نماز جہری ہو یا سری لیکن تسمیہ کی سراً قرأت کی جائے گی۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھتا رہا ہوں میں نے ان میں سے کسی کو بھی: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کی قرأت کرتے ہوئے نہیں سنا۔ (الصحیح للمسلم جلد اوّل ص۱۷۲) اس حدیث میں جہر کی نفی ہے سر کی نفی نہیں ہے۔

جمہور کی دلیل قوی اور راجح ہے جبکہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل متناً ضعیف اور سنداً مضطرب بھی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ افْتِتَاحِ الْقِرَائَةِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

باب 44: نماز میں قرأت کا آغاز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے کرنا

229 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْتَتِحُوْنَ الْقِرَائَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ كَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ الْقِرَائَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

قَالَ الشَّافِعِيُّ اِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا

229- اخرجه البخاری (265/2) كتاب الاذان' باب: مايقول بعد التكبير حديث (743) وفی جزء القراءة خلف الامام (128- 117 -118 -121 -122 -123 -124 -125 -127) وابوداؤد (267/1) كتاب: الصلاة' باب: من لم ير الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم' حديث (782) والنسائی (133/2) كتاب: الافتتاح' باب: البراءة بفاتحة الكتاب قبل السورة حديث (902, 903) وابن ماجه (267/1) كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: افتتاح القراءة' حديث (813) واحمد (101/3 -111 -114 -168 -183 -203 -205 -255 -273 -286 -289) وابن خزيمة (448/1) حديث (491 -492) والحميدی فی مسنده (505/2) حديث (1199) والدارمی (283/1) كتاب الصلاة' باب: كراهية الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم- من طريق حماد بن سلمة عن قتادة و ثابت' و حميد عن انس بن مالك به بلفظ (كانوا يستفتحون القرآن (الحمدلله رب العلمين) واخرجه احمد (223/3) والبخاری فی جزء القراءة (119) و (120) ومسلم (273/2- الابی) كتاب الصلاة' باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة' حديث (399)- من طريق الاوزاعی قال: كتب الی قتادة عن انس فذكره-

يَفْتَتِحُوْنَ الْقِرَائَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ مَعْنَاهُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَبْدَئُوْنَ بِقِرَائَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَبْلَ السُّوْرَةِ وَلَيْسَ مَعْنَاهُ اَنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَقْرَئُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَكَانَ الشَّافِعِيُّ يَرٰى اَنْ يُّبْدَاَ بِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاَنْ يُّجْهَرَ بِهَا اِذَا جُهِرَ بِالْقِرَائَةِ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرأت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اوران کے بعد میں آنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

یہ حضرات قرأت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کیا کرتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرأت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے: یہ لوگ کسی سورت کو پڑھنے سے پہلے سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے اسکا یہ مطلب نہیں ہے: یہ لوگ بلند آواز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرأت کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے کیا جائے گا اور اگر قرأت بلند آواز میں کی جاتی ہے تو ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کو بھی بلند آواز میں پڑھا جائے گا۔

شرح

تسمیہ کا ہر سورت کا جز ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب آئمہ

اس بات میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' سورہ نمل کا تو جز ہے لیکن اس کے علاوہ ہر سورت کے آغاز میں جو تسمیہ رکھی گئی ہے، کیا وہ سورت کا جز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مابین اختلاف ہے، جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' ہر سورت کا جز نہیں ہے بلکہ پورے قرآن کا حصہ اور جز ہے۔

آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کا نزول سورتوں کے درمیان امتیاز و فاصلہ کی غرض سے ہوا ہے۔ (شرح معانی الآثار، جلد اوّل ص۱۰۰) علاوہ ازیں انہوں نے اس مشہور حدیث قدسی سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نماز میرے اور میرے بندوں کے درمیان تقسیم کی گئی ہے۔ جب بندہ کہتا ہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ''حمد'' کی ہے الخ۔ (الصحیح للمسلم جلد اوّل ۱۷۰) اگر ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' ہر سورت کا حصہ ہوتی تو اس حدیث کا آغاز

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کی بجائے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" سے ہوتا۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے: "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" ہر سورت کا جز ہے۔انہوں نے اپنے موقف پر ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" بلند آواز سے تلاوت کرنے کا ذکر موجود ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کا بلند آواز سے پڑھنا سورت کی جز کی بناء پر نہیں تھا بلکہ بغرض تعلیم تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهٗ لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب 45: سورہ فاتحہ کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی

230 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ اَبِىْ عُمَرَ الْمَكِّىُّ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَدَنِىُّ وَعَلِىُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ وَاَنَسٍ وَّاَبِىْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُبَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلِىُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ وَّجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَّغَيْرُهُمْ قَالُوْا لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ اِلَّا بِقِرَاَئَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

آثارِ صحابہ: وَقَالَ عَلِىُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ كُلُّ صَلَاةٍ لَّمْ يُقْرَاْ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِىَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ

230- اخرجه البخاری (276/2) كتاب الاذان' باب: وجوب القراءة للامام والماموم فى الصلوات كلها فى الحضر والسفر' وما يجهر فيها وما يخافت' حديث (756)' وفى "خلق افعال العباد" (66)' (67) وفى "القراءة خلف الامام" (3)' (5)' (6)' (299)' ومسلم (260/2- الابى) كتاب الصلاة' باب وجوب قراءة الفاتحة فى كل ركعة' وانه اذا لم يحسن الفاتحة ولا امكنه تعلمها قرا ما تيسر له من غيرها' حديث (34 ,35, 36, 394/37)' وابو داؤد (277/1) كتاب الصلاة' باب: من ترك القراءة فى صلاته بفاتحة الكتاب حديث (822)' والنسائى (137/2)' كتاب الافتتاح' باب: ايجاب قراءة فاتحة الكتاب فى الصلاة' حديث (910)' (911)' وفى "فضائل القرآن (34)' وابن ماجه (273/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب القراءة خلف الامام حديث (837)' واحمد (322-314/5)' وابن خزيمة (246/1) حديث (488)' والحميدى (191/1) حديث (386)' والدارمى (283/1)' كتاب الصلاة' باب: لا صلاة الا بفاتحة الكتاب' من طريق الزهرى' قال: سمعت محمود عن الربيع عن عبادة بن الصامت فذكره۔

وَبِهٖ يَقُوْلُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

توضیح راوی: سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ عُمَرَ يَقُوْلُ اخْتَلَفْتُ اِلٰى ابْنِ عُيَيْنَةَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَنَةً وَّكَانَ الْحُمَيْدِيُّ اَكْبَرَ مِنِّیْ بِسَنَةٍ وَسَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ عُمَرَ يَقُوْلُ حَجَجْتُ سَبْعِيْنَ حَجَّةً مَّاشِيًا عَلٰى قَدَمَیَّ

◄► حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا اس حدیث میں عمل ہے' جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ شامل ہیں اور ان کے علاوہ دیگر حضرات بھی ہیں۔

وہ یہ فرماتے ہیں ایسی نماز درست نہیں ہوتی جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو' وہ نامکمل ہوتی ہے۔

امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

میں نے ابن ابو عمر کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں اٹھارہ سال تک ابن عیینہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہوں' حمیدی مجھ سے عمر میں ایک سال بڑے تھے' میں نے ابن ابی عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے پیدل چل کر ستر حج کیے ہیں۔

شرح

سورۃ فاتحہ کا نماز سے تعلق کے حوالے سے مذاہب آئمہ

سورہ فاتحہ کا نماز سے کس حیثیت سے تعلق ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سورہ فاتحہ نماز کا مستقل رکن نہیں ہے کیونکہ مطلقاً قرأت فرض ہے اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ آپ نے اپنے مؤقف پر درج ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

(۱) ارشاد ربانی ہے: "فاقرء وا ما تیسر من القراٰن" (قرآن سے جو بھی آسان معلوم ہوتا ہو تم، اس کی تلاوت کرو) اس آیت میں قرأت کو فرض قرار دیا گیا ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ خارج نماز تلاوت قرآن فرض عین نہیں ہے۔ البتہ حفظ قرآن اور مقصد قرآن کے حصول کے لیے تلاوت قرآن کرنا فرض کفایہ ہے۔ اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے جو فرضیت قرأت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ حکم قرآن کی ہر آیت کو شامل ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ مطلق قرآن کی کسی آیت کا پڑھنا فرض ہے جبکہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بڑی عجلت سے نماز ادا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز کا اعادہ کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے دوبارہ جلدی جلدی نماز پڑھی تو آپ نے انہیں نماز دوہرانے کا حکم دیا۔ تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ آخر انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے نماز پڑھنے کا طریقہ سکھادیں؟ آپ نے ان سے فرمایا: **ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن** (سنن ابی داؤد) اس حدیث کو مسیء الصلوٰۃ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے بھی مطلق قرآن کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور اس کا تعلق بھی دخول نماز سے ہے اور خارج نماز سے ہرگز نہیں ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا صلوٰۃ الا بقراءۃ** (الصحیح للمسلم)

سوال: ارشاد ربانی ہے: "**فاقرء وا ما تیسر من القرآن**" آیت عام ہے، جس کی تفسیر وتفصیل یہ حدیث ہے: **لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** (سنن ابی داؤد جلد اوّل ص۱۱۹) (فاتحۃ الکتاب کے بغیر نماز نہیں ہوتی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "**فاقرء وا ما تیسر من القرآن**" کا حکم ہر آیت کو ہرگز شامل نہیں ہے بلکہ اس کا مصداق صرف سورہ فاتحہ ہوسکتی ہے۔ جب "**ماتیسر**" رکن نماز بن رہا ہے، لہٰذا آپ کا کہنا "سورۃ فاتحہ رکن صلوٰۃ نہیں ہے" درست نہیں ہے؟

جواب: یہ آیت مجمل ہرگز نہیں ہے بلکہ عام کے درجہ میں ہے۔ مجمل اور عام میں فرق یوں ہے کہ مجمل پر تو تفصیل ملائے بغیر عمل نہیں کیا جاسکتا جبکہ عام پر کسی تخصیص کے بغیر بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔ اس مقام پر بھی ایسا ہی ہے کہ تمام قرآن میں سے کسی آیت کی قرأت کرنا فرض ہے اور یہ عام ہے اور اس پر عمل کرنے کے لیے تخصیص کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سورہ فاتحہ رکن صلوٰۃ ہے۔ انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت کی روایت سے استدلال کیا ہے: **لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** (سنن ابی داؤد جلد اوّل ص۱۱۹) (جو شخص سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز نہیں ہے) انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج فھی خداج غیر تمام** (صحیح مسلم جلد اوّل ص۱۶۹) (جس شخص نے نماز پڑھی تو اس نے سورہ فاتحہ کی قرأت نہ کی تو وہ نماز غیر تمام (ناقص) ہوگی)

احناف کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کے جوابات یوں دیے جاتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے: (۱) یہاں وجود کی نفی نہیں ہے بلکہ کمال کی نفی ہے۔ (۲) قرآن کے حکم اور خبر واحد دونوں پر عمل کرنے کے لیے تطبیق کی صورت یوں پیدا کی جائے گی کہ حکم قرآن فرض ہے اور خبر واحد کا حکم واجب یعنی مطلق قرأت فرض جبکہ سورہ فاتحہ کی قرأت واجب ہے۔ (۳) حدیث میں خبر بول کر انشاء مراد لی گئی ہے۔ خبر واحد کے اس درجہ سے رکن صلوٰۃ ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دوسری دلیل کے جوابات یوں دیے جاتے ہیں:

(۱) لفظ "خداج" سے لغوی اعتبار سے مراد وہ بچہ ہے جو مدت سے قبل پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے اعضاء کامل نہیں ہوتے۔ علاوہ

ازیں لفظ ''مخدج'' سے مراد اونٹنی کا ایسا بچہ ہے جو ناقص الخلقت ہوتا ہے یعنی اس کے تمام اعضا نہیں ہوتے۔ اس حدیث میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے، جس سے مراد وجود کی نفی نہیں ہے بلکہ نقص ہے۔ (۲) لفظ ''مخدج'' میں اعضاء کا نقص تو ضرور ثابت ہوتا ہے لیکن عدم وجود یا مردہ ہرگز مراد نہیں ہوتا ہے۔ اس مفہوم سے بھی ہمارا مقصد متاثر نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ حدیث ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں ہے۔

۳- حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ اس میں دو دو اقوال منقول ہیں۔ ایک قول کے مطابق وہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں اور دوسرے قول کے مطابق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔ ان کے دلائل اور جوابات دلائل کی تفصیل تحصیل حاصل ہوگا، لہٰذا اعادہ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ قرأت خلف الامام میں مذاہب آئمہ

امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی صورت میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے گا یا نہیں؟ اس میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ امام کی اقتداء میں مقتدی کا سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، وہ نماز خواہ جہری ہو یا سری ہو۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول جدید، ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام کی اقتداء میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول قدیم، ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہری نماز میں امام کی اقتداء میں قرأت مکروہ ہے جبکہ سری نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔

اس مسئلہ میں مدار تین روایات پر ہے: (۱) **لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** ۔ (۲) **واذا قرأ فانصتوا** ۔ (۳) **من کان لہ امام فقراء ۃ الامام لہ قراء ۃ**۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاری کے اعتبار سے ان میں فرق ہوگا۔ پہلی روایت کا تعلق امام اور منفرد دونوں سے ہے، لہٰذا دونوں پر سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ دوسری اور تیسری روایت کا تعلق صرف مقتدی سے ہے۔ امام اور منفرد دونوں سورہ فاتحہ کی قرأت کریں گے جبکہ مقتدی خاموش رہتا ہوا صرف سنے گا اور امام کی قرأت اس کی قرأت متصور ہوگی۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ''مقرؤ'' کے اعتبار سے ان روایات میں امتیاز کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک پہلی روایت سورہ فاتحہ سے متعلق ہے، لہٰذا سورہ فاتحہ امام، مقتدی اور منفرد سب پڑھیں گے۔ دوسری اور تیسری روایت کا تعلق غیر سورہ فاتحہ سے ہے، لہٰذا امام اور منفرد دونوں قرأت کریں گے لیکن مقتدی خاموشی سے سنے گا۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ ''**مقرؤ فیہ**'' کے اعتبار سے روایات میں فرق کرتے ہیں۔ اگر نماز سری ہو تو پہلی روایت پر عمل کیا جائے گا، نماز جہری ہونے کی صورت میں

دوسری اور تیسری روایت پر عمل ہوگا وہ اس طرح کہ امام اور منفرد دونوں پڑھیں گے اور مقتدی خاموش رہے گا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: هل قرأ معی احدمنكم انفاً فقال رجل نعم یا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انی اقول مالی انازع قال فانتهی الناس عن القراءة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما جهر فیه النبی صلی الله علیه وسلم (جامع ترمذی جلداوّل ص۶۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں۔ آپ نے فرمایا: میں بھی کہہ رہا تھا کہ مجھ سے قرآن پڑھنے میں جھگڑا کیوں کیا جارہا ہے؟ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرأت سے باز آگئے جن نمازوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہری قرأت کرتے تھے۔

۲۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں فرمانا: "انی اقول مالی انازع القرآن" "میں بھی کہہ رہا تھا کہ مجھ سے قرآن کے معاملہ میں جھگڑا کیوں کیا جارہا ہے۔" یعنی قرأت کرنا امام کا منصب ہے اس میں رکاوٹ ڈالنا اس کے فرض منصبی میں مداخلت ہے جو نا قابل برداشت عمل ہے۔

۳۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جتنے لوگ نماز پڑھ رہے تھے، ان میں سے صرف ایک شخص نے بلند آواز سے قرأت کی تھی جبکہ باقی تمام صحابہ بالکل خاموش تھے۔ اگر امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے کا قرأت کرنا فرض ہوتا تو کیا تمام صحابہ فرض کے تارک تھے؟ ایسا ناممکن ہے۔

سوال: اس روایت کا تعلق فاتحہ خلف الامام سے نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس صحابی نے سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن کریم کی کوئی سورت یا آیات تلاوت کی ہوں؟ اس سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں ہوسکتی؟

جواب: یہ بات بلا دلیل ہے کہ سورہ فاتحہ خلف الامام پڑھنے کی ممانعت ہے بلکہ اس کے غیر کی ممانعت ہے۔ ہر قسم کی قرأت کی امام کی اقتداء میں ممانعت ہے۔

سوال: فاتحہ خلف الایمان کی ممانعت صرف نماز جہری میں ہے جبکہ نماز سری میں ہرگز ممانعت نہیں ہے؟

جواب: امام کی اقتداء میں ہر قسم کی قرأت کی ممانعت ہے خواہ نماز جہری یا سری اور خواہ سورہ فاتحہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی سورت ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّاْمِيْنِ

باب 46: آمین کہنا

231 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ (غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ) فَقَالَ اٰمِيْنَ

وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَّبِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ اَنَّ الرَّجُلَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالتَّاْمِيْنِ وَلَا يُخْفِيْهَا وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

حدیث دیگر: وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ اَبِي الْعَنْبَسِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ (غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ) فَقَالَ اٰمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ

قول امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَّقُوْلُ حَدِيْثُ سُفْيَانَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ فِيْ هٰذَا وَاَخْطَاَ شُعْبَةُ فِيْ مَوَاضِعَ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ عَنْ حُجْرٍ اَبِي الْعَنْبَسِ وَاِنَّمَا هُوَ حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ وَّيُكْنٰى اَبَا السَّكَنِ وَزَادَ فِيْهِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ وَّلَيْسَ فِيْهِ عَنْ عَلْقَمَةَ وَاِنَّمَا هُوَ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّقَالَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ وَاِنَّمَا هُوَ وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ حَدِيْثُ سُفْيَانَ فِيْ هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ قَالَ وَرَوَى الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ الْاَسَدِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ نَحْوَ رِوَايَةِ سُفْيَانَ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ الْاَسَدِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ

◆◆ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ نے غیر المغضوب علیهم ولاالضالین پڑھا پھر آپ نے آمین پڑھا اوراس میں اپنی آواز کو کھینچا (یعنی بلند کیا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اوران کے بعد میں آنے والے کئی اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ان حضرات کے نزدیک آدمی ''آمین'' کہتے ہوئے اپنی آواز کو بلند کرے گا اسے آہستہ آواز میں نہیں کہے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام شعبہ نے اس روایت کو مسلم بن کہیل کے حوالے سے، حجر ابوعنبس کے حوالے سے، علقمہ بن وائل کے حوالے سے، ان

231- اخرجه ابو داؤد (1/309) كتاب الصلاة ' باب: التامين وراء الامام حديث (932) من طريق سفيان عن سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر فذكره-

کے والد (حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیھم ولاالضالین پڑھا اور پھر آمین کہا اور آپ نے اپنی آواز کو پست رکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سفیان کی روایت شعبہ کی روایت سے زیادہ مستند ہے شعبہ نے اس روایت میں کئی مقامات پر غلطی کی ہے انہوں نے اسے حجر ابوعنبس کے حوالے سے نقل کیا ہے حالانکہ وہ حجر بن عنبس ہیں اور ان کی کنیت "ابوالسکن" ہے انہوں نے اس ابوعلقمہ بن وائل کا اضافہ کیا ہے حالانکہ اس کی سند میں علقمہ نہیں ہے۔

یہ روایت حجر بن عنبس کے حوالے سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ یہ نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آواز کو پست رکھا تھا حالانکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز کو بلند کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اس بارے میں سفیان کی روایت شعبہ کی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

وہ فرماتے ہیں: علاء بن صالح اسدی نے اس روایت کو سلمہ بن کہیل سے نقل کیا ہے جو سفیان کی روایت کی مانند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جو سفیان سے منقول روایت کی مانند ہے۔

شرح

آمین مقتدی یا امام کا وظیفہ ہونے میں مذاہب

بعض اہل لغت نے لفظ "آمین" کو عربی قرار دیتے ہوئے اسے اسم فعل بتایا ہے۔ جو "تو قبول کر" کے معنیٰ میں ہے۔ اس بارے میں تحقیق ہے کہ یہ "سریانی" زبان کا لفظ ہے جو بائبل کے مختلف نسخوں میں موجود ہے۔ ایک یہودی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پرتاثیر زبان سے لفظ "آمین" سنا تو وہ مسلمان ہو گیا تھا۔

دریافت طلب یہ بات ہے کہ لفظ "آمین" مقتدی کا وظیفہ ہے یا امام کا یا دونوں کا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں دو قول ہیں: (۱) "آمین" امام اور مقتدی دنوں کا وظیفہ ہے۔ (۲) یہ امام کا وظیفہ نہیں بلکہ مقتدی کا وظیفہ ہے۔ دوسرا قول زیادہ مشہور ہے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فقولوا امین الخ۔ "بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام: "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کے الفاظ کہے تو تم کہو: امین۔ فرشتے بھی اس وقت "آمین" کہتے ہیں اور جس کی "آمین" (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۰۸) فرشتوں کی "آمین" سے مل گئی اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔" اس حدیث سے ثابت ہوا "وَلَا الضَّآلِّيْنَ" امام کہے گا اور "امین"

صرف مقتدی کہے گا۔

۲- جمہور کے نزدیک ''آمین'' کہنا امام اور مقتدی دونوں کا وظیفہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے: عن ابراھیم اربع یخافت بھن الامام سبحانك اللھم وبحمدك والتعوذ من الشیطن وبسم اللہ الرحمن الرحیم و اٰمین (کتاب الآثار الامام محمد ص ۱۶) ''حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں امام پست آواز میں پڑھے گا: (۱) ثناء، (۲) تعوذ، (۳) تسمیہ، (۴) آمین۔''

جمہور کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت کا مقصد وظائف کی تقسیم کاری ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ایک وقت میں ''آمین'' کہیں۔ اس کا طریقہ یوں بتایا گیا ہے: جب امام ''وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' سے فراغت حاصل کرے تو فوراً ''آمین'' کہہ دیا جائے تاکہ دونوں کی ''آمین'' ایک وقت میں ہو سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے: فان الملائکۃ تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین (سنن نسائی جلداوّل ص ۱۴۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیونکہ فرشتے بھی اس وقت آمین کہتے ہیں، جس وقت امام ''آمین'' کہتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ التَّاْمِیْنِ

باب 47: آمین کہنے کی فضیلت

232 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنِیْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ تَاْمِیْنُهٗ تَاْمِیْنَ الْمَلَآئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب امام آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو، کیونکہ جس شخص کا آمین کہنا، فرشتوں کے آمین کہنے کے ساتھ ہوگا، تو اس شخص کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

232- اخرجه البخاری (204/11) کتاب الدعوات، باب: فضل التامین، حدیث (6402)، و مسلم (2/293- الابی) کتاب الصلاۃ، باب: التسمیع والتحمید والتامین حدیث (410/72)، وابو داؤد (1/309) کتاب: الصلاۃ، باب: التامین وراء الامام حدیث (936)، والنسائی (2/143-144) کتاب الافتتاح، باب جهر الامام بآمین حدیث (925, 926, 927, 928)، وابن ماجه (1/277) کتاب اقامة الصلاۃ والسنة فیها، باب: الجهر بآمین، حدیث (851 -852)، ومالك فی "الموطا" (1/87) کتاب الصلاۃ، باب: ماجاء فی التامین خلف الامام، حدیث (45)، وابن خزیمة (1,286) حدیث (569) و (37,3) حدیث (1583) واحمد (-449-459-270 233/2)، والدارمی (1/284)، کتاب الصلاۃ، باب: فی فضل التامین، والحمیدی (2/417) حدیث (933)

شرح

آمین بالجہر اور آمین بالاخفاء میں مذاہب آئمہ

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام اور منفرد کا جہراً اور سراً ''آمین'' کہنا جائز ہے لیکن افضلیت کے اعتبار سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں دو قول ہیں: (۱) امام اور مقتدی دونوں جہر سے کہیں گے۔(۲) امام بالاخفاء کہے گا جبکہ مقتدی بالجہر۔البتہ پہلا قول مختار ہے۔

۲-حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''آمین'' بالجہر افضل ہے۔

۳-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک آمین بالاخفاء افضل ہے۔امام، مقتدی اور منفرد سب آمین بالاخفاء کہیں گے۔

سب آئمہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **"قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ وقال اٰمین ومدبها صوته"** (علامہ نیموی آثار السنن ص۱۲۰) میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے بلند آواز سے کہا: ''آمین''

''اٰمین'' کہنے کی فضیلت

جو شخص ''آمین'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔اس سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین، فرشتوں کی آمین سے مطابقت کر گئی تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' گناہوں کی بخشش کے لیے بندے کی آمین کا فرشتوں کی آمین سے مطابقت شرط ہے۔اس مطابقت کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱-مقتدی، امام کی آمین کے ساتھ ہی آمین کہے اور بالکل اسی وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، تو اس طرح آمین کی مطابقت ہو جائے گی اور شرط بھی پائی جائے۔

۲-فرشتے آمین کہتے ہیں، ہم ان کی آمین سن نہیں پاتے لہٰذا تو بندے کو بھی آہستہ آمین کہنا چاہیے تاکہ مطابقت کی صورت پیدا ہو جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی السَّکْتَتَیْنِ فِی الصَّلٰوۃِ

باب **48**: (باجماعت) نماز کے دوران دو مرتبہ سکتہ کرنا

233 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَۃَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَۃَ قَالَ

متنِ حدیث: سَكْتَتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَّقَالَ حَفِظْنَا سَكْتَةً فَكَتَبْنَا اِلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَكَتَبَ اُبَيٌّ اَنْ حَفِظَ سَمُرَةُ

قَالَ سَعِيْدٌ فَقُلْنَا لِقَتَادَةَ مَا هَاتَانِ السَّكْتَتَانِ قَالَ اِذَا دَخَلَ فِيْ صَلَاتِهٖ وَاِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَآءَةِ ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِذَا قَرَاَ (وَلَا الضَّآلِّيْنَ) قَالَ وَكَانَ يُعْجِبُهُ اِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَآءَةِ اَنْ يَّسْكُتَ حَتّٰى يَتَرَادَّ اِلَيْهِ نَفَسُهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَّهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ لِلْاِمَامِ اَنْ يَّسْكُتَ بَعْدَمَا يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ وَبَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْقِرَآءَةِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَاَصْحَابُنَا

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے دومرتبہ سکتہ کرنا مجھے یاد ہے' تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس بات کا انکار کیا' اور وہ بولے: مجھے ایک مرتبہ سکتہ کرنا یاد ہے (راوی کہتے ہیں) ہم نے اس بارے میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ خط لکھا تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں لکھا: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی یادداشت درست ہے۔

سعید نامی راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: یہ دومرتبہ سکتے کب ہوں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: جب آدمی نماز میں داخل ہو' اور جب قرأت کر کے فارغ ہو۔

اس کے بعد انہوں نے فرمایا: جب امام "ولا الضالین" پڑھ لے۔

راوی بیان کرتے ہیں: انہیں یہ بات پسند تھی' جب امام قرأت کرکے فارغ ہو' تو سکتہ کرے' تا کہ اس کا سانس ٹھیک ہو جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

یہ کئی اہلِ علم کا قول ہے' ان کے نزدیک امام کے لیے یہ بات مستحب ہے: وہ نماز کے آغاز میں سکتہ کرے اور قرأت سے فارغ ہونے کے بعد سکتہ کرے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اصحاب نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

نماز میں دوسکتوں کا مسئلہ

تمام آئمہ فقہ کا ثناء کے بعد اور سورہ فاتحہ سے قبل سکتہ پر اتفاق ہے۔ البتہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اسے تسلیم نہیں

233– اخرجه ابو داؤد (266/1- 267) كتاب الصلاة: باب: السكتة عند الافتتاح حديث (777 -778 -779 - 780) والبخاری فی "القراءة خلف الامام" (277 -278) وابن ماجه (275/1) كتاب الصلاة والسنة فيها باب: فی سكتتی الامام حديث (845, 844) واحمد (7/5 -11 -15 -20 -21 -22 -23) وابن خزيمة (35/3) حديث (1578) والدارمی (283/1) كتاب الصلاة باب: فی السكتتين من طريق الحسن عن سمرة بن جندب فذكره۔

کرتے۔ دوسرا سکتہ سورہ فاتحہ کے بعد اور سورت یا آیات ملانے سے قبل ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں محض سکوت ہوگا جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں "آمین بالاخفاء" ہے۔ تیسرے سکتہ کا محل قرأت کے بعد اور رکوع جانے سے قبل ہے۔

حضرت علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر قرأت کا اختتام اسماء الحسنٰی میں سے کسی اسم پر ہورہا ہو تو سکتہ نہ کرنا مستحب بلکہ اس کا تکبیر کے ساتھ وصل کرنا بہتر ہوگا۔ اگر قرأت کا اختتام اس کے علاوہ کسی لفظ پر ہورہا ہو تو سکتہ کرنا بہتر ہے۔ مثلاً "وهو العزيز الحكيم" احناف کا کہنا ہے کہ قرأت کے بعد اور رکوع سے قبل سکتہ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ مسنون ہے۔

سوال: حدیث باب کے متن میں دوسکتوں کا بیان ہے جبکہ اب تین سکتے بن گئے، تو ایک سکتہ کہاں سے آگیا؟

جواب: حضرت سمرہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متفقہ سکتے دو ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک سکتہ اپنی طرف سے شامل کردیا تو اس طرح تین سکتے ہوگئے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وَضْعِ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلٰوةِ

باب 49: نماز کے دوران دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا

234 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّغُطَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ هُلْبٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ وَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنْ يَّضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنْ يَّضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ وَكُلُّ ذٰلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ وَاسْمُ هُلْبٍ يَّزِيْدُ ابْنُ قُنَافَةَ الطَّائِيُّ

◆◆ حضرت قبیصہ بن ہلب اپنے والد کا بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی آپ نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں کے ذریعے پکڑا۔

234- اخرجه ابو داؤد (340/1) كتاب الصلاة باب: كيفية الانصراف من الصلاة حديث (1041) وابن ماجه (266/1 -300) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها باب: وضع اليمين على الشمال في الصلاة وباب: الانصراف من الصلاة حديث (809) (929) واحمد في "مسنده" (226/5 -227) و عبدالله بن احمد في زياداته على المسند (226/5 -227) من طريق سماك بن حرب عن قبيصة بن هلب فذكره-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت غطیف بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ہلب سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہل علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا' ان حضرات کے نزدیک مرد نماز کے دوران اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے گا۔

بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے: آدمی ان دونوں ہاتھوں کو ناف پر رکھے گا' اور بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے: انہیں ناف سے نیچے پہنچے رکھے گا ان کے نزدیک دونوں میں سے ہر ایک کی گنجائش موجود ہے۔

ہلب نامی راوی کا نام یزید بن قنافہ طائی ہے۔

شرح

وضع یدین یا ارسال یدین افضل ہونے میں مذاہب آئمہ

دوران نماز حالت قیام میں وضع یدین افضل ہے یا ارسال یدین؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) ارسال یدین افضل ہے۔ (۲) فرائض میں ارسال یدین مسنون ہے اور نوافل میں وضع یدین افضل ہے۔

۲- حضرت امام حسن بصری، حضرت ابن زبیر، حضرت سعید بن میب، حضرت امام ابراہیم نخعی اور حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ارسال یدین افضل ہے۔

۳- جمہور کے نزدیک دوران نماز حالت قیام میں وضع یدین (ہاتھ باندھنا) مسنون ہے۔

ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب آئمہ

دوران نماز حالت قیام میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام اسحاق بن راہویہ، حضرت سفیان ثوری اور حضرت ابواسحاق مروزی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں دو قول ہیں: (۱) دونوں ہاتھ تحت الصدر باندھے جائیں۔ (۲) دونوں ہاتھ فوق الصدر باندھنا مسنون ہے۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں گے۔ (۲) دونوں ہاتھ کو تحت الصدر باندھے جائیں گے۔ (۳) دونوں طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اپنایا جائے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (مصنف ابن ابی شیبہ) راوی کا بیان ہے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حالت نماز میں آپ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھے ہوئے تھے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (سنن ابی داؤد) حالت نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّكْبِيْرِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

باب 50: رکوع میں اور سجدے میں جاتے ہوئے تکبیر کہنا

235 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِىْ كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَّقِيَامٍ وَّقُعُوْدٍ وَّاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِىْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِىِّ وَاَبِىْ مُوْسٰى وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِىٌّ وَّغَيْرُهُمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَعَلَيْهِ عَامَّةُ الْفُقَهَاءِ وَالْعُلَمَاءِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے دوران) ہر مرتبہ جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے قیام کرتے ہوئے بیٹھتے ہوئے تکبیر کہا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (بھی ایسا ہی کرتے تھے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

235- اخرجہ النسائی (2/205 -230 -233) کتاب التطبیق باب: التکبیر للسجود، وباب: التکبیر عند الرفع من السجود و باب: التکبیر للسجود، و (3/62): کتاب السہو باب: کیف السلام علی الیمین، واحمد فی "مسندہ": (-394 -418 -426 -442 1/386) والدارمی (1/286): کتاب: الصلاۃ، باب: التکبیر عند کل خفض و رفع من طریق ابی اسحق عن عبدالرحمن بن الاسود عن الاسود و علقمۃ عن عبداللہ بن مسعود، فذکرہ، واخرجہ احمد فی "مسندہ" (1/443) من طریق وکیع عن ابیہ، عن ابی اسحق، عن عبدالرحمن بن الاسود، و عبدالرحمن بن یزید عن عبداللہ بن مسعود، فذکرہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا' جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں' ان کے بعد آنے والے تابعین بھی اسی بات کے قائل ہیں' عام فقہاء اور علماء کا اسی پر عمل ہے۔

بَابُ مِنْهُ اٰخَرُ

باب 51: (بلاعنوان)

236 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْحَسَنِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَهْوِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ قَالُوْا يُكَبِّرُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَهْوِيْ لِلرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے دوران) ہر مرتبہ جھکتے ہوئے تکبیر کہتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد میں آنے والے تابعین کی بھی یہی رائے ہے: حضرات فرماتے ہیں: (نماز کے دوران) آدمی جب بھی رکوع یا سجدے کے لیے جھکے' تو تکبیر کہے۔

شرح

رکوع اور سجود کرتے وقت تکبیر کہنے کا مسئلہ

ہر خفض و رفع اور قیام و قعود کے وقت تکبیر کہنا، تکثیر و تغلیب پر محمول ہے کیونکہ رفع من الرکوع کے وقت تکبیر نہیں بلکہ تحمید (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ) کہنا مسنون ہے۔ شروع میں قدرے اس مسئلہ میں اختلاف تھا لیکن بعد میں اس پر اجماع ہو گیا تھا۔ کچھ لوگ عند الرکوع تکبیر (یعنی خفض للرکوع) نہیں کہتے تھے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ روایت لا کر ان لوگوں کا رد کر دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو ہر خفض و رفع اور قیام و قعود کے وقت تکبیر

236- اخرجه البخاری (338/2) كتاب الاذان: باب يهوی بالتكبير حين يسجد: حديث (803) ومسلم (392/2): كتاب: الصلاة: باب: اثبات التكبير فی كل خفض ورفع فی الصلاة الا رفعه من الركوع فيقول فيه: سمع الله لمن حمده حديث (392) وابوداؤد (281/1) كتاب: الصلاة: باب: تمام التكبير حديث (836) والنسائی (233/2) كتاب "التطبيق" حديث التكبير للسجود حديث (1150)

کہا کرتے تھے۔

سوال: ترکِ تکبیر کے حوالے سے تین روایات ہیں: (۱) ان اول من ترک التکبیر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (مسنداحمد) (۲) اول من ترک التکبیر معاویۃ رضی اللہ عنہ (الطبرانی) (۳) ان اول من ترکہ زیاد رضی اللہ عنہ۔ ان روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ غلبہ حیاء اور بیان جواز کی بناء پر سب سے قبل صرف خفض کی تکبیریں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ترک کیں کیونکہ دیکھنے سے بھی علم ہو جاتا ہے۔ پھر آپ کی پیروی میں حضرت امیر معاویہ اور حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی ترک کیں۔ اسی طرح بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا بھی ترک کرنا منقول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ

باب 52: رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین کرنا

237 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ مَنْکِبَیْهِ وَاِذَا رَکَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَزَادَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ فِیْ حَدِیْثِهٖ وَکَانَ لَا یَرْفَعُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِیْثِ ابْنِ اَبِیْ عُمَرَ

237– اخرجه البخاری (255/2): کتاب الاذان: باب: رفع الیدین فی التکبیرة الاولی مع الافتتاح سواء حدیث (735) و (256/2): باب: رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع: حدیث (736) و (259/2): باب: رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع: حدیث (736) و (259/2) باب: الی این یرفع یدیه! حدیث (738) وباب: رفع الیدین اذا قام من الرکعتین: حیث (739) ومسلم (253/2- الابی): کتاب الصلاة باب: استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرة الاحرام والرکوع وفی الرفع من الرکوع وانه لا یفعله اذا رفع من السجود حدیث (390/21)وابو داؤد (249/1): کتاب الصلاة: باب: رفع الیدین فی الصلاة: حدیث (721) (722) والنسائی (121/2): کتاب: الافتتاح: باب: العمل فی افتتاح الصلاة و (122/2): باب: رفع الیدین قبل التکبیر و (182/2) باب: رفع الیدین للرکوع حذاء المنکبین و (194/2) کتاب التطبیق: باب: رفع الیدین حذو المنکبین عند الرفع من الرکوع و (195/2) باب: مایقول الامام اذا رفع راسه من الرکوع و (206/2): باب: ترک رفع الیدین عند السجود و (231/2): باب: ترک ذلک بین السجدتین و (3/3): کتاب السهو: باب: رفع الیدین للقیام الی الرکعتین الاخریین حذو المنکبین وابن ماجه (279/1): کتاب: اقامة الصلاة والسنة فیها باب: رفع الیدین اذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع: حدیث (858) ومالک فی "الموطا" (75/1): کتاب الصلاة باب: افتتاح الصلاة حدیث (16) واحمد (2/8-18 -47 -62 -134- 147) وابن خزیمة (232/1) حدیث (456) و (294/1)حدیث (583) و (344/1) حدیث (693)والحمیدی (277/2) حدیث (614) والدارمی (285/1) کتاب الصلاة: باب: فی رفع الرکوع والسجود من طریق الزهری عن سالم عن ابیه به۔

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَلِیٍّ وَّوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّمَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ وَاَنَسٍ وَّاَبِی هُرَيْرَةَ وَاَبِی حُمَيْدٍ وَّاَبِی اُسَيْدٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَاَبِی قَتَادَةَ وَاَبِی مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ وَجَابِرٍ وَعُمَيْرِ اللَّيْثِیِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَبِهٰذَا يَقُوْلُ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمُ ابْنُ عُمَرَ وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٌ وَّابْنُ عَبَّاسٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَغَيْرُهُمْ وَمِنَ التَّابِعِيْنَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیُّ وَعَطَاءٌ وَّطَاوُسٌ وَّمُجَاهِدٌ وَّنَافِعٌ وَّسَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَّغَيْرُهُمْ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَّمَعْمَرٌ وَّالْاَوْزَاعِیُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

وقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَدْ ثَبَتَ حَدِيْثُ مَنْ يَّرْفَعُ يَدَيْهِ وَذَكَرَ حَدِيْثَ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ وَلَمْ يَثْبُتْ حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْاٰمُلِیُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ

قَالَ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَيْسٍ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يَّرٰى رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِی الصَّلٰوةِ

وقَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ كَانَ مَعْمَرٌ يَّرٰى رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِی الصَّلٰوةِ

وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ بْنَ مُعَاذٍ يَقُوْلُ كَانَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَعُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ وَالنَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ يَّرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِذَا افْتَتَحُوا الصَّلٰوةَ وَاِذَا رَكَعُوْا وَاِذَا رَفَعُوْا رُؤُسَهُمْ

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز کا آغاز کیا' تو آپ نے دونوں ہاتھ بلند کیے' انہیں کندھوں تک بلند کیا' پھر جب آپ رکوع میں گئے' جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا (تو اس وقت بھی رفع یدین کیا)

ابن ابی عمر نامی راوی اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن ابی عمر کی روایت کی مانند منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ، حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عمیر لیثی رضی اللہ عنہ سے احادیث

منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے جن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

تابعین میں سے حسن بصری، عطاء، طاؤس، مجاہد، نافع، سالم بن عبداللہ، سعید بن جبیر (رحمۃ اللہ علیہم) اور دیگر حضرات اسی بات کے قائل ہیں۔

امام مالک، معمر، اوزاعی، ابن عیینہ، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحٰق (رحمۃ اللہ علیہم) نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ حدیث ثابت ہے جس میں رفع یدین کا تذکرہ ہے۔

پھر انہوں نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کا تذکرہ کیا جو سالم کے حوالے سے ان کے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے۔

(عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) تاہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ثابت نہیں ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کے آغاز میں رفع یدین کرتے تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں رفع یدین کیا جائے گا۔

(یحییٰ فرماتے ہیں: ہمیں عبدالرزاق نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ معمر کے نزدیک نماز میں رفع یدین کیا جائے گا۔)

میں نے جارود بن معاذ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: سفیان بن عیینہ، عمر بن ہارون، نضر بن شمیل نماز کے آغاز میں، رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْفَعْ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ

باب 53: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کے آغاز میں رفع یدین کرتے تھے

238 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمْ

238- اخرجه الامام احمد في "مسنده" (1/388-441) والنسائي (2/182): كتاب: الافتتاح باب: ترك ذلك و (2/195): كتاب التطبيق: باب: ترك ذلك من طريق سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله بن مسعود فذكره-

یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَبِہٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِیْنَ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَاَھْلِ الْکُوْفَۃِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کیا میں تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ انہوں نے نماز ادا کی تو نماز کے صرف آغاز میں رفع یدین کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک سے زیادہ اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ کی بھی یہی رائے ہے۔

شرح

رکوع کے وقت رفع یدین کرنے میں مذاہب آئمہ

دوران نماز رکوع جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک مشہور روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت مسنون ہے، اس کے علاوہ مسنون نہیں ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے: **الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الامرۃ** (سنن نسائی جلد اوّل ص ۱۶۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں، پھر انہوں نے نماز پڑھی لیکن ایک بار کے علاوہ رفع یدین نہ کیا۔

(۲) حضرت عباد بن زبیر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف آغاز نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (الخلافیات للبیہقی)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً منقول ہے: **لا ترفع الایدی الا سبع مواطن** (مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۰۲) سات مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ وہ سات مقامات یہ ہیں: (۱) آغاز نماز (۲) صفاء مروہ پر (۳-۴) شیطانوں کو کنکریاں مارتے وقت (۵) میدان عرفات میں (۶) مزدلفہ میں دعا کرتے وقت (۷) کعبہ پر پہلی نظر پڑتے وقت دعا میں۔

(۴) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل ثم اسکنوا فی الصلوٰۃ ۔ (الصحیح للمسلم جلداوّل ص ۱۸۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: میں نے گھوڑوں کی دموں کی طرح تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے، پھر صحابہ نے رفع یدین ترک کردیا۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین مسنون ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے: اذا استفتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ واذا ارادان یرکع و بعد مایرفع رأسہ من الرکوع (الصحیح للمسلم) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آغاز نماز کے وقت رفع یدین کرتے حتیٰ کہ انہیں اپنے کندھوں کے برابر لے آتے تھے۔ پھر آپ نے رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا۔ (۲) حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین جائز ومنقول ہے۔ (متفق علیہ) (۳) حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: فیرفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ ثم یرکع الی قولہ ۔ فیقول سمع اللہ لمن حمدہ ثم یرفع یدیہ (سنن ابی داؤد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے حتیٰ کہ انہیں اپنے کندھوں کے برابر لے جاتے، پھر رکوع کرتے الخ۔ پھر آپ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے۔ (۴) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً رکوع جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین منقول ہے۔ (البیہقی)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے ان دلائل کے مجموعی طور پر یوں جوابات دیے جاتے ہیں: شروع اسلام میں دوران نماز گفتگو جائز تھی پھر منسوخ قرار دی گئی۔ اسی طرح رفع یدین پہلے جائز تھا لیکن بعد میں منسوخ وممنوع ہوگیا۔ آغاز میں ہر رفع وخفض کے وقت رفع یدین جائز تھا، پھر چار جگہوں میں باقی رہ گیا، پھر تین جگہوں میں باقی رہ گیا باقی منسوخ ہوگئے اور اب صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ وَضْعِ الْیَدَیْنِ عَلَی الرُّکْبَتَیْنِ فِی الرُّکُوْعِ

باب 54: رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا

239 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ عَیَّاشٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَصِیْنٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّ الرُّکَبَ سُنَّتْ لَکُمْ فَخُذُوْا بِالرُّکَبِ

239- اخرجہ النسائی (185/2): کتاب التطبیق: باب: الامساک بالرکب فی الرکوع حدیث (1034 -1035) من طریق ابی عبدالرحمن السلمی عن عمر بن الخطاب فذکرہ-

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِیْ حُمَیْدٍ وَّاَبِیْ اُسَیْدٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَاَبِیْ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عُمَرَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لَا اخْتِلَافَ بَیْنَهُمْ فِیْ ذٰلِكَ

آثارِ صحابہ: اِلَّا مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّبَعْضِ اَصْحَابِهٖ اَنَّهُمْ كَانُوْا یُطَبِّقُوْنَ وَالتَّطْبِیْقُ مَنْسُوْخٌ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◄► ابوعبدالرحمٰن سلمی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا: گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا تمہارے لیے سنت ہے' تو تم گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو اختیار کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ، حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا اس بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے' البتہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے بعض اصحاب سے اختلافی رائے منقول ہے' کیونکہ وہ حضرات دونوں زانوؤں کے درمیان ہاتھ رکھتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اہلِ علم کے نزدیک زانوں کے درمیان ہاتھ رکھنے کا حکم منسوخ ہے۔

240 متن حدیث: قَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ كُنَّا نَفْعَلُ ذٰلِكَ فَنُهِیْنَا عَنْهُ وَاُمِرْنَا اَنْ نَّضَعَ الْاَكُفَّ عَلَی الرُّكَبِ

سندحدیث: قَالَ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ عَنْ مُّصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ سَعْدٍ بِهٰذَا

توضیح راوی: وَاَبُوْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیُّ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ الْمُنْذِرِ وَاَبُوْ اُسَیْدٍ السَّاعِدِیُّ اسْمُهٗ مَالِكُ بْنُ رَبِیْعَةَ وَاَبُوْ حَصِیْنٍ اسْمُهٗ عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ الْاَسَدِیُّ وَاَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیُّ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

240- اخرجه البخاری (319/2): كتاب: الاذان باب: وضع الاكف علی الركب فی الركوع: حديث (790) و مسلم (431/2-الابی): كتاب: المساجد ومواضع الصلاة' باب: الندب الی وضع الايدی علی الركب فی الركوع ونسخ التطبيق: حديث (535/29) وابو داؤد (291/1): كتاب الصلاة: باب: تفريع ابواب الركوع والسجود' وضع اليدين علی الركبتين' حديث (867) والنسائی (185/2): كتاب التطبيق: باب: نسخ ذلك' حديث (1032)' (1033) وابن ماجه (283/1): كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: وضع اليدين علی الركبتين' حديث (873) واحمد فی "مسنده" (181/1-182) والحميدی (402/1) حديث (79) وابن خزيمة (302/1) حديث (596) والدارمی (298/1-299)' كتاب الصلاة: باب: العمل فی الركوع من طريق مصعب بن سعد عن ابيه فذكره۔

حَبِيْبٍ وَّاَبُوْ يَعْفُوْرٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ نِسْطَاسٍ وَّاَبُوْ يَعْفُوْرٍ الْعَبْدِيُّ اسْمُهٗ وَاقِدٌ وَّيُقَالُ وَقْدَانُ وَهُوَ الَّذِىْ رَوٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى وَكِلَاهُمَا مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پہلے ہم ایسا کیا کرتے تھے پھر ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہم اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھیں۔

اس روایت کو مصعب بن سعد نے اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کا نام عبدالرحمٰن بن ساعد بن المنذر ہے۔

حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ کا نام مالک بن ربیعہ ہے۔

ابوحسین کا نام عثمان بن عاصم اسدی ہے۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی کا نام عبداللہ بن حبیب ہے۔

ابویعفور نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن عبید بن فسطاس ہے۔ ابویعفور عبدی کا نام "واقد" ہے اور ایک قول کے مطابق وقدان ہے۔ یہ وہی راوی ہیں جنہوں نے حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث نقل کی ہیں۔

یہ دونوں راوی کوفہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

شرح

حالت رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا مسئلہ

اس مسئلہ میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ دوران نماز حالت رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے جائیں گے۔ حالت رکوع میں گھٹنوں کو پکڑنا واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ رکوع میں گھٹنوں کو پکڑو اور یہی تمہارے لیے مسنون کیا گیا ہے۔ ابتداء اسلام میں تطبیق کرنا جائز تھا لیکن بعد میں یہ منسوخ کر دی گئی۔ تطبیق سے مراد ہے دونوں ہاتھوں کو جمع کر کے گھٹنوں کے بیچ میں داخل کرنا۔ اب ہمارے لیے مسنون طریقہ یہی ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں کو عام حالت کی طرح اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک دفعہ اپنے تلامذہ کو نماز پڑھائی تو تطبیق کیا، کسی نے اس کا ذکر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا: ہم بھی تطبیق کیا کرتے تھے لیکن اب یہ منسوخ ہو چکی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهٗ يُجَافِىْ يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ فِى الرُّكُوْعِ

باب 55: رکوع میں دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھا جائے

241 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِىُّ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا

241- اخرجه احمد (424/5) وابو داؤد (471/1) كتاب الصلاة: باب : افتتاح الصلاة حديث (734) وابن ماجه (280/1) كتاب: اقامة الصلاة: باب: رفع اليدين اذا ركع حديث (863) من طريق فليح بن سليمان حدثنى عباس بن سهل به-

عَبَّاسُ بْنُ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ

متن حدیث: اجْتَمَعَ اَبُوْ حُمَيْدٍ وَّاَبُوْ اُسَيْدٍ وَّسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَذَكَرُوْا صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَاَنَّهٗ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ حُمَيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ الَّذِىْ اخْتَارَهُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنْ يُّجَافِىَ الرَّجُلُ يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ فِى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

◆◆ عباس بن سہل بیان کرتے ہیں: حضرت ابوحمید، حضرت ابواسید، حضرت سہل بن سعد اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم ایک جگہ اکٹھے ہوئے' تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا' تو حضرت ابوحمید' نے فرمایا: میں آپ سب کے مقابلے میں زیادہ بہتر طور پر نبی اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں جانتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ جب رکوع میں جاتے تھے' تو آپ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے تھے' یوں جیسے آپ نے گھٹنوں کو پکڑا ہوا ہے' اور آپ اپنے بازوؤں کو پہلو سے الگ رکھتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے اس کو اختیار کیا ہے: رکوع اور سجدے میں آدمی کے بازو اس کے پہلو سے الگ رہیں گے۔

شرح

رکوع کی کیفیت

جب نمازی حالت نماز میں رکوع کرے تو اس کی کیفیت یوں ہونی چاہیے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑ لے لیکن پکڑنے میں شدت سے کام نہ لے بلکہ عام حالت میں رکھے گویا گھٹنے پنجوں میں لیے ہوں، کہنیوں کو پہلوؤں سے جدا رکھے، پھر سر اور پشت دونوں کو برابر رکھے۔ حدیث باب کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی حالت رکوع میں اپنے دونوں ہاتھ اس طریقے سے گھٹنوں پر رکھتے تھے گویا وہ پکڑے ہوئے ہوں اور بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِى التَّسْبِيْحِ فِى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

باب 56: رکوع اور سجدے میں تسبیح پڑھنا

242 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ يَزِيْدَ الْهُذَلِىِّ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

242- اخرجه ابو داؤد (296/1): كتاب: الصلاة باب: مقدار الركوع والسجود حديث (886) وابن ماجه (287/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: التسبيح في الركوع والسجود حديث (890) من طريق عون بن عبدالله بن عتبة عن ابن مسعود فذكره۔

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَکَعَ اَحَدُکُمْ فَقَالَ فِیْ رُکُوْعِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُکُوْعُہٗ وَذٰلِکَ اَدْنَاہُ وَاِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِیْ سُجُوْدِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ سُجُوْدُہٗ وَذٰلِکَ اَدْنَاہُ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ حُذَیْفَۃَ وَعُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَّیْسَ اِسْنَادُہٗ بِمُتَّصِلٍ عَوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ لَمْ یَلْقَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ لَّا یَنْقُصَ الرَّجُلُ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ مِنْ ثَلَاثِ تَسْبِیْحَاتٍ وَّرُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَکِ اَنَّہٗ قَالَ اَسْتَحِبُّ لِلْاِمَامِ اَنْ یُّسَبِّحَ خَمْسَ تَسْبِیْحَاتٍ لِکَیْ یُدْرِکَ مَنْ خَلْفَہٗ ثَلَاثَ تَسْبِیْحَاتٍ وَّھٰکَذَا قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ

◄► حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص رکوع میں جائے اور رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ "تین مرتبہ پڑھ لے تو اس کا رکوع مکمل ہو جائے گا' یہ اس کی کم از کم مقدار ہے' اور جب وہ سجدے میں جائے اور سجدے میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی "تین مرتبہ پڑھ لے' تو اس کا سجدہ مکمل ہو جائے گا' اور یہ اس کی کم از کم مقدار ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کی سند متصل نہیں ہے' کیونکہ اس کے راوی عون بن عبداللہ بن عتبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا۔ ان حضرات کے نزدیک یہ بات مستحب ہے: آدمی رکوع یا سجدے میں تین تسبیحوں سے کم نہ پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات منقول ہے' وہ فرماتے ہیں: میں امام کے لیے یہ بات مستحب قرار دیتا ہوں کہ وہ پانچ مرتبہ تسبیح پڑھے' تاکہ اس کے پیچھے موجود لوگوں کو تین مرتبہ تسبیح پڑھنے کا موقع مل جائے۔

اسحٰق بن ابراہیم نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

243 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَۃُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَال سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَیْدَۃَ یُحَدِّثُ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ عَنْ صِلَۃَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَیْفَۃَ

متن حدیث: اَنَّہٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَفِیْ سُجُوْدِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَمَا اَتٰی عَلٰی اٰیَۃِ رَحْمَۃٍ اِلَّا وَقَفَ وَسَاَلَ وَمَا اَتٰی عَلٰی اٰیَۃِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهُ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ حُذَيْفَةَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

حدیثِ دیگر: اَنَّهُ صَلّٰى بِاللَّيْلِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ

◄► حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز ادا کی انہوں نے رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" پڑھا اور سجدے میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" پڑھا آپ جب بھی رحمت کے مضمون سے متعلق کوئی آیت پڑھتے' تو وہاں ٹھہر کر اس رحمت کو مانگتے تھے اور جب عذاب کے مضمون سے متعلق کوئی آیت پڑھتے' تو وہاں ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' اسی روایت کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیگر سند کے ہمراہ نقل کیا گیا ہے: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ رات کے وقت نماز ادا کی اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

شرح

رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنے کا مسئلہ

نمازی حالت رکوع میں تین بار یہ تسبیح پڑھتا ہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور حالت سجدہ میں تین بار یہ تسبیح پڑھتا ہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى - یہ تسبیحات پڑھنا مسنون ہے لیکن ان کی تعداد کا تعین نہیں ہے۔ کم از کم یہ تسبیحات تین بار پڑھی جائیں۔ جو شخص زائد بار پڑھنا چاہتا ہو، اسے اجازت ہے لیکن عدد میں طاق کو پیش نظر رکھے۔ حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام کم از کم پانچ مرتبہ تسبیحات پڑھے تاکہ مقتدی آسانی کے ساتھ تین بار یہ تسبیحات پڑھ سکیں۔ دوران نماز قرأت کرتے ہوئے جب آیت رحمت آتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رک کر اللہ تعالیٰ سے دعا رحمت کرتے اور جب کوئی آیت عذاب آتی تو آپ رک کر اللہ تعالیٰ سے استغفار و استعاذہ کرتے پھر تلاوت کا سلسلہ جاری کرتے۔

243- اخرجه مسلم (3/111- الابى): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: استحباب تطويل القراءة فى صلاة الليل (772/203) وابو داؤد (1/292): كتاب: الصلاة باب: مايقول الرجل فى ركوعه و سجوده: حديث (871) والنسائى (2/176) كتاب الافتتاح: باب: تعوذ القارى ء اذا مر باية عذاب' و (2/177): باب: مسالة القارى ء اذا مر باية رحمة' و (2/190): كتاب: التطبيق باب: الذكر فى الركوع' و (2/224): باب: نوع آخر و (3/225): كتاب: قيام الليل و تطوع النهار: باب تسوية القيام والركوع والقيام بعد الركوع والسجود والجلوس بين السجدتين فى صلاة الليل' وابن ماجه (1/289): كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: مايقول بين السجدتين: حديث (897) و (1/429) باب: ماجاء فى القراءة فى صلاة الليل: حديث (1351) واحمد فى "مسنده" : (5/382 -384 -389 -394 -397) وابن خزيمة (1/273) حديث (543) و (1/304) حديث (603) و (1/604) حديث (604) و (1/331) حديث (660) و (1/334) حديث (668) (669) و (1/340) حديث (684) والدارمى (1/299) كتاب الصلاة: باب: مايقال فى الركوع من طريق صلة بن زفر عن حذيفة بن اليمان فذكره-

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْقِرَائَةِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

باب 57: رکوع اور سجدے میں قرأت کرنا

244 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمُعَصْفَرِ وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ وَعَنْ قِرَائَةِ الْقُرْاٰنِ فِي الرُّكُوْعِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ كَرِهُوا الْقِرَائَةَ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑے قسی' معصفر (زرد رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے) سونے کی انگوٹھی پہننے اور رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد میں آنے والے اہلِ علم کی یہ رائے ہے: ان حضرات کے نزدیک رکوع اور سجدے میں قرأت کرنا مکروہ ہے۔

شرح

رکوع اور سجود میں قرأت کی ممانعت کا مسئلہ

نماز کی چار حالتوں: رکوع، سجود، قیام اور قعود میں سے صرف قیام کی حالت میں قرأت کی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ یہی حالت

244- اخرجه مالك فى "الموطا" (1/80) كتاب الصلاة: باب: العمل فى القراءة: حديث (28) والبخارى فى "خلق افعال العباد" (70, 69) ومسلم (2/371- 372- الابى): كتاب: الصلاة: باب: النهى عن قراءة القرآن فى الركوع والسجود: حديث (480/ 209- 210- 211) و (7/226- 227- الابى) كتاب: اللباس والزينة: باب: النهى عن لبس الرجل الثوب المعصفر حديث (2078/ 29- 30- 31) وابو داؤد (2/445) كتاب: اللباس: باب: من كرهه حديث (4044- 4045- 4046) والنسائى (2/189): كتاب التطبيق: باب: النهى عن القراءة فى الركوع و (2/217): باب: النهى عن القراءة فى السجود (8/167- 168) كتاب: الزينة باب: خاتم الذهب و (8/169) باب: الاختلاف على يحيى بن ابى كثير فيه (8/191- 192) باب: النهى عن لبس خاتم الذهب وابن ماجه (2/1191): كتاب: اللباس: باب: كراهية المعصفر للرجال حديث (3606) و (2/1202) وباب: النهى عن خاتم الذهب حديث (3642) واحمد فى "مسنده": (1/92- 114- 126- 132) من طريق عبدالله بن حنين عن ابيه عن على بن ابى طالب فذكره۔

قرأت وتلاوت قرآن کی شایان شان ہے۔ اس قرأت کا تعلق واجب قرأت سے ہے لیکن واجبات نماز سے ہرگز نہیں۔ جو شخص قیام میں قرأت کی بجائے رکوع یا سجود یا قعود میں کرے تو اس کی نماز تو ہو جائے گی اور سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوگا مگر سخت گناہگار ہو گا۔ یہ مسئلہ اسی طرح ہے کہ بالترتیب قرأت قرآن واجب ہے، اگر کوئی شخص ترتیب کا لحاظ رکھے بغیر الٹی قرأت کرے گا تو نماز اس کی ہو جائے گی لیکن سخت گناہگار ہوگا۔ رکوع، سجود اور قعود کی حالت میں قرأت منع ہے۔

تین امور سے ممانعت: رکوع وسجود میں قرأت کی ممانعت کی طرح حدیث باب میں مزید تین امور سے منع کیا گیا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- لفظ ''قسی'' میں دو قول ہیں: (۱) لفظ ''قسی'' کے آخر میں یاءِ نسبت کی ہے، ''قس'' مصر کے ایک دیہات کا نام ہے جہاں مشہور کپڑا تیار ہوتا تھا اور اس کپڑے کو ''قسی'' کہا جاتا ہے اور اس کپڑے کا رنگ سرخ ہوتا تھا۔ اس سے ممانعت کی وجہ اس کا رنگ ہے۔ (۲) یہ لفظ ''خز'' کا معرب ہے، جس سے مراد ریشمی کپڑا ہے۔ اس کپڑے کی وجہ ممانعت اس کا ریشمی ہونا ہے جو مردوں کے لیے حرام قرار دیا گیا ہے۔

۲- لفظ ''معصفر'' سے مراد گیروے رنگ کا کپڑا ہے جو سادھو سنت اور بے غیرت لوگ زیب تن کرتے ہیں۔ اس کپڑے کے استعمال سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس سے ممانعت کی وجہ غیر متدین لوگوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

۳- دوسرے امور کی طرح سونے کی انگوٹھی سے بھی منع کیا گیا ہے، کیونکہ مردوں کے لیے سونے کا استعمال حرام قرار دیا گیا ہے۔ البتہ مرد ایک مثقال سے کم وزن چاندی کی انگوٹھی استعمال کرسکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ لَّا يُقِيْمُ صُلْبَهٗ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

باب 58: جو شخص رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتا

245 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِىْ مَعْمَرٍ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَّا يُقِيْمُ فِيْهَا الرَّجُلُ يَعْنِىْ صُلْبَهٗ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ وَاَنَسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَرِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ

245– اخرجه ابو داؤد (287/1): كتاب الصلاة: باب: صلاة من لا يقيم صلبه فى الركوع والسجود حديث (855) والنسائى (183/2) كتاب الافتتاح باب: الاعتدال فى الركوع والسجود (214/2) كتاب: التطبيق باب: اقامة الصلب فى السجود وابن ماجه (282/1) كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها باب: الركوع فى الصلاة حديث (870) واحمد فى "مسنده": (119/4-122) والدارمى (304/1) كتاب الصلاة: باب: فى الذى لا يتم الركوع والسجود وابن خزيمة (300/1) حديث (591 -592) و (333/1) حديث (666) والحميدى (216/2) حديث (454) من طريق ابى معمر عن ابى مسعود الانصارى فذكره-

يَرَوْنَ اَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُوْدِ وقَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ مَنْ لَمْ يُقِمْ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُوْدِ فَصَلَاتُهُ فَاسِدَةٌ لِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَّا يُقِيمُ الرَّجُلُ فِيهَا صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُوْدِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مَعْمَرٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَخْبَرَةَ وَاَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ الْبَدْرِيُّ اسْمُهُ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو

◆◆ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بدری بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس شخص کی نماز درست نہیں ہوتی، جو نماز میں رکوع اور سجدے میں سیدھا نہیں کرتا (راوی کہتے ہیں) یعنی اپنی پیٹھ کو سیدھا نہیں کرتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت رفاعہ زرقی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔ ان حضرات کے نزدیک آدمی رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی رکھے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتا' اس کی نماز فاسد ہوتی ہے۔ ان کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔

''اس شخص کی نماز درست نہیں ہوتی جو اس میں اپنی پیٹھ کو رکوع اور سجدے میں سیدھا نہیں کرتا''۔

ابو معمر نامی راوی کا نام عبداللہ بن سخبرہ ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ کا نام عقبہ بن عمرو ہے۔

شرح

تعدیل ارکان کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ

نماز میں تعدیل ارکان کی شرعی حیثیت کیا ہے، آیا یہ واجب ہے یا فرض ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ تعدیل ارکان واجب ہے۔ ان کے نزدیک خبر واحد سے واجب ثابت ہو جاتا ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(الف) آپ نے حدیث مسیء الصلوٰۃ سے استدلال کیا ہے۔ اعرابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نہایت عجلت سے نماز ادا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعادہ کا حکم دیا۔ اس نے تعدیل ارکان کو نظر انداز کرتے ہوئے نماز ادا کی تھی اور اس کی اصلاح کے لیے آپ نے اعادہ کا حکم دیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ تعدیل ارکان واجب ہے۔ اگر تعدیل ارکان فرض ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطلان نماز کا حکم جاری کیا جاتا۔

(ب) قرآن کریم میں مطلقاً رکوع اور سجود کا حکم دیا گیا ہے، اگر خبر واحد کی بناء پر تعدیل ارکان کو فرض قرار دیا جائے تو قرآن کریم کے حکم عام کو خاص کرنا اور اس پر زیادتی بھی لازم آئے گی۔

۲-حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تعدیل ارکان فرض ہے اور یہ خبر واحد سے ثابت ہو جاتا ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے: "لاتجزئ صلوٰۃ" یعنی تعدیل ارکان کا لحاظ نہ کرنے والے کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ وہ فرض کا تارک ہوگا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس مقام پر لفظ "لاتجزئ" کفایت کے معنیٰ کے ساتھ ہے، اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو شخص تعدیل ارکان کا لحاظ نہیں رکھے گا، اس کی نماز کافی نہیں ہوگی۔ یہ مطلب ہمارے نظریہ کے ہرگز خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم بھی تعدیل ارکان کو واجب قرار دیتے ہیں۔

من لایقیم صلبہ: حدیث باب کے ان الفاظ سے مراد ہے کہ نماز نہایت عجلت سے ادا کرنا کہ تعدیل ارکان کو نظر انداز کرنے کے باعث رکوع اور سجود میں اس کی پشت بھی سیدھی نہ ہوتی ہو۔ اس انداز کی نماز کامل نہیں ہوسکتی بلکہ ہر اعتبار سے ناقص، قابل اصلاح اور واجب الاعادہ ہوتی ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ

باب 59: جب آدمی رکوع سے سر اٹھائے تو کیا پڑھے؟

246 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ الْمَاجِشُوْنُ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى وَاَبِيْ جُحَيْفَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ قَالَ يَقُوْلُ هٰذَا فِي الْمَكْتُوْبَةِ وَالتَّطَوُّعِ

وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُ هٰذَا فِيْ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ وَلَا يَقُوْلُهَا فِيْ صَلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ

توضیح راوی: توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا يُقَالُ الْمَاجِشُوْنِيُّ لِاَنَّهٗ مِنْ وُلْدِ الْمَاجِشُوْنِ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو یہ پڑھتے تھے۔
"اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی حمد سن لی جس نے اس کی حمد بیان کی، اے ہمارے پروردگار! ہر طرح کی حمد تیرے لیے ہے

آسمانوں جتنی اور زمین جتنی' ان دونوں کے درمیان جو جگہ ہے' اس جتنی اور ان کے علاوہ ہر وہ چیز' جو تو چاہے اس جتنی''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں: فرض اور نفل نماز میں اسی طرح پڑھا جائے گا۔

بعض اہلِ کوفہ یہ فرماتے ہیں: نفل نماز میں آدمی اس طرح پڑھے گا' البتہ فرض نماز میں ایسے نہیں پڑھے گا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: راوی کا نام ماجشونی بھی کہا گیا ہے' کیونکہ وہ ماجشون کی اولاد میں سے تھے۔

شرح

رکوع سے اٹھتے وقت تسمیع اور تحمید کہنے میں مذاہب آئمہ

اس مسئلہ میں جملہ آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ منفرد شخص رکوع سے اٹھتے وقت تسمیع اور تحمید دونوں کہے اور مقتدی صرف تحمید کہے گا۔ البتہ اس بات میں آئمہ کا اختلاف ہے کہ امام تسمیع وتحمید دونوں کہے گا یا ان میں سے ایک۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ امام صرف تسمیع کہے گا۔ انہوں نے آئندہ باب کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: "**واذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد**" (جامع الترمذی رقم الحدیث ۲۴۷) جب امام تسمیع کہے تو تم تحمید کہو۔ اس روایت میں امام اور مقتدی دونوں کے لیے الفاظ کا تعین کر دیا گیا ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ امام تحمید وتسمیع دونوں کہے گا۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اقدس اٹھاتے وقت تسمیع کہتے اور تحمید بھی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) یہ روایت فعلی ہے جبکہ ہماری دلیل حدیث قولی ہے اور جب ان دونوں کے درمیان تعارض ہو جائے تو حدیث قولی کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ (۲) یہ روایت حالت انفراد پر محمول کی جاتی ہے۔

بَابُ مِنْهُ اٰخَرُ

باب 60: بلاعنوان

247 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اَنْ يَّقُوْلَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَيَقُوْلَ مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَغَيْرُهُ يَقُوْلُ مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْاِمَامُ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب امام "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو! جس شخص کا یہ کہنا فرشتوں کے کہنے کے ساتھ ہوگا' اس شخص کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' یعنی امام "سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد" پڑھے گا' اور مقتدی صرف "ربنا ولك الحمد" پڑھے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ابن سیرین اور دیگر حضرات نے یہ رائے بیان کی ہے: جو شخص امام کے پیچھے ہو (یعنی مقتدی) وہ "سمع اللّٰہ ھو لمن حمدہ ربنا ولك الحمد" پڑھے گا' جیسے امام پڑھے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

247–اخرجه البخاری (330/2)' كتاب: الاذان باب: فضل "اللهم ربنا لك الحمد" حديث (796)' و (360/6)' كتاب بدء الخلق' باب: اذا قال احدكم "آمين" والملائكة في السماء فوافقت احداهما الاخرى غفرله ما تقدم من ذنبه' حديث (3228)' ومسلم (292/2- الابی)؛ كتاب الصلاة: باب: التسميع والتحميد والتامين' حديث (409/71)' وابو داؤد كتاب: الصلاة باب: مايقول اذا رفع راسه من الركوع' حديث (848)' والنسائي (196/2) كتاب: التطبيق' باب: قوله ربنا ولك الحمد' حديث (1063) من طريق سمي عن ابی صالح عن ابی هريرة فذكره۔

شرح

تحمید کی فضیلت

امام جب رکوع سے سر اٹھاتے وقت "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہتا ہے تو اسی وقت فرشتے بھی یہی کلمات کہتے ہیں اور مقتدیوں کو حکم دیا گیا کہ تم بھی اسی وقت "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" کہو اور فرشتوں کے ساتھ موافقت ومطابقت ہو جانے کی صورت میں تمہارے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ اس سے تحمید کہنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اس سے مغفرت وبخشش ہو جاتی ہے۔ امام، مقتدی اور منفرد سب کو مغفرت ذنوب کا پروانہ مل سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وَضْعِ الرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ فِي السُّجُوْدِ

باب 61: سجدے میں (جاتے ہوئے) دونوں ہاتھوں سے پہلے گھٹنے (زمین پر) رکھنا

248 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ وَّاَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ قَالَ زَادَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَلَمْ يَرْوِ شَرِيْكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُ اَحَدًا رَوَاهُ مِثْلَ هٰذَا عَنْ شَرِيْكٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ وَرَوٰى هَمَّامٌ عَنْ عَاصِمٍ هٰذَا مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ

◆◆ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ سجدے میں گئے تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے پہلے دونوں گھٹنے (زمین پر) رکھے اور جب آپ اٹھے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں سے پہلے (زمین سے) اٹھائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسن بن علی نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ بات اضافی نقل کی ہے۔ یزید بن ہارون فرماتے

248- اخرجه ابو داؤد (282/1): كتاب الصلاة باب: كيف يضع ركبتيه قبل يديه؟ حديث (838) والنسائي (206/2) كتاب: التطبيق باب: اول ما يصل الى الارض من الانسان في سجوده و (234/2): باب: رفع اليدين عن الارض قبل الركبتين وابن ماجه (286/1): كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: السجود حديث (882) وابن خزيمة (318/1) حديث (626) و (319/1) حديث (629) والدارمي (303/1) كتاب: الصلاة باب: اول ما يقع من الانسان على الارض اذا اراد ان يسجد من طريق عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر فذكره-

ہیں: شریک نے عاصم بن کلیب کے حوالے سے صرف اس روایت کو نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب حسن" ہے۔

ہم ایسے کسی شخص سے واقف نہیں ہیں' جس نے اسے روایت کیا ہو' صرف شریک نے روایت کیا ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔ ان حضرات کے نزدیک آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے گھٹنے (زمین پر) رکھے گا' اور جب اٹھے گا تو دونوں گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھائے گا۔

ہمام نامی راوی نے اس روایت کو عاصم کے حوالے سے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے' انہوں نے اس میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

بَابِ اٰخَرُ مِنْهُ

باب 62: بلاعنوان

249 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَسَنٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَبْرُكُ فِیْ صَلَاتِهٖ بَرْكَ الْجَمَلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِی الزِّنَادِ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِیُّ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی شخص اپنی نماز کے دوران اس طرح کیوں بیٹھ جاتا ہے' جیسے اونٹ بیٹھتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف ابوزناد کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یہی روایت عبداللہ بن سعید مقبری نے اپنے والد کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

249– اخرجه ابو داؤد (283/1): كتاب: الصلاة باب: كيف يضع ركبتيه قبل يديه' حديث (840 -841): والنسائی (207/2): كتاب: التطبيق باب: اول ما يصل الى الارض من الانسان فی سجوده' واحمد فی "مسنده": (381/2) والدارمی (303/1) كتاب: الصلاة: باب اول ما يقع من الانسان على الارض اذا اراد ان يسجد' من طريق محمد بن عبدالله بن حسن عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة فذكره۔

نقل کی ہے۔

عبداللہ بن سعید المقبری کو یحییٰ بن سعید قطان اور دیگر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

سجدہ میں جاتے وقت اعضاء کو زمین پر رکھنے میں مذاہب آئمہ

حالت نماز میں امام یا مقتدی یا منفرد سجدہ کرتے وقت اعضاء کو کس ترتیب سے زمین پر رکھے گا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سجدہ کرتے وقت اعضاء کو زمین پر رکھنے کا یہ اصول ہے کہ جو عضو زمین کے قریب ہے، اسے پہلے رکھا جائے گا پھر اسی طرح باقی اعضاء رکھے جائیں گے مثلاً پہلے گھٹنے، پھر ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی رکھی جائے گی لیکن سجدہ سے قیام کی طرف اٹھتے وقت اس کا الٹ کیا جائے گا۔ انہوں نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے وقت پہلے گھٹنے رکھتے تھے پھر ہاتھ مبارک رکھتے تھے۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت زمین پر پہلے ہاتھ رکھے جائیں گے پھر گھٹنے وغیرہ۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اونٹ کی مثل نہ کرو کہ اونٹ پہلے اپنے گھٹنے زمین پر ٹکاتا ہے، اس لیے تم پہلے گھٹنے رکھنے کی بجائے اپنے ہاتھ رکھو۔''

(جامع ترمذی)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کے کئی جوابات دیے گئے ہیں:

۱- ابتداء اسلام میں یہ حکم جائز تھا، جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔

۲- اونٹ کے سامنے والی دونوں ٹانگیں ہاتھوں کے قائمقام ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ تم زمین پر پہلے ہاتھ نہ ٹکاؤ بلکہ اپنے گھٹنے رکھو اور بعد میں ہاتھ رکھا کرو۔

۳- اس روایت میں اتصال نہیں ہے بلکہ انقطاع ہے، اس لیے کہ اس کا ایک راوی محمد بن عبداللہ ہے، جس نے ابوالزناد سے سماع نہیں کیا۔

۴- یہ روایت ایک دوسری سند کے ساتھ بھی بیان کی گئی ہے اور اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن سعد ہے جو ضعیف ہے، اس طرح یہ حدیث قابل حجت نہیں ہو سکتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی السُّجُوْدِ عَلَی الْجَبْهَةِ وَالْاَنْفِ

باب 63: پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنا

250 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ اَبِیْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ اَمْكَنَ اَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ مِنَ الْاَرْضِ وَنَحّٰی يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّاَبِیْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ اَبِیْ حُمَيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يَّسْجُدَ الرَّجُلُ عَلٰی جَبْهَتِهٖ وَاَنْفِهٖ فَاِنْ سَجَدَ عَلٰی جَبْهَتِهٖ دُوْنَ اَنْفِهٖ فَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يُجْزِئُهٗ

وَقَالَ غَيْرُهُمْ لَا يُجْزِئُهٗ حَتّٰی يَسْجُدَ عَلَی الْجَبْهَةِ وَالْاَنْفِ

◆◆ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے میں جاتے' تو اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر جما کر رکھتے تھے' آپ اپنے دونوں بازو پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے اور دونوں ہتھیلیاں کندھوں کے برابر رکھتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت وائل بن حجر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے' یعنی مرد سجدہ پیشانی اور ناک پر کرے گا' جب وہ ناک کی بجائے صرف پیشانی پر سجدہ کرے' تو اہلِ علم کے ایک گروہ کے نزدیک یہ درست ہوگا اور دیگر حضرات کے نزدیک اس وقت تک درست نہیں ہوگا' جب تک پیشانی اور ناک (دونوں پر) سجدہ نہیں کرتا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَيْنَ يَضَعُ الرَّجُلُ وَجْهَهٗ اِذَا سَجَدَ

باب 64: آدمی سجدے میں اپنا چہرہ کہاں رکھے؟

251 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَيْنَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ وَجْهَهٗ اِذَا سَجَدَ فَقَالَ بَيْنَ كَفَّيْهِ

251– انفرد به الترمذی' واخرجه الطحاوی فی "معانی الآثار" (151/1) من طریق سهل بن عثمان عن حفص بن غیاث

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّاَبِیْ حُمَیْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ الْبَرَاءِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ الَّذِیْ اخْتَارَهُ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ تَكُوْنَ يَدَاهُ قَرِيْبًا مِّنْ اُذُنَيْهِ

◆◆ ابواسحٰق بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں اپنا چہرۂ مبارک (یعنی پیشانی) کہاں رکھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔

اس بارے میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کو اختیار کیا ہے' یعنی آدمی کے دونوں ہاتھ اس کے دونوں کانوں کے قریب ہوں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی السُّجُوْدِ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْضَاءٍ

باب 65: سات اعضاء پر سجدہ کرنا

252 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: اِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجَدَ مَعَهٗ سَبْعَةُ اٰرَابٍ وَّجْهُهٗ وَكَفَّاهُ وَرُكْبَتَاهُ وَقَدَمَاهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ وَّاَبِیْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ الْعَبَّاسِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب بندہ سجدہ کرتا ہے' تو اس کے ہمراہ سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں اس کا چہرہ، اس کی دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

252- اخرجه ابو داؤد (298/1): كتاب الصلاة: باب: اعضاء السجود: حديث (891) والنسائي (208/2) كتاب: التطبيق باب: علي كم السجود؟ و (210/2) باب: السجود على القدمين وابن ماجه (286/1) كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها باب: السجود حديث (885) واحمد في "مسنده": (206/1 -208) وابن خزيمة (320/1) حديث (631) من طريق عامر بن سعد بن ابي وقاص عن العباس بن عبد المطلب فذكره-

253 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَّلَا يَكُفَّ شَعْرَهٗ وَلَا ثِيَابَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

⇔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا: آپ سات اعضاء پر سجدہ کریں اور (نماز پڑھنے کے دوران) اپنے بالوں اور کپڑوں کو نہ سمیٹیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّجَافِيْ فِي السُّجُوْدِ

باب 66: سجدے کے دوران (بازوؤں کو پہلوؤں سے) الگ رکھنا

254 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَقْرَمِ الْخُزَاعِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ مَعَ اَبِيْ بِالْقَاعِ مِنْ نَمِرَةَ فَمَرَّتْ رَكَبَةٌ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ قَالَ فَكُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰى عُفْرَتَيْ اِبْطَيْهِ اِذَا سَجَدَ اَيْ بَيَاضِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ بُحَيْنَةَ وَجَابِرٍ وَّاَحْمَرَ بْنِ جَزْءٍ وَّمَيْمُوْنَةَ وَاَبِيْ حُمَيْدٍ وَّاَبِيْ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ اُسَيْدٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَّعَدِيِّ بْنِ عَمِيْرَةَ وَعَآئِشَةَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَحْمَرُ بْنُ جَزْءٍ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ حَدِيْثٌ وَّاحِدٌ

253- اخرجه البخاری (344/2): كتاب الاذان: باب: السجود على سبعة اعظم: حديث (809-810) و (347/2) باب: السجود على الانف: حديث (812) و (348/2): باب: لا يكف شعرا حديث (815) و (349/2): باب: لا يكف ثوبه في الصلاة حديث (816) و مسلم (380/2- الابى): كتاب: الصلاة باب: اعضاء السجود والنهى عن كف الشعر والثوب وعقص الراس في الصلاة حديث (228) (231) وابو داؤد (298/1): كتاب: الصلاة: باب: اعضاء السجود حديث (889-890) والنسائي (208/2) كتاب التطبيق: باب: على كم السجود؟ و (215/2) : باب: النهى عن كف الشعر في السجود و (216/2): باب: النهى عن كف الثياب في السجود وابن ماجه (286/1) كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها باب: السجود حديث (883-884) و (331/1): باب: كف الشعر والثوب في الصلاة حديث (1040) واحمد في "مسنده": (221/1, 222, 255- 270- 279- 285- 286- 292- 305- 324) والحميدى (230/1) حديث (493- 494) وابن خزيمة (320/1- 321) حديث (632- 633- 634- 635- 636) (782) والدارمي (302/1) كتاب: الصلاة: باب: السجود على سبعة اعظم وكيف العمل في السجود؟ وعبد بن حميد ص (210) حديث (617) من طريق طاووس عن عبدالله بن عباس فذكره-

254- اخرجه النسائي (213/2): كتاب: التطبيق باب: صفة السجود حديث (1108) وابن ماجه (285/1) كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها باب: السجود حديث (881) والحميدى (412/2) حديث (923) واحمد في "مسنده": (35/4) من طريق داود عن قيس الفراء عن عبيدالله بن عبدالله بن اقرم الخزاعي عن ابيه فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَقْرَمَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ دَاوٗدَ بْنِ قَيْسٍ وَّلَا نَعْرِفُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَقْرَمَ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَرْقَمَ الزُّهْرِيُّ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ كَاتِبُ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ

◄► عبیداللہ بن عبداللہ بن اقرم خزاعی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ہمراہ وادی نمرہ کے مقام ''قاع'' میں تھا وہاں سے کچھ سوار گزرے' نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوکر نماز ادا کررہے تھے' جب آپ سجدے میں گئے' تو میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی' یہ منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے' (راوی کہتے ہیں یہاں پر لفظ عُفْرَتَيْ) سے مراد ان کی سفیدی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن بحینہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت احمر بن جزء رضی اللہ عنہ، سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت احمر بن جزء رضی اللہ عنہ' یہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں شامل ہیں اور ان سے ایک روایت منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن اقرم سے منقول حدیث ''حسن'' ہے ہم اسے صرف داؤد بن قیس کی روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ہمارے علم کے مطابق حضرت عبداللہ بن اقرم نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس روایت کے علاوہ اور کوئی حدیث نقل نہیں کی۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ارقم زہری رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سیکرٹری تھے۔

255 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلْيَعْتَدِلْ وَلَا يَفْتَرِشْ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ وَّاَنَسٍ وَّالْبَرَاءِ وَاَبِىْ حُمَيْدٍ وَّعَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُوْنَ الْاِعْتِدَالَ فِى السُّجُوْدِ وَيَكْرَهُوْنَ الْاِفْتِرَاشَ

255- اخرجه ابن ماجه (288/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: الاعتدال فى السجود' حديث (891) واحمد فى "مسنده" (305/3- 315- 389) وابن خزيمة (325/1) حديث (644) من طريق الاعمش عن ابى سفيان عن جابر بن عبدالله فذكره-

کَافْتِرَاشِ السَّبُعِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص سجدے میں جائے تو اعتدال (کے طور پر) بیٹھے اور اپنے بازوؤں کو یوں نہ بچھائے جیسے کتا اپنے پاؤں بچھاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک سجدے میں اعتدال (کے طریقے) کو اختیار کیا جائے گا' ان حضرات کے نزدیک درندوں کی طرح ہاتھ پاؤں بچھانا مکروہ ہے۔

256 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطَنَّ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ بَسْطَ الْكَلْبِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سجدے میں اعتدال کرو اور کوئی بھی شخص اپنے بازوؤں کو نماز میں یوں نہ بچھائے جیسے کتا بچھاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ وَنَصْبِ الْقَدَمَيْنِ فِي السُّجُوْدِ

باب 67: سجدے میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھنا اور پاؤں کھڑے کرنا

257 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ وَنَصْبِ الْقَدَمَيْنِ

256- اخرجه البخاری (19/2) كتاب مواقيت الصلاة: باب: المصلی يناجی ربه عزوجل' حديث (532)' و (351/2) : كتاب الاذان: باب: لا يفترش ذراعيه فی السجود' حديث (822) ومسلم (448/2 - النووی): كتاب الصلاة: باب: الاعتدال فی السجود ووضع الكفين على الارض' حديث (493/233)' وابو داؤد (299/1): كتاب الصلاة: باب: صفة السجود حديث (897) والنسائی (183/2) كتاب الافتتاح' باب: الاعتدال فی الركوع حديث (1028)' و (211/2) كتاب: التطبيق باب: النهی عن بسط الذراعين فی السجود' حديث (1103) و (213/2)' باب: الاعتدال فی السجود' وابن ماجه (288/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: الاعتدال فی السجود' حديث (892) والدارمی (303/1): كتاب الصلاة: باب: النهی عن الافتراش ونقرة الغراب' واحمد فی "مسنده" (3/109-115-177-179-191 -202 -214 -231 -274 -291)

اسنادِ دیگر: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَقَالَ مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَامِرِ ابْنِ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِيْهِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ وَنَصْبِ الْقَدَمَيْنِ "مُرْسَلٌ"

حکم حدیث: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ وُهَيْبٍ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ الَّذِىْ اَجْمَعَ عَلَيْهِ اَهْلُ الْعِلْمِ وَاخْتَارُوْهُ

◆◆ حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (سجدے میں) دونوں ہاتھ رکھنے اور دونوں پاؤں کھڑے کرنے کی ہدایت کی ہے۔

محمد بن ابراہیم، عامر بن سعد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دونوں ہاتھ رکھنے کی ہدایت کی ہے اس کے بعد انہوں نے حسب سابق ذکر کیا ہے تاہم اس روایت میں انہوں نے ان کے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید قطان اور دیگر راویوں نے محمد بن عجلان کے حوالے سے، محمد بن ابراہیم کے حوالے سے، عامر بن سعد کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ زمین پر رکھنے اور پاؤں کھڑا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

یہ روایت وہیب کی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

اس بات پر اہل علم کا اتفاق ہے اور انہوں نے اسے اختیار کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ اِقَامَةِ الصُّلْبِ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

باب 68: جب رکوع یا سجدے سے سر اٹھائیں تو کمر کو بالکل سیدھا کرنا

258 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسَى الْمَرْوَزِىُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ

258- اخرجه البخاری (322/2): کتاب الاذان باب: حد اتمام الرکوع والاعتدال والاطمانینة حدیث (792) و (336/2): باب: الاطمانینة حین یرفع راسه من الرکوع حدیث (801) و (350/2): باب: المکث بین السجدتین حدیث (820) ومسلم 361/2-362- الابی) کتاب الصلاة: باب: اعتدال ارکان الصلاة و تخفیفها فی تمام حدیث (193-194/471) ابو داؤد (286/1): کتاب الصلاة: باب: طول القیام من الرکوع وبین السجدتین حدیث (852) والنسائی (197/2): کتاب التطبیق: باب: قدر القیام بین الرفع من الرکوع والسجود و (232/2) باب: قدر الجلوس بین السجدتین واحمد فی "مسنده" (298-280/4-285) والدارمی (306/1) کتاب الصلاة: باب: قدر کم کان یمکث النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما یرفع راسه وابن خزیمة (309/1) حدیث (610) و (330/1) حدیث (659) و (331/1) حدیث (661) و (340/1) حدیث (683) من طریق الحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب فذکره۔

عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَاِذَا سَجَدَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ نَحْوَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْبَرَاءِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور جب سجدے میں جاتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو اس دوران (کا وقفہ) تقریباً برابر ہوتا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل ہے۔

شرح

سجدہ کی کیفیت، زمین پر ناک اور پیشانی ٹکانے میں مذاہب آئمہ

آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سجدہ سات اعضاء کا زمین پر رکھنے کا نام ہے: دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ، دونوں قدم اور چہرہ۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ ناک اور پیشانی دونوں کا زمین پر ٹیکنا سنت ہے۔ اس بات میں آئمہ کا اختلاف ہے کہ ناک اور پیشانی میں سے کسی ایک پر اکتفاء جائز ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- حضرت امام اسحاق اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ان دونوں کا زمین پر ٹیکنا ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک پر اقتصار درست نہیں ہے۔

۲- حضرت امام شافعی، اکثر فقہاء مالکیہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ صرف ناک پر اقتصار جائز نہیں ہے بلکہ پیشانی کا زمین پر ٹیکنا بھی ضروری ہے۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور بعض فقہاء مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چہرے کا کوئی بھی حصہ بہ نیت تعظیم سے زمین پر رکھ دینے سے سجدہ ہو جائے گا۔ البتہ رخسار یا ٹھوڑی زمین پر رکھنے سے سجدہ نہیں ہوگا۔ اس توضیح کے مطابق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناک یا پیشانی دونوں میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر رکھنے سے سجدہ ہو جائے گا لیکن مکروہ ہوگا۔

جمہور اور صاحبین کے مؤقف کے مطابق اقتصار علی الانف جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا

ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرتے تھے اور اس کا خلاف ثابت نہیں ہے۔شوافع، بعض فقہاء مالکیہ اور صاحبین کے نزدیک اقتصار علی الجبھة جائز ہے لیکن اقتصار علی الانف جائز نہیں ہے۔انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے سات اعضاء بھی سجدہ ریز ہوتے ہیں: اس کا چہرہ، اس کے دونوں ہاتھ، اس کے دونوں گھٹنے اور اس کے دونوں قدم۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ قرآن کریم میں لفظ ''سجود'' استعمال ہے، جس کا مفہوم ہے ''وضع الوجہ علی الارض'' یعنی چہرے کا زمین پر رکھ دینا، لہٰذا اقتصار علی الانف یا اقتصار علی الجبھة سے یہ مفہوم ادا ہوسکتا ہے لیکن حضرت امام صاحب کا یہ قول قدیم ہے۔بعد میں آپ کا حضرت امام مالک اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف رجوع ثابت ہے، جس کی بناء پر مفتی بہ قول یہی ہے کہ اقتصار علی الجبھة تو جائز ہے لیکن اقتصار علی الانف ناجائز ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل چھ ابواب میں نو احادیث کی تخریج فرمائی ہے جن میں سجدہ کی کیفیت، اعضاء سجدہ کی تعداد اور ان کے زمین پر وضع و رفع کی تفصیل بیان کی ہے۔اعضاء سجدہ سات ہیں جو یہ ہیں: دونوں قدم، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور چہرہ۔سجدہ کرتے وقت ان اعضاء کو زمین پر ٹیکنے کا اصول یہ ہے کہ جو عضو زمین کے قریب ہے پہلے اسے ٹیکا جائے گا پھر علی ھذا القیاس۔سجدہ سے ان اعضاء کو اٹھاتے وقت ان کا الٹ کیا جائے گا۔البتہ دوران سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے اور پیٹ کو زانوؤں سے الگ رکھا جائے اور کلائیوں کو زمین پر لگنے سے بچایا جائے گا۔دونوں قدموں کو زمین پر جما کر اور چہرے کو دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا جائے گا۔ناک اور پیشانی دونوں کو خوب زمین پر ٹیکا جائے گا۔یہ تو مرد کے سجدہ کی کیفیت ہے لیکن خواتین اپنے تمام اعضاء کو ملا کر، سکڑ کر اور زمین سے چپٹ کر سجدہ کریں گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَنْ يُّبَادَرَ الْاِمَامُ بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

باب 69: امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں جانا مکروہ ہے

259 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَحْنِ رَجُلٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَسْجُدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْجُدَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّمُعَاوِيَةَ وَابْنِ مَسْعَدَةَ صَاحِبِ الْجُيُوْشِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

259- اخرجه البخاری (212/2): كتاب الاذان: باب: متى يسجد من خلف الامام؛ حديث (690) و (271/2) باب: رفع البصر الى الامام في الصلاة حديث (747) و (345/2): باب: السجود على سبعة اعظم حديث (811) ومسلم (363/2-الابی): كتاب الصلاة: باب: متابعة الامام والعمل بعده حديث (474/198-197) وابو داؤد (224/1) كتاب الصلاة: باب: ما يؤمر به المأموم من اتباع الامام حديث (620) والنسائی (96/2) كتاب الامامة: باب: مبادرة الامام حديث (829) واحمد في "مسنده" (304-300-285-284/4) من طريق ابی اسحق عن عبدالله بن يزيد عن البراء بن عازب فذكره۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ الْبَرَاءِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَبِہٖ یَقُوْلُ اَھْلُ الْعِلْمِ اِنَّ مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ اِنَّمَا یَتْبَعُوْنَ الْاِمَامَ فِیْمَا یَصْنَعُ لَا یَرْکَعُوْنَ اِلَّا بَعْدَ رُکُوْعِہٖ وَلَا یَرْفَعُوْنَ اِلَّا بَعْدَ رَفْعِہٖ لَا نَعْلَمُ بَیْنَھُمْ فِیْ ذٰلِکَ اخْتِلَافًا

◆◆ عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں: حضرت براء رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے' اور وہ جھوٹے نہیں ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے' اور جب آپ رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تھے' تو کوئی بھی شخص اس وقت تک اپنی کمر کو نہیں جھکاتا تھا' جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں نہیں چلے جاتے تھے (جب آپ سجدے میں چلے جاتے) تو ہم سجدے میں جاتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعدہ رضی اللہ عنہ جو لشکروں کے امیر تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے' یعنی جو لوگ امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہوں' وہ امام کی پیروی کریں گے' جو وہ کرتا ہے' اور وہ امام کے رکوع میں جانے کے بعد رکوع میں جائیں گے اور امام کے سر اٹھانے کے بعد ہی سر اٹھائیں گے۔

ہمارے علم کے مطابق ان حضرات کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

شرح

مقتدی کا امام سے قبل رکوع و سجود میں جانے کی ممانعت

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ مقتدیوں پر افعال میں امام کی متابعت و پیروی ضروری ہے اور اس سے مبادرت و مسابقت کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ افعال سے مراد قیام، رکوع، سجود اور قعدہ ہے۔ البتہ اقوال میں امام کی متابعت و پیروی ضروری نہیں ہے۔ اگر مقتدی اقوال میں امام سے مسابقت و مبادرت کر لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اقوال سے مراد تکبیر، تحمید، تسمیع، تسبیحات رکوع و سجود اور قعدہ میں تشہد پڑھنا ہے۔ ان امور میں مقتدی امام سے مسابقت کر جائے تو نہ نماز فاسد ہوگی نہ ثواب میں کمی واقع ہوگی اور نہ خود گناہگار ہوگا کیونکہ ان میں مطابقت و موافقت اور متابعت ناممکن نہیں تو دشوار ضروری ہے۔ اس سلسلے میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت سے خوب رہنمائی ملتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تو رکوع کے بعد کوئی بھی شخص اس وقت تک سجدہ میں جانے کی جسارت نہیں کرتا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف نہ لے جاتے تھے۔

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر امام عمر رسیدہ یا کمزور ہو اور تبدیل ارکان میں اسے دقت پیش آتی ہو تو مقتدیوں کو چاہیے کہ احتیاط سے کام لیں اور مبادرت و مسابقت کی ہرگز کوشش نہ کریں ورنہ گناہگار بھی ہوں گے اور نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ اگر امام نوجوان یا باہمت و طاقتور ہو اور مقتدی بھی نوجوان ہوں تو تبدیل ارکان ایک ساتھ بھی کر سکتے ہیں لیکن امام کو قدرے آگے

رہنا چاہیے تاکہ کسی مقتدی کی تھوڑی سی غفلت کی بناپر نماز فاسد نہ ہو اور گناہگار بھی نہ ہو۔ امام سے مبادرت و مسابقت کے نتیجہ میں چہرہ مسخ ہو جانے کا بھی امکان ہے۔ اس سلسلے میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک معلم صاحب اپنے تلامذہ کو تعلیم دیتے تھے اور وہ ہمہ وقت اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ ایک عرصہ تک تدریس کا سلسلہ جاری رہا لیکن معلم نے تلامذہ کو اپنا چہرہ نہ دکھایا۔ ایک دن طلباء نے نہایت ادب سے جسارت کرتے ہوئے اپنے استاد محترم سے عرض کیا: حضور! آپ اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ کر ہمیں تعلیم دیتے ہیں اور چہرے کی زیارت سے ہمیں محروم رکھتے ہیں۔ استاذ محترم نے جواب دیا: عزیز طلباء! بات دراصل یہ ہے کہ میں نے یہ مسئلہ پڑھا کہ امام سے مبادرت و مسابقت سے چہرہ مسخ ہو جاتا ہے تو میں نے اس مسئلہ کو کوئی اہمیت نہ دی اور دوران نماز اپنے امام سے مسابقت کی تو قدرت نے مجھ سے انتقام لیا کہ میرا چہرہ مسخ کر دیا جو دیکھنے کے قابل نہیں ہے اور اس مجبوری کی وجہ سے اپنے چہرے پر نقاب رکھتا ہوں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۲۵)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْإِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب 70: دو سجدوں کے درمیان اقعاء (کے طور پر) بیٹھنا مکروہ ہے

260 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِىْ وَاَكْرَهُ لَكَ مَا اَكْرَهُ لِنَفْسِىْ لَا تُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

توضیح راوی: وَقَدْ ضَعَّفَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْحَارِثَ الْاَعْوَرَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُوْنَ الْاِقْعَاءَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَنَسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! میں تمہارے لیے اسی بات کو پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لیے اسی بات کو ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں، تم دو سجدوں کے درمیان اقعاء (کے طور پر) نہ بیٹھنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول اس حدیث کو ہم صرف ابواسحٰق نامی راوی کے حوالے سے، حارث کے حوالے سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول جانتے ہیں۔

280- اخرجه ابن ماجه (289/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب: الجلوس بين السجدتين حديث (895) من طريق ابى موسى و ابى اسحق عن الحارث عن على بن ابى طالب فذكره-

بعض اہلِ علم نے حارث اعور نامی راوی کوضعیف قرار دیا ہے۔
اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ ان حضرات کے نزدیک اقعاء (کے طور پر بیٹھنا) مکروہ ہے۔
اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْإِقْعَاءِ

باب 71: اقعاء (کے طور پر بیٹھے) کی رخصت

261 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُوْلُ

متنِ حدیث: قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْاِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ قَالَ هِيَ السُّنَّةُ فَقُلْنَا اِنَّا لَنَرَاهُ جَفَاءً بِالرَّجُلِ قَالَ بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ بِالْاِقْعَاءِ بَاْسًا وَّهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ مَكَّةَ مِنْ اَهْلِ الْفِقْهِ وَالْعِلْمِ
قَالَ وَاَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُوْنَ الْاِقْعَاءَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

ابوزبیر بیان کرتے ہیں: انہوں نے طاؤس کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پاؤں پر اقعاء کے طور پر بیٹھنے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے جواب دیا: یہ سنت ہے۔ ہم نے عرض کی: ہم تو یہ سمجھتے ہیں یہ آدمی کے ساتھ زیادتی ہے' انہوں نے فرمایا: نہیں! یہ تمہارے نبی کی سنت ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے' ان حضرات کے نزدیک اقعاء کے طور پر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
مکہ سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم اور اہلِ فقہ کی یہی رائے ہے' تاہم اکثر اہلِ علم کے نزدیک دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کے طور پر بیٹھنا مکروہ ہے۔

شرح

دونوں سجدوں کے درمیان ''اقعاء'' کرنے میں مذاہب آئمہ

لفظ ''اقعاء'' کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں: (۱) کوئی شخص اپنے چیتڑوں پر بیٹھ کر اپنے پاؤں کو اس طرح کھڑا کرے کہ اس کے

261- اخرجه مسلم (431/2) كتاب المساجد و مواضع الصلاة باب: جواز الاقعاء على العقبين حديث (536/32) وابو داؤد (284/1) كتاب الصلاة: باب: الاقعاء بين السجدتين حديث (845) واحمد في "مسنده": (313/1) وابن خزيمة (338/1) حديث (680) من طريق ابي الزبير انه سمع طاوسا يقول: قلنا لابن عباس في الاقعاء على القدمين.....فذكره-

گھٹنے شانوں کے مقابل آ جائیں جبکہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک دے۔ یہ اقعاء متفقہ طور پر مکروہ ہے۔ (۲) کوئی شخص اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے کر کے اپنی ایڑیوں پر بیٹھ جائے۔ اس اقعاء میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! میں جو چیزیں اپنے لیے پسند کرتا ہوں، وہ تمہارے لیے بھی پسند کرتا ہوں اور چیز اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں وہ تمہارے لیے بھی ناپسند کرتا ہوں: "لاتقع بين السجدتين" دونوں سجدوں کے درمیان تم "اقعاء" نہ کرو۔ علاوہ ازیں یہ حدیث بھی ان کی دلیل ہے: نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الاقعاء في الصلوٰة (المستدرک للحاکم جلد اول ص ۱۱۳) راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نماز میں اقعاء کرنے سے منع فرمایا۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سجدتین کے درمیان "اقعاء" سنت ہے۔ ان کے نزدیک سجدتین کے درمیان اقعاء اور افتراش دونوں طریقے مسنون ہیں۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: ان کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اقعاء کر کے پاؤں پر بیٹھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ مسنون ہے۔ ہم نے عرض کیا: یہ تو انسان کے ساتھ زیادتی کی صورت بنتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) یہ روایت منسوخ ہے۔ (۲) یہ روایت عذر پر محمول ہے۔ (۳) یہ روایت کسی مجبوری کی صورت میں مسنون ہے۔

سوال: اس حدیث سے صورت "اقعاء" کی نفی ثابت ہوتی ہے جبکہ اس کے بعد والے باب کی حدیث سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہے؟

جواب: (۱) اقعاء پہلے مسنون تھا لیکن بعد میں منسوخ قرار پایا۔ (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عذر کی بناء پر کیا تھا جبکہ راوی نے اسے سنت کا درجہ دے دیا۔ (۳) بیان جواز کے درجہ میں ہے اور اس سے مراد نہی تنزیہی ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب 72: دو سجدوں کے درمیان کیا پڑھے؟

262 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ كَامِلٍ اَبِى الْعَلَاءِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِىْ

262- اخرجه ابو داؤد (286/1): كتاب الصلاة: باب: الدعاء بين السجدتين' حديث (850)' وابن ماجه (290/1)' كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: مايقول بين السجدتين' حديث (898)' واحمد في "مسنده": (315/1) من طريق كامل ابي العلاء' قال: حدثني حبيب بن ابي ثابت عن سعيد بن جبير عن ابن عباس' فذكره-

ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَاجْبُرْنِي وَاهْدِنِي

متن حدیث: وَارْزُقْنِي حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ عَنْ كَامِلٍ اَبِي الْعَلَاءِ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

آثارِ صحابہ: وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَّبِهِ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ يَرَوْنَ هٰذَا جَائِزًا فِي الْمَكْتُوْبَةِ وَالتَّطَوُّعِ

اختلافِ روایت: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ كَامِلٍ اَبِي الْعَلَاءِ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسجدوں کے درمیان یہ پڑھتے تھے۔

"اے اللہ! میری مغفرت کردے! مجھ پر رحم کر! میری مصیبت اور نقصان کی تلافی فرمادے! مجھے ہدایت عطا کر اور مجھے رزق عطا کر"۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے، اوراسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک فرض اور نفل نماز میں اس طرح پڑھنا جائز ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت کو کامل نامی راوی سے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

سجدتین کے درمیان دعا کرنے میں مذاہب آئمہ

سجدتین کے درمیان پڑھی جانے والی دعا یہ ہے: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ" (اے اللہ! تو میری بخشش فرما، مجھ پر رحم فرما، میری شکستگی دور کر، میری رہنمائی فرما اور مجھے رزق عطا فرما) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا سجدتین کے درمیان کی جانے والی دعا فقط فرائض میں جائز ہے یا فرائض ونوافل دونوں میں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دعا فرائض ونوافل میں پڑھی جاسکتی ہے اور اس کا پڑھنا مسنون ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دعا صرف نوافل میں پڑھی جاسکتی ہے جبکہ فرائض میں نہیں۔ حدیث باب کا انہوں نے جواب یہ دیا ہے کہ یہ روایت نوافل پر محمول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاِعْتِمَادِ فِی السُّجُوْدِ

باب 73: سجدے میں (جاتے ہوئے) سہارا لینا

263 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اشْتَكٰى بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَقَّةَ السُّجُوْدِ عَلَيْهِمْ اِذَا تَفَرَّجُوا فَقَالَ اسْتَعِيْنُوْا بِالرُّكَبِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ

اسنادِدیگر: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَيَّاشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَكَاَنَّ رِوَايَةَ هٰؤُلَآءِ اَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ اللَّيْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سجدہ کرتے ہوئے مشکل کی شکایت کی کہ انہیں اعضاء کو علیحدہ رکھنے میں دقت پیش آتی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گھٹنوں کے ذریعے مدد لو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہم صرف ابوصالح نامی راوی کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونے کے بارے میں جانتے ہیں اور یہ روایت صرف لیث نے ابن عجلان کے حوالے سے نقل کی ہے۔

اسی روایت کو سفیان بن عیینہ اور دیگر حضرات نے سُمی نامی راوی کے حوالے سے، نعمان بن ابوعیاش کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کیا ہے تاہم یہ روایت لیث سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

دورانِ سجدہ کہنیاں ٹیکنے کا مسئلہ

گزشتہ صفحات میں سجدہ کی کیفیت لکھی جا چکی ہے کہ دورانِ سجدہ بازوؤں کو پہلوؤں سے، پیٹ کو زانوؤں سے اور کہنیوں کو زمین سے الگ رکھا جائے گا جبکہ چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا جائے گا۔ اگر کوئی شخص طویل سجدہ کرتا ہے اور اس میں دقت محسوس کرتا ہو تو وہ اپنے بازوؤں کو زمین پر ٹیک کر آسانی وسہولت کی صورت پیدا کرسکتا ہے۔ حدیث باب میں بھی یہی آسانی اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ

263- اخرجه ابو داؤد (1/300) كتاب: الصلاة باب: الرخصة في ذلك للضرورة حديث (902) واحمد في "مسنده": (2/339) من طريق ابي عجلان عن سمي عن ابي صالح عن ابي هريرة فذكره-

تعالیٰ عنہم نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی کہ اعضاء کو الگ اور علیحدہ رکھنے کی صورت میں انہیں دقت ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ اپنے گھٹنوں سے مدد لے سکتے ہو۔''

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ النُّهُوضُ مِنَ السُّجُوْدِ

باب 74: سجدے سے کس طرح اٹھا جائے؟

264 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَكَانَ اِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اِسْحٰقُ وَبَعْضُ اَصْحَابِنَا

توضیحِ راوی: وَمَالِكٌ يُكْنٰى اَبَا سُلَيْمَانَ

◆◆ حضرت مالک بن حویرث لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا جب آپ طاق رکعت (یعنی پہلی، تیسری) ادا کرتے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوتے تھے جب تک پہلے اچھی طرح بیٹھ نہ جاتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مالک بن حویرث سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے اسحاق بن راہویہ اور ہمارے بعض اصحاب نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

مالک نامی راوی کی کنیت ''ابوسلیمان'' ہے۔

بَابُ مِنْهُ اَيْضًا

باب 75: بلاعنوان

265 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ اِلْيَاسَ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْاَمَةِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

264- اخرجه البخاری (352/2): كتاب الاذان، باب: من استوى قاعدا فى وتر من صلاته ثم نهض، حديث (823) وابو داؤد (284/1): كتاب الصلاة، باب: النهوض فى الفرد، حديث (844) والنسائى (234/2) كتاب التطبيق، باب: الاستواء للجلوس عند الرفع من السجدتين، حديث (1151) وابن خزيمة (341/1) حديث (686) من طريق هشيم، قال: اخبرنا خالد الحذاء، عن ابى قلابة عن مالك بن الحويرث الليثى فذكره۔

متن حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَضُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُوْنَ اَنْ يَّنْهَضَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ

توضیح راوی: وَخَالِدُ بْنُ اِلْيَاسَ هُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ قَالَ وَيُقَالُ خَالِدُ بْنُ اِيَاسٍ اَيْضًا وَّصَالِحٌ مَوْلَى التَّوْاَمَةِ هُوَ صَالِحُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ وَّاَبُوْ صَالِحٍ اسْمُهُ نَبْهَانُ وَهُوَ مَدَنِيٌّ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (سجدے سے) اٹھتے ہوئے اپنے پاؤں کے اگلے حصے کے سہارے اٹھا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث پر اہلِ علم کے نزدیک عمل کیا جائے گا۔ ان حضرات نے اس بات کو اختیار کیا ہے: آدمی نماز کے دوران اپنے پاؤں کے اگلے حصے پر زور دیتے ہوئے اٹھے۔

اس روایت کا راوی خالد بن الیاس محدثین کے نزدیک ضعیف ہے' ایک قول کے مطابق اس کا نام خالد بن ایاس ہے۔

اس روایت کے ایک راوی صالح مولی توامہ' یہ صالح بن ابوصالح ہیں اور ابوصالح کا نام نبہان ہے' اور یہ مدینہ کے رہنے والے ہیں۔

شرح

سجدہ سے اٹھنے کا مسئلہ

دوران نماز سجدہ سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر نہیں اٹھنا چاہیے بلکہ گھٹنوں کے سہارے کھڑا ہونا چاہیے۔ عذر یا مجبوری یا ضعف و کمزوری کی وجہ سے بغیر سہارا کے کوئی شخص کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو وہ اپنے بازوؤں کے سہارے کھڑا ہو سکتا ہے۔ البتہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ کسی سہارے کے بغیر کھڑا ہو یا جائے۔ حدیث باب میں یہ مضمون بیان ہوا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ جب آپ طاق عدد رکعت پڑھتے تو اچھی طرح بیٹھے بغیر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ ہاتھوں کے سہارا کے علاوہ پاؤں کے سہارا کے ساتھ بھی اٹھا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّشَهُّدِ

باب 76: تشہد کا بیان

266 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ ابْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

265- اخرجه الزيلعي في "نصب الراية" (389/1) كتاب الصلاة' الحديث السابع والثلاثون وعزاه لابن عدي في الكامل' واعله بخالد' واسند تضعيفه عن البخاري' والنسائي واحمد۔

متن حدیث: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدْنَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَنْ نَّقُولَ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَّأَبِي مُوسٰى وَعَائِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ وَّهُوَ أَصَحُّ حَدِيثٍ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّشَهُّدِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدَ وَإِسْحٰقَ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسٰى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ خُصَيْفٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اخْتَلَفُوا فِي التَّشَهُّدِ فَقَالَ عَلَيْكَ بِتَشَهُّدِ ابْنِ مَسْعُودٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے: جب ہم دو رکعات پڑھنے کے بعد بیٹھ جائیں تو یہ پڑھیں:

''ہر طرح کی جسمانی اور مالی عبادات' اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں' اے نبی! آپ پر سلام نازل ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں' ہم پر بھی سلام ہو' اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو' میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اس کے خاص بندے' اور رسول ہیں''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث' اس کے علاوہ دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے' اور یہ تشہد کے بارے میں منقول سب سے مستند حدیث ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد تابعین سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم نے اس پر عمل کیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

احمد بن محمد نے اپنی سند کے حوالے سے' خصیف کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! تشہد کے الفاظ کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ابن مسعود (کے حوالے سے منقول) تشہد کو اختیار کرو۔

266- اخرجه ابو داؤد (319/1) كتاب: الصلاة باب: التشهد حديث (970) والنسائي (2/239-240) كتاب التطبيق باب: كيف التشهد الاول واحمد في "مسنده": (1/422-450) والدارمي (1/309) كتاب الصلاة: باب: في التشهد من طريق الاسود بن يزيد وعلقمة عن عبدالله بن مسعود فذكره.

267 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّطَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْاٰنَ فَكَانَ يَقُوْلُ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ حُمَيْدٍ الرُّؤَاسِىُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ نَحْوَ حَدِيْثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَّرَوٰى اَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ الْمَكِّىُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ وَّهُوَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

مذاہبِ فقہاء: وَذَهَبَ الشَّافِعِىُّ اِلٰى حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِى التَّشَهُّدِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اسی طرح تشہد سکھایا کرتے تھے جیسے آپ ہمیں قرآن کی تعلیم دیتے تھے آپ یہ پڑھتے تھے۔

''تمام برکت والی تعریفیں، نمازیں اور پاکیزگیاں (یعنی جسمانی اور مالی عبادتیں) اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اے نبی! آپ پر سلام ہو آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور اس کی برکتیں ہوں ہم پر بھی سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی (سلام ہو) میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

عبدالرحمٰن بن حمید رواسی نے اس حدیث کو حضرت ابوزبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے جس طرح لیث ابن سعد نے اسے نقل کیا ہے۔

ایمن بن نابل مکی نے اس روایت کو ابوزبیر کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے تاہم یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تشہد کے الفاظ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کو اختیار کیا ہے۔

267-اخرجه مسلم (352/2- النووى): كتاب الصلاة' باب: التشهد فى الصلاة' حديث (403/60)' وابو داؤد (320/1)' كتاب الصلاة: باب: التشهد' حديث (974)' وابن ماجه (291/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: ماجاء فى التشهد' حديث (900)' والنسائى (242/2) كتاب: التطبيق' باب: نوع آخر من التشهد واحمد فى "مسنده": (292/1)' وابن خزيمة (349/1) حديث (705) من طريق الليث بن سعد عن ابى الزبير' عن سعيد بن جبير' و طاوس عن ابن عباس فذكره- واخرجه مسلم (352/2- النووى) كتاب الصلاة' باب: التشهد فى الصلاة' حديث (403/61)' والنسائى (41/3): كتاب السهو' باب: كيف التشهد! واحمد فى "مسنده" (315/1) من طريق يحيى بن آدم قال: حدثنا عبدالرحمن بن حميد' قال: حدثنا ابو الزبير عن طاوس عن ابن عباس' فذكره مختصراً' ولم يذكر سعيد بن جبير-

شرح

تشہد کی افضلیت میں مذاہب آئمہ

تمام آئمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ بھی "تشہد" پڑھی جائے جائز ہے۔ تشہد کے الفاظ بیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہیں۔ چند الفاظ کی تبدیلی کے علاوہ باقی تشہد کے الفاظ یکساں ہیں۔ افضلیت کے اعتبار سے اس میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس تشہد کی تعلیم دی ہے: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ الخ

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ "تشہد فاروقی" افضل ہے، جو یہ ہے: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ الخ (باقی الفاظ تشہد مسعودی کی مثل ہیں)

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ "تشہد ابن عباس" کو ترجیح دیتے ہیں، جو زیر بحث باب کے آئندہ باب کی روایت میں بایں الفاظ منقول ہے: اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سَلَامٌ عَلَيْنَا الخ (باقی تشہد مسعودی کی مثل ہے)

تشہد مسعودی کے افضل ہونے کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

۱- تشہد مسعودی اصح ہے، جس کی تصریح حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

۲- اس تشہد کی تعلیم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر انہیں دی۔

۳- تشہد مسعودی کے الفاظ تمام کتب صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس "تشہد" میں ایک لفظ کی بھی ترمیم واضافہ نہیں کیا۔

(کما صرح الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی المؤطا)

۵- اس کا ثبوت صیغہ امر کے ساتھ ملتا ہے۔ کسی روایت میں ہے: قُوْلُوْا، کسی میں: فَلْيَقُلْ اور کسی میں: فَقُوْلُوْا، کے الفاظ منقول ہیں۔

کتب احناف میں تحریر ہے کہ تشہد مسعودی واقعہ معراج کے حوالے سے بطور حکایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ الخ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور جواب یوں فرمایا گیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے یوں کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ۔

احناف کے نزدیک فرائض، واجبات، سنن اور نوافل کے ہر قعدہ میں "تشہد" پڑھنا واجب ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهٗ يُخْفِي التَّشَهُّدَ

باب 77: پست آواز میں تشہد پڑھنا

268 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يُخْفِيَ التَّشَهُّدَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ بات سنت ہے: پست آواز میں تشہد پڑھا جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

شرح

تشہد وغیرہ آہستہ پڑھنے کا مسئلہ

اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ قعدہ میں تشہد، درود پاک اور ادعیہ کو پست آواز سے پڑھا جائے گا۔ انہیں پست آواز میں پڑھنا مسنون ہے۔ زیر بحث حدیث میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے: تشہد کو پست آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔

کچھ لوگوں نے اس روایت کو غریب قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث حسن کے درجہ میں ہے۔ اس طرح اس سے مسئلہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اس مسئلہ پر تمام آئمہ وفقہاء کا عمل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ الْجُلُوْسُ فِي التَّشَهُّدِ

باب 78: تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

269 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ الْجَرْمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِيْ

268- اخرجه ابو داؤد (324/1) كتاب الصلاة' باب: اخفاء التشهد' حديث (986)' وابن خزيمة (349/1) حديث (706) من طريق عبدالله بن سعيد الكندى عن ابى سعيد الاشج' قال: حدثنا يونس بن بكير عن محمد بن اسحق' عن عبدالرحمن بن الاسود' عن ابيه عن عبدالله بن مسعود عن ابيه' فذكره-

لِلتَّشَهُّدِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى يَعْنِيْ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَابْنِ الْمُبَارَكِ

◆◆ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا میں نے یہ سوچا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اچھی طرح جائزہ لوں گا' جب آپ تشریف فرما ہوئے (راوی کہتے ہیں) یعنی تشہد میں (بیٹھے) تو آپ نے اپنے بائیں پاؤں کو بچھا دیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرلیا (راوی کہتے ہیں) یعنی بائیں زانوں کے بل (بیٹھے) اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرلیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ کا یہی قول ہے۔

270 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنِيْ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ السَّاعِدِيُّ قَالَ

متنِ حدیث: اجْتَمَعَ اَبُوْ حُمَيْدٍ وَّاَبُوْ اُسَيْدٍ وَّسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَذَكَرُوْا صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ يَعْنِيْ لِلتَّشَهُّدِ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنٰى عَلٰى قِبْلَتِهِ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَكَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاُصْبُعِهِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَبِهِ يَقُوْلُ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا يَقْعُدُ فِي التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ عَلٰى وَرِكِهِ وَاحْتَجُّوْا بِحَدِيْثِ اَبِيْ حُمَيْدٍ قَالُوْا يَقْعُدُ فِي التَّشَهُّدِ الْاَوَّلِ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ الْيُمْنٰى

269– اخرجه ابو داؤد (251/1): كتاب الصلاة' باب: رفع اليدين في الصلاة حديث (727-726)' (315/1) باب: كيف الجلوس في التشهد! حديث (957)' والبخاري في "رفع اليدين" (26-30-71)' والنسائي (126/2): كتاب : الافتتاح' باب: موضع اليمين من الشمال في الصلاة' و (211/2) كتاب التطبيق' باب: مكان اليدين من السجود' و (236/2)باب: موضع اليدين عند الجلوس للتشهد الاول' و (34/3): كتاب السهو' باب: صفة الجلوس في الركعة التي يقضي فيها الصلاة' و (35/3): باب موضع المرفقين' و (37/3): باب: قبض الثنتين من اصابع اليد اليمنى وعقد الوسطى والابهام منها' وابن ماجه (266/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: وضع اليمين على الشمال في الصلاة' حديث (810)' و (281/1) باب: رفع اليدين اذا ركع' واذا رفع راسه من الركوع' حديث (867)' واحمد في "مسنده": (316/4 -317 -318 -319)' والدارمي (314/1): كتاب: الصلاة' باب: صفة صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم' والحميدي (98/2) حديث (885)' وابن خزيمة (243-242/1) حديث (477-478-479-480)' و (323/1) حديث (641)' و (343/1) حديث (690-691)' و (346-345/1) حديث (697 -698)' و (354-353/1) حديث (714-713) من طريق ابن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر فذكره۔

◄◄ حضرت عباس بن سہل ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوحمید، حضرت ابواسید، حضرت سہل بن سعد، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے ان حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا تذکرہ کیا' تو حضرت ابوحمید نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں، میں آپ سب کے مقابلے میں زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے' راوی کہتے ہیں یعنی تشہد کے لیے (بیٹھے)، تو آپ نے اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیا اور آپ نے اپنے دائیں پاؤں کے اگلے حصے کو قبلہ کی سمت میں کھڑا کرلیا' پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے پر رکھا اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھا اور اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ کیا۔

راوی کہتے ہیں: یعنی شہادت کی انگلی کے ذریعے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ حضرات یہ بیان کرتے ہیں: آدمی آخری تشہد میں اپنی سرین کے بل بیٹھے گا۔ ان حضرات نے حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

یہ حضرات یہ کہتے ہیں: آدمی پہلے والے تشہد میں بائیں پاؤں کے بل بیٹھے گا' اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرے گا۔

شرح

قعدہ میں بیٹھنے کی کیفیت میں مذاہب آئمہ

قعدہ میں بیٹھنے کی کیفیت میں مسنون افتراش ہے یا تورک؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دونوں قعدوں میں سنت طریقہ افتراش ہے۔ افتراش سے مراد ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے جبکہ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے۔ آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ میں افتراش کی شکل پسند فرماتے تھے، آپ اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قعدہ کی کیفیت افتراش بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت انس اور حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ''تورک'' کی شکل میں قعدہ کرنے کی ممانعت بیان ہوئی ہے۔

۲۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں قعدوں میں ''تورک'' کی شکل میں بیٹھنا سنت ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں محض ''تورک'' کا ذکر ہے۔

۳۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قعدہ اولیٰ میں افتراش مسنون ہے جبکہ قعدہ ثانیہ میں تورک۔ پھر دونوں کے مابین قدرے اختلاف ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ قعدہ اولیٰ میں افتراش مسنون قرار

دیتے ہیں جبکہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ضابطہ ہے کہ جس قعدہ کے بعد سلام ہو، اس میں تورک ہے ورنہ افتراش۔ دونوں امام ہی اپنے اپنے مؤقف کو مسنون قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں آخری قعدہ میں ''تورک'' کی حالت بیان کی گئی ہے۔

حالت تورک کی توضیح: تورک کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) یہ ہے کہ نمازی اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو اس کے نیچے سے دائیں جانب نکال دے اور اپنی سرین پر بیٹھ جائے۔ یہ کیفیت حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان کی گئی ہے۔ (۲) یہ ہے کہ نمازی قعدہ کی حالت میں اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر اور اپنی سرین پر بیٹھ جائے۔

احناف کی طرف سے تمام آئمہ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ان روایات کو عذر پر محمول کیا جائے گا، لہٰذا ان سے مسائل اخذ کرنا اور مسائل ثابت کرنا ناجائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْإِشَارَةِ فِي التَّشَهُّدِ

باب 79: تشہد میں اشارہ کرنا

271 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَيَحْيَى بْنُ مُوْسٰى وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهٖ وَرَفَعَ اِصْبَعَهُ الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ الْيُمْنٰى يَدْعُو بِهَا وَيَدُهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهٖ بَاسِطَهَا عَلَيْهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَنُمَيْرٍ الْخُزَاعِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ حُمَيْدٍ وَّوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ يَخْتَارُوْنَ الْاِشَارَةَ فِي التَّشَهُّدِ وَهُوَ قَوْلُ اَصْحَابِنَا

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران جب بیٹھتے تھے' تو آپ اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو اٹھا کر دعا کرتے تھے' آپ اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور

271– اخرجه مسلم (503/2- الابی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: صفة الجلوس في الصلاة و كيفية وضع اليدين على الفخذين' حديث (580/114) وابن ماجه (295/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: الاشارة في التشهد حديث (913)' والنسائي (37/3) كتاب السهو: باب بسط اليسرى على الركبة' واحمد في "مسنده": (131/2-147)' والدارمي (308/1): كتاب الصلاة: باب: الاشارة في التشهد وابن خزيمة (355/1) حديث (717) من طريق نافع عن ابن عمر فذكره۔

اس کی انگلیاں سیدھی رکھتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، حضرت نمیر خزاعی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف عبیداللہ بن عمر نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں وہ بھی صرف اسی ایک سند کے ذریعے۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ان حضرات نے تشہد کے درمیان اشارہ کرنے کو اختیار کیا ہے۔

ہمارے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

شرح

قعدہ میں اشارہ بالسبابہ کا مسئلہ

اس بات پر تمام آئمہ وفقہاء کا اتفاق ہے کہ قعدہ میں تشہد کے دوران اشارہ بالسبابۃ مسنون ہے، اس سلسلے میں روایات کثیر ہیں جو حدتواتر وشہرت کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اشارہ بالسبابہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ابہام اور وسطی دونوں کا حلقہ بنایا جائے اور سبابہ انگلی کے ساتھ اشارہ کیا جائے۔ یہ اشارہ فقرہ: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کے حرف نفی (لَا) پر شروع کر کے حرف اثبات (اِلَّا) پر ختم کر دیا جائے۔

سوال: بعض فقہاء کی کتب متون میں اشارہ بالسبابۃ کا ذکر نہیں ہے، نہ اس کے اثبات کا اور نہ نفی کا بلکہ کتاب ''خلاصہ کیدانی'' میں اسے مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ احناف کے نزدیک اشارہ بالسبابۃ جائز نہیں ہے؟

جواب: کسی چیز کا عدم بیان، عدم وجود کو مستلزم نہیں ہوتا۔ احناف کے ہاں اشارہ بالسبابۃ مسنون ہے اور اسلاف واخلاف کی اکثریت اس پر عمل پیرا تھی۔ جہاں تک کتاب ''خلاصہ کیدانی'' میں اسے مکروہ قرار دینے کا تعلق ہے، تو مصنف کا یہ لکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ روایات معتبرہ کے خلاف ہے جو قابل قبول یا قابل حجت نہیں ہوسکتا۔ علاوہ ازیں کتاب ''خلاصہ کیدانی'' غیر معروف اور غیر معتبر ہے۔

سوال: حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوبات میں اشارہ بالسبابۃ کا انکار کیا ہے اور اس مضمون والی احادیث کو مضطرب قرار دیا ہے؟

جواب: حدیث مضطرب تو وہ ہوتی ہے' جس کے الفاظ میں مخالفت وتعارض موجود ہو جبکہ صورتحال یہ ہے اس حوالے سے کثیر روایات ہیں جن کو جمع کرنے سے اصل مسئلہ میں اضطراب کی صورت نہیں بنتی بلکہ اس مسئلہ کی توضیح وتشریح سامنے آجاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْلِيْمِ فِي الصَّلٰوةِ

باب 80: نماز میں سلام پھیرنا

272 سندِحدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَالْبَرَاءِ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَمَّارٍ وَّوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّعَدِيِّ بْنِ عَمِيْرَةَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں: آپ دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے السلام وعلیکم ورحمة الله، السلام وعلیکم ورحمة الله پڑھا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مِنْهُ اَيْضًا

باب 81: بلاعنوان

273 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُوْرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ اَبُوْ حَفْصٍ التِّنِّيْسِيُّ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

272- اخرجه ابو داؤد (326/1): كتاب الصلاة: باب: في السلام حديث (996) والنسائي (63/3): كتاب السهو: باب: كيف السلام على الشمال وابن ماجه (296/1): كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها باب: التسليم حديث (914) واحمد في "مسنده" (390/1-408-444-448) وابن خزيمة حديث (728) من طريق ابي اسحق عن ابي الاحوص عن عبدالله بن مسعود فذكره-

273- اخرجه ابن ماجه (297/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: من يسلم تسليمة واحدة حديث (919) وابن خزيمة (360/1) حديث (729) من طريق زهير بن محمد المكي عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة فذكره-

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ فِى الصَّلٰوةِ تَسْلِيْمَةً وَّاحِدَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ يَمِيلُ اِلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ شَيْئًا

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ عَآئِشَةَ لَا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَهْلُ الشَّامِ يَرْوُوْنَ عَنْهُ مَنَاكِيْرَ وَرِوَايَةُ اَهْلِ الْعِرَاقِ عَنْهُ اَشْبَهُ وَاَصَحُّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ كَاَنَّ زُهَيْرَ بْنَ مُحَمَّدٍ الَّذِىْ كَانَ وَقَعَ عِنْدَهُمْ لَيْسَ هُوَ هٰذَا الَّذِىْ يُرْوٰى عَنْهُ بِالْعِرَاقِ كَاَنَّهٗ رَجُلٌ اٰخَرُ قَلَبُوْا اسْمَهٗ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ قَالَ بِهٖ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِى التَّسْلِيْمِ فِى الصَّلٰوةِ وَاَصَحُّ الرِّوَايَاتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمَتَانِ وَعَلَيْهِ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ

وَرَاٰى قَوْمٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ تَسْلِيْمَةً وَّاحِدَةً فِى الْمَكْتُوْبَةِ

قَالَ الشَّافِعِيُّ اِنْ شَاءَ سَلَّمَ تَسْلِيْمَةً وَّاحِدَةً وَّاِنْ شَاءَ سَلَّمَ تَسْلِيْمَتَيْنِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک مرتبہ سامنے کی طرف سلام پھیرتے تھے اور پھر ذرا سا دائیں طرف مڑ جاتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث کے ''مرفوع'' ہونے کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زہیر بن محمد نامی راوی کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے: اہلِ شام نے ان سے ایسی روایات نقل کی ہیں جو ''منکر'' ہیں اور اہلِ عراق نے ان سے مناسب روایات نقل کی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ شام نے جس زہیر بن محمد سے روایات نقل کی ہیں یہ وہ شخص نہیں ہے' جس سے اہلِ عراق نے احادیث نقل کی ہیں' گویا یہ دوسرا شخص ہے' جس کا نام انہوں نے تبدیل کر دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے نماز کے دوران سلام پھیرنے کے حوالے سے اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

تاہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول مستندترین روایت دو مرتبہ سلام پھیرنے کی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اکثر اہلِ علم کا عمل اسی روایت پر ہے (جس میں دو مرتبہ سلام پھیرنے کا تذکرہ ہے)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور دیگر اہلِ علم میں سے بعض حضرات فرض نماز میں ایک مرتبہ سلام پھیرنے کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نمازی اگر چاہے تو ایک مرتبہ سلام پھیرے اور اگر وہ چاہے تو دو مرتبہ سلام پھیرے۔

شرح

نماز کا سلام پھیرنے میں مذاہب آئمہ

نماز سے فراغت حاصل کرنے کے لیے کتنے سلام ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ امام، مقتدی اور منفرد سب کے لیے دو سلام واجب ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: "وانہ کان یسلم عن یمینہ وعن یسارہ" اس میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو سلام پھیرا کرتے تھے ایک اپنی دائیں جانب اور دوسرا بائیں طرف۔

۲-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ امام پر صرف ایک سلام واجب ہے، وہ سامنے کی جہت ہوگا۔ مقتدی کے لیے تین سلام ہیں: ایک سامنے، ایک دائیں جانب اور ایک بائیں طرف جبکہ منفرد کے لیے صرف دو سلام ہیں: ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسلم فی الصلٰوۃ تسلیمۃ واحدۃ تلقاء وجہہ" (جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۷۳) اس میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک سلام پھیرا کرتے تھے جو چہرے کی طرف ہوتا تھا۔

جمہور کی طرف سے اس دلیل کے کئی جوابات دیے گئے ہیں۔ (ا) یہ روایت ضعیف ہونے کے سبب قابل حجت نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس کی سند میں "زہیر بن محمد" نامی ایک شخص ہے جس کے بارے میں حضرت امام ترمذی اور حضرت بخاری رحمہما اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ان سے ملک شام کے منکرین حدیث روایت بیان کرتے ہیں اور ان کا اپنا تعلق بھی اہل شام سے ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ حَذْفَ السَّلَامِ سُنَّةٌ

باب 82: سلام کو حذف کرنا سنت ہے

274 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَهِقْلُ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ قُرَّةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

آثارِ صحابہ: حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ

274- اخرجه ابو داؤد (1/328)؛ كتاب الصلاة، باب حذف السلام، حديث (1004)، واحمد في "مسنده": (2/532)، وابن خزيمة (1/362) حديث (734-735)، من طريق الاوزاعي، عن قرة بن عبدالرحمن، عن الزهري، عن ابي سلمة، عن ابي هريرة، قال: "حذف السلام سنة" - قال ابو داؤد: قال عيسى: نهاني ابن المبارك عن رفع هذا الحديث، قال ابو داؤد: سمعت ابا عمير عيسى بن يونس الفاخوري الرملي قال: لما رجع الفريابي من مكة ترك رفع هذا الحديث، وقال: نهاه احمد بن حنبل عن رفعه-

قَالَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ يَعْنِيْ اَنْ لَّا يَمُدَّهٗ مَدًّا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَّهُوَ الَّذِىْ يَسْتَحِبُّهٗ اَهْلُ الْعِلْمِ وَرُوِىَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اَنَّهٗ قَالَ التَّكْبِيْرُ جَزْمٌ وَّالسَّلَامُ جَزْمٌ

توضیح راوی: وَّهِقْلٌ يُقَالُ كَانَ كَاتِبَ الْاَوْزَاعِيِّ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سلام کو حذف کرنا سنت ہے۔

علی بن حجر بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی ہے اس سے مراد یہ ہے: اس کو کھینچے نہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات نقل کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں: تکبیر میں بھی وقف کیا جائے گا' اور سلام میں بھی وقف کیا جائے گا۔

اس روایت کے راوی ہقل (بن زیاد) کے بارے میں کہا جاتا ہے یہ امام اوزاعی کے کاتب تھے۔

شرح

''حذف السلام سنة'' کا مفہوم:

اس جملہ کے متعدد مفاہیم ہیں:

۱-''ورحمة الله'' کی ''ہ'' کی حرکت ظاہر کیے بغیر وقف کی شکل میں پڑھا جائے۔

۲-''السلام علیکم و رحمة الله'' میں حروف مدہ کو زیادہ لمبا نہ کیا جائے بلکہ جس طرح خارج نماز کسی کو ''سلام'' کیا جاتا ہے، اسی انداز میں یہ الفاظ کہے جائیں۔ البتہ دائیں طرف سلام پھیرتے وقت آواز قدرے بلند اور بائیں طرف پست ہونی چاہیے۔

جو مقتدی امام کی دائیں طرف ہوں، وہ دائیں طرف سلام پھیرتے وقت دائیں جانب والے نمازیوں اور فرشتوں کی نیت کریں۔ بائیں طرف سلام پھیرتے وقت اپنے امام، نمازیوں اور فرشتوں کی نیت کریں۔ جو مقتدی امام کی بائیں طرف ہوں وہ دائیں طرف سلام پھیرتے وقت امام، نمازیوں اور فرشتوں کی نیت کریں گے اور اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرتے وقت لیکن امام کو شامل نہ کریں گے۔ جو مقتدی امام کے بالکل پیچھے بیٹھا ہو، وہ دونوں طرف سلام پھیرتے وقت نمازیوں کے ساتھ امام کی بھی نیت کرے گا۔ امام اور منفرد دونوں نماز کا سلام پھیرتے وقت دونوں طرف فرشتوں کی نیت کریں گے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ

باب 83: نماز کا سلام پھیرنے کے بعد کیا پڑھے؟

275 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَا يَقْعُدُ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَقَالَ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ ثَوْبَانَ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّأَبِيْ سَعِيْدٍ وَّأَبِيْ هُرَيْرَةَ وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوٰى خَالِدٌ الْحَذَّاءُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ نَحْوَ حَدِيْثِ عَاصِمٍ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

حدیثِ دیگر: وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد صرف اتنی دیر بیٹھتے تھے جتنی دیر میں یہ پڑھتے۔

''اے اللہ! تو سلامتی عطا کرنے والا ہے' سلامتی تجھی سے حاصل ہوتی ہے' تو برکت والا ہے' اور عزت اور بزرگی کا مالک ہے''۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی منقول ہے: آپ سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمہ پڑھا کرتے تھے۔

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں' وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اسی کی ہے، حمد اسی کے لیے

275– اخرجه مسلم (2/515-516–الابي): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب استحباب الذكر بعد الصلاة و بيان صفته' حديث (592/136)' وابو داؤد (1/474): كتاب الصلاة' باب: مايقول الرجل اذا سلم' حديث (1512)' والنسائي (3/69)' كتاب السهو: باب: الذكر بعد الاستغفار' وابن ماجه (1/298) كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: مايقال بعد التسليم' حديث (924)' واحمد في "مسنده" (6/62-184-235)' والدارمي (1/311): كتاب الصلاة: باب القول بعد السلام من طريق ابي الوليد عبدالله بن الحارث عن عائشة فذكره-

مخصوص ہے وہ زندگی دیتا ہے اور وہ موت دیتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اے اللہ! جسے تو عطا کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو نہ دینا چاہے اسے کوئی کچھ دے نہیں سکتا اور تیری مرضی کے مقابلے میں کسی کی کوشش کام نہیں آسکتی''۔

ایک روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ یہ پڑھا کرتے تھے۔

''تو پاک ہے اے پروردگار! اے عزت والے پروردگار! ہر اس چیز سے جس سے وہ (تجھے) موصوف کرتے ہیں اور سلامتی نازل ہو رسولوں پر اور ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے''۔

276 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِیُّ حَدَّثَنِیْ شَدَّادٌ اَبُوْ عَمَّارٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ ثَوْبَانُ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنْصَرِفَ مِنْ صَلَاتِهٖ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَمَّارٍ اسْمُهٗ شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تھے تو تین مرتبہ ''استغفار'' پڑھتے تھے پھر یہ پڑھتے تھے۔

''تو سلامتی عطا کرنے والا ہے اے برکت والے! اے عزت اور بزرگی کے مالک''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔ ابوعمار نامی راوی کا نام شداد بن عبداللہ ہے۔

شرح

نماز کے بعد پڑھی جانے والی ادعیہ اور اذکار ماثورہ

ایک حدیث میں دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے، جس سے بعد از نماز دعا کی فضیلت اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔ نماز سے فراغت پر بہت سی ادعیہ ماثورہ منقول وثابت ہیں لیکن زیادہ مشہور دعائیں درج ذیل ہیں:

276- اخرجه مسلم (514/2): كتاب المساجد و مواضع الصلاة باب: استحباب الذكر بعد الصلاة و بيان صفته حديث (591/135) وابو داؤد (475/1): كتاب الصلاة: باب: مايقول الرجل اذا سلم حديث (1513) والنسائي (68/3) كتاب: السهو: باب الاستغفار بعد التسليم وفي "عمل اليوم والليلة" (139) وابن ماجه (300/1) كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: مايقال بعد التسليم واحمد في "مسنده" : (279-275/5) والدارمي (311/1): كتاب الصلاة: باب: القول بعد السلام وابن خزيمة (363/1) حديث (738-737) من طريق الاوزاعي عن ابي عمار شداد (وهو ابن عبدالله) عن ابي اسماء الرحبي عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكره-

۱-لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔[1]

۲-اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔[2]

۳-اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔[3]

یہ دعائیں فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر کرنا مسنون ہیں اور منفرد بھی کر سکتا ہے۔ان الفاظ کو تبدیل کیے بغیر ان پر اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے۔پوری نماز کے بعد بھی اجتماعی وانفرادی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے فرائض کے بعد دعا مختصر ہونی چاہیے۔

سلام پھیرنے کے بعد بہت سے اذکار بھی مسنون ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-تین بار:سُبْحَانَ اللّٰهِ، تین بار:اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، چار بار:اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

۲-تین بار:اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

۳-سات بار:اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، سات بار:اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ۔

۴-اٰيَةُ الْكُرْسِيْ وغیرہ پڑھنا۔[4]

یاد رہے یہ اذکار دعا سے قبل مختصر ہونے چاہئیں اور دعا میں اختصار دعا کا حسن ہے۔نماز سے فراغت پر انفرادی طور پر جو چاہیں اور جتنے چاہیں اذکار ووظائف کر سکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِنْصِرَافِ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ

باب 84: نماز سے(فارغ ہونے کے بعد)دائیں طرف سے یا بائیں طرف سے اٹھنا

277 سندِ حدیث:حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث:كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَنْصَرِفُ عَلٰى جَانِبَيْهِ جَمِيْعًا عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَعَلٰى شِمَالِهٖ

فی الباب:وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ هُلْبٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء:وَّعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهٗ يَنْصَرِفُ عَلٰى اَيِّ جَانِبَيْهِ شَاءَ اِنْ شَاءَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاِنْ شَاءَ عَنْ يَّسَارِهٖ وَقَدْ صَحَّ الْاَمْرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] الصحیح للمسلم جلد اوّل ص۲۹۹

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری،الجامع الصحیح جلد اوّل ص۲۹۴

[3] جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۷۶

[4] بہارِ شریعت مفتی محمد امجد علی اعظمی،بہار شریعت جلد اوّل مکتبہ مدینہ ص۵۳۹

آثارِ صحابہ: وَيُرْوَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهُ قَالَ اِنْ كَانَتْ حَاجَتُهُ عَنْ يَمِيْنِهِ اَخَذَ عَنْ يَمِيْنِهِ وَاِنْ كَانَتْ حَاجَتُهُ عَنْ يَسَارِهِ اَخَذَ عَنْ يَسَارِهِ

◄► قبیصہ بن ہلب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے تو آپ دونوں طرف سے اٹھ جایا کرتے تھے، کبھی دائیں طرف سے کبھی بائیں طرف سے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ہلب سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا، یعنی نمازی جس طرف سے چاہے اس طرف سے اٹھ سکتا ہے، اگر وہ چاہے، تو دائیں طرف سے اٹھ سکتا ہے، اگر وہ چاہے، تو بائیں طرف سے اٹھ سکتا ہے، کیونکہ یہ دونوں طریقے نبی اکرم ﷺ سے مستند طور پر منقول ہیں۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: انہوں نے ارشاد فرمایا ہے: اگر اسے دائیں طرف سے اٹھنے کی ضرورت ہو، تو وہ دائیں طرف سے اٹھ جائے اور اگر بائیں طرف سے اٹھنے کی ضرورت ہو، تو بائیں طرف سے اٹھ جائے۔

شرح

نماز کا سلام پھیرنے کے بعد امام کا دائیں بائیں جانب پھرنے کا مسئلہ

جب امام نماز سے سلام پھیر کر فراغت حاصل کرے تو اس کے بیٹھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ جب امام سلام پھیر کر نماز سے فراغت حاصل کرے تو اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ دائیں یا بائیں طرف اپنا چہرہ پھیر کر بیٹھ سکتا ہے۔

زیرِ بحث حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی بیان ہوا ہے۔ آپ اکثر دائیں جانب پھر کر بیٹھا کرتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسی طرح امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجرے تھے۔ راقم الحروف کے معلم و مرشد حضور مفتی محمد عبدالغفور شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: امام نماز کا سلام پھیر کر دائیں طرف یا بائیں طرف یا نمازیوں کی طرف چہرہ کر کے بیٹھ سکتا ہے، یہ تینوں طریقے ہی مسنون ہیں۔ البتہ سیدھا قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا اور دعا کرنا خلافِ سنت ہے۔ آپ کا عمل بھی اسی طرح تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وَصْفِ الصَّلٰوةِ

باب 85: نماز کا طریقہ

278 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا قَالَ رِفَاعَةُ وَنَحْنُ

مَعَهُ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ كَالْبَدَوِيِّ فَصَلّٰى فَأَخَفَّ صَلَاتَهُ ثُمَّ انْصَرَفَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ وَعَلَيْكَ فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَفَعَلَ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَخَافَ النَّاسُ وَكَبُرَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُوْنَ مَنْ أَخَفَّ صَلَاتَهُ لَمْ يُصَلِّ فَقَالَ الرَّجُلُ فِيْ اٰخِرِ ذٰلِكَ فَأَرِنِيْ وَعَلِّمْنِيْ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُصِيبُ وَأُخْطِئُ فَقَالَ أَجَلْ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللّٰهُ ثُمَّ تَشَهَّدْ وَأَقِمْ فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْاٰنٌ فَاقْرَأْ وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللّٰهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ فَاطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ اعْتَدِلْ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ فَاعْتَدِلْ سَاجِدًا ثُمَّ اجْلِسْ فَاطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ قُمْ فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ وَإِنِ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ قَالَ وَكَانَ هٰذَا أَهْوَنَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْأَوَّلِ أَنَّهُ مَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا انْتَقَصَ مِنْ صَلَاتِهِ وَلَمْ تَذْهَبْ كُلُّهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَمَّارِ ابْنِ يَاسِرٍ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِيَ عَنْ رِفَاعَةَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

◆◆ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے' حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے' ایک شخص آپ کے پاس آیا جو دیہاتی لگ رہا تھا' اس نے نماز ادا کی اور خاصی مختصر ادا کی جب وہ پڑھ کر آیا اور اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر بھی (سلام ہو) تم واپس جاؤ اور نماز ادا کرو' کیونکہ تم نے (درحقیقت) نماز ادا نہیں کی' وہ واپس گیا اور اس نے نماز ادا کی' پھر آ کر اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' تو آپ نے فرمایا: تم پر بھی (سلام ہو) تم واپس جاؤ اور نماز ادا کرو' کیونکہ تم نے (درحقیقت) نماز ادا نہیں کی (راوی کہتے ہیں) ایسا دو مرتبہ یا شاید تین مرتبہ ہوا ہر مرتبہ وہ آتا اور آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی ارشاد فرماتے' تم پر بھی (سلام

278- اخرجه ابو داؤد (1/288- 289): كتاب الصلاة: باب: صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود' حديث (858-859-860-861) والبخاري في القراءة خلف الامام (101-102-103- 108- 110- 111- 112) والنسائي (1/20): كتاب الاذان: باب: الاقامة لمن يصلي وحده و (2/193): كتاب التطبيق: باب: الرخصة في ترك الذكر في الركوع و (2/225): باب: الرخصة في ترك الذكر في الركوع' و (2/59-60): كتاب الاذان: باب: الاقامة لمن يصلي وحده و (2/193): كتاب التطبيق: باب: الرخصة في ترك الذكر في الركوع و (2/225): باب: الرخصة في ترك الذكر في الركوع' و (3/59-60) كتاب السهو: باب: اقل ما يجزئ من عمل الصلاة' وابن ماجه (1/156): كتاب الطهارة وسننها: باب: ما جاء في الوضوء على ما امر الله تعالى' حديث (460) واحمد في "مسنده": (4/340)' والدارمي (1/305) كتاب الصلاة: باب: في الذي لا يتم الركوع والسجود' وابن خزيمة (1/302)' حديث (597) و (1/322) حديث (638) من طريق علي بن يحيى بن خلاد بن مالك بن رافع بن مالك عن ابيه رفاعة بن رافع به.

ہو) تم واپس جاؤ اور تم نماز ادا کرو کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی لوگ اس حوالے سے گھبرا گئے اور پریشانی کا شکار ہو گئے شاید جو شخص مختصر نماز ادا کرتا ہے گویا اس نے نماز پڑھی ہی نہیں اس شخص نے آخر کار عرض کی: آپ مجھے بتایئے اور مجھے سکھایئے' کیونکہ میں انسان ہوں میں صحیح کام بھی کر لیتا ہوں اور غلطی بھی کر لیتا ہوں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے! جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو' تو وضو کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کے بارے میں حکم دیا ہے' پھر تم کلمہ شہادت پڑھو' پھر کھڑے ہو جاؤ' اگر تمہیں قرآن آتا ہو' تو اس کی تلاوت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو' اس کی بڑائی کا تذکرہ کرو لَآ اِلٰــــہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو پھر رکوع کرو اور اطمینان سے رکوع کرو' پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر سجدے میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو' پھر بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ' پھر کھڑے ہو جاؤ جب تم ایسا کر لو گے' تو تم نے اپنی نماز کو مکمل کر لیا اور اگر تم نے اس میں سے کسی چیز کی کمی کی' تو تمہاری نماز میں سے وہ کمی ہو جائے گی۔ راوی بیان کرتے ہیں: لوگوں کے لیے پہلی کے مقابلے میں یہ چیز آسان تھی کہ جو شخص اس حوالے سے کوئی کمی کرے گا اس کی نماز میں اس حساب سے کمی ہو جائے گی اس کی پوری نماز ضائع نہیں ہو گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

279 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَصَلّٰى كَمَا كَانَ صَلّٰى ثُمَّ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

279- اخرجه البخاری (276/2): كتاب الاذان: باب: وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات كلها فی الحضر والسفر' وما يجهر فيها وما يخافت' حديث (757)' و (793/2): باب: امر النبی صلی اللّٰه عليه وسلم الذی لا يتم ركوعه بالاعادة' حديث (793)' و (39/11) كتاب: الاستئذان: باب: من رد فقال: عليك السلام حديث (6252)' و مسلم (339/2) - النووی): كتاب الصلاة باب: وجوب قراءة الفاتحة فی كل ركعة وانه اذا لم يحسن الفاتحة ولا امكنه تعلمها قرا ما تيسر له من غيرها' حديث (397/45) واخرجه البخاری فی "القراءة خلف الامام (113)' وابو داؤد (287/1): كتاب الصلاة: باب: صلاة من لا يقيم صلبه فی الركوع والسجود' حديث (856)' والنسائی (124/2) كتاب الافتتاح: باب: فرض التكبيرة الاولی' واحمد فی "مسنده" (437/2)' وابن خزيمة (224/1) حديث (461)' و (299/1) حديث (590) من طريق يحيی بن سعيد' عن عبيدالله بن عمر' عن سعيد المقبری' عن ابيه عن ابی هريرة فذكره- واخرجه البخاری (38/11) كتاب الاستئذان: باب: من رد فقال عليك السلام' حديث (6251)' و (557/11) كتاب الايمان والنذور: باب: اذ حنث ناسيا فی الايمان حديث (6667)' و مسلم (339/2- النووی): كتاب الصلاة: باب: وجوب قراءة الفاتحة فی كل ركعة وانه اذا لم يحسن الفاتحة ولا امكنه تعلمها قرا ما تيسر له من غيرها' حديث (397/46)' وابن ماجه (336/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: اتمام الصلاة حديث (1060) و (1218/2): كتاب الادب: باب رد السلام حديث (3295)' وابن خزيمة (232/1) حديث (454) من طريق عبيدالله بن عمر' عن سعيد بن ابی سعيد المقبری' عن ابی هريرة ليس فيه: (عن ابيه) وزاد فيه" فاذا فعلت هذا فقد تمت صلاتك ثم استقبل القبلة فكبر" وساق نحوه-

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَ هٰذَا فَعَلِّمْنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَّافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف سند: قَالَ وَقَدْ رَوٰى ابْنُ نُمَيْرٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَرِوَايَةُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَصَحُّ

توضیح راوی: وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ قَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَرَوٰى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبُوْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ اسْمُهُ كَيْسَانُ وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ يُكْنٰى أَبَا سَعْدٍ وَّكَيْسَانُ عَبْدٌ كَانَ مُكَاتَبًا لِبَعْضِهِمْ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے ایک شخص بھی مسجد میں آیا اس نے نماز ادا کی' پھر وہ آیا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا: اور فرمایا: تم جاؤ اور نماز ادا کرو' کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی' وہ شخص واپس گیا' اس نے اسی طرح نماز ادا کی' جیسے پہلے ادا کی تھی' پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اس نے آپ کو سلام کیا' آپ نے (سلام کا) جواب دیا: اور فرمایا: تم واپس جاؤ اور نماز ادا کرو' کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی' یہاں تک کہ ایسا اس نے تین مرتبہ کیا اس شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے' میں اس سے زیادہ اچھی نماز ادا نہیں کر سکتا' آپ مجھے تعلیم دیجئے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو' تو تم تکبیر کہو' پھر قرأت کرو جتنا قرآن تمہیں آتا ہو اسے پڑھ لو' پھر رکوع میں جاؤ اور اطمینان سے رکوع کرو' پھر سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر سجدے میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو' پھر اٹھو اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ' تم اپنی پوری نماز میں اسی طرح ادا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابن نمیر نے اس حدیث کو عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے، سعید مقبری کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

انہوں نے اس روایت میں اپنے والد کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

یحییٰ بن سعید نے عبیداللہ بن عمر سے جو روایت نقل کی ہے' وہ زیادہ مستند ہے' کیونکہ سعید مقبری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں اور انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث نقل کی ہیں۔

ابوسعید المقبری کا نام کیسان ہے' اور سعید مقبری کی کنیت ابوسعد ہے۔ کیسان ایک غلام تھے وہ ایک شخص کے مکاتب تھے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 86: (بلاعنوان)

280 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا

عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ

متنِ حدیث: عَنْ اَبِىْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ سَمِعْتُهُ وَهُوَ فِىْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمْ اَبُوْ قَتَادَةَ بْنُ رِبْعِيٍّ يَّقُوْلُ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مَا كُنْتَ اَقْدَمَنَا لَهٗ صُحْبَةً وَّلَا اَكْثَرَنَا لَهٗ اِتْيَانًا قَالَ بَلٰى قَالُوْا فَاعْرِضْ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ اعْتَدَلَ قَائِمًا وَّرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَرَكَعَ ثُمَّ اعْتَدَلَ فَلَمْ يُصَوِّبْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُقْنِعْ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاعْتَدَلَ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِىْ مَوْضِعِهٖ مُعْتَدِلًا ثُمَّ اَهْوٰى اِلَى الْاَرْضِ سَاجِدًا ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ جَافٰى عَضُدَيْهِ عَنْ اِبْطَيْهِ وَفَتَخَ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ ثَنٰى رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ عَلَيْهَا ثُمَّ اعْتَدَلَ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِىْ مَوْضِعِهٖ مُعْتَدِلًا ثُمَّ اَهْوٰى سَاجِدًا ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ ثَنٰى رِجْلَهٗ وَقَعَدَ وَاعْتَدَلَ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِىْ مَوْضِعِهٖ ثُمَّ نَهَضَ ثُمَّ صَنَعَ فِى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا صَنَعَ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ صَنَعَ كَذٰلِكَ حَتّٰى كَانَتِ الرَّكْعَةُ الَّتِىْ تَنْقَضِىْ فِيْهَا صَلَاتُهٗ اَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى شِقِّهٖ مُتَوَرِّكًا ثُمَّ سَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: قَالَ وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ وَرَفَعَ يَدَيْهِ اِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ يَعْنِىْ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْحُلْوَانِىُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ النَّبِيْلُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ فِىْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ قَتَادَةَ بْنُ رِبْعِيٍّ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ بِمَعْنَاهُ

280- اخرجه البخاری (355/2) : کتاب الاذان: باب: سنة الجلوس فی التشہد' حدیث (828)' وفی "رفع الیدین" (3-4)' وابو داؤد (1/252 -253) کتاب الصلاة: باب: افتتاح الصلاة' حدیث (730-731-732)' و (1/316-317): باب: من ذکر لا تورك فی الرابعة حدیث (963-964-965)' والنسائی (187/2): کتاب التطبیق' باب: الاعتدال فی الرکوع' و (211/2) باب: فتح اصابع الرجلین فی السجود' و (2/3): کتاب السہو: باب: رفع الیدین فی القیام الی الرکعتین الاخریین و (34/3): باب: صفة الجلوس فی الرکعة التی یقضی فیہا الصلاة' وابن ماجه (264/1): کتاب اقامة الصلاة والسنة فیہا: باب: افتتاح الصلاة' حدیث (803) و (280/1): باب: رفع الیدین اذا رکع' واذا رفع راسه من الرکوع' حدیث (862)' و (337/1): باب: اتمام الصلاة' حدیث (1061)' واحمد فی "مسنده" : (424/5)' وابن خزیمة (927/1) حدیث (587)' و (298/1) حدیث (588)' و (317/1) حدیث (625)' و (324/1) حدیث (643)' و (327/1) حدیث (652)' و (337/1) حدیث (677)' و (341/1) حدیث (685)' و (347/1) حدیث (700) والدارمی (1/299-300) کتاب الصلاة: باب: التجافی فی الرکوع' و (1/313-314) باب: صفة صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من طریق محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی فذکره۔

وَزَادَ فِيْهِ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ هٰذَا الْحَرْفَ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا صَلّٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: زَادَ اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ هٰذَا الْحَرْفَ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا صَلّٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► محمد بن عمرو بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ فرماتے ہوئے سنا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک حضرت ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوحمید نے فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں آپ سب کے مقابلے میں زیادہ بہتر جانتا ہوں' دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: نہ تو آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پرانا تعلق حاصل ہے' اور نہ ہی آپ بکثرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا ہی ہے (لیکن پھر بھی میری بات درست ہے) ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا پھر آپ پیش کیجئے۔ انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے' تو بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے' پھر آپ اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے' یہاں تک کہ انہیں کندھوں تک اٹھا لیتے تھے۔ پھر جب آپ نے رکوع میں جانا ہوتا تھا' تو آپ دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے' یہاں تک کہ انہیں کندھوں تک اٹھاتے تھے' پھر آپ اللہ اکبر کہتے تھے اور رکوع میں چلے جاتے تھے' پھر اعتدال کے ساتھ رکوع کرتے تھے' آپ اس میں اپنے سر کو اٹھاتے بھی نہیں تھے اور جھکاتے بھی نہیں تھے آپ اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے تھے' پھر آپ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے' اور بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے' یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے مخصوص مقام پر آ جاتی تھی پھر آپ سجدے میں جانے کے لیے زمین کی طرف جھکتے تھے' پھر آپ اللہ اکبر کہتے تھے (سجدے میں) آپ اپنے دونوں بازوؤں کو بغلوں سے علیحدہ رکھتے تھے اور پاؤں کی انگلیاں نرمی کے ساتھ قبلہ کی طرف کیے رکھتے تھے اس کے بعد آپ بائیں پاؤں کو موڑ کر اعتدال کے ساتھ اس پر بیٹھ جاتے تھے' یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ جاتی تھی' پھر آپ سجدے کے لیے سر کو جھکاتے تھے اور اللہ اکبر کہتے تھے' اس کے بعد آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور ہر رکعت اسی طرح ادا کیا کرتے تھے' پھر آپ دو رکعات ادا کرنے کے بعد تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہوتے تھے' اور دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کیا کرتے تھے' جیسا کہ نماز کے آغاز میں کرتے تھے' پھر آپ اسی طرح کرتے رہتے' یہاں تک کہ نماز کی آخری رکعت آ جاتی تھی' اس میں آپ بائیں پاؤں کو ایک طرف نکال دیتے تھے اور سرین کے بل بیٹھ جاتے تھے اس کے بعد آپ سلام پھیر لیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوحمید کا یہ کہنا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے بعد رفع یدین کرتے تھے' اس سے مراد یہ ہے: جب آپ دو رکعات کے بعد کھڑے ہوتے تھے۔

محمد بن عمرو بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک حضرت ابوقتادہ بن ربعی بھی تھے۔ اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

تاہم اس روایت میں ابوعاصم نامی راوی نے یہ الفاظ اضافی نقل کیے ہیں' ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: آپ نے سچ کہا ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز ادا کیا کرتے تھے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعاصم ضحاک بن مخلد نامی راوی نے عبدالحمید بن جعفر کے حوالے سے ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے:

ان صحابہ کرام نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے ٹھیک کہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز ادا کیا کرتے تھے۔

شرح

نماز ادا کرنے کا مکمل طریقہ

اس باب کی روایات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے تمام اجزاء بیان کیے گئے ہیں۔ زیر بحث باب کی پہلی حدیث کا لقب ہے مسیء فی الصلوٰۃ ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اسی اثناء میں ایک اعرابی مسجد میں آیا تو اس نے نہایت عجلت کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا تو آپ نے جواب دیا۔ پھر فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی لہٰذا پھر نماز پڑھو۔ اس اعرابی نے دوبارہ نماز ادا کی پھر حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی لہٰذا پھر نماز پڑھو۔ پھر تیسری بار بھی آپ نے اسے ایسا ہی فرمایا۔ آخر اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے نماز پڑھنا سکھا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی سے فرمایا: جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو بہترین وضو کرو پھر تکبیر تحریمہ کہو، پھر قیام کرو، قرأت کرو، پھر اطمینان سے رکوع کرو، رکوع سے اٹھ کر اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ، پھر بہترین سجدہ کرو، پھر دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ پھر تم ہر رکعت اسی طرح ادا کرو۔ ہر دو رکعت کے بعد قعدہ کیا جائے اور آخری قعدہ کے بعد سلام پھیر کر نماز مکمل کی جائے۔

اس بیان کردہ طریقہ نماز میں نماز کے تمام ارکان وفرائض آ گئے ہیں۔ کسی رکن وفرض کے چھوٹ جانے سے نماز نہیں ہوتی۔
نماز کے فرائض سات ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ، (۲) قیام، (۳) قرأت، (۴) رکوع، (۵) سجود، (۶) قعدہ اخیرہ، (۷) خروج بصنعۃ۔

تمام ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی چھوٹ جانے پر نماز نہیں ہوگی۔ فرائض کو اس انداز میں ادا کیا جائے تعدیل ارکان میں کوئی نقص نہ ہونے پائے۔

سوال: حاضر ہونے والے اعرابی کو پہلی بار ہی نماز کی تعلیم کیوں نہ دی گئی؟

جواب: (۱) اعرابی نے جب اپنی غلطی تسلیم کر لی تو اسے نماز کی تعلیم دی گئی۔ (۲) جب اعرابی کی خطاء فی الصلوٰۃ عادۃً معلوم ہوگئی تو اس کی تعلیم دے دی گئی۔ (۳) اس طریقہ میں مشقت اور اس کے فوائد ونتائج حوصلہ افزاء ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِرَائَةِ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ

باب 87: صبح کی نماز میں کیا پڑھا جائے؟

281 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَّسُفْيَانَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ عَنْ عَمِّهٖ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْفَجْرِ (وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ) فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ وَّجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ وَاَبِيْ بَرْزَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ فِي الصُّبْحِ بِالْوَاقِعَةِ

حدیثِ دیگر: وَرُوِيَ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْفَجْرِ مِنْ سِتِّيْنَ اٰيَةً اِلٰى مِائَةٍ

حدیثِ دیگر: وَرُوِيَ عَنْهُ اَنَّهٗ قَرَاَ (اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ)

آثارِ صحابہ: وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى اَنِ اقْرَاْ فِي الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَعَلٰى هٰذَا الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ

◆◆ حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں "والنخل باسقات" (یعنی سورہ ق) کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی نقل کی گئی ہے: آپ نے صبح کی نماز میں سورہ واقعہ کی تلاوت کی تھی۔

آپ کے حوالے سے یہ روایت بھی منقول ہے: آپ نے فجر کی نماز میں ساٹھ سے لے کر سو تک آیات کی تلاوت کی تھی۔

281- اخرجه مسلم (352/2- الابی) : كتاب الصلاة: باب: القراءة فی الصبح ' حديث (165-166-167/457) والبخاری فی "خلق افعال العباد" (38) والنسائی (157/2) كتاب الافتتاح: باب القراءة فی الصبح بقاف ' وابن ماجه (268/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: القراءة فی صلاة الفجر ' حديث (816) ' واحمد فی "مسنده" (322/4) والحميدی فی "مسنده" (363/2) حديث (825) ' والدارمی (297/1): كتاب الصلاة: باب قدر القراءة فی الفجر ' وابن خزيمة (264/1) حديث (527) ' و (41/3) حديث (1591) من طريق زياد بن علاقة بن قطبة بن مالك فذكره-

آپ کے حوالے سے یہ بات بھی منقول ہے: آپ نے "اذا الشمس کورت" کی تلاوت کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا تھا: صبح کی نماز میں "طوال مفصل" کی تلاوت کیا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

نماز فجر کی قرأت کا مسئلہ

چار مشہور آسمانی کتابیں، چار رسولوں پر نازل کی گئیں۔ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی اور قرآن کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا میں شب قدر میں یکبارگی نازل کیا گیا۔ آسمان دنیا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بحسب ضرورت نزول کا سلسلہ شروع ہوا جو تقریباً تیئس سالوں میں مکمل ہوا۔ سب سے پہلی نازل ہونے والی آیت: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝" ہے۔ مشہور قول کے مطابق سب سے آخری نازل ہونے والی آیت: اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط قرآن کریم میں کل حروف چھپیس ہزار، الفاظ کی تعداد ستتر ہزار چار سو پچاس، آیات کی تعداد چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ، رکوعوں کی تعداد پانچ سو چالیس، منازل کی تعداد سات اور پاروں کی تعداد تیس ہے۔ سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ اور بِسْمِ اللّٰهِ کی تعداد بھی ایک سو چودہ ہے۔ سب سے پہلی سورہ فاتحہ، سب سے آخری سورت الناس، سب سے بڑی سورت البقرہ اور سب سے چھوٹی سورۃ الکوثر ہے۔ وہ سورہ جسے قرآن کا قلب قرار دیا گیا ہے وہ سورہ یٰسین ہے۔

پنجگانہ نمازوں میں قرأت کے حوالے سے تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز فجر اور نماز ظہر میں طوال مفصل (از سورہ حجرات تا سورہ بروج) نماز عصر اور نماز عشاء میں اوساط مفصل (از سورہ بروج تا سورہ بینہ) اور نماز مغرب میں قصار مفصل (از سورہ بینہ تا آخر قرآن) میں سے کوئی سورت یا ان سے آیات کی قرأت مسنون ہے۔ فجر کی نماز میں سورہ واقعہ اور سورہ اذا الشمس کورت پڑھنا مسنون ہے۔ یہ قرأت ساٹھ سے سو آیات تک ہونی چاہیے۔ شیخین کے نزدیک فجر کی پہلی رکعت لمبی اور باقی نمازوں میں دونوں رکعات کا مساوی ہونا مسنون ہے۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام نمازوں میں پہلی رکعت، دوسری رکعت سے لمبی ہونی چاہیے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک واجب ہے۔ احناف کے نزدیک فرضوں کی آخری رکعات میں سورہ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْقِرَائَةِ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

باب **88**: ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت

282 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ... عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَشِبْهِهِمَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ خَبَّابٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ قَتَادَةَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَرَاَ فِي الظُّهْرِ قَدْرَ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ

حدیث دیگر: وَرُوِيَ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُولٰى مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِيْنَ اٰيَةً وَّفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

آثار صحابہ: وَّرُوِيَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهُ كَتَبَ اِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى اَنِ اقْرَاْ فِي الظُّهْرِ بِاَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ

مذاہب فقہاء: وَرَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ كَنَحْوِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ يَقْرَاُ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَرُوِيَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ اَنَّهُ قَالَ تَعْدِلُ صَلَاةُ الْعَصْرِ بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ فِي الْقِرَاءَةِ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ تُضَاعَفُ صَلَاةُ الظُّهْرِ عَلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ فِي الْقِرَاءَةِ اَرْبَعَ مِرَارٍ

◄◄ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں سورۂ بروج اور والسماء والطارق اور اس کی مانند سورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت براء رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ ظہر کی نماز میں سورۂ ''الٓمٓ السجدہ'' کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

آپ کے بارے میں یہ بات بھی منقول ہے: آپ ظہر کی پہلی رکعت میں تیس آیات کی مقدار میں تلاوت کیا کرتے تھے' اور دوسری رکعت میں پندرہ آیات جتنی تلاوت کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا تھا تم ظہر کی نماز میں ''اوساط مفصل'' کی تلاوت کرو۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک عصر کی نماز میں بھی اتنی ہی قرأت کی جائے گی' جتنی مغرب کی نماز میں کی جاتی ہے' یعنی اس میں

282- اخرجه ابو داؤد (273/1): كتاب الصلاة: باب: قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر' حديث (805) والبخاري في جزء القراءة (296) والنسائي (166/2) كتاب الافتتاح: باب: القراءة في الركعتين الاوليين من صلاة العصر' واحمد في "مسنده" (108- 103/5 106-) والدارمي (295/1): كتاب الصلاة: باب: قدر القراءة في الظهر' من طريق حماد بن سلمة' عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة فذكره-

قصار مفصل کی تلاوت کی جائے گی۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ قرأت کے حوالے سے عصر کی نماز کو مغرب کی نماز کے برابر قرار دیتے تھے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ظہر کی نماز میں عصر کی نماز سے چار گنا زیادہ تلاوت کی جائے گی۔

شرح

نماز ظہر اور نماز عصر میں قرأت کا مسئلہ

نماز ظہر میں قرأت کے حوالے سے دو قول ہیں: (۱) طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے۔ (۲) اوساط مفصل کا پڑھنا مسنون ہے۔ نماز ظہر میں قصار مفصل پڑھنا خلاف سنت ہے۔ پہلی رکعت قدرے لمبی ہونی چاہیے۔ فرضوں کی آخرت دونوں رکعات میں قرأت نہیں ہے، البتہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا مسنون ہے۔ پہلی رکعت میں قرأت تیس آیات کی مقدار اور دوسری میں پندرہ آیات کی مقدار ہونی چاہیے۔

نماز عصر میں قرأت کے حوالے سے دو قول ہیں: (۱) اوساط مفصل کا پڑھنا مسنون ہے۔ (۲) قصار مفصل کا پڑھنا مسنون ہے۔ پہلی رکعت لمبی ہونی چاہیے۔ آخری دونوں رکعات میں صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا مسنون ہے۔ نماز ظہر اور عصر میں سورہ بروج، سورج طارق، سورہ آلم تنزیل السجدہ اور ان کی مثل سورتوں کا پڑھنا بھی ثابت ہے۔ احناف کے نزدیک ان دونوں نمازوں میں قرأت پست آواز میں کرنا واجب ہے جبکہ نماز فجر، نماز مغرب اور نماز عشاء میں بلند آواز قرأت کرنا مسنون ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِرَآئَةِ فِي الْمَغْرِبِ

باب 89: مغرب کی نماز میں قرأت کرنا

283 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُمِّهٖ اُمِّ الْفَضْلِ

متنِ حدیث: قَالَتْ خَرَجَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَاصِبٌ رَاْسَهُ فِيْ مَرَضِهٖ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ فَقَرَاَ بِالْمُرْسَلَاتِ قَالَتْ فَمَا صَلَّاهَا بَعْدُ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ

383- اخرجه البخاری (287/2): كتاب الاذان باب: القراءة فی المغرب' حديث (763)' و (736/7)' كتاب المغازی: باب: مرض النبی صلی الله عليه وسلم ووفاته' حديث (4469)' ومسلم (2/353- الابی) كتاب الصلاة: باب: القراءة فی الصبح' حديث (462/173)' وابوداؤد (274/1): كتاب الصلاة:باب: قدر القراءة فی المغرب' حديث (810)' والنسائی (168/2) كتاب الافتتاح: باب: القراءة فی المغرب بالمرسلات و مالك فی "الموطا" (78/1): كتاب الصلاة: باب: القراءة فی المغرب والعشاء' حديث (24)' واحمد فی "مسنده": (338/6 -340)' والدارمی (296/1): كتاب الصلاة' باب: فی قدر القراءة فی المغرب والحميدی فی "مسنده": (162/1) حديث (338)' وابن خزيمة (260/1) حديث (519)' وعبد بن حميد ص (458) حديث (1585) من طريق الزهری عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة عن ابن عباس عن امه ام الفضل فذكره۔

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ اَيُّوْبَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اُمِّ الْفَضْلِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَرَاَ فِي الْمَغْرِبِ بِالْاَعْرَافِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا

وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَرَاَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ

آثارِ صحابہ: وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهُ كَتَبَ اِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى اَنِ اقْرَاْ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ

وَرُوِيَ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ اَنَّهُ قَرَاَ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ

مذاہب فقہاء: قَالَ وَعَلٰى هٰذَا الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُوْلُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَذُكِرَ عَنْ مَالِكٍ اَنَّهُ كَرِهَ اَنْ يُّقْرَاَ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِالسُّوَرِ الطِّوَالِ نَحْوَ الطُّوْرِ وَالْمُرْسَلَاتِ قَالَ الشَّافِعِيُّ لَا اَكْرَهُ ذٰلِكَ بَلْ اَسْتَحِبُّ اَنْ يُّقْرَاَ بِهٰذِهِ السُّوَرِ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ سیّدہ اُمّ فضل رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے اپنی بیماری کے دوران اپنے سر مبارک پر پٹی باندھی ہوئی تھی آپ نے مغرب کی نماز ادا کی آپ نے سورہ مرسلات کی تلاوت کی اس کے بعد آپ نے (باجماعت نماز میں) شرکت نہیں کی' یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

اس بارے میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ اُمّ فضل رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ نے مغرب کی نماز میں دونوں رکعات میں سورہ اعراف پڑھی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات بھی منقول ہے: آپ نے مغرب کی نماز میں سورہ طور کی تلاوت کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ لکھا تھا: تم مغرب کی نماز میں ''قصار مفصل'' کی تلاوت کیا کرو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے مغرب کی نماز میں ''قصار مفصل'' کی تلاوت کی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ مغرب کی نماز میں طویل سورتوں کی تلاوت کو مکروہ سمجھتے تھے' جیسے سورہ طور، سورہ مرسلات۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اس بات کو مکروہ نہیں سمجھتا' بلکہ میں اس بات کو مستحب سمجھتا ہوں مغرب کی نماز میں ان

سورتوں میں سے کسی ایک سورت کی تلاوت کی جائے۔

شرح

نمازِ مغرب میں مسنون قرأت کا مسئلہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نمازِ مغرب میں سورہ اعراف، سورہ مرسلات اور سورہ طور کا کچھ حصہ بطور قرأت پڑھنا مسنون ہے کیونکہ پوری کی پوری سورت کی قرأت کرنے سے نماز طوالت کا شکار ہو جائے گی جو حسن نماز کے خلاف ہے۔ نمازِ مغرب کی پہلی دو رکعات میں باآواز قرأت کرنا واجب ہے جبکہ تیسری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے۔ حضرت اُم فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نمازِ مغرب پڑھانے کے لیے اس حالت میں تشریف لائے آپ نے سرِ مبارک پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ نے نمازِ مغرب میں سورہ مرسلات کی قرأت فرمائی۔ اس کے بعد آپ باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے تشریف نہیں لائے حتیٰ کہ چند ایام بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نمازِ مغرب میں سورہ اعراف، سورہ طور اور سورہ مرسلات مکمل کی قرأت مسنون ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورتیں پوری کی پوری بطور قرأت پڑھی ہیں۔ ان کے نزدیک نمازِ مغرب میں طویل قرأت بھی جائز ہے۔ نمازِ مغرب کو اول وقت میں ادا کرنا بھی مسنون ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِرَائَةِ فِيْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ

باب 90: عشاء کی نماز میں قرأت

284 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَنَحْوِهَا مِنَ السُّوَرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَّاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ بُرَيْدَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ فِي الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ

آثارِ صحابہ: وَرُوِيَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْعِشَاءِ بِسُوَرٍ مِّنْ اَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ نَحْوِ سُوْرَةِ الْمُنَافِقِيْنَ وَاَشْبَاهِهَا

284- اخرجه احمد في "مسنده": (354/5) والنسائي (173/2): كتاب الافتتاح: باب: القراءة في العشاء الآخرة بالشمس وضحاها من طريق الحسين بن واقد عن عبدالله بن بريدة عن ابيه فذكره-

وَرُوِيَ عَنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ اَنَّهُمْ قَرَئُوْا بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا وَاَقَلَّ فَكَاَنَّ الْاَمْرَ عِنْدَهُمْ وَاسِعٌ فِيْ هٰذَا

حکم حدیث: وَاَحْسَنُ شَيْءٍ فِيْ ذٰلِكَ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَرَاَ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ

◄► حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں "والشمس وضحها" اوراس کی مانند دیگر سورتیں تلاوت کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ عشاء کی نماز میں سورہ "والتین والزیتون" کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ عشاء کی نماز میں ''اوساط مفصل'' میں سے کوئی سورت پڑھا کرتے تھے جیسے سورہ ''منافقون'' اوراس جیسی دیگر سورتیں ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ اس سے زیادہ لمبی تلاوت بھی کرلیا کرتے تھے' اوراس سے کم بھی کرلیتے تھے' یعنی ان کے نزدیک اس حوالے سے گنجائش موجود تھی' تاہم اس بارے میں سب سے مستند چیز جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے منقول ہے' وہ یہی ہے: آپ نے "والشمس وضحها" اور "والتین والزیتون" کی تلاوت کی تھی۔

285 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِي الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں سورہ "والتین والزیتون" کی

285–اخرجه مالك فی "الموطا" : (79/1): كتاب الصلاة: باب: القراءة فی المغرب والعشاء' حديث (27)' والبخاری (292/2): كتاب الاذان باب: الجهر فی العشاء' حديث (727)' و (293/2) باب: القراءة فی العشاء' حديث (769)' و (583/8) كتاب التفسير: باب: سورة (والتين)' و (527/13) كتاب التوحيد: باب: وسمى النبی صلى الله عليه وسلم الصلاة عملا' وقال: لا صلاة لمن لم يقرا بفاتحة الكتاب حديث (7546)' ومسلم (354/2 -355- الابی) كتاب الصلاة: باب: القراءة فی العشاء' حديث (175-176 -177 /464) و ابو داؤد (390/1) كتاب الصلاة: باب: قصر قراءة الصلاة فی السفر' حديث (1221)' والنسائی (173/2): كتاب الافتتاح: باب: القراءة فيها بالتين والزيتون' وابن ماجه (272/1-273)' كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: القراءة فی صلاة العشاء' حديث (834-835) واحمد فی "مسنده": (284/4 -286 -291 -298 -302 -303 -304)' والحميدی فی "مسنده": (317/1) حديث (726)' وابن خزيمة (263/1) حديث (522)' و (41/3) حديث (1590) من طريق عدی بن ثابت عن البراء بن عازب فذكره۔

تلاوت کی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نمازِ عشاء میں مسنون قرأت کا مسئلہ

نمازِ عشاء میں بطور قرأت سورۃ الشمس، سورۃ والتین اور سورۃ المنافقون پڑھنا مسنون ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نمازِ عشاء میں اوساط مفصل کی سورتوں کی قرأت فرماتے تھے۔ سورہ والتین اور سورۃ المنافقون کی قرأت کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عشاء میں سورۃ الشمس اور سورۃ والتین کی قرأت کرتے تھے۔ نمازِ عشاء کو تاخیر سے ادا کرنا مسنون ہے۔ اس کی پہلی دو رکعت میں بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے جبکہ آخری دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا مسنون ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْقِرَائَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ

باب 91: امام کی اقتداء میں قرأت کرنا

286 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ

متنِ حدیث: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَائَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّیْ اَرَاكُمْ تَقْرَئُوْنَ وَرَآءَ اِمَامِكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِیْ وَاللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَاْ بِهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ وَاَنَسٍ وَّاَبِیْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُبَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ روایت: وَّرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ الزُّهْرِیُّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ وَهٰذَا اَصَحُّ

286- اخرجه ابو داؤد (277/1): كتاب الصلاة: باب: من ترك القراءة في صلاته بام الكتاب حديث (823) والبخاري في "القراءة خلف الامام (64 -257 -258) واحمد في "مسنده" (313/5 -316 -321 -322) وابن خزيمة (36/3) حديث (1581) من طريق محمد بن اسحق عن مكحول عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت فذكره- واخرجه ابو داؤد (278/1): كتاب الصلاة: باب: من ترك القراءة في صلاته بام الكتاب حديث (825) من طريق ابن جابر وسعيد بن عبدالعزيز وعبدالله بن العلاء عن مكحول عن عبادة فذكره ليس فيه محمود بن الربيع-

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ فِي الْقِرَائَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ يَرَوْنَ الْقِرَائَةَ خَلْفَ الْاِمَامِ

◄► حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی آپ کو قرأت کرنے میں دشواری پیش آئی جب آپ نماز پڑھ کے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے تم لوگ اپنے امام کی اقتداء میں قرأت کرتے ہو راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! جی ہاں۔ اللہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو! صرف سورہ فاتحہ پڑھ لیا کرو! کیونکہ جو شخص اسے نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبادہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اس حدیث کو زہری رحمۃ اللہ علیہ نے محمود بن ربیع کے حوالے سے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے: جو شخص سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

یہ روایت زیادہ مستند ہے' اور امام کے پیچھے قرأت کرنے کے حوالے سے' اس حدیث پر اکثر اہلِ علم کے نزدیک عمل کیا جاتا ہے جن کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین سے ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کی اقتداء میں قرأت کی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَرْكِ الْقِرَائَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ اِذَا جَهَرَ الْاِمَامُ بِالْقِرَائَةِ

باب 92: جب امام بلند آواز میں قرأت کر رہا ہو' تو اس کی اقتداء میں قرأت کو ترک کیا جائے گا

287 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ اُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَائَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَاَ مَعِيَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ اَقُوْلُ مَالِيْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَائَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلَوَاتِ

287- اخرجه ابو داؤد (278/1) كتاب الصلاة باب: من كره القراءة بفاتحة الكتاب اذا جهر الامام حديث (826- 827) والنسائي (140/2): كتاب الافتتاح: باب: ترك القراءة خلف الامام فيما جهر به وابن ماجه (276/1-277) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: اذا قرا الامام فانصتوا حديث (848-849) من طريق الزهري عن ابن اكيمة الليثي عن ابي هريرة فذكره۔

بِالْقِرَاءَةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَّابْنُ اُكَيْمَةَ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ عُمَارَةُ وَيُقَالُ عَمْرُو بْنُ اُكَيْمَةَ

اختلاف روایت: وَرَوٰى بَعْضُ اَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَذَكَرُوْا هٰذَا الْحَرْفَ قَالَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ مَا يَدْخُلُ عَلٰى مَنْ رَاَى الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْاِمَامِ لِاَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ هُوَ الَّذِي رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

حدیث دیگر: وَرَوٰى اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَّمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ فَقَالَ لَهُ حَامِلُ الْحَدِيْثِ اِنِّيْ اَكُوْنُ اَحْيَانًا وَّرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ اقْرَاْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ وَرَوٰى اَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُنَادِيَ اَنْ لَّا صَلَاةَ اِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَارَ اَكْثَرُ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ اَنْ لَّا يَقْرَاَ الرَّجُلُ اِذَا جَهَرَ الْاِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ وَقَالُوْا يَتَتَبَّعُ سَكَتَاتِ الْاِمَامِ

وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ فَرَاٰى اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمُ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْاِمَامِ

وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهُ قَالَ اَنَا اَقْرَاُ خَلْفَ الْاِمَامِ وَالنَّاسُ يَقْرَءُوْنَ اِلَّا قَوْمًا مِّنَ الْكُوْفِيِّيْنَ وَاَرٰى اَنَّ مَنْ لَّمْ يَقْرَاْ صَلَاتُهُ جَائِزَةٌ

وَشَدَّدَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ تَرْكِ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَاِنْ كَانَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَالُوْا لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ اِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَحْدَهُ كَانَ اَوْ خَلْفَ الْاِمَامِ وَذَهَبُوْا اِلٰى مَا رَوٰى عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَرَاَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ الْاِمَامِ وَتَاَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ اِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاِسْحٰقُ وَغَيْرُهُمَا وَاَمَّا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فَقَالَ مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اِذَا كَانَ وَحْدَهُ

حدیث دیگر: وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَيْثُ قَالَ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَّمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ

يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ وَرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فَهٰذَا رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اَنَّ هٰذَا اِذَا كَانَ وَحْدَهُ وَاخْتَارَ اَحْمَدُ مَعَ هٰذَا الْقِرَائَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ وَاَنْ لَّا يَتْرُكَ الرَّجُلُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَاِنْ كَانَ خَلْفَ الْإِمَامِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' جس میں آپ نے بلند آواز میں قرأت کی تھی آپ نے فرمایا: کیا ابھی تم میں سے کسی ایک نے میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! جی ہاں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی سوچ رہا تھا: کیا وجہ ہے؟ قرأت میں رکاوٹ ڈالی جارہی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں' جن نمازوں میں آپ بلند آواز میں قرأت کرتے تھے، ان میں قرأت کرنے سے باز آگئے۔ جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابن اکیمہ لیثی کا نام عمارہ ہے' اور ایک قول کے مطابق عمرو بن اکیمہ ہے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں نے اسے نقل کیا ہے' اور انہوں نے یہی الفاظ نقل کیے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جب لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی' تو لوگ قرأت کرنے سے باز آگئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے' جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ امام کی اقتداء میں قرأت کی جائے گی' کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جب کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات بھی نقل کرتے ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے' تو وہ نامکمل ہوتی ہے' پوری نہیں ہوتی۔

تو ان سے یہ حدیث سننے والے نے کہا بعض اوقات میں امام کی اقتداء میں بھی ہوتا ہوں' تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے دل میں قرأت کرلیا کرو۔

ابوعثمان نہدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں یہ اعلان کروں کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

محدثین نے اس بات کو اختیار کیا ہے: جب امام بلند آواز میں قرأت کر رہا ہو' تو مقتدی قرأت نہیں کرے گا۔ یہ حضرات یہ فرماتے ہیں: یہ شخص سکتوں کے درمیان قرأت کرلے گا۔

امام کی اقتداء میں قرأت کرنے کے حوالے سے اہلِ علم کے درمیان اختلاف ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' تابعین اور ان کے بعد آنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک امام کی اقتداء میں قرأت کی جائے گی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: میں امام کی اقتداء میں قرأت کرتا ہوں اور سبھی لوگ قرأت کرتے ہیں، صرف اہلِ کوفہ نہیں کرتے، میرا یہ خیال ہے، جو شخص (امام کی اقتداء میں) قرأت نہیں کرتا اس کی نماز درست ہوتی ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے، سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کے بارے میں، شدت سے کام لیا ہے، اگرچہ کوئی شخص امام کی اقتداء میں ہو یہ حضرات یہ کہتے ہیں: نماز اس وقت تک درست نہیں ہوگی، جب تک آدمی سورت فاتحہ نہ پڑھ لے، خواہ وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہو، یا امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو۔

ان حضرات نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے، جسے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، امام کی اقتداء میں قرأت کرنے کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تاویل کی ہے۔

''سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی''۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہے: جب آدمی تنہا ہو، تو سورہ فاتحہ کے بغیر اس کی نماز نہیں ہوتی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا: جو شخص ایک رکعت ادا کرے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے، تو اس نے نماز ادا کی ہی نہیں، البتہ اگر وہ امام کے پیچھے ہو، تو حکم مختلف ہوگا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے تعلق رکھتے ہیں اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا یہ مفہوم بیان کیا ہے: جو شخص سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز مکمل نہیں ہوتی، یہ حکم اس وقت ہے، جب آدمی تنہا نماز ادا کر رہا ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) تاہم اس کے باوجود امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے: امام کی اقتداء میں بھی سورہ فاتحہ پڑھی جائے اور کوئی بھی شخص سورہ فاتحہ پڑھنا ترک نہ کرے، اگرچہ وہ امام کی اقتداء میں ہو۔

288 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِىْ نُعَيْمٍ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَّمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► وہب بن کیسان بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: جو شخص کوئی ایک رکعت ادا کرے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے، تو اس نے گویا نماز ادا نہیں کی، البتہ اگر وہ امام کی اقتداء میں ہو، تو (حکم مختلف ہوگا)۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ

اس مسئلہ میں تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ نماز جہری ہو یا سری دونوں میں مقتدی سورۃ نہیں پڑھے گا۔ البتہ سورہ فاتحہ پڑھنے میں آئمہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قرأت خلف الامام منع ہے اس بارے میں آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) ارشاد ربانی ہے: وَ اِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو تم اسے سنو اور خاموشی اختیار کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جا سکے"۔ قرآن کا سننا فرض ہے، اسی وجہ سے خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے۔

(۲) "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نماز پڑھائی، ایک شخص نے قرأت خلف الامام کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا: تم میں سے کس شخص نے میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صحابی نے عرض کیا: حضور! میں نے۔ آپ نے فرمایا: میں بھی خیال کر رہا تھا کہ قرآن کے بارے میں مجھ سے کیوں جھگڑا کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد لوگ قرأت خلف الامام سے رک گئے۔" اس حدیث سے متعدد امور ثابت ہوئے: (۱) قرأت کرنا فقط امام کا حق و منصب ہے اور اس میں دخل اندازی امام کے خلاف بغاوت کے مترادف ہے۔ (۲) قرأت خلف الامام کی ممانعت اس سے قبل ہو چکی تھی ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں اس قدر ناراضگی کا اظہار نہ کرتے۔ (۳) "انی انازع القرآن" کے الفاظ سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو اثناء سکتات میں قرأت خلف الامام کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صرف ایک شخص نے قرأت کی تھی، اگر یہ قرأت جائز ہوتی تو دوسرے لوگ بھی قرأت کرتے۔

(۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے: "ومن کان له امام فقراءة الامام له قراءة" (سنن ابن ماجہ جلد اوّل ص ۶۱) امام کی قرأت مقتدی کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام، وکیل کے قائم مقام ہے جبکہ مقتدی مؤکل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وکیل کا بولنا مؤکل کا بولنا، وکیل کی دلیل مؤکل کی دلیل اور وکیل کا فیصلہ مؤکل کا فیصلہ ہوتا ہے۔

۲- حضرت امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی ایک روایت اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول جدید کے مطابق قرأت خلف الامام فرض ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی ایک روایت اور حضرت شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول قدیم کے مطابق سری نمازوں میں مقتدی پر قرأت فاتحہ خلف الامام فرض ہے جبکہ جہری نمازوں میں مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی تو قرأت آپ پر دشوار ہوگئی۔ نماز سے فراغت پر آپ نے صحابہ سے فرمایا: کیا تم لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہاں، آپ نے قرأت خلف الامام سے انہیں منع کر دیا۔ البتہ سورہ فاتحہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا کیونکہ اس کے بغیر

نماز درست نہیں ہوتی۔(جامع ترمذی)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **ومن صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج غیر تمام** الخ۔ جس شخص نے نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز ناقص ہے۔(جامع ترمذی، رقم الحدیث ۲۸۷) راوی نے دریافت کیا کہ میں بعض اوقات امام کی اقتداء میں ہوتا ہوں تو قرأت کرسکتا ہوں؟ اس کے جواب میں فرمایا: تم اپنے دل میں پڑھ سکتے ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کے جوابات درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل کا جواب: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت تین طرق سے مروی ہے اور ان میں سے کسی طریق سے بھی استدلال صحیح نہیں ہوسکتا۔

طریق اول: روایت کا پہلا طریق یوں ہے: "**ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب**" (صحیح بخاری جلداوّل ص۱۰۴) اس طریق سے استدلال صحیح نہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) یہ روایت مقتدی کے حق میں نہیں ہے بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے۔

(۲) اس روایت میں صحیح سند کے ساتھ لفظ "**فصاعدًا**" کا اضافہ ثابت ہوتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ جس نے سورہ فاتحہ اور مزید قرأت نہ کی اس کی نماز نہ ہوگی۔ یہ زیادتی واضافہ کسی سورت کی قرأت ہے جو تمہارے ہاں بھی فرض نہیں ہے۔

طریق ثانی: حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوکر نماز ادا کی اور انہوں نے سورہ فاتحہ کی قرأت کی۔ میں نے ان سے دریافت کیا: کیا آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! اس لیے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس طریق سے بھی استدلال درست صحیح نہیں ہے، جس کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) مقتدی اور امام دونوں کے حق مین قرأت کو عام رکھنا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا ذاتی اجتہاد ہے جو احادیث مرفوع کے مقابل ہونے کی وجہ سے حجت نہیں بن سکتا۔

(۲) روایت کے سیاق وسباق پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد صحابہ اور دور تابعین میں قرأت خلف الامام کا عام رواج نہیں تھا۔

(۳) قرأت خلف الامام جائز ہوتی تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کو نماز کا اعادہ کرنے کا حکم فرماتے۔

طریق ثالث: زیر بحث باب کے تحت حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس حدیث کی تخریج کی ہے، اس سے بھی کئی وجوہات کی بناء پر استدلال صحیح نہیں ہے:

(۱) اس روایت میں اضطراب ہے۔

(۲) اس کے ایک راوی حضرت مکحول رضی اللہ عنہ ہیں جو ثقہ ہونے کے باوجود وہم کا شکار ہوجاتے تھے۔

دلیل دوم کا جواب: (۱) حدیث کا یہ حصہ: "**من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج**" مقتدی کے حق

میں نہیں ہے بلکہ امام اور منفرد کے حق میں بیان ہوا ہے، لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ (۲) حدیث کا آخری حصہ ہے: "اقرأ بها في نفسك" اس حصہ سے بھی استدلال درست نہیں ہے۔ لفظ قرأت اور نفس میں سے ہر ایک کے دو، دو معانی ہو سکتے ہیں: (۱) حقیقی، (۲) مجازی۔ عقلی اور قیاسی اعتبار سے اس کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) دونوں کا حقیقی معنی مراد لیا جائے، یہ صحیح نہیں ہو سکتا، اس کا معنیٰ ہوگا: "تلفظ بلسانك في قلبك" تم اپنی زبان کے ساتھ اپنے دل میں تلفظ کرو۔ اس کا مفہوم عیاں نہیں ہے۔ (۲) لفظ قرأت کا حقیقی اور نفس کا مجازی معنیٰ لیا جائے، یہ جائز ہوگا۔ اس لیے کہ اس کا معنی یہ ہو سکتا ہے: "تلفظ بلسانك انفرادًا" تم انفرادی حالت میں اپنی زبان سے تلفظ کرو۔ (۳) قرأت کا مجازی اور نفس کا حقیقی معنیٰ مراد ہو، یہ صحیح ہوگا، اس لیے معنی ہوگا: تفكر في قلبك یعنی تم امام کی قرأت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ (۴) لفظ قرأت اور نفس دونوں کے مجازی معانی مراد لیے جائیں جس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ

باب 93: مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھا جائے؟

289 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ اُمِّهٖ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ الْكُبْرٰى قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

اختلافِ روایت: وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَسَنِ بِمَكَّةَ فَسَاَلْتُهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ قَالَ كَانَ اِذَا دَخَلَ قَالَ رَبِّ افْتَحْ لِيْ بَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ قَالَ رَبِّ افْتَحْ لِيْ بَابَ فَضْلِكَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ وَّاَبِيْ اُسَيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ فَاطِمَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ

توضیحِ راوی: وَّفَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ لَمْ تُدْرِكْ فَاطِمَةَ الْكُبْرٰى اِنَّمَا عَاشَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهُرًا

◆◆ عبداللہ بن حسن اپنی والدہ سیّدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ان کی دادی سیّدہ فاطمہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان

289- اخرجه ابن ماجه (253/1): كتاب المساجد والجماعات: باب: الدعاء عند دخول المسجد حديث (771) واحمد في "مسنده" (282/6-283) من طريق ليث بن ابي سليم عن عبدالله بن الحسن عن امه فاطمة بنت الحسين عن جدتها فاطمة الكبرى بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرته-

نقل کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تھے' تو آپ اپنے اوپر درود پڑھتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے۔

''اے اللہ! میرے گناہوں کی مغفرت کردے' اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''۔

جب آپ ﷺ مسجد سے باہر تشریف لے جاتے تھے' تو اپنے اوپر درود پڑھتے تھے' پھر یہ دعا کرتے تھے۔

''اے اللہ! میرے گناہوں کی مغفرت کردے' اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے''۔

علی بن حجر نامی راوی بیان کرتے ہیں: اسماعیل بن ابراہیم نے یہ بات بیان کی ہے: مکہ میں میری ملاقات حضرت عبداللہ بن حسن سے ہوئی میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی: جب نبی اکرم ﷺ (مسجد میں) داخل ہوتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے۔

''اے میرے پروردگار! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''۔

جب آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے۔

''اے میرے پروردگار! میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے''۔

اس بارے میں حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ، حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن'' ہے' تاہم اس کی سند متصل نہیں ہے' کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ فاطمہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا' کیونکہ سیّدہ فاطمہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے (وصال کے) بعد چند مہینے زندہ رہی تھیں (پھر ان کا انتقال ہوگیا تھا)

شرح

مسجد میں دخول اور خروج کے وقت کی مسنون دعائیں

گھر سے مسجد کی طرف روانہ ہوتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے خروج کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف دعائیں منقول ہیں:

۱- اپنے دردولت سے مسجد کی طرف روانہ ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کرتے: **اللھم انی اسئلك بحق السائلین علیك وبحق ممشای ھٰذا فانی لم اخرج اثیراً ولا بطراً ولا ریاءً ولا سمعة وخرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فأسئلك ان تعیذنی من النار وان تغفرلی ذنوبی انه لایغفر الذنوب الا انت۔**

(سنن ابن ماجہ' جلداوّل ص ۴۲۸)

۲- ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف جاتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (سنن ابی داؤد)

۳۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو پہلے اپنی ذات والا صفات پر درود شریف پڑھتے پھر یہ دعا

پڑھتے :رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۸۹)

۴-جب آپ مسجد سے باہر تشریف لاتے تو پہلے اپنی ذات پر درود پڑھتے پھر یہ دعا پڑھتے تھے :رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

۵-ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف جاتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت یہ کلمات پڑھتے :بِسْمِ اللهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ۔پھر مذکورہ بالا دعا پڑھتے تھے۔

۶-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے :اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (الصحیح للمسلم جلداوّل ص ۳۴۷)

۷-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص مسجد سے باہر نکلے تو یہ دعا پڑھے :اللهم انی اسئلك من فضلك (الصحیح للمسلم جلداوّل ص ۳۴۷)

نوٹ: مسجد میں داخل ہونے کی دعا سے قبل مسجد سے نکلنے کی دعا سے قبل اور اذان کی دعا سے قبل درود شریف پڑھنے کا التزام کرنا چاہیے، جس سے عوام وخواص سب غافل ہیں۔یادرہے اوپر دعاؤں میں جو یہ الفاظ مذکور ہیں :"رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ" ان کے استعمال کی کئی حکمتیں ہیں: (۱) امت کے گناہ مراد ہیں۔(۲) تعلیم امت مقصود ہے۔(۳) عجز وانکسار کے پیش نظر یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ

باب 94: جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو، تو دو رکعت ادا کرلے

290 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِيْ اُمَامَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ ذَرٍّ وَّكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ

290- اخرجه مالك فی "الموطا" (162/1): كتاب قصر الصلاة فی السفر: باب: انتظار الصلاة والمشی اليها حديث (57) والبخاری (640/1): كتاب الصلاة: باب: اذا دخل المسجد فليركع ركعتين حديث (444) و (58/3) كتاب التهجد: باب: ما جاء فی التطوع مثنی مثنی حديث (1167) ومسلم (3/37-38- الابی) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: استحباب تحية المسجد بركعتين و كراهة الجلوس قبل صلاتهما وانها مشروعة فی جميع الاوقات حديث (69-714/70) وابو داؤد (180/1): كتاب الصلاة: باب: ما جاء فی الصلاة عند دخول المسجد حديث (467) والنسائی (53/2) : كتاب المساجد باب: الامر بالصلاة قبل الجلوس فيه وابن ماجه (324/1) كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: من دخل المسجد فلا يجلس حتى يركع حديث (1013) واحمد فی "مسنده": (295/5- 296- 303, 305) والحميدی (203/1) حديث (421) والدارمی (323/1) كتاب الصلاة: باب: الركعتين اذا دخل المسجد وابن خزيمة (162/3- 163- 164) حديث (1825 -1826 -1827 -1829) من طريق عامر بن عبدالله بن الزبير عن عمرو بن سليم الزرقی عن ابی قتادة فذكره-

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِىْ قَتَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِدیگر: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ نَحْوَ رِوَايَةِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّرَوٰى سُهَيْلُ بْنُ اَبِىْ صَالِحٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّالصَّحِيْحُ حَدِيْثُ اَبِىْ قَتَادَةَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَصْحَابِنَا اسْتَحَبُّوْا اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ الْمَسْجِدَ اَنْ لَّا يَجْلِسَ حَتّٰى يُصَلِّىَ رَكْعَتَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ عُذْرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَحَدِيْثُ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ خَطَاٌ اَخْبَرَنِىْ بِذٰلِكَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ

◄► حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کر لے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس حدیث کو محمد بن عجلان اور دیگر راویوں نے عامر بن عبداللہ کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے جیسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

سہیل بن ابوصالح نے اس حدیث کو عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، عمرو بن سلیم کے حوالے سے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

تاہم یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "صحیح" ہے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

ان حضرات کے نزدیک یہ بات مستحب ہے: جب آدمی مسجد میں داخل ہو تو دو رکعات ادا کرنے سے پہلے نہ بیٹھے البتہ اگر اسے کوئی عذر لاحق ہو (تو وہ بیٹھ سکتا ہے)

علی بن مدینی فرماتے ہیں: سہیل بن ابوصالح کی روایت میں خطا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسحٰق بن ابراہیم نے علی بن مدینی کے حوالے سے یہ بات مجھے بتائی ہے۔

شرح

تحیۃ المسجد کے نوافل کا مسئلہ

جب کوئی شخص مسجد میں نماز کی ادائیگی، طواف، تلاوت قرآن، درس وتدریس اور ذکر وفکر وغیرہ کی غرض سے داخل ہو، وہ دو نوافل تحیۃ المسجد ادا کرے۔ بہتر یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھنے سے قبل یہ نوافل ادا کیے جائیں۔ اگر کوئی شخص بیٹھ گیا تو پھر بھی اٹھ کر ادا کرسکتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور تحیۃ المسجد نوافل ادا کیے بغیر بیٹھ گئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تم نے تحیۃ المسجد کے نوافل ادا کر لیے ہیں؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! نہیں۔ آپ نے فرمایا: "قم فارکعھما" تم کھڑے ہوکر یہ دو رکعت ادا کرلو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلداوّل ص ۳۴۰) اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بیٹھنے سے تحیۃ المسجد کے نوافل کا وقت فوت نہیں ہوتا۔ البتہ زیادہ دیر بیٹھنے سے اس کا وقت نکل جاتا ہے۔ تحیۃ المسجد کے نوافل درحقیقت بارگاہ الٰہی میں حاضری کا سلام ہے۔

جو شخص اوقات مکروہہ یا نماز عصر یا نماز فجر کے بعد مسجد میں داخل ہو، تو وہ تحیۃ المسجد کے نوافل نہیں پڑھ سکتا کیونکہ ان اوقات میں نوافل وسجدہ تلاوت ممنوع ہیں۔ اوقات مکروہہ سے مراد طلوع آفتاب، نصف النہار (زوال) اور غروب آفتاب کے اوقات ہیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے قبل وہ تحیۃ المسجد کے نوافل ادا کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْاَرْضَ كُلَّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ

باب 95: قبرستان اور حمام کے علاوہ، پوری روئے زمین مسجد ہے

291 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ وَاَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْمَرْوَزِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِیٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّحُذَيْفَةَ وَاَنَسٍ وَّاَبِیْ اُمَامَةَ وَاَبِیْ ذَرٍّ قَالُوْا

حدیثِ دیگر: اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا

291- اخرجه ابو داؤد (186/1): كتاب الصلاة: باب: فى المواضع التى لا تجوز فيها الصلاة' حديث (492) وابن ماجه (246/1): كتاب المساجد والجماعات باب: المواضع التى تكره فيها الصلاة' حديث (745) واحمد فى "مسنده": (83/3- 96) والدارمى (322/1): كتاب الصلاة: باب الارض كلها طهور ما خلا المقبرة والحمام' وابن خزيمة (7/2) حديث (791- 792) من طريق يحيى بن عمارة عن ابى سعيد الخدرى فذكره-

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ سَعِيْدٍ

قَدْ رُوِىَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ مُحَمَّدٍ رِوَايَتَيْنِ مِنْهُمْ مَنْ ذَكَرَهُ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَذْكُرْهُ وَهٰذَا حَدِيْثٌ فِيْهِ اضْطِرَابٌ رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ وَّرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ وَكَانَ عَامَّةُ رِوَايَتِهٖ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَاَنَّ رِوَايَةَ الثَّوْرِىِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَثْبَتُ وَاَصَحُّ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

قبرستان اور حمام کے علاوہ پوری روئے زمین مسجد ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حضرات بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میرے لیے تمام روئے زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور طہارت کے حصول کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے''۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث عبدالعزیز بن محمد نامی راوی سے دو طریق سے منقول ہے۔

بعض راویوں نے اسے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور بعض راویوں نے اس میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

اس حدیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عمرو بن یحییٰ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

حماد بن سلمہ نے اس روایت کو عمرو بن یحییٰ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

محمد بن اسحٰق نے اس روایت کو عمرو بن یحییٰ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عام روایات میں یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' تاہم انہوں نے اس میں حضرت ابوسعید کے حوالے کا ذکر نہیں کیا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عمرو بن یحییٰ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے' اور یہ سند زیادہ مستند اور صحیح ہے۔

شرح

قبرستان اور حمام کے علاوہ تمام روئے زمین کا مسجد ہونا

پہلی شریعتوں میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ مساجد کے علاوہ وہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے خواہ انہیں کتنا ہی طویل سفر طے کرنا پڑتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابل اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو امتیازی اوصاف عنایت فرمائے، ان میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ السلام اور آپ کی امت کے لیے تمام روئے زمین کو مسجد قرار دینا بھی ہے۔ امت محمدیہ کے لیے جہاں اور بے شمار سہولیات سے نوازا گیا وہاں ایک یہ بھی ہے کہ پوری روئے زمین پر جہاں بھی چاہیں نماز ادا کر سکتے ہیں۔ البتہ مسجد میں نماز ادا کرنے اور با جماعت نماز پڑھنے کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے۔ کوئی شخص اپنے گھر میں، اپنے کھیت میں، اپنے دفتر میں اور مسافر کا راستے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام روئے زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔''

اس حدیث میں تمام زمین کو مسجد قرار دیا گیا ہے لیکن دو مقامات کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے: (۱) قبرستان: اسے مستثنیٰ قرار دینے کی وجہ غیر اللہ کے ساتھ عبادت کی مشابہت ہے۔ پہلی شریعتوں میں غیر اللہ کو سجدہ جائز تھا لیکن شریعت محمدیہ میں سجدہ تعظیمی بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ اہل قبور کی آرام گاہ ہونے کی وجہ سے قبرستان میں نماز ادا کرنا حرام ہے۔ (۲) دوسرا مقام جہاں نماز ادا کرنا منع ہے، وہ حمام ہے۔ ارکان و فرائض نماز میں سے ایک طہارت یعنی جائے نماز کا پاک ہونا ہے، حمام نجس و پلید ہونے کی وجہ سے نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہوسکتا۔ اس مقام پر خاص و عام سب لوگ اپنی نجاست دور کرتے ہیں، جس وجہ سے یہ ہمہ وقت نجس ہوتا ہے اور نجس جگہ پر نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ

باب 96: مسجد تعمیر کرنے کی فضیلت

292 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَآئِشَةَ وَاُمِّ حَبِيْبَةَ وَاَبِيْ ذَرٍّ وَّعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ وَوَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

292- اخرجه مسلم (427/2- الابى) كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: فضل بناء المساجد والحث عليها' حديث (533/25-24) و (450/9- الابى): كتاب الزهد والرقائق: باب: فضل بناء المساجد حديث (533/44-43) وابن ماجه (243/1) كتاب المساجد والجماعات: باب: من بنى لله مسجدا' حديث (736) واحمد فى "مسنده": (61/1 -70) والدارمى (323/1): كتاب الصلاة: باب: من بنى لله مسجدا وابن خزيمة (268/2) حديث (1291) من طرق عن عثمان بن عفان به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ عُثْمَانَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَمَحْمُوْدُ ابْنُ لَبِيْدٍ قَدْ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَدْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا غُلَامَانِ صَغِيْرَانِ مَدَنِيَّانِ

◄► حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مسجد بنائے گا' اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے اس مسجد کی مانند جنت میں گھر بنادے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم کا زمانہ اقدس پایا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت محمود بن ربیع نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے (نبی اکرم کے وصال ظاہری کے وقت) یہ دونوں حضرات مدینہ منورہ کے رہنے والے دو چھوٹے بچے تھے۔

293 متن حدیث: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا صَغِيْرًا كَانَ اَوْ كَبِيْرًا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا نُوْحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلٰى قَيْسٍ عَنْ زِيَادٍ النُّمَيْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

◄► نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد بنائے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو' تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جنت میں گھر بنادے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

شرح

مسجد بنانے کی فضیلت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں مسجد نبوی بالکل سادہ ایک جھونپڑے کی شکل میں تھی۔ نمازیوں کے اضافہ کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں توسیع فرمائی اور اصل مسجد کو بھی باقی رکھا گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اصل مسجد کو برقرار رکھتے ہوئے توسیع کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے اخراجات سے مسجد میں توسیع کی۔ لوگوں کی طرف سے اعتراضات ہونے پر آپ نے صورتحال سے لوگوں کو واضح کیا کہ آپ نے محض رضائے الٰہی کے لیے مسجد میں توسیع کی ہے اور از سر نو پکی بنوائی ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رضاء الٰہی کے لیے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ

جنت میں اس کا گھر بنائے گا۔

لفظ "بنی" کا اطلاق بڑی مسجد، چھوٹی مسجد، مسجد کی دیواروں، بنیادوں، صحن، فرش، صفوں اور اس کے متعلقات سب پر ہوتا ہے۔

"للّٰہ" سے مراد ہے کہ مسجد کا کوئی حصہ یا مکمل تعمیر کرائی ہو، اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور ریاکاری ہرگز مقصود نہ ہو۔ اگر کوئی شخص مسجد یا اس کا ایک حصہ بنا کر اس پر اپنے نام کی پلیٹ لگا دیتا ہے تو اس کے ثواب میں کمی واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح جو مزدور یا معمار لوگ اپنی مزدوری وصول کرتے ہیں، انہیں ثواب نہیں ملے گا۔ بعض علماء نے حسن نیت کی بناء پر انہیں اجر و ثواب کے حقدار قرار دیا ہے۔ "مسجدًا": کا اطلاق بڑی یا چھوٹی، از سر نو تعمیر کرانے اور اس کی مرمت کرانے وغیرہ سب پر ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے خواہ کوئی شخص کسی پرندے کے انڈے دینے کی جگہ کے برابر بھی مسجد بنانے یا تعمیر کرنے میں حصہ لیتا ہے تو جنت میں گھر بنائے جانے کا اعزاز اسے بھی حاصل ہوگا۔

تعمیر مسجد کی فضیلت کے حوالے سے مشہور تین قسم کی احادیث ہیں:

۱-"من بنى لله مسجدًا بنى الله له مثله فى الجنة" جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس کی مثل گھر بنائے گا۔

۲-"من بنى لله مسجدًا بنى الله له بيتاً فى الجنة افضل منه" جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد بنوائی تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے اس سے بہتر گھر بنائے گا۔

۳-"من بنى لله مسجدًا، صغيرًا كان او كبيرًا، بنى الله له بيتاً فى الجنة" جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد بنوائی خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

ایک روایت میں مساجد کو روئے زمین کی بہترین جگہ اور بازاروں کو بدترین جگہ قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاھِیَۃِ اَنْ یَّتَّخِذَ عَلَی الْقَبْرِ مَسْجِدًا

باب 97: قبر پر مسجد بنانا مکروہ ہے

294 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُحَادَۃَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَعَآئِشَۃَ

294- اخرجه ابو داؤد (238/2): كتاب الجنائز: باب: فى زيارة النساء القبور' حديث (3236)' والنسائى (94/4): كتاب الجنائز باب: التغليظ فى اتخاذ السراج على القبور' وابن ماجه (502/1): كتاب الجنائز: باب: ما جاء فى النهى عن زيارة النساء القبور' حديث (1575) واحمد فى "مسنده": (229/1 -287 -324 -337) من طريق محمد بن جحادة عن ابى صالح عن ابن عباس فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ صَالِحٍ هٰذَا هُوَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ وَاسْمُهٗ بَاذَانُ وَيُقَالُ بَاذَامُ اَيْضًا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی زیارت کرنے والی عورتوں اور اس پر مسجد بنانے والے لوگوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

ابوصالح نامی راوی سیّدہ اُمّ ہانی کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کا نام باذان' اور ایک قول کے مطابق باذام ہے۔

شرح

تین اہم مسائل کی وضاحت

اس حدیث میں تین اہم مسائل بیان کیے گئے: (۱) عورتوں کا قبور کی زیارت کرنا۔ (۲) قبر کے پاس مسجد تعمیر کرنا۔ (۳) قبرستان پر چراغاں کرنا۔ ان کی توضیح ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- عورتوں کا زیارت قبور کے لیے جانا: عورتوں کے زیارت قبور کے حوالے سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوقول ہیں: (۱) حرام ہے۔ اس کی دلیل حدیث باب ہے' جس میں زائرات قبور پر لعنت کی گئی ہے اور یقیناً حرام کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے لعنت ہوسکتی ہے۔ (۲) جائز ہے۔ وہ خواتین جو قبرستان جا کر جزع وفزع نہ کریں یا عمر رسیدہ ہوں تو ان کا زیارت قبور کے لیے جانا جائز ہے۔ اس کی دلیل زیارت قبور کے جواز والی مشہور حدیث ہے۔ دراصل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں خواتین وحضرات سب کو زیارت قبور سے منع کر دیا تھا، پھر اس کی اجازت دے دی تھی۔ جس طرح ممانعت والی روایت میں خواتین شامل تھیں، اسی طرح جواز والی روایت میں بھی وہ داخل ہیں۔ دور حاضر میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ خواتین زیارت قبور کے لیے نہ جائیں۔

۲- قبرستان پر مسجد بنانا: قبور کو ہموار کر کے ان کے اوپر مسجد بنانا یا وہاں نماز ادا کرنا حرام ہے۔ اگر قبرستان یا کسی بزرگ کے مزار کے پاس مسجد بنائی تا کہ زائرین کو وضو کرنے اور نماز ادا کرنے کی سہولت حاصل ہو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نماز ادا کرتے وقت بلاحجاب قبر سامنے نہیں ہونی چاہیے۔ اگر قبر چار دیواری میں ہو، نمازی اور قبر کے درمیان دیوار حائل ہو تو نماز جائز ہے۔

۳- قبرستان پر چراغاں کرنا: قبر کے اوپر اگر بتی سلگانا یا موم بتی یا دیا جلانا منع ہے۔ قبروں پر چراغاں کرنا کہ اس سے اہل قبور کو فائدہ ہوگا، یہ ممنوع ہے، کیونکہ فضول خرچی ہے۔ البتہ قبرستان میں روشنی کا اہتمام کیا جس کا مقصد زائرین کی آمد ورفت میں سہولت مہیا کرنا ہو، جائز ہے۔ اسی طرح زائرین کے لیے تلاوت قرآن اور مطالعہ کتب کی غرض سے روشنی کا انتظام کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ

باب 98: مسجد میں سونا

295 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا

متنِ حدیث: نَنَامُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَنَحْنُ شَبَابٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَّا يَتَّخِذُهُ مَبِيتًا وَّلَا مَقِيْلًا وَّقَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ ذَهَبُوْا اِلٰى قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں مسجد میں سو جایا کرتے تھے، ہم جوان لوگ تھے (یعنی شادی شدہ نہیں تھے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اسے رات بسر کرنے اور دوپہر کے وقت آرام کرنے کی جگہ نہ بنالیا جائے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کو اختیار کیا ہے۔

شرح

مسجد میں سونے کے حوالے سے مذاہب آئمہ

کیا کوئی شخص مسجد میں سوسکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مسجد میں مطلقاً سونا جائز ہے، خواہ سونے والا مقیم ہو یا مسافر، وہ رات کو سوئے یا دن کے وقت۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ہم نوجوان مسجد میں سویا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد میں سونا منع ہے، البتہ معتکف اور مسافر اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سوئے پایا تو انہیں بیدار کرتے ہوئے فرمایا: اے

295- اخرجه احمد (70/2) قال: حدثنا سكن بن نافع الباهلي ابو الحسين قال: صالح بن ابي الاخضر عن الزهري عن سالم بن عبدالله عن ابيه فذكره-

ابوذر! تم مسجد میں سوئے ہوئے ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ! نیند نے مجھ پر غلبہ پالیا، اس لیے سوگیا تھا۔ آپ نے عذر قبول فرمایا اور انہیں کچھ بھی نہ کہا۔ (امام نورالدین ہیثمی، مجمع الزوائد جلد۲ ص ۲۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ مقامی لوگوں کا مسجد میں سونا منع ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مسجد میں سونا ناپسند کیا۔

آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کو عذر پر محمول کیا جائے گا، جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آئے تو ان کے لیے گھروں اور آرام گاہوں کا انتظام نہیں تھا۔ خواتین اور بوڑھے لوگ تو گھروں میں سویا کرتے اور نوجوان عذر کی وجہ سے مسجد میں سویا کرتے تھے۔ جب نوجوانوں کے لیے بھی گھروں میں سونے کا اہتمام ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں سونے والے نوجوانوں سے فرمایا: یامعشر الشباب تزوجوا! اے نوجوانو! تم اپنے گھر بساؤ۔

اہل عرب کی مساجد میں صرف جماعت خانہ ہوتا ہے لیکن متعلقات نہیں ہوتے اس لیے مسافروں کو مسجد میں سونے کی اجازت دی گئی ہے۔ پاک و ہند میں مساجد کے ساتھ متعلقات یعنی حجروں اور کمروں کا اہتمام ہوتا ہے، للہٰذا مسافرین مسجد میں نہ سوئیں بلکہ متعلقات میں آرام کریں۔ اسی طرح بعض مساجد کے ساتھ دینی مدارس کا اہتمام ہوتا ہے جن میں درس نظامی اور حفظ القرآن کے طلباء پڑھتے ہیں۔ اداروں کے طلباء عموماً متعلقہ مسجد میں سوتے ہیں، تو وقتی طور پر ان کا یہ سونا جائز ہے لیکن یہ سونا مستقل نہیں ہونا چاہیے، مہتمم حضرات طلباء کی رہائش گاہوں کا اہتمام کریں تا کہ طلباء مسجد میں سونے کی قباحت سے بچ سکیں۔ (قصوری)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ الْبَیْعِ وَالشِّرَاءِ وَاِنْشَادِ الضَّالَّةِ وَالشِّعْرِ فِی الْمَسْجِدِ

باب 99: مسجد میں خرید وفروخت، گم شدہ چیز کا اعلان کرنا، شعر سنانا مکروہ ہے

296 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ نَهٰی عَنْ تَنَاشُدِ الْاَشْعَارِ فِی الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَیْعِ وَالاِشْتِرَاءِ فِیْهِ وَاَنْ یَّتَحَلَّقَ النَّاسُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ بُرَیْدَةَ وَجَابِرٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّعَمْرُو بْنُ شُعَیْبٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

296– اخرجه ابو داؤد (351/1): کتاب الصلاة: باب: التحلق یوم الجمعة قبل الصلاة' حدیث (1079) والنسائی (42/2): کتاب الاذان: باب: النهی عن البیع والشراء فی المسجد وعن التحلق قبل صلاة الجمعة' وابن ماجه (247/1): کتاب المساجد والجماعات' باب: مایکره فی المساجد حدیث (749) واحمد فی "مسنده": (179/2- 212) وابن خزیمة (274/2) حدیث (1304) و (275/2) حدیث (1306) و (158/3) حدیث (1816) من طریق عمرو بن شعیب عن ابیه فذکره۔

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ رَاَيْتُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰق وَذَكَرَ غَيْرَهُمَا يَحْتَجُّوْنَ بِحَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّقَدْ سَمِعَ شُعَيْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِّنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَمَنْ تَكَلَّمَ فِيْ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ اِنَّمَا ضَعَّفَهٗ لِاَنَّهٗ يُحَدِّثُ عَنْ صَحِيفَةِ جَدِّهٖ كَاَنَّهُمْ رَاَوْا اَنَّهٗ لَمْ يَسْمَعْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ مِنْ جَدِّهٖ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَذُكِرَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ قَالَ حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عِنْدَنَا وَاهٍ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ فِى الْمَسْجِدِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَدْ رُوِىَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ رُخْصَةٌ فِى الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فِى الْمَسْجِدِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَيْرِ حَدِيْثٍ رُخْصَةٌ فِيْ اِنْشَادِ الشِّعْرِ فِى الْمَسْجِدِ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے مسجد میں شعر پڑھنے، خرید وفروخت کرنے سے منع کیا ہے اور اس بات سے بھی منع کیا ہے: لوگ نماز سے پہلے مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

عمرو بن شعیب یہ عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں حضرات کے علاوہ دیگر حضرات کا بھی تذکرہ کیا ہے جو عمرو بن شعیب سے منقول حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: شعیب بن محمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص عمرو بن شعیب کی حدیث کے بارے میں گفتگو کرتا ہے وہ انہیں ضعیف قرار دیتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے دادا کے صحیفے سے احادیث نقل کی ہیں گویا ان حضرات کے نزدیک ان صاحب نے ان روایات کو اپنے دادا سے سنا نہیں ہے۔

علی بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: یحییٰ بن سعید کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: انہوں نے یہ بات کہی ہے: ہمارے نزدیک عمرو بن شعیب کی نقل کردہ روایات مستند نہیں ہیں۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

تابعین میں سے بعض اہلِ علم سے یہ روایت منقول ہے: انہوں نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے کی رخصت دی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے دیگر روایات میں یہ بات منقول ہے: مسجد میں شعر سنانے کی اجازت ہے۔

شرح

مسجد میں تین امور کی ممانعت

لفظ "مسجد" کا مطلب ہے "سجدہ گاہ" چونکہ مسجد کا بنیادی وکلیدی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت ہے، لہٰذا اس کا دیگر مقاصد کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے بالخصوص اوقات نماز میں۔ زیر بحث حدیث میں تین امور سے منع کیا گیا ہے:

۱- بیت بازی کی ممانعت: مسجد میں بیت بازی، محفل مشاعرہ کا انعقاد اور دنیاوی اشعار پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ ان مواقع پر آواز بلند ہوتی ہے جو آداب مسجد کے خلاف ہے۔ البتہ حمد ونعت اور وعظ ونصیحت پر مشتمل اشعار پڑھنے کی اجازت ہے۔ یہ اشعار بھی گلا پھاڑ پھاڑ کر نہیں بلکہ پست یا مناسب آواز میں پڑھنے چاہئیں تا کہ مسجد کا تقدس مجروح نہ ہو۔ جہالت پر مبنی یا غیر شرعی اشعار کا مسجد میں پڑھنا حرام ہے۔ حمد ونعت یا شرعی مضامین پر مشتمل اشعار پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد میں نعتیہ اشعار عموماً پڑھا کرتے تھے جبکہ سامعین میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہوتے تھے۔

۲- خرید وفروخت کی ممانعت: کوئی چیز مسجد میں لا کر اس کی خرید وفروخت سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ سلسلہ ایک طرف آداب مسجد کے خلاف ہے اور دوسری طرف تعمیر مسجد کے مقصد کے بھی خلاف ہے۔ البتہ معتکف کوئی چیز مسجد میں لائے بغیر اس کی خرید وفروخت کرے تو اس کے لیے جائز ہے۔ اس مسئلہ سے ضمنی طور پر یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ مسجد یا اس کا کوئی حصہ فروخت کرنا بھی منع ہے، کیونکہ بعض علاقوں میں دنیادار لوگ مسجد تعمیر کراتے ہیں پھر اسے فروخت کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد وقف ہوتی ہے اور وقف چیز کی خرید وفروخت شرعی طور پر منع ہے۔

۳- جمعۃ المبارک کے دن مسجد میں حلقہ قائم کرنے کی ممانعت: زیر بحث حدیث میں تیسری چیز جس سے منع کیا گیا ہے، جمعۃ المبارک کے دن مسجد میں حلقہ قائم کرنا ہے۔ اس حلقہ سے مراد وہ حلقہ ہے جو نماز جمعۃ المبارک کا وقت شروع ہونے اور نمازیوں کی آمد پر قائم کیا جائے، کیونکہ اس طرح جمعۃ المبارک کے اجتماع اور شان وشوکت کا تقدس مجروح ہوگا۔ البتہ نماز جمعۃ المبارک کا وقت شروع ہونے سے قبل حلقہ تدریس یا حلقہ ذکر وفکر یا حلقہ وعظ ونصیحت قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ تعمیر مساجد کا کلیدی مقصد نمازوں کی ادائیگی اور مذہبی ودینی امور کے لیے استعمال کرنا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى

باب 100: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی

297 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ اُنَيْسِ بْنِ اَبِيْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

297 - اخرجه احمد (3/32-91) من طريق انيس بن ابى يحيى' عن ابيه' عن ابى سعيد الخدرى' فذكره-

متنِ حدیث: اِمْتَرٰی رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ خُدْرَۃَ وَرَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی فَقَالَ الْخُدْرِیُّ هُوَ مَسْجِدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْاٰخَرُ هُوَ مَسْجِدُ قُبَاءٍ فَاَتَیَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَ هُوَ هٰذَا یَعْنِیْ مَسْجِدَهٗ وَفِیْ ذٰلِكَ خَیْرٌ كَثِیْرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیحِ راوی: قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِیِّ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ یَحْیَی بْنَ سَعِیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ یَحْیَی الْاَسْلَمِیِّ فَقَالَ لَمْ یَكُنْ بِهٖ بَاْسٌ وَّاَخُوْهُ اُنَیْسُ بْنُ اَبِیْ یَحْیٰی اَثْبَتُ مِنْهُ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنوخدرہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص اور بنوعمرو بن عوف سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے درمیان اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہوگیا' جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی (یعنی اس سے مراد کون سی مسجد ہے؟) خدری شخص نے یہ کہا: اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے' اور دوسرے شخص نے یہ کہا: اس سے مراد مسجد قباء ہے' یہ دونوں حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں' اس بارے میں حاضر ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ یہ ہے' (راوی کہتے ہیں) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اور اس میں بہت زیادہ بھلائی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

علی بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے محمد بن ابویحییٰ اسلمی کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: ان میں کوئی حرج نہیں ہے' تاہم ان کے بھائی انیس بن ابویحییٰ ان سے زیادہ مستند ہیں۔

شرح

''لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی'' کا مصداق

ایک دفعہ قبیلہ خدرہ کے ایک صحابی اور قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے ایک صحابی کے مابین اس آیت کے مصداق کے تعین میں اختلاف رائے ہوگیا۔ خدری صحابی کے نزدیک اس آیت کا مصداق ''مسجد نبوی'' تھا، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کی بنیاد اپنے دست اقدس سے رکھی، لہٰذا یہی مسجد تقویٰ ہوسکتی ہے۔ قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے صحابی کی رائے یہ تھی کہ اس آیت کا مصداق ''مسجد قباء'' ہے، اس لیے کہ آیت کے شان نزول اور سیاق وسباق سے یہی مسجد ثابت ہوتی ہے۔ دونوں صحابی اپنا نظریاتی مقدمہ لے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اس آیت کا مصداق یہ مسجد (مسجد نبوی) ہے۔ اس مسجد (مسجد قباء) میں خیر کثیر ہے۔''

مفسرین نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ جب کسی نص کے الفاظ عام ہوں تو حکم شان نزول کے ساتھ مخصوص نہیں رہ سکتا، بلکہ عام ہوتا ہے۔ اس آیت کا شان نزول خاص ہے لیکن حکم عام ہے۔ اس طرح مسجد نبوی بھی آیت کا مصداق ہے اور مسجد قباء بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد صرف چودہ ایام تک مسجد قباء میں قیام پذیر رہے جبکہ مسجد نبوی میں دس سال تک تشریف فرما رہے۔ اس طرح دونوں مساجد ہی آیت کا مصداق اور عظمت وفضیلت والی ہیں۔

تمثیل: ارشادِ ربانی ہے: "اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا o" (الاحزاب: ۳۳) یہ آیت ایلاء کے موقع پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں نازل ہوئی لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی شامل کر کے اس آیت کا مصداق بنایا۔ خواہ اس آیت کا شانِ نزول خاص تھا لیکن حکم خاص نہیں ہے بلکہ عام ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ

باب 101: مسجد قباء میں نماز ادا کرنا

298 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّسُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَبْرَدِ مَوْلٰى بَنِيْ خَطْمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اُسَيْدَ بْنَ ظُهَيْرٍ الْاَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلصَّلٰوةُ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اُسَيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِاُسَيْدِ بْنِ ظُهَيْرٍ شَيْئًا يَّصِحُّ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْاَبْرَدِ اسْمُهٗ زِيَادٌ مَدِيْنِيٌّ

◆◆ ابوابرد بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "مسجد قبا میں نماز ادا کرنا، عمرہ کرنے کی مانند ہے"۔

اس بارے میں حضرت سہل بن حنیف سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہمارے علم کے مطابق حضرت اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور سے یہ روایت مستند طور پر منقول نہیں ہے، اور اس روایت کو بھی ہم ابواسامہ کی عبدالحمید بن جعفر کے حوالے سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

ابوالابرد نامی راوی کا نام زیاد مدینی تھا۔

شرح

مسجد قباء میں نماز ادا کرنے کی فضیلت

اہل مکہ نے جب مسلمانوں کو زیادہ ہی تنگ کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ

298- اخرجه ابن ماجه (452/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في الصلاة في مسجد قباء' حديث (1411) من طريق ابي سفيان' عن عبدالحميد بن جعفر' قال: حدثنا ابو الابرد' عن اسيد بن ظهير الانصاري فذكره.

کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے قبل ''قباء'' نامی بستی میں ٹھہرے جو مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر تھی، جبکہ اس وقت مدینہ کا ایک حصہ بن چکی ہے۔ آپ نے اس بستی میں چودہ ایام تک قیام فرمایا اور ایک مسجد تعمیر کروائی اور اس کی تعمیر میں عملی طور پر خود بھی حصہ لیا تھا۔ اس مسجد کا نام ''مسجد قباء'' ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے مبارک ہاتھوں سے چار مساجد تعمیر ہوئیں: (۱) مسجد حرام: یہ مسجد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کی تھی۔ بیت اللہ، اس کے عین وسط میں ہے، جس میں ایک نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے۔ (۲) مسجد اقصیٰ: یہ مسجد انبیاء کا قبلہ رہی ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کی تھی۔ اس میں ایک نماز ادا کرنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے، اب مسجد یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے آزاد کرانے کی عالم اسلام کو طاقت عطا فرمائے۔ آمین۔ (۳) مسجد نبوی شریف: یہ مسجد مدینہ طیبہ میں واقع ہے، جو ہجرت کے بعد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر کروائی تھی اور عملی طور پر اس کی تعمیر میں خود بھی حصہ لیا تھا۔ اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔ (۴) مسجد قباء: یہ مسجد مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر قباء نامی بستی میں واقع تھی لیکن اب ایک محلّہ کی شکل میں اس مقدس شہر کا حصہ ہے۔ اس کی عظمت وفضیلت زیر بحث حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ جو شخص اس مسجد میں (دونوافل) نماز ادا کرتا ہے، اسے ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

''الصلوٰۃ فی مسجد قباء کعمرۃ'' کا مفہوم: اس حدیث کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں: (۱) عمرہ ادا کرنے اور مسجد قباء میں دونوافل ادا کرنے کا ثواب یکساں ہے۔ (۲) اجر وثواب کے اعتبار سے عمرہ کی جو حج سے نسبت ہے، وہی مسجد قباء میں نماز ادا کرنے کے ثواب کی مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے ثواب کے ساتھ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَيِّ الْمَسَاجِدِ اَفْضَلُ

باب 102: کون سی مسجد زیادہ فضیلت رکھتی ہے؟

299 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَّعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

299- اخرجه مالك في "الموطا" (196/1): كتاب القبلة باب: ما جاء في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم حديث (9) والبخاري (76/3): كتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة باب: فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة حديث (1190) و مسلم (5/176- النووي): كتاب الحج: فضل الصلاة بمسجدي مكة والمدينة حديث (1394/507) والنسائي (214/5): كتاب مناسك الحج: باب: فضل الصلاة في المسجد الحرام وابن ماجه (450/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها باب: ماجاء في فضل الصلاة في المسجد الحرام و مسجد النبي صلى الله عليه وسلم حديث (1404) واحمد في "مسنده": (256/2- 386- 466- 468- 475- 485) والدارمي (330/1): كتاب الصلاة باب: فضل الصلاة في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم من طرق عن عبدالله الاغر عن ابي هريرة فذكره-

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَلَمْ يَذْكُرْ قُتَيْبَةُ فِیْ حَدِيْثِهٖ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اِنَّمَا ذَكَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرُّ اسْمُهٗ سَلْمَانُ

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَلِیٍّ وَّمَيْمُوْنَةَ وَاَبِیْ سَعِيْدٍ وَّجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَاَبِیْ ذَرٍّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میری اس مسجد میں نماز ادا کرنا' دیگر تمام مساجد میں ایک ہزار نمازیں ادا کرنے سے زیادہ بہتر ہے' البتہ مسجد حرام (کا حکم مختلف ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قتیبہ نے اپنی روایت میں عبیداللہ کے حوالے سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ بات مذکور ہے: زید بن رباح نے اسے ابوعبداللہ اغر سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوعبداللہ اغر کا نام سلمان ہے۔

یہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

300 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

300- اخرجه البخاری (84/3): كتاب فضل الصلاة فی مسجد مكة والمدينة: باب: مسجد بيت المقدس حديث (1197)' و (87/4): كتاب : جزاء الصيد باب: حج النساء' حديث (1864)' و (283/4) كتاب : الصوم' باب: صوم يوم النحر: حديث (1995) ومسلم (5/113-114-النووی): كتاب الحج: باب: سفر المراة مع محرم الی حج وغيره' حديث (415 -416 -418 /827)' وابن ماجه (395/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: النهی عن الصلاة بعد الفجر و بعد العصر' حديث (1249)' و (452/1): باب: ماجاء فی الصلاة فی مسجد بيت المقدس' حديث (1410)' و (549/1): كتاب الصيام' باب: فی النهی عن صيام يوم الفطر والاضحی' حديث (1721)' والدارمی (20/2): كتاب الصوم: باب: النهی عن الصيام يوم الفطر و يوم الاضحی' واحمد فی "مسنده": (7/3 -34 -45 -51 -59 -62 -71 -77 -78)' والحميدی (330/2) حديث (750)' وعبد بن حميد ص (299) حديث (965) من طريق قزعة عن ابی سعيد الخدری فذكره' ورواه بعضهم مختصرا-

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صرف تین مساجد کی طرف سفر کیا جائے ''مسجد حرام'' میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

افضل مسجد کی وضاحت

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں افضلیت مسجد کے حوالے سے دو احادیث کی تخریج فرمائی ہے۔ پہلی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنا دیگر مساجد میں ہزار نمازوں سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔ مساجد میں نماز ادا کرنے کی فضیلت کے اسباب بانیوں کی نسبت اور نمازیوں کی کثرت ہے۔ مسجد حرام میں تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام نے نماز ادا کی ہے، اس کے معمار بھی انبیاء ہیں اور نمازیوں کی تعداد بھی لاکھوں میں ہوتی ہے۔ اس لیے اس میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب دوسری مسجد میں لاکھ نماز ادا کرنے سے زیادہ ہے۔ اس طرح فضیلت کے اعتبار سے یہ مسجد تمام مساجد سے افضل ہے۔ مسجد نبوی کے بانی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مسجد حرام کے بعد نمازیوں کی تعداد بھی اس میں زیادہ ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال تک اس میں مقیم رہے اور شب و روز اس میں عبادت و ریاضت کرتے رہے، لہٰذا مسجد حرام کے بعد فضیلت کے اعتبار سے دوسرے درجہ پر مسجد نبوی ہے، جس میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور آپ کے قرب کی فضیلت الگ ہے۔ مسجد اقصیٰ انبیاء بنی اسرائیل کی عبادت گاہ رہی ہے اور اس میں ایک نماز ادا کرنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس طرح یہ مسجد فضیلت کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ مسجد قباء وہ بابرکت ہے، جس کے بانی خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس کے دامن میں شہداء احد کے مزارات ہیں جن کی زیارت اور فاتحہ خوانی کے لیے آپ ہر ہفتہ تشریف لے جاتے تھے۔ اس مسجد میں دو نوافل کا ثواب ایک عمرہ کے مساوی ہے۔ فضیلت و بزرگی اور عظمت و شان کے لحاظ سے یہ مسجد چوتھے درجہ پر ہے۔

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ ان مساجد میں نماز ادا کرنے کا جو اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے، وہ صرف مردوں کے لیے ہے اور خواتین گھروں میں نماز ادا کرنے سے زیادہ ثواب کی حقدار ہوں گی۔ جمہور فقہاء کے نزدیک مذکورہ مساجد کا ثواب خواتین و حضرات سب کے لیے یکساں ہے، کیونکہ جو خواتین حج و عمرہ کے عزم سے مکہ مکرمہ میں حاضر ہوتی ہیں وہ اپنے اوطان اور خطوں سے کثیر ارمان لے کر جاتی ہیں۔ اگر وہاں پہنچنے کے بعد انہیں کوٹھڑیوں میں پابند کر دیا جائے اور انہیں حرمین کی مساجد (مسجد حرام اور مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے سے روک دیا جائے تو وہ پریشانیوں کی وجہ سے علیل ہو جائیں گی بلکہ تارک نماز بن سکتی ہیں۔ اس طرح ان کی حاضری کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔

بعض محدثین کے نزدیک یہ فضیلت مسجد نبوی کے اس حصہ میں نماز ادا کرنے کی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا، بعد کی توسیعات میں نماز ادا کرنے کی یہ فضیلت نہیں ہے لیکن جمہور محدثین کا مؤقف ہے کہ مسجد نبوی میں نماز ادا

کرنے کی یہ فضیلت کسی خاص حصہ کی نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کرتا حال بلکہ تا قیامت جو اس کی توسیعات ہوں گی، سب کو شامل ہے۔ پوری مسجد میں نماز ادا کرنے کا حکم یکساں ہے۔ یہی حکم مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد قباء کی توسیعات کا ہے۔

"لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد" کا مفہوم: فقہاء نے اس حدیث کے دو مطالب و مفاہیم بیان کیے ہیں:

۱۔ بعض آئمہ کا مؤقف ہے کہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی مسجد کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرنا منع ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں "اِلّا" حرف استثنیٰ ہے جبکہ مستثنیٰ مفرغ ہے اور مستثنیٰ منہ محذوف ہے، کیونکہ اصل عبارت یوں تھی: "لاتشد الرحال الی شیء الا الی ثلاثة مساجد"۔ ان کا یہ مؤقف اور استدلال درست نہیں ہے، کیونکہ زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر، حصول علم کا سفر، جہاد کا سفر، علماء و مشائخ کی زیارت کا سفر اور والدین کی زیارت کا سفر وغیرہ سب باعث اجر و ثواب ہیں۔

۲۔ جمہور فقہاء کے نزدیک مساجد ثلاثہ کے علاوہ بھی مسجد وغیرہ کا سفر کرنا جائز ہے۔ ان کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے ان مساجد ثلاثہ کے علاوہ ان کے برابر ثواب کی نیت سے سفر کر کے جانا منع ہے یعنی ان تین مساجد کے علاوہ ثواب کے اعتبار سے دنیا بھر کی مساجد برابر ہیں۔ انہوں نے بعض فقہاء کے استدلال کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث میں حرف "اِلّا" استثنیٰ اور اس کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے جو اصل عبارت یوں تھی: "لاتشد الرحال الی مساجد الا الی ثلاثة مساجد"۔

سوال: کیا زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے یا منع؟

جواب: زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر یقیناً جائز، باعث مغفرت و ثواب ہے۔ اس سلسلے میں کثیر تعداد میں احادیث موجود ہیں۔ دور صحابہ سے لے کر تا عصر حاضر تواتر سے تعامل الناس بھی اس کی بین دلیل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَشْيِ اِلَى الْمَسْجِدِ

باب 103: مسجد کی طرف چل کر جانا

301 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَلٰكِنِ ائْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَمْشُوْنَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةَ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّجَابِرٍ وَّاَنَسٍ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْمَشْيِ اِلَى الْمَسْجِدِ فَمِنْهُمْ مَنْ رَاَى الْاِسْرَاعَ اِذَا

301- اخرجه البخاری (453/2): كتاب الجمعة: باب: المشي الى الجمعة حديث (908) ومسلم (526/2- الابی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة بواب: استحباب اتيان الصلاة بوقار و سكينة والنهی عن اتيانها سعيا حديث (602/151)۔

خَافَ فَوْتَ التَّكْبِيْرَةِ الْاُولٰى حَتّٰى ذُكِرَ عَنْ بَعْضِهِمْ اَنَّهُ كَانَ يُهَرْوِلُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَ الْاِسْرَاعَ وَاخْتَارَ اَنْ يَّمْشِيَ عَلٰى تُؤَدَةٍ وَّوَقَارٍ وَّبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَا الْعَمَلُ عَلٰى حَدِيْثِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ اِسْحٰقُ اِنْ خَافَ فَوْتَ التَّكْبِيْرَةِ الْاُولٰى فَلَا بَاْسَ اَنْ يُّسْرِعَ فِى الْمَشْىِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ بِمَعْنَاهُ هٰكَذَا قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عِنْدَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب نماز کھڑی ہو جائے' تو تم دوڑتے ہوئے اس کی طرف نہ آؤ' بلکہ چلتے ہوئے اس کی طرف آؤ' تم پر سکون لازم ہے۔ جتنی نماز تمہیں ملے (وہ امام کی اقتداء میں) ادا کرلو اور جو گزر چکی ہو اسے (بعد میں) مکمل کرلو۔

اس بارے میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ علم نے مسجد کی طرف چل کر جانے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک تیزی سے چل کر جایا جائے گا' جب پہلی تکبیر کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو' یہاں تک کہ بعض حضرات سے یہ بات مذکور ہے: وہ شخص نماز کے لیے دوڑ کر جائے گا۔

بعض حضرات کے نزدیک تیزی سے چل کر جانا مکروہ ہے۔ ان حضرات نے آرام اور وقار کے ساتھ چل کر جانے کو اختیار کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے' یہ دونوں حضرات یہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تاہم اگر کسی شخص کو پہلی تکبیر فوت ہونے کا اندیشہ ہو' تو اس کے تیز چل کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے وہی حدیث نقل کرتے ہیں: جو ابوسلمہ نے نقل کی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' اور یہ روایت یزید بن زریع سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

شرح

جماعت میں شمولیت کے لیے دوڑنے کی ممانعت

اقامت کہنے کے بعد جب جماعت کھڑی ہو جائے تو مسبوق نمازیوں کا راستہ سے یا وضو والی جگہ سے یا جوتوں والی جگہ سے دوڑ کر شامل ہونے کی ممانعت ہے۔ ایسی صورت میں ایک طرف جلبت منفعت ہے اور دوسری طرف دفع مضرت ہے، جب ان دونوں کا آپس میں مقابلہ ہو جائے تو دفع مضرت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا نمازی حضرات دوڑ کر جماعت میں شامل ہونے کی بجائے اطمینان کے ساتھ مسجد کی طرف آئیں، جتنی نماز امام کے ساتھ مل جائے پڑھیں جبکہ باقی ماندہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مکمل کر لیں۔ مسجد کی طرف اور مسجد میں دوڑنا، آداب مسجد کے منافی ہے۔ علاوہ ازیں دوڑنے کی وجہ سے کوئی گر کر زخمی بھی ہو سکتا ہے جو کئی جماعتوں میں عدم شمولیت کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ البتہ بعض فقہاء نے نمازیوں کو قدرے تیزی سے چل کر جماعت میں شامل ہونے کی اجازت دی ہے۔ زیر بحث حدیث میں بھی اسی مسئلہ کو واضح کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جماعت کھڑی ہو جائے تو تم دوڑ کر اس میں شمولیت اختیار نہ کرو بلکہ اطمینان وطمانیت سے آؤ، جتنی نماز امام کے ساتھ مل جائے پڑھو اور باقی ماندہ امام کی فراغت کے بعد کھڑے ہو کر الگ مکمل کر لو۔''

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْقُعُوْدِ فِی الْمَسْجِدِ وَانْتِظَارِ الصَّلٰوۃِ مِنَ الْفَضْلِ

باب 104: مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے کی فضیلت

302 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا یَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاةٍ مَا دَامَ یَنْتَظِرُهَا وَلَا تَزَالُ الْمَلَآئِکَةُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَا دَامَ فِی الْمَسْجِدِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ یُحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ وَمَا الْحَدَثُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ فُسَاءٌ اَوْ ضُرَاطٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَلِیٍّ وَّاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص نماز کا انتظار کر رہا ہو تو وہ نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس شخص کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک آدمی مسجد میں موجود رہتا ہے (فرشتے دعا کرتے ہیں): ''اے اللہ! اس کی مغفرت کر دے، اے اللہ! اس پر رحم کر''

302- اخرجه مسلم (180/3- النووی): کتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: فضل صلاة الجماعة وانتظار الصلاة واحمد فی "مسنده" : (289/2- 312- 319) من طریق همام بن منبه عن ابی هریرة فذکره-

جب تک وہ شخص بے وضو نہ ہو جائے۔ "حضرموت" سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے دریافت کیا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! حدث سے مراد کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہوا خارج ہونا یا آواز آنا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نماز کے انتظار میں بیٹھنے کی فضیلت

وقتی نماز سے فراغت کے بعد جو شخص آئندہ نماز کے انتظار میں مسجد میں ٹھہرا رہا، ذکر واذکار، نوافل و وظائف اور تلاوت قرآن میں مصروف رہا تو اس کے لیے نماز میں مشغولیت کا حکم ہے۔ یعنی اس کے نامہ اعمال میں نماز میں مصروف رہنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن شخص کا دل مسجد میں اس طرح اطمینان پذیر ہوتا ہے، جس طرح مچھلی پانی میں خوش ہوتی ہے اور مومن کا دل خارج مسجد میں اس طرح بے چینی کا شکار ہوتا ہے، جس طرح مچھلی پانی سے باہر ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن سات آدمیوں کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا جس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات آدمیوں میں سے ایک شخص وہ ہے جو نماز فرض ادا کرنے کے بعد مسجد سے باہر نکل گیا لیکن اس کا دل مسجد کے ساتھ معلق رہا۔ (مشکوٰۃ رقم الحدیث ۷۰۱) علاوہ ازیں اس کے لیے اس وقت تک فرشتے مغفرت وبخشش اور نزول رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ بے وضو نہیں ہو جاتا۔ یہی مضمون حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوۃِ عَلَى الْخُمْرَۃِ

باب 105: چٹائی پر نماز ادا کرنا

303 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ حَبِيبَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَاُمِّ سُلَيْمٍ وَّعَآئِشَةَ وَمَيْمُوْنَةَ وَاُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الْاَسَدِ وَلَمْ تَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَبِهٖ يَقُوْلُ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةُ عَلَى الْخُمْرَةِ

303- اخرجه احمد فی "مسنده": (1/269- 309- 320- 358) من طریق سماك بن حرب عن عكرمة عن ابن عباس به-

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَالْخُمْرَۃُ ھُوَ حَصِیْرٌ قَصِیْرٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز ادا کر لیتے تھے۔

اس بارے میں سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، سیّدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت ابوسلمہ بن عبدالاسد سے احادیث منقول ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے: چٹائی پر نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''خمرہ'' چھوٹی چٹائی کو کہتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْحَصِیْرِ

باب **106**: نماز بڑی چٹائی پر ادا کرنا

304 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا عِیْسٰی بْنُ یُوْنُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی حَصِیْرٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّالْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَحَدِیْثُ اَبِیْ سَعِیْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَکْثَرِ اَھْلِ الْعِلْمِ اِلَّا اَنَّ قَوْمًا مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ اخْتَارُوا الصَّلٰوۃَ عَلَی الْاَرْضِ اسْتِحْبَابًا وَّاَبُوْ سُفْیَانَ اسْمُہٗ طَلْحَۃُ بْنُ نَافِعٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی چٹائی پر نماز ادا کی ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' البتہ اہلِ علم کے ایک گروہ نے زمین پر نماز ادا کرنے کو استحباب کے طور پر اختیار کیا ہے۔ ابوسفیان نامی راوی کا نام طلحہ بن نافع ہے۔

304- اخرجه مسلم (2/407- الابی): کتاب الصلاۃ باب: الصلاۃ فی ثوب واحد و صفة لبسه' حدیث (519/284) وابن ماجه (1/328): کتاب اقامة الصلاۃ والسنة فیها باب: الصلاۃ علی خمرۃ' حدیث (1029)' واحمد فی "مسندہ" (3/10-52-59)' وابن خزیمة (2/103) کتاب الصلاۃ' باب: الصلاۃ علی الحصیر' حدیث (1004)-

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْبُسُطِ

باب 107: بچھونے پر نماز ادا کرنا

305 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَالِطُنَا حَتّٰى إِنْ كَانَ يَقُولُ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ قَالَ وَنُضِحَ بِسَاطٌ لَنَا فَصَلّٰى عَلَيْهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لَمْ يَرَوْا بِالصَّلٰوةِ عَلَى الْبِسَاطِ وَالطُّنْفُسَةِ بَأْسًا وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحٰقُ

توضیح راوی: وَاسْمُ أَبِي التَّيَّاحِ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ گھل مل جایا کرتے تھے' یہاں تک کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا کرتے تھے: اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا۔

راوی بیان کرتے ہیں: ہمارے بچھونے کو دھویا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز ادا کی۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک جن کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد والوں سے ہے' اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ان حضرات کے نزدیک بچھونے پر یا قالین پر نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ابوتیاح نامی راوی کا نام یزید بن حمید ہے۔

305–اخرجه البخاري (543/10): كتاب الادب باب: الانبساط الى الناس' و (598/10): باب الكنية للصبي و قبل ان يولد للرجل حديث (6203) وفي "الادب المفرد" (969) و مسلم (599/2- الابي) كتاب المساجد و مواضع الصلاة باب: جواز الجماعة في النافلة والصلاة على حصير و خمرة و ثوب وغيرها من الطاهرات حديث (259/267) (309/7-الابي): كتاب "الآداب": باب: استحباب تحنيك المولود عند ولادته وحمله الى صالح يحنكه' و جواز تسميته يوم ولادته' واستحباب التسمية بعبد الله و ابراهيم و سائر اسماء الانبياء عليهم السلام حديث (2150/30) و (44/8- الابي): كتاب الفضائل: باب: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم احسن الناس خلقا' حديث (2310/55) وابن ماجه (1226/2): كتاب "الادب": باب المزاح' حديث (3720) و (1231/2): باب: الرجل يكنى قبل ان يولد له' حديث (3740) والنسائي في عمل اليوم والليلة (334-335) واحمد في "مسنده": (119/3- 171- 190- 212- 270) من طريق ابي التياح يزيد بن حميد عن انس بن مالك فذكره۔

شرح

چٹائی وغیرہ پر نماز ادا کرنے میں مذاہب آئمہ

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل تین ابواب میں تین احادیث تخریج کی ہیں۔ لفظ "خمرۃ" سے مراد چھوٹی چٹائی ہے جو گھر میں استعمال کی جاتی ہے، اس پر کھڑے ہو کر نماز ادا کریں تو چہرہ اس پر نہ ٹکے بلکہ زمین پر ٹکتا ہو۔ "حصیر" سے مراد بڑی چٹائی ہے جو عموماً گھر میں بیٹھنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور وہ نماز کے لیے بھی استعمال کی جاسکتی ہو۔ "بساط" سے مراد چٹائی یا کپڑے کی جائے نماز ہے۔

کیا زمین پر چٹائی وغیرہ بچھا کر اس پر نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ فرض نماز زمین پر یا ایسی چیز جو زمین کی جنس سے ہو، اس پر ادا کی جاسکتی ہے۔ زمین کی جنس سے وہ چیز ہے جسے آگ نہ جلا سکتی ہو اور نہ پگھلا سکتی ہو مثال کے طور پر اینٹ، ریت اور پتھر وغیرہ۔ جس چیز کو آگ جلا دے یا پگھلا دے وہ زمین کی جنس سے نہیں ہوسکتی مثلاً لکڑی، چٹائی اور کپڑا وغیرہ۔ ان چیزوں پر فرض نماز درست نہیں ہے، البتہ نوافل ان اشیاء پر بھی ادا کیے جاسکتے ہیں۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر قسم کی نماز زمین پر، اس کی جنس پر اور ہر قسم کی چٹائی پر ادا کرنا جائز ہے خواہ فرائض ہوں یا نوافل ہوں۔ جمہور نے احادیث ابواب سے استدلال کیا ہے کہ چھوٹی اور بڑی چٹائی اور ہر قسم کے کپڑے پر نماز ادا کرنا جائز ہے۔ البتہ ان کا پاک وطاہر ہونا شرط ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ فِي الْحِيطَانِ

باب **108**: باغ میں نماز ادا کرنا

306 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِی الطُّفَيْلِ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَحِبُّ الصَّلٰوةَ فِی الْحِيطَانِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ يَعْنِی الْبَسَاتِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ مُعَاذٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ

توضیحِ راوی: وَّالْحَسَنُ بْنُ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَدْ ضَعَّفَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّغَيْرُهٗ وَاَبُو الزُّبَيْرِ اسْمُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ تَدْرُسَ وَاَبُو الطُّفَيْلِ اسْمُهٗ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "حیطان" میں نماز ادا کرنے کو پسند کرتے تھے۔

306- انفرد به الترمذی ينظر "تحفة الاشراف" (402/8) حديث (11323)

ابوداؤد نامی راوی بیان کرتے ہیں: یعنی باغ میں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "غریب" ہے، ہم اسے صرف حسن بن ابوجعفر نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

حسن بن ابوجعفر کو یحییٰ بن سعید قطان اور دیگر محدثین نے "ضعیف" قرار دیا ہے۔

ابوزبیر نامی راوی کا نام محمد بن مسلم بن تدرس ہے۔

ابوطفیل نامی راوی کا نام عامر بن واثلہ ہے۔

شرح

باغ میں نماز ادا کرنے کا مسئلہ

لفظ "حیطان" حائط کی جمع ہے، اس سے مراد دیوار ہے۔ اہل عرب اپنے باغات کے اطراف میں دیوار بنایا کرتے تھے، اس لیے اس کا معنی ہوا: باغ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار باغ میں نماز ادا کرتے تھے اور آپ کا یہ مستقل معمول یا عادت مستمرہ نہیں تھی۔

قرون متوسطہ میں مشائخ کرام اور صوفیاء عظام نے پہاڑوں اور جنگلات میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرنا شروع کر دی تھی اور انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا تھا۔ زیر بحث حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے اپنی عادت مستمرہ کے خلاف یہ کام کیا تھا۔ حضرات انبیاء اور خاتم الانبیاء علیہم السلام کی عادت مستمرہ تو یہ تھی کہ لوگوں اور اپنے بچوں میں رہتے ہوئے عبادت و ریاضت کی تھی۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی مخلوق سے علیحدگی اختیار کر کے پہاڑوں اور جنگلات میں ریاضت کرنے کا طریقہ ہرگز اختیار نہیں فرمایا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ میں نماز ادا کرنا پسند کیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّی

باب 109: نمازی کے سترہ کا بیان

307 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِي مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَسَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ

307- اخرجه مسلم: (389/2- الابی) كتاب: الصلاة، باب: سترة المصلی، حديث (499/241)، وابو داؤد (239/1) كتاب الصلاة: باب: ما يستر المصلی حديث (685)، وابن ماجه (303/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب: ما يستر المصلی حديث (940) واحمد (161/1) وابن خزيمة (11/2) حديث (805)

وَاَبِیْ جُحَیْفَۃَ وَعَآئِشَۃَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ طَلْحَۃَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ وَقَالُوْا سُتْرَۃُ الْاِمَامِ سُتْرَۃٌ لِمَنْ خَلْفَہٗ

◄► موسیٰ بن طلحہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص اپنے آگے پالان کی لکڑی جتنی کوئی چیز رکھ لے تو وہ نماز ادا کرسکتا ہے پھر وہ اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ اس کے دوسری طرف سے کون گزر رہا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' وہ حضرات یہ فرماتے ہیں: امام کا سترہ' مقتدی کا بھی سترہ شمار ہوگا۔

شرح

نمازی کا اپنے سامنے سترہ نصب کرنے کا مسئلہ

جب امام یا منفرد کے سامنے سے حالت نماز میں کسی شخص کے گزرنے کا امکان ہو تو اپنے سامنے سترہ نصب کر لینا مستحب ہے۔ سترہ ایک ہاتھ طویل اور شہادت کی انگلی کے برابر موٹا ہونا چاہیے۔ اگر کسی شخص کے پاس بطور سترہ رکھنے کے لیے کوئی چیز موجود نہ ہو تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لکیر کھینچ سکتا ہے اور لکیر سترہ کے قائم مقام ہو جائے گی۔ حضرات آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ نمازی اپنے سامنے بطور سترہ لکیر نہیں کھینچ سکتا، کیونکہ لکیر سترہ کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی میدان میں باجماعت نماز پڑھی جارہی ہو تو صرف امام کے سامنے سترہ نصب کیا جائے گا، کیونکہ امام کا سترہ سب مقتدیوں کے لیے کافی ہو جائے گا۔ ہر مقتدی کو اپنے سامنے الگ سے سترہ نصب کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے۔

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی شخص نے اپنے سامنے کجاوے کی لکڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لی، تو وہ نماز پڑھتا رہے اور وہ پرواہ نہ کرے کہ اس کی دوسری طرف سے کون گزر رہا ہے۔''

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاھِیَۃِ الْمُرُوْرِ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّی

باب 110: نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ ہے

308 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَی الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ زَیْدَ ابْنَ خَالِدِ الْجُھَنِیَّ اَرْسَلَہٗ اِلٰی اَبِیْ جُھَیْمٍ یَّسْاَلُہٗ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَارِّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّی فَقَالَ اَبُوْ جُھَیْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ

بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِیْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ سَنَةً

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِيْ جُهَيْمٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَاَنْ يَّقِفَ اَحَدُكُمْ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ اَخِيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا الْمُرُوْرَ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي وَلَمْ يَرَوْا اَنَّ ذٰلِكَ يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ

توضیح راوی: وَاسْمُ اَبِي النَّضْرِ سَالِمٌ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْمَدِيْنِيِّ

◆◆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ ان سے اس بارے میں دریافت کریں کہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے شخص کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے؟ تو حضرت ابوجہیم نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے شخص کو یہ پتہ چل جائے کہ اسے کتنا گناہ ہوگا؟ تو وہ چالیس تک ٹھہرنا اپنے لیے اس سے زیادہ بہتر سمجھے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزر جائے۔

ابونضر نامی راوی بیان کرتے ہیں: مجھے نہیں معلوم اس سے مراد چالیس دن ہیں یا چالیس مہینے ہیں یا چالیس سال ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نقل کی گئی ہے: کسی شخص کا ایک سو سال تک کھڑے رہنا اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ اپنے بھائی کے آگے سے گزرے جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ ان حضرات کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ ہے تاہم ان کے نزدیک اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ ابونضر نامی راوی کا نام سالم ہے اور یہ عمر بن عبیداللہ مدینی کے غلام ہیں۔

308- اخرجه البخاری (696/1) كتاب الصلاة: باب: اثم المار بين يدی المصلی حديث (510) ومسلم (398/2- الابی) كتاب الصلاة: باب: المار بين يدی المصلی حديث (507/621) وابو داؤد (244/1) كتاب الصلاة باب: ماينهی عنه المرور بين يدی المصلی حديث (701) والنسائی (66/2) كتاب القبلة: باب: التشديد من المرور بين يدی المصلی و بين سترته حديث (756) وابن ماجه (304/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها باب: المرور بين يدی المصلی حديث (944) ومالك (154/1): كتاب قصر الصلاة فی السفر باب: التشديد فی ان يمر احد بين يدی المصلی حديث (34) والدارمی (329/1): كتاب الصلاة: باب: كراهية المرور بين يدی المصلی-

شرح

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی وعید

کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہوتو اس کے سامنے سے گزرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ حضرت فرید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک شخص، حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا تا کہ وہ دریافت کرے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کے سامنے سے گزرنے والے شخص کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو اگر اس کا گناہ معلوم ہو جائے تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس کے سامنے سے گزرے۔'' چالیس سے مراد: ایام یا مہینے یا سال بھی ہو سکتے ہیں۔ باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نمازی کے سامنے سے گزرنے والا سو سال تک بھی ٹھہرا رہے، یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ اپنے نمازی بھائی کے سامنے سے گزرے۔'' اس حدیث میں سو سال تک ٹھہرنے کا ذکر ہے۔ ان روایات سے نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کی وعید و مذمت بیان کی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ

باب 111: نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی

309 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ رَدِيفَ الْفَضْلِ عَلٰى اَتَانٍ فَجِئْنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاَصْحَابِهٖ بِمِنًى قَالَ فَنَزَلْنَا عَنْهَا فَوَصَلْنَا الصَّفَّ فَمَرَّتْ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ فَلَمْ تَقْطَعْ صَلَاتَهُمْ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَآئِشَةَ وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ -

مذاہبِ فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ قَالُوْا لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ وَّبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ

309- اخرجه البخاری (680/1): كتاب الصلاة: باب: سترة الامام سترة من خلفه' حديث (493)' ومسلم (395/2-الابی): كتاب الصلاة: باب: سترة المصلی حديث(504/254)' وابوداؤد (247/1): كتاب الصلاة: باب: من قال الحمار لا يقطع الصلاة' حديث (715)' والنسائی (64/2): كتاب القبلة: باب: ذكر ما يقطع الصلاة وما لا يقطع اذا لم يكن بين يدی المصلی سترة' حديث (752)' وابن ماجه (305/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: مايقطع الصلاة' حديث (947)' و مالك (155/1): كتاب قصر الصلاة فی السفر' باب: الرخصة من المرور بين يدی المصلی' حديث (38)' والدارمی (329/1): كتاب الصلاة: باب: لا يقطع الصلاة شیء' واحمد (342/1)' وابن خزيمة(22/2)' حديث (833)' والحميدی (224/1) حديث (475)-

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں حضرت فضل رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک گدھی پر سوار تھا۔ ہم لوگ آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے ساتھیوں کو منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہم اس سے اترے اور ہم صف کے ساتھ شامل ہو گئے وہ گدھی ان لوگوں کے آگے سے گزری لیکن اس نے ان لوگوں کی نماز کو نہیں توڑا۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد تابعین سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' یہ حضرات یہ فرماتے ہیں: نماز کو کوئی بھی چیز نہیں توڑتی ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهٗ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ اِلَّا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ

باب 112: کتے، گدھے اور عورت کے علاوہ کوئی چیز نماز کو نہیں توڑتی

310 -سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَّمَنْصُوْرُ بْنُ زَاذَانَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ يَّقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِذَا صَلَّى الرَّجُلُ وَلَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ كَاٰخِرَةِ الرَّحْلِ اَوْ كَوَاسِطَةِ الرَّحْلِ قَطَعَ صَلَاتَهُ الْكَلْبُ الْاَسْوَدُ وَالْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ فَقُلْتُ لِاَبِیْ ذَرٍّ مَا بَالُ الْاَسْوَدِ مِنَ الْاَحْمَرِ مِنَ الْاَبْيَضِ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِیْ سَاَلْتَنِیْ كَمَا سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْكَلْبُ الْاَسْوَدُ شَيْطَانٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَّالْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ ذَرٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلَيْهِ قَالُوْا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ قَالَ اَحْمَدُ الَّذِیْ لَا اَشُكُّ فِيْهِ اَنَّ الْكَلْبَ الْاَسْوَدَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ وَفِیْ نَفْسِیْ مِنَ الْحِمَارِ وَالْمَرْاَةِ شَیْءٌ قَالَ اِسْحٰقُ لَا يَقْطَعُهَا شَیْءٌ اِلَّا الْكَلْبُ الْاَسْوَدُ

310-اخرجه مسلم (401/2- الابی): كتاب الصلاة: باب: قدر ما يستر المصلی حديث (265 /510) وابو داؤد (244/1): كتاب الصلاة: باب: ما يقطع الصلاة' حديث (702) والنسائی (63/2) كتاب القبلة' باب: ذكر ما يقطع الصلاة وما لا يقطع اذا لم يكن بين يدی المصلی سترة' حديث (750) وابن ماجه (306/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: ما يقطع الصلاة' حديث (952) واحمد فی "مسنده": (149/5- 151- 155- 158- 160- 161) والدارمی (329/1): كتاب الصلاة: باب: ما يقطع الصلاة' وما لا يقطعها' وابن خزيمة (11/2) حديث (806) و (20/2-21) حديث (830 -831) من طريق حميد بن هلال' عن عبدالله بن الصامت' عن ابی ذر الغفاری فذكره۔

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو اور اس کے سامنے پالان کی پیچھے والی لکڑی یا درمیانی لکڑی' جتنی کوئی چیز (سترہ کے طور پر) نہ ہو' تو سیاہ کتا، عورت یا گدھا (آگے سے گزرنے سے) نماز توڑ دیتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: سرخ یا سفید کی بجائے کالے (کتے) کی کیا وجہ ہے' تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! جس طرح تم نے مجھ سے سوال کیا' اسی طرح میں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت حکم غفاری رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کو اختیار کیا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: گدھا، خاتون اور سیاہ کتا (آگے سے گزرنے سے) نماز کو توڑ دیتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے: سیاہ کتا نماز کو توڑ دیتا ہے' تاہم گدھے اور خاتون کے بارے میں میرے ذہن میں الجھن پائی جاتی ہے۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صرف سیاہ کتا نماز کو توڑتا ہے۔

شرح

نمازی کے سامنے سے کسی جانور کے گزرنے سے نماز فاسد نہ ہونے کا مسئلہ

اس بات پر تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے مصلّی کے سامنے سے سترہ کے بغیر مرد گزر جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ گزرنے والا گناہگار ضرور ہوتا ہے۔ کیا مصلّی کے سامنے سے سترہ کے بغیر کتا، گدھا اور عورت کے گزرنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعض اہل ظواہر کا مؤقف ہے کہ ان تینوں میں سے کسی کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ انہوں نے زیرِ بحث سے آئندہ باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص حالت نماز میں ہو، اس کے سامنے کجاوہ کی کوئی لکڑی بھی نہ ہو تو اس کی نماز کو سیاہ کتا، عورت یا گدھا (آگے گزرنے کے سبب) توڑ دیتا ہے۔''

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں سے کسی کے بھی بغیر سترہ کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ وہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک گدھی پر سوار تھے، ہم حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ ہم گدھی سے اتر کر صف میں شامل ہو گئے جبکہ گدھی صفوں کے درمیان سے

گزری مگراس سے لوگوں کی نماز فاسد نہیں ہوئی تھی۔اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے وقت وہ آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں۔معلوم ہوا کہ گدھے یا عورت کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

سوال: سیاہ کتا، گدھا اور عورت کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟

جواب: ان تینوں کی تخصیص کی وجہ ان میں شیطانی اثرات کا دخل ہے۔حدیث باب میں یہ الفاظ موجود ہیں: "الکلب الاسود شیطان" (سیاہ کتا شیطان ہے)۔عورتوں کے بارے میں یہ الفاظ ہیں: النساء حبائل الشیطان (عورتیں شیطان کے کھلونے ہیں) حمار کے بارے میں روایات موجود ہیں کہ اس کی نہیق شیطانی اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے۔اس طرح بطور نتیجہ یوں کہا جاسکتا ہے: "فلکل من الثلاثة علاقة بالشیطان" یعنی تینوں کے مابین شیطانی اثرات کا تعلق وعلاقہ ہے۔اس قدر مشترک کی وجہ سے تینوں کی تخصیص کی گئی ہے۔

سوال: زیر بحث باب کی حدیث قولی ہے جبکہ آئندہ باب کی حدیث جو جمہور کی دلیل ہے، فعلی ہے۔مشہور ضابطہ کے مطابق قولی حدیث کو ترجیح حاصل ہونی چاہیے؟

جواب: قولی روایت کو اس وقت فعلی روایت پر ترجیح دیتے ہیں جب دونوں کے مابین تطبیق کی صورت نہ نکلتی ہو، یہاں تطبیق کی صورت موجود ہے، لہٰذا ترجیح والا قانون جاری نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

باب 113: ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا

311 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ مُشْتَمِلًا فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ وَّسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَاَنَسٍ وَّعَمْرِو بْنِ اَبِي اَسِيْدٍ وَّاَبِي سَعِيْدٍ وَّكَيْسَانَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَآئِشَةَ وَاُمِّ هَانِئٍ وَّعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ وَّطَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ وَّعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

311- اخرجه مالك في "الموطا": (140/1): كتاب صلاة الجماعة: باب: الرخصة في الصلاة في الثوب الواحد حديث (29)، والبخاري (558/1- 559): كتاب الصلاة: باب: الصلاة في الثوب الواحد ملتحفا به حديث (354 -355 -356)، ومسلم (406/2- الابي) كتاب الصلاة: باب: الصلاة في ثوب واحد وصفة لبسه حديث (517/278) والنسائي (70/2): كتاب القبلة: باب: الصلاة في الثوب الواحد، وابن ماجه (333/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: الصلاة في الثوب الواحد حديث (1049) واحمد في "مسنده": (26/4) وابن خزيمة (374/1) حديث (761) و (378/1- 379) حديث (770-771) من طريق هشام بن عروة بن الزبير عن ابيه عن عمر بن ابي سلمة فذكره۔

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوْا لَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

وَقَدْ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ يُصَلِّى الرَّجُلُ فِى ثَوْبَيْنِ

◆◆ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس وقت صرف) ایک کپڑا لپیٹا ہوا تھا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن ابواسید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت کیسان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' سیّدہ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد تابعین اور دیگر (طبقوں) سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' یہ حضرات فرماتے ہیں: ایک کپڑا پہن کر نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: آدمی دو کپڑے پہن کر نماز ادا کرے۔

شرح

ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کا مسئلہ

نماز کے ارکان اور فرائض میں سے ایک ''سترعورت'' ہے۔ یہ رکن فرائض ونوافل سب نمازوں کے لیے ہے۔ خواتین کا ''ستر عورت'' ان کے ہاتھوں، پاؤں اور چہرے کے علاوہ تمام جسم ہے جبکہ مرد کا ''سترعورت'' ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ مرد کا ستر عورت کے علاوہ اپنے جسم کو حالت نماز میں چھپانا آداب نماز سے ہے۔ اپنے کپڑے زیب تن کر کے نماز ادا کرنی چاہیے، البتہ اگر کپڑے دستیاب نہ ہوں یا پاک نہ ہوں تو ایک کپڑے کے استعمال سے نماز درست ہو جائے گی۔ زیر بحث حدیث میں بیان جواز کی صورت بیان ہوئی۔ ورنہ ارشاد خداوندی یہ ہے: ''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ'' (تم ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو) اس زینت سے مراد خوبصورت لباس، جسم کی طہارت اور کامل وضو ہے۔ عقل ودانش اور آداب مسجد ونماز کا تقاضا ہے کہ پورا لباس زیب تن کر کے نماز کی ادائیگی کے لیے حاضری ہو۔ علاوہ ازیں سر پر دستار اور ٹوپی دونوں یا دونوں میں سے ایک کا بھی التزام ہونا چاہیے۔ بعض لوگ ننگے سر نماز ادا کرنے کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دورانِ نماز سر ڈھانپنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ان کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اسی آیت پر غور فرمالیں یا جس ذات کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نماز ادا کرتے ہیں، اس بارگاہ کے آداب پر غور فرمالیں تو ان کا دل یقیناً گواہی دے گا کہ ننگے سر نماز کے لیے مسجد میں حاضر نہیں ہونا چاہیے۔ حالت نماز میں دستار اور ٹوپی کا استعمال تو اپنی جگہ ہے لیکن خارج نماز اور خارج مسجد بھی انہیں ترک نہیں کرنا چاہیے۔ دور حاضر میں ننگے سر رہنا لڑکوں،

نوجوانوں اور بوڑھوں کا فیشن بن چکا ہے، جس سے شیطان اظہارِ مسرت کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ابْتِدَاءِ الْقِبْلَةِ

باب 114: قبلہ کا آغاز

312 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ صَلّٰى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُّوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) فَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ وَكَانَ يُحِبُّ ذٰلِكَ فَصَلّٰى رَجُلٌ مَعَهُ الْعَصْرَ ثُمَّ مَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَهُمْ رُكُوْعٌ فِيْ صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ قَدْ وَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ قَالَ فَانْحَرَفُوْا وَهُمْ رُكُوْعٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعُمَارَةَ بْنِ أَوْسٍ وَّعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ وَأَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ الْبَرَاءِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانُوْا رُكُوْعًا فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سولہ یا شاید سترہ ماہ تک' بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ آپ کا رخ کعبہ کی طرف کر دیا جائے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں' ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے' جس سے تم راضی ہو گے' تم اپنے چہرے کو مسجد حرام کی سمت میں پھیر لو''۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر لیا' جو آپ کو پسند بھی تھا۔

ایک شخص نے آپ کی اقتداء میں عصر کی نماز ادا کی' پھر وہ کچھ انصاریوں کے پاس سے گزرا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھ رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے وہ بولا: اور اس نے گواہی دے کر یہ بات بتائی' اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر دیا گیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے: ان تمام حضرات نے رکوع کی

312- اخرجه ابن ماجه (322/1): كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: القبلة' حديث (1010) من طريق علقمة بن عمرو الدارمي قال: حدثنا ابوبكر بن عياش عن ابي اسحق عن البراء بن عازب' فذكره-

حالت میں اپنا رخ پھیر لیا (اور خانہ کعبہ کی طرف کر لیا)
اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمارہ بن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابواسحق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ سفیان نے عبداللہ بن دینار کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے' تاہم اس میں وہ یہ نقل کرتے ہیں' وہ لوگ صبح کی نماز میں رکوع کی حالت میں تھے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

باب 115: مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے

313 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ مَعْشَرٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ مَعْشَرٍ مِثْلَهٗ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَدْ رُوِىَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِىْ اَبِىْ مَعْشَرٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَاسْمُهٗ نَجِيْحٌ مَوْلٰى بَنِىْ هَاشِمٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ لَّا اَرْوِىْ عَنْهُ شَيْئًا وَّقَدْ رَوٰى عَنْهُ النَّاسُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّحَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِىِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْاَخْنَسِىِّ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَقْوٰى مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ مَعْشَرٍ وَّاَصَحُّ

312- اخرجه مالك في "الموطا": (195/1): كتاب القبلة: باب: ما جاء في القبلة' حديث (6)' والبخاري (603/1): كتاب الصلاة: باب: ما جاء في القبلة' حديث (403)' و (22/8): كتاب التفسير' باب: قول الله تعالى: (وما جعلنا القبلة التي كنت عليها)' كتاب اخبار الآحاد' باب: ما جاء في اجازة خبر الواحد الصدوق في الاذان والصلاة والصوم والفرائض والاحكام' حديث (7251)' ومسلم (12/3- النووي): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: تحويل القبلة من القدس الى الكعبة' حديث (526/13)' والنسائي (244/1): كتاب الصلاة: باب: استبانة الخطا بعد الاجتهاد' و (61/2) كتاب القبلة: باب: استبانة الخطا بعد الاجتهاد واحمد في "مسنده": (16/2-105-113) و (26/6) والدارمي (281/1): كتاب الصلاة' باب: في تحويل القبلة من بيت المقدس الى الكعبة' وابن خزيمة (225/1) حديث (435) من طريق عبدالله بن دينار عن عبدالله بن عمر فذكره-

313- اخرجه ابن ماجه (323/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: القبلة' حديث (1011) من طريق ابي معشر' عن محمد بن عمرو عن ابي سلمة عن ابي هريرة' فذكره-

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث دیگر حوالوں سے منقول ہے۔ بعض اہلِ علم نے اس میں معشر نامی راوی کے حافظے کے حوالے سے کچھ کلام کیا ہے ان کا نام "نجیح" تھا' اور یہ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام تھے۔
امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: میں ان سے کوئی روایت نقل نہیں کرتا (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) دیگر حضرات نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔
امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: عبداللہ بن جعفر مخرمی نے عثمان بن محمد اخنسی کے حوالے سے، سعید مقبری کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو احادیث نقل کی ہیں وہ زیادہ مستند ہیں اور ابومعشر کی روایت سے زیادہ مستند ہیں۔

314 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بَكْرٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْاَخْنَسِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
متنِ حدیث: مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ
حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ
وَّاِنَّمَا قِيْلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ لِاَنَّهٗ مِنْ وَّلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ
آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ مِّنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ
وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا جَعَلْتَ الْمَغْرِبَ عَنْ يَّمِيْنِكَ وَالْمَشْرِقَ عَنْ يَّسَارِكَ فَمَا بَيْنَهُمَا قِبْلَةٌ اِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ
وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ هٰذَا لِاَهْلِ الْمَشْرِقِ وَاخْتَارَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ التَّيَاسُرَ لِاَهْلِ مَرْوٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔
یہ بات کہی جاتی ہے: عبداللہ بن جعفر مخرمی نامی راوی حضرت مسور بن مخرمہ کی اولاد میں سے ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
یہی روایت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے: مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔
ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب تم مغرب کو اپنے دائیں طرف کرو اور مشرق کو اپنے بائیں طرف کرو' تو جو ان دونوں کے درمیان ہوگا' وہ قبلہ ہے' جب تم قبلہ کی طرف رخ کرنے لگو۔
ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ یہ اہلِ مشرق کے لیے ہے۔
حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے "مرو" کے رہنے والوں کے لیے بائیں طرف کو اختیار کیا ہے۔

شرح

تحویل قبلہ کی تاریخ

تحویل قبلہ کتنی مرتبہ ہوا؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ تحویل قبلہ ایک مرتبہ ہوا۔ مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف چہرہ انور کر کے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا، تو آپ عملاً بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں یہی حکم برقرار رہا اور آپ بیت المقدس کی طرف چہرہ انور کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ پھر تحویل قبلہ ہو گیا اور آپ نے بیت اللہ کی طرف چہرہ انور کر کے نماز ادا کرنا شروع کر دی۔

جمہور مؤرخین کے نزدیک تحویل قبلہ دو بار ہوا۔ مکہ مکرمہ میں استقبال کا حکم تھا جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عملاً بیک وقت بیت اللہ اور بیت المقدس کی طرف چہرہ انور کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا تو آپ عملاً صرف بیت المقدس کی طرف چہرہ فرماتے کیونکہ دونوں کا استقبال ممکن نہیں تھا۔ ہجرت کے سولہ یا سترہ ماہ کے بعد دوبارہ تحویل قبلہ ہوا۔ اب بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا۔ اس طرح دو بار تحویل قبلہ ہوا۔

ہجرت کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ مدینہ طیبہ میں یہودی کثیر تعداد میں آباد تھے اور وہ بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ انہیں مؤثر طریقہ سے اسلام کی دعوت دینا مقصود تھا کہ ملت ابراہیمی اور یہود کا روحانی سرچشمہ صرف ایک ہے، وہ بیت المقدس ہے۔ علاوہ ازیں یہود نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک اسلامی کی مخالفت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ انہوں نے آپ کے دعوتی پروگرام کو چیلنج کرتے ہوئے کہا: اگر آپ حق پر ہیں، آپ کا پیغام حق ہے اور لوگوں کو حق کی دعوت دیتے ہیں تو آپ کا قبلہ ہم سے مختلف ہونا چاہیے، یعنی بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ قبلہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تحویل قبلہ کا قصد فرمایا اور خواہش کا اظہار بھی کیا تا کہ یہودیوں پر اسلام کی حقانیت واضح ہو جائے۔ عین نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کا حکم بایں الفاظ نازل فرما دیا: "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط" اے محبوب! آپ اپنا چہرہ انور مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیر بحث باب کے تحت دو احادیث کی تخریج فرمائی ہے، دونوں کے الفاظ یکساں اور مضمون ایک ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مابین المشرق والمغرب قبلة" (مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے) گویا "بیت اللہ" مغرب و مشرق اور روئے زمین کے عین وسط میں واقع ہے۔ علاوہ ازیں بیت المعمور (فرشتوں کا قبلہ) کے بالکل نیچے ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فِي الْغَيْمِ

باب 116: جو شخص اندھیرے میں قبلہ کی بجائے کسی اور طرف رخ کر کے نماز ادا کر لے

315 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ بْنُ سَعِيْدٍ السَّمَّانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ

عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متن حدیث: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ فَلَمْ نَدْرِ اَيْنَ الْقِبْلَةُ فَصَلّٰى كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا عَلٰى حِيَالِهِ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ (فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذَاكَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَشْعَثَ السَّمَّانِ

توضیح راوی: وَاَشْعَثُ بْنُ سَعِيْدٍ اَبُو الرَّبِيْعِ السَّمَّانُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا قَالُوْا اِذَا صَلّٰى فِي الْغَيْمِ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ ثُمَّ اسْتَبَانَ لَهُ بَعْدَمَا صَلّٰى اَنَّهُ صَلّٰى لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَاِنَّ صَلَاتَهُ جَائِزَةٌ

وَبِهِ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◄► عاصم بن عبیداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے رات شدید تاریک تھی ہمیں پتہ نہیں چلا کہ قبلہ کی سمت کیا ہے تو ہم میں سے ہر شخص نے اپنی حالت میں نماز ادا کر لی جب صبح ہوئی اور ہم نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

''تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے''۔

یہ اس حدیث کی سند مستند نہیں ہے۔ ہم اس روایت کو صرف اشعث سمان کی روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اشعث بن سعید ابوالربیع سمان کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

اکثر اہل علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اندھیرے کی وجہ سے قبلہ کی بجائے کسی اور طرف رخ کر کے نماز ادا کر لے اور اس نماز ادا کر لینے کے بعد اس کے سامنے یہ واضح ہو کہ اس نے قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا نہیں کی تو اس کی نماز درست شمار ہوگی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

غیر سمت قبلہ نماز ادا کرنے کا مسئلہ

استقبال قبلہ نماز کی شرائط میں سے ہے۔ جو شخص عمداً اس شرط کو فوت کر دیتا ہے تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی بلکہ واجب الاعادہ ہے۔ جس شخص کے لیے بادل وغیرہ کی وجہ سے سمت قبلہ مشتبہ ہوگئی ہو اور اس نے تحری (غور وفکر) کر کے نماز کا آغاز کیا، دوران نماز اسے صحیح سمت معلوم ہوگئی، تو وہ اس سمت کی طرف پھر جائے۔ اگر اسے بعد از فراغت نماز معلوم ہوا کہ غلط سمت نماز پڑھی ہے، تو احناف کے نزدیک اس کی نماز ہوگئی۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی نماز واجب الاعادہ ہے۔ حضرت امام

315- اخرجه ابن ماجه (326/1): كتاب: اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: من يصلي لغير القبلة وهو لا يعلم' حديث (1020) وعبد بن حميد' ص (130) حديث (316) من طريق عاصم بن عبيدالله عن عبدالله بن عامر بن ربيعة عن ابيه فذكره-

مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ اگر وقت باقی ہے تو نماز کا اعادہ مستحب ہے ورنہ نہیں۔ اگر منفرد نے تحری کے بغیر غلط سمت نماز ادا کی تو نماز نہیں ہوگی بلکہ واجب الاعادہ ہے۔ اگر باجماعت نماز پڑھنی ہو اور سمت قبلہ مشتبہ ہو جائے، تو سب لوگ تحری کر کے نماز پڑھیں تو جو مقتدی امام کے پیچھے ہوں گے ان کی نماز صحیح ہوگی اور جو امام سے آگے ہوں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔ اگر باجماعت مقتدی کو غلطی یا اختلاف کا علم بعد از فراغت نماز ہو تو سب کی نماز ہو جائے گی۔

سوال: زیر بحث حدیث جماعت پر محمول ہوگی یا انفرادی طور پر نماز پڑھنے پر؟

جواب: اس حدیث میں دونوں احتمال موجود ہیں کہ صحابہ نے انفرادی طور پر نماز ادا کی ہو یا باجماعت لیکن گھرے اندھیرے کی وجہ سے مخالفت امام کا علم فراغت نماز کے بعد ہوا ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ مَا یُصَلّٰی اِلَیْهِ وَفِیْهِ

باب 117: کس چیز کی طرف اور کس جگہ پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے؟

346/316 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ عَنْ زَیْدِ بْنِ جَبِیْرَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَیْنِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یُّصَلّٰی فِیْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِی الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِیْقِ وَفِی الْحَمَّامِ وَفِیْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَیْتِ اللّٰهِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ زَیْدِ بْنِ جَبِیْرَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَیْنٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ وَّجَابِرٍ وَّاَنَسٍ اَبُوْ مَرْثَدٍ اسْمُهٗ کَنَّازُ بْنُ حُصَیْنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَحَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ اِسْنَادُهٗ لَیْسَ بِذَاكَ الْقَوِیِّ

توضیح راوی: وَقَدْ تُکُلِّمَ فِیْ زَیْدِ بْنِ جَبِیْرَةَ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَزَیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ الْکُوْفِیُّ اَثْبَتُ مِنْ هٰذَا وَاَقْدَمُ وَقَدْ سَمِعَ مِنِ ابْنِ عُمَرَ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوَی اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِیِّ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ وَحَدِیْثُ دَاوُدَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهُ وَاَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ اللَّیْثِ بْنِ سَعْدٍ

وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِیُّ ضَعَّفَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِیْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ مِنْهُمْ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ الْقَطَّانُ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔ بیت

316- اخرجه ابن ماجه (246/1): كتاب المساجد والجماعات: باب: المواضع التي تكره فيها الصلاة حديث (746) وعبد بن حميد ص (246) حديث (765) من طريق زيد بن جبيرة عن داؤد بن الحصين عن نافع عن ابن عمر فذكره۔

الخلاء، مذبح، قبر، راستہ، حمام، اونٹوں کا باڑا اور بیت اللہ کی چھت۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی مفہوم کی روایت نقل کرتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابومرثد رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کی سند زیادہ مستند نہیں ہے۔ اس میں زید بن جبیرہ نامی راوی کے حافظے کے حوالے سے کچھ کلام کیا گیا ہے۔

لیث بن سعد نے اس حدیث کو عبداللہ بن عمر عمری کے حوالے سے، نافع کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے' جیسا کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے' وہ زیادہ مشابہ ہے' اور لیث بن سعد کی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

عبداللہ بن عمر عمری رضی اللہ عنہما کو بعض اہلِ علم نے اس کے حافظے کے حوالے سے ضعیف قرار دیا ہے' جن میں یحییٰ بن سعید القطان بھی شامل ہیں۔

شرح

ایسے سات مقامات جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کے تحت جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں سات ایسے مقامات بیان کیے ہیں جہاں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- **مَزْبِلَةٌ**: یہ فعل ثلاثی مجرد سے ظرف مکان ہے' جس سے مراد ہے: کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ۔ اس جگہ کراہت نماز کی وجہ نجاست ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ماکول اللحم جانوروں کے فضلات بھی نجس ہیں۔ اس مقام پر کپڑا وغیرہ بچھا کر نماز پڑھنا بھی کراہت سے خالی نہیں ہوگا۔

۲- **مَجْزَرَةٌ**: مذبح یا ذبح گاہ، یہاں نماز مکروہ ہونے کی وجہ نجاست یا قرب نجاست ہے۔

۳- **مَقْبَرَةٌ**: قبرستان میں نماز کے مکروہ ہونے کی وجہ وہاں قبروں کا سامنا کرنا ہے۔ یہ احناف کے نزدیک ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے یہاں نماز مکروہ ہونے کی وجہ نجاست ہے، کیونکہ قبرستان کی جگہ بار بار استعمال ہوتی ہے، کبھی قبر کے اندر کی مٹی باہر آتی ہے اور باہر والی اندر چلی جاتی ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ دوسری اشیاء کی طرح زمین بھی دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتی، گویا جگہ نجس یا قریب النجس ہونے کی وجہ سے نماز کے لیے استعمال نہیں ہوسکتی۔

۴- **قَارِعَةُ الطَّرِيْقِ**: اس سے مراد بڑے راستے کا درمیانہ حصہ یا عین راستہ کی جگہ ہے۔ یہاں نماز مکروہ ہونے کی وجہ عدم اطمینان ہے، کیونکہ لوگوں کی آمدورفت کے باعث یہ جگہ اطمینان بخش نہیں ہوسکتی جبکہ اطمینان وخشوع نماز کی روح ہے۔

۵- **حِمَامٌ**: اس سے مراد غسل وطہارت حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ یہاں نماز مکروہ وممنوع کی وجہ بے اطمینانی ہے۔ لوگوں

کی کثرت سے آمدورفت ہونے کی وجہ سے نماز میں اطمینان حاصل نہیں ہوسکتا۔

۶- مَعَاطِنُ الْاِبِلِ: اس سے مراد اونٹ کا باڑا ہے، یہاں نماز مکروہ ہونے کی وجہ نا ہموار زمین یا نجس ہونا ہے۔

۷- فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللهِ: کعبۃ اللہ کی چھت، یہاں نماز ادا کرنے کی کراہت کی وجہ آداب بیت اللہ کی خلاف ورزی ہے اور عظمت بیت اللہ کا مجروح ہونا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَاَعْطَانِ الْاِبِلِ

باب 118: بکریوں کے باڑے اور اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنا

317 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: صَلُّوْا فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوْا فِيْ اَعْطَانِ الْاِبِلِ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ اٰدَمَ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ اَوْ بِنَحْوِهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَالْبَرَاءِ وَسَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَصْحَابِنَا وَبِهِ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَحَدِيْثُ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ روایت: وَّرَوَاهُ اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَوْقُوْفًا وَّلَمْ يَرْفَعْهُ وَاسْمُ اَبِيْ حَصِيْنٍ عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ الْاَسَدِيُّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرلو لیکن اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

317- اخرجه ابن ماجه (252/1): كتاب المساجد والجماعات: باب: الصلاة في اعطان الابل و مراح الغنم' حديث (768) واحمد (41/2, 491 ;509) والدارمي (323/1) كتاب الصلاة' باب: الصلاة من مرابض الغنم و معاطن الابل وابن خزيمة (8/2) حديث (795)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔
ہمارے اصحاب کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔
ابوحصین نے ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث نقل کی ہے وہ حدیث "غریب" ہے۔
اسرائیل نے اس روایت کو ابوحصین کے حوالے سے، ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے انہوں نے اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔
ابوحصین کا نام عثمان بن عاصم اسدی ہے۔

318 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو التَّيَّاحِ الضُّبَعِيُّ اسْمُهٗ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔
ابوالتیاح ضبعی نامی راوی کا نام یزید بن حمید ہے۔

شرح

وہ مقامات جہاں نماز ادا کرنا ممنوع ہے

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کے تحت ایک حدیث تخریج کی ہے جس میں بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کو جائز اور اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ مسئلہ آئمہ فقہ کے نزدیک متفقہ ہے۔ کیا اونٹوں

318- اخرجه البخاری (407/1): كتاب الوضوء' باب: ابوال الابل والدواب والغنم و مرابضها' حديث (234)' و (627/1): كتاب الصلاة' باب: الصلاة في مرابض الغنم' حديث (429)' و (97/4): كتاب فضائل المدينة: باب: حرم المدينة حديث (1868)' و (382/4) كتاب البيوع: باب: صاحب السلعة احق بالسوم' حديث (2106)' و (474/5): كتاب الوصايا: باب: وقف الارض للمسجد' حديث (2724)' و (479/5): باب: اذا قال الواقف لا نطلب ثمنه الى الله فهو جائز' و (311/7): كتاب مناقب الانصار: باب: مقدم النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه المدينة' حديث (3932)' و مسلم (414/2- الابي) كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: ابتناء مسجد النبي صلى الله عليه وسلم حديث (524/9)' واحمد في "مسنده" (131/3) من طريق شعبة' عن ابي التياح عن انس بن مالك' فذكره-

کے باڑے میں نماز ادا کرنے سے ہوجائے گی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مابین اختلاف ہے:

۱-حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز نہیں ہوگی بلکہ پڑھی ہوئی نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے، جس میں اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز ہوجائے گی۔ انہوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ اس روایت میں عارضی مصلحت وحکمت کی بناء پر نماز سے منع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اونٹ ایک شرارتی جانور ہے، جس پر کسی وقت بھی بھوت سوار ہوسکتا ہے لہٰذا ان کے باڑے میں نمازی کو حضوری حاصل نہیں ہوسکتی۔ مزید یہ ہے کہ اونٹوں کے باڑے میں کھڈے ہوتے ہیں اور بدبو تیز ہوتی ہے۔ اس کے برعکس بکریاں شریف جانور ہیں، ان کے باڑے میں کھڈے نہیں ہوتے اور ان کے باڑے کی بدبو زیادہ تیز نہیں ہوتی۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اونٹ کے گوشت میں بدبو ہوتی ہے اور چکناہٹ بھی اسی لیے اس کا گوشت کھانے کے بعد وضو صغیر (ہاتھ منہ دھونے) کی تاکید کی گئی ہے جبکہ بکری کے گوشت میں بدبو ہوتی ہے اور نہ چکناہٹ۔

اسی باب کی دوسری حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل وفعل کی ترجمان ہے، کے مضمون سے بھی اس مسئلہ کی تائید و توضیح ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الدَّابَّةِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ

باب 119: سواری پر نماز ادا کرنا، خواہ اس کا رخ کسی بھی سمت میں ہو

319 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَّيَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ فَجِئْتُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالسُّجُوْدُ اَخْفَضُ مِنَ الرُّكُوْعِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا لَّا يَرَوْنَ بَاْسًا اَنْ يُّصَلِّيَ

319- اخرجه ابو داؤد (306/1): كتاب الصلاة: باب: رد السلام في الصلاة' حديث (926)' و (391/1) باب التطوع الى الراحلة والوتر حديث (1227) والنسائي (6/3): كتاب السهو: باب' رد السلام بالاشارة في الصلاة' وابن ماجه (325/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: المصلي يسلم عليه كيف يرد' حديث (1018)' واحمد في "مسنده" (351- 363- 379- 380- 388- 296/3- 312- 332- 334) وابن خزيمة (49/2) حديث (889)' و (253/2) حديث (1270) من طريق ابي الزبير عن جابر فذكره-

الرَّجُلُ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ تَطَوُّعًا حَیْثُ مَا کَانَ وَجْھُہٗ اِلَی الْقِبْلَۃِ اَوْ غَیْرِھَا

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے کسی کام سے بھیجا' جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرق کی طرف رخ کرکے اپنی سواری پر نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ رکوع کے مقابلے میں زیادہ جھکا ہوا ہوتا تھا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سر کو زیادہ جھکا لیتے تھے)

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت بعض دیگر حوالوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عام اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' ہمارے علم کے مطابق اس بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان حضرات کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اگر کوئی شخص اپنی سواری پر ہی نفل نماز ادا کر لیتا ہے' خواہ اس کا رخ کسی بھی سمت میں ہو' قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو۔

شرح

سواری پر نماز ادا کرنے کا مسئلہ

نماز دو قسم کی ہوتی ہے:

(۱) نوافل،

(۲) فرائض۔ نفلی نماز سواری پر جائز ہے خواہ سواری کا منہ قبلہ رخ ہو یا نہ ہو۔ اس لیے کہ نوافل میں استقبال قبلہ شرط نہیں ہے اور نہ رکوع وسجود لیکن رکوع وسجود اشارہ سے کیے جائیں گے۔ سجود، رکوع کی نسبت پست ہوگا تاکہ دونوں کے مابین امتیاز وفرق ہو سکے۔ ہوائی جہاز، بس اور ریل کار میں بھی استقبال قبلہ شرط نہیں ہے، لہٰذا ان میں بھی نوافل پڑھے جا سکتے ہیں اور رکوع وسجود اشارہ سے کیا جا سکتا ہے۔ البتہ ہوائی جہاز یا ریل کار میں آسانی سے کھڑا ہونا ممکن ہو، تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہیے ورنہ مجبوری کی وجہ سے بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

فرائض میں استقبال قبلہ اور رکوع وسجود ارکان ہیں لہٰذا فرائض سواری پر نہیں پڑھ سکتے البتہ فرائض پڑھنے کے لیے سواری سے اترنا ضروری ہے۔ اگر سواری سرکش ہو، جو دوبارہ سوار نہیں ہونے دے گی یا اس کے دوڑ جانے کا اندیشہ ہو تو اس عذر کی وجہ سے سواری پڑھی نماز (فرائض) جائز ہو جائے گی۔ البتہ آغاز نماز کے وقت استقبال قبلہ ضروری ہے۔ اسی طرح وقت تنگ ہو اور سواری رکنے کا امکان بھی نہ ہو، سواری پر نماز پڑھ لی جائے بعد میں اس کا اعادہ کیا جائے۔ اسی طرح نماز کا وقت تنگ ہونے کی صورت میں ہوائی جہاز، ریل کار اور بس وغیرہ پر استقبال قبلہ کا اعتبار کرتے ہوئے ممکنہ رکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھ لے بعد میں وہ نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

نوٹ: یادر ہے سواری، ہوائی جہاز، بس اور ریل کار پر فرائض کی ادائیگی میں فقہاء کا اختلاف ہے۔لہٰذا وقت کی تنگی وغیرہ اعذار کی وجہ سے ان پر اگر نماز ادا کرلی جائے تو احتیاط کا تقاضا ہے کہ بعد میں اعادہ کیا جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(قصوری)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ اِلَى الرَّاحِلَةِ

باب 120: سواری کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنا

320 سندِحدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى اِلٰى بَعِيْرِهٖ اَوْ رَاحِلَتِهٖ وَكَانَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بِالصَّلٰوةِ اِلَى الْبَعِيْرِ بَاْسًا اَنْ يَّسْتَتِرَ بِهٖ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ کی طرف یا اپنی سواری کی طرف رخ کر کے نماز ادا کر لیتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر بھی نماز ادا کر لیتے تھے خواہ اس کا رخ کسی بھی سمت میں ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کی یہی رائے ہے۔ان کے نزدیک اونٹ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی اسے سترہ بنا کر (نماز ادا کی جائے)

شرح

سواری کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا مسئلہ

''دابہ'' عام سواری یا جانور کو کہا جاتا اور ''راحلۃ'' اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جس پر ہودج یا کاٹھی وغیرہ رکھ کر سواری کے لیے تیار کیا گیا ہو۔جب اونٹ پر کاٹھی وغیرہ ڈال کر تیار کیا جاتا ہے تو وہ شرارتی نہیں رہتا بلکہ اپنے مالک کا تابعدار بن کر خدمت وسواری

320- اخرجه البخاري (566/2): كتاب الوتر : باب: الوتر على الدابة' حديث (999)و (567/2)باب: الوتر في السفر' حديث (1000)' و (668/2) كتاب تقصير الصلاة: باب: صلاة التطوع على الدواب وحيثما توجهت به' حديث (1095)' و (669/2) باب: الايماء على الدابة' حديث (1096)' وباب: ينزل للمكتوبة' حديث (1098)' و (673/2): باب: من تطوع في السفر في غير دبر الصلوات و قبلها فدكع النبي صلى الله عليه وسلم ركعتي الفجر في السفر' حديث (1105)' و مسلم (20/3- الابي): كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب: جواز صلاة النافلة على الدابة في السفر حيث توجهت به' حديث (700/32-31)' والنسائي (232/3): كتاب : قيام الليل و تطوع النهار: باب' الوتر على الراحلة' واحمد في "مسنده": (13-4/2 -38 -57 -124 -142)و (73/3)' وابن خزيمة (251/2) حديث (1264) من طريق نافع عن ابن عمر فذكره-

کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیتا ہے۔ اونٹ بلکہ گدھے پر سواری کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ آپ کے سواری کے جانوروں میں ان کے نام نمایاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کو بطور سترہ بٹھا کر اس کی طرف اپنا چہرہ انور کر کے نماز ادا فرما لیتے تھے جس طرح حدیث باب میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَئُوْا بِالْعَشَاءِ

باب 121: نماز کا وقت ہو جائے اور کھانا بھی آ جائے' تو پہلے کھانا کھا لو

321 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَئُوْا بِالْعَشَاءِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَاُمِّ سَلَمَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ يَقُوْلَانِ يَبْدَاُ بِالْعَشَاءِ وَاِنْ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ فِي الْجَمَاعَةِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ يَبْدَاُ بِالْعَشَاءِ اِذَا كَانَ طَعَامًا يَّخَافُ فَسَادَهٗ وَالَّذِيْ ذَهَبَ اِلَيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَشْبَهُ بِالْاِتِّبَاعِ وَاِنَّمَا اَرَادُوْا اَنْ لَّا يَقُوْمَ الرَّجُلُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَقَلْبُهٗ مَشْغُوْلٌ بِسَبَبِ شَيْءٍ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ لَا نَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَفِيْ اَنْفُسِنَا شَيْءٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کھانا آ جائے اور نماز بھی کھڑی ہو چکی ہو' تو تم پہلے کھانا کھا لو۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اور سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ان میں حضرت

321 اخرجه البخاری (497/9) كتاب الاطعمة' باب: اذا حضر العشاء فلا يعجل عن عشائه: حديث (5463)' و مسلم (462/2) كتاب المساجد و مواضع الصلاة' باب: كراهة الصلاة بحضرة الطعام الذي يريد اكله في الحال و كراهة الصلاة مع مدافعة الاخبثين' حديث (64 /557)' والنسائي (110/2) حديث (852) كتاب الامامة باب: المنذر في ترك الجماعة' وابن ماجه (301/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: اذا حضرت الصلاة ووضع العشاء حديث (933)' الدارمي (293/1) كتاب الصلاة باب: اذا حضر العشاء واقيمت الصلاة واحمد (110/3)' والحميدي (499/2) حديث (1181)' وابن خزيمة (66/2) حديث (934)

ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے وہ فرماتے ہیں: پہلے کھانا کھالیا جائے' اگر چہ باجماعت نماز فوت ہو جائے میں نے جارود کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: وہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: آدمی پہلے کھانا کھالے اگر کھانے کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر اہلِ علم میں سے کچھ حضرات اس بات کی طرف گئے ہیں' جو پیروی کے زیادہ مشابہ ہے۔ ان حضرات نے یہ ارادہ کیا ہے: کوئی بھی شخص نماز کے لیے ایسی حالت میں کھڑا نہ ہو' جب اس کا دل کسی اور طرف متوجہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ہم اس وقت نماز کے لیے کھڑے نہیں ہوتے' جب ہمارا ذہن کسی دوسری طرف (منتشر) ہو۔

322 وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَئُوْا بِالْعَشَاءِ

آثارِ صحابہ: قَالَ وَتَعَشّٰی ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ

سندِ حدیث: قَالَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کھانا رکھ دیا جائے اور نماز قائم ہو جائے' تو پہلے کھانا کھالو۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھانا کھاتے رہتے تھے' اگر چہ وہ امام کی قرأت کی آواز سن رہے ہوتے تھے۔

یہ روایت نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نقل کی ہے۔

شرح

جماعت کھڑی ہونے پر کھانا پیش کیا جائے تو کھانا کھانے کو اولیت دینا

عین جماعت کھڑی ہوتے وقت کھانا پیش کیا جائے جبکہ بھوک کی شدت کا بھوت بھی سوار ہو، تو پہلے کھانا کھایا جائے پھر نماز ادا کی جائے۔ یہ صورت عموماً غیر رمضان میں اہل الصیام کو پیش آتی ہے کیونکہ رمضان المبارک میں نماز مغرب کھڑی کرنے سے قبل روزے داروں کو افطاری وغیرہ کے لیے کچھ وقت فراہم کیا جاتا ہے' جس میں وہ آسانی سے فراغت حاصل کر کے جماعت کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ غیر رمضان میں جماعت مغرب اذان کے فوراً بعد کھڑی ہو جاتی ہے تو روزے دار شدت بھوک کا شکار ہوتا ہے اور اگر وہ اسی حالت میں جماعت میں شامل ہوگا تو حضوری حاصل نہیں ہوگی جو نماز کی روح ہے۔ اس حالت میں باجماعت نماز ادا کرنے سے کھانے کی طرف میلان کے سبب نماز کھانا بن جائے گی لیکن کھانا پہلے کھانے سے

(۱) اخرجه البخاری (187/2) کتاب الاذان: باب: اذا حضر الطعام واقیمت الصلاة حدیث (673) ومسلم (392/1) کتاب المساجد: باب کراهة الصلاة بحضرة الطعام حدیث (557) من طریق عبیدالله عن نافع عن ابن عمر به۔

توجہ نماز کی طرف ہوگی جس وجہ سے کھانا نماز بن جائے گا۔ اہل الصیام کے علاوہ یہ صورت حال دوسرے لوگوں کو بھی پیش آسکتی ہے مثلاً کوئی شخص سفر سے واپس آیا یا دفتر سے گھر آیا یا کسی بھی کام سے فراغت حاصل کر کے گھر پہنچا اور شدت بھوک کا شکار ہے جبکہ ایک طرف جماعت کھڑی ہوگئی اور دوسری طرف کھانا پیش کر دیا گیا، تو پہلے کھانا کھایا جائے گا' حضوری وخشوع کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔ اسی طرح پیش کیا جانے والا کھانا ضائع ہو جائے گا یا کوئی جانور کھا جائے گا، تو بھی پہلے کھانا تناول کیا جائے پھر نماز ادا کی جائے۔ زیر بحث حدیث کے ایک راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جن کے عمل سے بھی ہمارے مضمون کی تائید ہوتی ہے، جب جماعت کھڑی ہو جاتی اور آپ کے حضور کھانا پیش کیا جاتا تو پہلے کھانا کھاتے پھر نماز ادا کرتے تھے۔ اگر عین جماعت کے وقت کھانا پیش کیا جائے اور شدت کی بھوک بھی نہ ہو، تو پہلے نماز ادا کی جائے پھر کھانا تناول کیا جائے ورنہ ترک جماعت کی وجہ سے نمازی گناہگار ہوگا۔ زیر بحث باب کی دونوں روایات میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ النُّعَاسِ

باب 122: اونگھنے کے وقت نماز ادا کرنا

323 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْكِلَابِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ يَنْعَسُ لَعَلَّهٗ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کسی شخص کو اونگھ آئے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو' تو اسے چاہیے کہ وہ سو جائے' جب اس کی نیند ختم ہو جائے (پھر نماز ادا کرے) کیونکہ جب کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہوتا ہے' اور

323– اخرجه مالك في "الموطا" (118/1): كتاب صلاة الليل: باب: ماجاء في صلاة الليل' حديث (3) والبخاري (375/1): كتاب الوضوء: باب: الوضوء من النوم' حديث (212)' و مسلم (123/3 - الابي) كتاب صلاة المسافرين' باب: امر من نعس في صلاته او استعجم عليه القرآن او الذكر' بان يرقد او يقعد حتى يذهب عنه ذلك حديث (785/220) وابو داؤد (418/1): كتاب الصلاة: باب: النعاس في الصلاة حديث (1310)' وابن ماجه (436/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في المصلي اذا نعس' حديث (1370) والنسائي (99/1): كتاب الطهارة: باب النعاس واحمد في "مسنده": (56/6 - 202 - 205 - 259) والدارمي (321/1)' كتاب الصلاة: باب: كراهية الصلاة للناعس' والحميدي (96/1) حديث (185)' وابن خزيمة (55/2) حديث (907) من طريق لهشام بن عروة' عن ابيه' عن عائشة رضي الله عنها فذكره۔

اس وقت وہ اونگھ جائے' تو ہوسکتا ہے: اپنی طرف سے وہ دعائے مغفرت کررہا ہو' لیکن درحقیقت خود کو برا کہہ رہا ہو۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اونگھ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت

مسلمان کی نماز کی کیفیت یہ ہونی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا ہے، اسے دیکھ رہا ہے اور اس سے راز و نیاز کی باتیں کررہا ہے یا کم از کم یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ جب انسان پر نیند اور اونگھ کا غلبہ ہو تو، اسے اس حالت میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ جو اس حالت میں اپنے لیے دعا مغفرت کررہا ہے حقیقت میں اپنی ذات کو گالی دے رہا ہو۔ اس روایت کا مقصد ہے کہ اونگھ یا نیند کی حالت میں قرآن کریم کے مضامین کو اصل حالت میں نہیں بلکہ غلط انداز میں پیش کرنے کا قوی امکان ہے۔ نماز ادا کرنے کا مقصد رضائے الٰہی ہے لیکن جب اونگھ کی حالت میں قرأت کو بگاڑ کر پڑھے گا تو یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی حاصل ہوگی۔ عموماً یہ کیفیت نماز تہجد میں پیش آتی ہے لیکن بعض اوقات دوسری نمازوں میں بھی پیش آسکتی ہے۔ فرائض میں مقتدی کی حیثیت سے یہ صورتحال پیش آئی تو اس کی نماز ہوجائے گی، کیونکہ امام کی اقتداء میں مقتدی پر قرأت کرنا فرض نہیں ہے بلکہ اس کا کوئی واجب چھوٹ جائے تو اس کا سجدہ سہو بھی نہیں ہے۔ زیر بحث حدیث میں اس بات کا درس دیا گیا ہے کہ اونگھ اور نیند کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے، بلکہ سوجائے اور جب نیند پوری ہوجائے تو حضوری و خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ زَارَ قَوْمًا لَّا يُصَلِّي بِهِمْ

باب 123: جو شخص کسی قوم سے ملنے کے لیے جائے اور وہ انہیں نماز نہ پڑھائے

324 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اَبَانَ بْنِ يَزِيْدَ الْعَطَّارِ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ رَجُلٍ مِّنْهُمْ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يَاْتِيْنَا فِيْ مُصَلَّانَا يَتَحَدَّثُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ يَوْمًا فَقُلْنَا لَهُ تَقَدَّمْ فَقَالَ لِيَتَقَدَّمْ بَعْضُكُمْ حَتّٰى اُحَدِّثَكُمْ لِمَ لَا اَتَقَدَّمُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

324- اخرجه ابو داؤد (218/1): كتاب الصلاة باب: امامة الزائر' حديث (596)' والنسائي (80/2): كتاب الامامة: باب امامة الزائر واحمد في "مسنده": (436/3) و (53/5) وابن خزيمة (12/3) حديث (1520) من طريق ابان بن يزيد العطار عن بديل بن ميسرة العقيلي عن ابي عطية' عن مالك بن الحويرث' فذكره۔

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوْا صَاحِبُ الْمَنْزِلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ مِنَ الزَّائِرِ

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا اَذِنَ لَهٗ فَلَا بَاْسَ اَنْ يُّصَلِّيَ بِهٖ وَقَالَ اِسْحٰقُ بِحَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ وَشَدَّدَ فِيْ اَنْ لَّا يُصَلِّيَ اَحَدٌ بِصَاحِبِ الْمَنْزِلِ وَاِنْ اَذِنَ لَهٗ صَاحِبُ الْمَنْزِلِ قَالَ وَكَذٰلِكَ فِي الْمَسْجِدِ لَا يُصَلِّي بِهِمْ فِي الْمَسْجِدِ اِذَا زَارَهُمْ يَقُوْلُ لِيُصَلِّ بِهِمْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ

◆◆ ابوعطیہ بیان کرتے ہیں: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں ہماری نماز کی جگہ پر تشریف لائے وہ بات چیت کرتے رہے جب نماز کا وقت ہوا تو ہم نے ان سے کہا: آگے بڑھیے! انہوں نے فرمایا: تم اپنے میں سے کسی ایک کو آگے کر دو! میں تمہیں بتاتا ہوں: میں نے آگے ہو کر (نماز کیوں نہیں پڑھائی؟) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص کسی کو ملنے کے لیے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے ان میں سے ہی کوئی ایک شخص ان کی امامت کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے اور دیگر (طبقوں سے تعلق رکھنے والے) اکثر اہلِ علم نے اس پر عمل کیا ہے وہ یہ فرماتے ہیں: مہمان کے مقابلے میں گھر کا مالک امامت کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب مالک مہمان کو اجازت دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے: وہ مہمان اسے نماز پڑھادے۔

حضرت اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے انہوں نے اس بارے میں شدت اختیار کی ہے یعنی کوئی بھی شخص گھر کے مالک کو نماز نہیں پڑھا سکتا اگرچہ گھر کا مالک اسے اجازت دے بھی دے۔

وہ فرماتے ہیں: اسی طرح مسجد میں ہوگا مسجد میں لوگوں کو کوئی ایسا شخص نماز نہیں پڑھائے گا جو ان سے ملنے کے لیے گیا ہو اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انہیں ان میں سے ہی کوئی شخص نماز پڑھائے گا۔

شرح

صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر مہمان کے امام بننے کی ممانعت

جب کوئی شخص کسی کے ہاں کسی بھی مقصد کے لیے جاتا ہے تو صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر میزبان کی مسند پر بیٹھ سکتا ہے اور نہ امامت کرا سکتا ہے، اس لیے کہ صاحب خانہ امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ البتہ اگر میزبان اجازت دے دیتا ہے یا وہ امامت کا اہل نہ ہو تو مہمان نماز پڑھا سکتا ہے۔ حدیث باب میں بھی اسی بات کا درس دیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی قوم کے ہاں بطور مہمان جائے تو وہ وہاں امامت نہ کرائے بلکہ انہی لوگوں میں سے کوئی شخص امامت کرائے۔

سوال: جب لوگوں نے امامت کی اجازت دے دی تو پھر حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز کیوں پڑھائی؟

جواب: (۱) ممکن ہے کہ استثناء والی حدیث حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو نہ پہنچی ہو۔ چونکہ اس روایت میں استثناء کی صورت نہیں ہے لہٰذا آپ اس پر عمل کرتے ہوئے امام نہیں بنے۔

(۲) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ چاہتے تھے لوگوں کو اس واقعہ کے سبب حدیث یاد ہو جائے، کیونکہ اگر وہ نماز پڑھا دیتے تو انہیں یہ حدیث یاد نہ رہ سکتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَنْ يَّخُصَّ الْاِمَامُ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ

باب 124: امام کا صرف اپنے لیے دعا کرنا مکروہ ہے

325 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنِيْ حَبِيْبُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْ حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ الْحِمْصِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ اَنْ يَّنْظُرَ فِيْ جَوْفِ بَيْتِ امْرِئٍ حَتّٰى يَسْتَاْذِنَ فَاِنْ نَّظَرَ فَقَدْ دَخَلَ وَلَا يَؤُمَّ قَوْمًا فَيَخُصَّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُوْنَهُمْ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَهُوَ حَقِنٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ثَوْبَانَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ السَّفْرِ بْنِ نُسَيْرٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَاَنَّ حَدِيْثَ يَزِيْدَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْ حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ عَنْ ثَوْبَانَ فِيْ هٰذَا اَجْوَدُ اِسْنَادًا وَّاَشْهَرُ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے وہ کسی دوسرے کے گھر میں اجازت لیے بغیر جھانکے اور اگر اس نے اس طرح دیکھ لیا تو گویا وہ اس کے گھر کے اندر داخل ہو گیا اور نہ ہی یہ جائز ہے: کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور ان کو چھوڑ کر صرف اپنے لیے دعا کرے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ ان کے ساتھ خیانت کا ارتکاب کرتا ہے اور کوئی بھی شخص ایسی حالت میں نماز کے لیے کھڑا نہ ہو جب اس نے پیشاب یا پاخانہ روک رکھا ہو۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ثوبان سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

325– اخرجه ابو داؤد (70/1): كتاب الطهارة: باب: ايصلي الرجل وهو حاقن' حديث (90)' وابن ماجه (202/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ماجاء في النهي للحاقن ان يصلي' حديث (619) و (298/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: والا يخص الامام نفسه بالدعاء' حديث (923)' والبخاري في "الادب المفرد" (1093) واحمد في "مسنده" (280/5) من طريق يزيد بن شريح ان اباحي المؤذن حدثه' عن ثوبان' فذكره-

اس حدیث کو حضرت معاویہ بن صالح کے حوالے سے سفر بن نسیر کے حوالے سے، یزید بن شریح کے حوالے سے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔

یہی روایت یزید بن شریح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے۔

یہ روایت جسے یزید بن شریح نے ابوحی مؤذن کے حوالے سے' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ اس کی سند زیادہ بہتر اور زیادہ مشہور ہے۔

شرح

امام کا دعا کے لیے اپنی ذات کو مخصوص کرنے کی کراہت

ایک حدیث میں دعا کو نماز کا مغز قرار دیا گیا ہے۔ جماعت اور تمام نماز سے فراغت پر اجتماعی دعا کرنی چاہیے جس میں امام مقتدیوں کو بھی شامل کرے۔ اس موقع پر عموماً قرآن وسنت میں مذکور دعائیں مانگی جاتی ہیں اور جب امام دعا کے دوران وقفہ کرتا ہے سب مقتدی ''آمین'' کہتے ہیں لیکن انہیں علم نہیں ہوتا کہ کیا دعا کی جارہی ہے اور کیا نہیں۔ اجتماعی دعا میں جمع کے صیغے استعمال کیے جائیں جن میں مقتدیوں بلکہ تمام مسلمانوں کو شامل کیا جائے۔ اگر کوئی امام عمداً یا سہواً صرف اپنی ذات کے لیے دعا کرتا ہے اور مقتدیوں کو اس سے محروم کرتا ہے، تو وہ خائن ہے۔ ایسی دعا سے منع کیا گیا ہے۔

زیر بحث حدیث میں امور ثلاثہ سے منع کیا گیا ہے' جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- بلا اذن کسی کے گھر داخل ہونے کی ممانعت: اس حدیث میں پہلا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اجازت کے بغیر کسی کے گھر داخل ہونا منع ہے اور اس کے گھر جھانکنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اس سلسلے میں صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ''انما جعل الاستئذان من اجل البصر'' (محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۲۴۱) بیشک طلب اجازت کا حکم نظر کے باعث ہوسکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی پر بے پردہ حالت میں غیر کی نظر نہ پڑے۔ اجازت سے قبل کسی کے گھر میں جھانکنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے کیونکہ اس طرح طلب اذن کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ خواتین میں یہ مرض عام ہے کہ وہ بلا اجازت ہر گھر میں اس طرح داخل ہو جاتی ہیں گویا ان کا اپنا گھر ہو۔ اسی طرح دینی مدارس کے طلباء بھی ایک دوسرے کے کمروں میں بلا اجازت داخل ہو جاتے ہیں جو غیر شرعی طریقہ ہے۔

۲- امام نماز کے بعد اجتماعی دعا میں اپنی ذات کو مخصوص کر لے اور مقتدیوں کو محروم کر دے، یہ مقتدیوں کے حقوق میں دخل اندازی اور خیانت ہے۔

۳- قضاء حاجت اور استنجاء کے دباؤ کو تکلف سے برداشت کر کے نماز ادا کرنا منع ہے، کیونکہ اس صورت میں حضوری واطمینان حاصل نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں اس کیفیت سے خشوع وخضوع بھی ختم ہو جائے گا جو درحقیقت نماز کی روح ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ اَمَّ قَوْمًا وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ

باب 125: جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں

326 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلَى بْنُ وَاصِلِ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلَى الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ الْاَسَدِيُّ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ دَلْهَمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ

متنِ حدیث: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةً رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَّرَجُلٌ سَمِعَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ثُمَّ لَمْ يُجِبْ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّطَلْحَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِىْ اُمَامَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ لَّا يَصِحُّ لِاَنَّهٗ قَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَمُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ تَكَلَّمَ فِيْهِ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّضَعَّفَهٗ وَلَيْسَ بِالْحَافِظِ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يَّؤُمَّ الرَّجُلُ قَوْمًا وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ فَاِذَا كَانَ الْاِمَامُ غَيْرَ ظَالِمٍ فَاِنَّمَا الْاِثْمُ عَلٰى مَنْ كَرِهَهٗ وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ فِىْ هٰذَا اِذَا كَرِهَ وَاحِدٌ اَوِ اثْنَانِ اَوْ ثَلَاثَةٌ فَلَا بَاْسَ اَنْ يُّصَلِّىَ بِهِمْ حَتّٰى يَكْرَهَهٗ اَكْثَرُ الْقَوْمِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طرح کے لوگوں پر لعنت کی ہے، وہ شخص جو لوگوں کو نماز پڑھاتا ہو اور لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں، ایک وہ عورت جو ایسی حالت میں رات بسر کرے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور ایک وہ شخص جو حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ سنے اور پھر اس کا جواب نہ دے (یعنی باجماعت نماز میں شریک نہ ہو)۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "صحیح" نہیں ہے، اس لیے کہ یہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "مرسل" روایت کے طور پر منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن قاسم نامی راوی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ کلام کیا ہے، اور اسے ضعیف قرار دیا ہے یہ شخص حافظ نہیں تھا۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: کوئی شخص دوسروں کو نماز پڑھائے اور وہ لوگ اس شخص کو ناپسند کرتے ہوں، جب امام ظالم نہ ہو، تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا، جو اسے ناپسند کرتا ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں یہ فرمایا ہے: اگر کسی امام کو ایک شخص یا دو یا تین لوگ ناپسند کرتے ہیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے: اگر وہ دوسرے لوگوں کو نماز پڑھا دے، لیکن اگر اکثر لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں (تو پھر یہ درست نہیں ہوگا)

327 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ يُقَالُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اثْنَانِ امْرَاَةٌ عَصَتْ زَوْجَهَا وَاِمَامُ قَوْمٍ وَّهُمْ لَهُ كَارِهُونَ

قَالَ هَنَّادٌ قَالَ جَرِيرٌ قَالَ مَنْصُورٌ فَسَاَلْنَا عَنْ اَمْرِ الْاِمَامِ فَقِيلَ لَنَا اِنَّمَا عَنٰى بِهٰذَا اَئِمَّةً ظَلَمَةً فَاَمَّا مَنْ اَقَامَ السُّنَّةَ فَاِنَّمَا الْاِثْمُ عَلٰى مَنْ كَرِهَهُ

◆◆ حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ بات کہی جاتی ہے سب سے شدید عذاب دو طرح کے لوگوں کو ہوگا ایک وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو اور ایک لوگوں کا وہ امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔

جریر کے بارے میں منصور بیان کرتے ہیں: ہم نے امام کے معاملے کے بارے میں دریافت کیا' تو ہمیں بتایا گیا اس سے مراد ظالم امام ہے' البتہ جو شخص سنت کو قائم کرتا ہو' تو اسے ناپسند کرنے والا شخص گنہگار ہوگا۔

328 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَالِبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: ثَلَاثَةٌ لَّا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ اٰذَانَهُمُ الْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَّاِمَامُ قَوْمٍ وَّهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاَبُوْ غَالِبٍ اسْمُهُ حَزَوَّرٌ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تین طرح کے لوگ ایسے ہیں' جن کی نماز ان کے کان سے آگے نہیں بڑھتی ایک مفرور غلام جب تک وہ واپس نہ آجائے ایک وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور ایک وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرتا ہو اور وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ابوغالب نامی راوی کا نام حزور ہے۔

شرح

جس شخص کو لوگ ناپسند کریں اس کی امامت کا مسئلہ

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کے تحت تین احادیث کی تخریج فرمائی ہے جن میں ایسے شخص کی مذمت بیان کی گئی ہے جو لوگوں کی امامت کرتا ہو جبکہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ پہلی حدیث میں اسے لعنتی قرار دیا گیا ہے، دوسری حدیث میں اسے قیامت کے دن عذاب دینے کی وعید سنائی گئی ہے اور تیسری روایت میں اس کی نماز کے عدمِ قبول کی وعید بیان کی گئی ہے۔ زیر بحث حدیث میں تین آدمیوں پر لعنت کی گئی ہے اس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱-لعنت کی وعید: لوگ جس شخص کی امامت کو ناپسند کرتے ہوں مگر وہ امامت سے چپٹا رہے، تو اس پر لعنت کی گئی ہے۔ یہ ناپسندیدگی کسی ذاتی تنازعہ یا دنیاوی سبب کی وجہ سے نہ ہو بلکہ مذہبی و دینی ہو۔ بقول حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تین وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱) امام جاہل ہو، جو قرأت غلط کرتا ہو اور نماز کے بنیادی مسائل سے بھی ناواقف ہو۔ (۲) وہ فاسق و فاجر ہو اور شریعت کے خلاف کام کرتا ہو مثال کے طور پر داڑھی حد شرعی سے کم رکھی ہو یا تارک نماز ہو یا سینما بینی کرتا وغیرہ۔ (۳) اس کے عقائد و افکار اہل سنت و جماعت کے خلاف ہوں مثلاً انبیاء کی تنقیص کرتا ہو اور صحابہ و صالحین کی توہین کرتا ہو وغیرہ۔

۲-شوہر کی نافرمان عورت: اس عورت پر بھی لعنت کی گئی ہے جو رات کے وقت اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو۔ ہمہ وقت بیوی کو اپنے خاوند کی تابع فرمان ہونا چاہیے بالخصوص رات کے وقت میں، جو خاتون رات بھر اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو، وہ لعنت کی مستحق ہے۔ اس کے لعنتی ہونے کے تین اسباب ہوسکتے ہیں: (۱) شوہر کی نافرمانی۔ (۲) شوہر کی بے ادبی اور اس سے بداخلاقی کا مظاہرہ۔ (۳) بے دینی: اس کا عمل شرعی اصولوں کے خلاف ہو، مثلاً نمازوں کا اہتمام نہ کرنا اور بے پردگی وغیرہ۔ لہٰذا ایسی عورت توبہ کرے ورنہ اس پر مستقل لعنت برستی رہے گی۔

۳-جو شخص اذان کے الفاظ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کا جواب نہ دے: اس کے جواب کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) قولی: اس کے جواب میں: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" کہنا۔ (۲) فعلی: مؤذن کے ان الفاظ کا فعلی جواب نماز باجماعت میں شمولیت اختیار کرنا ہے۔ جو شخص ان الفاظ کا جواب نہیں دیتا، اس پر لعنت کی گئی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اجابت فعلی کو فرض جبکہ حضرت امام ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ واجب قرار دیتے ہیں۔ جمہور فقہاء اجابت فعلی کو سنت مؤکدہ اشد قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک عام سنت کے تارک پر لعنت نہیں کی جاسکتی لیکن تارک سنت مؤکدہ پر کی جاسکتی ہے۔

بعض آئمہ مقتدیوں کی طرف سے امام کی امامت کو ناپسندیدگی میں تعداد کا بھی اعتبار کرتے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقتدیوں کی کثرت امام کی مخالفت کرے تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہے اور اگر چند نمازی مخالفت کریں تو مکروہ نہیں ہے۔ جمہور اہل سنت مقتدیوں کی قلت و کثرت کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ باشعور اور اہل علم چند افراد کی مخالفت اور ناراضگی سے امام کی امامت کو مکروہ قرار دیتے ہیں خواہ وہ تعداد میں کم ہوں۔

زیر بحث باب کی تینوں احادیث میں بنیادی طور پر یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا صَلَّی الْاِمَامُ قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا

باب 126 جب امام بیٹھ کر نماز ادا کرے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز ادا کریں

329 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّہٗ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰی بِنَا قَاعِدًا فَصَلَّیْنَا مَعَہٗ قُعُوْدًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ اِنَّمَا الْاِمَامُ اَوْ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ

فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُوْدًا اَجْمَعُوْنَ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَجَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَمُعَاوِیَةَ

متن حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَحَدِیْثُ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَّ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ مِنْهُمْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ وَّاَبُوْ هُرَیْرَةَ وَغَیْرُهُمْ وَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ یَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا صَلَّی الْاِمَامُ جَالِسًا لَمْ یُصَلِّ مَنْ خَلْفَهٗ اِلَّا قِیَامًا فَاِنْ صَلَّوْا قُعُوْدًا لَمْ تُجْزِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِیِّ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے آپ کو چوٹ آ گئی تو آپ نے بیٹھ کر نماز ادا کی' ہم نے بھی آپ کے ہمراہ بیٹھ کر نماز ادا کی' جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک امام (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) بے شک امام کو اس لیے مقرر کیا گیا ہے' تا کہ اس کی پیروی کی جائے' جب وہ تکبیر کہے' تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ رکوع میں جائے' تو تم بھی رکوع میں جاؤ جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ' جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے' تو تم ربنا ولک الحمد کہو' جب وہ سجدے میں جائے' تو تم سجدے میں جاؤ' جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے' تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث' جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے سے گر کر زخمی ہونے کا ذکر ہے۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب اس حدیث کے مطابق نظریہ رکھتے ہیں' ان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت اسید

329- اخرجہ مالک فی "الموطا": (135/1) کتاب صلاۃ الجماعۃ: باب: صلاۃ الامام وھو جالس حدیث (16) والبخاری (204/2): کتاب الاذان: باب انما جعل الامام لیؤتم بہ حدیث (689) و مسلم (295/2- الابی): کتاب الصلاۃ باب ائتمام الماموم بالامام حدیث (77 /411) و ابو داؤد (219/1): کتاب الصلاۃ: باب: الامام یصلی من قعود حدیث (601) والنسائی (83/2): کتاب الامامۃ: باب الائتمام بالامام و (98/2): باب: الائتمام بالامام وھو یصلی قاعدا وابن ماجہ (284/1): کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا: باب: ما یقول اذا رفع راسہ من الرکوع حدیث (876) مختصرا واحمد فی "مسندہ" (3-110 1620) والدارمی (1/286 -287): کتاب الصلاۃ: باب: فیمن یصلی خلف الامام والامام جالس والحمیدی (501/2) حدیث (1189) وابن خزیمۃ (89/2) حدیث (977) وعبد بن حمید ص (351) حدیث (1161) من طریق ابن شہاب الزھری عن انس بن مالک فذکرہ۔

بن حضیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم کی یہ رائے ہے: جب امام بیٹھ کرنماز ادا کرے، تو اس کے پیچھے نماز ادا کرنے والا شخص کھڑا ہو کر ہی نماز ادا کرے گا، اگر وہ سب لوگ بھی بیٹھ کرنماز ادا کرتے ہیں، تو ان کی نماز درست نہیں ہوگی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مِنْهُ

باب 127: بلاعنوان

330 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ اَبِیْ بَكْرٍ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ قَاعِدًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا صَلَّى الْاِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا

وَرُوِیَ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِیْ مَرَضِهٖ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَصَلّٰى اِلٰى جَنْبِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّالنَّاسُ يَاْتَمُّوْنَ بِاَبِیْ بَكْرٍ وَّاَبُوْ بَكْرٍ يَّاْتَمُّ بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَرُوِیَ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى خَلْفَ اَبِیْ بَكْرٍ قَاعِدًا

وَرُوِیَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى خَلْفَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّهُوَ قَاعِدٌ

◆◆ مسروق، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی یہ اس بیماری کی بات ہے، جس سے آپ کا وصال ہو گیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کرنماز ادا کی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کرنماز ادا کرے، تو تم سب بھی بیٹھ کرنماز ادا کرو۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات بھی منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری کے دوران باہر تشریف لائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز ادا کی، لوگ حضرت

330- اخرجه النسائی (79/2): كتاب الامامة باب: صلاة الامام خلف رجل من رعيته' واحمد فی "مسنده": (159/6) وابن خزيمة (55/3) حديث (1620) من طريق عن شعبة' عن نعيم بن ابی هند' عن ابی وائل' عن مسروق عن عائشة فذكره۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی پیروی کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر رہے تھے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی منقول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی تھی۔

331 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِیَادٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِهٖ خَلْفَ اَبِیْ بَكْرٍ قَاعِدًا فِیْ ثَوْبٍ مُتَوَشِّحًا بِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ وَهٰكَذَا رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ ثَابِتٍ وَمَنْ ذَكَرَ فِيْهِ عَنْ ثَابِتٍ فَهُوَ اَصَحُّ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ آپ نے ایک کپڑا اوڑھا ہوا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس روایت کو یحییٰ بن ایوب نے حمید کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

کئی راویوں نے اسے حمید کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' تاہم ان راویوں نے اس میں ثابت نامی راوی کا ذکر نہیں کیا' تاہم جس راوی نے ثابت کا ذکر کیا ہے وہ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کا بیٹھ کر اقتداء کرنے کا مسئلہ اور مذاہب آئمہ

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو ابواب کے تحت تین احادیث کی تخریج کی ہے جن میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھ کر امام کی اقتداء کریں۔

تمام فقہاء کا اس بات میں اتفاق ہے کہ امام اور منفرد فرائض بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے، کیونکہ قیام فرض ہے اور اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔ البتہ نوافل بیٹھ کر پڑھے جا سکتے ہیں۔ اگر امام کسی عذر کی بناء پر بیٹھ کر نماز پڑھا رہا ہو تو مقتدی کس طرح اس کی اقتداء کریں گے؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ امام قاعد کی اقتداء کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے، نہ قعود کی حالت میں اور نہ قیام کی حالت میں۔ البتہ ایسے معذور مقتدی جو قیام کی قدرت نہ رکھتے ہوں، وہ امام قاعد کی اقتداء کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: **ولا یؤمن رجل بعدی جالسًا** (مصنف عبدالرزاق' جلداوّل ص ۴۶۳) میرے

بعد کوئی شخص قعود و جلوس کی حالت میں ہرگز امامت نہ کرائے۔ علاوہ ازیں دونوں امام حدیث باب کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔

۲۔ حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام اسحاق اور حضرت امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر امام علالت ومرض کے باعث بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی صرف قعود کی حالت میں اس کی اقتداء کر سکتے ہیں اور بلاشبہ امام قاعد کی اقتداء جائز ہے۔ ایک قول کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام قاعد کی اقتداء چند شرائط کے ساتھ جائز ہے: (۱) امام آغاز نماز سے بیٹھ کر نماز پڑھائے یعنی دوران نماز اسے عذر لاحق نہ ہوا ہو شروع سے ہی ہو۔ (۲) مقتدیوں نے امام کو امامت کے لیے تعینات کیا ہو۔ (۳) اس کا عذر مستقل نہ ہو بلکہ عارضی ہو۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے: اذا صلی قاعداً فصلوا قعوداً اجمعون۔ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی سب بیٹھ کر (اس کی اقتداء میں) نماز ادا کرو۔

۳۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام سفیان ثوری اور حضرت امام ابویوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام قاعد کی اقتداء صحیح ہے، البتہ غیر معذور مقتدی حضرات بیٹھ کر اقتداء نہیں کر سکتے بلکہ کھڑے ہو کر نماز ادا کریں گے۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۝ جس میں مطلق قیام کو فرض قرار دیا گیا ہے''۔ علاوہ ازیں انہوں نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے، جس کا تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال سے ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ آپ نے بیٹھ کر نماز امامت کرائی جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کھڑے ہو کر اقتداء کی تھی۔ اس روایت سے حدیث باب منسوخ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل، پہلے عمل کا ناسخ ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْإِمَامِ يَنْهَضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ نَاسِيًا

باب **128**: جب امام دو رکعت کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے اور (بیٹھے نہیں)

332 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِي لَيْلٰى عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: صَلّٰى بِنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَنَهَضَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَسَبَّحَ بِهِ الْقَوْمُ وَسَبَّحَ بِهِمْ فَلَمَّا صَلّٰى بَقِيَّةَ صَلَاتِهٖ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ بِهِمْ مِثْلَ الَّذِيْ فَعَلَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّسَعْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ قَالَ اَحْمَدُ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيْثِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى

قولِ امام بخاری: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ ابْنُ اَبِي لَيْلٰى هُوَ صَدُوْقٌ وَّلَا اَرْوِيْ عَنْهُ لِاَنَّهٗ لَا يَدْرِيْ صَحِيْحَ حَدِيْثِهٖ مِنْ سَقِيْمِهٖ وَكُلُّ مَنْ كَانَ مِثْلَ هٰذَا فَلَا اَرْوِيْ عَنْهُ شَيْئًا

332- اخرجه احمد (248/4) من طريق ابن ابي ليلى عن الشعبي عند المغيرة فذكره-

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَوَاهُ سُفْیَانُ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُبَیْلٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَجَابِرٌ الْجُعْفِیُّ قَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ تَرَكَهُ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ وَّغَیْرُهُمَا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا قَامَ فِی الرَّكْعَتَیْنِ مَضٰی فِیْ صَلَاتِهٖ وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ مِنْهُمْ مَنْ رَاٰی قَبْلَ التَّسْلِیْمِ

قولِ امام ترمذی: وَمِنْهُمْ مَنْ رَاٰی بَعْدَ التَّسْلِیْمِ وَمَنْ رَاٰی قَبْلَ التَّسْلِیْمِ فَحَدِیْثُهٗ اَصَحُّ لِمَا رَوَی الزُّهْرِیُّ وَیَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَیْنَةَ

◆◆ شعبی بیان کرتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی' وہ دو رکعات پڑھنے کے بعد (بیٹھنے کی بجائے) کھڑے ہوگئے لوگوں نے انہیں سبحان اللہ کہہ کر متوجہ کرنا چاہا انہوں نے جواب میں بھی سبحان اللہ کہہ دیا۔ جب انہوں نے نماز مکمل کی' تو سلام پھیر کر دو مرتبہ سجدہ سہو کرلیا' جبکہ وہ بیٹھے ہوئے ہی تھے' پھر انہوں نے لوگوں کو یہ بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا' یعنی جیسا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' حضرت سعد رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث' دیگر حوالوں سے بھی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کے راوی ابن ابی لیلیٰ کے حافظے کے حوالے سے کچھ کلام کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ کی حدیث کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ سچے ہیں' لیکن میں ان سے روایت نہیں کرتا' کیونکہ انہیں صحیح اور ضعیف روایت کے درمیان پتہ نہیں چلتا اور ہر وہ شخص جس کی یہ صورت حال ہو' میں اس سے کوئی روایت نقل نہیں کرتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ روایت دیگر حوالوں سے بھی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

سفیان نے جابر نامی راوی کے حوالے سے مغیرہ بن شبیل کے حوالے سے' قیس بن ابوحازم کے حوالے سے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

اس کے ایک راوی جابر جعفی کو بعض اہلِ علم نے ضعیف قرار دیا ہے یحییٰ بن سعید' عبدالرحمٰن بن مہدی اور دیگر محدثین نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' یعنی جب کوئی شخص دو رکعات پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے (بیٹھے نہیں) تو اپنی نماز جاری رکھے اور آخر میں دو سجدہ سہو کرلے' تاہم کچھ حضرات کے نزدیک یہ دو سجدے سلام سے پہلے کیے جائیں گے اور کچھ کے نزدیک سلام پھیرنے کے بعد کیے جائیں گے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) جن حضرات کے نزدیک سلام پھیرنے سے پہلے کیے جائیں گے ان کی نقل کردہ حدیث زیادہ مستند ہے، جیسا کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن سعید انصاری نے عبدالرحمٰن اعرج کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے۔

333 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنِ الْمَسْعُوْدِيِّ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلّٰى بِنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَلَمَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَامَ وَلَمْ يَجْلِسْ فَسَبَّحَ بِهٖ مَنْ خَلْفَهٗ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنْ قُوْمُوْا فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ سَلَّمَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ زیاد بن علاقہ بیان کرتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ دو رکعات پڑھنے کے بعد وہ کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں، ان کے پیچھے لوگوں نے سبحان اللہ پڑھ کر متوجہ کرنا چاہا، تو انہوں نے انہیں اشارہ کیا کہ اب تم لوگ کھڑے رہو، جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، تو انہوں نے سلام پھیرنے کے بعد دو مرتبہ سجدہ سہو کر لیا، پھر سلام پھیر دیا اور بولے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (اس طرح کی صورتحال میں) اسی طرح کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے۔

شرح

دو رکعت کے بعد قعدہ کیے بغیر امام کا بھول کر تیسری رکعت میں کھڑا ہونے کا مسئلہ

جب امام رباعی یا ثلاثی فرائض میں پہلا قعدہ بیٹھنے کی بجائے بھول کر تیسری رکعت میں کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کے یاد کرانے پر اسے قعدہ کی طرف واپس نہیں آنا چاہیے بلکہ مابعد نماز مکمل کر کے آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز پوری ہو جائے گی۔ قعدہ بیٹھنے کی بجائے امام بھول کر جب تیسری رکعت میں کھڑا ہو جائے، پھر خود یاد آنے یا مقتدیوں کے یاد کرانے پر اگر وہ قعدہ کی طرف واپس بھی آ جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ البتہ اس صورت میں بھی آخری قعدہ میں تشہد کے بعد سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔

333- اخرجه ابو داؤد (338/1): كتاب الصلاة: باب: من نسي ان يتشهد وهو جالس حديث (1037) واحمد (247/4 و 253 و 254) والدارمي (353/1): كتاب الصلاة: باب: اذا كان في الصلاة نقصان من طريق يزيد بن هارون عن المسعودي عن زياد بن علاقة عن المغيرة بن شعبة فذكره-

مقتدیوں کی طرف سے "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہنے کا مقصد امام کو بھول یاد کرانا ہے اور اگر امام بھی ان کے جواب میں "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہے تو اس کا مقصد مقتدیوں کو یہ کہنا ہے کہ مجھ سے خواہ بھول ہو چکی ہے لیکن تم میری پیروی کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ اور اس کا تدارک سجدہ سہو کے ساتھ کر لیا جائے گا۔ حدیث باب میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مِقْدَارِ الْقُعُوْدِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ

باب 129: پہلی دو رکعات پڑھنے کے بعد بیٹھنے کی مقدار

334 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ هُوَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنَا سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَاَنَّهٗ عَلَى الرَّضْفِ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ حَرَّكَ سَعْدٌ شَفَتَيْهِ بِشَيْءٍ فَاَقُوْلُ حَتّٰى يَقُوْمَ فَيَقُوْلُ حَتّٰى يَقُوْمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِلَّا اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُوْنَ اَنْ لَّا يُطِيْلَ الرَّجُلُ الْقُعُوْدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وَلَا يَزِيْدَ عَلَى التَّشَهُّدِ شَيْئًا وَّقَالُوْا اِنْ زَادَ عَلَى التَّشَهُّدِ فَعَلَيْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ هٰكَذَا رُوِيَ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَغَيْرِهٖ

◆◆ حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی دو رکعات پڑھنے کے بعد بیٹھتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے آپ گرم پتھروں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

شعبہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: پھر سعد نامی راوی نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی (یعنی کچھ کہا جسے میں سمجھ نہیں سکا) لیکن میرا یہ خیال ہے: انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے البتہ ابوعبیدہ نامی راوی نے اسے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے نہیں سنا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ان حضرات نے اس بات کو اختیار کیا ہے: آدمی دو رکعات پڑھنے کے بعد والے قعدہ کو طویل نہ کرے اور پہلی دو رکعات پڑھنے کے بعد تشہد سے زیادہ کچھ نہ پڑھے۔

علماء نے یہ بات فرمائی ہے: اگر کوئی شخص تشہد سے زیادہ پڑھ لیتا ہے تو اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہوتا ہے۔

شعبی اور دیگر حضرات سے اسی طرح منقول ہے۔

334- اخرجه ابو داؤد (326/1): كتاب الصلاة باب في تخفيف القعود حديث (995) والنسائي (243/2): كتاب التطبيق: باب: التخفيف في التشهد الاول واحمد في "مسنده" : (386/1- 410- 428- 436- 460) من طريق سعد بن ابراهيم عن ابي عبيدة بن عبد الله عن ابيه فذكره-

شرح

پہلی دو رکعت کے بعد قعدہ بیٹھنے کی مقدار کا مسئلہ

تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ فرائض ثلاثی ور باعی اور واجب نماز میں دو رکعت کے بعد امام قعدہ کرے گا، جس میں صرف تشہد پڑھے گا۔ تشہد کے بعد ایک جملہ بھی پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ منفرد فرائض ثلاثی ور باعی، واجب نماز اور سنت مؤکدہ (چار رکعت والی) میں دو رکعت کے بعد قعدہ کرے گا جس میں صرف تشہد پڑھے گا۔ نوافل اور سنت غیر مؤکدہ میں پہلی دو رکعت کے بعد منفرد قعدہ کرے گا جس میں تشہد، درود اور دعائیں سب کچھ پڑھے گا۔ اس لیے کہ نوافل اور سنت غیر مؤکدہ کا حکم یکساں ہے اور ان کا ہر شفعہ مکمل نماز ہوتی ہے۔ اس مسئلہ سے عام لوگ ناواقف ہیں، کیونکہ وہ سب نمازوں کو یکساں طریقے سے پڑھتے ہیں۔ منفرد آخری قعدہ میں جب سجدہ سہو کرے گا تو وہ اس میں تشہد، درود اور دعائیں سب کچھ پڑھے گا۔ عموماً لوگ اس مسئلہ میں بھی غفلت سے کام لیتے ہیں۔ البتہ باجماعت نماز میں سجدہ سہو کی صورت میں آخری قعدہ میں صرف تشہد پڑھی جائے گی، اس میں یہ حکمت ہے کہ درود، دعائیں پڑھنے کے بعد سجدہ کرنے سے بعض مقتدی نماز کو مکمل تصور کرتے ہوئے دونوں طرف سلام پھیر دیں گے۔ حدیث باب میں بھی یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعت کے بعد قعدہ میں جم کر نشست نہیں کرتے تھے بلکہ جلدی سے اٹھنے کی حالت میں بیٹھتے اور صرف تشہد پڑھتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاِشَارَةِ فِی الصَّلٰوةِ

باب 130: نماز کے دوران اشارہ کرنا

335 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ نَابِلٍ صَاحِبِ الْعَبَاءِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ اِلَيَّ اِشَارَةً وَّقَالَ لَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ اِشَارَةً بِاِصْبَعِهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ بِلَالٍ وَّاَبِي هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ وَّعَائِشَةَ

◈◈ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت صہیب کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: (وہ فرماتے ہیں:) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ نماز ادا کر رہے تھے میں نے آپ کو سلام کیا' تو آپ رضی اللہ عنہ نے اشارے کے ذریعے مجھے جواب دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میرے علم کے مطابق انہوں نے یہ بات کہی تھی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی کے ذریعے اشارہ کیا۔

اس بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

335- اخرجه ابو داؤد (306/1): كتاب الصلاة: باب: رد السلام في الصلاة' حديث (925)' والنسائي (5/3): كتاب السهو: باب: رد السلام بالاشارة في الصلاة' واحمد في "مسنده": (332/4) والدارمي (316/1): كتاب الصلاة: باب: كيف يرد السلام في الصلاة من طريق الليث بن سعد عن بكير بن عبد الله بن الاشج عن نابل صاحب العباء عن ابن عمر عن صهيب الرومي' فذكره۔

336 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيرُ بِيَدِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَحَدِيْثُ صُهَيْبٍ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ عَنْ بُكَيْرٍ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ حَيْثُ كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ فِي مَسْجِدِ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ كَانَ يَرُدُّ اِشَارَةً وَكِلَا الْحَدِيْثَيْنِ عِنْدِي صَحِيْحٌ لِاَنَّ قِصَّةَ حَدِيْثِ صُهَيْبٍ غَيْرُ قِصَّةِ حَدِيْثِ بِلَالٍ وَاِنْ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَوٰى عَنْهُمَا فَاحْتَمَلَ اَنْ يَكُوْنَ سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيْعًا

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جواب کیسے دیتے تھے؟ جب لوگ آپ کو سلام کرتے تھے' اور آپ اس وقت نماز پڑھ رہے ہوتے تھے' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک کے ذریعے اشارہ کر دیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔ ہم اسے صرف لیث نامی راوی کے حوالے سے بکیر کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

زید بن اسلم کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جواب کیسے دیا تھا؟ جب لوگوں نے آپ کو بنو عمرو بن عوف کی مسجد میں سلام کیا تھا' تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارے کے ذریعے جواب دیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ دونوں احادیث میرے نزدیک ''صحیح'' ہیں اس لیے' کیونکہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا قصہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قصے سے مختلف ہے' اگرچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں روایات کو نقل کیا ہے' تو اس بات کا احتمال موجود ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں حضرات سے یہ بات سنی ہو۔

شرح

حالتِ نماز میں انگلی کے اشارہ سے سلام کا جواب دینے میں مذاہب آئمہ

اس بات میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ دورانِ نماز انگلی کے اشارہ سے کسی کے سلام کا جواب دینا جائز نہیں ہے، اگر کوئی شخص انگلی کے اشارہ سے جواب دیتا ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، خواہ اس کا مفہوم سمجھا جائے یا نہ۔ نوافل وسنت غیرہ مؤکدہ

336 اخرجہ ابو داؤد (306/1): کتاب الصلاۃ باب: رد السلام فی الصلاۃ حدیث (927)

میں اس کی گنجائش ہے جبکہ فرائض میں نہیں ہے۔اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحب ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔انہوں نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا جبکہ آپ نماز میں مصروف تھے، میں نے سلام عرض کیا، تو آپ نے اپنی انگلی مبارک کے اشارہ سے جواب دیا۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ انگلی سے سلام کا جواب دینا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے، ان کا بیان ہے کہ میں حبشہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نماز میں مصروف تھے، میں نے سلام پیش کیا تو آپ نے جواب نہ دیا۔اس سلسلے کے الفاظ یہ ہیں: فسلمت علیہ فلم یرد علی (شرح معانی الآثار جلداوّل ص۲۲۰)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حدیث باب سے استدلال کرنا اس لیے درست نہیں ہے اس میں ابتداء اسلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے منسوخ ہے۔یادر ہے ان دونوں حدیثوں میں نفلی نمازوں کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ التَّسْبِيْحَ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقَ لِلنِّسَآءِ

باب 131: سبحان اللہ کہنے کا حکم مردوں کے لیے ہے اور تالی بجانے کا حکم خواتین کے لیے ہے

337 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حدیثِ دیگر: وَقَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ اِذَا اسْتَاْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّى سَبَّحَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: (نماز کے دوران امام کو متوجہ کرنے کے لیے) سبحان اللہ کہنے کا حکم مردوں کے لیے ہے اور تالی بجانے کا حکم خواتین کے لیے ہے۔

337- اخرجه مسلم (315/2- الابی): كتاب الصلاة: باب: تسبيح الرجل و تصفيق المراة اذا نابهما شیء فی الصلاة حديث (422/107-106) والنسائی (11/3): كتاب السهو: باب: التسبيح فی الصلاة واحمد فی مسنده (261/2 -440 -479) من طريق سليمان الاعمش عن ابی صالح ذكوان عن ابی هريرة فذكره-

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگتا تھا' اور آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو آپ سبحان اللہ کہہ دیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

امام کو مطلع کرنے کے لیے مردوں کے لیے تسبیح اور خواتین کے لیے تصفیق کا مسئلہ

امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی صورت میں امام سے جب کوئی سہو ہو جائے اور مقتدی حضرات انہیں مطلع کرنا چاہیں تو مرد حضرات ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' کہیں گے اور خواتین مطلع کرنے کے لیے ''تصفیق'' کریں گی یعنی دائیں ہاتھ کی چند انگلیاں بائیں ہاتھ کی پشت پر ماریں گی اور پیدا ہونے والی آواز امام کو مطلع کرنے کے لیے ہوگی، چونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ بمطابق ''صوت العورۃ عورت'' اس طرح اجنبی لوگوں کو عورت کی آواز سنائی نہیں دے گی۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ خواتین وحضرات سب امام کو مطلع کرنے کے لیے تسبیح کہیں گے۔ ان کے خیال کے مطابق حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو تصفیق سے اس لیے منع کیا گیا کہ وہ صرف تسبیح کہیں، کیونکہ ''تصفیق'' کے ذریعے آواز پیدا کرنا عورتوں کا کام ہے۔

تسبیح کہنے کے متعدد مقامات ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: (۱) جب کوئی شخص سترہ کے بغیر اور بے خبری کے عالم میں نمازی کے سامنے سے گزرنا چاہتا ہو۔ (۲) امام حالت نماز میں کسی معاملے میں اپنے مقتدیوں کو مطلع کرنا چاہتا ہو۔ (۳) جب کوئی شخص اپنے گھر کے اندر نماز پڑھ رہا ہو تو عین اسی وقت کوئی آدمی دروازے پر آ کر آواز دیتا ہے، تو یہ اپنی حالت نماز سے مطلع کرنے کے لیے بلند آواز سے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' کہے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ التَّثَاؤُبِ فِی الصَّلٰوةِ

باب 132: نماز کے دوران جمائی لینا مکروہ ہے

338 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

338- اخرجہ مسلم (347/9- النووی)، کتاب الزہد والرقائق: باب: تشمیت العاطس و کراہۃ التثاؤب حدیث (2994/56)

متن حدیث: التَّثَاؤُبُ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَجَدِّ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ التَّثَاؤُبَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنِّي لَاَرُدُّ التَّثَاؤُبَ بِالتَّنَحْنُحِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نماز کے دوران جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، جب کسی شخص کو جمائی آرہی ہو، تو جہاں تک اس کے لیے ممکن ہو، وہ اپنے منہ کو بند رکھنے کی کوشش کرے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دادا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے نماز کے دوران جمائی لینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں کھانس کر جمائی کو روک دیتا ہوں۔

شرح

حالت نماز میں جمائی لینے کی ممانعت

لفظ ''التثاؤب'' سے مراد جمائی ہے، یہ لفظ داماد کے معنیٰ میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ دوران نماز جمائی لینا منع ہے، کیونکہ یہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے۔ از خود اس سے اجتناب کرنا چاہیے اگر اس کا غلبہ ہو جائے تو اسے ختم کرنے کے لیے دانتوں سے زبان کو دبانا چاہیے۔ نماز کا آغاز کرنے سے قبل اس کا نام و نشان نہیں ہوتا مگر جونہی نماز شروع کی شیطان جمائی کی شکل میں اپنا اثر جمانا شروع کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور ریاضت میں خلل پیدا کرتا ہے۔ حدیث باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جمائی کے پی جانے اور اسے ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔ نماز کی طرح تلاوت قرآن، اوراد و وظائف اور دیگر امور خیر کی انجام دہی کے وقت بھی جمائی کا آغاز ہو جاتا ہے، کیونکہ شیطان اس کے ذریعے لوگوں کو نیکی کے کاموں سے روکنے یا کاہلی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ صَلَاةَ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ

باب 133: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے مقابلے میں نصف ثواب ملتا ہے

339 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ

متن حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى قَائِمًا

فَهُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَسٍ وَّالسَّائِبِ وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ طَهْمَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلَّا اَنَّهٗ يَقُوْلُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الْمَرِيْضِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ طَهْمَانَ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَوٰى عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ نَحْوَ رِوَايَةِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ طَهْمَانَ وَقَدْ رَوٰى اَبُوْ اُسَامَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ نَحْوَ رِوَايَةِ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ

مذاہبِ فقہاء: وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ فِىْ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اِنْ شَاءَ الرَّجُلُ صَلّٰى صَلَاةَ التَّطَوُّعِ قَائِمًا وَّجَالِسًا وَّمُضْطَجِعًا

وَّاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِىْ صَلَاةِ الْمَرِيْضِ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ جَالِسًا فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ يُصَلِّى عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ وقَالَ بَعْضُهُمْ يُصَلِّى مُسْتَلْقِيًا عَلٰى قَفَاهُ وَرِجْلَاهُ اِلَى الْقِبْلَةِ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَنْ صَلّٰى جَالِسًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ قَالَ هٰذَا لِلصَّحِيْحِ وَلِمَنْ لَيْسَ لَهٗ عُذْرٌ يَّعْنِىْ فِى النَّوَافِلِ فَاَمَّا مَنْ كَانَ لَهٗ عُذْرٌ مِّنْ مَرَضٍ اَوْ غَيْرِهٖ فَصَلّٰى جَالِسًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَقَدْ رُوِىَ فِىْ بَعْضِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مِثْلُ قَوْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِىِّ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کی نماز کے بارے میں دریافت کیا: جو بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہے' تو آپ نے فرمایا: جو شخص کھڑا ہو کر نماز ادا کرے وہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے' اور جو بیٹھ کر نماز ادا کرے' تو اسے کھڑے ہوئے کے مقابلے میں نصف اجر ملتا ہے' اور جو شخص لیٹ کر نماز پڑھے اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے مقابلے میں نصف اجر ملتا ہے (اس سے مراد نفلی نماز ہے)

339- اخرجه البخاری (680/2): کتاب تقصير الصلاة باب: صلاة القاعد' حديث (1115)' و (683/2) باب: صلاة القاعد بالايماء' حديث (1116)' و (684/2): باب: اذا لم يطق قاعدا صلى على جنب و ابوداؤد (314/1): كتاب الصلاة: باب: في صلاة القاعد' حديث (951)' والنسائي (323/3): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: فضل صلاة القائم على صلاة القاعد' وابن ماجه (388/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم' حديث (1231)' واحمد في "مسنده": (433/4 -435 -442 -443)' وابن خزيمة (235/2) حديث (1236)' و (241/2) حديث (1249) من طريق حسين بن ذكوان المعلم' عن عبدالله بن بريدة' عن عمران بن بريدة' فذكره-

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیمار شخص کی نماز کے بارے میں دریافت کیا: آپ نے فرمایا: تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو! اگر تم نہیں کر سکتے تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو پہلو کے بل ادا کرو۔

یہی روایت بعض دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے علم کے مطابق اور کسی شخص نے حصین معلم کے حوالے سے اس طرح کی روایت نقل نہیں کی۔

صرف ابواسامہ اور دیگر راویوں نے حصین معلم کے حوالے سے عیسیٰ بن یونس کی روایت کی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس سے مراد نفلی نماز ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص چاہے تو وہ نفلی نماز کھڑے ہو کر بھی ادا کر سکتا ہے، بیٹھ کر بھی ادا کر سکتا ہے اور لیٹ کر بھی ادا کر سکتا ہے۔

اہلِ علم نے بیمار شخص کی نماز کے بارے میں اختلاف کیا ہے، جب وہ بیٹھ کر نماز ادا نہ کر سکتا ہو۔

بعض اہلِ علم نے یہ رائے پیش کی ہے: وہ اپنے دائیں پہلو کے بل نماز ادا کرے گا۔

بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے: وہ سیدھا چت لیٹ کر نماز ادا کرے گا، جب کہ اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں گے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: جو شخص بیٹھ کر نماز ادا کرے اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے مقابلے میں نصف اجر ملے گا۔

سفیان فرماتے ہیں: یہ تندرست شخص کے لیے ہے، اور اس شخص کے لیے ہے، جسے کوئی بھی عذر لاحق نہ ہو، البتہ جس شخص کو بیماری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے کوئی عذر لاحق ہو، اور وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے، تو اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی مانند اجر ملے گا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) بعض روایات میں یہ بات ملتی ہے، جو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید کرتی ہے۔

شرح

مفہوم حدیث

اس حدیث میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص قعود کی حالت میں نماز پڑھے گا، اسے قیام کی حالت میں پڑھنے والے کی بنسبت نصف ثواب عطا ہوگا اور جو شخص لیٹ کر نماز ادا کرے گا، اسے قعود کی حالت میں نماز پڑھنے کی بنسبت نصف ثواب ملے گا۔

اس حدیث کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے شارحین نے طویل ابحاث کی ہیں، ہم مختصر الفاظ اور نہایت اختصار سے اس حدیث کے مصداق و مفہوم کو ذیل میں سوال و جواب کی شکل میں پیش کرتے ہیں:

اشکال: یہ حدیث دو حالتوں سے خالی نہیں ہوسکتی: مفترض سے متعلق ہوگی یا متنفل سے متعلق۔ اگر یہ مفترض سے متعلق ہوتو اس کی دو حالتیں ہوسکتی ہیں، کہ اسے قیام پر قدرت حاصل ہوگی یا نہیں۔ قیام پر قدرت حاصل ہونے کے باوجود اگر وہ قعود کی حالت میں نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اگر اسے قیام پر علالت وغیرہ کی وجہ سے قدرت حاصل نہ ہوتو قعود کی حالت میں نماز پڑھنے سے، اسے نصف نہیں بلکہ مکمل ثواب ملتا ہے۔ اگر حدیث متنفل سے متعلق ہوتو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، کہ وہ معذور ہوگا یا نہیں، بر سبیل اول اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی اور بر سبیل ثانی جمہور کے نزدیک لیٹ کر نوافل ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا حدیث کے الفاظ: "من صلاها نائماً" کا مفہوم درست نہیں ہوگا؟

جواب: یہ حدیث مفترض سے متعلق نہیں بلکہ متنفل معذور سے متعلق ہے۔ متنفل کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) اسے قیام پر قدرت حاصل نہیں ہوگی۔ (۲) دقت و مشقت کے ساتھ اسے قیام پر قدرت حاصل ہوگی۔ زیر بحث حدیث میں دوسری قسم کی حالت بیان کی گئی ہے۔ اس کا قیام کی حالت میں نماز ادا کرنا عزیمت ہے اور قعود کی کیفیت میں نماز پڑھنا رخصت ہے۔ عزیمت پر عمل کرنے کی صورت میں اسے پورا ثواب ملے گا جبکہ رخصت کی حالت میں وہ نصف ثواب کا حقدار ہوگا۔ یہاں نصف ثواب تندرست شخص کے مقابل نہیں بلکہ عزیمت کے مقابلہ میں ہے۔ اس طرح زیر بحث حدیث کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَتَطَوَّعُ جَالِسًا

باب 134: جو شخص بیٹھ کر نفل نماز پڑھے

340 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِيْ وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سُبْحَتِهٖ قَاعِدًا حَتّٰى كَانَ قَبْلَ وَفَاتِهٖ بِعَامٍ فَاِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ سُبْحَتِهٖ قَاعِدًا وَّيَقْرَاُ بِالسُّوْرَةِ وَيُرَتِّلُهَا حَتّٰى تَكُوْنَ اَطْوَلَ مِنْ اَطْوَلَ مِنْهَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ حَفْصَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ نَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ جَالِسًا فَاِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَائَتِهٖ قَدْرُ ثَلَاثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ

340- اخرجه مالك في الموطا (137/1): كتاب صلاة الجماعة: باب: ما جاء في صلاة القاعد في النافلة حديث (21) و مسلم (60/3- الابي) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: جواز النافلة قائما و قاعدا حديث (733/118) والنسائي (223/3): كتاب قيام الليل و تطوع النهار: باب: صلاة القاعد في النافلة وذكر الاختلاف على ابي اسحق في ذلك واحمد في "مسنده": (285/6) والدارمي (322/1) كتاب الصلاة: باب: صلاة التطوع قاعدا وابن خزيمة (238/2) حديث (1242) من طريق ابن شهاب الزهري عن السائب بن يزيد عن المطلب بن ابي وداعة السهمي عن حفصة ام المومنين رضي الله عنها فذكره-

وَرُوِىَ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَاعِدًا فَإِذَا قَرَاَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَّإِذَا قَرَاَ وَهُوَ قَاعِدٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَحْمَدُ وَإِسْحٰقُ وَالْعَمَلُ عَلٰى كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ كَاَنَّهُمَا رَاَيَا كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحًا مَعْمُوْلًا بِهِمَا

◄◄ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں' بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کوئی نفلی نماز بیٹھ کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' یہاں تک کہ جب آپ کی وفات سے ایک سال پہلے کا وقت آیا' تو آپ نفلی نماز بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے' آپ اس میں کسی سورت کی تلاوت کرنا شروع کرتے تھے' اور اس طرح ٹھہر' ٹھہر کر پڑھتے تھے کہ وہ اس سے زیادہ لمبی سورت سے بھی زیادہ لمبی محسوس ہوتی تھی۔

اس بارے میں سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات بھی منقول ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت بیٹھ کر نماز ادا کیا کرتے تھے' جب آپ کی قرأت میں تیس یا چالیس آیات جتنی تلاوت باقی رہ جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تھے کھڑے ہو کر وہ قرأت کرتے تھے' پھر رکوع میں جاتے تھے' پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کیا کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات بھی منقول ہے: آپ بیٹھ کر نماز ادا کرتے تھے' پھر جب آپ قرأت کرتے تھے' تو کھڑے ہو جاتے تھے' پھر آپ رکوع میں جاتے تھے' پھر سجدے میں چلے جاتے تھے' یعنی کھڑے ہو کر رکوع میں اور سجدے میں جایا کرتے تھے' لیکن جب آپ قرأت کرتے تھے' تو اس وقت بیٹھ جاتے تھے' پھر آپ رکوع میں اور سجدے میں چلے جاتے تھے' جبکہ آپ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں روایات پر عمل کیا جا سکتا ہے' گویا کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک یہ دونوں روایات ''صحیح'' ہیں اور معمول بہ ہیں۔

341 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَاُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَائَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُوْنُ ثَلَاثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ

341- اخرجه مالك في "الموطا" : (138/1): كتاب صلاة الجماعة باب: ما جاء في صلاة القاعد في النافلة' حديث (23) والبخاري (686/2): كتاب اذا صلى قاعدا ثم صح' حديث (1119) و مسلم (59/3- الابي): كتاب صلاة المسافرين' باب: جواز النافلة قائما و قاعدا' حديث (731/112) وابو داؤد (314/1): كتاب الصلاة' باب: في صلاة القاعد' حديث (954) والنسائي (220/3) كتاب قيام الليل و تطوع النهار: باب: كيف يفعل اذا افتتح الصلاة قائما' واحمد (178/6) من طريق مالك عن عبدالله بن يزيد' وابي النضر مولى عمر بن عبيدالله' عن ابي سلمة عن عائشة فذكره ولم يذكر المصنف عبدالله بن يزيد-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ ﷞ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ پہلے بیٹھ کرنماز ادا کرتے تھے' اور قرأت کرتے تھے' جبکہ آپ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' جب آپ کی قرأت میں تیس یا چالیس آیات جتنی مقدار رہ جاتی تھی' تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے' اور کھڑے ہو کر قرأت کرتے تھے' پھر آپ رکوع میں جاتے تھے' پھر سجدے میں جاتے تھے' پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کرتے تھے۔

امام ترمذی ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

342 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ وَّهُوَ الْحَذَّاءُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهِ قَالَتْ كَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيْلًا قَآئِمًا وَّلَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا فَاِذَا قَرَاَ وَهُوَ قَآئِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَآئِمٌ وَّاِذَا قَرَاَ وَهُوَ جَالِسٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ ﷞ سے نبی اکرم ﷺ کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: آپ ﷺ رات کے وقت طویل نماز کھڑے ہو کر ادا کرتے تھے' اور طویل نماز بیٹھ کر ادا کرتے تھے' جب آپ قرأت کرتے تھے' تو آپ کھڑے ہو کر کرتے تھے' پھر رکوع میں جاتے تھے' پھر سجدے میں جاتے تھے' جبکہ آپ قیام کی حالت میں ہوتے تھے' پھر آپ بیٹھ کر قرأت کرتے تھے' اور رکوع اور سجدے میں بیٹھے ہوئے ہی چلے جاتے تھے۔

امام ترمذی ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نفلی نماز بیٹھ کر پڑھنے کا مسئلہ

فرائض، واجب اور سنن مؤکدہ میں قیام فرض ہے، قیام پر قدرت حاصل ہونے کے باوجود بغیر کسی عذر کے ان کو بیٹھ کر پڑھنے

342- اخرجه مسلم (56/3- الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب جواز النافلة قائما و قاعدا و فعل بعض الركعة قائما و بعضها قاعدا' حديث (105 -730)' وابو داؤد (314/1)' كتاب الصلاة: باب: في صلاة القاعد حديث (955 -956)' و (401/1): باب: تفريع ابواب التطوع و ركعات السنة' حديث (1251)' والنسائي (219/3): كتاب قيام الليل و تطوع النهار' باب: كيف يفعل اذا افتتح الصلاة قائما' وابن ماجه (368/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في الركعتين بعد المغرب' حديث (1164)' و (388/1): باب: في صلاة النافلة قاعدا' حديث (1228)' واحمد في "مسنده": (236- 241- 261- 262- 265- 98- 100- 112- 113- 166- 204- 216- 227- 228)' وابن خزيمة (192/2) حديث (1167)' و (208/2) حديث (1199)' و (239/2- 241) حديث (1245- 1246- 1247- 1248)' من طريق عبدالله بن شقيق العقيلي عن عائشة ام المومنين رضي الله عنها' فذكره-

سے نماز نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس نوافل اور سنن غیر مؤکدہ میں قیام فرض نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص ان کو بیٹھ کر پڑھتا ہے، تو جائز ہے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے کی نسبت نصف ثواب ملے گا۔ حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کھڑے ہو کر نماز تہجد ادا فرماتے تھے لیکن وصال سے ایک سال قبل نماز تہجد بیٹھ کر ادا کرتے تھے اور چھوٹی سورتوں کی قرأت ترتیل کے ساتھ فرماتے کہ وہ طویل سورتیں معلوم ہوتی تھیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فِی الصَّلٰوۃِ فَاُخَفِّفُ

باب 135: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: میں نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں، تو اسے مختصر کر دیتا ہوں

343 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ الْفَزَارِیُّ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ فَاُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَتَنَ اُمُّهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَنَسٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ کی قسم (بعض اوقات) جب میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں، اور اس وقت میں نماز (باجماعت) کی حالت میں ہوتا ہوں، تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ اس خوف کے تحت کہ کہیں اس کی ماں آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائے۔

اس بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

بچے کے رونے کے باعث نماز کو مختصر کرنا

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت عالم اور مہربان خورد و کلاں بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا عملی طور پر درس دیا جس میں سرمو بھی کمی نہیں آنے دی اور یہی آپ کی شایان شان بھی تھا۔ آپ بچوں کے ساتھ انتہائی درجہ کی محبت کرتے، ان پر شفقت فرماتے اور ان کے رونے پر پریشان ہو جاتے۔ خارج نماز کے علاوہ عین نماز کی حالت میں بھی اگر بچوں کے رونے کی آواز سنائی دیتی تو آپ اپنی نماز کو مختصر کر دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم بخدا! اگر حالت نماز میں، میں بچے کے رونے کی آواز سنوں تو میں ضرور نماز کو مختصر کر دوں تاکہ اس کی ماں آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائے۔"

نماز کو مختصر کرنے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) بچے کے رونے کی آواز۔ (۲) والدہ کی پریشانی۔ یعنی والدہ باجماعت نماز میں شامل ہے اور بچے نے بھوک اور پیاس وغیرہ کی وجہ سے چیخنا شروع کر دیا ہو۔ نماز کے اختصار کی وجہ سے ایک طرف والدہ کی پریشانی دور ہو جائے گی اور دوسری طرف بچہ جلدی خاموش ہو جائے گا۔ اس روایت سے چند مسائل ہوئے:

☆ کسی ایک نمازی یا سب نمازیوں کی پریشانی کی وجہ سے نماز مختصر کی جا سکتی ہے۔

☆ مسجد کے صحن میں جماعت کھڑی ہو اور اچانک بارش یا آندھی شروع ہو جانے پر نماز مختصر کی جا سکتی ہے۔

☆ امام کو یقین ہو کہ طویل قرأت سے نمازیوں میں اضافہ ہو جائے گا یعنی لوگ وضو وغیرہ کر کے جماعت میں شامل ہو جائیں گے، تو امام قرأت لمبی کر سکتا ہے۔

☆ کسی اہم شخصیت کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے قرأت ہرگز طویل نہیں کی جا سکتی۔

نوٹ: نماز کو مختصر کرنے سے مراد صرف قرأت کو مختصر کرنا ہے نہ کہ رکعات یا تسبیحات یا تشہد کو کم کرنا۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الْمَرْاَةِ اِلَّا بِخِمَارٍ

باب 136: حائضہ (یعنی جوان) عورت کی نماز چادر کے بغیر قبول نہیں ہوتی

344 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ ابْنِ سِيرِيْنَ عَنْ صَفِيَّةَ ابْنَةِ الْحَارِثِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الْحَائِضِ اِلَّا بِخِمَارٍ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَوْلُهُ الْحَائِضِ يَعْنِى الْمَرْاَةَ الْبَالِغَ يَعْنِى اِذَا حَاضَتْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا اَدْرَكَتْ فَصَلَّتْ وَشَىْءٌ مِّنْ شَعْرِهَا مَكْشُوْفٌ لَّا تَجُوْزُ صَلَاتُهَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ قَالَ لَا تَجُوْزُ صَلَاةُ الْمَرْاَةِ وَشَىْءٌ مِّنْ جَسَدِهَا مَكْشُوْفٌ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَقَدْ قِيْلَ اِنْ كَانَ ظَهْرُ قَدَمَيْهَا مَكْشُوْفًا فَصَلَاتُهَا جَائِزَةٌ

◆◆ سیّدہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائضہ (بالغ) عورت کی نماز چادر کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

344– اخرجه ابو داؤد (299/1): كتاب الصلاة: باب: المرأة تصلي بغير خمار حديث (641) وابن ماجه (214/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: اذا حاضت الجارية لم تصل الا بخمار' حديث (654)' واحمد في "مسنده": (150/6 -218)' وابن خزيمة حديث (775) من طريق حماد بن سلمة' عن قتادة عن محمد بن سيرين' عن صفية بنت الحارث عن عائشة ام المومنين رضي الله عنها فذكرته۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔
اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' یعنی جب کوئی عورت بالغ ہو جائے' وہ نماز پڑھے اور اس کے سر کا کچھ حصہ بے پردہ ہو' تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ ایسی عورت کی نماز درست نہیں ہوتی' جس کے جسم کا کوئی بھی حصہ بے پردہ ہو۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک قول کے مطابق عورت کے پاؤں بے پردہ ہوں' تو اس کی نماز درست ہوگی۔

شرح

بالغہ خاتون کی نماز کے لیے اوڑھنی شرط ہونا

نماز کی شرائط میں سے عورت کے لیے بلوغت اور اوڑھنی بھی ہیں۔ نابالغ لڑکا ہو یا لڑکی پر نماز فرض نہیں ہے۔ بالغ لڑکی یا لڑکے پر نماز فرض ہے اور ستر عورت بھی دونوں کے لیے شرط ہے۔ مرد کی ستر عورت ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ہے۔ عورت کے لیے ہاتھ، پاؤں اور چہرے کے علاوہ تمام جسم ستر عورت ہے۔ نماز کے علاوہ عورت اپنے چہرے پر نقاب ڈالے گی تاکہ کسی اجنبی شخص کی چہرے پر نظر نہ پڑے۔ عورت کے لیے اوڑھنی کا استعمال بھی ضروری ہے، کیونکہ اس کے سر کا چوتھائی یا اس سے زائد حصہ کھلا رہنے کی صورت میں نماز درست نہیں ہوگی۔ یہی حکم عورت کے جسم کے ہر ہر حصہ کا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بالغہ خاتون کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کی جائے گی۔'' یعنی بالغہ خاتون کے لیے ستر عورت شرط اور ضروری ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق عورت کی آواز بھی ستر عورت میں داخل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ السَّدْلِ فِی الصَّلٰوةِ

باب **137**: نماز کے دوران سدل کا مکروہ ہونا

345 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا قَبِیصَةُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عِسْلِ بْنِ سُفْیَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّدْلِ فِی الصَّلٰوةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ

345- اخرجه ابو داؤد (229/1): كتاب الصلاة باب: ما جاء في السدل في الصلاة' حديث (643)' وابن ماجه (310/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها باب: ما يكره في الصلاة' حديث (966)' واحمد في "مسنده": (295/2- 341- 345- 348)' والدارمي (320/1): كتاب الصلاة: باب: النهي عن السدل في الصلاة' وابن خزيمة (379/1) حديث (772)' و (60/2) حديث (918) من طريق عطاء بن ابي رباح عن ابي هريرة فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَطَاءٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عِسْلِ بْنِ سُفْيَانَ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِى السَّدْلِ فِى الصَّلٰوةِ فَكَرِهَ بَعْضُهُمُ السَّدْلَ فِى الصَّلٰوةِ وَقَالُوْا هٰكَذَا تَصْنَعُ الْيَهُوْدُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا كُرِهَ السَّدْلُ فِى الصَّلٰوةِ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ فَاَمَّا اِذَا سَدَلَ عَلَى الْقَمِيْصِ فَلَا بَاْسَ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَكَرِهَ ابْنُ الْمُبَارَكِ السَّدْلَ فِى الصَّلٰوةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دوران ''سدل'' سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو ہم صرف عطا نامی راوی کے حوالے سے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت کے طور پر جانتے ہیں' جو حضرت عسل بن سفیان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

اہلِ علم نے نماز کے دوران ''سدل'' کے مفہوم کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے ''سدل'' کو مکروہ قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اس طرح یہود کیا کرتے تھے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: نماز کے دوران ''سدل'' اس وقت مکروہ ہے' جب آدمی پر اس وقت ایک کپڑا ہو' اگر وہ قمیص پر ''سدل'' کر لیتا ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کے دوران ''سدل'' کو مکروہ قرار دیا ہے۔

شرح

سدل کی تعریف اور اس کی ممانعت میں مذاہب آئمہ

لفظ ''سدل'' کے تین مفاہیم ہو سکتے ہیں: (۱) رومال یا چادر یا عام کپڑے کو سر پر یا کندھوں پر رکھ کر اس کے دونوں کنارے دونوں طرف نیچے لٹکا دینا۔ (۲) اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دونوں ہاتھوں کو بھی اس میں چھپا لینا اور اسی حالت میں رکوع وسجود کرنا۔ (۳) اسبال ازار الی تحت الکعبین یعنی چادر کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانا۔ پہلی دونوں حالتوں کا تعلق نماز سے ہے اور ان میں نماز مکروہ قرار پائے گی جبکہ غیر حالت نماز میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تیسری حالت کا تعلق نماز سے نہیں ہے۔ البتہ یہ تکبر ونخوت کی علامت ہے' جس کے بارے میں احادیث میں وعید بیان کی گئی ہے۔

سدل کی کراہت وعدم کراہت کے حوالے سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے' جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر سدل قمیص کے اوپر ہو تو اس میں کراہت نہیں ہے، گویا ان کے نزدیک کراہت کا مدار ''ثواب واحد'' ہے۔ اس لیے کہ ایک کپڑے کی صورت میں کشف عورت کا قوی امکان ہوتا ہے، جو مکروہ ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سدل کی کراہت کا مدار خلاف معمول کپڑے کا استعمال ہے۔ لہٰذا ان کے ہاں سدل علی القمیص اور سدل علی الازار مکروہ قرار پائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ مَسْحِ الْحَصَى فِي الصَّلٰوةِ

باب 138: نماز کے دوران کنکریوں کو ہٹانا مکروہ ہے

346 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصَى فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ مُعَيْقِيْبٍ وَّعَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ وَّحُذَيْفَةَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِي ذَرٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَرِهَ الْمَسْحَ فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ اِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَمَرَّةً وَّاحِدَةً كَاَنَّهُ رُوِيَ عَنْهُ رُخْصَةٌ فِي الْمَرَّةِ الْوَاحِدَةِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو تو وہ کنکریوں (کو نہ ہٹائے) کیونکہ رحمت اس کے مدمقابل ہوتی ہے۔

اس بارے میں حضرت معیقیب' حضرت علی بن ابوطالب' حضرت حذیفہ اور حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی روایت کی گئی ہے' آپ نے نماز کے دوران کنکریاں ہٹانے سے منع کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے: اگر تم نے ضرور یہ کرنا ہو تو ایک مرتبہ کرلو۔

گویا ایک مرتبہ ایسا کرنے کے بارے میں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت منقول ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

347 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُعَيْقِيْبٍ قَالَ

346- اخرجه ابو داؤد (312/1) كتاب الصلاة' باب: فى مسح الحصى فى الصلاة' حديث (945) وابن ماجه (327/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: مسح الحصى فى الصلاة حديث (1027)' والنسائى (6/3): كتاب السهو: باب: النهى عن مسح الحصى فى الصلاة' واحمد فى "مسنده": (149/5- 150- 163- 179) والدارمى (322/1): كتاب الصلاة: باب النهى عن مسح الحصى' وابن خزيمة (59/2) حديث (913) و (914) والحميدى (70/1) حديث (128) من طريق الزهرى عن ابى الاحوص عن ابى ذر-

متن حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسْحِ الْحَصَى فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَمَرَّةً وَّاحِدَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ابوسلمہ، حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے دوران کنکریاں ہٹانے کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: کوئی مجبوری ہو' تو ایک مرتبہ ایسا کرلو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حالت نماز میں کنکریاں ہٹانے کی کراہت کا مسئلہ

آغاز اسلام میں زمین پر کوئی کپڑا بچھائے بغیر مسلمان نماز ادا کرتے تھے۔ سرزمین عرب پتھریلی ہونے کی وجہ سے اس میں سنگریزوں کی بھرمار ہوتی تھی۔ نماز شروع کرنے سے قبل نمازی حضرات اپنی سجدہ گاہ سے سنگریزوں کو دور کردیتے تھے تاکہ حالت سجدہ میں انہیں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ بعض اوقات بھول کی وجہ سے یا جلدی سے جماعت میں شامل ہونے کے سبب سجدہ گاہ کے سنگریزوں کو صاف نہ کرپاتے تو سجدہ کرتے وقت انہیں شدید دشواری پیش آتی تھی۔ دوران نماز ایک آدھی بار کنکریوں کو ہٹانے کی اجازت دی گئی لیکن بچوں کے کھیل کی طرح بار بار سنگریزوں کو ہٹانے سے منع کیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص حالت نماز میں ہو تو وہ سنگریزوں کو نہ ہٹائے، کیونکہ رحمت باری تعالیٰ ان سے متصل ہوتی ہے۔'' ایک آدھی بار تو حالت نماز میں کنکریوں کو دور کیا جا سکتا ہے لیکن بار بار کے عمل سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں دوسری حدیث باب ہے، حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت نماز میں سنگریزوں کو ہٹانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''اگر تمہیں زیادہ ضرورت پیش آئے تو ایک بار کنکریوں کو دور کر سکتے ہو۔'' اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بچوں کے کھیل کی طرح بار بار سجدہ گاہ سے کنکریوں کو دور کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے بلکہ اس سے نماز بھی فاسد ہو سکتی ہے۔

347- اخرجه البخاری (95/3): كتاب العمل فی الصلاة باب: مسح الحصى فی الصلاة' حديث (1207)' ومسلم (451/2- الابى): كتاب المساجد و مواضع الصلاة' باب: كراهة مسح الحصى و تسوية التراب فی الصلاة' حديث (47-48 -546/49)' وابو داؤد (312/1) كتاب الصلاة: باب: فی مسح الحصى فی الصلاة' حديث (946)' والنسائی (7/3): كتاب السهو: باب: الرخصة فيه مرة' وابن ماجه (327/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب مسح الحصى فی الصلاة' حديث (1026)' واحمد (426/3)و (425/5)' والدارمی (322/1): كتاب الصلاة: باب: النهی عن مسح الحصى' وابن خزيمة (51/2-52) حديث (895 -896) من طريق يحيى بن ابی كثير عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن معيقيب' فذكره-

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ النَّفْخِ فِی الصَّلٰوۃِ

باب 139: نماز کے دوران پھونک مارنا مکروہ ہے

348 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ اَخْبَرَنَا مَیْمُوْنٌ اَبُوْ حَمْزَةَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ مَوْلٰی طَلْحَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَنَا یُقَالُ لَهٗ اَفْلَحُ اِذَا سَجَدَ نَفَخَ فَقَالَ یَا اَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْهَكَ قَالَ اَحْمَدُ ابْنُ مَنِیْعٍ وَّکَرِهَ عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ النَّفْخَ فِی الصَّلٰوۃِ وَقَالَ اِنْ نَفَخَ لَمْ یَقْطَعْ صَلَاتَهٗ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ وَّبِهٖ نَاْخُذُ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَرَوٰی بَعْضُهُمْ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ هٰذَا الْحَدِیْثَ وَقَالَ مَوْلًی لَنَا یُقَالُ لَهٗ رَبَاحٌ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ مَیْمُوْنٍ اَبِیْ حَمْزَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَقَالَ غُلَامٌ لَنَا یُقَالُ لَهٗ رَبَاحٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَحَدِیْثُ اُمِّ سَلَمَةَ اِسْنَادُهٗ لَیْسَ بِذَاكَ وَمَیْمُوْنٌ اَبُوْ حَمْزَةَ قَدْ ضَعَّفَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِی النَّفْخِ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنْ نَفَخَ فِی الصَّلٰوۃِ اسْتَقْبَلَ الصَّلٰوۃَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَاَهْلِ الْکُوْفَةِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ یُکْرَهُ النَّفْخُ فِی الصَّلٰوۃِ وَاِنْ نَفَخَ فِیْ صَلَاتِهٖ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ سیّدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہمارے ایک لڑکے کو دیکھا جسے ہم افلح کہتے تھے' جب وہ سجدے میں جاتا تھا' تو پھونک مار دیتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے افلح! اپنے چہرے کو خاک آلود ہونے دو۔

احمد بن منیع نامی راوی اپنے (استاد) کے بارے میں فرماتے ہیں: عباد نے نماز کے دوران پھونک مارنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اگر آدمی پھونک مار دیتا ہے' تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

احمد بن منیع فرماتے ہیں: ہم اس کو اختیار کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض افراد نے ابوحمزہ کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے' وہ یہ بیان کرتے ہیں: ہمارا ایک غلام تھا' جس کا نام رباح تھا۔

یہ روایت ابوحمزہ کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں: ہمارا ایک غلام تھا' جس کا نام رباح تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث کی سند زیادہ مستند نہیں ہے۔

میمون ابوحمزہ کو بعض علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نماز کے دوران پھونک مارنے کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کوئی شخص نماز

348- اخرجه احمد فی "مسنده": (323-301/6) من طریق ابی صالح مولی ابی طلحة عن ام سلمة فذکره۔

کے دوران پھونک مارتا ہے تو دوبارہ نماز پڑھے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ کا یہی قول ہے۔

بعض کے نزدیک نماز کے دوران پھونک مارنا مکروہ ہے۔ اگر وہ شخص اپنی نماز کے دوران پھونک مار دیتا ہے تو وہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔

یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

شرح

حالت نماز میں پھونک مارنے کی ممانعت

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث باب کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ احناف کے ہاں حالت نماز میں سجدہ گاہ کو پھونک مار کر صاف کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن فقہاء احناف کے نزدیک مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ مسئلہ کی نوعیت یوں ہے کہ حالت نماز میں کوئی شخص اپنا گلا صاف کرنے کے لیے بلاعذر کھنگھارتا ہے، تو مکروہ ہے۔ اگر کھنگھارنے کی صورت میں حروف پیدا ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ نماز میں گفتگو کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ اس مسئلہ کا مصداق ناپید ہے، کیونکہ اس مسئلہ پر عمل نہیں ہے اس لیے کہ کوئی بھی نمازی بےضرورت نہیں کھنگھارتا۔ حدیث باب سے حالت نماز میں پھونک مار کر سجدہ گاہ کو صاف کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، کیونکہ ایک آدھ بار پھونکنا عمل قلیل ہے اور عمل قلیل مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ اس روایت کی ممانعت احتیاط پر محمول ہے، یعنی احتیاط کا تقاضا ہے کہ حالت نماز میں پھونک مار کر سجدہ گاہ کو صاف کرنے، بےضرورت کھنگھارنے اور ہاتھوں سے زمین کو صاف کرنے سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ اس مسئلہ کی توضیح سے فقہ حنفی میں احتیاط اور اعتدال کا پہلو بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْاِخْتِصَارِ فِي الصَّلٰوةِ

باب 140: نماز کے دوران پہلو پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت ہے

349 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

349- اخرجه البخاری (106/3): كتاب العمل فی الصلاة باب: الخصر فی الصلاة حديث (1219-1220) و مسلم (2/450- الابی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب كراهة الاختصار فی الصلاة حديث (46 /545) و ابو داؤد (312/1): كتاب الصلاة باب: الرجل يصلي مختصرا حديث (947) والنسائی (127/2): كتاب الافتتاح باب: النهی عن التخصر فی الصلاة واحمد فی "مسنده": (290/2- 295- 231- 232- 399) والدارمی (332/1) كتاب الصلاة باب: النهی عن الاختصار فی الصلاة وابن خزيمة (56/2) حديث (908) من طريق هشام بن حسان عن محمد بن سيرين عن ابی هريرة فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْاِخْتِصَارَ فِى الصَّلٰوةِ وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ اَنْ يَّمْشِىَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا وَّالْاِخْتِصَارُ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهٗ عَلٰى خَاصِرَتِهٖ فِى الصَّلٰوةِ اَوْ يَضَعَ يَدَيْهِ جَمِيْعًا عَلٰى خَاصِرَتَيْهِ وَيُرْوٰى اَنَّ اِبْلِيْسَ اِذَا مَشٰى مَشٰى مُخْتَصِرًا

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص پہلو پر ہاتھ رکھ کر نماز ادا کرے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے نماز کے دوران پہلو پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ بعض اہلِ علم نے پہلو پر ہاتھ رکھ کر چلنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔

اختصار کا مطلب یہ ہے: آدمی نماز کے دوران اپنا ہاتھ اپنے پہلو پر رکھے یا دونوں ہاتھ دونوں پہلوؤں پر رکھے۔

یہ روایت بھی منقول ہے: ابلیس (شیطان) جب چلتا ہے تو وہ اپنے پہلو پر ہاتھ رکھ کر چلتا ہے۔

شرح

حالت نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کا مسئلہ

لفظ ''اختصار'' سے مراد ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں پہلوؤں پر رکھ کر کھڑا ہونا۔ حالت نماز میں اس سے منع کیا گیا ہے اور خارج نماز بھی اس کی ممانعت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس انداز میں کھڑا ہونا، شیطان اور جہنمی لوگوں کا طریقہ ہے۔ قیامت کے دن جہنمی لوگ جب مسلسل کھڑے رہنے سے تھک جائیں گے تو وہ ستانے کی غرض سے پہلوؤں پر اپنے ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ حدیث باب میں اس کیفیت میں کھڑا ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص حالت نماز میں پہلوؤں پر اپنے ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو۔''

حالت نماز اور خارج نماز میں پہلوؤں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونے اور چلنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس ممانعت کی وجہ شیطان کے ساتھ مشابہت ہے، کیونکہ وہ اسی حالت میں کھڑا ہوتا ہے اور اسی کیفیت میں چلتا ہے۔ علاوہ ازیں کھڑا ہونے اور چلنے کا یہ انداز تکبر ونخوت کی علامت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ كَرَاهِيَةِ كَفِّ الشَّعْرِ فِى الصَّلٰوةِ

باب 141: نماز کے دوران بال سمیٹنا مکروہ ہے

350 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُوْسٰى

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ مَرَّ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَّهُوَ يُصَلِّي وَقَدْ عَقَصَ ضَفِرَتَهُ فِي قَفَاهُ فَحَلَّهَا فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ الْحَسَنُ مُغْضَبًا فَقَالَ اَقْبِلْ عَلٰى صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ذٰلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ رَافِعٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ مَعْقُوصٌ شَعْرُهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَعِمْرَانُ بْنُ مُوْسٰى هُوَ الْقُرَشِيُّ الْمَكِّيُّ وَهُوَ اَخُو اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى

◆◆ ابورافع رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے: وہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے جو اس وقت نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے اپنے بالوں کو گردن پر باندھا ہوا تھا' اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے انہیں کھول دیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ناراضگی سے ان کی طرف نظر کی تو وہ بولے: تم اپنی نماز برقرار رکھو اور غصہ میں نہ آؤ' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ شیطان کا حصہ ہے۔

اس بارے میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ انہوں نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: کوئی شخص بال باندھ کر نماز ادا کرے۔

عمران بن موسیٰ نامی راوی قریشی مکی ہیں اور یہ ایوب بن موسیٰ کے بھائی ہیں۔

شرح

حالت نماز میں بالوں کو باندھنے کی ممانعت

حالت نماز میں جہاں انسان کے تین سوساٹھ اعضاء سجدہ ریز ہوتے ہیں وہاں بال بھی سجدہ ریز ہوتے ہیں، اس لیے ان کو باندھنے سے منع کیا گیا ہے اور باندھنے کی حالت کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ کراہت وممانعت کا حکم صرف مردوں کے لیے خاص ہے۔ خواتین اپنے بال باندھ سکتی ہیں تا کہ حالت نماز میں وہ کھلنے نہ پائیں۔ خواتین کے بال بھی ایک مستقل عضو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عورت کے بالوں کا ایک چوتھائی حصہ ایک رکن کی ادائیگی کے وقت (تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے کی مقدار) تک کھلا رہنے سے، نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ حدیث باب میں بالوں کے باندھنے کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے۔ یہی اس کی ممانعت وکراہت کی

350– اخرجه ابو داؤد (230/1): كتاب الصلاة: باب: الرجل يصلي عاقصا شعره' حديث. 646' وابن ماجه (331/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب: كف الشعر والثوب في الصلاة' حديث (1042) واحمد في "مسنده": (8/6 -391) والدارمي (320/1): كتاب الصلاة: باب في عقص الشعر وابن خزيمة (58/2) حديث (911) من طرق مختلفة عن ابي رافع مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم -

وجہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّخَشُّعِ فِي الصَّلٰوةِ

باب 142: نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرنا

351 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ اَبِيْ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَافِعِ ابْنِ الْعَمْيَاءِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَلصَّلٰوةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهَّدُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَتَخَشَّعُ وَتَضَرَّعُ وَتَمَسْكَنُ وَتَذَرَّعُ وَتُقْنِعُ يَدَيْكَ يَقُوْلُ تَرْفَعُهُمَا اِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ وَتَقُوْلُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَذَا وَكَذَا

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَالَ غَيْرُ ابْنِ الْمُبَارَكِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهِيَ خِدَاجٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيْدٍ فَاَخْطَاَ فِيْ مَوَاضِعَ فَقَالَ عَنْ اَنَسِ بْنِ اَبِيْ اَنَسٍ وَهُوَ عِمْرَانُ بْنُ اَبِيْ اَنَسٍ وَّقَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ وَاِنَّمَا هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعِ ابْنِ الْعَمْيَاءِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمُطَّلِبِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا هُوَ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّحَدِيْثُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ يَعْنِيْ اَصَحَّ مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ

◆◆ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نماز دو دو کر کے ادا کی جائے ہر دو رکعت کے بعد تشہد میں بیٹھا جاتا ہے۔ نماز خشوع وخضوع' گریہ وعاجزی کے ساتھ اور سکون کے ساتھ ادا کی جاتی ہے' تم اپنے دونوں ہاتھ بلند کرو' اپنے پروردگار کی بارگاہ میں' ان کی ہتھیلیوں کا رخ تمہارے چہرے کی طرف ہو' اور تم یہ کہو: اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ اس طرح ہے' اس طرح ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر آدمیوں نے اس حدیث سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: جو شخص ایسا نہیں کرتا تو اس کی نماز نامکمل ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: شعبہ نے اس حدیث کو (اپنے استاد) عبد ربہ بن سعید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ کئی مقامات پر غلطی کی ہے۔

انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: یہ روایت انس بن ابوانس کے حوالے سے منقول ہے جبکہ وہ عمران بن ابوانس ہیں۔

351- اخرجه احمد في "مسنده": (211/1)، و(167/4) وابن خزيمة (221/2) حديث (1213) من طريق الليث بن سعد' قال حدثنا عبد ربه بن سعيد' عن عمران بن ابي انس' عن عبدالله بن نافع بن العمياء' عن ربيعة بن الحارث عن الفضل بن الحارث فذكره-

انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: عبداللہ بن حارث کے حوالے سے منقول ہے جب کہ وہ عبداللہ بن نافع بن عمیا ہیں انہوں نے ربیعہ بن حارث سے اسے نقل کیا ہے۔

شعبہ یہ روایت کرتے ہیں: عبداللہ بن حارث نے اسے مطلب کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے جبکہ وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہیں جنہوں نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لیث بن سعد کی نقل کردہ روایت شعبہ کی نقل کردہ روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

خشوع وخضوع نماز کی روح ومعراج

حدیث باب میں نماز کے حوالے سے چند اہم مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- اہل تہجد کے لیے سہولت: گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ تہجد گزار لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: طویل قیام وقرأت پھر طویل سجدوں میں ہاتھوں کو کشادہ رکھنے کے سبب ان کے ہاتھ تھک جاتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سہولت مہیا کرنے کے لیے فرمایا: ''حالت سجدہ میں وہ اپنی کہنیاں گھٹنوں پر ٹیک لیا کریں۔'' آپ کا یہ ارشاد بطور مسئلہ نہیں تھا بلکہ انہیں حصول سہولت کی تعلیم دی تھی۔ اسی طرح حدیث باب میں بھی اہل تہجد کو سہولت حاصل کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ تہجد کے نوافل دو، دو کر کے پڑھیں تاکہ طویل قیام وقرأت، رکوع وسجود اور قعود وتشہد کی وجہ سے وہ تھک نہ جائیں۔ اس لیے کہ جو کام سہولت کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ مسلسل اور مستقل ہوتا ہے۔

۲- نوافل کا شفعہ ہونا: زیر بحث حدیث سے فقہاء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ سنن غیر مؤکدہ اور نوافل کی نماز شفعہ، شفعہ ہوتی ہے یعنی ہر دو رکعت کے بعد قعدہ میں تشہد، دُرود ابراہیمی اور ادعیہ سب کچھ پڑھا جائے گا۔ گویا ان کا ہر قعدہ، آخری قعدہ ہوتا ہے خواہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے یا نہ۔ البتہ واجب (نماز وتر) اور سنن مؤکدہ کی ادائیگی فرائض کی طرح ہوگی۔

۳- خشوع وخضوع کی تعریف: نماز کی روح خشوع وخضوع ہے۔ ظاہری عجز وانکسار کو ''خشوع'' کہا جاتا ہے جس کا تعلق آواز سے ہے۔ باطنی تذلل کو خضوع کہا جاتا ہے جس کا تعلق قلب وذہن سے ہے۔ سراپاء عاجزی کی کیفیت کو تمسکن وطمانیت کہا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خشوع وخضوع بہت مشہور ہے کہ آپ نماز تہجد میں طویل ترین قیام وقرأت، رکوع وسجود اور قعود وتشہد کرتے تھے۔ دوران نماز آپ کے بطن اطہر سے ہنڈیا کی سنسناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی تھی اور دعا گڑگڑا کر کرتے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔

سوال: جب نماز کے آخری قعدہ میں نمازی حضرات دعائیں مانگ لیتے ہیں تو فراغت نماز پر دوبارہ دعائیں مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: (ا) نماز کے آخری قعدہ میں سلام پھیرنے سے قبل نمازی صرف عربی زبان میں اور مخصوص دعائیں کر سکتا ہے۔ ان

کے علاوہ کئی دعائیں کرنے سے نماز فاسد ہوسکتی ہے۔(۲) نماز سے فراغت پر ہر زبان میں اور ہر قسم کی دعائیں کی جاسکتی ہیں۔اس لیے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت نماز پر خوددعا کی اوراپنی امت کودعا کرنے کی تاکید فرمائی۔

سوال: دعا کرنے کی کیفیت کیا ہونی چاہیے؟

جواب: ارشاد نبوی ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔دعا کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے سینہ کے مقابل تک بلند کیا جائے جبکہ انگلیوں کے سرے چہرے کے سامنے ہوں اور دونوں ہاتھوں کے مابین چار انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہیے۔اس دوران نظریں جھکی ہوئی ہوں۔اجتماعی دعا کی صورت میں جمع کے صیغے استعمال کیے جائیں تاکہ تمام نمازیوں بلکہ سب مسلمانوں کے لیے دعا کی جائے۔

جس طرح فرض نماز کے آخری قعدہ میں دعائیں کرنے کے باوجود فراغت نماز پر دوبارہ دعا کرنا مسنون ہے،اسی طرح نماز جنازہ میں خواہ دعائیں موجود ہیں لیکن فراغت پر دعا کرنے کی بھی اجازت ہے،کیونکہ ایک حدیث میں تصریح ہے کہ فراغت نماز جنازہ پر میت کے حق میں خصوصی دعا کرو۔یادرہے جب دعا فقط اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے تو اس سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے وہ خوش ہوتا ہے اوراپنی بخششوں،عنایات اور نوازشات کے دروازے بندوں کے لیے کھول دیتا ہے۔(قصوری)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاھِیَۃِ التَّشْبِیْكِ بَیْنَ الْاَصَابِعِ فِی الصَّلٰوۃِ

باب **143**: نماز کے دوران انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسانا مکروہ ہے

352 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُکُمْ فَاَحْسَنَ وُضُوْئَہٗ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا اِلَی الْمَسْجِدِ فَلَا یُشَبِّکَنَّ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ فَاِنَّہٗ فِیْ صَلَاۃٍ

اسنادِدیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رَوَاہُ غَیْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ مِثْلَ حَدِیْثِ اللَّیْثِ وَرَوٰی شَرِیْكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَ ھٰذَا الْحَدِیْثِ

وَحَدِیْثُ شَرِیْكٍ غَیْرُ مَحْفُوْظٍ

352- اخرجه ابو داؤد (209/1) كتاب الصلاة: باب: ما جاء في الهدي في المشي الى الصلاة حديث (562) وابن ماجه (31/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها باب: ما يكره في الصلاة حديث (967) واحمد في "مسنده" (241/4 -442 -443) والدارمي (327/1): كتاب الصلاة: باب النهي عن الاشتباك اذا خرج الى المسجد وابن خزيمة (227/1) حديث (-443-444 442-441) و عبد بن حميد ص (144) حديث (369) من طرق مختلفة عن كعب بن عجرة به۔

◄► حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب کوئی شخص وضوکرے اوراچھی طرح سے وضوکرے اور پھر وہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جائے' تو اس دوران اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں نہ پھنسائے' کیونکہ وہ نماز کی حالت میں (شمار) ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو کئی راویوں نے ابن عجلان کے حوالے سے نقل کیا ہے' جیسا کہ حدیث لیث نے روایت کیا ہے۔

شریک نامی راوی نے اسے محمد بن عجلان اور ان کے والد کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے ہم معنی نقل کیا ہے۔

تاہم شریک کی نقل کردہ روایت محفوظ نہیں ہے۔

شرح

حالت نماز میں انگلیوں کو باہم ایک دوسری میں داخل کرنے کی ممانعت

گھر سے مسجد کی طرف جاتے ہوئے انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی کیفیت غلبہ نوم کو ظاہر کرتی ہے، جو اس وقت درست نہیں ہے کیونکہ یہ کاہلی نماز کی فوتگی کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ اسی طرح مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے کے دوران یا عین نماز کی حالت میں انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا آداب مسجد اور آداب نماز کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، بلکہ عمل کثیر کی شکل اختیار کر جانے کے باعث مفسد صلوٰۃ بھی ہوسکتا ہے۔ ان تینوں مواقع پر یہ عمل "مقدمة النوم" کی حیثیت رکھتا ہے۔ نماز کے منتظر اور نمازی کو غلبہ نوم جیسی کیفیت غالب نہیں ہونے دینی چاہیے، کیونکہ یہ حالت کمال نماز کے منافی ہے۔

لفظ "شبــــكة" کا معنیٰ ہے' جال' جبکہ "تشبيك" سے مراد ہے انگلیاں، انگلیوں میں ڈال کر اسے جال کی شکل بنانا۔ ہر حالت نہایت قبیح اور ناپسند ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ زیر بحث حدیث میں بھی اس سے ممانعت کا درس دیا گیا ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص گھر سے اچھا وضو کر کے مسجد کی طرف آئے تو وہ انگلیوں کو انگلیوں میں ہرگز نہ ڈالے"۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ طُوْلِ الْقِیَامِ فِی الصَّلٰوۃِ

باب 144: نماز کے دوران طویل قیام کرنا

353 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبْشِیٍّ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی: کون سی نماز زیادہ فضیلت رکھتی ہے؟ آپ نے فرمایا: جس میں قیام طویل ہو۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت مختلف طریقوں سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَثْرَةِ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَفَضْلِهٖ

باب 145: رکوع اور سجدے بکثرت کرنا

354 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ قَالَ وحَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَمَّدٍ رَجَاءٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ قَالَ حَدَّثَنِی الْوَلِیْدُ بْنُ هِشَامٍ الْمُعَیْطِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْیَعْمَرِیُّ قَالَ

متنِ حدیث: لَقِیْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ یَّنْفَعُنِی اللّٰهُ بِهٖ وَیُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ فَسَکَتَ عَنِّیْ مَلِیًّا ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ عَلَیْكَ بِالسُّجُوْدِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

مَا مِنْ عَبْدٍ یَّسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةً

قَالَ مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَلَقِیْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَسَاَلْتُهٗ عَمَّا سَاَلْتُ عَنْهُ ثَوْبَانَ فَقَالَ عَلَیْكَ بِالسُّجُوْدِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

مَا مِنْ عَبْدٍ یَّسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةً

قَالَ مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْیَعْمَرِیُّ وَیُقَالُ ابْنُ اَبِیْ طَلْحَةَ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ اُمَامَةَ وَاَبِیْ فَاطِمَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ ثَوْبَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ فِیْ کَثْرَةِ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِیْ هٰذَا الْبَابِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ طُوْلُ الْقِیَامِ فِی الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ کَثْرَةِ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وقَالَ بَعْضُهُمْ کَثْرَةُ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ اَفْضَلُ مِنْ طُوْلِ الْقِیَامِ وقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ

354- اخرجه مسلم (2/378-الابی): كتاب الصلاة باب: فضل السجود والحث عليه' حديث (225 /488) والنسائی (2/228): كتاب التطبيق: باب: ثواب من سجد لله عزوجل سجدة' حديث (1139) واحمد فی "مسنده": (5/276-280) وابن خزيمة (1/163) حديث (316) من طريق الاوزاعی' قال: حدثنی الوليد بن هشام المعيطی' قال: حدثنی معدان بن ابی طلحة' عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم' فذكره-

قَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَا حَدِیْثَانِ وَلَمْ یَقْضِ فِیْهِ بِشَیْءٍ وَقَالَ اِسْحٰقُ اَمَّا فِی النَّهَارِ فَكَثْرَةُ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَاَمَّا بِاللَّیْلِ فَطُوْلُ الْقِیَامِ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ رَجُلٌ لَهٗ جُزْءٌ بِاللَّیْلِ یَاْتِیْ عَلَیْهِ فَكَثْرَةُ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ فِیْ هٰذَا اَحَبُّ اِلَیَّ لِاَنَّهٗ یَاْتِیْ عَلٰی جُزْئِهٖ وَقَدْ رَبِحَ كَثْرَةَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَاِنَّمَا قَالَ اِسْحٰقُ هٰذَا لِاَنَّهٗ كَذَا وُصِفَ صَلَاةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ وَوُصِفَ طُوْلُ الْقِیَامِ وَاَمَّا بِالنَّهَارِ فَلَمْ یُوْصَفْ مِنْ صَلَاتِهٖ مِنْ طُوْلِ الْقِیَامِ مَا وُصِفَ بِاللَّیْلِ

◄► معدان بن ابوطلحہ یعمری بیان کرتے ہیں: میری ملاقات حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں' میں نے ان سے کہا: میری کسی ایسے عمل کی طرف راہنمائی کیجیے! جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے' اور مجھے جنت میں داخل کرے' تو وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے' پھر انہوں نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا: تم سجدہ (بکثرت) کیا کرو' کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو بھی بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجہ کو بلند کر دیتا ہے' اور اس شخص کے گناہ کو ختم کر دیتا ہے''۔

معدان نامی راوی بیان کرتے ہیں: میری ملاقات حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ہوئی' میں نے ان سے اس چیز کے بارے میں دریافت کیا: جس بارے میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تھا' تو انہوں نے بھی یہی فرمایا: تم سجدہ (بکثرت) کیا کرو کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: ''جو بھی بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجے کو بلند کر دیتا ہے' اور اس کی وجہ سے اس شخص کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے''۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوفاطمہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں بکثرت رکوع و سجود کرنے کا ذکر ہے یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کے نزدیک نماز میں طویل قیام کرنا بکثرت رکوع اور سجود کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

بعض افراد کے نزدیک نماز میں بکثرت رکوع اور سجود کرنا' طویل قیام کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دو احادیث منقول ہیں اور انہوں (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) نے اس بارے میں کوئی باقاعدہ فیصلہ نہیں دیا۔

امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہاں تک دن کا تعلق ہے' تو اس میں بکثرت رکوع و سجود کرنا (زیادہ فضیلت رکھتا ہے) جہاں تک رات کا تعلق ہے' تو اس میں طویل قیام کرنا فضیلت رکھتا ہے' البتہ اگر کسی شخص نے رات کا کوئی حصہ عبادت کے لیے مخصوص کیا ہو' تو اس شخص کے لیے میرے نزدیک (یعنی امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ کے) پسندیدہ عمل یہ ہے: وہ اپنے اس مخصوص حصے میں نوافل ادا کرے اور بکثرت رکوع اور سجود کے ذریعے نفع حاصل کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اس لیے کہی ہے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کو اسی طرح

بیان کیا گیا ہے' جس میں طویل قیام کا تذکرہ ہے' جہاں تک دن کی نماز کا تعلق ہے' تو اس میں اتنے طویل قیام کا واقعہ بیان نہیں کیا گیا جتنا رات کی نماز میں بیان کیا گیا ہے۔

شرح

دن کے نوافل میں کثرت رکوع وسجود اور رات کے نوافل میں طول قرأت افضل ہونا

ان دو ابواب کی دونوں روایات میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ دن کے نوافل میں کثرت سجود اور رات کے نوافل میں طول قرأت افضل ہے۔ مسئلہ کے پہلے حصہ یعنی دن کے وقت کثرت سجود افضل ہے، پر دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت معدان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد فرمودہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں عرض گزار ہوا: آپ میری ایسے عمل کے بارے میں رہنمائی فرمائیں جو میرے لیے نفع ہو اور دخول جنت کا باعث ہو؟ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے پھر فرمایا: تم کثرت سجود کو لازم پکڑو، کیونکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر سجدہ کے عوض ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیتا ہے۔ مسئلہ کے دوسرے حصہ رات کے وقت نوافل میں طویل قرأت افضل ہے، اس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بہترین نماز کون سی ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: طول القنوت یعنی ایسی نماز جس میں طویل قرأت ہو۔ علاوہ ازیں دن کے وقت ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ نوافل اور رات کے وقت آٹھ رکعت سے زیادہ نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَتْلِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ فِی الصَّلٰوةِ

باب 146: نماز کے دوران دوسیاہ چیزوں (سانپ اور بچھو) کو مارنا

355 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ وَهُوَ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْاَسْوَدَيْنِ فِی الصَّلٰوةِ الْحَيَّةُ وَالْعَقْرَبُ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ رَافِعٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَكَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ قَتْلَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ فِی الصَّلٰوةِ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنَّ

355- اخرجه ابو داؤد (305/1): كتاب الصلاة: باب: العمل فى الصلاة حديث (921) والنسائى (10/3): كتاب السهو: باب قتل الحية والعقرب فى الصلاة' وابن ماجه (394/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء فى قتل الحية والعقرب فى الصلاة' حديث (1245) واحمد (233/2- 248- 255- 284- 473- 475- 490) والدارمى (354/1): كتاب الصلاة: باب: قتل الحية والعقرب فى الصلاة' وابن خزيمة (41/2) حديث (869) من طريق ضمضم عن ابى هريرة به۔

فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا وَّالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دوران دو سیاہ چیزوں کو مارنے کا حکم دیا ہے۔ سانپ اور بچھو۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے نماز کے دوران سانپ اور بچھو کو مارنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ابراہیم (نخعی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: نماز ایک مشغولیت ہے' جس میں کوئی اور کام کرنا منع ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) پہلی رائے زیادہ درست ہے۔

شرح

حالت نماز میں سانپ اور بچھو کو مارنے کا مسئلہ

اس باب کی حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی کے سامنے سے سانپ یا بچھو گزرے، تو حالت نماز میں ہی اسے مار دینا چاہیے کیونکہ یہ دونوں انسان کے دشمن ہیں اور بچ جانے کی صورت میں یہ چھپ جائیں گے جب بھی موقعہ ملا تو نقصان پہنچائیں گے۔ حدیث کا مقصد صرف یہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حالت نماز میں سانپ یا بچھو کو مارنے سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان موذی جانوروں کو حالت نماز میں مارنے کی گنجائش ہے، کیونکہ یہ شرعی عذر ہے۔ رہی یہ بات کہ نماز باقی رہے گی یا نہیں؟ اس سلسلے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کو عمل قلیل سے مارا ہے تو نماز فاسد نہیں ہو گی مثلاً نمازی کے پاس جوتا پڑا ہوا تھا تو وہ پکڑ کر بچھو کے اوپر رکھ کر دبا دیا اور وہ مر گیا۔ اگر مارنے میں عمل کثیر ہو جائے یعنی کوئی چھڑی پکڑی، بار بار وہ استعمال کی اور دائیں بائیں بھاگنا پڑا تو یہ عمل کثیر ہے' جس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ البتہ اس موقع پر نماز توڑنے کی وجہ سے گناہگار نہیں ہو گا، کیونکہ یہاں شرعی عذر موجود ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت نماز میں دو سیاہ جانوروں کو مارنے کا حکم دیا: (۱) سانپ، (۲) بچھو۔ بعض فقہاء نے حالت نماز میں سانپ اور بچھو مارنے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن جمہور کے نزدیک عذر شرعی کی وجہ سے جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ

باب 147: سلام پھیرنے سے پہلے دو مرتبہ سجدہ سہو کرنا

356 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسَدِيِّ

حَلِيفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ فَلَمَّا اَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَّهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ

◄► حضرت عبداللہ بن بحینہ اسدی رضی اللہ عنہ بنوعبدالمطلب کے حلیف ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں قیام کیا' حالانکہ آپ نے بیٹھنا تھا' جب آپ نے نماز مکمل کی' تو آپ نے دومرتبہ سجدہ سہو کیا' آپ نے ہر ایک سجدے میں تکبیر کہی آپ نے بیٹھے ہوئے (جوسجدے کیے تھے) سلام پھیرنے سے پہلے کیے تھے۔ آپ کے ہمراہ لوگوں نے بھی یہ دونوں سجدے کیے یہ اس وجہ سے تھا' جو آپ بیٹھنا بھول گئے تھے۔ اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

357 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى وَاَبُوْ دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ

آثارِ صحابہ: اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ السَّائِبِ الْقَارِئَ كَانَا يَسْجُدَانِ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ بُحَيْنَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ يَرٰى سَجْدَتَيِ السَّهْوِ كُلِّهِ قَبْلَ السَّلَامِ وَيَقُوْلُ هٰذَا النَّاسِخُ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَحَادِيْثِ وَيَذْكُرُ اَنَّ اٰخِرَ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى هٰذَا وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اِذَا قَامَ الرَّجُلُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَاِنَّهٗ يَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ عَلٰى حَدِيْثِ ابْنِ بُحَيْنَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ بُحَيْنَةَ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَالِكٍ وَّهُوَ ابْنُ بُحَيْنَةَ مَالِكٌ اَبُوْهُ وَبُحَيْنَةُ اُمُّهٗ هٰكَذَا اَخْبَرَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ مَتٰى يَسْجُدُهُمَا الرَّجُلُ قَبْلَ السَّلَامِ اَوْ بَعْدَهٗ

356- اخرجه البخاری (361/2) : کتاب الاذان: باب: من لم یر التشهد الاول واجبا' حدیث (829)' و (362/2) باب: التشهد فی الاولی' حدیث (830)' و (111/3) کتاب السهو: باب: ماجاء فی السهو اذا قام فی رکعتی الفریضة' حدیث (1224-1225)' و (119/3): باب: من یکبر فی سجدتی السهو' حدیث (1230)' و (558/11) کتاب الایمان والنذور: باب: اذا حنث ناسیا فی الایمان حدیث (6670)' و مسلم (483/2- 484- الابی): کتاب المساجد و مواضع الصلاة' باب: السهو فی الصلاة والسجود له حدیث (85- 86- 87-570)' وابو داؤد (337/1) کتاب الصلاة: باب: من قام اثنتین ولم یتشهد' حدیث (1034- 1035) والنسائی (244/2): کتاب التطبیق' باب: ترك التشهد الاول' و (19/3-20): کتاب السهو باب: ما یفعل من قام من اثنتین ناسیا ولم یتشهد' و (34/3): باب: التکبیر فی سجدتی السهو' وابن ماجه (381/1): کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها: باب: ما جاء فیمن قام من اثنتین ساهیا' حدیث (1206- 1207) ومالك فی "الموطا": (96/1): کتاب الصلاة باب: من قام بعد الاتمام او فی الرکعتین' حدیث (65) واحمد فی "مسنده": (345/5- 346)' والدارمی (352/1): کتاب الصلاة: باب: اذا کان فی الصلاة نقصان والحمیدی (402/2)' حدیث (903-904) وابن خزیمة (115-115/2) حدیث (1029-1030-1031) من طریق عبدالرحمن الاعرج عن عبدالله بن بحینة' فذکره۔

فَرَاَى بَعْضُهُمْ اَنْ يَّسْجُدَهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وقَالَ بَعْضُهُمْ يَسْجُدُهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مِثْلِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَّرَبِيْعَةَ وَغَيْرِهِمَا وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا كَانَتْ زِيَادَةً فِي الصَّلٰوةِ فَبَعْدَ السَّلَامِ وَاِذَا كَانَ نُقْصَانًا فَقَبْلَ السَّلَامِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وقَالَ اَحْمَدُ مَا رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فَيُسْتَعْمَلُ كُلٌّ عَلٰى جِهَتِهٖ يَرٰى اِذَا قَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ عَلٰى حَدِيْثِ ابْنِ بُحَيْنَةَ فَاِنَّهٗ يَسْجُدُهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ وَاِذَا صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَاِنَّهٗ يَسْجُدُهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ وَاِذَا سَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَاِنَّهٗ يَسْجُدُهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ وَكُلٌّ يُسْتَعْمَلُ عَلٰى جِهَتِهٖ وَكُلُّ سَهْوٍ لَيْسَ فِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذِكْرٌ فَاِنَّ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ وقَالَ اِسْحٰقُ نَحْوَ قَوْلِ اَحْمَدَ فِيْ هٰذَا كُلِّهٖ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ كُلُّ سَهْوٍ لَيْسَ فِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذِكْرٌ فَاِنْ كَانَتْ زِيَادَةً فِي الصَّلٰوةِ يَسْجُدُهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ وَاِنْ كَانَ نُقْصَانًا يَسْجُدُهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سائب قاری یہ دونوں حضرات سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ ان کے نزدیک ہر قسم کا سجدہ سہو سلام پھیرنے سے پہلے کیا جائے۔

وہ یہ فرماتے ہیں: یہ حدیث دیگر تمام روایتوں کی ناسخ ہے۔ (جن میں سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کا ذکر ہے)

انہوں نے یہ بات بھی ذکر کی ہے: اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخری فعل یہی (منقول) ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص دو رکعت پڑھنے کے بعد (بیٹھنے کی بجائے) کھڑا ہو جائے' تو وہ سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کرے گا' جیسا کہ حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں یہ بات موجود ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ، یہ حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں (یعنی مالک) بحینہ کے صاحبزادے ہیں' مالک ان کے والد ہیں اور بحینہ ان کی والدہ ہیں۔ اسحٰق بن منصور نے علی بن مدینی کے حوالے سے یہی بات مجھے بتائی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سجدہ سہو کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے: آدمی کب سجدہ سہو کرے گا؟ سلام پھیرنے سے پہلے یا اس کے بعد؟ بعض حضرات کے نزدیک آدمی سلام پھیرنے کے بعد ان دونوں سجدوں کو کرے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ کے نزدیک یہی رائے درست ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک آدمی سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے گا مدینہ منورہ کے اکثر فقہاء کی بھی یہی رائے ہے' جس میں حضرت یحییٰ بن سعید اور ربیعہ (الرائے) وغیرہ شامل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: اگر نماز میں کسی زیادتی کی وجہ سے (سجدہ سہو لازم ہو تو) سلام پھیرنے کے بعد کیا

جائے گا' اور اگر کمی کی وجہ سے ہو' تو سلام پھیرنے سے پہلے کیا جائے گا۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ سہو کے بارے میں جو منقول ہے' اس میں سے ہر ایک کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب کوئی شخص دو رکعت پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے' تو وہ حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ حدیث کے مطابق سلام پھیرنے سے پہلے دونوں سجدے کرے گا' اور اگر کوئی شخص ظہر کی نماز میں پانچ رکعت ادا کرے' تو وہ سلام پھیرنے کے بعد یہ دونوں سجدے کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ظہر اور عصر کی نماز کے وقت سلام پھیر دے' تو وہ سلام پھیرنے کے بعد دونوں سجدے کرے گا۔ ان میں سے ہر ایک روایت کو ان کی مخصوص صورتحال پر محمول کیا جائے گا۔ البتہ ہر وہ سجدہ سہو جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ منقول نہ ہو' اس میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا جائے گا۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں' جو ان تمام صورتوں کے بارے میں ہے' البتہ وہ یہ فرماتے ہیں: ہر وہ سجدہ سہو جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ منقول نہ ہو' اگر وہ نماز میں کسی زیادتی کی وجہ سے ہو' تو وہ نماز میں سلام پھیرنے کے بعد کرے گا' اور اگر کسی کمی کی وجہ سے ہو' تو سلام پھیرنے سے پہلے کرے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَالْكَلَامِ

باب **148**: سلام پھیرنے اور کلام کرنے کے بعد سجدہ سہو کرنا

358 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيْلَ لَهُ اَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں پانچ رکعت ادا کر لیں' تو آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے یا آپ بھول گئے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدہ سہو

358- اخرجه البخاري (113/3): كتاب سجود القرآن باب: اذا صلى خمسا' حديث (1226)' ومسلم (485/2- الابي): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: السهو في الصلاة والسجود له' حديث (89-90-91/572) وابو داؤد (333/1): كتاب الصلاة: باب: اذا صلى خمسا' حديث (1019-1020)' والنسائي (28/3-29): كتاب السهو باب: التحري' و (31/3-32): باب: ما يفعل من صلى خمسا' وابن ماجه (380/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب السهو في الصلاة حديث (1203)- وباب: من يصلي الظهر خمسا وهو ساه' حديث (1205) و (382/1): باب: ماجاء فيمن شك في صلاته فتحرى الصواب' حديث (1211)' واحمد في "مسنده": (376/1- 379- 419- 438- 443- 455- 465)' والدارمي (352/1): كتاب الصلاة: باب سجدة السهو من الزيادة' وابن خزيمة (113/2) حديث (1028) و (131/2) حديث (1055- 1056- 1057) من طريق ابراهيم عن علقمة عن عبدالله بن مسعود' فذكره-

کیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

359 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ الْكَلَامِ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ مُّعَاوِيَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: کلام کرنے کے بعد سجدہ سہو کیے تھے۔

اس بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

360 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ اَيُّوْبُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ وَحَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا صَلَّی الرَّجُلُ الظُّهْرَ خَمْسًا فَصَلَاتُهٗ جَائِزَةٌ وَّسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَاِنْ لَّمْ يَجْلِسْ فِی الرَّابِعَةِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا صَلَّی الظُّهْرَ خَمْسًا وَّلَمْ يَقْعُدْ فِی الرَّابِعَةِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ فَسَدَتْ صَلَاتُهٗ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ وَبَعْض

359- اخرجه مسلم (2/490- الابی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب السهو فی الصلاة والسجود له حديث (572/95) والنسائی (3/66): كتاب السهو: باب: سجدتی السهو بعد السلام والكلام وابن ماجه (1/385): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها باب: ماجاء فيمن سجدهما بعد السلام حديث (1218) واحمد فی مسنده: (376-456) والحميدی (1/53) حديث (96) وابن خزيمة (2/132) حديث (1058-1059) من طريق ابراهيم عن علقمة عند ابن مسعود فذكره-

360- اخرجه مالك فی الموطا (1/93): كتاب الصلاة: باب: ما يفعل من سلم من ركعتين ساهيا حديث (58) والبخاری (3/118): كتاب السهو باب: من لم يتشهد فی سجدتی السهو حديث (1228) و مسلم (2/490- الابی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة باب: السهو فی الصلاة والسجود له حديث (97-573/98) وابوداؤد (1/330): كتاب الصلاة: باب: السهو فی السجدتين حديث (1008-1009-1010-1011) والنسائی (3/20-22) : كتاب السهو: باب: مايفعل من سلم من ركعتين ناسيا وهو يتكلم و (3/26) باب: ذكر الاختلاف علی ابی هريرة فی السجدتين وابن ماجه (1/383): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: فيمن سلم من اثنتين او ثلاث ساهيا حديث (1214) واحمد فی "مسنده": (2/37 -234 -247 -284) والدارمی (1/351): كتاب الصلاة باب: سجدة السهو من الزيادة والحميدی (2/433) حديث (983) وابن خزيمة حديث (860) و (2/117) حديث (1036-1035) من طريق محمد بن سيرين عن ابی هريرة فذكره-

اَهْلِ الْکُوْفَةِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں سجدے سلام پھیرنے کے بعد کیے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ایوب اور دیگر راویوں نے اسے ابن سیرین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص ظہر کی نماز میں پانچ رکعت ادا کرلے' تو اس کی نماز جائز ہوگی' البتہ وہ دو بار سجدہ سہو کرے گا۔ اگر وہ چوتھی رکعت کے بعد بیٹھا نہیں تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اگر کوئی شخص ظہر کی نماز کے وقت پانچ رکعت نماز ادا کرلیتا ہے' اور چوتھی رکعت کے بعد تشہد کی مقدار تک نہیں بیٹھتا' تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض اہلِ کوفہ کی بھی یہی رائے ہے۔

شرح

سجدہ سہو قبل السلام یا بعد السلام ہونے میں مذاہب آئمہ

اس بات میں سب آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ سجدہ سہو قبل السلام بھی جائز ہے اور بعد السلام بھی۔ البتہ دونوں صورتوں میں افضل کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے؛ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ سجدہ سہو بعد السلام افضل ہے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ نماز کے آخری قعدہ میں تشہد، درود اور دعائیں پڑھنے کے بعد صرف دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کیے جائیں۔ بعد ازاں تشہد، درود اور دعائیں پڑھنے کے بعد دونوں طرف سلام پھیرنے سے نماز مکمل ہو جائے گی۔ البتہ باجماعت نماز کی صورت میں صرف تشہد کے بعد سلام پھیرا جائے گا تاکہ مسبوق مقتدی یہ جان لیں کہ یہ سجدۂ سہو کا سلام ہے۔ سجدہ سہو سے قبل جو سلام پھیرا جاتا ہے، اس کی تعداد میں احناف کے نزدیک تین اقوال ہیں: (۱) محض ایک سلام پھیرا جائے گا جو صرف سامنے کی سمت ہوگا۔ (۲) دو سلام پھیرے جائیں گے جن میں سے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں جانب۔ (۳) صرف ایک سلام پھیرا جائے گا اور وہ دائیں جانب۔ آخری قول زیادہ مشہور ہے اور اسی پر عمل ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کسی شخص کو نماز کی رکعات کی تعداد میں شک پڑ جائے تو وہ غور وفکر کرے اور ظن غالب والی جہت کو لے پھر سلام پھیر کر دو سجدے سہو کرے۔

(جامع ترمذی جلد اوّل ص ۷۸)

۲-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سہو کی ہر صورت میں دو سجدے ہیں، سلام پھیرنے کے بعد۔
(سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۱۰۳۸)

۳-حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو نماز میں شک لاحق ہو جائے تو وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔ (سنن ابی داؤد جلد اوّل رقم الحدیث ۱۰۳۳)

۴-سلام کے بعد دو سجدے کرنے کی صورت میں عبادت میں کثرت ہے، کیونکہ پوری تشہد، درود اور دعائیں دو، دو مرتبہ پڑھی جاتی ہیں۔

(۲)-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سلام سے قبل دو سجدے سہو کرنا افضل ہے۔ ان کے نزدیک سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد، درود شریف اور دعائیں پڑھنے کے بعد اور سلام پھیرنے سے قبل دو سجدے کیے جائیں گے پھر ساتھ ہی سلام پھیر کر نماز سے فراغت حاصل کر لی جائے گی۔ وہ سجدہ سہو قبل السلام والی روایات کو ناسخ اور سجدہ سہو بعد السلام والی روایات کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل قبل السلام سجدۂ سہو کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل السلام اور بعد السلام سجدہ سہو کرنا مروی ہے لیکن آپ کا آخری عمل قبل السلام سجدہ سہو کرنے کا ہے۔

(۳)-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی زیادتی کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوا ہو تو بعد السلام سجدہ سہو کیا جائے گا اور اگر کسی چیز کی کمی کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوا ہو تو وہ قبل السلام کیا جائے گا۔

(۴) حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ احادیث پر غور کیا جائے گا جن صورتوں میں قبل السلام کا ذکر ہے ان میں قبل السلام سجدہ سہو کیا جائے گا اور جن صورتوں میں بعد السلام سجدۂ سہو کا ذکر ہے ان میں بعد السلام کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف دلائل قوی ہونے کی وجہ سے راجح ہے، دیگر آئمہ کے اکثر دلائل یا منسوخ روایات سے ہیں یا ضعیف سے جو قابل حجت نہیں ہو سکتے۔

زیر بحث دونوں ابواب کی پانچوں احادیث میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے سجدہ سہو بعد السلام والی احادیث قوی اور ناسخ جبکہ قبل السلام سجدہ سہو والی روایات منسوخ یا ضعیف ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّشَهُّدِ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

باب 149: تشہد میں سجدہ سہو کرنا

361 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُوْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَشْعَثُ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فَسَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِی الْمُهَلَّبِ وَهُوَ عَمُّ اَبِیْ قِلَابَةَ غَیْرَ هٰذَا الْحَدِیْثِ وَرَوٰی مُحَمَّدٌ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِی الْمُهَلَّبِ

توضیح راوی: وَاَبُو الْمُهَلَّبِ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو وَیُقَالُ اَیْضًا مُعَاوِیَةُ بْنُ عَمْرٍو

وَقَدْ رَوٰی عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ وَهُشَیْمٌ وَّغَیْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ بِطُوْلِهٖ

حدیثِ دیگر: وَهُوَ حَدِیْثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَ فِیْ ثَلَاثِ رَکَعَاتٍ مِّنَ الْعَصْرِ فَقَامَ رَجُلٌ یُّقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِی التَّشَهُّدِ فِیْ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ یَتَشَهَّدُ فِیْهِمَا وَیُسَلِّمُ وقَالَ بَعْضُهُمْ لَیْسَ فِیْهِمَا تَشَهُّدٌ وَّتَسْلِیْمٌ وَّاِذَا سَجَدَهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ لَمْ یَتَشَهَّدْ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالَا اِذَا سَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ لَمْ یَتَشَهَّدْ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی آپ سے سہو ہو گیا تو آپ نے دو بار سجدہ سہو کیا' پھر آپ نے تشہد پڑھا پھر آپ نے سلام پھیرا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابن سیرین نے اس روایت کو ابومہلب کے حوالے سے نقل کیا ہے' جو ابوقلابہ نامی راوی کے چچا ہیں اور انہوں نے اسے مختلف طور پر نقل کیا ہے۔

امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے اس حدیث کو خالد حذاء کے حوالے سے' ابوقلابہ کے حوالے سے' ابومہلب سے نقل کیا ہے۔

ابومہلب نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام معاویہ بن عمرو ہے۔

عبدالوہاب ثقفی' ہشیم اور دیگر راویوں نے اس حدیث کو خالد حذاء کے حوالے سے' ابوقلابہ کے حوالے سے طوالت کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز میں تین رکعت نماز پڑھا دیں اور (سلام پھیر دیا) تو ایک صاحب کھڑے ہوئے جن کا نام خرباق تھا (الحدیث)

اہلِ علم نے سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے' بعض حضرات نے یہ رائے دی ہے: آدمی تشہد پڑھے گا' اور پھر سلام پھیرے گا۔

بعض حضرات کے نزدیک ان (سجدوں کے بعد تشہد نہیں پڑھا جائے گا' اور صرف سلام پھیر دیا جائے گا' جب آدمی سلام

361- اخرجه ابو داؤد (339/1): کتاب الصلاة' باب: سجدتی السهو فیهما تشهد و تسلیم' حدیث (1039)' والنسائی (26/3): کتاب السهو: باب: ذکر الاختلاف علی ابی هریرة فی السجدتین' وابن خزیمة حدیث (1062) من طریق محمد بن عبد الله الانصاری عن اشعث عن محمد بن سیرین عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن ابی المهلب عن عمران بن حصین' فذکره۔

پھیرنے سے پہلے یہ دونوں سجدے کرتا ہے تو وہ تشہد نہیں پڑھے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں: جب آدمی سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کر لے تو وہ تشہد (دوبارہ) نہیں پڑھے گا۔

شرح

سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنے میں مذاہب آئمہ

نماز کے آخری قعدہ میں سجدہ سہو کے بعد کیا تشہد پڑھا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- جو لوگ سجدہ سہو قبل السلام کے قائل ہیں، ان کے دو گروپ ہیں: (۱) بعض صحابہ، امام ابن سیرین اور حضرت امام ابن ابی یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا موقف ہے سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں ہے بلکہ سلام پھیر دیا جائے گا۔ (۲) حضرت انس بن مالک، حضرت حسن بصری اور حضرت امام طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سجدہ سہو کے بعد نہ تشہد ہے اور نہ سلام ہے بلکہ سجدہ سہو کے فوراً بعد از خود نماز مکمل ہو جائے گی۔

۲- جمہور آئمہ فقہ کے نزدیک سجدہ سہو کی حقیقت تین چیزوں پر مشتمل ہے: (۱) دو سجدے، (۲) تشہد اور (۳) سلام۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی جس میں آپ سے سہو واقع ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے کیے، تشہد پڑھا اور سلام پھیرا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي فَيَشُكُّ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ

باب **150**: جس شخص کو نماز میں کسی کمی یا اضافہ کا شک ہو

362 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيرٍ عَنْ عِيَاضٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِاَبِيْ سَعِيدٍ اَحَدُنَا يُصَلِّي فَلَا يَدْرِيْ كَيْفَ صَلّٰى فَقَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلَمْ يَدْرِ كَيْفَ صَلّٰى فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَآئِشَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

362- اخرجه ابو داؤد (336/1): كتاب الصلاة: باب: من قال يتم على اكبر ظنه وابن ماجه (380/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: السهو في الصلاة حديث (1204) واحمد (3/12-37-50-51 -53) وابن خزيمة (19/1) حديث (29) من طريق يحيى بن ابي كثير عن عياض بن هلال عن ابي سعيد الخدري فذكره-

وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ مِّنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِی الْوَاحِدَةِ وَالثِّنْتَیْنِ فَلْیَجْعَلْهُمَا وَاحِدَةً وَّاِذَا شَكَّ فِی الثِّنْتَیْنِ وَالثَّلَاثِ فَلْیَجْعَلْهُمَا ثِنْتَیْنِ وَیَسْجُدْ فِیْ ذٰلِكَ سَجْدَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَصْحَابِنَا وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا شَكَّ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلَمْ یَدْرِ كَمْ صَلّٰی فَلْیُعِدْ

◆◆ عیاض بن ہلال بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو اس کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعت ادا کی ہیں تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص نماز ادا کررہا ہو اور اس کو یہ یاد نہ رہے: اس نے کتنی رکعت نماز ادا کی ہیں؟ تو وہ بیٹھ کر (تشہد کی حالت میں) دو بار سجدہ سہو کرلے۔

اس باب میں حضرت عثمان غنی، حضرت ابن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اسی روایت کو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے سے دیگر حوالے سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ روایت بھی منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: ''جب کسی شخص کو ایک یا دو رکعت کے بعد ایسا شک ہو جائے تو اس کو ایک رکعت قرار دے اور اگر تین رکعت کے بارے میں شک ہو تو وہ اس کو دو رکعت قرار دے (یعنی وہ کم از کم تعداد قرار دے) اس حوالے سے دو بار سجدہ سہو کرلے اور سلام پھیرنے سے پہلے کرلے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک جب آدمی کو اپنی نماز کے بارے میں شک ہو اور اس کو یہ یاد نہ رہے: اس نے کتنی رکعت نماز ادا کی ہیں؟ تو وہ دوبارہ نماز ادا کرے۔

363 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ الشَّیْطَانَ یَاْتِیْ اَحَدَكُمْ فِیْ صَلَاتِهٖ فَیَلْبِسُ عَلَیْهِ حَتّٰی لَا یَدْرِیَ كَمْ صَلّٰی فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

363- اخرجه مالك فی "الموطا": (100/1): كتاب السهو: باب: العمل فی السهو' حدیث (1) والبخاری (125/3): كتاب السهو: باب: السهو فی الفرض والتطوع' حدیث (1232) و مسلم (479/2- الابی) كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب: السهو فی الصلاة والسجود له' حدیث (82-389/83) وابو داؤد (336/1): كتاب الصلاة: باب من قال یتم علی اكبر ظنه' حدیث (1030-1031-1032) والنسائی (30/3-31): كتاب السهو: باب: التحری وابن ماجه (384/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فیها: باب: ماجاء فی سجدتی السهو قبل السلام' حدیث (1216-1217) واحمد (241/2-273-283-284-483-522) والدارمی (350/1): كتاب الصلاة: باب الرجل لا یدری اثلاثا صلی ام اربعا' والحمیدی (422/2) حدیث (947) وابن خزیمة (109/2) حدیث (1020) من طریق ابی سلمة عن ابی هریرة' فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شیطان تم میں سے کسی ایک کی نماز کے دوران آتا ہے' اور اسے شک کا شکار کر دیتا ہے' تو اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعت ادا کی ہیں؟ جب کسی شخص کو ایسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑے' تو وہ قعدہ کی حالت میں دو مرتبہ سجدہ سہو کر لے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

364 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ ابْنُ عَثْمَةَ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مَکْحُوْلٍ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِذَا سَهَا اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلَمْ یَدْرِ وَاحِدَةً صَلّٰی اَوْ ثِنْتَیْنِ فَلْیَبْنِ عَلٰی وَاحِدَةٍ فَاِنْ لَّمْ یَدْرِ ثِنْتَیْنِ صَلّٰی اَوْ ثَلَاثًا فَلْیَبْنِ عَلٰی ثِنْتَیْنِ فَاِنْ لَّمْ یَدْرِ ثَلَاثًا صَلّٰی اَوْ اَرْبَعًا فَلْیَبْنِ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ مِّنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ رَوَاهُ الزُّهْرِیُّ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب کسی شخص کو نماز میں شک ہو جائے' اسے یہ یاد نہ رہے: اس نے ایک رکعت ادا کی ہے یا دو ادا کی ہیں' تو وہ ایک رکعت پر بنیاد رکھے اور اگر اسے یہ یاد نہ رہے: اس نے دو کی ہیں' یا تین کی ہیں' تو وہ دو پر بنیاد رکھے اور اگر اس کو یہ یاد نہ آئے کہ تین پڑھی ہیں یا چار پڑھی ہیں' تو پھر وہ سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدہ سہو کر لے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دیگر اسناد کے حوالے سے بھی منقول ہے۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے عبیداللہ بن عبداللہ ابن عباس کے حوالے سے' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

365 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ اَبِیْ تَمِیْمَةَ وَهُوَ اَیُّوْبُ السَّخْتِیَانِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَیْنِ فَقَالَ لَهٗ ذُو الْیَدَیْنِ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِیْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصَدَقَ ذُو الْیَدَیْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ

364- اخرجه ابن ماجه (381/1): کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها: باب ما جاء فیمن شك فی صلاته فرجع الی الیقین حدیث (1209)' واحمد فی "مسنده" (190/1 -195) من طریق عبدالله بن عباس عن عبدالرحمن بن عوف' فذکره۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَذِى الْيَدَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَّاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ اِذَا تَكَلَّمَ فِى الصَّلٰوةِ نَاسِيًا اَوْ جَاهِلًا اَوْ مَا كَانَ فَاِنَّهٗ يُعِيْدُ الصَّلٰوةَ وَاعْتَلُّوا بِاَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ كَانَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الْكَلَامِ فِى الصَّلٰوةِ قَالَ وَاَمَّا الشَّافِعِىُّ فَرَاٰى هٰذَا حَدِيْثًا صَحِيْحًا فَقَالَ بِهٖ

حدیث دیگر: وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الَّذِىْ رُوِىَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الصَّائِمِ اِذَا اَكَلَ نَاسِيًا فَاِنَّهٗ لَا يَقْضِىْ وَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ

قَالَ الشَّافِعِىُّ وَفَرَّقَ هٰؤُلَآءِ بَيْنَ الْعَمْدِ وَالنِّسْيَانِ فِىْ اَكْلِ الصَّائِمِ بِحَدِيْثِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

وَقَالَ اَحْمَدُ فِىْ حَدِيْثِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اِنْ تَكَلَّمَ الْاِمَامُ فِىْ شَىْءٍ مِّنْ صَلَاتِهٖ وَهُوَ يَرٰى اَنَّهٗ قَدْ اَكْمَلَهَا ثُمَّ عَلِمَ اَنَّهٗ لَمْ يُكْمِلْهَا يُتِمُّ صَلَاتَهٗ وَمَنْ تَكَلَّمَ خَلْفَ الْاِمَامِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّ عَلَيْهِ بَقِيَّةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَعَلَيْهِ اَنْ يَّسْتَقْبِلَهَا وَاحْتَجَّ بِاَنَّ الْفَرَائِضَ كَانَتْ تُزَادُ وَتُنْقَصُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّمَا تَكَلَّمَ ذُو الْيَدَيْنِ وَهُوَ عَلٰى يَقِيْنٍ مِّنْ صَلَاتِهٖ اَنَّهَا تَمَّتْ وَلَيْسَ هٰكَذَا الْيَوْمَ لَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتَكَلَّمَ عَلٰى مَعْنٰى مَا تَكَلَّمَ ذُو الْيَدَيْنِ لِاَنَّ الْفَرَائِضَ الْيَوْمَ لَا يُزَادُ فِيْهَا وَلَا يُنْقَصُ قَالَ اَحْمَدُ نَحْوًا مِّنْ هٰذَا الْكَلَامِ وقَالَ اِسْحٰقُ نَحْوَ قَوْلِ اَحْمَدَ فِىْ هٰذَا الْبَابِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا' حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا نماز مختصر ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ذوالیدین صحیح کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ دو رکعت ادا کی' پھر آپ نے سلام پھیرا' پھر تکبیر کہی' پھر آپ نے عام سجدے کی طرح یا اس سے کچھ لمبا سجدہ کیا' پھر آپ نے تکبیر کہی اپنا سر مبارک اٹھایا' پھر اپنے سجدوں کی طرح سجدہ یا اس سے طویل سجدہ کیا۔

اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، اور حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول احادیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس حدیث کے بارے میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف ہے۔

بعض اہلِ کوفہ نے یہ بات بیان کی ہے: جب کوئی شخص نماز کے دوران بھول کر یا ناواقفیت کی بنیاد پر یا کسی بھی وجہ سے بات چیت کر لیتا ہے' تو اس کو دوبارہ نماز پڑھنی پڑھے گی۔

وہ حضرات اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں۔ یہ نماز کے دوران کلام کی حرمت ثابت ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو روایات منقول ہیں ان میں سب سے بہترین سب سے مستند یہ روایت ہے جو روزہ دار کے حوالے سے ہے: جب وہ بھول کر کوئی چیز کھالے تو وہ قضا نہیں کرے گا کیونکہ یہ وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان حضرات میں اس حوالے میں جان بوجھ کر کھانے میں اور بھول کر کھانے میں فرق کیا ہے روزہ دار کے کھانے کے حوالے سے اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں یہ فرماتے ہیں: امام نماز کے دوران کوئی بات کردے اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ یہ نماز کو مکمل کردے گی پھر اس کو پتا چلے کہ اس نے نماز کو مکمل نہیں کیا تو وہ اپنی نماز مکمل کرے گا اور جو شخص امام کی اقتداء میں کوئی کلام کردے اور وہ یہ جانتا ہو کہ اس پر بقیہ نماز لازم ہے تو اس کو نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی۔ انہوں نے دلیل کے طور پر یہ بات بیان کی ہے: فرائض میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں کمی بیشی ہوجایا کرتی تھی حضرت ذوالیدین نے اس بارے میں کلام کیا اور ان کو اپنی نماز کے بارے میں اس بات کا یقین تھا کہ وہ مکمل ہوچکی ہے یہ حکم آج کی طرح اس شخص کے بارے میں نہیں ہے یعنی وہ شخص اس مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے کلام نہیں کرے گا جس کلام کو ذہن میں رکھتے ہوئے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کلام کیا تھا۔ اس لیے کہ آج فرائض میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی نہیں ہوسکتی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی مانند بات کہی ہے۔

اس بارے میں امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک فتویٰ دیا ہے۔

شرح

تعداد رکعات نماز میں زیادتی یا کمی کا شک ہونے میں مذاہب آئمہ

اس باب کی پانچوں احادیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ حالت نماز میں نمازی کو تعداد رکعات نماز میں شک پڑ گیا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں، تو اس بارے میں کیا کیا جائے گا؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے بناء علی الاقل یابناء علی الیقین کی جہت کو اختیار کیا جائے گا مثلاً کسی شخص کو شک ہوا کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار؟ وہ تین رکعت تصور کرے گا اور باقی ماندہ نماز پوری کرے اور آخری قعدہ کے اختتام پر سجدہ سہو بھی کرے گا۔

جہاں قعدہ اخیرہ کی صورت بنتی ہو، وہاں قعدہ اخیرہ کرے گا۔ اس صورت میں تیسری رکعت کے بعد اور چوتھی رکعت کے بعد بھی قعدہ ہوگا۔

۲- حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سہو کی ہر صورت میں صرف سجدہ سہو کیا جائے گا۔

۳-حضرت امام اوزاعی اور حضرت امام شعبی رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ تعداد رکعات نماز میں شک پیدا ہو جانے پر فوراً سلام پھیر کر نماز ختم کر دی جائے پھر نئے سرے سے نماز پڑھی جائے۔

۴-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ اگر نمازی کو پہلی بار شک پڑا یا دو تین سال کے بعد یعنی کبھی کبھار شک پڑتا ہو، تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے اگر اسے بار بار نماز میں شک لاحق ہوتا ہو، تو وہ غور وفکر کے بعد بناء علی الاقل یابناء علی الیقین کی صورت کو اختیار کرے گا۔

مسئلہ: "الکلام فی الصلوٰۃ" میں مذاہب آئمہ

زیر بحث باب کی آخری حدیث سے بھی دوران نماز گفتگو کا ثبوت ملتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ حالت نماز میں بات کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کلام فی الصلوٰۃ مفسد صلوٰۃ نہیں ہے خواہ سہواً ہو یا عمداً یا جہلاً۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کلام فی الصلوٰۃ اصلاح نماز کے لیے ہو تو مفسد صلوٰۃ نہیں ورنہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کلام فی الصلوٰۃ تمام صلوٰۃ کے گمان سے ہو تو مفسد صلوٰۃ نہیں ہے ورنہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ الغرض آئمہ ثلاثہ کے نزدیک فی الجملۃ کلام مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ انہوں نے ذوالیدین والی حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعت والی نماز، تین رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا، حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کچھ بھی نہیں ہوا۔ عرض کیا: دونوں کاموں میں سے ایک ضرور ہوا ہے۔ آپ نے مقتدیوں سے دریافت فرمایا تو انہوں نے بھی حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی تائید کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت مزید ملا کر نماز مکمل کی۔ اس روایت سے دوران نماز گفتگو کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ کلام فی الصلوٰۃ مطلقاً ناقض صلوٰۃ ہے خواہ عمداً ہو یا سہواً یا جہلاً۔ آپ کے مؤقف کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قوموا للہ قانتین" اس آیت میں لفظ "قنوت" سکوت کے معنیٰ کے ساتھ ہے۔ یہ آیت کلام فی الصلوٰۃ کی ممانعت کے لیے نازل کی گئی ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم دوران نماز گفتگو کیا کرتے تھے لیکن اس آیت کے نزول پر ہم نے ترک کر دی کیونکہ اس میں کلام فی الصلوٰۃ سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ میں حبشہ سے واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت نماز میں مصروف تھے، میں نے آپ کے حضور سلام عرض کیا تو آپ نے جواب نہ دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: کلام فی الصلوٰۃ منسوخ ہو چکا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کلام فی الصلوٰۃ مطلقاً ممنوع ہے۔

(سنن نسائی جلد اوّل ص ۱۸۱)

۳۔حضرت معاویہ بن حکم سلمی انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دوران نماز ایک آدمی کی چھینک کا جواب دیا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا: چھینک کا جواب کس نے دیا ہے؟ نماز میں گفتگو نہیں ہے۔ثابت ہوا کہ نماز میں کلام کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔(الصحیح للمسلم جلداوّل ص۲۰۴)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی روایت ابتداء اسلام کی ہے جو بعد میں منسوخ ہوگئی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ فِي النِّعَالِ

باب 151: جوتوں سمیت نماز پڑھنا

366 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ اَبِيْ مَسْلَمَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ قَالَ نَعَمْ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ وَّشَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ وَّاَوْسٍ الثَّقَفِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَطَاءٍ رَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ شَيْبَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ ابوسلمہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جوتوں سمیت نماز ادا کرلیتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، اوس ثقفی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ان کے علاوہ عطا نے ابوشیبہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے بھی ایک روایت کو نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول احادیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

366- اخرجه البخاری (589/1): كتاب الصلاة: باب: الصلاة في النعال حديث (386) و (320/10): كتاب اللباس: باب: النعال السبتية و غيرها حديث (5850) ومسلم (457/2- الابى): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: جواز الصلاة في النعلين حديث (555/60) والنسائى (74/2) : كتاب الامامة: باب: الصلاة في النعلين حديث (775) واحمد فى "مسنده": (189-166-100/3) والدارمى (320/1): كتاب الصلاة باب: الصلاة في النعلين وابن خزيمة (105/2) حديث (1010) من طريق سعيد بن يزيد ابى مسلمة عن انس بن مالك فذكره-

شرح

جوتوں سمیت نماز پڑھنے کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ

مختلف روایات سے ثابت ہے کہ چپل پہن کر نماز ادا کرنا جائز ہے، اس لیے کہ پاؤں کو کھلا رکھنا ہرگز ضروری نہیں ہے۔ ہاں، اس میں یہ شرط ہے کہ چپل پاک ہو اور سجود کی حالت میں پاؤں کی انگلیاں زمین پر ٹک سکتی ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی چپل سمیت نماز ادا کرتے تھے۔ حدیث باب سے بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ ایک روایت میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہودی جوتوں سمیت نماز نہیں پڑھتے، تم جوتوں سمیت نماز ادا کرو تا کہ ان کی مخالفت ہو جائے۔ ایک روایت میں یہ مضمون بھی موجود ہے کہ آپ نے عین نماز کی حالت میں اپنے چپل اتار دیے تھے تو آپ کو دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اپنے چپل اتار دیے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے دریافت کیا: تم لوگوں نے اپنے چپل کیوں اتارے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی اتباع میں ہم نے اپنے جوتے اتارے ہیں کیونکہ آپ نے اتارے تھے۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل حاضر ہوئے اور انہوں نے چپل کے نجس ہونے کا کہا تو میں نے اتار دیے۔

سوال جواب یہ ہے کہ جوتوں سمیت نماز ادا کرنا مستحب ہے یا جائز ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ بعض حنفیہ، بعض حنابلہ اور اہل ظواہر کے نزدیک جوتوں سمیت نماز ادا کرنا مستحب ہے۔ انہوں نے مذکورہ بالا روایات سے اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک جوتوں سمیت نماز ادا کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ مباح ہے بشرطیکہ وہ پاک ہوں، حالت سجود میں پاؤں کی انگلیاں زمین پر لگ سکتی ہوں اور مسجد کے تلوث ہونے کا بھی اندیشہ نہ ہو۔ ان کے نزدیک جوتوں سے مراد ایسے چپل ہیں جو آسانی کے ساتھ زیب تن کیے جاتے ہیں اور اتارے بھی جاتے ہیں۔ جمہور آئمہ کی طرف سے بعض فقہاء کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) دور رسالت میں ایسے چپل استعمال کیے جاتے تھے جو حالت سجود میں پاؤں کی انگلیاں زمین پر لگنے سے مانع نہیں تھے۔ (۲) مدینہ طیبہ کی سڑکوں پر نجاست کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ (۳) مسجد نبوی کا فرش سادہ تھا۔ (۴) پاپوشوں کو پاک رکھنے کا اہتمام کیا جاتا تھا، اس کے برعکس آج یہ امور موجود نہیں ہیں۔ (۵) یہودی ننگے پاؤں عبادت کرتے تھے تو حالت نماز میں چپل جوتے پہننے کا درس دیا گیا ہے۔ دور حاضر میں ان لوگوں نے جوتے پہن کر ریاضت شروع کی ہے تو ان کی مخالفت ومخاصمت جوتے اتار کر کی جا سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقُنُوْتِ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ

باب 152: صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا

367 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرٍو

بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقْنُتُ فِیْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَلِیٍّ وَّاَنَسٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّخُفَافِ بْنِ اَیْمَاءَ بْنِ رَحْضَةَ الْغِفَارِیِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ الْبَرَاءِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِی الْقُنُوْتِ فِیْ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَرَاٰی بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِهِمُ الْقُنُوْتَ فِیْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِیِّ

وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ لَا یُقْنَتُ فِی الْفَجْرِ اِلَّا عِنْدَ نَازِلَةٍ تَنْزِلُ بِالْمُسْلِمِیْنَ فَاِذَا نَزَلَتْ نَازِلَةٌ فَلِلْاِمَامِ اَنْ یَّدْعُوَ لِجُیُوْشِ الْمُسْلِمِیْنَ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت خفاف بن ایماء بن رحضہ غفاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم میں فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی جائے گی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فجر کی نماز میں دعائے قنوت اس وقت پڑھی جائے گی جب مسلمانوں پر کوئی آفت نازل ہو جب کوئی آفتِ نازل ہو جائے تو امام کو اس بات کا حق حاصل ہے: وہ مسلمانوں کے لشکروں کے لیے دعا کرے۔

شرح

نماز فجر اور نماز مغرب میں دعائے قنوت پڑھنے کا مسئلہ

لفظ ''قنوت'' سے مراد دعا ہے۔ اس کی تین اقسام ہو سکتی ہیں: ۱-قنوت وتر: یہ نماز وتر میں پڑھی جانے والی دعا قنوت ہے۔ یہ

367- اخرجه مسلم (617/2- الابی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: استحباب القنوت فی جمیع الصلاة اذا نزلت بالمسلمین نازلة، حدیث (678/306-305) وابو داؤد (457/1): كتاب الصلاة: باب: القنوت فی الصلاة، حدیث (1441)، والنسائی (202/2): كتاب التطبیق: باب: القنوت فی صلاة المغرب، واحمد فی "مسنده": (280/4-285- 299- 300)، والدارمی (375/1) كتاب الصلاة: باب: القنوت بعد الركوع، وابن خزیمة (312/1) حدیث (616)، و (154/2) حدیث (1099- 1098) من طریق عمرو بن مرة، عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب، فذكره-

قنوت نماز عشاء کے بعد پڑھے جانے والے وتروں کی آخری رکعت میں قرأت کے اختتام اور رکوع میں جانے سے قبل پڑھی جاتی ہے۔ یہ مستقل ہے اور احناف کے نزدیک یہ واجب ہے۔ ۲-قنوت نازلہ: یہ قنوت دشمن کی طرف سے مسلمانوں کو خوف یا پریشانی لاحق ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس کے بارے میں دو قول ہیں: (۱) یہ قنوت تمام جہری نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہے۔ (۲) یہ قنوت فقط نماز فجر میں پڑھی جاتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ پانچوں نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہے۔ ۳-قنوت راتبہ: یہ وہ دعا قنوت ہے، جو ہمیشہ پڑھی جاتی ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ صرف اس کے قائل ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے سنت قرار دیتے ہیں جبکہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اسے مستحب گردانتے ہیں۔

حضرت شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدیث باب سے قنوت راتبہ مراد ہے، یہ درست نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک نماز مغرب میں قنوت راتبہ نہیں پڑھی جاسکتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَرْكِ الْقُنُوْتِ

باب 153 دعائے قنوت نہ پڑھنا

368 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِاَبِيْ يَا اَبَةِ اِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ هَا هُنَا بِالْكُوْفَةِ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِيْنَ اَكَانُوْا يَقْنُتُوْنَ قَالَ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ وقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ اِنْ قَنَتَ فِي الْفَجْرِ فَحَسَنٌ وَّاِنْ لَّمْ يَقْنُتْ فَحَسَنٌ وَّاخْتَارَ اَنْ لَّا يَقْنُتَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ الْمُبَارَكِ الْقُنُوْتَ فِي الْفَجْرِ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُوْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيُّ اسْمُهٗ سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ اَشْيَمَ

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

◆◆ حضرت ابو مالک اشجعی بیان کرتے ہیں: اپنے والد سے میں نے دریافت کیا: اے ابا جان کیا' آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں (اور ان کے علاوہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں یہاں کوفہ میں پانچ سال تک نمازیں ادا کی ہیں' تو کیا یہ تمام حضرات (فجر کی نماز میں) دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: میرے بیٹے یہ نئی چیز ہے۔

368-اخرجہ النسائی (204/2): کتاب التطبیق باب: ترک القنوت' وابن ماجہ (393/1) کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا: باب: ماجاء فی القنوت فی صلاۃ الفجر' حدیث (1241)' واحمد فی "مسندہ": (472/3) و(394/6) من طریق ابی مالک الاشجعی عن ابیہ' فذکرہ-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص فجر کی نماز میں قنوت پڑھ لے تو یہ بہتر ہے اور اگر نہیں پڑھتا تو یہ بھی بہتر ہے۔
تاہم انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے: وہ دعائے قنوت نہ پڑھے۔
ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر کی نماز کے دوران دعائے قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو مالک اشجعی کا نام سعد بن طارق بن اشیم ہے۔
حضرت ابو مالک اشجعی سے یہی روایت اور ایک جگہ منقول ہے۔

شرح

نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنے میں مذاہب آئمہ

نماز کی موجودہ کیفیت اور ادائیگی کا طریق کار کثیر مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچا ہے۔ ابتداء اسلام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز فجر میں دعا قنوت پڑھا کرتے تھے لیکن چند ایام تک پڑھی تھی پھر ترک کر دی تھی۔ بعد میں کچھ صحابہ نے روایت کو زندہ کرنے کے لیے پڑھا لیکن مستقل طور پر نہیں پڑھا۔ بعد والے لوگوں نے اسے مستقل طور پر اپنا لیا۔ حدیث باب سے بھی اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت امام ابو مالک اشجعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے والد گرامی سے دریافت کیا: مدینہ طیبہ میں آپ نے خلفاء ثلاثہ کے پیچھے اور کوفہ شہر میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پانچ سال تک نماز ادا کی، تو کیا وہ نماز فجر میں دعا قنوت پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے یہ ایک جدید چیز ہے۔
نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ کوئی حادثہ پیش آنے کی صورت میں نماز فجر میں قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے، وہ بھی چند ایام تک لیکن سال بھر اس کا پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ ان کے موقف کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں صرف بددعا کے طور پر قنوت پڑھتے تھے۔ (نصب الرایہ) (۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے: **ولم یقنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصبح الاشھراً ثم ترکہ ولم یقنت قبلہ ولا بعدہ** (شرح معانی الآثار، جلد اوّل ص ۱۲۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں صرف ایک ماہ تک دعا قنوت پڑھی تھی، پھر آپ نے ترک کر دی تھی۔
۲۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا سنت ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی دوسری رکعت میں یوں دعا کیا کرتے

تھے: اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ (فتح القدیر، جلداوّل ص۳۰۶) (۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی صلوٰۃ الصبح (جامع ترمذی جلداوّل ص۷۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں دعا قنوت پڑھا کرتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کے جوابات درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل کا جواب: یہ حدیث قنوت نازلہ پر محمول کی جاتی ہے۔

دلیل ثانی کا جواب: (۱) اس روایت سے استدلال درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں نماز مغرب کا ذکر ہے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز مغرب میں قنوت پڑھنا درست نہیں ہے۔ (۲) یہ حدیث قنوت نازلہ پر محمول کی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَعْطِسُ فِي الصَّلٰوةِ

باب 154: آدمی کا نماز کے دوران چھینکنا

369 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِيُّ عَنْ عَمِّ اَبِيْهِ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسْتُ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعِ ابْنُ عَفْرَاءَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدِ ابْتَدَرَهَا بِضْعَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ مَلَكًا اَيُّهُمْ يَصْعَدُ بِهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّعَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ رِفَاعَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

وَكَاَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهٗ فِي التَّطَوُّعِ لِاَنَّ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنَ التَّابِعِيْنَ قَالُوْا اِذَا عَطَسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ اِنَّمَا يَحْمَدُ اللّٰهَ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُوَسِّعُوْا فِيْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

◆◆ رفاعہ بن رافع اپنے والد کے چچا معاذ بن رفاعہ کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے

369- اخرجه ابو داؤد (264/1): كتاب الصلاة باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء حديث (773) والنسائى (145/2): كتاب الافتتاح باب قول الماموم اذا عطس خلف الامام من طريق رفاعة بن يحيى بن عبدالله بن رفاعة بن رافع الزرقى عن عم ابيه معاذ بن رفاعة بن رافع عن رفاعة بن رافع الزرقى فذكره۔

نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی مجھے چھینک آ گئی تو میں نے یہ پڑھا۔

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' ایسی حمد جو زیادہ ہو' پاکیزہ ہو' اس میں برکت موجود ہو' اس پر برکت ہو' اسی طرح جیسے ہمارا پروردگار پسند کرے اور راضی ہو''۔

جب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو آپ نے دریافت کیا: نماز کے دوران کلام کرنے والا شخص کون تھا؟ کسی بھی شخص نے جواب نہیں دیا' نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا: نماز کے دوران کلام کرنے والا شخص کون تھا؟ پھر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا' آپ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا: نماز کے دوران کلام کرنے والا شخص کون تھا؟ تو حضرت رفاعہ بن رافع بن عفراء رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں' یارسول اللہ! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کیا پڑھا تھا؟ انہوں نے عرض کی: میں نے پڑھا تھا۔

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جو بہت زیادہ ہو' پاکیزہ ہو' اس میں برکت موجود ہو' اس پر برکت ہو' اسی طرح جیسے ہمارا پروردگار پسند کرے اور راضی ہو''۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' تیس سے زیادہ فرشتے تیزی سے اس کی طرف لپکے تھے کہ ان میں سے کون اسے لے کر اوپر جاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک یہ روایت نفل نماز کے بارے میں ہے اس کی وجہ یہ ہے: کئی تابعین نے یہ بات بیان کی ہے: جب آدمی کو فرض نماز کے دوران چھینک آ جائے' تو وہ اپنے دل میں الحمد للہ پڑھے انہوں نے اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں دی ہے۔

شرح

دوران نماز چھینک کا جواب دینے کی ممانعت

حالت نماز میں چھینک آنے پر دل میں تحمید کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اسی طرح زبان سے تحمید بجالانے سے بھی جمہور فقہاء کے نزدیک نماز نہیں ٹوٹے گی لیکن اس سے اجتناب ضروری ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھینکنے والے کی تحمید پر تین دفعہ ڈانٹ پلائی اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ جو شخص عاطس کے جواب میں: یَرْحَمُكَ اللهُ، وغیرہ الفاظ کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ کلام الناس کے مشابہ ہے' جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

سوال: آپ نے کہا ہے کہ عاطس کے حق میں تحمید باللسان ممنوع ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جبکہ حدیث باب میں حالت نماز میں تحمید باللسان کی فضیلت بیان کی گئی ہے؟

جواب: کسی استحباب کو ثابت کرنے کے لیے کوئی واقعہ جزئیہ کافی نہیں ہوسکتا جبکہ عوام الناس کا عمل اس کے برعکس ہو۔ اس حدیث میں واقعہ جزئیہ ہے' جس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ نَسْخِ الْكَلَامِ فِی الصَّلٰوةِ

باب 155: نماز کے دوران بات چیت کرنے کا منسوخ ہونا

370 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اَبِىْ خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ اَبِىْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا نَتَكَلَّمُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ مِنَّا صَاحِبَهُ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى نَزَلَتْ (وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ) فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّمُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا تَكَلَّمَ الرَّجُلُ عَامِدًا فِی الصَّلٰوةِ اَوْ نَاسِيًا اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا تَكَلَّمَ عَامِدًا فِی الصَّلٰوةِ اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَاِنْ كَانَ نَاسِيًا اَوْ جَاهِلًا اَجْزَاَهٗ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ

◄► حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے بات چیت کرلیا کرتے تھے ہم میں سے کوئی ایک شخص اپنے پہلو میں موجود دوسرے شخص کے ساتھ بات چیت کرلیتا تھا' یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

''اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ کھڑے ہو''۔

تو ہمیں خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور بات چیت کرنے سے منع کردیا گیا۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص نماز کے دوران جان بوجھ کر بات چیت کرلے یا بھول کر بات چیت کرلے' تو وہ دوبارہ نماز ادا کرے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

370- اخرجه البخاری (88/3) كتاب العمل فی الصلاة باب ما ينهی من الكلام فی الصلاة' حديث (1200) و (46/8): كتاب التفسير: باب (وقوموا لله قنتين) حديث (4534)' ومسلم (441/35-الابی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: تحريم الكلام فی الصلاة ونسخ ما كان من اباحته' حديث (539/35)' وابو داؤد (313/1): كتاب الصلاة: باب: النهی عن الكلام فی الصلاة حديث (949)' والنسائی (18/3): كتاب السهو: باب: الكلام فی الصلاة' واحمد فی ''مسنده'' (368/4)' وعبد بن حميد ص (113) حديث (260)' وابن خزيمة (34/2) حديث (856) من طريق اسماعيل بن ابی خالد' عن الحارث بن شبيل' عن ابی عمرو الشيبانی' عن زيد بن ارقم' فذكره-

بعض فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: جب کوئی شخص نماز کے دوران جان بوجھ کر کلام کرلے تو وہ نماز دوبارہ پڑھے گا لیکن اگر بھول کر یا ناواقفیت کی بنیاد پر ایسا کرتا ہے تو اس کی نماز درست ہوگی۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

حالت نماز میں گفتگو کی تنسیخ کا مسئلہ

ابتداء اسلام میں دوران نماز، کلام کرنے کی اجازت تھی۔ آنے والا شخص سلام کرتا تو حالت نماز میں جواب دیا جاتا تھا۔ اگر کسی کو چھینک آتی تو خود بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وغیرہ الفاظ سے تحمید کرسکتا تھا اور سننے والا نمازی یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہہ سکتا تھا اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی تھی لیکن بعد میں دوان نماز کسی بھی گفتگو سے منع کیا گیا اور اسے منسوخ قرار دیا گیا۔ اس سلسلے میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور با ہم گفتگو بھی کر لیتے تھے۔ نماز کی حالت میں حسب ضرورت دائیں یا ئیں بیٹھنے والے نمازیوں سے بات کر لیتے تھے۔ جب ارشاد ربانی: "قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ" (البقرہ:۲۳۸) نازل ہوا تو حالت نماز میں گفتگو سے منع کیا گیا اور اس کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ اس آیت میں دوران نماز سکوت کا حکم دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ التَّوْبَةِ

باب 156: توبہ کے وقت (نفل) نماز ادا کرنا

371 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَسْمَاءَ بْنِ الْحَكَمِ الْفَزَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ

متنِ حدیث: اِنِّيْ كُنْتُ رَجُلًا اِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا نَفَعَنِي اللّٰهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ اَنْ يَّنْفَعَنِيْ بِهٖ وَاِذَا حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهٗ فَاِذَا حَلَفَ لِيْ صَدَّقْتُهٗ وَاِنَّهٗ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّصَدَقَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِي الدَّرْدَاءِ وَاَنَسٍ وَّاَبِيْ اُمَامَةَ وَمُعَاذٍ وَّوَاثِلَةَ وَاَبِي الْيَسَرِ وَاسْمُهٗ كَعْبُ بْنُ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ

371– اخرجه ابو داؤد (476/1): كتاب الصلاة باب في الاستغفار' حديث (1521) وابن ماجه (446/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها باب ما جاء في ان الصلاة كفارة' حديث (1395) واحمد في "مسنده": (2/1-8-9-10) والحميدي (2/1) حديث (1) و (4/1) حديث (4-5) من طريق علي عن ابي بكر الصديق' فذكره-

عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ

اسنادِدیگر: وَرَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ فَرَفَعُوْهُ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِىْ عَوَانَةَ وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَمِسْعَرٌ فَاَوْقَفَاهُ وَلَمْ يَرْفَعَاهُ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِىَ عَنْ مِّسْعَرٍ هٰذَا الْحَدِيْثُ مَرْفُوْعًا اَيْضًا وَّلَا نَعْرِفُ لِاَسْمَاءَ ابْنِ الْحَكَمِ حَدِيْثًا مَرْفُوْعًا اِلَّا هٰذَا

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک ایسا شخص ہوں' جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کوئی حدیث سنتا اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مجھے وہ نفع عطا کر دیتا' جو اس نے مجھے عطا کرنا ہوتا اور جب میں کسی صحابی سے حدیث سنتا' تو میں اس سے قسم لے لیتا تھا' اگر وہ میرے سامنے قسم اٹھا لیتا' تو میں اس کی بات کی تصدیق کر دیتا تھا (ورنہ اسے معتبر قرار نہیں دیتا تھا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے' پھر وہ اٹھ کر اچھی طرح سے وضو کرے' پھر وہ نماز ادا کرے' پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے' تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔

پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی۔

''اور وہ لوگ کہ جب وہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں یا اپنے اوپر زیادتی کرتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں''۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابومعاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابویسر رضی اللہ عنہ، ان کا نام کعب بن عمرو ہے، سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں' جسے عثمان بن مغیرہ نے نقل کیا ہے۔ ان سے اس روایت کو شعبہ کے علاوہ دیگر راویوں نے بھی نقل کیا ہے' اور انہوں نے بھی ابوعوانہ نامی راوی کی طرح اس روایت کو ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

تاہم سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور مسعر نے اس روایت کو ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے' انہوں نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک ''مرفوع'' کے طور پر نقل نہیں کیا۔

مسعر کے حوالے سے یہ روایت ''مرفوع'' حدیث کے طور پر بھی منقول ہے۔

ہمارے علم کے مطابق اسماء بن حکم سے صرف یہی ایک ''مرفوع'' روایت منقول ہے۔

شرح

صلوٰۃ التوبہ کا مسئلہ

سورہ آل عمران کی آیت 135 میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے: ''نیکوکار وہ لوگ ہیں کہ جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کر گزرتے ہیں یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر لیتے ہیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے کثیر

طریقے ہیں جن میں سے ایک باقاعدگی سے نماز ادا کرنا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے "صلوٰۃ التوبہ" کا جواز نکالا ہے۔جب کوئی شخص گناہ کبیرہ یا ظلم وستم کی انتہاء کر دیتا ہے تو وہ مغفرت وبخشش کی غرض سے نماز ادا کر کے دعا کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔اس نماز کو "صلوٰۃ التوبہ" کہا جاتا ہے۔اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسان کے کبیرہ گناہ معاف فرمادیتا ہے۔توبہ کی حقیقت تین چیزوں پر مشتمل ہے: (۱) گناہوں کے باعث نادم ہونا۔(۲) گناہوں کو ترک کر دینا۔(۳) دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پکا وعدہ کرنا۔جب یہ تینوں شرائط پائی جائیں گی تو توبہ متحقق ہوگی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں ایک ایسا آدمی تھا کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ وہ میرے لیے مفید و نافع بنا دیتا تھا، جب میں کسی صحابی سے حدیث سنتا تو میں اُس سے حلف لیتا کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یہ روایت سنی ہے یا کسی دوسرے شخص سے؟ جب وہ قسم اٹھاتا تو مجھے یقین ہو جاتا تھا۔حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: جو شخص گناہ کا ارتکاب کرے، پھر وہ وضو کر کے نماز پڑھے، اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد ربانی کی تلاوت فرمائی: وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا (الفرقان:۷۳)

بَابُ مَا جَآءَ مَتَى يُؤْمَرُ الصَّبِيُّ بِالصَّلٰوةِ

باب 157: بچے کو نماز پڑھنے کا حکم کب دیا جائے؟

372 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ عَنْ عَمِّهٖ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَا مَا تَرَكَ الْغُلَامُ بَعْدَ الْعَشْرِ مِنَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ يُعِيْدُ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَبْرَةُ هُوَ ابْنُ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيُّ وَيُقَالُ هُوَ ابْنُ عَوْسَجَةَ

◄► عبدالملک بن ربیع اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
بچے کو نماز کی تعلیم دو جب وہ سات سال کا ہو اور اس کی وجہ سے اس کی پٹائی کرو جب وہ دس سال کا ہو۔

372- اخرجه ابو داؤد (187/1): کتاب الصلاة: باب متی یؤمر الغلام بالصلاة' حدیث (494) واحمد فی "مسنده": (404/3) والدارمی (333/1) کتاب الصلاة: باب: متی یؤمر الصبی بالصلاة' من طریق عبدالملک بن الربیع بن سبرة الجهنی عن ابیه عن جده فذکره-

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سبرہ بن معبد جہنی سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: جب دس سال کی عمر کے بعد کوئی لڑکا نماز ترک کر دے، تو وہ ان کی قضاء ادا کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حضرت سبرہ جو ہیں، یہ سبرہ بن معبد جہنی ہیں اور ایک قول کے مطابق یہ سبرہ بن عوسجہ ہیں۔

شرح

بچوں کو مار کر نماز پڑھانے کا حکم اور مذاہب آئمہ

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نابالغ بچے پر نماز فرض نہیں ہے۔ جب بچے کی عمر سات سال کی ہو جائے تو اسے نماز کی ترغیب دے کر عادی بنایا جائے اور اس کا بستر الگ کر دیا جائے۔ بچے کی عمر جب دس سال کی ہو جائے تو اسے مار کر نماز پڑھائی جائے۔ علاوہ ازیں لڑکی کے بلوغ کی علامات یہ ہیں: (۱) احتلام ہونا، (۲) حیض آ جانا، (۳) حاملہ ہو جانا، (۴) زیر ناف یا بغلوں میں بال اگ آنا۔ لڑکے کے بلوغ کی علامات یہ ہیں: (۱) احتلام ہونا، (۲) حاملہ کر دینا، (۳) زیر ناف یا بغلوں کے بال اگ آنا۔ ان علامات میں سے کوئی نہ پائی جائے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سترہ سال عمر ہونے پر بچہ بالغ ہو جائے گا۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک پندرہ سال کی عمر میں بچہ بالغ ہو جاتا ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے مؤقف پر فتویٰ ہے۔ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ لڑکی نو سال سے قبل اور لڑکا بارہ سال سے قبل بالغ نہیں ہوسکتا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ قصاب کے بچے جلدی بالغ ہو جاتے ہیں۔ نابالغ بچوں پر عبادات بدنیہ جیسے نماز اور روزہ یا مالی و بدنیہ کا مجموعہ مثلاً حج فرض نہیں ہے۔ عبادت مالیہ محض مثلاً زکوٰۃ کی فرضیت میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نابالغ بچوں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ اگر نابالغ بچے صاحب نصاب ہوں تو ان کے مال سے زکوٰۃ وضع کی جائے گی۔ حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بچے کی عمر سات سال ہو جانے پر اسے نماز کی ترغیب دو اور دس سال عمر ہونے پر اسے مار کر نماز پڑھاؤ۔'' جو بچے نماز کے عادی نہ ہوں، انہیں قضاء نماز پڑھائیں تا کہ انہیں قضاء نمازوں کے پڑھنے کا بھی طریقہ معلوم ہو جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يُحْدِثُ فِي التَّشَهُّدِ

باب 158: جس شخص کا تشہد کے بعد وضو ٹوٹ جائے

373 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسَى الْمُلَقَّبُ مَرْدُوْيَه قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا

373- اخرجه ابوداؤد (1/223) كتاب الصلاة باب: الامام يحدث بعدما يرفع راسه من آخر الركعة حديث (617) من طريق عبد الرحمن بن زياد بن انعم عن عبد الرحمن بن رافع وبكر بن سوادة عن عبد الله بن عمرو فذكره۔

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ رَافِعٍ وَّبَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ اَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِذَا اَحْدَثَ يَعْنِى الرَّجُلَ وَقَدْ جَلَسَ فِىْ اٰخِرِ صَلَاتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلَاتُهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِىِّ وَقَدِ اضْطَرَبُوْا فِىْ اِسْنَادِهٖ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا قَالُوْا اِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ وَاَحْدَثَ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهٗ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا اَحْدَثَ قَبْلَ اَنْ يَّتَشَهَّدَ وَقَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِىِّ وقَالَ اَحْمَدُ اِذَا لَمْ يَتَشَهَّدْ وَسَلَّمَ اَجْزَاَهٗ

حدیثِ دیگر: لِقَوْلِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ وَالتَّشَهُّدُ اَهْوَنُ قَامَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى اثْنَتَيْنِ فَمَضٰى فِىْ صَلَاتِهٖ وَلَمْ يَتَشَهَّدْ وقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اِذَا تَشَهَّدَ وَلَمْ يُسَلِّمْ اَجْزَاَهٗ

حدیثِ دیگر: وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حِيْنَ عَلَّمَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فَقَالَ اِذَا فَرَغْتَ مِنْ هٰذَا فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمٍ هُوَ الْاَفْرِيْقِىُّ وَقَدْ ضَعَّفَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب وہ (یعنی آدمی) بے وضو ہو جائے اور وہ اس وقت نماز کے آخر میں (قعدہ میں) بیٹھا ہوا ہو اور سلام نہ پھیرا ہو تو اس کی نماز درست ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے راویوں نے اس کی سند میں اضطراب ظاہر کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک یہی رائے ہے۔ وہ فرماتے ہیں: جب آدمی تشہد کی مقدار میں بیٹھ چکا ہو اور سلام پھیرنے سے پہلے اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز مکمل ہو جاتی ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر آدمی کے تشہد پڑھنے سے پہلے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا سلام پھیرنے سے پہلے ٹوٹ جاتا ہے تو وہ دوبارہ نماز پڑھے گا' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب آدمی نے تشہد نہ پڑھا ہو اور وہ سلام پھیر دے' تو اس کی نماز درست ہوگی' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سلام پھیرنے سے نماز ختم ہو جاتی ہے' اور تشہد پڑھنا کم اہمیت کا حامل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات پڑھنے کے بعد کھڑے ہو گئے تھے اور آپ نے اپنی نماز مکمل کی تھی اور تشہد نہیں پڑھا تھا۔

اسحٰق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب آدمی تشہد پڑھ لے اور اس نے سلام نہ پھیرا ہو (اور پھر بے وضو ہو جائے) تو اس کی نماز درست ہوگی۔ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تشہد پڑھنے کی تعلیم دی تھی اور پھر فرمایا تھا: جب تم اس سے فارغ ہو جاؤ تو تم نے اپنے اوپر لازم چیز کو ادا کر دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن بن زیاد نامی راوی افریقی ہیں، علم حدیث کے بعض ماہرین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے، ان میں یحییٰ بن سعید قطان اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

شرح

قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد حدث لاحق ہونے کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کے تحت جس حدیث کی تخریج کی ہے، اس میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز کے آخری قعدہ میں تشہد پڑھ لینے یا اس کی مقدار بیٹھ جانے کے بعد حدث لاحق ہو جائے تو کیا کیا جائے گا؟ اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں: (۱) استیناف افضل ہے۔(۲) وضو کر کے بناء کرے۔(۳) کچھ بھی نہ کرے، کیونکہ نماز مکمل ہو گئی ہے۔آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کی مقدار بیٹھ چکا ہو اور سلام پھیرنے سے قبل اسے حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہو گئی۔علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا قلت هذا او قضيت هذا فقد قضيت صلاتك (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۹۷۰) جب تو اس طرح کہہ لے یا اس طرح کرے تو تم نے اپنی نماز مکمل کر لی۔

۲-حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ سلام پھیرنا نماز کا آخری رکن ہے، تشہد کا اندازہ قعدہ بیٹھنے یا تشہد پڑھنے کے بعد اور سلام پھیرنے سے قبل حدث لاحق ہو گیا تو ایک رکن فوت ہو جانے کی وجہ سے نماز مکمل نہیں ہو گی۔لہٰذا وہ وضو کرنے کے بعد دوبارہ نماز ادا کرے گا۔انہوں نے اس ارشاد نبوی سے استدلال کیا ہے: "تحليلها التسليم" سلام پھیرنے پر نماز مکمل ہو گی۔لہٰذا وہ وضو کر کے از سر نو اپنی نماز مکمل کرے گا۔

احناف کے نزدیک آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے یا اس کی مقدار بیٹھنے کے بعد اور سلام پھیرنے سے قبل از خود نماز توڑ دیتا ہے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔اس لیے خروج بصنعه نماز کا آخری رکن ہے جو پایا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا كَانَ الْمَطَرُ فَالصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ

باب 159: بارش کے وقت نماز اپنی رہائش گاہ میں ادا کرنا

374 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

374-اخرجه مسلم (17/3- الابی): كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب: الصلاة في الرحال في المطر، حديث (698/25) وابو داؤد (347/1) كتاب الصلاة: باب التخلف عن الجماعة في الليلة الباردة او الليلة المطرة، حديث (1065) واحمد في "مسنده": (312/3- 327- 397) وابن خزيمة (81/3) حديث (1659) من طريق زهير بن معاوية عن ابي الزبير عن جابر، فذكره-

متن حدیث: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَاَصَابَنَا مَطَرٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ فَلْيُصَلِّ فِي رَحْلِهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَسَمُرَةَ وَاَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُعُوْدِ عَنِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَطَرِ وَالطِّيْنِ وَبِهِ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ يَقُوْلُ رَوٰى عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ حَدِيْثًا وَقَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ لَمْ نَرَ بِالْبَصْرَةِ اَحْفَظَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَابْنِ الشَّاذَكُوْنِيِّ وَعَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ وَاَبُو الْمَلِيْحِ اسْمُهُ عَامِرٌ وَيُقَالُ زَيْدُ بْنُ اُسَامَةَ بْنِ عُمَيْرٍ الْهُذَلِيُّ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں ہوتے تھے جب بارش ہوجاتی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے: جو شخص چاہے وہ اپنے پڑاؤ کی جگہ پر ہی نماز ادا کرلے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوملیح رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے اس بات کی رخصت دی ہے: آدمی بارش اور کیچڑ کے موقع پر باجماعت نماز یا جمعہ میں شریک نہ ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے انہوں نے عفان بن مسلم کے حوالے سے، عمرو بن علی کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے۔

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے بصرہ میں ان تین افراد، علی بن مدینی، ابن شاذکونی اور عمرو بن علی سے زیادہ (احادیث کا) حافظ اور کوئی نہیں دیکھا۔

ابوملیح بن اسامہ کا نام عامر ہے اور ایک قول کے مطابق زید بن اسامہ بن عمیر ہذلی ہے۔

شرح

بارش کے سبب اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا مسئلہ

آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ اعذار کی وجہ سے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی بجائے اپنے گھر میں انفرادی طور پر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے۔ ان اعذار میں سے ایک نزول باران ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کس مقدار میں بارش ہے جو ترک جماعت کے لیے عذر شرعی بن سکتی ہے؟ اس کا تعلق صرف پیش آنے والی صورتحال ہے۔ شب و روز، مختلف اوقات، روشنی کے ہونے یا نہ ہونے،

سڑک پختہ ہونے یا خام نہ ہونے، صحت وعلالت اور جوانی و بڑھاپا وغیرہ امور کواس مسئلہ میں خصوصی عمل ودخل ہے۔ اگر کوئی شخص خیال کرتا ہے کہ دوران بارش وہ آسانی سے مسجد میں پہنچ سکتا ہے تو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرے اور اگر صورتحال اس سے مختلف ہوتو گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے۔

اس مسئلہ سے متعلق بعض لوگوں نے یہ حدیث نقل کی ہے: "اذا ابتلیت النعال فصلوا فی الرحال"[1] (جب اس قدر بارش ہو کہ اس سے جوتا بھیگ جائے تو تم اپنے گھر میں نماز ادا کر سکتے ہو) یہ حدیث موضوع ہے، کیونکہ کسی معتبر کتاب حدیث میں موجود نہیں ہے۔ کتب فقہ، کتب تفسیر، صالحین کے تذکروں اوران کے ملفوظات کی کتابوں میں پائی جانے والی ہر حدیث درجہ صحت میں نہیں ہوتی۔ البتہ جب وہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں موجود ہو اور اس کے راوی بھی قابل اعتماد ہوں، تو وہ صحت کے درجہ میں ہوگی۔

حدیث باب میں بھی نزول باران کو ترک جماعت کا عذر شرعی قرار دیا گیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر میں ہم ساتھ تھے، اچانک نزول بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کروادیا جو شخص اپنے ڈیرے میں نماز ادا کرنا چاہے، اس کے لیے اجازت ہے۔" طریقہ کار یہ تھا کہ دوران سفر جہاں قافلہ پڑاؤ ڈالتا تو مختلف مقامات پر صحابہ کرام خیمہ زن ہو کر رہائش پذیر ہو جاتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے پاس زمین ہموار کر کے باجماعت نماز ادا کرنے کی جگہ تیار کر لی جاتی تھی۔ ایک موقع پر اچانک تیز دھار بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا تو آپ کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہ اعلان کروادیا گیا کہ آپ لوگ اپنے خیموں میں ہی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ یہ اعلان نزول باران کو ترک جماعت کا عذر شرعی قرار دیتے ہوئے کیا گیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْبِيحِ فِيْ اَدْبَارِ الصَّلٰوةِ

باب 160: نماز کے بعد تسبیح پڑھنا

375 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ الْبَصْرِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ وَّعِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ الْفُقَرَآءُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْاَغْنِيَآءَ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُوْنَ كَمَا نَصُومُ وَلَهُمْ اَمْوَالٌ يُعْتِقُوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ قَالَ فَاِذَا صَلَّيْتُمْ فَقُوْلُوْا سُبْحَانَ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ مَرَّةً وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ مَرَّةً وَّاللّٰهُ اَكْبَرُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ مَرَّةً وَّلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَشْرَ مَرَّاتٍ فَاِنَّكُمْ تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَا يَسْبِقُكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّاَبِي

375- اخرجه النسائي (78/3): كتاب السهو باب: نوع آخر من طريق عتاب بن بشير عن خصيف عن مجاهد وعكرمة عن ابن عباس فذكره-

الدَّرْدَاءِ وَابْنِ عُمَرَ وَاَبِی ذَرٍّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

وَفِی الْبَاب اَيْضًا عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ وَالْمُغِيْرَةِ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ خَصْلَتَانِ لَا يُحْصِيهِمَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ يُسَبِّحُ اللّٰهَ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَّيَحْمَدُهٗ عَشْرًا وَّيُكَبِّرُهٗ عَشْرًا وَّيُسَبِّحُ اللّٰهَ عِنْدَ مَنَامِهٖ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَيَحْمَدُهٗ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَيُكَبِّرُهٗ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غریب لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! خوشحال لوگ اسی طرح نماز ادا کرتے ہیں' جیسے ہم نماز ادا کرتے ہیں وہ بھی روزے رکھتے ہیں' جیسے ہم روزے رکھتے ہیں' لیکن ان کے پاس مال ہے جن کے ذریعے وہ غلام آزاد کر لیتے ہیں' صدقہ کر لیتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز ادا کرلو تو تم سبحان اللہ 33 مرتبہ پڑھو' الحمد للہ 33 مرتبہ پڑھو' اللہ اکبر 34 مرتبہ پڑھو اور لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ دس مرتبہ پڑھو' تو تم اس کی وجہ سے اس تک پہنچ جاؤ گے' جو تم سے آگے ہے' اور تمہارے بعد والا تم تک نہیں پہنچ سکے گا۔

اس بارے میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایات منقول ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات بھی منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''دو خصلتیں ایسی ہیں' جنہیں جو بھی مسلمان اختیار کرے گا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا' (ایک عمل یہ ہے) ہر نماز کے بعد 10 مرتبہ سبحان اللہ 10 مرتبہ الحمد للہ اور 10 مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا۔ اور (دوسرا عمل یہ ہے) سوتے ہوئے 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ، 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا۔

شرح

نماز کے بعد اذکار و وظائف

جن فرائض کے بعد سنن و نوافل ہوں ان کے بعد مختصر دعا کر کے باقی ماندہ نماز پڑھنی چاہیے اور جن فرائض کے بعد سنن و نوافل نہ ہوں، ان کے بعد اوراد و وظائف کر کے دعا کی جاسکتی ہے۔ فرائض سے قبل کی سنتیں اور بعد کی سنتیں اور نوافل گھر میں ادا کرنا مسنون ہے۔ البتہ فرائض کے بعد متصل دو سنت یا نوافل مسجد میں پڑھ کر باقی نماز گھر میں آ کر پڑھنی چاہیے۔

نماز سے فراغت پر آیت الکرسی، اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اور سورہ اخلاص کی تلاوت وغیرہ اذکار مسنون ہیں۔ یہ اوراد و وظائف فرائض و نوافل وغیرہ سے فارغ ہو کر کرنا زیادہ مناسب ہیں۔ حدیث باب میں تسبیحات کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ بار پڑھنا چاہیے۔ ان تسبیحات کی برکت سے اللہ

تعالیٰ کی راہ میں کثیر مال ومتاع خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔اس وظیفہ کو تسبیح فقراء کا نام دیا جاتا ہے۔اسے تسبیح فاطمہ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تسبیح اپنی چہیتی صاجزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سکھائی تھی[1]۔اس وظیفہ کی برکت سے خواتین گھریلو کاموں سے تھک نہیں سکتیں بلکہ اللہ تعالیٰ تمام کام ان کے لیے آسان کر دیتا ہے۔ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں جوان کو اختیار کرے گا اسے جنت عطا ہوگی: (۱) ہر نماز سے فراغت پر دس بار سُبْحَانَ اللهِ، دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور دس دفعہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ (۲) سُبْحَانَ اللهِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ بار پڑھنا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الدَّآبَّةِ فِي الطِّينِ وَالْمَطَرِ

باب 161: کیچڑ اور بارش کے موسم میں سواری پر نماز ادا کرنا

376 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الرَّمَّاحِ الْبَلْخِيُّ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسِيْرٍ فَانْتَهَوْا اِلٰى مَضِيْقٍ وَّحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَمُطِرُوا السَّمَآءُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَالْبِلَّةُ مِنْ اَسْفَلَ مِنْهُمْ فَاَذَّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَاَقَامَ اَوْ اَقَامَ فَتَقَدَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ يُوْمِئُ اِيْمَاءً يَجْعَلُ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: تَفَرَّدَ بِهٖ عُمَرُ بْنُ الرَّمَّاحِ الْبَلْخِيُّ لَا يُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ

آثارِ صحابہ: وَكَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ صَلّٰى فِيْ مَآءٍ وَّطِيْنٍ عَلٰى دَابَّتِهٖ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ عمرو بن عثمان اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر میں شریک تھے اور ایک تنگ جگہ پر پہنچے تو نماز کا وقت ہو گیا اسی دوران بارش نازل ہونا شروع ہوگئی ان کے نیچے کیچڑ ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی سواری پر موجود رہتے ہوئے اذان دی اور اقامت کہی پھر آپ اپنی سواری پر موجود رہتے ہوئے آگے بڑھے اور آپ نے ان سب لوگوں کو اشارے کے ساتھ نماز پڑھائی۔ آپ کا سجدہ رکوع کے مقابلے میں ذرا پست ہوتا تھا (یعنی آپ اس میں سر کو ذرا زیادہ جھکا لیتے تھے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے عمر بن رماح بلخی نامی راوی اس کو نقل کرنے میں منفرد ہیں انہیں صرف اسی حدیث کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔

376- اخرجه احمد فی "مسنده" (173/4) من طریق عمرو بن عثمان بن یعلی بن مرة عن ابیه عن جده فذكره۔

ان کے حوالے سے کئی اہلِ علم نے احادیث نقل کی ہیں۔

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی منقول ہے: انہوں نے بارش اور کیچڑ کے موسم میں اپنی سواری پر نماز ادا کی تھی۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

کیچڑ اور بارش کی صورت میں سواری پر نماز ادا کرنا

تمام آئمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حالت سفر میں نوافل اونٹ یا گھوڑے یا گدھے وغیرہ پر ادا کیے جا سکتے ہیں لیکن حضر میں جائز نہیں ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''سفر'' سے مراد سفر لغوی ہے یعنی کوئی بھی سفر ہو خواہ کھیت کا سفر ہو یا ایک محلّہ سے دوسرے محلّہ کا سفر ہو یا ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر ہو۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک سفر سے مراد سفر شرعی ہے، جس کی وجہ سے نماز میں قصر کی جاتی ہے۔ بلا عذر شرعی فرائض سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ عذر شرعی کی بناء پر فرائض بھی سواری پر پڑھے جا سکتے ہیں مثلاً زمین پر دلدل یا کیچڑ یا بارش وغیرہ کا پانی ہو۔

سوال یہ ہے کہ جب عذر شرعی کی بناء پر سواری پر فرائض پڑھنا جائز تو کیا چند لوگ مل کر سواریوں پر باجماعت نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں۔ آئمہ ثلاثہ اور حضرت محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک سواریوں پر باجماعت نماز درست نہیں ہے بلکہ انفرادی طور پر نماز ادا کریں گے کیونکہ جماعت کی شرائط میں سے ایک اتحاد مکان ہے، جس کے مفقود ہونے کی وجہ سے جماعت درست نہیں ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْإِجْتِهَادِ فِي الصَّلٰوةِ

باب 162: نماز میں اہتمام کرنا

377 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ

377-اخرجه البخاری (19/3) کتاب التہجد' باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم' حدیث (1130)' و (448/8) کتاب التفسیر: باب: لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمته علیک ویہدیک صرطا مستقیما)' حدیث (4836)' و (309/11): کتاب الرقاق: باب: الصبر عن محارم اللہ (انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب) حدیث (6471)' ومسلم (9/267- الابی) کتاب صفات المنافقین و احکامہم: باب: اکثار الاعمال والاجتہاد فی العبادۃ' حدیث . 79-21819/80)' والنسائی (219/3): کتاب قیام اللیل وتطوع النہار: باب: الاختلاف علی عائشۃ فی احیاء اللیل وابن ماجہ (456/1): کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا: باب: ماجاء فی طول القیام فی الصلوات' حدیث (1419)' واحمد فی "مسندہ": (251/4-255)' والحمیدی (335/2) حدیث (759)' وابن خزیمۃ (200/2-201) حدیث (1182-1183) من طریق زیاد بن علاقۃ عن المغیرۃ بن شعبۃ' فذکرہ-

الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ

متن حدیث: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ اَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (بکثرت نفل) نماز ادا کیا کرتے تھے' یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں متورم ہو جاتے تھے آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: آپ اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں' جبکہ آپ کے گزشتہ اور آئندہ ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے' تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نماز میں باقاعدگی اور اہتمام کا مسئلہ

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا بہترین طریقہ نماز کی ادائیگی ہے، نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ہر نبی اور امت پر فرض رہی ہے۔ اعلان نبوت سے قبل بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی شکل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرتے تھے۔ شب معراج میں آپ کی اقتداء میں سب انبیاء اور رسل عظام علیہم السلام نے نماز ادا کی تھی۔ نماز کے ذریعے انسان، اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتا ہے، اسے خوش کرتا ہے اور اسے راضی کرتا ہے۔ اسی عظیم وظیفہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا تھا۔ قیامت کے دن سب سے قبل سوال بھی نماز کے بارے میں ہوگا۔ اسی ریاضت کے ذریعے انسان کو طہارت، آداب، عجز و انکسار اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ آتا ہے۔ نماز تقویٰ و طہارت اور صفائی اختیار کرنے کے لیے کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن کریم نے سب اعمال سے زیادہ نماز کی تاکید و تلقین فرمائی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قصر اسلام کا دوسرا رکن قرار دیا ہے۔ انبیاء، رسل، صحابہ کرام، صالحین اور عام مسلمان اس کی ادائیگی کا اہتمام کرتے چلے آ رہے ہیں۔ حدیث باب میں بھی نماز کی ادائیگی میں باقاعدگی اور اہتمام کا مضمون بیان ہوا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس اہتمام سے ادا فرماتے کہ آپ کے قدمین شریفین پر ورم آ جاتے، آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ تو معصوم عن الخطاء ہیں تو پھر آپ اس قدر مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

ہمارے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام، رسل عظام اور ملائکہ مقربین سب کے سب معصوم ہیں، یہ بھول کر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کی نسبت کرنا ناجائز ہے۔ حدیث کے الفاظ: ''غُفِرَ

لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" کا مفہوم یہ ہے: آپ کے پہلوں یعنی آباؤ اجداد اور پچھلوں یعنی آل و اولاد سب کے گناہ معاف کیے گئے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلٰوةُ

باب 163: قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کے بارے میں حساب لیا جائے گا

378 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حُرَيْثِ بْنِ قَبِيصَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا قَالَ فَجَلَسْتُ اِلٰى اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ اِنِّيْ سَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يَّرْزُقَنِيْ جَلِيسًا صَالِحًا فَحَدِّثْنِيْ بِحَدِيْثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّنْفَعَنِيْ بِهٖ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلَاتُهُ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهٖ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ انْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَدْ رَوٰى بَعْضُ اَصْحَابِ الْحَسَنِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ حُرَيْثٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَالْمَشْهُوْرُ هُوَ قَبِيصَةُ بْنُ حُرَيْثٍ وَّرُوِىَ عَنْ اَنَسِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا

◆◆ حریث بن قبیصہ بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا میں نے دعا کی:

"اے اللہ! مجھے کوئی نیک ہم نشین نصیب کردے"۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آ کر بیٹھا اور بولا: میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی: مجھے نیک ہم نشین نصیب کردے، تو آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنایئے جو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مجھے نفع عطا کردے، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سے سب سے پہلے اس کی نماز کے بارے میں حساب لیا جائے گا، اگر وہ درست ہوگی تو آدمی کامیاب ہوجائے گا، اور کامران ہوجائے گا، اور اگر وہ درست نہیں ہوگی تو آدمی نقصان اور خسارے کا شکار ہوجائے گا، اگر اس

378- اخرجه النسائي (232/1) كتاب الصلاة : باب: المحاسبة على الصلاة، حديث (465) من طريق همام عن قتادة عن الحسن عن حريث بن قبيصة عن ابي هريرة فذكره-

کے فرض میں کوئی کمی ہوگی تو پروردگار ارشاد فرمائے گا: اس بات کا جائزہ لو! کیا میرے بندے کی کوئی نفلی عبادت ہے تو اس کے ذریعے فرض میں موجود کمی کو مکمل کردو پھر تمام اعمال کا اسی طرح حساب ہوگا۔

اس بارے میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس حوالے سے "حسن غریب" ہے۔

یہ روایت ایک اور حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں نے اس روایت کو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے قبیصہ بن حریث کے حوالے سے نقل کیا ہے اور مشہور یہی ہے: ان کا نام قبیصہ بن حریث ہے۔

یہی روایت انس بن حکیم کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، اسی کی مانند منقول ہے۔

شرح

نماز کی فضیلت واہمیت

نماز کی فضیلت واہمیت کی بناء پر اسے اُمّ العبادات قرار دیا گیا ہے۔ زمانہ بلوغ سے لے کر تا حیات اس کی فرضیت باقی رہتی ہے۔ اس عبادت کے احکام ومسائل لامکان پر فرض ہوئے تھے۔ یہی ریاضت خواتین وحضرات ایک دن میں پانچ مرتبہ نہایت اہتمام سے ادا کرتے ہیں۔ اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز صرف نماز ہے۔ قیامت کے دن سب سے قبل نماز کے بارے میں سوال ہوگا۔ حدیث باب میں خصوصیت سے یوں فرمایا گیا ہے:

ان اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة من عمله صلاته، فان صلحت فقد افلح وانجح۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک قیامت کے دن بندے سے جس عمل کا سب سے قبل حساب لیا جائے گا، وہ نماز ہے۔ اگر نماز کا جواب درست ہوا، تو کامیابی ونجات حاصل ہوگی۔"

بَابُ مَا جَآءَ فِیمَنْ صَلّٰی فِیْ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ رَکْعَةً مِّنَ السُّنَّةِ وَمَا لَهٗ فِیْهِ مِنَ الْفَضْلِ

باب 164: جو شخص سال بھر روزانہ بارہ رکعت ادا کرتا رہے اسے کیا فضیلت حاصل ہوگی؟

379 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّیْسَابُوْرِیُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُلَیْمَانَ الرَّازِیُّ حَدَّثَنَا الْمُغِیْرَةُ بْنُ زِیَادٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

379- اخرجه النسائی (260/3): کتاب قیام اللیل وتطوع النهار؛ باب ثواب من صلی فی الیوم واللیلة ثنتی عشرة رکعة سوی المکتوبة وذکر اختلاف الناقلین فیه لخبر ام حبیبة فی ذلك والاختلاف علی عطاء، وابن ماجه (361/1): کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها؛ باب: ماجاء فی ثنتی عشرة رکعة من السنة، من طریق اسحق بن سلیمان الرازی، قال: اخبرنا مغیرة بن زیاد عن عطاء بن ابی رباح عن عائشة، فذکره۔

متن حدیث: مَنْ ثَابَرَ عَلٰى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنَ السُّنَّةِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَمُغِيْرَةُ بْنُ زِيَادٍ قَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ہمیشہ بارہ رکعت سنت ادا کرتا رہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنادے گا' چار رکعت ظہر سے پہلے ہوں گی دو اس کے بعد ہوں گی' دو مغرب کے بعد ہوں گی' دو عشاء کے بعد ہوں گی، دو فجر سے پہلے ہوں گی۔

اس بارے میں سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث اس حوالے سے ''غریب'' ہے۔ مغیرہ بن زیاد نامی راوی کے بارے میں بعض اہلِ علم نے اس کے حافظے کے حوالے سے کلام کیا ہے۔

380 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ هُوَ ابْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ عَنْبَسَةَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَنْبَسَةَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

◆◆ سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص روزانہ بارہ رکعات (سنت) ادا کرے اس کے لیے جنت میں گھر بنادیا جاتا ہے' چار رکعت ظہر سے پہلے' دو رکعت اس کے بعد' دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے

380- اخرجه مسلم (3/53-54- الابى): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن' وبيان عددهن' حديث (101-102-103/728) والنسائى (3/261- 262- 263): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: ثواب من صلى فى اليوم والليلة ثنتى عشرة ركعة سوى المكتوبة وذكر اختلاف الناقلين فيه لخبر ام حبيبة فى ذلك والاختلاف على عطاء' وابو داؤد (1/401): كتاب الصلاة: باب: تفريع ابواب التطوع' وركعات السنة' حديث (1250)' وابن ماجه (1/361): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب ماجاء فى ثنتى عشرة ركعة من السنة' حديث (1141)' واحمد (6/326- 327- 426) وعبد بن حميد' ص (448) حديث (1552-1553)' والدارمى (1/335): كتاب الصلاة: باب: فى صلاة السنة' وابن خزيمة (2/202-203-204) حديث (1185-1186-1187-1888 -1189) من طريق عنبسة بن ابى سفيان عن ام حبيبة ام المومنين رضى الله عنها' فذكره-

بعداوردورکعت صبح کی نماز سے پہلے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عنبسہ نے سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس بارے میں جو حدیث نقل کی ہے وہ "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عنبسہ کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

شب وروز کی بارہ سنن مؤکدہ کی فضیلت

سنت مؤکدہ کی تعداد رکعات کے بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سنن مؤکدہ کی تحدید وتعیین نہیں ہے۔ انسان جتنی سنن پسند کرے پڑھ سکتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سنن مؤکدہ کی تعداد بارہ ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سنن مؤکدہ کی تعداد دس ہے۔ انہوں نے دس رکعات والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شب وروز چار نوافل ایک سلام سے ادا کرنا افضل ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک شب وروز میں دورکعت نوافل ایک سلام کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے۔

سوال: سنن مؤکدہ کی تعداد رکعات کے بارے میں دو روایات ہیں: (۱) میں دس رکعات کا ذکر ہے۔ (۲) میں بارہ رکعات کا ذکر ہے۔ آپ نے بارہ رکعات والی روایت کو کیوں اختیار کیا ہے؟

جواب: ہم نے بارہ رکعات والی روایت کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ اعلیٰ میں ادنیٰ موجود ہوتا ہے۔ جس طرح خمس من الفطرة، عشر من الفطرة دونوں میں سے ہم نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے کیونکہ اس میں پہلی روایت داخل وشامل ہے۔

نماز ظہر کے بعد دو نوافل، نماز عصر سے قبل چار نوافل، نماز مغرب کے بعد دو نوافل، نماز عشاء سے قبل چار نوافل اور اس کے بعد چار نوافل یعنی دو نماز وتر سے قبل اور دو بعد۔ یہ کل سولہ نوافل بنتے ہیں؛ جن کی فضیلت بیان نہیں کی گئی۔ ان کو سنن غیر مؤکدہ یا نوافل کہتے ہیں۔

سنن مؤکدہ کی تعداد بارہ ہے: چار رکعات نماز ظہر سے قبل، دو بعد میں، دورکعت نماز مغرب کے بعد، دورکعت نماز عشاء کے بعد اور دورکعت نماز فجر سے قبل۔ جو شخص باقاعدگی سے اور اہتمام سے یہ بارہ رکعات پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنادیتا ہے۔ اس سے سنن مؤکدہ کی فضیلت عیاں ہوجاتی ہے۔ باب کے تحت دونوں احادیث میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ مِنَ الْفَضْلِ

باب 165: فجر کی دورکعت (سنت) کی فضیلت

381 سندِحدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ التِّرْمِذِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰی عَنْ

سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوٰى اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ التِّرْمِذِيِّ حَدِيْثًا

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: فجر کی دو رکعت (سنت) دنیا اور اس میں موجود (سب چیزوں) سے زیادہ بہتر ہیں۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت صالح بن عبداللہ ترمذی کے حوالے سے نقل کی ہے۔

شرح

فجر کی سنت مؤکدہ کی فضیلت

سنن مؤکدہ میں سے فجر کی دو سنت کی تاکید زیادہ ہے' جس کی وجہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے مطابق ان کا درجہ وجوب ہے۔ ان کی فضیلت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان دو رکعت کا درجہ سنتوں سے بہر حال بلند ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں کا جتنا اہتمام کرتے اتنا اہتمام اور سنتوں کا نہ فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فجر کی سنتوں کو ہرگز نہ چھوڑو خواہ تمہیں روند دیا جائے۔'' (سنن ابی داؤد جلد اوّل ص ۱۷۹)

حدیث باب میں فجر کی سنتوں کی فضیلت بایں الفاظ بیان کی گئی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فجر کی دو سنت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔''

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَخْفِيفِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا

باب 166: فجر کی دو رکعت (سنت) مختصر ادا کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں کیا پڑھا کرتے تھے؟

381- اخرجه مسلم (3/50- الابی) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب استحباب ركعتی سنة الفجر والحث عليهما وتخفيفهما والمحافظة عليهما' وبيان ما يستحب ان يقرا فيهما' حديث (725/97/96)' والنسائی (3/252): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: المحافظة على الركعتين قبل الفجر' واحمد فی "مسنده": (6/50 -149 -265)' وابن خزيمة (2/160) حديث (1107) من طريق قتادة عن زرارة بن اوفى' عن سعد بن هشام عن عائشة' فذكره۔

382 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَاَبُوْ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا فَكَانَ يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ بِقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّحَفْصَةَ وَعَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِدیگر: وَّلَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ اَحْمَدَ وَالْمَعْرُوْفُ عِنْدَ النَّاسِ حَدِيْثُ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ وَقَدْ رَوٰى عَنْ اَبِيْ اَحْمَدَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا

توضیح راوی: وَّاَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ ثِقَةٌ حَافِظٌ قَالَ سَمِعْتُ بُنْدَارًا يَّقُوْلُ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ حِفْظًا مِّنْ اَبِيْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيِّ وَاَبُوْ اَحْمَدَ اسْمُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْكُوْفِيُّ الْاَسَدِيُّ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں ایک ماہ تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا جائزہ لیتا رہا' آپ فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت (سنت) میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

ثوری کے حوالے سے، ابواسحٰق سے منقول روایت کو ہم صرف ابواحمد نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

لوگوں کے نزدیک معروف روایت وہ ہے' جسے اسرائیل نے ابواسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت ابواحمد کے حوالے سے اسرائیل سے بھی نقل کی گئی ہے۔

ابواحمد زبیری ثقہ اور حافظ ہیں' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے بندار کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے ابواحمد زبیری سے زیادہ بہتر حافظے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

ان کا نام محمد بن عبداللہ بن زبیر اسدی کوفی ہے۔

382- اخرجه احمد في مسنده (2/24-58-35-94-95-99) 'وابن ماجه (1/363): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فيما يقرا في الركعتين قبل الفجر حديث (1149) 'من طريق ابي اسحق عن مجاهد عن ابن عمر' فذكره' واخرجه النسائي (2/170): كتاب الافتتاح باب القراءة في الركعتين بعد المغرب' حديث (992)من طريق ابي اسحق' عن ابراهيم بن مهاجر' عن مجاهد عن ابن عمر' فذكره' وزاد في اسناده "ابراهيم بن مهاجر"-

شرح

فجر کی دونوں سنتوں میں اختصار و قرأت

نماز میں اختصار نماز کا حسن ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں اختصار سے کام لیتے تھے۔ پھر فجر کی دونوں سنتوں میں بھی اختصار کو پیش نظر رکھتے تھے۔ فجر کی نماز کے لیے بیدار ہونا شیطان کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کے مترادف ہے۔ ایک روایت میں موجود ہے کہ شیطان رات کے وقت مومن پر تین گرہیں لگاتا ہے اور کہتا ہے: "علیك لیل طویل فارقد" (محمد بن اسماعیل بخاری صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۱۴۲) ابھی رات کافی پڑی ہے لہٰذا تو سو جا"۔ جب مسلمان بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ جب وہ غسل یا وضو کرتا ہے تو اس کی دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ جب نماز ادا کرتا ہے تو اس کی تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ پھر وہ نیکی کے معاملے میں ہوشیار ہو جاتا ہے۔

فجر کی سنتوں میں جہاں اختصار پیش نظر رکھنا سنت ہے وہاں پہلی رکعت میں سورہ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھنا سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ میں ایک مہینہ تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا اور بڑے غور سے جائزہ لیتا رہا کہ آپ فجر کی سنتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کی قرأت فرماتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف نمازوں میں مختلف سورتیں بطور قرأت متعین کی ہوئی تھیں۔ نماز جمعہ اور عیدین میں آپ سورۃ الاعلیٰ، سورۃ الجمعہ، سورۃ الغاشیہ اور سورۃ المنافقون کی قرأت کرتے تھے۔ نماز وتر میں سورۃ الاعلیٰ، سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کی قرأت کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْكَلَامِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب 167: فجر کی دو رکعات کے بعد بات چیت کرنا

383 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ اَبِي النَّضْرِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَاِنْ كَانَتْ لَهُ اِلَيَّ حَاجَةٌ كَلَّمَنِيْ وَاِلَّا خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ

383- اخرجه البخاری (53/3): كتاب التهجد باب: من تحدث بعد الركعتين ولم يضطجع' حديث (1161) و (54/3): باب: الحديث بعد ركعتي الفجر' حديث (1162) و مسلم (71/3- الأبي): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم في الليل' وان الوتر ركعة' وان الركعة صلاة صحيحة' حديث (743/133)' وابو داؤد (404/1) كتاب الصلاة: باب الاضطجاع بعدها' حديث (1262- 1263)' واحمد (35/6)' والدارمي (337/1) كتاب الصلاة: باب الكلام بعد ركعتي الفجر' والحميدي (93/1) حديث (175- 176- 177)' وابن خزيمة (168/2) حديث (1122) من طريق ابي سلمة بن عبدالرحمن عن عائشة ام المومنين' فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الْكَلَامَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ حَتّٰى يُصَلِّيَ صَلَاةَ الْفَجْرِ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اَوْ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعت (سنت) ادا کر لیتے تھے' تو اگر آپ کو مجھ سے کوئی کام ہوتا' تو آپ مجھ سے بات کر لیتے تھے' ورنہ نماز کے لیے تشریف لے جایا کرتے' تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے صبح صادق ہو جانے کے بعد فجر کی نماز ادا کرنے سے پہلے کلام کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے (یہ حضرات فرماتے ہیں) آدمی صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکتا ہے یا کوئی انتہائی ضروری کلام کر سکتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

فجر کی سنتوں کے بعد گفتگو کرنے کا مسئلہ

خارج نماز بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن بات چیت با مقصد ہونی چاہیے۔ فضول اور بے مقصد گفتگو سے منع کیا گیا ہے۔ خاموش رہنا خواہ عبادت نہیں ہے لیکن بے مقصد بات چیت سے احتراز کرنا افضل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من سکت نجا او کما قال علیہ السلام ۔ نماز فجر کی سنتوں اور فرائض کے درمیان کا وقت مقبولیت کا ہے۔ اس لیے اس وقت کو ذکر الٰہی، درود شریف، تلاوت قرآن، استغفار اور یا خاموشی میں گزارنا چاہیے۔ یہ وقت ''مقدمۃ الیوم'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس وقت میں اوراد و وظائف، تلاوت قرآن اور درود شریف کی برکت سے تمام دن اطمینان و سکون سے گزرتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مستمرہ تھی کہ نماز تہجد کے لیے اٹھتے تو اپنی ازواج کو بیدار نہ کرتے خود ہی خاموشی سے وضو کر کے نماز تہجد میں مصروف ہو جاتے۔ صبح صادق کا وقت قریب ہوتا تو نماز وتر ادا کرتے وقت اپنی ازواج مطہرات کو بیدار کرتے تھے۔ البتہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تہجد کے وقت اپنے اہل کو بھی بیدار کر دیتے۔ نماز فجر کا وقت ہونے پر آپ گھر میں فجر کی سنتیں ادا فرماتے۔ فجر کی سنتوں اور فرائض کے دوران آپ بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے بلکہ یادالٰہی میں مصروف رہتے۔ پھر نماز فجر کی جماعت کا وقت ہونے پر آپ مسجد میں تشریف لے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات امت کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر دارین کی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلَّا رَكْعَتَيْنِ

باب 168: صبح صادق ہوجانے کے بعد (فجر کی) دورکعت (سنت) کے علاوہ اورکوئی نمازنہیں پڑھی جائے گی

384 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ قُدَامَةَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ اَبِيْ عَلْقَمَةَ عَنْ يَسَارٍ مَوْلٰى ابْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ اِلَّا سَجْدَتَيْنِ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اِنَّمَا يَقُوْلُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَحَفْصَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ قُدَامَةَ بْنِ مُوْسٰى وَرَوٰى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ اَهْلُ الْعِلْمِ كَرِهُوا اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صبح صادق ہوجانے کے بعد صرف دو رکعت پڑھی جاسکتی ہیں۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف قدامہ بن موسیٰ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں اور ان سے کئی راویوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

اس بات پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے' انہوں نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: کوئی شخص فجر کی دو رکعت سنت کے علاوہ' صبح صادق ہوجانے کے بعد کوئی اور نماز ادا کرے۔

شرح

صبح صادق کا وقت ہونے پر فجر کی دوسنت کے علاوہ نوافل ادا کرنے میں مذاہب آئمہ

صبح صادق کا وقت شروع ہونے پر فجر کی دوسنت کے علاوہ بھی نوافل پڑھے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں

384- اخرجه ابو داؤد (409/1): كتاب الصلاة باب من رخص فيهما اذا كانت الشمس مرتفعة حديث (1278) وابن ماجه (86/1): المقدمة: باب: من بلغ علماً حديث (235) واحمد في "مسنده" : (104/2) من طريق وهيب قال: حدثنا قدامة بن موسى قال: حدثنا ايوب بن حصين التميمي عن ابى علقمة مولى عبدالله بن عباس عن يسار مولى عبدالله بن عمر عن ابن عمر فذكره واخرجه احمد (23/2) قال: حدثنا وكيع قال حدثنا قدامة بن موسى عن شيخ عن ابن عمر فذكره-

اختلاف ہے، جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز فجر کے وقت میں فجر کی سنتوں کے علاوہ جتنے چاہیں نوافل ادا کر سکتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عمرو بن عبسہ السلمی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! دعا کی قبولیت کا افضل وقت کون سا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: "جوف اللیل الاخر، فصل ماشئت حتیٰ تصلی الصبح" دعا کی قبولیت کا افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے، لہٰذا صبح کی نماز تک آپ جتنے چاہیں نوافل ادا کر سکتے ہیں۔ اس وقت نماز میں فرشتے شامل ہوتے ہیں اور اس کا اجر وثواب لکھا جاتا ہے۔

(سنن ابی داؤد جلد اوّل ص ۱۸۱)

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صبح صادق کے وقت فجر کی سنتوں کے علاوہ نوافل ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح صادق کا وقت شروع ہونے پر فجر کی دو سنتوں کے علاوہ کوئی (نفلی) نماز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے وقت صرف دو مختصر رکعت ادا فرماتے تھے۔ (الصحیح للبخاری رقم الحدیث ۱۱۷۳)

جمہور کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہی حدیث مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ میں موجود ہے، جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: "حتّٰی یطلع الفجر" یہ الفاظ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کے خلاف ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے ورنہ حضرت حفصہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات کے ساتھ تعارض آئے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاِضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ

باب 169: فجر کی دو رکعت (سنت) ادا کرنے کے بعد لیٹ جانا

385 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیَضْطَجِعْ عَلٰى یَمِیْنِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ

385اخرجه ابو داؤد (404/1)؛ كتاب الصلاة باب: فی تخفیفهما حدیث (1261) وابن ماجه (378/1)؛ كتاب اقامة الصلاة والسنة فیها: باب: ماجاء فی الضجعة بعد الوتر و بعد ركعتی الفجر حدیث (1199) واحمد (415/2) وابن خزیمة (167/2) حدیث (1120) من طریق سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرة قال: "كان النبی صلی الله علیه وسلم یضطجع بعد ركعتی الفجر علی شقه الایمن ثم یجلس:....

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ

حدیثِ دیگر: رُوِىَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَىِ الْفَجْرِ فِىْ بَيْتِهٖ اضْطَجَعَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ رَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُّحْمَلَ هٰذَا اسْتِحْبَابًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص (فجر کی) دو رکعت (سنت) ادا کرلے تو وہ اپنے دائیں پہلو کے بل لیٹ جائے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے جو اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی منقول ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعت (سنت) اپنے گھر میں ادا کر لیتے تھے تو آپ لیٹ جایا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں یہ استحباب پر محمول ہوگا۔

شرح

فجر کی سنتوں کے بعد لیٹ جانے میں مذاہب آئمہ

صبح صادق کا وقت ہونے پر فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد ذکر واذکار، تلاوت قرآن اور درود میں وقت گزارنا چاہیے۔ اس وقت فضول گفتگو سے اجتناب کرنا چاہیے، البتہ بقدر ضرورت بات کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان لیٹنا سنت تشریعیہ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یہ لیٹنا سنت تشریعیہ ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے جس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی دو سنت کے بعد جو لیٹنا چاہے وہ دائیں پہلو پر لیٹے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک فجر کی سنتوں اور فرائض کے درمیان لیٹنا جائز ہے لیکن یہ سنت تشریعیہ نہیں ہے، اس لیے کہ آپ کا یہ عمل مستقل یا عادت مستمرہ کی بنا پر ہرگز نہیں تھا بلکہ شاذونادر آپ ایسا کرتے تھے۔ جمہور فقہاء نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مستمرہ کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلَاةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ

باب 170: جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے' تو صرف فرض نماز ادا کی جائے

386 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ ابْنَ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلَاةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَّهٰكَذَا رَوٰى اَيُّوْبُ وَوَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ وَزِيَادُ بْنُ سَعْدٍ وَّاِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَّسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ فَلَمْ يَرْفَعَاهُ وَالْحَدِيْثُ الْمَرْفُوْعُ اَصَحُّ عِنْدَنَا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ اَنْ لَّا يُصَلِّيَ الرَّجُلُ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ رَوَاهُ عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ الْمِصْرِيُّ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے' تو صرف فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

ایوب، ورقا بن عمر، زیاد بن سعد، اسماعیل بن مسلم، محمد بن جحادہ نے اپنی اسناد کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے

386- اخرجہ مسلم (32/1): کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا: باب کراھۃ الشروع فی نافلۃ بعد شروع المؤذن' حدیث (710/63) وابو داؤد (405/1) کتاب الصلاۃ: باب: اذا ادرك الامام ولم یصل رکعتی الفجر' حدیث (1266) والنسائی (116/2): کتاب الامامۃ: باب ما یکرہ من الصلاۃ عند الاقامۃ' وابن ماجہ (364/1): کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا: باب: ماجاء فی اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ' حدیث (1151)' واحمد فی "مسندہ": (531-517-455-231/2) والدارمی (338/1): کتاب الصلاۃ: باب: اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ' وابن خزیمۃ (169/2) حدیث (1123) من طریق عمرو بن دینار عن عطاء بن یسار عن ابی ھریرۃ' فذکرہ۔

احادیث نقل کی ہیں۔

حماد بن زیاد اور سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک ''مرفوع'' روایت زیادہ مستند ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' یعنی جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے' تو آدمی صرف فرض نماز ادا کرسکتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' جو دوسری سند کے حوالے سے منقول ہے۔

عیاش بن عباس قتبانی مصرف نے اسے ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

شرح

جماعت کھڑی ہونے پر سنن ونوافل ادا کرنے میں مذاہب آئمہ

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز ظہر، نماز عصر، نماز مغرب اور نماز عشاء کی جماعت کھڑی ہونے پر سنن ونوافل کی نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ فجر کی جماعت کھڑی ہونے پر صبح کی سنتیں اُدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنتوں کا بھی دوسری نمازوں کا حکم ہے یعنی ناجائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے۔''

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فجر کی سنتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یعنی فجر کی جماعت کھڑی ہونے پر سنتیں کسی کونے یا فاصلے پر کھڑے ہوکر ادا کی جاسکتی ہیں۔ انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے' جن میں نماز فجر کی سنتوں کی تاکید کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ان کے دلائل یہ ہیں:

۱- حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ فجر کی نماز کھڑی ہونے میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بیدار کیا تو انہوں نے پہلے فجر کی سنتیں ادا کیں۔ (شرح معانی الآثار' جلداوّل ص ۱۸۳)

۲- حضرت ابوعثمان انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت تشریف لائے کہ فجر کی جماعت کھڑی تھی، انہوں نے پہلے فجر کی سنتیں ادا کیں پھر جماعت میں شامل ہوگئے۔ (امام طحاوی شرح معانی الآثار جلداوّل ص ۱۸۳)

۳- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ مسجد میں اس وقت داخل ہوئے جب لوگ جماعت میں

کھڑے تھے، انہوں نے پہلے دوسنت ادا کیں پھر جماعت میں شامل ہو گئے۔ (امام طحاوی شرح معانی الآثار جلد اوّل ص ۱۸۳)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) اس حدیث پر استدلال کنندگان کا بھی عمل نہیں ہے، مثلاً کوئی شخص اپنے گھر میں سنتیں پڑھ کر آئے اور جماعت میں شامل ہو جائے تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ (۲) حدیث باب سے فجر کی سنتوں کو مستثنیٰ کرنے سے آثار صحابہ اور معمولات صحابہ سے تعارض لازم نہیں آئے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ تَفُوتُهُ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ

باب 171: جس شخص کی فجر سے پہلے کی دو رکعت (سنت) فوت ہو جائیں وہ صبح کی نماز کے بعد انہیں ادا کر سکتا ہے

387 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ الْبَلْخِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَدِّهِ قَيْسٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِي أُصَلِّي فَقَالَ مَهْلًا يَا قَيْسُ أَصَلَاتَانِ مَعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَمْ أَكُنْ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ فَلَا إِذَنْ

اختلافِ روایت: قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ سَمِعَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ مِنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ وَإِنَّمَا يُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيثُ مُرْسَلًا

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ لَمْ يَرَوْا بَأْسًا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ

توضیحِ راوی: قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَسَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ هُوَ أَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ وَقَيْسٌ هُوَ جَدُّ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ وَيُقَالُ هُوَ قَيْسُ بْنُ عَمْرٍو وَيُقَالُ هُوَ قَيْسُ بْنُ فَهْدٍ وَإِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ قَيْسٍ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَرَأَى قَيْسًا وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ

387- اخرجه ابو داؤد (406/1): كتاب الصلاة باب: من فاتته متى يقضيها؛ حديث (1267) وابن ماجه (365/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء فيمن فاتته الركعتان قبل صلاة الفجر متى يقضيهما؛ حديث (1154) واحمد فى "مسنده" (447/5) والحميدى (383/2) حديث (868) وابن خزيمة (164/2) حديث (1116) من طريق سعد بن سعيد بن قيس عن محمد بن ابراهيم عن قيس بن عمرو الانصارى فذكره-

سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ

◆◆ محمد بن ابراہیم اپنے دادا حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ تشریف لائے نماز کے لیے اقامت کہی جاچکی تھی' میں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی' جب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو آپ نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے پایا (یعنی میں اٹھ کر نماز پڑھنے لگا تھا) آپ نے فرمایا: اے قیس! ٹھہر جاؤ' کیا دو نمازیں ایک ساتھ؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں فجر کی دو رکعت (سنت) ادا نہیں کرسکا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن ابراہیم سے منقول اس حدیث کو ہم صرف سعد بن سعید نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں: عطا بن ابی رباح نے اس روایت کو سعد بن سعید سے سنا ہے۔

اس روایت کو "مرسل" روایت کے طور پر بھی نقل کیا گیا ہے۔

مکہ سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے ایک گروہ نے اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ ان کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے: کوئی شخص سورج طلوع ہونے سے پہلے اور فرض نماز کے بعد دو رکعت سنت ادا کرلے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سعد بن سعید نامی راوی یحییٰ بن سعید انصاری کے بھائی ہیں۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نامی صحابی یحییٰ بن سعید کے دادا ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ قیس بن عمرو ہیں اور ایک قول کے مطابق قیس بن فہد ہیں۔

اس روایت کی سند متصل نہیں ہے۔ محمد بن ابراہیم تیمی نے اس روایت کو قیس سے نہیں سنا۔

بعض حضرات نے اس روایت کو سعد بن سعید کے حوالے سے' محمد بن ابراہیم کے حوالے سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ تشریف لائے' تو آپ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ اس روایت سے زیادہ مستند ہے' جسے عبدالعزیز نے سعد بن سعید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

فجر کے فرضوں کے بعد اور طلوع آفتاب سے قبل فجر کی سنت ادا کرنے میں مذاہب آئمہ

کوئی شخص فجر کی سنتیں ادا کیے بغیر جماعت میں شامل ہوجائے تو کیا وہ سنتیں طلوع آفتاب سے قبل پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک پڑھ سکتا ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ فجر کی سنتیں پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہوگئے تو انہوں نے طلوع آفتاب سے قبل وہ سنتیں ادا کیں اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک فجر کے فرضوں کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے قبل سنن ونوافل ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کا مؤقف یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد اور زوال سے قبل اسی روز وہ سنتیں پڑھی جاسکتی

ہیں۔انہوں نے فجر کی نماز کے بعد سنن ونوافل کی ممانعت والی روایات سے استدلال کیا ہے۔علاوہ ازیں انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے:قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من لم يصل ركعتي الفجر فيصلهما بعد ماتطلع الشمس (جامع ترمذی جلداوّل ص۸۲)(حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جس شخص نے فجر کی دو رکعت (سنتیں) نہ پڑھی ہوں تو وہ طلوع آفتاب کے بعد انہیں پڑھے)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:(۱)اس حدیث کی سند منقطع ہے۔(۲)بعض روایات میں یہ حدیث یوں ہے:فسكت النبي صلى الله عليه وسلم ومضى ولم يقل شيئاً (مصنف عبدالرزاق جلد ثانی ص۴۴۲)حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی،تشریف لے گئے اور کوئی بات نہ کہی۔ان آثار ومعمولات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِعَادَتِهِمَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

باب 172:سورج طلوع ہو جانے کے بعدان دو رکعات کو پڑھنا

388 سندِ حدیث:حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث:مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

آثارِ صحابہ:وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ فَعَلَهٗ

مذاہبِ فقہاء:وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالَ وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ هَمَّامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ هٰذَا اِلَّا عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ الْكِلَابِيَّ

حدیثِ دیگر: وَالْمَعْرُوْفُ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص فجر کی دو رکعت (سنت) ادا نہ کر سکا ہو وہ سورج نکلنے کے بعد ان دونوں کو ادا کر لے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ ایسا کیا کرتے تھے۔

388- اخرجه ابن خزيمة (165/2) حديث (1117) من طريق بشير بن نهيك عن ابي هريرة فذكره-

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری، شافعی، احمد، اسحٰق اور ابن مبارک نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمرو بن عاصم کلابی کے علاوہ ہم کسی ایسے راوی سے واقف نہیں ہیں، جس نے اس روایت کو ہمام کے حوالے سے نقل کیا ہو۔

معروف یہ ہے: یہ روایت قتادہ نے نضر بن انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، بشیر بن نہیک کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص سورج طلوع ہونے سے پہلے صبح کی (فرض نماز) کی ایک رکعت پالے۔ اس نے صبح (کی نماز) کو پالیا۔

شرح

فجر کی فوت شدہ سنتیں طلوع آفتاب کے بعد ادا کرنا

اگر کوئی شخص طلوع صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے قبل فجر کی سنتیں نہ پڑھ سکا ہو، تو وہ طلوع آفتاب کے بعد اور زوال کے وقت سے قبل ادا کرسکتا ہے۔ یہ پڑھی جانے والی سنتیں قضاء نہیں ہوں گی بلکہ بدل ہوں گی۔ اس لیے قضاء صرف واجبات اور فرائض کی ہوتی ہے۔ یہ بھی صرف اسی دن ادا کی جاسکتی ہیں بعد میں نہیں۔ اس کی نظیر نماز تہجد موجود ہے۔ کسی عذر یا مجبوری کی بناء پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد چھوٹ جاتی تو آپ بطور قضاء نہیں بلکہ بطور بدل دن کے وقت ادا فرما لیتے تھے۔

یادرہے یہ موقف آئمہ ثلاثہ اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے فجر کی دوسنت نہ پڑھی ہوں، تو وہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ سکتا ہے۔''

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ

باب 173: ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کرنا

389 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَّبَعْدَهَا رَكْعَتَیْنِ

389- اخرجه النسائی (119/2): كتاب الامامة باب: الصلاة قبل العصر وذكر اختلاف الناقلین عن ابی اسحٰق فی ذلك' وابن ماجه (367/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فیها: باب: ماجاء فیما یستحب من التطوع بالنهار' حدیث (1161)' واحمد فی "مسنده" (85/1- 89- 111- 143- 146- 147- 160)' وابن خزیمة (218/2) حدیث (1211)' و (233/2) حدیث (1232) من طریق عاصم بن ضمرة عن علی بن ابی طالب' فذكره-

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَاُمِّ حَبِيْبَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْعَطَّارُ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ كُنَّا نَعْرِفُ فَضْلَ حَدِيْثِ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَلٰى حَدِيْثِ الْحَارِثِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَخْتَارُوْنَ اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَاِسْحٰقَ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى يَرَوْنَ الْفَصْلَ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے' اور اس کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

سفیان بیان کرتے ہیں: ہم عاصم بن ضمرہ کی نقل کردہ حدیث کو حارث نامی راوی کی نقل کردہ حدیث سے زیادہ فضیلت والی سمجھتے ہیں۔

اکثر اہلِ علم' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور اس کے بعد کے طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا۔

انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے: آدمی ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ادا کرے۔

سفیان ثوری، ابن مبارک اور اسحق بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: رات اور دن کے نوافل دو' دو کر کے ادا کیے جائیں گے۔ ان کے نزدیک دو رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے گا۔ امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

نمازِ ظہر سے قبل کی سنتوں میں مذاہب آئمہ

نمازِ ظہر کے فرائض سے قبل چار سنتیں ہیں یا دو؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ اور ایک قول حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق نمازِ ظہر کے فرائض سے قبل چار رکعت سنت ہیں۔

ان کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ ظہر سے قبل چار رکعت اور بعد

میں دو رکعت ادا فرماتے تھے۔ (۲) حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے نماز ظہر سے قبل چار رکعت اور چار رکعت بعد والی باقاعدگی سے ادا کیں تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم کی آگ حرام قرار دے دی۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۳۹۲) (۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی چار رکعت نہ پڑھ سکتے تو وہ نماز ظہر کے بعد پڑھ لیا کرتے تھے۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۳۹۱)

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز ظہر سے قبل دو رکعت ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کی، آپ نے ظہر سے قبل دو رکعت اور دو رکعت بعد میں ادا کیں۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۸۳)

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں دو رکعت نماز ظہر کی نہیں تھیں بلکہ صلوٰۃ الزوال کی تھیں۔ علاوہ ازیں دونوں روایات کو صحیح قرار دے کر دونوں پر عمل کرنے کے لیے چار رکعت والی روایت کو اختیار کیا جائے، کیونکہ اس کے ضمن میں دو رکعت والی روایت بھی آ جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ

باب 174: ظہر کے بعد کی دو رکعت

390 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد دو دو رکعت (سنت) ادا کی ہیں۔

390- اخرجه مالك في "الموطا": (166/1) كتاب قصر الصلاة في السفر' باب: العمل في جامع الصلاة' حديث (69)' والبخاري (493/2): كتاب الجمعة: باب: الصلاة بعد الجمعة فقبلها' حديث (937)' و (60/3): كتاب التهجد باب: التطوع بعد المكتوبة' حديث (1172)' و (70/3): باب: الركعتين قبل الظهر' حديث (1180)' و مسلم (55/3- الابي) كتاب صلاة المسافرين باب: فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن' حديث (729/104)' وابو داؤد (402/1) كتاب الصلاة: باب تفريع ابواب التطوع وركعات السنة' حديث (1252)' والنسائي (119/2): كتاب الامامة: باب الصلاة بعد الظهر و (113/3): كتاب الجمعة: باب: صلاة الامام بعد الجمعة' وباب اطالة الركعتين بعد الجمعة' وابن ماجه (358/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في الصلاة قبل الجمعة' حديث (1130)' واحمد في "مسنده": (6/2- 17- 23- 35- 63- 75- 77- 87- 123)' والدارمي (335/1): كتاب الصلاة: باب في صلاة السنة' وابن خزيمة (208/2) حديث (1197) و (182/3) حديث (1869 -1870)' وعبد بن حميد' ص (250) حديث (781) من طريق نافع عن ابن عمر' فذكره-

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نمازظہر کے قبل کی سنتیں چھوٹ جانے پران کی ادائیگی کا محل

ظہر کی پہلی چار سنتیں چھوٹ جائیں تو وہ فرائض کے بعد پڑھی جائیں گی۔ جمہور آئمہ فقہ کے نزدیک چھوٹی ہوئی چار سنتیں فرائض کے بعد متصل پڑھی جائیں گی، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا: **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا لم یصل اربعا قبل الظھر صلاھن بعدھا** ۔ بیشک حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چار سنن ظہر چھوٹ جاتیں تو آپ فرض نماز کے بعد انہیں پڑھ لیتے تھے۔ اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوقول ہیں: (۱) ان سنتوں کی ادائیگی رکعتین سے قبل ہوگی۔ (۲) ان کی ادائیگی رکعتین کے بعد ہوگی۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے: ''**کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فاتتہ الاربع قبل الظھر صلاھا بعد الرکعتین بعد الظھر** ۔'' ظہر سے قبل کی چھوٹ جانے والی چار سنت حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرضوں کے بعد دوسنت پڑھ کرادا کرتے تھے۔

بَابُ مِنْهُ اٰخَرُ

باب 175: بلاعنوان

391 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْعَتَكِيُّ الْمَرْوَزِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شَقِيْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِدیگر: اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ الْمُبَارَكِ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَاهُ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ نَحْوَ هٰذَا وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَوَاهُ عَنْ شُعْبَةَ غَيْرَ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی وقت ظہر سے پہلے کی چار رکعات ادا نہیں کر پاتے تھے، تو آپ انہیں ظہر کے بعد ادا کر لیتے تھے۔

391- اخرجه ابن ماجه (366/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب : من فاتته الاربع قبل الظهر حديث (1158) من طريق خالد الحذاء عن عبدالله بن شقيق عن عائشة ام المؤمنين رضى الله عنها فذكره-

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ہم اسے صرف ابن مبارک کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

قیس بن ربیع نے اس روایت کوشعبہ کے حوالے سے، خالد حذاء کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ہمیں ایسے کسی شخص کا پتہ نہیں ہے' جس نے اس روایت کوشعبہ کے حوالے سے نقل کیا ہو'صرف قیس بن ربیع نے اسے نقل کیا ہے۔

یہی روایت عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح منقول ہے۔

392 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الشُّعَيْثِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ صَلّٰى قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَّبَعْدَهَا اَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعت (سنت) ادا کرے اور اس کے بعد چار رکعت ادا کرے' تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کردے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہ روایت دیگر سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

393 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ التِّنِّيْسِيُّ الشَّامِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنِى الْعَلَاءُ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ اُخْتِىْ اُمَّ حَبِيْبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ حَافَظَ عَلٰى اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَالْقَاسِمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُكْنٰى اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ ثِقَةٌ شَامِيٌّ وَّهُوَ صَاحِبُ اَبِىْ اُمَامَةَ

حضرت عنبسہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی بہن سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا' جو نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں' انہیں یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص ظہر

392– اخرجہ ابو داؤد (406/1): کتاب الصلاۃ باب: الاربع قبل الظہر وبعدھا' حدیث (1269) 'والنسائی (266-265-264/3): کتاب قیام اللیل وتطوع النہار: باب الاختلاف علی اسماعیل بن ابی خالد وابن ماجہ (367/1): کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا: باب: ما جاء فیمن صلی قبل الظہر اربعا وبعدھا اربعا' حدیث (1160) 'واحمد فی "مسندہ": (326-325/6) وابن خزیمۃ (206/2) حدیث (1191 -1192) من طریق عنبسۃ بن ابی سفیان عن ام حبیبۃ' فذکرہ-

سے پہلے کی چار رکعت اور اس کے بعد کی چار رکعت با قاعدگی سے ادا کرتا رہے گا' اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کر دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

قاسم نامی راوی' قاسم بن عبدالرحمٰن ہے۔ ان کی کنیت ''ابوعبدالرحمٰن'' ہے' اور یہ عبدالرحمٰن بن خالد بن یزید بن معاویہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ ثقہ ہیں' شام کے رہنے والے ہیں اور حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔

شرح

ظہر کی سنن ونوافل کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز ادا کرنے سے گناہ معاف اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ نماز فرض وواجب کے علاوہ سنن ونوافل کی ادائیگی بھی بلندی درجات کا ذریعہ ہیں۔ سنن مؤکدہ وہ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تواتر سے پڑھی ہوں اور ان کے ادا کرنے کا اپنے صحابہ کو حکم دیا ہو۔ نوافل وہ عبادت ہے' جس کی ادائیگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل مستمرہ کے طور پر نہ کی ہو اور نہ ہی اس کی ادائیگی کا کسی کو حکم دیا ہو۔ زیر بحث باب کی احادیث میں نماز ظہر کے نوافل وسنن کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے ظہر کی پہلی چار سنت اور بعد کی چار رکعت ادا کیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے۔'' ایک روایت میں پڑھنے کا ذکر ہے اور ایک روایت میں نماز کی حفاظت یعنی با قاعدگی سے ادا کرنے کا بیان ہے۔ سب روایات سے مراد ایک ہی مضمون ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظہر کے بعد کی چار رکعت مستحب ہیں۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور دو رکعت مستحب (نوافل) ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ

باب 176: عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرنا

394 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ هُوَ الْعَقَدِيُّ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَّفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَآئِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَّاخْتَارَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَنْ لَّا يُفْصَلَ فِي الْاَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ اِسْحٰقُ وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ اَنَّهٗ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ يَعْنِي التَّشَهُّدَ وَرَاَى الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ صَلَاةَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

مَثْنٰی مَثْنٰی یَخْتَارَانِ الْفَصْلَ فِی الْاَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ

◆◆ عاصم بن ضمرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعات ادا کرتے تھے، اوران چار رکعت کے درمیان مقرب فرشتوں اوران کے پیروکار مسلمانوں اور مومنوں پر، سلام بھیج کر فصل کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت علی سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اسحٰق بن ابراہیم نے اس بات کو اختیار کیا ہے: عصر سے پہلے کی چار رکعت میں فصل نہیں کیا جائے گا۔

انہوں نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے ذریعے فصل کیا کرتے تھے۔ اس سے مراد تشہد پڑھنا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رات اور دن کی تمام نفل نمازوں کو دو، دو، کرکے ادا کیا جائے گا۔ انہوں نے (چار رکعت کے درمیان) فصل کو اختیار کیا ہے۔

395 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُوْسٰی وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ وَاَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ وَغَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّیَالِسِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ مِهْرَانَ سَمِعَ جَدَّهٗ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاً صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

نمازِ عصر کی چار رکعات کی فضیلت

نمازِ ظہر کی طرح نمازِ عصر سے قبل کی چار سنت کی بھی فضیلت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ نوافل ادا فرماتے تھے اور تشہد کے ساتھ نوافل اور فرائض میں فصل فرماتے تھے۔ لفظ ''تسلیم'' سے مراد ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' کہنا نہیں ہے بلکہ تشہد پڑھنا ہے، کیونکہ اس میں یہ الفاظ ہیں: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ'' یہاں عباد سے مسلمان، مومن اور فرشتے سب کے سب مراد ہیں۔ دوسری روایت میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص یہ نوافل ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرماتا ہے۔

395– اخرجه ابو داؤد (407/1): كتاب الصلاة باب: الصلاة قبل العصر' حديث (1271)' واحمد في "مسنده": (117/2)' وابن خزيمة (206/2) حديث (1193) من طريق سليمان بن داؤد عن ابی داؤد الطيالسی' قال : حدثنا محمد بن مسلم بن مهران' قال: حدثنی جدی عن ابن عمر' فذكره-

سوال: دوسری روایت میں نوافل ادا کرنے والے پر فقط رحم کرنے کی خوشخبری ہے لیکن نماز ظہر کی طرح اس کی فضیلت واضح طور پر بیان نہیں کی گئی؟

جواب: خواہ ان دونوں روایات میں نماز عصر کے نوافل ادا کرنے کی فضیلت واضح طور پر بیان نہیں کی گئی مگر اس کی فضیلت نماز ظہر کی سنن ونوافل سے بھی زیادہ ہے بلکہ بیان سے باہر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَالْقِرَائَةِ فِيْهِمَا

باب 177: مغرب کے بعد دو رکعت (سنت) ادا کرنا اور ان میں قرأت کرنا

396 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَعْدَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ مَا اُحْصِي مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بِقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَاصِمٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اس کا شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد والی دو رکعت میں اور فجر سے پہلے والی دو رکعت میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف عبدالملک بن معدان نامی راوی کے حوالے سے عاصم نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهٗ يُصَلِّيهِمَا فِي الْبَيْتِ

باب 178: یہ دونوں رکعات (یعنی مغرب کے بعد کی سنتیں) گھر میں ادا کرنا

397 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ وَّكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ

396- اخرجه ابن ماجه (369/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها؛ باب ما يقرأ من الركعتين بعد المغرب حديث (1166) من طريق عبدالملك بن الوليد قال: حدثنا عاصم بن بهدلة عن زر وابى وائل عن ابن مسعود فذكره۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مغرب کے بعد کی دو رکعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ادا کی تھیں۔

اس بارے میں حضرت رافع بن خدیج اور حضرت کعب بن عجرہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

398 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ كَانَ يُصَلِّيهَا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ قَالَ وَحَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْفَجْرِ رَكْعَتَيْنِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مجھے دس رکعات یاد ہیں' جنہیں آپ دن اور رات میں ادا کیا کرتے تھے۔ ظہر سے پہلے دو رکعات ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے عشاء کے بعد دو رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے پہلے بھی دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مغرب کی دو سنت کا درجہ اور ان میں قرأت

نماز مغرب کے بعد دو سنت مؤکدہ اور دو سنت غیر مؤکدہ یا نوافل ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو سنت مؤکدہ ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ نماز

مغرب کے بعد چھ رکعات ہیں اور یہ سب مستحب ہیں۔

فرائض اور واجبات کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے جبکہ سنن ونوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ گھر میں نماز ادا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ گھر میں برکت ہوگی اور اہل خانہ کو بھی نماز پڑھنے کا پیغام ملے گا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سنن ونوافل مسجد میں نہیں پڑھے جاسکتے۔ سات قسم کے نوافل مسجد میں ادا کرنا افضل ہے: (۱) نماز تراویح۔ (۲) تحیۃ المسجد۔ (۳) صلوٰۃ کسوف۔ (۴) احرام کے دونوافل۔ (۵) مسافر جب سفر سے واپس آئے دونوافل۔ (۶) معتکف کے تمام نوافل۔ (۷) جمعۃ المبارک کی سنتیں وغیرہ۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز پنجگانہ میں صرف دس رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب وروز کی نماز پنجگانہ میں دس رکعات ادا فرماتے تھے: نماز ظہر سے قبل دو رکعات اور دو اس کے بعد، نماز مغرب کے بعد دو رکعات، دو رکعت نماز عشاء کے بعد اور دو رکعت نماز فجر سے قبل۔

(جامع ترمذی رقم الحدیث ۳۹۸)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شب وروز کی سنن مؤکدہ کی کل تعداد بارہ رکعات ہیں۔ نماز ظہر سے قبل چار رکعات ہیں۔ آپ نے بارہ رکعات والی روایت سے استدلال کیا ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ التَّطَوُّعِ وَسِتِّ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ

باب **179**: مغرب کے بعد چھ رکعت نفل ادا کرنے کی فضیلت

399 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ یَعْنِیْ مُحَمَّدَ بْنَ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِیَّ حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اَبِیْ خَثْعَمٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَّمْ یَتَكَلَّمْ فِیْمَا بَیْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ لَهٗ بِعِبَادَةِ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ سَنَةً

حدیثِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِیْنَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ زَیْدِ بْنِ الْحُبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ خَثْعَمٍ

399- اخرجه ابن ماجه (369/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في الست ركعات بعد المغرب، حديث (1167) وابن خزيمة حديث (1195) من طريق زيد بن الحباب ابى الحسين العكلى، عن عمر بن ابى خثعم اليمامى، عن يحيى بن ابى كثير، عن ابى سلمة، عن ابى هريرة، فذكره۔

قولِ امام بخاری: قَالَ : وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ خَثْعَمٍ مُّنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَضَعَّفَهٗ جِدًّا

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت ادا کرلے اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کہے' تو یہ رکعت اس شخص کے لیے بارہ برس کی عبادت کے برابر شمار ہوں گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعت ادا کرلے' تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف زید بن حباب نامی راوی کے حوالے سے عمرو بن ابوخثعم کے حوالے سے جانتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ عمر بن عبداللہ بن ابوخثعم "منکر حدیث" ہے۔ امام بخاری نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا۔

شرح

نماز مغرب کے بعد چھ نوافل ادا کرنے کی فضیلت

نماز مغرب کے بعد چھ رکعات نوافل ادا کرنے کی فضیلت اس حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ اس نماز کو عام طور پر "صلوٰۃ الاوابین" کہا جاتا ہے۔ اس کے ادا کرنے سے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ بعض محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بھی قرار دیا ہے لیکن ضعیف حدیث فضائل میں معتبر ہوتی ہے۔

سوال: نماز مغرب کے بعد کی دو رکعات ملا کر یہ چھ رکعات ہیں یا ان کے بغیر؟

جواب: اس میں دو قول ہیں: (۱) دو سنت ملا کر چھ رکعات ہیں۔ (۲) دو سنت کے علاوہ چھ رکعات ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب 180: عشاء کے بعد دو رکعت ادا کرنا

400 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ عَآئِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ ثِنْتَيْنِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ عَنْ عَآئِشَۃَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا: انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعات ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد دو رکعات ادا کرتے تھے۔ مغرب کے بعد دو رکعات ادا کرتے تھے' عشاء کے بعد دو رکعات ادا کرتے تھے' اور فجر سے پہلے دو رکعات ادا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبداللہ بن شقیق کی سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کردہ یہ روایت "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نمازِ عشاء کے بعد دو سنت کا مسئلہ

نمازِ عشاء کے بعد دو سنت مؤکدہ ہیں اور دو غیرمؤکدہ یعنی نوافل ہیں۔ نمازِ عشاء سے قبل چار رکعات سنن غیرمؤکدہ ہیں، جن کا ذکر فقہاء نے اپنی تصانیف میں کیا ہے۔ ان کا ثبوت کسی معتبر حدیث میں نہیں ملتا۔ البتہ عقلی دلیل ضرور ہے کہ ظہر، عصر اور فجر سے قبل ان کے فرائض کی تعداد کے مطابق سنتیں ہیں، اسی طرح نمازِ عشاء سے قبل بھی نماز ہونی چاہیے اور وہ چار رکعات ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا بعد والی سنتوں اور نوافل کی طرح پہلے بھی چار سنتیں پڑھنی چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ صَلَاۃَ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی

باب 181: رات کی نماز دو دو کر کے ادا کی جائے گی

401 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّہٗ قَالَ صَلَاۃُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَۃٍ وَّاجْعَلْ اٰخِرَ صَلَاتِکَ وِتْرًا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ

401- اخرجہ مالک فی "الموطا": (123/1): کتاب صلاۃ اللیل: باب: الامر بالوتر' حدیث (13)' والبخاری (554/2): کتاب الوتر: باب: ما جاء فی الوتر' حدیث (990)' ومسلم (78/3- الابی): کتاب صلاۃ المسافرین: باب' صلاۃ اللیل مثنی مثنی' والوتر رکعۃ من آخر اللیل' حدیث (749/145)' وابو داؤد (422/1) کتاب الصلاۃ: باب: صلاۃ اللیل مثنی مثنی' حدیث (1326) والنسائی (233/3): کتاب قیام اللیل وتطوع النہار: باب: کم الوتر؟' من طریق مالک' عن نافع و عبداللہ بن دینار عن ابن عمر فذکرہ' واخرجہ ابن ماجہ (418/1): کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا: باب: ماجاء فی صلاۃ اللیل رکعتین' حدیث (1320)' والحمیدی (282/1) حدیث (631)' وابن خزیمۃ (139/2) حدیث (1072) من طریق عبداللہ بن دینار عن ابن عمر' فذکرہ' لیس فیہ "نافع"۔ واخرجہ النسائی (227/3): کتاب قیام اللیل وتطوع النہار باب کیف صلاۃ اللیل' و (233/3): باب کیف الوتر بواحدۃ وابن ماجہ (418/1): کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا: باب ما جاء فی صلاۃ اللیل رکعتین' حدیث (1319)' واحمد فی مسندہ (5/2-48 -49 -54 -66 -102 -119)' والدارمی (340/1): کتاب الصلاۃ: باب: فی صلاۃ اللیل' وابن خزیمۃ (139/2) حدیث (1072) من طریق نافع عن ابن عمر' فذکرہ۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا ہے: رات کی نماز دو،دو کر کے ادا کی جائے گی۔تمہیں صبح کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت کے ذریعے اسے طاق کر لو اور اپنی آخری نماز کو طاق کرو۔

اس بارے میں حضرت عمرو بن عبسہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا'یعنی رات کے نوافل دو،دو کر کے ادا کیے جائیں گے۔

سفیان ثوری،ابن مبارک،شافعی،احمد اور اسحٰق کا یہی قول ہے۔

شرح

رات کے وقت نوافل ادا کرنے کے طریقہ میں مذاہب آئمہ

رات کے وقت نوافل ادا کرنے کا افضل طریقہ کون سا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے'جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شب وروز کے نوافل چار رکعت ایک سلام سے ادا کرنا افضل ہے۔ البتہ دو، چھ اور آٹھ رکعت بھی ایک سلام کے ساتھ جائز ہیں۔آٹھ رکعت سے زائد نوافل ایک سلام کے ساتھ جائز نہیں ہیں۔آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے: **ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد فى رمضان ولا فى غيره على احدى عشرة ركعة يصلى اربعاً فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلى اربعاً فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلى ثلاثاً** (الصحیح للبخاری' جلد اوّل ص ۱۵۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔آپ چار رکعت پڑھتے تو ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھ، پھر آپ چار رکعت پڑھتے تو ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھ، پھر آپ تین رکعت پڑھتے تھے''۔

۲-صاحبین کے نزدیک دن میں چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھنا افضل ہے اور رات کے وقت دو رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۳-حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شب وروز میں دو، دو نوافل ایک سلام سے ادا کرنا افضل ہے جبکہ چار رکعت بھی ایک سلام کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہیں۔انہوں نے کہا: حدیث باب سے مراد یہ ہے کہ رات کے وقت نوافل دو، دو رکعت ایک سلام سے پڑھنے چاہئیں اور دن کے وقت بھی اس پر قیاس کیا جائے گا۔

۴-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ رات کے وقت ایک سلام سے دو سے زیادہ نوافل ادا کرنا درست نہیں

ہے جبکہ دن کے وقت میں ایک سلام کے ساتھ دو، دو رکعت پڑھنا افضل ہے جبکہ چار رکعت پڑھنا بھی جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ صَلَاةِ اللَّيْلِ

باب 182: رات کی نماز کی فضیلت

402 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّبِلَالٍ وَّاَبِيْ اُمَامَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُوْ بِشْرٍ اسْمُهٗ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ وَحْشِيَّةَ وَاسْمُ اَبِيْ وَحْشِيَّةَ اِيَاسٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: رمضان کے مہینے کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے' اللہ تعالیٰ کے مہینے محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد' سب سے زیادہ فضیلت والی نماز' رات کے نوافل ہیں۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوبشر نامی راوی کا نام جعفر بن ابووحشیہ ہے' ابووحشیہ کا نام ''ایاس'' تھا۔

شرح

رات کے نوافل کی فضیلت

دن کے مقابل رات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ فضیلت دی گئی ہے مثلاً شب برأت، شب قدر اور شب معراج وغیرہ۔ اسی مناسبت سے رات کی عبادت کو زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ رات کے اوقات زیادہ قبولیت کے حامل ہیں۔ حدیث باب میں بھی اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے بعد افضل روزے

402- اخرجه مسلم (4/123- الابی): کتاب الصیام باب: فضل صوم المحرم' حدیث (202-203 /1163)' وابو داؤد (1/738): کتاب الصیام: باب: فی صوم المحرم حدیث (2429)' والنسائی (3/206): کتاب قیام اللیل وتطوع النهار: باب: فضل صلاة اللیل' وابن ماجه (1/554): کتاب الصیام: باب صیام اشهر الحرم' واحمد (2/303 -329 -342 -535)' والدارمی (1/346): کتاب الصلاة: باب: ای صلاة اللیل افضل' و (2/21): کتاب الصوم: باب فی صیام المحرم' وابن خزیمة (2/176) حدیث (1134)' و (3/282) حدیث (2076)' وعبد بن حمید' ص (416) حدیث (1423) من طریق حمید بن عبدالرحمن عن ابی هریرة' فذکره-

ماہِ محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کی ہے۔ صلوٰۃ اللیل کا مصداق نمازِ تہجد بھی ہو سکتی ہے۔ نمازِ تہجد کا وقت، نزولِ رحمت باری تعالیٰ اور خصوصی دعاؤں کی قبولیت کا ہوتا ہے، لہٰذا اس وقت نوافل ادا کرنا افضل اور باعث برکت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ وَصْفِ صَلَاۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ

باب 183: نبی اکرم ﷺ کی رات کی نماز کی کیفیت

403 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَی الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ اَخْبَرَہٗ

متنِ حدیث: اَنَّہٗ سَاَلَ عَآئِشَۃَ کَیْفَ کَانَتْ صَلَاۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا فَقَالَتْ عَآئِشَۃُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ یَا عَآئِشَۃُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ رمضان کے مہینے میں نوافل کس طرح ادا کیا کرتے تھے' تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ رمضان کے مہینے میں' یا اس کے علاوہ گیارہ رکعت سے زیادہ ادا نہیں کرتے تھے۔ آپ پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے' تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں سوال نہ کرو' پھر آپ چار رکعت ادا کرتے تھے۔ تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت ادا کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ وتر ادا کرنے سے پہلے ہی سونے لگے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میری آنکھیں سو جاتی ہیں' لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

404 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَی الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِیْسٰی حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَآئِشَۃَ

403– اخرجہ مالک فی "الموطا" :(120/1): کتاب صلاۃ اللیل: باب: صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الوتر' حدیث (9)' والبخاری (40/3): کتاب التہجد باب: قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ' حدیث (1147)' و (294/4): کتاب صلاۃ التراویح باب: من قام رمضان' حدیث (2013)' و (670/6) کتاب المناقب: باب: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عیناہ ولا ینام قلبہ' حدیث (3569)' ومسلم (65/3- الابی): کتاب صلاۃ المسافرین: باب: صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل' حدیث (738/125)' وابو داؤد (426/1) کتاب الصلاۃ: باب: فی صلاۃ اللیل' حدیث (1341)' والنسائی (234/3): کتاب قیام اللیل و تطوع النہار' باب: کیف الوتر بثلاث' واحمد (36/6 -73 -104) وابن خزیمۃ (30/1) حدیث (49)' و (192/2) حدیث (1166) من طریق مالک عن سعید بن ابی سعید المقبری' عن ابی سلمۃ عن عائشۃ بہ۔

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ آپ ایک رکعت کے ذریعے انہیں طاق کر لیتے تھے' جب آپ اس سے فارغ ہوتے تھے' تو دائیں پہلو کے بل لیٹ جایا کرتے تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 184: بلاعنوان

405 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ اسْمُهُ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تیرہ رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

404- اخرجه مالك في "الموطا": (120/1): كتاب صلاة الليل: باب صلاة النبي صلى الله عليه وسلم في الوتر' حديث (8)' والبخاري (555/2): كتاب الوتر باب: ماجاء في الوتر' حديث (994)' و (10/3) كتاب التهجد' باب: طول السجود في قيام الليل' حديث (1123)' و (112/11)' كتاب الدعوات' باب الضجع على الشق الايمن' حديث (6310)' ومسلم (26/3- الابي): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم في الليل' حديث (121-736/122)' وابو داؤد (425/1) كتاب الصلاة: باب في اصلاة الليل' حديث (1335-1336-1337)' والنسائي (30/2): كتاب الاذان: باب: ايذان المؤذنين الائمة بالصلاة و (65/2): كتاب القبلة باب ذكر ما يقطع الصلاة وما لا يقطع اذا لم يكن بين يدي المصلي سترة' و (234/3): كتاب قيام الليل وتطوع النهار' و (249/3): باب: قدر السجدة بعد الوتر' وابن ماجه (372/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في الوتر بركعة' حديث (1177)' و (432/1): باب: ماجاء في كم يصلي بالليل' حديث (1358)' واحمد في "مسنده" (34/6 -35 -83-84 -88 -143 -167 -182 -215 -248)' والدارمي (344/1): كتاب الصلاة: باب: صفة صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم و (372/1): باب كم الوتر؟ و عبد بن حميد ص (428) حديث (1470) من طريق ابن شهاب الزهري عن عروة عن عائشة' فذكره-

405- اخرجه البخاري (25/3): كتاب التهجد: باب: كيف صلاة النبي صلى الله عليه وسلم ؟ وكم كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل؟' حديث (1138)' ومسلم (102/3- الابي): كتاب صلاة المسافرين و قصرها' باب: الدعاء في صلاة الليل و قيامه' حديث (764/194)' واحمد (228/1 -324 3380)' وابن خزيمة (/191) حديث (1164) من طريق شعبة' عن ابي جمرة عن ابن عباس' فذكره-

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ابوجمرہ ضبعی کا نام نصر بن عمران ضبعی ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 185: بلاعنوان

406 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَ هٰذَا حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَكْثَرُ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاةِ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مَّعَ الْوِتْرِ وَاَقَلُّ مَا وُصِفَ مِنْ صَلَاتِهٖ بِاللَّيْلِ تِسْعُ رَكَعَاتٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن غریب" ہے۔

سفیان ثوری نے اس روایت کو اعمش کے حوالے سے اس کی مانند نقل کیا ہے۔

رات کی نماز کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر یہی منقول ہے: آپ وتر کے ہمراہ تیرہ رکعت ادا کیا کرتے تھے' اور آپ کی رات کی نماز میں کم از کم نو رکعات منقول ہیں۔

407 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ مِنَ اللَّيْلِ مَنَعَهُ مِنْ ذٰلِكَ النَّوْمُ اَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَعْدُ بْنُ هِشَامٍ هُوَ ابْنُ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيُّ وَهِشَامُ بْنُ عَامِرٍ هُوَ مِنْ اَصْحَابِ

406–اخرجه النسائی (242/3): كتاب قيام الليل و تطوع النهار' باب: كيف الوتر بتسع' وابن ماجه (432/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في كم يصلي بالليل' حديث (1360) واحمد في "مسنده": (253/6) من طريق الاعمش عن ابراهيم عن الاسود بن يزيد' فذكره-

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ كَانَ زُرَارَةُ بْنُ اَوْفٰى قَاضِىَ الْبَصْرَةِ وَكَانَ يَؤُمُّ فِىْ بَنِىْ قُشَيْرٍ فَقَرَاَ يَوْمًا فِىْ صَلَاةِ الصُّبْحِ (فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُورِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ) خَرَّ مَيِّتًا فَكُنْتُ فِيمَنِ احْتَمَلَهُ اِلٰى دَارِهٖ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سو جانے کی وجہ سے رات کے نوافل ادا نہیں کر پاتے تھے' یا آپ کو نیند آ رہی ہوتی تھی' تو آپ دن کے وقت بارہ رکعت ادا کر لیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سعد بن ہشام نامی راوی' عامر انصاری کے صاحبزادے ہیں اور ہشام بن عامر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

بہز بن حکیم بیان کرتے ہیں: زرارہ بن اوفی بصرہ کے قاضی تھے' وہ بنو قشیر کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے صبح کی نماز میں یہ آیت تلاوت کی۔

''اور جب صور میں پھونک ماری جائے گی' تو یہ دن سخت تنگ ہوگا''

(یہ آیت تلاوت کر کے) وہ گر پڑے اور فوت ہو گئے۔ میں ان لوگوں میں شامل تھا' جنہوں نے انہیں اٹھا کر ان کے گھر تک پہنچایا۔

407– اخرجه مسلم (3/73- الابى): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: جامع صلاة الليل ومن نام عنه او مرض' حديث (139-140-141/746) ' والبخارى فى خلق افعال العباد (48)' وابو داؤد: كتاب الصلاة: باب: فى صلاة الليل' حديث (1342 -1343 -1344 -1345 -1349 -1352) والنسائى (3/60): كتاب السهو: باب: اقل مايجزى من عمل الصلاة' و (3/199): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: قيام الليل' و (3/218): باب: الاختلاف على عائشة فى احياء الليل' و (3/220): باب: كيف يعمل اذا افتتح الصلاة قائما وذكر اختلاف الناقلين عن عائشة فى ذلك' و (3/240): باب: كيف الوتر بسبع' و (3/241 -242): باب: كيف الوتر بتسع' و (3/259): باب كم يصلى من نام عن صلاة او منعه وجع' و (4/199) كتاب الصيام: باب: صوم النبى صلى الله عليه وسلم بابى و امى وذكر اختلاف الناقلين للخبر فى ذلك' وابن ماجه (1/376): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء فى الوتر بثلاث و خمس و سبع وتسع' حديث (1191)' و (1/428): باب: فى كم يستحب يختم القرآن' حديث (1348)' واحمد فى "مسنده": (6/53 -91 -94 -97 -109 -163 -168 -216 -227 -235 -236 -258) والدارمى (1/344): كتاب الصلاة: باب: صفة صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم' وابن خزيمة (2/141) حديث (1078)' و (2/158) حديث (1104)' و (2/171)' حديث (1127)' و (2/194) حديث (1169 -1170)' و (2/199) حديث (1178)' من طريق سعد بن هشام عن عائشة به واخرجه ابو داؤد (1/428)' كتاب الصلاة: باب: فى صلاة الليل' حديث (1346 -1347) واحمد (6/236) من طريق بهز بن حكيم عن زرارة بن اوفى عن عائشة' فذكره۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ''صلوٰۃ اللیل'' کی کیفیت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ''صلوٰۃ اللیل'' کی کیفیت کے حوالے سے مختلف روایات ہیں۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں سے تین ابواب کی پانچ احادیث میں یہی مسئلہ بیان کیا ہے۔ کسی روایت میں نو رکعات کا ذکر ہے، جس میں تین وتر اور چھ رکعات نماز تہجد، کسی روایت میں سات رکعات ہیں، جس میں تین وتر اور چار رکعات تہجد، کسی روایت میں تیرہ رکعات ہیں جس میں تین وتر اور دس رکعات نماز تہجد اور کسی روایت میں سترہ رکعات کا ذکر ہے، جس میں تین وتر ہیں اور چودہ رکعات نماز تہجد ہے۔ ان تمام روایات میں سب سے اعلیٰ درجہ کی گیارہ رکعات والی ہے، جس میں تین وتر اور آٹھ رکعات تہجد ہیں۔ صحت کے دوسرے درجہ کی روایت تیرہ رکعات والی ہے، جس میں تین وتر اور دس رکعات تہجد ہیں۔

نماز تہجد کی روایات مختلف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں پچاس نمازیں فرض فرمائی تھیں جو تخفیف کے بعد پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ احکام میں تنسیخ وتبدیلی ہوتی رہی لیکن بعض منسوخ شدہ احکام کا استحباب باقی رکھا گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب وروز میں پچاس رکعات نماز ادا فرماتے تھے جن میں فرائض، واجبات، سنن مؤکدہ، سنن غیر مؤکدہ، صلوٰۃ تہجد، صلوٰۃ چاشت، صلوٰۃ اشراق اور صلوٰۃ اوابین وغیرہ شامل تھیں۔ ان پچاس رکعات میں جتنی کم ہوتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نماز تہجد میں کمی، بیشی کر کے مکمل فرما لیتے تھے۔ نماز مغرب چونکہ تین رکعت ہے، جس کی وجہ سے پچاس کی تعداد میں کمی ہوگی یعنی انچاس رکعات یا بیشی ہوگی یعنی اکاون رکعات تو اس کی تکمیل نماز تہجد کی رکعات کے ذریعے کی جاتی تھی۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین رات نماز تراویح باجماعت ادا فرمائی، پھر ترک فرما دی کہ امت پر یہ نماز بھی واجب نہ ہو جائے اور مشقت کا باعث ہو۔ البتہ جو نماز تراویح آپ ادا فرماتے تھے ان کی تعداد رکعات بیس تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے تاریخ ساز کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے باجماعت نماز تراویح کا اجراء کیا اور اس کی تعداد بھی بیس رکعات پر مشتمل تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں آج بھی نماز تراویح باجماعت ادا کی جاتی ہے اور مسلمانوں کی بھاری اکثریت بیس رکعات نماز تراویح ادا کرتی ہے بالخصوص حرمین شریفین میں۔ ماہ رمضان میں حرمین شریفین کا یہ منظر براہ راست ٹی وی کی سکرین پر دنیا بھر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ بیس رکعت نماز تراویح پر صحابہ کرام، آئمہ اربعہ، فقہاء اور علماء کا اجماع واتفاق ہے۔ جس کے دلائل کتب احادیث وفقہ میں موجود ہیں۔

۳۔ اس بات پر تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ نماز وتر تین رکعات ہیں۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ ایک سلام کے ساتھ پڑھے جائیں گے یا دو سلام کے ساتھ؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز وتر تین رکعات ہیں جو دو سلام سے پڑھی جائے گی۔ سب آئمہ کے دلائل اپنے اپنے مقام پر مذکور ہیں۔

۴۔ نوم ناقض وضو ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند ناقض وضو نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ

بھی بیان فرمادی کہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ غفلت کی نیند سے نماز فاسد ہوتی ہے لیکن نبی کی نیند غفلت کی نہیں ہوتی۔

سوال: جب نبی کی نوم ناقض وضو نہیں ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہونے کے بعد وضو کیوں کرتے تھے؟

جواب: (۱) تعلیم امت کے لیے۔ (۲) احتیاط کی بنا پر۔ (۳) تقویٰ وطہارت کے اعلیٰ مقام کے پیش نظر۔ (۴) طہارت و نظافت کے پیش نظر۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ نُزُولِ الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ

باب **186**: اللہ تعالیٰ کا روزانہ رات کے وقت' آسمان دنیا کی طرف نزول کرنا

408 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاِسْكَنْدَرَانِيُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ حِيْنَ يَمْضِيْ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاَوَّلُ فَيَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهُ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهُ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرَ لَهُ فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُضِيْءَ الْفَجْرُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّرِفَاعَةَ الْجُهَنِيِّ وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِي الدَّرْدَاءِ وَعُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ اَوْجُهٍ كَثِيْرَةٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیثِ دیگر: وَرُوِيَ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ يَنْزِلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ وَهُوَ اَصَحُّ الرِّوَايَاتِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: روزانہ رات کا ابتدائی تہائی حصہ گزر جانے کے بعد' اللہ تعالیٰ آسمانی دنیا کی طرف نزول کرتا ہے' اور فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں' وہ کون ہے؟ جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے؟ جو مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے عطا کروں کون ہے؟ جو مجھ سے مغفرت طلب کرنے' میں اس کو بخش دوں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) اسی طرح ہوتا ہے' یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاتی ہے۔

اس بارے میں حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہ، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

408- اخرجه البخاری (29/3) كتاب: التهجد باب: الدعاء والصلاة من آخر الليل حديث (1145) ومسلم (522/1) كتاب صلاة المسافرين باب الترغيب فى الدعاء والذكر حديث (758/169, 168)

نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے: رات کا جب آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نزول فرماتا ہے۔

یہ روایت سب سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

رات کے آخری حصہ میں رب کائنات کا آسمان دنیا پر نزول اور رحمت بھرا اعلان

شب وروز بلکہ ہر گھڑی رحمت باری تعالیٰ کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے، دن کی بنسبت رات کے اوقات زیادہ بابرکت ہیں۔ بالخصوص نصف شب یا آخری تہائی حصہ میں خصوصی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اس گھڑی میں جو بھی دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ حدیث کے آغاز میں بتایا گیا ہے کہ رات کا اول تہائی حصہ گزرنے پر اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے۔ فقرہ ''آسمان دنیا پر نزول فرمانے'' کے مفہوم میں کئی مذاہب ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-مشبہ کا مؤقف ہے کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنیٰ پر محمول ہیں۔ ان کے نزدیک صفات باری کی حیثیت وہی ہے جو حادث اشیاء کی ہے۔ یہ مذہب باطل محض ہے۔ اہل سنت ہر دور میں ان کی تردید وتضلیل کرتے چلے آئے ہیں۔

۲-معتزلہ اور خوارج صفات باری تعالیٰ کو تسلیم نہیں کرتے۔ حدیث باب اور اس کی مثل دیگر احادیث کو ہرگز نہیں مانتے۔ ماقبل مذہب کی طرح یہ بھی باطل و بے بنیاد ہے۔

۳-جمہور محدثین واسلاف کا مؤقف ہے کہ اس حدیث کا تعلق متشابہات سے ہے۔ نزول باری تعالیٰ کو تسلیم کیا جائے گا اور اس کے مفہوم کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے گا اور اس میں غور وفکر نہیں کیا جائے گا۔ مؤرخین ان حضرات کو ''مفوضہ'' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

۴-متکلمین کے نزدیک ان الفاظ کا حقیقی وظاہری مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا بلکہ ان سے مراد نزول رحمت باری تعالیٰ، ملائکہ اور بخشش ومغفرت فرمانا ہے۔ ان حضرات کو ''مؤولہ'' کہا جاتا ہے۔ رات کا ایک تہائی حصہ گزرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے تو یہ اعلان فرماتا ہے: ''میں سلطان ہوں جو شخص مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول فرماتا ہوں۔'' اس میں درس دیا گیا ہے کہ تقریباً نصب شب گزرنے پر بالخصوص آخری تہائی حصہ میں انسان نیند سے بیدار ہو کر عبادت وریاضت، اوراد واذکار اور درود وسلام میں مشغول ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے: ''کوئی شخص ہے مجھ سے دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔'' اس اعلان میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ یہ وقت دعاؤں کی قبولیت کا ہے، لہٰذا غفلت کی نیند ترک کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت وبخشش اور مقبولیت کے حوالے سے نہایت عجز وانکسار سے دعا کرنی چاہیے۔ یہ وقت محرومی کا نہیں ہے۔

پھر اعلان ہوتا ہے: ''کون ہے جو مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے، تو میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔'' اس اعلان مین درس دیا گیا ہے کہ اے غفلت کی نیند سونے والو! یہ غفلت چھوڑ کر بیدار ہو جاؤ اور مغفرت وبخشش کا وقت ہے، لہٰذا تم اپنے

گناہوں کی مغفرت کروالو اور توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف نیک لوگوں کی بات تسلیم کی جاتی ہے اور دعا قبول کی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قِرَائَةِ اللَّيْلِ

باب 187: رات کے وقت تلاوت کرنا

409 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اِسْحٰقَ هُوَ السَّالَحِيْنِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِیْ بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تَقْرَاُ وَاَنْتَ تَخْفِضُ مِنْ صَوْتِكَ فَقَالَ اِنِّیْ اَسْمَعْتُ مَنْ نَّاجَيْتُ قَالَ ارْفَعْ قَلِيْلًا وَّقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تَقْرَاُ وَاَنْتَ تَرْفَعُ صَوْتَكَ قَالَ اِنِّیْ اُوقِظُ الْوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّيْطَانَ قَالَ اخْفِضْ قَلِيْلًا

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاُمِّ هَانِئٍ وَّاَنَسٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ روایت: وَّاِنَّمَا اَسْنَدَهٗ يَحْيَى بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَاَكْثَرُ النَّاسِ اِنَّمَا رَوَوْا هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ مُّرْسَلًا

◆◆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تمہارے پاس سے گزرا تھا' تم اس وقت قرأت کر رہے تھے' تم پست آواز میں قرأت کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: میں اس ذات کو سنا رہا تھا' جس سے میں مناجات کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ذرا آواز بلند کر لیا کرو! پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تمہارے پاس سے گزرا تھا' اور تم بھی قرأت کر رہے تھے' تم بلند آواز میں کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: میں سونے والوں کو جگانا چاہتا تھا' اور شیطان کو بھگانا چاہتا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آواز کو پست رکھو۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ، سیّدہ اُم ہانی، حضرت انس سیّدہ اُم سلمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

یحییٰ بن اسحاق نے اس کو حماد بن سلمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' جبکہ اکثر محدثین نے اس حدیث کو ثابت کے حوالے سے' عبداللہ بن رباح کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

410 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْعَبْدِیِّ عَنْ اَبِی الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِیِّ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

409- اخرجه ابو داؤد (423/1) كتاب الصلاة: باب: رفع الصوت بالقراءة فی صلاة الليل' حديث (1329)' وابن خزيمة (189/2) حديث (1161) من طريق حماد بن سلمة' عن ثابت البنانی عن عبدالله بن رباح عن ابی قتادة' فذكره۔

متن حدیث: قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاٰیَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ لَیْلَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات رات کے قیام میں ایک ہی آیت بار بار تلاوت کیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن غریب" ہے۔

411 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ مُّعَاوِیَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَیْسٍ قَالَ

متن حدیث: سَاَلْتُ عَآئِشَةَ کَیْفَ کَانَتْ قِرَائَةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ اَکَانَ یُسِرُّ بِالْقِرَائَةِ اَمْ یَجْهَرُ فَقَالَتْ کُلُّ ذٰلِكَ قَدْ کَانَ یَفْعَلُ رُبَّمَا اَسَرَّ بِالْقِرَائَةِ وَرُبَّمَا جَهَرَ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

◆◆ عبداللہ بن ابوقیس بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت کس طرح تلاوت کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہر طرح کر لیتے تھے۔ بعض اوقات آپ پست آواز میں قرأت کرتے تھے' اور بعض اوقات بلند آواز میں کرتے تھے' تو میں نے کہا: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جس نے اس معاملے میں کشادگی رکھی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

رات کے وقت تلاوت قرآن کی کیفیت

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس باب کی تینوں احادیث میں تلاوت قرآن کی کیفیت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پست آواز میں تلاوت قرآن فرمارہے تھے تو انہیں قدرے بلند آواز میں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرأت کرتے جس کا مقصد سوئے لوگوں کو بیدار کرنا تھا، تو انہیں قدرے پست آواز میں قرأت کا حکم دیا۔ اس طرح "خیر الامور اوسطها" پر عمل کرنے کی ہدایت جاری کی گئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات کی طرح حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حجرات بھی مسجد نبوی سے متصل تھے۔ رات کے وقت آپ بیدار ہوئے اور ان کے حجرات کے پاس جا کر قرأت سن کر انہیں میانہ روی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس انداز قرأت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان نہ اکتاتا ہے اور نہ تھکتا ہے کیونکہ پست آواز میں تلاوت کرنے سے انسان اکتا جاتا ہے اور بلند آواز سے تھک جاتا ہے۔ نماز تہجد میں قرأت سراً بھی پڑھی جاسکتی ہے اور جہراً بھی۔ حضور

411- اخرجه النسائی (224/3): کتاب: قیام اللیل وتطوع النهار' باب: کیف القراء ة باللیل حدیث (1662) من طریق معاویة بن صالح عن عبدالله بن ابی قیس عن عائشة' فذکره۔

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں سراً قرأت کرتے تھے اور جہراً بھی۔ کبھی ایک رکعت میں سراً اور دوسری میں جہراً قرأت کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ایک ہی رکعت میں قرأت کا کچھ حصہ سراً اور کچھ حصہ جہراً بھی فرماتے تھے۔

اجتماعی قرآن خوانی کے موقع پر سب لوگ پست آواز سے تلاوت کریں گے جبکہ بلند آواز سے تلاوت منع ہے۔ البتہ اگر ایک شخص بلند آواز سے پڑھے تو دوسرے توجہ سے سنیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تلاوت قرآن سنت ہے لیکن اس کا سننا واجب ہے۔ اگر سب لوگ بلند آواز سے تلاوت کریں تو ترک وجوب کی وجہ سے گناہگار ہوں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

باب 188: نفل نماز گھر میں ادا کرنے کی فضیلت

412 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَفْضَلُ صَلَاتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَآئِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ روایت: وَقَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْ رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرَوٰى مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِي النَّضْرِ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَرْفُوْعًا وَّرَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِي النَّضْرِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَاَوْقَفَهُ بَعْضُهُمْ وَالْحَدِيْثُ الْمَرْفُوْعُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تمہاری سب سے زیادہ فضیلت والی نماز وہ ہے جو تم گھر میں ادا کرو۔ سوائے فرض نماز کے (کیونکہ اسے باجماعت پڑھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے)

اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ،

412- اخرجه البخاری (251/2): كتاب: الاذان' باب: صلاة الليل حديث (731)' و (533/10): كتاب الادب: باب: مايجوز من الغضب والشدة لامر الله تعالىٰ' حديث (6113)' و (278/13) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة: باب: مايكره من كثرة السوال' ومن تكلف ما لا يعنيه' حديث (7290)' ومسلم (119/3- الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: استحباب صلاة النافلة فی بيته وجوازها فی المسجد' حديث (213-781/214)' وابو داؤد (340/1): كتاب الصلاة: باب: صلاة الرجل التطوع فی بيته' حديث (1044)' و (458/1): باب: فی فضل التطوع فی البيت' حديث (1447)' والنسائی (197/3): كتاب قيام الليل و تطوع النهار: باب: الحث علی الصلاة فی البيوت والفضل فی ذلك' واحمد (182/5 -183 -186 -187 -184)' وابن خزيمة (211/2) حديث (1203 -1204)' والدارمی (317/1): كتاب الصلاة: باب: صلاة التطوع فی ای موضع افضل' وعبد بن حميد' ص (110) حديث (250) من طريق ابی النضر سالم بن ابی امية عن بسر بن سعيد عن زيد بن ثابت' فذكره۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اس حدیث کی روایت کے بارے میں محدثین نے اختلاف کیا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ اور ابراہیم بن ابونضر نے اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے' جبکہ بعض محدثین نے اسے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام مالک نے ابونضر کے حوالے سے' اسے نقل کیا ہے' اور اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا ہے' تاہم ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کے اعتبار سے یہ زیادہ مستند ہے۔

413 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلُّوا فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے گھروں میں (نفل) نماز ادا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نفلی نماز گھر میں ادا کرنے کی فضیلت واہمیت

اس باب کی دونوں احادیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ فرائض، واجبات اور ایک قول کے مطابق سنن مؤکدہ کے علاوہ سنن غیر مؤکدہ اور نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں:

(۱) گھر میں نوافل ادا کرنے سے اہل خانہ بالخصوص قریب البلوغ بچوں کو نماز کی ترغیب وتلقین مقصود ہے۔ (۲) گھر میں برکت حاصل ہوگی، کیونکہ جہاں نماز ادا کی جاتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

فرائض، واجبات اور سنن مؤکدہ کا مسجد میں پڑھنا زیادہ فضیلت ہے، کیونکہ اگر ان کو بھی گھر میں پڑھنے کی اجازت دی جائے تو مساجد کا تقدس مجروح ہوگا اور وہ ویران ہو کر رہ جائیں گی۔ علاوہ ازیں مسجد میں آمد ورفت اور وہاں انتظار میں بیٹھنے کا اجر وثواب

413- اخرجه البخاری (630/1): كتاب الصلاة: باب كراهية الصلاة فی المقابر' حديث (432)' و (75/2): كتاب التهجد: باب: التطوع فی البيت' حديث (1187)' ومسلم (3/117- الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: استحباب صلاة النافلة فی بيته و جوازها فی المسجد' حديث (208-209/777) وابو داؤد (340/1): كتاب الصلاة: باب: صلاة الرجل التطوع فی بيته' حديث (1043)' و (458/1) باب: فی فضل التطوع فی البيت' حديث (1448)' والنسائی (197/3): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب الحث علی الصلاة فی البيوت والفضل فی ذلك' وابن ماجه (438/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب' ماجاء فی التطوع فی البيت' حديث (1377)' واحمد (6/2-16-122)' وابن خزيمة (212/2) حديث (1205) من طريق نافع عن ابن عمر فذكره۔

الگ ہے۔

دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے: ''گھروں میں نماز ادا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ'۔ اس کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں: (۱) یہ نہ ہونا چاہیے کہ جس طرح قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی تم اپنے گھروں میں بھی نماز نہ پڑھو، کیونکہ یہ انداز رحمت باری تعالیٰ سے محرومی کا باعث ہوگا۔

(۲) تم اپنے مردوں کو گھروں میں دفن نہ کرو بلکہ قبرستان میں تدفین کرو تاکہ کثیر لوگوں کی آمدورفت سے وہ کثیر دعاؤں اور بلندی درجات کے حقدار قرار پائیں۔ علاوہ ازیں گھر میں تدفین کی صورت میں اہل خانہ کو گھر میں نماز ادا کرنے میں دقت پیش آئے گی اور گھر نماز کی خیر و برکت سے محروم رہے گا۔

سوال: کسی بزرگ کے مزار کے پاس مسجد بنانا یا مسجد میں قبر بنانے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: کسی بزرگ کے مزار کے پاس مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس کے کئی فوائد ہیں: (۱) زائرین کو وضو وغیرہ کی سہولت میسر آئے گی۔ (۲) زائرین آسانی سے بروقت نماز ادا کر سکیں گے۔ (۳) علماء کو تبلیغ کا موقع میسر آئے گا اور زائرین کو شرعی مسائل سے آگاہی حاصل ہوگی۔

مسجد اور دینی درسگاہ میں قبر بنانا شرعی طور پر ممنوع و ناجائز ہے، کیونکہ یہ مقامات وقف ہوتے ہیں جن کو ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ ایسی وصیت کرنا گناہ ہے اور وصیت پر عمل کرنا بھی گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔ دور حاضر کا المیہ یہ ہے کہ مسجد کا مؤذن یا امام و خطیب یا بانی و متولی یا دینی ادارہ کا بانی و ناظم فوت ہو جائے تو اس کی تدفین اعزازی طور پر مسجد یا ادارہ میں کی جاتی ہے، یہ غیر شرعی حرکت ہے، جس سے اجتناب ازبس ضروری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَبْوَابُ الْوِتْرِ

وتر کے ابواب

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الْوِتْرِ

باب 1: وتر کی فضیلت

414 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَاشِدٍ الزَّوْفِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُرَّةَ الزَّوْفِیِّ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ اَنَّهٗ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِیَ خَیْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ الْوِتْرُ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فِیْمَا بَیْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلٰی اَنْ یَّطْلُعَ الْفَجْرُ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَبُرَیْدَةَ وَاَبِیْ بَصْرَةَ الْغِفَارِیِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ وَّقَدْ وَهِمَ بَعْضُ الْمُحَدِّثِیْنَ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ فَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَاشِدٍ الزُّرَقِیِّ وَهُوَ وَهَمٌ فِیْ هٰذَا

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ بَصْرَةَ الْغِفَارِیُّ اسْمُهٗ حُمَیْلُ بْنُ بَصْرَةَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ جَمِیْلُ بْنُ بَصْرَةَ وَلَا یَصِحُّ وَاَبُوْ بَصْرَةَ الْغِفَارِیُّ رَجُلٌ اٰخَرُ یَرْوِیْ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ وَّهُوَ ابْنُ اَخِیْ اَبِیْ ذَرٍّ

◆◆ حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک مزید نماز عطا کی ہے' جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔ یہ وتر کی نماز ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عشاء کی نماز سے لے کر' صبح صادق تک' کے درمیانی وقت میں مقرر کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، سے احادیث منقول ہیں۔

414- اخرجه ابو داؤد (450/1): كتاب: الصلاة باب: استحباب الوتر' حديث (1418)' وابن ماجه (369/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في الوتر' حديث (1168)' واحمد في "مسنده" (71/1)' والدارمي (370/1): كتاب الصلاة باب: في الوتر' من طريق يزيد بن ابي حبيب' عن عبدالله بن راشد الزوفي' عن عبدالله بن ابي مرة الزوفي عن خارجة بن حذافة العدوي' فذكره-

(امام ترمذی عشیہ فرماتے ہیں:) حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔ہم اسے صرف ابویزید بن ابوحبیب نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔بعض محدثین نے اس روایت کو نقل کرنے میں وہم کیا ہے۔انہوں نے عبداللہ بن راشد زرقی کہا ہے'اور یہ وہم ہے۔

حضرت ابوبصرہ غفاری کا نام جمیل بن بصرہ ہے جبکہ بعض نے جمیل بن بصرہ بیان کیا ہے۔حضرت ابوذر غفاری سے احادیث روایت کرنے والے ابوبصرہ غفاری اور ہیں' وہ حضرت ابوذر غفاری کے بھتیجے ہیں۔

شرح

نماز وتر کی فضیلت اور اس کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ

لفظ ''وتر'' سے مراد طاق اور بے جوڑ ہونا ہے۔اس کی جمع اوتار آتی ہے۔نماز وتر کی شرعی حیثیت کے تعین میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے'جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز وتر تین رکعت واجب ہیں جو ایک سلام کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا:الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا (سنن ابی داؤد'جلداوّل ص۲۰۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باریوں فرمایا:وتر واجب ہیں،پس جس شخص نے نماز وتر نہ پڑھی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(۲)الوتر حق واجب علی کل مسلم (تلخیص نصب الرایۃ جلداوّل ص۱۹۰) نماز وتر حق ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے۔(۳) حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک مزید نماز عطا فرمائی جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے،وہ نماز وتر ہے'جس کا وقت نماز عشاء اور طلوع فجر کے درمیان ہے۔(جامع ترمذی'جلداوّل ص۸۵)

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:فاوتروا یا اھل القرآن (جامع ترمذی) ''اے ایمان والو!تم نماز وتر ادا کرو''۔

(۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وتر مسلسل اور ہمیشہ ادا فرمائی کبھی ترک نہیں فرمائی۔آپ کا دائمی عمل اس کے وجوب کی دلیل ہے۔وجوب وتر کے حوالے سے مزید چودہ احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

۲-حضرت امام شافعی،حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر واجب نہیں ہیں بلکہ محض سنت ہیں۔انہوں نے درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:الوتر لیس بحتم کصلوٰتکم المکتوبۃ ولکن سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جامع ترمذی) نماز وتر تمہاری فرض نماز کی طرح ضروری نہیں ہے لیکن یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(۲) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص نماز وتر کو واجب قرار دیتا ہے،تو انہوں نے فوراً

فرمایا: کذب (سنن ابی داؤد جلداوّل ص۲۰۱) اس نے جھوٹ کہا ہے۔

(۳) کثیر روایات میں نمازوں کی تعداد پانچ بتائی گئی ہے، اگر نماز وتر واجب ہوتی تو نمازوں کی تعداد چھ ہونی چاہیے تھی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات یوں دیے جاتے ہیں:

پہلی دلیل کا جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں فرضیت کی نفی ہے نہ کہ وجوب کی۔ اس پر یہ الفاظ بطور دلیل ہیں: کصلوٰتکم المکتوبۃ۔

دوسری دلیل کا جواب: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بھی وجوب کا نہیں بلکہ فرضیت کا انکار کیا تھا۔

تیسری دلیل کا جواب: نماز وتر، نماز عشاء کے تابع ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا وقت بھی نماز عشاء کا ہے۔ لہٰذا اسے مستقل نماز قرار دے کر نمازوں کی تعداد چھ بنانا ضروری نہیں تھا۔

نماز وتر اور نماز تہجد میں فرق کے حوالے سے مذاہب آئمہ

حضرت شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز وتر اور نماز تہجد دونوں الگ نہیں بلکہ ایک ہیں۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز وتر اور نماز تہجد الگ الگ ہیں۔ اس مسئلہ میں آئمہ اربعہ کی آراء ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر اور نماز تہجد دونوں ایک نماز کے نام ہیں۔ دونوں مسنون ہیں، البتہ نماز وتر کی تاکید زیادہ ہے۔ ان کے ہاں ایک سے لے کر گیارہ تک تمام رکعات وتر ہیں اور تہجد بھی۔ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے گا اور آخر میں ایک رکعت الگ پڑھی جائے گی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ نماز وتر الگ اور نماز تہجد الگ ہے۔ نماز وتر واجب ہے جو دو قعدوں اور ایک سلام کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے۔ نماز تہجد مسنون ہے جو دو رکعت یا چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز وتر مسنون ہے جو تین رکعات ہیں۔ یہ نماز دو سلام سے ادا کرنا مستحب اور ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے۔ نماز تہجد مسنون ہے۔ البتہ نماز وتر مؤکدہ ہے جو ترک نہیں کی جاسکتی۔

۴- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر ایک رکعت ہے اور اس سے قبل کی دو رکعت اس میں شامل ہیں۔ پہلی دو رکعت کو تہجد کا دوگانہ کہا جاتا ہے۔ نماز وتر مسنون ہے۔

نماز وتر کا وقت: آئمہ اربعہ کا اس بات میں اتفاق ہے کہ نماز وتر کا وقت نماز عشاء کی فراغت سے لے کر طلوع صبح صادق تک ہے۔ جس کی نماز وتر عمداً یا سہواً چھوٹ جائے تو یاد آنے پر اس کی قضاء ضروری ہے۔ البتہ قضاء کی مدت میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز فرض کی طرح نماز وتر کی قضاء بھی تاحیات ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز وتر کی قضاء کا وقت نماز فجر تک ہے۔ نماز فجر پڑھنے پر نماز وتر کی قضاء کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

حدیث باب میں سب سے قبل نماز وتر کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ نماز سرخ اونٹ ملنے سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ اہل عرب کے ہاں سرخ اونٹ بہت پسند کیے جاتے تھے۔ اس کے بعد نماز وتر کا وجوب بیان کیا گیا، وہ اس طرح کہ اس کی نسبت اللہ

تعالیٰ کی طرف کر کے اس کا لزوم ثابت کیا گیا۔ آخر میں نمازِ وتر کا وقت بیان کیا کہ نمازِ عشاء کے بعد سے لے کر طلوعِ صبحِ صادق تک اس کا وقت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْوِتْرَ لَيْسَ بِحَتْمٍ

باب 2: وتر' فرض نہیں ہیں

415 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلَاتِكُمُ الْمَكْتُوْبَةِ وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وتر فرض نہیں ہیں' جیسے تمہاری فرض نمازیں ہیں' بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مقرر کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ طاق ہے' اور وہ طاق کو پسند کرتا ہے' اس لیے اے اہلِ قرآن! تم بھی طاق (وتر) ادا کیا کرو۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

416 وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهٗ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَهَيْئَةِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ وَلٰكِنْ سُنَّةٌ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ وَّقَدْ رَوَاهُ مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ نَحْوَ رِوَايَةِ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ

◆◆ سفیان ثوری اور دیگر محدثین نے اس روایت کو ابواسحٰق کے حوالے سے، عاصم بن ضمرہ کے حوالے سے، حضرت

415- اخرجه ابو داؤد (449/1): كتاب الصلاة باب استحباب الوتر' حديث (1416)' والنسائي (229/3): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب الامر بالوتر' وابن ماجه (370/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في الوتر' حديث (1169)' واحمد في "مسنده": (86/1 -98 -100 -107 -110 -115 -120)' وعبدالله بن احمد بن حنبل في زوائده على المسند (144- 145- 143/1)' والدارمي (371/1): كتاب الصلاة باب: في الوتر' وابن خزيمة (136/2) حديث (1067)' وعبد بن حميد' ص (53) حديث (70) من طريق ابي اسحق عن عاصم بن ضمرة عن علي' فذكره-

علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: وتر تمہاری فرض نماز کی طرح لازمی نہیں ہیں' بلکہ یہ سنت ہیں جنہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

نماز وتر فرض نہ ہونے کا مسئلہ

اس باب کے تحت حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو احادیث کی تخریج فرمائی ہے جن میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز پنجگانہ کی طرح نماز وتر فرض نہیں ہے۔ یہ حدیث آئمہ ثلاثہ کی دلیل ہے کہ نماز وتر واجب نہیں ہے۔ احناف کی طرف سے اس کے کئی جوابات دیے جاتے ہیں: (۱) ان روایات میں فرضیت کی نفی کی گئی ہے نہ کہ وجوب کی، ہم تو نماز وتر کو واجب قرار دیتے ہیں نہ کہ فرض۔ (۲) اس مقام پر نماز وتر سے مراد نماز تہجد ہے۔ جس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ نماز پنجگانہ کی طرح نماز تہجد واجب وضروری نہیں ہے، البتہ اس کے پڑھنے سے اجر عظیم سے نوازا جاتا ہے۔ دوسری روایت میں نماز وتر کو سنت قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ نماز وتر کا وجوب قرآن سے نہیں بلکہ سنت (حدیث) سے ثابت ہے، کیونکہ قرآن کی طرح حدیث سے بھی احکام ثابت ہوتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ النَّوْمِ قَبْلَ الْوِتْرِ

باب 3: وتر ادا کرنے سے پہلے سونا مکروہ ہے

417 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ عِيْسٰى بْنِ اَبِيْ عَزَّةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ ثَوْرٍ الْاَزْدِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ قَالَ عِيْسٰى بْنُ اَبِيْ عَزَّةَ وَكَانَ الشَّعْبِيُّ يُوْتِرُ اَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَنَامُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ ثَوْرٍ الْاَزْدِيُّ اسْمُهٗ حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَارَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اَنْ لَّا يَنَامَ الرَّجُلُ حَتّٰى يُوْتِرَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت کی تھی' میں سونے سے پہلے وتر ادا کرلیا کروں۔

عیسیٰ بن ابوعزہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: شعبی رات کے ابتدائی حصے میں وتر ادا کرلیتے تھے' پھر سویا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث اس سند کے حوالے سے ''حسن غریب'' ہے۔

ابوثور ازدی نامی راوی کا نام حبیب بن ابوملیکہ ہے۔

اہلِ علم کا ایک گروہ' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور بعد کے طبقوں سے تعلق رکھتا ہے' انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے: آدمی وتر پڑھنے سے پہلے نہ سوئے۔

418 وَرُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ خَشِیَ مِنْکُمْ اَنْ لَّا یَسْتَیْقِظَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوتِرْ مِنْ اَوَّلِہٖ وَمَنْ طَمِعَ مِنْکُمْ اَنْ یَّقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوتِرْ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَاِنَّ قِرَآءَۃَ الْقُرْاٰنِ فِیْ اٰخِرِ اللَّیْلِ مَحْضُوْرَۃٌ وَّہِیَ اَفْضَلُ

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِکَ ہَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِذٰلِکَ

◆◆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی منقول ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے جس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں بیدار نہیں ہو سکے گا وہ رات کے ابتدائی حصے میں وتر ادا کرلے اور جو شخص رات کے آخری حصے میں بیدار ہوتا ہو' اور جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں نوافل ادا کرے' تو وہ رات کے آخری حصے میں وتر ادا کرے' کیونکہ رات کے آخری حصے میں قرأت کرنا' حضوری کا باعث ہوتا ہے۔ (یعنی اس میں فرشتے شریک ہوتے ہیں) اور یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

نماز وتر ادا کرنے سے قبل سونے کی ممانعت

وتر سے مراد کبھی حقیقی معنیٰ صلوٰۃ وتر، کبھی مجازی معنیٰ صلوٰۃ اللیل اور کبھی دونوں کا مجموعہ ''صلوٰۃ الوتر'' اور ''صلوٰۃ اللیل'' ہوتا ہے۔ جب تک کسی حدیث میں ان تینوں میں سے کسی ایک معنیٰ کا تعین نہ کیا جائے تو اس کا مفہوم نہیں سمجھا جا سکتا۔ زیر مطالعہ باب کی پہلی حدیث میں ''وتر'' سے مراد اس کا معنیٰ ''صلوٰۃ الوتر'' بھی ہو سکتا ہے اور ''صلوٰۃ الوتر'' اور ''صلوٰۃ اللیل'' دونوں کا مجموعہ بھی۔ پہلے معنیٰ کے لحاظ سے حدیث کا مفہوم ہوگا کہ جس شخص کو نماز تہجد کے لیے بیدار ہو جانے کا یقین ہو، وہ نماز وتر نماز تہجد کے بعد ادا کرے اور اگر اسے نماز تہجد کے وقت بیدار ہونے کا یقین نہ ہو تو وہ سونے سے قبل وتر پڑھ کر سوئے۔ تہجد کے وقت بیدار ہو جائے تو نماز تہجد پڑھ لے لیکن نماز وتر کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور نہ نماز تہجد کے لیے وتر ساتھ پڑھنا شرط ہے۔ البتہ نماز تہجد کے بعد دو نوافل پڑھ لے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو نوافل ادا فرمایا کرتے تھے۔ اگر وتر کا دوسرا معنیٰ مراد ہو تو حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر کسی شخص کو نماز تہجد کے وقت بیدار ہونے کا یقین نہ ہو تو وہ نماز عشاء کے بعد قدرے تاخیر سے اور سونے سے قبل نماز تہجد کے

نوافل مع نماز وتر پڑھ کرسوئے۔ یہ نماز تہجد نہیں ہوگی بلکہ اس کا بدل ہوگا۔ یادرہے چیز کا بدل مقام بھی ہوسکتا ہے اور مؤخر بھی۔ اگر کسی کونماز تہجد کے وقت بیدار ہونے کا یقین ہوتو وہ نماز تہجد اور وتر تہجد کے وقت پڑھے گا۔

باب کی دوسری حدیث میں وتر سے مراد اس کا حقیقی معنیٰ "صلوٰۃ الوتر" ہے۔ اس معنیٰ کے اعتبار سے اس روایت کا مفہوم ہوگا جسے نماز تہجد کے لیے بیدار ہو جانے کا یقین ہوتو وہ نماز وتر نماز تہجد کے بعد ادا کرے اور جسے بیدار ہونے کا یقین نہ ہو، وہ سونے سے قبل نماز وتر ادا کرے۔ پھر وہ اگر نماز تہجد کے لیے بیدار ہوگیا تو فقط نماز تہجد پڑھے نماز وتر کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اس کے بعد دورکعت نوافل ادا کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوِتْرِ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَاٰخِرِهٖ

باب 4: رات کے ابتدائی حصے میں یا آخری حصے میں وتر ادا کرنا

419 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَصِينٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ سَاَلَ عَآئِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ اَوْتَرَ اَوَّلَهٗ وَاَوْسَطَهٗ وَاٰخِرَهٗ فَانْتَهٰى وِتْرُهٗ حِيْنَ مَاتَ اِلَى السَّحَرِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اَبُوْ حَصِينٍ اسْمُهٗ عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ الْاَسَدِيُّ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّجَابِرٍ وَّاَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَاَبِيْ قَتَادَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ الَّذِيْ اخْتَارَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْوِتْرُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ

◄► مسروق بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کی نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے جواب دیا: آپ ہر حصے میں وتر ادا کرلیتے تھے' آپ نے ابتدائی حصے میں بھی وتر ادا کیے ہیں درمیانی حصے میں بھی اور رات کے آخری حصے میں بھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح صادق کے قریب بھی وتر ادا کیے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوحصین نامی راوی کا نام عثمان بن عاصم اسدی ہے۔

اس بارے میں حضرت علی، حضرت جابر اور حضرت ابومسعود انصاری اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔

419- اخرجه البخاری (564/2): کتاب الوتر: باب: ساعات الوتر حدیث (996) ومسلم (3/72- الابی): کتاب صلاۃ المسافرین و قصرها باب: صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل وان الوتر رکعۃ وان الرکعۃ صلاۃ صحیحۃ حدیث (136 -137 -138 /745) وابو داؤد (455/1): کتاب الصلاۃ: باب: فی وقت الوتر حدیث (1435) والنسائی (230/3): کتاب: قیام اللیل وتطوع النھار: باب: وقت الوتر وابن ماجه (374/1) کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا: باب: ما جاء فی الوتر آخر اللیل حدیث (1185) واحمد (46/6 -100 -107 -129 -204) والدارمی (372/1): کتاب الصلاۃ: باب: ماجاء فی وقت الوتر والحمیدی (97/1) حدیث (188) من طریق مسروق عن عائشة فذکرہ۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔
بعض اہلِ علم نے اس بات کو اختیار کیا ہے: وتر رات کے آخری حصے میں ادا کیے جائیں۔

شرح

نماز وتر کے وقت کا مسئلہ

حدیث باب وتر سے مراد حقیقی معنیٰ "صلوٰۃ الوتر" ہے۔ "صلوٰۃ الوتر" کا وقت نماز عشاء کا ہے یعنی فراغت نماز عشاء سے لے کر طلوع صبح صادق تک ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ توسیع وقت ہے لیکن اس میں مسنون وقت کون سا ہے؟ اس کا جواب حدیث باب میں دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وتر اول وقت میں ادا فرمائی، میانہ وقت میں بھی اور آخری وقت بھی۔ البتہ حیات مبارکہ کے آخری سالوں میں آپ نے آخری وقت کا تعین فرمالیا تھا۔" حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عشاء کے وقت میں نماز وتر کسی بھی وقت ادا کیے جاسکتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب اوقات میں ادا فرمائے لیکن اول وقت کی بجائے دوسرے وقت میں ادا کرنا زیادہ فضیلت اور دوسرے وقت کی بجائے آخری وقت میں ادا کرنا اس سے بھی زیادہ فضیلت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی حیات مبارکہ کے آخری سالوں میں نماز وتر کے لیے آخری وقت کا تعین فرمانے کی وجہ مصروفیات میں بے پناہ اضافہ تھا۔ اسلام کی ترقی کے باعث کثیر تعداد میں وفود حاضر خدمت ہوتے، ان کی تعلیم وتربیت، قیام وطعام اور دیگر امور کے باعث مصروفیات میں اضافہ ہوگیا جبکہ دوسری طرف آپ کے بڑھاپے کا بھی آغاز ہو چکا تھا۔ جس وجہ سے آپ نے نماز وتر کے لیے آخری وقت کا تعین فرمالیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوِتْرِ بِسَبْعٍ

باب 5: وتر سات ہیں

420 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً فَلَمَّا كَبِرَ وَضَعُفَ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اُمِّ سَلَمَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى عَشْرَةَ وَتِسْعٍ وَّسَبْعٍ وَّخَمْسٍ وَّثَلَاثٍ وَّوَاحِدَةٍ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ مَعْنٰى مَا رُوِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثَ

420- اخرجه النسائی (237/3) : كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب : ذكر الاختلاف على حبيب بن ابی ثابت فی حديث ابن عباس فی الوتر ' و (243/3): باب: الوتر بثلاث عشرة ركعة ' واحمد فی مسنده (322/6) من طريق ابی معاوية ' عن الاعمش ' عن عمرو بن مرة ' عن يحيى بن الجزار عن ام سلمة ' فذكره ولفظ النسائی "......فلما كبر وضعف اوتر بتسع"

عَشْرَةَ قَالَ اِنَّمَا مَعْنَاهُ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ فَنُسِبَتْ صَلَاةُ اللَّيْلِ اِلَى الْوِتْرِ وَرَوٰى فِيْ ذٰلِكَ حَدِيْثًا عَنْ عَآئِشَةَ وَاحْتَجَّ بِمَا رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ

حدیث دیگر: اَوْتِرُوْا يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ قَالَ اِنَّمَا عَنٰى بِهٖ قِيَامَ اللَّيْلِ يَقُوْلُ اِنَّمَا قِيَامُ اللَّيْلِ عَلٰى اَصْحَابِ الْقُرْاٰنِ

◄► سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت وتر (سمیت) ادا کرتے تھے' جب آپ بوڑھے ہو گئے اور کمزور ہو گئے' تو آپ سات رکعت (وتر سمیت) ادا کرتے تھے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نقل کی گئی ہے: آپ وتر سمیت تیرہ رکعت ادا کرتے تھے' یا گیارہ رکعت ادا کرتے تھے' یا نو رکعت ادا کرتے تھے' یا سات ادا کرتے تھے' یا پانچ ادا کرتے تھے' یا تین ادا کرتے تھے' یا ایک ادا کرتے تھے۔

اسحٰق بن ابراہیم بیان کرتے ہیں: یہ بات جو روایت کی گئی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت وتر سمیت ادا کرتے تھے۔ اس کا مفہوم یہ ہے: آپ رات کے وقت تیرہ رکعت ادا کرتے تھے' جن میں سے ایک رکعت وتر ہوتی تھی' تو رات کی تمام نماز کو وتر کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

اس بارے میں ایک حدیث سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت منقول ہے: اہلِ قرآن! تم وتر ادا کیا کرو! اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

(اسحاق بن راہویہ) یہ فرماتے ہیں: اس سے مراد رات کے نوافل ہیں اور وہ یہ فرماتے ہیں: رات کے نوافل اصحاب قرآن (حفاظ یا اُمتِ محمد یہ مراد ہے) پر لازم کیے گئے ہیں۔

شرح

سات رکعت وتر کا مسئلہ

حدیث باب میں ''اوتر بسبع'' کے الفاظ قابل غور ہیں کیونکہ دوسری کتب احادیث میں ''اوتر بتسع'' کے الفاظ موجود ہیں۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اعتراف کر چکے ہیں وتر کی کم از کم رکعات نو اور زیادہ سے زیادہ سترہ ہیں۔ ممکن ہے کہ امام ترمذی سے سہو ہوا ہو یا کاتب کی غلطی ہو کہ ''بتسع'' سے ''بسبع'' ہو گیا۔ علاوہ ازیں کسی معتبر کتاب حدیث میں سات رکعت کا ذکر نہیں ہے۔ حدیث باب میں وتر سے مراد حقیقی وتر (صلوٰۃ الوتر) اور صلوٰۃ اللیل کا مجموعہ ہے۔ اس حدیث میں تیرہ رکعت وتر کا ذکر ہے' جس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) تین رکعت ''صلوٰۃ الوتر'' اور دس رکعت صلوٰۃ اللیل ہو۔ (۲) تین رکعت ''صلوٰۃ الوتر''، آٹھ رکعت صلوٰۃ اللیل ہو اور دو رکعت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے۔ (۳) تین رکعت ''صلوٰۃ الوتر''، آٹھ رکعت صلوٰۃ اللیل اور دو رکعت فجر کی سنت۔

حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حدیث باب میں ہے: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔'' اس سے مراد ہے ''صلوٰۃ اللیل'' کو ''صلوٰۃ الوتر'' سے ملا کر کل تیرہ رکعت ادا فرماتے تھے، کیونکہ بعض اوقات وتر کا اطلاق ''صلوٰۃ اللیل'' پر بھی ہوتا ہے۔ اس پر دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت ادا فرماتے: منھا الوتر رکعتا الفجر (الصحیح للمسلم) ان میں وتر اور فجر کی دوسنت شامل تھیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ''صلوٰۃ اللیل'' تیرہ رکعت نہیں بلکہ بعض صلوٰۃ اللیل، بعض ''صلوٰۃ الوتر'' اور فجر کی دوسنت بھی اس میں شامل ہیں۔ ان میں سے ''صلوٰۃ الوتر'' کی اہمیت کے پیش نظر صلوٰۃ اللیل اور فجر کی دونوں سنت کو تابع کرتے ہوئے سب کو ''صلوٰۃ الوتر'' کا نام دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوِتْرِ بِخَمْسٍ

باب 6: وتر پانچ ہوتے ہیں

421 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْكَوْسَجُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ لَّا يَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ مِّنْهُنَّ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الْوِتْرَ بِخَمْسٍ وَّقَالُوْا لَا يَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ مِّنْهُنَّ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَاَلْتُ اَبَا مُصْعَبٍ الْمَدِيْنِيَّ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِالتِّسْعِ وَالسَّبْعِ قُلْتُ كَيْفَ يُوْتِرُ بِالتِّسْعِ وَالسَّبْعِ قَالَ يُصَلِّيْ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُسَلِّمُ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی' جن میں سے آپ پانچ وتر ادا کرتے تھے۔ آپ ان کے درمیان میں نہیں بیٹھتے تھے' صرف آخر میں بیٹھا کرتے تھے' پھر جب مؤذن اذان دے دیتا تھا' تو آپ اٹھ کر دو مختصر رکعت ادا کر لیتے تھے۔ اس بارے میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک وتر پانچ ہیں: وہ حضرات فرماتے ہیں: ان کے دوران قعدہ نہیں کیا جائے گا' صرف آخر میں بیٹھا جائے گا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے ابومصعب مدینی سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا کہ نبی اکرم وتر میں (کبھی) نو اور (کبھی) سات رکعات ادا کرتے تھے' میں نے پوچھا: آدمی نو رکعت ادا کرے یا سات؟ انہوں نے فرمایا: آدمی دو' دو رکعات

کر کے وتر کی نماز ادا کرے اور ایک رکعت کے ذریعے انہیں طاق کر لے۔

شرح

پانچ رکعت وتر کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ

نماز وتر کی تعداد رکعت کتنی ہیں اور ان کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز وتر ایک رکعت سے لے کر تیرہ رکعات تک پڑھی جا سکتی ہیں۔ اس کے ادا کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں: (۱) تین یا پانچ یا سات یا نو یا تیرہ رکعات ''صلوٰۃ الوتر'' کی نیت سے ادا کی جائیں گی، درمیان میں قعدہ نہیں کیا جائے گا بلکہ بالکل آخر میں قعدہ کیا جائے گا۔ (۲) دو، دو رکعت الگ الگ سلام سے ادا کی جائیں گی اور آخر میں ایک رکعت ایک سلام سے پڑھی جائے گی۔ حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے طریقے کو جواز محمول کیا ہے جبکہ دوسرے طریقے کو افضل قرار دیا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر تین رکعات ہیں جو دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ تین رکعات سے کم یا زیادہ جائز نہیں ہیں۔ حدیث باب میں جو بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ''صلوٰۃ الوتر'' پانچ رکعات ادا فرماتے تو درمیان میں نہ بیٹھتے بلکہ آخر میں بیٹھتے تھے۔ آخر میں بیٹھنے سے قعدہ مراد نہیں بلکہ آرام وسکون کی غرض سے بیٹھا کرتے تھے۔ یہ پانچوں رکعات صرف وتر نہیں تھے بلکہ ان میں تین رکعات وتر اور آخر میں دو نوافل تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں بیٹھ کر ادا فرمایا کرتے تھے۔ دو رکعت نوافل کو ''صلوٰۃ الوتر'' کے تابع اور ان میں شامل کر کے حدیث میں وتر کی پانچ رکعات بیان کی گئی ہیں۔ حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت نماز تہجد پڑھ کر آرام فرما ہو جاتے اور لیٹ جاتے تھے۔ پھر آپ چار رکعت نماز تہجد ادا فرماتے اور آرام فرما ہو جاتے تھے۔ پھر آپ تین رکعات ''صلوٰۃ الوتر'' ادا کرتے اور آرام کیے بغیر بعد میں بیٹھ کر دو نوافل ادا کرتے پھر آرام فرما ہو جاتے تھے۔ بعد ازاں فجر کی اذان ہونے پر کھڑے ہو کر فجر کی دو سنت ادا کرتے تھے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پانچ رکعت کے بعد بیٹھنے سے مراد بطور قعدہ نہیں ہے بلکہ بطور آرام ہے جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے نماز کا آخری قعدہ مراد ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوِتْرِ بِثَلَاثٍ

باب 7: وتر تین رکعات ہیں

422 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَاُ فِيْهِنَّ بِتِسْعِ سُوَرٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ يَقْرَاُ فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِثَلَاثِ سُوَرٍ اٰخِرُهُنَّ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّعَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ اَیُّوْبَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْـزَی عَـنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ وَّيُرْوٰی اَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزَی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا رَوٰی بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اُبَیٍّ وَّذَكَرَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزَی عَنْ اُبَیٍّ

مذاہب فقہاء: قَـالَ اَبُـوْ عِيْسٰـی : وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْـرِهِـمْ اِلٰـی هٰـذَا وَرَاَوْا اَنْ يُّـوْتِـرَ الرَّجُلُ بِثَلَاثٍ قَالَ سُفْيَانُ اِنْ شِئْتَ اَوْتَرْتَ بِخَمْسٍ وَّاِنْ شِئْتَ اَوْتَرْتَ بِثَلَاثٍ وَّاِنْ شِـئْـتَ اَوْتَرْتَ بِرَكْعَةٍ قَالَ سُفْيَانُ وَالَّذِیْ اَسْتَحِبُّ اَنْ اُوْتِرَ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ وَّهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ

حَـدَّثَـنَـا سَـعِيْـدُ بْـنُ يَـعْقُوْبَ الطَّالَقَانِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ كَانُوْا يُوْتِرُوْنَ بِخَمْسٍ وَّبِثَلَاثٍ وَّبِرَكْعَةٍ وَّيَرَوْنَ كُلَّ ذٰلِكَ حَسَنًا

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا کیا کرتے تھے' آپ ان میں قصار مفصل سے تعلق رکھنے نو سورتیں تلاوت کیا کرتے تھے' آپ ہر رکعت میں تین سورتیں تلاوت کیا کرتے تھے' جن میں سب سے آخر میں سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور ایک روایت کے مطابق عبدالرحمٰن بن ابزی کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث منقول ہیں۔

بعض حضرات نے اسے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا' جبکہ بعض حضرات نے اسے عبدالرحمٰن بن ابزی کے حوالے سے' حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' اہلِ علم کی ایک جماعت نے اس بات کو اختیار کیا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک آدمی تین رکعت وتر ادا کرے گا۔

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو ایک رکعت وتر بھی ادا کر سکتے ہو۔

422- اخرجه مسلم (65/3- الابی): كتاب: صلاة المسافرين و قصرها: باب: صلاة الليل و عدد ركعات النبی صلی الله عليه وسلم فی الليل' وان الوتر ركعة وان الركعة صلاة صحيحة' حديث (123-737/124)' و ابو داؤد (425/1): كتاب الصلاة: باب: فی صلاة الليل حديث (1334)' و (432/1) حديث (1359)' والنسائی (240/3): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: كيف الوتر بخمس وذكر الاختلاف علی الحكم فی حديث الوتر' وابن ماجه (432/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فی كم يصلی باالليل' حديث (1359)' واحمد فی "مسنده" (50/6 -64 -123 -161 -205 -213 -230 -275)' والدارمی (371/1) كتاب الصلاة: باب: فی كم الوتر! والحميدی (99/1) حديث (195)' وابن خزيمة (140/2) حديث (1076 -1077) من طريق عروة بن الزبير عن عائشة' فذكره-

(۱)- اخرجه احمد فی "مسنده": (89/1)' و عبد بن حميد' ص: (52) حديث (68) من طريق ابی اسحق' عن الحارث عن علی' فذكره-

سفیان فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ بات مستحب ہے: آدمی تین رکعت وتر ادا کرے۔

ابن مبارک بھی اسی بات کے قائل ہیں اور اہلِ کوفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

محمد بن سیرین فرماتے ہیں: پہلے زمانے کے لوگ پانچ رکعت یا تین رکعت وتر ادا کیا کرتے تھے' اور وہ ان دونوں کو درست سمجھتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوِتْرِ بِرَكْعَةٍ

باب 8: ایک رکعت وتر ادا کرنا

423 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقُلْتُ اُطِيلُ فِيْ رَكْعَتَي الْفَجْرِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ وَّكَانَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ وَالْاَذَانُ فِيْ اُذُنِهٖ يَعْنِيْ يُخَفِّفُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَجَابِرٍ وَّالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ اَيُّوْبَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ رَاَوْا اَنْ يَّفْصِلَ الرَّجُلُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَالثَّالِثَةِ يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ وَّبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ انس بن سیرین بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: میں فجر کی دو رکعت سنت طویل ادا کیا کروں؟ تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز دو دو کر کے ادا کیا کرتے تھے' اور ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے۔ آپ صرف دو رکعت ادا کرتے تھے' جبکہ اذان آپ کے کانوں میں ہوتی تھی۔ (یعنی اذان کے فوراً بعد فجر کی سنتیں ادا کر لیتے تھے)

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین سے تعلق رکھنے والے' بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ ان حضرات کے نزدیک آدمی دو رکعت اور تیسری رکعت کے درمیان فصل کرے گا' اور ایک رکعت وتر ادا کرے گا۔

423- اخرجه البخاری (564/2): كتاب الوتر باب: ساعات الوتر' حديث (995)' ومسلم (81/3- الابی): كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب: صلاة الليل مثنى مثنى' والوتر ركعة من آخر الليل' حديث (157 -158 /749)' وابن ماجه (262/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب ماجاء في الركعتين قبل الفجر' حديث (1144) و (371/1): باب: ماجاء في الوتر بركعة' حديث (1174)' و (418/1): باب ماجاء في صلاة الليل ركعتين حديث (1318)' واحمد (88/2 -126)' وابن خزيمة (139/2) حديث (1073)' و (162/2) حديث (1112) من طريق انس بن سيرين عن ابن عمر' فذكره-

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَا يُقْرَأُ بِهٖ فِي الْوِتْرِ

باب 9: وتر کی نماز میں کیا تلاوت کیا جائے؟

424 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فِي رَكْعَةٍ رَكْعَةٍ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَآئِشَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّيُرْوٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیثِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ فِي الْوِتْرِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالَّذِي اخْتَارَهٗ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اَنْ يَّقْرَاَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَقْرَاُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مِّنْ ذٰلِكَ بِسُوْرَةٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں سورۂ اعلیٰ، سورہ کافرون اور سورہ اخلاص ایک' ایک رکعت میں ادا کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، عبدالرحمٰن بن ابزیٰ کے حوالے سے' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات بھی منقول ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تیسری رکعت میں معوذتین اور سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

اکثر اہلِ علم' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے تعلق رکھتے ہیں اور بعد کے طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے: نمازی، سورہ الاعلیٰ، سورہ کافرون اور سورہ اخلاص کی ایک' ایک رکعت میں تلاوت کرے۔

425 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيُّ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ

424- اخرجه النسائی (236/3): کتاب قیام اللیل و تطوع النهار: باب: ذکر الاختلاف علی ابی اسحق فی حدیث سعید بن جبیر علی ابن عباس فی الوتر' وابن ماجه (371/1): کتاب اقامة السنة والصلاة فیها: باب: ماجاء فیما یقرا فی الوتر' حدیث (1172) واحمد فی مسنده: (299/1 -300-316 -372) والدارمی (372/1): کتاب الصلاة: باب: القراءة فی الوتر' من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس' فذکره-

متنِ حدیث: سَاَلْنَا عَآئِشَةَ بِاَیِّ شَیْءٍ کَانَ یُوتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ یَقْرَاُ فِی الْاُوْلٰی بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ بِقُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّالْمُعَوِّذَتَیْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

توضیحِ راوی: قَالَ وَعَبْدُ الْعَزِیْزِ هٰذَا هُوَ وَالِدُ ابْنِ جُرَیْجٍ صَاحِبِ عَطَاءٍ وَّابْنُ جُرَیْجٍ اسْمُهٗ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ جُرَیْجٍ

اسنادِ دیگر: وَّقَدْ رَوٰی یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ الْاَنْصَارِیُّ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ عبدالعزیز بن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں کیا پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: آپ پہلی رکعت میں سورہ الاعلیٰ پڑھتے تھے۔ دوسری میں سورہ کافرون پڑھتے تھے اور تیسری میں سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

عبدالعزیز نامی راوی ابن جریج کے والد ہیں اور عطا کے ساتھی ہیں۔

ابن جریج نامی راوی کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہے۔ یحییٰ بن سعید انصاری نے اس روایت کو عمرہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

شرح

تین رکعات وتر میں قرأت اور تعداد وتر میں مذاہب آئمہ

سنن مؤکدہ، سنن غیر مؤکدہ اور نوافل کی ہر رکعت کی ''صلوٰۃ الوتر'' کی بھی ہر رکعت میں قرأت فرض ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ وتر تین رکعات ادا فرمائی اور اس میں قرأت بھی فرمائی۔ اس کی ہر رکعت میں مسنون قرأت کچھ اس طرح ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ تکاثر، سورہ قدر اور سورہ زلزال پڑھنا مسنون ہے۔ دوسری رکعت میں سورہ عصر، سورہ کوثر اور سورہ نصر کی قرأت مسنون ہے۔ تیسری رکعت میں سورہ کافرون، سورہ لہب اور سورہ اخلاص کی قرأت مسنون ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''صلوٰۃ الوتر'' تین رکعات ہیں جو دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ زیر بحث حدیث آپ کی دلیل ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل وتر ایک رکعت ہے جو ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جبکہ باقی دو رکعت تہجد کی ہیں۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ

425- اخرجه ابو داؤد (451/1): کتاب الصلاۃ باب: مایقرا فی الوتر' وابن ماجه (370/1) کتاب: اقامة الصلاۃ والسنة فیها: باب: ماجاء فیما یقرا فی الوتر' حدیث (1173)' واحمد فی "مسنده": (227/6) من طریق محمد بن سلمة الحرانی عن خصیف عن عبدالعزیز بن جریج' عن عائشة فذکره-

کے نزدیک ''صلوٰۃ الوتر'' تین رکعات ہے جو دو تشہد اور دو سلام سے پڑھی جاتی ہے۔

آئندہ باب کی حدیث باب میں جو ایک رکعت نماز وتر کا ذکر ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کا مفہوم سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ''صلوٰۃ اللیل'' دو، دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ جب طلوع صبح صادق کا وقت قریب آتا تو آخری دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ ایک رکعت مزید ساتھ ملا کر تین رکعت بنا لیتے تھے۔ پہلی دو، دو رکعت ''صلوٰۃ اللیل'' ہوتی تھی جب آخری تین رکعات ''صلوٰۃ الوتر'' ہوتی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ''مثنیٰ مثنیٰ'' فرما رہے ہیں' جس سے مراد ہے ''صلوٰۃ اللیل'' دو، دو رکعت کر کے پڑھی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ

باب 10: وتر میں دعائے قنوت پڑھنا

426 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنْ اَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

متنِ حدیث: عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِي الْوِتْرِ اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ وَاسْمُهُ رَبِيْعَةُ بْنُ شَيْبَانَ وَلَا نَعْرِفُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ هٰذَا

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ فَرَاٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ الْقُنُوْتَ فِي الْوِتْرِ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا وَاخْتَارَ الْقُنُوْتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَاِسْحٰقُ وَاَهْلُ الْكُوْفَةِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ اِلَّا فِي النِّصْفِ الْاٰخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَكَانَ يَقْنُتُ بَعْدَ الرُّكُوْعِ وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ

◄► امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ کلمات سکھائے تھے' جو میں وتر کی نماز میں پڑھتا

426- اخرجه ابو داؤد (452/1): كتاب الصلاة: باب: القنوت في الوتر' حديث (1425 -1426) والنسائي (248/3): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: الدعاء في الوتر' وابن ماجه (372/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في القنوت في الوتر' حديث (1178)' واحمد (199/1 -200) و(200/5)' والدارمي 373/1): كتاب الصلاة: باب: الدعاء في القنوت' وابن خزيمة (151/2) حديث (1095-1096) من طريق بريد بن ابي مريم عن ابي الحوراء السعدي' عن الحسن بن علي' فذكره-

ہوں (وہ یہ ہیں)

''اے اللہ! مجھے بھی ان لوگوں کے ہمراہ ہدایت عطا کر' جنہیں تو نے ہدایت عطا کی ہے' اور ان لوگوں کے ہمراہ عافیت عطا کر! جنہیں تو نے عافیت عطا کی ہے' اور مجھے بھی ان لوگوں کے ہمراہ دوست بنا لے' جنہیں تو نے دوست بنایا ہے' اور تو نے جو مجھے عطا کیا ہے۔ اس میں مجھے برکت عطا فرما اور تو نے جو فیصلہ کیا ہے۔ اس کے شر سے مجھے بچا' بے شک تو ہی فیصلہ کرتا ہے' تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جا سکتا' جس کا تو دوست ہو' وہ ذلیل نہیں ہو سکتا' تو برکت والا ہے۔ ہمارے پروردگار تو بلند و برتر ہے۔''

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو ابوحوراء سعدی سے منقول ہے۔ ان کا نام ربیعہ بن شیبان ہے۔

دعائے قنوت کے بارے میں اس حدیث سے زیادہ مستند ہمیں کسی اور روایت کا علم نہیں ہے' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔

وتر میں دعائے قنوت پڑھنے کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وتر کی نماز میں سارا سال دعائے قنوت پڑھی جائے گی۔ انہوں نے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنے کو اختیار کیا ہے۔

بعض اہلِ علم بھی اسی بات کے قائل ہیں: سفیان ثوری، ابن مبارک اسحٰق اور اہلِ کوفہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ رمضان کے آخری نصف حصے میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے' اور وہ بھی رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

بعض اہلِ علم نے اس کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

''صلوٰۃ الوتر'' کے حوالے سے تین اہم مسائل کی وضاحت

''صلوٰۃ الوتر'' سے متعلق تین اہم مسائل کی توضیح ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

قنوت کا مفہوم: لفظ ''قنوت'' سے مراد دعا ہے۔ نماز وتر کی آخری رکعت میں کوئی بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے، کسی دعا کا متعین کرنا ضروری نہیں ہے۔ مشہور دو دعائیں ہیں: ایک وہ دعا ہے جو احناف پڑھتے ہیں: اللھم انا نستعینك و نستغفرك و نؤمن بك الخ۔ دوسری دعا حدیث باب میں مذکور ہے' جسے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ پڑھنے کے قائل ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے خواہ وہ طویل ہو یا مختصر۔

دعاء قنوت کے زمانہ میں مذاہب: سوال یہ ہے کہ کیا دعا قنوت صرف رمضان المبارک کے مہینہ میں پڑھی جائے گی یا پورا سال؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول راجح اور ایک روایت حضرت امام شافعی رحمہ

اللہ تعالیٰ کے مطابق ''صلوٰۃ الوتر'' میں دعا قنوت پورا سال پڑھی جائے گی۔

۲-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دعا قنوت صرف رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں پڑھی جائے جبکہ باقی گیارہ مہینوں میں نہیں پڑھی جائے گی۔

۳-حضرت امام احمد بن حنبل کے ایک قول اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے راجح مؤقف کے مطابق ''صلوٰۃ الوتر'' میں دعا قنوت رمضان المبارک کی سولہ تاریخ سے لے کر تا ختم رمضان پڑھی جائے گی جبکہ باقی ساڑھے گیارہ مہینے نہیں پڑھی جائے گی۔

محل دعا قنوت میں مذاہب آئمہ: سوال یہ ہے کہ دعا قنوت کب پڑھی جائے گی؟ اس میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دعا قنوت کا محل ''صلوٰۃ الوتر'' کی آخری رکعت میں رکوع جانے سے قبل ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل سے استدلال کیا ہے، کیونکہ وہ نماز وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے قبل دعا قنوت پڑھتے تھے۔

۲-حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا قنوت کا محل رکوع کے بعد قومہ ہے یعنی قومہ میں دعا قنوت پڑھی جائے گی۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معمول سے استدلال کیا ہے، کیونکہ وہ صرف رمضان المبارک کے آخری پندرہ ایام میں ''صلوٰۃ الوتر'' کی آخری رکعت کے قومہ میں دعا قنوت پڑھا کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَنَامُ عَنِ الْوِتْرِ اَوْ يَنْسَاهُ

باب 11: جو شخص وتر پڑھنے سے پہلے سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے

427 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ نَّامَ عَنِ الْوِتْرِ اَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَ وَاِذَا اسْتَيْقَظَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص وتر پڑھنے سے پہلے سو جائے یا وتر ادا کرنا بھول جائے، تو جب اسے یاد آئے یا جب وہ بیدار ہو، تو انہیں ادا کرلے۔

428 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ

427- اخرجه ابو داؤد (454/1): كتاب الصلاة: باب: في الدعاء بعد الوتر، حديث (1431)، وابن ماجه (375/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب من نام عن وتر او نسيه، حديث (1188)، واحمد في مسنده (31/1-44) من طريق زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابي سعيد الخدري فذكره-

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَّامَ عَنْ وِتْرِهٖ فَلْیُصَلِّ اِذَا اَصْبَحَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِیْثِ الْاَوَّلِ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: سَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ السِّجْزِیَّ یَعْنِیْ سُلَیْمَانَ بْنَ الْاَشْعَثِ یَقُوْلُ سَاَلْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ فَقَالَ اَخُوْهُ عَبْدُ اللّٰهِ لَا بَاْسَ بِهٖ

قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا یَذْکُرُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ ضَعَّفَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ ثِقَةٌ

مذاہب فقہاء: قَالَ وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْکُوْفَةِ اِلٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ فَقَالُوْا یُوْتِرُ الرَّجُلُ اِذَا ذَکَرَ وَاِنْ کَانَ بَعْدَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَبِهٖ یَقُوْلُ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ

◄► عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص وتر پڑھنے سے پہلے سو جائے' تو صبح کے وقت انہیں ادا کرلے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند روایت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے ابوداؤد سجزی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: امام ترمذی کی مراد سلیمان اشعث (یعنی سنن ابوداؤد کے مصنف) ہیں وہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا: ان کے بھائی عبداللہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو علی بن عبداللہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہوئے سنا ہے: انہوں نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کو ضعیف قرار دیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن زید بن اسلم ثقہ ہیں۔

بعض اہلِ کوفہ نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جب آدمی کو یاد آجائے' تو وہ وتر کی نماز ادا کرلے' اگرچہ سورج طلوع ہو چکا ہو۔

سفیان ثوری نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

نیند یا بھول سے ''صلوٰۃ الوتر'' چھوٹ جانے کا حکم

تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ سونے سے یا بھول کر یا سہواً ''صلوٰۃ الوتر'' چھوٹ جائے، تو اس کی قضاء واجب ہے۔ یہی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کہ ''صلوٰۃ الوتر'' واجب ہے، کی دلیل ہے۔ البتہ اس بات میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے کہ اس کی قضاء کا وقت کب تک ہے؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''صلوٰۃ الوتر'' کی قضاء کا

وقت فرائض کی طرح تاحیات ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ اس کی قضاء کا وقت فرائض فجر کی ادائیگی تک ہے۔ فجر کے فرائض پڑھنے سے اس کی قضاء کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مُبَادَرَةِ الصُّبْحِ بِالْوِتْرِ

باب 12: صبح صادق ہونے سے پہلے وتر ادا کر لینا

429 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِیْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صبح صادق ہونے سے پہلے وتر ادا کر لیا کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

430 سندِحدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوا

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صبح صادق ہو جانے سے پہلے وتر ادا کرلو۔

431 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالْوِتْرُ

429– اخرجه ابو داؤد (456/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة: باب: في وقت الوتر' حديث (1436)' واحمد في "مسنده" : (37/2)' وابن خزيمة (146/2) حديث (1087) من طريق يحيى بن زكريا' هو ابن ابي زائدة' قال حدثني عبيدالله بن عمر' عن نافع' عن ابن عمر' فذكره۔

430– اخرجه مسلم (83/3- الابي): كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب صلاة الليل مثنى مثنى' والوتر ركعة من آخر الليل' حديث (160-754/161)' والنسائي (231/3): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب : الامر بالوتر قبل الصبح' وابن ماجه (375/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: من نام عن وتر او نسيه' حديث (1189)' واحمد (4/3 -13 -35 -37-71)' والدارمي (372/1)' كتاب الصلاة باب: ماجاء في وقت الوتر' وابن خزيمة (147/2) حديث (1089) من طريق يحيى بن ابي كثير' عن ابي نضرة عن ابي سعيد الخدري' فذكره۔

431– اخرجه احمد (149/2) وابن خزيمة (148/2) حديث (1091) من طريق ابن جريج قال: حدثني سليمان بن موسى' قال حدثنا نافع' عن ابن عمر' فذكره۔

فَاَوْتِرُوْا قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى قَدْ تَفَرَّدَ بِهٖ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ

حدیثِ دیگر: وَرُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا وِتْرَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ لَا يَرَوْنَ الْوِتْرَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب صبح صادق ہو جائے تو رات کی نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور وتر کا وقت بھی ختم ہو جاتا ہے تو تم صبح صادق ہونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سلیمان بن موسیٰ نامی راوی نے اس روایت کو ان لفظوں میں نقل کرنے میں تفرد کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی منقول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صبح کی نماز کے بعد وتر نہیں ہوتے۔

کئی اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد، امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ ان کے نزدیک صبح کی نماز کے بعد وتر ادا نہیں کیے جا سکتے۔

شرح

احادیث باب کا مفہوم

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ باب کی احادیث ثلاثہ میں یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ صبح سے قبل تم ''صلوٰۃ الوتر'' ادا کر لو۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے احادیث ثلاثہ کا مفہوم یہ سمجھا ہے نماز وتر کا وقت صبح صادق سے قبل تک ہے۔ طلوع صبح صادق ہوتے ہی نماز وتر کا وقت ادا ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس کی قضاء کی جائے گی جس کا وقت قضاء فرائض کی طرح تا حیات ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک احادیث ثلاثہ کا مفہوم یہ ہے کہ ''صلوٰۃ الوتر'' کا وقت نماز فجر سے قبل تک ہے۔ نماز فجر پڑھ لی تو ''صلوٰۃ الوتر'' کا وقت ختم ہو جائے گا اور بعد میں اس کی قضاء نہیں ہو سکتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''صبح'' سے مراد صبح صادق ہے جبکہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ''صبح'' سے مراد نماز فجر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا وِتْرَانِ فِىْ لَيْلَةٍ

باب 13: ایک رات میں دو مرتبہ وتر ادا نہیں کیے جا سکتے

432 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَا وِتْرَانِ فِىْ لَيْلَةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

مذاہب فقہاء: وَّاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِی الَّذِیْ یُوْتِرُ مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ ثُمَّ یَقُوْمُ مِنْ اٰخِرِهٖ فَرَاٰی بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ نَقْضَ الْوِتْرِ وَقَالُوْا یُضِیفُ اِلَیْهَا رَكْعَةً وَّیُصَلِّی مَا بَدَا لَهٗ ثُمَّ یُوْتِرُ فِیْ اٰخِرِ صَلَاتِهٖ لِاَنَّهٗ لَا وِتْرَانِ فِیْ لَیْلَةٍ وَّهُوَ الَّذِیْ ذَهَبَ اِلَیْهِ اِسْحٰقُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِهِمْ اِذَا اَوْتَرَ مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ یُصَلِّی مَا بَدَا لَهٗ وَلَا یَنْقُضُ وِتْرَهٗ وَیَدَعُ وِتْرَهٗ عَلٰی مَا كَانَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِیِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَاَحْمَدَ وَهٰذَا اَصَحُّ

حدیث دیگر: لِاَنَّهٗ قَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صَلّٰی بَعْدَ الْوِتْرِ

◆◆ قیس بن طلق اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک رات میں دو مرتبہ وتر ادا نہیں کیے جا سکتے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اہل علم نے اس شخص کے بارے میں اختلاف کیا ہے' جو رات کے ابتدائی حصے میں وتر ادا کر لیتا ہے' اور پھر وہ آخری حصے میں نوافل ادا کرتا ہے۔

بعض اہل علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور بعد کے طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے: وہ وتر کو توڑ دے گا (یعنی پہلے جو وتر ادا کیے تھے) ان کے ساتھ ایک رکعت اور ملا کر (انہیں جفت کر لے گا) پھر وہ جتنی مناسب سمجھے گا۔ اتنے ہی نفل ادا کر لے گا' پھر اپنی نماز کے آخر میں وتر ادا کر لے گا' کیونکہ ایک ہی رات میں دو مرتبہ وتر ادا نہیں کیے جا سکتے۔ یہ وہ موقف ہے' جس کو اسحق نے اختیار کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' بعض دیگر اہل علم نے یہ رائے اختیار کی ہے: جب آدمی رات کے ابتدائی حصے میں وتر ادا کرنے کے بعد سو جائے اور پھر رات کے آخری حصے میں بھی بیدار ہو جائے' تو وہ جتنا مناسب سمجھے نوافل ادا کرتا رہے' لیکن وہ اپنے وتروں کو نہیں توڑے گا۔ اپنے وتروں کو ویسے ہی رہنے دے گا' جیسے وہ پہلے تھے۔

سفیان ثوری، مالک بن انس، شافعی، ابن مبارک اہل کوفہ اور امام احمد کی یہی رائے ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ بات زیادہ مستند ہے' کیونکہ دیگر حوالوں سے یہ بات منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے وتر ادا کرنے کے بعد بھی نوافل ادا کیے تھے۔

433 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ مُوْسَی الْمَرَئِیِّ عَنْ

432- اخرجه ابو داؤد (456/1): كتاب الصلاة: باب: فی نقض الوتر حدیث (1439) والنسائی (229/3): كتاب قیام اللیل وتطوع النهار: باب: نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن الوترین فی لیلة واحمد (23/4) وابن خزیمة (156/2) حدیث (1101) من طریق قیس بن طلق بن علی عن ابیه فذكره۔

الْحَسَنِ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ وَعَائِشَةَ وَغَيْرِ وَاحِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄◄ سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

اس کی مانند روایت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کی ہے۔

شرح

ایک رات میں دو وتر نہ ہونے کا مسئلہ

حدیث باب کا مفہوم پیچیدہ ہونے کی وجہ سے اس کے سمجھنے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ نقض وتر جائز ہے یا نہیں؟ نقض وتر کا مطلب یہ ہے کہ احتیاط کی بنیاد پر ایک شخص سونے سے قبل نماز وتر پڑھ کر سو یا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے صلوٰۃ اللیل کے لیے وہ بیدار ہو گیا۔ اس نے ایک رکعت پڑھ کر سونے سے قبل پڑھے ہوئے وتر کے ساتھ ملا دی تاکہ وہ شفع میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ نماز تہجد پڑھے اور آخر میں وتر پڑھے؟ جمہور آئمہ فقہ کا مؤقف ہے کہ نقض وتر جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔

حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نقض وتر جائز ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے: اجعلوا اخر صلٰوتکم باللیل وتراً (الصحیح للبخاری، جلد اوّل ص ۱۳۶) (تم اپنی صلوٰۃ اللیل کے آخر میں وتر ادا کرو) لہٰذا نقض وتر جائز قرار دے کر اس روایت پر عمل کیا جائے گا۔ جمہور آئمہ کی طرف سے امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس میں امر وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب و جواز پر محمول ہے۔ حضرت ابوامامہ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات سے بھی اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

باب کی دوسری حدیث پر عمل کرنے کے لیے "صلوٰۃ اللیل" کے آخر میں دو نوافل ادا کیے جائیں گے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں نوافل بیٹھ کر ادا فرمایا کرتے تھے۔ یہ دو نوافل نہ واجب ہیں اور سنن مؤکدہ ہیں بلکہ مستحب ہیں۔ سنن غیر مؤکدہ اور نوافل پڑھنے کا مقصد فرائض و واجبات کے نقائص کو ختم کر کے انہیں کامل و اکمل بنانا ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوِتْرِ عَلَى الرَّاحِلَةِ

باب 14: سواری پر وتر ادا کرنا

433- اخرجه ابن ماجه (1/377): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب ماجاء في الركعتين بعد الوتر جالساً حديث (1195) واحمد (6/298) من طريق حماد بن مسعدة قال: حدثنا ميمون بن موسىٰ المرئي عن الحسن عن امه عن ام سلمة فذكره-

434 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ اَمْشِى مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِىْ سَفَرٍ فَتَخَلَّفْتُ عَنْهُ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ اَوْتَرْتُ فَقَالَ اَلَيْسَ لَكَ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِلٰى هٰذَا وَرَاَوْا اَنْ يُّوْتِرَ الرَّجُلُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِىُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يُوْتِرُ الرَّجُلُ عَلَى الرَّاحِلَةِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ نَزَلَ فَاَوْتَرَ عَلَى الْاَرْضِ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ سعید بن یسار بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھا' میں ان سے پیچھے رہ گیا (جب ان سے آ کر ملا) انہوں نے دریافت کیا: تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے کہا: میں وتر ادا کر رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا: کیا تمہارے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کار میں اسوۂ حسنہ نہیں ہے؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر ہی وتر ادا کر لیتے تھے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس بات کو اختیار کیا ہے' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک آدمی سواری پر وتر کی نماز ادا کر سکتا ہے۔

امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک آدمی سواری پر نماز ادا نہیں کر سکتا' جب اس نے وتر ادا کرنے ہوں گے' تو سواری سے نیچے اتر کر زمین پر وتر ادا کرے گا۔ بعض اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

سواری پر وتر پڑھنے میں مذاہب آئمہ

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سنن مؤکدہ، سنن غیر مؤکدہ اور نوافل سواری پر پڑھے جا سکتے ہیں۔ البتہ اس مسئلہ میں

434- اخرجه البخاری (566/2): كتاب الوتر: باب: الوتر على الدابة' حديث (999) و مسلم (210/3- الابي): كتاب صلاة المسافرين و قصرها باب: جواز صلاة النافلة على الدابة في السفر حيث توجهت حديث (700/36)' والنسائي (232/3): كتاب قيام الليل تطوع النهار: باب: الوتر على الراحلة' وابن ماجه (379/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في الوتر على الراحلة' حديث (1200) من طريق سعيد بن يسار عن ابن عمر' فذكره-

اختلاف ہے کہ "صلوٰۃ الوتر" بھی سواری پر جائز ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فرائض کی طرح نماز وتر بھی سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ فرائض اور "صلوٰۃ الوتر" دونوں کی عملاً حیثیت یکساں ہے۔

۲۔ حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سنن ونوافل کی طرح نماز وتر بھی سواری پر جائز ہے، کیونکہ نماز وتر اور سنن ونوافل کا حکم یکساں ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز وتر ادا کرتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (راوی) کا عمل اس کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز تہجد سواری پر ادا کرتے اور وتر ادا کرنے کے لیے نیچے زمین پر اتر آتے تھے۔ پھر یوں بیان کرتے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کیا کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار، جلداوّل ص ۲۰۸)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدیث باب میں "صلوٰۃ الوتر" سے مراد صلوٰۃ اللیل مع الوتر ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک "صلوٰۃ الوتر" اپنے حقیقی معنیٰ میں ہے۔ احناف کے ہاں اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سعید بن یسار رضی اللہ عنہ کو بطور وصیت فرمایا: تم تہجد سواری پر پڑھ سکتے ہو کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد سواری پر ادا فرماتے تھے لیکن وتر ادا کرنے کے لیے سواری سے نیچے زمین پر اتر آیا کرو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل سے بھی اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَلَاةِ الضُّحٰى

باب 15: چاشت کی نماز

435 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسٰى بْنُ فُلَانِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَمِّهٖ ثُمَامَةَ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ صَلَّى الضُّحٰى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ قَصْرًا مِّنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَنُعَيْمِ بْنِ هَمَّارٍ وَّاَبِيْ ذَرٍّ وَّعَائِشَةَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ وَابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

435- اخرجه ابن ماجه (1/439): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في صلاة الضحى، حديث (1380) من طريق محمد ابن اسحق، عبد موسى بن انس (كذا في رواية ابن ماجه) عن ثمامة بن انس بن مالك، عن انس بن مالك، فذكره، وفي رواية المصنف: قال ابن اسحق: حدثني موسى بن فلان بن انس، عن ثمامة بن انس بن مالك، عن انس بن مالك، فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص چاشت کے وقت بارہ رکعت ادا کرلے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔

اس بارے میں سیّدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

436 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى قَالَ

متن حدیث: مَا اَخْبَرَنِىْ اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الضُّحٰى اِلَّا اُمُّ هَانِئٍ فَاِنَّهَا حَدَّثَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مَا رَاَيْتُهٗ صَلّٰى صَلَاةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَّكَاَنَّ اَحْمَدَ رَاٰى اَصَحَّ شَىْءٍ فِىْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثَ اُمِّ هَانِئٍ وَّاخْتَلَفُوْا فِىْ نُعَيْمٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نُعَيْمُ بْنُ خَمَّارٍ وقَالَ بَعْضُهُمْ ابْنُ هَمَّارٍ وَّيُقَالُ ابْنُ هَبَّارٍ وَّيُقَالُ ابْنُ هَمَّامٍ وَّالصَّحِيْحُ ابْنُ هَمَّارٍ وَّاَبُوْ نُعَيْمٍ وَّهِمَ فِيْهِ فَقَالَ ابْنُ حِمَازٍ وَّاَخْطَاَ فِيْهِ ثُمَّ تَرَكَ فَقَالَ نُعَيْمٌ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَخْبَرَنِىْ بِذٰلِكَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِىْ نُعَيْمٍ

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں: مجھے کبھی کسی نے یہ بات نہیں بتائی کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ صرف سیّدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے یہ بات بتائی۔ انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے ہاں تشریف لائے۔ آپ نے غسل کیا' پھر آپ نے آٹھ رکعت ادا کیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ مختصر نماز ادا کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا' تاہم آپ نے رکوع اور سجود مکمل ادا کیے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس بارے میں سب سے زیادہ مستند روایت وہی ہے جو سیّدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

محدثین نے نعیم نامی راوی کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض حضرات نے ان کا نام نعیم بن خمار بیان کیا ہے۔ بعض حضرات نے ابن ہمار بیان کیا ہے۔ بعض نے ابن ہبار کیا ہے' بعض نے ابن ہمام بیان کیا ہے۔ صحیح قول ابن ہمار ہے۔

ابونعیم نامی راوی کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ انہوں نے ابن خماز کہا ہے اور اس میں غلطی کی ہے پھر انہوں نے اسے ترک کردیا اور بولے: نعیم نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: عبد بن حمید نے ابونعیم کے حوالے سے مجھے یہ بات بتائی ہے۔

437 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ السِّمْنَانِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ اَوْ اَبِىْ ذَرٍّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ ابْنَ اٰدَمَ ارْكَعْ لِىْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ اَكْفِكَ اٰخِرَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اے ابن آدم! تم میرے لیے چار رکعت دن کے ابتدائی حصے میں ادا کرو۔ میں دن کے آخری حصے تک تمہارے لیے کفایت کروں گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

438 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ عَنْ شَدَّادٍ اَبِىْ عَمَّارٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ حَافَظَ عَلٰى شُفْعَةِ الضُّحٰى غُفِرَ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى وَكِيْعٌ وَّالنَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ نَّهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ وَّلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص چاشت کے جفت نوافل کو باقاعدگی سے ادا کرتا رہے گا اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔ اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کی مانند ہوں۔

وکیع اور نضر بن شمیل کے علاوہ دیگر ائمہ نے اس حدیث کو نہاس بن قہم کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور ہم اسے صرف اسی حوالے سے پہچانتے ہیں۔

439 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ عَنْ

438- اخرجه ابن ماجه (440/1)؛ كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها؛ باب: ما جاء فى صلاة الضحى' حديث (1382)' واحمد فى "مسنده": (443/2 - 497 - 499) وعبد بن حميد ص (416) حديث (1422) من طريق نهاس بن قهم' عن شداد ابى عمار' عن ابى هريرة به-

439- اخرجه احمد فى "مسنده": (3/21-36) وعبد بن حميد' ص (280) حديث (891) من طريق فضيل بن مرزوق عن عطية العوفى عن ابى سعيد الخدرى فذكره-

عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متن حدیث: كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الضُّحٰى حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَدَعُ وَيَدَعُهَا حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُصَلِّى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' (بعض اوقات) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز (اتنی باقاعدگی کے ساتھ) ادا کیا کرتے تھے۔ کہ ہم یہ سمجھتے تھے' اب آپ اسے ترک نہیں کریں گے' پھر آپ اسے ترک کردیتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم یہ سمجھتے تھے' اب آپ اسے ادا نہیں کریں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

نماز اشراق وچاشت کی فضیلت، تعداد رکعات اور طریقہ ادائیگی

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کے تحت پانچ احادیث کی تخریج فرمائی ہے جن میں نماز اشراق و چاشت کی فضیلت اور تعداد رکعات وغیرہ امور بیان کیے ہیں' جس کی تفصیل ذرج ذیل ہے:

نماز اشراق وچاشت کی فضیلت: نوافل ادا کرنے سے بندہ کو قرب الٰہی کی دولت حاصل ہوتی ہے اور جنت میں گھر بنایا جاتا ہے۔(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بارہ رکعت نماز چاشت ادا کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا گھر بنائے گا۔ (۲) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان یوں بیان فرمایا: اے اولاد آدم! تم دن کے ابتدائی حصہ میں میرے لیے چار رکعت ادا کرو، تو میں تمہارے لیے دن کے آخری حصہ تک کفایت کروں گا۔ (۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چاشت کی دو رکعت ادا کرنے کا (مستقل) اہتمام کیا اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

نماز اشراق وچاشت کی تعداد رکعات: جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک نماز اشراق وچاشت دونوں ایک نماز کے نام ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتب فقہ میں ان کو الگ الگ بیان نہیں کیا گیا۔ البتہ بعض فقہاء کے نزدیک ان دونوں کے درمیان لطیف سا فرق بھی کیا گیا ہے۔ نماز اشراق: یہ وہ نفلی نماز ہے جو طلوع آفتاب کے بعد فوراً پڑھی جائے۔ یہ نماز کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ چار رکعت ہے۔ نماز چاشت: یہ وہ نفلی نماز ہے جو دن کے نو بجے سے لے کر گیارہ بجے (زوال سے قبل) تک پڑھی جاتی ہے۔ اس کی کم از کم آٹھ رکعات اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات ہیں۔

ادا کرنے کا طریقہ: نماز اشراق اور نماز چاشت وغیرہ نوافل درحقیقت دو، دو رکعت ہوتے ہیں جو ایک تشہد، ایک قعدہ اور ایک سلام کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ نوافل ادا کرنے کا یہی طریقہ افضل ہے۔ اگر بیک وقت چار رکعت ایک سلام کے ساتھ

پڑھے جائیں، تب بھی جائز ہے مگر اس کے قعدہ اولیٰ میں بھی تشہد، درود اور دعائیں پڑھی جائیں گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الزَّوَالِ

باب 16: زوال کے وقت نماز ادا کرنا

440 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ اَبِي الْوَضَّاحِ هُوَ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْمُؤَدِّبُ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَاُحِبُّ اَنْ يَّصْعَدَ لِي فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ اَيُّوْبَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الزَّوَالِ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھل جانے کے بعد اور ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: یہ وہ گھڑی ہے' جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ مجھے یہ بات پسند ہے اس میں میری طرف سے نیک عمل اوپر جائے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات بھی منقول ہے: آپ زوال کے بعد جو چار رکعت ادا کرتے تھے۔ ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

شرح

صلوٰۃ زوال کی فضیلت اور اس کا طریقہ

شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں کچھ اوقات ایسے ہیں جن میں روحانیت کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور ان میں کی جانے والی عبادت فوراً درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے۔ ان اوقات میں سے ایک نصف النہار یعنی زوال کے بعد کا وقت ہے۔ اس وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے تاکہ آپ کے اعمال

440- اخرجه احمد فی "مسنده" (411/3) من طريق محمد بن مسلم بن ابی الوضاح- ابی سعید المودب- عن عبدالكريم الجزری عن مجاهد عن عبدالله بن السائب' فذكره-

صالحہ درجہ قبولیت میں پہنچ جائیں۔ آسمان کے دروازے کھلنے کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(۱) فرشتے نزول کرتے ہیں اور بندوں کے اعمال خیر لے کر بارگاہ خداوندی میں پہنچا دیتے ہیں۔

(۲) اعمال خیر از خود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درجہ قبولیت حاصل کر لیتے ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زوال کے بعد پڑھی جانے والی نماز مستقل نہیں ہے بلکہ نماز ظہر کا حصہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت سنت نماز ظہر کے حصہ کے طور پر ادا فرماتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ یہ نماز، نماز ظہر کا حصہ نہیں تھی بلکہ ایک الگ اور مستقل نماز کی حیثیت سے پڑھی جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چار رکعت نماز ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ کتب فقہ میں اس نماز کا الگ ذکر نہیں ہے کیونکہ یہ نماز ظہر کا حصہ ہونے کے طور پر ادا کی جاتی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَلَاةِ الْحَاجَةِ

باب 17: نماز حاجت کا بیان

441 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيْسٰى بْنِ يَزِيْدَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بَكْرٍ عَنْ فَائِدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ كَانَتْ لَهُ اِلَى اللّٰهِ حَاجَةٌ اَوْ اِلٰى اَحَدٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ فَلْيَتَوَضَّاْ فَلْيُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللّٰهِ وَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْاَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَّا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّفِيْ اِسْنَادِهِ مَقَالٌ

توضیحِ راوی: فَائِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَفَائِدٌ هُوَ اَبُو الْوَرْقَاءِ

◄► حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حاجت ہو یا اولاد آدم میں سے کسی کے ساتھ کوئی کام ہو' تو وہ وضو کرے' اچھی طرح وضو کرے' پھر دو رکعت ادا کرے' پھر اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح حمد و ثناء بیان کرے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر یہ پڑھے۔

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ بردبار ہے۔ کرم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے' جو عظیم عرش کا پروردگار

441- اخرجه ابن ماجه (441/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في صلاة الحاجة من طريق فائد بن عبد الرحمن عن عبد الله بن ابى اوفى' فذكره-

ہے ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (اے اللہ) میں تجھ سے تیری رحمت کو واجب کرنے والی چیزوں اور تیری مغفرت کو پختہ کرنے والی چیزوں اور ہر نیکی کے اندر غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی کا سوال کرتا ہوں تو میرے ہر گناہ کو بخش دے ہر غم کو ختم کر دے اور میری ہر حاجت کو اپنی رضا کے مطابق پورا کر دے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے!''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

اس کی سند میں کچھ کلام ہے۔ فائد بن عبدالرحمٰن نامی راوی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے اور فائد نامی یہ راوی ابوورقاء ہیں۔

شرح

نماز حاجت اور اس کا طریقہ

انسان کو جب بھی کوئی ضروری مسئلہ درپیش ہو خواہ اللہ تعالیٰ سے یا کسی انسان سے تو وہ بہترین وضو کرے، پھر دو رکعت نماز ادا کرے، درود شریف پڑھے اور حصول مقصد کی نیت سے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْحَكِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ الخ اس دعا کے بعد اپنی خصوصی حاجت اور مقصد کا اللہ تعالیٰ سے ذکر کرے، اس کی وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسلاف، صالحین اور اولیاء کرام اسی طرح نماز حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتے تو ان کے مقصد کی تکمیل ہو جاتی تھی۔ ایک نابینا صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یوں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی سے نواز دے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر تم صبر کرو تو باعث اجر و ثواب ہوگا اور اگر چاہتے ہو تو میں دعا کرتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں! اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''صلوٰۃ الحاجۃ'' کی تعلیم دی اور پڑھنے کا حکم دیا۔ غیر اللہ سے بھی کوئی حاجت و ضرورت ہو تو اس سے بھی استعانت کی جا سکتی ہے کیونکہ حقیقی معاون تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن مجازی طور پر بندہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس بارے میں مشہور حدیث بھی موجود ہے: جو شخص اپنے بھائی کی معاونت میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ، رقم الحدیث ۲۰۴)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صَلَاةِ الْاِسْتِخَارَةِ

باب 18: نماز استخارہ کا بیان

442 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِى الْمَوَالِى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِى الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّى

اَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِيْنِي وَمَعِيشَتِي وَعَاقِبَةِ اَمْرِي اَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ اَمْرِي وَآجِلِهٖ فَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِيْنِي وَمَعِيشَتِي وَعَاقِبَةِ اَمْرِي اَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ اَمْرِي وَآجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِي بِهٖ قَالَ وَيُسَمِّي حَاجَتَهٗ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِي اَيُّوْبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي الْمَوَالِي

توضیح راوی: وَهُوَ شَيْخٌ مَدِيْنِيٌّ ثِقَةٌ رَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ حَدِيْثًا وَّقَدْ رَوٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَبِي الْمَوَالِي

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام معاملات میں استخارہ کرنے کی تعلیم اسی طرح دیا کرتے تھے' جیسے آپ ہمیں قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ ارشاد فرماتے تھے: جب کسی شخص کو کوئی معاملہ درپیش ہو' تو وہ فرض نماز کے علاوہ' دو رکعت ادا کرے' پھر یہ دعا کرے۔

''اے اللہ! میں تجھ سے' تیرے علم کے وسیلے سے بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت کے وسیلے سے' تیری مدد چاہتا ہوں۔ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں' جو عظیم ہے بے شک تو قدرت رکھتا ہے' اور میں قدرت نہیں رکھتا' تو جانتا ہے' اور میں علم نہیں رکھتا' تو غیبوں کا بہت زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے: یہ معاملہ میرے لیے' میرے دین میں' میری دنیا میں، میری آخرت میں' بہتر ہے۔ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) جلدی اور دیر ہر حوالے سے بہتر ہے' تو اس کو میرے لیے آسان کر دے' اور پھر میرے لیے اس میں برکت پیدا کر دے' اور اگر تو یہ علم رکھتا ہے: یہ معاملہ میرے لیے میرے دین، میری زندگی، میری آخرت میں برا ہے۔ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) جلد یا بدیر کسی بھی حالت میں برا ہے' تو اس کو مجھ سے پھیر دے' اور مجھے اس سے پھیر دے' اور میرے لیے بھلائی مقدر کر دے' خواہ وہ جہاں کہیں بھی ہو' اور مجھے اس سے راضی کر دے۔''

442- اخرجه البخاری (58/3): كتاب التهجد: باب: ماجاء فى التطوع مثنى مثنى' حديث (1166)' و (187/11) كتاب الدعوات: باب: الدعاء عند الاستخارة' حديث (6382)' و (387/13): كتاب التوحيد باب: قول الله تعالىٰ: (قل هو القادر): حديث (7390)' وفى "الادب المفرد" (703)' وابو داؤد (481/1): كتاب الصلاة: باب: فى الاستخارة' حديث (1538)' والنسائى (80/6): كتاب النكاح: باب: كيف الاستخارة' حديث (3253)' وابن ماجه (440/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فى صلاة الاستخارة' حديث (1383)' واحمد فى "مسنده" (344/3)' وعبدالله بن احمد فى زوائده على المسند (344/3) وعبد بن حميد' ص (328) حديث (1089) من طريق عبدالرحمن بن ابى الموالى' عن محمد بن المنكدر عن جابر بن عبدالله' فذكره-

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: پھر وہ شخص اپنی حاجت کا تذکرہ کرے۔
اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب سے احادیث منقول ہیں۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔
ہم اس حدیث کو صرف عبدالرحمٰن بن ابوموالی کے حوالے سے جانتے ہیں اور یہ مدنی بزرگ ہیں اور ثقہ ہیں۔
ان سے سفیان نے ایک حدیث نقل کی ہے۔
عبدالرحمٰن نامی راوی کے حوالے سے کئی ائمہ نے احادیث نقل کی ہیں۔ یہ عبدالرحمٰن بن زید بن ابوموالی ہیں۔

شرح

استخارہ کا مفہوم وطریق کار

لفظ ''استخارہ'' کا مطلب ہے بھلائی چاہنا، طلب خیر اور بااعتماد شخصیت سے مشاورت کرنا۔ کسی چیز کی اہمیت وافادیت جتنی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی اس کی تعلیم دی جاتی ہے، درس دیا جاتا ہے اور اس کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کلام خداوندی ہے، بے مثل ہے اور بڑی فضیلت والا ہے۔ اس کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ قرآن کے مسلمان پر کئی حقوق ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں: (۱) اس کو پڑھنا (۲) اسے سمجھنا (۳) اس پر عمل کرنا (۴) دوسرے لوگوں کو اس کی تعلیم دینا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے: خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (صحیح بخاری جلد ثانی ص ۷۵۲) ''تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے، جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔'' عَلٰى هٰذَا الْقِيَاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو استخارہ کی تعلیم بھی اسی طرح دی ہے تاکہ وہ کسی معاملہ میں پریشانی کا شکار نہ ہوں۔

استخارہ خود بھی کرسکتا ہے۔ اگر خود نہیں کرسکتا تو دوسرے سے بھی کرواسکتا ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ رات کے وقت دو رکعت نوافل سونے سے قبل اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھے۔ نماز کے بعد یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَتَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا الْاَمْرُ خَيْرًا لِّیْ فِیْ مَعِيْشَتِیْ وَخَيْرًا لِّیْ فِیْ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَيَسِّرْهُ لِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِيْهِ ۔'' اس دعا کے بعد قبلہ شریف کی طرف منہ کرکے سوجائے۔ خواب میں روشنی یا سبزہ یا صاف جاری پانی دیکھے تو زیرغور کام کرنے میں بہتری کی طرف اشارہ ہوگا اور اگر حالت خواب میں اندھیرا یا گدلا پانی یا سیاہی دیکھے تو اس کی ناکامی کی طرف اشارہ ہوگا۔ سات دن تک یہ عمل کرنے سے حالت خواب میں صورتحال واضح طور پر سامنے آجائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص استخارہ کرتا ہے، وہ نقصان میں نہیں رہے گا اور جو شخص استخارہ کرتا ہے وہ پریشان نہیں ہو گا۔ یاد رہے کہ استخارہ کرنے والا صوم وصلوٰۃ کا پابند، صاحب تقویٰ، صادق وامین اور شرعی اصولوں کا پابند ہونا چاہیے۔

استخارہ کے حوالہ سے چند فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- محرمات وممنوعات، فرائض وواجبات اور امور روزمرہ مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے اور لباس وغیرہ کے بارے میں

استخارہ نہیں کیا جا سکتا۔

۲- جہاد اور حج وغیرہ کے لیے استخارہ نہیں کیا جا سکتا، البتہ ان کے تعین وقت کے حوالہ سے کیا جا سکتا ہے۔

۳- استخارہ کا مقصد اللہ تعالیٰ اور بندہ کے تعلق میں استحکام پیدا کرنا ہے۔

۴- استخارہ ایسے معاملہ میں کیا جا سکتا ہے، جس سے انسان تذبذب کا شکار ہو اور یقینی طور پر کوئی سمت متعین کرنے میں کامیابی نظر نہ آتی ہو۔

۵- وہ امور جو خیر وشر اور نفع ونقصان دونوں کا احتمال رکھتے ہوں، میں بھی استخارہ کیا جا سکتا ہے۔

۶- دعائے استخارہ سے قبل درود شریف اور سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔

۷- بہتر ہے کہ سات بار استخارہ کیا جائے، اگر اس سے قبل مقصد حاصل ہو جائے تو اس پر اکتفا کیا جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صَلَاةِ التَّسْبِيْحِ

باب 19: نماز تسبیح کا بیان

443 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ غَدَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ عَلِّمْنِیْ كَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِیْ صَلَاتِیْ فَقَالَ كَبِّرِی اللّٰهَ عَشْرًا وَّسَبِّحِی اللّٰهَ عَشْرًا وَّاحْمَدِيْهِ عَشْرًا ثُمَّ سَلِی مَا شِئْتِ يَقُوْلُ نَعَمْ نَعَمْ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ رَافِعٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ حَدِيْثٍ فِیْ صَلَاةِ التَّسْبِيْحِ وَلَا يَصِحُّ مِنْهُ كَبِيْرُ شَیْءٍ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَاَى ابْنُ الْمُبَارَكِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ صَلَاةَ التَّسْبِيْحِ وَذَكَرُوا الْفَضْلَ فِيْهِ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ وَهْبٍ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ الصَّلٰوةِ الَّتِیْ يُسَبَّحُ فِيْهَا فَقَالَ يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَيَقْرَاُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً ثُمَّ يَقُوْلُ عَشْرَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَرْكَعُ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهُ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا يُصَلِّی اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عَلٰى هٰذَا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ تَسْبِيْحَةً فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ يَبْدَاُ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِخَمْسَ عَشْرَةَ تَسْبِيْحَةً ثُمَّ يَقْرَاُ ثُمَّ يُسَبِّحُ عَشْرًا فَاِنْ صَلّٰى لَيْلًا

443- اخرجه الحاكم (1/317-318) من طريق عبدالله بن المبارك به- وقال: صحيح على شرط مسلم و وافقه الذهبي-

فَاَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ یُّسَلِّمَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ وَاِنْ صَلّٰی نَهَارًا فَاِنْ شَاءَ سَلَّمَ وَاِنْ شَاءَ لَمْ یُسَلِّمْ قَالَ اَبُوْ وَهْبٍ وَّاَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ رِزْمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ قَالَ یَبْدَاُ فِی الرُّکُوْعِ بِسُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَفِی السُّجُوْدِ بِسُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ثَلَاثًا ثُمَّ یُسَبِّحُ التَّسْبِیْحَاتِ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الْعَزِیْزِ وَهُوَ ابْنُ اَبِیْ رِزْمَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اِنْ سَهَا فِیْهَا یُسَبِّحُ فِیْ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ عَشْرًا عَشْرًا قَالَ لَا اِنَّمَا هِیَ ثَلَاثُ مِائَةِ تَسْبِیْحَةٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کی: آپ مجھے ایسے کلمات سکھائیں' جو میں نماز میں ادا کیا کروں۔ آپ نے فرمایا: دس مرتبہ اللہ اکبر پڑھو، دس مرتبہ سبحان اللہ پڑھو اور دس مرتبہ الحمد للہ پڑھو' پھر جو چاہو وہ سوال کرو' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں' ہاں۔ (یعنی میں اسے قبول کرتا ہوں)

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نماز تسبیح کے بارے میں دیگر روایات بھی منقول ہیں اور ان میں سے اکثر مستند نہیں ہیں۔

ابن مبارک اور دیگر اہلِ علم نے نماز تسبیح کو نقل کیا ہے' اور اس میں فضیلت کا تذکرہ کیا ہے۔

ابووہب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے ''صلوٰۃ تسبیح'' کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: آدمی تکبیر کہے' پھر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ پڑھے' پھر پندرہ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھے۔

پھر اعوذ باللہ پڑھے' پھر ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھے' پھر سورہ فاتحہ پڑھے' پھر ایک سورت پڑھے' پھر دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھے' پھر سر کو اٹھائے پھر دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھے' پھر سجدے میں جائے۔ دس مرتبہ انہیں پڑھے' پھر سجدے سے سر کو اٹھائے پھر دس مرتبہ انہیں پڑھے' پھر دوسرے سجدے میں جائے اور انہیں دس مرتبہ پڑھے۔ اس طرح چار رکعت ادا کرلے' تو یہ ایک رکعت میں 75 تسبیح ہوں گی۔ ہر رکعت کے آغاز میں پندرہ مرتبہ پڑھے' پھر قرأت کرے' پھر دس مرتبہ پڑھے' اگر اسے رات کے وقت پڑھے' تو مجھے یہ پسند ہے: وہ دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیرے اور اگر دن کے وقت پڑھتا ہو' تو اس کی مرضی ہے' اگر وہ چاہے' تو سلام پھیر دے اگر چاہے' تو (دو رکعت پڑھ کر) سلام نہ پھیرے (بلکہ آخر میں سلام پھیرے)

ابووہب نامی راوی بیان کرتے ہیں: عبدالعزیز جو عبدالعزیز بن ابورزمہ ہیں۔ انہوں نے عبداللہ بن مبارک کے بارے میں مجھے یہ بات بتائی ہے: وہ رکوع میں پہلے ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ'' اور سجدے میں پہلے ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' تین مرتبہ پڑھتے تھے۔ اس کے بعد ان تسبیحات کو پڑھتے تھے۔

عبدالعزیز بن ابورزمہ بیان کرتے ہیں: میں نے عبداللہ بن مبارک سے دریافت کیا: اگر کوئی شخص اس نماز کے دوران سہو کا شکار ہو جاتا ہے تو کیا وہ سجدہ سہو میں بھی اس تسبیح کو دس دس مرتبہ پڑھے گا؟ انہوں نے فرمایا: یا نہیں یہ تسبیح تین سو مرتبہ پڑھی جائے گی۔

444 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ الْعُكْلِيُّ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِلْعَبَّاسِ يَا عَمِّ اَلَا اَصِلُكَ اَلَا اَحْبُوكَ اَلَا اَنْفَعُكَ قَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يَا عَمِّ صَلِّ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَاُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ فَاِذَا انْقَضَتِ الْقِرَاءَةُ فَقُلِ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً قَبْلَ اَنْ تَرْكَعَ ثُمَّ ارْكَعْ فَقُلْهَا عَشْرًا ثُمَّ ارْفَعْ رَاْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا ثُمَّ اسْجُدْ فَقُلْهَا عَشْرًا ثُمَّ ارْفَعْ رَاْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا ثُمَّ اسْجُدِ الثَّانِيَةَ فَقُلْهَا عَشْرًا ثُمَّ ارْفَعْ رَاْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ فَتِلْكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ هِيَ ثَلَاثُ مِائَةٍ فِيْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوْبُكَ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ لَغَفَرَهَا اللّٰهُ لَكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقُوْلَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ اَنْ تَقُوْلَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ فَقُلْهَا فِيْ جُمُعَةٍ فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ اَنْ تَقُوْلَهَا فِيْ جُمُعَةٍ فَقُلْهَا فِيْ شَهْرٍ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ لَهٗ حَتّٰى قَالَ فَقُلْهَا فِيْ سَنَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِيْ رَافِعٍ

◄► حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے چچا! کیا میں آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کروں۔ کیا میں آپ کو عطیہ نہ دوں' کیا میں آپ کو فائدہ نہ پہنچاؤں۔ انہوں نے عرض کی: جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اے چچا جان! آپ چار رکعت پڑھئے۔ ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھیں اور ایک سورت پڑھیں' پھر جب آپ قرأت کو مکمل کرلیں' تو اللہ اکبر، الحمدللہ، سبحان اللہ پندرہ مرتبہ پڑھیں' رکوع میں جانے سے پہلے' پھر آپ رکوع میں جائیں' پھر اسے دس مرتبہ پڑھیں' پھر سجدے میں جائیں' پھر اسے دس مرتبہ پڑھیں' پھر اپنے سر کو اٹھائیں' تو اسے دس مرتبہ پڑھیں۔ کھڑے ہونے سے پہلے' اس طرح ہر ایک رکعت میں 75 مرتبہ ہو جائے گا' اور یہ چار رکعت میں تین سو مرتبہ ہو جائیں گے۔ اگر آپ کے گناہ ریت کے ٹیلوں کی طرح ہوں' تو بھی اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کردے گا۔

انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! روزانہ اسے کون پڑھ سکتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ اسے روزانہ نہیں پڑھ سکتے تو ہفتے میں ایک مرتبہ پڑھ لیں' اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لیں۔ (راوی کہتے ہیں:) آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی ارشاد فرماتے رہے' یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیں۔

444- اخرجه ابن ماجه (442/1) : كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في صلاة التسبيح' حديث (1386) من طريق زيد بن الحباب قال: حدثنا موسى بن عبيدة: قال: حدثني سعيد بن ابي سعيد مولى ابي بكر بن عمرو بن حزم عن ابي رافع مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم' فذكره-

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے جو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

صلوٰۃ التسبیح کا مفہوم، فضیلت، کلمات تسبیح اور پڑھنے کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح کی وجہ تسمیہ: اس نماز میں کثرت سے تسبیحات کہی جاتی ہیں حتیٰ کہ ایک رکعت کے مختلف مقامات میں کہی جانے والی تسبیحات کی تعداد پچھتر تک پہنچ جاتی ہے اور چار رکعات میں تسبیحات کی تعداد تین سو ہو جاتی ہے، اس لیے اسے ''صلوٰۃ التسبیح'' کہا جاتا ہے۔

صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر نہایت درجہ کی مہربانی وشفقت فرماتے ہوئے انہیں اس نماز کی تعلیم وتلقین فرمائی۔ انہوں نے خیال کیا شاید ہر روز یہ نماز پڑھنا ہوگی، عرض کیا: یا رسول اللہ! روزانہ اس نماز کا ادا کرنا تو مشکل سا کام ہے۔ فرمایا: اگر آپ روزانہ نہیں پڑھ سکتے تو ہفتہ میں ایک بار پڑھ لیا کریں۔ عرض کیا: حضور! ہر ہفتہ میں اس کا پڑھنا بھی دشوار ہے۔ فرمایا: آپ ہر ماہ میں ایک دفعہ ادا کر لیا کریں۔ عرض کیا: یہ بھی مشکل سا معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا: آپ سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ عرض کیا: یارسول اللہ! اس میں مزید تخفیف کی ضرورت ہے۔ فرمایا: اے چچا جان! آپ زندگی بھر میں بھی ایک مرتبہ یہ نماز ادا کر لیں گے تو پورے اجر وثواب کے مستحق قرار پائیں گے۔

(سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ جلداوّل ص۱۸۴)

مختلف روایات میں صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ اس نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ دس قسم کے گناہ معاف فرما دیتا ہے: سابقہ وآئندہ، قدیم وجدید، سہواً وعمداً، صغیرہ وکبیرہ اور اعلانیہ وپوشیدہ۔ (سنن ابی داؤد جلداوّل ص۱۸۴)

کلمات التسبیح: اس نماز میں کلمات تسبیح کثرت سے استعمال کیے جاتے ہیں۔ کلمات تسبیح کی ترتیب دو طرح کی ہے: (۱) ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ۔'' کلمات تسبیح کی یہ ترتیب حدیث میں مذکور ہے۔ (۲) سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ کلمات تسبیح کی یہ ترتیب حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے جو آسان ومقبول ہے۔

صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ: صلوٰۃ التسبیح ادا کرنے کے دو طریقے ہیں:

(۱) چار رکعت نوافل کی نیت سے نماز شروع کی جائے۔ ثناء، تعوذ وتسمیہ، فاتحہ اور قرأت سورت کے بعد اور رکوع سے قبل پندرہ بار یہ کلمات تسبیح پڑھے جائیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ، رکوع میں دس بار، قومہ میں دس بار، سجدہ اول میں دس بار، جلسہ میں دس بار، سجدہ ثانیہ میں دس بار اور جلسۂ استراحت میں دس بار۔ یہ طریقہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔ ایک رکعت میں ۷۵ بار تسبیحات ہوئیں۔ اسی طرح چار رکعات میں تسبیحات کی تعداد تین سو تک پہنچ جائے گی۔

(۲) چار رکعت نوافل صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے شروع کیے جائیں۔ ثناء کے بعد اور سورہ فاتحہ سے قبل پندرہ بار یہ تسبیح پڑھی جائے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، قرأت سورت کے بعد اور قبل از رکوع دس بار، رکوع میں دس

بار، قومہ میں دس بار، سجدہ اول میں دس بار، جلسہ میں دس بار اور سجدہ ثانیہ میں دس بار۔ ایک رکعت میں تسبیحات کی تعداد ۷۵ ہو جائے گی اور چار رکعات کی کل تعداد تسبیحات تین سو ہو جائے گی۔ یہ طریقہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا تجویز فرمودہ ہے۔ دونوں طریقوں سے ''صلوٰۃ التسبیح'' پڑھی جاسکتی ہے۔ (مفتی محمد امجد علی اعظمی، بہارِ شریعت مکتبہ مدینہ جلداوّل ص ۶۸۳)

ضروری مسئلہ: پانچ اوقات مکروہہ (۱) بوقت طلوع آفتاب (۲) بوقت غروبِ آفتاب (۳) نصف النہار (بوقت زوال) (۴) بعداز نمازِ عصر تا غروب آفتاب (۵) بعداز طلوع صبح صادق تا طلوع آفتاب کے علاوہ جب بھی چاہیں صلوٰۃ التسبیح پڑھی جاسکتی ہے۔ اعلان کے ساتھ یہ نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ اگر اعلان کے بغیر چند افراد صلوٰۃ التسبیح باجماعت ادا کریں تو جائز ہے لیکن انفرادی طور پر ادا کرنا افضل ہے۔ اس کے پہلے قعدہ میں تشہد، درود اور دعائیں پڑھی جائیں گی۔

سوال: صلوٰۃ التسبیح کے حوالے سے گیارہ احادیث ہیں جو سب کی سب ضعیف ہیں، تو پھر اس کے احکام کیسے ثابت ہو سکتے ہیں؟

جواب: احادیث کی کثرت کے سبب یہ حدیث حسن لغیرہ کے درجہ میں ہے، جس سے استحباب درجہ کا عمل ثابت ہوسکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِفَةِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب **20**: نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا طریقہ

445 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ مِّسْعَرٍ وَّالْاَجْلَحِ وَمَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَلِمْنَا فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ قَالَ مَحْمُوْدٌ قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ وَزَادَنِيْ زَائِدَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ وَنَحْنُ نَقُوْلُ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ

445- اخرجه البخاری (470/6): كتاب احاديث الانبياء حديث (3370) و (392/8) : كتاب التفسير: باب: قوله تعالىٰ: (ان الله وملئكة يصلون على النبى يايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما) حديث (4797) و (156/11) كتاب الدعوات باب: الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم حديث (6357) ومسلم (2/290- الابى): كتاب الصلاة: باب: الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم بعد التشهد حديث (66-67 -68 /406) وابو داؤد (1/321 -322): كتاب الصلاة: باب: الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم بعد التشهد حديث (976 -977 -978) والنسائى (3/47 -48) كتاب السهو: باب: نوع آخر وابن ماجه (293/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم حديث (904) واحمد فى "مسنده": (241/4 -243 -244) والدارمى (309/1) كتاب الصلاة: باب: الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم والحميدى (310-311/2) حديث (711 -712) وعبد بن حميد ص (144) حديث (368) من طريق عبدالرحمن بن ابى ليلى عن كعب بن عجرة فذكره-

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ حُمَيْدٍ وَّاَبِيْ مَسْعُوْدٍ وَّطَلْحَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّبُرَيْدَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ وَيُقَالُ ابْنُ جَارِيَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى كُنْيَتُهٗ اَبُوْ عِيْسٰى وَاَبُوْ لَيْلٰى اسْمُهٗ يَسَارٌ

◆◆ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو وہ ہے' جس کا ہمیں پتہ چل چکا ہے' ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھو۔

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر' جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر درود نازل کیا' بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے' تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر' برکت نازل کر' جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم پر برکت نازل کی' بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے''۔

محمود نامی راوی بیان کرتے ہیں: ابواسامہ نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: زائدہ نامی راوی نے اعمش کے حوالے سے، حکم کے حوالے سے، عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالے سے' یہ بات اضافی نقل کی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: ہم لوگ علینا معهم بھی پڑھا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت علی، حضرت ابوحمید، حضرت ابومسعود حضرت طلحہ، حضرت ابوسعید، حضرت بریدہ، حضرت زید بن خارجہ اور ایک قول کے مطابق زید بن حارثہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نامی راوی کی کنیت ابوعیسیٰ ہے' اور ابولیلیٰ کا نام یسار ہے۔

شرح

قعدہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود پیش کرنے میں مذاہب آئمہ

نماز کے قعدہ اخیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود شریف پیش کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- ایک روایت حضرت امام احمد اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قعدہ اخیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود شریف پیش کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کے آخری قعدہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ پر درود شریف پڑھنا مسنون ہے۔

تیس سے زائد مختلف صیغوں سے درود شریف مروی ہے۔ سب سے افضل درود، درود ابراہیمی ہے' جس کی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو دی۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ!

آپ پر سلام عرض کرنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ، آپ درود شریف پیش کرنے کا طریقہ بھی تعلیم فرمادیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف پیش کرنے کی یوں تعلیم دی: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو ملا کر خود بھی کرتا ہے اور مسلمانوں کو بھی اس میں شامل ہونے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○ (الاحزاب:۵۶) (بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود پڑھو اور سلام بھیجو جس طرح بھیجنے کا حق ہے)

زندگی میں کم از کم ایک دفعہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر کے وقت ایک بار درود شریف پڑھنا واجب۔ کسی مجلس میں آپ کا اسم گرامی سن کر ہر بار درود شریف پیش کرنا مستحب ہے اور اہم ترین عبادت۔ درود ابراہیمی بطور حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ درود ابراہیم کا مفہوم اس درود شریف سے ادا ہوجاتا ہے: اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ۔ دور رسالت میں نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے لوگ درود ابراہیمی پڑھا کرتے تھے بلکہ خواتین اپنے گھروں میں، دوسری مساجد اور شہروں کے لوگ بھی کسی تغیر و تبدل کے بغیر درود ابراہیمی ہی پڑھا کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 21: نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت

446 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ يَعْقُوْبَ الزَّمْعِيُّ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَيْسَانَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادٍ اَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حدیث دیگر: وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا وَّكَتَبَ لَهٗ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا' جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت بھی منقول ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہے:

"جو شخص روزانہ مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی"

447 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّعَامِرِ بْنِ رَبِیْعَةَ وَعَمَّارٍ وَّاَبِیْ طَلْحَةَ وَاَنَسٍ وَّاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَرُوِیَ عَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَغَیْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا صَلَاةُ الرَّبِّ الرَّحْمَةُ وَصَلَاةُ الْمَلَائِکَةِ الْاِسْتِغْفَارُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔

اس بارے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت عمار، حضرت ابوطلحہ، حضرت انس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

سفیان ثوری اور دیگر کئی اہلِ علم سے یہ بات منقول ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے درود سے مراد رحمت ہے' اور فرشتوں کے درود سے مراد دعائے مغفرت ہے۔

448 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ سُلَیْمَانُ بْنُ سَلْمٍ الْمَصَاحِفِیُّ الْبَلْخِیُّ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَیْلٍ عَنْ اَبِیْ قُرَّةَ الْاَسَدِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ

آثارِ صحابہ: اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْهُ شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّكَ صلی اللہ علیہ وسلم

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے۔ اس میں سے کچھ بھی اس وقت تک بلند نہیں ہوتا' جب تک تم اپنے نبی پر درود نہیں بھیجتے۔

449 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَعْقُوْبَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

آثارِ صحابہ: لَا یَبِعْ فِیْ سُوْقِنَا اِلَّا مَنْ قَدْ تَفَقَّهَ فِی الدِّیْنِ

447- اخرجه مسلم (291/2- الابی) کتاب الصلاة باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشهد حدیث (408/70) والبخاری فی الادب المفرد (645) وابو داؤد (479/1) : کتاب الصلاة: باب فی الاستغفار حدیث (1530) والنسائی (50/3) کتاب السهو: باب: الفضل فی الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحمد فی "مسنده": (262/2- 372- 375- 485) والدارمی (317/2): کتاب الرقاق: باب: فضل الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من طریق العلاء بن عبدالرحمن بن یعقوب عن ابیه عن ابی هریرة فذکره۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ .

توضیح راوی: عَبَّاسٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ يَعْقُوْبَ وَهُوَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ وَالْعَلَاءُ هُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ سَمِعَ مِنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّغَيْرِهٖ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَعْقُوْبَ وَالِدُ الْعَلَاءِ وَهُوَ اَيْضًا مِّنَ التَّابِعِيْنَ سَمِعَ مِنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَيَعْقُوْبَ جَدُّ الْعَلَاءِ هُوَ مِنْ كِبَارِ التَّابِعِيْنَ اَيْضًا قَدْ اَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَرَوٰى عَنْهُ

◆◆ علاء بن عبدالرحمٰن اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: ہمارے بازار میں وہی شخص خرید وفروخت کرے جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر چکا ہو۔

یہ روایت ''حسن غریب'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عباس نامی راوی عباس بن عبدالعظیم ہیں۔ علاء بن عبدالرحمٰن نامی راوی یہ ابن یعقوب ہیں جو حرقہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ علاء تابعین سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث سنی ہیں۔

عبدالرحمٰن بن یعقوب جو علاء کے والد ہیں یہ بھی تابعین سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں۔

یعقوب جو علاء کے دادا ہیں یہ اکابر تابعین میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب کا زمانہ پایا ہے۔ ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

فضائل درود شریف

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کے تحت پانچ احادیث مبارکہ کی تخریج کی ہے جن میں بتایا گیا ہے جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار درود شریف کا ہدیہ پیش کرتا ہے، اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اول وآخر درود پڑھے بغیر کی جانے والی دعا اللہ تعالیٰ کے حضور درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے درود شریف پیش کرنے کے چند فوائد ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- درود شریف کی برکت سے جان کنی کے وقت تکلیف نہیں ہوگی۔

۲- قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے جواب دینے میں آسانی ہوگی۔

۳- قبر میں دہشت و پریشانی نام کی کوئی چیز لاحق نہیں ہوگی۔

۴- قبر میں مٹی جسم کو نہیں کھائے گی اور جسم صحیح سالم رہے گا۔

۵- دنیا سے رخصت ہونے سے قبل جنت میں اپنا گھر دیکھ لے گا۔

۶-حشر ونشر کی تکالیف،مصائب اور پریشانیوں سے محفوظ رہے گا۔
۷-قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ ملے گی۔
۸-حوض کوثر سے پانی نوش کرنے کی سعادت حاصل ہوگی۔
۹-قیامت کے دن حساب کتاب دینے میں آسانی ہوگی۔
۱۰-پل صراط سے گزرنے کا مرحلہ آسانی سے طے ہو جائے گا۔
۱۱-پل صراط سے گزرتے وقت نور میسر آئے گا۔
۱۲-جنت کی راہداری کا پروانہ میسر آئے گا۔
۱۳-جنت میں قرب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت حاصل ہوگی۔
۱۴-گناہ مٹ جاتے ہیں،درجات بلند ہوتے ہیں اور نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔
۱۵-چہرے پر رونق آجاتی ہے اور قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔
۱۶-فرشتے دعا مغفرت وبخشش کرتے ہیں۔
۱۷-قیامت کے دن نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔
۱۸-شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی۔
۱۹-اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل ہوگی۔
۲۰-آخرت کی تمام منازل آسان ہو جائیں گی۔
۲۱-گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔
۲۲-قیامت کے دن گھبراہٹ اور ہولناکی سے نجات حاصل ہوگی۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْجُمُعَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

جمعہ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب 1: جمعہ کے دن کی فضیلت

450 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ لُبَابَةَ وَسَلْمَانَ وَاَبِيْ ذَرٍّ وَّسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ وَاَوْسِ بْنِ اَوْسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے ان میں سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا اسی دن انہیں وہاں سے نکالا گیا اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

اس بارے میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

فضائل جمعة المبارك

لفظ "جمعہ" کے تلفظ میں چار لغات ہیں: (۱) بضم المیم (۲) بسکون المیم (۳) بفتح المیم (۴) بکسر المیم۔ پہلی لغت مشہور اور

450- اخرجه مسلم (214/3- الابی): كتاب الجمعة: باب: فضل يوم الجمعة' حديث (854/17) والنسائی (89/3): كتاب الجمعة: باب: ذكر فضل الجمعة' واحمد (512-418-401/2) من طريق عبدالرحمن الاعرج عن ابی هريرة' فذكره-

قرآنی تلفظ کے مطابق ہے۔زمانہ جاہلیت میں اس دن کو''یوم العروبۃ'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔اسلام نے اس کا نام تبدیل کر کے''یوم الجمعۃ'' تجویز کیا۔کعب بن لوئی اس دن لوگوں کو جمع کر کے ان سے خطاب کیا کرتا تھا،اس لیے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔اس کی ایک وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن لوگ نماز کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں،لہٰذا اسی مناسبت سے اسے''یوم الجمعۃ'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ہجرت کے پہلے سال بلکہ ابتدائی ایام میں''نماز جمعۃ المبارک''فرض ہوئی۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد پہلا خطبہ جمعہ''قباء'' نامی بستی میں ارشاد فرمایا تھا،اب یہ بستی مدینہ منورہ کا حصہ (محلہ) بن چکی ہے۔

موضوع کی مناسبت سے یہاں تین قسم کے فضائل ہو سکتے ہیں:

۱-یوم جمعہ کے فضائل:یوم جمعہ کے فضائل کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ہم پچھلے ہیں اور قیامت کے دن پہلے،سوااس کے کہ انہیں ہم سے قبل کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد۔جمعۃ المبارک وہ دن ہے کہ ان پر فرض کیا گیا تو وہ اس کے خلاف ہو گئے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا دوسرے لوگ ہمارے تابع ہیں۔یہود نے دوسرے دن (ہفتہ) کو متعین کیا اور نصاریٰ نے تیسرے دن کو (اتوار) کو مقرر کیا۔(محمد بن اسماعیل بخاری،صحیح بخاری جلد اوّل ص۳۰۲)

(۲) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تمہارے افضل ایام میں سے جمعہ کا دن ہے۔اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی،اسی دن وصال ہوا،اسی دن نفخہ اور اسی دن صعقہ ہوگا۔تم اسی دن مجھ پر درود پیش کرنے کی کثرت کرو،کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔صحابہ نے عرض کیا:یارسول اللہ!اس وقت ہمارا درود شریف کیسے پہنچے گا جب آپ کا انتقال ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے۔(سنن نسائی جلد اوّل ص۲۳۷)

(۳) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:جمعہ کا دن تمام ایام کا سردار ہے،اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا ہے حتیٰ کہ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی بڑا ہے۔(سنن ابن ماجہ جلد دوم ص۸)

۲-نماز جمعہ کے فضائل:نماز جمعہ ادا کرنے کے فضائل اور نہ ادا کرنے کی وعید کے حوالہ سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جس شخص نے بہترین وضو کیا،نماز ادا کرنے کے لیے آیا،خاموش رہا (خطبہ سنا) تو اس کی بخشش ہو جاتی ہے اور دو جمعوں کے درمیان والے اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔(الصحیح للمسلم جلد اوّل ص۲۸۷)

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جو شخص ایک دن میں پانچ کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت لکھ دے گا:(۱) مریض کی عیادت کے لیے گیا (۲) نماز جنازہ میں شامل ہوا (۳) روزہ رکھا (۴) نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے گیا (۵) غلام آزاد کیا۔(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان جلد رابع ص۱۹۱)

(۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جو شخص تین جمعے بلا عذر ترک کر دے،وہ منافق ہے۔(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان جلد رابع ص۲۳۷)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر جو لوگ نماز جمعہ ادا کرنے میں پیچھے رہ گئے ہیں میں ان کے گھروں کو جلا دوں۔
(الصحیح للمسلم، جلداوّل ص ۳۲۷)

۳- جمعہ کے شب و روز میں مرنے کی فضیلت: جمعہ کی رات یا دن میں مرنے والے کی فضیلت کے حوالے سے چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان شخص جمعہ کے دن یا رات میں وفات پائے گا، وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر لگی ہوگی۔
(جامع ترمذی جلد ثانی ص ۳۳۹)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب جمعہ روشن رات اور یوم جمعہ روشن دن ہے۔ (مشکوٰۃ جلداوّل ص ۳۹۳)

(۳) حضرت عطار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان مرد یا عورت کی جمعہ کی شب یا دن میں وفات ہوگی، اسے فتنۂ قبر اور عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا، اللہ تعالیٰ سے ملتے وقت اس سے حساب نہیں لیا جائے گا اور اس کے ساتھ گواہی کے لیے گواہ ہوں گے یا مہر ہوگی۔ (شرح الصدور للسیوطی ص ۱۵۱)

(۴) ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ آیت قرآن تلاوت کی: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (المائدہ: ۳) (آج میں نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین بنا دیا) پاس کھڑے ہوئے ایک یہودی نے کہا: اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو بطور عید مناتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا: تم ایک عید کی بات کرتے ہو ہماری تو اس کے نزول کے دن دو عیدیں تھیں: (۱) جمعۃ المبارک، (۲) یوم العرفہ (یوم الحج) (جامع ترمذی رقم الحدیث ۳۰۵۵)

حدیث باب پر تبصرہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوم جمعہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ تمام دنوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس کے افضل ہونے کی چار وجوہات بیان کی گئی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ تخلیق آدم: یوم جمعہ کے افضل ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، جس دن کسی بزرگ ہستی کی ولادت ہوئی ہو، وہ بابرکت ہوتا ہے۔ اس دن کو لوگ تحدیث نعمت اور شکر باری تعالیٰ کے طور پر مناتے ہیں اور اس بزرگ سے اظہار عقیدت کرتے ہیں۔ جس طرح ہر سال بارہ ربیع الاول دن پورے عالم اسلام میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔

۲۔ حضرت آدم علیہ السلام کا دخول جنت: انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے انعام سے نوازا گیا۔ آپ کی تخلیق زمین پر ہوئی پھر آپ اور آپ کی زوجہ حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت میں داخل کیا گیا۔

دخول جنت کا واقعہ بھی یوم جمعہ میں پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اولاد آدم اور حضرت آدم وحواء علیہما السلام پر بہت بڑا انعام تھا۔ اس انعام کی وجہ سے یہ دن بھی باعظمت ہو کر دیگر ایام سے افضل بن گیا۔

۳- حضرت آدم علیہ السلام کا خروج جنت: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی زوجہ حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت میں داخل کیا اور ان پر کچھ پابندیاں عائد کیں جن کو وہ ملحوظ خاطر نہ رکھ سکے تو اس کی پاداش میں جنت سے ان کے اخراج کا واقعہ بھی یوم جمعہ میں پیش آیا۔ بظاہر اس واقعہ سے یوم جمعہ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی لیکن تھوڑی گہرائی میں اتر کر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے اخراج کے واقعہ کی وجہ سے خلافت کا تاج حضرت آدم علیہ السلام پھر آپ کی اولاد کے سر پر سجایا گیا اور زمین پر رونقیں اور بہاریں آگئیں۔

۴- قیام قیامت: مستقبل میں ایک واقعہ پیش آئے گا، جسے ''قیام قیامت'' کہا جاتا ہے۔ اس دن حساب کتاب ہوگا، نیک لوگوں کو دخول جنت کا پروانہ دیا جائے گا اور برے لوگوں کو جہنم کی سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ واقعہ بھی یوم جمعہ میں پیش آئے گا۔ اس وجہ سے ''یوم جمعہ'' سید الایام اور تمام دنوں سے افضل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّاعَةِ الَّتِيْ تُرْجَى فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب 2: جمعہ کے دن میں موجود وہ مخصوص گھڑی جس میں (دعا کی قبولیت) کی امید کی جاسکتی ہے

451 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصْرِيُّ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ وَرْدَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

متنِ حدیث: اِلْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِيْ تُرْجَى فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلٰى غَيْبُوْبَةِ الشَّمْسِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ حُمَيْدٍ يُضَعَّفُ ضَعَّفَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

وَيُقَالُ لَهٗ حَمَّادُ بْنُ اَبِيْ حُمَيْدٍ وَّيُقَالُ هُوَ اَبُوْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَنْصَارِيُّ وَهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: وَرَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ السَّاعَةَ الَّتِيْ تُرْجَى فِيْهَا بَعْدَ الْعَصْرِ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

وَقَالَ اَحْمَدُ اَكْثَرُ الْاَحَادِيْثِ فِي السَّاعَةِ الَّتِيْ تُرْجَى فِيْهَا اِجَابَةُ الدَّعْوَةِ اَنَّهَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَتُرْجَى بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جمعہ کے دن میں عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک اس مخصوص گھڑی کو تلاش کرو جس میں (دعا کی قبولیت) کی اُمید کی جاسکتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت دیگر اسناد کے ہمراہ بھی نقل کی گئی ہے۔

اس حدیث کے راوی محمد بن ابوحمید کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے ان کے حافظے کے حوالے سے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

ایک قول کے مطابق' یہ ابراہیم انصاری ہیں اور وہ ''منکر الحدیث'' ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک وہ مخصوص گھڑی جس میں دعا کی قبولیت کی اُمید کی جاسکتی ہے۔ وہ عصر سے لے کر سورج غروب ہونے تک ہے۔

امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہما نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اکثر احادیث میں اس مخصوص گھڑی' جس میں دعا کی قبولیت کی امید کی جاسکتی ہے' کے بارے میں یہی منقول ہے۔ وہ عصر کے بعد ہوتی ہے' تاہم سورج ڈھلنے کے بعد بھی اس کی امید کی جاسکتی ہے۔

452 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَّا يَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَبْدُ فِيْهَا شَيْئًا اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيَّةُ سَاعَةٍ هِيَ قَالَ حِيْنَ تُقَامُ الصَّلٰوةُ اِلَى الْاِنْصِرَافِ مِنْهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى وَاَبِيْ ذَرٍّ وَّسَلْمَانَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَّاَبِيْ لُبَابَةَ وَسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے' اپنے دادا کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ہے: بندہ اس میں جو بھی چیز مانگتا ہے اللہ تعالیٰ وہ اسے عطا کر دیتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: وہ کون سی گھڑی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب (جمعہ کی نماز) کھڑی ہوتی ہے' تو اس کے ختم ہونے تک (وہ گھڑی ہے)۔

اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

453 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

452- اخرجه ابن ماجه (360/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في الساعة التي ترجى في الجمعة' حديث (1138) وعبد بن حميد ص (120)' حديث (291) من طريق كثير بن عبدالله بن عمرو بن عوف المزني عن ابيه عن جده' فذكره۔

متن حدیث: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُهْبِطَ مِنْهَا وَفِيهِ سَاعَةٌ لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يُصَلِّي فَيَسْأَلُ اللّٰهَ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَلَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَذَكَرْتُ لَهُ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِتِلْكَ السَّاعَةِ فَقُلْتُ أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضْنَنْ بِهَا عَلَيَّ قَالَ هِيَ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقُلْتُ كَيْفَ تَكُونُ بَعْدَ الْعَصْرِ

متن حدیث: وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَّهُوَ يُصَلِّي وَتِلْكَ السَّاعَةُ لَا يُصَلّٰى فِيهَا

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَّنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَهُوَ ذَاكَ

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قولِ امام ترمذی: قَالَ وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضْنَنْ بِهَا عَلَيَّ لَا تَبْخَلْ بِهَا عَلَيَّ وَالضَّنُّ الْبُخْلُ وَالظَّنِينُ الْمُتَّهَمُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے ان میں سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے' جس میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا۔ اسی دن میں انہیں جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی میں انہیں وہاں سے (زمین پر) اتارا گیا' تو اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے: بندہ مسلم اس میں نماز پڑھ رہا ہو' تو اس گھڑی میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگتا ہے' اللہ تعالیٰ وہ اسے عطا کر دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے اس حدیث کا تذکرہ ان سے کیا' تو انہوں نے فرمایا: مجھے اس گھڑی کے بارے میں پتہ ہے۔ میں نے کہا: آپ مجھے اس کے بارے میں بتائیں اور آپ اس بارے میں میرے ساتھ بخل سے کام نہ لیں' تو انہوں نے فرمایا: وہ عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک ہوتی ہے۔ میں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ عصر کے بعد ہو' جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اس میں جو مسلمان بندہ نماز ادا کر رہا ہو (اور آپ جس وقت کی بات کر رہے ہیں) وہ ایسا وقت ہے' جس میں نماز ادا نہیں کی جاتی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے: جو شخص بیٹھ کر نماز کا انتظار کر رہا ہو' وہ نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا: جی ہاں! تو انہوں نے فرمایا: یہ بھی ایسا ہی ہے۔

453- اخرجه مالك في "الموطا" :(108/1)؛ كتاب الجمعة؛ باب: ماجاء في الساعة التي في يوم الجمعة حديث (16) وابو داؤد (341/1) كتاب الصلاة: باب: فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة حديث (1046) والنسائي (113/3)؛ كتاب الجمعة: باب: الساعة التي يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعة واحمد (65-63/3) و (450/5) وابن خزيمة (46/2) حديث (881) و (81/3) حديث (1660) و (122/3) حديث (1741) من طرق عن ابي سلمة عن ابي هريرة وابي سعيد الخدري فذكره-

اس حدیث میں طویل قصہ منقول ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا: آپ مجھے اس کے بارے میں بتائیں اور میرے ساتھ اس بارے میں بخل کا مظاہرہ نہ کریں۔
اس سے مراد یہ ہے: اس بارے میں کنجوسی کا مظاہرہ نہ کریں۔
لفظ ضنن کا مطلب کنجوس ہونا ہے' اور لفظ ظنین کا مطلب ہے' جس پر الزام لگایا گیا ہو۔

شرح

ساعت قبولیت دعا کی فضیلت اور اس کی نشاندہی

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیر نظر باب میں تین احادیث کی تخریج کی ہے۔ان میں ساعت قبولیت دعا کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس میں جو بھی دعا کی جائے اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔جمعۃ المبارک میں وہ گھڑی جس میں دعا قبول کی جاتی ہے، کی واضح طور پر نشاندہی نہیں کی گئی۔تاہم اس کے بارے میں پچاس سے زائد اقوال ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) نماز عصر کی فراغت سے لے کر تا غروب آفتاب۔(۲) امام کے منبر پر جلوہ افروز ہونے سے لے کر تاختم نماز جمعہ۔(۳) جمعۃ المبارک کے دن بوقت اذان فجر۔(۴) طلوع فجر سے لے کر تا طلوع آفتاب۔(۵) طلوع آفتاب کے بعد ایک گھنٹہ تک۔(۶) عین طلوع آفتاب کے وقت۔(۷) عین بوقت زوال۔(۸) اذان خطبہ کے وقت۔(۹) یہ ساعت پورا دن گردش کرتی رہتی ہے۔(۱۰) یہ ساعت ایک جمعہ کے دن نہیں ہوتی بلکہ سال بھر کے ایام جمعہ میں گردش کرتی رہتی ہے۔(۱۱) دو وقتوں میں ہے: طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب اور بعد از نماز عصر تا نماز مغرب۔(۱۲) اذان جمعہ کے باعث بیع حرام ہونے سے لے کر تا وقت بیع حلال۔(۱۳) بعد از اذان تا اختتام نماز۔(۱۴) خطبہ کے لیے امام کی آمد سے لے کر تا اختتام نماز جمعہ۔(۱۵) تین اوقات کا مجموعہ: جمعہ کی اذان ثانی، وقت خطبہ اور وقت اقامت صلوٰۃ۔(۱۶) دو خطبوں کے درمیان کا وقت۔(۱۷) اقامت صلوٰۃ سے لے کر تا اختتام نماز۔(۱۸) دوران نماز عصر (دعا دل میں کی جائے)(۱۹) آغاز صلوٰۃ تا غروب آفتاب۔(۲۰) نصف النہار سے تا غروب آفتاب۔

ساعت اجابت دعا کی فضیلت: جمعۃ المبارک کے دن ''ساعت اجابت دعا'' کی فضیلت کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعۃ المبارک میں ایک ساعت ایسی ہے کہ مسلمان اس میں جو بھی دعا کرتا ہے، وہ قبول ہوتی ہے۔(صحیح مسلم جلداوّل ص۴۲۴)

۲۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بہتر دن جس میں طلوع آفتاب ہوتا ہے جمعۃ المبارک ہے۔اس دن آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی دن میں انہیں اترنے کا حکم ہوا، اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی

میں ان کا وصال ہوا اور اسی دن میں قیامت قائم ہوگی۔ اسی دن طلوع فجر کے وقت سے لے کر تا طلوع آفتاب ہر جانور قیام قیامت کے خوف سے چیختا ہے سوائے آدمی اور جن کے۔ اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں انسان اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا کرتا ہے، وہ قبول ہوتی ہے۔ (مفتی محمد امجد علی اعظمی بہار شریعت جلد اوّل مکتبہ مدینہ ص ۷۵۴)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعۃ المبارک کے شب و روز میں کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے، جس میں اللہ تعالیٰ چھ لاکھ لوگوں کو جہنم سے آزادی کا پروانہ نہ دیتا ہو جن پر دوزخ واجب ہو چکی تھی۔

(مسند ابی یعلیٰ جلد ثالث ص ۲۳۵)

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمعۃ المبارک کے دن کسی بھی مسلمان کی مغفرت کیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ (المعجم الاوسط جلد ثالث ص ۳۵۱)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْإِغْتِسَالِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب 3: جمعہ کے دن غسل کرنا

454 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ اَتَى الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَاَبِي سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ وَّالْبَرَاءِ وَعَآئِشَةَ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

قولِ امام بخاری: وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَّحَدِيْثُ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيهِ وَحَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيهِ كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحٌ

وَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اٰلُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

454- اخرجه البخاري (443/2): كتاب الجمعة: باب: هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان و غيرهم؛ حديث (894) و (462/2): باب: الخطبة على المنبر' حديث (919) ومسلم (199/3- الابي): كتاب الجمعة' حديث (844/2) والنسائي (105/3): كتاب الجمعة' باب: حض الامام في خطبة على الغسل يوم الجمعة' واحمد (330/1) له (149-35/2) والحميدي (276/2) حديث (608) وابن خزيمة (125/3) حديث (1749) من طريق ابن شهاب الزهري عن سالم عن ابيه به-

حدیثِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَيْضًا وَّهُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► سالم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کر لے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

زہری کے حوالے سے، عبداللہ بن عبداللہ بن عمر کے حوالے سے۔ ان کے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

عبداللہ بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: زہری نے سالم کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' جو حدیث نقل کی ہے' اور عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے والد کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے۔ یہ دونوں احادیث مستند ہیں۔

زہری کے بعض شاگردوں نے اس روایت کو زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر کی آل سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے حضرت عبداللہ بن عمر کے حوالے سے' مجھے یہ حدیث سنائی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر کے حوالے سے' حضرت عمر کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات بھی نقل کی گئی ہے:

جمعہ کے دن غسل کرنا چاہیے۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

455 سندِ حدیث: وَرَوَاهُ يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهٖ فَقَالَ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ وَمَا زِدْتُ عَلٰى اَنْ تَوَضَّاْتُ قَالَ وَالْوُضُوْءُ اَيْضًا وَّقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِالْغُسْلِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا

455- اخرجه البخاري (415/2): كتاب الجمعة: باب: فضل الغسل يوم الجمعة حديث (878) و مسلم (200/3): كتاب الجمعة حديث (845/3) من طريق الزهري عن سالم عن ابيه عن عمر بن الخطاب به-

الْحَدِيْثِ وَرَوٰى مَالِكٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ
قَالَ: بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا فَقَالَ الصَّحِيْحُ حَدِيْثُ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّقَدْ رُوِىَ عَنْ مَالِكٍ اَيْضًا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ نَحْوُ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ سالم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے۔ یہ جمعہ کے دن کی بات ہے اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب اندر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ کون سا وقت ہے؟ (مسجد میں آنے کا) انہوں نے جواب دیا: میں نے جیسے ہی اذان سنی تو صرف وضو کیا ہے اور یہاں آ گیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صرف وضو کرنا بھی غلط ہے۔ کیا آپ یہ بات نہیں جانتے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جمعہ کے دن) غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے۔

امام مالک نے اس حدیث کو زہری کے حوالے سے، سالم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ صحیح ہے' جو زہری نے سالم کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے نقل کی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کو امام مالک کے حوالے سے، زہری کے حوالے سے، سالم کے حوالے سے، ان کے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب 4: جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت

456 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَاَبُوْ جَنَابٍ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ حَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِى الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَغَسَّلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ

456- اخرجه ابو داؤد (148/1) كتاب الطهارة: باب: في الغسل يوم الجمعة' حديث (345)' والنسائي (3/95-96): كتاب الجمعة: باب: فضل غسل يوم الجمعة (3/97): باب: فضل المشي الى الجمعة' و (102/3): باب: الفضل في الدنو من الامام' وابن ماجه (346/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في الغسل يوم الجمعة' حديث (1087)' واحمد (4/9-10-104) والدارمي (363/1): كتاب الصلاة: باب: الاستماع يوم الجمعة عند الخطبة والانصات' وابن خزيمة (128/3) حديث (1758)' و (132/3) حديث (1761) من طريق ابي الاشعث عن اوس بن اوس الثقفي' فذكره-

يَّخْطُوْهَا اَجْرُ سَنَةٍ صِيَامُهَا وَقِيَامُهَا

مذاہب فقہاء: قَالَ مَحْمُوْدٌ قَالَ وَكِيْعٌ اغْتَسَلَ هُوَ وَغَسَّلَ امْرَاَتَهٗ قَالَ وَيُرْوٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ يَعْنِيْ غَسَلَ رَاْسَهٗ وَاغْتَسَلَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّسَلْمَانَ وَاَبِيْ ذَرٍّ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ اَيُّوْبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَّاَبُو الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيُّ اسْمُهٗ شَرَاحِيلُ بْنُ اٰدَةَ وَاَبُوْ جَنَابٍ يَّحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْقَصَّابُ الْكُوْفِيُّ

◆◆ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھی طرح دھوئے (جسم) اور جلدی کرے اور (مسجد) چلا جائے اور قریب ہو کر غور سے (خطبہ) سنے اور (اس دوران) خاموش رہے' تو اس کو ہر قدم کے عوض میں ایک سال کے نفلی روزوں اور نوافل کا ثواب ملتا ہے۔

محمود نامی راوی یہ بات بیان کرتے ہیں: وکیع نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے لفظ اغتسل کا مطلب ہے وہ خود غسل کرے غَسَّلَ کا مطلب یہ ہے: وہ اپنی بیوی کو غسل کرنے کے لیے کہے۔

حضرت ابن مبارک کے حوالے سے اس حدیث کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں: لفظ غسل اور اغتسل کا مطلب یہ ہے: وہ اپنے سر کو دھوئے اور باقی جسم پر بھی غسل کرے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

ابواشعث صنعانی نامی راوی کا نام شراحیل بن آدہ ہے۔ جبکہ ابوجناب' یحییٰ بن حبیب قصاب کوفی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب 5: جمعہ کے دن وضو کرنا

457 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُفْيَانَ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

457- اخرجه ابو داؤد (151/1): كتاب الصلاة: باب: في الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة' والنسائي (94/3): كتاب الجمعة: باب: الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة' واحمد (5/8-11-15-16-22)' والدارمي (362/1): كتاب الصلاة: باب: الغسل يوم الجمعة' وابن خزيمة (128/3)' حديث (1757) من طريق قتادة' عن الحسن' عن سمرة بن جندب' فذكره-

متن حدیث: مَنْ تَوَضَّاَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُ اَصْحَابِ قَتَادَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ وَّرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اخْتَارُوا الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَاَوْا اَنْ يُّجْزِئَ الْوُضُوْءُ مِنَ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ الشَّافِعِيُّ وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنَّهُ عَلَى الْاِخْتِيَارِ لَا عَلَى الْوُجُوبِ حَدِيْثُ عُمَرَ حَيْثُ قَالَ لِعُثْمَانَ وَالْوُضُوْءُ اَيْضًا وَّقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِالْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَوْ عَلِمَا اَنَّ اَمْرَهُ عَلَى الْوُجُوبِ لَا عَلَى الْاِخْتِيَارِ لَمْ يَتْرُكْ عُمَرُ عُثْمَانَ حَتّٰى يَرُدَّهُ وَيَقُوْلَ لَهُ ارْجِعْ فَاغْتَسِلْ وَلَمَا خَفِيَ عَلٰى عُثْمَانَ ذٰلِكَ مَعَ عِلْمِهِ وَلٰكِنْ دَلَّ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ فَضْلٌ مِّنْ غَيْرِ وُجُوْبٍ يَّجِبُ عَلَى الْمَرْءِ فِي ذٰلِكَ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جمعہ کے دن وضو کر لے' تو یہ کافی ہے۔ ٹھیک ہے' لیکن جو شخص غسل کر لے' تو یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

قتادہ کے بعض شاگردوں نے حسن بصری کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو نقل کیا ہے' اور اسے "مرسل" کے طور پر نقل کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے' اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ انہوں نے جمعہ کے دن غسل کرنے کو اختیار کیا ہے' تاہم ان حضرات کی رائے ہے: جمعہ کے دن غسل کی بجائے وضو کر لینا بھی جائز ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات کی دلیل کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن جو غسل کرنے کا حکم دیا ہے' وہ اختیار کی شکل میں ہے۔ وجوب کی شکل میں نہیں ہے۔ اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول وہ حدیث ہے: جب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تھا: صرف وضو کرنا بھی ایک غلطی ہے' جبکہ آپ جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم دیا تھا (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اگر ان دونوں حضرات کو یہ علم ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوب کے طور پر یہ حکم دیا تھا' اختیار کے طور پر نہیں دیا تھا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یوں نہ چھوڑتے اور انہیں واپس کر دیتے اور ان سے کہتے: آپ واپس جا کر غسل کر کے آئیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علم و فضل سے بھی یہ بات مخفی نہیں رہتی (کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے)

لیکن یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے: جمعہ کے دن غسل کرنا فضیلت رکھتا ہے' تاہم یہ واجب نہیں ہے: آدمی پر اسے کرنا لازم ہو۔

458 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَّمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کر لے' پھر وہ جمعہ کے لیے آئے' پھر وہ قریب آ جائے اور غور سے (خطبہ) سنے اور خاموش رہے' تو اس کے اس جمعے اور دوسرے جمعے کے درمیان اور مزید تین دن تک (یعنی دس دن کے) گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جو شخص (امام کے خطبے کے دوران) کنکریوں کو چھوئے' تو اس نے لغو حرکت کا ارتکاب کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

غسل یوم جمعہ کے فضائل

یوم جمعہ مسلمانوں کے لیے یوم عید کی حیثیت رکھتا ہے اور اسے سید الایام بھی کہا جاتا ہے۔ اس دن کے فضائل کے حوالے سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غسل کرے، غسل کرائے، اول وقت نماز جمعہ کے لیے آئے، پیدل چل کر آئے، امام کے قریب بیٹھے، غور سے خطبہ سماعت کرے اور لغو و بے ہودہ کام نہ کرے تو اسے ہر قدم کے عوض سال بھر کی نیکیوں، سال بھر کے روزوں اور راتوں کے قیام کا ثواب دیا جاتا ہے۔

(المسند لاحمد جلد۵ ص۴۶۵)

۲- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جو شخص جمعۃ المبارک کے دن غسل کرتا ہے تو اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور اس کے ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (المعجم الکبیر جلد ۱۸ ص ۱۳۹)

458- اخرجه مسلم (3/222- الابی): كتاب الجمعة: باب: فضل من استمع وانصت في الخطبة' حديث (27/857) وابو داؤد (1/343): كتاب الصلاة: باب: فضل الجمعة' حديث (1050)' وابن ماجه (1/327): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: مسح الحصى في الصلاة' حديث (1025)' و (1/346): باب : ماجاء في الرخصة في ذلك' حديث (1090)' واحمد (2/424) وابن خزيمة (3/128) حديث (1756)' و (3/109) حديث (1818) من طريق ابي معاوية' عن الاعمش' عن ابي صالح عن ابي هريرة' فذكره۔

۳-حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جمعۃ المبارک کا غسل بالوں کی جڑوں سے گناہ نکال دیتا ہے۔

(المعجم الکبیر جلد ۸ ص ۲۵۶)

۴-حضرت حسن براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا حق ہے کہ وہ جمعۃ المبارک کے دن غسل کرے، گھر میں خوشبو استعمال کرے اور اگر خوشبو دستیاب نہ ہو تو غسل کرنا ہی خوشبو استعمال کرنے کے قائم مقام ہے۔

(جامع ترمذی جلد ثانی ص ۵۸)

چند مسائل کی وضاحت

باب کی مناسبت سے چند مسائل کی ذیل میں وضاحت پیش کی جاتی ہے:

۱-غسل جمعہ کی شرعی حیثیت: آئمہ اربعہ کے نزدیک غسل جمعہ، نماز جمعہ کے لیے ہے اور مسنون ہے۔ علماء ظواہر کے نزدیک غسل جمعہ، یوم جمعہ کے لیے اور یہ فرض ہے۔ ان کے نزدیک خواتین وحضرات سب پر غسل جمعہ فرض ہے۔ تاہم ان کے ہاں صحت نماز کے لیے غسل شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص غسل کے بغیر نماز جمعہ پڑھ لے گا تو نماز درست ہوگی، البتہ ترک غسل کی وجہ سے وہ گناہگار ہوگا۔

۲-آئمہ احناف میں اختلاف رائے: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک غسل جمعہ، نماز جمعہ کے لیے مسنون ہے جبکہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ غسل، نماز جمعہ کے لیے نہیں بلکہ یوم جمعہ کے لیے مسنون ہے۔ ثمرۂ اختلاف اس طرح ظاہر ہوگا کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیہاتی لوگوں، مسافروں اور خواتین سب کے لیے غسل جمعہ مسنون ہے۔ شیخین کے نزدیک ان لوگوں کے لیے غسل جمعہ مسنون ہے جن پر نماز جمعہ فرض ہے۔

۳-طہارت غسل اور طہارت وضو میں مذاہب آئمہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ طہارت غسل نماز جمعہ کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ طہارت وضو سے بھی نماز جمعہ درست ہے۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال کیا ہے کہ وہ نماز جمعہ کے لیے طہارت غسل کرتے پھر وضو ٹوٹ جانے کی صورت میں طہارت وضو کر کے نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لیے طہارت غسل ہی مسنون ہے اور یہ سنت طہارت وضو کے ساتھ ادا نہیں ہوگی۔ ان کے ہاں اس مؤقف پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

احناف کے نزدیک نماز جمعہ کی صحت کے لیے وضو شرط ہے، غسل شرط نہیں۔ البتہ غسل کرنا افضل ہے۔ جمعہ کے دن نئے یا دھلے ہوئے کپڑے زیب تن کرنا، خوشبو استعمال کرنا، غسل کرنا، سرمہ لگانا، نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے اوّل وقت مسجد میں جانا، اوّل صف میں بیٹھنا، خطبہ توجہ سے سننا اور سنن جمعہ ادا کرنا وغیرہ امور مسنون ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّبْكِيرِ اِلَى الْجُمُعَةِ

باب 6: جمعہ کے دن جلدی جانا

459 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَّمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَّمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَّمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَسَمُرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح غسل کرے' پھر وہ (مسجد کی طرف) چلا جائے' تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی اور جو شخص دوسری گھڑی میں جائے' تو گویا اس نے گائے کی قربانی کی' جو شخص تیسری گھڑی میں جائے' گویا اس نے سینگ والے دنبے کی قربانی کی (مسجد میں) جو شخص چوتھی گھڑی میں جائے گویا اس نے مرغی کی قربانی کی اور جو شخص پانچویں گھڑی میں جائے' گویا اس نے انڈا صدقہ کیا۔ پھر جب امام نکل آئے' تو فرشتے آ کر خطبہ سننے لگتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نماز جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت

نماز جمعہ اپنی شرائط کے ساتھ فرض ہے اور یہ نماز ظہر سے زیادہ مؤکدہ ہے۔ اس کو ادا کرنے کے لیے اول وقت مسجد میں جانے کی فضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعۃ المبارک کے دن غسل کرے

459– اخرجه مالك فی "الموطا": (101/1): كتاب الجمعة: باب: العمل فی غسل يوم الجمعة' حديث (1) والبخاری (424/2): كتاب الجمعة: باب: فضل الجمعة' حديث (881) و مسلم (208/3- الابی): كتاب الجمعة: باب: الطيب والسواك يوم الجمعة' حديث (849/10) وابو داؤد (150/1) كتاب الصلاة باب: فی الغسل يوم الجمعة حديث (351) والنسائی (98/3): كتاب الجمعة: باب: التبكير الی الجمعة' و (99/3) باب: وقت الجمعة' واحمد (460/2) من طريق ابی صالح السمان عن ابی هريرة' فذكره-

جیسے جنابت کا غسل کیا جاتا ہے پھر اوّل وقت مسجد میں جائے تو اسے اتنا ثواب دیا جاتا ہے گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی پیش کی، جو دوسرے وقت میں آتا ہے اسے گائے کی قربانی کا ثواب دیا جاتا ہے، جو تیسرے وقت میں آتا ہے اسے سینگ والے بکرے کی قربانی کا ثواب دیا جاتا ہے، جو چوتھے وقت میں آتا ہے اسے ایک مرغی کا ثواب عطا کیا جاتا ہے اور جو پانچویں ساعت میں آئے گا اسے مرغی کا انڈہ صدقہ کرنے کا ثواب دیا جائے گا۔ جب امام خطبہ کی نیت سے برآمد ہوتا ہے تو فرشتے ذکر سننے کے لیے آجاتے ہیں۔(الصحیح للبخاری' جلد اوّل ص ۳۰۵)

۲-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر آجاتے ہیں اور آنے والے لوگوں کے نام لکھتے ہیں۔ سب سے قبل آنے والے کا، پھر اس کے بعد آنے والے کا اور جب امام خطبہ کے لیے برآمد ہوتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سننے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔(الصحیح للبخاری' جلد اوّل ص ۳۱۹)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَرْكِ الْجُمُعَةِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ

باب 7: کسی عذر کے بغیر جمعہ ترک کرنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

460 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبِيْدَةَ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ اَبِى الْجَعْدِ يَعْنِى الضَّمْرِيَّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ فِيمَا زَعَمَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّسَمُرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِى الْجَعْدِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنِ اسْمِ اَبِى الْجَعْدِ الضَّمْرِيِّ فَلَمْ يَعْرِفِ اسْمَهُ وَقَالَ لَا اَعْرِفُ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ حضرت ابوالجعد' یعنی ضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے' جیسا کہ محمد بن عمرو نے یہ بات بیان کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص تین مرتبہ' جمعہ کو کمتر سمجھتے ہوئے' ترک کر دے' تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوالجعد سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

460- اخرجه ابو داؤد (344/1): كتاب الصلاة: باب: التشديد فى ترك الجمعة' حديث (1052)' والنسائى (88/3)' كتاب الجمعة: باب: التشديد فى التخلف عن الجمعة' وابن ماجه (357/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: فيمن ترك الجمعة من غير عذر حديث (1125)' واحمد (424/3)' والدارمى (369/1): كتاب الصلاة: باب: فيمن يترك الجمعة من غير عذر' وابن خزيمة (177/3)' حديث (1857) من طريق محمد بن عمرو بن علقمة الليثى' عن عبيدة بن سفيان' عن ابى الجعد الضمرى' فذكره۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابوالجعد ضمری کے نام کے بارے میں دریافت کیا' تو انہیں ان کے نام کا پتہ نہیں تھا۔ انہوں نے بتایا: مجھے ان کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صرف اسی حدیث کا پتہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس حدیث کو محمد بن عمرو نامی راوی کے حوالے سے ہی جانتے ہیں۔

شرح

بلا عذر شرعی ترک نماز جمعہ کی وعید

نماز ظہر کی طرح فرض ہے اور بلا عذر شرعی اسے ترک کرنا گناہ ہے۔ نماز ظہر کی بنسبت نماز جمعہ کی تاکید زیادہ ہے۔ اس کا منکر کافر اور بلا عذر شرعی اس کا تارک منافق اور سزا کا حقدار ہے۔ نماز جمعہ ترک کر کے صرف نماز ظہر پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے۔ جو شخص بلا عذر شرعی مسلسل تین جمعے ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ تین جمعوں سے مراد زندگی بھر کے تین جمعے نہیں ہیں بلکہ مسلسل تین جمعے ہیں۔ اس کے دل پر مہر لگانے کی وجہ سے ممکن ہے کہ آئندہ زندگی میں وہ نماز جمعہ ادا کرنے کی طرف متوجہ ہی نہ ہو۔ عذر شرعی کی بنا پر نماز جمعہ چھوڑنے کی یہ وعید نہیں ہے مثلاً مسافر ہو یا مریض ہو یا عورت ہو یا غلام ہو یا بچہ ہو، ان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مِنْ كَمْ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ

باب 8: کتنی دور سے جمعہ کے لیے آیا جائے گا

461 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوَيْهِ قَالَا حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ قُبَاءَ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْهَدَ الْجُمُعَةَ مِنْ قُبَاءَ

وَقَدْ رُوِىَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا وَلَا يَصِحُّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَا يَصِحُّ فِىْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَىْءٌ

حدیثِ دیگر: وَّقَدْ رُوِىَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ اٰوَاهُ اللَّيْلُ اِلٰى اَهْلِهِ وَهٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ اِنَّمَا يُرْوٰى مِنْ حَدِيْثِ مُعَارِكِ بْنِ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ وَضَعَّفَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيَّ فِى الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: فَقَالَ وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى مَنْ تَجِبُ الْجُمُعَةُ قَالَ بَعْضُهُمْ تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ اٰوَاهُ اللَّيْلُ اِلٰى مَنْزِلِهِ وقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَجِبُ الْجُمُعَةُ اِلَّا عَلٰى مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

سَمِعْتُ اَحْمَدَ ابْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَذَكَرُوْا عَلٰى مَنْ تَجِبُ الْجُمُعَةُ فَلَمْ يَذْكُرْ اَحْمَدُ فِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ فَقُلْتُ لِاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْمَدُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ حَدَّثَنَا مُعَارِكُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ اٰوَاهُ اللَّيْلُ اِلٰى اَهْلِهٖ

قَالَ فَغَضِبَ عَلَيَّ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّقَالَ لِىْ اسْتَغْفِرْ رَبَّكَ اسْتَغْفِرْ رَبَّكَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اِنَّمَا فَعَلَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هٰذَا لِاَنَّهٗ لَمْ يَعُدَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ شَيْئًا وَّضَعَّفَهٗ لِحَالِ اِسْنَادِهٖ

◆◆ ثویر قباء سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں شامل تھے۔ وہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی: ہم قباء سے آ کر جمعہ میں شریک ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں اور اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے جو زیادہ مستند ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جمعہ ان لوگوں پر لازم ہے جو رات کے وقت اپنے گھر پہنچ سکے۔ (یعنی جمعہ ادا کرنے کے بعد پہنچ سکے)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اس حدیث کو معارک بن عباد کے حوالے سے، عبداللہ بن سعید مقبری سے نقل کیا گیا ہے۔

یحییٰ بن سعید قطان نے علم حدیث میں عبداللہ بن سعید المقبری کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے: کس شخص پر جمعہ واجب ہوتا ہے؟

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہوتا ہے (جو جمعہ ادا کر لینے کے بعد) رات تک اپنے گھر پہنچ سکے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جمعہ اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو اذان کی آواز سنے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اسی بات کے قائل ہیں۔

میں نے امام احمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ہم امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھے۔ لوگوں نے اس بات کا تذکرہ کیا کس شخص پر جمعہ واجب ہوتا ہے تو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی حدیث نقل نہیں کی۔

امام احمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی حدیث منقول ہے۔

تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ سے کوئی حدیث منقول ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! (پھر میں نے سند بیان کی)

حجاج بن نصیر نے معارک بن عباد کے حوالے سے، عبداللہ بن سعید مقبری کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جمعہ ہر اس شخص پر لازم ہے' جو (جمعہ ادا کرنے کے بعد) رات تک اپنے گھر پہنچ سکے۔

امام احمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اِس بات پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ غصے میں آ گئے اور فرمایا: تم اپنے پروردگار سے دعائے مغفرت کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا اس لیے کہا تھا' کیونکہ وہ اس حدیث کو مستند شمار نہیں کرتے تھے' اور اس کی سند کی وجہ سے' انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

گاؤں میں نماز جمعہ کے حوالے سے مذاہب آئمہ

کیا دیہات میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ صحت نماز جمعہ کے لیے مصر شرط ہے، لہٰذا گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔ لہٰذا گاؤں میں نماز ظہر پڑھی جائے گی۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **لا جمعة ولا تشريق ولا صلوٰة فطر ولا اضحٰى الا مصر جامع** (مصنف ابن ابی شیبہ' جلد ثانی ص ۱۰۱) (جمعہ، تکبیرات تشریق، نماز عید اور نماز بقرعید بڑے شہر کے علاوہ جائز نہیں ہیں)

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد چودہ دن تک قباء نامی بستی میں قیام پذیر رہے تو آپ نے نماز جمعہ نہیں پڑھائی۔ جب آپ مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہوئے تو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا: آپ نے قباء بستی میں نماز جمعہ اس لیے نہیں پڑھی تھی کہ اس کے لیے مصر شرط ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے: **ان اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المدینة لجمعة جمعت بجواثا قرية من قرى البحرين** (سنن ابی داؤد' جلد اوّل ص ۱۵۳) (تاریخ اسلام میں ایک جمعہ کے علاوہ پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں پڑھا گیا۔ ایک جمعہ جواثا میں جو بحرین کا گاؤں ہے، میں پڑھا گیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علاوہ کسی مقام پر نماز جمعہ نہیں ہوتی تھی۔ وفد عبدالقیس نے واپس جا کر ۶ھ یا ۸ھ میں جواثا میں نماز جمعہ قائم کی۔

(۴) حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں خطبہ ارشاد فرمایا: جمعہ کا دن ہونے کے باوجود آپ نے نماز جمعہ نہیں پڑھائی تھی، کیونکہ مصر کی شرط مفقود تھی جبکہ یہ مقام مکہ مکرمہ سے صرف نو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔

۲- آئمہ ثلاثہ کے نزدیک صحت نماز جمعہ کے لیے مصر شرط نہیں ہے، لہٰذا ان کے نزدیک گاؤں میں بھی نماز جمعہ ادا کی جا سکتی ہے۔ جمہور آئمہ فقہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(ا) آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ نماز جمعہ قائم کرنے کے لیے مصر (شہر) ہونا ضروری نہیں ہے، وہ شہر میں پڑھی جاسکتی ہے اور گاؤں میں بھی۔ جمہور کے دلائل درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل: انہوں نے "جواثا" والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: "قرية من قرى البحرين" جواثا بحرین کے دیہاتوں میں سے ایک گاؤں تھا۔ اس روایت میں "جواثا" پر "قرية" کا اطلاق ہوا ہے، جس میں صحابہ کرام نے نماز جمعہ قائم کی تھی، تو معلوم ہوا کہ دیہاتوں میں بھی نماز جمعہ قائم کی جاسکتی ہے۔

جواب: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دلیل کے کئی جوابات دیے گئے ہیں:

(ا) لفظ "قرية" کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے مثلاً قرآن کریم میں ہے: "لو لا نزل هذا القراٰن على رجل من القريتين عظيم" اس آیت میں "قريتين" کا مصداق مکہ مکرمہ اور طائف ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مکہ مکرمہ اس دور میں بھی بہت بڑا شہر تھا۔ (۲) لغت کے مشہور آئمہ ابوعبید اور ابوالحسن کی تصریح کے مطابق "جواثا" بہت بڑا شہر تھا۔ (۳) اگر "جواثا" کو گاؤں بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کا جواب ہوگا کہ صحابہ کرام نے "جواثا" میں اجتہاد کی بناء پر نماز جمعہ قائم کی تھی۔

دوسری دلیل: ہزم النبیت نامی بستی میں صرف چالیس آدمی رہائش پذیر تھے جو نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ یہ ایک گاؤں تھا جس کے باشندے نماز جمعہ ادا کرتے تھے، تو معلوم ہوا کہ گاؤں میں نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔

جواب: (ا) اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہیں جو منفرد ہیں۔ انہیں دجال و کذاب تک کہا گیا ہے۔
(۲) ہزم النبیت نامی گاؤں درحقیقت مدینہ طیبہ کا ایک محلہ تھا جو الگ گاؤں نہیں تھا۔ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے اس حصہ (محلّہ) میں بھی نماز جمعہ قائم کر دی تھی۔ (۳) اگر ہزم النبیت نامی محلّہ کو مستقل دیہات بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اجتہاد کی بناء پر یہاں نماز جمعہ قائم کی تھی۔

عید کے دن جمعہ آنے کی صورت میں جمعہ کی ادائیگی میں مذاہب آئمہ

عید کے دن میں جمعہ آنے کی صورت میں کیا نماز جمعہ ادا کی جائے گی یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف آئمہ ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا- آئمہ اربعہ کے نزدیک نماز عید اور نماز جمعہ اپنے اپنے وقتوں میں دونوں ادا کی جائیں گی۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ط" (الجمعۃ: ۹) (اے ایمان والو! جب جمعۃ المبارک کے دن نماز جمعہ کی اذان کہی جائے تو تم اللہ تعالیٰ کے ذکر (نماز) کی طرف جلدی سے آؤ اور خرید و فروخت ترک کر دو)

۲- حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ ہے کہ نماز جمعہ معاف ہے اور صرف نماز عید ادا کی جائے گی۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: صلى العيد ثم رخص في الجمعة فقال من شاء ان يصلىَ

فلیصل (سنن ابی داؤد) (انہوں نے نماز عید پڑھی پھر نماز جمعہ کے بارے میں رخصت دے دی کہ جو شخص پڑھنا چاہے پڑھ لے۔)
جواب: (۱) یہ خطاب اہل مدینہ کو نہیں تھا بلکہ اہل عوالی کو تھا جو ایک گاؤں کے باشندے تھے، انہیں نماز عید پڑھنے کا حکم دیا اور گاؤں ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ کی بجائے نماز ظہر ادا کرنے کا کہا گیا۔ (۲) اس روایت کی سند میں اضطراب ہے کیونکہ ایاس نامی راوی مجہول ہے۔

دوسری دلیل: حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جمعۃ المبارک میں دن کے پہلے حصہ میں نماز عید پڑھائی پھر ہم نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے آئے تو وہ تشریف نہ لائے تو ہم نے انفرادی طور پر نماز (نماز ظہر) ادا کی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طائف میں تھے، جب وہ آئے تو ہم نے اس بارے میں ان سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے سنت پر عمل کیا ہے۔ (سنن ابی داؤد)

جواب: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس زمانہ میں نابالغ بچے تھے جن کی صف بالکل پیچھے ہوتی تھی تو انہوں نے نماز جمعہ کی رخصت کا سن لیا اور یہ کیوں نہ سنا کہ یہ حکم اہل عوالی کا ہے اہل مدینہ کا نہیں ہے۔

تیسری دلیل: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: قد اجتمع فی یومکم هذا عیدان فمن شاء اجزاہ من الجمعة و انا مجمعون (سنن ابی داؤد) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن دو عیدیں (نماز عید اور نماز جمعہ) جمع ہوگئی ہیں، پس جو پسند کرے جمعہ پڑھے اور ہم تو نماز جمعہ پڑھیں گے۔

جواب: اس روایت میں رخصت اہل عوالی کے لیے ہے اور اہل مدینہ کے لیے نماز جمعہ ثابت ہو رہی ہے، جس کے لیے یہ الفاظ ہیں: و انا مجموعون۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وَقْتِ الْجُمُعَةِ

باب 9: جمعہ کے وقت کا بیان

462 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَجَابِرٍ وَّالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

462- اخرجه البخاری (449/2): کتاب الجمعة: باب: وقت الجمعة اذا زالت الشمس حدیث (904) وابوداؤد (352/1): کتاب الصلاة: باب: فی وقت الجمعة حدیث (1084) واحمد فی "مسنده": (150-128/3) من طریق عثمان بن عبدالرحمن التیمی عن ابی هریرة به-

مذاہب فقہاء: وَهُوَ الَّذِیْ اَجْمَعَ عَلَيْهِ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ وَقْتَ الْجُمُعَةِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كَوَقْتِ الظُّهْرِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنَّ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ اِذَا صُلِّيَتْ قَبْلَ الزَّوَالِ اَنَّهَا تَجُوْزُ اَيْضًا وقَالَ اَحْمَدُ وَمَنْ صَلَّاهَا قَبْلَ الزَّوَالِ فَاِنَّهٗ لَمْ يَرَ عَلَيْهِ اِعَادَةً

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اس وقت ادا کر لیتے تھے' جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت جابر، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے: جمعہ کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے' جب سورج ڈھل جائے' بالکل اسی طرح جیسے ظہر کا وقت ہے۔

امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم بھی اس بات کے قائل ہیں۔

بعض حضرات نے یہ بات نقل کی ہے: اگر زوال سے پہلے جمعہ کی نماز کو ادا کر لیا جائے' تو یہ بھی جائز ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص زوال سے پہلے اس کو ادا کر لے تو ان کے نزدیک اس شخص پر دوبارہ جمعہ پڑھنا لازم نہیں ہوگا۔

شرح

نماز جمعہ کے وقت میں مذاہب آئمہ

نماز جمعہ کے وقت میں اختلاف آئمہ ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز جمعہ کا وقت زوال کا وقت ختم ہونے سے لے کر نماز عصر کا وقت شروع ہونے تک ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جمعہ، نماز ظہر کا نائب ہے اور جو وقت نماز ظہر ہے وہی نماز جمعہ کا ہے۔ نماز ظہر کے وقت کی بحث گزر چکی ہے۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعض اہل ظاہر کا موقف ہے کہ نماز جمعہ زوال کے وقت سے پہلے پڑھی جائے گی۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ما كنا نتغدى فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا نقيل الا بعد الجمعة (آثار السنن ص ۲۴۲) (ہم دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز جمعہ کے بعد صبح کا کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے تھے) اس روایت میں لفظ ''غداۃ'' کا اطلاق اس کھانے پر ہوتا ہے جو طلوع آفتاب کے بعد سے لے کر زوال کے وقت سے قبل تک کھایا جاتا ہے۔ حدیث کے الفاظ: ''كنا نتغدى'' سے مراد ہے ہم صبح کا کھانا نماز جمعہ سے فراغت پر کھایا کرتے تھے اور وہ وقت زوال سے قبل ہے۔

جواب: جمہور کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ خواہ لفظ ''غداۃ'' کا

اطلاق صبح کے کھانے پر ہوتا ہے لیکن عرفاً اور وسعاً اس کا اطلاق دوپہر کے کھانے پر بھی ہو سکتا ہے جو زوال کے بعد کھایا جاتا ہے۔اسی طرح سحری کے کھانے پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هلموا الى الغداء المبارك ۔ تم میرے پاس بابرکت (سحری کا) کھانا لاؤ۔ (سنن نسائی جلداوّل ص۳۰۴)

دلیل ثانی: حضرت عبداللہ بن سیدان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: قال شهدت يوم الجمعة مع ابى بكر و كانت صلوٰته و خطبته قبل نصف النهار ثم شهدتها مع عمرو كانت صلوٰته و خطبته الى ان اقول انتصف النهار ثم شهدتها مع عثمان فكانت صلوٰته و خطبته الى ان اقول زال النهار فما رأيت احدًا عاب ذلك ولا انكره

(سنن دارقطنی جلد دوم ص۱۷)

اس روایت میں صراحت ہے کہ خلفاء ثلاثہ زوال سے قبل نماز جمعہ پڑھتے تھے۔

جواب: (۱) اس روایت کی سند میں اضطراب ہے کہ عبداللہ بن سیدان، ضعیف ہیں۔ (۲) انتصاف نہار کا اطلاق توسعاً زوال کے وقت کے بعد تک بھی ہو سکتا ہے۔ گویا خلافہ ثلاثہ نماز ظہر کے ابتدائی وقت میں نماز جمعہ قائم کرتے تھے کچھ لوگوں کو گمان ہوتا کہ ابھی تک زوال کا وقت ختم نہیں ہوا۔

نماز جمعہ کے فقہی مسائل

قیام جمعہ کی چھ شرائط ہیں، ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو جمعہ نہیں ہوگا۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱- مصر: مصر سے مراد ہے وہاں بازار ہوں جہاں سے ضروریات زندگی کی ہر چیز دستیاب ہو۔ وہاں باقاعدہ حاکم مقرر ہو جو مظلوم کو ظالم سے انصاف لے کر دے سکتا ہو۔ اس میں قبرستان، اسٹیشن اور گھڑ دوڑ کا میدان ہو۔

۲- امیر اسلام یا اس کا نائب جمعہ قائم کرے: امیر وقت یا اس کے حکم سے اس کا نائب نماز جمعہ قائم کر سکتا ہے۔ ان کے علاوہ کسی کا تقرر جائز نہیں ہے۔

۳- وقت ظہر: جمعہ نماز ظہر کا نائب ہے لہٰذا اس کے لیے وقت ظہر ہونا بھی ضروری ہے۔ وقت ظہر سے قبل یا بعد میں جمعہ جائز نہیں ہوگا۔ وہ وقت زوال کے بعد سے لے کر آغاز نماز عصر تک ہے۔

۴- خطبہ: جمعہ کی شرائط میں سے ایک خطبہ ہے۔ اس کی چار شرائط ہیں: (۱) وقت کے اندر ہو۔ (۲) نماز سے قبل ہو۔ (۳) اتنے لوگوں کے سامنے ہو جو جماعت کے لیے ضروری ہیں یعنی امام کے علاوہ تین آدمی ہوں۔ (۴) اتنی آواز سے ہو کہ پاس بیٹھنے والے سن سکتے ہوں۔

خطبہ کے لیے یہ امور مسنون ہیں: (۱) خطیب کا پاک وصاف ہونا۔ (۲) کھڑا ہونا۔ (۳) خطبہ سے قبل خطیب کا بیٹھنا۔ (۴) خطیب کا منبر پر ہونا۔ (۵) سامعین کی طرف چہرہ ہونا۔ (۶) قبلہ کی طرف پشت ہونا۔ (۷) حاضرین کا توجہ سے سننا۔ (۸) تعوذ کا پست آواز میں پڑھنا۔ (۹) خطبہ با آواز پڑھنا تاکہ لوگ سن سکیں۔ (۱۰) تحمید سے آغاز کرنا۔ (۱۱) ثناء کرنا۔ (۱۲) توحید و رسالت کا اقرار کرنا۔ (۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔ (۱۴) کم از کم ایک آیت کی قرأت کرنا۔

(۱۵) لوگوں کو پند و نصیحت کرنا۔ (۱۶) سب مسلمانوں کے لیے دعا خیر کرنا۔ (۱۷) حمد و ثناء اور درود کا اعادہ کرنا۔ (۱۸) دونوں خطبوں کا مختصر ہونا۔ (۱۹) دونوں خطبوں کے درمیان تین آیات کی تلاوت کی مقدار بیٹھنا۔ (۲۰) سامعین کا دو زانو اور مؤدب بیٹھنا۔

۵- جماعت: جتنے لوگ جماعت کے لیے ہوتے ہیں، ان کی جماعت ہونا یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین نمازی ہوں۔ انفرادی طور پر جمعہ نہیں پڑھا جا سکتا۔

۶- اذن عام: سب لوگوں کو مسجد میں یا جہاں نماز جمعہ قائم کرنی ہو، میں آنے کی اجازت ہو۔ اس موقع پر چھوٹے بچوں یا عورتوں کو منع کرنا، اذن عام کے منافی نہیں ہے۔

وجوب جمعہ کی گیارہ شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) مسلمان ہونا۔ (۲) عاقل ہونا۔ (۳) بالغ ہونا۔ (۴) تندرست ہونا۔ (۵) شہر میں مقیم ہونا۔ (۶) مرد ہونا۔ (۷) آزاد ہونا۔ (۸) دونوں آنکھوں کا درست ہونا۔ (۹) آمد و رفت پر قدرت ہونا۔ (۱۰) دشمن وغیرہ کا خطرہ نہ ہو۔ (۱۱) بارش یا آندھی وغیرہ کی کیفیت نہ ہونا۔

جمعہ اور عیدین کے خطبہ میں فرق: جمعہ، عیدین اور نکاح کے خطبہ کے درمیان تسبیح و تہلیل، سلام و کلام اور ہر قسم کے ذکر و وظائف سے اجتناب کرتے ہوئے خاموشی سے بیٹھنا چاہیے۔ خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین کے درمیان کئی اعتبار سے فرق ہے:
(۱) عیدین میں خطبہ مسنون ہے جبکہ جمعہ میں شرط ہے۔ (۲) عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے جبکہ جمعہ میں نماز سے قبل ہوتا ہے۔ (۳) عیدین میں ترک خطبہ سے نماز ہو جائے گی خواہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہو گی لیکن جمعہ میں ترک خطبہ سے جمعہ نہیں ہو گا۔ (ماخوذ از بہار شریعت جلد اوّل مکتبہ مدینہ از صفحہ ۷۶۲ تا ۷۷۶)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنبَرِ

باب 10: منبر پر خطبہ دینا

463 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ الصَّيْرَفِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ اَبُوْ غَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ اِلٰى جِذْعٍ فَلَمَّا اتَّخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنبَرَ حَنَّ الْجِذْعُ حَتّٰى اَتَاهُ فَالْتَزَمَهُ فَسَكَنَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّجَابِرٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

463- اخرجه البخاری (696/6): كتاب المناقب: باب: علامات النبوة فی الاسلام حديث (3583) والدارمی (15/1): باب: ما اكرم النبی صلى الله عليه وسلم بحنين المنبر من طريق معاذ بن العلاء عن نافع عن ابن عمر فذكره۔

توضیح راوی: وَمُعَاذُ بْنُ الْعَلَاءِ هُوَ بَصْرِيٌّ وَهُوَ اَخُو اَبِي عَمْرِو بْنِ الْعَلَاءِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنے کے پاس (کھڑے ہوکر) خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کو اختیار کیا' تو وہ تنا رونے لگا آپ اس کے پاس تشریف لائے آپ نے اسے ساتھ چمٹالیا' تو اسے سکون آیا۔

اس بارے میں حضرت انس، حضرت جابر، حضرت سہل بن سعد، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

معاذ بن علاء نامی راوی بصرہ کے رہنے والے ہیں اور یہ ابوعمرو بن علاء کے بھائی ہیں۔

شرح

منبر پر خطبہ کا آغاز اور ایک معجزہ نبوی

تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ اگر منبر دستیاب نہ ہوتو زمین پر کھڑے ہوکر بھی خطبہ پڑھا جاسکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر کے بغیر زمین پر کھڑے ہوکر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے تھے پھر منبر تیار ہونے پر اس پر جلوہ افروز ہوکر خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ ہجرت فرما کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو کھجوروں کا ایک باغ قیمتاً خرید کر درختوں کو کاٹ دیا گیا، وہاں مسجد نبوی بنائی گئی، درختوں کے تنوں کو بطور ستون استعمال کیا گیا، اس کی شاخوں اور پتوں کو چھت کے لیے استعمال میں لایا گیا۔ اس طرح ایک سادہ مگر پرشکوہ مسجد تیار ہوئی، ہاں یہ مسجد نبوی کی ابتدائی شکل تھی جس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے مساوی دیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ کا آغاز فرمایا تو کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتے لیکن اپنی پشت مبارک کھجور کے ایک تنے سے لگایا کرتے تھے۔ ایک وقت آیا کہ خطبہ کے لیے منبر تیار کیا گیا تو آپ منبر پر جلوہ افروز ہوکر خطبہ ارشاد فرمانے لگے۔ دوران خطبہ و وعظ آپ جس تنے سے پشت مبارک لگاتے تو اسے داغ مفارقت برداشت نہ ہوسکا اور اس نے بچے کی طرح رونا شروع کردیا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے آہ و بکا کرنے کی آواز اپنے کانوں سے سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنے کو بچے کی طرح اپنے سینہ اقدس سے لگا کر پیار کیا تو اس نے خاموشی اختیار کرلی اسے کاٹا نہ گیا بلکہ اکھاڑ کر منبر شریف کے نیچے دفن کردیا گیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجُلُوسِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ

باب 11: دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا

464 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَالَ مِثْلَ مَا تَفْعَلُوْنَ الْيَوْمَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَّهُوَ الَّذِیْ رَاٰهُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنْ يَّفْصِلَ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ بِجُلُوْسٍ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دیتے تھے' پھر تشریف فرما ہو جاتے تھے' پھر آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔

انہوں نے بتایا: بالکل اسی طرح جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت جابر بن سمرہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم بھی اسی بات کے قائل ہیں: دو خطبوں کے درمیان بیٹھ کر وقفہ کیا جائے گا۔

شرح

دو خطبوں اور ان کے درمیان بیٹھنے میں مذاہب آئمہ

اس بات پر آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ کیا دونوں خطبے اور دونوں کے درمیان بیٹھنا شرط ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کے مطابق دو خطبے اور دونوں خطبوں کے مابین بیٹھنا شرط ہے۔ ایک خطبہ اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا چھوڑنے سے جمعہ صحیح نہیں ہوگا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھا بھی کرتے تھے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک خطبہ شرط و فرض ہے، دو خطبے مسنون اور ان کے درمیان بیٹھنا بھی مسنون ہے۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: ''فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ط'' (الجمعۃ:۹) (جب جمعہ کی اذان کہی جائے تو تم اللہ کے ذکر (نماز جمعہ) کی طرف تیزی سے آؤ اور خرید و فروخت ترک کر دو)

464- اخرجه البخاری (466/2): كتاب الجمعة: باب: الخطبة قائما' حديث (920)' و (471/2): باب: القعدة بين الخطبتين يوم الجمعة' حديث (928)' ومسلم (224/3- الابی): كتاب الجمعة: باب: ذكر الخطبتين قبل الصلاة وما فيهما من الجلسة' حديث (861/33)' والنسائی (109/3): كتاب الجمعة: باب: الفصل بين الخطبتين بالجلوس' وابن ماجه (351/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في الخطبة يوم الجمعة' حديث (1103)' واحمد (2/35-91-98) والدارمی (366/1): كتاب الصلاة: باب: القعود بين الخطبتين' وابن خزيمة (349/2) حديث (1446) و (142/3)' حديث (1781) من طريق نافع عن ابن عمر به-

ان کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حدیث باب ایک فعلی روایت ہے، جس سے نص قرآنی پر زیادتی جائز نہیں ہے، البتہ اس پر عمل کی شکل یہ ہے کہ مطلق خطبہ کو شرط وفرض قرار دیا جائے جبکہ دوخطبوں اور دونوں کے درمیان بیٹھنے کو مسنون قرار دیا جائے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے نص قرآنی اور خبر واحد دونوں پر عمل ہوسکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَصْدِ الْخُطْبَةِ

باب 12: مختصر خطبہ دینا

465 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهُ قَصْدًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ وَّابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ کی نماز درمیانی ہوتی تھی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔

اس بارے میں حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابن ابی اوفیٰ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

خطبہ کا اختصار اس کا حسن:

ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنا چاہیے، بالخصوص امامت وخطابت میں یہ اصول اس کے حسن کی ضمانت ہے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین کلام وہ ہے، جس کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔ ایک روایت میں ہے: ان طول صلوٰة الرجل و قصر خطبته مئنة من فقهه (الصحیح للمسلم، جلد ۱، ص ۲۸۶) بیشک کسی شخص کی نماز میں طوالت اور خطبہ میں اختصار اس کی دانشمندی کا آئینہ دار ہے۔

خطابت ووعظ، ایک تقریر ہی نہیں بلکہ قرآن، اذان اور سنت کی طرح شعار اسلام بھی ہے۔ شعائر اسلام کا تحفظ اور اس کے ارتقاء کی جدوجہد ہر مسلمان کا فرض ہے۔ علماء کرام اور مشائخ عظام پر ذمہ داری دوسروں کی نسبت زیادہ ہے کہ وہ اپنے متعلقین، عقید تمندوں اور نمازیوں کے مزاج کو پیش نظر رکھ کر وعظ وتلقین اور ذکر وفکر کا حلقہ قائم فرمائیں تاکہ ان میں ذوق ومحبت اور مذہبی

465- اخرجه مسلم (3/332- الابی): کتاب الجمعة: باب: تخفیف الصلاة والخطبة حدیث (41-866/42) والدارمی (365/1): کتاب الصلاة: باب: فی قصر الخطبة من طریق ابی الاحوص عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة فذكره۔

معاملات وامور میں دلچسپی کا ذوق بھی پیدا ہو۔ زیر بحث حدیث میں بھی یہی درس دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ دونوں "خیر الامور اوسطھا" کا آئینہ دار ہوتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِرَائَةِ عَلَى الْمِنبَرِ

باب 13: منبر پر قرأت کرنا

466 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ (وَنَادَوْا يَا مَالِكُ)

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَارَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يَّقْرَاَ الْاِمَامُ فِي الْخُطْبَةِ ايًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاِذَا خَطَبَ الْاِمَامُ فَلَمْ يَقْرَاْ فِيْ خُطْبَتِهٖ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَعَادَ الْخُطْبَةَ

◆◆ صفوان بن یعلیٰ بن امیہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے: "وَنَادَوْا يَا مَالِكُ"

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔ یہ روایت ابن عیینہ سے منقول ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے اس بات کو اختیار کیا ہے: امام خطبے میں قرآن کی آیات پڑھے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر امام خطبہ دیتے ہوئے اپنے خطبے کے دوران قرآن کی کوئی بھی آیت نہ پڑھے' تو وہ اپنا خطبہ دوبارہ دے گا۔

شرح

خطبہ میں تلاوت قرآن کے حوالے سے مذاہب آئمہ

دوران خطبہ تلاوت قرآن یا قرأت قرآن فرض ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل

466– اخرجه البخاری (360/6): کتاب : بدء الخلق باب: اذا قال احد کم "آمین" والملائکة فی السماء فوافقت احداهما الاخری غفر له ما تقدم من ذنبه' حدیث (3230) و (381/6): باب: صفة النار وانها مخلوقة حدیث (3266)' و (431/8): کتاب التفسیر باب: (ونادوا یملك لیقض علینا ربك) (الزخرف: 77)' حدیث (4819)' ومسلم (241/3- الابی): کتاب الجمعة: باب تخفیف الصلاة والخطبة' حدیث (871/49) والبخاری فی "خلق افعال العباد" (76)' وابو داؤد (4310/2): کتاب الحروف والقراءات' حدیث (3992)' واحمد (223/4)' والحمیدی (346/2) حدیث (787) من طریق سفیان بن عیینة عن عمرو بن دینار عن عطاء بن ابی رباح' عن صفوان بن یعلی عن ابیه' فذکره۔

ہے:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ خطبہ میں چار امور شرط ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنا۔(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ درود پیش کرنا۔(۳) سامعین کو تقویٰ وطہارت اختیار کرنے کی تلقین کرنا۔(۴) کم از کم ایک آیت کی تلاوت کرنا۔ان امور میں سے ایک بھی مفقود ہو جائے تو خطبہ درست نہیں ہوگا۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک خطبہ میں قرأت قرآن شرط وفرض نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔ان کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ ایک فعلی حدیث اور خبر واحد ہے، جس سے فرض وشرط ثابت نہیں ہوسکتی۔البتہ خطبہ میں ایک آیت کی تلاوت مسنون ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ إِذَا خَطَبَ

باب 14: جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کی طرف رخ کرنا

467 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَوٰى عَلَى الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلْنَاهُ بِوُجُوْهِنَا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَحَدِيْثُ مَنْصُوْرٍ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ ضَعِيْفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَصْحَابِنَا

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يَسْتَحِبُّوْنَ اسْتِقْبَالَ الْإِمَامِ إِذَا خَطَبَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَا يَصِحُّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر کھڑے ہو جاتے تھے، تو ہم اپنا رُخ آپ کی طرف کر لیتے تھے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث منقول ہے۔

منصور نامی راوی سے منقول اس روایت کو ہم صرف محمد بن فضل بن عطیہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

محمد بن فضل بن عطیہ نامی راوی ضعیف ہیں اور ہمارے اصحاب (محدثین) کے نزدیک یہ احادیث یاد نہیں رکھتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ان حضرات کے نزدیک جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کی طرف رُخ کرنا مستحب ہے۔

امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمہم اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح روایت منقول نہیں ہے۔

شرح

مجلس وعظ کا سنہری اصول

مقرر ہو یا خطیب محنت شاقہ کے بعد سامعین کے سامنے خطاب کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔ ان کی طرف سے سامعین کے دلوں میں بات اتارنے اور سامعین کی طرف سے گفتگو سے استفادہ کرنے کا ایک سنہری اصول ہے، جس کو اپنا کر محفل کو مطلب خیز بنایا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے مقرر سامعین کو اپنی نظروں سے بار بار ملاحظہ کرے اور اپنے ہاتھوں کے اشاروں سے متوجہ کرنے کی کوشش کرے جبکہ سامعین بھی مقرر کی طرف اپنی نظریں جما کر دیکھیں اور ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھیں۔ اس طرح مقرر اور سامعین میں سے کسی کا حق مجروح نہیں ہوگا۔ مقرر نابینا ہو یا اپنی نظریں نیچے کیے ہوئے گفتگو کرے یا سامعین مقرر پر اپنی نظریں جما کر نہ بیٹھیں تو سامعین حصول فیض اور مقرر فیض رسانی میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ اِذَا جَآءَ الرَّجُلُ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ

باب 15: جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت کسی شخص کا آ کر دو رکعت ادا کرنا

468 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَلَّيْتَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ اَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: کیا تم نے (تحیۃ المسجد) کی نماز ادا کر لی ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھو اور پڑھ لو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ اور اس بارے میں سب سے زیادہ مستند ہے۔

468- اخرجه البخاري (473/2): كتاب الجمعة: باب: اذا راى الامام رجلا جاء وهو يخطب امره ان يصلي ركعتين' حديث (930) و (478/2): باب : من جاء والامام يخطب صلى ركعتين خفيفتين' حديث (931) ومسلم (243/3- الابي): كتاب الجمعة: باب التحية والامام يخطب' حديث (875/57-56-55-54) وابو داؤد (359/1): كتاب الصلاة: باب: اذا دخل الرجل والامام يخطب' حديث (1115) والنسائي (103/2): كتاب الجمعة: باب الصلاة يوم الجمعة لمن جاء والامام يخطب و (107/3): باب: مخاطبة الامام رعيته وهو على المنبر' وابن ماجه (353/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب ما جاء فيمن دخل المسجد والامام يخطب' حديث (1112) واحمد (380-369-308/3) والدارمي (364/1) كتاب الصلاة: باب فيمن دخل المسجد يوم الجمعة والامام يخطب والحميدي (513/2) حديث (1223) وابن خزيمة (165/2) حديث (1833-1832) من طريق عمرو بن دينار عن جابر بن عبدالله' فذكره۔

469 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ سَرْحٍ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِیَّ دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَرْوَانُ يَخْطُبُ فَقَامَ يُصَلِّی فَجَآءَ الْحَرَسُ لِيُجْلِسُوْهُ فَاَبٰی حَتّٰی صَلّٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ كَادُوْا لَيَقَعُوْا بِكَ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَتْرُكَهُمَا بَعْدَ شَیْءٍ رَاَيْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِیْ هَيْئَةٍ بَذَّةٍ وَّالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاَمَرَهُ فَصَلّٰی رَكْعَتَيْنِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَالَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ كَانَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ يُصَلِّی رَكْعَتَيْنِ اِذَا جَآءَ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ وَكَانَ يَاْمُرُ بِهٖ وَكَانَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِئُ يَرَاهُ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَسَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ ثِقَةً مَّاْمُوْنًا فِی الْحَدِيْثِ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا دَخَلَ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَاِنَّهٗ يَجْلِسُ وَلَا يُصَلِّی وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ خَالِدٍ الْقُرَشِیُّ قَالَ رَاَيْتُ الْحَسَنَ الْبَصْرِیَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَصَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ اِنَّمَا فَعَلَ الْحَسَنُ اتِّبَاعًا لِلْحَدِيْثِ وَهُوَ رَوٰی عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ عیاض بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن مسجد میں تشریف لائے' مروان اس وقت خطبہ دے رہا تھا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا شروع کی' سپاہی آئے' تا کہ انہیں زبردستی بٹھا دیں' تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے ان کی بات نہیں مانی اور نماز ادا کر لی' جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو میں ان کے پاس آیا اور میں نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے وہ آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتے تھے' تو انہوں نے فرمایا: میں ان دونوں رکعات کو اس کے بعد ترک

469- اخرجه ابو داؤد (525/1)، كتاب الزكاة: باب: الرجل يخرج من ماله' حديث (1675)' والبخاری فی "القراءة خلف الامام" (162)' والنسائی (106/3): كتاب الجمعة باب: حث الامام على الصدقة يوم الجمعة فی خطبته' وابن ماجه (353/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب ماجاء فيمن دخل المسجد والامام يخطب' حديث (1113)' والدارمی (364/1): كتاب الصلاة: باب: فيمن دخل المسجد يوم الجمعة والامام يخطب' والحميدی (326/2) حديث (741) وابن خزيمة (150/3) حديث (1799)' و (165/3) حديث (183)و(114/4) حديث (2481) واحمد (25/3) من طريق محمد بن عجلان' قال: حدثنا عياض بن عبدالله بن سعد عن ابی سعيد الخدری' فذكره-

نہیں کرسکتا' جبکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے انہیں جانا ہو پھر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن ایک شخص میلے کچیلے عالم میں آیا۔ نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' آپ ﷺ نے اسے ہدایت کی' تو اس شخص نے دو رکعت نماز ادا کی' جبکہ نبی اکرم ﷺ اس دوران خطبہ دیتے رہے۔

ابن ابی عمر نامی راوی بیان کرتے ہیں: ابن عیینہ اگر ایسے وقت آتے جب امام خطبہ دے رہا ہوتا' تو وہ دو رکعت ادا کرلیتے تھے اوران رکعات کو ادا کرنے کی ہدایت بھی کرتے تھے' جبکہ اس دوران ابوعبدالرحمٰن مقری انہیں دیکھ رہے ہوتے تھے۔

ابن عیینہ بیان کرتے ہیں: محمد بن عجلان نامی راوی ثقہ ہیں اور حدیث میں مامون ہیں۔

اس بارے میں حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید خدری سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب آدمی مسجد میں آئے اور امام اس وقت خطبہ دے رہا ہو' تو وہ شخص بیٹھ جائے اور نماز ادا نہ کرے۔

سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پہلی رائے زیادہ درست ہے۔

علاء بن خالد قرشی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت حسن بصری کو دیکھا' وہ جمعہ کے دن مسجد میں تشریف لائے۔ امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا' تو حضرت حسن بصری نے پہلے دو رکعت ادا کیں پھر بیٹھے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) حضرت حسن بصری نے حدیث کی پیروی کرتے ہوئے ایسا کیا تھا۔

حضرت حسن بصری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے۔

شرح

دورانِ خطبہ نوافل تحیۃ المسجد ادا کرنے میں مذاہب آئمہ

امام خطبہ جمعہ دے رہا ہو تو اس دوران مسجد میں داخل ہونے والا شخص نوافل تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مابین اختلاف ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ آنے والا شخص نوافل تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے مگر اختصار سے پڑھے پھر سامعین میں شامل ہو جائے۔ انہوں نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے جن سے جواز تحیۃ المسجد ثابت ہوتا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک آنے والا شخص تحیۃ المسجد کے نوافل ادا نہیں کر

سکتا، بلکہ خاموشی سے خطبہ سننے کے لیے بیٹھ جائے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو وہ نماز نہ پڑھے اور بات چیت بھی نہ کرے حتیٰ کہ امام فراغت حاصل کر لے۔'' (مجمع الزوائد جلد ثانی ص۱۸۴)

ان کی طرف سے احادیث باب کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت حدیث قولی ہے، لہٰذا اس پر عمل کیا جائے گا اور احادیث باب کو ترک کر دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں احتیاط و آداب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس روایت کو معمول بہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ الْکَلَامِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ

باب 16: جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت بات چیت کرنا مکروہ ہے

470 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَیْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ کَرِهُوا لِلرَّجُلِ اَنْ یَّتَکَلَّمَ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ وَقَالُوْا اِنْ تَکَلَّمَ غَیْرُهٗ فَلَا یُنْکِرْ عَلَیْهِ اِلَّا بِالْاِشَارَةِ وَاخْتَلَفُوْا فِیْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِیتِ الْعَاطِسِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ فَرَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِیتِ الْعَاطِسِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَکَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِیْنَ وَغَیْرِهِمْ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب امام جمعہ کے دن خطبہ دے رہا ہو' اس وقت جو شخص (اپنے ساتھی سے) یہ کہے: تم خاموش رہو تو اس شخص نے لغو حرکت کی۔

اس بارے میں حضرت ابن ابی اوفیٰ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

470 اخرجه البخاری (480/2): کتاب الجمعة: باب: الانصات یوم الجمعة والامام یخطب' حدیث (934)' مسلم (210/3- الابی)' کتاب الجمعة' باب: فی الانصات یوم الجمعة فی الخطبة' حدیث (851/11)' وابو داؤد (359/1): کتاب الصلاة: باب: الکلام والامام یخطب حدیث (1112)' والنسائی (103/3): کتاب الجمعة: باب الانصات للخطبة یوم الجمعة' و (188/3): کتاب الاستسقاء باب: الانصات للخطبة' وابن ماجه (352/1): کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها: باب: ماجاء فی الاستماع للخطبة والانصات لها' حدیث (1110)' واحمد (272/2- 280- 393-396- 474- 485- 518- 532)' والدارمی (363/1): کتاب الصلاة: باب الاستماع یوم الجمعة عند الخطبة والانصات' وابن خزیمة (153/3) حدیث (1805) من طریق ابن شهاب عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة' فذکره-

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں: ان حضرات نے آدمی کے لیے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: وہ امام کے خطبے کے دوران کوئی بات کرے، یہ حضرات یہ فرماتے ہیں: اگر کوئی دوسرا شخص بات کرے، تو یہ آدمی صرف اشارہ کے ذریعے اسے منع کر سکتا ہے۔

(امام کے خطبہ دینے کے دوران) سلام کا جواب دینے اور چھینکنے والے کا جواب دینے کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے سلام کا جواب دینے اور چھینک کا جواب دینے کی رخصت دی ہے، جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو۔

امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہما اسی بات کے قائل ہیں۔

تابعین اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے اسے بھی مکروہ قرار دیا ہے۔ (کہ امام کے خطبے کے دوران سلام یا چھینک کا جواب دیا جائے)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

شرح

دورانِ خطبہ بات چیت کرنے کے جواز و عدم جواز میں مذاہب آئمہ

دورانِ خطبۂ جمعہ بات چیت کرنے کے جواز و عدم جواز میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوران خطبہ بات چیت منع ہے بلکہ توجہ اور خاموشی سے خطبہ سننا ضروری ہے۔ آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر امام، مقتدی کو کوئی بات کہے یا مقتدی امام سے کچھ عرض کرے یا مقتدی باہم کوئی بات کہیں یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کوئی ہدایت جاری فرمائی یا کسی نے آپ سے کوئی ہدایت حاصل کرنے کے لیے کچھ عرض کیا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان روایات سے جو گفتگو ثابت ہوتی ہے، اس کا تعلق ہماری بحث سے نہیں ہے کیونکہ ان میں اصلاح و ہدایت کی غرض سے گفتگو کی گئی ہے جبکہ ہماری بحث شور و غل کے حوالے سے ہے۔

جب امام خطبہ کی غرض سے منبر پر بیٹھ جائے اس وقت سے لے کر تا ختم خطبہ دنیاوی گفتگو، سلام و کلام اور کسی کو خاموشی اختیار کرنے کا کہنا بھی ممنوع و ناجائز ہے۔ حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّخَطِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب 17: جمعہ کے دن لوگوں کو پھلانگنا مکروہ ہے

471 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ

الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: مَنْ تَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جِسْرًا اِلٰى جَهَنَّمَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بْنِ سَعْدٍ

مذاہب فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا اَنْ يَّتَخَطَّى الرَّجُلُ رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَشَدَّدُوْا فِيْ ذٰلِكَ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ رِشْدِيْنَ بْنِ سَعْدٍ وَّضَعَّفَهٗ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ سہل بن معاذ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے وہ جہنم کے پل کی طرف جاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سہل بن معاذ بن انس جہنی سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف رشدین بن سعد نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان حضرات نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: کوئی شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر (آگے جائے) ان حضرات نے اس بارے میں شدت سے کام لیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے رشدین بن سعد نامی راوی کے بارے میں کلام کیا ہے' اور ان کے حافظے کے حوالے سے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنے کی ممانعت و وعید

جمعۃ المبارک کا مجمع ہو یا حلقہ تدریس ہو یا وعظ و نصیحت کی مجلس ہو تو پروگرام کا آغاز ہونے سے قبل دو صورتوں میں آگے بڑھنے کی اجازت ہے: (۱) آگے جگہ خالی ہو اور اسے پُر کرنا مقصود ہو۔ (۲) آگے بڑھنے کی وجہ سے کسی کو گزند نہ پہنچنے پائے۔ تاہم جب پروگرام کا آغاز ہو چکا ہو تو ہر اعتبار سے آگے بڑھنے کی ممانعت ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ جمعہ کے دوران ایک شخص آگے بڑھ رہا تھا تو آپ نے اس سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا: ''اجلس فقد اٰذيت الناس'' (سنن نسائی جلداوّل ص ۲۰۷) تم بیٹھ جاؤ تم نے لوگوں کو تکلیف دی ہے''۔ اس سے ثابت ہوا کہ محفل کا آغاز ہونے پر آگے بڑھنے کی ہر لحاظ سے ممانعت ہے۔ حدیث باب میں لوگوں کی گردنیں پھلانگنے والے کی مذمت و وعید بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

471- اخرجه ابن ماجه (354/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب ماجاء في النهي عن تخطي الناس يوم الجمعة' حديث (1116) واحمد (437/3) من طريق زبان بن فائد' عن سهل بن معاذ بن انس عن ابيه' فذكره۔

''جس شخص نے جمعۃ المبارک کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں، اس نے جہنم کی طرف اپنے لیے پل بنایا۔'' گویا گردنیں پھلانگنا جہنم کی طرف بڑھنے کے مترادف ہے۔ اس سے گردنیں پھلانگنے کی وعید و مذمت عیاں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ كَرَاهِيَةِ الْاِحْتِبَاءِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ

باب 18: جب امام خطبہ دے رہا ہو اُس وقت احتباء کے طور پر بیٹھنا مکروہ ہے

472 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ وَعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِئُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ اَيُّوْبَ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ مَرْحُوْمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحِبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّاَبُوْ مَرْحُوْمٍ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ مَيْمُوْنٍ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ الْحِبْوَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ وَرَخَّصَ فِىْ ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ مِنْهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهٗ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ لَا يَرَيَانِ بِالْحِبْوَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ بَاْسًا

◆◆ سہل بن معاذ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن، جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت احتباء کے طور پر بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابومرحوم نامی راوی کا نام عبدالرحیم بن میمون ہے۔

بعض اہلِ علم نے جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت احتباء کے طور پر بیٹھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

جبکہ بعض اہلِ علم نے اس بارے میں رخصت دی ہے' جن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات بھی شامل ہیں۔

امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہما نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت احتباء کے طور پر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح

دورانِ خطبہ احتباء کی شکل میں بیٹھنے کی ممانعت

احتباء کی شکل یہ ہے کہ سرین پر بیٹھ کر اپنے دونوں گھٹنے کھڑے کر کے دونوں ہاتھوں سے انہیں مضبوطی سے پکڑ لینا یا سرین پر بیٹھ کر دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے اور گھٹنوں کے گرد کپڑا باندھ لینا۔ حدیث باب میں دورانِ خطبہ اس کیفیت میں بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔ احتباء کی حالت میں بیٹھنے کی علت مقدمۃ النوم ہے۔ جس طرح دیوار یا ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھنے سے نیند غالب آ جاتی ہے،

472– اخرجه ابو داؤد (358/1): كتاب الصلاة باب: الاحتباء والامام يخطب' حديث (1110)' واحمد (439/3)' وابن خزيمة (158/3) حديث (1815) من طريق ابى عبدالرحمن عبدالله بن يزيد المقرى ، عن سعيد بن ابى ايوب' قال: اخبرنى ابو مرحوم عبدالرحيم بن ميمون عن سهل بن معاذ بن انس الجهنى' عن ابيه' فذكره۔

اسی طرح احتباء کی صورت بھی جالب نوم ہے۔ دوران خطبہ ان حالتوں میں بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

سوال: دوران خطبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حالت احتباء میں بیٹھنا ثابت ہے؟

جواب: (۱) آغاز خطبہ سے قبل کوئی شخص حالت احتباء میں بیٹھا ہو پھر دوران خطبہ بھی اسی طرح بیٹھا رہا اور خطبہ سماعت کرتا رہا تو اس کی ممانعت نہیں ہے، البتہ دوران خطبہ حالت احتباء اختیار کر کے بیٹھنے کی ممانعت ہے۔ (۲) یہ ممانعت والی روایت خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی پر محمول ہے کیونکہ عمل صحابہ اس کے معارض ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ رَفْعِ الْاَيْدِيْ عَلَى الْمِنْبَرِ

باب 19: منبر پر (خطبہ دیتے ہوئے) دونوں ہاتھ بلند کرنا مکروہ ہے

473 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ رُوَيْبَةَ الثَّقَفِيَّ وَبِشْرُ بْنُ مَرْوَانَ يَخْطُبُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ فَقَالَ عُمَارَةُ قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيُدَيَّتَيْنِ الْقُصَيِّرَتَيْنِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا وَاَشَارَ هُشَيْمٌ بِالسَّبَّابَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حصین بیان کرتے ہیں: بشر بن مروان خطبہ دے رہا تھا اس نے (خطبے کے دوران) دعا میں دونوں ہاتھ بلند کیے تو حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو خراب کرے' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے: آپ صرف یہ کیا کرتے تھے۔

ہشیم نامی راوی نے شہادت کی انگلی کے ذریعے اشارہ کر کے بتایا (کہ ایسا کیا کرتے تھے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دوران خطبہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی ممانعت

دوران خطبہ امام اپنے دونوں ہاتھ یا ایک ہاتھ بلند نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ خلاف سنت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کبھی نہیں کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوران خطبہ اپنا دست اقدس زیادہ بلند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ اسی طرح امام دوران خطبہ اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کر سکتا کیونکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے۔ دوران خطبہ

473- اخرجه مسلم (3/242- الابی): كتاب الجمعة: باب تخفيف الصلاة والخطبة' حديث (874/53) وابو داؤد (1/357): كتاب الصلاة: باب رفع اليدين على المنبر' حديث (1104) والنسائي (3/108) كتاب الجمعة: باب: الاشارة في الخطبة' واحمد (4/135-136-261) والدارمي (1/366): كتاب الصلاة: باب كيف يشير الامام في الخطبة' وابن خزيمة (3/147) حديث (1793 -1794) من طريق حصين عن عمارة بن رويبة الثقفي' فذكره۔

مقتدی بھی اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ خلاف سنت ہے۔ جمعۃ المبارک کی اذان ثانی کا جواب بھی دل میں دیا جائے اور دعا بھی ہاتھ اٹھائے بغیر دل میں کی جائے۔ گورنر مدینہ بشر بن مروان نے دوران خطبہ دعا میں اپنے ہاتھ بلند کیے تو حضرت عمارہ رویبہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اس حالت کو ناپسند کیا اور اظہار ناراضگی کرتے ہوئے ان کے لیے بددعا بھی کی۔ انہوں نے بایں الفاظ بددعا کی تھی: "قبح الله هاتين اليدين القصيرتين" اللہ تعالیٰ ان چھوٹے ہاتھوں کو ہلاک کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اَذَانِ الْجُمُعَةِ

باب 20: جمعہ کی اذان کا بیان

474 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ عَنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ الْاَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ وَاِذَا اُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، اذان اس وقت ہوتی تھی، جب امام آجاتا تھا، اور جب نماز کھڑی ہوتی تھی (تو اس وقت اقامت کہی جاتی تھی) لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے تیسری اذان (یعنی پہلے زمانے والی دو اذانوں، یعنی اذان اور اقامت کے علاوہ اذان) کا اضافہ زوراء کے مقام پر کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

جمعہ کی اذان ثانی کا آغاز

دورِ رسالت، دورِ صدیقی اور دورِ فاروقی میں جمعہ کی ایک اذان پڑھی جاتی تھی جس کے دو مقاصد تھے: (۱) لوگوں کو نماز کی اطلاع دینا۔ (۲) حاضرین کو امام کی آمد سے مطلع کرنا۔ دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ اذان مسجد نبوی کے دروازہ

474- اخرجه البخاری (457/2): كتاب الجمعة: باب الاذان يوم الجمعة' حديث (912)' و (459/2) باب المؤذن الواحد يوم الجمعة' حديث (913)' و (460/2): باب: الجلوس على المنبر عند التاذين' حديث (915)' و (461/2) باب: التاذين عند الخطبة' حديث (916)' وابو داؤد (352-353/1): كتاب الصلاة: باب: النداء يوم الجمعة حديث (1087-1088-1089-1090)' والنسائی (101-103/3) كتاب الجمعة: باب: الاذان للجمعة' وابن ماجه (359/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فی الاذان يوم الجمعة' حديث (1135)' واحمد (449/3 -450) وابن خزيمة (163/3)' حديث (1773-1774) و (168/3) حديث (1837) من طريق الزهری عن السائب بن يزيد' فذكره۔

(چھت) پر پڑھی جاتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو آپ نے ایک اذان کا اضافہ فرمایا۔ یہ اذان خطیب کے سامنے پڑھی جانے لگی۔ اس کا مقصد حاضرین کو نماز کے لیے تیار کرنا تھا۔ حدیث باب میں بھی اسی کی تصریح ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کا اجماع دین میں سنگ میل اور ٹھوس بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

ارشاد ربانی: "اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ" (الجمعۃ:۹) کا مصداق اذان اول ہے۔ جب یہ اذان کہہ دی جائے تو کاروبار اور خرید وفروخت چھوڑ کر لوگوں کو تیزی سے مسجد کی طرف آجانا چاہیے۔ برصغیر (پاک وہند) میں عموماً یہ اذان خطبہ سے آدھ پون گھنٹہ قبل پڑھی جاتی ہے کیونکہ لوگ کاروبار اور خرید وفروخت میں حسب معمول مصروف رہتے ہیں۔ جب خطبہ کا آغاز ہوتا ہے بلکہ اختتام کو پہنچنے والا ہوتا ہے تو لوگ مسجد کا رخ کرتے ہیں۔ اذان کے بعد کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے گناہگار ہوتے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ لوگ اپنے آپ میں کچھ مذہبی بیداری پیدا کریں اور مؤذن بھی پہلی اذان تاخیر سے خطبہ کے قریب کہے تاکہ لوگ گناہگار نہ ہوں۔

سوال: حدیث باب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اذان کو اذان ثالث کیوں کہا گیا ہے؟ جبکہ اذانیں دو ہیں۔

جواب: بیشک دو اذانیں ہیں مگر اقامت کو بھی تغلیب کے طور پر اذانوں میں شامل کر کے اذان ثالث کہا گیا ہے۔ بطور تغلیب اقامت کو اذان کہنا حدیث سے ثابت ہے چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں: "بین کل اذانین صلوٰۃ لمن شاء" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جو شخص پڑھنا چاہے۔ یہاں ایک اذان سے مراد اقامت ہے یعنی اذان اور اقامت کے درمیان نماز سنت ہے۔

سوال: کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اذان کو "بدعت" کہنا جائز ہے؟

جواب: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اذان کو "بدعت" کہنا جائز نہیں ہے: (۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین میں سے خلیفہ ثالث ہیں اور ان کی پیروی کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین" (سنن ابن ماجہ جلداوّل ص۵) (تم پر میرا طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْكَلَامِ بَعْدَ نُزُوْلِ الْإِمَامِ مِنَ الْمِنْبَرِ

باب 21: امام کے منبر سے نیچے آجانے کے بعد بات چیت کرنا

475 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

475- اخرجه ابو داؤد (361/1)؛ كتاب الصلاة باب؛ الامام يتكلم بعدما ينزل من المنبر' حديث (1120)' والنسائي (110/3)؛ كتاب الجمعة؛ باب؛ الكلام والقيام بعد النزول عن المنبر' وابن ماجه (354/1)؛ كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها؛ باب؛ ماجاء في الكلام بعد نزول الامام عن المنبر' حديث (1117)' واحمد (213-127-119/3)' وعبد بن حميد' ص (376) حديث (1260)' وابن خزيمة (169/3) حديث (1838) من طريق جرير بن حازم' عن ثابت عن انس بن مالك' فذكره۔

متن حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلَّمُ بِالْحَاجَةِ إِذَا نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ جَرِيْرِ ابْنِ حَازِمٍ

قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ وَهِمَ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

حدیث دیگر: وَالصَّحِيْحُ مَا رُوِىَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَخَذَ رَجُلٌ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يُكَلِّمُهُ حَتّٰى نَعَسَ بَعْضُ الْقَوْمِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّالْحَدِيْثُ هُوَ هٰذَا وَجَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ رُبَّمَا يَهِمُ فِى الشَّىْءِ وَهُوَ صَدُوْقٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ وَّهِمَ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ فِىْ حَدِيْثِ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

إِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِىْ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّيُرْوٰى عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ فَحَدَّثَ حَجَّاجٌ الصَّوَّافُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

إِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِىْ

فَوَهِمَ جَرِيْرٌ فَظَنَّ اَنَّ ثَابِتًا حَدَّثَهُمْ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر سے نیچے تشریف لے آتے تھے' تو ضرورت کے تحت کوئی بات چیت کر لیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث کو ہم صرف جریر بن حازم نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: جریر بن حازم اس روایت میں وہم کا شکار ہوئے ہیں۔

صحیح روایت وہ ہے' جو ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی۔ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ اتنی دیر بات چیت کرتے رہے کہ حاضرین میں سے بعض لوگ اونگھنے لگے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اصل حدیث یہ ہے۔ (امام بخاری یہ بھی بیان کرتے ہیں) جریر بن حازم بعض اوقات کسی چیز کے بارے میں وہم کا شکار ہو جاتے ہیں' حالانکہ وہ سچے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جریر بن حازم نے ثابت سے منقول حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ اس حدیث کے اندر بھی وہم کیا ہے' جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے' تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک مجھے نہ دیکھ لو''۔

امام بخاری فرماتے ہیں: اس روایت کو حماد بن زید کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: ہم ثابت بنانی کے

پاس موجود تھے۔ وہاں حجاج صواف نامی راوی نے یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے عبداللہ بن ابوقتادہ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ہے:

''جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے' تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک مجھے نہ دیکھ لو''۔

(امام بخاری بیان کرتے ہیں) تو جریر کو اس بارے میں وہم ہوا' وہ یہ سمجھے کہ شاید ثابت نے ان حضرات کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ روایت سنائی ہے۔

476 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلٰوةُ يُكَلِّمُهُ الرَّجُلُ يَقُوْمُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَمَا يَزَالُ يُكَلِّمُهُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَنَا يَنْعَسُ مِنْ طُوْلِ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یاد ہے: نماز کے لیے اقامت کہی جاچکی تھی اور ایک شخص آپ کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا وہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان کھڑا ہوا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس کے ساتھ بات چیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے بعض حاضرین کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل قیام کی وجہ سے اونگھنے لگے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

خطبہ کے اختتام اور نماز جمعہ سے قبل گفتگو کرنے میں مذاہب آئمہ

خطبہ کے اختتام اور نماز جمعہ سے قبل گفتگو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عدم جواز کے قائل ہیں' جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے یہاں اعادہ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

۲- آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس وقفہ کے دوران گفتگو کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر احادیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے اختتام پر ضرورت کے مطابق گفتگو فرمالیتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احادیث باب کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے تھا۔ (۲) امام مقتدیوں سے اور مقتدی امام سے گفتگو کر سکتے ہیں، کیونکہ اس کا مقصد اصلاح نماز ہوتا ہے۔ البتہ لوگوں کا باہم گفتگو کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ شور وغل کے لیے ہوتا ہے۔

476- اخرجه احمد فی "مسنده" (161/3) و عبد بن حميد' ص (374) حديث (1249) من طريق معمر' عن ثابت عن انس بن مالك فذكره-

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِرَائَةِ فِيْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ

باب 22: جمعہ کی نماز میں قرأت کرنا

477 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَخَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى بِنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَاَ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ وَفِي السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ اِذَا جَآئَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَاَدْرَكْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهٗ تَقْرَاُ بِسُوْرَتَيْنِ كَانَ عَلِيٌّ يَقْرَاُ بِهِمَا بِالْكُوْفَةِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِهِمَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَّاَبِيْ عِنَبَةَ الْخَوْلَانِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ

توضیح راوی: عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ رَافِعٍ كَاتِبُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ حضرت عبیداللہ بن ابورافع' جو نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں' بیان کرتے ہیں: مروان نے مدینہ منورہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا' اور خود مکہ چلا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ انہوں نے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ کی تلاوت کی اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون کی تلاوت کی۔

عبیداللہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے ان سے کہا: آپ نے ان دو سورتوں کی تلاوت کی ہے جن کی تلاوت حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں (جمعہ کی نماز میں) کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو (جمعہ کی نماز میں) ان دونوں کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے: آپ نے جمعہ کی نماز میں ''سورہ الاعلیٰ'' اور ''سورہ الغاشیہ'' کی تلاوت کی تھی۔

477- اخرجه مسلم (248/3- الابی) كتاب الجمعة: باب: ما يقرا في صلاة الجمعة' حديث (877/61) وابو داؤد (360/1): كتاب الصلاة: باب: مايقرا به في الجمعة' حديث (1124) وابن ماجه (355/1) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في القراءة في الصلاة يوم الجمعة' حديث (1118) واحمد في "مسنده": (429/2) وابن خزيمة (171-170/3) حديث (1844-1843) من طريق جعفر بن محمد' عن ابيه عن عبيدالله بن ابي رافع' عن ابي هريرة به- واخرجه احمد في "مسنده" (467/2) من طريق الحكم عن محمد بن علي ان رجلا قال لابي هريرة' فذكره-

شرح

نماز جمعہ میں قرأت کا مسئلہ

نماز جمعہ میں چار سورتوں کی قرأت مسنون ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر طویل قرأت کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلی رکعت میں سورۃ الجمعۃ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون کی قرأت فرماتے تھے۔ ان دونوں سورتوں کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ پہلی سورۃ کا مضمون نماز جمعہ سے متعلق ہے اور دوسری سورۃ کے انتخاب کی وجہ منافقوں کو تحذیر و تنبیہ کرنا مقصود تھا تا کہ وہ اپنا طرز عمل تبدیل کریں، کیونکہ نماز میں منافق لوگ بھی شامل ہوتے تھے۔ اگر ہلکی پھلکی قرأت کرنے کا ارادہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیۃ کی قرأت فرماتے تھے۔ ان دونوں سورتوں کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ ان میں قیام قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے، جس سے ترغیب و ترہیب کا درس ملتا ہے اور عظیم اجتماع کے لیے یہ مضمون موزون و مناسب تر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَا يَقْرَأُ بِهٖ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب 23: جمعہ کے دن صبح کی نماز میں کیا تلاوت کیا جائے

478 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ مُّخَوَّلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُّسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ الم تَنْزِيلُ السَّجْدَةَ وَهَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُّخَوَّلٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں "سورہ تنزیل السجدہ" اور "سورہ الدھر" کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

478- اخرجه مسلم (3/250- الابی): كتاب الجمعة باب: ما يقرا في يوم الجمعة' حديث (879/64)' وابو داؤد (1/349): كتاب الصلاة: باب: ما يقرا في صلاة الصبح يوم الجمعة' حديث (1074-1075)' والنسائي (2/159): كتاب الافتتاح: باب: القراءة في الصبح يوم الجمعة' و (3/111): كتاب الجمعة' باب: القراءة في صلاة الجمعة بسورة (الجمعة) و (المنافقين) وابن ماجه (1/269): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب القراءة في صلاة الفجر يوم الجمعة' حديث (821)' واحمد (1/226 -272 -307 -316 -328 -334 -340 -354) وابن خزيمة (1/266) حديث (533) من طريق سعيد بن جبير عن ابن عباس' فذكره واخرجه احمد: (1/361) قال: حدثنا عبدالصمد' قال: حدثنا همام' قال: حدثنا قتادة' عن صاحب له' عن سعيد بن جبير عن ابن عباس' فذكره۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔
سفیان ثوری اور دیگر راویوں نے اس روایت کو مخول سے نقل کیا ہے۔

شرح

جمعہ کے دن نماز فجر میں مسنون قرأت

چھ ایام میں فجر کی نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نصف پارہ کی قرأت فرماتے تھے۔ جمعۃ المبارک کے دن نماز فجر میں دیگر ایام کی نسبت ہلکی پھلکی قرأت فرماتے تھے۔ آپ پہلی رکعت میں سورۃ السجدہ اور دوسری رکعت میں سورۃ الدہر کی قرأت کرتے تھے۔ ان دونوں سورتوں کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ ان میں قیام قیامت اور اس کے احوال کی تفصیل بیان کی گئی ہے جبکہ قیامت بھی جمعۃ المبارک کے دن قائم ہوگی، اس میں یہ پیغام دینا مقصود ہے کہ ہر جمعہ میں جس طرح چوپائے قیام قیامت کے منتظر ہوتے ہیں، اسی طرح انسانوں کو بھی منتظر رہنا چاہیے۔ اس پیغام کے نتیجہ میں انسان گناہوں سے تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْجُمُعَةِ وَبَعْدَهَا

باب 24: جمعہ سے پہلے اور اس کے بعد (نفل) نماز ادا کرنا

479 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَيْضًا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ

◄► سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ جمعہ (کی فرض رکعات) کے بعد دو رکعت (سنت) ادا کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔
نافع کے حوالے سے یہی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی نقل کی گئی ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

480 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ كَانَ اِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ انْصَرَفَ فَصَلَّى سَجْدَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے: جب وہ جمعہ کی نماز ادا کر لیتے تھے اور واپس جاتے تھے' تو اپنے گھر میں دو رکعت ادا کیا کرتے تھے' اور یہ بیان کرتے تھے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

481 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا (۱)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ سُهَيْلَ بْنَ اَبِیْ صَالِحٍ ثَبْتًا فِي الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَرُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا وَّبَعْدَهَا اَرْبَعًا وَّقَدْ رُوِیَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَمَرَ اَنْ يُّصَلّٰى بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَرْبَعًا وَّذَهَبَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ اِلٰى قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وقَالَ اِسْحٰقُ اِنْ صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلّٰى اَرْبَعًا وَّاِنْ صَلّٰى فِيْ بَيْتِهِ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَاحْتَجَّ بِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهِ وَحَدِيْثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَابْنُ عُمَرَ هُوَ الَّذِيْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ

(۱)- اخرجه مسلم (3/251-الابی): كتاب الجمعة: باب الصلاة بعد الجمعة' حديث (67-68-69/881)' وابو داؤد (1/363): كتاب الصلاة: باب: الصلاة بعد الجمعة' حديث (1131)' والنسائی (3/113) كتاب الجمعة' باب: عدد الصلاة بعد الجمعة فی المسجد' وابن ماجه (1/358): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فی الصلاة بعد الجمعة' حديث (1132)' واحمد (2/249 -442-499)' والدارمی (1/370): كتاب الصلاة: باب: ماجاء فی الصلاة بعد الجمعة' والحميدی (2/431)' حديث (976)' وابن خزيمة (3/183-184)' حديث (1873-1874) من طريق سهيل بن ابی صالح عن ابيه عن ابی هريرة' فذكره۔

رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ وَابْنُ عُمَرَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّى بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ اَرْبَعًا

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ صَلَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذٰلِكَ اَرْبَعًا

حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَنَصَّ لِلْحَدِيْثِ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا الدَّنَانِيْرُ وَالدَّرَاهِمُ اَهْوَنُ عَلَيْهِ مِنْهُ اِنْ كَانَتِ الدَّنَانِيْرُ وَالدَّرَاهِمُ عِنْدَهُ بِمَنْزِلَةِ الْبَعْرِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ ابْنَ اَبِي عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ كَانَ عَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ اَسَنَّ مِنَ الزُّهْرِيِّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے جس شخص نے جمعہ کے بعد نماز ادا کرنی ہو' وہ چار رکعت ادا کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں: ہم سہیل بن ابوصالح نامی راوی کو علم حدیث میں مستند سمجھتے ہیں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی گئی ہے: وہ جمعہ سے پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے' اور اس کے بعد بھی چار رکعت ادا کرتے تھے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے جمعہ کے بعد دو رکعت ادا کرنے اور پھر چار رکعت ادا کرنے کی ہدایت کی تھی۔

سفیان ثوری اور ابن مبارک نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔

امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کسی شخص نے جمعہ کے دن مسجد میں (جمعہ کے بعد) رکعات ادا کرنی ہوں' تو وہ چار رکعت ادا کرے گا۔ اگر اس نے اپنے گھر میں نماز ادا کرنی ہو' تو وہ دو رکعت ادا کرے گا۔

انہوں نے دلیل کے طور پر یہ روایت پیش کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد اپنے گھر میں دو رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: جس شخص نے جمعہ کے بعد نماز ادا کرنی ہو' وہ چار رکعت ادا کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: آپ جمعہ کے بعد اپنے گھر میں دو رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد' مسجد میں جمعہ کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے' اور ان دو

رکعت کے بعد چار رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

عطاء بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' انہوں نے جمعہ کے بعد دو رکعت ادا کیں پھر اس کے بعد چار رکعت ادا کیں۔

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں: میں نے زہری سے زیادہ بہتر طور پر حدیث بیان کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا اور نہ ہی کوئی ایسا شخص دیکھا ہے' جس کے نزدیک درہم ان سے زیادہ بحیثیت ہوں۔ ان کے نزدیک درہم کی حیثیت مینگنی کی طرح تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے ابن ابی عمر کو سنا ہے' وہ فرماتے ہیں: میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: عمرو بن دینار' عمر میں زہری سے بڑے تھے۔

شرح

جمعہ سے قبل اور اس کے بعد نماز (سنن) میں مذاہب آئمہ

نماز جمعہ سے قبل اور اس کے بعد کتنی رکعات مسنون ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز جمعہ سے قبل بھی چار رکعت ہیں اور نماز جمعہ کے بعد بھی چار رکعت ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں چار رکعت قبلیہ اور چار رکعت بعدیہ کا ذکر ہے۔ (حافظ زیلعی' نصب الرایۃ جلد ثانی ص ۲۰۶) حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں گی اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چار رکعت دو سلام کے ساتھ ادا کی جائیں گی۔

۲- صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جمعہ سے قبل چار سنت ہیں ایک سلام کے ساتھ اور بعد میں چھ سنت ہیں۔ پہلے چار رکعت ایک سلام سے پھر دو رکعت ایک سلام سے۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز جمعہ سے قبل چار سنت ہیں اور دو سنت بعد میں ہیں۔

۴- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز جمعہ سے قبل اور نماز جمعہ کے بعد سنتوں کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ نماز ایک کار خیر اور عمل نیک ہے اسے محدود نہیں کیا جا سکتا' لہٰذا اس کے پہلے اور بعد میں جتنی چاہیں سنتیں اور نوافل ادا کر سکتے ہیں۔

احناف کا مفتا بہ قول صاحبین ہے یعنی نماز جمعہ سے قبل چار سنت ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں اور بعد چھ رکعات پڑھی جائیں، چار رکعت ایک سلام سے اور دو رکعات ایک سلام سے۔

سب آئمہ نے اپنے اپنے مؤقف پر احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً

باب 25: جو شخص جمعہ کی ایک رکعت پائے

482 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَّسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوْا مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْجُمُعَةِ صَلّٰى اِلَيْهَا اُخْرٰى وَمَنْ اَدْرَكَهُمْ جُلُوْسًا صَلّٰى اَرْبَعًا وَّبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس شخص نے نماز کی ایک رکعت پالی۔ اس نے اس نماز کو پالیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' وہ حضرات یہ فرماتے ہیں: جس شخص نے جمعہ کی ایک رکعت پالی وہ دوسری رکعت بعد میں پڑھ لے گا' لیکن جس شخص نے نمازیوں کو قعدے کی حالت میں پایا وہ چار رکعت ادا کرے گا۔

سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحٰق نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

483 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: مَا كُنَّا نَتَغَدّٰى فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَقِيْلُ اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم جمعہ کے بعد کھانا کھایا کرتے تھے

482- اخرجه مسلم (532/2- الابى): كتاب المساجد و مواضع الصلاة' باب: من ادرك ركعة من الصلاة فقد ادرك تلك الصلاة' حديث (161-607/162) والنسائى (112/3): كتاب الجمعة: باب: من ادرك ركعة من صلاة الجمعة' وابن ماجه (356/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فيمن ادرك من الجمعة ركعة حديث (1122) من طريق الزهرى عن ابى سلمة عن ابى هريرة' فذكره۔

اور قیلولہ کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت سہل بن سعد سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نماز جمعہ کی رکعت ثانیہ میں شامل ہونے والے کے بارے میں مذاہب آئمہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جو شخص نماز جمعہ کے قعدہ میں بھی نماز جمعہ کی جماعت میں شامل ہو گیا، اس نے جمعہ کی فضیلت حاصل کر لی اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ اپنی نماز جمعہ مکمل کرے گا۔ آئمہ ثلاثہ اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کو پانے کے لیے کم از کم ایک رکعت امام کے ساتھ پانا ضروری ہے۔ جو شخص دوسری رکعت کے رکوع کے بعد نماز جمعہ میں شامل ہوا، وہ اسی تحریمہ کے ساتھ امام کے سلام پھیرنے پر چار رکعت نماز ظہر ادا کرے گا، کیونکہ اس کی نماز جمعہ فوت ہو چکی ہے۔

نماز جمعہ میں دوسری رکعت کے بعد جماعت میں شامل ہونے والا شخص نماز جمعہ ادا کرے گا یا نماز ظہر ادا کرے گا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جو شخص نماز جمعہ کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جماعت میں شامل ہوا، وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد حسب معمول نماز جمعہ (دو رکعت) مکمل کرے گا۔ آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مافاتكم فاتموا** (محمد بن اسماعیل بخاری، جلداوّل ص۸۸) تمہاری جتنی نماز فوت ہو جائے تم وہ پوری کرو) اس روایت میں لفظ: **اتموا**، کا مفہوم یہ ہے کہ نمازی جس نماز میں شامل ہوا ہو وہی مکمل کرے گا۔

۲- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ جو شخص نماز جمعہ کی دوسری رکعت کے بعد جماعت میں شامل ہوا، وہ نماز جمعہ مکمل نہیں کرے گا بلکہ نماز ظہر چار رکعت ادا کرے گا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: ''**من فاتته الركعتان**

483- اخرجه البخاری (494/2): كتاب الجمعة باب: قول الله تعالیٰ (فاذا قضيت الصلاوة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله) (الجمعة:10) حديث (938-939) و (496/2): باب: القائلة بعد الجمعة' حديث (941)' و (34/5): كتاب الحرث والمزارعة: باب: ماجاء فی الغرس حديث (2349)' و (455/9): كتاب الاطعمة: باب: السلق والشعير' حديث (5403)' (35/11): كتاب الاستئذان باب: تسليم الرجال على النساء' والنساء على الرجال' حديث (6248)' و (72/11): باب القائلة بعد الجمعة' حديث (6279)' ومسلم (224/3- الابی): كتاب الجمعة: باب: صلاة الجمعة حين تزول الشمس' حديث (859/30)' وابو داؤد (352/1): كتاب الصلاة: باب: فی وقت الجمعة' حديث (1086)' وابن ماجه (350/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فی وقت الجمعة' حديث (1099)' واحمد (433/3)' و (336/5)' وعبد بن حميد' ص (168)' حديث (454)' وابن خزيمة (184/3) حديث (1875-1876) من طريق ابی حازم عن سهل بن سعد الساعدی' فذكره-

فلیصل اربعا" (الدارقطنی) جس شخص کی (نمازجمعہ) دورکعت فوت ہوجائیں پس وہ چار رکعت (نماز ظہر) ادا کرے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) دورکعت فوت ہو جانے کا مفہوم یہ ہے کہ آنے والا آدمی امام کے سلام پھیرنے کے بعد آیا ہو۔ (۲) امام بخاری، امام نسائی اور امام دارقطنی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ نَّعَسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنَّهٗ يَتَحَوَّلُ مِنْ مَجْلِسِهٖ

باب 26: جس شخص کو جمعہ کے دن اونگھ آئے وہ اپنی جگہ تبدیل کر لے

484 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَاَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کسی شخص کو جمعہ کے دن اونگھ آجائے تو وہ اپنی جگہ تبدیل کر لے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

جمعہ کے دوران نیند کا غلبہ ہونے پر اسے دور کرنے کا طریقہ

دوران جمعہ یا درس وتدریس کے حلقہ یا وعظ وتبلیغ کی محفل میں نیند غالب آجائے تو اسے فوراً دور کرنا چاہیے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہاں سے اٹھ کر چند قدم چلے یا جگہ تبدیل کر لے یا ٹیک ختم کر دے یا تازہ وضو کر لے تو نیند کا غلبہ ختم ہو جائے گا۔ حدیث باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں تصریح ہے کہ جگہ تبدیل کرنے سے نیند کا غلبہ ختم ہو جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّفَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب 27: جمعہ کے دن سفر کرنا

485 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِّقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

484- اخرجه احمد فی "مسنده": (13532-22/2) وابو داؤد (360/1): كتاب الصلاة: باب: الرجل ينعس والامام يخطب، حديث (1119) وعبد بن حميد ص: (243) حديث (747) وابن خزيمة (160/3) حديث (1819) من طريق محمد بن اسحق عن نافع عن ابن عمر فذكره۔

متن حدیث: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ فِي سَرِيَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَا اَصْحَابُهُ فَقَالَ اَتَخَلَّفُ فَاُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ فَلَمَّا صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَغْدُوَ مَعَ اَصْحَابِكَ فَقَالَ اَرَدْتُّ اَنْ اُصَلِّيَ مَعَكَ ثُمَّ اَلْحَقَهُمْ قَالَ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَا اَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّقَالَ شُعْبَةُ لَمْ يَسْمَعِ الْحَكَمُ مِنْ مِقْسَمٍ اِلَّا خَمْسَةَ اَحَادِيْثَ وَعَدَّهَا شُعْبَةُ وَلَيْسَ هٰذَا الْحَدِيْثُ فِيْمَا عَدَّ شُعْبَةُ فَكَاَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ لَمْ يَسْمَعْهُ الْحَكَمُ مِنْ مِقْسَمٍ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي السَّفَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمْ بَاْسًا بِاَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي السَّفَرِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الصَّلٰوةُ وقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا اَصْبَحَ فَلَا يَخْرُجْ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْجُمُعَةَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ایک مہم میں بھیجا یہ جمعہ کے دن کی بات ہے۔ حضرت عبداللہ کے دوسرے ساتھی صبح روانہ ہو گئے۔ انہوں نے یہ سوچا: میں ٹھہر جاتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرلوں گا' پھران لوگوں کے ساتھ جا کرمل جاؤں گا' جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ملاحظہ فرمایا: تو ان سے دریافت کیا: تم صبح اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے یہ چاہا کہ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کروں پھران کے ساتھ جا کرمل جاؤں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم روئے زمین میں موجود سب چیزیں خرچ کردو' تو بھی ان لوگوں کے صبح جانے جتنی فضیلت حاصل نہیں کر سکتے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

علی بن مدینی کہتے ہیں یحییٰ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے: شعبہ فرماتے ہیں: حاکم نے مقسم سے صرف پانچ روایات سنی ہیں۔ پھر شعبہ نے ان روایات کو گنوایا۔ ان میں یہ روایت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے: حاکم نے اس روایت کو مقسم سے نہیں سنا۔

جمعہ کے دن سفر کرنے کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک جمعہ کے دن سفر پر روانہ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ نماز کا وقت نہ ہوا ہو۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: اگر دن اچھی طرح نکل چکا ہو' تو آدمی اس وقت تک سفر پر روانہ نہ ہو' جب تک جمعہ پڑھ نہ لے۔

485- اخرجه احمد (1/224-256) وعبد بن حميد ص (654-655) حديث (654-656) من طريق الحجاج بن ارطاة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس فذكره-

شرح

جمعہ کے دن سفر کرنے کا مسئلہ

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن زوال سے قبل سفر کرنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد اور جمعہ کا وقت شروع ہونے پر بلا عذر شرعی سفر کرنا منع ہے۔ اگر دوسری جگہ میں جمعہ مل جانے کا امکان ہو تو زوال کے بعد سفر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یا خود خطیب ہو اور دوسری جگہ جا کر خطبہ دینا ہو تو بھی سفر کیا جا سکتا ہے۔ حدیث باب میں بھی تصریح ہے کہ جہاد وغیرہ کا کوئی مسئلہ درپیش ہو یا عذر شرعی ہو تو بعد از زوال بھی سفر کرنا جائز ہے۔ اس بحث سے نماز جمعہ کی تاکید اور اہمیت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اس کی فضیلت و لزوم کی وجہ سے اسے باقاعدگی سے ادا کرنا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السِّوَاكِ وَالطِّيبِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب 28: جمعہ کے دن مسواک کرنا اور خوشبو لگانا

486 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَحْيٰى اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَّغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلْيَمَسَّ اَحَدُهُمْ مِنْ طِيبِ اَهْلِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَالْمَاءُ لَهٗ طِيبٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَّشَيْخٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْبَرَاءِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّرِوَايَةُ هُشَيْمٍ اَحْسَنُ مِنْ رِوَايَةِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمانوں پر یہ بات لازم ہے: وہ جمعہ کے دن غسل کریں اور ہر شخص اپنے گھر میں موجود خوشبو بھی لگا لے اگر خوشبو نہیں ملتی تو پانی ہی اس کے لیے خوشبو ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید اور انصار سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ سے روایت منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت براء سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

ہشیم کی روایت اسماعیل بن ابراہیم تیمی کی روایت سے زیادہ بہتر ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم تیمی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

486- اخرجه احمد فی "مسنده": (283-282/4) منطریق یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب فذکره۔

شرح

جمعہ کے دن مسواک کرنے اور خوشبو استعمال کرنے کی اہمیت

کسی بھی مجلس میں شمولیت کے لیے جن امور کو پیش نظر رکھا جاتا ہے وہ یہ ہیں: نئے یا دھلے ہوئے کپڑوں کا زیب تن کرنا، غسل کرنا، ناخن ترشوانا، مسواک کرنا، حجامت بنوانا، سرمہ لگانا اور خوشبو استعمال کرنا وغیرہ۔ ان سب امور کی اہمیت وفضیلت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ مسواک کرنا اور خوشبو کا استعمال کرنا بہرحال سب سے افضل ہے۔ مسواک کرنے سے تمام انبیاء کی سنت ادا ہو جاتی ہے اور منہ کی بدبو کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے جبکہ خوشبو کے استعمال سے سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل ہو جاتا ہے اور جسمانی بدبو بھی ختم ہو جاتی ہے۔ حدیث باب میں بھی ان دونوں کے التزام واہتمام کا درس دیا گیا ہے۔ جمعۃ المبارک کے موقع پر ان دونوں چیزوں کے استعمال کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا وقت ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَبْوَابُ الْعِیْدَیْنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

عیدین کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

عید کا معنیٰ ومفہوم

لفظ "عید" عاد یعود سے بنا ہے جو اصل میں "عوذ" تھا، تو واؤ کو یاء سے بدلا تو "عید" ہو گیا۔ عید کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں: (۱) لفظ "عید" عود سے بنا ہے، جس سے مراد ہے کسی چیز کا بار بار پلٹ کر آنا، چونکہ یہ دن بھی سال بعد بار بار آتا ہے، اس لیے اسے عید کہا جاتا ہے۔ (۲) لفظ "عید" عود سے بنا ہے، جس کا مطلب ہے لکڑی چونکہ اس دن لکڑی (جلانے کے لیے) زیادہ استعمال ہوتی ہے، اس لیے اسے "عید" کا نام دیا گیا ہے۔ (۳) اس کا معنیٰ ہے اظہار فرحت وسرور کرنا، چونکہ اس دن لوگ اچھے کپڑے زیب تن کر کے، غسل کر کے اور خوشبو استعمال کر کے نماز ادا کرنے کے لیے گھر سے نکلتے ہیں، اس لیے اسے عید کہا جانے لگا۔

ہر مذہب میں خوشی اور تہوار منانے کا تصور موجود ہے، اس لیے اسلام نے بھی مسلمانوں کو اس سے محروم نہیں رکھا۔ اسلام نے مسلمانوں کو سال میں منانے کے لیے مشہور دو تہوار دیے ہیں اور دونوں کا تعلق تکمیل عبادت سے ہے۔ وہ دو تہوار عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں۔ عید الفطر صیام رمضان کی تکمیل کی خوشی میں اور عید الاضحیٰ تکمیل سنت ابراہیمی (قربانی) کی خوشی میں عطا فرمائی ہے۔

عیدین کی تاریخ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باذن اللہ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں آئے تو یہاں کے لوگوں کو ملاحظہ فرمایا کہ وہ سال میں دو دن بطور لہو لعب مناتے تھے۔ آپ نے انہیں یہ دو دن منانے سے منع کیا اور ان کی بجائے دو دن بطور عید منانے کی اجازت عنایت فرمائی۔ ایک دن عید الفطر کا جو یکم شوال المکرم کو صیام رمضان کی تکمیل کے سلسلہ میں منایا جاتا ہے اور دوسرا دسویں ذی الحجہ کا دن عید الاضحیٰ ہے جو یادِ سنت ابراہیمی کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ان دونوں دنوں میں مسلمان خود خوش ہوتے ہیں اور ان کا پروردگار بھی۔ غیر مسلم اقوام سال میں اپنے دو تہوار منا کر خود تو خوش ہوتی ہیں لیکن ان کے خدا کے خوش ہونے یا نہ ہونے کا انہیں بھی یقین نہیں ہے۔ الغرض مسلمانوں کے اسلامی تہوار بامقصد ہیں جبکہ غیر مسلموں کے بے مقصد اور فضول ہیں۔

نماز عید کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ

نماز عید واجب ہے یا مسنون ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عید فرض ہے۔ انہوں نے نماز جمعہ پر قیاس کرتے ہوئے اسے فرض قرار دیا ہے۔

۲-حضرت امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کے مطابق نماز عید "سنت مؤکدہ" ہے۔

۳-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عید واجب ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) ارشاد ربانی ہے: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝" (الکوثر:۲) (پس اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے رب کے لیے نماز ادا کریں اور قربانی کریں) یہاں نماز سے مراد نماز عید ہے۔ (۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج یوم الفطر و یوم الاضحی الی المصلی فیصلی بالناس الخ (سنن نسائی) (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز عید پڑھاتے تھے) آپ کا یہ عمل مسلسل اس کے وجوب کا متقاضی ہے۔ (۳) دور صحابہ سے لے کر تاہنوز امت کا عمل اس کے وجوب کی نشاندہی کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَشْيِ يَوْمَ الْعِيدِ

باب 1: عید کے دن پیدل جانا

487 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَخْرُجَ اِلَى الْعِيْدِ مَاشِيًا وَّاَنْ تَاْكُلَ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ يَّخْرُجَ الرَّجُلُ اِلَى الْعِيْدِ مَاشِيًا وَّاَنْ يَّاْكُلَ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّخْرُجَ لِصَلَاةِ الْفِطْرِ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَيُسْتَحَبُّ اَنْ لَّا يَرْكَبَ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ بات سنت ہے: تم عید کی نماز کے لیے پیدل جاؤ اور (چھوٹی عید کے دن) نکلنے سے پہلے کچھ کھالو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے ان حضرات نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے: آدمی پیدل عید (کی نماز پڑھنے کے لیے) جائے اور عید الفطر کی نماز کے لیے جانے سے پہلے کچھ کھالے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ بات مستحب ہے کہ آدمی سوار ہو کر نمازِ عید ادا کرنے کے لیے نہ جائے البتہ عذر ہو تو حکم مختلف ہے۔

487- اخرجه ابن ماجه (411/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في الخروج الى العيد ماشيا حديث (1296) من طريق ابى اسحٰق عن الحارث عن علي بن ابى طالب' فذكره۔

شرح

نمازِعیدادا کرنے کے لیے عیدگاہ میں پیدل جانے کا مسئلہ

اس بات پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ نمازِعیدین اور نمازِجمعہ کے لیے عیدگاہ اور مسجد کا سفر پیدل کیا جائے۔ یہ پیدل جانا مستحب ہے۔ البتہ کوئی شرعی مجبوری ہو تو سواری پر جانا بھی جائز ہے مثلاً دیہات سے جمعہ کے لیے شہر میں آنا یا کمزور وعلیل ہو یا کوئی ضعیف و عمر رسیدہ ہو۔ پیدل آنے کے کئی فوائد ہیں: (۱) اس میں عجز وانکساری ہے۔ (۲) جتنے قدم چل کر جائیں گے اور واپس آئیں گے ہر قدم پر نیکی لکھی جائے گی۔ (۳) عبادت وریاضت کی شایان شان بھی یہی ہے۔ (۴) سواری پر آنے کی وجہ سے رش زیادہ ہوگا یعنی لوگوں اور سواریوں کا۔ (۵) سواریوں کو کھڑا کرنے کا بھی مسئلہ پیدا ہوگا۔ (۶) پیدل جانا شرعی طور پر مستحب ہے۔

نمازِعیدالفطر کے لیے جانے سے قبل کوئی میٹھی چیز کھانا بھی سنت ہے خواہ وہ کھجور یا چھوہارا ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ نمازِعیدالاضحیٰ سے قبل کوئی چیز نہ کھانا بھی مسنون ہے۔ عیدین کی ادائیگی کے لیے آمدورفت کا راستہ تبدیل کرنا بھی مسنون ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ جانے اور آنے کے دونوں راستے نمازی کے لیے گواہ بن جائیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی نماز وایمان کی گواہی پیش کریں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

باب 2: عید کی نماز خطبے سے پہلے ادا کی جاتی ہے

488 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ هُوَ ابْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ يُصَلُّوْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُوْنَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ صَلَاةَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَيُقَالُ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ خَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عیدین کی نماز خطبے سے

488- اخرجه البخاری (225/2): كتاب العيدين: باب: الخطبة بعد العيد' حديث (963) ومسلم (261/3- الابی): كتاب صلاة العيدين: حديث (888/8) والنسائی (183/3): كتاب صلاة العيدين' باب: صلاة العيدين قبل الخطبة' وابن ماجه (407/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فی صلاة العيدين' حديث (1276) واحمد (12/2-38) وابن خزيمة (347/2) حديث (1443)

پہلے ادا کرتے تھے، پھر خطبہ دیتے تھے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ان حضرات کے نزدیک عید کی نماز خطبے سے پہلے ادا کی جائے گی۔

ایک قول کے مطابق مروان بن حکم وہ سب سے پہلا شخص ہے، جس نے نماز سے پہلے خطبہ دیا تھا۔

شرح

نمازِ عید کا خطبہ سے قبل ہونا

اس مسئلہ میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ نمازِ عیدین خطبہ سے قبل ہیں۔زمانہ ماضی میں کچھ عرصہ تک مروان وغیرہ کی شرارت یا زیادتی سے خطبہ کو عیدین سے قبل کر دیا گیا تھا جو ظلم کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تواتر سے نماز عیدین کو خطبہ سے قبل ادا فرمایا کرتے تھے۔

سوال: نمازِ عیدین میں خطبہ بعد میں اور نمازِ جمعہ میں خطبہ پہلے رکھنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: (۱) عیدین کے مواقع پر لوگ خطبہ سننے کی غرض سے نہیں آتے بلکہ دوگانہ پڑھنے کے ارادہ سے آتے ہیں۔اس طرح پہلے دوگانہ ہونا چاہیے بعد میں خطبہ بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔آغاز اسلام میں جمعہ کا خطبہ بھی نماز جمعہ کے بعد ہی تھا۔اس وقت اچانک یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ ارشاد فرمارہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک تجارتی قافلہ آیا، اعلان ہوا اور نقارہ بجا جس کے نتیجہ میں لوگ خرید و فروخت میں مصروف ہو گئے اور کچھ تماشہ بینی میں مشغول ہو گئے۔اس طرح مجمع منتشر ہو گیا اور سامعین و حاضرین میں سے چند افراد باقی رہ گئے۔اس موقع پر سورۃ الجمعہ کی آیت گیارہ (جمعہ:۱۱) نازل ہوئی اور خطبہ کو دوگانہ سے قبل کر دیا گیا تا کہ پھر آئندہ ایسا واقعہ پیش نہ آئے۔(۲) جمعہ کی نسبت نماز عیدین میں لوگوں کا ذوق و شوق دیدنی اور زیادہ ہوتا ہے۔اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱) عیدین سال کے بعد آتی ہیں جبکہ جمعہ ہفتہ کے بعد آتا ہے۔(۲) عیدین کے موقع پر لوگوں کا مجمع زیادہ ہوتا ہے جبکہ جمعہ کے موقع پر اتنا نہیں ہوتا۔

جمعہ ہفتہ وار ایک اجتماع کی حیثیت رکھتا ہے، اس میں خطبہ بعد میں ہوتا تو لوگوں کے تاخیر اور کاہلی سے آنے کی وجہ سے ان کی پوری نماز جمعہ یا ایک رکعت عموماً چھوٹ جاتی جس سے ان کے آنے کا مقصد فوت ہو جاتا۔اس میں خطبہ کو مقدم کر دیا گیا تا کہ لوگوں کو مکمل نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل ہو سکے۔

ایک اہم مسئلہ: جس زمانہ میں جمعہ کا خطبہ نماز کے بعد تھا، خطبہ نماز جمعہ کے لیے شرط نہیں تھا جس طرح عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہے اور نماز عیدین کے لیے شرط نہیں ہے۔اس لیے یہ ضابطہ ہے کہ بعد والی چیز پہلی کے لیے شرط نہیں ہوتی لیکن پہلی چیز بعد والی کے لیے شرط ہوتی ہے۔جب خطبہ، جمعہ سے مقدم کر دیا گیا تو نماز جمعہ کے لیے شرط بن گیا۔خطبہ پڑھنا شرط وضروری ہے لیکن

اس کا سننا شرط نہیں ہے۔ اگر بالفرض سامعین سب کے سب بہرے ہوں تو خطبہ درست ہو جائے گا۔

سوال: عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے، اگر خطبہ نماز سے قبل پڑھ لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ایسا کرنا عمل سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ایسا کرنا ناپسندیدہ یا مکروہ ہے کیونکہ عیدین کے لیے خطبہ شرط نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ صَلَاةَ الْعِيْدَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ

باب 3: عید کی نماز اذان اور اقامت کے بغیر ہوگی

489 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّهُ لَا يُؤَذَّنُ لِصَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ وَلَا لِشَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک مرتبہ نہیں، دو مرتبہ نہیں (کئی مرتبہ) اذان اور اقامت کے بغیر (عید کی نماز) ادا کی ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک عید کی نماز کے لیے یا کسی بھی نفل نماز کے لیے اذان نہیں دی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِرَائَةِ فِي الْعِيْدَيْنِ

باب 4: عیدین میں قرأت کرنا

490 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَبِيْبِ

489- اخرجه مسلم (261/3- الابی): كتاب: صلاة العيدين' حديث (887/7) ' وابو داؤد (368/1): كتاب الصلاة: باب: ترك الاذان في العيد حديث (1148) ' واحمد (5/91-94-107) ' وعبدالله بن احمد في زوائده على "المسند" (5/95-98) وابن خزيمة (343/2) حديث (1432) من طريق سماك بن حرب عن جابر بن سمرة' فذكره-

بْنِ سَالِمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ وَرُبَّمَا اجْتَمَعَا فِيْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ فَيَقْرَأُ بِهِمَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ وَاقِدٍ وَّسَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَّهٰكَذَا رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمِسْعَرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ عَوَانَةَ وَاَمَّا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ فَيُخْتَلَفُ عَلَيْهِ فِي الرِّوَايَةِ يُرْوٰى عَنْهُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَّلَا نَعْرِفُ لِحَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ رِوَايَةً عَنْ اَبِيْهِ وَحَبِيْبُ بْنُ سَالِمٍ هُوَ مَوْلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَّرَوٰى عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَحَادِيْثَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ نَحْوُ رِوَايَةِ هٰؤُلَاءِ

حدیثِ دیگر: وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ بِقَافٍ وَّاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز میں اور جمعہ کی نماز میں "سورہ الاعلیٰ" اور "سورہ الغاشیہ" کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) بعض اوقات یہ دونوں (عید اور جمعہ) ایک ہی دن میں اکٹھے ہو جاتے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ان دونوں نمازوں میں) یہی دونوں سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت ابوواقد رضی اللہ عنہ' حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

490- اخرجه مسلم (249/3- الابی): كتاب الجمعة: باب: ما يقرا في صلاة الجمعة' حديث (62-63/878) وابو داؤد (361/1): كتاب الصلاة' باب: ما يقرا به في الجمعة' حديث (1122) والنسائي (112/3) كتاب الجمعة: باب: ذكر الاختلاف على النعمان بن بشير في القراء ة في صلاة الجمعة' و (184/3) كتاب صلاة العيدين: باب: القراء ة في العيدين بسبح اسم ربك الاعلى وهل اتاك حديث الغاشية و (194/3): باب: اجتماع العيدين و شهودهما' وابن ماجه (408/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في القراء ة في صلاة العيدين' حديث (1281) واحمد في "مسنده" (273/4-276-277) والحميدي (411/2) حديث (921) والدارمي (368/1) كتاب الصلاة: باب: القراء ة في صلاة الجمعة' و (376/1): باب: القراء ة في العيدين' وابن خزيمة (358/2) حديث (1463) من طريق ابراهيم بن محمد بن المنتشر عن ابيه' عن حبيب بن سالم عن النعمان بن بشير' فذكره واخرجه احمد (271/4) قال حدثنا يحيى بن سعيد عن شعبة قال: حدثني ابراهيم' عن حبيب بن سالم' فذكره' ليس فيه (محمد بن المنتشر والد ابراهيم) واخرجه الحميدي (411/2) حديث (920) واحمد (271/4) قالا: حدثنا سفيان قال: حدثنا ابراهيم بن محمد بن المنتشر' عن ابيه' عن حبيب بن سالم' عن ابيه عن النعمان بن بشير' فذكره-

سفیان ثوری اور مسعر نے اس روایت کو ابراہیم بن محمد کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے جیسے ابوعوانہ نے نقل کیا ہے۔
جہاں تک ابن عیینہ کا تعلق ہے تو روایت کرنے میں ان کے حوالے سے اختلاف کیا گیا ہے۔
ان کے حوالے سے ابراہیم بن محمد بن منتشر کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، حبیب بن سالم کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی گئی ہے۔
لیکن ہمارے علم کے مطابق حبیب بن سالم نے اپنے والد کے حوالے سے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔
حبیب بن سالم، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے چند احادیث روایت کی ہیں۔
ابن عیینہ نے ابراہیم بن محمد بن منتشر کے حوالے سے اسی طرح کی روایات نقل کی ہیں۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے: آپ عیدین کی نماز میں "سورہ ق" اور سورہ "اقتربت الساعۃ" کی تلاوت کرتے تھے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

491 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيْدٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ اَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِهٖ فِي الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى قَالَ كَانَ يَقْرَاُ بِق وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُوْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ عَوْفٍ

◆◆ عبیداللہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز میں کون سی سورت کی تلاوت کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: آپ "ق و القرآن المجید" اور "اقتربت الساعۃ" کی تلاوت کرتے تھے۔

491- اخرجه مالك في "الموطا" :(180/1): كتاب العيدين: باب: ماجاء في التكبير والقراءة في صلاة العيدين حديث (8)' ومسلم (266/3- الابي): كتاب صلاة العيدين: باب: مايقراء في صلاة العيدين: حديث (14-891/15) وابو داؤد (369/1): كتاب الصلاة: باب: مايقرا في الاضحي والفطر' حديث (1154)' والنسائي (183/3): كتاب صلاة العيدين: باب: القراءة في العيدين "قاف" و "اقتربت" وابن ماجه (408/1)' كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في القراءة في صلاة العيدين' حديث (1282)' واحمد : (217/5-219)' والحميدي (375/2) حديث (849) وابن خزيمة (346/2) حديث (1440) من طريق فليح بن سليمان' عن سعيد' عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة بن مسعود' عن ابي واقد الليثي ' قال سالني عمر بن الخطاب عما قرابه رسول الله صلى الله عليه وسلم في يوم العيد.... فذكره-

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوواقد لیثی کا نام حارث بن عوف ہے۔

شرح

نمازعیدین کے حوالہ سے فقہی مسائل

نمازعیدین کے حوالے سے چند اہم فقہی مسائل درج ذیل ہیں:

☆ عیدین کے لیے اذان ہے نہ اقامت۔البتہ بایں الفاظ اعلان کیا جا سکتا ہے: **الصلوٰۃ جامعۃ**۔

☆ عیدین واجب ہیں لیکن سب پر نہیں بلکہ ان لوگوں پر جن پر جمعہ واجب ہے۔اس کی ادائیگی کی وہی شرائط ہیں جو جمعہ کی ہیں۔ان میں دوطرح سے فرق ہے: (۱) جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت۔(۲) جمعہ کا خطبہ قبل از نماز ہے اور عیدین کا بعد از نماز۔

☆ بلاعذر شرعی عیدین کا ترک کرنا گمراہی و بے دینی ہے۔

☆ عیدین کا وقت طلوع آفتاب کے بعد سے لے کر زوال (نصف النہار) سے قبل تک ہے۔

☆ نماز عید الفطر کو تاخیر سے اور نماز عید الاضحیٰ کو جلدی پڑھنا مسنون ہے۔

☆ نماز عید دو رکعت ہیں اس میں چھ زائد تکبیرات کہی جائیں گی۔پہلی رکعت میں ثناء کے بعد تین زائد تکبیریں کہی جائیں گی اور رکعت ثانیہ میں رکوع سے قبل تین زائد تکبیرات کہی جائیں گی۔زائد تکبیرات کہتے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔

☆ امام اگر تکبیرات زوائد میں رفع یدین کرنا بھول گیا تو مقتدیوں کو ترک نہ کرنا چاہیے۔

☆ پہلی رکعت میں امام تکبیرات بھول گیا اور قرأت شروع کر دی تو قرأت کے بعد یا رکوع میں کہہ لے اور قرأت کا اعادہ نہ کرے۔

☆ نماز عیدین کے لیے جماعت شرط ہے،اگر کسی شخص کی جماعت چھوٹ گئی تو اکیلا نماز نہیں پڑھ سکتا بلکہ اس کی بجائے وہ نماز چاشت پڑھ لے۔

☆ نماز عید الفطر اور نماز عید الاضحیٰ دونوں کے احکام یکساں ہیں۔البتہ نماز عید الاضحیٰ سے قبل کوئی چیز نہ کھانا مستحب ہے لیکن اسے روزہ کا نام دینا درست نہیں ہے کیونکہ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

☆ نماز عید سے فارغ ہو کر مسلمانوں کا باہم مصافحہ کرنا اور معانقہ کرنا مسنون ہے۔

☆ اگر قربانی کرنی ہو تو مستحب ہے کہ یکم ذوالحجہ سے دسویں ذوالحجہ تک نہ حجامت بنوائے اور نہ ناخن ترشوائے۔

☆ نویں ذی الحجہ کی نماز فجر سے لے کر تیرھویں ذی الحجہ کی نماز عصر تک ایسے فرائض کے بعد جو باجماعت ادا کیے گئے ہوں۔بلند آواز سے ایک بار تکبیرات تشریق کہنا واجب ہے اور تین بار کہنا افضل ہے۔تکبیرات تشریق یہ ہیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ

اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

☆ تکبیرات تشریق امام کے سلام پھیرنے کے فوراً بعد پڑھی جائیں۔ بھولنے کے سبب تاخیر ہوگئی یا مسجد کے باہر چلا گیا یا گفتگو کرلی یا قصداً وضو توڑ دیا تو تکبیرات ساقط ہوجائیں گی۔ اگر بلاقصد وضو ٹوٹ گیا، تو تکبیرات تشریق کہہ لے۔

☆ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ منفرد پر تکبیرات تشریق واجب نہیں ہیں لیکن صاحبین کے نزدیک منفرد پر بھی تکبیرات تشریق واجب ہیں۔

☆ امام نے تکبیرات تشریق نہ کہیں تو مقتدیوں پر ان کا کہنا پھر بھی واجب ہے خواہ مقتدی مقیم ہو یا مسافر، مرد ہو یا عورت، دیہاتی یا شہری۔

☆ عیدین کے دن یہ امور مستحب ہیں: (۱) حجامت بنوانا۔ (۲) ناخن ترشوانا۔ (۳) غسل کرنا۔ (۴) مسواک کرنا۔ (۵) نئے یا دھلے ہوئے کپڑے زیب تن کرنا۔ (۶) انگوٹھی استعمال کرنا۔ (۷) خوشبو لگانا۔ (۸) نماز فجر مسجد محلہ میں ادا کرنا۔ (۹) عیدگاہ کی طرف جلدی جانا۔ (۱۰) قبل از نماز عید صدقہ فطر ادا کرنا۔ (۱۱) عیدگاہ کی طرف پیدل چلنا۔ (۱۲) راستہ تبدیل کرکے واپس آنا۔ (۱۳) نماز عید الفطر سے قبل چند کھجوریں یا میٹھی چیز کھانا۔ (۱۴) اظہار مسرت کرنا۔ (۱۵) کثرت سے صدقہ و خیرات کرنا۔ (۱۶) عیدگاہ کی طرف وقار و اطمینان اور نظریں جھکا کر جانا۔ (۱۷) باہم ایک دوسرے کو مبارکباد دینا اور راستہ میں باآواز تکبیرات تشریق کہنا۔

☆ نماز عیدین کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ کی قرأت کرنا مسنون ہے۔ قرأت کے لیے ان دونوں سورتوں کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ ان میں قیام قیامت کا مضمون بیان کیا گیا ہے اور اس موقع پر ایک تو عقیدہ آخرت مستحکم کرنے کا درس دینا مقصود ہے اور دوسرا اپنی آخرت بہتر بنانے کی جدوجہد کرنے کا پیغام ہے۔ سالانہ مجمع عام کے موقع پر شرکاء کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی پیغام نہیں ہوسکتا۔ (ماخوذ از بہار شریعت جلداوّل' مکتبہ مدینہ' ص ۷۷۹ تا ۷۸۶)

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّكْبِيْرِ فِي الْعِيْدَيْنِ

باب 5: عیدین میں تکبیر کہنا

492 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ عَمْرٍو اَبُوْ عَمْرٍو الْحَذَّاءُ الْمَدِيْنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيْدَيْنِ فِي الْاُولٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَائَةِ

492- اخرجه ابن ماجه (407/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في كم يكبر الامام في صلاة العيدين حديث (1279) وعبد بن حميد ص (120) حديث (290) وابن خزيمة (346/2) حديث (1439-1438) من طريق كثير بن عبدالله بن عمرو بن عوف عن ابيه عن جده فذكره-

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَدِّ كَثِيْرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّهُوَ اَحْسَنُ شَىْءٍ رُوِیَ فِیْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْمُهٗ عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

آثارِ صحابہ: وَهٰكَذَا رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ نَحْوَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ

وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَرُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ فِی التَّكْبِيْرِ فِي الْعِيْدَيْنِ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ يَبْدَاُ بِالْقِرَاءَةِ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا مَعَ تَكْبِيْرَةِ الرُّكُوْعِ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ

◄► کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ عید کی نماز میں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہتے تھے اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہتے تھے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) کثیر کے دادا سے منقول روایت ''حسن'' ہے۔

یہ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول سب سے مستند روایت ہے۔

(کثیر کے دادا کا نام) عمرو بن عوف مزنی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اسی طرح منقول ہے: انہوں نے مدینہ منورہ میں اسی طرح نماز پڑھائی تھی۔

اہلِ مدینہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ فرماتے ہیں: پہلی رکعت میں تکبیر قرأت سے پہلے کہی جائے گی اور دوسری رکعت میں آدمی پہلے قرأت کرے گا' پھر رکوع کی تکبیر سمیت چار تکبیریں کہے گا۔

نبی اکرم ﷺ کے کئی اصحاب سے اس کی مانند بھی منقول ہے۔ اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں اور سفیان ثوری نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

تعدادِ تکبیرات عیدین میں مذاہب آئمہ

تعدادِ تکبیرات عیدین میں ائمہ فقہ کے اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تکبیرات نماز عید چھ ہیں۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اور رکوع سے قبل تین زائد تکبیریں ہیں۔ اس طرح دونوں رکعت میں کل چھ تکبیریں ہوئیں۔ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: کان یکبر اربعًا (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۱۱۵۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل سے بھی استدلال کیا ہے کہ وہ عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے قبل چار تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اور رکوع سے قبل چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ دونوں مقامات پر ایک تکبیر مقامی اور تین، تین زائدہ ہوتی تھیں۔

۲- آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز عیدین کی دونوں رکعت میں بارہ تکبیریں زائد ہیں۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں قبل القرأت اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قبل القرأت ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: التکبیر فی الفطر سبع فی الاولی و خمس فی الأخرة والقراء ة بعدهما کلتیهما (سنن ابی داؤد جلداوّل ص ۱۶۳) عید الفطر کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں اور دونوں میں قرأت سے قبل ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ارجح ہے کیونکہ جن صحابہ کرام سے آپ کے مذہب کی تائید منقول ہے، ان سے اس کے خلاف تعداد منقول نہیں ہے۔ البتہ جن صحابہ کرام سے جمہور کے مذہب کی تائید منقول ہے ان سے مختلف اعداد منقول و مشہور ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا صَلَاةَ قَبْلَ الْعِيدِ وَلَا بَعْدَهَا

باب 6: عیدین سے پہلے یا اس کے بعد کوئی نماز ادا نہیں کی جائے گی

493 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ اَنْبَانَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِيْ سَعِيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

493- اخرجه البخاری (525/2): کتاب العیدین: باب: الخطبة بعد العید' حدیث (964)' و (929/2) باب الصلاة قبل العید وبعدها' حدیث (989)' و مسلم (266/3- الابی): کتاب صلاة العیدین: باب: ترك الصلاة قبل العید و بعدها فی المصلی' حدیث (884/13)' وابو داؤد (371/1): کتاب الصلاة: باب الصلاة بعد صلاة العید' حدیث (1159)' والنسائی (193/3) کتاب صلاة العید' باب: الصلاة قبل العیدین وبعدها' وابن ماجه (410/1): کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها باب: ماجاء فی الصلاة قبل صلاة العید وبعدها' حدیث (1291)' واحمد (355-340-280/1)' والدارمی (376/1) کتاب الصلاة: باب لا صلاة قبل العید ولا بعدها وابن خزیمة (354/2) حدیث (1436) من طریق شعبة' قال: اخبرنی عدی بن ثابت' قال سمعت سعید بن جبیر یحدث عن ابن عباس' فذکره۔

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَدْ رَاٰى طَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ الصَّلٰوةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ وَقَبْلَهَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن تشریف لے گئے۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ آپ نے اس سے پہلے یا اس کے بعد کوئی (نفل) نماز ادا نہیں کی۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک عیدین کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد نفل نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ ان اہلِ علم کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بھی ہے' اور دیگر طبقوں سے بھی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:)' تاہم پہلا قول زیادہ درست ہے۔

494 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اَبَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ وَّهُوَ ابْنُ عُمَرَ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ خَرَجَ فِیْ يَوْمِ عِيْدٍ فَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَذَكَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے: وہ عید کے دن تشریف لے گئے اور انہوں نے عید کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد کوئی اور (نفل) نماز ادا نہیں کی اور اس بات کا تذکرہ کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

عیدین سے قبل یا بعد میں نوافل ادا کرنے میں مذاہب آئمہ

عید کے دن نمازِ عید سے قبل یا بعد میں نوافل ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں:

۱۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) نمازِ عید سے قبل اور بعد گھر میں اور عید گاہ میں نوافل مکروہ ہیں۔ (۲) مکروہ نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر قیاسی دلیل پیش کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ پڑھنا کراہت کی دلیل

494- اخرجه احمد (57/2) وعبد بن حميد ص (265) حديث (838) من طريقه ابان بن عبدالله البجلي قال: حدثني ابوبكر بن حفص بن عمر بن سعد بن ابی وقاص عن ابن عمر فذكره-

نہیں ہے۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عید سے پہلے اور بعد گھر میں اور عید گاہ میں مکروہ ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: **خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فطر فصلى ركعتين لم يصل قبلها ولا بعدها** (سنن ابی داؤد) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے تو آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر اس (نماز عید) سے قبل اور اس کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز عید کے بعد عید گاہ اور گھر میں نوافل جائز ہیں۔ انہوں نے عقلی دلیل سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ جب نماز عید کے بعد گھر میں نوافل ادا کرنا جائز ہیں تو عید گاہ میں بھی جائز ہونے چاہئیں۔

۴- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز عید سے قبل گھر اور عید گاہ میں اور بعد میں عید گاہ میں مکروہ ہیں جبکہ گھر میں جائز ہیں۔ آپ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يصل قبل العيد شيئاً فاذا رجع الى منزله صلى ركعتين** (سنن ابن ماجۃ) (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے پہلے نوافل نہ ادا کرتے اور جب اپنے گھر تشریف لاتے تو دو رکعت نوافل ادا کرتے تھے)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرنا بہت پسند تھا' لیکن آپ نے نماز عید سے قبل گھر یا عید گاہ میں ایک بار بھی نماز ادا نہیں فرمائی اور یہ نماز ادا نہ کرنا اس کے مکروہ ہونے کی وجہ سے تھا ورنہ کم از کم ایک مرتبہ تو آپ ضروری نوافل ادا کرتے یا کسی کو ادا کرنے کا حکم دیتے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ سنن ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ: "ولا بعدها" کا مفہوم ہے کہ آپ نے نماز عید کے بعد عید گاہ میں نماز ادا نہیں فرمائی اور اس سے گھر میں نوافل ادا کرنے کی نفی نہیں ہوتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ خُرُوْجِ النِّسَآءِ فِی الْعِیْدَیْنِ

باب 7: عیدین میں خواتین کا جانا

495 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا مَنْصُوْرٌ وَّهُوَ ابْنُ زَاذَانَ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اُمِّ عَطِیَّةَ

495- اخرجه البخارى (556/1): كتاب الصلاة: باب وجوب الصلاة في الثياب' وقول الله تعالى: (خذوا زينتكم عند كل مسجد) (الاعراف: 31) ومن صلى ملتحفا في ثوب واحد' حديث (351) و (537/2): كتاب العيدين: باب: خروج النساء والحيض الى المصلى' حديث (974) و (544/2): باب : اعتزال الحيض المصلى' حديث (981) ومسلم (262/3- الابى): كتاب صلاة العيدين: باب ذكر اباحة خروج النساء في العيدين الى المصلى وشهود الخطبة' مفارقات للرجال' حديث (890/10) وابو داؤد (365/1): كتاب الصلاة: باب: خروج النساء في العيد' حديث (1136-1137) والنسائي (180/3): كتاب صلاة العيدين: باب: اعتزال الحيض مصلى الناس' وابن ماجه (415/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في خروج النساء في العيدين' حديث (1308) واحمد (85/5) وابن خزيمة (361/2) حديث (1467) منطريق محمد بن سيرين عن ام عطية الانصارية' فذكره-

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخْرِجُ الْاَبْكَارَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضَ فِي الْعِيْدَيْنِ فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى وَيَشْهَدْنَ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ فَلْتُعِرْهَا اُخْتُهَا مِنْ جَلَابِيْبِهَا

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ بِنَحْوِهِ (۱)

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اُمِّ عَطِيَّةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَخَّصَ لِلنِّسَآءِ فِى الْخُرُوْجِ اِلَى الْعِيْدَيْنِ وَكَرِهَهُ بَعْضُهُمْ وَرُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهُ قَالَ اَكْرَهُ الْيَوْمَ الْخُرُوْجَ لِلنِّسَآءِ فِى الْعِيْدَيْنِ فَاِنْ اَبَتِ الْمَرْاَةُ اِلَّا اَنْ تَخْرُجَ فَلْيَاْذَنْ لَهَا زَوْجُهَا اَنْ تَخْرُجَ فِىْ اَطْمَارِهَا الْخُلْقَانِ وَلَا تَتَزَيَّنْ فَاِنْ اَبَتْ اَنْ تَخْرُجَ كَذٰلِكَ فَلِلزَّوْجِ اَنْ يَّمْنَعَهَا عَنِ الْخُرُوْجِ

آثار صحابہ: وَيُرْوٰى عَنْ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَوْ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ وَيُرْوٰى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ اَنَّهُ كَرِهَ الْيَوْمَ الْخُرُوْجَ لِلنِّسَآءِ اِلَى الْعِيْدِ

◆◆ سیّدہ اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنواری لڑکیوں کو جوان اور پردہ دار عورتوں کو اور حیض والی عورتوں کو بھی عیدین کی نماز کے لیے لے جایا کرتے تھے' جہاں تک حیض والی خواتین کا تعلق تھا' تو وہ عیدگاہ سے الگ رہتی تھیں' تاہم مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ ایک خاتون نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی بہن اسے اپنی چادر دیدے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے۔

(۱)– اخرجه البخاری (504/1): كتاب الحيض: باب: شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين و يعتزلن المسجد' حديث (324)' و (971/2): كتاب العيدين باب: التكبير ايام منى واذا غدا الى عرفة' حديث (971)' (543/2): باب: اذا لم يكن لها جلباب فى العيد حديث (980)' و (589/3): كتاب الحج: باب تقضى الحائض المناسك كلها الا الطواف بالبيت' واذا سعى على غير وضوء بين الصفا والمروة' حديث (1652)' و مسلم (263/3- الابى): كتاب صلاة العيدين' باب: ذكر اباحة خروج النساء فى العيدين الى المصلى و شهود الخطبة' مفارقات للرجال' حديث (11-12/890)وابو داؤد (365/1): كتاب الصلاة: باب: خروج النساء فى العيد' حديث (1138)' والنسائی (180/3): كتاب صلاة العيدين: باب: خروج العواتق و ذوات الخدور فى العيدين' و (193/1): كتاب الحيض والاستحاضة: باب: شهود الحيض العيدين ودعوة المسلمين' وابن ماجه (414/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فى خروج النساء فى العيدين' حديث (1307)' والدارمی (377/1): كتاب الصلاة باب: خروج النساء فى العيدين' والحميدی (175/1) حديث (361-362)' وابن خزيمة (360/2-361) حديث (1466-1467) من طريق حفصة بنت سيرين' عن ام عطية الانصارية فذكره-

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔ انہوں نے خواتین کو یہ رخصت دی ہے: وہ عیدین کی نماز کے لیے جاسکتی ہیں' جبکہ بعض اہلِ علم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

ابن مبارک کے بارے میں منقول ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: میں آج کل خواتین کے عیدین کی نماز کے لیے جانے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اگر کوئی عورت نہیں مانتی اور جانے پر اصرار کرتی ہے' تو اس کا شوہر اسے جانے کی اجازت دے' لیکن وہ عورت میلے کچیلے کپڑوں میں جائے گی اور آراستہ نہیں ہوگی اگر وہ آراستہ ہو کر جانے پر اصرار کرتی ہے' تو شوہر کو یہ حق حاصل ہے: وہ اسے جانے سے روک دے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں: اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آج کل کی خواتین کو دیکھ لیتے' تو انہیں بھی مسجد میں جانے سے روک دیتے' جیسے بنی اسرائیل کی خواتین کو منع کر دیا گیا تھا۔

سفیان ثوری کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے اپنے زمانے کے حساب سے خواتین کے عید کی نماز کے لیے جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

شرح

خواتین کا نمازِ عید ادا کرنے کے لیے نکلنے کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ

مسئلہ یہ ہے کہ مردوں کی طرح خواتین بھی نماز عیدین اور نماز جمعہ میں شمولیت کے لیے مسجد میں جانے کے لیے گھروں سے نکل سکتی ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے مطلقاً اجازت دی ہے، بعض نے مطلقاً منع کیا ہے اور بعض نے نوجوان خواتین کو خروج سے منع کیا ہے باقی کو اجازت دی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) جائز ہے۔ (۲) ناجائز ہے۔ دوسرا قول زیادہ قوی اور احتیاط پر مبنی ہے۔ دورِ حاضر میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ سب خواتین کو نماز جمعہ اور نماز عیدین میں شرکت سے منع کیا جائے اور سختی سے اس پر عمل کیا جائے۔

سوال: جب دورِ رسالت میں مردوں کی طرح خواتین بھی نماز جمعہ اور نماز عیدین میں شامل ہوتی تھیں تو اب انہیں اس سعادت سے محروم کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: (۱) وہ دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ لوگوں کا تھا اور امن کا عہد تھا جبکہ خواتین بھی زیب وزینت کی رسیا نہیں تھیں۔ (۲) شان اسلام کے اظہار اور کفار کے مقابل مسلمانوں کی کثرت ظاہر کرنے کے لیے خواتین کو مطلقاً خروج کی اجازت تھی۔ (۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے: لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل (مؤطا امام مالک ص۱۸۴) (اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آج کی عورتوں کے حالات دیکھ لیتے تو مسجد کی طرف جانے سے انہیں اس طرح منع کر دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی خواتین منع

کی گئی تھیں)(۴) آج کا دور جہالت، بے عملی اور فتنہ کا ہے جس وجہ سے خواتین کو نماز جمعہ اور نماز عیدین کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْعِيْدِ فِيْ طَرِيْقٍ وَّرُجُوْعِهٖ مِنْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ

باب 8: نبی اکرم ﷺ کا عید کی نماز کے لیے ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا

496 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ وَاصِلِ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰى الْكُوْفِيُّ وَاَبُوْ زُرْعَةَ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ فِيْ طَرِيْقٍ رَجَعَ فِيْ غَيْرِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ رَافِعٍ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى اَبُوْ تُمَيْلَةَ وَيُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اسْتَحَبَّ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لِلْاِمَامِ اِذَا خَرَجَ فِيْ طَرِيْقٍ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْ غَيْرِهٖ اتِّبَاعًا لِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَحَدِيْثُ جَابِرٍ كَاَنَّهٗ اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ جب عید کے دن (نماز عید کے لیے) تشریف لے جاتے تھے' تو ایک راستے سے جاتے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تھے' تو دوسرے سے آتے تھے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابوتمیلہ اور یونس بن محمد نامی راوی نے اس روایت کو فلیح بن سلیمان کے حوالے سے، سعید بن حارث کے حوالے سے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

بعض اہل علم نے امام کے لیے یہ بات مستحب قرار دی ہے: جب وہ جائے' تو ایک راستے سے جائے اور واپس دوسرے راستے سے آئے' تا کہ اس حدیث کی پیروی کر لے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

496- اخرجه ابن ماجه (412/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في الخروج يوم العيد من طريق والرجوع من غيره' حديث (1301) واحمد (338/2) والدارمي (378/1): كتاب الصلاة: باب: الرجوع من المصلى من غير الطريق الذي خرج منه' وابن خزيمة (362/2) حديث (1468) من طريق فليح بن سليمان' عن سعيد بن الحارث' عن ابي هريرة' فذكره۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث گویا زیادہ مستند ہے۔

شرح

نمازِ عید کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ آمد و رفت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عید گاہ کی طرف آنے جانے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپس تشریف لاتے تھے۔ امت کے لیے بھی عید گاہ کی طرف آمد و رفت کا یہی مسنون طریقہ ہے۔ علاوہ ازیں آپ دونوں راستوں میں قدرے بلند آواز سے تکبیریں بھی پڑھا کرتے تھے۔ راستہ کی تبدیلی اختیار کرنے میں کئی حکمتیں ہیں:

(۱) دونوں راستے قیامت کے دن نمازِ عید میں شمولیت کی گواہی دیں گے۔ (۲) فاصلہ زیادہ ہونے کی صورت میں آمد و رفت کے قدموں کا اضافہ ہوگا جو نیکیوں میں کثرت کا سبب بنے گا۔ (۳) مختلف راستوں کے سبب لوگوں کو آمد و رفت میں سہولت ہوگی۔ اس طرح رش اور ازدحام میں بھی کمی ہوگی۔ حدیث باب میں بھی یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ

باب 9: عید الفطر کے دن (گھر سے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا

497 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ ثَوَابِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ بُرَيْدَةَ بْنِ حُصَيْبٍ الْاَسْلَمِيِّ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَّا اَعْرِفُ لِثَوَابِ بْنِ عُتْبَةَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ لَّا يَخْرُجَ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ شَيْئًا وَّيُسْتَحَبُّ لَهٗ اَنْ يُّفْطِرَ عَلٰى تَمْرٍ وَّلَا يَطْعَمَ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يَرْجِعَ

◄► حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن اس وقت تک گھر سے نہیں نکلتے تھے' جب تک کچھ کھا نہیں لیتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن آپ اس وقت تک کچھ نہیں کھاتے تھے' جب تک نماز ادا نہیں کر لیتے تھے۔

497- اخرجه ابن ماجه (558/1): كتاب الصيام باب: في الاكل يوم الفطر قبل ان يخرج' حديث (1756)' واحمد (360-352/5)' والدارمي (375/1): كتاب الصلاة: باب: في الاكل قبل الخروج يوم العيد' وابن خزيمة (341/2) حديث (1426) من طريق عبدالله بن بريدة عن ابيه' فذكره-

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی سے منقول حدیث "غریب" ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: میرے علم میں ثواب بن عتبہ نامی راوی کے حوالے سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت منقول نہیں ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے: آدمی عیدالفطر کے دن اس وقت تک نہ نکلے جب تک وہ کچھ کھا نہ لے اور اس کے لیے یہ بات مستحب ہے: وہ کھجور کھائے اور عیدالاضحیٰ کے دن اس وقت تک کچھ نہ کھائے جب تک واپس نہیں آ جاتا۔

498 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُفْطِرُ عَلٰى تَمَرَاتٍ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ اَنْ يَّخْرُجَ اِلَى الْمُصَلّٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھجوریں کھا لیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

شرح

عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی طرف جانے سے قبل کوئی چیز کھانا اور عیدالاضحیٰ میں نہ کھانا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی طرف تشریف لے جانے سے قبل کوئی چیز تناول فرماتے اور عیدالاضحیٰ کے دن کوئی چیز نہ کھاتے تھے۔ یہی طریقہ آپ کی امت کے لیے مسنون ہے۔ عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی طرف جانے سے قبل کھجوریں کھائی جائیں جو طاق عدد میں ہوں یا چھوہارے کھائے جائیں یا کوئی بھی میٹھی چیز کھائی جائے۔ اس سے عملاً یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ آج کا دن رمضان کا نہیں ہے بلکہ عید کا اور کھانے پینے کا ہے۔ بقرعید کے دن نمازِ عید سے قبل کچھ نہ کھائے۔ واپسی پر اپنے جانور کا گوشت کھائے گا تو اسے بھوک کی وجہ سے زیادہ لذت آئے گی۔ نہ کھانے کو روزہ کا نام نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس دن روزہ منع ہے بلکہ مسنون طریقہ کہا جائے گا۔ بیمار یا ضعیف شخص عیدالاضحیٰ ادا کرنے سے قبل کوئی چیز کھا بھی لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

498- اخرجه الدارمی (1/375): کتاب الصلاة: باب: فی الاکل قبل الخروج یوم العید' وعبد بن حمید' ص (371) حدیث (1237)' وابن خزیمة (2/342) حدیث (1428) من طریق هشیم عن محمد بن اسحق' عن حفص بن عبیدالله بن انس بن مالك عن انس بن مالك' فذكره-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ السَّفَرِ

سفر کے ابواب

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّقْصِيْرِ فِي السَّفَرِ

باب 1: سفر کے دوران قصر نماز ادا کرنا

499 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْوَرَّاقُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: سَافَرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ لَا يُصَلُّوْنَ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كُنْتُ مُصَلِّيًا قَبْلَهَا اَوْ بَعْدَهَا لَاَتْمَمْتُهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَنَسٍ وَّعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّعَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمٍ مِثْلَ هٰذَا

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اٰلِ سُرَاقَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

آثارِ صحابہ: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَبَعْدَهَا

حدیثِ دیگر: وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقْصُرُ فِي السَّفَرِ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَتِهِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تُتِمُّ الصَّلٰوةَ فِي السَّفَرِ وَالْعَمَلُ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ اِلَّا اَنَّ الشَّافِعِيَّ يَقُوْلُ التَّقْصِيْرُ رُخْصَةٌ لَهٗ فِي السَّفَرِ فَاِنْ اَتَمَّ

499- اخرجه ابن خزيمة (72/2) حديث (947) من طريق الوهاب بن عبدالحكم الوراق (هو البغدادي) قال حدثنا يحيى بن سليم عن عبيدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر فذكره-

الصَّلٰوۃَ اَجْزَاَعَنْہُ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر کیا ہے۔ یہ حضرات ظہر اور عصر کی نماز میں دو، دو رکعت ادا کرتے تھے اور ان سے پہلے یا ان کے بعد کوئی اور (نفل) نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: اگر میں نے ان سے پہلے یا ان کے بعد کوئی اور (نفل) نماز پڑھنی ہوتی، تو انہیں ہی پوری پڑھ لیتا۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف یحییٰ بن سلیم نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے آل سراقہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عطیہ عوفی نامی راوی کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل نماز ادا کیا کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات مستند طور پر ثابت ہے: آپ سفر کے دوران قصر نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ (بھی ایسا کرتے تھے) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنی خلافت کے ابتدائی زمانے میں ایسا کیا کرتے تھے۔

اکثر اہل علم جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ سفر کے دوران پوری نماز ادا کیا کرتی تھیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) عمل اس چیز پر کیا جائے گا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے منقول ہے۔

امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں، تاہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں: سفر کے دوران قصر نماز ادا کرنے کی آدمی کو رخصت ہے، اگر وہ پوری نماز ادا کر لیتا ہے، تو یہ جائز ہوگا۔

500 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ الْقُرَشِيُّ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنْ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ فَقَالَ حَجَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَحَجَجْتُ مَعَ اَبِي بَكْرٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُثْمَانَ سِتَّ

500- اخرجه ابو داؤد (9/2): كتاب الصلاة' باب: متى يتم المسافر؟ حديث (1229)' واحمد (4/430-431-432-440)' وابن خزيمة (3/70-71) حديث (1643) من طريق علي بن زيد بن جدعان' عن ابي نضرة' فذكره۔

سِنِيْنَ مِنْ خِلَافَتِهٖ اَوْ ثَمَانِيَ ثَمَانِيْ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ ابونضرہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مسافر شخص کی نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہے۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا ہے۔ انہوں نے دو رکعت ہی ادا کی ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا ہے۔ انہوں نے بھی دو رکعت ادا کی ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی چھ سالوں کے دوران (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) آٹھ سالوں کے دوران (ان کے ساتھ بھی حج کیا) تو وہ بھی دو رکعت ہی پڑھتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

501 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَاِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ سَمِعَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَّبِذِى الْحُلَيْفَةِ الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز میں چار رکعت ادا کیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز میں دو رکعت ادا کیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

502 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ زَاذَانَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ

501- اخرجه البخاری (663/2)، كتاب تقصير الصلاة: باب: يقصر اذا خرج من موضعه حديث (1089)، مسلم (10/3- الابی): كتاب صلاة المسافرين وقصرها، حديث (690/11) وابو داؤد (385/1): كتاب الصلاة: باب: متى يقصر المسافر، حديث (1202)، والنسائی (235/1) كتاب الصلاة: باب عدد صلاة الظهر في الحضر، واحمد (110/3-111-177)، والدارمی (355/1) كتاب الصلاة: باب قصر الصلاة في السفر من طريق محمد بن المنكدر و ابراهيم بن ميسرة عن انس بن مالك به، واخرجه البخاری (476/3): كتاب الحج: باب: من بات بذی الحليفة حتى اصبح، حديث (1546)، واحمد (237/3)، والدارمی (354/1): كتاب الصلاة: باب: قصر الصلاة في السفر، والحميدی (502/2) حديث (1191) من طريق محمد بن المنكدر عن انس بن مالك به ليس فيه (ابراهيم بن ميسرة)، واخرجه الحميدی (503/2) حديث (1193) من طريق ابراهيم بن ميسرة عن انس فذكره (ليس فيه محمد بن المنكدر)-

502-اخرجه النسائی (117/3): كتاب تقصير الصلاة في السفر، واحمد (215/1-226-354-355-362-369) و عبد بن حميد ص (221)، حديث (662-663) من طريق ابن سيرين عن ابن عباس، فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے، آپ کو صرف تمام جہانوں کے پروردگار کا خوف تھا (یعنی کسی دشمن کا خوف نہیں تھا) لیکن آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نمازِ قصر کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ

کیا دورانِ سفر قصر اسقاط ضروری ہے یا قصر رخصت؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رباعی نماز یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں قصر واجب ہے، اسے قصر اسقاط کہا جاتا ہے جبکہ اتمام گناہ ہے۔

پہلی دلیل: آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے: **فرضت الصلٰوة ركعتين فی الحضر والسفر فاقرت صلٰوة السفر وزيد فی صلٰوة الحضر** (سنن ابی داؤد) اصل میں نماز سفر و حضر میں دو، دو رکعت فرض کی گئی تھیں، سفر کی نماز باقی رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔

سوال: اس دلیل پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث کے الفاظ ہیں: **اقرت صلٰوة السفر** یعنی نماز سفر اصلی حالت میں باقی رکھی گئی جبکہ ارشاد ربانی ہے: **واذا ضربتم فی الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلٰوة** ۔ اور جب تم زمین پر چلو تو نماز میں قصر کرنے میں تمہارے لیے کوئی حرج نہیں ہے"۔ گویا حدیث میں نماز کو باقی رکھنے کا ذکر ہے اور آیت میں نماز کم کرنے کا ذکر ہے، تو یہ تعارض ہوا؟

جواب: (۱) لفظ "قصر" لفظ "حضر" کے مقابل ہے یعنی حالت سفر میں اصل نماز باقی ہے جبکہ حضر کی نماز میں اضافہ ہے۔ (۲) آیت میں قصر سے مراد صرف کیفیت ہے یعنی حالت سفر میں اختصار سے کام لیا جائے اور حدیث میں تعداد رکعات مراد ہے یعنی اصل کے مطابق دو رکعت پڑھی جائیں۔ (۳) ہجرت تک نماز دو، دو رکعت فرض تھیں اور ہجرت کے بعد حالت سفر میں اصل نماز باقی رکھی گئی جبکہ حضر میں ظہر، عصر اور عشاء میں مزید دو، دو رکعت شامل کر کے چار، چار رکعت بنا دی گئیں۔

دوسری دلیل: حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: **ارأيت اقصار الناس الصلٰوة اليوم وانما قال الله تعالىٰ: ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا فقد ذهب ذلك اليوم فقال عجبت مما عجبت منه فذكرت ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صدقة تصدق الله تعالىٰ بها عليكم فاقبلوا صدقته** (مشکوۃ رقم الحدیث: ۱۳۳۵) اس روایت میں صراحت ہے کہ قصر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر صدقہ و انعام ہے اور صدقہ کو قبول کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے لیے امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے: **فاقبلوا** یعنی تم صدقہ قبول کرو۔

۲- آئمہ ثلاثہ کے نزدیک حالت سفر میں قصر بھی جائز ہے اور مکمل نماز پڑھنا بھی۔ اس کو قصر رخصت کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے: افطر وصمت وقصر واتممت فقلت بابی وامی افطرت وصمت و قصرت واتممت فقال: احسنت یا عائشۃ (سنن نسائی جلداوّل ص۲۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں افطار بھی کرتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور آپ نے قصر بھی کیا اور میں نے اتمام صلوٰۃ بھی کیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر نثار ہوں! آپ نے افطار کیا میں نے روزہ رکھا، آپ نے قصر کیا جبکہ میں نے اتمام صلوٰۃ کی ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے اچھا کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: یہ روایت بے اصل، موضوع اور کذب پر مبنی ہے، جس کی نسبت اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَمْ تُقْصَرُ الصَّلٰوۃُ

باب 2: کتنے سفر میں نماز قصر کی جائے گی؟

503 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ اِسْحٰقَ الْحَضْرَمِیُّ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی مَکَّةَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَمْ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَکَّةَ قَالَ عَشْرًا

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَنَسٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَقَامَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ تِسْعَ عَشْرَةَ یُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَحْنُ اِذَا اَقَمْنَا مَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ صَلَّیْنَا رَکْعَتَیْنِ وَاِنْ زِدْنَا عَلٰی ذٰلِكَ اَتْمَمْنَا الصَّلٰوۃَ

آثارِ صحابہ: وَرُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَقَامَ عَشْرَةَ اَیَّامٍ اَتَمَّ الصَّلٰوۃَ

503- اخرجه البخاری (653/2): کتاب تقصیر الصلاۃ باب: ماجاء فی التقصیر' وکم یقیم حتی یقصر' حدیث (1081)' و (615/7): کتاب المغازی: باب: مقام النبی صلی اللہ علیه وسلم بمکة زمن الفتح حدیث (4297)' ومسلم (12/3- الابی): کتاب صلاۃ المسافرین و قصرها' حدیث (693/15)' وابو داؤد (390/10): کتاب الصلاۃ: باب: متی یتم المسافر؛ حدیث (1233)' والنسائی (118/3) کتاب تقصیر الصلاۃ فی السفر' حدیث (1438)' و (121/3) باب: المقام الذی یقصر بمثله الصلاۃ' حدیث (1452)' وابن ماجه (342/1): کتاب اقامة الصلاۃ والسنة فیها: باب: کم یقصر الصلاۃ المسافر اذا اقام ببلدۃ' حدیث (1077)' واحمد (187/3-190-282)' والدارمی (355/1): کتاب الصلاۃ: باب: فیمن اراد ان یقیم ببلدۃ کم یقیم حتی یقصر الصلاۃ' وابن خزیمة (75/2) حدیث (956)' و (326/4) حدیث (2996) من طریق یحیی بن ابی اسحق عن انس بن مالك' فذکرہ۔

وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَقَامَ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا اَتَمَّ الصَّلٰوةَ وَقَدْ رُوِیَ عَنْهُ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ وَرُوِیَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اَقَامَ اَرْبَعًا صَلّٰی اَرْبَعًا وَّرَوٰی عَنْهُ ذٰلِكَ قَتَادَةُ وَعَطَاءٌ الْخُرَاسَانِیُّ وَرَوٰی عَنْهُ دَاوٗدُ بْنُ اَبِیْ هِنْدٍ خِلَافَ هٰذَا

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ بَعْدُ فِیْ ذٰلِكَ فَاَمَّا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَاَهْلُ الْكُوْفَةِ فَذَهَبُوْا اِلٰی تَوْقِیْتِ خَمْسَ عَشْرَةَ وَقَالُوْا اِذَا اَجْمَعَ عَلٰی اِقَامَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ اِذَا اَجْمَعَ عَلٰی اِقَامَةِ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ وَقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ اِذَا اَجْمَعَ عَلٰی اِقَامَةِ اَرْبَعَةٍ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ وَاَمَّا اِسْحٰقُ فَرَاَی اَقْوَی الْمَذَاهِبِ فِیْهِ حَدِیْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لِاَنَّهٗ رَوٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَاَوَّلَهٗ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَجْمَعَ عَلٰی اِقَامَةِ تِسْعَ عَشْرَةَ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ ثُمَّ اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰی اَنَّ الْمُسَافِرَ یَقْصُرُ مَا لَمْ یُجْمِعْ اِقَامَةً وَّاِنْ اَتٰی عَلَیْهِ سِنُوْنَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں کتنا عرصہ قیام کیا تھا' تو انہوں نے جواب دیا: دس دن۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: آپ نے اپنے ایک سفر کے دوران انیس دن قیام کیا تھا' اور اس دوران آپ دو رکعت نماز ہی ادا کرتے رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب ہم کسی جگہ پر انیس دن تک کا قیام کریں' تو دو رکعت نماز بھی ادا کریں گے' اگر اس سے زیادہ قیام کرلیں' تو مکمل نماز ادا کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات منقول ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: جو شخص دس دن قیام کرے وہ پوری نماز ادا کرے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بات منقول ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: جو شخص پندرہ دن قیام کرے گا وہ پوری نماز ادا کرے گا۔

انہی سے ایک روایت بارہ دن کے بارے میں بھی ہے۔

سعید بن مسیّب سے یہ روایت نقل کی گئی ہے وہ یہ فرماتے ہیں: جب آدمی چار دن قیام کرے' تو چار رکعت نماز ادا کرے گا۔

قتادہ اور عطا خرسانی نے ان سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

جبکہ داؤد بن ابو ہند نے ان کے حوالے سے اس کے برعکس روایت نقل کی ہے۔

اس کے بعد اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے' جہاں تک سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ کا تعلق ہے' تو انہوں نے یہ مدت

پندرہ دن مقرر کی ہے وہ یہ فرماتے ہیں: جب آدمی پندرہ دن قیام کا ارادہ کر لے تو وہ پوری نماز ادا کرے گا۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں: جب آدمی بارہ دن قیام کا ارادہ کر لے تو وہ مکمل نماز ادا کرے گا۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم یہ فرماتے ہیں: جب آدمی چار دن قیام کا ارادہ کر لے تو وہ مکمل نماز ادا کرے گا۔

امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سب سے مستند روایت وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: پہلے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کی گئی ہے اور پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بعد میں خود بھی اس پر عمل کیا ہے: جب کوئی آدمی انیس دن قیام کا ارادہ کر لے تو وہ مکمل نماز ادا کرے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کے بعد تمام اہلِ علم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے: مسافر شخص اس وقت تک قصر نماز ادا کرتا رہے گا جب تک وہ قیام کا ارادہ نہیں کر لیتا اگرچہ اسے کئی برس گزر جائیں۔

504 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَافَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَفَرًا فَصَلّٰى تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَحْنُ نُصَلِّي فِيمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَاِذَا اَقَمْنَا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّيْنَا اَرْبَعًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر کیا تو آپ نے انیس دن تک دو دو رکعت نماز ادا کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم بھی انیس دن تک دو دو رکعت ہی نماز ادا کرتے ہیں اگر ہم نے اس سے زیادہ قیام کرنا ہو تو پھر ہم چار رکعت ادا کرتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب حسن صحیح" ہے۔

شرح

مسافت قصر اور مدت قصر میں مذاہب آئمہ

قصر نماز کی مسافت شرعی اور مدت قصر میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے دونوں مسائل کی تفصیل درج ذیل ہے:

504- اخرجه البخاري (653/2): كتاب تقصير الصلاة: باب ماجاء في التقصير وكم يقيم حتى يقصر حديث (1081) و (615/7): كتاب المغازي: باب: مقام النبي صلى الله عليه وسلم بمكة زمن الفتح حديث (4298-4299) وابو داؤد (392/1) كتاب الصلاة: باب: متى يتم المسافر؟ حديث (1230-1232) وابن ماجه (341/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: كم يقصر الصلاة المسافر اذا اقام ببلده حديث (1075) واحمد (223/1 -303 -315) وعبدالله بن احمد في زوائده على "المسند" (315/1) وعبد بن حميد ص (201-202)حديث (582-585) وابن خزيمة (74/2)حديث (955) من طريق عكرمة عن ابن عباس فذكره۔

مسافت قصر: کتنی مسافت کو سفر شرعی قرار دیتے ہوئے نماز قصر جائز ہوگی؟ اس میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ کم از کم تین دن کے سفر کا ارادہ ہو تو نماز قصر جائز ہوگی۔ محلّہ یا گاؤں کی حد سے نکلنے سے لے کر واپسی پر محلّہ میں داخل ہونے تک رباعی نمازوں یعنی ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں قصر کی جائے گی۔ اس سے تین دن کا سفر میانی رفتار کا مراد ہے۔ دوران سفر دو پہر میں مختصر قیام راحت، نمازوں کی ادائیگی اور طعام وغیرہ کے لیے ٹھہرنا بھی شامل ہے۔ یہ سفر طلوع آفتاب سے شروع ہوکر غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے۔ رات میں آرام وسکون اور اتمام نوم وغیرہ ہو گا۔ تین ایام کی یہ کل مسافت ساڑھے ستاون میل بنتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہے۔

جمہور نے کثیر آثار صحابہ سے اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے۔

۲-بعض اہل ظواہر کے نزدیک مسافت قصر صلوٰۃ تین میل ہے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج مسیرۃ ثلاثۃ امیال او ثلاثۃ فراسخ (سنن ابی داؤد جلداوّل ص ۱۷۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل کی مسافت کے ارادہ سے نکلتے تو قصر فرمایا کرتے تھے۔

جمہور آئمہ کی طرف سے ان کی اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل کا سفر طے کر لیتے تو نماز قصر کا آغاز فرماتے تھے۔

مدت قصر: احادیث باب سے متعلق دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کتنے ایام کی اقامت مسافت قصر کی نیت کو باطل کر دیتی ہے؟ اس بارے میں بھی آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں:

۱-حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے مسافر جب چار ایام سے زائد قیام کی نیت کرتا ہے تو نیت قصر باطل ہو جاتی ہے۔ انہوں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: اذا اقام اربعا صلی اربعا (جامع الترمذی) جب کوئی شخص چار ایام اقامت کرے تو وہ چار رکعت نماز ادا کرے۔

۲-حضرت ربیعۃ الرائے رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مسافر جب ایک دن اور ایک رات کے قیام کی نیت کرے تو نیت قصر باطل ہو جاتی ہے۔

۳-حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ایام کی اقامت سے نیت قصر باطل ہو جاتی ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: اذا اجمعت ان تقیم اثنتی عشرۃ لیلۃ فاتم الصلوٰۃ (مصنف عبدالرزاق) جب تم بارہ راتوں کے قیام کا ارادہ کرو تو نماز پوری پڑھو۔

۴-حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انیس ایام کے قیام کے ارادہ سے نیت قصر باطل ہو جاتی ہے۔

۵-حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مسافر جب تک وطن واپس نہیں آجاتا اس وقت تک وہ نماز میں قصر

کرتا رہے گا۔

۶۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پندرہ ایام یا اس سے زائد مدت قیام سے نیت قصر باطل ہو جائے گی اور اتمام صلوٰۃ ضروری ہو جائے گا۔آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: اذا کنت مسافرا فوطنت نفسك علی اقامة خمسة عشر یوما فاتمم الصلوٰة وان کنت لاتدری فاقصر الصلوٰة (کتاب الآثار،ص۴۴) جب تو حالت سفر میں پندرہ ایام تک قیام کا ارادہ کرے تو نماز پوری ادا کر اور اگر تجھے (پندرہ ایام تک قیام کا) یقین نہ ہو نماز میں قصر کر۔علاوہ ازیں وہ روایات جن میں پندرہ ایام سے زائد کے قیام کا ذکر ہے ان سے بھی آپ کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

نماز قصر کے حوالے سے فقہی مسائل

دوران سفر نماز قصر کے حوالے سے چند اہم اور ضروری فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ شرعی مسافر وہ شخص ہے جو تین ایام کی مسافت پر جانے کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ محلّہ یا بستی سے باہر نکل جائے۔

☆ فناء شہر یعنی شہر کے وہ مقامات جو اہل شہر کے مقاصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہوں مثلاً قبرستان، گھڑ دوڑ کا میدان اور کوڑا پھینکنے کی جگہ وغیرہ سے باہر نکل جائے۔

☆ مسافر پر قصر نماز واجب ہے۔وہ رباعی نماز یعنی ظہر، عصر اور عشاء کے فرائض دو رکعت پڑھے۔مسافر کے حق میں دو فرائض، چار فرائض کے برابر ہیں۔اگر مسافر نے دو رکعت کی بجائے چار رکعت فرائض پڑھ لیے اور پہلا قعدہ بھی بیٹھا تھا تو پہلی دو رکعت فرض اور دوسری دو رکعت نوافل ہوں گے۔

☆ قصر نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسافر کے لیے رخصت ہے خواہ وہ سفر نیکی کا ہو یا برائی کا بہر حال اس پر احکام نافذ ہوں گے۔

☆ مسافر اس وقت تک مسافر تصور ہوگا جب تک وہ کسی مقام پر پندرہ ایام تک قیام کا ارادہ نہ کرے یا وہ اپنی بستی یا محلّہ میں واپس نہ آجائے۔

☆ صحت نیت اقامت کی چھ شرائط ہیں: (۱) کم از کم پندرہ ایام تک قیام کا قصد ہو۔(۲) سفر ترک کر دے۔(۳) وہ جگہ اقامت اختیار کرنے کے لیے کافی ہو۔(۴) ایک ہی جگہ میں اقامت کی نیت کی ہو۔(۵) اقامت میں استقلال ہو۔(۶) مسافر کی ظاہری حالت اس کے قصد کے منافی نہ ہو۔

☆ مسافر اگر اپنے ارادہ میں پختہ نہ ہو تو وہ پندرہ ایام کی نیت سے مقیم نہیں ہوگا مثلاً ایسی خاتون جس کا مہر معجّل شوہر کے ذمہ باقی ہو، شوہر کی تابع ہے اور اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

☆ اداء وقضاء دونوں میں مقیم، مسافر کی اقتداء کر سکتا ہے۔امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ اپنی باقی ماندہ نماز مکمل کرے۔

☆ وقت ختم ہو جانے پر مسافر، مقیم کی اقتداء نہیں کر سکتا، صرف وقت میں کر سکتا ہے۔

☆ وطن دو قسم کے ہیں: (۱) وطن اصلی: وہ ہے جہاں وہ پیدا ہوا ہو یا اس کے اہل خانہ رہائش پذیر ہوں یا وہ رہائش پذیر ہو گیا ہو اور وہ وہاں سے نہ جائے۔ (۲) وطن اقامت: یہ ایسی جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ ایام یا اس سے زائد ایام تک ٹھہرنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہو۔

☆ مسافر جب وطن اصلی میں پہنچ جائے تو اس کا سفر ختم ہو جائے گا خواہ اس نے اقامت کا قصد کیا ہو یا نہ۔

☆ دوران سفر حضر کے ایام کی فوت شدہ نماز قضا کرنے کی صورت میں پوری پڑھی جائے گی۔ حالت حضر میں سفر کے دنوں کی فوت شدہ نماز قضا کرنے کی صورت میں قصر نماز پڑھی جائے گی۔ (ماخوذ از بہار شریعت جلداوّل مدینہ از صفحہ ۷۴۰ تا ۷۵۱)

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّطَوُّعِ فِي السَّفَرِ

باب 3: سفر کے دوران نفل نماز ادا کرنا

505 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِيْ بُسْرَةَ الْغِفَارِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا فَمَا رَاَيْتُهٗ تَرَكَ الرَّكْعَتَيْنِ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى : حَدِيْثُ الْبَرَاءِ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَّلَمْ يَعْرِفِ اسْمَ اَبِيْ بُسْرَةَ الْغِفَارِيِّ وَرَآهُ حَسَنًا

حدیثِ دیگر: وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا بَعْدَهَا

حدیثِ دیگر: وَرُوِيَ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ

مذاہبِ فقہاء: ثُمَّ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَى بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَطَوَّعَ الرَّجُلُ فِي السَّفَرِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَلَمْ تَرَ طَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُّصَلّٰى قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعْنٰى مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ قَبُوْلُ الرُّخْصَةِ وَمَنْ تَطَوَّعَ فَلَهٗ فِيْ ذٰلِكَ فَضْلٌ كَثِيْرٌ وَّهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُوْنَ التَّطَوُّعَ فِي السَّفَرِ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اٹھارہ اسفار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں میں نے آپ

505- اخرجه ابو داؤد (390/1): كتاب الصلاة: باب: التطوع في السفر حديث (1222) واحمد (292/4) و (295/4) وابن خزيمة (244/2) حديث (1253) من طريق صفوان بن سليم عن ابي بسرة الغفاري عن البراء بن عازب فذكره-

کونہیں دیکھا کہ کبھی آپ نے دو رکعت ترک کی ہوں۔ اس وقت جب ظہر سے پہلے سورج ڈھل جاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت براء سے منقول حدیث "غریب" ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو ان کے علم میں یہ روایت صرف لیث بن سعد نامی راوی کے حوالے سے منقول تھی۔

امام بخاری کو ابوبسرہ غفاری نامی راوی کا نہیں پتا تھا' تاہم انہوں نے اس روایت کو "حسن" قرار دیا ہے۔

انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران نماز سے پہلے یا اس کے بعد کوئی نفل نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

اور انہی کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی منقول ہے: آپ سفر کے دوران نفل نماز ادا کر لیتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض صحابہ کرام کے نزدیک آدمی سفر کے دو ان نفل نماز ادا کر سکتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ کے نزدیک آدمی (سفر کے دوران) فرض نماز سے پہلے یا اس کے بعد نفل نماز ادا نہیں کر سکتا۔

جو حضرات یہ کہتے ہیں: آدمی سفر کے دوران نفل نماز ادا نہیں کر سکتا۔ انہوں نے رخصت کو قبول کیا ہے' اور جو لوگ نفل نماز ادا کرتے ہیں' تو اس شخص کے لیے اس بارے میں بہت زیادہ فضیلت ہے۔

اکثر اہلِ علم کا قول یہی ہے۔ انہوں نے سفر کے دوران نفل نماز پڑھنے کو اختیار کیا ہے۔

506 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَطِيَّةَ وَنَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں' سفر کے دوران' ظہر کی نماز میں دو رکعت ادا کی تھیں اور اس کے بعد بھی دو رکعت ادا کی تھیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

ابن ابی لیلیٰ نے اس روایت کو عطیہ کے حوالے سے، نافع کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

507 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ يَعْنِي الْكُوْفِيَّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَطِيَّةَ وَنَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الْحَضَرِ

506- اخرجه احمد (90/2) من طريق عطية العوفي عن ابي عمر - فذكره-

الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَّبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا وَّالْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءً ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ لَّا تَنْقُصُ فِي الْحَضَرِ وَلَا فِي السَّفَرِ هِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

قولِ امام بخاری: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ مَا رَوٰى ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى حَدِيْثًا اَعْجَبَ اِلَيَّ مِنْ هٰذَا وَلَا اَرْوِیْ عَنْهُ شَيْئًا

◄► نافع، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں حضر میں اور سفر میں نماز ادا کی ہے۔ میں نے حضر میں آپ کی اقتداء میں ظہر میں چار رکعت ادا کی اور اس کے بعد دو رکعت ادا کیں اور میں نے آپ کی اقتداء میں سفر میں ظہر کی نماز میں دو رکعت ادا کی تھیں اور اس کے بعد بھی دو رکعت ادا کی تھیں اور عصر میں دو رکعت ادا کی تھیں لیکن آپ نے اس کے بعد کوئی نفل نماز نہیں پڑھی اور مغرب کی نماز میں حضر میں اور سفر میں برابر تین رکعت ہی ادا کی تھیں۔ حضر میں اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور سفر میں بھی کوئی نہیں ہوئی۔ یہ دن کے وتر ہیں اور اس کے بعد دو رکعت ادا کی تھیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ابن ابی لیلیٰ نے میرے نزدیک اس سے بہترین اور کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ تاہم میں ان سے روایت نقل نہیں کرتا ہوں۔

شرح

دورانِ سفر سنن مؤکدہ کے ادا کرنے میں مذاہب آئمہ

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حالت سفر میں رباعی نماز میں قصر کی جائے گی لیکن نوافل یعنی صلوٰۃ اشراق، صلوٰۃ چاشت، صلوٰۃ اوابین اور صلوٰۃ تہجد ادا کرنا جائز ہے۔ البتہ سنن مؤکدہ کے ادا کرنے یا نہ کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سنن مؤکدہ کا حسب معمول ادا کی جائیں گی۔ بالخصوص فجر کی دو سنت دوسری سنن کی نسبت زیادہ مؤکدہ ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **لا تدعوهما** (سنن ابی داؤد، جلد اوّل ص ۱۷۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فجر کی دو سنت ترک نہ کرو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت سفر میں فجر کی دو سنت اہتمام سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر قضاء ہو جانے پھر اسے ادا کرنے کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: **ثم اذن بلال بالصلوٰة فصلی رسول الله صلی الله علیه وسلم رکعتین ثم صلی الغداة فصنع کما کان یصنع کل یوم** (الصحیح للمسلم، جلد اوّل ص ۲۳۹) پھر حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے نماز فجر کی اذان کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا فرمائیں پھر آپ نے فجر

507- اخرجه ابن خزیمة (244/2) حدیث (1254) من طریق ابن ابی لیلی عن نافع و عطیة بن سعد العوفی عن ابن عمر فذکره۔

کی نماز حسب معمول ادا فرمائی۔اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی سنتوں کی قضاء کر کے اپنے عمل سے ان کی تاکید مزید فرمادی۔واللہ تعالٰی اعلم ۔یہی حکم تمام سنن مؤکدہ کا ہے۔الحاصل: مسافت شرعی کے دوران رباعی نمازوں یعنی ظہر،عصر اور عشاء کے فرائض میں صرف قصر کی جائے گی باقی سنن ونوافل مؤکدہ وغیر مؤکدہ سب حسب معمول پڑھی جائیں گی۔کچھ لوگ کم علمی یا بے عملی کے سبب فرائض میں قصر کرنے کے ساتھ ساتھ نوافل وسنن کو مکمل طور پر ترک کر دیتے ہیں۔نوافل وسنن کے ادا کرنے کا مقصد فرائض کے نقائص اور کمی کی تکمیل ہے۔اس طرح ان کے ادا کرنے کی اہمیت،افادیت اور فضیلت سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ

باب4: دونمازیں اکٹھی کرنا

508 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِى الطُّفَيْلِ هُوَ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِىْ غَزْوَةِ تَبُوكَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ زَيْغِ الشَّمْسِ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى اَنْ يَّجْمَعَهَا اِلَى الْعَصْرِ فَيُصَلِّيَهُمَا جَمِيْعًا وَّاِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ زَيْغِ الشَّمْسِ عَجَّلَ الْعَصْرَ اِلَى الظُّهْرِ وَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا ثُمَّ سَارَ وَكَانَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْعِشَاءِ وَاِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ عَجَّلَ الْعِشَاءَ فَصَلَّاهَا مَعَ الْمَغْرِبِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

اسنادِدیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالصَّحِيْحُ عَنْ اُسَامَةَ وَرَوٰى عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيّ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ قُتَيْبَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا اللُّؤْلُؤِىُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْاَعْيَنُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ يَعْنِىْ حَدِيْثَ مُعَاذٍ وَّحَدِيْثُ مُعَاذٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ تَفَرَّدَ بِهٖ قُتَيْبَةُ لَا نَعْرِفُ اَحَدًا رَوَاهُ عَنِ اللَّيْثِ غَيْرَهٗ وَحَدِيْثُ اللَّيْثِ عَنْ يَّزِيْدَ ابْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِى الطُّفَيْلِ عَنْ مُّعَاذٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

حدیثِ دیگر: وَّالْمَعْرُوْفُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ حَدِيْثُ مُعَاذٍ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِى الطُّفَيْلِ عَنْ مُّعَاذٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِىْ غَزْوَةِ تَبُوكَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ رَوَاهُ قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ وَّسُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَمَالِكٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ الْمَكِّىِّ

508- اخرجه ابو داؤد (389/1): كتاب الصلاة: باب: الجمع بين الصلاتين حديث (1220) واحمد فى "مسنده": (241/5) من طريق قتيبة بن سعيد قال: حدثنا الليث بن سعد عن يزيد بن ابى حبيب عن ابى الطفيل عامر بن واثلة عن معاذ بن جبل فذكره-

مذاہب فقہاء: وَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ يَقُوْلَانِ لَا بَاْسَ اَنْ يَّجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي السَّفَرِ فِيْ وَقْتِ اِحْدَاهُمَا

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے سے پہلے روانہ ہوتے' تو آپ ظہر کی نماز کو مؤخر کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اسے عصر کے ساتھ ملا دیتے تھے اور ان دونوں کو ایک ساتھ ادا کرتے تھے' اور اگر آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد سفر شروع کرنا ہوتا' تو عصر کی نماز کو ظہر کی نماز کے ساتھ ملا کر جلدی ادا کر لیتے تھے اور ظہر اور عصر ایک ساتھ ادا کرتے تھے۔ پھر آپ روانہ ہو جاتے تھے۔ اسی طرح اگر آپ نے مغرب سے پہلے روانہ ہونا ہوتا' تو آپ مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اسے عشاء کے ساتھ ادا کرتے تھے' اور اگر آپ نے سورج غروب ہونے کے بعد روانہ ہونا ہوتا' تو آپ عشاء کی نماز جلدی ادا کر لیتے تھے اور اسے مغرب کے ساتھ پڑھ لیتے تھے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ''صحیح'' یہ ہے کہ یہ روایت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ علی بن مدینی نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے قتیبہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ قتیبہ نامی راوی نے اسے نقل کرنے میں تفرد کیا ہے۔

ہمیں قتیبہ کے علاوہ کسی ایسے شخص کا پتہ نہیں ہے' جس نے اس روایت کو لیث کے حوالے سے بیان کیا ہو۔

لیث نے یزید بن ابوحبیب کے حوالے سے' ابوطفیل کے حوالے سے، حضرت معاذ سے جو روایت نقل کی ہے وہ ''غریب'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک معروف روایت وہ ہے: جو ابوزبیر نامی راوی نے' ابوطفیل کے حوالے سے' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا کی تھیں اور مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کی تھیں۔

اس روایت کو قرہ بن خالد، سفیان ثوری، امام مالک اور دیگر کئی راویوں نے ابوزبیر مکی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہما یہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے: آدمی سفر کے دوران دو نمازوں کو ایک وقت میں اکٹھا ادا کر لے۔

509 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ

509- اخرجه مالك فى "الموطا" :(144/1): كتاب قصر الصلاة فى السفر' باب: الجمع بين الصلاتين فى الحضر والسفر' حديث (3)' و مسلم (23/3- الابى) كتاب صلاة المسافرين و قصرها' حديث (42-703/43) وابو داؤد (386/1): كتاب الصلاة: باب: الجمع بين الصلاتين' حديث (1207-1213)' والنسائى (287/1 -288) : كتاب الصلاة: باب: الوقت الذى يجمع فيه المسافر بين المغرب والعشاء' و (289/1): باب: الحال التى يجمع فيها بين الصلاتين' واحمد فى "مسنده" : -51 -54 -80 -102 -106 -150 -4/2-7 -63)' وعبد بن حميد' ص (243)' حديث (748)' وابن خزيمة (84/2) حديث (970) من طريق نافع عن ابن عمر' فذكره-

ابْنِ عُمَرَ

متن حدیث: اَنَّهُ اسْتُغِيثَ عَلٰى بَعْضِ اَهْلِهِ فَجَدَّ بِهِ السَّيْرُ فَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ اَخْبَرَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَحَدِيْثُ اللَّيْثِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے: ان کی اہلیہ کے حوالے سے ان سے مدد مانگی گئی (یعنی انہوں نے جلدی پہنچنا تھا) تو انہوں نے سفر تیز کر دیا اور مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیا۔ یہاں تک کہ شفق غروب ہوگئی تو وہ سواری سے اترے اور انہوں نے ان دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کیا' اور لوگوں کو یہ بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے' جب آپ نے تیزی سے سفر کرنا ہوتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

لیث نے یزید بن ابو حبیب کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مسئلہ جمع صلوٰتین میں مذاہب آئمہ

اس مسئلہ میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ حج کے دوران میدان عرفات اور مزدلفہ میں جمع صلوٰتین جائز ہے۔ اس لیے کہ عہد رسالت سے لے کر تا عصر حاضر اس پر تواتر سے عمل ہوتا آرہا ہے۔ ان دو مقامات کے علاوہ کسی عذر کی بناء پر جمع صلوٰتین جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ اعذار کی وجہ سے جمع صلوٰتین جائز ہے مثلاً ظہرین اور عشائین کو جمع کرنا جائز ہے۔ البتہ اعذار کے حوالے سے ان میں اختلاف ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعذار تین ہیں: (۱) سفر (۲) بارش (۳) مرض۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عذر صرف ایک ہے۔ وہ سفر ہے۔ جمع صلوٰتین تقدیماً و تاخیراً میں بھی آئمہ ثلاثہ کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمع صلوٰتین مطلقاً جائز ہے خواہ تقدیماً ہو یا تاخیراً۔ وہ اس طرح کہ نماز ظہر میں تاخیر کر کے دونوں کو عصر کے وقت میں یا نماز عصر کو مقدم کر کے دونوں کو ظہر کے وقت میں پڑھا جائے۔ اسی طرح نماز مغرب کو مؤخر کر کے دونوں کو نماز عشاء کے وقت میں یا نماز عشاء کو مقدم کر کے دونوں کو مغرب کے وقت میں پڑھا جائے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) جمع تقدیم ناجائز اور جمع تاخیر جائز ہے۔ (۲) عجلت کے سفر میں جمع تقدیم جائز ہے اور جمع تاخیر بھی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جمع صلوٰتین مطلقاً ناجائز ہے تقدیماً اور تاخیراً بھی۔ البتہ شدید مجبوری اور عذر کی بناء پر جمع صلوٰتین صوری جائز ہوگی نہ کہ حقیقی۔ جمع صلوٰتین صوری کی شکل یہ ہے کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت

میں اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا جائے۔مثلاً ظہر کو بالکل اس کے آخری وقت اور نمازِ عصر کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا کیا جائے۔اس صورت کو جمع صوری کہتے ہیں نہ کہ جمع حقیقی کیونکہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا کی گئیں۔آپ نے اس ارشادِ ربانی سے استدلال کیا ہے:ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابًا موقوتًا ۔ بیشک نماز اپنے اپنے مقررہ وقتوں میں مومنوں پر فرض کی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صَلَاةِ الْاِسْتِسْقَاءِ

باب 5: نمازِ استسقاء کا بیان

510 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ یَسْتَسْقِیْ فَصَلّٰی بِهِمْ رَكْعَتَیْنِ جَهَرَ بِالْقِرَائَةِ فِیْهَا وَحَوَّلَ رِدَائَهٗ وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَاسْتَسْقٰی وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَنَسٍ وَّآبِی اللَّحْمِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَّعَلٰی هٰذَا الْعَمَلُ عِنْدَ

510– اخرجه مالك فی "الموطا" :(190/1) كتاب الاستسقاء: باب: العمل فی الاستسقاء' حديث (1) والبخاری (571/2): كتاب الاستسقاء: باب: الاستسقاء و خروج النبی صلى الله عليه وسلم فی الاستسقاء' حديث (1005) و (578/2): باب: تحويل الرداء فی الاستسقاء' حديث (1012-1011) و (595/2): باب الدعاة فی الاستسقاء قائما' حديث (1023) و (597/2): باب: الجهر بالقراءة فی الاستسقاء' وباب: كيف حول النبی صلى الله عليه وسلم ظهره الى الناس؟ حديث (1025) وباب: صلاة الاستسقاء ركعتين' حديث (1026) و (598/2): باب: الاستسقاء فی المصلى' حديث (1027) وباب: استقبال القبلة فی الاستسقاء حديث (1028) و (148/11): كتاب الدعوات: باب: الدعاء مستقبل القبلة' حديث (6343) و مسلم (274/3-الابی) كتاب صلاة الاستسقاء' حديث (1-2-3-4/894) وابو داؤد (372/1): كتاب الصلاة: باب: جماع ابواب صلاة الاستسقاء و تفريعها' حديث (1161 -1162 -1163 -1164) و (373/1): باب: فی ای وقت يحول رداء ه اذا استسقى حديث (1166 -1167) والنسائی (-155/3): كتاب الاستسقاء باب' خروج الامام الى المصلى للاستسقاء' و (157/3): باب: تحويل الامام ظهره اليالناس عند الدعاء فی الاستسقاء' وباب: تقليب الامام الرداء عند الاستسقاء' وباب: متى يحول الامام رداء ه' و (156/3): باب: الحال التی يستحب للامام ان يكون عليها اذا خرج' و (158/3): باب: رفع الامام يده' و (163/3): باب: الصلاة بعد الدعاء' و باب: كم صلاة الاستسقاء' و (164/3): باب: الجهر بالقراء ة فی صلاة الاستسقاء وابن ماجه (403/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب ما جاء فی صلاة الاستسقاء' حديث (1267) واحمد فی "مسنده" :(38/4 -39 -40 -41 -42) والحميدی (201/1) حديث (416- 415) وعبد بن حميد' ص (184) حديث (516) والدارمی (360/1): كتاب الصلاة: باب: صلاة الاستسقاء' وابن خزيمة (331/2) حديث (1406) و (332/2) حديث (1407) و (333/2) حديث (1410) و (334/2) حديث (1414) و (335/2) حديث (1415) و (337/2) حديث (1420) و (339/2) حديث (1424) من طريق عباد بن تميم عن عمه عبدالله بن يزيد بن عاصم المازنی' فذكره-

اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَعَمُّ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ

◆◆ عباد بن تمیم اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ لوگوں کو لے کر نکلے تاکہ نماز استسقاء ادا کریں آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں آپ نے بلند آواز میں قرأت کی' پھر آپ نے اپنی چادر کو الٹا دیا' آپ نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور بارش کے نزول کی دعا کی اور قبلہ کی طرف رخ کرلیا۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی لحم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

عباد بن تمیم کے چچا کا نام حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہے۔

511 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اَبِي اللَّحْمِ عَنْ اَبِي اللَّحْمِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ اَحْجَارِ الزَّيْتِ يَسْتَسْقِي وَهُوَ مُقْنِعٌ بِكَفَّيْهِ يَدْعُو

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: كَذَا قَالَ قُتَيْبَةُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ اَبِي اللَّحْمِ وَلَا نَعْرِفُ لَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ الْوَاحِدَ وَعُمَيْرٌ مَوْلٰى اَبِي اللَّحْمِ قَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ وَلَهٗ صُحْبَةٌ

◆◆ حضرت ابی لحم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ''حجار زیت'' کے قریب دیکھا' آپ ﷺ بارش کی دعا مانگ رہے تھے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے اور دعا مانگ رہے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قتیبہ نے اس روایت میں حضرت ابی لحم کے حوالے سے اسی طرح بیان کیا ہے' اور ہمارے علم کے مطابق ان کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔

حضرت ابی لحم کے غلام عمیر نے بھی' نبی اکرم ﷺ سے' احادیث نقل کی ہیں اور انہیں بھی صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

512 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هِشَامِ بْنِ اِسْحٰقَ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كِنَانَةَ

511- اخرجه النسائي (158/3): كتاب الاستسقاء: باب: كيف يرفع' واحمد (223/5) من طريق الليث بن سعد' عن خالد بن يزيد' عن سعيد بن ابي هلال' عن يزيد بن عبدالله' عن عمير مولى آبي اللحم عن آبي اللحم الغفاري' فذكره-

512- اخرجه ابو داؤد (373/1): كتاب الصلاة: باب: جماع ابواب صلاة الاستسقاء و تفريعها' حديث (1165)' والنسائي (156/3): كتاب الاستسقاء: باب: الحال التي يستحب للامام ان يكون عليها اذا خرج' وباب: جلوس الامام على المنبر للاستسقاء' و (163/3): باب: كيف صلاة الاستسقاء' وابن ماجه (403/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما جاء في صلاة الاستسقاء' حديث (1266)' واحمد (355/230/1) وابن خزيمة (331/2) حديث (1405)' و (332/2) حديث (1408) من طريق هشام بن اسحق بن عبدالله بن كنانة' عن ابيه' عن ابن عباس' فذكره-

عَنْ اَبِیْهِ قَالَ

متن حدیث: اَرْسَلَنِی الْوَلِیْدُ بْنُ عُقْبَةَ وَهُوَ اَمِیْرُ الْمَدِیْنَةِ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ اَسْاَلُهُ عَنِ اسْتِسْقَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُهُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا مُتَضَرِّعًا حَتّٰی اَتَی الْمُصَلّٰی فَلَمْ یَخْطُبْ خُطْبَتَکُمْ هٰذِهٖ وَلٰکِنْ لَمْ یَزَلْ فِی الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالتَّکْبِیْرِ وَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَمَا کَانَ یُصَلِّیْ فِی الْعِیْدِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اختلافِ روایت: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ کِنَانَةَ عَنْ اَبِیْهِ فَذَکَرَ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِیْهِ مُتَخَشِّعًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ قَالَ یُصَلِّیْ صَلَاةَ الْاِسْتِسْقَاءِ نَحْوَ صَلَاةِ الْعِیْدَیْنِ یُکَبِّرُ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی سَبْعًا وَّفِی الثَّانِیَةِ خَمْسًا وَّاحْتَجَّ بِحَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَرُوِیَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ لَا یُکَبِّرُ فِیْ صَلَاةِ الْاِسْتِسْقَاءِ کَمَا یُکَبِّرُ فِیْ صَلَاةِ الْعِیْدَیْنِ وقَالَ النُّعْمَانُ اَبُوْ حَنِیْفَةَ لَا تُصَلّٰی صَلَاةُ الْاِسْتِسْقَاءِ وَلَا اٰمُرُهُمْ بِتَحْوِیْلِ الرِّدَاءِ وَلٰکِنْ یَّدْعُوْنَ وَیَرْجِعُوْنَ بِجُمْلَتِهِمْ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: خَالَفَ السُّنَّةَ

◆◆ ہشام بن اسحٰق اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ ولید بن عقبہ نے مجھے بھیجا جو مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ اس نے مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز استسقاء کے بارے میں دریافت کروں میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زینت کے بغیر عاجزی کے عالم میں گریہ وزاری کرتے ہوئے تشریف لائے۔ آپ عیدگاہ تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرح خطبہ نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دعا میں گریہ وزاری میں اور تکبیر کہنے میں مشغول رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی۔ جس طرح آپ عید کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہشام بن اسحٰق اپنے والد کے حوالے سے' اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں' تاہم اس میں ایک لفظ ''خشوع وخضوع'' کے ساتھ زائد ہے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: نماز استسقاء عیدین کی نماز کی طرح ادا کی جائے گی۔ اس میں پہلی رکعت میں سات مرتبہ تکبیر کہی جائے گی اور دوسری رکعت میں پانچ مرتبہ تکبیر کہی جائے گی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں: نماز استسقاء میں عیدین کی نماز کی طرح تکبیر نہیں کہی جائے گی۔

(امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) ابوحنیفہ نعمان بن ثابت نے یہ کہا ہے: نماز استسقاء ادا نہیں کی جائے گی' میں انہیں چادر الٹانے کی ہدایت بھی نہیں کروں گا' البتہ (بارش کے نازل کے لیے لوگ جمع ہوکر) دعا مانگیں گے اور سب واپس آ جائیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انہوں نے سنت کے برخلاف (فتویٰ دیا) ہے۔

شرح

صلوٰۃ استسقاء کا طریقہ

صلوٰۃ استسقاء ادا کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱- لوگ جمع ہوکر اپنے امام کی سرپرستی میں میدان میں جائیں اور وہاں اجتماعی طور پر طویل دعا کریں۔ یہ طریقہ حضرت ابواللحم رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ انہوں نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ مقام ''احجار الزیت'' میں پہنچے اور وہاں عجز وانکسار کی تصویر بن کر خوب گڑگڑا کر طلب باراں کے لیے دعا کی اور پھر واپس تشریف لے آئے۔

۲- دوران خطبہ جمعہ دعا استسقاء کی جائے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ طلب باراں کی دعا کریں کیونکہ ہماری فصلیں ضائع ہوگئیں اور پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے جانور نڈھال ہیں۔ آپ نے دوران خطبہ دعا فرمائی تو سلسلہ نزول باراں شروع ہوگیا اور لوگ بھیگ کر اپنے گھروں میں پہنچے۔ نزول باراں کا سلسلہ ایک ہفتہ تک جاری رہا حتیٰ کہ آئندہ جمعہ آ گیا۔ پھر خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو گزشتہ جمعہ والا شخص یا دوسرا شخص دوبارہ حاضر خدمت ہوا اور عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! نزول باراں کا سلسلہ ہمارے لیے وبال ثابت ہورہا ہے، لہٰذا آپ بارش تھمنے کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے بارش تھمنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور یوں کہا: اللھم حوالینا ولا علینا (الصحیح للبخاری) اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو اور ہم پر بارش نہ ہو۔ اسی وقت مدینہ میں بارش رک گئی جبکہ اس کے اطراف میں مسلسل بارش ہوتی رہی''۔

۳- امام مقتدیوں کو لے کر میدان میں جائے، لوگوں کے کپڑے سادہ ہوں، سروں پر بھی کپڑے نہ ہوں اور جانوروں کو بھی ساتھ لے جائیں۔ دوگانہ نماز ادا کی جائے، طویل قرأت کی جائے اور اختتام پر الٹے ہاتھ کر کے طویل ترین دعا کی جائے۔ امام خطبہ بھی دے۔ حدیث باب سے نماز کا طریقہ یہ ثابت ہوتا ہے۔

صلوٰۃ استسقاء میں مذاہب آئمہ

صلوٰۃ استسقاء کی شرعی حیثیت میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صلوٰۃ استسقاء کے تین طریقے ہیں: (۱) نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ کے بعد

طلب باراں کی دعا کی جائے۔(۲) امام لوگوں کو لے کر میدان میں جائے اور وہاں طلب باراں کی اجتماعی دعا کریں۔(۳) امام لوگوں کو لے کر میدان میں جائے اور وہاں دوگانہ نماز ادا کریں، قرأت میں طوالت سے کام لیا جائے اور اختتام پر اجتماعی دعا کی جائے۔گویا آپ کے نزدیک دعا کی جاسکتی ہے اور نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

۲-حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز استسقاء سنت ہے۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

دوگانہ نماز استسقاء کی پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری رکعت میں ھل اتٰک کی قرأت کی جائے۔دعا کے وقت توبہ و استغفار کی جائے۔امام چادر بھی الٹائے یعنی اوپر کے کنارے نیچے اور نیچے کے اوپر لائے۔امام اس میں جہری قرأت کرے گا۔یہ نماز باجماعت پڑھی جاسکتی ہے اور انفرادی طور پر بھی۔نماز استسقاء تین دن تک پڑھی جاسکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَلَاةِ الْكُسُوفِ

باب 6: نماز کسوف کا بیان

513 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ صَلّٰى فِيْ كُسُوْفٍ فَقَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَالْاُخْرٰى مِثْلُهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَآئِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَّالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَاَبِيْ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ بَكْرَةَ وَسَمُرَةَ وَاَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَابْنِ عُمَرَ وَقَبِيْصَةَ الْهِلَالِيِّ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى فِيْ كُسُوْفٍ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَّبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالَ وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقِرَاءَةِ فِيْ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ

مذاہبِ فقہاء: فَرَاَى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُّسِرَّ بِالْقِرَاءَةِ فِيْهَا بِالنَّهَارِ وَرَاَى بَعْضُهُمْ اَنْ يَّجْهَرَ بِالْقِرَاءَةِ فِيْهَا

513- اخرجه مسلم (3/305- الابی): کتاب الکسوف: باب: ذکر من قال انه رکع ثمان رکعات فی اربع سجدات' حدیث (19/909)' وابو داؤد (1/379): کتاب الصلاۃ: باب من قال: اربع رکعات' حدیث (1183)' والنسائی (3/128-129) کتاب الکسوف: باب: کیف صلاۃ الکسوف' واحمد (1/225-346)' والدارمی (1/359): کتاب الصلاۃ: باب: الصلاۃ عند الکسوف وابن خزیمۃ (2/317) حدیث (1385) من طریق سفیان الثوری' عن حبیب بن ابی ثابت' عن طاوس عن ابن عباس' فذکرہ۔

كَنَحْوِ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَّاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ يَرَوْنَ الْجَهْرَ فِيْهَا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَجْهَرُ فِيْهَا وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلْتَا الرِّوَايَتَيْنِ صَحَّ عَنْهُ اَنَّهٗ صَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَّصَحَّ عَنْهُ اَيْضًا اَنَّهٗ صَلّٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَّهٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ جَائِزٌ عَلٰى قَدْرِ الْكُسُوْفِ اِنْ تَطَاوَلَ الْكُسُوْفُ فَصَلّٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ فَهُوَ جَائِزٌ وَّاِنْ صَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَّاَطَالَ الْقِرَائَةَ فَهُوَ جَائِزٌ وَّيَرٰى اَصْحَابُنَا اَنْ تُصَلّٰى صَلَاةُ الْكُسُوْفِ فِيْ جَمَاعَةٍ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف ادا کی' اس میں قرأت کی' پھر آپ رکوع میں چلے گئے۔ پھر آپ نے قرأت کی' پھر آپ رکوع میں چلے گئے پھر آپ نے دو مرتبہ سجدے کیے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کی۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی منقول ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف میں (دو رکعات میں) چار مرتبہ رکوع کیا تھا' اور چار مرتبہ سجدہ کیا تھا۔

امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نمازِ کسوف میں قرأت کرنے کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس نماز میں دن کے وقت پست آواز میں قرأت کی جائے گی۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس نماز میں عیدین اور جمعہ کی نماز کی طرح بلند آواز میں قرأت کی جائے گی۔

امام مالک، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ ان کے نزدیک اس نماز میں بلند آواز میں قرأت کی جائے گی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں بلند آواز میں قرأت نہیں کی جائے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے دونوں طرح کی روایات مستند طور پر منقول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مستند طور پر یہ بات بھی منقول ہے: آپ نے (دو رکعات میں) چار مرتبہ رکوع کیا تھا' اور چار سجدے کیے تھے۔

اور آپ سے مستند طور پر یہ بات بھی منقول ہے: آپ نے چھ مرتبہ رکوع کیا تھا' اور چار سجدے کیے تھے۔

اہلِ علم کے نزدیک یہ گرہن کی مقدار کے حساب سے ہے اگر گرہن لمبا ہو تو آدمی چھ رکوع کرے گا اور چار سجدے کرے گا اور یہ جائز ہوگا لیکن اگر وہ چار رکوع کرتا ہے اور چار سجدے کرتا ہے اور قرأت طویل کر لیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔

ہمارے اصحاب کے نزدیک سورج گرہن اور چاند گرہن دونوں میں نماز کسوف با جماعت ادا کی جائے گی۔

514 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ فَاَطَالَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ فَاَطَالَ الْقِرَاءَةَ هِيَ دُوْنَ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ فَسَجَدَ ثُمَّ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ يَرَوْنَ صَلَاةَ الْكُسُوْفِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ قَالَ الشَّافِعِيُّ يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَنَحْوًا مِّنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ سِرًّا اِنْ كَانَ بِالنَّهَارِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَتِهٖ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ بِتَكْبِيْرٍ وَّثَبَتَ قَائِمًا كَمَا هُوَ وَقَرَاَ اَيْضًا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَنَحْوًا مِّنْ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَتِهٖ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ تَامَّتَيْنِ وَيُقِيْمُ فِيْ كُلِّ سَجْدَةٍ نَّحْوًا مِّمَّا اَقَامَ فِيْ رُكُوْعِهٖ ثُمَّ قَامَ فَقَرَاَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَنَحْوًا مِّنْ سُوْرَةِ النِّسَآءِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَتِهٖ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ بِتَكْبِيْرٍ وَّثَبَتَ قَائِمًا ثُمَّ قَرَاَ نَحْوًا مِّنْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَتِهٖ ثُمَّ رَفَعَ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ وَسَلَّمَ

514– اخرجه مالك في "الموطا" : (186/1): كتاب صلاة الكسوف: باب: العمل في صلاة الكسوف حديث (1) والبخاري (615/2): كتاب الكسوف: باب: الصدقة في الكسوف حديث (1044) وينظر اطرافه في (1046 -1047 -1058 -1065 -1066 -1212 -3203 -4624 -5221 -6631) ومسلم كتاب الكسوف: باب: صلاة الكسوف حديث (1-2-3-4-5/901) وابو داؤد (378/1): كتاب الصلاة: باب: صلاة الكسوف حديث (1180) و (380/1): باب: القراءة في صلاة الكسوف حديث (1187-1188) و (381/1): باب: ينادى فيها بالصلاة حديث (1190) و (382/1): باب: الصدقة فيها حديث (1191) والنسائي (127/3): كتاب الكسوف: باب: الامر بالنداء لصلاة الكسوف و (128/3): باب: الصفوف في صلاة الكسوف و (130/3): باب: نوع آخر منه عن عائشة و (132/3): باب: نوع آخر منه عن عائشة و (148/3) باب: الجهر بالقراءة في صلاة الكسوف و (150/3) باب: التشهد والتسليم في صلاة الكسوف و (152/3): باب: كيف الخطبة في الكسوف وابن ماجه (401/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في صلاة الكسوف حديث (1263) واحمد في "مسنده" (6/32-65-86-87-164-168) والحميدي (95/1) حديث (180) والدارمي (36/1) كتاب الصلاة: باب: الصلاة عند الكسوف وابن خزيمة (314/2) حديث (1379) و (319/2) حديث (1387) و (322/3) حديث (1391) و (324/3) حديث (1395) و (328/3) حديث (1398) من طريق عروة بن الزبير عن عائشة رضي الله عنها فذكره۔

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہوگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ نے طویل قرأت کی' پھر آپ رکوع میں چلے گئے۔ آپ نے طویل رکوع کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا اور طویل قرأت کی' لیکن پہلی قرأت سے کم تھی۔ پھر آپ رکوع میں چلے گئے اور آپ نے طویل رکوع کیا' لیکن یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ پھر آپ سجدے میں چلے گئے۔ ایسا ہی آپ نے دوسری رکعت میں بھی کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک نماز کسوف میں چار رکوع کیے جائیں گے اور چار سجدے کیے جائیں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھے گا' اور تقریباً سورہ بقرہ جتنی تلاوت پست آواز میں کرے گا۔ اگر دن کا وقت ہو' پھر وہ رکوع میں چلا جائے گا' اور طویل رکوع کرے گا' جو اس کی قرأت جتنا لمبا ہوگا' پھر وہ کھڑا ہو کر سورہ فاتحہ پڑھے گا' اور تقریباً سورہ آل عمران جتنی تلاوت کرے گا' پھر وہ رکوع میں جائے گا' اور اتنا طویل رکوع کرے گا' جو اس کی اس قرأت جتنا ہو' پھر وہ اپنا سر اٹھائے گا' اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا۔ پھر وہ دو مرتبہ مکمل سجدے کرے گا' اور ہر سجدے میں اتنی دیر ٹھہرے گا جتنی دیر رکوع میں ٹھہرا تھا' پھر وہ کھڑا ہو جائے گا' اور سورہ فاتحہ پڑھے گا' اور تقریباً سورہ نساء جتنی تلاوت کرے گا' پھر وہ رکوع میں جائے گا' اور طویل رکوع کرے گا' جو اس کی اس قرأت جتنا طویل ہوگا' پھر وہ تکبیر کہتے ہوئے سر کو اٹھائے گا' اور سیدھا کھڑا ہو جائے گا' پھر قرأت کرے گا' جو تقریباً سورہ مائدہ جتنی ہوگی' پھر وہ رکوع میں جائے گا' اور طویل رکوع کرے گا' جو اس کی اس قرأت جتنا ہوگا' پھر وہ سر اٹھائے گا' اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا' پھر دو مرتبہ سجدہ کرے گا' پھر تشہد پڑھے گا' اور سلام پھیر دے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِفَةِ الْقِرَائَةِ فِي الْكُسُوفِ

باب 7: نماز کسوف میں قرأت کس طرح کی جائے گی؟

515 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عِبَادٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كُسُوفٍ لَّا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

515- اخرجه ابو داؤد (379/1): كتاب الصلاة: باب: من قال اربع ركعات' حديث (1184)' البخاري في "خلق افعال العباد" (54-53)' والنسائي (140/3): كتاب الكسوف: باب: نوع آخر' و (148/3): باب: ترك الجهر فيها بالقراءة' و (152/3): باب: كيف الخطبة في الكسوف' وابن ماجه (402/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في صلاة الكسوف' حديث (1264) واحمد في "مسنده" (14/5 -16 -17 -19 -23)' وابن خزيمة (325/2) من طريق الاسود بن قيس' قال: حدثني ثعلبة بن عباد العبدي عن سمرة بن جندب' فذكره-

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

◆◆: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کسوف پڑھائی تو ہمیں آپ کی آواز سنائی نہیں دی (یعنی آپ نے پست آواز میں قرأت کی)

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کو اختیار کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔

516 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ صَدَقَةَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلَاةَ الْكُسُوْفِ وَجَهَرَ بِالْقِرَائَةِ فِيْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَاهُ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ نَحْوَهٗ

مذاہب فقہاء: وَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف ادا کی تھی اور اس میں بلند آواز میں قرأت کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابواسحٰق فزاری نے سفیان بن حسین کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

امام مالک، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

سورج گہن کی نماز کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ

لفظ کسوف اور خسوف دونوں کا اطلاق سورج گہن اور چاند گہن دونوں پر ہو سکتا ہے۔ اس بات پر تمام آئمہ متفق ہیں کہ نماز سورج گہن باجماعت ادا کرنا سنت ہے۔ البتہ چاند گہن کی نماز باجماعت سنت ہے یا انفرادی طور پر؟ اس میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف نماز مسنون ہے جبکہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ باجماعت نماز سنت ہے۔

قرأت میں مذاہب آئمہ

چاند گہن اگر باجماعت نماز ادا کی جائے تو اس میں قرأت جہری ہوگی کیونکہ یہ رات کی نماز ہے۔ سورج گہن باجماعت ادا

کرنے کی صورت میں قرأت جہری ہوگی یا سری؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قرأت سری ہوگی کیونکہ یہ دن کی نماز ہے جبکہ دن کی رات گونگی ہوا کرتی ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قرأت جہری ہوگی۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

سورج گہن کی نماز کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ چار رکعت ہے۔ اس کے لیے نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔ اس کی ہر رکعت ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ادا کی جائے گی۔ چار رکعت ایک سلام سے پڑھنے کی صورت میں پہلے قعدہ میں بھی تشہد، درود اور دعائیں پڑھی جائیں گی۔ اس نماز میں طویل ترین قرأت کی جائے اور رکوع و سجود کی تسبیحات بڑھا کر ان کو بھی لمبا کیا جائے۔ نماز سے فارغ ہو کر دعا بھی طویل کی جائے حتیٰ کہ گہن ختم ہو جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صَلَاةِ الْخَوْفِ

باب 8: نماز خوف کا بیان

517 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِی الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلَاةَ الْخَوْفِ بِاِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةً وَّالطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَقَامُوْا فِیْ مَقَامِ اُولٰٓئِكَ وَجَآءَ اُولٰٓئِكَ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً اُخْرٰى ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَامَ هٰٓؤُلَاۤءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ وَقَامَ هٰٓؤُلَاۤءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِثْلَ هٰذَا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّحُذَيْفَةَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ وَاَبِیْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ وَاسْمُهُ زَيْدُ بْنُ صَامِتٍ وَّاَبِیْ بَكْرَةَ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ ذَهَبَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ فِیْ صَلَاةِ الْخَوْفِ اِلٰى حَدِيْثِ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَقَالَ اَحْمَدُ قَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْخَوْفِ عَلٰى اَوْجُهٍ وَّمَا

517- اخرجه البخاری (497/2): کتاب صلاة الخوف: باب: صلاة الخوف حدیث (942) و (487/7): کتاب المغازی: باب: غزوة ذات الرقاع حدیث (4132 -4133) و مسلم (191/3 - الابی): کتاب صلاة المسافرین و قصرها: باب: صلاة الخوف حدیث (305-839/306) وابو داؤد (398/1): کتاب الصلاة: باب: من قال: یصلی بکل طائفة رکعة ثم یسلم فیقوم کل صف فیصلون لانفسهم رکعة حدیث (1243) والنسائی (171/3): کتاب صلاة الخوف واحمد: (147/1 -150) والدارمی (357/1): کتاب الصلاة: باب: فی صلاة الخوف وابن خزیمة (297/2-298) حدیث (1354-1355) من طریق الزهری عن سالم عن ابیه فذکره- واخرجه النسائی (172/3): کتاب صلاة الخوف من طریق الزهری عن عبدالله بن عمر (لیس فیه سالم)

اَعْلَمُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اِلَّا حَدِيْثًا صَحِيْحًا وَّاَخْتَارُ حَدِيْثَ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ وَهٰكَذَا قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ ثَبَتَتِ الرِّوَايَاتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاةِ الْخَوْفِ وَرَاٰى اَنَّ كُلَّ مَا رُوِیَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاةِ الْخَوْفِ فَهُوَ جَائِزٌ وَّهٰذَا عَلٰى قَدْرِ الْخَوْفِ قَالَ اِسْحٰقُ وَلَسْنَا نَخْتَارُ حَدِيْثَ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ عَلٰى غَيْرِهٖ مِنَ الرِّوَايَاتِ

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف میں دو میں سے ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائی۔ دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے میں موجود رہا' پھر یہ لوگ واپس چلے گئے اور ان لوگوں کی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے پھر وہ لوگ آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوسری رکعت پڑھائی اور آپ نے سلام پھیر دیا۔ پھر یہ لوگ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنی رکعت مکمل کی' پھر وہ لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی رکعت مکمل کی۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعیاش زرقی جن کا نام زید بن صامت ہے' اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نماز خوف کے بارے میں حضرت سہل بن حثمہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ حدیث کو اختیار کرتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نماز خوف کے مختلف طریقے روایت کیے گئے ہیں اور میرے علم کے مطابق اس بارے میں صرف ایک مستند روایت منقول ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت کو اختیار کیا ہے۔

امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

وہ یہ فرماتے ہیں: نماز خوف کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی روایات منقول ہیں۔ امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نماز خوف کے بارے میں جو کچھ بھی منقول ہے' وہ درست ہے اور یہ خوف کی حیثیت کے اعتبار سے ہے۔

امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو کسی دوسری روایت کے مقابلے میں بطور خاص اختیار نہیں کریں گے۔

518 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ

آثارِ صحابہ: اَنَّهٗ قَالَ فِیْ صَلَاةِ الْخَوْفِ قَالَ يَقُوْمُ الْاِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَتَقُوْمُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَهٗ وَطَائِفَةٌ

مِّنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وَوُجُوهُهُمْ اِلَى الْعَدُوِّ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً وَّيَرْكَعُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ وَيَسْجُدُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ سَجْدَتَيْنِ فِيْ مَكَانِهِمْ ثُمَّ يَذْهَبُوْنَ اِلٰى مَقَامِ اُولٰٓئِكَ وَيَجِيْءُ اُولٰٓئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً وَّيَسْجُدُ بِهِمْ سَجْدَتَيْنِ فَهِيَ لَهٗ ثِنْتَانِ وَلَهُمْ وَاحِدَةٌ ثُمَّ يَرْكَعُوْنَ رَكْعَةً وَّيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ سَاَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَقَالَ لِيْ يَحْيٰى اُكْتُبْهُ اِلٰى جَنْبِهٖ وَلَسْتُ اَحْفَظُ الْحَدِيْثَ وَلٰكِنَّهٗ مِثْلُ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: لَمْ يَرْفَعْهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّهٰكَذَا رَوٰى اَصْحَابُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ مَوْقُوْفًا وَّرَفَعَهٗ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ

وَرَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ مَنْ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْخَوْفِ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ (۱)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَرُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِاِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةً رَكْعَةً فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ وَلَهُمْ رَكْعَةٌ رَكْعَةٌ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اَبُوْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيُّ اسْمُهٗ زَيْدُ بْنُ صَامِتٍ

518– اخرجه البخاری (486/7): کتاب المغازی: باب: غزوة ذات الرقاع حدیث (4131) ومسلم (196/3-الابی) کتاب صلاة المسافرین و قصرها: باب صلاة الخسوف حدیث (841/309) وابو داؤد (395/1): کتاب الصلاة: باب: من قال: یقوم صف مع الامام وصف وجاه العدو .... حدیث (1237) والنسائی (170/3): کتاب صلاة الخوف واحمد (448/3) والدارمی (358/1): کتاب الصلاة: باب: فی صلاة الخوف وابن ماجه (399/1): کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها: باب: ما جاء فی صلاة الخوف حدیث (1259) وابن خزیمة (299/2-300) حدیث (1356-1357-1359) من طریق شعبة عن عبدالرحمن بن القاسم عن ابیه عن صالح بن خوات عن سهل بن ابی حثمة فذکره- واخرجه مالك فی "الموطا": (183/1): کتاب صلاة الخوف: باب: صلاة الخوف حدیث (2) والبخاری (486/7): کتاب المغازی: باب: غزوة ذات الرقاع حدیث (1431) وابو داؤد (395/1): کتاب الصلاة: باب: من قال: اذا صلی رکعة وثبت قائما اتموا لانفسهم رکعة ثم سلموا ثم انصرفوا فکانوا وجاه العدو واختلف فی السلام حدیث (1239) والنسائی (178/3): کتاب صلاة الخوف واحمد (448/3) والدارمی (358/1): کتاب الصلاة باب: فی صلاة الخوف وابن خزیمة (300/2) حدیث (1358) من طریق یحیی بن سعید الانصاری عن القاسم بن محمد عن صالح بن خوات عن سهل بن ابی حثمة فذکره موقوفا-

◄► حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ نماز خوف کے بارے میں فرماتے ہیں: امام قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوگا ایک گروہ اس کے پیچھے آ کھڑا ہوگا' اور دوسرا دشمن کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے گا۔ جس کا رخ دشمن کی طرف ہوگا۔ امام ان لوگوں کو ایک رکعت پڑھائے گا' اور دو سجدے کر لے گا' یہ لوگ بھی اسی طرح کریں گے' پھر یہ لوگ دوسرے لوگوں کی جگہ چلے جائیں گے اور دوسرے لوگ آ جائیں گے۔ امام انہیں بھی ایک رکوع اور دو سجدے (یعنی ایک رکعت) پڑھائے گا۔ اس طرح امام کی دو رکعات ہو جائیں گی اور ان دونوں میں سے ہر ایک فریق نے ایک رکعت پڑھی ہوگی' پھر یہ فریق اٹھ کر ایک رکوع اور دو سجدوں کے (یعنی ایک رکعت کے ساتھ) اپنی نماز مکمل کر لے گا[1]۔

محمد بن بشار بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے شعبہ کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن قاسم کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، صالح بن خوات کے حوالے سے، حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے' یحییٰ بن سعید انصاری کی نقل کردہ روایت کی مانند حدیث نقل کی۔

انہوں نے مجھ سے فرمایا: اسے بھی اس کے ساتھ لکھ لو' کیونکہ مجھے حدیث اچھی طرح یاد نہیں ہے' تاہم یہ یحییٰ بن سعید انصاری کی روایت کی مانند ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یحییٰ بن سعید انصاری نے اس روایت کو قاسم بن محمد کے حوالے سے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

یحییٰ بن سعید انصاری کے ساتھیوں نے بھی اس روایت کو اسی طرح ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

تاہم شعبہ نے عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد کے حوالے سے اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام مالک بن انس نے اس روایت کو یزید بن رومان کے حوالے سے، صالح بن خوات کے حوالے سے' ان صحابی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز خوف ادا کی تھی اور پھر انہوں نے اس کی مانند ذکر کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

کئی راویوں کے حوالے سے یہ روایت بھی منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کو ایک' ایک رکعت پڑھائی تھی۔ یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعات ہو گئی تھیں اور ان کی ایک' ایک رکعت ہوئی تھی۔

---

(۱)– اخرجه مالك فی "الموطا" : (183/1)، كتاب صلاة الخوف: باب: صلاة الليل' حديث (1)' والبخاری (486/7) كتاب المغازی: باب: غزوة ذات الرقاع' حديث (4129)' ومسلم (196/3- الابی) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: صلاة الخوف' حديث (842/310)' وابو داؤد (395/1): كتاب الصلاة: باب: من قال: اذا صلى ركعة' وثبت قائما: اتموا لانفسهم ركعة ثم .... حديث (1238)' والنسائی (171/3) كتاب صلاة الخوف' من طريق يزيد بن رومان عن صالح بن خوات عن من صلى مع النبی صلى الله عليه وسلم' فذكره۔

شرح

نماز خوف ادا کرنے کے طریقہ میں مذاہب آئمہ

تمام آئمہ فقہ کے نزدیک صلوٰۃ خوف کی مشروعیت ثابت ہے اور اس کا پڑھنا جائز ہے۔ البتہ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام مزنی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ صلوٰۃ خوف مشروع نہیں ہے۔ امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی مشروعیت منسوخ ہو چکی ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ صلوٰۃ خوف کا سورۃ النساء کی آیت (۱۰۲) میں ذکر ہے لیکن اس کی مشروعیت ایک شرط کے ساتھ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود پڑھائیں۔ اب چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے لہٰذا اس کی مشروعیت بھی منسوخ ہو گئی ہے۔ یہ دلیل ضعیف و کمزور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صحابہ نے متعدد جنگوں میں نماز خوف ادا کی ہے۔

۱۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، ایک حصہ دشمن کا مقابلہ کرے گا جبکہ دوسرا حصہ امام کی اقتداء میں کھڑا ہو جائے گا۔ اگر امام مسافر ہوگا تو ایک رکعت ورنہ دو رکعت پڑھائے گا، پھر یہ حصہ دشمن کے مقابل چلا جائے گا اور مقابل والا حصہ آ جائے گا تو امام اسے بھی ایک یا دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے گا۔ یہ گروہ سلام پھیرے بغیر دشمن کے مقابل چلا جائے گا۔ پہلا طائفہ آ کر لاحق کی مثل قرأت کے بغیر نماز پوری کرے گا۔ پھر یہ دشمن کے مقابل چلا جائے گا اور دوسرا طائفہ آ کر مسبوق کی مثل قرأت کے ساتھ اپنی نماز مکمل کرے گا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

۲۔ آئمہ ثلاثہ کا طریقہ: فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک طائفہ دشمن کے مقابل رہے گا۔ دوسرا امام کی اقتداء میں ایک یا دو رکعت نماز پڑھے گا، پھر یہی طائفہ لاحق کی طرح بغیر قرأت کے اپنی نماز پوری کر کے دشمن کے مقابل چلا جائے گا۔ دوسرا طائفہ آ کر امام کی اقتداء میں ایک رکعت یا دو رکعت پڑھے گا جبکہ امام سلام پھیر کر فارغ ہو جائے گا۔ یہی طائفہ مسبوق کی مثل قرأت کے ساتھ نماز پوری کر کے دشمن کے مقابل چلا جائے گا۔

صلوٰۃ خوف کے حوالے سے چند فقہی مسائل

☆ امام کی اقتداء میں نماز پڑھ کر دشمن کے مقابلے میں جانے سے مراد پیدل جانا ہے اور اگر سواری پر گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

☆ اگر دشمن کا خوف زیادہ ہو تو دشمن کے مقابلہ کے دوران اشارہ سے رکوع و سجود کرتے ہوئے انفرادی طور پر نماز پڑھی جائے گی۔

☆ صلوٰۃ خوف میں امام اور دشمن کے مقابل آمد و رفت سے نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ شرعی طور پر اس موقع پر اتنا چلنا معاف ہے۔

☆ نماز خوف کے دوران ہتھیار لگائے رکھنا مستحب ہے۔

☆ جس طرح دشمن کے خوف کے وقت نمازِ خوف جائز ہے، اسی طرح کسی درندے اور سانپ وغیرہ کے خوف کے وقت بھی نمازِ خوف جائز ہے۔ (ماخوذ از: بہارِ شریعت جلد اوّل' مکتبہ مدینہ از صفحہ ۷۹۶ تا ۷۹۸)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

باب 9: قرآن مجید کے سجود

519 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِىْ هِلَالٍ عَنْ عُمَرَ الدِّمَشْقِيِّ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ

متنِ حدیث: سَجَدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى عَشْرَةَ سَجْدَةً مِّنْهَا الَّتِىْ فِى النَّجْمِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ هِلَالٍ عَنْ عُمَرَ وَهُوَ ابْنُ حَيَّانَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُخْبِرًا يُّخْبِرُ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِلَفْظِهٖ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ بْنِ وَكِيْعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِى الدَّرْدَاءِ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ هِلَالٍ عَنْ عُمَرَ الدِّمَشْقِيِّ

◆◆ سیّدہ اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں (قرآن مجید میں) گیارہ (مقامات) پر سجدے کیے ہیں' جن میں سے ایک وہ ہے' جو "سورہ نجم" میں ہے۔

سیّدہ اُمِّ درداء، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتی ہیں: (اس کے بعد حسب سابق روایت ہے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت سفیان بن وکیع کی عبداللہ بن وھب کے حوالے سے نقل کردہ روایت سے زیادہ مستند ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "غریب" ہے۔

ہم اسے صرف سعید بن ابوہلال نامی راوی کی عمر دمشقی نامی راوی سے روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

519- اخرجه ابن ماجه (1/335): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: عدد سجود القرآن: حديث (1055) واحمد في "مسنده" (5/194) و (6/442) من طريق سعيد بن ابى هلال عن عمر بن حيان الدمشقي قال: سمعت مخبرا يخبر عن ام الدرداء عن ابى الدرداء عن النبى صلى الله عليه وسلم نحوه-

شرح

آیات سجدہ ہائے تلاوت

احناف کے نزدیک قرآن کریم کی آیات سجدہ چودہ ہیں۔ان کی تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ان آیات کا نقشہ درج ذیل ہے:

نقشہ آیات سجدہ ہائے تلاوت

نمبر شمار	سورہ مع آیت نمبر	نمبر شمار	سورہ مع آیت نمبر
۱	الاعراف:۲۰۶	۲	الرعد:۱۵
۳	النحل:۵۱	۴	بنی اسرائیل:۱۰۹
۵	المریم:۵۸	۶	الحج:۱۸
۷	الفرقان:۶۰	۸	النمل:۲۶
۹	السجدہ:۱۵	۱۰	ص:۲۴
۱۱	حم السجدہ:۳۸	۱۲	النجم:۶۲
۱۳	الانشقاق:۲۱	۱۴	العلق:۱۹

سجدہ تلاوت کی فضیلت:

سجدہ نماز کا اعلیٰ و افضل رکن ہے اور اسے نماز کی روح قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ یہی وہ رکن ہے، جس کا شیطان نے انکار کیا تو وہ مردود بارگاہ صمدیت قرار پایا۔اس کی فضیلت کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا آیت سجدہ تلاوت کر کے سجدہ ریز ہوتا ہے تو شیطان اس سے دور بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے: ہائے میرے لیے بربادی! ابن آدم کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور اس کے لیے جنت ہے، مجھے حکم دیا گیا تو میں نے انکار کر دیا اور میرے لیے جہنم ہے۔(الصحیح للمسلم)

سجدۂ تلاوت میں مذاہب آئمہ:

سجدہ تلاوت واجب ہے یا مسنون؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں:

۱-حضرت امام مالک، حضرت احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سجدہ تلاوت مسنون ہے۔ اس کا کرنا افضل ہے۔انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم تلاوت کی تو سجدہ تلاوت نہ کیا۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سجدہ تلاوت واجب ہے۔آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے:ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجد فی ص (مسندامام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ) بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ص تلاوت فرمائی تو آپ نے سجدہ کیا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:(۱) آیت سجدہ کرنے کے فوراً بعد سجدہ تلاوت کرنا ضروری نہیں ہے ممکن ہے کہ آپ نے بروقت سجدہ تلاوت نہ کیا بعد میں کرلیا ہو۔(۲) تلاوت قرآن کے وقت،مکروہ وقت ہونے کی وجہ سے آپ نے سجدہ تلاوت نہ کیا ہو اور بعد میں کرلیا ہو۔(۳) بیان جواز اورامت کی سہولت کے لیے آپ نے بروقت سجدہ نہ کیا اور بعد میں کرلیا ہو۔

سجدہ تلاوت کے حوالے سے چند فقہی مسائل

سجدہ تلاوت واجب ہے۔اس حوالے سے چند فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ آیت سجدہ تلاوت کرنے یا سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے،پڑھنے کی یہ شرط ہے کہ اتنی آواز میں ہو کہ عذر کے بغیر خود سن سکتا ہو۔سننے والے کے لیے بالقصد سننا شرط نہیں ہے بلکہ بلاقصد آیت سننے سے بھی سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے۔

☆ وجوب سجدہ کے لیے پوری آیت کا پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ ریز ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہو،اس سے قبل یا بعد ایک لفظ بڑھانے سے سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے۔اگر اتنی آواز سے آیت سجدہ تلاوت کی کہ وہ سن سکتا تھا لیکن شور کی وجہ سے سن نہ پایا تو اس پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہوگا،اگر صرف ہونٹوں کو حرکت دی مگر آواز پیدا نہ ہوئی تو سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔

☆ اگر کسی شخص نے آیت سجدہ تلاوت کی مگر مجلس میں بیٹھے شخص نے نہ سنی تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔اگر امام نے آیت سجدہ تلاوت کی تو مقتدیوں پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہوگا خواہ انہوں نے آیت سجدہ کی تلاوت نہ سنی ہو۔

☆ مقتدی نے آیت سجدہ تلاوت کی تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا،نہ امام پر،نہ دوسرے مقتدیوں پر،نہ نماز کے اندر اور نہ نماز کے باہر۔البتہ جو شخص اس کے ساتھ نماز میں شامل نہیں تھا خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو تو ان پر نماز کے بعد سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔

☆ ایک رکعت میں ایک آیت سجدہ بار بار تلاوت کی تو ایک سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔

☆ سجدہ تلاوت کے لیے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے وقت رفع یدین،قعدہ،تشہد اور سلام نہیں ہے۔

☆ کسی نمازی نے ایسے شخص سے آیت سجدہ سنی جو نماز میں نہیں تھا،اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا،وہ فی الفور سجدہ نہیں کرے گا بلکہ نماز کے بعد سجدہ کرے گا۔

☆ کسی نے آیت سجدہ نماز میں تلاوت کی تو اس کا سجدہ نماز میں کرنا واجب ہے،بیرون نماز نہیں ہوسکتا۔

☆ علالت کی حالت میں اشارہ سے بھی سجدہ تلاوت ادا ہوجائے گا اور دوران سفر سواری پر بھی۔

☆ اگر کسی نے آیت سجدہ مکروہ وقت میں تلاوت کی تو فی الفور سجدہ تلاوت نہ کرے بلکہ وقت مکروہ گزر جانے کے بعد کرے۔

☆ سجدہ تلاوت کے لیے شرائط نماز ضروری ہیں۔اس سجدہ کی کیفیت نماز کے سجدہ کی ہے۔

☆ عیدین، سری نمازوں، نماز جمعہ اور جن نمازوں میں لوگوں کا اجتماع عظیم ہوتا ہے، میں آیت سجدہ تلاوت کرنا مکروہ ہے۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت جلد اوّل' مکتبہ مدینہ' کراچی' از صفحہ ۷۲۸ تا ۷۳۸)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ خُرُوجِ النِّسَآءِ اِلَی الْمَسَاجِدِ

باب 10: خواتین کا مسجد میں جانا

520 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عِيسٰى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِيْذَنُوا لِلنِّسَآءِ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسَاجِدِ فَقَالَ ابْنُهُ وَاللّٰهِ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ يَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا فَقَالَ فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ وَفَعَلَ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ مجاہد بیان کرتے ہیں: ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھے۔انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: خواتین کو رات کے وقت (مغرب یا عشاء کی نماز کے لیے) مسجد جانے کی اجازت دو (مجاہد بیان کرتے ہیں) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے بولے: اللہ کی قسم! ہم تو انہیں اس کی اجازت نہیں دیں گے' ورنہ وہ اسے فساد کا ذریعہ بنالیں گی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ یہ کرے اور وہ کرے (یعنی انہیں ''دعائے ضرر'' دی) میں بتا رہا ہوں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اور تم یہ کہتے ہو کہ ہم اجازت نہیں دیں گے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ سیّدہ زینب اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

520– اخرجه البخاری (404/2): كتاب الاذان؛ باب: خروج النساء الى المساجد بالليل والغلس' حديث (865)' و (444/2): كتاب الجمعة' حديث (899)' ومسلم (334/2- الابی): كتاب الصلاة؛ باب: خروج النساء الى المساجد اذا لم يترتب عليه فتنة وانها لا تخرج مطيبة' حديث (138-139/442) وابو داؤد (211/1): كتاب الصلاة؛ باب: ماجاء فی خروج النساء الى المسجد' حديث (526)' واحمد (-98-127-143-145 49-43-36/2)' و عبد بن حميد' ص (256) حديث (805) من طريق مجاهد عن ابن عمر فذكره۔

شرح

خروج النساء الی المساجد کا مسئلہ

اس مسئلہ کی تفصیل ''باب خروج النساء الی المساجد'' کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ حدیث باب خروج النساء الی المساجد کی ترغیب وتلقین ثابت نہیں ہوتی۔ اس میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ خواتین اپنے والدین اور شوہروں کی اجازت کے بغیر مساجد کی طرف نہ آئیں بلکہ اگر آنا بھی چاہیں تو وہ ان کی معیت میں آئیں۔ اس مفہوم کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے جن میں خواتین کو گھر میں بلکہ اندرخانہ نماز ادا کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں: ''صلٰوۃ المرأۃ فی بیتها افضل من صلٰوتها فی حجرتها، وصلٰوتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بیتها'' (سنن ابی داؤد جلداوّل ص۸۴) عورت کا کھلی جگہ میں نماز ادا کرنے کی بجائے گھر کی چاردیواری میں نماز ادا کرنا افضل ہے اور گھر میں نماز ادا کرنے سے اندرخانہ میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں: ماصلت امرأۃ من صلٰوۃ احب الی اللہ من اشد مکان فی بیتها ظلمۃ (مجمع الزوائد جلد۲ ص۳۵) اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورت کی اس نماز سے بہتر کوئی نماز نہیں ہے جو گھر کی تاریکی میں ادا کی گئی ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے: المرأۃ عورۃ وانها اذا خرجت استشرفها الشیطان وانها اقرب ماتکون الی اللہ وهی فی قعر بیتها (مجمع الزوائد جلد۲ ص۳۵) ''عورت سے مراد ستر (چھپانا) ہے اور جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے۔ وہ عورت اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ باعزت ہے جو اپنے گھر میں چھپ کر رہتی ہے۔''

ان روایات سے ثابت ہوا کہ خواتین کا عیدین کی نماز وغیرہ کے لیے مسجد کی طرف خروج منع ہے۔ اس کا باعزت اور افضل مقام گھر ہے۔ مسجد کی بجائے اپنے اندرخانہ کی تاریکی میں نماز ادا کرنے والی خاتون اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اور اس کی نماز بھی محبوب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: ''خروج النساء'' ایک فتنہ ہے، جسے شیطان تو پسند کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اظہار فتنہ، اللہ تعالیٰ کے حضور قتل سے بھی زیادہ معیوب وناپسند ہے کیونکہ: الفتنۃ اشد من القتل، کا اصول موجود ہے۔

نوٹ: باب ہذا اور مابعد باب کا تعلق اس مقام کی بحث سے نہیں بلکہ کتاب الصلوٰۃ کے سابقہ ابواب سے ہے جو کاتب کی عدم توجہ یا سہو سے یہ دونوں ابواب وہاں سے چھوٹ گئے، پھر یاد آنے پر کاتب نے یہاں لکھ دیے۔ اس طرح ترتیب درست نہ رہ سکی۔ (قصوری)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

باب 11: مسجد میں تھوک پھینکنا مکروہ ہے

521 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُحَارِبِيّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا كُنْتَ فِي الصَّلٰوةِ فَلَا تَبْزُقْ عَنْ يَّمِيْنِكَ وَلٰكِنْ خَلْفَكَ اَوْ تِلْقَاءَ شِمَالِكَ اَوْ تَحْتَ قَدَمِكَ الْيُسْرٰى

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ طَارِقٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

توضیح راوی: قَالَ : وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ لَمْ يَكْذِبْ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ فِي الْاِسْلَامِ كَذْبَةً قَالَ وقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ اَثْبَتُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ

◆◆ حضرت طارق بن عبداللہ محاربی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم نماز کی حالت میں ہو' تو اپنے دائیں طرف نہ تھوکو' بلکہ اپنے پیچھے یا اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک دو۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابن عمر، حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت طارق رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

امام ترمذی بیان کرتے ہیں: میں نے جارود کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ یہ فرماتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ربعی بن حراش نے مسلمان ہونے کے بعد کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں: منصور بن معتمر اہلِ کوفہ میں سب سے زیادہ مستند ہیں۔

522 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَّكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے' اور اس کا

521- اخرجه ابو داؤد (182/1): كتاب الصلاة: باب: في كراهية البزاق في المسجد' حديث (478)' والنسائي (52/2): كتاب المساجد: باب: الرخصة للمصلي ان يبصق خلفه او تلقاء شماله' وابن ماجه (326/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: المصلي يتنخم' حديث (1021)' واحمد : (396/6)' وابن خزيمة (2/44-45) حديث (876-877) من طريق منصور عن ربعي بن حراش عن طارق بن عبدالله المحاربي' فذكره-

522-اخرجه البخاري (609/1): كتاب الصلاة: باب: كفارة البزاق في المسجد' حديث (415)' ومسلم (2/456- الابي): كتاب المساجد و مواضع الصلاة' باب: النهي عن البصاق في المسجد' في الصلاة وغيرها' حديث (55-56/552) وابو داؤد (182/1): كتاب الصلاة: باب: في كراهية البزاق في المسجد' حديث (474-475-476) والنسائي (50/2): كتاب المساجد: باب: البصاق في المسجد' واحمد (3/109-173-183-209 -232-234-277-289)' والدارمي (324/1) كتاب الصلاة: باب: كراهية البزق في المسجد' وابن خزيمة (276/2) حديث (1309) من طريق قتادة عن انس بن مالك' فذكره-

کفارہ اسے دفن کردینا ہے۔

(امام ترمذی عِشَاللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مسجد میں تھوکنے کی ممانعت

مسجد تمام روئے زمین سے افضل مقام ہے۔ یہ امن کا گہوارہ، عبادت کا محور اور اسلام کا قلعہ ہے۔ اس میں نماز کے انتظار کے لیے قیام بھی عبادت اور عبادت کا ثواب اس کی برکت سے ستائیس گنا بڑھ جاتا ہے۔ اس کا ادب واحترام، نگرانی اور تعمیر و ترقی کی بڑی فضیلت ہے۔ بلاضرورت شرعی اس میں آواز بلند کرنا، آداب کے خلاف ہے۔ وہ نابالغ بچے جو آداب مسجد کو ملحوظ نہ رکھ سکتے ہوں، ان کا مسجد میں آنا یا لانا ممنوع ہے۔ مسجد کو کعبہ کی بیٹیاں کہا جاتا ہے۔ ان کے آئمہ، خادمین، خطباء اور مؤذنین قابل احترام ہیں۔

دوران نماز نمازی کو اچانک تھوک پھینکنے کی ضرورت پیش آجائے مثلاً منہ میں مکھی یا مچھر چلا جائے یا قئی آجائے تو اسے پیچھے یا بائیں پاؤں کے نیچے یا بائیں جانب تھوکنے کی اجازت ہے۔ البتہ وہ اپنے سامنے نہیں تھوک سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف مواجہہ ہوتا ہے اور دائیں طرف بھی نہیں تھوک سکتا کیونکہ اس طرف محترم فرشتہ موجود ہوتا ہے۔

سوال: دائیں جانب اور سامنے کی جہت کا استثنیٰ درست نہیں ہے کیونکہ جس طرح دائیں طرف محترم فرشتہ ہوتا ہے اسی طرح بائیں طرف بھی فرشتہ ہوتا ہے۔ جس طرح سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف مواجہہ ہوتا ہے اسی طرح ہر جانب اللہ تعالیٰ کی طرف مواجہہ ہوتا ہے کیونکہ ہر جانب اللہ تعالیٰ موجود ہے؟

جواب: بیشک نمازی کی بائیں طرف بھی فرشتہ ہوتا ہے لیکن جب نمازی نماز کا آغاز کرتا ہے تو گناہ لکھنے والا فرشتہ فارغ ہو جاتا ہے اور اپنا رجسٹر اسی طرح بند کردیتا ہے، جس طرح جمعۃ المبارک کے دن امام کے منبر پر جلوہ افروز ہوتے وقت فرشتے اپنے رجسٹر بند کرکے خطبہ سننے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ جہاں تک سامنے والی جہت کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جانب موجود ہے لیکن سامنے بیت اللہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف مواجہہ ہونے کا قول کیا گیا ہے۔

حالت نماز میں کوئی شخص کسی جانب بھی تھوکنے کا مجاز نہیں ہے اور تھوکنا مسجد کے آداب کے خلاف اور سخت حرام ہے۔ البتہ ضرورت شدیدہ کی نوبت آنے پر تھوک کو اپنے کرتا یا رومال یا چادر یا کسی بھی کپڑے سے صاف کرکے مل دے۔ نماز سے فارغ ہوکر کپڑے کے متعلقہ حصہ کو دھو دیا جائے۔

اگر غلطی سے تھوک وغیرہ مسجد میں گر جائے تو وہ معاف ہے کیونکہ وہ عمداً ایسا نہیں ہوا بلکہ سہواً ہوا ہے۔ البتہ نماز سے فراغت حاصل کرکے اسے کپڑا وغیرہ سے صاف کردیا جائے۔ اگر کسی شخص نے قصداً تھوک وغیرہ مسجد میں گرادیا تو یہ سخت گناہ ہے، اس کی تلافی صرف اسے صاف کرنے سے نہیں ہوگی بلکہ توبہ بھی کرنا ہوگی۔ دورِ رسالت میں ایک امام مسجد نے قبلہ رخ تھوک دیا تھا، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی حرکت کا علم ہوا تو آپ نے اسے منصب امامت سے معزول کردیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّجْدَةِ فِيْ اقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ وَاِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

باب 12: سورہ ''علق'' اور سورہ ''انشقاق'' میں موجود سجدہ

523 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِيْنَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: سَجَدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ وَاِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ هُوَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ السُّجُوْدَ فِيْ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَاقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَرْبَعَةٌ مِّنَ التَّابِعِيْنَ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں سورۂ انشقاق اور سورہ العلق میں سجدہ کیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔ ان حضرات کے نزدیک سورہ انشقاق اور سورہ العلق میں سجدہ ہے۔

امام ترمذی بیان کرتے ہیں: اس (روایت کی سند میں) چار تابعین موجود ہیں' جنہوں نے ایک دوسرے سے روایت کی ہے۔

523- اخرجه مسلم (501/2- الابى): كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب: سجود التلاوة' حديث (578/108)' وابو داؤد (447/1): كتاب الصلاة: باب السجود فى (اذا السمآء انشقت) (الانشقاق:1) و (اقرا) (العلق:1)' حديث (1407)' والنسائى (162/2) كتاب الافتتاح: باب: السجود فى (اقرا باسم ربك) (العلق:1) وابن ماجه (336/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب عدد سجود القرآن' حديث (1058)' واحمد (249/2-461) والدارمى (343/1): كتاب الصلاة: باب: السجود فى (اقرا بسم ربك)' والحميدى (436/2) حديث (991)' وابن خزيمة (278/1) حديث (554-555) من طريق ايوب بن موسىٰ' عن عطاء بن ميناء' عن ابى هريرة' به- و اخرجه النسائى (161/2): كتاب الافتتاح باب: السجود فى (اذا السمآء انشقت) (الانشقاق: 1)' وابن ماجه (336/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: عدد سجود القرآن' حديث (1059)' و"احمد": (247/2)' والدارمى (343/1)' كتاب الصلاة: باب: السجود فى (اذا السمآء انشقت) (الانشقاق:1)' والحميدى (436/2) حديث (992) من طريق سفيان بن عيينة' عن يحيى بن سعيد' عن ابى بكر بن محمد بن عمرو بن حزم' عن عمر بن عبد العزيز' عن ابى بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام عن ابى هريرة فذكره-

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّجْدَةِ فِي النَّجْمِ

باب 13: سورہ نجم میں سجدہ

524 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَزَّازُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا يَعْنِي النَّجْمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ السُّجُوْدَ فِيْ سُوْرَةِ النَّجْمِ

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَيْسَ فِي الْمُفَصَّلِ سَجْدَةٌ وَّهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ وَبِهٖ يَقُوْلُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں (راوی کہتے ہیں) یعنی سورہ نجم میں' سجدہ کیا۔ مسلمانوں، مشرکین، جنوں اور انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

ان حضرات کے نزدیک سورہ نجم میں سجدہ کیا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک کسی بھی مفصل سورت میں سجدہ نہیں ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پہلا قول زیادہ درست ہے۔

امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق (بن راہویہ) رحمہم اللہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ لَّمْ يَسْجُدْ فِيْهِ

باب 14: سورہ نجم میں سجدہ نہ کرنا

524- اخرجه البخاری (644/2): كتاب سجود القرآن' باب: سجود المسلمين مع المشركين' حديث (1071) و (480/8): كتاب التفسير: باب: (فاسجدوا لله واعبدوا) (النجم : 62) حديث (4862) من طريق عبدالوارث قال: حدثنا ايوب' عن عكرمة عن ابن عباس' فذكره-

525 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ ابْنِ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَرَاْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَتَاَوَّلَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ اِنَّمَا تَرَكَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ لِاَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حِيْنَ قَرَاَ فَلَمْ يَسْجُدْ لَمْ يَسْجُدِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوا السَّجْدَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى مَنْ سَمِعَهَا فَلَمْ يُرَخِّصُوا فِىْ تَرْكِهَا وَقَالُوْا اِنْ سَمِعَ الرَّجُلُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَاِذَا تَوَضَّاَ سَجَدَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِىِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اِسْحٰقُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنْ اَرَادَ اَنْ يَسْجُدَ فِيْهَا وَالْتَمَسَ فَضْلَهَا وَرَخَّصُوا فِىْ تَرْكِهَا اِنْ اَرَادَ ذٰلِكَ وَاحْتَجُّوْا بِالْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَيْثُ قَالَ قَرَاْتُ عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا فَقَالُوْا لَوْ كَانَتِ السَّجْدَةُ وَاجِبَةً لَمْ يَتْرُكِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا حَتّٰى كَانَ يَسْجُدَ وَيَسْجُدَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحْتَجُّوْا بِحَدِيْثِ عُمَرَ

آثارِ صحابہ: اَنَّهٗ قَرَاَ سَجْدَةً عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَلَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَرَاَهَا فِى الْجُمُعَةِ الثَّانِيَةِ فَتَهَيَّاَ النَّاسُ لِلسُّجُوْدِ فَقَالَ اِنَّهَا لَمْ تُكْتَبْ عَلَيْنَا اِلَّا اَنْ نَشَاءَ فَلَمْ يَسْجُدْ وَلَمْ يَسْجُدُوْا فَذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِىِّ وَاَحْمَدَ

◆◆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورت نجم کی تلاوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے: وہ یہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ اس لیے ترک کیا تھا' کیونکہ جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی تو انہوں نے سجدہ نہیں کیا۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ نہیں کیا۔

یہ اہلِ علم یہ فرماتے ہیں: سننے والے شخص پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ ان اہلِ علم نے اسے ترک کرنے کی کوئی رخصت نہیں دی ہے۔ یہ اہلِ علم یہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص (سجدے سے متعلق آیت) سن لے اور وہ بے وضو حالت میں ہو' تو جب وہ وضو کرے گا

525–اخرجہ البخاری (645/2): کتاب سجود القرآن: باب: من قرا السجدۃ ولم یسجد' حدیث (1073-1072) و مسلم (500/2- الابی): کتاب: المساجد و مواضع الصلاۃ' باب: سجود التلاوۃ' حدیث (577/106) وابو داؤد (446/1) کتاب الصلاۃ: باب: من لم یر السجود فی المفصل' حدیث (1404) والنسائی (1602): کتاب الافتتاح' باب: ترک السجود فی النجم' واحمد (186-183/5) والدارمی (343/1): کتاب الصلاۃ: باب: فی الذی یسمع السجدۃ ولا یسجد' وعبد بن حمید ص (110) حدیث (251)' وابن خزیمۃ (285/1) حدیث (568) من طریق یزید بن عبداللہ بن قسیط' عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت' فذکرہ۔

تو یہ سجدہ بھی کرے گا۔

سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام اسحق نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: سجدہ اس شخص پر لازم ہوگا' جو اس میں سجدہ کرنا چاہے اور اس کی فضیلت حاصل کرنا چاہے' ان اہلِ علم نے سجدے کو ترک کرنے کی رخصت دی ہے۔

ان حضرات نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول اس ''مرفوع'' حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' جس کے مطابق حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۂ نجم کی تلاوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ نہیں کیا۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: اگر یہ سجدہ واجب ہوتا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ایسے نہ رہنے دیتے' جب تک وہ سجدہ نہیں کر لیتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی سجدہ کرتے۔

ان حضرات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ اس حدیث کو بھی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' جس کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر آیت سجدہ تلاوت کی' پھر منبر سے نیچے اتر کر سجدہ کیا' لیکن اگلے جمعے انہوں نے' جب وہی آیت تلاوت کی اور لوگ سجدہ کرنے کے لیے تیار ہوئے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ہم پر لازم نہیں ہے' اگر ہم چاہیں تو کر سکتے ہیں' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا' اور ان لوگوں نے بھی سجدہ نہیں کیا۔

بعض اہلِ علم نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّجْدَةِ فِيْ ص

باب 15: ''سورۂ ص'' میں سجدہ

526 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْ ص قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّلَيْسَتْ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ ذٰلِكَ فَرَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنْ يَّسْجُدَ فِيْهَا وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وقَالَ

526– اخرجه البخاری (643/2) كتاب سجود القرآن باب: سجدة (ص) حديث (1069) و (526/6) كتاب احاديث الانبياء' باب: احب الصلاة الى الله صلاة داود' واحب الصيام الى الله صيام داود' حديث (3422) وابو داؤد (447/1): كتاب الصلاة: باب السجود فی (ص) حديث (1409) واحمد (279/1-360) والدارمی (342/1): كتاب الصلاة: باب : السجود فی (ص) والحميدی (224/1) حديث (477) و عبد بن حميد ص (204) حديث (595) وابن خزيمة (277/1) حديث (550) من طريق ايوب السختيانی' قال: سمعت عكرمة عن ابن عباس' فذكره-

بَعْضُهُمْ اِنَّهَا تَوْبَةُ نَبِيٍّ وَّلَمْ يَرَوُا السُّجُوْدَ فِيْهَا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو "سورۂ ص" میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہ سجدہ لازمی نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس سورت میں سجدہ ہے۔

سفیان ثوری' ابن مبارک' شافعی' احمد اور اسحٰق اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک یہ ایک "نبی" کی توبہ ہے ان حضرات کے نزدیک اس سورت میں سجدہ نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّجْدَةِ فِي الْحَجِّ

باب 16: سورۂ حج میں سجدہ

527 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ مِّشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فُضِّلَتْ سُوْرَةُ الْحَجِّ بِاَنَّ فِيْهَا سَجْدَتَيْنِ قَالَ نَعَمْ وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْهُمَا فَلَا يَقْرَاْهُمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَوِيِّ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ هٰذَا فَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ عُمَرَ اَنَّهُمَا قَالَا فُضِّلَتْ سُوْرَةُ الْحَجِّ بِاَنَّ فِيْهَا سَجْدَتَيْنِ وَبِهٖ يَقُوْلُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَرَاٰى بَعْضُهُمْ فِيْهَا سَجْدَةً وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ وَّاَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! سورۂ حج کو یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! جو شخص ان دو سجدوں کو نہ کرنا چاہے وہ اس کی تلاوت نہ کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔

اس کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے' یہ دونوں حضرات یہ فرماتے ہیں:

سورۂ حج کی یہ خصوصیت ہے: اس میں دو سجدے ہیں۔

ابن مبارک' شافعی' احمد' اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق رائے دی ہے۔

527- اخرجه ابو داؤد (402/1): كتاب الصلاة: باب: تفريع ابواب السجود' وكم سجدة في القرآن؟' حديث (1402)' واحمد (155-151/4) من طريق ابن لهيعة' قال: حدثنا مشرح بن هاعان ابو مصعب المعافري' عن عقبة بن عامر الجهني' فذكره-

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس میں ایک سجدہ ہے۔

سفیان ثوری، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

باب 17: قرآن کے سجدہ (تلاوت) میں آدمی کیا پڑھے؟

528 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ خُنَيْسٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ قَالَ قَالَ لِيْ ابْنُ جُرَيْجٍ يَّا حَسَنُ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَاَيْتُنِي اللَّيْلَةَ وَاَنَا نَائِمٌ كَاَنِّيْ اُصَلِّيْ خَلْفَ شَجَرَةٍ فَسَجَدْتُ فَسَجَدَتِ الشَّجَرَةُ لِسُجُوْدِيْ فَسَمِعْتُهَا وَهِيَ تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ قَالَ الْحَسَنُ قَالَ لِيَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ لِيْ جَدُّكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَةً ثُمَّ سَجَدَ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُوْلُ مِثْلَ مَا اَخْبَرَهُ الرَّجُلُ عَنْ قَوْلِ الشَّجَرَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے گزشتہ رات جب میں سو رہا تھا خواب میں خود کو دیکھا، گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، میں نے سجدہ کیا، تو درخت نے بھی میری طرح سجدہ کیا، میں نے اسے سنا وہ یہ پڑھ رہا تھا۔

"اے اللہ! اس کی وجہ سے اپنی بارگاہ میں (میرے لیے) اجر لکھ دے، اور اس کی وجہ سے میرے گناہوں کو کم کردے۔
اور اپنی بارگاہ میں (میرے لیے) ذخیرے کے طور پر (اسے محفوظ کرلے) اور اسے میری طرف سے قبول کرلے، جیسا کہ تو نے اسے اپنے بندے حضرت داؤد علیہ السلام سے قبول کیا"۔

حسن بن محمد نامی راوی بیان کرتے ہیں، ابن جریج نے مجھ سے کہا: تمہارے دادا نے مجھے یہ بات بتائی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت سجدہ تلاوت کی۔ پھر آپ نے سجدہ کیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی پڑھتے ہوئے سنا جو اس درخت کے پڑھے ہوئے کے بارے میں اس شخص نے آپ کو بتایا تھا۔

528- اخرجه ابن ماجه (334/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: سجود القرآن حديث (1053) وابن خزيمة (282/1) حديث (563-562) من طريق محمد بن يزيد بن خنيس عن الحسن بن محمد بن عبيد الله بن ابى يزيد قال لى ابن جريج يا حسن اخبرنى جدك عبيد الله بن ابى يزيد عن ابن عباس فذكره-

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہونے کے اعتبار سے ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

529 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

فِيْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ سَجَدَ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سجدہ تلاوت کرتے ہوئے یہ پڑھا کرتے تھے۔

''میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ ریز ہے' جس نے اپنی قدرت اور قوت کے ذریعے اسے پیدا کیا' اور اسے سماعت و بصارت عطا کی''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سجدہ تلاوت کا مسئلہ

لفظ ''سجدہ'' واحد ہے اور اس کی جمع ''سجود'' آتی ہے۔ سجدہ کا لغوی معنیٰ ہے پیشانی کو زمین پر رکھ دینا۔ اس کا شرعی واصطلاحی مفہوم ہے کہ جسم کے سات اعضاء کو زمین پر ٹکا دینا: دونوں پاؤں، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور پیشانی۔ (ناک اور پیشانی دونوں ایک عضو کے حکم میں ہیں) ان اعضاء میں سے ایک عضو بھی سہواً یا عمداً زمین پر نہ لگا، تو سجدہ شرعی نہیں ہوگا۔

سجدہ کی دو اقسام ہیں: (۱) سجدہ عبادت (۲) سجدہ تعظیم۔ سجدہ عبادت ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے لیے رہا ہے۔ غیر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا، شرک ہے اور شرک ایک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ قطعاً معاف نہیں کرے گا۔ سجدہ تعظیمی گزشتہ شرائع میں غیر اللہ کے لیے مشروع رہا ہے لیکن شریعت محمدیہ میں غیر اللہ کے لیے سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی شرائع میں سجدہ تعظیمی جائز تھا لیکن میری شریعت میں یہ حرام ہے۔ اگر میری شریعت میں سجدہ تعظیمی جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ بیوی اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

نوٹ: سجدہ تلاوت کے حوالے سے تفصیلی بحث گزشتہ سے پیوستہ باب کے ضمن میں گزر چکی ہے لہٰذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (قصوری)

529- اخرجه ابو داؤد (449/1): كتاب الصلاة باب: ما يقول اذا سجد حديث (1414) والنسائي (222/2) كتاب التطبيق باب: نوع آخر واحمد (30/6 -217) من طرق عن ابي العالية عن عائشة فذكره-

بَابُ مَا ذُكِرَ فِيمَنْ فَاتَهُ حِزْبُهُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضَاهُ بِالنَّهَارِ

باب 18-- جس شخص کا رات کا وظیفہ رہ جائے وہ اسے دن میں قضاء کرے

530 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ وَعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَاَهُ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهُ مِنَ اللَّيْلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: قَالَ وَاَبُوْ صَفْوَانَ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْمَكِّيُّ وَرَوٰى عَنْهُ الْحُمَيْدِيُّ وَكِبَارُ النَّاسِ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اپنا وظیفہ پڑھے بغیر سو جائے یا اس میں سے کچھ حصہ رہ جائے تو وہ اسے فجر کی نماز اور ظہر کی نماز کے درمیان پڑھ لے تو یہ اس کے نامۂ اعمال میں اسی طرح لکھا جائے گا جیسے اس نے اسے رات کے وقت پڑھا تھا۔

ابوصفوان نامی راوی کا نام عبداللہ بن سعید مکی ہے۔ حمیدی اور اکابر محدثین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

رات کا وظیفہ وغیرہ چھوٹ جانے پر اس کی تلافی اور حصولِ ثواب کا طریقہ

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک ابواب السجود کی بحث مکمل کی۔ پھر یہاں سے کتاب الصلوٰۃ کے حوالے سے متفرق ابواب لائے ہیں جن میں مختلف مسائل زیر بحث لائے ہیں جن میں تسلسل نہیں ہے۔ زیر بحث حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص کے روزمرہ معمولات میں رات کے وقت وظائف اور نوافل شامل ہوں جو کسی مجبوری کی وجہ سے چھوٹ گئے ہوں۔ اب وہ ان کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہو تو وظائف طلوعِ فجر کے بعد پڑھے جا سکتے ہیں لیکن نوافل طلوعِ آفتاب کے بعد اور زوال سے قبل پڑھے جا سکتے ہیں۔ یہ نوافل بطور قضاء نہیں ہوں گے بلکہ بطور بدل ہوں گے کیونکہ نوافل کی قضاء نہیں ہوتی۔ البتہ

530- اخرجه مسلم (3/76- الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: جامع الليل ومن نام عنه او مرض' حديث (747/142) وابو داؤد (1/419) كتاب الصلاة باب من نام عن حزبه' حديث (1313) والنسائی (3/209): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: متى يقضى من نام عنه حزبه من الليل' وابن ماجه (1/426) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فيمن نام عن حزبه من الليل' حديث (1343) واحمد (1/32-53) والدارمی (1/346): كتاب الصلاة: باب: اذا نام عن حزبه من الليل من طريق عبدالرحمن بن عبدالقاری عن عمر بن الخطاب' فذكره- واخرجه النسائی (3/260): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: متى يقضى من نام عن حزبه من الليل' من طريق عبدالرحمن بن عبدالقاری' ان عمر بن الخطاب' قال: "من فاته حزبه" فذكره موقوفا-

اسے رات کی برکات اور ثواب ضرور حاصل ہو جائے گا۔

انسان چار امور کو پیش نظر رکھے:

۱- وظائف ونوافل کی قضاء نہیں ہوتی۔ حضرت امام ترمذی نے حدیث باب میں لفظ ''قضاء'' استعمال کیا ہے' جس سے مراد اس کا عرفی معنیٰ ہے نہ کہ لغوی اور وہ قضاء بمعنیٰ ادا ہے۔

۲- انسان کو اپنے روزمرہ معمولات کی تکمیل میں خصوصی اہتمام کرنا چاہیے تا کہ ان کے چھوٹ جانے کے سبب بعد میں ان کے اجر وثواب سے محروم ہونے کا افسوس نہ ہو۔

۳- بروقت کسی وظیفہ کو اپنانے کا جو اجر وثواب ہے وہ بدل کو یقینی بنانے میں حاصل نہیں ہوسکتا۔

۴- حدیث باب میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ اوراد کے بدل کو یقینی بنایا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اخبار، انشاء کے مفہوم کو متضمن ہوتی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّشْدِيْدِ فِي الَّذِيْ يَرْفَعُ رَاْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ

باب 19: جو شخص امام سے پہلے اپنا سر (رکوع یا سجدے سے) اٹھالیتا ہے اس کی شدید مذمت

531 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ وَّهُوَ اَبُو الْحَارِثِ الْبَصْرِيُّ ثِقَةٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَمَا يَخْشَى الَّذِيْ يَرْفَعُ رَاْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ اَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهُ رَاْسَ حِمَارٍ قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ حَمَّادٌ قَالَ لِيْ مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ وَّاِنَّمَا قَالَ اَمَا يَخْشَى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَّمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ هُوَ بَصْرِيٌّ ثِقَةٌ وَّيُكْنٰى اَبَا الْحَارِثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص امام سے پہلے اپنا سر اٹھالیتا ہے' کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا؟ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر میں تبدیل کردے۔

قتیبہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: حماد نے یہ بات بیان کی ہے: محمد بن زیاد نے مجھ سے یہ الفاظ بیان کیے۔

''کیا وہ نہیں ڈرتا''۔

531- اخرجه البخاري (214/2): كتاب الاذان: باب: اثم من رفع راسه قبل الامام' حديث (691) و مسلم (320/2- الابي): كتاب الصلاة: باب: تحريم سبق الامام بركوع او سجود و نحوهما' حديث (114-115-116/427) وابو داؤد (225/1): كتاب الصلاة: باب: التشديد فيمن يرفع قبل الامام او يضع قبله حديث (623) والنسائي (96/2): كتاب الامامة: باب: مبادرة الامام وابن ماجه (308/1) : كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: النهي ان يسبق الامام بالركوع والسجود' حديث (961) واحمد (260/2 -271 -425 -456 -469 -472 -504) والدارمي (302/1) كتاب الصلاة: باب: النهي عن مبادرة الائمة بالركوع والسجود' وابن خزيمة (47/3) حديث (1600) من طريق محمد بن زياد عن ابي هريرة' فذكره-

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

محمد بن زیاد نامی راوی بصری ہیں اور ثقہ ہیں ان کی کنیت ''ابوالحارث'' ہے۔

شرح

ارکانِ نماز میں امام سے سبقت کرنے کی وعید اور فسادِ نماز کے حوالے سے مذاہب آئمہ

تمام ارکانِ نماز میں امام کی متابعت مقتدی پر واجب ہے۔ کسی ایک بھی رکن میں مقتدی کا اپنے امام سے عمداً سبقت کرنا سخت گناہ اور مکروہ تحریمی ہے لیکن نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ سبقت کی صورت میں مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کی مختلف آراء ہیں: آئمہ ثلاثہ کے نزدیک سبقت فی الارکان کی صورت میں مقتدی خواہ سخت گناہگار ہوگا مگر اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ اس روایت میں سبقت فی الارکان کرنے والے مقتدی کی شدید الفاظ میں وعید بیان کی گئی ہے کہ اس کی اس حرکت شنیع کے سبب ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر سے بدل دے مگر اس میں فسادِ صلوٰۃ کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ پھر سہواً یا عدم توجہ کا شکار ہونے والا مقتدی تو گناہگار بھی نہیں ہوگا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے سبقت فی الارکان کرنے والے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ وہ فرماتے ہیں جب مقتدی پر امام کی متابعت فی الارکان واجب تھی تو اس کے سبقت کرنے کی صورت میں اس نے متابعت ختم کر دی تو امام، امام نہ رہا اور مقتدی، مقتدی نہ رہا۔ جب امام و مقتدی کا تعلق ختم ہو گیا تو یقینی طور پر نماز فاسد ہو جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الَّذِيْ يُصَلِّي الْفَرِيضَةَ ثُمَّ يَؤُمُّ النَّاسَ بَعْدَمَا صَلّٰى

باب 20- جو شخص فرض نماز ادا کر لینے کے بعد لوگوں کو نماز پڑھائے

532 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى قَوْمِهٖ فَيَؤُمُّهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

532- اخرجه البخاري (226/2): كتاب الاذان: باب: اذا طول الامام وكان للرجل حاجة فخرج فصلى' حديث (700-701)' و (234/2): باب: من شكا امامه اذا طول' حديث (705)' و (238/2): باب: اذا صلى ثم ام قوما' حديث (711)' و (532/10): كتاب الادب باب من اكفر اخاه بغير تاويل فهو كما قال: حديث (6106)' و مسلم (355/2- الابي): كتاب الصلاة: باب القراءة في العشاء' حديث (181/465 -179-180- 178)' وابو داؤد 1/219) كتاب الصلاة: باب: امامة من يصلي بقوم وقد صلى تلك الصلاة' حديث (600)' و (269/1): باب: في تخفيف الصلاة' حديث (790)' والنسائي (102/2): كتاب الامامة: باب: اختلاف نية الامام والماموم' واحمد (308/3 -369)' والحميدي (523/2) حديث (1246)' والدارمي (297/1): كتاب الصلاة باب: قدر القراءة في العشاء' وابن خزيمة (262/1) حديث (521)' و (51/3) حديث (1611) من طريق عمرو بن دينار و ابي الزبير عن جابر بن عبدالله' فذكره-

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَصْحَابِنَا الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا اِذَا اَمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فِي الْمَكْتُوْبَةِ وَقَدْ كَانَ صَلَّاهَا قَبْلَ ذٰلِكَ اَنَّ صَلَاةَ مَنِ ائْتَمَّ بِهٖ جَائِزَةٌ وَّاحْتَجُّوْا بِحَدِيْثِ جَابِرٍ فِيْ قِصَّةِ مُعَاذٍ وَّهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ

وَرُوِيَ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْقَوْمُ فِيْ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَهُوَ يَحْسِبُ اَنَّهَا صَلَاةُ الظُّهْرِ فَائْتَمَّ بِهِمْ قَالَ صَلَاتُهُ جَائِزَةٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ اِذَا ائْتَمَّ قَوْمٌ بِاِمَامٍ وَّهُوَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ اَنَّهَا الظُّهْرُ فَصَلّٰى بِهِمْ وَاقْتَدَوْا بِهٖ فَاِنَّ صَلَاةَ الْمُقْتَدِيْ فَاسِدَةٌ اِذِ اخْتَلَفَ نِيَّةُ الْاِمَامِ وَنِيَّةُ الْمَامُوْمِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مغرب کی نماز ادا کرتے تھے' پھر وہ اپنی قوم میں واپس جا کر انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ہمارے اصحاب امام شافعی' امام احمد اور امام اسحٰق رحمہم اللہ کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: جب کوئی شخص کسی قوم کو فرض نماز پڑھائے اور وہ خود اس سے پہلے اسی فرض نماز کو ادا کر چکا ہو' تو جس شخص نے اس کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے اس کی وہ نماز درست ہوگی۔

ان حضرات نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے' جس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہ روایت کئی حوالوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی گئی ہے' ان سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو مسجد میں آئے اور لوگ اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے ہوں اور وہ یہ سمجھے کہ شاید یہ ظہر کی نماز ہے وہ ان اقتداء میں شامل ہو جائے' تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی نماز درست ہوگی۔

کوفہ سے تعلق رکھنے والے ایک گروہ نے یہ بات بیان کی ہے: جب کچھ لوگ ایسے امام کی پیروی کریں' جو عصر کی نماز پڑھ رہا ہو' اور لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ظہر کی نماز ہے' اور امام انہیں یہ نماز پڑھا دے' اور یہ اس کی پیروی کر لیں' تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی' کیونکہ امام اور مقتدی کی نیت میں فرق ہے۔

شرح

مفترض کی نماز متنفل کی اقتداء میں یا اس کی برعکس صورت میں مذاہب آئمہ

مفترض کی نماز متنفل کی اقتداء میں یا متنفل کی نماز مفترض کی اقتداء میں جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف

آراء ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام زہری، حضرت امام ربیعۃ الرائے اور ایک روایت حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے مطابق مفترض کی نماز متنفل کی اقتداء میں اور متنفل کی نماز مفترض کی اقتداء میں جائز نہیں ہے۔ ان کے ہاں امام اور مقتدی کی نماز کے صحت کے لیے نماز کا اتحاد فی القوہ ہونا ضروری ہے یعنی دونوں کی نماز نفلی ہو یا فرض ہو۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب اور ایک روایت حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق مفترض کی نماز متنفل کی اقتداء میں یا متنفل کی نماز مفترض کی اقتداء میں جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پہلے مسجد نبوی شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز عشاء ادا کرتے پھر اپنے محلّہ کی مسجد میں جا کر لوگوں کو نماز عشاء پڑھاتے تھے اور سورہ بقرہ کی قرأت کرتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے پھر اپنے محلّہ کے نمازیوں کو نماز فرض پڑھاتے جبکہ ان کی اپنی نفلی ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں نماز سے فارغ ہو کر اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک صحابی نماز پڑھنے کے لیے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے ساتھ کون تجارت کرے گا؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متنفل کی حیثیت سے نماز میں شامل ہوئے اور اس صحابی نے امامت کرائی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ متنفل کی نماز مفترض کی اقتداء میں جائز ہے۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ اگر امام اقویٰ ہو تو اقتداء درست ہے اور اگر اضعف ہو تو اقتداء درست نہیں ہوگی۔ یعنی متنفل کی نماز مفترض کی اقتداء میں جائز ہے مگر مفترض کی نماز متنفل کی اقتداء میں درست نہیں ہے۔

آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: **الامام ضامن والمؤذن مؤتمن** (جامع ترمذی، جلداوّل ص ۵۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن قابل لحاظ ہے۔

۲- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انما جعل الامام لیؤتم به** الخ (الصحیح للبخاری، جلداوّل ص ۱۵۰)

امام کا انتخاب اس لیے کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔

۳- حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مقام بلاط (مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے پاس ایک جگہ کا نام ہے) میں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ لوگ نماز میں مصروف تھے، میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! (یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کنیت ہے) آپ نماز کیوں نہیں پڑھ رہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: **انی قد صلیت، انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: لاتعاد الصلوٰۃ فی یوم مرتین** (سنن نسائی، جلداوّل ص ۱۳۸) بیشک میں نماز پڑھ چکا ہوں، میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: ایک دن میں ایک ہی نماز دو مرتبہ نہیں پڑھی جاسکتی۔

آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل حدیث باب کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) ممکن ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نوافل کی نیت سے نماز ادا کرتے ہوں پھر اپنے نمازیوں کو فرائض کی امامت کراتے ہوں یعنی آپ کی نماز بھی فرائض تھی اور مقتدی بھی فرائض ادا کرتے تھے۔ (۲) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس طریقہ کار کا جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے ان کی تادیب کرتے ہوئے یوں فرمایا: **یا معاذ! لاتکن فتانا، اما ان تصلی معی و اما ان تخفف علی قومك** (مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۷۲) ''اے معاذ بن جبل! تم فتنہ پیدا نہ کرو، تم یا تو میرے ساتھ نماز ادا کرو یا اپنی قوم کے لیے آسانی پیدا کرو۔'' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا طریقہ کار تبدیل کر دیا گیا تو اس روایت سے استدلال درست نہ رہا۔ (۳) آغاز اسلام میں ایک فرض نماز کئی بار ادا کرنا جائز تھی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا تعلق بھی اسی دور سے ہے۔ ممکن ہے کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں بھی فرض کی نیت کرتے ہوں اور اپنی قوم کو امامت کراتے وقت بھی فرائض کی نیت کرتے ہوں۔

بَابُ مَا ذُكِرَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي السُّجُوْدِ عَلَى الثَّوْبِ فِي الْحَرِّ وَالْبَرْدِ

باب 21: گرمی یا سردی میں کپڑے پر سجدہ کرنے کی رخصت

533 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى وَكِيْعٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں دوپہر کے وقت نماز ادا کرتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

533- اخرجه البخاری (587/1): كتاب الصلاة: باب: السجود على الثوب في شدة الحر' حديث (385)' و (29/2): كتاب مواقيت الصلاة: باب: وقت الظهر عند الزوال' حديث (542)' و (96/3): كتاب العمل في الصلاة: باب: بسط الثوب في الصلاة للسجود' حديث (1208)' ومسلم (555/2- الابي): كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب: استحباب تقديم الظهر في اول الوقت في غير شدة الحر' حديث (620/191)' وابو داؤد (233/1): كتاب الصلاة: باب : الرجل يسجد على ثوبه' حديث (660)' والنسائي (216/2): كتاب التطبيق: باب: السجود على الثياب' وابن ماجه (329/1)' كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: السجود على الثياب في الحر والبرد' حديث (1033)' واحمد (100/3)' والدارمي (308/1) كتاب الصلاة: باب: الرخصة في السجود على الثوب في الحر والبرد' وابن خزيمة (336/1) حديث (675) من طريق غالب قطان عن بكر بن عبدالله المزني عن انس بن مالك فذكره۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

اس حدیث کو وکیع نے خالد بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

شدید موسم گرما اور موسم سرما میں زیب تن کپڑے پر سجدہ کرنے میں مذاہب آئمہ

شدید موسم گرما یا موسم سرما میں زیب تن کپڑے کے دامن پر سجدہ کرنے کے جواز اور عدم جواز کے حوالے سے آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شدید موسم گرما یا موسم سرما میں زیب تن کپڑا کے فاضل حصہ پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم شدید موسم گرما میں نماز کا آغاز کرنے سے قبل اپنے ہاتھوں میں کنکریاں لے لیتے تھے اور رکعت بھر انہیں ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنی مٹھی بند رکھتے، پھر ان کو بچھا کر ان پر سجدہ ریز ہو جاتے تھے۔ جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو دوبارہ کنکریاں مٹھی میں لے لیتے تھے۔(مشکوٰۃ) وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر زیب تن کپڑے کے دامن یا فاضل حصہ پر سجدہ جائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کنکریوں کا تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شدید موسم گرما یا موسم سرما میں زیب تن کپڑے کے دامن پر سجدہ کرنے کی اجازت ہے۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم شدید موسم گرما میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں دوپہر کے وقت نماز (نماز ظہر) ادا کرتے تو حرارت سے بچنے کے لیے ہم اپنے کپڑوں پر سجدہ ریز ہوتے تھے۔اس روایت میں خواہ موسم گرما کا ذکر ہے جبکہ موسم سرما کا نہیں ہے تو موسم سرما کو موسم گرما پر قیاس کیا جائے گا اور دونوں موسموں کا حکم یکساں ہے، الگ سے اس کی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

بَاب ذِكْرِ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

باب 22-صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک مسجد میں بیٹھنا مستحب ہے

534 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْفَجْرَ قَعَدَ فِي مُصَلَّاهُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ جب فجر کی نماز ادا کر لیتے تھے' تو آپ ﷺ اپنی جائے نماز پر تشریف فرما رہتے تھے' یہاں تک کہ سورج نکل آتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

535 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ ظِلَالٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ اَبِيْ ظِلَالٍ فَقَالَ هُوَ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاسْمُهٗ هِلَالٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص فجر کی نماز باجماعت ادا کرے' پھر وہ وہیں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے' یہاں تک کہ سورج نکل آئے' پھر وہ دو رکعت نفل ادا کرے' تو اس شخص کو حج اور عمرہ کرنے کی طرح اجر ملتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: مکمل' مکمل' مکمل

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

امام ترمذی بیان کرتے ہیں: میں نے امام بخاری سے ابوظلال نامی راوی کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ شخص "مقارب الحدیث" ہے۔ امام بخاری بیان کرتے ہیں: ان کا نام ہلال ہے۔

شرح

نمازِ فجر کے بعد سے تاطلوعِ آفتاب مسجد میں ٹھہرنے کی فضیلت

مسجد مومن کے لیے امن وآشتی کا گہوارہ ہے اور مسلمان مسجد میں داخل ہو کر اسی طرح خوش وخرم ہوتا ہے' جس طرح مچھلی پانی میں داخل ہو کر ہوتی ہے۔ مسجد میں مسلمان سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں کو معاف کرواتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بلندی درجات کا پروانہ حاصل کرتا ہے۔ جب مسلمان فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد سے لے کر تا طلوعِ آفتاب مسجد میں ٹھہرا رہتا ہے اور آفتاب بلند ہونے پر نمازِ اشراق کا دوگانہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک حج کامل اور عمرہ کامل کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ یہ طریقہ معمولاتِ نبوی میں شامل تھا۔ حدیث باب کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں:

پہلا مفہوم: مسلمان نمازِ فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد مسجد میں ٹھہرا رہے اور طلوعِ آفتاب کے بعد وہ وہاں نمازِ اشراق ادا کرے تو اسے ایک کامل حج اور ایک عمرہ کا اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔ اس مفہوم کے اعتبار سے حدیث میں واظب ودوام کا لحاظ ہو

گا یعنی جو شخص تا حیات اس عمل کو اختیار کیے رکھے گا اسے یہ ثواب ملے گا۔

دوسرا مفہوم: اس روایت میں نماز فجر کی دوسنتوں اور دوگانہ اشراق کے درمیان نسبت کو بیان کیا گیا ہے یعنی جو فجر کی سنتیں ادا کرتا ہے اسے کامل حج اور جو نماز فجر کے بعد مسجد میں ٹھہرا رہے اور طلوع آفتاب کے بعد دو نوافل اشراق ادا کرے گا تو اسے عمرہ کامل کا ثواب عطا ہوگا۔ اس مفہوم میں دوام و واظب کا لحاظ نہیں ہوگا بلکہ یہ اجر و ثواب اسے عطا ہوگا جو کبھی بھی ان سنتوں اور نوافل کو ادا کرنے کی سعادت حاصل کرے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں کہ اعتکاف کی دو اقسام ہیں: (۱) وہ اعتکاف جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کیا جاتا ہے اور اس کا ثواب حج کامل ہے۔ (۲) یہ وہ اعتکاف ہے جو فجر کی نماز سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب کے بعد نماز اشراق ادا کرنے تک مسجد میں ٹھہرنے کی شکل میں ہے۔ اس کا ثواب عمرہ کامل ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ

باب 23- نماز کے دوران ادھر ادھر توجہ کرنا

536 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ ثَوْرِ ابْنِ زَيْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْحَظُ فِي الصَّلٰوةِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا وَّلَا يَلْوِيْ عُنُقَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ خَالَفَ وَكِيْعٌ الْفَضْلَ بْنَ مُوْسٰى فِيْ رِوَايَتِهٖ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ ابْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ عِكْرِمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْحَظُ فِي الصَّلٰوةِ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّعَائِشَةَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران دائیں بائیں توجہ کر لیتے تھے لیکن آپ اپنی گردن موڑ کر پشت سے پیچھے نہیں دیکھتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

536- اخرجه النسائي (9/3): كتاب السهو: باب: الرخصة في الالتفات في الصلاة يمينا و شمالا: حديث (1201) واحمد في "مسنده": (1/275-306) وابن خزيمة (1/245) حديث (485) و(2/42) حديث (871) من طريق اسحق قال: اخبرنا وقال الآخرون: حدثنا الفضل بن موسى قال: حدثنا عبدالله بن سعيد بن ابي هند قال: حدثني ثور بن زيد عن عكرمة عن ابن عباس فذكره- واخرجه احمد (1/275) من طريق وكيع قال: حدثنا عبدالله بن سعيد بن ابي هند عن رجل من اصحاب عكرمة (وفي رواية محمود بن غيلان: عن بعض اصحاب عكرمة): كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلحظ في صلاته من غير ان يلوى عنقه-

وکیع نے فضل بن موسیٰ سے اس روایت میں کچھ (لفظی) اختلاف کیا ہے۔
عکرمہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نماز کے دوران ادھر ادھر توجہ کر لیتے تھے۔
اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔
اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

537 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَاتِمٍ مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ

متنِ حدیث: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ اِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيضَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے! نماز کے دوران اِدھر اُدھر دیکھنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ نماز کے دوران ادھر اُدھر دیکھنا ہلاکت کا باعث ہے' اگر بہت ضروری ہو' تو نفلی نماز میں ایسا کر لو' فرض میں ایسا نہ کرو۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

538 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ سے نماز کے دوران اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: یہ اچکنا ہے' شیطان اس کے ذریعے آدمی کی نماز کو اچک لیتا ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

538- اخرجه البخاری (273/2): كتاب الاذان باب: الالتفات فی الصلاة' حديث (751)' و (390/6): كتاب بدء الخلق' باب: صفة ابليس وجنوده' حديث (3291)' وابو داؤد (302/1) كتاب الصلاة: باب: الالتفات فی الصلاة' حديث (910) والنسائی (8/3): كتاب السهو: باب: التشديد فی الالتفات فی الصلاة' واحمد (106/6) وابن خزيمة (244/1) حديث (484)' و (65/2) حديث (931) من طريق اشعث بن ابی الشعثاء المحاربی' عن ابيه' عن مسروق عن عائشة فذكره-واخرجه احمد (70/6) قال: حدثنا معاوية بن عمرو' قال حدثنا زائدة' عن اشعث بن ابی الشعثاء' عن مسروق عن عائشة' نحوه -(ليس فيه ابو الشعثاء)واخرجه النسائی (8/3): كتاب السهو؛ باب: التشديد فی الالتفات فی الصلاة من طريق اشعث بن ابی الشعثاء' عن ابی عطية عن مسروق عن عائشة' فذكر نحوه' وفيه: ابو عطية بدلا من ابی الشعثاء-واخرجه النسائی (8/3) كتاب السهو: باب التشديد فی الالتفات فی الصلاة من طريق الاعمش عن عمارة عن ابی عطية' قال: قالت عائشة: ان الالتفات فی الصلاة اختلاس يختلسه الشيطان من الصلاة' موقوفا-

شرح

حالت نماز میں دائیں بائیں نظریں گھمانے کا مسئلہ

حالت نماز میں آدمی کی نظر کہاں ہونی چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حالت قیام میں نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر، حالت رکوع میں پاؤں کے پچھروں پر، حالت سجدہ میں ناک کے نتھنوں پر، حالت قعدہ میں اپنی گود میں اور سلام پھیرتے وقت اپنے کندھوں پر ہونی چاہیے۔

حالت نماز میں نظریں گھمانے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں اور ہر صورت کا حکم الگ ہے:

پہلی صورت: نمازی اپنا چہرہ گھمائے بغیر اپنی آنکھوں کی کنکھیوں سے اپنی دائیں یا بائیں جانب یا اپنے سامنے کی سمت دور تک بلاضرورت دیکھے، تو یہ مکروہ ہے۔

دوسری صورت: حالت نماز میں بلاضرورت شدیدہ اپنی گردن گھما کر دائیں طرف یا بائیں طرف دیکھنا شدید مکروہ ہے۔ البتہ ضرورت شدیدہ کی وجہ سے دیکھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ایک غزوہ سے واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں پہاڑی سلسلہ تھا اور علاقہ بھی دشمن کا تھا۔ پہاڑوں کے درمیان ایک درہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو بطور محافظ درہ میں تعینات فرما دیا۔ صبح صادق ہونے پر اذان ہوئی لیکن وہ صحابی واپس نہ پلٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار درے کی طرف دیکھتے تھے۔ آپ نے نماز شروع فرمائی تو دورانِ نماز بھی مسلسل درہ کی طرف دیکھتے رہے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے صحابہ کو خوشخبری سنائی کہ ہمارا محافظ واپس آرہا ہے۔ محافظ فوجی نے دیر سے واپسی کے بارے میں عرض کیا کہ واپس ہونے سے قبل اس نے پہاڑوں کا جائزہ لیا کہ کہیں سے دشمن تو نہیں آرہا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۹۱۶) معلوم ہوا ضرورت شدیدہ کے وقت نمازی کا دائیں بائیں دیکھنا جائز ہے اور مکروہ نہیں ہے۔

تیسری صورت: حالت نماز میں کوئی شخص اپنا سینہ گھما کر دائیں بائیں دیکھے تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ استقبال قبلہ شرط نماز ہے اور شرط مفقود ہونے سے مشروط بھی مفقود ہو جاتا ہے۔

سوال: حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گردن مبارک گھما کر دائیں اور بائیں دیکھتے تھے اور گردن گھمائے بغیر پیچھے بھی دیکھتے تھے، تو یہ کیسے ممکن ہے؟

جواب: چہرہ انور سامنے رکھتے ہوئے سامنے کی طرح پیچھے دیکھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ بعض محدثین کا کہنا ہے کہ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی جس میں دو آنکھیں تھیں جن کے ساتھ آپ آگے کی طرح پیچھے کی طرف بھی دیکھتے تھے۔

تیسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت نماز میں نظریں گھما کر دیکھنا مکروہ ہے خواہ آنکھوں کی کنکھیوں ہی سے دیکھا جائے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عمل التفات شیطانی اثر کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس سے نماز کی روح ختم ہو جاتی ہے اور ثواب میں غیر یقینی حد تک کمی واقع ہو جاتی ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الرَّجُلِ يُدْرِكُ الْإِمَامَ وَهُوَ سَاجِدٌ كَيْفَ يَصْنَعُ

باب 24- جوآدمی امام کوسجدے کی حالت میں پائے وہ کیا کرے؟

539 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُونُسَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيْمَ عَنْ عَلِيٍّ وَّعَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ وَالْاِمَامُ عَلٰى حَالٍ فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْلَمُ اَحَدًا اَسْنَدَهٗ اِلَّا مَا رُوِىَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا جَآءَ الرَّجُلُ وَالْاِمَامُ سَاجِدٌ فَلْيَسْجُدْ وَلَا تُجْزِئُهٗ تِلْكَ الرَّكْعَةُ اِذَا فَاتَهُ الرُّكُوْعُ مَعَ الْاِمَامِ وَاخْتَارَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَنْ يَّسْجُدَ مَعَ الْاِمَامِ وَذَكَرَ عَنْ بَعْضِهِمْ فَقَالَ لَعَلَّهٗ لَا يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فِيْ تِلْكَ السَّجْدَةِ حَتّٰى يُغْفَرَ لَهٗ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص نماز میں شامل ہونے کے لیے آئے' تو امام جس حالت میں ہو' وہ شخص وہی کرے جو امام کر رہا ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ہمارے علم کے مطابق اس مذکورہ بالا سند کے علاوہ اور کسی نے اس کو سند کے ساتھ بیان نہیں کیا۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص آئے اور امام سجدے کی حالت میں ہو' تو وہ شخص بھی سجدے میں چلا جائے' تاہم اس شخص کی وہ رکعت نہیں ہوگی' جبکہ امام کے ساتھ وہ رکوع نہ کر سکا ہو۔

عبداللہ بن مبارک نے اس بات کو اختیار کیا ہے: وہ شخص امام کے ساتھ سجدے میں چلا جائے گا' اور انہوں نے بعض اہلِ علم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: یہ ہو سکتا' اس کے سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے ہی اس شخص کی مغفرت ہو جائے۔

شرح

امام کو حالت سجدہ میں پانے کا مسئلہ

عموماً ہوتا یہ ہے کہ کوئی شخص مسجد میں آئے اور امام کو حالت یا رکوع میں پائے تو جلدی سے جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ جب امام حالت سجدہ میں ہو تو رکعت فوت ہو جانے کی وجہ سے وہ جماعت میں شامل نہیں ہوتا بلکہ کھڑا ہو کر انتظار کرتا ہے، گویا حالت سجدہ میں شامل ہونا، رکعت نہ ملنے کی وجہ سے فضول ہے۔ یہ طریقہ غلط ہے بلکہ امام جس حالت میں بھی ہو اس کی اقتداء کرتے ہوئے شامل ہو جائے۔ حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ممکن ہے اس سجدہ کی برکت سے تمام نمازیوں کی مغفرت ہو جائے اور یہ اس سعادت سے محروم رہ جائے۔ الغرض آنے والا شخص امام کو جس رکن میں بھی پائے انتظار

کیے بغیر جماعت میں شامل ہو جائے اور شمولیت کے رکن سے اس کے لیے ثواب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ حدیث باب میں بھی اسی مسئلہ کا درس دیا گیا ہے۔

بَاب كَرَاهِيَةِ اَنْ يَّنْتَظِرَ النَّاسُ الْاِمَامَ وَهُمْ قِيَامٌ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ

باب 25: نماز کے آغاز میں لوگوں کا کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے

540 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِىْ خَرَجْتُ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّحَدِيْثُ اَنَسٍ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ قَتَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنْ يَّنْتَظِرَ النَّاسُ الْاِمَامَ وَهُمْ قِيَامٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا كَانَ الْاِمَامُ فِى الْمَسْجِدِ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاِنَّمَا يَقُوْمُوْنَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ

◆◆ عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے' تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو' جب تک مجھے باہر آتا ہوا نہ دیکھ لو۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث محفوظ نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے ایک گروہ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: لوگ کھڑے کر امام کا انتظار کریں۔

540- اخرجه البخاری (141/2): كتاب الاذان: باب: متى يقوم الناس اذا راوا الامام عند الاقامة' حديث (637)' و (142/2): باب: لا يسعى الى الصلاة مستعجلا' وليقم بالسكينة والوقار' حديث (638)' و (453/2): كتاب الجمعة: باب: المشى الى الجمعة' حديث (909)' ومسلم (529/2-الابى): كتاب المساجد و مواضع الصلاة' باب: متى يقوم الناس للصلاة' حديث (604/156)' وابو داؤد (203/1): كتاب الصلاة: باب: فى الصلاة تقام ولم يات الامام ينتظر ونه قعودا' حديث (539-540)' والنسائى (31/2): كتاب الاذان: باب: اقامة المؤذن عند خروج الامام' حديث (687)' و (81/2): كتاب الامامة: باب: قيام الناس اذا راوا الامام' واحمد فى "مسنده": (396/5- 303- 304- 305- 307- 308- 309- 311)' والدارمى (289/1): كتاب الصلاة: باب: متى يقوم الناس اذا اقيمت الصلاة' والحميدى (205/1) حديث (327)' وعبد بن حميد' ص (95) حديث (189)' وابن خزيمة (71/3) حديث (1644)' من طريق يحيى بن ابى كثير' عن عبدالله ابن ابى قتادة عن ابيه' فذكره۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب امام مسجد میں ہو' اور نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے' تو جب مؤذن "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" پڑھے' تو لوگ کھڑے ہو جائیں۔ ابن مبارک اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

آغاز نماز میں کھڑے ہوکر امام کا انتظار کرنے کی ممانعت

امام کے آنے یا اقامت شروع ہونے سے قبل نمازیوں کا کھڑا ہونا ممنوع اور غلط طریقہ ہے۔ اقامت کہنے والا جب: حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ یا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے الفاظ کہے تو مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیے جبکہ باقی اقامت بیٹھ کر سننا سنت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب اقامت کہنے والا شخص: قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے الفاظ کہتا تو آپ حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لاتے اور اسی وقت مقتدی حضرات بھی کھڑے ہوتے تھے۔ امام اور مقتدی دونوں اسی وقت کھڑے ہوں، مقتدی صف میں کھڑا ہو جائے اور امام مصلا کے امامت میں پہنچ جائے۔ امام کا: قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے الفاظ سے قبل مصلائے امامت پر جا کر بیٹھنا خلاف سنت ہے۔ حدیث باب میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اقامت کہی جائے تم لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے حجرہ سے نکلتے ہوئے دیکھ نہ لو۔'' اس سے ثابت ہوا کہ اقامت کہنے والا جب: قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے الفاظ کہے تو مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیے اور اس سے قبل کھڑے ہونا اور اقامت کھڑے ہو کر سننا خلاف سنت اور ممنوع ہے۔ مزید اس مسئلہ کے لیے کتب فقہ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الدُّعَاءِ

باب 26- دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنا اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا

541 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ اُصَلِّي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ مَعَهٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَاْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا الْحَدِيْثُ رَوَاهُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اٰدَمَ مُخْتَصَرًا

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نماز پڑھ رہا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، جب میں بیٹھا تو میں نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا پھر میں نے اپنے لیے دعا کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم مانگو تمہیں دیا جائے گا تم مانگو تمہیں دیا جائے گا۔

اس بارے میں حضرت فضالہ بن عبید سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن آدم کے حوالے سے اس روایت کو مختصر طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

دعا سے قبل حمد وثناء کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرنے کا مسئلہ

حدیث مبارکہ میں دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں: الدعاء مخ العبادۃ۔ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور مانگنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ آداب دعا میں سے یہ ہے کہ دعا کرنے والا یکدم اپنا مقصد زبان پر نہ لائے بلکہ گداگری کی طرح سب سے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرے اور بعد میں عجز وانکساری کی تصویر بن کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ اس اسلوب دعا سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بندے کے شامل حال ہو جاتی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کے حق میں سفارش کرتے ہیں اور مانگی گئی دعا فوراً قبول کر لی جاتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے، جس دعا کے آغاز اور اختتام پر درود شریف پڑھا جائے وہ دلہن کی مثل اللہ تعالیٰ کے حضور درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے۔ حدیث باب میں بھی یہی درس دیا گیا ہے کہ حمد وثناء اور درود بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی دعا کی جاتی ہے وہ قبول کی جاتی ہے۔ حدیث باب کا بغور مطالعہ کرنے اور اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی وجہ سے یہ اسلوب دعا اختیار فرمایا تھا۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي تَطْيِيبِ الْمَسَاجِدِ

باب 27- مسجد کو خوشبو سے آراستہ کرنا

542 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ الْبَغْدَادِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ صَالِحٍ الزُّبَيْرِيُّ هُوَ مِنْ وَّلَدِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

542- اخرجه ابو داؤد (178/1): كتاب الصلاة: باب: اتخاذ المساجد في الدور' حديث (455) وابن ماجه (250/1)' كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: تطهير المساجد و تطييبها' حديث (758- 759) واحمد (279/6)' وابن خزيمة (270/2) حديث (1294) من طريق هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة' فذكره' وذكره المصنف في (595- 596) من طريق هشام بن عروة' عن ابيه' ان النبي صلى الله عليه وسلم' امر فذكر نحوه- ليس فيه (عائشة)

متن حدیث: اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ وَاَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَوَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

وَقَالَ سُفْيَانُ قَوْلُهُ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ يَعْنِي الْقَبَائِلَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجد بنانے اور انہیں صاف ستھرا اور خوشبودار رکھنے کی ہدایت کی ہے۔

ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت کی ہے' اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت پہلی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آپ نے ہدایت کی۔

اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

سفیان ثوری بیان کرتے ہیں: محلوں میں مسجد بنانے سے مراد قبائل میں مسجد بنانا ہے۔

شرح

مساجد کو معطر کرنے کا مسئلہ

مساجد کعبۃ اللہ کی بیٹیاں اور روئے زمین کے معزز ترین مقامات ہیں۔تعمیر مساجد میں حصہ لینے والوں کو جنت میں تعمیر محل کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ان میں ایک نماز باجماعت ادا کرنے سے ستائیس نمازوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔یہی مقدس مقامات ہیں جو نمازیوں کے حق میں قیامت کے دن گواہی دیں گے۔حدیث باب میں تین مسائل بیان کیے گئے ہیں:

۱- کثرت تعمیر مساجد: پہلا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر محلہ، ہر بستی اور ہر قصبہ میں مساجد کی کثرت ہو تاکہ لوگوں کو قریب سے قریب تر مقام پر باجماعت نماز ادا کرنے کی سہولت حاصل ہو۔لوگوں کے اذہان وقلوب ہمہ وقت مرکز اسلام سے وابستہ رہیں۔ کثرت مساجد کے سبب نمازیوں کی کثرت ہوگی، جہالت کا خاتمہ ہوگا، لوگوں کو درس ہدایت ملے گا، مذہبی بیداری پیدا ہوگی، تعلیمات اسلام کے موافق انسان کی ذہن سازی ہوگی، مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نفاذ کے لیے مدد ملے گی۔تعمیر مسجد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عملی طور پر حصہ لے کر یہ پیغام دیا کہ تعمیر مسجد میں حصہ لینا بڑی سعادت کا عمل ہے۔

۲- طہارت مساجد: اس حدیث میں دوسرا مسئلہ طہارت مساجد کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔تعمیر مسجد کی طرح طہارت مسجد بھی ایک مقبول ترین عمل ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے

ملاحظہ فرمایا کہ کفار مکہ نے بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت سجار کھے ہیں، آپ نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا اور اس کی دیواروں پر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کی تصاویر بنائی گئی تھیں، کو بھی ختم کر کے پاک وصاف کر دیا۔ اسلام نے طہارت وصفائی کا خصوصی حکم دیا ہے۔ ایک حدیث میں صفائی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔ آداب مسجد کی ترغیب وتلقین کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ مسجد میں داخل ہونے سے قبل انسان کا جسم، کپڑے اور پاؤں وغیرہ صاف ہونے چاہئیں۔

۳۔تعطیر مساجد: حدیث باب میں مساجد کی صفائی کے علاوہ انہیں خوشبو وغیرہ سے معطر کرنے کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ مسجد کی صفائی وتطہیر کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ مسجد کی صفائی میں حصہ لینے والا نیک خصلت، والدین کا فرمانبردار اور صوم وصلوٰۃ کا عادی بن جاتا ہے۔ صفائی کے علاوہ مسجد کو خوشبو کے ساتھ معطر کرنے کی خصوصی تلقین کی گئی ہے۔ اہل عرب کے ہاں مساجد کی صفائی اور معطر کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی مساجد کی وہی حیثیت ہے جو ان کے ہاں ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اگر بتی جلا کر یا انواع واقسام کے عطریات کے ساتھ مساجد کو خوشبودار بنانا چاہیے۔ مسجد کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے قرب وجوار میں اگر گندگی اور بدبو کے ڈھیر ہوں تو انہیں دوسرے مقامات پر منتقل کرنے کا انتظام کیا جائے۔ علاوہ ازیں طہارت خانے قدرے مسجد سے دور ہونے چاہئیں تاکہ ان کی بدبو سے مسجد محفوظ رہے۔ دروازے پر سگریٹ نوشی، حقہ نوشی، دنیاوی گفتگو جس کی آواز مسجد میں جائے اور گالی گلوچ کا بازار ہرگز ہرگز گرم نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ تمام امور آداب مسجد کے خلاف ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى

باب 28- رات اور دن کے نوافل دو دو کر کے ادا کیے جائیں گے

543 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَلِيٍّ الْاَزْدِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اخْتَلَفَ اَصْحَابُ شُعْبَةَ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ فَرَفَعَهُ بَعْضُهُمْ وَاَوْقَفَهُ بَعْضُهُمْ وَرُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْعُمَرِيِّ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَالصَّحِيْحُ مَا رُوِىَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَرَوَى الثِّقَاتُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ صَلَاةَ النَّهَارِ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَبِالنَّهَارِ اَرْبَعًا

543- اخرجه ابو داؤد (413/1): كتاب الصلاة: باب: فى صلاة النهار' حديث (1295)' والنسائى (227/3) كتاب قيام الليل و تطوع النهار: باب: كيف صلاة الليل وابن ماجه (419/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء فى صلاة الليل والنهار مثنى مثنى' حديث (1322)' واحمد (51-26/2)' والدارمى (340/1): كتاب الصلاة: باب: صلاة الليل والنهار مثنى مثنى' وابن خزيمة (214/2) حديث (1210) من طريق عمرو بن مرزوق قال: اخبرنا' وقال الباقون: حدثنا شعبة' عن يعلى بن عطاء' انه سمع عليا الازدى عن ابن عمر' فذكره-

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ ذٰلِكَ فَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وقَالَ بَعْضُهُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَرَاَوْا صَلَاةَ التَّطَوُّعِ بِالنَّهَارِ اَرْبَعًا مِثْلَ الْاَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَغَيْرِهَا مِنْ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: رات اور دن کے نوافل دو دو کر کے ادا کیے جائیں گے۔

امام ترمذی بیان کرتے ہیں' شعبہ کے شاگردوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث میں اختلاف کیا ہے بعض نے اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے' اور بعض نے اسے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

عبداللہ عمری کے حوالے سے نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مانند روایت نقل کی گئی ہے۔

تاہم درست روایت وہ ہے' جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے: آپ نے ارشاد فرمایا ہے: رات کے نفل دو' دو کر کے ادا کیے جاتے ہیں۔

ثقہ راویوں نے اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ان راویوں نے اس روایت میں دن کے نوافل کا تذکرہ نہیں کیا۔

عبیداللہ نامی راوی کے حوالے سے' نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: وہ رات کے نوافل دو' دو کر کے ادا کرتے تھے' اور دن کے نوافل چار' چار کر کے ادا کرتے تھے۔

اس بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک رات اور دن کے نوافل دو' دو کر کے ادا کیے جائیں گے۔

امام شافعی' امام احمد رحمۃ اللہ علیہما اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک رات کے نوافل دو' دو کر کے ادا کیے جائیں گے ان حضرات کے نزدیک دن کے نوافل چار' چار کر کے ادا کیے جائیں گے' جیسے ظہر سے پہلے چار رکعات ادا کی جاتی ہیں یا اس کے علاوہ دیگر نفل نمازیں ہیں۔

سفیان ثوری' ابن مبارک اور اسحٰق اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

شب وروز کے نوافل ادا کرنے کے طریقہ میں مذاہب آئمہ

رات اور دن کے نوافل دو، دو ہیں یا اس سے مختلف ہیں، اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

تاہم اس کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ شب وروز میں دو، دو رکعت نوافل ہیں۔

۲-حضرت امام سفیان ثوری، حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت امام اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک رات میں نوافل دو، دو رکعت اور دن میں چار رکعت ہیں۔

۳-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ رات یا دن کی کوئی قید نہیں ہے، دو، دو رکعت نوافل رات میں بھی پڑھے جا سکتے ہیں اور دن میں بھی۔ اسی طرح رات اور دن میں نوافل چار، چار رکعت بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔ چار رکعت نوافل کی صورت میں پہلا قعدہ بھی ضروری ہے' جس میں تشہد، درود اور دعائیں پڑھی جائیں گی۔ بہرحال دو نوافل ادا کرنا افضل ہے۔ احناف کے نزدیک دن کے وقت چار رکعت سے زیادہ نوافل اور رات کے وقت آٹھ رکعت سے زیادہ نوافل ادا کرنا مکروہ ہے۔

بَاب كَيْفَ كَانَ تَطَوُّعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّهَارِ

باب 29- نبی اکرم ﷺ دن کے وقت نوافل کس طرح ادا کرتے تھے؟

544 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْنَا عَلِيًّا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ اِنَّكُمْ لَا تُطِيقُوْنَ ذَاكَ فَقُلْنَا مَنْ اَطَاقَ ذَاكَ مِنَّا فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَاهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَاِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَاهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلّٰى اَرْبَعًا وَّصَلّٰى اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ ابْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

وقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِىَ فِىْ تَطَوُّعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى النَّهَارِ هٰذَا وَرُوِىْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهٗ كَانَ يُضَعِّفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَاِنَّمَا ضَعَّفَهٗ عِنْدَنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لِاَنَّهٗ لَا يُرْوٰى مِثْلُ هٰذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ وَّعَاصِمُ بْنُ ضَمْرَةَ هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيٰى ابْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ قَالَ سُفْيَانُ كُنَّا نَعْرِفُ فَضْلَ حَدِيْثِ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَلٰى حَدِيْثِ الْحَارِثِ

◆◆ عاصم بن ضمرہ بیان کرتے ہیں' ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کے دن کے نوافل کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے' ہم نے عرض کی: ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ (لیکن آپ ہمیں بتا تو دیں) انہوں نے فرمایا: جب سورج اس طرف (یعنی مشرق میں) اتنا ہوتا' جتنا عصر کے وقت اس طرف (یعنی مغرب

میں)ہوتا ہے (یعنی چاشت کا وقت ہوتا) تو نبی اکرم ﷺ دو رکعت نماز ادا کرتے تھے اور جب سورج اس طرف اتنا ہوتا جتنا ظہر کے وقت ہوتا ہے تو آپ چار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے آپ ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے اس کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے جن میں دو رکعت کے بعد آپ مقرب فرشتوں انبیاء ومرسلین اور ان کی پیروی کرنے والے مؤمنوں اور مسلمانوں پر سلام بھیج کر فصل کرتے تھے۔

حضرت عاصم بن ضمرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اسحٰق بن ابراہیم بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے دن کے نوافل کے بارے میں سب سے بہترین چیز جو روایت کی گئی ہے۔وہ (یہی روایت) ہے۔

ابن مبارک سے یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے ہمارے خیال میں انہوں نے اسے ضعیف اس لیے قرار دیا ہے باقی اللہ بہتر جانتا ہے کیونکہ اس طرح کی روایت نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اور کسی حوالے سے نقل کی گئی صرف یہی ایک حوالہ ہے جو عاصم بن ضمرہ کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے۔

عاصم بن ضمرہ نامی راوی بعض محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں: سفیان فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک عاصم بن ضمرہ سے منقول روایت حارث سے منقول روایت پر فضیلت رکھتی ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ نوافل جو دن میں ادا کرتے

حضرت عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کے نوافل کی تعداد اور ان کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا: تم لوگ اس پر عمل نہیں کر سکتے لہٰذا یہ سوال مت کریں۔ آپ کے اس ارشاد کے دو مطالب ہو سکتے ہیں: (ا) جب تم اس پر عمل نہیں کر سکتے تو ایسا سوال کرنا فضول ہے۔ (۲) طالب علم کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اسوۂ بنا کر اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنا ہے۔ طلباء نے ہمت کر کے عرض کیا: حضور! آپ ہمیں اس بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں کیونکہ ممکن ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص اس پر عمل کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جائے یا ہم یہ روایت دوسرے لوگوں تک پہنچائیں تو ان میں سے کوئی اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو جائے؟ (یاد رہے اس مقام پر نوافل سے مراد سنن مؤکدہ، سنن غیر مؤکدہ اور نوافل ہیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سولہ نوافل گنوائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت ادا کرتے تھے۔ دو نوافل اشراق کے ہیں جو طلوع آفتاب کے بعد سورج بلند ہونے پر ادا کرتے تھے۔ صبح کے دس ساڑھے دس بجے چار رکعت نماز چاشت ادا فرماتے تھے۔ زوال کا وقت ختم ہونے پر چار رکعت نماز ظہر سے قبل پڑھتے تھے اور دو رکعت نماز ظہر کے بعد ادا کرتے تھے۔ چار رکعت نماز عصر سے پہلے ادا فرماتے تھے۔

بَابُ فِيْ كَرَاهِيَةِ الصَّلٰوةِ فِيْ لُحُفِ النِّسَآءِ

باب **30**-خواتین کی چادر میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے

545 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ اَشْعَثَ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ فِيْ لُحُفِ نِسَائِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخْصَةٌ فِيْ ذٰلِكَ

عبداللہ بن شقیق، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کی چادر پر نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ایک روایت کے مطابق اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت بھی منقول ہے۔

شرح

عورتوں کے اوڑھنوں میں نماز ادا کرنے سے احتراز کا مسئلہ

لفظ ''لُحُفٌ'' لحاف کی جمع ہے۔ دو کپڑوں کو ملا کر اس طرح سلائی کی جائے کہ وہ بڑے تھیلے کی شکل اختیار کر جائے پھر اس میں روئی ڈال کر اوپر نیچے سے باہم سلائی کر کے اسے ایک موٹا کپڑا بنالیا جائے۔ اس موٹے کپڑے کو اردو زبان میں رضائی کہا جاتا ہے جو عموماً موسم سرما میں سردی سے بچاؤ کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ رضائی کو خواتین وحضرات سب اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے کپڑوں اور رضائی کو نماز کے وقت استعمال میں نہ لاتے تھے، اس کی وجہ بچوں یا حیض ونفاس کے باعث اس کی طہارت میں تشکیک کی صورت ہے۔ اس موٹے کپڑے سے احتراز کا اصل مقصد قطع وساوس ہے۔ خواہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا لیکن عقل پر وہم کا قبضہ ہونے کی وجہ سے شریعت مطہرہ نے اس کے منفی پہلو کا اعتبار کیا ہے مثلاً عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرنا، غسل خانہ میں پیشاب نہ کرنا اور خواتین کے اوڑھنوں میں نماز نہ پڑھنا۔ اگر خواتین کے

545- اخرجه ابو داؤد (154/1): كتاب الطهارة باب: الصلاة في شعر النساء حديث (367)' و (230/1)' كتاب الصلاة: باب: الصلاة في شعر النساء' حديث (645)' والنسائي (217/8): كتاب الاشربة: باب: اللحف' من طريق اشعث بن عبدالملك' عن محمد بن سيرين' عن عبدالله بن شقيق عن عائشة' فذكره- واخرجه ابو داؤد (154/1): كتاب الطهارة: باب: الصلاة في شعر النساء حديث (368) قال: حدثنا الحسن بن علي' قال: حدثنا سليمان بن حرب' قال: حدثنا حماد' عن هشام' عن ابن سيرين' عن عائشة' فذكره- ولم يذكر فيه (عبدالله بن شقيق) قال حماد: وسمعت سعيد بن ابي صدقة- قال: سالت محمدا عنه فلم يحدثني' وقال: سمعته منذ زمان ولا ادري ممن سمعته' ولا ادري اسمعته من ثبت ام لا فسلوا عنه- واخرجه احمد (101/6) قال: حدثنا عفان' قال: حدثنا بشر' يعني ابن مفضل' قال: حدثنا سلمة بن علقمة' عن محمد بن سيرين' قال: نبئت ان عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يصلي في شعرنا-

اوڑھنوں میں ناپاکی کا شک نہ ہوتو ان میں نماز ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بایں الفاظ بیان فرمائی ہے: وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ (سورۃ النور:۲۶) یعنی امہات المؤمنین طیب وطاہر ہیں اور عموماً ان کے پاس بچے بھی نہیں تھے، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اوڑھنوں میں نماز ادا کرنے سے کیوں احتراز کرتے تھے؟

جواب: بلاشبہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن پاک وطاہر اور عظمت وشان والی ہیں لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اوڑھنوں میں نماز ادا نہ فرمائی، اس کی وجہ تعلیم امت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شایان شان حاضری ہے، جس طرح سحری کے وقت بیدار ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی سہولت کے لیے فجر کی دوسنت ہلکی پھلکی ادا فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ نے دو یا تین ایام تک نماز تراویح باجماعت ادا فرمائی پھر باجماعت ادا نہ فرمائی کہ اس کا وجوب امت کے لیے باعث مشقت نہ ہو۔ حدیث باب میں اسی مسئلہ کی تصریح مقصود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَاب ذِكْرِ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْمَشْيِ وَالْعَمَلِ فِيْ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ

باب 31- نفل نماز کے دوران کسی حد تک چلنا یا کوئی کام کرنا جائز ہے

546 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: جِئْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي الْبَيْتِ وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ فَمَشٰى حَتّٰى فَتَحَ لِيْ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مَكَانِهٖ وَوَصَفَتِ الْبَابَ فِي الْقِبْلَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں آئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر میں نماز ادا کر رہے تھے، دروازہ بند تھا آپ چل کر آئے اور آپ نے میرے لیے دروازہ کھول دیا، پھر آپ اپنی جگہ پر واپس چلے گئے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے: وہ دروازہ قبلہ کی سمت میں تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

حالت نوافل میں کتنی مقدار چلنا اور کتنا عمل ناقض نماز نہیں؟

فرض نماز ہو یا نفلی زیادہ چلنے اور عمل کثیر سے فاسد ہو جاتی ہے۔ عمل قلیل اور کم چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ حدیث باب میں

546: اخرجه ابو داؤد (305/1): كتاب الصلاة: باب: العمل فى الصلاة' حديث (922)' والنسائي (11/3): كتاب السهو: باب: المشي امام القبلة خطى يسيرة' واحمد فى "مسنده": (31/6 -183 -234) من طريق برد بن سنان ابى العلاء' عن الزهرى عن عروة عن عائشة' فذكره۔

دو مسائل وضاحت طلب ہیں: (۱) عمل قلیل اور کثیر کی تعریف اور ان کا حکم۔ (۲) دوران نماز کتنی مقدار چلنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور کتنی مقدار چلنا معاف ہے۔

۱۔عمل کثیر و قلیل کی تعریف اور حکم: عمل کثیر و قلیل کی تعریف کے حوالے سے فقہاء کے تین اقوال ہیں: (۱) دوران نماز مصلی جو کام ایک ہاتھ سے کرے وہ عمل قلیل ہے اور جو دو ہاتھوں سے کرے وہ عمل کثیر ہے۔ (۲) نمازی کے جس عمل کو دور سے دیکھنے والا عمل قلیل خیال کرے وہ قلیل ہے اور جسے عمل کثیر قرار دے، وہ کثیر ہے۔ (۳) مصلی حالت نماز میں اپنے جس عمل کو قلیل تصور کرے وہ قلیل ہے اور جس عمل کو کثیر سمجھے وہ کثیر ہے۔ تیسرا قول زیادہ معتبر ہے اور فقہاء احناف کا اس پر عمل ہے۔ حکم: عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن عمل کثیر سے فاسد ہو جاتی ہے۔

۲۔ چلنے کی مقدار: دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حالت نماز میں کتنی مقدار چلنے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کتنی مقدار چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی؟ تین قدم سے کم چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ البتہ تین قدم یا اس سے زائد قدم چلنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مصلی تین قدم سے کم یا وقفہ وقفہ سے چار پانچ قدم چلے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ چلنے سے نماز کے فساد و عدم کا حکم فرائض و نوافل سب نمازوں کے لیے یکساں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجرے خود تعمیر کروائے تھے جو بالترتیب مسجد نبوی شریف سے متصل تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کی ایک طرف حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تھا اور دوسری طرف حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تھا۔ ہر حجرے کے دو دروازے رکھے گئے تھے، ایک مسجد نبوی شریف کی طرف کھلتا تھا جو صرف آپ ہی استعمال کرتے تھے جبکہ دوسرا عام راستہ کی طرف کھلتا تھا جو عام طور پر استعمال ہوتا تھا۔ سب حجروں کے بیچ میں ایک کھڑکی رکھی گئی تھی (چھوٹا دروازہ) جس کے ذریعے سب حجروں میں آمد و رفت ممکن تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کی کھڑکی بند کر دی گئی تھی۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حجروں کے درمیان کی کھڑکی کعبہ رخ تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہیں تشریف لے گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزرگاہ کا دروازہ اور درمیانی کھڑکی بند کر کے نماز (نوافل) شروع کر دی۔ اسی اثناء میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو عام دروازہ بند پایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کی کھڑکی کی طرف سے آئیں تو وہ بھی بند پائی، خیال کیا شاید آپ لیٹے ہوں گے تو کھڑکی کا دروازہ ہلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر حالت نماز میں کھڑکی کا دروازہ کھولا پھر اپنی جگہ میں تشریف لا کر نماز میں مصروف ہو گئے۔ یہی مضمون حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي قِرَائَةِ سُوْرَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ

باب 32- ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا

547 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ

آثارِ صحابہ: سَاَلَ رَجُلٌ عَبْدَ اللّٰهِ عَنْ هٰذَا الْحَرْفِ (غَيْرِ اٰسِنٍ) اَوْ (يَاسِنٍ) قَالَ كُلَّ الْقُرْاٰنِ قَرَاْتَ غَيْرَ هٰذَا الْحَرْفِ قَالَ نَعَمْ قَالَ اِنَّ قَوْمًا يَقْرَئُوْنَهُ يَنْثُرُوْنَهُ نَثْرَ الدَّقَلِ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ اِنِّىْ لَاَعْرِفُ السُّوَرَ النَّظَائِرَ الَّتِىْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ قَالَ فَاَمَرْنَا عَلْقَمَةَ فَسَاَلَهُ فَقَالَ عِشْرُوْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَ كُلِّ سُوْرَتَيْنِ فِىْ رَكْعَةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄◄ اعمش بیان کرتے ہیں: میں نے ابووائل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ایک شخص نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس حرف کے بارے میں دریافت کیا: ''(غَيْرِ اٰسِنٍ) اور (يَاسِنٍ)'' حضرت عبداللہ نے دریافت کیا: کیا تم نے اس لفظ کے علاوہ باقی سارا قرآن پڑھ لیا ہے اس نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ لوگ قرآن یوں پڑھتے ہیں' جیسے کوئی شخص ردی کھجوریں بکھیر دیتا ہے' اور وہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں جاتا' مجھے ایک دوسرے جیسی ایسی سورتوں کے بارے میں یاد ہے' جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر تلاوت کیا کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں' ہم نے علقمہ سے یہ کہا: وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کریں' تو حضرت عبداللہ نے بتایا: وہ مفصل سورتوں سے تعلق رکھنے والی بیس سورتیں ہیں' جن میں سے کوئی دو سورتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں ایک ساتھ تلاوت کرلیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

ایک رکعت میں دو سورتیں ملانے کا مسئلہ

تمام آئمہ فقہ کا اس بات میں اتفاق ہے کہ فرائض کی پہلی دو رکعات، واجبات، سنن مؤکدہ اور نوافل کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کم از کم ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات کے برابر قرآن ملانا واجب ہے۔ آیات کی بجائے دو یا دو سے زائد سورتوں کا ملانا بھی جائز ہے۔ البتہ اس موقع پر دو امور کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ اول: دونوں سورتوں کے درمیان تسمیہ کو پست آواز سے پڑھا جائے، کیونکہ تسمیہ کا نزول دونوں سورتوں کے مابین فصل کے لیے ہوا ہے۔ دوم: دو یا زائد سورتوں کی قرأت کی صورت میں ترتیب قرآن کو پیش نظر رکھا جائے، یہ ترتیب خواہ متصلاً ہو یا متفرقاً ہو، کیونکہ ترتیب قرآن واجب ہے اور عدم ترتیب کی صورت میں نماز ہو

547- اخرجه البخارى (298/2): كتاب الاذان: باب: الجمع بين السورتين فى الركعة' حديث (775)' و (655/8): كتاب فضائل القرآن' باب: تاليف القرآن' حديث (4996)' و (707/8): باب: الترتيل فى القراءة حديث (5043)' و مسلم (171/3- الابى): كتاب صلاة المسافرين و قصرها' باب: ترتيل القراءة واجتناب الهذ' وهو الافراط فى السرعة' واباحة سورتين فاكثر فى ركعة' حديث (275-276-277-278-279/722)' والنسائى (174/2-175): كتاب الافتتاح: باب: قراءة سورتين فى ركعة' واحمد (462- 380/1 -421 -427 -436 -455) وابن خزيمة (269/1) حديث (538) من طريق شقيق بن سلمة ابى وائل عن عبدالله بن مسعود' فذكره-

جائے گی جبکہ سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوگا لیکن اس بارے میں وعید شدید وارد ہے۔

حدیث باب میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک متعلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا: کیا آپ سورہ محمد کی آیت: ۱۵ کی تلاوت کرتے وقت: من ماء غیر آسن (ہمزہ کے ساتھ) یا من غیر یاسن (یاء کے ساتھ) پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: کیا تم نے اس آیت کے علاوہ تمام قرآن پڑھ لیا ہے کہ اتنی باریک بات دریافت کرتے ہو؟ اس پر حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: حضور! میں تمام قرآن پڑھ چکا ہوں بلکہ زبانی یاد کر چکا ہوں کہ ایک رکعت میں از سورہ ق تا آخر سوا چار پاروں کی قرأت کر لیتا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: ہاں! تم اس طرح پڑھتے ہو گے جس طرح خواتین چاولوں سے کنکریاں چگتی ہیں یا کھجوروں کے ڈھیر سے ناقص کھجوریں چگتی ہیں! پھر آپ نے جواب دیا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کی ایک رکعت میں دو، دو سورتیں ملایا کرتے تھے اور میں ملائی جانے والی سورتوں سے آگاہ ہوں۔ (گویا تمہارا عمل طریقہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت نہیں کرتا) اس وقت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ناراضگی عروج پر تھی تو متعلمین نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے کہا: مناسب موقع پا کر آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے معلوم کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی سورتوں کی قرأت فرمایا کرتے تھے؟ مناسب موقع پر جب آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں بیس سورتیں ملایا کرتے تھے جو فلاں فلاں ہیں۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۳۹۶)

بَابُ مَا ذُكِرَ فِيْ فَضْلِ الْمَشْيِ اِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا يُكْتَبُ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ فِيْ خُطَاهُ

باب 33- مسجد کی طرف چل کر جانے کی فضیلت اور قدموں کے اجر کا لکھا جانا

548 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ سَمِعَ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا تَوَضَّاَ الرَّجُلُ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ لَا يُخْرِجُهٗ اَوْ قَالَ لَا يَنْهَزُهٗ اِلَّا اِيَّاهَا لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً اَوْ حَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب آدمی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر نماز کے لیے جائے، وہ صرف نماز کے لیے ہی نکلے تو وہ جو بھی قدم اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجے کو بلند کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نماز کے لیے مسجد کی طرف پیدل جانے کی فضیلت

نماز کا وقت ہونے پر جو شخص گھر سے خوبصورت وضو کر کے صرف نماز ادا کرنے کی نیت سے مسجد کی طرف پیدل روانہ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہوتا ہے، اسے ہر قدم پر ایک نیکی عطا کی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے۔ گھر سے وضو کر کے آنا شرط نہیں ہے بلکہ یہ اتفاقی بات ہے، کیونکہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نہیں آتا اور وہ مسجد میں وضو کر کے نماز ادا کرتا ہے تو اسے بھی یہی ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ حدیث میں گھر سے وضو کر کے آنے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ اہل عرب کے ہاں قلت ماء کی وجہ سے عموماً مساجد میں وضو کا اہتمام نہیں ہوتا تھا۔ ہمارے ہاں (پاک و ہند) میں مساجد میں کثرت ماء کی وجہ سے وضو کرنے کا معقول اہتمام ہوتا ہے، لہٰذا کوئی شخص مسجد میں وضو کر کے نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تو اسے بھی یہ ثواب عطا کیا جائے گا۔

نمازی جتنا فاصلہ زیادہ طے کر کے مسجد کی طرف آتا ہے، اتنا ہی اسے زیادہ ثواب دیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ کچھ صحابہ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں مسجد میں دور سے آنا پڑتا ہے، اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ دور سے اپنے مکانات فروخت کر کے مسجد کے قریب تیار کر لیں تاکہ مسجد میں آمد و رفت کی سہولت میسر ہو اور مزید اہتمام کے ساتھ باجماعت نماز میں شمولیت اختیار کر سکیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ لوگ ایسا مت کریں کیونکہ تم لوگ جتنی دور سے زیادہ قدم اٹھا کر مسجد کی طرف آتے ہو، اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب ہے۔ آپ کے فرمانے پر انہوں نے اپنی رہائش گاہوں کو تبدیل نہ کیا۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ اَنَّهٗ فِي الْبَيْتِ اَفْضَلُ

باب 34- مغرب کی نماز کے بعد گھر میں نفل پڑھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے

549 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِي الْوَزِيْرِ الْبَصْرِيُّ ثِقَةٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ اِسْحٰقَ ابْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ بَنِي عَبْدِ الْاَشْهَلِ الْمَغْرِبَ فَقَامَ نَاسٌ يَّتَنَفَّلُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فِي الْبُيُوْتِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حدیثِ دیگر: وَالصَّحِيْحُ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهٖ

549- اخرجه ابو داؤد (415/1): كتاب الصلاة: باب: ركعتي المغرب اين تصليان حديث (1300) والنسائي (198/3): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: الحث على الصلاة في البيوت والفضل في ذلك وابن خزيمة (210/2) حديث (1201) من طريق محمد بن موسى الفطرى عن سعد بن اسحق بن كعب بن عجرة عن ابيه عن جده فذكره-

حدیثِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ فَمَا زَالَ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ

فَفِي الْحَدِيْثِ دِلَالَةٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي الْمَسْجِدِ

◄► سعد بن اسحٰق اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مسجد بنوعبداشہل میں مغرب کی نماز ادا کی کچھ لوگ اٹھے اور نفل پڑھنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ نماز اپنے گھروں میں پڑھا کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت کعب بن عجرہ سے منقول یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

درست روایت وہ ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے: نبی اکرم ﷺ مغرب کی نماز کے بعد اپنے گھر میں دو رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے مغرب کی نماز ادا کی پھر آپ مسجد میں نوافل ادا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے عشاء کی نماز ادا کی۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے: نبی اکرم ﷺ نے مغرب کے بعد والی دو رکعت مسجد میں بھی ادا کی ہیں۔

شرح

نماز مغرب کے نوافل گھر میں ادا کرنے کی فضیلت

ماقبل ابواب میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے کہ سنن ونوافل کو گھر میں ادا کرنے کی زیادہ فضیلت ہے، کیونکہ اس سے افرادِ خانہ کو نماز کی ترغیب و تلقین کا درس ملتا ہے اور گھر میں برکت بھی حاصل ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نوافل کو گھر میں ادا کرنے کا تھا لیکن کبھی کبھار بیانِ جواز کی غرض سے مسجد میں بھی ادا فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی اشہل کی مسجد میں نماز مغرب ادا فرمائی پھر سنتیں بھی مسجد میں ادا فرمائیں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی مسجد میں سنن ونوافل ادا کرنا شروع کر دیے تو آپ ان سے یوں مخاطب ہوئے: ''اے لوگو! تم نوافل گھروں میں پڑھا کرو۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب کے بعد کی سنن ونوافل گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ یاد رہے نماز مغرب اور دوسری نمازوں کی سنن ونوافل گھر میں ادا کرنے کی فضیلت یکساں ہے۔ گھر میں نوافل ادا کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ گھر کی جائے نماز، نمازی کے حق میں قیامت کے دن گواہی پیش کرے گی۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْاِغْتِسَالِ عِنْدَمَا يُسْلِمُ الرَّجُلُ

باب 35- اسلام قبول کرتے وقت غسل کرنا

550 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَغَرِّ بْنِ

الصَّبَّاحِ عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ

متن حدیث: اَنَّهُ اَسْلَمَ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ لِلرَّجُلِ اِذَا اَسْلَمَ اَنْ يَّغْتَسِلَ وَيَغْسِلَ ثِيَابَهُ

◆◆ حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب وہ مسلمان ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل کرنے کا حکم دیا۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے ان حضرات کے نزدیک مسلمان ہونے والے شخص کے لیے یہ بات مستحب ہے: وہ غسل کرے اور اپنے کپڑوں کو بھی دھولے۔

شرح

قبول اسلام کے بعد غسل میں مذاہب آئمہ

قبول اسلام کے بعد غسل کرنا فرض ہے یا مستحب ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نومسلم اگر حالت جنابت میں قبول اسلام کرے تو غسل فرض ہے ورنہ مستحب ہے۔ علاوہ ازیں اسے ختنہ کروانا واجب ہے جبکہ کپڑوں کی صفائی اور بال کٹوانا مستحب ہے۔ انہوں نے ناقابل تردید تاریخی حقائق سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ایک لاکھ سے زائد لوگ اسلام سے وابستہ ہوئے لیکن آپ نے حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو بھی غسل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

۲- حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول اسلام کے بعد غسل کرنا فرض ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے پر انہیں غسل کرنے کا حکم دیا اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نومسلم پر غسل فرض ہوتا ہے۔

550: اخرجه ابو داؤد (151/1): كتاب الطهارة: باب: في الرجل يسلم فيؤمر بالغسل حديث (355) والنسائي (109/1): كتاب الطهارة: باب: ذكر ما يوجب الغسل وما لا يوجبه (غسل الكافر اذا اسلم) وابن خزيمة (126/1) حديث (254-255) من طريق سفيان الثوري عن الاغر بن الصباح عن خليفة بن حصين عن قيس بن عاصم فذكره- واخرجه احمد (6/6) قال: حدثنا وكيع قال: حدثنا سفيان عن الاغر المنقري عن خليفة بن حصين بن عاصم عن ابيه ان جده اسلم على عهد النبي صلى الله عليه وسلم فامره ان يغتسل بماء و سدر-

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حدیث باب کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) اس میں امر وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لیے ہے۔ (۲) اس روایت میں غسل کا حکم جنابت کی وجہ سے دیا گیا ہے ورنہ ایک لاکھ سے زائد اسلام قبول کرنے والے لوگوں کو بھی غسل کا حکم دیا جاتا جبکہ ایسا نہیں ہے۔ البتہ نومسلم کا غسل کرنا مستحب و افضل ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ مِنَ التَّسْمِيَةِ عِنْدَ دُخُولِ الْخَلَاءِ

باب 36- بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھنا

551 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ بَشِيرِ بْنِ سَلْمَانَ حَدَّثَنَا خَلَّادٌ الصَّفَّارُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ النَّصْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: سَتْرُ مَا بَيْنَ اَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِيْ اٰدَمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ اَنْ يَّقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْيَاءُ فِيْ هٰذَا

◆◆ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جنات کی آنکھوں اور اولاد آدم کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ یہ ہے: جب کوئی شخص بیت الخلاء میں داخل ہونے لگے تو ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھ لے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں اور اس کی سند بھی مستند نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث منقول ہے۔

شرح

بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل کی دعا

اسلام ایک آفاقی، ہمہ گیر، جامع اور قریب الفطرت دین ہے' جس میں انسانی سہولتوں اور فوائد و نوافع کو خصوصیت سے پیش نظر رکھا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اس میں بیت الخلاء جانے اور باہر آنے کے طریقہ کی تعلیم بھی دی گئی ہے جبکہ دیگر ادیان میں یہ بات نہیں ہے۔

بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل درج ذیل دعائیں پڑھنا مسنون ہے:

- ۱- بِسْمِ اللّٰهِ ۔ اس کی تعلیم حدیث باب میں دی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنات کی آنکھوں اور انسان کی شرم گاہ کے مابین پردہ یہ ہے: جب وہ بیت الخلاء میں جائے تو ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھے۔

551 اخرجه ابن ماجه (109/1): كتاب الطهارة وسننها: باب: ما يقول الرجل اذا دخل الخلاء' حديث (297) من طريق محمد بن حميد الرازي' قال: حدثنا الحكم بن بشير بن سليمان' قال: حدثنا خلاد الصفار' عن الحكم بن عبدالله النصيري' عن ابي اسحق' عن ابي جحيفة' عن علي بن ابي طالب' فذكره۔

۲-اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔
۳-بِسْمِ اللهِ،اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ۔(دونوں دعاؤں کوجمع کر کے یہ دعابنائی گئی ہے) یہ دعا کرنے سے انسان بیت الخلاء کے جنوں کے مذکر ومؤنث کے شر سے محفوظ ومامون رہے گا۔
جب انسان بیت الخلاء سے فارغ ہوکر باہر آئے تو ذیل کی دعا پڑھے:
غُفْرَانَكَ۔اے اللہ تو مجھے بخش دے۔(یہ مفعول ہے جبکہ اس کا فعل اور فاعل محذوف ہیں)
مسئلہ ضروریہ: بیت الخلاء اور غسل خانہ میں کوئی دعا پڑھنے کی اجازت ہے اور نہ کوئی کلمہ پڑھنے کی۔ بیت الخلاء اور غسل خانہ میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں داخل کیا جائے پھر دایاں پاؤں جبکہ باہر آتے وقت اس کے برعکس طریقہ اختیار کیا جائے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ سِيمَا هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ اٰثَارِ السُّجُوْدِ وَالطُّهُوْرِ

باب 37- قیامت کے دن سجدوں اور وضو کے آثار اس امت کی مخصوص نشانی ہوں گے

552 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ اَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ قَالَ صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو اَخْبَرَنِیْ يَزِيْدُ بْنُ خُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
متنِ حدیث: اُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرٌّ مِّنَ السُّجُوْدِ مُحَجَّلُوْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ
حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ
◆◆ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قیامت کے دن میری امت (کے چہرے) سجدوں کی وجہ سے روشن اور وضو کی وجہ سے چمکدار ہوں گے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے، جو حضرت عبداللہ بن بسر سے منقول ہے۔

شرح

قیامت کے دن اعضاء سجود ووضو کے آثار کا ظہور

قیامت کے دن اہل جنت کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے چالیس صفیں دوسری امتوں کی ہوں گی اور اسی (80) صفیں امت محمدیہ کی ہوں گی۔ ایک روایت میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ قیامت کے دن اپنے امتیوں کو کیسے پہچان سکیں گے؟ آپ کی طرف سے جواب دیا گیا: میری امت کے اعضاء وضو چودھویں شب کے چاند کی طرح روشن ہوں گے جس سے میں انہیں پہچان لوں گا''۔

552: اخرجه احمد فی "مسنده": (189/4) من طریق صفوان بن عمرو عن یزید بن خمیر الرحبی عن عبدالله بن بسر المازنی فذکره۔

حدیث باب میں قیامت کے دن علامات امت محمدیہ بیان کی گئی ہیں: (۱) ان کے اعضاء سجود روشن ہوں گے۔ اعضاء سجود یہ ہیں: دونوں پاؤں، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور پیشانی (ناک پیشانی میں شامل ہے) یہ سات اعضاء سجود قیامت کے دن روشن ہوں گے۔ (۲) دوسری علامت پہچان یہ ہے کہ اعضاء وضو قیامت کے دن روشن ہوں گے۔ اعضاء وضو یہ ہیں: دونوں ہاتھ، چہرہ اور دونوں پاؤں۔ یہ پانچ اعضاء بھی بروز قیامت روشن ہوں گے۔

سوال: امم سابقہ پر نماز فرض کی گئی تھی، وہ بھی سجود کرتے تھے اور وضو کرتے تھے، تو کیا ان کے اعضاء سجود و اعضاء وضو روشن ہوں گے یا نہیں؟

جواب: ان کے اعضاء سجود اور اعضاء وضو روشن نہیں ہوں گے بلکہ انہیں کسی اور شکل میں اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔ اعضاء سجود و اعضاء وضو روشن ہونا خصوصیات امت محمدیہ میں سے ہے؟ اس امت کی خصوصیات کی وجہ سے دوسری کسی امت میں یہ علامات ہرگز نہیں پائی جائیں گی۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ التَّيَمُّنِ فِي الطُّهُوْرِ

باب 38- وضو میں دائیں طرف سے آغاز کرنا مستحب ہے

553 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِى الشَّعْثَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِىْ طُهُوْرِهٖ اِذَا تَطَهَّرَ وَفِىْ تَرَجُّلِهٖ اِذَا تَرَجَّلَ وَفِىْ انْتِعَالِهٖ اِذَا انْتَعَلَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الشَّعْثَاءِ اسْمُهٗ سُلَيْمُ بْنُ اَسْوَدَ الْمُحَارِبِىُّ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دائیں طرف سے آغاز کرنا پسند تھا' کنگھی کرتے وقت ہوئے بھی' جوتا پہنتے ہوئے بھی جب آپ (اسے) پہنتے تھے۔ (دائیں طرف سے آغاز کرنا ہی پسند تھا)

ابوشعثاء نامی راوی کا نام سلیمان بن اسود محاربی ہے۔

553: اخرجه البخاری (324/1): كتاب الوضوء، باب: التيمن في الوضوء والغسل' حديث (168)' و (623/1): كتاب الصلاة باب: التيمن في دخول المسجد وغيره' حديث (426)' و (436/9): كتاب الاطعمة: باب: التيمن في الاكل وغيره' حديث (5380)' و (322/10): كتاب اللباس: باب يبدا بالنعل اليمنى' حديث (5854)' و (381/10): باب: الترجيل او التيمن فيه' حديث (5926)' و مسلم (76/2- الابى): كتاب الطهارة: باب: التيمن في الطهور وغيره' حديث (66-67/268) وابو داؤد (468/2): كتاب اللباس: باب: في الانتعال' حديث (4140)' والنسائى (78/1): كتاب الطهارة: باب: باى الرجلين يبدا بالغسل' و (205/1): كتاب الغسل والتيمم: باب: التيمن في الطهور' و (185/8): كتاب الزينة: باب: التيامن في الترجل' وابن ماجه (141/1) كتاب الطهارة و سننها: باب التيمن في الوضوء' حديث (401)' واحمد (94/6 -130-174-187-202-210) وابن خزيمة (91/1) حديث (179) و (122/1) حديث (244) من طريق اشعث بن ابى الشعثاء' عن ابيه عن مسروق عن عائشة' فذكره۔

شرح

حصول طہارت کے وقت دائیں عضو سے شروع کرنا

جسم کے وہ اعضاء جو سجود اور وضو کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں سب کے سب روشن ہوں گے۔ ان کو استعمال میں لاتے وقت اور دھوتے وقت پہلے دایاں عضو اور پھر بایاں اختیار کیا جائے۔ مثلاً دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں میں سے پہلے دائیں کو پھر بائیں کو اختیار کیا جائے' وہ اعضاء جو طاق عدد ہیں انہیں چاہیں تو دائیں طرف سے یا چاہیں تو بائیں جانب سے شروع کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً چہرہ اور سر وغیرہ۔ حدیث باب میں بھی یہی سبق دیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے وقت دائیں جانب کو اختیار کرتے پھر بائیں طرف کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دائیں کو بائیں پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔ لہٰذا افضل پہلے ہے اور مفضول بعد میں۔

بَاب قَدْرِ مَا يُجْزِئُ مِنَ الْمَآءِ فِي الْوُضُوْءِ

باب 39: کتنے پانی کے ساتھ وضو کرنا کافی ہے؟

554 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى عَنِ ابْنِ جَبْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يُجْزِئُ فِي الْوُضُوْءِ رِطْلَانِ مِنْ مَاءٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ

حدیثِ دیگر: وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَضَّاُ بِالْمَكُّوكِ وَيَغْتَسِلُ بِخَمْسَةِ مَكَاكِيَّ

وَرُوِىَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَضَّاُ بِالْمُدِّ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دو رطل پانی سے وضو ہو جاتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف شریک نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں جو انہی الفاظ میں منقول ہے۔

شعبہ نامی راوی نے عبداللہ بن عبداللہ جبر کے حوالے سے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکوک پانی (یعنی ایک صاع پانی) کے ذریعے وضو کر لیتے تھے اور پانچ مکوک (یعنی پانچ صاع پانی) کے ذریعے غسل

554- اخرجه احمد فی "مسنده": (179/3) من طریق وکیع' قال: حدثنا شریک' عن عبد اللّٰہ بن عیسیٰ' عن ابن جبیر' عن انس بن مالک' فذکرہ۔

کر لیتے تھے۔

سفیان ثوری نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک "مدّ" (پانی) کے ذریعے وضو کر لیتے تھے اور ایک صاع (پانی) کے ذریعے غسل کر لیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت، شریک کی نقل کردہ روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

وضو کے لیے پانی کی مقدار کا مسئلہ

وضوء کے لیے کتنی مقدار میں پانی درکار ہے؟ یہ مسئلہ تفصیل سے سابقہ ابواب میں گزر چکا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وضو کرتے وقت پانی کے استعمال میں میانہ روی و اعتدال کو پیش نظر رکھا جائے۔ وہ اس طرح کہ نہ فضول خرچی کو پیش نظر رکھا جائے کیونکہ اسراف کرنے والا شیطان کا بھائی ہے اور نہ بخل سے کام لیا جائے کہ اعضاء وضو پر اچھے طریقہ سے پانی بہا کر دھوئے ہی نہ جائیں۔ خیر الامور اوسطها پر عمل کرتے ہوئے وضو کیا جائے۔ حدیث باب میں وضو کے لیے پانی کی مقدار دو رطل بیان کی گئی ہے۔ (یاد رہے ایک رطل ۴۰۷ گرام کا ہوتا ہے)

بَابُ مَا ذُكِرَ فِيْ نَضْحِ بَوْلِ الْغُلَامِ الرَّضِيعِ

باب 40: دودھ پینے والے بچے کے پیشاب پر پانی بہانا

555 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ حَرْبِ بْنِ اَبِي الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: فِيْ بَوْلِ الْغُلَامِ الرَّضِيعِ يُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ قَالَ قَتَادَةُ وَهٰذَا مَا لَمْ يَطْعَمَا فَاِذَا طَعِمَا غُسِلَا جَمِيْعًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: رَفَعَ هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ قَتَادَةَ وَاَوْقَفَهُ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

555- اخرجه ابو داؤد (156/1): كتاب الطهارة: باب: بول الصبى يصيب الثوب' حديث (378)' وابن ماجه (174/1): كتاب الطهارة و سننها: باب: ماجاء فى بول الصبى الذى لم يطعم' حديث (525)' واحمد (137-97-76/1)' وابن خزيمة (143/1) حديث (284) من طريق هشام الدستوائى' عن قتادة عن ابى حرب بن ابى الاسود' عن ابيه على بن ابى طالب' فذكره- واخرجه ابو داؤد (156/1): كتاب الطهارة: باب: بول الصبى يصيب الثوب' حديث (377) قال: حدثنا مسدد' قال: حدثنا يحيى' عن ابن ابى عروبة' عن قتادة عن ابى حرب بن ابى الاسود' عن ابيه' عن على رضى الله عنه' قال: يغسل بول الجارية' وينضح بول الغلام مالم يطعم- (موقوفاً)

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے دودھ پینے والے بچوں کے پیشاب کے بارے میں یہ فرمایا ہے: لڑکے کے پیشاب پر پانی بہادیا جائے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں: یہ حکم اس وقت ہے جب وہ دونوں کچھ کھاتے پیتے نہ ہوں، لیکن اگر وہ کھاتے پیتے ہوں، تو ان دونوں کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہشام دستوائی نے اس روایت کو قتادہ کے حوالے سے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

جبکہ سعید بن ابوعروبہ نے اس روایت کو قتادہ کے حوالے سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

شرح

شیرخوار بچے کے پیشاب کو چھینٹے دینے کا مسئلہ

یہ مسئلہ باب الطہارت میں تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے، لہٰذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي مَسْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ

باب 41- نبی اکرم ﷺ نے سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی (موزوں پر) مسح کیا

556 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَأَيْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقُلْتُ لَهُ أَقَبْلَ الْمَائِدَةِ أَمْ بَعْدَ الْمَائِدَةِ قَالَ مَا أَسْلَمْتُ إِلَّا بَعْدَ الْمَائِدَةِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ النَّحْوِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ زِيَادٍ نَحْوَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُقَاتِلِ ابْنِ حَيَّانَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے وضو کرتے ہوئے موزوں پر مسح کیا، میں نے ان سے اس بارے میں بات کی، تو انہوں نے فرمایا: مجھے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یاد ہے، آپ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے موزوں پر مسح کیا۔ شہر بن حوشب کہتے ہیں: میں نے ان سے دریافت کیا: یہ سورۂ مائدہ نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے یا بعد کا؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔

یہی روایت ایک سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ شہر بن حوشب سے اس کے منقول ہونے کو ہم صرف مقاتل بن حیان

کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

نزول سورہ مائدہ کے بعد موزوں پرمسح کرنے کا جواب

اس مسئلہ کی تفصیل بھی کتاب الطہارت میں گزر چکی ہے، اس لیے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الرُّخْصَةِ لِلْجُنُبِ فِي الْاَكْلِ وَالنَّوْمِ اِذَا تَوَضَّاَ

باب 42- جنبی شخص جب وضو کرلے تو اس کے لیے کھانے اور سونے کی رخصت

557 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَمَّارٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلْجُنُبِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ اَوْ يَشْرَبَ اَوْ يَنَامَ اَنْ يَّتَوَضَّاَ وُضُوْئَهٗ لِلصَّلٰوةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی شخص کو یہ رخصت دی ہے: جب اس نے کھانا ہو یا پینا ہو یا سونا ہو' تو وہ نماز کے وضو کی طرح وضو کرلے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حالت جنابت میں کھانے پینے اور سونے کا مسئلہ

اس مسئلہ کی تفصیل کتاب الطہارت میں گزر چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنبی شخص کا کوئی چیز کھانے پینے اور سونے سے قبل غسل کرنا افضل ہے۔ صرف وضو پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے۔ یہ درمیانہ درجہ ہے۔ صرف دونوں ہاتھ دھو کر اور کلی کر کے کھانا پینا اور سونا بھی مباح ہے۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

557- اخرجه ابو داؤد (107/1): كتاب الطهارة: باب: من قال: يتوضا الجنب' حديث (225)' و (478/2) كتاب الترجل: باب: في الخلوق للرجال' حديث (4176)' و (609/2): كتاب السنة: باب: ترك السلام على اهل الاهواء' حديث (4601)' واحمد (320/4) من طريق حماد بن سلمة' قال: اخبرنا عطاء الخراساني' عن يحيى بن يعمر عن عمار' فذكره- واخرجه احمد (320/4)' وابو داؤد (479/2) كتاب الترجل: باب: في الخلوق للرجال' حديث (4177) من طريق ابن جريج' قال: اخبرني عمر بن عطاء بن ابي الخوار' انه سمع يحيى بن يعمر يخبر عن رجل اخبره عن عمار بن ياسر' زعم ان يحيى قد سمى ذلك الرجل' ونسيه عمر-

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي فَضْلِ الصَّلٰوةِ

باب 43- نماز کی فضیلت کا بیان

558 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي زِيَادٍ الْقَطَوَانِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا غَالِبٌ اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ عَائِذٍ الطَّائِيِّ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعِيذُكَ بِاللّٰهِ يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ مِنْ اُمَرَاءَ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِي فَمَنْ غَشِيَ اَبْوَابَهُمْ فَصَدَّقَهُمْ فِي كَذِبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ وَلَا يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ وَمَنْ غَشِيَ اَبْوَابَهُمْ اَوْ لَمْ يَغْشَ فَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ فِي كَذِبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَهُوَ مِنِّي وَاَنَا مِنْهُ وَسَيَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ الصَّلٰوةُ بُرْهَانٌ وَّالصَّوْمُ جُنَّةٌ حَصِينَةٌ وَّالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ اِنَّهُ لَا يَرْبُوْ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ اِلَّا كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوْسٰى

توضیح راوی: وَاَيُّوْبُ بْنُ عَائِذٍ الطَّائِيُّ يُضَعَّفُ وَيُقَالُ كَانَ يَرٰى رَاْيَ الْاِرْجَاءِ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوْسٰى وَاسْتَغْرَبَهُ جِدًّا وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوْسٰى عَنْ غَالِبٍ بِهٰذَا

◆◆ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے کعب بن عجرہ! میں تمہیں ان امراء سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں' جو میرے بعد ہوں گے' جو شخص ان کے دروازوں پر جائے گا' اور ان کے جھوٹ میں ان کی تصدیق کرے گا' اور ان کے ظلم میں ان کی مدد کرے گا' اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں' وہ میرے حوض پر مجھ تک نہیں آسکے گا' اور جو شخص ان کے دروازوں پر جائے یا نہ جائے اور ان کے جھوٹ میں ان کی تصدیق نہ کرے اور ان کے ظلم میں ان کی مدد نہ کرے وہ مجھ سے ہے' اور میں اس سے ہوں' اور عنقریب وہ حوض پر میرے پاس آئے گا' اے کعب بن عجرہ! نماز برہان ہے روزہ ڈھال ہے' صدقہ' گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے' جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

اے کعب بن عجرہ! جس گوشت کی پرورش حرام (مال) سے ہوئی ہو' وہ جہنم کا مستحق ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا: تو وہ اس حدیث کو صرف عبید اللہ بن موسیٰ نامی راوی کے حوالے سے جانتے تھے' انہوں نے اسے بہت زیادہ ''غریب'' قرار دیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن نمیر نے اس روایت کو عبید اللہ بن موسیٰ کے حوالے سے' غالب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 44: (بلاعنوان)

559 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ اَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمُ ابْنُ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِيْعُوْا ذَا اَمْرِكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ قَالَ فَقُلْتُ لِاَبِيْ اُمَامَةَ مُنْذُ كَمْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَالَ سَمِعْتُهُ وَاَنَا ابْنُ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ کے دوران یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ سے اپنے پروردگار سے ڈرو! پانچ نمازیں ادا کرو اپنے (رمضان کے) مہینے کے روزے رکھو اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو اور اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' آپ نے کتنا عرصہ پہلے اس حدیث کو سنا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے اسے اس وقت سنا تھا جب میں تیس سال کا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نماز کی فضیلت

حدیث باب میں زبان نبوت سے چند مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے' جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- امراء کے کذب وظلم کی تصدیق ومعاونت کی وعید: حکمران طبقہ اگر اسلامی اصولوں کے خلاف سیاست کر رہا ہو تو ان سے اجتناب واحتراز بہتر ہے۔ ان کے کذب وجھوٹ اور ظلم وستم کی تصدیق ومعانت زہر قاتل ہے' جس کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور یہ عمل جام کوثر سے محرومی کا سبب بنے گا۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو حکمران طبقہ کے پاس جا کر یا پاس جائے بغیر کذب اور غلط معاملہ میں ان کی گرفت کرتے ہیں اور ان کے ظلم وستم کی مذمت کرتے ہیں، وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ایمانی تعلق میں اضافہ کر لیتے ہیں اور حوض کوثر سے جام کوثر پینے کے بھی حقدار بن جاتے ہیں۔

559- اخرجه ابو داؤد (601/1): كتاب المناسك: باب: من قال: خطب يوم النحر' حديث (1955) واحمد (262-251/5) من طريق سليم بن عامر عن ابي امامة' فذكره-

۲- ظالم حکمرانوں کا قرب باعث لعنت اور دوری باعث رحمت: حکمرانوں کے پاس جانا اور ملاقات کرنا معیوب نہیں ہے بلکہ قابل مذمت ایسی بات یا ایسا عمل ہے، جس سے ان کی غلط پالیسیوں کی تائید وتصدیق اور معاونت ہوتی ہو۔ ان کے پاس جا کر ان کی اصلاح کرنا اور کلمۂ حق کہنا بہت بڑا جہاد ہے۔ اس سلسلے میں ایک مشہور حدیث ہے کہ حکمرانوں کے پاس جا کر کلمہ حق کہنا جہاد ہے۔ البتہ وہ حکمران جن کی سیاست وریاست اسلامی اصولوں کے مطابق ہو، تو ان کی پیروی ومعاونت واجب ہے۔ قرآن کریم نے ایسے اولوالامر کی اتباع کا حکم دیا ہے۔

۳- نماز برہان ہے: اس روایت میں نماز کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔ برہان بمعنیٰ دلیل ہے اور دلیل کسی دعویٰ پر ہوتی ہے۔ انسان نے نماز کی شکل میں عملی عبادت کا مظاہرہ کرکے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کی کوشش کی تو نماز اس کے اس عظیم دعویٰ کی دلیل اعظم بن گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا رأیتم الرجل یلازم المسجد فاشهدوا له بالایمان (جامع ترمذی) ''جب تم کسی شخص کو مسجد میں آتے ہوئے (نماز ادا کرتے ہوئے) دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔'' جائے نماز (سجدہ گاہ) بھی قیامت کے دن اس کے ایمان اور نماز ادا کرنے کی شہادت دے گی۔ یہی نماز قیامت کے دن نور اور بخشش کا باعث بنے گی۔

۴- فضیلت روزہ: نماز کی طرح اس روایت میں روزہ کی بھی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔ فرمایا گیا ہے: ''روزہ عظیم الشان ڈھال ہے۔'' ڈھال وہ آلہ ہے، جس کے ذریعے دشمن کے حملہ کو روکا جاتا ہے اور دشمن کو شکست دینے کی جدوجہد کی جاتی ہے۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے، روزہ رکھ کر مسلمان اس کے تمام حربوں، فتنوں اور جالوں سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیتا ہے۔ روزہ سے مراد اللہ تعالیٰ اور بندے کے مابین خصوصی تعلق وعلاقہ ہے، جس کا دوسرے شخص کو بتائے بغیر علم نہیں ہو سکتا۔ اس طرح روزہ ایک مخفی اور ریاء سے پاک ریاضت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت کو اختیار کرنے والے کے لیے خصوصی انعامات واکرامات اور نوازشات کی خوشخبریاں سنائی ہیں۔ زبان نبوت سے اس حوالے سے فرمایا گیا ہے کہ روزہ ایک عظیم ڈھال ہے، جس کے ذریعے شیطان کے حملوں سے بآسانی بچا جا سکتا ہے۔

۵- فضیلت صدقہ: لفظ ''صدقہ'' وسیع ترین مفہوم کو شامل ہے۔ اس سے مراد زکوٰۃ، صدقہ فطر اور خیرات وغیرہ ہیں۔ صدقہ وخیرات اور ہدیہ پیش کرنے سے انسان کے دل سے دنیا کی محبت کم جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے صدقہ کرنے سے مصیبت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ بات مشاہدہ میں بھی آئی ہے کہ علالت ومرض کی حالت میں صدقہ وخیرات کرنے سے شفاء وصحت حاصل ہوتی ہے۔ خواہ دوائی کا استعمال کرنا سنت ہے لیکن اس کے اثرات کا ظہور بتاخیر ہوتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں صدقہ، خیرات اور ہدیہ وغیرہ کے اثرات عجلت سے سامنے آجاتے ہیں۔

۶- دخول جنت کا آسان نسخہ: اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے بے پناہ محبت ہے، جس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے اور اسی طرح رسول

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش تھی کہ تمام امت جنت میں داخل ہو جائے۔ آپ اپنی امت کی اصلاح اور دارین میں کامیابی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ دوسری حدیث باب میں دخول جنت کا آسان ترین نسخہ بیان کر کے آپ نے امت کو ترغیب جنت دی ہے۔ چنانچہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر یوں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم اپنے اللہ سے ڈرو، پانچ نمازیں ادا کرو، رمضان المبارک کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے اولوالامر کی اطاعت کر کے جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

شرح ترمذی شریف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

حضرت علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی دامت برکاتہم

شبیر برادرز

اردو بازار ○ لاہور

شرح جامع ترمذی شریف

2

تصنیف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شرح

محمد لیسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

هو القادر

شرح جامع ترمذی شریف

مترجم ——— ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
شرح ——— محمد یسین قصوری نقشبندی
کمپوزنگ ——— ورڈز میکر
باہتمام ——— ملک شبیر حسین
سن اشاعت ——— فروری 2016ء
سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر، ودود 0322-7202212
طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ ——— روپے فی جلد

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

شبیر برادرز
۴۰۔ اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

ابو طلحہ محمد زین العابدین

كِتَابُ الزَّكٰوةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الصَّوْمِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الْحَجِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الْجَنَائِزِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ النِّكَاحِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

كِتَابُ الرَّضَاعِ

كِتَابُ الْبُيُوعِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الزَّكٰوةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

زکوٰۃ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

۱-ماقبل بحث سے ربط: سابقہ اوراق میں نماز سے متعلق تفصیلی بحث تھی اور قرآن وحدیث میں نماز سے متصل زکوٰۃ کا ذکر ہے، اسی مناسبت سے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد زکوٰۃ کی بحث کا آغاز کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ "نماز، روزہ" کی اصطلاح جو عموماً خواص وعوام استعمال کرتے ہیں، غلط ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے: نماز، زکوٰۃ۔

۲-زکوٰۃ کے لغوی وشرعی معانی: لفظ "زکوٰۃ" باب تفعیل: زکی یزکی سے خلاف قیاس مصدر ہے، جس طرح لفظ "صلوٰۃ" باب تفعیل: صلی یصلی کا مصدر ہے۔ زکوٰۃ کا لغوی معنیٰ صدقہ، نفقہ، حق، طہارت اور عفو ودرگزر کرنا ہے۔ اس کا شرعی واصطلاحی معنیٰ ہے: اعطاء جزء من النصاب الحولی الی فقیر وغیرہ وہ (مالی) نصاب ہے جس پر سال گزرنے پر اس کا کچھ حصہ کسی غریب وغیرہ کو دے دیا جائے۔

۳-وجوب زکوٰۃ کی تاریخ: زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جو نماز کی طرح قطعی فرض ہے۔ اس کا انکار کفر اور عدم ادائیگی فسق ہے۔ زکوٰۃ کب فرض ہوئی؟ اس بارے میں دو قول ہیں: (۱) روزہ، نماز جمعہ اور نماز عیدین کی طرح زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت سے قبل فرض ہو چکی تھی لیکن اس کے تفصیلی احکام ہجرت کے بعد نازل ہوئے اور ان پر عمل شروع ہو گیا ہے۔

۴-فرضیت زکوٰۃ کی حکمتیں: فرضیت زکوٰۃ کی متعدد حکمتیں ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) فریضہ کی ادائیگی: زکوٰۃ ادا کرنے سے ایک عظیم الشان مالی عبادت ادا ہو جاتی ہے۔

(۲) تطهیر من الادناس: (میل کچیل کو دور کرنا) زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سادات کرام کو زکوٰۃ دینا منع ہے کیونکہ ان کی شایان شان نہیں ہو سکتا۔

(۳) رشتہ اخوت میں استحکام: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے یہ رشتہ مستحکم ومضبوط ہو جاتا ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں مدد ومعاونت کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔

(۴) تحفظ اموال: اسلامی اصولوں کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک ہو کر محفوظ ومامون ہو جاتا ہے جو چوری نہیں ہو سکتا اور ضائع نہیں ہو سکتا۔

(۵) دیگر عبادات کی طرح زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے درجات بلند ہو جاتے

ہیں۔

(۶) دنیا سے عدم محبت کا درس: دین اسلام میں صاحب نصاب لوگوں پر زکوٰۃ فرض کرکے دنیا کی محبت انسان کے دل سے کم کی گئی ہے۔ مسلمان کی زندگی کا مقصد رضاء الٰہی اور خوشنودی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ کہ کشور کشائی اور دنیا کی دولت۔

بَابُ مَا جَآءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَنْعِ الزَّكَاةِ مِنَ التَّشْدِيْدِ

باب 1- زکوٰۃ ادا کرنے کی شدید مذمت

560 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ التَّمِيْمِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ

متنِ حدیث: جِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ قَالَ فَرَآنِيْ مُقْبِلًا فَقَالَ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَقُلْتُ مَا لِيْ لَعَلَّهُ اُنْزِلَ فِيَّ شَيْءٌ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمُ الْاَكْثَرُوْنَ اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَحَثَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يَمُوْتُ رَجُلٌ فَيَدَعُ اِبِلًا اَوْ بَقَرًا لَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا اِلَّا جَائَتْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْظَمَ مَا كَانَتْ وَاَسْمَنَهُ تَطَؤُهُ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا نَفِدَتْ اُخْرَاهَا عَادَتْ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مِثْلُهُ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لُعِنَ مَانِعُ الصَّدَقَةِ وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ ذَرٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاسْمُ اَبِيْ ذَرٍّ جُنْدَبُ بْنُ السَّكَنِ وَيُقَالُ ابْنُ جُنَادَةَ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ الدَّيْلَمِ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ مُزَاحِمٍ قَالَ الْاَكْثَرُوْنَ اَصْحَابُ عَشَرَةِ الْاٰفٍ قَالَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ مَرْوَزِيٌّ رَجُلٌ صَالِحٌ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ اس وقت خانہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے' جب آپ نے مجھے آتے ہوئے دیکھا' تو ارشاد فرمایا: قیامت کے دن وہ سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہوں گے۔ ربّ کعبہ کی قسم! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے سوچا میرا کیا ہوگا' شاید میرے بارے میں کوئی حکم

560- اخرجه البخاری (533/11) كتاب الايمان والنذور: باب: كيف كان يمين النبی صلى الله عليه وسلم رقم (6638)' ومسلم (686/2) كتاب الزكاة: باب: تغليظ عقوبة من لا يؤدی الزكاة رقم (990/30)' والنسائی (10/5) كتاب الزكاة: باب: التغليظ فی حبس الزكاة رقم (2440)' (29/5) كتاب الزكاة: باب: مانع زكاة الغنم رقم (2456)' وابن ماجه (569/1) كتاب الزكاة: باب: ما جاء فی منع الزكاة رقم (1785)' واحمد (152/5 -169/157)' والدارمی (381/1) كتاب الزكاة: باب: من لا يؤدی زكاة الابل والبقر والغنم' وابن خزيمة (9/4) حديث (2251)' والحميدی (77/1) رقم (140)۔

نازل ہوا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ کون لوگ ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ صاحب حیثیت لوگ ہیں ماسوائے شخص کے جو یہ کہے: اتنا' اتنا اور اتنا' نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ ملا کر آگے کی طرف دائیں طرف اور بائیں طرف (اشارہ کر کے فرمایا)

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جو بھی شخص مر جائے اور اس نے اونٹ یا گائے چھوڑی ہو جس کی زکوٰۃ اس نے ادا نہ کی ہو تو جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو وہ پہلے سے بڑے ہوں گے اور زیادہ موٹے ہوں گے اور پھر اپنے پاؤں کے ذریعے اس شخص کو روندیں گے اور سینگوں کے ذریعے اسے ماریں گے جب ان میں سے آخری گزر جائے گا تو پہلے والا دوبارہ آ جائے گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا (یعنی قیامت کے پورے دن کے دوران ایسا ہوتا رہے گا۔)

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے یہ بات منقول ہے: وہ فرماتے ہیں: زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

حضرت قبیصہ بن ہلب نے اپنے والد کے حوالے سے (ان کے علاوہ) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (کے حوالے سے بھی احادیث منقول ہیں)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام جندب بن سکن ہے۔

ایک قول کے مطابق (جندب) بن جنادہ ہے۔

حضرت ضحاک بن مزاحم بیان کرتے ہیں: صاحب حیثیت سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس دس ہزار (درہم یا دینار) ہوں۔

شرح

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی مذمت ووعید

زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔ قرآن وسنت میں اس کے ادا کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ اس کے ادا نہ کرنے کی وعید و مذمت بیان کی گئی ہے۔ سونا، چاندی اور نقدی کی شکل میں جس کے پاس دولت ہوگی اور وہ ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا جب وہ مر جائے گا تو یہی دولت گرم کر کے اس سے اس کی پیشانی اور پہلوؤں کو داغا جائے گا۔ علاوہ ازیں اس کی دولت ایک اژدہا کی شکل اختیار کر کے بطور طوق اس کے گلے سے لپٹ جائے گا اور یوں کہے گا کہ میں تیرا وہ مال ہوں جس کی تو زکوٰۃ نہیں ادا کرتا تھا۔

جس شخص کے پاس اونٹوں، بھینسوں اور بکریوں کی شکل میں دولت ہوگی اور وہ ان کی زکوٰۃ ادا کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو جائے گا تو قیامت کے دن اسے لٹا دیا جائے گا اور یہ جانور دنیا سے بھی بڑھ کر فربہ اور موٹے تازے ہوں گے، ایک قطار کی شکل میں اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے اور سینگوں کے ساتھ اسے ماریں گے۔ جب آخری جانور اس کے اوپر سے گزر جائے گا تو دوبارہ، سہ بار بلکہ مسلسل اسے یہ سزا دیتے رہیں گے حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان حساب و کتاب کا عمل مکمل ہو جائے گا اور ان کے مابین

جنت ودوزخ کا فیصلہ ہوجائے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ زکوٰۃ ادانہ کرنے والے شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کا نزول ہوتا ہے۔

سوال: حدیث باب کے الفاظ: هم الاکثرون کی تفسیر میں حضرت امام ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے: "اصحاب عشرة الاف" سے کی ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (۱) قرآن کریم کے الفاظ: القناطير المقنطرة کی تفسیر میں بعض مفسرین نے دس ہزار درہم بتائی ہے، لہٰذا: هم الاکثرون سے مراد دس ہزار والے لوگ ہیں۔ (۲) قتل خطاء کی دراہم کی شکل میں دس ہزار درہم دیت بنتی ہے، چونکہ انسان کی جان محترم اور قیمتی ہے، جس کا عوض مال کثیر ہی ہوسکتا ہے۔ شریعت مطہرہ کے نزدیک دس ہزار مال کثیر تصور کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حدیث باب کے راوی ہیں، وہ یمن کے باشندے تھے اور مکہ مکرمہ آ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ ہجرت کے بعد وہ عازم ہجرت ہوکر مدینہ طیبہ میں آ کر مقیم ہو گئے۔ آپ کے نام سے مدینہ طیبہ میں "مسجد ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ" موجود ہے۔ آپ کا نظریہ تھا کہ سونا، چاندی اور نقدی ذخیرہ کرنا منع ہے۔ آپ اپنے پاس کوئی چیز نہیں رکھتے تھے بلکہ جو چیز بھی ہوتی غرباء اور مساکین میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ دنیا اور مافیہا سے آپ کو سخت نفرت تھی اور بے سہارا لوگوں کی خدمت کرنے کو عبادت قرار دیتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا اَدَّيْتَ الزَّكَاةَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ

باب 2- جب تم زکوٰۃ ادا کردو تو جو تمہارے ذمے لازم ہے وہ تم نے ادا کردیا

561 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اَدَّيْتَ زَكٰوةَ مَالِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ اَنَّهُ ذَكَرَ الزَّكَاةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا فَقَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَتَطَوَّعَ

توضیحِ راوی: وَابْنُ حُجَيْرَةَ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُجَيْرَةَ الْمَصْرِيُّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تم نے اپنے ذمے لازم فرض کو ادا کردیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

561- اخرجه ابن ماجه (570/1) كتاب الزكاة: باب: ما ادى زكاته ليس بكنز رقم (1788) وابن خزيمة (111,110/4) حديث (2471)

نبی اکرم ﷺ سے دیگر حوالوں سے یہ بھی منقول ہے: آپ نے زکوٰۃ کا تذکرہ کیا' تو وہ شخص بولا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میرے اوپر اس کے علاوہ بھی کوئی ادائیگی لازم ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں' البتہ اگر تم نفلی (طور پر صدقہ وخیرات کرنا چاہو تو یہ تمہارے حق میں) زیادہ بہتر ہے۔

ابن حجیرہ نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن حجیرہ بصری ہے۔

562 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا نَتَمَنّٰى اَنْ يَّاْتِيَ الْاَعْرَابِيُّ الْعَاقِلُ فَيَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ اَتَاهُ اَعْرَابِيٌّ فَجَثَا بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَسُوْلَكَ اَتَانَا فَزَعَمَ لَنَا اَنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ فَبِالَّذِيْ رَفَعَ السَّمَاءَ وَبَسَطَ الْاَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ اللّٰهُ اَرْسَلَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ رَسُوْلَكَ زَعَمَ لَنَا اَنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ فَبِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ اللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ رَسُوْلَكَ زَعَمَ لَنَا اَنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِي السَّنَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ اللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ رَسُوْلَكَ زَعَمَ لَنَا اَنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّ عَلَيْنَا فِيْ اَمْوَالِنَا الزَّكَاةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ اللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ رَسُوْلَكَ زَعَمَ لَنَا اَنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّ عَلَيْنَا الْحَجَّ اِلَى الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ فَبِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ اللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَقَالَ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَدَعُ مِنْهُنَّ شَيْئًا وَّلَا اُجَاوِزُهُنَّ ثُمَّ وَثَبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ صَدَقَ الْاَعْرَابِيُّ دَخَلَ الْجَنَّةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قولِ امام بخاری: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِقْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ الْقِرَاءَةَ عَلَى الْعَالِمِ وَالْعَرْضَ عَلَيْهِ جَائِزٌ مِثْلُ السَّمَاعِ وَاحْتَجَّ بِاَنَّ الْاَعْرَابِيَّ عَرَضَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَرَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم یہ آرزو کیا کرتے تھے کہ کوئی سمجھدار دیہاتی آئے اور نبی اکرم ﷺ سے

662- اخرجه مسلم (1/134-138 - الابى) كتاب الايمان: باب: السوال عن اركان الاسلام، رقم (12/10) والنسائى (4/121,122) كتاب الصيام: باب: وجوب الصيام، رقم (2091) واحمد (3/143-193) والدارمى (1/164) كتاب الصلاة: باب: فرض الوضوء والصلاة، وعبد بن حميد (ص 384) رقم (1285)۔

سوال کرے ہم اس وقت آپ کے پاس موجود ہوں۔

ایک مرتبہ ہم اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے' ایک دیہاتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے' دوزانوں ہو کر بیٹھ گیا وہ بولا: اے حضرت محمد ﷺ! آپ کے قاصد ہمارے پاس آئے' انہوں نے ہمیں یہ بتایا: آپ یہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! وہ بولا: اس ذات کی قسم! جس نے آسمان کو بلند کیا ہے' زمین کو بچھایا ہے' پہاڑوں کو نصب کیا ہے' کیا اللہ تعالیٰ نے واقعی آپ کو مبعوث کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا' جی ہاں! وہ بولا: آپ کے قاصد نے ہمیں یہ بتایا ہے: آپ یہ فرماتے ہیں: ہم پر روزانہ پانچ نمازیں پڑھنا لازم ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایسا ہی ہے وہ بولا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے' کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! وہ بولا: آپ کے قاصد نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے: آپ یہ فرماتے ہیں: ہم پر سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا لازم ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے ٹھیک کہا ہے وہ بولا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو مبعوث کیا' کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! وہ بولا: آپ کے قاصد نے ہمیں یہ بتایا ہے: آپ یہ فرماتے ہیں: ہم پر اپنے اموال میں زکوٰۃ دینا لازم ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے ٹھیک کہا ہے وہ دیہاتی بولا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! وہ بولا: آپ کے قاصد نے ہمیں یہ بتایا ہے: آپ یہ فرماتے ہیں: ہم پر بیت اللہ کا حج کرنا لازم ہے' اس شخص پر' جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتا ہو' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! وہ بولا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے' کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! وہ بولا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے' میں ان میں سے کسی بھی چیز کو نہیں چھوڑوں گا' اور ان میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کروں گا۔ (راوی بیان کرتے ہیں) پھر وہ شخص چلا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ دیہاتی ٹھیک کہہ رہا ہے' تو یہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: علم حدیث کے بعض ماہرین نے یہ بات بیان کی ہے۔ اس حدیث کے ذریعے یہ بات واضح ہوتی ہے: عالم شخص کے سامنے پڑھ کر (سنانا) یا اس کے سامنے بیان کرنا جائز ہے' اور اس کی حیثیت (عالم سے کوئی بات) سننے کی طرح ہے۔

انہوں نے یہ دلیل پیش کی ہے: ایک دیہاتی شخص نے نبی اکرم ﷺ سامنے کچھ باتیں پیش کی تھیں اور نبی اکرم ﷺ نے ان کا اقرار کیا۔ (یعنی تصدیق کی تھی۔)

شرح

مال کا حق زکوٰۃ ادا کرنا

اللہ تعالیٰ جس شخص کو اپنے فضل وکرم سے مال و دولت سے نوازتا ہے تو اس پر مال کا حق واجب ہو جاتا ہے جو یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

سوال: ایک روایت میں ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال کا حق ادا ہو جاتا ہے جبکہ دوسری حدیث میں مزید حقوق بھی بیان کیے گئے ہیں مثلاً صدقہ فطر، عشرہ، سائل کو خالی ہاتھ نہ پھیرنا، ہمسائے کو بھوکا نہ چھوڑنا اور بھوکے کو کھانا کھلانا وغیرہ۔ ان روایات میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

جواب: دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ مال کی زکوٰۃ ادا کرنا، مال کا حق اول درجہ کا ہے جبکہ دیگر حقوق ثانوی درجہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا دونوں روایات میں تضاد اور منافات باقی نہ رہا۔

دوسری حدیث باب میں قبیلہ بنی سعد بن بکر کے ترجمان حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دین کے بنیادی امور کے حوالے سے چند سوالات کے زبان نبوت سے دلنشین جوابات دیے گئے ہیں۔ ان سوالات میں سے ایک سوال زکوٰۃ کے حوالے سے تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ دیگر اعمال کی طرح زکوٰۃ بھی اسلام کا ایک کلیدی رکن ہے۔ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا انداز گفتگو بتاتا ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے مسلمان ہوئے پھر انہوں نے سلسلہ سوالات شروع کیا تھا۔

مَا جَآءَ فِيْ زَكٰوةِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ

باب 3 - سونے اور چاندی کی زکوٰۃ

563 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: قَدْ عَفَوْتُ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ فَهَاتُوْا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا وَّلَيْسَ فِيْ تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ

563–اخرجه ابو داؤد (494/1) كتاب الزكاة: باب: في زكاة السائمة رقم (1574) والنسائي (37/5) كتاب الزكاة: باب: زكاة الورق رقم (2477-2578) واحمد (1/92-113, 114) والدارمي (383/1) كتاب الزكاة: باب: زكاة الورق وابن خزيمة (29/4) رقم (2284) كلهم عن ابي اسحق عن عاصم بن حمزة عن علي يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم قال ابو داؤد: "راوى هذا الحديث الاعمش عن ابي اسحق كما قال ابو عوانة" ورواه شيبان ابو معاوية و ابراهيم بن طهمان عن ابي اسحق عن الحارث عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله قال ابو داؤد: "روى حديث النفيلي - شعبة و سفيان وغيرهما عن ابي اسحق عن عاصم عن علي لم يرفعوه اوقفوه على علي-

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّیْقِ وَعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ الْاَعْمَشُ وَاَبُوْ عَوَانَةَ وَغَیْرُهُمَا عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِیٍّ وَرَوٰی سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَابْنُ عُیَیْنَةَ وَغَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِیٍّ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ فَقَالَ كِلَاهُمَا عِنْدِیْ صَحِیْحٌ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ یُحْتَمَلُ اَنْ یَّكُوْنَ رُوِیَ عَنْهُمَا جَمِیْعًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے' تو تم چاندی کی زکوٰۃ ادا کرلو' ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم' پھر ایک سو نوے تک کوئی مزید ادائیگی نہیں ہوگی' جب یہ دوسو ہو جائیں' تو ان میں پانچ درہم (ادا کرنا لازم) ہو جائیں گے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اعمش' ابوعوانہ اور ان دونوں کے علاوہ دیگر راویوں نے' اس روایت کو ابواسحٰق کے حوالے سے' عاصم بن ضمرہ کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

سفیان ثوری' ابن عیینہ اور دیگر حضرات نے اس کو' ابواسحٰق کے حوالے سے' حارث کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک یہ دونوں اسناد مستند ہیں' جو ابواسحٰق کے حوالے سے منقول ہیں' اس بات کا احتمال موجود ہے: یہ دونوں ان کے حوالے سے منقول ہوں۔

شرح

سونا اور چاندی کی زکوٰۃ کا مسئلہ

اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ سونا، چاندی اور دراہم میں زکوٰۃ فرض ہے۔ سونا اور چاندی خواہ کسی بھی شکل میں ہوں وہ زیورات ہوں، برتن ہوں یا ڈلی وغیرہ۔ سونا ساڑھے سات تولے، چاندی ساڑھے باون تولے یا دوسو دراہم ہوں اور ان پر حولان حول کی شرط بھی پائی جائے تو زکوٰۃ فرض ہے۔ ان میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے حوالہ سے مزید ایک شرط پیش نظر رکھی جائے گی کہ مالک نے کسی کا قرضہ نہ ادا کرنا ہو۔ اگر سونا یا چاندی یا دراہم کے برابر اس پر قرضہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

سوال: حدیث باب میں صرف چاندی کا ذکر ہے جبکہ عنوان باب میں سونا اور چاندی دونوں کا ذکر ہے تو اس طرح ترجمۃ الباب میں مطابقت نہ رہی؟

جواب: بیشک حدیث باب میں سونا کا ذکر نہیں صرف چاندی کا ذکر ہے جبکہ عنوان میں دونوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے چونکہ چاندی کی طرح سونا بھی ثمنی دھات ہے، لہٰذا ایک کے ضمن میں دوسرے کا ذکر بھی آ گیا۔

غلام اور باندی کی زکوٰۃ کا مسئلہ: غلام رکھنے کے دو مقاصد ہو سکتے ہیں: (۱) خدمت کے لیے۔ (۲) دیگر اموال کی طرح بغرض تجارت۔ آئمہ فقہ کا اس بات میں اجماع ہے کہ وہ غلام یا کنیز جو خدمت کی غرض سے رکھے ہوں، ان کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ

ان کا صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غلام یا کنیز مسلم ہوں یا غیر مسلم بہرحال ان کا صدقہ فطر ادا کرنا ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ غلام یا کنیز مسلم ہو تو صدقہ فطر واجب ہے ورنہ نہیں۔ اس مسئلہ میں بھی تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ تجارت کی غرض سے رکھے گئے غلاموں اور کنیزوں کی زکوٰۃ واجب ہے۔ ان کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ ان کی قیمت لگا کر چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ دیا جائے گا۔

گھوڑوں کی زکوٰۃ کا مسئلہ: گھوڑے رکھنے کے تین مقاصد ہو سکتے ہیں: (۱) سواری کی غرض سے یا بار برداری کے لیے۔ (۲) تجارت کی غرض سے۔ (۳) تناسل یعنی افزائش نسل کے لیے۔ جو گھوڑے سواری یا بار برداری کے لیے ہوں، ان پر بالا جماع زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اسی طرح جو گھوڑے تجارتی مقاصد کے لیے ہوں ان پر بالا جماع زکوٰۃ واجب ہے۔ البتہ وہ گھوڑے جو تناسل یا افزائش نسل کے لیے ہوں، تو ان کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ آپ کے مؤقف میں قدرے تفصیل ہے کہ اگر کسی کے ہاں گھوڑے اور گھوڑیاں دونوں اقسام ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ صرف گھوڑیاں ہوں تو اس بارے میں آپ کے دو قول ہیں: (۱) زکوٰۃ واجب ہے۔ (۲) زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ پہلا قول ارجح ہے کیونکہ دوسرے شخص سے گھوڑا لے کر عمل تناسل کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اگر کسی کے پاس صرف گھوڑے ہوں تو اس میں بھی آپ کے دو قول ہیں: (۱) زکوٰۃ واجب ہے۔ (۲) زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ دوسرا قول راجح ہے۔ آپ کی دلیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخ فیصلہ ہے جو انہوں نے صحابہ کی مشاورت کے بعد کیا تھا۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ اہل عرب کے ہاں صرف دو مقاصد کے لیے گھوڑے رکھے جاتے تھے: (۱) سواری یا بار برداری کے لیے۔ (۲) تجارت کی غرض سے لیکن تناسل کے مقصد کے لیے نہیں۔ دور فاروقی میں جب فتوحات اسلام کا دائرہ وسیع ہوا تو ایران، عراق اور شام وغیرہ ممالک اسلامی حکومت میں شامل ہو گئے تو گھوڑوں کی افزائش نسل کا سلسلہ شروع ہوا۔ ایسے گھوڑوں کے حوالے سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے صحابہ کی مشاورت کے بعد ان پر زکوٰۃ واجب قرار دی جو ہر گھوڑے پر ایک دینار تھی۔

آئمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف فرمائی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمہور کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حدیث باب خاص ہے کیونکہ اس میں ان گھوڑوں اور غلاموں کا ذکر ہے جو سواری، بار برداری اور یا خدمت کی غرض سے رکھے ہوں۔ جو گھوڑے تجارت کے لیے ہوں جمہور کے نزدیک بھی ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ زَکٰوةِ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ

باب 4: اونٹ اور بکریوں کی زکوٰۃ

564 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ الْبَغْدَادِيُّ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَرَوِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ كَامِلٍ

الْمَرْوَزِيُّ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ كِتَابَ الصَّدَقَةِ فَلَمْ يُخْرِجْهُ اِلٰى عُمَّالِهٖ حَتّٰى قُبِضَ فَقَرَنَهٗ بِسَيْفِهٖ فَلَمَّا قُبِضَ عَمِلَ بِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى قُبِضَ وَعُمَرُ حَتّٰى قُبِضَ وَكَانَ فِيْهِ فِيْ خَمْسٍ مِّنَ الْاِبِلِ شَاةٌ وَّفِيْ عَشْرٍ شَاتَانِ وَفِيْ خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ وَّفِيْ عِشْرِيْنَ اَرْبَعُ شِيَاهٍ وَّفِيْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ بِنْتُ مَخَاضٍ اِلٰى خَمْسٍ وَّثَلَاثِيْنَ فَاِذَا زَادَتْ فَفِيْهَا ابْنَةُ لَبُوْنٍ اِلٰى خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ فَاِذَا زَادَتْ فَفِيْهَا حِقَّةٌ اِلٰى سِتِّيْنَ فَاِذَا زَادَتْ فَجَذَعَةٌ اِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَاِذَا زَادَتْ فَفِيْهَا ابْنَتَا لَبُوْنٍ اِلٰى تِسْعِيْنَ فَاِذَا زَادَتْ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ وَّفِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ ابْنَةُ لَبُوْنٍ وَّفِي الشَّاءِ فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةٌ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَاِذَا زَادَتْ فَشَاتَانِ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَاِذَا زَادَتْ فَثَلَاثُ شِيَاهٍ اِلٰى ثَلَاثِ مِائَةِ شَاةٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةِ شَاةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ ثُمَّ لَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ حَتّٰى تَبْلُغَ اَرْبَعَ مِائَةٍ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ مَخَافَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَيْبٍ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ اِذَا جَآءَ الْمُصَدِّقُ قَسَّمَ الشَّاءَ اَثْلَاثًا ثُلُثٌ خِيَارٌ وَّثُلُثٌ اَوْسَاطٌ وَّثُلُثٌ شِرَارٌ وَّاَخَذَ الْمُصَدِّقُ مِنَ الْوَسَطِ وَلَمْ يَذْكُرِ الزُّهْرِيُّ الْبَقَرَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَبَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ وَاَبِيْ ذَرٍّ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ

اختلاف روایت: وَقَدْ رَوٰى يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ وَاِنَّمَا رَفَعَهٗ سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ (کے احکام سے متعلق) تحریر لکھوائی آپ نے اسے اپنے عمال کو ابھی نہیں بھجوایا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا نبی اکرم ﷺ نے اسے اپنی تلوار کے ساتھ (میان میں) رکھا تھا جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا' یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندگی بھر اس پر عمل کرتے رہے۔ اس میں یہ حکم تحریر تھا:

پانچ اونٹوں تک میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہے دس میں دو بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی۔ پندرہ میں تین بکریوں کی بیس میں چار بکریوں کی اور پچیس اونٹوں سے لے کر 35 اونٹوں تک میں ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوگی' پھر جب وہ اس سے زیادہ

564- اخرجه البخاری (368/3) کتاب الزکاۃ: باب: "لا یجمع بین متفرق ولا یفرق بین مجتمع" تعلیقا قال: "ویذکر عن سالم عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله ای مثل لفظ الباب" واخرجه ابو داؤد (490/1) کتاب الزکاۃ: باب: فی زکاۃ السائمة رقم (1568) وابن ماجه (573/1) کتاب الزکاۃ: باب: صدقة الابل رقم (1798) (577/1) کتاب الزکاۃ: باب: صدقة الغنم رقم (1805) واحمد (14/2)

ہوں تو 45 اونٹوں تک میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو ساٹھ تک میں ایک ''حقہ'' کی ادائیگی لازم ہوگی اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو 75 تک میں ایک ''جذعہ'' کی ادائیگی لازم ہوگی اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو ان میں نوے تک میں دو بنت لبوں کی ادائیگی لازم ہوگی اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو ایک سو بیس تک میں دو ''حقہ'' کی ادائیگی لازم ہوگی اگر وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر پچاس میں ایک حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی۔

بکریوں کے بارے میں حکم یہ ہے: ہر چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو دو سو تک میں دو بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو تین سو تک میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی اگر وہ تین سو سے زیادہ ہوں تو ہر ایک سو بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی پھر ان میں مزید کوئی ادائیگی نہیں ہوگی یہاں تک کہ ان کی تعداد چار سو ہو جائے (زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے) متفرق مال کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور جمع مال کو الگ الگ نہیں کیا جائے گا۔

جو مال دو آدمیوں کی مشترکہ ملکیت ہو تو ان دونوں سے برابری کی سطح پر وصولی کی جائے گی زکوٰۃ میں کوئی بوڑھا یا عیب دار جانور وصول نہیں کیا جائے گا۔

زہری بیان کرتے ہیں: جب زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص آئے تو وہ بکریوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دے گا ایک حصہ بہترین جانوروں پر مشتمل ہوگا ایک درمیانہ درجے کے جانوروں پر مشتمل ہوگا اور ایک خراب جانوروں پر مشتمل ہوگا زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص درمیانی درجے کے جانوروں کو وصول کرلے گا۔

زہری نے گائے کے بارے میں کوئی بات بیان نہیں کی۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہز بن حکیم کی ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

عام فقہاء کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

یونس بن یزید اور دیگر راویوں نے زہری کے حوالے سے سالم کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور انہوں نے اس کو ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

سفیان بن حسین نامی راوی نے اس روایت کو ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

اونٹوں اور بکریوں کی زکوٰۃ کا مسئلہ

حدیث باب میں اونٹوں اور بکریوں کی زکوٰۃ کے احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ایک سو بیس اونٹ تک تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ پانچ سے کم اونٹ میں زکوٰۃ نہیں البتہ پانچ اونٹ میں ایک بکری، دس میں

دو بکریاں، پندرہ میں تین بکریاں، بیس میں چار بکریاں، پچیس میں بنت مخاض (ایک سال کی اونٹنی)، چھتیس میں بنت لبون (دو سال کی اونٹنی)، چھیالیس میں ایک حقہ (تین سال کی اونٹنی)، اکسٹھ میں ایک جذعہ (چار سال کی اونٹنی)، چھہتر میں دو بنت لبون، اکانویں میں دو حقے بطور زکوٰۃ دیے جائیں گے ایک سو بیس تک۔

جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو جائے تو اس میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ استیناف کی دو اقسام ہیں: (۱) ایک سو بیس اونٹ سے ایک سو پچاس اونٹ تک ہے۔ اس کی تفصیل قدرے یوں ہے کہ ایک سو چوبیس تک دو حقے ہیں، ایک سو پچیس میں دو حقے اور ایک بکری، ایک سو تیس میں دو حقے اور دو بکریاں، ایک سو پینتیس میں دو حقے اور تین بکریاں، ایک سو چالیس میں دو حقے اور چار بکریاں، ایک سو پینتالیس میں دو حقے اور ایک بنت مخاض۔ ایک سو پچاس اونٹ میں بطور زکوٰۃ تین حقے دیے جائیں گے۔ (۲) اس میں ہر پچاس میں آغاز کی طرح زکوٰۃ واجب ہوگی مثال کے طور پر ایک سو پچپن اونٹ میں تین حقے اور ایک بکری، ایک سو ساٹھ میں تین حقے اور دو بکریاں، ایک سو پینسٹھ میں تین حقے اور تین بکریاں، ایک سو ستر میں تین حقے اور چار بکریاں، ایک سو پچھتر میں تین حقے اور ایک بنت مخاض، ایک سو چھیاسی میں تین حقے اور ایک بنت لبون، ایک سو چھیانویں اونٹوں میں چار حقے بطور زکوٰۃ دیے جائیں گے۔ اب پھر نیا استیناف ہوگا۔ دو سو اونٹ میں چار حقے، دو سو پانچ میں چار حقے ایک بکری، دو سو دس میں چار حقے دو بکریاں۔ **علی ھذا القیاس** غیر متناہی سلسلہ جاری رہے گا۔

آپ نے اپنے مؤقف پر حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **ان تبلغ عشرین ومائة فاذا کانت اکثر من ذلك ففی کل خمسین حقة ومافضل فانه یعاد الی اول فریضة من الابل وما کان اقل من خمس وعشرین ففیه الغنم فی کل خمس ذود شاة۔** (سنن نسائی جلد دوم ص ۲۱۸)

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک سو بیس اونٹ سے لے کر ایک سو انتیس تک دو حقے ہیں جو اکانویں میں واجب ہوئے تھے، جب اونٹوں کی تعداد ایک سو تیس ہو جائے تو اس اصول کے مطابق زکوٰۃ کی مقدار تبدیل ہوگی، وہ یوں کہ ہر چالیس اونٹوں میں ایک بنت لبون جبکہ ہر پچاس اونٹ میں ایک حقہ بطور زکوٰۃ دیا جائے گا۔ یہی ضابطہ غیر متناہی تک جاری رہے گا۔ اس لیے کہ آپ کے ہاں جب اونٹوں کی تعداد ایک سو تیس ہو جائے تو اس میں ایک حقہ دو بنت لبون، ایک سو چالیس میں دو حقے ایک بنت لبون، ایک سو پچاس میں تین حقے، ایک سو ساٹھ میں چار بنت لبون، ایک سو ستر میں ایک حقہ اور تین بنت لبون بطور زکوٰۃ دیے جائیں گے۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **فاذا زادت علی مائة وعشرین ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقة** (امام ابوجعفر طحاوی جلد ثانی ص ۳۴۸) اس روایت میں زیادت سے زیادت متعارفہ مراد ہے یعنی جس پر حساب کرنا ممکن ہو وہ دس کی زیادتی ہے۔ ایک سو بیس کے بعد پہلی تبدیلی ایک سو تیس کی تعداد پر ہوگی جس کا اصول یہ ہوگا کہ ہر چالیس کی تعداد میں بنت لبون اور ہر پچاس اونٹوں کی تعداد میں ایک حقہ بطور زکوٰۃ واجب ہوگا۔

۳- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہے۔ البتہ تھوڑا سا فرق ہے جو یہ ہے: جب اونٹوں کی تعداد ایک سو اکیس ہو جائے تو ایک سو انتیس تک تین بنت لبون بطور زکوٰۃ دیے جائیں

گے۔انہوں نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل سے استدلال کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: اونٹوں کی تعداد جب چالیس سے کم ہوتو آپ مفہوم مخالف کوپیش نظر رکھتے ہیں،اس طرح آپ: **ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقة** کامفہوم مخالف یہ ہوسکتا ہے کہ چالیس سے کم کی تعداد میں زکوٰۃ بالکل نہ ہوجبکہ ہمارے نزدیک: **فانه یعاد الی اول فریضة** سے منطوق مراد ہے۔یہ اصول ہے کہ منطوق اور مفہوم مخالف میں تعارض آجائے تو منطوق کوترجیح حاصل ہوتی ہے۔

بکریوں کانصاب اوران کی زکوٰۃ کا مسئلہ

چالیس سے کم بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔جب ان کی تعداد چالیس تک پہنچ جائے تو اسے چھوٹا ریوڑ تسلیم کیا گیا ہے جس کی زکوٰۃ ایک بکری ہے۔جب ان کی تعداد تین چالیسوں یعنی ایک سوبیس کو پہنچ جائے تو اسے بڑا ریوڑ تسلیم کیا گیا ہے۔ایک سو اکیس سے لے کر دوسو کی تعداد تک دو بکریاں بطور زکوٰۃ دی جائیں گی۔جب بکریوں کی تعداد دوسوایک ہوجائے تو تین بکریاں بطور زکوٰۃ پیش کی جائیں گی۔بعدازاں اصول یہ ہے کہ ہر سیکڑہ پر ایک بکری بطور زکوٰۃ دی جائے گی۔پھر قائدہ کی تطبیق میں فقہاء کا اختلاف ہے۔آئمہ اربعہ کا مؤقف ہے سیکڑہ مکمل ہونے پر فریضہ تبدیل ہوگا۔اس طرح ان کے نزدیک دوسوایک سے تین سوایک پر سیکڑہ پورا ہوگا صرف تین سو پر پورا نہیں ہوگا۔بعدازاں اسی قاعدہ کے مطابق چارسو پر چاراور پانچ سوتعداد ہونے پر پانچ بکریاں واجب ہوں گی۔علامہ حسن بن حی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سیکڑہ شروع ہونے پر فریضہ تبدیل ہوگا۔ان کے ہاں دوسوایک کے بعد تین سوایک پر فریضہ تبدیل ہوگا اور بطور زکوٰۃ چار بکریاں دی جائیں گی۔پھر بعدازاں چارسوایک سے پانچ سوایک میں چھ بکریاں واجب ہوں گی۔بعدازاں **قس علی ھذا**۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ زَكٰوةِ الْبَقَرِ

باب 5: گائے کی زکوٰۃ

565 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: فِيْ ثَلَاثِيْنَ مِنَ الْبَقَرِ تَبِيْعٌ اَوْ تَبِيْعَةٌ وَفِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ وَفِي الْبَاب عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوَاهُ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ وَعَبْدُ السَّلَامِ ثِقَةٌ حَافِظٌ وَرَوٰى شَرِيْكٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَبِيْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تیس گائے (یا بیل) میں ایک تبیع یا تبیعہ (ایک سال کا بچھڑا) کی ادائیگی لازم ہوگی ہر چالیس میں ایک ''مسنہ'' (دوسال کی گائے) کی ادائیگی لازم ہوگی۔

565- اخرجه ابن ماجه (577/1) كتاب الزكاة: باب: صدقة البقر رقم (1804) واحمد (411/1)

اس بارے میں حضرت معاذ بن جبل سے حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالسلام بن حرب نے خصیف کے حوالے سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

عبدالسلام نامی راوی ثقہ ہے اور حافظ ہے۔

شریک نامی راوی نے اس حدیث کو خصیف کے حوالے سے ابوعبیدہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت عبد اللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے نقل کیا ہے۔

ابوعبیدہ بن عبداللہ نے اپنے والد سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

566 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَنِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ فَاَمَرَنِىْ اَنْ اٰخُذَ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ بَقَرَةً تَبِيْعًا اَوْ تَبِيْعَةً وَّمِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً وَّمِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِيْنَارًا اَوْ عِدْلَهُ مَعَافِرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ روایت: وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّاْخُذَ وَهٰذَا اَصَحُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ هَلْ يَذْكُرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ شَيْئًا قَالَ لَا

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا' تو آپ نے مجھے ہدایت کی: میں ہر تیس گائے میں سے ایک تبیع یا تبیعہ (ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی) وصول کروں اور ہر چالیس (گائے یا بیل) میں سے ایک مسنہ (دو سال کی گائے) وصول کروں اور ہر جوان (بالغ) آدمی سے ایک دینار یا اس کے برابر کپڑا وصول کروں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض راویوں نے اس حدیث کو سفیان کے حوالے سے' اعمش کے حوالے سے' ابووائل کے حوالے سے' مسروق کے حوالے سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ اس طرح وصولی کریں۔

(امام ترمذی بیان کرتے ہیں) یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

566–اخرجه ابو داؤد (494/1) كتاب الزكاة: باب: في زكاة السائمة رقم (1576)' (183/2) كتاب الخراج والفيء والامارة: باب: في اخذ الجزية رقم (3038)' والنسائي (26/5) كتاب الزكاة: باب: زكاة البقر رقم (2451)' والدارمي (382/1) كتاب الزكاة: باب: زكاة البقر' واحمد (233/5)' كلاهما عن عاصم والاعمش ليس فيه مسروق' واخرجه ابو داؤد (494/1) كتاب الزكاة: باب: في زكاة السائمة رقم (577)' (578)' (183/2) كتاب الخراج: باب: في اخذ الجزية رقم (3039)' والنسائي (25/5, 26) كتاب الزكاة: باب: زكاة البقر رقم (2450)' وابن ماجه (576/1) كتاب الزكاة: باب: صدقة البقر رقم (1803)' واحمد (230/5)' وابن خزيمة (19/4) رقم (2268) كلاهما شقيق بن مسلمة وابو وائل و ابراهيم عن مسروق فذكره۔

عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابوعبیدہ نامی راوی سے دریافت کیا' کیا آپ کو حضرت عبداللہ کے حوالے سے کوئی حدیث یاد ہے' تو انہوں نے جواب دیا' نہیں۔

شرح

گائے کی زکوٰۃ کا مسئلہ

آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اجماع ہے کہ تیس سے کم گائیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب تعداد تیس تک پہنچ جائے تو ان میں ایک تبیعہ (گائے کا ایک سالہ بچہ) ہے۔ جب تعداد چالیس تک پہنچ جائے تو ان میں ایک مسنہ (گائے کا دوسالہ بچہ) ہے۔ بعدازاں آئمہ ثلاثہ اور صاحبین کے مؤقف کے مطابق ساٹھ تک کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔ جب گائیوں کی تعداد ساٹھ تک پہنچ جائے تو ان میں دو تبیعہ واجب ہیں۔ اس کے بعد اصول یہ ہوگا کہ ہر تیس پر ایک تبیعہ جبکہ ہر چالیس میں ایک مسنہ واجب ہوگا مثال کے طور پر تعداد ستر ہونے پر ایک تبیعہ اور ایک مسنہ واجب ہوگا۔ جب تعداد اسی (۸۰) تک پہنچ جائے تو دو مسنہ واجب ہوں گے۔ تعداد نوے ہونے پر تین تبیعہ اور ایک سو دس ہونے پر دو تبیعہ اور ایک مسنہ واجب ہوگا۔ یاد رہے گائے اور بھینس دونوں کے احکام و مسائل یکساں ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَخْذِ خِيَارِ الْمَالِ فِي الصَّدَقَةِ

باب 6: زکوٰۃ میں بہترین مال وصول کرنا مکروہ ہے

567 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ لَهٗ اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِيْ

567– اخرجه البخاری (377/3) كتاب الزكاة: باب: لا توخذ كرائم اموال الناس فی الصدقة رقم (1458)' و (418/3) كتاب الزكاة: باب: اخذ الصدقة من الاغنياء و ترد الی الفقراء' رقم (1496)' (621/7, 622) كتاب المغازی: باب: بعث ابی موسی و معاذ الی اليمن قبل حجة الوداع' رقم (4347)' و (359/13) كتاب التوحيد: باب: ماجاء فی دعاء النبی صلی الله عليه وسلم امته الی توحيد الله تبارك و تعالی رقم (7371)' و مسلم (166:163/1) كتاب الايمان: باب: الدعاء الی الشهادتين و شرائع الاسلام رقم (19/29)' وابو داؤد (498/1) كتاب الزكاة: باب: فی زكاة السائمة رقم (1584)' والنسائی (2/5) كتاب الزكاة: باب: وجوب الزكاة رقم (2435)' وابن ماجه (568/1) كتاب الزكاة: باب: فرض الزكاة' رقم (1783)' وابن خزيمة (23/4) رقم (2275)' (58/4) رقم (2346)' واحمد (233/1) والدارمی (379/1) كتاب الزكاة: باب: فی فضل الزكاة۔

اَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ الصُّنَابِحِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مَعْبَدٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ اسْمُهُ نَافِذٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا: تم اہلِ کتاب لوگوں کے پاس جارہے ہو' تو تم انہیں اس بات کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' اگر وہ اس بارے میں تمہاری بات مان لیں' تو تم انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ نمازیں فرض کی ہیں' اگر وہ اس بارے میں بھی تمہاری بات مان لیں' تو تم انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے اموال کی زکوٰۃ فرض کی ہے' جو ان کے خوشحال لوگوں سے وصول کر کے ان کے غریب لوگوں کو دی جائے گی' اگر وہ اس بارے میں تمہاری بات مان لیں' تو تم لوگوں کے بہترین مال وصول کرنے سے بچنا اور مظلوم شخص کی بددعا سے بچنا' کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس بارے میں حضرت صنابحی سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابومعبد نامی راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ان کا نام ''نافذ'' ہے۔

شرح

بطور زکوٰۃ اعلیٰ مال وصول کرنے کی ممانعت

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو آپ نے انہیں چند خصوصی ہدایات جاری فرمائیں' جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- اہل کتاب کو دعوت اسلام: قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ کا دین آخری دین، آپ کی کتاب آخری کتاب ہدایت اور آپ کی امت آخری امت ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے سابقہ تمام ادیان منسوخ ہو چکے ہیں حتیٰ کہ وہ پیغمبر جو آپ سے متصل گزرے ہیں، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، ان کا دین بھی منسوخ ہو چکا ہے۔ لہٰذا تمام لوگوں کو بالخصوص یمن کے اہل کتاب کو دعوت اسلام دیں اور ان کی کامیابی اسی دین کو قبول کرنے میں ہو سکتی ہے۔

۲- احکام دین میں تدریج: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دوسری ہدایت یہ جاری کی گئی کہ اہل یمن پر اسلامی احکام یکبارگی نہیں بلکہ بتدریج نافذ کریں تا کہ ان کے لیے آسانی پیدا ہو اور وہ اسلام کی طرف رغبت کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان پر تدریج کے اصول سے ہٹ کر احکام نافذ ہوں گے تو ممکن ہے کہ وہ انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیں۔ خواہ اہل کتاب توحید باری تعالیٰ کے قائل ہیں لیکن رسالت محمدی کے منکر ہیں۔ جب وہ توحید کے ساتھ رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کر لیں تو انہیں دیگر

افکار واعمال کی بھی بتدریج تبلیغ کریں تا کہ حقائق سمجھنے میں آسانی پیدا ہو۔

۳-نماز کے دو پہلو: تیسری ہدایت یہ ہے کہ جب اہل یمن توحید و رسالت کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تسلیم کر لیں تو انہیں ایک دن میں پانچ نمازوں کی تعلیم دیں۔ نماز کے دو پہلو ہیں ایک آسانی کا کہ کوئی دولت خرچ کیے بغیر ادا کی جاتی ہے اور دوسرا پہلو دشواری کا بھی ہے کہ ایک دن میں پانچ نمازیں ادا کرنا مشکل و دشوار ہے۔ نماز خود بخود اپنے لیے آسانی پیدا کر لیتی ہے کہ جو شخص توحید و رسالت کو تسلیم کر لیتا ہے، وہ اس بات پر بھی غور کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مقدس دین لے کر آئے ہیں اس کے کچھ عملی تقاضے بھی ہیں۔ اس میں کم از کم نماز تو ضرور ہوگی جو سابقہ تمام ادیان میں زندہ و پائندہ رہی ہے۔

۴-زکوٰۃ کا نفاذ اور اس کی وصولی: اہل یمن جب نماز جیسی عبادت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے عملی طور پر اختیار کر لیں تو انہیں زکوٰۃ کی ادائیگی کی ترغیب و تلقین کریں۔ وہ یہ ہے کہ اہل ثروت پر سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ اس کے ادا کرنے میں ان لوگوں کا ہی فائدہ ہے کہ اغنیاء سے وضع کر کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے۔ نماز کی طرح زکوٰۃ کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک آسانی کا کہ یہ نماز کی طرح روزانہ نہیں دینی پڑتی بلکہ صرف اہل ثروت سال میں ایک بار ادا کر کے فارغ ہو جاتے ہیں۔ دوسرا پہلو دشواری کا بھی ہے کہ انسان کے دل میں مال کی محبت اولاد جیسی ہے۔ اس طرح اس کا ادا کرنا دشوار بھی ہے۔ جو لوگ اصلاح عقائد و اعمال کر لیتے ہیں، ان کے لیے زکوٰۃ ادا کرنا مشکل نہیں ہے کیونکہ ان کا مقصد حیات اللہ تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا ہوتا ہے۔

زکوٰۃ کی وصولی میں اس پہلو کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے کہ اعلیٰ و عمدہ قسم کا مال وصول نہ کیا جائے کہ لوگوں پر زیادتی ہو اور نہ ادنیٰ درجہ کا مال وضع کیا جائے کہ فقراء و مساکین اور بیوگان کی حق تلفی ہو بلکہ اس سلسلے میں میانہ روی اختیار کی جائے جس میں سب کی بہتری ہے۔

۵-ظلم و ستم سے اجتناب: جب لوگ اصلاح اعمال کرتے ہوئے نماز اور زکوٰۃ جیسی عبادات کو قبول کر لیں تو ان کے حقوق کو پیش نظر رکھتے ہوئے عدل و انصاف کو کسی معاملہ میں بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ اس لیے کہ عدل و انصاف ترک کرنے سے ظلم و ستم کی فضاء قائم ہو جاتی ہے۔ جس سرزمین میں عدل و انصاف ختم کر کے ظلم و ستم اختیار کیا جائے وہ حکومت کی ناکامی و خاتمہ کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مظلوم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَدَقَةِ الزَّرْعِ وَالتَّمْرِ وَالْحُبُوْبِ

7-کھیت، پھل اور غلے کی زکوٰۃ کا بیان

568 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

في الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْهُ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَالْوَسْقُ سِتُّوْنَ صَاعًا وَخَمْسَةُ اَوْسُقٍ ثَلَاثُ مِائَةِ صَاعٍ وَصَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَةُ اَرْطَالٍ وَثُلُثٌ وَصَاعُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ ثَمَانِيَةُ اَرْطَالٍ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَالْاُوْقِيَّةُ اَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا وَخَمْسُ اَوَاقٍ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ يَعْنِيْ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسٍ مِّنَ الْاِبِلِ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ مِنَ الْاِبِلِ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ وَفِيْمَا دُوْنَ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ مِنَ الْاِبِلِ فِيْ كُلِّ خَمْسٍ مِّنَ الْاِبِلِ شَاةٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی' پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی اور پانچ وسق سے کم غلے میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

اسی طرح کی ایک اور روایت ایک اور سند کے ہمراہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت دیگر حوالوں سے بھی ان سے منقول ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' یعنی پانچ وسق سے کم (اناج) پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی۔

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

پانچ وسق تین سو صاع کے برابر ہوں گے۔

اہلِ کوفہ کا ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔

اسی طرح پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی۔

ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے' اور پانچ اوقیے دو سو درہم کے ہوں گے۔

568-اخرجه البخاری (3/318-319) كتاب الزكاة: باب: ما ادى زكاته ليس بكنز رقم (1405) واطرافه فی (1447-1459-1484) ومسلم (2/673) كتاب الزكاة: باب: رقم (1, 2, 3, 4, 5, 5/979- 6/980) وابو داؤد (1/487) كتاب الزكاة: باب: ما تجب فيه الزكاة رقم (1558 -1559) والنسائی (5/17, 18) كتاب الزكاة: باب: زكاة الابل رقم (2445-2446) وابن خزيمة (4/17) رقم (2263) ومالك فی "الموطا" (1/244) كتاب الزكاة: باب: ما تجب فيه الزكاة رقم (2) واحمد (3/6 -60 -73) والدارمی (1/384) كتاب الزكاة: باب: مالا يجب فيه الصدقة من الحبوب- والحميدی (2/322) رقم (735)۔

اسی طرح پانچ اونٹوں سے کم میں ادائیگی لازم نہیں ہوتی، یعنی اگر اونٹوں کی تعداد پانچ سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، جب ان کی تعداد پچیس ہو جائے، تو ان میں ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوتی ہے، اور اگر ان کی تعداد پچیس سے کم ہو، تو ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی۔

شرح

زکوٰۃ کے احکام

سونا، چاندی اور نقدی کی طرح باغات اور زرعی پیداوار میں بھی زکوٰۃ ہے لیکن ان کے لیے لفظ ''عشر'' استعمال کیا جاتا ہے۔ زرعی زمین اگر نہری یا چاہی ہو تو اس کی پیداوار میں عشر ہے اور جب زمین بارانی ہو تو اس کی پیداوار میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے۔

حدیث باب میں تین احکام بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- اونٹوں کا نصاب: لفظ ''ذود'' سے مراد دفع کرنا، دور کرنا۔ جو شخص پانچ اونٹوں کا مالک بن جاتا ہے، اس کی غربت ختم ہو جاتی ہے اور وہ صاحب نصاب و صاحب ثروت بن جاتا ہے۔ اس لفظ کا اطلاق تین سے دس اونٹوں پر ہوتا ہے۔ تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اجماع ہے کہ پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے اور جب تعداد پانچ ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۲- چاندی کا نصاب: لفظ ''اواق'' اوقیة کی جمع ہے، اس کا اطلاق چاندی کے وزن پر ہوتا ہے۔ پانچ اوقیہ سے کم چاندی پر زکوٰۃ نہیں ہے، کیونکہ اس کا نصاب کم از کم پانچ اوقیہ ہے۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور پانچ اوقیہ دو سو دراہم بنیں گے۔ آئمہ فقہ کا یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

۳- پھلوں اور غلے کا نصاب: لفظ ''اوسق'' جمع ہے اور اس کا مفرد ''وسق'' ہے۔ اس کا اطلاق پھلوں اور غلوں کے پیمانہ پر ہوتا ہے۔ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے تو پانچ وسق تین سو صاع ہوئے۔ ایک صاع چار مد کا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مد دو رطل کا ہوتا ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک مد ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے۔ ایک عراقی رطل چار سو سات گرام کے وزن کا ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ایک صاع تین کلو دو سو اکسٹھ گرام کا ہوتا ہے اور آئمہ ثلاثہ کے مؤقف کے مطابق ایک صاع دو کلو ایک سو تہتر گرام کا ہوتا ہے۔ احناف کے نزدیک ایک وسق ایک سو پچانوے کلو تین سو ساٹھ گرام کا ہوتا ہے جبکہ پانچ وسق نو سو چھہتر کلو آٹھ سو گرام کا ہوتا ہے جبکہ آئمہ ثلاثہ کے مطابق چھ سو اکیاون کلو نوے گرام کا ہوتا ہے۔

نصاب عشر میں مذاہب آئمہ

پھلوں اور غلہ میں وجوب عشر کے حوالے سے آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھلوں اور غلوں میں وجوب عشر یا نصف عشر کے لیے دو شرائط ہیں: (۱) وہ کم از کم پانچ وسق یا اس سے زیادہ ہوں۔ (۲) وہ چیز ذخیرہ ہو سکتی ہو اور سال بھر میں خراب نہ ہو سکتی ہو۔ انہوں نے حدیث باب سے

استدلال کیا ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہے اور اس کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔ آئمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) اس حدیث میں زرعی پیداوار کی زکوٰۃ (عشر) کا ذکر نہیں ہے اور نہ اس کا نصاب بیان کیا ہے بلکہ مال تجارت کی زکوٰۃ بیان کی گئی ہے۔ وہ تجار جن کے پاس پانچ وسق غلہ ہو، ان پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ غلہ کی یہ مقدار پانچ اوقیہ چاندی کی قیمت کے مساوی ہے۔ (۲) اس حدیث میں عشر کا بیان نہیں ہے بلکہ اس میں عریہ یعنی عطیہ کا ذکر ہے۔ دور رسالت میں یہ طریقہ تھا جب کوئی شخص اپنی زمین میں کوئی چیز بوتا تو زمین کا کچھ حصہ اپنے اقرباء یا احباب کے لیے مخصوص کر دیتا تھا۔ فصل تیار ہونے پر اس حصہ کی پیداوار اپنے اقرباء اور احباء کو مہیا کر دیتا تھا جو اس کی طرف سے ہدیہ یا عطیہ کہلاتا تھا۔ شریعت مطہرہ میں پانچ وسق سے کم میں عریہ (عطیہ) کی اجازت دی گئی ہے جبکہ پانچ وسق یا اس سے زائد میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عامل زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آئے گا تو اس کے لیے وضع زکوٰۃ میں مشکل پیش نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ لَيْسَ فِي الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ صَدَقَةٌ

باب 8-گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی

569 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهٖ وَلَا فِيْ عَبْدِهٖ صَدَقَةٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهٗ لَيْسَ فِي الْخَيْلِ السَّائِمَةِ صَدَقَةٌ وَّلَا فِي الرَّقِيْقِ اِذَا كَانُوْا لِلْخِدْمَةِ صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنُوْا لِلتِّجَارَةِ فَاِذَا كَانُوْا لِلتِّجَارَةِ فَفِيْ اَثْمَانِهِمُ الزَّكَاةُ اِذَا حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمان کے گھوڑے اور اس کے غلام میں اس پر زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔

569-- اخرجه البخاری (383/3) كتاب الزكاة: باب: ليس على المسلم فی فرسه صدقة رقم (1463)وطرفه فی (1464) و مسلم (670/2) كتاب الزكاة: باب: لا زكاة على المسلم فی عبده و فرسه (رقم 8 ,9 ,982/10)وابو داؤد (502/1) كتاب الزكاة: باب: صدقة الرقيق رقم (1595) والنسائی (36/5) كتاب الزكاة: باب: زكاة الرقيق رقم (2471 -2472)(35/5) كتاب الزكاة: باب: زكاة الخيل رقم (2467 -2468 -2469 -2470) وابن ماجه (579/1) كتاب الزكاة: باب: صدقة الخيل والرقيق رقم (1812)-

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ ان حضرات کے نزدیک چرنے والے گھوڑے پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی اسی طرح غلام میں بھی زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی' جبکہ وہ خدمت کے لیے ہو' البتہ اگر وہ تجارت کے لیے ہو' تو حکم مختلف ہوگا' اگر وہ تجارت کے لیے ہوں' تو ایک سال گزر جانے کے بعد ان کی قیمت کے حساب سے زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی۔

شرح

گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کا مسئلہ

تمام آئمہ فقہ کا اس بات میں اتفاق ہے کہ جو گھوڑے بار برداری یا خدمت کے لیے ہوں، ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ جو گھوڑے تجارت کے لیے ہوں، ان میں زکوٰۃ فرض ہے۔ وہ غلام جو خدمت کے لیے ہوں ان میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے اور جو تجارت کی غرض سے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیلی بحث گزشتہ ابواب کے ضمن میں آچکی ہے۔ لہٰذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ زَكٰوةِ الْعَسَلِ

باب 9: شہد کی زکوٰۃ کا بیان

570 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُوْرِیُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ التِّنِّيْسِیُّ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُوْسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فِی الْعَسَلِ فِیْ كُلِّ عَشَرَةِ اَزُقٍّ زِقٌّ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ سَيَّارَةَ الْمُتَعِیِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ فِیْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ وَّلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَا الْبَابِ كَبِيْرُ شَیْءٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَيْسَ فِی الْعَسَلِ شَیْءٌ وَّصَدَقَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لَيْسَ بِحَافِظٍ

اختلافِ روایت: وَّقَدْ خُوْلِفَ صَدَقَةُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِیْ رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ نَافِعٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے شہد کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے: اس کی دس مشکوں میں سے ایک مشک کی (زکوٰۃ کے طور پر) ادائیگی لازم ہوگی۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسیارہ متعی اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کی سند کے بارے میں کچھ کلام نہیں ہے۔
اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے مستند طور پر کوئی روایت منقول نہیں ہے۔
اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔
امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہما نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔
بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: شہد پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی۔
صدقہ بن عبداللہ نامی راوی حافظ نہیں ہیں۔ اس روایت کو نافع کے حوالے سے نقل کرنے میں صدقہ نامی راوی سے اختلاف کیا گیا ہے۔

571 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ
آثارِ صحابہ: قَالَ سَأَلَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ صَدَقَةِ الْعَسَلِ قَالَ قُلْتُ مَا عِنْدَنَا عَسَلٌ نَتَصَدَّقُ مِنْهُ وَلٰكِنْ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ حَكِيمٍ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي الْعَسَلِ صَدَقَةٌ فَقَالَ عُمَرُ عَدْلٌ مَرْضِيٌّ فَكَتَبَ إِلَى النَّاسِ أَنْ تُوضَعَ يَعْنِي عَنْهُمْ

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا: تو میں نے کہا: ہمارے پاس شہد نہیں ہوتا تھا، جس کی ہم زکوٰۃ ادا کرتے، البتہ مغیرہ بن حکیم نے ہمیں یہ بتایا: شہد میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ ایک عادل اور پسندیدہ شخص ہیں۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں (یعنی اپنے سرکاری اہلکاروں) کو خط بھجوایا کہ اسے اٹھا دیا جائے۔ (یعنی لوگوں سے شہد کی زکوٰۃ وصول نہ کی جائے)۔

شرح

شہد کی زکوٰۃ کا مسئلہ

شہد میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ جو شہد تجارت کے لیے ہو اس میں بالاجماع عشر واجب ہے جو شہد کھیت سے حاصل کیا جاتا ہے، اس میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ شہد میں عشر واجب ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس مشکیزوں میں ایک مشکیزہ عشر ہے۔ (۲) حضرت ابوسیارہ متعی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے شہد کی مکھیاں پال رکھی ہیں، آپ نے فرمایا: تم اس کا عشر ادا کرو۔ (ابن ماجہ، جلد اوّل ص ۱۳۱)

پھر دونوں اماموں کے مابین نصاب عشر کے حوالے سے قدرے اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ شہد میں نصف عشر واجب نہیں ہوتا بلکہ پورا عشر واجب ہوتا ہے۔ خواہ شہد کثیر ہو یا قلیل اس کا عشر دیا جائے گا اور اس کا کوئی نصاب متعین نہیں ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باقی اشیاء کی طرح شہد کا بھی نصاب ہے اور وہ

دس مشکیزے ہیں، دس مشکیزوں سے کم شہد میں عشر واجب نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں دس مشکیزوں کا نصاب مقرر کیا گیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں نصاب شہد کا ذکر نہیں ہے بلکہ حساب کا ذکر ہے کہ شہد میں نصف عشر نہیں ہے اس کے قلیل وکثیر میں پورا عشر واجب ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہد میں عشر واجب نہیں ہے۔ ان کے ہاں کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے، جس سے اس کے وجوب پر استدلال کیا جا سکتا ہو۔ اگر کوئی روایت ہے تو اس سے وجوب عشر ثابت نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا زَكٰوةَ عَلَى الْمَالِ الْمُسْتَفَادِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ

باب 10: "مالِ مستفاد" پر اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی جب تک اس پر ایک سال نہ گزر جائے

572 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ صَالِحِ الطَّلْحِيُّ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكٰوةَ عَلَيْهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ عِنْدَ رَبِّهٖ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ سَرَّاءَ بِنْتِ نَبْهَانَ الْغَنَوِيَّةِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص نے کوئی مال حاصل کیا، تو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی، جب تک اس پر ایک سال نہ گزر جائے۔

اس بارے میں سیّدہ سراء بنت نبہان رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

573 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

آثارِ صحابہ: قَالَ مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكٰوةَ فِيْهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ عِنْدَ رَبِّهٖ

آثارِ صحابہ: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى اَيُّوْبُ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوْفًا وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهٗ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّعَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَغَيْرُهُمَا مِنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَهُوَ كَثِيْرُ الْغَلَطِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا زَكٰوةَ فِي الْمَالِ الْمُسْتَفَادِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ

مذاہبِ فقہاء: وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا كَانَ عِنْدَهٗ مَالٌ تَجِبُ فِيْهِ الزَّكَاةُ فَفِيْهِ الزَّكَاةُ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ سِوَى الْمَالِ الْمُسْتَفَادِ مَا تَجِبُ فِيْهِ الزَّكَاةُ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ الْمُسْتَفَادِ زَكٰوةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ فَاِنِ اسْتَفَادَ مَالًا قَبْلَ اَنْ يَّحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ

فَإِنَّهُ يُزَكِّي الْمَالَ الْمُسْتَفَادَ مَعَ مَالِهِ الَّذِيْ وَجَبَتْ فِيْهِ الزَّكَاةُ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَاَهْلُ الْكُوْفَةِ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جس شخص نے کوئی مال حاصل کیا' تو اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی' جب تک وہ مال ایک سال تک مال کے پاس نہ رہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث کو ایوب' عبیداللہ اور دیگر راویوں نے نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نامی راوی علم حدیث میں ضعیف قرار دیئے گئے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل' علی بن مدینی اور دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ یہ بکثرت غلطی کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے یہ بات روایت کی گئی ہے: مال میں اس وقت تک زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی جب تک اس پر ایک سال نہ گزر جائے۔

امام مالک بن انس' امام شافعی' امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب آدمی کے پاس ایسا مال موجود ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی' تو اس میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی اور اگر اس کے پاس اس مال کے علاوہ اور کوئی مال نہ ہو' تو اس مال مستفاد پر زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت لازم ہوگی جب اس پر ایک سال گزر جائے گا۔

اگر وہ شخص ایک سال گزرنے سے پہلے مزید مال حاصل کر لیتا ہے' تو وہ اس حاصل ہونے والے مال کی زکوٰۃ بھی اس مال کے ہمراہ ادا کرے گا' جس میں زکوٰۃ واجب ہوئی تھی۔

سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

''مال مستفاد'' پر وجوب زکوٰۃ کے لیے سال گزرنے کا مسئلہ

مال مستفاد سے مراد وہ مال ہے جو انسان کو دوران سال حاصل ہو جبکہ اس سے قبل مال نصاب اس کے پاس موجود ہو۔ کیا مال مستفاد کو پہلے نصاب سے ملا کر اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہیں؟ اس کی چار صورتیں ہیں' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- صاحب نصاب شخص کو دوران سال مالک نصاب سے بطور منافع مال مستفاد حاصل ہوا تو مال مستفاد کو مال نصاب سے ملا کر تمام مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی مثلاً کسی شخص کے پاس پندرہ ہزار موجود تھے اور دوران سال اسے پانچ ہزار کا منافع ہوا، تو اس مال مستفاد کو اصل مال کے ساتھ ملا کر بیس ہزار روپے کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ پانچ ہزار پر الگ سے سال گزرنا ضروری نہیں ہے۔

۲- گورنمنٹ کی طرف سے رمضان المبارک میں زکوٰۃ وضع کی جاتی ہے۔ ایک شخص سال کے ابتدائی مہینوں میں صاحب

نصاب نہیں تھا، پھر دوران سال بطور ہدیہ یا بطور وراثت اسے پانچ اونٹ مل گئے۔ آئندہ رمضان المبارک میں اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی بلکہ سال مکمل ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ یہ مسئلہ بھی آئمہ فقہ کا اجماعی ہے۔

۳- صاحب نصاب کو دوران سال ایسا "مال مستفاد" ملا جو نصاب کی جنس سے نہ ہو مثلاً کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ تھے اور دوران سال اسے چالیس بکریاں بھی مل گئیں تو تمام آئمہ فقہ کے نزدیک مال مستفاد کو نصاب کے ساتھ ملا کر تمام مال (اونٹوں اور بکریوں) سے زکوٰۃ نہیں دی جائے بلکہ بکریوں پر الگ سے حولان حول گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۴- کسی صاحب نصاب شخص کو دوران سال نصاب کی جنس سے بطور وراثت یا عطیہ مال ملا مثال کے طور پر اس کے پاس دس اونٹ موجود تھے پھر دوران سال اسے پانچ اونٹ بطور وراثت مل گئے یا کسی کے پاس پندرہ ہزار روپے موجود تھے جبکہ دوران سال پندرہ ہزار روپے بطور عطیہ اسے مزید مل گئے تو آیا زکوٰۃ ادا کرتے وقت "مال مستفاد" کو اصل مال سے ملا کر سب مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے مال مستفاد کو اصل مال سے ملا کر کل مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس لیے کہ اصل مال اور مال مستفاد کی جنس ایک ہے۔ حضرات آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مال مستفاد پر الگ سے سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کو (دوران سال) مال ہاتھ لگا ہو، اس پر جب تک سال نہ گزر جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔" اس روایت کے مصداق میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس حدیث کا مصداق مال مستفاد کی دوسری صورت ہے یعنی "مال مستفاد" کو نصاب کے ساتھ جمع کر کے تمام مال سے زکوٰۃ کرنا واجب ہے اور اس پر الگ سے سال گزرنا ضروری نہیں ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ اس روایت کا مصداق چوتھی صورت ہے یعنی مال مستفاد پر الگ سے سال گزرنا ضروری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ جِزْيَةٌ

باب 11: مسلمانوں پر جزیہ کی ادائیگی لازم نہیں ہے

574 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَكْثَمَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ قَابُوْسَ بْنِ اَبِىْ ظَبْيَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَصْلُحُ قِبْلَتَانِ فِىْ اَرْضٍ وَّاحِدَةٍ وَّلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ جِزْيَةٌ

حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ قَابُوْسَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَّجَدِّ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ قَدْ رُوِىَ عَنْ قَابُوْسَ بْنِ اَبِىْ ظَبْيَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

574- اخرجه ابو داؤد (187/2) كتاب الخراج والفى والامارة: باب: فى الذمى يسلم فى بعض السنة هل عليه جزية؟ رقم (3053)

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ النَّصْرَانِيَّ اِذَا اَسْلَمَ وُضِعَتْ عَنْهُ جِزْيَةُ رَقَبَتِهٖ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ عُشُوْرٌ اِنَّمَا يَعْنِيْ بِهٖ جِزْيَةَ الرَّقَبَةِ وَفِي الْحَدِيْثِ مَا يُفَسِّرُ هٰذَا حَيْثُ قَالَ اِنَّمَا الْعُشُوْرُ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ عُشُوْرٌ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک سرزمین میں دوقبلہ والوں کا رہنا مناسب نہیں ہے' اور مسلمانوں پر جزیے کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ' اور حرب بن عبیداللہ ثقفی کے دادا سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایت کو قابوس بن ابوظبیان کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر بھی نقل کیا گیا ہے۔

اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب کوئی عیسائی شخص مسلمان ہوجائے' تو اس سے جزیے کی ادائیگی ختم ہوجائے گی۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمانوں پر ''عشور'' کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔ اس سے مراد جزیہ ہی ہے۔

حدیث میں یہ بات موجود ہے جو اس بات کی وضاحت کرتی ہے' کیونکہ آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: عشور کی ادائیگی یہودیوں اور عیسائیوں پر لازم ہے مسلمانوں پر عشور کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔

شرح

مسلمانوں پر جزیہ واجب نہ ہونے کا مسئلہ

جزیہ سے مراد وہ ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت، غیر مسلم اہل کتاب پر ان کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کے لیے نافذ کرتی ہے۔ تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ اہل جزیہ میں سے کوئی شخص اسلام قبول کر لیتا ہے، تو اس سے جزیہ ساقط ہوجاتا ہے۔ وجوب جزیہ کے بعد جو اہل کتاب اسلام قبول کر لے تو کیا اس سے جزیہ ساقط ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اس سے جزیہ ساقط نہیں ہوگا، لہٰذا اس سے جزیہ وصول کیا جائے گا۔ حضرات آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول اسلام سے جزیہ ساقط ہوجاتا ہے، لہٰذا جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے: ''ليس على المسلمين جزية'' مسلمانوں پر جزیہ نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث سے مراد لیتے ہیں کہ مسلمان پر ابتداءً جزیہ نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ آئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ مسلمان پر ابتداءً جزیہ نافذ نہ کرنا تو بدیہی ہے۔ اس لیے کہ حدیث باب کا مقصد ہی یہ ہے کہ ذمی کے قبول اسلام پر جزیہ نافذ نہیں ہوگا۔

سوال: کیا جزیہ ہر غیر مسلم سے وضع کیا جائے گا یا صرف اہل کتاب سے؟

جواب: اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مرتد کے علاوہ ہر غیر مسلم سے جزیہ وصول کیا جائے گا۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہل کتاب اور مجوس سے جزیہ وصول کیا جائے گا باقی غیر مسلموں سے نہیں۔
۳-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اہل کتاب، مجوس اور مشرکین عجم سے جزیہ وصول کیا جائے گا جبکہ مشرکین عرب سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کا کفر شدید تر ہے، ان کے بارے میں دوٹوک فیصلہ کرنا ہوگا: جنگ یا اسلام۔

الفاظ حدیث:"لاتصلح قبلتان فی ارض واحدة" کا مفہوم: (۱) اس جملہ کا تعلق جزیرۃ العرب کے ساتھ خاص ہے یعنی وہ لوگ جن کا قبلہ مسلمانوں کے قبلہ کے خلاف ہے، انہیں جزیرۃ العرب میں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ (۲) جب کوئی کافر دارالحرب میں اسلام قبول کرے تو اسے وہاں ہرگز نہیں رہنا چاہیے بلکہ وہ وہاں سے ہجرت کر کے دارالاسلام کی طرف آجائے۔ (۳) ذمی لوگوں کو دارالاسلام میں اپنے افکار کی تبلیغ کرنے اور اپنے مذہب کے مطابق شان وشوکت سے رہنے کی اجازت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ زَكٰوةِ الْحُلِيِّ

باب 12- زیورات کی زکوٰۃ کا بیان

575 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ عَنِ ابْنِ اَخِی زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ

متنِ حدیث: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَاِنَّكُنَّ اَكْثَرُ اَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ اَخِی زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ مُعَاوِيَةَ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَهِمَ فِیْ حَدِيْثِهٖ فَقَالَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ اَخِی زَيْنَبَ وَالصَّحِيْحُ اِنَّمَا هُوَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ اَخِی زَيْنَبَ

575- اخرجه البخاری (384/3) كتاب الزكاة: باب: الزكاة على الزوج والايتام فی الحجر' رقم (1466) ' ومسلم (695, 694/2) كتاب الزكاة: باب: فضل النفقة والصدقة على الاقربين والزوج والاولاد والوالدين ولو كانوا مشركين' رقم (1000/46, 45) ' والنسائی (93, 92/5) كتاب الزكاة: باب: الصدقة على الاقارب' رقم (2583) ' وابن ماجه (587/1) كتاب الزكاة: باب: الصدقة على ذی قرابة' رقم (1834) ' واحمد (502/3) والدارمی (389/1) كتاب الزكاة: باب: ای الصدقة افضل' وابن خزيمة (108/4) رقم (2463) ' و (2464) ' خمستهم (احمد بن حنبل' وعلی بن محمد' والحسن بن محمد' والحسن' وهناد' ومحمد بن العلاء) قالوا: حدثنا ابو معاوية' قال: حدثنا الاعمش عن شقيق' عن عمرو بن الحارث بن المصطلق عن ابن اخی زينب امراة عبدالله' عنهما به-

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ رَاٰى فِي الْحُلِيِّ زَكٰوةً وَّفِيْ اِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَقَالٌ

مذاہب فقہاء: وَّاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ ذٰلِكَ فَرَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ فِي الْحُلِيِّ زَكٰوةَ مَا كَانَ مِنْهُ ذَهَبٌ وَّفِضَّةٌ وَّبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمُ ابْنُ عُمَرَ وَعَآئِشَةُ وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَّيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكٰوةٌ وَّهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ بَعْضِ فُقَهَاءِ التَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشادفرمایا: اے خواتین! صدقہ کرو! اگر چہ اپنے زیورات ہی کرو' چونکہ قیامت کے دن اہلِ جہنم میں اکثریت تم خواتین کی ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا اسی طرح کا فرمان منقول ہے۔

یہ دوسری روایت (پہلے والی) ابومعاویہ سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے۔

ابومعاویہ کو اپنی روایت میں وہم ہوا ہے' انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: عمرو بن حارث نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بھتیجے کے حوالے سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔

درست بات یہ ہے: یہ راوی عمرو بن حارث ہے' سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔

عمرو بن شعیب کے حوالے سے' ان کے والد' دادا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے: آپ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہے۔

امام ترمذی بیان کرتے ہیں: اس کی سند مستند نہیں ہے۔

اس بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور تابعین (رضی اللہ عنہم) سے تعلق رکھنے والے' بعض اہلِ علم کے نزدیک' زیورات میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی' خواہ وہ سونے سے بنے ہوں یا چاندی سے بنے ہوئے ہوں۔

سفیان ثوری' عبداللہ بن مبارک نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم جن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ شامل ہیں' ان حضرات کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔

بعض تابعین فقہاء سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

امام مالک بن انس' امام شافعی' امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

576 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متن حدیث: اَنَّ امْرَاَتَيْنِ اَتَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ اَيْدِيْهِمَا سُوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُمَا اَتُؤَدِّيَانِ زَكَاتَهُ قَالَتَا لَا قَالَ فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبَّانِ اَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ بِسُوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ قَالَتَا لَا قَالَ فَاَدِّيَا زَكَاتَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَاهُ الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ نَحْوَ هٰذَا

توضیح راوی: وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ وَابْنُ لَهِيعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ وَلَا يَصِحُّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ

◄◄ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' دو خواتین نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' ان دونوں کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے' نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں سے دریافت کیا: کیا تم دونوں اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ تو ان دونوں نے جواب دیا: نہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں سے ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں یہ چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو آگ سے بنے ہوئے کنگن پہنائے' انہوں نے عرض کی: نہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مثنیٰ بن صباح نے عمرو بن شعیب کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

مثنیٰ بن صباح اور ابن لہیعہ ان دونوں کو حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی مستند روایت منقول نہیں ہے۔

شرح

زیورات میں زکوٰۃ کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ

سونے اور چاندی کے وہ زیورات جو خواتین وحضرات کی ملک ہوں اور وہ انہیں زیر استعمال لاتے ہوں، تو کیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ سونے اور چاندی کے وہ زیورات جو خواتین وحضرات زیر استعمال لاتے ہوں اور وہ ان کی ملک بھی ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کیونکہ وجوب زکوٰۃ کی ایک شرط مال نامی ہوتا ہے جو مفقود ہے۔ البتہ وہ زیورات جو خواتین وحضرات استعمال نہ کرتے ہوں اور ان کی ملک ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا خیال ہے کہ زیر استعمال زیورات پر وجوب زکوٰۃ کے حوالے سے کوئی صریح روایت موجود نہیں ہے، لہٰذا ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ ان کی دلیل محض عقلی وقیاسی ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سونا اور چاندی کے وہ زیورات جو خواتین وحضرات کی ملک ہوں خواہ وہ انہیں استعمال میں لاتے ہوں یا نہ، ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ آپ کے دلائل یہ ہیں: (۱) حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں سے موٹی چوڑیوں کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے انہیں فرمایا: کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کی چوڑیاں پہنائے؟ انہوں

نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: پھر تم ان کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (جامع ترمذی) (۲) حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا زیور کنز میں شامل ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: یہ کنز میں شامل نہیں ہے، تم اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (سنن ابی داؤد جلد اوّل ص ۲۱۸) (۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے انگوٹھیوں کی زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا: وہ ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسبك من النار (المستدرک للحاکم جلد اوّل ص ۳۸۹) تمہیں جہنم کی سزا بھگتنے کے لیے یہی کافی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ زَکٰوةِ الْخَضْرَاوَاتِ

باب 13- سبزیوں کی زکوٰۃ کا بیان

577 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِیْسٰی بْنُ یُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُبَیْدٍ عَنْ عِیْسٰی بْنِ طَلْحَةَ عَنْ مُّعَاذٍ

متنِ حدیث: اَنَّـهٗ کَتَبَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْاَلُهٗ عَنِ الْخَضْرَاوَاتِ وَهِیَ الْبُقُوْلُ فَقَالَ لَیْسَ فِیْهَا شَیْءٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: اِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِیْثِ لَیْسَ بِصَحِیْحٍ وَّلَیْسَ یَصِحُّ فِیْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْءٌ وَّاِنَّمَا یُرْوٰی هٰذَا عَنْ مُّوْسَی بْنِ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ لَیْسَ فِی الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَالْحَسَنُ هُوَ ابْنُ عُمَارَةَ وَهُوَ ضَعِیْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ ضَعَّفَهٗ شُعْبَةُ وَغَیْرُهٗ وَتَرَکَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ

◆◆ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں خط بھیجا' تا کہ آپ سے سبزیوں کا حکم دریافت کریں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان میں کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوئی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث کی سند مستند نہیں ہے۔

اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی مستند روایت منقول نہیں ہے۔ اس روایت کو موسیٰ بن طلحہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر بھی نقل کیا گیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ ان کے نزدیک سبزیوں میں زکوٰۃ ادائیگی لازم نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث کے راوی حسن' یہ ابن عمارہ ہیں اور یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ شعبہ اور دیگر راویوں نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے' جبکہ عبداللہ بن مبارک نے انہیں ''متروک'' قرار دیا ہے۔

شرح

سبزیوں میں وجوب زکوٰۃ کا مسئلہ اور مذاہب آئمہ

کیا سبزیوں میں زکوٰۃ (عشر) واجب ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل سابقہ ابواب کے ضمن میں گزر چکی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زرعی پیداوار میں وجوب زکوٰۃ (عشر) کے لیے نہ کسی نصاب کی شرط ہے اور نہ سال بھر ذخیرہ کرنے کی شرط ہے۔ پیداوار قلیل ہو یا کثیر اور جو چیز بھی ہو، اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ لہٰذا سبزیوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ آئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ زرعی پیداوار میں وجوب زکوٰۃ (عشر) کی دو شرائط ہیں: (۱) وہ پانچ وسق سے زیادہ ہو۔ (۲) اس کا ذخیرہ کرنا درست ہو یعنی وہ ذخیرہ کرنے سے خراب نہ ہو، ورنہ زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ ان کے نزدیک سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے کیونکہ یہ ذخیرہ کرنے سے خراب ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ایک مکتوب کے ذریعے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سبزیوں میں وجوب زکوٰۃ (عشر) کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب میں فرمایا گیا: سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حدیث باب کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے' جس وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے بلکہ اس کے مقابل وہ روایات قوی موجود ہیں جن میں تصریح ہے کہ زمین کی ہر پیداوار میں زکوٰۃ (عشر) واجب ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّدَقَةِ فِيمَا يُسْقَى بِالْاَنْهَارِ وَغَيْرِهَا

باب 14- اس زمین کی زکوٰۃ' جسے نہر کے ذریعے یا دیگر طریقوں سے سیراب کیا جاتا ہے

578 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ ذُبَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَّبُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ الْعُشْرُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَّبُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّكَاَنَّ هٰذَا اَصَحُّ وَقَدْ صَحَّ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ

مذاہبِ فقہاء: وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ

578- اخرجه ابن ماجه (1/580 -581) كتاب الزكاة: باب: صدقة الزروع والثمار رقم (1816)

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو زمین بارش کے پانی کے ذریعے سیراب ہو یا چشموں کے ذریعے سیراب ہو' اس میں دسویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی اور جسے اونٹ (یعنی جانور) کے ذریعے سیراب کیا جائے' اس میں دسویں حصے کے نصف (بیسویں حصے) کی ادائیگی لازم ہوگی۔

اس بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث بکیر بن عبداللہ بن اشج کے حوالے سے اور سلیمان بن یسار کے حوالے سے' بسر بن سعید کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر بھی نقل کی گئی ہے۔ یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول روایت اس بارے میں سب سے زیادہ مستند ہے۔

عام فقہاء کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

579 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ سَنَّ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ اَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرَ وَفِيْمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفَ الْعُشْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے یہ مقرر کیا ہے: جو زمین بارش کے ذریعے' چشموں کے ذریعے سیراب ہوتی ہے یا قدرتی ذریعے سے سیراب ہوتی ہے تو اس میں دسویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی اور جسے جانور کے ذریعے پانی لا کر سیراب کیا جاتا ہے' اس میں بیسویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نہری زمین میں وجوب عشر کا مسئلہ

اگر زمین کی پیداوار حاصل کرنے کے لیے پانی پر زیادہ خرچ آئے اور محنت بھی زیادہ ہو مثلاً کنویں یا موٹر یا رہٹ کے ذریعے سینچائی کی جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوگا۔ اگر زمین سے پیداوار حاصل کرنے کے لیے پانی پر زیادہ خرچ نہ آئے اور نہ زیادہ محنت کرنی پڑتی ہو مثلاً بارش یا چشمہ یا نہر کے پانی سے سینچائی کی جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں عشر واجب

579- اخرجه البخاری (407/3) كتاب الزكاة: باب: العشر فيما يسقى من ماء السماء وبالماء الجاری .... رقم (1483) وابو داؤد (502/1) كتاب الزكاة: باب: صدقة الزرع رقم (1596) والنسائی (41/5) كتاب الزكاة: باب: مايوجب العشر ومايوجب نصف العشر رقم (2488) وابن ماجه (581/1) كتاب الزكاة: باب: صدقة الزروع والثمار رقم (1817) وابن خزيمة (37/4) حديث (2307) كلهم من طريق الزهری عن سالم عن ابيه-

ہے۔ یہ مسئلہ آئمہ فقہ کا اجماعی ومتفقہ ہے۔ اس مسئلہ کی دلیل حدیث باب ہے جس میں صراحت موجود ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ زَکٰوۃِ مَالِ الْیَتِیمِ

باب 15- یتیم کے مال کی زکوٰۃ کا حکم

580 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیمُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْمُثَنّٰی بْنِ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اَلَا مَنْ وَّلِیَ یَتِیمًا لَهٗ مَالٌ فَلْیَتَّجِرْ فِیْهِ وَلَا یَتْرُکْهُ حَتّٰی تَاْکُلَهُ الصَّدَقَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَاِنَّمَا رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِیْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ لِاَنَّ الْمُثَنّٰی ابْنَ الصَّبَّاحِ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ وَرَوٰی بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَذَکَرَ هٰذَا الْحَدِیْثَ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِیْ هٰذَا الْبَابِ فَرَاٰی غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَالِ الْیَتِیمِ زَکٰوۃً مِّنْهُمْ عُمَرُ وَعَلِیٌّ وَّعَآئِشَةُ وَابْنُ عُمَرَ وَبِهٖ یَقُوْلُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ لَیْسَ فِیْ مَالِ الْیَتِیمِ زَکٰوۃٌ وَّبِهٖ یَقُوْلُ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ

توضیح راوی: وَعَمْرُو بْنُ شُعَیْبٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَشُعَیْبٌ قَدْ سَمِعَ مِنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَّقَدْ تَکَلَّمَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ فِیْ حَدِیْثِ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ وَّقَالَ هُوَ عِنْدَنَا وَاهٍ وَّمَنْ ضَعَّفَهٗ فَاِنَّمَا ضَعَّفَهٗ مِنْ قِبَلِ اَنَّهٗ یُحَدِّثُ مِنْ صَحِیفَةِ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَمَّا اَکْثَرُ اَهْلِ الْحَدِیْثِ فَیَحْتَجُّوْنَ بِحَدِیْثِ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ فَیُثْبِتُوْنَهٗ مِنْهُمْ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَغَیْرُهُمَا

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: خبردار! جو شخص یتیم کا سرپرست بنے جس یتیم کا مال موجود ہو اور وہ اس میں تجارت کرے تو وہ اسے یوں ہی نہ چھوڑ دے یہاں تک کہ زکوٰۃ اسے ختم کردے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت اس سند کے حوالے سے منقول ہے اور اس کی سند مشکوک ہے اس کی وجہ یہ ہے: مثنیٰ بن صباح کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

بعض راویوں نے اس حدیث کو عمرو بن شعیب کے حوالے سے نقل کیا ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے اہل علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک یتیم کے مال میں زکوٰۃ ادا کی جائے گی ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ،

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ کے نزدیک یتیم کے مال میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی۔

سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

عمرو بن شعیب نامی راوی یہ (عمرو بن شعیب) بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص ہے۔

شعیب نامی راوی نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

یحییٰ بن سعید نے عمرو بن شعیب سے منقول حدیث کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے۔

وہ یہ فرماتے ہیں: یہ صاحب ہمارے نزدیک ضعیف ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جن حضرات نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے، انہوں نے انہیں اس حوالے سے ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ یہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو کے صحیفے کے حوالے سے احادیث نقل کیا کرتے تھے۔

جہاں تک اکثر محدثین کا تعلق ہے، تو وہ عمرو بن شعیب سے منقول حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور اسے مستند قرار دیتے ہیں۔ ان محدثین میں امام احمد، امام اسحٰق اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

شرح

یتیم کے مال کی زکوٰۃ کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ

یتیم سے مراد وہ نابالغ بچہ ہے، جس کا باپ فوت ہوگیا ہو اور عرف میں اسے بھی یتیم ہی کہا جاتا ہے، جس کی والدہ فوت ہوگئی ہو۔ یتیم بچہ اگر صاحب نصاب ہو تو اس کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ صاحب نصاب یتیم بچہ کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ آپ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں موجود ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے اور ان تینوں میں یتیم بھی شامل ہے۔ البتہ مالدار یتیم کا صدقہ فطر اس کے مال سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے اور اس کا باپ اپنی طرف سے بھی ادا کرسکتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے یوں بھی استدلال کیا ہے کہ جب اسلام نے نابالغ پر نماز، روزہ اور حج جیسی عظیم عبادات فرض نہیں کیں تو زکوٰۃ بھی اس پر فرض نہیں ہونا چاہیے۔

۲- حضرات آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یتیم صاحب نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ بھی فرض ہے اور صدقہ فطر بھی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سنو! جو شخص کسی ایسے یتیم بچے کا سرپرست بنے جو مالدار ہو تو اسے چاہیے کہ اس کے مال کو تجارت میں لگائے اور مال کو اپنی حالت میں نہ چھوڑے کہ حتیٰ کہ اسے صدقہ کھالے۔'' یہاں

صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ وہ خرچ ہے جو سرپرست یتیم بچہ پر کرتا ہے۔علاوہ ازیں زکوٰۃ ادا کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اس کی برکت سے اس میں اضافہ ہوتا ہے۔اس طرح حدیث باب سے وجوب زکوٰۃ ثابت نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْعَجْمَاءَ جَرْحُهَا جُبَارٌ وَّفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

باب 16: جانور کے زخمی کرنے پر کسی تاوان وغیرہ کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی اور خزانے میں پانچویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی

581 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ وَّالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَّالْبِئْرُ جُبَارٌ وَّفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جانور کے زخمی کرنے میں کوئی تاوان ادا کرنا لازم نہیں ہوگا (معدنیات کی) کان میں گر کر ہلاک ہونے کا کوئی تاوان نہیں ہوگا' کنوئیں میں گر کر ہلاک ہونے کا کوئی تاوان نہیں ہوگا' اور خزانے میں پانچویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی۔

اس بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

581– اخرجه البخاری (426/3) كتاب الزكاة: باب: فی الركاز الخمس رقم (1499) واطرافه (2355 -6812 -6913)' ومسلم (1334/3) كتاب الحدود: باب: جرح العجماء والمعدن والبئر جبار رقم (45 ,46 ,/1710)' وابو داؤد (197/2) كتاب الخراج والفيء والامارة: باب: فی الركاز الخمس رقم (3085)' (606/2) كتاب الديات باب: العجماء والمعدن والبئر جبار رقم (4593)' والنسائی (45/5) كتاب الزكاة: باب: المعدن رقم (2495 -2496 -2497 -2498)' وابن ماجه (839/2) كتاب اللقطة: باب: من اصاب ركاز رقم (2509)' وابن ماجه (891/2) كتاب الديات: باب: الجبار رقم (2673)' ومالك (869/2) كتاب العقول: باب: جامع العقل رقم (12)' واحمد (239/2 -254 -285 -386)' وابن خزيمة (46/4) رقم (2326)' والدارمی (393/1) كتاب الزكاة: باب: فی الركاز' (196/2) كتاب الديات: باب: العجماء جرحها جبار' والحميدی (462/2) رقم (1079-1080)۔

شرح

چار پائے کے نقصان کی ضمان نہیں اور خزانہ میں خمس ہونے کا مسئلہ

حدیث باب میں چار مسائل بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- مالک بری الذمہ ہے: جب کوئی مویشی مالک کے ہاتھ سے چھوٹ کر یا کھونٹے سے کھل کر کسی کا جانی یا مالی نقصان کر دے یا کسی کو زخمی کر دے تو مالک پر ضمان عائد نہیں ہوگی بلکہ وہ بری الذمہ قرار پائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مویشی اپنے مالک سے الگ ہو گیا تو اس سے بچنے کا معاملہ لوگوں پر ہے کہ وہ خود کو اور اپنے اموال کو اس سے بچائیں۔ اسی طرح مویشی دن کے وقت کسی کی فصل میں داخل ہو کر اسے نقصان پہنچائے تو مالک بری الذمہ ہوگا کیونکہ دن کے وقت فصل کی حفاظت کرنا مالک کے ذمہ تھا نہ کہ مالک مویشی کے ذمہ میں۔ البتہ کوئی مویشی رات کے وقت کسی کی فصل میں داخل ہو کر اسے نقصان پہنچائے تو نقصان کا ضمان مالک مویشی پر ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا موقف ہے کہ ضمان واجب ہے کیونکہ عموماً رات کے وقت مویشیوں کی نگرانی کرنا مالک کے ذمہ ہوتی ہے اور رات کے وقت لوگ اپنی فصل وغیرہ کی نگرانی بھی نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اپنے موقف پر یہ روایت پیش کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے وقت کھیت والوں کو ذمہ دار قرار دیا ہے اور رات کے وقت مویشیوں کے مالکان کو۔ (مؤطا امام مالک ص ۶۴۴)

۲- کھان رائیگاں ہے: آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس فقرہ کا مطلب ہے کہ اگر کسی شخص کو قدرتی خزانہ دستیاب ہو تو وہ پانے والے کا ہوگا اور گورنمنٹ کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ خزانہ اگر سونا چاندی کی شکل میں ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ اگر وہ خزانہ تانبا، لوہا اور پیتل وغیرہ کی صورت میں ہو تو جب تک اسے فروخت نہ کر دیا جائے، اس میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قدرتی خزانہ دستیاب ہونے پر اس میں خمس واجب ہوگا اور یہ تمام اشیاء رکاز میں شامل ہیں۔ آپ کے نزدیک حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ کھان میں کوئی اچانک حادثہ پیش آجائے جس کے نتیجہ میں جانی نقصان ہو جائے تو کھان کے مالک پر ضمان واجب نہیں ہوگی۔

۳- کنواں رائیگاں ہے: اس کا مفہوم یہ ہے کہ کنواں تیار کرتے وقت کوئی مزدور اس میں گر کر ہلاک ہو جائے تو مالک کے ذمہ اس کی دیت واجب نہیں ہے اور اس کا خون رائیگاں تصور ہوگا۔ البتہ مالک اپنی مرضی سے پسماندگان کی مالی معاونت کر سکتا ہے۔

۴- رکاز میں خمس ہے: آئمہ ثلاثہ کا موقف ہے کہ رکاز سے مراد دفینہ ہے، جس کی حیثیت لقطہ (گمشدہ چیز) کی ہے۔ اس کے مالک کو تلاش کر کے اسے وہ فراہم کرنا ضروری ہے۔ مالک نہ ملنے کی صورت میں حکومت خمس وصول کرے گی اور باقی چار حصے پانے والے کے ہوں گے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ ''رکاز'' کا اطلاق کھانوں پر ہوتا ہے اور قدرتی خزانوں پر بھی۔ اس کے دستیاب ہونے پر خمس حکومت وصول کرے گی باقی چار حصے پانے والے کے ہوں گے۔ اگر خزانہ ایسی اشیاء سے متعلق ہو جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی ورنہ جب تک خزانہ کو فروخت نہ کر دیا جائے اس میں کوئی

چیز واجب نہیں ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخَرْصِ

باب 17- (زکوٰۃ کی وصولی کے لیے پھلوں کا) اندازہ لگانا

582 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَسْعُوْدِ بْنِ نِيَارٍ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: جَآءَ سَهْلُ بْنُ اَبِيْ حَثْمَةَ اِلٰى مَجْلِسِنَا فَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوْا وَدَعُوا الثُّلُثَ فَاِنْ لَّمْ تَدَعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَعَتَّابِ بْنِ اَسِيْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيْثِ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْخَرْصِ وَبِحَدِيْثِ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَالْخَرْصُ اِذَا اَدْرَكَتِ الثِّمَارُ مِنَ الرُّطَبِ وَالْعِنَبِ مِمَّا فِيْهِ الزَّكَاةُ بَعَثَ السُّلْطَانُ خَارِصًا يَّخْرُصُ عَلَيْهِمْ وَالْخَرْصُ اَنْ يَّنْظُرَ مَنْ يُّبْصِرُ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ يَخْرُجُ مِنْ هٰذَا الزَّبِيْبِ كَذَا وَكَذَا وَمِنَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا فَيُحْصِي عَلَيْهِمْ وَيَنْظُرُ مَبْلَغَ الْعُشْرِ مِنْ ذٰلِكَ فَيُثْبِتُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يُخَلِّي بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الثِّمَارِ فَيَصْنَعُوْنَ مَا اَحَبُّوْا فَاِذَا اَدْرَكَتِ الثِّمَارُ اُخِذَ مِنْهُمُ الْعُشْرُ هٰكَذَا فَسَّرَهُ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٰذَا يَقُوْلُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ ہماری محفل میں تشریف لائے انہوں نے یہ بات بیان کی: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم اندازہ لگالو تو اسے وصول کرلو اور تیسرا حصہ چھوڑ دو اگر تم تیسرا حصہ نہیں چھوڑتے تو چوتھا حصہ چھوڑ دو۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عتاب بن اسید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث پر اکثر اہلِ علم کے نزدیک عمل کیا جائے گا' یعنی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام اسحٰق اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

اندازہ لگانے کا مفہوم یہ ہے: جب کھجور یا انگور وغیرہ پک جائیں اور ان میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہو تو حاکم وقت اندازہ لگانے والے شخص کو بھیجے' وہ ان پھلوں کا اندازہ لگالے۔

اندازہ لگانا یہ ہے: دیکھنے والا شخص اس بات کا جائزہ لے اور کہے: اس انگور میں اتنی پیداوار ہوگی اور یہ کھجوریں اتنی ہوں گی اور

582- اخرجه ابو داؤد (504/1): كتاب الزكاة: باب: من الخرص رقم (1605) والنسائى (42/5): كتاب الزكاة: باب: كم يترك الخارص رقم (2491) واحمد (448/3) (3-322/4) وابن خزيمة (42/4) رقم (2319- 2320)

اتنی ہوں گی' پھر وہ ان کا حساب کرلے اور وہ اس کے دسویں حصے کا جائزہ لے اور اس کی ادائیگی ان پر لازم کردے' پھر وہ ان پھلوں کو ان کے حوالے کردے' اور وہ لوگ جو چاہیں وہ ان کے بارے میں کریں۔

جب وہ پھل پک جائیں تو وہ شخص ان سے اس کے دسویں حصے کو وصول کرلے

بعض اہلِ علم نے اس کی اسی طرح وضاحت کی ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور امام اسحٰق رحمہم اللہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

583 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمْرٍو مُسْلِمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَذَّاءُ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ التَّمَّارِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَتَّابِ بْنِ اَسِيْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ عَلَى النَّاسِ مَنْ يَّخْرُصُ عَلَيْهِمْ كُرُوْمَهُمْ وَثِمَارَهُمْ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: فِيْ زَكٰوةِ الْكُرُوْمِ اِنَّهَا تُخْرَصُ كَمَا يُخْرَصُ النَّخْلُ ثُمَّ تُؤَدّٰى زَكَاتُهٗ زَبِيْبًا كَمَا تُؤَدّٰى زَكٰوةُ النَّخْلِ تَمْرًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى ابْنُ جُرَيْجٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ حَدِيْثُ ابْنِ جُرَيْجٍ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّحَدِيْثُ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَتَّابِ بْنِ اَسِيْدٍ اَثْبَتُ وَاَصَحُّ

◆◆ سعید بن میتب' حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ لوگوں کے پاس اس شخص کو بھیجتے تھے' جو ان کے انگوروں اور پھلوں کا اندازہ لگالیتا تھا۔

اسی سند کے ہمراہ یہ بات بھی منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے انگوروں کی زکوٰۃ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے: ان کا اسی طرح اندازہ لگایا جائے گا' جیسے کھجور کا اندازہ لگایا جاتا ہے' اور پھر جب یہ خشک ہو جائیں' تو ان کی زکوٰۃ ادا کردی جائے گی' جس طرح کھجور جب خشک ہو جائے' تو اس کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابن جریج نے اس حدیث کو ابن شہاب کے حوالے سے' عروہ کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

583– اخرجه ابو داؤد (504/1) كتاب الزكاة: باب: من خرص العنب رقم (1603 -1604)' وابن ماجه (582/1) كتاب الزكاة: باب: خرص النخل والعنب رقم (1819)' وابن خزيمة (41/4) رقم (2316 -2318) من طريق (عبدالرحمن بن اسحق و محمد بن صالح) كلاهما عن ابن شهاب الزهري عن سعيد بن المسيب فذكره واخرجه النسائي (109/5) كتاب الزكاة: باب: شراء الصدقة رقم (2618)' وابن خزيمة (41/4) رقم (2317) عن سعيد بن المسيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر عتاب بن اسيد.....الحديث–

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: ابن جریج سے منقول حدیث محفوظ نہیں ہے۔

سعید بن مسیب کی حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے پھلوں کا تخمینہ لگانے کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ

لفظ ''خرص'' کا لغوی معنیٰ اندازہ کرنا یا تخمینہ لگانا ہے۔ فقہی اصطلاح میں اس سے مراد ہے کہ فصل تیار ہونے سے قبل حکومت کی طرف سے کوئی شخص بھیج کر ثمر و زرع پیدا ہونے کا اندازہ لگانا کہ اس سے اتنی مقدار میں عشر بن سکتا ہے۔ اس طرح اس کے چھپانے کا بھی سد باب ہو سکتا ہے۔

سوال: کیا تخمینہ یا اندازہ سے عشر وصول کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فصل تیار ہونے اور اس کے کاٹنے سے قبل محض تخمینہ سے عشر وصول کرنا جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے: ''اذا خرصتم فخذوا'' جب تم (فصل کا) تخمینہ لگا لو تو اس سے تم عشر وصول کر سکتے ہو۔ اس روایت میں تخمینہ سے عشر وصول کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۲- آئمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ محض تخمینہ اور اندازہ سے عشرہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں بیع مزابنہ سے منع کیا گیا ہے کیونکہ بیع مزابنہ میں تخمینہ کو دخل ہے اور اس میں تفاضل و تکاثر کا امکان ہوتا ہے اور تفاضل ربا کو مستلزم ہوتا ہے جبکہ ربا حرام ہے۔ اس طرح تخمینہ اور اندازہ سے عشر کی وصولی بھی ممنوع قرار پائے گی۔

آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) جب اباحت و حرمت میں مقابلہ ہو جائے تو حرمت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے کیونکہ احتیاط اسی صورت میں ہے۔ (۲) یہ روایت متکلم فیہ ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

''دعوا الثلث فان لم تدعوا الثلث فدعوا الربع'' کا مفہوم: اس فقرہ کا مفہوم آئمہ فقہ نے مختلف انداز میں بیان کیا ہے جن میں سے چند ایک کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اندازہ لگاتے وقت اصل مقدار سے ثلث یا ربع مقدار وصول کی جائے، اس لیے کہ پھلوں کے تیار ہوتے وقت عموماً کچھ مقدار ضائع ہو جاتی ہے۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب تخمینہ سے عشر وصول کیا جائے تو عشر وصول کرتے وقت ایک ثلث یا ایک ربع مقدار کے علاوہ باقی کا عشر وصول کیا جائے کیونکہ اندازہ لگاتے وقت غلطی کا قوی امکان ہے۔

۳- صاحبین فرماتے ہیں: تخمینہ لگانے کے بعد جب فصل تیار ہو جائے تو عشر وضع کرتے وقت اس کا ثلث یا ربع مالک اور

اس کے اہل خانہ کے لیے مستثنیٰ کیا جائے۔

۴۔بعض آئمہ مالکیہ فرماتے ہیں:فصل اور پھلوں کا عشر وصول کرتے وقت ایک ثلث یا ایک ربع حصہ میں مالک کو اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق وہ غرباء اور فقراء میں تقسیم کر دے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَامِلِ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ

باب 18- انصاف کے ساتھ صدقہ وصول کرنے والا عامل

584 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: اَلْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِى فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى بَيْتِه

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیحِ راوی: وَيَزِيْدُ بْنُ عِيَاضٍ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

وَحَدِيْثُ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ اَصَحُّ

◆◆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: انصاف کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے والا عامل اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی مانند ہے اس وقت تک جب تک وہ اپنے گھر واپس نہیں آ جاتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

یزید بن ایاض نامی راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

محمد بن اسحٰق نامی راوی کے حوالے سے منقول روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

امانت و دیانت سے زکوٰۃ وضع کرنے کی فضیلت

وہ عامل جو اہل نصاب سے اسلامی اصولوں کے مطابق اور نہایت امانت و دیانت سے زکوٰۃ وصول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب دیا جاتا ہے۔ یہ ثواب عطا کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) زکوٰۃ وصول کرنے کے

584- اخرجه ابو داؤد (147/2) كتاب الخراج والفيء والامارة: باب: في السعاية على الصدقة رقم (2936) وابن ماجه (578/1) كتاب الزكاة: باب: ما جاء في عمالة الصدقة رقم (1819) وابن خزيمة (51/4) رقم (2334) واحمد (495/3) (134/4) وعبد بن حميد (ص 158) رقم (423)-

لیے بڑی مشقت سے گزرنا پڑتا ہے کہ عامل کو محلہ محلہ، گاؤں گاؤں اور شہر شہر جانے کی پھر مال واپس لانے کی اور جمع کرانے کی دشواری اٹھانا پڑتی ہے۔(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من جهز فقد غزی جو شخص جہاد کے لیے سامان تیار کرتا ہے گویا وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔(۳) عامل اس روایت کا بھی مصداق ہے: من خلفه فی اهله بخیر فقد غزی جو شخص اپنے اہل خانہ میں بھلائی چھوڑتا ہے، اسے جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب عطا ہوتا ہے۔(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان بالمدینة قوما ماسلکتم وادیا ولا قطعتم شعبا الاوهم معکم حبسهم العذر، مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو تمہارے ساتھ وادی میں نہیں اور نہ کسی گھاٹی میں ہیں حالانکہ انہیں تمہاری رفاقت کا ثواب دیا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو کسی عذر کی وجہ سے شامل نہ ہوئے۔ ان وجوہات کی بناء پر عامل کو مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُعْتَدِىْ فِى الصَّدَقَةِ

باب 19- زکوٰۃ کی وصولی میں ناانصافی کرنے کا حکم

585 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْمُعْتَدِىْ فِى الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِىْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ وَّهٰكَذَا يَقُوْلُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّيَقُوْلُ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيْدَ ابْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَنَسٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَّقُوْلُ وَالصَّحِيْحُ سِنَانُ بْنُ سَعْدٍ وَّقَوْلُهُ اَلْمُعْتَدِىْ فِى الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا يَقُوْلُ عَلَى الْمُعْتَدِىْ مِنَ الْاِثْمِ كَمَا عَلَى الْمَانِعِ اِذَا مَنَعَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: زکوٰۃ کی وصولی میں ناانصافی کرنے والا شخص' زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی مانند ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

585- اخرجه ابو داؤد (498/1) كتاب الزكاة باب: في زكاة السائمة رقم (1585) وابن ماجه (578/1) كتاب الزكاة: باب: ماجاء في عمالة الصدقة رقم (1808) وابن خزيمة (51/4) حديث (2335) كلاهما (الليث وعمرو) عن يزيد بن ابى حبيب عن سنان بن سعد-

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن سنان نامی راوی کے بارے میں کلام کیا ہے۔

لیث بن سعد نے یزید بن ابوحبیب کے حوالے سے سعد بن سنان کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: صحیح یہ ہے: اس راوی کا نام سنان بن سعد ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: زکوٰۃ کی وصولی میں ناانصافی کرنے والا شخص اسے ادا نہ کرنے والے کی مانند ہے۔

وہ یہ فرماتے ہیں: ناانصافی کرنے والے کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو گناہ ہوتا ہے۔

شرح

وضع زکوٰۃ میں ظلم وزیادتی کرنے والے کی وعید

ایسا عامل جو وضع زکوٰۃ کے وقت عدل وانصاف اور امانت ودیانت سے کام لیتا ہے، کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس کے برعکس وضع زکوٰۃ کے وقت ظلم وزیادتی کرنے والے کی وعید بھی بیان کی گئی ہے۔ لفظ معتدی کے کئی معانی ہوسکتے ہیں: (۱) زکوٰۃ سے زیادہ مال وصول کرنا۔ (۲) بطور زکوٰۃ اعلیٰ درجے کا مال وصول کرنا۔ (۳) وضع زکوٰۃ کے بعد مال زکوٰۃ کا کچھ حصہ چھپالینا۔ الغرض زکوٰۃ وصول کرتے وقت بے انصافی اور ظلم کسی بھی شکل میں ہو اس کی وعید وارد ہے کہ ایسا عامل اتنا بڑا مجرم ہے جتنا زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا مجرم ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رِضَا الْمُصَدِّقِ

باب 20: زکوٰۃ وصول کرنے والے کو مطمئن کرنا

586 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِذَا اَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ فَلَا يُفَارِقَنَّكُمْ اِلَّا عَنْ رِضًا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ

586- اخرجه مسلم (757/2) كتاب الزكاة: باب: ارضاء الساعي مالم يطلب حراما' رقم (989/177)' والنسائي (31/5) كتاب الزكاة: باب: اذا جاوزه في الصدقة' رقم (2461)' وابن ماجه (576/1) كتاب الزكاة: باب: ما ياخذ المصدق من الابل' رقم (1802)' واحمد (360/4)' (364/4)' والدارمي (394/1) كتاب الزكاة: باب: ليرجع المصدق عنكم وهو راض' والحميدي (349/2)' رقم (796)-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُجَالِدٍ

توضیح راوی: وَقَدْ ضَعَّفَ مُجَالِدًا بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ كَثِيْرُ الْغَلَطِ

◆◆ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص تم لوگوں کے پاس آئے' تو وہ تم سے مطمئن ہو کر واپس جائے۔

حضرت جریر کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا اسی طرح فرمان منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) داؤد نے شعبی کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' وہ مجاہد نامی راوی کے حوالے سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے' بعض اہلِ علم نے مجاہد نامی راوی کو ضعیف قرار دیا ہے' کیونکہ وہ بکثرت غلطیاں کرتا ہے۔

شرح

اعتدال پسندی کا معیار

ماقبل ابواب میں شریعت نے عامل کی اصلاح اور وضع زکوٰۃ کے طریقہ کار کے حوالے سے ہدایات جاری کی تھیں کہ وہ عدل و انصاف کو پیش نظر رکھے اور ظلم و زیادتی سے مکمل اجتناب کرے۔ اس حدیث مبارکہ میں مالکان اموال کو خصوصی ہدایت جاری کی جا رہی ہے کہ عامل کے ساتھ تم عملی تعاون کرو تا کہ تمہاری زکوٰۃ، عشر اور صدقات حقدار لوگوں تک پہنچ جائیں۔ ایسا کرنے سے ایک طرف اللہ تعالیٰ خوش ہوگا اور دوسری طرف اسلامی معاشرے میں اعتدال پسندی اور میانہ روی کی فضا قائم ہوگی۔ اس طرح اسلامی معاشرے میں اخوت و بھائی چارے اور باہمی معاونت کا جذبہ بھی فروغ پائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الصَّدَقَةَ تُؤْخَذُ مِنَ الْاَغْنِيَاءِ فَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ

باب 21- زکوٰۃ خوشحال لوگوں سے وصول کر کے غریبوں کو دی جائے گی

587 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيْدٍ الْكِنْدِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ اَشْعَثَ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمَ عَلَيْنَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ الصَّدَقَةَ مِنْ اَغْنِيَائِنَا فَجَعَلَهَا فِيْ فُقَرَائِنَا وَكُنْتُ غُلَامًا يَتِيْمًا فَاَعْطَانِيْ مِنْهَا قَلُوْصًا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ جُحَيْفَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ عون ابو جحیفہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص ہمارے پاس آیا اس نے ہمارے امیر لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی اور اسے ہمارے غریب لوگوں میں بانٹ دیا' میں ایک یتیم لڑکا تھا اس نے اس میں سے مجھے ایک اونٹنی دی۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابو جحیفہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

شرح

وضع زکوٰۃ اور اس کی تقسیم کاری کا اصول

دور رسالت میں وضع زکوٰۃ اور اس کی تقسیم کاری کا یہ طریق کار تھا کہ عاملین علاقہ کے اغنیاء اور اہل ثروت لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرتے اور اسی علاقہ سے متعلق فقراء وغرباء میں تقسیم کرتے تھے۔ اگر غرباء اور فقراء نہ ملتے تو مال زکوٰۃ مدینہ طیبہ میں لایا جاتا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب گورنر کی حیثیت سے یمن روانہ ہونے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چند ہدایات سے نوازا اور ان میں ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ وہاں کے اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کر کے فقراء ومساکین میں تقسیم کی جائے۔ الغرض قرون اولیٰ میں زکوٰۃ وصول کرنے اور تقسیم کرنے کا محکمہ ایک ساتھ تھا۔ بعد میں حالات کے تقاضوں اور عوامی سہولت کے لیے دونوں محکمے الگ الگ کر دیے گئے۔ ارباب وضع زکوٰۃ کے پاس اغنیاء کی فہرست ہوتی جن سے وہ زکوٰۃ وصول کرتے اور ارباب تقسیم کار کے پاس مساکین وفقراء کی فہرست ہوتی جن میں وہ زکوٰۃ تقسیم کرتے تھے۔ قرآن کی اصطلاح میں ان لوگوں کو: العاملین علیھا، کہا جاتا ہے۔ حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمارے قبیلہ میں ایک عامل آیا۔ اس نے اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کی اور فقراء ومساکین میں تقسیم کی۔ میں اس زمانہ میں یتیم بچہ تھا، تو مجھے بھی بطور زکوٰۃ ایک اونٹنی دی گئی۔

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ تَحِلُّ لَهُ الزَّكَاةُ

باب 22- کس شخص کے لیے زکوٰۃ (وصول کرنا) جائز ہے؟

588 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ وَّقَالَ عَلِيٌّ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ وَّالْمَعْنٰى وَاحِدٌ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ سَاَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيْهِ جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَسْاَلَتُهُ فِيْ وَجْهِهٖ خُمُوْشٌ اَوْ خُدُوْشٌ اَوْ كُدُوْحٌ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا يُغْنِيْهِ قَالَ خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا اَوْ قِيْمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ

588- اخرجه ابو داؤد (511/1) كتاب الزكاة: باب: من يعطى من الصدقة وحد الغنى' رقم (1626)' والنسائى (97/5) كتاب الزكاة: باب: حد الغنى رقم (2592)' وابن ماجه (589/1) كتاب الزكاة: باب: من سال عن ظهر غنى' رقم (1840)' واحمد (441-388/1)' والدارمى (386/1) كتاب الزكاة: باب: من تحل له الصدقة' من طريق (سفيان' و شريك) عن حكيم بن جبير عن محمد بن عبد الرحمن بن يزيد عن ابيه فذكره-

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِیْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ مِّنْ اَجْلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ صَاحِبُ شُعْبَةَ لَوْ غَيْرُ حَكِيْمٍ حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ لَهٗ سُفْيَانُ وَمَا لِحَكِيْمٍ لَّا يُحَدِّثُ عَنْهُ شُعْبَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَ سُفْيَانُ سَمِعْتُ زُبَيْدًا يُّحَدِّثُ بِهٰذَا عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَصْحَابِنَا وَبِهٖ يَقُوْلُ الثَّوْرِیُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالُوْا اِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ الصَّدَقَةُ قَالَ وَلَمْ يَذْهَبْ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى حَدِيْثِ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّوَسَّعُوْا فِیْ هٰذَا وَقَالُوْا اِذَا كَانَ عِنْدَهٗ خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا اَوْ اَكْثَرُ وَهُوَ مُحْتَاجٌ فَلَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنَ الزَّكَاةِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ وَغَيْرِهٖ مِنْ اَهْلِ الْفِقْهِ وَالْعِلْمِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص لوگوں سے مانگے اور اس کے پاس اتنا کچھ ہو' جس کی وجہ سے اسے مانگنے کی ضرورت نہ ہو' تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا' تو اس کے مانگنے کی وجہ سے اس کے چہرے پر داغ ہوگا۔

راوی کو شک ہے: یہاں کون سا لفظ استعمال ہوا ہے۔ خموش' خدوش' کدوح

عرض کی گئی: یارسول اللہ! اسے ضرورت نہ ہونے سے مراد کیا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پچاس درہم یا ان کی قیمت جتنا سونا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

شعبہ نے حکیم بن جبیر نامی راوی کے بارے میں اس حدیث کے حوالے سے کلام کیا ہے۔

یحییٰ بن آدم بیان کرتے ہیں' سفیان نے حکیم بن جبیر کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا' تو شعبہ کے شاگرد عبداللہ بن عثمان نے اسے کہا: کاش حکیم کے بجائے' کسی اور نے اس حدیث کو نقل کیا ہوتا' تو سفیان نے ان سے کہا: کیا حکیم میں خرابی ہے؟ جو شعبہ ان کے حوالے سے حدیث نقل کرتے' تو انہوں نے جواب دیا' جی ہاں!

سفیان بولے: میں نے زبید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: انہوں نے اس حدیث کو محمد بن عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ سفیان ثوری' عبداللہ بن مبارک' احمد اور اسحٰق نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: جب آدمی کے پاس پچاس درہم ہوں' تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔
بعض اہلِ علم نے حکیم بن جبیر کی اس حدیث کو دلیل تسلیم نہیں کیا' انہوں نے اس بارے میں گنجائش دی ہے' وہ یہ فرماتے ہیں:
اگر آدمی کے پاس پچاس درہم ہوں یا اس سے زیادہ بھی ہوں اور اسے ضرورت ہو' تو وہ زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ فقہ اور اہلِ علم کی یہی رائے ہے۔

شرح

مصارف زکوٰۃ

قرآن وسنت میں زکوٰۃ کے ہر پہلو پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔لوگ دو قسم کے ہیں: (۱) اغنیاء (۲) فقراء۔اسلام نے اغنیاء کے اموال میں زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری قرار دی اور فقراء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا تا کہ اموال منجمد نہ ہوں اور فقراء بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔وجوب زکوٰۃ کی شرائط یہ ہیں: (۱) مسلمان ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا (۴) آزاد ہونا (۵) مالک نصاب ہونا (۶) مال نصاب کا مکمل مالک ہونا (۷) نصاب کا دین (قرض) سے فارغ ہونا (۸) نصاب کا حاجت اصلیہ سے زائد ہونا۔
زکوٰۃ کے مصارف یہ ہیں: (۱) فقیر (۲) مسکین (۳) عامل (۴) رقاب (غلام آزاد کرنے کے لیے) (۵) غارم (مقروض) (۶) فی سبیل اللہ (جہاد کے لیے) (۷) مؤلفۃ القلوب (اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے) (۸) ابن السبیل (مسافر)

سوال کی مذمت: حدیث باب میں الفاظ: خموش، خدوش اور کدوح استعمال ہوئے ہیں جو مترادف ہیں اور سب کا معنیٰ زخم ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت حدیث میں نہایت درجہ کے محتاط تھے۔اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ بے جا اور غیر مستحق کا زکوٰۃ وغیرہ کے لیے سوال کرنا قابل مذمت ہے' جس کی وعید یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے چہرے پر ذلت ورسوائی کے نشانات ہوں گے۔

حدیث کا مفہوم: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس پچاس درہم یا اس کی قیمت کے برابر سونا چاندی یا کوئی دوسرا مال موجود، تو وہ زکوٰۃ کا سوال نہیں کر سکتا۔اگر کوئی شخص اسے زکوٰۃ دے تو اس کا لینا جائز ہے۔حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایسا شخص نہ زکوٰۃ کا سوال کر سکتا اور نہ ہی اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

سوال: جس شخص کے پاس: مایغنیہ موجود ہو تو کیا اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟
جواب: اگر وہ فرد واحد ہو اور تندرست وصحتمند بھی ہو، تو اسے زکوٰۃ نہیں دینی چاہیے کیونکہ وہ کام نہ کرنے، سوال کرنے اور مفت خوری کا عادی بن جائے گا۔البتہ اگر وہ معذور ہو یا صاحب عیال ہو، تو اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کیونکہ اس صورت میں مفت خوری کی عادت کا امکان نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ لَّا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ

باب 23- کس شخص کیلیے زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے؟

589 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيْدٍ ح وحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ رَيْحَانَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَّلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَحُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ وَقَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الْمَسْاَلَةُ لِغَنِيٍّ وَّلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ

مذاہبِ فقہاء: وَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ قَوِيًّا مُحْتَاجًا وَّلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ اَجْزَاَ عَنِ الْمُتَصَدِّقِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَوَجْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى الْمَسْاَلَةِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' خوشحال شخص کے لیے اور تندرست آدمی کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت حبشی بن جنادہ' حضرت قبیصہ بن مخارق سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو سعد بن ابراہیم کے حوالے سے' اس سند کے ہمراہ نقل کیا ہے' اور انہوں نے اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے: خوشحال شخص کے لیے اور تندرست شخص کے لیے مانگنا جائز نہیں ہے' اگر آدمی طاقتور ہو' اور ضرورت مند ہو' اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو' اور پھر اسے زکوٰۃ دے دی جائے' تو اہلِ علم کے نزدیک زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کی طرف سے زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہوگی۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک یہ حدیث (زکوٰۃ مانگنے پر محمول ہوگی)

589- اخرجه ابو داؤد (285/2- دعاس) كتاب الزكاة: باب: من يعطى من الصدقة وحد الغنى- رقم (1634) واحمد (192-164/2) والدارمي (386/1) كتاب الزكاة: باب: من تحل له الصدقة- من طريق سفيان و ابراهيم بن سعد عن سعد بن ابراهيم عن ريحان بن يزيد عن عبدالله بن عمرو يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم -

590 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيْدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ السَّلُوْلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ اَتَاهُ اَعْرَابِيٌّ فَاَخَذَ بِطَرَفِ رِدَائِهِ فَسَاَلَهُ اِيَّاهُ فَاَعْطَاهُ وَذَهَبَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ حَرُمَتِ الْمَسْاَلَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَّلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ اِلَّا لِذِيْ فَقْرٍ مُّدْقِعٍ اَوْ غُرْمٍ مُّفْظِعٍ وَّمَنْ سَاَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهٖ مَالَهُ كَانَ خُمُوْشًا فِيْ وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرَضْفًا يَّاْكُلُهُ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ

اسنادِدیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ سُلَيْمَانَ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت حبشی بن جنادہ سلولی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: آپ اس وقت عرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا اس نے آپ کی چادر کا کنارہ تھاما اور آپ سے وہ چادر مانگی تو نبی اکرم ﷺ نے وہ عطا کر دی جب وہ چلا گیا تو اس وقت مانگنے کی مذمت کا حکم نازل ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوشحال شخص کے لیے اور تندرست شخص کے لیے مانگنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ انتہائی ضرورت مند اور غریب ہو تو (حکم مختلف ہوگا) جو شخص لوگوں سے اس لیے مانگے تاکہ اس کے ذریعے اس کے مال میں اضافہ ہو تو وہ قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراشوں کی طرح ہوگا ایسا شخص جہنم کے گرم پتھروں پر بھنا ہوا گوشت کھاتا ہے۔ جس کی مرضی ہے وہ تھوڑا کھائے اور جس کی مرضی ہو وہ زیادہ کھالے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

وہ لوگ جن کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی

وہ لوگ جن کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی درج ذیل ہیں:

۱- اغنیاء: جو شخص صاحب نصاب یا غنی ہو، اسے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس پر زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

۲- سادات کرام: سید کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، کیونکہ زکوٰۃ ایک طرح کا میل ہے جو خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شایان شان نہیں ہے۔

۳- غیر مسلم: غیر مسلم خواہ وہ اہل کتاب ہو، اسے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی کیونکہ زکوٰۃ کے مصارف میں شامل نہیں ہے۔

۴- آباؤ اجداد: باپ، دادا، نانی، نانا اور اوپر تک کے لوگوں کو اسی طرح بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی اور نواسہ، نواسی خواہ نیچے تک چلے جائیں، ان کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

۵- زوجین باہم: میاں، بیوی باہم ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، کیونکہ ایک طرح سے ان کی دولت مشترک ہوتی ہے۔ان باہم زکوٰۃ دینے سے دولت گردش نہیں کرے گی بلکہ منجمد ہو جائے گی۔

مفہوم حدیث: حدیث باب میں دو شخصوں کو زکوٰۃ دینے کی ممانعت کی گئی ہے: (۱) غنی یعنی جس کے پاس نصاب کے مطابق دولت ہو، وہ تو خود زکوٰۃ دے گا وہ لے کیسے سکتا ہے؟

(۲) وہ شخص جو تندرست ہو۔ یاد رہے کہ تندرست کو زکوٰۃ دینے سے جو منع کیا گیا ہے، یہ شرعی اصول کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اخلاقی تقاضا کے پیش نظر ہے۔ ورنہ وہ دست سوال تو دراز نہیں کر سکتا مگر از خود کوئی اسے زکوٰۃ دے تو جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ مِنَ الْغَارِمِيْنَ وَغَيْرِهِمْ

باب 24- مقروض وغیرہ میں سے کس کے لیے زکوٰۃ وصول کرنا جائز ہے؟

591 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ

متنِ حدیث: قَالَ اُصِيْبَ رَجُلٌ فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا عَلَيْهِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِغُرَمَائِهِ خُذُوْا مَا وَجَدْتُّمْ وَلَيْسَ لَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَجُوَيْرِيَةَ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک شخص کو پھلوں میں نقصان ہو گیا جو اس نے خریدے تھے اس کا قرض بہت زیادہ ہو گیا نبی اکرم ﷺ نے (لوگوں سے) ارشاد فرمایا: تم صدقہ کرو! لوگوں نے اسے صدقہ دیا' لیکن پھر بھی وہ اس کے قرض کی ادائیگی تک نہیں پہنچ سکا' تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے ارشاد فرمایا: تمہیں جو ملتا ہے وہ وصول کر لو تمہیں صرف یہی مل سکتا ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

591- اخرجه مسلم (1191/3) كتاب المساقاة: باب: استحباب الوضع من الدين رقم (1556/18) وابو داؤد (298/2) كتاب البيوع: باب: من وضع الجائحة رقم (3469) والنسائى (265/7) كتاب البيوع: باب: وضع الجوائح رقم (4530) وابن ماجه (789/2) كتاب الاحكام: باب: تفليس المعدم والبيع لغرمائه رقم (2356) وهو فى مسلم من طريق الاشج عن ابن سعيد ومن ابى داؤد والنسائى من طريق قتيبة عنه به وفى ابن ماجه عن ليث عنه به-

شرح

غارمین کوزکوٰۃ دینے کا مسئلہ اوراس میں مذاہب آئمہ

آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ مدیون (مقروض) کوزکوٰۃ دینا جائز ہے، وہ خود سوال بھی کرسکتا ہے اور بغیر سوال کے زکوٰۃ وصول بھی کرسکتا ہے۔قرآن کریم میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں جن میں سے ایک غارم (مقروض) ہے۔

غارمین کامفہوم

غارمین کے مفہوم میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ غارم سے مراد ایسا شخص ہے جس کے پاس دولت ہو لیکن اس کا تمام مال یا اکثر مال قرض میں گھرا ہوا ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد اس کے پاس نصاب کے مطابق دولت نہ ہو۔اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور اس کا لینا جائز بھی ہے۔آپ نے اپنے مؤقف پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ایک شخص کے باغ کے پھلوں پر آفت آگئی جو اس نے خرید رکھا تھا۔وہ بھاری مقروض ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صدقہ وغیرہ دینے کے لیے لوگوں کو ترغیب دی،لوگوں کی معاونت کے باوجود قرضہ نہ اتر سکا۔ آپ نے قرض خواہوں سے فرمایا:تم لوگوں کو جتنی دولت مل گئی ہے،اس پر صبر کرو اور تمہارے لیے اتنی ہی کافی ہے۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غارم سے مراد وہ شخص ہے جس نے کسی مقتول کی دیت یا اسی طرح اور بڑی رقم اپنے آپ پر لازم کرلی ہو،تو ایسا آدمی صدقہ وخیرات وصول کرکے بھی بری الذمہ ہوسکتا ہے لیکن اپنی ذات کے لیے استعمال نہیں کرسکتا۔انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں آدمیوں کو سوال کرنے کی اجازت دی جن میں سے ایک وہ شخص ہے جس پر پریشان کن تاوان عائد کیا گیا ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَمَوَالِيهِ

باب **25**: نبی اکرم ﷺ آپ کے اہلِ بیت اور غلاموں کے لیے زکوٰۃ وصول کرنا حرام ہے

592 سندِحدیث:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَيُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ الضُّبَعِيُّ السَّدُوْسِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ

متنِ حدیث:كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِشَيْءٍ سَاَلَ اَصَدَقَةٌ هِيَ اَمْ هَدِيَّةٌ فَاِنْ قَالُوْا صَدَقَةٌ لَمْ يَاْكُلْ وَاِنْ قَالُوْا هَدِيَّةٌ اَكَلَ

فی الباب:قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلْمَانَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ وَّالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ عَمِيْرَةَ جَدِّ مُعَرِّفِ بْنِ وَاصِلٍ وَّاسْمُهٗ رُشَيْدُ بْنُ مَالِكٍ وَّمَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِيْ رَافِعٍ وَّعَبْدِ

592- اخرجه النسائی (107/5) كتاب الزكاة: باب: الصدقة لا تحل للنبی صلى الله عليه وسلم رقم (2613) واحمد (5/5)

الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلْقَمَةَ وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ اَیْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَقِیْلٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَدُّ بَهْزِ بْنِ حَكِیْمٍ اسْمُهٗ مُعَاوِیَةُ بْنُ حَیْدَةَ الْقُشَیْرِیُّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَحَدِیْثُ بَهْزِ بْنِ حَكِیْمٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

◄► بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' جب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کوئی چیز پیش کی جاتی تھی' تو آپ دریافت کرتے تھے: یہ زکوٰۃ ہے یا تحفہ ہے؟ اگر لوگ یہ بتاتے: زکوٰۃ ہے' تو آپ اسے انہیں کھاتے تھے' اگر لوگ یہ بتاتے: یہ تحفہ ہے' تو آپ اسے کھا لیتے تھے۔

اس بارے میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما' حضرت ابوعمیرہ رضی اللہ عنہ جو معرف بن واصل کے دادا ہیں اور ان کا نام رشید بن مالک ہے' حضرت میمون رضی اللہ عنہ یا شاید حضرت مہران رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

عبدالرحمٰن بن علقمہ سے بھی روایت منقول ہے' یہ حدیث عبدالرحمٰن بن علقمہ کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن ابوعقیل کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

حضرت بہز بن حکیم کے دادا کا نام معاویہ بن حیدہ القشیری ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بہز بن حکیم سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

593 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا مِّنْ بَنِیْ مَخْزُوْمٍ عَلَی الصَّدَقَةِ فَقَالَ لِاَبِیْ رَافِعٍ اصْحَبْنِیْ كَیْمَا تُصِیْبَ مِنْهَا فَقَالَ لَا حَتّٰی اٰتِیَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهٗ فَانْطَلَقَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ مَوَالِیَ الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ رَافِعٍ مَوْلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْمُهٗ اَسْلَمُ وَابْنُ اَبِیْ رَافِعٍ هُوَ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ رَافِعٍ كَاتِبُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

◄► حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے بنو مخزوم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیج دیا ان صاحب نے حضرت ابورافع سے کہا: آپ بھی میرے ساتھ چلیں تا کہ آپ بھی اس میں سے کچھ وصول کر لیں' تو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا اس وقت تک نہیں کروں گا' جب تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بارے میں دریافت نہ کر لوں پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو

593- اخرجه ابو داؤد (519/1) كتاب الزكاة: باب: الصدقة على بنى هاشم "رقم (1650)" والنسائى (107/5) كتاب الزكاة: باب: مولى القوم منهم رقم (2612)۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے' اور لوگوں کے (آزاد کردہ) غلام ان کے ذات کا حصہ ہوتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کا نام اسلم ہے۔

ابن ابی رافع' یہ عبیداللہ بن ابورافع ہیں' جو حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے سیکرٹری تھے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم، سادات کرام اور آپ کے غلاموں کے لیے حرمت زکوٰۃ کا مسئلہ

حدیث باب کے حوالے سے چند امور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خاندان (سادات کرام) اور آپ یا آپ کے آزاد کردہ غلاموں کے لیے زکوٰۃ حرام ہے۔ یہ مسئلہ آئمہ فقہ کے نزدیک اتفاقی واجماعی ہے۔ اس سلسلے میں چند دلائل ملاحظہ فرمائیں: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان الصدقة لاتحل لنا** (الصحیح للمسلم) بیشک صدقہ (زکوٰۃ) ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لاتحل لنا الصدقات** (الصحیح للبخاری) ہمارے لیے زکوٰۃ حلال نہیں ہے۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان هذه الصدقات انما هی او ساخ الناس لايحل لمحمد صلی الله عليه وسلم ولالآل محمد صلی الله عليه وسلم** (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۴۷۸) بیشک یہ صدقات ہیں جو لوگوں کا میل کچیل ہے یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں ہے۔

۲- آپ کے خاندان پر حرمت زکوٰۃ کی تین وجوہات ہیں: (۱) جو دولت خرید وفروخت میں منافع کی صورت میں حاصل ہو اس کے جواز میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ جو مال اس کے علاوہ صدقات کی شکل میں وصول کیا جائے اس میں اہانت ہے اور خلاف ادب بھی۔ اس لیے یہ آپ اور آپ کے خاندان کی شایان شان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کے لیے زکوٰۃ اور صدقات جائز ہوتے تو دشمنان دین کو لب کشائی کا موقع مل جاتا کہ آپ نے زکوٰۃ ذاتی مفادات اور خاندانی عیش کوشی کے لیے فرض ولازم قرار دی ہے۔ آپ نے اپنی ذات اور اپنے خاندان پر اسے حرام قرار دے کر ایسے اعتراضات کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کردیا۔ زکوٰۃ کی وصولی اور اس کی تقسیم کاری کے حوالے سے آپ نے بایں الفاظ اعلان فرمایا: **تؤخذ من اغنياء هم وترد على فقراء هم** - (الحدیث) مال زکوٰۃ اغنیاء سے وصول کر کے فقیروں میں تقسیم کردی جائے۔ (۳) زکوٰۃ و صدقات کو حدیث مبارکہ میں دولت کا میل کچیل قرار دیا گیا ہے، تو آپ کے لیے اس کا جواز شایان شان نہیں ہوسکتا ہے۔

۳- سادات کرام پر زکوٰۃ اور صدقات تو حرام قرار دیے گئے ہیں لیکن اسلام نے اس کا متبادل خمس (مال غنیمت سے پانچواں حصہ) جائز قرار دیا تھا۔ اب خمس کا دروازہ بھی سادات کرام پر بند ہو چکا ہے تو کیا اب وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں؟ اس بارے میں مفتیان کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض سادات کے لیے زکوٰۃ جائز قرار دیتے ہیں اور بعض حرام قرار دیتے ہیں۔ جمہور مفتیان

کرام کا فیصلہ ہے کہ وہ سادات جن کے پاس صحیح نسب نامہ موجود نہیں ہے، انہیں زکوۃ پیش کی جاسکتی ہے اوران کا زکوۃ وصول کرنا بھی جائز ہے۔ ایسے سادات کثیر تعداد میں ہیں۔ البتہ وہ سادات جن کے پاس صحیح نسب نامہ موجود ہو، انہیں زکوۃ فراہم کرنا جائز نہیں ہے اور نہ وہ زکوۃ لے سکتے ہیں۔

۴۔ شجرہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے والد گرامی عبد مناف ہیں جن کے چار صاحبزادے تھے: (۱) ہاشم (۲) مطلب (۳) نوفل (۴) عبدالشمس۔ ہاشم کے چار لڑکے تھے جن میں عبدالمطلب کے علاوہ کسی کا بھی نسب نامہ برقرار نہ رہ سکا۔ خواجہ عبدالمطلب کے بارہ صاحبزادے تھے۔ ان کی اولاد میں سے وہ لوگ جو غریب ہوں، انہیں زکوۃ پیش کی جاسکتی ہے۔ البتہ پانچ خاندانوں کے لیے زکوۃ جائز نہیں ہے: (۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد۔ (۲) حارث بن عبدالمطلب کی اولاد اور ابوطالب کے تین خاندانوں کے لیے۔ (۳) اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے۔ (۴) اولاد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لیے۔ (۵) اولاد حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے لیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّدَقَةِ عَلٰى ذِى الْقَرَابَةِ

باب 26: قریبی رشتے داروں کو زکوۃ دینا

594 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنِ الرَّبَابِ عَنْ عَمِّهَا سَلْمَانَ ابْنِ عَامِرٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: إِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَاءُ فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ وَقَالَ الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَّهِيَ عَلٰى ذِى الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ

فى الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَالرَّبَابُ هِيَ اُمُّ الرَّائِحِ بِنْتُ صُلَيْعٍ

اختلاف سند: وَهٰكَذَا رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنِ الرَّبَابِ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ الرَّبَابِ وَحَدِيْثُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ عُيَيْنَةَ اَصَحُّ وَهٰكَذَا رَوٰى ابْنُ عَوْنٍ وَّهِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنِ الرَّبَابِ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ

594- اخرجه النسائی (92/5) كتاب الزكاة: باب: الصدقة على الاقارب رقم (2582) وابن ماجه (591/1) كتاب الزكاة: باب: فضل الصدقة رقم (1844) واحمد (17/4) (18/4) والدارمی (397/1) كتاب الزكاة: باب: الصدقة على القرابة: والحميدی (363/2) رقم (823/3) وابن خزيمة (278/3) حديث (2067) وابن خزيمة (77/4) رقم (2385) من طريق حفصة بنت سيرين عن الرباب ام الرائح واخرجه احمد (18/4) ليس فيه الرباب ام الرائح -

◆◆ حضرت سلمان بن عامر یہ بات بیان کرتے ہیں' انہیں' نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے: جب کسی شخص نے افطار کرنا ہو' تو وہ کھجور کے ذریعے افطار کرے' اس میں برکت ہوتی ہے' اگر کسی کو کھجور نہیں ملتی' تو وہ پانی کے ذریعے کرلے' کیونکہ یہ پاک کرنے والا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: غریب شخص کو صدقہ دینا' صرف صدقہ دینا ہے' اور قریبی رشتے دار کو صدقہ دینے میں دو پہلو ہیں' ایک صدقہ دینا اور ایک رشتے داری کے حقوق کا خیال رکھنا۔

اس بارے میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت سلمان بن عامر سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

رباب نامی راوی خاتون اُم رائح بنت صلیع ہیں۔

سفیان ثوری نے اس روایت کو عاصم کے حوالے سے' حفصہ بنت سیرین کے حوالے سے' رباب نامی خاتون کے حوالے سے' ان کے چچا' سلمان بن عامر کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شعبہ نامی راوی نے اس روایت کو عاصم کے حوالے سے' حفصہ بنت سیرین کے حوالے سے' حضرت سلمان بن عامر سے بھی نقل کیا ہے' اس میں رباب کا تذکرہ نہیں کیا۔

سفیان ثوری اور ابن عیینہ سے منقول حدیث زیادہ مستند ہے' یہی روایت اسی طرح ابن عوف کے حوالے سے ہشام بن حسان کے حوالے سے' حفصہ بنت سیرین کے حوالے سے' رباب کے حوالے سے' حضرت سلمان بن عامر سے منقول ہے۔

شرح

قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کی فضیلت

دو قسم کے رشتہ داروں کو زکوٰۃ اور صدقہ واجب دینا منع ہے: (۱) ولادت کا رشتہ: اصول مثلاً باپ، دادا، دادی، نانا، نانی حتیٰ کہ اوپر تک۔ اسی طرح فروع بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی حتیٰ کہ نیچے تک۔ (۲) نکاح کا تعلق: زوجین باہم ایک دوسرے کو زکوٰۃ و صدقہ واجبہ نہیں دے سکتے۔ ان کے علاوہ ہر قسم کے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے مثلاً بہن، بھائی، چچا، تایا، چچی، تائی، چچازاد بہن بھائی، تایازاد بہن بھائی، خالہ زاد بہن بھائی وغیرہ۔ بعض لوگ اپنے اقارب کو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ ان کی بے علمی یا جہالت ہے یا بے عملی ہے ورنہ اقارب کو زکوٰۃ دینے کا دوگنا ثواب ہے۔ ایک تو زکوٰۃ کی ادائیگی کا اور دوسرا رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک، صلہ رحمی اور استحکام اخوت کا زیادہ ثواب ہے۔ حدیث باب میں بھی اسی مسئلہ کا درس دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکَاۃِ

باب 27: مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (ادائیگی کا) حق ہے

595 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ مَدُّوَیْهِ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شَرِیْكٍ عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ قَالَتْ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ اَوْ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الزَّکَاۃِ فَقَالَ اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سِوَی الزَّکَاۃِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَۃَ الَّتِیْ فِی الْبَقَرَۃِ (لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَکُمْ) الْاٰیَۃَ

◆◆ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے سوال کیا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم ﷺ سے زکوٰۃ کے بارے میں سوال کیا گیا' آپ نے ارشاد فرمایا: مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (ادائیگی کا) حق ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے "سورۂ بقرہ" میں موجود یہ آیت تلاوت کی۔

"نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا رخ پھیر لو"۔

596 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الطُّفَیْلِ عَنْ شَرِیْكٍ عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِیِّ عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکَاۃِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ اِسْنَادُهٗ لَیْسَ بِذَاكَ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ حَمْزَۃَ مَیْمُوْنٌ الْاَعْوَرُ یُضَعَّفُ وَرَوٰی بَیَانٌ وَّاِسْمٰعِیْلُ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ هٰذَا الْحَدِیْثَ قَوْلَهٗ وَهٰذَا اَصَحُّ

◆◆ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (ادائیگی کا) حق ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اس حدیث کی سند مستند نہیں ہے۔

ابوحمزہ میمون اعور نامی راوی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

بیان اور اسماعیل بن سالم نے اسے شعبی کے حوالے سے' ان کے قول کے طور پر نقل کیا ہے' اور یہ زیادہ مستند ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الصَّدَقَۃِ

باب 28: صدقہ دینے کی فضیلت

595– اخرجه ابن ماجه (570/1) کتاب الزکاة: باب: ما ادی زکاته لیس بکنز" رقم (1789)' والدارمی (385/1) کتاب الزکاة: باب: ما یجب فی مال سوی الزکاة- من طریق شریك عن ابی حمزة عن عامر الشعبی عن فاطمة بنت قیس- رضی اللہ عنها- تبلغ بها النبی صلی اللہ علیه وسلم

597 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَا تَصَدَّقَ اَحَدٌ بِصَدَقَةٍ مِّنْ طَيِّبٍ وَّلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ اِلَّا اَخَذَهَا الرَّحْمٰنُ بِيَمِيْنِهٖ وَاِنْ كَانَتْ تَمْرَةً تَرْبُوْ فِيْ كَفِّ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى تَكُوْنَ اَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فُلُوَّهٗ اَوْ فَصِيْلَهٗ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ وَّاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى وَحَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّبُرَيْدَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی شخص حلال مال میں سے صدقہ دیتا ہے ویسے اللہ تعالیٰ صرف حلال مال کو ہی قبول کرتا ہے' تو پروردگار اسے اپنے دست رحمت میں لیتا ہے' اگر وہ کھجور ہو' تو وہ رحمٰن کے دست قدرت میں بڑھنے لگتی ہے' یہاں تک کہ پہاڑ سے بڑی ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص اپنے گھوڑے کے بچے یا گائے کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ' حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ''حسن صحیح'' ہے۔

598 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُّحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ الصَّدَقَةَ وَيَاْخُذُهَا بِيَمِيْنِهٖ فَيُرَبِّيْهَا لِاَحَدِكُمْ كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ مُهْرَهٗ حَتّٰى اِنَّ اللُّقْمَةَ لَتَصِيْرُ مِثْلَ اُحُدٍ وَّتَصْدِيْقُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقَاتِ) وَ (يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

597- اخرجه البخارى (426/13) كتاب التوحيد: باب: قول الله تعالىٰ: (تعرج الملئكة والروح اليه) (المعارج:4)......رقم (7430) تعليقات (326/3) كتاب الزكاة: باب: الصدقة من كسب طيب رقم (1410) ومسلم (702/2) كتاب الزكاة: باب: قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها رقم (63, 64, 64, 1014/64) والنسائى (57/5) كتاب الزكاة: باب: الصدقة من غلول رقم (2525) وابن ماجه (590/1) كتاب الزكاة: باب: فضل الصدقة رقم (1842) وابن خزيمة (93/4) رقم (2425) واحمد (331/2) والدارمى (395/1) كتاب الزكاة: باب: فضل الصدقة والحميدى (488/2) رقم (1154)

598- اخرجه احمد (471-268/2) وابن خزيمة (93/4) رقم (2426) (2427) بالفاظ مقاربة لهذا اللفظ والحديث لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة كما فى "التحفة" (295/10) رقم (14287)-

مذاہب فقہاء: وَقَدْ قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَمَا يُشْبِهُ هٰذَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنَ الصِّفَاتِ وَنُزُولِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالُوْا قَدْ تَثْبُتُ الرِّوَايَاتُ فِيْ هٰذَا وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا يُتَوَهَّمُ وَلَا يُقَالُ كَيْفَ هٰكَذَا رُوِىَ عَنْ مَالِكٍ وَّسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهُمْ قَالُوْا فِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَمِرُّوهَا بِلَا كَيْفٍ وَّهٰكَذَا قَوْلُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَاَمَّا الْجَهْمِيَّةُ فَاَنْكَرَتْ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ وَقَالُوْا هٰذَا تَشْبِيْهٌ وَّقَدْ ذَكَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعٍ مِّنْ كِتَابِهِ الْيَدَ وَالسَّمْعَ وَالْبَصَرَ فَتَاَوَّلَتِ الْجَهْمِيَّةُ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ فَفَسَّرُوْهَا عَلٰى غَيْرِ مَا فَسَّرَ اَهْلُ الْعِلْمِ وَقَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَخْلُقْ اٰدَمَ بِيَدِهٖ وَقَالُوْا اِنَّ مَعْنَى الْيَدِ هٰهُنَا الْقُوَّةُ وقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّمَا يَكُوْنُ التَّشْبِيْهُ اِذَا قَالَ يَدٌ كَيَدٍ اَوْ مِثْلُ يَدٍ اَوْ سَمْعٌ كَسَمْعٍ اَوْ مِثْلُ سَمْعٍ فَاِذَا قَالَ سَمْعٌ كَسَمْعٍ اَوْ مِثْلُ سَمْعٍ فَهٰذَا التَّشْبِيْهُ وَاَمَّا اِذَا قَالَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَدٌ وَّسَمْعٌ وَّبَصَرٌ وَّلَا يَقُوْلُ كَيْفَ وَلَا يَقُوْلُ مِثْلُ سَمْعٍ وَّلَا كَسَمْعٍ فَهٰذَا لَا يَكُوْنُ تَشْبِيْهًا وَّهُوَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ (لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ)

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ صدقے کو قبول کرتا ہے' اسے اپنے دست رحمت میں رکھتا ہے' اور اسے بڑھانا شروع کرتا ہے' جس طرح کوئی شخص اپنے گھوڑے کے بچے کو پالتا ہے' یہاں تک کہ ایک لقمہ "احد" پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:)

اس کی تصدیق' اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے۔

"اور وہی ذات ہے' جو اپنے بندوں سے توبہ کو قبول کرتا ہے' اور صدقات کو وصول کرتا ہے' اللہ تعالیٰ سود کو ختم کرتا ہے' اور صدقات کو بڑھاتا ہے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

کئی اہلِ علم نے اس حدیث کے بارے میں اور اس طرح کی دیگر روایات کے بارے میں یہ فرمایا ہے: جو صفات سے تعلق رکھتی ہیں' پروردگار کے روزانہ ہماری دنیا کی طرف نزول کرنے سے متعلق ہیں' یہ حضرات فرماتے ہیں: احادیث سے یہ بات ثابت ہے' ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں' تاہم ان کے بارے میں سوچا نہیں جا سکتا اور نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہے: ایسا کس طرح ہو سکتا ہے؟

امام مالک بن انس' سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک سے اسی طرح منقول ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: اس طرح کی احادیث پر' کیفیت کی وضاحت کیے بغیر' ایمان لے آؤ۔

اہلسنّت والجماعت سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم نے یہی رائے بیان کی ہے۔

جہاں تک "جہمیہ" کا تعلق ہے' انہوں نے ان روایات کا انکار کیا ہے' وہ یہ کہتے ہیں اس میں تشبیہہ پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر لفظ ہاتھ' سننا' دیکھنے' کا تذکرہ کیا ہے جہمیہ ان آیات کی تاویل کرتے ہیں اور ان کی

تفسیر اس کے برعکس کرتے ہیں' جو تفسیر اہلِ علم نے ان کی بیان کی ہے۔

وہ لوگ یہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ کے ذریعے پیدا نہیں کیا' وہ یہ کہتے ہیں: یہاں پہ ہاتھ سے مراد قوت ہے۔

اسحٰق بن ابراہیم فرماتے ہیں: تشبیہ کی صورت اس وقت ہو سکتی ہے' جب ہاتھ کو انسانی ہاتھ کی مانند قرار دیا جائے یا سننے کو (انسانی) سننے کی مانند قرار دیا جائے۔

جب کوئی شخص یہ کہے: (اللہ تعالیٰ کا) سننا (انسانی) سننے کی طرح ہے یا اس کی مانند ہے' تو یہ تشبیہ ہوگی لیکن اگر بندہ وہی کہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے. ہاتھ' سننا' دیکھنا' اور اس کیفیت بیان نہ کرے اور نہ ہی یہ کہے: یہ (انسانی) سننے کی طرح ہے' تو یہ تشبیہ نہیں ہوگی (یعنی ایک کو دوسرے کے مشابہہ قرار دینا) اور یہ اسی طرح ہوگا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

''اس کی مانند کوئی چیز نہیں ہو سکتی' وہ سننے والا ہے' اور دیکھنے والا ہے''۔

599 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الصَّوْمِ اَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ فَقَالَ شَعْبَانُ لِتَعْظِيْمِ رَمَضَانَ قِيْلَ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ صَدَقَةٌ فِيْ رَمَضَانَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّصَدَقَةُ بْنُ مُوْسٰى لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِذَاكَ الْقَوِيِّ

◆◆ حضرت انس بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: رمضان کے بعد کون سا روزہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا' شعبان کا تاکہ رمضان کی تعظیم ہو' اس شخص نے دریافت کیا: کون سا صدقہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان میں صدقہ کرنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

صدقہ بن موسیٰ نامی راوی محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہے۔

600 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيْسٰى الْخَزَّازُ الْبَصْرِيُّ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ عَنْ مِّيْتَةِ السُّوْءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: صدقہ پروردگار کے غضب کو ختم کر دیتا ہے' اور بُری موت کو دور کر دیتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

نفلی صدقہ کی فضیلت

سابقہ ابواب میں زکوٰۃ کا بیان تھا۔ اب ان دو ابواب کی چھ احادیث مبارکہ میں نفلی صدقہ کی فضیلت بیان کی گئی۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے بارے میں سوال کیا تو آپ کی طرف سے جواب دیا گیا: زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں حق (صدقہ) ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے حلال وطیب رزق کا صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دست رحمت سے قبول کرتا ہے، خواہ وہ ایک کھجور ہی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح پرورش پاتا رہتا ہے، جس طرح خچر کا بچہ پرورش پاتا ہے حتیٰ کہ وہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن اسے اس کا ثواب دیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ماہ رمضان میں دیا جانے والا صدقہ افضل ہے۔'' اس مقدس ماہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت اس لیے زیادہ ہے کہ اس کی ہر گھڑی بابرکت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کی بارش ہوتی ہے، جس وجہ سے جہاں دیگر عبادات یعنی نماز، روزہ، عمرہ اور زکوٰۃ وغیرہ کا ثواب بڑھ جاتا ہے وہاں صدقہ وخیرات کے اجر وثواب میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ پیش کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور موت کے لمحات آسان ہو جاتے ہیں۔'' انسان بار بار اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نافرمانی کرتا ہے، معصیات کا ارتکاب کرتا ہے اور بے عملی کا مظاہرہ کرتا ہے، جس وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور ہر گناہ کے سبب اس کے غضب میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ پھر بندہ جب اپنے گناہوں کو ختم کرنے، معصیات کو دھونے اور مٹانے کے لیے صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا غضب ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور وہ راضی ہو جاتا ہے۔ صدقہ کرنے کا جو دوسرا فائدہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ موت کے لمحات انسان کے لیے نہایت پریشان کن ہوتے ہیں، وہ لمحات صدقہ کی وجہ سے آسان ہو جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ صدقہ کرنے سے مصائب ومشکلات سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

سوال: حدیث میں صدقہ میں اضافہ کی مثال خچر کے بچہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ وہ بیک وقت بڑا نہیں ہوتا بلکہ بتدریج نشوونما پاتا ہے اور اسی طرح صدقہ فوراً پہاڑ کے برابر نہیں ہوتا بلکہ مسلسل اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور وہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔ اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری امتی صدقہ کرنے والا تو گھاٹے میں رہے گا کیونکہ اسے زیادہ وقت میسر نہیں آئے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی؟

جواب: جب زمین کو خوب تیار کر کے اس میں عمدہ بیج ڈالا جائے اور اسے سیراب کرنے کی طرف بھی خصوصی توجہ مرکوز کی جائے تو وہ فصل جلدی اور زیادہ بار آور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر امتی صدقہ وخیرات یا دیگر اعمال خیر کرنے والا دوسروں سے گھاٹے میں نہیں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت سے کثیر اجر و

ثواب سے نوازا جائے گا۔

سوال: حدیث میں صدقہ پیش کرنے کے لیے حلال وطیب کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ طیب و طاہر ہے اور طیب و طاہر اور حلال چیز کو پسند کرتا ہے، اس لیے یہ قید لگائی ہے۔ علاوہ ازیں حرام و ناجائز طریقہ سے حاصل کیا ہوا رزق اللہ تعالیٰ کے حضور قابل قبول نہیں ہوتا بلکہ مردود ہوتا ہے۔

سوال: حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حلال وطیب صدقہ اللہ تعالیٰ اپنے دست راست میں رکھتا ہے اور اس میں اضافہ فرماتا ہے حتیٰ کہ وہ احد پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے، جس کا ثواب صدقہ کرنے والے کو قیامت کے دن عطا کیا جائے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے "دست" ثابت کیا گیا ہے جبکہ وہ دست و پا، آنکھ و سر اور دیگر اعضاء سے پاک ہے؟

جواب: (۱) لوگوں کو سمجھانے کے لیے بطور تمثیل اللہ تعالیٰ کے لیے "دست" ثابت کیا گیا ہے۔ (۲) دست و ید سے مراد صدقہ کی یقینی قبولیت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہر عضو سے پاک و منزہ ہے۔ (۳) گمراہ اور بے دین لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء اور صفات انسانی ثابت کرتے ہیں مثال کے طور پر ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں رقم طراز ہیں: ایک مرتبہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے لیے گیا۔ اختتام نماز پر ایک عالم دین نے تقریر شروع کر دی۔ منبر پر بیٹھے اس نے یہ حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصہ میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی فراخی رزق کا طالب کہ میں اس کے رزق میں اضافہ کر دوں، کوئی ہے اپنے گناہوں کی مغفرت کا طالب کہ میں اس کے گناہ معاف کر دوں اور ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کسی نے مقرر سے سوال کیا: اللہ تعالیٰ کس طرح آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے؟ وہ منبر سے اتر کر زمین پر کھڑا ہو گیا اور اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے: اللہ تعالیٰ آسمان دنیا سے اس طرح نزول فرماتا ہے۔ یہ مقرر تھا ابن تیمیہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء اور جہت وغیرہ ثابت کر کے گمراہی کا ثبوت مہیا کیا۔ اس کے اس جواب پر لوگوں نے اس کی خوب پٹائی کی۔

(سفر نامہ ابن بطوطہ)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حَقِّ السَّائِلِ

باب 29- مانگنے والے کے حق کا بیان

601 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بُجَيْدٍ عَنْ جَدَّتِهٖ اُمِّ بُجَيْدٍ وَّكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمِسْكِيْنَ لَيَقُوْمُ عَلٰى بَابِيْ فَمَا اَجِدُ لَهٗ شَيْئًا اُعْطِيْهِ اِيَّاهُ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ لَّمْ تَجِدِيْ شَيْئًا تُعْطِيْنَهٗ اِيَّاهُ اِلَّا ظِلْفًا مُحْرَقًا فَادْفَعِيْهِ اِلَيْهِ فِيْ يَدِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ

601- اخرجه ابو داؤد (523/1) كتاب الزكاة: باب: حق السائل رقم (1667) والنسائي (86/5) كتاب الزكاة: باب: تفسير المسكين رقم (2574)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اُمِّ بُجَيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► سیّدہ اُمّ بجید رضی اللہ عنہا جو نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام قبول کرنے والی خواتین میں سے ایک ہیں' یہ بیان کرتی ہیں: (بعض اوقات) کوئی غریب شخص میرے دروازے آ کر کھڑا ہو جاتا' مجھے ایسی چیز نہیں ملتی' جو میں اسے دے سکوں' تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا: اگر تمہیں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جو تم اسے دے سکو تمہیں صرف جلا ہوا ''پایا'' (پاؤں) ہے' تو تم وہ ہی اس کے ہاتھ میں دے دو۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' امام حسین رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیّدہ اُمّ بجید رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرنے کا مسئلہ

کوئی مسکین، غریب، فقیر اور مستحق یتیم جب سائل کی شکل میں دروازے پر آئے تو اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹانا چاہیے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: اما السائل فلاتنهر (القرآن) آپ سائل کو نہ جھڑکیں۔ اگر کوئی چیز سائل کو دینے کے لیے معمولی ہو تو وہ اسے پیش کر دی ورنہ اسے جھڑکے بغیر معذرت کر لی جائے۔ اگر سائل تندرست یا مالدار یا عادی گداگر ہو تو اسے کوئی چیز دیے بغیر واپس کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اسلام میں گداگری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ حقدار یا معذور یا نادار بچہ سائل کی شکل میں آجائے تو اسے محروم نہیں کرنا چاہیے خواہ معمولی سے معمولی چیز اسے پیش کرنی پڑے۔ حضرت اُمّ بجید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ان کے دروازے پر سائل آتا ہے جبکہ اسے دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرو خواہ بھنے ہوئے پائے ہی اسے دینا پڑیں۔ اہل عرب گوشت بڑے شوق سے استعمال میں لاتے تھے لیکن مویشیوں کے پائے کو زیادہ پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لیے اسے ایک معمولی و حقیر چیز تصور کیا جاتا تھا۔ اس لیے حکم دیا خواہ پائے ہی پیش کرنے پڑیں سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِعْطَاءِ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ

باب 30- مؤلفۃ القلوب کو ادائیگی کرنا

602 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ اَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ وَّاِنَّهٗ لَاَبْغَضُ الْخَلْقِ اِلَيَّ فَمَا زَالَ يُعْطِيْنِيْ حَتّٰى اِنَّهٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ

602- اخرجه مسلم (1806/4) كتاب الفضائل: باب: ما سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا فقال: لا وكثرة عطائه رقم (2313/59) واحمد (401/3)' (465/6)-

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ بِهٰذَا اَوْ شِبْهِهٖ فِي الْمُذَاكَرَةِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

اختلاف سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ صَفْوَانَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ وَّغَيْرُهٗ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ قَالَ اَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَاَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ اَصَحُّ وَاَشْبَهُ اِنَّمَا هُوَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ صَفْوَانَ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ اِعْطَاءِ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ فَرَاَى اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ لَّا يُعْطَوْا وَقَالُوْا اِنَّمَا كَانُوْا قَوْمًا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَاَلَّفُهُمْ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى اَسْلَمُوْا وَلَمْ يَرَوْا اَنْ يُّعْطَوُا الْيَوْمَ مِنَ الزَّكَاةِ عَلٰى مِثْلِ هٰذَا الْمَعْنٰى وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهِمْ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَنْ كَانَ الْيَوْمَ عَلٰى مِثْلِ حَالِ هٰؤُلَاءِ وَرَاَى الْاِمَامُ اَنْ يَّتَاَلَّفَهُمْ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاَعْطَاهُمْ جَازَ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت صفوان بن امیہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن مجھے کچھ عطا کیا آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخصیت کے مالک تھے آپ مجھے مسلسل عطا کرتے رہے' یہاں تک کہ آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ شخصیت کے مالک بن گئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حسن بن علی نے یہ حدیث مجھے سنائی ہے یا اس کی مانند حیثیت سنائی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرات صفوان سے منقول حدیث کو معمر اور دیگر راویوں نے' زہری کے حوالے سے' سعید بن میسّب کے حوالے سے' حضرت صفوان بن امیہ سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے عطا کیا' گویا یہ روایت زیادہ مستند اور بہتر ہے' کیونکہ یہ سعید بن میسّب سے منقول ہے' جنہوں نے یہ بات بیان کی ہے: صفوان بن امیہ نے یہ بتایا ہے۔

مؤلفۃ القلوب کو ادائیگی کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اب انہیں ادائیگی نہیں کی جائے گی۔ یہ حضرات فرماتے ہیں: یہ وہ لوگ تھے' جو نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس سے تعلق رکھتے تھے اور آپ ﷺ نے ان کے اسلام قبول کرنے کے حوالے سے ان کی تالیف قلب کی تھی' جب ان لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

تو ان اہلِ علم کے نزدیک آج ان لوگوں کو اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں کی جائے گی' جو اس مفہوم سے تعلق رکھتی ہے۔

سفیان ثوری' اہلِ کوفہ اور دیگر اہلِ علم کی یہی رائے ہے۔

امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہما نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے' جس شخص کی حالت آج بھی اس طرح کی ہوگی اور حاکم وقت یہ سمجھتا ہو کہ اسلام کے

حوالے سے ان لوگوں کی تالیف قلب کی جاسکتی ہے اور وہ ان لوگوں کوزکوٰۃ ادا کر دے تو یہ درست ہوگا۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

مؤلفۃ القلوب کوزکوٰۃ دینے کا مسئلہ اوراس میں مذاہب آئمہ

لفظ''مؤلفۃ''اسم مفعول مؤنث کا صیغہ ہےاور''قلوبھم'' اس کا نائب فائل ہے یعنی غیر مسلموں کواس ارادہ سے زکوٰۃ دینا کہ ان کے دل اسلام کے ساتھ جڑ جائیں اور وہ تعلیمات اسلام سے متاثر ہوکراسلام قبول کرلیں۔قرآن کریم میں مصارف زکوٰۃ آٹھ بیان کیے گئے ہیں،جن میں سے ایک''مؤلفۃ القلوب''ہے۔مؤلفۃ القلوب کی چھ اقسام ہیں جن میں سے دو کا تعلق اہل کفر سے اور چار کا تعلق اہل اسلام سے ہے: (۱) ایسے کفار جن سے خیر کی امید ہو۔(۲) ایسے کفار جن کے شر کا اندیشہ ہو۔ان دوقسموں کے کفار کو تالیف قلوب کی بنیاد پر زکوٰۃ دینے کی اجازت تھی۔اہل اسلام کی چار اقسام یہ ہیں: (۱) ایسا اسلامی قبیلہ جس کے سربراہ کو زکوٰۃ دینے سے دوسرے غیر مسلم قبائل کے رؤساء اسلام کی طرف مائل ہوسکتے ہوں۔(۲) ایسا نومسلم جو اسلام کے معاملے میں تذبذب کا شکار ہو تا کہ اس کے تذبذب کا تصور ختم ہو جائے اور اس کے اسلام میں استحکام پیدا ہو جائے۔اگر وہ مالدار ہو تو بھی اسے تالیف قلب کی وجہ سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔اگر وہ غریب وفقیر ہو تو بطریق اولیٰ اسے زکوٰۃ پیش کی جاسکتی ہے۔(۳) اسلامی سلطنت کی نظریاتی سرحد میں رہنے والا شخص ہو، تا کہ وہ دلیری سے اسلام کا دفاع کر سکے۔(۴) مختلف قبائل اور علاقہ جات کی معزز وسرکردہ شخصیات کوزکوٰۃ پیش کرنا بھی جائز ہے تا کہ وہ نوجوانوں میں یہ رقم تقسیم کر کے انہیں جہاد کے لیے تیار کرسکیں۔

مذاہب آئمہ: خلیفہ دوم،امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مؤلفۃ القلوب کا مصرف ختم کر دیا تھا اور آپ نے اعلان فرما دیا تھا: اب اسلام کو شان وشوکت اور غلبہ حاصل ہو چکا ہے لہٰذا ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ تالیف قلوب کی بناء پر کفار کوزکوٰۃ دیں۔اب اسلام، کفار کا محتاج نہیں ہے بلکہ کفار، اسلام کے محتاج ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مؤلفۃ القلوب چھ قسموں میں سے کسی قسم کو بھی اسلامی نقطہ نظر سے زکوٰۃ دینے کی اجازت نہیں ہے۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مؤلفۃ القلوب کی آخری دونوں اقسام کوزکوٰۃ دینا درست ہے۔پہلی چار اقسام کے بارے میں دو قول ہیں: (۱) زکوٰۃ دینا جائز ہے۔(۲) زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔کفار کی دونوں اقسام میں زکوٰۃ دینے کا قول راجح ہے اور مسلمانوں کی دونوں اقسام کوزکوٰۃ نہ دینا راجح ہے۔جن آئمہ فقہ کے نزدیک مصارف زکوٰۃ سے''مؤلفۃ القلوب''مصرف ختم ہو گیا ہے،ان کے ہاں علت ضعف اسلام ختم ہونے کی وجہ سے ختم ہوا ہے ورنہ منسوخ نہیں ہوا، کیونکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد منسوخ ہونے کا تصور باطل ہے۔البتہ قرب قیامت کے زمانہ میں علت ضعف اسلام لوٹ آنے کی صورت میں یہ مصرف دوبارہ بحال ہوسکتا ہے۔اس سلسلے میں مشہور حدیث ہے: **بدأ الاسلام غریباً و سیعود کمابدأ** (حدیث) اس کی ابتداء غریب لوگوں سے ہوئی اور جس طرح شروع ہوا تھا عنقریب ایسی شکل میں آجائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُتَصَدِّقِ يَرِثُ صَدَقَتَهٗ

باب 31-صدقہ کرنے والا شخص اگر صدقے کا وارث بن جائے

603 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّي بِجَارِيَةٍ وَّاِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَاَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ صُوْمِيْ عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا يُعْرَفُ هٰذَا مِنْ حَدِيْثِ بُرَيْدَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَطَاءٍ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ثُمَّ وَرِثَهَا حَلَّتْ لَهٗ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا الصَّدَقَةُ شَيْءٌ جَعَلَهَا لِلّٰهِ فَاِذَا وَرِثَهَا فَيَجِبُ اَنْ يَّصْرِفَهَا فِيْ مِثْلِهٖ وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَزُهَيْرٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَطَاءٍ

◆◆ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اسی دوران ایک خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز صدقہ کے طور پر دی' والدہ کا انتقال ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اجر لازم ہو گیا اور وہ وراثت میں تمہیں مل جائے گی' اس خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! والدہ پر ایک مہینے کے روزے رکھنا لازم تھا' کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کی طرف سے روزے رکھ لو! اس خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! انہوں نے کبھی حج نہیں کیا' کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کر لو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بریدہ کے حوالے سے' یہ روایت صرف اسی سند کے حوالے سے منقول ہے۔

اس کے راوی عبداللہ بن عطا محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

603-اخرجه مسلم (805/2) كتاب الصيام: باب: قضاء الصيام عن الميت رقم (1149/158,157)' وابو داؤد (520/1) كتاب الزكاة: باب: من تصدق بصدقة ثم ورثها رقم (1656)' (129/2) كتاب الوصايا: باب: ماجاء في الرجل يهب الهبة' ثم يوصى له بها او يورثها' رقم (2877)' (256/2) كتاب الايمان والنذور: باب: في قضاء النذر عن الميت رقم (3309)' وابن ماجه (559/1) كتاب "الصيام" : باب: من مات و عليه صيام نذر رقم (1759)' واحمد (361-351/5)' كلهم من طريق عبدالله بن عطاء عن عبدالله بن بريدة يبلغ به النبي - صلى الله عليه وسلم -

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' جب آدمی کوئی چیز صدقہ کرتا ہے' اور پھر اس چیز کا وارث بن جاتا ہے' تو یہ اس کے لیے حلال ہوگی۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: صدقہ وہ چیز ہے' جسے اس نے اللہ تعالیٰ کیلیے مخصوص کیا ہے' تو جب وہ اس کا وارث بنے گا تو اس پر لازم ہے: وہ اسے اسی طرز پر دوبارہ خرچ کر دے۔

سفیان ثوری' زہیر بن معاویہ نے اس حدیث کو عبداللہ بن عطا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

اپنی خیرات، وراثت کی شکل میں واپس ملنے پر اسے قبول کرنے کا مسئلہ

ایک شخص اپنے رشتہ دار کو نفلی صدقہ یا خیرات پیش کرے پھر وہ وفات پا جائے اور صدقہ یا خیرات وراثت کی شکل میں اسے واپس ملے تو اس کا وصول کرنا جائز ہے۔ اس کے وصول کرنے سے صدقہ کا اجر و ثواب باطل نہیں ہوگا۔ اس بارے میں ایک مشہور فقہی قاعدہ ہے کہ ملکیت بدلنے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے بھی یہ قاعدہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کو صدقہ کی شکل میں کہیں سے گوشت ملا جو انہوں نے پکایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو دریافت فرمایا: اے بریرہ! آپ نے کیا چیز پکا رکھی ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! یہ صدقہ کا گوشت ہے جو کہیں سے ملا تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ ہمیں بھی دیں، یہ آپ کے لیے صدقہ ہے جبکہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ یہ مسئلہ تمام آئمہ فقہ کا متفقہ اور اجماعی ہے۔

دو اہم مسائل: زیر بحث مسئلہ کے علاوہ حدیث باب میں دو اہم مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- اقسام عبادت اور ان میں نیابت کا مسئلہ: عبادات کی تین اقسام ہیں: (۱) عبادت بدنیہ مثلاً نماز اور روزہ، ان میں نیابت جائز نہیں ہے۔ یعنی جن لوگوں پر یہ فرض ہیں، وہ خود کریں گے تو ادا ہوں گی ورنہ ادا نہیں ہوں گی۔ (۲) محض مالی عبادت مثلاً زکوٰۃ، اس میں نیابت جائز ہے زندگی میں بھی اور انتقال کے بعد بھی۔ (۳) عبادات بدنی و مالی کا مجموعہ مثلاً حج، اس میں حالت اضطراری میں نیابت جائز ہے لیکن حالت غیر اضطراری میں جائز نہیں ہے۔ مثلاً کسی پر حج فرض تھا تو حالت اضطراری میں اس کی طرف سے زندگی میں دوسرا شخص بھی حج کر سکتا ہے اور وصیت کرنے کی صورت میں وفات کے بعد بھی کر سکتا ہے۔ یاد رہے اس کو حج بدل کہا جاتا ہے۔

۲- مسئلہ ایصال ثواب اور مذاہب آئمہ: کس عبادت کا ایصال ثواب جائز ہے اور کس کا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ہر قسم کی عبادت کا ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے خواہ وہ عبادت بدنیہ یا محض مالیہ یا بدنیہ و مالیہ دونوں کا مجموعہ ہو۔ ان کے نزدیک نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سب کا ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبادت بدنیہ مثلاً نماز اور روزہ کا ایصال ثواب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں نیابت درست نہیں ہے۔ البتہ عبادت مالیہ مثلاً صدقہ و خیرات اور عبادت بدنیہ و مالیہ کا مجموعہ مثلاً حج کا

ایصالِ ثواب جائز ہے کیونکہ ان میں نیابت جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ الْعَوْدِ فِی الصَّدَقَةِ

باب 32-صدقہ واپس لینے کا مکروہ ہونا

604 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ حَمَلَ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ رَاٰهَا تُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ یَّشْتَرِیَهَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعُدْ فِیْ صَدَقَتِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ سالم' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھوڑا دیا' پھر انہوں نے اس گھوڑے کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھا' تو اسے خریدنے کا ارادہ کیا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے صدقے کو واپس نہ لو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

شرح

اپنا صدقہ واپس لینے کی ممانعت

اگر ایک شخص دوسرے کو کوئی چیز بطور صدقہ پیش کرے پھر اس میں رجوع کر کے اسے واپس لے تو جائز نہیں ہے لیکن قیمتاً اسے

604- للحدیث طرق عن عمر بن الخطاب- رضی اللہ عنہ- مع اختلاف فی الالفاظ بالزیادة والنقصان فقد: اخرجه البخاری (413/3) کتاب الزکاة: باب: هل یشتری صدقته؟ ولا باس ان یشتری صدقة غیره رقم (1489) واطرافه فی (2775-2972-3002) ومسلم (1240/3) کتاب الهبات: باب: کراهة شراء الانسان ماتصدق به ممن تصدق علیه' رقم (1621/4) والنسائی (109/5)کتاب الزکاة: باب: شراء الصدقة' رقم (-2617 2616)' من طریق الزهری عن سالم عن عبداللہ بن عمر عنه به- واخرجه البخاری (413/3) کتاب الزکاة: باب: هل یشتری صدقته؟ ولا باس ان یشتری صدقة غیره' رقم (1490) واطرافه فی (2623-2626-2970-3003) ومسلم (1239/3) کتاب "الهبات" باب: کراهیة شراء الانسان ما تصدق علیه' رقم (1620/2,1)' والنسائی (108/5) کتاب الزکاة: باب: شراء الصدقة' رقم (2615)' وابن ماجه (799/2) کتاب الصدقات: باب: الرجوع فی الصدقة' رقم (2616) من طریق زید بن اسلم عن ابیه عنه به والحمیدی (10/1) رقم (15) من نفس الطریق- واخرجه مسلم (1240/3) کتاب الهبات: باب: کراهیة شراء الانسان ما تصدق به ممن تصدق علیه رقم (1621/3) من طریق مالك عن نافع عن ابن عمر-

خریدنا جائز ہے۔ حدیث باب میں بھی یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھوڑا پیش کیا، پھر آپ نے ملاحظہ کیا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا ہے، آپ نے وہ گھوڑا خریدنے کا قصد کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنا صدقہ واپس نہ لو۔

سوال: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنا صدقہ کیا ہوا گھوڑا رجوع کر کے واپس نہیں لینا چاہتے تھے بلکہ آپ تو اسے خریدنا چاہتے تھے اس میں کوئی قباحت نہیں تھی، پھر بھی آپ کو اس سے کیوں روکا گیا؟

جواب: اگر آپ وہ گھوڑا خریدتے تو آپ کو کافی رعایت میں ملتا، رعایت والا حصہ حقیقت میں رجوع ہی تھا۔ اس لیے آپ کو اس سے منع کیا گیا ہے خواہ وہ گھوڑا قیمتاً خریدنے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب 33 - مرحوم کی طرف سے صدقہ کرنا

605 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّي تُوُفِّيَتْ اَفَيَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ لِي مَخْرَفًا فَاُشْهِدُكَ اَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَبِهٖ يَقُوْلُ اَهْلُ الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ لَيْسَ شَيْءٌ يَصِلُ اِلَى الْمَيِّتِ اِلَّا الصَّدَقَةُ وَالدُّعَاءُ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا قَالَ وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ اِنَّ لِي مَخْرَفًا يَعْنِي بُسْتَانًا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے' اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا انہیں فائدہ ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! وہ بولا: میرا ایک باغ ہے' میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اس باغ کو والدہ کی طرف سے صدقہ کرتا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے وہ یہ فرماتے ہیں: صرف صدقہ اور دعا (کا اجر و ثواب) میت تک پہنچتا ہے۔

بعض حضرات نے اس حدیث کو عمرو بن دینار کے حوالے سے عکرمہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' حدیث کے

605- اخرجه البخاری (465/5) كتاب الوصايا: باب: اذا وقف ارضا ولم يبين الحدود فهو جائز' وكذلك الصدقة' رقم (2770) وابو داؤد (131/2) كتاب الوصايا: باب: ماجاء فيمن مات عن غير وصية يتصدق عنه' رقم (2882)' والنسائی (252/6) كتاب: باب: فضل الصدقة على الميت' (3655)۔

طور پر نقل کیا ہے۔

حدیث کے لفظ ''مخرف'' کا مطلب ''باغ'' ہے۔

شرح

میت کو ایصال ثواب کرنے کا مسئلہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عبادت بدنیہ ہو یا عبادت مالیہ یا دونوں کا مجموعہ سب کا ایصال ثواب جائز ہے۔ میت کی قل خوانی یا دسویں یا چالیسویں کے موقع پر تیار کیا گیا کھانا صرف غرباء، فقراء، بیوگان، غریب یتیموں اور دینی طلباء کے لیے کھانا جائز ہے جبکہ امیروں اور صاحب حیثیت لوگوں کے لیے ممنوع و ناجائز ہے۔ اس کی تفصیل فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ اور فتاویٰ وقاریہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ دعوت غمی کے موقع پر ممنوع ہے کیونکہ یہ خوشی کے موقع پر کی جاسکتی ہے۔

بَابُ فِيْ نَفَقَةِ الْمَرْاَةِ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا

باب 34- خاتون کا شوہر کے گھر میں سے خرچ کرنا

606 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا شُرَحْبِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خُطْبَتِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُوْلُ لَا تُنْفِقُ امْرَاَةٌ شَيْئًا مِّنْ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامُ قَالَ ذَاكَ اَفْضَلُ اَمْوَالِنَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَّاَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَائِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ اُمَامَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجۃ الوداع کے دن خطبے کے دوران یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر میں سے' شوہر کی اجازت کے بغیر' کوئی چیز خرچ نہ کرے' عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! اناج بھی نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ہمارا سب سے بہترین مال ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

606- اخرجه ابن ماجه (770/2) كتاب التجارات: باب: ما للمراة من مال زوجها' رقم (2295)

607 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا كَانَ لَهَا بِهٖ اَجْرٌ وَّلِلزَّوْجِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَلَا يَنْقُصُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِنْ اَجْرِ صَاحِبِهٖ شَيْئًا لَهٗ بِمَا كَسَبَ وَلَهَا بِمَا اَنْفَقَتْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر میں سے کوئی چیز صدقہ کرتی ہے' تو اس عورت کو بھی اس کا اجر ملتا ہے' اور اس کے شوہر کو بھی اسی کی مانند اجر ملتا ہے اسی طرح خزانے کے نگران کو بھی اجر ملتا ہے' ان میں سے کسی ایک کے اجر میں' اس کے ساتھی کے اجر کی وجہ سے' کمی نہیں ہوئی' شوہر کو اس بات کا اجر ملے گا' جو اس نے کمایا ہے' اور عورت کو اس بات کا اجر ملے گا' جو اس نے خرچ کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

608 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا الْمُؤَمَّلُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِذَا اَعْطَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا بِطِيْبِ نَفْسٍ غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا مِثْلُ اَجْرِهٖ لَهَا مَا نَوَتْ حَسَنًا وَّلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ وَّعَمْرُو بْنُ مُرَّةَ لَا يَذْكُرُ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنْ مَسْرُوْقٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی عورت اپنی رضامندی کے ساتھ کسی خرابی کو پیدا کیے بغیر' اپنے شوہر کے گھر میں سے' کوئی چیز (اللہ تعالیٰ کے نام پر) دیتی ہے' تو اس عورت کو اس مرد کی طرح اجر ملتا ہے' عورت کو اس بات کا اجر ملتا ہے' جو اس نے بھلائی کی نیت کی تھی' خزانے کے نگران کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت عمرو بن مرہ سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے اس حدیث میں مسروق کے حوالے کا تذکرہ نہیں ہے۔

607– اخرجه النسائي في "الكبرى" (35/2) كتاب الزكاة: باب: صدقة المراة من بيت زوجها' رقم (2319)' (379/5) كتاب عشرة النساء' باب: ثواب ذلك' وذكر الاختلاف على شقيق في حديث عائشة فيه' رقم (19196) عن عمرو بن مرة قال سمعت ابا وائل يحدث عن عائشة۔

608– اخرجه النسائي في "الكبرى" (379/5) كتاب عشرة النساء: باب: ثوابذلك' وذكر الاختلاف على شقيق عن حديث عائشة فيه' رقم (9198/3-9197/2)۔ عن شقيق عن مسروق عن عائشة۔

شرح

شوہر کے گھر سے خرچ کرنے کا مسئلہ

گھر کا سربراہ شوہر ہے، بیوی نہیں ہے۔ شوہر تو اپنے گھر میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے لیکن عورت اپنے شوہر کے گھر کی اشیاء میں عرف کے مطابق تو تصرف کرسکتی ہے مثلاً سائل کو دو، چار روپے دینا یا اسے آٹا مہیا کرنا یا مدرسہ و مسجد کے چندہ کے لیے پانچ، دس روپے فراہم کرنا وغیرہ۔ البتہ اس سے زیادہ تصرف کے لیے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے ورنہ خیانت کے زمرے میں آنے کی وجہ سے جرم ہوگا مثلاً کسی مسجد یا مدرسہ یا سائل یا غریب کو پچاس، سو روپے دیے یا کپڑے یا کسی کو بطور قرض خطیر رقم دی کیونکہ عرف عام میں عموماً بیوی کو اتنا اختیار نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہ کرے۔'' اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت اس کے مال میں تصرف کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ البتہ شوہر کی اجازت یا حکم سے تصرف جائز ہے۔

سوال: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرتے ہوئے خرچ کرے گی تو اسے نصف ثواب ملے گا۔ (الصحیح للبخاری) حدیث باب کے ساتھ اس کا تعارض ہے؟

جواب: دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ شوہر کی طرف سے امر صریح کی اجازت کے بغیر عورت محض عرفاً یا کنایۃً یا دلالۃً خرچ کرے تو اسے نصف ثواب ملے گا۔ شوہر کی طرف سے امر صریح کی اجازت پر عورت مال خرچ کرے گی تو اسے کامل ثواب ملے گا۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض باقی نہ رہا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

باب 35 - صدقہ فطر کا بیان

609 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ

متنِ حدیث: كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ اِذْ كَانَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ

609- اخرجه البخاری (434/3) كتاب الزكاة: باب: صاع من شعير، رقم (1505) واطرافه في (1506-1508-1510) من طريق زيد بن اسلم عنه به واخرجه مسلم (678/2) كتاب الزكاة: باب: زكاة الفطر على المسلمين من التمر والشعير، رقم (985/21, 20,19,18,17) عن عياض بن عبدالله بن سعد ابن ابی سرح وابو داؤد (508- 507/1) كتاب الزكاة: باب: كم يؤدى في صدقة الفطر، رقم (1616 -1617-1618) عن عياض ايضا والنسائی (52/5) كتاب الزكاة: باب: الدقيق، رقم (2514) باب: "الزبيب" رقم (2412) باب: الشعير رقم (2517) باب: التمر في زكاة الفطر رقم (2511) باب: الاقط، رقم (2418) من طرق عن عياض عنه به اخرجه ابن ماجه (585/1) كتاب الزكاة: باب: صدقة الفطر، رقم (1829) من طريق عياض عنه به ووهم الحاكم فاخرجه في "المستدرك" (411/1)-

صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتّٰى قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِيْنَةَ فَتَكَلَّمَ فَكَانَ فِيْمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ اِنِّىْ لَاَرٰى مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ قَالَ فَاَخَذَ النَّاسُ بِذٰلِكَ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَلَا اَزَالُ اُخْرِجُهُ كَمَا كُنْتُ اُخْرِجُهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ صَاعًا وَّهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِىِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ صَاعٌ اِلَّا مِنَ الْبُرِّ فَاِنَّهُ يُجْزِئُ نِصْفُ صَاعٍ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِىِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَّاَهْلُ الْكُوْفَةِ يَرَوْنَ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے' تو ہم صدقہ فطر میں اناج کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا کھجور کا ایک صاع یا کشمش کا ایک صاع یا پنیر کا ایک صاع دیا کرتے تھے' ہم اسے اسی طرح ادا کرتے رہے' یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (اپنے عہد خلافت میں) مدینہ منورہ آئے' انہوں نے اس بارے میں لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میرا یہ خیال ہے: شام کی گندم کے دو مد' کھجور کے ایک صاع کے برابر ہوتے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: لوگوں نے اس کو اختیار کر لیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا' ان کے نزدیک ہر چیز کا ایک صاع ادا کیا جائے گا۔

امام شافعی' امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: گندم کے علاوہ ہر چیز کا ایک صاع ادا کیا جائے گا' گندم کا نصف صاع ادا کرنا بھی کافی ہے۔

سفیان ثوری' ابن مبارک اور اہلِ کوفہ کی یہی رائے ہے: گندم کا نصف صاع (صدقہ فطر کے طور پر) ادا کیا جائے گا۔

610 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْبَصْرِىُّ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوْحٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِىْ فِجَاجِ مَكَّةَ اَلَا اِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ مُّدَّانِ مِنْ قَمْحٍ اَوْ سِوَاهُ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى عُمَرُ ابْنُ هَارُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَّقَالَ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ مِيْنَاءَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيْثِ حَدَّثَنَا جَارُوْدُ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ عمرو بن شعیب' اپنے والد کے حوالے سے' اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کی گلیوں

میں ایک اعلان کرنے والے شخص کو بھیجا (اس نے یہ اعلان کیا) خبردار! ہر مسلمان مرد اور عورت' آزاد اور غلام' چھوٹے اور بڑے پر صدقہ فطر کی ادائیگی لازم ہے' جو گندم کے دو مد ہوں گے اس کے علاوہ ہر طرح کے غلے کا ایک صاع ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ یہی حدیث بعض دیگر اسناد سے بھی منقول ہے۔

611 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى الذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ قَالَ فَعَدَلَ النَّاسُ اِلٰى نِصْفِ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَدِّ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ ذُبَابٍ وَّثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِىْ صُعَيْرٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کی ادائیگی ہر مرد' عورت' آزاد، غلام شخص پر لازم کی ہے' جو کھجور کا ایک صاع ہوگا' یا جو کا ایک صاع ہوگا۔

راوی بیان کرتے ہیں' لوگوں نے گندم کے نصف صاع کو اس کے برابر قرار دیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حارث بن عبدالرحمٰن کے دادا' حضرت ثعلبہ بن ابوصعیر اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

612 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِىُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَيُّوْبَ وَزَادَ

612– اخرجه البخاری (432/3) کتاب الزکاۃ: باب: صدقة الفطر علی العبد وغیرہ من المسلمین' رقم (1504) ومسلم (677/2) کتاب الزکاۃ: باب: زکاۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر' رقم (984/16,15,14,13,12) وابو داؤد (507,506/1) کتاب الزکاۃ: باب: کم یودی فی صدقة الفطر' رقم (1611-1612-1613) والنسائی (48/5) کتاب الزکاۃ: باب: فرض زکاۃ رمضان علی الصغیر رقم (2502) باب: فرض زکاۃ رمضان علی المسلمین دون المعاهدین' رقم (2503-2504) باب: کم فرض' رقم (255) وابن ماجه (584/1) کتاب الزکاۃ: باب: صدقة الفطر' رقم (1825-1826) ومالك (283/1) کتاب الزکاۃ: باب: من تجب علیه زکاۃ الفطر' رقم (51) واحمد (63/2) (5/2 -55-114) والدارمی (392/1) کتاب الزکاۃ: باب: فی زکاۃ الفطر' وعبد بن حمید (ص 242) رقم (743) من طرق عن نافع۔

فِيْهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ نَافِعٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِىْ هٰذَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا كَانَ لِلرَّجُلِ عَبِيْدٌ غَيْرُ مُسْلِمِيْنَ لَمْ يُؤَدِّ عَنْهُمْ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وقَالَ بَعْضُهُمْ يُؤَدِّی عَنْهُمْ وَاِنْ كَانُوْا غَيْرَ مُسْلِمِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَاِسْحٰقَ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے رمضان میں صدقہ فطر کی ادائیگی لازم قرار دی ہے' جو کھجور کا ایک صاع ہوگا یا جو کا ایک صاع ہوگا' یہ ادائیگی ہر آزاد' غلام' مرد اور عورت مسلمان پر لازم ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام مالک نے اس کو نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے' جیسا کہ ایوب نے اسے نقل کیا ہے' تاہم اس میں لفظ ''مسلمانوں'' زائد استعمال ہوا ہے۔

دیگر اہلِ علم نے اس روایت کو نافع کے حوالے سے نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس روایت میں لفظ ''مسلمانوں'' ذکر نہیں کیا۔

اس بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اگر کسی شخص کے کچھ غلام مسلمان نہ ہوں' تو وہ ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا نہیں کرے گا۔

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: وہ ان لوگوں کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے گا اگر چہ وہ غلام غیر مسلم ہیں۔

ثوری' ابن مبارک اور اسحٰق اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

صدقہ فطر کے احکام ومسائل

ماقبل ابواب میں زکوٰۃ کی تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ اب یہاں سے صدقہ فطر کے احکام ومسائل کی بحث کا آغاز ہوا جاتا ہے:

۱- صدقہ فطر کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ: صدقہ فطر کی شرعی حیثیت کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔ آپ نے اس روایت سے استدلال فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کے ذریعے مکہ مکرمہ کے گلی کوچوں میں یہ اعلان کروایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، بڑا ہو یا چھوٹا۔ گندم کے دو مد یا دیگر غلے سے ایک صاع ہے۔

آئمہ ثلاثہ (حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے۔ ان کے نزدیک فقہ میں وجوب کا تصور نہیں ہے۔ انہوں نے اخبار آحاد سے استدلال کیا ہے جو زیر مطالعہ ابواب کے ذیل میں موجود ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اخبار آحاد سے فرضیت ثابت نہیں ہوسکتی ورنہ کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی جو جائز نہیں ہے۔

۲-صدقہ فطر کی مقدار میں مذاہب آئمہ: صدقہ فطر کی مقدار میں آئمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ گندم اور کشمش میں نصف صاع ہے جبکہ باقی غلوں میں ایک صاع ہے۔آپ نے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گندم میں نصف صاع صدقہ فطر مقرر کیا۔

(سنن ابی داؤد جلد ثانی ص۱۶۱)

آئمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر ہے کہ غلہ خواہ منصوص ہو یا غیر منصوص، صدقہ فطر ایک صاع ہے۔منصوص سے مراد ہے جن کا ذکر احادیث میں آیا ہو اور غیر منصوص سے مراد ہے کہ احادیث میں ان کا ذکر نہ آیا ہو۔

۳-وجوب صدقہ فطر کے وقت میں مذاہب آئمہ: وجوبِ صدقہ فطر کے وقت میں آئمہ کا اختلاف ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یکم شوال المکرم کی صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رمضان المبارک کی آخری رات کا آفتاب غروب ہونے پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ثمرہ اختلاف اس طرح ظاہر ہوگا کہ جو بچہ عید کی رات میں پیدا ہوا حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا صدقہ فطر واجب نہیں ہے کیونکہ غروب آفتاب کے وقت وہ دنیا میں موجود نہیں تھا۔حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ صبح صادق کے وقت وہ موجود تھا۔دوسری مسائل جس سے ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے یوں ہے کوئی شخص عید کی رات فوت ہو جائے تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا صدقہ واجب ہے کیونکہ غروب آفتاب کے وقت وہ موجود تھا۔حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا کیونکہ طلوع صبح صادق کے وقت وہ موجود نہ رہا۔

۴-نصاب صدقہ فطر میں مذاہب آئمہ: نصاب صدقہ فطر میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے جو شخص صاحب نصاب ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے خواہ وہ نصاب نامی ہو یا غیر نامی ہو۔جو شخص صاحب نصاب نہ ہو، اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔آئمہ ثلاثہ کے نزدیک وجوب صدقہ فطر کے لیے کوئی نصاب شرط نہیں ہے۔ان کا خیال ہے کہ جس شخص کے پاس عید کی رات اور دن کا کھانا ہو، اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔وہ اپنی طرف سے اور اپنے گھر کے تمام افراد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے گا۔ان کے پاس کوئی نقلی دلیل نہیں ہے۔البتہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤقف پر اس روایت سے استدلال کیا ہے: خیر الصدقۃ ما کان عن ظھر غنی (مشکوٰۃ) بہتر صدقہ وہ ہے جو مالدار کی پشت سے ہو۔

صدقہ فطر کے چند فقہی مسائل

صدقہ فطر کے چند فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ صدقہ فطر واجب، عمر بھر اس کا وقت ہے۔ادا نہ کرنے سے ساقط نہیں ہوگا، نہ اب ادا کرنا قضا بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ مسنون قبل نماز عید ادا کر دینا ہے۔

☆ صدقہ فطر شخصیت پر واجب ہے مال پر نہیں ہے، لہٰذا اس کے مر جانے کی صورت میں اس کے مال سے نہیں نکالا جائے

گا۔البتہ ورثاء بطور احسان اپنی طرف سے ادا کریں تو ادا ہوسکتا ہے۔

☆ عید کے دن طلوع صبح صادق ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوجاتا ہے،لہٰذا جو شخص صبح صادق سے قبل مرگیا یا غنی تھا وہ فقیر ہو گیا یا صبح صادق کے بعد بچہ پیدا ہوا یا کافر مسلمان ہوا تو ان پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔

☆ صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد، مالک نصاب جس کا نصاف حاجت اصلیہ سے زائد ہو،پر واجب ہے۔

☆ مرد مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچہ کی طرف سے واجب ہے، جبکہ بچہ خود مالک نصاب نہ ہو، ورنہ اس کا صدقہ فطر اس کے مال سے ادا کیا جائے گا۔

☆ صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں ہے، اگر کسی عذر، سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔

☆ والدہ پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں ہے۔

☆ صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے۔گندم یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع، کھجور یا منقّی یا جو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع ہے۔

☆ گندم اور جو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ ہے کہ قیمت دیدے، خواہ گندم کی قیمت دے یا جو کی یا کھجور کی مگر گرانی میں خود ان کا دینا قیمت دینے سے افضل ہے۔

☆ ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے اور چند مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے۔یونہی ایک مسکین کو چند شخصوں کا فطرہ دینا بھی بلا خوف جائز ہے اگرچہ سب فطرے ملے ہوئے ہوں۔

☆ صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں، انہیں فطرہ بھی دے سکتے ہیں۔جنہیں زکوٰۃ نہیں دے سکتے، انہیں فطرہ بھی نہیں دے سکتے سوا عامل کے کہ اس کے لیے زکوٰۃ ہے فطرہ نہیں۔(ماخوذ از بہار شریعت از صفحہ ۹۳۵ تا ۹۴۰)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَقْدِيمِهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ

باب 36: اسے (یعنی صدقہ فطر کو نماز عید) سے پہلے ادا کرنا

613 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ اَبُوْ عَمْرٍو الْحَذَّاءُ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ عَنِ ابْنِ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُّوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ بِاِخْرَاجِ الزَّكَاةِ قَبْلَ الْغُدُوِّ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ

613– اخرجه البخاری (430/3) كتاب الزكاة: باب: فرض صدقة الفطر' رقم (1503)' واطرافه فی (1504-1507-1509-1511-1112)' ومسلم (679/2) كتاب الزكاة: باب: الامر باخراج زكاة الفطر قبل الصلاة' رقم (22 ,986/23)' وابو داؤد (506/1) كتاب الزكاة: باب: متى تؤدى الزكاة' رقم (11610)' والنسائی (54/5) كتاب الزكاة: باب: الوقت الذی يستحب ان تؤدى صدقة الفطر فيه' رقم (2521)' واحمد (157-154-151/2) وابن خزيمة (91,90/4) حديث (2421-2422)' وعبد بن حميد (ص 249) رقم (780)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

مذاہب فقہاء: وَّهُوَ الَّذِىْ يَسْتَحِبُّهُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنْ يُّخْرِجَ الرَّجُلُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْغُدُوِّ اِلَى الصَّلٰوةِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ عید الفطر کے دن' نماز کے لیے جانے سے پہلے' صدقہ فطر ادا کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

اہلِ علم نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے: آدمی نماز عید کے لیے جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دے۔

شرح

پیشگی صدقہ فطر ادا کرنے کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ

وجوب صدقہ فطر کا وقت آنے سے قبل اس کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عید سے جتنا چاہیں قبل صدقہ فطر ادا کرنا درست ہے۔ خواہ رمضان المبارک میں یا اس سے قبل بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ صدقہ فطر رمضان المبارک سے قبل ادا کرنا جائز نہیں ہے، البتہ رمضان المبارک کے مہینہ میں جب چاہیں ادا کر سکتے ہیں۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدقہ فطر کی عید الفطر سے مطلقاً تقدیم جائز نہیں ہے، فقط عید الفطر کا دن آنے پر صدقہ فطر ادا کرنا جائز ہوگا۔

۴- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عید الفطر سے ایک دو دن پہلے صدقہ فطر ادا کیا جا سکتا ہے لیکن رمضان المبارک کا آغاز ہونے سے قبل یا عید الفطر سے زیادہ ایام قبل ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

ایک اہم مسئلہ: احناف کے نزدیک صدقہ فطر جب بھی ادا کیا جائے جائز ہے مگر عید الفطر کے دن نماز عید ادا کرنے سے قبل ادا کرنا افضل ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ غریب لوگ بھی اس دن پیٹ بھر کھانا کھا کر بخوشی نماز عید میں شامل ہو سکیں گے کیونکہ ان کے لیے کم از کم ایک دن کا معاشی مسئلہ تو ضرور حل ہو جائے گا۔ اگر انہیں رمضان المبارک سے قبل یا عید سے پندرہ بیس دن قبل صدقہ فطر دیا گیا تو عید کا دن آنے پر وہ معاشی اعتبار سے پھر محتاج ہو جائیں گے اور نماز میں شامل ہونا بھی ان کے لیے دشوار ہو جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ تَعْجِيلِ الزَّكَاةِ

باب 37- زکوٰۃ جلدی ادا کرنا

614 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنِ

الْحَجَّاجِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ حُجَيَّةَ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ

متنِ حدیث: اَنَّ الْعَبَّاسَ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهُ فِيْ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے زکوٰۃ جلدی ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا' یعنی اس کے فرض ہونے سے پہلے ہی (ادا کر دینا) تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دی۔

615 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ جَحْلٍ عَنْ حُجْرٍ الْعَدَوِيِّ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لِعُمَرَ اِنَّا قَدْ اَخَذْنَا زَكٰوةَ الْعَبَّاسِ عَامَ الْاَوَّلِ لِلْعَامِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: لَا اَعْرِفُ حَدِيْثَ تَعْجِيلِ الزَّكَاةِ مِنْ حَدِيْثِ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ الْحَجَّاجِ ابْنِ دِيْنَارٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَحَدِيْثُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ زَكَرِيَّا عَنِ الْحَجَّاجِ عِنْدِيْ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِيْنَارٍ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ تَعْجِيلِ الزَّكَاةِ قَبْلَ مَحِلِّهَا فَرَاَى طَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ لَّا يُعَجِّلَهَا وَبِهِ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ قَالَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ لَّا يُعَجِّلَهَا وَقَالَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنْ عَجَّلَهَا قَبْلَ مَحِلِّهَا اَجْزَاَتْ عَنْهُ وَبِهِ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہم نے عباس سے اس سال کی زکوٰۃ گزشتہ سال ہی وصول کر لی تھی۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

زکوٰۃ کی جلد ادائیگی سے متعلق حدیث کو میں' اسرائیل کے حوالے سے' حجاج بن دینار کے حوالے سے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتا ہوں' اسماعیل بن زکریا نے حجاج بن دینار کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' وہ میرے نزدیک اسرائیل کی حجاج کے حوالے سے نقل کردہ روایت سے زیادہ مستند ہے۔

حکم بن عتیبہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت ''مرسل'' روایت کے طور پر بھی منقول ہے۔

زکوٰۃ کے فرض ہونے سے پہلے ہی' اس کی جلد (پیشگی) ادائیگی کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

614– اخرجه ابو داؤد (510/1) كتاب الزكاة: باب: في تعجيل الزكاة: رقم (1624)' وابن ماجه (572/1) كتاب الزكاة: باب: تعجيل الزكاة قبل محلها' رقم (1795)' واحمد (104/1)' والدارمي (385/1) كتاب الزكاة: باب: تعجيل الزكاة' وابن خزيمة (50, 49/4) حديث (2331)' من طريق حجية بن عدي عن علي رضي الله عنه۔

616– اخرجه مسلم (721/2) كتاب الزكاة: باب: كراهة المسالة' رقم (106 ,107 /1042)

اہلِ علم کے ایک گروہ کے نزدیک اسے جلد ادا نہیں کیا جا سکتا۔ سفیان ثوری نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے وہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ بات پسندیدہ ہے: اس کو جلد ادا نہ کیا جائے۔

اکثر اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کوئی شخص اس کے فرض ہونے سے پہلے اسے جلد (یعنی پیشگی) ادا کر دیتا ہے تو یہ اس کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔

امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

نصاب پر سال پورا ہونے سے قبل زکوٰۃ دینے کا مسئلہ

اس مسئلہ میں تمام آئمہ فقہ کا اجماع ہے کہ نصاب پر سال گزرنے سے ایک سال یا دو سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ قبل زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے۔ اس سلسلے میں دو مشہور روایات ہیں: (۱) ہجرت کے بعد جب اسلامی حکومت قائم ہوئی اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوا تو دور دراز علاقہ جات سے غریب لوگ اسلام قبول کرنے یا بیعت ہونے یا دین سیکھنے کی نیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ زکوٰۃ کے مال سے ان کی مالی معاونت فرماتے۔ اگر بیت المال میں دولت نہ ہوتی تو آپ قرض لے کر ان کی مدد فرماتے تھے۔ زکوٰۃ جمع ہونے پر آپ وہ قرض واپس لوٹا دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے قرض طلب کیا تو انہوں نے خیال کیا کہ آپ غریب لوگوں کی مدد کے لیے یہ قرض لینا چاہتے ہیں، عرض کیا: یارسول اللہ! مال پر سال گزرنے پر مجھ پر زکوٰۃ فرض ہوگی، تو کیا میں سال پورا ہونے سے قبل زکوٰۃ ادا کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے دو سال کی پیشگی زکوٰۃ پیش کر دی تھی۔ (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مدینہ اور اس کے قرب و جوار کی بستیوں کے اہلِ ثروت لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے تعینات کیا تھا۔ انہوں نے زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد یوں عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت عباس، حضرت خالد اور حضرت ابن جمیل رحمہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب سے زکوٰۃ وصول ہو چکی ہے۔ آپ نے فرمایا: عباس سے ہم پیشگی دو سال کی زکوٰۃ وصول کر چکے ہیں، لہٰذا وہ زکوٰۃ ہمارے ذمہ ہے۔ خالد نے اپنے مال زکوٰۃ سے زرہیں تیار کر لی ہیں اور دوسرا سامان حرب بھی خرید لیا ہے تاکہ بوقت جنگ مجاہدین میں تقسیم کیا جائے۔ ابن جمیل ایک مفلس شخص تھا، اس نے مجھ سے دعا کروائی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں نوازا، اس کی مفلسی دور کی اور اب اللہ تعالیٰ کا حق (زکوٰۃ) ادا کرنا اسے دشوار محسوس ہوتا ہے۔ الغرض سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے پیشگی زکوٰۃ ادا کرنے کی وضاحت فرمائی جبکہ حضرت ابن جمیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں اظہار افسوس و ناراضگی کیا۔ ان روایات سے ثابت ہوا کہ مال نصاب پر پورا سال گزرنے سے قبل زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے اور وصول کرنا بھی جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمَسْاَلَةِ

باب 38- مانگنے کی ممانعت

616 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ بَيَانِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: لَاَنْ يَغْدُوَ اَحَدُكُمْ فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَتَصَدَّقَ مِنْهُ فَيَسْتَغْنِىَ بِهٖ عَنِ النَّاسِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ رَجُلًا اَعْطَاهُ اَوْ مَنَعَهُ ذٰلِكَ فَاِنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا اَفْضَلُ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَعَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّمَسْعُوْدِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّثَوْبَانَ وَزِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ وَاَنَسٍ وَّحُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ وَقَبِيْصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ وَّسَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کسی شخص کا جا کر اپنی پشت پر لکڑیاں لاد کر لانا اور انہیں صدقہ کرنا اور لوگوں سے بے نیاز رہنا اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے: وہ کسی شخص سے کچھ مانگے اور وہ اسے کچھ دے یا نہ دے بے شک اوپر والا ہاتھ نیچے والا ہاتھ سے زیادہ بہتر ہوتا ہے اور تم (خرچ کرنے میں) اپنے زیر کفالت سے آغاز کرو۔

اس بارے میں حضرت حکیم بن حزام' حضرت ابوسعید خدری' حضرت زبیر بن عوام' حضرت عطیہ سعدی' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت مسعود بن عمرو' حضرت ابن عباس' حضرت ثوبان' حضرت زیاد بن حارث صدائی' حضرت انس' حضرت حبشی بن جنادہ' حضرت قبیصہ بن مخارق' حضرت سمرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔ بیان نامی راوی کے حوالے سے قیس سے منقول ہونے کے حوالے سے یہ "غریب" ہے۔

617 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِنَّ الْمَسْاَلَةَ كَدٌّ يَّكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ اِلَّا اَنْ يَّسْاَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا اَوْ فِىْ اَمْرٍ لَّا بُدَّ مِنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

617- اخرجه ابو داؤد (515/1) كتاب الزكاة: باب: ما تجوز فيه المسالة' رقم (1639)' والنسائي (100/5) كتاب الزكاة: باب: مسالة الرجل ذا سلطان' رقم (2599)' واحمد (19-10/5)-

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مانگنا ایک زخم ہے' جس کے ذریعے آدمی اپنے چہرے کو زخمی کرتا ہے (یعنی عزت کو خراب کرتا ہے) آدمی یا حاکم وقت سے مانگے' یا کسی ایسی ضرورت کے وقت مانگے' جس میں مانگنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سوال کرنے کی ممانعت و مذمت

تندرست اور صحتمند شخص کا دست سوال دراز کرنا قابل مذمت اور ممنوع ہے۔اس کی مذمت و وعید میں کثیر روایات موجود ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی مسلسل سوال کرتا ہے حتیٰ کہ وہ بروز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت نہیں ہوگا۔(الصحیح للمسلم)

۲-حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ سوال کرنے میں کیا ہے تو کوئی شخص کسی سے سوال نہ کرتا۔(سنن نسائی)

۳-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بغیر کسی ضرورت کے دست سوال دراز کرتا ہے، گویا وہ انگارا کھاتا ہے۔ (المعجم الکبیر)

۴-حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ ادا کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔ اپنا حق معاف کرنے سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عزت میں اضافہ کرے گا اور سوال کا دروازہ کھولنے والے پر اللہ تعالیٰ تنگدستی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔(المسند لامام احمد)

۵-حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص رسی لے کر جنگل میں جائے اور اپنی پشت پر لکڑیوں کا گٹھا لا کر فروخت کرے اور اللہ تعالیٰ سوال کی رسوائی سے اسے محفوظ رکھے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے دست سوال دراز کرے کہ لوگ اسے نوازیں یا انکار کریں۔(الصحیح للبخاری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الصَّوْمِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

روزہ کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

روزے کا بیان

۱- ماقبل سے ربط:

صوم کا بیان صلوٰۃ کے بعد متصل لانا چاہیے تھا کیونکہ دونوں بدنی عبادات ہیں لیکن ایسا نہیں کیا گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن اوراحادیث میں بیان کی گئی ترتیب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۲- فرضیت صیام کی تاریخ:

صیام رمضان ۲ ہجری میں فرض کیے گئے۔ اس سے قبل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایام بیض اور عاشوراء کے روزے رکھا کرتے تھے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرضیت صیام رمضان سے قبل عاشوراء اور ایام بیض کے روزے فرض تھے۔ آپ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے روزہ کی قضاء کا حکم دیا ہے۔ (سنن ابی داؤد) قضا صرف فرائض یا واجبات کی ہوسکتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فرضیت صیام رمضان سے قبل عاشوراء اور ایام بیاض کے روزے سنت تھے اور اب بھی مسنون ہیں۔

۳- صوم کا مفہوم:

لفظ "صوم" کی جمع صیام آتی ہے، جس کا لغوی معنیٰ رکنا یا باز آنا ہے اور شرع کی اصطلاح میں اس کا مفہوم ہے: صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جماع سے رکے رہنا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ

باب 1- رمضان کے مہینے کی فضیلت

618 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

618- اخرجه ابن ماجه (526) كتاب الصيام، باب: ما جاء في فضل شهر رمضان رقم (1642)

متن حدیث: إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَّفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَّيُنَادِيْ مُنَادٍ يَّا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَلْمَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات آتی ہے' تو شیاطین اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے' جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے' اور ان میں سے کوئی ایک بھی دروازہ کھلا نہیں رہتا' جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے' اور ان میں سے کسی ایک کو بھی بند نہیں کیا جاتا' ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے' اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھو! اور اے شر کے طلب گار! رک جاؤ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے (بہت سے لوگوں کو) جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے' اور ایسا ہر رات میں ہوتا ہے۔

اسی بارے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

''صفدت الشیاطین'' کا مفہوم:

(۱) لفظ ''تصفید'' ''صفاد'' سے بنا ہے اس سے مراد ایسا آلہ ہے' جس سے کسی کو مقید کیا جاتا ہے، یہی اس کا ظاہری معنی ہے۔ کسی قرینہ صارفہ کے بغیر دوسرا معنی نہیں لیا جاسکتا۔

(۲) اس سے مراد کسی کو عاجز بنانا اور دوسرے پر اثر انداز نہ ہونا ہے' خواہ اس مہینہ میں شیاطین کی آمد و رفت کا سلسلہ تو جاری رہتا ہے لیکن وہ رمضان المبارک کی برکت سے روزے داروں پر اثر انداز نہیں ہوسکتے۔

''مردۃ الجن'' دوبارہ لانے کی وجہ:

سرکش جنوں کا تعلق خواہ شیطانوں سے ہے لیکن ان کے دوبارہ لانے کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) یہاں عطف تفسیری ہے اور شیاطین سے بھی سرکش جن مراد ہیں۔

(۲) لفظ ''مردۃ'' مارد کی جمع ہے یعنی سرکش و نافرمان۔ اس طرح تخصیص بعد التعمیم ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اس مقام پر ایک مشہور اشکال ہے کہ رمضان المبارک کا آغاز ہوتے ہی جب شیاطین مقید کر دیے گئے تو اس ماہ مقدس میں گناہوں کا صدور نہیں ہونا چاہیے حالانکہ حسب سابق قتل و غارت' زنا کاری اور چوری چکاری وغیرہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے؟ اس کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) سابقہ گناہوں کا اثر باقی رہتا ہے' جس وجہ سے اس ماہ میں گناہوں کا صدور ہوتا ہے۔

(۲) شیطان کی طرح نفس بھی گناہوں کی ترغیب دیتا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ شیطان مختلف گناہوں کا تقاضا کرتا ہے' جبکہ نفس ایک ہی گناہ کا بار بار تقاضا کرتا ہے۔ نفس کی گمراہ کرنے پر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس طرح رمضان المبارک میں شیطان معصیات کے ارکات کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ نفس دیتا ہے۔

(۳) شیاطین تو اس مہینہ میں مقید کر دیے جاتے ہیں لیکن ابلیس کو تا قیامت مہلت دی گئی ہے' لہٰذا ابلیس معصیات کے ارتکاب کرانے کا کردار ادا کرتا ہے۔

(۴) اس مقدس ماہ میں بڑے بڑے شیاطین جکڑے جاتے ہیں جبکہ چھوٹے شیاطین لوگوں کو گناہوں کی ترغیب دیتے ہیں۔

(۵) شیاطین دو قسم کے ہیں:

(۱) جن کا تعلق جنات سے ہے، یہ مقید کر دیے جاتے ہیں۔

(۲) جن کا تعلق انسانوں کے ساتھ ہیں، یہ کھلے رہتے ہیں اور لوگوں کو معصیات کی ترغیب وتلقین کرتے ہیں۔

(۶) شیاطین صرف روزہ دار لوگوں کے لیے جکڑے جاتے ہیں جبکہ روزہ خور لوگوں کو وہ مسلسل معصیات پر اکساتے رہتے ہیں اور گناہوں کا صدور ہوتا رہتا ہے۔

فتحت ابواب الجنة:

(۱) رمضان المبارک میں جنت کے تمام دروازے کھلنا اور جہنم کے تمام دروازے بند ہونا، ظاہر پر محمول ہے۔

(۲) لازم بول کر ملزوم مراد لیا گیا ہے کہ شیاطین کو مقید کر کے آگ کے دروازے بند کر دیے گئے جبکہ صیام (رمضان) نماز تراویح' تلاوت قرآن اور صدقہ وخیرات وغیرہ اعمال خیر کے مواقع فراہم کر دیے گئے۔

(۳) غضب وناراضگی کے اسباب وذرائع ختم کر دیے گئے جبکہ نزول رحمت' اسباب مغفرت اور قبولیت اعمال صالحہ کی قبولیت یقینی بنائی جاتی ہے۔

ینادی مناد:

منادی سے مراد ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں القاء ہوتا ہے۔

(۲) پکارنے والا مقرر ہے جو نیکی طرف بلاتا ہے۔

الخیر:

اس لفظ کی جمع ''الخیرات'' ہے' جس کا معنی ہے:

(۱) اے انسان! مال کا طالب نہ بن بلکہ نیکی کا طالب بن۔ (۲) نیکی۔

غفرله ما تقدم من ذنبه:

مغفرت ذنب کی دو شرائط ہیں:۔ (۱) فرضیت صیام پر پختہ ایمان ہو۔ (۲) مسلمان بن کافر نہ بن۔

''ذنب'' کامفہوم:

اس حدیث میں لفظ ''ذنب'' استعمال ہوا جس کی جمع ہے: ''ذُنُوبٌ، اَذْنَابٌ''۔اس کے کئی معانی ہیں:

(۱) صغیرہ گناہ مراد ہیں۔

(۲) مطلق گناہ مراد ہیں، جن کے ضمن میں صغیرہ اور کبیرہ سب گناہ آجاتے ہیں۔

619 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَالْمُحَارِبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامَهُ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ الَّذِيْ رَوَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ قَوْلَهُ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّهٰذَا اَصَحُّ عِنْدِيْ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص نے ایمان کی حالت میں ثواب کی امید رکھتے ہوئے، رمضان کے روزے رکھے اور اس میں نوافل ادا کیے، اس شخص کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول وہ حدیث جسے ابوبکر عیاش نے اعمش کے حوالے سے، ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: یہ صرف ابوبکر نامی راوی سے منقول ہے۔

میں نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بتایا: حسن بن ربیع نے

619- اخرجه البخاری (115/1) کتاب الایمان: باب: صوم رمضان احتسابا من الایمان، رقم (38)، (138/4) کتاب الصوم: باب: من صام رمضان ایمانا واحتسابا ونیة، رقم (1901)، (300/4) کتاب الیلة القدر: باب: فضل لیلة القدر، رقم (2014)، ومسلم (88,87/3- الابی) کتاب صلاة المسافرین و قصرها: باب: الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح رقم (760/176,175,759/174,173)، وابو داؤد (436/1) کتاب الصلاة: باب: فی قیام شهر رمضان، رقم (1372)، والنسائی (157,156/4) کتاب الصیام، باب: ثواب من صام رمضان وقامه ایمانا واحتسابا والاختلاف علی الزهری فی الخبر فی ذلك، رقم (2205:2199)، وابن ماجه (420/1) کتاب اقامة الصلاة، والسنة فیها: باب: ماجاء فی قیام شهر رمضان، رقم (1326)، واحمد (2-241-347-408-232-385)، والحمیدی (422/2)، رقم (950)، وابن خزیمة (195/3) رقم (1894)، والنسائی (118, 117/8) کتاب الایمان وشرائعه، باب: قیام رمضان رقم (5026:5024)۔

ابوالاحوص کے حوالے سے اعمش کے حوالے سے مجاہد سے یہ بات نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے) ''جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات آتی ہے'' اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میرے نزدیک یہ روایت ابوبکر بن عیاش سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

رمضان کی وجہ تسمیہ میں اقوال:

لفظ رمضان ''رمض'' سے بنا ہے، اس کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں: (۱) لفظ ''رمض'' کا معنیٰ ہے: تپش، گرمی اور حرارت۔ جب اس مہینے کا نام تجویز کیا گیا اس وقت موسم گرما کا عروج تھا تو اسی مناسبت سے اس کا نام ''رمضان'' رکھا گیا۔ (۲) اس مقدس مہینے میں گناہ جل جاتے ہیں یعنی ختم ہو جاتے ہیں۔ (۳) لفظ ''رمضان'' اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک ہے اور یہ اسم ہمیشہ لفظ ''شھر'' کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔

فضائل رمضان:

زیر مطالعہ باب کی دونوں احادیث میں فضائل رمضان بیان کیے گئے ہیں۔ اس موضوع پر کثیر تعداد میں روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ''ریان'' ہے۔ اس دروازے سے صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جو روزے رکھتے ہیں۔

(الصحیح للبخاری، جلد ثانی ص ۳۹۴)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے لے کر سات سو تک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: خبردار! روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میرے لیے ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور روزہ ڈھال ہے اور جب کوئی روزہ دار ہو تو نہ بیہودہ بکے اور نہ چیخے۔ پھر اگر اس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔ (مشکوٰۃ، رقم الحدیث: ۱۹۵۹)

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندہ کے لیے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے رب! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ قرآن کہے گا: اے رب! میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا، میری شفاعت اس کے بارے میں قبول کر۔ دونوں کی شفاعت قبول ہوگی۔ (مسند امام احمد، جلد ثانی ص ۵۸۶)

۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ابتداء سال سے آئندہ سال تک رمضان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے۔ جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو جنت کے پتوں سے عرش کے نیچے ایک ہوا

حورعین پر چلتی ہے، وہ کہتی ہیں: اے رب! تو اپنے بندوں کو ہمارا شوہر بنا، جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔ (شعب الایمان جلد ثالث ص ۳۱۲)

۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب رمضان کا مہینہ آتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب قیدیوں کو رہائی عطا فرمادیتے اور ہر سائل کو نوازتے تھے۔ (شعب الایمان جلد ثالث ص ۳۱۱)

۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی:

(۱) روزہ دار جس وقت افطار کرتا ہے۔ (۲) بادشاہ عادل۔ (۳) مظلوم کی دعا، اس کو اللہ تعالیٰ ابر سے بلند کرتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا، اگرچہ تھوڑے زمانہ بعد۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۵۲)

۷- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مکہ میں ماہ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا ہر دن ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب، ہر رات ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب، ہر روز جہاد کے لیے گھوڑے پر سوار کردینے کا ثواب اور ہر دن میں نیکی اور ہر رات میں نیکی لکھے گا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۵۲)

۸- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہوجاتا کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔ (صحیح ابن خزیمہ)

روزہ کے فقہی مسائل

صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانے، پینے اور جماع سے رکے رہنے کا نام روزہ ہے۔
روزے کے چند فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ روزے کے تین درجے ہیں: (۱) عام لوگوں کا روزہ کہ پیٹ اور شرمگاہ کو کھانے، پینے اور جماع سے روکنا۔ (۲) خواص کا روزہ کہ ان کے علاوہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہ سے باز رکھنا۔ (۳) خاص الخاص کا روزہ کہ جمیع ماسوا اللہ سے اپنے آپ کو بالکلیہ جدا کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ رہنا۔

☆ روزے کی پانچ اقسام ہیں: (۱) فرض، (۲) واجب، (۳) نفل، (۴) مکروہ تنزیہی، (۵) مکروہ تحریمی۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

فرض کی دو قسمیں ہیں: (۱) فرض معین جیسے اداء رمضان۔ (۲) فرض غیر معین جیسے قضاء رمضان اور روزہ کفارہ۔ واجب کی بھی دو اقسام ہیں: (۱) واجب معین جیسے نذر معین۔ (۲) واجب غیر معین جیسے نذر مطلق۔ نفل کی دو قسم ہیں: (۱) نفل مسنون جیسے ہر مہینہ میں ایام بیض اور یوم عاشوراء وغیرہ کا روزہ۔ (۲) مستحب جیسے ہر پیر اور ہر جمعرات کا روزہ۔ مکروہ تنزیہی جیسے نیروز و مہرگان اور ہفتہ کے دن کا روزہ۔ مکروہ تحریمی جیسے ایام تشریق اور ایام عیدین کے روزے۔

☆ روزے کے مختلف اسباب ہیں: (۱) روزۂ رمضان کا سبب ماہ رمضان کا آنا۔ (۲) روزہ نذر کا سبب منت ماننا۔ (۳) روزۂ کفارہ کا سبب قسم توڑنا یا قتل یا ظہار وغیرہ۔

☆ ماہ رمضان کا روزہ جب ہوگا کہ وہ وقت جس میں روزہ کی ابتداء کر سکے، پالے یعنی صبح صادق سے نصف النہار تک کہ اس کے بعد روزہ کی نیت نہیں ہوسکتی، لہٰذا روزہ نہیں ہوگا اور رات میں نیت ہوسکتی ہے مگر روزہ کا محل نہیں۔

☆ ادائے روزہ رمضان، نذر معین اور نفل کے روزوں کے لیے نیت کا وقت غروب آفتاب سے نصف النہار تک ہے، اس وقت میں جب نیت کرے، یہ روزے ہو جائیں گے۔

نصف النہار نیت کا وقت نہیں، بلکہ اس سے بیشتر نیت ہو جانا ضروری ہے اور اگر خاص اس وقت یعنی جس وقت آفتاب نصف النہار شرعی پر پہنچ گیا، نیت کی تو روزہ نہ ہوگا۔

دن میں نیت کرے تو ضروری ہے کہ یہ نیت کرے کہ میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیت ہے کہ اب سے روزہ دار ہوں، صبح سے نہیں تو روزہ نہ ہوا۔

☆ رات میں نیت کی پھر اس کے بعد رات ہی میں کھایا پیا، تو نیت جاتی نہ رہی وہی پہلی کافی ہے، پھر سے نیت کرنا ضروری نہیں۔

☆ جس طرح نماز میں کلام کی نیت کی، مگر بات نہ کی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یوں ہی روزہ توڑنے کی نیت سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جب تک توڑنے والا کام نہ کرے۔ (ماخوذ از بہار شریعت جلداوّل مدنیہ از صفحہ ۹۶۶ تا ۹۷۳)

بَابُ مَا جَآءَ لَا تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ بِصَوْمٍ

باب 2- (رمضان) کے مہینے سے پہلے (یعنی شعبان کے آخری دنوں میں) روزے نہ رکھے جائیں

620 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لَا تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ بِيَوْمٍ وَّلَا بِيَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يُّوَافِقَ ذٰلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوْا ثَلَاثِيْنَ ثُمَّ اَفْطِرُوْا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

620- اخرجه البخاري (152/4) كتاب الصوم: باب: لا يتقدمن رمضان بصوم يوم ولا يومين رقم (1914) ومسلم (763, 762/2) كتاب الصيام: باب: لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين رقم (1082/21) وابو داؤد (713/1) كتاب الصيام: باب: فيمن يصل شعبان برمضان رقم (2335) والنسائي (149/4) كتاب الصيام: باب: ذكر الاختلاف على يحيى بن ابي كثير ومحمد بن عمرو على ابي سلمة فيه رقم (2173) وابن ماجه (528/1) كتاب "الصيام": باب: في النهي ان يتقدم رمضان بصوم الا من صام صوما فوافقه رقم (1650) والدارمي (4/2) كتاب الصيام: باب: النهي عن صيام يوم الشك واحمد (515-513-477-408-337-234/2)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا اَنْ يَّتَعَجَّلَ الرَّجُلُ بِصِيَامٍ قَبْلَ دُخُوْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمَعْنٰى رَمَضَانَ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يَّصُوْمُ صَوْمًا فَوَافَقَ صِيَامُهٗ ذٰلِكَ فَلَا بَاْسَ بِهٖ عِنْدَهُمْ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (رمضان) کے مہینے سے ایک یا دو دن پہلے روزے نہ رکھو' البتہ اگر (کسی اور معمول کے حساب سے روزوں) کے موافق وہ دن آ جائے' تو اس دن روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ (چاندکو) دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور چاند کو دیکھ کر عیدالفطر کرو' اگر تم پر بادل چھائے ہوئے ہوں' تو تیس کی گنتی پوری کر لو پھر عیدالفطر کرو۔

اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔ ربعی بن حراش نے نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' انہوں نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: کوئی شخص رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے رمضان کی وجہ سے روزہ رکھ لے' البتہ اگر کوئی شخص ویسے روزے رکھتا ہو' اور اس دن اس کے روزے کا دن آ جائے' تو ان اہلِ علم کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

621 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَقَدَّمُوْا شَهْرَ رَمَضَانَ بِصِيَامٍ قَبْلَهٗ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: رمضان کے مہینے میں سے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنا شروع نہ کرو' البتہ اگر کوئی شخص ویسے روزے رکھتا ہو' تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

رمضان سے قبل رمضان کے روزے رکھنے کی ممانعت:

شریعت اسلامیہ نے جو عبادات مسلمانوں پر فرض قرار دی ہیں، وہ اسی انداز میں ادا کی جائیں گی جس طرح فرض کی گئی ہیں۔ احتیاطی تدبیر کی بناء پر ان کے آغاز یا اختتام پر اضافہ کرنا ممنوع و حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس اضافہ کے نتیجہ میں اصل عبادات بھی متروک ہو سکتی ہے مثلاً بنی اسرائیل پر صرف تین روزے فرض قرار دیے گئے تھے اور وہ اس میں مسلسل اضافہ کرتے چلے گئے حتیٰ

کہ تعداد چھ ماہ تک پہنچ گئی، پھر انہوں نے سب چھوڑ دیے۔ آج کے دور میں ہنود وعیسائی تو روزے رکھتے ہیں اور یہودی اس سے محروم ہیں۔ مسلمانوں پر لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزوں کا آغاز کریں اور شوال کا چاند نظر آنے پر روزے رکھنا بند کر دیں۔ رمضان المبارک کا چاند نظر آنے سے ایک دو روز قبل یعنی شعبان کی آخری تاریخ میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ رمضان کے اختتام پر یعنی شوال کی پہلی تاریخ میں روزہ رکھنا حرام ہے' کیونکہ یہ عید کا دن ہوتا ہے۔ البتہ جو شخص ہر جمعۃ المبارک میں روزہ رکھنے کا عادی ہو اور شعبان المعظم کی آخری تاریخ میں اتفاق سے جمعہ ہو، تو اس کے لیے اس دن کا روزہ رکھنا ممنوع نہیں ہے۔ رمضان المبارک کے آغاز واختتام کا مدار رؤیت ہلال ہے۔ شعبان المعظم کی انتیس یا تیس تاریخ میں چاند نظر آنے کی صورت میں رمضان المبارک کا آغاز ہو جائے گا اور شوال کا چاند نظر آنے پر اختتام پذیر ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ الشَّكِّ

باب 3: مشکوک دن میں روزہ رکھنا مکروہ ہے

622 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمُلَائِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فَاُتِيَ بِشَاةٍ مَصْلِيَّةٍ فَقَالَ كُلُوْا فَتَنَحّٰى بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ فَقَالَ عَمَّارٌ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يَشُكُّ فِيْهِ النَّاسُ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَمَّارٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ كَرِهُوْا اَنْ يَّصُوْمَ الرَّجُلُ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ وَرَاٰى اَكْثَرُهُمْ اِنْ صَامَهٗ فَكَانَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَنْ يَّقْضِيَ يَوْمًا مَّكَانَهٗ

◆◆ صلہ بن زفر بیان کرتے ہیں' ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے' ان کے پاس بھنی' ہوئی بکری لائی گئی۔ انہوں نے فرمایا: کھاؤ! حاضرین میں سے ایک صاحب پیچھے ہٹ گئے (کھانے میں شریک نہیں ہوئے) اور بولے میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: آج کا دن جس میں شک ہے؟ (کہ وہ رمضان کا دن ہے یا نہیں ہے) جس

622– اخرجه البخاری (142/4) کتاب الصوم باب: قول النبی صلی الله علیه وسلم اذا رایتم الهلال فصوموا' واذا رایتموه فافطروا' فی ترجمة الباب تعلیقاً' وابو داؤد (713/1) کتاب الصیام: باب: کراهية صوم يوم الشك' رقم (2334)' والنسائی (153/4) کتاب الصوم: باب: صیام یوم الشك' رقم (2188)' وابن ماجه (527/1) کتاب الصیام: باب: ماجاء فی صیام یوم الشك' رقم (1645) من طرق صلة بن زفر عنه رضی الله عنه۔

نے اس دن روزہ رکھا اس نے حضرت ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین سے تعلق رکھنے والے اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری' امام مالک بن انس' عبداللہ بن مبارک' شافعی' احمد اور اسحٰق نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے یہ حضرات فرماتے ہیں: آدمی کا مشکوک دن میں روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

ان میں سے اکثر کی یہ رائے ہے: اگر آدمی نے اس دن روزہ رکھ لیا اور وہ واقعی رمضان کا دن ہو' تو بھی وہ اس روزے کی قضاء کرے گا۔

شرح

یوم شک کا روزہ رکھنے کی ممانعت:

اسلامی نقطہ نظر سے مہینہ انتیس دن کا ہوسکتا ہے اور تیس کا بھی۔ شعبان المعظم کی انتیس کو مطلع غبار آلود یا ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا تو آئندہ دن یوم شک ہوگا کیونکہ اس دن کے بارے میں دو احتمال ہوسکتے ہیں کہ شعبان کا آخری دن ہو یا رمضان المبارک کا پہلا دن۔ اگر مطلع صاف ہو، انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو آئندہ دن یوم شک نہیں ہے' کیونکہ وہ دن شعبان کی تیس تاریخ ہے لیکن اس دن میں روزہ رکھنا بھی ممنوع ہے، یوم الشک کی وجہ سے نہیں بلکہ رمضان المبارک سے ایک دن پہلے ہونے کی وجہ سے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِحْصَاءِ هِلَالِ شَعْبَانَ لِرَمُضَانَ

باب 4- رمضان کے لیے شعبان کی پہلی کے چاند سے حساب رکھنا

623 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَجَّاجٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِثْلَ هٰذَا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ مُعَاوِيَةَ وَالصَّحِيْحُ مَا رُوِیَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَقَدَّمُوْا شَهْرَ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ وَّلَا يَوْمَيْنِ

اسنادِ دیگر: وَهٰكَذَا رُوِیَ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو اللَّيْثِیِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: رمضان کے لیے شعبان کی پہلی کے چاند سے گنتی رکھو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو ہم صرف ابومعاویہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

تاہم مستند روایت وہ ہے' جسے محمد بن عمرو کے حوالے سے' ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا گیا ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو۔

یہ روایت اسی طرح یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے' ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' جیسا کہ محمد بن عمرو لیثی نے اسے نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الصَّوْمَ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ وَالْإِفْطَارَ لَهٗ

باب 5: پہلی کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کیا جائے گا' اور اسے دیکھ کر ہی عید الفطر کی جائے گی

624 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ حَالَتْ دُوْنَهٗ غَيَايَةٌ فَاَكْمِلُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ بَكْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: رمضان سے (دو ایک دن پہلے) روزہ نہ رکھو' پہلی کے چاند کو دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور اسے دیکھ کر ہی عید الفطر کرو' اگر درمیان میں بادل حائل ہو جائے' تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت ان کے حوالے سے دیگر اسناد سے بھی منقول ہے۔

624- اخرجه النسائی (136/4) کتاب الصیام: باب: ذکر الاختلاف علی منصور-فی حدیث ربعی فیه' رقم (2129)

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ

باب 6- مہینہ کبھی 29 دن کا بھی ہوتا ہے

625 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ اَخْبَرَنِىْ عِيْسٰى بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ اَبِىْ ضِرَارٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَا صُمْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ اَكْثَرُ مِمَّا صُمْنَا ثَلَاثِيْنَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ وَسَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَّجَابِرٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ وَاَبِىْ بَكْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلشَّهْرُ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں' میں نے تیس روزے جتنی دفعہ رکھے ہیں انتیس روزے اس سے زیادہ نہیں رکھے۔

اس بارے میں حضرت عمر' حضرت ابوہریرہ' سیّدہ عائشہ صدیقہ' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر' حضرت انس' حضرت جابر' سیّدہ ام سلمہ اور حضرت ابوبکرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مہینے کبھی 29 دن کا بھی ہوتا ہے۔

626 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ اٰلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهٖ شَهْرًا فَاَقَامَ فِىْ مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ اٰلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ایک ماہ کے لیے اپنی ازواج سے ایلاء کرلیا' آپ ایک بالا خانے میں 29 دن تک قیام پذیر رہے (پھر گھر تشریف لے جانے لگے) تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ کے لیے ایلاء کیا تھا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ مہینہ 29 دن کا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

625- اخرجه ابو داؤد (710/1) كتاب الصيام: باب: الشهر يكون تسعا و عشرين' رقم (2322)' واحمد (397/1-405-408-441-450)' وابن خزيمة (208/3)' رقم (1922)' من طريق عيسى' بن دينار مولى خزاعة عن ابيه عن عمرو بن الحارث ابن ابى ضرار عن ابن مسعود رضى الله عنه-

626- اخرجه البخارى (143/4) كتاب الصوم: باب: قول النبى صلى الله عليه وسلم : اذا رايتم الهلال' رقم (1911)' (581/1) كتاب الصلاة: باب: الصلاة فى السطوح والمنبر والخشب' رقم (387)' واطرافه فى (1-2469-5201-5289-6684-805-1114-911 689-732-633)' والنسائى (167/6) كتاب الطلاق: باب: الايلاء' رقم (3456)-

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّوْمِ بِالشَّهَادَةِ

باب 7- گواہی کی بنیاد پر روزہ رکھنا

627 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ اَبِيْ ثَوْرٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْهِلَالَ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بِلَالُ اَذِّنْ فِي النَّاسِ اَنْ يَّصُوْمُوْا غَدًا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سِمَاكٍ نَحْوَهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْهِ اخْتِلَافٌ وَّرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّاَكْثَرُ اَصْحَابِ سِمَاكٍ رَوَوْا عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا تُقْبَلُ شَهَادَةُ رَجُلٍ وَّاحِدٍ فِي الصِّيَامِ وَبِهٖ يَقُوْلُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاَهْلُ الْكُوْفَةِ قَالَ اِسْحٰقُ لَا يُصَامُ اِلَّا بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ وَلَمْ يَخْتَلِفْ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْاِفْطَارِ اَنَّهٗ لَا يُقْبَلُ فِيْهِ اِلَّا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بتایا: میں نے پہلی کا چاند دیکھ لیا ہے' نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا' کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ حضرت محمد، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ وہ بولا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایت میں اختلاف ہے۔ سفیان ثوری اور دیگر راویوں نے اسے سماک بن حرب کے حوالے سے' عکرمہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

سماک کے اکثر شاگردوں نے اسے سماک کے حوالے سے' عکرمہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' یہ حضرات فرماتے ہیں: روزے کے (چاند کے) بارے میں ایک آدمی کی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔

627- اخرجه ابو داؤد (715/1) كتاب الصيام: باب: في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان' رقم (2340)' والنسائي (132/5) كتاب الصيام: باب: قبول شهادة الرجل الواحد على هلال شهر رمضان رقم (2112-2113)' وابن ماجه (529/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في الشهادة على رؤية الهلال رقم (1652)۔

ابن مبارک شافعی احمد نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔
امام اسحٰق فرماتے ہیں: روزے رکھنے کیلیے دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہے۔
عیدالفطر کے بارے میں اہلِ علم میں کوئی اختلاف نہیں ہے: اس میں کم از کم دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہے۔

شرح

رؤیتِ ہلال کے حوالے سے فقہی مسائل:

ان پانچ ابواب کی آٹھ احادیث میں اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلامی مہینے کے آغاز و اختتام کا مدار رؤیت ہلال ہے۔ رؤیت ہلال کے حوالے سے چند احادیث اور فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:۔

(۱)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور افطار نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر ابر ہو تو مقدار پوری کرو''۔ (الصحیح للبخاری جلد اوّل ص ۶۲۹)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر ابر ہو تو شعبان کی گنتی پوری کرلو''۔ (الصحیح للبخاری جلد اوّل ص ۶۳۰)

(۳) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا اس قدر تحفظ کرتے کہ اتنا اور کسی کا نہ کرتے تھے۔ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے اور اگر ابر ہوتا تو تیس دن پورے کر کے روزہ رکھتے۔

(سنن ابی داؤد جلد ثانی ص ۳۴۴)

رؤیت ہلال کے حوالے سے چند فقہی مسائل درج ذیل ہیں:

☆ پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے:

(۱) شعبان (۲) رمضان (۳) شوال (۴) ذیقعدہ (۵) ذی الحجہ۔ شعبان کا اس لیے کہ اگر رمضان کا چاند دیکھتے وقت ابر یا غبار ہو تو یہ تیس دن پورے کر کے رمضان شروع کریں۔ رمضان کا روزہ رکھنے کے لیے ذی القعدہ اور ذی الحجہ کا بقرعید کے لیے۔

☆ شعبان کی انتیس کو شام کے وقت چاند دیکھیں دکھائی دے تو کل روزہ رکھیں، ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کا مہینہ شروع کریں۔

☆ کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی وجہ سے رد کر دی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اس نے تنہا دیکھا تو اسے حکم ہے کہ روزہ رکھے۔ اگر اس نے عید کا چاند دیکھ لیا ہے تو اس روزہ توڑنا جائز نہیں مگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

☆ ابر اور غبار کی صورت میں رمضان کا ثبوت ایک مسلمان عاقل بالغ مستور یا عادل شخص سے ہوتا ہے، وہ مرد ہو خواہ عورت، آزاد ہو یا باندی، غلام ہو اس پر تہمت زنا کی حد ماری گئی ہو، جبکہ توبہ کر چکا ہے۔

☆ فاسق اگر رمضان کے چاند کی شہادت دے اس کی گواہی قابل قبول نہیں۔ اس کے ذمہ گواہی دینا لازم ہے یا نہیں؟ اگر

امید ہے کہ اس کی گواہی قاضی قبول کرے گا' تو اس پر لازم ہے کہ گواہی دے۔

☆ گاؤں میں چاند دیکھا اور وہاں کوئی ایسا نہیں جس کے پاس گواہی دے تو گاؤں والوں کو جمع کر کے شہادت ادا کرے اور اگر یہ عادل ہے تو لوگوں پر روزہ رکھنا لازم ہے۔

☆ اگر مطلع صاف ہو' تو جب تک بہت سے لوگ شہادت نہ دیں چاند کا ثبوت نہیں ہو سکتا، رہا یہ کہ اس کے لیے کتنے لوگ چاہییں یہ قاضی سے متعلق ہے، جتنے گواہوں سے غالب گمان ہو جائے حکم دے دے گا، مگر جبکہ بیرون شہر یا بلند جگہ سے چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو ایک عورت کا قول بھی رمضان کے چاند میں قبول کر لیا جائے گا۔

☆ جماعت کثیرہ کی شرط اس وقت ہے' جب روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لیے شہادت گزرے۔ اگر کسی دوسرے معاملہ کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں ثقہ کی شہادت گزری اور قاضی نے شہادت کی بنا پر حکم دے دیا تو اب یہ شہادت کافی ہے۔ روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لیے بھی ثبوت ہو گیا۔ مطلع صاف نہ ہو تو علاوہ رمضان کے شوال و ذی الحجہ بلکہ تمام مہینوں کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور سب عادل ہوں اور آزاد ہوں اور ان میں کسی پر تہمت زنا کی حد قائم نہ کی گئی ہو' اگرچہ توبہ کر چکا ہو۔ یہ بھی شرط ہے کہ گواہ گواہی دیتے وقت یہ الفاظ کہے: "میں گواہی دیتا ہوں"۔ (ماخوذ از ہدایہ، بہار شریعت جلد اول مدنیہ از ۹۷۴ تا ۹۸۰)

بَابُ مَا جَآءَ شَهْرَا عِيْدٍ لَّا يَنْقُصَانِ

باب 8- عید کے دو مہینے (ایک ساتھ) کم نہیں ہوتے

628 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: شَهْرَا عِيْدٍ لَّا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ بَكْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَحْمَدُ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ شَهْرَا عِيْدٍ لَّا يَنْقُصَانِ يَقُوْلُ لَا يَنْقُصَانِ مَعًا فِيْ سَنَةٍ وَّاحِدَةٍ شَهْرُ رَمَضَانَ وَذُو الْحِجَّةِ اِنْ نَقَصَ اَحَدُهُمَا تَمَّ الْاٰخَرُ وَقَالَ اِسْحٰقُ مَعْنَاهُ لَا يَنْقُصَانِ يَقُوْلُ وَاِنْ كَانَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ فَهُوَ تَمَامٌ غَيْرُ نُقْصَانٍ وَّعَلٰى مَذْهَبِ اِسْحٰقَ يَكُوْنُ يَنْقُصُ الشَّهْرَانِ مَعًا فِيْ سَنَةٍ وَّاحِدَةٍ

◆◆ عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ' اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عید کے دونوں

628- اخرجه البخاری (148/4) كتاب الصوم: باب: شهرا عيد لا ينقصان' رقم (1912)' ومسلم (766/2) كتاب الصيام: باب: بيان معنى قوله صلى الله عليه وسلم شهرا عيد لا ينقصان' رقم (1089/32,31)' ابو داؤد (710/1) كتاب الصيام: باب: الشهر يكون تسعا و عشرين' رقم (2323)' وابن ماجه (531/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في شهري العيد' رقم (1659)' واحمد (47-38/5) من طريق عبدالرحمن بن ابي بكرة عن ابيه يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم -

مہینے (ایک ساتھ) کم نہیں ہوتے' رمضان اور ذوالحج۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر بھی منقول ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: یہ دونوں مہینے' یعنی رمضان اور ذوالحج' ایک ہی سال میں ایک ساتھ کم نہیں ہوتے' اگر ان میں سے کوئی ایک کم ہوگا' تو دوسرا مکمل ہوگا۔

امام اسحٰق فرماتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: اگر یہ مہینے 29 دن کے بھی ہوں' تو بھی مکمل شمار ہوں گے' ان میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ امام اسحاق کے موقف کے حساب سے یہ دونوں مہینے' ایک ہی سال میں' ایک ساتھ کم ہو سکتے ہیں۔

شرح

مفہوم حدیث:

شھرا عید الاینقضان: اس حدیث کے متعدد مفاہیم ہے: (۱) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ایک سال میں عیدین کے دونوں مہینے ناقص نہیں ہوسکتے یعنی ایک انتیس دن کا ہے تو دوسرا یقیناً تیس دن کا ہوگا اور دونوں انتیس کے نہیں ہوسکتے۔ (یہ مشاہدہ کے مطابق نہیں ہے)۔ (۲) حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''عیدین کے دونوں مہینوں پر احکام مکمل مہینے کے جاری ہوں گے خواہ دونوں میں سے کوئی انتیس دن کا ہو کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء میں انتیس دن گزارے تھے حالانکہ ایلاء پورے مہینہ کا تھا۔ (۳) یہ حکم اس سال کے ان دو مہینوں کے ساتھ خاص ہے' جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ (۴) حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''دونوں مہینے اجر و ثواب کے اعتبار سے مساوی ہیں خواہ دنوں کے اعتبار مختلف ہوں یعنی ایک انتیس کا اور دوسرا تیس کا ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ لِكُلِّ اَهْلِ بَلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ

باب 9- ہر شہر والوں کے لیے ان کی رؤیت ہلال (کا اعتبار ہوگا)

629 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ حَرْمَلَةَ اَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ

متنِ حدیث: اَنَّ اُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَيَّ هِلَالُ رَمَضَانَ وَاَنَا بِالشَّامِ فَرَاَيْنَا الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِيْ اٰخِرِ الشَّهْرِ فَسَاَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ مَتٰى رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ فَقُلْتُ رَاَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ ءَاَنْتَ رَاَيْتَهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ رَاٰهُ النَّاسُ وَصَامُوْا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ قَالَ لٰكِنْ رَاَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُوْمُ حَتّٰى نُكْمِلَ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا اَوْ

629- اخرجه مسلم (765/2) كتاب الصيام؛ باب: بيان ان لكل بلد رؤيتهم وانهم اذا راوا الهلال ببلد لا يثبت حكمه لما بعد عنهم' رقم (1087/28)' والنسائي (131/4) كتاب الصيام؛ باب: اختلاف اهل الآفاق في الرؤية' رقم (2111)' واحمد (306/1)۔

نَرَاهُ فَقُلْتُ اَلَا تَكْتَفِيْ بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهٖ قَالَ لَا هٰكَذَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ لِكُلِّ اَهْلِ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ

◆◆ کریب بیان کرتے ہیں' سیّدہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شام بھیجا وہ بیان کرتے ہیں: میں شام آیا میں نے ان کا کام پورا کیا۔ اسی دوران رمضان کا پہلی کا چاند نظر آ گیا میں اس وقت شام میں ہی تھا ہم نے جمعہ کی رات کو پہلی کا چاند دیکھ لیا' پھر میں مہینے کے آخری حصے میں مدینہ منورہ پہنچا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس بارے میں مجھ سے دریافت کیا: انہوں نے پہلی کے چاند کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگوں نے پہلی کا چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: ہم نے اسے جمعہ کی رات دیکھا تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا' کیا تم نے اسے جمعہ کی رات دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: لوگوں نے اسے دیکھا تھا انہوں نے روزہ رکھا تھا' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا تھا' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لیکن ہم نے تو ہفتے کی رات پہلی کا چاند دیکھا تھا' ہم روزے رکھتے رہیں گے' اور تیس دن پورے کریں گے' یا پھر یہ ہے: (تیس دن ہونے سے پہلے) ہم پہلی کا چاند دیکھ لیں' کریب کہتے ہیں' میں نے کہا: کیا آپ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند دیکھنا اور روزہ رکھنا کافی نہیں ہے' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں! نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اسی طرح ہدایت کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح غریب" ہے' اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' یعنی ہر شہر والوں کے لیے ان کی رؤیت ہلال کا اعتبار ہوگا۔

شرح

اختلاف مطالع میں مذاہب آئمہ:

کیا مسئلہ رؤیت ہلال میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

(۱) حضرت امام شافعی' حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مسئلہ رؤیت ہلال میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا نے حضرت کریب رضی اللہ عنہ کو ملک شام، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا، رمضان کا چاند شام میں جمعرات کو دیکھا گیا جبکہ مدینہ طیبہ میں ہفتہ کی شب کو۔ حضرت کریب رضی اللہ عنہ کے واپس آنے پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے دریافت کیا: "تم نے چاند کب دیکھا؟"۔ انہوں نے جواب دیا: "ہم نے چاند جمعرات کو دیکھا"۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ہم لوگوں نے یہاں ہفتہ کو چاند دیکھا اور اپنی رؤیت کے مطابق عمل پیرا ہوں گے، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا ہے۔ اس رؤیت کے مضمون سے مطالع کا اعتبار ثابت ہوتا ہے۔

(۲) (الف) متقدمین احناف کا مؤقف ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے، ایک جگہ کی رؤیت تمام مقامات کے لیے کافی ہوگی بشرطیکہ اس کی رؤیت شرعی طریقہ کے مطابق ہو۔ وہ چار طریقے ہوسکتے ہیں: (۱) شہادت، (۲) شہادت علی

الشہادت، (۳) شہادت علی القضاء، (۴) استفاضہ خبر۔ (ب) متاخرین احناف کے نزدیک مسئلہ رویت ہلال میں بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ بلاد قریبہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

سوال: بلاد بعیدہ اور بلاد قریبہ کا معیار کیا ہوگا؟

جواب: بلاد قریبہ یا بلاد بعیدہ کا معیار یہ ہے کہ اگر اختلاف مطالع کے اعتبار سے ایک دن رات کا فرق پڑ جائے تو بلاد بعیدہ اور اگر اختلاف مطالع کے اعتبار سے ایک شب وروز کا فرق نہ پڑے تو بلاد قریبہ۔ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کریں تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ مہینہ اٹھائیس دن یا اکتیس دن کا ہو' جو شرعی اور مشاہداتی اعتبار سے صحیح نہیں ہوگا۔

احناف کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مدینہ منورہ کے مقابل ملک شام کو بلا بعیدہ قرار دیا، یہ ایک اجتہادی چیز ہے' جبکہ بلاد بعیدہ کے بارے میں اختلاف مطالع کے اعتبار کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يُسْتَحَبُّ عَلَيْهِ الْاِفْطَارُ

باب 10- کس چیز سے افطاری کرنا مستحب ہے؟

630 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ وَّجَدَ تَمْرًا فَلْيُفْطِرْ عَلَيْهِ وَمَنْ لَّا فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَاءٍ فَاِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ لَّا نَعْلَمُ اَحَدًا رَوَاهُ عَنْ شُعْبَةَ مِثْلَ هٰذَا غَيْرَ سَعِيْدِ بْنِ عَامِرٍ وَّهُوَ حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّلَا نَعْلَمُ لَهٗ اَصْلًا مِّنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ وَّقَدْ رَوٰى اَصْحَابُ شُعْبَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنِ الرَّبَابِ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ عَامِرٍ وَّهٰكَذَا رَوَوْا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ سَلْمَانَ وَلَمْ يُذْكَرْ فِيْهِ شُعْبَةُ عَنِ الرَّبَابِ وَالصَّحِيْحُ مَا رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنِ الرَّبَابِ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ وَّابْنُ عَوْنٍ يَقُوْلُ عَنْ اُمِّ الرَّائِحِ بِنْتِ صُلَيْعٍ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ وَّالرَّبَابُ هِيَ اُمُّ الرَّائِحِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو کھجور مل جائے وہ اس کے ذریعے افطار کرے اور جسے کھجور نہ ملے وہ پانی کے ذریعے افطار کرلے' کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔

630- اخرجه النسائي في "الكبرى" (253/2) كتاب الصيام: باب: مايستحب للصائم ان يفطر عليه' رقم (164/4) كتاب الاطعمة: باب: التمر وما ذكر فيه-

اس بارے میں حضرت سلمان بن عامر سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ہمارے علم کے مطابق شعبہ کے حوالے سے منقول ہے اور صرف اس کو سعید بن عامر نے روایت کیا ہے یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔ عبدالعزیز بن صہیب کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہمیں اس کی اصل کا علم نہیں ہے۔

شعبہ کے شاگردوں نے اس روایت کو عاصم احول کے حوالے سے حفصہ بنت سیرین کے حوالے سے سیّدہ رباب کے حوالے سے حضرت سلمان بن عامر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے بھی روایت کیا ہے اور یہ روایت سعید بن عامر سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے۔

اسی طرح ان شاگردوں نے شعبہ کے حوالے سے عاصم کے حوالے سے حفصہ بنت سیرین کے حوالے سے حضرت سلمان بن عامر سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اس سند میں شعبہ نے سیّدہ رباب کا تذکرہ نہیں کیا۔

تاہم صحیح روایت وہ ہے جو سفیان ثوری اور ابن عیینہ اور دیگر اہلِ علم نے عاصم احول کے حوالے سے حفصہ بنت سیرین کے حوالے سے سیّدہ رباب کے حوالے سے حضرت سلمان بن عامر سے نقل کیا ہے۔

ابن عون فرماتے ہیں: یہ روایت ام رائح بنت صلیع کے حوالے سے حضرت سلمان بن عامر سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیّدہ رباب ہی ام رائح ہیں۔

631 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ ح وحَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ اَنْبَاَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنِ الرَّبَابِ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ زَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فَاِنَّهُ بَرَكَةٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَاءٍ فَاِنَّهُ طَهُوْرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حفصہ بنت سیرین سیّدہ رباب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حضرت سلمان بن عامر ضبی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: کسی شخص نے افطاری کرنی ہو تو وہ کھجور کے ذریعے افطار کرے اگر اسے کھجور نہ ملے تو پانی کے ذریعے افطاری کرلے کیونکہ یہ پاک کرنے والا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

632 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

631– اخرجه ابو داؤد (719/1) كتاب الصيام: باب: ما يفطر عليه' رقم (2355)' وابن ماجه (542/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء على ما يستحب الفطر' رقم (1699)' واحمد (4/17-18)' والدارمي (7/2) كتاب الصوم: باب: ما يستحب الافطار عليه۔

632– اخرجه ابو داؤد (719/1) كتاب الصيام: باب: ما يفطر عليه' رقم (3256)' واحمد (164/3)۔

بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَاءٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حدیث دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرُوِىَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُفْطِرُ فِي الشِّتَاءِ عَلٰى تَمَرَاتٍ وَّفِي الصَّيْفِ عَلَى الْمَآءِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے تازہ کھجوروں کے ذریعے افطاری کر لیتے تھے' تازہ کھجوریں نہیں ہوتی تھیں' تو خشک کھجوروں کے ذریعے افطاری کر لیتے تھے' اگر وہ بھی نہیں ہوتی تھیں' تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات بھی منقول ہے' آپ سردی کے موسم میں کھجوروں کے ذریعے' اور گرمی کے موسم میں پانی کے ذریعے افطار کرتے تھے۔

شرح

وہ اشیاء جن سے افطاری کرنا مستحب ہے:

روزہ ہر اس چیز سے افطار کیا جا سکتا ہے جو حلال وطیب ہو خواہ وہ کھجور ہو یا پانی یا اور کوئی چیز ہو لیکن مستحب کھجور یا پانی سے افطار کرنا ہے۔ کھجور کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دیگر اشیاء کی نسبت غذائیت زیادہ ہوتی ہے جو روزہ دار کے لیے قوت وطاقت کا سبب بنتی ہے۔ پانی کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اس سے جس طرح ظاہری طہارت و پاکیزگی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح باطنی و اندرونی طہارت بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ان کے علاوہ جس چیز سے بھی چاہیں روزہ افطار کیا جا سکتا ہے۔

حدیث کے الفاظ: فليفطر على تمر' فليفطر على ماء: میں امر وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لیے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کھجور اور پانی سے افطاری کرنا مستحب ہے' جبکہ ان کے علاوہ طیب وحلال اشیاء سے روزہ افطار کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُوْمُوْنَ وَالْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَالْاَضْحٰى يَوْمَ تُضَحُّوْنَ

باب 11- عید الفطر اس دن ہوگی' جب لوگ عید الفطر منائیں گے اور عید الاضحیٰ اس دن ہوگی' جب لوگ عید الاضحیٰ منائیں گے

633 سند حدیث: اَخْبَرَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدِ الْاَخْنَسِيِّ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُومُوْنَ وَالْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُوْنَ وَالْاَضْحٰى يَوْمَ تُضَحُّوْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہب فقہاء: وَفَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ اِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا اَنَّ الصَّوْمَ وَالْفِطْرَ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَعُظْمِ النَّاسِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: روزہ اس دن ہوگا' جس دن تم لوگ روزہ رکھو گے' اور عیدالفطر اس دن ہوگی' جس دن تم لوگ عیدالفطر کرو گے اور عیدالاضحیٰ اس دن ہوگی' جس دن تم لوگ عیدالاضحیٰ کرو گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بعض اہل علم نے اس حدیث کی یہ وضاحت کی ہے: اس کا مطلب یہ ہے: روزہ رکھنا اور عیدالفطر کرنا مسلمانوں کی جماعت اور لوگوں کی اکثریت کے ساتھ ہوگا۔

شرح

مفہوم حدیث:

اس حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ رمضان المبارک کے روزے مکمل کر کے نماز عیدالفطر پڑھ لی یا عیدالاضحیٰ پڑھ کر قربانی کر لی تو پھر کسی اجتماعی غلطی کا علم ہوا مثلاً آغاز رمضان کے بارے میں غلطی ہوگئی تھی یا عیدالاضحیٰ کے دن کے تعین میں پوری قوم سے سہو ہوگیا تھا یا چاند کے بڑے یا چھوٹے ہونے پر غور کرنے سے وسوسہ کی صورت پیدا ہوگئی ہو، تو یہ اجتماعی غلطی ہے جو معاف ہے۔ اجتماعی غلطی کے بارے میں اصول (ضابطہ) یہ ہے کہ اگر آسانی سے اس کی تلافی ممکن ہو' تو کی جائے ورنہ معاف ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ وَاَدْبَرَ النَّهَارُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ

باب 12- جب رات آجائے اور دن رخصت ہو جائے' تو روزہ دار افطاری کر لے

634 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ

633- لم يخرجه الا الترمذي من اصحاب الكتب الستة' بهذا اللفظ كما في "التحفة" (482/9) رقم (12997)' لكن اخرجه ابو داؤد بلفظ مقارب (710/1) كتاب الصيام: باب: اذا اخطا القوم الهلال' رقم (2324) ولم يذكر فيها الصوم' واخرجه ابن ماجه (531/1) كتاب الصيام: باب: ما جاء في شهرى العيد' رقم (1660) نحوا من رواية ابى داؤد' الا انه لم يذكر موقف عرفة كما جاء في رواية ابى داؤد-

634- اخرجه البخارى (231/4) كتاب الصوم: باب: متى فطر الصائم رقم (1954) ومسلم (772/2) كتاب الصيام: باب: انقضاء الصوم و خروج النهار' رقم (1100/51)' واحمد (1/35-48) وابو داؤد (718/1) كتاب الصيام: باب: وقت فطر الصائم رقم (2351) والدارمى (7/2) كتاب الصيام' باب: في تعجيل الافطار-

اَبِيْهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ وَاَدْبَرَ النَّهَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرْتَ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی وَاَبِیْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب رات آ جائے اور دن رخصت ہو جائے' سورج غروب ہو جائے' تو تم افطاری کر لو۔

اس بارے میں حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

تکمیل صوم اور افطاری کا وقت:

لفظ اقبال سے مراد ہے کسی کا سامنے سے آنا۔ لفظ ادبار کا مطلب ہے کسی کا پیچھے سے آنا یا پشت پھیرنا۔ اس حدیث میں افطاری کا وقت متعین کیا گیا ہے کہ جب دن ختم ہو جائے یعنی آفتاب غروب ہو جائے اور رات کا آغاز ہو جائے تو روزہ افطار کیا جائے۔ بعض خطوں میں آفتاب غروب ہونے سے قبل لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے وہاں کے لوگوں کو غروب آفتاب کے حوالے سے زیادہ باخبر ہونا چاہیے مثلاً حرمین شریفین میں ہر طرف پہاڑ ہیں اور غروب سے تقریباً پون گھنٹہ قبل آفتاب پہاڑوں کی اوٹ میں چلا جاتا ہے۔ وہاں افطاری کے حوالے سے بے احتیاطی سے ہرگز کام نہیں لینا چاہیے۔ دورِ حاضر سائنس کا دور ہے اور زمین کے ہر خطہ میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اختتام سحری اور وقت افطاری کا اعلان کیا جاتا ہے اور مقامی کیلنڈر کے ذریعے اوقات نماز اور سحری و افطاری کا تعین کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَعْجِيْلِ الْاِفْطَارِ

باب 13- جلدی افطاری کرنا

635 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ ح قَالَ وَاَخْبَرَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ قِرَاءَةً عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ

635- اخرجه البخاری (234/4) كتاب الصوم: باب: تعجيل الافطار رقم (1957) ومسلم (771/2) كتاب "الصيام" باب: فضل السحور و تاكيد استحبابه' رقم (1098/48) وابن ماجه (541/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء فی تعجيل الافطار' رقم (1697) واحمد (331/4 -334 -336 -337 -339) والدارمی (7/2) كتاب الصيام: باب: فی تعجيل الفطر۔

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَآئِشَةَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ الَّذِیْ اخْتَارَهُ اَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ اسْتَحَبُّوْا تَعْجِيلَ الْفِطْرِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◄► حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لوگ اس وقت تک بھلائی پر گامزن رہیں گے۔ جب تک وہ افطاری جلدی کرتے رہیں گے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم اور دیگر حضرات نے اسی بات کو اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک افطاری جلدی کرنا مستحب ہے۔

امام شافعی' امام احمد اور اسحق نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

636 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ قُرَّةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ وَّاَبُو الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندوں میں میرے نزدیک زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو افطاری جلد کر لیتے ہیں۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

637 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِیْ عَطِيَّةَ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰى عَآئِشَةَ فَقُلْنَا يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْاِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلٰوةَ قَالَتْ اَيُّهُمَا

636- اخرجه احمد (329/2)

637- اخرجه مسلم (771/2) كتاب الصيام: باب: فضل السحور و تاكيد استحبابه' رقم (1099/50,49)' وابو داؤد (718/1) كتاب الصيام: باب: ما يستحب من تعجيل الفطر'' رقم (2354)' والنسائی (143/4) كتاب الصيام: باب: ذكر الاختلاف على سليمان بن مهران في حديث عائشة في تاخير السحور واختلاف الفاظهم' رقم (2161, 2158)' واحمد (48/6)۔

يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ قُلْنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ هٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ مُوْسٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَطِيَّةَ اسْمُهٗ مَالِكُ بْنُ اَبِىْ عَامِرٍ الْهَمْدَانِىُّ وَيُقَالُ ابْنُ عَامِرٍ الْهَمْدَانِىُّ وَابْنُ عَامِرٍ اَصَحُّ

ابوعطیہ بیان کرتے ہیں: میں اور مسروق' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے عرض کی: اے ام المؤمنین! نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے تعلق رکھنے والے دو افراد ہیں' ان میں سے ایک صاحب افطاری جلدی کر کے مغرب کی نماز بھی جلدی ادا کر لیتے ہیں اور دوسرے صاحب افطاری اور نماز دونوں تاخیر سے ادا کرتے ہیں' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: ان دونوں میں سے افطاری جلد کرنے اور نماز جلدی پڑھنے والے کون صاحب ہیں؟ ہم نے عرض کی: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے (راوی بیان کرتے ہیں) وہ دوسرے صاحب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ (جو افطاری اور نماز اخیر سے ادا کرتے تھے)

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوعطیہ نامی راوی کا نام مالک بن ابوعامر ہمدانی ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام مالک بن عامر ہمدانی ہے' اور یہی درست ہے۔

شرح

افطاری میں جلدی کرنے کی فضیلت:

جب آفتاب یقینی طور پر غروب ہو جائے تو مزید تاخیر کیے بغیر افطاری کر لینی چاہیے کیونکہ افطاری میں تاخیر کرنا حتیٰ کہ آسمان پر ستارے نظر آنا شروع ہو جائیں، یہ مجوس اور یہود کا طریقہ ہے۔ اس باب کی تینوں احادیث میں غروب آفتاب پر فوراً افطاری کرنے کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے، لوگ سلامتی پر قائم رہیں گے"۔

(۲) حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میرے بندوں میں سے میرے ہاں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو افطاری میں جلدی کرتے ہیں"۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا' جن میں سے ایک افطاری اور نماز ادا کرنے میں جلدی کرتا ہے' جبکہ دوسرا ان دونوں کاموں میں تاخیر سے کام لیتا تھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ روزہ کی افطاری اور نماز میں عجلت کرنے والا کون ہے؟ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے"۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَاْخِيرِ السُّحُورِ

باب 14- سحری میں تاخیر کرنا

638 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ

متنِ حدیث: تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ قُلْتُ كَمْ كَانَ قَدْرُ ذٰلِكَ قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ اٰيَةً حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ بِنَحْوِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ قَدْرُ قِرَائَةِ خَمْسِينَ اٰيَةً

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مذاہب فقہاء: وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اسْتَحَبُّوا تَاْخِيرَ السُّحُورِ

◆◆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سحری کی پھر ہم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: ان دونوں کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے فرمایا: جتنی دیر میں پچاس آیات پڑھی جاتی ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: پچاس آیات کی قرأت کی مقدار جتنا وقت تھا۔

اس بارے میں حضرت حذیفہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام شافعی' امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور سحری میں تاخیر کو مستحب قرار دیا ہے۔

شرح

سحری میں تاخیر کرنے کا مسئلہ:

پہلی امتوں میں سحری کھانے کا تصور نہیں تھا۔ نمازِ عشاء کے ساتھ ہی ان کا روزہ شروع ہو جاتا تھا۔ اس طرح ان کا روزہ رات اور دن کا طویل ترین ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کے لیے آسانی پیدا کر دی کہ وہ سحری بھی کھا سکتے ہیں۔ سحری کھانا فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے''۔ جس طرح

638- اخرجه البخارى (164/4) كتاب الصوم: باب: قدر كم بين السحور و صلاة الفجر' رقم (1921) و مسلم (771/2) كتاب الصيام: باب: فضل السحور و تاكيد استحبابه و استحباب تاخيره و تعجيل الفطر' رقم (1097/47) والنسائى (143/4) كتاب الصيام: باب: قدر مابين السحور و بين صلاة الصبح' رقم (2155) وابن ماجه (540/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في تاخير السحور' رقم (1694) وابن خزيمة (215/3) رقم (1941) واحمد (182/5) والدارمى (6/2) كتاب الصوم: باب: مايستحب من تاخير السحور-

سحری کھانا سنت ہے، اسی طرح سحری صبح صادق کے قریب کھانا بھی مسنون ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ بَيَانِ الْفَجْرِ

باب 15: صبح صادق کا بیان

639 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ النُّعْمَانِ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ طَلْقُ بْنُ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا يَهِيْدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْاَحْمَرُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ وَّاَبِيْ ذَرٍّ وَّسَمُرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهٗ لَا يَحْرُمُ عَلَى الصَّائِمِ الْاَكْلُ وَالشُّرْبُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْفَجْرُ الْاَحْمَرُ الْمُعْتَرِضُ وَبِهٖ يَقُوْلُ عَامَّةُ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ قیس بن طلق بیان کرتے ہیں' میرے والد حضرت طلق بن علی نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (سحری کے وقت) کھاتے پیتے رہو' چڑھتی ہوئی روشنی تمہیں پریشان نہ کرے' تم لوگ اس وقت تک کھاتے پیتے رہو' جب تک سرخی چوڑائی کی سمت میں ظاہر نہ ہو (یعنی صبح صادق نہ ہو جائے)

اس بارے میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' اور ان کے نزدیک روزہ دار پر کھانا پینا اس وقت تک حرام نہیں ہوتا جب تک چوڑائی کی سمت میں پھیلنے والی سرخ' یعنی صبح صادق ظاہر نہ ہو جائے۔

عام اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

640 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّيُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ سَوَادَةَ بْنِ حَنْظَلَةَ

639- اخرجه ابو داؤد (717/1) كتاب: الصيام باب: وقت السحور' رقم (2348) واحمد (23/4) وابن خزيمة (211/3) رقم (1930) من طريق عبدالله بن النعمان السحيمي عن قيس بن طلق عنه يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم -

640- اخرجه مسلم (770, 769/2) كتاب الصيام: باب: بيان ان الدخول في الصوم يحصل بدخول الفجر' وان له الاكل وغيره حتى يطلع الفجر' وبيان صفة الفجر التي تتعلق به الاحكام من الدخول في الصوم' ودخول وقت صلاة الصبح وغير ذلك' رقم (1094/44, 44, 43, 42, 41) وابو داؤد (716/1) كتاب الصيام: باب: وقت السحور' رقم (2346) والنسائي (148/4) كتاب الصيام: باب: كيف الفجر' رقم (2171) واحمد (13-9/5) وابن خزيمة (210/3) رقم (1229) كلهم من طريق عبدالله بن سوادة بن حنظلة عن سمرة بن جندب يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم -

هُوَ الْقُشَيْرِيُّ عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدَبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سُحُورِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَّلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ وَلٰكِنِ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ فِي الْاُفُقِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بلال کی اذان اور لمبائی میں پھیلنے والی روشنی' تمہیں سحری کرنے سے نہ روکے' بلکہ صبح صادق وہ ہوتی ہے' جو افق میں چوڑائی کی سمت میں پھیلتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

صبح صادق کا مسئلہ:

صبح کاذب اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی اذان کا وقت درحقیقت سحری کھانے کا ہے۔ حضرت ابن اُم مکتوم کی اذان اختتام سحری اور نماز فجر کا وقت ہوتا تھا۔ صبح صادق اذان حضرت ابن اُم مکتوم اور چوڑائی میں سفیدی کا پھیلنا، اختتام سحری اور نماز فجر کا وقت ہوتا تھا۔ ارشاد باری ہے: ''كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ''، ''تم کھاؤ اور پیو حتیٰ کہ تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے''۔ اس آیت میں سفید دھاگا سے صبح صادق کی روشنی مراد ہے جو اختتام پذیر نہیں ہوتی حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّشْدِيْدِ فِي الْغِيبَةِ لِلصَّائِمِ

باب 16- روزہ دار کے غیبت کرنے کی شدید مذمت

641 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ وَاَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ بِاَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جھوٹی بات کہنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا' تو اللہ تعالیٰ کو اس کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ شخص اپنا کھانا چھوڑ دے۔

641- اخرجه البخارى (139/4) كتاب الصوم: باب: من لم يدع قول الزور والعمل به فى الصوم رقم (1903) وطرفه فى (6057)، و[illegible] (720/1) كتاب الصيام: باب: الغيبة للصائم رقم (2362)، وابن ماجه (539/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء فى الغيبة والرفث للصائم رقم (1689)، واحمد (452/2- 453- 505)، وابن خزيمة (241/3) رقم (1995) من طريق ابن ابى ذئب عن سعيد بن ابى سعيد المقبرى عن ابيه عن ابى هريرة رضى الله عنه يبلغ به النبى صلى الله عليه وسلم -

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حالت روزہ میں غیبت کرنے کی مذمت:

صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کا نام روزہ ہے، یہ عام لوگوں کا روزہ ہے۔ ان امور کے علاوہ ہاتھوں کو چوری کرنے سے، کانوں کو برائی سننے سے، آنکھوں کو غیر محرم خواتین کی طرف دیکھنے سے اور پاؤں کو برائی کی طرف چل کر جانے سے محفوظ رکھنا، خواص لوگوں کا روزہ ہے۔ ان امور کے ساتھ قلوب واذہان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا اور ہمہ وقت اذکار میں مصروف رکھنا، خاص الخواص لوگوں کا روزہ ہے۔ کسی شخص کی عدم موجودگی میں ایسی بات کرنا جو اس کے سامنے کی جائے تو اس پر گراں گزرے، اسے ''غیبت'' کہا جاتا ہے۔ کسی ایک شخص کی بات سن کر دوسرے شخص کو بتانے کو چغلی کہا جاتا ہے۔ خلاف واقع بات کو بیان کرنا جھوٹ ہے۔ غیبت کرنا، چغلی کھانا اور جھوٹ بولنا تمام امور حرام اور کبیرہ گناہ ہیں۔ ہمہ وقت ان امور سے اجتناب ازبس ضروری ہے بالخصوص حالت روزہ میں ان کا ارتکاب کرنا، مزید حرام وممنوع ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا حالت روزہ میں غیبت وغیرہ سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جمہور فقہاء کرام کے نزدیک خواہ ان امور کا ارتکاب حرام ہے لیکن ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ حالت روزہ میں ان کے ارتکاب سے روزہ کی روح ختم ہو جاتی ہے اور ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ان امور کے ارتکاب کے سبب روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ جمہور کی طرف سے حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس سے فساد صوم لازم نہیں آتا جبکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حالت صوم میں غیبت وغیرہ کے ارتکاب سے روزہ کی روح ختم ہو جاتی ہے اور ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔ البتہ یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ حالت روزہ میں غیبت کرنے، چغلی کھانے اور کذب بیانی سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ السَّحُوْرِ

باب 17- سحری کرنے کی فضیلت کا بیان

642 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

642- اخرجه البخاری (165/4) كتاب الصوم: باب: بركة السحور من غير ايجاب رقم (1923) ومسلم (770/2): كتاب الصيام: باب: فضل السحور و تاكيد استحبابه رقم (45/ 1095) والنسائی (141/4): كتاب الصيام: باب: الحث على السحور رقم (2144) وابن ماجه (540/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء فی السحور رقم (1692) واحمد (3 /281- 99- 258) وابن خزيمة (213/3) رقم (1937) والدارمی (6/2) كتاب الصيام: باب: فی فضل السحور۔

متن حدیث: تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَالْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ وَّاَبِي الدَّرْدَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سحری کیا کرو' کیونکہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ' حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ' حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

643 وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

متن حدیث: فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ (۱)

سند حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُوْسَى بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ قَيْسٍ مَوْلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَهْلُ مِصْرَ يَقُوْلُوْنَ مُوْسَى بْنُ عَلِيٍّ وَّاَهْلُ الْعِرَاقِ يَقُوْلُوْنَ مُوْسَى بْنُ عُلَيٍّ وَّهُوَ مُوْسَى بْنُ عُلَيِّ بْنِ رَبَاحٍ اللَّخْمِيُّ

◆◆ نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: ہمارے روزے اور اہلِ کتاب کے روزے کے درمیان بنیادی فرق سحری کھانا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہی فرمان نقل کرتے ہیں:

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہل مصر یہ کہتے ہیں: راوی کا نام موسیٰ بن علی ہے' اور اہل عراق یہ کہتے ہیں: اس کا نام موسیٰ بن علی ہے یہ راوی موسیٰ بن علی بن رباح لخمی ہیں۔

---

(۱)– اخرجه مسلم (772, 771/2): كتاب الصيام: باب: فضل السحور و تاكيد استحبابه' واستحباب تاخيره و تعجيل الفطر' رقم (1096/46)' وابو داؤد (716/1): كتاب الصيام: باب: في توكيد السحور' رقم (2343)' والنسائي (146/4) كتاب الصيام: باب: فضل مابين صيامنا و صيام اهل الكتاب' رقم (2166)' واحمد (197/4)' والدارمي (6/2): كتاب الصوم: باب: فضل السحور' وابن خزيمة (215/3) رقم (1940)' من طريق موسىٰ بن علي بن رباح عن ابيه عن ابي قيس مولي عمرو بن العاص يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم –

شرح

سحری کھانے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر بے شمار احسانات فرمائے اور کثیر امتیازات سے نوازا ہے۔ ان میں سے ایک سحری کھانا بھی ہے کیونکہ سابقہ اُمتوں میں سحری کھانے کا تصور نہیں تھا۔ اس طرح سحری کھانا اُمت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ سحری کھانے میں برکت، رحمت باری تعالیٰ کے نزول کا باعث اور فرشتوں کی طرف سے دعاء مغفرت کرنے کا سبب بھی ہے۔ علاوہ ازیں سحری کھانا ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ کے درمیان امتیاز بھی کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ

باب 18- سفر کے دوران روزہ رکھنا مکروہ ہے

644 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ وَصَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَقِيلَ لَهُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ وَاِنَّ النَّاسَ يَنْظُرُوْنَ فِيمَا فَعَلْتَ فَدَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَشَرِبَ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَاَفْطَرَ بَعْضُهُمْ وَصَامَ بَعْضُهُمْ فَبَلَغَهُ اَنَّ نَاسًا صَامُوْا فَقَالَ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَاصِمٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِي هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ فَرَاَى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْفِطْرَ فِي السَّفَرِ اَفْضَلُ حَتّٰى رَاَى بَعْضُهُمْ عَلَيْهِ الْاِعَادَةَ اِذَا صَامَ فِي السَّفَرِ وَاخْتَارَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ الْفِطْرَ فِي السَّفَرِ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِنْ وَّجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَحَسَنٌ وَّهُوَ اَفْضَلُ وَاِنْ اَفْطَرَ فَحَسَنٌ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وقَالَ الشَّافِعِيُّ وَاِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي

644 اخرجه مسلم (2/785, 786): كتاب الصيام: باب: جواز الصوم والفطر في شهر رمضان للمسافر في غير معصية اذا كان سفر مرحلتين فاكثر، وان الافضل لمن اطاقه بلا ضرر ان يصوم، ولمن يشق عليه ان يفطر، رقم (90, 91/1114) والنسائي (4/177) كتاب الصوم: باب: ذكر اسم الرجل، رقم (2263) وابن خزيمة (3/255) رقم (2019) والحميدي (2/539) رقم (1289) من طريق جعفر بن محمد عن ابيه عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم -

السَّفَرِ وَقَوْلِهٖ حِيْنَ بَلَغَهٗ اَنَّ نَاسًا صَامُوْا فَقَالَ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ فَوَجْهُ هٰذَا اِذَا لَمْ يَحْتَمِلْ قَلْبُهٗ قَبُوْلَ رُخْصَةِ اللّٰهِ فَاَمَّا مَنْ رَاَى الْفِطْرَ مُبَاحًا وَّصَامَ وَقَوِىَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ اَعْجَبُ اِلَىَّ

◆◆ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' فتح مکہ کے سال نبی اکرم ﷺ مکہ جانے کے لیے نکلے جب آپ ''کراع الغمیم'' پہنچے تو لوگوں نے آپ کے ساتھ روزہ رکھا ہوا تھا' آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: لوگوں کے لیے روزہ رکھنا مشکل ہورہا ہے' اور لوگ اس بات کا جائزہ لے رہے ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے عصر کے بعد پانی کا پیالہ منگوایا اور اسے پی لیا' لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے' بعض لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور بعض نے بدستور روزہ رکھا' جب آپ کو یہ پتہ چلا کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ نافرمان لوگ ہیں۔

اس بارے میں حضرت کعب بن عاصم رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفر کے دوران روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں ہے۔

اہل علم نے سفر کے دوران روزہ رکھنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' بعض اہل علم کی یہ رائے ہے: سفر کے دوران روزہ توڑ دینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے' یہاں تک کہ بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کوئی شخص سفر کے دوران روزہ رکھ لے' تو اس پر دوبارہ روزہ رکھنا لازم ہوگا۔

امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہما نے سفر کے دوران روزہ نہ رکھنے کو اختیار کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' بعض اہل علم کی یہ رائے ہے: اگر کسی شخص میں یہ قوت ہو' اور وہ روزہ رکھ لے' تو یہ بہتر ہے' اور یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے' لیکن اگر وہ روزہ نہیں رکھتا' تو یہ بھی بہتر ہے۔

سفیان ثوری' مالک بن انس اور عبداللہ بن مبارک اسی بات کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: ''سفر کے دوران روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں ہے'' اور آپ کا یہ فرمان: جب آپ کو یہ پتہ چلا کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے' تو آپ نے فرمایا: یہ نافرمانی لوگ ہیں'' اس کا مفہوم یہ ہے: ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی رخصت کو قبول نہیں کیا' البتہ جو شخص (سفر کے دوران) روزہ رکھنے کو جائز سمجھتا ہو' اور پھر بھی وہ روزہ رکھ لے اور وہ اس کی قوت بھی رکھتا ہو' تو میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ

باب 19- سفر کے دوران روزہ رکھنے کی رخصت

645 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

متن حدیث: اَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيَّ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّوْمِ فِى السَّفَرِ وَكَانَ يَسْرُدُ الصَّوْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِى الدَّرْدَاءِ وَحَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ اَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے سفر کے دوران روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا: یہ صاحب مسلسل روزے رکھا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو اگر چاہو تو نہ رکھو۔

اس بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث کہ ”حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے سوال کیا تھا“ یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

646 سند حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ اَبِىْ مَسْلَمَةَ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متن حدیث: كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ رَمَضَانَ فَمَا يَعِيبُ عَلَى الصَّائِمِ صَوْمَهُ وَلَا عَلَى الْمُفْطِرِ اِفْطَارَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رمضان کے مہینے میں سفر کیا کرتے تھے، تو کسی روزہ دار کے روزہ رکھنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تھا اور نہ رکھنے والے کے نہ رکھنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

645–اخرجه مسلم (789/2, 790): كتاب الصيام: باب: التخيير فى الصوم والفطر فى السفر' رقم (103, 104, 105, 106, 107/ 1121) وابو داؤد (730/1): كتاب الصيام: باب: الصوم فى السفر رقم (2402) والنسائى (185/4, 186) كتاب الصيام: باب: ذكر الاختلاف على سليمان بن يسار فى حديث حمزة بن عمرو' رقم (2294 : 2302)' واحمد (494/3)' وابن خزيمة (312/3) رقم (2153)۔

646– اخرجه مسلم (786/2, 787) كتاب الصيام: باب: جواز الصوم والفطر فى شهر رمضان للمسافر فى غير معصية اذا كان سفره مرحلتين فاكثر' وان الافضل لمن اطاقه بلا ضرر ان يصوم' ولمن يشق عليه ان يفطر' رقم (93 : 1116/96) عنه (1117/97)۔

647 سندِحدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ ح قَالَ وحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَلَا يَجِدُ الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ وَلَا الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ فَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّهُ مَنْ وَّجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَحَسَنٌ وَّمَنْ وَّجَدَ ضَعْفًا فَاَفْطَرَ فَحَسَنٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، ہم میں سے کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوتا تھا' اور کچھ نے روزہ نہیں رکھا ہوتا تھا' تو روزہ نہ رکھنے والا' روزہ رکھنے والے کو غلط نہیں سمجھتا تھا' اور روزہ رکھنے والا' روزہ نہ رکھنے والے کو غلط نہیں سمجھتا تھا یہ حضرات یہ سمجھتے تھے' جس شخص میں قوت موجود ہو' وہ روزہ رکھ لے' تو یہ بہتر ہے' اور جس کے اندر کمزوری ہو' اور وہ روزہ نہ رکھے تو یہ بھی بہتر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ لِلْمُحَارِبِ فِي الْاِفْطَارِ

باب 20- جنگ کرنے والے کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت

648 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ مَعْمَرِ بْنِ اَبِيْ حُيَيَّةَ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ

متنِ حدیث: اَنَّهُ سَاَلَهُ عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ فَحَدَّثَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ غَزْوَتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّالْفَتْحِ فَاَفْطَرْنَا فِيْهِمَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُمَرَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ بِالْفِطْرِ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ نَحْوُ هٰذَا اِلَّا اَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْاِفْطَارِ عِنْدَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ وَبِهِ يَقُوْلُ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ

معمر بیان کرتے ہیں: انہوں نے ابن مسیب سے سفر کے دوران روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا' تو ابن مسیب نے یہ حدیث بیان کی: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ رمضان کے مہینے میں دو جنگوں میں شرکت کی ہے۔ ایک غزوہ بدر میں ایک فتح مکہ میں' تو ہم نے ان دونوں موقعوں پر روزہ نہیں رکھا تھا۔

648- اخرجه احمد (22/1)

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے: آپ نے جنگ کے دوران روزہ نہ رکھنے کی ہدایت کی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی اسی کی مانند منقول ہے کہ انہوں نے دشمن کا سامنا کرنے کے وقت روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

دورانِ سفر روزہ رکھنے میں مذاہب آئمہ:

تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ دوران سفر روزہ رکھنا بھی جائز ہے اور ترک صوم بھی جائز ہے لیکن اس کی افضلیت میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱)۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ اگر سفر مشقت کا ہو' تو ترک صوم افضل ہے اور اگر سفر مشقت کا نہ ہو' تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے' جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا روزہ رکھنا ثابت ہے۔ انہوں نے حدیث باب کے اس فقرہ سے بھی استدلال کیا ہے: ان الناس شق علیھم الصیام۔

(۲)۔حضرت امام احمد بن حنبل' حضرت امام اوزاعی اور حضرت امام اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ مطلقاً افطار افضل ہے۔ انہوں نے حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: لیس من البر الصوم فی السفر (صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۶۱) (دوران سفر روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے)۔

(۳)۔بعض اہل ظواہر کا موقف ہے کہ مطلقاً ناجائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: اولئک العصاۃ (روزہ رکھنے والے گناہگار ہیں)۔

اس مقام پر ایک مسئلہ یہ ہے کہ دوران سفر روزہ رکھ کر افطار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں بھی آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:۔

(۱)۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ دوران سفر رکھا گیا روزہ صرف حالت اضطراری میں افطار کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حالت اضطراری ومشقت میں روزہ افطار کیا تھا۔

(۲)۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے' کیونکہ اس میں بعد نماز عصر روزہ افطار کرنے کی تصریح موجود ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اولاً ہمارے نزدیک بھی مجاہدین کے لیے روزہ رکھ کر افطار کرنا جائز ہے خواہ اضطراری حالت نہ ہو۔ اس طرح احناف کے مؤقف کے خلاف حدیث باب سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث باب میں جو افطار صوم کا ثبوت ہے یہ جہاد کی صورت تھی کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جہاد کی غرض سے سفر اختیار کیے ہوئے تھے۔ ثانیاً: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات بطور تشریع بھی امور انجام دیتے تھے جو مکروہ تنزیہی ہوتے تھے لیکن آپ کے حق میں وہ مکروہ نہیں تھے، تو ممکن ہے کہ آپ نے کسی امر تشریع کی بناء پر روزہ توڑا ہو۔ ثالثاً: یہ بات ثابت نہیں ہے کہ اس دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوا تھا بلکہ پانی نوش کر کے آپ نے اپنا روزہ دار نہ ہونا ظاہر فرما دیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْإِفْطَارِ لِلْحُبْلٰى وَالْمُرْضِعِ

باب 21- حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت

649 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّيُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ

متنِ حدیث: قَالَ اَغَارَتْ عَلَيْنَا خَيْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهٗ يَتَغَدّٰى فَقَالَ ادْنُ فَكُلْ فَقُلْتُ اِنِّيْ صَائِمٌ فَقَالَ ادْنُ اُحَدِّثْكَ عَنِ الصَّوْمِ اَوِ الصِّيَامِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلٰوةِ وَعَنِ الْحَامِلِ اَوِ الْمُرْضِعِ الصَّوْمَ اَوِ الصِّيَامَ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَالَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلْتَيْهِمَا اَوْ اِحْدَاهُمَا فَيَا لَهْفَ نَفْسِيْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ طَعِمْتُ مِنْ طَعَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ اُمَيَّةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْكَعْبِيِّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هٰذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ الْوَاحِدِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْحَامِلُ وَالْمُرْضِعُ تُفْطِرَانِ وَتَقْضِيَانِ وَتُطْعِمَانِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ وَمَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وقَالَ بَعْضُهُمْ تُفْطِرَانِ وَتُطْعِمَانِ وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِمَا وَاِنْ شَاءَتَا قَضَتَا وَلَا اِطْعَامَ عَلَيْهِمَا وَبِهٖ يَقُوْلُ اِسْحٰقُ

649- اخرجه ابو داؤد (732/1): كتاب الصيام: باب: اختيار الفطر رقم (2408) والنسائى (190/4) كتاب الصيام: باب: وضع الصيام عن الحبلى والمرضع برقم (2315) واحمد (347/4) (29/5) والنسائى (180/4): كتاب الصيام: باب: ذكر اختلاف معاوية بن سلام ....برقم (2274) وعبد بن حميد (ص 160) رقم (431) وابن خزيمة (268/3) رقم (2043) من طرق عنه رضى الله عنه۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' بنو عبداللہ بن کعب کے ایک شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے سواروں نے ہم پر حملہ کر دیا میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو میں نے آپ کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا: آگے آؤ اور کھانا شروع کرو! میں نے عرض کی: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: آگے ہو جاؤ' آگے ہو جاؤ! میں تمہیں روزے کے بارے میں (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) روزہ رکھنے کے بارے میں بتاتا ہوں' اللہ تعالیٰ نے مسافر کو نصف نماز معاف کر دی ہے' حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کے لیے روزہ معاف کر دیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے شاید ان دونوں کا تذکرہ کیا تھا یا شاید ان دونوں میں سے کسی ایک کا تذکرہ کیا تھا' لیکن اب مجھے اپنے اوپر افسوس ہے: میں نے اس وقت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھایا۔

اس بارے میں حضرت ابوامیہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ کا کعبی سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

ان حضرت انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ کی نبی اکرم ﷺ سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت منقول نہیں ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت روزہ نہیں رکھیں گی اور اس کی قضا کر لیں گی اور (کفارے کے طور پر) کھانا کھلائیں گی۔

سفیان' مالک' شافعی اور احمد نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: یہ دونوں روزہ نہیں رکھیں گی اور (غریبوں کو) کھانا کھلا دیں گی' ان دونوں پر قضاء کرنا لازم نہیں ہے' تاہم اگر یہ دونوں چاہیں تو قضا کر سکتی ہیں' پھر ان پر کھانا کھلانا لازم نہیں ہوگا۔ اسحق نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

حاملہ اور مرضعہ کے لیے رخصت فی الافطار کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

ارشاد ربانی ہے: "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ" (البقرہ:۱۸۵) (پس تم میں سے جو لوگ بیمار ہوں یا حالت سفر میں ہوں' تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ سکتے ہیں)۔ اس آیت میں بیمار اور مسافر دونوں کو رمضان المبارک کے مہینہ میں روزہ نہ رکھنے اور رمضان المبارک کے بعد میں قضاء کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ حاملہ عورت یا وہ عورت جو ایسے بچے کو دودھ پلاتی ہے جو صرف دودھ پینے پر گزارا کرتا ہو، کیا دونوں مریض کے حکم میں ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اگر حاملہ اور مرضعہ کو روزہ رکھنے کی صورت میں اپنی جان کا خطرہ ہو' تو بالاجماع دونوں مریض کے حکم میں ہیں۔ اگر حاملہ اور مرضعہ کو روزہ رکھنے کی صورت میں اپنی ذات کا خطرہ نہ ہو بلکہ حاملہ کو پیٹ کے بچے اور مرضعہ کو شیر خوار بچے کا خطرہ ہو' تو دونوں مریض کے حکم میں ہوں گی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ایسی حاملہ عورت اور مرضعہ خاتون مریض کے حکم میں ہیں یعنی

انہیں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور بعد میں ان پر صرف قضاء ہے کفارہ وغیرہ نہیں ہے۔ آپ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کے لوگوں پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہوا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے سے منع کریں''۔ یہ واقعہ رمضان المبارک مہینہ میں پیش آیا، وہ لشکر کی پڑاؤ گاہ میں پہنچے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کا کھانا کھانے کی حالت میں پایا۔ آپ نے انہیں کھانے کی دعوت دی تو انہوں نے روزہ دار ہونے کا عذر پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آئیں میں تمہیں روزہ کی صورتحال سے آگاہ کروں''۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزے اور نصف نماز معاف کی ہے۔ حاملہ اور مرضعہ خاتون سے روزے معاف کردیے ہیں۔

(۲)- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) حاملہ اور مرضعہ دونوں مریض کے حکم میں ہیں۔ (۲) دونوں مریض کے حکم میں نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک حاملہ اور مرضعہ دونوں کے لیے روزہ رکھنے کی رخصت ہے مگر ان پر روزوں کا فدیہ اور قضاء دونوں لازم ہیں۔ قضاء مریض کے حکم ہونے کی وجہ سے اور فدیہ مریض کے حکم میں نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

(۳)- حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ حاملہ اور مرضعہ دونوں مریض کے حکم میں نہیں ہیں لہٰذا ان پر قضاء نہیں بلکہ فدیہ واجب ہے۔

(۴)- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ حاملہ مریض کے حکم میں ہے، لہٰذا اس کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور بعد میں اس پر قضاء ہے کفارہ نہیں ہے۔ البتہ مرضعہ کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) وہ مریض کے حکم میں ہے لہٰذا اس پر قضاء واجب ہے (۲) وہ مریض کے حکم میں نہیں ہے لہٰذا اس پر فدیہ واجب ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّوْمِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب 22- مرحوم کی طرف سے روزہ رکھنا

650 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَّمُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّعَطَاءٍ وَّمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآئَتِ امْرَاَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُخْتِيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُخْتِكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ تَقْضِيْنَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَحَقُّ اللّٰهِ اَحَقُّ

650- اخرجه البخاری (227/4) کتاب الصوم: باب: من مات و علیه صوم رقم (1953) ومسلم (804/2) کتاب الصیام: باب: قضاء الصیام عن المیت رقم (154, 155 /1148) وابو داؤد (256/2) کتاب الایمان والنذور: باب: ماجاء فیمن مات و علیه صوم صام عنه ولیه رقم (3310) وابن ماجه (559/1): کتاب الصیام: باب: من مات وعلیه صیام نذر رقم (1758) وفی الروایات ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم فساله وان امراة قالت: ان امی واخری جاء ت بلفظ: ان اختی ولم تاتی الروایة بهذا اللفظ الا فی ابن ماجه واشار الیها البخاری فی روایته۔

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَآئِشَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ جَوَّدَ اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّقَدْ رَوٰى غَيْرُ اَبِىْ خَالِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ مِثْلَ رِوَايَةِ اَبِىْ خَالِدٍ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ سَلَمَةَ بْنَ كُهَيْلٍ وَّلَا عَنْ عَطَاءٍ وَّلَا عَنْ مُّجَاهِدٍ وَّاسْمُ اَبِىْ خَالِدٍ سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس نے عرض کی: میری بہن کا انتقال ہوگیا ہے' اس پر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنا لازم تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے' اگر تمہاری بہن کے ذمے کچھ قرض ہوتا' تو کیا تم اسے ادا کر دیتی؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کا حق اس بات کا زیادہ حقدار ہے (کہ اسے ادا کیا جائے)

اس بارے میں حضرت بریدہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ابوخالد نے اعمش سے منقول اس روایت کو بہترین طور پر نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوخالد کے علاوہ دیگر راویوں نے بھی اسے اعمش کے حوالے سے نقل کیا ہے جو ابوخالد کی نقل کردہ روایت کی مانند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابومعاویہ اور دیگر اہلِ علم نے اس حدیث کو اعمش کے حوالے سے' مسلم بطین کے حوالے سے' سعید بن جبیر کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ ان راویوں نے اس کی سند میں سلمہ بن کہیل کا تذکرہ نہیں کیا' اور نہ ہی عطاء یا مجاہد کا ذکر کیا ہے۔

ابوخالد کا نام' سلیمان بن حیان ہے۔

شرح

میت کی طرف سے روزہ رکھنے کا مسئلہ:

کیا میت کی طرف سے وارث نیابۃً روزہ رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ صرف نذر کے روزے نیابۃً

رکھے جاسکتے ہیں۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک وارث نیابۃً نذر کے روزے رکھ سکتا ہے اور نہ دوسرے کیونکہ روزہ نماز کی مثل ایک بدنی عبادت ہے اور بدنی عبادت میں مطلقاً نیابت درست نہیں ہوسکتی۔

بَابُ مَا جَآءَ مِنَ الْكَفَّارَةِ

باب 23- کفارے کا بیان

651 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَشْعَثَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَالصَّحِيْحُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوْفٌ قَوْلُهُ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ هٰذَا الْبَابِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ يُصَامُ عَنِ الْمَيِّتِ وَبِهِ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَالَا اِذَا كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ نَذْرُ صِيَامٍ يَصُوْمُ عَنْهُ وَاِذَا كَانَ عَلَيْهِ قَضَاءُ رَمَضَانَ اَطْعَمَ عَنْهُ وَقَالَ مَالِكٌ وَسُفْيَانُ وَالشَّافِعِيُّ لَا يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ

توضیح راوی: قَالَ وَاَشْعَثُ هُوَ ابْنُ سَوَّارٍ وَمُحَمَّدٌ هُوَ عِنْدِيْ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر ایک مہینے کے روزے رکھنا لازم ہو' تو اس کی طرف سے ہر ایک دن کے عوض میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کو ''مرفوع'' روایت کے طور پر صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

صحیح روایت یہ ہے: یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر ''موقوف'' ہے' یعنی ان کا اپنا قول ہے۔

اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: میت کی طرف سے روزے رکھے جائیں گے۔

امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہما نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: جب میت کے ذمے نذر کے روزے رکھنا لازم ہو' تو آدمی اس کی طرف سے روزے رکھ لے گا' لیکن اگر اس کے ذمے رمضان کی قضا لازم ہو' تو اس کی طرف سے کھانا کھلانا لازم ہوگا۔

امام مالک' امام سفیان اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: کوئی بھی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا۔

51- اخرجہ ابن ماجہ (558/1) ... من مات وعلیہ صیام رمضان قد فرط فیہ' رقم (1757)' وابن خزیمہ (273/3) رقم (2056)' من طریق محمد عن نافع عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

اشعث نامی راوی یہ اشعث بن سوار ہیں۔
محمد نامی راوی میرے خیال کے مطابق محمد بن عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ ہیں۔

شرح

روزوں کے فدیہ کا مسئلہ:

میت کی طرف سے وارث نیابۃً نماز ادا کرسکتا ہے اور نہ روزے رکھ سکتا ہے۔ البتہ وہ میت کی نماز اور روزے کا فدیہ ادا کرسکتا ہے اور وہ اس طرح کہ ہر نماز اور ہر روزہ کے عوض نصف صاع گندم پیش کرے۔ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّائِمِ يَذْرَعُهُ الْقَيْءُ

باب 24: روزے کے دوران قے آ جانا

652 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثٌ لَّا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ الْحِجَامَةُ وَالْقَيْءُ وَالاِحْتِلَامُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ وَعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ السِّجْزِيَّ يَقُوْلُ سَاَلْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ فَقَالَ اَخُوْهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ لَّا بَاْسَ بِهٖ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَّذْكُرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ ثِقَةٌ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ ضَعِيْفٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّلَا اَرْوِىْ عَنْهُ شَيْئًا

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' تین چیزیں ایسی ہیں' جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا' پچھنے لگوانا' قے کرنا اور احتلام ہو جانا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث محفوظ نہیں ہے۔

عبداللہ بن زید بن اسلم اور عبدالعزیز بن محمد اور دیگر راویوں نے اس حدیث کو زید بن اسلم کے حوالے سے "مرسل" روایت

652- اخرجه عبد بن حميد (ص 297) رقم (959)

کے طور پر نقل کیا ہے۔

ان راویوں نے اس حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نامی راوی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

میں نے امام ابوداؤد سجزی (سنن ابوداؤد کے مؤلف) کو سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عبدالرحمٰن بن زید کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا، اس کے بھائی عبداللہ بن زید میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو علی بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن زید بن اسلم ثقہ ہیں اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ضعیف ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا

باب 25- (روزے کے دوران) جان بوجھ کر قے کرنا

653 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عِيسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَّمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْيَقْضِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَثَوْبَانَ وَفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عِيسٰى بْنِ يُوْنُسَ

قولِ امام بخاری: وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَّا اُرَاهُ مَحْفُوْظًا

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَصِحُّ اِسْنَادُهُ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَثَوْبَانَ وَفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاَفْطَرَ وَاِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ صَائِمًا مُتَطَوِّعًا فَقَاءَ فَضَعُفَ فَاَفْطَرَ لِذٰلِكَ هٰكَذَا رُوِیَ فِیْ بَعْضِ الْحَدِيْثِ مُفَسَّرًا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى حَدِيْثِ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ

653- اخرجه ابو داؤد (724/1) كتاب الصيام: باب: الصائم يستقي (القيء) عامدا رقم (2380) وابن ماجه (536/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في الصائم يقيء رقم (1676) واحمد (498/2) وابن خزيمة (226/3) رقم (1960) والدارمي (14/2): كتاب الصوم: باب: الرخصة في القيء للصائم من طريق محمد بن سيرين عنه به-

الصَّائِمَ إِذَا ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَإِذَا اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْيَقْضِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو خود قے آ جائے اس پر قضا لازم نہیں ہوگی لیکن جو جان بوجھ کرقے کر دے' وہ قضاء کرے گا۔

اس بارے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ' حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف ہشام نامی راوی کے حوالے سے' ابن سیرین کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں جو عیسیٰ بن یونس سے منقول ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میرے خیال میں یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' تاہم اس کی سند مستند نہیں ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے قے کر دی تھی اور روزہ ختم کر دیا تھا اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: نبی اکرم ﷺ نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا' پھر آپ نے قے کر دی جس کی وجہ سے آپ کو کمزوری محسوس ہوئی' تو آپ نے اس وجہ سے روزہ ختم کر دیا۔

بعض روایات میں اس کی اسی طرح وضاحت کی گئی ہے۔

اہل علم کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول اس پر حدیث پر عمل کیا جائے گا' یعنی جب کسی روزہ دار کو قے آ جائے' تو اس پر قضاء لازم نہیں ہوگی لیکن اگر وہ جان بوجھ کر قے کر دے' تو اسے قضاء ادا کرنی ہوگی۔

امام شافعی' امام سفیان ثوری' امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

حالتِ روزہ میں قے کا مسئلہ:

آئمہ فقہ کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ اگر قے خود بخود آئے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو' اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ انسان کا اس کے ساتھ کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ البتہ وہ قے جو حلق میں انگلی ڈال کر کی جائے' اگر وہ منہ بھر یا اس سے زائد ہو' تو مفسد صوم ہے ورنہ نہیں۔ منہ بھر قے کی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا' جس سے صرف قضاء لازم آئے گی جبکہ کفارہ نہیں ہے۔

مفسدات صوم کے حوالے سے چند فقہی مسائل:

مفسدات صوم کے حوالے سے چند فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ کھانے' پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔

☆ حقہ' سگار' سگریٹ اور چرٹ پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے خواہ اپنے خیال میں حلق تک دھواں نہ پہنچا ہو بلکہ پان یا تمبا کو کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، اگرچہ پیک تھوک دی ہو کہ اس کے باریک اجزاء ضرور حلق میں پہنچتے ہیں۔

☆ شکر وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں، منہ میں رکھی اور تھوک نگل گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ یونہی دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر یا زیادہ تھی اسے کھا گیا یا کم تھی مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اتر گیا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا یا کم تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو ان تمام صورتوں میں روزہ فاسد ہو جائے گا۔

☆ روزہ کی حالت میں دانت اکھڑوایا اور خون نکل کر حلق سے نیچے اترا، اگرچہ سوتے میں ایسا ہوا تو اس روزہ کی قضا واجب ہے۔

☆ دماغ یا شکم کی جھلی تک زخم ہے، اس میں دوائی ڈالی اگر دماغ یا شکم تک پہنچ گئی روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ دوائی تر ہو یا خشک۔ اگر معلوم نہ ہو کہ دماغ یا شکم تک پہنچی یا نہیں اور وہ دوائی تر تھی، جب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور خشک تھی تو نہیں۔

☆ کلی کر رہا تھا بلاقصد پانی حلق میں اتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا مگر جبکہ روزہ ہونا بھول گیا ہو' تو نہ ٹوٹے گا۔ اگرچہ قصداً ہو۔ یونہی کسی نے روزہ دار کی طرف کوئی چیز پھینکی اور وہ اس کے حلق میں چلی گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

☆ حالت نیند میں پانی پی لیا یا کچھ کھالیا یا منہ کھولا تھا اور پانی کا قطرہ یا اولا حلق میں اتر گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

☆ آنسو منہ میں چلا گیا اور نگل گیا' اگر قطرہ دو قطرے ہوں' تو روزہ نہ ٹوٹے گا اور اگر زیادہ ہوں اور ان کی نمکینی پورے منہ میں محسوس ہوئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ پسینہ کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ عورت کا بوسہ لیا یا چھوا یا مباشرت کی یا گلے لگایا اور انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور عورت نے مرد کو چھوا اور مرد کو انزال ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

☆ قصداً منہ بھر تے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس سے کم کی تو نہیں اور بلا اختیار تے ہو گئی تو منہ بھر ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹائی' نہ لوٹائی تو اگر منہ بھر نہ ہو تو روزہ نہ ٹوٹا' اگر لوٹ گئی یا اس نے خود لوٹائی اور منہ بھر ہے اور اس نے لوٹائی، اگرچہ اس میں سے صرف چنے کے برابر حلق سے اتری تو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔

☆ تے کے یہ احکام اس وقت ہیں کہ تے میں کھانا آئے یا صفرا یا خون اور اگر بلغم آیا تو مطلقاً روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

☆ رمضان میں بلاعذر شرعی جو شخص اعلانیہ قصداً کھائے تو حکم ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔

(ماخوذ از ہدایہ' بہار شریعت مدنیہ' جلد اول از صفحہ ۹۸۵ تا ۹۸۸)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّائِمِ يَأْكُلُ أَوْ يَشْرَبُ نَاسِيًا

باب 26- روزہ دار کا بھول کر کچھ کھا پی لینا

654 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ اَكَلَ اَوْ شَرِبَ نَاسِيًا فَلَا يُفْطِرْ فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عَوْفٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ وَخَلَّاسٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ اَوْ نَحْوَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاُمِّ اِسْحٰقَ الْغَنَوِيَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ اِذَا اَكَلَ فِيْ رَمَضَانَ نَاسِيًا فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص بھول کر کچھ کھا پی لے' تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا' کیونکہ یہ وہ رزق ہے' جو اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' سیدہ ام اسحٰق غنویہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری' شافعی' احمد' اسحٰق نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام مالک بن انس فرماتے ہیں: جب کوئی شخص رمضان میں بھول کر کچھ کھا لے' تو اس پر قضاء کرنا لازم ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پہلی رائے درست ہے۔

654- اخرجه الدارمی (13/2): كتاب الصيام: باب: فيمن اكل ناسيا' واحمد (489/2)' من طرق عن ابی هريرة رضی الله عنه' وانظر ما بعده- و اخرجه البخاری (184, 183/4) كتاب الصوم: باب: الصائم اذا اكل وشرب ناسيا' رقم (1933) وطرفه فی (6669)' و مسلم (809/2) كتاب الصيام: باب: اكل الناسی و شربه و جماعه لايفطر' رقم (1155/171)' وابو داؤد (730/1): كتاب الصيام: باب: من اكل ناسيا' رقم (2398)' وابن ماجه (535/1) كتاب الصيام: باب:ماجاء فيمن افطر ناسيا' رقم (1673)' واحمد (513, 493, 491, 425/2)' والدارمی (13/2) كتاب الصوم: باب: فيمن اكل ناسيا' وابن خزيمة (238/3) رقم (1989)-

شرح

حالت روزہ میں سہواً کوئی چیز کھانے پینے کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

حالت روزہ میں سہواً کوئی شخص کھالے یا پی لے تو اس کے روزہ کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ اگر صائم بھول کر کوئی چیز کھالے یا پی لے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے بھول کر کھالیا یا پی لیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ رزق اللہ تعالیٰ نے اسے فراہم کیا ہے''۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضاء لازم آئے گی۔ البتہ نفلی صوم ان کے نزدیک بھی فاسد نہیں ہوگا۔ ان کا کہنا ہے کہ چونکہ کھانا پینا روزہ کے منافی ہے، لہٰذا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

احناف کے مؤقف میں قدرے تفصیل ہے کہ اگر کوئی شخص روزے دار کو بھول کر کھانا پیتا دیکھے اور وہ ایسا ہو کہ بتکلف روزہ نبھا سکے گا' تو اسے روزہ دار ہونا یاد نہ کرایا جائے۔ ہاں اگر وہ با آسانی روزہ رکھ سکتا ہو اور نبھا سکتا ہو، تو اسے فوراً یاد کرا دیا جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْإِفْطَارِ مُتَعَمِّدًا

باب 27- جان بوجھ کر روزہ توڑنا

655 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُطَوِّسِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَّمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَاِنْ صَامَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ اَبُو الْمُطَوِّسِ اسْمُهُ يَزِيْدُ بْنُ الْمُطَوِّسِ وَلَا اَعْرِفُ لَهُ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی رخصت یا بیماری کے بغیر' رمضان کا ایک روزہ نہ رکھے' تو ساری زندگی روزہ رکھنا بھی اس کی قضا نہیں ہوسکتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو ہم صرف اسی حدیث کے حوالے سے جانتے ہیں۔

655- اخرجه ابو داؤد (729/1) كتاب الصيام: باب: التغليظ فيمن افطر في رمضان' رقم (2396)' وابن ماجه (535/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في كفارة من افطر يوما من رمضان' رقم (1672)' واحمد (386/2- 458- 470- 442)' والدارمي (10/2) كتاب الصوم: باب: من افطر يوما من رمضان متعمدا-

میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ابومطوس نامی راوی کا نام یزید بن مطوس ہے اور میرے علم کے مطابق ان سے اس حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث منقول نہیں ہے۔

شرح

رمضان کا روزہ نہ رکھنے کا مسئلہ:

رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھنے کی صورت میں اس کی تلافی کیسے ہوگی؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کا موقف ہے کہ اس کی تلافی اس کی قضاء ہے لیکن فضیلت وثواب کے اعتبار سے صوم الدہر سے بھی اس کا تدارک نہیں ہوسکتا۔ جمہور فقہاء کے نزدیک قضاء سے اس کی تلافی ہوجاتی ہے خواہ ثواب میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَفَّارَةِ الْفِطْرِ فِيْ رَمَضَانَ

باب 28- رمضان میں روزہ توڑنے کا کفارہ

656 سندِحدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَاَبُو عَمَّارٍ وَّالْمَعْنٰى وَاحِدٌ وَّاللَّفْظُ لَفْظُ اَبِيْ عَمَّارٍ قَالَا اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا اَهْلَكَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَاَتِيْ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُعْتِقَ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ اجْلِسْ فَجَلَسَ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ وَّالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ الضَّخْمُ قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَحَدٌ اَفْقَرَ مِنَّا قَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهٗ قَالَ فَخُذْهُ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَآئِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ مَنْ اَفْطَرَ فِيْ رَمَضَانَ مُتَعَمِّدًا مِّنْ جِمَاعٍ وَّاَمَّا مَنْ اَفْطَرَ مُتَعَمِّدًا مِّنْ اَكْلٍ اَوْ شُرْبٍ فَاِنَّ اَهْلَ الْعِلْمِ قَدِ اخْتَلَفُوْا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ

656- اخرجه البخاری (193/4) كتاب الصيام: باب: اذا جامع فی رمضان ولم يكن له شیء فتصدق عليه فليكفر' رقم (1936) واطرافه 2600- 5368- 6087- 6164- 6709- 6711- 6821) و مسلم (781/2) كتاب الصيام: باب: تغليظ تحريم الجماع فی نهار رمضان على الصائم' ووجوب الكفارة الكبرى فيه وبيانها' وانها تجب على الموسر والمعسر' وتثبت فی ذمة المعسر حتى يستطيع' رقم (1111/81) وابو داؤد (227/1): كتاب الصيام: باب: كفارة من اتى اهله فی نهار رمضان' رقم (2390)' (2391- 2392) وابن ماجه (34/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء فی كفارة من افطر يوما من رمضان' رقم (1671)' وابن خزيمة (217, 216/3) رقم (1943- 1944- 1945)' والدارمی (11/2) كتاب الصوم: باب: الذی يقع على امراته نهار رمضان۔

وَالْكَفَّارَةُ وَشَبَّهُوا الْاَكْلَ وَالشُّرْبَ بِالْجِمَاعِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لِاَنَّهُ اِنَّمَا ذُكِرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَفَّارَةُ فِي الْجِمَاعِ وَلَمْ تُذْكَرْ عَنْهُ فِي الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَقَالُوْا لَا يُشْبِهُ الْاَكْلُ وَالشُّرْبُ الْجِمَاعَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلرَّجُلِ الَّذِيْ اَفْطَرَ فَتَصَدَّقَ عَلَيْهِ خُذْهُ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ يَحْتَمِلُ هٰذَا مَعَانِيَ يَحْتَمِلُ اَنْ تَكُوْنَ الْكَفَّارَةُ عَلٰى مَنْ قَدَرَ عَلَيْهَا وَهٰذَا رَجُلٌ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى الْكَفَّارَةِ فَلَمَّا اَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا وَّمَلَكَهُ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا اَحَدٌ اَفْقَرَ اِلَيْهِ مِنَّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهُ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ لِاَنَّ الْكَفَّارَةَ اِنَّمَا تَكُوْنُ بَعْدَ الْفَضْلِ عَنْ قُوْتِهِ وَاخْتَارَ الشَّافِعِيُّ لِمَنْ كَانَ عَلٰى مِثْلِ هٰذَا الْحَالِ اَنْ يَّاْكُلَهُ وَتَكُوْنَ الْكَفَّارَةُ عَلَيْهِ دَيْنًا فَمَتٰى مَا مَلَكَ يَوْمًا مَا كَفَّرَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں ہلاکت کا شکار ہوگیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں کس بات نے ہلاکت کا شکار کیا ہے وہ بولا: میں نے رمضان کے مہینے میں اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ وہ بولا: نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم دو مہینے کے لگاتار روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی: نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ تو اس نے عرض کی: نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ! وہ شخص بیٹھ گیا پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجوروں کا عرق لایا گیا' (راوی کہتے ہیں: عرق بڑے پیمانے (ٹوکرے) کو کہتے ہیں حدیث کے یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے صدقہ کردو! وہ بولا: پورے شہر میں ہم سے زیادہ غریب اور کوئی نہیں ہے' راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ مسکرادیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں آپ نے فرمایا: پھر تم اسے لے لو اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' یعنی جو شخص رمضان کے مہینے میں جان بوجھ کر صحبت کے ذریعے روزہ توڑ دیتا ہے (اس کا یہی حکم ہے) جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جو جان بوجھ کر کچھ کھا کر یا پی کر روزہ توڑ دیتا ہے' تو اہلِ علم نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: ایسے شخص پر قضاء کرنا اور کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا انہوں نے کھانے پینے کو صحبت کو مشابہہ قرار دیا ہے۔

سفیان ثوری' ابن مبارک اور اسحٰق اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: ایسے شخص پر قضاء کرنا لازم ہوگا اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے صحبت کرنے کے بارے میں کفارے کا حکم منقول ہے۔

کھانے پینے کے بارے میں آپ کے حوالے سے ایسا کچھ منقول نہیں ہے۔ وہ حضرات یہ فرماتے ہیں: کھانا اور پینا' صحبت کی مانند نہیں ہوسکتا۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ نے یہی رائے دی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا روزہ توڑنے والے شخص سے یہ کہنا: تم اسے حاصل کرو اور اسے اپنے گھر والوں کو کھلاؤ! یہ کئی معنی کا احتمال رکھتا ہے' اس میں یہ احتمال بھی پایا جاتا ہے: کفارہ اس شخص پر لازم ہوگا' جو کفارہ ادا کرسکتا ہو جبکہ وہ شخص کفارہ ادا نہیں کرسکتا تھا۔

پھر جب نبی اکرم ﷺ نے اسے کوئی چیز عطا کی اور وہ اس کا مالک ہوگیا' تو پھر اس شخص نے یہ عرض کی: ہم سے زیادہ ضرورت مند اور کوئی نہیں ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے حاصل کرو اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤ! اس کا مطلب یہ ہوا' کفارہ اس وقت لازم ہوتا ہے' جب آدمی کے پاس اپنی خوراک کے علاوہ اضافی چیز موجود ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو اختیار کیا' جس شخص کے ساتھ ایسی صورتحال پیش آجائے' وہ اس خوراک کو خود کھالے گا' اور کفارہ اس کے ذمے قرض کے طور پر لازم ہوگا' جب وہ اس کا مالک ہوجائے گا' تو کفارہ ادا کردے گا۔

شرح

رمضان کا روزہ توڑنے کا کفارہ اور ادائیگی کفارہ کی ترتیب میں مذاہب آئمہ:

اگر کسی شخص نے رمضان کا روزہ عمداً توڑ دیا' تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کرے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو' تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ کفارہ کے امور ثلاثہ میں ترتیب ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے:۔

۱- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ کفارہ کے امور ثلاثہ میں ترتیب ضروری ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ اس میں تینوں اشیاء کو ترتیب اور اہتمام سے بیان کیا گیا ہے۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ کفارہ کی ادائیگی میں امور ثلاثہ میں ترتیب ضروری نہیں ہے بلکہ کفارہ ادا کرنے والا ابتداءً مختار ہے' جس کو چاہے اختیار کرے۔ انہوں نے کفارہ یمین پر قیاس کیا ہے۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ہمارا مؤقف حدیث باب کی عبارت النص سے ثابت ہے' جس پر قیاس کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ البتہ اگر قیاس کرنا ہے تو کفارہ ظہار پر قیاس کیا جائے جس سے ہمارے نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔

اکل وشرب سے روزہ توڑنے کے کفارہ میں مذاہب آئمہ:

رمضان المبارک کا روزہ کس طرح توڑنے میں کفارہ لازم آتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں جس کی تفصیل

درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ رمضان المبارک کا روزہ توڑنے کا سبب خواہ کوئی بھی ہو، کفارہ لازم ہوگا۔انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:''میں نے عمداً رمضان کا روزہ توڑا ہے''۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اعتق رقبة الخ''(سنن دارقطنی جلد۲ص۲۰۹)

۲-حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جماع کرنے کی صورت میں کفارہ لازم آئے گا جبکہ اکل وشرب سے روزہ توڑنے سے کفارہ لازم نہیں آئے گا۔انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔اس میں جماع کی صورت میں کفارہ لازم ہونے کی تصریح ہے۔

احناف کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: جس طرح جماع نقض صوم کی علت بنتا ہے اسی طرح اکل وشرب بھی اس کے فساد وبطلان کا باعث بنتے ہیں لہٰذا تمام علل واسباب کا حکم یکساں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السِّوَاكِ لِلصَّائِمِ

باب 29: روزہ دار کا مسواک کرنا

657 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا اُحْصِي يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بِالسِّوَاكِ لِلصَّائِمِ بَاْسًا اِلَّا اَنَّ بَعْضَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا السِّوَاكَ لِلصَّائِمِ بِالْعُوْدِ وَالرُّطَبِ وَكَرِهُوا لَهُ السِّوَاكَ اٰخِرَ النَّهَارِ وَلَمْ يَرَ الشَّافِعِيُّ بِالسِّوَاكِ بَاْسًا اَوَّلَ النَّهَارِ وَلَا اٰخِرَهُ وَكَرِهَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ السِّوَاكَ اٰخِرَ النَّهَارِ

◆◆ عبداللہ بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو کئی مرتبہ روزے کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

657- اخرجه ابو داؤد (721/1): كتاب الصيام: باب: السواك للصائم رقم (2364) وابن خزيمة (247/3) رقم (2007) واحمد (445/3) والحميدي (77/1) رقم (141) وعبد بن حميد (ص 130) رقم (318)۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ان کے نزدیک روزہ دار کے لیے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' تاہم اہلِ علم نے روزہ دار شخص کے گیلی لکڑی یا عود کے ذریعے مواک کرنے یا دن کے آخری حصے میں مسواک کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دن کے ابتدائی حصے میں یا آخری حصے میں مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمد اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہما نے دن کے آخری حصے میں مسواک کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْکُحْلِ لِلصَّائِمِ

باب 30- روزہ دار شخص کا سرمہ لگانا:

658 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی بْنُ وَاصِلٍ الْکُوْفِیُّ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَطِیَّةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاتِکَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اشْتَکَتْ عَیْنِیْ اَفَاَکْتَحِلُ وَاَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَنَسٍ حَدِیْثٌ لَیْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِیِّ وَلَا یَصِحُّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَا الْبَابِ شَیْءٌ وَّاَبُوْ عَاتِکَةَ یُضَعَّفُ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِی الْکُحْلِ لِلصَّائِمِ فَکَرِهَهٗ بَعْضُهُمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَابْنِ الْمُبَارَکِ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِی الْکُحْلِ لِلصَّائِمِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میری آنکھیں دکھنے آ گئی ہیں میں روزے کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں!

اس بارے میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کی سند مستند نہیں ہے۔

اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے مستند طور پر کوئی روایت منقول نہیں ہے۔

ابوعاتکہ نامی راوی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

اہلِ علم نے روزہ دار شخص کے سرمہ لگانے کے بارے میں اختلاف کیا ہے' بعض اہلِ علم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

امام سفیان' ابن مبارک' احمد اور اسحق رحمہم اللہ کی یہی رائے ہے۔

بعض اہلِ علم نے روزہ دار کو سرمہ لگانے کی اجازت دی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

باب 31: روزہ دار شخص کا (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا

659 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ فِي شَهْرِ الصَّوْمِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَحَفْصَةَ وَاَبِي سَعِيْدٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِي هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِي الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُبْلَةِ لِلشَّيْخِ وَلَمْ يُرَخِّصُوا لِلشَّابِّ مَخَافَةَ اَنْ لَّا يَسْلَمَ لَهٗ صَوْمُهٗ وَالْمُبَاشَرَةُ عِنْدَهُمْ اَشَدُّ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْقُبْلَةُ تُنْقِصُ الْاَجْرَ وَلَا تُفْطِرُ الصَّائِمَ وَرَاَوْا اَنَّ لِلصَّائِمِ اِذَا مَلَكَ نَفْسَهٗ اَنْ يُّقَبِّلَ وَاِذَا لَمْ يَاْمَنْ عَلٰى نَفْسِهٖ تَرَكَ الْقُبْلَةَ لِيَسْلَمَ لَهٗ صَوْمُهٗ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ رمضان کے مہینے میں (ان کا) بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم نے روزہ دار شخص کے (اپنی بیوی کا) بوسہ لینے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے تعلق رکھنے والے' بعض حضرات نے بوڑھے شخص کو بوسہ لینے کی اجازت دی ہے' انہوں

659- اخرجه البخاری (180/4) کتاب الصوم: باب: القبلة للصائم' رقم (1929) و مسلم (776/2) کتاب الصیام: باب: بیان ان القبلة فی الصوم لیست محرمة علی من لم تحرك شهوته' رقم (62 -1106/72) وابو داؤد (725/1) کتاب الصیام: باب: القبلة للصائم' رقم (2382 -2383 -2384) واحمد (40- 42- 44- 101- 126- 174- 201- 216- 230- 255- 263- 266- 39/6) والدارمی (12/2) کتاب الصیام: باب: الرخصة فی القبلة للصائم' والحمیدی (101/1) رقم (196 -197 -198) وابن خزیمة (245/3) رقم (2000 -2001 -2003 -2004) وابن ماجه (538/1) کتاب الصیام: باب: ماجاء فی المباشرة للصائم' رقم (1687) وابن ماجه (537/1) کتاب الصیام: باب: ماجاء فی القبلة للصائم' رقم (1683 -1684) ومالك (292/1): کتاب الصیام: باب: ماجاء فی الرخصة فی القبلة للصائم' رقم (14) من طرق عنها-

نے نوجوان کو بوسہ لینے کی اجازت نہیں دی اس اندیشے کے تحت کہ وہ اپنے روزے کو بچا نہیں سکے گا۔

ان حضرات کے نزدیک مباشرت کرنا زیادہ شدت کے ساتھ منع ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک (روزے کے دوران) بوسہ لینے سے اجر کم ہو جاتا ہے' تاہم روزے دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

یہ حضرات کہتے ہیں: اگر روزہ دار شخص اپنے اوپر قابو پا سکتا ہو' تو وہ بوسہ لے سکتا ہے' لیکن اگر اسے اپنے اوپر قابو نہ ہو' تو وہ بوسہ نہ لے تاکہ اس کا روزہ سلامت رہے۔

سفیان ثوری اور شافعی نے یہی رائے دی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مُبَاشَرَةِ الصَّائِمِ

باب 32- روزہ دار شخص کا مباشرت کرنا

660 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ مَيْسَرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُنِيْ وَهُوَ صَائِمٌ وَّكَانَ اَمْلَكَكُمْ لِاِرْبِهٖ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ روزے کی حالت میں میرے ساتھ مباشرت کر لیا کرتے تھے' اور آپ ﷺ کو اپنی خواہش پر سب سے زیادہ قابو حاصل تھا۔

661 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَّكَانَ اَمْلَكَكُمْ لِاِرْبِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَاَبُوْ مَيْسَرَةَ اسْمُهٗ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيْلَ وَمَعْنٰى لِاِرْبِهٖ لِنَفْسِهٖ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ روزے کی حالت کو حالت میں بوسہ بھی لیتے تھے اور مباشرت بھی کر لیتے تھے اور آپ ﷺ کو اپنی خواہش پر سب سے زیادہ قابو حاصل تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابومیسرہ نامی راوی کا نام عمرو بن شرحبیل ہے۔

حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''ارب'' کا مطلب (خواہشِ) نفس ہے۔

شرح

حالت روزہ میں مسواک کرنے کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

کیا حالت روزہ میں مسواک کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں:

۱-حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نفلی روزہ میں مسواک کا استعمال کرنا جائز ہے لیکن فرض روزہ میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔

۲-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تر مسواک (تازہ) کا استعمال مکروہ ہے نفلی روزہ میں بھی اور فرض روزہ میں بھی۔ البتہ خشک مسواک کا استعمال کرنا فرض و نفلی روزہ میں جائز ہے۔

۳-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دن کے اول حصہ (زوال سے قبل) میں مسواک کا استعمال جائز ہے لیکن دن کے نصف آخر (بعد از زوال) اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ آنحضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ محبوب ہے''۔ (مشکوٰۃ المؤطا امام ص ۲۵۴) اس روایت سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ معدہ خالی ہونے کی وجہ سے گیس کی شکل میں روزہ دار کے پیٹ سے بو برآمد ہوتی ہے جو اس کے منہ میں منتقل ہوتی ہے۔ یہ بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک وعطر سے بھی زیادہ محبوب ہے اور یہ عمل دن کے آخری حصہ میں رونما پذیر ہوتا ہے، لہٰذا مسواک کے ذریعے اس کو زائل کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے دن کے آخری حصہ میں روزہ دار مسواک استعمال نہیں کر سکتا۔

۴-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مطلقاً مسواک' مطلقاً روزہ میں اور مطلقاً وقت میں استعمال کرنا جائز ہے۔ آپ کی طرف سے حضرت امام شافعی احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ محبوب ہے، وہ مسواک سے زائل نہیں ہوتی بلکہ مسواک کے استعمال سے میل دور ہوتا ہے۔

چند فقہی مسائل:

چند اہم امور کے حوالے سے فقہی مسائل درج ذیل ہیں:

☆ جھوٹ' چغلی' غیبت' گالی گلوچ' بیہودہ بات' کسی کو تکلیف دینا کہ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں، روزہ میں اور زیادہ حرام ہیں اور ان کی وجہ سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

☆ روزہ دار کا بلا عذر شرعی کسی چیز کا چکھنا مکروہ ہے۔ چکھنے کے لیے شرعی عذر یہ ہے کہ مثلاً عورت کا شوہر یا باندی کا آقا بدمزاج ہے کہ سالن وغیرہ میں نمک کم و بیش ہوگا' تو اس کی ناراضی کا باعث ہوگا، اس وجہ سے چکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ کوئی چیز خریدی ہے اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ نہ چکھے گا' تو نقصان ہوگا، تو چکھنے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

☆ بلا عذر شرعی چکھنا جو مکروہ بتایا گیا' ہے یہ فرض روزہ کا حکم ہے نفلی میں کراہت نہیں ہے' جبکہ اس کی حاجت ہو۔

☆ عورت کا بوسہ لینا' گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، جبکہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہو جائے گا' ہونٹ اور زبان چوسنا روزہ میں مطلقاً مکروہ ہے یونہی مباشرت فاحشہ ہے۔

☆ گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا' داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں مگر جبکہ زینت کے لیے سرمہ لگایا یا اس لیے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے حالانکہ ایک مشت داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزہ کے بھی مکروہ ہیں اور روزہ میں بدرجہ اولیٰ۔

☆ روزہ میں مسواک کرنا مکروہ نہیں بلکہ جیسے اور دنوں میں سنت ہے، روزہ میں بھی مسنون ہے۔ مسواک خشک ہو یا تر اگرچہ پانی سے تر کی ہو، زوال سے پہلے کرے یا بعد کسی وقت بھی مکروہ نہیں ہے۔ اکثر لوگوں میں مشہور ہے بعد از زوال روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ ہے، یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔

☆ فصد کھلوانا' پچھنے لگوانا مکروہ نہیں جب کہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو اور اندیشہ ہو' تو مکروہ ہے، اسے چاہیے کہ غروب آفتاب تک مؤخر کرے۔

☆ روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کلی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ منہ بھر پانی لے اور وضو و غسل کے علاوہ ٹھنڈک پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈک کے لیے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں۔

☆ رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں ہے، جس سے ایسا ضعف آجائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو، لہٰذا نانبائی کو چاہیے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے۔

☆ اگر روزہ رکھے گا' تو کمزور ہو جائے گا، کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا' تو حکم ہے کہ روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔

☆ سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے، مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبح ہو جانے کا شک ہو جائے۔

☆ افطاری میں جلدی کرنا مستحب ہے، مگر افطاری اس وقت کرے کہ غروب آفتاب کا غالب گمان ہو' جب تک گمان غالب نہ ہو افطاری نہ کرے، اگرچہ مؤذن نے اذان کہہ دی ہو۔ ابر کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ چاہیے۔ (ماخوذ کتب فقہ)

بَابُ مَا جَآءَ لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَعْزِمْ مِنَ اللَّيْلِ

باب 33- اس شخص کا روزہ درست نہیں ہوتا جو رات کو (یعنی سحری سے پہلے) نیت نہ کرے

662 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَفْصَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ حَفْصَةَ حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَوْلُهٗ وَهُوَ اَصَحُّ وَهٰكَذَا اَيْضًا رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ

662- اخرجه ابو داؤد (745/1) كتاب الصيام: باب: النية في الصيام' رقم (2454) والنسائي (196/4): كتاب الصيام: باب: ذكر اختلاف الناقلين لخبر حفصة في ذلك' رقم (2331 -2341) وابن ماجه (542/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في فرض الصوم من الليل' والخيار في الصوم' رقم (1700) واحمد (287/6) وابن خزيمة (212/3) رقم (1933)۔

الزُّهْرِيِّ مَوْقُوفًا وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهُ اِلَّا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ

مذاہب فقہاء: وَاِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فِيْ رَمَضَانَ اَوْ فِيْ قَضَاءِ رَمَضَانَ اَوْ فِيْ صِيَامِ نَذْرٍ اِذَا لَمْ يَنْوِهِ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يُجْزِهِ وَاَمَّا صِيَامُ التَّطَوُّعِ فَمُبَاحٌ لَهُ اَنْ يَّنْوِيَهُ بَعْدَ مَا اَصْبَحَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جو شخص صبح صادق سے پہلے روزے کی نیت نہیں کرتا اس کا روزہ نہیں ہوتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث کو ہم "مرفوع" ہونے کے اعتبار سے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اپنے قول کے طور پر یہ روایت منقول ہے اور یہی زیادہ درست ہے۔

اس کا مطلب بعض اہلِ علم کے نزدیک یہ ہے: جو شخص رمضان کے مہینے میں یا رمضان کی قضاء کے بارے میں یا نذر کے روزے کے بارے میں، صبح صادق ہونے سے پہلے روزہ رکھنے کی نیت نہیں کرتا، یعنی رات کے وقت نیت نہیں کرتا تو اس کا روزہ درست نہیں ہوگا۔

جہاں تک نفلی روزے کا تعلق ہے، تو اس کی نیت صبح ہو جانے کے بعد کرنا بھی جائز ہے۔

امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

رات میں روزہ کی نیت کرنے میں مذاہب آئمہ:

رمضان اور نذر معین کے روزوں کے لیے رات کو یعنی صبح صادق سے قبل نیت ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:۔

۱- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ صبح صادق سے قبل روزے کی نیت کرنا ضروری ہے ورنہ روزہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ صبح صادق کے بعد اور زوال سے قبل بھی نیت کی جا سکتی ہے۔

جن روزوں کی ادائیگی ضروری ہے لیکن ان کا وقت مقرر نہیں ہے، وہ قضاء رمضان، کفاروں کے روزے اور نذر غیر معین کے روزے ہیں، ان کے لیے بالا جماع رات کے وقت نیت کرنا ضروری ہے۔ ان کے لیے صبح صادق کے بعد نیت کرنا درست نہیں ہے۔

نفل روزوں کے بارے میں احناف کا مؤقف ہے کہ زوال کے وقت سے قبل نیت کی جا سکتی ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رات کو یعنی صبح صادق سے قبل نیت کرنا ضروری ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ

تعالیٰ کے نزدیک نصف النہار یعنی زوال کے وقت کے بعد بھی نیت کرنا معتبر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِفْطَارِ الصَّائِمِ الْمُتَطَوِّعِ

باب 34- نفلی روزہ توڑ دینا

663 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنِ ابْنِ اُمِّ هَانِئٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ

متنِ حدیث: كُنْتُ قَاعِدَةً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَنِيْ فَشَرِبْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ اِنِّيْ اَذْنَبْتُ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ فَقَالَ وَمَا ذَاكِ قَالَتْ كُنْتُ صَائِمَةً فَاَفْطَرْتُ فَقَالَ اَمِنْ قَضَاءٍ كُنْتِ تَقْضِيْنَهُ قَالَتْ لَا قَالَ فَلَا يَضُرُّكِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَآئِشَةَ

◆◆ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی' ایک مشروب لایا گیا' آپ نے اس میں سے پی لیا' پھر آپ نے میری طرف بڑھایا میں نے بھی اس میں سے پی لیا' میں نے عرض کی: میں نے گناہ کیا ہے آپ میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا گناہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے روزہ رکھا ہوا تھا' اور اب میں نے روزہ توڑ لیا' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ قضاء کا روزہ تھا جو تم نے ادا کرنی تھی؟ انہوں نے عرض کی: نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوا۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

664 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ كُنْتُ اَسْمَعُ سِمَاكَ بْنَ حَرْبٍ يَقُوْلُ اَحَدُ ابْنَيْ اُمِّ هَانِئٍ حَدَّثَنِيْ فَلَقِيْتُ اَنَا اَفْضَلَهُمَا وَكَانَ اسْمُهُ جَعْدَةَ وَكَانَتْ اُمُّ هَانِئٍ جَدَّتَهُ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ جَدَّتِهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ ثُمَّ نَاوَلَهَا فَشَرِبَتْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا اِنِّيْ كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ اَمِيْنُ نَفْسِهِ اِنْ شَاءَ صَامَ وَاِنْ شَاءَ اَفْطَرَ

اختلافِ روایت: قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لَهُ ءَ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَ لَا اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ صَالِحٍ وَّاَهْلُنَا عَنْ اُمِّ هَانِئٍ وَّرَوٰى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ فَقَالَ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ بِنْتِ اُمِّ هَانِئٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ وَّرِوَايَةُ شُعْبَةَ اَحْسَنُ هٰكَذَا حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ عَنْ اَبِيْ دَاوُدَ فَقَالَ اَمِيْنُ نَفْسِهِ وحَدَّثَنَا غَيْرُ مَحْمُوْدٍ عَنْ اَبِيْ دَاوُدَ فَقَالَ اَمِيْرُ نَفْسِهِ اَوْ اَمِيْنُ نَفْسِهِ عَلَى الشَّكِّ وَهٰكَذَا رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ شُعْبَةَ اَمِيْنُ اَوْ

663- اخرجه ابو داؤد (745/1) كتاب الصيام: باب: في الرخصة في ذلك رقم (2455) والنسائي في "الكبرى" (250/2) كتاب الصيام: باب: ذكر حديث سماك رقم (1/3304 - 6/3309) واحمد (341/6)۔

اَمِيْرُ نَفْسِهٖ عَلَى الشَّكِّ قَالَ وَحَدِيْثُ اُمِّ هَانِئٍ فِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الصَّائِمَ الْمُتَطَوِّعَ اِذَا اَفْطَرَ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ اِلَّا اَنْ يُّحِبَّ اَنْ يَّقْضِيَهٗ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَالشَّافِعِيِّ

◆◆ شعبہ بیان کرتے ہیں: میں نے سماک بن حرب کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ یہ فرماتے ہیں: سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ایک صاحب سے میری ملاقات ہوئی' انہوں نے مجھے حدیث سنائی اس کے بعد میری ملاقات ان میں سے سب زیادہ فضیلت والے شخص سے ہوئی' جن کا نام جعدہ تھا' اور سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا ان کی دادی تھیں' انہوں نے اپنی دادی کے حوالے سے یہ بیان کی: نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے آپ نے مشروب طلب کیا' پھر آپ نے اسے نوش کیا' پھر آپ نے اسے سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے بھی اسے پی لیا' پھر انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں تو روزہ دار تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا امین ہوتا ہے' اگر وہ چاہے' تو روزہ رکھے اگر چاہے' تو روزہ توڑ دے۔

شعبہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے دریافت کیا' کیا' آپ نے خود سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی زبانی یہ بات سنی ہے' تو انہوں نے جواب دیا' سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات بتائی گئی ہے۔

حماد بن سلمہ نے اس حدیث کو سماک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

وہ یہ فرماتے ہیں: یہ روایت ہارون نامی راوی کے حوالے سے' سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے منقول ہے' جو سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے نواسے ہیں (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) شعبہ سے منقول روایت زیادہ بہتر ہے۔

اسی طرح ایک اور سند کے ہمراہ یہ روایت بھی منقول ہے حدیث میں یہ الفاظ ہیں: وہ شخص اپنے نفس کا امین ہوتا ہے۔

جبکہ دیگر راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں وہ شخص اپنے نفس کو حکم دینے والا ہوتا ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اپنے نفس کا امین ہوتا ہے یا امیر (ہوتا ہے) یہ الفاظ شک کے طور پر نقل کیے گئے ہیں۔

یہی روایت اسی طرح لفظ امیر یا امین کے شک کے ہمراہ' دیگر حوالوں سے شعبہ سے منقول ہے۔

سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث کی سند میں کچھ خامی ہے۔

بعض اہل علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' یعنی نفلی روزہ رکھنے والا شخص اگر روزہ توڑ دیتا ہے' تو اس پر قضاء لازم نہیں ہوگی' البتہ اگر وہ قضاء کرنا پسند کرے (تو قضاء کر سکتا ہے)

سفیان ثوری' احمد' اسحٰق اور شافعی نے اسی بات کے قائل ہیں۔

بَاب صِيَامِ الْمُتَطَوِّعِ بِغَيْرِ تَبْيِيتٍ

باب 35: رات کے وقت کے علاوہ (یعنی صبح صادق کے بعد) نفلی روزے کی نیت کرنا

665 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ

متنِ حدیث: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قَالَتْ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے آپ نے فرمایا: کیا تمہارے ہاں کھانے کے لیے کچھ ہے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو میں (نفلی) روزہ رکھ لیتا ہوں۔

666 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فَيَقُولُ أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ فَأَقُولُ لَا فَيَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ قَالَتْ فَأَتَانِي يَوْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ قَدْ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ قَالَ وَمَا هِيَ قَالَتْ قُلْتُ حَيْسٌ قَالَ أَمَا إِنِّي قَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ أَكَلَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بعض اوقات نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور دریافت کرتے تھے: کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ میں عرض کرتی تھی: نہیں! تو آپ فرماتے تھے: پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن آپ میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے تحفے کے طور پر کچھ (کھانا) دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: وہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: حیس ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے تو صبح روزے کی نیت کی تھی، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے اسے کھا بھی لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

665– اخرجه مسلم (809, 808/2) كتاب الصيام: باب: جواز صوم النافلة بنية من النهار قبل الزوال' وجواز فطر الصائم نفلا من غير عذر' رقم (1154/170, 169) وابو داؤد (745/1)' كتاب الصيام: باب: في الرخصة في ذلك' رقم (2455)' والنسائي (193/4 -196) كتاب الصيام: باب: النية في الصيام والاختلاف على طلحة بن يحيى بن طلحة في خبر عائشة فيه' رقم (2330- 2322)' وابن ماجه (543/1) كتاب الصيام' باب: ماجاء في فرض الصوم من الليل والخيار في الصوم' رقم (1701)' واحمد (207-49/6)' والحميدي (98/1) رقم (190-191)' وابن خزيمة (308/3) رقم (2141)-

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِيْجَابِ الْقَضَاءِ عَلَيْهِ

باب 36: (نفلی روزے کی) قضاء کا واجب ہونا

667 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كُنْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَدَرَتْنِيْ اِلَيْهِ حَفْصَةُ وَكَانَتِ ابْنَةَ اَبِيْهَا فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اقْضِيَا يَوْمًا اٰخَرَ مَكَانَهُ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى صَالِحُ بْنُ اَبِى الْاَخْضَرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ مِثْلَ هٰذَا وَرَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّمَعْمَرٌ وَّعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَزِيَادُ بْنُ سَعْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَآئِشَةَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ وَهٰذَا اَصَحُّ لِاَنَّهٗ رُوِىَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَاَلْتُ الزُّهْرِيَّ قُلْتُ لَهٗ اَحَدَّثَكَ عُرْوَةُ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَ لَمْ اَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ فِيْ هٰذَا شَيْئًا وَّلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ فِيْ خِلَافَةِ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ مِنْ نَّاسٍ عَنْ بَعْضِ مَنْ سَاَلَ عَآئِشَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ عِيْسٰى ابْنِ يَزِيْدَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرَاَوْا عَلَيْهِ الْقَضَاءَ اِذَا اَفْطَرَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اور حفصہ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ ہمارے سامنے کھانا پیش کیا گیا ہمیں اس کی طلب ہوئی، ہم نے اسے کھا لیا' پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے' تو حفصہ نے مجھ سے پہلے آپ ﷺ سے (سوال کیا) آخر وہ اپنے والد کی بیٹی تھیں (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح دینی معاملات کا حکم جلد جاننا چاہتی تھیں) انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم دونوں نے روزہ رکھا ہوا تھا' ہمارے سامنے کھانا پیش کیا گیا' ہمیں اس کی طلب ہوئی' تو ہم نے اسے کھا لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اس کی جگہ کسی اور دن قضاء روزہ رکھ لینا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صالح بن ابواخضر اور محمد بن ابوحفصہ نے اس روایت کو زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، عروہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ معمر، عبیداللہ بن عمر، زیاد بن سعد اور دیگر حفاظ راویوں نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ ان راویوں نے اس کی سند میں عروہ کا تذکرہ نہیں کیا (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اور یہی درست ہے۔

667- اخرجه ابو داؤد (746, 745/1) كتاب الصيام: باب: من رای علیه القضاء رقم (2457) واحمد (141/6 -237 -263)

اس کی وجہ یہ ہے: ابن جریج کے حوالے سے یہ بات منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا: میں نے کہا کیا عروہ نے آپ کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ حدیث سنائی ہے' تو انہوں نے فرمایا: میں نے عروہ سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا البتہ میں نے سلیمان بن عبدالملک کی خلافت کے زمانے میں' کچھ لوگوں کے حوالے سے، ان صاحب کے حوالے سے اس روایت کو سنا تھا' جنہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تھا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن جریج کے حوالے سے منقول ہے' جس میں انہوں نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے' ان حضرات کے نزدیک ایسے شخص پر قضاء لازم ہوگی جب وہ (نفلی) روزہ توڑ دیتا ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

روزہ توڑنے کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

کیا نفلی روزہ توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ نفلی روزہ توڑنا جائز ہے خواہ عذر ہو یا نہ ہو اور اس کی قضاء بھی واجب نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قضاء واجب ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں دو قول ہیں:

۱- بلا عذر شرعی نفلی روزہ توڑنا مکروہ ہے۔ ۲- شرعی عذر کی بناء پر روزہ توڑنا مکروہ نہیں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نفلی عبادت شروع کرنے سے قبل جس طرح نفلی تھی شروع کرنے کے بعد بھی وہ نفلی ہی رہتی ہے۔ انسان چاہے تو اسے مکمل کرے اور چاہے تو اسے مکمل نہ کرے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ نفلی عبادت شروع کرنے کے بعد اس کا مکمل کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ نفلی عبادت نماز ہو یا روزہ ہو یا حج وعمرہ ہو۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: "وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ" (سورۂ محمد: ۳۳) تم اپنے اعمال کو باطل مت کرو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وِصَالِ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ

باب 37: شعبان کے روزے' رمضان کے ساتھ ملا کر رکھنا

668 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

668- اخرجه ابو داؤد (713/1) كتاب الصيام: باب: فيمن يصل شعبان برمضان (منطوعا) رقم (2336) والنسائي (150/4) كتاب الصيام: باب: ذكر حديث ابي سلمة في ذلك رقم (2175) وابن ماجه (528/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في وصال شعبان برمضان رقم (1648) والنسائي (200/4) كتاب الصيام: باب: صوم النبي صلى الله عليه وسلم رقم (2302 -2353) واحمد (293/6 -311) وعبد بن حميد ص (444) رقم (1538) والدارمي (17/2) كتاب الصوم: باب: وصال شعبان برمضان-

متن حدیث: مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اُمِّ سَلَمَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ شَهْرٍ اَكْثَرَ صِيَامًا مِّنْهُ فِىْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُومُهُ اِلَّا قَلِيْلًا بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ (۱)

مذاہب فقہاء: وَرُوِىَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهُ قَالَ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ هُوَ جَائِزٌ فِىْ كَلَامِ الْعَرَبِ اِذَا صَامَ اَكْثَرَ الشَّهْرِ اَنْ يُّقَالَ صَامَ الشَّهْرَ كُلَّهُ وَيُقَالُ قَامَ فُلَانٌ لَيْلَهُ اَجْمَعَ وَلَعَلَّهُ تَعَشّٰى وَاشْتَغَلَ بِبَعْضِ اَمْرِهٖ كَاَنَّ ابْنَ الْمُبَارَكِ قَدْ رَاٰى كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ مُتَّفِقَيْنِ يَقُوْلُ اِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهُ كَانَ يَصُومُ اَكْثَرَ الشَّهْرِ

اسناد دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ نَحْوَ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے ہوں صرف شعبان اور رمضان میں ایسا کرتے تھے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت دیگر سند کے ہمراہ ابوسلمہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ چند دن چھوڑ کر پورا مہینہ روزے رکھا کرتے تھے بلکہ آپ تقریباً پورا مہینہ ہی روزے رکھتے تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں منقول ہے۔

سالم ابوالنضر اور دیگر راویوں نے اس حدیث کو ابوسلمہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے جیسا کہ اسے محمد بن

(۱)– اخرجه مالك (309/1) كتاب الصيام: باب: جامع الصيام' رقم (56)' والبخاري (251/4) كتاب الصيام: باب: صوم شعبان' رقم (1969)' وطرفاه في (1970 -6465)' ومسلم 810/2) كتاب الصيام: باب: صيام النبي صلى الله عليه وسلم في غير رمضان' واستحباب ان لا يخلي شهرا عن صوم' رقم (1156/175)' (1156/176)' (782/177)' وابو داؤد (740/1) كتاب الصيام' باب كيف كان يصوم النبي صلى الله عليه وسلم رقم (2434)' والنسائي (150/4) كتاب الصيام: باب: الاختلاف على محمد بن ابراهيم فيه' رقم (2177-2178)' والحميدي (91/1) رقم (173)' واحمد (39/6)' وابن ماجه (545/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في صيام النبي صلى الله عليه وسلم -

عمرو نے نقل کیا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے' انہوں نے اس حدیث کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے: عربوں کے کلام (یعنی محاورے) میں یہ بات جائز ہے: جب کوئی شخص کسی مہینے کے اکثر حصے میں روزے رکھے' تو یہ کہا جائے: اس نے پورے مہینے میں روزے رکھے ہیں۔

جیسا کہ یہ کہا جاتا ہے: فلاں شخص پوری رات نفل پڑھتا رہا' حالانکہ ہوسکتا ہے: اس نے رات کے اس حصے میں کچھ کھانا بھی کھایا ہوگا کوئی اور کام بھی کیا ہوگا۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ دونوں حدیثیں ایک سی ہیں' یعنی وہ یہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہی ہے: نبی اکرم ﷺ (شعبان) کے مہینے میں اکثر روزے رکھا کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الصَّوْمِ فِي النِّصْفِ الثَّانِيْ مِنْ شَعْبَانَ لِحَالِ رَمَضَانَ

باب 38: رمضان (کی تعظیم) کے لیے شعبان کے صرف آخری پندرہ دنوں میں روزے رکھنا مکروہ ہے

669 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُوْمُوْا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ

مذاہبِ فقہاء: وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّجُلُ مُفْطِرًا فَاِذَا بَقِيَ مِنْ شَعْبَانَ شَيْءٌ اَخَذَ فِي الصَّوْمِ لِحَالِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُشْبِهُ قَوْلَهُمْ حَيْثُ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقَدَّمُوْا شَهْرَ رَمَضَانَ بِصِيَامٍ اِلَّا اَنْ يُّوَافِقَ ذٰلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ وَقَدْ دَلَّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّمَا الْكَرَاهِيَةُ عَلٰى مَنْ يَّتَعَمَّدُ الصِّيَامَ لِحَالِ رَمَضَانَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب شعبان کا نصف حصہ باقی رہ جائے' تو روزے نہ رکھو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔ ہم اسے ان الفاظ کے ساتھ صرف

669- اخرجه ابو داؤد (713/1) كتاب الصيام: باب: في كراهية ذلك' رقم (2337)' وابن ماجه (528/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في النهي ان يتقدم رمضان بصوم' الا من صام صوما فوافقه' رقم (1651)' واحمد (442/2)' والدارمي (17/2) كتاب الصوم: باب: النهي عن الصوم بعد انتصاف شعبان-

اسی حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے: کوئی شخص (شعبان کے مہینے میں) کوئی روزہ نہیں رکھتا' پھر جب شعبان کا کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے' تو وہ رمضان کے استقبال کے لیے روزے رکھنا شروع کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ایک اور روایت منقول ہے' جو اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: رمضان کے مہینے سے چند دن پہلے روزے رکھنا شروع نہ کرو' البتہ اگر کسی شخص کے روزے رکھنے کے دوسرے معمول کے حساب سے' اس دن روزے آرہے ہوں' تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے: جو شخص رمضان کے استقبال کے حوالے سے' جان بوجھ کر اس دن روزہ رکھتا ہے تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

شرح

شعبان کے روزوں کو رمضان کے روزوں سے ملانے کا مسئلہ:

سوال: باب کی دونوں احادیث میں تعارض ہے، وہ اس طرح کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے اکثر روزے رکھتے تھے لہٰذا دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: بعض اوقات اکثر پر کل کا اطلاق ہوتا ہے، تو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں مجازی معنی مراد ہیں یعنی آپ اکثر شعبان کے روزے رکھتے تھے لہٰذا اس مفہوم کے اعتبار سے دونوں روایات میں تعارض نہ رہا۔

سوال: ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے نصف آخر میں روزے رکھنے سے منع کیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے رمضان المبارک سے ایک دو دن قبل روزہ رکھنے سے منع کیا، اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: جس حدیث میں رمضان سے ایک دو دن قبل روزے رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے اس سے مراد ہے کہ احتیاط کی بناء پر رمضان سے روزے مقدم کرنا ہے۔ شعبان کے نصف آخر کے روزے رکھنے کی ممانعت کا مصداق یہ ہے کہ یہ روزے رکھنا ان لوگوں کے لیے منع ہیں جن میں کمزوری یا ضعف آنے کا امکان ہو کہ وہ رمضان کے روزے نہیں رکھ سکیں گے۔

دونوں ابواب کی دونوں احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مہینوں کی نسبت سے شعبان میں زیادہ روزے رکھتے تھے۔ اس مہینہ میں کثرت صیام درحقیقت رمضان المبارک کے استقبال اور تیاری کے لیے تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ

باب 39: شعبان کی پندرھویں رات کا بیان

670 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً فَخَرَجْتُ فَاِذَا هُوَ بِالْبَقِیعِ فَقَالَ اَکُنْتِ تَخَافِیْنَ اَنْ یَّحِیفَ اللّٰهُ عَلَیْكِ وَرَسُوْلُهٗ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَیْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَنْزِلُ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِاَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ کَلْبٍ وَّفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَآئِشَةَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیْثِ الْحَجَّاجِ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا یُضَعِّفُ هٰذَا الْحَدِیْثَ وقَالَ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ لَّمْ یَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ وَالْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک رات میں نے نبی اکرم ﷺ کو غیر موجود پایا، میں نکلی نبی اکرم ﷺ جنت البقیع میں موجود تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ خوف تھا؟ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ زیادتی کریں گے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا یہ خیال تھا: شاید آپ اپنی کسی دوسری زوجہ محترمہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شعبان کی پندرھویں رات میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ تعداد میں لوگوں کی مغفرت کرتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو حجاج نامی راوی سے منقول ہے۔

میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سنا ہے وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: یحییٰ بن ابوکثیر نے عروہ سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں: حجاج نامی راوی نے یحییٰ بن ابوکثیر سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

670- اخرجه احمد (238/6)، وابن ماجه (444/1): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ماجاء في ليلة النصف من شعبان رقم -(1389)

شرح

پندرہ شعبان (شب برأت) کی فضیلت:

جامع ترمذی کی اس حدیث میں شب برأت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قبائل عرب میں بنوکلب ایک مشہور قبیلہ ہے جو کثرت سے بھیڑ بکریوں کی پرورش کرتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مقدس شب میں قبیلہ بنوکلب کے جانوروں کے بالوں کے برابر لوگوں کی بخشش کی جاتی ہے۔ جانوروں کے بالوں کا شمار کرنا دشوار و ناممکن ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس رات میں بے شمار لوگوں کی بخشش و مغفرت کر دی جاتی ہے۔

اس رات میں ایصالِ ثواب کے لیے قبرستان میں جانا بھی مسنون ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے جاتے اور اہل قبور کے لیے خصوصی دعا فرماتے تھے۔ اسی مقدس شب میں اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان آسمان دنیا پر جلوہ گر ہوتا ہے اور ہر ایک کی دعا قبول کرتا ہے، توبہ قبول کرتا ہے اور استغفار کرنے والے کی بخشش فرما دیتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ

باب 40: محرم کے روزے کا بیان

671 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: رمضان کے مہینے کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے اللہ تعالیٰ کے مہینے محرم کے روزے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ "حسن" ہے۔

672 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

671- اخرجه مسلم (821/2) كتاب الصيام: باب: فضل صوم شهر الله المحرم' رقم (1163/203, 202)' وابو داؤد (739, 738/1) كتاب الصيام: باب' في صوم المحرم' رقم (2429)' والنسائي (207, 206/3) كتاب قيام الليل و تطوع النهار' رقم (1613)' وابن ماجه (554/1) كتاب الصيام: باب: صيام اشهر الحرم' رقم (1742)' واحمد (303/2 -329 -344) وابن خزيمة (176/2) رقم (1134)' (282/3) رقم (2076)' والدارمي (21/2) كتاب الصوم : باب: صيام المحرم-

672- اخرجه الدارمي (21/2) كتاب الصوم: باب: صيام المحرم-

متن حدیث: سَاَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اَیُّ شَهْرٍ تَاْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ لَهٗ مَا سَمِعْتُ اَحَدًا یَّسْاَلُ عَنْ هٰذَا اِلَّا رَجُلًا سَمِعْتُهٗ یَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا قَاعِدٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ شَهْرٍ تَاْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ اِنْ کُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَاِنَّهٗ شَهْرُ اللّٰهِ فِیْهِ یَوْمٌ تَابَ فِیْهِ عَلٰی قَوْمٍ وَّیَتُوْبُ فِیْهِ عَلٰی قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

◆◆ نعمان بن سعد، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے ان سے دریافت کیا: رمضان کے مہینے کے بعد آپ کس مہینے کے بارے میں مجھے یہ ہدایت کرتے ہیں' میں اس میں روزے رکھوں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا: میں نے کسی شخص کو اس بارے میں دریافت کرتے ہوئے نہیں سنا صرف ایک آدمی کو سنا ہے اس نے نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کیا تھا: میں اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا' اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! رمضان کے مہینے کے بعد آپ کون سے مہینے کے بارے میں مجھے یہ ہدایت کرتے ہیں کہ میں اس میں روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم نے رمضان کے مہینے کے علاوہ روزے رکھنے ہیں' تو محرم میں روزے رکھو' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے' اور اس میں ایک دن ایسا ہے' جس میں اللہ تعالیٰ ایک قوم کی توبہ قبول کرتا ہے' اور اسی دن دوسری قوم کی توبہ بھی قبول کر لیتا ہے۔ (یعنی بکثرت لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

محرم کے روزے کی فضیلت:

فرضیت صیام رمضان سے قبل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عاشورا اور ایام بیض کے روزے رکھا کرتے تھے۔ حدیث باب میں محرّم کے تمام ایام اور عاشورا کے روزہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے بعد افضل روزے محرّم کے روزوں کو قرار دیا ہے۔

سوال: جب رمضان المبارک کے بعد افضل روزے محرّم کے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرّم کی بجائے شعبان میں کثرت صیام کیوں اختیار فرماتے تھے؟

جواب: (۱) کثرت اسفار و امراض کے اعذار کی بنا پر آپ ماہِ محرّم میں کثرت سے روزے نہ رکھ سکتے تھے۔

(۲) فضیلت صیام محرم کے حوالے سے آپ کا ارشاد زندگی مبارک کے آخری ایام کا ہو۔

اس ماہ میں فضیلت صیام کی کئی وجوہات ہیں: (۱) اس ماہ کو اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ (۲) اس ماہ کے ایک دن میں لوگوں کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب 41: جمعہ کے دن روزہ رکھنا

673 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى وَطَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ صِيَامَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاِنَّمَا يُكْرَهُ اَنْ يَّصُومَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَا يَصُومُ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ قَالَ وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ زر (بن حبیش) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر مہینے کے ابتدائی تین دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے اور بہت کم ایسا ہوا کہ جب آپ نے جمعہ کے دن روزہ ترک کیا ہو۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے کو مستحب قرار دیا ہے' تاہم اس بات کو مکروہ قرار دیا گیا ہے: صرف جمعہ کے دن روزہ رکھا جائے اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ نہ رکھا جائے۔

شعبہ نے عاصم نامی راوی کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے' اور انہوں نے اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَحْدَهُ

باب 42: صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے

674 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَصُومُ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَّصُومَ قَبْلَهُ اَوْ يَصُومَ بَعْدَهُ

673- اخرجه ابو داؤد (744/1) كتاب الصيام: باب: في صوم الثلاث من كل شهر' رقم (2450) والنسائي (204/4): كتاب الصيام: باب: صوم النبي صلى الله عليه وسلم وذكر اختلاف الناقلين للخبر في ذلك' رقم (2368) وابن ماجه (550/1): كتاب الصوم: باب: في صيام يوم الجمعة' رقم (1725) واحمد (406/1) وابن خزيمة (303/3) رقم (2129)۔

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّجَابِرٍ وَّجُنَادَةَ الْاَزْدِيِّ وَجُوَيْرِيَةَ وَاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُوْنَ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّخْتَصَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ لَّا يَصُوْمُ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے اس سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھے یا ایک دن بعد رکھے۔

اس بارے میں حضرت علی، حضرت جابر، حضرت جنادہ ازدی، سیّدہ جویریہ، حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا انہوں نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: کوئی شخص بطور خاص صرف جمعہ کے دن روزہ رکھے اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد اس کے ساتھ روزہ نہ رکھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت:

اس حدیث مبارک میں لفظ ''غرہ'' استعمال ہوا ہے، اس کا معنی ہے گھوڑے کی پیشانی کے سفید بال جبکہ یہاں مراد ہے روشن ایام۔ اگر روشن ایام سے ایامِ بیض مراد لیے جائیں تو مسئلہ واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے ایامِ بیض اور ہر جمعہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ ایامِ بیض میں چاند عروج پر ہوتا ہے اور خوب روشن بھی ہوتا ہے۔ اگر اس سے مراد ہر مہینہ کے تین ابتدائی ایام ہوں تو یہ ایام، سابقہ ایام کی نسبت زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کے لیے جمعۃ المبارک کے دن کا انتخاب اس لیے کیا ہوا تھا کہ اسے سید الایام اور مسلمانوں کی عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ نفلی روزے کم از کم دو ہونے چاہیے۔ جمعۃ المبارک کی تخصیص اس غرض سے کرنا کہ دوسرے ایام میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، یہ جائز نہیں ہوگی۔ اس نظریہ سے ہٹ کر کوئی شخص صوم جمعہ کو اپنے معمولات میں شامل کر لیتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ اس سے ایک دن قبل یا بعد کا روزہ رکھ کر جوڑا بنانا چاہیے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف جمعۃ المبارک کا روزہ

674- اخرجه البخاری (273/4) كتاب الصوم: باب: صوم يوم الجمعة' رقم (1985)' ومسلم (801/2) كتاب الصيام: باب: كراهة صيام يوم الجمعة منفردا' رقم (1144/147)' وابو داؤد (736/1) كتاب الصيام: باب :النهى ان يخص يوم الجمعة بصوم' رقم (2420)' وابن ماجه (549/1) كتاب الصيام: باب: فى صيام يوم الجمعة' رقم (1723)' واحمد (495/2)' وابن خزيمة (315/3) رقم (2158)' كلهم من طريق الاعمش عن ابى صالح عن ابى هريرة-

رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

سوال: جب صرف جمعہ کا روزہ رکھنا منع ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روزہ کو اپنے معمولات میں شامل کیوں فرمایا ہوا تھا؟

جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہو' (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت میں خودمختار ہیں۔ (۳) نفلی روزوں کے جوڑ اپنانے کا حکم صرف اُمت کے لیے ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَوْمِ يَوْمِ السَّبْتِ

باب 43: ہفتہ کے دن روزہ رکھنا

675 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيْبٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ أُخْتِهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِيْمَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ اَوْ عُوْدَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضُغْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى كَرَاهَتِهِ فِيْ هٰذَا اَنْ يَّخُصَّ الرَّجُلُ يَوْمَ السَّبْتِ بِصِيَامٍ لِاَنَّ الْيَهُوْدَ تُعَظِّمُ يَوْمَ السَّبْتِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن بسر اپنی بہن کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (صرف) ہفتہ کے دن روزہ نہ رکھو سوائے اس روزے کے' جو تم پر فرض کیا گیا ہے' اگر کسی شخص کو انگور کی چھال یا درخت کی لکڑی کے علاوہ اور کچھ بھی (کھانے کے لیے) نہ ملے' تو وہ اسے ہی چبالے (یعنی صرف ہفتے کے دن روزہ نہ رکھے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اس کے مکروہ ہونے کا مطلب یہ ہے: آدمی ہفتے کے دن کو روزہ رکھنے کے لیے خاص کرلے' اس کی وجہ یہ ہے: یہودی اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔

شرح

ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کا مسئلہ:

محض ہفتہ کے دن روزہ رکھنے میں حرج نہیں ہے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کا روزہ رکھنا ثابت ہے۔

675- اخرجه ابو داؤد (736/1) كتاب الصيام: باب: النهي ان يخص يوم السبت بصوم' رقم (2421)' وابن ماجه (550/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في صيام يوم السبت' رقم (1726)' واحمد (368/6)' وابن خزيمة (317/3) رقم (2163)' والدارمي (19/2): كتاب الصيام: باب: النهي عن صوم المراة' من طريق خالد بن عجلان عن عبدالله بن بسر عن اخته الصماء' غير ان ابن ماجه لم يذكر اخته۔

البتہ اس کے ساتھ جمعہ یا اتوار کا روزہ ملانا اور جوڑا بنانا افضل ہے۔ اس لیے کہ صرف اس دن کا روزہ یہودی رکھتے ہیں۔ یہود کے طریقہ کی مخالفت کرنے اور ان کی مشابہت اختیار نہ کرنے پر اسلام نے زور دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

باب 44: پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا

676 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ رَبِيْعَةَ الْجُرَشِيِّ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ حَفْصَةَ وَاَبِيْ قَتَادَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ اہتمام کے ساتھ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

اس بارے میں سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث "حسن" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

677 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَالِاثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهْرِ الْاٰخَرِ الثُّلَاثَاءَ وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيسَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ روایت: وَرَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سُفْيَانَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ ایک مہینے میں ہفتے، اتوار اور پیر کے دن روزہ رکھتے تھے اور دوسرے مہینے میں منگل، بدھ اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

عبدالرحمن بن مہدی نے اس روایت کو سفیان کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

678 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ

676– اخرجه النسائي (203/4) كتاب الصيام: باب: صوم النبي صلى الله عليه وسلم' رقم (2361) وابن ماجه (528/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء في وصال شعبان برمضان' رقم (1649) (553/1) كتاب الصيام: باب: صيام يوم الاثنين والخميس' رقم (1739) كلاهما من طريق خالد بن معدان عن ربيعة بن الغاز-

صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِى وَاَنَا صَائِمٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

فی الباب: فِىْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: پیراور منگل کے دن اعمال (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) پیش کیے جاتے ہیں تو مجھے یہ پسند ہے: جب میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ صَوْمِ يَوْمِ الْاَرْبِعَاءِ وَالْخَمِيسِ

باب 45: بدھ اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا

679 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُرَيْرِىُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوَيْهِ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَلْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ اَوْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقَالَ اِنَّ لِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِىْ يَلِيْهِ وَكُلَّ اَرْبِعَاءَ وَخَمِيسٍ فَاِذَا اَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ وَاَفْطَرْتَ وَفِى الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيِّ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ سَلْمَانَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ

◆◆ عبیداللہ بن مسلم قریشی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے سوال کیا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ سے مسلسل روزے رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا: رمضان کے روزے رکھو اور اس کے بعد والے (شوال کے چھ) روزے رکھو اور ہر بدھ اور جمعرات کے

678- للحديث الفاظ غير هذا فقد ورد بلفظ: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اكثر ما يصوم الاثنين والخميس قال: فقيل له قال: ان الاعمال تعرض كل اثنين وخميس او كل يوم اثنين فيغفر الله لكل مسلم - اولكل مومن الا المتهاجرين فيقول: اخرهما وفى رواية تفتح ابوا بالجنة يوم الاثنين والخميس الحديث- والحديث بهذا الالفاظ اخرجه مسلم (1988/4) كتاب البر والاصلة والآداب: باب: النهى عن الشحناء والتهاجر رقم (35-,2565/36) ومالك (908/20) كتاب حسن الخلق: باب: ماجاء فى المهاجرة رقم (17-18) وابو داؤد (697/2): كتاب الادب باب: فيمن يهجر اخاه المسلم رقم (4916) وابن ماجه (553/1) كتاب الصيام: باب: صيام يوم الاثنين والخميس رقم (1740) واحمد (268/2) والحميدى (431/2) رقم (975) وابن خزيمة (299/3) رقم (2120) والروايات مختصرة و مطولة من طريق ابن صالح عنه-

679- اخرجه ابو داؤد (739/1) كتاب الصيام: باب: فى صوم شوال رقم (2432)-

دن روزہ رکھ لیا کرو، تو گویا تم نے سال بھر روزے ہی رکھے اور افطار بھی کرلیا۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلم قریشی سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔

بعض راویوں نے اسے ہارون بن سلمان کے حوالے سے' مسلم بن عبید اللہ کے حوالے سے، ان کے والد سے نقل کیا ہے۔

شرح

ہفتہ بھر کے دنوں کا روزہ رکھنا:

احادیث ابواب سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ بھر کے ایام میں روزہ رکھا ہے۔ پیر کے دن روزہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اسی دن میں اعلان نبوت فرمایا، اسی دن میں ہجرت فرمائی' اسی دن میں قباء نامی بستی میں پہنچے اور اسی دن آپ کا وصال ہوا۔ جمعرات میں روزہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ پیر اور جمعرات میں اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح دیگر ایام میں روزہ رکھنے کی مختلف وجوہات ہیں۔

سوال: حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ پیر اور جمعرات میں اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ شعبان المعظم کی پندرھویں رات میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں، یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: اس کے کئی جوابات ہیں: (۱) مختلف اعمال پیش کیے جانے کے مواقع بھی مختلف ہوں، (۲) کسی وقت میں اجمالی طور پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور کسی وقت میں تفصیلی طور پر پیش کیے جاتے ہوں، (۳) بعض ایام میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور بعض ایام میں بارگاہِ ایزدی میں پیش کیے جاتے ہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے صوم الدھر کی اجازت طلب کرتے ہیں تو آپ کی طرف سے صوم دھر کا ثواب حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ تجویز کیا جاتا ہے کہ تم رمضان المبارک کے بعد چھ شوال کے روزے رکھ لیا کرو تو تمہیں یوم دھر کا ثواب ملے گا۔ اس سلسلے میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال فذلك صيام الدهر '' (جامع ترمذی جلد اوّل ص۱۴۴) جس شخص نے رمضان کے بعد چھ شوال کے روزے رکھے تو اسے ''صوم الدھر'' کا ثواب دیا جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا '' (الانعام:۱۶۱) جو شخص ایک نیکی کرے' تو اسے دس نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا''۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنے سے دس ماہ کا ثواب عطاء ہوگا۔ اسی طرح چھ شوال کے روزے رکھنے سے دو ماہ کے روزوں کا ثواب بنتا ہے۔ اسی قاعدہ کے مطابق جو شخص رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھتا ہے، اسے صوم الدھر (ہمیشہ روزے رکھنے) کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

باب 46: عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت

680 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِیِّ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اِنِّیْ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِیْ بَعْدَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ قَتَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اسْتَحَبَّ اَهْلُ الْعِلْمِ صِيَامَ يَوْمِ عَرَفَةَ اِلَّا بِعَرَفَةَ

◆◆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے (فضل سے) مجھے یہ امید ہے: عرفہ کے دن روزہ رکھنا' اس کے بعد والے ایک سال اور اس سے پہلے والے ایک سال (کے گناہوں) کا کفارہ بن جاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اہلِ علم نے عرفہ کے دن روزہ رکھنا مستحب قرار دیا ہے' جبکہ آدمی میدان عرفات میں نہ ہو۔

بَاب كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ

باب 47: عرفہ کے دن میدان عرفات میں روزہ رکھنا مکروہ ہے

681 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْطَرَ بِعَرَفَةَ وَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ اُمُّ الْفَضْلِ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَاُمِّ الْفَضْلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَجَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَصُمْهُ يَعْنِیْ يَوْمَ عَرَفَةَ وَمَعَ اَبِیْ بَكْرٍ فَلَمْ يَصُمْهُ وَمَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَصُمْهُ وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَصُمْهُ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ الْاِفْطَارَ بِعَرَفَةَ لِيَتَقَوّٰى بِهِ الرَّجُلُ عَلَى الدُّعَاءِ وَقَدْ صَامَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ يَوْمَ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ

680- اخرجه احمد (5/296-307) والحميدی (2/205) رقم (429) وعبد بن حميد (ص 97) رقم (194)-

681- اخرجه احمد (1/278)

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عرفہ کے دن روزہ نہیں رکھا تھا' سیّدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں دودھ پیش کیا تھا' تو آپ نے اسے پی لیا تھا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیّدہ ام فضل رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حج کیا' تو آپ نے اس دن میں روزہ نہیں رکھا' ان کی مراد یہ تھی: عرفہ کے دن روزہ نہیں رکھا' پھر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' تو انہوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ان حضرات کے نزدیک عرفات میں روزہ نہ رکھنا مستحب ہے' تاکہ آدمی دعا وغیرہ کے لیے قوت حاصل کرلے۔

بعض اہلِ علم نے عرفہ کے دن میدان عرفات میں روزہ رکھا بھی ہے۔

682 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَصُمْهُ وَمَعَ اَبِيْ بَكْرٍ فَلَمْ يَصُمْهُ وَمَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَصُمْهُ وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَصُمْهُ وَاَنَا لَا اَصُوْمُهٗ وَلَا اٰمُرُ بِهٖ وَلَا اَنْهٰى عَنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبُوْ نَجِيْحٍ اسْمُهٗ يَسَارٌ وَّقَدْ سَمِعَ مِنِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ ابن ابی نجیح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کیا ہے آپ نے اس دن روزہ نہیں رکھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا ہے' انہوں نے بھی اس دن روزہ نہیں رکھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا ہے' انہوں نے بھی اس دن روزہ نہیں رکھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا ہے' انہوں نے بھی اس دن روزہ نہیں رکھا' نہ تو میں خود اس دن روزہ رکھتا ہوں اور نہ ہی اس دن روزہ رکھنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ البتہ میں اس دن روزہ رکھنے سے منع بھی نہیں کرتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت ابن ابی نجیح کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے ایک اور صاحب کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ ابونجیح نامی راوی کا نام یسار ہے' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث سنی ہیں۔

682– اخرجه احمد (2/47)' (2/50-73)' والحميدی (2/300) رقم (681)' والدارمی (2/23) كتاب الصوم: باب: صيام يوم عرفة۔

شرح

یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت:

یوم عرفہ (ذی الحجہ کی نویں تاریخ) کے روزہ کی بڑی فضیلت ہے۔ اس روزہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ دو سال (گزشتہ اور آئندہ) کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

کیا حجاج کرام کے لیے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا افضل ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر حجاج کرام کو امور کی انجام دہی میں خلل واقع ہوتا ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور اگر خلل واقع نہ ہوتا ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ آپ نے دونوں ابواب کی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک روزہ رکھنا افضل ہے۔ انہوں نے دوسرے باب کی روایات سے استدلال کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَثِّ عَلٰى صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ

باب 48: عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کی ترغیب

683 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اِنِّيْ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّمُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِيٍّ وَّسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَهِنْدِ بْنِ اَسْمَاءَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّالرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيِّ عَنْ عَمِّهٖ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ذَكَرُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیثِ دیگر: اَنَّهٗ حَثَّ عَلٰى صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: لَا نَعْلَمُ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ اَنَّهٗ قَالَ صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ كَفَّارَةُ سَنَةٍ اِلَّا فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ قَتَادَةَ

مذاہبِ فقہاء: وَبِحَدِيْثِ اَبِيْ قَتَادَةَ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھے تو مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے: وہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت علی، حضرت محمد بن صیفی، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت ہند بن اسماء، حضرت ابن عباس، سیّدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء، حضرت عبدالرحمٰن بن سلمہ خزاعی (رضی اللہ عنہم) کی ان کی والدہ کے حوالے سے، اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے احادیث منقول ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے: آپ ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ

رکھنے کی ترغیب دی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے علم کے مطابق صرف حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں یہ بات موجود ہے: آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: عاشورہ کے دن روزہ رکھنا ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور کسی دوسری روایت میں یہ بات موجود نہیں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ تَرْكِ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ

باب 49: عاشورہ کے دن روزہ نہ رکھنے کی رخصت

684 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيْضَةُ وَتَرَكَ عَاشُوْرَاءَ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّقَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَّجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَمُعَاوِيَةَ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى حَدِيْثِ عَآئِشَةَ وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ لَّا يَرَوْنَ صِيَامَ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَاجِبًا اِلَّا مَنْ رَغِبَ فِيْ صِيَامِهِ لِمَا ذُكِرَ فِيْهِ مِنَ الْفَضْلِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے نبی اکرم ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو یہ روزہ رکھنے کی ہدایت بھی کی۔ جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو رمضان فرض ٹھہرا اور عاشورہ کو ترک کر دیا گیا۔ اب جو شخص چاہے اس دن روزہ رکھ لے اور جو چاہے وہ روزہ نہ رکھے۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

684- اخرجه البخاری (287/4) کتاب الصیام: باب: صوم یوم عاشوراء رقم (2001 -2002) ومسلم (792/1) کتاب الصیام: باب: صوم یوم عاشوراء رقم (113-1125/116) وابو داؤد (742/1) کتاب الصیام: باب: فی صوم عاشوراء رقم (2442) ومالك (299/1) کتاب الصیام: باب: صیام یوم عاشوراء رقم (33) واحمد (243/6 -248) والدارمی (23/2): کتاب الصیام: باب: صیام یوم عاشوراء والحمیدی (102/1) رقم (200) وابن ماجه (552/1) کتاب الصیام: باب: صیام یوم عاشوراء رقم (1733) من طریق عروۃ بن الزبیر عنها-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ علم کے نزدیک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' اور یہ حدیث "صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک عاشورہ کے دن روزہ رکھنا واجب نہیں ہے' البتہ جو شخص چاہے وہ اس کی مذکورہ فضیلت کی وجہ سے اس دن روزہ رکھ سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ عَاشُورَاءُ اَیُّ یَوْمٍ هُوَ

باب 50: عاشورہ کے دن سے مراد کون سا دن ہے؟

685 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْاَعْرَجِ

متنِ حدیث: قَالَ انْتَهَيْتُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَّهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَائَهُ فِي زَمْزَمَ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِیْ عَنْ يَوْمِ عَاشُورَاءَ اَیُّ يَوْمٍ هُوَ اَصُومُهُ قَالَ اِذَا رَاَيْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ فَاعْدُدْ ثُمَّ اَصْبِحْ مِنَ التَّاسِعِ صَائِمًا قَالَ فَقُلْتُ اَهٰكَذَا كَانَ يَصُومُهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ

◆◆ حکم بن اعرج بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت اپنی چادر سے ٹیک لگائے زم زم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: آپ مجھے عاشورہ کے دن کے بارے میں بتائیں کہ میں کس دن روزہ رکھوں؟ انہوں نے فرمایا: جب تم محرم کا پہلی کا چاند دیکھو تو گنتی کرنا شروع کر دو اور پھر نویں دن روزہ رکھ لو! راوی بیان کرتے ہیں: میں نے کہا کیا حضرت محمد ﷺ بھی اسی دن روزہ رکھتے تھے' تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

686 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يُّونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَوْمِ عَاشُورَاءَ يَوْمُ الْعَاشِرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ يَوْمُ التَّاسِعِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَوْمُ الْعَاشِرِ

آثارِ صحابہ: وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ صُومُوا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوا الْيَهُوْدَ وَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے' دسویں دن روزہ رکھنے کا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔ اہلِ علم نے عاشورہ کے دن کے

685- اخرجه مسلم (797/2) كتاب الصيام: باب: اى يوم يصام فى عاشوراء' رقم (1133/132) وابو داؤد (743/1) كتاب الصيام: باب: ماروى ان عاشوراء اليوم التاسع' رقم (2446)' واحمد (1/246- 360)' واحمد (280/2)' وابن خزيمة (291/3) رقم (2097- 2098)۔

بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک اس سے مراد نواں دن ہے بعض حضرات کے نزدیک اس سے مراد دسواں دن ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی گئی ہے وہ یہ فرماتے ہیں: نو اور دس تاریخ کو روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

یوم عاشوراء کا تعین، اس کی تاریخ اور اس کے روزہ کی فضیلت:

یوم عاشوراء سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے۔ رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے قبل اس دن کا روزہ اہتمام سے رکھا جاتا تھا۔ فرضیت صیام رمضان کے بعد اس دن کے روزہ کی حیثیت مسنون ہے۔ یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ ایک سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اس روزہ کے ساتھ خواہ شروع میں یا بعد میں ایک مزید روزہ رکھ کر جوڑا اپنانا چاہیے تاکہ کراہت کی صورت سے بچا جا سکے۔ حدیث باب میں لفظ ''صیام'' سے بھی اسی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِيَامِ الْعَشْرِ

باب 51: (ذوالحج کے) پہلے عشرے میں روزے رکھنا

687 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ وَرَوَى الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مَنْصُوْرٍ

اختلافِ روایت: عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُرَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ

وَرَوٰى اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَآئِشَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ الْاَسْوَدِ وَقَدِ اخْتَلَفُوْا عَلٰى مَنْصُوْرٍ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرِوَايَةُ الْاَعْمَشِ اَصَحُّ وَاَوْصَلُ اِسْنَادًا

قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اَبَانَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ الْاَعْمَشُ اَحْفَظُ لِاِسْنَادِ اِبْرَاهِيْمَ مِنْ مَنْصُوْرٍ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو (ذوالحج کے پہلے) عشرے میں روزہ رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح دیگر راویوں نے اعمش کے حوالے سے، ابراہیم کے حوالے سے، اسود کے حوالے

687- اخرجه مسلم (833/2) كتاب الاعتكاف: باب: صوم عشر ذى الحجة 'رقم (9 ,1176/10) وابو داؤد (741/1) كتاب الصيام: باب: فى فطر العشر 'رقم (2439) وابن ماجه (551/1): كتاب الصيام: باب: صيام العشر 'رقم (1729) واحمد (42/6) من طريق عن الاسود عنها به۔

سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

ثوری اور دیگر راویوں نے اس حدیث کو منصور کے حوالے سے، ابراہیم کے حوالے سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ کو کبھی بھی (ذوالحج کے پہلے) عشرے میں روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

ابواحوص نے منصور کے حوالے سے، ابراہیم کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے انہوں نے اس کی سند میں اسود کا تذکرہ نہیں کیا۔ محدثین نے اس حدیث میں منصور کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

اعمش سے منقول روایت زیادہ مستند ہے اور اس کی سند متصل ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوبکر محمد بن ابان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: وہ یہ فرماتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اعمش' ابراہیم سے منقول احادیث کی اسناد کو منصور کے مقابلے میں زیادہ اچھی طرح سے یاد رکھتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَمَلِ فِيْ اَيَّامِ الْعَشْرِ

باب 52: ذوالحج کے پہلے دس دنوں میں عمل کرنا

688 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّسْلِمٍ هُوَ الْبَطِيْنُ وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ عِمْرَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشْرِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ان دس دنوں کے علاوہ اور کوئی دن ایسے نہیں ہیں' جن میں کوئی نیک عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دنوں سے زیادہ محبوب ہو' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں' البتہ وہ شخص جو اپنی جان اور مال کے ہمراہ نکلے اور ان میں سے کوئی بھی چیز واپس لے کر نہ جائے (یعنی شہید ہو جائے' تو اس کا اجر زیادہ ہوگا)

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

688- اخرجه البخاری (530/2) کتاب العیدین: باب: "فضل العمل فی ایام التشریق" رقم (969) وابو داؤد (741/1): کتاب الصیام: باب: فی صیام العشر' رقم (2438) وابن ماجه (550/1) کتاب الصیام: باب: صیام العشر' رقم (1727) واحمد (338- 224/1) والدارمی (25/2) کتاب الصیام: باب: فی فضل العمل فی العشر۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

689 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا مَسْعُوْدُ بْنُ وَاصِلٍ عَنْ نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا مِنْ اَيَّامٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ اَنْ يُّتَعَبَّدَ لَهُ فِيْهَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَّقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مَسْعُوْدِ بْنِ وَاصِلٍ عَنِ النَّهَّاسِ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ مِثْلَ هٰذَا وَقَالَ قَدْ رُوِیَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا شَیْءٌ مِّنْ هٰذَا

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ فِیْ نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ذوالحج کے عشرے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کوئی دن محبوب نہیں ہے، جن میں اس کی (نفلی) عبادت کی جائے۔ ان میں سے کسی بھی ایک دن میں روزہ رکھنا سال بھر روزہ رکھنے کے برابر ہے اور ان میں سے کسی بھی ایک رات میں نوافل ادا کرنا شبِ قدر میں نوافل ادا کرنے کے برابر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف مسعود بن واصل نامی راوی کی نہاس نامی راوی کے حوالے سے نقل کے طور پر جانتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا، تو انہیں بھی اس کی کسی اور سند کا علم نہیں تھا۔

وہ یہ فرماتے ہیں: یہ روایت قتادہ کے حوالے سے سعید بن میتب کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر بھی منقول ہے، جس میں اس کا کچھ حصہ منقول ہے۔

یحییٰ بن سعید نے نہاس بن قہم نامی راوی کے حافظے کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے۔

شرح

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں اعمالِ صالحہ کی فضیلت:

اعمالِ صالحہ جب بھی کیے جائیں، اللہ تعالیٰ اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ اگر اعمالِ صالحہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں کیے جائیں تو ان کے اجر وثواب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان دنوں میں کوئی بھی عمل خیر کیا جائے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی فضیلت جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ اس عشرہ کے ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور ایک رات کا قیام شبِ قدر کی عبادت سے افضل واعلیٰ ہے۔ لہٰذا اس عشرہ کی اہمیت اور فضیلت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ ان ایام میں اعمال وعبادات کا ثواب بڑھ جاتا ہے،

689- اخرجه ابن ماجه (551/1) كتاب الصيام: باب: صيام العشر رقم (1728)

دعائیں قبول ہوتی ہیں، توبہ قبول کی جاتی ہے اور استغفار کرنے سے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ یہاں عشرہ سے مراد ذی الحجہ کے پہلے دس دن ہیں، جن میں دیگر اعمال خیر کے علاوہ روزے بھی رکھے جاسکتے ہیں لیکن دسویں ذی الحجہ میں روزہ رکھنا منع ہے، کیونکہ یہ عید کا دن ہوتا ہے، جس میں پوری ملت اسلامیہ نماز عید الاضحیٰ ادا کرتی ہے اور سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے قربانیاں کرتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِيَامِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ

باب 53: شوال کے چھ روزے رکھنا

690 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ فَذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَثَوْبَانَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ اَيُّوْبَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَّقَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ صِيَامَ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ هُوَ حَسَنٌ هُوَ مِثْلُ صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَيُرْوٰى فِيْ بَعْضِ الْحَدِيْثِ وَيُلْحَقُ هٰذَا الصِّيَامُ بِرَمَضَانَ وَاخْتَارَ ابْنُ الْمُبَارَكِ اَنْ تَكُوْنَ سِتَّةَ اَيَّامٍ فِيْ اَوَّلِ الشَّهْرِ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهُ قَالَ اِنْ صَامَ سِتَّةَ اَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ مُّتَفَرِّقًا فَهُوَ جَائِزٌ

اختلاف سند: قَالَ وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ سُلَيْمٍ وَّسَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ وَّرْقَاءَ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَسَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ هُوَ اَخُوْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ اَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ قَالَ كَانَ اِذَا ذُكِرَ عِنْدَهٗ صِيَامُ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ فَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ بِصِيَامِ هٰذَا الشَّهْرِ عَنِ السَّنَةِ كُلِّهَا

◆◆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص رمضان کے مہینے میں

690- اخرجه مسلم (124/4- الابى) كتاب الصيام' باب: استحباب صوم ستة ايام من شوال اتباعا لرمضان' حديث (1164/204) وابو داؤد (324/2): كتاب الصوم' باب: فى صوم ستة ايام من شوال' حديث (2433)' واحمد (417/5-419)' والحميدى (188/1- 189) حديث (381- 382)' والدارمى (21/2) كتاب الصوم' باب: صيام الستة من شوال' وابن خزيمة (297/3- 298) حديث (2114) من طريق عمر بن ثابت عن ابى ايوب الانصارى' فذكره-

روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھ لے تو یہ سال بھر روزے رکھنے کی طرح ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوایوب سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ایک گروہ نے اس حدیث کی بنیاد پر شوال کے چھ روزے رکھنا مستحب قرار دیا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کی طرح یہ بھی بہتر ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: بعض روایات میں یہ بات نقل کی گئی ہے: ان روزوں کو رمضان کے روزوں کے ساتھ ملا کر رکھا جائے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو اختیار کیا ہے: مہینے کے آغاز کے چھ دنوں میں یہ روزے رکھ لیے جائیں۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے وہ یہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص شوال کے چھ مختلف دنوں میں یہ روزے رکھ لے تو یہ جائز ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالعزیز بن محمد نے صفوان بن سلیم اور سعد بن سعید کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے، جو عمر بن ثابت کے حوالے سے، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو ورقاء بن عمر کے حوالے سے، سعد بن سعید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہ سعد بن سعید، یحییٰ بن سعید انصاری کے بھائی ہیں۔ بعض محدثین نے سعد بن سعید کے حافظے کے حوالے سے کچھ کلام کیا ہے۔

حسن بصری کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب ان کے سامنے شوال کے چھ روزوں کا ذکر کیا جاتا تو وہ فرماتے: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ پورے سال کی جگہ اس مہینے کے (نفلی) روزوں سے راضی ہو جاتا ہے۔

شرح

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت:

روزہ ایک ایسی بدنی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان راز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں خلوص کو دخل ہوتا ہے، جبکہ تکبر و غرور اور ریاکاری بالکل نہیں ہوتی۔ جو شخص رمضان کے روز رکھنے کے بعد چھ شوال کے روزے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صوم الدھر کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ یہ اجر درحقیقت قرآن کریم کے اس اصول کے مطابق ہے: ''**من جاء بالحسنة فله عشر امثالها**'' (الانعام: ۱۶۱) ایک مہینہ کے روزے رکھنے سے دس ماہ کا ثواب ملا۔ پھر چھ شوال کے روزے رکھے تو اسی حساب سے دو ماہ کے روزوں کا ثواب ملا۔ جو شخص رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھتا ہے تو اسے صوم الدھر کا ثواب عطاء کیا جاتا ہے۔ شوال کے چھ روزے اس ماہ کے پہلے چھ ایام یا درمیان میں یا آخر میں بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ یہ روزے مسلسل بھی رکھے جا سکتے ہیں اور وقفہ وقفہ سے بھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَوْمِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ

باب 54: ہر مہینے میں تین روزے رکھنا

691 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اَبِى الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: عَهِدَ اِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةً اَنْ لَّا اَنَامَ اِلَّا عَلٰى وِتْرٍ وَّصَوْمَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّاَنْ اُصَلِّيَ الضُّحٰى

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا: میں وتر پڑھنے سے پہلے نہیں سوؤں گا اور ہر مہینے میں تین روزے رکھوں گا' اور چاشت کی نماز ادا کیا کروں گا۔

692 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَامٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُّوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ يَّقُوْلُ

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقُرَّةَ بْنِ اِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِىْ عَقْرَبٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةَ وَقَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ وَعُثْمَانَ بْنِ اَبِى الْعَاصِ وَجَرِيْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ ذَرٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حدیثِ دیگر: وَّقَدْ رُوِىَ فِىْ بَعْضِ الْحَدِيْثِ اَنَّ مَنْ صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ كَانَ كَمَنْ صَامَ الدَّهْرَ

◄► حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم ہر مہینے میں تین روزے رکھو تیرہ تاریخ کو رکھو، چودہ تاریخ کو رکھو اور پندرہ کو رکھو۔

اس بارے میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعقرب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

691– اخرجه البخاری (68/3): كتاب التهجد: باب: صلاة الضحى من الحضر' رقم (1178) وطرفه فی (1981)' و مسلم (48, 47/3- الابی) كتاب صلاة المسافرين' باب: استحباب صلاة الضحى' وان اقلها ركعتان' واكملها ثمان ركعات واوسطها اربع ركعات اوست' والحث على المحافظة عليها' رقم (85 مكرر مرتين / 721)' والنسائی (229/3): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: الحث على الوتر قبل النوم' رقم (1688 -1678)' والدارمی (19, 18/2) كتاب الصوم: باب: فی صوم ثلاثة ايام من كل شهر' واحمد (459/2)۔

692– اخرجه النسائی (222/4, 223) كتاب الصيام: باب: ذكر الاختلاف على موسى بن طلحة فی الخبر فی صيام ثلاثة ايام من الشهر' رقم (2422 -2426)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔ بعض روایات میں یہ بات نقل کی گئی ہے: جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھ لے گویا اس نے پورا سال روزے رکھے۔

693 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ صَامَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ فِىْ كِتَابِه (مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا) اَلْيَوْمُ بِعَشَرَةِ اَيَّامٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِىْ شِمْرٍ وَّاَبِى التَّيَّاحِ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھ لے تو یہ سال بھر روزے رکھنے کی طرح ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں اپنی کتاب میں یہ آیت نازل کی۔

"جو شخص کوئی ایک نیکی کرے گا، تو اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا"۔

تو ایک دن دس دنوں کے برابر ہوگا (اور تین دن پورے مہینے کے برابر ہوں گے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شعبہ نے اس روایت کو ابوشمر اور ابوتیاح کے حوالے سے ابوعثمان سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

694 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ مِنْ اَيِّهٖ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ كَانَ لَا يُبَالِىْ مِنْ اَيِّهٖ صَامَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

693- اخرجه النسائى (219/4) كتاب الصيام: باب: ذكر الاختلاف على ابى عثمان فى حديث ابى هريرة فى صيام ثلاثة ايام من كل شهر' رقم (2409)' وابن ماجه (545/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء فى صيام ثلاثة ايام من كل شهر' رقم (1708)' واحمد (145/5)-

694- اخرجه البخارى (125/4) كتاب الصيام: باب: فضل الصوم' رقم (1894)' واطرافه فى (1904 -5927 -7492 -7538)' ومسلم (806/2) كتاب الصيام: باب: فضل الصيام وما قبله' رقم (1151/161, 160)' واحمد (503/2)' (414/2- 462- 504)' (313/2-428) و مالك (310/1) كتاب الصوم: باب: جامع الصوم' رقم (57 -58)' والحميدى (443/2) رقم (1010)' وابن خزيمة (241/3) رقم (1994)' (1995)- من طرق عن ابى هريرة رضى الله عنه' والروايات مختصرة و مطولة-

توضیح راوی: قَالَ وَيَزِيْدُ الرِّشْكُ هُوَ يَزِيْدُ الضُّبَعِيُّ وَهُوَ يَزِيْدُ بْنُ الْقَاسِمِ وَهُوَ الْقَسَّامُ وَالرِّشْكُ هُوَ الْقَسَّامُ بِلُغَةِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ

معاذہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ ہر مہینے میں تین دن روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے دریافت کیا: کون سے دنوں میں روزے رکھتے تھے' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ آپ کون سے دن روزہ رکھ رہے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یزید رشک نامی راوی یزید ضبعی ہیں اور یہ یزید بن قاسم ہیں' یہی صاحب قسام ہیں' اہلِ بصرہ کی زبان میں تقسیم کرنے والے کو رشک کہا جاتا ہے۔

شرح

ہر ماہ تین روزے رکھنے سے صوم الدہر کا ثواب:

ہر ماہ تین روزے رکھنے سے ''صوم الدہر'' کا ثواب ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ارشاد ربانی ہے: ''مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا '' (الانعام:۱۶۱) یعنی ''جو شخص ایک نیکی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دس نیکیوں کا ثواب عطا کرتا ہے''۔ اس ضابطہ کے مطابق اسے تین روزے رکھنے سے پورے مہینے کا ثواب ملتا ہے اور یہی ''صوم الدہر'' ہے۔

تین ایام سے مراد ایام بیض کے روزے ہیں جو فرضیت صیام سے قبل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہتمام سے رکھا کرتے تھے۔ ایام بیض سے مراد ہر قمری ماہ کی تیرھویں' چودھویں اور پندرھویں تواریخ ہیں۔ علاوہ ازیں ان تین ایام کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

(۱)- ہر قمری ماہ کے مطلقاً تین ایام مراد ہیں' جن کا تعین کرنا درست نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲)- تین ایام سے پہلا ہفتہ' اتوار اور پیر مراد ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

(۳)- تین ایام سے ہر قمری ماہ کی پہلی جمعرات' پہلا ہفتہ اور اس کے مابعد پیر مراد ہے۔

(۴)- تین ایام سے ہر ماہ کی پہلی' دسویں اور بیسویں تواریخ مراد ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ۔

(۵)- ثلاثہ ایام سے ہر قمری ماہ کے آخری تین دن مراد ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۶)- ثلاثہ ایام سے ایام بیض مراد ہیں، جمہور آئمہ فقہ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ الصَّوْمِ

باب 55: روزہ رکھنے کی فضیلت

695 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوْسَى الْقَزَّازُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ

سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِنَّ رَبَّكُمْ يَقُوْلُ كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَّالصَّوْمُ لِىْ وَاَنَا اَجْزِىْ بِهِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَاِنْ جَهِلَ عَلٰى اَحَدِكُمْ جَاهِلٌ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ اِنِّىْ صَائِمٌ

فی الباب: وَّفِى الْبَاب عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَسَلَامَةَ بْنِ قَيْصَرٍ وَّبَشِيْرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ وَاسْمُ بَشِيْرٍ زَحْمُ بْنُ مَعْبَدٍ وَّالْخَصَاصِيَةُ هِىَ اُمُّهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تمہارے پروردگار نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ہر نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہوتا ہے لیکن روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا روزہ جہنم سے بچنے کے لیے ڈھال ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اگر کوئی جاہل شخص تمہارے ساتھ زیادتی کرے اور تم آدمی روزہ دار ہو تو یہ کہہ دو! میں روزہ دار ہوں۔

اس بارے میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت سہل بن سعد، حضرت کعب بن عجرہ، حضرت سلامہ بن قیصر اور حضرت بشیر بن خصاصیہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں حضرت بشیر کا نام زحم بن معبد رضی اللہ عنہ ہے۔

خصاصیہ ان کی والدہ ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

696 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِىُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ فِى الْجَنَّةِ لَبَابًا يُّدْعَى الرَّيَّانَ يُدْعٰى لَهُ الصَّائِمُوْنَ فَمَنْ كَانَ مِنَ الصَّائِمِيْنَ دَخَلَهُ وَمَنْ دَخَلَهُ لَمْ يَظْمَاْ اَبَدًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام "ریان" ہے روزہ دار شخص لوگوں کو وہاں سے بلایا جائے گا تو جو لوگ روزہ دار ہوں گے وہ اس میں سے داخل ہوں گے اور جو اس میں داخل

696- اخرجه البخاری (133/4) كتاب الصوم: باب: الريان للصائمين رقم (1896) وطرفه فی (3257) ومسلم (808/2): كتاب الصيام باب: فضل الصيام رقم (1152/166) والنسائی (168/4) كتاب الصيام: باب: فضل الصيام رقم (2237-2236) وابن ماجه (525/1) كتاب الصيام: باب: ماجاء فی فضل الصيام رقم (1640) واحمد (333/5) وابن خزيمة (199/3) رقم (1902) وعبد بن حميد ص (168) رقم (455) من طريق ابی حازم عن سهل بن سعد-

ہو جائیں گے انہیں کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

697 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ حِيْنَ يُفْطِرُ وَفَرْحَةٌ حِيْنَ يَلْقَى رَبَّهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: روزہ دار شخص کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں ایک خوشی اس وقت جب وہ روزہ کھولتا ہے اور ایک خوشی اس وقت نصیب ہوگی جب وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

فضائلِ صوم:

اس باب کی احادیث ثلاثہ میں فضائل صوم بیان کیے گئے ہیں:

(۱)- روزے کا ثواب صرف اللہ تعالیٰ عطاء کرے گا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گناہ سے لے کر سات سو گنا تک دیا جاتا ہے لیکن روزے کے بارے میں حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "روزہ میرے لیے ہے اور اس کا ثواب میں خود دوں گا یا اس کا ثواب میں خود ہوں"۔

(۲)- روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک اور عطر سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

(۳)- روزہ ڈھال ہے: روزہ دار کے لیے روزہ ڈھال ہے۔ (۱) شیطان کے حملہ سے محفوظ رہنے کے لیے ڈھال ہے۔ (۲)- جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے ڈھال ہے۔

(۴)- گالی گلوچ سے اجتناب: حالت روزہ میں خصوصیت سے گالی گلوچ، غیبت اور چغلی کھانے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔ فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص حالت روزہ میں گالی گلوچ پر اتر آئے تو اسے جواب گالی سے ہرگز نہ دیا جائے بلکہ یوں کہہ دے: "اَنَا صَائِمٌ"، "میں روزہ سے ہوں"۔

(۵)- روزہ داروں کے لیے جنت کا ریان دروازہ: جنت مسلمانوں کی مستقل اقامت گاہ ہوگی۔ اس کے آٹھ دروازے ہیں جبکہ ایک دروازے کا نام "ریان" ہے، جس سے صرف روزہ دار لوگ داخل ہوسکیں گے، جو لوگ اس دروازہ سے داخل ہوں گے، انہیں پیاس نہیں لگے گی۔

(۶)- روزہ دار کے لیے دو خوشیاں: روزہ دار کے لیے دو خوشخبریاں سنائی گئی ہیں: (۱) افطاری کے وقت فرحت و سرور کی کہ اُس نے باحسن وخوبی فریضہ انجام دے دیا ہے (۲) اسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اعزاز حاصل ہوگا، جس کے مقابلے میں دارین

میں کوئی نعمت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي صَوْمِ الدَّهْرِ

باب 56: ہمیشہ روزہ رکھنا

698 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ بِمَنْ صَامَ الدَّهْرَ قَالَ لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ اَوْ لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّاَبِىْ مُوْسٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ قَتَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ صِيَامَ الدَّهْرِ وَاَجَازَهُ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ وَقَالُوْا اِنَّمَا يَكُوْنُ صِيَامُ الدَّهْرِ اِذَا لَمْ يُفْطِرْ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى وَاَيَّامَ التَّشْرِيْقِ فَمَنْ اَفْطَرَ هٰذِهِ الْاَيَّامَ فَقَدْ خَرَجَ مِنْ حَدِّ الْكَرَاهِيَةِ وَلَا يَكُوْنُ قَدْ صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ هٰكَذَا رُوِىَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِىِّ وقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ نَحْوًا مِّنْ هٰذَا وَقَالَا لَا يَجِبُ اَنْ يُّفْطِرَ اَيَّامًا غَيْرَ هٰذِهِ الْخَمْسَةِ الْاَيَّامِ الَّتِىْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْاَضْحٰى وَاَيَّامِ التَّشْرِيْقِ

◆◆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ! جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہو (اس کا یہ عمل) کیسا ہے؟ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا: اُس نے نہ روزہ رکھا اور نہ ہی روزہ چھوڑا۔ (روایت کے الفاظ کے بارے میں راوی کوشک ہے)

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن شخیر، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے ہمیشہ روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے جبکہ دوسرے گروہ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے: ہمیشہ روزہ رکھنا اُس وقت (حرام شمار ہوگا) جب آدمی عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور ایامِ تشریق میں بھی روزے رکھے، لیکن اگر وہ ان ایام

698– اخرجه مسلم (819, 818/2) كتاب الصيام: باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر وصوم يوم عرفة و عاشوراء والاثنين والخميس' رقم (1162/197, 196) وابو داؤد (737/1) كتاب الصيام: باب: فى صوم الدهر تطوعا رقم (2425) والنسائى (207/4) كتاب الصيام: باب: ذكر الاختلاف على غيلان بن جرير فيه' رقم (2382 -2383) (208/4): كتاب الصوم: باب: صوم ثلثى الدهر وذكر اختلاف الناقلين للخبر فى ذلك' رقم (2387) وابن ماجه (546/1) كتاب الصوم: باب: ماجاء فى صيام داؤد عليه السلام' رقم (1713) (551/1) كتاب الصيام: باب: صيام يوم عرفة' رقم (1730) (553/1) كتاب الصيام: باب: صوم يوم عاشوراء' رقم (1738) مختصر فى كل مرة' واحمد (296/5 -297 -299 -303 -308) وابن خزيمة (288/3 -296 -301) رقم (2087 -2111 -2126)

میں روزے نہیں رکھتا' تو وہ کراہت کے حکم سے خارج ہو جائے گا' کیونکہ اب ہمیشہ روزہ رکھنے کی صورت نہیں پائی جا رہی۔

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ امام شافعی کا یہی قول ہے' اور امام احمد اور امام اسحاق نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ ان دونوں حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: صرف ان پانچ ایام میں روزہ نہ رکھنا لازم ہے' جن (میں روزہ رکھنے) سے نبی اکرم ﷺ نے منع کیا ہے۔ وہ عید الفطر' عید الاضحیٰ اور تشریق کے ایام ہیں۔

شرح

"صوم الدھر" کا مفہوم:

صوم الدھر کے مفہوم میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) سال بھر کے روزے رکھنا حتیٰ کہ عیدین اور ایام تشریق کا بھی روزہ نہ چھوڑنا' یہ صورت ناجائز ہے' کیونکہ اس میں ایام منہیات کا بھی روزہ رکھا گیا ہے جو حرام ہے۔

(۲) ایام منہیات کے علاوہ سال بھر کے روزے رکھنا' جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔ (۳) صوم الدھر سے صوم داؤدی مراد ہے یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن ترک کرنا۔

سوال: حدیث باب میں "صوم الدھر" کے بارے میں فرمایا گیا ہے: "لا صام و لا افطر" (ایسے شخص نے نہ روزہ رکھا اور نہ افطار کیا) تو متضاد بات ہے' تو اس کا مفہوم کیا ہے؟

جواب (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "صائم الدھر" کے حق میں اظہار ناراضگی فرمائی اور بددعا کی کہ ایسے شخص کا اللہ تعالیٰ کے حضور نہ روزہ قابل قبول ہے اور نہ افطار۔ (۲) عدم افطار کی وجہ تو واضح ہے اور عدم صوم کا حکم مخالفت سنت کی وجہ سے ہے۔ (۳) اس روایت میں ایسے شخص کے روزے کو کالعدم قرار دیا گیا ہے جو مسلسل روزے کے باعث ضعف و کمزوری کا شکار ہو گیا ہو اور حقوق اللہ کی ادائیگی میں سستی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

سوال: صوم الدھر اور صوم وصال میں کیا فرق ہے؟

جواب: صوم الدھر سے مراد ایسے شخص کا روزہ ہے جو مسلسل روزے رکھے اور رات کو افطار بھی کرے۔ صوم وصال سے مراد ایسے شخص کا روزہ ہے جو مسلسل روزے رکھے لیکن درمیان میں افطار نہ کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سَرْدِ الصَّوْمِ

باب 57: مسلسل (نفلی) روزے رکھنا

699 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَآئِشَةَ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

شَهْرًا كَامِلًا اِلَّا رَمَضَانَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم (اس طرح مسلسل نفلی) روزے رکھتے تھے کہ ہم یہ کہتے تھے: آپ روزے ہی رکھتے رہیں گے۔ اور (بعض اوقات آپ مسلسل اس طرح نفلی) روزے نہیں رکھتے تھے کہ ہم یہ کہتے تھے: اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے رمضان کے علاوہ اور کسی بھی مہینے میں مکمل روزے نہیں رکھے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''صحیح'' ہے۔

700 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَرٰى اَنَّهُ لَا يُرِيْدُ اَنْ يُّفْطِرَ مِنْهُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَرٰى اَنَّهُ لَا يُرِيْدُ اَنْ يَّصُوْمَ مِنْهُ شَيْئًا وَّكُنْتَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهُ مُصَلِّيًا وَّلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهُ نَائِمًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم کے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کسی مہینے میں اس طرح (مسلسل نفلی) روزے رکھتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے تھے' اب آپ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور (کسی مہینے میں) آپ اس طرح روزے نہیں رکھتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے تھے: اب آپ اس مہینے میں کوئی (نفلی) روزہ نہیں رکھیں گے۔ اگر تم نبی اکرم ﷺ کو رات کے وقت نوافل ادا کرتے ہوئے دیکھنے کے خواہشمند ہوتے' تو آپ کو نوافل ادا کرتے ہوئے دیکھ لیتے۔ اور اگر تم نبی اکرم سوئے ہوئے دیکھنے کے خواہش مند ہوتے' تو سوتے ہوئے بھی دیکھ لیتے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

699- اخرجه مسلم (809/2، 810) كتاب الصيام: باب: صيام النبى صلى الله عليه وسلم فى غير رمضان واستحباب ان لا يخلى شهر من صوم' رقم (172، 173، 174، 1156/175)' والنسائى (152/4) كتاب الصيام: باب: ذكر اختلاف الفاظ الناقلين لخبر عائشة فيه التقدم قبل رمضان' رقم (2183- 2184- 2185)' (199/4) كتاب الصوم: باب: صوم النبى صلى الله عليه وسلم' رقم (2349)

700- اخرجه البخارى (27/3) كتاب الجهاد: باب: قيام النبى صلى الله عليه وسلم من نومه وما نسخ من قيام الليل' رقم (1141) واطرافه فى (1972- 1973- 3561)' ومسلم (812/2) كتاب الصيام: باب: صيام النبى صلى الله عليه وسلم فى غير رمضان واستحباب ان لا يخلى شهرا من صوم' رقم (1158/180)' واحمد (152/3- 159)' وعبد بن حميد' ص (393) رقم (1322)' وابن خزيمة (305/3) رقم (2134)

701 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَّسُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَفْضَلُ الصَّوْمِ صَوْمُ اَخِي دَاوُدَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقَى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْعَبَّاسِ هُوَ الشَّاعِرُ الْمَكِّيُّ الْاَعْمَى وَاسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخَ

مذاہب فقہاء: قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَفْضَلُ الصِّيَامِ اَنْ تَصُومَ يَوْمًا وَّتُفْطِرَ يَوْمًا وَّيُقَالُ هٰذَا هُوَ اَشَدُّ الصِّيَامِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سب سے زیادہ فضیلت والا (نفلی) روزہ میرے بھائی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے جو ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اور جب (جہاد میں دشمن سے) سامنا ہوتا' تو راہِ فرار اختیار نہیں کرتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوعباس نامی راوی شاعر' مکی اور نابینا ہیں۔ ان کا نام سائب بن فروخ ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: سب سے زیادہ فضیلت والا روزہ یہ ہے: آپ ایک دن روزہ رکھیں اور ایک دن روزہ نہ رکھیں۔ کہا جاتا ہے: یہ روزہ رکھنے کا سب سے مشکل طریقہ ہے۔

شرح

مسلسل (نفلی) روزے رکھنے کا مسئلہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صوم الدھر کو ناپسند کرتے اور سرد الصوم کو پسند کرتے تھے۔ سرد الصوم سے مراد ایسے نفلی روزے ہیں جو مسلسل رکھے جائیں جبکہ لوگ خیال کریں کہ اب یہ شخص روزے نہیں چھوڑے گا۔ پھر اسی طرح روزے نہ رکھنا کہ لوگ خیال کریں کہ اب یہ شخص روزہ نہیں رکھے گا۔ سرد الصوم ایک مہینہ سے کم دنوں پر مشتمل ہوتا ہے' پھر اتنے ایام میں افطار ہوتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے علاوہ کسی دوسرے مہینے کے مکمل روزے نہیں رکھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل نفلی روزے رکھتے تھے کہ ہم خیال کرتے کہ اب آپ نہیں چھوڑیں گے۔ پھر آپ مسلسل افطار کرتے تو ہم خیال کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی روزے نہیں رکھیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم داؤدی کو افضل صوم قرار دیا ہے۔ صوم داؤدی یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھا جائے اور ایک دن افطار کیا جائے۔ صوم داؤدی کو افضل قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں انسان میں کمزوری نہیں آتی جو دوسری عبادات میں سستی کا سبب بن سکے۔

سوال: سرد الصوم اور صوم الدھر میں کیا فرق ہے؟

جواب: سرد الصوم اور صوم الدھر کے مابین عام خاص مطلق کی نسبت ہے، ہر سرد الصوم 'صوم الدھر نہیں ہوسکتا لیکن ہر صوم الدھر' سرد الصوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الصَّوْمِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ

باب 58: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا حرام ہے

702 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ

متنِ حدیث: شَهِدْتُّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِيْ يَوْمِ النَّحْرِ بَدَاَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ صَوْمِ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ اَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ فَفِطْرُكُمْ مِنْ صَوْمِكُمْ وَعِيْدٌ لِّلْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَّا يَوْمُ الْاَضْحٰى فَكُلُوْا مِنْ لُحُوْمِ نُسُكِكُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْمُهٗ سَعْدٌ وَّيُقَالُ لَهٗ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَزْهَرَ اَيْضًا

وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَزْهَرَ هُوَ ابْنُ عَمِّ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ

◆◆ ابوعبید بیان کرتے ہیں: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید الاضحیٰ کے دن موجود تھا انہوں نے خطبے سے پہلے نماز ادا کی' پھر یہ ارشاد فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: آپ نے ان دودنوں میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے' جہاں تک عید الفطر کا تعلق ہے' تو وہ تمہارے کھانے پینے کا دن ہے' جب تم روزے رکھنے ختم کرتے ہو' اور یہ مسلمانوں کی عید ہے' اور جہاں تک عید الاضحیٰ کا تعلق ہے' تو تم اس دن اپنی قربانی کا گوشت کھاؤ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس کے راوی ابوعبید کا نام سعد ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ حضرت عبدالرحمٰن بن از ہر کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

عبدالرحمٰن بن از ہر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے چچازاد ہیں۔

703 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامَيْنِ يَوْمِ الْاَضْحٰى وَيَوْمِ الْفِطْرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّعَآئِشَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ وَعَمْرُو بْنُ يَحْيٰى هُوَ ابْنُ عُمَارَةَ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ

الْمَازِنِيُّ الْمَدَنِيُّ وَهُوَ ثِقَةٌ رَوٰى لَهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دو دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ عیدالاضحیٰ کے دن اور عیدالفطر کے دن۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمرو بن یحییٰ، عمرو بن یحییٰ بن عمارہ بن ابوالحسن، مازنی المدنی ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، شعبہ اور مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّوْمِ فِي اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ

باب 59: ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے

704 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَاَيَّامُ التَّشْرِيْقِ عِيْدُنَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَهِيَ اَيَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّسَعْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ وَّنُبَيْشَةَ وَبِشْرِ بْنِ سُحَيْمٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ وَاَنَسٍ وَّحَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ وَكَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ وَّعَآئِشَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُوْنَ الصِّيَامَ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ اِلَّا اَنَّ قَوْمًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ رَخَّصُوا لِلْمُتَمَتِّعِ اِذَا لَمْ يَجِدْ هَدْيًا وَّلَمْ يَصُمْ فِي الْعَشْرِ اَنْ يَّصُوْمَ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَهْلُ الْعِرَاقِ يَقُوْلُوْنَ مُوْسَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ وَّاَهْلُ مِصْرَ يَقُوْلُوْنَ مُوْسَى بْنُ عُلَيٍّ وقَالَ سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ قَالَ مُوْسَى بْنُ عَلِيٍّ لَّا اَجْعَلُ اَحَدًا فِيْ حِلٍّ صَغَّرَ اسْمَ اَبِيْ

◄► حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایام تشریق ہماری اہلِ اسلام کی عید کے دن ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ، حضرت بشیر

بن حکیم رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' ان حضرات نے ایام تشریق میں روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے ایک گروہ کے نزدیک ''حج تمتع'' کرنے والے کے لیے یہ رخصت ہے: اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو' اور اس نے پہلے دس دنوں میں روزے نہ رکھے ہوں' تو وہ ایام تشریق میں روزہ رکھ سکتا ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ عراق یہ کہتے ہیں (راوی کا نام) موسیٰ بن علی بن رباح ہے۔

اہلِ مصر یہ کہتے ہیں: اس کا نام موسیٰ بن علی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے قتیبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: وہ یہ فرماتے ہیں: میں نے لیث بن سعد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: موسیٰ بن علی نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: میں ایسے کسی شخص کو معاف نہیں کروں گا' جو میرے باپ کے نام کو اسم میں تصغیر کے طور پر لے گا۔

شرح

عیدین اور ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت:

ایک دن میں پانچ اوقات میں نماز ادا کرنا ممنوع ہے:

(۱)۔طلوع آفتاب کے وقت،

(۲)۔غروب آفتاب کے وقت،

(۳)۔نصف النہار (زوال) کے وقت،

(۴)۔بعد نماز عصر تا غروب آفتاب،

(۵)۔بعد نماز فجر تا طلوع آفتاب،

اسی طرح سال بھر میں پانچ دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے:

(۱)۔عید الفطر کے دن،

(۲)۔عید الاضحیٰ کے دن،

(۳ تا ۵) ایام تشریق یعنی ذی الحجہ کی گیارھویں' بارھویں اور تیرھویں تواریخ میں۔ اگر کوئی شخص سال بھر کے روزوں کی نذر مانتا ہے تو وہ ان پانچ ایام کے روزے نہیں رکھے گا بلکہ تکمیل سال کے لیے ان ایام کی بجائے دیگر ایام میں مزید پانچ روزے رکھے

گا۔ ایک حدیث میں عیدین کے دنوں میں اور دوسری حدیث میں ایام تشریق میں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

سوال: کیا ایام تشریق میں روزے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: (۱)۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام احمد اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مطلقاً ممنوع ہیں۔

(۲)۔ حضرت امام اسحاق مروزی اور امام ابن المنذر وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مطلقاً جائز ہیں۔

(۳)۔ حضرت امام مالک، حضرت امام اوزاعی اور حضرت امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف متمتع کے لیے جائز ہیں بشرطیکہ اسے ہدی میسر نہ ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ

باب 60: روزہ دار شخص کا پچھنے لگانا (یا لگوانا)

705 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّيْسَابُوْرِيُّ وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَيَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَارِظٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّسَعْدٍ وَّشَدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ وَّثَوْبَانَ وَاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَّعَائِشَةَ وَمَعْقِلِ بْنِ سِنَانٍ وَّيُقَالُ ابْنُ يَسَارٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى وَبِلَالٍ وَّسَعْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّذُكِرَ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ اَنَّهُ قَالَ اَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ وَّذُكِرَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ قَالَ اَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثُ ثَوْبَانَ وَشَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ لِاَنَّ يَحْيَى بْنَ اَبِيْ كَثِيْرٍ رَوٰى عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ الْحَدِيْثَيْنِ جَمِيْعًا حَدِيْثَ ثَوْبَانَ وَحَدِيْثَ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ حَتّٰى اَنَّ بَعْضَ اَصْحَابِ النَّبِيِّ احْتَجَمَ بِاللَّيْلِ مِنْهُمْ اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ وَابْنُ عُمَرَ وَبِهٰذَا يَقُوْلُ ابْنُ الْمُبَارَكِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ اِسْحٰقَ بْنَ مَنْصُوْرٍ يَّقُوْلُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ مَنِ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّهٰكَذَا قَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ حَدَّثَنَا الزَّعْفَرَانِيُّ قَالَ وقَالَ الشَّافِعِيُّ

حدیث دیگر: قَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ وَّرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاحِدًا مِّنْ هٰذَيْنِ الْحَدِيْثَيْنِ ثَابِتًا وَّلَوْ تَوَقّٰى رَجُلٌ الْحِجَامَةَ وَهُوَ صَائِمٌ كَانَ اَحَبَّ اِلَيَّ وَلَوِ احْتَجَمَ صَائِمٌ لَمْ اَرَ ذٰلِكَ اَنْ يُّفْطِرَهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا كَانَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ بِبَغْدَادَ وَاَمَّا بِمِصْرَ فَمَالَ اِلَى الرُّخْصَةِ وَلَمْ يَرَ بِالْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ بَاْسًا وَّاحْتَجَّ بِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ

◆◆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور ایک قول کے مطابق حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات ذکر کی گئی ہے' انہوں نے یہ فرمایا ہے: اس بارے میں سب سے مستند حدیث یہی ہے' جو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

علی بن عبداللہ کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سب سے مستند حدیث وہ ہے' جو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے: یحییٰ بن ابوکثیر نے ان دونوں روایات کو ابوقلابہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' جو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' ایک گروہ نے روزہ دار شخص کے لیے پچھنے لگوانے کو مکروہ قرار دیا ہے' یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب رات کے وقت پچھنے لگوایا کرتے تھے' ان میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اسحٰق بن منصور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: عبدالرحمٰن بن مہدی یہ فرماتے ہیں: جو شخص روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے اس پر قضا کرنا لازم ہوگا۔

اسحٰق بن منصور فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام اسحٰق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسن بن محمد زعفرانی فرماتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ ﷺ نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات بھی منقول ہے: آپ نے ارشاد فرمایا ہے: پچھنے لگانے والا اور لگوانے والا ان دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے اس بات کا علم نہیں ہے: ان دونوں میں سے کون سی روایت ثابت ہے۔ (یعنی اس پر عمل کیا

جائے گا)۔

اس لیے میرے نزدیک یہ بات پسندیدہ ہے: اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں پچھنے لگوانے سے گریز کرے تو بہتر ہے تاہم اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں پچھنے لگوالیتا ہے تو میرے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد میں بھی یہی رائے پیش کی تھی اور مصر میں بھی ان کی یہی رائے تھی وہ رخصت کی طرف مائل ہیں اور ان کے نزدیک پچھنے لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

انہوں نے یہ دلیل پیش کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر حالت احرام میں روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 61: اس بارے میں رخصت کا بیان

706 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ هٰكَذَا رَوٰى وَهِيْبٌ نَحْوَ رِوَايَةِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَرَوٰى اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حالت احرام میں روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

اس روایت کو وہیب نے اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح عبدالوارث نے نقل کیا ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم نے ایوب کے حوالے سے، عکرمہ کے حوالے سے اسے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

707 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

708 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ عَنْ مِّقْسَمٍ عَنْ

ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فِيمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَمْ يَرَوْا بِالْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ بَاْسًا وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان پچھنے لگوائے تھے' آپ اس وقت حالت احرام میں بھی تھے اور روزے کی حالت میں بھی تھے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم اس حدیث کی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک روزہ دار شخص کے لیے پچھنے لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

روزہ میں پچھنے لگوانے میں مذاہب آئمہ:

حالت روزہ میں پچھنے لگوانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

(۱) حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام اسحاق وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے حالت روزہ میں پچھنے لگوانا مفسد صوم ہے لیکن اس سے قضاء اور کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''افطر الحاجم والمحجوم'' پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

(۲) حضرت امام اوزاعی' حضرت امام حسن بصری' حضرت امام ابن سیرین اور حضرت امام مسروق رحمہم اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ حجامت مفسد صوم نہیں لیکن مکروہ ہے۔

(۳) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ اس سے نہ روزہ فاسد ہوتا ہے اور نہ مکروہ' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو محرم صائم' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں روزہ رکھ کر پچھنے لگوائے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی استدلال کیا ہے: ثلاث لا یفطرن الصائم الحجامة والقئی والا حتلام' (جامع ترمذی' جلد اول ص ۱۱۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں: (۱) پچھنے لگوانا، (۲) قے کرنا، (۳) احتلام

ہوتا۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام اسحاق رحمہا اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) اس روایت میں لفظ ''افطر'' بمعنیٰ: کـا دان یـفطر ہے یعنی یہ عمل انسان کو افطار کے قریب کر دیتا ہے۔ حاجم کو اس واسطے کہ اس کے حلق میں خون اترنے کا امکان ہوتا ہے اور محجوم کو اس لیے کہ اس میں ضعف آجاتا ہے۔ (۲)۔ حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''الحاجم والمحجوم'' دونوں پر الف لام عہد کا ہے اور اس سے مراد وہ مخصوص لوگ نہیں جو حالت روزہ میں غیبت کر رہے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں یوں فرمایا: ''افـطـر الحاجم والمحجوم' 'اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے: انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ''افـطـر الحاجم والمحجوم لانهما كا نايغتابان '' (شرح معانی الآثار جلداول ص ۲۹۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاجم اور محجوم دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا کیونکہ دونوں غیبت کر رہے تھے۔ (۳) یہ روایت ایک مشورہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ حالت روزہ میں بہتر یہ بات ہے کہ پچھنے نہ لگوائے جائیں کیونکہ اس سے انسان میں کمزوری آجاتی ہے جو نماز وغیرہ عبادات میں سستی وغیرہ کا باعث بن سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْوِصَالِ لِلصَّائِمِ

باب 62: صوم وصال رکھنا مکروہ ہے

709 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ وَخَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تُوَاصِلُوْا قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ اِنَّ رَبِّيْ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّبَشِيْرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا الْوِصَالَ فِي الصِّيَامِ وَرُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ كَانَ يُوَاصِلُ الْاَيَّامَ وَلَا يُفْطِرُ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم لوگ صوم وصال نہ رکھو! لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میرا پروردگار مجھے کھلا بھی دیتا ہے' اور پلا بھی دیتا ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ان حضرات نے صوم وصال رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ مسلسل چار دنوں تک صوم وصال رکھا کرتے تھے' اور اس دوران افطاری نہیں کرتے تھے۔

شرح

صوم وصال کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

صوم وصال سے مراد ہے کہ دو یا دو سے زیادہ روزے اس طرح رکھے جائیں کہ رات کو بھی افطار نہ کیے جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صوم وصال رکھا کرتے تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو دیکھا تو انہوں نے بھی صوم وصال شروع کر دیے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صوم وصال سے منع کیا۔ انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں؟'' آپ نے جواب دیا'' تم میرے جیسے نہیں ہو' میرا پروردگار مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے''۔ اس حدیث میں کھانے پلانے سے مراد روحانی طور پر کھانا پلانا ہے' جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ روحانی کھانے پینے کی تفصیل انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی جانتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہفتہ کا روزہ رکھتے تھے' اللہ تعالیٰ انہیں کھلاتا تھا اور پلاتا تھا۔

صوم وصال کی شرعی حیثیت کے حوالے سے آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱)۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام مالک' حضرت امام احمد' حضرت امام شافعی اور حضرت امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ صوم وصال مکروہ ہے۔

(۲)۔ ایک امام شافعی اور حضرت ابن العربی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک صوم وصال حرام وممنوع ہے۔

(۳)۔ حضرت امام احمد' حضرت امام اسحاق بن راہویہ اور علامہ ابن وضاح رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو شخص صوم وصال رکھنے کی قوت رکھتا ہو' اس کے لیے جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجُنُبِ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ يُرِيْدُ الصَّوْمَ

باب 63: جب جنبی شخص کو صبح صادق کا وقت ہو جائے اور اس نے روزہ رکھنا ہو

710 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِىْ عَآئِشَةُ وَاُمُّ سَلَمَةَ زَوْجَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ اَهْلِهٖ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فَيَصُوْمُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِّنَ التَّابِعِيْنَ اِذَا اَصْبَحَ جُنُبًا يَقْضِي ذٰلِكَ الْيَوْمَ

قولِ امام ترمذی: وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ بعض اوقات صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے اپنی اہلیہ کے ساتھ (صحبت کرنے کی وجہ سے) پھر آپ غسل کر لیتے تھے اور اگلے دن روزہ بھی رکھ لیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اکثر اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔ تابعین سے تعلق رکھنے والے کچھ حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کوئی شخص صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ اس دن کے روزے کی قضاء کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پہلا قول درست ہے۔

شرح

حالت جنابت میں صبح صادق کرنے والے کے روزہ کا مسئلہ:

تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ جو شخص حالت جنابت میں صبح صادق کے بعد بیدار ہوا اور وہ روزہ بھی رکھنا چاہتا ہو تو وہ غسل کر کے اپنے روزہ کا آغاز کر دے کیونکہ جنابت، روزہ کے منافی نہیں ہے۔

حدیث باب میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں صبح کرتے اور آپ غسل کر کے روزہ رکھ لیتے تھے۔ ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں جنابت کی حالت میں صبح کروں جبکہ روزہ رکھنے کا بھی ارادہ ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں جنابت کی حالت میں صبح کروں اور روزہ رکھنا ہو تو غسل کر کے روزہ رکھ لیتا ہوں"۔ صحابی نے عرض کیا: "یارسول اللہ! آپ ہماری مثل نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں سب کے گناہ معاف کر دیے ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: "بیشک میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور زیادہ ڈرنے کا طریقہ جانتا ہوں۔ (المؤطا لامام مالک، ص ۲۲۸)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِجَابَةِ الصَّآئِمِ الدَّعْوَةَ

باب 64: روزہ دار کا دعوت کو قبول کرنا

711 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ

اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ فَاِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ يَعْنِى الدُّعَاءَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کسی شخص کو دعوت پر بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔ اگر اس نے روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ دعا کر دے۔

712 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ اِنِّىْ صَائِمٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَكِلَا الْحَدِيْثَيْنِ فِىْ هٰذَا الْبَابِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کسی شخص کو دعوت پر بلایا جائے اور وہ روزے کی حالت میں ہو تو وہ یہ کہہ دے: میں روزے کی حالت میں ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں یہ دونوں روایات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اور "حسن صحیح" ہیں۔

شرح

حالتِ روزہ میں دعوت قبول کرنے کا مسئلہ:

حدیث باب کو ہمارے ماحول میں سمجھنا قدرے دشوار ہے۔ اس لیے کہ ہمارے ماحول کے مطابق تقریب کی دعوت کئی ایام پہلے دی جاتی ہے، جسے قبول کر کے مقررہ تاریخ میں روزہ رکھ لینا شرعی طور پر درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں وعدہ کی خلاف ورزی ہوگی جو جائز نہیں ہے۔ اگر بروقت حالت روزہ میں تقریب میں شمولیت کی دعوت دی گئی ہو تو دعوت قبول کرنے سے معذرت کی جاسکتی ہے۔ اگر دعوت قبول کر لی تو عین تقریب میں کھانا کھانے سے بھی معذرت کی جاسکتی ہے۔ اگر میزبان یا مہمان کھانا کھانے پر مجبور کرے، تو نفل روزہ توڑا جاسکتا ہے، جو بعد میں بطور قضاء رکھا جائے گا۔ اگر میزبان معذرت قبول کر لیتا ہے تو یہ اپنا روزہ نہیں توڑے گا بلکہ دعائے خیر کر کے واپس آجائے۔

اہل عرب کے ماحول میں اس حدیث کا سمجھنا مشکل نہیں ہے، کیونکہ ان کے ہاں بڑی سے بڑی دعوت کا اہتمام بروقت کیا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آئندہ دن میں ولیمہ کی بڑی تقریب تھی جس میں ایک بکری ذبح کی گئی تھی۔ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم فلاں مقام پر کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو کھانے کی دعوت دو۔ اگر ایسے ماحول میں کسی کو دعوت دی جائے اور وہ حالت روزہ میں ہو، تو بھی دعوت قبول کرسکتا ہے، پھر تقریب میں شامل ہو کر میزبان سے معذرت کرے اور معذرت قبول کر لینے کی صورت میں دعا کر کے واپس آجائے۔ اگر میزبان کھانے پر مجبور کر دے تو روزہ توڑنے کی گنجائش ہے، جس کی بعد میں قضاء کی جاسکتی ہے۔ اہل عرب کے ہاں دعوت کا ایک یہ بھی طریقہ تھا کہ اگر کوئی مہمان آتا تو اس کے لیے کھانے کا اہتمام کیا جاتا پھر مزید بروقت چند احباب کو بھی اس کھانے

میں شمولیت کی دعوت دی جاتی تھی۔ ایسے ماحول میں کسی تقریب میں شمولیت کی دعوت حالت روزہ میں ملے تو معذرت کر لینی چاہیے۔ اگر معذرت قبول نہ کی جائے تو میزبان یا مہمان کی خواہش کے مطابق نفلی روزہ توڑنے کی گنجائش ہے' جس کی بعد میں قضاء کی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ صَوْمِ الْمَرْاَةِ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا

باب 65: شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے

713 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَصُومُ الْمَرْاَةُ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ يَّوْمًا مِّنْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ مُّوسَى بْنِ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کوئی بھی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں' رمضان کے علاوہ اور کسی بھی دن کا روزہ' اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ابوزناد کے حوالے سے موسیٰ بن ابوعثمان کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

بیوی کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنے کی ممانعت:

نفلی روزہ یا قضاء رمضان کا روزہ بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں رکھ سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کا حق عورت پر یہ بھی ہے کہ جب چاہے اس سے انتفاع حاصل کر سکتا ہے۔ بیوی کے روزہ رکھنے کی صورت میں شوہر کی حق تلفی ہوگی جو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح عورت کثرت روزہ کی عادی ہو' تو اس کا میلان شوہر کی طرف کم ہو جائے گا اور شوہر کی طرف سے بھی میلان میں کمی آئے گی، زوجین کی باہم حق تلفی ہوگی، جو آگے جا کر نفرت میں تبدیل ہو سکتی ہے اور زوجین میں طلاق وتفریق تک نوبت آ سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَأْخِيرِ قَضَاءِ رَمَضَانَ

باب 66: رمضان کی قضاء میں تاخیر کرنا

714 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ السُّدِّيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَهِيِّ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا كُنْتُ اَقْضِي مَا يَكُوْنُ عَلَيَّ مِنْ رَمَضَانَ اِلَّا فِيْ شَعْبَانَ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ وَقَدْ رَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھ پر رمضان کے جو روزے قضاء کرنا لازم ہوتے تھے، میں انہیں صرف شعبان میں رکھا کرتی تھی، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا (یعنی نبی اکرم کی ظاہری زندگی میں ایسا کیا کرتی تھی)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
یحییٰ بن سعید انصاری نے اس روایت کو ابوسلمہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

قضاء رمضان کی تاخیر میں مذاہب آئمہ:

کسی شخص کے ذمہ قضاء رمضان کے روزے واجب ہوں، تو وہ پہلی فرصت میں ان کی قضاء کرے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قضاء رمضان میں تعجیل واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں:۔

(۱) اہل ظواہر کا مؤقف ہے کہ قضاء رمضان کے روزوں کی ادائیگی میں تعجیل واجب ہے۔

(۲) جمہور آئمہ فقہ کے نزدیک قضاء رمضان کے روزوں کی ادائیگی میں تعجیل واجب نہیں ہے بلکہ افضل ہے، آئندہ سال کے رمضان تک قضاء رمضان کے روزوں کی ادائیگی یقینی ہونی چاہیے۔ آئندہ سال کے رمضان المبارک تک روزوں کی ادائیگی نہیں کی تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تب بھی صرف قضاء واجب ہوگی جبکہ دیگر آئمہ فقہ کے نزدیک قضاء اور فدیہ دونوں واجب ہوں گی۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ اگر میرے ذمہ قضاء رمضان کے روزے باقی ہوتے تو میں شوال کے اندر ان کی ادائیگی یقینی بناتی تھی۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ قضاء رمضان کے روزوں کی ادائیگی میں تعجیل واجب نہیں ہے بلکہ افضل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الصَّائِمِ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهٗ

باب 67: اس روزہ دار کی فضیلت جس کی موجودگی میں کچھ کھایا جا رہا ہو

715 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ لَيْلٰى عَنْ مَوْلَاتِهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلصَّائِمُ اِذَا اَكَلَ عِنْدَهُ الْمَفَاطِيْرُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ لَيْلٰى عَنْ جَدَّتِهٖ اُمِّ عُمَارَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ حبیب بن زید لیلیٰ (نامی خاتون) کے حوالے سے انہیں آزاد کرنے والی خاتون کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جب روزہ دار شخص کے پاس کچھ کھایا جا رہا ہو تو فرشتے اس روزہ دار کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شعبہ نے اس روایت کو حبیب بن زید کے حوالے سے لیلیٰ کے حوالے سے، ان کی دادی سیّدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

716 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ مَوْلَاةً لَّنَا يُقَالُ لَهَا لَيْلٰى تُحَدِّثُ عَنْ جَدَّتِهٖ اُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ الْاَنْصَارِيَّةِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَدَّمَتْ اِلَيْهِ طَعَامًا فَقَالَ كُلِي فَقَالَتْ اِنِّيْ صَائِمَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يَفْرُغُوْا وَرُبَّمَا قَالَ حَتّٰى يَشْبَعُوْا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَهُوَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مَوْلَاةٍ لَّهُمْ يُقَالُ لَهَا لَيْلٰى عَنْ جَدَّتِهٖ اُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ حَتّٰى يَفْرُغُوْا اَوْ يَشْبَعُوْا

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاُمُّ عُمَارَةَ هِيَ جَدَّةُ حَبِيْبِ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ

◆◆ حبیب بن زید بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی ایک کنیز کو سنا اس کا نام لیلیٰ تھا اس نے سیّدہ ام عمارہ بن کعب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے میں نے آپ کے سامنے کھانا رکھا آپ نے فرمایا: تم کھالو! انہوں نے عرض کی: میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کسی روزہ دار کے پاس کوئی چیز کھائی جاتی

ہے، تو جب تک لوگ کھا کر فارغ نہیں ہوتے فرشتے اس روزہ دار کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) جب تک وہ (کھانے والے) لوگ سیر نہیں ہوجاتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے، اور یہ شریک سے منقول حدیث کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

حبیب بن زید اپنی ایک آزاد کردہ کنیز لیلیٰ کے حوالے سے، سیّدہ ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت کرتے ہیں۔

تاہم اس میں انہوں نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے ہیں، یہاں تک کہ وہ لوگ فارغ ہوجائیں یا سیر ہوجائیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا حضرت حبیب بن زید انصاری کی دادی ہیں۔

شرح

ایسے روزہ دار کی فضیلت جس کے پاس کوئی چیز کھائی پی جائے:

ایسا روزہ دار جس کے پاس دوسرے لوگ کھانا وغیرہ کھائیں تو یقیناً اس کا دل بھی للچاتا ہے اور اندر ہی اندر میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ روزہ نہ ہوتا تو میں بھی کھاتا پیتا، اسے اس پر صبر کا بھی الگ سے اجر وثواب دیا جاتا ہے۔ ایسے روزہ دار کے لیے فرشتے مسلسل دعا اور رحمت ومغفرت کرتے رہتے ہیں۔

سوال: حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیر محروم خاتون تھیں تو آپ نے انہیں ساتھ بیٹھ کر کھانا کی دعوت کیوں دی؟

جواب: (۱) ہمارے معاشرہ اور عرب کے معاشرہ میں فرق ہے۔ امریکہ، لندن اور عرب کے ہاں خواتین وحضرات مشترکہ طور پر کھانا کھالیتے ہیں اور اس اشتراک کو معیوب خیال نہیں۔ ہمارے ماحول میں خواتین وحضرات مشترکہ طور پر کھانا کھانے کو معیوب تصور کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ماحول کے مطابق حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی دعوت دی تھی۔ (۲)- یہ واقعہ نزولِ حجاب سے قبل کا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَضَاءِ الْحَائِضِ الصِّیَامَ دُوْنَ الصَّلٰوۃِ

باب 68: حائضہ عورت روزہ کی قضاء کرے گی نماز کی قضاء نہیں کرے گی

717 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَیْدَةَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كُنَّا نَحِیضُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَطْهُرُ فَیَاْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصِّیَامِ وَلَا یَاْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِىَ عَنْ مُّعَاذَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَيْضًا

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ اخْتِلَافًا اِنَّ الْحَائِضَ تَقْضِى الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِى الصَّلٰوةَ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَعُبَيْدَةُ هُوَ ابْنُ مُعَتِّبِ الضَّبِّىُّ الْكُوْفِىُّ يُكْنٰى اَبَا عَبْدِ الْكَرِيْمِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمیں نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں حیض آیا کرتا تھا' ہم پاک ہو جاتی تھیں' تو نبی اکرم ﷺ ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم دیتے تھے' آپ نے ہمیں نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق یہ معاذہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ہمیں ان کے درمیان اس بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے کہ حیض والی عورت روزے کی قضاء کرے گی نماز کی قضاء نہیں کرے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبیدہ نامی راوی یہ عبیدہ بن معتب ضبی کوفی ہیں اور ان کی کنیت ''ابوعبدالکریم'' ہے۔

شرح

حائضہ خاتون کا روزوں کی قضاء کرنے اور نماز کی قضاء نہ کرنے کا مسئلہ:

حیض اور نفاس کی حالت میں خواتین نہ روزے رکھ سکتی ہیں اور نہ نماز ادا کر سکتی ہیں۔ حصول طہارت کے بعد خواتین روزوں کی قضاء کرے گی لیکن نمازوں کی قضاء نہیں کرے گی کیونکہ نمازیں معاف ہیں۔

سوال: جس طرح روزوں کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے، اسی طرح نمازوں کی فرضیت بھی نص قطعی سے ثابت ہے تو خواتین کے لیے ان دونوں عبادتوں کی قضاء کا حکم یکساں ہونا چاہیے؟

جواب: نماز اور روزہ دونوں کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے مگر ان کی قضاء کا حکم خواتین کے حق میں مختلف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ روزے سال میں ایک بار آتے ہیں جبکہ نماز ہر روز پڑھنا ہوتی ہے بلکہ ہر روز پانچ بار ادا کرنا ہوتی ہے۔ نماز کی کثرت تخفیف کا تقاضا کرتی ہے اور یہاں تخفیف کی صورت صرف معافی ہی ہو سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ كَرَاهِيَةِ مُبَالَغَةِ الْاِسْتِنْشَاقِ لِلصَّائِمِ

باب 69: روزہ دار شخص کے لیے ناک میں پانی ڈالتے ہوئے مبالغہ کرنا مکروہ ہے

718 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْبَغْدَادِىُّ الْوَرَّاقُ وَاَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ حَدَّثَنِىْ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِىْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ وَبَالِغْ فِى

الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ اَهْلُ الْعِلْمِ السُّعُوْطَ لِلصَّائِمِ وَرَاَوْا اَنَّ ذٰلِكَ يُفْطِرُهٗ وَفِى الْبَابِ مَا يُقَوِّى قَوْلَهُمْ

◆◆ عاصم بن لقیط اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے وضو کے بارے میں بتائیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھی طرح وضو کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کرو اچھی طرح ناک میں پانی ڈالو البتہ اگر تم روزے کی حالت میں ہو (تو اچھی طرح ناک میں پانی نہ ڈالو)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے روزہ دار شخص کے لیے ناک میں دوائی ڈالنے کو مکروہ قرار دیا ہے' ان حضرات کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

حدیث میں یہ بات موجود ہے' جو ان کی رائے کی تائید کرتی ہے۔

شرح

حالت روزہ میں مضمضہ اور استنشاق کے وقت مبالغہ سے کام لینے کی ممانعت:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ حالت روزہ میں وضو کرتے وقت مضمضہ اور استنشاق کے وقت مبالغہ سے ہرگز کام نہیں لینا چاہیے کیونکہ مضمضہ میں مبالغہ سے حلق سے نیچے پانی اتر جانے کا امکان ہے اور استنشاق میں مبالغہ سے دماغ تک پانی پہنچ جانے کا امکان ہے۔ جب کوئی چیز دماغ میں یا پیٹ میں پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ روزہ نہ ہو' تو مضمضہ اور استنشاق کے وقت مبالغہ سے کام لیا جا سکتا ہے۔

دواہم مسائل: اس حدیث سے دواہم مسائل ثابت ہوئے:

(۱) حقہ' سگریٹ اور سگار وغیرہ سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے' کیونکہ ان کا دھواں دماغ اور پیٹ میں پہنچ جاتا ہے۔

سوال: لکڑی وغیرہ کے استعمال سے پیدا ہونے والا دھواں دماغ اور پیٹ میں پہنچ جاتا ہے تو کیا یہ بھی ناقص صوم ہے یا نہیں؟

جواب: اس دھواں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں دھویں کا دخول ہوا ہے ادخال نہیں ہوا جبکہ دونوں کا حکم الگ ہے۔

(۲) حالت روزہ میں ٹیکہ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، خواہ ٹیکہ گوشت میں لگایا جائے یا نس میں کیونکہ ٹیکہ کی شکل میں دوائی نہ دماغ میں پہنچتی ہے اور نہ پیٹ میں۔

سوال: ٹیکہ لگانے سے جسم میں قوت وطاقت آجاتی ہے جو روزہ کے منافی ہے، تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: جسم میں مطلق قوت آجانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ وہ قوت روزہ کے منافی ہے جو منافذ اصلیہ کے سبب حاصل ہوئی ہو مثلاً غسل تبرید سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اسی طرح ٹیکہ لگوانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ نَّزَلَ بِقَوْمٍ فَلَا يَصُومُ اِلَّا بِاِذْنِهِمْ

باب 70: جب کوئی شخص کسی کا مہمان ہو تو وہ ان کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے

718 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ وَاقِدٍ الْكُوْفِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَنْ نَّزَلَ عَلٰى قَوْمٍ فَلَا يَصُومَنَّ تَطَوُّعًا اِلَّا بِاِذْنِهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ لَّا نَعْرِفُ اَحَدًا مِّنَ الثِّقَاتِ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَقَدْ رَوٰى مُوْسٰى بْنُ دَاوٗدَ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ الْمَدَنِيِّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ هٰذَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ اَيْضًا

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ بَكْرٍ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَاَبُوْ بَكْرٍ الْمَدَنِيُّ الَّذِىْ رَوٰى عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اسْمُهُ الْفَضْلُ بْنُ مُبَشِّرٍ وَّهُوَ اَوْثَقُ مِنْ هٰذَا وَاَقْدَمُ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی قوم کا مہمان بنے تو وہ ان لوگوں کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ ہرگز نہ رکھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "منکر" ہے ہم اسے کسی ثقہ راوی کے حوالے سے نہیں جانتے۔

اس روایت کو: ہشام بن عروہ نے نقل کیا ہے۔

موسیٰ بن داؤد نے اس روایت کو ابوبکر مدنی کے حوالے سے' ہشام بن عروہ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ضعیف بھی ہے۔

اس کا راوی ابوبکر' محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

ابوبکر مدنی' جس نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے احادیث نقل کی ہیں' اس کا نام فضل بن مبشر ہے' اور وہ اس ابوبکر کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے' اور پرانا ہے۔

شرح

مہمان کا میزبان کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھنے کا مسئلہ:

اگر کوئی شخص کسی کے ہاں بطور مہمان ٹھہرا ہو اور میزبان کی اجازت کے بغیر اس کا نفلی روزہ رکھنا منع ہے۔ اس ممانعت کی دو وجوہات ہیں: (۱) مہمان سحری کھائے بغیر روزہ رکھے گا تو یہ صورت میزبان کے لیے ذلت و رسوائی کا باعث ہوگی اور اگر میزبان

اس کے لیے سحری کھانے کا اہتمام کرے گا' تو اہل خانہ کے لیے پریشانی ہوگی۔(۲) ممکن ہے کہ میزبان نے مہمان کے ساتھ مزید چند افراد کے کھانے کا اہتمام کیا ہو جبکہ مہمان کے روزہ کے سبب اس (سحری کے) وقت احباب کو طلب کرنے میں دشواری ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاِعْتِكَافِ

باب 71: اعتکاف کا بیان

720 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ وَّاَبِىْ لَيْلٰى وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

721 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِىْ مُعْتَكَفِهِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا رَّوَاهُ مَالِكٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ مُرْسَلًا وَّرَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اِذَا اَرَادَ الرَّجُلُ اَنْ يَّعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِىْ مُعْتَكَفِهِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ فَلْتَغِبْ لَهُ الشَّمْسُ مِنَ اللَّيْلَةِ الَّتِىْ يُرِيْدُ اَنْ يَّعْتَكِفَ فِيْهَا مِنَ الْغَدِ وَقَدْ قَعَدَ فِىْ مُعْتَكَفِهِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے جب اعتکاف کرنے کا ارادہ کرنا ہوتا تھا' تو آپ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث یحییٰ بن سعید کے حوالے سے، عمرہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" روایت کے طور پر منقول ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے اسے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو یحییٰ بن سعید کے حوالے سے' عمرہ کے حوالے سے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

اس حدیث پر بعض اہلِ علم کے نزدیک عمل کیا جائے گا' وہ یہ فرماتے ہیں: جب کسی شخص نے اعتکاف کرنا ہو' تو وہ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: جب کسی شخص نے اعتکاف کرنا ہو' تو اس سے گزشتہ رات کا سورج جیسے ہی غروب ہو جس سے اگلے دن اس نے اعتکاف کرنا ہے' تو وہ اپنے اعتکاف کی جگہ میں بیٹھ جائے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

اعتکاف کی تعریف، فضیلت، اقسام اور اس کے فقہی مسائل:

اللہ کی عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد یہ اعتکاف اہتمام کے ساتھ کیا۔

فضائل اعتکاف کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ (الصحیح للمسلم' جلد اوّل ص ۵۹۷)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا: "وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اسے ان نیکیوں کا اسی قدر ثواب ملتا ہے جتنا نیکی کرنے والوں کو ملتا ہے"۔ (سنن ابن ماجہ' جلد ۲ ص ۳۶۵)

(۳) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کے دس دنوں کا اعتکاف کیا اسے اتنا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے دو حج اور دو عمرے کیے ہوں۔ (شعب الایمان' جلد ۳ ص ۴۲۵)

اعتکاف کی اقسام:

اعتکاف کی مشہور تین اقسام ہیں: (۱) اعتکاف واجب مثلاً اعتکاف نذر یہ کم از کم ایک رات دن کا ہوسکتا ہے۔ اس کے لیے روزہ شرط ہے۔ (۲) اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ: یہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا ہے۔ یہ اعتکاف رمضان کی بیسویں تاریخ

سے لے کر شوال کا چاند نظر آنے تک ہے۔اس میں بھی روزہ شرط ہے۔(۳) اعتکاف مستحب، یہ چند گھنٹوں بلکہ چند منٹ کا بھی ہوسکتا ہے۔اس کے لیے روزہ شرط نہیں ہے۔جب بھی مسجد میں جائیں خواہ کسی بھی مقصد کے لیے ہو، تو اعتکاف کی نیت کر لیں۔

اعتکاف کے حوالے سے چند فقہی مسائل:

☆ ہر مسلمان اور عاقل اعتکاف کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہو۔اس کے لیے بلوغ شرط نہیں ہے۔وہ نابالغ لڑکا جو آداب مسجد سے اور احکام اعتکاف سے آگاہ ہو، اعتکاف کرسکتا ہے۔

☆ اعتکاف کے لیے مسجد جامع ہونا شرط نہیں ہے بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہوسکتا ہے۔مسجد جماعت وہ ہے، جس کے لیے امام و مؤذن مقرر ہوں، خواہ نماز پنجگانہ با جماعت اہتمام کے ساتھ نہ ہوتی ہو۔آسانی اسی میں ہے کہ مطلقاً مسجد میں اعتکاف صحیح ہے، اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو۔

☆ سب سے افضل مسجد حرام میں اعتکاف ہے، پھر مسجد نبوی میں، پھر مسجد اقصیٰ میں اور پھر مسجد جماعت میں۔

☆ عورت کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ گھر میں اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اس نے نماز ادا کرنے کے لیے مقرر کر رکھی ہو، جسے مسجد بیت کہتے ہیں۔

☆ خنثیٰ مسجد بیت میں اعتکاف نہیں کرسکتا۔

☆ ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت رمضان میں پوری نہیں کرسکتا بلکہ خاص اس اعتکاف کے لیے روزے رکھنے ہوں گے۔

☆ شوہر نے اپنی بیوی کو اعتکاف کرنے کی اجازت دے دی، اب روکنا چاہے تو نہیں روک سکتا۔

☆ اعتکاف واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے، اگر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔اگرچہ بھول کر نکلا ہو۔یونہی اعتکاف سنت بھی بغیر عذر نکلنے سے جاتا رہتا ہے۔یونہی عورت نے مسجد بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی، اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہی اعتکاف جاتا رہا۔

☆ معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں: (۱) حاجت طبعی جو مسجد میں پوری نہ ہوسکتی ہو مثلاً پیشاب، پاخانہ، وضو اور غسل فرض وغیرہ۔(۲) حاجت شرعی مثلاً نماز جمعہ، نماز عید اور اذان کے لیے منار پر جانا جبکہ منار کا راستہ خارج مسجد میں ہو وغیرہ۔

☆ اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہ ہوتی ہو، تو معتکف با جماعت نماز ادا کرنے کے لیے دوسری مسجد میں جاسکتا ہے۔

☆ معتکف پاخانہ، پیشاب کے لیے گیا تھا، قرض خواہ نے روک لیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

☆ معتکف کا وطی کرنا اور عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا گلے لگانا حرام ہے۔جماع سے بہرحال اعتکاف فاسد ہو جائے گا، انزال ہو یا نہ ہو، قصداً ہو یا بھول سے، مسجد میں ہو یا خارج مسجد، رات میں ہو یا دن میں۔

☆ معتکف مسجد ہی میں کھائے، پیے اور سوئے۔ان امور کے لیے مسجد سے باہر نکلا، تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، مگر کھانے پینے میں

احتیاط ضروری ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

☆ معتکف اپنی یا بچوں کی ضرورت کے لیے مسجد میں کسی چیز کی خرید و فروخت کرے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ چیز مسجد میں نہ لائی جائے۔

☆ معتکف کا عبادت کی نیت سے سکوت اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر سکوت ثواب کی نیت سے نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ اعتکاف نفل اگر چھوڑ دے تو اس کی قضا نہیں کہ وہیں تک ختم ہو گیا اور اعتکاف مسنون کہ رمضان کی پچھلی دس تاریخوں تک کے لیے بیٹھا تھا، اسے توڑا فقط اس ایک دن کی قضاء کرے، پورے دس دنوں کی قضاء واجب نہیں۔ اگر منت کا اعتکاف توڑا تو اگر کسی معین مہینے کی منت تھی تو باقی دنوں کی قضاء کرے۔ (از ہدایہ و بہار شریعت جلد اول مدنیہ از صفحہ ۱۰۲۰ تا ۱۰۲۹)

بَابُ مَا جَآءَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ

باب 72: شب قدر کا بیان

722 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَابْنِ عُمَرَ وَالْفَلَتَانِ بْنِ عَاصِمٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ وَّاَبِيْ بَكْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّبِلَالٍ وَّعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّقَوْلُهَا يُجَاوِرُ يَعْنِيْ يَعْتَكِفُ

حدیثِ دیگر: وَاَكْثَرُ الرِّوَايَاتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِيْ كُلِّ وِتْرٍ

وَّرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اَنَّهَا لَيْلَةُ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَلَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ وَخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ وَسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَاٰخِرُ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ الشَّافِعِيُّ كَاَنَّ هٰذَا عِنْدِيْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُجِيْبُ عَلٰى نَحْوِ مَا يُسْاَلُ عَنْهُ يُقَالُ لَهُ نَلْتَمِسُهَا فِيْ لَيْلَةِ كَذَا فَيَقُوْلُ الْتَمِسُوْهَا فِيْ لَيْلَةِ كَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَقْوَى الرِّوَايَاتِ عِنْدِيْ فِيْهَا لَيْلَةُ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ

آثارِ صحابہ: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّهُ كَانَ يَحْلِفُ اَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَيَقُوْلُ اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَلَامَتِهَا فَعَدَدْنَا وَحَفِظْنَا

وَرُوِیَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ اَنَّهُ قَالَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ تَنْتَقِلُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ بِهٰذَا

◆◆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے' آپ یہ فرماتے تھے: شب قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت فلتان بن عاصم رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا ہے: آپ ''مجاورت'' کرتے تھے یعنی آپ اعتکاف کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ سے منقول اکثر روایات میں یہ بات موجود ہے: تم اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ شب قدر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بھی منقول ہے: یہ اکیسویں رات ہوتی ہے' یا یہ 23ویں رات ہوتی ہے' یا 25ویں ہوتی ہے' یا 27ویں ہوتی ہے' یا 29ویں ہوتی ہے' یا رمضان کی آخری رات ہوتی ہے (یعنی 30ویں بھی ہو سکتی ہے)۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ میرے نزدیک ہے باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے جس نوعیت کا سوال کیا جاتا تھا' آپ اسی حساب سے جواب دیتے تھے' اگر آپ سے یہ عرض کی جاتی تھی: ہم اسے فلاں رات میں تلاش کریں' تو آپ فرماتے تھے: تم اسے اس رات میں تلاش کرلو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس بارے میں سب سے مستند روایت 21ویں رات کے بارے میں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے قسم اٹھا کر یہ بات کہی ہے: شب قدر 27ویں رات ہوتی ہے' اور انہوں نے یہ بات بتائی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس کی علامت بتائی ہے' ہم نے اس کی گنتی کی' پھر اسے یاد بھی رکھا۔

ابوقلابہ یہ بیان کرتے ہیں: شب قدر آخری عشرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

عبد بن حمید نے اس روایت کو عبدالرزاق کے حوالے سے، معمر کے حوالے سے' ایوب کے حوالے سے، ابوقلابہ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

723 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْكُوْفِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِاُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ اَنّٰی عَلِمْتَ اَبَا الْمُنْذِرِ اَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ قَالَ بَلٰى اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا لَيْلَةٌ صَبِيْحَتُهَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ فَعَدَدْنَا وَحَفِظْنَا وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهَا فِیْ رَمَضَانَ وَاَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَلٰكِنْ كَرِهَ اَنْ يُّخْبِرَكُمْ فَتَتَّكِلُوْا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت زر (بن حبیش) بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوالمنذر! آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ ستائیسویں رات ہوتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ بتایا ہے: یہ وہ رات ہے جس کی صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاع نہیں ہوتی' تو ہم نے اس کی گنتی کی اور اسے یاد بھی رکھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ بات جانتے ہیں؟ یہ رات رمضان میں ہوتی ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے' لیکن انہیں یہ بات ناپسند ہے کہ وہ تمہیں اس بارے میں بتائیں کیونکہ اور تم اسی بات پر اکتفاء کرو گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

724 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ قَالَ

متن حدیث: ذُكِرَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ عِنْدَ اَبِىْ بَكْرَةَ فَقَالَ مَا اَنَا مُلْتَمِسُهَا لِشَىْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَاِنِّىْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ الْتَمِسُوْهَا فِىْ تِسْعٍ يَّبْقَيْنَ اَوْ فِىْ سَبْعٍ يَّبْقَيْنَ اَوْ فِىْ خَمْسٍ يَّبْقَيْنَ اَوْ فِىْ ثَلَاثٍ اَوَاخِرِ لَيْلَةٍ

آثارِ صحابہ: قَالَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرَةَ يُصَلِّىْ فِى الْعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ كَصَلَاتِهٖ فِىْ سَائِرِ السَّنَةِ فَاِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اجْتَهَدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عیینہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے شب قدر کا ذکر کیا' تو انہوں نے فرمایا: میں نے اس وقت سے اسے تلاش کرنا چھوڑ دیا ہے۔ جب سے میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے: یہ صرف آخری عشرے میں ہوتی ہے' کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اس رات کو اس وقت تلاش کرو' جب (رمضان کی) نو راتیں رہ گئی ہوں' یا سات رہ گئی ہوں' یا پانچ رہ گئی ہوں' یا تین رہ گئی ہوں' یا آخری رات ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ رمضان کے ابتدائی بیس دنوں (کی راتوں میں) اپنے عام معمول کے مطابق نوافل ادا کیا کرتے تھے' لیکن جب آخری عشرہ شروع ہو جاتا تھا' تو اہتمام کے ساتھ عبادت کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 73: بلاعنوان

725 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيْمَ

عَنْ عَلِيٍّ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُوقِظُ اَهْلَهٗ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اپنی اہلیہ کو بیدار کرتے تھے (تا کہ وہ بھی نفلی عبادت کریں)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

726 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْتَهِدُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا یَجْتَهِدُ فِیْ غَیْرِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ (رمضان کے) آخری عشرے میں جتنے اہتمام کے ساتھ عبادت کرتے تھے' آپ دیگر اوقات میں اتنے اہتمام کے ساتھ عبادت نہیں کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

شب قدر کی وجہ تسمیہ، تعیین اور فضائل:

شب قدر کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں جن سے چند ایک پیش کیے جاتے ہیں: (۱) لفظ قدر سے مراد ہے فضیلت، عظمت اور برکت۔ انسان جب اس رات میں توبہ و استغفار کرتا ہے تو اس کے فیوض و برکات سے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ (۲) لفظ قدر سے مراد ہے اندازہ لگانا، مقرر کرنا اور فیصلہ کرنا۔ اس رات میں گزشتہ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور آئندہ سال تک کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے اسے شب قدر کا نام دیا جاتا ہے۔ (۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک طویل العمر شخص کا تذکرہ کیا جو دن میں روزہ رکھ کر جہاد کرتا اور رات میں قیام کرتا تھا۔ یہ واقعہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم احساس کمتری کا شکار ہو گئے' اپنی کم عمری اور اعمال میں کمی کے سبب پریشان ہوئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ قدر نازل فرمائی جس میں بتایا گیا کہ تم لوگوں کو پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تمہیں ایک رات ایسی دی جا رہی ہے' جس میں عبادت کرنا ہزار سال کی عبادت سے افضل و اعلیٰ ہے وہ شب' شب قدر ہے۔

تعیین شب قدر: تعیین شب قدر میں کثیر اقوال ہیں جن میں چند ایک یہ ہیں: (۱) شب قدر سال بھر میں گھومتی رہتی ہے۔ (۲) رمضان کے پورے مہینہ میں گھومتی رہتی ہے۔ (۳) رمضان کے آخری عشرہ میں گھومتی رہتی ہے۔ (۴) رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں گھومتی رہتی ہے۔ (۵) رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ آخری دو اقوال زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے تعین نہ

کرنے میں بے شمار حکمتیں ہیں: (۱) لوگ سال بھر عادت میں مستعدی ومتحرک رہیں۔ (۲) ان میں مذہبی ذوق وشوق ہمہ وقت موجزن رہے۔ (۳) رمضان بھر کو عبادت وریاضت میں گزاریں (۴) صرف ایک رات میں نہیں بلکہ اس کی تلاش میں رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں خوب عبادت وریاضت اور توبہ واستغفار کریں۔

فضائل شب قدر: فضیلت شب قدر کے حوالے سے ارشاد ربانی ہے: "لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ" "شب قدر ہزار مہینوں سے افضل واعلیٰ ہے۔ شب قدر کی فضیلت کے حوالے سے کثیر احادیث ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے ایمان کی حالت میں حصول ثواب کی غرض سے شب قدر میں قیام کیا تو اس کے پہلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ایک ایسا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل واعلیٰ ہے' جو شخص اس رات سے محروم رہا وہ تمام نیکیوں سے محروم رہا۔ اس کی نیکی سے کوئی محروم نہیں رہتا مگر وہی شخص جو حقیقت میں محروم ہو۔ (سنن ابن ماجہ' مشکوٰۃ' ص ۱۷۴)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نزول کرتے ہیں اور اس شخص کے لیے جو کھڑا بیٹھا اللہ تعالیٰ کے ذکر وعبادت میں مصروف ہو' کے لیے دعا رحمت کرتے ہیں۔ جب عیدالفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں اپنے بندوں کی عبادت پر فخر کرتے ہوئے یوں اعلان فرماتا ہے: اے فرشتو! وہ مزدور جو اپنا کام مکمل کر لیتا ہے' کا کیا اجر ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: "اے پروردگار! ایسا مزدور اس بات کا حقدار ہے کہ اسے مزدوری پوری پوری دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے فرشتو! میرے غلاموں اور باندیوں نے میرا فریضہ مکمل کیا پھر دعا کرتے ہوئے وہ نکلے ہیں، مجھے میری عزت وجلال کی قسم! میں ان لوگوں کی دعا ضرور قبول کروں گا پھر لوگوں سے فرماتا ہے: "جاؤ میں نے تمہارے گناہ معاف کردیے اور تمہاری معصیات کو نیکیوں میں تبدیل کردیا ہے اور وہ عیدگاہ سے اس حالت میں واپس آتے ہیں کہ ان کے ذمہ ایک گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔ (شعب الایمان، مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

رمضان کے آخری عشرہ بالخصوص طاق راتوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی ریاضت وعبادت کا اہتمام فرماتے تھے حتیٰ کہ اپنے اہل خانہ کو بھی اس مقصد کے لیے باقاعدہ بیدار فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو بھی حکم دیا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر تلاش کرو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الصَّوْمِ فِی الشِّتَاءِ

باب 74: سردیوں میں روزہ رکھنا

127 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ نُمَيْرِ بْنِ عُرَيْبٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلْغَنِيْمَةُ الْبَارِدَةُ الصَّوْمُ فِى الشِّتَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ

توضیح راوی: عَامِرُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَمْ يُدْرِكِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَالِدُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَامِرِ الْقُرَشِيِّ الَّذِىْ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ

◆◆ عامر بن مسعود نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ٹھنڈی نعمت سردیوں میں روزہ رکھنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "مرسل" ہے۔

عامر بن مسعود نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا' یہ ابراہیم بن عامر قرشی کے والد ہیں' جن کے حوالے سے شعبہ اور ثوری نے احادیث نقل کی ہیں۔

شرح

موسم سرما کا روزہ ٹھنڈی مالِ غنیمت:

مالِ غنیمت سے مراد وہ ساز و سامان ہے' جو میدان جنگ میں دشمن کی شکست یا اس کے بھاگ جانے پر اسلحہ' کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر اشیاء کی شکل میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اگر دشمن کی یہ اشیاء میدان جنگ میں مقابلہ کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آئیں تو اسے گرم مالِ غنیمت کہا جاتا ہے اور اگر مقابلہ کے بغیر دشمن کا سامان مسلمانوں کے ہاتھ آئے تو اسے ٹھنڈا مالِ غنیمت کہا جاتا ہے۔ اسی طرح موسم گرما کا روزہ مشقت طلب ہوتا ہے' جبکہ اس کے مقابل موسم سرما کا روزہ مشقت طلب نہیں ہوتا اور اس کا وقت بھی مختصر ہوتا ہے اور ثواب بھی پورا دیا جاتا ہے۔ حدیث باب میں موسم سرما کے روزے کو ٹھنڈی مالِ غنیمت اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ اس کے لیے نہ مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے اور نہ زیادہ وقت لگتا ہے' گویا اس کا بغیر مشقت کے پورا ثواب ملتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُوْنَهُ)

باب 75: جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے' ان کا حکم

728 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ

متن حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ) كَانَ مَنْ اَرَادَ مِنَّا اَنْ يُّفْطِرَ وَيَفْتَدِىَ حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِىْ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَيَزِيْدُ هُوَ ابْنُ اَبِىْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ

◆◆ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی۔

''اور جولوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے' ان پر فدیہ لازم ہے' یعنی مسکین کو کھانا کھلانا''۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے ہم میں سے جس شخص نے روزہ نہیں رکھنا ہوتا تھا' وہ فدیہ دے دیا کرتا تھا' یہاں تک کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اس نے اسے منسوخ کر دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

یزید نامی راوی یزید بن ابوعبید ہیں' جو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

شرح

مفہوم حدیث:

سات مرتبہ انسان کی ذہن سازی کر کے فرضیت صیام کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے: (۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، (اے ایمان والو!) (۲) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (البقرہ:۱۸۳) (تم پر روزے فرض کر دیے گئے) (۳) كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کیے گئے) (۴) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:۱۸۳) (تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ) (۵) اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (چند گنتی کے دن ہیں) (۶) فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو' تو وہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھ سکتا ہے) (۷) وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (جو لوگ طاقت رکھتے ہیں تو وہ مساکین کو کھانا کھلانے کی شکل میں فدیہ ادا کریں)۔ سات بار ذہن سازی کرنے کے بعد قرآن کریم نے فرضیت صیام کا اعلان بایں الفاظ کیا: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (پس تم میں سے جو شخص رمضان کو پائے تو وہ اس کے روزے رکھے) حدیث باب میں قرآن کے یہ الفاظ مذکورہ ہیں: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (تم میں سے جو لوگ طاقت رکھتے ہیں وہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی شکل میں فدیہ ادا کر سکتے ہیں)۔ ابتداء اسلام میں اختیار تھا کہ روزے رکھے جائیں یا مسکینوں کو کھانا کھلانے کی شکل میں فدیہ ادا کر دیں لیکن بعد میں یہ حکم اس آیت کے ساتھ منسوخ ہو گیا: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ:۱۸۵) (تم میں سے جو شخص رمضان پائے تو وہ اس کے روزے رکھے) اس آیت میں فدیہ کی تنسیخ اور روزوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

بَاب مَنْ اَكَلَ ثُمَّ خَرَجَ يُرِيْدُ سَفَرًا

باب 76: جو شخص سفر پر جانا چاہتا ہو' اس کا کچھ کھا کر نکلنا

729 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ اَتَيْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فِيْ رَمَضَانَ وَهُوَ يُرِيْدُ سَفَرًا وَّقَدْ رُحِلَتْ لَهٗ رَاحِلَتُهٗ وَلَبِسَ ثِيَابَ السَّفَرِ فَدَعَا بِطَعَامٍ فَاَكَلَ فَقُلْتُ لَهٗ سُنَّةٌ قَالَ سُنَّةٌ ثُمَّ رَكِبَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ اَتَيْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فِیْ رَمَضَانَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ هُوَ ابْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ هُوَ مَدِيْنِیٌّ ثِقَةٌ وَّهُوَ اَخُوْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ هُوَ ابْنُ نَجِيْحٍ وَّالِدُ عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدِيْنِیِّ وَكَانَ يَحْيٰی بْنُ مَعِيْنٍ يُضَعِّفُهٗ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰی هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالُوْا لِلْمُسَافِرِ اَنْ يُّفْطِرَ فِیْ بَيْتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّخْرُجَ وَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يَّقْصُرَ الصَّلٰوةَ حَتّٰی يَخْرُجَ مِنْ جِدَارِ الْمَدِيْنَةِ اَوِ الْقَرْيَةِ وَهُوَ قَوْلُ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِیِّ

◆◆ محمد بن کعب بیان کرتے ہیں: میں رمضان کے مہینے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ان کا سفر پر جانے کا ارادہ تھا۔ ان کے لیے سواری تیار ہو چکی تھی انہوں نے سفر کے کپڑے پہنے' پھر کھانا منگوایا اسے کھالیا' میں نے ان سے کہا: کیا یہ سنت سے ثابت ہے۔ انہوں نے فرمایا: سنت یہی ہے' پھر وہ سوار ہو گئے۔

محمد بن کعب بیان کرتے ہیں: میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رمضان کے مہینے میں حاضر ہوا' اس کے بعد انہوں نے پوری روایت نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

محمد بن جعفر نامی راوی' محمد بن جعفر بن کثیر مدنی ہیں اور ثقہ ہیں' یہ اسماعیل بن جعفر اور عبداللہ بن جعفر کے بھائی ہیں' جو ابن نجیح ہیں' یہ علی بن مدینی کے والد ہیں۔

یحییٰ بن معین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: مسافر کو اس بات کا اختیار ہے: وہ اپنے گھر سے نکلنے سے پہلے کچھ کھا پی لے۔

تاہم اسے یہ اختیار نہیں ہے: جب تک وہ اپنے شہر یا بستی کی آبادی سے باہر نہیں چلا جاتا' اس وقت تک نماز قصر کرے۔

اسحٰق بن ابراہیم اس بات کے قائل ہیں۔

شرح

سفر کا روزہ اور اس کے توڑنے میں مذاہب آئمہ:

سفر کا آغاز کرنے سے قبل روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ جتنے دنوں کا روزہ ترک کیا ہو، اتنے دنوں کی قضاء کرلی جائے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حالت سفر میں رکھا ہوا روزہ توڑا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حالت سفر میں رکھا گیا روزہ توڑا جاسکتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام شافعی اور

حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حالت سفر میں رکھا گیا روزہ توڑنا جائز نہیں ہے۔ البتہ توڑنے کی صورت میں تمام آئمہ کے نزدیک اس کی قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں ہے۔

حدیث باب میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ آغاز سفر سے قبل کھانا کھانا مسنون ہے تا کہ دوران سفر اس کی محتاجی نہ ہو۔ اگر سفر رمضان المبارک میں تو دن کے وقت کھانا کھانا آداب رمضان کے خلاف ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تُحْفَةِ الصَّائِمِ

باب 77: روزہ دار شخص کا تحفہ

730 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَرِيْفٍ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ مَاْمُوْنٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: تُحْفَةُ الصَّائِمِ الدُّهْنُ وَالْمِجْمَرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذَاكَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سَعْدِ بْنِ طَرِيْفٍ وَّسَعْدُ بْنُ طَرِيْفٍ يُضَعَّفُ وَيُقَالُ عُمَيْرُ بْنُ مَاْمُوْمٍ اَيْضًا

◆◆ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: روزہ دار شخص کو دیا جانے والا تحفہ تیل اور خوشبو ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اس کی سند کو صرف اسی حوالے سے جانتے ہیں اور سعد بن طریف کے حوالے سے جانتے ہیں اس سعد کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

ایک قول کے مطابق یہ عمیر بن مامون کا نام عمیر بن ماموم ہیں۔

شرح

روزہ دار کا تحفہ:

اس حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر روزہ دار کسی کے ہاں بطور مہمان جائے تو رمضان اور روزہ کے آداب کی وجہ سے اسے کھانا اور مشروب پیش نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اسے بطور تحفہ تیل اور خوشبو پیش کی جا سکتی ہے۔ حالت روزہ میں تیل اور خوشبو دونوں کا استعمال جائز ہے۔ تحفہ پیش کرنا بھی چاہیے کیونکہ اس سے باہم محبت اور رشتہ اخوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى مَتٰى يَكُوْنُ

باب 78: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کب ہوتی ہے؟

731 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ

عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: اَلْفِطْرُ يَوْمَ يُفْطِرُ النَّاسُ وَالْاَضْحٰى يَوْمَ يُضَحِّي النَّاسُ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَاَلْتُ مُحَمَّدًا قُلْتُ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ مِنْ عَآئِشَةَ قَالَ نَعَمْ يَقُوْلُ فِيْ حَدِيْثِهٖ سَمِعْتُ عَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عیدالفطر اس دن ہوتی ہے' جب لوگ عیدالفطر کرتے ہیں اور عیدالاضحیٰ اس دن ہوتی ہے' جب لوگ قربانی کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: میں نے ان سے کہا: محمد بن منکدر نے یہ روایت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی ہے' انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ انہوں نے اپنی حدیث میں یہ بات کہی ہے: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات سنی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے۔ ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

عیدین کے مواقع:

عیدین کے حوالے سے تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ مسلمان اسلامی نقطۂ نظر سے سال میں دو عیدیں مناتے ہیں: (۱) عیدالفطر: یہ عید یکم شوال کو منائی جاتی ہے' جو رمضان کے روزوں کی تکمیل کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ (۲) عیدالاضحیٰ: یہ عید ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت قربانی کرنا ہے۔ یہ عید اس سنت کی تکمیل کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِعْتِكَافِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ

باب 79: اعتکاف سے اٹھنا

732 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ قَالَ اَنْبَاَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْمُعْتَكِفِ اِذَا قَطَعَ اعْتِكَافَهٗ قَبْلَ اَنْ يُّتِمَّهٗ عَلٰى مَا نَوٰى فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا نَقَضَ اعْتِكَافَهٗ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَاحْتَجُّوْا بِالْحَدِيْثِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنِ اعْتِكَافِهٖ فَاعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ وَّهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ عَلَيْهِ نَذْرُ اعْتِكَافٍ اَوْ شَيْءٌ

اَوْجَبَهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ وَكَانَ مُتَطَوِّعًا فَخَرَجَ فَلَيْسَ عَلَيْهِ اَنْ يَّقْضِيَ اِلَّا اَنْ يُّحِبَّ ذٰلِكَ اخْتِيَارًا مِّنْهُ وَلَا يَجِبُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ قَالَ الشَّافِعِيُّ فَكُلُّ عَمَلٍ لَّكَ اَنْ لَّا تَدْخُلَ فِيْهِ فَاِذَا دَخَلْتَ فِيْهِ فَخَرَجْتَ مِنْهُ فَلَيْسَ عَلَيْكَ اَنْ تَقْضِيَ اِلَّا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر سال رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ایک سال آپ نے اعتکاف نہیں کیا' جب اگلا سال آیا تو آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے' جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

اہلِ علم نے اعتکاف کرنے والے اس شخص کے بارے میں اختلاف کیا ہے جو اپنا اعتکاف پورا ہونے سے پہلے توڑ دیتا ہے' جس کی اس نے نیت کی تھی۔

بعض اہلِ علم یہ کہتے ہیں: جب کوئی شخص اپنے اعتکاف کو توڑ دیتا ہے' تو اس پر قضاء لازم ہوگی' انہوں نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے: نبی اکرم ﷺ اعتکاف سے اٹھ گئے تھے' پھر آپ نے شوال کے مہینے میں دس دن اعتکاف کیا تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر آدمی نے اعتکاف کی نذر نہیں مانی تھی یا کوئی اور چیز ایسی نہیں تھی' جو اس نے اپنے اوپر لازم کی ہو' اور یہ صرف نفلی اعتکاف تھا' تو وہ اعتکاف سے اٹھ کر جا سکتا ہے' اس پر کسی بھی قسم کی قضاء کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی' لیکن اگر آدمی نے اپنے اختیار کے ساتھ اپنے اوپر اس کو واجب کیا تھا (یعنی نذر مانی تھی) تو اس کی قضاء لازم ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں: ہر وہ عمل جسے آپ شروع کرتے ہیں' جب آپ اسے شروع کر دیتے ہیں' تو اس سے باہر آ سکتے ہیں' آپ پر اس کی قضاء لازم نہیں ہوگی' صرف حج اور عمرے میں آپ پر قضاء لازم ہوگی۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

بَاب الْمُعْتَكِفِ يَخْرُجُ لِحَاجَتِهٖ اَمْ لَا

باب 80: اعتکاف کرنے والا شخص قضائے حاجت کے لیے (مسجد سے) باہر جا سکتا ہے یا نہیں؟

733 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ قِرَاءَةً عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَكَفَ اَدْنٰى اِلَيَّ رَاْسَهٗ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسانیدِ دیگر: هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ

عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

وَالصَّحِيْحُ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا اعْتَكَفَ الرَّجُلُ اَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنِ اعْتِكَافِهٖ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ وَاجْتَمَعُوْا عَلٰى هٰذَا اَنَّهٗ يَخْرُجُ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ لِلْغَائِطِ وَالْبَوْلِ

ثُمَّ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَشُهُوْدِ الْجُمُعَةِ وَالْجَنَازَةِ لِلْمُعْتَكِفِ فَرَاَى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنْ يَّعُوْدَ الْمَرِيضَ وَيُشَيِّعَ الْجَنَازَةَ وَيَشْهَدَ الْجُمُعَةَ اِذَا اشْتَرَطَ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ

وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ لَهٗ اَنْ يَّفْعَلَ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا وَرَاَوْا لِلْمُعْتَكِفِ اِذَا كَانَ فِيْ مِصْرٍ يُجَمَّعُ فِيْهِ اَنْ لَّا يَعْتَكِفَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدِ الْجَامِعِ لِاَنَّهُمْ كَرِهُوا الْخُرُوْجَ لَهٗ مِنْ مُّعْتَكِفِهٖ اِلَى الْجُمُعَةِ وَلَمْ يَرَوْا لَهٗ اَنْ يَّتْرُكَ الْجُمُعَةَ فَقَالُوْا لَا يَعْتَكِفُ اِلَّا فِيْ مَسْجِدِ الْجَامِعِ حَتّٰى لَا يَحْتَاجَ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْ مُّعْتَكِفِهٖ لِغَيْرِ قَضَاءِ حَاجَةِ الْاِنْسَانِ لِاَنَّ خُرُوْجَهٗ لِغَيْرِ حَاجَةِ الْاِنْسَانِ قَطْعٌ عِنْدَهُمْ لِلْاِعْتِكَافِ

وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَقَالَ اَحْمَدُ لَا يَعُوْدُ الْمَرِيضَ وَلَا يَتْبَعُ الْجَنَازَةَ عَلٰى حَدِيْثِ عَآئِشَةَ وَقَالَ اِسْحٰقُ اِنِ اشْتَرَطَ ذٰلِكَ فَلَهٗ اَنْ يَّتْبَعَ الْجَنَازَةَ وَيَعُوْدَ الْمَرِيضَ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ جب حالت اعتکاف میں ہوتے تھے' تو آپ اپنا سر میری طرف بڑھا دیتے تھے' میں اس میں کنگھی کر دیا کرتی تھی' تاہم آپ صرف قضائے حاجت کے لیے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس کو اس طرح کئی راویوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، ابن شہاب کے حوالے سے، عروہ کے حوالے سے، عمرہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

تاہم درست روایت وہ ہے' جو عروہ کے حوالے سے، عمرہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

لیث بن سعد نے اسے اسی طرح' ابن شہاب کے حوالے سے' عروہ کے حوالے سے، عمرہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' جب کوئی شخص اعتکاف کرتا ہے' تو وہ اپنے اعتکاف سے صرف قضائے حاجت کے لیے باہر آ سکتا ہے۔

انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے: آدمی پاخانہ یا پیشاب کرنے کے لیے باہر آ سکتا ہے۔

پھر بیمار کی عیادت کرنے اور جمعہ میں شریک ہونے یا جنازے کی نماز میں شریک ہونے کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف

کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کے نزدیک اعتکاف کرنے والا شخص بیمار کی عیادت کرسکتا ہے، جنازے کے ساتھ جاسکتا ہے، جمعہ میں شریک ہوسکتا ہے جبکہ اس نے (نیت کرتے ہوئے) ان کی شرط رکھی ہو۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہل علم کے نزدیک ایسا شخص ان کاموں میں سے کوئی بھی کام نہیں کرسکتا ان حضرات کے نزدیک اعتکاف کرنے والا شخص اگر بڑے شہر میں موجود ہو جہاں جمعہ ادا کیا جاتا ہو تو وہ صرف اسی مسجد میں اعتکاف کرے گا جو "جامع" ہو ان حضرات کے نزدیک حالت اعتکاف والے شخص کا اپنے اعتکاف کی وجہ سے نکل کر جمعہ کے لیے جانا مکروہ ہے تاہم ان حضرات کے نزدیک اس شخص کو جمعہ ترک کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ وہ حضرات یہ فرماتے ہیں: اس لیے وہ شخص صرف اسی مسجد میں اعتکاف کرے گا جو "جامع" ہو تاکہ قضائے حاجت کے علاوہ اسے کسی دوسرے کام سے باہر نہ جانا پڑے اس کی وجہ یہ ہے: قضائے حاجت کے علاوہ اور کسی کام کی وجہ سے باہر نکلنے سے ان حضرات کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسا شخص بیمار کی عیادت نہیں کرسکتا، جنازے میں شریک نہیں ہوسکتا۔ اس کی دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ہے۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: اگر اس نے یہ شرط رکھی ہو تو اسے جنازے کے ساتھ جانے کا اور بیمار کی عیادت کرنے کا اختیار ہوگا۔

شرح

اعتکاف سے فراغت کا مسئلہ:

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔ جو رمضان کی بیسویں تاریخ کے غروب آفتاب سے شروع ہو کر اختتام رمضان یعنی رمضان کی انتیسویں یا تیسویں تاریخ کے غروب تک ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد یہ اعتکاف بڑے اہتمام اور باقاعدگی سے کیا کرتے تھے۔ ایک سال آپ یہ اعتکاف نہ کرسکے تو آئندہ سال کے رمضان میں آپ نے دو عشروں کا اعتکاف فرمایا، شوال کا چاند نظر آتے ہی معتکف اعتکاف سے فارغ ہو جائے گا۔

اعتکاف توڑنے میں مذاہب آئمہ:

کوئی شخص اعتکاف بیٹھ کر توڑ دے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قضاء واجب ہے کیونکہ نفلی عبادت شروع کرنے سے اس کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: **وَلَا تُبْطِلُوا اَعْمَالَكُمْ** (تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو)۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اعتکاف توڑنے سے اس کی قضاء واجب نہیں ہوتی کیونکہ نفلی

عبادت شروع کرنے سے قبل جس طرح واجب نہیں ہوتی بالکل اسی طرح اس کے شروع کرنے سے بھی واجب نہیں ہوتی۔

معتکف حالت اعتکاف میں بلاعذر شرعی مسجد سے باہر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ البتہ مسجد میں کھڑا ہو کر اپنے ہاتھ مسجد سے نکال کر کوئی چیز پکڑ سکتا ہے یا پکڑا سکتا ہے۔ شرعی عذر دو ہو سکتے ہیں: (۱) عذر طبعی مثلاً پیشاب' پاخانہ اور غسل فرض، (۲) عذر غیر طبعی مثلاً نماز جمعہ اور وضو وغیرہ۔

اعتکاف قضاء میں روزہ شرط ہے۔ اگر رمضان میں اعتکاف قضاء کیا تو رمضان کا روزہ ہی کافی ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

باب 81: رمضان میں رات کے وقت نوافل ادا کرنا

734 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُرَشِيِّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ

متنِ حدیث: صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ مِّنَ الشَّهْرِ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا فِي السَّادِسَةِ وَقَامَ بِنَا فِي الْخَامِسَةِ حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْنَا لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِنَا هٰذِهِ فَقَالَ اِنَّهٗ مَنْ قَامَ مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ ثَلَاثٌ مِّنَ الشَّهْرِ وَصَلّٰى بِنَا فِي الثَّالِثَةِ وَدَعَا اَهْلَهٗ وَنِسَائَهٗ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى تَخَوَّفْنَا الْفَلَاحَ قُلْتُ لَهٗ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ السُّحُوْرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ فَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنْ يُّصَلِّيَ اِحْدٰى وَاَرْبَعِيْنَ رَكْعَةً مَّعَ الْوِتْرِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ وَاَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّغَيْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَهٰكَذَا اَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَقَالَ اَحْمَدُ رُوِيَ فِيْ هٰذَا اَلْوَانٌ وَّلَمْ يُقْضَ فِيْهِ بِشَيْءٍ وَقَالَ اِسْحٰقُ بَلْ نَخْتَارُ اِحْدٰى وَاَرْبَعِيْنَ رَكْعَةً عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّاخْتَارَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْاِمَامِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَاخْتَارَ الشَّافِعِيُّ اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ وَحْدَهٗ اِذَا كَانَ قَارِئًا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روزے رکھے' لیکن آپ نے ہمیں (تراویح کی) نماز نہیں پڑھائی' یہاں تک کہ مہینے کے سات دن باقی رہ گئے (یعنی 23 ویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی اور ایک تہائی رات تک نماز پڑھاتے رہے' پھر آپ نے 24 ویں رات میں نماز نہیں پڑھائی' پھر 25 ویں رات میں نصف رات

تک نماز پڑھائی' ہم نے یہ عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ باقی رہ جانے والی رات میں بھی ہمیں نماز پڑھا دیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص امام کی نماز ختم کرنے تک اس کے ساتھ نوافل ادا کرتا رہے اس کے نامہ اعمال میں پوری رات نفل پڑھنے کا ثواب ملتا ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اگلی رات نماز تراویح نہیں پڑھائی اور 27 ویں رات کو آپ نے ہمیں نماز پڑھائی' آپ نے ہمارے ساتھ گھر والوں کو اور خواتین کو بھی بلالیا' یہاں تک کہ ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ ''فلاح'' کا وقت بھی نہ نکل جائے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے دریافت کیا: ''فلاح'' سے مراد کیا ہے' انہوں نے جواب دیا: سحری۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے تراویح کی نماز کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک آدمی اس میں 41 رکعات پڑھے گا' جس میں ایک رکعت وتر ہوگی اور اہلِ مدینہ اسی بات کے قائل ہیں۔

مدینہ منورہ میں ان حضرات کے نزدیک اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک وہ بات ہے' جو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان دونوں کے علاوہ' دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے: اس کی 20 رکعت ہوں گی۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

ہم نے مکہ مکرمہ میں اس طریقے کو پایا ہے' یہ لوگ بھی 20 رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں' اس لیے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں کوئی باقاعدہ فیصلہ نہیں دیا۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم 41 رکعات والی روایت کو اختیار کریں گے' جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان کے مہینے میں باجماعت تراویح ادا کرنے کو اختیار کیا ہے۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آدمی تنہا کھڑے ہو کر نماز ادا کرے گا جبکہ وہ قرأت کر سکتا ہو۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

نماز تراویح کا مسئلہ:

نماز تراویح کا اصل نام ''قیام اللیل'' ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے رات کے نوافل اور اصطلاحی معنی ہے نماز عشاء کے بعد اور سونے سے قبل نماز نوافل ادا کرنا۔ دورِ رسالت میں یہ نماز باقاعدہ باجماعت نہیں پڑھی جاتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دن نماز تراویح باجماعت پڑھائی تھی اور آپ نے بیس رکعت پڑھائی تھی۔ پھر آپ نے انفرادی طور پر یہ نماز ادا کی تاکہ اُمت پر فرض نہ ہو جائے اور اس کی ادائیگی دشوار نہ ہو جائے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں باجماعت نماز تراویح کا اہتمام کیا۔ ایک دن آپ مسجد نبوی میں اس وقت تشریف لائے کہ لوگ باجماعت تراویح پڑھ رہے تھے۔ آپ بہت خوش ہوئے اور آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: نعمت البدعة هٰذه' (صحیح بخاری رقم

الحدیث:۲۰۱۰) یہ ایک اچھی بدعت ہے۔ یہ باجماعت پڑھی جانے والی نماز تراویح بیس رکعت تھی۔ حرمین شریفین میں لوگ نسل درنسل تا حال بیس رکعت نماز تراویح پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جماعت کے بغیر بیس رکعت نماز وتراویح ادا فرماتے تھے۔ (طبرانی، بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ)

آئمہ اربعہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے۔

۱-سوال: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات نماز تراویح پڑھائی جس سے اس نماز کا جواز واستحباب معلوم ہوتا ہے نہ کہ سنت مؤکدہ کفایہ؟

جواب: نماز تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا اس روایت سے ثابت ہے: **ان اللہ تبارك و تعالٰی فرض صیام رمضان علیکم و سنت لکم قیامه** الخ (سنن نسائی ج ۱ص ۳۰۸) (بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے تم پر فرض قرار دیے جبکہ اس کا قیام (نماز تراویح) تمہارے لیے سنت قرار دی)۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **علیکم بسنتی و سنة الخلفاء المهديين الراشدين** (سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۶۳۸) تم پر میرا طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ ضروری ہے)۔

۲-سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ نے بیس رکعت نماز تراویح ادا فرمائی تھی؟

جواب: اس سلسلے میں حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة** (مؤطا امام مالک، ص ۹۸) (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیس رکعت ادا کرتے تھے) یعنی بیس رکت نماز تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔ بیس رکعت نماز تراویح کا تعین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا تھا جس کا انکار کسی صحابی سے بھی ثابت نہیں ہے۔

۳-سوال: اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے فرماتی ہیں: **ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرہ رکعة** (الصحیح للبخاری جلد اول ص ۲۶۹) (آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ ادا نہیں فرماتے تھے)۔ گویا آٹھ رکعت نماز تراویح سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادا نہیں فرماتے تھے۔ اس طرح یہ روایت حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعارض ہے؟

جواب: اس حدیث کا مصداق نماز تراویح نہیں ہے بلکہ نماز تہجد ہے۔ جب اس روایت کا اطلاق نماز تراویح نہیں ہوسکتا تو حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کی روایت کے ہرگز معارض نہ ہوئی۔

نماز تراویح کے حوالے سے چند فقہی مسائل

نماز تراویح کے حوالے سے چند ایک فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ نماز تراویح خواتین وحضرات پر بالاجماع سنت مؤکدہ ہے۔

☆ جمہور فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے۔ یہی مسئلہ حدیث سے، خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے۔

☆ اس کا وقت نمازعشاء کے بعد سے لے کر طلوع صبح صادق تک ہے۔نماز تراویح نماز وتر سے قبل بھی پڑھی جاسکتی ہے اور بعد میں بھی۔

☆ مستحب یہ ہے کہ نماز تراویح تہائی رات تک مؤخر کریں اور نصف رات کے بعد ادا کریں۔

☆ نماز تراویح چھوٹ جانے کی صورت میں اس کی قضاء نہیں ہے اور اگر قضاء پڑھی تو وہ نماز نوافل ہوگی۔

☆ تراویح کی بیس رکعت دس سلام سے پڑھی جائے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے۔اگر کسی نے بیسوں پڑھ کر آخر میں سلام پھیرا تو اگر ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا تو ہو جائے گی مگر کراہت کے ساتھ۔اگر قعدہ نہ کیا تو دو رکعت کے قائم مقام ہو جائیں گی۔

☆ تراویح میں ایک بار ختم قرآن سنت ہے، دوبار فضیلت اور تین بار افضل ہے۔لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم قرآن کو ترک نہ کریں۔

☆ امام اور مقتدی ہر دو رکعت پر ثناء پڑھیں اور بعد تشہد دعا بھی، ہاں اگر مقتدیوں پر گراں ہو تو تشہد کے بعد: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ، پر اکتفاء کرے۔

☆ اگر ایک ختم کرنا ہو تو بہتر ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم ہو، پھر اگر اس رات میں یا اس کے پہلے ختم ہو تو تراویح آخر رمضان تک برابر پڑھتے رہیں کہ سنت مؤکدہ ہے۔

☆ تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے اگر مسجد کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو سب گناہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھ لی تو گناہگار نہیں۔

☆ تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنا افضل ہے۔اگر گھر میں جماعت سے پڑھی تو جماعت کے ترک کا گناہ نہ ہوا مگر ثواب نہ ملے گا جو مسجد میں پڑھنے کا تھا۔

☆ آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اُجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔

☆ نابالغ بچے کے پیچھے بالغین کی تراویح نہ ہوگی، یہی صحیح ہے۔

☆ رمضان میں وتر جماعت سے پڑھنا افضل ہے خواہ اسی امام کے پیچھے جس کے پیچھے عشاء و تراویح پڑھی یا دوسرے کے پیچھے۔

☆ مقتدی کے لیے یہ جائز نہیں ہے بیٹھا رہے جب امام رکوع کرنے کو ہو تو کھڑا ہو جائے کہ یہ منافقین سے مشابہت ہے۔

☆ دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا کھڑا ہو گیا تو جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور سجدہ کر لیا ہو تو چار پوری کر لے مگر یہ دو شمار کی جائیں گی اور جو دو پر بیٹھ چکا ہے تو چار ہوئیں۔

☆ داڑھی منڈے یا خشخشی رکھنے والے یا حد شرع سے کم رکھنے والے کی اقتداء میں تراویح جائز نہیں ہے۔

(ماخوذ از کتب فقہ بہار شریعت مدنیہ جلد اول از صفحہ ۶۸۸ تا ۶۹۵)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا

باب 82: جوشخص روزہ دار کوافطاری کروائے اس کی فضیلت

735 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِىْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهِ غَيْرَ اَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جوشخص کسی روزہ دار کوافطاری کروائے تو اسے اس روزہ دار کی مانند اجر ملتا ہے اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

روزہ افطار کرانے کی فضیلت:

اس حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے جوشخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کراتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر اجر عطا فرماتا ہے، جبکہ روزہ دار کے اجر میں کمی نہیں کی جاتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خیال کیا کہ شاید اللہ تعالیٰ یہ اجر کسی اعلیٰ وعمدہ چیز سے روزہ افطار کرانے پر عطاء فرماتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص روزہ دار کا روزہ افطار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ یہ اجر اس شخص کو عطا کرے گا جو کسی کا روزہ ایک گھونٹ دودھ یا ایک گھونٹ پانی یا ایک کھجور سے افطار کرائے۔ جوشخص کسی کوافطاری کے وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا، تو اسے قیامت کے دن میرے حوض کوثر سے پانی پلائے گا کہ اسے پیاس نہیں لگے گی حتیٰ کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کوافطار کرانے کا ثواب اور پیٹ بھر کر کھانا کھلانے کا اجر اور ہے۔

بَاب التَّرْغِيبِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ وَمَا جَآءَ فِيْهِ مِنَ الْفَضْلِ

باب 83: رمضان کے مہینے میں تراویح ادا کرنے کی ترغیب اور اس کی فضیلت

736 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ بِعَزِيْمَةٍ وَّيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِىْ بَكْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلٰى ذٰلِكَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ اَیْضًا عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ رمضان کے مہینے میں لازمی حکم دیے بغیر تراویح ادا کرنے کی ترغیب دیتے تھے آپ ﷺ یہ فرماتے تھے: جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان میں نوافل ادا کرے گا اس شخص کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔ (راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں یہی معمول رہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں یہی معمول رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں یہی معمول رہا۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث منقول ہے۔ یہی روایت زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، عروہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نماز تراویح کی ترغیب و تلقین اور اس کا ثواب:

گزشتہ سے پیوستہ باب کی روایت میں نماز تراویح کے حوالے سے تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ دور رسالت میں باقاعدہ باجماعت نماز تراویح کا اہتمام نہیں تھا اور اسی طرح دور صدیقی میں بھی لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے باجماعت نماز تراویح کا اہتمام کیا جو تا حال انقطاع و فصل کے بغیر جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکماً نہیں مگر ترغیباً نماز تراویح کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ نے اس حوالے سے بایں الفاظ اعلان فرمایا: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ: (مشکوٰۃ،ص۱۷۳) "جو شخص ایمان کی حالت میں حصول ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کرتا ہے، اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں"۔ اس حدیث میں قیام سے مراد نماز تراویح ہے اور بیک وقت فضیلت و ترغیب دونوں امور نہایت جامعیت سے بیان کیے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الْحَجِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

حج کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حُرْمَةِ مَکَّةَ

باب 1: مکہ مکرمہ کا حرم ہونا

حج کا مفہوم وتاریخ:

لفظ''حج'' کا لغوی معنی ہے قصد وارادہ۔ اصطلاحی مفہوم ہے احرام کی حالت میں مخصوص دنوں میں مخصوص ارکان ومناسک ادا کرنا مثلاً طواف زیارت، سعی صفاومروہ، قیام عرفات ومزدلفہ، رمی جمار اور طواف الوداع۔

حج بدنی ومالی عبادت ہے جو ارکان اسلام میں سے ایک ہے، جن پر قصرِ اسلام استوار کیا گیا ہے دیگر عبادات کی طرح اس کی فرضیت قطعی ہے، جس کا منکر کافر اور ادا نہ کرنے والا سخت گناہگار ہے۔ اس کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً (البقرہ) اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

۸ھ میں حج فرض ہوا۔ ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قیامت میں پہلا حج ادا کیا۔ ۱۰ھ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں حج بیت اللہ ادا کیا۔ یہ حج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اور آخری تھا جبکہ صحابہ کرام کا دوسرا حج تھا۔ ۱۱ھ میں حج کا موقع آنے سے قبل آپ جوار رحمتہ باری تعالیٰ میں پہنچ گئے۔

737 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْعَدَوِیِّ

متنِ حدیث: اَنَّہٗ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ وَّھُوَ یَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰی مَکَّةَ ائْذَنْ لِیْ اَیُّھَا الْاَمِیْرُ اُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ یَّوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْہُ اُذُنَایَ وَوَعَاہُ قَلْبِیْ وَاَبْصَرَتْہُ عَیْنَایَ حِیْنَ تَکَلَّمَ بِہٖ اَنَّہٗ حَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَکَّةَ حَرَّمَھَا اللّٰہُ وَلَمْ یُحَرِّمْھَا النَّاسُ وَلَا یَحِلُّ لِامْرِئٍ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّسْفِكَ فِیْھَا دَمًا اَوْ یَعْضِدَ بِھَا شَجَرَةً فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْھَا فَقُوْلُوْا لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ اَذِنَ لِرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَاْذَنْ لَكَ وَاِنَّمَا اَذِنَ لِیْ فِیْہِ سَاعَةً مِّنَ النَّھَارِ وَقَدْ

عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِاَبِيْ شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ اَنَا اَعْلَمُ مِنْكَ بِذٰلِكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ اِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَيُرْوٰى وَلَا فَارًّا بِخِزْيَةٍ

في الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ شُرَيْحٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيُّ اسْمُهٗ خُوَيْلِدُ بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ الْعَدَوِيُّ وَهُوَ الْكَعْبِيُّ

قول امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ يَعْنِي الْجِنَايَةَ يَقُوْلُ مَنْ جَنٰى جِنَايَةً اَوْ اَصَابَ دَمًا ثُمَّ لَجَاَ اِلَى الْحَرَمِ فَاِنَّهٗ يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ

◆◆ حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد سے کہا' جب وہ مکہ مکرمہ کی طرف لشکر روانہ کرنے لگا۔ اے امیر! تم مجھے اجازت دو! میں تمہیں وہ بات بتاؤں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمائی تھی' جب آپ فتح مکہ کے اگلے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ اس بات کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے ذہن نے اسے محفوظ رکھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کر رہے تھے' تو میری آنکھوں نے آپ کو دیکھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا تھا:

''بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے' اسے لوگوں نے حرم قرار نہیں دیا' اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے۔ وہ یہاں خون بہائے یا یہاں کسی درخت کو کاٹے' اگر کوئی شخص اللہ کے رسول کے اس میں جنگ کرنے سے رخصت حاصل کرنے کی کوشش کرے' تو تم اسے کہہ دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دی تھی' اس نے تمہیں اجازت نہیں دی ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اس نے مجھے بھی صرف دن کے ایک مخصوص حصے میں اس کی اجازت دی' اب اس کی حرمت اسی طرح واپس آ گئی ہے' جیسے گزشتہ کل تھی' موجود شخص غیر موجود لوگوں تک یہ بات پہنچا دے''۔

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا' تو انہوں نے بتایا: وہ بولا: میں اس بارے میں آپ سے زیادہ جانتا ہوں' اے ابوشریح! حرم کسی نافرمان یا خون کر کے بھاگے ہوئے شخص یا چوری کر کے بھاگنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک روایت کے مطابق اس میں لفظ ''بخزية'' استعمال ہوا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ حضرت ابوشریح خزاعی کا نام خویلد بن عمرو رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ عدوی اور کعبی ہیں لفظ ''فاراً بخربة'' کا مطلب کوئی جرم کر کے فرار ہونا ہے۔ وہ یہ کہنا چاہتا تھا: جو شخص کسی جرم کا اعتراف کرے' یا قتل کر دے اور پھر حرم کی حدود میں آ جائے' تو اس پر حد جاری ہو گی۔

شرح

مکہ مکرمہ کی عظمت وفضیلت:

مکہ مکرمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام شہروں سے افضل واعلیٰ ہے۔اس کے افضل ہونے کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بیت اللہ ہے' جس کا دیکھنا عبادت' طواف ریاضت اور مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر عطاء کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم قرار دیا ہے۔اس شہر میں موجود درختوں کو کاٹنا جائز نہیں ہے۔اس میں لڑائی و جنگ منع ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں مختصر وقت کے لیے جنگ کی اجازت دی گئی جبکہ بعد میں پھر اس کی حرمت بحال کردی گئی۔کعبہ امتیازی شان کا حامل ہے' جس کی تعمیر میں حضرت آدم' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل اور امام الانبیاء علیہم السلام نے حصہ لیا۔اس شہر کی عظمت وفضیلت میں آیات قرآنی اور احادیث نبویہ وارد ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ثَوَابِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب 2: حج اور عمرے کا ثواب

738 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِى الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّةُ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبْشِيٍّ وَّاُمِّ سَلَمَةَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کرو' کیونکہ یہ دونوں غربت اور گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں' جس طرح بھٹی لوہے، سونے، چاندی کے میل کو ختم کر دیتی ہے' مقبول حج کا ثواب صرف جنت ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

739 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَازِمٍ کُوْفِیٌّ وَّهُوَ الْاَشْجَعِیُّ وَاسْمُهٗ سَلْمَانُ مَوْلٰی عَزَّةَ الْاَشْجَعِیَّةِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص حج کرے اور اس میں فحش کلامی نہ کرے اور کوئی گناہ نہ کرے تو اس کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول احادیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوحازم کوفی' یہ اشجعی ہیں' ان کا نام سلمان' یہ عزہ الاشجعیہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

شرح

حج اور عمرہ کے فضائل:

حج اور عمرہ کے فضائل کے حوالے سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ سوال کیا گیا: پھر کونسا عمل افضل ہے؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا: حج مبرور (الصحیح للبخاری' جلد اوّل ص ۲۱)

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج کیا، اس میں فحش کلام نہ کیا اور فسق نہ کیا تو وہ گناہوں سے ایسے پاک وصاف ہو جاتا ہے کہ جیسے ابھی وہ والدہ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (الصحیح للبخاری' جلد اوّل ص ۵۱۲)

(۳) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ (الصحیح للمسلم' جلد اوّل ص ۷۶)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک درمیان میں کیے گئے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور حج مبرور کا اجر جنت ہے۔ (الصحیح للبخاری' جلد اوّل ص ۵۸۶)

(۵) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کمزوروں کے لیے حج' جہاد کا درجہ رکھتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث ص ۲۹۰۲)

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ مفلسی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے کھوٹ کو دور کر دیتی ہے۔ حج مبرور کا اجر جنت ہے۔ (جامع ترمذی' ص ۲۱۸)

(۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان المبارک میں عمرہ میرے ساتھ حج ادا کرنے کے برابر ہے۔ (الصحیح للبخاری' جلد اوّل ص ۶۱۴)

(۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاجی اپنے اہل خانہ میں سے

چارسو کے حق میں شفاعت کرے گا اور وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا جیسا کہ وہ ابھی والدہ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

(مسند البزار ج۸ص۱۶۹)

(۹) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آیا تو اس کے سابقہ اور لاحقہ سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں یا اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (سنن ابی داؤد جلد ثانی ص۲۰۱)

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اعلان فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا تم حج کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ نے خاموشی اختیار فرمائی، اس صحابی نے تین بار اپنے سوال کا اعادہ کیا۔ آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم وہ نہ کر سکتے۔ فرمایا: جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں تم مجھ سے سوال نہ کیا کرو، تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور انبیاء کرام کی مخالفت کے باعث ہلاک ہوئے۔ اس لیے جب میں تمہیں کسی معاملے میں حکم دوں تو اسے بجا لاؤ اور جب تمہیں کسی کام سے روکوں تو اس سے باز آ جاؤ۔ (الصحیح للمسلم جلد اوّل ص۶۹۸)

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّغْلِيظِ فِيْ تَرْكِ الْحَجِّ

باب 3: حج ترک کرنے کی شدید مذمت

740 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلٰى رَبِيْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ الْبَاهِلِيِّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ مَلَكَ زَادًا وَّرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ اَنْ يَّمُوْتَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا وَّذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ فِيْ كِتَابِهٖ (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ

توضیحِ راوی: وَّهِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَجْهُوْلٌ وَّالْحَارِثُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اتنے سامان اور سواری کا مالک ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکتی ہو اور پھر وہ حج نہ کرے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے''۔

اس کی وجہ یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا، جو شخص وہاں تک جا سکتا ہو، لوگوں پر لازم ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے، ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اس کی سند میں کچھ کلام ہے۔

ہلال بن عبداللہ مجہول ہے، اور حارث نامی راوی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

شرح

ترکِ حج کی وعید و مذمت:

نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی مثل حج بھی ایک فرض عبادت ہے۔ اس کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے۔ جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے، وہاں کے اور اہلِ خانہ کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو، وہ فوراً حج کرنے کی کوشش کرے ورنہ زندگی بھر اس کا وقت ہے۔ زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے اور ایک سے زائد بار حج کرنا سعادت وفضیلت ہے۔ حج کا انکار کفر ہے۔ اس کی ادائیگی میں تاخیر کے سبب انسان گناہگار نہیں ہوگا۔

فرضیت حج علی الفور یا علی التراخی کے حوالے سے مذاہب آئمہ

فرضیت حج علی الفور یا علی التراخی کے حوالے سے آئمہ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فرضیت حج علی الفور واجب ہے۔ (۲) حضرت امام محمد اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فرضیت حج علی التراخی واجب ہے۔ (۳) حضرت امام احمد بن حنبل احمد اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) فرضیت علی الفور ہے۔ (۲) فرضیت حج علی التراخی ہے۔ تمام آئمہ کے درمیان ثمرہ اختلاف قضاء وادا کی شکل میں ظاہر نہیں ہوگا بلکہ حق اثم کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

سوال: جب حج بیت اللہ ۸ھ میں فرض ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الفور اسے ادا نہ کیا بلکہ آپ نے ۱۰ھ میں حج اللہ ادا کیا، تو یہ تاخیر وتراخی کیوں کی گئی؟

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معقول عذر کی بناء پر ۱۰ھ تک انتظام کیا تھا کیونکہ یہ سال آپ کی زندگی کا آخری اور فیصلہ کن تھا۔ اس لیے اس میں تکمیل دین کا حکم نازل ہوا اور مناسب تر یہی تھا کہ حج کے خطبہ کے دوران اس صورت حال کا بھی سب لوگوں میں اعلان کر دیا جائے۔

سوال: حدیث باب کے متن کا مطالعہ کیا جائے تو انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ مسلمان کو یہودی یا نصرانی ہونے کا اختیار حاصل ہے؟

جواب: اس روایت میں مسلمان کو یہودی یا نصرانی بننے کی اجازت کے حوالے سے گفتگو نہیں کی گئی بلکہ ترک حج کی وعید و مذمت بیان کی جارہی ہے۔ حدیث باب کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حج بیت اللہ کی وجہ سے انسان کا ایمان مضبوط و مستحکم ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِيجَابِ الْحَجِّ بِالزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ

باب 4: زادِ راہ اور سواری کی وجہ سے حج کا واجب ہونا

741 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُوجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا مَلَكَ زَادًا وَّرَاحِلَةً وَّجَبَ عَلَيْهِ الْحَجُّ

توضیحِ راوی: وَاِبْرَاهِيْمُ هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ الْخُوزِيُّ الْمَكِّيُّ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ حج کو کون سی چیز واجب کرتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زادِ راہ اور سواری۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' جو شخص زادِ راہ اور سواری کا مالک ہو' تو اس پر حج واجب ہو جائے گا۔

ابراہیم بن یزید خوزی مکی ہیں' بعض اہلِ علم نے ان کے حافظے کے حوالے سے کلام کیا ہے۔

شرح

زادِ راہ اور سواری پر قدرت وجوبِ حج کے اسباب ہیں:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کعبہ تک پہنچنے' وہاں کے اور اپنے اہل خانہ کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو' اس پر حج فرض ہے یعنی زادِ راہ اور سواری کا اہتمام دونوں وجوہات حج کے اسباب ہیں۔ قرآن کریم میں یہ مسئلہ بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط (آل عمران: ۹۷) (اور لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں)۔

حج کے فقہی مسائل

کوئی مضمون اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک فقہی جزیات سے استفادہ نہ کیا جائے اور اس کا ''مالہ وماعلیہ'' کا جائزہ نہ لیا جائے۔ چنانچہ حج بیت اللہ کے فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

(۱)-وجوب حج کی شرائط

وجوب حج کی آٹھ شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) اسلام: یعنی مسلمان ہونا' لہٰذا کافر وغیرہ پر حج نہیں ہے۔(۲) علم فرضیت حج: اگر کوئی مسلمان دار الحرب میں ہو' تو اسے اس کی فرضیت کا علم ہونا ضروری ہے۔ (۳) بلوغ: اگر نابالغ بچہ اپنے والدین کی زیر عاطفت حج کرتا ہے تو اس کی طرف سے فرضیت ادا نہیں ہوگی۔ (۴) عاقل ہونا: مجنون وغیرہ پر حج فرض نہیں ہے۔ (۵) آزاد ہونا: غلام یا کنیز پر حج فرض نہیں ہے۔ (۶) صحت مند ہونا: جو شخص علیل' فالج زدہ اور ضعیف و کمزور ہو' اس پر حج فرض نہیں ہے۔(۷) سواری پر قدرت ہونا: سفر حج بیت اللہ کرنے کے لیے اپنی سواری ہو یا سواری کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ لہٰذا جس میں یہ شرط نہ پائی جائے اس پر حج بیت اللہ فرض نہیں ہے۔(۸) وقت: یہ تمام شرائط حج کے اوقات یعنی دنوں میں پائی جائیں۔

(۲) شرائط وجوب اداءِ حج:

وجوب اداء کی چار شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

(۱) راستہ پرامن ہونا: اگر راستہ پرخطر ہو' تو حج بیت اللہ فرض نہیں ہے، کیونکہ جان کا تحفظ بھی فرض ہے۔(۲) خاتون کے ساتھ محرم کا ہونا: گھر سے بیت اللہ تک کا اگر تین دن یا اس سے زائد ہو' تو خاتون کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہونا شرط ہے۔ تین ایام سے کم کا سفر ہو' تو عورت اکیلی بھی جاسکتی ہے۔ یہ شرط ہر عورت کے لیے ہے خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھی ہو۔ یاد رہے کہ تین دنوں کے سفر کی قید پیدل یا عام گاڑی کی صورت میں ہے۔ (۳) عورت کا عدت میں نہ ہونا: سفر حج بیت اللہ پر روانگی کے وقت عورت کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ عدت میں نہ ہو۔ (۴) قید میں نہ ہونا: چوتھی شرط وجوب اداءِ حج کی یہ ہے کہ روانگی کے وقت وہ مقید نہ ہو۔

(۳) شرائط صحت اداءِ حج

شرائط صحت اداءِ حج نو ہیں درج ذیل ہیں:

(۱) اسلام: کافر حج نہیں کرسکتا،(۲) احرام: احرام کے بغیر حج نہیں ہوتا،(۳) زمانہ: حج کے مہینوں کے مخصوص ایام ہیں جن میں حج کیا جاسکتا ہے(۴) مکان: طواف کا مقام مسجد حرام ہے۔(۵) تمیز (۶) عقل: جس شخص میں تمیز یا شعور نہ ہو مثلاً مجنون (۷) مناسک حج ادا کرنا: مناسک وارکان حج ادا کرنا لیکن جبکہ کوئی عذر موجود ہو(۸) جماع نہ ہو: احرام باندھنے کے بعد اور وقوف عرفہ و مزدلفہ سے قبل جماع کا ارتکاب نہ کرنا(۹) احرام اور حج کا ایک ساتھ ہونا: جس سال احرام باندھا اور حج بھی اسی سال میں کرنا۔

(۴) شرائط اداءِ فریضہ حج:

اداءِ فریضہ حج کی شرائط نو ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) اسلام (۲) تادم مرگ اسلام پر قائم رہنا (۳) عاقل ہونا (۴) بالغ ہونا (۵) حریت: آزاد ہونا (۶) قدرت حاصل ہونے پر خودادا کرنا (۷) نفلی حج کی نیت نہ کرنا (۸) حج بدل کی نیت نہ کرنا (۹) فاسد نہ کرنا. یعنی حج کے منافی کوئی کام نہ کرنا۔

۵-فرائض حج:

فرائض وارکان حج سات ہیں جو درج ذیل ہیں

(۱) احرام (۲) وقوف عرفہ (۳) طواف زیارت (۴) نیت کرنا (۵) ترتیب: فرائض وارکان میں ترتیب ہونا (۶) ہر رکن کو اپنے وقت میں ادا کرنا (۷) مکان: یعنی طواف کے لیے بیت اللہ اور وقوف کے لیے میدان عرفات ومزدلفہ ہونا۔

۶-واجبات حج

واجبات حج ستائیس ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) میقات سے احرام باندھنا (۲) سعی صفاومرو (۳) سعی کا صفا سے شروع کرنا نہ بالعکس (۴) پیدل سعی کرنا اگر عذر نہ ہو (۵) دن میں وقوف کرنے کی صورت میں زوال کا وقت ختم ہونے تک ہو (۶) وقوف آغاز شب تک ہونا (۷) میدان عرفات سے واپسی میں امام کی پیروی کرنا (۸) وقوف مزدلفہ (۹) عشاءین کا مزدلفہ میں ایک ساتھ ادا کرنا (۱۰) ذی الحجہ کی دسویں، گیارھویں اور بارھویں تواریخ میں تینوں جمروں کو رمی کرنا (۱۱) جمرۂ عقبہ کی رمی پہلے دن حلق سے قبل کرنا (۱۲) ہر دن کی رمی بروقت یعنی اسی دن ہونا (۱۳) حلق کروانا (۱۴) اس کا ایام نحر میں ہونا (۱۵) حرم شریف میں ہو (۱۶) قرآن وتمتع کی صورت میں قربانی کرنا (۱۷) حرم اور ایام نحر میں قربانی کرنا (۱۸) طواف افاضہ کا زیادہ حصہ ایام نحر میں ہونا (۱۹) حطیم باہر سے طواف کرنا (۲۰) طواف دائیں طرف سے شروع کرنا (۲۱) پیدل طواف کرنا (اگر عذر نہ ہو) (۲۲) طواف کے وقت جسم کا نجاست حکیہ سے پاک ہونا (۲۳) دوران طواف ستر پوشی کرنا (۲۴) طواف سے فراغت پر دوگانہ ادا کرنا (۲۵) رمی جمار، قربانی، حلق اور اور طواف میں ترتیب قائم رکھنا (۲۶) طواف صدر (۲۷) از وقوف عرفہ تا حلق جماع نہ کرنا (۲۸) اجتناب ممنوعات احرام مثلاً سلا کپڑا ازیب تن کرنا اور منہ یا سر کو چھپانا۔ (ماخوذ از ہدایہ، بہار شریعت مدنیہ جلد اول ماخوذ از صفحہ ۱۰۳۵ تا ۱۰۵۱!)

بَابُ مَا جَآءَ كَمْ فُرِضَ الْحَجُّ

باب 5: کتنی مرتبہ حج کرنا فرض ہے؟

742 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفِيْ كُلِّ عَامٍ فَسَكَتَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ عَامٍ قَالَ لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاسْمُ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عِمْرَانَ وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ فَيْرُوْزَ

◄► حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''اور لوگوں پر، اللہ تعالیٰ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا لازم ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو''۔

لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہر سال میں حج کرنا فرض ہے؟ نبی اکرم ﷺ خاموش رہے لوگوں نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہر سال میں فرض ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: نہیں! اگر میں ہاں کہہ دیتا: تو یہ واجب ہو جاتا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''اے ایمان والو! ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر انہیں تمہارے سامنے ظاہر کر دیا جائے' تو تمہیں برا لگے''۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ابوبختری نامی راوی کا نام سعید بن ابو عمران ہے' اور یہی سعید بن فیروز ہیں۔

شرح

عمر میں ایک بار حج فرض ہونے کا مسئلہ:

جب اللہ تعالیٰ نے فرضیتِ حج کا حکم نازل فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ اعلان کیا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، لہٰذا تم خوش اسلوبی سے حج بیت اللہ ادا کرو۔ اس موقع پر ایک صحابی نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ نے سکوت اختیار کیا، پھر دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج فرض ہو جاتا جو دشواری کا سبب بنتا''۔ (صحیح مسلم جلد اوّل ص ۶۹۸) صاحب حیثیت شخص پر زندگی میں ایک بار حج فرض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ہی حج ادا فرمایا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ كَمْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 6: نبی اکرم ﷺ نے کتنے حج کیے؟

743 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ زِيَادٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ ثَلَاثَ حِجَجٍ حَجَّتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّهَاجِرَ وَحَجَّةً بَعْدَ مَا هَاجَرَ وَمَعَهَا عُمْرَةٌ فَسَاقَ ثَلَاثَةً وَّسِتِّيْنَ بَدَنَةً وَّجَآءَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ بِبَقِيَّتِهَا فِيْهَا جَمَلٌ لِاَبِيْ جَهْلٍ فِيْ اَنْفِهٖ بُرَةٌ

مِّنْ فِضَّةٍ فَنَحَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَطُبِخَتْ وَشَرِبَ مِنْ مَرَقِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ وَّرَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ فِيْ كُتُبِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ زِيَادٍ قَالَ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا فَلَمْ يَعْرِفْهُ مِنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتُهٗ لَمْ يَعُدَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ مَحْفُوْظًا وَقَالَ اِنَّمَا يُرْوٰى عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ مُّجَاهِدٍ مُّرْسَلًا

◆◆ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے تین حج کیے' دو حج ہجرت کرنے سے پہلے کیے اور ایک حج ہجرت کرنے کے بعد کیا جس کے ساتھ آپ نے عمرہ بھی کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھ 63 اونٹ لے کر گئے تھے۔ بقیہ اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لے آئے تھے' ان اونٹوں میں ابوجہل کا بھی ایک اونٹ تھا اس کی ناک میں چاندی کا بنا ہوا چھلا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے بھی قربان کر دیا' پھر نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت' ہر اونٹ میں سے گوشت کا ایک حصہ لے کر انہیں اکٹھا کیا گیا' پھر اسے پکایا گیا اور نبی اکرم ﷺ نے اس کا شوربہ پیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث سفیان سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے ہم اسے صرف زید بن حباب نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن (یعنی امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھا ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں عبداللہ بن ابوزیاد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا' تو وہ ثوری کے امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' ان کے والد (امام باقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے منقول ہونے کے حوالے سے نہیں جانتے تھے اور میں نے انہیں دیکھا' انہوں نے اس حدیث کو محفوظ شمار نہیں کیا۔ انہوں نے یہ فرمایا: یہ روایت ثوری کے حوالے سے' ابواسحٰق کے حوالے سے مجاہد کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

744 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَمْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: حَجَّةً وَّاحِدَةً وَّاعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ عُمْرَةٌ فِيْ ذِى الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ وَعُمْرَةٌ مَعَ حَجَّتِهٖ وَعُمْرَةُ الْجِعِرَّانَةِ اِذْ قَسَّمَ غَنِيْمَةَ حُنَيْنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَحَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ هُوَ اَبُوْ حَبِيْبٍ الْبَصْرِیُّ هُوَ جَلِيْلٌ ثِقَةٌ وَّثَّقَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ

◆◆ قتادہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ نے کتنے حج کیے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ایک حج کیا تھا' اور آپ ﷺ نے چار عمرے کیے تھے۔ ایک عمرہ ذیقعدہ میں' ایک عمرہ حدیبیہ سے کیا تھا ایک عمرہ آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا' اور ایک عمرہ جعرانہ سے کیا تھا جب آپ نے غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حبان بن ہلال ابوحبیب بصری ہیں' یہ جلیل القدر ثقہ راوی ہیں یحییٰ بن سعید قطان نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 7: نبی اکرم ﷺ نے کتنے عمرے کیے تھے

745 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ وَعُمْرَةَ الثَّانِيَةِ مِنْ قَابِلٍ وَّعُمْرَةَ الْقَضَاءِ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةَ الثَّالِثَةِ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ وَالرَّابِعَةِ الَّتِیْ مَعَ حَجَّتِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ روایت: وَّرَوٰى ابْنُ عُيَيْنَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے چار عمرے کیے تھے ایک حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا دوسرا عمرہ اگلے برس حدیبیہ کے عمرہ کی قضا کے طور پر ذیقعدہ کے مہینے میں کیا' تیسرا عمرہ جعرانہ سے کیا تھا' اور چوتھا عمرہ وہ تھا' جو آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ اور ابن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔

ابن عیینہ نے اسے اور اس حدیث کو دینار کے حوالے سے' عکرمہ سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے چار عمرے کیے تھے۔

انہوں نے اس سند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہی روایت اور ایک جگہ عکرمہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حجوں اور عمروں کی تعداد:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو ابواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حجوں اور عمروں کے حوالے سے احادیث تخریج فرمائی ہیں۔ آپ نے کل کتنے حج ادا کیے اور عمرے کیے؟ اس بارے میں مؤرخین کی مختلف تحقیق ہے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل تین اور بعد میں ایک حج کیا یعنی آپ نے کل چار حج کیے جبکہ عمرے بھی چار ادا کیے تھے۔ راقم الحروف کا مؤقف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج او چار عمرے کیے تھے۔ اس کی تصریح حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں موجود ہے۔ آپ نے پہلا اور آخری حج ۱۰ھ میں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سمیت ۶ھ میں پہلے عمرہ کا احرام باندھا لیکن کفار کی طرف سے مزاحمت کی گئی جس کے نتیجہ میں صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ اس موقع پر آپ نے قربانی ذبح کر کے حلق کروایا اور احرام کھول دیا۔ مؤرخین نے اسے عمرہ شمار کیا ہے۔ ذی قعدہ ۷ھ میں آپ نے عمرۃ القضاء ادا کیا۔ آپ نے تیسرا عمرہ غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کرنے کے بعد ۱۸ ذی قعدہ ۸ھ میں کیا اور اس کا احرام مقام جعرانہ سے باندھا تھا۔ چوتھا اور آخری عمرہ ۱۰ھ میں حج کے ساتھ ملا کر کیا تھا۔ گویا آپ نے ''حج قران'' کیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ مِنْ اَيِّ مَوْضِعٍ اَحْرَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 8: نبی اکرم ﷺ نے کس مقام سے احرام باندھا تھا؟

746 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجَّ اَذَّنَ فِي النَّاسِ فَاجْتَمَعُوْا فَلَمَّا اَتَى الْبَيْدَاءَ اَحْرَمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَّالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے حج کرنے کا ارادہ کیا' تو آپ نے لوگوں میں اعلان کروا دیا' تو وہ اکٹھے ہو گئے' جب آپ ''بیداء'' کے مقام پر پہنچے تو آپ نے احرام باندھ لیا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

747 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: اَلْبَيْدَاءُ الَّتِيْ يَكْذِبُوْنَ فِيهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ مِنْ عِنْدِ الشَّجَرَةِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں: ''بیداء'' وہ مقام ہے' جس کے حوالے سے تم نبی اکرم ﷺ کی طرف غلط بات منسوب کرتے ہو'اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ نے ''شجرہ'' کے پاس موجود مسجد سے تلبیہ پڑھنا شروع کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَتٰى اَحْرَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 9: نبی اکرم ﷺ نے کب احرام باندھا تھا؟

748 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّ فِيْ دُبُرِ الصَّلٰوةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُ اَحَدًا رَوَاهُ غَيْرَ عَبْدِ السَّلَامِ ابْنِ حَرْبٍ وَّهُوَ الَّذِيْ يَسْتَحِبُّهُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنْ يُّحْرِمَ الرَّجُلُ فِيْ دُبُرِ الصَّلٰوةِ

◆◆ حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد تلبیہ پڑھنا شروع کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے' ہم عبدالسلام بن حرب کے علاوہ کسی شخص کو نہیں جانتے جس نے اسے روایت کیا ہو۔

اہلِ علم نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے: نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا جائے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ اور وقت:

۱۰ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اس سال ہم حج بیت اللہ کریں گے اور جو لوگ سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ تیاری کر لیں اور مکہ معظمہ میں پہنچ جائیں۔ ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے تا کہ آغاز سے لے کر تا اختتام یہ سفر آپ کے ساتھ طے کریں اور احکام و مناسک حج عملی طور پر سیکھ سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ رذی قعدہ ۱۰ھ میں نماز ظہر کے بعد مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام ذوالحلیفہ میں پہنچ کر رک گئے۔ یہ مقام مدینہ طیبہ سے تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ مقام اہل مدینہ کا میقات ہے۔ نماز عصر سے آئندہ دن کی نماز فجر تک یہاں قیام کیا تا کہ خواہشمند حضرات شامل ہو سکیں۔ آپ نے نماز فجر کے بعد مقام ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔ نماز فجر کے بعد روانگی سے قبل آپ نے دوگانہ ادا کیا پھر آپ نے ذوالحلیفہ میں یا درخت کے قریب یا اونٹنی پر سوار ہو کر تلبیہ شروع کیا۔ آپ کی سواری بیداء ٹیلے پر چڑھی تو

تلبیہ پڑھا۔ آپ نے وقفہ وقفہ سے مختلف مقامات پر تلبیہ کہا اور جن صحابہ نے جہاں سے سنا انہوں نے خیال کیا کہ آپ نے وہاں سے احرام باندھا ہے۔ اس طرح صحابہ کرام کے اقوال اور روایات مختلف ہو گئیں۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ نے مقام ذوالحلیفہ کے درخت کے پاس سے احرام زیب تن کیا تھا لیکن تلبیہ کہنے کے مقامات مختلف تھے۔

حدود حرم: بیت اللہ کے اطراف سے مخصوص مقام کا نام "حرم" ہے، جس کی نشاندہی نشان لگا کر کی گئی ہے۔ یہ حدود مختلف ہیں۔ مدینہ طیبہ کی طرف سے تین میل، جعرانہ کی طرف سے نو میل، جدہ کی طرف سے دس میل اور عراق کی جانب سے سات میل ہے۔ میقات کے اندر اور حرم سے باہر کی جگہ کو "حل" کہا جاتا ہے۔

میقات: میقات سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے آفاقی لوگ احرام کے بغیر اندر نہیں آسکتے۔ مکہ معظمہ کے مختلف راستے ہیں اور ہر راستہ کی طرف سے آنے والے لوگوں کے لیے الگ میقات ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ذوالحلیفہ: یہ مقام مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے جو اہل مدینہ کا میقات ہے۔ اس مقام سے مکہ معظمہ اڑھائی سو میل کے فاصلے پر ہے۔

(۲) ذات عرق: یہ اہل عراق کا میقات ہے جو مکہ معظمہ سے پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مقام مکہ معظمہ سے شمالی مشرق میں عراق جانے والے راستہ میں واقع ہے۔

(۳) جحفہ: یہ اہل شام اور مغربی علاقہ جات کی طرف سے آنے والے لوگوں کا میقات ہے جو مکہ معظمہ سے سو میل کے فاصلے پر جانب مغرب ساحل سمندر پر واقع ہے۔

(۴) قرن المنازل: یہ مقام براستہ نجد مکہ معظمہ آنے والے لوگوں کا میقات ہے جو مکہ معظمہ سے ۵۴ میل کے فاصلے پر بجانب مشرق نجد کے راستہ میں ایک پہاڑی کی شکل میں ہے۔

(۵) یلملم: یہ مقام تہامہ کی پہاڑ کی شکل میں ہے جو براستہ یمن مکہ معظمہ آنے والے لوگوں کا میقات ہے۔ یہ مکہ معظمہ سے چالیس میل بجانب جنوب مشرق واقع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِفْرَادِ الْحَجِّ

باب 10: حج افراد کا بیان

749 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ قِرَاءَةً عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْرَدَ الْحَجَّ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے حج افراد کیا تھا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

750 متنِ حدیث: وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْرَدَ الْحَجَّ وَاَفْرَدَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذَا

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَالَ الثَّوْرِیُّ اِنْ اَفْرَدْتَّ الْحَجَّ فَحَسَنٌ وَّاِنْ قَرَنْتَ فَحَسَنٌ وَّاِنْ تَمَتَّعْتَ فَحَسَنٌ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ مِثْلَهٗ وَقَالَ اَحَبُّ اِلَيْنَا الْاِفْرَادُ ثُمَّ التَّمَتُّعُ ثُمَّ الْقِرَانُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے حج افراد کیا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حج افراد کیا تھا۔
یہ روایت مذکورہ بالا اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ثوری فرماتے ہیں: اگر تم نے حج افراد کرنا ہو تو یہ بہتر ہے اور اگر تم حج قران کر لو تو یہ بھی بہتر ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے مطابق رائے دی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک حج افراد زیادہ پسندیدہ ہے پھر اس کے بعد حج تمتع ہے اس کے بعد حج قران ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب 11: حج اور عمرہ اکٹھا کرنا

751 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا وَاخْتَارُوْهُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهِمْ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''میں عمرہ اور حج (ایک ساتھ کرنے) کے لیے حاضر ہوں''۔
اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول احادیث "حسن صحیح" ہے۔
بعض اہلِ علم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں' اہلِ کوفہ اور دیگر حضرات نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّمَتُّعِ

باب 12: حج تمتع کا بیان

752 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ
متنِ حدیث: اَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَّالضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ وَّهُمَا يَذْكُرَانِ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَقَالَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ لَّا يَصْنَعُ ذٰلِكَ اِلَّا مَنْ جَهِلَ اَمْرَ اللّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ اَخِيْ فَقَالَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَدْ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ صَنَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَنَعْنَاهَا مَعَهٗ
حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ محمد بن عبداللہ بن حارث بن نوفل بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ضحاک بن قیس کو سنا: یہ دونوں حضرات "حج تمتع" یعنی حج کے ساتھ عمرہ کرنے کا تذکرہ کر رہے تھے' تو ضحاک بن قیس نے کہا: ایسا صرف وہی شخص کرے گا' جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناواقف ہو' تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بھتیجے! تم نے بہت بری بات کہی ہے' تو ضحاک نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس بات سے منع کیا ہے' تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول نے ایسا کیا ہے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے بھی ایسا کیا ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے۔

753 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ
متنِ حدیث: اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ وَهُوَ يَسْاَلُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هِيَ حَلَالٌ فَقَالَ الشَّامِيُّ اِنَّ اَبَاكَ قَدْ نَهٰى عَنْهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ اَبِيْ نَهٰى عَنْهَا وَصَنَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ءَاَمْرَ اَبِيْ نَتَّبِعُ اَمْ اَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ بَلْ اَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَقَدْ صَنَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ سالم بن عبداللہ کے بارے میں منقول ہے: انہوں نے شام سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع' یعنی حج کے ساتھ عمرہ کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے سنا' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ حلال ہے' تو وہ شامی شخص بولا: آپ کے والد تو اس سے منع کرتے تھے' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم کیا سمجھتے ہو؟ اگر میرے

والد اس سے منع کرتے ہوں اور نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا ہو؟ تو کیا ہم میرے والد کے حکم کی پیروی کریں گے؟ یا نبی اکرم ﷺ کے حکم کی پیروی کریں گے؟ وہ شخص بولا: ہم نبی اکرم ﷺ کے حکم کی پیروی کریں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا ہے۔

754 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَاَوَّلُ مَنْ نَّهٰى عَنْهَا مُعَاوِيَةُ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعُثْمَانَ وَجَابِرٍ وَّسَعْدٍ وَّاَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَارَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ وَالتَّمَتُّعُ اَنْ يَّدْخُلَ الرَّجُلُ بِعُمْرَةٍ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ يُقِيْمَ حَتّٰى يَحُجَّ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ وَّعَلَيْهِ دَمٌ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيُسْتَحَبُّ لِلْمُتَمَتِّعِ اِذَا صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ اَنْ يَّصُوْمَ الْعَشْرَ وَيَكُوْنُ اٰخِرُهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فَاِنْ لَمْ يَصُمْ فِي الْعَشْرِ صَامَ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ فِيْ قَوْلِ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَصُوْمُ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ يَخْتَارُوْنَ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ فِي الْحَجِّ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ''حج تمتع'' کیا ہے۔ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا تھا۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے ایک گروہ نے ''حج تمتع'' یعنی حج کے ساتھ عمرہ کرنے کو اختیار کیا ہے یعنی آدمی حج کے مخصوص مہینوں میں عمرہ کرے اور پھر وہ وہیں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ حج کرے تو وہ شخص حج تمتع کرنے والوں میں سے ہوگا اور اس پر جو بھی سہولت کے ساتھ میسر ہو قربانی کرنا جائز ہوگا۔ اگر اسے قربانی کا جانور نہیں ملتا تو وہ حج کے ایام میں تین دن روزے رکھے اور سات روزے واپس اپنے گھر جا کر رکھے گا۔

حج تمتع کرنے والے کے لیے یہ بات مستحب قرار دی گئی ہے: وہ حج کے ایام میں رکھے جانے والے تین روزے ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں رکھے جس میں آخری روزہ عرفہ کے دن ہو۔

اگر وہ شخص پہلے عشرے میں روزے نہیں رکھ پاتا تو وہ ایام تشریق میں روزے رکھ لے۔ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کی یہی رائے ہے جن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ رائے بیان کی ہے: وہ شخص ایام تشریق میں روزے نہیں رکھے گا۔

اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محدثین نے حج تمتع یعنی حج کے ساتھ عمرہ کرنے کو اختیار کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

طریقہ حج، اقسام حج اور ان کی فضیلت میں مذاہب آئمہ:

حج کرنے کے دو طریقے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا- مکہ معظمہ سے حج کرنے کا طریقہ: مکہ معظمہ کا باشندہ ہو یا حج تمتع کی نیت سے باہر سے آ کر عمرہ کر کے اور احرام کھول کر مکہ مکرمہ میں اقامت پذیر ہو گیا ہو، کا طریقہ حج یہ ہے کہ وہ اپنے گھر یا مسجد حرام سے احرام زیب تن کرے، پھر دوران احرام ان امور سے مکمل اجتناب کرے: (۱) اپنی بیوی سے جماع اور بوس و کنار کرنا (۲) حلق یا جسم کے کسی بھی حصہ سے بال کٹوانا (۳) ہاتھ اور پاؤں کے ناخن ترشوانا (۴) سلا ہوا کپڑا زیب تن کرنا (۵) کپڑا وغیرہ سے سر ڈھانپنا (۶) خوشبو کا استعمال کرنا (۷) شکار کرنا یا اس کی رہنمائی کرنا (۸) آئمہ ثلاثہ کے موقف کے مطابق نکاح کرنا۔ ۸ ذی الحجہ کو منیٰ روانہ ہو جائے۔ وہاں نماز ظہر ادا کرے اور ۹ ذی الحجہ کی نماز صبح تک وہاں نمازیں ادا کرتا رہے۔ ۹ ذی الحجہ کی نماز فجر کے بعد وہاں سے میدان عرفات کی طرف روانہ ہو جائے۔ منیٰ میں یہ قیام مسنون ہے۔ اگر کوئی شخص ۹ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے سیدھا میدان عرفات پہنچ جائے تو بھی جائز ہے۔ میدان عرفات میں ۹ ذی الحجہ کی نماز مغرب تک قیام کرے۔ مسجد نمرہ میں نماز ظہر اور نماز عصر دونوں ظہر کے وقت میں جمع کر کے ادا کرے۔ نماز سے فراغت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور دعاء و استغفار میں مصروف رہے۔ اس قیام کا نام وقوف عرفہ ہے جو حج کا ایک اہم رکن ہے۔ غروب آفتاب کے وقت وہاں سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے وہاں نماز مغرب اور نماز عشاء ایک ساتھ عشاء کے وقت میں ادا کرے۔ رات مزدلفہ میں گزارے جبکہ نماز فجر کے بعد حمد و ثناء اور اذکار و استغفار میں مصروف رہے۔ طلوع آفتاب سے قبل وہاں سے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے اور منیٰ میں جمرہ عقبہ کو رمی کرے۔ اگر قربانی دستیاب ہو تو اسے ذبح کرے۔ یہ قربانی سنت ابراہیمی ہے۔ پھر احرام کھول کر حلق کروائے یعنی سر منڈوائے یا بال ترشوائے۔ اپنی بیوی سے جماع کے علاوہ اب تمام پابندیوں سے آزاد ہے۔ پھر مکہ معظمہ میں واپس آ کر طواف زیارت کرے جو حج کا دوسرا اہم رکن ہے۔ طواف زیارت کے بعد جماع کرنے اور خوشبو

کے استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے۔ دس ذی الحجہ کی صبح صادق سے لے کر بارہ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک طواف زیارت کیا جاسکتا ہے۔ البتہ جو خاتون حالت حیض میں ہو وہ جب بھی پاک ہو طواف زیارت کر سکتی ہے۔ بعد ازاں سعی صفا و مروہ کرے' پھر منیٰ میں اقامت پذیر ہو جائے اور تین دن مسلسل جمرات ثلاثہ کو رمی کرے۔ بارہ ذی الحجہ کی رمی کے ساتھ ہی حج مکمل ہو جائے گا۔ اگر حاجی مکی ہو' تو اس پر طواف الوداع واجب نہیں ہے۔ البتہ آفاقی ہونے کی صورت میں وطن واپس روانگی سے قبل طواف الوداع بھی کرے گا جو واجب ہے۔

۲- آفاق سے طریقہ حج: وہ لوگ جو میقات سے احرام باندھ کر جانب حرم آئیں تو ان کا طریقہ حج یوں ہے کہ وہ اگر سیدھے مکہ معظمہ میں آئیں تو طواف قدوم کریں گے اور اگر وہ مکہ معظمہ میں آنے کی بجائے میدان عرفات میں پہنچ جائیں تو ان پر طواف قدوم واجب نہیں ہے۔ مکہ معظمہ میں داخل ہونے کی صورت میں طواف قدوم کریں گے اور اس میں رمل کریں گے اور سعی صفا و مروہ بھی کریں گے۔ البتہ اسی وقت سعی صفا و مروہ واجب نہیں ہے بلکہ طواف زیارت کے بعد بھی سعی صفا و مروہ کیا جاسکتا ہے' پھر حالت احرام میں رہیں گے حتیٰ کہ وقوف عرفہ کر لیں گے اور دس ذی الحجہ میں رمی کر کے حلق کروا کر احرام کھول دیں گے۔ بعد ازاں طواف زیارت کریں گے اور اس میں رمل بھی کریں جبکہ اس کے بعد سعی صفا و مروہ نہیں ہوگا۔

حج کی تین اقسام ہیں: (۱) حج افراد: اس حج کے لیے میقات سے حج کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے (۲) حج تمتع: ایام حج میں پہلے عمرہ کی نیت سے احرام باندھا جائے اور عمرہ سے فارغ ہو کر دوبارہ حج کی نیت سے احرام باندھا جائے (۳) حج قرآن: میقات سے حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھا جائے۔ آئمہ اربعہ کا اس بات میں اتفاق ہے کہ حج کی یہ تینوں اقسام جائز ہیں۔ البتہ افضلیت کے اعتبار سے اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے حج افراد افضل ہے، پھر حج تمتع اور پھر حج قران کا درجہ ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افرد الحج: بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر' حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے حج افراد کیا۔

(۲) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ حج تمتع من غیر سوق الھدی سب سے افضل ہے، پھر حج افراد اور پھر حج قران کا درجہ ہے۔ انہوں نے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران ادا کیا تھا مگر حج تمتع من غیر سوق الھدی کا ارادہ تھا جو اس کے افضل ہونے کی دلیل ہے)۔ اگر حج تمتع افضل نہ ہوتا تو آپ اس کا ارادہ ہرگز نہ کرتے۔

(۳) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حج قران افضل ہے، پھر حج تمتع اور تیسرے درجہ پر حج افراد ہے۔ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ کا عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: و حجة بعد ماها جرو معها عمرة (جامع ترمذی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد آپ نے حج کیا اور اس کے ساتھ عمرہ بھی ادا کیا۔ علاوہ ازیں حضرت انس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لبیک بعمرۃ و حجہ (جامع ترمذی فتح العزیز جلد ثانی ص۲۰۲) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: اے اللہ! میں عمرہ اور حج کی نیت سے حاضر ہوں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہا اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ جن روایات میں حج افراد کا ذکر ہے، ان کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ میں صرف حج کا نام لیا جبکہ آپ نے احرام باندھتے وقت حج وعمرہ دونوں کا ارادہ فرمایا تھا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع افضل ہونے کی وجہ سے اس کا ارادہ نہیں فرمایا تھا بلکہ زمانہ جاہلیت کی رسم ختم کرنا مقصود تھا، وہ یہ کہ لوگ حج کے ساتھ عمرہ کرنے کو معیوب خیال کرتے تھے۔ آپ نے دونوں کو جمع کر کے اس رسم کی اصلاح فرما دی نہ کہ حج تمتع افضل ہونے کی وجہ سے دونوں کو جمع کیا۔

حج قران کی وجوہات ترجیح:

حج قران کی وجوہات ترجیح کثیر ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں

(۱) حج قران والی روایت پر عمل کرنے میں حج تمتع اور حج افراد کی روایات کے مقابلے میں مشقت زیادہ ہے اور جس میں مشقت زیادہ ہو وہ افضل ہوتی ہے۔

(۲) کسی روایت سے ثابت نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہو: افردت یا تمتعت۔ البتہ حضرت انس رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا: قرنت۔

(۳) حج افراد والی احادیث میں تاویل کی گنجائش ہے کہ وہ تلبیہ کہتے وقت فقط حج یا عمرہ یا دونوں کا ذکر کرے مگر حج قران کی روایات میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) حج افراد کی جملہ احادیث فعلی ہیں جبکہ حج قران کی کچھ احادیث فعلی ہیں اور کچھ قولی ہیں۔ قاعدہ کے مطابق قول روایت کو فعلی روایت پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

(۵) وہ صحابہ کرام جن سے حج افراد کی روایات منقول ہیں، ان سے حج قران کی روایات بھی منقول ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ۔ سوال: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حج تمتع اور حج قران سے کیوں منع فرماتے تھے؟

جواب: (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر سال مسلمان کم از کم دو مرتبہ بیت اللہ میں حاضری کی سعادت حاصل کرے۔ ایک بار حج کی شکل میں اور دوسری مرتبہ عمرہ کی صورت میں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ حج افراد کو حج قران سے افضل قرار دیتے ہوئے ان سے منع کرتے تھے۔ (۲) حج قران کی ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان ہر سال بیت اللہ میں حاضری کے لیے دو مستقل سفر اختیار کرے تا کہ اسے زیادہ سے زیادہ فیوض و برکات حاصل ہوں۔ حج تمتع سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہاں تمتع کا اصطلاحی مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ فسخ الحج الی العمرہ مراد ہے یعنی زمانہ جاہلیت کی رسم کی بیخ کنی

مقصود تھی۔ ابتداء تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ حج افراد کی نیت کی لیکن بعد میں ہدی کا جانور پاس نہ ہونے کی وجہ سے: فسخ الحج الی العمرة پر عمل کیا گیا۔ صحابہ کرام کو اس عمل کی اجازت وقتی تھی نہ کہ مستقل۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس پر مستقلاً عمل کرنے سے منع کرتے تھے۔

سوال: حدیث کے الفاظ ہیں: واول من نهى عنه معاوية' یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حج تمتع سے منع کیا تھا جبکہ اس کے جواز میں تمام آئمہ کا اتفاق ہے؟

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع نہیں کیا بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک فتویٰ کا رد کیا تھا۔ انہوں نے یہ فتویٰ جاری کیا تھا کہ جو مسلمان حج افراد کا احرام باندھ کر کعبۃ اللہ کا طواف کرے' تو وہ فسخ الحج الی العمرہ کی طرف سے منتقل ہو جائے گا خواہ وہ ارادہ کرے یا نہ کرے۔ اس فتویٰ کی وجہ سے لوگ بہت پریشان ہوئے تو اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ حج افراد کی نیت سے احرام باندھا کریں اور عمرہ کو اس کے ساتھ نہ ملائیں، خواہ تمتع کی صورت میں اور خواہ قران کی شکل میں۔ گویا آپ نے حج تمتع اور حج قران سے منع نہیں کیا تھا بلکہ عمرہ کے بغیر حج کے جواز کی تصریح کی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّلْبِيَةِ

باب 13: تلبیہ پڑھنا

755 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ تَلْبِيَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّجَابِرٍ وَّعَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاِنْ زَادَ فِي التَّلْبِيَةِ شَيْئًا مِّنْ تَعْظِيْمِ اللّٰهِ فَلَا بَاْسَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَاَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يَّقْتَصِرَ عَلٰى تَلْبِيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاِنَّمَا قُلْنَا لَا بَاْسَ بِزِيَادَةِ تَعْظِيْمِ اللّٰهِ فِيْهَا لِمَا جَآءَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَهُوَ حَفِظَ التَّلْبِيَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ زَادَ ابْنُ عُمَرَ فِيْ تَلْبِيَتِهٖ مِنْ قِبَلِهٖ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَآءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے تلبیہ (کے الفاظ یہ ہیں):

''میں حاضر ہوں' اے اللہ! میں حاضر ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں' میں حاضر ہوں' بے شک حمد اور نعمت تیرے لیے مخصوص ہے' اور بادشاہی بھی' تیرا کوئی شریک نہیں ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص تلبیہ کے الفاظ میں کچھ ایسے الفاظ کا اضافہ کرے' جو اللہ تعالیٰ کی عظمت سے تعلق رکھتے ہوں' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا' اگر اللہ نے چاہا اور میرے نزدیک پسندیدہ بات یہی ہے: آدمی وہی تلبیہ پڑھے جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم نے جو یہ کہا: اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اظہار سے متعلق الفاظ کا اضافہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بات منقول ہے: جنہیں' نبی اکرم ﷺ کے تلبیہ کے الفاظ یاد تھے' لیکن اس کے باوجود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے تلبیہ میں اپنے پاس سے چند الفاظ کا اضافہ کیا (جو یہ ہیں):

''رغبت تیری طرف ہے' اور عمل (تیری رضا کے لیے ہے) جو کیا جاتا ہے''۔

756 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ اَهَلَّ فَانْطَلَقَ يُهِلُّ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ هٰذِهٖ تَلْبِيَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آثارِ صحابہ: وَكَانَ يَزِيْدُ مِنْ عِنْدِهٖ فِيْ اَثَرِ تَلْبِيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے: انہوں نے احرام باندھا پھر یہ تلبیہ پڑھنا شروع کیا: ''میں حاضر ہوں' اے اللہ میں حاضر ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں ہے' میں حاضر ہوں' بے شک حمد اور نعمت تیرے لیے ہے' اور بادشاہی بھی' تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے' نبی اکرم ﷺ کے تلبیہ کے الفاظ یہی ہیں۔

تاہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے تلبیہ کے بعد یہ الفاظ پڑھتے تھے:

''میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں۔ سعادت اور بھلائی تیرے اختیار میں ہے' تیری ہی طرف رغبت کی جاتی ہے' اور تیری ہی رضا کے لیے عمل کیا جاتا ہے''۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ التَّلْبِيَةِ وَالنَّحْرِ

باب 14: تلبیہ پڑھنے اور قربانی کرنے کی فضیلت

757 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ ح وحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ ابْنِ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ قَالَ الْعَجُّ وَالثَّجُّ

◆◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: کونسا حج زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: جس میں بکثرت تلبیہ پڑھا جائے اور قربانی کی جائے۔

758 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُلَبِّي اِلَّا لَبَّى مَنْ عَنْ يَمِيْنِهِ اَوْ عَنْ شِمَالِهِ مِنْ حَجَرٍ اَوْ شَجَرٍ اَوْ مَدَرٍ حَتّٰى تَنْقَطِعَ الْاَرْضُ مِنْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ اَبُوْ عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ بَكْرٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ

اختلافِ سند: وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ وَّقَدْ رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ عَنْ اَبِيْهِ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى اَبُوْ نُعَيْمٍ الطَّحَّانُ ضِرَارُ بْنُ صُرَدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْطَاَ فِيْهِ ضِرَارٌ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ مَنْ قَالَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ عَنْ اَبِيْهِ فَقَدْ اَخْطَاَ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَّقُوْلُ وَذَكَرْتُ لَهٗ حَدِيْثَ ضِرَارِ بْنِ صُرَدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ فُدَيْكٍ فَقَالَ هُوَ خَطَاٌ فَقُلْتُ قَدْ رَوَاهُ غَيْرُهٗ عَنِ ابْنِ اَبِيْ فُدَيْكٍ اَيْضًا مِثْلَ رِوَايَتِهٖ فَقَالَ لَا شَيْءَ اِنَّمَا رَوَوْهُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ فُدَيْكٍ وَّلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَرَاَيْتُهٗ يُضَعِّفُ ضِرَارَ بْنَ صُرَدٍ

قولِ امام ترمذی: وَالْعَجُّ هُوَ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ وَالثَّجُّ هُوَ نَحْرُ الْبُدْنِ

◆◆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی مسلمان تلبیہ پڑھتا ہے تو اس کے دائیں بائیں موجود پتھر، درخت اور کنکریاں تلبیہ پڑھتے ہیں یہاں تک کہ زمین ادھر سے ادھر تک مکمل ہو جاتی ہے (یعنی ہر چیز تلبیہ پڑھتی ہے)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف ابن ابوفدیک نامی راوی کے حوالے سے ضحاک بن عثمان کے حوالے سے جانتے ہیں۔

محمد بن منکدر نامی راوی نے عبدالرحمٰن بن یربوع نامی راوی سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

محمد بن منکدر نامی راوی نے سعید بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے اس کے علاوہ دیگر احادیث نقل کی ہیں۔

ابونعیم طحان ضرار بن صرد نے اس حدیث کو ابن ابی فدیک کے حوالے سے ضحاک بن عثمان کے حوالے سے محمد بن منکدر کے حوالے سے سعید بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ضرار نامی راوی نے اس میں غلطی کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے احمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: وہ یہ فرماتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا: جو شخص کسی حدیث کے بارے میں یہ کہے: یہ محمد بن منکدر کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن یربوع کے صاحبزادے کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے منقول ہے تو اس نے غلطی کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا میں نے ان کے سامنے ضرار بن صرد سے منقول حدیث کا تذکرہ کیا جو ابن فدیک سے منقول ہے تو انہوں نے فرمایا: یہ غلط ہے۔ میں نے ان سے کہا: اسی روایت کو دیگر راویوں نے ابوفدیک کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے تو انہوں نے فرمایا: اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے ان سب راویوں نے اسے ابن ابوفدیک کے حوالے سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اس میں سعید بن عبدالرحمٰن کے حوالے کا تذکرہ نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ضرار بن صرد نامی راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''عج'' کا مطلب بلند آواز میں تلبیہ پڑھنا ہے اور لفظ ''ثج'' کا مطلب اونٹ کی قربانی کرنا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ

باب 15: بلند آواز میں تلبیہ پڑھنا

759 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ وَّهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَتَانِىْ جِبْرِيْلُ فَاَمَرَنِىْ اَنْ اٰمُرَ اَصْحَابِىْ اَنْ يَّرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالْاِهْلَالِ وَالتَّلْبِيَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ خَلَّادٍ عَنْ اَبِيْهِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَصِحُّ وَالصَّحِيْحُ هُوَ عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ وَهُوَ خَلَّادُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادِ بْنِ سُوَيْدٍ الْاَنْصَارِىُّ

◆◆ خلاد بن سائب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہے: جبریل میرے پاس تشریف لائے اور مجھے یہ کہا: میں اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت کروں کہ وہ بلند آواز میں تلبیہ پڑھیں۔

اس بارے میں حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خلاد نے اپنے والد کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض حضرات نے اس روایت کو خلاد بن سائب کے حوالے سے حضرت زید بن خالد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ درست یہی ہے: اسے خلاد بن سائب نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یہ راوی خلاد بن سائب بن خلاد بن سوید انصاری ہیں۔

شرح

الفاظ تلبیہ، تلبیہ اور قربانی کی فضیلت:

لفظ ''لَبَّيْكَ'' منصوب مفعول مطلق ہے جو لَبَّ سے مشتق ہے اور اسے بطور تاکید تثنیہ بنا کر ضمیر خطاب کی طرف مضاف کیا گیا ہے، حج یا عمرہ کا احرام باندھنے سے تلبیہ شروع کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ الفاظ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور کبریائی پر مشتمل ہوں۔ البتہ بطور تلبیہ یہ الفاظ مسنون ہیں: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ: (اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، میں تیرے حضور حاضر ہوں کہ تیرا کوئی شریک نہیں، بیشک حمد وثناء نعمت تیرے لیے ہے اور ملک بھی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے) تلبیہ کے یہ الفاظ مسنون ہیں۔ البتہ ان الفاظ

کے آخر میں مزید ایسے الفاظ کا اضافہ کیا جاسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور حمد وثناء کے مفہوم پر مشتمل ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس تلبیہ کے آخر میں بایں الفاظ اضافہ کیا کرتے تھے: لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ، وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ، لَبَّیْكَ وَالرُّغْبٰی اِلَیْكَ۔

حالتِ احرام میں کثرت سے تلبیہ کہنا چاہیے کیونکہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ محرم کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ پسندیدہ عمل تلبیہ اور قربانی ہے۔

فضیلت تلبیہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر حج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: وہ حج سب سے بہتر ہے، جس میں با آواز تلبیہ کہا گیا ہو اور قربانی کی گئی ہو۔

لفظ: العج کا لغوی معنی ہے آواز بلند کرنا، شور مچانا، چلانا، چیخنا، مثلاً یوں کہا جاتا ہے: عَجَّ اِلَی اللّٰہِ بِالدُّعَاءِ (فلاں شخص نے اللہ تعالیٰ سے بلند آواز میں دعا کی) اس لفظ: الثج کا لغوی معنی ہے گرانا، بہانا، اور اس کا اصطلاحی مفہوم ہے حالت احرام میں قربانی کرنا۔ حالت احرام میں متمتع اور قارن پر تو قربانی واجب ہوتی ہے مگر مفرد کو بھی قربانی کرنا چاہیے۔

(۲) جب مسلمان تلبیہ کہنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تو اس کے دائیں، بائیں کے حجر وشجر بلکہ ہر چیز تلبیہ کہنے میں شامل ہو جاتی ہے گویا حالات احرام میں جب مسلمان تلبیہ کہتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اس کے ساتھ تلبیہ کہتی ہے۔

بلند آواز سے تلبیہ کہنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلند آواز سے تلبیہ کہنے کی تلقین و ہدایت کریں۔ تلبیہ کہنے سے کائنات کی ہر چیز اس نغمہ میں رطب اللسان ہو جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حجر وشجر، کنکریاں، پانی کے قطرات اور ریت کے ذرات بلکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں مشغول ومصروف رہتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ الْاِحْرَامِ

باب 16: احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا

760 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِیَادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَعْقُوْبَ الْمَدَنِیُّ عَنِ ابْنِ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَیْدِ ابْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْهِ

متن حدیث: اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجَرَّدَ لِاِهْلَالِهٖ وَاغْتَسَلَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

وَقَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ الْاِغْتِسَالَ عِنْدَ الْاِحْرَامِ وَبِهٖ یَقُوْلُ الشَّافِعِیُّ

◆◆ خارجہ بن زید بیان کرتے ہیں: ان کے والد (حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) نے یہ بات بیان کی ہے: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ نے احرام باندھنے سے پہلے (سلے ہوئے کپڑے) اتار دیے اور غسل کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

بعض اہلِ علم نے احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَوَاقِيْتِ الْاِحْرَامِ لِاَهْلِ الْاٰفَاقِ

باب 17: مختلف علاقے والوں کے لیے احرام باندھنے کا میقات

761 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا قَالَ مِنْ اَيْنَ نُهِلُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِى الْحُلَيْفَةِ وَاَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَاَهْلُ نَجْدٍ مِّنْ قَرْنٍ قَالَ وَيَقُوْلُوْنَ وَاَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَّلَمْلَمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ہم کس جگہ سے احرام باندھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اہلِ مدینہ ذوالحلیفہ سے اہلِ شام جحفہ سے اہلِ نجد قرن سے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ یہ بیان کرتے ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:) اہلِ یمن یلملم سے (احرام باندھیں)۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہیں۔
(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
اہلِ علم کے نزدیک اس پر علم کیا جاتا ہے۔

762 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِىْ زِيَادٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيْقَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ هُوَ اَبُوْ جَعْفَرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اہلِ مشرق کے لیے ''عقیق'' (کو میقات) مقرر کیا ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔
اس روایت کے راوی محمد بن علی، محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابوطالب ہیں۔ (یعنی یہ امام باقر ہیں)۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَا لَا يَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ لُبْسُهُ

باب 18: حالت احرام والے شخص کے لیے کون سا لباس پہننا جائز نہیں ہے؟

763 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ

متنِ حدیث: قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا اَنْ نَّلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْحَرَمِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا الْخِفَافَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مِّنَ الثِّيَابِ مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَا الْوَرْسُ وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَةُ الْحَرَامُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص کھڑا ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہمیں کیا ہدایت کرتے ہیں؟ ہم احرام کی حالت میں کون سے کپڑے پہن سکتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم قمیص، شلوار، ٹوپی، عمامہ اور موزے نہ پہنو البتہ اگر کوئی ایسا شخص ہو' جس کے پاس جوتے نہ ہوں' تو وہ موزے پہن لے' لیکن انہیں ٹخنوں سے نیچے رکھے اور تم کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو' جس پر زعفران یا ورس لگا ہوا ہو' عورت حالت احرام میں چہرے پر نقاب نہ کرے اور ہاتھوں پر دستانے نہ پہنے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ لُبْسِ السَّرَاوِيْلِ وَالْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْاِزَارَ وَالنَّعْلَيْنِ

باب 19: حالت احرام والے شخص کا شلوار یا موزے پہننا' اگر اسے تہبند یا جوتے نہیں ملتے

764 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اَلْمُحْرِمُ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْاِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ وَاِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو نَحْوَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُحْرِمُ الْاِزَارَ لَبِسَ السَّرَاوِيْلَ وَاِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ لَبِسَ الْخُفَّيْنِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلٰى حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ

◆◆ جابر بن زید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر حالت احرام والے شخص کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن لے اور اگر اسے جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جب حالت احرام والے شخص کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن لے اور اگر اسے جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض حضرات نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث سے استدلال کیا ہے: اگر کسی شخص کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے البتہ ان کو ٹخنوں سے نیچے سے کاٹ لے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الَّذِيْ يُحْرِمُ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ اَوْ جُبَّةٌ

باب 20: جب کوئی شخص احرام باندھ لے اور اس نے قمیص یا جبہ پہنا ہو

765 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيًّا قَدْ اَحْرَمَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّنْزِعَهَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَهٰذَا اَصَحُّ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوَاهُ قَتَادَةُ وَالْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ وَالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَّابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک دیہاتی کو دیکھا، جس نے احرام باندھا ہوا تھا، اس نے جبہ پہنا ہوا تھا، تو آپ ﷺ نے اسے وہ جبہ اتارنے کی ہدایت کی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، صفوان بن یعلیٰ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت زیادہ مستند ہے اس حدیث میں پورا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

قتادہ اور حجاج بن ارطاۃ نے دیگر راویوں کے حوالے سے حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کو نقل کیا ہے۔
درست روایت وہ ہے جس کو دینار راور ابن جریج نے عطاء کے حوالے سے صفوان بن یعلیٰ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا یَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ

باب 21: حالت احرام والا شخص کون سے جانوروں کو مار سکتا ہے؟

766 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِی الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: خَمْسُ فَوَاسِقَ یُقْتَلْنَ فِی الْحَرَمِ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحُدَیَّا وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَآئِشَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: پانچ جانور ایسے ہیں جن کو حرم کی حدود میں بھی مارا جاسکتا ہے۔ چوہا، بچھو، کوا، چیل، کاٹنے والا کتا۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

767 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ زِیَادٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نُعْمٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: یَقْتُلُ الْمُحْرِمُ السَّبُعَ الْعَادِیَ وَالْكَلْبَ الْعَقُوْرَ وَالْفَارَةَ وَالْعَقْرَبَ وَالْحِدَاةَ وَالْغُرَابَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا الْمُحْرِمُ یَقْتُلُ السَّبُعَ الْعَادِیَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَالشَّافِعِیِّ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ كُلُّ سَبُعٍ عَدَا عَلَى النَّاسِ اَوْ عَلٰی دَوَابِّهِمْ فَلِلْمُحْرِمِ قَتْلُهٗ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: حالت احرام والا شخص درندے کو کاٹنے والے کتے کو چوہے کو بچھو کو چیل کو اور کوّے کو مار سکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا وہ یہ فرماتے ہیں: حالت احرام والا شخص درندے کو کاٹنے والے کتے کو مار سکتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر وہ جانور جو انسان پر حملہ کرسکتا ہے یا انسان کے (پالتو) جانوروں پر حملہ کرسکتا ہو حالت احرام والے شخص کے لیے اس کو مارنا جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

باب 22: حالت احرام میں پچھنے لگوانا

768 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ وَّعَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ قَالُوْا لَا يَحْلِقُ شَعْرًا وقَالَ مَالِكٌ لَّا يَحْتَجِمُ الْمُحْرِمُ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ وقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ لَا بَاْسَ اَنْ يَّحْتَجِمَ الْمُحْرِمُ وَلَا يَنْزِعُ شَعَرًا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حالت احرام میں پچھنے لگوائے تھے۔
اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔
اہلِ علم کے ایک گروہ نے حالت احرام والے شخص کے لئے پچھنے لگوانے کی اجازت دی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ایسا شخص بال نہیں مونڈے گا۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: حالت احرام والا شخص انتہائی ضرورت کے تحت پچھنے لگوا سکتا ہے۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: حالت احرام والے شخص کے لیے پچھنے لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ وہ بال صاف نہیں کرے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ

باب 23: حالت احرام والے شخص کا شادی کرنا حرام ہے

769 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ
متنِ حدیث: قَالَ اَرَادَ ابْنُ مَعْمَرٍ اَنْ يُّنْكِحَ ابْنَهُ فَبَعَثَنِي اِلٰى اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَوْسِمِ بِمَكَّةَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اِنَّ اَخَاكَ يُرِيْدُ اَنْ يُّنْكِحَ ابْنَهُ فَاَحَبَّ اَنْ يُّشْهِدَكَ ذٰلِكَ قَالَ لَا اُرَاهُ اِلَّا اَعْرَابِيًّا جَافِيًا اِنَّ الْمُحْرِمَ لَا يَنْكِحُ

وَلَا يُنْكِحُ اَوْ كَمَا قَالَ ثُمَّ حَدَّثَ عَنْ عُثْمَانَ مِثْلَهٗ يَرْفَعُهٗ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ وَّمَيْمُوْنَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُثْمَانَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَّابْنُ عُمَرَ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ فُقَهَاءِ التَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ لَا يَرَوْنَ اَنْ يَّتَزَوَّجَ الْمُحْرِمُ قَالُوْا فَاِنْ نَّكَحَ فَنِكَاحُهٗ بَاطِلٌ

◆◆ نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں: ابن معمر نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے کی شادی کر دیں انہوں نے مجھے ابان بن عثمان کے پاس بھیجا امیر حج تھے میں ان کے پاس آیا اور میں نے ان سے کہا: آپ کے بھائی اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتے ہیں وہ چاہتے ہیں: آپ بھی اس میں شریک ہوں تو ابان نے فرمایا: میرا خیال ہے۔ وہ ایک گنوار اور بے وقوف آدمی ہے۔ حالت احرام والا شخص نہ خود نکاح کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کا نکاح کروا سکتا ہے (راوی کہتے ہیں یا جس طرح بھی انہوں نے فرمایا) پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کی اور انہوں نے اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل کیا۔

اس بارے میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا ان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

تابعین سے تعلق رکھنے والے بعض تابعین بھی اسی کے قائل ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حالت احرام والا شخص شادی نہیں کر سکتا۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: اگر وہ نکاح کر لے تو یہ نکاح باطل قرار دیا جائے گا۔

770 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ

متن حدیث: تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ حَلَالٌ وَّبَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَّكُنْتُ اَنَا الرَّسُوْلَ فِيْمَا بَيْنَهُمَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا اَسْنَدَهٗ غَيْرَ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ رَبِيْعَةَ

اختلاف روایت: وَرَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ رَبِيْعَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ حَلَالٌ رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا قَالَ وَرَوَاهُ اَيْضًا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِيْعَةَ مُرْسَلًا

حدیث دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرُوِىَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ تَزَوَّجَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ حَلَالٌ وَّيَزِيْدُ بْنُ الْاَصَمِّ هُوَ ابْنُ اُخْتِ مَيْمُوْنَةَ

◆◆ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے جب شادی کی تھی تو اس وقت آپ حالت احرام میں نہیں تھے اور جب سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی تو اس وقت بھی آپ حالت احرام میں نہیں تھے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ان دونوں کے درمیان قاصد تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ہمارے علم کے مطابق حماد کے علاوہ کسی اور شخص نے اس کی سند بیان نہیں کی ہے یہ روایت مطر الوارق کے حوالے سے ربیعہ سے منقول ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ربیعہ کے حوالے سے سلیمان بن یسار کے حوالے سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے جب سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی آپ اس وقت حالت احرام میں نہیں تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ''مرسل'' کے طور پر نقل کیا ہے۔ اسی روایت کو سلیمان بن بلال نے ربیعہ کے حوالے سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یزید بن اصم کے حوالے سے حضرت سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت منقول ہے۔ وہ یہ فرماتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے جب میرے ساتھ شادی کی تھی آپ اس وقت حالت احرام میں نہیں تھے۔

بعض محدثین نے یزید بن اصم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: جب نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی اس وقت آپ حالت احرام میں نہیں تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یزید بن اصم ام المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 24: اس بارے میں رخصت کا بیان

771 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيْبٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَاَهْلُ الْكُوْفَةِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی آپ اس وقت

حالت احرام میں تھے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

772 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی' آپ اس وقت حالت احرام میں تھے۔

773 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الشَّعْثَاءِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَاَبُو الشَّعْثَاءِ اسْمُهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ وَّاخْتَلَفُوْا فِيْ تَزْوِيْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَّظَهَرَ اَمْرُ تَزْوِيْجِهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ بِسَرِفَ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ وَمَاتَتْ مَيْمُوْنَةُ بِسَرِفَ حَيْثُ بَنٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُفِنَتْ بِسَرِفَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی' اس وقت آپ حالت احرام میں تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابو شعثاء نامی راوی کا نام جابر بن زید ہے۔

محدثین نے نبی اکرم ﷺ کے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ کے راستے میں ان سے شادی کی تھی۔

بعض راویوں نے اس بات کو نقل کیا ہے' جب آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ شادی کی تھی' تو آپ اس وقت حالت احرام میں نہیں تھے۔ تاہم آپ کے شادی کرنے کا لوگوں کو اس وقت پتہ چلا' جب آپ حالت احرام میں تھے پھر جب نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کروائی' تو آپ اس وقت حالت احرام میں نہیں تھے یہ ''سرف'' کے مقام پر ہوا' جو مکہ کے راستے میں ہے۔

سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی ''سرف'' کے مقام پر ہوا تھا' جہاں ان کی رخصتی ہوئی تھی اور انہیں ''سرف'' میں ہی دفن کیا گیا۔

774 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا فَزَارَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ عَنْ مَيْمُوْنَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَّبَنٰى بِهَا حَلَالًا وَّمَاتَتْ بِسَرِفَ وَدَفَنَّاهَا فِى الظُّلَّةِ الَّتِىْ بَنٰى بِهَا فِيْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ مُرْسَلًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ حَلَالٌ

◆◆ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے جب ان کے ساتھ شادی کی تھی' آپ ﷺ اس وقت حالت احرام میں نہیں تھے۔اور جب ان کی رخصتی ہوئی اس وقت بھی نبی اکرم ﷺ حالت احرام میں نہیں تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی ''سرف'' کے مقام پر ہوا ہم نے انہیں اسی ٹیلے کے سائے میں دفن کیا جہاں ان کی رخصتی ہوئی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

دیگر راویوں نے اس روایت کو یزید بن اصم کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ (وہ بیان کرتے ہیں) جب نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی' آپ اس وقت حالت احرام میں نہیں تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَكْلِ الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ

باب 25: حالتِ احرام والے شخص کا شکار کھانا

775 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِىْ عَمْرٍو عَنِ الْمُطَّلِبِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: صَيْدُ الْبَرِّ لَكُمْ حَلَالٌ وَّاَنْتُمْ حُرُمٌ مَا لَمْ تَصِيْدُوْهُ اَوْ يُصَدْ لَكُمْ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ وَطَلْحَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ مُفَسَّرٌ وَّالْمُطَّلِبُ لَا نَعْرِفُ لَهٗ سَمَاعًا عَنْ جَابِرٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بِالصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ بَاْسًا اِذَا لَمْ يَصْطَدْهُ اَوْ لَمْ يُصْطَدْ مِنْ اَجْلِهٖ قَالَ الشَّافِعِىُّ هٰذَا اَحْسَنُ حَدِيْثٍ رُوِىَ فِىْ هٰذَا الْبَابِ وَاَقْيَسُ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے' جبکہ تم حالت احرام میں ہو' جب تک کہ تم خود اس کو شکار نہ کرو' یا تمہارے لیے شکار نہ کیا گیا ہو۔

اس بارے میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "مفسر" کرتی ہے۔

ہمارے علم کے مطابق مطلب نامی راوی کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ان کے نزدیک حالت احرام والے شخص کے شکار کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ اس نے خود شکار نہ کیا ہو' یا بطور خاص اس کے لیے شکار نہ کیا گیا ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اس بارے میں منقول سب سے مستند حدیث ہے' اور قیاس کے بالکل مطابق ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔

776 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِي النَّضْرِ عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيْقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ اَصْحَابٍ لَّهٗ مُحْرِمِيْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاٰى حِمَارًا وَّحْشِيًّا فَاسْتَوٰى عَلٰى فَرَسِهٖ فَسَاَلَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَسَاَلَهُمْ رُمْحَهٗ فَاَبَوْا عَلَيْهِ فَاَخَذَهٗ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهٗ فَاَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبٰى بَعْضُهُمْ فَاَدْرَكُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ اَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ فِيْ حِمَارِ الْوَحْشِ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِي النَّضْرِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ

اختلافِ روایت: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَّحْمِهٖ شَيْءٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے' مکہ کے راستے میں' کسی جگہ پر پیچھے رہ گئے' ان کے ساتھیوں نے احرام باندھا ہوا تھا' لیکن حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حالت احرام میں نہیں تھے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک نیل گائے دیکھی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے' انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا' وہ ان کا کوڑا انہیں پکڑا دیں۔ ان کے ساتھیوں نے ان کو انکار کر دیا' پھر انہوں نے نیزہ مانگا' تو ساتھیوں نے اس بات سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے خود اسے حاصل کیا' اور اس نیل گائے پر حملہ کر کے اسے مار دیا' تو نبی اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا گوشت کھا لیا' بعض نے انکار کر دیا' جب یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ خوراک تھی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی تھی۔

عطاء بن یسار' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نیل گائے کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث نقل کرتے ہیں' تاہم زید بن

اسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا:

کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ لَحْمِ الصَّیْدِ لِلْمُحْرِمِ

باب 26: حالت احرام والے شخص کے لیے شکار کا گوشت کھانا حرام ہے

۸۴۹ سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَرَّ بِهٖ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَاَهْدٰی لَهٗ حِمَارًا وَّحْشِیًّا فَرَدَّهٗ عَلَیْهِ فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا فِیْ وَجْهِهٖ مِنَ الْکَرَاهِیَةِ فَقَالَ اِنَّهٗ لَیْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَیْكَ وَلٰکِنَّا حُرُمٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِهِمْ اِلٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ وَکَرِهُوْا اَکْلَ الصَّیْدِ لِلْمُحْرِمِ وقَالَ الشَّافِعِیُّ اِنَّمَا وَجْهُ هٰذَا الْحَدِیْثِ عِنْدَنَا اِنَّمَا رَدَّهٗ عَلَیْهِ لَمَّا ظَنَّ اَنَّهٗ صِیْدَ مِنْ اَجْلِهٖ وَتَرَکَهٗ عَلَی التَّنَزُّهِ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰی بَعْضُ اَصْحَابِ الزُّهْرِیِّ عَنِ الزُّهْرِیِّ هٰذَا الْحَدِیْثَ وَقَالَ اَهْدٰی لَهٗ لَحْمَ حِمَارٍ وَّحْشٍ وَّهُوَ غَیْرُ مَحْفُوْظٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَلِیٍّ وَّزَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ

◆◆ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ "ابواء" یا شاید "ودان" کے مقام سے گزرے تو حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں نیل گائے کا گوشت پیش کیا' نبی اکرم ﷺ نے وہ واپس کر دیا' جب نبی اکرم ﷺ نے ان کے چہرے پر افسوس کے آثار دیکھے' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہم نے صرف اس لیے یہ تمہیں واپس کیا ہے' کیونکہ ہم حالت احرام میں ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے ایک گروہ کے نزدیک اس حدیث (پر عمل کیا جائے گا) انہوں نے حالت احرام والے شخص کے لیے شکار کھانا مکروہ قرار دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: نبی اکرم ﷺ نے اسے اس لیے واپس کیا تھا' کیونکہ آپ نے یہ سمجھا تھا: اسے صرف آپ کے لیے شکار کیا گیا ہے' اور آپ کا اسے ترک کرنا مکروہ تنزیہی کے طور پر تھا۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں

نے نیل گائے کا گوشت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا' تاہم یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَيْدِ الْبَحْرِ لِلْمُحْرِمِ

باب 27: حالت احرام والے شخص کے لیے سمندر کے شکار کا حکم

778 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِى الْمُهَزِّمِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ فَاسْتَقْبَلَنَا رِجْلٌ مِّنْ جَرَادٍ فَجَعَلْنَا نَضْرِبُهُ بِسِيَاطِنَا وَعِصِيِّنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْهُ فَاِنَّهُ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِى الْمُهَزِّمِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

توضیح راوی: وَاَبُو الْمُهَزِّمِ اسْمُهُ يَزِيْدُ بْنُ سُفْيَانَ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ شُعْبَةُ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ لِلْمُحْرِمِ اَنْ يَّصِيْدَ الْجَرَادَ وَيَاْكُلَهُ وَرَاٰى بَعْضُهُمْ عَلَيْهِ صَدَقَةً اِذَا اصْطَادَهُ وَاَكَلَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حج کرنے کے لیے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ لفظ ہے) عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے' تو ہمارا سامنا ٹڈی دل سے ہوا' ہم نے اپنی لاٹھیوں اور سوٹیوں کے ذریعے انہیں مارنا شروع کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے کھالو کیونکہ یہ سمندر کا شکار ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف ابومہزم نامی راوی کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

ابومہزم نامی راوی کا نام یزید بن سفیان ہے۔ شعبہ نے ان کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے۔

اہل علم کے ایک گروہ نے حالت احرام والے شخص کے لیے ٹڈی دل کو شکار کرنے اور اسے کھانے کی اجازت دی ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک اگر حالت احرام والا شخص اس کا شکار کر لیتا ہے یا اسے کھالیتا ہے' تو اس پر صدقہ کرنا لازم ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الضَّبُعِ يُصِيْبُهَا الْمُحْرِمُ

باب 28: حالت احرام والے شخص کا بجو کا شکار کرنا

779 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ عَمَّارٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِجَابِرٍ الضَّبُعُ اَصَيْدٌ هِىَ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ اٰكُلُهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ اَقَالَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّرَوٰى جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ وَحَدِيْثُ ابْنِ جُرَيْجٍ اَصَحُّ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُحْرِمِ اِذَا اَصَابَ ضَبُعًا اَنَّ عَلَيْهِ الْجَزَاءَ

◆◆ ابن ابی عمار بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، کیا بجو شکار ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا، کیا میں اسے کھا سکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا، کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

علی بن مدینی کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے یہ بات فرمائی ہے: جریر بن حازم نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن جریج سے منقول حدیث زیادہ مستند ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

حالت احرام والا شخص اگر بجو کا شکار کر لیتا ہے تو اس بارے میں عمل اس حکم پر ہے کہ اس پر جزا دینا لازم ہوگا۔

شرح

تفہیم احادیث اور احرام کے فقہی احکام ومسائل:

حرم سے مراد مکہ معظمہ کی وہ سرزمین ہے جو نشانات کے ذریعے ظاہر کی گئی ہے۔ اس سے متصل "حل" ہے اور اس سے متصل مواقیت ہیں اور ان سے باہر کی کائنات کو آفاق کہا جاتا ہے۔ آفاق کے باشندوں کو آفاقی کہا جاتا ہے۔ جب آفاق سے لوگ مواقیت پر آتے ہیں تو وہ حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت نہ ہو تو احرام باندھنا مستحب ہے۔ مواقیت کی تفصیل گزشتہ ابواب کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

ان ابواب کی بیس احادیث مبارکہ میں محرم کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ چنانچہ احرام کے حوالے سے فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ میقات سے احرام باندھنے سے قبل غسل کریں، مسواک کریں اور وضو کریں، ناخن ترشوائیں، بال کٹوائیں، موئے بغل اور زیر ناف بال دور کریں۔

☆ جسم اور کپڑے پر خوشبو استعمال کر سکتے ہیں۔ مرد دو چادریں جو سلی ہوئی نہ ہوں، زیب تن کریں۔ ایک قمیص کی جگہ میں اور دوسری شلوار کی جگہ میں۔ اپنے سر پر کوئی ٹوپی یا رومال یا دستار وغیرہ نہ رکھیں۔

☆ چھوٹے بچوں کو بھی بڑے مردوں کی طرح دو چادریں جوان کے جسم کے مناسب ہوں، زیب تن کروائی جائیں۔ خواتین احرام سے مستثنیٰ ہیں اور اپنے سلے ہوئے کپڑوں میں حج وعمرہ کے مناسک وارکان ادا کریں۔

☆ احرام باندھتے وقت حج یا عمرہ یا دونوں کے ادا کرنے کی نیت کریں اور ساتھ ہی بلند آواز سے تلبیہ شروع کردیں۔ خواتین پست آواز میں تلبیہ کہیں' کیونکہ ان کی آواز بھی عورت ہے۔

☆ احرام باندھنے کے بعد اور خواتین صرف غسل یا وضو کے بعد دوگانہ ادا کریں۔

☆ تلبیہ کے الفاظ میں کمی نہ کی جائے۔ البتہ زیادتی جائز ہے اور زیادتی بھی تلبیہ مسنون کے آخر میں کی جائے۔ تلبیہ کی ابتداء اور وسط میں زیادتی جائز نہیں ہے۔

☆ احرام کے وقت ایک مرتبہ زبان سے لبیک کہنا واجب ہے۔ پورا تلبیہ کہنا اور کثرت سے کہنا مسنون ہے۔ احرام کے وقت لبیک کہا تو اس سے متعلق نیت بھی ہونی چاہیے۔

☆ اگر کوئی شخص حج بدل کرنا چاہتا ہے تو احرام باندھتے وقت دوسری کی طرف سے نیت بھی کرے۔

☆ سوئے ہوئے یا مریض یا بے ہوش کو کسی نے احرام باندھا تو وہ محرم ہو جائے گا۔ اگر نابالغ بچے کو احرام زیب تن کیا تو اس کے سلے ہوئے کپڑے اتار لیے جائیں گے۔

☆ غسل وغیرہ کے بعد لبیک کہتے وقت حج افراد یا تمتع یا قران میں سے جس کی بھی نیت کی معتبر ہوگی۔

☆ دو حج کا احرام باندھا تو دو حج واجب اور دو عمروں کی نیت کی تو دو عمرے واجب ہو جائیں گے۔ لبیک کہتے وقت حج کا نام لیا جبکہ نیت عمرہ کی تھی تلبیہ کے وقت نام عمرہ کا لیا جبکہ نیت حج کی تھی تو نیت کا اعتبار ہوگا نہ کہ الفاظ کا۔

☆ حج بدل یا منت یا نفل میں سے جس کی نیت کی وہی معتبر ہوگی خواہ ابھی تک اس نے حج نہ کیا ہو۔ اگر کسی نے ایک ہی حج میں فرض اور نفل دونوں کی نیت کی تو فرض ادا ہوگا۔ (ماخوذ از کتب فقہ)

ممنوعات احرام

حالت احرام میں کچھ امور حرام وممنوع ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) بیوی سے جماع کرنا (۲) منکوحہ سے بوس وکنار اور لمس (۳) بیوی کو گلے سے چپٹانا (۴) عورت کی موجودگی میں جماع کا تذکرہ کرنا (۵) (۶) فحش وعریانی (۷) معصیت کا ارتکاب کرنا (۸) دنیوی مفادات و مقاصد کے لیے کسی سے جھگڑا کرنا (۹) کسی جانور کا شکار کرنا یا شکار کے لیے کسی کی معاونت کرنا (۱۰) شکار کے حوالے سے کسی بھی طرح رہنمائی کرنا (۱۱) بندوق یا چھری وغیرہ سے جانور ذبح کرنے کے لیے کسی کو مہیا کرنا (۱۲) کسی پرندے کے انڈے ضائع کرنا (۱۳) کسی پرندے یا جانور کے پر یا بازوں وغیرہ اکھیڑنا (۱۴) کسی جانور کا دودھ دوہنا (۱۵) کسی شکار کے جانور کا گوشت یا انڈے کھانا (۱۶) اپنے یا دوسرے کے ناخن تراشنا (۱۷) اپنے سر تا پا کسی حصہ سے بال اکھاڑنا یا ترشوانا (۱۸) اپنے سر یا منہ کو کپڑے وغیرہ سے چھپانا (۱۹) بیگ یا گھڑی یا کوئی اور چیز سر پر رکھنا (۲۰) عمامہ' ٹوپی یا برقع یا دستانے وغیرہ استعمال کرنا (۲۱) پاؤں میں موزے یا جرابیں یا بند جوتا استعمال کرنا

(۲۲) سلا ہوا کپڑا استعمال کرنا (۲۳) بالوں یا کپڑوں یا جسم پر خوشبو لگا (۲۴) ایسی چیز کھانا جس میں خوشبو یا زعفران یا عنبر یا مشک وغیرہ ہو (۲۵) اپنی داڑھی کو خوشبو لگانا یا ایسی دوائی استعمال کرنا جس سے جوئیں وغیرہ مرجاتی ہوں (۲۶) مہندی یا وسمہ وغیرہ کا خضاب استعمال کرنا (۲۷) گوند یا دوسری کسی چیز سے بال چپکانا (۲۸) زیتون وغیرہ کا خوشبودار تیل استعمال کرنا (۲۹) کسی کا سر مونڈنا خواہ وہ حالت احرام میں نہ ہو (۳۰) خود جوں مارنا یا اس کے مارنے کی ترغیب دینا۔

مکروہات احرام

حالت احرام میں کچھ امور مکروہ ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) جسم کا میل دور کرنا (۲) بالوں یا جسم کو صابون وغیرہ سے دھونا (۳) جسم کو کھجلانا کہ بال ٹوٹ جائیں (۴) کنگھی استعمال کرنا (۵) خوشبو میں بسا ہوا کپڑا ازیر استعمال لانا (۶) کسی بھی خوشبودار چیز کو سونگھنا خواہ پھل وغیرہ ہوں (۷) عطار کی دکان پر اس غرض سے جانا کہ اسے خوشبو حاصل ہو (۸) چہرے یا سر پر کپڑا باندھنا (۹) غلاف کعبہ میں گھس جانا کہ غلاف چہرہ یا سر کو ڈھانپ لے (۱۰) چہرہ یا ناک وغیرہ کو کپڑے سے چھپانا (۱۱) ایسا بے سلا کپڑا جسے پیوند لگے ہوں، کو زیب تن کرنا (۱۲) گلے یا بازو میں تعویذات لٹکانا (۱۳) بلا عذر شرعی جسم پر پٹی باندھنا (۱۴) احرام کی چادروں کو گرہ دے لینا وغیرہ۔

حالتِ احرام میں نکاح: حالت احرام میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حالت احرام نکاح جائز ہے لیکن جماع درست نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا لیکن جماع احرام سے فارغ ہو کر کیا تھا۔ آئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں نکاح ممنوع ہے۔ انہوں نے بھی نکاح میمونہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح احرام باندھنے سے قبل کیا تھا مگر لوگوں کو اس واقعہ کا علم اس وقت ہوا جب آپ حالت احرام میں تھے۔ اس طرح لوگوں نے خیال کیا کہ آپ نے حالت احرام میں نکاح کیا تھا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت نکاح والی روایات کے بارے میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا ہے: (۱) ان روایات میں نفس نکاح کی نفی نہیں ہے بلکہ کمال کی نفی ہے، (۲) ان سے مراد لفظ نکاح کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی جماع کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ حالت احرام میں نکاح کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ جماع کرنے کی ممانعت ہے۔

فانه من صيد البحر کا مفہوم:

اس کے تین مفاہیم ہو سکتے ہیں: (۱) جس طرح مردار مچھلی حلال ہے اسی طرح مری ہوئی ٹڈی بھی حلال ہے یعنی ان دونوں کو ذبح کے بغیر استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ (۲) حالت احرام میں جس طرح سمندری جانور کا شکار کرنا جائز ہے، اسی طرح ٹڈی کا شکار کرنا اور اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ (۳) جس طرح حالت احرام میں سمندری شکار کی وجہ سے کوئی چیز (تلافی کے لیے جرمانہ وغیرہ) لازم نہیں آتی اسی طرح ٹڈی کے شکار کرنے سے بھی کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔

آئمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ان تینوں مفاہیم میں سے پہلا مفہوم زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کی تائید حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کے ارشادگرامی سے بھی ہوتی ہے کہ ہمارے لیے دوخون حلال ہیں: (۱) تلی (۲) کلیجی مردار حلال ہیں: (۱) مچھلی (۲) ٹڈی۔ یعنی مچھلی اور ٹڈی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ہدایہ، بہارشریعت مدنیہ جلداوّل ماخوذ از صفحہ ۱۰۷۱ تا ۱۰۸۳)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِغْتِسَالِ لِدُخُوْلِ مَكَّةَ

باب 29: مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا

780 سندِحدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ صَالِحِ الْبَلْخِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: اغْتَسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِدُخُوْلِهِ مَكَّةَ بِفَخٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

آثارِ صحابہ: وَالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَغْتَسِلُ لِدُخُوْلِ مَكَّةَ

مذاہبِ فقہاء: وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ يُسْتَحَبُّ الْاِغْتِسَالُ لِدُخُوْلِ مَكَّةَ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهٗ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّعَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَغَيْرُهُمَا وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے "فخ" کے مقام پر غسل کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔

صحیح روایت وہ ہے جسے نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے: وہ (یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما) مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کیا کرتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے: مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔

اس حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم علم حدیث میں ضعیف سمجھے جاتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ علی بن مدینی اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف انہی کے حوالے سے "مرفوع" روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دُخُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ مِنْ اَعْلَاهَا وَخُرُوْجِهٖ مِنْ اَسْفَلِهَا

باب 30: نبی اکرم ﷺ کا بالائی سمت سے داخل ہونا اور زیریں سمت سے باہر جانا

781 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متن حدیث: لَمَّا جَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ اَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مکہ تشریف لائے' تو آپ بالائی طرف سے اس میں داخل ہوئے اور جب آپ یہاں سے تشریف لے کر گئے' تو زیریں حصے سے گئے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دُخُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ نَهَارًا

باب 31: نبی اکرم ﷺ کا دن کے وقت مکہ میں داخل ہونا

782 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْعُمَرِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ نَهَارًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ دن کے وقت مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ

باب 32: بیت اللہ کو دیکھتے وقت ہاتھ بلند کرنا مکروہ ہے

783 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ قَزَعَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنِ الْمُهَاجِرِ الْمَكِّيِّ قَالَ

متن حدیث: سُئِلَ جَابِرُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَيَرْفَعُ الرَّجُلُ يَدَيْهِ اِذَا رَاَى الْبَيْتَ فَقَالَ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا نَفْعَلُهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ قَزَعَةَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ قَزَعَةَ اسْمُهُ سُوَيْدُ بْنُ حُجَيْرٍ

◆◆ مہاجر مکی بیان کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: کیا کوئی آدمی جب بیت اللہ کو دیکھے تو وہ اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے گا؟ انہوں نے جواب دیا: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حج کیا ہے' تو کیا ہم ہاتھ اٹھایا کرتے تھے

(یعنی ہم نے تو ایسا نہیں کیا)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھانا' ہم اسے صرف شعبہ کے حوالے سے، ابوقزعہ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ابوقزعہ نامی راوی کا نام سوید بن حجر ہے۔

شرح

داخلی حرم کے فضائل واحکام:

داخلی حرم کے فضائل کے حوالے سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یوں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو اس دن سے حرم بنادیا تھا جس دن زمین وآسمان کی تخلیق فرمائی تھی اور تا قیام قیامت حرم رہے گا۔ مجھ سے قبل میرے سوا کسی کے لیے اس میں قتال حلال نہیں ہوا جبکہ میرے لیے بھی قتال مختصر وقت کے لیے حلال ہوا' اب وہ پھر تا قیامت حرام ہے''۔ (صحیح مسلم جلداوّل ص۷۰۶)

(۲) حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اُمت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک حرم کے تقدس کو بحال رکھے گی اور جب لوگ اس کے تقدس کو ختم کردیں گے تو ہلاک ہوجائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث:۳۱۱۰)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعبہ کی زبان اور ہونٹ ہیں، اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور شکایت کی کہ میرے پاس آنے والے اور زیارت کرنے والے لوگ قلیل ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ایسے لوگوں کو پیدا کروں گا جو خشوع وخضوع کرنے اور سجدہ کرنے والے ہوں گے اور وہ تیری طرف اس طرح اُمڈ آئیں گے جس طرح کبوتری اپنے انڈوں کی طرف اُمڈ آتی ہے۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث۶۰۶۶)

داخلی حرم کے چند آداب واحکام ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ جب مسلمان حرم مکہ کے پاس پہنچے تو سراپا ادب' خشوع وخضوع کی تصویر اور گناہوں کے سبب شرم سے آنکھیں جھکائے ہوئے پیدل ہوجائے۔ زبان پر لبیک کا ترانہ ہو اور توبہ واستغفار کی کثرت کرے۔

☆ حرمین میں داخل ہونے سے قبل غسل کرے' نئے کپڑے یا دھلے ہوئے کپڑے زیب تن کرے اور حیض ونفاس والی خواتین بھی غسل کریں۔

☆ مکہ معظمہ کی حدود میں شکار کرنے' درختوں کو کاٹنے' گھاس اکھاڑنے اور کسی وحشی جانور کو ہلاک کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ ہر اس عمل سے اجتناب کرنا ضروری ہے جو اس سرزمین کے تقدس کے خلاف ہو۔

☆ جب مکہ معظمہ پر نظر پڑے تو یوں دعاء کرے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ بِهَا قَرَارًا اَوَّارْزُقْنِيْ فِيْهَا رِزْقًا حَلَالًا (اے اللہ! تو

اس حرم مقدس کے سبب مجھے سکون قلب کی دولت عطا فرما اور تو مجھے حلال وطیب رزق عطا کر۔)

☆ جب کعبہ معظّمہ پر نظر پڑے تو اپنے لیے، اپنے والدین اساتذہ مشائخ کی بلندی درجات کے لیے اور پوری ملت اسلامیہ کے اتفاق اور غلبہ اسلام کے لیے خصوصی دعا کرے۔

☆ کعبہ معظّمہ پر پہلی نظر پڑنے پر تین بار یوں کہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور درود شریف کی کثرت کرتے ہوئے یوں دعا کرے: اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَعْظِيمًا وَّ تَشْرِيفًا وَّ تَكْرِيمًا الخ

(۱) دخول مکہ سے قبل غسل: دخول مکہ معظمہ سے قبل غسل کرنا مسنون ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ دخول مکہ سے قبل مقام "فخ" پر رکتے اور غسل کر کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تھے۔ دور دراز کا سفر کرنے سے انسان کا چہرہ اور بال غبار آلود ہو جاتے ہیں تو آداب دخول مکہ میں سے ایک یہ ہے کہ غسل کیا جائے۔ علاوہ ازیں طہارت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور حدیث میں صفائی کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

(۲) دن کے وقت دخول مکہ: مکہ معظمہ میں دن کے وقت داخل ہونا مسنون ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں (۱) جلالت وعظمت باری تعالیٰ کے پیش نظر مکہ معظمہ میں سکون قلب کا حصول مقصود تھا جو صرف دن کے وقت ممکن ہو سکتا تھا۔ (۲) آپ کی رفاقت میں ستر ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مشتمل قافلہ تھا جو رات کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوتا تو شور وغل کے سبب اہل مکہ کا سکون برقرار نہ رہ سکتا (۳) آپ اپنے صحابہ کرام کو طواف بیت اللہ کی تعلیم وترغیب دینا چاہتے تھے جو صرف دن کے وقت ممکن تھی اور یہی تعلیم وطریقہ تا قیامت لوگوں کے لیے قانون وضابطہ بن گیا۔

(۳) بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت رفع یدین کرنے میں مذاہب آئمہ: جب بیت اللہ پر نظر پڑے تو اس وقت رفع یدین جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جب کعبہ معظمہ پر نظر پڑے یا اس موقع پر دعا کرے تو تکبیر تحریمہ کی طرح رفع یدین کیے بغیر دعا کی جائے۔ اس میں عجز وانکسار ہے اور ریا کاری کا خاتمہ بھی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ رفع یدین کرنا جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رفع یدین کیا تھا۔ جمہور آئمہ کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں ایک مصری نسخہ میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: افکنا نفعله (کیا ہم ایسا کرتے؟) یعنی ہم نے رفع یدین نہیں کیا تھا۔ (ماخوذ ہدایہ بہار شریعت مدنیہ جلد اوّل از صفحہ ۱۰۸۵ تا ۱۰۸۹)

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ الطَّوَافُ

باب 33: طواف کرنے کا طریقہ

784 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ ثُمَّ مَضٰى

عَلٰی یَمِیْنِهٖ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَّمَشٰی اَرْبَعًا ثُمَّ اَتَی الْمَقَامَ فَقَالَ (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی) فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَالْمَقَامُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْبَیْتِ ثُمَّ اَتَی الْحَجَرَ بَعْدَ الرَّکْعَتَیْنِ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الصَّفَا اَظُنُّهٗ قَالَ (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ)

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ جَابِرٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مکہ تشریف لائے' تو آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا' پھر دائیں طرف سے (طواف شروع کیا) آپ نے پہلے تین چکروں میں رمل کیا' اور چار چکروں میں عام رفتار سے چلے' پھر آپ مقامِ ابراہیم کے پاس تشریف لائے' آپ نے یہ پڑھا ''مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنالو'' پھر آپ نے وہاں دو رکعت نماز ادا کی' جن میں مقامِ ابراہیم آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا' پھر آپ دو رکعت پڑھنے کے بعد حجر اسود کے پاس تشریف لائے' آپ نے اس کو بوسہ دیا' پھر آپ صفا اور مروہ پر تشریف لے گئے۔

راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے' انہوں نے یہ بات بھی بتائی تھی (نبی اکرم ﷺ نے یہ پڑھا)

''بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں''۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الرَّمَلِ مِنَ الْحَجَرِ اِلَی الْحَجَرِ

باب 34: حجر اسود سے، حجر اسود تک رمل کرنا

785 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ اِلَی الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَّمَشٰی اَرْبَعًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ جَابِرٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ الشَّافِعِیُّ اِذَا تَرَكَ الرَّمَلَ عَمْدًا فَقَدْ اَسَاءَ وَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ وَاِذَا لَمْ یَرْمُلْ فِی الْاَشْوَاطِ الثَّلَاثَةِ لَمْ یَرْمُلْ فِیْمَا بَقِیَ

وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَیْسَ عَلٰی اَهْلِ مَکَّةَ رَمَلٌ وَّلَا عَلٰی مَنْ اَحْرَمَ مِنْهَا

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حجر اسود سے، حجر اسود تک تین چکروں میں رمل کیا تھا' اور چار چکروں میں عام رفتار سے چلے تھے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص جان بوجھ کر رمل ترک کر دے' تو اس نے غلط حرکت کی' لیکن اس پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی اور اگر کوئی شخص پہلے تین چکروں میں رمل نہیں کرتا' تو وہ بقیہ میں بھی رمل نہ کرے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اہلِ مکہ پر رمل کرنا لازم نہیں ہے' اسی طرح جس شخص نے مکہ سے احرام باندھا ہو' اس پر بھی رمل لازم نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَالرُّكْنِ الْيَمَانِيْ دُوْنَ مَا سِوَاهُمَا

باب 35: حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کرنا، ان کے علاوہ اور کسی چیز کا نہیں

786 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ وَمَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّمُعَاوِيَةُ لَا يَمُرُّ بِرُكْنٍ اِلَّا اسْتَلَمَهُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَّسْتَلِمُ اِلَّا الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَ

آثارِ صحابہ: فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ لَّا يَسْتَلِمَ اِلَّا الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَ

ابوطفیل بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہر رکن کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کا استلام کرنے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: نبی اکرم ﷺ نے صرف حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کیا تھا' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیت اللہ کے کسی بھی حصے کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' یعنی صرف حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَافَ مُضْطَبِعًا

باب 36: نبی اکرم ﷺ نے اضطباع (کے طور پر کپڑا لپیٹ کر) طواف کیا تھا

787 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا قَبِیْصَۃُ عَنْ سُفْیَانَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ عَنِ ابْنِ یَعْلٰی عَنْ اَبِیْہِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَیْتِ مُضْطَبِعًا وَّعَلَیْہِ بُرْدٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثُ الثَّوْرِیِّ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ وَّلَا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِہٖ وَھُوَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَّعَبْدُ الْحَمِیْدِ ھُوَ ابْنُ جُبَیْرَۃَ بْنِ شَیْبَۃَ عَنِ ابْنِ یَعْلٰی عَنْ اَبِیْہِ وَھُوَ یَعْلَی بْنُ اُمَیَّۃَ

◆◆ حضرت ابن یعلیٰ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے اضطباع (کے طور پر کپڑا لپیٹ کر) بیت اللہ کا طواف کیا تھا' آپ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث جو ثوری کے حوالے سے' ابن جریج سے منقول ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عبدالحمید نامی راوی' عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ ہیں' جنہوں نے حضرت ابن یعلیٰ کے حوالے سے' ان کے والد سے حدیث نقل کی ہے جو حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَقْبِیْلِ الْحَجَرِ

باب 37: حجر اسود کو بوسہ دینا

788 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ھَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِیْعَۃَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَیَقُوْلُ اِنِّیْ اُقَبِّلُكَ وَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ وَّلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ لَمْ اُقَبِّلْكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عُمَرَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور بولے: میں نے تمہیں بوسہ دیا ہے' میں جانتا ہوں کہ تم ایک پتھر ہو' اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تمہیں بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا' تو میں تمہیں بوسہ نہ دیتا۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

789 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ فَقَالَ الرَّجُلُ اَرَاَيْتَ اِنْ غُلِبْتُ عَلَيْهِ اَرَاَيْتَ اِنْ زُوحِمْتُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اجْعَلْ اَرَاَيْتَ بِالْيَمَنِ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ

توضیح راوی: قَالَ وَهٰذَا هُوَ الزُّبَيْرُ بْنُ عَرَبِيٍّ رَوٰى عَنْهُ حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ وَّالزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ كُوْفِيٌّ يُكْنٰى اَبَا سَلَمَةَ سَمِعَ مِنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّغَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ تَقْبِيْلَ الْحَجَرِ فَاِنْ لَّمْ يُمْكِنْهُ وَلَمْ يَصِلْ اِلَيْهِ اسْتَلَمَهُ بِيَدِهٖ وَقَبَّلَ يَدَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَصِلْ اِلَيْهِ اسْتَقْبَلَهٗ اِذَا حَاذٰى بِهٖ وَكَبَّرَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

◆◆ زبیر بن عربی بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حجرِ اسود کے استلام کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس کا استلام کرتے' اور اس کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس شخص نے دریافت کیا: اگر میں اس تک نہ پہنچ سکوں' تو پھر آپ کی کیا رائے ہوگی؟ یا اگر ہجوم زیادہ ہو' تو پھر آپ کی کیا رائے ہوگی؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رائے کو یمن بھیجو' میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس کا استلام کرتے اور اس کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہی زبیر بن عربی ہیں جن سے حماد بن زید نے احادیث روایت کی ہیں۔

زبیر بن عدی کوفی ہیں اور ان کی کنیت ابوسلمہ ہے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام سے احادیث کا سماع کیا ہے' جبکہ سفیان ثوری اور دیگر آئمہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دینے کو مستحب قرار دیا ہے' اگر آدمی حجرِ اسود تک نہ پہنچ سکتا ہو' تو وہ اپنے ہاتھ کے ذریعے اس کی طرف اشارہ کرکے اپنے ہاتھ کو بوسہ دے' اور اگر آدمی کے لیے یہ بھی ممکن نہ ہو' تو وہ جب اس کے برابر (مقابل) میں آئے' تو اس کی طرف رخ کرلے اور تکبیر کہے' امام شافعی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

کعبہ معظّمہ کے فضائل اور اس کے احکام ومسائل:

کعبہ معظّمہ کے فضائل کثیر احادیث میں بیان کیے گئے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کی غرض سے مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو آپ نے وضو کر کے سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔(صحیح بخاری' جلد اوّل ص ۵۴۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجر اسود تک تین پھیروں میں رمل کیا اور باقی چار پھیروں میں عام رفتار میں طواف کیا۔(الصحیح للمسلم' جلد اوّل ص ۶۵۸)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو آپ حجر اسود کے پاس تشریف لے گئے، اسے بوسہ دیا اور دائیں طرف چل کر تین پھیروں میں رمل کیا۔(مشکوٰۃ' رقم الحدیث ۲۵۶۶)

(۴) حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے دست اقدس میں چھڑی تھی جو حجر اسود کو لگا کر اسے بوسہ دیا تھا۔(صحیح مسلم' رقم الحدیث ۱۲۷۵)

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت اللہ کا حج کرنے والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ ہر روز ایک سو بیس رحمتیں نازل کرتا ہے، جن میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر، چالیس نماز پڑھنے والوں پر اور بیس اسے دیکھنے والوں پر۔(الترغیب والترہیب' جلد ثانی ص ۱۲۳)

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پچاس مرتبہ طواف کیا وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے کہ وہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔(جامع الترمذی رقم الحدیث ۸۶۷)

(۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حجر اسود جنت سے اتارا گیا دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اولاد آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا۔(جامع ترمذی جلد ثانی ص ۲۴۸)

(۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بروز قیامت اللہ تعالیٰ حجر اسود کو اس حالت میں اٹھائے گا کہ اس کی آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا، زبان ہوگی جس سے گفتگو کرے گا اور جس نے اسے بوسہ دیا ہوگا اس کے حق میں گواہی دے گا۔(جامع ترمذی جلد ثانی ص ۹۶۳)

طریقہ طواف:

مطاف میں چلتے ہوئے حجر اسود کے قریب پہنچ کر یہ دعاء پڑھیں: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ الخ

☆ آغاز طواف کے وقت صرف مرد اضطباع کرے یعنی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالے کہ اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ہوں۔

☆ حجر اسود کے پاس اس کی دائیں جانب اس طرح کھڑا ہو کر کعبہ معظمہ بائیں جانب ہو (جہاں آج کل سبز لائٹ جلتی رہتی ہے

اور سبز لکیر بھی ہے) وہاں بایں الفاظ طواف کی نیت کرے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ (اے اللہ! میں تیرے گھر کے طواف کی نیت کرتا ہوں، تو اسے میرے لیے آسان کردے اور میری طرف سے قبول فرما)

☆ اس نیت کے بعد حجر اسود سے دائیں طرف چلتے ہوئے طواف کا آغاز کرے، ممکن ہو تو حجر اسود کو بوسہ دے۔ ورنہ اس کی طرف ہاتھوں کا اشارہ کرکے ہاتھوں کو بوسہ دے تو بوسۂ حجر اسود کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ آغاز طواف کے وقت یہ الفاظ کہیے: بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔

☆ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت یا اس کی طرف ہاتھوں کا اشارہ کرکے انہیں بوسہ دیتے وقت یہ دعا پڑھی جائے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَطَهِّرْلِیْ قَلْبِیْ وَاشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ ۔

☆ طواف کے پہلے تین پھیروں میں صرف مرد حضرات رمل کریں یعنی پہلوانوں اور طاقتور لوگوں کی طرح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر اور خوب کندھوں کو ہلا کر طواف کریں۔ یہ رمل کرنا مسنون ہے۔ باقی چار پھیروں میں عام رفتار کے مطابق طواف کیا جائے۔

☆ دوران طواف جتنا ہو سکے بیت اللہ کے قریب رہے حتی کہ اس کا ہاتھ یا کپڑا بیت اللہ شریف کو چھوتا رہے۔ اگر کثرت ہجوم کی وجہ سے قریب سے طواف کرنے میں دقت پیش آئے تو دور کے حصہ مطاف میں بھی طواف کیا جا سکتا ہے۔

☆ جب ملتزم کے مقابل آئے تو بایں الفاظ دعا کرے: اَللّٰهُمَّ هٰذَا الْبَیْتُ بَیْتُكَ وَالْحَرَمَ حَرَمُكَ وَالْاَمْنُ اَمْنُكَ الخ

☆ جب رکن عراقی کے مقابل آئے تو یوں دعا کرے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ الخ

☆ میزاب رحمت کے مقابل آئے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ الخ

☆ رکن شامی کے مقابل آئے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّتِجَارَةً لَنْ تَبُوْرَ الخ

☆ جب رکن یمانی کے مقابل آئے تو یوں دعا کرے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۔

☆ بیت اللہ کے اطراف میں گھوم کر جب حجر اسود کے پاس پہنچا تو اب ایک پھیرا مکمل ہوا۔ باقی چھ پھیرے بھی اسی طرح مکمل کیے جائیں۔ سات پھیرے مل کر ایک کامل طواف ہوگا۔

طواف کے فقہی مسائل: ذیل میں طواف کے چند فقہی مسائل پیش کیے جاتے ہیں:

☆ طواف میں نیت فرض ہے مگر شرط نہیں ہے اور ہر طواف مطلق نیت سے ادا ہو جاتا ہے۔

☆ اگر کسی نے طواف کرتے وقت الٹے پھیرے لگائے یعنی کعبہ معظمہ کو بائیں طرف رکھنے کی بجائے دائیں طرف رکھ کر طواف کیا تو طواف صحیح نہیں ہوگا اور اس کا اعادہ ضروری ہے۔

☆ طواف کرتے وقت حطیم کو کعبہ معظمہ کا حصہ قرار دے کر اس کے اوپر سے طواف کرنا ضروری ہے ورنہ طواف صحیح نہیں ہوگا۔

☆ سات پھیروں سے ایک طواف مکمل ہو جاتا ہے۔ اگر کسی نے آٹھواں پھیرا شروع کر دیا تو دوسرا طواف شروع ہو جائے گا

اوراس کے ساتھ چھ پھیرے مزید ملا کر دوسرا طواف بھی پورا کرے۔

☆ طواف فرض یا واجب کے دوران پھیروں میں شک پڑ گیا تو نئے سرے سے سات پھیرے مکمل کرے۔

☆ طواف صرف کعبہ معظمہ کا ہے، اس کے علاوہ مسجد حرام یا دوسری کسی مسجد یا مقام مقدسہ کا طواف جائز نہیں ہے۔

☆ پیدل طواف کرنا افضل و مسنون ہے جو شخص کمزوری، ضعف یا علالت یا شیخ فانی ہونے کی وجہ سے پیدل طواف نہ کرسکتا ہو تو دوسرے کے کندھے یا ریڑھی وغیرہ پر بھی طواف کرسکتا ہے۔

☆ کسی شخص نے مریض یا شیخ فانی یا کمزور وضعیف کو طواف کرایا تو اپنے طواف کی بھی نیت تھی تو دونوں کا طواف ہو جائے گا۔

☆ دوران طواف نماز کا وقت ہو گیا اور جماعت کھڑی ہو گئی یا جنازہ آ گیا تو طواف موقوف کر دے اور بعد میں اسی پر بنا کر کے طواف مکمل کرے۔

☆ طواف کے اختتام پر اگر وقت مکروہ نہیں ہے تو مقام ابراہیمی پر دوگانہ طواف ادا کرے۔ اگر ہجوم کی وجہ سے وہاں پڑھنے کی گنجائش نہ ہو تو مسجد حرام کے کسی بھی حصہ میں یہ دوگانہ پڑھا جاسکتا ہے۔ اگر وقت مکروہ ہو تو بعد میں یہ دوگانہ پڑھا جاسکتا ہے۔ اوقات مکروہہ پانچ ہیں: (۱) طلوع آفتاب، (۲) نصف النہار، (۳) غروب آفتاب، (۴) بعد از نماز عصر تا غروب آفتاب (۵) بعد نماز فجر تا طلوع آفتاب۔ ان اوقات میں نوافل اور سجدہ تلاوت سب ممنوع ہیں۔

☆ دوران طواف دنیاوی گفتگو سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ البتہ ادعیہ کے علاوہ توبہ و استغفار اور درود کی کثرت کی جائے۔

☆ دوگانہ طواف ادا کرنے کے بعد چاہ زمزم کے پاس آ کر آب زمزم نوش کرے۔ آب زمزم کا نوش کرنا مسنون ہے اور اس کا کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے، کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پانی قیام کی حالت میں نوش فرمایا تھا۔

☆ مقام ابراہیم پر آج بھی وہ پتھر موجود ہے، جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشانات ہیں اور اسی پر سوار ہو کر آپ تعمیر کعبہ معظمہ کرتے رہے۔ حجاج کرام ان نشانات مبارکہ کی زیارت کرتے ہیں۔ یہ پتھر آپ کی عظمت کا امین اور فضیلت کا مظہر ہے۔ (ماخوذ از ہدایہ و بہار شریعت مدنیہ جلد اول ماخوذ از صفحہ ۱۰۹۵ تا صفحہ ۱۱۰۵)

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهٗ يَبْدَاُ بِالصَّفَا قَبْلَ الْمَرْوَةِ

باب 38: مروہ سے پہلے صفا سے (سعی کا) آغاز کیا جائے گا

790 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَّاَتَی الْمَقَامَ فَقَرَاَ (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّی) فَصَلّٰی خَلْفَ الْمَقَامِ ثُمَّ اَتَی الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ قَالَ نَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ فَبَدَاَ بِالصَّفَا وَقَرَاَ (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُ يَبْدَأُ بِالصَّفَا قَبْلَ الْمَرْوَةِ فَاِنْ بَدَاَ بِالْمَرْوَةِ قَبْلَ الصَّفَا لَمْ يُجْزِهِ وَبَدَاَ بِالصَّفَا وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰى رَجَعَ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰى خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ فَاِنْ ذَكَرَ وَهُوَ قَرِيبٌ مِّنْهَا رَجَعَ فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاِنْ لَمْ يَذْكُرْ حَتّٰى اَتٰى بِلَادَهُ اَجْزَاَهُ وَعَلَيْهِ دَمٌ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنْ تَرَكَ الطَّوَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰى رَجَعَ اِلٰى بِلَادِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يُجْزِيهِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ قَالَ الطَّوَافُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاجِبٌ لَّا يَجُوْزُ الْحَجُّ اِلَّا بِهٖ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب مکہ تشریف لائے' تو آپ نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا' پھر آپ مقامِ ابراہیم کے پاس تشریف لائے' آپ نے یہ آیت پڑھی۔

"مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنالو"۔

آپ ﷺ نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز ادا کی' پھر آپ حجرِ اسود کے پاس تشریف لائے آپ نے اس کا استلام کیا' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: ہم اس سے آغاز کریں گے' جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے پہلے کیا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے پہلے صفا کی سعی کی' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

"بے شک صفا اور مروہ' اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' ان کے نزدیک مروہ سے پہلے صفا کی سعی کی جائے گی' اگر کوئی شخص مروہ سے آغاز کردیتا ہے' تو یہ درست نہیں ہوگا وہ صفا سے آغاز کرے گا۔

اہلِ علم نے اس شخص کے بارے میں اختلاف کیا ہے' جو بیت اللہ کا طواف کرلیتا ہے' اور صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا اور واپس چلا جاتا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر اس نے صفا اور مروہ کی سعی نہیں کی اور مکہ سے نکل گیا تو پھر جب اسے یاد آئے' تو اس وقت اگر وہ مکہ کے قریب ہو' تو واپس جا کر صفا اور مروہ کی سعی کرے' لیکن جب اسے اپنے علاقے میں پہنچ کر یہ بات یاد آئے' تو اب یہ اس کے لیے جائز ہے' (یعنی اس کا حج ہوجائے گا) تاہم اس پر دم (قربانی) دینا لازم ہوگا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: اگر وہ صفا اور مروہ کا طواف ترک کردیتا ہے' یہاں تک کہ اپنے شہر میں پہنچ جاتا ہے' تو اب بھی اس کا حج نہیں ہوگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں' وہ یہ فرماتے ہیں: صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے اس کے بغیر حج درست نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

باب 39: صفااور مروہ کے درمیان سعی کرنا

791 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّمَا سَعَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِىَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَّهُوَ الَّذِىْ يَسْتَحِبُّهُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنْ يَّسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاِنْ لَّمْ يَسْعَ وَمَشٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ رَاَوْهُ جَائِزًا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا' اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تاکہ مشرکین کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے: آدمی صفا اور مروہ کی سعی میں دوڑتا ہوا گزرے اگر وہ دوڑتا نہیں ہے' اور چل کر صفا اور مروہ کا چکر لگاتا ہے' تو ان حضرات کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔

792 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ جُمْهَانَ

متنِ حدیث: قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَمْشِي فِي السَّعْيِ فَقُلْتُ لَهُ اَتَمْشِي فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ لَئِنْ سَعَيْتُ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْعَى وَلَئِنْ مَشَيْتُ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي وَاَنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرُوِىَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ

◆◆ کثیر بن جمہان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سعی کی جگہ پر چلتے ہوئے دیکھا میں نے ان سے دریافت کیا: آپ دوڑنے کی جگہ پر چل کر گزر رہے ہیں جو صفا اور مروہ کے درمیان ہے' انہوں نے فرمایا: اگر میں دوڑ کر چلوں تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو دوڑتے ہوئے دیکھا ہے' اور اگر میں عام رفتار سے چلوں تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو عام رفتار سے چلتے ہوئے بھی دیکھا ہے' میں بوڑھا آدمی ہوں (اس لیے مجھ سے دوڑا نہیں جاتا)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

طریقہ سعی صفاومروہ اوراس کے احکام ومسائل:

قرآن کریم میں ارشادربانی ہے:ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (البقرہ)(بیشک صفااورمروہ دونوں مقامات شعائر اللہ ہیں)زمانہ جاہلیت میں صفاومروہ کے مقامات پر دومشہوربت:(۱)اساف(۲)نائلہ نصب تھے۔دوران سعی لوگ ان بتوں کو چھوتے اوران سے برکت حاصل کرتے تھے، جب اسلام کوغلبہ حاصل ہواتوان دونوں بتوں کواکھاڑدیاگیا۔حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران سعی یہ آیت تلاوت کرکے واضح کردیاکہ سعی ان بتوں کے لیے نہیں کی جاتی بلکہ صفاومروہ کاتعلق شعائراللہ سے ہےاورسعی ان کے احترام اوراللہ تعالیٰ کی رضاکے لیے کی جاتی ہے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے موقع پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکوپانی کی ضرورت محسوس ہوئی تووہ پانی کی تلاش میں صفاپہاڑی پر چڑھیں پھر تیزی سے نیچےتشریف لائیں اور پھر مروہ پہاڑی پر چڑھیں۔ان کایہ عمل اللہ تعالیٰ کواتناپسندآیاکہ ان دومقامات کوشعائراللہ قراردیااورتاقیامت حجاج کرام پراس عمل کوواجب قراردےدیا۔

☆لفظ''شعائر'' شعیرۃ کی جمع ہے۔شعیرۃ کالغوی معنی ہےنشانی جبکہ اس کااصطلاحی مفہوم ہے کہ کسی قوم کی مخصوص علامت ہے جوان کے ہاں نہایت قابل احترام ہوتی ہے۔مثلاً مندرہندوکی عبادتگاہ اورصلیب عیسائی مذہب کی نشانی ہے۔اسی طرح کعبۂ انبیاء،نماز،روزہ،مساجد،مناراورقرآن کریم اسلام کے بڑے شعائر ہیں۔علاوہ ازیں صفاومروہ کاتعلق بھی شعائراسلام سے ہے،یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام طہارت ونظافت کی حالت میں ان کی سعی کرتے ہیں۔احناف کے نزدیک سعی صفاومروہ''۔حج وعمرہ کاایک اہم رکن ہے، جسکے بغیرحج ہوسکتاہےاورنہ عمرہ۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سعی صفاومروہ واجب ہے۔ جوشخص اسے ترک کرتاہےاورقریب ہےتواس کابجالاناضروری ہےاوراگروہ وطن واپس آچکاہوتواس کاحج وعمرہ نامکمل رہےگاجب تک وہ دم نہیں دےگا۔آئمہ ثلاثہ کاموقف ہے کہ دم دینے سے ترک سعی صفاومروہ کی تلافی نہیں ہوگی بلکہ مکہ معظمہ دوبارہ حاضری اورعملی طورپرسعی صفاومروہ کوبجالانے سے حج وعمرہ مکمل ہوگا۔

صفاومروہ کے مابین مردوں کے لیےمیلین اخضرین(دوسبزنشانات)پردوڑکرگزرنامسنون ہے۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں سے دوڑے تھےاورآپ کی اقتداءمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کابھی یہی معمول تھا۔

سعی صفاومروہ کے چندفقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

☆ سعی کاآغازصفاسے کیاجائےاورمروہ تک پہنچنے پرایک چکرہوگااورمروہ سے صفاپرآنے سے دوسراچکرپوراہوگا۔اس طرح سات چکرپورےکرنے سے ایک سعی صفاومروہ مکمل ہوگی۔

☆ قرآن کریم میں لفظ صفاکوپہلےاورمروہ کوبعدمیں بیان کیاگیاہے۔لہٰذااگرسعی مروہ سے شروع کرکےصفاپرآنے سے سعی

درست نہیں ہوگی بلکہ صفا سے سعی شروع کرنا ضروری ہے۔

☆ سعی صفاومروہ افضل تو طہارت کاملہ اور وضو کی حالت میں ہے مگر طہارت شرط نہیں ہے۔اس لیے حیض ونفاس والی خواتین بھی سعی صفاومروہ کرسکتی ہیں۔ مسجد حرام کی توسیع کے باعث اب صفاومروہ کے مقامات مسجد حرام کا حصہ بن چکے ہیں اور حیض و نفاس والی خواتین کا مسجد میں داخل ہونا حرام وممنوع ہے۔لہٰذا اب مفتیان کرام کو حیض ونفاس والی خواتین کے سعی صفاومروہ کے جواز وعدم جواز پر متفقہ مؤقف اختیار کرنے کی شدید ضرورت ہے۔(قصوری)

☆ سعی صفاومروہ کے ساتوں پھیرے مسلسل مکمل کرے اور اگر متفرق کیے تو اس کا اعادہ کیا جائے۔

☆ سعی صفاومروہ کی تکمیل پر مکروہ وقت نہ ہو تو دوگانہ ادا کرنا مسنون ہے۔

☆ دوران سعی فضول، لایعنی اور بے کار باتوں سے احتراز کیا جائے۔البتہ ذکر وثناء توبہ واستغفار ادعیہ اور درود میں رطب اللسان رہے۔

☆ دوران سعی یہ امور مکروہ ہیں: سعی کے پھیروں کو متفرق طور پر پورا کرنا' خرید وفروخت کرنا' صفاومروہ کی بلندی پر چڑھے بغیر واپس ہوجانا' فضول گفتگو کرنا' تکمیل طواف اور آغاز سعی میں دیر کرنا' ستر عورت نہ ہونا اور نظروں کو دائیں بائیں گھمانا وغیرہ۔

(ماخوذ از ہدایہ و بہار شریعت مدنیہ جلد اوّل از صفحہ ۱۱۰۵ تا ۱۱۱۵)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الطَّوَافِ رَاكِبًا

باب 40: سوار ہوکر طواف کرنا

793 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ فَإِذَا انْتَهٰى إِلَى الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِي الطُّفَيْلِ وَاُمِّ سَلَمَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يَّطُوْفَ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ رَاكِبًا اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَّهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی سواری پر سوار ہوکر طواف کیا تھا' جب آپ حجر اسود کے پاس پہنچتے تھے' تو اس کی طرف اشارہ کردیتے تھے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے کسی عذر کے بغیر سوار ہوکر بیت اللہ کا طواف کرنے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کو مکروہ قرار

دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ الطَّوَافِ

باب 41: طواف کرنے کی فضیلت

794 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ خَمْسِيْنَ مَرَّةً خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: سَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ اِنَّمَا يُرْوٰى هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهٗ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ قَالَ كَانُوْا يَعُدُّوْنَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَفْضَلَ مِنْ اَبِيْهِ وَلِعَبْدِ اللّٰهِ اَخٌ يُقَالُ لَهٗ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّقَدْ رَوٰى عَنْهُ اَيْضًا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص پچاس مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرے وہ اپنے گناہوں سے یوں پاک ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی والدہ نے اسے جنم دیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے موقوفاً نقل کی گئی ہے۔

سفیان بن عیینہ، ایوب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: پہلے زمانے کے لوگ عبداللہ بن سعید کو ان کے والد سے افضل سمجھتے تھے ان کا ایک بھائی تھا' جس کا نام عبدالملک بن سعید تھا۔ انہوں نے اس سے بھی روایات نقل کی ہیں

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ لِمَنْ يَّطُوْفُ

باب 42: طواف کرنے والے شخص کا فجر یا عصر کے بعد طواف کرنے کے بعد، نوافل ادا کرنا

795 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ وَّعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَاهَ عَنْ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوْا اَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى اَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ

وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ ذَرٍّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ جُبَیْرٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ نَجِیحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَاهَ اَیْضًا

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِی الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ بِمَكَّةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ وَالطَّوَافِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَاحْتَجُّوْا بِحَدِیْثِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا طَافَ بَعْدَ الْعَصْرِ لَمْ يُصَلِّ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَكَذٰلِكَ اِنْ طَافَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ اَيْضًا لَمْ يُصَلِّ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ

آثارِ صحابہ: وَاحْتَجُّوْا بِحَدِيْثِ عُمَرَ اَنَّهُ طَافَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمْ يُصَلِّ وَخَرَجَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰی نَزَلَ بِذِیْ طُوًى فَصَلّٰی بَعْدَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ

وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

◄► حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بنوعبد مناف! تم دن یا رات کے کسی بھی حصے میں، کسی بھی شخص کو اس بیت اللہ کا طواف کرنے سے اور نماز ادا کرنے سے منع نہ کرنا۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عبداللہ بن ابونجیح نے عبداللہ بن باباہ کے حوالے سے بھی اسے نقل کیا ہے۔

اہلِ علم نے مکہ میں عصر کے بعد اور صبح کے بعد نماز ادا کرنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک عصر کے بعد اور فجر کے بعد نماز ادا کرنے اور طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کوئی شخص عصر کے بعد طواف کرتا ہے، تو وہ اس وقت تک نماز ادا نہ کرے، جب تک سورج غروب نہ ہو جائے، اسی طرح اگر کوئی شخص صبح کی نماز کے بعد طواف کرتا ہے، تو وہ بھی اس وقت تک نماز ادا نہ کرے، جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے۔ ان حضرات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے: انہوں نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا، تو نماز ادا نہیں کی، پھر وہ مکہ سے باہر چلے گئے، یہاں تک کہ انہوں نے ذی طویٰ کے مقام پر پڑاؤ کیا، تو سورج نکلنے کے بعد وہاں نماز ادا کی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يُقْرَاُ فِي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ

باب 43: طواف کی دو رکعات میں کیا پڑھا جائے؟

796 سندِ حدیث: اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ قِرَائَةً عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عِمْرَانَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ بِسُوْرَتَيِ الْاِخْلَاصِ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

◆◆ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے طواف کی دو رکعات میں سورہ الکافرون اور سورہ اخلاص کی تلاوت کی تھی۔

797 اثرِ امام باقر رضی اللہ عنہ: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ

اَنَّهٗ كَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يَّقْرَاَ فِي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ بِقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عِمْرَانَ وَحَدِيْثُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ فِي هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عِمْرَانَ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ

◆◆ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں نقل کرتے ہیں، وہ طواف کی دو رکعات میں سورہ الکافرون اور سورہ اخلاص پڑھنا مستحب سمجھتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت عبدالعزیز بن عمران نامی راوی سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کے بارے میں جو روایت نقل کی ہے وہ اس روایت سے زیادہ مستند ہے جو انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے کی ہے۔

عبدالعزیز بن عمران نامی راوی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ الطَّوَافِ عُرْيَانًا

باب 44: برہنہ ہو کر طواف کرنا حرام ہے

798 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اُثَيْعٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ عَلِيًّا بِاَيِّ شَيْءٍ بُعِثْتَ قَالَ بِاَرْبَعٍ لَّا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّلَا يَجْتَمِعُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا وَمَنْ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَعَهْدُهٗ اِلٰى مُدَّتِهٖ وَمَنْ لَّا مُدَّةَ لَهٗ فَاَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَلِیٍّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ وَنَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ نَحْوَهٗ وَقَالَا زَیْدُ بْنُ یُثَیْعٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَشُعْبَةُ وَهِمَ فِیْهِ فَقَالَ زَیْدُ ابْنُ اُثَیْلٍ

◄► زید بن اثیع بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ کو کس حکم کے ہمراہ بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: چار احکام تھے ایک یہ کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوگا، دوسرا یہ کہ کوئی بھی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا، تیسرا یہ کہ اس سال کے بعد مسلمان اور مشرکین (حج کے موقع پر) اکٹھے نہیں ہوں گے اور (چوتھا حکم یہ کہ) جس شخص کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے، تو وہ معاہدہ اپنی طے شدہ مدت تک ہوگا اور جس کی کوئی مدت متعین نہیں ہوئی وہ چار ماہ تک ہوگا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے۔

زید بن یثیع نامی راوی سے منقول روایت زیادہ مستند ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: شعبہ نے اس روایت میں وہم کیا ہے، انہوں نے راوی کا نام زید بن اثیل بیان کیا ہے۔

شرح

طواف بیت اللہ کے حوالہ سے مزید چند مسائل:

طواف بیت اللہ کے حوالے سے تفصیلی بحث گزشتہ احادیث مبارکہ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ البتہ یہاں چند روایات کی روشنی میں چند مسائل بیان کیے جاتے ہیں:

(۱) بلاعذر سواری پر طواف کرنے کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ: کیا بلاعذر شرعی طواف بیت اللہ سواری پر جائز ہے؟

اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ بلاعذر شرعی سواری پر طواف کرنے سے دم واجب ہوگا۔ دور حاضر میں تین طریقوں سے سواری پر طواف کیا جاتا ہے: (۱) ویل چیئر پر بٹھا کر طواف کرایا جاتا ہے۔ (۲) حرم شریف کے پاس کچھ لوگ رہائش پذیر ہیں جو چارپائی پر بٹھا کر یا لٹا کر طواف کراتے ہیں۔ (۳) مزدور لوگ یا رشتہ دار اپنی پشت پر بٹھا کر طواف کراتے ہیں۔ انہوں نے استدلال کیا ہے کہ طواف نماز کی مثل ہے اور بلاعذر شرعی جس طرح نماز میں بیٹھنا منع ہے اسی طرح بلاعذر شرعی طواف بھی سواری پر بیٹھ کر کرنا منع ہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ بلاعذر شرعی بھی سواری پر طواف کرنا جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حذر کے بغیر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف بیت اللہ کیا تھا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی دلیل حدیث باب کا جواب

یوں دیا جاتا ہے کہ دوران طواف لوگوں کا ہجوم تھا اور لوگ چاہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طواف کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں، پیدل طواف کرنے کی صورت میں آپ سب کو دکھائی نہ دیتے تھے اور اس عذر کی وجہ سے آپ نے سواری پر طواف کیا تھا۔

(۲) مکہ معظمہ میں سب سے افضل عبادت طواف بیت اللہ ہے۔ فقہاء سے منقول ہے کہ ایک عمرہ کے علاوہ مزید عمروں سے بہتر یہ ہے کہ طواف بیت اللہ میں کثرت کی جائے۔ اس کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے کہ جو شخص پچاس طواف کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے ایسے پاک وصاف کر دیتا ہے کہ گویا وہ ابھی اپنی والدہ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

سوال: قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت ہے کہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے جبکہ صغیرہ گناہ بغیر توبہ کے اور اعمال صالحہ کے سبب معاف ہو جاتے ہیں۔ انسان کبائر وصغائر دونوں گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، مانا کہ صغائر طواف سے معاف ہو گئے لیکن کبائر کا کیا بنے گا جبکہ اسے بالکل گناہوں سے پاک وصاف قرار دیا جا رہا ہے؟

جواب: توبہ کی دو اقسام ہیں: (۱) توبہ قولی: یہ وہ ہے جو انسان اللہ تعالیٰ سے گناہ کا اقرار کرتا ہوا اس سے معافی مانگے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ وعدہ بھی کرے۔ (۲) توبہ فعلی: یہ وہ ہے کہ انسان قلبی اور ذہنی طور پر گناہوں سے اس قدر بیزار ہو جائے کہ گناہوں کی طرف اس کی توجہ بھی نہ جائے۔ جب توبہ فعلی کے ساتھ پچاس طواف بھی شامل کر لیے جائیں تو نتیجہ یہی سامنے آئے گا کہ اس کے ذمہ ایک گناہ بھی باقی نہ رہے۔

(۳) نماز عصر اور نماز فجر کے بعد دوگانہ طواف ادا کرنے کا مسئلہ: قطع نظر اس کے کہ طواف بیت اللہ کب کیا جائے دریافت طلب یہ بات ہے کہ نماز فجر کے بعد تا طلوع آفتاب اور نماز عصر کے بعد تا غروب آفتاب دوگانہ طواف ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ جس طرح اوقات ثلاثہ میں کوئی بھی نماز ادا کرنا منع ہے، اسی طرح ان دو اوقات میں بھی نوافل ادا کرنا ممنوع ہے۔ انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ وہ ایک دفعہ اپنے دور خلافت میں مکہ معظمہ آئے۔ انہوں نے فجر کی نماز مسجد حرام میں پڑھائی پھر طواف کیا اور دوگانہ طواف پڑھے بغیر واپس روانہ ہو گئے۔ جب مقام "ذوطوی" پر پہنچے آفتاب طلوع ہو چکا تھا تو دوگانہ طواف ادا کیا۔ اگر فجر کی نماز کے بعد نوافل جائز ہوتے تو آپ دوگانہ طواف مقام ابراہیم پر ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان دو اوقات میں نوافل ادا کرنا ممنوع ہیں۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ ہر نماز ہر وقت میں ادا کرنا جائز ہے۔ انہوں نے اپنے موقف پر اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر متولی کعبہ سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا: رات اور دن کے جس حصہ میں بھی کوئی بیت اللہ کا طواف کرنا چاہے یا وہاں نماز ادا کرنا چاہے تو تم اسے ہرگز نہ روکو۔

بڑے دو اماموں کی طرف سے ان کی اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں اوقات ممنوعہ میں نماز ادا کرنے

کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ متولی کعبہ کو ان کے فرائض سے آگاہ کرنا مقصود ہے۔

(۳) ہر طواف کامل کے بعد دوگانہ طواف ادا کرنا واجب ہے لیکن یہ دوگانہ طواف سے متصل پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ تاخیر سے بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ متعدد طواف کرنے کے بعد تمام کے نوافل ایک ساتھ ادا کرنا بھی جائز ہے۔ دوگانہ طواف کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھنا مسنون ہے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔

(۴) دوران طواف ستر عورت کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ: کیا طواف بیت اللہ کے دوران ستر ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ نماز میں بالا جماع ستر عورت شرط ہے۔ دوران نماز ستر عورت کی شرط مفقود ہونے کی صورت میں نماز نہیں ہوگی اور نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔ دوران طواف ستر عورت کی شرعی حیثیت میں آئمہ ثلاثہ کا موقف ہے کہ یہ شرط ہے کہ لہٰذا ان کے نزدیک نماز کی طرح طواف میں بھی اس کے مفقود ہونے سے طواف نہیں ہوگا اور دم دینے سے اس کی تلافی نہیں ہوگی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوران طواف ستر عورت واجب ہے اور اس کے مفقود ہونے سے دم پیش کرنے سے اس کی تلافی ہو جائے گی۔ آپ نے بھی حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ عریانی حالت میں طواف کیا کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ۹ھ میں مکہ معظمہ بھیج کر حج کے موقعہ پر یہ اعلان کروایا کہ آئندہ سال سے عریانی حالت میں طواف بیت اللہ نہیں کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دُخُوْلِ الْكَعْبَةِ

باب 45: خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا

799 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِيْ وَهُوَ قَرِيْرُ الْعَيْنِ طَيِّبُ النَّفْسِ فَرَجَعَ اِلَيَّ وَهُوَ حَزِيْنٌ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ اِنِّيْ دَخَلْتُ الْكَعْبَةَ وَوَدِدْتُ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ فَعَلْتُ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ اَكُوْنَ اَتْعَبْتُ اُمَّتِيْ مِنْ بَعْدِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے تشریف لے گئے' تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی تھیں اور مزاج خوشگوار تھا جب آپ میرے پاس تشریف لائے' تو آپ غمگین تھے میں نے آپ سے دریافت کیا' تو آپ نے بتایا میں خانہ کعبہ کے اندر گیا تھا' میری یہ خواہش ہے کہ میں ایسا نہ کرتا کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے: میں نے اپنے بعد آنے والی امت کو مشکل کا شکار کر دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ فِي الْكَعْبَةِ

باب 46: خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنا

800 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ بِلَالٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ يُصَلِّ وَلٰكِنَّهُ كَبَّرَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَّالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّعُثْمَانَ ابْنِ طَلْحَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ بِلَالٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بِالصَّلٰوةِ فِي الْكَعْبَةِ بَاْسًا وَقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ لَّا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ النَّافِلَةِ فِي الْكَعْبَةِ وَكَرِهَ اَنْ تُصَلَّى الْمَكْتُوْبَةُ فِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا بَاْسَ اَنْ تُصَلَّى الْمَكْتُوْبَةُ وَالتَّطَوُّعُ فِي الْكَعْبَةِ لِاَنَّ حُكْمَ النَّافِلَةِ وَالْمَكْتُوْبَةِ فِي الطَّهَارَةِ وَالْقِبْلَةِ سَوَآءٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا نہیں کی تھی بلکہ صرف تکبیر کہی تھی۔

اِس بارے میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خانہ کعبہ کے اندر نفل نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' انہوں نے خانہ کعبہ کے اندر فرض نماز ادا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے: تم خانہ کعبہ کے اندر فرض یا نفل نماز ادا کرلو اس لیے کہ طہارت اور قبلہ کے اعتبار سے نفل اور فرض نماز کا حکم ایک سا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَسْرِ الْكَعْبَةِ

باب 47: خانہ کعبہ کو توڑ کر (دوبارہ بنانا)

801 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ

متنِ حدیث: اَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ قَالَ لَهٗ حَدِّثْنِيْ بِمَا كَانَتْ تُفْضِيْ اِلَيْكَ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَعْنِيْ عَآئِشَةَ فَقَالَ حَدَّثَتْنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَهَا لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُو عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ قَالَ فَلَمَّا مَلَكَ ابْنُ الزُّبَيْرِ هَدَمَهَا وَجَعَلَ لَهَا بَابَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں: حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: تم مجھے وہ حدیث سناؤ! جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمہیں سنائی تھی' تو انہوں نے بتایا: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی تھی' نبی اکرم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا تھا: اگر تمہاری قوم زمانہ جاہلیت کے قریب نہ ہوتی' تو میں خانہ کعبہ کو منہدم کرتا اور اس کے دو دروازے بناتا۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا زمانہ آیا' تو انہوں نے خانہ کعبہ کو منہدم کروادیا اور اس کے دو دروازے بنائے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

کعبہ میں دخول اور اس میں نماز ادا کرنے کے احکام و مسائل:

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حج یا عمرہ کے موقع پر دخول کعبہ واجب وضروری نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو یا تین بار کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی یا نہیں؟ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ چاروں کونوں میں تکبیر بلند کی تھی۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز ادا کی تھی اور وہ جگہ کا تعین کر کے اس واقعہ کو بیان کیا کرتے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے نماز ادا کرنے کا انکار کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں نہیں تھے انہوں نے جیسا لوگوں سے سنا آگے بیان کردیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود تھے لیکن ان کے ذمہ آب زمزم لانا اور غسالہ پھینکنا تھا۔ ممکن ہے کہ وہ پانی لانے یا غسالہ پھینکنے گئے ہوں' تو آپ نے بعد میں نماز ادا کی ہو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے اور ان کی ذمہ داری کعبہ کے اندر تھی۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا اور باقاعدہ جگہ کا تعین کر کے نماز ادا کرنے کے واقعہ کو بیان کرتے تھے۔ آپ کا بیان سب سے معتبر ہے' جس کے مطابق آپ نے دو رکعت نماز ادا کی تھی۔

(۱) کعبہ میں نماز ادا کرنے میں مذاہب آئمہ:

کعبہ میں نماز ادا کرنے کے جواز وعدم جواز میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ کعبہ میں صرف نفلی نماز پڑھی جاسکتی ہے لیکن فرض' واجب' دوگانہ طواف اور فجر کی دوسنت ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مطلق نماز ادا کرنا جائز ہے خواہ وہ فرائض ہوں یا واجبات یا دوگانہ طواف یا فجر کی دوسنت ہوں۔ اس لیے کہ نمازوں میں طہارت اور استقبال قبلہ کا حکم یکساں ہے۔

(۲) کعبہ کی تعمیر نو کا عزم:

• حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کعبہ کی تعمیر نو کے عزم کا اظہار کیا لیکن ممکنہ فتنہ کے اندیشہ کے پیش نظر عملاً ایسا نہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے کعبہ کی تعمیر نو کی۔ البتہ حجاج بن یوسف نے بعد میں اس میں قدرے تبدیلی کر دی تھی مگر اکثر اصل شکل میں باقی رکھا گیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین میں اتارا تو انہیں جنت کی ایک نشانی دی گئی جو حجر اسود ہے۔ یہ پتھر کعبہ کے ایک کونے میں نصب کیا گیا ہے۔ زمین پر اترتے وقت یہ پتھر دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن لوگوں کے گناہوں کو جذب کرنے کے سبب اس کی اصل سفیدی ختم ہو چکی ہے۔ اب یہ پتھر سیاہ ہو چکا ہے۔

سوال: حجر اسود کو جس طرح گناہگار لوگ چھوتے رہے ہیں اسی طرح انبیاء' صحابہ کرام' صالحین اور اولیاء امت بھی چھوتے رہے ہیں۔ پھر نیک لوگوں کے چھونے کے باعث اس کی سفید بحال کیوں نہ ہوئی؟

جواب: (۱) نیک اور برے لوگوں کی تعداد کا جائزہ لیا جائے تو حجر اسود کو چھونے والے لوگوں میں سے گناہگاروں کی تعداد زیادہ تھی' یہ بات فطرت کے قریب تر ہے کہ کثرت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر کوہ نور کو کثیر گناہگار لوگ چھوتے رہیں تو وہ بھی میلا ہو سکتا ہے۔ (۲) ہمیشہ نتیجہ ارذل چیز کے مطابق برآمد ہوتا ہے مثلاً دودھ میں ایک قطرہ پیشاب کا ڈال دیا جائے تو سب دودھ نجس ہو جائے گا۔ اسی طرح نیک لوگوں کا ایک مقام مسلمہ ہے لیکن برے لوگوں کے چھونے سے حجر اسود سیاہ ہو گیا ہے۔

کعبہ میں نماز ادا کرنے کے فقہی مسائل:

کعبہ میں نماز ادا کرنے کے چند ایک فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ کعبہ میں ہر نماز جائز ہے خواہ وہ فرض ہو یا واجب یا نوافل۔ اکیلا پڑھے یا باجماعت اگرچہ امام و مقتدی دونوں کا منہ مختلف سمتوں کی طرف ہوں۔ جب مقتدی کی پشت امام کے سامنے ہو گی تو مقتدی کی نماز درست نہیں ہو گی مگر جب دونوں کے منہ باہم مقابل ہوں' تو دونوں کی نماز درست ہو گی۔

☆ کعبہ معظمہ کے اندر اور اس کی چھت پر نماز ادا کرنے کا یکساں حکم ہے۔ البتہ آداب کے پیش نظر چھت پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

☆ مسجد حرام میں کعبہ معظمہ کے اطراف میں باجماعت نماز کے دوران مقتدی امام کی نسبت کعبہ کے قریب تر ہوں' تو نماز درست ہے۔ البتہ جس سمت میں امام ہے، اس طرف سے جو مقتدی امام سے زیادہ کعبہ کے قریب ہو گا، اس کی نماز نہیں ہو گی۔

☆ امام کعبہ کے اندر ہو جبکہ مقتدی حضرات باہر ہوں اور دروازہ کھلا ہوا ہو یا دروازہ بند ہو بشرطیکہ امام کے رکوع و سجود کے حالات سے مقتدی واقف ہوں' تو نماز درست ہو گی۔

☆ اگر امام کعبہ کے باہر ہو جبکہ مقتدی اندر ہوں بشرطیکہ ان کی پشت امام کے مواجہہ کے مقابل نہ ہو' تو نماز جائز ہو گی ورنہ نہیں۔ (ہدایہ و بہار شریعت مدنیہ جلد اوّل ماخوذ از صفحہ ۸۶۴ تا ۸۶۵)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ فِي الْحِجْرِ

باب 48: حطیم میں نماز ادا کرنا

802 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ اَبِیْ عَلْقَمَةَ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ كُنْتُ اُحِبُّ اَنْ اَدْخُلَ الْبَيْتَ فَاُصَلِّيَ فِيْهِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِیْ فَاَدْخَلَنِي الْحِجْرَ فَقَالَ صَلِّيْ فِي الْحِجْرِ اِنْ اَرَدْتِ دُخُوْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّمَا هُوَ قِطْعَةٌ مِّنَ الْبَيْتِ وَلٰكِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوْهُ حِيْنَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ فَاَخْرَجُوْهُ مِنَ الْبَيْتِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَعَلْقَمَةُ بْنُ اَبِیْ عَلْقَمَةَ هُوَ عَلْقَمَةُ بْنُ بِلَالٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر وہاں نماز ادا کروں نبی اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ تھاما اور آپ نے مجھے حطیم میں داخل کر دیا آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تم بیت اللہ کے اندر داخل ہونا چاہتی ہو، حطیم میں تم نماز ادا کرلو کیونکہ یہ بھی بیت اللہ کا ایک حصہ ہے، لیکن تمہاری قوم نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت اسے چھوڑ دیا تھا اور انہوں نے اسے بیت اللہ سے باہر رکھا تھا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

علقمہ بن ابوعلقمہ نامی راوی علقمہ بن بلال ہیں۔

803 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِیْ اٰدَمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حجر اسود جب جنت سے نازل ہوا تھا۔ تو اس وقت یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا اولاد آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حطیم کی تعریف اور اس میں نماز ادا کرنے کا مسئلہ:

کعبہ سے متصل ایک چھوٹی سی دیوار ہے جو اکثر فقہاء کے نزدیک کعبہ کا حصہ ہے، اسے حطیم کعبہ کہا جاتا ہے۔ حطیم کعبہ اور کعبہ

کا حکم یکساں ہے۔ جس طرح کعبہ میں ہر نماز ادا کرنا جائز ہے اسی طرح اس حصہ میں بھی نماز ادا کرنا جائز ہے۔ حطیم کعبہ کے آداب وفضائل بھی کعبہ معظمہ کی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَالرُّكْنِ وَالْمَقَامِ

باب 49: حجر اسود ٗرکن یمانی ٗ مقام ابراہیم کی فضیلت

804 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ رَجَاءٍ اَبِيْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ مُسَافِعًا الْحَاجِبَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّ الرُّكْنَ وَالْمَقَامَ يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَّاقُوْتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰهُ نُوْرَهُمَا وَلَوْ لَمْ يَطْمِسْ نُوْرَهُ لَاَضَاءَتَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا يُرْوٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مَوْقُوْفًا قَوْلُهُ وَفِيْهِ عَنْ اَنَسٍ اَيْضًا وَّهُوَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: رکن یمانی اور مقامِ ابراہیم جنت کے دو یاقوت ہیں ٗ اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو ہلکا کردیا ہے ٗ اگر اللہ تعالیٰ ان کے نور کو ہلکا نہ کرتا ٗ تو یہ مشرق اور مغرب کے درمیان ساری جگہ کو روشن کردیتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے "موقوف" روایت کے طور پر ٗ یعنی ان کے اپنے قول کے طور پر بھی منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

حجر اسود ٗرکن اور مقام ابراہیمی کے فضائل:

حجر اسود اور رکن کے درمیان واؤ عطف تفسیری ہے ٗ جبکہ دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہے۔ حجر اسود کو رکن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ رکن بمعنیٰ حصہ ہے اور حجر اسود دیوار کعبہ میں نصب ہونے کی وجہ سے اس کا حصہ قرار پایا ہے۔ مقام سے مراد مقامِ ابراہیمی ہے جو کعبہ کے دروازہ کے سامنے چند گز کے فاصلے پر مطاف کے آخری حصہ میں واقع ہے۔

حجر اسود اور مقامِ ابراہیمی کی فضیلت کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود اور مقامِ ابراہیمی دونوں جنتی پتھر ہیں ٗ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کم کردی ہے اور اگر ان کی روشنی کم نہ کی جاتی تو ان کی روشنی سے از شرق تا غرب ہر چیز چمک اٹھتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جنت کی معمولی چیز بھی دنیا کی اعلیٰ چیز سے برتر وافضل ہوتی ہے یعنی جس طرح اپنے حسن و جمال کی وجہ سے جنت بے مثل ہے اسی طرح اس کی ہر چیز بھی بے مثال ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْخُرُوْجِ اِلٰی مِنًی وَالْمُقَامِ بِهَا

باب 50: منیٰ کی طرف جانا اور وہاں قیام کرنا

805 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَجْلَحِ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ غَدَا اِلٰى عَرَفَاتٍ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَدْ تَكَلَّمُوْا فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے منیٰ میں ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی' پھر مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھائیں' پھر آپ عرفات تشریف لے گئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسماعیل بن مسلم نامی راوی کے بارے میں محدثین نے ان کے حافظے کے حوالے سے کلام کیا ہے۔

806 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَجْلَحِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِمِنًى الظُّهْرَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ غَدَا اِلٰى عَرَفَاتٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيٰى قَالَ شُعْبَةُ لَمْ يَسْمَعِ الْحَكَمُ مِنْ مِقْسَمٍ اِلَّا خَمْسَةَ اَشْيَاءَ وَعَدَّهَا وَلَيْسَ هٰذَا الْحَدِيْثُ فِيْمَا عَدَّ شُعْبَةُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے منیٰ میں ظہر (سے لے کر) فجر (تک کی) نمازیں پڑھائیں' پھر آپ عرفات کی طرف تشریف لے گئے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مقسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' اس کے بارے میں علی بن مدینی فرماتے ہیں: یحییٰ نے یہ بات بیان کی ہے: شعبہ فرماتے ہیں: حکم نے مقسم سے صرف پانچ روایات سنی ہیں' پھر شعبہ نے ان روایات کو گنوایا اور شعبہ کی گنوائی ہوئی ان روایات میں یہ مذکورہ بالا حدیث نہیں تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ مِنًی مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ

باب 51: منیٰ میں جو شخص پہلے پہنچ جائے وہ وہاں (اپنی مرضی کی جگہ پر) قیام کرسکتا ہے

807 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ

بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ اُمِّهِ مُسَيْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ
متن حدیث: قَالَتْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَبْنِیْ لَكَ بَيْتًا يُظِلُّكَ بِمِنًى قَالَ لَا مِنًى مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ
حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے کوئی عمارت نہ بنادیں جو منیٰ میں آپ پر سایہ کرے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! منیٰ ایسی جگہ ہے جہاں جو پہلے پہنچ جائے وہ (اپنی مرضی کی جگہ پر) ٹھہر سکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَقْصِيْرِ الصَّلٰوةِ بِمِنًى

باب 52: منیٰ میں قصر نماز ادا کرنا

808 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ
متن حدیث: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى اٰمَنَ مَا كَانَ النَّاسُ وَاَكْثَرَهُ رَكْعَتَيْنِ
فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ
حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ
حدیث دیگر: وَرُوِىَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّمَعَ عُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ رَكْعَتَيْنِ صَدْرًا مِّنْ اِمَارَتِه
مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِیْ تَقْصِيْرِ الصَّلٰوةِ بِمِنًى لِاَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَيْسَ لِاَهْلِ مَكَّةَ اَنْ يَّقْصُرُوا الصَّلٰوةَ بِمِنًى اِلَّا مَنْ كَانَ بِمِنًى مُسَافِرًا وَّهُوَ قَوْلُ ابْنِ جُرَيْجٍ وَّسُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ وَالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا بَاْسَ لِاَهْلِ مَكَّةَ اَنْ يَّقْصُرُوا الصَّلٰوةَ بِمِنًى وَهُوَ قَوْلُ الْاَوْزَاعِیِّ وَمَالِكٍ وَّسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِیٍّ

◆◆ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں منیٰ میں نماز ادا کی' لوگ اس وقت سب سے زیادہ امن کی حالت میں تھے اور سب سے زیادہ تعداد میں تھے' لیکن نبی اکرم ﷺ نے دو رکعات ادا کی تھیں۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے منیٰ میں نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں دو رکعات ادا کی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کی اقتداء میں دو رکعات ادا کی ہیں) اور حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی عرصے میں (ان کی اقتداء میں بھی دو رکعات ادا کی ہیں)

اہلِ علم نے مکہ والوں کے منیٰ میں قصر نماز پڑھنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے: بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے۔وہ (یعنی اہلِ مکہ) منیٰ میں نماز قصر نہیں کریں گے؟ کیونکہ منیٰ میں صرف وہ شخص قصر نماز پڑھ سکتا ہے' جو مسافر ہو۔

ابن جریج' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' یحییٰ بن سعید قطان، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اہلِ مکہ کے لیے منیٰ میں قصر نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن عیینہ اور عبدالرحمٰن بن مہدی اسی بات کے قائل ہیں

شرح

منیٰ کے حوالے سے چند امور کی وضاحت:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل تین ابواب کی چار احادیث کی روشنی میں منیٰ کے حوالے سے چند مسائل بیان کرنے کی سعی فرمائی ہے۔جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱) منیٰ میں قیام:

لفظ منیٰ اور منیٰ (یعنی کسرہ بالمیم یا ضمہ بالمیم) دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۸/ذی الحجہ ۱۰ھ میں "منیٰ" تشریف لے گئے، آپ نے از نماز ظہر تا، نماز فجر (۹/ذی الحجہ ۱۰ھ) پانچ نمازیں وہاں ادا فرمائیں۔۹/ذی الحجہ ۱۰ھ میں صبح کے وقت منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہوگئے۔۸ ذی الحجہ میں منیٰ جانا مسنون ہے۔اگر کوئی شخص میقات یا مکہ معظمہ سے ۹/ذی الحجہ میں سیدھا عرفات پہنچ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۸ ذی الحجہ ۱۰ھ میں منیٰ اس لیے تشریف لے گئے تاکہ صحابہ کرام وہاں جمع ہو جائیں اور آئندہ دن ایک ساتھ وہاں سے عرفات جانے میں آسانی رہے گی کیونکہ اگر انہیں عرفات پہنچنے کا حکم دیا جاتا تو ممکن تھا کہ کئی لوگ عصر تک بلکہ مغرب کے بعد تک بھی وہاں نہ پہنچ پاتے۔

(۲) منیٰ میں قیام کا مسئلہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ۸ ذی الحجہ ۱۰ھ میں جب منیٰ پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! تین چار ایام تک آپ یہاں قیام فرمائیں گے اور یہاں کوئی عمارت نہیں ہے۔اگر آپ اجازت دیں تو کوئی عمارت کا انتظام کردیں جس کے سایہ میں آپ تشریف فرما ہوں؟ آپ نے صحابہ کی تجویز کو پسند نہ فرمایا بلکہ آپ نے فرمایا: منیٰ ہر اس شخص کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے جو وہاں پہلے پہنچ جائے"۔آپ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا جس میں آپ تشریف فرما ہوگئے چونکہ آپ نے یہاں عمارت کی تعمیر کو ناپسند کیا تھا اس لیے تاحال عمارت بنانے کا رواج نہیں ہے۔معلمون بروقت حجاج کرام کے لیے خیموں کا انتظام کردیتے ہیں بلکہ اکثر لوگ راستوں میں خیموں کے بغیر لیٹے ہوتے ہیں' جنہیں پولیس بھی کچھ نہیں کہتی۔منیٰ میں خیموں کے علاوہ حجاج کے قیام کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ہر سال کئی حجاج کرام کثرت ہجوم کے باعث لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔

(۳) منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں قصر نماز مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

کیا حجاج کرام منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں رباعی نمازوں میں قصر کریں گے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔
حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جس شخص نے بھی احرام باندھا ہوا ہو خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر ہو، وہ رباعی نمازوں میں قصر کرے گا۔ نیز ایام حج میں قصر نماز مناسک حج میں شامل ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کی نمازوں میں قصر کیا تھا اور آپ کی طرف سے اعلان بھی نہیں ہوا تھا کہ ہم مسافر ہیں، مقیم حضرات اپنی نماز مکمل کرلیں"۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قصر صلوٰۃ حج کا حصہ ہے۔
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قصر صلوٰۃ مناسک حج میں شامل نہیں ہے۔ اس موقع پر نماز قصر کے حوالے سے عام اصول کو پیش نظر رکھا جائے گا کہ جو شخص مسافر ہوگا وہ قصر صلوٰۃ کرے گا اور جو مقیم ہوگا اسے اس کی اجازت نہیں ہوگی۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں رباعی نمازیں قصر کے بغیر پڑھائیں تو لوگوں میں باتیں شروع ہوگئیں۔ آپ نے لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے یہ عذر پیش کردیا کہ انہوں نے مکہ معظمہ کے قریب شادی کرلی ہے، وہ مدینہ طیبہ سے سسرال آتے ہیں اور ایک ماہ بعد وہاں سے مکہ آتے ہیں۔ لہٰذا وہ مسافر نہیں ہیں۔
آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں تین ایام تک نماز قصر پڑھائی تھی جن میں آپ کی طرف سے مسلسل اعلان ہوتا رہا، یہاں بھی وہی نمازی ہیں لہٰذا ان کیلیے نئے سرے سے اعلان کی ضرورت نہیں تھی۔
(۴) حرمین شریفین کے آئمہ نماز عصر کے وقت میں نظر ثانی فرمائیں کیونکہ ہر موسم میں وہ ظہر کے وقت ہی اذان کہہ کر نماز عصر پڑھا دیتے ہیں۔ اس وقت میں احناف کی ترجمانی نہیں ہوتی کیونکہ ان کے نزدیک سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دوگنا ہونے پر نماز عصر شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح رمضان میں نماز وتر میں بھی احناف کی ترجمانی نہیں کی جاتی، کیونکہ ان کے نزدیک نماز وتر کی تینوں رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، جبکہ آئمہ حرمین کی نماز وتر اس سے مختلف ہے۔ احناف کے دلائل اس قدر قوی ہیں کہ ان کا انکار ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کی اکثریت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلدین کی ہے۔ اس طرح شرعی اور اخلاقی طور پر ان کی ترجمانی ہونی چاہیے تاکہ ملت اسلامیہ میں مزید اتحاد و اتفاق کی فضاء قائم ہوسکے۔

(۵) وقوف منیٰ کے حوالے سے چند ایک فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ ۷ ذی الحجہ میں امام، مسجد حرام میں خطبہ دے گا، جس میں وقوف منیٰ، وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ کے شرعی احکام و مسائل سے لوگوں کو آگاہ کرے گا۔ مثال کے طور پر غسل کرنا، موئے بغل وزیر ناف بال، احرام زیب تن کرنا، طواف بیت اللہ کرنا، سعی صفا و مروہ کرنا اور منیٰ کی طرف روانہ ہونا وغیرہ

☆ ۸ ذی الحجہ کو فجر کی نماز کے بعد حاجی منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے اور ظہر کی نماز منیٰ میں ادا کرے۔ منیٰ میں آمد و رفت کا سفر پیدل طے کرنا چاہیے کیونکہ ہر قدم کے عوض سات کروڑ نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔

☆ آمد و رفت کے دوران تلبیہ' حمد و ثناء اور درود و سلام کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔

☆ منیٰ نظر آنے پر یہ دعا پڑھی جائے: اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ مِنًى فَامْنُنْ عَلَيَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَوْلِيَاءِ كَ ط

☆ ۸ ذی الحجہ کی ظہر سے لے کر ۹ ذی الحجہ کی فجر تک پانچوں نمازیں ''مسجد خیف'' میں ادا کی جائیں۔ ان امور کی بڑی فضیلت ہے جو مسنون ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت مدنیہ جلد اول از صفحہ ۱۱۳۵ تا ۱۱۴۰)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُقُوفِ بِعَرَفَاتٍ وَّالدُّعَاءِ بِهَا

باب 53: عرفات میں وقوف کرنا' وہاں دعا مانگنا

809 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْاَنْصَارِيُّ وَنَحْنُ وُقُوفٌ بِالْمَوْقِفِ مَكَانًا يُبَاعِدُهٗ عَمْرٌو فَقَالَ اِنِّي رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكُمْ يَقُوْلُ كُوْنُوْا عَلٰى مَشَاعِرِكُمْ فَاِنَّكُمْ عَلٰى اِرْثٍ مِّنْ اِرْثِ اِبْرَاهِيْمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَآئِشَةَ وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَّالشَّرِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مِرْبَعٍ الْاَنْصَارِيِّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ

توضیحِ راوی: وَّابْنُ مِرْبَعٍ اسْمُهٗ يَزِيْدُ بْنُ مِرْبَعٍ الْاَنْصَارِيُّ وَاِنَّمَا يُعْرَفُ لَهٗ هٰذَا الْحَدِيْثُ الْوَاحِدُ

◆◆ یزید بن شیبان بیان کرتے ہیں: حضرت ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے اس وقت میدان عرفات میں وقوف کیا ہوا تھا۔ عمرو نامی راوی نے بتایا: یہ دور کی جگہ تھی۔ انہوں نے یہ بتایا: میں نبی اکرم ﷺ کے قاصد کے طور پر تمہارے پاس آیا ہوں' آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: تم اپنی اپنی جگہ پر رہو' کیونکہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت (پر کاربند ہو)۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، حضرت شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مربع سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہم اسے صرف ابن عیینہ کی عمرو بن دینار کے حوالے سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

حضرت ابن مربع کا نام یزید بن مربع انصاری رضی اللہ عنہ ہے' اور ان کے حوالے سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔

810 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى الصَّنْعَانِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

الطُّفَاوِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

آثارِ صحابہ: كَانَتْ قُرَيْشٌ وَّمَنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِهَا وَهُمُ الْحُمْسُ يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ قَطِيْنُ اللّٰهِ وَكَانَ مَنْ سِوَاهُمْ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (ثُمَّ اَفِيْضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: قَالَ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ كَانُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْحَرَمِ وَعَرَفَةُ خَارِجٌ مِّنَ الْحَرَمِ وَاَهْلُ مَكَّةَ كَانُوْا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ قَطِيْنُ اللّٰهِ يَعْنِيْ سُكَّانَ اللّٰهِ وَمَنْ سِوٰى اَهْلِ مَكَّةَ كَانُوْا يَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (ثُمَّ اَفِيْضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ) وَالْحُمْسُ هُمْ اَهْلُ الْحَرَمِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قریش اور ان کے ہم خیال لوگ جنہیں "حمس" کہا جاتا تھا یہ لوگ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے: ہم بیت اللہ کے خادم ہیں اور مکہ کے رہنے والے ہیں' ان کے علاوہ جو لوگ تھے' وہ عرفات میں وقوف کرتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"تو تم وہاں سے واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ واپس آتے ہیں"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: اہلِ مکہ حرم کی حدود سے باہر نہیں جاتے اور عرفہ چونکہ حرم کی حدود سے باہر ہے' اس لیے (قریش کے خیال کے مطابق) اہلِ مکہ کو مزدلفہ میں وقوف کرنا چاہیے وہ یہ کہا کرتے تھے: ہم اللہ تعالیٰ کے شہر کے رہنے والے ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ کے شہر میں بستے ہیں اور جو شخص اہلِ مکہ کے علاوہ ہو وہ لوگ عرفات میں وقوف کریں گے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"پھر تم لوگ وہاں سے واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ واپس آتے ہیں"۔

لفظ "حمس" کا مطلب حرم کے رہنے والے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ عَرَفَةَ كُلَّهَا مَوْقِفٌ

باب 54: پورا میدان عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے

811 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَيَّاشِ بْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ هٰذِهِ عَرَفَةُ وَهٰذَا هُوَ الْمَوْقِفُ وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ ثُمَّ اَفَاضَ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَاَرْدَفَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَّجَعَلَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ عَلٰى هِيْنَتِهٖ وَالنَّاسُ يَضْرِبُوْنَ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا يَلْتَفِتُ اِلَيْهِمْ وَيَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةَ ثُمَّ اَتٰى جَمْعًا فَصَلّٰى بِهِمُ الصَّلَاتَيْنِ جَمِيْعًا فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتٰى قُزَحَ فَوَقَفَ عَلَيْهِ وَقَالَ هٰذَا قُزَحُ وَهُوَ الْمَوْقِفُ وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ ثُمَّ

اَفَاضَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى وَادِىْ مُحَسِّرٍ فَقَرَعَ نَاقَتَهٗ فَخَبَّتْ حَتّٰى جَاوَزَ الْوَادِىَ فَوَقَفَ وَاَرْدَفَ الْفَضْلَ ثُمَّ اَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ اَتَى الْمَنْحَرَ فَقَالَ هٰذَا الْمَنْحَرُ وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ وَّاسْتَفْتَتْهُ جَارِيَةٌ شَابَّةٌ مِّنْ خَثْعَمٍ فَقَالَتْ اِنَّ اَبِىْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ قَدْ اَدْرَكَتْهُ فَرِيضَةُ اللّٰهِ فِى الْحَجِّ اَفَيُجْزِئُ اَنْ اَحُجَّ عَنْهُ قَالَ حُجِّى عَنْ اَبِيكِ قَالَ وَلَوٰى عُنُقَ الْفَضْلِ فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ لَوَيْتَ عُنُقَ ابْنِ عَمِّكَ قَالَ رَاَيْتُ شَابًّا وَّشَابَّةً فَلَمْ اٰمَنِ الشَّيْطَانَ عَلَيْهِمَا ثُمَّ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اَفَضْتُ قَبْلَ اَنْ اَحْلِقَ قَالَ احْلِقْ اَوْ قَصِّرْ وَلَا حَرَجَ قَالَ وَجَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِىَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ ثُمَّ اَتَى الْبَيْتَ فَطَافَ بِهٖ ثُمَّ اَتٰى زَمْزَمَ فَقَالَ يَا بَنِىْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَوْلَا اَنْ يَّغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَنْهُ لَنَزَعْتُ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِىٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ عَلِىٍّ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَيَّاشٍ وَّقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الثَّوْرِىِّ مِثْلَ هٰذَا

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ رَاَوْا اَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِعَرَفَةَ فِىْ وَقْتِ الظُّهْرِ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا صَلَّى الرَّجُلُ فِىْ رَحْلِهٖ وَلَمْ يَشْهَدِ الصَّلٰوةَ مَعَ الْاِمَامِ اِنْ شَاءَ جَمَعَ هُوَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِثْلَ مَا صَنَعَ الْاِمَامُ

توضیح راوی: قَالَ وَزَيْدُ بْنُ عَلِىٍّ هُوَ ابْنُ حُسَيْنِ ابْنِ عَلِىِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عرفات میں وقوف کیا' آپ نے ارشاد فرمایا: یہ عرفات ہے' اور یہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ پورا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے' پھر جب سورج غروب ہوگیا' تو نبی اکرم ﷺ وہاں سے واپس تشریف لائے' آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھا لیا' آپ اپنے دستِ مبارک کے ذریعے لوگوں کو اشارہ کرنے لگے' لوگ اس وقت دائیں بائیں (اپنے جانوروں کو چلا رہے تھے) آپ نے ان کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا: اے لوگو! اطمینان سے چلو! پھر آپ مزدلفہ تشریف لے آئے' وہاں آپ نے دو نمازیں ایک ساتھ ادا کیں' جب صبح ہوئی تو آپ مقام قزح پر تشریف لائے وہاں آپ نے وقوف کیا' آپ نے ارشاد فرمایا: یہ قزح ہے' اور یہ وقوف کی جگہ ہے' ویسے مزدلفہ پورے کا پورا ٹھہرنے کی جگہ ہے' پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے' یہاں تک کہ آپ وادی محسر تک پہنچ گئے' تو آپ نے اپنی اونٹنی کو چابک رسید کیا' تو وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس وادی سے آگے گزر گئی' آپ نے وہاں وقوف کیا' پھر آپ نے فضل (بن عباس) کو اپنے پیچھے بٹھا لیا' پھر آپ جمرہ کے پاس تشریف لائے' آپ نے اسے کنکریاں ماریں' پھر آپ قربان گاہ میں تشریف لائے' آپ نے ارشاد فرمایا: یہ قربان گاہ ہے' ویسے منیٰ پورا قربان گاہ ہے۔ وہاں خثعم قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک جوان لڑکی نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا: اس نے عرض کی: میرے والد بوڑھے ہوچکے ہیں' ان پر حج فرض ہو چکا تھا۔ تو کیا یہ بات جائز ہوگی اگر میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرلو۔

نبی اکرم ﷺ نے فضل (بن عباس) کی گردن دوسری طرف موڑ دی' تو حضرت عباس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے اپنے چچازاد کی گردن ادھر کیوں موڑ دی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک جوان مرد اور ایک جوان عورت کو دیکھا تو میں ان کے حوالے سے شیطان سے بے خوف نہیں ہوا۔ پھر ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے سر منڈوانے سے پہلے ہی طواف افاضہ کرلیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اب سر منڈ والو کوئی حرج نہیں ہے' یا بال چھوٹے کروالو کوئی حرج نہیں ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر ایک اور شخص آیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے رمی کرنے سے پہلے ہی قربانی کرلی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ بیت اللہ تشریف لائے آپ نے اس کا طواف کیا' پھر آپ زم زم کے پاس تشریف لائے آپ نے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب! اگر لوگوں کا ہجوم ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا' تو میں بھی (زم زم میں سے) پانی نکالتا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول اس حدیث کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں' جو عبدالرحمٰن بن حارث بن عیاش کے حوالے سے منقول ہے۔

اسی روایت کو دیگر راویوں نے ثوری کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا۔ ان کے نزدیک عرفات میں ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی ادا کی جائے گی۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جو شخص اپنی رہائشی جگہ پر نماز ادا کرلے اور وہ امام کے ساتھ باجماعت نماز میں شریک نہ ہو' تو اگر وہ چاہے' تو وہ ان دونوں نمازوں کو اسی طرح جمع کرسکتا ہے' جیسے امام نے کیا تھا۔

اس حدیث کے راوی امام زید بن علی یہ امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْإِفَاضَةِ مِنْ عَرَفَاتٍ

باب 55: عرفات سے واپسی

812 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَّبِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْضَعَ فِيْ وَادِيْ مُحَسِّرٍ وَّزَادَ فِيْهِ بِشْرٌ وَّاَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ وَّعَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ وَاَمَرَهُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَزَادَ فِيْهِ اَبُوْ نُعَيْمٍ وَّاَمَرَهُمْ اَنْ يَّرْمُوْا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ وَقَالَ لَعَلِّيْ لَا

اَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هٰذَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وادی محسر کو تیزی سے عبور کیا۔

بشر نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: آپ مزدلفہ سے واپس تشریف لائے' تو آپ آرام سے چل رہے تھے اور آپ نے لوگوں کو بھی آرام سے چلنے کی ہدایت کی۔

ابونعیم نامی راوی نے یہ بات اضافی نقل کی ہے' نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو ہدایت کی' وہ چٹکی میں آنے والی کنکریاں شیطان کو ماریں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید میں اس سال کے بعد تم لوگوں کو نہ دیکھ سکوں۔

اس بارے میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

میدان عرفات کے حوالے سے چند امور کی توضیحات:

(۱) عرفہ ایک وسیع وعریض میدان ہے جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے' بس میں قیام حج کا ایک اہم رکن ہے، اس کے فوت ہو جانے سے حج نہیں ہوتا۔ ۹ ذی الحجہ کی صبح کو حاجی عرفہ کی طرف روانہ ہو جائے۔ وقوف عرفہ کا وقت ۹ ذی الحجہ کے وقت زوال سے لے کر ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق تک ہے۔ ظہر اور عصر کی دونوں نماز ایک ساتھ پڑھی جائیں گی۔ دونوں نمازوں کی ادائیگی کے بعد عرفہ کے معمولات یعنی اذکار ونوافل' تلاوت واستغفار اور توبہ ودعاؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ وقوف عرفہ کے وقت کے بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ۹ ذی الحجہ کے زوال سے لے کر آئندہ دن کی صبح صادق تک وقوف عرفہ کا وقت ہے، اس دوران جو شخص حالت احرام میں عرفہ میں پہنچ گیا اس کا حج ہو گیا۔ آئمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر ہے کہ آئندہ دن کے ساتھ رات کا کچھ حصہ ملانا بھی وقوف عرفہ میں شامل ہے۔

(۲) میدان عرفات پورے کا پورا وقوف گاہ ہے اور سارے میدان کا حکم یکساں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل رحمت کے پاس وقوف کیا تھا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مقام پر وقوف کیا تھا، اب وہاں مسجد نمرہ بنی ہوئی ہے۔

(۳) ۱۰ ذی الحجہ میں حجاج کرام نے چار امور سرانجام دینے ہوتے ہیں: (۱) جمرہ عقبہ کو رمی کرنا (۲) جو حاجی قارن یا متمتع ہے اس کا قربانی کرنا (کیونکہ مفرد حاجی پر مسافر ہونے کی وجہ سے قربانی واجب نہیں ہے) (۳) حلق یا قصر کروانا (یعنی سر کے تمام بال کٹوانا یا کم کروانا) (۴) طواف زیارت کرنا۔ تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طواف زیارت اور امور ثلاثہ میں ترتیب مسنون ہے۔ البتہ امور ثلاثہ میں ترتیب کے حوالے سے آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا موقف ہے کہ امور ثلاثہ میں ترتیب مسنون ہے۔ اگر ان میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور دم وغیرہ لازم نہیں آئے گا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

تعالیٰ کے نزدیک امور ثلاثہ مذکورہ میں ترتیب واجب ہے۔ جو شخص ان کی ترتیب سے ہٹ کر تقدیم و تاخیر کا ارتکاب کرتا ہے، وہ تارک وجوب کا مرتکب ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا۔

(۴) وقوف عرفہ کے حوالے سے چند فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ ۹ ذی الحجہ کو نماز فجر منیٰ میں ادا کرنے کے بعد حمد وثناء اور تلاوت قرآن میں مصروف ہو جائیں اور سورج طلوع ہو جانے پر میدان عرفات کی طرف روانہ ہو جائیں۔ آج قبولیت حج کا دن ہے اور نیک لوگوں کے حج کے باعث دوسرے لوگوں کا حج بھی قبول کیا جاتا ہے۔

☆ راستہ میں چغلی کھانے، غیبت کرنے اور بیہودہ بکنے سے مکمل اجتناب کرے بلکہ اس کے برعکس حمد وثناء، توبہ واستغفار اور درود وسلام میں مصروف رہے۔ منیٰ سے روانہ ہوتے وقت یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ الخ

☆ جب جبل رحمت پر نظر پڑے تو اذکار واستغفار، تلبیہ و درود اور دعا میں اضافہ کرے۔

☆ میدان عرفات میں جہاں بھی میسر ہو وقوف اختیار کریں اور اپنے خیمہ پر کوئی نشانی نصب کرلیں تاکہ تلاش کرنے میں دشواری پیش نہ آئے۔

☆ میدان عرفات میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار، تلبیہ و درود اور دعا میں مصروف رہیں۔ علاوہ ازیں حسب توفیق صدقہ وخیرات بھی کریں۔

☆ اس مقام پر ان الفاظ کا اعادہ کرنا سنت انبیاء ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

☆ زوال کے وقت تک کھانے پینے اور غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کرلیں، آج کے دن کا غسل سنت مؤکدہ ہے۔ اگر غسل نہ ہو سکے تو وضو کر لیا جائے کیونکہ طہارت کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔

☆ زوال کے وقت ختم ہونے پر امام کے قریب بیٹھنے کی کوشش کریں تاکہ اس کا خطبہ بطریقہ احسن سن سکیں۔ خطبہ کے اختتام پر امام ظہر وعصر کی دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھائے گا۔

☆ دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھنے کے لیے یہ شرط ہے کہ سلطان وقت یا اس کا نائب امامت کی خدمات سرانجام دے اور دوسری شرط یہ ہے کہ حاجی حالت احرام میں ہو۔ دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھنے کا یہ حکم نہیں ہے کہ پوری پوری جماعت کو پائے، جتنی جماعت ملی ہے فبہا باقی ماندہ نماز حسب معمول اکیلا کھڑا ہو کر بھی مکمل کر سکتا ہے۔

☆ عرفات میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے ادا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حجاج کرام کو حمد وثناء، اذکار و اوراد، توبہ واستغفار، درود وسلام اور دعا و تلاوت قرآن کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت میسر آسکے لیکن ہوتا یہ ہے کہ کئی بدقسمت لوگ اس وقت بھی خورد ونوش، حقہ نوشی اور فضولیات میں مصروف ہوتے ہیں جبکہ امام امامت میں مصروف ہوتا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے ایسا ہرگز ہرگز نہیں چاہیے۔

(۵)۔ وقوف عرفہ کی چند سنتیں یہ ہیں۔ (۱) غسل کرنا، (۲) دونوں خطبوں کو سماعت کرنا، (۳) دونوں نمازوں کو جمع کر کے ادا

کرنا (۴) روزہ سے نہ ہونا (۵) باطہارت و باوضو ہونا (۶) نمازوں سے فراغت پر وقوف اختیار کرنا۔

☆ آج کا دن وہ فیوض و برکات کا جامع ہے، جس میں زندگی بھر کے گناہ معاف، توبہ قبول اور ہر دعا منظور ہوتی ہے۔

(۶) وقوف عرفہ کے مکروہات یہ ہیں: (۱) غروب آفتاب سے قبل وقوف عرفہ ترک کر کے وہاں سے روانہ ہو جانا (۲) دونوں نمازیں ادا کرنے کے بعد موقف میں جانے میں تاخیر کرنا (۳) نمازوں کے بعد کھانے پینے اور فضولیات میں مشغول ہونا (۴) یادِ الٰہی اور توبہ و استغفار کو چھوڑ کر کسی دنیوی کام میں مصروف ہونا (۵) غروب آفتاب کے بعد وہاں سے روانگی میں تاخیر کرنا (۶) نماز مغرب اور نماز عشاء میدان عرفات میں ادا کرنا۔ (ماخوذ از بہار شریعت مدنیہ جل اول از صفحہ ۱۱۲۳ تا ۱۱۳۰)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

باب 56 مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی ادا کرنا

813 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ صَلّٰى بِجَمْعٍ فَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِاِقَامَةٍ وَّقَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ مِثْلَ هٰذَا فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ يَحْيٰى وَالصَّوَابُ حَدِيْثُ سُفْيَانَ.

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ اَيُّوْبَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّجَابِرٍ وَّاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ فِيْ رِوَايَةِ سُفْيَانَ اَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ وَّحَدِيْثُ سُفْيَانَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لِاَنَّهٗ لَا تُصَلّٰى صَلَاةُ الْمَغْرِبِ دُوْنَ جَمْعٍ فَاِذَا اَتٰى جَمْعًا وَّهُوَ الْمُزْدَلِفَةُ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِاِقَامَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّلَمْ يَتَطَوَّعْ فِيْمَا بَيْنَهُمَا وَهُوَ الَّذِيْ اخْتَارَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَذَهَبَ اِلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ سُفْيَانُ وَاِنْ شَاءَ صَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ تَعَشّٰى وَوَضَعَ ثِيَابَهٗ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَتَيْنِ يُؤَذِّنُ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَيُقِيْمُ وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثُمَّ يُقِيْمُ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى اِسْرَآئِيْلُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَخَالِدٍ ابْنَيْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: وَحَدِيْثُ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ اَيْضًا رَوَاهُ سَلَمَةُ ابْنُ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّاَمَّا اَبُوْ اِسْحٰقَ فَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَخَالِدٍ ابْنَيْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ عبداللہ بن مالک بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مزدلفہ میں نماز ادا کی انہوں نے ایک اقامت کے ساتھ دونمازیں ایک ساتھ ادا کیں اور یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس مقام پر ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

محمد بن بشار نامی راوی یہ بات بیان کرتے ہیں: یحییٰ نے یہ بات بیان کی ہے: درست حدیث وہ ہے جو سفیان کے حوالے سے منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو روایت سفیان سے منقول ہے۔ وہ اس روایت سے زیادہ مستند ہے جو اسماعیل بن ابوخالد سے منقول ہے۔

سفیان سے منقول روایت ''صحیح حسن'' ہے۔

علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔ان کے نزدیک مزدلفہ سے پہلے مغرب کی نماز ادا نہیں کی جاسکتی جب آدمی مزدلفہ پہنچ جائے تو وہ دونوں نمازوں کو ایک اقامت کے ساتھ ایک ساتھ ادا کرے گا اور ان دونوں کے درمیان کوئی نفلی نماز ادا نہیں کرے گا۔

بعض اہلِ علم نے اسی بات کو اختیار کیا ہے اور وہ اسی بات کے قائل ہیں۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

سفیان فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص چاہے تو مغرب کی نماز پڑھ لے پھر کھانا کھالے پھر کپڑے رکھ دے پھر اقامت کہے اور عشاء کی نماز ادا کرے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: آدمی مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت کے ایک ساتھ ادا کرے گا پہلے وہ مغرب کی نماز کے لیے اذان دے گا اور اقامت کہے گا پھر وہ مغرب کی نماز ادا کرے گا پھر اقامت کہے گا پھر عشاء کی نماز ادا کرے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) اسرائیل نے اس روایت کو ابواسحٰق کے حوالے سے، عبداللہ بن مالک اور خالد بن مالک کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے۔وہ بھی ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو سلمہ بن کہیل نے، سعید بن جبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جہاں تک ابواسحق کا تعلق ہے تو انہوں نے اس روایت وعبداللہ بن مالک اور خالد بن مالک سے حضرت ابن عمر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ اَدْرَكَ الْإِمَامَ بِجَمْعٍ فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ

باب 57: جو شخص امام کو مزدلفہ میں پالے اس نے حج کو پالیا

814 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ نَجْدٍ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِعَرَفَةَ فَسَاَلُوْهُ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى اَلْحَجُّ عَرَفَةُ مَنْ جَآءَ لَيْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ اَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ قَالَ وَزَادَ يَحْيٰى وَاَرْدَفَ رَجُلًا فَنَادٰى

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَهٰذَا اَجْوَدُ حَدِيْثٍ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّهُ مَنْ لَّمْ يَقِفْ بِعَرَفَاتٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ وَلَا يُجْزِئُ عَنْهُ اِنْ جَآءَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَيَجْعَلُهَا عُمْرَةً وَّعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ وَّهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ نَحْوَ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ

قَالَ: وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا اَنَّهُ ذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اُمُّ الْمَنَاسِكِ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نجد سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت عرفات میں تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرنے والے کو یہ ہدایت کی (اس نے یہ اعلان کیا) حج عرفات میں (وقوف کا نام ہے) جو شخص صبح صادق ہونے سے پہلے مزدلفہ کی رات' عرفات پہنچ جائے' اس نے حج کو پالیا' منیٰ کے ایام تین ہیں' جو شخص دو دن بعد ہی جلدی چلا جائے' تو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا اور جو تاخیر کردے (اور تین دن کے بعد جائے) اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

محمد نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: یحییٰ نامی راوی نے یہ بات اضافی نقل کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے ایک شخص کو بٹھایا اور اس نے یہ اعلان کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: ابن ابی عمر نے یہ بات بیان کی ہے: سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: یہ سب سے بہترین حدیث ہے۔ جسے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث پر نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم کا عمل ہے یعنی جو شخص صبح صادق سے پہلے عرفات میں وقوف نہیں کرتا اس کا حج فوت ہو جائے گا' اگر وہ حج فوت ہو جانے کے بعد آتا ہے' تو اس کا حج درست نہیں ہوگا۔ اگر وہ صبح صادق کے بعد آتا ہے' تو اس کا حج درست نہیں ہوگا وہ اسے عمرے میں تبدیل کر لے گا' اور اس پر اگلے سال حج کرنا لازم ہوگا۔

ثوری، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) شعبہ نے بکیر بن عطاء کے حوالے سے، ثوری کی روایت کی مانند حدیث نقل کی ہے۔

وہ بیان کرتے ہیں: میں نے جارود کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: انہوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے' پھر انہوں نے یہ فرمایا: یہ حدیث حج کے احکام کی بنیاد ہے۔

815 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ وَّاِسْمٰعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ وَّزَكَرِیَّا بْنِ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسِ بْنِ اَوْسِ بْنِ حَارِثَةَ بْنِ لَامٍ الطَّائِیِّ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُزْدَلِفَةِ حِیْنَ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ جِئْتُ مِنْ جَبَلَیْ طَیِّئٍ اَكْلَلْتُ رَاحِلَتِیْ وَاَتْعَبْتُ نَفْسِیْ وَاللّٰهِ مَا تَرَكْتُ مِنْ حَبْلٍ اِلَّا وَقَفْتُ عَلَیْهِ فَهَلْ لِیْ مِنْ حَجٍّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هٰذِهٖ وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰی نَدْفَعَ وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ ذٰلِكَ لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَقَدْ اَتَمَّ حَجَّهٗ وَقَضٰی تَفَثَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

قولِ امام ترمذی: قَالَ قَوْلُهٗ تَفَثَهٗ یَعْنِیْ نُسُكَهٗ قَوْلُهٗ مَا تَرَكْتُ مِنْ حَبْلٍ اِلَّا وَقَفْتُ عَلَیْهِ اِذَا كَانَ مِنْ رَمْلٍ یُقَالُ لَهٗ حَبْلٌ وَّاِذَا كَانَ مِنْ حِجَارَةٍ یُقَالُ لَهٗ جَبَلٌ

◄► حضرت عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں مزدلفہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' جب آپ نماز کے لیے تشریف لا رہے تھے' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں طے کے دو پہاڑوں کی طرف سے آیا ہوں' میں نے اپنی سواری کو تھکا دیا ہے' اور اپنے آپ کو بھی تھکا دیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے ہر پہاڑ پر وقوف کیا' تو کیا میرا حج ہو گیا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو ہماری اس نماز میں شامل ہو گیا اور اس نے ہمارے ساتھ وقوف کیا' یہاں تک کہ ہم (اکٹھے) جائیں تو اس نے عرفات میں اس سے پہلے' رات کے وقت یا دن کے وقت وقوف کر لیا' تو اس کا حج مکمل ہو گیا اور اس نے اپنے ذمے چیز کو ادا کر دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حدیث کے یہ الفاظ: تَفَثَهٗ سے مراد مناسک ہیں۔ حدیث کے یہ الفاظ: مَا تَرَكْتُ مِنْ حَبْلٍ اِلَّا وَقَفْتُ عَلَیْهِ : جب کوئی

ٹیلہ ریت کا ہو تو اسے جبل کہا جائے گا اور جب وہ پتھر کا ہو تو اسے جبل کہا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَقْدِيمِ الضَّعَفَةِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ

باب 58: مزدلفہ کی رات کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دینا

816 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَقَلٍ مِّنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاُمِّ حَبِيْبَةَ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَقَلٍ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رُوِیَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

حدیث دیگر: وَّرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مُّشَاشٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ

اختلافِ سند: وَّهٰذَا حَدِيْثٌ خَطَاٌ اَخْطَاَ فِيْهِ مُشَاشٌ وَّزَادَ فِيْهِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّرَوٰى ابْنُ جُرَيْجٍ وَّغَيْرُهٗ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّمُشَاشٌ بَصْرِیٌّ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مزدلفہ کی رات ساز و سامان کے ہمراہ مجھے بھی بھجوا دیا تھا۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول یہ روایت کہ نبی اکرم ﷺ نے مزدلفہ کی رات مجھے ساز و سامان کے ہمراہ بھجوا دیا تھا' یہ صحیح حدیث ہے۔

دیگر حوالوں سے ان سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

شعبہ نے اس حدیث کو مشاش کے حوالے سے، عطاء کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے' اور ان کے حوالے سے' حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے اپنے اہلِ خانہ میں سے کمزور لوگوں کو مزدلفہ کی رات پہلے بھیج دیا تھا۔

یہ حدیث خطاء ہے اس میں مشاش نامی راوی نے غلطی کی ہے' انہوں نے اس میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ زیادہ ذکر کیا ہے۔

ابن جریج اور دیگر راویوں نے اس حدیث کو عطاء کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ ان راویوں نے

اس روایت میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

817 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْمَسْعُوْدِيِّ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِّقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهِ وَقَالَ لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَمْ يَرَوْا بَاْسًا اَنْ يَّتَقَدَّمَ الضَّعَفَةُ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ يَّصِيْرُوْنَ اِلٰى مِنًى وقَالَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ لَا يَرْمُوْنَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَرَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ اَنْ يَّرْمُوْا بِلَيْلٍ وَّالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ يَرْمُوْنَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے اہلِ خانہ میں سے کمزور افراد کو پہلے بھیج دیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم صبح صادق سے پہلے کنکریاں نہ مارنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' انہوں نے اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا کہ کوئی شخص کمزور افراد کو رات کے وقت ہی مزدلفہ سے بھیج دے' اور وہ لوگ منیٰ چلے جائیں۔

اکثر اہلِ علم نے نبی اکرم ﷺ کی حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ یعنی وہ لوگ صبح صادق سے پہلے کنکریاں نہیں مار سکتے۔

بعض اہلِ علم نے یہ رخصت دی ہے: وہ رات کے وقت کنکریاں بھی مار سکتے ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) بہرحال حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

وقوف مزدلفہ کے حوالے سے چند امور کی توضیحات:

وقوف مزدلفہ بھی حج کا ایک اہم رکن ہے۔ ۹ ذی الحجہ میں غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب پڑھے بغیر میدان عرفات سے میدان مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ میدان عرفات میں ظہرین کی طرح میدان مزدلفہ میں مغربین (نماز مغرب وعشاء) بھی جمع کر کے ادا کی جائیں گی۔ ان دو مقامات ومواقع کے علاوہ جمع صلوٰتین جائز نہیں ہے۔

سوال: میدان عرفات اور میدان مزدلفہ میں جمع صلوٰتین کے مواقع پر کتنی بار اذان اور اقامت کہی جاتی ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل حسب ذیل ہے: (۱) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عرفات اور مزدلفہ میں جمع صلوٰتین کے مواقع پر اذان نہیں ہے لیکن دونوں مواقع پر دونوں نمازوں کے لیے الگ الگ اقامت کہی جائے گی۔ (۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرفات اور مزدلفہ دونوں مواقع پر ایک اذان پڑھی

جائے گی اور دو اقامتیں کہی جائیں گی (۳) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ میدان عرفات میں ایک اذان اور دو اقامتیں کہی جائیں گی جبکہ میدان مزدلفہ میں ایک اذان اور ایک اقامت کہی جائے گی۔ سب کے دلائل روایات میں موجود ہیں۔

(۱)-واجبات حج عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں: مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے، جبکہ صبح صادق کے بعد وقوف مزدلفہ واجب ہے۔ یہ ایسا واجب ہے جو عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ حج میں چھ واجبات ایسے ہیں جو عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ (۴) حج کے لیے طواف زیارت واجب ہے، جس کا وقت ۱۲ ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہونے تک ہے لیکن حیض ونفاس والی خواتین کے لیے تاخیر بھی درست ہے۔ (۵) حجاج کرام کے لیے طوف الوداع واجب ہے لیکن روانہ ہوتے وقت حیض ونفاس والی خواتین کے لیے واجب نہیں ہیں۔ (۶) احرام کھولنے کے لیے حلق کروانا واجب ہے مگر کسی کے بال بالکل نہ ہوں یا سر میں زخم ہو تو یہ واجب نہیں ہے۔

(۲)-وقوف مزدلفہ کے حوالے سے فقہی مسائل: وقوف مزدلفہ کے حوالے سے چند ایک فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ ۹ ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہوتے ہی میدان عرفات سے میدان مزدلفہ کی طرف روانگی ہو جانی چاہیے۔ راستہ میں جہاں میسر ہو تیز رفتاری سے سفر طے کیا جائے بشرطیکہ اپنے آپ یا دوسرے کو اذیت نہ پہنچے۔

☆ جب مزدلفہ کے قریب پہنچے تو افضل یہ ہے کہ غسل کر کے مزدلفہ میں داخل ہو اور یہ دعاء پڑھے: اَللّٰهُمَّ هٰذَا جَمْعٌ اَسْأَلُكَ اَنْ تَرْزُقَنِيْ الخ

☆ مزدلفہ میں ممکن ہو تو جبل قزح کے پاس وقوف کیا جائے ورنہ جہاں بھی جگہ میسر آئے وقوف کیا جائے۔

☆ وہاں پہنچنے پر شفق غروب ہو چکا ہوگا اور نماز مغرب کا وقت ختم ہو چکا ہوگا، وہاں اقامت کرتے ہی نماز مغرب اور نماز عشاء ایک ساتھ ادا کی جائیں۔

☆ نماز مغرب اور عشاء دونوں کو جمع کر کے عشاء کے وقت میں ادا کرنا اس شخص کے لیے جائز ہے جو عرفات سے سیدھا میدان مزدلفہ میں پہنچ گیا۔ جس شخص نے رات عرفات میں گزاری یا کسی دوسرے راستہ سے مزدلفہ میں پہنچا ہو تو وہ دونوں نمازیں جمع نہیں کرے گا بلکہ دونوں اپنے اپنے وقت میں ادا کرے گا۔

☆ مزدلفہ کی طرف آنے والے حاجی نے نماز مغرب راستہ میں ادا کی یا مزدلفہ پہنچ کر مغرب کے وقت میں پڑھ لی تو وہ جمع صلوٰتین کے وقت اپنی نماز کا اعادہ کرے۔ اگر اس نے نماز کا اعادہ نہ کیا حتیٰ کہ صبح صادق طلوع ہو گئی تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

☆ اگر دوران راستہ اتنی تاخیر ہو جائے کہ طلوع فجر کا اندیشہ لاحق ہو جائے تو وہ راستہ میں ہی دونوں نمازیں ادا کرے۔

☆ میدان عرفات میں ظہرین کو جمع کرتے وقت ایک اذان اور دو اقامتیں پڑھی جائیں گی جبکہ میدان مزدلفہ میں عشاءین کو

عشاء کے وقت میں ادا کرتے وقت ایک اذان اور ایک قامت کہی جائے گی۔

☆ اگر کوئی شخص طلوع فجر کے بعد مزدلفہ میں پہنچا تو تارک سنت ہوا لیکن اس پر دم واجب نہیں ہوگا۔

☆ جمع صلوٰتین کے بعد تمام رات اذکار و اوراد، توبہ و استغفار، نوافل و تلاوت قرآن میں گزارے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ رات، شب قدر سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ یہ رات عبادت و ریاضت میں گزارنی چاہیے۔

☆ وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر سے اُجالا پھیل جانے تک ہے۔ جو شخص طلوع فجر سے قبل یہاں سے روانہ ہو گیا تو تارک وجوب ہونے کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا۔ (ماخوذ از بہار شریعت مدنیہ جلد اوّل از صفحہ ۱۱۳۰ تا ۱۱۳۵)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رَمْيِ يَوْمِ النَّحْرِ ضُحًى

باب 59: قربانی کے دن چاشت کے وقت کنکریاں مارنا

818 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متن حدیث: قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِيْ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَاَمَّا بَعْدَ ذٰلِكَ فَبَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهٗ لَا يَرْمِيْ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ اِلَّا بَعْدَ الزَّوَالِ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن چاشت کے وقت کنکریاں ماریں اور دوسرے دنوں میں سورج ڈھل جانے کے بعد کنکریاں ماریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک قربانی کے دن زوال کے بعد کنکریاں ماری جائیں گی۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْاِفَاضَةَ مِنْ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

باب 60: سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو جانا

819 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَاضَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَاِنَّمَا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَنْتَظِرُوْنَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ يُفِيضُوْنَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہو گئے تھے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

زمانہ جاہلیت کے لوگ سورج طلوع ہونے کا انتظار کرتے تھے' پھر روانہ ہوتے تھے۔

820 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَانَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنٍ يُحَدِّثُ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: كُنَّا وُقُوْفًا بِجَمْعٍ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيضُوْنَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَشْرِقْ ثَبِيْرُ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَهُمْ فَاَفَاضَ عُمَرُ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں: ہم نے مزدلفہ میں وقوف کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مشرکین اس وقت تک روانہ نہیں ہوتے تھے' جب تک سورج نکل نہیں آتا تھا' وہ یہ کہا کرتے تھے: ثبیر پہاڑ! تو روشن ہو جا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی مخالفت کی۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سورج نکلنے سے پہلے واپس آ گئے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْجِمَارَ الَّتِیْ يُرْمٰى بِهَا مِثْلُ حَصَى الْخَذْفِ

باب 61: جمرات کو چٹکی میں آنے والی کنکریاں ماری جائیں گی

821 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِی الْجِمَارَ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ عَنْ اُمِّهٖ وَهِیَ اُمُّ جُنْدُبٍ الْاَزْدِيَّةُ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِیِّ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاذٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ الَّذِیْ اخْتَارَهُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنْ تَكُوْنَ الْجِمَارُ الَّتِیْ يُرْمٰى بِهَا مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے چٹکی میں آنے والی (چھوٹی کنکریاں) جمرات کو ماری تھیں۔

اس بارے میں سلیمان بن عمرو بن احوص نے اپنی والدہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے یہ خاتون ام جندب ازدیہ ہیں اس کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی رضی اللہ عنہما اور حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم نے اس بات کو اختیار کیا ہے: جمرات کو ماری جانے والی کنکریاں چٹکی جتنی (یعنی چھوٹی ہونی چاہیے)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّمْيِ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ

باب 62: سورج ڈھل جانے کے بعد رمی کرنا

822 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي الْجِمَارَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سورج ڈھل جانے کے بعد رمی جمرات کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رَمْيِ الْجِمَارِ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا

باب 63: سوار ہو کر رمی جمرات کرنا

823 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ اَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ رَاكِبًا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّقُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاُمِّ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَاخْتَارَ بَعْضُهُمْ اَنْ يَّمْشِيَ اِلَى الْجِمَارِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَمْشِي اِلَى الْجِمَارِ

قولِ امام ترمذی: وَوَجْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَنَا اَنَّهُ رَكِبَ فِيْ بَعْضِ الْاَيَّامِ لِيُقْتَدٰى بِهٖ فِيْ فِعْلِهٖ وَكِلَا الْحَدِيْثَيْنِ مُسْتَعْمَلٌ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن سوار ہو کر جمرا کو کنکریاں ماری تھیں۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت قدامہ بن عبداللہ، سیّدہ ام سلیمان رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔
بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔
بعض اہلِ علم نے اس بات کو اختیار کیا ہے: آدمی پیدل جمرات تک جائے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے' آپ پیدل جمرات تک تشریف لے گئے تھے۔
ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے: نبی اکرم ﷺ بعض دنوں میں سوار بھی ہوئے تھے تاکہ آپ کے اس فعل کی بھی پیروی کی جائے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان دونوں روایات پر اہلِ علم کے نزدیک عمل کیا جاتا ہے۔

824 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَمَى الْجِمَارَ مَشٰى اِلَيْهَا ذَاهِبًا وَّرَاجِعًا
حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ
وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ
مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ وقَالَ بَعْضُهُمْ يَرْكَبُ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَمْشِي فِي الْاَيَّامِ الَّتِيْ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ
قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَكَاَنَّ مَنْ قَالَ هٰذَا اِنَّمَا اَرَادَ اتِّبَاعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فِعْلِهِ لِاَنَّهُ اِنَّمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ رَكِبَ يَوْمَ النَّحْرِ حَيْثُ ذَهَبَ يَرْمِي الْجِمَارَ وَلَا يَرْمِيْ يَوْمَ النَّحْرِ اِلَّا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے پیدل تشریف لے کر گئے تھے اور پیدل ہی واپس آئے تھے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
بعض راویوں نے اس کو عبیداللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔
اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: آدمی قربانی کے دن سوار ہو' اور قربانی کے دن کے بعد دیگر ایام میں پیدل جائے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گویا کہ جو یہ کہتا ہے: اس نے نبی اکرم ﷺ کی اس فعل کے حوالے سے پیروی کا ارادہ کیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ قربانی کے دن رمی جمار کے لیے سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے اور قربانی کے دن صرف جمرہ عقبہ کو ہی کنکریاں ماری تھیں۔

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ تُرْمَى الْجِمَارُ

باب 64: جمرات کو کنکریاں کیسے ماری جائیں؟

825 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْمَسْعُوْدِىُّ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ اَبِىْ صَخْرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا اَتٰى عَبْدُ اللّٰهِ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ اسْتَبْطَنَ الْوَادِىَ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَجَعَلَ يَرْمِى الْجَمْرَةَ عَلٰى حَاجِبِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ رَمٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مِنْ هَاهُنَا رَمَى الَّذِىْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْمَسْعُوْدِىِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُوْنَ اَنْ يَّرْمِىَ الرَّجُلُ مِنْ بَطْنِ الْوَادِىْ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَّقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ اَنْ يَّرْمِىَ مِنْ بَطْنِ الْوَادِىْ رَمٰى مِنْ حَيْثُ قَدَرَ عَلَيْهِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِىْ بَطْنِ الْوَادِىْ

◆◆ عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں: جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جمرہ عقبہ کے پاس آئے اور میدان کے درمیان میں پہنچے تو انہوں نے کعبہ کی طرف رخ کیا' اور جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے لگے' جو ان کی دائیں سمت میں تھا۔ انہوں نے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ہمراہ تکبیر کہی' پھر بولے: اس اللہ کی قسم! جس کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ جس ہستی پر سورہ بقرہ نازل ہوئی اس نے یہیں سے کنکریاں ماری تھیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے: آدمی بطن وادی سے سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ہمراہ تکبیر کہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ رخصت دی ہے: اگر آدمی کے لیے بطن وادی سے کنکریاں مارنا ممکن نہ ہو' تو جہاں سے اس کے لیے ممکن ہو وہ وہاں سے کنکریاں پھینک سکتا ہے' اگرچہ وہ جگہ بطن وادی نہ ہو۔

826 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِىٍّ الْجَهْضَمِىُّ وَعَلِىُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ

عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ زِيَادٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّمَا جُعِلَ رَمْىُ الْجِمَارِ وَالسَّعْىُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِاِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جمرات کو کنکریاں مارنا اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا' اللہ تعالیٰ کا ذکر قائم کرنے کے لیے ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ كَرَاهِيَةِ طَرْدِ النَّاسِ عِنْدَ رَمْىِ الْجِمَارِ

باب 65: رمی جمار کے وقت لوگوں کو دھکا دینا مکروہ ہے

827 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ اَيْمَنَ بْنِ نَابِلٍ عَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متن حدیث: قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِى الْجِمَارَ عَلٰى نَاقَةٍ لَّيْسَ ضَرْبٌ وَّلَا طَرْدٌ وَّلَا اِلَيْكَ اِلَيْكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّاِنَّمَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَهُوَ حَدِيْثُ اَيْمَنَ بْنِ نَابِلٍ وَّهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت قدامہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو اونٹنی پر سوار ہو کر رمی جمرات کرتے ہوئے دیکھا ہے' اس دوران مار پیٹ نہیں ہو رہی تھی' دھکے نہیں دیے جا رہے تھے۔ ہٹو بچو نہیں کہا جا رہا تھا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانا گیا ہے۔ ایمن بن نابل نامی راوی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

شرح

رمی جمار کے حوالے سے چند امور کی توضیحات:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل سات ابواب میں دس احادیث کی تخریج فرمائی ہے' جن میں رمی جمار کے احکام و مسائل بیان کیے ہیں۔ اس سلسلے میں چند اہم امور کی توضیحات درج ذیل ہیں:

(۱) حجاج کرام میدان مزدلفہ سے منیٰ پہنچتے ہیں۔ منیٰ میں چار دن تک رمی جمار کا عمل جاری رہتا ہے وہ چار ایام یہ ہیں: ۱۰' ۱۱' ۱۲' ۱۳ ذی الحجہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہوئے اور چاشت کے وقت منیٰ میں

پہنچے اور جمرہ عقبہ کے پاس جا کر چاشت کے وقت رمی کی تھی۔ باقی تین ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال کے بعد رمی کی تھی، ۱۰ ذی الحجہ میں رمی کا وقت طلوع صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔ باقی تین دنوں میں رمی کا وقت زوال کے بعد سے لے کر آئندہ دن کی صبح صادق تک ہے۔ حضرت امام اعظم بوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے مطابق آخری دن میں زوال سے قبل بھی رمی کی جاسکتی ہے۔

(۲) مشرک لوگ طلوع آفتاب کے بعد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوتے تھے اور اس وقت آفتاب کی کرنیں ثبیر پہاڑ کو خوب روشن کر دیتی تھیں۔ مزدلفہ سے روانگی کے وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ ہوتے تھے: اشرق ثبیر لکی نفیر (ثبیر (پہاڑ) چمکا ہے تاکہ ہم روانہ ہو جائیں)۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوران حج طلوع آفتاب کے وقت مزدلفہ سے منیٰ کی جانب روانہ ہوئے اور مشرکین کے طریقہ کی عملی مخالفت کی اور طریقہ ابراہمی کا احیاء کیا جبکہ مشرکین نے اس طریقہ کو ختم کر دیا تھا۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف مزدلفہ کے دوران رمی جمار کے بارے میں لوگوں کو متعدد ہدایات جاری فرمادی تھیں۔ ایک ہدایت یہ فرمائی تھی کہ کنکریاں نہ زیادہ موٹی ہوں اور نہ باریک ہوں بلکہ دو چنوں کے مساوی ہوں۔

(۴) رمی جمار کا عمل پیدل کیا جاسکتا ہے اور سواری پر بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل بھی رمی جمار کیا ہے اور سواری پر بھی۔ گویا سہولت و آسانی کے لیے دونوں میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

(۵) رمی جمار ہر طرف سے کی جاسکتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کے درمیان سے رمی کرنا پسند فرمایا تھا، اس وقت منیٰ دائیں طرف جبکہ کعبہ آپ کی بائیں جانب تھا۔ اب وادی اور اس کا وسط وغیرہ کا نام ونشان نہیں ہے۔ البتہ جو رمی جمار کا راستہ بنایا گیا ہے وہ سنت کے قریب تر ہے۔

(۶) لفظ ''رمی'' مصدر ہے، جس سے مراد ہے کنکر مارنا، کنکر پھینکنا۔ لفظ ''جمرہ'' کی جمع ہے: جمار۔ اسی سے ''استجمار'' بنا ہے، جس سے مراد استنجاء کا پتھر ہے۔ منیٰ میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پتھر کے تین ستون بنائے گئے ہیں، ان کو ''جمرات'' کہا جاتا ہے۔ ان ستونوں کو مخصوص ایام میں کنکریاں مارنا اعمال حج کا حصہ ہے۔

(۷) رمی جمار میں کئی حکمتیں ہیں: (۱) حجاج کرام کنکریاں مارتے وقت بیک زبان نعرہ تکبیر بلند کرتے ہیں اور اس فلک شگاف نعرہ سے فضا گونج اٹھتی ہے۔ اس عمل سے شیطان کی ذلت و رسوائی اور اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے (۲) جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی دینے کا حکم ہوا تو شیطان نے تین بار آپ کو اس حکم کی تعمیل سے روکا تھا اور آپ نے اس لعین کو تین بار پتھر مار کر دفع کیا تھا۔ آپ کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا جس کو بطور یادگار رمی جمار کی شکل میں تا قیامت حجاج کرام پر لازم قرار دے دیا۔

سوال: رمی جمار میں عدد سات کے انتخاب کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس میں طاق عدد ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت پسندیدہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود طاق ہے اور طاق عدد کو پسند فرماتا ہے۔ علاوہ ازیں طواف بیت اللہ کے پھیرے سات، ہفتہ کے ایام سات ہیں اور سعی صفا و مروہ کے پھیرے بھی سات ہیں۔

انہی کی مناسبت سے یہاں (رمی جمرات کے لیے) بھی سات کا عدد منتخب کیا گیا ہے۔

(۷) رمی جمار پیدل کی جاسکتی ہے اور سواری پر بھی لیکن اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ اس عمل کے دوران کسی کو اذیت و گزند نہ پہنچنے پائے۔ اس موقع پر معمولی بے احتیاطی کسی مسلمان کے جانی نقصان کا باعث بھی بن سکتی ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔

(۸) رمی جمار کے حوالے سے چند ایک فقہی مسائل درج ذیل ہیں:

☆ طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر قبل مزدلفہ سے منیٰ کی جانب روانہ ہوجائیں، یہاں سے کھجور کی گٹھلی کے برابر سات کنکریاں لے کر انہیں دھولیں جو رمی جمار کے لیے استعمال ہوں گی۔ یہ کنکریاں پتھر توڑ کر نہ بنائی جائیں، نہ مسجد کی ہوں اور نہ نجس جگہ کی ہوں۔

☆ راستہ میں مسلسل تلبیہ، اذکار اوراد اور درود وسلام میں مصروف رہے۔ اگر ممکن ہو تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَفَضْتُ وَمِنْ عَذَابِكَ اَشْفَقْتُ الخ

☆ جب وادی محسر سے گزر ہو، تو وہاں سے تیز رفتاری سے گزر جانا چاہیے بشرطیکہ کسی کو اذیت و تکلیف نہ پہنچے۔ اس موقع پر یہ دعا پڑھی جائے: اللهم لا تقتلنا بغضبك و لا تهلكنا بعذابك و عافنا قبل ذلك ۔

☆ منیٰ میں پہنچنے پر سب سے قبل جمرہ عقبہ کو رمی کی جائے۔ اس وقت سات کنکریاں جو الگ الگ ہوں چٹکی میں لے کر ماری جائیں۔ ہر کنکری مارتے وقت ہاتھ خوب بلند کیا جائے حتیٰ کہ بغل کی رنگت عیاں ہوجائے۔ ہر کنکری زبان سے یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد ماری جائے: بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِلشَّيْطٰنِ الخ ۔ یہ کنکری جمرہ تک پہنچ جائے یا تین ہاتھ کے فاصلے پر گرے۔ اس سے کم فاصلہ پر گرنے والی کنکری شمار نہیں ہوگی۔

☆ رمی جمار کے وقت سات کا عدد پیش نظر رہے۔ سات سے کم کنکریاں ماریں یا بالکل نہ ماریں تو دم لازم ہوگا۔

☆ کنکریاں مسلسل مارنا شرط نہیں ہے لیکن زیادہ وقفہ خلاف سنت ہے۔

☆ ساتوں کنکریاں ایک ساتھ پھینکیں تو یہ ایک کنکری شمار ہوگی۔

☆ جمرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ وہاں کی کنکریاں نا قابل قبول اور مردود ہوتی ہیں۔

☆ عمداً نجس کنکریوں سے رمی کرنا مکروہ ہے۔ کنکریوں کو استعمال سے قبل دھولینا مستحب ہے۔

(ماخوذ از بہار شریعت مدنیہ جلد اول از صفحہ ۱۱۳۹ تا ۱۱۴۰)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِشْتِرَاكِ فِي الْبَدَنَةِ وَالْبَقَرَةِ

باب 66: اونٹ اور گائے میں حصے داری کرنا

828 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَحَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّالْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ الْجَزُوْرَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ

حدیث دیگر: وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّالْجَزُوْرَ عَنْ عَشَرَةٍ وَّهُوَ قَوْلُ اِسْحٰقَ وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ وَّجْهٍ وَّاحِدٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں حدیبیہ کے سال سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے اور سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ ذبح کیا تھا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے ان حضرات کے نزدیک سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ قربان کیا جائے گا' ایک گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی جائے گی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے یہ بات منقول ہے: ایک گائے سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی جائے گی اور ایک اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے قربان کیا جائے گا۔

اسحٰق اس بات کے قائل ہیں انہوں نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول اس روایت کو ہم صرف ایک سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

829 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ عِلْبَاءَ بْنِ اَحْمَرَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَحَضَرَ الْاَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَّفِي الْجَزُوْرِ عَشَرَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے اسی دوران عید الاضحیٰ کا موقع آ گیا تو ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے کو مشترکہ طور پر قربان کیا' اور دس آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ کو قربان کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔
یہ حسین بن واقد نامی راوی کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِشْعَارِ الْبُدْنِ

باب 67: قربانی کے جانوروں پر نشان لگانا

830 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ حَسَّانَ الْاَعْرَجِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّدَ نَعْلَيْنِ وَاَشْعَرَ الْهَدْيَ فِي الشِّقِّ الْاَيْمَنِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَاَمَاطَ عَنْهُ الدَّمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ
وَاَبُوْ حَسَّانَ الْاَعْرَجُ اسْمُهٗ مُسْلِمٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ الْاِشْعَارَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ يُوْسُفَ بْنَ عِيْسٰى يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ حِيْنَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ قَالَ لَا تَنْظُرُوْا اِلٰى قَوْلِ اَهْلِ الرَّاْيِ فِيْ هٰذَا فَاِنَّ الْاِشْعَارَ سُنَّةٌ وَّقَوْلُهُمْ بِدْعَةٌ

قَالَ: وَسَمِعْتُ اَبَا السَّائِبِ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ وَكِيْعٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ مِمَّنْ يَّنْظُرُ فِي الرَّاْيِ اَشْعَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ هُوَ مُثْلَةٌ قَالَ الرَّجُلُ فَاِنَّهٗ قَدْ رُوِيَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اَنَّهٗ قَالَ الْاِشْعَارُ مُثْلَةٌ قَالَ فَرَاَيْتُ وَكِيْعًا غَضِبَ غَضَبًا شَدِيْدًا وَّقَالَ اَقُوْلُ لَكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ مَا اَحَقَّكَ بِاَنْ تُحْبَسَ ثُمَّ لَا تَخْرُجَ حَتّٰى تَنْزِعَ عَنْ قَوْلِكَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جوتوں کا ہار (قربانی کے جانور کے) گلے میں ڈالا آپ نے قربانی کے جانور کے دائیں پہلو میں ذوالحلیفہ میں نشان لگایا آپ نے اس سے خون صاف کیا۔

اس بارے میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
ابوحسان اعرج نامی راوی کا نام مسلم ہے۔
اہلِ علم جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کے نزدیک نشان لگانا (درست) ہے۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔
امام ترمذی بیان کرتے ہیں: میں نے یوسف بن عیسیٰ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ بیان کرتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ

کہتے ہوئے سنا ہے: جب انہوں نے اس حدیث کو روایت کیا' تو یہ فرمایا: تم اس بارے میں اہلِ رائے کے قول کو نہ دیکھو کیونکہ نشان لگانا سنت ہے' اور ان کا قول بدعت ہے۔

میں نے ابوسائب کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا' وہ فرماتے ہیں: ہم وکیع کے پاس موجود تھے' انہوں نے ایک شخص سے یہ کہا' جو اہلِ رائے کے قول کو ترجیح دیتا تھا: نبی اکرم ﷺ نے جانور کو نشان لگایا ہے' اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں: ایسا کرنا مثلہ ہے' تو اس آدمی نے یہ کہا: یہ بات تو ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے' انہوں نے بھی یہ فرمایا ہے: اشعار کرنا مثلہ ہے' راوی کہتے ہیں: میں نے وکیع کو دیکھا کہ وہ شدید غصے میں آ گئے اور بولے: میں تمہیں یہ بتا رہا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اور تم یہ کہہ رہے ہو' ابراہیم یہ کہتے ہیں' تم اس قابل ہو کہ تمہیں قید کر دیا جائے اور اس وقت تک قید رکھا جائے' جب تک تم اپنے اس قول سے رجوع نہ کر لو۔

831 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى هَدْيَهُ مِنْ قُدَيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ الْيَمَانِ

آثارِ صحابہ: وَرُوِىَ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اشْتَرٰى مِنْ قُدَيْدٍ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ

◆◆ نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے "قدید" کے مقام سے قربانی کا جانور خریدا تھا۔

یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف ثوری کی روایت کے طور پر جانتے ہیں جو یحییٰ بن یمان سے منقول ہے۔
نافع کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی "قدید" کے مقام سے جانور خریدا تھا۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَقْلِيْدِ الْهَدْيِ لِلْمُقِيْمِ

باب 68: مقیم شخص کا قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالنا

832 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَمْ يُحْرِمْ وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا مِّنَ الثِّيَابِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا قَلَّدَ الرَّجُلُ الْهَدْيَ وَهُوَ يُرِيْدُ الْحَجَّ لَمْ يَحْرُمْ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنَ الثِّيَابِ وَالطِّيْبِ حَتّٰى يُحْرِمَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا قَلَّدَ الرَّجُلُ هَدْيَهُ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ مَا وَجَبَ عَلَى الْمُحْرِمِ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے لیے ہار اپنے ہاتھوں سے بنائے تھے' پھر نبی اکرم ﷺ نے (مدینہ میں ہونے کی وجہ سے) نہ تو احرام باندھا اور نہ ہی آپ نے کسی (سلے ہوئے کپڑے) کو ترک کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے وہ یہ فرماتے ہیں: جب آدمی قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈال دے' اور وہ حج پر جانا چاہتا ہو' تو اس پر کوئی (سلا ہوا) کپڑا پہننا یا خوشبو لگانا حرام نہیں ہوتا' جب تک وہ احرام نہ باندھ لے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب آدمی اپنے قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈال دے تو اس پر ہر وہ چیز لازم ہو جاتی ہے' جو حالت احرام والے شخص پر لازم ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَقْلِيْدِ الْغَنَمِ

باب 69: بکریوں کے گلے میں ہار ڈالنا

833 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كُنْتُ اَفْتِلُ قَلَآئِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّهَا غَنَمًا ثُمَّ لَا يُحْرِمُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ تَقْلِيْدَ الْغَنَمِ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے لیے اپنے ہاتھ سے ہار بنائے تھے وہ سب بکریاں تھیں پھر آپ حالت احرام میں شمار نہیں ہوئے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض اہلِ علم' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک بکریوں کے گلے میں ہار ڈالا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا عَطِبَ الْهَدْيُ مَا يُصْنَعُ بِهٖ

باب 70: جب کسی شخص کا قربانی کا جانور مرنے کے قریب ہو' تو اس کے ساتھ کیا' کیا جائے

834 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ نَاجِيَةَ الْخُزَاعِيِّ صَاحِبِ بُدْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَصْنَعُ بِمَا عَطِبَ مِنَ الْبُدْنِ قَالَ انْحَرْهَا ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَهَا فِيْ دَمِهَا ثُمَّ خَلِّ بَيْنَ النَّاسِ وَبَيْنَهَا فَيَاْكُلُوْهَا

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ ذُؤَيْبٍ اَبِیْ قَبِيصَةَ الْخُزَاعِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ نَاجِيَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا فِيْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ اِذَا عَطِبَ لَا يَاْكُلُ هُوَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ رُفْقَتِهٖ وَيُخَلّٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ يَاْكُلُوْنَهُ وَقَدْ اَجْزَاَ عَنْهُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالُوْا اِنْ اَكَلَ مِنْهُ شَيْئًا غَرِمَ بِقَدْرِ مَا اَكَلَ مِنْهُ

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا اَكَلَ مِنْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ شَيْئًا فَقَدْ ضَمِنَ الَّذِیْ اَكَلَ

◆◆ حضرت ناجیہ خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میرا قربانی کا جانور مرنے کے قریب ہو' تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: تم اسے قربان کرلو! پھر اس کے گلے کے جوتے (کے ہار) کو اس کے خون میں ڈبو دو اور پھر اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دو' وہ خود ہی اسے کھالیں گے۔

اس بارے میں حضرت ابوقبیصہ ذویب خزاعی سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ناجیہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: اگر نفلی قربانی کا جانور مرنے کے قریب ہو' تو آدمی خود اسے نہیں کھا سکتا اور نہ ہی اس کے رفقاء میں سے کوئی اسے کھاسکتا ہے۔ وہ اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دے گا وہ خود ہی اسے کھالیں گے' تو یہ بات اس کی طرف سے جائز ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں وہ یہ فرماتے ہیں: اگر اس شخص نے خود اس میں سے کچھ کھالیا' تو جتنا اس نے کھایا ہے اس کے حساب سے تاوان ادا کرے گا۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کوئی شخص نفلی قربانی میں سے کوئی چیز کھالیتا ہے' تو وہ تاوان ادا کرے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رُكُوْبِ الْبَدَنَةِ

باب 71: قربانی کے جانور پر سوار ہونا

835 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَّسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ لَهُ ارْكَبْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ لَهُ فِی الثَّالِثَةِ اَوْ فِی الرَّابِعَةِ ارْكَبْهَا وَيْحَكَ اَوْ وَيْلَكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِیٍّ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِيْ رُكُوْبِ الْبَدَنَةِ اِذَا احْتَاجَ اِلٰى ظَهْرِهَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَرْكَبُ مَا لَمْ يُضْطَرَّ اِلَيْهَا

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کے جانوروں کو ہانک کر لے جارہا تھا۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ! اس نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ قربانی کا جانور ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تیسری مرتبہ یا شاید چوتھی مرتبہ فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ! تم پر افسوس ہے یا تمہارا ستیاناس ہو۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کی ایک جماعت نے قربانی کے جانور پر سوار ہونے کی اجازت دی ہے' جب آدمی کو اس پر سواری کی ضرورت ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب تک مجبوری نہ ہو آدمی اس پر سوار نہ ہو۔

شرح

حجاج کرام کی قربانی کے حوالے سے چند امور کی توضیحات:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل چھ ابواب کی آٹھ احادیث میں حجاج کرام کی قربانی کے حوالے سے چند احکام بیان کیے ہیں جن کی توضیحات درج ذیل ہیں:۔

(۱) آئمہ اربعہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ تین قسم کے جانوروں میں سات آدمی شامل ہو سکتے ہیں، ۱۔ اونٹ' ۲۔ گائے' ۳ بھینس۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنے افرادِ خانہ کی طرف سے بڑے جانور کی قربانی کرے' تو وہ سب کی طرف سے کافی ہوگی خواہ افرادِ خانہ کی تعداد سات سے زائد ہو۔ حضرت امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے کافی ہو سکتا ہے۔ جمہور فقہاء نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حدیبیہ کے سال ہم اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات' سات آدمی شریک ہوئے تھے۔ حضرت امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ایک سفر میں ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں تھے، عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہم گائے میں سات آدمی اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے تھے۔

(۲) سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع کی نیت سے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو تریسٹھ اونٹ اپنے ساتھ لیے۔ ذوالحلیفہ مقام پر پہنچ کر اپنے دست اقدس سے ان کا اشعار کیا یعنی اونٹوں کو نشانات لگائے۔ وہ اس طرح کہ اونٹ کی کوہان کے چمڑے کو دائیں جانب سے تھوڑی مقدار میں کاٹا اور جو خون نکلا اسے صاف کر دیا گیا۔ ان کی گردنوں میں جوتوں کے ہار ڈال دیے

گئے۔ پھر حضرت ناجیہ خزاعی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی زیرنگرانی مکہ معظمہ کی طرف روانہ کردیے۔ اشعار (نشان لگانا) کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے متوارث آرہا تھا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ عرب میں زمانہ جاہلیت سے لوٹ کھسوٹ اور ڈاکازنی کا سلسلہ جاری تھا لیکن ہدی (قربانی) کے جانوروں کا سب لوگ احترام کرتے تھے۔ نہ صرف انہیں لوٹنے سے باز رہتے بلکہ ان کی خدمت وتواضع بھی کرتے تھے۔ راستہ پرامن نہ ہونے کی وجہ سے جانوروں کو نشان لگا کر اور گردنوں میں جوتوں کے ہار ڈال کر حضرت ناجیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں روانہ کردیے گئے تھے۔

(۳) اشعار کرنے میں مذاہب آئمہ: آئمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جانوروں کو اشعار کرنا مسنون ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اشعار کرنا مثلہ ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ کر اشعار کرنا بدعت ہے۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ بطور ہدی مدینہ طیبہ سے لائے تھے اور مقام ذوالحلیفہ میں اپنے دست اقدس سے انہیں اشعار کیا تھا۔ آپ نے مقام ''قدید'' سے کوئی جانور نہیں خریدا تھا۔ البتہ حضر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مقام ''قدید'' سے ایک اونٹ خریدا تھا۔

(۵) ۹ھ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج ادا کیا۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو بکریاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں قربانی کی نیت سے مکہ معظمہ روانہ فرمائیں جبکہ آپ احرام اور احرام کی پابندیوں کے بغیر مدینہ طیبہ میں تشریف فرما رہے۔ تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ محض ہدی بھیجنے سے محرم نہیں ہوتا جب تک خود احرام زیب تن نہ کرے۔

(۶) بکریوں کو ہار پہنانے میں مذاہب آئمہ: کیا اونٹ کی طرح قربانی کی بکریوں کو بھی جوتوں کے ہار پہنائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اونٹوں کی مثل بکریوں کو ہار پہنانا بھی مسنون ہے۔ انہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ان کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی کے جانوروں کے ہار میں نے خود تیار کیے ہیں۔ بعدازاں آپ نے نہ احرام زیب تن کیا اور نہ سلا ہوا کپڑا ترک کیا تھا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ گلے میں ہار پہنانا صرف اونٹوں اور گاؤں کے ساتھ خاص ہے' لہٰذا بکریوں کو ہار پہنانا جائز نہیں ہے۔ ان کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۹ھ میں جو ایک صد بکریاں بھیجی تھیں، ان کے گلے میں جوتوں کے ہار نہیں پہنائے تھے بلکہ انہیں اون کے ہار پہنائے گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بکری کمزور جانور ہے جو جوتوں کے ہار کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

(۷) جب نذر کی ہدی روانہ کی اور اچانک وہ قریب المرگ ہو جائے تو اسے ذبح کردیا جائے اور اس کا گوشت لوگوں میں تقسیم

کر دیا جائے یا اسے فروخت کر دے۔ اگر نفلی ہدی ہو تو اس کا گوشت صرف غرباء میں تقسیم کیا جائے۔ امیر لوگ اس کے گوشت سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ اس بکری کی جگہ دوسری بکری ذبح کی جائے۔

(۸) آئمہ اربعہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ ہدی کے جانور پر سواری کرنا یا اس کا دودھ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدی کی وجہ سے جانور قابل احترام ہوتا ہے لیکن اس پر سواری کرنا اور اس کا دودھ استعمال میں لانا اس کی قدر و منزلت کے منافی ہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ بوقت ضرورت ان سے انتفاع جائز ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محض حالت اضطراری میں اس سے انتفاع جائز ہے ورنہ نہیں۔ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: ارکبھا بالمعروف اذا الجنته الیھا حتی تجد ظھرًا، تم بدنہ (قربانی کے جانور) پر اچھے طریقہ سے سواری کرو جبکہ تم اس سلسلے میں مجبور ہو جاؤ۔ (یعنی جب سوار ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو)۔

(۹) حجاج کرام کی قربانی کا مسئلہ: حجاج کرام کی قربانی کے حوالے سے چند ایک فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:۔

☆ حجاج کرام رمی جمار بعد قربانی کریں گے، یہ قربانی عید والی نہیں ہے جو مقیم و صاحب نصاب پر واجب ہوتی ہے' جبکہ مسافر پر بالکل نہیں ہوتی بلکہ حج کے شکرانہ کے طور پر کی جاتی ہے۔ یہ قربانی مفرد کے لیے مستحب ہے' جبکہ قارن اور متمتع پر واجب ہے۔

☆ تین قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی کی جا سکتی ہے: (۱) اونٹ' (۲) گائے' (بھینس)' (۳) بکری۔ اونٹ کی عمر پانچ سال، گائے کی دو سال اور بکری کی عمر ایک سال ہونی چاہیے۔ صرف اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

☆ جو شخص خود قربانی ذبح کر سکتا ہو خود کرے ورنہ دوسرے آدمی سے بھی کروا سکتا ہے۔ جانور کو روبقبلہ لٹا کر یہ الفاظ پڑھتے ہوئے ذبح کرے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ الخ

☆ جانور ذبح کرتے وقت اس کے دونوں ہاتھ اور ایک پاؤں رسی وغیرہ سے باندھ لیے جائیں تا کہ وہ بدک نہ سکے۔ قربانی کرنے کے بعد کھول دیے جائیں۔

☆ قربانی کرتے وقت یہ تکبیر پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط تیز دھار چھری کے ساتھ جانور ذبح کیا جائے تا کہ اسے زیادہ تکلیف نہ ہو۔

☆ دوسرے جانوروں کی طرح اونٹ بھی گلے کی ایک جگہ سے ذبح کیا جائے۔ جہلاء میں جو تین جگہوں سے اونٹ ذبح کرنے کا طریقہ مشہور ہے خلاف سنت اور بلاوجہ اذیت و تکلیف دینا ہے۔

☆ قربانی کا جانور ذبح کیا جائے تو جب تک وہ ٹھنڈا نہ ہو جائے اس کی کھال نہ اتاری جائے۔

☆ قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد اپنا اور تمام مسلمانوں کا حج اور قربانی قبول کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرے۔ (ماخوذ از بہار شریعت مدنیہ جلد اوّل از صفحہ ۱۱۴۰ تا ۱۱۴۱)

بَابُ مَا جَآءَ بِاَيِّ جَانِبِ الرَّاْسِ يَبْدَاُ فِي الْحَلْقِ

باب 72: سر کے بال منڈواتے ہوئے کس طرف سے آغاز کیا جائے؟

836 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ نَحَرَ نُسُكَهُ ثُمَّ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْاَيْمَنَ فَحَلَقَهُ فَاَعْطَاهُ اَبَا طَلْحَةَ ثُمَّ نَاوَلَهُ شِقَّهُ الْاَيْسَرَ فَحَلَقَهُ فَقَالَ اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے جمرہ کی رمی کر لی تو آپ نے اپنی قربانی کے جانور ذبح کیے' پھر آپ نے حجام کو بلوایا' اپنی دائیں سمت حجام کی طرف کی' تو اس نے اسے مونڈ دیا۔ آپ نے وہ بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا کیے' پھر آپ نے اپنا بایاں حصہ اس کی طرف کیا' تو اس نے اسے بھی صاف کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان (بالوں کو) لوگوں میں تقسیم کر دو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' اور یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيْرِ

باب 73: سر منڈوانا اور بال چھوٹے کروانا

837 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: حَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَلَقَ طَائِفَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ اُمِّ الْحُصَيْنِ وَمَارِبَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ مَرْيَمَ وَحُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُوْنَ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّحْلِقَ رَاْسَهُ وَاِنْ قَصَّرَ يَرَوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنْهُ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سر منڈوایا تھا آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں نے سر

منڈوایا تھا' اور کچھ نے بال چھوٹے کروائے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دعا کی: اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحمت کرے' آپ نے شاید ایک یا دو مرتبہ ایسا کہا' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اور بال چھوٹے کروانے والوں پر بھی (اللہ تعالیٰ رحمت کرے)۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن ام حصین رضی اللہ عنہا، حضرت مارب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابومریم، حضرت حبشی بن جنادہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' اور انہوں نے آدمی کے لیے اس بات کو مختار قرار دیا ہے: وہ اپنا سر منڈوا دے' تاہم اگر وہ اپنے بال چھوٹے کروا دیتا ہے' تو ان حضرات کے نزدیک اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہوگا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ الْحَلْقِ لِلنِّسَآءِ

باب 74: خواتین کے لیے سر منڈوانا حرام ہے

838 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْحَرَشِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خِلَاسِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ خِلَاسٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ فِيْهِ اضْطِرَابٌ وَّرُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَائِشَةَ

حدیثِ دیگر: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ عَلَى الْمَرْاَةِ حَلْقًا وَّيَرَوْنَ اَنَّ عَلَيْهَا التَّقْصِيْرَ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے: کوئی عورت اپنا سر منڈوا دے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کی سند میں اضطراب ہے۔

یہی روایت حماد بن سلمہ کے حوالے سے، قتادہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے: کوئی عورت اپنا سر منڈوا دے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ان کے نزدیک عورت کو سر منڈوانے کی اجازت نہیں ہے۔ ان کے نزدیک وہ اپنے کچھ بال کٹوا لے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ حَلَقَ قَبْلَ اَنْ يَّذْبَحَ اَوْ نَحَرَ قَبْلَ اَنْ يَّرْمِىَ

باب 75: ذبح کرنے سے پہلے سرمنڈوالینا یا رمی کرنے سے پہلے قربانی کرلینا

839 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عِيْسٰى ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ وَسَاَلَهُ اٰخَرُ فَقَالَ نَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِیٍّ وَّجَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا قَدَّمَ نُسُكًا قَبْلَ نُسُكٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سرمنڈوالیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اب ذبح کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔ دوسرے شخص نے آپ سے دریافت کیا: میں نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کرلی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت اسامہ بن شریک سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر آدمی حج کے کسی ایک فعل کو دوسرے سے پہلے کرلے تو اس پر قربانی کرنا لازم ہوگا۔

شرح

حلق اور قصر کرانے کے احکام:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل تین ابواب کے ذیل میں چار احادیث مبارکہ کی تخریج کی ہے جن میں قربانی کے بعد حجاج کرام کے حلق یا قصر کرانے کے احکام بیان کیے ہیں جن کی توضیحات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) قربانی کرنے کے بعد حجاج کرام اپنے سر کا حلق کرائیں یا قصر کرائیں۔ حلق سے مراد ہے استرے وغیرہ سے تمام سر کے بال مونڈ دینا اور قصر سے مراد ہے تمام سر کے بال ترشوا کر کم دینا۔ دونوں طریقے درست ہیں۔

(۲) اپنے سر کی دائیں جانب سے پہلے اور بائیں جانب سے بعد میں حلق کروانا افضل ہے۔ دائیں یا بائیں سے مراد حالق کا نہیں بلکہ محلوق کا مراد ہے۔ جہاں تک حلق میں جواز کا تعلق ہے ہر طرف سے بلکہ وسط سے آغاز کرنا بھی جائز ہے۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر اقدس کے بال مبارک کٹوا کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بطور تبرک محفوظ کرنے کے لیے عنایت فرمائے اور بائیں جانب کے بال بھی انہیں عطاء فرماتے ہوئے لوگوں میں تقسیم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے تبرکات حاصل کرنا، ان کی حفاظت کرنا، ان کا احترام کرنا اور لوگوں میں ان کی تقسیم کاری کرنا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔

(۴) احرام کھولنے کے لیے حلق وقصر کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ: احرام کھولنے کے لیے تمام سر کا حلق یا قصر ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے: حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ احرام کھولنے کے لیے تمام سر کا حلق یا قصر ضروری ہے۔ حضرات صاحبین کے نزدیک کم از کم نصف سر کا حلق یا قصر ضروری ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ سر کے تین بال بھی کاٹ دیے جائیں تو احرام کھولا جاسکتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ چوتھائی سر کا حلق یا قصر کرانے پر احرام کھولا جاسکتا ہے۔

(۵) حجاج کرام حلق کروائیں یا قصر دونوں جائز ہیں لیکن پہلی صورت افضل ہے۔ اس فضیلت کی وجہ حدیث باب سے عیاں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کرانے والے لوگوں کے لیے دوبار اور قصر کرانے والوں کے لیے ایک بار دعا کی تھی۔

(۶) حلق یا قصر کرانے میں حکمتیں: (۱) احرام کھولنے یا احرام سے نکلنے کا ایک باوقار اور مہذب طریقہ ہے جو متانت کے منافی بھی نہیں بلکہ فطرت سلیمہ کے قریب تر ہے۔ (۲) اس طریقہ سے سر کا میل کچیل ختم ہو جاتا ہے اور انسان کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

(۷) جب کوئی شخص مناسک حج یا عمرہ سے فراغت حاصل کر لے تو وہ اپنے سر کا حلق یا قصر خود بھی کر سکتا ہے اور دوسرے سے بھی کرا سکتا ہے بلکہ دوسرے کا بھی حلق یا قصر کر سکتا ہے بشرطیکہ اس نے بھی ارکان حج وعمرہ مکمل کر لیے ہوں۔ مثال کے طور پر زوجین نے تمام مناسک حج یا ارکان عمرہ ادا کر لیے ہوں، تو شوہر اپنی بیوی کے سر کے چند بال کاٹ سکتا ہے اور بیوی اپنے شوہر کے سر کا حلق یا قصر کر سکتی ہے۔

(۸) احرام کھولنے کے لیے خواتین کے حلق یا قصر ممنوع ہونے کی وجوہات: (۱) اس صورت میں عورت کی شکل بگڑ کر مثلہ کی صورت ہو جاتی ہے جو حرام ہے۔ (۲) حلق یا قصر کرانے سے عورت کی شکل مرد کی بن جائے گی۔ جس طرح مرد کا خاتون کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے اسی طرح خاتون کا مرد کی مشابہت اختیار کرنا بھی حرام ہے۔

(۹) حلق اور قصر کے حوالے سے فقہی مسائل: حجاج کرام احرام کھلونے کے لیے حلق یا قصر کرواتے ہیں، لہٰذا ان کے چند ایک فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

حجاج کرام قربانی کرنے کے بعد قبلہ رو بیٹھ کر اپنے سر کا حلق یا قصر کروا کر احرام کھول سکتے ہیں۔ خواتین کے لیے حلق یا قصر

حرام ہے وہ اپنے بالوں کا صرف ایک پورا کٹوا دیں۔

مفرد اگر قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ قربانی کرنے کے بعد حلق کرائے اور اگر اس نے قربانی سے پہلے حلق کروالیا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ متمتع اور قارن پر قربانی کے بعد حلق کروانا واجب ہے، قربانی سے قبل حلق کرانے کی صورت میں دم واجب ہوگا۔

حلق یا قصر کرانے کا وقت ایام نحر ہیں (ذی الحجہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲ تین ایام) البتہ پہلا دن افضل ہے۔

احرام کھولنے کا وقت آنے پر محرم اپنا حلق یا قصر کر سکتا ہے اور دوسرے کا بھی خواہ دوسرا محرم ہو بشرطیکہ اس نے مناسک حج یا ارکان عمرہ مکمل کر لیے ہوں۔ حلق یا قصر کا حدود حرم کے اندر ہونا ضروری ہے۔ جس کے سر پر بالکل بال نہ ہوں اس کا اپنے سر پر استرا پھروانا واجب ہے۔

سر کا حلق یا قصر کراتے وقت موئے بغل یا زیر ناف بال دور کرنا مستحب ہے۔ البتہ وہ داڑھی کے بال ہرگز نہیں لے اور اگر لیے تو دم واجب نہیں ہوگا۔

۱۲ ذی الحجہ تک اگر حلق یا قصر نہ کروایا تو اس پر دم واجب ہوگا۔

حلق یا قصر اپنے سر کی دائیں جانب سے شروع کروایا جائے اور اس وقت یہ الفاظ پڑھے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

حلق یا قصر کراتے وقت کٹوائے ہوئے بال، ہمیشہ جسم سے الگ شدہ چیزیں ناخن، بال، دانت اور کھال وغیرہ زمین میں دفن کردی جائیں۔

حلق یا قصر سے قبل خط بنوانے یا ناخن کٹوانے سے دم لازم آئے گا۔

حلق یا قصر کروانے کے بعد احرام میں جو امور حرام تھے، وہ حلال ہو جائیں گے سوائے جماع کے۔

(ماخوذ از کتب فقہ و بہار شریعت از صفحہ ۱۱۴۲ تا ۱۱۴۴)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الطِّيبِ عِنْدَ الْإِحْلَالِ قَبْلَ الزِّيَارَةِ

باب 76: طواف زیارت کرنے سے پہلے احرام کھولتے وقت خوشبو استعمال کرنا

840 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا مَنْصُوْرٌ يَعْنِي ابْنَ زَاذَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ بِطِيبٍ فِيْهِ مِسْكٌ وَّفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ اَنَّ الْمُحْرِمَ اِذَا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ وَذَبَحَ وَحَلَقَ اَوْ قَصَّرَ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَىْءٍ حَرُمَ عَلَيْهِ اِلَّا النِّسَآءَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ قَالَ حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَىْءٍ اِلَّا النِّسَآءَ وَالطِّيبَ

وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے آپ کو خوشبو لگائی تھی اور قربانی کے دن آپ کے بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے بھی آپ کو خوشبو لگائی تھی جس میں مشک ملی ہوئی تھی۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔ ان حضرات کے نزدیک حالت احرام والا شخص جب قربانی کے دن جمرہ عقبہ کو کنکریاں مار دے اور جانور ذبح کر دے اور سر منڈوا دے یا بال چھوٹے کروالے تو وہ خواتین کے علاوہ ہر اس چیز کے لیے حلال ہو جاتا ہے جو پہلے اس کے لیے حرام تھیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ایسا شخص خواتین (کے ساتھ صحبت) اور خوشبو استعمال نہیں کر سکتا باقی سب کام حلال ہو جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم نے اس بات کو اختیار کیا ہے۔

اہلِ کوفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

طوافِ زیارت سے قبل خوشبو استعمال کرنے کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ:

اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ حلق یا قصر کے بعد حاجی اپنا احرام کھول دیتا ہے تو بیوی کے علاوہ اس کے لیے تمام امور جائز ہو جاتے ہیں۔ کیا وہ طواف زیارت سے قبل خوشبو استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

(۱) حضرت امام مالک اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ طواف زیارت سے قبل خوشبو کا استعمال جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اثر سے استدلال کیا ہے، آپ فرماتے ہیں جس شخص نے جمرہ عقبہ کی رمی کی اس کے لیے تمام امور ممنوعہ جائز ہو جاتے ہیں سوائے بیوی اور خوشبو کے۔ (مؤطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ طواف زیارت سے قبل خوشبو کا

استعمال بلا کراہت جائز ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں: احرام باندھنے سے قبل اور طواف زیارت سے پہلے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی جس میں مشک ملا ہوا ہوتا تھا۔

احرام باندھنے سے قبل خوشبو استعمال کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ: جس طرح طواف زیارت سے قبل خوشبو استعمال کرنے کے مسئلہ میں اختلاف آئمہ فقہ ہے اسی طرح احرام سے قبل خوشبو کے استعمال میں بھی آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس مسئلہ میں حضرات امام مالک اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایسی خوشبو کا استعمال مکروہ ہے، جس کا اثر احرام زیب تن کرنے کے بعد تک موجود رہے۔ جمہور کے نزدیک احرام سے قبل ہر قسم کی خوشبو کا استعمال کرنا جائز ہے خواہ اس کا اثر احرام زیب تن کرنے کے بعد تک باقی رہے یا ختم ہو جائے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَتَى تُقْطَعُ التَّلْبِيَةُ فِي الْحَجِّ

باب ۳۱: حج کے دوران تلبیہ پڑھنا کب ختم کیا جائے؟

841 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ اِلٰى مِنًى فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْفَضْلِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْحَاجَّ لَا يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ حَتّٰى يَرْمِيَ الْجَمْرَةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے، مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا اور آپ جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک، مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے حضرات کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا، یعنی حاجی شخص اس وقت تک تلبیہ پڑھتا رہے گا، جب تک جمرہ کی رمی نہیں کر لیتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

دورانِ حج تلبیہ ختم کرنے کے وقت میں مذاہب آئمہ:

دورانِ حج تلبیہ ختم کرانے کا وقت کیا ہے؟ اس مسئلہ پر آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس مسئلہ میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد کثرت سے تلبیہ کہنا چاہیے اور یہ عمل افضل و بہتر ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ میں جب جمرہ عقبہ کو رمی کی جائے تو حاجی اپنا تلبیہ ختم کر دے۔ یہ جمہور آئمہ فقہ کا موقف ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا جمہور سے اختلاف ہے۔ حدیث باب جمہور آئمہ کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ مَتَى تُقْطَعُ التَّلْبِيَةُ فِي الْعُمْرَةِ

باب 78: عمرے کے دوران تلبیہ پڑھنا، کب ختم کیا جائے؟

842 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ كَانَ يُمْسِكُ عَنِ التَّلْبِيَةِ فِى الْعُمْرَةِ اِذَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا لَا يَقْطَعُ الْمُعْتَمِرُ التَّلْبِيَةَ حَتّٰى يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا انْتَهٰى اِلٰى بُيُوْتِ مَكَّةَ قَطَعَ التَّلْبِيَةَ

قولِ امام ترمذی: وَالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ "مرفوع" روایت منقول ہے: نبی اکرم ﷺ عمرے کے دوران تلبیہ پڑھنا اس وقت ترک کر دیتے تھے، جب آپ حجر اسود کا استلام کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا، وہ یہ فرماتے ہیں: عمرہ کرنے والا شخص اس وقت تک تلبیہ پڑھنا ترک نہیں کرے گا، جب تک وہ حجر اسود کا استلام نہ کر لے۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: جب وہ شخص مکہ کی آبادی تک پہنچ جائے، تو تلبیہ پڑھنا ترک کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ کی حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام سفیان، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

عمرہ کا تلبیہ ختم کرنے کے وقت میں مذاہب آئمہ:

حج کی طرح عمرہ کا احرام بھی باندھا جاتا ہے، یہ احرام باندھتے ہی تلبیہ کہنے کی کثرت کی جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ عمرہ کا تلبیہ کب ختم کیا جائے گا؟ اس مسئلہ میں اختلاف آئمہ پایا جاتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جب طواف کا آغاز کرتے وقت حجر اسود کا استلام کیا جائے تو تلبیہ ختم کر دیا جائے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو بوسہ دیتے اور اسے چھوتے تھے تو تلبیہ ختم کر دیتے تھے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب احرام میقات سے باندھا جائے تو حدود حرم میں داخل ہوتے ہی تلبیہ بند کر دیا جائے اور اگر احرام حل یعنی مسجد تنعیم (مسجد عائشہ) یا مقام جعرانہ سے باندھا جائے تو مکہ معظمہ میں داخل ہوتے یا مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت تلبیہ بند کیا جائے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں تین عمرے کیے اور استلام حجر اسود کے وقت آپ نے تلبیہ بند کر دیا تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي طَوَافِ الزِّيَارَةِ بِاللَّيْلِ

باب 79: رات کے وقت طواف زیارت کرنا

843 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ اِلَى اللَّيْلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ اَنْ يُّؤَخَّرَ طَوَافُ الزِّيَارَةِ اِلَى اللَّيْلِ وَاسْتَحَبَّ بَعْضُهُمْ اَنْ يَّزُوْرَ يَوْمَ النَّحْرِ وَوَسَّعَ بَعْضُهُمْ اَنْ يُّؤَخَّرَ وَلَوْ اِلٰى اٰخِرِ اَيَّامِ مِنًى

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے طواف زیارت کو رات کے وقت تک موخر کر دیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس بات کی رخصت دی ہے: آدمی طواف زیارت کو رات تک موخر کر دے۔

بعض اہلِ علم نے اس کو منیٰ کے آخری دن تک موخر کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

شرح

رات کے وقت طواف زیارت کرنے کا مسئلہ:

طواف زیارت حج کا ایک ممتاز رکن ہے اور اس کا وقت ذی الحجہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ تین دن ہے۔ ان تین دنوں میں رات اور دن کو طواف زیارت کیا جاسکتا ہے۔ البتہ جس شخص نے ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک طواف زیارت نہ کیا تو اس پر دم اور قضاء دونوں چیزیں واجب ہیں۔

آئمہ فقہ کا اس بات میں اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت دن کے وقت کیا تھا۔ اکثر روایات سے یہ بات ثابت بھی ہے۔ البتہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت قبل از ظہر کیا تھا یا بعد از ظہر؟ آپ نے نماز ظہر مکہ معظمہ میں پڑھی تھی یا منیٰ میں؟ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت رات تک مؤخر کردیا تھا۔ اس کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ البتہ اہم ترین وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر میں منیٰ میں نماز ظہر پڑھا کر مکہ معظمہ پہنچ گئے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف زیارت کیا۔ نماز عصر سے قبل منیٰ میں تشریف لے گئے۔ نماز عشاء منیٰ میں پڑھا کر مکہ معظمہ میں پہنچ گئے اور نفلی طواف کیا جبکہ کچھ لوگوں نے غلطی سے اس طواف کو طواف زیارت خیال کیا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ نُزُوْلِ الْاَبْطَحِ
باب 80: وادی ابطح میں پڑاؤ کرنا

844 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَنْزِلُوْنَ الْاَبْطَحَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِيْ رَافِعٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اسْتَحَبَّ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ نُزُوْلَ الْاَبْطَحِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّرَوْا ذٰلِكَ وَاجِبًا اِلَّا مَنْ اَحَبَّ ذٰلِكَ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَنُزُوْلُ الْاَبْطَحِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ "وادی ابطح" میں پڑاؤ کرتے تھے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔ہم اس روایت کو عبدالرزاق نامی راوی کے حوالے سے،عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض اہلِ علم نے وادی ابطح میں پڑاؤ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ان کے نزدیک ایسا کرنا واجب نہیں ہے اور مستحب بھی اس شخص کے لیے ہے جو اسے پسند کرے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وادی ابطح میں پڑاؤ کرنے کا حج کے ارکان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے یہ ایک جگہ ہے جہاں نبی اکرم ﷺ نے پڑاؤ کیا تھا۔

845 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَيْسَ التَّحْصِيْبُ بِشَيْءٍ اِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اَلتَّحْصِيْبُ نُزُوْلُ الْاَبْطَحِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: وادی (ابطح) میں پڑاؤ کرنے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے یہ ایک جگہ ہے جہاں نبی اکرم ﷺ نے پڑاؤ کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ "تحصیب" کا مطلب وادی ابطح میں پڑاؤ کرنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَاب مَنْ نَّزَلَ الْاَبْطَحَ

باب 81: ابطح میں پڑاؤ کرنا

846 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: اِنَّمَا نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَبْطَحَ لِاَنَّهُ كَانَ اَسْمَحَ لِخُرُوْجِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ نَحْوَهُ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وادی ابطح میں پڑاؤ کیا تھا اس کی وجہ یہ ہے: اس طرف سے نکلنا آسان ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

وادی ابطح میں قیام:

۱۳ ذی الحجہ ۱۰ھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں رمی کی پھر نماز ظہر بھی وہاں ہی پڑھائی۔ پھر آپ مکہ معظمہ کے پاس وادی ابطح میں تشریف لاکر پڑاؤ ڈالا' جہاں از نماز عصر تا نماز عشاء ادا فرمائیں۔ نماز عشاء کے بعد آپ نفلی طواف کے لیے مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور نصف رات کے وقت مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔

اس بات میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ وادی ابطح میں قیام حج کا رکن نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پڑاؤ اس غرض سے اختیار کیا تھا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر نفلی طواف کیا جائے اور اجتماعی طور پر مدینہ طیبہ کو واپسی ہو جائے۔ اس اجتماعی پڑاؤ، اجتماعی طواف اور اجتماعی سفر واپسی میں اسلام کی شان وشوکت کا اظہار بھی مقصود تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حَجِّ الصَّبِيِّ

باب 82: بچے کا حج کرنا

847 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: رَفَعَتِ امْرَاَةٌ صَبِيًّا لَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا قَزَعَةُ بْنُ سُوَيْدٍ الْبَاهِلِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک خاتون نے اپنے بچے کو نبی اکرم ﷺ کے سامنے اٹھایا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا اس کا حج ہو جاتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث منقول ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر بھی منقول ہے۔

848 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ

متنِ حدیث: حَجَّ بِيْ اَبِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنَّ الصَّبِیَّ اِذَا حَجَّ قَبْلَ اَنْ يُّدْرِكَ فَعَلَيْهِ الْحَجُّ اِذَا اَدْرَكَ لَا تُجْزِئُ عَنْهُ تِلْكَ الْحَجَّةُ عَنْ حَجَّةِ الْاِسْلَامِ وَكَذٰلِكَ الْمَمْلُوْكُ اِذَا حَجَّ فِیْ رِقِّهٖ ثُمَّ اُعْتِقَ فَعَلَيْهِ الْحَجُّ اِذَا وَجَدَ اِلٰى ذٰلِكَ سَبِيْلًا وَّلَا يُجْزِئُ عَنْهُ مَا حَجَّ فِیْ حَالِ رِقِّهٖ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ وَالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت سائب بن یزید بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں شرکت کی تھی میں اس وقت سات سال کا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے: اگر بچہ بالغ ہونے سے پہلے حج کر لے تو بالغ ہونے کے بعد اس پر حج کرنا لازم ہوگا اور وہ حج، فرض حج کا بدل ثابت نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح غلام شخص اگر غلامی کے دوران حج کر لیتا ہے اور پھر وہ آزاد ہو جاتا ہے تو اگر اس کو گنجائش میسر آئے تو اس پر حج کرنا لازم ہوگا اور اس نے اپنی غلامی کے دوران جو حج کیا تھا وہ کفایت نہیں کرے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

849 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْوَاسِطِیُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ نُمَيْرٍ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ سَوَّارٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا اِذَا حَجَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا نُلَبِّیْ عَنِ النِّسَآءِ وَنَرْمِیْ عَنِ الصِّبْيَانِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى اَنَّ الْمَرْاَةَ لَا يُلَبِّیْ عَنْهَا غَيْرُهَا بَلْ هِیَ تُلَبِّیْ عَنْ نَّفْسِهَا وَيُكْرَهُ لَهَا رَفْعُ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حج کیا، تو ہم نے خواتین کی طرف سے تلبیہ پڑھا، اور بچوں کی طرف سے کنکریاں ماریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے: عورت کی طرف سے کوئی دوسرا شخص تلبیہ نہیں پڑھ سکتا، بلکہ وہ خود تلبیہ پڑھے گی، تاہم اس کے لیے بلند آواز میں تلبیہ پڑھنا مکروہ ہے۔

شرح

بچے کے حج کا مسئلہ:

نماز اور روزہ بدنی عبادات ہیں جن کی فرضیت اور ادائیگی کے لیے بلوغت شرط ہے۔ نابالغ بچوں کو ترغیب دینے کے لیے تو

نماز پڑھائی جاسکتی ہے اور روزہ رکھایا جاسکتا ہے لیکن وہ نماز اور روزہ فرض نہیں ہوگا۔ اسی طرح فرضیت حج کے لیے بھی بلوغت شرط ہے اور اگر نابالغ بچہ حج کرے گا تو وہ حج فرض کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ البتہ اس کے بالغ ہونے کے بعد اور استطاعت وقوت ہونے پر دوبارہ حج کرنا ضروری ہے۔ ارکان ومناسک حج کی ادائیگی میں سرپرستی یا معاونت کرنے والے شخص کو بھی اجروثواب سے نوازا جائے گا۔ تمام آئمہ فقہ کے ہاں یہ مسئلہ متفقہ ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی موقف ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَجِّ عَنِ الشَّيْخِ الْكَبِيْرِ وَالْمَيِّتِ

باب 83: بوڑھے شخص یا میت کی طرف سے حج کرنا

850 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِىْ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ خَثْعَمٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِىْ اَدْرَكَتْهُ فَرِيضَةُ اللّٰهِ فِى الْحَجِّ وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَّا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّسْتَوِىَ عَلٰى ظَهْرِ الْبَعِيْرِ قَالَ حُجِّىْ عَنْهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّبُرَيْدَةَ وَحُصَيْنِ بْنِ عَوْفٍ وَّاَبِىْ رَزِيْنٍ الْعُقَيْلِيِّ وَسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَّرُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا عَنْ سِنَانِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِيِّ عَنْ عَمَّتِهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ فَقَالَ اَصَحُّ شَىْءٍ فِىْ هٰذَا الْبَابِ مَا رَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّيُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعَهٗ مِنَ الْفَضْلِ وَغَيْرِهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَوٰى هٰذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَرْسَلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرِ الَّذِىْ سَمِعَهٗ مِنْهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا الْبَابِ غَيْرُ حَدِيْثٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَبِهٖ يَقُوْلُ الثَّوْرِىُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِىُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ يَرَوْنَ اَنْ يُّحَجَّ عَنِ الْمَيِّتِ وَقَالَ مَالِكٌ اِذَا اَوْصٰى اَنْ يُّحَجَّ عَنْهُ حُجَّ عَنْهُ وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُهُمْ اَنْ يُّحَجَّ عَنِ الْحَيِّ اِذَا كَانَ كَبِيْرًا اَوْ بِحَالٍ لَّا يَقْدِرُ اَنْ يَّحُجَّ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِىِّ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: خثعم قبیلے سے تعلق رکھنے والی

ایک خاتون نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے والد کے ذمے حج فرض ہو گیا ہے۔ وہ بڑی عمر کے شخص ہیں اور سواری پر سیدھی طرح نہیں بیٹھ سکتے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے حج کرلو۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت حصین بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس روایت کو حضرت حصین بن عوف مزنی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' حضرت سنان بن عبداللہ جہنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کی پھوپھی کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے یہ بات منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے بھی اسے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ان روایات کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: اس بارے میں سب سے مستند روایت وہ ہے' جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بھی بیان کی' اس بات کا احتمال موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس روایت کو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دیگر حضرات کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے سنا ہو' پھر انہوں نے اسے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کر دیا اور اس شخصیت کا تذکرہ نہیں کیا جس (دوسری) شخصیت سے انہوں نے اس حدیث کو سنا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے مستند طور پر اس بارے میں دیگر روایات بھی منقول ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: میت کی طرف سے بھی حج کیا جا سکتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے' تو وہ حج کرلیا جائے۔

بعض اہلِ علم نے یہ رخصت دی ہے: زندہ آدمی کی طرف سے بھی حج کیا جا سکتا ہے' اگر وہ بڑی عمر کا ہو یا ایسی حالت میں ہو کہ خود حج نہ کر سکتا ہو۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مِنْهُ اٰخَرُ

باب 84: بلا عنوان

851 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

عَطَاءٍ قَالَ وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: قَالَ جَائَتِ امْرَاَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّي مَاتَتْ وَلَمْ تَحُجَّ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میری والدہ انتقال کر چکی ہیں انہوں نے حج نہیں کیا، کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم ان کی طرف سے حج کر لو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 85: بلاعنوان

852 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ عَنْ اَبِيْ رَزِيْنِ الْعُقَيْلِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ حُجَّ عَنْ اَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَاِنَّمَا ذُكِرَتِ الْعُمْرَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْ يَّعْتَمِرَ الرَّجُلُ عَنْ غَيْرِهٖ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ رَزِيْنِ الْعُقَيْلِيُّ اسْمُهٗ لَقِيْطُ بْنُ عَامِرٍ

◄► حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے والد عمر رسیدہ آدمی ہیں وہ حج یا عمرہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی سواری پر سوار ہو سکتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے والد کی طرف سے حج بھی کر لو اور عمرہ بھی کر لو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے عمرے کا تذکرہ صرف اس حدیث میں کیا گیا ہے: کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے عمرہ کر سکتا ہے۔

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ کا نام لقیط بن عامر ہے۔

شرح

فانی اور میت کی طرف سے حج بدل کرنے کا مسئلہ:

اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ عبادت بدنی مثلاً نماز اور روزہ میں نیابت جائز نہیں ہے۔ عبادت مالی مثلاً زکوٰۃ میں مطلقاً نیابت صحیح ہے۔ عبادت بدنی اور مالی کی جامع مثلاً حج میں حالت اختیاری میں نیابت جائز نہیں ہے لیکن حالت اضطراری میں جائز ہے۔ حالت اضطراری کی کیفیت میں اختلاف آئمہ فقہ ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ صرف موت حالت اضطراری ہوسکتی ہے۔ حیات میں کوئی خواہ شیخ فانی ہو یا علیل ہو یا ضعیف ونادار ہو، کی طرف سے حج بدل نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ وہ اپنے ترکہ کے تہائی حصہ سے حج بدل کرنے کی وصیت کرسکتا ہے جو اس کی وفات کے بعد نافذ العمل ہوگی۔ آئمہ ثلاثہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک موت کے علاوہ بڑھاپا، اپاہج ہونا، لنگڑا ہونا، لولا ہونا اور نحیف وکمزور ہونا بھی اعذار ہیں، لہٰذا ان کی طرف سے بھی حج بدل کرنا جائز ہے۔

حج بدل کا جواز وفضیلت:

حج بدل کے جواز وفضیلت کے حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کی طرف سے تاوان ادا کرے، وہ قیامت کے دن ابرار (نیکوکار لوگ) کے ساتھ ہوگا۔ (سنن دار قطنی)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے گا، تو اس کا حج پورا کیا جائے گا اور اس کے لیے دس حج کا ثواب ہے۔ (ایضاً)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد گرامی پر حج فرض ہے۔ وہ بڑھاپے کی وجہ سے حج نہیں کرسکتے اور سواری پر بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں۔ (الصحیح للمسلم)

(۴) حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد بوڑھے ہیں جو حج وعمرہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور وہ سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم ان کی طرف سے حج وعمرہ کرسکتے ہو۔ (جامع ترمذی)

حج بدل کے حوالے سے فقہی مسائل:

حج بدل کے حوالے سے چند ایک فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ حج بدل کی چند شرائط ہیں: (۱) حج بدل کرانے والے پر حج فرض ہو، (۲) جس کی طرف سے حج بدل کیا جارہا ہے وہ معذور ہو، (۳) وقت فرضیتِ حج سے وفات تک عذر مسلسل باقی ہو۔ (۴) جس کی طرف سے حج کیا جارہا ہے، تمام اخراجات اس کی طرف

سے ہوں۔

☆ جس کو حج بدل کا حکم دیا وہی کرے اور اگر دوسرے سے حج کرایا گیا تو نہ ہوگا۔

☆ میت نے وصیت کی تھی کہ فلاں شخص میری طرف سے حج کرے وہ مر گیا یا اس نے حج کرنے سے انکار کردیا تو اب دوسرے شخص سے بھی حج بدل کرایا جاسکتا ہے۔

☆ اس کی طرف سے نیت حج کرتے ہوئے یوں ہے: لبيك عن فلان. اگر اس کا نام یاد نہ رہے تو دل میں اس کی نیت کرے۔

☆ حج بدل کی سب شرائط پائی جائیں تو جس کی طرف سے کیا گیا، اس کا فرض ادا ہوگا اور یہ حج کرنے والا بھی ثواب پائے گا لیکن اس حج سے اس کا حجۃ الاسلام ادا نہ ہوگا۔

☆ بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجا جائے جو اپنا حج ادا کر چکا ہو اور اگر ایسے شخص کو بھیجا جس نے خود حج نہ کیا ہو جب بھی حج بدل ہو جائے گا۔ اگر اس پر حج فرض ہو اور اس نے ادا نہ کیا تو اسے بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔

☆ افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھیجیں جو حج کے طریقہ اور اس کے افعال وارکان سے آگاہ ہو۔

☆ دو آدمیوں نے ایک ہی شخص کو حج بدل کے لیے بھیجا اور اس نے دوران حج دونوں کی طرف سے لبیک کہا تو دونوں میں سے کسی کی طرف سے بھی ادا نہیں ہوگا بلکہ حج کرنے والے کی طرف سے ہوگا۔

☆ کسی شخص نے والدین کی طرف سے حج ادا کیا تو اسے اختیار ہے کہ دونوں میں سے ایک کے نام کردے اور اس کی طرف سے فرض ادا ہوگا۔

☆ افضل یہ ہے کہ جس کو حج بدل کے لیے بھیجا، وہ حج کر کے واپس آجائے اور آمد و رفت کے تمام اخراجات بھیجنے والے کے ذمہ ہیں اور اگر وہ وہیں رہ گیا تو بھی جائز ہے۔

☆ جسے حج بدل کے لیے مقرر کیا وہ علالت کا شکار ہو گیا تو اسے اختیار نہیں ہے کہ دوسرے شخص کو حج کے لیے روانہ کرے۔

☆ ایک شخص نے کسی آدمی کو حج بدل کے لیے اخراجات دے کر روانہ کیا پھر اس کا انتقال ہو گیا' اور اس نے حج کی وصیت بھی نہ کی ہو' تو ورثاء اس شخص کا مال واپس لے سکتے ہیں خواہ اس نے احرام باندھ لیا ہو۔

☆ مصارف حج سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کی دوران سفر ضرورت ہوتی ہے مثلاً کھانا پینا راستہ میں استعمال کے کپڑے، احرام کے کپڑے، سواری کا کرایہ، مکان کا کرایہ، کھانے پینے کے برتن، کپڑے دھونے کا صابون، محافظ کی مزدوری اور حجامت بنوائی وغیرہ۔

☆ حج سے واپسی پر اگر کوئی رقم بچ گئی ہو، واپس کردے۔ اسے اپنے پاس رکھ لینا جائز نہیں خواہ قلیل مقدار میں ہو۔

(ماخوذ از بہار شریعت مدنیہ جلد اول از صفحہ ۱۱۹۹ تا ۱۲۱۰)

نوٹ: حج کی طرح دوسرے کی طرف سے عمرہ بھی کیا جاسکتا ہے اور اس میں معذور ہونا شرط نہیں ہے۔ (قصوری)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعُمْرَةِ اَوَاجِبَةٌ هِيَ اَمْ لَا

باب 86: عمرہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟

853 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَةِ اَوَاجِبَةٌ هِيَ قَالَ لَا وَاَنْ تَعْتَمِرُوْا هُوَ اَفْضَلُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا الْعُمْرَةُ لَيْسَتْ بِوَاجِبَةٍ وَّكَانَ يُقَالُ هُمَا حَجَّانِ الْحَجُّ الْاَكْبَرُ يَوْمُ النَّحْرِ وَالْحَجُّ الْاَصْغَرُ الْعُمْرَةُ وقَالَ الشَّافِعِيُّ الْعُمْرَةُ سُنَّةٌ لَّا نَعْلَمُ اَحَدًا رَخَّصَ فِيْ تَرْكِهَا وَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ ثَابِتٌ بِاَنَّهَا تَطَوُّعٌ وَّقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِسْنَادٍ وَّهُوَ ضَعِيْفٌ لَّا تَقُوْمُ بِمِثْلِهِ الْحُجَّةُ وَقَدْ بَلَغَنَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ كَانَ يُوْجِبُهَا

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: كُلُّهُ كَلَامُ الشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے عمرے کے بارے میں دریافت کیا گیا: کیا یہ واجب ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں، تاہم اگر تم عمرہ کرلو تو یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں وہ یہ فرماتے ہیں: عمرہ واجب نہیں ہے۔

یہ کہا جاتا ہے: حج کی دو قسمیں ہیں ایک حج اکبر ہے جو قربانی کے دن ہوتا ہے اور ایک حج اصغر ہے جو عمرہ ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمرہ کرنا سنت ہے اور ہمارے علم کے مطابق کسی شخص نے اس کو ترک کرنے کی اجازت نہیں دی ہے اور نہ ہی کسی دلیل سے یہ ثابت ہوتا ہے: ایسا کرنا نفل ہے۔

اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بھی ایک حدیث منقول ہے، تاہم وہ ضعیف ہے اور اس طرح کی حدیث کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

ہمیں یہ اطلاع بھی ملی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عمرہ کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سب امام شافعی کا کلام ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 87: بلاعنوان

854 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ جُعْشُمٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

قولِ امام ترمذی: وَّمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْ لَّا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ وَهٰكَذَا

مذاہب فقہاء: قَالَ: وَفِي الْبَاب فَسَّرَهُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا لَا يَعْتَمِرُوْنَ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ فَلَمَّا جَآءَ الْاِسْلَامُ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ يَعْنِي لَا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ وَاَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَّذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ لَا يَنْبَغِي لِلرَّجُلِ اَنْ يُّهِلَّ بِالْحَجِّ اِلَّا فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ وَاَشْهُرُ الْحُرُمِ رَجَبٌ وَّذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ هٰكَذَا قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عمرہ قیامت تک کے لیے حج میں داخل ہوگیا ہے۔

اس بارے میں حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات بیان کی ہے۔

اس حدیث کا مقصد یہ ہے: زمانہ جاہلیت کے لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ نہیں کیا کرتے تھے، جب اسلام آیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس بارے میں رخصت عطا کردی اور آپ نے ارشاد فرمایا: عمرہ قیامت تک کے لیے حج میں داخل ہوگیا ہے، یعنی حج کے مخصوص مہینوں میں عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور حج کے مخصوص مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں، کسی بھی شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے: وہ حج کے مہینوں کے علاوہ کسی مہینے میں حج کا احرام باندھے۔

حرمت والے مہینے رجب، ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے کئی اہلِ علم نے یہی بات بیان کی ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي فَضْلِ الْعُمْرَةِ

باب 88: عمرہ کی فضیلت کا تذکرہ

855 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ تُكَفِّرُ مَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے درمیان کے تمام گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْعُمْرَةِ مِنَ التَّنْعِیمِ

باب 89: تنعیم سے عمرہ کرنا

856 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُوْسٰی وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍ اَنْ یُّعْمِرَ عَآئِشَةَ مِنَ التَّنْعِیمِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرہ کروادیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْعُمْرَةِ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ

باب 90: جعرانہ سے عمرہ کرنا

857 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْ مُزَاحِمِ بْنِ اَبِیْ مُزَاحِمٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ مُحَرِّشٍ الْکَعْبِیِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ لَیْلًا مُعْتَمِرًا فَدَخَلَ مَکَّةَ لَیْلًا فَقَضٰی عُمْرَتَهٗ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ لَّیْلَتِهٖ فَاَصْبَحَ بِالْجِعِرَّانَةِ کَبَائِتٍ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْغَدِ خَرَجَ مِنْ بَطْنِ سَرِفَ حَتّٰی جَآءَ مَعَ الطَّرِیْقِ طَرِیْقِ جَمْعٍ بِبَطْنِ سَرِفَ فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ خَفِیَتْ عُمْرَتُهٗ عَلَی النَّاسِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِمُحَرِّشٍ الْکَعْبِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیْرَ ھٰذَا الْحَدِیْثِ وَیُقَالُ جَآءَ مَعَ الطَّرِیْقِ مَوْصُوْلٌ

◆◆ حضرت محرش کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے آپ رات کے وقت ہی مکہ میں داخل ہوئے' آپ نے اپنا عمرہ مکمل کیا' اور پھر اسی رات وہاں سے واپس آ گئے' صبح کے وقت آپ جعرانہ میں یوں موجود تھے جیسے رات یہیں رہے ہیں۔ اگلے دن جب سورج ڈھل گیا' تو آپ میدان سرف کے درمیان سے نکلے

اور اس راستے پر آ گئے' جو مزدلفہ کے راستے میں میدان سرف کے درمیان ہے۔ اسی لیے آپ کا عمرہ لوگوں سے مخفی رہا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

حضرت محرش کعبی رضی اللہ عنہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

شرح

عمرہ کی شرعی حیثیت، فضیلت اور طریقہ کار:

کیا عمرہ واجب ہے یا سنت؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱) حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے زندگی بھر میں ایک بار عمرہ کرنا واجب (فرض) ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آثار سے وجوب عمرہ پر استدلال کیا ہے۔ ثانیاً ان کا خیال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا ہے' لہٰذا اس کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندگی میں ایک بار عمرہ ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ عمرہ واجب ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: نہیں، لوگوں کو چاہیے کہ وہ عمرہ ادا کرتے رہیں' کیونکہ یہ افضل ہے۔

حج یا عمرہ کی فضیلت:

حج دو قسم کے ہیں: (۱) حج اکبر یعنی بڑا حج جو زندگی میں ایک بار فرض ہے (۲) حج اصغر (عمرہ) جو احناف کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ ان کی فضیلت گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک ان کی وجہ سے درمیان والے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ عمرہ کی برکت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور حج ادا کرنے سے جنت عطا کی جاتی ہے۔

حج اور عمرہ ایک ساتھ:

حج اور عمرہ الگ الگ ادا کیے جا سکتے ہیں اور ایک ساتھ بھی۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جو شخص حج ادا کرنے کا ارادہ رکھتا وہ اس سال حج کے مہینوں میں عمرہ ادا نہیں کر سکتا تھا۔ اسلام نے جہاں دوسری بے شمار رسومات جاہلیت کا قلع قمع کیا وہاں اس رسم کا بھی خاتمہ کر دیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے: دخلت العمرۃ فی الحج الی یوم القیامۃ' یعنی تا قیامت عمرہ' حج میں داخل ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھ کر دونوں کو ادا کیا جا سکتا ہے اور ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں ادا کیے جا سکتے ہیں۔

عمرہ کا طریقہ کار:

عمرہ کا طریقہ بھی حج جیسا ہے۔اس کے چار ارکان ہیں:(۱)احرام(۲)طواف بیت اللہ(۳)سعی صفا ومروہ(۴)حلق یا تقصیر۔اس کا وقت سال بھر ہے جب چاہیں عمرہ کر سکتے ہیں۔البتہ ۹ ذی الحجہ تا ۱۳ پانچ ایام میں جدید احرام کے ساتھ عمرہ کرنا مکروہ ہے۔وقوف عرفہ وقوف مزدلفہ وقوف منیٰ رمی جمار اور قربانی وغیرہ عمرہ میں نہیں ہیں۔اس کے ممنوعات مکروہات اور مفسدات بھی حج والے ہیں جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔طواف وسعی صفا ومروہ کی دعائیں بھی حج والی ہیں۔

مقامِ تنعیم اور مقام جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا: حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قافلہ مکہ معظمہ میں پہنچا تو یہ حکم نازل ہوا کہ جن لوگوں کے پاس ہدی کا جانور نہیں ہے وہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں تبدیل کرلیں اور ارکان عمرہ مکمل کر کے احرام کھول دیں۔بعد ازاں ۸ ذی الحجہ میں مکہ معظمہ سے دوبارہ حج کا احرام زیب تن کرلیں۔اس حکم کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کرلیا لیکن حالت حیض میں ہونے کی وجہ سے وہ ارکان عمرہ پورے نہ کرسکیں۔اسی دوران حج کے ایام شروع ہوگئے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ عمرہ کا احرام ختم کردیں اور غسل وغیرہ کر کے حج کا احرام باندھ لیں۔انہوں نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے حج کا احرام زیب تن کیا۔پھر انہوں نے منیٰ عرفات اور مزدلفہ کا وقوف کیا۔مزدلفہ کی شب میں وہ حیض سے پاک ہوئیں۔۱۳ ذی ۱۰ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مقام تنعیم (جہاں اب مسجد عائشہ موجود ہے) سے احرام زیب تن کروا کر عمرہ کروائیں۔پھر فلاں جگہ پر ہمیں آملنا جہاں ہم منتظر ہوں گے۔مقام تنعیم جہاں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے احرام باندھا تھا۔یہ مقام مسجد حرام سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔احرام باندھنے کے لیے یہ حرم کے قریب ترین مقام ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد انیس ایام تک مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے۔وہاں سے آپ حنین گئے پھر طائف پہنچے اور ایک ماہ تک اس کا محاصرہ فرمایا۔پھر وہاں سے مقام جعرانہ میں تشریف لائے جہاں حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا۔اس طرح کئی ایام تک آپ نے یہاں قیام کیا۔مدینہ طیبہ روانگی سے قبل مقام جعرانہ سے آپ نے احرام زیب تن کر کے رات کے وقت مکہ معظمہ جا کر عمرہ ادا کیا اور صبح صادق سے قبل جعرانہ واپس پہنچ گئے۔آئندہ روز بعد از زوال مدینہ طیبہ روانہ ہوگئے۔

دورِ حاضر میں جس عمرہ کا احرام مقام تنعیم سے باندھا جاتا ہے اسے چھوٹا اور جس عمرہ کا احرام مقام جعرانہ سے باندھا جاتا ہے اسے بڑا عمرہ کہا جاتا ہے۔دونوں مقامات سے عمرہ کا احرام باندھا جاسکتا ہے اور دونوں کا ثبوت احادیث مبارکہ میں مذکور ہے۔مقام تنعیم (مسجد عائشہ) اب مکہ معظمہ میں شامل ہو چکا ہے جس سے احرام باندھنے کے عدم جواز کے بارے میں تاحال مفتیان حرمین شریفین کا کوئی فتویٰ جاری نہیں ہوا۔تاہم خواتین وحضرات حسب سابق یہاں سے عمرہ کا احرام باندھتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عُمْرَةِ رَجَبٍ

باب 91: رجب کے مہینے میں عمرہ کرنا

858 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ فِیْ اَیِّ شَهْرٍ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فِیْ رَجَبٍ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ مَا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا وَهُوَ مَعَهٗ تَعْنِیْ ابْنَ عُمَرَ وَمَا اعْتَمَرَ فِیْ شَهْرِ رَجَبٍ قَطُّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ حَبِيْبُ بْنُ اَبِیْ ثَابِتٍ لَّمْ يَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ

◄► عروہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: نبی اکرم ﷺ نے کون سے مہینے میں عمرہ کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: رجب کے مہینے میں۔

عروہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے جتنے بھی عمرے کیے وہ (یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ) نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، تاہم نبی اکرم ﷺ نے رجب کے مہینے میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: حبیب بن ابوثابت نے عروہ بن زبیر سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

859 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ اَرْبَعًا اِحْدَاهُنَّ فِیْ رَجَبٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے چار عمرے کیے جن میں سے ایک عمرہ آپ نے رجب کے مہینے میں کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عُمْرَةِ ذِی الْقَعْدَةِ

باب 92: ذوالقعدہ کے مہینے میں عمرہ کرنا

860 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدِ الدُّوْرِیُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ هُوَ السَّلُوْلِیُّ الْكُوْفِیُّ عَنْ

اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ فِىْ ذِى الْقَعْدَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَّفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ذوالقعدہ کے مہینے میں عمرہ کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ عُمْرَةِ رَمَضَانَ

باب 93: رمضان کے مہینے میں عمرہ کرنا

861 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِىُّ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ اُمِّ مَعْقِلٍ عَنْ اُمِّ مَعْقِلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: عُمْرَةٌ فِىْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً

فی الباب: وَّفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ وَّوَهْبِ بْنِ خَنْبَشٍ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَيُقَالُ هَرِمُ بْنُ خَنْبَشٍ قَالَ بَيَانٌ وَّجَابِرٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ وَّهْبِ بْنِ خَنْبَشٍ وقَالَ دَاوُدُ الْاَوْدِىُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ هَرِمِ بْنِ خَنْبَشٍ وَّوَهْبٌ اَصَحُّ

حکم حدیث: وَحَدِيْثُ اُمِّ مَعْقِلٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عُمْرَةً فِىْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً قَالَ اِسْحٰقُ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ مِثْلُ مَا رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَقَدْ قَرَاَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا کے صاحب زادے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا ہے: رمضان کے مہینے میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت وہب بن خنبش سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک قول کے مطابق ان کا نام ہرم بن خنبش ہے۔

بیان اور جابر نامی راوی نے امام شعبی کے حوالے سے ان کا نام وہب بن خنبش نقل کیا ہے۔

داؤد نامی راوی نے امام شعبی کے حوالے سے ان کا نام ہرم بن خنبش نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہب نام درست ہے۔

سیّدہ ام معقل رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات ثابت ہے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: رمضان کے مہینے میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

اسحٰق یہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے جو اسی کی مانند منقول اُس روایت کا ہے جس میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: جو شخص "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھ لے تو اس نے ایک تہائی قرآن کو پڑھ لیا۔

شرح

مختلف مہینوں میں عمرہ ادا کرنے کا مسئلہ:

عمرہ پورے سال میں کسی بھی مہینہ کسی بھی دن اور کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔ البتہ ۹ ذی الحجہ تا ۱۳ پانچ ایام میں جدید احرام کے ساتھ عمرہ مکروہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کل چار عمرے کیے جو سب کے سب ذی قعدہ میں ادا کیے۔ حدیبیہ کے موقع پر آپ نے ذی قعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ذی قعدہ میں عمرہ کیا، فتح حنین کے بعد جعرانہ سے جو عمرہ کیا وہ بھی ذی قعدہ میں اور حجۃ الوداع کے ساتھ جو عمرہ کیا اس کا احرام بھی ذی قعدہ میں زیب تن فرمایا تھا۔ ان تمام عمروں کے مواقع پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے طلباء کے سامنے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ رجب میں کیا تھا۔ جب اس بات کا علم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہوا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن (کنیت حضرت عبداللہ بن عمر) پر رحم فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمرے فرمائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ رجب میں نہیں کیا تھا۔ یہ اعلان سن کر حضرت عبداللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے تسامح کا احساس ہو گیا تھا۔

تمام مہینوں میں سے رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت زیادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنے والے کو میری رفاقت میں حج کرنے کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

سوال: جب رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے میں کیوں عمرہ نہیں کیا؟

جواب: دراصل یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے بعد واپسی پر ایک خاص موقع پر کہی تھی لیکن اس کے بعد رمضان آنے سے قبل ربیع الاوّل شریف میں آپ کا وصال ہو گیا اور یہ مہینہ نہ پایا۔ اس لیئے اس مہینہ میں آپ نے عمرہ نہ کیا۔

حدیث باب کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت اُم معقل رضی اللہ عنہا نامی ایک صحابیہ تھیں۔ جنہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی عقیدت تھی اور ان کی خواہش تھی کہ آپ کے ساتھ حج کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے اونٹ بھی خرید لیا تھا لیکن وہ آپ کے ساتھ حج کرنے کی سعادت حاصل نہ کر سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج سے واپس تشریف لائے تو وہ

آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا: اے اُم معقل! آپ نے ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کیا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میری تو دلی خواہش تھی کہ آپ کی قیادت میں حج کی سعادت کروں لیکن بدقسمتی سے ابومعقل کو چیچک نکل آئی اور ان کی خدمت کی وجہ سے میں حج کی سعادت سے محروم رہ گئی۔ آپ نے انہیں فرمایا: تم رمضان میں عمرہ کر لینا اس کا ثواب میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ملے گا۔ اس حدیث سے رمضان المبارک کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

سوال: کیا یہ ثواب صرف ایک رمضان کا تھا یا ہر رمضان کا ہے؟ پھر یہ حکم صرف اُم معقل رضی اللہ عنہا کے ساتھ خاص تھا یا تاقیامت سب لوگوں کے لیے ہے؟

جواب: اس بات پر تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ یہ ثواب ایک خاص رمضان کا نہیں تھا بلکہ تا قیامت ہر رمضان کا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ ثواب کا یہ حکم حضرت اُم معقل رضی اللہ عنہا کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ تا قیامت سب خواتین وحضرات کے لیے عام ہے۔ اس بحث سے رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب بھی ثابت ہوا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الَّذِي يُهِلُّ بِالْحَجِّ فَيُكْسَرُ اَوْ يَعْرَجُ

باب 94: حج کا احرام باندھنے کے بعد زخمی یا معذور ہو جانا

862 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَجَّاجُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ كُسِرَ اَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ اُخْرٰى

فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَا صَدَقَ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ عَنِ الْحَجَّاجِ مِثْلَهٗ

قَالَ: وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى مَعْمَرٌ وَّمُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَحَجَّاجٌ الصَّوَّافُ لَمْ يَذْكُرْ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَافِعٍ وَّحَجَّاجٌ ثِقَةٌ حَافِظٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَّقُوْلُ رِوَايَةُ مَعْمَرٍ وَّمُعَاوِيَةَ بْنِ سَلَّامٍ اَصَحُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◄► حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کی ہڈی ٹوٹ جائے یا جو لنگڑا (معذور) ہو جائے تو وہ احرام کھول دے اس پر اگلے سال حج کرنا لازم ہوگا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس بات کا تذکرہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا' تو ان دونوں نے یہ فرمایا: انہوں نے (یعنی حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ نے) سچ کہا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت حجاج رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

دیگر راویوں نے حجاج صواف کے حوالے سے اس روایت کو اسی طرح نقل کیا ہے۔

معمر اور معاویہ بن سلام نے اس حدیث کو یحییٰ بن ابو کثیر کے حوالے سے، عکرمہ کے حوالے سے، عبداللہ بن رافع کے حوالے سے، حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

حجاج صواف نامی راوی نے اپنی روایت میں عبداللہ بن رافع کا ذکر نہیں کیا۔

حجاج نامی راوی ثقہ ہیں اور محدثین کے نزدیک حافظ ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: معمر اور معاویہ بن سلام نامی راوی سے منقول روایات زیادہ مستند ہیں۔

عبداللہ بن رافع، حضرت حجاج بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

شرح

حالت احرام میں ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے احصار کا مسئلہ:

حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں احصار کب متحقق ہوتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

(۱) حضرت امام شافعی' حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں احصار صرف دشمن کی وجہ سے متحقق ہوسکتا ہے' جبکہ باقی اعذار کی وجہ سے احصار متحقق نہیں ہوتا۔ جب دشمن کی وجہ سے احصار ہو تو محصر اسی جگہ میں قربانی کر کے اور حلق یا تقصیر کروا کر اپنا احرام کھول دے گا۔ اس صورت میں اس پر حج یا عمرہ کی قضاء واجب نہیں ہوگی۔ دشمن کے علاوہ مثلاً ہڈی ٹوٹ گئی یا کوئی علالت کا شکار ہو گیا یا چوری کی وجہ سے جیل میں چلا گیا وغیرہ امور سے احصار متحقق نہیں ہوگا۔ لہٰذا ان تمام صورتوں میں بہرحال محصر کو مکہ معظمہ جانا ہوگا۔ حج کا احرام مناسک حج ادا کرنے کے بعد اور عمرہ کا احرام ارکان حج ادا کرنے کے بعد کھولے گا۔ اگر حج کے ایام گزر چکے ہوں' تو عمرہ کے ارکان ادا کرنے سے بھی حج کا احرام کھل جائے گا۔ ان کے علاوہ احرام سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

انہوں نے اپنے مؤقف پر اس آیت کے شانِ نزول سے استدلال کیا ہے۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُ وْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ط ۔ (اور تم حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ

کے لیے پورا کرو اگر تم روک دیے جاؤ تو تم پر قربانی ہے جو بھی دستیاب ہو اور جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے تو تم اپنا سر نہ منڈواؤ)۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت عمرہ کی نیت سے گئے لیکن دشمن نے انہیں حدیبیہ کے مقام پر روک دیا اور وہ آگے نہ جا سکے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس مقام پر قربانیاں ذبح کیں جبکہ حرم میں روانہ نہ کیں۔ پھر انہوں نے اپنے سر منڈوا کر احرام کھول دیے تھے۔ چونکہ اس موقع پر احصار دشمن کے سبب ہوا تھا نہ کہ کسی دوسرے عذر کی وجہ سے اس لیے یہ تمام معاملات مقام حدیبیہ میں ہی انجام دیے گئے تھے۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں جس طرح دشمن کے سبب احصار متحقق ہو سکتا ہے اسی طرح دیگر اعذار مثلاً ہڈی ٹوٹ جائے یا علالت کا شکار ہو جائے یا حادثہ پیش آنے کی وجہ سے لنگڑا ہو جا یا چوری کی وجہ سے جیل میں ڈال دیا جائے وغیرہ امور سے بھی احصار متحقق ہو جائے گا۔احرام کھولنے کے لیے قربانی کا حرم میں بھیجنا ضروری ہے۔ جب ہدی (قربانی) حرم میں ذبح ہو جائے گی تو احرام بھی کھل جائے گا۔اس حج یا عمرہ کی قضا واجب ہوگی۔احرام کھولنے سے قبل حلق یا قصر کروانا ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کی مختلف آراء ہیں۔حضرت ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ حلق یا قصر کرائے بغیر احرام نہیں کھولا جا سکتا۔طرفین (حضرت امام احمد و حضرت امام زفر رحمہما اللہ تعالیٰ) کے نزدیک جب ہدی حرم میں ذبح ہو جائے تو حلق یا قصر کے بغیر احرام از خود کھل جائے گا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کے دلائل یہ ہیں: (۱) جو صرف دشمن کے سبب احصار ہوتا ہے اس کے لیے لفظ ''حصر'' استعمال ہوتا ہے اور جس میں دیگر مانع بھی شامل ہوں اس کے لیے لفظ ''احصار'' (جو باب افعال کا مصدر) لایا جاتا ہے۔آیت مبارکہ میں لفظ ''احصار'' ہے، جس سے اشارہ ہے کہ دشمن اور دیگر موانع کا حکم یکساں ہے اور کسی بھی مانع سے احصار متحقق ہو سکتا ہے۔(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حج کے احرام کی حالت میں) جس شخص کی ہڈی توڑی گئی یا وہ لنگڑا کر دیا گیا تو اس کا احرام کھل گیا اور اس کے ذمہ دوسرا حج ہے۔(۳) قربانی کا حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، اس بارے میں آپ کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں لفظ ''ھدی'' دو بار استعمال ہوا ہے۔ھدی کی تعریف بایں الفاظ کی گئی ہے: ماتھدی الی الحرم (قربانی کا وہ جانور جو حرم میں ذبح کیا جائے)۔ارشاد ربانی ہے: وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ط (یہاں تک کہ ہدی اپنی جگہ (حرم) میں پہنچ جائے)۔اس سے ثابت ہوا کہ جہاں احصار کی صورت پیش آئے وہاں قربانی کا جانور ذبح نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دشمن کے احصار کی وجہ سے مقام حدیبیہ میں قربانیاں ذبح کر کے اپنے احرام کھول لیے تھے لیکن اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حدیبیہ کا ایک حصہ حل میں شامل تھا جبکہ دوسرا حرم میں۔خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ حل میں ٹھہرا ہوا تھا لیکن قربانی کے جانور حرم میں ذبح کیے گئے تھے۔اس مختصر بحث سے دلائل کی روشنی میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کی برتری بھی میں آ جاتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِشْتِرَاطِ فِي الْحَجِّ

باب 95: حج میں شرط عائد کرنا

863 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَوَّامٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْحَجَّ اَفَاَشْتَرِطُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ كَيْفَ اَقُوْلُ قَالَ قُوْلِي لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ مَحِلِّي مِنَ الْاَرْضِ حَيْثُ تَحْبِسُنِي

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ وَّعَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ الْاِشْتِرَاطَ فِي الْحَجِّ وَيَقُوْلُوْنَ اِنِ اشْتَرَطَ فَعَرَضَ لَهُ مَرَضٌ اَوْ عُذْرٌ فَلَهُ اَنْ يَّحِلَّ وَيَخْرُجَ مِنْ اِحْرَامِهِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَلَمْ يَرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْاِشْتِرَاطَ فِي الْحَجِّ وَقَالُوْا اِنِ اشْتَرَطَ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْ اِحْرَامِهِ وَيَرَوْنَهُ كَمَنْ لَمْ يَشْتَرِطْ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ضباعہ بنت زبیر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں' کیا میں شرط عائد کرلوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں!

انہوں نے عرض کی: میں کیا کہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ کہو: اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اس زمین (راستے) میں، میں اسی جگہ احرام کھول دوں گی' جہاں تو مجھے روک لے گا (یعنی میں آگے جانے کے قابل نہ رہوں)۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' ان کے نزدیک حج میں شرط عائد کی جاسکتی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں: اگر آدمی شرط عائد کرلے اور اسے کوئی بیماری یا عذر لاحق ہوجائے' تو اس کے لیے احرام کھولنا جائز ہے۔ وہ اپنے احرام سے باہر آجائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک حج میں شرط عائد کرنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اگر آدمی شرط عائد کرلے' تو بھی وہ اپنے احرام سے باہر نہیں آسکتا۔ ان کے نزدیک اس شخص کی وہی حیثیت ہوگی' جس نے کوئی شرط عائد نہ کی ہو۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 96: بلاعنوان

864 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنِیْ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ كَانَ يُنْكِرُ الْاِشْتِرَاطَ فِي الْحَجِّ وَيَقُوْلُ اَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے حج میں شرط عائد کرنے کا انکار کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: کیا تمہارے لیے تمہارے نبی کا طریقہ کافی نہیں ہے؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حج میں شرط عائد کرنے کا مسئلہ:

حضرت ضباعۃ رضی اللہ عنہا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد ہمشیرہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ انہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری عقیدت تھی۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میری دلی خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ حج کرنے کی سعادت حاصل کروں مگر میرا دل دھڑکتا ہے تو کیا میں کوئی شرط عائد کرسکتی ہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں! تم شرط عائد کرسکتی ہو۔ دریافت کیا: کس طرح شرط عائد کروں؟ آپ نے فرمایا: بایں الفاظ: لبیک اللھم لبیک محلی من الارض حیث تجسنی، یعنی تلبیہ میں ان الفاظ کا اضافہ کردو: میرے احرام کھولنے کا مقام وہ ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے روک دیں۔ انہوں نے آپ کی قیادت میں حج کرنے کی سعادت حاصل کی۔ خیر و عافیت سے واپس گھر پہنچ گئیں گویا راستہ میں احصار کی کوئی صورت پیش نہ آئی۔

شرط عائد کرنے کے جواز و عدم جواز میں مذاہب آئمہ: حج یا عمرہ کے موقع پر احرام کے حوالے سے شرط عائد کرنے کے جواز یا عدم جواز پر آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام شافعی اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ اس صورت میں شرط عائد کرنا جائز ہے۔ اس موقع پر دشمن کے علاوہ بھی کسی عذر سے احصار ہوسکتا ہے۔ جب بھی کوئی مانع پیش آئے صرف قربانی کر کے احرام کھولنا جائز ہے، جبکہ مناسک حج اور ارکان عمرہ ادا کرنا ضروری نہیں ہوگا۔ انہوں نے حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں احرام کے حوالے سے نہ صرف شرط عائد کرنے کی اجازت دی بلکہ طریقہ بھی تجویز فرمایا تھا۔

(۴) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حج یا عمرہ کے موقع پر احرام کھولنے کے حوالے سے شرط عائد کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا انکار کرتے ہوئے فرمایا: کیا تمہارے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کافی نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے مکہ معظمہ میں داخل نہ ہونے دیا اور انہیں خود بھی عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کا یقین نہیں تھا اور انہیں اس بات کا قوی اندیشہ تھا کہ دشمن انہیں مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہونے دے گا' مگر اس کے باوجود انہوں نے احرام کے بارے میں کوئی شرط عائد نہیں کی تھی۔

ان کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کو شرط عائد کرنے کا نہ مشورہ دیا اور نہ طریقہ بتایا بلکہ تجویز بھی ان کی اپنی تھی اور طریقہ بھی اپنا تھا لیکن آپ نے صرف انہیں منع نہیں فرمایا تھا۔

سوال: جب اشتراط فعل عبث ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کو اس کی اجازت کیوں دی اور طریقہ کی تعلیم کیوں دی؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ضباعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اشتراط سے منع کرنے اور اجازت دینے کا یہ مقصد یہ تھا کہ ان کے دل کی دھڑکن پر قابو پایا جاسکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَرْاَةِ تَحِيضُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ

باب 97: جس عورت کو طواف افاضہ کے بعد حیض آ جائے

865 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: ذَكَرْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ حَاضَتْ فِيْ اَيَّامِ مِنًى فَقَالَ اَحَابِسَتُنَا هِيَ قَالُوْا اِنَّهَا قَدْ اَفَاضَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا اِذًا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا طَافَتْ طَوَافَ الزِّيَارَةِ ثُمَّ حَاضَتْ فَاِنَّهَا تَنْفِرُ وَلَيْسَ عَلَيْهَا شَيْءٌ وَّهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا گیا' سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو منیٰ کے ایام کے دوران حیض آ گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا اس کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑے گا؟ لوگوں نے عرض کی: وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' جب کوئی عورت طواف افاضہ کر لے' پھر اسے حیض آ جائے' تو وہ واپس جا سکتی ہے' اور اس پر کوئی (ادائیگی) واجب نہیں ہوگی۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

866 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
آثارِ صحابہ: قَالَ مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ فَلْيَكُنْ اٰخِرُ عَهْدِه بِالْبَيْتِ اِلَّا الْحُيَّضَ وَرَخَّصَ لَهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ
مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جو شخص بیت اللہ کا حج کرے' وہ سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف کرے' تاہم حیض والی عورتوں کا حکم مختلف ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ رخصت دی ہے (کہ وہ آخر میں طواف کیے بغیر جا سکتی ہیں)
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

شرح

طواف افاضہ کے بعد حیض آنے کا مسئلہ:

اس بات میں آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ حاجی پر طواف وداع واجب ہے لیکن حائضہ پر طواف وداع واجب نہیں ہے۔ دیگر ارکان حج ادا کرنے کے بعد عورت حائضہ ہوگئی تو اس پر طواف وداع واجب نہیں ہے۔ لہٰذا وہ طواف الوداع کیے بغیر وطن واپس جا سکتی ہے۔
ضروری مسئلہ: جب حاجی طواف زیارت کر چکا ہو اور بعد ازاں نفلی طواف بھی کیا ہو۔ پھر طواف وداع کیے بغیر وطن واپس روانہ ہو گیا تو اس پر دم واجب نہیں ہوگا اور اس کا نفلی طواف' طواف وداع کے قائم مقام ہوگا۔ افضل یہ ہے کہ واپسی سے قبل طواف وداع کی نیت سے الگ طواف کرے۔
حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی عورت وقوف عرفہ' وقوف مزدلفہ' وقوف منیٰ' رمی جمار' قربانی اور قصر وغیرہ ارکان ادا کر چکی ہو لیکن طواف زیارت نہ کیا ہو اور اسے حیض کی شکایت ہوگئی۔ وہ طہارت کے بعد جب تک طواف زیارت نہ کرے' وطن واپس نہیں جا سکتی۔ اگر اس کے قافلہ کے لوگ اس کا انتظار نہ کر سکتے ہوں' تو وہ حالت حیض میں کپڑے باندھ کر طواف کرے اور ایک بڑے جانور (اونٹ یا گائے) کی شکل میں دم دے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا تَقْضِي الْحَائِضُ مِنَ الْمَنَاسِكِ

باب 98: حیض والی عورت کون سے مناسک ادا کر سکتی ہے؟

867 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ جَابِرٍ وَّهُوَ ابْنُ يَزِيْدَ الْجُعْفِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: حِضْتُ فَاَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْضِيَ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: الْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا مَا خَلَا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَآئِشَةَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ اَيْضًا

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے حیض آ گیا نبی اکرم ﷺ نے مجھے ہدایت کی: میں تمام مناسک ادا کروں' صرف بیت اللہ کا طواف نہ کروں۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

ان کے نزدیک حیض والی عورت تمام مناسک ادا کرے گی' صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی۔

یہی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

868 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ الْجَزَرِيُّ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ عِكْرِمَةَ وَمُجَاهِدٍ وَّعَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَ الْحَدِيْثَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّ النُّفَسَاءَ وَالْحَائِضَ تَغْتَسِلُ وَتُحْرِمُ وَتَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے: نفاس والی عورت اور حیض والی عورت غسل کرنے کے بعد احرام باندھ لے گی وہ تمام مناسک ادا کرے گی' البتہ وہ پاک ہونے سے پہلے بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

حالتِ حیض میں ادا کیے جانے والے مناسک حج کا مسئلہ:

عورت حالتِ حیض میں طوافِ زیارت کے علاوہ تمام مناسک حج ادا کر سکتی ہے مثلاً وقوفِ منیٰ' وقوفِ عرفہ' وقوفِ مزدلفہ' رمی جمار اور قربانی وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ارکان کی ادائیگی میں طہارت شرط نہیں ہے کیونکہ دورِ حاضر میں مسعیٰ مسجد حرام کا حصہ بن

چکا ہے، لہٰذا حائضہ خاتون سعی صفاومروہ سے بھی اجتناب کرے۔ تاہم حائضہ متفقہ طور پر طواف زیارت نہیں کر سکتی جب تک اسے طہارت حاصل نہ ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مطاف مسجد حرام کے عین وسط میں ہے تو حائضہ نجاست کے سبب طواف نہیں کر سکتی۔ حدیث باب میں ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے ایام حیض چل رہے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طواف بیت اللہ کے علاوہ مناسک حج ادا کرنے کا حکم دیا۔

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ فَلْيَكُنْ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِالْبَيْتِ

باب 99: جو شخص حج کرے یا عمرہ کرے: وہ سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف کرے

869 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلْيَكُنْ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِالْبَيْتِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ خَرَرْتَ مِنْ يَدَيْكَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تُخْبِرْنَا بِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ مِثْلَ هٰذَا وَقَدْ خُوْلِفَ الْحَجَّاجُ فِيْ بَعْضِ هٰذَا الْاِسْنَادِ

◆◆ حضرت حارث بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے وہ سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف کرے۔ پھر روانہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے تم نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی اور ہمیں اس بارے میں نہیں بتایا۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت حارث بن عبداللہ سے منقول حدیث "غریب" ہے۔ دیگر راویوں نے اس روایت کو حجاج بن ارطاۃ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

اس کی بعض اسناد میں حجاج کے حوالے سے اختلاف کیا گیا ہے۔

شرح

حج اور عمرہ کے اختتام پر طواف کا مسئلہ:

مناسک حج اور ارکان عمرہ کے اختتام پر طواف بیت اللہ کرنا چاہیے۔ آئمہ فقہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حاجی پر مناسک حج کے اختتام میں طواف وداع کرنا واجب ہے لیکن معتمر کے لیے طواف وداع واجب نہیں ہے۔ تاہم اس کے لیے بھی افضل عمل یہی ہے

کہ طواف کرے۔ نماز پنجگانہ کے بعد افضل عبادت کثرت طواف ہے حتیٰ کہ کثرت عمرہ سے کثرت طوافل افضل ہے۔ عبداللہ بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے وہ تمام مناسک کے اختتام پر طواف بیت اللہ کرے اور پھر روانہ ہو جائے۔ (سنن ابی داؤد جلد اول ص ۲۷۴)

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْقَارِنَ يَطُوْفُ طَوَافًا وَّاحِدًا

باب 100: حج قارن کرنے والا شخص ایک مرتبہ طواف کرے گا

870 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَنَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوا الْقَارِنُ يَطُوْفُ طَوَافًا وَّاحِدًا وَّهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يَطُوْفُ طَوَافَيْنِ وَيَسْعَى سَعْيَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِیِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حج اور عمرے کو ملا دیا تھا اور آپ نے ان دونوں کے لیے ایک ہی مرتبہ طواف کیا تھا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

وہ یہ فرماتے ہیں: حج قارن کرنے والا شخص ایک ہی مرتبہ طواف کرے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک ایسا شخص دو مرتبہ طواف کرے گا اور دو مرتبہ سعی کرے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

871 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ اَسْلَمَ الْبَغْدَادِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اَجْزَاَهُ طَوَافٌ وَّاحِدٌ وَّسَعْیٌ وَّاحِدٌ عَنْهُمَا حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ روایت: تَفَرَّدَ بِهِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَلٰى ذٰلِكَ اللَّفْظِ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ وَهُوَ اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لے تو اس کے لیے ایک مرتبہ طواف کرنا کافی ہے اور ان دونوں کی طرف سے ایک مرتبہ سعی کرنا کافی ہے یہاں تک کہ وہ ان دونوں کی طرف سے ایک ہی مرتبہ احرام کھولے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

دراوردی نامی راوی ان الفاظ میں اس کو نقل کرنے میں منفرد ہیں۔

دیگر راویوں نے اسے عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے نقل کیا ہے تاہم اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا' اور یہی روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

قارن کے حج وعمرہ دونوں کے طواف وسعی میں مذاہب آئمہ:

کیا قارن پر دو طواف اور دو سعی یا ایک طواف اور ایک سعی لازم ہوگا؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱) آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ افعال حج اور افعال عمرہ میں تداخل ہوتا ہے' لہٰذا قارن پر ایک طواف اور ایک سعی لازم ہوگا۔ یہ اس طرح کہ ۱۰ ذی الحجہ میں وہ طواف زیارت کرے گا پھر سعی صفا و مروہ کرے گا۔ یہ ایک طواف اور ایک سعی دونوں کے لیے کافی ہوگا یعنی عمرہ کے لیے الگ سے طواف وسعی کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ قارن جب مکہ معظمہ میں داخل ہوکر طواف کرے گا یہ طواف مسنون ہے' جس کے بعد سعی صفا و مروہ نہیں ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ میں قارن طواف زیارت کرے گا اور سعی صفا و مروہ کرے گا' تو یہ طواف وسعی حج وعمرہ دونوں کی ہوگی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا جبکہ حج وعمرہ دونوں کے لیے ایک طواف کیا تھا۔ دوسری حدیث باب سے بھی انہوں نے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج وعمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تو اس کے لیے دونوں کی طرف سے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے حتیٰ کہ وہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ حلال بھی ہو جائے گا۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ افعال حج اور افعال عمرہ میں تداخل نہیں ہوتا' لہٰذا قارن پر حج کے لیے ایک طواف وسعی اور عمرہ کے لیے الگ سے طواف وسعی ہے یعنی اس کے ذمہ دو طواف اور دو سعی لازم ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قارن مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے قبل عمرہ کی نیت سے طواف وسعی کرے گا اور بعد ازاں طواف قدوم کرے گا اور اس کے بعد سعی کرنے کا بھی مجاز ہے۔ اگر چاہے تو سعی صفا و مروہ کو مؤخر بھی کر سکتا ہے۔ پھر وقوف عرفہ کے بعد ۱۰ ذی الحجہ کو طواف زیارت کرے' تو سعی صفا و مروہ کرے گا بشرطیکہ اس نے طواف قدوم کے بعد سعی نہ کی ہو۔ آپ نے بھی

احادیث باب کے منتخب حصوں سے استدلال کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تین طواف کیے تھے (۱) مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت ایک طواف کیا (۲) طواف زیارت کیا (۳) طواف الوداع کیا۔ اس بات میں پھر آئمہ فقہ کا اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلا طواف کیا تھا وہ طواف قدوم تھا یا طواف عمرہ تھا؟ آئمہ ثلاثہ کا خیال ہے کہ وہ طواف قدوم تھا جبکہ ۱۰ ذی الحجہ میں آپ نے جو طواف کیا تھا وہ حج وعمرہ دونوں کے لیے کیا تھا اور بعد ازاں سعی بھی دونوں کے لیے کی تھی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا طواف عمرہ کی نیت سے کیا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد متصل آپ نے سعی صفا ومروہ بھی کی تھی حالانکہ قدوم کے بعد سعی صفا ومروہ نہیں کی جاتی۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنْ يَّمْكُثَ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ الصَّدْرِ ثَلَاثًا

باب 101: باہر سے آنے والا شخص حج کرنے کے بعد تین دن مکہ میں ٹھہرے گا

872 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ سَمِعَ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ الْحَضْرَمِيِّ يَعْنِي مَرْفُوْعًا قَالَ

متنِ حدیث: يَمْكُثُ الْمُهَاجِرُ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهٖ بِمَكَّةَ ثَلَاثًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مَرْفُوْعًا

◆◆ حضرت علاء بن حضرمی ''مرفوع'' روایت کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: باہر سے آنے والا شخص، حج کرنے کے بعد (صرف) تین دن مکہ میں ٹھہرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ ''مرفوع'' حدیث کے طور پر منقول ہے۔

شرح

منیٰ سے واپسی پر مکہ میں تین دن قیام:

مناسک حج سے فراغت پر منیٰ سے مکہ معظمہ آکر صرف تین ایام تک قیام کی اجازت ہے، پھر وطن واپس پلٹ جائے۔ حدیث باب میں یہ حکم صرف مہاجرین کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ ہجرت کرنا بہت بڑی قربانی ہے اور بڑی نیکی ہے۔ انسان کو فطری طور پر اپنے وطن سے انسیت اور محبت ہوتی ہے اور اس محبت کے جنون سے ہجرت جیسی نیکی ضائع کرنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم خصوصیت سے مہاجرین کو دیا تھا۔ اب یہ حکم عام لوگوں کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جتنا عرصہ چاہیں قیام کر سکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الْقُفُولِ مِنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب 102: آدمی حج یا عمرے سے واپسی کے وقت کیا پڑھے؟

873 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوَةٍ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ فَعَلَا فَدْفَدًا مِنَ الْاَرْضِ اَوْ شَرَفًا كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَائِحُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ الْبَرَاءِ وَاَنَسٍ وجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کسی غزوہ، حج یا عمرے سے واپس آتے تھے تو آپ جب بھی کسی بلند مقام یا ٹیلے پر چڑھتے تھے تو تین مرتبہ تکبیر کہتے تھے اور یہ پڑھتے تھے۔

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے حمد اسی کے لیے مخصوص ہے۔ وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے ہم لوٹنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، پھرنے والے ہیں، اپنے پروردگار کی حمد بیان کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچ ثابت کیا اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور (دشمن کے) لشکروں کو پسپا کردیا۔

اس بارے میں حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حج اور عمرہ سے واپسی پر یادِ الٰہی میں رطب اللسان رہنا:

انسان حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے احرام باندھتا ہے تو تمام سفر اذکار، تلبیہ، دعاؤں اور درود وسلام میں مشغول رہتا ہے۔ کئی ایام کے چلہ کا مقصد انسان اپنی زندگی میں انقلاب برپا کرے اور پوری زندگی اس مشق وتمرین کو نظرانداز نہ کرے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ حج یا عمرہ جیسی سعادت حاصل کرنے کے بعد بھی سابقہ زندگی کا رنگ آئندہ زندگی پر غالب رہتا ہے۔ کاش ہم اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمہ وقت پیش نظر رکھیں اور اسے نظرانداز ہرگز نہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ حج وعمرہ کے سفر سے واپسی پر بھی ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کا درس دیتے تھے۔ اس طرح بار بار ترغیب وتلقین کے سبب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بھی محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں غوطہ زن ہو کر ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُحْرِمِ يَمُوْتُ فِيْ اِحْرَامِهِ

باب 103: حالت حرام والا شخص اگر احرام میں فوت ہو جائے

874 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَرَاَى رَجُلًا قَدْ سَقَطَ مِنْ بَعِيْرِهٖ فَوُقِصَ فَمَاتَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُهِلُّ اَوْ يُلَبِّي

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا مَاتَ الْمُحْرِمُ انْقَطَعَ اِحْرَامُهٗ وَيُصْنَعُ بِهٖ كَمَا يُصْنَعُ بِغَيْرِ الْمُحْرِمِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں شریک تھے' نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے اونٹ سے گرا اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ فوت ہو گیا وہ اس وقت حالت احرام میں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل دو اور اسے انہی دو کپڑوں میں کفن دے دو اس کے سر کو ڈھانپنا نہیں' کیونکہ یہ قیامت کے دن حالت احرام میں تلبیہ پڑھتے ہوئے زندہ ہو گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے: حالت احرام والا شخص جب فوت ہو جائے' تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے' اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا' جو حالت احرام کے بغیر شخص کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

شرح

حالت احرام میں وفات پانے والے کی فضیلت:

سفر حج ہو یا عمرہ دونوں ہی بابرکت ہیں۔ جو شخص اس سفر کے دوران وفات پا جاتا ہے تو تا قیامت اس کے نامہ اعمال میں حج وعمرہ کا ثواب لکھا جائے گا۔ جو شخص حالت احرام میں وفات پا جاتا ہے، وہ قیامت کے دن حالت احرام میں تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔

حدیث باب میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسفر تھے، وہ اپنی اونٹنی سے گر کر وفات پا گئے جبکہ وہ حالت احرام میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ پانی میں بیری کے پتے ڈال کر انہیں غسل دو، دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کے سر کو نہ ڈھانپو۔ اس لیے کہ یہ قیامت کے دن احرام کی حالت میں تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔ (صحیح بخاری جلد اوّل ص ۱۶۹)

حالت احرام میں وفات پانے سے احرام باطل ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب آئمہ:

حالت احرام میں وفات کی صورت میں احرام باقی رہتا ہے یا باطل ہو جاتا ہے؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱) حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حالت احرام میں وفات پانے والے کا احرام باقی رہتا ہے۔ اس کی تجہیز و تکفین میں احرام کی رعایت کی جائے گی۔ اسے خوشبو نہیں لگائی جائے گی اور اس کے سر کو ڈھانپا نہیں جائے گا۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں وفات پانے والے شخص کی تجہیز و تکفین میں احرام کو پیش نظر رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وفات سے احرام باطل ہو جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر اس مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے: اذا مات الانسان انقطع عنه عمله ۔ (مشکوۃ ص ۳۲) (جب انسان وفات پا جائے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُحْرِمِ يَشْتَكِي عَيْنَهُ فَيَضْمِدُهَا بِالصَّبِرِ

باب 104: جب حالت احرام والے شخص کی آنکھوں میں تکلیف ہو تو اس کا ایلوے کا لیپ کرنا

875 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْمَرٍ اشْتَكٰى عَيْنَيْهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَسَاَلَ اَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ فَقَالَ اضْمِدْهُمَا بِالصَّبِرِ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَذْكُرُهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اضْمِدْهُمَا بِالصَّبِرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بَاْسًا اَنْ يَّتَدَاوَى الْمُحْرِمُ بِدَوَاءٍ مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ طِيْبٌ

◆◆ نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں: عمر بن عبیداللہ کو احرام کی حالت میں آنکھوں کی تکلیف ہوگئی انہوں نے ابان بن عثمان سے اس بارے میں دریافت کیا' تو ابان نے فرمایا: تم اس پر ایلوے کا لیپ کرو' کیونکہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: تم آنکھوں پر ایلوے کا لیپ کرلو۔

امام ترمذی میشانیفرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک حالت احرام والے شخص کے کسی دوائی کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں خوشبو نہ ہو۔

876 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَابْنِ اَبِیْ نَجِيحٍ وَّحُمَيْدٍ الْاَعْرَجِ وَعَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ
متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهٖ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَّهُوَ يُوقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَّالْقَمْلُ يَتَهَافَتُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَقَالَ اَتُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ هٰذِهٖ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ احْلِقْ وَاَطْعِمْ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ اٰصُعٍ اَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ ابْنُ اَبِیْ نَجِيحٍ اَوِ اذْبَحْ شَاةً
حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ
مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْمُحْرِمَ اِذَا حَلَقَ رَاْسَهٗ اَوْ لَبِسَ مِنَ الثِّيَابِ مَا لَا يَنْبَغِی لَهٗ اَنْ يَّلْبَسَ فِیْ اِحْرَامِهٖ اَوْ تَطَيَّبَ فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ بِمِثْلِ مَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ان کے پاس سے گزرے وہ اس وقت حدیبیہ میں موجود تھے ابھی مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے وہ اس وقت حالت احرام میں تھے اور ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہے تھے۔ ان کی جوئیں ان کے چہرے پر آرہی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں تنگ کررہی ہیں؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنا سر منڈوا دو اور ایک فرق (یعنی تین صاع) چھ مسکینوں کو کھلا دو۔ (راوی بیان کرتے ہیں ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے) یا تم تین دن روزے رکھ لو یا ایک جانور ذبح کردو۔
ابن ابی نجیح نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: یا ایک بکری ذبح کردو۔
امام ترمذی میشانیفرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے: جب حالت احرام والا شخص اپنا سر منڈوا دے یا کوئی ایسا کپڑا پہن لے جو احرام کی حالت میں نہیں پہن سکتا یا خوشبو لگالے تو اس پر کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا' جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں منقول ہے۔

شرح

حالتِ احرام میں آنکھوں میں تکلیف ہونے کا مسئلہ:

لفظ "صبر" سے مراد وہ کڑوا پودا ہے کہ اس کا اور اس کے عرق کا لیپ دکھتی ہوئی آنکھوں میں کیا جائے تو آشوب چشم ختم ہو جاتا ہے۔ اس پودے کو "ایلوا" کہا جاتا ہے۔ حالت احرام میں اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے' کیونکہ اس میں خوشبو نہیں

ہوتی۔اسی طرح ''ایلوا'' کے لیپ کرنے سے آنکھوں کو ڈھانپنا نہیں کہا جاسکتا جس طرح حائضہ خاتون مسجد کے باہر کھڑی ہو کر اپنے ہاتھ کے ذریعے اندر سے کوئی چیز پکڑے تو اسے دخول مسجد نہیں کہا جاتا۔البتہ اگر کسی دوائی میں خوشبو ملی ہو اس کا استعمال حالت احرام میں منع ہے۔وکس میں خوشبو کی بجائے بدبو غالب ہوتی ہے لہٰذا اس کے استعمال میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

حالت احرام میں عذر کی وجہ سے حلق کی رخصت کا مسئلہ:

قیام حدیبیہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گزر ہوا جبکہ وہ اس وقت سالن پکانے میں مصروف تھے اور ان کے سر سے جوئیں گر رہی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تمہیں جوئیں پریشان کرتی ہیں؟ انہوں عرض کیا: یارسول اللہ! بہت زیادہ پریشان کرتی ہیں۔آپ نے فرمایا: تم حلق کروا لو۔(صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۴۴)اس موقع پر یہ ارشاد ربانی نازل ہوا: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ (البقرہ:۱۹۶) جب تم میں سے کوئی شخص (حالت احرام میں) بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ حلق کروا کر روزوں یا صدقہ یا قربانی کی شکل میں فدیہ ادا کردے۔

اس آیت کے نزول پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو سر کے بال منڈوانے کا حکم دیا تاکہ بال ختم ہونے کی وجہ سے جوؤں کا بھی خاتمہ ہو جائے اور ان کی تکلیف سے نجات حاصل ہو جائے۔البتہ حالت احرام میں عذر کی وجہ سے تکلیف سے نجات حاصل کرنے پر تین چیزوں میں سے ایک کا فدیہ یقینی بنائے: (۱) تین دنوں کے روزے رکھنا (۲) چھ غریبوں کو کھانا کھلانا (۳) جانور ذبح کر کے اس کا گوشت غرباء ومساکین کو کھلانا یا ان میں تقسیم کرنا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص حالت احرام میں ممنوعات میں سے کسی کا ارتکاب بغیر عذر کے کرے تو امور ثلاثہ مذکورہ میں سے کسی کے فدیہ سے اس کا تدارک نہیں ہوگا بلکہ اس پر دم واجب ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ لِلرِّعَاءِ اَنْ يَّرْمُوْا يَوْمًا وَّيَدَعُوْا يَوْمًا

باب 105: چرواہوں کے لیے اس بات کی رخصت کہ وہ ایک دن رمی کریں اور ایک دن چھوڑ دیں

877 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ لِلرِّعَاءِ اَنْ يَّرْمُوْا يَوْمًا وَّيَدَعُوْا يَوْمًا

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَرَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ وَرِوَايَةُ مَالِكٍ اَصَحُّ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ لِلرِّعَاءِ اَنْ يَّرْمُوْا يَوْمًا وَّيَدَعُوْا يَوْمًا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

◄► ابوالبداح بن عدی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے چرواہوں کو یہ رخصت دی تھی کہ وہ ایک

دن رمی کریں اور ایک دن چھوڑ دیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن عیینہ نے اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابوبکر کے حوالے سے، ابوالبداح بن عاصم بن عدی کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے اس بات کی چرواہوں کو رخصت دی ہے: وہ ایک دن رمی کریں اور ایک دن رمی ترک کردیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

878 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرِعَاءِ الْاِبِلِ فِي الْبَيْتُوتَةِ اَنْ يَّرْمُوْا يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَجْمَعُوْا رَمْيَ يَوْمَيْنِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ فَيَرْمُوْنَهُ فِيْ اَحَدِهِمَا قَالَ مَالِكٌ ظَنَنْتُ اَنَّهُ قَالَ فِي الْاَوَّلِ مِنْهُمَا ثُمَّ يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّفْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَهُوَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ

ابوالبداح بن عاصم اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو رات کے وقت کی رخصت دی ہے: وہ قربانی کے دن رمی کریں، پھر قربانی کے دن کے بعد دو دن کی رمی کسی بھی ایک دن میں کرلیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے: راوی نے یہ بات نقل کی تھی، ان دونوں میں سے پہلے دن رمی کرلیں پھر اس دن رمی کریں جب روانگی کا دن ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابن عیینہ نے عبداللہ بن ابوبکر کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے، یہ اس کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

879 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْاَصْفَرَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عَلِيًّا قَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ بِمَ اَهْلَلْتَ قَالَ اَهْلَلْتُ بِمَا اَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنَّ مَعِيَ هَدْيًا لَاَحْلَلْتُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) یمن سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کس نیت سے احرام باندھا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے

اسی احرام کی نیت کی ہے، جو نبی اکرم ﷺ نے باندھا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا، تو میں (عمرہ کرکے) احرام کھول دیتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے، اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

رمی جمار کے مسئلہ میں چرواہوں کے لیے رخصت:

تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ ایام منیٰ میں ہر دن کی رمی اسی دن کرنا واجب ہے ورنہ دم واجب ہوگا۔ البتہ اونٹوں کے چرواہے اس مسئلہ سے مستثنیٰ ہیں۔ انہیں اجازت ہے کہ دو دنوں کی رمی ایک دن میں کر سکتے ہیں مگر یہ جمع تاخیر ہوگی جمع تقدیم کی اجازت نہیں ہے اور منیٰ میں راتیں گزارنا بھی ان کے لیے ضروری نہیں ہے۔

منیٰ میں راتیں گزارنے کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

حجاج کرام کے لیے منیٰ میں راتیں گزارنے کے مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ منیٰ کے ایام میں وہاں راتیں گزارنا مسنون ہے۔ اگر کوئی شخص وہاں رات نہیں گزارتا تو اس پر دم واجب نہیں ہوگا۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک منیٰ میں رات گزارنا واجب ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص وہاں ایک رات نہ گزارے گا اس پر ایک درہم کا فدیہ، جو دو راتیں نہ گزارے گا اس پر دو درہم واجب ہوں گے اور تین راتیں نہ گزارنے پر ایک دم واجب ہوگا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک رات بھی منیٰ میں نہ گزارے گا اس پر دم واجب ہے۔

اونٹوں کے چرواہوں کو منیٰ میں راتیں نہ گزارنے اور آخری دو دنوں کی رمی جمع کرنے کی رخصت و رعایت دینے کی وجہ یہ ہے کہ عرب کی چراگاہوں کی حالت یہ ہے کہ کہیں طویل ترین پہاڑوں کا سلسلہ ہے، کہیں طویل ترین صحراؤں کا سلسلہ ہے اور دور دور تک گھاس یا ہریالی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس طرح چرواہوں کو دس دس میل کا سفر پیدل طے کرنا پڑتا ہے اور ان کے لیے طویل سفر کرکے منیٰ میں رات گزارنا، پھر ہر روز رمی کرنا دشوار ترین مرحلہ ہے۔ اس دشواری اور مشکل کی وجہ سے انہیں رعایت دی گئی ہے کہ وہ منیٰ میں رات نہ گزاریں تو کوئی حرج نہیں اور آخری دو دنوں کی رمی بھی جمع تاخیر کی بنیاد پر کر سکتے ہیں۔

مبہم احرام باندھنے کا مسئلہ:

گول مول یا مبہم احرام باندھا جا سکتا ہے لیکن طواف شروع کرتے وقت اس کا تعین کرنا ضروری ہے۔ اگر احرام تعین کیے بغیر طواف شروع کیا گیا تو وہ از خود عمرہ کا احرام ہوگا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے تینتیس اونٹ لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: اے علی! تم نے کس نیت سے احرام باندھا ہے، جبکہ ہمارے ساتھ تمہاری اہلیہ بھی موجود ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! میں نے احرام اسی نیت سے باندھا ہے، جس نیت

سے آپ نے باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ قربانیوں کے جانور ہیں للہٰذا میرا احرام نہیں کھل سکتا اور اسی طرح تمہارا احرام بھی نہیں کھل سکتا۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۲۱۱) آپ نے انہیں اپنی قربانیوں میں شامل کرلیا اور انہوں نے بھی حج قران کرنے کی سعادت حاصل کی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ يَوْمِ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ

باب 106: حج اکبر کا دن (کون سا ہے؟)

880 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَوْمِ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ فَقَالَ يَوْمُ النَّحْرِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے "حج اکبر" کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: وہ قربانی کا دن ہے۔ (یعنی دس ذوالحجہ)

881 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

آثارِ صحابہ: قَالَ يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ وَرِوَايَةُ ابْنِ عُيَيْنَةَ مَوْقُوْفًا اَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ ابْنِ اِسْحٰقَ مَرْفُوْعًا هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوْفًا وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ قَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوْفًا

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حج اکبر قربانی کا دن ہے۔

راوی نے اس روایت کو "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا' اور یہ پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

ابن عیینہ نے اسے "موقوف" روایت کے طور پر جو نقل کیا ہے' یہ اس روایت سے زیادہ مستند ہے' محمد بن اسحٰق نے جسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دیگر کئی حفاظ نے ابواسحٰق کے حوالے سے' حارث کے حوالے سے' اس روایت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

حج اکبر کی توضیح:

۱۰ ذی الحجہ میں جو حج کیا جاتا ہے' اسے حج اکبر کہا جاتا ہے' اس کے مقابل عمرہ ہے' اسے حج اصغر کہا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ۹ ہجری کے موقع پر چار اعلانات کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حج اکبر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ۱۰/ذی الحجہ میں جو حج کیا جائے وہ حج اکبر ہے۔ عوام الناس اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ۱۰ ذی الحجہ کے دن اگر جمعہ آ جائے تو وہ حج اکبر ہے۔ صحیح وہی ہے جس کی ترجمانی اور وضاحت زبان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اسْتِلَامِ الرُّكْنَيْنِ

باب 107: دوارکان کا استلام

882 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنِ ابْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُزَاحِمُ عَلَى الرُّكْنَيْنِ زِحَامًا مَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّكَ تُزَاحِمُ عَلَى الرُّكْنَيْنِ زِحَامًا مَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُزَاحِمُ عَلَيْهِ فَقَالَ اِنْ اَفْعَلْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

اِنَّ مَسْحَهُمَا كَفَّارَةٌ لِّلْخَطَايَا وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ اُسْبُوْعًا فَاَحْصَاهُ كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ وَّسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا يَضَعُ قَدَمًا وَّلَا يَرْفَعُ اُخْرٰى اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ عَنْهُ خَطِيْئَةً وَّكَتَبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةً

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنِ ابْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ دوارکان کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ ان دوارکان کے پاس ہجوم ہونے کے باوجود ٹھہرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی ایک کو اہتمام کے ساتھ یہاں ٹھہرتے ہوئے نہیں دیکھا' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر میں ایسا کرتا ہوں' تو اس کی وجہ یہ ہے: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ان دونوں کو چھونا گناہوں کا کفارہ ہے' اور میں نے آپ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے اور اس کی گنتی کرے (یعنی مکمل سات مرتبہ کرے) تو گویا اس نے غلام کو آزاد کیا۔

میں نے آپ ﷺ کو یہ بھی ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ایسا شخص جو بھی قدم رکھتا ہے' اور جو بھی قدم اٹھاتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے' اور اس کے لیے نیکی کو لکھ لیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حماد بن زید نے اس روایت کو عطاء بن سائب کے حوالے سے، عبید بن عمیر کے صاحب زادے کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی کی مانند نقل کیا ہے' اور اس میں ابن عبید کے والد کا تذکرہ نہیں کیا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

حجرِ اسود اور رکن یمانی کے استلام کی فضیلت:

طواف بیت اللہ کے دوران اگر لوگوں کا جم غفیر اور بے پناہ ہجوم ہو تو حجر اسود اور رکن یمانی کو بوسہ دینا دشوار و ناممکن ہو تو ان کا استلام کیا جا سکتا ہے یعنی انہیں ہاتھوں سے مس کر کے یا ہاتھوں کا ان کی طرف اشارہ کر کے انہیں بوسہ دے لیا تو اصل اجر و ثواب حاصل ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے: ''ان دونوں کونوں کو چھونے سے یقیناً گناہ معاف ہو جاتے ہیں''۔ (ملا علی قاری، مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۳۲۰) روایات میں موجود ہے، جس وقت حجر اسود کو جنت سے لایا گیا تو یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا اور لوگوں کے گناہ چوس کر یہ سیاہ ہو گیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ طواف بیت اللہ کرتے ہوئے حجر اسود کے سامنے آئے تو یوں مخاطب ہوئے: اے حجر اسود! میرے نزدیک تو عام پتھروں جیسا ہے لیکن آج میں تجھے بوسہ اس لیے دے رہا ہوں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تجھے بوسہ دے رہے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ

باب 108: طواف کے دوران کلام کرنا

883 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: الطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلٰوةِ اِلَّا اَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهِ فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيْهِ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ اِلَّا بِخَيْرٍ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ وَّغَيْرُهُ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوْفًا وَّلَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ الرَّجُلُ فِي الطَّوَافِ اِلَّا لِحَاجَةٍ اَوْ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْ مِنَ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ادا کرنے کی مانند ہے البتہ طواف کے دوران تم بات چیت کر سکتے ہو، جس نے طواف کے دوران بات چیت کرنی ہو وہ بھلائی کی بات کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ابن طاؤس اور دیگر راویوں کے حوالے سے طاؤس کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''موقوف'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

ہم صرف عطاء بن سائب کے حوالے سے اس روایت کو ''مرفوع'' حدیث ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا، انہوں نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے: آدمی طواف کے دوران صرف ضرورت

کے وقت یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے یا کسی علمی بات کے سلسلے میں کوئی بات کرے۔

شرح

حالت طواف میں اچھی گفتگو کرنا:

حالت طواف میں کسی واقف سے ملاقات ہو جائے تو سلام کرنا' مصافحہ کرنا' کوئی مسئلہ دریافت کرنا اور کوئی مسئلہ بتانا وغیرہ امور جائز ہیں۔ البتہ دنیوی امور سے مکمل احتراز چاہیے۔ طواف کی اہمیت وفضیلت بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الطواف حول البيت مثل الصلوة الا انكم تتكلمون فيه فمن تكلم فيه فلا يتكلم الا بخير' (بیت اللہ کا طواف نماز کی مثل ہے مگر اس میں تم گفتگو کر سکتے ہو' جو شخص اس میں گفتگو کرے وہ صرف اچھی گفتگو کرے)۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ طواف کے لیے بھی وہی شرائط ہیں' جو نماز کے لیے ہیں مثلاً طہارت اور ستر عورت وغیرہ لیکن ان دونوں میں فرق بھی ہے کہ نماز میں گفتگو نہیں کر سکتے جبکہ طواف میں کر سکتے ہیں۔ اسی طرح نماز میں چلنا پھرنا منع ہے لیکن طواف میں چل پھر سکتے ہیں' بلکہ چلنے پھرنے کا نام ہی طواف ہے۔ تاہم طواف میں آیات قرآنیہ' دعائیں اور توبہ واستغفار کرنا تو جائز ہے مگر دنیوی گفتگو سے اجتناب بھی ضروری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ

باب 109: حجر اسود کا ذکر

884 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجَرِ:

متنِ حدیث: وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَّنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حجر اسود کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اٹھائے گا' اس کی دو آنکھیں ہوں گی' جن کے ذریعے یہ دیکھے گا' ایک زبان ہوگی' جس کے ذریعے وہ بات کرے گا' اور وہ ہر اس شخص کے بارے میں گواہی دے گا' جس نے اس کو بوسہ دیا ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

885 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ وَهُوَ مُحْرِمٌ غَيْرِ الْمُقَتَّتِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: الْمُقَتَّتُ الْمُطَيَّبُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّقَدْ تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ فِيْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ وَرَوٰى عَنْهُ النَّاسُ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حالت احرام میں زیتون کا تیل استعمال کرتے تھے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ "مقتت" کا مطلب خوشبو والا ہے۔

یہ حدیث "غریب" ہے اور ہم اسے صرف فرقد سبخی نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں جو انہوں نے سعید بن جبیر سے نقل کی ہے۔

یحییٰ بن سعید نے فرقد نامی راوی کے بارے میں کلام کیا ہے تاہم ان کے حوالے سے لوگوں نے روایات نقل کی ہیں۔

886 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

متنِ حدیث: اَنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَتُخْبِرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْمِلُهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ آب زم زم ساتھ لے جایا کرتی تھیں اور یہ بات بیان کرتی تھیں نبی اکرم ﷺ بھی اسے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

887 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيْرِ الْوَاسِطِيُّ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدِّثْنِيْ بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قَالَ قُلْتُ فَاَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْاَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ اُمَرَاؤُكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ اِسْحٰقَ بْنِ يُوْسُفَ الْاَزْرَقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ

◆◆ عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ مجھے یہ بتائیں آپ کو کیا یاد ہے؟ اس بارے میں کہ نبی اکرم ﷺ نے (آٹھویں ذی الحجہ) کے دن ظہر کی نماز کہاں ادا کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: منیٰ میں۔

راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ نے روانگی کے دن عصر کی نماز کہاں ادا کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: وادی "ابطح" میں پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم وہی کرو! جیسے تمہارے امراء کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ازرق کے ثوری کے حوالے سے منقول کرنے کے اعتبار سے اس کو "غریب" شمار کیا گیا ہے۔

شرح

چند اہم امور کی توضیحات:

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار احادیث تخریج فرمائی ہیں اور ہر حدیث میں ایک مسئلہ ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱- حجر اسود کی امتیازی خصوصیات:

سب پتھر یکساں حیثیت کے حامل ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو امتیازی خصوصیات سے نوازا ہے۔ اسے قیامت کے دن آنکھیں عطا ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان عطا کی جائے گی جس سے وہ تا قیامت بوسہ دینے والوں اور استلام کرنے والوں کے ایمان، حج وعمرہ اور طواف کی گواہی دے گا۔ گویا جنتی پتھر جنتی گواہی پیش کرے گا۔ اس روایت سے جہاں قدرت باری تعالیٰ کا اظہار ہوتا ہے وہاں حجر اسود کی امتیازی شان اور امتیازی خصوصیات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کعبہ پورے کا پورا روحانیت کا مرکز ہے، جبکہ حجر اسود اس کا ایک حصہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ قیامت کے دن اسے وہ چیز دی جائے جو زندہ لوگوں کی خصوصایت سے ہو مثلاً آنکھ اور زبان وغیرہ۔ حجر اسود کو جنت اور بیت اللہ سے تعلق کے باعث قیامت کے دن ذی عقل و باشعور بنایا جائے گا جو استلام کرنے والوں کے حق میں گواہی دے گا۔ حضرت مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

اصحاب کہف کا کتا چند دن تک نیک لوگوں کی صحبت کے سبب انسان بن گیا۔ (وہ انسانی شکل میں جنت میں جائے گا)

۲- خصوصیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

حالت احرام میں جسم یا سر میں کسی قسم کا تیل استعمال کرنا منع ہے، خواہ خوشبودار ہو یا خوشبو کے بغیر، اس لیے کہ تیل زینت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور حالت احرام میں زینت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ زیتون کے تیل میں قدرتی طور پر خوشبو ہوتی ہے اور حالت احرام میں خوشبو کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ بایں ہمہ حدیث باب میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں خوشبودار زیتون کا تیل استعمال فرمایا تھا جو آپ کی خصوصیت تھی۔

۳- آب زمزم اپنے وطن لانے کا مسئلہ:

عصر حاضر بلکہ ہر دور میں حجاج کرام اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے والے لوگ آب زمزم بطور تبرک اپنے ساتھ اپنے وطن لاتے رہے ہیں۔ یہ پانی مبارک ہونے کے علاوہ غذائیت کا بھی حامل ہوتا ہے اور اس کے استعمال سے متعدد امراض سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی آب زمزم مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ لایا کرتے تھے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معمولات میں شامل تھا کہ آپ جب بھی حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ آنے کا قصد فرماتیں تو اپنے ساتھ آب زمزم بھی لایا کرتی تھیں۔ علاوہ ازیں دور دراز کناف اور مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے لوگ جب حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وطن واپس جاتے ہیں تو جہاں آب زمزم بطور تبرک لاتے ہیں وہاں حرمین شریفین کی کھجوریں بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ وطن پہنچنے کے بعد وہ اپنے حلقہ احباب اور اقرباء میں یہ تحائف تقسیم کر کے مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان تحائف کی وجہ سے لوگوں میں حج اور عمرہ کرنے کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔

(۴) قیام ابطح رکن حج نہ ہونا:

وادی ابطح مکہ معظمہ سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر تمام ارکان ومناسک حج ادا کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قیام فرمایا تھا۔ آپ کا قیام رکن حج کے طور پر نہیں تھا بلکہ یہاں قیام کا مقصد شرکاء قافلہ کا جمع کرنا تھا تاکہ وہ جس طرح ایک عظیم الشان قافلہ کی شکل میں مکہ معظمہ آئے تھے اسی شان وشوکت سے مدینہ طیبہ واپس روانہ ہوسکیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْجَنَائِزِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

جنائز کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ثَوَابِ الْمَرِيْضِ

باب 1: بیمار شخص کے ثواب کا بیان

جنائز کے احکام ومسائل

ماقبل سے ربط: پہلے زندگی کی عبادات کا ذکر تھا اور اب موت کے بعد کی عبادت کا ذکر ہے۔ لفظ جنائز، جنازہ کی جمع ہے۔ جمع کی صورت میں جیم پر فتح متعین ہے جبکہ مفرد میں جیم کے فتح کے ساتھ ہے۔ اس سے مراد وہ تخت ہے جس پر میت کو لٹایا جاتا ہے اور اگر جیم کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد میت ہے۔ بعض فقہاء اپنی تصانیف میں کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں صلوٰۃ الجنازہ کی بحث لائے ہیں۔

888 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لَا يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ وَّاَبِىْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ اُمَامَةَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَسَدِ بْنِ كُرْزٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَزْهَرَ وَاَبِىْ مُوْسٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بندہ مؤمن کو جو بھی کانٹا چبھتا ہے یا اس سے بڑی کوئی تکلیف ہوتی ہے' تو اللہ تعالیٰ اس وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے' اور اس کی وجہ سے اس کے ایک گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت اسد بن کرز رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

888- اخرجه مسلم (527/8' الابی) : كتاب البر والصلة والاداب : باب: ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض او حزن او نحو ذلك' حتى الشوكة يشاكها' حديث (2572/47) عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة به-

امام ترمذی فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

889 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ شَىْءٍ يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا حَزَنٍ وَّلَا وَصَبٍ حَتَّى الْهَمُّ يَهُمُّهُ اِلَّا يُكَفِّرُ اللّٰهُ بِهٖ عَنْهُ سَيِّئَاتِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ فِىْ هٰذَا الْبَابِ

قَالَ: وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ لَمْ يُسْمَعْ فِى الْهَمِّ اَنَّهٗ يَكُوْنُ كَفَّارَةً اِلَّا فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بندہ مؤمن کو جو بھی زخم، غم، رنج، یہاں تک کہ جو پریشانی بھی لاحق ہوتی ہے جو اسے پریشان کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس موضوع پر "حسن" ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے جارود کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: وہ یہ فرماتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: انہوں نے پریشانی کا لفظ نہیں سنا یہ صرف اسی روایت میں ہے: پریشانی بھی کفارہ بن جاتی ہے۔

بعض محدثین نے اس روایت کو عطاء بن یسار کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

شرح

علالت میں صبر کرنے کا اجر و ثواب:

موت سے قبل انسان عموماً مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس لیے وفات کے ذکر سے قبل مرض کا ذکر کیا گیا ہے اور اس مرض کو "مرض وصال" کہا جاتا ہے۔ جب انسان مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کا قلبی طور پر دنیا سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے اور آخرت کی طرف میلان ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے تعلق مستحکم ہو جاتا ہے۔ پھر اس مرض کے سبب گناہ مٹ جاتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ حدیث باب کے مرض کو عموم پر محمول کیا جائے تو مرض وصال بھی اس کے تحت داخل ہوگا۔ اس حوالے سے ایک تفصیلی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص نے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کا دامن نیکیوں سے خالی ہوتا

889- اخرجه البخاری (107/10)كتاب المرضى : باب: ما جاء في كفارة المرض، حديث (5642-5641) واخرجه مسلم ، 527/8- الابي) كتاب البر والصلة والآداب: باب: ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض حديث (2573/52) عن سفيان بن وكيع عن ابيه، اسامة بن زيد عن محمد بن عمرو عن عطاء بن يسار عن ابي سعيد به-

ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وفات سے قبل مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ توفیق الٰہی سے صبر کا دامن نہیں چھوڑتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں طب اللسان رہتا ہے' جس کے نتیجہ میں اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے' جس طرح ماں کے جنم دینے کے دن گناہوں سے پاک وصاف تھا۔ (مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۵۷۹)

ایک روایت میں بدکردار شخص کی ہنگامی موت کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی قرار دیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ برائی کا قصد فرماتا ہے تو اس کے گناہوں کو باقی رکھتا ہے تا کہ قیامت کے دن اس سے انتقام لیا جائے۔ (مشکوٰۃ حدیث:۱۵۶۵)

مرض وفات انسان پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی عطیہ ہے' جس کے نتیجہ میں اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، درجات بلند ہوتے ہیں، توبہ کا موقع میسر آتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ کی دلیل حدیث باب ہے کہ جب انسان کو کانٹا لگتا ہے تو اس کی تکلیف کے نتیجہ میں اس کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور درجات بلند کیے جاتے ہیں۔ یاد رہے مرض موت کی تکلیف کانٹا چبھنے سے کہیں زیادہ ہوتی ہے' جس پر صبر کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو بہت سے انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ

باب 2: بیمار شخص کی عیادت کرنا

890 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ مُوْسٰى وَالْبَرَاءِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ وَّجَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ثَوْبَانَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَّرَوٰى اَبُوْ غِفَارٍ وَّعَاصِمٌ الْاَحْوَلُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ مَنْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ فَهُوَ اَصَحُّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاَحَادِيْثُ اَبِيْ قِلَابَةَ اِنَّمَا هِيَ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ فَهُوَ عِنْدِيْ عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ

اختلافِ روایت: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِيْرٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِيْ

890- اخرجه مسلم (523/8، الابی) كتاب البر والصلة والاداب : باب: فضل عيادة المرضی' حديث (2568/41-2568/42) واخرجه البخاری فی الادب المفرد ص 154، حديث (519) واخرجه احمد (276/5، 277، 279، 281، 282، 283) من طرق عن ابی اسماء الرحبی عن ثوبان به

قِلَابَةَ عَنْ اَبِی الْاَشْعَثِ عَنْ اَبِی اَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيْهِ قِيْلَ مَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ قَالَ جَنَاهَا حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِی قِلَابَةَ عَنْ اَبِی اَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ خَالِدٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِی الْاَشْعَثِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ وَّلَمْ يَرْفَعْهُ

◄► حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ جنت کے میوے چنتا رہتا ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ثوبان سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

ابوغفار، عاصم احول نے اس روایت کو ابوقلابہ کے حوالے سے، ابوالاشعث کے حوالے سے، ابواسماء کے حوالے سے، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اس روایت کو ابوالاشعث کے حوالے سے، ابواسماء کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ وہ زیادہ مستند ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابوقلابہ سے منقول تمام روایات ابواسماء سے منقول ہیں، سوائے اس حدیث کے۔ میرے نزدیک یہ ابوالاشعث کے حوالے سے، ابواسماء سے منقول ہے۔

ابوقلابہ نے ابوالاشعث کے حوالے سے، ابواسماء کے حوالے سے، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ان سے سوال کیا گیا: جنت کے "خرفہ" سے مراد کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اس کے پھل۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں: جیسا کہ خالد سے منقول روایت میں ہے، تاہم اس روایت کی سند میں ابوالاشعث نامی راوی کا تذکرہ نہیں ہے۔ بعض محدثین نے اس روایت کو حماد بن زید کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

891 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ ثُوَيْرٍ هُوَ ابْنُ اَبِی فَاخِتَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: اَخَذَ عَلِيٌّ بِيَدِیْ قَالَ انْطَلِقْ بِنَا اِلَى الْحَسَنِ نَعُوْدُهُ فَوَجَدْنَا عِنْدَهُ اَبَا مُوْسٰى فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَام اَعَائِدًا جِئْتَ يَا اَبَا مُوْسٰى اَمْ زَائِرًا فَقَالَ لَا بَلْ عَائِدًا فَقَالَ عَلِيٌّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

891- اخرجه ابو داؤد (202/2) كتاب الجنائز: باب: في فضل العيادة على وضوء حديث (3098) وابن ماجه (463/1) كتاب الجنائز : باب: ما جاء في ثواب من عاد مريضاً حديث (1442) واخرجه احمد (91/1) عن ثوير بن ابي فاختة عن ابيه عن علي به

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهٗ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهٗ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ مِّنْهُمْ مَنْ وَّقَفَهٗ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَاَبُوْ فَاخِتَةَ اسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ عِلَاقَةَ

ثویر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور بولے: میرے ساتھ "حسن" کی طرف چلو تا کہ ہم اس کی عیادت کریں ہم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس پایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے ابوموسیٰ! کیا آپ عیادت کرنے کے لیے آئے ہیں' یا ویسے ہی ملاقات کرنے کے لیے آئے ہیں؟ تو حضرت ابوموسیٰ نے جواب دیا: نہیں! بلکہ عیادت کرنے کے لیے آیا ہوں' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب بھی کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی عیادت کرنے کے لیے صبح کے وقت جاتا ہے' تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے شام تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کے وقت عیادت کرنے کے لیے جاتا ہے' تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کی عیادت کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں باغ ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

ان میں سے بعض راویوں نے اسے "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے' اور "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

ابوفاختہ کا نام سعید بن علاقہ ہے۔

شرح

بیمار پرستی کی فضیلت:

صحت کی طرح مرض بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ ایک مسلمان کے دوسرے پر چھ حقوق عائد ہوتے ہیں جن میں سے ایک حق مرض لاحق ہونے کی صورت میں اس کی عیادت کرنا ہے۔ (مشکوٰۃ رقم الحدیث ۱۵۲۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان کی عیادت کے لیے جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت خداوندی اس پر سایہ فگن ہو جاتی ہے اور مریض کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (مسند امام احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعا واستغفار کرتے رہتے ہیں۔ جو شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو صبح تک

ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا واستغفار کے لئے مصروف رہتے ہیں۔اس کے لیے جنت میں ایک باغ تیار کیا جاتا ہے۔

(جامع ترمذی رقم الحدیث ۸۹۱)

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّمَنِّيْ لِلْمَوْتِ

باب 3: موت کی آرزو کرنے کی ممانعت

892 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلْتُ عَلٰى خَبَّابٍ وَّقَدِ اكْتَوٰى فِىْ بَطْنِهٖ فَقَالَ مَا اَعْلَمُ اَحَدًا لَقِىَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَقِيْتُ لَقَدْ كُنْتُ وَمَا اَجِدُ دِرْهَمًا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِىْ نَاحِيَةٍ مِّنْ بَيْتِىْ اَرْبَعُوْنَ اَلْفًا وَّلَوْلَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَوْ نَهٰى اَنْ نَّتَمَنَّى الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ خَبَّابٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں: میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے اپنے پیٹ پر داغ لگوایا تھا' تو انہوں نے فرمایا: میرے علم کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی ایک کو بھی اس آزمائش کا سامنا نہیں کرنا پڑا جس آزمائش کا مجھے سامنا کرنا پڑا ہے ایک وہ وقت تھا: نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہوتا تھا' اور اب میرے گھر کے کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں' اگر نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس سے منع نہ کیا ہوتا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) آپ ﷺ نے موت کی آرزو سے منع نہ کیا ہوتا' تو میں موت کی آرزو کرتا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

893 وَقَدْ رُوِىَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ وَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّىْ وَتَوَفَّنِىْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّىْ (۱)

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ

892- اخرجه ابن ماجه (1394/2) كتاب الزهد: باب: في البناء والخراج' حديث (1463) واخرجه احمد (110-109/5)' (395/6) عن ابى اسحق' عن حارثه بن مضرب عن خباب بن الارت به-

893 اخرجه البخارى (154/11) كتاب الدعوات: باب: الدعاء بالموت والحياة' حديث (6351) واخرجه النسائى (79/9' الابى) كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار : باب: كراهة تمنى الموت' لضر نزل به' حديث (2680/10) وابو داؤد (205/2) كتاب الجنائز : باب: تمنى الموت: حديث (1821) واخرجه احمد (101/3' 208' 281) عن عبد العزيز بن صهيب عن انس بن مالك به-

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص کسی نازل ہونے والی مصیبت کی وجہ سے' موت کی آرزو ہرگز نہ کرے' بلکہ وہ یہ کہے: اے اللہ! جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہے' مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے حق میں بہتر ہو تو مجھے موت دینا۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

موت کی تمنا کرنے کی ممانعت:

دنیوی مصائب وآلام کے لاحق ہونے اور طویل مرض سے نجات حاصل کرنے کے لیے موت کی تمنا کرنا منع ہے۔ اگر دین و ایمان کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی غرض سے موت کی تمنا کی جائے تو جائز ہے۔

سوال: حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے موت کی تمنا کرنا حرام ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق موت کی تمنا کرنا مستحب ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: دنیوی آلام ومصائب اور علالت ومرض سے تنگ آ کر کوئی شخص موت کی تمنا کرے' تو یہ منع ہے۔ حدیث باب اسی مفہوم پر محمول ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے دین وایمان کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے موت کی آرزو کرے' تو یہ جائز ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت اسی مفہوم پر محمول ہے۔

سوال: حدیث باب سے علاج بالکئی کا جواز معلوم ہوتا ہے' جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے: وانھی امتی عن الکئی (الصحیح للبخاری) اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) ضعف عقائد کی بناء پر ابتداءِ اسلام میں علاج بالکئی کی ممانعت تھی لیکن جب لوگ راسخ العقیدہ ہو گئے تو علاج بالکئی کی اجازت دے دی گئی۔ (۲) علاج بالکئی صحت عقیدہ کے ساتھ ہو تو جائز ہے اور جواز والی روایات اسی پر محمول ہیں۔ اگر علاج بالکئی ضعف عقیدہ کے ساتھ ہو تو یہ منع ہے اور ممانعت والی روایات اسی مفہوم پر محمول ہیں۔ (۳) ممانعت والی روایات سے مراد کراہت تنزیہی ہے اور جواز والی روایات کا مفہوم از خود عیاں ہو گیا' لہٰذا تعارف نہ رہا۔ (۴) ممانعت والی روایات منسوخ ہیں جبکہ جواز والی روایات ناسخ رہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّعَوُّذِ لِلْمَرِيضِ

باب 4: بیمار پر دم کرنا

894 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الْبَصْرِيُّ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ

بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ

متن حدیث: اَنَّ جِبْرِيْلَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اشْتَكَيْتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَّعَيْنِ حَاسِدٍ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيكَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت جبریل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا: حضرت محمد ﷺ آپ بیمار ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت جبریل علیہ السلام نے پڑھا۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں آپ کو دم کرتا ہوں' اس چیز سے جو آپ کو اذیت دے' اور ہر اس شخص کے شر سے اور ہر حسد کرنے والے حسد سے' میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آپ کو دم کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے''۔

895 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ

متن حدیث: دَخَلْتُ اَنَا وَثَابِتٌ الْبُنَانِیُّ عَلٰى اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ فَقَالَ ثَابِتٌ يَّا اَبَا حَمْزَةَ اشْتَكَيْتُ فَقَالَ اَنَسٌ اَفَلَا اَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

بَلٰى قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاسِ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّعَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّسَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقُلْتُ لَهٗ رِوَايَةُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ اَصَحُّ اَوْ حَدِيْثُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كِلَاهُمَا صَحِيْحٌ وَّرَوٰى عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَّعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ

◆◆ عبدالعزیز بن صہیب بیان کرتے ہیں: میں اور ثابت بنانی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو ثابت بولے: اے ابوحمزہ! میں بیمار ہوں' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں' نبی اکرم ﷺ کا دم نہ کروں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔

''اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! تکلیف کو دور کرنے والے' تو شفا عطا کر دے' تو شفا عطا کرنے والا ہے' صرف تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے' ایسی شفا عطا کر جو بیماری کو ختم کر دے''۔

894- اخرجه مسلم (395/7 الابي) كتاب الاسلام: باب: الطب والمرض والرقى' حديث (2186/40) وابن ماجه (1164/2) كتاب الطب :باب: ما عوذ به النبي صلى الله عليه وسلم وما عوذ به' حديث (3523) واخرجه احمد (58'56'28/3) واخرجه عبد بن حميد ص (278) حديث (881) عن ابي نضرة عن ابي سعيد به۔

895- اخرجه البخاري (216/10) كتاب الطب: باب: رقية النبي صلى الله عليه وسلم' حديث (5742) وابو داؤد (404/2) كتاب الطب : باب : كيف الرقى: حديث (3890) واخرجه احمد (151/3) عن عبد الوارث بن سعيد عن عبد العزيز بن صهيب به۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا: میں نے ان سے کہا: عبدالعزیز نے ابونضرہ کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ زیادہ مستند ہے یا عبدالعزیز نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' جو روایت نقل کی ہے۔ وہ زیادہ مستند ہے' تو انہوں نے جواب دیا: یہ دونوں مستند ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عبدالعزیز بن صہیب کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

دم کرنے کا جواز اور اس کی دعائیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ جھاڑوں اور منتروں سے علاج کرتے تھے جن میں طاغوتی قوتوں سے استمداد و استعانت کی جاتی تھی۔ اسلام نے دیگر امور کی طرح اس رسم بد کی بھی اصلاح فرمائی ہے۔ اسلام نے منتروں کی جگہ بہترین دعائیں تجویز فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے استعانت و استمداد کا درس دیا ہے۔ احادیث باب میں اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کی طبیعت علیل ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے لیے یوں دعا کی: میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ کو جھاڑتا ہوں' ہر اس چیز سے جو آپ کو ضرر رساں ہے، ہر جان کی برائی سے، ہر جلنے والی آنکھ سے اور اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء عطاء کرے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے میں آپ کو جھاڑتا ہوں اور اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء عطاء کرے۔

اس کے علاوہ بطور دعا سورۃ الفلق تلاوت کی جاسکتی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی دعا یوں بھی پڑھی جاسکتی ہے: بسم اللہ ارقینی من کل شیء یوذینی، من شر کل نفس و عین حاسدۃ، بسم اللہ ارقیی و اللہ یشفینی ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: اللھم رب الناس مذھب البأس اشف انت الشافی لاشافی الا انت شفاء لایغادر سقما ۔ (رحمۃ اللہ واسعہ ج۳ص۶۲۲)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَثِّ عَلَى الْوَصِيَّةِ

باب 5: وصیت کی ترغیب دینا

896 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَا حَقُّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ وَلَهٗ شَيْءٌ يُوْصِي فِيْهِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰي

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی مسلمان کو یہ حق نہیں ہے: اس پردو راتیں اس طرح گزر جائیں کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو جس کے بارے میں وصیت کی جاسکتی ہو اور وہ وصیت تحریری صورت میں اس شخص کے پاس موجود نہ ہو۔

اس بارے میں حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ

باب 6: ایک تہائی یا چوتھائی مال کی وصیت کرنا

897 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: عَادَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَرِيْضٌ فَقَالَ اَوْصَيْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكَمْ قُلْتُ بِمَالِيْ كُلِّهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ فَمَا تَرَكْتَ لِوَلَدِكَ قُلْتُ هُمْ اَغْنِيَاءُ بِخَيْرٍ قَالَ اَوْصِ بِالْعُشْرِ فَمَا زِلْتُ اُنَاقِصُهُ حَتّٰى قَالَ اَوْصِ بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَنَحْنُ نَسْتَحِبُّ اَنْ يَّنْقُصَ مِنَ الثُّلُثِ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَعْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ وَّقَدْ رُوِيَ عَنْهُ وَالثُّلُثُ كَبِيْرٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ اَنْ يُّوْصِيَ الرَّجُلُ بِاَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ وَيَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ يَّنْقُصَ مِنَ الثُّلُثِ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ فِي الْوَصِيَّةِ الْخُمُسَ دُوْنَ الرُّبُعِ وَالرُّبُعَ

896- اخرجه مالك (761/2)كتاب الوصية' باب: الامر بالوصية' حديث (1) واخرجه البخاري (419/5) كتاب الوصايا: باب: الوصايا: حديث (2738) و مسلم (596/5' الابي) كتاب الوصية حديث (1627/1' 2' 3' 4) وابو داؤد (125/2) كتاب الوصايا: باب: ما جاء فيما يؤمر به من الوصية' والنسائي (238/6) كتاب الوصايا: باب: الكراهية في تاخير الوصية' حديث (3615' 3616) وابن ماجه (901/2) كتاب الوصايا: باب: الحث على الوصية ' حديث (2699) والدارمي (402/2) كتاب الوصايا: باب: من استحب الوصية: واخرجه احمد (50/2' 57' 80' 113) والحميدي (306/2) حديث (967) عن نافع بن عمر به واخرجه احمد ( )من طريق سفيان' عن ايوب (10/2) عن نافع عن ابن عمر به' واخرجه احمد من طريق سفيان' عن ايوب (10/2 و سائي من طريق محمد بن حاتم بن نعيم عن حبان عن عبد الله عن ابن عون(239/6) حديث (3617) كلاهما (ايوب' وابن عون) عن نافع عن ان عمر قوله-

897- اخرجه النسائي (243/6) كتاب الوصايا: باب : الوصية بالثلث' حديث (3632) واحمد (174/1) عن عطاء بن السائب' عن ابي عبد الرحمن عن سعد بن ابي وقاص به-

دُوْنَ الثُّلُثِ وَمَنْ اَوْصَى بِالثُّلُثِ فَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا وَّلَا يَجُوْزُ لَهٗ اِلَّا الثُّلُثُ

◆◆ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے' میں بیمار تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے وصیت کردی ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کتنی؟ میں نے عرض کی: میں نے اپنے پورے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی وصیت کردی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اپنی اولاد کے لیے کیا چھوڑا ہے' تو انہوں نے جواب دیا: وہ خوشحال ہیں اور اچھی حالت میں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم دسویں حصے کی وصیت کرو۔ راوی کہتے ہیں: میں آپ سے کم کرنے کی درخواست کرتا رہا' یہاں تک کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تم ایک تہائی حصے کی وصیت کرو! ویسے ایک تہائی بھی زیادہ ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن (دارمی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ہم اس بات کو مستحب سمجھتے ہیں: ایک تہائی سے کم کی وصیت کی جائے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: ایک تہائی بھی زیادہ ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

دیگر روایات میں کہیں لفظ ''کبیر'' استعمال ہوا ہے' اور کہیں لفظ ''کثیر'' استعمال ہوا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' ان کے نزدیک کوئی بھی آدمی ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت نہیں کرسکتا' تاہم انہوں نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے: آدمی ایک تہائی سے کم کی وصیت کرے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء نے وصیت کے بارے میں پانچویں حصے کو مستحب قرار دیا ہے' چوتھے حصے کی وصیت اس سے کم مستحب ہے' اور تیسرے حصے کی وصیت اس سے بھی کم مستحب ہے' اور جو شخص تیسرے حصے کی وصیت کرے' اس نے کوئی چیز نہیں چھوڑی' اس کے لیے صرف تیسرے حصے کی وصیت کرنا ہی جائز ہے۔

شرح

ترغیب وصیت اور مقدار وصیت:

انسان کو اپنی زندگی پر اعتماد نہیں ہے اور اسے کسی بھی وقت موت آسکتی ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملات ہمہ وقت صاف و بے باق رہنے چاہیے تاکہ اچانک موت آنے کی صورت میں وہ کسی کے زیر بار اور زیر قرض نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت لکھنے کی ترغیب و تاکید فرمائی ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک اگر کسی شخص سے حقوق العباد متعلق ہوں' تو وصیت کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔ امام داؤد ظاہری کا موقف ہے کہ ہر صورت وصیت کرنا واجب ہے۔

انسان کی دراصل دولت وہی ہے جو اس نے حلال ذرائع سے کمائی ہو اور اسی پر اسلامی احکام جاری ہوں گے مثلاً زکوٰۃ، صدقہ فطر اور وصیت وغیرہ۔ آدمی کو صحت و تندرستی کے زمانہ میں اپنے مال میں تصرف کا اختیار حاصل ہوتا ہے لیکن مرض موت میں

ورثاء کے حقوق متعلق ہونے کی وجہ سے اسے مکمل اختیارات حاصل نہیں رہتے۔ تاہم وہ کل مال کے تہائی حصہ کی وصیت کرسکتا ہے۔ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کے جواز وعدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا موقف ہے کہ وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی جبکہ اس مقدار سے زائد کی وصیت کالعدم قرار پائے گی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوصورتوں میں تہائی مال سے زائد میں بھی وصیت جاری ہوجاتی ہے:

(۱) جب میت کا کوئی وارث موجود نہ ہو۔

(۲) میت کے تمام ورثاء عاقل و بالغ ہوں اور زائد وصیت کے نفاذ میں متفق ہوں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَلْقِيْنِ الْمَرِيْضِ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالدُّعَاءِ لَهٗ عِنْدَهٗ

باب 7: موت کے وقت بیمار کو تلقین کرنا اور اس کے لیے دعا کرنا

898 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَعَائِشَةَ وَجَابِرٍ وَسُعْدَى الْمُرِّيَّةِ وَهِيَ امْرَاَةُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اپنے قریب المرگ لوگوں کو "لا الٰہ اللہ" پڑھنے کی تلقین کرو۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت سعدی المریہ رضی اللہ عنہا جو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں، سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

899 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ اَوِ الْمَيِّتَ فَقُوْلُوْا خَيْرًا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سَلَمَةَ مَاتَ قَالَ فَقُوْلِي اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلَهٗ وَاَعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً قَالَتْ فَقُلْتُ فَاَعْقَبَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ

899- اخرجه مسلم (309/3 الابی) كتاب الجنائز: باب: تلقين الموتى : لا اله الا الله، حديث (916/1، 917/2) وابو داؤد (207/2) كتاب الجنائز: باب: في التلقين، حديث (3117) والنسائي (5/4) كتاب الجنائز: باب: تلقين الميت، حديث 1826-1827) وابن ماجه (464/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في تلقين الميت لا اله الا الله، حديث (1445) واخرجه احمد (37/3/3) وعبد بن حميد (ص301) حديث (973) عن عمارة بن غزية، عن يحيى بن عمارة عن ابي سعيد الخدري به۔

مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

توضیح راوی: شَقِيْقٌ هُوَ ابْنُ سَلَمَةَ اَبُوْ وَائِلٍ الْاَسَدِيُّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اُمِّ سَلَمَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَانَ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّلَقَّنَ الْمَرِيْضُ عِنْدَ الْمَوْتِ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا قَالَ ذٰلِكَ مَرَّةً فَمَا لَمْ يَتَكَلَّمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّلَقَّنَ وَلَا يُكْثَرَ عَلَيْهِ فِيْ هٰذَا وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ جَعَلَ رَجُلٌ يُلَقِّنُهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَكْثَرَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ اِذَا قُلْتُ مَرَّةً فَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا لَمْ اَتَكَلَّمْ بِكَلَامٍ وَّاِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّمَا اَرَادَ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ اٰخِرُ قَوْلِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

◆◆ سیّدہ ام سلمہ ﷞ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا: جب تم بیمار کے پاس آؤ' یا قریب المرگ شخص کے پاس آؤ' تو اچھی بات کہو! کیونکہ فرشتے تمہاری کہی ہوئی بات پر ''آمین'' کہتے ہیں۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب حضرت ابوسلمہ ﷜ کا انتقال ہوا' تو میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ پڑھ لو۔

''اے اللہ! میرے مغفرت کر اور اس کی بھی مغفرت کر اور مجھے ان سے بہتر عطا کر''۔

سیّدہ ام سلمہ ﷞ بیان کرتی ہیں: میں نے اسے پڑھ لیا' تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بہتر (شوہر) عطا کردیے' یعنی نبی اکرم ﷺ عطا کردیے۔

امام ترمذی ﷫ فرماتے ہیں: شقیق نامی راوی یہ شقیق بن سلمہ ابووائل اسدی ہیں۔

امام ترمذی ﷫ فرماتے ہیں: سیّدہ ام سلمہ ﷞ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بات کو مستحب قرار دیا گیا ہے: بیمار شخص کو موت کے قریب ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنے کی تلقین کی جائے۔ بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب آدمی خود کئی مرتبہ یہ کلمہ پڑھے اور پھر بھی قریب المرگ شخص اس کو نہ پڑھے' تو اب آدمی کو اسے تلقین نہیں کرنی چاہیے اور اس بارے میں اسے بار بار ایسا نہیں کہنا چاہیے۔

ابن مبارک ﷫ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا' تو ایک شخص نے انہیں ''الٰہ الا اللہ'' پڑھنے کی تلقین کی اور بکثرت ایسا کیا' تو حضرت عبداللہ بن مبارک نے ان سے فرمایا: جب میں نے ایک مرتبہ یہ پڑھ لیا اور میں اس پر کاربند ہوں' تو جب تک میں کوئی دوسرا کلام نہیں کرتا (میں اسی پر کاربند شمار ہوں گا)۔

899- اخرجه مسلم (315/3' الابی) كتاب الجنائز: باب: ما يقال عند المريض والميت' وابو داؤد (207/2) كتاب الجنائز: باب: ما يستحب ان يقال عند الميت من الكلام' حديث (1315) والنسائي (4/4) كتاب الجنائز: باب: كثرة ذكر الموت' حديث (1825) وابن ماجه (465/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء فيما يقال عند المريض اذا حضر' حديث (1447) واحمد (291/6' 306' 322) وعبد بن حميد (ص444) حديث (1537) عن الاعمش' عن ابي وائل شقيق بن سلمة عن ام سلمة۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب یہ ہے: انہوں نے وہ بات مراد لی ہے، جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے: جس شخص کا آخری قول "لا الہ الا اللہ" ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

شرح

سکرات موت کے وقت تلقین کرنا اور دعا کرنا:

احادیث باب میں دو اہم مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) کلمہ طیبہ کی تلقین کا طریقہ:

جب انسان پر سکرات موت طاری ہو جائیں تو اسے کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے پاس اتنی آواز سے کلمہ طیبہ پڑھ جائے کہ وہ بھی سن کر کلمہ پڑھ لے۔ اس موقع پر اسے کلمہ طیبہ پڑھنے کا نہ کہا جائے کیونکہ وہ حالت تکلیف میں ہوتا ہے کہ کہیں اس کا انکار نہ کردے۔ اگر وہ ایک بار کلمہ طیبہ پڑھ لے تو پھر تلقین بند کردی جائے۔ اگر اس نے کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد استنجاء کرانے یا کسی سے ملاقات کرنے یا کوئی چیز کھانے کا کہا تو اسے دوبارہ تلقین کی جائے۔ میت کو تلقین کرنے کی اہمیت اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عیاں ہوتی ہے: **من کان اخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنة** (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۴۴۴) جس کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہو، تو وہ جنت میں جائے گا۔ علاوہ ازیں حدیث باب میں فرمایا گیا ہے: **لقنوا موتاکم لا اله الا الله۔**

سوال: کیا لا الہ الا اللہ، سے مراد پورا کلمہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مراد ہے؟

جواب: محدثین اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق یہاں: لا الہ الا اللہ سے پورا کلمہ طیبہ مراد ہے، جسے کلمہ توحید و رسالت بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) جب کسی شخص کی وفات ہو جائے تو اس کی آنکھیں بند کردی جائیں، ہاتھوں اور پاؤں کو سیدھا کردیا جائے، پاؤں کے دونوں انگوٹھوں کو پٹی سے باندھ دیا جائے اور اسی طرح ٹھوڑی کے نیچے اور سر کے اوپر سے کپڑا ڈال کر باندھ دیا جائے۔ دوست واحباب اور عزیز و اقارب اس موقع پر دنیوی گفتگو سے مکمل اجتناب کریں۔ اپنے لیے اور میت کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا کریں اور میت کے عیوب ونقائص سے مکمل احتراز کیا جائے کیونکہ اس سے حدیث مبارکہ میں منع کیا گیا ہے کہ تم اپنے مردوں کے عیوب بیان نہ کرو اور تم ان کی خوبیاں بیان کرو۔ فرشتے اس موقع پر لوگوں کو کہی ہوئی باتیں لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں۔ میت کی خوبیوں کی وجہ سے ورثاء بھی خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتا ہے۔ اس کی عیوب ونقائص سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اقسام تلقین:

تلقین کی تین اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) تلقین قبل الموت: حدیث باب سے یہی تلقین مراد ہے جو مستحب ہے۔اس کی تفصیل ابھی گزری ہے۔

سوال: حدیث باب میں تلقین کی ترغیب دینے کے لیے فرمایا گیا ہے۔لقنوا موتاکم، تم اپنے مردوں کو تلقین کرو۔مردہ تو سنتا نہیں تو اسے تلقین کا کیا فائدہ ہے؟ قبل الموت تو تلقین کا فائدہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلمہ پڑھ لے گا لیکن بعد الموت کی تلقین کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ مردہ سنتا ہے اور نہ بولتا ہے؟

جواب: فقہاء کرام اور محدثین عظام کی اصطلاح میں یہاں ''موتاکم'' سے مراد قریب المرگ شخص ہے۔قریب المرگ شخص سنتا ہے اور بولتا بھی ہے، لہٰذا اسے تلقین کی جاسکتی ہے۔

(۲) تلقین عند القبر: اس کی صورت یہ ہے کہ صاحب قبر کے سرہانے کی طرف کھڑے ہوکر سورۃ بقرہ کے آغاز کی آیات اور پاؤں کی طرف کھڑے ہوکر اس کی آخری آیات از: امن الرسول الخ تلاوت کرنا۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز ہے۔

(۳) تلقین فی القبر: اس کی صورت یہ ہے کہ تدفین کے بعد جب لوگ واپس روانہ ہوجائیں تو ایک شخص یا چند افراد قبر کے پاس کھڑے ہوکر یوں کہیں: اے فلاں بن فلاں تم تین بار یوں کہو: لا الٰہ الا اللہ، میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، میرا دین اسلام ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں۔اس طریقہ تلقین سے فرشتوں کے سوالوں کے جواب دینے میں میت کے لیے آسانی پیدا ہوتی ہے۔

موت کے حوالے سے فقہی مسائل:

موت کے وقت پیش آنے والے چند فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ جب کسی شخص میں موت کی علامات ظاہر ہوجائیں تو اسے دائیں کروٹ پر لٹا کر اس کا منہ قبلہ رخ کردیا جائے یا اسے چت لٹا کر پاؤں قبلہ کی طرف دیے جائیں تاکہ منہ بھی اس کی طرف ہوجائے اور سر قدرے اونچا کردیا جائے۔

☆ جان کنی کے وقت تلقین کی جائے، اس کی صورت یہ ہے کہ اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا جائے: اشهد ان لا اله الا الله واشهدان محمدا رسول الله ۔

☆ تلقین کرنے والا نیک، صاحب تقویٰ اور نمازی ہونا چاہیے۔اس وقت سورۃ یٰسین کی تلاوت اور خوشبو کا استعمال مستحب ہے۔

☆ حیض ونفاس والی خواتین میت کے پاس آسکتی ہیں۔وہ خواتین وحضرات جن پر غسل فرض ہوچکا ہو خواہ حیض ونفاس کے انقطاع یا جنابت کے باعث وہ پاس نہیں آسکتے۔

☆ روح پرواز کرجانے کی صورت میں میت کی آنکھیں یہ دعا پڑھتے ہوئے بند کردی جائیں: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَ سَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ ۔

☆ سر کے اوپر اور جبڑے کے نیچے سے پٹی باندھ دی جائے تاکہ منہ کھلا نہ رہے۔ہاتھ اور پاؤں سیدھے کردیے جائیں اور

دونوں پاؤں کوقریب کر کے دونوں انگوٹھے پٹی سے باندھ دیے جائیں۔

☆ میت کے پیٹ پر کوئی وزنی چیز رکھ دی جائے تا کہ وہ پھولنے نہ پائے۔

☆ میت کے تمام جسم کو بڑے کپڑے کے ساتھ چھپادیا جائے۔

☆ جان کنی کے وقت اگر اس کے منہ سے کلمہ کفر صادر ہو گیا ہوتو اسے کافر قرار نہیں دیں گے کیونکہ ممکن ہے کہ جان کنی کی تکلیف کی وجہ سے وہ کلمہ زبان سے نکل گیا ہو یا بے ہوشی میں وہ کلمہ نکل گیا ہو۔

☆ اگر میت پر لوگوں کا قرض ہوتو وہ فوراً ادا کیا جائے کیونکہ قرض تو شہید کو بھی معاف نہیں ہے۔

☆ میت کے پاس تلاوت قرآن، درود وسلام اور نعت خوانی جائز ہے بشرطیکہ اس کا تمام جسم کپڑے سے چھپایا گیا ہو۔

☆ میت کے غسل، تجہیز وتکفین اور تدفین میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ اس کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔

☆ دوست واحباب، ہمسائیوں اور عزیز واقارب کو موت کی اطلاع دی جائے تا کہ وہ نماز جنازہ میں شامل ہوسکیں اور اس کے لیے مغفرت وبخشش کی دعا کریں۔ (ماخوذ از ہدایہ و بہار شریعت مدنیہ جلد اول از صفحہ ۸۰۶ تا ۸۱۰)

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّشْدِيْدِ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب 8: موت کی سختی کا بیان

900 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ سَرْجِسَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهُ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ وَّهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَآءِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یاد ہے آپ جس وقت قریب المرگ تھے، آپ کے پاس ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، جس میں پانی موجود تھا آپ اپنا دستِ مبارک پیالے میں داخل کرتے تھے، پھر اس پانی کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے، پھر آپ یہ دعا کرتے تھے۔

"اے اللہ! موت کی سختیوں اور تکلیفوں کے خلاف میری مدد کر"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

901 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْحَلَبِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

900- اخرجه ابن ماجه (518/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في ذكر مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (1623) واخرجه احمد (64/6، 70، 77، 151) من طرق عن القاسم بن محمد عن عائشة به۔

متن حدیث: مَا اَغْبِطُ اَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِیْ رَاَیْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ وَقُلْتُ لَهٗ مَنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْعَلَاءِ فَقَالَ هُوَ الْعَلَاءُ بْنُ اللَّجْلَاجِ وَاِنَّمَا عَرَّفَهٗ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کے وصال کی شدت دیکھنے کے بعد اب میں کسی کی آسان موت پر رشک نہیں کرتی۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا: میں نے ان سے کہا: عبدالرحمٰن بن علاء نامی راوی کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ عبدالرحمٰن بن علاء بن لجلاج ہیں' انہوں نے صرف اسی سند کے حوالے سے ان کا تعارف کروایا۔

902 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَامُ بْنُ الْمِصَكِّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

متن حدیث: اِنَّ نَفْسَ الْمُؤْمِنِ تَخْرُجُ رَشْحًا وَّلَا اُحِبُّ مَوْتًا كَمَوْتِ الْحِمَارِ قِیْلَ وَمَا مَوْتُ الْحِمَارِ قَالَ مَوْتُ الْفَجْاَةِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: مومن کی جان آرام سے نکلتی ہے اور میں گدھے کی طرح مرنے کو پسند نہیں کرتا۔ عرض کی گئی: گدھے کی طرح مرنے سے مراد کیا ہے؟ اچانک موت۔

903 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زِیَادُ بْنُ اَیُّوْبَ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الْحَلَبِیُّ عَنْ تَمَّامِ بْنِ نَجِیْحٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَا مِنْ حَافِظَیْنِ رَفَعَا اِلَی اللّٰهِ مَا حَفِظَا مِنْ لَیْلٍ اَوْ نَهَارٍ فَیَجِدُ اللّٰهُ فِیْ اَوَّلِ الصَّحِیْفَةِ وَفِیْ اٰخِرِ الصَّحِیْفَةِ خَیْرًا اِلَّا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اُشْهِدُكُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ مَا بَیْنَ طَرَفَیِ الصَّحِیْفَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: (اعمال) کی حفاظت کرنے والے فرشتے' رات یا دن کے وقت (کے اعمال کا صحیفہ) لے کر جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ اُس صحیفے کے آغاز اور اختتام میں بھلائی پاتا ہے' تو یہ فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ بنا رہا ہوں کہ میں نے اپنے بندے کے اس صحیفے کے دونوں کناروں کے درمیان (میں مذکور گناہوں) کی مغفرت کردی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْمُؤْمِنَ یَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِیْنِ

باب 9: مومن کے مرتے وقت اُس کی پیشانی پر پسینہ آتا ہے

904 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ الْمُثَنّٰی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ

اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلْمُؤْمِنُ يَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِيْنِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَقَدْ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْرِفُ لِقَتَادَةَ سَمَاعًا مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ

◆◆ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مومن کے مرتے ہوئے اس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض محدثین نے یہ بات بیان کی ہے: ہمارے علم کے مطابق قتادہ کا عبداللہ بن بریدہ سے (احادیث کا) سماع ثابت نہیں ہے۔

905 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ زِيَادٍ الْكُوْفِيُّ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَزَّازُ الْبَغْدَادِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سَيَّارٌ هُوَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى شَابٍّ وَّهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَرْجُو اللّٰهَ وَاِنِّيْ اَخَافُ ذُنُوْبِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُو وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک نوجوان کے پاس تشریف لائے، جو مرنے کے قریب تھا، آپ نے دریافت کیا: تم کیا محسوس کر رہے ہو؟ وہ بولا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ (کے فضل) کی امید بھی ہے، اور اپنے گناہوں (کے عذاب) کا اندیشہ بھی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسی صورت حال میں جس بندے کے دل میں یہ کیفیات جمع ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کرے گا، جس کی اسے امید ہو، اور اس سے محفوظ رکھے گا، جس کا اسے خوف ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بعض محدثین نے اس روایت کو ثابت نامی راوی کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

904- اخرجه النسائي (5/4) كتاب الجنائز باب: علامة موت المؤمن حديث (1828، 1829) واخرجه ابن ماجه (467/1) كتاب الجنائز : باب : ما جاء في المؤمن يؤجر في النزع حديث (1452) واخرجه احمد (350/5، 357، 360) عن عبد الله بن بريدة عن ابيه به

905- اخرجه ابن ماجه (1423/2) كتاب الزهد باب: الموت والاستعداد له حديث (4261) وعبد بن حميد (ص 404) حديث (1370) عن جعفر بن سليمان عن ثابت عن انس به۔

شرح

جان کنی کی تکلیف اوراس کی دعااور علامت:

احادیث باب کا مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جان کنی کی تکلیف میت کے گناہگار ہونے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں مبغوض ہونے کی علامت ہرگز نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امام المعصومین اور قائد المحبوبین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: اللھم اعنی علی غمرات الموت او سکرات الموت (جامع ترمذی رقم الحدیث:۹۰۰) (اے اللہ! موت کی سختی میں تو میری مدد فرما!)

(۱) موت کی سختی مومن کے لیے مغفرت سیئات یا بلندی درجات کا سبب بنتی ہے۔ (۲) موت کے وقت پیشانی پر پسینہ سختی کی علامت ہے۔ جسم کے بعض حصوں پر جلدی پسینہ آجاتا ہے مثلاً بغل اور کمر وغیرہ لیکن بعض حصوں پر دیر سے پسینہ آتا ہے مثلاً پیشانی اور ہتھیلی پر (۳) اچھی علامت ہے مگر خلاف قیاس ہے۔ (۴) موت کے وقت مومن کو جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ میرے اعمال تو قابل گرفت تھے لیکن یہ اتنا بڑا انعام کیسے؟ (۵) عرق جبین اس بات سے کنایہ ہے کہ تمام عمر مشقت سے گزری ہے لیکن آخرت میں راحت وآرام کی دولت میسر آئے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ النَّعْيِ

باب 10: کسی کی موت کا اعلان کرنا مکروہ ہے

906 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدِ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ وَّهَارُوْنُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ عَنْبَسَةَ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِيَّاكُمْ وَالنَّعْيَ فَاِنَّ النَّعْيَ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ

اختلاف سند: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَالنَّعْيُ اَذَانٌ بِالْمَيِّتِ وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ الْعَدَنِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ وَالنَّعْيُ اَذَانٌ بِالْمَيِّتِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَنْبَسَةَ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ وَاَبُوْ حَمْزَةَ هُوَ مَيْمُوْنٌ الْاَعْوَرُ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ النَّعْيَ وَالنَّعْيُ عِنْدَهُمْ اَنْ يُّنَادٰى فِى النَّاسِ اَنَّ فُلَانًا مَاتَ لِيَشْهَدُوْا جَنَازَتَهٗ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا بَاْسَ اَنْ يُّعْلِمَ اَهْلَ قَرَابَتِهٖ وَاِخْوَانَهٗ وَرُوِىَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا بَاْسَ بِاَنْ يُّعْلِمَ الرَّجُلُ قَرَابَتَهٗ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: موت کی اطلاع عام کرنے سے بچو' کیونکہ موت کا اعلان کرنا زمانہ جاہلیت کا عمل ہے۔ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں: یہاں لفظ "نعی" سے مراد موت کا اعلان کرنا ہے۔

اس بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے' تاہم یہ "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کی گئی اور نہ ہی اس میں یہ بات ذکر کی گئی ہے: "نعی" کا مطلب موت کا اعلان کرنا ہے۔

یہ روایت عنبسہ کی ابوحمزہ سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے'۔

ابوحمزہ نامی راوی کا نام میمون اعور ہے' اور یہ محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ سے منقول حدیث "حسن غریب" ہے۔

بعض اہلِ علم نے "نعی" کو مکروہ قرار دیا ہے' ان کے نزدیک "نعی" ہے کا مطلب یہ ہے: لوگوں کے درمیان یہ اعلان کیا جائے کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے' تاکہ لوگ اس کے جنازے میں شریک ہوں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے: اگر کوئی شخص اپنے قریبی رشتے داروں اور بھائیوں کو اس بات کی اطلاع دے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات منقول ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے: آدمی اپنے قریبی رشتے داروں کو (کسی کے مرنے کی) اطلاع دے۔

907 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ سُلَيْمٍ الْعَبْسِيُّ عَنْ بِلَالِ بْنِ يَحْيَى الْعَبْسِيِّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ اِذَا

متنِ حدیث: مِتُّ فَلَا تُؤْذِنُوا بِيْ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّكُوْنَ نَعْيًا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ النَّعْيِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں مر جاؤں تو میری موت کا اعلان کسی کے سامنے نہ کرنا' کیونکہ ہو سکتا ہے: یہ موت کی خبر مشہور کرنے کے مترادف ہو اور میں نے نبی اکرم ﷺ کو موت کی خبر مشہور کرنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

موت کے اعلان کا مسئلہ:

موت اور زندگی میں چولی دامن کا تعلق ہے' کیونکہ جہاں زندگی ہے وہاں موت ہے۔ اقوام عالم میں اعلان موت کے مختلف

907- اخرجه ابن ماجه (474/1) كتاب الجنائز : باب: ما جاء في النهي عن النعي' حديث (1476) واحمد (5/385' 406) من حبيب بن سليم العبسي' عن بلال بن يحيى العبسي عن حذيفة بن اليمان به-

طریقے رائج رہے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) زمانہ جاہلیت میں قبر کے پاس ایک اونٹنی باندھ دی جاتی تھی جو وہیں بھوک اور پیاس کی وجہ سے مرجاتی تھی۔(۲) زمانہ جاہلیت میں اعلان موت کا دوسرا طریقہ یہ رائج تھا کہ رونے والی خواتین معاہدہ کے مطابق میت کے گھر روزانہ جمع ہوتیں اور وہ چلا چلا کر میت کی خوبیاں بیان کرتی تھیں: یہ سب کارروائی اُجرت ومزدوری پر ہوتی تھی۔(۳) ہندوؤں میں یہ طریقہ جاری ہے کہ جب کوئی مرد یا عورت بڑھاپے میں مرتی ہے تو مرگھٹ میں ایک طرف میت جل رہی ہوتی ہے اور دوسری طرف شرکاء کے لیے کھانا پک رہا ہوتا ہے۔(۴) سینہ کوبی کرنا، گریبان چاک کرنا اور کپڑے پھاڑنا وغیرہ (۵) عصر حاضر میں اخبارات میں اشتہار شائع کروایا جاتا ہے یا ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں خبر نشر کروائی جاتی ہے جبکہ میت کو جاننے والا کوئی بھی نہیں ہوتا (۶) صرف دوست و احباب، عزیز واقارب اور ہمسائیوں کو موت کی اطلاع دی جائے تا کہ وہ نماز جنازہ میں شامل ہو کر متوفی کے حق میں دعا مغفرت و بخشش کر سکیں۔ پہلے پانچ طریقے ممنوع ہیں لیکن آخری طریقہ جائز ہے اس کے دلائل یہ ہیں:۔(۱) شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات کا اعلان خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں کیا تھا (۲) غزوہ موتہ کے موقع پر تین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا تو ان کی شہادت کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دی تھی۔(۳) مسجد کی صفائی کرنے والی ایک عورت اور ایک مرد کو بلا اطلاع دفنا یا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اظہار ناراضگی فرمایا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الصَّبْرَ فِي الصَّدْمَةِ الْاُولٰى

باب 11: صبر، صدمے کے آغاز میں ہوتا ہے

908 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: الصَّبْرُ فِي الصَّدْمَةِ الْاُولٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبر، صدمے کے آغاز میں ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

909 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُولٰى

908- اخرجه ابن ماجه (509/1) كتاب الجنائز : باب: ما جاء فى الصبر على المصيبة، حديث (1596) عن الليث بن سعد، عن يزيد بن ابى حبيب، عن سعد انس به۔

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: صبر صدمے کے آغاز میں ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

موت کا صدمہ برداشت کرنے کی فضیلت:

کسی عزیز ورشتہ دار کی وفات کے موقع پر انسان کو لاحق ہونے والی پریشانی کو''صدمہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اسے برداشت کرنے کو''صبر'' کہا جاتا ہے۔وہ پہلی مصیبت جو دل سے ٹکرائے،اس پر صبر کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر قبرستان کے پاس سے ہوا تو آپ نے ایک عورت دیکھی جو رو رہی تھی۔اس کا نوجوان بیٹا انتقال کر گیا تھا جس کے صدمہ میں وہ آنسو بہا رہی تھی۔آپ نے اس عورت کو صبر کرنے کی تلقین کی۔اسے آپ کا تعارف نہیں تھا،لہٰذا اس نے آپ سے کہا: آپ کو صدمہ نہیں پہنچا جس وجہ سے یہ بات کہتے ہو اور اگر آپ صدمہ سے دوچار ہوتے تو پھر میں دیکھتی کہ آپ کتنا صبر کرتے ہیں؟ آپ اس کی بات سن کر وہاں سے تشریف لے گئے۔بعدازاں اس عورت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرایا گیا کہ وہ شخصیت جو آپ کو تلقین کا درس دے رہی تھی وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔یہ بات سن کر عورت اپنے بیٹے کا غم تو بھول گئی اور اپنی غلطی کے صدمہ سے پریشان ہوگئی۔چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت میں حاضر ہوئی اور اپنی غلطی پر آنسو بہانے لگی،آپ اس وقت درِ دولت میں تشریف فرما نہیں تھے۔آپ تشریف لائے تو ایک عورت بیٹھی ہوئی دیکھی تو اس کے آنے کی وجہ سے دریافت کی تو جواب میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ عورت روئے جارہی ہے لیکن رونے کی وجہ نہیں بتاتی۔آپ نے عورت کو دیکھا تو اسے پہچان لیا۔وہ عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ! میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں آپ سے متعارف نہیں تھی،آپ نے اس موقع پر اس عورت سے فرمایا: الصبر عند الصدمة الاولی' صدمہ لاحق ہوتے وقت فوراً صبر کرنے کا اجر زیادہ ہے۔تاہم بعد میں تو سب کو صبر آجاتا ہے۔(الصحیح للبخاری حدیث نمبر ۱۳۸۲) ارشادِ ربانی ہے: ان اللہ مع الصابرین (بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَقْبِيْلِ الْمَيِّتِ

باب 12: میت کو بوسہ دینا

910 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ

909- اخرجه البخاری (177/3) كتاب الجنائز : باب: زيارة القبور، حديث (1283) واخرجه مسلم (322/3 الابی) كتاب الجنائز: باب: في الصبر على المصيبة عن الصدمة الاولى، حديث (926/14) وابو داؤد (210/2) كتاب الجنائز : باب : الصبر عن المصيبة، حديث (3124) والنسائي (22/4) كتاب الجنائز: باب الامر بالاحتساب والصبر عند نزول المصيبة، حديث (1870) واخرجه احمد (130/3، 143، 217) وعبد بن حميد (ص362) حديث (1203) عن شعبة، عن ثابت، عن انس بن مالك به۔

عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَّهُوَ مَيِّتٌ وَّهُوَ يَبْكِي اَوْ قَالَ عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ وَّعَآئِشَةَ

آثارِ صحابہ: قَالُوْا اِنَّ اَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا' وہ اس وقت فوت ہو چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ رو رہے تھے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

راویوں نے یہ بات بیان کی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کو بوسہ دیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

میت کو بوسہ دینا:

میت کا جسم پلید ہوتا ہے' یہ نجاست حکمی ہوتی ہے نہ کہ حقیقی۔ اسے غسل دیے بغیر نماز جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی۔ تمام آئمہ کے نزدیک میت کو بوسہ دینا جائز ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ دو ہجرتیں کرنے کی سعادت حاصل کی صحابہ بارگاہ [illegible] ہوتے تھے۔ مہاجرین میں سب سے پہلے انتقال کرنے والے تھے۔ ان کا انتقال ہونے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور آنسو بہاتے ہوئے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہونے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیشانی کو عقیدت و محبت سے بوسہ دیتے ہوئے کہا: طبت حیا و میتا (آپ زندگی میں صاف ستھرے تھے اور بعد از انتقال بھی)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ غُسْلِ الْمَيِّتِ

باب 13: میت کو غسل دینا

911 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ وَّمَنْصُوْرٌ وَّهِشَامٌ فَاَمَّا خَالِدٌ وَّهِشَامٌ فَقَالَا عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّحَفْصَةَ وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ

متن حدیث: تُوُفِّيَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ

910- اخرجه ابن ماجه (468/1) كتاب الجنائز : باب: ما جاء في تقبيل الميت' حديث (1456) واحمد (206'55'43/6) وعبد بن حميد (ص441)حديث (1526) عن سفيان الثوري' عن عاصم بن عبيد الله عن القاسم بن محمد عن عائشه به-

اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ وَاغْسِلْنَهَا بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا بِهٖ

اختلافِ روایت: قَالَ هُشَيْمٌ وَّفِيْ حَدِيْثِ غَيْرِ هٰؤُلَآءِ وَلَا اَدْرِيْ وَلَعَلَّ هِشَامًا مِّنْهُمْ قَالَتْ وَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ قَالَ هُشَيْمٌ اَظُنُّهُ قَالَ فَاَلْقَيْنَاهُ خَلْفَهَا قَالَ هُشَيْمٌ فَحَدَّثَنَا خَالِدٌ مِّنْ بَيْنِ الْقَوْمِ عَنْ حَفْصَةَ وَمُحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْدَاْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اُمِّ عَطِيَّةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اَنَّهُ قَالَ غُسْلُ الْمَيِّتِ كَالْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَقَالَ مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ لَيْسَ لِغُسْلِ الْمَيِّتِ عِنْدَنَا حَدٌّ مُّوَقَّتٌ وَّلَيْسَ لِذٰلِكَ صِفَةٌ مَعْلُوْمَةٌ وَّلٰكِنْ يُّطَهَّرُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ اِنَّمَا قَالَ مَالِكٌ قَوْلًا مُجْمَلًا يُّغَسَّلُ وَيُنْقٰى وَاِذَا اُنْقِيَ الْمَيِّتُ بِمَاءٍ قَرَاحٍ اَوْ مَاءٍ غَيْرِهٖ اَجْزَاَ ذٰلِكَ مِنْ غُسْلِهٖ وَلٰكِنْ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يُّغْسَلَ ثَلَاثًا فَصَاعِدًا لَّا يُقْصَرُ عَنْ ثَلَاثٍ لِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا وَّاِنْ اَنْقَوْا فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ اَجْزَاَ وَلَا نَرٰى اَنَّ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هُوَ عَلٰى مَعْنَى الْاِنْقَاءِ ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا وَّلَمْ يُؤَقِّتْ وَكَذٰلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ وَهُمْ اَعْلَمُ بِمَعَانِي الْحَدِيْثِ وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَتَكُوْنُ الْغَسَلَاتُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّيَكُوْنُ فِي الْاٰخِرَةِ شَيْءٌ مِّنْ كَافُوْرٍ

◆◆ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کی ایک صاحب زادی کا انتقال ہوگیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اسے طاق تعداد میں تین، پانچ یا اس سے زیادہ مرتبہ جوتم مناسب محسوس کرو، غسل دینا اور اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل دینا اور آخر میں کافور ملا دینا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) کچھ کافور ملا دینا۔ جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا۔ راوی خاتون بیان کرتی ہیں: جب ہم فارغ ہوئے، ہم نے آپ ﷺ کو بتایا: تو آپ ﷺ نے اپنی چادر ہماری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا: اسے اس کے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ہم نے ان صاحب زادی کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا دی تھیں۔

911- اخرجه البخاری (150/3) كتاب الجنائز: باب: غسل الميت ووضوئه بالماء والسدر، حديث (1253) وباب: يبدا بميامن الميت، حديث (1255) وباب: مواضع الوضوء من الميت، حديث (1256) وباب: هل تكفن المرأة فی ازار الرجل، حديث (1257) وباب: يجعل الكافور فی الاخيرة، حديث (1257) وباب: كيف الاشعار للميت، حديث (1261) ومسلم (338/3 الابی) كتاب الجنائز: باب: فی غسل الميت، حديث (939/36، 37، 38، 39، 40، 42) وابو داؤد (214/2) كتاب الجنائز: باب: كيف غسل الميت، حديث (3143-3144) والنسائی (30/4) كتاب الجنائز: باب: نقض رأس الميت، حديث (1883) وباب: غسل الميت اكثر من سبعة، حديث (1887) وباب: الكافور فی غسل الميت، حديث (1891، 1892) وباب: غسل الميت اكثر من خمس، حديث (1886) وابن ماجه (369/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء فی تغسيل الميت، حديث (1459) واخرجه الامام احمد (85/5) وفی (407/6، 408) والحميدی (174/1) حديث (360) من طرق عن حفصة عن ام عطية به۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ سیّدہ ام عطیہ ﷞ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا: تم اس کے دائیں طرف اور وضو کے اعضاء سے (غسل کا) آغاز کرنا۔

اس بارے میں سیّدہ ام سلیم ﷞ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی ﷬ فرماتے ہیں: سیّدہ ام عطیہ ﷞ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

ابراہیم نخعی ﷬ سے یہ بات منقول ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: میت کو اسی طرح غسل دیا جائے گا' جیسے غسل جنابت کیا جاتا ہے۔

امام مالک ﷬ بیان کرتے ہیں: ہمارے نزدیک میت کے غسل کی کوئی مقررہ حد یا کوئی مخصوص کیفیت نہیں ہے' بلکہ اصل مقصد یہ ہے: اسے پاک کر دیا جائے۔

امام شافعی ﷬ فرماتے ہیں: امام مالک ﷬ کے قول میں اجمال پایا جاتا ہے' میت کو غسل دیا جائے گا' اسے پاک صاف کیا جائے گا۔ جب میت کو کسی چیز میں ملے ہوئے پانی سے یا اس کے علاوہ پانی سے پاک کر دیا جائے' تو یہ اس کے غسل کی جگہ کافی ہوگا تاہم میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے: اسے تین مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دیا جائے' تین مرتبہ سے کم نہ دیا جائے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: تم اسے تین یا پانچ مرتبہ غسل دینا۔

(امام شافعی ﷬ فرماتے ہیں) اگر تین مرتبہ سے کم میں میت پاک ہو جائے' تو یہ بھی جائز ہے۔

امام شافعی ﷬ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان صفائی کرنے سے متعلق ہے: تین مرتبہ ہو یا پانچ مرتبہ میں ہو' اس کی کوئی متعین تعداد (مقصود) نہیں ہے۔

فقہاء نے اسی طرح یہ بات بیان کی ہے: اور وہ حدیث کے معنیٰ کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔

امام احمد ﷬ اور امام اسحٰق ﷬ یہ فرماتے ہیں: میت کو پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل کیا جائے گا' اور آخر میں کچھ کافور شامل کر دیا جائے گا۔

شرح

میت کو غسل دینے کا طریقہ:

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ اس کا کوئی مخصوص طریقہ نہیں بلکہ زندہ آدمی کے غسل جنابت کا طریقہ ہے۔ غسل میت کے فرائض، سنن اور مستحبات بھی غسل جنابت والے ہیں۔ میت مرد ہو تو اسے مرد اور خاتون ہو تو اسے خاتون غسل دے۔ بہتر ہے کہ اہل خانہ میت کو غسل دیں ورنہ ان کی درخواست پر دوسرا بھی غسل دے سکتا ہے۔ سب سے قبل غسل میت کے لیے پردے کا اہتمام کیا جائے۔ غسل میت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اسے ایک تختہ پر لٹایا جائے اور اس کے کپڑے اتار کر ایک چادر سے سینہ سے لے کر گھٹنوں تک جسم کو چھپا دیا جائے۔ بہتر ہے کہ پانی میں بیری کے پتے ڈال کر گرم کیا جائے اور اس سے غسل دیا جائے۔ غسال اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر یا تھیلی چڑھا کر ڈھیلے سے تین بار استنجاء کرائے۔ روئی پانی سے بھگو کر تین دفعہ اس کے مسوڑھوں میں [illegible]

جائے اور اگر منہ کھلا ہو تو روئی پانی سے بھگو کر منہ کے اندر تین دفعہ پھیری جائے لیکن پانی منہ کے اندر نہ جانے پائے کیونکہ اس کا نکالنا دشوار ہوگا۔ پھر چہرے کو تین بار خوب دھویا جائے۔ اسی طرح تین بار روئی بھگو کر نتھنوں کو اندر سے صاف کیا جائے اور پانی نتھوں میں نہ جانے پائے۔ پانی سے پہلے دائیں ہاتھ کو کہنیوں سمیت تین بار دھویا جائے پھر اسی طرح بائیں ہاتھ کو دھویا جائے۔ بعدازاں دائیں پاؤں کو تین بار ٹخنوں تک دھویا جائے پھر بائیں پاؤں کو اسی طرح دھویا جائے۔ بائیں پہلو پر لٹا کر دائیں پہلو پر سر سے پاؤں تک پانی بہایا جائے پھر میت کو دائیں پہلو پر لٹا کر بائیں پہلو پر از سرتا پا پانی بہایا جائے۔ پانی بہانے کا مطلب یہ ہے کہ صابون وغیرہ استعمال کرتے ہوئے خوب میل کچیل دور کیا جائے۔ پھر سر سے لے کر پاؤں تک تین بار خوب پانی بہایا جائے۔

سوال: حدیث باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کے انتقال کا ذکر ہے ان کا نام کیا ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتقال کرنے والی صاحبزادی کے نام میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (۲) حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا (۳) حضرت زینب رضی اللہ عنہا، تیسرا قول زیادہ راجح ہے۔

غسل میت کے فقہی مسائل:

غسل میت کے حوالے سے چند ایک فقہی مسائل درج ذیل ہیں:

☆ میت کے جسم پر ایک بار پانی بہانا فرض ہے اور تین بار مسنون ہے۔

☆ غسال باطہارت وباوضو ہونا چاہیے۔ اگر کسی جنبی یا حیض ونفاس والی خاتون نے غسل دیا تو فرض کفایہ ادا ہو جائے گا لیکن مکروہ ہوگا۔

☆ غسال نمازی اور امانت دار ہونا چاہیے۔ اگر دوران غسل میت کی کوئی خوبی دیکھے تو اسے بیان کر دے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: تم اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے اجتناب کرو۔

☆ اگر بدمذہب ہو اور دوران غسل اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا یا کوئی اور چیز دیکھے تو اسے بیان کرے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔

☆ اگر میت کو غسل دینے والے کئی ہوں، تو غسال اجرت وصول کر سکتا ہے لیکن ایک ہو، تو اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

☆ اگر میت پر ایک سے زائد غسل واجب ہوں، تو ایک غسل ہی سب کے لیے کافی ہوگا مثلاً مرنے کا غسل، جنابت، حیض اور نفاس کا غسل۔

☆ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے بشرطیکہ اس کے نکاح میں ہو ورنہ نہیں۔

☆ عورت کی وفات کی صورت میں شوہر اسے غسل نہیں دے سکتا اور نہ اسے چھو سکتا ہے۔ البتہ اسے دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

☆ عورت فوت ہو جائے جبکہ غسل دینے کے لیے وہاں کوئی عورت موجود نہ ہو، تو اسے تیمم کر دیا جائے گا۔ اگر محرم ہو تو اپنے ہاتھ سے تیمم کرائے گا اور غیر محرم ہو تو اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے گا۔

☆ کسی مرد کا انتقال ہوا تو غسل دینے کے لیے وہاں نہ کوئی مرد ہو اور نہ اس کی بیوی تو خواتین اسے تیمم کرائیں۔ تیمم کرانے

والی عورت محرم یا اس کی بیوی ہو تو وہ اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹے بغیر تیمم کرا سکتی ہے' جبکہ اس کے علاوہ عورت تیمم کرائے تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹنا ضروری ہے تاکہ غیر محرم کو اس کا ہاتھ مس نہ کرے۔

☆ایسی جگہ میں کسی کی وفات ہوئی کہ وہاں پانی موجود نہ ہو' تو میت کو تیمم کرایا جائے گا اور نمازی بھی تیمم کر کے نماز جنازہ ادا کریں۔ نماز جنازہ کے بعد اور تدفین سے قبل پانی دستیاب ہو گیا تو غسل میت اور نماز جنازہ کا اعادہ کیا جائے گا۔

☆میت مسلمان ہو، اس کا باپ کافر ہو تو اسے مسلمان غسل دیں، اس کے باپ کے حوالہ ہرگز نہ کریں۔

☆مردہ دستیاب ہوا لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ مسلمان ہے یا کافر تو اگر اس کی شکل وصورت مسلمانوں جیسی ہے تو اسے غسل دیا جائے اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی ورنہ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔

☆میت کے سر یا داڑھی میں کنگھا کرنا یا ناخن تراشنا یا جسم کے کسی حصہ کے بال اتارنا مکروہ تحریمی ہے۔

☆میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں پر رکھے جائیں جبکہ انہیں کندھوں پر رکھنا اور قیام نماز کی طرح سینے پر رکھنا منع ہے۔

(ماخوذ از ہدایہ و بہار شریعت مدنیہ جلد اوّل از صفحہ ۸۱۰ تا ۸۱۷)

بَابُ فِيْ مَا جَآءَ فِي الْمِسْكِ لِلْمَيِّتِ

باب 14: میت کو مشک لگانا

912 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ وَشَبَابَةُ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُلَيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ سَمِعَ اَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَطْيَبُ الطِّيبِ الْمِسْكُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بہترین خوشبو مشک ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

913 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خُلَيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْمِسْكِ فَقَالَ هُوَ اَطْيَبُ طِيبِكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْمِسْكَ لِلْمَيِّتِ قَالَ وَقَدْ رَوَاهُ الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ اَيْضًا عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

912- اخرجه ابو داؤد (217/2) كتاب الجنائز : باب: في المسك للميت: حديث (3158) والنسائي (39/4) كتاب الجنائز : باب: المسك: حديث (1905، 1906) واخرجه احمد (31/3، 36، 47، 87) عن المستمر بن الريان عن ابي سعيد الخدري به۔

توضیح راوی: قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ ثِقَةٌ قَالَ يَحْيَى خُلَيْدُ بْنُ جَعْفَرٍ ثِقَةٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے مشک کے بارے میں دریافت کیا گیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہاری سب سے بہترین خوشبو ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے میت کو مشک لگانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اس روایت کو بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا گیا ہے۔

امام علی بن مدینی نے امام یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کیا ہے: مستمر بن ریان نامی راوی ثقہ ہیں اور خلید بن جعفر نامی راوی بھی ثقہ ہیں۔

شرح

میت کو خوشبو لگانا:

مشک ایک نادر، قیمتی اور ہردلعزیز خوشبو ہے۔ چین میں ایک خاص نسل کا ہرن پایا جاتا ہے' جس کے نافہ میں اس کے تمام جسم کا خون جمع ہوتا ہے جو خشک ہو کر جم جاتا ہے تو نافہ گر جاتا ہے' جس سے مشک برآمد ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک خوشبو استعمال فرمائی ہے اور اس طرح اُمت کے لیے اس کا استعمال سنّت ہے۔ جب زندہ شخص اس خوشبو کو استعمال کر سکتا ہے تو میت کے لیے بھی اس کا استعمال جائز ثابت ہوتا ہے۔

سوال: مشک کی اصل خون ہے اور خون حرام ہے تو اسے بھی حرام ہونا چاہیے؟

جواب: یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب کسی چیز کی ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے تو اس کے احکام بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جب خون مشک میں تبدیل ہو گیا تو اس کا استعمال بھی جائز ہو گیا۔

حدیث باب میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کو عمدہ خوشبو قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دست اقدس سے خوشبو فراہم کرتے ہوئے بطور وصیت فرمایا: میرے انتقال کے بعد یہ خوشبو مجھے لگائی جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْغُسْلِ مِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ

باب 15: میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا

914 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ

914- اخرجه ابو داؤد (218/2) كتاب الجنائز: باب: في الغسل من غسل الميت' حديث (3162) وابن ماجه (470/1) كتاب الجنائز: باب: ماجاء في غسل الميت' حديث (1463) واخرجه احمد (272/2) من طرق عن ابى صالح' عن ابى هريرة به

سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مِنْ غُسْلِهِ الْغُسْلُ وَمِنْ حَمْلِهِ الْوُضُوْءُ يَعْنِى الْمَيِّتَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِىَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ مَوْقُوفًا

مذاہب فقہاء: وَّقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِى الَّذِىْ يُغَسِّلُ الْمَيِّتَ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِذَا غَسَّلَ مَيِّتًا فَعَلَيْهِ الْغُسْلُ وقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ وقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ اَسْتَحِبُّ الْغُسْلَ مِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَلَا اَرٰى ذٰلِكَ وَاجِبًا وَّهٰكَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وقَالَ اَحْمَدُ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا اَرْجُو اَنْ لَّا يَجِبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَاَمَّا الْوُضُوْءُ فَاَقَلُّ مَا قِيْلَ فِيْهِ وقَالَ اِسْحٰقُ لَا بُدَّ مِنَ الْوُضُوْءِ قَالَ وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَغْتَسِلُ وَلَا يَتَوَضَّاُ مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اس کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا چاہیے اور اسے اٹھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے۔ (راوی کہتے ہیں) یعنی میت کو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ''موقوف'' حدیث کے طور پر بھی منقول ہے۔

میت کو غسل دینے والے شخص کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' فرماتے ہیں: جب آدمی میت کو غسل دے' تو اس پر غسل کرنا لازم ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اس پر وضو کرنا لازم ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنے کو مستحب سمجھتا ہوں' تاہم میں اسے واجب نہیں سمجھتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: جو شخص میت کو غسل دے' مجھے امید ہے: اس پر غسل کرنا واجب نہیں ہوگا' جہاں تک وضو کا تعلق ہے' تو اس بارے میں بہت کم کلام کیا گیا ہے۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وضو کرنا ضروری ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسا شخص غسل نہیں کرے گا' اور وضو بھی نہیں کرے گا' جس نے میت کو غسل دیا ہو (یعنی اس پر یہ لازم نہیں ہے)

شرح

میت کوغسل دینے کے بعد غسال کے غسل کا مسئلہ:

میت کو جو شخص غسل دے تو وہ غسل میت کے بعد خود بھی غسل کر سکتا ہے اور جو لوگ غسل میت میں معاونت کریں وہ فراغت غسل پر وضو کر سکتے ہیں۔ اس مسئلہ میں قدرے فقہاء کا اختلاف ہے۔ اصحاب ظواہر کا مؤقف ہے کہ میت کوغسل دینے والے پر غسل اور اسے اٹھانے والوں پر وضو فرض ہے۔ جمہور فقہاء کا نقطہ نظر ہے کہ میت کوغسل دینے والے پر غسل کرنا مستحب ہے۔ غسال کے غسل کرنے کی چند حکمتیں درج ذیل ہیں:

(۱) میت کو غسل دینے کے دوران غسال کے جسم پر چھوٹی چھوٹی چھینٹیں پڑ سکتی ہیں جو واضح طور پر معلوم نہیں ہوتیں۔ اپنے جسم کی طہارت یقینی بنانے کے لیے غسل کر لینا بہتر ہے۔

(۲) جو لوگ غسل میت میں تجربہ نہیں رکھتے تھے ان سے دوران غسل بے احتیاطی کی صورت پیش آنا قرین قیاس ہے اور غسل کرنے سے وساوس وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْاَكْفَانِ

باب 16: کون سا کفن دینا مستحب ہے؟

915 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ سَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ الَّذِيْ يَسْتَحِبُّهُ اَهْلُ الْعِلْمِ وقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يُكَفَّنَ فِيْ ثِيَابِهِ الَّتِيْ كَانَ يُصَلِّي فِيْهَا وقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلَيْنَا اَنْ يُكَفَّنَ فِيْهَا الْبَيَاضُ وَيُسْتَحَبُّ حُسْنُ الْكَفَنِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور انہی کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

915– اخرجه ابو داؤد (401/2) كتاب الطب، باب : في الامر بالكحل، حديث (3878) و (449/2) كتاب اللباس : باب: في البياض حديث (4061) والنسائي (149/8) كتاب الزينة : باب: الكحل، حديث (5113) وابن ماجه (473/1) كتاب الجنائز : باب: ما جاء فيما يستحب من الكفن، حديث (1472) وكتاب اللباس: باب: البياض من الثياب حديث (3566) وكتاب الطب: باب: الكحل : بالاثمد: حديث (3497) واخرجه احمد (363'355'328'274'247'231/1) والحميدي (240/1) حديث (520) عن عبد الله بن خثيم عن سعيد بن جبير عن ابن عباس به۔

اس بارے میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ بات پسندیدہ ہے: کفن اسی طرح کے کپڑے میں دیا جائے' جس میں (آدمی) نماز ادا کرتا تھا (اور وہ سفید کپڑا ہے)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک کفن دینے کے لیے پسندیدہ کپڑا سفید ہے' اور یہ بات مستحب ہے: کفن اچھا ہو۔

بَابُ مِنْهُ

باب 17: بلاعنوان

916 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا وَلِىَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ

فی الباب: وَفِيْهِ عَنْ جَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ سَلَّامُ بْنُ اَبِىْ مُطِيْعٍ فِىْ قَوْلِهٖ وَلْيُحْسِنْ اَحَدُكُمْ كَفَنَ اَخِيْهِ قَالَ هُوَ الصَّفَاءُ وَلَيْسَ بِالْمُرْتَفِعِ

◆◆ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص اپنے بھائی کا ولی بنے تو اسے اچھے طریقے سے کفن دے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سلام بن ابو مطیع نے اس روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے' آدمی کو چاہیے کہ اپنے بھائی کو اچھا کفن دے۔

وہ یہ فرماتے ہیں: اس سے مراد صاف اور سفید ہونا ہے' قیمتی ہونا نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ كَفَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 18: نبی اکرم ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا؟

916- اخرجه ابن ماجه (473) كتاب الجنائز، باب: ما جاء فيما يستحب من الكفن، حديث (1474) عن محمد بن سيرين عن ابى قتادة به-

917 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيضٍ يَّمَانِيَةٍ لَّيْسَ فِيْهَا قَمِيصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ قَالَ فَذَكَرُوْا لِعَآئِشَةَ قَوْلَهُمْ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَبُرْدِ حِبَرَةٍ فَقَالَتْ قَدْ اُتِيَ بِالْبُرْدِ وَلٰكِنَّهُمْ رَدُّوْهُ وَلَمْ يُكَفِّنُوْهُ فِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کو تین سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا' جن میں قمیص یا عمامہ شامل نہیں تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: لوگوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا: کچھ لوگ یہ کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو کفن میں دو کپڑے دیے گئے تھے اور ایک کڑھائی کی ہوئی چادر تھی' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ چادر لائی گئی تھی' لیکن اسے واپس کر دیا گیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو اس میں کفن نہیں دیا گیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

918 سندِحدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَّنَ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فِيْ نَمِرَةٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِيَ فِيْ كَفَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِوَايَاتٌ مُّخْتَلِفَةٌ وَّحَدِيْثُ عَآئِشَةَ اَصَحُّ الْاَحَادِيْثِ الَّتِيْ رُوِيَتْ فِيْ كَفَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيْثِ عَآئِشَةَ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يُكَفَّنُ الرَّجُلُ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ اِنْ شِئْتَ فِيْ قَمِيصٍ وَّلِفَافَتَيْنِ وَاِنْ شِئْتَ فِيْ

917– اخرجه مالك فى الموطا (223/1) كتاب الجنائز : باب: ما جاء فى كفن الميت' حديث (5) واخرجه البخارى (167/3) كتاب الجنائز : باب: الكفن بغير قميص' حديث (1272'1271) وباب: الكفن بلا عمامة : حديث (1273) واخرجه مسلم (345/3 الابى) كتاب الجنائز : باب: فى كفن الميت' حديث (941/45) وابو داؤد (212/6) كتاب الجنائز : باب: فى الكفن: حديث (3152-3152) والنسائى (35/4) كتاب الجنائز: باب: كفن النبى صلى الله عليه وسلم ' حديث (1897-1898) وابن ماجه (472/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء فى كفن النبى صلى الله عليه وسلم حديث (1469) واخرجه احمد (40/6'45'118'132'165'192'203'214) وعبد بن حميد (ص 434) حديث (1495) و (ص436) حديث (1504) عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة به-

918– اخرجه احمد (329/3'357) عن زائدة' عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن جابربن عبد الله به-

ثَلَاثِ لَفَائِفَ وَيُجْزِي ثَوْبٌ وَّاحِدٌ اِنْ لَمْ يَجِدُوْا ثَوْبَيْنِ وَالثَّوْبَانِ يُجْزِيَانِ وَالثَّلَاثَةُ لِمَنْ وَّجَدَهَا اَحَبُّ اِلَيْهِمْ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا تُكَفَّنُ الْمَرْاَةُ فِيْ خَمْسَةِ اَثْوَابٍ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو ایک چھوٹی چادر میں کفن دیا تھا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے کفن مبارک کے بارے میں مختلف روایات نقل کی گئی ہیں' تاہم اس بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث سب سے زیادہ مستند ہے' جو نبی اکرم ﷺ کے کفن کے بارے میں نقل کی گئی ہیں۔

اکثر اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرد کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے گا' اگر تم چاہو' تو ایک قمیص اور دو لفافے میں دے دو' اگر تم چاہو' تو تین لفافوں میں دے دو اور اگر دو مزید کپڑے نہیں ملتے' تو ایک کپڑے میں کفن دینا بھی جائز ہے' اور صرف دو میں بھی کفن دینا جائز ہے' تاہم جس شخص کو میسر ہو' اس کے لیے تین کپڑوں میں کفن دینا اہلِ علم کے نزدیک زیادہ مستحب ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

اہلِ علم فرماتے ہیں: عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے گا۔

شرح

میت کے لیے افضل کفن:

کسی مخصوص کپڑے میں کفن دینا ضروری نہیں ہے جو بھی کپڑا نیا یا صاف وطاہر ہو اس میں تکفین کی جا سکتی ہے۔ غسل میت کی طرح تکفین بھی فرض کفایہ ہے تاہم سفید کپڑے میں کفن دینا افضل ہے۔ کفن کے حوالے سے شرعی ضابطہ یہ ہے کہ زندگی میں جس کپڑے کا زیب تن کرنا جائز ہے اس میں کفن دینا بھی جائز ہے' جس کپڑے کا پہننا مکروہ ہے اس میں کفن دینا بھی مکروہ ہے اور جس کپڑے کا استعمال کرنا حرام ہے اس میں کفن دینا بھی حرام ہے۔ مثلاً ریشمی کپڑے کا استعمال عورت کے لیے جائز ہے لیکن مرد کے لیے حرام ہے' لہٰذا ریشمی کپڑے میں عورت کی تکفین تو کی جا سکتی ہے لیکن مرد کے لیے حرام ہے بشرطیکہ متبادل کپڑا دستیاب ہو۔

میت کی تکفین کے وقت کپڑے میں افراط وتفریط سے کام لینے کی بجائے میانہ روی کا راستہ اختیار کیا جائے یعنی جس کپڑے میں تکفین کرنی ہو وہ نہ تو زیادہ قیمتی ہو اور نہ ردی ہو۔ البتہ وہ کپڑا درمیانی قیمت، نیا یا صاف ستھرا اور سفید رنگ کا ہونا چاہیے۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے: خیر الامور اوسطھا، میانہ روی بہترین کام ہے۔

خواتین وحضرات کے کفن کی تین اقسام ہیں: (۱) کفن سنت: مرد کے لیے کفن سنت تین کپڑے ہیں: تہبند' کرتا اور لفافہ۔

عورت کے لیے کفن سنت پانچ کپڑے ہیں: تہبند، کرتا، اوڑھنی، سینہ بند اور لفافہ۔ (۲) کفن کفایت: مرد کے لیے دو کپڑے ہیں: تہبند اور لفافہ۔ البتہ عورت کے لیے تین کپڑے ہیں (۳) کفن ضرورت: خواتین وحضرات کا کفن ضرورت کہ ایسا کپڑا ہے جس سے میت کا جسم چھپ جائے۔

سوال: حدیث باب میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا جبکہ طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ کو سات کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، تو یہ تعارض ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کی تکفین کے لیے کپڑے پیش کیے تھے جن کی تعداد سات تک پہنچ گئی لیکن تکفین کے لیے تین کپڑوں کا انتخاب کیا گیا جبکہ باقی کپڑے واپس کر دیے گئے تھے۔

سوال: حدیث باب میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں قمیص شامل نہیں تھی جبکہ مرد کے کفن سنت میں قمیص شامل ہے؟

جواب: حدیث باب میں مطلقاً قمیص کی نفی نہیں ہے بلکہ قمیص معتاد کی نفی ہے جو زندہ لوگوں کے ساتھ خاص ہے۔ میت کی قمیص کی نفی ہرگز نہیں ہے، کیونکہ وہ قمیص احیاء سے مختلف ہوتی ہے۔

کفن میں مذاہب آئمہ:

مرد کے لیے کفن سنت تین کپڑے ہیں اور یہ تین کپڑے کونسے ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ وہ تین کپڑے تین لفافے ہیں جن میں قمیص نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، جن میں نہ پگڑی تھی اور نہ قمیص تھی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کفن سنت مرد کے لیے تین کپڑے ہیں:۔ تہبند، قمیص اور لفافہ۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: كفن رسول صلى الله عليه وسلم في ثلاثة اثواب نجرانية، الحلة ثوبان وقميصه الذى مات فيه ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: دو چادروں اور وہ قمیص جس میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں قمیص معتاد کی نفی ہے لیکن قمیص میت کی نفی نہیں ہے، کیونکہ قمیص میت نہ سلی ہوئی ہوتی ہے اور نہ اس میں آستینیں ہوتی ہیں۔ تاہم وہ ایک کپڑا ہوتا ہے، جس کے بازو نہیں ہوتے اور گریبان چیرا جاتا ہے مگر کندھوں پر وہ سلائی کیا جاتا ہے اور موت کے آگے اور پیچھے کے حصہ میں گلے سے لے کر پاؤں تک ہوتا ہے۔

کفن کے حوالے سے چند فقہی مسائل:

میت کے کفن کے حوالے سے چند فقہی مسائل درج ذیل ہیں:

☆ بلاضرورت کفن ضرورت سے کم کرنا مکروہ ہے۔

☆ کپڑا اچھا ہونا چاہیے یعنی مرد جو عیدین کے مواقع پر زیب تن کرتا تھا اور عورت پہن کر میکے جاتی تھی' کی قیمت کا ہونا چاہیے۔

☆ کسی نے دو کپڑوں میں کفن دینے کی وصیت کی تو وہ جاری نہیں ہوگی بلکہ تین کپڑوں میں کفن دیا جائے گا۔ اگر کسی نے زیادہ قیمتی کپڑے میں کفن دینے کی وصیت کی تو وہ نافذ العمل نہیں ہوگی بلکہ میانے کپڑے میں کفن دیا جائے گا۔

☆ میت نے کچھ ترکہ چھوڑا تو اسی کے مال سے کفن دیا جائے گا۔ اگر اس پر قرض ہو' تو قرض خواہ کفن کفایت سے زیادہ کو منع کر سکتے ہیں اور اگر وہ منع کریں تو اجازت متصور ہوگی۔

☆ میت کی تکفین پرانے کپڑے سے بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ دھلا ہوا اور صاف ستھرا ہو۔

☆ دین' وصیت اور میراث پر کفن مقدم ہے۔ دین وصیت پر اور وصیت میراث پر مقدم ہے۔

☆ اگر میت نے مال نے چھوڑا ہو' تو اس کا کفن اس کے ذمہ ہے جو زندگی میں اس کی کفالت کرتا تھا۔ اگر ایسا شخص موجود نہ ہو' تو اس کے کفن کا اہتمام بیت المال سے کیا جائے گا۔

☆ میت عورت ہو' تو اس نے خواہ مال چھوڑا ہو لیکن اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ عورت سے ایسا امر صادر نہ ہوا جس کے سبب عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو گیا ہو۔

☆ کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی پر کفن یوں بچھایا جائے کہ پہلے بڑی چادر جو میت کے سر اور پاؤں کی طرف سے ایک فٹ لمبی ہو' پھر تہبند جو بہت کے سر اور پاؤں کے برابر ہو اور اس کے اوپر کفنی ہو۔ غسل کے بعد میت کو کپڑے سے خشک کر کے اس پر لٹایا جائے' سب سے قبل کفنی پہنائی جائے' داڑھی اور تمام جسم پر خوشبو جبکہ اعضاء سجود پر کافور لگائی جائے۔ پھر تہبند اس طرح لپیٹیں کہ پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے اور پھر اسی طرح لفافہ لپیٹیں یعنی پہلے بائیں جانب سے پھر دائیں طرف سے تا کہ دایاں حصہ اوپر ہو۔ پھر لفافہ کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں۔

(ماخوذ از بہار شریعت مدنیہ جلد اول از صفحہ ۱۱۳۹ تا ۱۱۴۰)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الطَّعَامِ يُصْنَعُ لِاَهْلِ الْمَيِّتِ

باب 19: میت کے گھر والوں کے لیے کھانا پکانا

919 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا جَآءَ نَعْيُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوْا لِاَهْلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَاِنَّهُ قَدْ جَآئَهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ

919- اخرجه ابو داؤد (212/2) كتاب الجنائز : باب: صنعة الطعام لاهل الميت' حديث (3132) وابن ماجه (514/1) كتاب الجنائز : باب: ما جاء في الطعام يبعث الى اهل الميت' حديث (1610) واخرجه احمد (205/1) والحميدي (247/1) حديث (537) عن سفيان بن عيينة' عن جعفر بن خالد بن سارة عن ابيه عن عبد الله بن جعفر به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَانَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّوَجَّهَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ شَیْءٌ لِشُغْلِهِمْ بِالْمُصِيْبَةِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

متن حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَجَعْفَرُ بْنُ خَالِدٍ هُوَ ابْنُ سَارَةَ وَهُوَ ثِقَةٌ رَوٰى عَنْهُ ابْنُ جُرَيْجٍ

◆◆ جعفر بن خالد اپنے والد کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے وصال کی اطلاع آئی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو! اس حادثے کی وجہ سے یہ کھانا نہیں پکا سکتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے: میت کے گھر والوں کو کوئی چیز بھی دی جائے' کیونکہ وہ اس وقت مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

جعفر بن خالد جعفر بن خالد بن سارہ ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔ ابن جریج نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔

شرح

میت کے اہل خانہ کے لیے کھانا تیار کرنے کا مسئلہ:

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا شمار مشہور صحابہ کبار میں ہوتا تھا۔ بالکل نوعمر ونوجوان تھے، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت وحکم سے غزوہ موتہ میں شریک ہوئے اور شہید ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی اطلاع ملی، آپ پریشانی کے عالم میں ان کے گھر تشریف لے گئے، بچوں کے سروں پر دست شفقت رکھا جبکہ آنکھوں میں آنسو تھے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ شاید ان کے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے والدین نثار ہوں، آپ کیوں رو رہے ہیں کیا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! وہ آج شہید کر دیے گئے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا صدمہ سے نڈھال ہو گئیں اور کثیر تعداد میں خواتین ان کے پاس جمع ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ جعفر طیار کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کر کے بھیجو کیوں کہ آج وہ صدمہ سے دوچار ہیں۔ آپ پر بھی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے صدمہ کا اثر اس قدر تھا کہ تین دن تک مسجد نبوی شریف میں قیام پذیر رہے۔

۱ جب کسی کے ہاں موت واقع ہو جائے تو کوئی ہمسایہ یا کوئی رشتہ دار یا دوست واحباب میں سے صرف ایک دن کا کھانا میت کے اہل خانہ کے لیے بھیجے، یہ مستحب ہے۔ ایک دن سے زائد یا افراد خانہ کے علاوہ لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنے یا انہیں کھلانے کی

اجازت نہیں ہے۔اس طرح نماز جنازہ میں شمولیت کرنے والے اور تعزیت کے لیے آنے والے لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنا جائز نہیں ہے۔اسی طرح قل خوانی' ساتویں' دسویں اور چالیسویں کے مواقع پر کھانا تیار کرنا طعام میت یا دعوت میت ہے' جس کی شرعی نقطہ نظر سے گنجائش نہیں ہے۔اس لیے کہ دعوت خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے نہ کہ غمی کے موقع پر۔البتہ ان مواقع پر غرباء و مساکین' دینی طلباء و طالبات اور وہ بیوگان یا یتیم لوگ جو مالدار نہ ہوں، پر صدقہ و خیرات کرنا یا انہیں کھانا کھلانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

☆ ایصال ثواب سنت ہے اور موت میں ضیافت ممنوع' اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ص۶۰۴)

☆ دور و اکناف سے آنے والے اعزاز و اقارب کے لیے کھانا تیار کرنے' کھلانے اور ان کے کھانے کے بارے میں دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا: میت کی دعوت برادری کے لیے منع ہے، ان کا برا ماننا حماقت ہے۔ہاں برادری میں جو فقیر ہو اسے دینا اور فقیر کے دینے سے افضل ہے۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ص۶۰۹)

☆ (فوت شدہ کے گھر) پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہے' بھیجنا سنت ہے اس سے زائد کی اجازت نہیں۔نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت، نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے اور اس میں سے کھائیں۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ص۳۰۶)

☆ طعام تین قسم کا ہے: ایک وہ کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے یہ ناجائز و ممنوع ہے۔اس لیے کہ دعوت کو شریعت میں خوشی میں رکھا گیا ہے غمی میں نہیں۔اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کے لیے بنیت تصدیق کیا جاتا ہے۔فقراء اس کے لیے احق ہیں' اغنیاء کو نہ چاہیے، تیسرے وہ طعام کہ نذور ارواح طیبہ حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیا جاتا ہے اور فقراء و اغنیاء سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے یہ سب کو بلا تکلف روا ہے۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ص۶۱۴)

☆ نتیجہ' دسواں' چہلم وغیرہ جائز ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کریں اور مساکین کو دیں۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ص۵۹۹)

☆ رسوم کے چنے فقراء ہی کھائیں' غنی کو نہ چاہیے بچہ یا بڑا غنی بچوں کو ان کے والدین منع کریں۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ص۶۱۵)

☆ عوام مسلمین کی فاتحہ' چہلم' برسی' ششماہی کا کھانا بھی اغنیاء کو مناسب نہیں۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ص۶۱۰)

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے: ''دعوت میت'' منع ہے' کیونکہ دعوت خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے نہ کہ غمی کے موقع پر۔یہ دعوت خواہ ورثاء میت کریں یا عزاء و اقارب کریں بہرحال منع ہے۔البتہ غرباء' دینی طلباء اور بیوگاں کو اس موقع پر بطور ایصال ثواب کھانا کھلانا جائز ہے مگر تعزیت کے لیے آنے والے لوگوں اور صاحب حیثیت افراد کو کھلانا اور ان کا کھانا منع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنْ ضَرْبِ الْخُدُوْدِ وَشَقِّ الْجُيُوْبِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

باب 20: مصیبت کے وقت گال پیٹنے اور گریبان پھاڑنے کی ممانعت

920 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي زُبَيْدٌ الْاَيَامِيُّ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوبَ وَضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَدَعَا بِدَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص گریبان پھاڑ دے اور گال پیٹے اور زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ النَّوْحِ

باب 21: نوحہ کرنا حرام ہے

921 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ وَّمَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدٍ الطَّائِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ الْاَسَدِيِّ قَالَ

متن حدیث: مَاتَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ قَرَظَةُ بْنُ كَعْبٍ فَنِيحَ عَلَيْهِ فَجَآءَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ مَا بَالُ النَّوْحِ فِي الْاِسْلَامِ اَمَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ عُذِّبَ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّاَبِيْ مُوْسٰى وَقَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَجُنَادَةَ بْنِ مَالِكٍ وَّاَنَسٍ وَّاُمِّ عَطِيَّةَ وَسَمُرَةَ وَاَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْمُغِيْرَةِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کا انتقال ہو گیا جن کا نام قرظہ بن کعب تھا' ان پر نوحہ کیا گیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے' وہ منبر پر چڑھے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر ارشاد فرمایا: اسلام میں نوحہ کرنے کی کیا حیثیت ہے؟

میں نے خود نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص پر نوحہ کیا جاتا ہے' اس پر اس نوحہ کیے جانے کی وجہ

920- اخرجه البخاری (195/3) كتاب الجنائز : باب: ليس منا من شق الجيوب' حديث (1294) وباب ليس من ضرب الخدود' حديث (1297) وباب: ما ينهى من الويل و دعوى الجاهلية عن المصيبة' حديث (1298) وكتاب المناقب' باب: ما ينهى من دعوى الجاهلية' حديث (3519) ومسلم (350/1 الابى) كتاب الايمان' باب: تحريم ضرب الخدود' وشق الجيوب' والدعاء بدعوى الجاهلية' حديث (103'166'103/165) والنسائی (20/4) كتاب الجنائز : باب: ضرب الخدود' حديث (1862) وباب: شق الجيوب' حديث (1864) وابن ماجه (504/1) كتاب الجنائز' باب : ما جاء في النهى عن ضرب الخدود شق الجيوب حديث (1584) واخرجه احمد (465'456 '442 '432'386/1) عن مسروق عن ابن مسعود-

921- اخرجه البخاری (191/3) كتاب الجنائز: باب: ما يكره من النياحة على الميت' حديث (1291) ومسلم (331/3 الابى) كتاب الجنائز : باب: الميت يعذب ببكاء اهله عليه(28-933) واخرجه احمد (255'252'245/4) عن علي بن ربيعه الاسدى عن المغيرة بن شعبة به-

سے عذاب نازل ہوتا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جنادہ بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

922 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ وَالْمَسْعُوْدِیُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ اَبِی الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَرْبَعٌ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَنْ يَّدَعَهُنَّ النَّاسُ النِّيَاحَةُ وَالطَّعْنُ فِی الْاَحْسَابِ وَالْعَدْوٰی اَجْرَبَ بَعِيْرٌ فَاَجْرَبَ مِائَةَ بَعِيْرٍ مَنْ اَجْرَبَ الْبَعِيْرَ الْاَوَّلَ وَالْاَنْوَاءُ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت میں چار کام زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھتے ہیں، جنہیں لوگ ترک نہیں کریں گے۔ نوحہ کرنا، نسب میں طعن کرنا، چھوت کا یقین رکھنا، یعنی ایک اونٹ کو خارش تھی، تو اس کی وجہ سے باقیوں کو بھی ہوگئی (بھلا سوچو) پہلے کو کس نے خارش میں مبتلا کیا تھا؟ اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا کہ بارش ستاروں کی گردش کی وجہ سے نازل ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب 22: میت پر (بلند آواز میں) رونا مکروہ ہے

923 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ الْبُكَاءَ عَلَى الْمَيِّتِ قَالُوا الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ

922– اخرجه احمد (291/2، 414، 455، 456، 526، 531) عن علقمة بن مرثد عن ابی الربیع عن ابی هریرة به۔

923– اخرجه البخاری (180/3) کتاب الجنائز: باب: قول النبی صلی الله علیه وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه اذا کان النوح من سنة: حدیث (1286) واخرجه مسلم (326/3 الابی) کتاب الجنائز: باب: المیت یعذب ببکاء اهله علیه: حدیث (927/16، 927/17، 927/18، 927/19)

وَذَهَبُوْا اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ اَرْجُو اِنْ كَانَ يَنْهَاهُمْ فِيْ حَيَاتِهٖ اَنْ لَّا يَكُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ شَىْءٌ

◆◆ سالم بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات نقل کی ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے میت پر رونے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: میت کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

انہوں نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں مجھے یہ امید ہے: اگر میت نے اپنی زندگی میں اس بات سے منع کر دیا ہو' تو اسے کوئی عذاب نہیں ہوگا۔

924 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِيْ اَسِيدُ بْنُ اَبِيْ اَسِيدٍ اَنَّ مُوْسٰى بْنَ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ اَخْبَرَهٗ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا مِنْ مَيِّتٍ يَّمُوْتُ فَيَقُوْمُ بَاكِيهِ فَيَقُوْلُ وَا جَبَلَاهُ وَا سَيِّدَاهُ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ اِلَّا وُكِّلَ بِهٖ مَلَكَانِ يَلْهَزَانِهٖ اَهٰكَذَا كُنْتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت موسیٰ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے یہ بات نقل کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی میت فوت ہو جاتی ہے' اور اس پر کوئی روتے ہوئے کھڑا ہو کر یہ کہتا ہے: ہائے پہاڑ، ہائے سردار! یا اس طرح کے الفاظ استعمال کرتا ہے' تو اس میت پر دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں: جو اسے گھونسے مارتے ہوئے یہ کہتے ہیں: کیا' تو اسی طرح تھا؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب 23 میت پر رونے کی اجازت

925 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

924- اخرجه ابن ماجه (508/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في الميت يعذب بما نيح عليه، حديث (1594) واخرجه احمد (414/4) عن اسيد بن ابي اسيد، عن موسى بن ابي موسى عن ابيه به-

925- اخرجه احمد (31/2) عن محمد بن عمرو، عن يحيى بن عبد الرحمن عن ابن عمر به-

متن حدیث: اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ وَهِمَ اِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مَاتَ يَهُوْدِيًّا اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ وَاِنَّ اَهْلَهُ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّقَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَآئِشَةَ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ اَهْلُ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا وَتَاَوَّلُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ (۱)

◆◆ یحییٰ بن عبدالرحمٰن، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میت کے گھر والوں پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات فرمائی: اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے انہوں نے جھوٹی بات بیان نہیں کی تھی لیکن وہ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ایک ایسے شخص کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی جو یہودی ہونے کی حالت میں مرا تھا' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: اس میت کو عذاب دیا جارہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

بعض اہل علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے' اور وہ اس آیت کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

''کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

926 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متن حدیث: اَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰى ابْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ فَوَجَدَهٗ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهٗ فِىْ حِجْرِهٖ فَبَكٰى فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَتَبْكِىْ اَوَلَمْ تَكُنْ نَهَيْتَ عَنِ الْبُكَاءِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ اَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ خَمْشِ

926- اخرجه عبد بن حميد (ص 309) رحميث (1006) عن ابن ابى ليلىٰ عن عطاء عن جابر بن عبد الله به-

وُجُوهٍ وَّشَقِّ جُيُوبٍ وَّرَنَّةِ شَيْطَانٍ وَّفِي الْحَدِيثِ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور انہیں ساتھ لے کر اپنے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں اس حالت میں پایا کہ وہ آخری سانسیں لے رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں پکڑ لیا' آپ نے انہیں اپنی گود میں رکھا اور رونے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے آپ کی خدمت میں عرض کی: کیا آپ بھی رو رہے ہیں؟ کیا آپ نے رونے سے منع نہیں کیا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! میں نے دو آوازوں سے منع کیا ہے' جو دو احمق لوگوں کی طرح ہوتی ہیں اور گناہگاروں کی طرح ہوتی ہیں' ایک تو وہ جو مصیبت کے وقت چہرہ نوچا جائے اور گریبان چاک کیا جائے اور دوسری وہ جو شیطان کی طرح رونے کی آواز ہوتی ہے۔ (یعنی نوحہ کرنا)

اس بارے میں اس سے زیادہ کلام کیا جاسکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

927 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ قَالَ وحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا

متنِ حدیث: سَمِعَتْ عَائِشَةَ وَذُكِرَ لَهَا اَنَّ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لِاَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ نَسِيَ اَوْ اَخْطَاَ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يُبْكٰى عَلَيْهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ان کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا گیا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہیں: میت پر زندہ شخص کے رونے کی وجہ سے' میت کو عذاب دیا جاتا ہے' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن کی مغفرت کرے' انہوں نے جھوٹی بات بیان نہیں کی' لیکن وہ بھول گئے ہیں یا ان سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ ایک یہودی عورت کے پاس سے گزرے تھے' جس پر رویا جا رہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: لوگ اس (عورت) پر رو رہے ہیں اور اسے اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

927- اخرجه البخاري (181/3) كتاب الجنائز: باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم يعذب الميت ببعض بكاء اهله عليه اذا كان النوح من سنة' وحديث (1289/1288) واخرجه مسلم (327/3- الابي) كتاب الجنائز: باب: الميت يعذب ببكاء اهله عليه' حديث (927/20)-(927/27)

شرح

مصیبت کے وقت گریبان چاک کرنے‘ میت پر نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار ابواب کے ذیل میں آٹھ احادیث مبارکہ تخریج فرمائی ہیں جن میں میت کے حوالے سے چند اہم امور کی ممانعت کی تصریح فرمائی ہے۔ان امور کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) ممانعت ماتم کی وجوہات: کسی مصیبت کے وقت سینہ کوبی کرنا‘ دیوار سے سر مارنا اور سر منڈوانا تینوں باتیں ماتم میں شامل ہونے کی وجہ سے منع ہیں۔میت پر نوحہ وماتم کے منع ہونے کی متعدد وجوہات ہیں:(۱) دور جاہلیت میں لوگ مصنوعی و بتکلف اظہار غم کرتے تھے جو ایک ضرر رساں اور قابل مذمت فعل تھا،اس لیے اسلام نے اس سے منع کر دیا۔(۲) بعض اوقات ہیجان‘ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر عدم رضا کا ترجمان ثابت ہوتا ہے، حالانکہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی پیش نظر ہونی چاہیے اس لیے ایسے ہیجان وخلل سے منع کیا گیا ہے(۳) حدیث باب میں مذکور امور ثلاثہ غم میں ہیجان کا سبب بنتے ہیں، وارث میت کی حیثیت مریض کی ہے، مریض کے مرض میں کمی کی سعی کی جاتی ہے نہ کہ اضافہ کی اور جو چیز مرض کے اضافہ کا سبب بنے وہ نقصان دہ ہوتی ہے‘ لہٰذا اسلام نے نوحہ وماتم سے منع کر دیا۔

(۲) ممانعت نوحہ: کسی عزیز کی وفات ہونے پر دل کا بے قابو ہو جانا اور صدمہ کی وجہ سے رو پڑنا‘ انسانی فطرت کا حصہ ہے۔اس موقع پر تحمل‘ بردباری اور صبر سے کام لینا باعث اجر ہے۔البتہ آواز کے بغیر آنکھوں سے آنسو امڈ آنا، قابل مذمت و قابل گرفت چیز نہیں ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے ان کی حالت ملاحظہ فرما کر رو پڑے تو دوسرے لوگ بھی رو پڑے۔اس موقع پر آپ یوں مخاطب ہوئے: اے لوگو سنو! اللہ تعالیٰ آنسو بہانے اور قلب کے حزن و ملال کے سبب سزا نہیں دیتا بلکہ زبان کی وجہ سے سزا دیتا ہے یعنی جو شخص اپنی زبان سے بے صبری‘ بے ادبی اور ناشکری کے کلمات نکالتا ہے تو وہ عذاب کا حقدار اور جو حمد وثناء میں رطب اللسان ہو وہ قابل اجر و ثواب ہوتا ہے۔الغرض با آواز رونا ماتم ہے جو حرام ہے لیکن بغیر آواز کے صرف آنسو بہانا صبر کی علامت ہے اور صابر اجر و ثواب کا حقدار ہوتا ہے۔

سوال: حدیث باب میں تصریح ہے کہ میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے‘ جبکہ قرآن کریم میں ہے: لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی ایک شخص کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جاتا، اس طرح حدیث وقرآن میں تعارض ہوا؟

جواب:(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وعید کافر کے لیے بیان فرمائی۔(۲) یہ وعید اس شخص کے حق میں وارد ہوئی ہے‘ جسے یقین ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اہل خانہ یقیناً روئیں گے لیکن اس نے انہیں نہ رونے کی وصیت نہ کی ہو(۳) لفظ ”المیت“ پر الف لام عہد خارجی ہے‘ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ ایک خاص شخص کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔(۴) یہ روایت اس شخص کے حق میں وارد ہوئی ہے جو اپنے اہل خانہ کو رونے کی وصیت کر کے دنیا سے رخصت ہوا ہو(۵) میت کے اہل خانہ جب روتے وقت: واجبلاہ‘ واسیداہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو فرشتے میت کے سینہ پر ہاتھ مار کر دریافت کرتے ہیں: أ ھکذا کنت ؟ (کیا تو ایسا ہی تھا؟) اس پر میت کو تکلیف ہوتی ہے۔(۶) اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات اہل خانہ

میت کی خوبیاں بیان کر کے روتے ہیں جو درحقیقت وہ خوبیاں نہیں بلکہ قابل مذمت برائیاں ہوتی ہیں۔اس وجہ سے میت کو سزا دی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَشْيِ اَمَامَ الْجَنَازَةِ

باب 24: جنازے کے آگے چلنا

928 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ يَمْشُونَ اَمَامَ الْجَنَازَةِ

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنازے کے آگے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔

929 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّبَكْرٍ الْكُوْفِيِّ وَزِيَادٍ وَّسُفْيَانَ كُلُّهُمْ يَذْكُرُ اَنَّهُ سَمِعَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ يَمْشُونَ اَمَامَ الْجَنَازَةِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔وہ یہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنازے کے آگے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔

930 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ يَمْشُوْنَ اَمَامَ الْجَنَازَةِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَاَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ اَنَّ اَبَاهُ كَانَ يَمْشِي اَمَامَ الْجَنَازَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ هٰكَذَا رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ وَّزِيَادُ بْنُ سَعْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَرَوٰى مَعْمَرٌ وَّيُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ وَمَالِكٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْشِي اَمَامَ الْجَنَازَةِ وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ كُلُّهُمْ يَرَوْنَ اَنَّ الْحَدِيْثَ الْمُرْسَلَ فِي ذٰلِكَ اَصَحُّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مُوْسٰى يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدِيْثُ الزُّهْرِيِّ فِي

928- اخرجه ابو داؤد (222/2) كتاب الجنائز : باب: المشى امام الجنازة، حديث (3179) والنسائى (56/4) كتاب الجنائز: باب الماشى من الجنازة، حديث (1944، 1945) وابن ماجه (475/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء فى المشى امام الجنازة، حديث (1482) واخرجه احمد (8/2، 37، 122، 140) والحميدى (276/2) وحديث (607) من طرفه عن سالم ابيه به-

هٰذَا مُرْسَلٌ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَرٰى ابْنَ جُرَيْجٍ اَخَذَهُ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ زِيَادٍ وَّهُوَ ابْنُ سَعْدٍ وَّمَنْصُوْرٍ وَّبَكْرٍ وَّسُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ وَاِنَّمَا هُوَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ رَوٰى عَنْهُ هَمَّامٌ

مذاہب فقہاء: وَّاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِى الْمَشْيِ اَمَامَ الْجَنَازَةِ فَرَاَى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْمَشْيَ اَمَامَهَا اَفْضَلُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ قَالَ وَحَدِيْثُ اَنَسٍ فِىْ هٰذَا الْبَابِ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

◆◆ زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنازے کے آگے چلا کرتے تھے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: سالم نے مجھے یہ بات بتائی ہے: ان کے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) جنازے کے آگے چلا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کو ابن جریج' زیاد بن سعد اور دیگر راویوں نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، سالم کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' اسی طرح نقل کیا ہے' جیسا کہ ابن عیینہ نے نقل کیا ہے۔

معمر، یونس بن یزید اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ' دیگر محدثین نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ جنازے کے آگے چلا کرتے تھے۔

تمام محدثین کے نزدیک یہ روایت ''مرسل'' ہے' اور ''مرسل'' ہونے کے طور پر زیادہ مستند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن موسیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ یہ فرماتے ہیں: میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: وہ یہ فرماتے ہیں: ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: اس بارے میں زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت ''مرسل'' ہونے کے طور پر اس روایت سے زیادہ مستند ہے' جسے ابن عیینہ نے (''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے)

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرا یہ خیال ہے ابن جریج نے اس روایت کو ابن عیینہ سے حاصل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمام بن یحییٰ نے اس حدیث کو زیاد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یہ زیاد بن سعد ہیں اس کے علاوہ منصور اور بکر کے حوالے سے نقل کیا ہے' جبکہ سفیان نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، سالم کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہ سفیان بن عیینہ ہیں جن سے ہمام نے روایت نقل کی ہے۔

جنازے کے آگے چلنے کے بارے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور بعد دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کے نزدیک جنازے کے آگے چلنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث محفوظ نہیں ہے۔

931 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَکْرٍ حَدَّثَنَا یُوْنُسُ بْنُ یَزِیْدَ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ کَانُوْا یَمْشُوْنَ اَمَامَ الْجَنَازَۃِ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: سَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ فَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ خَطَاٌ اَخْطَاَ فِیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ بَکْرٍ وَّاِنَّمَا یُرْوٰی ھٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ الزُّھْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ کَانُوْا یَمْشُوْنَ اَمَامَ الْجَنَازَۃِ

آثارِ صحابہ: قَالَ الزُّھْرِیُّ وَاَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَنَّ اَبَاہُ کَانَ یَمْشِیْ اَمَامَ الْجَنَازَۃِ قَالَ مُحَمَّدٌ ھٰذَا اَصَحُّ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جنازے کے آگے چلا کرتے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: محمد بن بکر نامی راوی نے اس روایت کو نقل کرنے میں غلطی کی ہے۔ یہ روایت یونس نامی راوی کے حوالے سے' زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنازے کے آگے چلا کرتے تھے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سالم نے مجھے یہ بات بتائی ہے: ان کے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) جنازے کے آگے چلا کرتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْمَشْیِ خَلْفَ الْجَنَازَۃِ

باب 25: جنازے کے پیچھے چلنا

932 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا وَھْبُ بْنُ جَرِیْرٍ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ یَحْیٰی اِمَامِ بَنِیْ تَیْمِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْ مَاجِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَشْیِ خَلْفَ الْجَنَازَۃِ قَالَ مَا دُوْنَ الْخَبَبِ فَاِنْ کَانَ خَیْرًا عَجَّلْتُمُوْہُ وَاِنْ کَانَ شَرًّا فَلَا یُبَعَّدُ اِلَّا اَھْلُ النَّارِ الْجَنَازَۃُ مَتْبُوْعَۃٌ وَّلَا تَتْبَعُ وَلَیْسَ مِنْھَا مَنْ تَقَدَّمَھَا

931– اخرجه ابن ماجه (475/1) كتاب الجنائز: باب : ما جاء في المشي امام الجنازة، حديث (1482) عن محمد بن بكر البرساني، قال: انبانا يونس الايلي، عن ابن شهاب عن انس بن مالك به-

932– اخرجه ابو داؤد (223/2) كتاب الجنائز: باب: الاسراع بالجنازة، حديث (3184) وابن ماجه (476/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في المشي امام الجنازة، حديث (1484) واخرجه احمد (378/1، 494، 415، 419، 432) عن يحيى بن عبد الله التيمي الجابر عن ابي ماجد الحنفي عن عبد الله بن مسعود به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا يُعْرَفُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يُضَعِّفُ حَدِيْثَ اَبِىْ مَاجِدٍ لِهٰذَا وقَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ قِيْلَ لِيَحْيٰى مَنْ اَبُوْ مَاجِدٍ هٰذَا قَالَ طَائِرٌ طَارَ فَحَدَّثَنَا

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِلٰى هٰذَا رَاَوْا اَنَّ الْمَشْىَ خَلْفَهَا اَفْضَلُ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَاِسْحٰقُ

توضیح راوی: قَالَ اِنَّ اَبَا مَاجِدٍ رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ لَّا يُعْرَفُ اِنَّمَا يُرْوٰى عَنْهُ حَدِيْثَانِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّيَحْيٰى اِمَامُ بَنِىْ تَيْمِ اللّٰهِ ثِقَةٌ يُكْنٰى اَبَا الْحَارِثِ وَيُقَالُ لَهٗ يَحْيَى الْجَابِرُ وَيُقَالُ لَهٗ يَحْيَى الْمُجْبِرُ اَيْضًا وَّهُوَ كُوْفِيٌّ رَوٰى لَهٗ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَاَبُو الْاَحْوَصِ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ سے جنازے کے پیچھے چلنے کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: تیزی سے چلو' کیونکہ اگر وہ نیک ہوگا' تو تم اسے جلدی آگے پہنچا دو گے اور اگر وہ برا ہوگا' تو اہلِ جہنم سے جان چھڑائی جاتی ہے۔ جنازے کے پیچھے چلا جاتا ہے' اسے پیچھے نہیں رکھا جاتا' جو اس سے آگے چلے اس کا اس سے تعلق نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث' ہم اسے صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کے طور پر' وہ بھی صرف اسی سند کے ہمراہ جانتے ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سنا: انہوں نے ابوماجد سے منقول اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حمیدی نے یہ بات بیان کی ہے: ابن عیینہ یہ فرماتے ہیں: یحییٰ سے دریافت کیا گیا: ابوماجد کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ایک مجہول الحال شخص۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے' ان کے نزدیک جنازے کے پیچھے چلنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

ابوماجد نامی راوی مجہول ہے ان سے دو روایات منقول ہیں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہیں۔

یحییٰ نامی راوی جو بنو تیم اللہ قبیلے کے امام ہیں۔ یہ ثقہ ہیں اور ان کی کنیت ''ابوالحارث'' ہے۔

ایک قول کے مطابق انہیں یحییٰ جابر کہا جاتا ہے' اور ایک قول کے مطابق انہیں یحییٰ مجبر کہا جاتا ہے' یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

شعبہ' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' ابوالاحوص اور سفیان بن عیینہ نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ كَرَاهِيَةِ الرُّكُوْبِ خَلْفَ الْجَنَازَةِ

باب 26: جنازے کے پیچھے سوار ہوکر چلنا مکروہ ہے

933 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِىْ مَرْيَمَ عَنْ رَاشِدِ بْنِ

سَعْدٍ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاٰى نَاسًا رُكْبَانًا فَقَالَ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ اِنَّ مَلَائِكَةَ اللّٰهِ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الدَّوَابِّ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ثَوْبَانَ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مَوْقُوْفًا قَالَ مُحَمَّدٌ الْمَوْقُوْفُ مِنْهُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک ہوئے' نبی اکرم ﷺ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا' تو آپ نے فرمایا: کیا یہ اس بات سے حیاء نہیں کرتے کہ اللہ کے فرشتے تو پیدل چلیں اور تم لوگ سواری پر سوار ہو۔

اس بارے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں ے

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے منقول روایت ''موقوف'' حدیث کے طور پر بھی نقل کی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 27: اس بارے میں رخصت کا بیان

934 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةِ اَبِي الدَّحْدَاحِ وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لَّهُ يَسْعٰى وَنَحْنُ حَوْلَهُ وَهُوَ يَتَوَقَّصُ بِهٖ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ابن دحداح کے جنازے میں شریک ہوئے' تو نبی اکرم ﷺ ایک تیز دوڑنے والے گھوڑے پر سوار تھے' چونکہ ہم آپ کے اردگرد تھے اس لیے آپ اسے آرام سے چلا رہے تھے۔

935 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ عَنِ الْجَرَّاحِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

933- اخرجه ابن ماجه (475/1) كتاب الجنائز' باب: ما جاء في شهود الجنائز' حديث (1480) عن ابي بكر بن ابي مريم' عن راشد بن سعيد عن ثوبان به-

934- اخرجه مسلم (375/3' الابي) كتاب الجنائز' باب: ركوب المصلي على الجنازة اذا انصرف' حديث (965/89) وابو داؤد (222/2) كتاب الجنائز باب: الركوب في الجنازة' حديث (3178) والنسائي (85/4) كتاب الجنائز' باب الركوب بعد الفراغ من الجنازة' حديث (2026) واخرجه احمد (102'95'90/5) وعبدالله بن احمد في زوائده على المسند (99'98/5) عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة به-

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اتَّبَعَ جَنَازَةَ اَبِی الدَّحْدَاحِ مَاشِیًا وَّرَجَعَ عَلٰی فَرَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ابن دحداح کے جنازے میں پیدل تشریف لے گئے تھے لیکن وہاں پر واپسی پر آپ گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

باب 28: جنازے کو جلدی لے جانا

936 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ سَمِعَ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ یَّكُنْ خَیْرًا تُقَدِّمُوْهَا اِلَیْهِ وَاِنْ یَّكُنْ شَرًّا تَضَعُوْهُ عَنْ رِقَابِكُمْ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بات بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے: جنازے کو تیزی سے لے جاؤ! کیونکہ اگر وہ اچھا ہوگا' تو تم اسے بھلائی کی طرف لے جاؤ گے' اگر وہ برا ہوگا' تو تم اپنی گردن سے بوجھ اتار دو گے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

جنازہ کو جلدی لے جانا:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ ابواب کے ذیل میں نو (9) احادیث مبارکہ تخریج فرمائی ہیں۔ ان میں جنازہ جلدی لے جانے اور اس کے ساتھ چلنے کے احکام ومسائل بیان کیے گئے ہیں۔

جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت میں مذاہب آئمہ:

اس بات میں آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ جنازہ کے ساتھ آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں چلنا جائز ہے۔ تاہم اس کی افضلیت میں

936- اخرجه البخاری (218/3) كتاب الجنائز' باب: السرعة بالجنازة' حديث (1315) ومسلم (351/3' الابی) كتاب : الجنائز: باب: الاسراع فی الجنازة' حديث (944/50) وابو داؤد (223/2) كتاب الجنائز: باب: الاسراع بالجنازة' حديث (3181) والنسائی (41/4) كتاب الجنائز: باب: السرعة بالجنازة' حديث (1910) وابن ماجه (474/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء فی شهود الجنائز' حديث (1477) واخرجه احمد (280'240/2) والحميدی (1022/2) حديث (1022) عن الزهری' عن سعيد بن المسيب' عن ابی هريرة به۔

اختلاف آئمہ فقہ ہے۔(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ پیدل اور سوار دونوں حالتوں میں جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ آپ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال ہے۔ امرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم لسبع و نهانا عن سلع امرنا با تباع الجنا ئز الخ (الصحیح للبخاری) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع کیا۔ آپ نے ہمیں جنازہ کے پیچھے چلنے کا حکم دیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث باب سے بھی استدلال کیا ہے۔

(۲) حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک سوار کے لیے پیچھے چلنا افضل ہے اور پیدل کے لیے جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے۔ انہوں نے راکب کے بارے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: الراكب خلف الجنازة (جامع ترمذی) (سوار جنازہ کے پیچھے چلے) ماشی کے بارے میں انہوں نے حدیث باب سے استدال کیا ہے کہ حضرت ابن شہاب زیدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما جنازہ کے آگے چلتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ماشی اور راکب دونوں کا پیچھے چلنا افضل ہے۔ اس روایت میں راکب کے بارے میں تاکید مزید مطلوب ہے، کیونکہ وہ رکوب کے سبب سوء ادب کا مرتکب ہوا ہے۔ حدیث باب میاں جواز پر محمول ہے جو ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ جواز کے ہم بھی قائل ہیں۔

(۳) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ ماشی اور راکب دونوں کا جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے۔ انہوں نے حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما جنازہ کے آگے چلتے تھے۔ یہ روایت مطلق حالت کو واضح کرتی ہے، کیونکہ اس میں رکوب و مشیت کی کوئی قید نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے استدلال کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ روایت بیان جواز پر محمول ہے جو ہمارے مؤقف سے ہرگز متصادم نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَتْلٰى اُحُدٍ وَّذِكْرِ حَمْزَةَ

باب 29: شہدائے اُحد کا بیان اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

937 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَمْزَةَ يَوْمَ اُحُدٍ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَرَآهُ قَدْ مُثِّلَ بِهٖ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ تَجِدَ

937- اخرجه ابو داؤد(212/2) كتاب الجنائز، باب: فى الشهيد يغسل، حديث (3136) واخرجه احمد (128/3) وعبد بن حميد (ص 352) حديث (1164) عن اسامة بن زيد، عن ابن شهاب عن انس بن مالك به-

صَفِيَّةُ فِي نَفْسِهَا لَتَرَكْتُهُ حَتّٰى تَأْكُلَهُ الْعَافِيَةُ حَتّٰى يُحْشَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ بُطُوْنِهَا قَالَ ثُمَّ دَعَا بِنَمِرَةٍ فَكَفَّنَهُ فِيْهَا فَكَانَتْ اِذَا مُدَّتْ عَلٰى رَاْسِهٖ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا مُدَّتْ عَلٰى رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ قَالَ فَكَثُرَ الْقَتْلٰى وَقَلَّتِ الثِّيَابُ قَالَ فَكُفِّنَ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالثَّلَاثَةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ثُمَّ يُدْفَنُوْنَ فِي قَبْرٍ وَّاحِدٍ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُ عَنْهُمْ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ قُرْاٰنًا فَيُقَدِّمُهٗ اِلَى الْقِبْلَةِ قَالَ فَدَفَنَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ النَّمِرَةُ الْكِسَاءُ الْخَلَقُ

اختلاف سند: وَقَدْ خُوْلِفَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرَوَى اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَّرَوٰى مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ عَنْ جَابِرٍ وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا ذَكَرَهٗ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ اِلَّا اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ حَدِيْثُ اللَّيْثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرٍ اَصَحُّ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ غزوۂ احد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' ان کے پاس آ کر ٹھہرے' تو آپ نے دیکھا کہ ان کی لاش کی بے حرمتی کر دی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر صفیہ کی پریشانی کا اندیشہ نہ ہوتا' تو میں انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیتا' یہاں تک کہ درندے آ کر انہیں کھا جاتے اور قیامت کے دن ان درندوں کے پیٹ سے انہیں زندہ کیا جاتا۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے ایک چادر منگوائی اور اس میں انہیں کفن دیا' وہ چادر ایسی تھی کہ اگر ان کے سر پر ڈالی جاتی تھی' تو پاؤں ظاہر ہو جاتے تھے اور اگر پاؤں کو ڈھانپا جاتا تھا' تو سر سے ہٹ جاتی تھی۔ راوی بیان کرتے ہیں: شہیدوں کی تعداد زیادہ تھی اور کپڑے کم تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: بعض اوقات ایک، دو بلکہ تین آدمیوں کو بھی ایک ہی کپڑے میں کفن دیا گیا اور پھر انہیں ایک ہی قبر میں دفنا دیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ان شہداء کے بارے میں دریافت کرتے تھے' ان میں سب سے زیادہ قرآن کسے یاد ہے؟ تو آپ اس کو قبلہ کی سمت میں آگے رکھتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان شہداء کو دفن کروا دیا اور ان کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول اس

حدیث کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اَلنَّمِرَةُ سے مراد پرانی چادر ہے۔

اس حدیث کو روایت کرنے میں اسامہ بن زید نامی راوی سے اختلاف کیا گیا ہے۔

لیث بن سعد نے اسے ابن شہاب کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن کعب کے حوالے سے' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' جبکہ معمر نے زہری کے حوالے سے' عبداللہ بن ثعلبہ کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق صرف اسامہ بن زید نامی راوی نے اسے زہری کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: لیث نے ابن شہاب کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن کعب کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ درست ہے۔

بَاب اٰخَرُ

باب 30: بلاعنوان

938 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْاَعْوَرِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَكَانَ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ عَلٰى حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِّنْ لِّيفٍ عَلَيْهِ اِكَافٌ مِّنْ لِيفٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُسْلِمٍ عَنْ اَنَسٍ

توضیحِ راوی: وَمُسْلِمٌ الْاَعْوَرُ يُضَعَّفُ وَهُوَ مُسْلِمُ بْنُ كَيْسَانَ الْمُلَائِيُّ تُكُلِّمَ فِيْهِ وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ بیمار کی عیادت کرتے تھے، جنازے میں شامل ہوا کرتے تھے، گدھے پر سوار ہو جایا کرتے تھے، غلام کی دعوت بھی قبول کر لیتے تھے۔ جنگ قریظہ کے دن آپ جس گدھے پر سوار تھے اس کی لگام کھجور کی چھال سے بنی ہوئی تھی اور اس کی زین بھی کھجور کی چھال سے بنی ہوئی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث' ہم اسے صرف مسلم نامی راوی کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

938- اخرجه ابن ماجه (1398/2) كتاب الزهد : باب: البراءة من الكبر والتواضع' حديث (4178)' عن مسلم الاعور' عن انس بن مالك به-

مسلم اعور کو محدثین نے ضعیف قرار دیا گیا ہے' یہ صاحب مسلم بن کیسان ملائی ہیں۔
ان کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔شعبہ اور سفیان نے انسے احادیث روایت کی ہیں۔

939 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوْا فِىْ دَفْنِهٖ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيْتُهُ قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِى الْمَوْضِعِ الَّذِىْ يُحِبُّ اَنْ يُّدْفَنَ فِيْهِ ادْفِنُوْهُ فِىْ مَوْضِعِ فِرَاشِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ الْمُلَيْكِىُّ يُضَعَّفُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ فَرَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْضًا

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا' تو لوگوں کے درمیان آپ ﷺ کو دفن کرنے کے بارے میں اختلاف ہوا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں وہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مجھے بھولی نہیں ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تھا اللہ تعالیٰ نبی کی روح کو اسی جگہ قبض کرتا ہے' جس جگہ وہ نبی دفن ہونا پسند کرتا ہے' تو لوگوں نے آپ ﷺ کے بستر کی جگہ پر آپ کو دفن کر دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔
عبدالرحمٰن بن ابوبکر نامی راوی کو ان کے حافظے کے حوالے سے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔
یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

بَاب اٰخَرُ

باب 31: بلاعنوان

940 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ اَنَسٍ الْمَكِّىِّ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ

940- اخرجه ابو داؤد (692/2) كتاب الادب' باب: في النهي عن سب الموتى' حديث (4900) عن ابي كريب محمد بن العلاء' عن معاوية بن هشام' عن عمران بن انس المكي عن عطاء عن ابن عمر به۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ عِمْرَانُ بْنُ اَنَسٍ الْمَكِّيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَ وَعِمْرَانُ بْنُ اَبِىْ اَنَسٍ مِصْرِىٌّ اَقْدَمُ وَاَثْبَتُ مِنْ عِمْرَانَ بْنِ اَنَسٍ الْمَكِّيِّ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے مرحومین کی اچھی باتوں کا تذکرہ کرو اوران کی برائیوں کے ذکر سے اجتناب کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: عمران بن انس مکی ''منکرالحدیث'' ہیں۔

بعض راویوں نے اس روایت کو عطاء کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

عمران بن ابوانس مصری عمران بن انس مکی سے مستندراوی ہیں اور پہلے کے زمانے کے ہیں۔

شرح

مختلف امور کی توضیحات:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل تین ابواب کے ذیل میں چاراحادیث مبارکہ تخریج فرمائی ہیں جن میں بیان کردہ مسائل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) شہداءاحد کا ذکر خیر:

غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں کو شکست ہوئی جس کے نتیجہ میں بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ ستر صحابہ کرام شہید ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی شدید زخمی ہوئے۔ عرب کی زمین پتھریلی ہونے کی وجہ سے گورکنی میں بڑی دشواری پیش آتی تھی۔ اس لیے ایک قبر میں دو دو یا تین شہداء کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہداء احد میں شامل تھے۔ دشمن نے آپ کو شہید کرنے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ناک، کان کاٹ دیے اور پیٹ پھاڑ کر کلیجہ نکال لیا۔ ایک کپڑے میں دو، تین شہداء کو کفن دیا گیا۔ شہداء احد کو قبر میں رکھتے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے کہ ان میں کس کو زیادہ قرآن یاد ہے، جواب ملنے پر جسے زیادہ قرآن یاد ہوتا اسے قبلہ کی طرف لٹایا جاتا تھا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے سامان میں ایک دھاری دار چادر تھی جس میں آپ کو کفن دیا گیا۔ وہ چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ اس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں چھپائے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے سر کو کپڑے سے چھپا دیا گیا لیکن پاؤں پر گھاس وغیرہ ڈال کر تدفین عمل میں لائی گئی۔ شہداء احد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی۔

(۲) شہید کی نماز جنازہ میں مذاہب آئمہ: کیا شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں اختلاف

ہے،جس کی تفصیل درج ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شہید پرنماز جنازہ نہیں ہے، وہ غسل اور نماز جنازہ کے بغیر دفن کیا جائے گا۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ شہداء احد بغیر نماز جنازہ کے دفن کیے گئے تھے۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے۔شہداء کی نماز جنازہ کے بارے میں مختلف روایات ہے۔بعض میں اثبات ہے اور بعض میں نفی وارد ہوئی ہے۔بعض میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی جبکہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ ادا کی گئی۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے احتیاطی پہلو کو اختیار کرتے ہوئے شہید پرنماز جنازہ واجب قرار دی ہے۔

(۳) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید پرنماز جنازہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(۳) گھر میں تدفین خصوصیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جب ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالے سے مختلف مسائل پیش آئے۔اس سلسلہ میں پہلا مسئلہ یہ پیش آیا کہ آپ کی تدفین کہاں عمل میں لائی جائے؟ کسی نے مشورہ دیا کہ مکہ معظمہ آپ کا پیدائشی شہر ہے، لہٰذا وہاں تدفین کی جائے، کسی نے کہا بیت المقدس انبیاء کرام علیہم السلام کی زمین ہے، لہٰذا وہاں تدفین کی جائے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کا حل یوں بیان فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین آپ کے دردولت میں ہوگی کیونکہ میں نے خود آپ کی زبان ترجمان حق سے سنا ہے کہ جہاں کسی نبی کا وصال ہوتا ہے ان کی تدفین بھی وہاں ہی عمل میں لائی جاتی ہے۔

ایک مسئلہ یہ درپیش آیا کہ عام آدمی کی طرح کپڑے اتار کر آپ کو غسل دیا جائے یا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے؟ اس مسئلہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مشاورت کررہے تھے، اچانک ان پرغنودگی طاری ہوگئی اور ایک کونے سے آواز سنائی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے۔چنانچہ اس ایماء ایزدی پر عمل کرتے ہوئے آپ کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا۔

ایک مسئلہ یہ درپیش ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کہاں پڑھائی جائے اور کون پڑھائے؟ یہ مسئلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا گیا تو آپ نے یوں حل فرمادیا: هو امامكم حيا وميتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں تمہارے امام تھے اور انتقال کے بعد بھی''۔چونکہ آپ کی ذات اقدس ہماری مثل نہیں تھی لہٰذا آپ کی نماز جنازہ بھی ہم سے مختلف ہے۔انفرادی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر ہوکر آپ کی ذات والا صفات پر درود وسلام پیش کرتے رہے اور یہی نماز جنازہ تھی۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حاضری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

(۴) مردوں کی برائیاں بیان کرنے سے اجتناب کرنا: حدیث باب کا شان ورود خاص ہے لیکن علماء نے اس کا حکم عام رکھا ہے۔اس روایت کا شان ورود یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مضمون بیان فرمایا گیا ہے کہ دوران غسل جب میت کی کوئی خوبی دیکھو کہ چہرہ روشن ہوگیا یا خوشبو پھیل گئی تو وہ لوگوں کو بیان کرو مگر اس کا چہرہ سیاہ ہوجائے یا بدبو پھیل جائے تو اس کا تذکرہ ہرگز کسی سے نہ

کرو۔ مشہور تابعی حضرت زرارہ بن اوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مشہور ہے انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک انہیں ان کا آخری انجام معلوم نہ ہو جائے تو وہ نہیں ہنسیں گے۔ اس قسم کے بعد تاحیات وہ متفکر رہے مگر ہنسے نہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو غسل دینے کے لیے تختہ پر لٹائے گئے تو انہوں نے ہنسنا شروع کر دیا اور دوران غسل وہ مسلسل ہنستے رہے۔ جب انہیں کفن پہنایا گیا تو انہوں نے ہنسنا بند کر دیا۔ ایسے واقعات لوگوں کو بتائے جائیں جن سے حقانیت اسلام کی ترجمانی ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجُلُوسِ قَبْلَ اَنْ تُوضَعَ

باب 32: جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ جانا

941 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسٰى عَنْ بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ جُنَادَةَ بْنِ اَبِي اُمَيَّةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اتَّبَعَ الْجَنَازَةَ لَمْ يَقْعُدْ حَتّٰى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ فَعَرَضَ لَهُ حَبْرٌ فَقَالَ هٰكَذَا نَصْنَعُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَالِفُوهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

توضیح راوی: وَبِشْرُ بْنُ رَافِعٍ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب جنازے کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے تو اس وقت تک تشریف فرما نہیں ہوتے تھے جب تک میت کو لحد میں رکھ نہ دیا جائے ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک عالم آیا اور بولا: اے حضرت محمد ﷺ ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا: ان کی مخالفت کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

بشر بن رافع نامی راوی علم حدیث میں مستند نہیں ہیں۔

بَابُ فَضْلِ الْمُصِيبَةِ اِذَا احْتَسَبَ

باب 33: مصیبت پر ثواب کی امید رکھنے کی فضیلت

942 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي سِنَانٍ

متنِ حدیث: قَالَ دَفَنْتُ ابْنِي سِنَانًا وَاَبُو طَلْحَةَ الْخَوْلَانِيُّ جَالِسٌ عَلٰى شَفِيرِ الْقَبْرِ فَلَمَّا اَرَدْتُ الْخُرُوجَ

941- اخرجه ابو داؤد (221/1) كتاب الجنائز' باب: القيام للجنازة' حديث (3176) وابن ماجه (493) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في القيام للجنازة' حديث (1545) عن بشر بن رافع' عن عبد الله بن سليمان بن جنادة بن امية عن ابيه' عن جده عن عبادة بن الصامت به-

942- اخرجه احمد (415/4) وعبد بن حميد (ص 194) حديث (551) عن حماد بن سلمة' عن ابي سنان' عن ابي طلحة الخولاني' قال: حدثني الضحاك بن عبد الرحمن بن عزرب عن ابي موسى الاشعري به-

اَخَذَ بِيَدِىْ فَقَالَ اَلَا اُبَشِّرُكَ يَا اَبَا سِنَانٍ قُلْتُ بَلٰى فَقَالَ حَدَّثَنِى الضَّحَّاكُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَرْزَبٍ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِىْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ مَاذَا قَالَ عَبْدِىْ فَيَقُوْلُوْنَ حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ ابْنُوْا لِعَبْدِىْ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ ابوسنان بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے بیٹے سنان کو دفن کیا' ابوطلحہ خولانی قبر کے کنارے بیٹھ گئے' جب میں قبر سے باہر آنے لگا' تو انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا اور بولے: اے ابوسنان! کیا میں تمہیں خوشخبری نہ دوں' میں نے جواب دیا: جی ہاں! تو انہوں نے فرمایا: ضحاک بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: جب کسی شخص کا بچہ فوت ہو جائے' تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے یہ فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے اس کے جگر کے ٹکڑے کو قبض کر لیا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: جی ہاں! تو اللہ تعالیٰ دریافت کرتا ہے' میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: اس نے تیری حمد بیان کی اور ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' پڑھا' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِى التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب 34: جنازے پر تکبیر کہنا

943 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِىِّ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا

943– اخرجه مالك فى الموطا (226/1) كتاب الجنائز' باب' التكبير على الجنائز' حديث (14) والبخارى (139/3) كتاب الجنائز' باب: الرجل ينعى الى اهل الميت بنفسه' حديث (1245) وباب: الصفوف على الجنازة' حديث (1318) وباب: الصلوٰة على الجنائز' حديث (1327-1328) وباب: التكبير على الجنازة اربعاً حديث (1333) وكتاب مناقب الانصار' باب: موت النجاشى' حديث (3880'3881) ومسلم (361/3 الابى) كتاب الجنائز: باب: فى التكبير على الجنازة' حديث (951/62' 951/63) وابو داؤد (230/2) كتاب الجنائز: باب: الصلوٰة على المسلم يموت بف بلاد الشرك' حديث (3204) والنسائى (69/4) كتاب الجنائز' باب: الصفوف على الجنازة' حديث (1971) وباب: عدد التكبير على الجنازة حديث (1980) وباب: الاستغفار للمؤمنين' حديث (2041) وابن ماجه (490/1) كتاب الجنائز' باب ما جاء فى الصلوٰة على النجاشى' حديث (1534) واخرجه احمد (230/2' 280' 289' 384' 438' 479' 529' 241) والحميدى (445/2) حديث (1023) من طرقه عن ابى سلمة بن عبد الرحمن وابن المسيب عن ابى هريرة به–

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی وَجَابِرٍ وَّيَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ وَّاَنَسٍ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَيَزِيْدُ بْنُ ثَابِتٍ هُوَ اَخُو زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّهُوَ اَكْبَرُ مِنْهُ شَهِدَ بَدْرًا وَّزَيْدٌ لَمْ يَشْهَدْ بَدْرًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ التَّكْبِيْرَ عَلَی الْجَنَازَةِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ

وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ ادا کی' آپ نے اس میں چار تکبیریں کہیں۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن ابی اوفی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ نامی راوی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور عمر میں ان سے بڑے ہیں' انہیں غزوہ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہے' جبکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں شرکت کا شرف حاصل نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول یہ روایت ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں گی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

944 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰی

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ يُكَبِّرُ عَلٰی جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَّاَنَّهُ كَبَّرَ عَلٰی جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُهَا ،

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰی هٰذَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

944- اخرجه مسلم (365/3' الابی) كتاب الجنائز: باب: الصلوٰة على القبر' حديث (957/72) وابو داؤد (228/2) كتاب الجنائز: باب: التكبير على الجنازة' حديث (3197) والنسائی (72/4) كتاب الجنائز: باب: عدد التكبير على الجنازة' حديث (1982) وابن ماجه (482/1) كتاب الجنائز' باب: ماجاء فيمن كبر خمسا' حديث (1505) واخرجه احمد (367/4' 372)من شعبة' عن عمرو بن مرة' عن عبد الرحمن بن ابی ليلیٰ' عن زيد بن ارقم به-

رَاَوْا التَّكْبِيْرَ عَلَى الْجَنَازَةِ خَمْسًا وقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ عَلَى الْجَنَازَةِ خَمْسًا فَاِنَّهٗ يُتَّبَعُ الْاِمَامُ

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے ایک جنازے میں پانچ مرتبہ تکبیر کہی، ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ بھی اسی طرح تکبیر کہتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں، ان کے نزدیک نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی ہے: اگر امام نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو آدمی کو اس کی پیروی کرنی چاہیے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب 35: نماز جنازہ میں کیا پڑھا جائے؟

945 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا هِقْلُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَشْهَلِيُّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا

اسنادِ دیگر: قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَزَادَ فِيْهِ اللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَائِشَةَ وَاَبِيْ قَتَادَةَ وَعَوْفِ بْنِ مَالِكٍ وَّجَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ وَالِدِ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَّرَوٰى هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّرَوٰى عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيْثُ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّعِكْرِمَةُ رُبَّمَا يَهِمُ فِيْ حَدِيْثِ يَحْيٰى وَرُوِيَ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ اَصَحُّ الرِّوَايَاتِ فِيْ هٰذَا حَدِيْثُ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ

945- اخرجه ابو داؤد (229/2) كتاب الجنائز : باب: الدعاء للميت حديث (3201) وابن ماجه (480/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في الدعاء في الصلوٰة على الجنازة حديث (1498) واخرجه احمد (368/2) عن ابي سلمة عن ابي هريرة به-

اِبْرَاهِيْمَ الْاَشْهَلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَسَاَلْتُهٗ عَنِ اسْمِ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ

◆◆ ابوابراہیم اشہلی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب نماز جنازہ ادا کرتے تھے' تو اس میں یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! ہمارے زندہ لوگوں' ہمارے مرحومین، ہمارے حاضر لوگوں، ہمارے غیر حاضر لوگوں، ہمارے چھوٹوں، ہمارے بڑوں، ہمارے مردوں، ہماری عورتوں کی مغفرت کردے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''اے اللہ! ہم میں سے جسے تو نے زندہ رکھنا ہوا سے اسلام پر زندہ رکھنا اور جسے تو نے موت دینی ہوا سے ایمان کی حالت میں موت دینا''۔

اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

ابوابراہیم کے والد سے منقول یہ روایت ''حسن صحیح'' ہے۔

ہشام اور علی بن مبارک نے اس روایت کو یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

عکرمہ نے اسے یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے، ابوسلمہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ عکرمہ بن عمار سے منقول روایت محفوظ نہیں ہے۔

یحییٰ سے روایات نقل کرنے میں عکرمہ بعض اوقات وہم کا شکار ہو جاتے ہیں۔

عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے (اسی کی مانند) نقل کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اس بارے میں سب سے زیادہ مستند روایت یحییٰ بن ابوکثیر کی ابوابراہیم اشہلی کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے نقل کردہ روایت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ابوابراہیم اشہلی کا نام دریافت کیا' تو انہیں اس کا پتہ نہیں تھا۔

946 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلٰى مَيِّتٍ فَفَهِمْتُ مِنْ صَلَاتِهٖ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاغْسِلْهُ بِالْبَرَدِ وَاغْسِلْهُ كَمَا يُغْسَلُ الثَّوْبُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

946- اخرجه مسلم (372/3 - الابی) كتاب الجنائز' باب: الدعا للميت في الصلوٰة' حديث (963/85) والنسائی (51/1) كتاب الطهارة' باب: الوضوء بماء البرد' حديث (62) وكتاب الجنائز: باب: الدعاء' حديث (1983' 1984)' وابن ماجه (481/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في الدعاء في الصلوٰة على الجنازة' حديث (1500) واخرجه احمد (28'23/6) عن جبير بن نفير' عن عوف بن مالك به۔

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ اَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ هٰذَا الْحَدِيْثُ

◆◆ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا: آپ نے نماز جنازہ ادا کی' تو مجھے آپ ﷺ کی اس میت کے لیے اس دعا کا علم ہوا۔

''اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے' تو اس پر رحم کر اور اس کے (گناہوں کو) رحمت کے اولوں کے ذریعے' یوں دھو دے' جیسے کپڑے کو دھویا جاتا ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں منقول سب سے زیادہ مستند روایت یہی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِرَائَةِ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب 36: نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا

947 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ

توضیحِ راوی: اِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ هُوَ اَبُوْ شَيْبَةَ الْوَاسِطِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

آثارِ صحابہ: وَالصَّحِيْحُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ مِنَ السُّنَّةِ الْقِرَائَةُ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی ہے۔

اس بارے میں سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول اس حدیث کی سند زیادہ مستند نہیں ہے۔

اس کا راوی ابراہیم بن عثمان جو ابوشیبہ واسطی ہے۔ یہ ''منکر الحدیث'' ہے۔

مستند روایت یہی ہے: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے اپنے قول کے طور پر منقول ہے: نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔

948 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَوْفٍ

947- اخرجه ابن ماجه (479/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في القراءة على الجنازة' حديث (1495) عن احمد بن منيع' عن زيد بن الحباب عن ابراهيم بن عثمان' عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس به۔

متنِ حدیث: اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ لَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ مِنَ السُّنَّةِ اَوْ مِنْ تَمَامِ السُّنَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يَخْتَارُوْنَ اَنْ يُّقْرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يُقْرَاُ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اِنَّمَا هُوَ ثَنَاءٌ عَلَى اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَغَيْرِهٖ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

توضیحِ راوی: وَطَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ هُوَ ابْنُ اَخِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَوٰى عَنْهُ الزُّهْرِيُّ

◆◆ طلحہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک نماز جنازہ ادا کی' اس میں سورہ فاتحہ پڑھی' میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ سنت ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں: شاید) سنت کی تکمیل کے لیے ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' بعض اہلِ علم کے نزدیک' اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے: پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: نماز جنازہ میں قرأت نہیں کی جائے گی' اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی جائے گی' نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جائے گا' اور میت کے لیے دعا کی جائے گی۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

طلحہ بن عبداللہ بن عوف حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بھتیجے ہیں۔ زہری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ وَالشَّفَاعَةِ لِلْمَيِّتِ

باب 37: میت کے لیے دعا اور سفارش کیسے کی جائے؟

949 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَيُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ

948- اخرجه البخارى (242/3) كتاب الجنائز' باب: قرأة فاتحة الكتاب على الجنازة' حديث (1335) وابو داؤد (228/2) كتاب الجنائز: باب: ما يقرا على الجنازة' حديث (3198) والنسائى (84/4) كتاب الجنائز' باب: الدعاء حديث (1988/1987) عن سعد بن ابراهيم' عن طلحة بن عبد الله بن عوف عن ابن عباس به-

متن حدیث: كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ إِذَا صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ فَقَدْ أَوْجَبَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ حَبِيبَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَمَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ وَرَوَى إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيثَ وَأَدْخَلَ بَيْنَ مَرْثَدٍ وَمَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ رَجُلًا وَرِوَايَةُ هٰؤُلَاءِ أَصَحُّ عِنْدَنَا

◆◆ عبداللہ یزنی بیان کرتے ہیں: حضرت مالک بن زہیرہ رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ ادا کرتے اور لوگ کم ہوتے' تو وہ انہیں تین صفوں میں تقسیم کردیتے تھے اور پھر یہ بیان کرتے تھے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کی نماز جنازہ' تین صفیں ادا کرلیں' اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔ دیگر راویوں نے اسے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ابراہیم بن سعد نے اس روایت کو محمد بن اسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے' انہوں نے مرثد نامی راوی اور حضرت مالک بن ہبیرہ کے درمیان ایک اور شخص کا تذکرہ کیا ہے' ہمارے نزدیک ان لوگوں کی روایات مستند ہیں۔

شرح

نماز جنازہ کے حوالے سے چند مسائل:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل پانچ ابواب کے ذیل میں آٹھ احادیث مبارکہ کی تخریج فرمائی ہیں۔ ان میں اہم بیان کردہ مسائل کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) جنازہ زمین پر رکھنے سے قبل زمین پر بیٹھنے کا مسئلہ: جنازہ کے ساتھ لوگ کثیر ہوں یا قلیل جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھا جائے تو زمین پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ زمین پر جنازہ رکھنے سے لے کر قبر میں اتارنے تک اختیار ہے کہ کوئی شخص کھڑا رہے یا بیٹھ جائے۔ ابتداءِ اسلام میں کھڑا رہنے کا حکم تھا لیکن بعد میں بیٹھنے کی اجازت دی گئی کیونکہ کھڑا رہنا یہود کا طریقہ ہے۔

(۲) مصیبت پر صبر کرنے کی فضیلت: جو شخص کسی بھی مصیبت میں صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھتا ہے تو جنت میں اس کا محل تیار کردیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حقیقت مترشح ہوکر سامنے آجاتی ہے۔

949- اخرجه ابن ماجه (478/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء فيمن صلى عليه جماعة من المسلمين' حديث (1490)، وابو داؤد (219/2).

جب کسی کا بچہ فوت ہو جائے اور وہ اس پر صابر ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کر کے یوں کہے: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ تو اس پر اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے اور اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس صابر وشاکر بندے کے لیے جنت میں محل تعمیر کر دو جس کا نام "بیت الحمد" تجویز کر دو۔

(۳) نماز جنازہ میں تکبیروں کی تعداد: روایات کا مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہی ہیں اور چار بھی۔ پانچ تکبیروں کا پہلا عمل تھا مگر چار تکبیروں کا بعد والا عمل ہے۔ شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہی تھی۔ نجاشی مسلمان ہو چکا تھا لیکن امور سیاست میں مشغولیت کی وجہ سے مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ ان کا انتقال ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اطلاع دی تو آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

(۴) غائبانہ نماز جنازہ حوالے سے مذاہب آئمہ: کیا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ ممنوع ہے۔ انہوں نے تاریخی حقائق سے استدلال کیا ہے کہ دور رسالت میں کئی صحابہ کا انتقال ہوا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی۔ غزوہ موتہ کے موقع پر متعدد صحابہ شہید ہوئے جس کے سبب آپ پر بھی صدمہ کا اثر کئی ایام تک رہا تھا۔ آپ نے شہداء کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھائی۔

حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) نجاشی کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بذریعہ ملائکہ پیش کر دیا گیا تھا (۲) مدینہ طیبہ سے حبشہ تک درمیانی پردہ ختم کر دیا گیا تو نجاشی کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت سے تھا کہ آپ غائبانہ نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں۔

(۵) نماز جنازہ ادا کرنے کے طریقہ میں مذاہب آئمہ: اس بات میں آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ البتہ طریقہ نماز جنازہ میں قدرے اختلاف ہے۔ پہلی تکبیر کے بعد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی جاتی ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک سورۃ فاتحہ کی قرأت ہے۔ دوسری تکبیر کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا جاتا ہے۔ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا ہے۔ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر میت کے لیے اجتماعی دعا کی جاتی

ہے۔

(۶) نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے میں مذاہب آئمہ: کیا نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت ہے یا نہیں ہے؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت نہیں ہے۔انہوں نے متعدد روایات سے استدلال کیا ہے: (۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: **لا یقرأ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ** (الموطا لامام مالک) (نماز جنازہ میں قرأت نہیں کی جائے گی) اس سے ثابت ہوا سورۃ فاتحہ کی قرأت بھی درست نہ ہوگی۔ (۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **فاخلصوا لہ الدعاء** (سنن ابی داؤد) ''جب تم نماز جنازہ سے فراغت حاصل کرلو میت کے حق میں خاص دعا کرو''۔اس حدیث میں دعا کا ذکر ہے' جبکہ فاتحہ کا نہیں ہے۔

۲۔حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت ہے۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرأت فرمائی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ کی تلاوت مستقل قرأت کے طور پر نہیں کی تھی بلکہ دعا وثناء کے طور پر کی تھی۔ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ بطور دعا وثناء پڑھی جاسکتی ہے۔

۷۔نمازِ جنازہ کے حوالے سے چند فقہی مسائل:

نماز جنازہ کے حوالے سے چند ایک فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:۔

☆ جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے اور عبادت میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو کندھا دیا تھا۔

☆ مسنون ہے کہ چار آدمی میت کی چار پائی کو اٹھائیں۔دو کا اٹھانا مکروہ ہے مگر ضرورت کے تحت دو شخص بھی میت کی چار پائی اٹھا سکتے ہیں۔

☆ مسنون ہے میت کی چار پائی کے چاروں پایوں کو یکے بعد دیگرے کندھا دیا جائے۔پہلے دائیں سرہانے پھر دائیں پائنتی کو کندھا دیا جائے۔اسی طرح بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی کو کندھا دیا جائے۔ہر پائے کو کندھا دیتے وقت دس قدم چلا جائے۔ اس طرح یہ کل چالیس قدم ہو جائیں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چالیس قدم جنازہ اٹھائے تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ میت کو کندھا دینے والے شخص کی یقینی بخشش کردی جاتی ہے۔

☆ جنازہ تیزی سے لے جایا جائے مگر اتنی بھی تیز رفتاری سے نہ ہو کہ میت کو جھٹکے لگیں اور نہ بالکل آہستہ رفتار میں کہ میت کو

قبرستان لے جانے میں تاخیر ہو جائے۔

☆ جنازہ کے ساتھ پیدل اور پیچھے چلنا افضل ہے۔ کسی مجبوری کی وجہ سے آگے چلنا یا سوار ہونا بھی جائز ہے۔

☆ جنازہ لے جانے میں سرہانا آگے ہونا چاہیے اور پاؤں پیچھے، جنازہ کے ساتھ آگ لے جانے کی ممانعت ہے۔

☆ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت سکوت اختیار کرنا چاہیے اور دنیاوی باتوں سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جنازہ کے ساتھ چلنے والے ایک شخص کو ہنستے ہوئے دیکھا تو اظہار ناراضگی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: میں تم سے بات نہیں کروں گا۔

☆ جب کثیر لوگ موجود ہوں' تو جنازہ اٹھانے کی اجرت لینا جائز ہے مگر اس صورت میں جنازہ اٹھانے کے ثواب سے محروم رہے گا۔

☆ میت عزیز یا پڑوسی یا نیک شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا نفلی عبادت سے افضل ہے۔

☆ جنازہ کے ساتھ چلنے والا شخص نماز جنازہ پڑھے بغیر واپس نہیں جا سکتا، نماز جنازہ کے بعد ورثاء کی اجازت سے واپس آ سکتا ہے لیکن تدفین کے بعد اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، اگر ایک شخص نے بھی پڑھ لیا تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے ورنہ سب گناہگار ہوں گے، اس میں جماعت شرط نہیں ہے۔

☆ وجوب نماز جنازہ کی شرائط وہی ہیں جو دوسری نمازوں کی ہیں: (۱) قادر ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا (۴) مسلمان ہونا۔

☆ نماز جنازہ میں مصلی کی شرائط یہ ہیں: (۱) نجاست حقیقیہ اور حکمیہ سے پاک ہونا (۲) قبلہ کی طرف منہ ہونا (۳) ستر عورت (۴) نیت ہونا۔

☆ میت سے متعلق چند شرائط یہ ہیں: (۱) مسلمان ہونا (۲) میت کے جسم اور کفن کا پاک ہونا (۳) جنازہ کا موجود ہونا (۴) جنازہ زمین پر ہونا (۵) جنازہ مصلی کے سامنے ہونا (۶) میت کا امام کے محاذی ہونا (۷) میت کا جسم چھپا ہوا ہونا۔

☆ اگر امام کا جسم یا کپڑے نجس تھے' تو اس نے نماز جنازہ پڑھا دی تو اس کا اعادہ ضروری ہے۔

☆ ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی خواہ وہ کتنا ہی گناہگار ہو۔

☆ نماز جنازہ کے دو رکن ہیں: (۱) قیام (۲) چار تکبیریں۔

☆ نماز جنازہ میں تین امور سنت مؤکدہ ہیں: (۱) حمد و ثناء (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرنا (۳) میت کے لیے دعا کرنا۔

☆ نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار سلطان وقت ہے (بشرطیکہ وہ امیر شرعی کی صفات کا حامل ہو) پھر قاضی ہے، پھر امام جمعہ' پھر امام محلہ پھر ولی۔

☆ جن امور سے دوسری نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں، ان سے نماز جنازہ بھی فاسد ہو جاتی ہے۔
☆ جس شخص کی بعض تکبیرات فوت ہو گئیں تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہہ سکتا ہے۔
☆ نماز جنازہ کے دوران امام بے وضو ہو گیا تو وہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ بنا سکتا ہے۔
☆ نماز مغرب کے وقت جنازہ آیا یا کسی دوسری فرض نماز کے وقت جبکہ جماعت تیار ہو تو پہلے فرائض وسنن پڑھی جائیں پھر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (ماخوذ از ہدایہ و بہار شریعت مدنیہ جلد اوّل از صفحہ ۸۲۲ تا ۸۴۲)

950 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ عَنْ اَیُّوْبَ وحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ وَّعَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیْعٍ كَانَ لِعَآئِشَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا یَمُوْتُ اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَتُصَلِّیْ عَلَیْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَبْلُغُوْنَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِائَةً فَیَشْفَعُوْا لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِیْهِ وقَالَ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ فِیْ حَدِیْثِهٖ مِائَةٌ فَمَا فَوْقَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَآئِشَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ اَوْقَفَهٗ بَعْضُهُمْ وَلَمْ یَرْفَعْهُ

◆◆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: مسلمانوں میں سے جس مرنے والے شخص کی نماز جنازہ مسلمانوں کا ایک گروہ ادا کرلے جن کی تعداد ایک سو ہو وہ اس کے لیے شفاعت کریں تو اس میت کے بارے میں ان کی شفاعت قبول ہوتی ہے۔

علی نامی راوی نے اپنی روایت میں "ایک سو یا اس سے زیادہ" کے الفاظ نقل کیے ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔
بعض محدثین نے اسے "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

شرح

میت کی شفاعت کے طریقے:

زندہ لوگوں کی طرف سے میت کے حق میں شفاعت کے دو طریقے ہیں: (۱) شفاعت فعلی: اس کی صورت یہ ہے کہ میت پر بڑی جماعت نماز جنازہ پڑھے۔ بڑی جماعت سو افراد یا تین صفوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُمت کو خوشخبری سنائی گئی ہے کہ جس میت پر سو آدمی یا بڑی جماعت جو تین صفوں پر مشتمل ہو نماز جنازہ پڑھے تو اس کی بخشش کردی

950- مسلم (356/3- الابی) كتاب الجنائز' باب' من صلى عليه مائة شفعوا فيه' حديث (947/58) والنسائی (75/4) كتاب الجنائز: باب: فضل من صلى عليه مائة' حديث (1991-1992) اخرجه احمد (266/3)' (231'97'40'32/6) والحميدى (108/1) حديث (222) عن ابى قلابة' عن عبد الله بن يزيد رضيع عائشة عن عائشة به-

جاتی ہے(۲) شفاعت قولی: اس کی صورت یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد میت کے حق میں مخصوص دعا کی جائے جس میں شفاعت کا ذکر موجود ہو۔ یہ شفاعت قولی ہے جو زندہ لوگ میت کے حق میں کرتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا

باب 38: سورج نکلنے کے وقت یا غروب ہونے کے وقت نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ ہے

951 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا اَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ اَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ حَتّٰى تَمِيلَ وَحِيْنَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰى تَغْرُبَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يَكْرَهُونَ الصَّلٰوةَ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي هٰذِهِ السَّاعَاتِ

وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا يَعْنِي الصَّلٰوةَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَكَرِهَ الصَّلٰوةَ عَلَى الْجَنَازَةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا وَاِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالَ الشَّافِعِيُّ لَا بَأْسَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي السَّاعَاتِ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهِنَّ الصَّلٰوةُ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تین گھڑیاں ایسی ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز ادا کرنے اور اس دوران اپنے مردوں کو دفن کرنے سے منع کیا ہے جب سورج نکلنے والا ہو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے جب زوال کا وقت ہو یہاں تک کہ وہ ڈھل جائے اور جب غروب ہونے کے قریب ہو یہاں تک کہ وہ غروب ہو جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا انہوں نے ان گھڑیوں میں نماز جنازہ ادا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

951- مسلم (181/2 الابی) کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرھا باب الاوقات التی نھی عن الصلوٰۃ فیھا حدیث (293/831) وابوداؤد (225/2) کتاب الجنائز: باب: الدفن عند طلوع الشمس وعند غروبھا حدیث (3192) والنسائی (275/1) کتاب المواقیت: باب: الساعات التی نھی عن الصلوٰۃ فیھا حدیث (560) وباب: النھی عن الصلوٰۃ نصف النھار حدیث (565) وکتاب الجنائز باب: الساعات التی نھی عن اقبار الموتی فیھن حدیث (2013) وابن ماجہ (486/1) کتاب الجنائز باب ما جاء فی الاوقات التی لا یصلی فیھا علی المیت ولا یدفن حدیث (1519) والدارمی (333/1) کتاب الصلوٰۃ باب: ای ساعۃ یکرہ فیھا الصلوٰۃ واحمد (152/4) عن موسٰی بن علی بن رباح اللخمی عن ابیہ عن عقبۃ بن عامر بہ۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث کے یہ الفاظ کہ ہم اس دوران اپنے مردوں کو دفن کریں اس سے مراد نماز جنازہ ادا کرنا ہے۔

سورج نکلنے کے وقت، اس کے غروب ہونے کے وقت اور زوال کے وقت' یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔ نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان اوقات میں' جن میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے' ان میں نماز جنازہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح

اوقات ثلاثہ میں نماز جنازہ کی کراہت:

چوبیس گھنٹوں میں تین اوقات ایسے ہیں جن میں کوئی نماز' سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ ہے۔ وہ تین اوقات یہ ہیں: (۱) طلوع آفتاب (۲) نصف النہار (۳) غروب آفتاب۔ اگر جنازہ تیار کر کے ان اوقات میں لایا گیا ہو' تو نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہوگی۔ جب جنازہ پہلے سے تیار تھا مگر ان اوقات میں لایا گیا تو نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْاَطْفَالِ

باب 39: بچوں کی نماز جنازہ ادا کرنا

952 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ ابْنُ بِنْتِ اَزْهَرَ السَّمَّانِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ زِيَادِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: الرَّاكِبُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِي حَيْثُ شَاءَ مِنْهَا وَالطِّفْلُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: رَوَاهُ اِسْرَآئِيْلُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوْا يُصَلّٰى عَلَى الطِّفْلِ وَاِنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ بَعْدَ اَنْ يُّعْلَمَ اَنَّهٗ خُلِقَ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

952– اخرجه ابو داؤد (222/2) كتاب الجنائز: باب: المشى امام الجنازة ٬ حديث (3180) والنسائى (56/4) كتاب الجنائز: باب: مكان الماشى من الجنازة حديث (1943) وباب الصلوٰة على الاطفال' حديث (1984) وابن ماجه (483/1) كتاب: الجنائز: باب: ما جاء فى الصلوٰة على الطفل' حديث (1507) عن زياد بن جبير بن حية عن ابيه عن المغيرة بن شعبة٬ كما اخرجه النسائى من طريق زياد بن ايوب عن الواحد بن واصل عن سعيد بن عبيد الله عن زياد بن جبير عن ابيه به (55/4) كتاب الجنائز باب: مكان الراكب من الجنازة٬ حديث (1944) وابن ماجه من طريق محمد بن بشار عن سعد بن عبادة(475/1) كتاب الجنائز' باب ما جاء فى شهود الجنازة٬ حديث (1481)

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سوار ہو کر جنازے کے ساتھ جانے والا جنازے کے پیچھے رہے جبکہ پیدل چلنے والا (آگے یا پیچھے) جہاں چاہے رہے اور بچے کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اسرائیل اور دیگر راویوں نے اسے سعید بن عبید اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' وہ یہ فرماتے ہیں: بچے کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی' اگرچہ پیدا ہونے کے بعد وہ رویا نہ ہو' لیکن یہ علم ہو کہ اس کی تخلیق مکمل ہو گئی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي تَرْكِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنِيْنِ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ

باب 40: (نومولود) بچے کی نماز جنازہ اس وقت تک ادا نہیں کی جائے گی جب تک وہ (پیدائش کے بعد) چیخ کر نہ روئے

953 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْوَاسِطِيُّ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْمَكِّيِّ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلطِّفْلُ لَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ قَدِ اضْطَرَبَ النَّاسُ فِيْهِ فَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْفُوْعًا وَّرَوٰى اَشْعَثُ بْنُ سَوَّارٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ مَوْقُوْفًا وَّرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرٍ مَوْقُوْفًا وَّكَاَنَّ هٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا قَالُوْا لَا يُصَلّٰى عَلَى الطِّفْلِ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (نومولود) بچے کی نماز جنازہ اس وقت تک ادا نہیں کی جائے گی، جب تک وہ کسی کا وارث نہیں بنے گا' اور وہ کسی کا وارث اس وقت تک نہیں بنے گا' جب تک وہ (پیدائش کے فوراً بعد) چیخ کر نہ روئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے بارے میں راویوں نے اضطراب کیا ہے۔

بعض راویوں نے اسے ابوزبیر کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے "مرفوع" روایت کے

953- اخرجه ابن ماجه (483/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في الصلوٰة على الطفل، حديث (1508) و كتاب الفرائض: باب: اذا استهل المولود ورث، حديث (2750) عن ابي الزبير عن جابر به۔

طور پر نقل کیا ہے۔

اشعث بن سوار اور دیگر راویوں نے' ابوزبیر کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

یوں لگتا ہے: یہ روایت ''مرفوع'' حدیث کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں' وہ یہ فرماتے ہیں: نومولود بچے کی نماز جنازہ اس وقت تک ادا نہیں کی جائے گی' جب تک وہ (پیدائش کے فوراً بعد) چیخ کر نہ روئے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

بچے کی نماز جنازہ کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

نومولود بچہ کے مرنے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے' جب چار ماہ یا اس سے زائد کا حمل گرا ہو' تو اس مردہ بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ انہوں نے قیاس سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ حمل کا بچہ جب چار ماہ کا ہو جائے تو اس میں روح ڈال دی جاتی ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بچہ پیدا ہوا ہو اور اس میں زندگی کی علامت پائی جائے مثلاً رونا اور حرکت کرنا وغیرہ تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: الطفل لایصلی علیه ولایرث ولایورث حتی یستهل (سنن نسائی) (پیدائش کے بعد) جب تک بچہ آواز نہ نکالے تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی، وہ کسی کا وارث نہیں ہوگا اور نہ کوئی دوسرا شخص اس کا وارث ہوگا۔

آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی قیاسی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ نص صریح کے مقابلے میں قیاس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمَیِّتِ فِی الْمَسْجِدِ

باب 41: مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا

954 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ حَمْزَۃَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی سُہَیْلِ ابْنِ بَیْضَآءَ فِی الْمَسْجِدِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰـذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ الشَّافِعِيُّ قَالَ مَالِكٌ لَّا يُصَلّٰى عَلَى الْمَيِّتِ فِى الْمَسْجِدِ وقَالَ الشَّافِعِيُّ يُصَلّٰى عَلَى الْمَيِّتِ فِى الْمَسْجِدِ وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی ہے: نماز جنازہ مسجد میں ادا نہیں کی جاسکتی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسجد میں نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے انہوں نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

شرح

مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا مسجد میں نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: من صلى على جنازة فى المسجد فلاشىء لـه (سنن ابی داؤد) (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو اس کا کوئی ثواب نہیں ہے)

۲۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے: ماصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على سهيل بن بيضاء الافى المسجد (سنن ابی داؤد) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا فرمائی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں شرعی عذر کی وجہ سے ادا فرمائی تھی۔ وہ عذر بارش یا اعتکاف ہوسکتا ہے۔

954- اخرجه مسلم (385/3 الابى) كتاب الجنائز' باب: الصلوٰة على الجنازة فى المسجد' حديث (973/99) وابو داؤد (225/2) كتاب الجنائز' باب الصلوٰة على الجنازة فى المسجد' حديث (3189) والنسائى (68/4) كتاب الجنائز' باب: الصلوٰة على الجنازة فى المسجد' حديث (1967) وابن ماجه (486/1) كتاب الجنائز' باب' ما جاء فى الصلوٰة على الجنائز فى المسجد' حديث (1518) واخرجه الامام احمد (79/6'133'169) عن عباد بن عبد الله بن الزبير عن عائشه به-

بَابُ مَا جَآءَ اَيْنَ يَقُوْمُ الْاِمَامُ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ

باب 42: مرد یا عورت (کی نماز جنازہ میں) امام کہاں کھڑا ہو؟

955 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِىْ غَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّيْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَلٰى جَنَازَةِ رَجُلٍ فَقَامَ حِيَالَ رَاْسِهٖ ثُمَّ جَآءُوْا بِجَنَازَةِ امْرَاَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالُوْا يَا اَبَا حَمْزَةَ صَلِّ عَلَيْهَا فَقَامَ حِيَالَ وَسَطِ السَّرِيْرِ فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ هٰكَذَا رَاَيْتَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْجَنَازَةِ مُقَامَكَ مِنْهَا وَمِنَ الرَّجُلِ مُقَامَكَ مِنْهُ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ احْفَظُوْا

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ سَمُرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هَمَّامٍ مِثْلَ هٰذَا وَرَوٰى وَكِيْعٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ هَمَّامٍ فَوَهِمَ فِيْهِ فَقَالَ عَنْ غَالِبٍ عَنْ اَنَسٍ وَالصَّحِيْحُ عَنْ اَبِىْ غَالِبٍ وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِىْ غَالِبٍ مِثْلَ رِوَايَةِ هَمَّامٍ وَاخْتَلَفُوْا فِىْ اسْمِ اَبِىْ غَالِبٍ هٰذَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ يُقَالُ اسْمُهٗ نَافِعٌ وَيُقَالُ رَافِعٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ ابوغالب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک مرد کی نماز جنازہ میں شرکت کی تو وہ اس کے سر کے مقابل میں کھڑے ہوئے، پھر قریش سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کا جنازہ لے کر لوگ آئے انہوں نے عرض کی: اے ابوحمزہ! آپ اس کی بھی نماز جنازہ ادا کر دیں، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ چارپائی کے وسط کے مقابل میں کھڑے ہوئے۔

علاء بن زیاد نے ان سے دریافت کیا: کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح خاتون کی نماز جنازہ میں اس جگہ پر کھڑے ہوئے دیکھا ہے؟ جہاں آپ کھڑے ہوئے تھے اور مرد کی نماز جنازہ میں اس جگہ دیکھا ہے (جہاں آپ کھڑے ہوئے تھے؟) تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، تو انہوں نے فرمایا: اسے یاد رکھنا۔

اس بارے میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث "حسن" ہے۔

دیگر راویوں نے اسے ہمام کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

وکیع نامی راوی نے اس روایت کو ہمام کے حوالے سے نقل کیا ہے، اور اس میں وہم کیا ہے۔ انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: یہ

955- اخرجه ابو داؤد (226/2) كتاب الجنائز: باب: اين يقوم الامام من الميت اذا صلى عليه، حديث (4194) وابن ماجه (479/1) كتاب الجنائز: باب ما جاء في اين يقوم الامام اذا صلى على الجنازة، حديث (1494)

غالب کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

درست یہ ہے: یہ ابو غالب سے منقول ہے۔

عبدالوارث بن سعید اور دیگر راویوں نے اس روایت کو ابو غالب نامی راوی کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے' جیسے ہمام نے نقل کیا ہے۔

محدثین نے ابو غالب نامی راوی کے نام کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض نے یہ کہا ہے: ان کا نام نافع تھا' اور ایک قول کے مطابق رافع تھا۔

بعض اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

956 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَالْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى امْرَاَةٍ فَقَامَ وَسَطَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک خاتون کی نماز جنازہ ادا کی' تو آپ اس کے وسط کے مقابل میں کھڑے ہوئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو حسین معلم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

مرد یا عورت کی نماز جنازہ میں امام کے کھڑا ہونے میں مذاہب آئمہ:

مرد یا عورت کی نماز جنازہ میں امام کہاں کھڑا ہوگا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

ا- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے مطابق امام میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہوگا۔ ہمارے امام اعظم

956- اخرجه البخاری (239/3) كتاب الجنائز: باب: اين يقوم من المرأة والرجل! حديث (1332) ومسلم (374/3- الابی) كتاب الجنائز: باب: اين يقوم الامام من الميت للصلوٰة عليه' حديث (964/87) وابو داؤد (227/2) كتاب الجنائز: باب: اين يقوم الامام من الميت اذا صلى عليه' حديث (3195) والنسائي (195/4) كتاب الحيض' الاستحاضة' باب: الصلوٰة على النفساء' حديث (993) وكتاب الجنائز: باب: الصلوٰة على الجنازة قائما' حديث (1976) وباب' اجتماع جنائز الرجال والنساء' حديث (1979) وابن ماجه' (479/1) كتاب الجنائز' باب: ما جاء في اين يقوم الامام اذا صلى على الجنازة' حديث (1493) واخرجه احمد (19-14/5) عن حسين بن ذكوان المعلم عن عبد الله بن بريدة عن سمرة بن جندب به-

رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ میت مرد ہو تو امام کا سر کے مقابل اور عورت ہو تو اس کے بیٹھنے کی جگہ کے مقابل کھڑا ہونا افضل ہے۔ دلائل: (۱) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: فقام عليها للصلوٰة و سطها (سنن ابی داؤد)۔ اس روایت کا مصداق صرف سینہ بنتا ہے۔ (۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: فقام عند رأسه (سنن ابی داؤد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت کے سر کے پاس کھڑے ہوئے۔

۲۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میت خواہ مرد ہو یا عورت امام کا سر کے مقابل کھڑا ہونا افضل ہے۔ انہوں نے قیاس سے استدلال کیا ہے کہ ایمان کا مرکز دماغ اور دماغ سر میں ہے، لہٰذا امام کا میت کے سر کے مقابل کھڑا ہونا افضل ہے۔

آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی قیاسی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ نص کے مقابل قیاس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لہٰذا قیاس سے استدلال کرنا بھی درست نہ ہوا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَرْكِ الصَّلٰوةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

باب 43: شہید کی نماز جنازہ ادا نہ کرنا

957 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمَا اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهُ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِيْ دِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِيْ صُعَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْهُمْ مَنْ ذَكَرَهُ عَنْ جَابِرٍ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الشَّهِيْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يُصَلّٰى عَلَى الشَّهِيْدِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وقَالَ بَعْضُهُمْ يُصَلّٰى عَلَى الشَّهِيْدِ وَاحْتَجُّوْا بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ

957- اخرجه البخاری (284/3) كتاب الجنائز : باب: الصلوٰة على الشهيد حديث (1343) وباب دفن الرجلين والثلاثة فی قبر، حديث (1345) وباب: من لم ير غسل الشهداء، حديث (1346) وباب من يقدم فی اللحد، حديث (1348،1347) وباب: اللحد والشق فی القبر حديث (1353) وابو داؤد (213/2) كتاب الجنائز، باب، الشهيد يغسل، حديث (3139،3138) والنسائی (62/4) كتاب الجنائز: باب : ترك الصلوٰة عليهم، حديث (1955) وابن ماجه (485/1) كتاب الجنائز : باب: ما جاء فی الصلوٰة على الشهداء ودفنهم، حديث (1514) وعبد بن حميد (ص 336) حديث (1119) عن الليث بن سعد، عن الزهری عن عبد الرحمن بن كعب عن جابر بن عبد الله به۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى حَمْزَةَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اِسْحٰقُ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ''غزوۂ احد'' میں شہید ہونے والوں میں' سے دو افراد کو ایک کپڑے میں اکٹھا کیا' پھر آپ نے دریافت کیا: ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد تھا؟ جس کی طرف اشارہ کیا گیا' آپ نے اسے لحد میں پہلے رکھا' آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں ان سب لوگوں کا گواہ ہوں گا' پھر آپ نے ان شہداء کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا' آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا نہیں کی' ان شہداء کو غسل نہیں دیا گیا۔

اس بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

ایک سند کے مطابق زہری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے۔

شہید کی نماز جنازہ کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔

بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں: شہید کی نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔

اہل مدینہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں: شہید کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔

ان حضرات نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی تھی۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

شہید پر نماز جنازہ کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

اس بات میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ شہید پر غسل واجب نہیں ہے بشرطیکہ حالت جنابت میں جام شہادت نوش نہ کیا ہو۔

شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ دلائل: (۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (سنن ابن ماجہ)

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

۲۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک شہید پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے(۱) جن روایات سے شہداء احد پر نماز جنازہ نہ پڑھنا ثابت ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ زخمی ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو مگر صحابہ کو پڑھنے کا حکم دیا ہو(۲) آپ نے انفرادی طور پر نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی بلکہ اجتماعی طور پر پڑھی تھی۔

سوال: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتقال سے چند ایام قبل شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس طرح دوبارہ نماز جنازہ ادا کرنے کا کیا مقصد تھا؟

جواب: (۱) اس روایت میں صلوٰۃ سے مراد نماز نہیں بلکہ دعا ہے۔(۲) شہداء اُحد پر دوبارہ نماز جنازہ ادا کرنا ان کے مقام کے پیش نظر تھا(۳) غزوہ احد کے وقت نماز جنازہ واجب نہیں ہوئی تھی۔ اس کے وجوب پر شہداء اُحد کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْقَبْرِ

باب 44: قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا

958 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا الشَّيْبَانِيُّ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ اَخْبَرَنِيْ مَنْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَى قَبْرًا مُنْتَبِذًا فَصَفَّ اَصْحَابَهُ خَلْفَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَقِيْلَ لَهُ مَنْ اَخْبَرَكَهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّبُرَيْدَةَ وَيَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَاَبِيْ قَتَادَةَ وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يُصَلّٰى عَلَى الْقَبْرِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اِذَا دُفِنَ الْمَيِّتُ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ صُلِّيَ عَلَى الْقَبْرِ وَرَاَى ابْنُ الْمُبَارَكِ الصَّلٰوةَ عَلَى الْقَبْرِ وقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ يُصَلّٰى عَلَى الْقَبْرِ اِلٰى شَهْرٍ

حدیث دیگر: وَقَالَا اَكْثَرُ مَا سَمِعْنَا عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى قَبْرِ اُمِّ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ بَعْدَ شَهْرٍ

958–اخرجه البخاری (222/3) كتاب الجنائز' باب: الصفوف على الجنازة' حديث (1319) وباب: صفوف الصبيان مع الرجال في الجنائز' حديث (1321) وباب: سنة الصلوٰة على الجنائز' حديث (1322) وباب: صلوٰة الصبيان مع الناس على الجنائز' حديث (1326) وباب' الصلوٰة على القبر بعد ما يدفن' حديث (1336) ومسلم (365/3' الابی) كتاب الجنائز' باب: الصلوٰة على القبر' حديث (954/68' 954/69) وابو داؤد (227/2) كتاب الجنائز' باب: التكبير على الجنازة' حديث (3196) والنسائی (85/4) كتاب الجنائز باب: الصلوٰة على القبر' حديث (2023-2024) وابن ماجه (489/1) كتاب الجنائز' باب: ما جاء في الصلوٰة على القبر' حديث (1530) واخرجه احمد (224/1'283'338)عن الشعبی عن ابن عباس

◄► شعبی بیان کرتے ہیں: مجھے ان صحابی نے یہ بات بتائی ہے' جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ایک الگ تھلگ قبر کو دیکھا' تو آپ نے اپنے ساتھیوں کی صف بنوا کر اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

شعبی سے دریافت کیا گیا: آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: قبر پر نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رائے ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میت کو ایسے عالم میں دفن کیا گیا ہو کہ اس کی نماز جنازہ ادا نہ کی گئی ہو' تو قبر پر نماز جنازہ ادا کر لی جائے گی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (مرحوم کے مرنے کے بعد) ایک ماہ تک قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

ان دونوں نے یہ بات بیان کی ہے: اس بارے میں ہم نے جو زیادہ تر روایت سنی ہے۔ وہ سعید بن میتب کے حوالے سے منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی قبر پر ایک ماہ کے بعد نماز جنازہ ادا کی تھی۔

959 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ

متنِ حدیث: اَنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ وَالنَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَائِبٌ فَلَمَّا قَدِمَ صَلّٰى عَلَيْهَا وَقَدْ مَضٰى لِذٰلِكَ شَهْرٌ

◄► سعید بن میتب بیان کرتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے' جب آپ تشریف لائے' تو آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا کی' حالانکہ اس واقعہ کو (یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کے وصال کو) ایک ماہ گزر چکا تھا۔

شرح

قبر پر نماز جنازہ ادا کرنے میں مذاہب آئمہ:

اس بات پر تمام آئمہ کا اجماع ہے کہ میت پر نماز جنازہ واجب ہے اور چار تکبیریں کہی جائیں گی لیکن اس مسئلہ میں اختلاف

959- اخرجه ابن ابی شیبة (360/3) والبیہقی (48/4)

ہے کہ قبر پر نماز جنازہ جائز ہے یا ناجائز؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جس شخص نے میت پر نماز جنازہ نہ پڑھی ہو، وہ قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ انہوں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو ایک ماہ بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قبر پر نماز جنازہ ادا کی۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبر پر نماز جنازہ ممنوع ہے۔ البتہ دو صورتوں میں قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے: (۱) جب میت کے ولی نے نماز ادا نہ کی ہو۔ (۲) جب میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کیا گیا ہو۔ ان دونوں صورتوں کے جواز میں یہ شرط پیش نظر رکھی جائے گی کہ میت کا جسم صحیح سالم ہو ورنہ قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا جائز نہیں ہوگی۔

دلائل: (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (الطبرانی)

(۲) اجساد انبیاء علیہم السلام صحیح سالم ہیں تو سلف صالحین میں سے کسی نے آج تک روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّجَاشِيِّ

باب 45: نبی اکرم ﷺ کا نجاشی کی نماز جنازہ ادا کرنا

960 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ وَّحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِى الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَاكُمُ النَّجَاشِيَّ قَدْ مَاتَ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلَيْهِ قَالَ فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا كَمَا يُصَفُّ عَلَى الْمَيِّتِ وَصَلَّيْنَا عَلَيْهِ كَمَا يُصَلّٰى عَلَى الْمَيِّتِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّحُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ وَّجَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَقَدْ رَوَاهُ اَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ عَمِّهٖ اَبِى الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّاَبُو الْمُهَلَّبِ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو وَيُقَالُ لَهٗ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی فوت ہوگیا ہے تم اٹھو اور اس کی نماز جنازہ ادا کرو!

960- اخرجه مسلم (364/3 ' الابى) كتاب الجنائز' باب: فى التكبير على الجنازة' حديث (953/67) والنسائى (57/4) كتاب الجنازة' باب: الامر بالصلوٰة على الميت' حديث (1946) وباب: الصفوف على الجنازة' حديث (1975) وابن ماجه (491/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء فى الصلوٰة على النجاشى' حديث (1535) اخرجه احمد (446'439'433'431/4) عن يونس' عن محمد بن سيرين' عن عمران بن حصين به-

راوی بیان کرتے ہیں: ہم لوگ کھڑے ہوئے، ہم نے صفِ قائم کی، جس طرح نماز جنازہ کی صف قائم کی جاتی ہے اور ہم نے نجاشی کی نماز جنازہ اسی طرح ادا کی جیسے کسی بھی میت کی ادا کی جاتی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ، حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

ابو قلابہ نے اس روایت کو اپنے چچا ابو مہلب کے حوالے سے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ابو مہلب نامی راوی کا نام عبد الرحمٰن بن عمرو ہے۔

ایک قول کے مطابق ان کا نام معاویہ بن عمرو ہے۔

شرح

میت پر غائبانہ نماز جنازہ میں مذاہب آئمہ:

میت پر غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنے میں اختلاف آئمہ ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ ناجائز ہے۔ انہوں نے تاریخی حقائق سے استدلال کیا ہے کہ دورِ رسالت میں کئی صحابہ کرام کا انتقال غائبانہ ہوا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں کی تھی۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک میت پر غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی اطلاع ملی تو اپنے صحابہ کو ساتھ لے کر جنازگاہ میں پہنچے اور ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک غائب نہیں رہا تھا بلکہ مدینہ منورہ سے حبشہ تک پردے ہٹا لیے گئے تھے (۲) یہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی (۳) حبشہ میں صرف حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ واحد مسلمان تھے اور ان پر نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی موجود نہیں تھا۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ کا اہتمام کیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ

باب 45: نماز جنازہ ادا کرنے کی فضیلت

961 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ

اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَلَهٗ قِيْرَاطٌ وَّمَنْ تَبِعَهَا حَتّٰى يُقْضٰى دَفْنُهَا فَلَهٗ قِيْرَاطَانِ اَحَدُهُمَا اَوْ اَصْغَرُهُمَا مِثْلُ اُحُدٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عُمَرَ فَاَرْسَلَ اِلٰى عَآئِشَةَ فَسَاَلَهَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ صَدَقَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِیْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنِ الْبَرَاءِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِیْ سَعِيْدٍ وَّاُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَثَوْبَانَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قَدْ رُوِیَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص نماز جنازہ ادا کرے اسے ایک قیراط ثواب ملے گا' اور جو شخص میت کے دفن ہونے تک اس کے ساتھ جائے' اسے دو قیراط ثواب ملے گا۔ ان میں سے ایک (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ان دونوں میں سے چھوٹا (قیراط) اُحد پہاڑ جتنا ہوگا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے اس حدیث کا تذکرہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کیا' تو انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے صحیح بیان کیا ہے' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم نے تو بہت سے قیراط ضائع کر دیے۔

اس بارے میں حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَاب اٰخَرُ

باب 46: بلاعنوان

962 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْمُهَزِّمِ قَالَ صَحِبْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَشْرَ سِنِيْنَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَّحَمَلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّرَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

توضیح راوی: وَاَبُو الْمُهَزِّمِ اسْمُهٗ يَزِيْدُ بْنُ سُفْيَانَ وَضَعَّفَهٗ شُعْبَةُ

◄► ابومہزم بیان کرتے ہیں: میں دس سال تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں' میں نے انہیں یہ بیان کرتے

961- اخرجه احمد (2/470، 498، 503) عن محمد بن عمرو، عن ابی سلمة عن ابی هريرة به-

ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص جنازے کے ساتھ جائے اور اسے تین مرتبہ کندھا دے تو اس نے اپنے ذمے سے اس جنازے کا حق ادا کر دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

بعض راویوں نے اسے اسی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے تاہم اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

ابومہزم نامی راوی کا نام یزید بن سفیان ہے۔ شعبہ نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

نماز جنازہ میں شامل ہونے کی فضیلت:

نماز جنازہ میں شمولیت حقوق العباد سے ہے۔ اس کی فضیلت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھ کر تدفین سے قبل واپس آ جاتا ہے تو اسے ایک قیراط کے مساوی ثواب عطا کیا جاتا ہے اور جو شخص نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد تدفین تک رکا رہتا ہے، اسے دو قیراط کے برابر ثواب دیا جاتا ہے۔ قیراط سے مراد ایک درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ اس مقام پر دنیوی قیراط مراد نہیں ہے بلکہ آخرت کا قیراط مراد ہے جو احد پہاڑ کے برابر ہے۔ نماز جنازہ کے بعد تا وقت تدفین رکے رہنا ورثاء کے لیے رشتہ اخوت میں اضافہ اور معاونت کا سبب بنتا ہے، جس وجہ سے اس کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں جو شخص جنازہ کو کندھا دے کر چالیس قدم تک چلتا ہے تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

باب 47: جنازے کے لیے کھڑے ہو جانا

963 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا لَهَا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ اَوْ تُوْضَعَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ وَّسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ وَّقَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

963- اخرجه البخاری (212/3) كتاب الجنائز: باب: القيام للجنازة، حديث (1307) وباب: متى يقعد اذا قام للجنازة، حديث (1308) مسلم (367/3 الابی) كتاب الجنائز باب: القيام للجنازة، حديث (985/83، 985/74، 985/75) وابو داؤد (221/2) كتاب الجنائز، باب: القيام للجنازة، حديث (3172) والنسائی (44/4) كتاب الجنائز باب: الامر بالقيام للجنازة، حديث (1915) وابن ماجه (492/1) كتاب الجنائز، باب: ما جاء في القيام للجنازة، حديث (1542) واخرجه احمد (445/3، 446، 447) والحميدی (77/1) حديث (142) وعبد بن حميد (ص130) حديث (315) عن ابن عمر، عن عامر بن ربيعة به۔

◆◆ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب تم جنازے کو دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ' یہاں تک کہ وہ آگے گزر جائے یا اسے رکھ دیا جائے

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

964 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوْا لَهَا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدَنَّ حَتّٰى تُوضَعَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيثُ اَبِيْ سَعِيدٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالَا مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدَنَّ حَتّٰى تُوضَعَ عَنْ اَعْنَاقِ الرِّجَالِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَقَدَّمُوْنَ الْجَنَازَةَ فَيَقْعُدُوْنَ قَبْلَ اَنْ تَنْتَهِيَ اِلَيْهِمُ الْجَنَازَةُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم جنازے کو دیکھو' تو کھڑے ہو جاؤ! جو شخص اس کے ساتھ جا رہا ہو' وہ اس وقت تک نہ بیٹھے' جب تک جنازے کو رکھ نہ دیا جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث جو اس بارے میں ہے۔ وہ ''حسن صحیح'' ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رائے ہے: یہ دونوں یہ بیان کرتے ہیں: جو شخص جنازے کے ساتھ جا رہا ہو' وہ اس وقت تک نہ بیٹھے' جب تک جنازے کو لوگوں کے کندھوں سے اتار کر (زمین پر) رکھ نہ دیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے بارے میں یہ بات بیان کی گئی ہے: وہ لوگ جنازے کے آگے جایا کرتے تھے' اور جنازے کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی بیٹھ جایا کرتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ تَرْكِ الْقِيَامِ لَهَا

باب 48: جنازے کے لیے قیام نہ کرنے کی رخصت

964- اخرجه البخاري (213/3) كتاب الجنائز: باب: من تبع جنازة فلا يقعد حتى توضع عن مناكب الرجال- حديث (1310) ومسلم (369الابي) كتاب الجنائز' باب القيام للجنازة' حديث (959/77) والنسائي (44/4) كتاب الجنائز باب: السرعة بالجنازة' حديث (1914) وباب: الامر بالقيام للجنازة' حديث (1917) وباب' الجلوس قبل ان توضع الجنازة' حديث (1998) عن يحيى بن كثير عن ابي سلمة عن ابي سعيد الخدري

965 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ وَّاقِدٍ وَّهُوَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ نَّافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مَسْعُوْدِ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ ذُكِرَ الْقِيَامُ فِى الْجَنَائِزِ حَتّٰى تُوضَعَ فَقَالَ عَلِيٌّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَعَدَ وَفِى الْبَاب عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَّفِيْهِ رِوَايَةُ اَرْبَعَةٍ مِّنَ التَّابِعِيْنَ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَهٰذَا اَصَحُّ شَىْءٍ فِىْ هٰذَا الْبَابِ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ نَاسِخٌ لِّلْاَوَّلِ اِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا وَقَالَ اَحْمَدُ اِنْ شَاءَ قَامَ وَاِنْ شَاءَ لَمْ يَقُمْ وَاحْتَجَّ بِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رُوِىَ عَنْهُ اَنَّهُ قَامَ ثُمَّ قَعَدَ وَهٰكَذَا قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: مَعْنٰى قَوْلِ عَلِيٍّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَعَدَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَى الْجَنَازَةَ قَامَ ثُمَّ تَرَكَ ذٰلِكَ بَعْدُ فَكَانَ لَا يَقُوْمُ اِذَا رَاَى الْجَنَازَةَ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے: ان کے سامنے جنازے کے لیے کھڑے ہو جانے کا مسئلہ ذکر کیا گیا' جب تک اسے رکھانہ جائے' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ پہلے کھڑے ہو جایا کرتے تھے' پھر بعد میں آپ بیٹھے رہتے تھے (یعنی آپ نے قیام کو ترک کر دیا تھا)

اس بارے میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو چار تابعین نے ایک دوسرے سے نقل کیا ہے

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں یہ سب سے زیادہ مستند روایت ہے' اور یہ پہلی والی حدیث کو منسوخ کرتی ہے۔ جس میں یہ ارشاد ہے: جب تم جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی اگر چاہے' تو کھڑا ہو جائے اور اگر چاہے' تو کھڑا نہ ہو' انہوں نے یہ دلیل پیش کی ہے: نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت منقول ہے: (جنازے کو دیکھ کر) آپ کھڑے بھی رہتے ہیں اور بیٹھے بھی رہے ہیں۔

965- اخرجه مالك فى الموطا (232/1) كتاب الجنائز' باب: الوقوف للجنائز والجلوس على المقابر' حديث (33) ومسلم (371/3- الابى) كتاب الجنائز باب: نسخ القيام للجنازة' حديث (962/28' 962) وابو داؤد (221/2) كتاب الجنائز' باب القيام للجنازة' حديث (3175) والنسائى (77/4) كتاب الجنائز' باب' الوقوف' حديث (1999- 2000) وابن ماجه (493/1' 82' 83' 131' 138) والحميدى (28/1) حديث (51) عن شعبة عن محمد بن المنكدر عن مسعود بن الحكم عن على بن ابى طالب به-

امام اسحق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات بیان کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ نبی اکرم ﷺ جنازے کے لیے کھڑے بھی ہوئے ہیں اور بیٹھے بھی رہے ہیں ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے: نبی اکرم ﷺ پہلے جب جنازہ دیکھتے تھے تو کھڑے ہو جایا کرتے تھے اس کے بعد آپ نے اس عمل کو ترک کر دیا اس کے بعد آپ ﷺ جنازے کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے۔

شرح

جنازہ دیکھ کر کھڑا نہ ہونے کا مسئلہ:

شروع شروع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول تھا کہ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے مگر جب جنازہ آگے بڑھ جاتا یا زمین پر رکھ دیا جاتا تو بیٹھ جاتے تھے، علاوہ ازیں بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تا تدفین کھڑے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تدفین میں مصروف تھے جبکہ لوگ پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اس دوران یہود کا ایک ممتاز عالم پاس سے گزرا اور مسلمانوں کو حالت قیام میں دیکھ کر اس نے کہا: مسلمان لوگ بھی ہماری طرح کھڑے ہو کر تدفین میت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہودیوں کی مخالفت کا حکم دیا تو انہوں نے جنازہ کو زمین پر رکھ کر تا تدفین بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ اسی طرح کھڑا ہونے کا عمل منسوخ ہو گیا۔ اب ہمارے لیے حکم یہ ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے شرکاء جنازہ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح جنازہ کو زمین پر رکھ کر تا تدفین بیٹھ جانے کا حکم ہے تا کہ یہود کی مخالفت ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا

باب 49: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان "لحد ہمارے لیے ہے اور شق دوسروں کے لیے ہے"

966 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّنَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِيُّ وَيُوْسُفُ بْنُ مُوْسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَآئِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (قبر میں) لحد (بنانے کا طریقہ) ہمارے لیے ہے اور شق (کرنے کا) طریقہ دوسروں کے لیے ہے۔

اس بارے میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث

966- اخرجه ابو داؤد (231/2) كتاب الجنائز: باب: في اللحد، حديث (3208) والنسائي (80/4) كتاب الجنائز: باب اللحد والشق، حديث (2009) وابن ماجه (496/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في استحباب اللحد، حديث (1554) عن حكام بن سلم الرازي، عن علي بن عبد الاعلى عن ابيه عن سعيد بن جبير عن ابن عباس به۔

منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

قبر لحد کی فضیلت:

قبر تیار کرنے کے دو طریقے ہیں: (۱) قبر لحد: قبر کے گڑھے میں مزید ایک بغلی گڑھا تیار کیا جاتا ہے' جس میں میت کو لٹایا جاتا ہے (۲) قبر شق: ایک گڑھا کھودا جاتا ہے' جس میں میت کو لٹا کر اوپر اینٹیں یا تختے وغیرہ لگا کر مٹی ڈال دی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قبر لحد'' کو افضل قرار دیتے ہوئے فرمایا: لحد ہمارے لیے اور شق دوسرے (غیر مسلم) لوگوں کے لیے ہے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو یہ مسئلہ پیش آیا کہ قبر اطہر کس نوعیت کی تیار کی جائے۔ اسی روایت کے مطابق آپ کے لیے ''قبر لحد'' تیار کی گئی۔ قبر لحد کو قبر شق پر کئی اعتبار سے فضیلت حاصل ہے: (۱) قبر لحد کی صورت میں میت کا احترام زیادہ ہے (۲) قبر لحد کی صورت میں میت، مردار خوار جانوروں سے زیادہ محفوظ ہو جاتی ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ

باب 50: جب میت کو اس کی قبر میں اتار دیا جائے' تو کیا پڑھا جائے؟

967 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ خَالِدٍ الْأَحْمَرُ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ وَقَالَ أَبُوْ خَالِدٍ مَرَّةً إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِيْ لَحْدِهِ قَالَ مَرَّةً بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَالَ مَرَّةً بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ أَبُو الصِّدِّيْقِ النَّاجِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوْفًا أَيْضًا

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں جب کسی میت کو قبر میں اتار دیا جاتا تھا۔

ابو خالد نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: جب میت کو اس کی لحد میں رکھا جاتا تھا' تو نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ یہ پڑھتے تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ہم اس میت کو اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے' اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور اس کے رسول کے دین پر

967- اخرجه ابن ماجه (494/1) كتاب الجنائز: باب ما جاء في ادخال الميت القبر، حديث (1550) عن نافع عن عبد الله بن عمر به-

(یقین رکھتے ہوئے) قبر میں اتارتے ہیں)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

ابوصدیق ناجی نے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق یہ ابوصدیق ناجی کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے "موقوف" روایت کے طور پر بھی منقول ہے۔

شرح

میت کو قبر میں لٹاتے وقت کی دعا:

زندہ آدمی سوتے وقت یہ دعا پڑھتا ہے: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْيٰى (اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مر رہا ہوں اور تیرے نام سے اٹھوں گا) ہر کام کا تسمیہ الگ ہے۔ ذبح کا تسمیہ یہ ہے: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۔ آغاز کھانا کا تسمیہ یہ ہے: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ ۔ وضو کا تسمیہ یوں ہے: بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۔ تلاوت قرآن کا تسمیہ یوں ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ میت کو قبر میں لٹاتے وقت کا تسمیہ یا دعا یہ ہے: (۱) بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ (۲) بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ يُلْقَى تَحْتَ الْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ

باب 51: قبر میں میت کے نیچے ایک کپڑا بچھانا

968 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ قَالَ سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: اَلَّذِيْ اَلْحَدَ قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْ طَلْحَةَ وَالَّذِيْ اَلْقَى الْقَطِيفَةَ تَحْتَهُ شُقْرَانُ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: جَعْفَرٌ وَّاَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ شُقْرَانَ يَقُوْلُ اَنَا وَاللّٰهِ طَرَحْتُ الْقَطِيفَةَ تَحْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ شُقْرَانَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ فَرْقَدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی لحد تیار کی تھی اور نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے لیے

نیچے چادر بچھائی تھی۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ یہ بات بیان کرتے ہیں: ابن ابی رافع نے مجھے یہ بات بتائی ہے: میں نے حضرت شقران رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: اللہ کی قسم! میں نے نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک میں آپ کے لیے نیچے چادر بچھائی تھی۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث منقول ہے

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت شقران رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

علی بن مدینی نے اس روایت کو عثمان بن فرقد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

969 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ جُعِلَ فِىْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطِيفَةٌ حَمْرَاءُ

اسنادِ دیگر: قَالَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ فِىْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّيَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِىْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ الْقَصَّابِ وَاسْمُهٗ عِمْرَانُ بْنُ اَبِىْ عَطَاءٍ وَّرُوِىَ عَنْ اَبِىْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ وَاسْمُهٗ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ وَكِلَاهُمَا مِنْ اَصْحَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ

آثارِ صحابہ: وَّقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ يُّلْقٰى تَحْتَ الْمَيِّتِ فِى الْقَبْرِ شَىْءٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّاِلٰى هٰذَا ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک میں سرخ چادر رکھی گئی تھی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہ زیادہ مستند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شعبہ نے ابوحمزہ قصاب کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ ان کا نام عمران بن ابوعطاء ہے۔

یہی روایت ابوجمرہ ضبعی کے حوالے سے نقل کی گئی ہے جن کا نام نصر بن عمران ہے۔

یہ دونوں حضرات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں میں سے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بھی منقول ہے: ان کے نزدیک قبر میں میت کے نیچے کوئی بھی چیز رکھنا مکروہ ہے۔ بعض اہلِ علم نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔

969- اخرجه مسلم (378/3)- الدبى كتاب الجنائز: باب: جعل القطيفة فى القبر: حديث (967/91) والنسائى (81/4) كتاب الجنائز: باب: وضع الثوب فى اللحد: حديث (2012) واخرجه احمد (228/1) عن شعبة: عن ابى جمرة: عن ابن عباس به-

شرح

قبر میں میت کے نیچے کپڑا بچھانے کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ:

قبر میں میت کے نیچے کپڑا بچھانے کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قبر میں میت کے نیچے کپڑا بچھانا جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد کی شکل میں قبر تیار کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے قبر میں آپ کے نیچے چادر بچھائی تھی۔

۲- آئمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبر میں میت کے نیچے کپڑا وغیرہ بچھانا مکروہ وممنوع ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: انہ کرہ ان یجعل تحت المیت ثوبا فی قبرہ۔ (سنن بیہقی) قبر میں میت کے نیچے کپڑا بچھانا مکروہ ہے۔

آئمہ اربعہ کی طرف سے امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت شقران رضی اللہ عنہ کا یہ فعل امر شرعی کی بجا آوری کے لیے نہیں تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اظہار عقیدت اور اجتہاد کی بنا پر تھا نہ کہ قاعدہ کلیہ کی بنا پر۔ وہ اس بات کو بھی ناپسند کرتے تھے کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کی چادر مبارک کوئی دوسرا شخص اپنے استعمال میں لائے۔ علاوہ ازیں میت کے کفن کے علاوہ قبر کے اندرونی حصہ میں ایسی چیز کا استعمال کرنا جسے آگ نے جلایا ہو یا اسے جلا سکتی ہو، مکروہ وممنوع ہے۔ اسی لیے قبر کے اندرونی حصہ میں پکی اینٹ، کپڑا، گھاس اور مصلیٰ وغیرہ بچھانا منع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَسْوِيَةِ الْقُبُوْرِ

باب 52: قبر کو برابر کرنا

970 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِاَبِي الْهَيَّاجِ الْاَسَدِيِّ اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِيْ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ قَبْرًا مُّشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ وَلَا تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

970- اخرجه مسلم (3/383 - الابی) كتاب الجنائز' باب: الامر بتسوية القبر- حديث (93/969) وابو داؤد (2/233) كتاب الجنائز' باب : في تسوية القبر' حديث (3218) والنسائي (4/88) كتاب الجنائز: باب: تسوية القبور اذا رفعت' حديث (2031) واخرجه احمد (1/89'96'128) من طرق عن ابی الهياج الاسدی عن علی بن ابی طالب به-

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُوْنَ اَنْ يُّرْفَعَ الْقَبْرُ فَوْقَ الْاَرْضِ قَالَ الشَّافِعِيُّ اَكْرَهُ اَنْ يُّرْفَعَ الْقَبْرُ اِلَّا بِقَدْرِ مَا يُعْرَفُ اَنَّهٗ قَبْرٌ لِكَيْلَا يُوْطَاَ وَلَا يُجْلَسَ عَلَيْهِ

◆◆ ابووائل بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوہیاج اسدی سے یہ فرمایا: میں تمہیں اس کام کے لیے بھیج رہا ہوں' جس کام کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا' یہ کہ تم کسی بھی اونچی قبر کو برابر کیے بغیر نہ چھوڑنا اور ہر تصویر کو مٹا دینا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے: ان کے نزدیک قبر کو زمین سے اونچا رکھنا مکروہ ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اس بات کے مکروہ سمجھتا ہوں کہ قبر کو بلند کیا جائے۔ البتہ اتنا بلند کیا جا سکتا ہے کہ جس سے یہ پتہ چل جائے' یہ قبر ہے' تاکہ لوگ اس کو پاؤں کے نیچے نہ دیں اور اس پر بیٹھیں نہیں۔

شرح

قبر کو پست رکھنے کا مسئلہ:

زمانہ جاہلیت میں لوگ قبور کو بلند بلکہ ان پر عمارت تعمیر کر لیتے تھے۔ اسلام اعتدال پسند دین ہے، اس میں فضول خرچی، عقل و دانش کے خلاف اور فطرت کے منافی امور کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ حدیث باب میں تسویۃ القبور سے مراد قبور بالکل زمین کے برابر کرنا نہیں ہے بلکہ ایک بالشت بلند قبر تیار کی جا سکتی ہے۔ سرہانے کی جانب پتھر یا اینٹ یا تختی وغیرہ لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ قبر کچی ہونی چاہیے اور اس کے کناروں یا اطراف کو حفاظت کی نیت سے پکا بنایا جا سکتا ہے۔ راقم الحروف کی معلم ومرشد حضرت علامہ مفتی محمد عبدالغفور شرقپوری نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ (بانی جامعہ فاروقیہ رضویہ، گھوڑے شاہ روڈ لاہور) نے انتقال سے قبل اپنے صاحبزادگان' تلامذہ اور مریدین کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا میری قبر جامعہ میں ہرگز نہ بنائی جائے بلکہ قبرستان میں بنائی جائے، سنت کے مطابق ایک بالشت سے بلند نہ ہو اور قبر کچی رکھی جائے یعنی پکی نہ بنائی جائے۔ سلف صالحین، علماء ربانیین اور مشائخ کا طرزِ زندگی ایسا ہی رہا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے مزارات مبارکہ کی زیارت کا اعزاز حاصل کیا کہ مزارات ثلاثہ نہ بالکل زمین کے برابر اور نہ زیادہ بلند تھے۔ (سنن ابی داؤد)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْمَشْيِ عَلَى الْقُبُوْرِ وَالْجُلُوْسِ عَلَيْهَا وَالصَّلٰوةِ اِلَيْهَا

باب 53: قبر پر چلنا' اس پر بیٹھنا اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے

971 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ

عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنْ اَبِىْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوا اِلَيْهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَّبَشِيْرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّاَبُوْ عَمَّارٍ قَالَا اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنْ اَبِىْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَيْسَ فِيْهِ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ وَهٰذَا الصَّحِيْحُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ مُحَمَّدٌ وَّحَدِيْثُ ابْنِ الْمُبَارَكِ خَطَاٌ اَخْطَاَ فِيْهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَزَادَ فِيْهِ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ وَاِنَّمَا هُوَ بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ وَّاثِلَةَ هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ وَّلَيْسَ فِيْهِ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ وَبُسْرُ ابْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَدْ سَمِعَ مِنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ

◆◆ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قبروں پر بیٹھو نہیں اوران کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہ کرو۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ، حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

◆◆ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، حضرت ابومرثد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

اس روایت کی سند میں ابوادریس نامی راوی کا ذکر نہیں ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت میں خطا پائی جاتی ہے اس میں ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے غلطی کی ہے انہوں نے اس کی سند میں ابوادریس خولانی کا ذکر زائد کر دیا ہے:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ صاحب بسر بن عبیداللہ ہیں جنہوں نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔

دیگر کئی راویوں نے اس روایت کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے اور اس کی سند میں بھی ادریس خولانی کا تذکرہ نہیں ہے۔

بسر بن عبیداللہ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں۔

971- اخرجہ مسلم (385/3 الابی) کتاب الجنائز: باب: النہی عن الجلوس عن القبر والصلوٰۃ علیہ' حدیث (97/972/98'972/97) وابو داؤد (236/2) کتاب الجنائز: باب: کراھیۃ القعود علی القبر' حدیث (3229) والنسائی (67/2) کتاب القبلۃ : باب: النہی عن الصلوٰۃ الی القبر' حدیث (760) واخرجہ احمد (135/4) وابن خزیمۃ (7/2) حدیث (794/793) وعبد بن حمید (ص172) حدیث (473) من طرق عن واثلۃ بن الاسقع' عن ابی مرثد الغنوی بہ-

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ تَجْصِيصِ الْقُبُوْرِ وَالْكِتَابَةِ عَلَيْهَا

باب 54: قبر کو پختہ کرنا اور اس پر لکھنا مکروہ ہے

972 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ اَبُوْ عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهَا وَاَنْ تُوطَاَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ

توضیح راوی: وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ فِيْ تَطْيِيْنِ الْقُبُوْرِ وقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا بَاْسَ اَنْ يُّطَيَّنَ الْقَبْرُ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے: قبروں کو پختہ کیا جائے یا ان پر کچھ لکھا جائے یا ان پر کوئی عمارت تعمیر کی جائے یا ان پر چلا جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' بعض اہلِ علم جن میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں' انہوں نے قبر کو گارے سے لیپنے کی اجازت دی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ہے: قبر پر گارا لگا دیا جائے۔

شرح

قبور پر چلنے، ان پر بیٹھنے، انہیں پختہ بنانے اور ان پر تحریر کرنے کی ممانعت:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو ابواب کے ذیل میں دو احادیث مبارکہ تخریج فرمائی ہیں جن میں متعدد امور کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے ان سے منع کیا گیا ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ قبور پر چلنا منع ہے' کیونکہ اس سے اہل قبور کی بے حرمتی و بے ادبی ہوتی ہے۔ قبور پر بیٹھنا بھی منع ہے، کیونکہ یہ معیوب اور بے ادبی کی صورت ہے۔ قبور کو پختہ بنانے کی بھی ممانعت ہے، پختہ بنانے کی صورت میں جگہ زیادہ استعمال ہوگی جس سے مسلمانوں کی حق تلفی بھی ہوگئی۔ قبور کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا منع ہے۔ اگر کسی نے

972- اخرجه مسلم (383- الابى) كتاب الجنائز: باب: النهى عن تجصيص القبر والبناء عليه' حديث (970/94. 970/95) كتاب الجنائز' باب فى البناء على القبر' حديث (3225) والنسائى (86/4) كتاب الجنائز: باب: الزيادة على القبر' حديث (2027) وباب: البناء على القبر' حديث (2028) وباب: تجصيص القبور' حديث (2029) وابن ماجه (498/1) كتاب الجنائز' باب ما جاء فى النهى عن البناء على القبور وتجصيصها والكتابة عليها' حديث (1562) واخرجه احمد (295/3' 339) بلفظ تقصص (399) بلفظ تجصص' وعبد بن حميد (ص325) حديث (1075) عن ابى الزبير عن جابر بن عبد الله به۔

عبادت کی نیت سے قبر کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی تو یہ شرک ہے۔ اگر کسی نے دوران نماز تعظیماً قبر کی طرف منہ کیا تب بھی حرام ہے۔ اس لیے کہ شریعت محمدیہ میں غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے۔ پوری قبر کو پختہ بنا کر اسے آیات واحادیث کی تحریرات سے مزین کرنا منع ہے' کیونکہ اس میں بے ادبی کا پہلو عیاں ہے۔ اگر قبر کے سرہانے کی جانب تختی لگائی جس پر صاحب قبر کا نام تحریر ہوتا کہ لوگوں کو فاتحہ خوانی کے لیے آنے میں آسانی ہو، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا دَخَلَ الْمَقَابِرَ

باب 55: جب آدمی قبرستان میں داخل ہو تو کیا پڑھے؟

973 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ عَنْ اَبِیْ كُدَيْنَةَ عَنْ قَابُوسَ بْنِ اَبِیْ ظَبْيَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ بُرَيْدَةَ وَعَائِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ كُدَيْنَةَ اسْمُهٗ يَحْيَى بْنُ الْمُهَلَّبِ وَاَبُوْ ظَبْيَانَ اسْمُهٗ حُصَيْنُ بْنُ جُنْدُبٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان کے پاس سے گزرے آپ ﷺ نے اس کی طرف رخ کیا' اور یہ پڑھا۔

''اے قبرستان والو! تم پر سلام ہو! اللہ تعالیٰ ہماری بھی مغفرت کرے اور تمہاری بھی'' تم لوگ ہم سے پہلے چلے گئے ہو' اور ہم تمہارے پیچھے آرہے ہیں''۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابوکدینہ نامی راوی کا نام یحیٰی بن مہلب ہے۔ ابوظبیان نامی راوی کا نام حصین بن جندب ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الرُّخْصَةِ فِیْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

باب 56: قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت

974 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ النَّبِيْلُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

973- انفرد به الترمذی' واخرجه الطبرانی فی المعجم الكبير (107/12) حديث (12614)

متنِ حدیث: قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَقَدْ اُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِیْ زِيَارَةِ قَبْرِ اُمِّهٖ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ بُرَيْدَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بِزِيَارَةِ الْقُبُوْرِ بَاْسًا وَّهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے تمہیں قبرستان کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا' پھر حضرت محمد ﷺ کو ان کی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مل گئی' تو تم قبرستان کی زیارت کیا کرو' کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' ان کے نزدیک قبرستان کی زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

975 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا عِيْسٰی بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ قَالَ

متنِ حدیث: تُوُفِّیَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ بِحُبْشِیٍّ قَالَ فَحُمِلَ اِلٰی مَكَّةَ فَدُفِنَ فِيْهَا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ اَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ فَقَالَتْ وَكُنَّا كَنَدْمَانَیْ جَذِيْمَةَ حِقْبَةً مِّنَ الدَّهْرِ حَتّٰی قِيْلَ لَنْ يَّتَصَدَّعَا فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَاَنِّیْ وَمَالِكًا لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَّمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَّعًا ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ اِلَّا حَيْثُ مُتَّ وَلَوْ شَهِدْتُّكَ مَا زُرْتُكَ

◆◆ عبداللہ بن ابوملیکہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کا حبشہ میں انتقال ہو گیا' ان کی میت کو مکہ لا کر وہاں دفن کر دیا گیا' جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ آئیں' تو وہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر بھی آئیں اور بولیں: (یعنی انہوں نے کسی شاعر کے یہ شعر پڑھے)۔

''ہم جزیمہ بادشاہ کے دو وزیروں کی طرح ایک عرصے تک ایک ساتھ رہے' یہاں تک کہ یہ کہا جانے لگا کہ ہم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے' لیکن جب ہم جدا ہوئے' تو یوں محسوس ہوا کہ ایک طویل عرصے تک ساتھ رہنے کے

974- اخرجه مسلم (396/3 الابی) كتاب الجنائز' الباب استئذان النبی صلی الله عليه وسلم ربه عزوجل فی زيارة قبر امه' حديث (977/107) وكتاب الاضاحی' باب بيان ما كان من النهی عن اكل لحوم الاضاحی بعد ثلاث فی اول الاسلام' وبيان نسخه واباحته الی متی شاء' حديث (1977/37) وابن ماجه مختصراً (1127/2) كتاب الاشربه' باب: ما رخص فيه من ذلك' حديث (3405) واخرجه احمد (359'356/5) عن سليمان بن بريدة عن ابيه به-

باوجود میں نے ادر مالک نے کبھی ایک رات بھی بسر نہیں کی''۔

پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں وہاں ہوتی' تو تمہیں وہیں دفن کیا جاتا' جہاں تمہارا انتقال ہوا تھا' اور اگر میں (تمہاری وفات کے وقت) موجود ہوتی' تو تمہاری (قبر تک) نہ آتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَآءِ

باب 57: خواتین کا قبرستان جانا مکروہ ہے

976 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ رَاَى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ هٰذَا كَانَ قَبْلَ اَنْ يُّرَخِّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِيْ رُخْصَتِهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا كُرِهَ زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَآءِ لِقِلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَكَثْرَةِ جَزَعِهِنَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قبرستان بکثرت جانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک یہ حکم اس سے پہلے کا ہے' جب نبی اکرم ﷺ نے قبرستان کی زیارت کرنے کی اجازت نہ دے دی تھی۔ جب آپ ﷺ نے اس کی رخصت دے دی' تو اس رخصت میں خواتین اور مرد شامل ہوں گے۔

بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے: خواتین کے لیے قبرستان جانے کو اس لیے مکروہ قرار دیا گیا ہے' کیونکہ ان میں صبر کم ہوتا ہے' اور وہ چیخنے چلانے زیادہ ہیں۔

شرح

زیارت قبور کا مسئلہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل تین ابواب کے ذیل میں چار احادیث مبارکہ تخریج فرمائی ہیں جن میں مسئلہ زیارت قبور اور اس کے متعلقات کو بیان کیا گیا۔ زمانہ جاہلیت قریب ہونے کی وجہ سے ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے منع کیا گیا تھا لیکن جب مسلمانوں کی تعلیم و تربیت ہوگئی تو پھر انہیں زیارت قبور کی اجازت دے دی گئی کیونکہ اس سے موت کا تصور پختہ ہوتا

976- اخرجه ابن ماجه (502/1) كتاب الجنائز' باب: ما جاء في النهي عن زيارة القبور' حديث (1576) واخرجه احمد (356-337/2) عن ابي عوانه' عن عمر بن ابي سلمة' عن ابيه عن ابي هريرة به-

ہے اور قیامت کا عقیدہ مضبوط ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنی امت کو زیارت قبور کی اجازت دی بلکہ خود بھی ہر ہفتہ شہداء احد کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں اپنی والدہ ماجدہ کے مزار اقدس پر بھی فاتحہ خوانی کی غرض سے جانے کی اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی جو آپ کو دے دی گئی۔

جب قبرستان پر فاتحہ خوانی کی نیت سے حاضری دی جائے تو مزار سے تین فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو کر فاتحہ خوانی کی جائے۔ خواہ مزار کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا حرام تو نہیں ہے لیکن بے ادبی ہے اور کچھ بے علم و جاہل لوگ سجدہ تعظیمی شروع کر دیتے ہیں جو حرام ہے۔ قبرستان میں داخل ہوتے وقت یا مزار کے پاس پہنچنے پر بایں الفاظ سلام عرض کیا جائے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ وَ يَغْفِرُ اللهُ وَلَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ۔

مزار پر فاتحہ خوانی کا طریقہ یہ ہے کہ مزار سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو کر چاروں قل، سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات تلاوت کر کے اوّل و آخر درود پیش پڑھا جائے۔ پھر اس تلاوت کا انبیاء، سلف صالحین اور اعزاء و اقارب کو ایصال کر دیا جائے۔ صحابہ کرام، اولیاء عظام اور علماء ربانیین کے مزارات کی زیارت کرنا نافع و مفید ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء کی حاضری بہت بڑی سعادت، باعث نجات، علامت محبت رسول اور شفاعت مصطفوی کا سبب ہے۔ اس بارے میں مشہور حدیث مبارکہ ہے: مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ ۔ جس شخص نے میرے مزار اقدس کی زیارت کی اس کے لیے (قیامت کے دن) میری شفاعت واجب ہوگئی۔

سوال: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع فرمایا تھا تو اس ممانعت میں خواتین بھی شامل تھیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب آپ نے زیارت قبور کی اجازت دی تو اس اجازت میں بھی خواتین شامل ہیں یا نہیں؟

جواب: خواتین کے مسئلہ زیارت قبور میں اختلاف ہے، بعض علماء نے خواتین کو اس کی اجازت دی ہے اور بعض نے انہیں منع کیا ہے۔ احتیاط کا تقاضا ہے کہ خواتین زیارت قبور کے لیے نہ جائیں۔ قائلین ممانعت نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زائرات قبور پر لعنت فرمائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ

باب 58: رات کے وقت دفن کرنا

977 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ خَلِيفَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ ابْنِ اَرْطَاةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا فَاُسْرِجَ لَهٗ سِرَاجٌ فَاَخَذَهٗ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتَ لَاَوَّاهًا تَلَّاءً لِّلْقُرْاٰنِ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا

977- اخرجه ابن ماجه من طريق محمد بن الصباح عن يحيى بن اليمان عن منهال بن خليفة عن عطاء ن ابن عباس (487/1) كتاب الجنائز' باب ما جاء فى الاوقات التى لا يصلى فيها على الميت ولا يدفن -حديث (1520)

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّيَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ وَّهُوَ اَخُو زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَكْبَرُ مِنْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَّقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا وَقَالُوْا يُدْخَلُ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وقَالَ بَعْضُهُمْ يُسَلُّ سَلًّا وَّرَخَّصَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِى الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کے وقت قبر میں اترے تو آپ کے لیے چراغ کو روشن کردیا گیا' آپ نے میت کو قبلہ کی سمت سے پکڑا (اور قبر میں اتارا) اورارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے! تم بہت نرم دل اور قرآن کی بکثرت تلاوت کرنے والے شخص تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی تھیں۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ، جوحضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور عمر میں ان سے بڑے ہیں، سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض اہلِ علم اس حدیث کی طرف گئے ہیں' وہ یہ فرماتے ہیں: میت کو قبر میں قبلہ کی سمت سے داخل کیا جائے گا۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: اسے سر کی طرف سے رکھا جائے گا۔

اکثر اہلِ علم نے رات کے وقت دفن کرنے کی اجازت دی ہے۔

شرح

میت کو قبر میں داخل کرنے کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

میت کو رات میں دفن کیا جائے یا دن میں دونوں کا حکم یکساں ہے۔ رات کے وقت تدفین کی صورت میں بقدر ضرورت روشنی کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ البتہ میت کو دخول فی القبر کے طریقہ میں آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں:۔

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کرنا سنت ہے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ میت کو عرضاً قبر کے پاس قبلہ کی جانب رکھا جائے پھر اسے قبر میں اتارا جائے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت قبر میں اترے' چراغ کی روشنی کا انتظام کیا گیا اور آپ نے قبلہ کی جانب سے میت کو پکڑ کر قبر میں رکھا۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طریق سل مسنون ہے۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ میت کو قبر کے پاؤں کی طرف رکھا جائے، پہلے میت کا سر قبر میں داخل کیا جائے پھر پاؤں۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے: ثم ادخلہ القبر من قبل رجلی القبر (سنن ابی داؤد) اس روایت میں میت کو پاؤں کی طرف سے قبر میں داخل کرنے کی تصریح ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ قبلہ

کی طرف دیوار ہونے کی صورت میں میت کو قبر کے پاؤں کی طرف رکھا گیا تھا اور طریق سل اختیار کیا گیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الثَّنَاءِ الْحَسَنِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب 59: میت کو اچھے الفاظ میں یاد کرنا

978 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: مُرَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ قَالَ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَاَبِي هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی تعریف کی نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: واجب ہوگئی ہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

979 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَزَّازُ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِي الْفُرَاتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ الدِّيلِيِّ

متنِ حدیث: قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَجَلَسْتُ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَمَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ وَجَبَتْ فَقُلْتُ لِعُمَرَ وَمَا وَجَبَتْ قَالَ اَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ لَهُ ثَلَاثَةٌ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قَالَ قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ قَالَ وَلَمْ نَسْاَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَاحِدِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْاَسْوَدِ الدِّيلِيُّ اسْمُهُ ظَالِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سُفْيَانَ

◆◆ ابواسود دیلی بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا' کچھ لوگ ایک جنازے کو لے کر گزرے لوگوں نے اس کی تعریف کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی! میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا چیز واجب ہوگئی؟ انہوں نے فرمایا: میں نے وہی بات کہی ہے' جو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی' آپ نے ارشاد

978- اخرجه احمد (179/3) عن حميد' عن انس به-

979- اخرجه البخاري (271/3) كتاب الجنائز' باب' ثناء الناس على الميت' حديث (1368) وكتاب الشهادات' باب' تعديل كم يجوز' حديث (2643) والنسائي (50/4) كتاب الجنائز' باب' الثناء' حديث (1934) واخرجه احمد (1/21-30-45-54) من طرق عن ابي اسود الديلي عن عمر بن الخطاب به-

فرمایا تھا: جس مسلمان کے حق میں تین آدمی گواہی دیں اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: اگر دو دے دیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر دو دے دیں (تو بھی ایسا ہی ہوتا ہے) تاہم' ہم نے نبی اکرم ﷺ سے ایک شخص کی (گواہی کے بارے میں) دریافت نہ کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابواسود دیلی کا نام ظالم بن عمرو بن سفیان ہے۔

شرح

میت کی خوبیاں بیان کرنا:

کسی مسلمان بھائی کے انتقال پر ان کے عیوب و نقائص سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کی خوبیاں' کمالات اور خدمات بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لوگوں کی طرف سے میت کی خوبیاں کرنے سے میت بھی عند اللہ خوبیوں والی ہو جاتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ دو یا تین شخص جب کسی میت کی تعریف کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی میت کو جنتی قرار دیا جاتا ہے۔ مختلف روایات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ تم میت کے عیوب و نقائص بیان کرنے سے اجتناب کرو اور اس کی خوبیوں کو بیان کرو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ثَوَابِ مَنْ قَدَّمَ وَلَدًا

باب 60: جس شخص کا ایک بچہ فوت ہو جائے اس کا ثواب

980 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ ح وحَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَمُعَاذٍ وَّكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَّعُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ وَّاُمِّ سُلَيْمٍ وَّجَابِرٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِيْ ذَرٍّ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْاَشْجَعِيِّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّقُرَّةَ بْنِ اِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ

توضیح راوی: قَالَ وَاَبُوْ ثَعْلَبَةَ الْاَشْجَعِيُّ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ وَّاحِدٌ هُوَ هٰذَا الْحَدِيْثُ

980- اخرجه مالك (235/1) كتاب الجنائز' باب: الحسبة في المصيبة' حديث (38) والبخاري (142/3) كتاب الجنائز' باب: فضل من مات له ولد فاحتسب' حديث (1251) وكتاب الايمان والنذور' باب: قول الله تعالىٰ (واقسموا بالله جهد ايمانهم —) النحل (38) حديث (6656) والادب المفرد' ص (49) حديث (141) ومسلم (604/8' الابي) كتاب البر والصلة والاداب باب' فضل من يموت له ولد فيحتسبه' حديث (2632/150) والنسائي (25/4) كتاب الجنائز' باب' من يتوفى له ثلاثة' حديث (1875) وابن ماجه (512)كتاب الجنائز' باب: ما جاء في ثواب من اصيب بولده' حديث (1603) واخرجه احمد (239/2-276-473-479) والحميدي (444/2) حديث (1020) عن ابن شهاب' عن سعيد بن المسيب' عن ابي هريرة به-

وَلَيْسَ هُوَ الْخُشَنِيُّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اُسے جہنم کی آگ صرف قسم کو پورا کرنے کے لیے چھوئے گی۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ، سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوثعلبہ اشجعی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوثعلبہ اشجعی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔

یہ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

981 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِىْ مُحَمَّدٍ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَدَّمَ ثَلَاثَةً لَّمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ كَانُوْا لَهٗ حِصْنًا حَصِيْنًا مِّنَ النَّارِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ قَالَ وَاثْنَيْنِ فَقَالَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ سَيِّدُ الْقُرَّاءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَوَاحِدًا وَّلٰكِنْ اِنَّمَا ذَاكَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ

◆◆ ابومحمد جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ ابوعبیدہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائیں وہ اس شخص کے لیے (جہنم سے بچنے کا) ذریعہ بن جائیں گے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے تو دو بچے فوت ہو چکے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو بھی ہوں (تو بھی یہی فضیلت حاصل ہوگی)۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جو تمام قاریوں کے سردار ہیں انہوں نے عرض کی: میرا ایک بچہ فوت ہو چکا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر ایک ہوا ہو (تو بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی) لیکن یہ صدمے کے آغاز میں ہوتا ہے (اگر اس وقت صبر کر لیا جائے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ابوعبیدہ نامی راوی نے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے احادیث نہیں سنی ہیں۔

981- اخرجہ ابن ماجہ (512/1) کتاب الجنائز' واخرجہ احمد (375/1' 429' 451)

982 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَاَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ بَارِقٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّي اَبَا اُمِّي سِمَاكَ بْنَ الْوَلِيدِ الْحَنَفِيَّ يُحَدِّثُ، اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِيْ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِمَا الْجَنَّةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِّنْ اُمَّتِكَ قَالَ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ يَّا مُوَفَّقَةُ قَالَتْ فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِّنْ اُمَّتِكَ قَالَ فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِيْ لَنْ يُّصَابُوْا بِمِثْلِي

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ بَارِقٍ

توضیح راوی: وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْمُرَابِطِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ اَنْبَاَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ بَارِقٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَسِمَاكُ بْنُ الْوَلِيْدِ هُوَ اَبُوْ زُمَيْلٍ الْحَنَفِيُّ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں سے جس شخص کے دو بچے فوت ہو جائیں' اللہ تعالیٰ ان دونوں کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں عرض کی: آپ کی امت میں سے جس شخص کا ایک بچہ فوت ہوا ہو؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے وہ عورت! جس کو توفیق دی گئی' جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو (اس کا بھی یہی ثواب ہو گا)۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اگر کسی کا کوئی بچہ نہ ہو؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس کا پیشوا ہوں گا' اور انہیں مجھ جیسا پیشوا نہیں ملے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف عبدربہ بن بارق نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

مختلف آئمہ نے ان کے حوالے سے روایات کو نقل کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ سماک بن ولید حنفی نامی راوی' ابوزمیل حنفی ہیں۔

شرح

نابالغ بچے کی وفات والدین کے لیے توشۂ آخرت:

شیر خوار یا نابالغ بچہ وفات پا جائے اور والدین اس کے صدمہ کو صبر و تحمل سے برداشت کریں تو وہ ان کے لیے توشۂ آخرت بن جاتا ہے۔ احادیث باب میں اسی مسئلہ کی تصریح ہے۔ ایسے بچے والدین کے لیے عذاب جہنم سے محفوظ رہنے کا ذریعہ' دخول جنت کا باعث اور آخرت میں نجات کا سبب بن جاتے ہیں۔ یہ اجر ان والدین کو حاصل ہو گا جن کے تین یا دو یا ایک نابالغ بچہ فوت ہوا ہو گا۔ نیز یہ بچہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے والدین کی سفارش کرے گا اور اپنے والدین کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

982- اخرجه احمد (334/1)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشُّهَدَاءِ مَنْ هُمْ

باب 61: شہداء کون لوگ ہیں؟

983 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلشُّهَدَاءُ خَمْسٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّصَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ وَجَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ وَّخَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى وَعَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: شہداء پانچ قسم کے ہیں: طاعون کی وجہ سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری کی وجہ سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، کسی چیز کے نیچے آ کر مرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والا۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

984 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا اَبُوْ سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ السَّبِيْعِيِّ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ لِخَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ اَوْ خَالِدٌ لِسُلَيْمَانَ اَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ قَتَلَهٗ بَطْنُهٗ لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهٖ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ نَعَمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ سے کہا: (راوی کو شک ہے یا شاید) حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات نہیں سنی؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص پیٹ کی بیماری کی وجہ سے مر جائے اسے قبر میں عذاب نہیں دیا جائے گا' تو دوسرے صاحب نے جواب دیا: جی ہاں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ یہ دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے

983- اخرجه مالك (131/1) كتاب صلوٰة الجماعة' باب: ما جاء في العتمة والصبح' حديث (6) والبخاري (244/2) كتاب الاذان' باب: الصف الاول حديث (720) وكتاب الجهاد والسير' باب: الشهادة سبع سوى القتل' حديث (2829) واخرجه مسلم (670/6' الابي) كتاب الامارة' باب: بيان الشهداء' حديث (1914/164) واخرجه احمد (533'324/2)

984- اخرجه احمد (262/4) عن سعيد الشيباني ابو سنان' عن ابي اسحق عن خالد بن عرفطة به۔

شرح

شہید کی تعریف اوراس کی اقسام:

جوشخص اعلاءِ کلمہ حق کی خاطر دشمن کا مقابلہ کرتا ہوا اپنی جان کا نذرانہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کردیتا ہے، وہ شہید ہے۔ شہداء کی تین اقسام ہیں:

(۱) شہید حقیقی: یہ وہ شہید ہے جو اعلاءِ کلمہ حق اور اسلام کی سربلندی کے لیے دشمن کا مقابلہ کرتا ہوا، جامِ شہادت نوش کرجائے۔ اس شہید کو غسل دیے بغیر دفن کیا جائے گا۔ اس پر نماز جنازہ کے حوالے سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل سابقہ ابواب کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

(۲) شہید حکمی: یہ ایسا شہید ہے، جس پر دنیا میں شہادت کے احکام کا نفاذ نہیں ہوتا جبکہ آخرت میں اسے شہداء میں شمار کیا جائے گا۔ مختلف روایات میں ان کی تعداد پچاس سے زائد ہے لیکن حدیث باب میں صرف چار شہداء کا ذکر کیا گیا ہے:

(۱) المطعون: جو مرض طاعون کی وجہ سے فوت ہوا ہو۔

(۲) المبطون: جو پیٹ کے مرض میں مبتلا ہوکر دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

(۳) الغریق: جو پانی میں ڈوب کر فوت ہوا ہو۔

(۴) صاحب الھدم: جو دیوار کے نیچے دب کر فوت ہوا ہو۔

(۳) وہ شخص ہے، جس پر دنیا میں شہادت کے احکام جاری ہوتے ہیں مگر آخرت میں اس کا شمار شہداء میں نہیں ہوگا۔ یہ وہ شہید ہے جو اپنی شہرت، ناموری، حصول مالِ غنیمت اور دنیوی مقاصد کے لیے دشمن سے لڑا اور دنیا سے رخصت ہوا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْفِرَارِ مِنَ الطَّاعُوْنِ

باب 62: طاعون سے بھاگنا حرام ہے

985 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الطَّاعُوْنَ فَقَالَ بَقِيَّةُ رِجْزٍ اَوْ عَذَابٍ اُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ فَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّلَسْتُمْ بِهَا فَلَا تَهْبِطُوا عَلَيْهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّخُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّجَابِرٍ وَّعَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

985- اخرجه مالك (896/2) كتاب الجامع' باب: ما جاء في الطاعون' حديث (23) والبخاري (592/6) كتاب احاديث الانبياء' حديث (3473) وكتاب الحيل' باب: ما يكره من الاحتيال في الفرار من الطاعون' ومسلم (406/7 الابي) كتاب الاسلام' باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها' حديث (92-93-94-95-96-97/2218) واخرجه احمد (200/5'202'207'208) والحميدي (249/1) حديث (544) عن عامر بن سعد عن اسامة بن زيد به-

◆◆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے طاعون کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ باقی بچ جانے والا عذاب ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) زیادہ عذاب ہے جسے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کی طرف بھیجا گیا تھا جب یہ کسی ایسی سرزمین میں واقع ہو جائے جہاں تم موجود ہو تو تم وہاں سے نکلنا نہیں اور جب یہ کسی ایسی سرزمین میں واقع ہو تم جہاں نہ ہو تو تم وہاں جانا نہیں۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مرض طاعون کے سبب ہجرت کرنے کی ممانعت:

طاعون ایک متعدی مرض ہے جو جسم پر پھنسیوں اور زخموں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور پورے علاقہ میں پھیل جاتا ہے۔ اس مرض کے سبب انگلیوں کے درمیان، زیر بغل اور اعضاء جسمانی پر پھنسیاں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ جس علاقہ میں یہ مرض پھیل جائے وہاں سے دوسرے مقام پر ہجرت کر جانا اور دوسرے مقام سے اس علاقہ میں آنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون زدہ علاقہ سے ہجرت نہیں کرنی چاہیے اور نہ وہاں جانا چاہیے۔

طاعون زدہ علاقہ سے ہجرت کرنے کی ممانعت کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہ کوئی شخص مریض ہو سکتا ہے اور نہ کوئی مرض متعدی ہو سکتا ہے۔ طاعون زدہ علاقہ سے ہجرت کرنا اس عقیدہ کے منافی ہے۔

۲- طاعون زدہ علاقہ کو چھوڑنا اور دوسرے مقام پر رہائش اختیار کر لینا عقیدہ تقدیر کے منافی ہے۔

۳- طاعون زدہ علاقہ سے لوگ بھاگ کھڑے ہوں، تو مریضوں کا کیا بنے گا؟ اگر ان کے ساتھ مریض بھی بھاگ نکلیں تو پورا ملک مرض طاعون کی لپیٹ میں آ سکتا ہے۔

یاد رہے حفظان صحت کے اصول کے پیش نظر اگر حکومتی سطح پر طاعون زدہ علاقوں کو لوگوں سے خالی کروالیا جائے تو اسے ہجرت یا بھاگنا نہیں کہا جائیگا بلکہ حکمت عملی کہا جائے گا، جو جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهُ

باب 63: جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو پسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو پسند کرتا ہے

986 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مِقْدَامٍ اَبُو الْاَشْعَثِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ

اَبِیْ یُحَدِّثُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهٗ وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو پسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو ناپسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو ناپسند کرتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

987 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا ذَكَرَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهٗ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهٗ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهٖ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو ناپسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو ناپسند کرتا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: ہم میں سے ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد یہ نہیں ہے' بلکہ مؤمن کو جب اللہ تعالیٰ کی رحمت' اس کی رضامندی اور اس کی جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے' تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو پسند کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو پسند کرتا ہے' اور کافر شخص کو جب اللہ تعالیٰ کے

986- اخرجه البخاری (364/11) كتاب الرقاق' باب: من احب لقاء الله احب الله لقاء ه' حديث (6507) ومسلم (81/9' الابی) كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار' باب: من احب لقاء الله' احب الله لقاء ه—حديث (2684/14) والنسائی (10/4) كتاب الجنائز' باب: فيمن احب لقاء الله' حديث (1836'1837) والدارمی (312/2) كتاب الرقائق' باب: فی حب لقاء الله' واخرجه احمد (316/5-321) وعبد بن حميد (ص94) حديث (184) عن قتادة' عن انس عن عبادة بن الصامت به-

987- اخرجه مسلم (82/9' الابی) كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار' باب: من احب لقاء الله' احب الله لقاء ه—حديث (2684/15) والنسائی (10/4) كتاب الجنائز: باب : فيمن احب لقاء الله' حديث (1838) وابن ماجه (1425/2) كتاب الزهد' باب: ذكر الموت والاستعداد له' حديث (4264)

عذاب، اس کی ناراضگی کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو ناپسند کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

جو شخص لقاء اللہ پسند کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس کی ملاقات کو پسند کرنا:

جو مسلمان دنیا میں رہتا ہوا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری اور ملاقات کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ:) "پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا"۔ مومن کی زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کی موت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ اس طرح مومن کی موت یا انتقال کا دن درحقیقت وصالِ محبوب کا یوم ہوتا ہے جو باعث مسرت و فرحت ہوتا ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شاد و فرحان حاضر ہو جاتا ہے جبکہ کافی کی کیفیت اس سے مختلف ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ

باب 64: خودکشی کرنے والے شخص کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی

988 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيلُ وَشَرِيْكٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا قَتَلَ نَفْسَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ هٰذَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ يُصَلّٰى عَلٰى كُلِّ مَنْ صَلّٰى اِلَى الْقِبْلَةِ وَعَلٰى قَاتِلِ النَّفْسِ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ اَحْمَدُ لَا يُصَلِّي الْاِمَامُ عَلٰى قَاتِلِ النَّفْسِ وَيُصَلِّي عَلَيْهِ غَيْرُ الْاِمَامِ

◄► حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے خودکشی کر لی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے: ہر وہ شخص جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا

988- اخرجه مسلم (397/3 الابی) كتاب الجنائز' باب: ترك الصلوة على القاتل نفسه' حديث(978/108) وابو داؤد (224/2) كتاب الجنائز' باب: الامام لا يصلي على من قتل نفسه' حديث (3185) والنسائي (66/4) كتاب الجنائز' باب: ترك الصلوة على من قتل نفسه' حديث (1964) وابن ماجه (488/1) كتاب الجنائز' باب: في الصلوة على اهل القبلة' حديث (1526) واخرجه الامام احمد (107'102'94'92'91'87/5) وعبد الله بن احمد في زوائده على المسند (96'94/5)

کرتا ہو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی خواہ اس نے خودکشی کی ہو۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام خودکشی کرنے والے شخص کی نماز جنازہ ادا نہیں کرے گا۔ امام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس کی نماز جنازہ پڑھا دے گا۔

شرح

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ:

جمہور آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ خودکشی کرنے والے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس بارے میں بطور دلیل یہ روایات پیش کی جاتی ہیں (۱) صلوا علی کل بر و فاجر (دارقطنی) (تم ہر لوگ نیک و بد پر نماز جنازہ پڑھو)۔ (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: صَلِّ عَلٰی مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مصنف ابن ابی سلیمہ) (جس شخص نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا، اس پر نماز جنازہ پڑھو)۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ خودکشی کرنے والے شخص پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ انہوں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک شخص نے خودکشی کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔

جمہور آئمہ فقہ کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور زجر و توبیخ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی لیکن صحابہ کرام کو اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَدْيُوْنِ

باب 65: مقروض شخص کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کا حکم

989 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اَبِيْ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِرَجُلٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَاِنَّ عَلَيْهِ دَيْنًا قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ هُوَ عَلَيَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَفَاءِ قَالَ بِالْوَفَاءِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ قَتَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

989- اخرجه النسائی (65/4) کتاب الجنائز: باب: الصلوة علی من علیه دین حدیث (1960) و کتاب البیوع باب: الکفالة بالدین حدیث (4692) وابن ماجه (804/2) کتاب الصدقات باب: الکفالة حدیث (2407) والدارمی (263/2) کتاب البیوع باب: الصلوٰة علی من مات وعلیه دین واخرجه احمد (311-302-301/5) وعبد بن حمید (ص96) حدیث (191)

◆◆ عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ ادا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ ادا کرلو کیونکہ اس کے ذمے قرض ہے تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اس کی ادائیگی میرے ذمے ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پورے کی۔ انہوں نے عرض کی: پورے کی' تو نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کی نماز جنازہ ادا کی۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوقتادہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

990 حَدَّثَنِي أَبُو الْفَضْلِ مَكْتُومُ بْنُ الْعَبَّاسِ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

متن حدیث: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَقُوْلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ مِنْ قَضَاءٍ فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى عَلَيْهِ وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صَلُّوا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَامَ فَقَالَ أَنَا أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا عَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ نَحْوَ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَالِحٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سامنے جب کوئی ایسی میت لائی جاتی جس کے ذمے قرض ہوتا' تو آپ یہ دریافت کرتے تھے' کیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر آپ کو یہ بتایا جاتا: اس نے پوری ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے' تو آپ اس کی نماز جنازہ ادا کرلیتے تھے' ورنہ آپ مسلمانوں سے یہ فرماتے تھے: تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ ادا کرلو' جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتوحات نصیب کیں' تو آپ کھڑے ہوئے' آپ نے ارشاد فرمایا: میں مؤمنوں کی جان سے زیادہ ان کے قریب ہوں' جو مؤمن فوت ہو جائے اور وہ قرض چھوڑ کر جائے' اس کی ادائیگی میرے ذمے ہوگی اور جو مال وہ چھوڑ جائے' وہ اس کے وارثوں کو ملے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یحییٰ بن بکیر اور دیگر راویوں نے اسے لیث بن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ جیسے عبداللہ بن صالح نے اسے نقل کیا ہے۔

990- اخرجه البخاری (557/4) كتاب الكفالة' باب: الدين' حديث (2298) والحديث اطرافه فی (6763- 6745- 6731- 5371- 4781) ومسلم (570/5' الابی) كتاب الفرائض' باب: من ترك مالا فلورثته' حديث (2398-2399) والنسائی (66/4) كتاب الجنائز: باب: ترك الصلوٰة علی من قتل نفسه' حديث (1963) وابن ماجه (807/2) كتاب الصدقات' باب: من ترك دينا او ضياعا فعلی الله وعلی رسوله' حديث (2415) واخرجه احمد (287/2' 290' 450' 453)

شرح

مدیون کی کفالت کے بارے میں مذاہب آئمہ:

مدیون ومقروض کی کفالت کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ اگر میت نے اتنا ترکہ چھوڑا ہو کہ اس سے قرض ادا ہوسکتا ہو، تو میت کی طرف سے کفالت درست ہے ورنہ نہیں۔

۲- آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک میت کی طرف سے مطلقاً کفالت درست ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے ایک میت پیش کی گئی جس پر قرضہ تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ ادا کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اس موقع پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میت کا قرضہ میرے ذمہ ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: سب کا سب قرضہ اپنے ذمہ لیتے ہو؟ عرض کیا: ہاں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث ۹۸۹)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کفالت کا نہیں بلکہ وعدہ کا اعلان ہوا تھا۔ اس کا قرینہ اس کے متصل بعد "بالوفاء" کا لفظ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ

باب 66: قبر کے عذاب کا بیان

991 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ اَوْ قَالَ اَحَدُكُمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ يُقَالُ لِاَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْاٰخَرُ النَّكِيْرُ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ مَا كَانَ يَقُوْلُ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا ثُمَّ يُفْسَحُ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِيْ سَبْعِيْنَ ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهٗ فِيْهِ ثُمَّ يُقَالُ لَهٗ نَمْ فَيَقُوْلُ اَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِيْ فَاُخْبِرُهُمْ فَيَقُوْلَانِ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِيْ لَا يُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَيْهِ حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ وَاِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ

992- اخرجه مالك في الموطا (239/1) كتاب الجنائز: باب: جامع الجنائز حديث (47) واخرجه البخاري (286/3) كتاب الجنائز، باب: الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي حديث (1379) والحديث اطرافه في (6515،3240) ومسلم (413/9، الابي) كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب: عرض مقعد الميت من الجنة او النار عليه، واثبات عذاب القبر، والتعوذ منه حديث (2866/65) والنسائي (106/4) كتاب الجنائز، باب: وضع الجريدة على القبر حديث (2071-2070) وابن ماجه (1427/2) كتاب الزهد، باب: ذكر القبر والبلي حديث (4170) واخرجه مالك (123،113 ،59،50،11/2)

فَقُلْتُ مِثْلَهُ لَا اَدْرِیْ فَيَقُوْلَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ فَيُقَالُ لِلْاَرْضِ الْتَئِمِیْ عَلَيْهِ فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ فَتَخْتَلِفُ فِيْهَا اَضْلَاعُهُ فَلَا يَزَالُ فِيْهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِیٍّ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَّاَبِیْ اَيُّوْبَ وَاَنَسٍ وَّجَابِرٍ وَّعَائِشَةَ وَاَبِیْ سَعِيْدٍ كُلُّهُمْ رَوَوْا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ہر شخص کے پاس دو سیاہ رنگت کے مالک، نیلی آنکھوں والے، فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کا نام منکر ہے، اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔ وہ دونوں یہ کہتے ہیں: تم ان صاحب کے بارے میں کیا کہتے تھے، تو کوئی بندہ یہ کہتا ہے: یہ اللہ کے بندے، اور اس کے رسول تھے۔ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ حضرت محمد ﷺ اس کے خاص بندے، اور رسول ہیں، تو وہ دونوں فرشتے یہ کہتے ہیں: ہمیں پتا تھا: تم یہی کہو گے، پھر اس شخص کے لیے اس کی قبر کو ستر گز تک کشادہ کر دیا جاتا ہے، اور اس کے لیے اسے نورانی کر دیا جاتا ہے، پھر اسے کہا جاتا ہے: تم سو جاؤ، وہ کہتا ہے: میں اپنے گھر والوں کے پاس واپس جا کر انہیں بتاتا ہوں: تو وہ دونوں اسے یہ کہتے ہیں: تم یوں سو جاؤ! جیسے وہ دلہن سوتی ہے، جسے صرف وہی شخص بیدار کر سکتا ہے، جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص کو اس کی آرام گاہ سے دوبارہ زندہ کرے گا، لیکن اگر وہ شخص منافق ہو، تو وہ کہتا ہے: میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا، تو ان کی مانند کہہ دیا، مجھے نہیں معلوم (کہ حقیقت کیا ہے؟) تو وہ فرشتے یہ کہتے ہیں: ہمیں پتہ تھا، تم یہی کہو گے، زمین سے کہا جاتا ہے: تم اسے دبوچ لو! وہ اسے دبوچ لیتی ہے، تو اس کی پسلیاں ایک دوسرے کے اندر پیوست ہو جاتی ہیں اور پھر اسے اسی طرح عذاب دیا جاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے اس جگہ سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ ان سب نے نبی اکرم ﷺ سے قبر کے عذاب سے متعلق روایات نقل کی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

992 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ فَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب میت فوت ہو جاتی ہے تو اس کا مخصوص ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہو تو جنت کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جہنمی ہو تو جہنم کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا' پھر اسے کہا جاتا ہے: یہ تمہارا مخصوص ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

عذاب قبر کی کیفیت:

اسلامی عقائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اور اس کا منکر گمراہ و بددین ہے۔ تاہم مسلمان کے لیے برائے نام جبکہ منافق و کافر پر یہ عذاب شدید ہوتا ہے۔ میت کو جب قبر میں لٹا کر اور تدفین کے بعد لوگ واپس آ جاتے ہیں تو اس کے پاس دو فرشتے منکر و نکیر آتے ہیں اور اس سے تین مشہور سوال کرتے ہیں۔ اگر وہ نیک و مومن ہو تو وہ سوالوں کے جوابات آسانی سے دے دیتا ہے۔ اس کی قبر تاحد نگاہ وسیع کر دی جاتی ہے۔ اسے کہا جاتا ہے کہ تو دولہن کی طرح سو جا پھر قیامت کے دن یہاں سے اٹھایا جائے گا۔ اگر صاحب قبر کافر یا منافق ہو تو وہ سوالات کے جوابات نہیں دے سکتا۔ اسے عذاب قبر میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ قبر اسے اس شدت سے دبوچ لیتی ہے کہ اس کی پسلیاں باہم پیوست ہو جاتی ہیں۔ تاقیامت وہ اس عذاب میں رہے گا حتیٰ کہ اسی حالت میں اسے اٹھایا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَجْرِ مَنْ عَزَّى مُصَابًا

باب 67: جو شخص مصیبت زدہ کے ساتھ تعزیت کرے اس کا اجر

993 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ سُوقَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ مَوْقُوفًا وَّلَمْ يَرْفَعْهُ وَيُقَالُ اَكْثَرُ مَا ابْتُلِيَ بِهٖ عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ نَقَمُوْا عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی مصیبت زدہ کے ساتھ تعزیت کرے تو اسے بھی اس مصیبت زدہ کی مانند اجر ملتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

993- اخرجه ابن ماجه (511/1) كتاب الجنائز: باب: ما جاء في ثواب من عزى مصابا' حديث (1601)

''مرفوع'' روایت ہونے کے طور پر' ہم اسے صرف علی بن عاصم نامی راوی کی روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔
بعض راویوں نے اسے محمد بن سوقہ کے حوالے سے، اسی سند کے ہمراہ ''موقوف'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے' اور ''مرفوع'' کے طور پر نقل نہیں کیا۔
ایک قول کے مطابق علی بن عاصم کو اسی روایت کی وجہ سے اکثر مطعون کیا جاتا ہے۔

شرح

مصیبت زدہ سے تعزیت کرنے کا ثواب:

جب کسی شخص کا کوئی عزیز فوت ہو جائے تو اس سے تعزیت کرنا اس کا حق اور مسنون ہے۔ تعزیت کا مطلب ہے کہ میت کے ورثاء کو صدمہ برداشت کرنے کی تسلی دینا تا کہ ان کا غم ہلکا ہو جائے اور وہ جزع وفزع کرنے سے احتراز کریں۔ تعزیت وفات کے بعد کسی وقت بھی کی جا سکتی ہے۔ تعزیت کرنے والے کو صدمہ برداشت کرنے والے کی مثل ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں بطور دلیل یہ حدیث بھی پیش کی جا سکتی ہے: الدال علی الخیر کفاعلهٗ نیکی کی رہنمائی کرنے والے کو نیکی کرنے والے کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

تعزیت کے فقہی مسائل:

میت کے ورثاء سے تعزیت کے حوالے سے چند فقہی مسائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ تعزیت کرنے کا وقت وفات سے تین ایام تک ہے، اس کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ غم تازہ ہوگا۔ جب تعزیت کرنے والا یا جس سے تعزیت مقصود ہو، وہ وہاں موجود نہ ہو' تو بعد میں بھی تعزیت کی جا سکتی ہے۔

☆ تدفین سے قبل بھی تعزیت روا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ تدفین کے بعد تعزیت کی جائے۔

☆ تمام ورثاء سے تعزیت کرنا مستحب ہے خواہ مرد ہوں یا خواتین، چھوٹے ہوں یا بڑے۔ البتہ خواتین سے ان کے محارم ہی تعزیت کریں۔

☆ ورثاء میت کا اپنے گھر میں کپڑا بچھا کر بیٹھنا کہ لوگ ان سے تعزیت کریں' جائز ہے' جبکہ مکان کے دروازہ یا راستہ میں بیٹھنا مکروہ ہے۔

☆ ہمسائے یا اعزاء واقارب میں سے کوئی ورثاء کو ایک دن (صبح وشام) کھانا کھلائے تو بہتر ہے اور انہیں اصرار کر کے کھلائے۔

☆ میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز وبدعت قبیحہ ہے کہ دعوت خوشی کے وقت کی جاتی ہے نہ کہ غم کے وقت اور اگر فقراء کو کھلائیں تو بہتر ہے۔

☆ میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور انہیں کے لائق ہے بھیجا جائے زیادہ نہیں اوروں کو وہ کھانا کھانا منع ہے۔

☆ جس نے ایک بار تعزیت کر لی ہو' اس کا دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

☆ تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں ہے' مگر عورت شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔
☆ آواز سے رونا منع ہے اور آواز بلند نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔ (ماخوذ از ہدایہ و بہار شریعت مدنیہ جلد اول از صفحہ ۸۵۲ تا ۸۵۸)

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب 68: جمعہ کے دن فوت ہونا

994 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّاَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ هِلَالٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ سَيْفٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ

توضیح راوی: رَبِيْعَةُ بْنُ سَيْفٍ اِنَّمَا يَرْوِىْ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَلَا نَعْرِفُ لِرَبِيْعَةَ بْنِ سَيْفٍ سَمَاعًا مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی مسلمان جمعہ کے دن فوت ہو جائے' اللہ تعالیٰ اسے قبر کی آزمائش سے بچالے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

اس کی سند متصل نہیں ہے' کیونکہ ربیعہ بن سیف نے اسے ابوعبدالرحمٰن حبلی کے حوالے سے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق ربیعہ بن سیف نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

شرح

جمعہ کے دن وفات پانے کی فضیلت:

شرعی نقطہ نظر سے رات پہلے آتی ہے اور دن بعد میں فضیلت کے اعتبار سے رات اور دن کے اوقات کا حکم یکساں ہے۔ جمعۃ المبارک کی رات یا دن میں کوئی شخص وفات پاتا ہے تو فتنہ قبر سے اسے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ یہاں فتنہ قبر سے مراد عذاب قبر ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے عذاب قبر میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور اسے دیگر سہولیات سے بھی نوازا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِى تَعْجِيلِ الْجَنَازَةِ

باب 69: جنازے کو جلدی لے جانا

995 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَهُ يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلٰوةُ اِذَا اٰتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْئًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّمَا اَرٰى اِسْنَادَهُ بِمُتَّصِلٍ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اے علی! تین کاموں میں تاخیر نہیں کرنا۔ نماز، جب اس کا وقت ہوجائے۔ جنازہ، جب وہ تیار ہوجائے اور بیوہ یا طلاق یافتہ عورت جب اس کا مناسب رشتہ مل جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ میرے علم کے مطابق اس کی سند متصل نہیں ہے۔

شرح

جنازہ کو جلدی اٹھانا:

جب کوئی مسلمان وفات پاجائے تو اس کے غسل، تجہیز وتکفین، نماز جنازہ اور تدفین کے لیے جلدی کرنے کا حکم ہے۔ اعزاء و اقارب اور دوست واحباب میں سے کسی کے انتظار کے سبب تاخیر کرنا ممنوع ہے۔ حدیث باب میں تین کاموں میں جلدی کرنے کا درس دیا گیا ہے: (۱) نماز جب اس کا وقت ہوجائے (۲) جنازہ جب وہ تیار ہوجائے (۳) عورت جب اس کا مناسب رشتہ دستیاب ہوجائے۔

بَاب اٰخَرُ فِيْ فَضْلِ التَّعْزِيَةِ

باب 70: تعزیت کرنے کی فضیلت

996 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَتْنَا اُمُّ الْاَسْوَدِ عَنْ مُنْيَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ اَبِيْ بَرْزَةَ عَنْ جَدِّهَا اَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى كُسِيَ بُرْدًا فِي الْجَنَّةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ

◆◆ حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی عورت کے ساتھ اس کے بیٹے کی وفات پر تعزیت کرے اُسے جنت میں چادر پہنائی جائے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے اس کی سند مستند نہیں ہے۔

شرح

تعزیت کرنے والے کا اعزاز:

حدیث باب میں تعزیت کرنے والے فضیلت وعظمت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص کسی عزیز کی وفات پر تعزیت کرتا ہے تو اسے

995- اخرجه ابن ماجه (476/1) كتاب الجنائز باب: ما جاء في الجنازة لا توخر اذا حضرت ولا تتبع بنار' حديث (1486) واخرجه احمد (105/1)

جنت کا حلہ پہنایا جاتا ہے۔ تعزیت کے فقہی مسائل کی تفصیل گزشتہ سے پیوستہ حدیث کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی رَفْعِ الْیَدَیْنِ عَلَی الْجَنَازَۃِ

باب 71: نماز جنازہ میں رفع یدین کرنا

997 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِیْنَارٍ الْکُوْفِیُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبَانَ الْوَرَّاقُ عَنْ یَحْیَی بْنِ یَعْلٰی عَنْ اَبِیْ فَرْوَۃَ یَزِیْدَ بْنِ سِنَانٍ عَنْ زَیْدٍ وَّھُوَ ابْنُ اَبِیْ اُنَیْسَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَبَّرَ عَلٰی جَنَازَۃٍ فَرَفَعَ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ وَّوَضَعَ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَھْلُ الْعِلْمِ فِیْ ھٰذَا فَرَاٰی اَکْثَرُ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِھِمْ اَنْ یَّرْفَعَ الرَّجُلُ یَدَیْہِ فِیْ کُلِّ تَکْبِیْرَۃٍ عَلَی الْجَنَازَۃِ وَھُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَکِ وَالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ وَّھُوَ قَوْلُ الثَّوْرِیِّ وَاَھْلِ الْکُوْفَۃِ وَذُکِرَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَکِ اَنَّہٗ قَالَ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ لَا یَقْبِضُ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ وَرَاٰی بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنْ یَّقْبِضَ بِیَمِیْنِہٖ عَلٰی شِمَالِہٖ کَمَا یَفْعَلُ فِی الصَّلٰوۃِ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: یَقْبِضُ اَحَبُّ اِلَیَّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز جنازہ میں تکبیر کہی۔ آپ نے پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لیا۔

یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اس بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے گا۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا جائے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ کا یہی موقف ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات ذکر کی گئی ہے: انہوں نے نماز جنازہ کے بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اس میں آدمی دایاں ہاتھ بائیں پر نہیں رکھے گا۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک آدمی دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے گا' جیسا کہ عام نماز میں کرتا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) میرے نزدیک ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

شرح

نماز جنازہ میں رفع یدین کے بارے میں مذاہب آئمہ:

دوسری نمازوں کی طرح نماز جنازہ کی تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کے جواز وعدم جواز میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دوسری نمازوں کی طرح نماز جنازہ میں بھی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کیا جائے گا جو مسنون ہے اور باقی تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھاتے وقت صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین فرماتے تھے جبکہ باقی تکبیروں کے ساتھ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

(۲) حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین مسنون ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر قیاس سے استدلال کیا ہے کہ جب دوسری نمازوں میں تکبیرات کے وقت رفع یدین مسنون ہے تو یہاں نماز جنازہ میں بھی مسنون ہونا چاہیے۔

بڑے دو اماموں کی طرف سے ان کے اس قیاسی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہاں قیاس، نص کے مقابل ہے اور جب قیاس نص کے مقابل آجائے تو قیاس متروک ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی قوت وحیثیت کالعدم ہو جاتی ہے۔

سوال: نماز جنازہ میں نمازی حضرات اپنے ہاتھوں کو کب کھولیں گے؟

جواب: نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے ساتھ نمازی حضرات اپنے ہاتھوں کو کھول دیں گے اور صفیں بھی توڑ دیں گے۔ اس بارے میں کوئی نص تو وارد نہیں ہے لیکن چوتھی تکبیر کا تقاضا ہے کہ اب نماز جنازہ سے فراغت حاصل ہو چکی ہے، لہٰذا ہاتھ کھول دیے جائیں اور صفیں بھی توڑ دی جائیں۔

بَابُ مَا جَآءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ

باب 72: فرمان نبوی: مؤمن کی جان اپنے قرض کے حوالے سے لٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے

998 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ

998- اخرجه ابن ماجه (806/2) كتاب الصدقات' باب: التشديد فى الدين' حديث (2413) والدارمى (262/2) كتاب البيوع' باب: ما جاء فى التشديد فى الدين' واخرجه احمد (440/2' 475' 508) من طرقه عن ابى سلمة عن ابى هريرة به۔

اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
متن حدیث: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مؤمن کی جان اس کے قرض کے حوالے سے لٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے۔

999 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
متن حدیث: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ
حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّهُوَ اَصَحُّ مِنَ الْاَوَّلِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مؤمن کی جان اس کے قرض کے حوالے سے لٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور یہ پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

قرض ادا نہ کرنے کی وعید و مذمت:

پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی سے قرضہ لینا ہی نہیں چاہیے۔ اگر سخت ضرورت کے تحت لے لیا جائے تو پہلی فرصت میں واپس کرنا چاہیے۔ قرض کی ادائیگی کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اللہ تعالیٰ اپنا حق تو معاف فرما دیتا ہے لیکن مخلوق کا حق اس وقت تک معاف نہیں کرتا، جب تک بندہ خود معاف نہ کرے۔ احادیث باب میں قرضہ کی ادائیگی کے بارے میں کاہلی و سستی کرنے کی وعید و مذمت بیان کی گئی ہے کہ قرض کی عدم ادائیگی کے سبب وفات کے بعد مسلمان کی روح قرضہ سے معلق رہتی ہے۔

1079- انظر السابق-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ النِّكَاحِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

نکاح کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ التَّزْوِيجِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ

باب 1: نکاح کرنے کی فضیلت اوراس کی ترغیب

نکاح کا مفہوم اوراس کی شرعی حیثیت میں مذاہب

نکاح کی بحث کا ماقبل سے تعلق یہ ہے کہ پہلے عبادات کی بحث تھی اوراب معاملات کی بحث کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔معاملات میں نکاح کوفوقیت حاصل ہے کیونکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نکاح کی بحث معاملہ ہے اورعبادت بھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ اشتغال بالنکاح کواشتغال بالنوافل سے افضل قرار دیتے ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ لفظ ''نکاح'' کا حقیقی معنی وطی ہے' جبکہ مجازی معنی ''عقد'' ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ نکاح کا حقیقی معنی ''عقد'' ہے اورمجازی معنی وطی ہے۔بعض فقہاء کے نزدیک لفظ نکاح دونوں معانی میں ''مشترک'' ہے تاہم نکاح کی شرعی حیثیت کے حوالے سے مذاہب آئمہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

اس بات پر تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ جس شخص پر شہوت کا غلبہ ہواوروہ حق مہر کی ادائیگی' نان ونفقہ کی فراہمی اورحقوق زوجیت کی بجا آوری کی طاقت رکھتا ہو' تو نکاح کرنا ضروری ہے۔

(۱) اصحاب ظواہر کا موقف ہے کہ جو شخص حقوق زوجیت سرانجام دے سکتے ہو'اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔انہوں نے ان روایات اورآیات سے استدلال کیا ہے' جن میں نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے:۔(۱) فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء:۳) تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں اچھی معلوم ہوتی ہیں (۲) وَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (النور:۳۲) تم اپنے یہاں کی بے شوہروالی عورتوں کا نکاح کرواوراپنے نیک غلاموں اورباندیوں کا۔(۳) تَزَوَّجُوْا فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمِ ۔(مجمع الزوائد جلد۴ص۲۵۲) تم نکاح کرو میں اپنی کثرت اُمت پر فخر کروں گا۔

(۲) جمہور آئمہ کے نزدیک ایسی صورت میں نکاح فرض عین نہیں ہے۔انہوں نے تاریخی حقائق سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ دورِرسالت میں بہت سے صحابہ ایسے تھے جنہوں نکاح نہیں کیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گرفت نہیں فرمائی تھی۔

جمہور میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے اشتغال فی العبادات النفلیہ کو اشتغال فی النکاح کے مقابل فضیلت حاصل ہے۔

(۳) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرعی اعتبار سے نکاح کی پانچ صورتیں ہو سکتی ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ نکاح فرض: جب شہوت کا اس قدر غلبہ ہو کہ یقینی طور پر ارتکاب گناہ کرلے گا' تو نکاح کرنا فرض ہے بشرطیکہ حق مہر اور نفقہ و سکنی فراہم کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

۲۔ نکاح واجب: اگر شہوت کا غلبہ ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں ارتکاب زنا کا اندیشہ ہو جبکہ حق مہر اور نان ونفقہ کی فراہمی کی بھی طاقت رکھتا ہو' تو نکاح کرنا واجب ہے۔

۳۔ نکاح سنت مؤکدہ: اگر شہوت حد اعتدال پر ہو جبکہ حق مہر' نفقہ و سکنیٰ کی فراہمی اور حقوق زوجیت کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

۴۔ نکاح کرنا حرام: جب یقین ہو کہ نکاح کرنے کی صورت میں حق مہر' نان ونفقہ اور حقوق زوجیت کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا تو نکاح کرنا حرام ہے۔

۵۔ نکاح کرنا مکروہ: جب اندیشہ ہو کہ نکاح کرنے کی صورت میں وہ حق مہر' نان ونفقہ اور حقوق زوجیت کی ادائیگی میں کوتاہی ہوگی تو نکاح کرنا مکروہ ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں بڑے نبیوں کی سنت ہیں: (۱) حیا کرنا (۲) خوشبو لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے گروہ نوجواناں! تم نکاح کا التزام کرو' کیونکہ نکاح نظر کو جھکا دیتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو نہ اپنایا' وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۳۳)

نکاح کے حوالے سے چند فقہی مسائل:

دو گواہوں کی موجودگی میں مرد وعورت کا ایجاب وقبول کرنے کا نام نکاح ہے۔ نکاح کے چند ایک فقہی مسائل درج ذیل ہیں:

☆ نکاح کی شرائط ہیں: (۱) عاقل ہونا: کسی بے شعور بچے یا مجنوں کا نکاح درست نہیں ہوگا۔ (۲) بالغ ہونا: نابالغ بچے کا نکاح معتبر نہیں ہوگا، البتہ ولی نابالغ بچے کا نکاح کرے تو درست ہوگا۔ (۳) گواہ ہونا: ایجاب وقبول کے وقت دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بطور گواہ موجود ہونا ضروری ہے۔

☆ جس عورت سے نکاح کرنا مقصود ہو، کوئی معتبر شخص بھیج کر اسے دیکھا جا سکتا ہے تا کہ آئندہ یعنی نکاح کے بعد کوئی پریشانی پیش نہ آئے۔ اسی طرح عورت کو بھی حق حاصل ہے کہ کوئی عورت یا مرد بھیج کر دیکھا جائے اور وہ اپنے لیے سخی' دیندار اور صاحب تقویٰ شوہر کا انتخاب کرے۔

☆ نکاح میں یہ امور مستحبات ہیں: (۱) نکاح سے قبل خطبہ پڑھنا (۲) نکاح علانیہ ہونا (۳) مسجد میں ہونا (۴) بروز جمعہ ہونا (۵) دونوں گواہوں کا عادل ہونا (۶) عورت عمر' حسب' عزت اور مال کے اعتبار سے مرد کے مقابل یا کم ہونا۔

☆ نکاح' حقوق زوجیت اور تربیت اولاد میں اشتغال' نوافل کے اشتغال سے بہتر ہے۔

(ماخوذ از ہدایہ و بہار شریعت مدنیہ جلد اول از صفحہ ۴ تا ۱۵)

1000 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِى الشِّمَالِ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ الْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ وَثَوْبَانَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَآئِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِىْ نَجِيحٍ وَّجَابِرٍ وَّعَكَّافٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ اَيُّوْبَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِىُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِى الشِّمَالِ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ حَفْصٍ

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ هُشَيْمٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْوَاسِطِىُّ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اَبِى الشِّمَالِ وَحَدِيْثُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ وَّعَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ اَصَحُّ

◄► ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: چار چیزیں انبیاء کی سنت ہیں۔ حیاء، عطر لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابونجیح رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عکاف رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن غریب" ہے۔

◄► حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے' جیسا کہ حفص نامی راوی نے ذکر کیا ہے۔ ہشیم' محمد بن یزید واسطی، ابوالعالیہ اور دیگر کئی راویوں نے اس روایت کو حجاج کے حوالے سے مکحول کے حوالے سے' حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' ان حضرات نے اس کی سند میں ابوشمال نامی راوی کا تذکرہ نہیں کیا۔ حفص بن عیاث اور

عباد بن عوام سے منقول روایت زیادہ مستند ہے۔

1001 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَابٌ لَّا نَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَاءٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ نَحْوَهٗ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَ هٰذَا وَرَوٰى اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَالْمُحَارِبِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: كِلَاهُمَا صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے' ہم جوان تھے اور نکاح کی قدرت نہیں رکھتے تھے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے نوجوانو! تم نکاح کرلو! کیونکہ یہ نگاہ کو زیادہ جھکا کر رکھتا ہے' اور شرمگاہ کی زیادہ بہتر حفاظت کرتا ہے' اور تم میں سے جو شخص نکاح نہ کرسکتا ہو' اس پر روزہ رکھنا لازم ہے' کیونکہ روزہ اس کی شہوت کو ختم کردے گا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) اسی طرح کی سند کے ہمراہ یہ روایت اعمش سے منقول ہے۔

ابو معاویہ اور محاربی نے اسے اعمش کے حوالے سے' ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' علقمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ دونوں احادیث ''صحیح'' ہیں۔

شرح

نکاح کی ترغیب وفضیلت:

بہت سی روایات اور احادیث میں نکاح مسنون کی ترغیب وفضیلت بیان کی گئی ہے' جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1001- اخرجه البخاری (142/4) كتاب الصوم' باب: الصوم لمن خاف على نفسه العزبة' حديث (1905) والحديث طرفه فى (5065-5066) واخرجه مسلم (4/5' الابى) كتاب النكاح' باب: استحباب النكاح لمن تاقت نفسه اليه' حديث (1400/1) وابو داؤد (624/1) كتاب النكاح : باب: التحريض على النكاح' حديث (2046) وابن ماجه (592/1) كتاب النكاح' باب: ما جاء فى فضل النكاح' حديث (1845) والنسائى (170/4) كتاب الصيام' علباب : فضل الصيام' حديث (2240-241-2242) وكتاب النكاح' باب: الحث على النكاح' حديث (3208'3211) والدارمى (132/2) كتاب النكاح' باب: من كان عنده طول فليتزوج واخرجه احمد (378/1'447)

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کیونکہ یہ غیر محرم خاتون کی طرف دیکھنے سے روکتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ جس میں اس کی طاقت نہیں ہے وہ روزے رکھے اس لیے کہ روزہ قاطع شہوت ہے۔ (الصحیح للبخاری ج ۲: رقم الحدیث: ۵،۶۶)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص پاک وصاف ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے۔ وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۶۸۱)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک (پاک دامن) خاتون ہے۔ (الصحیح للمسلم رقم الحدیث: ۷۶۴۱)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جسے نیک بیوی عطا کی تو اس کے نصف دین کی حفاظت کر دی اور باقی نصف کے سلسلہ میں وہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرے۔ (المعجم الاوسط: رقم الحدیث: ۹۷۲)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی اللہ تعالیٰ معاونت فرماتا ہے: (۱) مجاہد فی سبیل اللہ (۲) حق مکاتبت ادا کرنے کا قصد کرنے والا (۳) پارسائی کے قصد سے نکاح کرنے والا۔

(جامع الترمذی، رقم الحدیث ۱۶۶۱)

(۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نکاح کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: افسوس! ابن آدم نے مجھ سے اپنا دو تہائی دین محفوظ کر لیا۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۴۴۴۷)

(۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو طاقت ہونے کے باوجود نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (المصنف لابن شیبہ ج ۳ ص ۲۷)

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّبَتُّلِ

باب 2: مجرد رہنے کی ممانعت

1002 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ وَزَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِيُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْبَصْرِيُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّبَتُّلِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَزَادَ زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَقَرَاَ قَتَادَةُ (وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً)

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّعَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

1002- اخرجه ابن ماجه (593/1) كتاب النكاح: باب: النهي عن التبتل حديث (1849) والنسائي (59/6) كتاب النكاح باب: النهي عن التبتل حديث (3214) واخرجه احمد (17/5)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَى الْاَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَيُقَالُ كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجرد رہنے سے منع کیا ہے۔

زید بن اخزم نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ بات اضافی نقل کی ہے۔ قتادہ نے یہ آیت پڑھی:

''ہم نے تم سے پہلے بھی رسول مبعوث کیے ہیں اور انہیں بیویاں اور اولاد عطا کی تھی''۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت سمرہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اشعث بن عبدالملک نے اس روایت کو حسن کے حوالے سے، سعد بن ہشام کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے، اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

ایک قول کے مطابق یہ دونوں روایات مستند ہیں۔

1003 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ اَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی مجرد رہنے کی خواہش کو مسترد کر دیا تھا' اگر آپ انہیں اجازت دے دیتے' تو ہم سب لوگ خصی ہو جاتے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مجرد رہنے کی وعید وممانعت:

لفظ ''التبتل'' سے مراد ہے: تارک دنیا' رہبانیت اور نکاح نہ کرنا۔ دوسرے مذاہب میں رہبانیت کا تصور ہے لیکن اسلام میں ہرگز نہیں ہے۔

1003- اخرجه البخاری (19/9) کتاب النکاح' باب: ما یکرہ من التبتل والخصاء' حدیث (5073)' (5074) ومسلم (13/5 الابی) کتاب النکاح: باب: استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه' حدیث (8'7'1402/6) والنسائی (58/6) کتاب النکاح' باب: النهی عن التبتل' حدیث (3212) وابن ماجه (593/1) کتاب النکاح' باب: النهی عن التبتل' حدیث (1848) والدارمی (133/2) کتاب النکاح' باب: النهی عن التبتل' واخرجه احمد (183'176'175/1) عن الزهری' عن سعید بن المسیب عن سعد بن ابی وقاص به۔

سوال: اسلام میں اگر رہبانیت اور ترک دنیا کا تصور نہیں ہے تو قرآن کریم میں یہ کیوں فرمایا گیا: وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا؟

جواب: اس ارشادِ ربانی میں لفظ "تبتل" سے مراد رہبانیت یا تجرد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا غلبہ ہے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نکاح نہ کرتے اور نہ اس کی ترغیب دیتے۔

سوال: حدیث باب میں تصریح ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو مجرد رہنے کی اجازت دیتے تو ہم اپنے آپ کو خصی بنا لیتے۔ تاہم کہنا یوں چاہیے تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل (مجرد رہنا) رہنے کی اجازت عنایت کرتے تو ہم بھی تبتل کو ہی اختیار کرتے؟

جواب: حدیث باب میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے لفظ "تبتل" کے مفہوم میں مبالغہ سے کام لیا ہے جو قاعدہ کلیہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا جَآئَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ فَزَوِّجُوْهُ

باب 3: جس شخص کی دینداری تمہیں پسند ہو اس کے ساتھ اپنی (بہن یا بیٹی) کی شادی کردو

1004 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ ابْنِ وَثِيْمَةَ النَّصْرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ حَاتِمٍ الْمُزَنِيِّ وَعَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَدْ خُوْلِفَ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ سُلَيْمَانَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ مُحَمَّدٌ وَّحَدِيْثُ اللَّيْثِ اَشْبَهُ وَلَمْ يَعُدَّ حَدِيْثَ عَبْدِ الْحَمِيْدِ مَحْفُوْظًا

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب وہ شخص تمہاری طرف نکاح کا پیغام بھیجے، جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو، تو (اپنی بہن یا بیٹی کی) اس کے ساتھ شادی کردو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے، تو زمین میں فتنہ آجائے گا، اور فساد پھیل جائے گا۔

اس بارے میں حضرت ابوحاتم مزنی رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں عبدالحمید بن سلیمان نامی راوی کے حوالے سے اختلاف کیا گیا ہے۔

1004- اخرجه ابن ماجه (632/1) كتاب النكاح: باب: الاكفاء، حديث (1967)

لیث بن سعد نے ابوعجلان کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر اسے نقل کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لیث سے منقول روایت زیادہ مناسب لگتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالحمید سے منقول روایت کو محفوظ نہیں سمجھا۔

1005 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ الْبَلْخِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّسَعِيْدٍ ابْنَيْ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِيْ حَاتِمٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا جَآئَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَاَنْكِحُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ فِيْهِ قَالَ اِذَا جَآئَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَاَنْكِحُوْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

وَاَبُوْ حَاتِمٍ الْمُزَنِيُّ لَهٗ صُحْبَةٌ وَّلَا نَعْرِفُ لَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوحاتم مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں' تو اس کے ساتھ (اپنی بہن یا بیٹی کی) شادی کر دو۔

اگر تم ایسا نہیں کرو گے' تو زمین میں فتنہ ہوگا اور فساد ہوگا' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگرچہ وہ (مفلس) ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے پاس وہ شخص آئے' جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں' تو اس کے ساتھ (اپنی بہن یا بیٹی کی) شادی کر دو۔

(راوی کہتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

حضرت ابوحاتم مزنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں اور ہمارے علم کے مطابق اس حدیث کے علاوہ ان سے کوئی اور حدیث منقول نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْمَرْاَةَ تُنْكَحُ عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ

باب 4: تین خصوصیات کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے

1006 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

1006-اخرجه مسلم (1086/2) كتاب الرضاع' باب: استحباب نكاح ذات الدين' حديث (715/54) والنسائي (65/6) كتاب النكاح باب: على ما تنكح المرأة' من طريق ابي سليمان عن عطاء عن جابر' فذكره-

متن حدیث: اِنَّ الْمَرْاَةَ تُنْكَحُ عَلٰى دِيْنِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ وَّعَآئِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِىْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عورت کے ساتھ اس کے دین، اس کے مال یا اس کی خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے تو تم دیندار عورت کو ترجیح دو! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

اس بارے میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دین ومذہب اور حسن اخلاق کو معیار بناتے ہوئے نکاح کرنا:

اسلامی تعلیمات میں ثروت' حسن اور حسب کو معیار بنا کر نکاح کرنے کی ترغیب نہیں دی گئی بلکہ مذہب ودین اور حسن اخلاق کو مدار بنا کر نکاح کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ احادیث باب میں نکاح کا معیار دین اور حسن اخلاق کو قرار دیا گیا ہے۔ اس معیار سے ہٹ کر جب کوئی شخص ثروت اور حسب وغیرہ کو معیار بنا کر نکاح کرتا ہے تو کشتی حیات کسی وقت بھی منجدھار کا شکار ہوسکتی ہے۔ قدم قدم پر رکاوٹ کے سبب ایسا آدمی ہرگز نشان منزل کی طرف گامزن نہیں ہوسکتا اور پریشانیوں کے بحر طلاطم سے نجات حاصل نہیں کرسکتا۔ اس لیے ہمہ امور میں دین واخلاق کو معیار بنانے میں ہی فلاح کی منزل حاصل ہوسکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِى النَّظَرِ اِلَى الْمَخْطُوْبَةِ

باب 5: جس عورت کو نکاح کا پیغام دیا گیا ہو اُسے دیکھنا

1007 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ هُوَ الْاَحْوَلُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

متن حدیث: اَنَّهٗ خَطَبَ امْرَاَةً فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهٗ اَحْرٰى اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَجَابِرٍ وَّاَبِىْ حُمَيْدٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالُوْا لَا بَاْسَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهَا مَا لَمْ يَرَ مِنْهَا

1007- اخرجه النسائی (69/6) كتاب النكاح' باب: اباحة النظر قبل التزويج' حديث (3235) وابن ماجه (600/1) كتاب النكاح: باب: النظر الى المرأة اذا اراد ان يتزوجها' حديث (1866) والدارمى (134/2) كتاب النكاح' باب: الرخصة فى النظر للمرأة عند الخطبة' واخرجه الامام احمد (244/2-246)۔

مُحَرَّمًا وَّھُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَمَعْنٰی قَوْلِہٖ اَحْرٰی اَنْ یُّؤْدَمَ بَیْنَکُمَا قَالَ اَحْرٰی اَنْ تَدُوْمَ الْمَوَدَّۃُ بَیْنَکُمَا

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے دیکھ لو' کیونکہ تم دونوں کے درمیان محبت قائم کرنے کے لیے یہ مناسب ہے۔

اس بارے میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ روایت ''حسن'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے وہ یہ فرماتے ہیں: آدمی کا ایسی عورت کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم وہ (اس کے جسم کے) ایسے حصے کو نہیں دیکھ سکتا جسے دیکھنا حرام ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: ''یہ تم دونوں کے درمیان محبت برقرار رکھنے کے لیے زیادہ مناسب ہوگا''۔ اس کا مطلب یہ ہے: اس کی وجہ سے تم دنوں کے درمیان محبت ہمیشہ رہے گی۔

شرح

مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت:

غیر محرم عورت کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ مرد اپنی مخطوبہ کو دیکھ سکتا ہے' کیونکہ انہوں نے باہم تاحیات زندگی گزارنا ہوتی ہے۔ امام داؤد ظاہری کے نزدیک پورے جسم کو دیکھنا جائز ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ البتہ لڑکا مخطوبہ کے چہرے اور ہتھیلیوں کو دیکھ سکتا ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ لڑکی دیکھنے کے لیے اجازت لینا ضروری ہے تاکہ وہ اپنی زینت اور حسن کو درست کر سکے۔ اس حالت میں لڑکی دیکھنے کے حوالے سے آئمہ فقہ میں مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دیکھنا جائز ہے آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ آئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ لڑکی کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر ان روایات سے استدلال کیا ہے کہ جن میں غیر محرم عورت کو دیکھنے کی وعید وممانعت بیان کی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِعْلَانِ النِّکَاحِ

باب 6: نکاح کا اعلان کرنا

1008 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا ھُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَلْجٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ حَاطِبِ الْجُمَحِیِّ

1008- اخرجہ النسائی (127/6) کتاب النکاح' باب: اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف' حدیث (3369) وابن ماجہ (611/1) کتاب النکاح' باب: اعلان النکاح' حدیث 1896) واخرجہ احمد (418/3)' (259/4)

قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَرَامِ وَالْحَلَالِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَجَابِرٍ وَّالرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَّاَبُوْ بَلْجٍ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ اَبِي سُلَيْمٍ وَّيُقَالُ ابْنُ سُلَيْمٍ اَيْضًا وَّمُحَمَّدُ بْنُ حَاطِبٍ قَدْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غُلَامٌ صَغِيْرٌ

◆◆ حضرت محمد بن حاطب جمحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حلال اور حرام (نکاح) کے درمیان بنیادی فرق دف بجانا اور آواز (یعنی اعلان کرنا) ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سیّدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

ابوبلج نامی راوی کا نام یحییٰ بن ابوسلیم ہے اور ایک قول کے مطابق ابن سلیم ہے۔

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ وہ اس وقت چھوٹے بچے تھے۔

1009 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا عِيسٰى بْنُ مَيْمُوْنٍ الْاَنْصَارِيُّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ فِي هٰذَا الْبَابِ

توضیح راوی: وَعِيسٰى بْنُ مَيْمُوْنٍ الْاَنْصَارِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَعِيسٰى ابْنُ مَيْمُوْنٍ الَّذِي يَرْوِي عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ التَّفْسِيْرَ هُوَ ثِقَةٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: نکاح میں اعلان کرو! اسے مسجد میں کرو اور اس میں دف بجاؤ۔

یہ حدیث اس بارے میں "غریب حسن" ہے۔

عیسیٰ بن میمون انصاری نامی راوی کو اس حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

عیسیٰ بن میمون جو ابن ابی نجیح کے حوالے سے تفسیری روایات نقل کرتے ہیں' وہ مستند ہیں۔

1010 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ

1009- اخرجه ابن ماجه (611/1) كتاب النكاح' باب: اعلان النكاح' حديث (1895)

متن حدیث: جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيَّ غَدَاةَ بُنِيَ بِيْ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ وَجُوَيْرِيَاتٌ لَّنَا يَضْرِبْنَ بِدُفُوْفِهِنَّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ اِلٰى اَنْ قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْكُتِيْ عَنْ هٰذِهٖ وَقُوْلِي الَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ قَبْلَهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ تشریف لائے' آپ میرے پاس آئے' جس دن میری رخصتی ہوئی تھی' آپ میرے بستر پر اسی طرح تشریف فرما ہوئے' جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو' کم سن لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور ہمارے آباؤ اجداد سے متعلق اشعار پڑھ رہی تھیں' جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے' ان میں سے ایک لڑکی نے پڑھا: ہمارے درمیان وہ نبی بھی موجود ہیں' جو کل کے بارے میں جانتے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ نہ پڑھو! وہی پڑھو! جو تم پہلے پڑھ رہی تھیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اعلان نکاح کی صورتیں:

دور جاہلیت میں نکاح کے مشہور طریقے چار تھے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ایک شخص کی طرف سے دوسرے آدمی کو اس کی بیٹی یا زیر کفالت لڑکی سے نکاح کا پیغام بھیجا جاتا تھا۔ رضامندی کے بعد حق مہر کا تعین کر کے لڑکے اور لڑکی کے مابین نکاح کر دیا جاتا تھا۔

(۲) چند لوگ (جو دس سے کم ہوتے) ایک خاتون کے ہاں جاتے، اس کی خواہش و رضامندی سے سب اس سے وطی کرتے، عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنم دیتی تو وہ ان سب سے لوگوں کو طلب کرتی تو ان میں سے ایک کا انتخاب کرتے ہوئے بچہ کو اس کی طرف منسوب کر دیتی تھی۔

(۳) ایک عورت سے کثیر لوگ مجامعت کرتے جس سے، وہ حاملہ ہو کر بچہ جنم دیتی تو کسی قیافہ شناس آدمی کو طلب کیا جاتا جو حاضرین کی علامات دیکھ کر فیصلہ کرتا کہ یہ بچہ فلاں شخص کا ہے اور اسے یہ بات تسلیم کرنا پڑتی تھی۔

(۴) جب کسی عورت کا حیض منقطع ہو جاتا تو شوہر اپنی بیوی کو کسی شخص سے جنسی تعلقات قائم کرنے کا حکم دیتا، حمل ظاہر ہونے تک شوہر اپنی بیوی سے الگ تھلگ رہتا اور حمل ظاہر ہونے پر شوہر بھی وطی کرتا۔ یہ معاملہ اس لیے کیا جاتا تھا کہ ان کے خیال کے مطابق پیدا ہونے والا بچہ امتیازی شان و شوکت کا حامل ہوگا۔ (الصحیح للبخاری رقم الحدیث: ۷۲۵۱)

1010- اخرجه البخاری (109/9) كتاب النكاح' باب: ضرب الدف فی النكاح والوليمة' حديث (5147) وابو داؤد (698/2) كتاب الادب' باب: فی النهی عن الغناء' حديث (4922) وابن ماجه (611/1) كتاب النكاح' باب: الغناء والدف' حديث (1897) واخرجه احمد (359/6' 360) وعبد بن حميد (ص460) حديث (1589) عن خالد بن ذكوان ابی الحسين عن الربيع بنت معوذ به۔

اسلام نے پہلا طریقہ نکاح کے علاوہ تین طریقوں کو ختم کر دیا۔ پہلا طریقہ نکاح کے ساتھ بطور اعلان چند امور کو ملا دیا: (۱) نکاح سے قبل خطبہ ہونا (۲) جمعتہ المبارک کا دن ہونا (۳) مسجد میں ہونا (۴) دف کا استعمال ہونا (۵) علانیہ ہونا (۶) ولیمہ کرنا۔ یہ تمام امور اعلان نکاح کی صورتیں ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَا يُقَالُ لِلْمُتَزَوِّجِ

باب 7: (نئے) شادی شدہ شخص سے کیا کہا جائے

1011 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَفَّاَ الْاِنْسَانَ اِذَا تَزَوَّجَ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِى الْخَيْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فى الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَقِيْلِ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کسی شخص کو شادی کی مبارکباد دیتے تھے، جس کی شادی نئی نئی ہوئی تھی، تو آپ یہ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا کرے! تم پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کو بھلائی میں اکٹھا کر دے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت منقول ہے۔

شرح

دولہا کو مبارک باد دینے کا طریقہ:

اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے، جس میں زندگی بھر میں پیش آنے والا کوئی مسئلہ ترک نہیں کیا گیا۔ پیدائش سے لے کر موت تک قدم قدم پر پیش آنے والے مسائل فطرت سلیمہ کے مطابق بڑی خوبصورتی سے بیان کیے گئے ہیں۔ یہاں تک باتھ روم جانے سے قبل اور فراغت کی دعاؤں کی بھی تعلیم دی۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ دولہا میاں کو: بالرفاء والبنین ''(تم دونوں کے درمیان اتفاق رہے اور تمہارے ہاں بیٹے پیدا ہوں)۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ لڑکیوں کو ناپسند اور لڑکوں کو پسند کرتے تھے، اس لیے وہ شادی و نکاح کے موقع پر یہ کلمات استعمال کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر جاہلیت کی اس رسم بد کا خاتمہ کرتے ہوئے نکاح کے موقع پر دولہا میاں کو بایں الفاظ مبارک باد دیا کرتے تھے: بارك الله لك و بارك عليك و جمع بينكما فى الخير (اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا کرے، تم پر برکت نازل کرے اور بھلائی میں تم دونوں کو جمع کرے) یہ الفاظ ایک خوبصورت دعا

1011- اخرجه ابو داؤد (647/1) كتاب النكاح' باب: ما يقال للمتزوج' حديث (2130) وابن ماجه (614/1) كتاب النكاح' باب: تهنئة النكاح' حديث (1905) والدارمى (134/2) كتاب النكاح: باب: اذا تزوج الرجل ما يقال له واخرجه احمد (381/1)

ہے اور زمانہ جاہلیت کی ایک رسم بدکار دبھی۔

بَابُ مَا یَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ عَلٰی اَهْلِهٖ

باب 8: جب آدمی اپنی بیوی کے پاس جائے' تو کیا پڑھے؟

1012 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَتٰی اَهْلَهٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنْ قَضَی اللّٰهُ بَیْنَهُمَا وَلَدًا لَمْ یَضُرَّهُ الشَّیْطَانُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آتے ہوئے (یعنی صحبت کرنے سے پہلے) یہ پڑھ لے۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے' اے اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھ اور جو رزق (اولاد) تو ہمیں عطا کرے گا' اسے بھی شیطان سے دور رکھ''۔

تو اگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے نصیب میں اولاد لکھی ہو' تو شیطان اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

جماع کے وقت کی دعا اور اس کی فضیلت:

نکاح کی پہلی شب یا صرف پہلی بار مجامعت کے وقت نہیں بلکہ تاحیات وطی کے وقت (عریانی حالت ہونے سے قبل) دعا کرنا مسنون ہے۔ دعا جماع کئی طریقہ سے کی جاسکتی ہے: (۱) بسم اللہ۔ (۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۳) اللہ، اللھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رزقتنا۔ (اللہ کے نام سے شروع' اے اللہ! تو ہمیں شیطان سے بچا اور جو تو ہمیں رزق (اولاد) عطاء کرے' اسے بھی شیطان سے بچا)۔ اس دعا کے بعد وطی کرنے کے نتیجہ میں حمل قرار پا گیا تو زوجین کی طرح نومولود بھی شرِ شیطان سے محفوظ رہے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو شخص جماع سے قبل تسمیہ پڑھ لیتا ہے تو پیدا ہونے والے بچے کے ہر سانس

1012- اخرجه البخاری (386/6) کتاب بدء الخلق' باب: صفة ابلیس وجنوده' حدیث (3283'3271) وکتاب النکاح' باب: ما یقول الرجل اذا اتی اهله' حدیث (5165) ومسلم (104/5' الابی) کتاب النکاح' باب: ما یستحب ان یقوله عند الجماع' حدیث (1434/116) وابو داؤد (655/1) کتاب النکاح: باب فی جامع النکاح' حدیث (2161) وابن ماجه (618/1) کتاب النکاح' باب: ما یقول الرجل اذا ادخلت علیه اهله' حدیث (1919) والدارمی (145/2) کتاب النکاح' باب القول عند الجماع' واحمد (216/1'220'243'283'286) والحمیدی (239/1) حدیث (516) وعبد بن حمید (ص230) حدیث (689)

کے عوض والدین کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اسی طرح نسل درنسل قیامت تک آنے والی اولاد کے ہر سانس کے عوض نامہ اعمال میں نیکی لکھی جائے گی۔ یہ دعا صرف شوہر ہی نہیں بلکہ زوجین پڑھیں اور تاحیات تسلسل سے مجامعت سے قبل پڑھتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَوْقَاتِ الَّتِيْ يُسْتَحَبُّ فِيهَا النِّكَاحُ

باب 9: وہ اوقات جن میں نکاح کرنا مستحب ہے

1013 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: تَزَوَّجَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَوَّالٍ وَّبَنٰى بِيْ فِيْ شَوَّالٍ وَّكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ اَنْ يُّبْنٰى بِنِسَائِهَا فِيْ شَوَّالٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ ابْنِ اُمَيَّةَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے شوال کے مہینے میں میرے ساتھ شادی کی تھی' اور شوال کے مہینے میں ہی میری رخصتی ہوئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو مستحب سمجھتی تھیں کہ شوال کے مہینے میں لڑکیوں کی رخصتی کی جائے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے' ہم اس روایت کو صرف ثوری نامی راوی کی اسماعیل بن امیہ سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

نکاح کے اوقات مستحبہ:

سال بھر کے کسی بھی مہینہ کی کسی بھی رات یا دن نکاح کرنا جائز ہے۔ زمانہ جاہلیت میں شوال کے مہینہ میں نکاح کرنا منحوس تصور کیا جاتا تھا۔ اسلام نے زمانہ جاہلیت کی اس رسم بد کو ختم کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات سے شوال کے مہینہ میں نکاح کر کے اس رسم بد کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے ذی الحجہ کے مہینہ میں احرام کی حالت میں نکاح کیا تھا۔ حدیث باب میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

1013– اخرجه احمد (206'54/6) ومسلم (1039/2) كتاب النكاح باب: استحباب التزوج والتزويج في شوال' واستحباب الدخول فيه' حديث (1423/73) وابن ماجه (641/1) كتاب النكاح' باب: متى يستحب البناء بالنساء' احديث (1990) والنسائي (70/6) كتاب النكاح: باب التزويج في شوال' حديث (3236) والدارمي (145/2) كتاب النكاح' باب بناء الرجل باهله في شوال' وعبد بن حميد (ص 437) حديث (1508) من طريق اسماعيل بن اميه عن عبد الله بن عروة' عن عروة عن عائشه به۔

عنہا سے نکاح بھی شوال میں کیا اوران کی رخصتی بھی شوال میں ہوئی تھی۔ جمعہ کے دن، مسجد کے اندر اور علانیہ نکاح کرنا وغیرہ امور مستحبہ ہیں۔ اس بات کو زیادہ پسند کرتی تھیں کہ بچیوں کا نکاح اور رخصتی شوال کے مہینہ میں کی جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوَلِيْمَةِ

باب 10: ولیمہ کا بیان

1014 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالَ اِنِّىْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَآئِشَةَ وَجَابِرٍ وَّزُهَيْرِ بْنِ عُثْمَانَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّزْنُ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّزْنُ ثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ وَثُلُثٍ وقَالَ اِسْحٰقُ هُوَ وَزْنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ وَثُلُثٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زرد رنگ کا نشان دیکھا تو دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے ایک خاتون کے ساتھ ایک گٹھلی کے وزن جتنے سونے کے عوض میں شادی کر لی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت نصیب کرے، تم ولیمہ کرو! خواہ ایک بکری (ذبح کر کے دعوت کرو)۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت زہیر بن عثمان رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک گٹھلی کے وزن سے مراد تین درہم اور ایک درہم کے تہائی حصے جتنا وزن ہے۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ پانچ درہم اور ایک درہم کے تہائی حصے کے وزن جتنا ہوتا ہے۔

1015 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ وَّائِلِ بْنِ دَاوٗدَ عَنِ ابْنِهٖ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ بِسَوِيْقٍ وَّتَمْرٍ

1014- اخرجه البخاري (128/9) كتاب النكاح' باب: الصفرة للمتزوج' حديث (5153) ومسلم (1042/3) كتاب النكاح' باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن و خاتم حديد' وغير ذلك من قليل وكثير' واستحباب كونه خمسمائة درهم لمن لا يجحف به' حديث (1427-79) وابن ماجه (615/1) كتاب النكاح' باب الوليمة: حديث (1907) والنسائي (128/6) كتاب النكاح' باب: دعاء من لم يشهد التزويج' حديث (3372) واخرجه الدارمي (143/2) كتاب النكاح' باب الوليمة' واحمد (226/3) وعبد بن حميد (ص403) حديث (1367) من طريق حماد بن زيد عن ثابت عن انس به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلاف سند: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ نَحْوَ هٰذَا وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ وَّلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ وَّائِلٍ عَنِ ابْنِهٖ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَكَانَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ يُدَلِّسُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرُبَّمَا لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ وَّائِلٍ عَنِ ابْنِهٖ وَرُبَّمَا ذَكَرَهٗ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بعد ولیمہ میں ستو اور کھجور (کی دعوت کی تھی)

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ان راویوں نے اس روایت میں وائل کے اپنے صاحب زادے سے روایت کرنے کا تذکرہ نہیں کیا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) سفیان بن عیینہ نامی راوی نے اس روایت میں ''تدلیس'' کی ہے بعض اوقت وہ اس میں وائل کے ان کے بیٹے کے حوالے سے روایت کرنے کا ذکر کرتے ہیں اور بعض اوقات ذکر نہیں کرتے۔

1016 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: طَعَامُ اَوَّلِ يَوْمٍ حَقٌّ وَّطَعَامُ يَوْمِ الثَّانِيْ سُنَّةٌ وَّطَعَامُ يَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ وَّمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَّا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زِيَادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

توضیح راوی: وَزِيَادُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ كَثِيْرُ الْغَرَائِبِ وَالْمَنَاكِيْرِ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَذْكُرُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ قَالَ وَكِيْعٌ زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَعَ شَرَفِهٖ يَكْذِبُ فِي الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (شادی سے) اگلے دن کھانا (یعنی دعوت ولیمہ کرنا) حق ہے۔ دوسرے دن کرنا سنت ہے اور تیسرے دن کرنا دکھاوا ہے جو شخص دکھاوا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دکھاوے کو ظاہر کردے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کو ''مرفوع'' حدیث کے طور پر ہم صرف زیاد بن عبداللہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

1015- اخرجه ابو داؤد (368/2) كتاب الاطعمة' باب: من استحباب الوليمة عند النكاح' حديث (3744) وابن ماجه (615) كتاب النكاح' باب الوليمة' حديث (1909) والحميدی (500/2) حديث (1184) واخرجه احمد (110/3) من طريق وائل بن داؤد عن ابيه عن الزهری عن انس بن مالك به-

زیاد بن عبداللہ نامی راوی نے بکثرت ''غریب'' اور ''منکر'' روایات نقل کی ہیں۔
میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: محمد بن عقبہ فرماتے ہیں: وکیع نے یہ بات بیان کی ہے: زیاد بن عبداللہ اپنے تمام تر عزت اور شرف کے باوجود حدیث بیان کرنے میں جھوٹ بولتے تھے۔

شرح

ولیمہ کرنا بابرکت سنت:

نکاح کے بعد دولہا والوں کی طرف سے اعزاء و اقارب اور احباب کی کھانا کی شکل میں جو دعوت کی جاتی ہے اُسے ولیمہ کہا جاتا ہے۔ نکاح کے موقع پر دولہن والوں کی طرف سے برادری کو جو کھانا کھلایا جاتا ہے، جائز ہے لیکن اس کی اصل نہیں ہے۔ البتہ اس موقع پر خواتین و حضرات کا اختلاط، گانا باجا اور تصویر کشی وغیرہ امور غیر شرعی ہیں جن سے اجتناب و احتراز ازبس ضروری ہے۔
زمانہ جاہلیت میں نکاح اور رخصتی سے قبل ولیمہ کیا جاتا تھا۔ اسلام نے دیگر رسومات کی طرح قبل از وقت ولیمہ سے منع کر کے بعد از زفاف ولیمہ کرنے کا درس دیا۔ ولیمہ کرنے کا مقصد اظہار تشکر ہے اور یہ مسنون ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ بعد از زفاف ولیمہ کریں تاکہ یہ بابرکت سنت ادا ہو جائے۔ یاد رہے کہ ولیمہ کے موقع پر آنے والے مہمانوں سے رقوم وصول کرنا جسے نیوترا کا نام دیا جاتا ہے، غیر شرعی ہے اس سے احتراز چاہیے۔
ولیمہ کی تحدید و تعیین نہیں ہے۔ افراط و تفریط اور اسراف سے اجتناب کرتے ہوئے حسب طاقت ولیمہ کیا جا سکتا ہے۔ کم از کم ولیمہ کا کوئی تعین نہیں ہے۔ چند افراد کو کھانا کھلا کر بھی اس سنت پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ درمیانہ ولیمہ ایک بکری ذبح کر کے مہمانوں کی تواضع کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح فرمائی تھی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ پر ستو اور کھجوروں سے حاضرین کی تواضع کی تھی۔ ولیمہ کے موقع پر غریبوں، یتیموں اور بیوگان کو بھی حسب طاقت دعوت دی جائے تاکہ یہ تقریب زیادہ بابرکت ہو۔
ولیمہ کتنے دن کیا جا سکتا ہے؟ اس حوالے سے ہمارے عرف میں رخصتی اور زفاف کے آئندہ ایک دن ولیمہ کیا جاتا ہے۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے پہلے دن ولیمہ نہ ہو سکا تو دوسرے دن کیا جا سکتا ہے لیکن تیسرے دن اس کی اجازت نہیں ہے۔ حدیث باب میں صراحت ہے کہ پہلے دو دن میں ولیمہ کیا جا سکتا ہے مگر تیسرے دن ریاکاری کی وجہ سے ممنوع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِجَابَةِ الدَّاعِي

باب 11: دعوت کو قبول کرنا

1017 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
متنِ حدیث: اِئْتُوا الدَّعْوَةَ اِذَا دُعِيْتُمْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَالْبَرَاءِ وَاَنَسٍ وَّاَبِيْ اَيُّوْبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دعوت میں جاؤ! جب تمہیں دعوت دی جائے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے

شرح

دعوت قبول کرنا:

اسلام نے ایک مسلمان بھائی کے دوسرے مسلمان بھائی پر عائد ہونے والے جو حقوق گنوائے ہیں ان میں سے ایک دعوت کو قبول کرنا ہے۔ حدیث باب میں دعوت ولیمہ کا ذکر نہیں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دعوت عام مراد ہے، جس میں دعوت ولیمہ بھی شامل ہے۔ اگر کوئی شخص دعوت قبول کرنے کے بعد شمولیت نہیں کرتا تو یہ غیر شرعی اور غیر اخلاقی حرکت ہے۔ البتہ مجبوری کی بناء پر بروقت اپنا عذر پیش کر دینا چاہیے تاکہ میزبان کو رنجش نہ ہو۔ اگر تقریب اس نوعیت کی ہو کہ اس میں غیر شرعی امور نمایاں ہوں مثلاً خواتین و حضرات کا اختلاط، گانا باجا، تصویر کشی اور ویڈیو سازی وغیرہ تو اس میں شمولیت حرام ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّجِيْءُ اِلَى الْوَلِيْمَةِ مِنْ غَيْرِ دَعْوَةٍ

باب 12: جو شخص دعوت کے بغیر ولیمے میں آجائے

1018 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ شُعَيْبٍ اِلٰى غُلَامٍ لَّهٗ لَحَّامٍ فَقَالَ اصْنَعْ لِيْ طَعَامًا يَكْفِيْ خَمْسَةً فَاِنِّيْ رَاَيْتُ فِيْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ قَالَ فَصَنَعَ طَعَامًا ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَاهُ وَجُلَسَائَهُ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّبَعَهُمْ رَجُلٌ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُمْ حِيْنَ دُعُوْا فَلَمَّا انْتَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْبَابِ قَالَ لِصَاحِبِ الْمَنْزِلِ اِنَّهُ اتَّبَعَنَا رَجُلٌ لَّمْ يَكُنْ مَعَنَا حِيْنَ

1017– اخرجه مسلم (1053/3) كتاب النكاح' باب: الامر باجابة الداعي' الى دعوة' حديث (102-1429) واخرجه البخاري (155/9) كتاب النكاح' باب: اجابة الداعي في العرس وغيره' حديث (5179) من طريق موسىٰ بن عقبة عن نافع عن ابن عمر به' ورواية مسلم من طريق اسماعيل بن امية عن نافع عن ابن عمر به كما ورد في رواية الترمذي۔

1018– اخرجه البخاري (470/9) كتاب الاطعمة' باب الرجل يتكلف الطعام لاخوانه' حديث (5434) ومسلم (1608/3) كتاب الاشربة' باب: ما يفعل الضيف اذا تبعه غير من دعاه صاحب الطعام' واستحباب اذن صاحب الطعام للتابع' حديث (138-2036) والدارمي (105/2) كتاب الاطعمة' باب: في الوليمة' واخرجه احمد (396/3)' (120/4' 121) وعبد بن حميد ص(106) حديث (236) من طريق ابي وائل عن ابي مسعود الانصاري به۔

دَعَوْتَنَا فَإِنْ أَذِنْتَ لَهُ دَخَلَ قَالَ فَقَدْ أَذِنَّا لَهُ فَلْيَدْخُلْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا اس کا نام ابوشعیب تھا وہ اپنے غلام کے پاس آیا' جو گوشت بنایا کرتا تھا' اس نے کہا: تم میرے لیے اتنا کھانا بنا دو! جو پانچ آدمیوں کے لیے کافی ہو' کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر بھوک کے آثار دیکھے ہیں' اس نے کھانا تیار کیا' پھر نبی اکرم ﷺ کو پیغام بھجوایا' تو نبی اکرم ﷺ سمیت آپ کے چند ساتھیوں کو بھی بلایا' جب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے' تو ان حضرات کے پیچھے ایک ایسا شخص بھی چل پڑا جو ان ساتھیوں میں شامل نہیں تھا' جنہیں دعوت دی گئی تھی' جب نبی اکرم ﷺ (میزبان کے) دروازے تک پہنچے' تو آپ نے گھر کے مالک سے کہا: یہ ہمارے پیچھے آ گیا ہے یہ ہمارے ساتھ نہیں تھا' جب تم نے ہمیں دعوت دی تھی' اگر تم اسے اجازت دو' تو یہ اندر آ جائے! اس شخص نے کہا: ہم اسے بھی اجازت دیتے ہیں' یہ اندر آ جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے

شرح

دعوت کے بغیر ولیمہ میں شمولیت کی ممانعت:

کوئی بھی تقریب ہو میزبان کی دعوت واجازت کے بغیر اس میں شرکت کرنا، شرعی نقطہ نظر سے منع ہے۔ اس ممانعت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ میزبان نے مہمانوں کی تعداد کے مطابق خورد ونوش کا اہتمام کیا ہوتا ہے اور بغیر دعوت شرکت کرنے والے کے لیے بروقت کھانے کا اہتمام کرنے میں دقت پیش آئے گی۔ حدیث باب کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو دعوت ولیمہ وغیرہ دی گئی ہو شرعی طور پر وہ اپنے ساتھ نہ تو دوسرے لوگوں کو لانے کے مجاز ہیں اور نہ وہ دوسروں کو دعوت دے سکتے ہیں۔ اس روایت سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ ولیمہ وغیرہ کی تقریب میں بروقت بھی کسی کو دعوت دینا جائز ہے اور قبول کرنا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ تَزْوِيجِ الْاَبْكَارِ

باب 13: کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کرنا

1019 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

1019– اخرجه البخاری (141/6) كتاب الجهاد والسير: باب استئذان الرجل الامام لقوله تعالىٰ (انما المؤمنون امنوا بالله ورسوله واذا كانوا معه على امر جامع لم يذهبوا حتىٰ يستئذنوه ان الذين يستئذنونك (النور 62) حديث (2967) ومسلم (1087/2) كتاب الرضاع' باب: استحباب نكاح البكر' حديث (56-715) والنسائی (61/6) كتاب النكاح' باب: نكاح الابكار' حديث (3219) من طريق عمرو بن دينار عن جابر به۔

متن حدیث: تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَزَوَّجْتَ يَا جَابِرُ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ بِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا فَقُلْتُ لَا بَلْ ثَيِّبًا فَقَالَ هَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ مَاتَ وَتَرَكَ سَبْعَ بَنَاتٍ اَوْ تِسْعًا فَجِئْتُ بِمَنْ يَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ فَدَعَا لِي

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے ایک خاتون کے ساتھ شادی کر لی' میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا: اے جابر! تم نے شادی کر لی ہے' میں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کنواری کے ساتھ یا طلاق یافتہ کے ساتھ؟ میں نے عرض کی: نہیں طلاق یافتہ کے ساتھ۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کنواری کے ساتھ کیوں نہیں کی کہ تم اس کے ساتھ خوش مزاجی کا مظاہرہ کرتے اور وہ تمہارے ساتھ خوش مزاجی کا مظاہرہ کرتی؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! حضرت عبداللہ (میرے والد) فوت ہو چکے ہیں' انہوں نے سات (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) نو بیٹیاں چھوڑی ہیں' تو میں نے اس عورت کے ساتھ شادی کی ہے' جو ان کا خیال رکھے گی' تو نبی اکرم ﷺ نے میرے حق میں دعائے خیر کی۔

اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

کنواری عورت سے شادی کرنے کی تلقین:

کسی بھی مسلمان خاتون سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ دونوں میں سے کنواری سے شادی کرنا بہتر ہے' کیونکہ وہ فرمانبردار ہوگی، سلیقہ مند ہوگی، اس میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوگی اور خدمت گزار ہوگی۔ ثیبہ سے شادی کرنے کی صورت میں، اس میں یہ خوبیاں پیدا کرنے کے لیے زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہوگی۔ البتہ گھر کو چلانے کی حکمت عملی یا سابقہ بچوں کی نگرانی مقصود ہو' تو بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کرنا زیادہ مفید ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام ثیبہ خواتین سے نکاح فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوہ یا ثیبہ خاتون سے شادی کرنا سنت بھی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ

باب 14: ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا

1020 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا

1020- اخرجه احمد (4/394'413) وابو داؤد (1/635) كتاب النكاح' باب: في الولي' حديث (2085) وابن ماجه (1/605) كتاب النكاح' باب لا نكاح الا بولي' حديث (1881) والدارمي (2/137) كتاب النكاح' باب النهي عن النكاح بغير ولي' من طريق ابي اسحق عن ابي بردة عن ابي موسى الاشعري به۔

اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّاَنَسٍ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1021 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا امْرَاَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ وَيَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ نَحْوَ هٰذَا

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِیْ مُوْسٰى حَدِيْثٌ فِيْهِ اخْتِلَافٌ رَوَاهُ اِسْرَآئِيْلُ وَشَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ عَوَانَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَرَوٰى اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّزَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَرَوٰى اَبُوْ عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْضًا

وَرَوٰى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ

1021- اخرجه احمد (260/6) والحميدى (113-112/1) حديث (228) وابو داؤد (634/1) كتاب النكاح باب في الولى حديث (2083) وابن ماجه (605/1) كتاب النكاح باب: لا نكاح الا بولى حديث (1879) من طريق ابن شهاب الزهرى عن عروة عن عائشة به۔

وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُ اَصْحَابِ سُفْيَانَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى وَلَا يَصِحُّ وَرِوَايَةُ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ رَوَوْا عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ عِنْدِيْ اَصَحُّ لِاَنَّ سَمَاعَهُمْ مِنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ فِيْ اَوْقَاتٍ مُّخْتَلِفَةٍ وَّاِنْ كَانَ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ اَحْفَظَ وَاَثْبَتَ مِنْ جَمِيْعِ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ رَوَوْا عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَاِنَّ رِوَايَةَ هٰؤُلَاءِ عِنْدِيْ اَشْبَهُ لِاَنَّ شُعْبَةَ وَالثَّوْرِيَّ سَمِعَا هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ فِيْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَسْاَلُ اَبَا اِسْحٰقَ اَسَمِعْتَ اَبَا بُرْدَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ فَقَالَ نَعَمْ فَدَلَّ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَلٰى اَنَّ سَمَاعَ شُعْبَةَ وَالثَّوْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ فِيْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ

وَّاِسْرَآئِيْلُ هُوَ ثِقَةٌ ثَبْتٌ فِيْ اَبِيْ اِسْحٰقَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُثَنّٰى يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ مَا فَاتَنِيْ مِنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ الَّذِيْ فَاتَنِيْ اِلَّا لَمَّا اتَّكَلْتُ بِهٖ عَلٰى اِسْرَآئِيْلَ لِاَنَّهٗ كَانَ يَاْتِيْ بِهٖ اَتَمَّ

وَحَدِيْثُ عَآئِشَةَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ هُوَ حَدِيْثٌ عِنْدِيْ حَسَنٌ

رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَرَوَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَرُوِىَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ فِيْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ ثُمَّ لَقِيْتُ الزُّهْرِيَّ فَسَاَلْتُهٗ فَاَنْكَرَهٗ فَضَعَّفُوْا هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ اَجْلِ هٰذَا

وَذُكِرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ اَنَّهٗ قَالَ لَمْ يَذْكُرْ هٰذَا الْحَرْفَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اِلَّا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ وَّسَمَاعُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ لَيْسَ بِذَاكَ اِنَّمَا صَحَّحَ كُتُبَهٗ عَلٰى كُتُبِ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِيْ رَوَّادٍ مَا سَمِعَ مِنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَّضَعَّفَ يَحْيٰى رِوَايَةَ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ عَلٰى حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَّاَبُوْ هُرَيْرَةَ وَغَيْرُهُمْ وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ بَعْضِ فُقَهَاءِ التَّابِعِيْنَ اَنَّهُمْ قَالُوْا لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ مِنْهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَشُرَيْحٌ وَّاِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَغَيْرُهُمْ

وَبِهٰذَا يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالْاَوْزَاعِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَمَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے اس کا نکاح باطل شمار ہوگا' اس کا نکاح باطل شمار ہوگا، اس کا نکاح باطل شمار ہوگا۔ اگر مرد اس عورت کے ساتھ صحبت

کر لے تو اس عورت کو مہر ملے گا' جو اس نے اس کی شرمگاہ کو استعمال کیا ہے' اوران (لڑکی کے رشتہ داروں) کے درمیان جھگڑا ہو جائے' تو جس کا کوئی ولی نہ ہو حاکم وقت اس کا ولی ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یحییٰ بن سعید انصاری، یحییٰ بن ایوب، سفیان ثوری اور دیگر کئی حفاظ نے' اسے ابن جریج کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کے بارے میں اختلاف ہے۔

اسرائیل، شریک بن عبداللہ، ابوعوانہ، زہیر بن معاویہ، قیس بن ربیع نے ابواسحٰق کے حوالے سے، ابوبردہ کے حوالے سے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسے نقل کیا ہے۔

اسباط بن محمد نے زید بن حباب کے حوالے سے، یونس بن ابواسحٰق کے حوالے سے، ابواسحٰق کے حوالے سے، ابوبردہ کے حوالے سے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسے نقل کیا ہے۔

ابوعبید حداد نے اس روایت کو یونس بن ابواسحٰق کے حوالے سے، ابوبردہ کے حوالے سے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں ابواسحٰق کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہی روایت یونس بن ابواسحٰق کے حوالے سے، ابواسحٰق کے حوالے سے، ابوبردہ کے حوالے سے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شعبہ اور ثوری نے ابواسحٰق کے حوالے سے، ابوبردہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے یہ بات نقل کی ہے: ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

سفیان کے بعض شاگردوں نے' سفیان کے حوالے سے، ابواسحٰق کے حوالے سے، ابوبردہ کے حوالے سے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے۔ تاہم یہ روایت مستند نہیں ہے۔

ان تمام حضرات کی روایت جنہوں نے ابواسحٰق کے حوالے سے' ابوبردہ کے حوالے سے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے' جس کے الفاظ یہ ہیں: ''ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا''۔

یہ میرے (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے) نزدیک زیادہ مستند ہے' کیونکہ ان حضرات نے ابواسحٰق نامی راوی سے اس حدیث کو مختلف اوقات میں سنا ہوگا۔

شعبہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ زیادہ بڑے حافظ ہیں اور زیادہ مستند ہیں' ان تمام راویوں کے مقابلے میں' جنہوں نے ابواسحٰق کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے' تاہم ان حضرات کی روایت میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے' اس کی وجہ یہ ہے: شعبہ اور ثوری نے اس روایت کو ابواسحٰق سے ایک ہی محفل میں سنا ہے' اور اس کی دلیل وہ روایت ہے' جسے محمود بن غیلان نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ شعبہ بیان کرتے ہیں: میں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ابواسحٰق سے یہ دریافت کرتے ہوئے سنا: آپ نے ابوبردہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا'' تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے: شعبہ اور ثوری نے ابو بردہ سے اس حدیث کو ایک ہی وقت میں سنا ہے۔

ابو اسحق سے منقول روایات کے حوالے سے اسرائیل نامی راوی ثقہ ہیں اور مستند ہیں۔

محمد بن مثنیٰ بیان کرتے ہیں: میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ثوری نے ابو اسحق کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں' ان میں سے جو احادیث مجھ سے فوت ہوگئی تھیں' میں نے ان کے بارے میں اسرائیل نامی راوی پر بھروسہ کیا ہے چونکہ انہوں نے ان روایات کو زیادہ مکمل طور پر نقل کیا ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے: ''ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا'' یہ میرے نزدیک ''حسن'' ہے۔

ابن جریج نے سلیمان بن موسیٰ کے حوالے سے، زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، عروہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسے نقل کیا ہے۔

حجاج بن ارطاۃ اور جعفر بن ربیعہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، عروہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسے نقل کیا ہے۔

ہشام بن عروہ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، نبی اکرم ﷺ سے بھی اسی کی مانند نقل کیا گیا ہے۔

بعض محدثین نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول اس روایت کے بارے میں کلام کیا ہے' جو عروہ کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میری ملاقات زہری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی' میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔

محدثین نے اسی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے یحییٰ بن معین کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اسماعیل بن ابراہیم کے علاوہ اور کسی نے ابن جریج کے حوالے سے ان الفاظ کو نقل نہیں کیا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: اسماعیل بن ابراہیم کا ابن جریج سے سماع زیادہ مستند نہیں ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم ہی ان الفاظ کو ابن جریج سے روایت کرتے ہیں اور ان کا ابن جریج سے سماع قوی نہیں۔

اسماعیل بن ابراہیم نے اپنے نوٹس کی عبدالمجید بن عبدالعزیز کے نوٹس کے ساتھ تصحیح کی تھی جو روایات انہوں نے ابن جریج سے سنی تھیں۔

یحییٰ نے اسماعیل کی ابن جریج سے نقل کردہ روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کی حدیث پر عمل کیا جائے گا' یعنی ''ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا'' نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات اسی بات کے قائل ہیں۔

اسی طرح کی روایات بعض تابعین فقہاء کے بارے میں بھی منقول ہیں وہ یہ فرماتے ہیں:

ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا۔

ان میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ شریح رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

شرح

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ:

ولی کی اجازت کے بغیر عبارت النساء سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عبارت النساء سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ عورت عاقلہ بالغہ اور آزاد ہو مگر ولی کا ہونا مستحب ہے۔ انہوں نے درج ذیل آیات وروایات سے استدلال کیا ہے:۔

(الف) ارشادِ ربانی ہے: وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اس آیت سے دو طریقوں سے استدلال کیا گیا ہے: (۱) عبارۃ النص میں اولیاء کو سابقہ ازواج سے معاملہ کرنے سے روکا گیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبارت النساء سے نکاح جائز ہے۔ (۲) اشارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کرنے کی نسبت خواتین کی طرف کی گئی ہے۔

(ب) ارشادِ ربانی ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۔ پس اگر شوہر بیوی کو تیسری طلاق بھی دے ڈالے تو وہ اس وقت تک شوہر اوّل کے لیے حلال نہیں ہوگی، جب تک دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اور وہ طلاق نہ دے''۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عبارت النساء سے نکاح جائز ہے۔

(ج) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا قصد کیا تو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا ولی موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہارے اولیاء کی رضامندی ہو چکی ہے گویا عبارت النساء معتبر ہے اور اس سے نکاح ثابت ہو جائے گا۔ (مؤطا امام مالک)

(د) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن کا عقد حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کیا جبکہ اس وقت حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ ملک شام میں تھے۔ اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ولی کے قائمقام بھی نہیں تھیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبارت النساء سے نکاح جائز ہے۔ (شرح معانی الآثار)

۲-حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ عبارت النساء سے نکاح ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ثبوت عقد کے لیے ولی کا موجود ہونا ضروری ہے۔ انہوں نے درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے:

(الف) حدیث باب میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: لا نكاح الا بولي ۔ (ولی کی اجازت کے

بغیر نکاح منعقد نہیں ہوسکتا)۔

(ب) حدیث باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل، فنکاحها باطل، فنکاحها باطل ۔ جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا بالترتیب جواب یوں دیا جاتا ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کے دو جواب ہیں: (الف) یہ روایت اس صورت پر محمول ہے جب کوئی عورت غیر کفو میں ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے۔ (ب) حدیث کے الفاظ: لانکاح الابولی سے وجود کی نفی نہیں بلکہ کمال کی نفی مراد ہے۔ دلیل ثانی کے بھی دو جواب دیے جاتے ہیں: (۱) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اپنی بھتیجی حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کا نکاح کر دیا تھا۔ (۲) اس روایت میں لفظ باطل سے عدم مراد نہیں ہے بلکہ غیر مفید ہے، جس طرح اس ارشاد ربانی میں: رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا، میں لفظ باطل سے مراد فانی اور زائل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِبَيِّنَةٍ

باب 15: گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا

1022 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْبَغَايَا اللَّاتِيْ يُنْكِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ

اختلافِ روایت: قَالَ يُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ رَفَعَ عَبْدُ الْاَعْلٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ فِي التَّفْسِيْرِ وَاَوْقَفَهُ فِيْ كِتَابِ الطَّلَاقِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا اَصَحُّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ لَّا نَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهُ اِلَّا مَا رُوِيَ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ مَرْفُوْعًا وَّرُوِيَ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ هٰذَا الْحَدِيْثُ مَوْقُوْفًا

وَّالصَّحِيْحُ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِبَيِّنَةٍ هٰكَذَا

رَوٰى اَصْحَابُ قَتَادَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَّا نِكَاحَ اِلَّا بِبَيِّنَةٍ وَّهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ نَحْوَ هٰذَا مَوْقُوْفًا

فی الباب: وَّفِيْ هٰذَا الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

1022- لم يروه من اصحاب الكتب الستة غير الترمذي' ينظر تحفة الاشراف (375/4) واخرجه الطبراني في المعجم الكبير (182/12) حديث (12827) والبيهقي (125/7)

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوْا لَا نِكَاحَ اِلَّا بِشُهُوْدٍ لَّمْ يَخْتَلِفُوْا فِيْ ذٰلِكَ مَنْ مَضٰى مِنْهُمْ اِلَّا قَوْمًا مِّنَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ

وَاِنَّمَا اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ هٰذَا اِذَا شَهِدَ وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ فَقَالَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهِمْ لَا يَجُوْزُ النِّكَاحُ حَتّٰى يَشْهَدَ الشَّاهِدَانِ مَعًا عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ

وَقَدْ رَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اِذَا اُشْهِدَ وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ فَاِنَّهٗ جَائِزٌ اِذَا اَعْلَنُوْا ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّغَيْرِهٖ هٰكَذَا قَالَ اِسْحٰقُ فِيْمَا حَكٰى عَنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ يَجُوْزُ شَهَادَةُ رَجُلٍ وَّامْرَاَتَيْنِ فِي النِّكَاحِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: فاحشہ عورتیں وہ ہوتی ہیں' جو گواہوں کے بغیر نکاح کر لیتی ہیں۔

یوسف بن حماد بیان کرتے ہیں: عبدالاعلیٰ نامی راوی نے تفسیر کے باب میں اس حدیث کو "مرفوع" روایت کے طور پر نقل کیا ہے اور "طلاق" کے باب میں اس روایت کو "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے "مرفوع" کے طور پر نقل نہیں کیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے اور "مرفوع" روایت کے طور پر نہیں ہے۔ میرے نزدیک یہ روایت زیادہ مستند ہے۔ ویسے یہ روایت "محفوظ" نہیں ہے ہمارے علم کے مطابق کسی نے بھی اس کو "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا' ماسوائے اس روایت کے' جسے عبدالاعلیٰ نے سعید کے حوالے سے، قتادہ کے حوالے سے، "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

عبدالاعلیٰ کے حوالے سے، سعید کے حوالے سے یہی روایت "موقوف" روایت کے طور پر بھی منقول ہے۔

درست بات یہ ہے' جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے اپنے قول کے طور پر منقول ہے: گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

کئی راویوں نے سعید بن ابوعروبہ کے حوالے سے اسی کی مانند "مرفوع" کے طور پر نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے تابعین اور ان کے علاوہ دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' اہلِ علم نے یہ بات فرمائی ہے' گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا۔

ہمارے نزدیک جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں' ان کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' تاہم متاخرین اہلِ علم میں سے بعض حضرات نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے: جب ایک کے بعد ایک گواہ گواہی دے (تو کیا حکم ہوگا؟) کوفہ اور دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کی اکثریت کے نزدیک نکاح اس وقت تک درست نہیں ہوتا' جب تک دو گواہ ایک ساتھ نکاح منعقد ہونے کی گواہی نہ دیں۔

مدینہ منورہ سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اگر ایک گواہ کے بعد ایک گواہ گواہی دیدے' تو یہ نکاح درست ہوگا۔

جب وہ لوگ بعد میں اس کا اعلان بھی کر دیں۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔
امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے جو انہوں نے اہلِ مدینہ سے نقل کیا ہے۔
بعض اہلِ علم کے نزدیک نکاح کے بارے میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی درست ہے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

گواہوں کے بغیر نکاح صحیح نہ ہونا:

تمام آئمہ فقہ کا اس بات میں اتفاق ہے کہ دو گواہ صحت نکاح کے لیے شرط ہیں۔ایک گواہ کی موجودگی میں پڑھا گیا نکاح صحیح نہیں ہوسکتا۔گواہوں کے بغیر پڑھا ہوا نکاح 'نکاح السر ہے' جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

(مجمع الزوائد،جلد ۴ص ۵۸۶)

اس مقام پر آئمہ فقہ کے تین اختلافی مسائل ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- بیک وقت دونوں گواہوں کا ایجاب وقبول سننے میں مذاہب آئمہ: حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دونوں گواہوں کا بیک وقت ایجاب وقبول سننا ضروری نہیں ہے بلکہ یکے بعد دیگرے بھی ایجاب وقبول سن لیں اور اعلان نکاح کر دیا جائے تو نکاح درست ہو جائے گا۔آئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ دونوں گواہوں کا بیک وقت ایجاب وقبول سننا ضروری ہے' ان کا کہنا ہے کہ اگر ایک گواہ کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد ہو گیا تو دوسری مجلس میں دوسرے کا حاضر ہونا فضول قرار پائے گا۔اگر پہلے گواہ کی موجودگی میں نکاح منعقد نہیں ہوا تو دوسری مجلس میں دوسرے کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنے سے بھی نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

۲- فاسق معلن شخص کے گواہ بننے میں مذاہب آئمہ: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ گواہوں کا ایماندار' دیندار اور عادل ہونا شرط ہے۔لہٰذا فاسق معلن شخص گواہ نہیں بن سکتا۔آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر شخص گواہ بن سکتا ہے خواہ فاسق ہو یا غیر فاسق ہو۔

۳- خواتین کو گواہ بننے میں مذاہب آئمہ: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گواہ بننے کے لیے مرد ہونا شرط ہے،لہٰذا خواتین گواہ نہیں بن سکتیں۔آئمہ ثلاثہ کے نزدیک گواہ بننے کے لیے مرد ہونا شرط نہیں ہے،لہٰذا ان کے نزدیک جس طرح مرد گواہ بن سکتا ہے،اسی طرح عورت بھی گواہ بن سکتی ہے۔تاہم دونوں میں فرق یہ ہے کہ دو عورتوں کو گواہی ایک مرد کے برابر ہوگی۔نکاح کے گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بن سکتی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ خُطْبَةِ النِّکَاحِ

باب 16: نکاح کا خطبہ

1023 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فِی الصَّلٰوةِ وَالتَّشَهُّدَ فِی الْحَاجَةِ قَالَ التَّشَهُّدُ فِی الصَّلٰوةِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَالتَّشَهُّدُ فِی الْحَاجَةِ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا فَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَيَقْرَاُ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ قَالَ عَبْثَرٌ فَفَسَّرَهٗ لَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِیُّ (اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ) (وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا) (اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا)

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: رَوَاهُ الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكِلَا الْحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحٌ لِاَنَّ اِسْرَآئِيْلَ جَمَعَهُمَا فَقَالَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ وَاَبِیْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ قَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ اِنَّ النِّكَاحَ جَائِزٌ بِغَيْرِ خُطْبَةٍ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ وَغَيْرِهٖ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز میں تشہد پڑھنے کا طریقہ تعلیم دیا تھا' اور حاجت کے وقت تشہد پڑھنے کا (یعنی نکاح کا خطبہ پڑھنے کا) طریقہ تعلیم دیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے نماز کا تشہد ان الفاظ میں سکھایا تھا۔

''ہر طرح کی جسمانی اور مالی عبادتیں' اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو' اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو' اور اس کی برکتیں نازل ہوں' ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر ہو' میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اس کے خاص بندے' اور رسول ہیں''۔

1023- اخرجه احمد (408/1, 418, 437) وابو داؤد (318/1) كتاب الصلوٰة باب التشهد حديث (969) وابن ماجه (609/1) كتاب النكاح' باب خطبة النكاح' حديث (1892) من طريق ابى اسحق عن ابى الاحوص' عن عبد الله بن مسعود به-

جبکہ خطبہ نکاح کے الفاظ نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں تعلیم کیے تھے۔

"بے شک حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں ہم اپنی ذات کے شر سے اور اپنے برے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کردے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ رہنے دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اس کے خاص بندے اور رسول ہیں"۔

راوی کہتے ہیں: پھر آدمی تین آیات تلاوت کرے۔

عبثر نامی راوی بیان کرتے ہیں: سفیان نے وضاحت کی ہے: وہ تین آیات یہ ہیں۔

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو! یوں جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم مرتے وقت مسلمان ہی ہونا"۔

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو! وہ اللہ تعالیٰ جس کے وسیلے سے تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے داری کے حقوق کے بارے میں بھی خیال رکھو! بے شک اللہ تعالیٰ تم لوگوں کا نگران ہے"۔

"اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچی بات کہو"۔

اس بارے میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

اس روایت کو اعمش نے ابواسحق کے حوالے سے، ابواحوص کے حوالے سے، ابوعبیدہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ یہ دونوں روایات مستند ہیں اس کی وجہ یہ ہے: اسرائیل نے ان دونوں کو اکٹھا کردیا ہے وہ یہ کہتے ہیں: یہ ابواسحق کے حوالے سے، ابواحوص کے حوالے سے، ابوعبیدہ کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: خطبے کے بغیر بھی نکاح درست ہوتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں۔

1024 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: كُلُّ خُطْبَةٍ لَّيْسَ فِيْهَا تَشَهُّدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر وہ خطبہ جس میں کلمہ شہادت نہ ہو وہ جزام زدہ ہاتھ کی مانند ہوتا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

1024- اخرجه احمد (2/302، 303) وابو داؤد (2/677) كتاب الادب باب في الخطبة حديث (4841) من طريق عاصم بن كليب عن ابيه عن ابي هريرة فذكره-

شرح

خطبہ نکاح:

کسی بھی معاملہ میں تقریب منعقد کرنا ہو خواہ اصلاحی ہو یا نزاعی یا عقد نکاح ہو تو آغاز گفتگو سے قبل خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود وسلام اور موقع کی مناسبت سے تلاوت آیات قرآنی ہونی چاہیے۔ حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریب نکاح خوانی کے حوالے سے تین آیات قرآنی کا انتخاب فرمایا ہے جو درج ذیل ہیں:۔

۱- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران:۱۰۲) (اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو مگر اسلام کی حالت میں۔)

اس آیت میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ہمہ وقت احکام خداوندی پیش نظر رکھنے چاہیے اور کسی معاملہ میں بھی ان کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے۔ اس طرح انسان کی تمام زندگی اطاعت و فرمانبرداری میں گزرنی چاہیے۔

۲- يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○

(اے لوگو! تم اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک ذات سے پیدا کیا۔ اس ذات سے اس نے جوڑا بنایا اور جوڑے سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے واسطہ سے تم باہم سوال کرتے ہو اور اقارب کے بارے بھی ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارا نگاہبان ہے۔)

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ آج قائم ہونے والا رشتہ نیا نہیں ہے بلکہ پہلے سے بھی تمہارا رشتہ موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ تم سب ایک باپ اور ایک ماں کی اولاد ہو۔ احکام کی بجا آوری کے حوالے سے تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اسی طرح اقارب کے حقوق میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ اس ضابطہ کو اپنانے میں فلاح و کامیاب حاصل ہو سکتی ہے۔

۳- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○

(اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر لیتا ہے)۔

ان دو آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ دونوں خاندانوں کے مابین قائم ہونے والے نئے رشتہ کے نتیجہ میں اختلاف رائے اور مناقشات بھی پیش آ سکتے ہیں۔ اس وقت صورت حال سے نپٹنے کے لیے جذبات بے قابو نہیں ہونے چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں ان مسائل کا حل تلاش کرنے سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

تقریب نکاح کے اختتام پر عالم دین دونوں خاندانوں کے مابین قائم ہونے والے رشتہ کے استحکام اور اُخوت و آشتی کے

حوالے سے خصوصی دعا کرائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی اسْتِیْمَارِ الْبِکْرِ وَالثَّیِّبِ

باب 17: کنواری لڑکی' بیوہ' طلاق یافتہ سے اجازت لینا

1025 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تُنْکَحُ الثَّیِّبُ حَتّٰی تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ وَاِذْنُهَا الصُّمُوْتُ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَآئِشَةَ وَالْعُرْسِ بْنِ عَمِیْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الثَّیِّبَ لَا تُزَوَّجُ حَتّٰی تُسْتَاْمَرَ وَاِنْ زَوَّجَهَا الْاَبُ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّسْتَاْمِرَهَا فَکَرِهَتْ ذٰلِكَ فَالنِّکَاحُ مَفْسُوْخٌ عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِیْ تَزْوِیْجِ الْاَبْکَارِ اِذَا زَوَّجَهُنَّ الْاٰبَاءُ فَرَاٰی اَکْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ الْکُوْفَةِ وَغَیْرِهِمْ اَنَّ الْاَبَ اِذَا زَوَّجَ الْبِکْرَ وَهِیَ بَالِغَةٌ بِغَیْرِ اَمْرِهَا فَلَمْ تَرْضَ بِتَزْوِیْجِ الْاَبِ فَالنِّکَاحُ مَفْسُوْخٌ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ تَزْوِیْجُ الْاَبِ عَلَی الْبِکْرِ جَائِزٌ وَّاِنْ کَرِهَتْ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بیوہ یا طلاق یافتہ کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے' جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے اور کنواری کی شادی' اس وقت تک نہ کی جائے' جب تک اس کی مرضی معلوم نہ کی جائے اور اس کی اجازت خاموشی ہوگی۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت عرس بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' یعنی بیوہ یا طلاق یافتہ عورت کی شادی اس وقت تک نہیں کی جاسکتی' جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے اور اگر اس کا باپ اس سے اجازت لیے بغیر اس کی شادی کردے' اور وہ اس بات کو ناپسند کرتی ہو' تو عام اہلِ

1025- اخرجه البخاری (98/9) کتاب النکاح' باب: لا ینکح الاب وغیره البکر والثیب الا برضاهما' حدیث (5136) ومسلم (1036/2) کتاب النکاح' باب: استئذان الثیب فی النکاح بالنطق' والبکر بالسکوت' حدیث (64-1419) وابو داؤد (637'636/1) کتاب النکاح: باب فی الاستئمار' حدیث (2092) وابن ماجه (601/1) کتاب النکاح: باب استئمار البکر والثیب' حدیث (1871) والنسائی (85/6) کتاب النکاح' باب استئمار الثیب فی نفسها' حدیث (3265) والدارمی (138/2) کتاب النکاح' باب: استئمار البکر والثیب' واخرجه احمد (434'279'250/2) من طریق یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن ابی هریرة به-

علم کے نزدیک وہ نکاح فسخ شمار ہوگا۔

اہلِ علم نے کنواری لڑکی کی شادی ہونے کے بارے میں اختلاف کیا ہے جب اس کے آباؤ اجداد میں سے کوئی ایک اس کی شادی کردیتا ہے۔

اکثر اہلِ علم جو کوفہ اور دیگر علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ یہ فرماتے ہیں: جب باپ اپنی بالغ کنواری بیٹی کی شادی اس کی مرضی کے بغیر کردے اور وہ باپ کی کروائی ہوئی شادی سے راضی نہ ہو تو نکاح فسخ شمار ہوگا۔

بعض اہلِ مدینہ نے یہ بات بیان کی ہے: باپ بالغ لڑکی کی شادی کرسکتا ہے اگرچہ اس لڑکی کو یہ بات ناپسند ہو۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1026 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُ فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

رَوَاهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ اِجَازَةِ النِّكَاحِ بِغَيْرِ وَلِيٍّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَيْسَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَا احْتَجُّوْا بِهٖ لِاَنَّهٗ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَّهٰكَذَا اَفْتٰى بِهٖ ابْنُ عَبَّاسٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَّاِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْوَلِيَّ لَا يُزَوِّجُهَا اِلَّا بِرِضَاهَا وَاَمْرِهَا فَاِنْ زَوَّجَهَا فَالنِّكَاحُ مَفْسُوْخٌ عَلٰى حَدِيْثِ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِدَامٍ حَيْثُ زَوَّجَهَا اَبُوْهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِكَاحَهٗ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بیوہ (یا طلاق یافتہ) اپنی ذات کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری لڑکی سے اس کے بارے میں مرضی معلوم کی جائے گی اس کی اجازت اس کی خاموشی ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شعبہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے: ولی کے بغیر نکاح درست ہے لیکن ان کا یہ استدلال درست نہیں ہے

1026- اخرجه مالك فى الموطا (526'524/2) كتاب النكاح باب : استئذان البكر والايم فى انفسهما حديث (4) واحمد (261'241'219/1) ومسلم (1037/2) كتاب النكاح باب : استئذان الثيب فى النكاح بالنطق والبكر بالسكوت حديث (66-4121) وابو داؤد (638/1) كتاب النكاح باب فى الثيب حديث (2098) وابن ماجه (601/1) كتاب النكاح باب: استئمار البكر والثيب حديث (1870) والنسائى (84/6) كتاب النكاح باب استئذان البكر فى نفسها حديث (3260) والدارمى (138/2) كتاب النكاح باب: استئمار البكر والثيب من طريق نافع بن جبير بن مطعم عن ابن عباس به-

کیونکہ کئی اسناد کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا۔

نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: "(بیوہ یا طلاق یافتہ) اپنی ذات کی اپنے والی سے زیادہ حقدار ہوتی ہے" اس سے مراد اکثر اہلِ علم کے نزدیک یہ ہے: ولی اس کی رضامندی اور اس کی اجازت کے ساتھ ہی اس کی شادی کر سکتا ہے اور اگر وہ (اس کے بغیر) اس کی شادی کر دے تو وہ نکاح فسخ شمار ہوگا جیسا کہ سیّدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے: جب ان کے والد نے ان کی شادی کر دی تھی اور وہ اس وقت بیوہ تھیں تو انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا اس وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے ان کا نکاح ختم کروا دیا تھا۔

شرح

ولایت اجبار کا مسئلہ اور اس کی علت میں مذاہبِ آئمہ:

احادیث باب میں ولایت اجبار کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ باکرہ اور ثیبہ لڑکی کے حوالے سے ولایت اجبار کی علت کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ صغیرہ کے لیے علت ولایت اجبار صغر ہے۔ کبیرہ باکرہ کی علت ولایت اجبار بکارت ہے جبکہ ثیبہ پر کسی کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہوتی۔ آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت باب سے استدلال کیا ہے: **لا تنکح الثیب حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن** ۔ یعنی ثیبہ اور باکرہ دونوں کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ دونوں کی اجازت میں فرق ہے۔ سکوت رونا اور ہنسنا باکرہ کی طرف سے اجازت و اذن کی علامت ہے۔ ثیبہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ صراحت سے اجازت و اذن دے ورنہ اذن متحقق نہیں ہوگی۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ باکرہ کی علت ولایت اجبار بکارت ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ولایت اجبار کا مدار و معیار عورت کے باکرہ اور ثیبہ ہونے پر ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ولی کو باکرہ پر اجبار حاصل ہے۔ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ جبکہ ثیبہ پر اسے ولات حاصل نہیں ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: **الایم احق بنفسها من ولیها** (جامع الترمذی) ان کے نزدیک "الایم" سے مراد "ثیبہ" خاتون ہے۔ تو اس کا مفہوم یہ ہوگا: **البکر لیست بنفسها من ولیها** یعنی ثیبہ کو اپنے ولی کے مقابل اپنی ذات پر زیادہ اختیار حاصل ہوتا ہے جبکہ باکرہ کو اپنے ولی سے زیادہ اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) اس روایت میں لفظ "الایم" سے مراد بے شوہر عورت ہے اور اس کا اطلاق باکرہ اور ثیبہ دونوں پر ہو سکتا ہے۔ (۲) ہمارے نزدیک

اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ یہ منطوق کے برعکس ہے۔اس لیے کہ منطوق تو یہ ہے:''البکر تستاذن فی نفسھا'' باکرہ سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی اِکْرَاہِ الْیَتِیمَۃِ عَلَی التَّزْوِیجِ

باب 18: نابالغ لڑکی کی زبردستی شادی کرنا

1027 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْیَتِیْمَۃُ تُسْتَاْمَرُ فِیْ نَفْسِھَا فَاِنْ صَمَتَتْ فَھُوَ اِذْنُھَا وَاِنْ اَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَیْھَا یَعْنِیْ اِذَا اَدْرَکَتْ فَرَدَّتْ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی وَابْنِ عُمَرَ وَعَآئِشَۃَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَھْلُ الْعِلْمِ فِیْ تَزْوِیجِ الْیَتِیمَۃِ فَرَاٰی بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْیَتِیمَۃَ اِذَا زُوِّجَتْ فَالنِّکَاحُ مَوْقُوْفٌ حَتّٰی تَبْلُغَ فَاِذَا بَلَغَتْ فَلَھَا الْخِیَارُ فِیْ اِجَازَۃِ النِّکَاحِ اَوْ فَسْخِہٖ وَھُوَ قَوْلُ بَعْضِ التَّابِعِیْنَ وَغَیْرِھِمْ وقَالَ بَعْضُھُمْ لَا یَجُوْزُ نِکَاحُ الْیَتِیمَۃِ حَتّٰی تَبْلُغَ وَلَا یَجُوْزُ الْخِیَارُ فِی النِّکَاحِ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَالشَّافِعِیِّ وَغَیْرِھِمَا مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ وقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اِذَا بَلَغَتِ الْیَتِیمَۃُ تِسْعَ سِنِیْنَ فَزُوِّجَتْ فَرَضِیَتْ فَالنِّکَاحُ جَائِزٌ وَّلَا خِیَارَ لَھَا اِذَا اَدْرَکَتْ

حدیثِ دیگر: وَاحْتَجَّا بِحَدِیْثِ عَآئِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَنٰی بِھَا وَھِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ قَالَتْ عَآئِشَۃُ اِذَا بَلَغَتِ الْجَارِیَۃُ تِسْعَ سِنِیْنَ فَھِیَ امْرَاَۃٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: نابالغ لڑکی سے اس کے بارے میں مرضی معلوم کی جائے گی اگر وہ خاموش رہے' تو یہ اس کی اجازت ہوگی اور اگر وہ انکار کردے' تو اس کے ساتھ زبردستی نہیں کی جائے گی۔

اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

نابالغ لڑکی کی شادی کرنے کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب نابالغ لڑکی کی شادی کردی جائے' تو نکاح اس وقت تک موقوف رہے گا' جب

1027- اخرجہ ابو داؤد (231/2) کتاب النکاح' باب: قولہ تعالیٰ (لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ولا تعضلوھن) النساء (19) حدیث (2093'2094) والنسائی (87/6) کتاب النکاح' باب: البکر یزوجھا ابوھا وھی کارھۃ' واحمد (259/2 '384' 475) من طریق ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ فذکرہ۔

تک وہ بالغ نہ ہو جائے' جب وہ بالغ ہو جائے گی' تو اسے نکاح کو برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

بعض تابعین اور دیگر اہلِ علم کی یہی رائے ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک نابالغ لڑکی کا نکاح کرنا' اس وقت تک درست نہیں ہوگا' جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اور (بالغ ہونے پر) نکاح ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان دونوں کے علاوہ دیگر اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: نابالغ لڑکی بالغ ہو جائے یعنی نو سال کی ہو جائے اور پھر اس کی شادی کی جائے اور وہ اپنے نکاح سے راضی ہو' تو یہ نکاح درست ہوگا اور اس لڑکی کو نکاح ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا' جب وہ بالغ ہو جائے۔

ان دونوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول اس حدیث سے استدلال کیا ہے: جب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی شادی ہوئی اور ان کی رخصتی ہوئی' تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتی ہیں: جب لڑکی کی عمر نو سال ہو جائے' تو وہ عورت شمار ہوتی ہے۔

شرح

یتیم لڑکی کے جوازِ نکاح میں مذاہبِ آئمہ:

آئمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نابالغ یتیم لڑکے اور لڑکی کا نکاح جائز ہے۔ کیا نابالغ لڑکی اور لڑکے کو خیارِ بلوغ حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر باپ یا دادا نے نکاح کیا ہو' تو انہیں خیارِ بلوغ حاصل نہیں ہوگا اور ان کے علاوہ کسی ولی نے نکاح کیا تو انہیں خیارِ بلوغ حاصل ہوگا۔

(۲) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نو سال کی لڑکی کا نکاح کرنے سے اسے خیارِ بلوغ حاصل نہیں ہوگا۔ البتہ نو سال سے کم عمر میں نکاح کرنے کی صورت میں خیارِ بلوغ حاصل ہوگا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے خیال کے مطابق نو سال کی لڑکی بالغ ہو جاتی ہے۔

(۳) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ نابالغ لڑکی کا نکاح منعقد نہیں ہو سکتا اور خیارِ بلوغ کے بھی وہ قائل نہیں ہیں۔ ان کے ہاں نابالغ لڑکی کی اجازت معتبر نہیں ہے۔ باپ یا دادا کے علاوہ کسی ولی کو اس پر ولایت اجبار بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

(فتح القدیر جلد ۳' ص ۲۷۱)

سوال: لڑکی کو تو خیارِ بلوغ حاصل ہونے کی وجہ معقول ہے لڑکے کو خیارِ بلوغ حاصل ہونا غیر مفید معلوم ہوتا ہے' کیونکہ وہ تو جب بھی چاہے طلاق کے ذریعے نکاح ختم کر سکتا ہے؟

جواب: لڑکا اگر بذریعہ طلاق نکاح ختم کرے گا' تو اسے نصف مہر دینا ہوگا کیونکہ یہ اصول ہے کہ دخول سے قبل طلاق کی صورت میں نصف مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر لڑکا خیارِ بلوغ کی وجہ سے نکاح ختم کرتا۔ تو اسے بالکل مہر نہیں دینا پڑے گا۔ اس

ہے معلوم ہوا کہ لڑکی کی طرح لڑکے کے لیے بھی خیار بلوغ مفید و نافع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوَلِيَّيْنِ يُزَوِّجَانِ

باب 19: جب دو ولی (اپنی زیر سر پرستی لڑکی کی) شادی کر دیں

1028 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا امْرَاَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيَّانِ فَهِيَ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا وَمَنْ بَاعَ بَيْعًا مِّنْ رَجُلَيْنِ فَهُوَ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ اخْتِلَافًا اِذَا زَوَّجَ اَحَدُ الْوَلِيَّيْنِ قَبْلَ الْاٰخَرِ فَنِكَاحُ الْاَوَّلِ جَائِزٌ وَّنِكَاحُ الْاٰخَرِ مَفْسُوْخٌ وَّاِذَا زَوَّجَا جَمِيْعًا فَنِكَاحُهُمَا جَمِيْعًا مَفْسُوْخٌ وَّهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب کسی عورت کی شادی اس کے دو ولی (دو مختلف جگہ پر) کر دیں تو وہ ان دونوں ولیوں میں سے پہلے (کے کیے گئے نکاح کے مطابق) ہوگی اور جو شخص ایک چیز کو دو آدمیوں کو فروخت کر دے تو وہ ان دونوں میں سے اسے ملے گی جس کے ساتھ پہلے سودا ہوا تھا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' ہمارے علم کے مطابق ان کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' جب دو ولیوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے (کسی زیر سر پرستی کی) شادی کر دے' تو پہلے کا کیا ہوا نکاح درست ہوگا اور دوسرے کا کروایا ہوا نکاح فسخ شمار ہوگا' لیکن اگر وہ دونوں ایک ساتھ شادی کر دیں تو دونوں فسخ شمار ہوں گے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

دو ولیوں کی طرف سے نکاح منعقد کرنے کا مسئلہ:

اگر برابر درجہ کے دو ولی ہوں مثلاً دونوں بھائی ہوں اور وہ مختلف مقامات۔ سے نابالغ لڑکی اور لڑکے کا نکاح منعقد کریں تو پہلا

1028- اخرجه احمد (5/8'11'12'18'22) وابو داؤد (635'636) كتاب النكاح' باب: اذا انكح الوليان' حديث (2088) وابن ماجه (738/2) كتاب التجارات' باب: اذا باع المجيزان فهو للاول' حديث (2190) بلفظ' ايما رجل باع بيعا من رجلين فهو للاول' حديث (2190) بلفظ ايما رجل باع بيعا من رجلين فهو للاول منهما' والنسائي (314/7) كتاب البيوع' باب: الرجل يبيع السلعة فيستحقها مستحق' حديث (4682) والدارمي (139/2) كتاب النكاح' باب: المرأة يزوجها الوليان' من طريق الحسن عن سمرة بن جندب فذكره۔

نکاح منعقد ہو جائے گا جبکہ دوسرا باطل قرار پائے گا۔ اگر دونوں ولی ایک درجہ کے نہ ہوں تو اس صورت میں اقرب ولی کا نکاح منعقد ہو جائے گا جبکہ ابعد ولی کا عقد کالعدم قرار پائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي نِكَاحِ الْعَبْدِ بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ

باب 20 غلام کا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا

1029 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ فَهُوَ عَاهِرٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَصِحُّ

وَالصَّحِيْحُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ جَابِرٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ نِكَاحَ الْعَبْدِ بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ لَا يَجُوْزُ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَغَيْرِهِمَا بِلَا اخْتِلَافٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے وہ زانی (شمار) ہوگا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث منقول ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

بعض راویوں نے اس حدیث کو عبداللہ بن محمد بن عقیل کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔

مستند روایت وہی ہے جو عبداللہ بن محمد بن عقیل نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے یعنی غلام کا

1029- اخرجه احمد (382'377'300/2) وابو داؤد (633/1) كتاب النكاح' باب: في نكاح العبد بغير اذن مواليه' حديث (2078) والدارمي (152/2) كتاب النكاح' باب: في العبد يتزوج بغير اذن سيده' عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن جابر بن عبد الله فذكره-

اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کی یہی رائے ہے۔

1030 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ فَهُوَ عَاهِرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کرلے وہ زانی (شمار) ہوگا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

آقا کی اجازت کے بغیر غلام کے نکاح میں مذاہب آئمہ:

غلام اور آقا کے تعلق کا تقاضا ہے کہ غلام ہمہ وقت اپنے آقا کی خدمت وفرمانبرداری میں مصروف عمل رہے۔ جب وہ آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گا' تو یقیناً اسے حقوق زوجیت وغیرہ امور کے لیے کچھ وقت اپنی بیوی کو دینا پڑے گا جو قابل گرفت ہوگا۔ یہی حکم کنیز کا بھی ہے' کیونکہ نکاح کی صورت میں اسے بھی اپنے شوہر کے لیے وقت نکالنا ہوگا جو حق آقا کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آقا کی اجازت کے بغیر ان کے نکاح کو غیر صحیح و باطل قرار دیا گیا ہے اور مجامعت کو زنا سے تعبیر کیا گیا ہے۔

کیا آقا کی اجازت کے بغیر غلام نکاح کرے' تو وہ منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جو غلام یا کنیز اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے' تو آقا کی مرضی پر منحصر ہوگا۔ اگر آقا اسے جائز قرار دے تو وہ جائز ہوگا یعنی دوبارہ ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں ورنہ باطل ہوگا۔ گویا آقا کی اجازت غلام یا کنیز کے نکاح کے لیے شرط ہے۔

۲- حضرات آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک آقا کی اجازت کے بغیر غلام اور لونڈی کا نکاح منعقد نہیں ہوسکتا۔ آقا اگر ایسے نکاح کی اجازت بھی دے تو دوبارہ ایجاب وقبول کرنا ضروری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مُهُوْرِ النِّسَآءِ

باب 21: خواتین کے مہر کا بیان

1031 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّمُحَمَّدُ بْنُ

جَعْفَرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ بَنِىْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلٰى نَعْلَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَضِيتِ مِنْ نَّفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَيْنِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَاَجَازَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاَنَسٍ وَّعَآئِشَةَ وَجَابِرٍ وَّاَبِىْ حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِيّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِى الْمَهْرِ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْمَهْرُ عَلٰى مَا تَرَاضَوْا عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ لَّا يَكُوْنُ الْمَهْرُ اَقَلَّ مِنْ رُبْعِ دِيْنَارٍ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَا يَكُوْنُ الْمَهْرُ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ

◆◆ عبداللہ بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ بنوفزارہ سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون نے جوتوں کے ایک جوڑے کے عوض میں شادی کر لی' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اپنی جان اور اپنے مال کو دو جوتوں کے عوض میں دینے پر راضی ہوگئی؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس نکاح کو درست قرار دیا۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

مہر کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: یہ فریقین کی باہمی رضامندی کے مطابق ہوگا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک چوتھائی دینار سے کم نہیں ہوسکتا۔

بعض اہلِ کوفہ نے یہ بات بیان کی ہے: مہر دس درہم سے کم نہیں ہوسکتا۔

بَابُ مِنْهُ

باب 22: بلاعنوان

1032 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عِيْسٰى وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ قَالَا اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِىْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيّ

1031- اخرجه احمد (445/3) وابن ماجه (608/1) كتاب النكاح' باب: صداق النساء' حديث (1888) من طريق عبد الله بن ربيعة عن ابيه فذكره-

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَائَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ اِنِّيْ وَهَبْتُ نَفْسِيْ لَكَ فَقَامَتْ طَوِيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَزَوِّجْنِيْهَا اِنْ لَّمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا فَقَالَ مَا عِنْدِيْ اِلَّا اِزَارِيْ هٰذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِزَارُكَ اِنْ اَعْطَيْتَهَا جَلَسْتَ وَلَا اِزَارَ لَكَ فَالْتَمِسْ شَيْئًا قَالَ مَا اَجِدُ قَالَ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ قَالَ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ يُصْدِقُهَا فَتَزَوَّجَهَا عَلٰى سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ وَّيُعَلِّمُهَا سُوْرَةً مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ النِّكَاحُ جَائِزٌ وَّيَجْعَلُ لَهَا صَدَاقَ مِثْلِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس نے عرض کی: میں اپنی ذات آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں' وہ خاصی دیر کھڑی رہی (نبی اکرم ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا) تو ایک صاحب بولے: یارسول اللہ! آپ میرے ساتھ اس کی شادی کردیں' اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے پاس اسے مہر کے طور پر دینے کے لیے کچھ ہے؟ اس نے عرض کی: میرے پاس صرف یہ تہبند ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنا تہبند اگر تم اسے دے دو گے' تو تم تہبند کے بغیر بیٹھو گے؟ تم کوئی اور چیز تلاش کرو! اس نے عرض کی: مجھے اور کوئی چیز نہیں ملتی' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم تلاش کرو! خواہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں: اس نے تلاش کیا' لیکن اسے کچھ نہیں ملا تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے۔ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں' اس نے ان سورتوں کے نام گنوائے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں جو قرآن آتا ہے' اس کی وجہ سے میں اس عورت کی شادی تمہارے ساتھ کرتا ہوں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اگر مرد کے پاس مہر کے طور پر دینے کے لیے کچھ نہ ہو' تو وہ عورت کے ساتھ قرآن کی سورت (تعلیم دینے کو مہر کے طور پر) نکاح کرسکتا ہے' تو نکاح درست ہوگا اور وہ مرد اس عورت کو قرآن کی

1032- اخرجه مالك في الموطا (526/2) كتاب النكاح: باب: ما جاء في الصداق والحباء' حديث (8) واخرجه البخاري (112/9) كتاب النكاح' باب التزويج على القرآن وبغير صداق' حديث (5149) ومسلم (1041'1040/2) كتاب النكاح' باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن و خاتم حديد' وغير ذلك من قليل وكثير واستحباب كونه خمسمائة درهم لمن يا يجحف به' حديث (76-1425) وابو داؤد (642/1) كتاب النكاح' باب في التزويج على العلم يعمل' حديث (2111) وابن ماجه (608/1) كتاب النكاح' باب صداق النساء' حديث (1889) والنسائي (54/6) كتاب النكاح' باب ذكر امر رسول الله صلى الله عليه وسلم في النكاح وما اباحه الله له' حديث (3200) والدارمي (142/2) كتاب النكاح' باب ما يجوز ان يكون مهرا' واخرجه احمد (236'230/5) والحميدي (414/2) حديث (928) من طريق ابي حازم بن دينار عن سهل بن مسعود الساعدي به-

سورت سکھائے گا۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: ایسا نکاح جائز ہوگا۔لیکن اس عورت کو مہر مثل ملے گا۔

اہلِ کوفہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1033 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِي الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ اَلَا لَا تُغَالُوْا صَدُقَةَ النِّسَآءِ فَاِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا اَوْ تَقْوٰى عِنْدَ اللّٰهِ لَكَانَ اَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِّنْ نِسَائِهِ وَلَا اَنْكَحَ شَيْئًا مِّنْ بَنَاتِهِ عَلٰى اَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ اُوْقِيَّةً (۱)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيُّ اسْمُهُ هَرِمٌ وَّالْاُوْقِيَّةُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا وَّثِنْتَا عَشْرَةَ اُوْقِيَّةً اَرْبَعُ مِائَةٍ وَّثَمَانُوْنَ دِرْهَمًا

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: خبردار! عورتوں کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو' کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت کا علامتی نشان ہوتا' اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقویٰ کی علامت ہوتا' تو اس بارے میں سب سے زیادہ مستحق نبی اکرم ﷺ تھے اور میرے علم کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے جن خواتین کے ساتھ نکاح کیا' یا آپ نے جن صاحبزادیوں کا نکاح کیا ان میں سے کسی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں تھا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوعجفاء سلمی نامی راوی کا نام ہرم ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک ایک اوقیہ 40 درہم ہوتے ہیں۔

اس طرح بارہ اوقیہ 480 درہم ہوں گے۔

شرح

مہور النساء میں مذاہب آئمہ:

اس مقام پر دو مسائل اختلافی ہیں جو درج ذیل ہیں: پہلا مسئلہ: کم از کم مہر کی مقدار کتنی ہونی چاہیے؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ کی تفصیل یوں ہے:

1033- اخرجه احمد (40/1'41'48) والحميدى (13/1'14) حديث (23) وابو داؤد (640/1) كتاب النكاح' باب: الصداق' حديث (2106) وابن ماجه (607/1) كتاب النكاح' باب: صداق النساء' حديث (1887) والدارمى (141/2) كتاب النكاح' باب: كم كانت مهور ازواج النبى صلى الله عليه وسلم' وبناته' واخرجه النسائى (117/6) كتاب النكاح باب: القسط فى الاصدقة' حديث (3349) من طريق محمد بن سيرين' عن ابى العجفاء السلمى عن عمر بن الخطاب فذكره۔

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ کم از کم مہر دس درہم ہیں۔آپ کے دلائل یہ ہے:(۱)ارشاد ربانی ہے: قدعلمنا مافرضنا علیھم فی ازواجھم، اس آیت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ عنداللہ کم از کم مہر کی مقدار متعین ہے۔اس کی تفصیل احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:لامھر دون عشرۃ دراھم: یعنی دس درہم کم از کم حق مہر ہے۔(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے:لامھر اقل من عشرۃ دراھم، یعنی دس درہم سے کم مقدار میں مہر نہیں ہے۔(۴) قیاس بر قطع ید: جو شخص کم از کم دس درہم کی چیز چوری کرے گا' تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔گویا شرعی نقطہ نظر سے انسانی عضو کا عوض دس درہم مقرر کیا گیا ہے۔اسی مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے ہم نے عورت کا حق مہر بھی کم از کم دس درہم مقرر کر دیا۔

۲-حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار مقرر نہیں ہے۔نکاح کی حیثیت عقد مالیہ کی ہے۔جس طرح عقد مالیہ میں فریقین کی رضامندی سے جو طے ہو جاتا ہے،اسی کو اپنا لیا جاتا ہے۔اسی طرح عقد نکاح ہے کہ فریقین باہمی رضامندی سے جتنا مہر مقرر کر لیں تو درست ہے۔انہوں نے حدیث باب میں حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔اس میں صراحت ہے کہ بنی فزارہ کی خاتون نے نعلین کے عوض (مہر) پر نکاح کر لیا تھا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا:نعم!ہاں میں راضی ہوں،اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس نکاح جائز قرار دیا گیا تھا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:(۱)اس روایت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ راوی حضرت عاصم بن عبید رحمہ اللہ تعالیٰ کے سبب ضعیف ہے۔(۲) یہ روایت مہر معجّل پر محمول ہے۔(۳) نص قرآنی، حدیث صحیح، معمولات صحابہ اور اثر علی رضی اللہ عنہ کے مقابل ضعیف روایت کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

دوسرا مسئلہ: تعلیم قرآن اور مہر: کیا تعلیم قرآن مہر بن سکتا ہے یا کہ نہیں؟اس مسئلہ میں بھی اختلاف آئمہ ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-آئمہ ثلاثہ کا موقف ہے کہ انعقاد نکاح میں تعلیم قرآن مہر نہیں بن سکتی۔انہوں ن اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ ۔(النساء:۲۴)اس آیت میں ابتغاء بالمال کا حکم ہے' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز مال کی حیثیت رکھتی ہو، وہ مہر بھی نہیں بن سکتی۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تعلیم قرآن حق مہر بن سکتی ہے۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے:قال رسول اللہ علیہ وسلم زوجتکھا بما معك من القرآن، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میں نے تعلیم قرآن کی بنیاد پر تمہارا نکاح کیا۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:(۱)اس روایت میں ''بما'' کی ''باء'' مقابلہ اور معاوضہ کے لیے ہرگز نہیں ہے بلکہ سببیہ ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے تعلیم قرآن کی وجہ سے تمہارے لیے مہر معجّل

لازمی نہیں کیا کیونکہ ہر معجّل ضابطہ کے مطابق ہوگا۔ (۲) اس روایت میں تعلیم قرآن کو مہر بنانا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے جو اپنے مورد میں بند ہے۔ اس کی تائید اس مشہور روایت سے بھی ہوتی ہے: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم زوج رجالاً على سورة من القرآن ثم قال لا تكونى لاحد بعدك مهرا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ایک سورۃ کے عوض ایک شخص کا نکاح کیا پھر اسے فرمایا: تمہارے بعد قرآن کسی کا مہر نہیں بن سکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَعْتِقُ الْاَمَةَ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا

باب 23: جو شخص اپنی کنیز کو آزاد کرنے کے بعد اس سے شادی کرلے

1034 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ صَفِيَّةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَكَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُّجْعَلَ عِتْقُهَا صَدَاقَهَا حَتّٰى يَجْعَلَ لَهَا مَهْرًا سِوَى الْعِتْقِ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ اس بارے میں سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔ بعض اہلِ علم نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: کنیز کی آزادی کو اس کا مہر قرار دیا جائے بلکہ آزادی کے علاوہ اس کے لیے مہر مقرر کرنا چاہیے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) پہلی رائے درست ہے۔

شرح

کنیز کے عتق کو مہر بنانے میں مذاہب آئمہ:

کنیز کے عتق کو مہر قرار دیا جاسکتا ہے یا کہ نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1034- اخرجه احمد (282/3) والبخاری (32/9) كتاب النكاح باب: من جعل عتق الامة صداقها حديث (5086) ومسلم (1045/6) كتاب النكاح باب فضيلة اعتاقه امته ثم يتزوجها حديث (85-1365) والنسائی (114/6) كتاب النكاح باب: التزويج على العتق حديث (3342) من طريق قتادة وعبد العزيز بن صهيب عن انس بن مالك فذكره۔

۱۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عتق کو مہر قرار دینا درست نہیں ہے۔انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: ان تبتغوا باموالکم، اس میں ابتغاء بالمال سے مہر کا ذکر مراد ہے، جبکہ عتق غیر مال کی ایک صورت ہے۔

۲۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک عتق کو مہر بنایا جا سکتا ہے۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے: اعتق صفیة وجعل عتقها صداقها ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کو آزاد فرمایا بعد میں ان کی آزادی کو مہر قرار دے دیا تھا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد فرمایا بعد میں ان کے عتق کو مہر قرار دیا۔آپ کی خصوصیت کے سبب یہ صورت آپ کے لیے جائز تھی۔الفاظ حدیث: جعل عتقها صداقها کا مصداق بھی یہی صورت ہے۔(۲) اس بات کا بھی امکان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا عوض متعین کر کے آزاد فرمایا ہو پھر عوض کو اپنا مہر مقرر کر دیا ہو۔یہ صورت متفق علیہ جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْفَضْلِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 24: اس (عمل) کی فضیلت کا بیان

1035 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ عَبْدٌ اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ فَذَاكَ يُؤْتٰى اَجْرَهُ مَرَّتَيْنِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ جَارِيَةٌ وَّضِيْئَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ اَدَبَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ يُؤْتٰى اَجْرَهُ مَرَّتَيْنِ وَرَجُلٌ اٰمَنَ بِالْكِتَابِ الْاَوَّلِ ثُمَّ جَآءَ الْكِتَابُ الْاٰخَرُ فَاٰمَنَ بِهٖ فَذٰلِكَ يُؤْتٰى اَجْرَهُ مَرَّتَيْنِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ وَّهُوَ ابْنُ حَيٍّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ مُوْسٰى حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1035– اخرجه البخاری (228/1) کتاب العلم' باب: تعلیم الرجل امته واهله' حدیث(97) ومسلم (464/1 نووی) کتاب الایمان' باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد صلی اللہ علیه وسلم' حدیث (241-154) وابو داؤد (626/1) کتاب النکاح' باب فی الرجل یعتق امته ثم یتزوجها' حدیث (2057) وابن ماجه (269/1) کتاب النکاح : باب: الرجل یعتق امته ثم یتزوجها' حدیث (1956) والنسائی (115/6) کتاب النکاح' باب: عتق الرجل جاریته ثم یتزوجها' حدیث (3344) واخرجه احمد (395/4' 398' 402' 405) والحمیدی (339/2) حدیث (768) من طریق الشعبی عن ابی بردة بن ابی موسی عن ابیه ابی موسی الاشعری به۔

توضیح راوی: وَاَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِىْ مُوْسٰى اسْمُهٗ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ وَّرَوٰى شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ وَّصَالِحُ بْنُ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ هُوَ وَالِدُ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ

◄► ابو بردہ بن ابوموسیٰ اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تین طرح کے لوگوں کو دُگنا اجر دیا جائے گا' ایک وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کرے' اس کو دُگنا اجر دیا جائے گا' ایک وہ شخص جس کے پاس کوئی خوبصورت کنیز ہو' وہ اسے ادب سکھائے اور اچھی طرح سے ادب سکھائے (یعنی اس کی تربیت کرے) پھر اسے آزاد کر کے' اس کے ساتھ' اللہ کی رضا کے لیے' شادی کر لے' تو اس شخص کو بھی دُگنا اجر ملے گا' اور ایک وہ شخص جو پہلی کتاب پر ایمان لایا' پھر اس کے پاس دوسری کتاب آئی' تو وہ اس پر بھی ایمان لے آیا اس کو بھی دُگنا اجر ملے گا۔

ابو بردہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابو بردہ بن ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا نام عامر بن عبداللہ بن قیس ہے۔ شعبہ اور ثوری نے اس روایت کو صالح بن صالح کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

صالح بن صالح' حسن بن صالح کے والد ہیں۔

شرح

کنیز کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کی فضیلت:

حدیث باب میں تین قسم کے لوگوں کو دوہرا ثواب عطا کرنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱- وہ غلام اور لونڈی جو اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے کے ساتھ ساتھ اپنے آقا کی بھی اطاعت و خدمت گزاری کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر دو قسم کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق مالک۔ جب انہوں نے دونوں فرائض بطریقہ احسن انجام دیئے تو دوہرے اجر و ثواب کے حقدار قرار پائے۔

۲- ان لوگوں میں سے دوسرا وہ آقا ہے' جس نے پہلے اپنی کنیز کو آزاد کیا ہو پھر اس سے نکاح کر لیا۔ کسی غلام یا کنیز کو آزاد کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ پھر کنیز سے اہل ثروت نکاح کا رشتہ استوار کرے' تو یہ دوسری بڑی نیکی ہے۔ عدل و انصاف اور عقل و دانش کا تقاضا ہے کہ ایسے عظیم شخص کو دوہرے اجر و ثواب سے نوازا جائے۔

۳- تیسرا وہ شخص یہودی یا عیسائی ہے جو اپنے سابقہ مذہب و دین سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ وہ مسلمان ہونے سے قبل بھی دین کا پیروکار تھا اور قبول اسلام کے بعد بھی دین اسلام کا پیرو رہا۔ اس طرح اپنی زندگی کے دونوں مراحل میں کتاب و شریعت پر عمل پیرا رہا۔ تو ایسا شخص ڈبل اجر و ثواب کا حقدار قرار پاتا ہے۔

سوال: وہ صحابی جس نے یہودیت کو ترک کر کے اسلام قبول کیا ہو وہ دوہرے اجر و ثواب کا حقدار ہونے کی وجہ سے دوسرے

صحابی سے زیادہ فضیلت کا حامل ہونا چاہیے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت حاصل ہونی چاہیے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے؟

جواب: حدیث باب میں تین اشخاص کو دوہرا اجر وثواب عطا کیے جانے کا جوذکر ہے۔اس سے اصلی ثواب مراد ہے لیکن فضلی اعتبار سے یہ اجر نہیں ہے۔حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو اصلی ثواب کے اعتبار سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دوہرا اجر ملے گا مگر فضلی ثواب کے اعتبار سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں صرف دوگنا زیادہ نہیں بلکہ کئی گنا زیادہ اجر ثواب عطا کیا جائے گا۔اس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر بھی کوئی حرف نہیں آتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَتَزَوَّجُ الْمَرْاَةَ ثُمَّ يُطَلِّقُهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا هَلْ يَتَزَوَّجُ ابْنَتَهَا اَمْ لَا

باب 25: جو شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دیدے کیا وہ اس عورت کی بیٹی کے ساتھ شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

1036 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً فَدَخَلَ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُ ابْنَتِهَا وَاِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَلْيَنْكِحِ ابْنَتَهَا وَاَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً فَدَخَلَ بِهَا اَوْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُ اُمِّهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهِ

توضیحِ راوی: وَاِنَّمَا رَوَاهُ ابْنُ لَهِيعَةَ وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَّالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ وَابْنُ لَهِيعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَاَةً ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا حَلَّ لَهُ اَنْ يَّنْكِحَ ابْنَتَهَا وَاِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْاِبْنَةَ فَطَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا لَمْ يَحِلَّ لَهُ نِكَاحُ اُمِّهَا لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (وَاُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے پھر اس کے ساتھ صحبت کرلے اس شخص کے لیے اس عورت کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کی ہو تو وہ اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے اور جو شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کرلے پھر وہ اس کے ساتھ صحبت کرلے یا صحبت نہ کرے تو اس کے لیے اس عورت کی ماں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث سند کے اعتبار سے مستند نہیں ہے۔

اس روایت کو ابن لہیعہ اور مثنیٰ بن صباح نے عمرو بن شعیب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

مثنیٰ بن صباح اور ابن لہیعہ کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرلے اور پھر اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دیدے' تو اس شخص کے لیے یہ بات جائز ہے: وہ اس عورت کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرلے لیکن اگر کوئی شخص بیٹی کے ساتھ نکاح کرلے اور پھر اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دیدے' تو اس کے لیے اس لڑکی کی ماں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اور تمہاری بیویوں کی مائیں''۔(یعنی یہ فرمان مطلق ہے)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

ربیبہ سے نکاح کے جواز وعدم جواز کا مسئلہ:

حدیث باب میں دو مسائل بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- ربیبہ سے نکاح ک جواز یا عدم جواز کا مسئلہ: ربیبہ، منکوحہ کی اس بیٹی کو کہا جاتا ہے جو پہلے شوہر سے ہو، اگر شوہر بیوی سے جماع کرے' تو ربیبہ سے اس کا نکاح حرام ہو جائے گا۔اگر شوہر نے جماع کیے بغیر بیوی کو طلاق دے دی تو شوہر پر ربیبہ حرام نہیں ہوگی بلکہ اس سے نکاح کرسکتا ہے۔

۲- ساس کے حرام ہونے کا مسئلہ: جب کوئی شخص لڑکی سے نکاح کرلیتا ہے تو لڑکی کی ماں (ساس) شوہر پر حرام ہو جاتی ہے خواہ اس نے بیوی سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو، خواہ اس نے اپنے نکاح میں رکھا ہو یا طلاق دے دی ہو۔بہر صورت ساس حرام قرار پائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يُّطَلِّقُ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا فَيَتَزَوَّجُهَا اٰخَرُ فَيُطَلِّقُهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا

باب 26: جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے' پھر کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ شادی کرلے اور اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اس عورت کو طلاق دیدے

1037 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: جَآءَتِ امْرَاَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ كُنْتُ عِنْدَ

رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِیْ فَبَتَّ طَلَاقِیْ فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِیْرِ وَمَا مَعَهٗ اِلَّا مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ اَتُرِیْدِیْنَ اَنْ تَرْجِعِیْ اِلٰی رِفَاعَةَ لَا حَتّٰی تَذُوْقِیْ عُسَیْلَتَهٗ وَیَذُوْقَ عُسَیْلَتَكِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَّالرُّمَیْصَاءِ اَوِ الْغُمَیْصَاءِ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَآئِشَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِهِمْ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَیْرَهٗ فَطَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ بِهَا اَنَّهَا لَا تَحِلُّ لِلزَّوْجِ الْاَوَّلِ اِذَا لَمْ یَکُنْ جَامَعَ الزَّوْجُ الْاٰخَرُ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رفاعہ قرظی کی اہلیہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' اس نے عرض کی: میں پہلے رفاعہ کی بیوی تھی' انہوں نے مجھے طلاقیں دیں' تو میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر کے ساتھ شادی کر لی' ان کا ساتھ میرے لیے کپڑے کے اس کنارے کی طرح تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم یہ چاہتی ہو کہ دوبارہ رفاعہ کے ساتھ شادی کر لو؟ ایسا اس وقت تک نہیں ہوسکتا' جب تک تم اس (عبدالرحمٰن) کا شہد نہیں چکھ لیتیں اور وہ تمہارا شہد نہیں چکھ لیتا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ، سیّدہ رمیصاء رضی اللہ عنہا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) حضرت غمیصا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے عام اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' یعنی جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے' پھر وہ عورت دوسرے شخص کے ساتھ شادی کر لے اور وہ دوسرا شخص اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دیدے' تو وہ عورت پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک جائز نہیں ہوگی' جب تک دوسرا شوہر اس کے ساتھ صحبت نہ کر لے۔

شرح

مطلقہ ثلاثہ کا شوہر اوّل کے لیے حلال نہ ہونا جب تک شوہر ثانی اس سے وطی نہ کرے:

حدیث باب میں اس مسئلہ کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالے تو وہ عورت شوہر پر حرام قرار پاتی ہے۔ البتہ جب دوسرا شخص اس سے نکاح کر کے وطی کرے اور اپنی مرضی سے طلاق دے کر فارغ کر دے تو وہ شوہر

1037- اخرجه البخاری (374/9) کتاب الطلاق باب: اذا طلقها ثلاثا ثم تزوجت بعد العدة زوجا غیره فلم یمسها' حدیث (5317) ومسلم (1056/2) کتاب النکاح' باب: لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی تنکح زوجا غیره ویطاها' ثم یفارقها وتنقضی عدتها' وابن ماجه (621/1) کتاب النکاح' باب: الرجل یطلق امرأته ثلاثا فتزوج فیطلقها قبل ان یدخل بها' اترجع الی الاول' حدیث (1932) والنسائی (93/6) کتاب النکاح' باب: النکاح الذی تحل به المطلقة ثلاثا لمطلقها' حدیث (3283) والدارمی (161/2) کتاب الطلاق: باب: ما یحل المرأة لزوجها الذی طلقها فبت طلاقها' واخرجه احمد (226'37'34/6) والحمیدی ص (111) حدیث (226) من طریق الزهری عن عروة عن عائشة به۔

اوّل کے لیے حلال ہو جائے گی۔ قرآن کریم میں یہ مسئلہ بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے: فان طلقها فلايحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (پس اگر شوہر نے بیوی کو طلاق (مغلظہ) (جو تین طلاق کے مساوی ہوتی ہے) دے دی تو وہ بیوی اس شوہر (اوّل) کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے۔ یہاں شوہر ثانی سے نکاح کے علاوہ وطی کرنا بھی ضروری ہے، تب طلاق ہونے کی صورت میں شوہر اوّل کے لیے حلال ہوگی۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس مسئلہ کو "حلالہ" کہا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُحِلِّ وَالْمُحَلَّلِ لَهٗ

باب 27: حلالہ کرنے والا اور جس شخص کے لیے حلالہ کیا جائے (ان کا حکم)

1038 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زُبَيْدٍ الْاَيَامِيُّ حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَا

متنِ حدیث: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ وَّجَابِرٍ حَدِيْثٌ مَعْلُوْلٌ وَّهٰكَذَا رَوٰى اَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ هُوَ الشَّعْبِيُّ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ وَّعَامِرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَائِمِ لِاَنَّ مُجَالِدَ بْنَ سَعِيْدٍ قَدْ ضَعَّفَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّرَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَلِيٍّ وَّهٰذَا قَدْ وَهِمَ فِيْهِ ابْنُ نُمَيْرٍ وَّالْحَدِيْثُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ وَقَدْ رَوَاهُ مُغِيْرَةُ وَابْنُ اَبِيْ خَالِدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے ان دونوں پر لعنت کی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "معلول" ہے۔

اشعث بن عبدالرحمٰن نے مجالد کے حوالے سے، عامر کے حوالے سے، حارث کے حوالے سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور عامر کے حوالے سے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسے نقل کیا ہے۔

1038- اخرجه ابو داؤد (633/1) كتاب النكاح باب: في التحليل حديث (2076) وابن ماجه (622/1) كتاب النكاح باب المحلل والمحلل له حديث (1935) من طريق الحارث عن علي بن ابي طالب كرم الله وجهه به۔

اس روایت کی سند مستند نہیں ہے' کیونکہ مجالد بن سعید کو بعض اہلِ علم نے ضعیف قرار دیا ہے' جن میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

عبداللہ بن نمیر نے اس حدیث کو مجالد کے حوالے سے، عامر کے حوالے سے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

اس کی سند میں ابن نمیر کو وہم ہوا ہے۔ پہلی روایت زیادہ مستند ہے۔

مغیرہ اور ابن ابی خالد کے علاوہ دیگر راویوں نے اسے شعبی کے حوالے سے، حارث کے حوالے سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

1039 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ قَيْسٍ عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَاَبُوْ قَيْسٍ الْاَوْدِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَرْوَانَ وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَغَيْرُهُمْ وَهُوَ قَوْلُ الْفُقَهَاءِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

قَالَ: وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ بْنَ مُعَاذٍ يَذْكُرُ عَنْ وَكِيْعٍ اَنَّهٗ قَالَ بِهٰذَا وَقَالَ يَنْبَغِیْ اَنْ يُّرْمٰى بِهٰذَا الْبَابِ مِنْ قَوْلِ اَصْحَابِ الرَّاْيِ قَالَ جَارُوْدُ قَالَ وَكِيْعٌ وَقَالَ سُفْيَانُ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ لِيُحَلِّلَهَا ثُمَّ بَدَا لَهٗ اَنْ يُّمْسِكَهَا فَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يُّمْسِكَهَا حَتّٰى يَتَزَوَّجَهَا بِنِكَاحٍ جَدِيْدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے ان (دونوں) پر لعنت کی ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوقیس اودی نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن ثروان ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے بھی منقول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کا اس پر عمل ہے' ان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

تابعین سے تعلق رکھنے والے فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

میں نے جارود کو وکیع کے حوالے سے یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے: انہوں نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: مناسب یہ ہے: اس بارے میں اہلِ رائے کی رائے کو ترک کر دیا جائے۔

وکیع فرماتے ہیں: سفیان نے یہ بات بیان کی ہے: جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس لیے شادی کرنے تا کہ وہ اسے حلال کر دے، اور پھر اسے یہ مناسب لگے کہ وہ اسے اپنے پاس رہنے دے، تو بھی اس عورت کو اپنے پاس رکھنا اس مرد کے لیے جائز نہیں ہے، جب تک وہ نئے سرے سے اس کے ساتھ نکاح نہ پڑھو۔

شرح

محلل اور محلل لہ پر لعنت:

لفظ ''محلل'' اسم فاعل ثلاثی مزید فیہ از باب تفعیل۔ حلالہ نکالنے والا (شوہر ثانی) مراد ہے، لفظ ''محلل'' اسم مفعول ثلاثی مزید فیہ از باب تفعیل۔ جس شخص کے لیے حلالہ نکالا گیا ہو (یعنی شوہر اوّل)۔ عقلی اعتبار سے حلالہ کی کل چار صورتیں بن سکتی ہیں جن کے احکام مختلف ہیں۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حلالہ کی پہلی صورت: کوئی شخص مغلظہ عورت اور شوہر اوّل کی پریشانی دیکھ کر یہ بات ذہن میں بٹھا لیتا ہے کہ وہ نکاح کر کے اس سے وطی کرنے کے بعد عورت کو طلاق دے دے گا تا کہ عدت پوری کرنے کے بعد وہ شوہر اوّل کے لیے حلال ہو جائے حالانکہ وہ زوجین سے بالکل متعارف بھی نہیں ہے۔ یہ صورت جائز ہے۔

۲۔ کوئی شخص خالی الذہن ہو کر مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کر لیتا ہے، اتفاق سے زوجین میں موافقت کی فضا برقرار نہ رہ سکی۔ شوہر نے وطی کے بعد طلاق دے ڈالی یا اس کا انتقال ہو گیا۔ عدت پوری ہونے کے بعد عورت شوہر اوّل کے لیے حلال ہو جائے گی۔ اس صورت میں تحلیل کا کوئی حیلہ نہیں کیا گیا، لہٰذا اس کے جواز میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔

۳۔ خفیہ پروگرام کے مطابق مطلقہ ثلاثہ سے کوئی شخص نکاح کر لیتا ہے، پھر وطی کرنے کے بعد اسے طلاق دے ڈالتا ہے تا کہ وہ عورت شوہر اوّل کے لیے حلال ہو جائے۔ حدیث باب میں یہی صورت بیان کی گئی ہے جو قابل مذمت و قابل وعید ہے۔ اسی صورت میں شوہر ثانی اور شوہر اوّل دونوں پر لعنت کی گئی ہے۔

۴۔ کوئی شخص محض تحلیل کی شرط سے ایجاب و قبول کر کے نکاح کرتا ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ اس عورت سے اس شرط پر تم سے نکاح کیا جاتا ہے کہ اس سے نکاح کے بعد وطی کرنے پر یقینی طور پر طلاق دینا ہو گی۔ اس صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نکاح درست ہو گا مگر شرط باطل ہو جائے گی۔ طلاق دینے پر عورت شوہر اوّل کے لیے جائز ہو جائے گی۔ حدیث باب کا اعلیٰ مصداق یہی صورت قرار پاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔

حلالہ کی شرط سے نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ

حلالہ کی شرط سے نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تحلیل کی شرط سے نکاح کرنا خواہ مکروہ تحریمی ہے مگر منعقد ہو جائے گا اور طلاق کی صورت میں عدت کے بعد عورت شوہر اوّل کے لیے حلال بھی ہو جائے گی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے: **المحل والمحلل له** اس روایت میں شرط تحلیل کے باوجود یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان الفاظ پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ زوج اوّل کے لیے حلت ثابت ہو جائے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی اس کے مطابق ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ شرط تحلیل سے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا اور شوہر اوّل کے لیے حلت بھی ثابت نہیں ہوگی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط تحلیل سے نکاح کرنے والے پر لعنت کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) شرط تحلیل کی نہی سے نکاح کی نفی لازم نہیں آتی، اصل قاعدہ کے مطابق نفس نکاح کی مشروعیت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۲) ارشاد ربانی: حتی تنکح زوجا غیرہ' میں مطلق نکاح کا بیان ہے خواہ بشرط تحلیل ہو یا نہ ہو۔ حدیث باب کی بناء پر نکاح کو ناجائز قرار دیں تو خبر واحد سے نص قطعی پر زیادتی لازم آئے گی جو جائز نہیں ہو سکتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَحْرِيْمِ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ

باب 28: نکاح متعہ حرام ہے

1040 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَىْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِمَا عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَاِنَّمَا رُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَىْءٌ مِّنَ الرُّخْصَةِ فِي الْمُتْعَةِ ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهٖ حَيْثُ اُخْبِرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْرُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْمُتْعَةِ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

1040- اخرجه احمد (1/448، 462) والنسائی (6/149) كتاب الطلاق باب: احلال المطلقة ثلاثا وما فی من التغليظ حديث (3416) والدارمی (2/158) كتاب النكاح باب: النهی عن التحليل من طريق هزيل بن شرحبيل عن عبد الله بن مسعود به۔

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خواتین کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے خیبر (کی فتح کے زمانے) میں منع کر دیا تھا۔

اس بارے میں حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کی رخصت کے بارے میں ایک روایت منقول ہے، لیکن پھر انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا، جب انہیں نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی اطلاع دی گئی تھی۔

اکثر اہلِ علم نے متعہ کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1041 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُقْبَةَ اَخُو قَبِيصَةَ بْنِ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْاَةَ بِقَدْرِ مَا يَرٰى اَنَّهُ يُقِيمُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَتُصْلِحُ لَهُ شَيْئَهُ حَتّٰى اِذَا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ (اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوٰى هٰذَيْنِ فَهُوَ حَرَامٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: متعہ ابتدائی اسلام میں تھا، کوئی آدمی کسی نئی جگہ جاتا تھا جہاں اس کی جان پہچان نہیں ہوتی تھی، تو وہ اپنے حساب سے، جتنے دن اسے وہاں قیام کرنا ہوتا تھا، اتنے عرصے کے لیے کسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا تھا، وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی تھی اور اس کی ضروریات کی کفایت کرتی تھی، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

''ماسوائے ان کی بیویوں کے اور جن کے وہ مالک ہیں''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان دونوں کے علاوہ ہر ایک کی شرمگاہ حرام ہے۔

شرح

نکاح متعہ کی حرمت:

لفظ متعہ کا لغوی معنی ہے: نفع وفائدہ۔ اس کا اصطلاحی مفہوم ہے کہ مقررہ رقم کے عوض مرد و زن کا معینہ مدت تک باہم لطف اندوز ہونا۔ ابتدا اسلام میں یہ جائز تھا مگر بعد میں حرام قرار دے دیا گیا اور اب بھی حرام ہے، جس کی حرمت تا قیامت باقی رہے گی۔ اہل تشیع کے علاوہ کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں ہے۔

ابتداء اسلام میں متعہ کو جائز قرار دیا گیا تھا جس کی دو وجوہات تھیں: (۱) غزوات کے مواقع پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں خصی ہونے کی اجازت طلب کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خصی

ہونے سے منع کردیا مگر "متعہ" کرنے کی اجازت عنایت کردی۔ (۲) آغاز اسلام میں جب مسلمان دوسرے شہر میں جاتے تو سامان کی حفاظت، کھانا کی تیاری اور دوسری ضروریات کی تکمیل کے لیے لوگ شدت سے ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اس ضرورت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا تو انہیں "متعہ" کی اجازت دی گئی۔

متعہ دوبار حلال قرار دیا گیا اور دوبار حرام قرار دیا گیا۔ فتح خیبر سے قبل متعہ حلال تھا مگر فتح خیبر کے دن حرام قرار دیا گیا۔ فتح مکہ کے دن متعہ دوسری بار حلال قرار دیا گیا پھر صرف تین ایام بعد حرام قرار دیا گیا اور یہ حرمت تا قیامت کے لیے ہے۔ دور فاروقی تک بعض صحابہ کرام جن میں حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کے اسماء گرامی نمایاں ہیں' اس کے جواز کے قائل رہے لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے حرمت متعہ کا اعلان ہونے پر تمام صحابہ کا اس کی حرمت پر اجماع ہو گیا اور یہ اجماع تک قائم ہے۔ حضرت علامہ عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں: ہم لوگ دور فاروقی کے نصف تک متعہ کرتے رہے مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے اعلان حرمت ہونے پر اس کی حرمت میں کسی کو شک باقی نہ رہا۔

سوال: حرمت متعہ کے حوالے سے متعدد روایات ہیں: کسی میں فتح خیبر کے دن کا ذکر ہے، کسی میں فتح مکہ کے دن کا ذکر ہے، کسی میں حجۃ الوداع کے دن کا ذکر ہے، کسی میں حجۃ الوداع کے موقع کا ذکر ہے، کسی میں فتح مکہ کے سال کا ذکر ہے اور کسی میں کسی موقع کا ذکر کیے بغیر حرمت کا ذکر ہے، تو ان تمام روایات میں تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: متعہ صرف دوبار حلال اور دوبار حرام قرار دیا گیا مگر ان دو واقع کے علاوہ اس کی حرمت کا اعلان بطور تاکید و تائید ہوا تھا۔

سوال: نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں کیا فرق ہے؟

جواب: متعہ اور نکاح مؤقت میں امتیاز وفرق یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ متعہ میں صرف عوض اور وقت مقررہ کا ذکر ہوتا ہے' جبکہ نکاح مؤقت میں دو گواہوں' مہر اور لفظ نکاح کا ذکر ہونے کے علاوہ بقائے نسل، سنت رسول اور گھریلو ضروریات کی تکمیل وغیرہ امور پیش نظر ہوتے ہیں خواہ ان کے ساتھ ساتھ وقت مقررہ بھی ہوتا ہے۔ متعہ کی حرمت یقینی ہے اور نکاح مؤقت کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنْ نِكَاحِ الشِّغَارِ

باب 29: نکاح شغار کی ممانعت

1042 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِى الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ وَّهُوَ الطَّوِيْلُ قَالَ حَدَّثَ الْحَسَنُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ.

متنِ حدیث: لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَيْسَ مِنَّا

1042– اخرجه احمد (439'438'429/4) وابو داؤد (35/2) كتاب الجهاد' باب: في الجلب على الخيل في السباق' حديث (2581) وابن ماجه (1299/2) كتاب الفتن : باب : النهي عن النهبة' حديث (3937) والنسائي (228'227/6) كتاب الخيل: باب: الجلب حديث (3590) من طريق حميد الطويل عن الحسن عن عمران بن حصين به۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّاَبِى رَيْحَانَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَّمُعَاوِيَةَ وَاَبِى هُرَيْرَةَ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اسلام میں جلب، جنب اور شغار کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جو شخص ظلم کے طور پر کسی سے مال چھین لے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1043 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ نِكَاحَ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهٗ عَلٰى اَنْ يُّزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ ابْنَتَهٗ اَوْ اُخْتَهٗ وَلَا صَدَاقَ بَيْنَهُمَا وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ نِكَاحُ الشِّغَارِ مَفْسُوْخٌ وَّلَا يَحِلُّ وَاِنْ جُعِلَ لَهُمَا صَدَاقًا وَّهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرُوِىَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ اَبِى رَبَاحٍ اَنَّهٗ قَالَ يُقَرَّانِ عَلٰى نِكَاحِهِمَا وَيُجْعَلُ لَهُمَا صَدَاقُ الْمِثْلِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے "شغار" سے منع کیا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

تمام اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے ان کے نزدیک نکاح شغار درست نہیں ہے۔

شغار سے مراد یہ ہے: کوئی شخص اپنی بیٹی کی شادی اس شرط پر دوسرے شخص سے کردے کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کی شادی اس پہلے شخص کے ساتھ کردے گا' اور ان دونوں عورتوں کا کوئی مہر نہیں ہوگا۔ بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: نکاح شغار فسخ شمار ہوگا اور درست نہیں ہوگا' اگرچہ ان دونوں عورتوں کا مہر مقرر کردیا جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

عطاء بن ابی رباح کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ان دونوں کا نکاح برقرار رہے گا' اور ان خواتین کو مہر مثل دے دیا جائے گا۔

1043- اخرجه مالك فى الموطا (535/2) كتاب النكاح: باب جامع ما لا يجوز من النكاح حديث (24) واحمد (2/7-62) واخرجه البخارى (66/9) كتاب النكاح باب الشغار حديث (5112) ومسلم (1034/2) كتاب النكاح باب: تحريم نكاح الشغار وبطلانه حديث (57-1415) واخرجه ابو داؤد (632/1) كتاب النكاح باب في الشغار حديث (2074) وابن ماجه (606/1) كتاب النكاح باب النهى عن الشغار حديث (1883) والدارمى (136/2) كتاب النكاح باب النهى عن الشغار من طريق مالك بن انس عن نافع عن ابى عمر فذكره۔

اہلِ کوفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

نکاح شغار کی تعریف اور اس میں مذاہب آئمہ:

لفظ شغار کا لغوی معنی عوض و بدلہ کے ہیں۔ نکاح شغار کی دو صورتیں ہیں: (۱) اس کی پہلی صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح دوسرے آدمی سے اس شرط کی بنا پر کر دے کہ وہ بھی اس سے اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کرے گا اور احد العقد ین مہر ہوگا۔ (۲) ایک شخص اپنے لڑکے کا عقد دوسرے آدمی کی لڑکی سے اس شرط کی بنا پر کر دے کہ دوسرا شخص بھی اپنے لڑکے کا نکاح پہلے شخص کی لڑکی سے کرے گا اور احد العقد ین مہر قرار پائے گا۔

نکاح شغار منعقد ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نکاح شغار خواہ ناجائز ہے مگر منعقد ہو جاتا ہے، جبکہ مہر مثل واجب قرار پائے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ نکاح شغار منعقد ہی نہیں ہوتا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے: لاشغار فی الاسلام یعنی اسلام میں نکاح شغار کی اجازت نہیں ہے۔ اس روایت میں نکاح شغار منھی عنہ کے درجہ پر ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں افعال شرعیہ سے نہی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب افعال شرعیہ سے نہی ہو تو وہ منھی عنہ کی مشروعیت کی مقتضی ہوتی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح شغار کے جواز کا کوئی مانع نہیں ہے۔

ولا جلب ولا جنب کا مفہوم: اس فقرہ کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں: (۱) جلب کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا عامل اہل ثروت کے پاس جانے کی بجائے ایک جگہ میں بیٹھ جائے اور لوگوں کو مجبور کر دے کہ وہ اس کے پاس آ کر زکوٰۃ جمع کرائیں۔ اس صورت میں لوگوں کے لیے مشقت و دشواری ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ (۲) جلب کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شہسوار کسی آدمی کو اپنا ردیف مقرر کرے کہ جب وہ شور وغل کرے، تو گھوڑا تیز رفتاری سے دوڑنا شروع کر دے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا

باب 30: پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع نہ کیا جائے

1044 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ عَنْ اَبِىْ حَرِيْزٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ تُزَوَّجَ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا اَوْ عَلٰى خَالَتِهَا

1044- اخرجه احمد (372،217/1) وابو داؤد (630/1) كتاب النكاح: باب: ما يكره ان يجمع بينهن من النساء' حديث (2067) من طريق ابي حريز عن عكرمة عن ابن عباس فذكره-

اسنادِدیگر: وَاَبُوْ حَرِيزٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ اُمَامَةَ وَجَابِرٍ وَّعَآئِشَةَ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے: پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کیا جائے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1045 سندِحدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ حَدَّثَنَا عَامِرٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا اَوِ الْعَمَّةُ عَلَى ابْنَةِ اَخِيْهَا اَوِ الْمَرْاَةُ عَلٰى خَالَتِهَا اَوِ الْخَالَةُ عَلٰى بِنْتِ اُخْتِهَا وَلَا تُنْكَحُ الصُّغْرٰى عَلَى الْكُبْرٰى وَلَا الْكُبْرٰى عَلَى الصُّغْرٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا اَنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا فَاِنْ نَّكَحَ امْرَاَةً عَلٰى عَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا اَوِ الْعَمَّةَ عَلٰى بِنْتِ اَخِيْهَا فَنِكَاحُ الْاُخْرٰى مِنْهُمَا مَفْسُوْخٌ وَّبِهٖ يَقُوْلُ عَامَّةُ اَهْلِ الْعِلْمِ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اَدْرَكَ الشَّعْبِيُّ اَبَا هُرَيْرَةَ وَرَوٰى عَنْهُ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا فَقَالَ صَحِيْحٌ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوَى الشَّعْبِيُّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے: بیوی کی بھتیجی کے ساتھ نکاح کیا جائے یا بیوی کی پھوپھی کے ساتھ نکاح کیا جائے' یا بیوی کی بھانجی کے ساتھ نکاح کیا جائے' یا بیوی کی خالہ کے ساتھ نکاح کیا جائے یا بیوی کی چھوٹی بہن کے ساتھ نکاح کیا جائے یا بیوی کی بڑی بہن کے ساتھ نکاح کیا جائے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1045- اخرجه احمد (426/2) وابو داؤد (629/1) كتاب النكاح' باب ما يكره ان يجمع بينهن من النساء' حديث (2065) والدارمي (136/2) كتاب النكاح' باب: الحال التي يجوز للرجل ان يخطب فيها' من طريق عامر عن ابي هريرة به(1127) اخرجه احمد (151-114/4) ومسلم (1037'1036/2) كتاب النكاح

عام اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' ہمارے علم کے مطابق ان کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' یعنی کسی بھی آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے۔ وہ پھوپھی اور بھتیجی کو یا خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرلے اگر کوئی شخص پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرلے' تو بعد میں کیا جانے والا نکاح فسخ شمار ہوگا۔

عام اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام شعبی نے ایک شخص کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ روایت مستند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام شعبی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

شرح

پھوپھی' بھتیجی اور خالہ و بھانجی کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت:

سورۃ النساء میں ارشاد ربانی ہے: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ (النساء:۲۳) "اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو" یعنی نکاح میں بیک وقت دو بہنوں کو جمع کرنا تمہارے لیے حرام ہے۔ حدیث باب میں مزید دو جزئیوں کو اس حکم کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا اسی طرح حرام ہے' جس طرح دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے۔ اس آیت اور حدیث کی روشنی میں فقہاء کرام نے یہ ضابطہ ترتیب دیا ہے کہ ایسی دو خواتین جن میں سے ایک کو مرد قرار دیا جائے تو دوسری سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو' تو ان دونوں کا نکاح میں جمع کرنا اسی طرح حرام ہے' جس طرح دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ مثلاً پھوپھی بھتیجی میں سے پھوپھی کو مرد فرض کرلیا جائے یا بھتیجی کو مرد قرار دیا جائے' تو دونوں کے مابین چچا بھتیجی یا بھتیجا پھوپھی کا رشتہ بن جائے گا جن کے درمیان ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے۔ اسی طرح خالہ بھانجی میں سے خالہ کو مرد یا بھانجی کو مرد قرار دیا جائے' تو دونوں کے مابین ماموں بھانجی یا بھانجا خالہ کا رشتہ قائم ہوگا جن میں ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے۔ الغرض پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا اسی طرح حرام ہے' جس طرح دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشَّرْطِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ

باب 31: نکاح کے وقت شرط رکھنا

1046 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

1046- اخرجه احمد (151'114/4) ومسلم (1037'1036/2) كتاب النكاح' باب: الوفاء بالشروط في النكاح' حديث (1418-63) وابو داؤد (650/1) كتاب النكاح باب في الرجل يشترط لها دارها' حديث (2139) وابن ماجه (628/1) كتاب النكاح' باب الشرط في النكاح' حديث (1954) والنسائي (93-92/6) كتاب النكاح' باب: الشروط في النكاح' حديث (3281)' (3282) والدارمي (143/2) كتاب النكاح: باب: الشرط في النكاح' من طريق مرثد بن عبد الله عن عقبة بن عامر فذكره۔

متنِ حدیث: إِنَّ اَحَقَّ الشُّرُوطِ اَنْ يُوفٰى بِهَا مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ اِذَا تَزَوَّجَ رَجُلٌ امْرَاَةً وَّشَرَطَ لَهَا اَنْ لَّا يُخْرِجَهَا مِنْ مِصْرِهَا فَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يُّخْرِجَهَا وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَرُوِیَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهٗ قَالَ شَرْطُ اللّٰهِ قَبْلَ شَرْطِهَا كَاَنَّهٗ رَاٰى لِلزَّوْجِ اَنْ يُّخْرِجَهَا وَاِنْ كَانَتِ اشْتَرَطَتْ عَلٰى زَوْجِهَا اَنْ لَّا يُخْرِجَهَا وَذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَبَعْضِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: پوری کیے جانے کی سب سے زیادہ حقدار، وہ شرائط ہیں جن کے ذریعے تم شرمگاہوں کو حلال کرتے ہو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے ان میں سے ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ شادی کرلے اور اس کے لیے یہ شرط رکھے کہ اسے اس شہر سے باہر نہیں لے جائے گا تو اب مرد اس عورت کو باہر نہیں لے جاسکتا۔

بعض اہلِ علم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں: عورت کے ساتھ طے کی گئی شرط سے پہلے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ شرط ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک شوہر کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس عورت کو شہر سے باہر لے جائے اگرچہ اس عورت نے یہ شرط رکھی ہو کہ شوہر اس کو وہاں سے باہر نہیں لے جائے گا۔

بعض اہلِ علم نے اس رائے کو اختیار کیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

نکاح کے وقت شرط عائد کرنے کا مسئلہ:

نکاح کے وقت جو شرائط عائد کی جاتی ہیں وہ چار قسم کی ہوسکتی ہیں: (۱) وہ شرط اقتضاء عقد کے موافق ہو مثال کے طور پر بیوی کے لیے نفقہ لباس اور سکنیٰ کی شرط عائد کرنا۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ نکاح منعقد ہوجائے گا کیونکہ یہ امور تو قبل الذکر بھی واجب

ہیں۔(۲)ایسی شرط عائد کرنا جو اقتضاء عقد کے منافی ہو مثال کے طور پر زوجہ ثانیہ کو طلاق دینے کی شرط عائد کرنا یا نفقہ وسکنیٰ کی عدم فراہمی کی شرط لگانا۔اس صورت کا حکم یہ ہے کہ شرط لغو قرار پائے گی جبکہ نکاح درست ہوگا۔(۳)ایسی شرط عائد کرنا جو مذکورہ دونوں شرائط کے سوا ہو مثال کے طور پر نکاح ثانی نہ کرنے یا دوسرے شہر میں نہ لے جانے کی شرط عائد کرنا۔اس صورت کے حکم میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے،جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ،حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ایسی شرط کا دیانۃً ایفاء واجب ہے مگر قضاء واجب نہیں ہے۔

۲-حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرط کا ایفاء واجب ہے۔تاہم عدم ایفاء کی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ اس میں ایفاء شرط کا حکم موجود ہے۔قرآن کریم میں ہے:اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بیشک وعدہ کے بارے میں سوال ہوگا)۔اس حکم کا تقاضا ہے کہ ایفاء شرط کیا جائے ورنہ اس کے بارے میں گرفت کی جائے گی۔

آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ جو شرط اقتضاء عقد کے منافی ہو اس کا ایفاء آپ کے نزدیک بھی واجب نہیں ہے اور جو شرط اقتضاء عقد کے مطابق ہو تو اس کا ایفاء ہمارے نزدیک بھی دیانۃً پورا کرنا ضروری ہے۔عدم ایفاء کی صورت میں نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟اس سلسلے میں حدیث خاموش ہے۔اس طرح حدیث باب سے ہمارے موقف کے خلاف استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ

باب 32:جب کوئی شخص اسلام قبول کرلے اور اس وقت اس کی دس بیویاں ہوں

1047 سندِ حدیث:حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث:اَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ اَسْلَمَ وَلَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَسْلَمْنَ مَعَهُ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَخَيَّرَ اَرْبَعًا مِّنْهُنَّ

اسنادِ دیگر:قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

قولِ امام بخاری:قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ وَغَيْرُهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيِّ اَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ اَسْلَمَ وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ

1047- اخرجه احمد (13/2) وابن ماجه (628/1) كتاب النكاح' باب: الرجل يسلم وعنده اكثر من اربع نسوة' حديث (1953) من طريق الزهري عن سالم عن ابن عمر فذكره-

آثارِ صحابہ: قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاِنَّمَا حَدِيْثُ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ ثَقِيْفٍ طَلَّقَ نِسَائَهٗ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ لَتُرَاجِعَنَّ نِسَائَكَ اَوْ لَاَرْجُمَنَّ قَبْرَكَ كَمَا رُجِمَ قَبْرُ اَبِىْ رِغَالٍ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيْثِ غَيْلَانَ بْنِ سَلَمَةَ عِنْدَ اَصْحَابِنَا مِنْهُمُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ان کی زمانہ جاہلیت میں دس بیویاں تھیں' ان خواتین نے بھی حضرت غیلان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اسلام قبول کرلیا' تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی: وہ ان خواتین میں سے کوئی سی چار کو اختیار کرلیں۔

معمر نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، سالم کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔

مستند روایت وہ ہے' جسے شعیب بن ابوحمزہ اور دیگر راویوں نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

وہ بیان کرتے ہیں: مجھے محمد بن سوید ثقفی کے حوالے سے یہ روایت سنائی گئی ہے۔ حضرت غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تھا' تو اس وقت ان کی دس بیویاں تھیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زہری رحمۃ اللہ علیہ نے سالم کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے: ثقیف قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم اپنی بیویوں سے رجوع کرلو' ورنہ میں تمہاری قبر کو اسی طرح رجم کروں گا' جس طرح ابورغال کی قبر کو رجم کیا گیا تھا۔

حضرت غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث پر ہمارے اصحاب کے نزدیک عمل کیا جائے گا۔

ان میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِى الرَّجُلِ يُسْلِمُ وَعِنْدَهٗ اُخْتَانِ

باب 33: جب کوئی شخص اسلام قبول کرے اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں

1048 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ اَبِىْ وَهْبٍ الْجَيْشَانِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ فَيْرُوْزَ الدَّيْلَمِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اَسْلَمْتُ وَتَحْتِىْ اُخْتَانِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ اَيَّتَهُمَا شِئْتَ

1048- اخرجه احمد (232/4) وابو داؤد (681/1) كتاب الطلاق' باب: من اسلم وعنده نساء اكثر من اربع او اختان' حديث (2243) وابن ماجه (627/1) كتاب النكاح' باب الرجل يسلم وعنده اختان' حديث (1951) من طريق ابى وهب الجيشانى عن الضحاك بن فيروز الديلمى عن ابيه فيروز الديلمى فذكره-

◆◆ ابن فیروز دیلمی اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان دونوں میں سے جسے چاہو اختیار کرلو۔

1049 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ اَيُّوْبَ يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِىْ وَهْبٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوْزَ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْلَمْتُ وَتَحْتِىْ اُخْتَانِ قَالَ اخْتَرْ اَيَّتَهُمَا شِئْتَ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَّاَبُوْ وَهْبٍ الْجَيْشَانِيُّ اسْمُهُ الدَّيْلَمُ بْنُ هَوْشَعَ

◆◆ ابن فیروز دیلمی اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان دونوں میں سے جسے چاہو اختیار کرلو۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابو وہب جیشانی نامی راوی کا نام دیلم بن ہوشع ہے۔

شرح

قبول اسلام کے وقت کسی کے عقد میں چار سے زائد بیویاں ہونے کا مسئلہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل دو ابواب کی تین احادیث مبارکہ میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ قبول اسلام کے وقت جس شخص کی چار سے زائد بیویاں ہو، وہ چار بیویوں کو اپنے لیے منتخب کرلے گا اور باقیوں کو الگ کردے گا۔ حدیث باب میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ جب حلقۂ بگوش اسلام ہوئے تو اُن کی دس بیویاں تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں حکم دیا گیا کہ چار بیویوں کا انتخاب کرلو باقی کو الگ کردو۔ اسی طرح حضرت قیس بن الحارث رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان کی آٹھ بیویاں تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں حکم دیا گیا کہ چار بیویوں کا انتخاب کرلو باقی کو اپنے سے الگ کردو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۹ ص ۳۵۱) دوسرے باب کی روایت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص کے قبول اسلام کے وقت دو بہنیں نکاح میں موجود ہوں تو وہ ایک بہن کا اپنے لیے انتخاب کرے اور دوسری بہن کو الگ کردے۔ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کیا تو ان کے نکاح میں دو بہنیں موجود تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ایک بہن کا انتخاب کرلیں جبکہ دوسری بہن کو الگ کردیں۔

1049- اخرجه ابن ماجه (627/1) كتاب النكاح' باب: الرجل يسلم وعنده اختان' حديث (1951) من طريق الضحاك بن فيروز الديلمي عن ابيه فذكره' وينظر تخريج الحديث السابق (1129)

مسئلہ تخییر میں مذاہب آئمہ: لفظ ''تخییر'' کا معنی ہے اختیار کرنا یا انتخاب کرنا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قبول اسلام کے وقت جس شخص کی چار سے زائد بیویاں ہوں' تو وہ چار کا انتخاب کرے گا باقیوں کو الگ کرے گا۔ اسی طرح قبول اسلام کے وقت جس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں' تو وہ ایک کا انتخاب کرے گا اور دوسری کو الگ کر دے گا۔ سوال یہ ہے کہ قبول اسلام کے وقت چار سے زائد بیویوں کی صورت میں چار کے انتخاب یا دو بہنیں نکاح میں ہونے کی شکل میں ایک بہن کے انتخاب کی نوعیت کیا ہوگی؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک تخییر کی نوعیت یہ ہوگی کہ چار سے زائد بیویوں میں چار کے انتخاب اور دو بہنوں کی صورت میں ایک کے انتخاب میں شوہر کو پورا اختیار حاصل ہوگا کہ وہ جن کو پسند کرے ان کا انتخاب کرے اور باقیوں کو الگ کردے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ تخییر درست نہیں ہے۔ البتہ شوہر نکاح میں آنے والی پہلی چار بیویوں اور دو بہنوں میں سے نکاح میں آنے والی پہلی بہن کا انتخاب کرے گا جبکہ باقیوں کو الگ کر دے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِى الْجَارِيَةَ وَهِيَ حَامِلٌ

باب 34: جب کوئی شخص کسی ایسی کنیز کو خرید ے جو حاملہ ہو

1050 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَسْقِ مَاءَهُ وَلَدَ غَيْرِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ لِلرَّجُلِ اِذَا اشْتَرٰى جَارِيَةً وَّهِيَ حَامِلٌ اَنْ يَّطَاَهَا حَتّٰى تَضَعَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّالْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ وَاَبِي سَعِيْدٍ

◆◆ حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا شخص اپنے پانی سے دوسرے کی اولاد کو سیراب نہ کرے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' ان کے نزدیک جو شخص کوئی کنیز خریدے' اور وہ کنیز حاملہ ہو' تو وہ مرد اس وقت تک اس کنیز کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا' جب تک وہ کنیز بچے کو جنم نہ دے۔

1050- لم يروه من هذا الطريق (طريق بسر بن عبيد الله عن رويفع) الا الترمذى ورواه ابو داؤد (654/1) كتاب النكاح' باب: فى وطء السبايا' حديث (2158) من طريق ابى مرزوق عن حنش الصنعانى عن رويفع بن ثابت فذكره۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ، حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

خریدی گئی حاملہ لونڈی سے قبل از وضع حمل جماع کرنے کی ممانعت:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی اجنبی آدمی حاملہ کنیز خریدے تو وہ وضع حمل سے قبل اس سے وطی کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ اسی طرح عورت کا مسئلہ ہے جو زنا سے حاملہ ہو پھر دوسرا شخص اس سے نکاح کرے، تو نکاح تو درست ہوگا لیکن وطی کی اس وقت تک اجازت نہیں ہوگی جب تک وضع حمل نہ ہو جائے۔ البتہ زانی سے نکاح کی صورت میں شوہر وطی بھی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اشتباہ فی نسب الحمل کی صورت باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح اس کنیز کا حکم ہے کہ جب ملکیت بدلے گی تو جواز وطی کے لیے استبراء ضروری ہے اور استبراء رحم کی صورت یہ ہے کہ اسے کم از کم ایک حیض آ جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَسْبِي الْاَمَةَ وَلَهَا زَوْجٌ هَلْ يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَّطَاَهَا

باب 35: جو شخص کسی کنیز کو قیدی بنا لے اور اس کنیز کا شوہر موجود ہو، تو کیا اس مرد کے لیے اس کنیز کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے؟

1051 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الْبَتِّيُّ عَنْ اَبِی الْخَلِيْلِ عَنْ اَبِی سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: اَصَبْنَا سَبَايَا يَوْمَ اَوْطَاسٍ وَّلَهُنَّ اَزْوَاجٌ فِي قَوْمِهِنَّ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ (وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَّهٰكَذَا رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِّيِّ عَنْ اَبِی الْخَلِيْلِ عَنْ اَبِی سَعِيْدٍ وَّاَبُو الْخَلِيْلِ اسْمُهٗ صَالِحُ بْنُ اَبِی مَرْيَمَ وَرَوٰى هَمَّامٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ اَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ اَبِیْ عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ ابْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ

◆◆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنگ اوطاس کے موقع پر ہمیں کچھ عورتیں قیدیوں کے طور پر ملیں، جن

1051- اخرجه احمد (84/3) ومسلم (1079/2) كتاب الرضاع' باب جواز وطء المسبية بعد الاستبراء وان كان لها زوج انفسخ نكاحها بالسبي' حديث (33-1456) وابو داؤد (654'653/1) كتاب النكاح' باب: في وطء السبايا' حديث (2155) والنسائي (110/6) كتاب النكاح' باب: تاويل قول الله عزوجل (والمحصنت من النساء الا ما ملكت ايمانكم) حديث (3333) من طريق عثمان البتي عن ابي الخليل (صالح بن ابي مريم) عن ابي سعيد الخدري فذكره-

کے شوہر ان کی قوم میں موجود تھے' لوگوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو یہ آیت نازل ہوئی۔

''شوہر والی عورتیں (حرام ہیں) ماسوائے ان عورتوں کے جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں''۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ثوری نے عثمان بتی کے حوالے سے، ابوخلیل کے حوالے سے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' اسے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابوخلیل نامی راوی کا نام صالح بن ابومریم ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

عبد بن حمید نے حبان بن ہلال کے حوالے سے ہمام کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

شرح

کسی شخص کی طرف سے قیدی بنائی کنیز سے جماع کا حکم جبکہ اس کا شوہر بھی موجود ہو:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے دوران جنگ شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر بھاگ گیا جبکہ عورت کنیز بنا کر کسی کو پیش کر دی گئی۔ اس صورت میں نکاح کالعدم قرار پائے گا اور استبراء رحم کے بعد آقا اس سے وطی کر سکتا ہے۔

حدیث باب میں اس مسئلہ کی قدرے تفصیل ہے کہ جنگ اوطاس کے موقع پر کچھ غیر مسلم خواتین قیدی بنالی گئیں جبکہ ان کے شوہر اپنے قبائل میں زندہ تھے جو دوران حرب بھاگ گئے تھے۔ عورتیں کنیزوں کی حیثیت سے مجاہدین میں تقسیم کر دی گئیں۔ مجاہدین نے ان سے وطی کرنے میں حرج محسوس کیا کہ ارشاد ربانی ہے: وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ (النساء: ۲۴) (تم پر شوہروں والی عورتیں حرام قرار دی گئی ہیں)۔ مجاہدین نے اپنا یہ اہم مسئلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو اس موقع پر اس مسئلہ کا استثناء بایں الفاظ نازل ہوا: اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (النساء: ۲۴) ''یعنی وہ خواتین جو شوہر والی ہوں اور وہ قیدی بنائی گئی ہوں تو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں بلکہ ان سے وطی کی جا سکتی ہے''۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِيَةِ مَهْرِ الْبَغِيِّ

باب 36: فاحشہ عورت کی آمدن حرام ہے

1052 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ وَّاَبِیْ جُحَيْفَةَ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کتے کی قیمت، فاحشہ عورت کی کمائی اور کاہن کو ملنے والے نذرانے (اس کو استعمال کرنے سے) منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابومسعود سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

زانیہ کی فیس حرام ہونے کا مسئلہ:

لفظ ''بغی'' سے مراد ہے پسندیدہ اور چاہی ہوئی۔ زانیہ کے پاس کثرت سے لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ احکام خداوندی کے خلاف بغاوت کی وجہ سے اس کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جس طرح خنزیر کے بارے میں ہر معاملہ حرام ہے اسی طرح زانیہ کی آمدنی یا فیس حرام قطعی ہے۔

قدیم فقہاء کا یہ دستور رہا ہے' جس چیز کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہو، اس کے لیے لفظ ''حرام'' استعمال کرتے ہیں اور جس چیز کی حرمت کسی حدیث سے ثابت ہو، اس کے لیے لفظ ''کراہت'' استعمال کرتے ہیں۔ یہاں بھی اس طرح ہے کہ زانیہ (رنڈی) کی فیس کا حرام ہونا حدیث سے ثابت ہے' اس لیے اس کے لیے لفظ ''کراہت'' استعمال کیا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں آقا اپنی کنیز کو زنا کرنے پر اکساتا تھا تا کہ اس کی آمدنی کو اپنے استعمال میں لائے۔ دوسری جان لیوا رسوبات کی طرح اسلام نے اس رسم بد کو بھی ختم کرتے ہوئے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تم لوگ اپنی کنیزوں کو زنا کاری کے لیے مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامن رہنا پسند کرتی ہیں تا کہ تم دنیا کی زندگی میں فائدہ اٹھاؤ) یعنی زنا کاری کا عوض و معاوضہ اور فیس آقا اور کنیز دونوں کے لیے ناجائز و حرام ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنْ لَّا يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيهِ

باب 37: کوئی بھی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے

1053 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَّقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

1052 اخرجه مالك في الموطا (656/2) كتاب البيوع' باب: ما جاء في ثمن الكلب' حديث (68) واحمد (118/4' 119) والحميدي (214/1) حديث (450) واخرجه البخاري (497/4) كتاب البيوع' باب: ثمن الكلب' حديث (2237) ومسلم (1198/3) كتاب المساقاة' باب: تحريم ثمن الكلب' وحلوان الكاهن' ومهر البغي' والنهي عن بيع السنور' حديث (39-1567) وابو داؤد (288/2) كتاب البيوع' باب: في حلوان الكاهن' حديث (3428) وابن ماجه (730/2) كتاب التجارات' باب: النهي عن ثمن الكلب ومهر البغي وحلوان الكاهن وعسب الفحل' حديث (2159) والنسائي (189/7) كتاب الصيد والذبائح : باب: النهي عن ثمن الكلب' حديث (4292) والدارمي (255/2) كتاب البيوع' باب: النهي عن ثمن الكلب' من طريق ابن شهاب عن ابي بكر بن عبد الرحمن عن ابي مسعود الانصاري به۔

الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَحْمَدُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: لَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ سَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: قَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ اِنَّمَا مَعْنٰى كَرَاهِيَةِ اَنْ يَّخْطُبَ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِذَا خَطَبَ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ فَرَضِيَتْ بِهٖ فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّخْطُبَ عَلٰى خِطْبَتِهٖ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ هٰذَا عِنْدَنَا اِذَا خَطَبَ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ فَرَضِيَتْ بِهٖ وَرَكَنَتْ اِلَيْهِ فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّخْطُبَ عَلٰى خِطْبَتِهٖ فَاَمَّا قَبْلَ اَنْ يَّعْلَمَ رِضَاهَا اَوْ رُكُوْنَهَا اِلَيْهِ فَلَا بَاْسَ اَنْ يَّخْطُبَهَا

حدیث دیگر: وَالْحُجَّةُ فِیْ ذٰلِكَ حَدِيْثُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ حَيْثُ جَاءَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ لَهٗ اَنَّ اَبَا جَهْمِ بْنَ حُذَيْفَةَ وَمُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِیْ سُفْيَانَ خَطَبَاهَا فَقَالَ اَمَّا اَبُوْ جَهْمٍ فَرَجُلٌ لَّا يَرْفَعُ عَصَاهُ عَنِ النِّسَآءِ وَاَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَّا مَالَ لَهٗ وَلٰكِنِ انْكِحِیْ اُسَامَةَ

فَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ فَاطِمَةَ لَمْ تُخْبِرْهُ بِرِضَاهَا بِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَلَوْ اَخْبَرَتْهُ لَمْ يُشِرْ عَلَيْهَا بِغَيْرِ الَّذِیْ ذَكَرَتْ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے۔

اس بارے میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کراہیت کا مفہوم یہ ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے جب کسی مرد نے نکاح کا پیغام بھیجا ہوا اور وہ عورت اس مرد سے راضی ہو تو اب کسی دوسرے شخص کے لیے یہ بات درست نہیں کہ وہ اس پہلے شخص کے نکاح کے پیغام پر نکاح کا پیغام بھیج دے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے

1053–اخرجه البخاری (414'413/4) كتاب البيوع' باب: لا يبيع على بيع اخيه ولا يسوم على سوم اخيه حتى يأذن له او يترك' حديث (2140) ومسلم (1033/2) كتاب النكاح' باب: تحريم الخطبة على خطبة اخيه حتى يأذن او يترك' حديث (1413-51) وابو داؤد (634/1) كتاب النكاح' باب: فی كراهية ان يخطب الرجل على خطبة اخيه' حديث (2080) وابن ماجه (600/1) كتاب النكاح: باب: لا يخطب الرجل على خطبة اخيه' حديث (1867) والنسائی (72'71/6) كتاب النكاح' باب النهی ان يخطب الرجل على خطبة اخيه' حديث (3239) واخرجه احمد (487'274'238/2) والحميدی (445/2) حديث (1026) من طريق سعيد بن المسيب عن ابی هريرة به-

ہمارے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے: جب کوئی مرد کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے اور وہ عورت اس سے راضی ہو جائے اور اس کی طرف مائل ہو تو اب کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں ہے: وہ اپنا نکاح کا پیغام بھیج دے البتہ اگر اس عورت کی رضامندی یا اس سے پہلے مرد کی طرف جھکاؤ کا علم ہونے سے پہلے بھیج دیتا ہے' تو نکاح کا پیغام بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس بارے میں دلیل سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ہے' جس کے مطابق وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک ابوجہم کا تعلق ہے' تو وہ عورتوں کو مارتا بہت ہے' اور جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے' تو وہ مفلس ہے۔ اس کے پاس کوئی مال نہیں ہے تم اسامہ کے ساتھ شادی کر لو!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے، ویسے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے: سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کو ان دونوں پیغامات میں سے کسی ایک کے بارے میں اپنی رضامندی کے بارے میں نہیں بتایا تھا' اگر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو بتا دیا ہوتا' تو نبی اکرم ﷺ انہیں وہ مشورہ نہ دیتے' جس کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے۔

1054 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِى الْجَهْمِ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَحَدَّثَتْنَا اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَّلَمْ يَجْعَلْ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً قَالَتْ وَوَضَعَ لِىْ عَشَرَةَ اَقْفِزَةٍ عِنْدَ ابْنِ عَمٍّ لَهٗ خَمْسَةً شَعِيْرًا وَّخَمْسَةً بُرًّا قَالَتْ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ قَالَتْ فَقَالَ صَدَقَ قَالَتْ فَاَمَرَنِىْ اَنْ اَعْتَدَّ فِىْ بَيْتِ اُمِّ شَرِيْكٍ ثُمَّ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَيْتَ اُمِّ شَرِيْكٍ بَيْتٌ يَّغْشَاهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَلٰكِنِ اعْتَدِّىْ فِىْ بَيْتِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَعَسٰى اَنْ تُلْقِىْ ثِيَابَكِ وَلَا يَرَاكِ فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُكِ فَجَآءَ اَحَدٌ يَّخْطُبُكِ فَاٰذِنِيْنِىْ فَلَمَّا انْقَضَتْ عِدَّتِىْ خَطَبَنِىْ اَبُوْ جَهْمٍ وَّمُعَاوِيَةُ قَالَتْ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَرَجُلٌ لَّا مَالَ لَهٗ وَاَمَّا اَبُوْ جَهْمٍ فَرَجُلٌ شَدِيْدٌ عَلَى النِّسَآءِ قَالَتْ فَخَطَبَنِىْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَتَزَوَّجَنِىْ فَبَارَكَ اللّٰهُ لِىْ فِىْ اُسَامَةَ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِى الْجَهْمِ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِيْهِ فَقَالَ لِىَ

1054- اخرجه احمد (412،411/6) ومسلم (1114/2) كتاب الطلاق' باب: المطلقة ثلاثا لا نفقة لها' حديث (36-1480) واخرجه ابو داؤد (695/1) كتاب الطلاق: باب في نفقه المبتوتة' حديث (2284) وابن ماجه (601/1) كتاب النكاح: باب: لا يخطب الرجل على خطبة اخيه' حديث (1869) والنسائي (150/6) كتاب الطلاق: باب: ارسال الرجل الى زوجته بالطلاق' حديث (3418) واخرجه عبد بن حميد ص (458) حديث (1584) من طريق ابى بكر بن الجهم العدوى وابى سلمة بن عبد الرحمن عن فاطمة بنت قيس به-

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْكِحِي اُسَامَةَ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِي الْجَهْمِ بِهٰذَا

◆◆ ابوبکر بن جہم بیان کرتے ہیں: میں اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن' سیّدہ فاطمہ بنت قیس ﷞ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو انہوں نے یہ حدیث سنائی' ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دیدیں اور انہیں رہائش اور خرچ نہیں دیا' وہ خاتون بیان کرتی ہیں: اس شخص نے میرے لیے اپنے چچازاد کے پاس دس قفیز غلہ رکھوایا' جس میں پانچ جو کے تھے' پانچ گیہوں کے تھے۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' میں نے اس کا تذکرہ آپ سے کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے ٹھیک کیا ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ ہدایت کی' میں ام شریک کے گھر میں عدت بسر کروں' پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ام شریک کے گھر میں تو مہاجرین بکثرت آتے جاتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت بسر کرو! وہاں تم اپنی چادر اتار بھی دو گی' تو وہ تمہیں نہیں دیکھ سکے گا' جب تمہاری عدت گزر جائے' اور کوئی شخص تمہیں نکاح کا پیغام دے' تو تم مجھے آ کر بتانا (وہ خاتون بیان کرتی ہیں) جب میری عدت ختم ہوئی تو ابوجہم اور معاویہ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا' وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے اس بات کا تذکرہ آپ سے کیا تھا آپ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے' تو وہ ایک ایسا شخص ہے' جس کے پاس مال نہیں ہے' جہاں تک ابوجہم کا تعلق ہے' تو وہ خواتین کے ساتھ سختی بہت کرتا ہے۔ اس خاتون نے بتایا: حضرت اسامہ ﷜ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیج دیا۔ انہوں نے میرے ساتھ شادی کر لی' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسامہ ﷜ کے ساتھ ہی مجھے بڑی برکت نصیب کی۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سفیان ثوری ﷫ نے اس روایت کو ابوبکر بن ابوجہم کے حوالے سے اسی روایت کی مانند نقل کیا ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں (وہ خاتون بیان کرتی ہیں) نبی اکرم ﷺ نے مجھے ہدایت کی' تم اسامہ کے ساتھ شادی کر لو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

پیغام نکاح پر پیغام نکاح بھیجنے کی ممانعت:

احادیث باب میں مسلمانوں کو دو چیزوں سے منع کیا گیا ہے: (ا) **بیع علی البیع**: اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں: (الف) کوئی شخص مال خریدے جبکہ مشتری نے خیار شرط بھی عائد کر لی ہو' پھر کوئی شخص مشتری سے یوں کہے کہ تم شراء کا معاملہ ختم کر دو اور تمہیں اس جیسی چیز اس سے کم قیمت میں فراہم کر دوں گا۔ (ب) کوئی شخص دوسرے سے مال خریدے جبکہ بائع اپنے لیے کوئی شرط عائد کرے۔ بعدازاں کوئی آدمی بائع سے معاملہ کالعدم قرار دینے کا کہے اور ساتھ ہی وعدہ کرے کہ میں اس جیسی چیز تم سے بیش قیمت میں خرید لوں گا۔ (ج) بائع اور مشتری دونوں کسی معاملہ کی قیمت میں اتفاق کر لیں پھر معاملہ کی صورت میں میلان بھی پایا جائے۔ بعدازاں تیسرا شخص بائع سے یوں کہہ دے کہ میں تم سے یہ مال خرید لوں گا۔ فقہاء کرام کے نزدیک یہ تینوں صورتیں منع

ہیں۔

۲-اسی خطبہ علی الخطبۃ بھی منع ہے۔اس کی بھی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: (الف) خاطب کے پیغام کو مخطوبہ یا ولی قبول کرے یا نکاح کی اجازت فراہم کرے۔خطبہ کی یہ صورت متفقہ طور پر منع ہے۔(ب) خاطب کے پیغام کو مخطوبہ رد کردے یا اس معاملہ کی طرف میلان نہ ہو۔ یہ صورت متفقہ طور پر جائز ہے۔حدیث باب سے یہی صورت مراد ہے۔(ج) خاطب کے پیغام کی طرف مخطوبہ بالاشارہ میلان ظاہر کردے۔اس صورت میں فقہاء اسلام کی مختلف آراء ہیں: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناجائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَزْلِ

باب 38: عزل کا بیان

1055 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِى الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا نَعْزِلُ فَزَعَمَتِ الْيَهُوْدُ اَنَّهَا الْمَوْءُوْدَةُ الصُّغْرٰى فَقَالَ كَذَبَتِ الْيَهُوْدُ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْلُقَهُ فَلَمْ يَمْنَعْهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَالْبَرَاءِ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم پہلے عزل کیا کرتے تھے تو یہودیوں نے یہ بتایا: یہ زندہ درگور کرنے کی قسم ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہودیوں نے غلط کہا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا کرنے کا ارادہ کرلے تو کوئی بھی اسے روک نہیں سکتا۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1056 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ اَبِىْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

آثارِ صحابہ: كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِىَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

1056- اخرجه البخاری (216/9) كتاب النكاح باب: العزل حديث (5209) ومسلم (1065/2) كتاب النكاح باب: حكم العزل حديث (136-1440) وابن ماجه (620/1) كتاب النكاح باب: العزل حديث (1927) واخرجه احمد (377/3) والحميدی (529/2، 530) حديث (1257) من طريق عمرو بن دينار عن عطاء عن جابر بن عبد الله فذكره۔

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِي الْعَزْلِ وقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ تُسْتَاْمَرُ الْحُرَّةُ فِي الْعَزْلِ وَلَا تُسْتَاْمَرُ الْاَمَةُ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم عزل کیا کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا رہا (لیکن اس کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا)۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور حوالے سے ان سے منقول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے ایک گروہ نے عزل کی اجازت دی ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عزل کے بارے میں آزاد عورت سے اجازت لی جائے گی' البتہ کنیز سے اجازت نہیں لی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْعَزْلِ

باب 39: عزل کا مکروہ ہونا

1057 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: ذُكِرَ الْعَزْلُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: زَادَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَلَمْ يَقُلْ لَا يَفْعَلْ ذَاكَ اَحَدُكُمْ قَالَا فِيْ حَدِيْثِهِمَا فَاِنَّهَا لَيْسَتْ نَفْسٌ مَخْلُوْقَةٌ اِلَّا اللّٰهُ خَالِقُهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ الْعَزْلَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سامنے عزل کا تذکرہ کیا گیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص ایسا کیوں کرتا ہے؟

ابن ابوعمر نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا: کوئی شخص ایسا نہ کرے۔

1057- اخرجه البخارى (402/13) كتاب التوحيد' باب: قوله تعالى (هو الله الخلق البارى المصور) حديث (7409) ومسلم (1063/2) كتاب النكاح' باب: حكم العزل' حديث (32-1438) وابو داؤد (658/1) كتاب النكاح' باب: ما جاء فى العزل' حديث (2170) والحميدى (330/2) حديث (747) من طريق مجاهد عن قزعة عن ابى سعيد الخدرى فذكره۔

اس کے بعد دونوں راویوں کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) جس جان نے پیدا ہونا ہے اللہ تعالیٰ اسے پیدا کردے گا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے ایک گروہ نے عزل کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

شرح

عزل کا مفہوم اور اس کا حکم:

مسلسل دوابواب کی تینوں روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ "عزل" ثلاثی مجرد صحیح از باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے مصدر ہے۔ اس کا لغوی معنی جدا ہونا یا الگ ہونا ہے۔ اصطلاحی معنی ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے جماع کرے اور عین خروج منی کے وقت اپنا آلہ تناسل شرمگاہ سے باہر نکال لے تاکہ مادہ منویہ باہر گرنے کی وجہ سے حمل قرار نہ پاسکے۔ آزاد عورت سے اس کی اجازت سے عزل جائز ہے کیونکہ وطی حق زوجہ ہے، جس میں وہ خود تصرف کرسکتی ہے۔ البتہ کنیز سے عزل کرتے وقت اس سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

سوال: عزل کے حوالے سے مختلف روایات ہیں۔ بعض سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، جس طرح حدیث باب میں ہے: **كنا نعزل والقرآن ينزل**: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عزل کیا کرتے تھے جبکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ بعض روایات سے اس کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **لم يفعل ذالك احدكم**، تم میں سے کوئی شخص بھی عزل کو اختیار نہ کرے"۔ ان روایات میں تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟

جواب: اگر عزل سے غرض صحیح پیش نظر ہو تو جواز والی تمام روایات اس پر محمول ہیں۔ اگر عزل سے مقصد صحیح پیش نظر نہ ہو تو عدم جواز والی روایات اس پر محمول ہیں۔

سوال: خاندانی منصوبہ بندی شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: منصوبہ بندی کے عدم جواز کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں:۔ (۱) اس عمل قبیح کو عالمی سطح پر ایک تحریک کی صورت دے دی گئی ہے حالانکہ اس کے جواز کی صورت حالت انفراد سے مخصوص ہے۔ (۲) اس تحریک کی غرض وغایت اور مقصد، فعل قبیح پر مشتمل ہونے کی وجہ سے قابل مذمت اور قابل گرفت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِسْمَةِ لِلْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ

باب 40: کنواری اور ثیبہ (بیوی) کے لیے تقسیم

1058 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِي

قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

آثارِ صحابہ: قَالَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَقُوْلَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّهُ قَالَ السُّنَّةُ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلٰى امْرَاَتِهِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَّاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلٰى امْرَاَتِهِ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَفَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ وَّلَمْ يَرْفَعْهُ بَعْضُهُمْ قَالَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَاَةً بِكْرًا عَلٰى امْرَاَتِهِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا ثُمَّ قَسَمَ بَيْنَهُمَا بَعْدُ بِالْعَدْلِ وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلٰى امْرَاَتِهِ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا وَّهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلٰى امْرَاَتِهِ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا وَّاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا لَيْلَتَيْنِ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اگر میں چاہوں' تو میں یہ کہہ سکتا ہوں' نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے' لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا: یہ بات سنت ہے' جب آدمی کی پہلے سے بیوی موجود ہو' پھر وہ کسی کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کرے' تو اس کنواری لڑکی کے پاس تین دن قیام کرے۔

اس بارے میں سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

محمد بن اسحٰق نے ایوب نامی راوی کے حوالے سے، ابوقلابہ کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

جبکہ بعض محدثین نے اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا'

وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص پہلے سے شادی شدہ ہو' اور پھر کسی کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کر لے' تو اس کے پاس سات دن قیام کرے۔

پھر اس کے بعد دونوں بیویوں کے درمیان مساوی طور پر وقت کی تقسیم کرے۔

لیکن جب کوئی شخص پہلے سے شادی شدہ ہو' اور پھر کسی ثیبہ کے ساتھ شادی کر لے' تو اس کے ساتھ تین دن قیام کرے۔

1058- اخرجه البخاری (224/9) کتاب النکاح' باب اذا تزوج البکر علی الثیب' حدیث (5213) ومسلم (1084/2) کتاب الرضاع' باب قدر ما تستحقه' البکر والثیب من اقامة الزوج عندها' عقب الزفاف' حدیث (1461-44) وابو داؤد (646/1) کتاب النکاح' باب فی المقام عند البکر' حدیث (2124) من طریق خالد الحذاء عن ابی قلابة عن انس بن مالك فذکره۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اسی بات کے قائل ہیں۔

تابعین سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے:

جب کوئی شخص پہلے سے شادی شدہ ہو، پھر وہ کسی کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کرے، تو اس کے ساتھ تین دن رہے گا۔

لیکن اگر وہ بیوہ یا طلاق یافتہ کے ساتھ شادی کرے، تو اس کے ساتھ دو دن رہے گا (اس کے بعد عام معمول کے مطابق دونوں بیویوں کے درمیان وقت تقسیم کرے گا۔)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پہلی رائے درست ہے۔

شرح

باکرہ اور ثیبہ کے لیے باری مقرر کرنا:

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نکاح کے وقت جب کسی شخص کے ہاں ایک یا ایک سے زائد بیویاں موجود ہوں، تو اگر نئی دلہن بیوہ ہو تو شوہر اس کے پاس تین دن اور اگر نئی دلہن کنواری ہو، تو اس کے پاس سات ایام تک رہے گا۔ بعدازاں وہ پرانی ازواج کے پاس جائے گا۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ یہ مخصوص حق ہے یا محض حق ہے؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ شوہر کا نئی دلہن کے پاس تین ایام یا سات دن کا قیام دلہن کا مخصوص حق ہے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شوہر کا نئی دلہن کے پاس تین ایام یا سات دن تک قیام محض حق ہے۔ شوہر نئی دلہن سے فارغ ہو کر دوسری بیویوں کو بھی اس طرح ایام دے گا۔ آپ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے نکاح ہوا تو تین ایام تک ان کے پاس قیام پذیر رہے، پھر فرمایا: لیس بك على اهلك هوان الخ تم اپنے شوہر کو کچھ ناپسند نہیں ہو۔ اگر تم پسند کرتی ہو تو میں سات ایام تک تمہارے ہاں قیام کر سکتا ہوں: فان سبعت لك سبعت لنسائی ۔ (سنن نسائی جلد اوّل ص ۲۸۹) اگر میں تمہارے پاس سات دن تک قیام پذیر رہا تو دوسری ازواج کے پاس بھی سات ایام تک ٹھہروں گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْوِيَةِ بَيْنَ الضَّرَائِرِ

باب 41: سوکنوں کے درمیان برابری کا سلوک کرنا

1059 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِیْ

1059- اخرجه احمد (144/6) وابو داؤد (648/1) كتاب النكاح باب : فی القسم بین النساء حدیث (2134) وابن ماجه (634/1) كتاب النكاح باب: القسمة بين النساء حديث (1971) والنسائی (63/7) كتاب عشرة النساء باب: ميل الرجل الى بعض نسائه دون بعض حديث (3943) والدارمی (144/2) كتاب النكاح باب: القسمة بين النساء من طريق عبد الله بن يزيد عن عائشه

قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَآئِشَةَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهِ فَيَعْدِلُ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ هٰذِهِ قِسْمَتِيْ فِيمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ مُرْسَلًا

حدیث دیگر: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ

وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ لَا تَلُمْنِيْ فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ اِنَّمَا يَعْنِيْ بِهِ الْحُبَّ وَالْمَوَدَّةَ كَذَا فَسَّرَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کے درمیان (وقت کی) تقسیم کی ہوئی تھی' تو آپ اس بارے میں انصاف سے کام لیتے تھے' آپ یہ فرماتے تھے۔

''اے اللہ! یہ وہ تقسیم ہے' جو میری ملکیت میں ہے' تو مجھے اس پر ملامت نہ کرنا' جس کا تو مالک ہے' جس کا میں مالک نہیں ہوں''۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایت اسی طرح ہے جسے کئی راویوں نے حماد بن سلمہ کے حوالے سے، ایوب کے حوالے سے، ابوقلابہ کے حوالے سے، عبداللہ بن یزید کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ تقسیم کیا کرتے تھے۔

حماد بن زید اور دیگر راویوں نے' ایوب کے حوالے سے، ابوقلابہ کے حوالے سے اسے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ تقسیم کیا کرتے تھے۔

یہ روایت حماد بن سلمہ سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ''تو مجھے اس چیز کے بارے میں ملامت نہ کرنا جس کا تو مالک ہے' اور میں مالک نہیں ہوں''۔ اس سے مراد محبت اور پیار ہے۔

بعض اہل علم نے اسی طرح اس کی وضاحت کی ہے۔

1060 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَاَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ

1060- اخرجه احمد (295/2) وابو داؤد (648/1) كتاب النكاح' باب: في القسم بين النساء' حديث (2133) وابن ماجه (633/1) كتاب النكاح' باب القسمة بين النساء' حديث (1969) والنسائي (63/7) كتاب عشرة النساء' باب: ميل الرجل الى بعض نسائه دون بعض' حديث (3942) والدارمي (143/2) كتاب النكاح' باب العدل بين النساء' من طريق بشير بن نهيك عن ابي هريرة به-

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا اَسْنَدَ هٰذَا الْحَدِيْثَ هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ قَتَادَةَ وَرَوَاهُ هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ يُقَالُ وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هَمَّامٍ وَّهَمَّامٌ ثِقَةٌ حَافِظٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں کے درمیان انصاف سے کام نہ لے تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا' تو اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔

ہمام بن یحییٰ نے قتادہ کے حوالے سے اس روایت کی سند بیان کی ہے۔

ہشام دستوائی نے اس روایت کو قتادہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ایک قول کے مطابق ہم اس روایت کو ''مرفوع'' ہونے کے طور پر صرف ہمام سے منقول حدیث کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

شوہر کی طرف سے سوکنوں کے مابین حقوق مساوات:

لفظ ''ضرائر'' ضرۃ کی جمع ہے۔ضرۃ سے مراد سوکن ہے۔شوہر کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اور ان بیویوں کے باہم رشتہ کو ''سوکن'' کا نام دیا گیا۔شوہر پر واجب ہے کہ اپنی تمام ازواج یا تمام سوکنوں کے مابین معاملات اختیاری میں عدل و انصاف اور مساوات کو پیش نظر رکھے۔البتہ معاملات غیر اختیاری یعنی محبت ومودت وغیرہ میں مساوات واجب نہیں ہے' کیونکہ ان امور میں شوہر مجبور محض ہوتا ہے۔اس سلسلہ میں یہ مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض کناں ہوا کرتے تھے: اے اللہ! جو امور میرے اختیار میں ہیں ان میں تو میں مساوات کرتا ہوں لیکن جو بات میری طاقت میں نہیں ہے بلکہ تیری طاقت میں ہے تو اس بارے میں میرا مؤاخذہ نہ کرنا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الزَّوْجَيْنِ الْمُشْرِكَيْنِ يُسْلِمُ اَحَدُهُمَا

باب 42: جب مشرک میاں' بیوی میں سے کوئی ایک اسلام قبول کر لے

1061 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ ابْنَتَهٗ زَيْنَبَ عَلٰى اَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ بِمَهْرٍ جَدِيْدٍ وَّنِكَاحٍ جَدِيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ فِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ وَّفِي الْحَدِيْثِ الْاٰخَرِ اَيْضًا مَقَالٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا اَسْلَمَتْ قَبْلَ زَوْجِهَا ثُمَّ اَسْلَمَ

1061- اخرجه احمد (207/2) وابن ماجه (647/1) كتاب النكاح' باب الزوجين يسلم احدهما قبل الآخر' حديث (2010) من طريق عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبد الله بن عمرو بن العاص فذكره-

زَوْجُهَا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ اَنَّ زَوْجَهَا اَحَقُّ بِهَا مَا كَانَتْ فِي الْعِدَّةِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالْاَوْزَاعِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحب زادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو نئے مہر اور نئے نکاح کے ہمراہ ان کے (سابقہ شوہر) ابوالعاص بن ربیع کو واپس کر دیا تھا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) اس حدیث کی سند میں کچھ کلام ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جب کوئی عورت اپنے شوہر سے پہلے اسلام قبول کر لے اور اس عورت کی عدت کے دوران اس کا شوہر بھی اسلام قبول کر لے تو جب تک وہ عورت عدت گزار رہی ہے اس کا شوہر اس کا زیادہ حقدار ہوگا۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1062 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلٰى اَبِى الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ بَعْدَ سِتِّ سِنِيْنَ بِالنِّكَاحِ الْاَوَّلِ وَلَمْ يُحْدِثْ نِكَاحًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ بِاِسْنَادِهِ بَاْسٌ وَّلٰكِنْ لَّا نَعْرِفُ وَجْهَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَعَلَّهُ قَدْ جَآءَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحب زادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو (ان کے سابقہ شوہر) ابوالعاص بن ربیع کو واپس کر دیا تھا حالانکہ ان کے سابقہ نکاح کو چھ سال گزر چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کا دوبارہ نکاح نہیں پڑھوایا تھا۔

اس حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ہمیں اس حدیث کے متن کا علم نہیں ہے ہوسکتا ہے: اس میں داؤد بن حصین کے حافظے میں کوئی غلطی ہوئی ہو۔

1063 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا جَآءَ مُسْلِمًا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَآءَتِ امْرَاَتُهٗ مُسْلِمَةً فَقَالَ

1062- اخرجه احمد (351،261،217/1) وابو داؤد (680/1) كتاب الطلاق، باب: الى متى ترد عليه امراته اذا اسلم بعدها؟ حديث (2240) وابن ماجه (647/1) كتاب النكاح، باب: الزوجين يسلم احدهما قبل الاخر، حديث رقم (2009) من طريق عكرمة عن ابن عباس به-

1063- اخرجه احمد (323،232/1) وابو داؤد (679/1) كتاب الطلاق، باب: اذا اسلم احد الزوجين، حديث (2238) واخرجه ابن ماجه (647/1) كتاب النكاح، باب: الزوجين يسلم احدهما قبل الاخر، حديث (2008) من طريق سماك بن حرب عن عكرمة عن ابن عباس به-

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّھَا کَانَتْ اَسْلَمَتْ مَعِی فَرُدَّھَا عَلَیَّ فَرَدَّھَا عَلَیْہِ

حکم حدیث: ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ سَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ حُمَیْدٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ یَزِیْدَ بْنَ ھَارُوْنَ یَذْکُرُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ وَحَدِیْثُ الْحَجَّاجِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ

حدیث دیگر: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَدَّ ابْنَتَہٗ زَیْنَبَ عَلٰی اَبِی الْعَاصِ بِمَھْرٍ جَدِیْدٍ وَّنِکَاحٍ جَدِیْدٍ

قَالَ یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اَجْوَدُ اِسْنَادًا

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی حَدِیْثِ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں ایک شخص مسلمان ہو کر آیا پھر اس کی عورت بھی مسلمان ہو کر آ گئی اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اس نے میرے ہمراہ اسلام قبول کیا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو اس شخص کو واپس کر دیا (یعنی اس کے نکاح میں رہنے دیا)

یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

میں نے عبد بن حمید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے یزید بن ہارون کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' انہوں نے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

حجاج نے عمرو بن شعیب کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، ان کے دادا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو (ان کے سابقہ شوہر) ابوالعاص بن ربیع کو نئے مہر اور نئے نکاح کے ہمراہ واپس کر دیا تھا۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایت سند کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے' تاہم عمل عمرو بن شعیب سے منقول روایت پر کیا جائے گا۔

شرح

غیر مسلم زوجین میں سے ایک کے مسلمان ہونے پر دوسرے کے ایمان کا مسئلہ:

زوجین میں سے ایک کے مسلمان ہونے پر دونوں میں تفریق ہو جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ جمہور آئمہ کا مؤقف ہے کہ زوجین میں سے ایک نے دارالاسلام میں اسلام قبول کر لیا یا دارالحرب میں تو ان کے مابین تین حیض تک نکاح باقی رہے گا۔ تیسرا حیض مکمل ہونے تک دوسرا بھی مسلمان ہو گیا تو فبہا ورنہ دونوں کے درمیان تفریق ہو جائے گی۔ الغرض آئمہ ثلاثہ کے نزدیک تفریق کا مدار عدت ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین امور سے نکاح ختم ہو جاتا ہے: (۱) تباین دارین (۲) اباء عن الاسلام (۳) عدت (تین حیض)۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ زوجین میں سے ایک دارالحرب میں مسلمان ہوا پھر بعد ازاں وہاں سے عازم ہجرت ہو کر دارالاسلام میں پہنچ گیا تو تباین دارین کے باعث نکاح باقی نہیں رہے گا۔ اگر زوجین میں سے مسلمان ہونے والا دارالحرب میں قیام پذیر رہا اور وہ دارالاسلام میں نہ پہنچا تو تین حیض مکمل ہونے تک نکاح برقرار رہے گا پھر ختم ہو جائے گا۔

فائدہ: دنیا بھی کے اسلامی ممالک میں بھی آسمانی یا اسلامی قانون کی بجائے وضعی قانون نافذ ہے یعنی لوگوں کا اپنا تیار کردہ دستور نافذ العمل ہے۔ لہٰذا تمام ممالک میں یہی قانون ہے کہ کسی بھی ملک میں غیر مسلم زوجین میں سے ایک کے مسلمان ہونے پر تین حیض مکمل ہونے سے نکاح ختم ہو جائے گا۔ یہودی یا عیسائی زوجین میں سے عورت اسلام قبول کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ مسلمان خاتون کا کسی یہودی یا عیسائی کے نکاح میں رہنا جائز نہیں ہے۔ اگر شوہر مسلمان ہو جائے تو نکاح باقی رہے گا کیونکہ یہودی یا عیسائی عورت کا مسلمان کے نکاح میں رہنا جائز ہے۔

سوال: حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ہاں چھ سال بعد واپس کر دیا تھا جبکہ بعض روایات میں چار سال اور بعض میں دو سال کا ذکر ہے تو اس طرح روایات میں تعارض ہوا، ان میں تطبیق کی صورت کیا ہے؟

جواب: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں چھ سال کے عرصہ سے مراد ہجرت کے بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام تک کا زمانہ ہے، چار سال سے مراد غزوہ بدر سے لے کر ان کے قبول اسلام تک کا دور ہے اور دو سال سے مراد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی دوسری گرفتاری سے لے کر ان کے قبول اسلام تک کا زمانہ ہے۔

سوال: حدیث باب میں حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جدید نکاح اور جدید مہر کے ساتھ واپس کیا تھا جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو قدیم نکاح اور قدیم مہر کے ساتھ واپس کیا گیا تھا، اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: احادیث باب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت پر فوقیت حاصل ہے' کیونکہ ان کی روایت قوی ہے' جبکہ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت ضعیف ہے۔

سوال: ایک سال کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح قدیم کے ساتھ واپس لوٹانا کیسے ممکن ہے' جبکہ اس وقت تک عدت بھی مکمل ہو چکی ہو گی، علیحدگی کے بعد نکاح قدیم اور مہر قدیم کے ساتھ واپس کرنے کا مفہوم ذہن میں نہیں آتا؟

جواب: یہ اعتراض آئمہ ثلاثہ کے مؤقف پر ہوتا ہے' جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے محض قبول اسلام سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ آپ کے نزدیک احد الزوجین کے اباء عن الاسلام کے سبب تفریق واقع ہو گی بلکہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ عرض اسلام کے باعث ۶ھ میں مسلمان ہو گئے تھے، اس طرح فسخ نکاح کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ الْمَرْاَةَ فَيَمُوْتُ عَنْهَا قَبْلَ اَنْ يَّفْرِضَ لَهَا

باب 43: جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرے اور اس کے لیے مہر مقرر کرنے سے پہلے فوت ہو جائے

1064 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ

اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

متن حدیث: اَنَّـهُ سُـئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً وَّلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا وَّلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَّهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِهَا لَا وَكْسَ وَلَا شَطَطَ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الْمِيْرَاثُ فَقَامَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الْاَشْجَعِيُّ فَقَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ امْرَاَةٍ مِّنَّا مِثْلَ الَّذِیْ قَضَيْتَ فَفَرِحَ بِهَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنِ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِیَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَبِهٖ يَقُوْلُ الثَّوْرِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَّزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ وَّابْنُ عُمَرَ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا حَتّٰى مَاتَ قَالُوْا لَهَا الْمِيْرَاثُ وَلَا صَدَاقَ لَهَا وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ قَالَ لَوْ ثَبَتَ حَدِيْثُ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ لَّكَانَتِ الْحُجَّةُ فِيْمَا رُوِیَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوِیَ عَنِ الشَّافِعِيِّ اَنَّهٗ رَجَعَ بِمِصْرَ بَعْدُ عَنْ هٰذَا الْقَوْلِ وَقَالَ بِحَدِيْثِ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے ان سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو کسی عورت کے ساتھ شادی کر لے اور اس کے لیے مہر مقرر نہ کرے اس کے ساتھ صحبت نہ کرے یہاں تک کہ اس شخص کا انتقال ہو جائے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس عورت کو اس جیسی خواتین کی مانند مہر ملے گا اس میں کوئی کمی و بیشی نہیں ہوگی وہ عورت عدت بسر کرے گی اور اسے وراثت میں حصہ ملے گا تو حضرت معقل بن سنان کھڑے ہوئے اور بولے: نبی اکرم ﷺ نے بروع بنت واشق جو ہمارے قبیلے کی ایک خاتون تھیں ان کے بارے میں یہی فیصلہ دیا تھا جو آپ نے دیا ہے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات پر بہت خوش ہوئے۔

اس بارے میں حضرت جراح سے روایت منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1064- اخرجه ابو داؤد (643/1) كتاب النكاح باب: فيمن تزوج ولم يسم صداقاً حتى مات حديث (2114) والنسائي (121/6) كتاب النكاح باب: اباحة التزوج بغير صداقه حديث (3355) من طريق سفيان بن منصور عن ابراهيم علقمة عن ابن مسعود فذكره۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری' امام احمد اور امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

نبی اکرم کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم' جن میں حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں: جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرے اور اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت بھی نہ کی ہو' اور اس کا مہر بھی مقرر نہ کیا ہو' اور پھر اس شخص کا انتقال ہو جائے' تو یہ حضرات فرماتے ہیں اس صورت میں' اس عورت کو وراثت میں حصہ ملے گا' البتہ اسے مہر نہیں ملے گا اور اس عورت پر عدت گزارنا لازم ہوگا۔

امام شافعی بھی اس بات کے قائل ہیں' وہ فرماتے ہیں: اگر سیّدہ بروع بنت واشق رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ثابت بھی ہو جائے' تو اس بارے میں حجت وہ چیز ہوگی جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

امام شافعی کے بارے میں یہ روایت بھی منقول ہے' انہوں نے مصر میں اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا اور سیّدہ بروع بنت واشق رضی اللہ عنہا سے متعلق حدیث کے مطابق فتویٰ دے دیا تھا۔

شرح

نکاح کے بعد اور مہر مقرر کرنے سے قبل شوہر کے فوت ہو جانے کا مسئلہ:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ نکاح کے بعد جس طرح جماع سے نکاح مؤکد ہوتا ہے اسی طرح زوجین میں سے کسی ایک کی وفات سے بھی مؤکد ہو جاتا ہے۔ اگر رخصتی سے قبل بیوی کا انتقال ہو جائے تو شوہر کو اس کی میراث سے حصہ ملے گا۔ اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو بیوہ کو شوہر کی میراث سے حصہ ملے گا اور عدت گزارنا بھی واجب ہوگی۔ کیا بیوہ کو پورا مہر ملے گا یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ صحابہ میں حضرت علی' حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کا مؤقف ہے کہ بیوہ کو مہر نہیں ملے گا کیونکہ شوہر نے اس سے وطی نہیں کی تھی۔ جمہور فقہاء کا فیصلہ ہے کہ اگر شوہر کے انتقال سے قبل مہر مقرر تھا تو بیوہ کو پورا مہر ملے گا۔ اگر مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو مہر مثل ملے گا۔ انہوں نے حضرت بروع بنت واشق رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ رخصتی سے قبل ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پورا مہر ادا کرنے کا فیصلہ دیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الرَّضَاعِ

رضاعت (کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ يُحَرَّمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يُحَرَّمُ مِنَ النَّسَبِ

باب 1- رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جونسب کے ذریعے ثابت ہوتی ہے

رضاعت کے احکام ومسائل

عملی فائدہ: نکاح کی بحث چل رہی تھی کہ اس کے ضمن میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ ''کتاب الرضاع'' لے آئے ہیں جس کے ذیل میں چھ ابواب لائے ہیں۔ اس کے بعد پھر نکاح کی بحث شروع کردی۔ اسی طرح وہ جامع الترمذی کی ''کتاب البیوع'' کی بحث کے وسط میں ''کتاب الاحکام'' لائے اور اس کے بعد دوبارہ ''کتاب البیوع'' کی بحث شروع فرمادی۔ صرف ان دو مقامات پر انہوں نے ایسا کیا ہے۔

1065 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاُمِّ حَبِيْبَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے رضاعت کے ذریعے ان (تمام رشتوں کو) حرام قرار دیا ہے جنہیں نسب کے حوالے سے حرام قرار دیا ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1066 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ

1065- اخرجه احمد (131/1) من طريق علي بن زيد عن سعيد بن المسيب عن علي بن ابي طالب فذكره-

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ الْوِلَادَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ اخْتِلَافًا

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے رضاعت کے ذریعے (ان رشتوں کو) حرام قرار دیا ہے جنہیں ولادت (یعنی نسب) کے ذریعے حرام قرار دیا ہے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث بھی صحیح ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے عام اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے ہمارے علم کے مطابق ان حضرات کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

شرح

حرمت رضاعت:

باب کے ذیل میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو احادیث مبارکہ تخریج فرمائی ہیں۔ جن میں ایک قاعدہ کی شکل میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ جس طرح نسب کے سبب رشتے حرام ہو جاتے ہیں اسی طرح رضاعت سے بھی حرام قرار پاتے ہیں۔

سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث باب اپنے اطلاق کے سبب عام کے درجہ میں ہے لیکن کثیر تعداد میں مسائل رضاعت اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں جن کی تصریح فقہاءِ اسلام نے مطولات میں فرمائی ہے؟

جواب: رضاعت کی استثنائی صورتیں درحقیقت رضاعت میں شامل ہی نہیں تھیں محض صورتاً ان کا شمول تھا۔ شمول صوری کے سبب مستثنیٰ منفصل سے ان کا استثناء کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر رضاعی برادر کا نسبی بہن سے نکاح جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رضاعی بھائی کا حقیقی بہن سے نہ رضاعی تعلق ہے اور نہ نسبی۔ گویا مسئلہ کی یہ صورت حدیث باب میں شامل ہی نہیں تھی۔ یہی نوعیت دیگر استثنائی مسائل کی ہے۔

1066- اخرجه مالك في الموطا (607/2) كتاب الرضاع باب: جامع ما جاء في الرضاعة حديث (15) واحمد (44/6، 51، 66، 72) وابو داؤد (626/1) كتاب النكاح باب يحرم من الرضاعة من يحرم من النسب حديث (2055) والنسائي (98/6، 99) كتاب النكاح باب: ما يحرم من الرضاع حديث (3300) والدارمي (156/2) كتاب النكاح باب: ما يحرم من الرضاع من طريق سليمان بن يسار عن عروة بن الزبير عن عائشة به واخرجه البخاري (43/9) كتاب النكاح باب: (وامهتكم التي ارضعنكم) النساء 23 ويحرم من الرضاعة من يحرم من النسب حديث (5099) ومسلم (1068/2) كتاب الرضاع باب: يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة حديث (1-1444) من طريق عبد الله بن ابي بكر عن عمرة عن عائشة بنحوه به۔

بَابُ مَا جَآءَ فِى لَبَنِ الْفَحْلِ

باب 2- دودھ کی مرد کی طرف نسبت

1067 سندِحدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: جَآءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَاْذِنُ عَلَيَّ فَاَبَيْتُ اَنْ اٰذَنَ لَهُ حَتّٰى اَسْتَاْمِرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ فَاِنَّهُ عَمُّكِ قَالَتْ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِي الْمَرْاَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَ فَاِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ كَرِهُوا لَبَنَ الْفَحْلِ وَالْاَصْلُ فِيْ هٰذَا حَدِيْثُ عَآئِشَةَ وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ لَبَنِ الْفَحْلِ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے رضاعی چچا آئے اور میرے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی' تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا جب تک نبی اکرم ﷺ سے اجازت نہ لوں (جب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا) تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے پاس آ سکتا ہے' کیونکہ وہ تمہارا چچا ہے' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: مجھے عورت نے دودھ پلایا تھا' مرد نے دودھ نہیں پلایا تھا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے چچا ہے' تمہارے ہاں آ سکتا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک مرد رضاعی رشتے دار کے سامنے آنا مکروہ ہے۔

اس بارے میں اصل سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ہے' بعض اہلِ علم نے رضاعی باپ کے بارے میں رخصت دی ہے۔ پہلی رائے زیادہ درست ہے۔

1068 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وحَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ

1067- اخرجه البخاری (249/9) كتاب النكاح' باب: ما يحل من الدخول والنظر الى النساء فی الرضاع' حديث (2539) ومسلم (1070/2) كتاب الرضاع' باب: تحريم الرضاعة من ماء الفحل' حديث (7-1445) واخرجه مالك فی الموطا (601/2) كتاب الرضاع' باب: رضاعة الصغير' حديث (2) واحمد (33/6) والحميدی (113/1) حديث (229) وابو داؤد (627/1) كتاب النكاح' باب: فی لبن الفحل' حديث (2057) وابن ماجه (627/1) كتاب النكاح' باب: لبن الفحل' حديث (1949) والنسائی (103/6) كتاب النكاح' باب: لبن الفحل' حديث (3315) والدارمی (156/2) كتاب النكاح: باب ما يحرم الرضاع' من طريق عروة عن عائشه به۔

شِهَابٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

آثارِ صحابہ: اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ لَهُ جَارِيَتَانِ اَرْضَعَتْ اِحْدَاهُمَا جَارِيَةً وَّالْاُخْرٰى غُلَامًا اَيَحِلُّ لِلْغُلَامِ اَنْ يَّتَزَوَّجَ بِالْجَارِيَةِ فَقَالَ لَا اللِّقَاحُ وَاحِدٌ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا تَفْسِيْرُ لَبَنِ الْفَحْلِ وَهٰذَا الْاَصْلُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے ان سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جس کی دو کنیزیں ہوں ان میں سے ایک کنیز ایک لڑکی کو دودھ پلا دے اور دوسری کنیز ایک لڑکے کو دودھ پلا دے تو کیا اس لڑکے کی اس لڑکی کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے تو انہوں نے فرمایا: نہیں! کیونکہ دودھ کا سبب ایک ہی شخص ہے۔

لبن الفحل کی یہ ہی وضاحت ہے۔ اس بارے یہی بات اصل ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

مرد کی طرف رضاعت کی نسبت کرنا:

حدیث باب میں "لبن الفحل" ایک اصطلاح ہے جس سے ایسی رضاعت مراد ہے جو باپ کی جانب سے ثابت ہوتی ہو مثلاً رضاعی چچا رضاعی دادا اور رضاعی پھوپھی وغیرہ، یہ جمہور فقہاء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ انہوں نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے: (۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: فلیلج علیک فانہ عمک، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کو ان کے سامنے آنے کی اجازت عنایت فرمائی تھی۔ (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ایک شخص کی دو کنیزیں تھیں، ان میں سے ایک نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا جبکہ دوسری نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا اس لڑکی اور لڑکے کا باہم نکاح درست ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا: دونوں کے درمیان نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ ان دونوں کے درمیان رضاعت کا رشتہ قائم ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ

باب 3- ایک یا دو گھونٹ حرمت ثابت نہیں کرتے

1069 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ

1069- اخرجه احمد (6/31'95'216) ومسلم (2/1073'1074) كتاب الرضاع : باب: فی المصة والمصتان حديث (17-1450) وابو داؤد (1)629) كتاب النكاح باب: هل يحرم ما دون خمس رضعات حديث (2063) وابن ماجه (1)624) كتاب النكاح باب: لا تحرم المصة والا المصتان حديث (1941) والنسائی (6/101) كتاب النكاح باب القدر الذی يحرم من الرضاعة حديث (3309) من طريق عبد الله بن ابی مليكة عن عبد الله بن الزبير عن عائشه به

اَيُّوْبَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَابْنِ الزُّبَيْرِ

وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ

وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ فِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ دِيْنَارٍ الْبَصْرِيُّ عَنِ الزُّبَيْرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّالصَّحِيْحُ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ حَدِيْثُ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا فَقَالَ الصَّحِيْحُ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ وَحَدِيْثُ مُحَمَّدِ بْنِ دِيْنَارٍ وَّزَادَ فِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ وَاِنَّمَا هُوَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: ایک یا دو گھونٹ حرمت ثابت نہیں کرتے۔

اس بارے میں سیّدہ اُم فضل رضی اللہ عنہا ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ' حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے احادیث منقول ہیں۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: ایک گھونٹ یا دو گھونٹ حرمت ثابت نہیں کرتے۔

محمد بن دینار نے ہشام بن عروہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے (اس کی مانند نقل کیا ہے)

محمد بن دینار نامی راوی نے' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول حدیث میں اضافہ نقل کیا ہے' تاہم یہ محفوظ نہیں ہے۔

محدثین کے نزدیک مستند روایت وہ ہے' جو ابن ابی ملیکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
میں نے امام بخاری سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا: انہوں نے فرمایا: ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ درست ہے۔
محمد بن دینار نے اپنی روایت میں یہ بات اضافی نقل کی ہے' یہ روایت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ یعنی ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے۔
بعض اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

1070 آثارِ صحابہ: وَقَالَتْ عَآئِشَةُ اُنْزِلَ فِي الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَنُسِخَ مِنْ ذٰلِكَ خَمْسٌ وَّصَارَ اِلٰى خَمْسِ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ بِهٰذَا

مذاہبِ فقہاء: وَبِهٰذَا كَانَتْ عَآئِشَةُ تُفْتِيْ وَبَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ اَحْمَدُ بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ وَقَالَ اِنْ ذَهَبَ ذَاهِبٌ اِلٰى قَوْلِ عَآئِشَةَ فِيْ خَمْسِ رَضَعَاتٍ فَهُوَ مَذْهَبٌ قَوِيٌّ وَّجَبُنَ عَنْهُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْهِ شَيْئًا وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يُحَرِّمُ قَلِيْلُ الرَّضَاعِ وَكَثِيْرُهُ اِذَا وَصَلَ اِلَى الْجَوْفِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالْاَوْزَاعِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَوَكِيْعٍ وَّاَهْلِ الْكُوْفَةِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ وَيُكْنٰى اَبَا مُحَمَّدٍ وَّكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ قَدِ اسْتَقْضَاهُ عَلَى الطَّآئِفِ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ اَدْرَكْتُ ثَلَاثِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قرآن میں پہلے یہ حکم نازل ہوا کہ دس مرتبہ دودھ چوسنے سے (حرمت ثابت ہوتی ہے) پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور پانچ متعین مرتبہ دودھ چوسنے کا حکم باقی رہ گیا' جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا' تو یہی حکم تھا۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نبی اکرم ﷺ کی بعض ازدواج نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے: ایک یا دو گھونٹ حرمت ثابت نہیں کرتے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کو اختیار کر لے کہ پانچ مرتب دودھ چوسنے سے حرمت ثابت ہوتی ہے' تو یہ بھی مستند مذہب ہے' تاہم امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں خود کوئی رائے دینے سے احتراز کیا ہے۔
نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: رضاعت تھوڑی ہو یا

زیادہ ہو وہ حرمت کو ثابت کر دیتی ہے جبکہ دودھ پیٹ تک پہنچ جائے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، وکیع رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

عبداللہ بن ابوملیکہ نامی راوی عبداللہ بن عبیداللہ بن ابوملیکہ ہیں اور ان کی کنیت "ابومحمد" ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے انہیں طائف کا قاضی مقرر کیا تھا۔ ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے بات نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے تیس صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔

شرح

مقدار رضاعت میں مذاہب آئمہ:

کتنی مقدار سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قلیل وکثیر مقدار سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ انہوں نے یوں استدلال کیا ہے: (۱) ارشاد ربانی ہے: وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ (النساء:۲۳) (تمہاری مائیں وہ عورتیں ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا) اس آیت میں مقدار دودھ کی قلت وکثرت کا اعتبار کیے بغیر ان کی حرمت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں خبر واحد کے سبب کتاب اللہ پر زیادتی بھی جائز نہیں ہے۔ (۲) یہ مشہور روایت ہے: یحرم من الرضاع مایحرم من النسب (جامع المسانید ج۲ص ۹۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح کسی چیز کی حرمت نسب سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح رضاعت سے ثابت ہوتی ہے۔ اس روایت میں قلیل وکثیر کی مقدار کا اعتبار کیے بغیر رضاعت کو سبب حرمت قرار دیا گیا ہے۔ (۳) حدیث باب میں ہے کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک سیاہ فام عورت نے انہیں یوں کہا: میں نے تجھے اور تیری زوجہ کو دودھ پلایا تھا۔ انہوں نے یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زوجین کے مابین تفریق کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدار کی معلومات حاصل کیے بغیر تفریق کا فیصلہ دے دیا جس کا مطلب یہ تھا قلیل وکثیر مقدار سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اور اہل ظواہر کے نزدیک کم از کم تین رضعات سے حرمت ثابت ہوگی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال سے کیا ہے: لاتحرم المصة ولا المصتان، یعنی ایک دو گھونٹ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، جواب: یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منسوخ ہے۔ علاوہ ازیں یہ استدلال بطور مفہوم مخالف ہے جو ہمارے ہاں معتبر نہیں ہے۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ کم از کم پانچ رضعات سے حرمت ثابت ہوگی۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں قرآن کریم میں عشر رضعات کا ذکر تھا بعد ازاں اسے منسوخ کر کے خمس رضعات کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک یہی حکم باقی رہا تھا۔

جواب: (۱) بعد میں خمس رضعات کے الفاظ بھی منسوخ ہو گئے تھے۔ (۲) حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق یہ روایت حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا تفرد تھا۔ (۳) ممکن ہے کہ پردہ نشین ہونے کی وجہ سے آخری تبدیلی یا تنسیخ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو علم نہ ہوسکا ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شَهَادَةِ الْمَرْاَةِ الْوَاحِدَةِ فِي الرَّضَاعِ

باب 4- رضاعت کے بارے میں ایک عورت کی گواہی

1071 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ وَسَمِعْتُهُ مِنْ عُقْبَةَ وَلٰكِنِّيْ لِحَدِيْثِ عُبَيْدٍ اَحْفَظُ قَالَ

متنِ حدیث: تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فَجَآءَتْنَا امْرَاَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ اَرْضَعْتُكُمَا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ تَزَوَّجْتُ فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانٍ فَجَآءَتْنَا امْرَاَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ اَرْضَعْتُكُمَا وَهِيَ كَاذِبَةٌ قَالَ فَاَعْرَضَ عَنِّيْ قَالَ فَاَتَيْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ فَاَعْرَضَ عَنِّيْ بِوَجْهِهٖ فَقُلْتُ اِنَّهَا كَاذِبَةٌ قَالَ وَكَيْفَ بِهَا وَقَدْ زَعَمَتْ اَنَّهَا قَدْ اَرْضَعَتْكُمَا دَعْهَا عَنْكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ دَعْهَا عَنْكَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَجَازُوْا شَهَادَةَ الْمَرْاَةِ الْوَاحِدَةِ فِي الرَّضَاعِ

آثارِ صحابہ: وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَجُوْزُ شَهَادَةُ امْرَاَةٍ وَّاحِدَةٍ فِي الرَّضَاعِ وَيُؤْخَذُ يَمِيْنُهَا وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ الْوَاحِدَةِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَكْثَرَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ سَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ امْرَاَةٍ وَّاحِدَةٍ فِي الْحُكْمِ وَيُفَارِقُهَا فِي الْوَرَعِ

◄► حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک خاتون کے ساتھ شادی کی' پھر ایک سیاہ فام عورت آئی اور اس نے یہ بتایا: میں نے تم دونوں (میاں بیوی) کو دودھ پلایا ہوا ہے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا' میں نے فلاں بنت فلاں کے ساتھ شادی کی' پھر ایک سیاہ فام عورت آئی اور اس نے یہ بتایا: میں نے تم

1071- اخرجه احمد (7/4, 383) والبخاری (297/5) كتاب الشهادات' باب: اذا شهد شاهد او شهود بشيء' وقال اخرون' ما علمنا بذلك يحكم بقول من شهد، حديث (2640) وابو داؤد (330/2) كتاب الاقضية: باب: الشهادة في الرضاع' حديث (3604) والنسائی (109/6) كتاب النكاح' باب: الشهادة في الرضاع' حديث (3330) من طريق عبد الله بن ابي مليكة عن عبيد الله بن ابي مريم عن عقبة بن الحارث فذكره۔

دونوں (میاں بیوی کو) دودھ پلایا ہے وہ جھوٹ کہتی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا میں دوسری سمت سے آپ کے سامنے آیا میں نے عرض کی: وہ جھوٹ کہتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب کیا ہو سکتا ہے' جبکہ اس نے یہ بات بیان کر دی ہے: اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تم اس عورت کو اپنے سے الگ کر دو۔

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

دیگر راویوں نے اس روایت کو ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے' حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' انہوں نے اس کی سند میں عبید بن ابومریم کا تذکرہ نہیں کیا' اور انہوں نے اس میں یہ الفاظ نقل نہیں کیے: ''تم اس عورت کو اپنے سے الگ کر دو''۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا' انہوں نے رضاعت کے بارے میں ایک خاتون کی گواہی کو درست قرار دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' رضاعت کے بارے میں ایک عورت کی گواہی درست ہے' اس سے قسم لی جائے گی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہل علم کی یہ رائے ہے: رضاعت کے بارے میں ایک عورت کی گواہی درست نہیں ہے' جب تک وہ (گواہی دینے والی خواتین) زیادہ نہیں ہوتیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

جارود ابن معاذ بیان کرتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: رضاعت کے بارے میں ایک عورت کی گواہی درست نہیں ہے' حکم یہی ہے' تاہم ایسے مرد کو ایسی عورت سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے' تقویٰ کا تقاضا یہی ہے۔

شرح

ثبوت رضاعت کے لیے ایک عورت کی گواہی میں مذاہب آئمہ:

کیا ثبوت رضاعت کے لیے ایک عورت کو گواہی معتبر ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ ثبوت رضاعت کی گواہی کے لیے ایک عورت کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف میں قدرے تفصیل ہے کہ ثبوت رضاعت کی گواہی کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔ فقط عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: **فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان** (اگر بطور گواہ دو مرد نہ ہوں' تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔) اس نص کی گواہی میں رضاعت کی گواہی بھی شامل ہے۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے ثبوت رضاعت کے لیے فقط ایک عورت کی گواہی بھی قابل قبول ہے۔ انہوں نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

عورت کی گواہی کی بناء پر زوجین میں تفریق کا حکم دیا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

جمہور فقہاء کرام کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صادر شدہ فیصلہ فتویٰ نہیں تھا بلکہ تقویٰ اور احتیاط تھی جس کے نتیجہ میں جدائی ہوئی۔ (۲) کسی امام کے نزدیک بھی فقط عورت کی گواہی معتبر نہیں تھی۔ کھانا فراہم نہ کرنے کے باعث عورت نے انتقامی کارروائی کی بناء پر گواہی پیش کی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا ذُكِرَ اَنَّ الرَّضَاعَةَ لَا تُحَرِّمُ اِلَّا فِي الصِّغَرِ دُوْنَ الْحَوْلَيْنِ

باب 5- رضاعت کی حرمت کم سنی میں ثابت ہوتی ہے، جبکہ عمر دو سال سے کم ہو

1072 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الرَّضَاعَةَ لَا تُحَرِّمُ اِلَّا مَا كَانَ دُوْنَ الْحَوْلَيْنِ وَمَا كَانَ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ الْكَامِلَيْنِ فَاِنَّهُ لَا يُحَرِّمُ شَيْئًا

توضیح راوی: وَفَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَهِيَ امْرَاَةُ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: صرف وہی رضاعت حرمت کو ثابت کرتی ہے، جس میں دودھ آنتوں تک پہنچ جائے اور یہ دودھ چھڑانے کی عمر سے پہلے ہو۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے، یعنی وہی رضاعت حرمت ثابت کرتی ہے، جو بچے کی دو سال کی عمر سے پہلے ہو جو مکمل دو سال کی عمر کے بعد ہو، وہ کسی حرمت کو ثابت نہیں کرتی۔

سیّدہ فاطمہ بنت منذر بن زبیر یہ ہشام بن عروہ کی اہلیہ ہیں۔

شرح

مدت رضاعت میں مذاہب آئمہ:

اس مسئلہ میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ مدت رضاعت میں بچہ دودھ پیے گا، تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ مدت رضاعت کتنی ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت اڑھائی سال ہے۔ حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک تین سال ہے۔ آئمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک مدت رضاعت دو سال ہے۔ احناف کے نزدیک یہاں فتویٰ رضاعت کے مسئلہ میں دو سال پر ہے، جبکہ حرمت رضاعت اڑھائی سال سے ثابت ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دو سال کے بعد بچے کو دودھ پلانا ممنوع وحرام ہے۔ اگر کسی بچے نے اڑھائی سال سے قبل دودھ نوش کر لیا تو احتیاط کی بنا پر حرمت رضامت کا قانون نافذ ہو جائے گا۔

آئمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے: وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (النساء:۲۳۳) مائیں وہ ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو مکمل دو سال دودھ پلایا"، اس ارشاد میں "حولین کاملین" میں صراحت ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لارضاع الا ما كان فى الحولين (دارقطنی، جلد رابع ص ۱۷۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رضاعت کی مدت صرف دو سال ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف اڑھائی سال کی مدت رضاعت پر یہ ارشاد ربانی دلیل ہے: وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ اس آیت میں لفظ "حمل" سے حمل فی البطن نہیں ہے بلکہ حمل فی الایدی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مدت رضاعت اڑھائی سال ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يُذْهِبُ مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ

باب 6- رضاعت کا حق کیسے ادا کیا جائے؟

1073 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُذْهِبُ عَنِّيْ مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ فَقَالَ غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: هٰكَذَا رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ وَحَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَبِيْ حَجَّاجٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى هٰؤُلَآءِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ

توضیح راوی: وَهِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ يُكْنٰى اَبَا الْمُنْذِرِ وَقَدْ اَدْرَكَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَابْنَ عُمَرَ

1073- اخرجه احمد (450/3) والحميدى (387/2) حديث (877) وابو داؤد (629/1) كتاب النكاح باب: فى الرضع عند الفصال حديث (2064) والنسائى (108/6) كتاب النكاح باب: حق الرضاع وحرمته حديث (3329) والدارمى (157/2) كتاب النكاح باب: ما يذهب مذمة الرضاع من طريق هشام بن عروة عن حجاج بن حجاج الاسلمى عن ابيه (حجاج الاسلمى) فذكره۔

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ مَا يُذْهِبُ عَنِّيْ مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ يَقُوْلُ اِنَّمَا يَعْنِيْ بِهٖ ذِمَامَ الرَّضَاعَةِ وَحَقَّهَا يَقُوْلُ اِذَا اَعْطَيْتَ الْمُرْضِعَةَ عَبْدًا اَوْ اَمَةً فَقَدْ قَضَيْتَ ذِمَامَهَا

حدیثِ دیگر: وَيُرْوٰى عَنْ اَبِى الطُّفَيْلِ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ فَبَسَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِدَائَهٗ حَتّٰى قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا ذَهَبَتْ قِيْلَ هِيَ كَانَتْ اَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حجاج بن حجاج اسلمی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا' اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کون سی چیز رضاعت کے حق کی ادائیگی کا باعث ہوسکتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک غلام یا کنیز (دینا)

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یحییٰ بن سعید قطان' حاتم بن اسماعیل اور دیگر راویوں نے اسے' ہشام بن عروہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حجاج بن حجاج کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

سفیان بن عیینہ نے' ہشام بن عروہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حجاج بن ابوحجاج کے حوالے سے' ان کے والد سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

ابن عیینہ سے منقول حدیث محفوظ نہیں ہے۔

مستند روایت وہ ہے' جسے ان حضرات نے ہشام بن عروہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ہشام بن عروہ کی کنیت ابوالمنذر ہے' انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے۔

روایت کے یہ الفاظ ''رضاعت کے حق کی ادائیگی کون سی چیز بن سکتی ہے''۔ علماء یہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے: رضاعت کا حق کیا چیز ہوگی؟ تو وہ یہ فرماتے ہیں: جب تم دودھ پلانے والی عورت کو ایک غلام یا کنیز دے دو' تو تم نے اس کے حق کو ادا کردیا۔

ابوطفیل کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' اسی دوران ایک خاتون آئی' نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے اپنی چادر کو بچھادیا' وہ خاتون اس پر بیٹھ گئی' جب وہ خاتون چلی گئی' تو بتایا گیا: یہ وہ خاتون ہیں' جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

شرح

رضاعی والدہ کا حق وخدمت:

حقیقی والدہ کا انسان پر ایسا حق ہے جو کبھی ادا نہیں ہوسکتا' تاحیات خدمت گزاری سے سبکدوش نہیں ہوسکتا اور اس کا نعم البدل نہیں ہے۔ والدہ کو خوش کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش اور انہیں ناراض کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے۔ جتنی بار بھی اس عظیم نعمت کو عقیدت ومحبت سے دیکھا جائے اتنے حجوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ حقیقی والدہ کے بعد رضاعی والدہ کا مقام ومرتبہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی تھی اور ان تحائف کی شکل میں ان کی خوب خدمت فرمائی تھی۔ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ غلام یا کنیز پیش کرنے سے (جو تا حیات ان کی خدمت میں مصروف رہیں) رضاعی والدہ کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَرْاَةِ تُعْتَقُ وَلَهَا زَوْجٌ

باب 7- جب کوئی کنیز آزاد ہو جائے اور اس کا شوہر موجود ہو

1074 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر ایک غلام تھا نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کو اختیار دیا تو اس نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگر وہ شخص آزاد ہوتا' تو نبی اکرم ﷺ اس عورت کو اختیار نہ دیتے۔

1075 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ حُرًّا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

آثارِ صحابہ: هٰكَذَا رَوٰى هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا

وَّرَوٰى عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَاَيْتُ زَوْجَ بَرِيْرَةَ وَكَانَ عَبْدًا يُّقَالُ لَهٗ مُغِيْثٌ

وَّهٰكَذَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالُوْا اِذَا كَانَتِ الْاَمَةُ تَحْتَ الْحُرِّ فَاُعْتِقَتْ فَلَا خِيَارَ لَهَا وَاِنَّمَا يَكُوْنُ لَهَا الْخِيَارُ اِذَا اُعْتِقَتْ وَكَانَتْ تَحْتَ عَبْدٍ وَّهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

1074- اخرجه مالك في الموطا' كتاب الطلاق' باب: ما جاء في الخيار' حديث (25) واحمد (206'170/6) واخرجه مسلم (1143'1142/2) كتاب العتق' باب: انما الولاء لمن اعتق' حديث (8-1504) وابو داؤد (678/1) كتاب الطلاق' باب في المملوكة تعتق وهي تحت حر او عبد' حديث (2233) والنسائي (165-164/6) كتاب الطلاق' باب خيار الامة تعتق وزوجها مملوك' حديث (3451) من طريق هشام بن عروة عن ابيه' عن عائشه به-

1075- اخرجه البخاري (416/3) كتاب الزكاة' باب: الصدقة على موالي ازواج النبي صلى الله عليه وسلم حديث (1493) ومسلم (1144/2) كتاب العتق' باب انما الولاء لمن اعتق' حديث (12-1504) وابو داؤد (679/1) كتاب الطلاق' باب من قال كان حراء حديث (2235) وابن ماجه (670/1) كتاب الطلاق باب خيار الامة اذا اعتقت حديث (2074) والنسائي (163/6) كتاب الطلاق' باب: خيار الامة تعتق وزوجها حر' حديث (3450'3449) والدارمي (169/2) كتاب الطلاق' باب: تخيير الامة تكون تحت العبد فتعتق' واخرجه احمد (175'170'42/6) من طريق ابراهيم عن الاسود عن عائشة به-

حدیثِ دیگر: وَرَوَى الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ حُرًّا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَرَوَى اَبُوْ عَوَانَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ فِيْ قِصَّةِ بَرِيْرَةَ قَالَ الْاَسْوَدُ وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ

◄► اسود بیان کرتے ہیں' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے: بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر آزاد شخص تھا' لیکن نبی اکرم ﷺ نے پھر بھی بریرہ رضی اللہ عنہا کا اختیار دیا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے بریرہ کا شوہر غلام تھا۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بات نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے بریرہ کے شوہر کو دیکھا وہ ایک غلام تھا اس کا نام مغیث تھا۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی منقول ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جب کنیز کسی آزاد شخص کی بیوی ہو' اور وہ آزاد ہو جائے' تو کنیز کو (علیحدگی کا) اختیار نہیں ہوگا۔ اس کنیز کو علیحدگی کا اختیار اس وقت ہوگا' جب وہ آزاد ہو جائے اور وہ کسی غلام کی بیوی ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی قائل ہیں۔

کئی راویوں نے اعمش کے حوالے سے ابراہیم کے حوالے سے' اسود کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں: بریرہ کا شوہر ایک آزاد شخص تھا' لیکن نبی اکرم ﷺ نے پھر بھی بریرہ کو اختیار دیا۔

ابوعوانہ نے اس حدیث کو اعمش کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' اسود کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے' سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصے میں نقل کیا ہے۔

اسود بیان کرتے ہیں: اس خاتون کا شوہر ایک آزاد شخص تھا۔

تابعین اور اس کے بعد آنے والے طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جائے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ مکہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1076 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ اَيُّوْبَ وَقَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ

10776- اخرجه البخاری (319/9) كتاب الطلاق : باب شفاعة النبی فی زوج بريرة' حديث (5283) وابو داؤد (678/1) كتاب الطلاق' باب: فی المملوكة تعتق وهی تحت حر او عبد' حديث (2232) وابن ماجه (671/1) كتاب الطلاق' باب: خيار الامة اذا اعتقت' حديث (2075) واخرجه احمد (281/6) من طريق عكرمة عن عبد الله بن عباس فذكره۔

ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ زَوْجَ بَرِيْرَةَ كَانَ عَبْدًا اَسْوَدَ لِبَنِى الْمُغِيْرَةِ يَوْمَ اُعْتِقَتْ بَرِيْرَةُ وَاللّٰهِ لَكَاَنِّىْ بِهٖ فِىْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَنَوَاحِيْهَا وَاِنَّ دُمُوْعَهٗ لَتَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ يَتَرَضَّاهَا لِتَخْتَارَهٗ فَلَمْ تَفْعَلْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَسَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ هُوَ سَعِيْدُ بْنُ مِهْرَانَ وَيُكْنٰى اَبَا النَّضْرِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بریرہ کا شوہر بنو مغیرہ کا سیاہ فام غلام تھا' جس دن بریرہ کو آزاد کیا گیا' اللہ کی قسم! وہ مدینہ کی گلیوں میں اس کے پیچھے جا رہا تھا' اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اس کی داڑھی پر آ رہے تھے' وہ اسے راضی کرنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ بریرہ اسے اختیار کر لے لیکن بریرہ نے ایسا نہیں کیا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سعید بن ابوعروبہ نامی راوی سعید بن مہران ہے' اور ان کی کنیت ''ابونضر'' ہے۔

شرح

مسئلہ خیار عتق اور اس میں مذاہب آئمہ:

یہاں تک ''کتاب الرضاع'' کی بحث ختم ہوگی۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ پھر نکاح کی بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ تمام آئمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر لونڈی کو آزادی حاصل ہو جائے تو اسے ''خیار عتق'' حاصل ہو جاتا ہے یعنی آزادی کے بعد اگر وہ پسند کرے' تو اپنے شوہر (غلام) سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے اور اگر چاہے تو حسب سابق اس کی زوجہ رہے۔ کنیز کو ''خیار عتق'' کس صورت میں حاصل ہوتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ اگر کنیز کی آزاد کے وقت شوہر غلام ہو' تو کنیز کو ''خیار عتق'' حاصل ہوگا۔ اگر کنیز کی آزادی کے وقت شوہر ہمیشہ سے آزاد ہو یا کنیز سے قبل اسے آزادی حاصل ہوئی ہو' تو کنیز کو ''خیار عتق'' حاصل نہیں ہوگا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں ''خیار عتق'' دیا گیا۔ انہوں نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ کنیز کی آزادی کے وقت شوہر آزاد ہو یا غلام بہر صورت کنیز کو ''خیار عتق'' حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے بھی حدیث باب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال فرمایا ہے: كان زوج بريرة رضى الله تعالىٰ عنها حرا فخير هارسول الله صلى الله عليه وسلم (سنن نسائی ج۱ص۳۶۶) جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ کو آزادی حاصل ہوئی تو اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''خیار عتق'' دیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْوَلَدَ لِلْفِرَاشِ

باب 8: بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے

1077 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَآئِشَةَ وَاَبِیْ اُمَامَةَ وَعَمْرِو ابْنِ خَارِجَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے' اور زنا کرنے والے کو محرومی ملتی ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سعید بن میسب کے حوالے سے' ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

شرح

اقسامِ فراش:

فراش کی تین اقسام ہے:

(۱) فراش قوی: اس میں نسب بغیر دعویٰ کے ثابت ہوجاتا ہے اور انکار کرنے سے منتفی نہیں ہوتا مثلاً مناکحت سے اولاد کی

1077- اخرجه احمد (2/239'280) ومسلم (2/1081) كتاب الرضاع: باب: الولد للفراش' وتوقي الشبهات' حديث (37-1458) وابن ماجه (1/646/647) كتاب النكاح' باب' الولد للفراش وللعاهر الحجر' حديث (2006) والنسائي (6/180) كتاب الطلاق' باب: الحاق الولد بالفراش اذا لم ينفه صاحب الفراش حديث (3482) والدارمي (2/152) كتاب النكاح: باب: الولد للفراش' والحميدي (2/465) حديث (1085) من طريق الزهري عن سعيد المسيب' عن ابي هريرة' فذكره واخرجه البخاري (12/130) كتاب الحدود' باب العاهر الحجر' حديث (6818) من طريق شعبة عن محمد بن زياد عن ابي هريرة فذكره

پیدائش۔

(۲) فراش متوسط: اس میں نسب محض سکوت سے ثابت ہوتا ہے اور انکار سے منتفی بھی ہو جاتا ہے مثلاً اُم ولد۔

(۳) فراش ضعیف: اس میں نسب بغیر دعویٰ کے ثابت نہیں ہوتا مثلاً عام کنیز۔

"وللعاهر الحجر" کا مفہوم: حدیث مبارکہ کے اس فقرہ کے دو مطالب بیان کیے جا سکتے ہیں: (۱) الحجر سے مراد پتھر ہو تو مفہوم یہ ہوگا کہ زانی اگر محصن ہو تو اسے رجم کیا جائے گا۔ (۲) الحجر سے مراد محرومی ہو تو مفہوم یہ ہوگا زانی نسبت اولاد سے محروم رہے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَرَى الْمَرْأَةَ تُعْجِبُهُ

باب 9- جب کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے اور وہ عورت اسے اچھی لگے

1078 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ الدَّسْتُوَائِىُّ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى امْرَاَةً فَدَخَلَ عَلٰى زَيْنَبَ فَقَضٰى حَاجَتَهُ وَخَرَجَ وَقَالَ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا اَقْبَلَتْ اَقْبَلَتْ فِىْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ امْرَاَةً فَاَعْجَبَتْهُ فَلْيَاْتِ اَهْلَهُ فَاِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِىْ مَعَهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَهِشَامٌ الدَّسْتُوَائِىُّ هُوَ هِشَامُ ابْنُ سَنْبَرٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک خاتون کو دیکھا' آپ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے' آپ نے ان سے اپنی حاجت کو پورا کیا' پھر آپ تشریف لے گئے آپ نے ارشاد فرمایا: عورت جب آتی ہے' تو شیطان کی شکل میں آتی ہے' اس لیے جب کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے' تو وہ اپنی بیوی کے پاس جائے' کیونکہ اس کی بیوی کے پاس بھی وہی کچھ ہوگا' جو اس عورت کے پاس ہے۔ (جسے اس نے دیکھا تھا)

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "صحیح حسن غریب" ہے۔

ہشام دستوائی' یہ ہشام بن سنبر ہیں۔

1078- اخرجه احمد (3/330'/341'395) ومسلم (2/1021) كتاب النكاح' باب: ندبت من راى امراة فوقعت في نفسه' الى ان ياتي امراته او جاريته فيواقعها' حديث (9-1403) واخرجه ابو داؤد (2/246) حديث (2151) كتاب النكاح' باب: ما يؤمر به من غض البصر' واخرجه عبد بن حميد ص (322'323) حديث (1061) من طريق هشام الدستوائي عن ابى الزبير عن جابر به۔

شرح

اجنبی عورت پر نظر پڑ جانے کا علاج:

اگر اچانک اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے اور اس کا حسن و جمال دل کی گہرائیوں میں اتر جائے تو خواہ اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا لیکن اس کا علاج ضروری ہے۔ اس کا علاج نہ کرنے کی صورت میں ناظر و منظورہ کے مابین فتنہ کا دروازہ کھل سکتا ہے جو بعد میں قرب میں تبدیل ہوسکتا ہے۔ اس اچانک انقلابی نظر کا علاج یہ ہے کہ گھر جا کر پہلی فرصت میں اپنی زوجہ سے وطی کرے تا کہ یہ تصور ذہن سے خارج ہو جائے۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امام المعصومین ہیں تو پھر آپ میں یہ کیفیت کیوں پیدا ہوئی کہ آپ نے اپنی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے وطی فرمائی؟

جواب: (۱) ایسی صورت تشریع کے سبب پیش آئی تھی کیونکہ انبیاء کا قانون ذوقی ہوتا ہے فکری نہیں ہوتا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم اُمت کے لیے ایسا کیا تھا۔

(۳) بعض اوقات بیان جواز کے لیے انبیاء کرام خلاف اولیٰ کام کرتے ہیں جوان کے حق میں خلاف اولیٰ بھی نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَی الْمَرْاَةِ

باب 10- بیوی پر شوہر کا حق

1079 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَّاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّسُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ وَّعَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی وَطَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ وَّاُمِّ سَلَمَةَ وَاَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر میں نے کسی ایک کو کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کا حکم دینا ہوتا' تو میں عورت سے یہ کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اس بارے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ' حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ' سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے جو محمد بن عمرو کے حوالے سے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

1080 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ اَبِيْهِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے بلائے تو اس عورت کو اس کے پاس ضرور چلے جانا چاہیے اگرچہ وہ تندور پر بیٹھی ہوئی ہو۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

1081 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبِيْ نَصْرٍ عَنْ مُّسَاوِرٍ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو عورت اس حالت میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو، تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

شوہر کا بیوی پر حق:

لفظ حق، حقوق کی جمع ہے۔ حقوق زوج سے مراد فرائض زوجہ اور حقوق زوجہ سے مراد فرائض زوج ہیں۔ اسلام کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں یکطرفہ حقوق بیان نہیں کیے گئے بلکہ دوطرفہ حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً والدین کے حقوق کے ساتھ اولاد کے حقوق، بڑوں کے حقوق کے ساتھ چھوٹوں کے حقوق، مسلمانوں کے حقوق کے ساتھ اقلیتوں کے حقوق، حکمرانوں کے حقوق کے ساتھ رعایا کے حقوق اور حقوق زوج کے ساتھ حقوق زوجہ بھی بیان کیے گئے ہیں۔

اسلام نے حقوق زوج یا فرائض زوجہ پر خوب زور دیا ہے۔ کوئی بھی گھر کامیابی سے چلانے کے لیے زوجین کا ذہنی اتحاد و اتفاق

1080- اخرجه احمد (22/4) من طريق قيس بن طلق عن طلق بن علي فذكره-

1081- اخرجه عبد بن حميد ص (445) حديث (1541) وابن ماجه (595/1) كتاب النكاح باب: حق الزوج على الزوجة حديث (1854) من طريق عبد الله بن عبد الرحمن ابي نصر عن مساور الحميري عن امه عن ام سلمة به-

ازبس ضروری ہے۔ان میں انتشار وافتراق کے نتیجہ میں کوئی گھر ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا۔شوہر کی عظمت وشان،فرائض زوجہ اوراسلام کی حقانیت کو بیان کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اگر میں ایک شخص کو حکم دیتا کہ وہ دوسرے شخص (غیر اللہ) کوسجدہ کرے،تو میں عورت (بیوی) کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کوسجدہ کرے۔ایک روایت میں ہے کہ ایک اونٹ آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اپنا سر رکھ کر سجدہ ریز ہوگیا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:یارسول اللہ!جانور آپ کوسجدہ کرتے ہیں،اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم بھی آپ کوسجدہ کرنے کا اعزاز حاصل کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میری شریعت میں غیر اللہ کوسجدہ حرام ہے۔اگر میری شریعت میں غیر اللہ کوسجدہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کوسجدہ کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حَقِّ الْمَرْاَةِ عَلٰی زَوْجِهَا

باب 11- شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟

1082 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اہلِ ایمان میں' ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل وہ شخص ہے' جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو' تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں' جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے بہتر ہوں۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1083 سندِحدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ فَذَكَرَ فِی الْحَدِيْثِ قِصَّةً فَقَالَ اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ

1082- اخرجه احمد (472،250/2) وابو داؤد (220/4) كتاب السنة باب: الدليل على زيادة الايمان ونقصانه حديث (4682) من طريق محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هريرة به-

1083- اخرجه احمد (498،426/3) وابو داؤد (244/3) كتاب البيوع : باب: فی وضع الربا حديث (3334) وابن ماجه (594/1) كتاب النكاح باب: حق المرأة على الزوج حديث (1851) من طريق سليمان بن عمرو بن الاحوص عن ابيه فذكره-

مُبَرِّحٍ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَّلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَاْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ يَعْنِيْ اَسْرٰى فِيْ اَيْدِيْكُمْ

◆◆ سلیمان بن عمرو بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ بات بتائی ہے: وہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود تھے' نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد لوگوں کو وعظ ونصیحت کی۔

اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''خواتین کے بارے میں بھلائی کی تلقین کو قبول کرو' وہ تمہاری پابند ہیں' تم ان کے ساتھ صرف صحبت کا حق رکھتے ہو' البتہ اگر وہ واضح فحاشی کا ارتکاب کریں' تو حکم مختلف ہوگا' اگر وہ ایسا کریں' تو تم ان کے بستر الگ کرو اور ان کی پٹائی کرو' جو زیادہ شدید نہ ہو' اگر وہ تمہاری بات مان لیں' تو تم انہیں تکلیف پہنچانے کا راستہ تلاش نہ کرو' یاد رکھنا! تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے' اور تمہاری بیویوں کا بھی تم پر حق ہے' جہاں تک تمہاری بیویوں پر تمہارے حق کا تعلق ہے' تو وہ یہ ہے: وہ تمہارے بستر پر ایسے کسی شخص کو نہ بٹھائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو' اور تمہارے گھر میں ایسے کسی شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو' یاد رکھنا! ان کا تم پر یہ حق ہے: تم ان کے لباس اور خوراک کے معاملے میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو''۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حدیث کے یہ الفاظ ''عوان عندکم'' کا مطلب یہ ہے وہ تمہارے پاس قیدی (یعنی پابند) ہیں۔

شرح

حقوق زوجہ یا فرائض زوج:

گزشتہ باب کی روایات میں فرائض زوجہ بیان کیے گئے تھے اور اس باب کی روایات میں فرائض زوج بیان کیے جارہے ہیں۔ تقدیم وتاخیر میں یہی حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ شوہر کی عظمت زیادہ ہے' اس لیے اسے پہلے رکھا گیا ہے اور زوجہ کی شان کم ہے' اس لیے اسے بعد میں رکھا گیا ہے، حدیث باب میں زوجہ کے چند حقوق یا فرائض زوج نہایت صراحت سے بیان کیے گئے ہیں:۔

☆ کامل واکمل ایمان والا وہ ہوسکتا ہے' جس کا اخلاق اچھا ہو۔

☆ بہترین انسان وہ ہوسکتا ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

☆ عورت سے کوئی نافرمانی ہوجائے تو اس کی اصلاح وتادیب کی جاسکتی۔

☆ بطور تادیب عورت کا بستر بھی الگ کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اِتْيَانِ النِّسَآءِ فِيْ اَدْبَارِهِنَّ

باب 12-خواتین کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت کرنا حرام ہے

1084 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عِيْسٰى بْنِ حِطَّانَ عَنْ مُّسْلِمِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَى اَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ مِنَّا يَكُوْنُ فِي الْفَلَاةِ فَتَكُوْنُ مِنْهُ الرُّوَيْحَةُ وَيَكُوْنُ فِي الْمَآءِ قِلَّةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّاْ وَلَا تَاْتُوا النِّسَآءَ فِيْ اَعْجَازِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَخُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ لَا اَعْرِفُ لِعَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ الْوَاحِدِ وَلَا اَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ حَدِيْثِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ السُّحَيْمِيِّ وَكَاَنَّهٗ رَاٰى اَنَّ هٰذَا رَجُلٌ اٰخَرُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى وَكِيْعٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کوئی شخص بعض اوقات کسی بے آب و گیاہ جگہ پر ہوتا ہے اور وہاں اس کی کچھ ہوا خارج ہو جاتی ہے اور پانی تھوڑا ہوتا ہے (تو اسے کیا کرنا چاہیے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کی ہوا خارج ہو تو وہ وضو کرے اور تم عورتوں کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ حق بات (بیان کرنے سے) حیاء نہیں کرتا۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ یہ فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے صرف یہی ایک روایت نقل کی ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

میرے علم کے مطابق یہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے ہے: یہ کوئی دوسرے صحابی ہیں۔ ویسے وکیع نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

1084- اخرجه احمد (86/1) وابو داؤد (264/1) كتاب الصلوٰة باب: اذا احدث فى صلوٰة حديث (1005) والدارمى (260/1) كتاب الصلوٰة باب: من اتى امرأته فى دبرها من طريق مسلم بن سلام عن على بن طلق فذكره-

1085 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مُسْلِمٍ وَّهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّاْ وَلَا تَاْتُوا النِّسَآءَ فِیْ اَعْجَازِهِنَّ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَعَلِيٌّ هٰذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ طَلْقٍ

◄► حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کسی شخص کی ہوا خارج ہو تو اسے وضو کر لینا چاہیے اور تم عورتوں کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت نہ کرو۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مراد حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ ہیں۔

1086 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً فِی الدُّبُرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظرِ رحمت نہیں کرے گا' جو کسی مرد کے ساتھ بدفعلی کرے یا عورت کے ساتھ اس کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت کرے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

عورت سے لواطت کرنے کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کی بیوی بننے کا اعزاز بخشا، مرد پر اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ حق والدین کا ہے' جبکہ عورت پر نکاح کے بعد سب سے زیادہ حق شوہر کا ہے۔ قرآن کریم میں عورتوں کو مردوں کے لیے کھیتیاں قرار دیا گیا ہے۔ ان سے جماع کرنا مسنون ہے۔ قرآن کریم اور حدیث مبارکہ میں جہاں بیوی سے جماع کرنے کی اجازت دی وہاں عورت سے عمل قوم لوط سے بھی منع کیا گیا ہے۔ حدیث باب میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے یوں فرمایا: تم اپنی بیویوں کے پچھلے مقام میں جماع نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ خُرُوْجِ النِّسَآءِ فِی الزِّيْنَةِ

باب 13- عورتوں کا بن سنور کر نکلنا حرام ہے

1085- انفرد بروایته الترمذی دون اصحاب دون اصحاب الکتب السنة ینظر' تحفة الاشراف (210/5) واخرجه ابن ابی شیبة (252'251/4) باب: ما جاء فی أتیان النساء فی ادبار هن' وابن حبان (242/4' موارد) برقم (1302) وابو یعلی فی المسند (266/4) برقم (2338)

1087 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ سَعْدٍ وَّكَانَتْ خَادِمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَثَلُ الرَّافِلَةِ فِي الزِّيْنَةِ فِيْ غَيْرِ اَهْلِهَا كَمَثَلِ ظُلْمَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا نُوْرَ لَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسٰى بْنِ عُبَيْدَةَ

توضیحِ راوی: وَمُوْسٰى بْنُ عُبَيْدَةَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَهُوَ صَدُوْقٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مُوسَى ابْنِ عُبَيْدَةَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ سیّدہ میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا' جو نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں' وہ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بن سنور کر' اپنے شوہر کی بجائے' کسی اور کے سامنے آنے والی عورت' اسی طرح ہے' جیسے قیامت کے دن ایسی تاریکی ہو' جس میں کوئی روشنی نہ ہو۔

ہم اس روایت کو صرف موسیٰ بن عبیدہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

موسیٰ بن عبیدہ نامی راوی کو علم حدیث میں' ان کے حافظے کے حوالے سے ضعیف قرار دیا گیا ہے' ویسے وہ سچے ہیں۔

شعبہ اور ثوری نے ان سے روایات کو نقل کیا ہے۔

بعض دیگر راویوں نے اسے موسیٰ بن عبیدہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' تاہم اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

شرح

زینت وسنگار کر کے باہر نکلنے کی ممانعت:

شریعت میں عورت کو زیب و زینت اور بناؤ سنگار کرنے کی اجازت دی گئی ہے خواہ وہ زیورات کی شکل میں ہو یا لباس کی صورت میں ہو یا حسن و جمال کی نمائش کے سبب ہو لیکن یہ سب کچھ صرف اور صرف شوہر کو خوش کرنے کے لیے جائز ہے' جبکہ دوسرے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے حرام ہے۔ جو عورت زیب وزینت اور بناؤ سنگار کر کے گھر سے باہر نکلتی ہے یا بازار جاتی ہے تو اس کی وعید و مذمت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ اسے نور ایمان کی روشنی میسر نہیں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْغَيْرَةِ

باب 14- غیرت کا بیان

1088 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيْبٍ عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ عَنْ يَحْيَى

1088- اخرجه مسلم (2114/4) كتاب التوبة' باب: غيرة الله تعالىٰ وتحريم الفواحش' حديث (36-2761) واخرجه البخاري (230/9) كتاب النكاح' باب الغيرة' حديث (5223) بدون ذكر قوله' والمؤمن يغار' من طريق يحيىٰ بن ابي كثير عن ابي سلمة عن ابي هريرة به-

بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِنَّ اللّٰهَ یَغَارُ وَالْمُؤْمِنُ یَغَارُ وَغَیْرَةُ اللّٰهِ اَنْ یَّاْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ عَلَیْهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ یَّحْیَی بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِیْثُ وَكِلَا الْحَدِیْثَیْنِ صَحِیْحٌ

توضیح راوی: وَالْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ هُوَ الْحَجَّاجُ بْنُ اَبِیْ عُثْمَانَ وَاَبُوْ عُثْمَانَ اسْمُهٗ مَیْسَرَةُ وَالْحَجَّاجُ یُكْنٰی اَبَا الصَّلْتِ وَثَّقَهٗ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْعَطَّارُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْمَدِیْنِیِّ قَالَ سَاَلْتُ یَحْیٰی ابْنَ سَعِیْدٍ الْقَطَّانَ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ فَقَالَ ثِقَةٌ فَطِنٌ كَیِّسٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے' اور مومن بھی غیرت کرتا ہے' اللہ تعالیٰ کو غیرت اس بات پر آتی ہے: جب مومن کسی ایسے کام کا ارتکاب کرے' جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے حرام قرار دیا ہو۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہ روایت یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے' سلمہ کے حوالے سے' عروہ کے حوالے سے' سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔ یہ دونوں روایات مستند ہیں۔

حجاج صواف نامی راوی' حجاج بن ابوعثمان ہیں۔ ابوعثمان نامی راوی کا نام میسرہ ہے۔ حجاج کی کنیت ابوصلت ہے۔ یحییٰ بن سعید قطان نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

علی بن عبداللہ مدینی بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید قطان سے حجاج صواف کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے جواب دیا: وہ ذہین اور سمجھدار انسان تھے۔

شرح

غیرت کا تقاضا:

کامل مومن جب اپنے گھرانا میں کوئی بے شرمی کی بات دیکھتا ہے تو وہ غصہ میں آجاتا ہے۔ ایک روایت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا کنبہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو اس کی حرام کردہ چیز کا مرتکب پاتا ہے تو اس پر ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ناراضگی اس کی صفت محمود ہے اور اسی طرح حرام کے ارتکاب سے مومن کو غیرت آئے اور اظہار ناراضگی کرے' تو یہ صفت محمود ہے۔ حدیث باب میں صاحب غیرت یا صاحب حیاء ہونا اللہ تعالیٰ کی اور مومن کی صفت قرار دی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَنْ تُسَافِرَ الْمَرْاَةُ وَحْدَهَا

باب 15-عورت کا تنہا سفر کرنا حرام ہے

1089 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَّكُوْنُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا اِلَّا وَمَعَهَا اَبُوْهَا اَوْ اَخُوْهَا اَوْ زَوْجُهَا اَوِ ابْنُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ مِّنْهَا

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَرُوِیَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُوْنَ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تُسَافِرَ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ وَّاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِی الْمَرْاَةِ اِذَا كَانَتْ مُوْسِرَةً وَّلَمْ يَكُنْ لَهَا مَحْرَمٌ هَلْ تَحُجُّ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَجِبُ عَلَيْهَا الْحَجُّ لِاَنَّ الْمَحْرَمَ مِنَ السَّبِيْلِ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا) فَقَالُوْا اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا مَحْرَمٌ فَلَا تَسْتَطِيْعُ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا كَانَ الطَّرِيْقُ اٰمِنًا فَاِنَّهَا تَخْرُجُ مَعَ النَّاسِ فِی الْحَجِّ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے۔ وہ تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر کرے البتہ اگر اس کے ساتھ اس کا باپ یا اس کا بھائی یا اس کا شوہر یا اس کا بیٹا یا کوئی محرم عزیز ہوں (تو وہ سفر کر سکتی ہے)۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بھی نقل کی گئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی عورت ایک دن اور ایک رات کا سفر صرف محرم کے ساتھ کرے۔

1089- اخرجه احمد (54/3) ومسلم (977/2) كتاب الحج' باب: سفر المرأة مع محرم الى حج وغيره' حديث (423) وابو داؤد (140/2) كتاب المناسك (الحج) باب: فی المرأة تحج بغير محرم' حديث (1726) وابن ماجة (967/2' 968) كتاب المناسك' باب: المرأة تحج بغير ولی' حديث (2898) والدارمی (289/2) كتاب الاستئذان' باب: لا تسافر المرأة وابن خزيمة (133/4) حديث (2519) من طريق الاعمش عن ابی صالح عن ابی سعيد الخدری فذكره۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے انہوں نے خاتون کے لیے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ وہ محرم کے بغیر سفر کرے۔

اہلِ علم نے خاتون کے بارے میں اختلاف کیا ہے اگر وہ خوشحال ہو اور اس کا کوئی محرم موجود نہ ہو تو کیا وہ حج کرے گی؟

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: ایسی عورت پر حج فرض نہیں ہوتا اس لیے کہ "محرم" سبیل کا حصہ ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

"(حج اس پر لازم ہوتا ہے) جو وہاں تک جانے کی سبیل رکھتا ہوں"۔

یہ علماء فرماتے ہیں: جب اس عورت کا محرم نہیں ہوگا تو گویا وہ وہاں تک جانے کی سبیل نہیں رکھتی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب راستہ امن پر مشتمل ہو (یعنی راستے میں کسی فساد کا اندیشہ نہ ہو) تو وہ عورت دیگر لوگوں کے ساتھ حج کے لیے نکل سکتی ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1090 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تُسَافِرُ امْرَاَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی عورت محرم کے بغیر ایک دن اور ایک رات کا سفر نہ کرے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

عورت کو تنہا سفر کرنے کی ممانعت:

محض فتنہ کے سبب عورت کو تنہا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ تین دن رات کے تنہا سفر کرنے میں فتنہ کی صورت قریب الیقین ہوتی ہے، اس لیے عورت تنہا سفر نہیں کرسکتی۔ اگر ایک دن رات کے سفر میں بھی فتنہ کا اندیشہ تو یہ سفر بھی عورت کے لیے حرام ہوگا، فتنہ سے بچنے کے لیے ہی عورت کو مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حج یا عمرہ کی غرض سے عورت کو تنہا سفر کرنے کی بھی

1090- اخرجه البخاری (659/2) کتاب تقصیر الصلوٰۃ : باب: فی کم تقصر الصلوٰۃ؛ حدیث (1088) ومسلم (977/2) کتاب الحج باب: سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ حدیث (419-1339) وابوداؤد (140/2) کتاب المناسک (الحج)باب: فی المرأۃ تحج بغیر محرم حدیث (1723)حدیث (2523) من طریق سعید بن ابی سعید عن ابیه عن ابی هریرۃ به-

ممانعت ہے۔ البتہ شوہر یا کسی محرم کی رفاقت میں عورت ہر سفر کر سکتی ہے۔

سوال: پہلی حدیث باب میں تین دن تین رات اور دوسری میں ایک دن ایک رات سفر بیان ہوا ہے، یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: سفر تین دن کا ہو یا ایک دن کا اگر عورت کے تنہا سفر کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو تو سفر نہیں کر سکتی۔ ایام کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ اتفاقی ہے لہٰذا تعارض باقی نہ رہا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الدُّخُوْلِ عَلَى الْمُغِيبَاتِ

باب 16- جن خواتین کے شوہر موجود نہ ہوں ان کے پاس (تنہائی میں) جانا حرام ہے

1091 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَّعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: وَاِنَّمَا مَعْنٰى كَرَاهِيَةِ الدُّخُوْلِ عَلَى النِّسَآءِ عَلٰى نَحْوِ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حدیثِ دیگر: لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ

وَمَعْنٰى قَوْلِهِ الْحَمْوُ يُقَالُ هُوَ اَخُو الزَّوْجِ كَاَنَّهٗ كَرِهَ لَهٗ اَنْ يَّخْلُوَ بِهَا

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: خواتین کے پاس جانے سے بچو۔ انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ دیور کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیور موت ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

خواتین کے پاس جانے کے مکروہ ہونے کا مفہوم وہی ہے، جو نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا گیا ہے، جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا ہوتا ہے، تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

1091- اخرجه البخارى (242/9) كتاب النكاح، باب: لا يخلون رجل بامرأة الا ذو محرم، والدخول على المغيبة، حديث (5232) ومسلم (1711/2) كتاب السلام: باب: تحريم الخلوة بالاجنبية والدخول عليها، حديث (20-2172) والدارمى (278/2) كتاب الاستئذان: باب: النهى عن الدخول على النساء، واخرجه احمد (149/4، 153) من طريق ابى الخير عن عقبة بن عامر فذكره۔

نبی اکرم ﷺ کے فرمان میں موجود لفظ ''حمو'' کا مطلب ایک قول کے مطابق شوہر کا بھائی ہے' گویا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: وہ تنہائی میں عورت کے ساتھ ہو۔

1092 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عِيسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ قُلْنَا وَمِنْكَ قَالَ وَمِنِّيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِيْ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَسَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ خَشْرَمٍ يَّقُوْلُ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ فِيْ تَفْسِيْرِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمُ يَعْنِيْ اَسْلَمُ اَنَا مِنْهُ قَالَ سُفْيَانُ وَالشَّيْطَانُ لَا يُسْلِمُ وَلَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ وَالْمُغِيبَةُ الْمَرْاَةُ الَّتِيْ يَكُوْنُ زَوْجُهَا غَائِبًا وَّالْمُغِيبَاتُ جَمَاعَةُ الْمُغِيبَةِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جن عورتوں کے شوہر موجود نہ ہوں ان کے پاس (تنہائی میں) نہ جاؤ کیونکہ شیطان تمہاری رگوں میں گردش کرتا ہے' ہم نے عرض کی: آپ کی بھی؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری بھی' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی ہے' اور وہ مسلمان ہو گیا ہے۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

محدثین نے مجالد بن سعید کے حافظے کے حوالے سے کچھ گفتگو کی ہے۔

علی بن خشرم فرماتے ہیں: سفیان بن عیینہ نے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت کی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کر دی ہے' اور وہ مسلمان ہو گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے: میں اس سے محفوظ ہوں۔

سفیان بیان کرتے ہیں: شیطان مسلمان نہیں ہوتا۔

اور حدیث کے یہ الفاظ: ''تم مغیبات کے پاس نہ جاؤ'' مغیبہ اس عورت کو کہتے ہیں' جس کا شوہر ہو لیکن موجود نہ ہو۔

مغیبہ کی جمع لفظ مغیبات آتی ہے۔

1093 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُّوَرِّقٍ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ

1092– اخرجه احمد (397'309/3) واخرجه الدارمی (320/2) كتاب الرقاق' باب: الشيطان يجری من ابن آدم بلفظ' لا تدخلوا على المغيبات' من طريق مجالد عن الشعبی' عن جابر فذكره-

1093– اخرجه ابن خزيمة (93/3) حديث (185) من طريق ابی الاحوص عن عبد الله بن مسعود فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: عورت پردے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانک کر دیکھتا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

1094 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تُؤْذِىْ امْرَاَةٌ زَوْجَهَا فِى الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَرِوَايَةُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الشَّامِيِّيْنَ اَصْلَحُ وَلَهُ عَنْ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَهْلِ الْعِرَاقِ مَنَاكِيْرُ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے تو اس مرد کی جنت کی حوروں سے تعلق رکھنے والی بیوی یہ کہتی ہے تو اسے اذیت نہ دے اللہ تعالیٰ تجھے برباد کرے کیونکہ یہ تیرے پاس مہمان ہے اور عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اسماعیل بن عیاش نے شامیوں کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہیں وہ مناسب ہیں انہوں نے اہلِ حجاز اور اہلِ عراق سے "منکر" روایات نقل کی ہیں۔

شرح

غیر محرم عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت:

لفظ مغیبات جمع ہے اور اس کا واحد مغیبۃ ہے۔ اس کا معنی ہے: غیب کرنے والی پوشیدہ کرنے والی۔ اس لفظ کا اطلاق ہر اس عورت پر بھی ہوتا ہے جس کا شوہر طویل سفر پر ہو یا دوسرے ملک میں کاروباری نقطہ نظر سے مقیم ہو یا وفات پا چکا ہو۔ ایسی عورتوں کے پاس تنہائی میں جانا فتنہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ جب مرد اور عورت تنہا ہوں گے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ اس طرح ان کی تنہائی کسی وقت بھی فتنہ کا سبب بن سکتی ہے۔ اسی لیے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو منع فرمایا کہ وہ تنہائی میں غیر عورت کے پاس جائے۔

دوسری حدیث باب میں ہے کہ جیٹھ یا دیور کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے

1094- اخرجه احمد (242/5) وابن ماجه (649/1) كتاب النكاح باب: فى المرأة توذى زوجها حديث (2014) من طريق خالد بن معدان عن كثير بن مرة عن معاذ بن جبل به-

جواب دیا: ''جیٹھ اور دیور تو موت ہیں'' اور لفظ ''حمو'' سے مراد عورت کا قریبی رشتہ دار ہے جو شوہر کی طرف سے ہو اور وہ دیور اور جیٹھ ہیں۔ شوہر کے برادر اصغر کو دیور اور برادر اکبر کو جیٹھ کہا جاتا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے جیٹھ دیور کو بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی بھابھی کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کریں۔ کیونکہ ان میں بے تکلفی ہوتی ہے جو جلدی سے فتنہ کا سبب بن سکتی ہے۔ عورت کی طرف سے شوہر کے جو قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں انہیں ''ختن'' کہا جاتا ہے' جس کی جمع اختان ہے۔ اس سے مراد سالے سالیاں ہیں۔ جس طرح دیور اور جیٹھ کا بھابھی سے ملنا فتنہ قرار دیا گیا ہے بالکل اسی طرح مرد کا اپنی سالیوں سے تنہائی میں ملنا بھی فتنہ سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان میں بھی بے تکلفی سبب فتنہ ہے۔ آج اسلامی تعلیم سے دوری' جہالت اور بے عملی کے سبب ایسے فتنوں کا شکار ہونے کی وجہ سے لوگ اپنا متاع حیات خراب اور زندگیاں برباد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہوش کے ناخن لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی اصلاح کرتے اور فتنہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کرتے ہوئے یوں فرمایا: جن عورتوں کے شوہر حاضر باش نہ ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان تمہاری رگوں میں اس طرح گردش کرتا ہے' جس طرح خون گردش کرتا ہے۔ دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! آپ کی بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی تو وہ مسلمان ہو گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الطَّلَاقِ وَاللِّعَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

طلاق اور لعان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِي طَلَاقِ السُّنَّةِ

باب 1- سنت طلاق کا بیان

طلاق اور لعان کے احکام ومسائل

ماقبل سے ربط: اوراق سابقہ میں نکاح کی بحث تھی اور اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ طلاق کی بحث کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ بعض اوقات نکاح کے بعد طلاق کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لیے نکاح کے بعد طلاق کی بحث رکھی گئی ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے خواہ طلاق دینا جائز ہے مگر بلاعذر شرعی طلاق دینا حرام وممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال وجائز امور میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق دینا ہے۔

لفظ "طلاق" سے مراد ہے رشتہ ختم کر دینا۔ یہود کے دین میں طلاق کا حق شوہر کو حاصل تھا اور طلاق دینے کی عام اجازت تھی۔ البتہ تحریری طلاق دی جاسکتی تھی۔ طلاق کی صورت میں حلالہ کے بعد بھی عورت شوہر اوّل کے لیے حلال نہیں ہوتی تھی۔ عیسائی دین میں طلاق دینے کی شدید وعید، گناہ اور حرام تھا۔ زنا کی صورت پیش آنے پر طلاق کی اجازت تھی۔ مرد کی طرح عورت کو بھی حق حاصل تھا کہ وہ اپنے شوہر کو طلاق دے کر الگ کر دے۔ اس حوالے سے انجیل مرقس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول منقول ہے: "جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے نکاح کیا اس نے زنا کیا"۔ ہندو مذہب میں طلاق حرام تھی، زانیہ عورت کو مذہب سے خارج کر دیا جاتا تھا، لیکن طلاق نہیں دی جاتی تھی۔ بعض ہندوؤں نے اس مسئلہ میں سختی محسوس کی تو نظر ثانی کرنے پر مجبور ہوگئے جس کے نتیجہ میں بعض گروہوں کی طرف سے طلاق کو جائز قرار دیا گیا۔ جنوبی ہندوستان میں تاحال اکثر ہندوؤں کے نزدیک طلاق دینا حرام اور گناہ ہے۔

دین اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ طلاق کے حوالے سے اس کے احکام افراط وتفریط سے پاک ہیں۔ ان میں دشواری نہیں بلکہ مسلمانوں کی آسانی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ نکاح سے قبل مرد اپنی متوقع بیوی کو دیکھ سکتا ہے۔ طلاق کا حق صرف مرد کو حاصل ہے مگر اس کے مطلق العنان ہونے کی صورت میں عورت کو خلع کا حق بھی دیا گیا ہے۔ زوجین میں اختلاف کی صورت میں دونوں کی

اصلاح اور تادیب کا درس دیا گیا۔ بات بات پر طلاق کا لفظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ طلاق جائز ہونے کے باوجود اسے ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ طلاق دینے کے لیے یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ ایسے طہر میں دی جائے جس میں وطی نہ کی گئی ہو۔

1095 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ يُّوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ

متنِ حدیث: قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ هَلْ تَعْرِفُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَاِنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَاَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّرَاجِعَهَا قَالَ قُلْتُ فَيُعْتَدُّ بِتِلْكَ التَّطْلِيْقَةِ قَالَ فَمَهْ اَرَاَيْتَ اِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ

◆◆ یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا' جو اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں طلاق دے دیتا ہے' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جانتے ہو؟ اس نے جب اپنی بیوی کو طلاق دی تھی' تو وہ عورت حیض کی حالت میں تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی: وہ اس سے رجوع کر لے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: کیا اس طلاق کو شمار کیا گیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ عاجز تھا یا احمق تھا (جو اس کی طلاق شمار نہ ہوتی)

1096 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلٰى اٰلِ طَلْحَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ فِي الْحَيْضِ فَسَاَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا اَوْ حَامِلًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ يُوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّكَذٰلِكَ حَدِيْثُ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ

1095- اخرجه البخاری (264/9) كتاب الطلاق' باب: اذا طلقت الحائض (1471/9) وابو داؤد (256/2) كتاب الطلاق: باب: فی طلاق السنة' حديث (2184) وابن ماجه (651/1) كتاب الطلاق : باب: طلاق السنة' حديث (2022) والنسائی (142/6) كتاب الطلاق' باب: الطلاق لغير العدة وما يحتسب منه على المطلق' حديث (3400) واخرجه احمد (51/2) من طريق حماد بن زيد عن ايوب عن محمد بن سيرين عن يونس بن جبير عن ابن عمر فذكره-

1096- اخرجه احمد (2/26-58) ومسلم (1095/2) كتاب الطلاق' باب : تحريم طلاق الحائض بغير رضاها' وانه لو خالف وقع الطلاق' ويؤمر برجعتها' حديث (5-1471) وابو داؤد (255/2) كتاب الطلاق' باب: فی طلاق السنة' حديث (2181) وابن ماجه (652/1) كتاب الطلاق' باب: الحامل كيف تطلق؛ حديث (2032) والنسائی (141/6) كتاب الطلاق: باب: ما يفعل اذا طلق تطليقه وهی حائض' حديث (3397) والدارمی (160/2) كتاب الطلاق' باب: السنة فی الطلاق' من طريق محمد بن عبد الرحمن مولیٰ آل طلحة عن سالم بن عبد الله بن ابيه عبد الله بن عمر فذكره-

طَلَاقَ السُّنَّةِ اَنْ يُّطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِّنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وقَالَ بَعْضُهُمْ اِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَّهِيَ طَاهِرٌ فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ لِلسُّنَّةِ اَيْضًا وَّهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَكُوْنُ ثَلَاثًا لِلسُّنَّةِ اِلَّا اَنْ يُّطَلِّقَهَا وَاحِدَةً وَّاحِدَةً وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاِسْحٰقَ وَقَالُوْا فِيْ طَلَاقِ الْحَامِلِ يُطَلِّقُهَا مَتٰى شَاءَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وقَالَ بَعْضُهُمْ يُطَلِّقُهَا عِنْدَ كُلِّ شَهْرٍ تَطْلِيقَةً

◄► سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنی اہلیہ کو اس کی حیض کی حالت میں' طلاق دے دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس سے کہو! وہ اس عورت سے رجوع کرے' پھر اسے اس وقت طلاق دے' جب وہ عورت طہر کی حالت میں ہو یا حاملہ ہو۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یونس بن جبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ ''حسن صحیح'' ہے۔

اسی طرح سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ بھی ایسی ہی ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے نبی اکرم ﷺ سے بھی منقول ہے۔

اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' یعنی سنت طلاق یہ ہے: آدمی بیوی کو اس وقت طلاق دے' جب وہ طہر کی حالت میں ہو' اور اس طہر میں اس کے ساتھ صحبت نہ کی گئی ہو۔

بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے: جب عورت طہر کی حالت میں ہو' اور مرد اس کو تین طلاقیں دیدے' تو یہ بھی سنت کے مطابق ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے: تین طلاقیں دینا سنت کے مطابق نہیں ہوگا' بلکہ صرف ایک' ایک کر کے طلاق دینا سنت ہوگا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

حاملہ عورت کی طلاق کے بارے میں یہ حضرات فرماتے ہیں: مرد اسے جیسے چاہے طلاق دے سکتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے: مرد اسے ہر مہینے میں ایک طلاق دے۔

شرح

طلاق سنت اور اس میں مذاہب آئمہ:

طلاق سنت سے مراد ہے ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں وطی نہ کی گئی ہو پھر اسی طرح دوسرے اور تیسرے طہر میں بھی طلاق دینا۔ حضرت امام آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''طلاق سنت'' سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ طلاق دینا عمل خیر اور باعث ثواب ہے بلکہ اس سے مراد ہے شریعت میں طلاق جائز ہے مگر موجب مؤاخذہ نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اظہار

ثلاثہ میں مختلف طلاقیں دینے پر''طلاق سنت'' کا اطلاق کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ یوں مخاطب ہوئے: ماھکذا امرك الله انك قد اخطا السنة ان تستقبل الطهر فتطلق لكل قرء (سنن دارقطنی جلد ۴ص ۱۳)''طلاق سنت'' سے مراد ایسی طلاق ہے جو ایسے طہر میں دی گئی ہو جس میں جماع نہ کیا گیا بعد ازاں طلاق نہ دی جائے حتی کہ عدت پوری جائے۔

• ایک طہر میں ایک سے زائد طلاق دینے سے''طلاق سنت'' ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک طہر میں ایک سے زائد طلاق دینے کی صورت میں''طلاق سنت'' نہیں رہے گی بلکہ''طلاق بدعی'' بن جائے گی۔ طلاق واقع ہو جائے گی مگر طلاق دہندہ گناہگار ہوگا۔ انہوں نے ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ: اس فقرہ کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں: (۱) عبارۃ النص: عبارۃ النص کے اعتبار اس کا مفہوم یوں ہے کہ یکے بعد دیگر، طلاق دینی چاہیے۔ ایک ہی طہر میں ایک سے زائد طلاق نہیں دینی چاہیے۔ (۲) اشارۃ النص: دو طلاقیں دینے کی صورت میں رجوع کیا جا سکتا ہے۔

۲-حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ ایک طہر میں ایک سے زائد طلاق دینے سے بھی''طلاق سنت'' رہے گی اور طلاق دینے والا گناہگار بھی نہیں ہوگا۔ انہوں نے حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: قال عويمر كذبت عليها يارسول الله! ان امسكتها فطلقها عويمر ثلثا (سنن ابی داؤد) اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں دیں تو آپ نے منع نہ کیا، اگر گناہ ہوتا تو آپ ضرور منع کر دیتے۔

بڑے اماموں کی طرف سے چھوٹے اماموں کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس واقعہ سے لعان مراد ہے اور لعان کی صورت میں زوجین میں از خود تفریق ہو جاتی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ لعان کے بعد حاکم وقت دونوں کے درمیان تفریق کرا سکتا ہے۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کی طرف توجہ مبذول نہ فرمائی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهُ الْبَتَّةَ

باب 2- جو شخص اپنی بیوی کو''طلاق بتہ'' دے

1097 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ

1097- اخرجه ابو داؤد (263/2) كتاب الطلاق' باب: في البتة' حديث (2208) وابن ماجه (661/1) كتاب الطلاق' باب: طلاق البتة' حديث (2051) والدارمي (163/2) كتاب الطلاق' باب: الطلاق البتة' من طريق عبد الله بن يزيد بن ركانة عن ابيه عن جده فذكره-

متن حدیث: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَاَتِیَ الْبَتَّةَ فَقَالَ مَا اَرَدْتَّ بِهَا قُلْتُ وَاحِدَةً قَالَ وَاللّٰهِ قُلْتُ وَاللّٰهِ قَالَ فَهُوَ مَا اَرَدْتَّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ فِيْهِ اضْطِرَابٌ

اختلافِ روایت: وَّيُرْوٰى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا

مذاہبِ فقہاء: وَّقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِیْ طَلَاقِ الْبَتَّةِ فَرُوِیَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ جَعَلَ الْبَتَّةَ وَاحِدَةً وَّرُوِیَ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ جَعَلَهَا ثَلَاثًا وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْهِ نِيَّةُ الرَّجُلِ اِنْ نَّوٰى وَاحِدَةً فَوَاحِدَةٌ وَّاِنْ نَّوٰى ثَلَاثًا فَثَلَاثٌ وَّاِنْ نَّوٰى ثِنْتَيْنِ لَمْ تَكُنْ اِلَّا وَاحِدَةً وَّهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وقَالَ مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ فِی الْبَتَّةِ اِنْ كَانَ قَدْ دَخَلَ بِهَا فَهِیَ ثَلَاثُ تَطْلِيْقَاتٍ وقَالَ الشَّافِعِیُّ اِنْ نَّوٰى وَاحِدَةً فَوَاحِدَةٌ يَّمْلِكُ الرَّجْعَةَ وَاِنْ نَّوٰى ثِنْتَيْنِ فَثِنْتَانِ وَاِنْ نَّوٰى ثَلَاثًا فَثَلَاثٌ

◆◆ عبداللہ بن یزید اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اس سے کیا مراد لی تھی؟ میں نے عرض کی: ایک نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اللہ کی قسم! میں نے عرض کی: اللہ کی قسم! آپ نے فرمایا: پھر وہ وہی شمار ہوگی جو تم نے مراد لی تھی۔

یہ حدیث ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم نے طلاق بتہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے یہ بات منقول ہے: انہوں نے طلاق بتہ کو ایک طلاق شمار کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے اسے تین طلاقیں قرار دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس بارے میں یہ رائے پیش کی ہے: اس بارے میں مرد کی نیت کا اعتبار ہوگا اس نے ایک کی نیت کی تھی تو ایک طلاق شمار ہوگی اگر اس نے تین کی نیت کی تھی تو تین طلاقیں شمار ہوں گی اگر اس نے دو کی نیت کی تھی تو صرف ایک طلاق شمار ہو گی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ طلاق بتہ کے بارے میں فرماتے ہیں: اگر مرد عورت کے ساتھ صحبت کر چکا ہو تو یہ تین طلاقیں شمار ہوں گی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر مرد نے ایک نیت کی ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور وہ رجوع کرے کرنے کا مالک ہوگا اگر اس نے دو کی نیت کی تھی تو دو طلاقیں شمار ہوں گی لیکن اگر اس نے تین کی نیت کی تھی تو تین طلاقیں شمار ہوں گی۔

شرح

''طلاق البتة'' کے حکم میں مذاہب آئمہ:

جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو یوں کہا: انت طالق البتة تو اس کے حکم میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یہ الفاظ کہتے وقت ایک طلاق کی نیت کی یا دوطلاق کی یا بالکل نیت نہ کی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اگر تین کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ اگر زوجہ بالفرض لونڈی ہو تو دو کی نیت کرنے سے دوطلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ ایک طلاق کی نیت کی یا بالکل نہ کی تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی، دوطلاقوں کی نیت کرے گا، تو دوواقع ہوں گی اور اگر تین طلاقوں کی نیت کرے گا، تو تین واقع ہوں گی۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے یہ الفاظ مدخول بھا سے کہے تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

ایک ساتھ تین طلاق دینے میں مذاہب آئمہ

کیا ایک ساتھ تین طلاق واقع ہوجائیں گی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

۱- حضرات صحابہ میں سے حضرت فاروق اعظم، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جبکہ آئمہ اربعہ میں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یہ حرام اور بدعت ہے۔ انہوں نے حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپ غضبناک ہو کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا: کیا اس آدمی نے کتاب اللہ کے ساتھ مذاق کیا ہے، جبکہ میں تم لوگوں میں موجود ہوں؟ یہاں تک ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ (سنن نسائی جلد ثانی ص۹۹)

۲- حضرت امام شافعی، حضرت حسن بن علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس طرح طلاق دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب آئمہ:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک فقرہ میں یا ایک مجلس میں تین طلاق دے تو کیا وہ واقع ہوجائیں گی یا نہیں؟ ایک طلاق واقع ہوگی یا تین؟ اس بارے میں مشہور تین مذاہب ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ اربعہ جمہور علماء سلف وخلف کا مؤقف ہے کہ اس صورت میں تین طلاق واقع ہوجائیں گی۔ عورت مغلظہ ہوجائے گی

اور حلالہ کے بغیر زوج اوّل کے لیے حلال نہیں ہوگی۔ انہوں نے ان روایات واحادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے:

(۱) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: میں بنت آل خالد ہوں اور فلاں شخص میرا شوہر ہے' جس نے مجھے طلاق بھیجی ہے۔ میں نے اس کے اہل خانہ سے نفقہ اور سکنیٰ کا مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں (اہل خانہ) نے کہا: یارسول اللہ! شوہر نے تین طلاق بھیجی ہیں۔ راویہ کا کہنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما النفقة والسكنى للمرأة اذا كان بزوجها عليها الرجعة (سنن النسائی) عورت کے لیے نفقہ اور سکنیٰ اس وقت ہوتا ہے' جب شوہر کے لیے رجوع کرنے کی کوئی صورت باقی ہو'۔ اس روایت میں تین طلاق کے بعد شوہر کو رجوع کا حق نہیں دیا گیا۔

(۲) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں تو میں نے اس کا نکاح کر دیا تو شوہر ثانی نے اسے طلاق دے دی تو اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یہ عورت زوج اوّل کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا: نہیں' حتیٰ کہ پہلے شوہر کی طرح شوہر ثانی بھی وطی نہ کر لے۔
(الصحیح للبخاری جلد ثانی ص ۷۹۱)

(۳) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس میں حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے لعان کے اختتام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: كذبت عليها يارسول الله ان امسكتها فطلقها ثلاثاقبل ان يأمره رسول الله (صحیح جلد ثانی ص ۷۹۱)

۲- ابن مقاتل' حجاج بن ارطاۃ اور اہل تشیع جعفریہ وغیرہ کا موقف ہے کہ طلاق بالکل واقع نہیں ہوگی۔

۳- علامہ ابن قیم' علامہ ابن تیمیہ' بعض اہل ظاہر اور دیگر لوگوں کے نزدیک اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی جبکہ شوہر کو رجوع کا حق بھی حاصل ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَمْرُكِ بِيَدِكِ

باب 3: (جب کوئی شخص بیوی سے کہے) تمہارا معاملہ تمہارے اختیار میں ہے

1098 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ لِاَيُّوْبَ هَلْ عَلِمْتَ اَنَّ اَحَدًا قَالَ فِيْ اَمْرُكِ بِيَدِكِ اِنَّهَا ثَلَاثٌ اِلَّا الْحَسَنَ فَقَالَ لَا اِلَّا الْحَسَنَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ غَفْرًا اِلَّا مَا حَدَّثَنِيْ قَتَادَةُ عَنْ كَثِيْرٍ مَوْلٰى بَنِيْ سَمُرَةَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

ثَلَاثٌ قَالَ اَيُّوْبُ فَلَقِيْتُ كَثِيْرًا مَوْلٰى بَنِيْ سَمُرَةَ فَسَاَلْتُهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ فَرَجَعْتُ اِلٰى قَتَادَةَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ نَسِيَ

1198- اخرجه ابو داؤد (262/2) كتاب الطلاق' باب: فی امرك بيدك حديث (2204) والنسائي (147/6) كتاب الطلاق' باب: امرك بيدك: حديث (3410) من طريق حماد بن زيد عن ايوب عن قتادة عن كثير مولى بني سمرة عن ابي سلمة عن ابي هريرة به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

قولِ امام بخاری: وَّسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ بِهٰذَا وَاِنَّمَا هُوَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ مَوْقُوْفٌ وَّلَمْ يُعْرَفْ حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا وَّكَانَ عَلِيُّ ابْنُ نَصْرٍ حَافِظًا صَاحِبَ حَدِيْثٍ

مذاہب فقہاء: وَّقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِىْ اَمْرُكِ بِيَدِكِ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

آثارِ صحابہ: مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ هِىَ وَاحِدَةٌ وَّهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ الْقَضَاءُ مَا قَضَتْ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا جَعَلَ اَمْرَهَا بِيَدِهَا وَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلَاثًا وَّاَنْكَرَ الزَّوْجُ وَقَالَ لَمْ اَجْعَلْ اَمْرَهَا بِيَدِهَا اِلَّا فِىْ وَاحِدَةٍ اسْتُحْلِفَ الزَّوْجُ وَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ مَعَ يَمِيْنِهٖ وَذَهَبَ سُفْيَانُ وَاَهْلُ الْكُوْفَةِ اِلٰى قَوْلِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ وَاَمَّا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ فَقَالَ الْقَضَاءُ مَا قَضَتْ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاَمَّا اِسْحٰقُ فَذَهَبَ اِلٰى قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حماد بن زید بیان کرتے ہیں میں نے ایوب سے کہا: آپ کو کسی ایسے شخص کے بارے میں یہ علم ہے' جس نے یہ کہا ہو: (اگر مرد بیوی سے یہ کہے) تمہارا معاملہ تمہارے اختیار میں ہے' تو یہ تین طلاقیں شمار ہوں گی۔ حسن کے علاوہ کسی نے یہ کہا؟ توانہوں

نے جواب دیا: نہیں صرف حسن نے یہ کہا ہے' پھر وہ بولے: اے اللہ! بخشش کر دے! قتادہ نے کثیر کے حوالے سے' ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (یہ تین طلاقیں ہوں گی) ایوب بیان کرتے ہیں: میری کثیر سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہیں اس کا علم نہیں تھا میں واپس قتادہ کے پاس آیا اور میں نے انہیں بتایا تو وہ بولے: وہ بھول گئے ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس حدیث کو صرف سلیمان بن حرب کی حماد بن زید سے روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: سلیمان بن حرب نے حماد بن زید کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تک ''موقوف'' ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ''مرفوع'' روایت کے طور پر اس کا علم نہیں ہوسکا۔

علی بن نصر حافظ تھے اور علم حدیث کے ماہر تھے۔

اہلِ علم نے ان الفاظ کے بارے میں اختلاف کیا ہے: ''تمہارا معاملہ تمہارے اختیار میں ہے''۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھتے ہیں' جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں' وہ یہ فرماتے ہیں: اس سے ایک طلاق واقع ہوگی۔

تابعین سے تعلق رکھنے والے کئی اہلِ علم بھی اس بات کے قائل ہیں اور ان کے بعد آنے والے کئی اہلِ علم بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں: عورت جو فیصلہ کرے گی وہی حکم ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب مرد معاملے کو عورت کے اختیار میں دیدے' اور وہ اپنی ذات کو تین طلاقیں دیدے' اور وہ شوہر اس کا انکار کرے اور بولے: میں نے اسے صرف ایک طلاق کا اختیار دیا تھا' تو شوہر سے حلف لیا جائے گا' اور اس کی قسم کے ہمراہ اس کا قول صحیح شمار ہوگا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عورت جو طے کرے گی وہ حکم ہوگا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے کو اختیار کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخِيَارِ

باب 4: اختیار دینے (کا حکم)

1099 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَاهُ اَفَكَانَ طَلَاقًا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِى الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ بِمِثْلِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِى الْخِيَارِ فَرُوِىَ عَنْ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُمَا قَالَا اِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَوَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ وَّرُوِىَ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا قَالَا اَيْضًا وَّاحِدَةٌ يَّمْلِكُ الرَّجْعَةَ وَاِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَلَا شَىْءَ

آثارِ صحابہ: وَرُوِىَ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ اِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَوَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ وَّاِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَوَاحِدَةٌ يَّمْلِكُ

1099- اخرجه البخارى (280/9) كتاب الطلاق' باب: من خير ازواجه حديث (5263) ومسلم (1103/2) كتاب الطلاق' باب: بيان ان تخيير امرأته لا يكون طلاقاً الا بالنية' حديث (24-1477)وابو داؤد (262/2) كتاب الطلاق باب فى الخيار' حديث (2203)وابن ماجه (661) كتاب الطلاق باب: الرجل يخير امرأته' حديث (2052) والنسائى (161/6) كتاب الطلاق باب فى المخيرة تختار زوجها' حديث (3444) فالدارمى (162/2) كتاب الطلاق' باب: فى الخيار' واخرجه احمد (47'45/6) والحميدى (115/1)حديث (234) من طريق الشعبى عن مسروق عن عائشة به-

الرَّجْعَةَ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَوَاحِدَةٌ وَّاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَثَلَاثٌ وَّذَهَبَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اِلٰى قَوْلِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَاَمَّا اَحْمَدُ ابْنُ حَنْبَلٍ فَذَهَبَ اِلٰى قَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تھا' ہم نے آپ ﷺ کو اختیار کرلیا' تو کیا وہ طلاق شمار ہوئی تھی؟

مسروق نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے (بیوی کو) اختیار دینے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: اگر عورت اپنی ذات کو اختیار کرلے' تو ایک بائنہ طلاق واقع ہوگی۔

ان دونوں سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے: یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: ایک طلاق واقع ہو جائے گی' لیکن مرد کو رجوع کرنے کا اختیار ہوگا' لیکن اگر عورت شوہر کو اختیار کرلیتی ہے' تو کوئی چیز واقع نہیں ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اگر عورت اپنی ذات کو اختیار کرلے' تو ایک بائنہ طلاق شمار ہوگی' اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کرلے' تو ایک طلاق واقع ہوگی' جس میں مرد رجوع کرنے کا حق رکھتا ہوگا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر عورت مرد کا اختیار کرلے' تو ایک طلاق شمار ہوگی اور اگر وہ اپنی ذات کو اختیار کرلے' تو تین طلاقیں شمار ہوں گی۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور بعد میں آنے والے اکثر اہلِ علم اور اہلِ فقہ نے اس بارے میں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔

شرح

الفاظِ تفویض سے طلاق کا مسئلہ:

مسلسل دو ابواب کی دو احادیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی سے یوں مخاطب ہو (۱) امرک بیدک (۲) اختاری نفسک (۳) انت طالق ان شئت ۔ عورت طلاق اختیار کرنے کی بجائے اپنے شوہر کو اختیار کرے' تو جمہور فقہاء کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ الفاظ طلاق نہیں ہیں بلکہ الفاظ تفویض ہیں۔ اگر شوہر کی طرف سے کہے گئے ان الفاظ کے نتیجہ میں بیوی نفس کو اختیار کرے' تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے:

۱-صحابہ میں حضرت فاروق اعظم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ایک بائنہ طلاق واقع ہوگی۔

۲-صحابہ میں سے حضرت عثمان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور آئمہ اربعہ میں سے حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ: القضاء ماقضت یعنی اصل فیصلہ وہی ہے جو عورت کرے گی وہ جتنی اور جیسی طلاق کی نیت کرے گی ایسی ہی واقع ہوگی۔

۳-صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور علامہ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک الفاظ تفویض طلاق سے بیوی اپنے لیے تین طلاق اختیار کر لیتی ہے تو شوہر سے بالقسم پوچھا جائے گا کہ اس نے کتنی طلاقوں کی نیت کی تھی؟ وہ قسم کھا کر جتنی طلاقوں کا کہے گا اس کی بات معتبر ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا لَّا سُكْنٰى لَهَا وَلَا نَفَقَةَ

باب 5- جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اسے رہائش اور خرچ نہیں ملے گا

1100 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ طَلَّقَنِيْ زَوْجِيْ ثَلَاثًا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا سُكْنٰى لَكِ وَلَا نَفَقَةَ قَالَ مُغِيْرَةُ فَذَكَرْتُهُ لِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ قَالَ عُمَرُ لَا نَدَعُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَاَةٍ لَّا نَدْرِيْ اَحَفِظَتْ اَمْ نَسِيَتْ

آثارِ صحابہ: وَكَانَ عُمَرُ يَجْعَلُ لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَنْبَاَنَا حُصَيْنٌ وَّاِسْمٰعِيْلُ وَمُجَالِدٌ قَالَ هُشَيْمٌ وَّحَدَّثَنَا دَاوٗدُ اَيْضًا عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَسَاَلْتُهَا عَنْ قَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا فَقَالَتْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ فَخَاصَمَتْهُ فِي السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةِ فَلَمْ يَجْعَلْ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً وَّفِيْ حَدِيْثِ دَاوٗدَ قَالَتْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَعْتَدَّ فِيْ بَيْتِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَعَطَاءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ وَّالشَّعْبِيُّ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالُوْا لَيْسَ لِلْمُطَلَّقَةِ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةٌ اِذَا لَمْ يَمْلِكْ زَوْجُهَا الرَّجْعَةَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ

1100- اخرجه مسلم (1117/2) كتاب الطلاق: باب: المطلقة ثلاثا لا نفقة لها' حديث (42-1480)' وابو داؤد (287/2) كتاب الطلاق: باب: في نفقة المبتوتة' حديث (2288) وابن ماجه (652/1) كتاب الطلاق' باب: المطلقة ثلاثاً هل لها سكنى ونفقة' حديث (2036) والنسائي (144/6) كتاب الطلاق' باب: الرخصة في الطلاق الثلاث' حديث (3405) عن جرير عن مغيرة عن الشعبي عن فاطمة بنت قيس بيه-

الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آثارِ صحابہ: مِنْهُمْ عُمَرُ وَعَبْدُ اللّٰهِ اِنَّ الْمُطَلَّقَةَ ثَلَاثًا لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَهَا السُّكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ لَهَا وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَّالشَّافِعِيِّ وقَالَ الشَّافِعِيُّ اِنَّمَا جَعَلْنَا لَهَا السُّكْنٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ) قَالُوْا هُوَ الْبَذَاءُ اَنْ تَبْذُوَ عَلٰى اَهْلِهَا وَاعْتَلَّ بِاَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ لَّمْ يَجْعَلْ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّكْنٰى لِمَا كَانَتْ تَبْذُو عَلٰى اَهْلِهَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَلَا نَفَقَةَ لَهَا لِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قِصَّةِ حَدِيْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ

◆◆ شعبی بیان کرتے ہیں: سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں رہائش اور خرچ کا حق نہیں ملے گا۔

مغیرہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس بات کا تذکرہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا' تو انہوں نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنے نبی اکرم ﷺ کی سنت کو کسی عورت کے بیان کی وجہ سے ترک نہیں کریں گے' ہمیں نہیں معلوم اسے بات یاد ہے یا وہ بھول گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی خاتون کو رہائش اور خرچ کا حق دیا ہے۔

شعبی بیان کرتے ہیں: میں سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے ان سے ان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: ان کے شوہر نے انہیں طلاق بتہ دے دی تھی انہوں نے اپنے شوہر سے رہائش اور خرچ کے بارے میں اختلاف کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو رہائش اور خرچ کا حق نہیں دیا۔

داؤد نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ ہدایت کی: میں ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت بسر کروں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں: ان میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ' عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جس عورت کو طلاق دے دی گئی ہو' اسے رہائش اور خرچ نہیں ملے گا اس وقت جب اس کا شوہر اس سے رجوع کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں: جب کسی عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں' تو اسے رہائش اور خرچ کا حق ملے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: ایسی عورت کو رہائش کا حق ملے گا' لیکن خرچ نہیں ملے گا۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ' امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم نے اس عورت کو رہائش کا حق' اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کے تحت دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ باہر نکلیں' البتہ اگر وہ واضح بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ (تو حکم مختلف ہوگا)''

علماء یہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے: وہ اپنے سسرالی عزیزوں کے ساتھ بدزبانی کا مظاہرہ کریں۔

سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا والی روایت میں یہ علت بیان کی گئی ہے: نبی اکرم ﷺ نے انہیں رہائش کا حق اس لیے نہیں دیا تھا' کیونکہ وہ اپنے سسرالی عزیزوں کے ساتھ تیز مزاجی کا مظاہرہ کرتی تھیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسی عورت کو خرچ کا حق اس لیے نہیں ملے گا' کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث موجود ہے' اس سے مراد سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے متعلق حدیث ہے۔

شرح

مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ وسکنیٰ میں مذاہب آئمہ:

لفظ مبتوتہ صیغہ واحد مؤنث اسم مفعول از ثلاثی مجرد ہے۔ اس سے مراد ہے وہ عورت جسے ایک یا دو بائنہ طاقتیں دی گئی ہوں۔ الحائلۃ: سے مراد غیر حاملہ عورت ہے۔ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ مطلقہ رجعیہ کو شرعی طور پر نفقہ اور سکنیٰ دونوں چیزیں ملیں گی اور اسی طرح مبتوتہ حاملہ بھی دونوں چیزوں کی حقدار ہوگی۔ مبتوتہ حائلہ کو نفقہ وسکنیٰ ملے گا یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مبتوتہ حائلہ کو نہ نفقہ ملے گا اور نہ سکنیٰ۔ انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ ان کے شوہر نے انہیں تین طلاق دیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نفقہ وسکنیٰ میں سے کوئی چیز نہ دلوائی تھی۔

۲- حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفقہ نہیں ملے گا صرف سکنیٰ ملے گا۔ انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت سے صرف نفقہ والی جز کو لیا ہے' جبکہ سکنیٰ والی جزء کو نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ارشاد ربانی ہے: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (طلاق:۶) (تم عورتوں کو ایسے مقامات (رہائش گاہوں) میں ٹھہراؤ جہاں تم خود ٹھہرے ہو)- یہ آیت مبارکہ عموم کے درجہ میں ہے' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رجعیہ' مبتوتہ حاملہ اور مبتوتہ حائلہ سب کو شامل ہے یعنی ہر عورت کو سکنیٰ کی سہولت ضرور میسر ہوگی۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اسے نفقہ اور سکنیٰ دونوں چیزیں ملیں گی۔ آپ نے مذکورہ آیت سے استدلال کیا ہے۔ سکنیٰ کے بارے میں تو صراحت ہے مگر وجوب نفقہ اشارۃ النص سے ثابت ہو رہا ہے' کیونکہ نفقہ جزاء احتباس ہے۔ اب اس کے معارض نہ کوئی روایت ہے نہ آیت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ

باب 6- نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی

1101 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا عَامِرٌ الْاَحْوَلُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا نَذْرَ لِابْنِ اٰدَمَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا عِتْقَ لَهٗ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا طَلَاقَ لَهٗ فِيمَا لَا يَمْلِكُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّجَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهُوَ اَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنِ وَسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَشُرَيْحٍ وَّجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَّغَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ فُقَهَاءِ التَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ

آثارِ صحابہ: وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ فِي الْمَنْصُوبَةِ اِنَّهَا تَطْلُقُ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ وَالشَّعْبِيِّ وَغَيْرِهِمَا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ قَالُوْا اِذَا وَقَّتَ نُزِّلَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّهٗ اِذَا سَمّٰى امْرَاَةً بِعَيْنِهَا اَوْ وَقَّتَ وَقْتًا اَوْ قَالَ اِنْ تَزَوَّجْتُ مِنْ كُوْرَةِ كَذَا فَاِنَّهٗ اِنْ تَزَوَّجَ فَاِنَّهَا تَطْلُقُ

وَاَمَّا ابْنُ الْمُبَارَكِ فَشَدَّدَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَقَالَ اِنْ فَعَلَ لَا اَقُوْلُ هِيَ حَرَامٌ

وَقَالَ اَحْمَدُ اِنْ تَزَوَّجَ لَا اٰمُرُهٗ اَنْ يُّفَارِقَ امْرَاَتَهٗ وَقَالَ اِسْحٰقُ اَنَا اُجِيْزُ فِي الْمَنْصُوبَةِ لِحَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاِنْ تَزَوَّجَهَا لَا اَقُوْلُ تَحْرُمُ عَلَيْهِ امْرَاَتُهٗ وَوَسَّعَ اِسْحٰقُ فِيْ غَيْرِ الْمَنْصُوبَةِ

وَذُكِرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ حَلَفَ بِالطَّلَاقِ اَنَّهٗ لَا يَتَزَوَّجُ ثُمَّ بَدَا لَهٗ اَنْ يَّتَزَوَّجَ هَلْ لَهٗ رُخْصَةٌ بِاَنْ يَّاْخُذَ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ الَّذِيْنَ رَخَّصُوْا فِيْ هٰذَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اِنْ كَانَ يَرٰى هٰذَا الْقَوْلَ حَقًّا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّبْتَلٰى بِهٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ فَلَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ بِقَوْلِهِمْ فَاَمَّا مَنْ لَمْ يَرْضَ بِهٰذَا فَلَمَّا ابْتُلِيَ اَحَبَّ اَنْ يَّاْخُذَ بِقَوْلِهِمْ فَلَا اَرٰى لَهٗ ذٰلِكَ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ابن آدم جس چیز کا مالک نہ ہو اس کے بارے میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور جس کا وہ مالک نہ ہو اسے آزاد نہیں کر سکتا اور جس کا وہ مالک نہ ہو وہ طلاق نہیں ہوتی۔

1101- اخرجه ابو داؤد (258/2) كتاب الطلاق: باب: في الطلاق قبل النكاح حديث (2190) وابن ماجه (660/1) كتاب الطلاق باب: لا طلاق قبل النكاح حديث (2047) من طريق عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده فذكره-

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں منقول یہ سب سے بہتر روایت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ' سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ' سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ' امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ' قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ' حضرت جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تابعین فقہاء سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: (اگر عورت یا قبیلے) کا تعین کر دیا گیا ہو' تو اس عورت کو طلاق ہو جائے گی۔

ابراہیم نخعی' امام شعبی اور ان کے علاوہ دیگر اہلِ علم سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جب وہ وقت متعین کر دے' تو اس کے مطابق حکم ہوگا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں: جب وہ مرد کسی متعین عورت کا نام لے دے یا کوئی وقت مقرر کر دے' یا یہ کہے: میں نے فلاں علاقے میں شادی کی' تو اگر وہ وہاں شادی کر لیتا ہے' تو عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ ابن مبارک کا جہاں تک تعلق ہے' انہوں نے اس بارے میں شدت اختیار کی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اگر وہ ایسا کر بھی لے' تو بھی میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہ حرام ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر وہ شخص شادی کر لیتا ہے' تو میں اس سے یہ نہیں کہوں گا کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائے۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: متعین عورت یا متعین قبیلے کی عورت سے نکاح کو درست قرار دوں گا' اس کی وجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول یہ روایت ہے' اگر وہ شخص ایسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے' تو میں یہ نہیں کہوں گا: اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے۔

غیر متعین عورت کے بارے میں اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ گنجائش دی ہے۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے' ان سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو طلاق کی قسم اٹھا لیتا ہے: وہ کبھی شادی نہیں کرے گا' پھر اسے یہ مناسب لگتا ہے: وہ شادی کر لے' تو کیا اسے اس بات کی اجازت ہوگی؟ وہ ان فقہاء کے قول کو اختیار کر لے' جنہوں نے اس بارے میں رخصت دی ہے' تو حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر وہ اس مسئلے میں مبتلا ہونے سے پہلے اس رائے کو درست سمجھتا تھا' تو اس اسے اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ اس قول کو اختیار کرے' لیکن اگر وہ پہلے

اس سے راضی نہیں تھا' لیکن جب وہ اس میں مبتلا ہو گیا' تو پھر اسے یہ اچھا لگا کہ یہ ان کے قول کو اختیار کر لے' تو میرے نزدیک اسے اس کا حق نہیں ہے۔

شرح

قبل از نکاح طلاق میں مذاہب آئمہ:

اگر کوئی شخص نکاح سے قبل کسی عورت کو طلاق دینے کی تعلیق کرے' تو کیا نکاح کرنے پر عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:۔

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایسی تعلیق لغو ہے' لہٰذا نکاح کرنے پر عورت کو طلاق نہیں ہوگی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کا آدمی مالک نہیں ہے' اس کی منت نہیں ہے، جس غلام کا مالک نہیں اس کی آزادی نہیں اور جو عورت ملک (نکاح) میں نہیں اس کی طلاق نہیں۔ ان کے نزدیک اس حدیث کا مصداق تنجیز اور تعلیق دونوں بن سکتی ہیں کیونکہ اس میں عموم ہے۔ کسی شخص کی طرف سے طلاق کو نکاح پر معلق کرنے پر تعلیق لغو ہو گی اور طلاق واقع نہیں ہو گی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ اگر شرط و جزاء کے مابین مناسبت ہو تعلیق معتبر ہو گی ورنہ نہیں مثلاً کسی شخص نے یوں کہا:

(۱) ان ملکت العبد فھو حر

(۲) ان اشتریت العبد فھو حر

(۳) ان ملکت الحلوی فللّٰہ علی ان اتصدق

(۴) ان تزوجت فلانۃ فھی طالق۔

ان تمام امور میں تعلیق درست ہے۔ ان کے دلائل یہ روایات ہیں: (۱) حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص طلاق کو نکاح کرنے پر معلق کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ایک آدمی نے کسی عورت سے ظہار کو اس کے نکاح پر معلق کیا تھا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: نکاح کرنے پر وہ بیوی سے وطی کرنے سے قبل کفارہ ظہار ادا کرے۔ (مؤطا امام مالک ص۲۰۳) جب ظہار کی تعلیق درست ہے تو طلاق کی تعلیق بھی جائز ہونی چاہیے۔

(۲) حضرت امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا گیا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح سے قبل طلاق نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! مجھے تو معلوم ہے لیکن تم نے جو اس کا مفہوم سمجھا ہے۔ وہ درست نہیں ہے۔ ایک شخص کو بالا اصرار کسی عورت سے نکاح کرنے کا کہا گیا، وہ جان چھڑانے کے لیے کہتا: میں نے اسے طلاق دی''۔ تو اس کا یوں کہنا ہے لغو سی بات تھی۔ اگر وہ یوں کہتا: ان تزوجت فلانتًا فھی طالق، تو وہ اسے فی الفور طلاق نہیں دے رہا' بلکہ نکاح کے بعد طلاق دے رہا ہے اس طرح کہنا معتبر ہے۔ (شرح معانی الآثار جلد اوّل ص۲۸۱)

تعلیق کے مصداق میں اقوالِ آئمہ:

تعلیق کا مصداق تنجیز ہونا چاہیے یا تاخیر؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں: (۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ تعلیق کا فی الحال مصداق ضروری نہیں ہوتا لہٰذا اس کا مصداق تاخیر ہونا چاہیے۔ (۲) حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ ہر کلام کا فی الحال مصداق ہونا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ طَلَاقَ الْاَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ

باب 7- کنیز کو دو طلاقیں دی جائیں گی

1102 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُظَاهِرُ بْنُ اَسْلَمَ قَالَ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ

اسنادِ دیگر: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وحَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ اَنْبَاَنَا مُظَاهِرٌ بِهٰذَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُظَاهِرِ بْنِ اَسْلَمَ وَمُظَاهِرٌ لَّا نَعْرِفُ لَهُ فِي الْعِلْمِ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کنیز کو دو طلاقیں دی جائیں گی اور اس کی عدت' دو حیض ہوگی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔

اس روایت کے ''مرفوع'' ہونے کو ہم صرف مظاہر بن اسلم نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

مظاہر بن اسلم نامی راوی سے علم حدیث میں اس روایت کے علاوہ اور کسی حدیث کا پتہ نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1102- اخرجه ابو داؤد (287/2) كتاب الطلاق' باب: في سنة طلاق العبد' حديث (2189) وابن ماجه (672/1) كتاب الطلاق: باب: في طلاق الامة وعدتها' حديث (2080) والدارمي (171/2) كتاب الطلاق' باب: في طلاق الامة' من طريق القاسم بن محمد بن عائشة به-

شرح

لونڈی کو دو طلاقیں دینے میں مذاہب آئمہ:

طلاق میں مرد کا اعتبار ہوگا یا عورت کا؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ طلاق میں عورت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ عورت آزادی ہوگی تو شوہر تین طلاقیں دے گا خواہ وہ آزاد ہو یا غلام۔ عورت لونڈی ہو تو شہر دو طلاقیں دے گا خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام۔ آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے جس میں طلاق کے حوالے سے عورت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اسی طرح آپ کے نزدیک لفظ قروء حیض کے معنی میں استعال ہوا ہے یعنی لونڈی کی عدت دو حیض ہے تو آزاد عورت کے حق میں بھی قروء سے مراد طہر نہیں بلکہ حیض ہی ہونا چاہیے۔

۲- آئمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر ہے کہ طلاق میں مرد کا اعتبار ہوگا۔ اگر شوہر آزاد ہے تو وہ تین طلاقیں دے گا خواہ بیوی آزادی ہو یا لونڈی۔ اگر شوہر غلام ہو تو دو طلاقیں دے گا خواہ بیوی آزاد ہو یا غلام ہو۔

(۱) انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **الطلاق بالرجال و العدۃ بالنساء** (الدارقطنی) طلاق میں مردوں کا اعتبار ہوگا جبکہ عدت میں عورتوں کا اعتبار ہوگا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: **اذا طلق العبد امرأۃ تطلیقتین فقد حرمت علیہ حتی تنکح زوجاً غیرہ حرۃ کانت اوامۃ** (المؤطا امام مالک) جب غلام اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی جب تک وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے خواہ وہ بیوی آزاد ہو یا لونڈی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمہور کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) ''الطلاق بالرجال'' کا مفہوم ہے طلاق مردوں کے اختیار میں ہے نہ یہ کہ عدد طلاق میں مردوں کا اعتبار ہوگا۔

(۲) موقوف روایت پر مرفوع حدیث کو فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

(۳) دوسری دلیل کا جواب یہ ہے: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتہاد ہے جس پر یقیناً مرفوع حدیث کو ترجیح حاصل ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يُّحَدِّثُ نَفْسَهُ بِطَلَاقِ امْرَاَتِهٖ

باب 8: جو شخص دل ہی دل میں بیوی کو طلاق دیدے

1103 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: تَجَاوَزَ اللّٰهُ لِاُمَّتِىْ مَا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَكَلَّمْ بِهٖ اَوْ تَعْمَلْ بِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا حَدَّثَ نَفْسَهُ بِالطَّلَاقِ لَمْ يَكُنْ شَىْءٌ حَتّٰى يَتَكَلَّمَ بِهٖ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے ان باتوں سے درگزر کیا ہے' جو وہ دل ہی دل میں سوچیں' جب تک وہ اس کے بارے میں کلام نہ کریں یا اس پر عمل نہ کریں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' یعنی جب کوئی شخص اپنے دل میں طلاق کے بارے میں سوچے' تو کوئی بھی چیز اس وقت تک واقعہ نہیں ہوگی' جب تک وہ بولتا نہیں ہے۔

شرح

دل میں بیوی کو طلاق دینا:

اگر کوئی شخص قلب و ذہن میں اپنی زوجہ کو طلاق دے کر وسوسہ کا شکار ہو جائے تو ایسی کیفیت میں بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ وقوع طلاق کے لیے زبان سے تلفظ کی ادائیگی ضروری ہے خواہ ظاہری ہو یا سری ہو۔ ظاہری کا مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ خود بھی سنے اور دوسرے لوگ بھی۔ سری سے مراد یہ ہے کہ زبان سے نکلنے والے الفاظ کم از کم خود سنے۔ حدیث باب میں اسی مسئلہ کی صراحت ہے۔

سوال: جب قلب و ذہن کے فیصلے کا اعتبار نہیں ہے تو قرآن کریم میں یوں کیوں فرمایا گیا: وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (البقرہ:۲۸۴) (اور اگر تم اپنے دلوں کی باتیں ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو تو! اللہ تعالیٰ اس بارے میں تمہارا محاسبہ کرے گا) یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: آیت احکام آخرت سے متعلق ہے اور حدیث احکام دنیا سے متعلق ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دل ہی دل میں کوئی شخص، نکاح، طلاق، بیع اور ہبہ وغیرہ کا ارادہ کرے' تو منعقد نہیں ہوتے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجِدِّ وَالْهَزْلِ فِي الطَّلَاقِ

باب 9- طلاق کے بارے میں سنجیدگی اور مذاق کا حکم

1103- اخرجه البخاری (300/9) كتاب الطلاق' باب: الطلاق فى الاغلاق والكره والسكران والمجنون' حديث (5269) ومسلم (423/1' نووى) كتاب الايمان' باب: تجاوز الله عن حديث النفس' حديث (201-127) وابو داؤد (224/2) كتاب الطلاق' باب: فى الوسوسة بالطلاق' حديث (2209) وابن ماجه (658/1) كتاب الطلاق' باب: من طلق فى نفسه ولم يتكلم به' حديث (2040) والنسائى (156/6-157) كتاب الطلاق' باب: طلق فى نفسه' حديث (3434) من طريق قتادة عن زرارة بن اوفى عن ابى

1104 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَرْدَكَ الْمَدَنِيِّ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ مَاهَكَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَّهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

توضیح راوی: قَالَ اَبُو عِيسٰى: وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ حَبِيْبِ بْنِ اَرْدَكَ الْمَدَنِيُّ وَابْنُ مَاهَكَ هُوَ عِنْدِيْ يُوْسُفُ بْنُ مَاهَكَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تین طرح کے معاملات میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی شمار ہوگا' نکاح' طلاق اور رجوع کرنا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

عبدالرحمٰن نامی راوی عبدالرحمٰن بن حبیب بن اردک مدنی ہیں۔

ابن ماہک نامی راوی میرے خیال میں یوسف بن ماہک ہیں۔

شرح

طلاق میں سنجیدگی اور مذاق کا حکم:

لفظ ''جِدّ'' کا معنی ہے کوئی فقرہ بول کر اس کا مفہوم مراد لینا۔ لفظ ''ھزل'' کا معنی ہے کوئی فقرہ دل لگی کے لیے استعمال کرنا اور اس کا مفہوم مراد نہ لینا۔ یہاں یہ قاعدہ معتبر ہوگا جو بات ایمانیات سے متعلق اس میں سنجیدگی اور دل لگی دونوں کا حکم یکساں ہے۔ جو بات بیوع سے متعلق ہو اس میں سنجیدگی اور دل لگی دونوں کا حکم مختلف ہوگا۔ حدیث باب میں مذکور امور ثلاثہ کا تعلق قسم اوّل سے ہے۔ اس لیے سنجیدگی اور دل لگی دونوں کا حکم یکساں ہے۔ یعنی نکاح' طلاق اور رجعت میں سنجیدگی تو اپنی جگہ میں ہے مگر دل لگی کا حکم بھی سنجیدگی جیسا ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخُلْعِ

باب 10: خلع کا بیان

1105 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ اَنْبَاَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ اَنْبَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ

1104- اخرجه ابو داؤد (259/2) كتاب الطلاق باب: في الطلاق على الهزل حديث (2194) وابن ماجه (657/1-658) كتاب الطلاق باب: من طلق او نكح او راجع لاعبا حديث (2039) من طريق عطاء عن ابن ماهك عن ابي هريرة فذكره۔

الرَّحْمٰنِ وَهُوَ مَوْلٰى اٰلِ طَلْحَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ اَنَّهَا اخْتَلَعَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اُمِرَتْ اَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ الصَّحِيْحُ اَنَّهَا اُمِرَتْ اَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ

◆◆ سیّدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء ﷞ بیان کرتی ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں خلع لے لیا' تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) انہیں یہ ہدایت کی گئی: وہ ایک حیض عدت بسر کریں۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس ﷠ سے بھی روایت منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) سیّدہ ربیع بنت معوذ ﷞ سے منقول روایت مستند ہے کہ انہیں ایک حیض کی عدت بسر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

1106 اَنْبَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَغْدَادِيُّ اَنْبَاَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ اَنْبَاَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ (۱)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ عِدَّةِ الْمُخْتَلِعَةِ فَقَالَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِنَّ عِدَّةَ الْمُخْتَلِعَةِ عِدَّةُ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثُ حِيَضٍ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَبِهِ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِنَّ عِدَّةَ الْمُخْتَلِعَةِ حَيْضَةٌ قَالَ اِسْحٰقُ وَاِنْ ذَهَبَ ذَاهِبٌ اِلٰى هٰذَا فَهُوَ مَذْهَبٌ قَوِيٌّ

◆◆ حضرت ابن عباس ﷠ بیان کرتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس ﷜ کی اہلیہ نے اپنے شوہر سے خلع حاصل کر لیا' یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس کی بات ہے' تو انہیں ایک حیض عدت بسر کرنے کا حکم دیا گیا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اہلِ علم نے خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت بھی وہی ہوگی' جو طلاق یافتہ عورت کی عدت ہوگی۔

1105- تفرد به الترمذی' من اصحاب الکتب الستة بهذا الاسناد من هذا الطریق' ینظر تحفة الاشراف (303/11)

(۱)- اخرجه ابو داؤد (269/2) کتاب الطلاق' باب: الخلع' حدیث (2229) من طریق عمرو بن مسلم عکرمة عن ابن عباس به۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت ایک حیض ہوگی۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص اس رائے کو اختیار کرلے تو یہ بھی مستند مسلک ہے۔

شرح

خلع کے طریق کار میں مذاہب آئمہ:

قرآن کریم میں خلع کی حقیقت بایں الفاظ بیان کی گئی ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ط (البقرہ: ۲۲۹) اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ زوجین اللہ تعالیٰ کی حدوں کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ زوجہ فدیہ دیکر نکاح سے خارج ہوجائے"۔ احادیث مبارک میں اس کی تشریح وتصریح بیان کی گئی ہے۔

خلع اور طلاق علی المال دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں صرف الفاظ میں فرق ہے۔ زوجین میں گفتگو کے دوران اگر خلع لفظ استعمال ہوتو خلع ہوگا اور اگر طلاق کا لفظ استعمال ہوتو طلاق علی المال ہوگی۔ مثال کے طور پر بیوی نے اپنے شوہر سے کہا: آپ مجھے ایک ہزار روپے کے بدلے میں طلاق دے دیں تو شوہر نے جواب دیا: میں نے طلاق دی تو یہ طلاق علی المال ہوگی اور ایک بائنہ طلاق واقع ہوجائے گی۔ جب عورت نے شوہر سے یوں کہا: آپ ہزار روپے کے عوض میرا خلع کردیں تو شوہر نے جواب میں کہا: میں خلع کردیا تو یہ خلع قرار پائے گا۔ اس صورت میں ایک بائنہ طلاق واقع ہوجائے۔ شوہر نے بیوی سے کہا: میں نے ہزار روپے کے عوض تمہیں طلاق دی تو یہ طلاق علی المال ہوگی۔ اگر اس نے کہا: میں نے ہزار روپے کے بدلے تیرا خلع کیا تو خلع ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں طلاق بائنہ واقع ہوگی اور عورت پر ایک ہزار روپے کی ادائیگی ضروری ہوگی۔

اس مسئلہ میں اختلاف آئمہ فقہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ملک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ خلع، طلاق بائن کے درجہ میں ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: **جعل الخلع تطليقة بائنة** (الدارقطنی) خلع کی صورت میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوجاتی ہے۔

۲۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تین اقوال ہیں: (۱) حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں (۲) طلاق رجعی واقع ہوگی (۳) ہمارے ساتھ ہیں۔ انہوں نے حضرت سعید بن سیب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **جعل الخلع تطليقة** (مصنف ابن ابی شیبہ) خلع ایک طلاق کے درجہ میں ہے۔

۳۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے: "خلع" طلاق کے درجہ میں نہیں ہے بلکہ اس سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط (القرآن)

خلع والی عورت کی عدت میں مذاہب آئمہ

خلع کرنے والی عورت کی عدت کتنی ہوگی؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:-

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ خلع والی عورت ایک حیض عدت گزارے گی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: عدة المختلعة حيضة (سنن ابی داؤد) خلع والی عورت کی عدت ایک حیض ہے۔

۲- جمہور فقہاء کا نقطہ نظر ہے کہ خلع والی عورت کی عدت تین قروء ہیں۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ط (البقرہ:۲۲۸) طلاق یافتہ عورتیں تین قروء تک اپنے آپ کو ٹھہرائیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُخْتَلِعَاتِ

باب 11- خلع حاصل کرنے والی خواتین

1107 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُزَاحِمُ بْنُ ذَوَّادِ بْنِ عُلْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ لَيْثٍ عَنْ اَبِي الْخَطَّابِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ

حدیثِ دیگر: وَرُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ بَاْسٍ لَمْ تَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: خلع حاصل کرنے والی عورتیں منافق ہوتی ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ اس کی سند مستند نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے یہ بھی روایت نقل کی گئی ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو عورت کسی وجہ کے بغیر' خلع حاصل کرے' وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گی۔

1108 اَنْبَاَنَا بِذٰلِكَ بُنْدَارٌ اَنْبَاَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ اَنْبَاَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا امْرَاَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا مِّنْ غَيْرِ بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

1108- اخرجه احمد (283/5) وابو داؤد (268/2) كتاب الطلاق' باب: في الخلع' حديث (2226) وابن ماجه (662/2) كتاب الطلاق' باب: كراهية الخلع للمرأة حديث (2055) والدارمي (162/2) كتاب الطلاق' باب: النهي عن ان تسال المرأة زوجها طلاقها' من طريق ابي قلابة عن ابي اسماء عن ثوبان به-

اختلافِ روایت: وَيُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِىْ اَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◄► حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو عورت کسی وجہ کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہوگی۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہ روایت ایوب کے حوالے سے ابوقلابہ کے حوالے سے ابواسماء کے حوالے سے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

بعض راویوں نے اس سند کے ہمراہ ایوب کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے اور اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا۔

شرح

بلاعذر شرعی خلع کرنے والی عورتوں کی مذمت و وعید:

جس طرح بلاعذر شرعی طلاق دینا منع ہے اور اسی طرح بلاعذر شرعی خلع کا مطالبہ کرنا بھی قابل مذمت و قابل وعید ہے۔ احادیث ابواب میں اس کی تصریح ہے کہ ایسی عورتوں کو جنت کی خوشبو تک نصیب نہیں ہوگی خلعات کو منافق قرار دیا گیا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ذواقین اور ذواقات کو پسند نہیں فرماتا۔(المعجم الکبیر للطبرانی) ان تمام روایات میں بلاعذر شرعی خلع کا مطالبہ کرنے والی خواتین کی وعید و مذمت بیان کی گئی ہے۔البتہ جسے اس کا شوہر بلاوجہ پریشان کرتا ہو، بات بات پر ڈانٹتا ہو، گالی گلوچ پر اتر آتا ہو اور پٹائی کرتا ہو تو ایسی عورت اپنے شوہر کے مظالم سے بچنے کے لیے خلع کرسکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ مُدَارَاةِ النِّسَآءِ

باب 12- خواتین کے ساتھ حسن سلوک

1109 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِىْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ الْمَرْاَةَ كَالضِّلَعِ اِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَاِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا عَلٰى عِوَجٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ وَّسَمُرَةَ وَعَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عورت پسلی کی طرح ہے اگر تم اسے

1109- اخرجه مسلم (1090/2) كتاب الرضاع' باب: الوصية بالنساء' حديث (65-1468) من طريق سعيد بن المسيب عن ابى هريرة به' واخرجه البخارى (9/160'161) كتاب النكاح' باب: المداراة مع النساء' حديث (5184) من طريق ابى الزناد عن الاعرج عن ابى هريرة بنحوه فذكره-

سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اسے اس کی حالت میں رہنے دو گے تو اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے فائدہ حاصل کرو گے۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ تاہم اس کی سند عمدہ ہے۔

شرح

خواتین سے حُسنِ سلوک:

اسلام نے جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔ انسانوں کے ساتھ حسن اخلاق اور حسن سلوک کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ کفار حسن سلوک کے نتیجہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حسن اخلاق کی صفت سے موصوف لوگوں کو کامل ایمان والے قرار دیا گیا ہے۔ اہل خانہ اور خواتین سے حسن سلوک کے حوالے سے مشہور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے حق میں سب سے بہتر ہوں۔ (جامع ترمذی) حدیث باب میں بھی خواتین سے حسن سلوک کا درس دیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ عورت پسلی کی طرح ٹیڑھی ہے۔ اگر اسے سیدھا کیا جائے تو وہ ٹوٹ سکتی ہے مگر اصل حالت پر رکھتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ یعنی خواتین کے ساتھ کامیاب زندگی گزارنے کے لیے حسن اخلاق، حسن سلوک اور حسن گفتار ازبس ضروری ہے۔ علاوہ ازیں دانشمندی، دوراندیشی اور حکمت عملی سے بھی کام لیتے ہوئے انہیں زیر فرمان اور پیروکار بنایا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَسْاَلُهُ اَبُوْهُ اَنْ يُّطَلِّقَ زَوْجَتَهٗ

باب 13: جب کسی شخص کا باپ اس سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے

1110 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنْبَاَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَنْبَاَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَتْ تَحْتِيْ امْرَاَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ اَبِيْ يَكْرَهُهَا فَاَمَرَنِيْ اَبِيْ اَنْ اُطَلِّقَهَا فَاَبَيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ طَلِّقِ امْرَاَتَكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میری ایک بیوی تھی جسے میں بہت پسند کرتا تھا لیکن میرے والد اسے ناپسند

1110- اخرجه احمد (53'42'20/2) وابو داؤد (335/4) كتاب الادب' باب: في بر الوالدين' حديث (5138) وابن ماجه (675/1) كتاب الطلاق' باب: الرجل يامره ابوه بطلاق امراته' حديث (2088) واخرجه عبد بن حميد ص (264) حديث (835) من طريق حمزة بن عبد الله بن عمر عن ابيه عبد الله بن عمر فذكره۔

کرتے تھے انہوں نے مجھے ہدایت کی کہ میں اسے طلاق دے دوں میں نے یہ بات نہیں مانی۔ میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہم اس روایت کو ابن ابی ذئب کی روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

والد کی فضیلت:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں پیدائش سے لے کر وفات تک پیش آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ والدین کو خوش کرنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوسکتی ہے۔ والدین کی خدمت کرنا ذریعہ نجات ہے۔ انسان پر سب سے زیادہ حقوق والدین کے عائد ہوتے ہیں۔ والدین کے حقوق پورے کر کے اور ان کی خدمت کر کے جنت کا ٹکٹ حاصل کرسکتا ہے۔ حدیث باب میں بھی اس مضمون کا درس دیا گیا ہے کہ والدین کے حکم کی تعمیل میں بیوی کو طلاق بھی دی جاسکتی ہے۔ فرمانبردار اولاد والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بہترین سہارا اور قلب وذہن کا سکون ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا تَسْاَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا

باب 14: کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے

1111 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَسْاَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفِيَ مَا فِيْ اِنَائِهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بات بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے: کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تاکہ اس کے حصے کے فوائد بھی حاصل کرلے۔

اس بارے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1111- اخرجه البخاری (381/5) کتاب الشروط: باب: ما لا یجوز من الشروط فی النکاح' حدیث (2733) من طریق سعید بن المسیب عن ابی هریرة فذکره' واخرجه ابو داؤد (254/2) کتاب الطلاق' باب: فی المرأة تسال زوجها طلاق امرأة له' حدیث (2176) من طریق ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة بنحوه فذکره۔

شرح

سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرنے کی ممانعت:

ہر معاشرے میں خوبیاں ہوتی ہیں اور خامیاں بھی لیکن خامیاں غالب رہتی ہیں مثلاً کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو تمام افرادِ خانہ کے لیے جان وبال بنی رہتی ہیں۔ سوکنیں ایک دوسرے کے خلاف شوہر کے کان بھر کر ذہنی طور پر اپنی حمایت حاصل کرنے اور دوسری کو طلاق دلانے کی جدوجہد جاری رکھتی ہیں۔ بلا عذر شرعی ایسی حرکت کرنا سخت حرام ہے۔ سوکن اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر ایسا کرتی ہے وہ مفادات وفوائد درج ذیل ہو سکتے ہیں:

۱- سوکن طلاق کی شکل میں اپنی مدمقابل کو فارغ کر کے خود عیش وعشرت کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو۔

۲- سوکن کو فارغ کر کے اس کی جگہ کسی سہیلی یا ہم خیال عورت کو لانا چاہتی ہو۔

۳- (غیر بیوی ہونے کی صورت میں) طلاق دلانے کے بعد خود اس شخص سے نکاح کرنے کی خواہشمند ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ طَلَاقِ الْمَعْتُوْهِ

باب 15: پاگل شخص کی دی گئی طلاق

1112 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ اَنْبَاَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ الْمَخْزُوْمِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰى عَقْلِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَطَاءِ بْنِ عَجْلَانَ

توضیحِ راوی: وَعَطَاءُ بْنُ عَجْلَانَ ضَعِيْفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰى عَقْلِهٖ لَا يَجُوْزُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَعْتُوْهًا يُّفِيْقُ الْاَحْيَانَ فَيُطَلِّقُ فِيْ حَالِ اِفَاقَتِهٖ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر طرح کی طلاق درست ہے ماسوائے اس شخص کے جو پاگل ہو اور اس کی عقل مغلوب ہو چکی ہو۔

ہم اس روایت کو "مرفوع" ہونے کے طور پر صرف عطاء بن عجلان نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

عطاء بن عجلان نامی راوی علم حدیث میں ضعیف ہیں۔ وہ احادیث کو بھول جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ایسا پاگل شخص جس کی عقل مغلوب ہو چکی ہو اس کی طلاق درست نہیں ہوتی۔

البتہ اگر کوئی شخص اس طرح کا پاگل ہو کہ بعض اوقات اسے افاقہ ہو جاتا ہو اور پھر وہ افاقے کے دوران طلاق دے (تو وہ

واقع ہوجائے گی)

1113 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ شَبِيْبٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّاسُ وَالرَّجُلُ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهُ مَا شَاءَ اَنْ يُّطَلِّقَهَا وَهِيَ امْرَاَتُهُ اِذَا ارْتَجَعَهَا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ وَاِنْ طَلَّقَهَا مِائَةَ مَرَّةٍ اَوْ اَكْثَرَ حَتّٰى قَالَ رَجُلٌ لِامْرَاَتِهِ وَاللّٰهِ لَا اُطَلِّقُكِ فَتَبِيْنِيْ مِنِّيْ وَلَا اٰوِيْكِ اَبَدًا قَالَتْ وَكَيْفَ ذَاكَ قَالَ اُطَلِّقُكِ فَكُلَّمَا هَمَّتْ عِدَّتُكِ اَنْ تَنْقَضِيَ رَاجَعْتُكِ فَذَهَبَتِ الْمَرْاَةُ حَتّٰى دَخَلَتْ عَلٰى عَآئِشَةَ فَاَخْبَرَتْهَا فَسَكَتَتْ عَآئِشَةُ حَتّٰى جَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْهُ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ

(الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ)

قَالَتْ عَآئِشَةُ فَاسْتَاْنَفَ النَّاسُ الطَّلَاقَ مُسْتَقْبَلًا مَنْ كَانَ طَلَّقَ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ طَلَّقَ

اسنادِدیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ يَعْلَى بْنِ شَبِيْبٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں: پہلے یہ ہوا کرتا تھا: آدمی اپنی بیوی کو جتنی چاہتا تھا طلاق دے دیتا تھا وہ عورت پھر بھی اس کی بیوی رہتی تھی' وہ جب چاہتا تھا' اس کی عدت کے دوران اس سے رجوع کرلیا کرتا تھا' اگرچہ اس نے اسے سومرتبہ بھی طلاق دی ہو' یا اس سے بھی زیادہ دی ہو' یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ کی قسم! نہ تو میں تمہیں طلاق دوں گا کہ تم مجھ سے الگ ہوجاؤ اور نہ ہی میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا' وہ خاتون بولی: وہ کیسے؟ اس آدمی نے کہا: میں تمہیں طلاق دوں گا' جب تمہاری عدت ختم ہونے والی ہوگی' تو میں تم سے رجوع کرلیا کروں گا' وہ عورت گئی اور سیّدہ عائشہ صدیقہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی' سیّدہ عائشہ صدیقہ ؓ کو اس بارے میں بتایا: تو سیّدہ عائشہ صدیقہ ؓ خاموش رہی' یہاں تک کہ جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے' تو سیّدہ عائشہ ؓ نے آپ کو اس بارے میں بتایا: نبی اکرم ﷺ بھی خاموش رہے' یہاں تک کہ قرآن کا یہ حکم نازل ہوا۔

''طلاق دومرتبہ دی جائے گی' پھر مناسب طریقے سے روک لو یا احسان کے ساتھ الگ کردو''۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں: اس کے بعد لوگوں نے نئے طریقے سے طلاق دینا اختیار کیا' جس شخص نے طلاق دینا ہوتی تھی یا جس نے طلاق نہیں دینا ہوتی تھی۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں انہوں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ ؓ کا تذکرہ نہیں کیا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ روایت یعلی بن شبیب سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

پاگل شخص کی طلاق کا مسئلہ:

لفظ معتوہ کا معنی ہے: کم عقل، آفت زدہ، مکمل پاگل۔ حدیث باب میں پاگل شخص کی طرف سے اپنی بیوی کو طلاق دینے

کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ مکمل پاگل آدمی کی طلاق لغو قرار پاتی ہے۔اس لیے کہ وقوع طلاق حکم شرعی ہے اور اس کا مدار عقل ہے جو پاگل آدمی میں مفقود ہوتی ہے۔لہٰذا پاگل کی طرف سے بیوی پر طلاق نہیں ہوتی بلکہ لغو قرار پاتی ہے۔علاوہ ازیں مکمل پاگل کی جانب سے کوئی وکیل یا ولی بھی نہیں بن سکتا جو طلاق دے سکے۔البتہ جو عورت پاگل شخص (شوہر) سے (خلع کی شکل میں) نجات حاصل کرنا چاہتی ہے وہ شرعی پنچائیت یا امارت شرعیہ کے قاضی کے ذریعے اپنا مسئلہ حل کرواسکتی ہے۔

نوٹ: جو شخص مکمل پاگل نہ ہو بلکہ بعض اوقات درست اور بعض اوقات پاگل ہو جاتا ہو مثلاً گرمیوں میں پاگل پن کا شکار ہو جاتا ہے جبکہ موسم سرما میں ٹھیک ہو جاتا ہو، تو افاقہ کے زمانہ میں اس کی طرف سے دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَامِلِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا تَضَعُ

باب 16: حاملہ بیوہ عورت' جب بچے کو جنم دے

1114 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِي السَّنَابِلِ بْنِ بَعْكَكٍ قَالَ

متنِ حدیث: وَضَعَتْ سُبَيْعَةُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِثَلَاثَةٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ خَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا فَلَمَّا تَعَلَّتْ تَشَوَّفَتْ لِلنِّكَاحِ فَاُنْكِرَ عَلَيْهَا فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْ تَفْعَلْ فَقَدْ حَلَّ اَجَلُهَا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ نَحْوَهٗ و

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِي السَّنَابِلِ حَدِيْثٌ مَشْهُوْرٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَا نَعْرِفُ لِلْاَسْوَدِ سَمَاعًا مِّنْ اَبِي السَّنَابِلِ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَّقُوْلُ لَا اَعْرِفُ اَنَّ اَبَا السَّنَابِلِ عَاشَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْحَامِلَ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا اِذَا وَضَعَتْ فَقَدْ حَلَّ التَّزْوِيْجُ لَهَا وَاِنْ لَّمْ تَكُنِ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ تَعْتَدُّ اٰخِرَ الْاَجَلَيْنِ

قولِ امام ترمذی: وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابو سنابل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سبیعہ نامی خاتون نے اپنے شوہر کی وفات کے تئیس دن یا شاید پچیس دن

1114- اخرجه احمد (304/4) وابن ماجه (653/1) كتاب الطلاق' باب: الحامل المتوفى عنها زوجها اذا وضعت حلت للازواج' حديث (2027) والنسائي (190/6) كتاب الطلاق' باب: عدة الحامل المتوفى عنها زوجها' حديث (3508) والدارمي (166/2) كتاب الطلاق' باب: عدة الحامل المتوفى عنها زوجها' من طريق الاسود عن ابي السنابل بن بعكك فذكره۔

کے بعد بچے کو جنم دیا' جب وہ نفاس سے پاک ہوئی' تو اس نے نکاح کے لیے خود کو تیار کیا' تو اس بات پر اعتراض کیا گیا اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ چاہے' تو ایسا کر سکتی ہے' کیونکہ اس کی عدت پوری ہو چکی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ اس بارے میں سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

ابوسنابل سے منقول حدیث ''مشہور'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ہمارے علم کے مطابق اسود نے ابوسنابل کے حوالے سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میرے علم کے مطابق حضرت ابوسنابل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بعد زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہے۔

اکثر اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس بات کے قائل ہیں: جب حاملہ بیوہ' بچے کو جنم دے' تو اس کے لیے دوسری شادی کرنا جائز ہو جاتا ہے' اگرچہ اس کی (بیوگی کی) عدت پوری نہ ہوئی ہو۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' بعض اہلِ علم کے نزدیک وہ عورت' وہ عدت بسر کرے گی جو بعد میں ختم ہوتی ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) پہلی رائے درست ہے۔

1115 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَّاَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ تَذَاكَرُوا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا الْحَامِلَ تَضَعُ عِنْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَعْتَدُّ اٰخِرَ الْاَجَلَيْنِ وَقَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ بَلْ تَحِلُّ حِيْنَ تَضَعُ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَا مَعَ ابْنِ اَخِيْ يَعْنِيْ اَبَا سَلَمَةَ فَاَرْسَلُوْا اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ قَدْ وَضَعَتْ سُبَيْعَةُ الْاَسْلَمِيَّةُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِيَسِيْرٍ فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَتَزَوَّجَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے درمیان اس بات پر بحث ہوگئی' اگر کوئی حاملہ بیوہ عورت بچے کو جنم دے' تو کیا حکم ہوگا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ عورت وہ عدت بسر کرے گی جو بعد میں ختم ہوگی۔ حضرت ابوسلمہ نے فرمایا: جیسے ہی وہ بچے کو جنم دے گی' اس کی عدت ختم ہو جائے گی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بارے میں اپنے بھتیجے یعنی ابوسلمہ کے ساتھ ہوں۔ ان لوگوں نے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام

1115- اخرجه مالك في الموطا (589/2) كتاب الطلاق' باب: عدة المتوفى عنها زوجها اذا كانت حاملا' حديث (83) واحمد (314/6) ومسلم (1122/2' 1123) كتاب الطلاق' باب: انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها وغيرها بوضع الحمل' حديث (57-1485) والنسائي (192/2) كتاب الطلاق' باب: عدة الحامل المتوفى عنها زوجها' حديث (3512) والدارمي (165/2' 166) كتاب الطلاق' باب: في عدة الحامل المتوفى عنها زوجها والمطلقة' من طريق سليمان بن يسار عن ام سلمة به-

بھیجا' تو انہوں نے بتایا: سبیعہ اسلمیہ نامی خاتون نے اپنے شوہر کی وفات کے کچھ عرصے بعد بچے کو جنم دیا تھا' اور اس خاتون نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تھا' تو آپ نے اسے یہ ہدایت کی تھی کہ وہ شادی کر سکتی ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ عِدَّةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا

باب 17- بیوہ عورت کی عدت کا بیان

1116 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى اَنْبَاَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِىْ سَلَمَةَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ بِهٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ الثَّلَاثَةِ

متنِ حدیث: قَالَتْ زَيْنَبُ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْهَا اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فِيْهِ صُفْرَةٌ خَلُوْقٌ اَوْ غَيْرُهُ فَدَهَنَتْ بِهٖ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (۱)

◆◆ سیّدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ تین روایات نقل کی ہیں۔

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی' جب ان کے والد ابوسفیان بن حرب کا انتقال ہوا تھا۔ انہوں نے خوشبو منگوائی' جس میں زرد رنگ موجود تھا ایک کنیز نے اس میں تیل ملایا پھر سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے وہ خوشبو اپنے رخساروں پر لگائی' پھر انہوں نے بتایا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں تھی' لیکن میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی' کسی بھی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے۔ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے' البتہ وہ اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے گی۔

1117 متنِ حدیث: قَالَتْ زَيْنَبُ فَدَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا لِيْ فِي الطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

(۱)- اخرجه مالك في الموطا (596/2) كتاب الطلاق' باب: ما جاء في الاحداد' حديث (101) والبخاري (174/3) كتاب الجنائز' باب: احداد المرأة على غير زوجها' حديث (1280) ومسلم (1124'1123/2) كتاب الطلاق' باب: وجوب الاحداد في عدة الوفاة' وتحريمه في غير ذلك الا ثلاثة ايام' حديث (58-1486) واخرجه ابو داؤد (290/2) كتاب الطلاق' باب: احداد المتوفى عنها زوجها' حديث (2299) واخرجه النسائي (201/6) كتاب الطلاق' باب: ترك الزينة للحادة المسلمة دون اليهودية والنصرانية' حديث (3533) والدارمي (167/2) كتاب الطلاق' باب: احداد المرأة على الزوج' واخرجه احمد (426'326'325/6) والحميدي (146/1) حديث (306) من طريق حميد بن نافع عن زينب بنت ابي سلمة عن ام حبيبة فذكرته-

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی' جب ان کے بھائی کا انتقال ہوا' تو انہوں نے بھی خوشبو منگوائی اور لگائی پھر وہ بولیں: اللہ کی قسم! مجھے اس خوشبو کی ضرورت نہیں تھی' لیکن میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی' کسی بھی عوت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے۔ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے' البتہ اپنے شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک کرے گی۔

1118 متن حدیث: قَالَتْ زَيْنَبُ وَسَمِعْتُ اُمِّي اُمَّ سَلَمَةَ تَقُوْلُ جَائَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَيْهَا اَفَنَكْحَلُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا هِيَ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّقَدْ كَانَتْ اِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَاْسِ الْحَوْلِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ فُرَيْعَةَ بِنْتِ مَالِكٍ اُخْتِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَحَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ زَيْنَبَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا تَتَّقِيْ فِيْ عِدَّتِهَا الطِّيْبَ وَالزِّيْنَةَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنی والدہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو چکا ہے' اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا ہم اسے سرمہ لگا دیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! ایسا دو یا شاید تین مرتبہ ہوا' ہر مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا: نہیں! پھر آپ نے ارشاد فرمایا: یہ تو چار ماہ دس دن ہیں' پہلے زمانہ جاہلیت میں کوئی عورت ایک سال گزرنے کے بعد مینگنی پھینکا کرتی تھی۔

اس بارے میں سیّدہ فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں' سے حدیث منقول ہے اس

1117- اخرجه مالك في الموطا (597/2) كتاب الطلاق' باب: ما جاء في الاحداد' حديث (102) واحمد (324/6) والبخاري (394/9) كتاب الطلاق' باب: تحد المتوفى عنها اربعة اشهر وعشرا' حديث (5335) ومسلم (1124/2) كتاب الطلاق' باب: وجوب الاحداد في عدة الوفاة' وتحريمه في غير ذلك الا ثلاثة ايام' حديث (58-1487) وابو داؤد (290/2) كتاب الطلاق' باب: احداد المتوفى عنها زوجها' حديث (2299) والنسائي (201/6) كتاب الطلاق' باب: ترك الزينة للحادة المسلمة دون اليهودية والنصرانية' حديث (3533) من طريق حميد بن نافع عن زينب بنت ابي سلمة عن زينب بنت جحش به-

1118- اخرجه البخاري (394/9) كتاب الطلاق' باب: تحد المتوفى عنها اربعة اشهر وعشرا' حديث (5336) ومسلم (1124/2) كتاب الطلاق' باب: وجوب الاحداد في عدة الوفاة' وتحريمه في غير ذلك الا ثلاثة ايام' حديث (58-1488) وابو داؤد (290/2) كتاب الطلاق' باب: احداد المتوفى عنها زوجها' حديث (2299) والنسائي (201/6' 202) كتاب الطلاق' باب: ترك الزينة للحادة المسلمة دون اليهودية والنصرانية' حديث (3533) من طريق حميد بن نافع عن زينب بنت ابي سلمة عن امها ام سلمة فذكرته-

کے علاوہ سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' یعنی بیوہ عورت اپنی عدت کے دوران خوشبو اور آرائش وزیبائش اختیار کرنے سے احتراز کرے گی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

حاملہ بیوہ کی عدت وضع حمل:

ان مسلسل دو ابواب کی پانچ روایات میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ شوہر کے انتقال پر بیوہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ یہ آئمہ فقہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ البتہ ابتداء اسلام میں اس مسئلہ کے بارے میں معمولی سا اختلاف موجود تھا۔ حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤقف تھا کہ ایسی عورت کی عدت ''ابعد الاجلین'' ہے یعنی چار مہینے دس دن یا وضع حمل دونوں میں سے جس کی مدت طویل ہو، بیوہ وہ عدت پوری کرے گی۔ جب حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ پیش آیا تو یہ اختلاف ختم ہو گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا نام سعد بن خولی تھا، فتح مکہ یا حجۃ الوداع کے موقع پر ان کا انتقال ہو گیا جبکہ حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہ حاملہ تھیں۔ تقریباً 25 دن بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، نفاس کا خون ختم ہونے پر انہوں نے نکاح جدید کی تیاری شروع کر دی اور اچھے کپڑے زیب تن کرنا شروع کر دیے تا کہ نکاح کی کوئی صورت سامنے آ سکے۔ ابو السنابل نامی اسی خاندان کے ایک شخص تھے، جنہوں حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل پر گرفت کی تو وہ امہات المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور مسئلہ کی وضاحت طلب کی۔ صورت حال سامنے آنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نکاح کر سکتی ہے' کیونکہ اس کی عدت پوری ہو چکی ہے۔ جب یہ حدیث لوگوں کے سامنے آئی تو اختلاف ختم ہو گیا اور بیوہ حاملہ کی عدت متفقہ طور پر وضع حمل قرار پائی۔ غیر حاملہ بیوہ کی عدت چار مہینے دس ایام ہے۔ بیوہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ دوران عدت اپنے شوہر کا سوگ بھی منائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ

باب 18- ظہار کرنے والا شخص اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے عورت کے ساتھ صحبت کر لے

1119 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ الْبَيَاضِيِّ

1119- اخرجه احمد (37/4) وابو داؤد (265/2) كتاب الطلاق' باب: الظهار' حديث (2213) وابن ماجه (666/1) كتاب الطلاق' باب: المظاهر يجامع قبل ان يكفر' حديث (2064) والدارمي (164'163/2) كتاب الطلاق' باب: في الظهار' وابن خزيمة (73/4) حديث (2378) من طريق محمد بن عمرو بن عطاء' عن سليمان بن يسار عن سلمة بن صخر الانصاري فذكره-

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ قَالَ كَفَّارَةٌ وَّاحِدَةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَمَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا وَاقَعَهَا قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ فَعَلَيْهِ كَفَّارَتَانِ وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ

◄► حضرت سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ظہار کرنے والے کی بابت نقل کرتے ہیں' جو کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کر لے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کفارہ ایک ہی ہوگا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر وہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے عورت کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' تو اس پر دو کفارے ادا کرنا لازم ہوگا۔ عبدالرحمٰن بن مہدی اس بات کے قائل ہیں۔

1120 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ اَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ظَاهَرَ مِنِ امْرَاَتِهٖ فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ ظَاهَرْتُ مِنْ زَوْجَتِيْ فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا قَبْلَ اَنْ اُكَفِّرَ فَقَالَ وَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ قَالَ رَاَيْتُ خَلْخَالَهَا فِيْ ضَوْءِ الْقَمَرِ قَالَ فَلَا تَقْرَبْهَا حَتّٰى تَفْعَلَ مَا اَمَرَكَ اللّٰهُ بِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کیا تھا' پھر اس عورت کے ساتھ صحبت کر لی تھی۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کیا' پھر میں نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس کے ساتھ صحبت بھی کر لی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے! تمہیں اس بات پر کس نے مجبور کیا؟ وہ بولا: میں نے چاند کی روشنی میں اس کی پازیب دیکھ لی تھی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب تم اس کے قریب نہ جانا' جب تک تم وہ نہ کر و جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (یعنی کفارہ ادا نہ کر دو)۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

1120– اخرجه ابو داؤد (268/2) كتاب الطلاق' باب: في الظهار' حديث (2223) وابن ماجه (667-666/1) كتاب الطلاق' باب: المظاهر يجامع قبل ان يكفر' حديث (2065) والنسائي (167) كتاب الطلاق' باب: الظهار حديث (3457) من طريق الحكم بن ابان عن عكرمة عن ابن عباس فذكره-

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ

باب 19: ظہار کا کفارہ

1121 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَنْبَاَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْخَزَّازُ اَنْبَاَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ اَنْبَاَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ اَنْبَاَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ

متنِ حدیث: اَنَّ سَلْمَانَ بْنَ صَخْرٍ الْاَنْصَارِيَّ اَحَدَ بَنِیْ بَيَاضَةَ جَعَلَ امْرَاَتَهٗ عَلَيْهِ كَظَهْرِ اُمِّهٖ حَتّٰى يَمْضِیَ رَمَضَانُ فَلَمَّا مَضٰى نِصْفٌ مِّنْ رَمَضَانَ وَقَعَ عَلَيْهَا لَيْلًا فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَا اَجِدُهَا قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ اَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا اَجِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَرْوَةَ بْنِ عَمْرٍو اَعْطِهٖ ذٰلِكَ الْعَرَقَ وَهُوَ مِكْتَلٌ يَّاْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا اَوْ سِتَّةَ عَشَرَ صَاعًا اِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیحِ راوی: يُقَالُ سَلْمَانُ بْنُ صَخْرٍ وَّيُقَالُ سَلَمَةُ بْنُ صَخْرٍ الْبَيَاضِیُّ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ

◆◆ ابوسلمہ اور محمد بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: بنو بیاضہ سے تعلق رکھنے والے حضرت سلمان بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ نے رمضان گزرنے تک اپنی بیوی کو اپنی والدہ کی طرح قابلِ احترام قرار دیا' جب نصف رمضان گزرا' تو انہوں نے رات کے وقت اپنی اہلیہ کے ساتھ صحبت کر لی' پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ہوئے اور آپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم ایک غلام آزاد کرو! انہوں نے عرض کی: وہ میرے پاس نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لگا تار دو مہینے کے روزے رکھو انہوں نے عرض کی: میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ! انہوں نے عرض کی: میرے پاس اس کی بھی گنجائش نہیں ہے' نبی اکرم ﷺ نے فروہ بن عمرو کو حکم دیا اسے یہ ''عرق'' دے دو۔

(راوی کہتے ہیں) یہ ایک پیمانہ ہے' جس میں پندرہ صاع یا شاید سولہ صاع اناج آتا ہے' جو ساٹھ مسکینوں کو کھلایا جا سکتا ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ایک قول کے مطابق ان صاحب کا نام سلیمان بن صخر تھا' اور ایک قول کے مطابق سلمہ بن صخر بیاضی تھا۔

ظہار کے کفارے کے بارے میں اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

شرح

ظہار اور اس کا کفارہ:

لفظ ''ظہار'' ظہر سے بنا ہے بمعنیٰ پشت۔ اس کا شرعی واصطلاحی معنی ہے اپنی زوجہ کو دائمی محرمات میں سے کسی کے ساتھ یا اس

کے خاص عضو کے ساتھ تشبیہ دینا مثلاً شوہر اپنی زوجہ سے یوں کہے: انت علی کظھر امی (تم مجھ پر میری والدہ کی پشت جیسی ہو)۔ زمانہ جاہلیت میں ظہار سے حرمت دائمی کا حکم نافذ کیا جاتا تھا مگر اسلام نے اس کی دائمی حرمت کو ختم کر دیا۔ جب حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے ظہار فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے مسئلہ ظہار کے حوالے سے سورۃ المجادلۃ نازل کر دی۔

کفارہ ظہا: شریعت نے کفار ظہار امور ثلاثہ مقرر کیے ہیں: (۱) کوئی غلام آزاد کرنا (۲) مسلسل دو مہینوں کے روزے رکھنا (۳) ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

سوال: کیا کفارہ ظہار کے حوالے سے امور ثلاثہ میں ترتیب ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفارہ ظہار میں امور ثلاثہ میں ترتیب اختیاری ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ کفارہ ظہار کے حوالے سے امور ثلاثہ میں ترتیب واجب ہے۔

آئمہ فقہ کا اس بات میں اتفاق ہے کہ کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنا ہو یا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے ہوں، تو قبل المس کفارہ کی ادائیگی واجب ہے۔ اگر دوران کفارہ مس کر لیا تو اعادہ واجب ہوگا۔ تاہم اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے کہ اطعام میں ادائیگی قبل المس واجب ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اطعام میں قبل المس کی شرط ضروری نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں یہ ضابطہ ہے کہ کتاب اللہ کا عام حکم اپنے اطلاق اور خاص حکم اپنے خصوص پر رہے۔ اس مقام پر تحریر رقبہ اور صیام میں قبل المس کی قید واجب ہے، جبکہ اطعام کی صورت میں اطلاق وعمومیت ہے، قیاس کے باعث اسے مقید کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

۲۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اطعام کی صورت میں بھی قبل المس ادائیگی واجب ہے۔ انہوں تحریر رقبہ اور صیام کا تسلسل قبل المس ہونے پر قیاس کیا ہے گویا تینوں صورتوں میں قبل المس ہونا واجب ہے۔

کیا کفارہ ظہار میں غلام کا مسلمان ہونا شرط ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ کفارہ ظہار میں غلام کا مسلمان ہونا واجب نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب اللہ میں اس کے لیے مومن ہونا واجب قرار نہیں دیا گیا جبکہ کفارہ قتل میں غلام کے ساتھ مومن ہونے کی شرط لگائی گئی ہے۔ لہٰذا کتاب اللہ کے عموم کو عام ہی رکھا جائے گا اور اسے مقید نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ کفارہ ظہار میں غلام کا مومن ہونا واجب ہے۔ انہوں نے کفارہ قتل پر قیاس کیا ہے کہ کفارہ قتل میں غلام کا مسلمان ہونا مذکور ہے، لہٰذا اس طرح یہاں بھی غلام کے لیے مسلمان ہونا واجب ہے۔

کفارہ ظہار میں اطعام کی صورت میں کتنی مقدار ہر مسکین کو دینا ہوگا؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ کفارہ ظہار میں اطعام کی صورت میں ہر مسکین کو ایک صاع کھجور یا نصف صاع گندم مہیا کرنا کافی ہوگا۔ آپ نے حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: فاطعم وسقا من تمر بین ستین مسکینا (سنن ابی داؤد) اس روایت میں صراحت ہے کہ ہر مسکین کو ایک وسق کھجوریں پیش کرنے کا حکم دیا ہے، جبکہ ایک وسق

ساٹھ صاع ہوا کرتا ہے۔ کھجور ایک صاع جبکہ گندم نصف صاع ہوگی۔

۲۔حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفارہ ظہار میں اطعام کی صورت میں ہر مسکین کو ایک مد گندم پیش کرنی ہوگی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ صاع دینے کا حکم فرمایا جبکہ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِيلَاءِ

باب 20- ایلاء کا بیان

1122 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ الْبَصْرِيُّ اَنْبَاَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ اَنْبَاَنَا دَاوُدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: اٰلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهٖ وَحَرَّمَ فَجَعَلَ الْحَرَامَ حَلَالًا وَّجَعَلَ فِي الْيَمِيْنِ كَفَّارَةً

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ مَسْلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ دَاوُدَ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَّغَيْرُهٗ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّلَيْسَ فِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مَسْلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْاِيلَاءُ هُوَ اَنْ يَّحْلِفَ الرَّجُلُ اَنْ لَّا يَقْرَبَ امْرَاَتَهٗ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ فَاَكْثَرَ

وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْهِ اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ يُوْقَفُ فَاِمَّا اَنْ يَّفِيْءَ وَاِمَّا اَنْ يُّطَلِّقَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَهِيَ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازدواج کے ساتھ ایلاء کرلیا' آپ نے انہیں (اپنے لیے) حرام قرار دیا' پھر آپ نے اس حرام کو حلال کیا' اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔

اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

مسلمہ بن علقمہ نے داؤد کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' اسے علی بن مسہر اور دیگر راویوں نے' داؤد کے حوالے سے شعبی کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

1122- اخرجه ابن ماجه (670/1) كتاب الطلاق' باب: الحرام' حديث (2072) من طريق عامر عن مسروق عن عائشة به-

اس کی سند میں مسروق کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

یہ روایت اس حدیث سے زیادہ مستند ہے جو مسلمہ بن علقمہ سے منقول ہے۔

ایلاء یہ ہے: ایک آدمی یہ قسم اٹھائے کہ وہ چار ماہ تک یا اس سے زیادہ عرصے تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جائے گا۔

اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے: پھر جب چار ماہ گزر جائیں تو بعض اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جب چار ماہ گزر جائیں تو وقوف کیا جائے گا یا تو وہ شخص رجوع کر لے گا یا طلاق دیدے گا۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک جب چار ماہ گزر جائیں گے تو ایک بائنہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

ایلاء اور اس میں مذاہب آئمہ:

لفظ ایلاء کا لغوی معنی ہے بلند کرنا، اٹھانا، فقہ کی اصطلاح میں ایلاء سے مراد ہے کہ اس بات کی قسم کھانا کہ وہ چار مہینے یا زیادہ عرصہ اپنی بیوی کے پاس نہیں جائے گا۔ ایلاء کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ چار ماہ سے کم عرصہ تک کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرے، تو کفارہ یمین واجب نہیں ہوگا اور مدت ایلاء مکمل کرنے پر رجوع بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ایک ماہ کا ایلاء کیا تھا جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نان ونفقہ میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ ایک مہینہ مکمل ہونے پر آپ نے ایلاء ختم کر دیا تھا۔ اگر کسی نے ایک ماہ مکمل ہونے سے قبل ایلاء ختم کیا تو کفارہ یمین واجب ہوگا۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے چار ماہ یا اس سے زائد مدت کے لیے ایلاء کرے، اگر وہ چار ماہ مکمل ہونے سے پہلے ایلاء ختم کرے گا، تو بیوی سے رجوع ثابت ہو جائے گا اور کفارہ یمین بھی واجب ہوگا۔ اگر چار ماہ مکمل ہونے پر ایلاء ختم نہ کیا تو زوجین میں تفریق ہو جائے گی۔

سوال: چار ماہ مکمل ہونے پر تفریق ازخود ہو جائے گی یا قاضی کرائے گا؟

جواب: اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ چار ماہ پورے ہونے پر زوجین میں ازخود تفریق ہو جائے گی اور قاضی کی ہرگز ضرورت نہیں ہوگی۔ آپ نے حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے آثار سے استدلال کیا ہے۔

۲۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ چار مہینے مکمل ہونے پر ازخود تفریق نہیں ہوگی بلکہ اس سلسلے میں قاضی کی ضرورت ہوگی۔ انہوں

نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ الخ ۔(البقرہ:۲۲۶) اس آیت مبارکہ میں چار ماہ مکمل ہونے پر عزم طلاق کا ذکر ہے، جس سے واضح ہوتا ہے صرف مدت گزرنے پر طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ عزم طلاق بھی ازبس ضروری ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ: انقضاء الاربعة عزيمة یعنی چار مہینے مکمل ہونا ہی عزم طلاق ہے اور اس مقصد کے لیے مزید عزم کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اللِّعَانِ

باب 21-لعان کا بیان

1123 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فِيْ اِمَارَةِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا فَمَا دَرَيْتُ مَا اَقُوْلُ فَقُمْتُ مَكَانِيْ اِلٰى مَنْزِلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اسْتَاْذَنْتُ عَلَيْهِ فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهُ قَائِلٌ فَسَمِعَ كَلَامِيْ فَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ادْخُلْ مَا جَآءَ بِكَ اِلَّا حَاجَةٌ قَالَ فَدَخَلْتُ فَاِذَا هُوَ مُفْتَرِشٌ بَرْدَعَةَ رَحْلٍ لَّهُ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُتَلَاعِنَانِ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ نَعَمْ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ سَاَلَ عَنْ ذٰلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ اَحَدَنَا رَاٰى امْرَاَتَهُ عَلٰى فَاحِشَةٍ كَيْفَ يَصْنَعُ اِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِاَمْرٍ عَظِيْمٍ وَّاِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلٰى اَمْرٍ عَظِيْمٍ قَالَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الَّذِيْ سَاَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيْتُ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ الَّتِيْ فِيْ سُوْرَةِ النُّوْرِ (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ) حَتّٰى خَتَمَ الْاٰيَاتِ فَدَعَا الرَّجُلَ فَتَلَا الْاٰيَاتِ عَلَيْهِ وَوَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ وَاَخْبَرَهُ اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْاَةِ فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَاَخْبَرَهَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ فَقَالَتْ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا صَدَقَ قَالَ فَبَدَاَ بِالرَّجُلِ فَشَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْاَةِ فَشَهِدَتْ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّحُذَيْفَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

1123- اخرجه احمد (12/2) ومسلم (1131-1130/2) كتاب اللعان حديث (4-1493) والنسائي (176-175/6) كتاب الطلاق باب: عظة الامام الرجل والمرأة عند اللعان' p9d (151-150/2) كتاب الطلاق باب: في اللعان من طريق عبد الملك بن ابى سليمان عن سعيد بن جبير بن ابن عمر فذكره-

◆◆ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: مجھ سے حضرت مصعب بن زبیر کی حکومت کے دوران' دولعان کرنے والوں کے بارے میں دریافت کیا گیا: کیا ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی' تو مجھے سمجھ نہیں آئی: میں کیا جواب دوں؟ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر گیا' جب میں نے ان کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی' تو مجھ سے کہا گیا: وہ آرام کررہے ہیں' لیکن وہ میری آواز سن چکے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ابن جبیر ہو؟ تم اندر آجاؤ! تم اس وقت کسی کام سے آئے ہوگے؟ راوی بیان کرتے ہیں: میں اندر آیا تو وہ اس وقت اونٹ پرڈالی جانے والی چادر بچھا کر آرام کررہے تھے۔ میں نے کہا: اے ابوعبد الرحمٰن! کیا لعان کرنے والوں کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی؟ انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ! جی ہاں! اس بارے میں سب سے پہلے فلاں بن فلاں نے سوال کیا تھا' وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ کا کیا خیال ہے؟ اگر ہم میں سے کوئی ایک شخص اپنی بیوی کو زناء کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھتا ہے' تو وہ کیا کرے؟ اگر وہ بات کرتا ہے' تو وہ ایک بڑا الزام لگاتا ہے' اور اگر وہ خاموش رہتا ہے' تو وہ ایک بڑی زیادتی پر خاموش رہتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ خاموش رہے آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میں نے آپ ﷺ سے جس چیز کے بارے میں دریافت کیا تھا' اس میں اب مبتلا ہوگیا ہوں (راوی کہتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کی تھیں جو سورۂ نور میں ہیں۔

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس صرف ان کی اپنی ذات گواہ ہوتی ہے''۔ یہ پوری آیات ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اس کے سامنے یہ آیت تلاوت کی تھیں آپ نے اسے وعظ ونصیحت کی اور اسے بتایا: دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے' تو وہ بولا: نہیں اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے' میں نے اس عورت پر کوئی جھوٹا الزام نہیں لگایا ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو بلایا اور اسے وعظ ونصیحت کی اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے' تو وہ بولی: نہیں! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے' اس نے سچ نہیں کہا۔

راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مرد سے آغاز کیا' اس نے سب سے پہلے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام پر گواہی دی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے' اور پانچویں مرتبہ یہ کہا: اگر وہ جھوٹا ہو' تو اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو' پھر آپ نے اس عورت کو بلوایا اس عورت نے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام کی یہ گواہی دی کہ وہ مرد جھوٹ کہہ رہا ہے' اور پانچویں مرتبہ یہ کہا: اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو' اگر وہ مرد سچا ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی۔

اس بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

1124 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ اَنْبَانَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: لَاعَنَ رَجُلٌ امْرَاَتَهُ وَفَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْاُمِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے درمیان علیحدگی کروادی آپ نے اس کے بچے کو اس کی ماں سے منسوب کردیا۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

شرح

لعان کا مسئلہ:

لفظ ''لعان'' کا لغوی معنی ہے لعنت کرنا اور شرعی اصلاح میں اس سے مراد ایسی شہادتیں ہیں جو مؤکد بالایمان اور مقرون باللعان بھی ہوں، مرد کے حق میں لعان حدِ قذف کے درجہ میں ہے' جبکہ عورت کے حق میں حدِ زنا کے قائم مقام ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ جب شوہر اپنی زوجہ پر تہمت زنا لگائے اور وہ گواہوں کے ذریعے زنا ثابت بھی نہ کر سکے تو زوجین باہم ایک دوسرے پر لعان کریں گے۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ پہلے شوہر مسلسل چار بار قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور پانچویں بار قسم کھانے کے بعد کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو۔ بعد ازاں بیوی بھی مسلسل چار بار قسم کھا کر گواہی دے کر زنا کا الزام عائد کرنے میں شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے گی، اگر شوہر اپنے دعویٰ میں سچا ہو' تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ لعان مکمل ہونے پر قاضی زوجین میں تفریق کرادے گا۔

مسئلہ تفریق میں مذاہب آئمہ

لعان کی صورت مکمل ہونے پر زوجین میں از خود تفریق ہو جائے گی یا قاضی کرائے گا؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے۔

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ محض لعان سے تفریق نہیں ہوگی بلکہ لعان کے اختتام پر قاضی تفریق

1124- اخرجه مالك فى الموطا (567/2) كتاب الطلاق' باب: ما جاء فى اللعان' حديث (35) واحمد (2/7-38) والبخاری (305/8) كتاب التفسير' باب: والخمسة ان غضب الله عليها ان كان من الصدقين (النور 9) حديث (4748) ومسلم (1132/2-) كتاب اللعان' حديث (8-1494) وابو داؤد (279'278/2) كتاب الطلاق : باب فى اللعان' حديث (2259) وابن ماجه (669/1) كتاب الطلاق' باب: فى اللعان حديث (2069) والنسائى (178/6) كتاب الطلاق' باب: نفى الولد باللعان ... حديث (3477) والدارمى (150/2) كتاب الطلاق' باب: فى اللعان' من طريق مالك بن انس عن نافع عن ابن عمر فذكره

کرائے گا۔آپ نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ثم فرق بینھما، دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: فرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم بینھما ۔ ان دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زوجین کے درمیان تفریق کروادی۔

لعان کے باعث تفریق کی شرعی حیثیت

لعان کے سبب زوجین میں ہونے والی تفریق کی شرعی حیثیت میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱۔حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ طلاق کے بغیر لعان حرام ہے اور حرمت دائمی ہے۔انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: المتلا عنان اذا تفرقا تجتمعان ابدًا (دارقطنی ج۳ص۲۷۶)لعان کے سبب جب زوجین میں تفریق ہو جائے تو پھر دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

۲۔طرفین کا مؤقف یہ ہے کہ لعان کے سبب حاصل ہونے والی فرقت طلاق بائن کے درجہ میں ہے اور جب تک لعان باقی ہے نکاح درست نہیں ہوگا۔اگر زوجین میں سے ایک اپنی تکذیب کردے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔انہوں نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے: وطلقها ثلاثًا قبل ان یامرہ رسول اللہ علیہ وسلم: (صحیح بخاری ج۲صفحہ۸۰۰)اس روایت میں تصریح ہے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے طلاق دینے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا اور آپ کا سکوت تنفیذ طلاق کی دلیل ہے۔لہٰذا ملاعن خود طلاق دے یا زوجین میں قاضی تفریق کرائے' جو طلاق کے درجہ میں ہوگی' جس طرح نامرد کے مسئلہ میں ہے۔یہ تفریق فعل زوج ہے' جو طلاق کے درجہ میں ہوگی۔

طرفین کی طرف سے حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں لفظ متلاعنان کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا،اس لیے کہ صفت تلاعن سے موصوف ہونا حالت مباشرت میں ہو سکتا ہے' جبکہ فراغت لعان پر زوجین متلاعنان نہیں رہ سکتے۔اس لفظ کا حقیقی اور مناسب مفہوم یہی ہو سکتا ہے کہ وصف لعان سے موصوف ہونے کی حالت میں اجتماع ممکن نہیں مگر زوجین میں سے کسی ایک کی طرف سے تکذیب کرنے کی صورت میں لعان ختم ہو جاتا ہے۔لعان باقی نہ رہنے کی وجہ سے حرمت اجتماع بھی باقی نہیں رہے گی تو نکاح درست ہو سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَيْنَ تَعْتَدُّ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا

باب 22- بیوہ عورت عدت کہاں بسر کرے گی؟

1125 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ اَنْبَاَنَا مَعْنٌ اَنْبَاَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ

1125- اخرجه مالك فی الموطا (591/2) كتاب الطلاق' باب: مقام المتوفی عنها زوجها فی بيتها حتی تحل' حديث (87) واحمد (370/6) وابو داؤد (291/2) كتاب الطلاق' باب فی المتوفی عنها تنتقل' حديث (2300) وابن ماجه (6541-655) كتاب الطلاق' باب: اين تعتد المتوفی عنها زوجها' حديث (2031) والنسائی (199/6) كتاب الطلاق' باب: مقام المتوفی عنها زوجها فی بيتها حتی تحل' حديث (3529) والدارمی (168/2) كتاب الطلاق' باب: خروج المتوفی عنها زوجها' من طريق سعد بن اسحق بن كعب بن عجرة' عن عمته زينب بنت كعب بن عجرة' عن الفريعة بنت مالك بن سنان به-

عَمَّتِهٖ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ

متن حدیث: اَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ وَّهِيَ اُخْتُ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْاَلُهٗ اَنْ تَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِهَا فِيْ بَنِيْ خُدْرَةَ وَاَنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِيْ طَلَبِ اَعْبُدٍ لَّهٗ اَبَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانَ بِطَرَفِ الْقَدُوْمِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوْهُ قَالَتْ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِيْ فَاِنَّ زَوْجِيْ لَمْ يَتْرُكْ لِيْ مَسْكَنًا يَّمْلِكُهٗ وَلَا نَفَقَةً قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَتْ فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ اَوْ فِي الْمَسْجِدِ نَادَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اَمَرَ بِيْ فَنُوْدِيْتُ لَهٗ فَقَالَ كَيْفَ قُلْتِ قَالَتْ فَرَدَدْتُّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِيْ ذَكَرْتُ لَهٗ مِنْ شَاْنِ زَوْجِيْ قَالَ امْكُثِيْ فِيْ بَيْتِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ قَالَتْ فَاعْتَدَدْتُّ فِيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

آثارِ صحابہ: قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَسَاَلَنِيْ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَاتَّبَعَهٗ وَقَضٰى بِهٖ

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَنْبَاَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنْبَاَنَا سَعْدُ بْنُ اِسْحٰقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَمْ يَرَوْا لِلْمُعْتَدَّةِ اَنْ تَنْتَقِلَ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَعْتَدَّ حَيْثُ شَاءَتْ وَاِنْ لَمْ تَعْتَدَّ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ سیّدہ زینب بنت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں انہوں نے انہیں بتایا ہے: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آپ سے یہ درخواست کریں کہ وہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس بنوخدرہ میں چلی جائیں چونکہ ان کے شوہر اپنے چند مفرور غلاموں کی تلاش میں گئے تھے اور ''طرف قدوم'' کے پاس جب وہ ان غلاموں تک پہنچے تو غلاموں نے انہیں قتل کر دیا تھا' وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ درخواست کی کہ کیا میں اپنے میکے واپس چلی جاؤں' چونکہ میرے شوہر نے میرے لیے رہائش کی کوئی جگہ نہیں چھوڑی' جس کے وہ مالک ہوتے اور نہ ہی خرچ چھوڑا ہے وہ خاتون بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں وہاں سے واپس مڑی ابھی میں حجرے میں تھی یا شاید مسجد میں پہنچی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے آواز دی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت مجھے بلایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کیا بیان کیا تھا' وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے آپ کے سامنے پورا واقعہ دوبارہ سنایا' جو میں نے اپنے شوہر کے بارے میں آپ کے سامنے ذکر کیا تھا' تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں ہی

رہو یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: پھر میں نے اس گھر میں چار ماہ دس دن تک عدت بسر کی۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا' تو انہوں نے مجھے پیغام دے کر مجھ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو میں نے انہیں اس بارے میں بتایا' تو انہوں نے اس کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ دیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک عدت بسر کرنے والی عورت اپنی عدت ختم ہونے سے پہلے اپنے شوہر کے گھر سے کہیں اور منتقل نہیں ہو سکتی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک عورت کو اس بات اختیار ہے۔ وہ جہاں چاہے عدت بسر کر سکتی ہے' اگر وہ اپنے شوہر کے گھر میں عدت بسر نہیں کرنا چاہتی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) پہلی رائے زیادہ درست ہے۔

شرح

بیوہ کی عدت گاہ:

حدیث باب میں حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں بیوہ کی عدت گاہ کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ ان کا شوہر قتل ہو گیا تو اس نے رہائش کے لیے کوئی مکان نہیں چھوڑا جس میں وہ عدت گزار سکیں۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تا کہ اجازت ملنے پر اپنے آبائی قبیلہ بنو خدرہ میں جا کر عدت گزار سکیں۔ واقعہ کی صورتحال عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہوا کہ تم اپنے گھر میں عدت پوری کرو۔ چنانچہ حسب ارشاد انہوں نے چار مہینے دس دن گھر میں عدت پوری کی۔ اگر بیوہ کو میراث سے کوئی چیز نہ ملی ہو اور نان ونفقہ کی محتاج ہو' تو صبح کے وقت کوئی کام کرنے کے لیے باہر جا سکتی ہے اور رات کے وقت اپنی اقامت گاہ پر آنا ضروری ہے۔ البتہ اگر سسرال والوں کی طرف سے اسے پریشانی لاحق ہو یا مکان گرایا گیا یا تحفظ عصمت وناموس کا مسئلہ درپیش ہو تو ان صورتوں میں بیوہ اپنے والدین کے ہاں یا دوسرے محفوظ مقام پر منتقل ہو کر عدت گزار سکتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْبُيُوْعِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

خرید وفروخت کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

ماقبل سے ربط:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ ''کتاب النکاح'' سے فارغ ہو کر اب ''کتاب البیوع'' کا آغاز فرما رہے ہیں۔دونوں کا تعلق معاملات سے ہے'ان میں تقدیم وتاخیر کی وجہ یہ ہے کہ معاملات میں افضل واعلیٰ ''نکاح'' ہے'اس لیے ''نکاح'' کی بحث کو مقدم اور ''بیوع'' کی بحث کو مؤخر رکھا گیا ہے۔یا تعمیم بعد التخصیص کے اصول کے تحت تقدیم وتاخیر کی گئی ہے۔

سوال: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معاملات کی تفصیلی بحث کا آغاز کرتے ہوئے ''کتاب البیوع'' عنوان قائم کیا ہے۔سوال یہ ہے کہ لفظ ''بیوع'' بیع کی جمع ہے تو اس کی جمع لانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: بیع کی متعدد انواع واقسام ہیں جس وجہ سے لفظ ''بیوع'' کو واحد کی بجائے جمع استعمال کیا گیا ہے۔مثلاً (1) بیع صحیح (2) بیع باطل (3) بیع غیر صحیح (4) بیع نافذ (5) بیع فاسد (6) بیع غیر نافذ (7) بیع صرف (8) بیع سلم (9) بیع تولیہ (10) بیع مرابحہ (11) بیع موقوف (12) بیع مطلق وغیرہ

سوال: عبادات اور اعمال کے حوالے سے احادیث مبارکہ کثیر ہیں جبکہ معاملات کے بارے میں احادیث مبارکہ قلیل ہیں ؛اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: طلوع اسلام سے قبل انسان عبادات واعمال کے حوالے سے غفلت کا شکار تھا' اس بارے میں اصلاح کی تفصیلی ضرورت تھی۔مثال کے طور پر نماز کے لیے طہارت شرط ہے لیکن لوگ ''طہارت'' کے تصور سے ناواقف تھے۔ان کی نماز تالیوں اور سیٹیوں پر مشتمل تھی۔اس سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً (الانفال:35)

''اور بیت اللہ کے قریب ان کی نماز صرف سیٹیاں اور تالیاں بجانا تھا۔''

ان کے روزہ' زکوٰۃ اور حج کی کیفیت نماز سے مختلف نہیں تھی۔ان کے معاملات جو زمانہ قدیم سے چلے آرہے تھے' اصلاح طلب ضرور تھے لیکن تفصیل کی ہرگز ضرورت نہیں تھی جو معاملات مکمل حرام تھے۔مثلاً شراب' جوا اور سود وغیرہ۔ان سے روکنے اور منع

کرنے کی ضرورت تھی' جن معاملات میں دھوکہ تھا' ان کی توضیح کی ضرورت تھی۔ اسلام نے ان معاملات کو حرام قرار دیا جبکہ باقی معاملات کو برقرار رکھتے ہوئے ان کے اصلاح طلب پہلوؤں کی وضاحت بھی کر دی۔ اس طرح معاملات کے حوالے سے چند قواعد متعین کرنے کی ضرورت تھی لیکن تفصیلات کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عبادات و اعمال کے حوالے سے احادیث مبارکہ کثیر اور معاملات کے بارے میں قلیل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَرْكِ الشُّبُهَاتِ

باب 1- مشتبہ چیزوں کو ترک کر دینا

1126 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ اَنْبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّبَيْنَ ذٰلِكَ اُمُوْرٌ مُّشْتَبِهَاتٌ لَّا يَدْرِىْ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَمِنَ الْحَلَالِ هِىَ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ فَمَنْ تَرَكَهَا اسْتِبْرَاءً لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ فَقَدْ سَلِمَ وَمَنْ وَّاقَعَ شَيْئًا مِّنْهَا يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَ الْحَرَامَ كَمَا اَنَّهٗ مَنْ يَّرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهٗ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: حلال واضح ہے' اور حرام بھی واضح ہے' اور ان کے درمیان کچھ امور ہیں' جو مشتبہ ہیں' جن کے بارے میں بہت سے لوگ یہ نہیں جانتے کہ کیا وہ حلال سے تعلق رکھتے ہیں یا وہ حرام سے تعلق رکھتے ہیں' جو شخص انہیں ترک کر دے گا' وہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لے گا' اور سلامت رہے گا' لیکن جو شخص ان میں سے کسی چیز میں مبتلا ہوگا' تو امکان یہی ہے: وہ حرام میں مبتلا ہو جائے' جیسا کہ جو شخص (سرکاری) چراگاہ کے اردگرد (جانور) چرا رہا ہو تو اس بات کا امکان موجود ہوتا ہے: وہ (یعنی اس کا جانور) اس میں داخل ہو جائیں' یاد رکھنا! ہر بادشاہ کی مخصوص چراگاہ ہوتی ہے' اور اللہ تعالیٰ کی مخصوص چراگاہ' اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1126- اخرجه البخاری (153/1) کتاب الایمان' باب: فضل من استبراء الدینه' حدیث (52) ومسلم (1219/3) کتاب المساقاة' باب: اخذ الحلال وترک الشبهات' حدیث (107-1599) وابو داؤد (243/3) کتاب البیوع' باب: فی اجتناب الشبهات' حدیث (3329) وابن ماجه (1318/2) کتاب الفتن' باب: الوقوف عن دالشبهات' حدیث (3983) والنسائی (242'241/7) کتاب البیوع' باب: اجتناب الشبهات فی الکسب' حدیث (4453) والدارمی (245/2) کتاب البیوع' باب: فی الحلال بین والحرام بین' واخرجه احمد (270'269/4) والحمیدی (408/2) حدیث (918) بنحوه' من طریق الشعبی عن النعمان بن بشیر فذکره۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ''حسن صحیح'' ہے۔
کئی راویوں نے اسے شعبی کے حوالے سے' حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شرح

حدیث باب کی اہمیت:

معاملات کے حوالے سے یہ حدیث باب کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔ حضرت امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے معاملات کی ترجمانی اوردین ومذہب کی حفاظت کے لیے پانچ لاکھ احادیثِ مبارکہ سے صرف چار روایات کا انتخاب کیا جو درج ذیل ہیں:

1- انما الاعمال بالنيات .
''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

2- من حسن اسلام المرء تركه مالايعنيه .
''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول باتوں کو ترک کردیتا ہے۔''

3- لايكون المؤمن مومناحتى يرضى لاخيه مايرضاه لنفسه .
''جب تک آدمی اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہیں کرتا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ وہ مومن نہیں ہوسکتا۔

4- الحلال بين .
''حلال امور واضح ہیں۔

روایاتِ بالا میں اجمالی طور پر تمام معاملات بیان کردیے گئے ہیں۔ البتہ ان کی تفصیلات دوسری احادیثِ مبارکہ اور قواعد فقہاء میں بیان کردی گئی ہیں۔ ان روایات میں ایک حدیث باب بھی ہے' جس سے معاملات کے حوالہ سے اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

خلاصہ حدیث:

ترکِ شبہات اور معاملات کی اہمیت کے حوالے سے حدیث باب بنیادی حیثیت رکھتی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حرمت و حلت کے حوالے سے امور چار قسم کے ہوسکتے ہیں:

(1) جو چیز اقرب الحلال ہو اور اس کی دلیل بھی عیاں ہو' وہ حلال ہے۔
(2) جو چیز اقرب الحرام ہو اور اس کی دلیل بھی واضح ہو' وہ حرام ہے۔
(3) وہ چیز جس کی دلیل حلت وحرمت واضح نہ ہو' وہ مباح ہے۔
(4) جس چیز کی دلیل حلت وحرمت میں تعارض ہو' وہ مشتبہ ہے۔

امورِ مشتبہ سے اجتناب:

امورِ حلال اور حرام اور ان کے احکام کی وضاحت موجود ہے لیکن امور مشتبہ کے احکام علماء تو جانتے ہیں اور عوام ان سے بے

خبر ہیں۔امورِ مشتبہ وہ ہیں جن کی حلت وحرمت واضح نہ ہو'ان کے بارے میں لوگوں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب تک ان کے عدم جواز کا فتویٰ صادر نہ ہو'تو ان کے کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔البتہ عدم جواز کا فتویٰ آنے کے بعد ان سے اجتناب واحتراز کیا جائے گا' اس نظریہ کی وجہ سے انسان اپنا دین اور آبرو داؤ پر لگا دیتا ہے' جس سے نقصان کے علاوہ کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔لہٰذا ضروری ہے کہ امورِ مشتبہ سے مکمل طور پر احتراز کیا جائے تا کہ دین ومذہب اور عزت وآبرو کا تحفظ ہو سکے۔

''حمیٰ'' کی تعریف وحکم:

لفظ ''حمیٰ'' کا معنیٰ ہے: ''چراگاہ''۔زمانہ قدیم میں سلاطین وقت' وزراء' حکماء اور سرداران قوم اپنے جانوروں کے لیے ''چراگاہ'' کا تعین کر لیتے تھے جس میں دوسرے لوگوں کو اپنے جانور چرانے کی ہرگز اجازت نہیں ہوتی تھی۔سلطانِ وقت کے وزیر اور رئیس قوم کے ''حمیٰ'' بنانے کا طریقہ کار یہ تھا کہ ایک جہیر الصوت کتا لے کر کسی بلند مقام چڑھتا اور کتے کو بھونکنے کی ترغیب دیتا اور جہاں تک اس کی آواز جاتی زمین کا وہ حصہ اس کا ''حمیٰ'' ہوتا تھا۔وہاں اس کے جانور تو چر سکتے تھے لیکن دوسرے شخص کا داخلہ قابلِ گرفت ہوتا تھا۔طلوعِ اسلام کے بعد سلاطین' رؤساء اور حکماء کے لیے ''حمیٰ'' کو منع قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو ختم کرتے ہوئے فرمایا:

لاحمیٰ الا للہ ولرسولہ ۔ (کنزالعمال'ج:4'ص:383)

''حمیٰ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔''

حدیث باب میں جہاں مشتبہ امور سے احتراز کرنے کا درس دیا گیا ہے وہاں ''حمیٰ'' سازی کی رسم سے بھی منع کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَکْلِ الرِّبَا

باب 2-سود کھانا

1127 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبَا وَمُؤْکِلَهٗ وَشَاهِدَیْهِ وَکَاتِبَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَلِیٍّ وَّجَابِرٍ وَّاَبِیْ جُحَیْفَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سود کھانے والے' سود کھلانے والے اور اس کے گواہوں اور اسے تحریر کرنے والے (ان سب) پر لعنت کی ہے۔

127- اخرجہ احمد (393/1' 394) وابو داؤد (244/3) کتاب البیوع باب: فی اکل الرباء وموکلہ' حدیث (3333) وابن ماجہ (764/2) کتاب التجارات' باب: التغلیظ فی الرباء' حدیث (2277) من طریق سماك بن حرب عن عبد اللہ بن مسعود عن عبد اللہ بن مسعود فذکرہ۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

''ربوا'' کا معنیٰ ومفہوم:

لفظ ''ربوا'' کا لغوی معنیٰ ہے اضافہ وزیادتی۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے دوہم جنس چیزوں کا آپس میں تبادلہ کرتے وقت کمی بیشی کرنا۔ اس کمی بیشی کو قرآن وحدیث میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

احل اللہ البیع وحرم الربوا ۔ (البقرہ:175)

''اللہ تعالیٰ نے بیع حلال قرار دی اور سود حرام قرار دیا۔''

سود کا حرام ہونا:

سود اور سودی کاروبار حرام قطعی ہے' اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(1) ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ (ال عمران:130)

''اے ایمان والو! تم سود کو دوگنا کر کے نہ کھاؤ۔''

(2) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (البقرہ:278)

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم سود چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔''

(3) ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ (البقرہ:279,278)

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سود چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ پس اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔''

(4) ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

الربوا موضوع کلہ' واول ربوا اضعہ ربوا العباس بن عبدالمطلب فانہ موضوع کلہ ۔
(سنن ابی داؤد' باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

''سود ختم کیا جاتا ہے اور سب سے قبل میں عباس بن عبدالمطلب کا مکمل سود ختم کرتا ہوں۔''

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ سود اور سودی کاروبار کرنا حرام قطعی ہے۔

سودی کاروبار کی مذمت:

جب سود حرام قطعی ہے تو سودی کاروبار بھی قطعی حرام ہے۔ حدیث باب میں سود لینے دینے کی مذمت و وعید بیان کی گئی ہے۔ سود کھانے والے، سود کھلانے والے، اس کے گواہوں اور اس معاملہ کو ضبطِ تحریر میں لانے والے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ سود لینا دینا گناہِ کبیرہ ہے اور اس میں کسی بھی طریقہ سے ملوث آدمی پر لعنت کی گئی ہے۔ اس حدیث میں چار قسم کے لوگوں پر لعنت کی گئی ہے:

(1) سود کھانے والے لوگوں پر

(2) سود کھلانے والے لوگوں پر کیونکہ یہ دونوں سودی معاملہ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ مجرم بھی بڑے ہیں اور لعنت و عذابِ الٰہی کے حق دار بھی زیادہ ہیں۔

(3) اس معاملہ کے گواہ اور

(4) اس معاملہ کو ضبطِ تحریر میں لانے والے پر بھی لعنت کی گئی ہے۔

پہلے دونوں کی نسبت یہ دونوں کم درجہ کے مجرم ہیں اس لیے ان پر نزولِ لعنت بھی کم درجہ کی ہوتی ہے۔

سودی کاروبار کی مذمت و وعید حدیث باب سے عیاں ہے۔ علاوہ ازیں وعید پر مبنی اس سے بھی اشد حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

الربوا بضع وسبعون شعبة' ادناها كالذى يقع على امه .

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے تہتر درجے ہیں اور اس کا کم درجہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے۔''

کتاب اللہ، سنتِ رسول اور اجماعِ اُمت سے حرمتِ سود ثابت ہونے اور اس کاروبار کی وعید و مذمت روزِ روشن کی طرح عیاں ہونے کے باوجود ماضی قریب میں بعض نام نہاد مفکرین نے آیات و احادیث کی تاویلات کر کے ''سود'' کو جائز و حلال قرار دیا۔ ان کے نظریہ کا شکار ہو کر عوام نے بھی سودی کاروبار شروع کر دیا جو قطعی حرام ہے۔ یہ تمام قصور ان مفکرین کا ہے، جن کے اسماء یہ ہیں:

(1) سعودی عرب میں مفتی رشید رضا (2) ہندوستان میں سرسید احمد خان

(3) پاکستان میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن (4) جسٹس قدیر الدین وغیرہ

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّغْلِيْظِ فِي الْكَذِبِ وَالزُّوْرِ وَنَحْوِهِ

باب 3- جھوٹ بولنے، جھوٹی گواہی دینے وغیرہ کی شدید مذمت

1128 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَبَائِرِ

متن حدیث: قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ وَاَيْمَنَ بْنِ خُرَيْمٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کبیرہ گناہوں کے بارے میں یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' کسی شخص کو قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا (کبیرہ گناہوں میں شامل ہیں)

اس بارے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ایمن بن خریم رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

کبیرہ گناہوں کی مذمت:

گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں:

(1) صغائر: یہ وہ گناہ ہیں جو عبادات و اعمال کی برکات سے ازخود ختم ہو جاتے ہیں۔

(2) کبائر: یہ وہ گناہ ہیں جو اعمالِ صالحہ کے سبب معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کی معافی کے لیے توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گناہ کا اعتراف و اقرار کرتے ہوئے' نادم ہو کر بخشش مانگنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے پکا عہد و پیمان کرنا۔ کبائر سینکڑوں کی تعداد میں ہیں' جن پر مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ مثلاً ''کتاب الکبائر'' حضرت امام شمس الدین ذہبی کی تصنیف ہے' جس میں انہوں نے اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

حدیث باب میں چار کبائر کا ذکر کیا گیا ہے:

(1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا: شرک صرف کبیرہ گناہ نہیں ہے بلکہ اکبرالکبائر ہے۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے جو کبھی معاف نہیں ہوتا اور یہ گناہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا بلکہ اس کے مرتکب کو دائمی طور پر عذابِ جہنم دیا جاتا ہے۔ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو شرک سے بچانے کے لیے توحید باری تعالیٰ کا درس دیا ہے۔

(2) والدین کی نافرمانی: دوسرا کبیرہ گناہ والدین کی نافرمانی کرنا اور انہیں اذیت و تکلیف پہنچانا ہے۔ قرآن و سنت میں والدین کی قدر و منزلت بیان کی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی:

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○

''تم اپنے والدین کو اُف تک نہ کہو' انہیں ڈانٹو بھی نہیں اور ان سے نرم لہجہ میں گفتگو کرو۔''

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1128- اخرجه البخاری (309/5) کتاب الشهادات' باب: ما قیل فی شهادة الزور' حدیث (2653) ومسلم (359/1' نووی) کتاب الایمان' باب: بیان الکبائر' واکبرها' حدیث (144-88) والنسائی (88/7) کتاب تحریم الدم' باب: ذکر الکبائر' حدیث (4010) واخرجه احمد (131/3' 134) من طریق شعبة عن عبید الله بن ابی بکر بن انس عن انس فذکره۔

''والدین کوخوش کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوجاتا ہے اور والدین کوناراض کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے۔''
حقوق اللہ اور حقوقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حقوق والدین کے عائد ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اولاد جتنی بار بھی اپنے والدین کو عقیدت ومحبت کی نظر سے دیکھے گی، اللہ تعالیٰ انہیں اتنے حجوں کا ثواب عطا کرے گا۔''

(3) تغلیظ فی الکذب: (سادہ جھوٹ) یعنی وہ خلاف واقع بات ہے جو کبیرہ گناہ ہے۔ صداقت ایک نیکی ہے تو اس کے برعکس جھوٹ ایک گناہ ہے۔ صداقت سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور جھوٹ سے گناہوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ قرآن نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔ ''یعنی جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''

جھوٹا شخص غیر معتبر وغیر معتمد ہوتا ہے۔

(4) مزین جھوٹ: مزین جھوٹ کا ارتکاب کرنا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ سادہ اور مزین جھوٹ میں امتیاز وفرق ہے۔ سادہ کذب سو فیصد خلافِ واقع بات کو کہا جاتا ہے اور مزین کذب سو فیصد سے زیادہ خلاف واقع بات کو کہا جاتا ہے۔ الغرض سادہ کذب کی نسبت مزین کذب بڑا گناہ ہے۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ تاجر صاحب ایمان اور صادق وامین ہونا چاہیے، دھوکہ اور کذب بیانی سے مکمل پرہیز کرے تاکہ مالِ تجارت میں برکت واضافہ ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التُّجَّارِ وَتَسْمِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهُمْ

باب 4- تاجروں (کا حکم)، نبی اکرم ﷺ کا انہیں مخصوص نام دینا

1129 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ غَرَزَةَ

متنِ حدیث: قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُسَمَّى السَّمَاسِرَةَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الشَّيْطَانَ وَالْاِثْمَ يَحْضُرَانِ الْبَيْعَ فَشُوْبُوْا بَيْعَكُمْ بِالصَّدَقَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَّرِفَاعَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ غَرَزَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: رَوَاهُ مَنْصُوْرٌ وَّالْاَعْمَشُ وَحَبِيْبُ بْنُ اَبِیْ ثَابِتٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ

1129- اخرجه احمد (6/4) والحميدى (208/1) حديث (438) واخرجه ابو داؤد (242/3) كتاب البيوع باب: فى التجارة يخالطها الحلف واللغو حديث (3326) وابن ماجه (725/2-726) كتاب التجارات باب: باب التوقى فى التجارة حديث (2145) والنسائى (14/7) كتاب الايمان والنذور باب: فى الحلف والكذب لمن لم يعتقد اليمين بقلبه حديث (3797) من طريق ابى وائل عن قيس بن ابى غرزة فذكره-

غَرَزَةَ وَلَا نَعْرِفُ لِقَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ وَشَقِيْقٌ هُوَ اَبُوْ وَائِلٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ غَرَزَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت قیس بن ابوغرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے' پہلے ہمارا نام سماسرہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تاجروں کے گروہ! بے شک شیطان اور گناہ سودے میں موجود ہوتے ہیں' تو تم اپنے سودے کو صدقے کے ساتھ ملا دیا کرو۔

اس بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ' حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت قیس بن ابوغرزہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

منصور' اعمش' حبیب بن ابوثابت اور دیگر کئی راویوں نے' اسے ابووائل کے حوالے سے' حضرت قیس بن ابوغرزہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت نقل نہیں کی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

1130 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَمْزَةَ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَابِرٍ وَّهُوَ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء' صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے ثوری کی ابوحمزہ سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

ابوحمزہ کا نام عبداللہ بن جابر ہے' اور یہ بصرہ کے رہنے والے بزرگ ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1131 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ

1130- اخرجه الدارمی (247/2) كتاب البيوع' باب: في التاجر الصدوق' من طريق ابي حمزة عن الحسن عن ابي سعيد الخدري فذكره۔

خُثَيْمٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عُبَيْدِ ابْنِ رِفَاعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متن حدیث: اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَرَاَى النَّاسَ يَتَبَايَعُوْنَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ فَاسْتَجَابُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ اِلَيْهِ فَقَالَ اِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَيُقَالُ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ رِفَاعَةَ اَيْضًا

◆◆ اسماعیل بن عبید اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں وہ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ عیدگاہ کی طرف روانہ ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کی خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے تاجروں کے گروہ! وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی گردنیں اٹھائیں اور آپ کی طرف دیکھنے لگے آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک تاجروں کو قیامت کے دن نافرمان لوگوں کے طور پر زندہ کیا جائے گا ماسوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے نیکی کرے اور سچ بولے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ایک قول کے مطابق راوی کا نام اسماعیل بن عبیداللہ بن رفاعہ ہے۔

شرح

اچھے الفاظ سے مخاطب کرنا:

کسی کو دلفریب خوب صورت اور دلربا الفاظ سے مخاطب کرنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔ ایک خاتون کا نام عاصیہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو اس کا یہ نام تبدیل کر کے ''جمیلہ'' رکھ دیا۔ وہ تاحیات ''جمیلہ'' نام سے پکاری جاتی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ''ابوہریرہ'' (بلی والے) کی کنیت عطا کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''ابوتراب'' کنیت دی تو دونوں بزرگ اصل ناموں کی بجائے کنیتوں سے زیادہ مشہور ہوئے۔ طلوع اسلام سے قبل خرید وفروخت کا پیشہ اختیار کرنے والے لوگوں کو ''سماسرۃ'' کے نام سے پکارا جاتا تھا جو لفظ ''سمسار'' کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے دلال آڑھتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سماسرہ کی بجائے ان کے لیے پُروقار لفظ ''تجار'' (تاجر کی جمع) استعمال فرمایا۔ چنانچہ آپ ان سے بایں الفاظ مخاطب ہوئے۔

یا معشر التجار! ان الشیطن والاثم یحضران البیع فشوبوا بیعکم بالصدقۃ۔

''اے تجار کی جماعت! بے شک شیطان اور گناہ دونوں بیع میں داخل ہوتے ہیں۔ پس تم اپنے کاروبار کو صدقہ کے ساتھ ملاؤ۔''

1131- اخرجہ ابن ماجہ (726/2) کتاب التجارات باب: التوقی فی التجارۃ حدیث (2146) والدارمی (247/2) کتاب البیوع باب: فی التجار من طریق اسماعیل بن رفاعۃ عن ابیہ عن جدہ رفاعۃ بن رافع بہ۔

صادق وامین تجار کی فضیلت:

تجارت کے دوران عام طور پر لوگ صداقت وامانت داری کو نظر انداز کرتے ہوئے کذب بیانی اور چرب لسانی کا لہجہ اختیار کر لیتے ہیں بلکہ اس سے بھی چار قدم آگے نکل کر قسم اُٹھانے سے بھی باز نہیں آتے جس کے نتیجے میں بیع غلط طریقہ کا رنگ اختیار کر لیتی ہے اور فریق مخالف کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ مسلمان کی شایانِ شان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس طریقہ کی بیع سے منع کیا گیا ہے تا کہ کوئی شخص کسی بھائی کا مجرم نہ قرار پائے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے صادق وامین تجار کی عظمت وفضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: انہیں انبیاء صدیقین اور شہداء کے زمرے میں اُٹھایا جائے گا۔

دلالی اور اس کی اُجرت کا شرعی حکم:

فقہی اصطلاح میں کسی چیز کے فروخت کرنے والے کو بائع' خریدنے والے کو مشتری اور دونوں کے درمیان رابطہ کرانے والے کو ''دلال'' کہا جاتا ہے۔ بیع کے دوران دلالی کرنا جائز ہے اور اس کی اُجرت حاصل کرنا بھی جائز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دلال'' کو دلالی کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اسے صدقہ وخیرات کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ دورانِ ''دلالی'' غیر دانستہ طور پر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا ازالہ بھی ہو جائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دلال'' کو ''دلالی'' کی خدمت انجام دینے سے منع نہیں فرمایا تو یقیناً اس کی اُجرت اور فیس وصول کرنا بھی جائز ثابت ہوا۔

سوال: حدیث باب میں دورانِ بیع صداقت وامانت سے کام لینے والے تجار کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ انہیں قیامت کے دن انبیاء' صدیقین اور شہداء کے زمرے میں اُٹھایا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ غیر نبی' نبی' غیر صدیق' صدیق اور غیر شہید' شہید نہیں ہوسکتا تو حدیث باب کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ غیر نبی' نبی اور غیر صدیق' صدیق اور غیر شہید شہید نہیں ہوسکتا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اچھے تاجر میں دو خوبیاں ہونی چاہئیں:

(1) صداقت (2) امانت داری

ان دو اوصاف کے سبب تاجر انبیاء' صدیقین اور شہداء کے ساتھ لاحق ہو جائے گا' اس کی مثالیں ہمیں اسلام میں ملتی ہیں جو ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(1) ایک دفعہ ایک میدان میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان ''سپہ گری'' کا مقابلہ ہو رہا تھا اور اس تقریب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ فریقین نے اپنے لیے ارکان کا انتخاب کر لیا لیکن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اکیلے بچ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر دستِ اقدس رکھتے ہوئے انہیں اپنے پاس بٹھاتے ہوئے فرمایا:

سلمان مناّ اهل البيت ۔ ''سلمان ہمارے اہلِ بیت سے ہیں''۔

ان الفاظ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی فضیلت تو ثابت ہوتی ہے لیکن اہلِ بیت کی عظمت وشان پر مشتمل آیات و

احادیث کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے۔

(2) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے طلبِ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

من خرج یطلب العلم فهو فی سبیل الله حتی یرجع۔

''حصولِ علم کے لیے گھر سے نکلنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ گھر واپس آجائے۔''

اس حدیث میں طالبِ علم کو مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ الحاق کے سبب فضیلت تو حاصل ہو جائے گی لیکن قرآن وحدیث میں بیان کردہ کمالات کا مصداق نہیں ہو سکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ حَلَفَ عَلٰى سِلْعَةٍ كَاذِبًا

باب 5- جو شخص سودے کے بارے میں جھوٹی قسم اٹھائے

1132 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَلِىُّ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: ثَلَاثَةٌ لَّا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ قُلْنَا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَدْ خَابُوْا وَخَسِرُوْا فَقَالَ الْمَنَّانُ وَالْمُسْبِلُ اِزَارَهُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ اُمَامَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ ذَرٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تین طرح کے لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظرِ رحمت نہیں کرے گا' اور ان کا تزکیہ نہیں کرے گا' اور ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہوگا' میں نے عرض کی: وہ کون لوگ ہیں؟ یارسول اللہ ﷺ! وہ تو برباد ہوگئے اور خسارے کا شکار ہوگئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: احسان جتانے والا' تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اور جھوٹی قسم اٹھا کر سودا بیچنے والا۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوذر سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1132- اخرجه احمد (148/5'158'168) ومسلم (391-) كتاب الايمان' باب: بيان غلظ تحريم اسبال الازار' والمن بالعطية وتنفيق السلعة بالحلف' حديث (171-106) وابو داؤد (57/4) كتاب اللباس' باب: ما جاء في اسباب الازار' حديث (4087) وابن ماجه (744/2'745) كتاب التجارات' باب: ما جاء في كراهية الايمان في الشراء والبيع' حديث (2208) النسائي (245/7) كتاب البيوع' باب: المنفق سلعته بالحلف الكاذب' حديث (4458) والدارمي (267/2) كتاب البيوع' اليمين الكاذبة' من طريق خرشة بن الحر عن ابي ذر به-

شرح

بیع کے دوران جھوٹی قسم کھانے کی مذمت:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بہت سے گناہ گاروں کی بخشش فرمادے گا لیکن تین قسم کے لوگوں کو معاف نہیں فرمائے گا:

(1) منان: منان سے مراد احسان جتانا ہے' نیکی کے بعد اس کا اظہار کرنے اور احسان جتانے سے نیکی ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

لاتبطلوا صدقتكم بالمن و الاذى ۔ (البقرہ:264) ''تم ایذاء اور تکلیف کے ذریعے اپنے صدقات کو ضائع نہ کرو۔''
کسی بھی نیکی کرنے کے بعد احسان جتانے سے اس کا اجر وثواب کالعدم ہو جاتا ہے تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور بخشش سے محروم ہو جاتا ہے۔

(2) متکبر: دوسرا شخص جس کی قیامت کے دن بخشش نہیں ہوگی' وہ متکبر ہے۔ متکبر سے مراد ہے کہ دوسروں کو حقیر تصور کرنا اور خود کو بڑا خیال کرنا۔ یہ وصف اللہ تعالیٰ کا ہو سکتا ہے اور اگر یہ وصف بندے میں آئے تو عیب تصور ہوگا۔ متکبر شخص کی علامات یہ ہیں:
اپنی شلوار یا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں کے نیچے لٹکانا' اپنی طاقت سے زیادہ قیمتی کپڑے استعمال کرنا' حد سے زیادہ طویل دستار باندھنا یا زیادہ لمبی ٹوپی اپنے سر پر رکھنا وغیرہ۔

(3) جھوٹی قسم کھانے والا: تیسرا شخص جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم' نظرِ رحمت اور بخشش سے محروم رہے گا' وہ جو دورانِ خرید وفروخت جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ وہ اپنی قسم کے ذریعے دوسرے کو دھوکہ دے کر اپنی آمدنی میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ کمائی اس کے لیے حرام ہے۔ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت اور بخشش سے محروم رہے گا۔ عصرِ حاضر میں یہ ناسور عام ہے جو جہالت اور بے عملی کا نتیجہ ہے۔ دنیوی مفادات کی خاطر جھوٹی قسم کھانا حرام وجرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مرض سے ہمیں محفوظ فرمائے۔ آمین!

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّبْكِيْرِ بِالتِّجَارَةِ

باب 6: تجارت کے لیے صبح جلدی جانا

1133 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ حَدِيْدٍ عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا قَالَ وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ اَوَّلَ النَّهَارِ وَكَانَ

1133- اخرجه احمد (417/3، 431/4، 390) وابو داؤد (35/3) كتاب الجهاد' باب: في الابتكار في السفر' حديث (2606) وابن ماجه (752/2) كتاب التجارات' باب: ما يرجى من البركة في البكور' حديث (2236) من طريق هشيم عن يعلى بن عطاء عن عمارة بن حديد عن صخر الغامدي به' واخرجه احمد (416/3، 384/4) وعبد بن حميد ص (160) حديث (432) والدارمي (214/2) كتاب السير' باب: بارك اللامتي في بكورها' من طريق شعبة عن يعلى بن عطاء عن عمارة بن حديد عن صخر الغامدي فذكره۔

صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا وَّكَانَ اِذَا بَعَثَ تِجَارَةً بَعَثَهُمْ اَوَّلَ النَّهَارِ فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّبُرَيْدَةَ وَاَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِصَخْرٍ الْغَامِدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَدْ رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَّعْلَى بْنِ عَطَاءٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اے اللہ! میری اُمت کے صبح کے کاموں میں برکت عطا فرما۔

راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ جب کوئی چھوٹی یا بڑی مہم روانہ کرتے تھے' تو آپ دن کے ابتدائی حصے میں انہیں بھیجا کرتے تھے۔

حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ ایک تاجر تھے' جب وہ تجارتی قافلہ بھیجتے تھے' تو دن کے ابتدائی حصے میں بھیجا کرتے رہے' تو وہ خوشحال ہو گئے اور ان کا مال زیادہ ہو گیا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت صخر غامدی سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔ ہمارے علم کے مطابق حضرت صخر غامدی کے حوالے سے صرف یہی روایت منقول ہے۔ سفیان ثوری نے شعبہ کے حوالے سے یعلیٰ بن عطاء سے اسے نقل کیا ہے۔

شرح

اوقاتِ کار کی اصلاح:

ہمارے معاشرے میں لوگ رات کو کاروبار کرتے ہیں اور دن کے وقت محو خواب ہوتے ہیں۔ بالخصوص دن کے اوّل وقت میں ایسا نظام کار اور نظامِ اوقات کار غیر شرعی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رات آرام کرنے کے لیے بنائی اور دن کاروبار کرنے کے لیے بنایا ہے۔ حدیث باب میں دن کے وقت کام کرنے بالخصوص دن کے اوّل حصہ میں کام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' کیونکہ یہ وقت بابرکت' باعثِ رحمت اور وسعتِ رزق کا سبب ہے۔ اس وقت میں سونا تنگیِ رزق کا باعث ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یوم الصبحة یمنع الرزق . (الترغیب والترہیب' جلد ثانی' ص:530)

''صبح کے وقت سونا رزق کی تنگی کا سبب ہے۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم دن کے اوّل حصہ میں کام کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے دن کے اوّل حصہ میں (صبح سویرے) لشکر روانہ فرماتے تھے۔ مشہور صحابی حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ کوفہ کے باشندے اور تاجر تھے' وہ اپنے نوکروں اور خادموں کو صبح سویرے بازار اور منڈی میں روانہ کر دیتے تھے۔ اس نظام الاوقات کی برکت سے قلیل عرصہ میں وہ بہت بڑے تاجر بن گئے اور ان کی دولت میں اضافہ بھی ہو گیا تھا۔ کاش! آج اسلامی ممالک اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کی

روشنی میں نظامِ اوقات کا روضع کریں، بین الاقوامی سطح پر اس کو متعارف کرائیں اور اس پر عمل پیرا ہوں تا کہ ملتِ اسلامیہ معاشی طور پر خوش حال ہو سکے۔ نبوی نظام الاوقات عیوب ونقائص سے پاک اور مفید ونافع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الشِّرَاءِ اِلٰى اَجَلٍ

باب 7- مخصوص مدت تک ادھار کا سودا کرنے کی اجازت

1134 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ اَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ اَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَانِ قِطْرِيَّانِ غَلِيْظَانِ فَكَانَ اِذَا قَعَدَ فَعَرِقَ ثَقُلَا عَلَيْهِ فَقَدِمَ بَزٌّ مِّنَ الشَّامِ لِفُلَانٍ الْيَهُوْدِيِّ فَقُلْتُ لَوْ بَعَثْتَ اِلَيْهِ فَاشْتَرَيْتَ مِنْهُ ثَوْبَيْنِ اِلَى الْمَيْسَرَةِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ مَا يُرِيْدُ اِنَّمَا يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِمَالِيْ اَوْ بِدَرَاهِمِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ قَدْ عَلِمَ اَنِّيْ مِنْ اَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ وَآدَاهُمْ لِلْاَمَانَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَنَسٍ وَّاَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ اَيْضًا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ اَبِيْ حَفْصَةَ

قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ فِرَاسٍ الْبَصْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ الطَّيَالِسِيَّ يَقُوْلُ سُئِلَ شُعْبَةُ يَوْمًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ لَسْتُ اُحَدِّثُكُمْ حَتّٰى تَقُوْمُوْا اِلٰى حَرَمِيِّ بْنِ عُمَارَةَ بْنِ اَبِيْ حَفْصَةَ فَتُقَبِّلُوْا رَاْسَهُ قَالَ وَحَرَمِيٌّ فِي الْقَوْمِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اَيْ اِعْجَابًا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے ڈو بنے ہوئے موٹے قطری کپڑے تھے، جب آپ انہیں پہن کر تشریف فرما ہوتے' تو آپ کو پسینہ آ جاتا یہ بات آپ کو بہت نا گوار گزرتی تھی' ایک مرتبہ شام سے فلاں یہودی شخص کا کپڑا آیا میں نے کہا: اگر آپ اسے پیغام بھیج کر اس سے دو کپڑے خرید لیں' جو مخصوص مدت کی ادائیگی تک ادھار ہوں گے (تو یہ مناسب ہو گا) نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو پیغام بھجوایا' تو وہ بولا: مجھے پتہ ہے' جو وہ چاہتے ہیں' وہ یہ چاہتے ہیں: میرے مال اور میرے درہم پر قبضہ کر لیں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے جھوٹ کہا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے: میں ان سب کے مقابلے میں زیادہ پرہیز گار ہوں اور سب سے زیادہ امانت کو ادا کرنے والا ہوں۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

1134- اخرجه احمد (147/6) والنسائي (294/7) كتاب البيوع' باب: البيع الى الاجل المعلوم' حديث (4628)

شعبہ نے اس روایت کو عمارہ بن حفصہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے محمد بن فراس بصری کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے ابوداؤد طیالسی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ایک دن شعبہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو انہوں نے فرمایا: میں نے تمہیں حدیث اس وقت تک نہیں سنائی جب تک تم لوگ اٹھ کر حرمی بن عمارہ کے لیے کھڑے نہیں ہوتے اور ان کے سر کو بوسہ نہیں دیتے۔ راوی بیان کرتے ہیں: حرمی اس وقت حاضرین میں موجود تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کی مراد اس حدیث کے بارے میں پسندیدگی کا اظہار کرنا تھا۔

1135 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ وَّعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ بِعِشْرِیْنَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَخَذَهٗ لِاَهْلِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا' تو آپ کی زرہ بیس صاع اناج کے عوض میں رہن رکھی ہوئی تھی' جو اناج آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے لیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1136 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِیِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ ح قَالَ مُحَمَّدٌ وَّحَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَشَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِیْرٍ وَّاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَّلَقَدْ رُهِنَ لَهٗ دِرْعٌ عِنْدَ یَهُوْدِیٍّ بِعِشْرِیْنَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَخَذَهٗ لِاَهْلِهٖ وَلَقَدْ سَمِعْتُهٗ ذَاتَ یَوْمٍ یَّقُوْلُ مَا اَمْسٰی فِیْ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَاعُ تَمْرٍ وَّلَا صَاعُ حَبٍّ وَّاِنَّ عِنْدَهٗ یَوْمَئِذٍ لَّتِسْعَ نِسْوَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جو کی روٹی اور باسی چربی لے کر حاضر ہوا آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بیس صاع اناج کے عوض میں رہن رکھی ہوئی تھی' جس اناج کو آپ نے اپنی ازواج کے لیے حاصل کیا تھا' ایک دن میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: شام کے وقت محمد کے گھر والوں کے پاس کھجور کا ایک صاع بھی نہیں تھا' اور اناج کا ایک صاع بھی نہیں تھا۔

1135- اخرجه احمد (236/1'361) وابن ماجه (815/2) كتاب الرهون' باب: حدثنا ابو بكر بن ابی شيبة' حديث (2439) والنسائی (303/7) كتاب البيوع' باب: مبايعة اهل الكتاب' حديث (4651) والدارمی (259/2'260) كتاب البيوع' باب: الرهن' واخرجه عبد بن حميد ص (201) حديث (581) من طريق هشام بن حسان عن عكرمة عن ابن عباس به-

1136- اخرجه البخاری (354/4) كتاب البيوع' باب: شراء النبی صلی الله عليه وسلم بالنسيئة حديث (2069) وابن ماجه (815/2) كتاب الرهون' باب: حدثنا ابو بكر بن ابی شيبة' حديث (2437) واخرجه احمد (133/3'208'232) من طريق هشام الدستوائی عن قتادة عن انس فذكره-

راوی بیان کرتے ہیں: اس وقت نبی اکرم ﷺ کی 9 ازواج تھیں۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

خرید وفروخت میں ادھار کا جواز:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک باب کے ذیل میں تین احادیثِ مبارکہ تخریج فرمائی ہیں جن میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ بیع معجل اور بیع مؤجل دونوں جائز ہیں۔ بالفاظِ دیگر بیع نقد جائز ہے اور بیع ادھار بھی جائز ہے۔ بیع مؤجل کی صورت میں ثمن کا اضافہ بھی جائز ہے۔ مثلاً نقد میں کتاب بیس روپے میں جبکہ ادھار میں وہی کتاب پچیس روپے میں جائز ہے۔ ادھار کی صورت میں وقت وتاریخ کا تعین ضروری ہے تا کہ فریقین کو اس معاملہ میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ تاریخ مقررہ سے قبل بائع، ثمن کا مطالبہ کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ تاریخ آنے پر وہ ثمن کا مطالبہ کرسکتا ہے لیکن مزید مہلت وچشم پوشی احسان کے زمرے میں آئے گی۔

سوال: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

باب ماجاء فی الرخصة فی الشراء الی اجل ۔

اس کے ذیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل فرمائی ہے۔ عنوان سے ثابت ہوتا ہے کہ بیع مؤجل میں ثمن کی ادائیگی کے لیے وقت متعین ہوتا ہے اور اگر وقت یا تاریخ متعین نہ ہوگی تو بیع درست نہیں ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ثمن کی ادائیگی کے لیے لفظ ''میسرہ'' استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کو جونہی ثمن کا انتظام ہوگا، تو ادا کر دیا جائے گا، اس طرح وقت یا تاریخ مقرر نہ ہوئی تو بیع بھی جائز نہیں ہونی چاہیے؟

جواب: اس سوال کے کئی جوابات ہیں:

(1) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور مشورہ عرض کرتے ہوئے لفظ ''میسرہ'' استعمال کیا ہو مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے معاملہ بیع طے کیا تو ثمن کی ادائیگی کا وقت مقرر فرما دیا ہو۔

(2) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مؤجل نہیں بلکہ بیع معجل کی ہو، جس طرح مشتری دورانِ بیع بائع سے کہہ دے کر اب اچانک میرے پاس رقم نہیں ہے بعد میں دے دوں گا یا بائع خود کہہ دے کہ فلاں چیز لے جاؤ تو ثمن کی ادائیگی بعد میں ہو جائے گی۔ ایسے فقرات کے استعمال سے بیع معجل ہوگی اور جائز بھی ہوگی۔

رہن رکھنے کا جواز:

دوسری اور تیسری حدیث باب سے کسی کے ہاں کوئی چیز بطور رہن رکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی ذرہ بیس صاع غلہ کے عوض ایک یہودی کے ہاں رہن رکھی گئی تھی اور یہ غلہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ (سنن ابن ماجہ ابواب الرہون)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كِتَابَةِ الشُّرُوْطِ

باب 8: شرائط کو تحریر کرنا

1137 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ لَيْثٍ صَاحِبُ الْكَرَابِيسِيِّ الْبَصْرِیُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَجِيْدِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِیَ الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ اَلَا اُقْرِئُكَ كِتَابًا كَتَبَهُ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى فَاَخْرَجَ لِیْ كِتَابًا هٰذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى مِنْهُ عَبْدًا اَوْ اَمَةً لَّا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خِبْثَةَ بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبَّادِ ابْنِ لَيْثٍ وَّقَدْ رَوٰى عَنْهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

◆◆ عبدالمجید بن وہب بیان کرتے ہیں: حضرت عداء بن خالد نے مجھ سے کہا: کیا میں تمہارے سامنے وہ تحریر پڑھ کر سناؤں جو نبی اکرم ﷺ نے مجھے بھیجی تھی۔ راوی کہتے ہیں: میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ انہوں نے ایک تحریر نکال کر دکھائی (جس میں یہ تحریر تھا) یہ وہ چیز ہے جسے عداء بن خالد بن حوزہ نے اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ سے خریدا ہے اس نے حضرت محمد ﷺ سے ایک غلام (راوی کو شک ہے) یا شاید ایک کنیز خریدی ہے۔ جس میں کوئی بیماری نہیں ہے اور سودے میں کوئی دھوکہ نہیں دیا گیا اور مسلمان کے سودے میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف عباس بن لیث نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔ کئی محدثین نے ان کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

شرح

معاملہ بیع یا ادھار کو لکھنے کا حکم:

کوئی بھی معاملہ ہو خواہ بیع وشراء کا یا اُدھار لینے دینے کا تو شریعت نے اسے لکھ لینے کا حکم دیا ہے تا کہ فریقین کے مابین دھوکہ یا تنازع کی صورت پیدا نہ ہو جائے۔ اس سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ط (البقرہ:282)

''اے ایمان والو! جب تم کوئی کسی وقتِ مقررہ تک لینے دینے کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔''

معلوم ہوا کہ کوئی بھی معاملہ ہو اسے تحریر میں لانا چاہیے کیونکہ زبانی کلامی معاملہ ذہن سے محو بھی ہو سکتا ہے جو فریقین کے مابین دھوکہ نقصان یا تنازع کا مُوجب بھی بن سکتا ہے۔

1137- اخرجه البخاری تعليقاً (362/4) كتاب البيوع' باب: اذا بين البيعان ولم يكتما ونصحا' وابن ماجه (756) كتاب التجارات' باب: شراء الرقيق' حديث (2251) من طريق عبد المجيد بن وهب عن العداء بن خالد بن هوذة فذكره-

سوال: حدیث پاک کی روشنی میں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد کسی چیز کی خرید وفروخت کا معاملہ کیا تھا یا کہ نہیں؟

جواب: حدیث باب کا نظرِ عمیق سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد غلام فروخت کیا تھا جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا۔

فائدہ: اگر مشتری کو یقین ہو یا ظنِ غالب ہو کہ مال حرام ہے یا چوری کا ہے یا مال مغصوبہ ہے تو اس کا خریدنا حرام ہے۔ حرام مال سے زکوٰۃ ادا کرنا یا صدقہ وخیرات کرنا یا اس سے حج وعمرہ ادا کرنا منع ہے' کیونکہ وہ نا قابلِ قبول ہوگا۔ یہ ضابطہ ہے' جس عمل کی بنیاد حرام پر ہو وہ کالعدم ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْمِكْيَالِ وَالْمِيْزَانِ

باب 9- ماپنے اور وزن کرنے کے لیے

1138 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الطَّالَقَانِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِاَصْحَابِ الْمِكْيَالِ وَالْمِيْزَانِ اِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيتُمْ اَمْرَيْنِ هَلَكَتْ فِيْهِ الْاُمَمُ السَّالِفَةُ قَبْلَكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حُسَيْنِ بْنِ قَيْسٍ

توضیح راوی: وَحُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوْفًا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ماپنے والوں اور وزن کرنے والوں سے ارشاد فرمایا: تم لوگ دو ایسے کاموں کے نگران ہو جن کی وجہ سے سابقہ امتیں' جو تم سے پہلے تھیں' ہلاک ہو گئیں۔

ہم اس حدیث کو "مرفوع" روایت ہونے کے طور پر صرف حسین بن قیس کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

حسین بن قیس کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

یہی روایت صحیح اسناد کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "موقوف" روایت کے طور پر منقول ہے۔

شرح

ناپ اور تول کرنے والے لوگوں کی اصلاح:

اشیاء کی خرید وفروخت ناپ اور تول دونوں طریقوں سے کی جاسکتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دور میں اکثر اشیاء ناپ کر فروخت کی جاتی تھیں اور عصرِ حاضر میں اکثر اشیاء تول کر فروخت کی جاتی ہیں۔ دونوں طریقوں سے اشیاء کی بیع جائز ہے۔ البتہ بازار یا آڑھت میں کچھ لوگوں کا کام ہی ناپ اور تول ہوتا ہے جو ناپ کر یا تول کر بائع کی چیز مشتری کے حوالے کرتے ہیں اور اپنی مزدوری لے لیتے ہیں۔ حدیث باب میں ناپ تول کرنے والے لوگوں کی اصلاح کی گئی ہے تاکہ

معاملہ بیع میں کمی یا زیادتی نہ ہو۔ ایک دفعہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے گئے اور لوگوں کو تیز رفتاری سے خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھا تو ناپ تول کرنے والے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''تم ایسے امور پر تعینات ہو جن کی وجہ سے سابقہ لوگ ہلاک ہوگئے۔'' مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اپنی ذمہ داری نہایت احتیاط' امانت داری اور کمی وبیشی کے بغیر پوری کرو کیونکہ اس معاملہ میں کوتاہی ہلاکت کا سامان بھی بن سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل قومِ شعیب علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا۔ ان لوگوں میں بیع کے دوران کمی زیادتی کرنے کا عام رواج تھا جس کے نتیجے میں وہ عذابِ الٰہی کا شکار ہوکر ہلاک ہو گئے۔ اس سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ (الشعراء:189)

''توان لوگوں نے احکامِ الٰہی کونظرانداز کر دیا تھا جس وجہ سے وہ عذابِ الٰہی کا شکار ہوگئے۔''

لہٰذا تم میں یہ نقص وعیب نہیں ہونا چاہیے۔

افسوس! صد افسوس! جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں' ان کی اصلاحی بات کونظرانداز کر کے عام طور پر ہم ناپ تول میں کمی کر کے معاملہ کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ہم مخلوق کے مجرم بننے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کر کے اللہ تعالیٰ اور رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی مجرم قرار پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں ایسے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ بَيْعِ مَنْ يَّزِيْدُ

باب 10- جو شخص زیادہ (ادائیگی کرے) اسے فروخت کرنا

1139 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ شُمَيْطِ بْنِ عَجْلَانَ حَدَّثَنَا الْاَخْضَرُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَنَفِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاعَ حِلْسًا وَّقَدَحًا وَّقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ فَقَالَ رَجُلٌ اَخَذْتُهُمَا بِدِرْهَمٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ فَاَعْطَاهُ رَجُلٌ دِرْهَمَيْنِ فَبَاعَهُمَا مِنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْاَخْضَرِ بْنِ عَجْلَانَ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ الْحَنَفِيُّ الَّذِيْ رَوٰى عَنْ اَنَسٍ هُوَ اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَمْ يَرَوْا بَاْسًا بِبَيْعِ مَنْ يَّزِيْدُ فِي الْغَنَائِمِ وَالْمَوَارِيْثِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ كِبَارِ النَّاسِ عَنِ الْاَخْضَرِ بْنِ عَجْلَانَ

1139- اخرجه ابن ماجه (740/2) كتاب التجارات' باب: بيع المزايدة' حديث (2198) والنسائي (259/7) كتاب البيوع' باب: البيع فيمن يزيد' حديث (4508) من طريق الاخضر بن عجلان عن عبد الله الحنفي عن انس بن مالك فذكره۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک چادر اور ایک پیالہ بیچنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس چادر اور اس پیالے کو کون خریدے گا؟ ایک شخص نے عرض کی: میں ان دونوں کو ایک درہم کے عوض میں خریدتا ہوں۔
نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ایک درہم سے زیادہ کون ادائیگی کرے گا؟ ایک درہم سے زیادہ کون ادائیگی کرے گا؟ تو ایک شخص نے آپ کو دو درہم دیے تو نبی اکرم ﷺ نے اسے وہ دونوں چیزیں فروخت کر دیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف اخضر بن عجلان نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں اور عبداللہ بن حنفی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں، جنہوں نے اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ یہ صاحب ابوبکر حنفی ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے: مالِ غنیمت یا وراثت کے مال کو نیلام کے ذریعے فروخت کیا جائے۔

معتمر بن سلیمان اور دیگر محدثین نے اس روایت کو اخضر بن عجلان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

کسی چیز کو نیلام کرنے کا جواز:

شرعی نقطہ نظر سے کوئی چیز نیلام کرنا جائز ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث باب میں تفصیلی واقعہ کا خلاصہ نقل کیا ہے اس اجمال کی تفصیل یا اصل تفصیلی واقعہ یوں ہے، ایک انصاری صحابی سائل کی حیثیت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نوازنے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری صحابی سے دریافت فرمایا: "کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟" عرض کیا: "یارسول اللہ! ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔" اس نے تعمیل حکم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: "یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا؟" ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ! یہ دونوں چیزیں ایک درہم کے عوض میں خریدوں گا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپ لوگوں میں سے کوئی اس سے زائد رقم میں بھی خرید سکتا ہے؟" ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ! میں دو درہم میں یہ دونوں چیزیں خریدتا ہوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزیں اس کے حوالے کیں اور دو درہم لے کر مالک کو عنایت فرما دیے اور اس سے فرمایا: "تم ایک درہم کا اناج خرید کر اپنے اہلِ خانہ کو پیش کرو اور ایک درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ۔" وہ صحابی رضی اللہ عنہ کلہاڑی خرید کر حاضرِ خدمت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے اس میں دستہ لگایا اور فرمایا: "تم پندرہ دن تک جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں فروخت کرو۔" وہ پندرہ ایام تک یہ کام کرتا رہا۔ پندرہ دن کے بعد حاضرِ خدمت ہوا تو اس وقت دس درہم اس نے جمع کر لیے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "بتاؤ! یہ تمہارے لیے بہتر ہے یا کہ قیامت کے دن اس حالت میں آؤ کہ تمہارے چہرے پر لوگوں سے سوال کرنے کی وجہ سے زخم ہوں؟" (سنن ابی داؤد، جلد اوّل، ص: 232)

نیلامی میں بولی دینے کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ:

کیا نیلامی میں بولی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) حضرت امام اوزاعی اور علامہ اسحاق کا مؤقف ہے کہ بولی دنیا جائز ہے۔ یہ بولی صرف مالِ غنیمت اور مالِ وراثت میں جائز ہے، جبکہ دیگر اموال میں درست نہیں ہے۔

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یبیع احد علی بیع احد حتی یذر الا الغنائم والمورایث ۔

(صحیح ابن خزیمہ)

''حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی بیع پر بیع کرنے سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے سوائے مالِ غنیمت اور مالِ وراثت کے۔''

(2) حضرت امام نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بولی دینا مطلقاً مکروہ ہے۔ انہوں نے حضرت سفیانی بن وہب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے:

سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینھی عن المزایدۃ ۔ (مسند بزاز)

''حضرت سفیانی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ قیمت لگانے (بولی دینے) سے منع کرتے ہوئے سنا۔''

(3) حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بولی لگانا بلا کراہت جائز ہے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت یعنی حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام اوزاعی اور علامہ اسحاق کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ ممانعت تو اس وقت ہے، جب پہلی بیع کا ایجاب وقبول بالکل قریب ہو جبکہ ''بیع من یزید'' میں بھاؤ لگانے کا ابھی آغاز ہوتا ہے اور ایجاب وقبول نہیں ہوتا۔ اس طرح اس روایت سے ''بیع من یزید'' کی ممانعت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

حضرت امام نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

1- اس روایت کی سند میں ایک راوی ''ابن لھیعہ'' ''ضعیف ہے'، جس وجہ سے اس حدیث سے استدلال بھی درست نہیں۔

2- اس روایت سے بیع بخش کی ممانت ثابت ہوتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دُکان دار خود ایک شخص کو دُکان کے قریب کھڑا کردے اور جب کوئی گاہک آئے تو یہ بھی اس کے ساتھ آجائے۔ گاہک جب کوئی چیز خریدنے لگے تو یہ اس کی قیمت بڑھا کر دینے کا اعلان کرے جبکہ اس کا دلی ارادہ چیز خریدنے کا نہ ہو بلکہ قیمت بڑھانا مقصود ہو۔ ''بیع من یزید'' کا اس کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ بَیْعِ الْمُدَبَّرِ

باب 11- مدبر غلام کو فروخت کرنا

1140 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ دَبَّرَ غُلَامًا لَهٗ فَمَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ مَالًا غَيْرَهٗ فَبَاعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ النَّحَّامِ قَالَ جَابِرٌ عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ الْاَوَّلِ فِيْ اِمَارَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَمْ يَرَوْا بِبَيْعِ الْمُدَبَّرِ بَاْسًا وَّهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَكَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ بَيْعَ الْمُدَبَّرِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ وَّالْاَوْزَاعِيِّ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کرلیا' پھر وہ فوت ہو گیا' اس نے اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہیں چھوڑا' تو نبی اکرم ﷺ نے اس غلام کو فروخت کر دیا۔ حضرت نعیم بن نحام رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو خرید لیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ ایک قبطی غلام تھا' جو حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت کے پہلے سال فوت ہو گیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت بعض دیگر حوالوں سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' یعنی ان کے نزدیک مدبر غلام کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' اہلِ علم کے ایک گروہ نے مدبر غلام کو فروخت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

مدبر کی تعریف' اقسام اور حکم:

مدبر اس غلام یا کنیز کو کہا جاتا ہے' جس کے آقا نے اسے کہا ہو کہ میری وفات کے بعد تو آزاد ہے۔ مدبر کی دو اقسام ہیں:

1- مدبر مطلق: یہ وہ غلام یا لونڈی ہے جس کی آزادی کو آقا نے کسی مدت یا خاص حادثہ میں اپنے مرنے سے اسے مقید نہ کیا

1140- اخرجه البخاری (608/11) كتاب كفارات الايمان' باب: عتق المدبر وام الولد والمكاتب فی الكفارة' حديث (6716) ومسلم (1289/3) كتاب الايمان' باب: جواز بيع المدبر' حديث (59-997) وابن ماجه (480/2) كتاب العتق' باب: المدبر' حديث (2513) واحمد (308/3) من طريق عمرو بن دينار عن جابر بن عبد الله به-

ہو۔اس کو آقا کے مرنے کے بعد بالاتفاق فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

2- مدبر مقید: وہ غلام یا لونڈی ہے جس کی آزادی کو آقا خاص مدت یا خاص حادثہ میں اپنی ہلاکت کے ساتھ معلق و مشروط کرے۔شرط کی تحقق سے قبل اسے فروخت کرنا بالاتفاق جائز ہے اور شرط تحقق ہونے کے بعد بالاتفاق اسے فروخت کرنا منع ہے کیونکہ شرط کے تحقق کے ساتھ ہی اسے آزادی کا پروانہ مل جائے گا جبکہ آزاد شخص کی خرید و فروخت حرام ہے۔

آقا کی حیات میں مدبر مطلق کو فروخت کرنے میں مذاہب آئمہ:

آقا کی زندگی میں مدبر مطلق کو فروخت کرنا جائز ہے یا منع ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

1- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدبر مطلق کی بیع آقا کی حیات میں جائز نہیں ہے۔انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت سے استدلال کیا ہے۔

المدبر لایباع ولایوھب ۔ (الدارالقطنی)

"مدبر کو نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے۔"

2- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ آقا کی زندگی میں مدبر مطلق کا فروخت کرنا جائز ہے۔انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے،

ان رجلا اعتق غلاماله عن دبر منه ولم یکن له مال غیره فامر به النبی صلی الله علیه وسلم فبیع بسبع مائة ۔ (سنن ابی داؤد)

"بے شک ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر بنایا اور اس غلام کے علاوہ اس کی کوئی دولت نہیں تھی۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے سات سو روپے میں فروخت کر دیا گیا تھا۔"

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہاں بیع سے بیع خدمت مراد ہے جس کو اجارہ کے ساتھ بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔اس طرح یہ روایت ہمارے مؤقف کی بھی مؤید ہے۔لہٰذا اسے بیع مدبر کی دلیل بنانا درست نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِیَةِ تَلَقِّی الْبُیُوْعِ

باب 12- سوداگروں سے (منڈی میں پہنچنے سے پہلے راستے میں) ملنا مکروہ ہے

1141 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

1141- اخرجه لبخاری (437/4) کتاب البیوع ' باب: النهی عن تلقی الرکبان ' وان بیعه مردود ' حدیث (2164) ومسلم (1156/3) کتاب البیوع ' باب: تحریم تلقی الجلب ' حدیث (15-1518) وابن ماجه (735/2) کتاب التجارات باب: النهی عن تلقی الجلب ' حدیث (2180) واخرجه احمد (430/1) من طریق سلیمان التیمی عن ابی عثمان النهدی عن عبد الله بن مسعود فذکره ' وفی رعایة احمد ' والبخاری ' زیادة فی اول الحدیث من قول عبد الله بن مسعود قال ' من اشتری شاة محفلة فردها ' فلیرد معها صاعا-

متن حدیث: اَنَّهُ نَهٰى عَنْ تَلَقِّى الْبُيُوْعِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَرَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے (منڈی پہنچنے سے پہلے راستے میں) سوداگروں سے ملنے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے احادیث منقول ہیں۔

1142 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّتَلَقَّى الْجَلَبُ فَاِنْ تَلَقَّاهُ اِنْسَانٌ فَابْتَاعَهٗ فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ فِيْهَا بِالْخِيَارِ اِذَا وَرَدَ السُّوْقَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَيُّوْبَ وَحَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ تَلَقِّى الْبُيُوْعِ وَهُوَ ضَرْبٌ مِّنَ الْخَدِيْعَةِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَغَيْرِهٖ مِنْ اَصْحَابِنَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے: قافلے کے (منڈی میں پہنچنے سے پہلے راستے میں اس سے) ملا جائے۔ اگر کوئی شخص راستے میں مل لے اور اس سے کوئی چیز خرید لے' تو سامان کے مالک کو اس بارے میں اختیار ہوگا' جب وہ بازار پہنچ جائے (کہ وہ پہلے سودے کو منسوخ کر دے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور ایوب نامی راوی سے منقول ہونے کے طور پر "غریب" ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے قافلے کو راستے میں ملنے سے منع کیا ہے' کیونکہ یہ دھوکہ دینے کی ایک قسم ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے دیگر اصحاب اسی بات کے قائل ہیں۔

1142- اخرجه احمد (284/2) ومسلم (1157/3) كتاب البيوع' باب: تحريم تلقى الجلب' حديث (17-1519) وابو داؤد (269/3) كتاب البيوع' باب: فى التلقى' حديث (3437) وابن ماجه (735/2) كتاب التجارات' باب: النهى عن تلقى الجلب' حديث (2178) والنسائى (257/7) كتاب البيوع' باب: التلقى حديث (4501) والدارمى (254/2' 255) كتاب البيوع' باب: النهى عن لقى' البيوع' الحديث من طريق محمد بن سيرين عن ابى هريرة فذكره-

شرح

تلقی البیع کی ممانعت:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کے ذیل میں دو احادیثِ مبارکہ تخریج فرمائی ہیں جن میں "تلقی البیع" کی ممانعت کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ جب کوئی شہری شخص شہر سے باہر جا کر دیہاتی سے کوئی چیز خریدتا ہے تو اس معاملہ کو تلقی البیع یا تلقی الجلب یا تلقی رکبان کہا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمایا ہے۔ ممانعت کی وجہ بائع اور عوام کا نقصان ہے۔ بائع کا نقصان تو اس طرح ہے کہ جب دیہاتی اپنا سامان لے کر شہر میں داخل نہیں ہوا اور آڑھت یا بازار میں نہیں پہنچا تو اسے چیز کا صحیح ریٹ معلوم نہ ہو سکا۔ شہری نے ریٹ کے حوالے سے چرب لسانی یا کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے کم قیمت میں سودا خرید لیا۔ اس طرح دیہاتی شخص کا مالی نقصان ہوا۔ عوام کا نقصان اس طرح ہوا کہ ایک یا چند اشخاص نے دیہاتی سے سامان خرید لیا تو وہ شہر میں وہی سامان فروخت کرنے میں من مانی کریں گے کیونکہ صرف سامان انہیں کے پاس ہے وہ جس ریٹ میں چاہیں' فروخت کریں گے۔ اس طرح عوام کا نقصان ہوا۔

دھوکہ کی صورت میں بیع فسخ کرنے کے حوالے سے مذاہبِ آئمہ:

جب شہری' دیہاتی کو دھوکہ دے کر یا کذب بیانی کے سبب سستے داموں کوئی چیز خرید لیتا ہے تو بالا جماع بیع منعقد ہو جائے گی۔ (خواہ مکروہ ہے۔) سوال یہ ہے کہ جب ریٹ کے حوالے سے دیہاتی کو کم ریٹ ملنے کا علم ہوگا' تو وہ بیع فسخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر شہری نے دیہاتی سے غرر قولی (منہ سے بول کر دھوکہ) کیا ہو' تو دیہاتی کو قاضی کی وساطت سے بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ اگر شہری نے غرر فعلی (زبان کی بجائے اپنے طرزِ عمل سے دھوکہ) کیا تو دیہاتی وہ قضاء بیع فسخ کرنے کا مجاز نہیں ہوگا مگر دیانتاً فسخ کر سکتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

2- حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے' مطلق غرر خواہ غرر قولی ہو یا غرر فعلی ہو' بائع کو بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی الجلب سے منع کیا ہے۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مراد خیار دیانۃ ہے نہ کہ قضاء۔ جب بائع کو قضاء بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے تو اس روایت سے استدلال بھی درست نہ ہوا۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ

باب 13- کوئی شہری شخص کسی دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے (یعنی اس کا ایجنٹ نہ بنے)

1143 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَقَالَ قُتَيْبَةُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ طَلْحَةَ وَجَابِرٍ وَّاَنَسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّحَكِيْمِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ وَعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ جَدِّ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قتیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے: کوئی شہری شخص کسی دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے۔

اس بارے میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حکیم بن ابویزید کی ان کے والد کے حوالے سے' حضرت عمرو بن مزنی رضی اللہ عنہ' جو حضرت کثیر بن عبداللہ کے دادا ہیں' اور نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے احادیث منقول ہیں۔

1144 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَّاَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّحَدِيْثُ جَابِرٍ فِيْ هٰذَا هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ اَيْضًا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ كَرِهُوا اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَّرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَنْ يَّشْتَرِيَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُكْرَهُ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَّاِنْ بَاعَ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شہری شخص' کسی دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے (یعنی اس کا ایجنٹ نہ بنے) تم لوگوں کو چھوڑ دو! اللہ تعالیٰ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے رزق عطا کرے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1144- اخرجه احمد (307/3) ومسلم (1157/3) كتاب البيوع' باب: تحريم بيع الحاضر للبادي' حديث (20-1522) وابن ماجه (734/2) كتاب التجارات' باب: النهي ان يبيع حاضر لباد' حديث (2176) وابو داؤد (270/3) كتاب البيوع' باب: في النهي ان يبيع حاضر لباد' حديث (3442) والحميدي (534/2) حديث (1270) من طريق ابي الزبير عن جابر بن عبد الله فذكره-

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث اس بارے میں "حسن صحیح" ہے۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' انہوں نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: کوئی شہری کسی دیہاتی کا ایجنٹ بنے۔

بعض اہلِ علم نے اس بات کی رخصت دی ہے: شہری شخص دیہاتی کا ایجنٹ بن سکتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات کو مکروہ قرار دیا گیا ہے: کوئی شہری شخص کسی دیہاتی کا ایجنٹ بنے' لیکن اگر وہ سودا کرلیتا ہے' تو یہ سودا' درست ہوگا۔

شرح

بیع حاضر للباد کے ممنوع ہونے کی وجہ:

دیہاتی شہر میں اپنا مال فروخت کرنے کے لیے لائے تو شہری اس سے کہتا ہے کہ منڈی میں ریٹ ڈاؤن ہے' لہٰذا آپ یہ مال مجھے جمع کروادیں تا کہ سٹور کرلوں اور ریٹ زیادہ ہونے پر میں فروخت کردوں گا۔ اس کو "بیع حاضر للباد" کہا جاتا ہے۔ حاضر سے مراد شہری اور باد سے مراد دیہاتی ہے۔ یعنی شہری' دیہاتی کا ترجمان بن کر اس کا مال فروخت کرے۔ احادیث باب میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس ممانعت یا عدم جواز کی وجہ دیہاتی اور عوام کا نقصان ہے۔ دیہاتی کا نقصان اس طرح ہے کہ وہ خالی ہاتھ اور رقم کے بغیر واپس جائے گا اور رقم دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس کا کاروبار بھی متاثر ہوسکتا ہے۔ عوام کا نقصان یوں ہے کہ مال سٹور ہونے اور اس کی عدم فراہمی کی وجہ سے لوگوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہی مال بازار میں آنے کی وجہ سے بھاری قیمت پر فروخت ہوگا۔ یہ مہنگائی بھی عوام کے لیے مالی نقصان کا باعث ہوگی۔

نوٹ: اگر دیہاتی اپنا مال شہری کے سپرد کر کے اپنے دیہات واپس چلا جاتا ہے اور قیمت میں اضافہ ہونے پر شہری وہ مال فروخت کرتا ہے تو تمام آئمہ فقہ کے نزدیک (کراہت تنزیہی کے ساتھ) جائز ہے۔ (12 قصوری)

مذکورہ بالا صورت کے برعکس یعنی دیہاتی' شہری سے ارزاں داموں مال خریدتا ہے تو یہ بلا کراہت جائز ہے۔ مثلاً دیہاتی اپنے گھر یا گاؤں کی مسجد میں تبلیغ و اصلاح عوام کی غرض سے لائبریری قائم کرنا چاہتا ہے تو شہری شہر سے اسے سستے داموں کتب مہیا کردیتا ہے۔ اس کے جواز کی وجہ عدم نقصان ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

باب 14: محاقلہ اور مزابنہ کی ممانعت

1145 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ

1145- اخرجه احمد (380/2) ومسلم (1179/3) كتاب البيوع' باب: كراء الارض' حديث (104-1545) من طريق سهيل بن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة فذكره' واخرجه النسائي (39/7) كتاب الايمان' باب: النهي عن كراء الارض بالثلث والربع' حديث (3884) من طريق عمر بن ابي سلمة عن ابيه عن ابي هريرة به۔

عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّزَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّسَعْدٍ وَّجَابِرٍ وَّرَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ وَّاَبِیْ سَعِیْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

قولِ امام ترمذی: وَّالْمُحَاقَلَةُ بَیْعُ الزَّرْعِ بِالْحِنْطَةِ وَالْمُزَابَنَةُ بَیْعُ الثَّمَرِ عَلٰی رُؤُسِ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَکْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ کَرِهُوا بَیْعَ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

محاقلہ کا مطلب یہ ہے: گندم کے عوض میں کھیت کا سودا کیا جائے، اور مزابنہ کا مطلب یہ ہے: درخت پر لگی ہوئی کھجور کے عوض میں پھل فروخت کر دیا جائے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے، اور انہوں نے محاقلہ اور مزابنہ کے سودے کو حرام قرار دیا ہے۔

1146 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ

متنِ حدیث: اَنَّ زَیْدًا اَبَا عَیَّاشٍ سَاَلَ سَعْدًا عَنِ الْبَیْضَاءِ بِالسُّلْتِ فَقَالَ اَیُّهُمَا اَفْضَلُ قَالَ الْبَیْضَاءُ فَنَهٰی عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ سَعْدٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسْاَلُ عَنِ اشْتِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗ اَیَنْقُصُ الرُّطَبُ اِذَا یَبِسَ قَالُوْا نَعَمْ فَنَهٰی عَنْ ذٰلِكَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ زَیْدٍ اَبِیْ عَیَّاشٍ قَالَ سَاَلْنَا سَعْدًا فَذَکَرَ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ وَاَصْحَابِنَا

◆◆ عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں: ابوعیاش نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے "جو" کے عوض میں گیہوں خریدنے کے بارے

1146- اخرجه مالك فی الموطا (624/2) کتاب البیوع' باب: ما یکره من بیع التمر' حدیث (22) واحمد (1/175-179) وابو داؤد (251/3) کتاب البیوع' باب: فی التمر بالتمر' حدیث (3359) وابن ماجه (761/2) کتاب التجارات: باب: بیع الرطب بالتمر' حدیث (2264) والنسائی (7/268-269) کتاب البیوع' باب: اشتراء التمر بالرطب' حدیث (4545) من طریق عبد الله بن یزید عن زید بن ابی عیاش عن سعد بن ابی وقاص فذکره-

میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: ان میں کون سی چیز بہتر ہے' تو انہوں نے جواب دیا: گندم' تو انہوں نے اس سے منع کر دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: آپ سے خشک کھجور کے عوض میں تازہ کھجور کا سودا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ نے حاضرین سے دریافت کیا: کیا خشک ہونے کے بعد کھجور کم ہو جاتی ہے۔ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کر دیا ہے۔

◄► ابوعیاش بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت سعد سے دریافت کیا: اس کے بعد انہوں نے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اصحاب اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

بیع محاقلہ اور بیع مزابنہ کی تعریف وحکم:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب کے ذیل میں دواحادیث تخریج فرمائی ہیں جن میں بیع محاقلہ اور بیع مزابنہ سے منع کیا گیا ہے۔ ان دونوں کی تعریفات وحکم درج ذیل ہے:

1- بیع محاقلہ: کھیت میں کھڑی فصل کو اس کی کٹی ہوئی جنس کے عوض فروخت کرنا۔ مثلاً کھیت میں کھڑی گندم کے عوض کٹی ہوئی اور تیار گندم فروخت کرنا۔ اس بیع سے منع کیا گیا ہے۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ہم جنس کے عوض کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے دونوں کا ہم وزن ہونا ضروری ہے۔ کٹی ہوئی گندم تو وزن کی جا سکتی ہے مگر کھیت میں کھڑی اور خوشوں میں موجود گندم کا وزن کرنا ناممکن ہے۔ یقیناً اس صورت میں کمی بیشی ضرور ہوگی اور یہ کمی بیشی حرام ہے۔

2- بیع مزابنہ: درخت پر لگے ہوئے پھل کو اس کی جنس کے کٹے ہوئے پھل کے عوض فروخت کرنا۔ مثلاً درخت پر موجود کھجوروں کے عوض کٹی ہوئی کھجوروں کو فروخت کرنا' یہ بیع بھی منع ہے۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ دونوں قسم کی کھجور کی باہمی بیع کے لیے ہم وزن ہونا ضروری ہے' اُتاری ہوئی کھجوریں تو وزن کی جا سکتی ہیں لیکن درخت پر موجود کھجوروں کا وزن کرنا دشوار ہے' ان میں کمی بیشی ہونا یقینی ہے' جبکہ ان میں کمی بیشی حرام ہے۔

بیع محاقلہ اور بیع مزابنہ میں مذاہبِ آئمہ:

بیع محاقلہ اور بیع مزابنہ کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ بیع محاقلہ اور بیع مزابنہ دونوں مطلقاً منع ہیں خواہ قلیل مقدار میں ہوں یا کثیر مقدار میں۔ آپ کے دلائل یہ ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً بیان فرماتے ہیں:

نهى عن بيع التمر بالتمر كيلا وعن بيع العنب بالزبيب كيلاً وعن بيع الزرع بالحنطة كيلا ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی بیع کھجور کے عوض ناپ کر انگوروں کی بیع کشمش کے عوض ناپ کر اور گندم کی بیع گندم کے عوض ناپ کر کرنے سے منع فرمایا۔

(ii) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں:

نهى عن المزابنة والمحاقلة .

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ اور بیع محاقلہ سے منع کیا ہے۔

2- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک پانچ وسق یا اس سے کم مقدار میں بیع محاقلہ اور بیع مزابنہ جائز ہے، جبکہ اس سے زائد میں منع ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرفوعاً روایت سے استدلال کیا ہے: ورخص في العرايا .

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: لفظ ''عرایا'' کی تشریح اور تفسیر میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں:

1- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ ''عرایا'' کی تشریح یہ ہے کہ کسی غریب کے ہاں پانچ وسق یا اس سے کم مقدار میں کھجوریں ہوتیں اور وہ درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں کھانے کا ارادہ کرتا تو اسے اپنی کھجوروں کے عوض تازہ کھجوریں خریدنے کی اجازت دی گئی۔

2- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ ''عرایا'' کی تفسیر یہ ہے کہ کھجوروں کے باغ کا مالک ایک دو درخت کا پھل غرباء و مساکین کے لیے مختص کر دیتا تھا اور کثرت سے لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے مالک کو دشواری پیش آتی تو وہ انہیں خشک کھجوریں فراہم کر دیتا تھا، یہ ان کے لیے ہبہ جدیدہ ہوتا تھا اور اسے ''العرایا'' سے بھی تعبیر کیا جاتا تھا۔

3- حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی لفظ ''العرایا'' کی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی تفسیر کی ہے۔ البتہ انہوں نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ یہ بیع حقیقتاً ہوتی تھی۔ البتہ اس کے جواز کے لیے پانچ وسق یا اس سے کم مقدار میں چیز کا ہونا ضروری ہوتا تھا۔

چھوہاروں کے عوض تازہ کھجور کی بیع میں مذاہب آئمہ:

تمر کی رطب کھجوروں کے عوض بیع جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ یہ بیع ناجائز ہے، کیونکہ ان میں خواہ فی الحال مساوات ہو گی لیکن فی المآل مساوات برقرار نہیں رہ سکے گی۔ اس لیے کہ رطب (تازہ کھجوریں) خشک ہو کر فی المآل کم ہو جائیں گی اور مساوات باقی نہیں رہے گی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمر کی رطب کے عوض بیع سے منع فرمایا ہے۔

2- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ تمر کی رطب کے عوض بیع تماثل کے ساتھ جائز ہے۔ آپ نے اس مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے: التمر بالتمر والفضل ربا . تمر کی تمر کے عوض بیع مساوات کی بنیاد پر جائز ہے اور اس

میں کمی بیشی ربا (سود) ہے۔ یہ دلیل تو تب ہے کہ تمر کو رطب کی جنس سے تسلیم کیا جائے۔ اگر تمر کو رطب کی جنس سے تسلیم نہ کیا جائے تو آپ کی دلیل اسی حدیث کا آخری حصہ ہے:

واذا اختلف الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید۔

''اگر اجناس مختلف ہوں' تو تم جیسے چاہو فروخت کر سکتے ہو بشرطیکہ نقد کی صورت میں ہو۔''

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت کی سند میں حضرت زید ابوعیاش رضی اللہ عنہ مجہول راوی ہیں جس وجہ سے یہ روایت قابلِ استدلال نہیں ہو سکتی۔ راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو نقل کرنے سے احتراز کیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت امام حاکم' حضرت عبداللہ بن مبارک' علامہ عبدالبر اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے حضرت زید ابوعیاش رضی اللہ عنہ کو مجہول راوی قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

باب 15- پھل کے پکنے سے پہلے اسے فروخت کرنا حرام ہے

1147 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَزْهُوَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کھجوروں کو ان کے پکنے سے پہلے' فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

1148 وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَاْمَنَ الْعَاهَةَ نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّعَائِشَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ كَرِهُوْا بَيْعَ الثِّمَارِ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

اسی سند کے ہمراہ یہ بات بھی منقول ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ''سنبل'' کو اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا ہے' جب تک وہ سفید نہ ہو جائے اور آفت سے محفوظ نہ ہو جائے' آپ نے فروخت کرنے والے اور خریدار (دونوں کو) منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت

1147- اخرجه احمد (5/2) ومسلم (1165/3' 1166) كتاب البيوع' باب: النهي عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها بغير شرط القطع' حديث (50-1535) وابو داؤد (252/3) كتاب البيوع' باب: في بيع الثمار قبل ان يبدو صلاحها' حديث (3368) من طريق ايوب عن نافع عن عبد الله بن عمر فذكره۔

جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے انہوں نے پھل کے پکنے سے پہلے اسے فروخت کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1149 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ وَعَفَّانُ وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰى يَسْوَدَّ وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتّٰى يَشْتَدَّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انگور کے سیاہ ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے اور دانے کے سخت ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اس روایت کے "مرفوع" ہونے کو صرف حماد بن سلمہ کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

باغات کے پھلوں اور کھڑی کھیتی کی بیع کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

باغ کے درختوں کا پھل یا کھیتی کے خوشے ابھی ظاہر نہ ہوئے یا باغ کے درختوں کا پھل بالکل چھوٹی مقدار میں اور کھیتی کے خوشے ابتدائی مراحل میں ہوں تو بالاتفاق بیع منع ہے۔ اسی طرح لوگوں میں جو رواج ہے کہ باغ ایک سال یا دو سال یا اس سے بھی زائد مدت کے لیے فروخت کر دیتے ہیں یہ ناجائز و ممنوع ہے۔

جب باغ کے درختوں کا پھل بڑا ہو جائے اور کھیتی کے خوشے تیار ہو جائیں تو ان کی بیع کے جواز یا عدم جواز کے حوالے سے آئمہ فقہ میں اختلاف ہے۔

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جب پھل بڑے ہو کر مال بن جائیں اور انسانی طبیعت ان کی طرف میلان کرے تو ان کی بیع جائز ہے۔ اس بیع کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

1149- اخرجه احمد (221/3) وابو داؤد (253/3) كتاب البيوع، باب: في بيع الثمار قبل ان يبدو صلاحها، (3371) وابن ماجه (747/2) كتاب التجارات، باب: النهي عن بيع الثمار قبل ان يبدو صلاحها، حديث (2217) من طريق حماد بن سلمة عن حميد عن انس بن مالك۔

(i) بیع بشرط القطع: بیع کرتے وقت بائع یہ شرط عائد کرے کہ مشتری پھل یا کھیتی فی الحال توڑ لے گا یا کاٹ لے گا۔ یہ بیع جائز ہے۔
(ii) بیع بشرط الترک: بیع کے دوران مشتری کی طرف سے یہ شرط عائد کی جائے کہ پھل یا کھیتی تیار ہونے پر (پک جانے پر) وہ کاٹے گا۔ یہ بیع فاسد ہے‘ کیونکہ اس صورت میں احد المتعاقدین کا فائدہ ہے اور ایسی شرط سبب فساد ہوتی ہے۔
(iii) مطلق بیع: دورانِ عقد نہ بائع کی طرف سے کوئی شرط عائد کی جائے اور نہ مشتری کی طرف سے۔ البتہ بائع اپنی مرضی سے پکنے تک پھل درختوں پر رہنے دے تو یہ بیع بھی جائز ہے۔ الحاصل حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پھلوں اور کھیتی کی بیع کے جواز کا معیار مال بننا ہے یعنی اگر یہ مال بن جائیں تو بیع درست ہے ورنہ ناجائز ہے۔
2- حضرت امام مالک‘ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ بیع کے جواز کا معیار بدوّ صلاح یعنی پھلوں کا پک جانا اور کھیتی کا بالکل تیار ہو جانا ہے۔ انہوں نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔ کھجور کا حکم یہ ہے: حتی یزھو یعنی کھجور پیلی یا سرخ ہو جائے‘ گندم کے بارے میں ہے: حتّٰی یبیض اور انگور کے بارے میں ہے: حتی یسود یعنی انگور پک کر مائل بسیاہی ہو جائیں۔
حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب یہ مشہور روایت ہے: جب تک پھل کارآمد نہ ہو جائے تو بائع کا اسے فروخت کرنا اور مشتری کا خریدنا منع ہے۔ (مشکوۃ شریف‘ رقم الحدیث: 2839)

احادیث میں مذکور نہی ارشادی یا تشریعی ہونے میں مذاہبِ آئمہ:

احادیث باب میں مذکور نہی ارشادی ہے یا تشریعی ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:
1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک احادیث باب میں مذکور نہی ارشادی ہے اور اوامر و نواہی ارشادی کے احکام اخلاقی اور درجہ استحباب میں ہوتے ہیں۔ آپ نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ جب پھل پک کر تیار ہو جاتے تو مشتری یوں کہتا: ”پھل فلاں مرض کا شکار ہو گئے ہیں جس کے سبب میرا نقصان ہو گیا ہے۔“ اس بات سے بائع اور مشتری کے درمیان تنازع ہو جاتا اور فیصلہ کروانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ لوگوں نے پھلوں وغیرہ کی بیع کرنی ہو‘ تو ان کے پک جانے کے بعد کیا کرو۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كالمشورة يشير بها لكثرة خصومهم .

لوگوں کے جھگڑے زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بطورِ مشورہ فرمائی تھی۔

(بخاری شریف‘ رقم الحدیث: 2193)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ نہی ارشادی ہے۔
2- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ احادیث باب میں مذکور نہی سے مراد نہی تشریعی ہے یعنی مسئلہ یہی ہے اور اس کی بیع کے جواز یا عدم جواز کا مدار بھی اسی پر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ

باب 16- حاملہ (جانور) کے حمل کوفروخت کرنے کی ممانعت

1150 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ نِتَاجُ النِّتَاجِ وَهُوَ بَيْعٌ مَفْسُوْخٌ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ مِنْ بُيُوْعِ الْغَرَرِ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّرَوٰى عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَغَيْرُهٗ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّنَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حاملہ جانور کے حمل کوفروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حبل الحبلہ'' سے مراد یہ ہے: اونٹنی کے پیٹ میں موجود بچے کا، جو بچہ ہوگا، اور یہ وہ بیع ہے، جسے اہلِ علم کے نزدیک باطل قرار دیا جائے گا، کیونکہ یہ دھوکے کا سودا ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو ایوب کے حوالے سے سعید بن جبیر کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

عبدالوہاب ثقفی اور دیگر راویوں نے اسے ایوب کے حوالے سے، سعید بن جبیر کے حوالے سے، نافع کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

1150- اخرجه الامام مالك في الموطا (2/653،654) كتاب البيوع، باب: ما لا يجوز من بيع الحيوان، حديث (62) واحمد (1/56،5/2) والباخرى (/418) كتاب البيوع، باب: بيع الغرر، وحبل الحبلة، حديث (2143) ومسلم (3/1153) واخرجه البخارى فى صحيحة فى ايام الجاهلية، من طريق عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر قال، كان اهل الجاهلية يتبايعون لحم الجزور الى حبل الحبلة، وحبل الحبلة و تنتج الناقة ما فى بطنها ثم تحمل التى نتجت، فنهاهم رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك

شرح

مفاہیم ومطالب حدیث:

اس حدیث کے دو مطالب ومفاہیم ہو سکتے ہیں:

1- حاملہ جانور کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کے بچے کو فروخت کرنا مثلاً بکری حاملہ ہو تو اس کے حمل کے بچے کے بچے کو فروخت کرنا، یہ بیع منع ہے۔ اس بیع کے عدم جواز کی بھی کئی وجوہات ہیں:

(i) مبیع کا وجود نہیں ہے۔

(ii) یہ ایک جوا کی شکل ہے، کیونکہ ممکن ہے بکری کا پیٹ کسی مرض کی وجہ سے پھولا ہوا ہو، وہ حاملہ ہی نہ ہو یا وہ مؤنث کی بجائے مذکر بچہ جنم دے یا بچہ مردہ پیدا ہو یا وہ بچہ جنم دینے تک زندہ نہ رہے یا اسے حمل قرار نہ پائے۔

(iii) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نصوص میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔

2- اس حدیث کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ بیع تو کسی اور چیز کی مقصود ہو مگر اس کی قیمت کی ادائیگی کے لیے مدت حاملہ بکری کے بچے کے ہاں بچہ پیدا ہونے کی مقرر کی ہو۔ مدت مجہول ہونے کی وجہ سے بیع کی یہ صورت بھی منع ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے ہاں بیع کا ایک یہ طریقہ بھی مروج تھا جس میں عیوب ونقائص موجود تھے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرما دیا تا کہ لوگوں کا نقصان نہ ہو اور ان کے مابین تنازع بھی نہ ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْغَرَرِ

باب 17- دھوکے کا سودا حرام ہے

1151 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ اَنْبَاَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَبَيْعِ الْحَصَاةِ

فى الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوْا بَيْعَ الْغَرَرِ قَالَ الشَّافِعِىُّ وَمِنْ بُيُوْعِ الْغَرَرِ بَيْعُ السَّمَكِ فِى الْمَآءِ وَبَيْعُ الْعَبْدِ الْاٰبِقِ وَبَيْعُ الطَّيْرِ فِى السَّمَاءِ وَنَحْوُ ذٰلِكَ مِنَ الْبُيُوْعِ

1151- اخرجه احمد (250/2) ومسلم (1153/3) كتاب البيوع' باب: بطلان بيع الحصاة' والبيع الذى فيه غرر' حديث (4-1513) وابو داؤد (254/3) كتاب البيوع' باب: فى بيع الغرر' حديث (3376) وابن ماجه (739/2) كتاب التجارات: باب: النهى عن بيع الحصاة' وعن بيع الغرر' حديث (2194) والنسائي (262/7) كتاب البيوع' باب: بيع الحصاة' حديث (4518) والدارمي (253/2'254) كتاب البيوع: باب: بيع الحصاة' منطريق أبى الزناد عن الاعرج عن ابى هريرة فذكره-

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰی بَیْعِ الْحَصَاۃِ اَنْ یَّقُوْلَ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِیْ اِذَا نَبَذْتُ اِلَیْكَ بِالْحَصَاۃِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَیْعُ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ وَھٰذَا شَبِیْهٌ بِبَیْعِ الْمُنَابَذَۃِ وَكَانَ ھٰذَا مِنْ بُیُوْعِ اَھْلِ الْجَاھِلِیَّةِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دھوکے کے سودے سے منع کیا ہے اور کنکریوں کے سودے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' انہوں نے دھوکے کے سودے کو حرام قرار دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ بات فرماتے ہیں: دھوکے کے سودے کے ساتھ یہ بات بھی تعلق رکھتی ہے: پانی میں موجود مچھلی کا سودا کرلیا جائے' یا مفرور غلام کا سودا کیا جائے' یا آسمان میں موجود پرندے کا سودا کیا جائے' یا اس طرح کے دیگر سودے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کنکریوں کے سودے کا مفہوم یہ ہے: فروخت کرنے والا خریدار سے یہ کہے: جب میں نے تمہاری طرف کنکری پھینک دی تو میرے اور تمہارے درمیان سودا ہو جائے گا۔

یہ بیع منابذہ نامی سودے سے مشابہت رکھتی ہے' اور یہ زمانہ جاہلیت میں سودا کرنے کا طریقہ تھا۔

شرح

بیع غرر' اس کے تحقق کی صورتیں اور حکم:

لفظ "غرر" سے مراد ہے غیر یقینی صورت اور دھوکہ۔ زمانہ جاہلیت میں یہ بیع ہوتی تھی اور طلوع اسلام پر اس سے منع کر دیا گیا۔

بیع غرر کے تحقق کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(i) مجہول المبیع والثمن: دورانِ بیع مبیع کا علم تک نہ ہو جس طرح بیع الحصاۃ میں علم نہیں ہوتا کہ مشتری کی کنکری کس چیز پر لگے گی۔ وہ چیز مجہول العلم ہوتی ہے۔

(ii) مبیع غیر مقدور التسلیم ہو: بائع جس چیز کو فروخت کرنا چاہتا ہو اور مشتری اسے خریدنا چاہتا ہو' وہ فی الفور مشتری کے سپرد نہ کی جاسکتی ہو مثلاً بیع حبل الحبلۃ۔

(iii) تعلیق التملیک علی الخطر: دورانِ بیع تملیک کو ایسے واقعہ سے معلق کرنا جس کے وجود میں آنے یا نہ آنے کا یقین نہ ہو اور دونوں صورتوں کا امکان ہو۔

بیع الحصاۃ کی تعریف وحکم:

زمانہ جاہلیت میں بائع اپنی مختلف اشیاء لے کر فروخت کے ارادہ سے بیٹھ جاتا اور مشتری اس کے پاس آ کر کہتا کہ میں کنکری

پھینکوں گا' تو وہ جس چیز پر گری وہ میری ہوگی اور ساتھ ہی اس چیز کی قیمت کا تعین کر دیا جاتا۔ پھر مشتری دُور سے اپنے ہاتھ سے مختلف اشیاء کی طرف کنکری پھینکتا تو وہ جس پر گرتی وہ اس کی ہو جاتی خواہ اس کی اصل قیمت زیادہ ہوتی یا کم۔ چونکہ اس بیع میں بھی دھوکے کا امکان ہے' لہٰذا اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ

باب 18- ایک سودے میں دوسودے کرنے کی ممانعت

1152 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَبِيْعُكَ هٰذَا الثَّوْبَ بِنَقْدٍ بِعَشَرَةٍ وَّبِنَسِيْئَةٍ بِعِشْرِيْنَ وَلَا يُفَارِقُهُ عَلٰى اَحَدِ الْبَيْعَيْنِ فَاِذَا فَارَقَهُ عَلٰى اَحَدِهِمَا فَلَا بَاْسَ اِذَا كَانَتِ الْعُقْدَةُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَمِنْ مَعْنٰى نَهْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَبِيْعُكَ دَارِيْ هٰذِهٖ بِكَذَا عَلٰى اَنْ تَبِيْعَنِيْ غُلَامَكَ بِكَذَا فَاِذَا وَجَبَ لِيْ غُلَامُكَ وَجَبَتْ لَكَ دَارِيْ وَهٰذَا يُفَارِقُ عَنْ بَيْعٍ بِغَيْرِ ثَمَنٍ مَعْلُوْمٍ وَّلَا يَدْرِيْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى مَا وَقَعَتْ عَلَيْهِ صَفْقَتُهٗ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک سودے میں دوسودے کرنے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کی وضاحت یہ کی ہے: وہ یہ فرماتے ہیں: ایک سودے میں سودا ہونے کا مطلب یہ ہے: آدمی یہ کہے میں تمہیں یہ کپڑا نقد دس روپے کے عوض میں فروخت کرتا ہوں اور ادھار بیس روپے کے عوض میں فروخت کرتا ہوں اور وہ دونوں میں سے کسی ایک چیز پر متفق ہونے سے پہلے الگ ہو جائیں' اگر وہ نقد یا ادھار میں سے کسی ایک چیز پر متفق ہو جائیں' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک سودے میں دوسودے کرنے سے منع کیا ہے' اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے: آدمی یہ کہے: میں تمہیں اپنا یہ گھر فروخت کرتا ہوں' اتنے روپوں کے عوض میں' اس شرط پر کہ تم مجھے اپنا غلام فروخت کرو گے اتنے

1152- اخرجه احمد (2/432' 475) والنسائی (7/295) كتاب البيوع' باب: بيعتين في بيعة' حديث (4632) والدارمي (1/319) كتاب الصلوٰة' باب: النهي عن اشتمال الصماء' طرفا منه' من طريق محمد بن عمرو' عن ابي سلمة عن ابي هريرة فذكره-

روپے کے عوض میں، تو جب تمہارا غلام میری ملکیت میں آ جائے گا، تو میرا گھر تمہاری ملکیت میں آ جائے گا، اور پھر وہ شخص متعین قیمت کے بغیر سودا کر کے اس سے جدا ہو جائے، دونوں میں سے کسی کو بھی یہ پتہ نہ چلے کہ اس کے سامان کی قیمت کیا تھی؟

شرح

مفہوم حدیث:

حدیث باب کے متعدد مفاہیم بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- بعض فقہاء کے نزدیک اس حدیث کا مطلب ہے کہ ایک چیز کا معاملہ عقد کرتے وقت دوسری چیز کے معاملہ عقد کی شرط عائد کرنا مثلاً کوئی شخص یوں کہے:

ابیعك قلمی هذا بكذابشرط ان تبیعنی كتابك بكذا .

''میں تمہیں اپنا یہ قلم اس قیمت پر اس شرط سے فروخت کرتا ہوں کہ تم اپنی کتاب مجھے اتنی قیمت پر فروخت کرو گے۔''

متکلم نے اپنی اس گفتگو میں ایک معاملہ عقد کو دوسرے کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ اس بیع سے منع کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک عقد کو دوسرے عقد کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے جو مقتضائے عقد کے منافی ہے اور جو چیز مقتضائے عقد کے منافی ہو، وہ فساد کو مستلزم ہوتی ہے۔

2- بعض فقہاء کے نزدیک ''بیعتین فی بیعة'' کا مطلب یہ ہے کہ عقد ایک ہو مگر اس میں ثمن متردد ہو مثال کے طور پر بائع مشتری سے یوں کہتا ہے کہ اگر تم یہ قلم نقد خریدتے ہو، تو بیس روپے کا ہے اور ادھار کی صورت میں پچیس روپے کا ہو گا اس پر مشتری ہاں کہہ دیتا ہے مگر اس بات کی وضاحت نہیں ہوئی کہ اس نے قلم نقد خریدا ہے یا ادھار میں۔ اس طرح ثمن مشکک و متردد ہو گیا جس وجہ سے یہ بیع درست نہیں ہو گی۔

سوال: کیا نقد چیز کو کم قیمت اور ادھار کو زیادہ قیمت میں فروخت کرنا یا خریدنا سود ہے یا نہیں؟

جواب: یہ سود کی ہرگز ہرگز صورت نہیں ہو سکتی کیونکہ آئمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اسے حرام قرار نہیں دیا۔ سود تب ہوتا ہے، جب کسی معاملہ کے دونوں طرف نقود و فلوس ہو مگر جب ایک طرف نقد اور دوسری طرف عین ہے تو وہ سود نہیں ہوتا۔ اسی طرح قسطوں پر خریدی گئی چیز کی زیادہ قیمت کو سود قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ قسطوں پر اشیاء کی خرید و فروخت سے اجتناب کیا جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

باب 19- جو چیز آدمی کے پاس نہ ہو، اسے فروخت کرنا حرام ہے

1153 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَاْتِيْنِى الرَّجُلُ يَسْاَلُنِیْ مِنَ الْبَيْعِ مَا لَيْسَ

عِنْدِیْ اَبْتَاعُ لَہٗ مِنَ السُّوْقِ ثُمَّ اَبِیْعُہٗ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَیْسَ عِنْدَکَ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: میں نے عرض کی: میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور وہ مجھ سے ایسی چیز کا سودا کرنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے پہلے میں اسے بازار سے خریدوں گا پھر اسے فروخت کروں گا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو چیز تمہارے پاس نہ ہو تو تم اس کا سودا نہ کرو۔

1154 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ یُوْسُفَ بْنِ مَاھَکَ عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ

متنِ حدیث: قَالَ نَھَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ اَبِیْعَ مَا لَیْسَ عِنْدِیْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّفِی الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس بات سے منع کیا ہے: میں ایسی چیز کو فروخت کروں جو میرے پاس نہ ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

1155 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ شُعَیْبٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ اَبِیْہِ حَتّٰی ذَکَرَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا یَحِلُّ سَلَفٌ وَّبَیْعٌ وَّلَا شَرْطَانِ فِیْ بَیْعٍ وَّلَا رِبْحُ مَا لَمْ یُضْمَنْ وَلَا بَیْعُ مَا لَیْسَ عِنْدَکَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قُلْتُ لِاَحْمَدَ مَا مَعْنٰی نَھٰی عَنْ سَلَفٍ وَّبَیْعٍ قَالَ اَنْ یَّکُوْنَ یُقْرِضُہٗ قَرْضًا ثُمَّ یُبَایِعُہٗ عَلَیْہِ بَیْعًا یَّزْدَادُ عَلَیْہِ وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ یُسْلِفُ اِلَیْہِ فِیْ شَیْءٍ فَیَقُوْلُ اِنْ لَّمْ یَتَھَیَّاْ عِنْدَکَ فَھُوَ بَیْعٌ عَلَیْکَ قَالَ اِسْحٰقُ یَعْنِی ابْنَ رَاھَوَیْہِ کَمَا قَالَ قُلْتُ لِاَحْمَدَ وَعَنْ بَیْعِ مَا لَمْ تَضْمَنْ قَالَ لَا یَکُوْنُ عِنْدِیْ اِلَّا فِی الطَّعَامِ مَا لَمْ تَقْبِضْ قَالَ اِسْحٰقُ کَمَا قَالَ فِیْ کُلِّ مَا یُکَالُ اَوْ یُوْزَنُ قَالَ اَحْمَدُ اِذَا قَالَ اَبِیْعُکَ ھٰذَا الثَّوْبَ وَعَلَیَّ خِیَاطَتُہٗ وَقَصَارَتُہٗ فَھٰذَا مِنْ نَّحْوِ شَرْطَیْنِ فِیْ بَیْعٍ وَّاِذَا قَالَ اَبِیْعُکَہٗ وَعَلَیَّ خِیَاطَتُہٗ فَلَا بَاْسَ بِہٖ اَوْ قَالَ اَبِیْعُکَہٗ وَعَلَیَّ قَصَارَتُہٗ فَلَا بَاْسَ بِہٖ اِنَّمَا ھُوَ شَرْطٌ وَّاحِدٌ قَالَ اِسْحٰقُ کَمَا قَالَ

1153- اخرجه احمد (434،402/3) وابو داؤد (283/3) كتاب البيوع باب: فی الرجل يبيع ما ليس عنده حديث (3503) وابن ماجه (737/2) كتاب التجارات باب: النهي عن بيع ما ليس عندك وعن ربح مالم يضمن حديث (3187) والنسائي (289/7) كتاب البيوع باب: بيع ما ليس عند البائع حديث (4613) من طريق ابی بشر عن يوسف بن ماهك عن حكيم بن حزام فذكره-

1155- اخرجه احمد (178/2) وابو داؤد (283/3) كتاب البيوع باب: فی الرجل يبيع ما ليس عنده حديث (3504) وابن ماجه (738،737/2) كتاب التجارات باب: النهي عن بيع ما ليس عندك وعن ربح ما لم يضمن حديث (2188) والنسائي (295/7) كتاب البيوع باب شرطان في بيع حديث (4630) من طريق ايوب عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبد الله بن عمرو فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ قَدْ رُوِىَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ رَوٰى اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَاَبُوْ بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ

اختلاف سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَوْفٌ وَّهِشَامُ ابْنُ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ اِنَّمَا رَوَاهُ ابْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ هٰكَذَا

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے یہ بات ذکر کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: سلف اور ایسا سودا جس میں ایک ہی سودے میں دو شرطیں ہوں اور جس کا آدمی ضامن نہ ہو وہ منافع اور اس چیز کو فروخت کرنا جو آپ کے پاس نہ ہو یہ (سب) جائز نہیں ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اسحٰق بن منصور بیان کرتے ہیں میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: اس کا کیا مطلب ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے سلف اور سودا کرنے سے منع کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا: اس سے مراد یہ ہے: کوئی شخص آدمی کو قرضہ دے پھر اس کے ساتھ کسی چیز کا سودا کرے اور زیادہ وصولی کرے۔

اس میں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے: آدمی کسی دوسرے کو کوئی چیز ادھار کے طور پر دے اور پھر یہ کہے: اگر تم اس کی قیمت ادا نہ کر سکے تو یہ تمہاری طرف سے میرے لیے فروخت ہوگی۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

اسحٰق بن منصور بیان کرتے ہیں: میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس سودے کے بارے میں دریافت کیا جس کے تم ضامن نہیں ہوتے تو انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک یہ صرف اناج سے متعلق ہوتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے: یعنی جب تک تم اس پر قبضہ نہ کرلو۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے مطابق بیان کیا ہے: یہ ہر اس چیز کے بارے میں ہوتا ہے جسے ماپا جا سکے اور وزن کیا جا سکے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص یہ کہے: میں تمہیں یہ کپڑا فروخت کرتا ہوں اور اس کو سینا میرے ذمے ہوگا اور اسے دھونا بھی میرے ذمے ہوگا یہ ایک سودے میں دو شرائط ہیں۔

اگر وہ شخص یہ کہے: میں تمہیں اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ اس کو سینا میرے ذمے ہوگا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یا وہ یہ کہے: میں تمہیں اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ اس کا دھونا میرے ذمے ہوگا اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ ایک شرط ہے۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مطابق رائے پیش کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

ایوب سختیانی اور ابوبشر نے یوسف بن مالک کے حوالے سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے۔

عوف اور ہشام بن حسان نے اس روایت کو ابن سیرین کے حوالے سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے اور یہ روایت "مرسل" ہے۔

ابن سیرین نے اس روایت کو ایوب سختیانی کے حوالے سے یوسف بن مالک کے حوالے سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

1156 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَعَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ اَبُوْ سَهْلٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ يُّوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ

متنِ حدیث: قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَبِيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى وَكِيْعٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَّزِيْدَ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ يُّوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ وَرِوَايَةُ عَبْدِ الصَّمَدِ اَصَحُّ وَقَدْ رَوٰى يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَّعْلَى بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ يُّوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عِصْمَةَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوْا اَنْ يَّبِيْعَ الرَّجُلُ مَا لَيْسَ عِنْدَهٗ

◆◆ یوسف بن ماہک حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس چیز سے منع کیا تھا: میں اس چیز کو فروخت کروں جو میرے پاس نہ ہو۔

وکیع نے اس رویت کو یزید بن ابراہیم کے حوالے سے ابن سیرین کے حوالے سے ایوب کے حوالے سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے انہوں نے اس کی سند میں یوسف بن ماہک کا تذکرہ نہیں کیا۔

عبدالصمد نامی راوی سے منقول روایت زیادہ مستند ہے۔ یحییٰ بن ابوکثیر نے اس حدیث کو یعلیٰ بن حکیم کے حوالے سے یوسف بن ماہک کے حوالے سے عبداللہ بن عصمہ کے حوالے سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے انہوں نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے آدمی اس چیز کو فروخت کرے جو اس کے پاس نہ ہو۔

شرح

غیر مملوک چیز فروخت کرنے کی ممانعت:

پہلی اور دوسری حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز بائع کی ملکیت یا قبضہ میں نہ ہو اس کی بیع درست نہیں ہے۔ صحت بیع کی دو شرائط ہیں:

(1) مبیع بائع کی ملکیت میں ہو۔
(2) مبیع پر بائع کا قبضہ ہو۔
اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو بیع منعقد نہیں ہوگی۔ اس کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ مطلوبہ چیز (مبیع) ہلاک بھی ہوسکتی ہے یا وہ دستیاب ہی نہ ہو، تو بیع کی صورت میں بائع وہ چیز کہاں سے لائے گا۔ مثلاً کوئی شخص کسی مکتبہ میں نایاب کتاب دیکھتا ہے اور اس کے پاس دوسرا شخص وہی کتاب خریدنے کے لیے آتا ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہوا بیع کر لیتا ہے کہ دُکان سے لاکر کتاب پیش کر دے گا مگر وہ مکتبہ پر گیا تو کتاب فروخت ہو چکی تھی تو وہ کتاب پیش کرنے کا وعدہ کیسے پورا کرے گا؟

"لایحل سلف وبیع" کا مفہوم:

تیسری حدیث باب میں متعدد احکام بیان کیے گئے ہیں جن میں پہلا حکم یہ ہے:

لایحل سلف وبیع .

"یعنی قرضہ اور بیع دونوں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے۔"

اس کے متعدد مفاہیم بیان کیے گئے ہیں:

1- کوئی شخص بیع کے وقت قرضہ کی شرط عائد کرے مثلاً مشتری بائع سے یوں کہتا ہے کہ میں تم سے اس شرط پر فلاں چیز خریدتا ہوں کہ تم اتنی رقم مجھے بطورِ قرضہ دو، یہ بیع منع ہے کیونکہ اس میں ایسی شرط لگائی گئی ہے جو مقتضائے عقد کے منافی ہے۔

2- اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص کو قرض کی ضرورت پڑ گئی تو اس نے دوسرے آدمی سے قرض طلب کیا۔ اس نے جواب میں کہا: میں تمہیں اس شرط پر قرضہ فراہم کروں گا کہ تم میری فلاں چیز اتنے روپوں میں خریدلو مثلاً بازار میں ایک قلم کی قیمت ساٹھ روپے ہے لیکن یہ سو روپے میں خریدنے کا کہتا ہے۔ بیع کی یہ صورت بھی منع ہے کیونکہ یہ سود کی ایک شکل بنتی ہے اور سود لینا دینا حرام ہے۔ اس صورت میں بائع خواہ براہِ راست تو سود نہیں لے رہا مگر بالواسطہ سود لے رہا ہے۔

3- اس کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ مشتری بائع سے بیع سلم کرتا ہوا یوں کہتا ہے کہ یہ لو ایک ہزار روپے تم مجھے ایک ماہ بعد ایک من باجرہ مہیا کر دینا۔ اگر ایک ماہ بعد تم ایک من باجرہ فراہم نہ کر سکے تو پھر وہی باجرہ بارہ سو کا میں تجھے فروخت کرتا ہوں یعنی پھر ایک ہزار کی بجائے تم بارہ سو مجھے دو گے۔ یہ صورت بھی ناجائز ہے کیونکہ صراحتاً سود ہے جبکہ سود حرام ہے۔

بیع میں شرائط عائد کرنے کے حوالے سے مذاہبِ آئمہ:

دورانِ بیع کوئی شرط عائد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک شرط عائد کرنا تو جائز ہے لیکن دو یا زائد شرائط عائد کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے: **لاشرطان فی بیع** یعنی بیع میں دو شرطیں عائد کرنا جائز نہیں ہے۔

2- آئمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع میں ایسی شرط عائد کرنا جس سے احد المتعاقدین یا مبیع کا فائدہ ہو جبکہ مبیع اہلِ استحقاق سے متعلق ہو درست نہیں ہے کیونکہ اس سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں نزاع کی صورت بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ انہوں نے

حدیث باب سے مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہوئے استدلال کیا ہے۔ البتہ احناف مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے:

نهى رسول الله عليه وسلم من بيع و شرط ۔

''یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط دونوں سے منع کیا۔''

اس روایت میں شرط واحد کا ذکر ہے، تثنیہ کا نہیں ہے۔''

حدیث سے متعلق اشیاء کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

حدیث باب کن اشیاء سے متعلق ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں:

1- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اس حدیث کا مصداق مطعومات اشیاء ہیں یعنی اشیاء خوردونوش جو وزن کر کے یا ناپ کر فروخت کی جاتی ہیں، مشتری جب تک ان پر قبضہ نہ کر لے انہیں فروخت نہیں کر سکتا۔ اشیاء دیگر (غیر مطعومات) قبضہ سے قبل بھی فروخت کی جا سکتی ہیں۔

2- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس حدیث کا مصداق اشیاء منقولہ ہیں۔ یعنی اشیاء منقولہ قبضہ سے قبل فروخت نہیں کی جا سکتیں۔ البتہ غیر منقولہ اشیاء قبضہ سے قبل بھی فروخت کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً مکان، پلاٹ اور زرعی زمین۔

3- حضرت امام محمد اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق مطعومات، منقولات اور غیر منقولات سب اشیاء ہیں، جب تک ضمان (ذمہ داری) نہ آئے کوئی چیز بھی فروخت نہیں کی جا سکتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ

باب 20- ولاء کو فروخت کرنا، اس کو ہبہ کرنا مکروہ ہے

1157 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

1157- اخرجه مالك (782/2) كتاب العتق والولاء، باب: مصير الولاء لمن اعتق، حديث (20) واحمد (79'9/2) والبخاري (198/5) كتاب العتق، باب بيع الولاء، وهبة، حديث (2535) ومسلم (1145/2) كتاب العتق، باب: النهي عن بيع الولاء، وهبته، حديث (16-1506) وابو داؤد (127/3) كتاب الفرائض، باب في بيع الولاء وعن هبة، حديث (2747) والنسائي (306/7) كتاب البيوع، باب: بيع الولاء، حديث (4659) والدارمي (256/2) كتاب البيوع، باب: النهي عن بيع الولاء والحميدي (285/2) حديث (639) من طريق عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر فذكره۔

وَقَدْ رَوَى يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ

وَهُوَ وَهْمٌ وَّهِمَ فِيْهِ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ وَّرَوَى عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمٍ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ولاء کوفروخت کرنے یا اسے ہبہ کرنے سے منع کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہم اس روایت کوصرف عبداللہ بن دینار کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پرعمل کیا جاتا ہے۔

یحییٰ بن سلیم نے اس روایت کوعبیداللہ بن عمر کے حوالے سے' نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ولاء کوفروخت کرنے اوراسے ہبہ کرنے سے منع کیا ہے۔

یہ ایک وہم ہے' اس کے بارے میں یحییٰ بن سلیم نامی راوی کووہم ہوا ہے۔

عبدالوہاب ثقفی' عبداللہ بن عمر اوراس کے علاوہ دیگر راویوں نے اسے عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے' عبداللہ بن دینار کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے' اور یہ روایت یحییٰ بن سلیم سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

ولاء کی تعریف' اقسام اور حکم:

غلام یا لونڈی کوآزاد کرنے سے آقا اورآزادشدہ کے درمیان جورشتہ وعلاقہ قائم ہوتا ہے' اسے ''ولاء'' کہا جاتا ہے۔

ولاء کی دواقسام ہیں:

1- ولاء العتاقہ: جب کوئی شخص غلام خرید کراسے آزادکردیتا ہے تو آقا اس کا عصبہ قرار پاتا ہے۔ غلام کی وفات ہونے پراس کے دیگر ورثاء اورعصبات میں سے کوئی نہ ہو' تو غلام کا مال وراثت آقا کو مل جاتا ہے جو آخرالعصبات ہوتا ہے۔

2- ولاء الموالاۃ: جب کوئی غیرمسلم دولتِ اسلام سے سرفراز ہوکر دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو مسلمانوں میں اس کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو' تو وہ کسی مسلمان سے عقدومعاہدہ کرلیتا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو پہلے مرے گا' تو دوسرا شخص اس کا وارث بنے گا اور دونوں میں سے کسی سے فعلِ قتل صادر ہوتا ہے تو دوسرا بھائی اس کی دیت ادا کرے گا۔ اس تعلق کو ''ولاء الموالاۃ'' اور جس شخص سے معاہدہ طے پایا ہوا سے ''مولی الموالاۃ'' کہتے ہیں۔

ولاء کی بیع اور ہبہ نہ جائز ہونے کی وجہ:

حدیث باب میں ولاء کی بیع اور اسے ہبہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

الولاء لحمة كلحمة النسب ۔ (سنن بیہقی'ج:6'ص:24)

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء بھی نسبی رشتہ کی طرح ایک رشتہ ہے۔''

جس طرح نسب تبدیل نہیں ہوتا اسی طرح ولاء میں بھی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔جس طرح نسبی تعلق کی وجہ سے وراثت ملتی ہے اسی طرح ''ولاء'' کی وجہ سے بھی وراثت ملتی ہے۔علاوہ ازیں ولاء کا تعلق حقوق شرعیہ سے ہے جو منتقل نہیں ہوسکتے۔ممانعت کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس بیع میں غرر (دھوکہ) ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری کی طرف سے ثمن کی وصولی یقینی ہے لیکن بائع کی طرف سے کوئی چیز ملنے میں تردد ہے' کیونکہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ حصولِ ولاء سے قبل یہ مرجائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

باب 21- جانور کے بدلے میں جانور کو ادھار فروخت کرنا حرام ہے

1158 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّسَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ سَمُرَةَ صَحِيْحٌ هٰكَذَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَغَيْرُهٗ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِيْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِيْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً وَّهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جانور کی عوض میں جانور کے ادھار سودے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1158- اخرجه احمد (22/5)وابو داؤد (250/3)كتاب البيوع' باب: في الحيوان بالحيوان نسيئة' حديث (3356)والنسائي (292/7)كتاب البيوع' باب: بيع الحيوان بالحيوان نسيئة' حديث (4620)وابن ماجه (763/2)كتاب التجارات: باب: الحيوان بالحيوان نسيئة' حديث (2270)والدارمي (254/2)كتاب البيوع' باب: النهي عن بيع الحيوان بالحيوان' من طريق قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب فذكره-

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کرنا درست ہے۔
علی بن مدینی اور دیگر حضرات نے اسی طرح بیان کیا ہے۔
اکثر اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس حدیث پر علم کیا جاتا ہے' یعنی جانور کے عوض میں جانور کو ادھار فروخت کرنا (جائز نہیں ہے)
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔
نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے جانور کے عوض میں جانور کو ادھار فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1159 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْحَجَّاجِ وَهُوَ ابْنُ اَرْطَاةَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
متنِ حدیث: اَلْحَيَوَانُ اثْنَانِ بِوَاحِدٍ لَّا يَصْلُحُ نَسِيئًا وَّلَا بَاْسَ بِهٖ يَدًا بِيَدٍ
حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک جانور کے بدلے میں دو جانور فروخت کیے جاسکتے ہیں' لیکن انہیں ادھار کے طور پر فروخت کرنا درست نہیں ہے' البتہ دست بدست فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

احادیث باب کا مفہوم:

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک حیوان کو دوسرے حیوان کے عوض خواہ دونوں کی جنس ایک ہو یا نہ ہو' کمی بیشی کے ساتھ نقد وفروخت کرنا بالاجماع جائز ہے۔ البتہ اُدھار فروخت کرنا منع ہے۔ یہاں کل تین صورتیں بنتی ہیں جن میں سے ایک اختلافی ہے اور دو اتفاقی ہیں:

1- دونوں حیوانوں کی نقد بیع بالاتفاق جائز ہے۔
2- دونوں حیوانوں کی اُدھار بیع بالاجماع منع ہے۔
3- دونوں حیوانوں میں سے ایک کی نقد اور دوسرے کی اُدھار بیع میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں حیوانوں کی بیع میں کمی بیشی تو جائز ہے

1159- اخرجه احمد (382-380-310/3) وابن ماجه (763/2) كتاب التجارات' باب: الحيوان بالحيوان نسيئة' حديث (2271) من طريق حجاج عن ابى الزبير عن جابر بن عبد الله فذكره-

لیکن اُدھار ایک بھی جائز نہیں ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ دونوں حیوانوں میں سے ایک کو اُدھار فروخت کرنا تو جائز ہے لیکن دونوں کی اُدھار بیع جائز نہیں ہے۔

حیوان کی حیوان کے عوض اُدھار بیع کی ممانعت کے دلائل:

حیوانوں کو باہم اُدھار فروخت کرنا منع ہے۔ احادیث باب کے علاوہ مزید اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

1- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ربا الا النسیئة ۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: 2178)

''سود صرف اُدھار میں ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع الکالی بالکالی ۔ (مشکوٰۃ شریف رقم الحدیث: 2863)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں عوضوں میں اُدھار سے منع فرمایا۔''

سوال: حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک حیوان کے عوض دو حیوانوں کی بیع جائز ہے' کیا یہ زیادتی سود کے زمرے میں نہیں آتی؟

جواب: یہ زیادتی سود نہیں ہے' کیونکہ سود صرف مکیلی یا موزونی اشیاء میں ہوتا ہے' جبکہ حیوانات نہ مکیلی ہیں اور نہ موزونی بلکہ عددی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شِرَاءِ الْعَبْدِ بِالْعَبْدَيْنِ

باب 22- دو غلاموں کے عوض میں ایک غلام کو فروخت کرنے کا حکم

1160 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَا يَشْعُرُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ عَبْدٌ فَجَآءَ سَيِّدُهُ يُرِيْدُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِيْهِ فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ اَسْوَدَيْنِ ثُمَّ لَمْ يُبَايِعْ اَحَدًا بَعْدُ حَتّٰى يَسْاَلَهُ اَعَبْدٌ هُوَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1160- اخرجه احمد (349/3) ومسلم (1225/3) كتاب المساقاة' باب جواز بيع الحيوان بالحيوان من جنسه متفاضلاً' حديث (1602-122) وابو داؤد (250/3'251) كتاب البيوع' باب: في ذلك اذا كان يداً بيد' حديث (3358) والنسائي (292/7'293) كتاب البيوع' باب: بيع الحيوان بالحيوان يداً بيد متفاضلاً' حديث (4621) وابن ماجه (958/2) كتاب الجهاد' باب: البيعة' حديث (2869) من طريق الليث عن ابي الزبير عن جابر بن عبد الله فذكره-

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُ لَا بَاْسَ بِعَبْدٍ بِعَبْدَيْنِ يَدًا بِيَدٍ وَّاخْتَلَفُوْا فِيْهِ اِذَا كَانَ نَسِيئًا

◄◄ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک غلام آیا اس نے نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر ہجرت کرنے کی بیعت کرلی۔ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا پتہ نہیں تھا: وہ غلام ہے' پھر اس کا آقا اس کو تلاش کرتا ہوا آیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے مجھے فروخت کردو! پھر نبی اکرم ﷺ نے دو سیاہ فام غلاموں کے عوض میں اس غلام کو خرید لیا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ جب بھی کسی سے بیعت لیتے تھے' تو اس سے یہ پوچھ لیتے تھے کہ کیا وہ غلام ہے؟

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' یعنی اس میں کوئی حرج نہیں ہے: دو غلاموں کے عوض میں ایک غلام کا سودا دست بدست کیا جائے۔

تاہم اگر یہ ادھار ہو' تو اس بارے میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔

شرح

ایک غلام کے عوض دو غلاموں کی بیع کے جواز کی وجہ:

حدیث باب سے ایک غلام کے عوض دو غلاموں کی بیع کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہ ربوی چیز نہیں ہے' کیونکہ ربوی چیز کی دو شرائط ہیں:

1- دونوں اشیاء کا ہم جنس ہونا

2- دونوں کا موزونی یا مکیلی ہونا

جب غلام کا تعلق ربوی اشیاء سے نہ ہوا تو اس کی بیع میں کمی بیشی جائز ہے اور یہ کمی بیشی ربا (سود) ہرگز نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ كَرَاهِيَةَ التَّفَاضُلِ فِيْهِ

باب 23- گندم کے عوض میں گندم کو نقد فروخت کرنا' اس میں اضافی ادائیگی کا مکروہ ہونا

1161 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِى الْاَشْعَثِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّالْبُرُّ بِالْبُرِّ

1161- اخرجه احمد (320'314/5) ومسلم (1211/3) كتاب المساقاة' باب: الصرف وبيع الذهب بالورق نقداً' حديث (81-1587) وابو داؤد (249'248/3) كتاب البيوع' باب: في الصرف' حديث (3349) والنسائي (276/7) كتاب البيوع' باب: بيع الشعير بالشعير' حديث (4563) من طريق ابي قلابة عن ابي الاشعث عن عبادة بن الصامت به.

مِثْلاً بِمِثْلٍ وَّالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ ازْدَادَ فَقَدْ اَرْبٰى بِيْعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ وَّبِيْعُوا الْبُرَّ بِالتَّمْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ وَّبِيْعُوا الشَّعِيْرَ بِالتَّمْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَبِلَالٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُبَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف روایت: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ خَالِدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ بِيْعُوا الْبُرَّ بِالشَّعِيْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ عَنْ عُبَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَدِيْثَ وَزَادَ فِيْهِ قَالَ خَالِدٌ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ بِيْعُوا الْبُرَّ بِالشَّعِيْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ اَنْ يُّبَاعَ الْبُرُّ بِالْبُرِّ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَاِذَا اخْتَلَفَ الْاَصْنَافُ فَلَا بَاْسَ اَنْ يُّبَاعَ مُتَفَاضِلًا اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ وَّهٰذَا قَوْلُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْحُجَّةُ فِيْ ذٰلِكَ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيْعُوا الشَّعِيْرَ بِالْبُرِّ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ تُبَاعَ الْحِنْطَةُ بِالشَّعِيْرِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

قولِ امام ترمذی: وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سونے کے عوض میں سونے کو برابر' چاندی کے عوض میں چاندی کو برابر' کھجور کے عوض میں کھجور کو برابر' گیہوں کے عوض میں گیہوں کو برابر' نمک کے عوض میں نمک کو برابر اور جو کے عوض میں جو کے برابر فروخت کرو' جو شخص زیادہ ادائیگی کرے' یا زیادہ ادائیگی چاہے' تو اس نے سود کا کام کیا' چاندی کے عوض میں سونے کو جس طرح چاہو نقد فروخت کرو۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض حضرات نے اس روایت کو خالد کے حوالے سے اسی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: گیہوں کے عوض میں ''جو'' کو جس طرح چاہو نقد فروخت کرو۔

انہوں نے اس میں یہ اضافی بات نقل کی ہے۔ خالد بیان کرتے ہیں: ابوقلابہ نے یہ بیان کی ہے: جو کے عوض میں گیہوں کو جس طرح تم چاہو فروخت کرو۔

اس کے بعد اس نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے: غلے کے عوض میں غلے کو برابر فروخت کیا جائے' یا جو کے عوض میں جو کو برابر فروخت کیا جائے۔

لیکن اگر اصناف مختلف ہوں تو ایک دوسرے سے کم یا زیادہ فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ یہ لین دین نقد ہو۔
نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس بارے میں دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: اناج کے عوض میں "جو" کو جس طرح چاہو نقد فروخت کرو۔
اہلِ علم کے ایک گروہ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: جو کے عوض میں گندم کو اضافی طور پر فروخت کیا جائے۔
امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پہلی رائے درست ہے۔

شرح

ربا کی تعریف اور اقسام:

دو ہم جنس اور موزونی یا مکیلی اشیاء میں کمی بیشی یا اُدھار کو ربا کہا جاتا ہے۔ ربا کی دو اقسام ہیں:
1- ربا الفضل: دو ہم جنس اور موزونی و مکیلی اشیاء میں کمی بیشی یا اُدھار کو کہا جاتا ہے۔
2- ربا القرض: کسی کو قرض فراہم کیا اور ساتھ ہی اضافی رقم کے ساتھ واپسی کی شرط لگا دی۔ مثلاً دس ہزار روپے قرض دیا جو ایک ماہ کے بعد بارہ ہزار روپے واپس کرنے کا کہا تو اس صورت میں دو ہزار روپے سود کہلائے گا۔

مسئلہ ربا کے حوالہ سے ایک اہم اصول:

جس چیز کی بھی ہم خرید و فروخت کرتے ہیں اس کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں: اس کا وزن کریں گے یا اسے ناپیں گے یا اسے شمار کریں گے یا اس کی گز سے پیمائش کریں گے۔ پہلی قسم کی اشیاء کو موزونات دوسری قسم کی اشیاء کو مکیلات تیسری قسم کی اشیاء کو معدودات اور چوتھی قسم کی اشیاء کو مزروعات کہا جاتا ہے۔ پھر ہماری خریداری کے بھی تین طریقے ہو سکتے ہیں:
1- رقم کے بدلے چیز لینا
2- ایک چیز دے کر اسی جنس کی دوسری چیز لینا مثلاً سونے کا تبادلہ سونے سے یا چاندی کا تبادلہ چاندی سے اور
3- ایک چیز دے کر دوسری جنس کی کوئی چیز وصول کرنا۔ مثلاً سونے کا تبادلہ چاندی سے یا اس کا عکس
کسی بھی چیز میں سود کا حکم ثابت کرنے کے لیے دو شرائط ہیں:
1- دونوں چیزوں کا تعلق مکیلات یا موزونات سے ہو۔
2- دونوں چیزیں ہم جنس ہوں۔ جہاں یہ دونوں شرائط پائی جائیں وہاں بیع کے معاملہ میں دونوں چیزوں کا برابر برابر ہونا اور نقد ہونا ضروری ہے۔ اس میں کمی بیشی جائز نہیں ہے۔ اگر کسی چیز میں معاملہ بیع کرتے وقت پہلی شرط پائی جائے جبکہ دوسری مفقود ہو

تو نقد بیع کمی بیشی سے جائز ہے لیکن اُدھار کی صورت میں ناجائز اور سود ہوگا۔

حرمتِ سود کی علت کے حوالہ سے مذاہبِ آئمہ:

حرمتِ سود کی علت کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرمتِ سود کی علت طعم اور ثمنیت ہے۔ اس لیے ان کا خیال ہے کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء اور سونا و چاندی کا ہم جنس چیزوں کی زیادتی کے ساتھ خرید و فروخت سود ہے۔ جو اشیاء بطورِ طعم و ثمنیت نہ ہوں تو ان کی بیع میں کمی بیشی سود نہیں ہے۔ مثلاً تانبا' لوہا' کپڑا' چونا اور لکڑی وغیرہ۔

2- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ سونا اور چاندی میں حرمتِ سود کی علت ثمنیت ہے' جبکہ باقی چیزوں میں طعم ہے۔

3- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرمتِ سود کی علت ثمنیت اور طعم (خوراک) کا قابل ذخیرہ ہونا ہے۔ اس طرح ان کے خیال کے مطابق پیتل' لوہا' تانبا' لکڑی اور دوسری چیزوں میں بیع کے وقت کمی وبیشی سود شمار نہیں ہوگی۔

4- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ناپ تول' اور اشتراک جنس حرمتِ سود کی علت ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عددی اشیاء میں حرمتِ ربا کا تصور نہیں ہے۔ مثال کے طور پر سیب وزن سے فروخت ہوتے ہوں' تو ایک کلو کے بدلے دو کلو وصول کرنا سود ہے۔ چونکہ کیلے عددی پھل ہے' اس لیے ان میں ایک درجن کے عوض دو درجن فروخت کرنا سود نہیں۔

سود کے بارے میں فقہی مسائل:

سود کے متعلق چند فقہی مسائل درج ذیل ہیں:

☆...... ربا یعنی سود حرام قطعی ہے' اس کی حرمت کا منکر کافر ہے اور حرام سمجھ کر جو اس کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ فاسق و مردود الشہادت ہے۔ عقد معاوضہ میں جب دونوں طرف مال ہو اور ایک طرف زیادتی ہو کہ اس کے مقابل میں دوسری طرف کچھ نہ ہو' تو یہ سود ہے۔

☆...... جو چیز ناپ یا تول سے بکتی ہو جب اس کو اپنی جنس سے بدلا جائے جیسے گندم کے بدلے گندم' جو کے بدلے جو لیے اور ایک طرف زیادہ ہو' تو حرام ہے۔ اگر وہ چیز ناپ یا تول کی ہو یا ایک جنس کو دوسری جنس سے بدلا' ہو' تو سود نہیں ہے۔ عمدہ اور خراب کا کوئی فرق نہیں یعنی تبادلہ جنس میں ایک طرف کم ہے مگر یہ اچھی ہے' دوسری طرف زیادہ ہے۔ وہ خراب ہے تب بھی سود اور حرام ہے۔ لازم ہے کہ دونوں ناپ تول میں برابر ہوں۔ جس چیز پر سود کی حرمت کا دار و مدار ہے۔ وہ قدر و جنس ہے' قدر سے مراد وزنی یا ناپ ہے۔

☆...... دونوں چیزوں کا ایک نام اور ایک کام ہو' تو ایک جنس سمجھیے اور نام و جنس میں اختلاف ہو' تو دو جنس جانیے جیسے گندم' جو اور کپڑے کی اقسام ململ' لٹھا اور گبرون وغیرہ سب اجناس مختلف ہیں۔ کھجور کی سب اقسام ایک جنس ہیں جبکہ لوہا' تانبا اور پیتل مختلف

جنسیں ہیں۔

☆......قدر وجنس دونوں موجود ہوں' تو کمی بیشی بھی حرام ہے' اس کو ربا الفضل کہتے ہیں اور ایک طرف نقد اور دوسری طرف اُدھار یہ بھی حرام ہے جیسے گندم کو گندم' جو کو جو کے بدلے فروخت کریں تو کم وبیش حرام اور ایک اب دیتا ہے' دوسرا کچھ دیر کے بعد دے گا' یہ بھی حرام اور دونوں میں سے ایک ہو' ایک نہ ہو' تو کمی وبیشی جائز ہے اور اُدھار حرام ہے جیسے گندم کو جو کے بدلے یا ایک طرف شیشہ ایک طرف لوہا کہ پہلی مثال میں ناپ اور دوسری میں وزن مشترک ہے مگر جنس کا دونوں میں اختلاف ہے۔

☆......شریعت میں ناپ کی مقدار کم از کم نصف صاع ہے' اگر کوئی کیلی چیز نصف سے کم ہو جیسے ایک دولپ اس میں کمی بیشی یعنی ایک لپ' دولپ کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے۔ اسی طرح ایک سیب دو کے بدلے میں' ایک کھجور دو کے بدلے میں' ایک انڈہ دو انڈوں کے بدلے میں' ایک اخروٹ دو کے بدلے میں' ایک تلوار دو تلواروں کے بدلے میں' ایک دوات دو دواتوں کے بدلے میں' ایک سوئی دو سوئیوں کے بدلے میں اور ایک شیشی دو شیشیوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔

(ماخوذ از کتب فقہ و بہار شریعت' ج:2' از صفحہ:765 تا 771)

سوال: اگر کوئی آدمی کسی کو قرض دیتے وقت رقم کی واپسی کے وقت اضافہ یا سود کی شرط عائد نہیں کرتا لیکن مقروض اصل رقم کے ساتھ اپنی مرضی سے اضافی رقم پیش کرے' تو کیا وہ سود ہوگا یا نہیں؟ مثلاً ایک شخص بیس ہزار روپے قرض لیتا ہے اور تین سال کے بعد وہ بائیس ہزار روپے واپس کرتا ہے یعنی دو ہزار اپنی خوشی سے اصل رقم میں ملا کر دیتا ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ جائز ہے اور اسے سود نہیں کہا جائے گا بلکہ احسان کہا جائے گا۔ اس لیے کہ مقروض نے اپنی طرف سے دو ہزار روپے اضافی اپنی خوشی سے دیے ہیں' کیونکہ مالک تین سال تک اس رقم کی زکوٰۃ دیتا رہا ہے اور کرنسی ڈاؤن ہونے کی وجہ سے بھی وہ خسارے میں رہا جبکہ مقروض قرضہ کی رقم سے مسلسل استفادہ کرتا رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّرْفِ

باب 24- بیع صرف کا بیان

1162 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ اَخْبَرَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ

متنِ حدیث: انْطَلَقْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ اِلٰى اَبِىْ سَعِيْدٍ فَحَدَّثَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعَتْهُ اُذُنَاىَ هَاتَانِ يَقُوْلُ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ لَّا يُشَفُّ بَعْضُهٗ عَلٰى بَعْضٍ وَّلَا تَبِيْعُوْا مِنْهُ غَائِبًا بِنَاجِزٍ

1262- اخرجه مالك في المؤطا (632/2) كتاب البيوع' باب: بيع الذهب بالفضة تبرا و عينا' حديث (30) واحمد (4/6, 61) والبخارى (444/4) كتاب البيوع: باب: بيع الفضة بالفضة' حديث (2177) ومسلم (1208/3) كتاب المساقاة' باب الربا' حديث (1584/76) والنسائى (279/7) كتاب البيوع: باب بيع الذهب بالذهب' حديث (4571) من طريق يحيى بن كثير عن نافع عن ابى سعيد الخدرى فذكره-

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَهِشَامِ بْنِ عَامِرٍ وَّالْبَرَاءِ وَزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ وَّاَبِىْ بَكْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَاَبِى الدَّرْدَاءِ وَبِلَالٍ

حکم حدیث: قَالَ وَحَدِيْثُ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الرِّبَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِلَّا مَا رُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَاْسًا اَنْ يُّبَاعَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مُتَفَاضِلًا وَّالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مُتَفَاضِلًا اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ وَقَالَ اِنَّمَا الرِّبَا فِى النَّسِيْئَةِ وَكَذٰلِكَ رُوِىَ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ شَىْءٌ مِّنْ هٰذَا وَقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهٖ حِيْنَ حَدَّثَهٗ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِىِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِىِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرُوِىَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهٗ قَالَ لَيْسَ فِى الصَّرْفِ اخْتِلَافٌ

◆◆ نافع بیان کرتے ہیں: میں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' تو انہوں نے ہمیں یہ حدیث سنائی: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے اپنے دونوں کانوں کے ذریعے سنا ہے: سونے کو سونے کے عوض میں صرف برابر فروخت کرو' اور چاندی کو چاندی کے عوض میں صرف برابر فروخت کرو' اس میں سے کسی ایک سمت سے زیادہ ادائیگی نہ کرو اور نہ ہی موجود چیز کے عوض غیر موجود کا سودا کرو۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ' حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ' حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی نبی اکرم ﷺ سے نقل کردہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' سوائے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے' ان کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے: سونے کے عوض میں سونے کو اضافی طور پر فروخت کیا جائے' یا چاندی کے عوض میں چاندی کو اضافی طور پر فروخت کیا جائے' یا چاندی کے عوض میں چاندی کو اضافی طور پر فروخت کیا جائے' جبکہ یہ لین دین نقد ہو۔

وہ یہ فرماتے ہیں: سود ادھار میں ہوتا ہے۔

اسی طرح کی روایت ان کے بعض شاگردوں سے بھی منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے: انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا' جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے انہیں' نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے حدیث سنائی تھی۔

تاہم پہلی رائے درست ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے یہ فرمایا ہے: بیع صرف کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

1163 سندِحدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ اَبِيْعُ الْاِبِلَ بِالْبَقِيْعِ فَاَبِيْعُ بِالدَّنَانِيْرِ فَاٰخُذُ مَكَانَهَا الْوَرِقَ وَاَبِيْعُ بِالْوَرِقِ فَاٰخُذُ مَكَانَهَا الدَّنَانِيْرَ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُّهُ خَارِجًا مِّنْ بَيْتِ حَفْصَةَ فَسَاَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِهٖ بِالْقِيْمَةِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوٰى دَاوُدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوْفًا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ لَّا بَاْسَ اَنْ يَّقْتَضِيَ الذَّهَبَ مِنَ الْوَرِقِ وَالْوَرِقَ مِنَ الذَّهَبِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں بقیع میں دیناروں کے عوض میں اونٹ فروخت کیا کرتا تھا' اوران کی جگہ چاندی لے لیا کرتا تھا' یا کبھی چاندی کے عوض میں فروخت کرتا تھا' اوران کی جگہ دینار لے لیا کرتا تھا' ایک مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو میں نے آپ کو سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر نکلتے ہوئے پایا' میں نے آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: قیمت کے حوالے سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ہم اس حدیث کے "مرفوع" ہونے کو صرف سماک بن حرب کی' سعید بن جبیر کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

داؤد بن ابوہند نے اس روایت کو سعید بن جبیر کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے: آدمی چاندی کی جگہ سونے کی ادائیگی کردے' یا سونے کی جگہ چاندی کی ادائیگی کرے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

1164 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ اَنَّهٗ قَالَ

1163 – اخرجه احمد (2/33'59'83'154) وابو داؤد (3/250) كتاب البيوع' باب: في اقتضاء الذهب من الورق' حديث (3354) والنسائي (7/281'282) كتاب البيوع' باب: بيع الفضة بالذهب' وبيع الذهب بالفضة' حديث (4582) وابن ماجه (2/760) كتاب التجارات' باب: اقتضاء الذهب من الورق' والورق من الذهب' حديث (2626) والدارمي (2/259) كتاب البيوع' باب: الرخصة في اقتضاء الورق' من طريق سماك بن حرب عن سعيد بن جبير عن ابن عمر فذكره۔

متن حدیث: اَقْبَلْتُ اَقُوْلُ مَنْ يَّصْطَرِفُ الدَّرَاهِمَ فَقَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَرِنَا ذَهَبَكَ ثُمَّ ائْتِنَا اِذَا جَآءَ خَادِمُنَا نُعْطِكَ وَرِقَكَ فَقَالَ عُمَرُ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتُعْطِيَنَّهُ وَرِقَهُ اَوْ لَتَرُدَّنَّ اِلَيْهِ ذَهَبَهُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ يَقُوْلُ يَدًا بِيَدٍ

◆◆ حضرت مالک بن اوس بیان کرتے ہیں: میں یہ پوچھتا ہوا (بازار میں) داخل ہوا' درہم کے عوض میں دینار کالین دین کون کرتا ہے' تو حضرت طلحہ بن عبیداللہ' جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' وہ بولے: تم اپنا سونا ہمیں دکھاؤ اور تھوڑی دیر بعد ہمارے پاس آنا جب ہمارا خادم آئے گا' تو ہم چاندی تمہیں دے دیں گے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! یا تو تم اس کی چاندی اسے دو گے یا تم اس کا سونا اسے واپس کر دو گے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سونے عوض میں چاندی کالین دین سود ہوتا ہے' سوائے اس کے جو نقد ہو' اور اناج کے عوض میں اناج کالین دین سود ہوتا ہے' سوائے اس کے جو نقد ہو' جو کے عوض جو کالین دین سود ہوتا ہے۔ سوائے اس کے جو نقد ہو' کھجور کے عوض میں کھجور کالین دین سود ہوتا ہے۔ سوائے اس کے جو نقد ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ "الاھاء وھاء" کا مطلب نقد لین دین ہونا ہے۔

شرح

بیع صرف کی تعریف اور اس کا حکم:

سونا چاندی یا درہم و دینار کے باہم تبادلہ کا نام بیع صرف ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا برابری اور نقد کی بنیاد پر تبادلہ تو جائز ہے لیکن تفاضل و اُدھار منع ہے۔ مثلاً سونا سونے کے عوض یا چاندی چاندی کے عوض تبادلہ مساوات اور دست بدست کی بناء پر جائز ہے مگر تفاضل و اُدھار ناجائز ہے۔

1164– اخرجه مالك في الموطا (636/2) كتاب البيوع' باب: ما جاء في الصرف' حديث (38) واحمد (24/1) والبخاري (408/4) كتاب البيوع' باب: ما يذكر في بيع الطعام' والحكرة' حديث (2134) ومسلم (1209/3) كتاب المساقاة' باب: الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا' حديث (79-1586) وابو داؤد (248/3) كتاب البيوع: باب في: في الصرف' حديث (3348) والنسائي (273/7) كتاب البيوع' باب: بيع التمر بالتمر متفاضلا' حديث (4558) وابن ماجه (759/2) كتاب التجارات' باب: صرف الذهب بالورق' حديث (2260) والدارمي (258/2) كتاب البيوع: باب: في النهي عن الصرف' من طريق مالك بن اوس بن الحدثان عن عمر بن الخطاب فذكره۔

سوال: عصرِ حاضر میں درہم و دینار کی جگہ میں کرنسی نوٹ استعمال ہوتے ہیں تو نوٹوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: دَورِ حاضر میں کرنسی نوٹ درہم و دینار کے قائم مقام ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ سونا چاندی ثمن خلقی ہے جبکہ کرنسی نوٹ ثمن عرفی و حکومتی ہے۔ ایک ملک کے کرنسی نوٹوں میں تبادلہ کرتے وقت کمی بیشی حرام ہے کیونکہ یہ سود ہے۔ البتہ مختلف ممالک کی کرنسی نوٹوں میں تبادلہ کے وقت کمی بیشی جائز ہے کیونکہ یہ سود کی صورت نہیں ہے۔

سوال: کیا سونا چاندی کی طرح کرنسی نوٹوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: جب کرنسی نوٹ ثمن عرفی ہے اور یہ سونا چاندی کے قائم مقام ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ البتہ اگر کرنسی نوٹوں کو اس سامان پر قیاس کیا جائے جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی لیکن یہ بعید از عقل ہے۔

نوٹ: بقول حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ یہی ایک خوش قسمت باب ہے جس میں آئمہ فقہ کا اختلاف نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ابْتِيَاعِ النَّخْلِ بَعْدَ التَّأْبِيْرِ وَالْعَبْدِ وَلَهٗ مَالٌ

باب 25- پیوندکاری کے بعد کھجوروں کو فروخت کرنا یا ایسے غلام کو فروخت کرنا جس کے پاس مال موجود ہو

1165 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ اَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلَّذِيْ بَاعَهَا اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَّلَهٗ مَالٌ فَمَالُهٗ لِلَّذِيْ بَاعَهٗ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّحَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: هٰكَذَا رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

متنِ حدیث: مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ اَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا وَّلَهٗ مَالٌ

1165 - اخرجه البخاری (60/5) كتاب الشرب والمساقاة' باب: الرجل يكون له ممر او شرب فی حائط او فی نخل' حديث (2379) ومسلم (1173/3) كتاب البيوع' باب: من باع نخلا عليها تمر' حديث (80-1543) وابو داؤد (268/3) كتاب البيوع : باب: فی العبد يباع وله مال' حديث (2433) والنسائی (297/7) كتاب البيوع: باب: العبد يباع ويستثنی المشتری ماله' حديث (4636) وابن ماجه (745/2-746) كتاب التجارات' باب: ما جاء فيمن باع نخلا مؤبرا او عبدا له مال' حديث (2211) واخرجه احمد (9/2,82) والحميدی (277/2) حديث (613) وعبد بن حميد ص (237-238) حديث (722) من طريق الزهری عن سالم عن ابن عمر فذكره-

فَمَالُهُ لِلَّذِیْ بَاعَهُ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا قَدْ اُبِّرَتْ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَّلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

اسنادِدیگر: هٰكَذَا رَوَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهُ عَنْ نَّافِعٍ الْحَدِيْثَيْنِ وَقَدْ رَوٰی بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْضًا وَّرَوٰی عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ سَالِمٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدِيْثُ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَحُّ مَا جَآءَ فِیْ هٰذَا الْبَابِ

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص پیوند کاری ہو جانے کے بعد' کھجوروں کے باغ کو خریدے' تو اس باغ کا پھل اس شخص کا ہوگا' جس نے اسے فروخت کیا ہے' سوائے اس صورت کے' کہ خریدار اس کی شرط عائد کرے' اور جو شخص کسی غلام کو خریدے' اور اس غلام کے پاس مال موجود ہو' تو اس کا مال فروخت کرنے والے کی ملکیت ہوگا' سوائے اس صورت کے' کہ خریدار اس کی شرط عائد کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' سالم کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے: آپ نے ارشاد فرمایا: ہے:

''جو شخص پیوند کاری ہو جانے کے بعد کھجور کا باغ خریدے' تو اس کا پھل فروخت کرنے والے کی ملکیت ہوگا' سوائے اس صورت کے' کہ خریدار شرط عائد کرے اور جو شخص کسی غلام کو فروخت کرے' تو اس کا مال فروخت کرنے والے کی ملکیت ہوگا' سوائے اس صورت کے' کہ خریدار شرط عائد کر دے''۔

نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بھی نقل کی گئی ہے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کھجور کا باغ خریدے' جس میں پیوند کاری کی جا چکی ہو' تو اس کا پھل فروخت کرنے والے کی ملکیت ہوگا' ماسوائے اس صورت کے' کہ خریدار شرط عائد کرے۔

نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے' انہوں نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی غلام فروخت کرے' جس کے پاس مال موجود ہو' تو اس کا مال فروخت کرنے والے کی ملکیت ہوگا'

سوائے اس صورت کے' کہ خریدار شرط عائد کر دے۔
اسی طرح عبیداللہ بن عمر اور دیگر راویوں نے نافع کے حوالے سے دو روایات کے طور پر اسے نقل کیا ہے۔
بعض محدثین نے اس روایت کو نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے بھی نقل کیا ہے۔
عکرمہ بن خالد نے اس روایت کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح نقل کیا ہے' جیسے سالم کے حوالے سے منقول ہے۔
بعض اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' سالم کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے جو روایت منقول ہے۔ وہ اس بارے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

مسئلہ حدیث کی وضاحت:

حدیث باب میں دو مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کھجوروں کے باغ کا مالک درختوں کو پیوند کاری کر کے فروخت کرتا ہے' جبکہ پھل بھی نمایاں ہو چکا ہو' تو ان درختوں کا پہلا پھل بائع کا ہوگا' ہاں اگر دورانِ بیع مشتری نے درختوں کے ساتھ پھلوں کی بھی شرط عائد کر لی ہو' تو پھل مشتری کا ہوگا۔

تابیر نخل کے مفہوم میں اختلافِ آئمہ:

حدیث باب کے الفاظ "تابیر نخل" کے مفہوم میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اس کا ظاہری مفہوم مراد ہے یعنی مسئلہ کا مدار تابیر نخل پر ہے یعنی تابیر (پیوند کاری) کے بعد مالک نے کھجوروں کے درخت فروخت کیے تو پھل مالک کا ہوگا اور اس سے پہلے فروخت کرنے کی صورت میں پھل مشتری کا ہوگا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ تابیر نخل' ظہورِ ثمر سے کنایہ ہے۔ یعنی مالک نے اپنے کھجوروں کے درخت ظہورِ ثمر سے قبل فروخت کیے تو پھل مشتری کا ہوگا اور اگر پھل نمودار ہونے کے بعد فروخت کیے تو پھل بائع کا ہوگا خواہ اس نے پیوند کاری کی ہو یا نہ کی ہو۔ گویا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدارِ مسئلہ ظہورِ ثمر ہے' تابیر نخل نہیں ہے۔

مسئلہ ثانیہ:

حدیث باب میں دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی کنیز یا غلام اس حال میں فروخت کیا جائے کہ کنیز زیورات سے مرصع ہو اور غلام کے پاس گھڑی یا انگوٹھی ہو' تو مال بائع کا ہوگا۔ البتہ دورانِ بیع خریدار نے مال سمیت خریدنے کی شرط عائد کر لی تو مال مشتری کا ہوگا۔ یہ مسئلہ آئمہ فقہ کے درمیان متفقہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْبَيِّعَيْنِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا

باب 26 -سودا کرنے والوں کو اختیار رہوتا ہے' جب تک وہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جائیں

1166 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَخْتَارَا قَالَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا ابْتَاعَ بَيْعًا وَّهُوَ قَاعِدٌ قَامَ لِيَجِبَ لَهُ الْبَيْعُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ وَحَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَسَمُرَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالُوا الْفُرْقَةُ بِالْاَبْدَانِ لَا بِالْكَلَامِ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا يَعْنِي الْفُرْقَةَ بِالْكَلَامِ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ لِاَنَّ ابْنَ عُمَرَ هُوَ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَعْنٰى مَا رَوٰى وَرُوِيَ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُوْجِبَ الْبَيْعَ مَشٰى لِيَجِبَ لَهُ وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سودا کرنے والے دونوں فریقوں کو (سودا ختم کرنے کا) اختیار رہوتا ہے' جب تک وہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جائیں' یا اختیار کی شرط رکھیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کوئی چیز خریدتے تھے اور آپ اس وقت بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے (اور ذرا ایک طرف ہو جاتے تھے) تاکہ سودا مکمل ہو جائے۔

اس بارے میں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ' حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

1166– اخرجه البخاری (382/4) كتاب البيوع' باب: كم يجوز الخيار' حديث (2107) ومسلم (1163/3) كتاب البيوع' باب ثبوت خيار المجلس للمتبايعين' حديث (43-1531) وابو داؤد (272/3-273) كتاب البيوع في خيار المتبايعين' حديث (3454) والنسائي (249/7) كتاب البيوع: باب: ذكر الاختلاف على نافع في لفظ حديثه' حديث (4473) وابن ماجه (735/2-736) كتاب التجارات' باب: البيعان بالخيار ما لم يتفرقا' حديث (2181) واخرجه احمد (4/2, 73) والحميدي (290/2) حديث (654) من طريق نافع عن عبد الله بن عمر فذكره۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: علیحدگی سے مراد جسمانی طور پر علیحدگی ہے' کلام کے اعتبار سے نہیں ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: ''وہ دونوں جب تک علیحدہ نہیں ہو جاتے'' اس سے مراد کلام کے اعتبار سے علیحدگی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) پہلی رائے درست ہے' اس کی وجہ یہ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ وہ اپنی روایت کردہ حدیث کے مفہوم کو زیادہ بہتر جانتے ہیں' ان کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: جب وہ کسی سودے کو مکمل کرنے کا ارادہ کرتے تھے' تو چل کر (کچھ دور چلے جاتے تھے) تاکہ سودا ان کے حق میں مکمل ہو جائے۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔

1167 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ اَبِی الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِیْ بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

وَهٰكَذَا رُوِیَ عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلَيْهِ فِیْ فَرَسٍ بَعْدَ مَا تَبَايَعَا وَكَانُوْا فِیْ سَفِيْنَةٍ فَقَالَ لَا اَرَاكُمَا افْتَرَقْتُمَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهِمْ اِلٰى اَنَّ الْفُرْقَةَ بِالْكَلَامِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ وَهٰكَذَا رُوِیَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّرُوِیَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهٗ قَالَ كَيْفَ اَرُدُّ هٰذَا وَالْحَدِيْثُ فِيْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَحِيْحٌ وَّقَوّٰى هٰذَا الْمَذْهَبَ وَمَعْنٰى قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ مَعْنَاهُ اَنْ يُّخَيِّرَ الْبَائِعُ الْمُشْتَرِیَ بَعْدَ اِيجَابِ الْبَيْعِ فَاِذَا خَيَّرَهٗ فَاخْتَارَ الْبَيْعَ فَلَيْسَ لَهٗ خِيَارٌ بَعْدَ ذٰلِكَ فِیْ فَسْخِ الْبَيْعِ وَاِنْ لَّمْ يَتَفَرَّقَا هٰكَذَا فَسَّرَهُ الشَّافِعِیُّ وَغَيْرُهٗ وَمِمَّا يُقَوِّی قَوْلَ مَنْ يَّقُوْلُ الْفُرْقَةُ بِالْاَبْدَانِ لَا بِالْكَلَامِ حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سودا کرنے والے دونوں فریقوں کو

1167- اخرجه البخاری (362/4) كتاب البيوع' باب: اذا بين البيعان ولم يكتما ونصحا' حديث (2079) ومسلم (1164/3) كتاب البيوع' باب الصدق فی البيع والبيان' حديث (1532/47) وابو داؤد (273/3) كتاب البيوع' باب: فی خيار المتبايعين' حديث (3459) والنسائی (245-244/7) كتاب البيوع' باب: ما يجب على التجار من التوقية فی مبايعتهم' حديث (4457) والدارمی (250/2) كتاب البيوع' باب: البيعان بالخيار ما لم يتفرقا' واخرجه احمد (434-402/3) من طريق قتادة عن صالح الخليل' عن عبد الله بن الحارث عن حكيم بن حزام فذكره-

(سوداختم کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہوتا ہے' جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں' اگر وہ دونوں سچ بولیں گے اور حقیقت بیان کر دیں گے' تو ان دونوں کے لیے ان کے سودے میں برکت رکھی جائے گی اور اگر دونوں جھوٹ بولیں گے' یا کسی (خامی کو) چھپائیں گے' تو ان کے سودے کی برکت کو ختم کر دیا جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کی گئی ہے: دو آدمی ایک گھوڑے کے بارے میں اپنا مقدمہ لے کر ان کے پاس آئے' جبکہ ان دونوں کے درمیان اس کا سودا ہو چکا تھا' اور وہ اس وقت ایک کشتی میں موجود تھے' تو حضرت ابو برزہ نے فرمایا: میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوئے اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سودا کرنے والے دونوں فریقوں کو (سوداختم کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہوتا ہے' جب تک وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہو جائیں۔

کوفہ سے تعلق اور دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: اس سے مراد بات چیت کے اعتبار سے علیحدگی ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے' انہوں نے یہ فرمایا ہے: میں اسے کیسے مسترد کر سکتا ہوں' جبکہ اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے ''صحیح'' حدیث منقول ہے۔ (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) گویا کہ انہوں نے اس مذہب کو قوی قرار دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: ''سوائے اس سودے کے جس میں اختیار کی شرط رکھی گئی ہو''۔ اس کا مطلب یہ ہے: فروخت کرنے والا سودا مکمل ہو جانے کے بعد خریدار کو اختیار دے' تو جب وہ اسے اختیار دیدے گا' اور وہ سودے کو اختیار کرے گا' تو اب اس کے پاس اختیار باقی نہیں رہے گا کہ وہ سودے کو ختم کر سکے' اگر چہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہ بھی ہوئے ہوں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے اسی طرح وضاحت کی ہے۔

جو لوگ کلام کے اعتبار سے علیحدگی کی بجائے جسمانی علیحدگی مراد لیتے ہیں' ان کے مؤقف کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

1168 اَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَفْقَةَ خِيَارٍ وَّلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يُّفَارِقَ صَاحِبَهٗ خَشْيَةَ اَنْ يَّسْتَقِيْلَهٗ

1168– اخرجه احمد (183/2) وابو داؤد (273/3) كتاب البيوع' فى خيار المتبايعين' حديث (3456) والنسائى (251/7' 252) كتاب البيوع' باب: وجوب الخيار للمتبايعين' قبل افتراقهما' بابدانهما' حديث (4483) من طريق ابن عجلان عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبد الله بن عمرو بن العاص فذكره

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

قول امام ترمذی: وَمَعْنٰى هٰذَا اَنْ يُّفَارِقَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ خَشْيَةَ اَنْ يَّسْتَقِيْلَهُ وَلَوْ كَانَتِ الْفُرْقَةُ بِالْكَلَامِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خِيَارٌ بَعْدَ الْبَيْعِ لَمْ يَكُنْ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ مَعْنًى حَيْثُ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يُّفَارِقَهُ خَشْيَةَ اَنْ يَّسْتَقِيْلَهُ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سودا کرنے والے دونوں فریقوں کو (سودا ختم کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جائیں۔ البتہ اس سودے کا حکم مختلف ہوگا، جس میں اختیار کی شرط رکھی گئی ہو، آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے۔ وہ اپنے ساتھی سے اس اندیشے کے تحت الگ ہو جائے کہ وہ اس سودے کو ختم کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے: آدمی سودا ہو جانے کے بعد اس اندیشے کے تحت اس سے الگ ہو جائے کہ: وہ سودے کو ختم کر دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اگر یہاں علیحدگی سے مراد بات چیت کے اعتبار سے علیحدگی ہوئی اور سودا ہو جانے کے بعد آدمی کو اختیار نہ ہوتا، تو اس حدیث کا کوئی مفہوم نہ ہوتا، جو آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: آدمی کے لیے بات جائز نہیں ہے۔ وہ اس سے اس اندیشے کے تحت الگ ہو جائے کہ وہ اس سودے کو ختم کر دے گا۔

1169 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَهُوَ الْبَجَلِيُّ الْكُوْفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَتَفَرَّقَنَّ عَنْ بَيْعٍ اِلَّا عَنْ تَرَاضٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: لوگ کسی بھی سودے میں باہمی رضامندی ہو جانے کے بعد الگ ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

1170 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ اَعْرَابِيًّا بَعْدَ الْبَيْعِ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

1169- اخرجه احمد (536/2) وابو داؤد (273/3) كتاب البيوع' باب: في خيار المتبايعين' حديث (3458) من طريق ابي زرعة بن عمرو بن جرير عن ابي هريرة فذكره-

1170- اخرجه ابن ماجه (236/2) كتاب التجارات' باب: في بيع الخيار' حديث (2184) من طريق ابن جريج عن ابي الزبير عن جابر بن عبد الله فذكره-

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سودا ہو جانے کے بعد بھی ایک دیہاتی کو اختیار دیا تھا۔
یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

خیارِ مجلس کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

انعقاد بیع کے دو ارکان ہیں:

(1) تمامیت بیع (2) لزوم بیع

یہ دونوں ارکان ایک ساتھ ہوتے ہیں یا متفرق بھی ہو سکتے ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ اور حضرت مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دونوں ایک ساتھ ہوتے ہیں۔ تفرق اقوال پر دونوں کا تحقق ہو جاتا ہے یعنی ایجاب وقبول سے تمامیت بیع اور لزوم بیع دونوں کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

2- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں کا ایک ساتھ ہونا ضروری نہیں ہے اور ان میں تفرق بھی ہو سکتا ہے۔ تفرق اقوال پر تمامیت بیع کا تحقق ہو جاتا ہے لیکن تفرق ابدان پر لزوم بیع کا تحقق ہوتا ہے۔

فائدہ نافعہ: (ا) بیع کے حوالے سے ایجاب وقبول کے بعد اور تفرق ابدان سے قبل فریقین میں سے کسی کے فوت ہو جانے کی صورت میں آئمہ فقہ کے نزدیک بیع تام ہو جائے گی، کیونکہ ایجاب وقبول کا تحقق ہو چکا ہے تو بیع بھی منعقد ہو چکی ہے۔

فائدہ: حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیع کے حوالے سے ایجاب وقبول کے بعد تفرق ابدان سے قبل باہمی رضامندی کے بغیر فریقین کا بیع فسخ کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تفرق ابدان سے قبل فریقین بیع فسخ کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے عمل میں خود مختار ہیں اور فریقِ ثانی کی رضامندی حاصل کرنا لازم نہیں ہے۔

دورانِ بیع صداقت کی فضیلت اور کذب بیانی کی مذمت:

دورانِ بیع بائع جہاں اپنی چیز کی خوبیاں بیان کرتا ہے وہاں مشتری کو مطمئن کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے اور ناقص چیز فروخت کر کے کامل چیز کی رقم وصول کرنے میں اپنی کامیابی خیال کرتا ہے۔ دورانِ بیع ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے سے بائع اللہ تعالیٰ اور مشتری کا مجرم قرار پاتا ہے اور بیع میں بھی بے برکتی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر بائع کوئی چیز فروخت کرتے وقت صداقت سے کام لے، عیب دار چیز کو فروخت کرنے سے احتراز کرے اور جھوٹی قسمیں کھا کر مشتری کو مطمئن کرنے سے اجتناب کرے، تو کاروبار میں برکت ہوگی۔

ایک دفعہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شریکِ تجارت کو کپڑا بھیجا تاکہ وہ اسے فروخت کر دیں جبکہ اس میں ایک تھان ایسا تھا جس میں نقص موجود تھا اور فروخت کرتے وقت اس کا نقص بیان کرنے کی تاکید کی۔ وہ شخص کپڑا فروخت

کرتے وقت نقص بیان کرنا بھول گیا اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس نے کس کے ہاتھوں فروخت کیا تھا۔ اس بارے میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو علم ہونے پر کپڑے کی تمام رقم صدقہ کر دی جو تیس ہزار روپے تھی اور آئندہ ایسی غیر محتاط صورتِ حال سے بچنے کی غرض سے اپنے شریکِ تجارت سے الگ ہو گئے۔ (مقدمہ شرح مسند امام اعظم، ص:58)

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يُّخْدَعُ فِي الْبَيْعِ

باب 27- جس شخص کے ساتھ سودے میں دھوکہ ہو جاتا ہو

1171 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْ عُقْدَتِهٖ ضَعْفٌ وَّكَانَ يُبَايِعُ وَاَنَّ اَهْلَهٗ اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ احْجُرْ عَلَيْهِ فَدَعَاهُ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَا اَصْبِرُ عَنِ الْبَيْعِ فَقَالَ اِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ هَاءَ وَهَاءَ وَلَا خِلَابَةَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَحَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالُوا الْحَجْرُ عَلَى الرَّجُلِ الْحُرِّ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ اِذَا كَانَ ضَعِيْفَ الْعَقْلِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمْ اَنْ يُّحْجَرَ عَلَى الْحُرِّ الْبَالِغِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص لین دین میں کمزور تھا، وہ خرید و فروخت کیا کرتا تھا، اس کے گھر والے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ اسے تصرف کرنے سے روک دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے بلایا، آپ نے اسے منع کر دیا اس نے عرض کی: میں خرید و فروخت کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کچھ سودا کرو تو یہ کہو: یہ اتنا، اتنا ہے، اور کوئی دھوکہ نہیں ہوگا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: وہ شخص جو لین دین کے اندر ناقص ہو، اس کو تصرف سے روک دیا جائے، جبکہ اس کی عقل کمزور ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک آزاد اور بالغ شخص کو تصرف کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

1171- اخرجه احمد (217/3) وابو داؤد (282/3) كتاب البيوع' باب : في الرجل يقول في البيع لا خلابة' حديث (3501) والنسائي (252/2) كتاب البيوع' باب الخديعة في البيع' حديث 4485) وابن ماجه (788/2) كتاب الاحكام' باب: الحجر على من يفسد ماله' حديث (2354) من طريق سعيد عن قتادة عن انس بن مالك فذكره-

شرح

بیع میں نقصان سے بچنے کا نبوی نسخہ:

جو شخص تجارت کرتا ہو اور وہ بار بار دھوکے یا نقصان کا شکار ہو جاتا ہو تو اس کے لیے نقصان سے بچنے کا نبوی نسخہ حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ جہاں جھوٹی قسموں اور کذب بیانی سے احتراز کرے وہاں بیع کے وقت یہ الفاظ بھی کہے:

هاء هاء ولا خلابة۔

''لاؤ' لو اور کوئی دھوکہ نہیں ہے۔''

نا تجربہ کار یا کم عقل شخص کو بیع سے منع کرنے میں مذاہب آئمہ:

کسی نا تجربہ کار یا کم عقل شخص پر بیع کرنے کی پابندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ کسی عاقل' بالغ اور آزاد پر پابندی عائد کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث باب کے آخری حصہ سے استدلال کیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف تین قسم کے لوگوں پر بیع کرنے کی پابندی عائد کی جاسکتی ہے:

(1) نابالغ بچہ (2) صاحب جنون (3) غلام

حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نظر ہے کہ کم عقل پر بیع کرنے کی پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے حدیث باب کے پہلے حصہ سے استدلال کیا ہے۔ ان کے نزدیک مجنون' نابالغ بچہ اور غلام کے علاوہ سفیہ یعنی کم عقل پر بھی بیع کی پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُصَرَّاةِ

باب 28- ''مصراة'' کا حکم

1172 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَنِ اشْتَرٰی مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِذَا حَلَبَهَا اِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّرَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص مصراة (جانور) کو خرید لے تو

1172- اخرجه احمد (406'386/2) من طريق حماد بن سلمة عن محمد بن زياد عن ابی هريرة به' ومن طريق موسیٰ بن يسار عن ابی هريرة' اخرجه البخاری (423/4) كتاب البيوع' باب: النهی للبائع ان لا يحفل الابل والبقر والغنم وكلا محفلة والمصراة' حديث (2148) ومسلم (1158/3) كتاب البيوع' باب: حكم بيع المصراة' حديث (23-1524)

اسے اختیار ہوگا' جبکہ وہ اس کا دودھ دوہ چکا ہو' اگر وہ چاہے' تو اسے واپس کر دے' اور اس کے ساتھ کھجور کا ایک صاع واپس کر دے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور نبی اکرم ﷺ کے ایک اور صحابی سے بھی حدیث منقول ہے۔

1173 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنِ اشْتَرٰى مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ لَّا سَمْرَاءَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَصْحَابِنَا مِنْهُمُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ لَا سَمْرَاءَ يَعْنِىْ لَا بُرَّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص مصراۃ (جانور) کو خرید لے' تو تین دن تک اسے اختیار ہوگا کہ وہ اگر چاہے' تو اسے واپس کر دے' اور اس کے ساتھ اناج کا ایک صاع واپس کر دے' جو گندم نہ ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ہمارے اصحاب کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' ان میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "لا سمراء" کا مطلب ہے: وہ گندم نہ ہو۔

شرح

لفظ "مصراۃ" کی صرفی تحقیق:

لفظ "مصراۃ" ثلاثی مجرد مضاعف سے اسمِ مفعول واحد مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کا اصل فعل صریصر ہے بمعنی روکنا' بند کرنا اور باندھنا۔ عربی زبان میں لفظ "صرۃ" کا معنی "پرس" کے ہیں جو رقم کو نکلنے اور گرنے سے بچا لیتا ہے۔ عربی زبان میں لفظ "مصراۃ" ایسی صفت ہے جو موصوف کے قائم مقام ہو کر استعمال ہوتی ہے۔ جس طرح الفاظ "الدنیا" اور "الآخرۃ" موصوف کے قائم مقام ہو کر استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً الدنیا یعنی الدار الدنیا اور الاخرۃ یعنی الدار الاخرۃ۔ مصراۃ یعنی "شاۃ مصراۃ" اور "ناقۃ مصراۃ"۔ موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام کر دیا تو "مصراۃ" ہو گیا۔

حدیث باب کے مسائل:

حدیث باب میں تین مسائل بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1173- اخرجہ احمد (2/248'273) ومسلم (3/1158) کتاب البیوع باب: حکم بیع المصراۃ: حدیث (25-1524) وابو داؤد (3/270) کتاب البیوع' باب: من اشتری مصراۃ فکرھھا' حدیث (3444) والنسائی (7/254) کتاب البیوع' باب: النھی عن المصراۃ' حدیث (4489) وابن ماجہ (2/753) کتاب التجارات باب: بیع المصراۃ' حدیث (2239) والدارمی (2/251) کتاب البیوع' باب: فی المحفلات' والحمیدی (2/446) حدیث (1029) من طریق محمد بن سیرین عن ابی ھریرۃ فذکرہ۔

1- پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مالک اپنی اونٹنی یا بکری فروخت کرتے وقت غرر قولی سے کام لیتے ہوئے مشتری سے یوں کہتا ہے کہ ہمارے اس جانور کا دودھ زیادہ ہے۔ جب مشتری اس حیوان کو گھر لے جا کر اس کا دودھ دوہتا ہے تو توقع کے خلاف کم برآمد ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں آئمہ فقہ کا اجماعی فیصلہ ہے' بائع کو حق حاصل ہے کہ بیع فسخ کردے اور اگر بائع اس معاملہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے انکار کرئے تو قاضی یہ بیع فسخ کرسکتا ہے۔ اگر بائع غرر فعلی کرے کہ مشتری حیوان کے دودھ کی مقدار کے بارے میں دریافت کرتا ہے تو بائع کہتا ہے کہ تم صبح ہمارے پاس آجانا اور میں آپ کی موجودگی میں دودھ نکالوں گا' تو معلوم ہو جائے گا کہ دودھ کتنا ہے۔ بائع نے رات کے وقت اپنے جانور کا کچھ مقدار دودھ دوہیا باقی حیوان کے پستانوں میں چھوڑ دیا تاکہ صبح کے وقت مشتری کی موجودگی میں دودھ دوہنے سے زیادہ معلوم ہو۔ پھر صبح کے وقت مشتری کی موجودگی میں دودھ زیادہ مقدار میں حاصل ہوا جب مشتری اونٹنی یا بکری کو گھر لے گیا اور رات کے وقت دودھ دوہیا تو صبح کی نسبت دودھ کم مقدار میں حاصل ہوا' یہ غرر فعلی ہے' یعنی مالک حیوان نے اپنے عمل کے ساتھ مشتری کو دھوکہ دیا ہے۔ ایسی صورت میں مشتری کو بیع فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری کو خیارِ کامل حاصل ہے کہ وہ غرر فعلی کی وجہ سے بیع فسخ کرسکتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مشتری کو خیارِ ناقص حاصل ہوگا کہ وہ بائع کی رضامندی سے بیع ختم کرسکتا ہے مگر اکیلا بیع فسخ نہیں کرسکتا۔ یاد رہے یہ تمام آئمہ کا متفقہ مسئلہ ہے۔

2- دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مشتری کو خیارِ کامل یا خیارِ ناقص صرف تین ایام تک حاصل ہوگا اور اس کے بعد یہ اختیار ازخود ختم ہو جائے گا' کیونکہ جانور کو دو تین بار دوہنے سے دودھ کی مقدار معلوم ہو جاتی ہے۔ تین ایام کے بعد بائع کا بھی نقصان ہوگا اور کچھ عرصہ کے بعد قدرتی طور پر جانور کا دودھ بھی کم ہوتا جاتا ہے۔ مشتری اگر بیع فسخ کرنا چاہے تو بائع کی باہمی رضامندی سے فسخ کرسکتا ہے۔

3- تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مشتری بیع فسخ کرنا چاہے تو وہ جانور کی واپسی کے ساتھ ایک صاع (تین کلو ڈیڑھ سو گرام) خشک کھجوریں یا کوئی غلہ وغیرہ بھی دے۔ یہ اناج دینے کی وجہ یہ ہے کہ بائع کی کسی حد تک معاونت ہو جائے' کیونکہ مشتری نے ایک یا دو یا تین دن تک اس کے جانور کا دودھ استعمال کیا ہے جو نقصان کے زمرے میں آتا ہے۔ بائع کو یہ اناج دینا مستحب ہے۔

فائدہ نافعہ: بیع مصراۃ میں صرف اونٹنی یا بکری کا اعتبار ہوگا' اس میں گائے یا بھینس کا ہرگز اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ ان کا دودھ زیادہ اور قیمتی ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اشْتِرَاطِ ظَهْرِ الدَّابَّةِ عِنْدَ الْبَیْعِ

باب 29- سودا کرتے وقت جانور پر سوار رہنے کی شرط عائد کرنا

1174 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ زَکَرِیَّا عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ بَاعَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعِیْرًا وَّاشْتَرَطَ ظَهْرَهٗ اِلٰی اَهْلِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ الشَّرْطَ فِي الْبَيْعِ جَائِزًا اِذَا كَانَ شَرْطًا وَّاحِدًا وَّهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَجُوْزُ الشَّرْطُ فِي الْبَيْعِ وَلَا يَتِمُّ الْبَيْعُ اِذَا كَانَ فِيْهِ شَرْطٌ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک اونٹ فروخت کیا' اور یہ شرط رکھی کہ وہ اپنے گھر پہنچنے تک اس پر سوار رہیں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' ان کے نزدیک سودے میں اس طرح کی شرط عائد کرنا درست ہے' جبکہ وہ ایک ہی شرط ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: سودے میں شرط عائد کرنا درست نہیں ہے۔

اگر سودے میں شرط موجود ہو' تو سودا مکمل نہیں ہوتا۔

شرح

دورانِ بیع سواری کی شرط عائد کرنے کے جواز یا عدم جواز میں مذاہبِ آئمہ:

دورانِ بیع بائع یا مشتری کی طرف سے کوئی شرط عائد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے' جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ البتہ اس کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک دورانِ بیع کوئی شرط عائد کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ شرط مؤجب فساد اور بیع کے منافی ہوتی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دورانِ بیع ایک شرط عائد کرنے کی اجازت ہے۔ انہوں نے ارشادِ نبوی "ولا شرطان فی بیع" کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا ہے۔ دوسری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک سفر سے مدینہ طیبہ کی طرف واپسی کے دوران انہوں نے اپنا اونٹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فروخت کیا اور مدینہ طیبہ تک اس پر سواری کرنے کی شرط بھی لگائی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرط لگانا جائز ہے۔

1174- اخرجه البخاری (141/6) کتاب الجهاد والسير' باب: استئذان الرجل الامام' حديث (2967) والنسائی (297/7) کتاب البيوع' باب: البيع يكون فيه الشرط فيصح البيع والشرط' حديث (4637) من طريق زكريا عن الشعبی' عن جابر بن عبد الله فذكره' واخرجه مسلم (1223/3) کتاب المساقاة' باب: بيع البعير واستثناء ركوبه' حديث (113-715) والنسائی (299/7) کتاب البيوع' باب: البيع يكون فيه الشرط فيصح البيع والشرط' حديث 4640) والحميدی (538/2) حديث (1285) وعبد بن حميد ص (324) حديث (1069) من طريق ابی الزبير عن جابر بن عبد الله فذكره۔

جمہور کی طرف سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ پہلی دلیل قابل اعتبار وقابل اعتماد نہیں ہے کہ ان کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ جہاں تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں اصل حدیث کا خلاصہ نقل کیا گیا ہے، جبکہ اصل اور مکمل حدیث یوں ہے کہ ایک سفر سے مدینہ طیبہ کی طرف واپسی کے دوران حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر سوار تھے جو بالکل سست رفتار تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے دستِ اقدس سے چھڑی لگائی جس سبب اس میں چستی آ گئی اور اس نے تیز رفتاری سے دوڑنا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اپنا اونٹ آپ سے فروخت کرنے کے لیے فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ اونٹ فروخت کیے بغیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اونٹ لینے سے انکار فرما دیا۔ آخر انہوں نے اپنا اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ وہ مدینہ طیبہ کیسے جائیں گے؟ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ منورہ تک اس پر سواری کی اجازت عنایت فرما دی۔ (جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب نمبر: 132) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دورانِ بیع حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سواری کی شرط عائد نہیں کی تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں بطورِ استحسان و معاونت اونٹ پر سواری کی اجازت مرحمت فرمائی گئی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِنْتِفَاعِ بِالرَّهْنِ

باب 30- رہن رکھی ہوئی چیز کو استعمال کرنا

1175 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّيُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَّلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَّعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ نَفَقَتُهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: لَا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَوْقُوْفًا

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَيْسَ لَهٗ اَنْ يَّنْتَفِعَ مِنَ الرَّهْنِ بِشَيْءٍ

1175- اخرجه البخاری (170/5) كتاب الرهن' باب: الرهن مركب ومحلوب' حديث (2512) وابو داؤد (288/3) كتاب البيوع' باب: فى الرهن (حديث 3526) وابن ماجه (816/2) كتاب الرهون' باب: الرهن مركوب ومحلوب' حديث (2440) واخرجه احمد (472'228/2) من طريق زكريا عن عامر الشعبى' عن ابى هريرة فذكره-

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جانور پر سواری کی جاسکتی ہے' جبکہ اسے رہن رکھا گیا ہو' اور جانور کا دودھ بھی پیا جاسکتا ہے' جبکہ اسے رہن رکھا گیا ہو' کیونکہ جو شخص اس پر سوار ہوگا' یا جو اس دودھ کو پیئے گا اس جانور کا خرچ اس کے ذمے ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہم اس حدیث کے ''مرفوع'' ہونے کے صرف عامر شعبی کی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

کئی راویوں نے اس حدیث کو اعمش کے حوالے سے' ابوصالح کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ''موقوف'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: آدمی کو رہن رکھی ہوئی چیز کو کسی بھی طرح سے استعمال کرنے کا حق نہیں ہے

شرح

رہن سے متعلق اصطلاحات:

رہن کے حوالہ سے چند اصطلاحات کی وضاحت ضروری ہے:

1- راہن: وہ شخص ہے جو کچھ رقم کے عوض اپنی چیز دوسرے کے حوالے کرنے والا ہو۔

2- شئی مرہون: وہ چیز ہے جو رقم کے عوض دوسرے کے حوالے کی گئی ہو۔

3- مرتہن: وہ شخص ہے' جسے رقم کے عوض کوئی چیز دی گئی ہو۔

لفظ ''رہن'' کا لغوی معنیٰ ہے باز کرنا اور روکنا جبکہ اصطلاح شرع میں دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اس لیے روکنا کہ اس کے ذریعے اپنے حق کو کلا یا جزاً وصول کرنا ممکن ہو۔ ایجاب وقبول سے معاملہ رہن منعقد ہو جاتا ہے مگر اس کے لزوم کے لیے یہ شرط ہے کہ شئی مرہون پر مرتہن قبضہ بھی جمالے۔ (الہدایۃ جلد ثانی' ص:412)

شئی مرہون سے انتفاع کے جواز وعدم میں مذاہبِ آئمہ:

کیا شئی مرہون سے انتفاع جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے شئی مرہون سے انتفاع جائز نہیں ہے' اس لیے کہ یہ سود ہوگا کیونکہ گروی چیز قرضہ کے سبب رکھی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں مشہور حدیث ہے:

كل قرض جر نفعا فهو ربا .

''قرض سے استفادہ سود ہے۔''

ہاں اگر راہن کی طرف سے اجازت ہو تو مرتہن کے لیے انتفاع جائز ہوگا لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ شئی مرہون سے انتفاع حاصل کرنا معروف نہ ہو۔ اس لیے کہ المعروف کالمشروط ہے یعنی معروف' مشروط کی مثل ہوتا ہے۔ اگر معاشرہ میں شئی مرہون سے انتفاع معروف ہو' تو راہن کی اجازت سے بھی انتفاع جائز نہیں ہوگا۔ البتہ شئی مرہون سے انتفاع معروف نہ ہو' تو انتفاع جائز ہوگا۔

2- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نظر ہے کہ شئی مرہون سے انتفاع جائز ہے لیکن گروی چیز کے مصارف مرتہن کے ذمہ ہوں گے۔ مثلاً گھر ہو' تو اس میں رہائش اختیار کرنا جائز ہے اور گھر کے تمام بلز مرتہن کے ذمہ ہوں گے۔ اسی طرح بکری ہے تو اس کا دودھ استعمال میں لاسکتا ہے اور اس کے چارہ وغیرہ کے اخراجات بھی برداشت کرنا ہوں گے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حدیث باب میں صراحتاً کنایتاً لفظ "مرتہن" استعمال نہیں ہوا جس وجہ سے مرتہن کا شئی مرہون سے انتفاع کا جواز بھی ثابت نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شِرَاءِ الْقِلَادَةِ وَفِيهَا ذَهَبٌ وَّخَرَزٌ

باب 31- ایسا ہار خریدنا جس میں سونا اور قیمتی پتھر ہوں

1176 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِى شُجَاعٍ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِى عِمْرَانَ عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَىْ عَشَرَ دِيْنَارًا فِيهَا ذَهَبٌ وَّخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُّ فِيهَا اَكْثَرَ مِنِ اثْنَىْ عَشَرَ دِيْنَارًا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ اَبِىْ شُجَاعٍ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَمْ يَرَوْا اَنْ يُّبَاعَ السَّيْفُ مُحَلًّى اَوْ مِنْطَقَةٌ مُفَضَّضَةٌ اَوْ مِثْلُ هٰذَا بِدَرَاهِمَ حَتّٰى يُمَيَّزَ وَيُفَصَّلَ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ ذٰلِكَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

◆◆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے خیبر کے دن ایک ہار خریدا' جو بارہ دینار کے عوض میں تھا' اس

1176- اخرجه احمد (21/6) ومسلم (1213/3) كتاب المساقاة: باب بيع القلادة فيها خرز وذهب' حديث (90-1591) وابو داؤد (249/3) كتاب البيوع' باب: في حلية السيف تباع بالدراهم' حديث (3351) والنسائي (279/7) كتاب البيوع' باب: بيع القلادة فيها الخرز والذهب بالذهب' حديث (4573) من طريق خالد بن ابي عمران عن حنش الصنعاني عن فضالة بن عبيد فذكره-

میں سونا بھی تھا' اور قیمتی پتھر بھی تھے' تو میں نے اس سونے کو الگ کیا' تو وہ بارہ دینار سے زیادہ تھا' میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: (ایسے ہار کو) اس وقت تک فروخت نہ کیا جائے' جب تک (سونے اور پتھروں کو) الگ نہ کر دیا جائے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک (سونے یا چاندی سے) آراستہ تلوار کو چاندی لگے ہوئے کمر بند کو یا اس طرح کی کسی اور چیز کو' درہم کے عوض میں فروخت کرنا' اس وقت تک درست نہیں ہے' جب تک اس (سونے یا چاندی کو) ممتاز اور الگ نہ کر دیا جائے۔

امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اہلِ علم نے اس کی اجازت دی ہے۔

شرح

حدیث باب کے مسئلہ کی وضاحت:

سونے کا ایسا ہار جو نگینے سے مرصع ہو' کو فروخت کرتے وقت سونے کی مقدار کا تعین کرنا یا اضافی سونا ضروری ہے۔ اس طرح سونا' سونا کے مقابل اور اضافی سونا نگینوں کے مقابل ہو جائے گا۔ مختلف دھاتوں پر مشتمل ہار جس میں سونا بھی ہو' کو فروخت کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ سونا کو دیگر دھاتوں اور نگینوں سے الگ کر لیا جائے تاکہ سود کا شبہ بھی باقی نہ رہے۔ البتہ سونے کا ہار چاندی یا کرنسی کے عوض فروخت کرنا ہو' تو سونا کو الگ کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے' کیونکہ اب سود کا شبہ بالکل باقی نہ رہے گا۔

ہار میں سونے کی مقدار بالیقین معلوم ہونے پر الگ کرنے یا نہ کرنے میں مذاہبِ آئمہ:

جب ہار میں سونے کی مقدار بالیقین معلوم ہو' تو فروخت کرتے وقت اسے الگ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

1- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ہار فروخت کرتے وقت سونے کا الگ کرنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ اس کی مقدار بالیقین قبل از فصل بھی معلوم ہے۔

2- حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس صورت میں بھی سونا دیگر دھاتوں سے الگ کرنا ضروری ہے تاکہ کمی بیشی کی وجہ سے سود کا امکان باقی نہ رہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اشْتِرَاطِ الْوَلَاءِ وَالزَّجْرِ عَنْ ذٰلِكَ

باب 32-ولاء کی شرط عائد کرنا اور اس بارے میں تنبیہہ

1177 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِىَ بَرِيْرَةَ فَاشْتَرَطُوا الْوَلَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِيْهَا فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْطَى الثَّمَنَ اَوْ لِمَنْ وَّلِىَ النِّعْمَةَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

توضیح راوی: قَالَ وَمَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ يُكْنٰى اَبَا عَتَّابٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ عَنِ ابْنِ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَّقُوْلُ اِذَا حُدِّثْتَ عَنْ مَنْصُوْرٍ فَقَدْ مَلَاْتَ يَدَكَ مِنَ الْخَيْرِ لَا تُرِدْ غَيْرَهُ ثُمَّ قَالَ يَحْيٰى مَا اَجِدُ فِىْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ وَمُجَاهِدٍ اَثْبَتَ مِنْ مَنْصُوْرٍ قَالَ مُحَمَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ مَنْصُوْرٌ اَثْبَتُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا' تو اس کے مالکان نے ولاء کی شرط رکھی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے خریدلو! ولاء کا حق اسے حاصل ہوتا ہے' جس نے قیمت کی ادائیگی کی ہو (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) جو اصل مالک ہو۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

منصور بن معتمر کی کنیت ابوعتاب ہے۔

یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: جب تمہیں منصور کے حوالے سے حدیث سنائی جا' تو تمہارا ہاتھ بھلائی سے بھر گیا اب تم کسی دوسرے کا ارادہ نہ کرو' پھر یحییٰ نے فرمایا: میں ابراہیم نخعی اور مجاہد میں سے کسی ایک کو بھی منصور سے زیادہ مستند نہیں سمجھتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن اسود کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں: کوفہ کے رہنے والوں میں منصور سب سے زیادہ مستند ہیں۔

1178 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ حُصَيْنٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِىْ ثَابِتٍ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ يَّشْتَرِىْ لَهُ اُضْحِيَّةً بِدِيْنَارٍ فَاشْتَرٰى اُضْحِيَّةً فَاُرْبِحَ فِيْهَا دِيْنَارًا فَاشْتَرٰى اُخْرٰى مَكَانَهَا فَجَآءَ بِالْاُضْحِيَّةِ وَالدِّيْنَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِالشَّاةِ وَتَصَدَّقْ بِالدِّيْنَارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَحَبِيْبُ بْنُ اَبِىْ ثَابِتٍ لَّمْ يَسْمَعْ عِنْدِىْ مِنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ

◆◆ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ ایک دینار کے عوض میں آپ کے لیے قربانی کا جانور خریدیں' تو حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے ایک جانور خریدا اور پھر ایک دینار کے منافع کے ساتھ اسے فروخت کر دیا اور اس کی جگہ دوسرا جانور خرید لیا' پھر وہ ایک جانور اور ایک دینار لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس جانور کو قربان کر دو اور دینار کو صدقہ کر دو۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

میرے نزدیک حبیب بن ابوثابت نامی راوی نے' حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

1179 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِىُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ الْاَعْوَرُ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيْتِ عَنْ اَبِىْ لَبِيْدٍ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِىِّ

متن حدیث: قَالَ دَفَعَ اِلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا لِاَشْتَرِىَ لَهُ شَاةً فَاشْتَرَيْتُ لَهُ شَاتَيْنِ فَبِعْتُ اِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ وَّجِئْتُ بِالشَّاةِ وَالدِّيْنَارِ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ لَهُ مَا كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ فَقَالَ لَهُ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِىْ صَفْقَةِ يَمِيْنِكَ فَكَانَ يَخْرُجُ بَعْدَ ذٰلِكَ اِلٰى كُنَاسَةِ الْكُوْفَةِ فَيَرْبَحُ الرِّبْحَ الْعَظِيْمَ فَكَانَ مِنْ اَكْثَرِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ مَالًا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِىُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ خِرِّيْتٍ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ عَنْ اَبِىْ لَبِيْدٍ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالُوْا بِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَلَمْ يَاْخُذْ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ مِنْهُمُ الشَّافِعِىُّ

توضیح راوی: وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ اَخُوْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ وَّاَبُوْ لَبِيْدٍ اِسْمُهُ لِمَازَةُ ابْنُ زَبَّارٍ

1178 - تفرد به الترمذی من اصحاب الکتب الستة' ینظر تحفة الاشراف (73/3) حدیث (3423) واخرجه ابو داؤد (256/3) کتاب البیوع' باب: فی المضارب یخالف' حدیث (3386) من طریق ابی حصین عن شیخ من اهل المدینة عن حکیم بن حزام به-

1179- اخرجه احمد (376'375/4) وابو داؤد (256/3) کتاب البیوع' باب: فی المضارب یخالف' حدیث (3385) وابن ماجه (803/2) کتاب الصدقات باب: الامین یتجر فیه فیربح' حدیث (2402) من طریق الزبیر بن الخریت عن ابی لبید لمازة بن زبار عن عروة البارقی فذکره-

حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھے ایک دینار دیا' تاکہ میں آپ کے لیے ایک بکری خریدوں میں نے اس سے دو بکریاں خریدیں' ان میں سے ایک کو ایک دینار کے عوض میں فروخت کر دیا' پھر ایک بکری اور ایک دینار لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس کے معاملے کا تذکرہ کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے کیے ہوئے سودے میں تمہیں برکت عطا کرے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کوفہ کے بازار ''کناسہ'' میں جایا کرتے تھے' اور وہاں انہیں تجارت میں بہت زیادہ نفع ہوتا تھا' وہ کوفہ کے مالدار ترین افراد میں شامل تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے' انہوں نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار نہیں کیا۔ ان میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

سعید بن زید نامی راوی' حماد بن زید کے بھائی ہیں اور ابولبید نامی راوی کا نام لمازہ بن زبار ہے۔

شرح

ولاء کی تعریف اور اس کا حکم:

جب آقا اپنے غلام یا کنیز کو آزاد کرتا ہے تو اس کا آزاد کردہ کے ساتھ ایک علاقہ و تعلق قائم ہو جاتا ہے' جسے ولاء کہا جاتا ہے۔ آزاد کردہ کی وفات کی صورت میں اس کا کوئی وارث یا عصبہ نہ ہو' تو آقا اس کا عصبہ اقرب قرار پاتا ہے اور اس کے مالِ وراثت کا حق دار وہی ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ ''ولاء'' فروخت کر دیتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء بیع کرنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا۔ ولاء کی طرح غلام کی بیع کے وقت کوئی شرط عائد کرنا بھی منع ہے۔ البتہ بیع منعقد ہو جائے گی۔

دینار صدقہ کرنے کی وجہ:

قربانی کا جانور خریدنے سے وہ متعین ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر صاحبِ نصاب قربانی کا جانور خریدے تو وہ متعین نہیں ہوتا' وہ اسے فروخت کر کے دوسرا جانور خرید کر (یا اپنے پاس موجود جانور) قربانی کر سکتا ہے۔ اگر جانور خریدنے والا صاحبِ نصاب نہ ہو' تو خریدنے پر قربانی کے لیے وہ جانور متعین ہو جائے گا' لہٰذا وہ اپنا جانور فروخت کرنے کا مجاز نہیں ہوگا کیونکہ صاحبِ نصاب پر جانور خریدنے سے قربانی واجب نہیں ہوتی بلکہ نصاب کے سبب واجب ہوتی ہے' جبکہ غیر صاحبِ نصاب کے لیے جانور خریدنے سے قربانی واجب ہوتی ہے' اس لیے کہ اس پر قربانی واجب نہیں تھی' جانور خریدنے سے واجب ہوئی کیونکہ نفلی عبادت شروع کرنے سے اس کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی خرید و فروخت سے حاصل ہونے والا دینار صدقہ کر دیا تھا تو اس کی دو وجوہات ہو

سکتی ہیں:

1- آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربانی واجب نہ ہو اور جانور خریدنے سے قربانی کے لیے وہ متعین ہوگیا جبکہ اس کے فروخت کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہونے والا دینار صدقہ کرنا واجب تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دے دیا۔

2- آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربانی واجب تھی تو جانور خریدنے سے وہ قربانی کے لیے متعین نہ ہوا لہٰذا وہ فروخت ہوسکتا تھا مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی بیع سے حاصل ہونے والے دینار کو استحباب واستحسان کی بناء پر صدقہ کرنا مناسب خیال فرمایا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُكَاتَبِ اِذَا كَانَ عِنْدَهٗ مَا يُؤَدِّي

باب 33- ایسے مکاتب کا حکم جب اس کے پاس وہ (رقم) موجود ہو جسے وہ ادا کر سکتا ہو

1180 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا اَوْ مِيْرَاثًا وَّرِثَ بِحِسَابِ مَا عَتَقَ مِنْهُ وقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَدِّي الْمُكَاتَبُ بِحِصَّةِ مَا اَدَّى دِيَةَ حُرٍّ وَّمَا بَقِيَ دِيَةَ عَبْدٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ روایت: وَّهٰكَذَا رَوٰى يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَوْلَهٗ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وقَالَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب مکاتب شخص کو دیت میں سے یا وراثت میں سے کوئی حصہ ملنا ہو تو اسے اس حساب سے حصہ ملے گا جتنا اس کا حصہ آزاد ہو چکا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: مکاتب کا جتنا حصہ آزاد ہوا ہے اس حساب سے اس کی دیت آزاد شخص کے طور پر دی جائے گی اور بقیہ حصے کی غلام کی دیت کے طور پر دی جائے گی۔

اس بارے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

1180- اخرجه احمد (369/1) وابو داؤد (194/4) كتاب الديات باب: في دية المكاتب حديث (4582) والنسائي (46/8) كتاب القسامة باب: دية المكاتب حديث (4811) من طريق ايوب عن عكرمة عن ابن عباس فذكره۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن" ہے۔
یحییٰ بن ابوکثیر نے عکرمہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔
خالد نے عکرمہ کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔
نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔
نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: جب تک مکاتب کے ذمے ایک درہم کی ادائیگی بھی لازم ہے۔ وہ غلام شمار ہوگا۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

1181 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي اُنَيْسَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَقُوْلُ
متنِ حدیث: مَنْ كَاتَبَ عَبْدَهُ عَلٰى مِائَةِ اُوقِيَّةٍ فَاَدَّاهَا اِلَّا عَشْرَ اَوَاقٍ اَوْ قَالَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ رَقِيْقٌ
حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ
مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْمُكَاتَبَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ كِتَابَتِهِ
اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَى الْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ نَحْوَهُ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو خطبہ دینے کے دوران یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنے غلام کے ساتھ ایک سو اوقیہ کے عوض میں کتابت کا معاہدہ کرے اور وہ اس کی ادائیگی کر دے، صرف دس اوقیہ باقی رہ جائیں (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) دس درہم باقی رہ جائیں، پھر وہ ادائیگی سے عاجز آ جائے، تو وہ (مکاتب) غلام شمار ہوگا۔

یہ حدیث "غریب" ہے۔
نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے، یعنی مکاتب غلام کے ذمے اپنی کتابت میں سے، جب تک کوئی بھی ادائیگی باقی ہے۔ وہ غلام شمار ہوگا۔
حجاج نے اس روایت کو عمرو بن شعیب کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

1182 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ نَبْهَانَ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا كَانَ عِنْدَ مُكَاتِبِ

1181- اخرجه احمد (178/2, 206) وابو داؤد (20/4, 21) كتاب العتق' باب في المكاتب يؤدي بعض كتابة فيعجز او يموت حديث (3926) وابن ماجه (842/2) كتاب العتق' باب: المكاتب' حديث (2519) من طريق عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبد الله بن عمرو فذكره-

اِحْدَاكُنَّ مَا يُؤَدِّیْ، فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ"

قَالَ اَبُوْعِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَمَعْنٰی هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلَی التَّوَرُّعِ، وَقَالُوْا: لَا يُعْتَقُ الْمُكَاتِبُ، وَاِنْ كَانَ عِنْدَهٗ مَا يُؤَدِّیْ حَتّٰی يُؤَدِّیَ.

◆◆ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا ہے: جب کسی عورت کے مکاتب غلام کے پاس اتنا مال ہو جسے وہ ادا کرسکتا ہو تو اس عورت کو اس سے پردہ کرنا چاہیے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک حدیث کا حکم احتیاط کے طور پر ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: وہ مکاتب اس وقت تک آزاد نہیں ہوگا جب تک وہ اپنے ذمے تمام ادائیگی کو ادا نہیں کردیتا۔

شرح

مکاتب کی تعریف اور اس کا حکم:

مکاتب وہ کنیز یا غلام ہے، جس کے ساتھ آقا نے یہ معاملہ طے کیا ہو کہ وہ اتنی رقم حق مکاتبت جمع کرا کر آزاد ہوسکتا ہے اور غلام نے معاملہ قبول کرلیا ہو۔ اس کنیز یا غلام کے ذمہ جب تک ایک درہم بھی باقی رہے گا، وہ مکاتبِ غلام ہی رہے گا۔ اس سلسلہ میں مشہور روایت موجود ہے:

المكاتب عبد مابقى عليه من مكاتبته درهم ۔ (مشکوٰۃ رقم الحدیث:3388)

"مکاتب پر جب تک ایک درہم بھی باقی رہے گا، وہ غلام ہی رہے گا۔"

یہ آئمہ اربعہ کا اجماعی مسئلہ ہے۔ حدیث باب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب جتنی مقدار میں حق مکاتبت کی رقم جمع کرواتا رہے گا، وہ اتنی مقدار میں آزاد ہوتا جائے گا اور اس پر اسی مقدار سے آزادی کے احکام جاری ہوتے جائیں گے۔ مثلاً کسی نے نصف رقم یعنی حقِ مکاتبت ادا کردیا تو وہ نصف آزاد ہوجائے گا اور وہ وراثت میں نصف حصہ حاصل کرسکے گا۔

پہلی حدیث باب منسوخ ہے، اس پر آئمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی عمل نہیں ہے۔ دوسری حدیث باب سے آئمہ اربعہ استدلال کرتے ہیں، خواہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن اجماع کی بناء پر اس پر عمل کی گنجائش موجود ہے۔

غلام سے پردہ کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

کیا گھر کے سربراہ کی بیوی اپنے غلام سے پردہ کرے گی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اپنے غلام اور کنیز سے پردہ نہیں ہے، کیونکہ وہ محارم کے حکم میں ہیں۔ انہوں نے حدیث حدیث

1182- اخرجه احمد (289/6) وابو داؤد (21/4) كتاب العتق، باب: فى المكاتب يؤدى بعض كتابة فيعجز او يموت، حديث (3928) وابن ماجه (842/2) كتاب العتق: باب: المكاتب، حديث (25020) والحميدى (138/1) حديث (289) من طريق الزهرى، عن نبهان مولىٰ ام سلمة عن ام سلمة به۔

باب اوراس ارشادِ ربانی سے استدلال کیا ہے:

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ . (النور:31)

اس ارشادِ ربانی کا حکم عام ہے جو کنیز اور غلام دونوں کو شامل ہے۔ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے غلام کی حیثیت محرم کی نہیں ہے بلکہ اجنبی شخص کی ہے' لہٰذا اس سے پردہ ضروری ہے۔ آپ نے بھی مذکورہ ارشادِ ربانی سے استدلال کیا ہے۔ آپ کے نزدیک اس ارشادِ ربانی کا حکم خاص ہے جو صرف غلام کو شامل ہے مگر کنیز کو شامل نہیں ہے۔

چہرہ کے پردہ میں مذاہب آئمہ:

کیا عورت اجنبی شخص سے چہرے کا پردہ کرے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ہاتھوں اور پاؤں کی طرح چہرہ کا بھی پردہ نہیں ہے۔ انہوں نے اس ارشادِ ربانی سے استدلال کیا ہے:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا . (النور:31)

سے مراد دونوں ہاتھ' دونوں پاؤں اور چہرہ ہے۔ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورت پر اجنبی شخص سے اپنے چہرہ کا پردہ کرنا واجب ہے۔ آپ نے اس ارشادِ ربانی سے استدلال کیا ہے: ''اے محبوب! آپ اپنی ازواج' اپنی بنات اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجیے کہ وہ اپنی چادریں اپنے چہرے پر لٹکایا کریں۔'' (الاحزاب:59)

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا اَفْلَسَ لِلرَّجُلِ غَرِيْمٌ فَيَجِدُ عِنْدَهٗ مَتَاعَهٗ

باب 34- جب کسی شخص کے مقروض کو مفلس قرار دیا جائے اور وہ شخص اپنا سامان اس مفلس کے پاس پائے

1183 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا امْرِئٍ اَفْلَسَ وَوَجَدَ رَجُلٌ سِلْعَتَهٗ عِنْدَهٗ بِعَيْنِهَا فَهُوَ اَوْلٰى بِهَا مِنْ غَيْرِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ سَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ

1183- اخرجه مالك فى الموطا (678/2) كتاب البيوع' باب: ما جاء فى افلاس الغريم' حديث (88) والبخارى (76/5) كتاب الاستقراض' باب: اذا وجد ماله عند مفلس فى البيع والقرض والوديعة فهو احق به' حديث (2402) ومسلم (1193/3) كتاب المساقاة' باب: من ادرك ما باعه عند المشترى' وقد افلس' فله الرجوع فيه حديث (22-1559) وابو داؤد (286/3) كتاب البيوع' باب: فى الرجل يفلس فيجد الرجل متاعه بعينه عنده' حديث (3519) والنسائى (311/7) كتاب البيوع' باب: لرجل يبتاع البيع فيفلس ويوجد المتاع بعينه' حديث (4676) وابن ماجه (790/2) كتاب الاحكام' باب: من وجد متاعه بعينه عند رجل قد افلس' حديث (3358) والدارمى (262/2) كتاب البيوع' باب: فيمن وجد متاعه عند المفلس' واخرجه احمد (249'247'228/2) والحميدى (448/2) حديث (1036) من طريق عمر بن عبد العزيز عن ابى بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام عن ابى هريرة فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هُوَ اُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کوئی شخص مفلس ہو جائے اور پھر کوئی شخص اپنا سامان بعینہ اس کے پاس پائے تو وہ شخص اس سامان کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہے۔

اس بارے میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اس کی حیثیت دیگر قرض خواہوں کی سی ہوگی۔

اہلِ کوفہ اس بات کے قائل ہیں۔

شرح

مقروض کے دیوالیہ ہونے پر قرض کی ادائیگی کا مسئلہ:

کوئی شخص لوگوں سے بار بار قرض حاصل کرتا رہے حتیٰ کہ وہ دیوالیہ ہو جائے حتیٰ کہ اس کے گھر کا تمام مال ومتاع فروخت کرنے سے بھی قرض کی ادائیگی نہ ہوسکتی ہو تو قرض خواہ لوگ اجتماعی طور پر قاضی کی عدالت میں جائیں گے۔ قاضی مقروض کو دیوالیہ قرار دے کر اس کی ضروریات سے زائد تمام اموال فروخت کرنے کا حکم دے گا جو وصول ہونے والی رقم تمام قرض خواہوں میں تقسیم کردی جائے گی۔ مزید قرض کی ادائیگی دیوالیہ مقروض کے پاس مال آنے پر کی جائے گی۔

دیوالیہ مقروض کے پاس قرض خواہ اصل حالت میں اپنی چیز پائے تو اسے حاصل کرنے کے جواز میں مذاہبِ آئمہ:

قرض خواہوں کے مطالبہ پر عدالت میں قاضی نے مقروض کو دیوالیہ قرار دیا ہو تو ایسی حالت میں کوئی قرض خواہ اس کے پاس اصلی حالت میں اپنی چیز پائے تو کیا وہ اسے حاصل کرنے کا مجاز ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک قرض خواہ اپنی اصل چیز پائے مثلاً بکری ہو وہ ابھی مقروض کے پاس موجود ہو تو اسے حاصل کرنے کا زیادہ حق دار ہوگا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے جس میں اس مسئلہ کی صراحت موجود ہے۔ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قرض خواہ مقروض کے پاس اپنی چیز اصل حالت میں پائے تو وہ اسے وصول کرنے کا حق دار نہیں ہوگا بلکہ وہ بھی فروخت کی جائے گی جو درحقیقت مقروض کی ہی چیز ہے۔ حدیث باب کا مصداق وہ اشیاء ہیں جو مقروض کے پاس بطورِ امانت یا عاریتاً ہوں۔ اس طرح آپ کا بھی حدیث باب سے استدلال ہوا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ لِلْمُسْلِمِ اَنْ يَّدْفَعَ اِلَى الذِّمِّيِّ الْخَمْرَ يَبِيْعُهَا لَـهٗ

باب 35- مسلمان کے لیے اس بات کی ممانعت کہ وہ شراب کسی ذمی کو دے تاکہ وہ اس کی طرف سے اسے فروخت کرے

1184 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنْ اَبِى الْوَدَّاكِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ عِنْدَنَا خَمْرٌ لِيَتِيْمٍ فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمَائِدَةُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ وَقُلْتُ اِنَّهٗ لِيَتِيْمٍ فَقَالَ اَهْرِيْقُوْهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا

مذاہبِ فقہاء: وَقَالَ بِهٰذَا بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَكَرِهُوا اَنْ تُتَّخَذَ الْخَمْرُ خَلًّا وَاِنَّمَا كُرِهَ مِنْ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُسْلِمُ فِىْ بَيْتِهٖ خَمْرٌ حَتّٰى يَصِيْرَ خَلًّا وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِىْ خَلِّ الْخَمْرِ اِذَا وُجِدَ قَدْ صَارَ خَلًّا

اَبُو الْوَدَّاكِ اسْمُهٗ جَبْرُ بْنُ نَوْفٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی، جب سورۂ مائدہ نازل ہوئی تو میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا: میں نے عرض کی: یہ ایک یتیم کی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے بہادو!

اس بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

اہلِ علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: شراب کو سرکہ بنانا حرام ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کو حرام اس صورت میں قرار دیا گیا ہے، ویسے اللہ بہتر جانتا ہے، کہ کسی مسلمان کے گھر میں شراب موجود ہو اور پھر وہ سرکہ بن جائے، جبکہ بعض اہلِ علم نے شراب کے سرکے کی اجازت دی ہے، جبکہ وہ ایسی حالت میں پائی جائے کہ خود بخود سرکہ بن چکی ہو۔

ابوو داک نامی راوی کا نام جبیر بن نوف ہے۔

1184- اخرجه احمد (26/3) من طريق مجالد عن ابى الوداك عن ابى سعيد الخدرى فذكره-

شرح

مسئلہ حدیث کی وضاحت:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ شراب قطعی حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ مسلمان نہ خود فروخت کرسکتا ہے اور نہ غیر مسلم کے ذریعے اسے فروخت کراسکتا ہے۔ اسے ضائع کردینا یا اس کا سرکہ تیار کرلینا چاہیے۔ سرکہ تیار کرنے کی صورت میں اس کا استعمال کرنا حلال ہوجائے گا کیونکہ کسی چیز کی ہیئت بدلنے سے اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ شراب کو بہانے یا اسے ضائع کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اسلام کی نظر میں یہ مال نہیں ہے۔

خمر سے سرکہ بنانے میں مذاہب آئمہ:

خمر سے سرکہ تیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

1- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شراب سے سرکہ تیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اسے ضائع کرنا اور بہادینا ضروری ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ اگر خمر سے سرکہ بنانا جائز ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سائل کو بہانے کا حکم نہ دیتے بلکہ سرکہ بنانے کا حکم دیتے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا' جس سے عیاں ہوتا ہے کہ خمر سے سرکہ تیار کرنا منع ہے۔

2- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نظر ہے کہ خمر سے سرکہ بنانا جائز ہے اور سرکہ کا استعمال میں لانا بھی حلال ہے' کیونکہ چیز کی ہیئت تبدیل ہونے سے اس کا حکم بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: "خیر الخل خل الخمر" بہترین سرکہ خمر کا سرکہ ہے۔ آپ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق ابتداء اسلام سے ہے۔ اس دور میں خمر سے نفرت پیدا کرنے کے لیے اس بارے میں سخت اور قابلِ گرفت احکامات جاری کیے گئے تھے حتیٰ کہ خمر کے برتنوں کو توڑنے کا حکم دیا گیا لیکن بعد میں ایسے احکام منسوخ ہو گئے اور اس سے تیار کردہ سرکہ کو حلال و جائز قرار دیا گیا ہے۔ (المغنی لابن قدامہ' جلد:8' ص:319)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَنَّ الْعَارِيَةَ مُؤَدَّاةٌ

باب 36- عاریت کے طور پر لی ہوئی چیز قابلِ واپسی ہوگی

1185 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ عَنْ شَرِيْكٍ وَّقَيْسٌ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ

1185- اخرجه ابو داؤد (290/3) كتاب البيوع' باب: فى الرجل ياخذ حقه من تحت يده' حديث (3535) والدارمى (264/2) كتاب البيوع' باب: اداء الامانة' من طريق قيس وشريك عن ابى حصين عن ابى صالح عن ابى هريرة فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالُوْا اِذَا كَانَ لِلرَّجُلِ عَلٰى اٰخَرَ شَىْءٌ فَذَهَبَ بِهِ فَوَقَعَ لَهُ عِنْدَهُ شَىْءٌ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّحْبِسَ عَنْهُ بِقَدْرِ مَا ذَهَبَ لَهُ عَلَيْهِ وَرَخَّصَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِىِّ وَقَالَ اِنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ دَرَاهِمُ فَوَقَعَ لَهُ عِنْدَهُ دَنَانِيْرُ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّحْبِسَ بِمَكَانِ دَرَاهِمِهِ اِلَّا اَنْ يَّقَعَ عِنْدَهُ لَهُ دَرَاهِمُ فَلَهُ حِيْنَئِذٍ اَنْ يَّحْبِسَ مِنْ دَرَاهِمِهِ بِقَدْرِ مَا لَهُ عَلَيْهِ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اپنی امانت تمہارے پاس رکھوائے اسے امانت واپس کردو اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جب کسی شخص نے کسی دوسرے سے کوئی چیز لینی ہو اور وہ دوسرا شخص اس کی چیز لے جائے اور دوسرے شخص کی کوئی چیز پہلے شخص کے پاس موجود ہو تو اب پہلے شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے دوسرا شخص اس کی جو چیز لے گیا ہے اس کے حساب سے دوسرے شخص کی چیز اپنے پاس رکھے۔

تابعین سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے اس کی اجازت دی ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اگر پہلے شخص نے دوسرے سے درہم لینے تھے اور دوسرے شخص کے دینار اس کے پاس موجود ہوں تو اب پہلے شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے: وہ اس کے درہموں کی جگہ (ان دیناروں کو) اپنے پاس روک لے البتہ اگر پہلے شخص کے پاس درہم ہی موجود ہوتے تو اس صورت میں وہ دوسرے شخص کے درہم اپنے پاس روک سکتا تھا اس حساب سے جو اس نے اس دوسرے شخص سے وصول کرنے ہیں۔

شرح

''مسئلہ ظفر'' کی وضاحت اور اس میں مذاہب آئمہ:

حدیث باب میں ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے جس کا لقب ''مسئلہ ظفر'' ہے۔

مسئلہ ظفر یہ ہے کہ مقروض قرض کی ادائیگی میں مخلص نہ ہو بلکہ قرض خواہ کی طرف سے بار بار مطالبہ کے باوجود وہ وعدہ پر وعدہ کر کے ٹال مٹول سے کام لے رہا ہو۔ ایسی صورتِ حال میں مقروض کی کوئی چیز قرض خواہ کے ہاتھ آ جاتی ہے تو کیا وہ اس سے اپنا قرض وضع کر سکتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قرض خواہ مقروض کی چیز سے اپنا قرض وضع نہیں کر سکتا بلکہ اس کے ہاتھ لگنے والی چیز اس کے پاس امانت ہے جس کا واپس کرنا واجب ہے۔ البتہ امانت واپس کرنے کے بعد وہ قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ انہوں نے حدیث باب کے اس حصہ سے استدلال کیا ہے: ''ولا تخن من خانك'' یعنی جو شخص تم سے خیانت کرے تم

اس سے خیانت نہ کرو۔

2- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مقروض کا مال جس طرح اور جس شکل میں بھی قرض خواہ کے ہاتھ آ جائے تو وہ اس سے اپنا قرض وضع کرسکتا ہے کیونکہ مقروض پر قرض کی ادائیگی واجب ہے [illegible] ادا نہیں کر رہا۔ آپ نے حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں: ''یارسول اللہ! میرا شوہر بخیل آدمی ہے جو میرے اور میری اولاد کے اخراجات فراہم نہیں کرتے تو کیا میں ان کے مال سے کچھ مال لے سکتی ہوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خذی ما یکفیك و ولدك بالمعروف ۔ (اعلاءالسنن ج:15 ص:483)

''معروف طریقہ کے مطابق تم اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے مال لے سکتی ہو۔''

3- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ مقروض کی وہ چیز جو قرض خواہ کے ہاتھ لگے قرض کی جنس سے ہو تو وہ اس سے اپنا قرض وضع کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ مثلاً مدیون کی گھڑی دستیاب ہوئی تو اس سے قرض وضع نہیں کرسکتا لیکن پرس ہاتھ لگنے کی صورت میں اس میں موجود رقم سے اپنا قرض وضع کر کے باقی ماندہ رقم اسے واپس کر دینا جائز ہے۔ آپ نے حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ سے استدلال کیا ہے جس سے اخراجات وضع کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس طرح اخراجات مہیا کرنا واجب ہے اسی طرح قرض واپس کرنا بھی واجب ہے۔ آپ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ قرض خواہ مقروض کے مال سے خیانت نہیں کر رہا بلکہ اپنا حق وصول کر رہا ہے جو تعلیم اسلام کے عین مطابق ہے جبکہ حدیث باب میں خیانت کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اَنَّ الْعَارِيَةَ مُؤَدَّاةٌ

باب 37- ادھار لی ہوئی چیز کو واپس کرنا ضروری ہے

1186 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: فِي الْخُطْبَةِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَّالزَّعِيمُ غَارِمٌ وَّالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ سَمُرَةَ وَصَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ وَاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ وَحَدِيثُ اَبِي اُمَامَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْضًا مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبے کے دوران یہ ارشاد

1186- اخرجه احمد (267/5) وابو داؤد (297/3) كتاب البيوع باب: فی تضمين العارية حديث (3565) وابن ماجه (408/2) كتاب الصدقات باب: الكفالة حديث (2405) من طريق اسماعيل بن عياش عن شرحبيل بن مسلم الخولاني عن ابی امامة فذكره-

فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شے ادھار لی جائے' اسے واپس کرنا ضروری ہے' اور ضمانت دینے والا شخص ذمہ دار ہوتا ہے' اور قرض کی ادائیگی (ضروری) ہے۔

اس بارے میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ' حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے دوسری سند کے ہمراہ بھی اسے نقل کیا گیا ہے۔

1187 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: عَلَى الْيَدِ مَا اَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّىَ قَالَ قَتَادَةُ ثُمَّ نَسِىَ الْحَسَنُ فَقَالَ فَهُوَ اَمِيْنُكَ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ يَعْنِى الْعَارِيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِلٰى هٰذَا وَقَالُوْا يَضْمَنُ صَاحِبُ الْعَارِيَةِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَيْسَ عَلٰى صَاحِبِ الْعَارِيَةِ ضَمَانٌ اِلَّا اَنْ يُّخَالِفَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اِسْحٰقُ

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ہاتھ (یعنی آدمی) نے جو چیز لی ہوا سے ادا کرنا لازم ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: اس کے بعد حسن اس روایت کو بھول گئے اور انہوں نے یہ کہا: وہ شخص تمہارا امین ہوگا' اور اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا یعنی یہ ادھار لی ہوئی چیز کا حکم ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے اس کو اختیار کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جس شخص کو کوئی چیز ادھار دی گئی ہو (اگر وہ چیز اس سے ضائع ہو جائے) تو وہ تاوان ادا کرے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم یہ کہتے ہیں: جس شخص کو کوئی چیز ادھار دی گئی ہو' اس پر تاوان ادا کرنا اسی صورت میں لازم ہوگا' جب وہ (طے شدہ شرائط) کی خلاف ورزی کرے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1187- اخرجه احمد (5/8'12'13) وابو داؤد (3/296) كتاب البيوع' باب: في تضمين العارية' حديث (3561) وابن ماجه 2/802 كتاب الصدقات باب: العارية' حديث (2400) والدارمي (2/264) كتاب البيوع' باب: العارية مؤداة' من طريق سعيد بن ابي عروبة عن قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب فذكره۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

شرح

اصلاحِ معاشرہ کا درس:

احادیث باب کا تعلق ''جوامع الکلم'' سے ہے، جن میں حکیمانہ انداز میں اصلاحِ معاشرہ کا درس دیا گیا ہے۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1-عاریہ چیز کی واپسی:

انسان معاشرے میں باہمی معاونت سے زندگی گزارتا ہے۔معاشرہ میں پہلی خرابی یہ پائی جاتی ہے کہ عاریتاً لی ہوئی چیز عموماً واپس نہیں کی جاتی، اگر مالک واپس لینا بھول جائے تو وہ گم ہو جاتی ہے، اگر وہ واپس لینے کے لیے رابطہ کرتا ہے تو ناراضگی کی شکل میں واپس کی جاتی ہے۔حدیث باب میں درس دیا گیا ہے کہ استعمال کے بعد وہ چیز جلدی سے واپس کر دی جائے بلکہ شکریہ کے ساتھ واپس کی جائے تاکہ آئندہ ضرورت پڑنے پر دوبارہ حاصل کی جا سکے۔شکریہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(1) چیز واپس کرتے وقت زبانی کلامی شکریہ ادا کر دیا جائے۔

(2) مثلاً کھانا پکانے کے لیے ہمسایہ کے گھر سے بڑا برتن لیا تھا تو برتن بروقت واپس کیا جائے اور بطورِ شکریہ بہ حسبِ طاقت کھانا بھی بھیجا جائے۔

2-ضمانت کا تقاضا:

معاشرہ میں دوسری اہم خرابی ضمانت کے تقاضا کو پورا نہ کرنا ہے۔مثلاً ایک شخص کسی سے قرض لیتا ہے مگر قرض خواہ کی طرف سے بار بار مطالبہ کرنے کے باوجود وہ واپس کرنے کا نام تک نہیں لیتا۔اس طرح فریقین کے مابین ناراضگی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔اس دوران ایک شخص ثالثی (ضمانت) کا کردار ادا کرنے کے لیے دونوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرتا ہے اور مقروض کی طرف سے ضمانت کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔بعد ازاں وہ اپنا فریضہ ضمانت کو نظر انداز کر دیتا ہے۔الغرض وہ نہ خود قرض ادا کرتا ہے اور نہ مقروض سے قرض لے کر دیتا ہے۔حدیث باب میں ایسی ضمانت سے منع کیا گیا ہے جو معاشرے میں مخاصمت، ناراضگی اور فساد کا سبب بنے۔

3-قرض کی واپسی:

معاشرے میں تیسری خرابی قرض کی عدم واپسی ہے۔حتی الوسع قرض نہیں لینا چاہیے اگر ضرورت کے تحت قرضِ حسنہ لیا تو حسبِ وعدہ یا وسعت ہونے پر از خود واپس کرنا چاہیے۔قرض کی واپسی کے حوالے سے کاہلی و سستی یا ٹال مٹول سے کام لینا مسلمان کی شایانِ شان ہرگز نہیں ہے۔اس سے معاشرے میں ایسا ناسور جنم لیتا ہے جو کئی خرابیوں کا سبب بنتا ہے۔حدیث باب میں قرض کی عدم ادائیگی سے منع کیا گیا ہے اور اس کی حسبِ وعدہ ادائیگی کا درس دیا گیا ہے۔

عاریہ چیز کی حیثیت میں مذاہبِ آئمہ:

کیا عاریہ چیز مضمون ہے یا امانت؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

1- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عاریہ چیز ''مضمون'' ہے یعنی مستعیر پر اس کی ضمانت ہے۔ اس پر مستعیر کا قبضہ'قبضہ ضمان ہے۔ عاریت اور دین دونوں کی شرعی حیثیت یکساں ہے۔ اس کے ضائع ہونے سے خواہ تعدی سے ہلاک ہو یا عدم تعدی سے ہر صورت میں مستعیر اس کا ضامن ہوگا۔ انہوں نے حدیث باب کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: ''العاریۃ مؤداۃ'' عاریہ چیز کی واپسی ضروری ہے۔

2- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عاریت کی حیثیت امانت کی ہے۔ جب مستعیر عاریت پر قبضہ کرے گا'تو اس کا قبضہ'قبضہ امانت ہوگا۔ اگر وہ چیز مستعیر کے پاس کسی تعدی کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو مستعیر اس کا ضامن ہوگا۔ اگر عاریہ چیز بغیر تعدی یعنی آفتِ سماوی سے ہلاک ہو جائے یا حفاظت کے باوجود چوری ہو جائے تو مستعیر اس کا ضامن نہیں ہوگا۔ آپ نے بھی حدیث باب کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: العارية مودّاة ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِحْتِكَارِ

باب 38- ذخیرہ اندوزی کرنا

1188 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَضْلَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَا يَحْتَكِرُ اِلَّا خَاطِئٌ

فَقُلْتُ لِسَعِيْدٍ يَّا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّكَ تَحْتَكِرُ قَالَ وَمَعْمَرٌ قَدْ كَانَ يَحْتَكِرُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا رُوِىَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ اَنَّهٗ كَانَ يَحْتَكِرُ الزَّيْتَ وَالْحِنْطَةَ وَنَحْوَ هٰذَا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّاَبِىْ اُمَامَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَحَدِيْثُ مَعْمَرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا احْتِكَارَ الطَّعَامِ وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِى الْاِحْتِكَارِ فِىْ غَيْرِ الطَّعَامِ وقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ لَا بَاْسَ بِالِاحْتِكَارِ فِى الْقُطْنِ وَالسِّخْتِيَانِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ

1188- اخرجه احمد (453/3، 400/6) ومسلم (1228/3) كتاب المساقاة: باب: تحريم الاحتكار في الاقوات' حديث (130-1605) وابو داؤد (271/3) كتاب البيوع' في النهي عن الحكرة' حديث (3447) وابن ماجه (728/2) كتاب التجارات: باب: الحكرة والجلب' حديث (2154) والدارمي (248/2، 249) كتاب البيوع' باب: النهي عن الاحتكار' من طريق سعيد بن المسيب عن معمر بن عبد الله بن نضلة به-

◆◆ حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: صرف گناہگار شخص ذخیرہ اندوزی کرسکتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے استاد سعید سے کہا: اے ابو محمد! آپ بھی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں؟

معمر نامی راوی بیان کرتے ہیں وہ صاحب ذخیرہ اندوزی کیا کرتے تھے۔

سعید بن مسیب کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ تیل گندم اور اس طرح کی دیگر چیزوں کا ذخیرہ کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

معمر سے منقول روایت ''حسن صحیح'' ہے۔

اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے انہوں نے اناج کو ذخیرہ کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

بعض اہل علم نے اناج کے علاوہ دوسری چیزوں کو ذخیرہ کرنے کی اجازت دی ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: روئی اور چمڑے وغیرہ جیسی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح

ذخیرہ اندوزی کی تعریف اور اس کا حکم:

حدیث باب میں ذخیرہ اندوزی کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ یہ منع ہے۔ البتہ اس کی تعریف میں تفصیل ہے کہ کن اشیاء کی ذخیرہ اندوزی منع ہے اور کن اشیاء کی جائز ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے دو اقوال ہیں:

1- اشیاء ماکولات (خورد ونوش) کی ذخیرہ اندوزی منع ہے۔ مثلاً گندم باجرہ اور جو وغیرہ کی جبکہ غیر ماکولات کی جائز ہے۔

2- ذخیرہ اندوزی مطلقاً منع ہے خواہ ماکولات کی ہو یا غیر ماکولات کی یعنی مختلف اشیاء کو سستے داموں خرید کر جمع کر لینا اور انہیں دُکان پر فروخت نہ کرنا۔ جب اس کا بھاؤ خوب تیز ہو جائے تو انہیں فروخت کر دیا جائے یہ منع ہے کیونکہ اس صورت میں عوام کا نقصان ہے۔ وہ اس طرح ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے اشیاء دستیاب نہ ہوئیں اور دستیاب ہوئیں تو مہنگے داموں۔ میں البتہ اس کے برعکس اشیاء کا سٹاک کرنے کی اجازت ہے۔ سٹاک کا مطلب یہ ہے کہ مختلف اشیاء جمع کر لیں اور حسب ضرورت دُکان میں انہیں مسلسل فروخت کرتے رہیں۔ اس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں عوام کا نقصان نہیں ہے کیونکہ انہیں اشیاء مسلسل دستیاب ہوتی رہیں اور سستے داموں میں بھی۔

سوال: حضرت سعید بن مسیّب اور حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کن اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے اور وہ عملاً حدیث باب کی خلاف ورزی کیوں کرتے تھے؟

جواب: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ درختوں کے گرے ہوئے پتوں اور زیتون کے تیل کا ذخیرہ کرتے تھے جبکہ ان کے استاد گرامی حضرت معمر رضی اللہ عنہ کے عمل کے بارے میں تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ دونوں بزرگ ذخیرہ اندوزی نہیں بلکہ

ثاک کرتے تھے جس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔اس طرح دونوں بزرگوں کا عمل حدیث باب کے خلاف نہیں تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي بَيْعِ الْمُحَفَّلاتِ

باب 39-جن جانوروں کا دودھ روکا گیا ہو'ان کا سودا کرنا

1189 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَسْتَقْبِلُوا السُّوْقَ وَلَا تُحَفِّلُوْا وَلَا يُنَفِّقْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا بَيْعَ الْمُحَفَّلَةِ وَهِيَ الْمُصَرَّاةُ لَا يَحْلُبُهَا صَاحِبُهَا اَيَّامًا اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ لِيَجْتَمِعَ اللَّبَنُ فِيْ ضَرْعِهَا فَيَغْتَرَّ بِهَا الْمُشْتَرِيْ وَهٰذَا ضَرْبٌ مِّنَ الْخَدِيْعَةِ وَالْغَرَرِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (سامان کے) منڈی پہنچنے سے پہلے (راستے میں سودا نہ کرو) اور دودھ روکے ہوئے جانور کو فروخت نہ کرو اور کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے مصنوعی بولی نہ لگائے۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے'انہوں نے ''محفلہ'' کی فروخت کو مکروہ قرار دیا ہے اس سے مراد ''مصرات'' ہے' یعنی جس جانور کا مالک چند دنوں تک اس کا دودھ نہ دوہے' تا کہ اس کے تھنوں میں دودھ اکٹھا ہو جائے اور وہ اس کے ذریعے خریدار کو دھوکہ دے سکے' کیونکہ یہ دھوکے اور فریب کی ایک قسم ہے۔

شرح

بیع محفلات کی تعریف اور حکم:

لفظ ''محفلات'' جمع ہے' جس کا واحد ''محفلة'' ہے۔ یہ ثلاثی مزید باب تفعیل سے اور اسم مفعول مؤنث کا صیغہ ہے۔اس کا معنیٰ ہے روکنا' جمع کرنا۔اسی بناء پر عربی زبان میں بس اور محفل کو حافلة کہتے ہیں' کیونکہ بس اور جلسہ میں لوگ جمع ہوتے۔بیع محفلہ سے مراد یہ ہے کہ جب کسی جانور کو فروخت کرنا ہو'تو اس کا دودھ دوہتے وقت اس کے پستانوں میں دودھ باقی رکھا جائے تا کہ مشتری کی موجودگی میں دودھ دوہتے وقت دودھ زیادہ برآمد ہوتا کہ اس کی قیمت زیادہ وصول کی جاسکے۔یہ بیع منع ہے' کیونکہ اس میں مشتری کا نقصان ہے۔بیع محفلات اور بیع مصرات دونوں ایک ہیں۔

1189- اخرجه احمد (256/1) من طريق ابي الاحوص عن سماك عن عكرمة عن ابن عباس فذكره-

حدیث باب میں اس بیع سے بھی منع کیا گیا ہے کہ کوئی دیہاتی اپنا مال فروخت کرنے کے لیے شہر میں لا رہا ہو تو شہری شخص اسے شہر میں داخل ہونے سے قبل اور بازار کا بھاؤ معلوم کرنے سے پہلے اس سے سستے داموں مال خریدے اور بازار میں لا کر اسے بھاری قیمت میں فروخت کرے۔ اس بیع سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بائع اور لوگوں کا نقصان ہے۔ بائع کا نقصان اس طرح ہے کہ اس سے کم قیمت میں مال خریدا گیا ہے اور عوام کا نقصان اس طرح ہے کہ انہیں بھاری قیمت میں مال فروخت کیا گیا ہے۔

بیع نجش کی تعریف اور اس سے ممانعت کی وجہ:

ایک شخص دُکان میں آ کر کسی چیز کی قیمت طے کرنے لگا اور اس دوران تیسرا شخص آ گیا تو نے اس چیز کی قیمت زیادہ دینے کا اعلان کر دیا جبکہ اس کا ارادہ وہ چیز خریدنے کا ہرگز نہیں تھا بلکہ محض قیمت بڑھانا مقصود تھا۔ اس کو بیع نجش کہا جاتا ہے اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں مشتری کا نقصان ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْيَمِيْنِ الْفَاجِرَةِ يُقْتَطَعُ بِهَا مَالُ الْمُسْلِمِ

باب 40- جھوٹی قسم کے ذریعے مسلمان کا مال ہتھیانا

1190 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ وَّهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَّقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَقَالَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فِيَّ وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ ذٰلِكَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ فَقَدَّمْتُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ احْلِفْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا يَّحْلِفُ فَيَذْهَبُ بِمَالِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى وَاَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکمِ حدیث: وَحَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قسم اٹھائے اور وہ اس میں جھوٹا ہو' تا کہ اس کے ذریعے وہ کسی مسلمان کا مال ہتھیالے' تو جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا' تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

حضرت اشعث بیان کرتے ہیں' یہ حکم میرے بارے میں ہے' اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے اور ایک یہودی شخص کے درمیان زمین کا تنازعہ تھا اس نے مجھے دینے سے انکار کیا تھا میں اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا' کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہودی سے فرمایا: تم قسم اٹھالو! میں نے

عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ تو قسم اٹھالے گا' اور میرا مال لے جائے گا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے نام کے عہد اور اس کے نام کی قسموں کے بدلے میں تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں''۔

یہ آیت آخر تک ہے۔

اس بارے میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوامامہ بن ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول روایت ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

عدالت میں مقدمہ کے فیصلہ کا ضابطہ:

دنیا بھر کی کسی بھی عدالت میں کوئی بھی مقدمہ پیش کیا جائے تو اس کے فیصلے کا ضابطہ یہ ہے کہ قاضی مدعی سے گواہ پیش کرنے کا کہے گا۔ اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے قسم کھانے کا مطالبہ کرے گا اور اس کے قسم کھانے سے قاضی اس کے حق میں فیصلہ کر دے گا۔ حدیث باب میں یہی ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ ضابطہ ہر شخص کے لیے ہے۔ خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ حدیث باب میں ''مسلم'' کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ اتفاقی ہے' کیونکہ حدیث میں بیان کردہ واقعہ مسلم کو پیش آیا تھا۔

حدیث باب کا شانِ ورود:

حدیث باب کا شانِ ورود یہ ہے کہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں جو ''حضرموت'' شہر کے باسی تھے' زمین کے معاملہ میں ان کا ایک یہودی کے ساتھ تنازع ہو گیا۔ متعلقہ زمین یہودی کے دادا نے حضرت اشعث بن قیس کے دادا سے غصب کی تھی۔ حضرت اشعث رضی اللہ عنہ یہ اراضی کا تنازع لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کو گواہ پیش کرنے کا حکم صادر فرمایا کیونکہ وہ اس مقدمہ کے مدعی تھے لیکن وہ گواہ پیش کرنے سے قاصر رہے۔ اس لیے کہ کوئی گواہ موجود نہیں تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے قسم کھانے کا فرمایا اس پر حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! یہ یہودی قسم کھا کر میرا مال ہڑپ کرے گا۔'' اس موقع پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (آل عمران: 77)

''جو لوگ اس عہد کے عوض حقیر چیز وصول کر لیتے ہیں جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کر رکھا تھا اور اپنی قسموں کے بدلہ میں' آخرت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا' قیامت کے دن ان کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا' انہیں پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو جھوٹی قسم کھانے کی وعید سے آگاہ فرمایا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ

باب 41- جب خرید وفروخت کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے

1191 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ

توضیحِ راوی: عَوْنُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يُدْرِكِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا وَّهُوَ مُرْسَلٌ اَيْضًا

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قُلْتُ لِاَحْمَدَ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ تَكُنْ بَيِّنَةٌ قَالَ الْقَوْلُ مَا قَالَ رَبُّ السِّلْعَةِ اَوْ يَتَرَادَّانِ قَالَ اِسْحٰقُ كَمَا قَالَ وَكُلُّ مَنْ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ فَعَلَيْهِ الْيَمِيْنُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رُوِىَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ مِنْهُمْ شُرَيْحٌ وَّغَيْرُهُ نَحْوُ هٰذَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب خرید وفروخت کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے' تو فروخت کرنے والوں کو قول کا اعتبار ہوگا' اور خریدار کو اختیار ہوگا۔ (وہ سودا ختم کر دے)

یہ روایت ''مرسل'' ہے' کیونکہ عون بن عبداللہ نامی راوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

قاسم بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس روایت کو نقل کیا گیا ہے' اور یہ روایت بھی ''مرسل'' ہے۔

ابن منصور بیان کرتے ہیں: میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: اگر خرید وفروخت کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے اور ان کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: سامان کے مالک کے قول کا اعتبار ہوگا' پھر وہ دونوں سودا ختم کر دیں گے۔

اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی رائے بیان کی ہے۔

نیز جس شخص کے قول کا اعتبار ہوگا' اس پر قسم اٹھانا لازم ہوگا۔

اسی طرح کی روایت بعض تابعین سے بھی منقول ہے' جن میں سے ایک حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

1191- اخرجه احمد (466/1) من طريق ابن عجلان عن عون بن عبد الله عن ابن مسعود به' واخرجه ابو داؤد (285/3) كتاب البيوع' باب: اذا اختلف البيعان والمبيع قائم' حديث (3511) والنسائى (302/7' 303) كتاب البيوع: باب: اختلاف المتبايعين فى الثمن' حديث (4648) من طريق محمد بن الاشعث عن ابيه عن جده عبد الله بن مسعود فذكره۔

شرح

مفہوم حدیث:

حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ جب کسی بھی معاملہ میں بائع اور مشتری کے مابین تنازع ہو جائے تو بائع کا قول معتبر ہوگا جبکہ مشتری کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ بیع فسخ کر سکتا ہے۔

متعاقدین کے مابین تنازع کی صورت میں قول معتبر میں مذاہب آئمہ:

متعاقدین کے مابین تنازع خواہ تنازع مقدار بیع کے حوالے سے ہو یا مقدار ثمن کے حوالے سے یا کسی اور صورت میں ہو تو کس کا قول معتبر ہوگا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قسم کے ساتھ بائع کا قول معتبر ہوگا۔

2- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نظر ہے کہ قاضی دونوں سے گواہ پیش کرنے کا مطالبہ کرے گا کیونکہ دونوں مدعی ہیں اور مدعی علیہ بھی۔ دونوں میں سے جو بھی گواہ پیش کرے گا اس کا قول معتبر ہوگا۔ اگر دونوں گواہ پیش کر دیں جو زیادتی کے ساتھ گواہ پیش کرے گا اس کا قول معتبر ہوگا۔ اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں، تو بیع کالعدم قرار دی جائے گی اور متعاقدین اپنے اپنے عوض پر قابض ہو جائیں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَآءِ

باب 42- اضافی پانی فروخت کرنے کا حکم

1192 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ اِيَاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُزَنِيِّ

متن حدیث: قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمَآءِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّبُهَيْسَةَ عَنْ اَبِيْهَا وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ وَاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اِيَاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ كَرِهُوا بَيْعَ الْمَآءِ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ بَيْعِ الْمَآءِ مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ

1192- اخرجه احمد (417/3)' (138/4) وابو داؤد (278/3) كتاب البيوع' باب: فى بيع فضل الماء' حديث (3478) والنسائى (307/7) كتاب البيوع' باب: الماء حديث (4660) وابن ماجه' (828/2) كتاب الرهون' باب: النهى' عن بيع الماء' حديث (2476) والدارمى (269/2) كتاب البيوع (269/2) كتاب البيوع' باب: النهى عن بيع الماء' والحميدى (405/2) حديث (912) من طريق عمرو بن دينار عن ابى المنهال' عن اياس بن عبد المزنى فذكره-

حضرت ایاس بن عبد مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے پانی کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت بہیسہ کی ان کے والد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ایاس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' انہوں نے پانی کی فروخت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے پانی کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے' ان میں سے ایک حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

1193 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَآءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَاُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْمِنْهَالِ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُطْعِمٍ كُوْفِيٌّ وَّهُوَ الَّذِیْ رَوٰى عَنْهُ حَبِيْبُ بْنُ اَبِیْ ثَابِتٍ وَّاَبُو الْمِنْهَالِ سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ بَصْرِيٌّ صَاحِبُ اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اضافی پانی کو روکا نہ جائے' ورنہ اس وجہ سے گھاس کے اگنے میں رکاوٹ پیش آئے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابومنہال کا نام عبدالرحمٰن بن مطعم کوفی ہے۔ اور یہ وہ صاحب ہیں جن کے حوالے حبیب بن ثابت نے احادیث روایت کی ہیں۔

ابومنہال سیار بن سلامہ بصرہ کے رہنے والے ہیں' اور حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔

شرح

زائد پانی روکنے کی ممانعت کی وجہ:

دریاؤں' نہروں' سمندروں اور بارشوں کا پانی مباح الاصل ہے۔ اس سے ہر انسان استفادہ کرسکتا ہے۔ جب کوئی شخص پانی

1193- اخرجه مالك في الموطا (744/2) كتاب الاقضية' باب: القضاء في المياه' حديث (29) والبخاري (39/5) كتاب الشرب والمساقاة' باب: من قال: ان صاحب الماء احق بالماء حتى يروى' حديث (2353) ومسلم (1198/3) كتاب المساقاة' باب: تحريم فضل بيع الماء الذي يكون بالفلاة' ويحتاج اليه لرعي الكلا' حديث (36-1566) وابن ماجه (828/2) كتاب الرهون' باب: النهي عن منع فضل الماء ليمنع به الكلا' حديث (2478) والحميدي (477/2) حديث (1124) من طريق الليث عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة به۔

اپنے برتن یا ٹینکی وغیرہ میں محفوظ کر لیتا ہے تو وہ پانی اس کا مملوک ہو جاتا ہے اور وہ اسے فروخت بھی کر سکتا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک اپنا ذاتی کنواں بھی مباح الاصل ہوتا ہے' جس سے تمام لوگ استفادہ کر سکتے ہیں لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک اس پانی کو فروخت کرنا جائز ہے' جس طرح کہ عموماً دیہاتوں میں کنوؤں اور ٹیوب ویلوں کا پانی فروخت کیا جاتا ہے۔

حدیث باب میں جس پانی کے زائد ہونے کی صورت میں فروخت کرنے کی ممانعت بیان ہوئی ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے اپنی اپنی چراگاہ میں کنواں کھود لیتے تھے جس میں پانی محفوظ کر لیتے تھے۔ اس کنواں سے وہ اپنے جانوروں کو پانی پلاتے جبکہ دوسرے لوگوں کو پانی پلانے سے روکتے تھے یا انہیں فروخت کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے مروتی اور حیوان دشمنی سے منع فرمایا۔ اس مضمون کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین چیزوں سے مسلمان مساوی طور پر استفادہ کر سکتے ہیں: گھاس' پانی اور آگ۔'' (سنن ابی داؤد' رقم الحدیث: 3477)

یاد رہے کہ اگر گھاس اور کنواں کسی آدمی کی ذاتی زمین میں ہوں' تو وہ دوسروں کو ان سے منع بھی کر سکتا ہے اور انہیں فروخت بھی کر سکتا ہے۔ البتہ زائد پانی سے منع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

مباح الاصل گھاس کے لیے حیلہ سازی کی ممانعت:

سرکاری چراگاہ کی گھاس مباح الاصل ہے اور اس سے سب لوگ استفادہ کر سکتے ہیں' جو شخص چراگاہ میں اپنے جانوروں کے لیے کنواں کھودتا ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حیلہ سازی کرتا ہوا اس کی گھاس سے دوسروں کو منع کرے۔ مثلاً کوئی شخص کنویں کے پاس والی گھاس اپنے لیے خاص کرنا چاہتا ہے تو وہ کنویں کے پانی سے لوگوں کو منع کرے اور اس ممانعت کے حیلہ سے گھاس خود بخود اس کے لیے محفوظ ہو جائے گی۔ حدیث مبارکہ میں اس حیلہ سازی سے منع کیا گیا ہے۔ یہ بات تو سرکاری چراگاہ کی تھی۔ جس طرح اپنی ذاتی زمین میں کھودے گئے کنویں کا پانی فروخت کرنا جائز ہے اسی طرح ذاتی زمین کی گھاس کا فروخت کرنا بھی جائز ہے۔

نوٹ: احادیث باب سے ہر پانی اور ہر گھاس کے مباح الاصل ہونے پر جن سے سب لوگ استفادہ کر سکتے ہوں' پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ عَسْبِ الْفَحْلِ

باب 43- نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینا مکروہ ہے

1194 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّاَبُوْ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ

1194- اخرجه البخاری (539/4) كتاب الاجارة : باب: عسب الفحل' حديث (2284) واحمد (14/2) وابو داؤد (267/3) كتاب الاجارة' باب: فی عسب الفحل' حديث (2429) والنسائی (310/7) كتاب البيوع' باب: بيع ضراب الجمل' حديث (4671) من طريق علی بن الحكم عن نافع عن ابن عمر فذكره۔

الْحَكَمِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِيْ قَبُوْلِ الْكَرَامَةِ عَلٰى ذٰلِكَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے' نر جانور کو جفتی کے لیے کرائے پر دیا جائے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول روایت ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس حوالے سے بطورِ انعام وصولی کو درست قرار دیا ہے۔

1195 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ حُمَيْدٍ الرُّؤَاسِيِّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنْ كِلَابٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ فَنَهَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُطْرِقُ الْفَحْلَ فَنُكْرَمُ فَرَخَّصَ لَهٗ فِي الْكَرَامَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' کلاب قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے نر جانور کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے اس سے منع کر دیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم بعض اوقات نر جانور کو جفتی کے لیے دیتے ہیں' تو ہمیں اس کے بدلے میں انعام ملتا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے اس انعام کی اسے اجازت دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف ابراہیم بن حمید نامی راوی کی ہشام بن عروہ سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

1195- اخرجه النسائی (310/7) کتاب البیوع' باب: بیع ضراب الجمل' حدیث (4672) من طریق هشام بن عروة عن محمد بن ابراهیم التیمی عن انس فذکره-

شرح

سانڈ سے مادہ کو جفتی کرانے کی اُجرت لینے کی ممانعت:

لفظ''فحل' واحد ہے اوراس کی جمع ہے: فحول' افحل' فحال' فحالة اور فحولة۔اس کا معنی ہے: بجار' سانڈ اور وہ جانور جو نسل کشی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔لفظ''عسب'' کا معنی ہے اُجرت مگر یہاں سانڈ سے جفتی کرانے کا معاوضہ مراد ہے۔سانڈ کو مادہ سے جفتی کے لیے دے کراس کی اُجرت حاصل کرنا منع ہے۔اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ سانڈ کے جفتی کرنے سے مادہ حاملہ نہ ہوئی ہو۔کسی بھی مشکوک معاملہ میں اُجرت حاصل کرنا منع ہے اوراسے اجارہ فاسد بھی کہتے ہیں۔البتہ سانڈ کی خدمت کے طور پر کوئی مالک کو نذرانہ پیش کرے تا کہ سانڈ کو گھاس' کھل اور دانہ وغیرہ کھلایا جائے تو جائز ہے۔

سوال: پہلی حدیث باب سے سانڈ کی جفتی کی اُجرت وصول کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور دوسری حدیث باب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔اس طرح دونوں احادیث میں تعارض ہوا؟

جواب: پہلی حدیث سے سانڈ کے جفتی کرانے کی اُجرت مراد ہے جو مادہ کے مجہول الحمل ہونے کی وجہ سے منع ہے۔دوسری حدیث سے اُجرت مراد نہیں ہے بلکہ نذرانہ مراد ہے' جس کے جواز میں کوئی قباحت نہیں ہے۔اس طرح دونوں روایات کے مضامین میں منافات اور تعارض نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ثَمَنِ الْكَلْبِ
باب 44- کتے کی قیمت کا حکم

1196 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَارِظٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيْثٌ وَّمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ وَّثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيْثٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِىْ مَسْعُوْدٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ رَافِعٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا ثَمَنَ الْكَلْبِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ ثَمَنِ كَلْبِ الصَّيْدِ

1196– اخرجه احمد (3/464'465) ومسلم (3/1199) كتاب المساقاة' باب: تحريم ثمن الكلب' وحلوان الكاهن' ومهر البغي' والنهي عن بيع السنور' حديث (40-1568) وابو داؤد (3/266) كتاب البيوع' الاجارة باب: في كسب الحجام' حديث (3421) والنسائي (7/190) كتاب البيوع' باب: النهي عن ثمن الكلب' حديث (4294) والدارمي (2/272) كتاب البيوع' باب: النهي عن كسب الحجام' من طريق السائب بن يزيد' عن رافع بن خديج فذكره۔

◆◆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: پچھنے لگانے والے شخص کی کمائی حرام ہے۔ فاحشہ عورت کی کمائی حرام ہے اور کتے کی قیمت حرام ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کرلیا جاتا ہے۔ انہوں نے کتے کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے شکاری کتے کی قیمت (وصول کرنے) کی اجازت دی ہے۔

1197 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح وحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ

متنِ حدیث: قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کتے کی قیمت، فاحشہ عورت کی کمائی اور کاہن کو ملنے والی نیاز (استعمال کرنے) سے منع کیا ہے۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَسْبِ الْحَجَّامِ

باب 45- پچھنے لگانے والے شخص کا معاوضہ

1198 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ مُحَيِّصَةَ اَخَا بَنِیْ حَارِثَةَ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّهُ اسْتَاْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اِجَارَةِ الْحَجَّامِ فَنَهَاهُ عَنْهَا فَلَمْ يَزَلْ يَسْاَلُهُ

1197- اخرجه مالك في الموطا (656/2) كتاب البيوع: باب: ما جاء في ثمن الكلب، حديث (68) واحمد (118/4) والبخاري (497/4) كتاب البيوع، باب: ثمن الكلب، حديث (2237) ومسلم (1198/3) كتاب المساقاة، باب: تحريم الكلب وحلوان الكاهن، ومهر البغي، والنهي عن بيع السنور، حديث (39-1567) وابو داؤد (267/3) كتاب البيوع، الاجارة باب: في حلوان الكاهن، حديث (3428) والنسائي (189/7) كتاب البيوع، باب: النهي عن ثمن الكلب، حديث (4292) وابن ماجه (730/2) كتاب التجارات، باب: النهي عن ثمن الكلب ومهر البغي وحلوان الكاهن وعسب الفحل، حديث (2159) والدارمي (255/2) كتاب البيوع، باب: النهي عن ثمن الكلب، ومهر البغي وحلوان الكاهن وعسب الفحل، حديث (2159) والدارمي (255/2) كتاب البيوع، باب: النهي عن ثمن الكلب، والحميدي (214/1) حديث (450) من طريق الزهري عن ابي بكر بن عبد الرحمن بن ابي مسعود الانصاري فذكره-

وَيَسْتَأْذِنُهُ حَتّٰى قَالَ اعْلِفْهُ نَاضِحَكَ وَاَطْعِمْهُ رَقِيْقَكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَّاَبِىْ جُحَيْفَةَ وَجَابِرٍ وَّالسَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ مُحَيِّصَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وقَالَ اَحْمَدُ اِنْ سَاَلَنِیْ حَجَّامٌ نَهَيْتُهُ وَاٰخُذُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

◄► حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پچھنے لگانے کی اُجرت لینے کی اجازت مانگی تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اس سے منع کر دیا' وہ بار بار نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں سوال کرتے رہے اور آپ سے اجازت مانگتے رہے' یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس (معاوضے سے) اپنے اونٹ کو چارہ کھلا دو یا اپنے غلام کو کھانا کھلا دو۔

اس بارے میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ' حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر پچھنے لگانے والا مجھ سے یہ سوال کرے گا' تو میں اسے منع کردوں گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ كَسْبِ الْحَجَّامِ

باب 46- پچھنے لگانے کی آمدن کی اجازت

1199 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ فَقَالَ اَنَسٌ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَجَمَهُ اَبُوْ طَيْبَةَ فَاَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَّكَلَّمَ اَهْلَهُ فَوَضَعُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ وَقَالَ اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةَ اَوْ اِنَّ مِنْ اَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ عُمَرَ

1198- اخرجه احمد (435/5) وابو داؤد (266/3) كتاب البيوع' باب: فی كسب الحجام' حديث (3422) وابن ماجه (732/2) كتاب التجارات' باب كسب الحجام' حديث (2166) والحميدی (387/2) حديث (878) من طريق ابن شهاب عن ابن محيصة اخی بنی حارثة عن ابيه محيصة فذكره-

1199- اخرجه مالك فی الموطا (974/2) كتاب الاستئذان' باب: ما جاء فی الحجامة واجرة الحجام' حديث (26-27) والبخاری (158/10-159) كتاب الطب' باب: الحجامة من الداء' حديث (5696) ومسلم (1204/3) كتاب المساقاة' باب: حل اجرة الحجامة حديث (62-1577) وابو داؤد (266/3) كتاب البيوع' الاجارة: باب: فی كسب الحجام' حديث (2424) واخرجه احمد (100/3'107'182) وعبد بن حميد ص (414) حديث (1403) من طريق حميد عن انس بن مالك فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِىْ كَسْبِ الْحَجَّامِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

◄◄ حمید بیان کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پچھنے لگانے والے شخص کی آمدن کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے تھے حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو پچھنے لگائے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اناج کے دوصاع دینے کی ہدایت کی تھی۔ آپ نے اس کے مالک کے ساتھ بات کی تو اس کے مالک نے اس کے خراج میں کمی کردی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشادفرمایا تھا: تم دوا کے طور پر جو (طریقہ علاج) استعمال کرتے ہو ان میں سب سے بہترین پچھنے لگوانا ہے۔ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) سب سے عمدہ علاج پچھنے لگانا ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے پچھنے لگانے کی آمدن کو جائز قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

کتے کی خرید وفروخت کا مسئلہ:

کیا شرعی نقطۂ نظر سے کتا کی خرید وفروخت جائز ہے یا منع ہے؟ اس کے جواب میں تفصیل ہے۔ حضرت امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ معلم کتا یعنی وہ کتا جسے کوئی فن سکھایا گیا ہو کی خرید وفروخت جائز ہے مگر عام "کتا" کی خرید وفروخت منع ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ہر کتے کی بیع جائز ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کتا نجس العین جانور ہے لہٰذا اس کی بیع اور قیمت لگانا منع ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ جب اس کی قیمت نہیں لگا سکتے تو بیع بھی نہیں کر سکتے۔ جس چیز کی خرید وفروخت اور قیمت لگانا منع ہو وہ نجس العین ہوتی ہے لہٰذا کتا نجس العین جانور ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کتے کا جھوٹا پاک قرار دیتے ہیں تو ان کے نزدیک اس کی خرید وفروخت اور قیمت لگانا بھی جائز ہے۔

پچھنے لگانے کا پیشہ اختیار کرنے میں کراہت:

بعض پیشے ایسے ہیں جو فی نفسہ جائز ہیں لیکن تقویٰ کے منافی اور شریعت کے ناپسند کرنے پر انہیں مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً باتھ روم صاف کرنے کا پیشہ جائز ہے لیکن قربِ نجاست کی وجہ سے شریعت اسے پسند نہیں کرتی تو اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح پچھنے لگانے کا طریقہ خواہ جائز ہے مگر اس میں بار بار گندہ خون منہ میں لیا جاتا ہے اور عریانی جسم کو دیکھنا پڑتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بطورِ پیشہ اختیار کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔ مشہور صحابی حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ

نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے تو آپ نے بطورِ اُجرت اسے دوصاع غلہ دیا تھا۔ اس روایت سے اس پیشہ کا جواز اور اس کی اُجرت لینے دینے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔ ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! میرا غلام پچھنے لگانے کا طریقہ جانتا ہے تو کیا میں اس کے ذریعے یہ کام کرواسکتا ہوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''نہیں!'' دوسری بار سوال کرنے پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا جبکہ تیسری بار عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم یہ کام کرواسکتے ہو' مگر اس کی اُجرت کو اپنے استعمال میں نہ لانا بلکہ وہ اپنی اونٹنی اور غلام کو کھلا دینا۔''

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ

باب 47- کتے اور بلی کی قیمت حرام ہے

1200 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَنْبَاَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ فِيْ اِسْنَادِهٖ اضْطِرَابٌ وَّلَا يَصِحُّ فِيْ ثَمَنِ السِّنَّوْرِ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ عَنْ جَابِرٍ وَّاضْطَرَبُوْا عَلَى الْاَعْمَشِ فِيْ رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ ثَمَنَ الْهِرِّ وَرَخَّصَ فِيْهِ بَعْضُهُمْ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرَوٰى ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت (استعمال کرنے) سے منع کیا ہے۔

اس حدیث کی سند میں اضطراب موجود ہے۔

اس روایت کو اعمش کے حوالے سے' ان کے بعض ساتھیوں کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے۔

راویوں نے اعمش کے حوالے سے اضطراب کیا ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ کے نزدیک بلی کی قیمت مکروہ ہے' جبکہ بعض اہلِ علم نے اس کی اجازت دی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

ابن فضیل نے اعمش کے حوالے سے' ابوحازم کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسے دیگر سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

1200- اخرجه ابو داؤد (278/3) كتاب البيوع' باب: في ثمن السنور' حديث (3479) من طريق الاعمش عن ابي سفيان عن جابر بن عبد الله فذكره' ومن طريق ابن الزبير عن جابر بنحوه' اخرجه احمد (339/3'349'386) وابن ماجه (731/2) كتاب التجارات' باب: النهي عن ثمن الكلب ومهر البغي وحلوان الكاهن وعسب الفحل' حديث (2161) والنسائي (190/7) كتاب البيوع' باب: الرخصة في ثمن كلب الصيد' حديث (4295)

1201 سندِحدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ زَيْدٍ الصَّنْعَانِيُّ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْهِرِّ وَثَمَنِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

توضیحِ راوی: وَعُمَرُ بْنُ زَيْدٍ لَا نَعْرِفُ كَبِيرَ اَحَدٍ رَوَى عَنْهُ غَيْرَ عَبْدِ الرَّزَّاقِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بلی کو کھانے اور اس کی قیمت استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہمارے علم کے مطابق امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور کسی بڑے محدث نے عمر بن زید کے حوالے سے روایات نقل نہیں کی ہیں۔

1202 اَخْبَرَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ اَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَزِّمِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ اِلَّا كَلْبَ الصَّيْدِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاَبُو الْمُهَزِّمِ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ سُفْيَانَ وَتَكَلَّمَ فِيهِ شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ وَضَعَّفَهُ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا وَلَا يَصِحُّ اِسْنَادُهُ اَيْضًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (نبی اکرم ﷺ) نے کتے کی قیمت (استعمال کرنے) سے منع کیا ہے' البتہ شکاری کتے کا حکم مختلف ہے۔

یہ روایت اس سند کے حوالے سے مستند نہیں ہے۔

ابومہزم نامی راوی کا نام یزید بن سفیان ہے۔

ان کے بارے میں شعبہ بن حجاج نے کچھ کلام کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند روایت نقل کی گئی ہے' لیکن اس کی سند بھی مستند نہیں ہے۔

شرح

کتا اور بلی کی بیع اور قیمت لگانے کا مسئلہ:

کتے کی بیع اور اس کی قیمت لگانے کے حوالے سے تفصیل گزشتہ ابواب کے ضمن میں گزر چکی ہے' ان تین احادیث میں بلی کی بیع اور اس کی قیمت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام آئمہ فقہ کے نزدیک بلی کی خرید و فروخت جائز ہے تو اس کی قیمت لگانا بطریقہ اولیٰ جائز ثابت ہوتی ہے۔ البتہ اس کا گوشت حرام ہے۔ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جس جانور کا گوشت حرام ہو'

1201- اخرجه ابو داؤد (278/3) كتاب البيوع' باب: في ثمن السنور' حديث (3480) وابن ماجه (1082/2) كتاب الصيد' باب: الهرة' حديث (3250) وعبد بن حميد (319) حديث (1044) من طريق عمر بن زيد الصنعاني عن ابي الزبير عن جابر فذكره۔

تو اس کی بیع بھی حرام ہو۔ مثلاً گھوڑے اور گدھے کا گوشت حلال نہیں ہے لیکن ان کی خرید و فروخت سب کے نزدیک جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْمُغَنِّيَاتِ

باب 48- گانے والی کنیزوں کو فروخت کرنا حرام ہے

1203 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ اَخْبَرَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَبِيْعُوا الْقَيْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَلَا خَيْرَ فِيْ تِجَارَةٍ فِيْهِنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ فِيْ مِثْلِ هٰذَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ اُمَامَةَ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ وَضَعَّفَهُ وَهُوَ شَامِيٌّ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: گانے والی کنیزوں کی خرید و فروخت نہ کرو اور نہ ہی انہیں (گانے بجانے کی) تعلیم دو' کیونکہ ان کی تجارت میں کوئی بھلائی نہیں ہے' اور ان کی قیمت حرام ہے' اسی طرح کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

''اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں' جو کھیل کود کی چیزیں خریدتے ہیں' تا کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں''۔ یہ آیت کے آخر تک ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کو ہم صرف اس سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض اہلِ علم نے علی بن یزید نامی راوی کے حوالے سے کلام کیا ہے' اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ صاحب شام کے رہنے والے ہیں۔

شرح

گانے بجانے والی لونڈیوں کی خرید و فروخت کی ممانعت:

حدیث باب میں گانے بجانے والی لونڈیوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ دراصل زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی

1203- اخرجه احمد (264'252/5) والحميدی (45/2) حديث (910) من طريق القاسم ابی عبد الرحمن عن ابی امامة فذكره' واخرجه ابن ماجه (733/2) كتاب التجارات' باب: ما لا يحل بيعه' حديث (2168) من طريق عاصم عن ابی المهلب' عن عبيد الله الافريقی عن ابی امامة فذكره بنحوه۔

کنیزوں کوگانا بجانا سکھاتے تھے پھرانہیں بھاری داموں فروخت کرتے تھے۔حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کنیزوں کوگانا بجانے کی تعلیم دینے اوران کی خریدوفروخت سے بھی منع فرمادیا ایسے معاملات کے حوالے یہ ارشادِ ربانی نازل ہوا: کچھ لوگ وہ ہیں جو کھیل کودکی باتوں کوخریدتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کوگمراہ کریں۔(لقمان:6)

اللہ تعالیٰ اوررسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ناسور سے مسلمانوں کومنع کیا تھاوہ آج ان کے دِلوں میں گھر کر چکا ہے۔ پھر عصر میں ٹی وی پرعریانی فلمز دیکھنا' فحش افسانہ پڑھنا' ناول خوانی اورکرکٹ وغیرہ کھیل روزمرہ کامعمول بن چکے ہیں جونہ صرف طلباء کے لیے بلکہ عوام الناس کے لیے بھی زہرقاتل کی حیثیت رکھتے ہیں' کیونکہ ان کے سبب جوقیمتی وقت تیز رفتاری سے ضائع ہوتا ہے وہ کبھی حاصل نہیں ہوسکتا اورنمازوں کے ضائع ہونے کی وجہ سے یہ امورحرام قرار پاتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْفَرْقِ بَيْنَ الْاَخَوَيْنِ اَوْ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا فِي الْبَيْعِ

باب 49- دوبھائیوں یاماں اوربیٹے کوسودے میں ایک دوسرے سے الگ کرنا حرام ہے

1204 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُيَيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جوشخص (کنیزاور غلام خریدتے ہوئے) ماں اوربیٹے کے درمیان علیحدگی کروادے' تواللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اوراس کے محبوب لوگوں کے درمیان علیحدگی کروادے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

1205 سندِحدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مَيْمُوْنِ ابْنِ اَبِيْ شَبِيْبٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: وَهَبَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامَيْنِ اَخَوَيْنِ فَبِعْتُ اَحَدَهُمَا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ مَا فَعَلَ غُلَامُكَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رُدَّهُ رُدَّهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ التَّفْرِيْقَ بَيْنَ

1204- اخرجه احمد (412/5, 414) والدارمی (227/2'228) كتاب السير' باب: النهي عن التفريق بين الوالدة وولدها' من طريق ابي عبد الرحمن الحبلي عن ابي ايوب فذكره' وسياتي برقم (1566)

1205- اخرجه احمد (102/1) وابن ماجه (756/2) كتاب التجارات باب : النهي عن التفريق بين السبي' حديث (2249) من طريق الحكم عن ميمون بن ابي شبيب عن علي فذكره-

السَّبْيِ فِي الْبَيْعِ وَرَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي التَّفْرِيْقِ بَيْنَ الْمُوَلَّدَاتِ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِيْ اَرْضِ الْاِسْلَامِ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ وَرُوِيَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَّوَلَدِهَا فِي الْبَيْعِ فَقِيْلَ لَهُ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ قَدِ اسْتَاْذَنْتُهَا بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ

◄► حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھے دو غلام عطاء کیے جو دونوں بھائی تھے' میں نے ان میں سے ایک کو فروخت کر دیا' نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا: اے علی! تمہارے غلاموں کا کیا حال ہے؟ میں نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: اسے واپس لے آؤ' اسے واپس لے آؤ۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے' بعض اہلِ علم نے غلاموں اور کنیزوں کو فروخت کرتے ہوئے انہیں علیحدہ کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

جبکہ بعض اہلِ علم نے اسلامی ریاست کی سرزمین پر پیدا ہونے والے غلاموں اور کنیزوں کے درمیان علیحدگی کرنے کی اجازت دی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پہلی رائے درست ہے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ روایت منقول ہے: انہوں نے ماں اور بیٹے کے درمیان سودے میں علیحدگی کر دی تھی' ان سے اس بارے میں بات کی گئی' تو انہوں نے فرمایا: میں نے اس بارے میں اس عورت سے اجازت لی تھی اور وہ اس سے راضی تھی۔

شرح

ماں بیٹے اور دو بھائیوں کے درمیان جدائی کرنے کی مذمت:

احادیث باب کا مطلب یہ ہے کہ آقا کی ملک میں بطورِ کنیز ماں اور اس کا نابالغ بیٹا بھی ہو' دو بھائیوں اور بہن بھائیوں جبکہ دونوں یا ایک چھوٹا ہو' کے درمیان بیع یا ہبہ کی شکل میں جدائی کرنے سے منع کیا گیا ہے' کیونکہ اس صورت میں انہیں ذہنی تکلیف دینے کے مترادف ہے' جو منع ہے۔ ان کے مابین جدائی کرنے والے کی احادیث میں مذمت کی گئی ہے کہ قیامت کے دن اس کے پیاروں سے اسے بھی جدا کیا جائے گا جو اس کے لیے دنیا کی جدائی سے زیادہ پریشان کن ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّشْتَرِى الْعَبْدَ وَيَسْتَغِلُّهُ ثُمَّ يَجِدُ بِهٖ عَيْبًا

باب 50- جو شخص کوئی غلام خریدے' اسے نفع حاصل کرنے کیلیے خریدے پھر وہ اس میں کوئی عیب پائے

1206 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى اَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے: ہر چیز کا نفع اس شخص کے لیے ہوگا' جو اس کا تاوان ادا کرے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس روایت کو دیگر حوالوں سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

1207 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ یَحْیَى بْنُ خَلَفٍ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی اَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ مِّنْ حَدِیْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَقَدْ رَوٰی مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِیُّ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَرَوَاهُ جَرِیْرٌ عَنْ هِشَامٍ اَیْضًا وَّحَدِیْثُ جَرِیْرٍ یُقَالُ تَدْلِیْسٌ دَلَّسَ فِیْهِ جَرِیْرٌ لَمْ یَسْمَعْهُ مِنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

قولِ امام ترمذی: وَتَفْسِیْرُ الْخَرَاجِ بِالضَّمَانِ هُوَ الرَّجُلُ یَشْتَرِی الْعَبْدَ فَیَسْتَغِلُّهُ ثُمَّ یَجِدُ بِهٖ عَیْبًا فَیَرُدُّهُ عَلَی الْبَائِعِ فَالْغَلَّةُ لِلْمُشْتَرِیْ لِاَنَّ الْعَبْدَ لَوْ هَلَكَ هَلَكَ مِنْ مَالِ الْمُشْتَرِیْ وَنَحْوُ هٰذَا مِنَ الْمَسَائِلِ یَكُوْنُ فِیْهِ الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: اسْتَغْرَبَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ هٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ حَدِیْثِ عُمَرَ بْنِ عَلِیٍّ قُلْتُ تَرَاهُ تَدْلِیْسًا قَالَ لَا

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: نفع کا حق اس شخص کو ہوگا' جو تاوان کا ذمے دار ہوگا۔

1206– اخرجه احمد (237'208'161'49/6) وابو داؤد (284/3) كتاب البيوع' باب: فيمن اشترى عبد افاستعمله' ثم وجد به عيباً' حديث (3508) والنسائی (255'254/7) كتاب التجارات' باب: الخراج بالضمان' حديث (2242) من طريق مخلد بن خفاف عن عروة بن عائشه فذكرته-

1207– اخرجه احمد (116'80/6) وابو داؤد (284/3) كتاب البيوع: باب: فيمن اشترى عبداً فاستعمله ثم وجد به عيباً' حديث (3510) وابن ماجه(754/2) كتاب التجارات' باب: الخراج بالضمان' حديث (2243) من طريق عمر بن على المقدمی عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشه-

یہ حدیث ''صحیح'' ہے اور ہشام بن عروہ کی روایت کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔
مسلم بن خالد نے اس روایت کو ہشام بن عروہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ جریر نے بھی اس روایت کو ہشام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ جریر کی روایت کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے: اس میں ''تدلیس'' پائی جاتی ہے جریر نے اس میں یہ ''تدلیس'' کی ہے: انہوں نے اس روایت کو ہشام بن عروہ سے سنا نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں): حدیث سے مراد یہ ہے: آدمی کوئی غلام خریدتا ہے تاکہ اس سے نفع حاصل کرے پھر وہ اس میں کوئی عیب پاتا ہے تو وہ اس غلام کو فروخت کرنے والے کو واپس کر دے گا اور اس نے اس غلام کے ذریعے جو نفع حاصل کیا وہ خریدار کو ملے گا کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہو جاتا ہے تو یہ نقصان خریدار کا ہونا تھا اسی طرح کے مسائل ہیں جن میں خراج (نفع) کا حکم ضمان کے اعتبار سے ہوگا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عمر بن علی سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' قرار دیا ہے۔
میں نے دریافت کیا: آپ سمجھتے ہیں اس میں ''تدلیس'' ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔

شرح

عیب کی وجہ سے غلام کی بیع فسخ کرنے پر اس کی آمدنی کا حق دار مشتری ہوگا:

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ مبیع کا ذمہ دار شخص حاصل ہونے والی آمدنی کا مالک ہوگا۔ اس مسئلہ کی تمثیل یوں پیش کی جاسکتی ہے کہ ایک شخص غلام یا گھوڑا خریدتا ہے پھر غلام کو مزدوری پر لگا دیتا ہے اور گھوڑے کو کرائے پر دے دیتا ہے۔ چھ ماہ گزرنے پر اسے غلام یا گھوڑے میں ایسا عیب نظر آتا ہے جس کی وجہ سے اسے خیارِ عیب حاصل ہو سکتا ہے پھر اس نے بیع فسخ کر دی تو چھ ماہ کی آمدنی کا مالک مشتری ہوگا کیونکہ نقصان اور مشقت کے بعد معاوضہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر چھ ماہ کی مدت کے دوران غلام یا گھوڑا مر جاتا ہے تو نقصان بھی مشتری کا ہونا تھا۔ حدیث باب بایں الفاظ بھی روایت کی گئی ہے: الغنم بالغنم یعنی ذمہ دار آدمی ہی معاوضہ کا حق دار ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ اَكْلِ الثَّمَرَةِ لِلْمَارِّ بِهَا

باب 51- گزرنے والے شخص کے لیے پھل کھانے کی اجازت

1208 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
متنِ حدیث: مَنْ دَخَلَ حَائِطًا فَلْيَاْكُلْ وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً

1208- اخرجه ابن ماجه (772/2) كتاب التجارات باب: من مر على ماشية قوم او حائط هل يصيب منه؛ حديث (2301) من طريق يحيى بن سليم عن عبيد الله ابن عمر عن نافع عن عبد الله بن عمر فذكره

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَبَّادِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ وَرَافِعِ بْنِ عَمْرٍو وَعُمَيْرٍ مَوْلٰى اٰبِی اللَّحْمِ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سَلِيْمٍ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لِابْنِ السَّبِيْلِ فِیْ اَكْلِ الثِّمَارِ وَكَرِهَهٗ بَعْضُهُمْ اِلَّا بِالثَّمَنِ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی باغ میں داخل ہو وہ وہاں سے کچھ کھالے لیکن کپڑے میں نہ رکھے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت بن عباد بن شرحبیل رضی اللہ عنہ' حضرت رافع بن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جو حضرت ابولحم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' صرف یحییٰ بن سلیم کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

بعض اہلِ علم نے مسافر شخص کے لیے پھل کھانے کی اجازت دی ہے۔

جبکہ بعض اہلِ علم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے وہ یہ فرماتے ہیں: آدمی صرف قیمت کے عوض (انہیں حاصل کرسکتا ہے)

1209 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِیُّ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ صَالِحِ بْنِ اَبِیْ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

متن حدیث: كُنْتُ اَرْمِیْ نَخْلَ الْاَنْصَارِ فَاَخَذُوْنِیْ فَذَهَبُوْا بِیْ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَافِعُ لِمَ تَرْمِیْ نَخْلَهُمْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْجُوْعُ قَالَ لَا تَرْمِ وَكُلْ مَا وَقَعَ اَشْبَعَكَ اللّٰهُ وَاَرْوَاكَ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت رافع بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں انصار کے کھجور کے ایک باغ میں پتھر مار رہا تھا انہوں نے مجھے پکڑا اور مجھے لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس چلے گئے نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے رافع! تم پتھر کیوں مار رہے تھے ان کے باغ پر؟ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: بھوک کی وجہ سے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پتھر نہ مارو! جو نیچے گری ہوئی ہوں' انہیں کھالو! اللہ تعالیٰ تمہیں سیر کرے اور آسودہ کرے۔

یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

1210 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

1209- اخرجه احمد (2/180'186'203'207)وابو داؤد (2/136) كتاب اللقطة' حديث (1708) والنسائی (8/85) كتاب قطع السارق' باب: الثمر يسرق بعد ان يؤويه الجرين' حديث (8958) وابن ماجه (2/866) كتاب الحدود باب: من سرق من الحرز' حديث (2596) من طريق عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبد الله بن عمرو بن العاص فذكره۔

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ مَنْ اَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِيْ حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے لٹکے ہوئے پھل کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو ضرورت مند شخص جمع کیے بغیر انہیں کھا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

درختوں کے پھل کھانے کے جواز یا عدم جواز کا مدار عرف پر ہے:

کوئی شخص پھل دار درختوں یا باغ کے پاس سے گزرے تو کیا وہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کا پھل کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواز یا عدم جواز کا مدار عرف پر ہے۔ زمانہ قدیم میں مالک کی طرف سے درختوں سے توڑ کر اور نیچے گرے ہوئے پھل کھانے کی عام اجازت تھی لیکن اب تبدیلی آچکی ہے۔ احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ اب اس مسئلہ کا مدار عرف پر ہے، جس علاقہ میں باغ کے مالک کی طرف سے درختوں سے توڑ کر پھل کھانے کی اجازت ہو، تو وہاں توڑ کر کھایا جا سکتا ہے، جس علاقہ میں باغ کے درختوں سے پھل توڑ کر کھانے کی اجازت نہ ہو بلکہ گرے ہوئے پھل کے کھانے کی اجازت ہو، تو وہاں درختوں سے توڑ کر پھل کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ نیچے گرا ہوا پھل اُٹھا کر کھایا جا سکتا ہے، جس علاقہ میں مالک کی طرف سے نہ درختوں سے توڑ کر اور نہ نیچے گرا ہوا پھل کھانے کی اجازت ہو، تو وہاں مکمل اجتناب کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الثُّنْيَا

باب 52- خرید و فروخت میں استثناء کی ممانعت

1211 سند حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ الْبَغْدَادِيُّ اَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَالثُّنْيَا اِلَّا اَنْ تُعْلَمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ يُوْنُسَ بْنِ

1210- اخرجه احمد (31/5) وابو داود (39/3) كتاب الجهاد باب من قال انه ياكل مما سقط حديث (2622) وابن ماجه (771/2) كتاب التجارات باب من مر على ماشية قوم او حائط هل يصيب منه؟ حديث (2299) من طريق صالح بن جبير عن ابيه عن رافع بن عمرو به۔

عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے محاقلہ' مزابنہ' مخابرہ اور غیر طے شدہ استثناء (والے سودوں سے) منع کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو یونس بن عبید نے عطاء کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

شرح

بیع میں استثناء کی ممانعت اور اس کی وجہ:

لفظ ''ثنیا'' بروزن دنیا ہے جو بمعنی استثناء ہے۔ بیع میں استثناء کے جواز یا عدم جواز کے حوالے سے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کی بیع درست ہو اس کا استثناء بھی جائز ہے اور جس چیز کی بیع درست نہ ہو اس کا استثناء بھی جائز نہیں ہے۔ مثلاً باغ کا مالک مشتری سے کہتا ہے کہ میں تمام باغ تمہیں فروخت کرتا ہوں سوائے دو درختوں کے جو اس نے متعین نہیں کیے' تو یہ بیع منع ہے اور استثناء بھی درست نہیں ہے' کیونکہ بائع اچھے پھلوں کے دو درختوں کا انتخاب کرے گا جبکہ مشتری اس کے برعکس دو درختوں کا انتخاب کرے گا جو تنازع کا سبب ہے اور جو بیع فساد پر مبنی ہو' وہ منع ہوتی ہے۔ اگر بائع نے باغ فروخت کرتے وقت دو درختوں کا تعین کر لیا تو بیع درست ہو گی اور استثناء بھی صحیح ہو گا' کیونکہ اس صورت میں بائع اور مشتری کے درمیان تنازع کا امکان نہیں ہے' لہٰذا بیع اور استثناء دونوں جائز ہوں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ

باب 53- اپنے قبضے میں لینے سے پہلے اناج کو (آگے) فروخت کرنا حرام ہے

1212 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ

1211- اخرجه البخاری (61/5) كتاب الشرب والمساقاة' باب: الرجل يكون له ممر او شرب فی حائط او فی نخل' حديث (2381) ومسلم (1174/3) كتاب البيوع' باب: النهی عن المحاقلة والمزابنة وعن المخابرة وبيع الثمرة قبل بدو صلاحها وعن بيع المعاومة وهو بيع السنين' حديث (81-1536) وابو داؤد (262/3) كتاب البيوع: باب: فی المخابرة' حديث (3404) والنسائی (296/7) كتاب البيوع' باب: النهی ن بيع الثنيا حتی تعلم' حديث (4633) وابن ماجه (762/2) كتاب التجارات' باب: المزابنة والمحاقلة حديث (2266)' (2267) واخرجه احمد (313/3) من طريق عطاء وابی الزبير وسعيد بن ميناء عن جابر بن عبد الله فذكره-

1212- اخرجه البخاری (407/4) كتاب البيوع' باب: ما يذكر فی بيع الطعام' والحكرة' حديث (2132) ومسلم (1159/3) كتاب البيوع' باب: يبطلان بيع المبيع قبل القبض' حديث (29-1525) وابو داؤد (281/3-282) كتاب البيوع' باب: فی بيع الطعام قبل ان يستوفی حديث (4397) والنسائی (285/7) كتاب البيوع' باب: بيع الطعام قبل ان يستوفی' حديث (4597) وابن ماجه (749/2) كتاب التجارات' باب: النهی عن بيع الطعام قبل ما لم يقبض' حديث (2227)' واخرجه احمد (215/1'221'270) والحميدی (236/1) حديث (508) من طريق عمرو بن دينار عن طاوس عن ابن عباس فذكره-

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّاَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا بَيْعَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَقْبِضَهُ الْمُشْتَرِيْ وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْمَنِ ابْتَاعَ شَيْئًا مِمَّا لَا يُكَالُ وَلَا يُوْزَنُ مِمَّا لَا يُؤْكَلُ وَلَا يُشْرَبُ اَنْ يَّبِيْعَهُ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَوْفِيَهُ وَاِنَّمَا التَّشْدِيْدُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي الطَّعَامِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی اناج خریدے تو وہ اسے اس وقت تک (آگے) فروخت نہ کرے جب تک اسے اپنے قبضے میں نہ لے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے ہر شے کا حکم اسی طرح ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایت ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے انہوں نے خریدار کے اناج پر قبضہ کرنے سے پہلے اناج کو آگے فروخت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

بعض اہل علم نے اس چیز کو (قبضے میں لینے سے پہلے آگے فروخت کرنے کی) اجازت دی ہے جسے ماپا نہ جاتا ہو اور اس کا وزن نہ کیا جاتا ہو۔

ان اہل علم کے نزدیک شدید تاکید اناج کے بارے میں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔

شرح

مسئلہ حدیث باب اور اس میں مذاہب آئمہ:

گزشتہ صفحات میں یہ مسئلہ تفصیلاً گزر چکا ہے کہ بیع پر قبضہ سے قبل اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ کا تعلق ماکولات سے ہے یا ماکولات و غیر ماکولات سب سے ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے اس مسئلہ کا تعلق اشیاء منقولات سے ہے

2- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے تمام اشیاء کا یہی حکم ہے خواہ منقولات ہوں یا غیر منقولات' ماکولات ہوں یا غیر ماکولات

3- حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ حکم مطعومات کے ساتھ خاص ہے اور غیر مطعومات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبَيْعِ عَلٰى بَيْعِ اَخِيهِ

باب 54- اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے کی ممانعت

1213 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ وَّلَا يَخْطُبْ بَعْضُكُمْ عَلٰى خِطْبَةِ بَعْضٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَسَمُرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا يَسُومُ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيهِ وَمَعْنَى الْبَيْعِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ هُوَ السَّوْمُ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کوئی بھی شخص کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر اپنا پیغام نہ بھیجے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بھی روایت کی گئی ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت کے مقابلے میں قیمت نہ لگائے۔

اس حدیث میں سودا کرنے سے مراد یہی ہے: قیمت لگائی جائے یہ بات بعض اہلِ علم کے نزدیک ہے۔

1213- اخرجه مالك في الموطا (683/2) كتاب البيوع' حديث (95) واحمد (91'63'7/2) والبخاري (413/4) كتاب البيوع' باب: لا يبيع على بيع اخيه ولا يسوم على سوم اخيه حتى ياذن اويترك' حديث (2139) ومسلم (1154/3) كتاب البيوع' باب: تحريم بيع الرجل على بيع اخيه وسومه على سومه وتحريم النجش وتحريم التصرية' حديث (7-1412) وابو داؤد (269/3) كتاب البيوع' باب: في التلقي' حديث (3436) والنسائي (258/7) كتاب البيوع' باب: بيع الرجل على بيع اخيه' حديث (4503) وابن ماجه (733/2) كتاب التجارات' باب: لا يبيع الرجل على بيع اخيه ولا يسوم على سومه' حديث (2171) والدارمي (255/2) كتاب البيوع' باب لا بيع على بيع اخيه' من طريق مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر فذكره۔

شرح

بیع پر بیع کا مفہوم:

اس کے کئی مفاہیم ہیں:

1- بائع اور مشتری دونوں کے درمیان کسی معاملہ میں بات چل رہی ہو تو تیسرا شخص درمیان میں کود پڑے اور زیادہ قیمت دینے کا کہہ کر فریقین کے معاملہ کو متاثر کر دے اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس صورت میں مشتری کی حق تلفی ہوگی۔

2- بائع اور مشتری دونوں میں معاملہ بیع طے پا گیا ہو پھر تیسرا شخص بائع کے پاس آکر اسے زیادہ ثمن کا لالچ دے کر بیع فسخ کرنے پر آمادہ کرے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں بھی مشتری کی حق تلفی ہے۔ وہ معاملہ جس میں کسی کی حق تلفی ہو اس سے منع کیا گیا ہے۔

''خطبۃ علی خطبۃ اخیہ'' کا مفہوم:

اس عبارت کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ جب ایک شخص کسی خاتون کے والدین یا سرپرست کے ہاں پیغامِ نکاح بھیج دے اور ان کا بھی اس معاملے میں میلان ہو چکا ہو اور فریقین کے مابین قرب کا سلسلہ جاری ہو تو دوسرا شخص پیغامِ نکاح ارسال کر دے جبکہ اسے تمام صورتِ حال کا علم بھی ہو یہ منع ہے کیونکہ یہ مروت و احسان کے خلاف ہے۔ البتہ فریقین میں میلان نہ پایا جاتا ہو تو پیغامِ نکاح ارسال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ بَیْعِ الْخَمْرِ وَالنَّهْیِ عَنْ ذٰلِكَ

باب 55- شراب کو فروخت کرنا' اس کی ممانعت

1214 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ لَیْثًا یُحَدِّثُ عَنْ یَحْیَی بْنِ عَبَّادٍ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ اشْتَرَیْتُ خَمْرًا لِاَیْتَامٍ فِیْ حِجْرِیْ قَالَ اَهْرِقِ الْخَمْرَ وَاکْسِرِ الدِّنَانَ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّعَآئِشَةَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ طَلْحَةَ رَوَی الثَّوْرِیُّ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنِ السُّدِّیِّ عَنْ یَحْیَی بْنِ عَبَّادٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ کَانَ عِنْدَهٗ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ اللَّیْثِ

◆◆ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنے زیرِ پرورش کچھ یتیموں

1214- لم یخرجه بهذا اللفظ سوی الترمذی' ینظر تحفة الاشراف (247/3) حدیث (3772) واخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر (99/5) حدیث (4714) من طریق معتمر عن لیث به' واخرجه ابو داؤد (326/3) کتاب الاشربة' باب ما جاء فی الخمر تخلل' حدیث (3675) بنحوه' من طریق ابی هبیرة عن انس بن مالك عن ابی طلحة فذکره-

کے لیے شراب خریدی تھی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس شراب کو بہادو اور اس کے برتنوں کو توڑ دو۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

ابو یحییٰ سے منقول روایت کو ثوری نے' سدی کے حوالے سے' یحییٰ بن عباد کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس وہ تھی۔

یہ روایت لیث کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

بَاب النَّهْيِ اَنْ يُّتَّخَذَ الْخَمْرُ خَلًّا

باب 56-شراب کو سرکہ بنانے کی ممانعت

1215 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُتَّخَذُ الْخَمْرُ خَلًّا قَالَ لَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: شراب کو سرکہ بنا دیا جائے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں!

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1216 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَاصِمٍ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ عَشْرَةً عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةُ اِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَآكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِيْ لَهَا وَالْمُشْتَرَاةُ لَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ

فی الباب: وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے شراب کے حوالے سے دس لوگوں پر لعنت کی ہے اسے نچوڑنے والے' اسے نچڑوانے والے' اسے پینے والے' اسے اٹھا کر لے جانے والے' جس کے لیے اٹھا کر لے جائی جا رہی ہو جو اسے پلا رہا ہو' جو اسے فروخت کرے' جو اس کی قیمت کھائے' جو شخص اسے خریدے یا جس کے لیے اسے خریدا جائے۔

1215- اخرجه احمد (3/119-180) ومسلم (1573/3) كتاب الاشربة' باب تحريم تخليل الخمر' حديث (11-1983) من طريق سفيان عن السدى عن يحيى بن عباد عن انس بن مالك فذكره-

1216- اخرجه ابن ماجه (1122/2) كتاب الاشربة' باب: لعنت الخمر على عشرة اوجه' حديث (3381) من طريق ابى عاصم عن شبيب بن بشر عن انس بن مالك به-

یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ”غریب“ ہے۔
اس طرح کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما‘ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے‘ نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

شرح

شراب کی تعریف اور اس کی بیع کا حکم:

انگور کے کچے شیرے یا کھجور کے شیرے سے کشید کردہ نشہ آور شربت کو شراب کہا جاتا ہے۔ تمام آئمہ فقہ کے نزدیک شراب حرام ہے۔ اس کی بیع باطل ہے‘ اس لیے کہ یہ مسلمان کے لیے مال نہیں ہے‘ اگر شراب کو ثمن قرار دے کر بیع کی جائے تو بیع فاسد ہوگی۔

شراب خور لوگوں کی مذمت:

شراب کشید کرنا‘ اسے فروخت کرنا‘ اسے نوش کرنا‘ دوسرے کو پیش کرنا اور اس کی خرید وفروخت کرنا حرام ہے۔ شراب سے متعلق دس آدمیوں پر لعنت کی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس لوگوں پر لعنت فرمائی ہے:

(1) شراب کشید کرنے والے پر (2) جس کے لیے شراب کشید کی گئی ہو (3) شراب نوشی کرنے والے پر (4) شراب اُٹھانے والے پر (5) جس کے لیے شراب اُٹھا کر لائی جائے (6) شراب پلانے والے (ساقی) پر (7) شراب فروخت کرنے والے پر (8) شراب کا ثمن کھانے والے پر (9) شراب خریدنے والے پر (10) جس کے لیے شراب خریدی گئی ہو۔ (جامع ترمذی‘ حدیث: 1216)

شراب سے سرکہ بنانے میں مذاہب آئمہ:

شراب سے سرکہ بنانے کے جواز اور عدم جواز کے حوالے سے تفصیلی بحث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے‘ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شراب سے سرکہ بنانا جائز ہے۔

2- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شراب سے سرکہ بنانا حرام ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے اس کی حرمت پر استدلال کیا ہے۔

3- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شراب میں کوئی چیز ڈال کر سرکہ بنانا جائز نہیں ہے اور ایسا سرکہ پلید ہوگا۔ البتہ شراب کی جگہ تبدیل کر کے اس میں کوئی چیز ڈالے بغیر سرکہ بنایا تو جائز ہے اور اس صورت میں وہ پاک ہوگا۔

4- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں تین اقوال ہیں جن میں سے راجح قول یہ ہے: شراب سے سرکہ بنانا تو

جائز نہیں ہے مگر شراب ازخود سرکہ میں تبدیل ہو جائے تو وہ پاک ہے اور اس کا استعمال بھی جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ احْتِلَابِ الْمَوَاشِي بِغَيْرِ اِذْنِ الْاَرْبَابِ

باب 57- مالک کی اجازت کے بغیر جانور کا دودھ دوہ لینا

1217 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ عَلٰى مَاشِيَةٍ فَاِنْ كَانَ فِيْهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَاْذِنْهُ فَاِنْ اَذِنَ لَهٗ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهَا اَحَدٌ فَلْيُصَوِّتْ ثَلَاثًا فَاِنْ اَجَابَهٗ اَحَدٌ فَلْيَسْتَاْذِنْهُ فَاِنْ لَمْ يُجِبْهُ اَحَدٌ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ سَمُرَةَ صَحِيْحٌ

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ وَقَالُوْا اِنَّمَا يُحَدِّثُ عَنْ صَحِيْفَةِ سَمُرَةَ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص کسی جانور کے پاس آئے تو اگر وہاں اس کا مالک موجود ہو تو وہ اس سے اجازت لے اگر وہ مالک اسے اجازت دے تو وہ اس کا دودھ دوہ کر پی لے لیکن اگر وہاں کوئی شخص موجود نہ ہو تو وہ تین مرتبہ آواز دے اگر وہ شخص اسے جواب دے تو وہ اس سے اجازت لے اگر کوئی اسے جواب نہیں دیتا تو اس کا دودھ دوہ لے (اور وہیں پی لے) اسے ساتھ نہ لے جائے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع صحیح ہے۔

بعض محدثین نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنے کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے صحیفہ سے احادیث نقل کرتے ہیں۔

1217- اخرجه ابو داؤد (39/3) كتاب الجهاد' باب: في ابن السبيل يأكل من التمر ويشرب من اللبن اذا مر به' حديث (2619) من طريق قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب فذكره۔

شرح

مالک کی اجازت کے بغیر مویشیوں کے دودھ سے استفادہ کرنا:

جب کسی شخص کا مویشیوں کے پاس گزر ہو تو جبکہ اسے بھوک بھی ستا رہی ہو تو کیا مالک کی اجازت کے بغیر وہ ان کے دودھ سے استفادہ کرسکتا ہے؟ اس مسئلہ کا مدار عرف پر ہے اگر علاقہ میں مالک کی اجازت کے بغیر مویشیوں کے دودھ سے استفادہ کرنے کی عام اجازت ہو تو وہ دودھ سے استفادہ کرسکتا ہے اگر عام اجازت نہ ہو تو دودھ سے استفادہ کرنا منع ہے۔ الغرض ضابطہ یہ ہے کہ مالک کی اجازت صریح کے بغیر اس کی چیز سے انتفاع و استفادہ کی اجازت نہیں ہے مگر جہاں اجازت متعارفہ ہو وہاں مالک کی اجازت کے بغیر بھی اس کی چیز سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ عصرِ حاضر میں کسی علاقہ میں بھی مویشیوں کے دودھ سے استفادہ کی اجازت متعارفہ ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ جو لوگ دودھ میں پانی ڈال کر اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے خالص دودھ کا دعویٰ کر کے فروخت کرتے ہوں تو وہ اپنے مویشیوں کے خالص دودھ سے دوسرے شخص کو استفادہ کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں؟؟؟

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ بَيْعِ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ وَالْاَصْنَامِ

باب 58- مردہ جانوروں کی کھال اور بتوں کو فروخت کرنے کا حکم

1218 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّـهُ سَـمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ يَـقُـوْلُ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَـرَّمَ بَيْـعَ الْـخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهُ يُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَيُـدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ قَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمَ فَاَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰـذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

1218- اخرجه البخاری (495/4) کتاب البیوع باب: بیع المیتة والاصنام حدیث (2236) ومسلم (1207/3) کتاب المساقاة باب: تحریم بیع الخمر والمیته والخنزیر والاصنام حدیث (1581-71) وابو داؤد (279/3) کتاب البیوع باب: فی ثمن الخمر والمیتة حدیث (3486) والنسائی (177/7) کتاب العقیقة باب: النہی عن الانتفاع بشحوم المیتة حدیث (4256) وابن ماجه (732/2) کتاب التجارات باب: ما لا یحل بیعه حدیث (2167) واخرجه احمد (324/3، 326) من طریق یزید بن ابی حبیب عن عطاء بن ابی رباح عن جابر بن عبد اللّٰه فذکره۔

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کو فروخت کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! مردہ جانوروں کی چربی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، کیونکہ اسے کشتیوں میں لگایا جاتا ہے، اور اس کو چمڑے پر تیل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، لوگ اس کے ذریعے چراغ جلاتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں وہ حرام ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا تھا، تو انہوں نے اسے پگھلا دیا اور پھر اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت کو کھالیا۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

شرح

مردار جانور کی کھال سے استفادہ کرنا:

شرعی نقطہ نظر سے مردار، خنزیر، شراب اور مورتی سب حرام قطعی ہیں، ان سے استفادہ جائز نہیں ہے۔ خنزیر اور شراب دونوں نجس العین ہیں، ان کی بیع باطل ہے اور مسلمان کے حق میں مال نہیں ہیں۔ مورتی کی بیع منع ہونے کی وجہ اس کی عبادت ہے یعنی غیر مسلم لوگ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ البتہ مورتی سونے کی ہو، تو اسے بطورِ مورتی نہیں بلکہ بطورِ سونا فروخت کرنا جائز ہے۔ تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ مورتی کو توڑ پھوڑ کر اسے بطورِ سونا فروخت کیا جائے۔ ذبح شدہ جانور کی کھال سے استفادہ بالاجماع جائز ہے۔ مردار کا گوشت حرام ہے لیکن اس کی کھال سے دباغت کے بعد استفادہ جائز ہے۔ البتہ دباغت سے قبل اس سے استفادہ کرنے اور بیع کرنے میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردار جانور کی کچی کھال سے استفادہ جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ دیگر آئمہ اس سے استفادہ اور بیع کو منع قرار دیتے ہیں۔ دورِ حاضر میں دباغت دینے والے کارخانوں میں پہنچنے سے قبل کچی کھال کئی بار فروخت ہوتی ہے، اگر مفتیانِ کرام آئمہ فقہ کے ضابطہ سے ہٹ کر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ جاری کریں تو عوام کے لیے آسانی کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّجُوْعِ فِي الْهِبَةِ

باب 59: ہبہ کو واپس لینا مکروہ ہے

1219 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ الْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بری صفات کو اختیار کرنا ہمارے لائق نہیں ہے اور ہبہ واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کو چاٹ لیتا ہے۔

1220 متن حدیث: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يُّعْطِيَ عَطِيَّةً فَيَرْجِعَ فِيْهَا اِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ (۱)

سندحدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ اَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا يُّحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ يَّرْفَعَانِ الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوْا مَنْ وَّهَبَ هِبَةً لِذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْهَا وَمَنْ وَّهَبَ هِبَةً لِغَيْرِ ذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَلَهُ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْهَا مَا لَمْ يُثَبْ مِنْهَا وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يُّعْطِيَ عَطِيَّةً فَيَرْجِعَ فِيْهَا اِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ وَاحْتَجَّ الشَّافِعِيُّ بِحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يُّعْطِيَ عَطِيَّةً فَيَرْجِعَ فِيْهَا اِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ

◆◆ اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے۔ وہ کوئی عطیہ دے اور پھر اسے واپس لے صرف والد کا حکم مختلف ہے جو چیز وہ اپنی اولاد کو دیتا ہے۔ (وہ اسے واپس لے سکتا ہے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس روایت کو "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں تعلق رکھتے ہیں ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا وہ یہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے کسی محرم عزیز کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اب وہ اس ہبہ کو واپس نہیں لے سکتا لیکن جو شخص کسی محرم عزیز کی بجائے کسی اور کو کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ اس وقت اس چیز کو واپس لے سکتا ہے جب اسے اس کے بدلے میں کوئی چیز نہ ملی ہو۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1219– اخرجه البخاری (278'277/5) كتاب الهبة' باب: لا يحل لاحد ان يرجع فى هبة وصدقة' حديث (2622) ومسلم (1241/3) كتاب الهبات' باب:تحريم الرجوع فى الصدقة والهبة بعد القبض الاما وهبة لولدهوان سفل' حديث (8-1622) والنسائى (267'266/6) كتاب الهبة' باب: ذكر الاختلاف لخبر عبد الله بن عباس فيه' حديث (3698) واخرجه احمد (217/1) والحميدى (243/1) حديث (530) وهو فى الادب المفرد ص (125) حديث (417) من طريق ايوب عن عكرمة عن ابن عباس فذكره۔

(۱)– ينظر تخريج الحديث السابق (1298) واخرجه ابو داؤد (291/3) كتاب البيوع' باب: الرجوع فى الهبة' حديث (3539) من طريق طاؤس عن ابن عمر وابن عباس فذكره۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے۔ وہ کوئی عطیہ دے اور پھر اسے واپس لے صرف والد کا حکم مختلف ہے اس چیز کے بارے میں جو وہ اپنی اولاد کو دیتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی اکرم ﷺ سے نقل کردہ حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے۔ وہ کوئی چیز عطیہ دے اور پھر اسے واپس لے صرف والد کا حکم مختلف ہے اس نے اپنی اولاد کو جو عطیہ دیا ہو (وہ اس سے واپس لے سکتا ہے)

شرح

ہبہ واپس لینے میں مذاہبِ آئمہ:

بغیر عوض کسی کو کوئی چیز دینے کو "ہبہ" کہا جاتا ہے۔ چیز دینے والے کو واہب جسے چیز دی جائے اسے موہوب لہ اور جو چیز دی جائے اسے موہوب یا تحفہ کہتے ہیں۔ سوال یہ ہے: "ہبہ" میں رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ صرف باپ بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لے سکتا ہے اس کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ انہوں نے دوسری حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ موہوبہ چیز واپس لے مگر باپ اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لے سکتا ہے۔" اس روایت میں صراحت ہے کہ باپ اپنے بیٹے سے ہبہ واپس لے سکتا ہے جبکہ کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہے۔

2- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہبہ میں رجوع کرنے کے سات موانع ہیں ان میں سے ایک بھی موجود ہو تو رجوع درست نہیں ہے اگر ان میں سے کوئی مانع موجود نہ ہو تو رجوع کیا جا سکتا ہے مگر مکروہ ہے۔ وہ سات موانع یہ ہیں:

(1) موت (2) زیادت متصلہ (3) خروج (4) عوض (5) زوجیت (6) ہلاکت (7) قرابتِ محرمہ۔ ان کا مجموعہ "دمع خزقہ" بنتا ہے۔

م: سے مراد موت ہے یعنی موہوب لہ مر جائے۔

د: سے مراد زیادت متصلہ ہے۔ مثلاً کپڑا ہبہ کیا تو موہوب لہ نے اس کی سلائی کروالی تو ہبہ میں رجوع نہیں ہو سکتا۔

خ: سے مراد خروج ہے یعنی موہوبہ چیز موہوب لہ کی ملکیت سے نکل کر دوسرے شخص کے پاس چلی جائے۔

ع: سے مراد عوض ہے یعنی موہوب لہ نے واہب کو موہوبہ چیز کا عوض مہیا کر دیا ہو۔

ز: سے مراد ہے زوجیت یعنی واہب اور موہوب لہ کے مابین میاں بیوی کا تعلق ہو۔

ق: سے مراد قرابت محرمہ ہے یعنی واہب اور موہوب لہ کے درمیان ایسا رشتہ ہو کہ ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت قرار دیا جائے تو دونوں کے درمیان نکاح درست نہ ہو۔ مثلاً واہب اور موہوب لہ کے درمیان بہن بھائی کا علاقہ ہو۔

ھ: سے مراد ہلاک ہونا ہے یعنی موہو بہ چیز موہوب لہ کے پاس ہلاک ہوگئی یا ضائع ہوگئی۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: اس روایت میں ہبہ سے رجوع کرنے کے جواز یا عدم جواز کا مسئلہ بیان نہیں ہوا بلکہ استثناء مقصود ہے کہ اگر باپ بیٹے کو کوئی چیز دے کر واپس لے لیتا ہے تو جائز ہے کیونکہ یہ باپ کا حق ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَرَايَا وَالرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 60-عرایا کا حکم اور اس کے بارے میں اجازت

1221 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ اِلَّا اَنَّهٗ قَدْ اَذِنَ لِاَهْلِ الْعَرَايَا اَنْ يَّبِيْعُوْهَا بِمِثْلِ خَرْصِهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ هٰكَذَا رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَرَوٰى اَيُّوْبُ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

حدیثِ دیگر: وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا

وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

◆◆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع کیا ہے تاہم آپ نے اہلِ عرایا کو اجازت دی ہے: وہ اندازے کے ساتھ اسے فروخت کر سکتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کو محمد بن اسحٰق نے نقل کیا ہے جبکہ ایوب عبیداللہ بن عمر اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع کیا ہے۔

اس سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بھی منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے پانچ وسق سے کم میں عرایا کی اجازت دی ہے۔

یہ روایت محمد بن اسحٰق سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

1222 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ

1221- اخرجه احمد (5/185-190) من طريق محمد بن اسحق عن نافع عن ابن عمر عن زيد بن ثابت فذكره-

اَبِیْ سُفْیَانَ مَوْلٰی ابْنِ اَبِیْ اَحْمَدَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِیْ بَیْعِ الْعَرَایَا فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ اَوْ کَذَا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ عَنْ مَالِکٍ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ حُصَیْنٍ نَحْوَهٗ

حدیثِ دیگر: وَرُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ فِیْ بَیْعِ الْعَرَایَا فِیْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ اَوْ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عرایا کوفروخت کرنے کی اجازت دی ہے' جبکہ وہ پانچ وسق سے کم ہو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عرایا کوفروخت کرنے کی اجازت دی ہے' جبکہ وہ پانچ وسق ہوں یا پانچ وسق سے کم ہوں۔

1223 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ فِیْ بَیْعِ الْعَرَایَا بِخَرْصِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَّحَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَّالْعَمَلُ عَلَیْهِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمُ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَقَالُوْا اِنَّ الْعَرَایَا مُسْتَثْنَاةٌ مِّنْ جُمْلَةِ نَهْیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ نَهٰی عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَاحْتَجُّوْا بِحَدِیْثِ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّحَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَقَالُوْا لَهٗ اَنْ یَّشْتَرِیَ مَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ

وَّمَعْنٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ التَّوْسِعَةَ عَلَیْهِمْ فِیْ هٰذَا لِاَنَّهُمْ شَکَوْا اِلَیْهِ وَقَالُوْا لَا نَجِدُ مَا نَشْتَرِیْ مِنَ الثَّمَرِ اِلَّا بِالتَّمْرِ فَرَخَّصَ لَهُمْ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ اَنْ یَّشْتَرُوْهَا فَیَاْکُلُوْهَا رُطَبًا

1222- اخرجه مالك فى المؤطا (620/2) كتاب البيوع' باب: ما جاء فى بيع العرية' حديث (14) واحمد (237/2) واخرجه البخارى (452/4) كتاب البيوع' باب: بيع التمر على رؤوس النخل بالذهب او الفضة حديث (2189) ومسلم (1171/3) كتاب البيوع' باب تحريم بيع الرطب بالتمر الا فى العرايا' حديث (71-1541) وابو داؤد (252/3) كتاب البيوع' باب: فى مقدار العرية' حديث (3364) والنسائى (268/7) كتاب البيوع' باب: بيع العرايا بالرطب' حديث (4541) من طريق داؤد بن حصين عن ابى سفيان مولى ابن ابى احمد عن ابى هريرة فذكره-

1223- اخرجه مالك فى المؤطا (620-619/2) كتاب البيوع' باب ما جاء فى بيع العرية' حديث (14) واحمد (182/5-5/2) والبخارى (441/4) كتاب البيوع' باب: بيع الزبيب بالزبيب' والطعام بالطعام' حديث (2173) ومسلم (1169/3) كتاب البيوع' باب: تحريم بيع الرطب بالتمر الا فى العرايا' والنسائى (267/7) كتاب البيوع' باب: بيع العرايا بخرصها تمرا' حديث (4538) وابن ماجه (762/2) كتاب البيوع' باب: بيع العرايا بخرصها تمرا' حديث (2269) والدارمى (252/2) كتاب البيوع' باب: العرايا والحميدى (280/2) حديث (622) من طريق عبد الله بن عمر عن زيد بن ثابت فذكره-

◆◆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عرایا کو اندازے کے تحت فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' ان میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: عرایا کا حکم مستثنیٰ ہے' اس عمومی ممانعت سے' جو نبی اکرم ﷺ نے منع کیا ہے: یعنی جو آپ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع کیا تھا۔

ان حضرات نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ایسے شخص کو یہ حق حاصل ہے: وہ پانچ وسق سے کم کا سودا کر سکتا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے: نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کی سہولت کے لیے ایسا کیا تھا' کیونکہ لوگوں نے آپ کی خدمت میں یہ شکایت کی تھی انہوں نے عرض کی تھی: ہمارے پاس صرف پرانی کھجوریں ہیں جن کے عوض میں ہم کوئی چیز خرید سکتے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں پانچ وسق سے کم میں ایسا کرنے کی اجازت دی کہ وہ اس کے عوض میں اسے خرید سکتے ہیں' تاکہ لوگ تازہ کھجوریں کھالیں۔

بَابُ مِنْهُ

باب 61- بلاعنوان

1224 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلٰى بَنِيْ حَارِثَةَ اَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ وَّسَهْلَ بْنَ اَبِيْ حَثْمَةَ حَدَّثَاهُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ اِلَّا لِاَصْحَابِ الْعَرَايَا فَاِنَّهٗ قَدْ اَذِنَ لَهُمْ وَعَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ بِالزَّبِيْبِ وَعَنْ كُلِّ ثَمَرٍ بِخَرْصِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بیع مزابنہ سے یعنی کھجور کے عوض میں پھل کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے' البتہ اصحاب عرایا کا حکم مختلف ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دی ہے' اسی طرح آپ نے خشک انگور کے عوض میں تازہ انگور کو فروخت کرنے سے (منع کیا ہے) اور ہر طرح کے پھل کو اندازے کے تحت فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

1224- اخرجه البخاری (61/5) کتاب الشرب والمساقاة: باب: الرجل یکون له ممر او شرب فی حائط او نخل حدیث (2383' 2384) ومسلم (1170/3) کتاب البیوع' باب: تحریم بیع الرطب بالتمر الا فی العرایا حدیث (1540/67)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

بیع محاقلہ اور بیع مزابنہ کی تعریف اور حکم:

زمین پر کھڑی ہوئی فصل کو اس کے ہم جنس غلہ کے عوض اندازے سے برابری کی بنیاد پر فروخت کرنے کو بیع محاقلہ کہا جاتا ہے۔ درختوں پر موجود پھلوں مثلاً کھجور اور انگور کو ہم جنس پھلوں سے اندازے سے برابری کی بناء پر فروخت کرنے کو بیع مزابنہ کہتے ہیں۔ یہ دونوں بیوع منع ہیں' کیونکہ اندازہ کرتے وقت کمی بیشی کا امکان موجود ہے جو سود کو ظاہر کرتا ہے۔

سوال: حدیث باب میں بیع عریہ مستثنیٰ ہے' دریافت طلب یہ بات ہے کہ یہ استثناء متصل ہے یا منقطع یعنی بیع عریہ' بیع مزابنہ میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب: بیع عریہ کے استثناء میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک استثناء متصل ہے' لہٰذا بیع عریہ' بیع مزابانہ میں داخل ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک استثناء منقطع ہے' لہٰذا بیع عریہ' بیع مزابنہ میں داخل نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ یہاں دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں یعنی استثناء متصل ہو سکتا ہے اور منقطع بھی۔ بیع عریہ' بیع مزابنہ میں دخول کا امکان ہے اور خروج بھی۔

بیع عریہ کی تعریف اور حکم میں مذاہب آئمہ:

بیع عریہ کی تعریف اور حکم میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیع عریہ کی تعریف یوں ہے' جب کسی شخص کے پاس چھوہارے ہوں لیکن نقد رقم موجود نہ ہو' موسم کے مطابق بچوں نے تازہ کھجوریں کھانے کا مطالبہ کیا تو اس نے درختوں پر موجود تازہ کھجوریں اندازے سے برابری کی بناء پر چھوہاروں کے عوض خرید لیں۔ پانچ وسق یا اس سے کم مقدار میں یہ بیع جائز ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کے تحت اسے جائز قرار دیا ہے۔ پانچ وسق یا اس سے کم مقدار کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ ایک خاندان کے لیے اتنی مقدار کھجوریں کافی ہوتی ہیں۔

2- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے: لفظ "عرایا" جمع ہے اور اس کا واحد "عریۃ" ہے بمعنی عطیہ۔ مالک باغ نے دو درخت غریب لوگوں کے لیے مختص کر دیے ہوں جو بطورِ عطیہ ہوں' موہوب لہ کا ان پر قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے مالک نہ بنا ہو' تو وہ اگر ان پھلوں کو خرید لے تو یہ ایک عطیہ دوسرے عطیہ کے عوض ہوگا جو بیع کی شکل ہوگی مگر حقیقتاً بیع نہیں ہوگی۔ آپ کے نزدیک یہ بیع عریہ ہے جو لغوی معنیٰ سے ہم آہنگ ہے۔ پانچ وسق سے کم مقدار میں بیع عریہ جائز ہے۔ پانچ وسق سے کم مقدار کی قید اس مطابقت سے لگائی گئی ہے کہ کم از کم عشر کی مقدار اتنی ہوتی ہے' جبکہ اس سے زیادہ عشر حکومت خود وصول کرتی ہے۔ آپ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

قد اذن لاهل العرایا ان یبیعوها بمثل خرصها .

''آپ نے اہلِ عرایا کوعرایا فروخت کرنے کی اجازت عنایت فرمائی۔''

3- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیع عریہ کی تعریف یوں ہے: دو شخص مل کر کسی باغ کو خرید لیں، ان میں سے ایک کے نوے درخت ہوں جبکہ دوسرے کے دس درخت ہوں، نوے درختوں کا مالک اپنے اہلِ خانہ کو لے کر باغ میں منتقل ہو جائے اور وہاں مستقل رہائش اختیار کرے۔ دس درختوں کا مالک اپنی فیملی کو بھی باغ میں لاتا ہو جس کی بار بار آمدورفت سے اسے پردہ وغیرہ کے حوالے سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہو۔ وہ اس پریشانی سے نجات حاصل کرنے کے لیے چھوہاروں کے عوض اندازے سے اس کے دس درختوں کا پھل خرید لیتا ہے۔ یہ بیع عریہ ہے جو جائز ہے، حقیقتاً بیع مزابنہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ النَّجْشِ فِي الْبُيُوْعِ

باب 62- مصنوعی بولی لگانا حرام ہے

1225 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: وَقَالَ قُتَيْبَةُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَنَاجَشُوا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا النَّجْشَ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالنَّجْشُ اَنْ يَّاْتِيَ الرَّجُلُ الَّذِيْ يَفْصِلُ السِّلْعَةَ اِلٰى صَاحِبِ السِّلْعَةِ فَيَسْتَامُ بِاَكْثَرَ مِمَّا تَسْوٰى وَذٰلِكَ عِنْدَمَا يَحْضُرُهُ الْمُشْتَرِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّغْتَرَّ الْمُشْتَرِيْ بِهٖ وَلَيْسَ مِنْ رَاْيِهِ الشِّرَاءُ اِنَّمَا يُرِيْدُ اَنْ يَّخْدَعَ الْمُشْتَرِيَ بِمَا يَسْتَامُ وَهٰذَا ضَرْبٌ مِّنَ الْخَدِيعَةِ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاِنْ نَّجَشَ رَجُلٌ فَالنَّاجِشُ اٰثِمٌ فِيْمَا يَصْنَعُ وَالْبَيْعُ جَائِزٌ لِاَنَّ الْبَائِعَ غَيْرُ النَّاجِشِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک دوسرے کے مقابلے میں مصنوعی بولی نہ لگاؤ۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم نے اس پر عمل کیا ہے۔ ان کے نزدیک مصنوعی بولی لگانا حرام ہے۔

نجش سے مراد یہ ہے: سامان کے حوالے سے تجربہ کار شخص سامان کے مالک کے پاس آئے اور اصل قیمت سے زیادہ قیمت لگائے اور مقصد یہ ہو کہ وہاں جو خریدار موجود ہے اسے دھوکہ دیا جا سکے اس کا اپنا ارادہ خریدنے کا نہ ہو وہ صرف یہ چاہتا ہو کہ اس کی مصنوعی بولی کی وجہ سے خریدار دھوکے میں آ جائے تو یہ دھوکہ دینے کی ایک قسم ہے۔ (اس لیے حرام ہے)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص مصنوعی بولے لگائے گا تو وہ اپنے اس عمل میں گناہگار ہوگا البتہ سودا درست ہوگا کیونکہ فروخت کرنے والے نے مصنوعی بولی نہیں لگائی۔

شرح

بیع نجش کی تعریف اور حکم:

لفظ ''نجش'' کا لغوی معنیٰ کریدنا' سراغ لگانا ہے۔ اصطلاحی مفہوم ہے مشتری کو دھوکہ دینے کی نیت سے مصنوعی قیمت بڑھانا تاکہ مشتری دھوکہ کھا کر مہنگی چیز خریدے جبکہ اس کا مقصد چیز کو خریدنا نہ ہو۔ مثلاً مشتری ایک بکری مالک سے دو ہزار روپے میں خرید رہا ہو تو تیسرا شخص کہتا ہے کہ میں اس بکری کو پچیس سو روپے میں خریدتا ہوں۔ اس سے اس کا مقصد مشتری کو دھوکہ دینا ہو اور مشتری دو ہزار کی بجائے اڑھائی ہزار روپے کی بکری خریدے' یہ بیع نجش ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بیع نجش کا رواج تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا کیونکہ اس کی بنیاد دھوکہ پر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّجْحَانِ فِي الْوَزْنِ

باب 63- وزن کرتے ہوئے ایک طرف کے پلڑے کو بھاری کرنا

1226 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ فَجَآئَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيْلَ وَعِنْدِيْ وَزَّانٌ يَزِنُ بِالْاَجْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْوَزَّانِ زِنْ وَاَرْجِحْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سُوَيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَاَهْلُ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ الرُّجْحَانَ فِي الْوَزْنِ

1226- اخرجه احمد (352/4) وابو داؤد (245/3) كتاب البيوع' باب: في الرجحان في الوزن والوزن بالاجر' حديث (3336) والنسائي (284/7) كتاب البيوع' باب الرجحان في الوزن' حديث (4592) وابن ماجه (748'747/2) كتاب التجارات: باب الرجحان في الوزن' حديث (2220) والدارمي (260/2) كتاب البيوع' باب: الرجحان في الوزن' من طريق سفيان عن سماك بن حرب عن سويد بن قيس فذكره-

اسنادِدیگر: وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سِمَاكٍ فَقَالَ عَنْ اَبِيْ صَفْوَانَ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ

◆◆ حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اور مخرفہ عبدی نے "ہجر" کے مقام سے کپڑا خریدا' تو نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے ایک پاجامے کا سودا کیا میرے پاس ایک وزن کرنے والا موجود تھا جو معاوضے (کے درہم اور دینار) کا وزن کرتا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے وزن کرنے والے سے فرمایا: وزن کرو اور زیادہ جھکانا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت سوید رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم نے وزن کرتے ہوئے پلڑے کو زیادہ جھکانے کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو سماک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ابوصفوان کے حوالے سے منقول ہے' اور پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔

شرح

حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل:

حدیث باب کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے سے کئی مسائل معلوم ہوئے:

1- سامان کی خرید وفروخت کے وقت سامان کا وزن زیادہ ہونا چاہیے تاکہ مشتری کا نقصان نہ ہو۔

2- خرید وفروخت کے وقت سامان کا وزن کرنا چاہیے تاکہ فریقین میں سے کسی کو دھوکہ نہ ہو۔

3- دَورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ریڈی میڈ (مکمل تیار) لباس کا رواج تھا۔

4- تہبند کی طرح پاجامہ استعمال کرنا بھی سنت ہے اور اس میں پردہ کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے۔

5- اپنے ہاتھ سے خرید وفروخت کرنا سنت ہے۔

6- سودا دھوکہ اور نقصان سے پاک ہونا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِنْظَارِ الْمُعْسِرِ وَالرِّفْقِ بِهٖ

باب 64- تنگ دست شخص کو مہلت دینا اور اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا

1227 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ لَهٗ اَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي الْيَسَرِ وَاَبِيْ قَتَادَةَ وَحُذَيْفَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعُبَادَةَ وَجَابِرٍ

1227- اخرجه احمد (359/2) من طريق زيد بن ابى اسلم عن ابى صالح عن ابى هريرة به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اسے معاف کردے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اپنے عرش کے سائے کے نیچے رکھے گا، جس دن اس کے سایہ رحمت کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

اس بارے میں حضرت ابویسر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے، اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

1228 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: حُوسِبَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ رَجُلًا مُوسِرًا وَّكَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ يَاْمُرُ غِلْمَانَهُ اَنْ يَّتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ نَحْنُ اَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْيَسَرِ كَعْبُ بْنُ عَمْرٍو

◆◆ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے. تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا حساب لیا گیا تو اس کے نامۂ اعمال میں کوئی بھلائی نہیں ملی صرف یہ تھی کہ وہ ایک امیر شخص تھا، لوگوں کے ساتھ لین دین کیا کرتا تھا، وہ اپنے ملازمین کو یہ ہدایت کرتا تھا: وہ تنگ دست شخص سے گزر کریں، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس بارے میں ہم اس سے زیادہ حقدار ہیں (اے فرشتو!) تم اس سے درگزر کرو۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ ابوالیسر کا نام کعب بن عمرو ہے۔

شرح

تنگ دست مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت:

حتی الوسع قرض سے احتراز کرنا چاہیے۔ اگر کسی مجبوری کی بناء پر قرض کی ضرورت پڑ جائے تو حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ حسب وعدہ اس کی واپسی کو یقینی بنایا جائے۔ قرض شکریہ کے ساتھ واپس کیا جائے۔ اگر کوئی تنگ دست شخص کسی مجبوری کے سبب بروقت قرض واپس نہ کر سکے تو قرض خواہ کی طرف سے برضاء ورغبت اسے مہلت دینا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس نیکی اور مہلت کی فضیلت احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ مقروض کو مہلت دینے والے کو قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے سایہ میں جگہ ملے

1228– اخرجه احمد (120/4) والبخاری فی الادب المفرد ص (89) حدیث (290) ومسلم (1195/3, 1196) کتاب المساقاة، باب: فضل انظار المعسر، حدیث (30-1561) من طریق الاعمش عن شقیق عن ابی مسعود الانصاری فذکره۔

گی۔علاوہ ازیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے مہلت عطا کرے گا یعنی اس سے نرمی کا برتاؤ کرے گا اور اس کی بخشش فرمادے گا۔ یہ تو فضیلت ہے مقروض کو قرضہ کی ادائیگی میں مہلت دینے والے کی۔اگر کوئی شخص بتوفیقِ الٰہی اس کا قرضہ معاف کردے تو اس کی قدرومنزلت اس سے بھی زیادہ ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَطْلِ الْغَنِيِّ اَنَّهٗ ظُلْمٌ

باب 65-خوشحال شخص کا (قرض کی واپسی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

1229 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَّاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالشَّرِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيِّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: خوشحال شخص کا (قرض کی واپسی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب کسی (قرض خواہ کو قرض کی وصولی کے لیے اصل مقروض کی بجائے) کسی خوشحال شخص کی طرف جانے کے لیے کہا جائے تو وہ چلا جائے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1230 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَرَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَّاِذَا اُحِلْتَ عَلٰى مَلِيْءٍ فَاتْبَعْهُ وَلَا تَبِعْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّمَعْنَاهُ اِذَا اُحِيلَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا اُحِيلَ الرَّجُلُ عَلٰى مَلِيْءٍ فَاحْتَالَهٗ فَقَدْ بَرِئَ الْمُحِيلُ وَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ عَلَى الْمُحِيلِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا تَوِىَ مَالُ هٰذَا بِاِفْلَاسِ الْمُحَالِ

1229- اخرجه مالك في المؤطا (674/2) كتاب البيوع باب: جامع الدين والحول حديث (84) واحمد (245/2) والبخاري (542/4) كتاب الحوالة باب: الحوالة وهل يرجع في الحوالة احديث (2287) ومسلم (1197/3) كتاب المساقاة باب: تحريم مطل الغني وصحة الحوالة واستحباب قبولها اذا احيل على ملتى يدث (33-1564) وابو اؤد (247/3) كتاب البيوع باب في المطل حديث (3345) والنسائي (317/7) كتاب البيوع باب: الحوالة حديث (4691) وابن ماجه (803/2) كتاب الصدقات باب: الحوالة حديث (2403) والدارمي (261/2) كتاب البيوع: باب: مطل الغني ظلم والحميدي (447/2) حديث (1032) من طريق ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة فذكره-

1230- اخرجه احمد (71/2) وابن ماجه (803/2) كتاب الصدقات باب: الحوالة حديث (2404) من طريق يونس بن عبيد عن نافع ابن عمر فذكره-

عَلَيْهِ فَلَهُ اَنْ يَّرْجِعَ عَلَى الْاَوَّلِ وَاحْتَجُّوْا بِقَوْلِ عُثْمَانَ وَغَيْرِهٖ حِيْنَ قَالُوْا لَيْسَ عَلٰى مَالِ مُسْلِمٍ تَوًى قَالَ اِسْحٰقُ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ لَيْسَ عَلٰى مَالِ مُسْلِمٍ تَوًى هٰذَا اِذَا اُحِيلَ الرَّجُلُ عَلٰى اٰخَرَ وَهُوَ يَرٰى اَنَّهٗ مَلِيٌّ فَاِذَا هُوَ مُعْدِمٌ فَلَيْسَ عَلٰى مَالِ مُسْلِمٍ تَوًى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: خوشحال شخص کا (قرض کی واپسی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور جب کسی شخص کو دوسرے شخص سے وصولی کے لیے کہا جائے تو وہ اسے قبول کرلے اور تم ایک ہی سودے کے اندر دو سودے نہ کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کا مطلب یہ ہے: جب کسی شخص کو کسی خوشحال شخص سے اپنی وصولی کے لیے کہا جائے اور وہ خوشحال شخص اس وصولی کو اپنے ذمے لے تو اب حوالہ کرنے والا شخص (یعنی اصل مقروض) بری الذمہ ہو جائے گا' اور قرض خواہ کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ حوالہ کرنے والے (یعنی اصلی مقروض) سے رجوع کرے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب محال علیہ (یعنی جس کے حوالے کیا گیا تھا) کے مفلس ہونے کی وجہ سے' قرض خواہ کا مال ضائع ہونے والا ہو' تو اب اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ پہلے شخص کی طرف رجوع کرے۔

ان حضرات نے اس بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کے قول سے استدلال کیا ہے' جب انہوں نے یہ فرمایا تھا: کسی مسلمان کا مال ضائع نہیں ہوسکتا۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: روایت کے یہ الفاظ ''مسلمان کا مال ضائع نہیں ہوسکتا'' اس سے مراد یہ ہے: جب کسی شخص کو (اپنی وصولی کے لیے) دوسرے کے حوالے کیا جائے اور وہ یہ سمجھ رہا ہو کہ وہ دوسرا شخص خوشحال ہے' لیکن وہ دوسرا شخص مفلس ہو' تو اب مسلمان کا مال ضائع نہیں ہوگا۔ (اس لیے وہ پہلے شخص کی طرف رجوع کرے گا)

شرح

حوالہ کی تعریف اور اس میں مذاہب آئمہ:

حوالہ: اصل معاملہ (عقد) کا نام۔ محیل: دوسرے پر اپنا قرض اُتارنے والا۔ محتال لہ: قرض خواہ۔ محتال بہ: وہ قرض جو دوسرے پر اُتارا گیا ہو۔ محتال علیہ: وہ شخص جس پر قرض اُتارا گیا ہو۔

حدیث باب میں اس شخص کی مذمت بیان کی گئی ہے جو طاقت ہونے کے باوجود قرض ادا نہیں کرتا بلکہ قرض خواہ کی طرف سے تقاضا کرنے پر وہ ٹال مٹول سے کام لیتا ہے۔ ایسا شخص مہلت کا حق دار نہیں ہے بلکہ اس کا یہ عمل قابلِ مذمت اور قابلِ گرفت ہے۔ ایسے شخص کو قانون کے مطابق شکنجہ میں لانا چاہیے اور قاضی کی عدالت میں لا کر اسے ذلیل وخوار کیا جائے تا کہ دوسرے لوگ عبرت

حاصل کریں اور عدل وانصاف کا وقار بلند ہو۔

سوال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا قرض دوسرے آدمی کے کندھے پر ڈال دے، محتال علیہ اہلِ ثروت ہو جبکہ قرض خواہ اور محتال علیہ بھی باہم راضی ہوں، تو کیا محیل بَری الذمہ قرار پائے گا یا نہیں؟ حوالہ کا معاملہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حوالہ کے ذریعے خواہ مقروض بَری الذمہ قرار پاتا ہے لیکن نفس الامر میں قرضہ اسی پر ہوتا ہے۔اگر محتال علیہ قرضہ ادا کردے تو درست ہے ورنہ قرضہ اسی پر برقرار رہے گا۔

2- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حوالہ درست ہے اور اہلِ مقروض بَری الذمہ ہو جاتا ہے خواہ محتال علیہ قرضہ ادا کرے یا نہ کرے اور وہ صاحبِ ثروت ہو یا نہ ہو۔ان کا ایک دوسرا قول بھی ہے: اگر محتال علیہ غریب نکلا تو قرض اصل مقروض کی طرف لوٹ جائے گا۔البتہ اس کے صاحبِ ثروت ہونے کی صورت میں اصل بَری الذمہ رہے گا اور قرض اس کی طرف نہیں لوٹے گا۔وہ اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مشہور قول پیش کرتے ہیں: ''مسلمان کا مال ہلاک نہیں ہوتا۔'' مطلب یہ ہے کہ قرض خواہ کے تقاضا کرنے پر محتال علیہ قرض ادا کرے گا ورنہ اصل مقروض ادا کرے گا۔الغرض مسئلہ کا مدار محتال علیہ کے صاحبِ ثروت یا غریب ہونے پر ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ

باب 68- ملامسہ اور منابذہ کا حکم

1231 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: وَّمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْ يَّقُوْلَ اِذَا نَبَذْتُ اِلَيْكَ الشَّىْءَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ وَالْمُلَامَسَةُ اَنْ يَّقُوْلَ اِذَا لَمَسْتَ الشَّىْءَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ وَاِنْ كَانَ لَا يَرٰى مِنْهُ شَيْئًا مِثْلَ مَا يَكُوْنُ فِى الْجِرَابِ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا كَانَ هٰذَا مِنْ بُيُوْعِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے منابذہ اور ملامسہ سودے سے منع کیا ہے۔

1231- اخرجه مالك فى المؤطا (666/2) كتاب البيوع باب الملامسة والمنابذة حديث (76) واحمد (379/2) والبخارى (420/4) كتاب البيوع باب: بيع المنابذة حديث (2146) ومسلم (1151/3) كتاب البيوع باب: ابطال بيع الملامسة والمنابذة حديث (1-1511) والنسائى (259/7) كتاب البيوع باب: بيع الملامسة حديث (4509) من طريق سفيان عن ابى الزناد عن الاعرج عن ابى هريرة فذكره-

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔
حدیث کا مفہوم یہ ہے: آدمی یہ کہے: جب میں تمہاری طرف کوئی چیز پھینکوں گا' تو میرے اور تمہارے درمیان سودا طے ہو جائے گا۔
ملامسہ کا مطلب یہ ہے: آدمی یہ کہے: جب تم نے کسی چیز کو چھولیا' تو سودا طے ہو جائے گا' اگرچہ اس نے اس چیز میں سے کچھ بھی نہ دیکھا ہو' مثلاً وہ چیز کسی تھیلے میں موجود ہو یا دوسری کسی چیز میں ہو۔
یہ زمانہ جاہلیت کے سودے کے طریقے تھے' نبی اکرم ﷺ نے ان سے منع کیا ہے۔

شرح

بیع منابذہ اور بیع ملامسہ کی تعریف اور حکم:

لفظ "منابذۃ" "نبذ" مادہ سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے' جس کا معنیٰ ہے: پھینکنا' ڈالنا۔ زمانہ جاہلیت میں اس بیع کی صورت یہ تھی کہ بائع مبیع مشتری کی طرف پھینکتا یا مشتری ثمن بائع کی طرف پھینکتا تو سودہ پکا ہو جاتا تھا اور کسی فریق کو لب کشائی کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ اسلام نے اس بیع کو کالعدم قرار دیا اور بیع میں فریقین کو آخر تک بولنے کی اجازت دی۔ بیع کے دوران کب تک فریقین کو بات کا اختیار ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تفرق اقوال تک بات کا اختیار حاصل ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے متفرق ابدان یا اختر اختر کہنے تک بات کا اختیار حاصل ہے۔ اسے خیارِ مجلس بھی کہا جاتا ہے۔

2- لفظ "ملامسہ" "لمس" مادہ سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ اس کا معنیٰ ہے: باہم ایک دوسرے کو چھونا۔ بیع ملامسہ بھی زمانہ جاہلیت میں کی جاتی تھی۔ اس کی شکل یہ تھی کہ بائع ثمن کو ہاتھ لگا دیتا یا مشتری مبیع کو چھو لیتا تو بیع منعقد ہو جاتی تھی پھر فریقین کو لب کشائی کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ بیع منابذہ کی طرح یہ بھی گونگی بیع تھی جس سے اسلام نے منع کر دیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّلَفِ فِي الطَّعَامِ وَالتَّمْرِ

باب 67- اناج اور کھجور میں بیع سلم کرنا

1232 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِىْ نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ اَبِى الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِى التَّمْرِ فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فَلْيُسْلِفْ فِىْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَّوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ اِلٰى اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ اَبِىْ اَوْفٰى وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَجَازُوا السَّلَفَ فِي الطَّعَامِ وَالثِّيَابِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يُعْرَفُ حَدُّهُ وَصِفَتُهُ وَاخْتَلَفُوْا فِي السَّلَمِ فِي الْحَيَوَانِ فَرَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ السَّلَمَ فِي الْحَيَوَانِ جَائِزًا وَّهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَكَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ السَّلَمَ فِي الْحَيَوَانِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ

توضیح راوی: اَبُو الْمِنْهَالِ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُطْعِمٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں میں بیع سلم کر لیا کرتے تھے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بیع سلم کرنی ہو وہ متعین ماپی ہوئی چیز یا متعین وزن کی ہوئی چیز کی متعین مدت کے لیے بیع سلم کرے۔

اس بارے میں حضرت ابن اوفی رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے انہوں نے اناج کپڑوں وغیرہ میں یعنی ہر وہ چیز جس کی حد اور صفت کا پتہ ہو اس میں بیع سلم کرنے کی اجازت دی ہے۔

ان حضرات نے جانور کی بیع سلم کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کے نزدیک جانور کی بیع سلم کرنا جائز ہے۔ امام شافعی امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اسی بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

بیع سلم کی تعریف اور حکم:

لفظ سلم اور سلف دونوں مترادف ہیں۔ البتہ دونوں کے معانی میں لطیف سا فرق بھی ہے۔ سلم کا لغوی معنی ہے سپرد کرنا سونپنا

1232- اخرجه البخاری (500/4) كتاب السلم باب: السلم في كيل معلوم حديث (2239) ومسلم (1227'1226/3) كتاب المساقاة باب السلم حديث (127-1604) وابو داؤد (275/3) كتاب البيوع باب في السلف حديث (3463) والنسائي (290/7) كتاب البيوع باب: السلف في الثمار حديث (4616) وابن ماجه (765/2) كتاب التجارات باب: السلف في كيل معلوم ووزن معلوم الى اجل معلوم حديث (2280) والدارمي (260/2) كتاب البيوع باب السلف واخرجه احمد (282'222'217/1) والحميدي (237/1) حديث (510) وعبد بن حميد ص (226) حديث (676) من طريق عبد الله بن كثير عن ابي المنهال عن ابن عباس فذكره۔

جبکہ سلف کا معنیٰ ہے قرض مہیا کرنا۔ بیع سلم کے وقت مجلسِ عقد میں مبیع موجود نہیں ہوتی اور نہ بائع کی ملک میں جبکہ ثمن کا فی الفور پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے اس بیع کو "بیع سلم" کہا جاتا ہے۔ اس بیع میں مبیع موجود نہیں ہوتی اور اس کے لیے جو ثمن دیا گیا ہو وہ گویا قرض کی شکل ہے تو اس وجہ سے بیع سلم کو بیع سلف بھی کہا جاتا ہے۔ بیع سلم کے جواز کی ایک شرط یہ ہے کہ بیع کی ہمہ جہتی تعیین ضروری ہے، جس چیز کی تعیین ناممکن ہو تو اس کی بیع سلم جائز نہیں ہے اور جس کی تعیین ممکن ہو اس کی بیع سلم جائز ہوتی ہے۔ یہ بیع پھلوں اور اجناس میں جائز ہوتی ہے۔

صحت بیع کے لیے یہ شرط ہے کہ مبیع بائع کی ملکیت میں ہو اور از قبیلہ منقولات ہونے سے اس پر قرضہ بھی ہو۔ بیع سلم میں مبیع مجلس میں موجود نہیں ہوتی، نہ بائع کی ملکت میں اور نہ اس پر قبضہ ہوتا ہے تو اس قاعدہ کے مطابق یہ بیع منع ہونی چاہیے لیکن اسلام نے اسے استثنائی صورت قرار دے کر اسے جائز کر رکھا ہے۔ انسان کے لیے اس کے فوائد کثیر ہیں۔ بیع سلم کا حکم یہ ہے مسلم الیہ ثمن کا مالک ہو جائے گا اور رب السلم مسلم فیہ کا۔ جب یہ عقد صحیح ہو جائے تو مسلم الیہ نے وقت پر مسلم فیہ کو حاضر کر دیا تو رب السلم کو وصول کرنا ہی ہے اس بیع میں کم از کم ایک مہینہ کی مدت کا تعین کیا جائے گا۔

سوال: بیع سلم کی تعریف تو معلوم ہو گئی کہ اس میں ثمن فی الحال اور مبیع فی المآل ہوتی ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ اس کے جواز کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: بیع سلم کے جواز و انعقاد کی سات شرائط ہیں:

(1) نوع معلوم ہونا (2) جنس معلوم ہونا (3) مقدار معلوم ہونا (4) صفت معلوم ہونا (5) رأس المال کی مقدار معلوم ہونا (6) مدت معلوم ہونا (7) مسلم فیہ کے ادا کرنے کا مکان و محل معلوم ہونا۔

حیوان کی بیع سلم کے جواز و عدم جواز میں مذاہب آئمہ:

حیوان کی بیع سلم جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے جائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ حیوان کی تعیین ممکن ہے۔ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ حیوان کی بیع سلم جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کے جواز کے لیے شرط ہے کہ وہ چیز موزونی ہو یا مکیلی ہو یا عددی متقارب ہو جبکہ عددی متفاوت میں بیع سلم نہیں ہو سکتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَرْضِ الْمُشْتَرِكِ يُرِيْدُ بَعْضُهُمْ بَيْعَ نَصِيْبِهٖ

باب 68- وہ مشترک زمین (جس کے مالکان میں سے) کوئی ایک شخص اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہو

1233 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ كَانَ لَهٗ شَرِيْكٌ فِيْ حَائِطٍ فَلَا يَبِيْعُ نَصِيْبَهٗ مِنْ ذٰلِكَ حَتّٰى يَعْرِضَهٗ عَلٰى شَرِيْكِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ

قولِ امام بخاری: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَّقُوْلُ سُلَيْمَانُ الْيَشْكُرِيُّ يُقَالُ اِنَّهٗ مَاتَ فِيْ حَيَاةِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ قَتَادَةُ وَلَا اَبُوْ بِشْرٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ سَمَاعًا مِّنْ سُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ فَلَعَلَّهٗ سَمِعَ مِنْهُ فِيْ حَيَاةِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ وَاِنَّمَا يُحَدِّثُ قَتَادَةُ عَنْ صَحِيْفَةِ سُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ وَكَانَ لَهٗ كِتَابٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْعَطَّارُ عَبْدُ الْقُدُّوْسِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ ذَهَبُوْا بِصَحِيْفَةِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اِلَى الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ فَاَخَذَهَا اَوْ قَالَ فَرَوَاهَا وَذَهَبُوْا بِهَا اِلٰى قَتَادَةَ فَرَوَاهَا وَاَتَوْنِيْ بِهَا فَلَمْ اَرْوِهَا يَقُوْلُ رَدَدْتُّهَا

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کا کسی باغ میں حصہ ہو تو وہ اس میں سے اپنا حصہ اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک اس کی پیش کش اپنے شراکت دار کو نہ کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: سلیمان یشکری نامی راوی کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے: ان کا انتقال حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہو گیا تھا' لیکن انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے' نہ قتادہ نے سنی ہے' اور نہ ہی ابوبشر نے سنی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ان میں سے کسی ایک کا بھی سلیمان یشکری سے سماع ہمارے علم میں نہیں ہے۔ سوائے عمرو بن دینار کے' یہ ہو سکتا ہے: انہوں نے ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں سماع کر لیا ہو۔

وہ فرماتے ہیں: قتادہ نے سلیمان یشکری کے صحیفے سے روایات نقل کی ہیں' کیونکہ ان کی ایک کتاب موجود تھی۔

ابوبکر عطار نے علی بن مدینی کے حوالے سے بیان کی ہے۔ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: سلیمان تیمی فرماتے ہیں: لوگوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صحیفے کو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کیا' تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے لیا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) انہوں نے اس میں سے روایت کیا لوگ اسے لے کر قتادہ کے پاس گئے' تو انہوں نے بھی اس میں سے روایت کر دیا' پھر وہ اسے لے کر میرے پاس آئے' تو میں نے اس میں سے روایت نہیں کی۔

شرح

حدیث باب کا مفہوم:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے' جب کوئی چیز دو آدمیوں کی ملک میں مشترکہ ہو' دونوں میں سے ایک اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہو' تو وہ سب سے پہلے اپنے شریک حصہ کو پیش کرے۔ اگر وہ خریدنا پسند نہ کرے' تو وہ حصہ دوسرے کو فروخت کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً کوئی باغ یا زمین دو دوستوں کی ملک میں ہو اور ایک فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو' تو دیگر لوگوں سے قبل اپنے حصہ دار کو پیش کرے۔ اگر وہ خریدنے سے انکار کر دے' تو دوسرے شخص کو فروخت کر سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شریکِ حصہ کا حق پہلے ہے' جبکہ

دیگر لوگوں کا بعد میں ہے۔

سوال: اگر شریکِ حصہ دوسرے کا حصہ خریدنے سے انکار کر دے تو کیا اس کا حق شفعہ ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں حق شفعہ ساقط ہونے یا نہ ہونے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

1- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حق شفعہ ساقط ہو جائے گا کیونکہ شریکِ حصہ نے اپنا حصہ فروخت کرنے سے قبل اسے خریدنے کی پیش کش کی جسے اس نے ٹھکرا دیا۔ اب دوسرے شخص کے خریدنے سے بیع تام ہو جائے گی اور حقِ شفعہ ساقط ہو جائے گا۔

2- حضرت امامِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نظر ہے کہ حقِ شفعہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ حقِ شفعہ بیع سے ثابت ہوتا ہے جب بائع نے ابھی بیع نہیں کی تو حقِ شفعہ ثابت نہیں ہوا۔ جب بیع سے قبل حقِ شفعہ ثابت ہی نہیں ہوا تو وہ ساقط کیسے ہو گیا؟ معلوم ہوا صورتِ بالا میں حقِ شفعہ ساقط نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ

باب 69- مخابرہ اور معاوَمہ کا حکم

1234 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ اور معاومہ سے منع کیا ہے، اور آپ نے عرایا کی اجازت دی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

بیع مخابرہ اور بیع معاومہ کی تعریف اور حکم:

لفظ "مخابرہ" خیبر کے مادہ سے لفظ مزارعہ کی طرح باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ مخابرہ اور مزارعہ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے دونوں مترادف ہیں یعنی زراعت وکھیتی باڑی کرنا۔ قلعہ خیبر فتح ہونے کے بعد وہاں کے یہودیوں نے اسلام کی بالادستی قبول کر لی تو حضور

1234- اخرجه مسلم (1175/3) كتاب البيوع' باب: النهي عن المحاقلة والمزابنة' وعن المخابرة وبيع الثمرة قبل بدو صلاحها وعن بيع المعاومة وهو بيع السنين' حديث (85-1536) وابو داؤد(262/3) كتاب البيوع' باب في المخابرة' حديث (3404) والنسائي (296/7) كتاب البيوع' باب النهي عن الثنيا حتى تعلم' حديث (3634) وابن ماجه (762/2) كتاب التجارات' باب المزابنة والمحاقلة' حديث (2266) واحمد(313) من طريق ايوب عن ابي الزبير عن جابر بن عبد الله فذكره-

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے وہاں کی زمین انہیں بٹائی پر دے دی تھی۔ کرایہ یا بٹائی پر زمین دینا بالاجماع جائز ہے۔ البتہ جز معین کے ساتھ بالاجماع منع ہے۔ مثلاً زمین بٹائی پر دیتے وقت یہ شرط لگائی جائے کہ دس من گندم دینی ہوگی تو اس صورت کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے آئمہ فقہ کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام مالک' حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ اوّل الذکر امامین نے قولی احادیث سے اور مؤخر الذکر امامین نے فعلی احادیث سے استدلال کیا ہے۔

ابتدائے اسلام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت کے تحت زمین کو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں جب وہ مصلحت ختم ہوگئی تو نہ صرف اس کی اجازت دی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خود بھی اراضی مزارعت کے لیے عنایت فرمائی تھی۔ اب آئمہ اربعہ کا اجماعی فتویٰ اس کے جواز کا ہے۔

بیع معاومہ اور اس کا حکم:

اس سے مراد ہے ایک یا دو یا تین سال تک باغ کا پھل فروخت کر دینا' یہ بالاتفاق منع ہے۔ اس کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس بیع میں مبیع مجہول اور معدوم ہے۔ قاعدہ کے مطابق مجہول مبیع کی بیع باطل ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْعِيْرِ

باب 70- قیمت مقرر کرنا

1235 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَثَابِتٌ وَّحُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ غَلَا السِّعْرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَعِّرْ لَنَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّزَّاقُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُو اَنْ اَلْقٰى رَبِّيْ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ يَطْلُبُنِيْ بِمَظْلِمَةٍ فِيْ دَمٍ وَّلَا مَالٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں قیمتیں زیادہ ہوگئی لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے لیے قیمتیں مقرر کر دیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ قیمت مقرر کرنے والا ہے۔ وہ تنگی عطا کرتا ہے' اور کشادگی عطا کرتا ہے۔ وہ بہت زیادہ رزق عطا کرنے والا ہے' میری یہ آرزو ہے: میں جب اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں' تو کوئی بھی شخص جان یا مال کے اعتبار سے مجھ سے کسی بدلے کا مطالبہ نہ کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1235- اخرجه احمد (286/3) وابو داؤد (272/3) كتاب البيوع' باب: في التسعير' حديث (3451) وابن ماجه (741/2) كتاب التجارات' باب: من كره ان يسعر' حديث (2200) من طريق حماد بن سلمة عن قتادة و ثابت وحميد عن انس به-

شرح

قیمتوں پر قابو پانے کا مسئلہ:

لفظ''تسعیر''سعر کے مادہ سے باب تفعیل کا مصدر ہے، جس کا معنی ہے: چیزوں کی قیمتوں پر قابو پانا اور کنٹرول کرنا۔ اشیاء خوردنی کی فراوانی اوران کی قیمتوں میں ارزانی اللہ تعالیٰ کا انعام اور مخلوق سے رضا کی علامت ہے۔ اس کے برعکس اشیاء خوردنی میں گرانی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ مہربان ہے انسانوں پر طاقت سے زائد بوجھ نہیں ڈالتا اور وہ اپنی مخلوق کے لیے آسانی کے راستے متعین کرتا ہے۔ اشیاء خوردنی کی قیمتوں میں گرانی لوگوں کے اعمالِ بد، دین سے دُوری اور احکام الٰہی پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ حدیث باب میں صراحت ہے کہ دَورِ رسالت میں اشیاء خوردنی میں گرانی ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پریشانی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:''یارسول اللہ! اشیاء خوردنی کی قیمتیں مقرر فرما دیں تاکہ گرانی سے نجات حاصل ہوجائے۔'' آپ نے جواب میں فرمایا:''اللہ تعالیٰ قیمتوں کا تعین کرنے والا ہے، ارزانی کرنے والا ہے، گرانی کرنے والا ہے اور روزی رساں ہے۔'' اس روایت سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی قیمتوں میں کمی اور اضافہ کا فیصلہ آسمانوں پر اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکم سے ہوتا ہے۔ مخلوق کا اس مسئلے کے ساتھ کوئی تعلق وعلاقہ نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور نافرمانی کا اس کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ مخلوق کی نافرمانی کے باعث اشیاء خوردنی میں گرانی کی شکل میں عذابِ الٰہی نازل ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ الْغِشِّ فِي الْبُيُوْعِ

باب 71- خرید وفروخت میں دھوکہ دینا حرام ہے

1236 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةٍ مِّنْ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلًا فَقَالَ يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ مَا هٰذَا قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ ثُمَّ قَالَ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِي الْحَمْرَاءِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّبُرَيْدَةَ وَاَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ وَّحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1236- اخرجه احمد (242/2) ومسلم (348/1، 349 ابی) كتاب الايمان، باب: قول النبی صلی اللہ علیه وسلم من غشنا فليس منا، حديث (102-164) وابوداؤد (272/3) كتاب البيوع، باب فی النهی عن الغش، حديث (3452) وابن ماجه (749/2) كتاب التجارات، باب: النهی عن الغش، حديث (2224) والحميدی (447/2) حديث (1033) من طريق العلاء بن عبد الرحمن عن ابيه عبد الرحمن بن ابی هريرة فذكره۔

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا الْغِشَّ وَقَالُوا الْغِشُّ حَرَامٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اناج کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے تو آپ نے اپنا دستِ مبارک اس میں داخل کیا' تو آپ کی انگلیوں کو کچھ نمی محسوس ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا: اے اناج والے یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! بارش کی وجہ سے ایسا ہوا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اسے اناج پر کیوں نہیں رکھا' تا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دھوکہ دے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابوحمراء رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ' حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے' انہوں نے دھوکہ دینے کو حرام قرار دیا ہے' وہ فرماتے ہیں: دھوکہ دینا حرام ہے۔

شرح

دھوکہ دینے کی مذمت:

کسی بھی چیز میں ملاوٹ یا دھوکہ قابلِ مذمت اور قابلِ گرفت عمل ہے۔ دَورِ حاضر میں دودھ سے لے کر اشیاءِ خوردنی تک سب میں ملاوٹ اور دھوکہ سے کام لیا جاتا ہے' پھر قیامت اور ظلم کی انتہا یہ ہے کہ کذب بیانی اور قسم کھا کر دوسرے کو مطمئن کیا جاتا ہے کہیں معمولی چیز کو اعلیٰ کے بھاؤ' کہیں چیز میں وزن کی کمی کر کے اور کہیں چیز میں پانی شامل کر کے فروخت کیا جاتا ہے۔ یہ سب دھوکہ کی صورتیں ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔ اسلامی حکومت میں ایک محکمہ ''محکمہ احتساب'' موجود ہوتا ہے' جس کے فرائض میں یہ شامل ہوتا ہے کہ وہ اشیاءِ خوردنی میں مصنوعی گرانی' دھوکہ دہی اور ملاوٹ کرنے والوں کی سرزنش کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نفس نفیس اس مقصد کے لیے بازار تشریف لے جاتے تھے۔ ایسی سازش کرنے والے لوگوں سے اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من غش فلیس منا'' جس نے ملاوٹ کی وہ ہم سے نہیں ہے۔ کاش! تاجر برادری اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدنظر رکھتے ہوئے چند ایام کی آسائش اور چند ٹکوں کے لیے اپنی عاقبت برباد کرنے سے باز آجائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اسْتِقْرَاضِ الْبَعِيْرِ اَوِ الشَّیْءِ مِنَ الْحَيَوَانِ اَوِ السِّنِّ

باب 72- اونٹ یا کوئی بھی جانور ادھار کے طور پر لینا

1237 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اسْتَقْرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِنًّا فَاَعْطَاهُ سِنًّا خَيْرًا مِّنْ سِنِّهٖ وَقَالَ خِيَارُكُمْ

اَحَاسِنُكُمْ قَضَاءً

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَسُفْیَانُ عَنْ سَلَمَةَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَمْ یَرَوْا بِاسْتِقْرَاضِ السِّنِّ بَاْسًا مِّنَ الْاِبِلِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک جوان اونٹ قرض کے طور پر لیا' تو آپ نے اس کے بدلے میں بہتر اونٹ عطا کیا' اور ارشاد فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو بہتر طریقے سے قرض واپس کریں۔

اس بارے میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شعبہ اور سفیان نے اسے سلمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ان کے نزدیک اونٹ کو قرض کے طور پر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

1238 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِیْرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَیْلٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا تَقَاضٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا ثُمَّ قَالَ اشْتَرُوْا لَهٗ بَعِیْرًا فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ فَطَلَبُوْهُ فَلَمْ یَجِدُوْا اِلَّا سِنًّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ فَقَالَ اشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ فَاِنَّ خَیْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَیْلٍ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

1237- اخرجه البخاری (563/4) كتاب الوكالة' باب: وكالة الشاهد والغائب جائز' حديث (2305) ومسلم (1125/3) كتاب المساقاة' باب من استسلف شيئا فقضى خيرا منه وخيركم احسنكم قضاء' حديث (122-1601) والنسائی (291/7) كتاب البيوع' باب: استسلاف الحيوان واستقراضه حديث (4618) وابن ماجه (809/2) كتاب الصدقات' باب: حسن القضاء حديث (2423) واخرجه احمد (431'393'377/2) من طريق سلمة بن كهيل عن ابی هريرة فذكره۔

1238- اخرجه البخاری (564/4) كتاب الوكالة' باب الوكالة فی قضاء الديون' حديث (2306) ومسلم (1225/3) كتاب المساقاة' باب من استسلف شيئا فقضى خيرا منه' وخيركم احسنكم قضاء' حديث (120-1601) وينظر: تخريج الحديث السابق رقم (1316) من طريق بن كهيل عن ابی سلمة عن ابی هريرة فذكره۔

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے تقاضا کیا' اور اس بارے میں سخت زبان استعمال کی آپ کے ساتھیوں نے اسے مارنے کا ارادہ کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو! کیونکہ حقدار کو بات کہنے کی گنجائش ہوتی ہے' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اس کو ایک اونٹ خرید کر دے دو! لوگوں نے اونٹ تلاش کیا' تو انہیں اس سے بہتر اونٹ ملا۔ آپ نے فرمایا: اسے وہی خرید کر دیدو' کیونکہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے' جو اچھے طریقے سے قرض ادا کرے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1239 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا فَجَائَتْهُ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَاَمَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْضِىَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ فَقُلْتُ لَا اَجِدُ فِى الْاِبِلِ اِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطِهِ اِيَّاهُ فَاِنَّ خِيَارَ النَّاسِ اَحْسَنُهُمْ قَضَاءً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک اونٹ قرض کے طور پر لیا' پھر آپ کی خدمت میں صدقے کے اونٹ آئے' حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھے ہدایت کی کہ میں اس اونٹ والے شخص کا قرض ادا کروں' میں نے عرض کی: مجھے اونٹوں کے اندر صرف ایک اونٹ ملا ہے' لیکن وہ بھی اس سے بہتر ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہی اسے دیدو' کیونکہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے' جو اچھے طریقے سے قرض ادا کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1240 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِىُّ عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ سَمْحَ الْبَيْعِ سَمْحَ الشِّرَاءِ سَمْحَ الْقَضَاءِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

1239– اخرجه مالك فى المؤطا (680/2) كتاب البيوع' باب: ما يجوز من السلف' حديث (89) واحمد (390/6) ومسلم (1224/3) كتاب المساقاة' باب: من استسلف شيئا فقضى خيرا منه' حديث (118-1600) وابو داؤد (247/3'248) كتاب البيوع' باب: فى حسن القضاء' حديث (3346) والنسائى (291/7) كتاب البيوع' باب: استسلاف الحيوان واستقراضه' حديث (4617) وابن ماجه (767/2) كتاب التجارات' باب: السلم فى الحيوان' حديث (2285) والدارمى (254/1) كتاب البيوع' باب: الرخصة فى استقراض الحيوان' وابن خزيمة (50/4) حديث (2332) من طريق زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابى رافع مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكره-

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يُوْنُسَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ فروخت میں نرمی کرنے والے اور خریدنے میں نرمی کرنے والے اور قرض کی ادائیگی میں نرمی کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت کو یونس کے حوالے سے سعید مقبری کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

1241 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: غَفَرَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ سَهْلًا اِذَا بَاعَ سَهْلًا اِذَا اشْتَرٰى سَهْلًا اِذَا اقْتَضٰى

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایک شخص کی مغفرت کر دی' جو فروخت کرتے ہوئے نرمی سے کام لیتا تھا' خریدتے ہوئے نرمی سے کام لیتا تھا' اور تقاضا کرتے ہوئے نرمی سے کام لیتا تھا۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''صحیح حسن غریب'' ہے۔

شرح

حیوان کو بطورِ قرض لینے میں مذاہبِ آئمہ:

بیع اور قرض کے شرعی احکام یکساں ہیں' ان میں لطیف سا فرق ہے کہ بیع تو ہر چیز کی ہو سکتی ہے' جبکہ قرض صرف اشیاء مثلیات میں جائز ہے۔ مثلیات چار قسم کی اشیاء ہو سکتی ہیں:

(1) موزونات (2) مکیلات (3) مزروعات (وہ اشیاء جو ناپ کر لی جاتی ہیں) (4) معدودات متقاربہ (وہ اشیاء جن کے افراد میں زیادہ تفاوت نہ ہو)

ان کے سوا تمام اشیاء ذوات القیم ہیں جن کو بطورِ قرض لینا دینا منع ہے۔ اس مسئلے میں تمام آئمہ فقہ کا اجماع ہے۔ سوال یہ ہے کہ حیوان کو بطورِ قرض لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ حیوان کو بطورِ قرض لینا دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس کا تعلق ذوات القیم کے ساتھ ہے' جس میں نمایاں تفاوت ہوتا ہے' جبکہ ان کی قیمتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کو حیوان کے عوض اُدھار فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔ قرض میں بھی ایک عوض اُدھار کی شکل میں ہوتا ہے جو جائز نہیں ہے۔

1241- اخرجه البخاري (359/4) كتاب البيوع' باب: السهولة والسماحة في الشراء والبيع' ومن طلب حقا فليطلبه في عفاف' حديث (2076) واحمد (340/3) من طريق محمد بن المنكدر عن جابر بن عبد الله فذكره۔

2- حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حیوان کو بطورِ قرض لینا اور دینا جائز ہے۔ انہوں نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے جن میں اس بات کی صراحت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے اونٹ بطورِ قرض لیا۔ پھر اس کے مطالبہ پر نیا اونٹ خرید کر اسے واپس کیا گیا۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ دونوں احادیث میں لفظ ''استسلف'' استعمال ہوا ہے جو صرف حصولِ قرض کے معنیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ بیع کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ گزشتہ صفحات میں باب بیع سلف میں یہ الفاظ موجود ہیں:

من اسلف منکم فلیسلف فی کیل......

لفظ ''اَسْلَفَ'' بیع کے منع میں استعمال ہوا ہے۔ اس معنیٰ کے لحاظ سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ بطورِ قرض نہیں لیا تھا بلکہ خریدا تھا اس معنیٰ کے اعتبار سے یہ احادیثِ مبارکہ ہمارے مؤقف کے منافی نہیں ہیں۔

بیع، شراء اور قرض کے تقاضا میں نرمی اختیار کرنے کی فضیلت:

بیع میں نرمی کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کے کہنے پر ثمن میں کمی کر دی جائے یا چیز قدرے زائد دی جائے۔ شراء میں نرمی کا مطلب ہے کہ بائع کو قدرے زائد قیمت دی جائے۔ قرض میں نرمی کا مطلب یہ ہے کہ اگر مقروض کسی مجبوری کی وجہ سے بروقت قرض ادا نہ کر سکے تو اس کو پریشان نہ کیا جائے بلکہ اسے مہلت دی جائے۔ جو شخص بیع یا شراء یا قرض کے تقاضا کرنے میں نرمی اختیار کرتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی اس سے حساب لینے میں نرمی اختیار کرے گا، اس کے گناہ معاف کر کے اس کی بخشش کر دے گا اور اسے جنت میں جگہ دے گا۔

بَاب النَّهْيِ عَنِ الْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ

باب 73- مسجد میں خرید و فروخت کی ممانعت

1242 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَارِمٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّبِيْعُ اَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ وَاِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّنْشُدُ فِيْهِ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا لَا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ فِي الْمَسْجِدِ

1242- اخرجه الظر الثانی مسلم (475/2 ابی) کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب: النہی عن نشد الضالة فی المسجد وما یقوله من سمع الناشد حدیث (79-568) واخرجه الحدیث الدارمی (326/1) کتاب الصلوٰۃ باب: النہی عن استنشاد الضالة فی المساجد وابن خزیمة (274/2) حدیث (1305) من طریق عبد العزیز بن محمد بن یزید بن خصیفة عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان عن ابی هریرة فذکره۔

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَدْ رَخَّصَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فِي الْمَسْجِدِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم اس شخص کو دیکھو جو مسجد میں کوئی چیز فروخت کر رہا ہو یا خرید رہا ہو تو یہ کہو: اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت میں منافع نہ دے اور جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کر رہا ہو تو تم یہ کہو: اللہ تعالیٰ تمہاری چیز واپس نہ کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن غریب" ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے انہوں نے مسجد میں خرید وفروخت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے مسجد میں خرید وفروخت کی اجازت دی ہے۔

شرح

مسجد میں خرید وفروخت اور گمشدہ چیز کے اعلان کی ممانعت:

روئے زمین کی افضل جگہ مسجد ہے اور بدترین جگہ بازار ہے۔ مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ اور اللہ تعالیٰ سے اپنا جسمانی اور روحانی تعلق قائم کرنے کا مقام ہے۔ یہ اسلام کا قلعہ اور روحانی ترقی کا سرچشمہ ہے۔ قرآن وسنت کا درس دینے اور لینے کا مرکز ہے۔ مسلمان ایک دن میں اس کی پُرکیف فضا میں پانچ مرتبہ جمع ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اس کی طرف اُٹھنے والا ایک ایک قدم نیکیوں میں اضافہ کا باعث اور بخشش کا سبب ہے۔ مسجد میں سامان لا کر فروخت کرنے کی ممانعت ہے۔ تاہم معتکف مسجد میں چیز لائے بغیر خرید وفروخت کرے تو اس کی گنجائش ہے۔ مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کی حدیث باب میں وعید ومذمت وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح گم شدہ جانور کے اعلان کی بھی اجازت نہیں ہے۔

سوال: عورت یا مرد یا بچہ کے گم ہو جانے کی صورت میں اس کی دستیابی کے لیے مسجد میں اعلان کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء اس کے جواز کی اجازت دیتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں۔ احتیاط اسی میں ہے کہ مسجد میں کوئی بھی اعلان نہ کیا جائے۔ البتہ لاؤڈ سپیکر مسجد سے باہر لا کر اعلان کیا جائے یا مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر اعلان کیا جائے تو بالاتفاق جائز ہے۔

☆☆☆☆☆

شرح ترمذی شریف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

حضرت علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

شرح جامع ترمذی شریف

3

تصنیف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شرح

محمد یٰسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

هو القادر

شرح جامع ترمذی شریف

مترجم ———— ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
شرح ———— محمد یٰسین قصوری نقشبندی
کمپوزنگ ———— ورڈز میکر
باہتمام ———— ملک شبیر حسین
سن اشاعت ———— اگست 2016ء
سرورق ———— اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور 0322-7202212
طباعت ———— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ ———— روپے فی جلد

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ابو محمد ذکی محمد زہیر الکابلین

ترتیب

كِتَابُ الْأَحْكَامِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الدِّيَاتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الصَّيْدِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الْأَحْكَامِ وَالْفَوَائِدِ

كِتَابُ الْأَضَاحِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ النُّذُوْرِ وَالْاَيْمَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ السِّيَرِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ فَضَائِلِ الْجِهَادِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الْجِهَادِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ اللِّبَاسِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

كِتَابُ الْاَحْكَامِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

احکام کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

ماقبل اور مابعد سے ربط: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ ماقبل کتاب البیوع کی بحث کر رہے تھے' اب درمیان میں عدالتی احکام کے حوالے سے 13 ابواب لائے ہیں اور ان کے بعد دوبارہ باقی ماندہ کتاب البیوع کے احکام لائیں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَاضِيْ

باب 1- قاضی کا بیان

1243 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الْمَلِكِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَوْهَبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عُثْمَانَ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ اذْهَبْ فَاقْضِ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ اَوَ تُعَافِيْنِيْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ فَمَا تَكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ وَقَدْ كَانَ اَبُوْكَ يَقْضِيْ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ كَانَ قَاضِيًا فَقَضٰى بِالْعَدْلِ فَبِالْحَرِيِّ اَنْ يَّنْقَلِبَ مِنْهُ كَفَافًا فَمَا اَرْجُوْ بَعْدَ ذٰلِكَ

فی الباب: وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ وَّفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّلَيْسَ اِسْنَادُهُ عِنْدِيْ بِمُتَّصِلٍ

توضیح راوی: وَعَبْدُ الْمَلِكِ الَّذِيْ رَوٰى عَنْهُ الْمُعْتَمِرُ هٰذَا هُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ جَمِيْلَةَ

◆◆ عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: جاؤ! لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو! انہوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے اس سے معاف نہیں رکھیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم اس کو کیوں ناپسند کرتے ہو' جبکہ تمہارے والد فیصلے کیا کرتے تھے' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص قاضی ہو' اور انصاف کے ساتھ فیصلے کرے' تو امید ہے۔ وہ برابر چھوٹ جائے گا' اس لیے میں اس کے بعد (اس عہدے کی) آرزو نہیں رکھتا۔

اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "غریب" ہے میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں ہے۔

جس عبدالملک نامی راوی سے معتمر نے اس کو نقل کیا ہے۔ وہ عبدالملک بن جمیلہ ہیں۔

1244 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ قَاضِيَانِ فِي النَّارِ وَقَاضٍ فِي الْجَنَّةِ رَجُلٌ قَضٰى بِغَيْرِ الْحَقِّ فَعَلِمَ ذَاكَ فَذَاكَ فِي النَّارِ وَقَاضٍ لَّا يَعْلَمُ فَاَهْلَكَ حُقُوْقَ النَّاسِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَقَاضٍ قَضٰى بِالْحَقِّ فَذٰلِكَ فِي الْجَنَّةِ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قاضی تین قسم کے ہیں دو قسم کے قاضی جہنم میں جائیں گے اور ایک قسم کا قاضی جنت میں جائے گا' وہ شخص جو حق کے خلاف فیصلہ کرے اور وہ یہ بات جانتا ہو' تو وہ جہنم میں جائے گا' وہ قاضی (جسے قضا سے متعلق احکام) کا علم نہ ہو اور وہ لوگوں کے حقوق ضائع کر دے وہ جہنم میں جائے گا۔ اور وہ قاضی جو حق کے مطابق فیصلہ کرے' وہ جنت میں جائے گا۔

1245 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ بِلَالِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ سَاَلَ الْقَضَاءَ وُكِلَ اِلٰى نَفْسِهِ وَمَنْ اُجْبِرَ عَلَيْهِ يُنْزِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَلَكًا فَيُسَدِّدُهُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قضاء کے منصب کا مطالبہ کرے اس کو اس کے حوالے کر دیا جائے گا' اور جس شخص کو اس پر مجبور کیا جائے' تو اللہ تعالیٰ فرشتہ اس پر نازل کرتا ہے' جو اسے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

1246 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلَى الثَّعْلَبِيِّ عَنْ بِلَالِ بْنِ مِرْدَاسٍ الْفَزَارِيِّ عَنْ خَيْثَمَةَ وَهُوَ الْبَصْرِيُّ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ وَسَاَلَ فِيْهِ شُفَعَاءَ وُكِلَ اِلٰى نَفْسِهِ وَمَنْ اُكْرِهَ عَلَيْهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَلَكًا

1244م- اخرجه ابوداؤد (299/3) كتاب الاقضية' باب: في القاضي يخطئ' حديث (3573) وابن ماجه (776/2) كتاب الاحكام' باب الحاكم يجتهد فيصيب الحق' حديث (2315) من طريق ابن بريدة عن ابيه' بريدة بن الحصيب فذكره.

1245- اخرجه احمد (118/3'220) وابو داؤد (300/3) كتاب الاقضية' باب: في طلب القضاء والتسرع اليه' حديث (3578) وابن ماجه (774/2) كتاب الاحكام' باب: ذكر القضاة' حديث (2309) من طريق بلال بن ابي موسى عن انس بن مالك فذكره.

1246- لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة سوى الترمذي' ينظر تحفة الاشراف (217/1) حديث (825) واخرجه البيهقي (100/10)

يُسَدِّدُهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّهُوَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص قضاء کے عہدے کا طلبگار ہو' اور اس بارے میں سفارش ڈھونڈتا ہو' اسے اس حوالے کر دیا جائے گا' اور جس شخص کو اس پر مجبور کیا جائے' تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو نازل کرتا ہے' جو اس کی مدد کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہ روایت اسرائیل کی عبدالاعلیٰ سے نقل کردہ روایت سے زیادہ مستند ہے۔

1247 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِىْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ وَّلِىَ الْقَضَاءَ اَوْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ اَيْضًا مِّنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قضاء کے عہدے پر فائز ہو (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) جس شخص کو لوگوں کے درمیان قاضی بنا دیا جائے' تو اسے چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

شرح

شرائط وآدابِ قاضی:

لفظ ''قاضی'' قضٰی یقضی از باب ضَرَبَ يَضْرِبُ ناقص یائی سے اسمِ فاعل کا صیغہ ہے۔ بمعنی: فیصلہ کرنے والا' پورا کرنے والا' تکمیل کرنے والا۔ عہدہ قضا بڑا نازک اور حساس ہے۔ از خود یہ منصب حاصل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ازخود منصب کا مطالبہ کرنے والے کو منصب دینے کی صورت میں وہ اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکے گا' تو اس کا فعل قابلِ مذمت ہوگا' جس شخصیت میں اس کی اہلیت ہو' اسے قضا کے منصب پر فائز کیا جائے اور وہ اسے یقیناً بہتر طریقہ سے انجام دے سکے گا' جس میں اس کا اپنا اور قوم سب کا فائدہ ہوگا۔

قاضی کی چار شرائط ہیں:

1247- اخرجه احمد (365،230/2) وابو داؤد (298/3) كتاب الاقضية باب: فى طلب القضاء' حديث (3571) وابن ماجه (774/2) كتاب الاحكام باب: ذكر القضاة' حديث (2308) من طريق سعيد المقبرى عن ابى هريرة فذكره۔

(1) مسلم ہونا (2) عاقل ہونا (3) بالغ ہونا (4) صاحب عدل ہونا

قاضی کے آداب کثیر ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(1) صاحب فراست ہونا (2) فریضہ قضاء انجام دینے کا اہل ہو (3) اس فریضہ کے انجام دینے میں کامیابی یقینی ہو (4) وہ نہ دل سے منصب کا خواہاں ہو اور نہ زبان سے طالب ہو (5) فریضہ قضاء انجام دینے کے لیے کھلے عام مسجد میں موجود ہو (6) اپنے اعزاء احباء اور نذرانہ پیش کرنے والے کے دل میں میلان پیدا نہ ہو (7) عام لوگوں کی طرح مریضوں کی عیادت کرے جنازوں میں شامل ہو اور لوگوں سے کھلے عام ملاقات کرنے کا عادی ہو (8) مدعی یا مدعا علیہ میں سے کسی طرف جھکاؤ نہ ہو (9) فریقین میں یکساں اور مساوی سلوک کرتا ہو (10) فریقین میں کسی سے بھی گواہ کی تلقین نہ کرے (11) کسی فریق سے نہ سرگوشی کرے اور نہ مزاح کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَاضِي يُصِيْبُ وَيُخْطِئُ

باب 2- وہ قاضی جو ٹھیک فیصلہ بھی کرتا ہے اور غلطی بھی کرتا ہے

1248 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَاَصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاَخْطَاَ فَلَهُ اَجْرٌ وَّاحِدٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرے اور درست فیصلہ کرے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ فیصلہ کرتے ہوئے غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمرو بن العاص حضرت عقبہ بن عامر سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے یحییٰ بن سعید نامی راوی سے نقل کرنے کے حوالے سے جانتے ہیں اور یہ عبد الرزاق کے حوالے سے معمر کے حوالے سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

1248- اخرجه النسائی (223/8، 224) كتاب آداب القضاة، باب: الاصابة فی الحكم، حديث (5381) من طريق ابی بكر محمد بن عمرو بن حزم عن ابی سلمة عن ابی هريرة فذكره.

شرح

قاضی اور مجتہد کی غلطی اور صواب کا مسئلہ:

عربی زبان کا ایک مشہور مقولہ ہے: "المجتھد یصیب ویخطیٔ" یعنی مجتہد حق کو پاتا ہے اور خطا بھی کر سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجتہد کو مسائل شرعیہ کے استنباط کرنے اور قاضی کو فیصلہ صادر کرنے سے قبل معاملہ فہمی میں اپنی سعی بھرپور بروئے کار لانی چاہیے۔ اس کے بعد اگر وہ غلطی کرتا ہے تب بھی اجر و ثواب کا حق دار قرار پائے گا اور اگر حق کو پائے گا' تو اسے دوہرا ثواب عطا کیا جائے گا۔ مثلاً فاتحہ خلف الامام میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے واجب قرار دیتے ہیں جبکہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ مکروہ تحریمی خیال کرتے ہیں۔ دونوں متضاد باتیں ہیں اور دونوں میں حق ایک ہے' جبکہ دوسری لامحالہ خطا ہے۔ صاحبِ حق کو دوہرا ثواب اور صاحبِ خطا کو ایک ثواب عطا کیا جائے گا۔ مزید وضاحت کے لیے اس کی مثال یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ ریت میں سوئی چھپا دی جائے پھر لوگوں میں اعلان کر دیا جائے کہ جو شخص اسے تلاش کر کے لائے گا اسے دوسو روپے بطورِ انعام دیے جائیں گے اور دوسرے لوگوں کو سوسو روپیہ دیا جائے گا۔ سوئی ایک ہے اور وہ ایک کے ہاتھ میں آئے گی جو زیادہ انعام کا حق دار ہوگا۔ چونکہ دوسرے لوگوں نے بھی سوئی کی تلاش کے لیے جدوجہد کی ہے' لہٰذا انہیں بھی محروم نہیں رکھا جائے گا بلکہ انہیں بھی حسبِ وعدہ انعام سے نوازا جائے گا۔ یہی حال قاضی اور مجتہد کا ہے۔

فائدہ نافعہ: حق کو پانے والے قاضی اور مجتہد کو ایک یا دوہرا ثواب ملے گا جبکہ مقلدین ثواب کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔ ان سب کو ایک ثواب اور برابر عطا کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَاضِي كَيْفَ يَقْضِي

باب 3- قاضی کس طرح فیصلہ کرے؟

1249 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي عَوْنٍ الثَّقَفِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِ مُعَاذٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ كَيْفَ تَقْضِي فَقَالَ اَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَجْتَهِدُ رَاْيِي قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا

1249- اخرجه احمد و (5/230، 242) وابو داؤد (3/303) كتاب الاقضية' باب: اجتهاد الراى فى القضاء حديث (3592، 3593) والدارمى (1/60) كتاب الزكوة' باب: الفتيا وما فيهمن انشدة' وعبد بن حميد ص (72) حديث (124) من طريق الحارث بن عمرو عن رجال من اصحاب معاذ عن معاذ بن جبل فذكره.

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ عَوْنٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو ابْنِ اَخٍ لِلْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اُنَاسٍ مِّنْ اَهْلِ حِمْصٍ عَنْ مُّعَاذٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ .

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَیْسَ اِسْنَادُهٗ عِنْدِیْ بِمُتَّصِلٍ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَوْنٍ الثَّقَفِیُّ اسْمُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ

◆◆ حضرت معاذ ﷜ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ ﷜ کو یمن بھیجا تو آپ نے دریافت کیا: تم کس طرح فیصلہ کرو گے انہوں نے عرض کی: میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود (حکم) کے مطابق فیصلہ کروں گا نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں (اس حکم کا موجود نہ ہو) انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کے رسول کی سنت کے مطابق (فیصلہ کروں گا) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کے رسول کی سنت میں (اس کا حکم نہ ہو) انہوں نے عرض کی: میں اپنی رائے کے ذریعے فیصلہکروں گا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے ہے' جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول کے نمائندے کو (یہ) توفیق عطا کی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت معاذ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

ہم اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں ہے۔

ابوعون ثقفی نامی راوی کا نام محمد بن عبیداللہ ہے۔

شرح

فیصلہ کرنے کا طریق کار اور ثبوتِ اجتہاد:

جب قاضی کو منصب قضا پر فائز کر دیا جائے تو اس کی طرف سے کسی معاملہ میں فیصلہ صادر کرنے کا طریق کار کیا ہوگا؟ حدیث باب میں اسی سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم تعینات کیا گیا تو روانگی سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یوں مخاطب کیا: اے معاذ! تمہارے سامنے جب کوئی مقدمہ پیش ہو' تو کس طرح فیصلہ صادر کرو گے؟ عرض کیا: ''یارسول اللہ! قرآنی احکام کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔'' فرمایا: ''اگر قرآن میں اس کا حل دستیاب نہ ہوا تو پھر کیا کرو گے؟'' عرض کیا: ''تب میں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس کا حل دستیاب نہ ہوا تو پھر کیا کرو گے؟'' عرض کیا: ''اجتهد برائی یعنی تب میں اپنے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کروں گا۔'' یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ مسرت کرتے ہوئے فرمایا:

الحمدللہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

''یعنی تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد (نمائندہ) کو ایسی صلاحیت وقوت سے سرفراز فرمایا۔''

معلوم ہوا کہ کوئی بھی فیصلہ صادر کرنا ہو تو اس کا پہلا ماخذ قرآن دوسرا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تیسرا اجتہاد و قیاس ہے۔ اس ترتیب سے مقدمہ کا حل تلاش کیا جائے گا۔ حدیث باب سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اجتہاد اور قیاس برحق ہے اور اس کی بنیاد یں ٹھوس ہیں۔

فائدہ نافعہ: حدیث باب سے ثابت ہوا کہ قرآن وسنت کی طرح قیاس بھی اسلامی احکام کا ماخذ و مرجع ہونے کے علاوہ قابلِ حجت و دلیل ہے۔ اس کا انکار گمراہی ہے۔ قرآنِ کریم کی طرح احادیث میں سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ کسی بھی حدیث میں "حدیث" کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ لفظ حدیث کا لغوی معنی ہے بات قول۔ اس کا شرعی اور اصطلاحی مفہوم ہے: ما اضيف الى النبى صلى الله عليه وسلم من قول او فعل او تقرير یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال اور تائیدات کا نام حدیث ہے۔ سنت کی تعریف یوں کی جاتی ہے: "الطريقة المسلوكة فى الدين" دین کی وہ راہ جسے اختیار کیا جائے۔ سنت اور حدیث کے درمیان عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ مخصوص یا مؤول یا منسوخ ارشادات نبوی حدیث تو ہیں مگر سنت نہیں ہیں۔ ملک وملت سے متعلق خلفاء راشدین کے ارشادات سنت ہیں مگر حدیث نہیں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول بہ اقوال اور افعال حدیث ہیں اور سنت بھی اس بحث کے نتیجہ میں بلا خوف تردید یوں کہا جا سکتا ہے: "اہلِ سنت وجماعت کی اصطلاح تو درست ہے اور "اہلِ حدیث" کی اصطلاح غلط ہے۔"

بَابُ مَا جَآءَ فِى الْاِمَامِ الْعَادِلِ

باب 4- عادل حکمران

1250 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ وَّاَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ وَاَبْعَدَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ

فى الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ پسندیدا اور مجلس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب عادل حکمران ہوگا' اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجلس کے اعتبار سب سے زیادہ دور ظالم حکمران ہوگا۔

اس بارے میں حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

1250- اخرجه احمد (3/22-55) من طريق عطية عن ابى سعيد الخدرى به۔

1251 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَبُوْ بَكْرٍ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰى قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِي مَا لَمْ يَجُرْ فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰى عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ

◄► حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے' جب تک وہ زیادتی نہ کرے جب وہ زیادتی کرتا ہے' تو اس سے الگ ہو جاتا ہے اور شیطان اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف عمران قطان نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

عدل وانصاف کی اہمیت وفضیلت:

احادیث باب میں عدل وانصاف اختیار کرنے کی فضیلت اور ظلم وستم کرنے کی مذمت ووعید بیان کی ہے۔لفظ ''عدل'' کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو مناسب جگہ میں رکھنا اور اصطلاحی معنی ہے کسی مقدمہ کا حقیقت پر مبنی فیصلہ کرنا۔اس کا مقابل ''ظلم'' ہے' اس کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو اس کے نامناسب وغیر محل میں رکھنا۔اصطلاحی مفہوم ہے حقیقت کے منافی ایسا فیصلہ کرنا جس سے کسی کو ذہنی اذیت پہنچے۔

سلطانِ وقت' قاضی' رئیس قوم اور عام مسلمان ہر معاملہ میں عدل وانصاف اختیار کرے' تو قیامت کے دن اسے قربِ خداوندی اور محبتِ خداوندی کی دولت حاصل ہوگی۔وہ جب عدل وانصاف پر مبنی فیصلہ کرنے کی کوشش کرتا ہے' تو اسے اللہ تعالیٰ کی معاونت واستعانت حاصل ہوگی۔اگر عمداً حقائق کے خلاف اور زیادتی وظلم کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا' تو اللہ تعالیٰ کی معاونت ومعیت سے محروم ہو جاتا ہے' جبکہ اسے شیطان کی رفاقت حاصل ہو جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَاضِي لَا يَقْضِي بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَهُمَا

باب 5- قاضی اس وقت تک دو فریقوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے جب تک دونوں کا موقف نہ سن لے

1252 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ حَنَشٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

1251- اخرجه ابن ماجه (775/2) كتاب الاحكام' باب: التغليظ في الحيف والرشوة' حديث (2312) من طريق ابي اسحق الشيباني عن عبد الله بن ابي اوفى فذكره.

متن حدیث: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَقَاضٰى اِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْاَوَّلِ حَتّٰى تَسْمَعَ كَلَامَ الْاٰخَرِ فَسَوْفَ تَدْرِيْ كَيْفَ تَقْضِيْ قَالَ عَلِيٌّ فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا بَعْدُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◄► حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جب دو آدمی تم سے فیصلہ لینے کے لیے آئیں تو تم پہلے کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک دوسرے کا کلام نہ سن لو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ تم کیسے فیصلہ کرو گے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد میں ہمیشہ فیصلے کرتا رہا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

پہلے تحقیق پھر فیصلہ:

جب قاضی فیصلہ کرنا چاہے تو اس کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ وہ زمینی حقائق کا جائزہ لینے کے لیے فریقین کو اپنے سامنے طلب کرے۔ مدعی اور مدعا علیہ کی بات توجہ سے سماعت کرے۔ فریقین کی گفتگو اور دلائل کی روشنی میں اس طرح فیصلہ کرے کہ حقیقت پر مبنی ہو اور کسی پر ظلم وزیادتی بھی نہ ہو۔ اسلامی عدالت میں مدعی خود اپنے مقدمہ کی پیروی کرتا ہے اور اپنے شواہد و دلائل خود پیش کرتا ہے، جس وجہ سے مقدمہ جلدی سے پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کے برعکس انگریزی عدالت میں یہ سہولت و آسانی نہیں ہوتی کیونکہ وہاں وکیل کروانا پڑتا ہے۔ جج کی موجودگی میں فریقین کے وکیل ان کی تائید وحمایت میں دلائل پیش کرتے ہیں۔ مقدمہ لٹک جاتا ہے اور طوالت کا شکار ہو کر سالہا سال تک چلتا رہتا ہے۔ بعض اوقات مدعی یا مدعا علیہ فوت ہو جاتا ہے لیکن مقدمہ تب بھی عدالت میں چلتا رہتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِمَامِ الرَّعِيَّةِ

باب 6- رعایا کا حکمران

1253 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْحَسَنِ قَالَ قَالَ عَمْرُو ابْنُ مُرَّةَ لِمُعَاوِيَةَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: مَا مِنْ اِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهٗ دُوْنَ ذَوِي الْحَاجَةِ وَالْخَلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ اِلَّا اَغْلَقَ اللّٰهُ اَبْوَابَ السَّمَاءِ

1252- اخرجه احمد (90/1، 96، 111) وابو داؤد (301/3) كتاب الاقضية، باب: كيف القضاء حديث (3582) من طريق سماك بن حرب عن حنش عن علي بن ابي طالب فذكره.

1253- اخرجه احمد (231/4) وعبد بن حميد ص (119) حديث (286) من طريق ابي الحسن عن عمرو بن مرة فذكره.

دُوْنَ خَلَّتِهِ وَحَاجَتِهِ وَمَسْكَنَتِهِ فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَائِجِ النَّاسِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَعَمْرُو بْنُ مُرَّةَ الْجُهَنِيُّ يُكْنٰى اَبَا مَرْيَمَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ مَرْيَمَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ اَبِىْ مَرْيَمَ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ بِمَعْنَاهُ وَيَزِيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ شَامِيٌّ وَّبُرَيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ كُوْفِيٌّ وَّاَبُوْ مَرْيَمَ هُوَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ الْجُهَنِيُّ

◆◆ ابوالحسن بیان کرتے ہیں: عمر بن مرہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو بھی حکمران اپنے دروازے کو ضرورت مند لوگوں محتاجوں اور مسکینوں کے لیے بند کرلے گا' تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کے دروازے اس کی حاجت' ضروریات کے لیے بند کرلے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی ضروریات کو پوری کرنے کے لیے ایک شخص کو مقرر کیا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث منقول ہیں۔

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت ''غریب'' ہے۔

حضرت عمرو بن مرہ جہنی کی کنیت ابومریم ہے۔

یہی روایت دیگر سند کے ہمراہ بھی نقل کی گئی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابومریم رضی اللہ عنہ' جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں' سے منقول ہے' جو اسی حدیث کے مفہوم سے متعلق ہے۔

یزید بن ابومریم شامی ہیں' جبکہ برید بن ابومریم کوفی ہیں۔ اور ابومریم' حضرت عمرو بن مرہ جہنی ہیں۔

شرح

حاکمِ وقت کے فرائض اور رعایا کے حقوق:

اسلامی اصولوں کے مطابق دیگر حقوق و فرائض کی طرح رعایا کے حقوق ہیں جو حاکمِ وقت کے فرائض ہیں۔ ان کو پیشِ نظر رکھ کر خدمات انجام دینا ضروری ہے۔ عوام و رعایا کے حقوق یہ ہیں کہ ان کی ضروریات پوری کی جائیں' عزت و ناموس کا تحفظ کیا جائے' جان و مال کی حفاظت یقینی بنائی جائے اور عدل و انصاف فراہم کیا جائے۔ حاکمِ وقت کے فرائض میں شامل ہے کہ ان تمام امور کی انجام دہی یقینی بنائے' جو حاکمِ وقت اپنی رعایا کی خدمت اور مدد کے لیے اپنا دروازہ کھلا رکھتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کی معاونت

اور مدد کے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

ناعاقبت اندیش اور دشمنانِ اسلام نے فجر کی نماز کے دوران حملہ آور ہو کر حضرت علی' حضرت عمرو بن العاص اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گئے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی مجبوری کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے تو ان کی جگہ دوسرے صحابی کو شہید کر دیا جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید نہ کر سکے بلکہ زخمی کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمنوں کی سازش سے بچنے کے لیے سکیورٹی کا نظام قائم کیا جس وجہ سے براہِ راست عوام سے رابطہ منقطع ہو گیا اس موقع پر حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث باب بیان کی جس وجہ سے انہوں نے سکیورٹی کا نظام نرم کر کے عوام سے رابطہ کے لیے اپنا دروازہ کھول دیا تھا۔ کاش سلاطینِ وقت "سید القوم خادمھم" کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خواص کی طرح عوام کے لیے بھی اپنا دروازہ کھول کر اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کریں۔ اپنے فرائض ادا کر کے اپنی آخرت بہتر بنائیں۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا يَقْضِى الْقَاضِى وَهُوَ غَضْبَانُ

باب 7: قاضی غضب کی حالت میں فیصلہ نہ کرے

1254 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ كَتَبَ اَبِىْ اِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ وَهُوَ قَاضٍ اَنْ لَّا تَحْكُمْ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَاَنْتَ غَضْبَانُ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَا يَحْكُمُ الْحَاكِمُ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ بَكْرَةَ اسْمُهٗ نُفَيْعٌ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میرے والد نے حضرت عبیداللہ بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا' وہ قاضی تھے' تم دو آدمیوں کے درمیان اس وقت فیصلہ نہ کرنا جب تم غضب کی حالت میں ہو کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: کوئی بھی فیصلہ کرنے والا دو آدمیوں کے درمیان اس وقت فیصلہ نہ کرے جب وہ غضب کے عالم میں ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1254- اخرجه البخاری (146/13) كتاب الاحكام' باب: هل يقضى القاضى او يفتى وهو غضبان' حديث (7158) ومسلم (1342/3) كتاب الاقضية' باب: كراهة قضاء القاضى وهو غضبان' حديث (16-1717) وابو داؤد (302/3) كتاب الاقضية' باب: القاضى يقضى وهو غضبان' حديث (3589) والنسائى (237/8'238) كتاب آداب القضاة' باب: ذكر ما ينبغى للحاكم ان يجتنبه' حديث (5406) وابن ماجه (776/2) كتاب الاحكام' باب: لا يحكم الحاكم وهو غضبان' حديث (2316) واحمد (36/5'37'38) والحميدى (348/2) حديث (792) من طريق عبد الملك بن عمير عن عبد الرحمن بن ابى بكرة عن ابيه فذكره.

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا نام نفیع ہے۔

شرح

حالتِ غصہ میں قاضی فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں:

قاضی کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ حالتِ غصہ میں فیصلہ نہ کرے۔ قاضی کی یہ ناراضگی خواہ مدعی یا مدعا علیہ یا کسی تیسرے شخص کی وجہ سے ہوئی ہو کیونکہ قاضی ناراضگی کی حالت میں فیصلہ کرے گا، تو وہ غلطی کرے گا۔ حدیث باب میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ ناراضگی میں فیصلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ هَدَايَا الْاُمَرَاءِ

باب 8- امراء (سرکاری اہلکاروں) کو ملنے والے تحائف

1255 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ يَزِيْدَ الْاَوْدِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ فَلَمَّا سِرْتُ اَرْسَلَ فِيْ اَثَرِيْ فَرُدِدْتُ فَقَالَ اَتَدْرِيْ لِمَ بَعَثْتُ اِلَيْكَ لَا تُصِيْبَنَّ شَيْئًا بِغَيْرِ اِذْنِيْ فَاِنَّهُ غُلُوْلٌ (وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) لِهٰذَا دَعَوْتُكَ فَامْضِ لِعَمَلِكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَمِيْرَةَ وَبُرَيْدَةَ وَالْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ وَّاَبِيْ حُمَيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ مُعَاذٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنْ دَاوُدَ الْاَوْدِيِّ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا جب میں روانہ ہونے لگا، تو آپ نے میرے پیچھے شخص بھیجا مجھے واپس بلوایا گیا آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو میں نے تمہیں، کیوں بلوایا ہے تم میری اجازت کے بغیر کوئی چیز نہ لینا کیونکہ یہ خیانت ہوگی اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اس خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر قیامت کے دن آئے گا، اسی لیے میں نے تمہیں بلایا تھا اب تم اپنے کام کے لیے چلے جاؤ۔

اس بارے میں حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں، جسے ابواسامہ

1255- لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة سوى الترمذى ينظر، تحفة الاشراف، (412/8) حديث (11355) واخرجه الطبرانى فى المعجم الكبير (128/20) حديث (259)

نے داؤد اودی نامی راوی سے نقل کیا ہے۔

شرح

امراء کو پیش کیے جانے والے ہدایا کا شرعی حکم:

سلاطین، امراء، وزراء اور عمادین سلطنت ہدایا اور نذرانے وصول نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے حق میں یہ رشوت ہیں اور رشوت خوری حرام ہے۔ ہدیہ یا نذرانہ پیش کرنے والا شخص ارکانِ حکومت سے بروقت کوئی اپنا کام کرائے گا یا مستقبل میں بہر حال یہ رشوت کی صورت ہے۔ یہ ہدیے یا نذرانے صرف منصب کی وجہ سے پیش کیے جاتے ہیں جن سے حدیث باب کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق ان لوگوں کے وہ ہدیے اور نذرانے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو منصب سے قبل پیش کرتے تھے کیونکہ وہ نذرانے یا ہدیے ذات یا بزرگی کی وجہ سے ہیں جن کا منصب سے ہرگز تعلق نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ: حدیث باب سے ثابت ہوا کہ رؤساء، وزراء اور سلاطینِ مملکت دوسرے ممالک کے سربراہوں کی طرف سے دعوت ملنے پر دورے پر جاتے ہیں اور سرکاری سطح پر انہیں جو ہدیے اور نذرانے پیش کیے جاتے ہیں وہ سب قومی خزانے میں شامل کیے جائیں گے کیونکہ سب کچھ انہیں ملکی منصب کے سبب ملتا ہے۔ علاوہ ازیں جب دوسرے ممالک کے سربراہ ہمارے ملک کے دورے پر آتے ہیں تو انہیں بھی قومی خزانے سے نذرانے وغیرہ پیش کیے جاتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ فِي الْحُكْمِ

باب 9- فیصلہ کرنے میں رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا

1256 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَآئِشَةَ وَابْنِ حَدِيْدَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوِيَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَصِحُّ

قولِ امام دارمی: قَالَ: وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ حَدِيْثُ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنُ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاَصَحُّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ کرنے میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے

1256- اخرجه احمد (387/2) من طريق ابى عوانة عن عمرو بن ابى سلمة عن ابى هريرة فذكره۔

والے پر لعنت کی ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابن حدیدہ رضی اللہ عنہ' سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے اس کے علاوہ یہ ابوسلمہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے بھی نقل کی گئی ہے لیکن یہ مستند نہیں ہے۔

میں نے امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ابوسلمہ کی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کردہ حدیث اس بارے میں سب سے بہترین اور مستند ہے۔

1257 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ خَالِهِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

متنِ حدیث: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِىَ وَالْمُرْتَشِىَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے پر لعنت کی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

رشوت لینے دینے کی مذمت ووعید:

عربی زبان میں لفظ ''راشی'' ثلاثی مجرد سے اسمِ فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے بمعنیٰ رشوت دینے والا۔ لفظ ''مرتشی'' بھی ثلاثی مزید باب افتعال سے صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ہے بمعنی رشوت لینے والا۔ اردو زبان میں رشوت وصول کرنے والے کو ''راشی'' کہا جاتا ہے' جبکہ مرتشی کا استعمال نہیں ہوتا۔

رشوت لینا' دینا اور فریقین کے مابین واسطہ ورابطہ بننا گناہ ہے۔ حدیث باب میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ البتہ اپنا جائز حق حاصل کرنے کے لیے کسی کو رقم وغیرہ دینا رشوت کے حکم میں داخل نہیں ہے لیکن لینے والے کے لیے رشوت ہوگی۔ مثلاً ایک شخص کسی منصب کا اہل ہے اور رشوت کے بغیر وہ اسے نہیں مل سکتا جبکہ دوسرا شخص اس منصب کا نااہل ہے مگر رشوت دے کر اسے حاصل کر لیتا ہے۔

1257- اخرجه احمد (64/2'190'194) وابو داؤد (300/3) كتاب الاقضية' باب: فى كراهية الرشوة' حديث (3580) وابن ماجه (775/2) كتاب الاحكام' باب: التغليظ فى الحيف والرشوة' حديث (2313) من طريق الحارث بن عبد الرحمن بن عن ابى سلمة عن عبد الله بن عمرو فذكره.

حدیث باب میں "فی الحکم" کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ اتفاقی یا تشنیع ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ رشوت لینا دینا سب کے لیے حرام اور باعث لعنت ہے خواہ وہ وزیر ہو یا حاکم ہو یا قاضی ہو یا افسر ہو یا کلرک وغیرہ ہو۔ وہ رشوت بھی خواہ ہدیہ کی شکل میں ہو یا نذرانہ کی صورت میں یا کسی اور ہیئت و کیفیت میں ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ وَاِجَابَةِ الدَّعْوَةِ

باب 10-تحفہ قبول کرنا اور دعوت قبول کرنا

1258 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَوْ اُهْدِیَ اِلَیَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ وَلَوْ دُعِيْتُ عَلَيْهِ لَاَجَبْتُ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّعَائِشَةَ وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَسَلْمَانَ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلْقَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر مجھے ایک پایہ (بکری وغیرہ کا پاؤں) تحفے کے طور پر دیا جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا اور اگر اس کے لیے مجھے دعوت دی جائے تو میں دعوت کو قبول کرلوں گا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ حیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ہدیہ اور دعوت قبول کرنے کی شرعی حیثیت:

مرید اپنے مرشد کی خدمت میں، شاگرد اپنے شیخ کے حضور اور اولاد اپنے والدین کریمین کے سامنے کوئی چیز بطور ہدیہ پیش کریں تو قبول کرنا سنت ہے۔ ہدیہ قبول کرنے کے لیے کوئی شرط عائد کرنا یا عمدہ چیز لانے کے لیے کہنا منع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشادِ گرامی ہے: "تھادوا تحابوا" تم آپس میں ہدیہ دو اس وجہ سے تم میں محبت پیدا ہوگی۔ ہدیہ کی طرح دعوت قبول کرنا بھی سنت ہے۔ دعوت قبول کرنا حقوقِ انسان سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کی دعوت بھی قبول کر لیتے تھے۔ ہر انسان اپنی استطاعت کے مطابق دعوت کر سکتا ہے۔ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے معمولی چیز کا ہدیہ یا معمولی کھانے کی دعوت قبول کرنا بھی سنت ہے۔ اسلام عاجزی پسند دین ہے، جس میں تکلیف کی گنجائش نہیں ہے، بلکہ آسانی اور سہولت کا درس ہے۔

قاضی عدالت میں کسی کا ہدیہ قبول کر سکتا ہے نہ نذرانہ اور نہ دعوت کیونکہ اس کی وجہ سے اس کا جھکاؤ فریقین میں سے ایک طرف ہو جائے گا جو آدابِ قضاء وعدالت کے منافی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی التَّشْدِیْدِ عَلٰی مَنْ یُّقْضٰی لَہٗ بِشَیْءٍ لَّیْسَ لَہٗ اَنْ یَّاْخُذَہٗ

باب 11- جس شخص کے حق میں کسی چیز کا فیصلہ ہو جائے (جو غلط ہو) تو اس شخص کے لیے اس چیز کو لینا درست نہیں ہے' اس بارے میں شدت سے تاکید

1259 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ یَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاِنْ قَضَیْتُ لِاَحَدٍ مِّنْكُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِیْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ فَلَا یَاْخُذْ مِنْهُ شَیْئًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَعَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اُمِّ سَلَمَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم لوگ میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو میں ایک انسان ہوں ہو سکتا ہے تم میں سے کوئی ایک اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے کے مقابلے میں زیادہ تیز زبان ہو' تو اگر میں کسی شخص کے حق میں اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو میں نے اس کے لیے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دیا ہے' تو وہ اسے وصول نہ کرے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

قاضی کے غلط فیصلہ کی صورت میں چیز وصول کرنے کی وعید ومذمت:

جب کوئی شخص کسی چیز پر ناحق قابض ہو کر عدالت میں پہنچ جائے اور مدعی بن کر جھوٹے گواہ پیش کر دے۔ عدالت کے تقاضے

1259- اخرجه مالك فی الموطا (719/2) كتاب الاقضية' باب: الترغيب فی القضاء بحق' حديث (1) والبخاری (340/5) كتاب الشهادات' باب: من اقام البينة' بعد اليمين' حديث (2680) ومسلم (1337/3) كتاب الاقضية' باب: الحكم بالظاهر' واللحن بالحجة' حديث (4-1713) وابو داؤد (301/3) كتاب الاقضية: باب: فی قضاء القاضی اذا خطاء' حديث (3583) والنسائی (247/8) كتاب آداب القضاة: باب: ما يقطع القضاء' حديث (5322) وابن ماجه (777/2) كتاب الاحكام' باب: قضية الحاكم لا تحل حراما ولا تحرم حلالا' حديث (2317) واخرجه احمد (290'203/6) والحميدی (142/1) حديث (296) من طريق عروة بن الزبير عن زينب بنت ابی سلمة عن امها ام سلمة به.

پورے ہونے پر قابض بھی اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہے جبکہ حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہوتو بظاہر فیصلہ ہو جائے گا لیکن مدعی کا متعلقہ چیز قبضہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اس ناجائز چیز پر قابض ہونے کی مذمت ووعید حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ غیر مملوکہ چیز پر قبضہ خواہ عدالت کے فیصلہ کے مطابق بھی ہو تو جہنم کی آگ کے انگارے پر قبضہ کرنے کے مترادف ہے۔

جھوٹے گواہوں کے سبب عدالتی فیصلہ ظاہراً یا باطناً نافذ ہونے میں مذاہب آئمہ:

جب کوئی شخص دوسرے آدمی کی چیز پر قابض ہونے کے لیے قاضی کی عدالت میں جھوٹے گواہ پیش کر دے مثلاً زید بکر کے مکان پر قابض ہونا چاہتا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ بکر نے اسے مکان فروخت کر دیا ہے جبکہ بکر مکان فروخت کرنے سے انکار کرتا ہے۔ فریقین قاضی کی عدالت میں تنازع لے جاتے ہیں۔ مدعی (زید) اپنے (جھوٹے) گواہ بھی پیش کر دیتا ہے۔ اس صورت میں قاضی زید کے حق میں مکان کا فیصلہ کر دیتا ہے تو وہ نافذ العمل ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ ہوگا یا ظاہراً اور باطناً نافذ ہوگا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ ہوگا لیکن باطناً نافذ نہیں ہوگا یعنی پولیس بظاہر مکان خالی کروا کر زید کے حوالے کرے گی جبکہ حقیقت میں زید کا اس پر قبضہ کرنا اور اس میں رہائش اختیار کرنا یا اس سے انتفاع واستفادہ کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ مذمت ووعید یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں: "فانما اقطع له من النار" بے شک میں اسے جہنم کی آگ کا انگارہ کاٹ کر دے رہا ہوں۔ اس میں صراحت ہے کہ قاضی کا فیصلہ باطناً نافذ نہیں ہوگا، کیونکہ وہ چیز اس کے لیے حلال نہیں ہے۔

2- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مذکورہ صورت میں قاضی کا فیصلہ ظاہراً بھی نافذ ہوگا اور باطناً بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قاضی کے فیصلہ کے مطابق پولیس بکر کا مکان خالی کروا کر زید کے حوالے کرے گی۔ زید اس کا مالک بن جائے گا اس پر قابض ہو جائے گا اور وہ اس سے انتفاع واستفادہ بھی کر سکے گا۔ اس مکان کی بیع، ہبہ اور وراثت کا اجراء سب کچھ درست ہو جائے گا۔ البتہ زید سے آخرت میں اس کا مؤاخذہ ضرور ہوگا، کیونکہ وہ مجرم ہے اور مجرم کی سزا یقینی ہوتی ہے۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث باب کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قاضی کا فیصلہ باطناً نافذ نہیں ہوگا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا فیصلہ تو ظاہراً و باطناً نافذ ہو جائے گا لیکن آخرت میں اس سے مؤاخذہ ہوگا اور اپنے کیے کی سزا بھگتنا ہوگی۔

سوال: حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف پر یہ مشہور اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے جھوٹے گواہ پیش کر کے لوگوں کے مال و دولت پر قبضہ کرنے کا دروازہ کھول دیا ہے۔ گویا جب کوئی شخص دوسرے کی چیز کو پسند کرے، تو وہ جھوٹے گواہ تیار کر کے عدالت میں مدعی کی حیثیت سے حاضر ہو جائے اور جھوٹے گواہوں کی گواہی کے نتیجہ میں قاضی یا عدالت کے فیصلہ کے مطابق مطلوبہ چیز اس کے قدموں میں ہے؟

جواب: حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور فیصلہ بہت بڑی حکمت پر مبنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

طرف سے قاضی کو ولایت تامہ حاصل ہے' قاضی کی عدالت کا قیام ہی تنازعات کے خاتمہ کے لیے کیا گیا ہے اور فریقین کے تنازع کو ختم کر کے ایک جانب کی صحت کا تعین کر دے تا کہ مزید خصومات وتنازعات کا دروازہ بند ہو جائے۔ اگر یہ بات کی جائے کہ فیصلہ ظاہراً نافذ ہوگا باطناً نافذ نہیں ہوگا' تو اس سے نزاع ختم نہیں ہوگا بلکہ اس میں لامتناہی سلسلہ چل پڑے گا' جس پر قابو پانا دشوار ہو جائے گا۔ البتہ حقیقتِ حال کے خلاف گواہ پیش کر کے کسی کی چیز پر قابض ہونے والا دراصل مجرم ہے اور اس جرم کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے جو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا بلکہ قیامت کے دن اسے اپنے کیے کی سزا بھگتنا ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ

باب 12- دعویٰ کرنے والے کا ثبوت پیش کرنا لازم ہے
اور جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہو اس پر قسم اٹھانا لازم ہے

1260 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِّنْ كِنْدَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ لِّيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ وَفِيْ يَدِيْ لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَّا يُبَالِيْ عَلٰى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذٰلِكَ قَالَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ لِيَحْلِفَ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَدْبَرَ لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِكَ لِيَاْكُلَهٗ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ علقمہ بن وائل اپنے والد کا یہ بیان کرتے ہیں: حضر موت سے ایک شخص اور کندہ سے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرمی شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس شخص نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ کندی نے عرض کی: وہ میری زمین ہے۔ وہ میرے پاس ہے اس کا اس زمین میں کوئی حق نہیں ہے نبی اکرم ﷺ نے حضرمی سے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے اس نے عرض کی: نہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے دوسرے فریق سے کہا پھر تم قسم اٹھالو حضرمی نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ ایک گناہگار شخص ہے یہ اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ کس بات پر قسم اٹھا رہا ہے یہ کسی بات سے جھجکتا نہیں

1260- اخرجه احمد (317/4) ومسلم (408/1' ابی) كتاب الايمان: باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار' حديث (223-139) وابو داؤد (312/3) كتاب الاقضية' باب: الرجل يحلف على علمه فيما غاب عنه' حديث (3623) من طريق سماك بن حرب عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه فذكره۔

ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے صرف یہی ہو سکتا ہے راوی بیان کرتے ہیں: وہ شخص قسم اٹھانے کے لیے تیار ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس نے تمہارے مال پر اس لیے قسم اٹھائی ہے تاکہ اُسے ظلم کے طور پر ہتھیا لے تو جب یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا' تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منہ پھیرا ہوگا۔ (یعنی اس سے ناراض ہوگا)

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1261 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَنْبَاَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَّغَيْرُهٗ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: فِيْ خُطْبَتِهِ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ فِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ

توضیحِ راوی: وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْعَرْزَمِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ ضَعَّفَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَغَيْرُهٗ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبے میں یہ بات ارشاد فرمائی تھی: دعویٰ کرنے والے پر ثبوت پیش کرنا لازم ہے اور جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہو اس کا قسم اٹھانا لازم ہے۔

اس حدیث کی سند میں کچھ کلام کیا گیا ہے۔

محمد بن عبیداللہ عرزمی نامی راوی کو علم حدیث میں ان کے حافظے کے حوالے سے ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے انہیں ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

1262 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ الْجُمَحِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى اَنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ

1262- اخرجه البخاري (172/5) كتاب الرهن باب: اذا اختلف الراهن' والمرتهن' ونحوه فالبينة على المدعي' واليمين' على المدعى عليه' حديث (2514) ومسلم (1336/3) كتاب الاقضية' باب: اليمين على المدعى عليه' حديث (1711/1) وابو داؤد (311/3) كتاب الاقضية' باب: اليمين على المدعى عليه حديث (3619) والنسائي (248/8) كتاب آداب القضاة' باب عظة الحاكم على اليمين' حديث (5425) وابن ماجه (778/2) كتاب الاحكام' باب: البينة على المدعي' واليمين على المدعى عليه' حديث (2321) واخرجه احمد (342/1'351'363) من طريق عبد الله بن ابي مليكة عن ابن عباس فذكره.

اَلْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے' دعویٰ کرنے والے پر ثبوت پیش کرنا لازم ہے' جس شخص کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہو اس کا قسم اٹھانا لازم ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی دعویٰ کرنے والے پر ثبوت پیش کرنا لازم ہے اور جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہو اس پر قسم اٹھانا لازم ہے۔

شرح

قاضی کے فیصلہ کرنے کا طریقہ:

احادیث باب میں قاضی کے فیصلہ کا ایک طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے: "**البينة على المدعي واليمين على المدعي عليه**" گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہیں اور قسم مدعا علیہ کے ذمہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کسی تنازع یا معاملہ کے لیے فریقین قاضی کی عدالت میں فیصلہ کرانے کے لیے جائیں تو مدعی گواہ پیش کرے گا۔ اگر وہ گواہ پیش کر دے جو قاضی کی نظر میں قابلِ اعتماد ہوں' تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ کر دے گا۔ اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے یا گواہ نا تمام پیش کرے یا وہ قابلِ اعتماد نہ ہوں' تو قاضی ان گواہوں کو کالعدم قرار دیتے ہوئے مدعا علیہ کو قسم کھانے کا کہے گا۔ اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر دے' تو قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ کر دے گا۔ اگر مدعی علیہ قسم کھا لے تو اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

قاضی کے فیصلہ کرنے کے طریق کار میں مذاہبِ آئمہ:

کیا قاضی کے فیصلہ کرنے کا ایک طریقہ ہے یا متعدد ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قاضی کے فیصلہ کرنے کا ایک طریقہ ہے جو اوپر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔

2- آئمہ ثلاثہ کے نزدیک قاضی کے فیصلہ کرنے کے دو طریقے ہیں:

(1) جو احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے اور احناف بھی اس سے متفق ہیں۔ وہ یہ کہ مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا اور مدعا علیہ کے ذمہ قسم کھانا ہے۔

(2) قاضی ایک گواہ اور قسم سے بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ اس کا نام "**قضاء القاضی بشاهد واحد ويمين**" ہے۔ انہوں نے آئندہ باب کی حدیث نمبر 1263 سے استدلال کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْیَمِیْنِ مَعَ الشَّاهِدِ

باب 13- ایک گواہ کے ہمراہ قسم اٹھانا

1263 سندِحدیث: حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ رَبِیْعَةُ بْنُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْیَمِیْنِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ قَالَ رَبِیْعَةُ وَاَخْبَرَنِیْ ابْنٌ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ وَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالْیَمِیْنِ مَعَ الشَّاهِدِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَلِیٍّ وَّجَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّسُرَّقَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالْیَمِیْنِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک گواہ کے ہمراہ قسم کے ذریعے فیصلہ کر دیا تھا۔

ربیعہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے یہ بات مجھے بتائی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تحریر میں یہ بات پائی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ایک گواہ اور قسم کے ذریعے فیصلہ دیا تھا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت سرق رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کے یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک گواہ کے ہمراہ قسم کے ذریعے فیصلہ کر دیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

1264 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالْیَمِیْنِ مَعَ الشَّاهِدِ

◆◆ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد (امام باقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک گواہ کے ہمراہ قسم کے ذریعے فیصلہ کر دیا تھا۔

1265 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالْیَمِیْنِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ قَالَ وَقَضٰی بِهَا عَلِیٌّ

1263- اخرجه ابوداؤد (309/3) كتاب الاقضية، باب: القضاء باليمين والشاهد، حديث (3610) وابن ماجه (793/2) كتاب الاحكام، باب: القضاء بالشاهد واليمين، حديث (2368) من طريق سهيل بن ابى صالح عن ابيه عن ابى هريرة فذكره.

1264- اخرجه احمد (305/3) وابن ماجه (793/2) كتاب الاحكام، باب: القضاء بالشاهد واليمين، حديث (2369) من طريق جعفر بن محمد عن ابيه عن جابر فذكره.

فِيكُمْ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ وَهٰكَذَا رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّرَوٰى عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ سَلَمَةَ وَيَحْيٰى ابْنُ سُلَيْمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ رَاَوْا اَنَّ الْيَمِيْنَ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ جَائِزٌ فِى الْحُقُوْقِ وَالْاَمْوَالِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالُوْا لَا يُقْضٰى بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ اِلَّا فِى الْحُقُوْقِ وَالْاَمْوَالِ وَلَمْ يَرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهِمْ اَنْ يُقْضٰى بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ

◆◆ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ایک گواہ کے ہمراہ قسم کے ذریعے فیصلہ کر دیا تھا۔

وہ یہ بیان کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے ذریعے تمہارے درمیان فیصلہ کر دیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' ان کے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

عبدالعزیز بن ابوسلمہ اور یحییٰ بن سلیم نے اس روایت کو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہیں: حقوق اور اموال میں ایک گواہ کے ہمراہ قسم کے ذریعے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: صرف حقوق اور اموال میں ایک گواہ کے ہمراہ قسم کے ذریعے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

کوفہ سے تعلق اور دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک ایک گواہ کے ہمراہ قسم کے ذریعے فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

شرح

ایک گواہ اور ایک قسم سے فیصلہ:

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک قاضی دو طریقوں سے فیصلہ کرنے کا مجاز ہے:

(1) قاضی کی عدالت میں مدعی گواہ پیش کر دے جو کامل ہوں' با اعتماد ہوں اور قابلِ قبول ہوں۔

(2) مدعی ایک گواہ پیش کر دے جبکہ مدعا علیہ قسم کھا لے۔ انہوں نے قاضی کے دوسرے طریقہ سے فیصلہ کرنے کے لیے احادیث باب سے استدلال کیا ہے جن میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فریقین کے مابین ایک گواہ اور ایک قسم سے فیصلہ فرمایا تھا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ان احادیث سے استدلال درست نہیں ہے۔ پوری حدیث سنن ابی داؤد میں موجود ہے جس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فریقین کو بایں الفاظ حکم دیا تھا:

اذھبوا فقاسموھم انصاف الاموال ۔ (سنن ابی داؤد جلد ثانی ص:508)

تم جاؤ یہ چیز آدھی آدھی تقسیم کر لو۔ گویا یہ دوٹوک فیصلہ نہ تھا بلکہ فریقین کے مابین مصالحت کی صورت ہوئی۔

لہٰذا اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَبْدِ يَكُوْنُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَيُعْتِقُ اَحَدُهُمَا نَصِيْبَهٗ

باب 14- وہ غلام جو دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دے

1266 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَعْتَقَ نَصِيْبًا اَوْ قَالَ شِقْصًا اَوْ قَالَ شِرْكًا لَهٗ فِيْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهٗ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهٗ بِقِيْمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيْقٌ وَّاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ

اختلافِ روایت: قَالَ اَيُّوْبُ وَرُبَّمَا قَالَ نَافِعٌ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ يَعْنِيْ فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اپنے حصے کو آزاد کر دے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ایک حصے کو آزاد کر دے (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) کسی غلام میں اپنے حصے کو آزاد کر دے اور اس

1266- اخرجه مالك في الموطا (772/2) كتاب العتق والولاء' باب: من اعتق شركاء في مملوك' حديث (1) واحمد (56/1' 112/2' 142) والبخاري (180/5) كتاب العتق' باب: اذا اعتق عبدا بين اثنين' او امة بين شركاء' حديث (2524) ومسلم (1139/2) كتاب العتق' حديث (1-1501) وابو داؤد (24/4) كتاب العتق: باب فيمن روى انه لا يستسعى حديث (3941) وابن ماجه (844/2' 845) كتاب العتق' باب: من اعتق شركاء له في عبد' حديث (2528) من طريق ايوب' ومالك بن انس عن نافع عن ابن عمر فذكره۔

کے پاس اتنا مال موجود ہو جو اس غلام کی عام قیمت تک پہنچتا ہو' تو وہ غلام (اس شخص کی طرف سے) آزاد شمار ہوگا' ورنہ اتنا حصہ آزاد ہوگا جتنا اس نے کیا ہے۔

ایوب نامی راوی بیان کرتے ہیں: نافع نے اس حدیث میں بعض اوقات یہ لفظ نقل کیے ہیں' اس کی طرف سے اتنا حصہ آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس روایت کو سالم نے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

1267 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَعْتَقَ نَصِيْبًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ فَهُوَ عَتِيْقٌ مِّنْ مَالِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی غلام میں اپنے حصے کو آزاد کر دے اور اس کے پاس اتنا مال موجود ہو کہ وہ اس غلام کی قیمت تک پہنچتا ہو' تو وہ غلام اس شخص کے مال میں سے آزاد شمار ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1268 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ ابْنِ نَهِيْكٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ اَعْتَقَ نَصِيْبًا اَوْ قَالَ شِقْصًا فِيْ مَمْلُوْكٍ فَخَلَاصُهُ فِيْ مَالِهِ اِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ قِيْمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ يُسْتَسْعٰى فِيْ نَصِيْبِ الَّذِيْ لَمْ يُعْتِقْ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ نَحْوَهُ وَقَالَ شَقِيْصًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَهٰكَذَا رَوٰى اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ قَتَادَةَ مِثْلَ رِوَايَةِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ

1268- اخرجه البخاری (186/5) كتاب العتق' باب: اذا اعتق نصيباً فی عبد وليس مال استسعی العبد غير مشقوق عليه علی نحو الكتابة؟ حديث(2527) ومسلم (1140/2) كتاب العتق' باب: ذكر سعاية العبد' حديث (3-1503) وابو داؤد (24/23/3) كتاب العتق' باب: من ذكر السعاية فی هذا الحديث' حديث (3937-3938) وابن ماجه (844/2) كتاب العتق' باب: من اعتق شركاء له فی عبد' حديث (2527) واخرجه احمد (255/2' 347' 426' 468) والحميدی (467/2) حديث (1093) من طريق قتادة عن النضير بن انس عن بشير بن نهيك عن ابی هريرة فذكره۔

قَتَادَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ اَمْرَ السِّعَايَةِ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي السِّعَايَةِ فَرَاَى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ السِّعَايَةَ فِي هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وَبِهِ يَقُوْلُ اِسْحٰقُ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَاَعْتَقَ اَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ فَاِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ غَرِمَ نَصِيبَ صَاحِبِهِ وَعَتَقَ الْعَبْدُ مِنْ مَالِهِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ عَتَقَ مِنَ الْعَبْدِ مَا عَتَقَ وَلَا يُسْتَسْعٰى وَقَالُوْا بِمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَبِهِ يَقُوْلُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی غلام میں (اپنے) حصے کو آزاد کردے تو اس غلام کی آزادی اس شخص کے مال میں سے ہوگی اگر اس شخص کے پاس مال موجود ہوا گر اس کے پاس مال موجود نہیں ہوگا' تو اس غلام کی مناسب قیمت لگائی جائے گی پھر وہ اپنے اس بقیہ حصے کے لیے محنت مزدوری کرے گا' جو آزاد نہیں ہوا' اس بارے میں اس کو مشقت کا شکار نہیں کیا جائے گا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ تاہم اس میں ایک لفظ کا اختلاف ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو ابان بن یزید نے قتادہ کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے' جیسے سعید بن ابوعروبہ نے نقل کیا ہے اور شعبہ نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

غلام سے مزدوری کروانے کے بارے میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس سے مزدوری کروائی جائے گی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں' اسحٰق نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: جب کوئی غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترکہ ملکیت ہو اور ان میں سے کوئی ایک شخص اپنے حصے کو آزاد کردے' تو اگر اس ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو جس کے ذریعے وہ اپنے بھائی کے حصے کی قیمت ادا کرسکتا ہو تو وہ غلام اس شخص کے مال میں سے آزاد شمار ہوگا' اور اگر اس شخص کے پاس اتنا مال نہ ہو' تو غلام کا اتنا حصہ آزاد شمار ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا تھا لیکن غلام سے مزدوری نہیں کروائی جائے گی۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی حدیث نقل کی گئی ہے (اس پر عمل کیا جائے گا)

اہلِ مدینہ اس بات کے قائل ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ

دیا ہے۔

شرح

ماقبل سے ربط:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''کتاب البیوع'' کے وسط میں ''کتاب الاحکام'' کی بحث شروع کردی تھی یہاں تک ''کتاب الاحکام'' کی بحث ختم ہو چکی ہے اب یہاں سے دوبارہ ''کتاب البیوع'' کی باقی ماندہ بحث کا آغاز کر رہے ہیں۔

نصف غلام آزاد کرنے کا مسئلہ:

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو مثلاً جمیل اور خالد کے درمیان، جمیل اپنا نصف حصہ غلام آزاد کردے جبکہ خالد آزاد نہ کرے۔ اس صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ غلام نصف آزاد ہوگا اور نصف غلام رہے گا۔ اب خالد جائزہ لے گا کہ جمیل معسر ہے یا مؤسر؟ اس کے مؤسر (صاحب ثروت) ہونے کی صورت میں خالد کو تین اختیارات حاصل ہوں گے:

(1) وہ بھی اپنے حصہ کا نصف غلام آزاد کردے۔

(2) یا خالد جمیل سے ضمان کا مطالبہ کرے کہ وہ نصف غلام کی قیمت ادا کرکے باقی ماندہ غلام بھی آزاد کردے۔

(3) یا خالد غلام سے ''سعایہ'' کرائے اور طے شدہ رقم جمع کروا کر آزاد ہو جائے۔

جمیل کے معسر (غریب) ہونے کی صورت میں خالد کو دو اختیار حاصل ہوں گے:

(1) غلام سے ''سعایہ'' کرائے۔ (2) یا یہ بھی اپنا حصہ آزاد کردے۔

آئمہ فقہ کی اس مسئلہ میں مختلف آراء ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عتق تجزی کو قبول کرتا ہے۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں نصف غلام آزاد ہو اور نصف غلام ہو۔ جب جمیل نے غلام کا نصف حصہ آزاد کیا تو غلام کا نصف حصہ آزاد ہوا تھا اور نصف غلامی میں تھا۔ اب اگر خالد بھی اپنا نصف حصہ آزاد کر دیتا ہے، تو غلام کی ''ولاء'' جمیل اور خالد دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگی کیونکہ ولاء عتاق کے تابع ہوا کرتی ہے۔ اگر خالد، جمیل سے ضمان کا مطالبہ کرے کہ باقی ماندہ نصف غلام بھی خرید کر آزاد کردو اور قیمت مجھے دے دو۔ اس صورت میں غلام کی تمام ''ولاء'' کا مالک جمیل ہوگا۔ اس لیے کہ تمام غلام کی آزادی اس کی طرف سے ہوئی ہے۔ اگر خالد، غلام سے سعایہ کرائے تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں غلام مکاتب قرار پائے گا۔ جب وہ کما کر حق مکاتبت ادا کر دے گا، تو اسے آزادی حاصل ہو جائے گی، اس غلام کی مکاتبت بھی نصف ہوگی۔ اس صورت میں بھی غلام کی نصف ''ولاء'' جمیل کو اور نصف خالد کو ملے گی۔

2- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جمیل کے مؤسر ہونے کی صورت میں عتق تجزی کو قبول نہیں کرتا جبکہ معسر

ہونے کی حالت میں تجزی کو قبول کرتا ہے۔ جمیل کے مال دار ہونے کی صورت میں نصف آزاد کرنے سے بھی غلام پورا آزاد ہو جائے گا جبکہ معسر (غریب) ہونے کی حالت میں نصف آزاد ہوگا۔ جمیل کے مؤسر ہونے کی صورت میں خالد کو حق حاصل ہوگا کہ باقی ماندہ غلام کی ضمان کا مطالبہ کرے کہ وہ (جمیل) نصف بھی آزاد کردے اور اس کی رقم اس کے حوالے کردے۔ اس صورت میں غلام پر "سعایہ" نہیں ہوگا۔ اگر جمیل غریب ہو تو غلام کا نصف آزاد ہو جائے گا جبکہ خالد کا نصف حصہ غلام رہے گا۔ اس صورت میں غلام ایک دن آزاد ہوگا اور ایک دن خالد کی ملک ہونے کی وجہ سے غلامی میں ہوگا۔

3- صاحبین کا نقطہ نظر ہے کہ عتق کسی صورت میں بھی تجزی کو قبول نہیں کرتا' جمیل کی مالی حالت خواہ کچھ بھی ہو اس کے نصف غلام آزاد کرنے سے باقی ماندہ نصف یعنی پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔ خالد کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ جمیل سے نصف غلام کی ضمان کا مطالبہ کرے یا غلام سے "سعایہ" کرا سکتا ہے۔ غلام نصف قیمت لا کر خالد کو جمع کرائے گا۔ غلام کی "ولاء" بہر صورت جمیل کو ملے گی کیونکہ عتاق کا پروانہ اس کی طرف سے غلام کو ملا تھا۔ جمیل کے معسر ہونے کی صورت میں خالد اس سے نصف ضمان کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ البتہ وہ غلام سے "سعایہ" کرانے کا مجاز ہوگا۔ اس صورت میں بھی غلام کی "ولاء" جمیل کو ملے گی کیونکہ عتق تجزی کو قبول نہیں کرتا۔ اس طرح پورا غلام جمیل کی طرف سے آزاد ہوا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعُمْرٰى

باب 15- عمریٰ کا بیان

1269 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا اَوْ مِيْرَاثٌ لِاَهْلِهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَمُعَاوِيَةَ

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عمریٰ اس کے مالکان کے لیے جائز ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) جن کے لیے کیا گیا ہے' ان کو میراث (کے طور پر) ملے گا۔

اس بارے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1270 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا رَجُلٍ اُعْمِرَ عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَاِنَّهَا لِلَّذِىْ يُعْطَاهَا لَا تَرْجِعُ اِلَى الَّذِىْ اَعْطَاهَا لِاَنَّهٗ

1269- اخرجه احمد (5/8'13'22) وابوداؤد (3/293) كتاب البيوع' باب: في العمرى' حديث (3549) من طريق قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب فذكره.

اَعْطٰی عَطَاءً وَّقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف روایت: وَهٰكَذَا رَوٰی مَعْمَرٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مِثْلَ رِوَايَةِ مَالِكٍ وَّرَوٰی بَعْضُهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ وَلِعَقِبِهٖ

حدیث دیگر: وَرُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰی جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا وَلَيْسَ فِيْهَا لِعَقِبِهٖ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا قَالَ هِيَ لَكَ حَيَاتَكَ وَلِعَقِبِكَ فَاِنَّهَا لِمَنْ اُعْمِرَهَا لَا تَرْجِعُ اِلَی الْاَوَّلِ وَاِذَا لَمْ يَقُلْ لِعَقِبِكَ فَهِيَ رَاجِعَةٌ اِلَی الْاَوَّلِ اِذَا مَاتَ الْمُعْمَرُ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ

حدیث دیگر: وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

الْعُمْرٰی جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا

وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا مَاتَ الْمُعْمَرُ فَهُوَ لِوَرَثَتِهٖ وَاِنْ لَمْ تُجْعَلْ لِعَقِبِهٖ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو کوئی چیز عمریٰ کے طور پر دی گئی ہو' تو وہ اس کی ملکیت ہوگی یا پسماندگان کی ملکیت ہوگی بے شک وہ چیز اس کی ہوگی' جسے دی گئی ہے' جس شخص نے دی ہے۔ وہ اسے واپس نہیں لے سکتا کیونکہ اس نے اس طریقے سے دی ہے: جس میں وراثت کا حکم جاری ہو جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

معمر اور دیگر راویوں نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے جیسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

بعض راویوں نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ لفظ نقل نہیں کیے ''اس کے پسماندگان کے لیے بھی ہوگی''۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ' حضرت جابر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

''عمریٰ' اس کے اہل کے لیے جائز ہے' اس میں' اس کے پسماندگان کا حصہ نہیں ہوگا۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جب آدمی یہ کہے: یہ تمہاری زندگی میں اور تمہارے بعد بھی تمہارا ہے' تو یہ اس شخص کی ملکیت ہوگا' جس کو یہ دیا گیا ہے اب یہ پہلے شخص کی طرف واپس نہیں جائے گا' لیکن اگر وہ شخص یہ نہیں کہتا کہ تمہارے بعد بھی ہوگا' تو یہ پہلے شخص کی طرف واپس آ جائے گا' جب وہ دوسرا شخص فوت ہو جائے گا' جسے عمریٰ کے طور پر

چیز دی گئی تھی۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں دیگر حوالوں سے نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: عمریٰ اس شخص کے لیے درست ہے، جس کو دیا گیا ہو۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جس شخص کو عمریٰ کے طور پر کوئی چیز دی گئی ہو، وہ اس کے وارثوں کو ملے گی اگرچہ وہ اس کے پسماندگان کے نام نہیں کی گئی تھی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّقْبٰى

باب 16- رقبیٰ کا حکم

1271 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِي هِنْدٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا وَالرُّقْبٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ جَابِرٍ مَوْقُوفًا وَّلَمْ يَرْفَعْهُ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الرُّقْبٰى جَائِزَةٌ مِثْلَ الْعُمْرٰى

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَفَرَّقَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهِمْ بَيْنَ الْعُمْرٰى وَالرُّقْبٰى فَاَجَازُوا الْعُمْرٰى وَلَمْ يُجِيزُوا الرُّقْبٰى

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَتَفْسِيرُ الرُّقْبٰى اَنْ يَّقُوْلَ هٰذَا الشَّيْءُ لَكَ مَا عِشْتَ فَاِنْ مُتَّ قَبْلِي فَهِيَ رَاجِعَةٌ اِلَيَّ وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ الرُّقْبٰى مِثْلُ الْعُمْرٰى وَهِيَ لِمَنْ اُعْطِيَهَا وَلَا تَرْجِعُ اِلَى الْاَوَّلِ

1270- اخرجه البخاری (282/5) كتاب الهبة، باب: ما قيل في العمری والرقبی، حديث (2625) ومسلم (1245/3) كتاب الهبات، باب: العمری، حديث (1265/22) وابو داؤد (294/3) كتاب البيوع، باب: من قال فيه ولعقبه، حديث (3553) والنسائی (275/6) كتاب العمری، باب: الاختلاف على الزهری فيه، حديث (3745) وابن ماجه (796/2) كتاب الهبات، باب: العمری حديث (2380) واحمد (399،360/3)، (68,67/5) من طريق ابن شهاب عن ابی سلمة عن جابر بن عبد الله فذكره۔

1271- اخرجه احمد (303/3) وابو داؤد (295/3) كتاب البيوع، باب: فی الرقبی، حديث (3558) والنسائی (274/6) كتاب العمری، باب: ذكر الاختلاف لالفاظ الناقلين لخبر جابر فی العمری، حديث (3739) وابن ماجه (797/2) كتاب الهبات، باب: الرقبی، حديث (3383) من طريق داؤد بن ابی هند عن ابی الزهير عن جابر بن عبد الله فذكره۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو عمریٰ کے طور پر کوئی چیز دی گئی ہو یہ اس کے لیے جائز ہے اور جس شخص کو رقبیٰ کے طور پر کوئی چیز دی گئی ہو یہ اس کے لیے جائز ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

بعض راویوں نے اسے ابوزبیر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے ان کے نزدیک عمریٰ کی طرح رقبیٰ بھی جائز ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

کوفہ اور دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے عمریٰ اور رقبیٰ کے درمیان فرق کیا ہے۔

ان حضرات نے عمریٰ کو جائز قرار دیا ہے۔ البتہ انہوں نے رقبیٰ کو جائز قرار نہیں دیا۔

رقبیٰ کی تفسیر یہ ہے: کوئی شخص یہ کہے جب تک تم زندہ ہو یہ چیز تمہاری ہے اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو گئے تو یہ میری طرف واپس آجائے گی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رقبیٰ کا حکم بھی عمریٰ کی طرح ہے اور یہ اس شخص کی ملکیت ہوگی جسے دی گئی ہے اور یہ پہلے شخص کی طرف واپس نہیں آئے گی۔

شرح

کسی کو جائیداد کا مالک بنانے کے لیے لفظ عمریٰ اور رقبیٰ کے استعمال کی صورت:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو ابواب میں تین احادیثِ مبارکہ کی تخریج فرمائی ہے ان احادیث کا تعلق ایسے معاشرہ سے ہے جس میں عربی زبان استعمال ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص کسی کو اپنی جائیداد کا مالک بنانے کے لیے لفظ عمریٰ یا رقبیٰ استعمال کرتا ہوا یوں کہے:

هذه الدار لك عمرىٰ یا هذه الدار لك رقبىٰ یا اعمرتك هذه الدار یا ارقبتك .

(یعنی اس گھر کا تو مالک ہے"۔)

دریافت طلب یہ بات ہے کہ ان فقرات سے موہوب لہ بطور ہبہ گھر کا مالک بنے گا یا بطور عاریہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مدار عرف پر ہے۔ اگر عرف میں ان الفاظ سے "ہبہ" مراد لیا جاتا ہو تو وہ "ہبہ" ہوگا اور اس پر ہبہ کے احکام جاری ہوں گے کہ موہوب لہ اس گھر کا مالک بن جائے گا تاحیات اس سے انتفاع حاصل کرے گا اور مرنے کے بعد اس میں وراثت جاری ہوگی۔ اگر عرف میں ان الفاظ سے "عاریت" مراد لیا جاتا ہے تو معمر لہ کے پاس وہ گھر "عاریت" کی حیثیت سے ہوگا۔ اس پر عاریت کے احکام جاری ہوں گے۔ معمر لہ اس گھر سے تاحیات استفادہ کرے گا اور اس کے مرنے کے بعد اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی بلکہ

مالک کی طرف واپس لوٹ جائے گا۔ اگر مالک موجود نہ ہو یعنی فوت ہو چکا ہو تو وہ گھر اس کے ورثاء کی ملک میں چلا جائے گا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی الفاظ عمریٰ اور رقبیٰ کے ذریعے جائیداد منتقل کرنے کا طریقہ تھا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی اصلاح کے ساتھ اسے باقی رکھا ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّلْحِ بَيْنَ النَّاسِ

باب 17- لوگوں کے درمیان صلح کرنے کا بیان

1272 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا وَّالْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں کے درمیان صلح کروانا جائز ہے صرف اس صلح کا حکم مختلف ہے' جو کسی حلال کو حرام کردے یا کسی حرام کو حلال کردے اور مسلمان اپنی شرائط پوری کریں گے ماسوائے اس شرط کے جو کسی حلال کو حرام کردے یا حرام کو حلال کردے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مصالحت کا طریق کار:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب لوگوں میں تنازع ہو جائے تو فریقین کے درمیان مصالحت کرانا بہت بڑی نیکی ہے۔ لہٰذا مصالحت کرانے میں تاخیر سے کام نہیں لینا چاہیے۔ مصالحت کے دوران اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ ایسی شرط پر مصالحت ہرگز نہ کرائی جائے جو شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی ہو اور اس سے کسی حلال چیز کو حرام یا حرام چیز کو حلال کرنا لازم آتا ہو۔ تاہم مصالحت کے دوران ایسی شرائط عائد کی جاسکتی ہیں جو شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی ادارہ' کسی انجمن یا سلطنت کے اساسی دستور میں جو چاہیں دفعات یا شرائط شامل کرسکتے ہیں لیکن ایسی کوئی شرط یا دفعہ نہیں ہونی چاہیے جو شریعت کے خلاف ہو یا اُس کی منظوری کے بعد اس پر عمل کرنا دشوار ہو۔

1272- اخرجه ابن ماجه (788/2) كتاب الاحكام' باب: الصلح' حديث (2353) من طريق كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن ابيه عن جده فذكره.

مصالحت کی صورت میں مذاہب آئمہ:

جب دو شخصوں کا کسی معاملہ میں تنازع ہو جائے مثلاً مکان میں جھگڑا ہوا جو زید کا ہے مگر اس پر بکر قابض ہو تو مصالحت کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

(1) اقرار: بکر اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ مکان اس کا نہیں بلکہ زید کا ہے۔

(2) انکار: بکر اس بات کا انکار کرتا ہو کہ وہ مکان زید کا ہے لیکن عدالت میں آمد ورفت کی ذلت سے بچنے کے لیے وہ صلح کرنا چاہتا ہو۔

(3) سکوت: بکر مکان پر قابض ہونے کے باوجود سکوت اختیار کیے ہوئے ہے۔ وہ زید کے مکان کا نہ اقرار کرتا ہے اور نہ انکار کرتا ہے لیکن صلح پسند ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تینوں صورتوں میں مصالحت ہو سکتی ہے۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ پہلی (اقرار والی) صورت میں مصالحت ہو سکتی ہے مگر آخری دو صورتوں میں مصالحت جائز نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَضَعُ عَلٰى حَائِطِ جَارِهٖ خَشَبًا

باب 18- جو شخص اپنے پڑوسی کی دیوار میں شہتیر لگائے

1273 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدَكُمْ جَارُهٗ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَهٗ فِيْ جِدَارِهٖ فَلَا يَمْنَعْهُ فَلَمَّا حَدَّثَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ طَاْطَئُوْا رُؤُسَهُمْ فَقَالَ مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّمُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَرُوِيَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ قَالُوْا لَهٗ اَنْ يَّمْنَعَ جَارَهٗ اَنْ يَّضَعَ خَشَبَهٗ فِيْ جِدَارِهٖ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

1273- اخرجه فی المؤطا (745/2) کتاب الاقضیة، باب: القضاء فی المرفق، حدیث (32) واحمد (240/2، 274، 396) والبخاری (131/5) کتاب المظالم، باب: لا یمنع جار جاره ان یغرز خشبة فی جداره، حدیث (2463) ومسلم (1230/3) کتاب المساقاة، باب: غرز الخشب فی جدار الجار، حدیث (136-1609) وابو داؤد (314/3) کتاب الاقضیة، باب: ابواب من القضاء، حدیث (3634) وابن ماجه (782/2) کتاب الاحکام، باب: الرجل یضع خشبة علی جدار جاره، حدیث (2235) والحمیدی (461/2) حدیث (1076) من طریق الزهری عن الاعرج عن ابی هریرة فذکره۔

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب کسی شخص کا پڑوسی اس سے یہ اجازت مانگے' کہ وہ اس کی دیوار میں اپنا شہتیر لگالے تو وہ شخص اسے منع نہ کرے۔

جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو لوگوں نے اپنے سروں کو جھکالیا' تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وجہ ہے؟ میں تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں' تم اس سے اعراض کررہے ہو' تو اللہ کی قسم! میں اس وجہ سے تمہارے کندھوں کے درمیان ماروں گا۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم سے یہ روایت نقل کی گئی ہے' جن میں سے ایک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں' وہ یہ فرماتے ہیں: دوسرے شخص کو یہ حق حاصل ہے: وہ اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں شہتیر لگانے سے منع کردے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پہلی رائے درست ہے۔

شرح

پڑوسی کی دیوار پر شہتیر رکھنے کی حیثیت میں مذاہبِ آئمہ:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ہمسائے کی دیوار پر شہتیر رکھنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ اسے منع نہ کرے کیونکہ یہ ہمسائے کا حق ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمسائے کی طرف سے دیوار پر شہتیر رکھنے کی اجازت طلب کرنے پر جو اسے اجازت دی جائے گی اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یہ حق واجب ہے۔ آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ حکم استحباب اور مروت واخلاق سے متعلق ہے۔ جمہور نے بھی حدیث باب سے استدلا کیا ہے اور حدیث باب کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے استحباب کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْيَمِيْنَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُهٗ صَاحِبُهٗ

باب 19- قسم (کا وہ مفہوم مراد ہوگا) جس کی تمہارا ساتھی تصدیق کرے

1274 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ

1374- اخرجه احمد (228/2) ومسلم (1274/30) كتاب الايمان' باب: يمين الحالف على نية المستحلف' حديث (20-1653) وابو داؤد (224/3) كتاب الايمان والنذور' باب: المعاريض في اليمين' حديث (3255) وابن ماجه (686/1) كتاب الكفارات' باب: من ورى في يمينه' حديث (2121) والدارمي (187/2) كتاب النذور والايمان' باب: الرجل يحلف على الشيء وهو يورك على يمينه' من طريق عبد الله بن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة فذكره.

صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَلْيَمِيْنُ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ بِهٖ صَاحِبُكَ وقَالَ قُتَيْبَةُ عَلٰى مَا صَدَّقَكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ صَالِحٍ هُوَ اَخُوْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَرُوِىَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِىِّ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا كَانَ الْمُسْتَحْلِفُ ظَالِمًا فَالنِّيَّةُ نِيَّةُ الْحَالِفِ وَاِذَا كَانَ الْمُسْتَحْلِفُ مَظْلُوْمًا فَالنِّيَّةُ نِيَّةُ الَّذِىْ اسْتَحْلَفَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قسم کا وہ معنی مراد ہوگا' جس میں تمہارا ساتھی تمہاری تصدیق کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف ہشیم کی عبداللہ بن ابوصالح کے حوالے سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

عبداللہ بن ابوصالح نامی یہ راوی سہیل بن ابوصالح کے بھائی ہیں۔ اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے ابراہیم نخعی سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اگر قسم لینے والا شخص ظالم ہو' تو اس بارے میں قسم اٹھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا' اور اگر قسم لینے والا شخص مظلوم ہو' تو اس بارے میں اس شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا' جو قسم لے رہا ہو۔

شرح

قسم میں توریہ کے عدم جواز کا مسئلہ:

حدیث باب میں عام قسم مراد نہیں ہے جو لوگ کھاتے ہیں بلکہ یہاں وہ قسم مراد ہے جو مدعی کے مطالبہ پر اور قاضی کے حکم سے مدعا علیہ عدالت میں کھاتا ہے۔ مثلاً مدعی نے ایک شخص کو چور قرار دیا اور قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی نے اس بارے میں گواہ پیش کرنے کا کہا مگر وہ گواہ پیش نہ کر سکا۔ پھر قاضی نے فیصلہ کرنے کے لیے مدعا علیہ کو قسم کھانے کا حکم دیا تو اس نے رقم کی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے قسم کھالی اور نیت یہ کی کہ اس کی جیب میں رقم نہیں ہے' اسے توریہ کہا جاتا ہے جو ناجائز ہے' بلکہ قسم سے مراد وہ قسم ہوگی جو مدعی کے مطالبہ پر قاضی عدالت میں مدعا علیہ سے لینا چاہتا ہے۔ اگر مدعا علیہ مظلوم ہو' تو توریہ کی گنجائش ہے اور اگر ظالم ہو' تو توریہ کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الطَّرِيْقِ اِذَا اخْتُلِفَ فِيْهِ كَمْ يُجْعَلُ

باب 20- جب راستے کے بارے میں اختلاف ہو جائے' تو اسے کتنا رکھا جائے؟

1275 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيْدٍ الضُّبَعِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِجْعَلُوا الطَّرِيْقَ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: راستے کو سات گز (چوڑا) رکھو۔

1276 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبٍ الْعَدَوِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا تَشَاجَرْتُمْ فِي الطَّرِيْقِ فَاجْعَلُوْهُ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبٍ الْعَدَوِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب راستے کے بارے میں تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے' تو اسے سات گز تک رکھو۔

یہ روایت وکیع سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت منقول ہے۔

بشیر بن کعب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض راویوں نے اسے قتادہ کے حوالے سے' بشیر بن نہیک کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' تاہم اس کی

1375- لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة سوى الترمذي' ينظر تحفة الاشراف' (306/9) حديث (12218) واخرجه ابن ماجه (783/2) كتاب الاحكام' باب: اذا تشاجروا في قدر الطريق' حديث (2338) من طريق بشير بن كعب عن ابي هريرة به.

1276- اخرجه احمد (474'429/2) وابو داؤد (314/3) كتاب الاقضية باب: ابواب من القضاء' حديث (3633) وابن ماجه (784-783/2) كتاب الاحكام' باب: اذا تشاجروا في قدر الطريق' حديث (2338) من طريق قتادة عن بشير بن كعب العدوي عن ابي هريرة فذكره' واخرجه البخاري (141/5) كتاب المظالم' باب: اذا اختلفوا في الطريق حديث (2473) من طريق الزبير بن خريت عن عكرمة عن ابي هريرة بنحوه' واخرجه مسلم (1232/3) كتاب المساقاة' باب قدر الطريق اذا اختلفوا فيه' حديث (1613-143) من طريق خالد الحذاء عن يوسف بن عبد الله عن ابيه عن ابي هريرة بنحوه فذكره.

سند محفوظ نہیں ہے۔

شرح

تنازع کی صورت میں راستہ کی مقدار کا تعین:

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ نئی بستی آباد کرتے وقت یا مشترک زمین کی تقسیم کاری کے وقت راستہ کاٹنے میں لوگوں کا باہم تنازع ہو جائے تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ سات ہاتھ راستہ کا تعین کیا جائے۔ اتنی مقدار میں راستہ میں حکمت یہ ہے کہ اتنی وسیع سڑک سے دوطرفہ ٹریفک کی آمدورفت با آسانی جاری رہ سکتی ہے اور بیک وقت دوٹرک گزر سکتے ہیں۔ اس مقدار سے زائد وسیع راستہ اسراف کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر راستہ کاٹتے وقت تنازع کی صورت پیدا نہ ہو تو اس سے کم مقدار میں راستہ رکھا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَخْیِیرِ الْغُلَامِ بَیْنَ اَبَوَیْہِ اِذَا افْتَرَقَا

باب 21- بچے کو اس کے ماں باپ کے درمیان (کسی ایک کے ساتھ رکھنے) کا اختیار دینا' جب ان کے درمیان علیحدگی ہو جائے

1277 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ زِیَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ ہِلَالِ بْنِ اَبِیْ مَیْمُوْنَۃَ التَّغْلَبِیِّ عَنْ اَبِیْ مَیْمُوْنَۃَ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیَّرَ غُلَامًا بَیْنَ اَبِیْہِ وَاُمِّہٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو وَجَدِّ عَبْدِ الْحَمِیْدِ بْنِ جَعْفَرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مَیْمُوْنَۃَ اسْمُہٗ سُلَیْمٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی ہٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَہْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِہِمْ قَالُوْا یُخَیَّرُ الْغُلَامُ بَیْنَ اَبَوَیْہِ اِذَا وَقَعَتْ بَیْنَہُمَا الْمُنَازَعَۃُ فِی الْوَلَدِ

وَہُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَا مَا کَانَ الْوَلَدُ صَغِیْرًا فَالْاُمُّ اَحَقُّ فَاِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ سَبْعَ سِنِیْنَ خُیِّرَ بَیْنَ اَبَوَیْہِ

توضیح راوی: ہِلَالُ بْنُ اَبِیْ مَیْمُوْنَۃَ ہُوَ ہِلَالُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اُسَامَۃَ وَہُوَ مَدَنِیٌّ وَّقَدْ رَوٰی عَنْہُ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ

1277- اخرجه احمد (447/2) وابو داؤد (283/2-284) كتاب الطلاق باب: من احق بالولد' حديث (2277) وابن ماجه (787/2-788) كتاب الاحكام' باب: تخيير الصبي بين ابويه' حديث (2351) والنسائي (185/6) كتاب الطلاق' باب: اسلام احد الزوجين وتخيير الولد' حديث (3496) والدارمي (170/2) كتاب الطلاق' باب: تخيير الصبي بين ابويه' والحميدي (464/2) حديث (1083) من طريق هلال بن ابي ميمونة الثعلبي عن ابي ميمونة عن ابي هريرة فذكره۔

كَثِيْرٍ وَّمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّفُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک بچے کو اس کے باپ اور اس کی ماں کے درمیان (یعنی کسی ایک کے ساتھ رہنے) کا اختیار دیا تھا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور عبدالحمید بن جعفر کے دادا سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابومیمونہ نامی راوی کا نام سلیم ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: بچے کو ماں باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے کا اختیار ہوگا' جب بچے کے بارے میں ماں باپ کے درمیان اختلاف ہو جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں' یہ دونوں فرماتے ہیں: جب تک بچہ کم سن ہو' تو ماں اس کی زیادہ حقدار ہوگی' لیکن جب وہ سات سال کی عمر کا ہو جائے' اسے ماں باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے کا اختیار دیا جائے گا۔

ہلال بن ابومیمونہ نامی راوی ہلال بن علی بن اسامہ ہیں یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔

یحییٰ بن کثیر' امام مالک اور فلیح بن سلیمان نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

والدین میں جدائی کی صورت میں بچے کی کفالت میں مذاہب آئمہ:

جب والدین کے درمیان طلاق کی صورت میں جدائی ہو جائے تو اولاد کی پرورش کون کرے گا؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ آٹھ سال تک بچہ کی پرورش والدہ کرے گی اور بعد ازاں لڑکی ہو یا لڑکا اسے باپ کی پرورش میں دے دیا جائے گا۔ اگر باپ موجود نہ ہو' تو اس کے ورثاء کے سپرد کر دیا جائے گا۔

2- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سات سال کی عمر تک بچے کی پرورش کا حق والدہ کو حاصل ہے' جبکہ اس کے بعد بچے کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ والدہ کے ساتھ رہنا چاہتا ہے یا والد کے ساتھ۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ حدیث باب میں دو سال سے کم عمر کے بچے کا ذکر ہے جو بے شعور تھا۔

حدیث باب کا شانِ ورود:

حدیث باب میں تفصیلی اور اصل حدیث کا ایک حصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ پورا واقعہ اس طرح ہے کہ زوجین میں سے شوہر اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گیا جبکہ بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کا ایک بچہ تھا جس کی عمر دو سال سے بھی کم تھی۔ اسلام کے سبب زوجین میں تفریق ہو گئی اور دونوں بچے کا فیصلہ کرانے کے لیے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ظاہری طور پر بچے کا فیصلہ کرنا دشوار محسوس ہوا کیونکہ اگر آپ اسے والد کے سپرد کر دیتے تو لوگ کہتے ہیں کہ بچے کو والدہ سے جدا کر دیا گیا ہے اور اگر والدہ کے سپرد کرتے تو یہ بات منظرِ عام پر آتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کافرہ والدہ کے سپرد کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو پکڑ لیا اور والدین کو مسجد کے دونوں کونوں میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر بچے کو دونوں کے درمیان چھوڑ دیا اور دونوں کو اجازت دی کہ وہ بچے کو اپنی طرف بلائیں۔ قدرتی طور پر بچہ ماں سے زیادہ مانوس ہوتا ہے اور والدہ کو بچہ اپنے پاس بلانے کا طریقہ بھی بہتر آتا ہے۔ جب زوجین نے بچے کو بلایا تو بچہ والدہ کی طرف چل پڑا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: "اے اللہ! تو اسے صحیح راستہ کی رہنمائی فرما"۔ اس دعا کے نتیجے میں بچہ ماں کی بجائے باپ کی طرف مڑ گیا اور اپنے والد کے پاس پہنچ گیا تو اس نے بچے کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْوَالِدَ يَاْخُذُ مِنْ مَالِ وَلَدِهٖ

باب 22- باپ اپنے بیٹے کے مال میں سے (کچھ بھی) وصول کر سکتا ہے

1278 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَمَّتِهٖ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَآئِشَةَ وَاَكْثَرُهُمْ قَالُوْا عَنْ عَمَّتِهٖ عَنْ عَآئِشَةَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوْا اِنَّ يَدَ الْوَالِدِ مَبْسُوْطَةٌ فِىْ مَالِ وَلَدِهٖ يَاْخُذُ مَا شَاءَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَاْخُذُ مِنْ مَالِهٖ اِلَّا عِنْدَ الْحَاجَةِ اِلَيْهِ

1278- اخرجه احمد (162/6, 173) وابو داؤد (288/3، 289) كتاب البيوع، باب: فى الرجل ياكل من مال ولده، حديث (3528) والنسائى (240/7، 241) كتاب البيوع، باب: الحث على الكسب، حديث (4450) وابن ماجه (768/2-769) كتاب التجارات، باب: ما للرجل من مال ولده، حديث (2290) والدارمى (247/2) كتاب البيوع، باب: الكسب، والحميدى (120/1) حديث (246) من طريق الاعمش عن عمارة بن عمير عن عمته عن عائشه به.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے پاکیزہ چیز جو تم کھاتے ہو وہ تمہاری اپنی کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض راویوں نے اسے عمارہ بن عمیر کے حوالے سے' ان کی والدہ کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

اکثر راویوں نے یہ بات بیان کی ہے: یہ ان کی پھوپھی کی حوالے سے' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

بعض اہلِ علم' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

وہ یہ فرماتے ہیں: والد کا ہاتھ اس کی اولاد کے مال میں پھیل سکتا ہے۔ وہ جتنا چاہے لے سکتا ہے۔

بعض راویوں نے یہ بات بیان کی ہے: وہ اپنی اولاد کے مال میں سے صرف اس وقت دے سکتا ہے' جب اسے اس کی ضرورت ہو۔

شرح

اولاد کے مال میں باپ کا تصرف:

اولاد کا کمایا ہوا مال' اولاد کا ہوتا ہے۔ وہ باپ کا نہیں ہوتا۔ ہاں بوقتِ ضرورت باپ اپنی اولاد کے مال سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اس کی دلیل حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ان کے والد گرامی نے اپنے ایک لڑکے کو غلام بطورِ عطیہ فراہم کیا' اس پر گواہ بنانے کے لیے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تم اپنی تمام اولاد کو اس طرح عطیہ فراہم کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''نہیں!'' اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر تم اس سے یہ واپس لے لو۔'' (جامع ترمذی' حدیث: 1288) ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس ظلم پر گواہ بننا پسند نہیں کرتا''۔ ظلم کی صورت تب ہوگی جب باپ اپنی کچھ اولاد کو عطیات سے نوازے اور دوسروں کو محروم رکھے۔ ترجیح کا تحقق اس وقت ہوگا جب اولاد کو دیا ہوا مال باپ کی ملکیت سے خارج ہو جائے اور اولاد کا ہو جائے۔ بطورِ نتیجہ یوں کہا جا سکتا ہے اولاد کا کمایا ہوا مال اولاد کا ہوتا ہے۔ وہ باپ کا نہیں ہوتا تاہم وہ بوقتِ ضرورت اولاد کے مال میں تصرف کر سکتا ہے اور اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔

فائدہ نافعہ: جب اولاد قدرے بڑی ہو جائے تو باپ کمانا چھوڑ دیتا ہے کہ اب اولاد نے کمانا شروع کر دیا ہے' لہٰذا مجھے آرام کی ضرورت ہے' یہ طریقہ بھی غلط ہے' جب تک اللہ تعالیٰ نے طاقت وقوت سے نوازا ہے انسان کو ہمت ہار کر ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ طاقت کے مطابق کسبِ حلال کی جدوجہد جاری رکھنی چاہیے اسی طرح بعض لوگ بالکل بوڑھے ہو جاتے ہیں اور ہمت وطاقت نہیں رہتی تب بھی وہ خوددار ہو کر کمانے میں مصروف دکھائی دیتے اور کہتے ہیں کہ اولاد کا محتاج نہیں ہونا چاہیے اور

ان کے ٹکڑوں پر نہیں پلنا چاہیے۔ یہ بھی درست نہیں ہے اس حالت میں اولاد پر فرض عائد ہوتا ہے کہ والدین کی خدمات وضروریات کا فریضہ نبھائیں اور اللہ تعالیٰ کو خوش کریں۔

سوال: مذکورہ بحث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اولاد کا مال، باپ کا مال ہوتا ہے اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انت و مالك لابيك" تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے؟

جواب: اس روایت میں لام تملیک کا نہیں ہے، بلکہ اباحت وجواز کے لیے۔ ورنہ اولاد کے مال پر زکوٰۃ، حج، صدقۂ فطر اور عشر واجب نہ ہوتا اور نہ ہی اس میں وراثت کا قانون جاری ہوتا۔ تاہم والدین نحیف وکمزور ہو جائیں اور ان میں کمانے کی ہمت وطاقت نہ رہے تو اس صورت میں اولاد پر از خود والدین کی خدمت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يُكْسَرُ لَهُ الشَّيْءُ مَا يُحْكَمُ لَـهُ مِنْ مَالِ الْكَاسِرِ

باب 23- جب کسی شخص کی کوئی چیز توڑ دی جائے، تو توڑنے والے کے مال میں سے اس شخص کے حق میں کیا فیصلہ دیا جائے؟

1279 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَهْدَتْ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فِىْ قَصْعَةٍ فَضَرَبَتْ عَآئِشَةُ الْقَصْعَةَ بِيَدِهَا فَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ بِطَعَامٍ وَّاِنَاءٌ بِاِنَاءٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄◄ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ نے ایک پیالے میں کوئی چیز تحفے کے طور پر بھیجی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہاتھ مار کر اس پیالے کو (کھانے سمیت) گرا دیا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کھانے کے بدلے میں کھانا ہوگا، اور برتن کے بدلے میں برتن (ادا کرنا ہوگا)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1280 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَارَ قَصْعَةً فَضَاعَتْ فَضَمِنَهَا لَهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّاِنَّمَا اَرَادَ عِنْدِىْ سُوَيْدٌ الْحَدِيْثَ الَّذِىْ رَوَاهُ

1279- اخرجه البخارى (148/5) كتاب المظالم: باب: اذا كسر قصعة او شيئا لغيره حديث (2481) وابو داؤد (297/3) كتاب البيوع، باب: فيمن افسد شيئا يغرم مثله، حديث (3567) والنسائى (70/7) كتاب عشرة النساء، باب: الغيرة، حديث (3955) وابن ماجه (782/2) كتاب الاحكام، باب: الحكم فيمن كسر شيئا، حديث (2334) والدارمى (264/2) كتاب البيوع، باب: من كسر شيئا فعليه مثله، و ... (105/3) من طريق حميد عن انس به.

الثَّوْرِیُّ وَحَدِیْثُ الثَّوْرِیِّ اَصَحُّ

توضیح راوی: اِسْمُ اَبِیْ دَاوٗدَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک پیالہ کسی سے ادھار لیا وہ ضائع ہوگیا' تو نبی اکرم ﷺ نے اس کا معاوضہ انہیں ادا کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔ میرے خیال میں سوید نے اس حدیث کے ذریعے وہ حدیث مراد لی ہے' جسے ثوری نے روایت کیا ہے۔ ثوری سے منقول روایات زیادہ مستند ہے۔

شرح

مال ضائع ہونے پر ضمان:

جب کسی کی کوئی چیز ضائع ہوجائے تو ضائع کرنے والے پر اس کا ضمان ضروری ہے۔ ضائع شدہ چیز اگر مثلی ہو' تو ضمان بالمثل واجب ہوگا اور اگر وہ چیز مثلی نہ ہو' تو ضمان بالقیمت واجب ہوگا۔ اس کی دلیل احادیث باب ہیں' کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سالن سمیت رکابی توڑ دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالن سمیت ضمان ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔

سوال: عمداً ہاتھ مار کر سالن گرانا اور برتن توڑنا معیوب عمل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسا کیوں کیا تھا؟

جواب: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ کسی اُم المؤمنین نے برتن میں سالن ڈال کر آپ کے گھر بھیجا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتقاضائے بشریت غیرت کھا کر عمداً ہاتھ مار کر سالن گرادیا اور برتن توڑ دیا۔ آپ نے یہ خیال کیا کہ جب باری میری ہے' تو پھر دوسری بیوی نے کھانا کیوں بھیجا ہے؟

سوال: جب زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں برتن مثلی نہیں تھے' تو ضمان مثلی واجب قرار دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں فرمانا: "طعام بطعام و اناء باناء" کھانا کی ضمانت کھانا ہے اور برتن کی ضمانت برتن ہے' کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: الفاظ حدیث: "اناء باناء" سے مراد وجوب ضمان بیان کرنا ہے' جبکہ ضمان بالمثل اور ضمان بالقیمت بیان کرنا ہرگز مقصود نہیں تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حَدِّ بُلُوْغِ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ

باب 24- مرد اور عورت کے بالغ ہونے کی حد

1281 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِیْرٍ الْوَاسِطِیُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ یُوْسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: عُرِضْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ جَيْشٍ وَّاَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يَقْبَلْنِىْ فَعُرِضْتُ عَلَيْهِ مِنْ قَابِلٍ فِىْ جَيْشٍ وَّاَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَقَبِلَنِىْ

قَالَ نَافِعٌ وَّحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَقَالَ هٰذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ ثُمَّ كَتَبَ اَنْ يُّفْرَضَ لِمَنْ يَّبْلُغُ الْخَمْسَ عَشْرَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَتَبَ اَنَّ هٰذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَذَكَرَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِىْ حَدِيْثِهٖ

قَالَ نَافِعٌ فَحَدَّثْنَا بِهٖ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَقَالَ هٰذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الذُّرِّيَّةِ وَالْمُقَاتِلَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِىُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ يَرَوْنَ اَنَّ الْغُلَامَ اِذَا اسْتَكْمَلَ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَحُكْمُهٗ حُكْمُ الرِّجَالِ وَاِنِ احْتَلَمَ قَبْلَ خَمْسَ عَشْرَةَ فَحُكْمُهٗ حُكْمُ الرِّجَالِ وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ الْبُلُوْغُ ثَلَاثَةُ مَنَازِلَ بُلُوْغُ خَمْسَ عَشْرَةَ اَوِ الْاِحْتِلَامُ فَاِنْ لَّمْ يُعْرَفْ سِنُّهٗ وَلَا احْتِلَامُهٗ فَالْاِنْبَاتُ يَعْنِى الْعَانَةَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مجھے نبی اکرم ﷺ کے سامنے لشکر میں شامل ہونے کے لیے پیش کیا گیا میں اس وقت چودہ سال کا تھا نبی اکرم ﷺ نے مجھے قبول نہیں کیا۔ پھر اگلے سال ایک لشکر کے لیے مجھے پیش کیا گیا میں اس وقت پندرہ سال کا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے قبول کرلیا۔

نافع بیان کرتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا: نابالغ اور بالغ کے درمیان یہ حد ہے' پھر انہوں نے یہ تحریر کیا: جو پندرہ سال کا ہوجائے اس کا حصہ مقرر کردیا جائے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

تاہم اس میں یہ مذکور نہیں ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمان بھیجا تھا: کم سن اور بالغ کے درمیان حد یہ ہے۔

ابن عیینہ نے اپنی حدیث میں یہ بات نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا: قیدی بنائے جانے والوں اور جنگجوں لوگوں کے درمیان یہ حد ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں: جب کوئی لڑکا مکمل پندرہ سال کا ہوجائے' تو اس کا حکم مردوں کا سا ہوگا' اور اگر پندرہ سال سے پہلے

(اسے احتلام ہو جائے) تو بھی اس کا حکم مردوں کا سا ہوگا۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بلوغت کی تین علامات ہیں پندرہ سال کا ہو جانا یا احتلام ہو جانا اگر سال کا یا احتلام نہیں پتہ چلتا تو بالوں کا اُگ آنا یعنی زیر ناف بالوں کا (اُگ جانا بلوغت کی دلیل شمار ہوگا)

شرح

عمرِ بلوغت میں مذاہب آئمہ:

نابالغ لڑکا اور لڑکی کس عمر میں حد بلوغت کو پہنچ جاتے ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- جمہور آئمہ فقہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ جب بلوغت کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو لڑکی اور لڑکا کی عمر پندرہ سال کی ہو جائے تو وہ بالغ ہو جائیں گے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

2- بعض فقہاء کی رائے ہے کہ لڑکی نو سال سے قبل اور لڑکا بارہ سال سے پہلے بالغ نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد جب بھی علامات بلوغ پائی جائیں تو بالغ ہو جائیں گے۔ تاہم پندرہ سال کی عمر ہونے پر وہ بالغ قرار دیے جائیں گے۔

3- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ لڑکی سترہ سال اور لڑکا اٹھارہ سال کا بالغ ہو جائے گا۔ بلوغت کے حوالے سے احناف کا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

فائدہ نافعہ: لڑکے کے بلوغ کی پانچ علامات ہیں:

(1) احتلام ہونا (2) حاملہ کرنا (3) انزال ہونا (4) زیر ناف بال آنا (5) بغلوں کے بال ظاہر ہونا۔

لڑکی کے بلوغ کی دو علامات ہیں:

(1) احتلام ہونا (2) حاملہ ہونا

بَابُ فِيمَنْ تَزَوَّجَ امْرَاَةَ اَبِيْهِ

باب 25- جو شخص اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر لے

1282 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ اَشْعَثَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَّ بِىْ خَالِىْ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ وَّمَعَهُ لِوَاءٌ فَقُلْتُ اَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ بَعَثَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

1282- اخرجه احمد (4/290،292،295،297) وابو داؤد (4/157) كتاب الحدود، باب: في الرجل يزني بحريمه، حديث (4457) والنسائي (6/109) كتاب النكاح، باب: نكاح ما نكح الاباء، حديث (3331) وابن ماجه (2/869) كتاب الحدود : باب: من تزوج امرأة ابيه من بعده، حديث (2607) والدارمي (153) كتاب النكاح، باب: لرجل يتزوج امرأة ابيه، من طريق اشعث عن عدى بن ثابت عن البراء عن عازب فذكره۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةَ اَبِيْهِ اَنْ اٰتِيَهُ بِرَاْسِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ قُرَّةَ الْمُزَنِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْبَرَاءِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى مُحَمَّدُ ابْنُ اِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْبَرَاءِ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَشْعَثَ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْبَرَاءِ عَنْ اَبِيْهِ وَرُوِىَ عَنْ اَشْعَثَ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْبَرَاءِ عَنْ خَالِهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے ماموں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے ان کے پاس جھنڈا موجود تھا میں نے دریافت کیا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایسے شخص کی طرف بھیجا ہے' جس نے اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ شادی کر لی ہے (اس لیے بھیجا ہے) کہ میں اس کا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہو جاؤں۔

اس بارے میں حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

محمد بن اسحٰق نے اس حدیث کو عدی بن ثابت کے حوالے سے عبداللہ بن یزید کے حوالے سے' حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

یہ روایت اشعث کے حوالے سے' عدی کے حوالے سے' یزید بن براء کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔

یہی روایت اشعث کے حوالے سے' عدی کے حوالے سے' یزید بن براء کے حوالے سے' ان کے ماموں کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔

شرح

سوتیلی ماں سے نکاح وزنا کی سزا میں مذاہب آئمہ:

کوئی شخص اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر کے اس سے جماع کرتا ہے' تو اس کی سزا کیا ہوگی؟ اس مسئلے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

1- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ سوتیلی ماں حقیقی ماں کی طرح محرمات میں شامل ہے' اس سے نکاح حرام ہے اور پھر اس سے جماع زنا سے زیادہ جرم ہے۔ زنا کی سزا میں کوڑے لگائے جاتے ہیں مگر اس میں کوڑوں کی سزا نہیں ہے' بلکہ اسے قتل کیا جائے گا۔ آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ ایسا فعل شنیع کرنے والے کو نہ صرف قتل کیا گیا تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا سر بھی کاٹا گیا تھا۔

2- حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے شخص کو زنا کی سزا دی

جائے گی یعنی اگر وہ شخص کنوارا ہو تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں اسے سنگ سار کیا جائے گا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

سوال: احناف کا مؤقف ہے کہ محرمات سے نکاح کرنے میں شبہ فی العقد کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس وجہ سے حد اُٹھ جاتی ہے اس سلسلے میں مشہور حدیث بھی ہے: ''الحدود تندرء بالشبهات'' شبہ کے سبب حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا صورت میں حد نہیں ہے؟

جواب: قرآن وسنت کا فیصلہ ہے کہ جو شخص بھی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اسے اس کے گناہ کے مطابق سزا دی جائے گی۔ اگر بڑا گناہ کرتا ہے تو سزا بھی بڑی ہوگی اور گناہ چھوٹا ہونے کی صورت میں سزا بھی چھوٹی ہوگی۔ کوئی شخص جہالت یا دین سے دُوری کی وجہ سے ایسے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے ہلکی سزا دی جائے گی اور اگر اس نے عمداً ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو اس کی پاداش میں اسے کم از کم قتل کی سزا دی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلَيْنِ يَكُوْنُ اَحَدُهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْاٰخَرِ فِي الْمَآءِ

باب 26- جب پانی حاصل کرنے میں کوئی ایک شخص دوسرے کے مقابلے میں نیچے کی سمت میں ہو

1283 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّهُ حَدَّثَهُ

متنِ حدیث: اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِيْ يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَاَبٰى عَلَيْهِ فَاخْتَصَمُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا زُبَيْرُ اسْقِ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَحْسِبُ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ وَيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ نَحْوَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

1283- اخرجه البخاری (48/5) كتاب الاشرب والمساقاة' باب: شرب الاعلى الى الكعبين' حديث (2362) ومسلم (1829/4'1830) كتاب الفضائل' باب: وجوب اتباعة صلى الله عليه وسلم' حديث (129-2357) والنسائی (238/8) كتاب آداب القضاء' باب: الرخصة للحاكم الامين ان يحكم وهو غضبان حديث (5407) عن طريق ابن شهاب عن عروة عن عبد الله بن الزبير عن الزبير فذكره.

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ''حرہ'' سے آنے والی پانی کی نالی کے بارے میں اختلاف کیا جس کے ذریعے لوگ کھجوروں کے باغ کو پانی دیا کرتے تھے انصاری نے کہا: یہ پانی کو چھوڑ دیں وہ بہتا رہے' تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس بات سے اختلاف کیا انہوں نے اپنا یہ مقدمہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زبیر! تم اپنے کھیتوں کو سیراب کرو پھر پانی کو اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو تو انصاری غصے میں آ گیا اور بولا: (آپ نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے) کیونکہ یہ آپ کے پھوپھی زاد ہیں' تو نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے زبیر! تم اپنے (باغ کو) سیراب کرو پھر پانی کو روکے رکھو' یہاں تک کہ وہ منڈیروں تک پہنچ جائے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں' یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی تھی۔

''تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے اختلافی معاملات میں تمہیں ثالث نہ بنائیں اور تم نے جو فیصلہ دیا ہو اس کے بارے میں اپنے من میں کوئی حرج محسوس نہ کریں' اور یہ اسے مکمل طور پر تسلیم کریں''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شعیب بن ابوحمزہ نے اس روایت کو زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عروہ بن زبیر کے حوالے سے' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

عبداللہ بن وہب نے اس روایت کو لیث کے حوالے سے اور یونس نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' عروہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے پہلی روایت کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

پانی کی سینچائی میں بعد کے کھیت والے کا شرعی حکم:

نہر کے پانی سے کھیت یا باغ کی سینچائی میں پہلے کس کا حق ہے؟ اس بارے میں عرف کا اعتبار ہوگا' جس ملک یا خطہ کے لوگوں کا جو طریقہ کار ہوگا۔ اسی پر اس کے حق میں مدار ہوگا۔ جس علاقہ یا خطہ کے لوگ پانی آنے کی جانب سے باغ یا کھیت کو سیراب کرتے ہیں وہاں آغاز کرنے اور حق کا اس جانب کا اعتبار ہوگا۔ جس خطہ میں لوگ اختتام کھیت سے سیرابی کا آغاز کرتے ہوں وہاں اس جانب کے کھیت یا باغ والے کا حق سابق ہوگا۔

حدیث باب کا شانِ ورود:

حدیث باب کا شانِ ورود اس طرح ہے کہ مقامِ حرہ کی طرف آنے والے پانی کے زیادہ قریب حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

باغ تھا جبکہ انصاری کا باغ بعد میں تھا۔ انصاری نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ پانی پہلے میرے باغ کی طرف آنے دو تو انہوں نے انکار کر دیا کیونکہ آپ کا حق سابق تھا۔ پانی سے باغ کو سیراب کرنے کے مسئلے میں دونوں کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی۔ یہ تنازع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے زبیر! تم اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی اپنے پڑوسی کی طرف جانے دو۔'' اس فیصلہ پر انصاری نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کے حق میں فیصلہ اس لیے دیا ہے' کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔'' یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا: ''اے زبیر! تم اپنے باغ کو سیراب کرو پھر بھی پانی روکے رکھو تا کہ پانی منڈیر تک آ جائے۔'' حق دار اور باغ کی سینچائی کا تقاضا بھی یہی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انصاری کی حمایت کی مگر اس نے اسے اپنی حق تلفی پر محمول کیا۔ اس موقع پر یہ ارشادِ ربانی نازل ہوا:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:65)

''پس قسم ہے آپ کے پروردگار کی! یہ لوگ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے تنازعوں میں آپ کو حاکم نہ تسلیم کر لیں۔ پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دِلوں میں تنگی نہ پائیں بلکہ وہ اسے مکمل طور پر تسلیم کر لیں۔''

فائدہ نافعہ: حجاز مقدس میں نہری نظام نہیں ہے' کیونکہ اس کا بیشتر علاقہ خشک اور پہاڑی ہے۔ پہاڑوں پر ہونے والی بارش کے پانی کو لوگ نشیبی جگہ پر تالاب کی شکل میں محفوظ کر لیتے تھے' اس پانی سے اپنے باغات اور کھیتوں کو سیراب کرتے تھے۔ اس پانی کے استعمال میں بھی ان کے قواعد و ضوابط تھے جن کی پابندی سب پر لازم تھی۔ ان ضوابط سے ہٹ کر کوئی پانی استعمال کرتا تو تنازع کی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يُّعْتِقُ مَمَالِيكَهُ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ

باب 27- جو شخص مرتے وقت اپنے غلاموں کی آزاد کر دے اور اس کے پاس ان غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال نہ ہو

1284 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِى الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَعْتَقَ سِتَّةَ اَعْبُدٍ لَّهُ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيْدًا ثُمَّ دَعَاهُمْ فَجَزَّاَهُمْ ثُمَّ اَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَاَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَاَرَقَّ اَرْبَعَةً

1284- اخرجه احمد (426/4) ومسلم (1288/3) كتاب الايمان' باب: من اعتق شركا له في عبد' حديث (1688/56) وابو داؤد (28/4) كتاب العتق باب: فيمن اعتق عبيدا له لم يبلغهم الثلث' حديث (3958) وابن ماجه (785/2-786) كتاب الاحكام' باب: القضاء بالقرعة' حديث (2345) من طريق ابي قلابة عن ابي المهلب' عن عمران بن حصين به.

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ يَرَوْنَ اسْتِعْمَالَ الْقُرْعَةِ فِيْ هٰذَا وَفِيْ غَيْرِهٖ وَاَمَّا بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهِمْ فَلَمْ يَرَوُا الْقُرْعَةَ وَقَالُوْا يُعْتَقُ مِنْ كُلِّ عَبْدٍ الثُّلُثُ وَيُسْتَسْعٰى فِيْ ثُلُثَيْ قِيْمَتِهٖ

توضیح راوی: وَاَبُو الْمُهَلَّبِ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو الْجَرْمِيُّ وَهُوَ غَيْرُ اَبِيْ قِلَابَةَ وَيُقَالُ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو وَاَبُوْ قِلَابَةَ الْجَرْمِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مرتے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا اس شخص کے پاس ان غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا جب اس بات کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو ملی تو آپ نے اس بارے میں سخت الفاظ ارشاد فرمائے پھر آپ نے ان غلاموں کو بلایا آپ نے انہیں تقسیم کر کے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور ان میں سے دو کو آزاد قرار دیا اور چھ کو غلام برقرار رکھا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

بعض اہل علم اس پر عمل کرتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں وہ یہ فرماتے ہیں: اس بارے میں یا اس طرح کے دیگر معاملات میں قرعہ اندازی کی جائے گی۔

کوفہ اور دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کے نزدیک اس بارے میں قرعہ اندازی نہیں کی جائے گی۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اس حوالے سے ہر غلام کا ایک تہائی حصہ آزاد شمار ہوگا اور ان میں سے ہر ایک غلام کی بقیہ دو تہائی قیمت کے بارے میں اس سے مزدوری کروائی جائے گی۔

ابومہلب نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو جرمی ہے یہ ابوقلابہ کے علاوہ کوئی اور شخص ہے اور ایک قول کے مطابق معاویہ بن عمرو ہے۔ ابوقلابہ جرمی کا نام عبداللہ بن زید ہے۔

شرح

مرضِ موت میں تمام غلام آزاد کرنے کا مسئلہ:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مرضِ موت میں اپنے تمام غلام آزاد کردے جبکہ اس کے پاس ان غلاموں کے علاوہ کوئی دولت نہ ہو تو اس کی یہ وصیت صرف ثلث غلاموں میں جاری ہوگی اور دوثلث میں وصیت باطل قرار پائے گی۔ اگر غلاموں کی تعداد چھ ہو تو دو آزاد ہو جائیں گے جبکہ چار آزاد نہیں ہوں گے بلکہ وہ ورثاء کے لیے سعایہ کر کے آزادی حاصل کریں گے۔ وصیت کے نتیجہ میں آزاد ہونے والے دوغلاموں کا انتخاب قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔

قرعہ اندازی کے مسئلہ میں مذاہبِ آئمہ:

قرعہ اندازی کی حیثیت کیا ہے؟ اگر آج بھی ایسا مسئلہ پیش آئے تو اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ غلاموں کا انتخاب قرعہ اندازی سے کیا جائے گا اور قرعہ اندازی واجب ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

2- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرعہ اندازی کا طریقہ ابتدائے اسلام میں تھا، بعد میں اس کی حیثیت وجوب کی نہیں رہی۔ تطییب قلوب (دل کو خوش کرنے) کی ہوگئی۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا تھا لیکن اپنے دورِ حکومت میں ایسا واقعہ پیش آنے پر قرعہ اندازی کے بغیر فیصلہ کردیا تھا۔ (اعلاء السنن، جلد: 11، ص: 309)

آپ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث باب کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت کا تعلق ابتدائے اسلام کے ساتھ ہے، لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ

باب 28: جو شخص کسی محرم رشتے دار کا مالک بن جائے

1285 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ

1285- اخرجه احمد (5/15، 18، 20) وابو داؤد (4/26) كتاب العتق، باب: فيمن ملك ذارحم محرم، حديث (49 وابن ماجه (2/843) كتاب العتق باب: من ملك ذا حرم محرم فهوحر، حديث (2524) من طريق قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب فذكره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مُسْنَدًا اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰی بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُمَرَ شَیْئًا مِّنْ هٰذَا

◄► حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا ہے: جو شخص کسی محرم رشتے دار کا مالک بن جائے تو وہ رشتے دار آزاد شمار ہوگا۔

ہم اس حدیث کو مسند ہونے کے طور پر صرف حماد بن سلمہ نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

بعض محدثین نے اس روایت کو قتادہ کے حوالے سے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

1286 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّیُّ الْبَصْرِیُّ وَغَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِیُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا ذَكَرَ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ عَاصِمًا الْاَحْوَلَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ غَیْرَ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ

سند حدیث: رَوَاهُ ضَمْرَةُ بْنُ رَبِیْعَةَ عَنِ الثَّوْرِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یُتَابَعْ ضَمْرَةُ عَلٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ وَهُوَ حَدِیْثٌ خَطَاٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ

◄► حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی محرم رشتے دار کا مالک بن جائے تو وہ (محرم رشتے دار) آزاد شمار ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ہمارے علم کے مطابق اس حدیث میں عاصم نامی راوی کا ذکر حماد بن سلمہ کے حوالے سے، صرف محمد بن بکر نے کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے۔ آپ نے ارشادفرمایا ہے: جو شخص کسی محرم رشتے دار کا مالک بنے تو وہ (رشتے دار) آزاد شمار ہوگا۔

اس روایت کو ضمرہ بن ربیعہ نے، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، عبداللہ بن دینار کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

اس روایت میں (ضمری بن ربیعہ کی متابعت نہیں کی گئی اور محدثین کے نزدیک یہ حدیث خطا ہے)

شرح

مفہوم حدیث:

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ از خود آزاد ہو جائے گا۔ محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے۔ مثلاً ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ۔ اگر ان میں سے کوئی مالک ہو جائے تو غلام کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔

ذی رحم محرم کا مالک ہونے سے مملوک کو آزادی حاصل ہونے میں مذاہب آئمہ:

ذی رحم محرم کا مالک بن جانے سے غلام کے آزاد ہونے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ جب کوئی ذی رحم محرم کا مالک بن جائے گا، تو مملوک کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔ رحم سے مراد ناطہ و رشتہ ہے، خواہ وہ ننھیالی ہو یا ددھیالی ہو۔ ان قیود سے رضاعی اور سسرالی رشتے خارج ہو گئے۔ محرم سے مراد وہ رشتہ ہے، جس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہوتا ہے۔ مثلاً ماں، باپ، بیٹا اور بیٹی وغیرہ۔ تاہم محرم کی قید سے خالہ زاد، چچازاد، ماموں زاد، اور پھوپھی زاد مملوک کو آزادی حاصل نہیں ہوگی کیونکہ یہ ذی رحم تو ہیں مگر محرم نہیں ہیں۔

2- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے دو آدمی جن کے مابین ولادت کا رشتہ ہو، تو ان کے ایک دوسرے کا مالک بننے سے فی الفور آزادی حاصل ہو جائے گی۔ ولادت کا رشتہ اصول و فروع دونوں کے درمیان متحقق ہوتا ہے۔ مثلاً ماں، باپ، دادی، دادا، نانی، نانا، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسی اور نواسہ وغیرہ۔ اگر کوئی ان میں سے کسی کا مالک ہو جائے گا، تو مملوک آزاد ہو جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ زَرَعَ فِيْ اَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ

باب 29: جب کوئی شخص کسی دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر کھیتی باڑی کرے

1287 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النَّخَعِيُّ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

1287- اخرجه احمد (465/3، 141/4) وابو داؤد (261/3) كتاب البيوع، باب: في زرع الارض بغير اذن صاحبها، حديث (3403) وابن ماجه (824/3) كتاب الرهون: باب: من زرع في ارض قوم بغير اذنهم، حديث (2466) من طريق ابي اسحق عن عطاء عن رافع بن خديج فذكره.

متن حدیث: مَنْ زَرَعَ فِيْ اَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَّلَهُ نَفَقَتُهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ اِسْحٰقَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَالَ لَا اَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ اِسْحٰقَ اِلَّا مِنْ رِوَايَةِ شَرِيْكٍ قَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا مَعْقِلُ بْنُ مَالِكٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ الْاَصَمِّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص دوسرے لوگوں کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر کھیتی باڑی کرے تو اسے اس کھیت میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ البتہ اسے اس کا خرچ مل جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ”حسن غریب“ ہے۔ ہم اس روایت کو ابواسحاق سے منقول ہونے کے حوالے سے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ جسے شریک بن عبداللہ نے نقل کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث ”حسن“ ہے۔

وہ یہ فرماتے ہیں: ہمارے علم کے مطابق ابواسحاق سے منقول ہونے کے اعتبار سے یہ روایت صرف شریک سے منقول ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معقل بن مالک بصری نے عقبہ بن اصم کے حوالے سے، عطاء کے حوالے سے، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شرح

مغصوبہ زمین کی پیداوار کے حق دار کے حوالے سے مذاہبِ آئمہ:

ایک شخص دوسرے کی زمین غصب کر کے اس میں زراعت کرتا ہے تو اس کی پیداوار کا حق دار کون ہوگا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

1- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ پیداوار مالک کی ہے مگر غاصب نے جو بیج ڈالا ہے اور محنت کی ہے وہ خرچہ اور معاوضہ اسے دیا جائے گا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غاصب کو اس کی محنت اور خرچہ کے سوا کوئی چیز نہیں ملے گی۔

2- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مغصوبہ زمین کی پیداوار غاصب کو ملے گی۔ البتہ اس کے لیے تمام پیداوار طیب نہیں ہوگی بلکہ محنت اور خرچہ کی مقدار طیب ہے' باقی خبیث ہے۔ آپ نے بھی حدیث باب سے استدلال کیا ہے یعنی اس زمین سے محنت کا عوض اور بیج کا خرچہ غاص کو دیا جائے گا جبکہ باقی ماندہ پیداوار اس کے لیے جائز نہیں ہوگی بلکہ اس کا صدقہ و خیرات کرنا زیادہ مفید ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النُّحْلِ وَالتَّسْوِيَةِ بَيْنَ الْوَلَدِ

باب 30: عطیہ دیتے ہوئے اولاد کے درمیان برابری رکھنا

1288 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَّسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ يُحَدِّثَانِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَاهُ نَحَلَ ابْنًا لَّهُ غُلَامًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشْهِدُهُ فَقَالَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ مَا نَحَلْتَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَارْدُدْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ التَّسْوِيَةَ بَيْنَ الْوَلَدِ حَتّٰى قَالَ بَعْضُهُمْ يُسَوِّي بَيْنَ وَلَدِهٖ حَتّٰى فِي الْقُبْلَةِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يُسَوِّي بَيْنَ وَلَدِهٖ فِي النُّحْلِ وَالْعَطِيَّةِ يَعْنِي الذَّكَرُ وَالْاُنْثٰى سَوَاءٌ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَقَالَ بَعْضُهُمُ التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الْوَلَدِ اَنْ يُّعْطَى الذَّكَرُ مِثْلَ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ مِثْلَ قِسْمَةِ الْمِيْرَاثِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے اپنے ایک بیٹے کو ایک غلام عطیے کے طور پر دیا پھر وہ اس پر گواہ بنانے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تاکہ آپ کو اس پر گواہ بنائیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اس طرح عطیہ دیا ہے' جیسے اسے دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم اسے واپس لے لو۔

1288- اخرجه مالك في الموطا (751/2'752) كتاب الاقضية باب: ما لا يجوز من النحل حديث (39) واحمد (268/4) والبخاري (250/5) كتاب الهبة باب: الهبة للولد' حديث (2586) ومسلم (1242/3) كتاب الهبات' باب: كراهية تفضيل بعض الاولاد في الهبة' حديث (9-1263) والنسائي (258/6) كتاب النحل' باب: اختلاف الناقلين' لخبر النعمان بن بشير في النحل' حديث (3672) وابن ماجه (795/2) كتاب الهبات' باب: الرجل ينحل ولده' حديث

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر راویوں کے حوالے سے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اولاد کے درمیان برابری کو مستحب قرار دیا ہے۔

ان میں سے بعض حضرات نے اولاد کو بوسہ دینے کے اعتبار سے بھی برابری کی ہدایت کی ہے' جبکہ بعض نے صرف کوئی چیز دینے یا عطیہ دینے کے حوالے سے برابری کا کہا ہے اور اس بارے میں مذکر اور مونث برابر ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

بعض حضرات نے یہ بات کہی ہے: اولاد کے درمیان برابری یہ ہے: مرد کو دو عورتوں جتنا حصہ دیا جائے جس طرح وراثت میں تقسیم ہوتی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

شرح

مفہوم حدیث:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اولاد کے باپ پر حقوق یا باپ کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ اپنی اولاد میں مساوات کو برقرار رکھے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے اپنے ایک بیٹے کو عطیہ یا ہبہ سے نوازے جبکہ دوسروں کو اس سے محروم رکھے۔ ایسا کرنا ظلم وزیادتی کے زمرے میں آتا ہے' جس وجہ سے اولاد کی نظروں میں باپ کا مقام بھی مجروح ہوسکتا ہے۔

باپ کی طرف سے اولاد میں تفاضل کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

باپ کی طرف سے اولاد میں مساوات وبرابری کا ضابطہ زیادہ مناسب اور دین وفطرت کے قریب تر ہے۔ اس بارے میں اگر باپ تفاضل (کمی بیشی) سے کام لے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تفاضل حرام ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ مشہور صحابی حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لڑکے نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور عطیہ ایک غلام دیا۔ پھر وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ بنائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح عطیہ سے نوازا ہے؟'' عرض کیا: ''یارسول اللہ! نہیں!'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا' تم کسی اور کو گواہ بنالو۔'' (سنن ابی داؤد' جلد ثانی' ص:499) اس روایت میں تصریح ہے کہ محض ایک لڑکے کے عطیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم قرار دیا ہے اور ظلم حرام ہوتا ہے۔ معلوم ہوا تفاضل بھی حرام ہے۔

2- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تفاضل مکروہ تحریمی ہے۔

انہوں نے بھی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ انہوں نے حدیث کے آخری حصہ کو دلیل بنایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تو گواہ نہ بنے بلکہ دوسرے شخص کو گواہ بنانے کا حکم دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تفاضل حرام نہیں ہے۔ اگر حرام ہوتا تو آپ دوسرے شخص کو بھی گواہ بنانے کی اجازت نہ دیتے۔

مساوات کے مفہوم میں اقوالِ فقہاء:

جب باپ اولاد کو عطیہ یا ہبہ یا تحفہ سے نوازنا چاہے تو وہ ان کے درمیان مساوات کے پہلو کو ضرور پیشِ نظر رکھے جس کے بے شمار فوائد ہیں۔ سوال یہ ہے: "مساوات" سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں:

1- حضرت امام محمد اور حضرت احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہاں مسئلہ میراث جیسی مساوات مراد ہے کہ لڑکے کو دُگنا حصہ دیا جائے گا اور لڑکی کو ایک گنا۔

2- دیگر آئمہ فقہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ میراث کا حکم مخصوص ہے مگر یہاں لڑکے اور لڑکی کو برابری کی بنیاد پر عطیہ یا ہبہ یا تحفہ دیا جائے گا۔ الغرض باپ اپنی زندگی میں عطیہ یا ہبہ یا تحفہ وغیرہ سے اولاد کو دینا چاہے تو مذکر و مؤنث تمام اولاد کو برابری کی بنیاد پر نوازے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشُّفْعَةِ

باب 31: شفعہ کا بیان

1289 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: جَارُ الدَّارِ اَحَقُّ بِالدَّارِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ الشَّرِيْدِ وَاَبِيْ رَافِعٍ وَّاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَرَوٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحِيْحُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ حَدِيْثُ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ وَلَا نَعْرِفُ حَدِيْثَ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ وَحَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطَّائِفِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّرَوٰى اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1289- اخرجه احمد (5/8، 12، 13، 17، 18) وابو داؤد (3/286) كتاب البيوع، باب: في الشفعة، حديث (3517) من طريق قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب فذكره.

قولِ امام بخاری: قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ عِنْدِیْ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مکان کا پڑوسی مکان کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

اس بارے میں حضرت شرید رضی اللہ عنہ، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

عیسیٰ بن یونس نے اس روایت کو سعید بن ابوعروبہ کے حوالے سے، قتادہ کے حوالے سے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک مستند روایت وہ ہے' جو حسن کے حوالے سے، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

قتادہ کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول روایت صرف عیسیٰ بن یونس نامی راوی کے حوالے سے منقول ہے۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن طائفی نے عمرو بن شرید کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے جس حدیث کو نقل کیا ہے۔ وہ اس بارے میں حدیث "حسن" ہے۔

ابراہیم بن میسرہ نے عمرو بن شرید کے حوالے سے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت نقل کی ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ دونوں روایات مستند ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشُّفْعَةِ لِلْغَائِبِ

باب 32: غیر موجود شخص کے لیے شفعہ کرنا

1290 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِیْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ يُنْتَظَرُ بِهٖ وَاِنْ كَانَ غَائِبًا اِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِدًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ غَيْرَ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِیْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِیْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِیْ سُلَيْمَانَ مِنْ اَجْلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَعَبْدُ الْمَلِكِ هُوَ ثِقَةٌ مَاْمُوْنٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا تَكَلَّمَ فِيْهِ غَيْرَ شُعْبَةَ مِنْ اَجْلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَدْ رَوٰى وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِیْ سُلَيْمَانَ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِیْ سُلَيْمَانَ مِيْزَانٌ يَّعْنِیْ فِی الْعِلْمِ

1290- اخرجه احمد (303/3) وابو داؤد (286/3) كتاب البيوع' باب: في الشفعة' حديث (3518) وابن ماجه (833/2) كتاب الشفعة' باب: الشفعة بالجوار حديث (2494) والدارمي (273/2) كتاب البيوع' باب: في الشفعة' من طريق عبد الملك بن ابي سليمان عن عطاء عن جابر بن عبد الله فذكره۔

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الرَّجُلَ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ وَاِنْ كَانَ غَائِبًا فَاِذَا قَدِمَ فَلَهُ الشُّفْعَةُ وَاِنْ تَطَاوَلَ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: پڑوسی شفعہ کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ اگر وہ موجود نہ ہو اس بارے میں اس کا انتظار کیا جائے گا اگر ان دونوں کا راستہ ایک ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہمارے علم کے مطابق عبدالملک بن ابوسلیمان کی عطاء کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کے علاوہ اور کسی نے اس حدیث کو نقل نہیں کیا۔

شعبہ نے عبدالملک بن ابوسلیمان نامی راوی کے بارے میں اس حدیث کے حوالے سے کچھ کلام کیا ہے۔

محدثین کے نزدیک عبدالملک ثقہ اور مامون ہیں۔

ہمارے علم کے مطابق شعبہ کے اس حدیث کے حوالے سے کلام کرنے کے علاوہ اور کسی نے ان کے بارے میں کلام نہیں کیا۔

وکیع نے اس روایت کو شعبہ کے حوالے سے، عبدالملک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: عبدالملک بن ابوسلیمان میزان ہے یعنی علم میں (ترازو کی حیثیت رکھتے ہیں)

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ وہ یہ کہتے ہیں: آدمی شفعہ کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے' اگر وہ غیر موجود ہو' تو جب آئے گا' تو اسے شفعہ کرنے کا حق ہوگا' اگرچہ کتنی ہی مدت گزر چکی ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا حُدَّتِ الْحُدُوْدُ وَوَقَعَتِ السِّهَامُ فَلَا شُفْعَةَ

باب 33: جب حدود متعین ہو جائیں اور حصے ہو جائیں تو شفعہ کا حق نہیں ہوگا

1291 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ مُرْسَلًا عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1291- اخرجه البخاري (361/12) كتاب الحيل: باب في الهبة والشفعة' حديث (6976) وابو داؤد (285/3) كتاب البيوع' باب: في الشفعة' حديث (3514) وابن ماجه (835'834/2) كتاب الشفعة' باب اذا وقعت الحدود فلا شفعة' حديث (2499) واخرجه احمد (399'296/3) وعبد بن حميد ص (326) حديث (1080) من طريق الزهري عن ابي سلمة عن جابر بن عبد الله فذكره.

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَبِهٖ يَقُوْلُ بَعْضُ فُقَهَاءِ التَّابِعِيْنَ مِثْلَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَغَيْرِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيُّ وَرَبِيْعَةُ ابْنُ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ لَا يَرَوْنَ الشُّفْعَةَ اِلَّا لِلْخَلِيْطِ وَلَا يَرَوْنَ لِلْجَارِ شُفْعَةً اِذَا لَمْ يَكُنْ خَلِيْطًا وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الشُّفْعَةُ لِلْجَارِ وَاحْتَجُّوْا بِالْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حدیثِ دیگر: جَارُ الدَّارِ اَحَقُّ بِالدَّارِ وَقَالَ الْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ

وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب حدود مقرر ہو جائیں اور راستے الگ ہو جائیں تو شفعہ کا حق نہیں رہے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض راویوں نے اسے "مرسل" حدیث کے طور پر ابوسلمہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اہلِ علم اس پر عمل کرتے ہیں' ان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

تابعین سے تعلق رکھنے والے بعض فقہاء نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات ہیں۔

اہلِ مدینہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ ان میں یحییٰ بن سعید انصاری، ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن، امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک شفعہ کا حق صرف شراکت دار کو حاصل ہوگا۔ ان کے نزدیک پڑوسی کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا' جب وہ شراکت دار نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: پڑوسی کو شفعہ کا حق حاصل ہوگا۔

ان حضرات نے نبی اکرم ﷺ سے منقول "مرفوع" حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: گھر کا پڑوسی، گھر کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

(اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) پڑوسی قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ حق رکھتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الشَّرِيْكَ شَفِيْعٌ

باب 34: شراکت دار شفعہ کا حق رکھتا ہے

1292 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ السُّكَّرِيِّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلشَّرِيْكُ شَفِيْعٌ وَّالشُّفْعَةُ فِىْ كُلِّ شَىْءٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِثْلَ هٰذَا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ حَمْزَةَ السُّكَّرِيِّ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّهٰذَا اَصَحُّ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ وَلَيْسَ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ مِثْلَ هٰذَا لَيْسَ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ حَمْزَةَ وَاَبُوْ حَمْزَةَ ثِقَةٌ يُّمْكِنُ اَنْ يَّكُوْنَ الْخَطَاُ مِنْ غَيْرِ اَبِىْ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ

مذاہبِ فقہاء: وَقَالَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّمَا تَكُوْنُ الشُّفْعَةُ فِى الدُّوْرِ وَالْاَرَضِيْنَ وَلَمْ يَرَوُا الشُّفْعَةَ فِىْ كُلِّ شَىْءٍ وَّقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الشُّفْعَةُ فِىْ كُلِّ شَىْءٍ وَّالْقَوْلُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: شراکت دار شفعہ کا حق رکھتا ہے اور شفعہ ہر چیز میں ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث کو ہم صرف ابوحمزہ سکری نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

کئی راویوں نے اس روایت کو عبدالعزیز بن رفیع کے حوالے سے، ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

ابن ابی ملیکہ نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں ہے۔

کئی راویوں نے عبدالعزیز بن رفیع کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے جس میں اس روایت کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ روایت ابوحمزہ سے منقول حدیث کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

1292- لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة سوى الترمذي' ينظر: تحفة الاشراف (44/5) حديث (5795) واخرجه البيهقي (109/8) والطبراني (123/11) حديث (11244)

ابوحمزہ نامی راوی ثقہ ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے: ابوحمزہ کی بجائے کسی اور نے اس میں خطا کی ہو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے جیسا کہ ابوبکر بن عیاش سے منقول کی ہے۔

اکثر اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: شفعہ صرف مکانات اور زمین میں ہوتا ہے ان کے نزدیک ہر چیز میں شفعہ نہیں ہوتا۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: شفعہ ہر چیز میں ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) پہلی رائے درست ہے۔

شرح

شفعہ کا مفہوم اور اس کی شرعی حیثیت:

لفظ ''شفعہ'' کا مادہ ''شفع'' ہے' جس کا لغوی معنی ہے' ملانا۔ دو رکعت نماز کو بھی شفع کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں کسی کی جائیداد کو اپنی جائیداد میں شامل کرنے کو شفعہ کہا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص اپنا مکان فروخت کر کے دوسرے مقام پر مکان تعمیر کرانا چاہتا ہو یا خریدنا چاہتا ہو' تو شرعی اور اخلاقی تقاضا ہے کہ وہ مکان فروخت کرنے سے پہلے ہمسائے کو آگاہ کرے تاکہ کوئی شرابی کبابی یا چور اُچکا آ کر مکان خرید کر ہمسائیوں اور اہلِ محلہ کے لیے وبالِ جان نہ بن جائے۔ اگر ہمسائے کو آگاہ کیے بغیر کوئی شخص اپنا مکان فروخت کر دے اور دوسرے مقام پر منتقل ہو جائے تو ہمسایہ کو شرعی طور پر حق حاصل ہے کہ وہ بذریعہ عدالت شفعہ کر کے بیع ختم کروا کر خود قیمت ادا کر کے خرید سکتا ہے۔ شفعہ صرف جائیداد غیر منقولہ مثلاً زمین اور مکان وغیرہ میں ہوسکتا ہے اور جائیداد منقولہ میں شفعہ جائز نہیں ہے۔

اقسامِ شفیع:

شفیع تین قسم کے ہوسکتے ہیں:

(1) شریک فی نفس المبیع: جب کسی جائیداد میں متعدد لوگ شریک ہوں' ان میں سے ایک شخص اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہو' تو باقی لوگ شریک فی نفس المبیع کہلاتے ہیں۔

(2) شریک فی حقوق المبیع: اگر جائیداد میں شرکت نہ ہو لیکن اس کے حقوق میں شرکت ہو۔ مثلاً راستہ مشترک استعمال ہوتا ہو یا کنواں ہو جس سے کھیت سیراب کیے جاتے ہوں' اس کو شریک فی الحقوق بھی کہا جاتا ہے۔

(3) جار محض: جو شخص بیع اور حقوق میں شریک نہ ہو بلکہ پڑوسی ہو' تو اسے جار محض کہتے ہیں۔

استحقاق شفعہ میں مذاہبِ آئمہ:

کیا شریکِ جائیداد شفعہ کا زیادہ حق دار ہے یا ہمسایہ؟ اس سلسلے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریک جائیداد کی بجائے ہمسایہ شفعہ کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ آپ

نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا:
"الجار احق بشفعة" ہمسایہ شفعہ کا زیادہ حق دار ہے۔

2- آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شریکِ جائیداد شفعہ کا زیادہ حق دار ہے۔انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیز میں شفعہ کی اجازت دی ہے جو تقسیم نہ کی گئی ہو جب تقسیم ہو جائے اور راستے الگ ہو جائیں تو پھر شفعہ نہیں ہے۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں کوئی کلمہ حصر نہیں ہے جو شریکِ جائیداد کے مفہوم کو واضح کرتا ہو۔لہٰذا اس حدیث سے مراد ہمسایہ ہے نہ کہ شریکِ جائیداد۔

سوال: احناف پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس روایت میں لفظ "الجار" سے مراد ہمسایہ نہیں ہے' بلکہ شریکِ جائیداد ہے۔اس طرح اس روایت سے ہمسایہ کا شفعہ کے لیے زیادہ حق دار ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے؟

جواب: لفظ "الجار" کے دو معانی ہیں: ایک حقیقی وہ ہمسایہ ہے اور دوسرا مجازی جو شریکِ جائیداد ہے۔حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا درست نہیں ہے۔

شفعہ کے حوالے سے چند فقہی مسائل:

احناف کے نزدیک شفعہ کا زیادہ استحقاق قربِ دار یا اتصالِ زمین کے سبب ہے۔حق شفعہ کے حوالے سے چند فقہی مسائل درج ذیل ہیں:

1- شرعی نقطہ نظر سے شفعہ جائیداد غیر منقولہ میں ہو سکتا ہے۔مثلاً زمین' گھر اور باغ وغیرہ میں۔

2- شفعہ کرنا سنت ہے' کیونکہ ارشاداتِ نبوی سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

3- مبیع کی فروخت کے مطابق قیمت ادا کر کے شفیع مبیع جائیداد حاصل کر سکتا ہے۔

4- ہمسایہ یا شریکِ جائیداد خرید و فروخت کے بارے میں سنتے ہی اپنے شفیع ہونے کے بارے میں بائع کو مطلع کرے ورنہ شفعہ باطل ہو جائے گا۔

5- مشترکہ جائیداد اور غیر منقولہ کی بیع کے وقت قریبی ہمسایہ حق شفعہ کر سکتا ہے اور شریکِ جائیداد بھی۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حق شفعہ کے حوالے سے تین احادیثِ مبارکہ تخریج کی ہیں۔پہلی روایت میں شریک فی نفس المبیع کے لیے' دوسری میں شریک فی الحقوق کے لیے اور تیسری میں جارِ محض کے لیے شفعہ ثابت کیا گیا ہے۔

جب شفیع کی غیر حاضری میں جائیداد فروخت کی جائے تو اس کی واپسی تک انتظار کیا جائے گا۔واپسی پر وہ جائیداد کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کا حق سب سے زیادہ ہے۔اس مسئلے میں تمام آئمہ کا اتفاق و اجماع ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی روشنی میں آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنا موقف یہ بیان کیا ہے کہ جو جائیداد قابلِ تقسیم ہو' اس میں حقِ شفعہ جائز ہے' جبکہ جو جائیداد قابلِ تقسیم نہ ہو اس میں حق شفعہ جائز نہیں ہے۔لہٰذا شریک فی نفس

المبیع' شریک فی حقوق المبیع اور جارمحض کے لیے شفعہ درست نہیں ہے۔ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب کے لیے بالترتیب حق شفعہ جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی اللُّقَطَةِ وَضَالَّةِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ

باب 35: گری ہوئی چیز' گمشدہ اونٹ یا بکری کا حکم

1293 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وِكَائَهَا وَوِعَائَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَاِنْ جَآءَ رَبُّهَا فَاَدِّهَا اِلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ فَقَالَ خُذْهَا فَاِنَّمَا هِیَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَضَالَّةُ الْاِبِلِ قَالَ فَغَضِبَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ اَوِ احْمَرَّ وَجْهُهٗ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتّٰى تَلْقٰى رَبَّهَا

حکم حدیث: حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِیَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ وَّحَدِيْثُ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِیَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

◆◆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے گری ہوئی چیز کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم ایک سال تک اس کا اعلان کرو۔ اس کے بعد اس تھیلی اور اس کے منہ پر باندھی ہوئی رسی کو پہچان لو پھر تم اسے خرچ کرلو! اگر (بعد میں) اس کا مالک آجائے' تو تم وہ (قیمت جو اس میں موجود تھی) اس کو ادا کر دینا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! گمشدہ بکری کے بارے میں کیا حکم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے پکڑ لو کیونکہ وہ یا تو تمہیں ملے گی یا تمہارے کسی بھائی کو ملے گی یا اسے بھیڑیا لے جائے گا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! گمشدہ اونٹ کا کیا حکم ہے' تو نبی اکرم ﷺ غضب ناک ہو گئے' یہاں تک کہ آپ کے رخسار مبارک (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اس کے ساتھ کیا واسطہ ہے۔ اس کے پاؤں اس کے ساتھ ہیں پانی کا ذخیرہ (یعنی اس کا پیٹ) اس کے ساتھ ہے۔ وہ خود اپنے مالک تک پہنچ جائے گا۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1293- اخرجه مالك فی الموطا (757/2) كتاب الاقضية' باب: القضاء فی اللقطة' حديث (46) والبخاری (96/5) كتاب اللقطة' باب: ضالة الابل' حديث (2427) كتاب اللقطة' حديث (1-1722) وابو داؤد (135/2) كتاب اللقطة' حديث (1704) وابن ماجه (836/2-838) كتاب اللقطة' باب: ضالة الابل والبقر والغنم' حديث (2504) واخرجه احمد (117/4) وعبد بن حميد (ص 117) حديث (279) والحميدی (357/2) حديث (816) من طريق ربيعة بن ابی عبد الرحمن عن يزيد مولى المنبعث عن زيد بن خالد الجهنی فذكره۔

یہی روایت دیگر اسناد کے حوالے سے بھی نقل کی گئی ہے۔ یزید مولیٰ منبعث نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے حوالے سے بھی نقل کی گئی ہے۔

1294 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ اَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنِ اعْتُرِفَتْ فَاَدِّهَا وَاِلَّا فَاعْرِفْ وِعَاءَهَا وَعِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا وَعَدَدَهَا ثُمَّ كُلْهَا فَاِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا فَاَدِّهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْجَارُوْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى وَعِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ وَّجَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَرَخَّصُوْا فِي اللُّقَطَةِ اِذَا عَرَّفَهَا سَنَةً فَلَمْ يَجِدْ مَنْ يَّعْرِفُهَا اَنْ يَّنْتَفِعَ بِهَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يُعَرِّفُهَا سَنَةً فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَاِلَّا تَصَدَّقَ بِهَا وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَمْ يَرَوْا لِصَاحِبِ اللُّقَطَةِ اَنْ يَّنْتَفِعَ بِهَا اِذَا كَانَ غَنِيًّا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَنْتَفِعُ بِهَا وَاِنْ كَانَ غَنِيًّا لِاَنَّ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ اَصَابَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُرَّةً فِيْهَا مِائَةُ دِيْنَارٍ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعَرِّفَهَا ثُمَّ يَنْتَفِعَ بِهَا وَكَانَ اُبَيٌّ كَثِيْرَ الْمَالِ مِنْ مَيَاسِيْرِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعَرِّفَهَا فَلَمْ يَجِدْ مَنْ يَّعْرِفُهَا فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْكُلَهَا فَلَوْ كَانَتِ اللُّقَطَةُ لَمْ تَحِلَّ اِلَّا لِمَنْ تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ لَمْ تَحِلَّ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ لِاَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اَصَابَ دِيْنَارًا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَّفَهُ فَلَمْ يَجِدْ مَنْ يَّعْرِفُهُ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَكْلِهِ وَكَانَ لَا يَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا كَانَتِ اللُّقَطَةُ يَسِيْرَةً اَنْ يَّنْتَفِعَ بِهَا وَلَا يُعَرِّفَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا كَانَ دُوْنَ دِيْنَارٍ يُعَرِّفُهَا قَدْرَ جُمُعَةٍ وَّهُوَ قَوْلُ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گری ہوئی چیز ملنے کے بارے میں دریافت کیا گیا' تو آپ

1294- اخرجه احمد (116/4'193/5) ومسلم (1349/3) كتاب اللقطة' حديث (7-1722) وابو داؤد (135/2) كتاب اللقطة' حديث (1706) وابن ماجه (838/2) كتاب اللقطة' باب اللقطة' حديث (2507) من طريق الضحاك بن عثمان عن سالم ابوالنضر عن بسر بن سعيد عن زيد بن خالد الجهني فذكره.

نے ارشاد فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کرو اگر اس کا اعتراف کرلیا جائے تو اسے ادا کردو ورنہ اُس کی تھیلی ڈوری اور اس میں موجود (رقم) وغیرہ کی پہچان رکھو۔ اور پھر تم اُسے استعمال کرلو اگر بعد میں اس کا مالک آ جائے تو اُسے ادائیگی کر دینا۔

اس بارے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جارود بن معلّٰی رضی اللہ عنہ، حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سب سے مستند طور پر منقول یہی روایت ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے حوالے سے بھی نقل کی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ انہوں نے گری ہوئی چیز کے بارے میں یہ اجازت دی ہے: جب آدمی ایک سال تک اس کا اعلان کرے اور اس کے مالک کا پتہ نہ چل سکے تو آدمی خود اسے استعمال کرلے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک آدمی ایک سال تک اس کا اعلان کرے گا۔ اگر اس کا مالک آ جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے صدقہ کردے گا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں اہلِ کوفہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک گری ہوئی چیز کو اٹھانے والا شخص اگر خوشحال ہو تو خود اس سے نفع حاصل نہیں کرسکتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر وہ خوشحال ہو تو پھر بھی اس چیز کے ذریعے نفع حاصل کرسکتا ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں ایک تھیلی پائی تھی جس میں ایک سو دینار موجود تھے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی تھی: وہ اس کا اعلان کریں اور پھر خود اس سے نفع حاصل کریں۔

جبکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صاحب حیثیت آدمی تھے اور نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے خوشحال لوگوں میں سے ایک تھے۔ تو پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ اس کا اعلان کریں اور جب انہیں اس کا مالک نہیں ملا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ خود اسے استعمال کرلیں اگر گری ہوئی چیز صرف اس شخص کے لیے جائز ہوتی جس کے لیے صدقہ وصول کرنا جائز ہے تو یہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے لیے بھی جائز نہیں ہونی چاہیے تھی کیونکہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو بھی نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں ایک دینار ملا تھا۔ انہوں نے اس کا اعلان کیا لیکن اس کا مالک نہیں ملا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں خود استعمال کرنے کی ہدایت کردی تھی جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے صدقہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ اجازت دی ہے: اگر گری ہوئی چیز کم حیثیت ہو تو آدمی خود اس کے ذریعے نفع حاصل کرسکتا ہے اور اس کا اعلان نہیں کرے گا۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر وہ ایک دینار سے کم قیمت کی ہو تو ایک ہفتے تک اس کا اعلان کرے گا۔

امام اسحاق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

1295 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ صُوحَانَ وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ فَوَجَدْتُ سَوْطًا قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَالْتَقَطْتُ سَوْطًا فَاَخَذْتُهٗ قَالَا دَعْهُ فَقُلْتُ لَا اَدَعُهٗ تَاْكُلُهُ السِّبَاعُ لَاٰخُذَنَّهٗ فَلَاَسْتَمْتِعَنَّ بِهٖ فَقَدِمْتُ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ وَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيْثَ فَقَالَ اَحْسَنْتَ وَجَدْتُّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُرَّةً فِيْهَا مِائَةُ دِيْنَارٍ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ بِهَا فَقَالَ لِيْ عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا فَمَا اَجِدُ مَنْ يَّعْرِفُهَا ثُمَّ اَتَيْتُهٗ بِهَا فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا اٰخَرَ فَعَرَّفْتُهَا ثُمَّ اَتَيْتُهٗ بِهَا فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا اٰخَرَ وَقَالَ اَحْصِ عِدَّتَهَا وَوِعَاءَهَا وَوِكَاءَهَا فَاِنْ جَاءَ طَالِبُهَا فَاَخْبَرَكَ بِعِدَّتِهَا وَوِعَائِهَا وَوِكَائِهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ وَاِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت زید بن صوحان رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا مجھے ایک کوڑا ملا۔

ابن نمیر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ میں نے اس کوڑے کو اٹھالیا' تو ان دونوں نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ میں نے کہا میں اسے نہیں چھوڑوں گا ورنہ اسے درندے کھا جائیں گے میں تو اسے ضرور حاصل کروں گا۔ اور اس کے ذریعے نفع حاصل کروں گا۔

سوید بیان کرتے ہیں: پھر میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا اور یہ پورا واقعہ سنایا تو انہوں نے فرمایا: تم نے اچھا کیا ہے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں ایک تھیلی پائی جس میں ایک سو دینار موجود تھے۔ میں اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تم ایک سال تک اس کا اعلان کرو میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا لیکن مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اسے جانتا ہو پھر میں اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا آپ نے فرمایا: ایک اور سال تک اس کا اعلان کرو۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا' پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ایک اور سال تک اس کا اعلان کرو پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس کی گنتی کرلو وہ تھیلی اور اس کی پہچان یاد رکھو اگر اس کا طلب گار آ گیا اور اس نے اس کی گنتی، اس کی تھیلی اور اس کی رسی کی پہچان کروا دی' تو تم اس کے سپرد کر دینا ورنہ تم

1295- اخرجه البخاری (94/5) کتاب اللقطة' حدیث (2426) ومسلم (1350/3) کتاب اللقطة' حدیث (9-1723) وابو داؤد (134/2) کتاب اللقطة' حدیث (701) وابن ماجه (837/2-838) کتاب اللقطة' باب: اللقطة' حدیث (2506) واخرجه احمد (126/5) وعبد بن حمید ص (84) حدیث (162) من طریق سلمة بن کهیل عن سوید بن غفلة فذکره عن ابی بن کعب۔

اسے خود استعمال کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

گری ہوئی چیز کو اُٹھانے کی شرعی حیثیت:

جب کوئی شخص گری ہوئی چیز کو دیکھے تو اس کے اُٹھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں تین اقوال ہیں:

1- وہ چیز ایسی جگہ پڑی ہو جہاں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو اور یہ بھی گمان ہو کہ اس کا مالک اسے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ جائے گا' تو اس کا اُٹھانا منع ہے۔

2- اگر وہ چیز کسی محفوظ جگہ پڑی ہو اور غالب گمان ہو کہ اس کا مالک اسے تلاش کرتا ہوا وہاں نہیں آئے گا' تو پانے والے کو اختیار ہے چاہے تو اسے پکڑ لے یا نہ پکڑے۔

3- اگر وہ چیز ایسی جگہ پڑی جہاں اس کا ضائع ہو جانا یقینی ہو' تو اس کا اُٹھانا واجب ہے۔

دستیاب ہونے والی چیز کو استعمال میں لانے کے حوالے سے مذاہب:

دستیاب ہونے والی معمولی چیز ہو۔ مثلاً ایک آدھی کھجور وغیرہ تو اس کے مالک کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسے پانے والا اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔ اگر دستیاب ہونے والی قیمتی چیز ہو' تو مالک کو تلاش کرنا ضروری ہے۔ اگر مالک نہ ملے تو اس چیز کے استعمال میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ چیز کو پانے والا اگر غریب ہو' تو وہ اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔ اگر وہ امیر ہو' تو مالک کی طرف سے کسی غریب کو صدقہ کردے۔ آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے' جس میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے گم شدہ بکری کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''تم اسے پکڑلو' وہ تمہارے کام آئے گی یا تمہارے بھائی کے کام آئے گی یا بھیڑیئے کے کام آئے گی۔'' اس روایت سے پانے والے کا بکری کو اپنے استعمال میں لانے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

2- حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک گم شدہ چیز دستیاب ہونے کی صورت میں مالک دستیاب نہ ہو' تو اسے پانے والا اپنے استعمال میں لاسکتا ہے' خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دستیاب ہونے والے دیناروں کو اپنے استعمال میں لانے کی اجازت دی تھی جبکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر ترین صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں غریب ترین صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ البتہ خلفائے

راشدین کے دَور میں وہ صاحبِ ثروت بنے اور امیر ترین صحابہ میں شمار ہونے لگے۔ لہٰذا ان کی روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

جنگل میں بکری یا اونٹ دستیاب ہونے کا مسئلہ:

جنگل میں گم شدہ بکری یا اونٹ دستیاب ہونے کی صورت میں مسئلہ کی نوعیت کیا ہوگی؟ اس سوال کا جواب حدیث باب میں دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بکری پکڑ کر محفوظ کر لی جائے گی تا کہ اس کے مالک تک پہنچائی جائے یا پانے والے کے استعمال میں آئے۔ تاہم اونٹ کو نہیں پکڑا جائے گا' کیونکہ وہ قوی اور طاقت ور ہونے کی وجہ سے چھوٹے درندوں سے محفوظ رہتا ہے اور اپنے مالک کے پاس از خود جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

بَابُ فِي الْوَقْفِ

باب 36: وقف کا حکم

1296 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَنْبَاَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: قَالَ اَصَابَ عُمَرُ اَرْضًا بِخَيْبَرَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ مَالًا بِخَيْبَرَ لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِيْ مِنْهُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ قَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ اَنَّهَا لَا يُبَاعُ اَصْلُهَا وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ تَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبٰى وَالرِّقَابِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالضَّيْفِ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهَا اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ يُطْعِمَ صَدِيْقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيْهِ

اختلافِ روایت: قَالَ فَذَكَرْتُهُ لِمُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ فَقَالَ غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالًا قَالَ ابْنُ عَوْنٍ فَحَدَّثَنِيْ بِهِ رَجُلٌ اٰخَرُ اَنَّهُ قَرَاَهَا فِيْ قِطْعَةِ اَدِيْمٍ اَحْمَرَ غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالًا قَالَ اِسْمٰعِيْلُ وَاَنَا قَرَاْتُهَا عِنْدَ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَكَانَ فِيْهِ غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَا نَعْلَمُ بَيْنَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ مِنْهُمْ فِيْ ذٰلِكَ اخْتِلَافًا فِيْ اِجَازَةِ وَقْفِ الْاَرَضِيْنَ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین (مالِ غنیمت میں) حصے میں ملی۔ انہوں

1296- اخرجه البخاری (418/5) كتاب الشروط' الشروط فی الوقف' حديث (2737) ومسلم (1255/3) كتاب الوصية' باب: الوقف' حديث (1632/15) وابو داؤد (116/3) كتاب الوصايا' باب: ما جاء فی الرجل يوقف الوقف حديث (2878) والنسائی (230/6' 231) كتاب الاحباس' باب: كيف يكتب الحبس' وذكر الاختلاف' ابن عون فی خبر ابن عمر يفه' حديث (3597-3598-3599-3600-3601) وابن ماجه (801/2) كتاب الصدقات' باب من وقف حديث (2396) واخرجه احمد (12/2-55) وابن خزيمه (117/4) حديث (2483) من طريق ابن عون عن نافع عن ابن عمر فذكره۔

نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے خیبر میں کچھ زمین ملی ہے۔ مجھے ایسی کوئی زمین کبھی نہیں ملی جو میرے نزدیک اس سے زیادہ نفیس ہو۔ آپ مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو' تو زمین اپنے پاس رکھو اور اس کی پیداوار کو صدقہ کردو تو حضرت عمر نے اس کو صدقہ کردیا۔ اس طرح کہ اس زمین کو فروخت نہیں کیا جاسکتا اسے ہبہ نہیں کیا جاسکتا، وراثت میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کی پیداوار کو غریبوں میں قریبی رشتے داروں میں، غلاموں کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مسافروں کے لیے، مہمانوں کے لیے خرچ کیا جائے گا' اور جو شخص اس کا نگران ہوگا اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اگر وہ خود مناسب طریقے سے اس میں سے کھالیتا ہے یا اپنے کسی دوست کو کھلا دیتا ہے' جبکہ وہ اسے جمع کرنے والا نہ ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس روایت کا تذکرہ محمد بن سیرین سے کیا' تو انہوں نے فرمایا: اس روایت میں یہ الفاظ ہیں "یعنی اس مال کو اکٹھا کرنے والا نہ ہو"۔

ابن عون نامی راوی بیان کرتے ہیں: ایک اور صاحب نے بھی مجھے حدیث سنائی۔ انہوں نے اس روایت کو سرخ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر سے پڑھا تھا جس میں وہی الفاظ تھے۔ "غیر متاثل مال" (جو ابن سیرین نے نقل کیے ہیں)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اسماعیل نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس روایت کو حضرت عبیداللہ بن عمر کے صاحبزادے کے سامنے پڑھا تھا اور اس میں یہ لفظ تھے "غیر متاثل مال"۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق متقدمین کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے: زمین یا اس طرح کی کسی بھی چیز کو وقف کرنا جائز ہے۔

1297 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ وَّعِلْمٌ يُّنْتَفَعُ بِهٖ وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَّدْعُوْ لَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب آدمی مر جاتا ہے' تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے تین اعمال کے' صدقہ جاریہ' وہ علم جس کے ذریعے نفع حاصل کیا جاتا ہے اور وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

وقف کا مفہوم اور اس کی اقسام:

لفظ ''وقف'' کا لغوی معنی روکنا' رُکنا ہے' جبکہ اصطلاحی معنی ہے: باقی رہنے والی جائیداد جیسی چیز کو محفوظ کرنا اور اس کے منافع کو صدقہ کرنا ہے۔ وقف کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- کوئی آدمی اپنی رقم سے مسجد تعمیر کروا کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور نمازیوں کے لیے وقف کر دے' تو اس میں ایک بھی نماز پڑھنے سے وہ وقف ہو جائے گی۔

2- کوئی شخص اپنی چیز کے وقف کو اپنی موت سے معلق کر دے مثلاً یوں کہے کہ میری وفات کے بعد میری فلاں جائیداد (مکان وغیرہ) فلاں جامعہ کے لیے وقف ہے۔ اس کی وفات ہوتے ہی اس کی جائیداد متعلقہ جامعہ کے نام وقف ہو جائے گی۔

3- قاضی کسی چیز کے وقف کرنے کا اعلان کر دے۔

ان تینوں صورتوں کا حکم یہ ہے کہ موقوفہ چیز مالک کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملک میں چلی جائے گی' اس کے منافع اور آمدنی بھی ہمیشہ کے لیے وقف ہو جائے گی۔ موقوفہ جائیداد کی خرید وفروخت' اسے ہبہ کرنا اور اس میں وراثت جاری کرنا منع ہے۔

4- کوئی شخص اپنی زمین کے محض منافع وقف کرے لیکن اصل زمین وقف نہ کرے۔

اس صورت میں اصل زمین اور منافع ہمیشہ کے لیے وقف ہوں گے یا صرف منافع وقف ہوں گے؟ اس میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی' حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرات صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اس صورت میں بھی جائیداد مالک کی ملک سے نکل کر اللہ کی ملک میں چلی جائے گی اور اس کے منافع بھی ہمیشہ کے لیے وقف ہو جائیں گے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل جائیداد مالک کی ملک میں باقی رہے گی' منافع اور آمدنی ہمیشہ کے لیے وقف ہو جائے گی۔ اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے مؤقف پر ہے۔ سب آئمہ نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

سوال: باب وقف کے حوالے سے ہے' جبکہ دوسری حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے' تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین کے:

(1) صدقہ جاریہ (2) علم نافع (3) صالح اولاد جو متوفی کے لیے دعا کرے۔

اس روایت میں وقف کا ذکر نہیں ہے' اس لیے یہ حدیث' باب کے مطابق نہیں ہے؟

جواب: اس روایت میں پہلی چیز ''صدقہ جاریہ'' بیان کی گئی ہے جو وفات کے بعد بھی نیکیوں میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ اس صدقہ جاریہ میں وقف بھی شامل ہے' لہٰذا باب اور حدیث باب کے مابین مطابقت موجود ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ

باب 37: جانور کے زخمی کرنے کا کوئی تاوان نہیں ہوتا

1298 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ وَّالْبِئْرُ جُبَارٌ وَّالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَّفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ عَنْ مَعْنٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّتَفْسِيْرُ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ يَقُوْلُ هَدَرٌ لَّا دِيَةَ فِيْهِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَمَعْنٰى قَوْلِهِ اَلْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ فَسَّرَ ذٰلِكَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا الْعَجْمَاءُ الدَّابَّةُ الْمُنْفَلِتَةُ مِنْ صَاحِبِهَا فَمَا اَصَابَتْ فِيْ انْفِلَاتِهَا فَلَا غُرْمَ عَلٰى صَاحِبِهَا وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ يَقُوْلُ اِذَا احْتَفَرَ الرَّجُلُ مَعْدِنًا فَوَقَعَ فِيْهِ اِنْسَانٌ فَلَا غُرْمَ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ الْبِئْرُ اِذَا احْتَفَرَهَا الرَّجُلُ لِلسَّبِيْلِ فَوَقَعَ فِيْهَا اِنْسَانٌ فَلَا غُرْمَ عَلٰى صَاحِبِهَا وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ وَالرِّكَازُ مَا وُجِدَ فِيْ دَفْنِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ وَّجَدَ رِكَازًا اَدّٰى مِنْهُ الْخُمُسَ اِلَى السُّلْطَانِ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جانور اگر کسی کو زخمی کر دے تو اس کا کوئی جرمانہ نہیں ہوتا۔ کنویں میں اگر کوئی گر جائے تو اس کا کوئی جرمانہ نہیں ہوتا۔ (معدنیات) کان میں گر جائے تو بھی کوئی جرمانہ نہیں ہوتا اور خزانے میں پانچویں حصے کی ادائیگی لازم ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1298- اخرجه البخاری فی الآداب المفرد ص (20) حديث (38) ومسلم (1255/3) كتاب الوصية، باب: ما يلحق الانسان فی الثواب بعد وفاته، حديث (14-1631) وابو داؤد (117/3) كتاب الوصايا، باب: ما جاء فی الصدقة عن الميت، حديث 2880 والنسائی (251/6) كتاب الوصايا، باب: فضل الصدقة عن الميت، حديث (3651) والدارمی (139/1) المقدمة، باب: البلاغ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتعليم السنن، واخرجه احمد (372/2) وابن خزيمة (122/4) حديث (2494) من طريق العلاء بن عبد الرحمن عن ابى هريرة فذكره.

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حدیث کی وضاحت یہ ہے۔
جانور کا زخمی کرنا اس کا کوئی تاوان نہیں ہے۔ یعنی یہ ضائع جاتا ہے اس میں دیت کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔
نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ جانور کا زخمی کرنا ضائع جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے اس کی یہ وضاحت بیان کی ہے: وہ جانور جو اپنے مالک کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہوا ایسا جانور اگر کسی کو نقصان پہنچا دے تو جانور کے مالک کو کوئی جرمانہ نہیں دینا ہو گا۔

''المعدن جبار'' کا مطلب یہ ہے: جب کوئی شخص کوئی کان کھودے اور اس میں کوئی شخص گر جائے تو اس شخص کو کوئی تاوان نہیں دینا پڑے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کنواں کھودتا ہے اور وہ اسے راستے میں کھدواتا ہے اور اس میں کوئی شخص گر جاتا ہے تو اس کنویں کے مالک کو کوئی تاوان نہیں دینا ہوگا۔
''رکاز'' میں پانچویں حصے کی ادائیگی لازم ہے: ''رکاز'' اس خزانے کو کہتے ہیں جو زمانہ جاہلیت کے دفینے کے طور پر ملے جو شخص رکاز کو پالے گا وہ اس کا پانچواں حصہ حکومت کو ادا کرے گا اور باقی اس شخص کا ہوگا۔

شرح

مفہوم حدیث:

حدیث باب میں چار مسائل بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:
1- مالک کا چارپایا اپنی طاقت وقوت کا مظاہرہ کرتا ہوا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کسی شخص کو زخمی کر دے تو مالک پر کوئی جرمانہ نہیں ہے کیونکہ مالک کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔
2- کسی شخص نے چراگاہ میں چوپایوں کو پانی پلانے کے لیے کنواں کھودا کوئی آدمی اس میں گر کر ہلاک ہو جائے تو کنواں کھودنے والے پر کوئی جرمانہ نہیں ہے۔
3- کسی شخص نے کان کھودی جس میں کوئی آدمی گر کر ہلاک ہو گیا تو کان کھودنے والے پر کوئی مؤاخذہ یا جرمانہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کان کھودنے والے کا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ اس میں گر کر ہلاک ہو جائے۔
4- زمانہ جاہلیت کی قیمتی چیز کی شکل میں اگر کسی آدمی کو دفینہ دستیاب ہوا تو اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کروایا جائے گا اور باقی پانے والے کی ملک ہوگا۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي إِحْيَاءِ أَرْضِ الْمَوَاتِ

باب 38: بنجر زمین کو آباد کرنا

1299 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهٗ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا لَهٗ اَنْ يُّحْيِيَ الْاَرْضَ الْمَوَاتَ بِغَيْرِ اِذْنِ السُّلْطَانِ وَقَدْ قَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ لَهٗ اَنْ يُّحْيِيَهَا اِلَّا بِاِذْنِ السُّلْطَانِ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ جَدِّ كَثِيْرٍ وَّسَمُرَةَ

حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ سَاَلْتُ اَبَا الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيَّ عَنْ قَوْلِهٖ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ فَقَالَ الْعِرْقُ الظَّالِمُ الْغَاصِبُ الَّذِيْ يَاْخُذُ مَا لَيْسَ لَهٗ قُلْتُ هُوَ الرَّجُلُ الَّذِيْ يَغْرِسُ فِيْ اَرْضِ غَيْرِهٖ قَالَ هُوَ ذَاكَ

◆◆ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے وہ زمین اس کی ہوگی اور کسی ظالم شخص کو (اس پر قبضہ کرنے کا) حق نہیں ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت کو ہشام کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے مرسل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

وہ یہ فرماتے ہیں: آدمی کو اس بات کا حق حاصل ہے: وہ حاکم وقت کی اجازت کے بغیر کسی بنجر زمین کو آباد کرے۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: آدمی ایسی زمین کو حاکم وقت کی اجازت کے بغیر آباد نہیں کر سکتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پہلی رائے درست ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ جو کثیر کے دادا ہیں اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

محمد بن مثنیٰ بیان کرتے ہیں: میں نے ابوولید طیالسی سے حدیث کے ان الفاظ کے بارے میں دریافت کیا: لیس لعرق ظالم حق (سے مراد کیا ہے؟) تو انہوں نے بتایا: اس سے مراد وہ غاصب ہے' جو دوسرے کی چیز کو ہتھیا لے۔

میں نے کہا: یہ وہ شخص ہے' جو دوسرے کی زمین میں کوئی کاشت کاری کرلے؟ تو انہوں نے فرمایا: وہی ہے۔

1299- اخرجه ابوداؤد (179/3) كتاب الخراج والامارة والفيء' باب: في احياء الموات' حديث (3073) من طريق عروة عن ابيه عن سعيد بن زيد فذكره.

1300 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص بنجر زمین کو آباد کرے وہ زمین اس کی ہو گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

بنجر زمین کو آباد کرنے سے مالک بننے میں مذاہبِ آئمہ:

ویران اور بنجر زمین کو کوئی شخص محنت کر کے کاشت کاری کے قابل بنائے تو کیا وہ اس کا مالک بن جائے گا یا حکومت سے اجازت لینا ضروری ہے؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ زمین کو آباد کرنے والا شخص حکومت کی اجازت سے اس کا مالک بنے گا۔ اجازت میں تعمیم ہے، خواہ حکومت سے اجازت لے کر اسے آباد کرے یا آباد کرنے کے بعد اجازت لے۔ تاہم زمین کا مالک بننے کے لیے حکومت سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ آپ نے مشہور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کیا ہے:

لیس للمرء الاماطابت به نفس امامه ۔ (نصب الرایہ، ج:3 ص:431)

''انسان کے لیے صرف وہ چیز حلال ہے، جس سے اس کے امام کا دل مسرور ہو جائے۔''

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکاری چیز کا مالک بننے کے لیے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہے۔

2- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرات صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بنجر زمین کو کاشت کاری کے قابل بنانے کے لیے حکومت سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس آدمی نے بے آباد زمین کو آباد کیا تو وہ اس کا مالک بن جائے گا۔''

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ اور حضرات صاحبین کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں کوئی حکم یا مسئلہ نہیں بیان کیا گیا بلکہ اجازت کا اعلان ہے کہ جو شخص بنجر زمین آباد کرے گا، وہ اس کی ہو گی۔

1300- اخرجه احمد (3/304، 338) من طريق هشام بن عروة بن وهب كيسان عن جابر بن عبد الله فذكره۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْقَطَائِعِ

باب 39: جاگیردینا

1301 سندِحدیث: قَالَ: قُلْتُ لِقُتَيْبَةَ بْنِ سَعِيْدٍ: حَدَّثَكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قَيْسِ نِ الْمَارِبِيُّ ' قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ ثَمَامَةَ بْنِ شُرَاحِيْلَ ' عَنْ سُمَيِّ بْنِ قَيْسٍ ' عَنْ شُمَيْرٍ ' عَنْ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ '

متنِ حدیث: اَنَّهُ وَفَدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ ' فَقَطَعَ لَهُ ' فَلَمَّا اَنْ وَلّٰى قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَجْلِسِ: اَتَدْرِيْ مَا قَطَعْتَ لَهُ ؟ اِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَآءَ الْعِدَّ . قَالَ: فَانْتَزَعَهُ مِنْهُ . قَالَ ' وَسَاَلَهُ عَمَّا يَحْمِيْ مِنَ الْاَرَاكِ ؟ قَالَ: مَا لَمْ تَنَلْهُ خِفَافُ الْاِبِلِ:

فَاَقَرَّ بِهِ قُتَيْبَةُ ' وَقَالَ: نَعَمْ .

اسنادِدیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ ' حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قَيْسٍ الْمَارِبِيُّ ' بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ .

اَلْمَارِبُ: نَاحِيَةٌ مِّنَ الْيَمَنِ .

فی الباب: قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ وَائِلٍ وَاَسْمَآءَ ابْنَةِ اَبِيْ بَكْرٍ .

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ .

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ ' فِي الْقَطَائِعِ ' يَرَوْنَ جَائِزًا اَنْ يَّقْطَعَ الْاِمَامُ لِمَنْ رَاٰى ذٰلِكَ

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے قتیبہ بن سعید سے دریافت کیا' کیا محمد بن یحییٰ نے اپنی سند کے حوالے سے آپ کو یہ حدیث سنائی ہے؟ حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے نمک کی کان بطور جاگیر عطا کرنے کی درخواست کی۔ نبی اکرم ﷺ نے وہ انہیں عطا کردی جب وہ واپس جانے لگے تو حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی: کیا آپ جانتے ہیں۔ آپ نے اسے کیا عطا کیا ہے۔ آپ نے انہیں جاری رہنے والا پانی عطا کردیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وہ ان سے واپس لے لی پھر انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس زمین کی درخواست کی جہاں پیلو کے درخت بکثرت تھے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہاں تک جہاں تک اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قتیبہ نے اس حدیث کا اقرار کیا اور بولے ٹھیک ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

''مارب'' یمن کی ایک بستی ہے۔

اس بارے میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

1301- اخرجه ابوداؤد (3/174-175) كتاب الخراج والامارة والفيء' باب: في اقطاع الارضين' حديث (3064) من طريق ثمامة بن شراحيل عن سمي بن قيس عن شمير عن ابي هريرة بن حمال فذكره.

حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "غریب" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک جاگیریں عطا کرنا جائز ہے۔ حاکم وقت جسے مناسب سمجھے عطا کر سکتا ہے۔

1302 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَهُ اَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ قَالَ مَحْمُوْدٌ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ عَنْ شُعْبَةَ وَزَادَ فِيْهِ وَبَعَثَ لَهُ مُعَاوِيَةَ لِيُقْطِعَهَا اِيَّاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ علقمہ بن وائل اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں "حضر موت" میں زمین جاگیر کے طور پر دی تھی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا تھا تاکہ وہ ان کے لیے اس کی پیائش کر دیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

ہر معاملہ میں عوامی مفاد کو پیش نظر رکھنا:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ جس چیز میں محنت کم اور نفع زیادہ ہو وہ حکومتی تحویل میں رہنی چاہیے تاکہ عوام اس سے زیادہ سے زیادہ انتفاع حاصل کریں یا اسے رفاہِ عامہ کے لیے وقف ہونا چاہیے کہ عام لوگ اس سے استفادہ کریں۔

دوسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر وقت سرکاری اراضی بطور جاگیر دے سکتا ہے اور جسے وہ زمین مہیا کی گئی وہ اس کا مالک قرار پائے گا۔ اگر امیر عصر بنجر زمین کسی کو دے' تو وہ تین سال تک اسے آباد کر لے تو اس کا مالک ہو جائے گا ورنہ وہ واپس لی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الْغَرْسِ

باب 40: درخت لگانے کی فضیلت

1303 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

1302- اخرجه احمد (399/6) وابو داؤد (173/3) كتاب الخراج والامارة والفئ' باب: في اقطاع الارضين' حديث (3058) والدارمي (268/2) كتاب البيوع' باب: القطائع' من طريق شعبة عن سماك عن علقمة بن وائل عن ابيه وائل بن حجر فذكره۔

متن حدیث: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَّغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا فَیَاْکُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ طَیْرٌ اَوْ بَهِیْمَةٌ اِلَّا کَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ وَجَابِرٍ وَّاُمِّ مُبَشِّرٍ وَّزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَنَسٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو بھی مسلمان کوئی پودا وغیرہ لگاتا ہے یا کوئی کھیت لگاتا ہے اور اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا جانور کچھ کھا لیتے ہیں' تو وہ اس شخص کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ' سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

باغ لگانا یا کھیتی باڑی کرنا:

جب کوئی شخص باغ لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے' جس سے پرندے یا انسان انتفاع کرتے ہیں' وہ اس کے لیے صدقہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تو تب ہے کہ اس نے انسانوں اور پرندوں کے صدقہ کی نیت نہ کی ہو۔ اگر اس نے ان کے بوتے وقت صدقہ کی نیت کی ہو' تو اس کا ثواب صدقہ سے بھی زیادہ ہوگا۔

بَابُ مَا ذُکِرَ فِی الْمُزَارَعَةِ

باب 41: کھیتی باڑی کا بیان

1304 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ اَهْلَ خَیْبَرَ بِشَطْرِ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّزَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

1303- اخرجه البخاری (5/5) کتاب الحرث والمزارعة' باب: فضل الزارع والغرس اذا اکل منه' حدیث (2320) ومسلم (1189/3) والغرس اذا اکل منه' حدیث (2320) ومسلم (1183/3) کتاب المساقاة' باب: فضل الغرس والزرع' حدیث (12-1553) من طریق ابی عوانة عن قتادة عن انس بن مالک فذکرہ۔

1304- اخرجه البخاری (14/5) کتاب الحرث والمزارعة' باب: المزارعة بالشطر ونحوہ' حدیث (2238) ومسلم (1186/3) کتاب المساقاة' باب: المساقاة' والمعاملة بجزء من الثمر والزرع' حدیث (1-1551) وابو داؤد (263/3) کتاب البیوع' باب: فی المساقاة' حدیث (3408) وابن ماجه (824/2) کتاب الرهون' باب: معاملة النخیل والکرم' حدیث (2467) والدارمی (270/2) کتاب البیوع' باب: ان النبی صلی اللہ علیه وسلم عامل خیبر' واخرجه احمد (17/2' 22' 37) من طریق یحییٰ بن سعید بن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر فذکرہ۔

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَمْ يَرَوْا بِالْمُزَارَعَةِ بَاْسًا عَلَى النِّصْفِ وَالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَاخْتَارَ بَعْضُهُمْ اَنْ يَّكُوْنَ الْبَذْرُ مِنْ رَبِّ الْاَرْضِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَكَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْمُزَارَعَةَ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَلَمْ يَرَوْا بِمُسَاقَاةِ النَّخِيلِ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ بَاْسًا وَّهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمْ اَنْ يَّصِحَّ شَيْءٌ مِّنَ الْمُزَارَعَةِ اِلَّا اَنْ يَّسْتَاْجِرَ الْاَرْضَ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اہلِ خیبر کو وہاں کام کرنے کی اجازت اس شرط پر دی تھی کہ وہاں کی پیداوار میں سے' پھلوں یا کھیت میں سے نصف (مسلمانوں کو ادا کیا جائے گا)

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ان کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے: اگر نصف یا ایک تہائی یا ایک چوتھائی پیداوار کی شرط پر کھیتی باڑی کی جائے۔

بعض حضرات نے اس بات کو اختیار کیا ہے: بیج زمین کے مالک کی طرف سے ہوگا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے ایک تہائی یا ایک چوتھائی پیداوار کی شرط پر کھیتی باڑی (ٹھیکے کے طور پر) کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

تاہم ان حضرات کے نزدیک ایک تہائی یا ایک چوتھائی پیداوار کی شرط پر کھجور کے باغ کو پانی دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں بعض اہلِ علم یہ فرماتے ہیں: کھیتی باڑی صرف اس صورت میں کی جاسکتی ہے' جب زمین کو سونے یا چاندی کے عوض میں کرائے پر لیا جائے۔

شرح

مزارعت کا مفہوم اور اقسام:

لفظ مخابرہ اور مزارعت دونوں مترادف ہیں۔یعنی بٹائی پر زمین فراہم کرنا۔بٹائی پر زمین دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ منع ہے۔جمہور آئمہ کے نزدیک جائز ہے۔انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے بٹائی پر زمین دینے کا معاملہ کیا تھا۔خواہ پھل ہوں یا کھیتی نصف نصف کی بنیاد پر۔

مزارعت کی تین صورتیں بنتی ہیں:

(1) زمین اور بیج ایک شخص کا ہو جبکہ محنت اور بیل دوسرے آدمی کے ہوں۔

(2) زمین ایک شخص کی ہو جبکہ بیل محنت اور بیج دوسرے شخص کا ہو۔ خیبر کے یہودیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اسی نوعیت کا تھا۔

(3) محنت کاشت کار کی ہو جبکہ بیج' بیل اور زمین سب کچھ دوسرے شخص کا ہو۔

ان تینوں صورتوں کے جواز میں آئمہ فقہ کا اتفاق ہے' جبکہ باقی صورتوں میں اختلاف ہے۔

بَاب مِنَ الْمُزَارَعَةِ

باب 42: مزارعت (کے احکام)

1305 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ حُصَيْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ

متنِ حدیث: قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعًا اِذَا كَانَتْ لِاَحَدِنَا اَرْضٌ اَنْ يُّعْطِيَهَا بِبَعْضِ خَرَاجِهَا اَوْ بِدَرَاهِمَ وَقَالَ اِذَا كَانَتْ لِاَحَدِكُمْ اَرْضٌ فَلْيَمْنَحْهَا اَخَاهُ اَوْ لِيَزْرَعْهَا

◆◆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس کام سے منع کر دیا تھا جو پہلے ہمارے لیے نفع بخش تھا جب ہم میں سے جس شخص کی زمین ہوتی تھی تو وہ اسے کچھ خراج (پیداوار) یا چند دراہم کے عوض میں دوسرے کو دے دیتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

جب کسی شخص کے پاس زمین ہو' تو وہ بلا معاوضہ اپنے بھائی کو دیدے یا خود اس میں کھیتی باڑی کرے۔

1306 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى السِّينَانِيُّ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَرِّمِ الْمُزَارَعَةَ وَلٰكِنْ اَمَرَ اَنْ يَّرْفُقَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَحَدِيْثُ رَافِعٍ فِيْهِ اضْطِرَابٌ يُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ عُمُوْمَتِهٖ وَيُرْوٰى عَنْهُ عَنْ

1305- اخرجه احمد (141/4) والنسائي (35/7) كتاب الايمان' والنذور' باب: ذكر الاحاديث المختلفة' في النهي عن كراء الارض بالثلث والربع واختلاف الفاظ الناقلين للخبر' حديث (3869) من طريق ابى حصين عن مجاهد عن رافع بن خديج فذكره.

1306- اخرجه البخاري (27/5) كتاب الحرث والمزارعة' باب: ما كان من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم يو اسي بعضهم بعضا في الزراعة والثمر' حديث (239) ومسلم (1184/3-1185) كتاب البيوع' باب: الارض تمنح' حديث (121-1550) وابو داؤد (257/3) كتاب البيوع' باب: في المزارعة' حديث (3389) وابن ماجه (821/2) كتاب الرهون' باب: الرخصة في كراء الارض البيضاء بالذهب والفضة' حديث (2456) واخرجه احمد (234/1'281'349) والحميدي (236/1) حديث (509) من طريق شعبة عن عمرو بن دينار عن طاؤس عن ابن عباس فذكره.

ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ وَّهُوَ اَحَدُ عُمُوْمَتِهٖ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْهُ عَلٰى رِوَايَاتٍ مُّخْتَلِفَةٍ

فِى الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّجَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مزارعت کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ آپ نے یہ ہدایت کی تھی کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی کا سلوک کریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ یہ حدیث حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، ان کے چچاؤں کے حوالے سے نقل کی گئی ہے اور حضرت ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی روایت کی گئی ہے جو ان کے ایک چچا تھے اور یہی روایت ان سے مختلف روایات کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

اس بارے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہے۔

شرح

مزارعت کی ممانعت میں مصلحت:

ابتدائے اسلام میں بہت سے امور سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مصلحت وحکمتِ عملی کی بناء پر منع فرمادیا تھا لیکن بعد میں اس مصلحت کے ختم ہونے پر ممانعت ختم کر کے اس کے جواز کو فروغ دیا۔ ان میں سے ایک مزارعت بھی ہے۔ آپ نے ابتدائے اسلام میں اس سے منع کیا تھا لیکن بعد میں اسے صرف جائز ہی نہیں بلکہ عملاً اسے روا قرار دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خود زمین بٹائی پر دی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الدِّيَاتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

دیت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدِّيَةِ كَمْ هِيَ مِنَ الْإِبِلِ

باب1: اونٹ کے حساب سے کتنی دیت ہوگی

1307 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيْدٍ الْكِنْدِيُّ الْكُوْفِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ خَشْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دِيَةِ الْخَطَاِ عِشْرِيْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَّعِشْرِيْنَ بَنِيْ مَخَاضٍ ذُكُوْرًا وَّعِشْرِيْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَّعِشْرِيْنَ جَذَعَةً وَّعِشْرِيْنَ حِقَّةً

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَخْبَرَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ وَاَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَّا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْقُوْفًا

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَدْ اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى اَنَّ الدِّيَةَ تُؤْخَذُ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَرَاَوْا اَنَّ دِيَةَ الْخَطَاِ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنَّ الْعَاقِلَةَ قَرَابَةُ الرَّجُلِ مِنْ قِبَلِ اَبِيْهِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا الدِّيَةُ عَلَى الرِّجَالِ دُوْنَ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ مِنَ الْعَصَبَةِ يُحَمَّلُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ رُبُعَ دِيْنَارٍ وَّقَدْ قَالَ بَعْضُهُمْ اِلٰى نِصْفِ دِيْنَارٍ فَاِنْ تَمَّتِ الدِّيَةُ وَاِلَّا نُظِرَ اِلٰى اَقْرَبِ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ فَاُلْزِمُوْا ذٰلِكَ

◆◆ حضرت خشف بن مالک بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے قتل خطاء کے بارے میں یہ فیصلہ کیا تھا: اس میں بیس بنت مخاض اور بیس ابن مخاض جو مذکر ہوں۔ بیس بنت لبون،

1307- اخرجه ابوداؤد (593/2) كتاب الديات' باب: الدية كم هي؟ حديث (4545) والنسائي (43/8) كتاب القسامة' باب: ذكر اسنان الخطاء' وابن ماجه (879) كتاب الديات' باب: دية الخطاء' حديث رقم (2631) واحمد (450/1) عن حجاج بن ارطاة' قال حدثنا زيد بن جبير' عن خشف بن مالك فذكره عن عبد الله بن مسعود "مرفوعاً"۔

بیس جزء اور بیس حقے دیے جائیں گے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کو "مرفوع" ہونے کے طور پر ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یہی روایت حضرت عبداللہ تک "موقوف" حدیث کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کو اختیار کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے: دیت تین سالوں میں وصول کی جائے گی۔ ہر ایک سال میں ایک تہائی دیت وصول کی جائے گی۔

یہ حضرات اس بات کے بھی قائل ہیں: قتل خطاء کی دیت کی ادائیگی قاتل کے خاندان پر لازم ہوگی۔

بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: عاقلہ سے مراد آدمی کے باپ کی طرف سے قریبی عزیز ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے۔ دیت کی ادائیگی صرف مردوں پر لازم ہوگی۔ خواتین اور بچوں پر نہیں ہوگی جو اس کے عصبہ رشتے دار ہوں۔

ان میں سے ہر ایک شخص ایک چوتھائی دینار ادا کرے گا۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک نصف دینار ادا کرے گا۔ اگر دیت مکمل ہو جائے، تو ٹھیک ہے ورنہ ان کے قریبی قبائل کا جائزہ لیا جائے گا، اور ان پر اس کی ادائیگی لازم کی جائے گی۔

1308 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا حَبَّانُ وَهُوَ ابْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا دُفِعَ اِلٰى اَوْلِيَاءِ الْمَقْتُوْلِ فَاِنْ شَاءُوْا قَتَلُوْا وَاِنْ شَاءُوْا اَخَذُوا الدِّيَةَ وَهِيَ ثَلَاثُوْنَ حِقَّةً وَّثَلَاثُوْنَ جَذَعَةً وَّاَرْبَعُوْنَ خَلِفَةً وَّمَا صَالَحُوْا عَلَيْهِ فَهُوَ لَهُمْ وَذٰلِكَ لِتَشْدِيْدِ الْعَقْلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جو شخص قتل عمد کرے اسے مقتول کے اولیاء سپرد کیا جائے گا۔ اگر وہ چاہیں، تو اسے قتل کر دیں اگر چاہیں، تو دیت قبول کر لیں اور یہ تیس حقے، تیس جذعے اور

1308- اخرجه ابوداؤد (173/4) كتاب الديات، باب: ولی العمد يرضی بالدية، حديث (4506) وباب: الدية كم هي؟ حديث (4541) والنسائی (42/2-43) كتاب القسامة، باب: ذكر الاختلاف على خالد الحذاء، وابن ماجه (877/2) كتاب الديات، باب: من قتل عمدا فرضوا بالدية حديث (2626) واحمد (178/2، 183، 186، 224، 217) عن عمرو بن شعيب عن ابيه فذكره.

چالیس خلفے ہوگی اور اگر وہ اس کے ساتھ صلح کرلیں انہیں اس کا حق حاصل ہے۔

(راوی کہتے ہیں) یہ دیت کی سختی کے لیے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

دیت کا مفہوم:

لفظ "دیۃ" ودی یدی ثلاثی مجرد لفیف مقرون کا مصدر ہے جس کا معنی ہے: خون بہا۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: "وَدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰی اَھْلِہٖ" (النساء:92) دیت کی شرعی تعریف یوں ہے:

"جب کوئی شخص کسی مسلمان یا ذمی کو ناحق قتل کرے یا اس کا کوئی عضو ضائع یا زخمی کر دے جو اس کا شرعی تاوان واجب ہوتا ہے اسے دیت کہا جاتا ہے۔"

اقسام قتل اور ان کا شرعی حکم:

قرآن کریم میں قتل کی دو اقسام بیان ہوئی ہیں:

(1) قتلِ عمد (2) قتلِ خطاء

حدیث مبارکہ میں قتل کی تیسری قسم بھی بیان کی گئی ہے: "قتل شبہ عمد"۔ اس قتل کا درجہ قتلِ عمد کے بعد اور قتلِ خطا سے قبل ہے۔

فقہاء کرام نے قتل کی مزید دو اقسام بیان کی ہیں:

(1) قتلِ قائم مقام (2) قتلِ بالسبب

اس طرح قتل کی کل پانچ اقسام ہوئیں ان میں سے ہر کی تعریف مع حکم درج ذیل ہے:

(1) قتلِ عمد: کسی آدمی کو تیز دھار آلہ کے ساتھ قصداً قتل کرنا مثلاً تلوار، چھری، کلہاڑی اور خنجر وغیرہ سے

نوٹ: اگر ایک شخص دوسرے کو نذرِ آتش کر کے یا گولی مار کر یا قصداً اپنی گاڑی کے نیچے کچل کر ہلاک کر دے، تو ایسا قتل "قتلِ عمد" کے زمرے میں آئے گا۔

قتلِ عمد کا حکم یہ ہے کہ اس میں قصاص واجب ہوتا ہے یعنی قاتل نے جو کچھ کیا ہے اس کے ساتھ بھی ویسا ہی معاملہ کیا جائے۔ شریعت نے قصاص میں یہ تخفیف رکھی ہے کہ اسے "حد" قرار نہیں دیا۔ حد اور قصاص میں فرق یہ ہے کہ حد میں تبدیلی یا معافی کی گنجائش نہیں ہوتی جبکہ قصاص میں معافی کی گنجائش ہوتی ہے۔ یعنی مقتول کے ورثاء قصاص معاف بھی کر سکتے ہیں یا دیت وصول کر سکتے ہیں۔ دیت کی صورت میں قاتل دیت خود ادا کرے گا۔ علاوہ ازیں شرعی طور پر قاتل اپنے فعل شنیع کے سبب وراثت سے بھی محروم ہو جاتا ہے یعنی اگر اس نے اپنے مورث کو قتل کیا تو اس کی میراث سے محروم رہے گا۔ یاد رہے شریعت نے قاتل کی یہ دنیوی سزا مقرر کی ہے اور اُخروی سزا بہت سخت ہے جو قرآنِ کریم میں بایں الفاظ بیان کی گئی ہے:

من یقتل مؤمنا متعمدا فجزائه جهنم خالدا فیها ۔

''جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے' تو اس کی سزا جہنم ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔''

نوٹ: قتلِ عمل میں دیت کی صورت میں قاتل دیت خود اور فی الفور ادا کرے گا۔

(2) قتل شبہ عمد: یہ ایسا قتل ہے' جس میں قاتل کا قصد تو ہوتا ہے لیکن تیز دھار آلہ سے نہ ہو۔ مثلاً لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے قتل کیا۔ یہ قتل اس اعتبار سے قتلِ عمد ہے کہ قاتل کا ضرب میں قصد ہوتا ہے اور اس لحاظ سے خطاء ہے کہ قاتل کا ارادہ قتل نہیں ہوتا کیونکہ تیز دھار آلہ استعمال نہیں ہوا۔

اس قتل کی وجہ سے قاتل سخت گناہ گار ہوتا ہے۔ اس کی دنیوی سزا یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے۔ ایک مومن غلام آزاد کرنا یا مسلسل دو مہینوں کے روزے رکھے۔ علاوہ ازیں دیت مغلظہ بھی واجب ہوتی ہے جو عصبات کی طرف سے سو اونٹ کی شکل میں ادا کی جائے گی۔ قاتل وراثت سے بھی محروم رہے گا۔

(3) قتلِ خطاء: اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

1- خطاء فی القصد: کسی نے شکار سمجھ کر مارا لیکن حقیقت میں وہ انسان تھا۔

2- خطاء فی الفعل: ایک شخص شکار کو نشانہ بنانا چاہتا تھا مگر غلطی سے انسان کو لگ گیا۔

قتلِ خطاء کا حکم ''قتلِ شبہ عمد'' جیسا ہے یعنی قاتل پر کفارہ واجب ہے اور عصبات کی طرف سے دیت بھی واجب ہے۔ اس صورت میں قاتل گناہ گار نہیں ہوگا۔

(4) قتلِ قائم مقام خطاء: اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص حالتِ نوم (نیند) میں کسی کے نیچے آ کر مر جائے ایسی حرکت اور بے احتیاطی گناہ ہے' کیونکہ انسانی جان ضائع ہوگئی اس کا حکم قتلِ خطاء جیسا ہے۔

(5) قتلِ بالسبب: کسی شخص نے دوسرے کی زمین میں کنواں کھودا جس میں کوئی آدمی گر کر ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح کسی شخص نے راستہ میں پتھر رکھ دیا جس سے ٹکرا کر کوئی ہلاک ہو جائے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ قاتل گناہ گار ہوگا' کیونکہ اس نے غیر کی زمین میں کنواں کھودا تھا' تاہم اس پر کفارہ نہیں لیکن عصبات پر دیت واجب ہے۔

نوٹ: قتل کی آخری چار صورتوں میں دیت عاقلہ (برادری) ادا کرتی ہے وہ تین سال میں دیت مکمل کرے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدِّيَةِ كَمْ هِيَ مِنَ الدَّرَاهِمِ

باب 2: درہم کے اعتبار سے دیت کتنی ہوگی

1309 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ جَعَلَ الدِّيَةَ اثْنَيْ عَشَرَ اَلْفًا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّفِي حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا يَّذْكُرُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ غَيْرَ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الدِّيَةَ عَشَرَةَ اٰلَافٍ وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ وقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا اَعْرِفُ الدِّيَةَ اِلَّا مِنَ الْاِبِلِ وَهِيَ مِائَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ اَوْ قِيْمَتُهَا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں۔ آپ نے بارہ ہزار درہم دیت مقرر کی ہے۔

عکرمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

ابن عیینہ سے منقول حدیث میں اس سے زیادہ کلام کیا گیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق محمد بن مسلم کے علاوہ اور کسی نے اس حدیث کی سند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں۔ دیت دس ہزار درہم ہوگی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اس بات کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق دیت صرف اونٹوں کے حساب سے ہوتی ہے اور وہ ایک سو اونٹ ہیں۔

شرح

مالِ دیت میں مذاہب آئمہ:

مالِ دیت کتنی قسم کا ہوسکتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مالِ دیت کی تین اقسام ہیں:

(1) سواونٹ (2) ایک ہزار دینار (3) دس ہزار درہم

2- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ اموالِ دیت کی چھ اقسام ہیں:

1309- اخرجه ابوداؤد (593/2) كتاب الديات' باب: الدية كم هي حديث (4546) واخرجه النسائي (44/8) كتاب القسامة' باب: الدية من الورق' واخرجه ابن ماجه (878/2) كتاب الديات' باب: دية الخطاء' حديث (2629) واخرجه الدارمي (192/2) كتاب الديات' باب: كم الدية من الورق والذهب' عن محمد بن مسلم الطائفي عن عمرو بن دينار عن عكرمة عن ابن عباس به.

(1) سو اونٹ (2) بارہ ہزار درہم (3) ایک ہزار دینار (4) دو سو گائے (5) دو سو جوڑے کپڑے (6) دو ہزار بکریاں

مقدارِ دیت:

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ اور حضرت ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قتلِ شبہ عمد کی دیت سو اونٹنیاں ہیں جو چار قسم کی ہیں:

(1) پچیس دوسرے سال کی (2) پچیس تیسرے سال کی (3) پچیس چوتھے سال کی (4) پچیس پانچویں سال کی ہوں۔

قتلِ خطاء کی دیت سو اونٹنیاں ہیں جو پانچ قسم کی ہیں:

(1) بیس دوسرے سال کی (2) بیس تیسرے سال کی (3) بیس دوسرے سال کے اونٹ (4) بیس چوتھے سال کی اونٹنیاں (5) بیس پانچویں سال کی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُوضِحَةِ

باب 3: موضحہ زخم کی دیت

1310 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ اَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ خَمْسٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ اَنَّ فِي الْمُوضِحَةِ خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ

◆◆ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے موضحہ زخم کے بارے میں پانچ، پانچ (اونٹ بطور دیت ادائیگی) کا حکم دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں: موضحہ زخم میں پانچ اونٹ دیے جائیں گے۔

1310- اخرجه ابوداؤد (262/1) كتاب الطلاق باب: الولد للفراش حديث (2274) مختصراً و (316/2) كتاب البيوع' باب: فی عطية المرأة بغير اذن زوجها حديث (3547) مختصراً و (599/2) كتاب الديات' باب: ديات الاعضاء حديث (4566) والنسائی (65/5) كتاب الزكوٰة' باب: عطية المرأة بغير اذن زوجها مختصراً و (278/6'279) كتاب العمرى' باب: عطية المرأة بغير اذن زوجها و (57/8) كتاب القسامة' باب: لمواضح واحمد (179/2'180'184'189'191'192'194'207'211'212'213) مختصر' عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده' مرفوعاً.

شرح

زخموں کی کیفیت اوران کی دیت:

شرعی نقطہ نظر سے اعضاء جسم کی طرح جسم کے زخم کی بھی دیت ہے۔زخم کی اقسام اوران کی دیت کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) موضحہ: سر پر چوٹ آنے سے ہڈی ظاہر ہو جائے۔اس سے دیت کا بیسواں حصہ ہے۔

(2) ہاشمہ: سر پر زخم آ جائے جس سے ہڈی ٹوٹ جائے۔اس سے دیت کا دسواں حصہ ہے۔

(3) منقلہ: سر پر زخم آنے سے ہڈی ٹوٹ کر گر جائے اس سے دیت کا دسواں اور بیسواں حصہ دونوں لازم آتے ہیں۔

(4) آمہ: سر پر زخم آئے جس کا اثر دماغ تک پہنچ جائے۔

(5) جائفہ: ایسا زخم ہے جو پیٹ پر لگ جائے۔ان دونوں زخموں سے دیت کا ثلث لازم آتا ہے۔

(6) خارصہ: چمڑے پر خراش آ جانے کو کہتے ہیں۔

(7) دامعہ: جسم پر خراش آ جائے کہ خون نمایاں ہو جائے مگر جاری نہ ہو۔

(8) باضعہ: وہ خراش ہے جو چمڑے کو کاٹ ڈالے۔

(9) دامیہ: ایسی خراش ہے جس سے خون جاری ہو جائے۔

(10) متلاحمہ: ایسی خراش ہے جو گوشت کو کاٹ ڈالے۔

(11) سمحاق: سر پر ایسی چوٹ ہے جو ہڈی کی جھلی تک پہنچ جائے۔

(12) دامغہ: سر کی ایسی چوٹ ہے جس سے دماغ پردے سے باہر نکل آئے۔

(13) شجاج: چہرے کی خراش کو کہتے ہیں۔

فائدہ نافعہ: از 6 تا 13 کے زخموں کی دیت کے بارے میں صاحب تقویٰ عالم دین کا قول معتبر ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دِيَةِ الْاَصَابِعِ

باب 4: انگلیوں کی دیت

1311 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ عَمْرٍو النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فِيْ دِيَةِ الْاَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَآءٌ عَشْرٌ مِّنَ الْاِبِلِ لِكُلِّ اُصْبُعٍ

1311- اخرجه البخاري (235/2) كتاب الديات' باب: دية الاصبع حديث (6895) وابو داؤد (188/4) كتاب الديات' باب: ديات الاعضاء حديث (4560-4561) والنسائي (57-56/8) كتاب القسامة' باب: عقل الاصابع' وابن ماجه (885/2) كتاب الديات' باب: دية الاصابع حديث (2652) واحمد (345'329/1) والدارمي (194/2) كتاب الديات' باب: في دية الاصابع' وعبد بن حميد ص (572) حديث (572)

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کی دیت برابر ہے۔ ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔ اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

1312 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَاءٌ يَّعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْاِبْهَامَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے: آپ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ اور یہ (یعنی انگوٹھا اور چھوٹی انگلی دیت کے اعتبار سے) برابر ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دیتِ اعضاء:

پورے جسم کی دیت کی طرح اعضاء جسم کی بھی دیت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک انگلی کی دیت تمام جسم کی دیت کا دسواں حصہ ہے' انگلی ہاتھ کی ہو یا پاؤں کی اس کی دیت دس اونٹ ہوگی اسی طرح مفاصل اعضاء کا حساب لگا کر دیت دی جائے گی۔ مثلاً ایک انگلی میں تین مفاصل ہونے کی صورت میں ایک مفصل کی دیت پوری انگلی کی دیت کا ثلث ہوگی۔ دو مفصل ہوں' تو ایک انگلی کی دیت کا نصف بنے گا۔ اسی طرح ایک دانت کی دیت مکمل دیت کا بیسواں حصہ ہوگی جو پانچ اونٹ بنتی ہے۔ ایک مکمل ہاتھ کی دیت پورے جسم کی دیت کا نصف ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس باقی اعضاء کی دیت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَفْوِ

باب 5: (دیت کو) معاف کر دینا

1313 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ اَبِيْ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا اَبُو السَّفَرِ قَالَ

متن حدیث: دَقَّ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ سِنَّ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاسْتَعْدٰى عَلَيْهِ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لِمُعَاوِيَةَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا دَقَّ سِنِّيْ قَالَ مُعَاوِيَةُ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ وَاَلَحَّ الْاٰخَرُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَاَبْرَمَهُ فَلَمْ يُرْضِهٖ فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ شَاْنَكَ بِصَاحِبِكَ وَاَبُو الدَّرْدَاءِ جَالِسٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالَسَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُصَابُ بِشَیْءٍ فِیْ جَسَدِهٖ فَيَتَصَدَّقُ بِهٖ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهٖ دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْهُ بِهٖ خَطِيْئَةً قَالَ الْاَنْصَارِیُّ ءَاَنْتَ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ قَالَ فَاِنِّیْ اَذَرُهَا لَهٗ قَالَ مُعَاوِيَةُ لَا جَرَمَ لَا اُخَيِّبُكَ فَاَمَرَ لَهٗ بِمَالٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَلَا اَعْرِفُ لِاَبِی السَّفَرِ سَمَاعًا مِّنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَاَبُو السَّفَرِ اسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ اَحْمَدَ وَيُقَالُ ابْنُ يُحْمِدَ الثَّوْرِیُّ

◆◆ ابوسفر بیان کرتے ہیں: قریش سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا دانت توڑ دیا یہ معاملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا اس شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی: اے امیر المومنین! اس شخص نے میرا دانت توڑ دیا ہے' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تمہیں راضی کر دیں گے۔ اس پر دوسرے شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منت سماجت کی' یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تنگ آ گئے' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تمہارا معاملہ تمہارے ساتھی کے سپرد ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کو جسمانی طور پر کوئی تکلیف لاحق ہو' اور وہ (تکلیف پہنچانے والے کو) معاف کر دے' تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کی ایک خطا کو مٹا دیتا ہے۔

اس انصاری نے دریافت کیا: کیا آپ نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بتایا میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے سنا ہے اور میرے ذہن نے اسے محفوظ رکھا ہے' تو وہ شخص بولا میں اسے معاف کرتا ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن میں تمہیں محروم نہیں رکھوں گا۔

(راوی بیان کرتے ہیں) پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ مال دینے کی ہدایت کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

میرے علم کے مطابق ابوسفر نامی راوی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع نہیں کیا۔

ابوسفر نامی راوی کا نام سعید بن احمد ہے اور ایک قول کے مطابق ابن یحمد ثوری ہے۔

1313- اخرجہ ابن ماجہ (898/2) کتاب الدیات' باب: العفو فی القصاص حدیث (2693) واخرجہ احمد (448/6) قالا: حدثنا' یونس' بن ابی اسحق عن ابی السفر قال' قال ابوداؤد "مرفوعاً".

شرح

قصاص معاف کرنے کی فضیلت:

قتلِ عمد میں شریعت نے قصاص لینے یا معاف کر کے دیت وصول کرنے یا دونوں معاف کرنے کا اختیار دیا ہے۔ مقتول کے ورثاء اگر قاتل سے قصاص لینا معاف کر دیتے ہیں تو یہ بہت بڑی نیکی ہے اور اس کی فضیلت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قصاص معاف کرنے والے کا درجہ بلند کرتا ہے اور بڑا گناہ معاف کر دیتا ہے۔'' گویا قصاص معاف کرنے کی نیکی کے سبب معاف کرنے والے کے کبیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ رُضِخَ رَأْسُهُ بِصَخْرَةٍ

باب 6: جس کا سر پتھر کے ذریعے کچل دیا جائے

1314 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَتْ جَارِيَةٌ عَلَيْهَا اَوْضَاحٌ فَاَخَذَهَا يَهُوْدِيٌّ فَرَضَخَ رَاْسَهَا بِحَجَرٍ وَّاَخَذَ مَا عَلَيْهَا مِنَ الْحُلِيِّ قَالَ فَاُدْرِكَتْ وَبِهَا رَمَقٌ فَاُتِيَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَكِ اَفُلَانٌ قَالَتْ بِرَاْسِهَا لَا قَالَ فَفُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ فَقَالَتْ بِرَاْسِهَا اَىْ نَعَمْ قَالَ فَاُخِذَ فَاعْتَرَفَ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضِخَ رَاْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّيْفِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک لڑکی جا رہی تھی اس نے چاندی کا زیور پہنا ہوا تھا۔ ایک یہودی نے اسے پکڑا اور اس کا سر پتھر سے کچل دیا اور اس کے جسم پر موجود زیور اتار لیا۔

1314- اخرجه البخاری (85/5) کتاب الخصومات' باب: ما یذکر فی الاشخاص والملازمة والخصومة بین المسلم والیهودی حدیث (2411) و (437) کتاب الوصایا' باب: اذا أومأ المریض برأسه اشارة بینة جازت حدیث (206/12) (2746) و کتاب الدیات: باب: سؤال القاتل' حتی یقر والاقرار فی الحدود حدیث (6876) ومسلم الابی (102/6) کتاب القسامة والمحاربین' باب: ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیره (000) حدیث (1672) وابو داؤد (180/4) کتاب الدیات باب: یقاد من القاتل حدیث (4529-4527) و (180/4) کتاب الدیات' باب: القود بغیر حدید' والنسائی (22/8) کتاب القسامة' باب: القود من الرجل للمرأة وابن ماجه (889/2) کتاب الدیات' باب: یقتاد من القاتل کما قتل حدیث (2665) واحمد (-262 -203 -193 183/3)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس لڑکی تک کوئی پہنچ گیا۔ اس میں ابھی تھوڑی سی جان باقی تھی۔ اسے نبی اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم کوکس نے قتل کیا ہے۔ کیا فلاں نے؟ اس نے اپنے سر کے ذریعے اشارہ کیا کہ نہیں' نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: فلاں نے' یہاں تک کہ جب اس یہودی کا نام لیا گیا' تو اس نے اپنے سر کے ذریعے اشارہ کیا جی ہاں تو اس یہودی کو پکڑ لیا گیا۔ اس نے اعتراف کیا' تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم یہ فرماتے ہیں: قصاص صرف تلوار کے ذریعے لیا جاسکتا ہے۔

شرح

قصاص لینے کے طریق کار میں مذاہب آئمہ:

مقتول کے ورثاء اگر قاتل سے قصاص لینا چاہیں تو اس کا طریق کار کیا ہوگا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قصاص لیتے وقت تماثل کا اعتبار ضروری نہیں ہے۔ قاتل نے قتل خواہ کسی بھی طریقہ سے کیا ہو قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا' کیونکہ مقصد بطورِ عبرت جان کا ضیاع ہے جو بطریقہ کمال حاصل ہو سکتا ہے۔ آپ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: "لاقود الا بالسیف" یعنی قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔

2- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاتل سے قصاص لینے کے لیے تماثل کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ یعنی جس طرح قاتل نے قتل کیا ہے اسی انداز میں قصاص لیا جائے گا بشرطیکہ وہ طریقہ حرام نہ ہو مثلاً لواطت یا زنا وغیرہ۔ تاہم اس صورت میں قصاص تلوار سے لیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے مشہور روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک یہودی نے مسلمان کا سر کچل کر قتل کر دیا تھا' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا سر کچل کر اس سے قصاص لیا گیا تھا۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہودی کا سر قصاص بالمثل کے واجب ہونے کی وجہ سے نہیں کچلا گیا تھا بلکہ بر بنائے تعزیر و سیاست ایسا کیا گیا تھا جس کا شریعت نے حاکمِ وقت کو اختیار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَشْدِيْدِ قَتْلِ الْمُؤْمِنِ

باب 7: مؤمن کو قتل کرنے کی شدید مذمت

1315 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ

1315- اخرجه النسائي (82/7) كتاب تحريم الدم' باب: تعظيم الدم.

عَدِيّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ عَدِيٍّ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّبُرَيْدَةَ

اختلاف سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو هٰكَذَا رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ فَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰكَذَا رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ مَوْقُوْفًا وَّهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ پوری دنیا کا ختم ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن کے قتل ہونے سے زیادہ کم تر ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تاہم یہ "مرفوع" روایت کے طور پر منقول نہیں ہے۔

ابن ابی عدی سے منقول روایت کے مقابلے میں یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو ابن ابی عدی نے شعبہ کے حوالے سے یعلی بن عطاء کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

اسی طرح سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے یعلی بن عطاء کے حوالے سے "موقوف" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک) یہ روایت "مرفوع" ہونے کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

مسلمان کو قتل کرنے کی وعید و مذمت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بالخصوص مسلمان کو وہ قدر و منزلت اور فضیلت عطا فرمائی جو مخلوق کے کسی فرد کو بھی نہ مل سکی۔ نیابت و خلافت اور نبوت و رسالت سے سرفراز کرنے کے لیے بھی اسی کا انتخاب فرمایا۔ تمام مخلوق کو اس کا فرماں بردار و مطیع بنا دیا۔ ایک

انسان کا قتل تمام انسانوں کے قتل کے مترادف ہے۔ حدیث باب میں بھی اس کی عظمت وفضیلت کے سبب اس کے قتل کی وعید و مذمت بیان کی گئی ہے۔ قرآنِ کریم نے قتلِ مسلم کی مذمت ووعید بایں الفاظ بیان ہے:

''جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا' اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا' اسے اپنی رحمت سے دُور کر دے گا اور اس کے لیے شدید عذاب ہے۔'' (النساء:93)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مؤقف ہے کہ مومن کو قتل کرنے والے کی بخشش نہیں ہے۔ انہوں نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ جمہور فقہاء وآئمہ کا نظریہ ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا۔ جب قاتل کافر نہ ہوا تو اس کی توبہ بھی معتبر ہے۔ انہوں نے اس ارشادِ الٰہی سے استدلال کیا ہے:

''شرک ایک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا' اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کر دیتا ہے۔'' (النساء:48)

انہوں نے اس طویل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے' جس میں صراحت ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص سو آدمیوں کا قاتل تھا اور اس کے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب التوبۃ) حدیث باب اور آیات بالا قتل کی وعید ومذمت پر محمول ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رجوع بھی مذکور ہے۔ تاہم قتلِ انسان بالخصوص مسلمان کے قتل کی مذمت ووعید اپنی جگہ مسلمہ ہے۔

بَاب الْحُكْمِ فِي الدِّمَاءِ

باب 8: خون کے بارے میں فیصلہ

1316 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحْكَمُ بَيْنَ الْعِبَادِ فِي الدِّمَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ مَرْفُوعًا وَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ وَلَمْ يَرْفَعُوهُ

◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (قیامت کے دن) لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون (کے مقدمات) کا فیصلہ کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1316- اخرجه البخاری (194/12) كتاب الديات : باب: قول الله تعالىٰ (ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم) النساء 93 حديث (6864) واخرجه مسلم الابى (114/6) كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات' باب: المجازاة بالدماء فى الآخرة' حديث (1678) والنسائى (7/83-84) كتاب تحريم الدم' باب: تعظيم الدم وابن ماجه (873/2) كتاب الديات' باب: التغليظ فى قتل مسلم ظلماً حديث (2615-2617) عن الاعمش' عن شقيق ابى وائل عن عبد الله "مرفوعاً".

کئی راویوں نے اسے اعمش کے حوالے سے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے' تاہم بعض راویوں نے اسے اعمش کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

1317 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اَوَّلَ مَا يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فِی الدِّمَاءِ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (قیامت کے دن) لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون (کے مقدمات) کا فیصلہ کیا جائے گا۔

1318 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ يَزِيْدَ الرَّقَاشِیِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْحَكَمِ الْبَجَلِیُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِیَّ وَاَبَا هُرَيْرَةَ يَذْكُرَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَوْ اَنَّ اَهْلَ السَّمَاءِ وَاَهْلَ الْاَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِیْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَاَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِی النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْحَكَمِ الْبَجَلِیُّ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ نُعْمٍ الْكُوْفِیُّ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر آسمان اور زمین کے رہنے والے سب لوگ کسی مؤمن کے قتل کرنے میں شریک ہوں' تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ابوحکم بجلی' یہ عبدالرحمٰن بن ابی نعم کوفی ہیں۔

شرح

احترامِ انسانیت کا درس:

عصرِ حاضر کا المیہ ہے کہ زمانہ قیامت کی رفتار چل گیا ہے' اسلامی اصولوں کا پاس نہیں رہا' حقوق اللہ پسِ پشت ڈالے جا رہے ہیں اور حقوق العباد کو نظر انداز کیا جا رہا ہے' جس کے نتیجے میں بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت کا جنازہ نکل چکا ہے اور حلال و حرام کا امتیاز بھی ختم ہو چکا ہے۔ ہر انسان اسی چکر میں ہے کہ وہ امیر بن جائے' اسی دُھن میں انسان' انسان کا گلا گاجر اور مولی کی طرح کاٹ رہا ہے اور انسانی خون کو پانی سے بھی زیادہ ارزاں سمجھتا ہے۔ احادیث باب میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو احترامِ انسانیت کا درس دیتے ہوئے فرمایا ہے: ''تم باہم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو کیونکہ تمہارا رشتہ تو بہت گہرا ہے۔'' ارشادِ ربانی ہے: ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔'' (القرآن) مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ مسلمان یا اپنے بھائی کے خون سے اپنے ہاتھ

رنگنا کوئی دانش مندی یا انسانیت ہرگز نہیں ہے۔ قیامت کے دن سب سے قبل خون کے بارے میں سوال وحساب ہوگا۔

سوال: حدیث باب میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے قبل خون کا حساب ہوگا جبکہ کتاب الصلوٰۃ میں یہ حدیث گزر چکی ہے: "اول مایحاسب به العبد یوم القیامت الصلوٰۃ" (او کما قال علیہ السلام) کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔ اس طرح دونوں احادیث میں تعارض ہوا؟

جواب: حقوق اللہ میں انسان سے قیامت کے دن سب سے قبل نماز کا سوال ہوگا۔ حقوق العباد میں سب سے قبل انسان سے خون کا سوال ہوگا۔ لہٰذا دونوں روایات اپنی اپنی جگہ درست ہیں اور دونوں میں تعارض بھی باقی نہ رہا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَقْتُلُ ابْنَهُ يُقَادُ مِنْهُ اَمْ لَا

باب 9: جو شخص اپنے بیٹے کو قتل کردے کیا اس سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

1319 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيْدُ الْاَبَ مِنِ ابْنِهٖ وَلَا يُقِيْدُ الْابْنَ مِنْ اَبِيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ سُرَاقَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِصَحِيْحٍ

اسنادِ دیگر: رَوَاهُ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْمُثَنّٰى بْنِ الصَّبَّاحِ وَالْمُثَنّٰى بْنُ الصَّبَّاحِ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ اَبُوْ خَالِدِ الْاَحْمَرُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ مُّرْسَلًا وَّهٰذَا حَدِيْثٌ فِيْهِ اضْطِرَابٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْاَبَ اِذَا قَتَلَ ابْنَهٗ لَا يُقْتَلُ بِهٖ وَاِذَا قَذَفَ ابْنَهٗ لَا يُحَدُّ

◆◆ عمرو بن شعیب، اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے، حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ میں اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا جب نبی اکرم ﷺ نے بیٹے سے باپ کا قصاص لینے کا حکم دیا تھا لیکن آپ نے باپ سے بیٹے کا قصاص لینے کا حکم نہیں دیا۔

ہم اس روایت کو حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے طور پر صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

دیگر راویوں نے اسے مثنیٰ بن صباح کے حوالے سے نقل کیا ہے اور مثنیٰ بن صباح کو علم حدیث میں "ضعیف" قرار دیا گیا ہے۔

ابو خالد نے اس روایت کو حجاج کے حوالے سے، عمرو بن شعیب کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، ان کے دادا کے حوالے سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت عمرو بن شعیب کے حوالے سے "مرسل" حدیث کے طور پر بھی نقل کی گئی ہے۔

اس حدیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو اس کے بدلے میں اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ اس پر زنا کا الزام لگائے تو اس پر حدِ قذف جاری نہیں کی جائے گی۔

1320 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ

◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: بیٹے کے عوض میں باپ کو (قصاص میں) قتل نہیں کیا جائے گا۔

1321 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِيٍّ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تُقَامُ الْحُدُوْدُ فِی الْمَسَاجِدِ وَلَا يُقْتَلُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ

توضیح راوی: وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْمَكِّیُّ قَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ مسجد میں حد قائم نہیں کی جائے گی اور بیٹے کے بدلے میں باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

یہ حدیث ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے "مرفوع" ہونے کے طور پر جانتے ہیں جسے اسماعیل بن مسلم نے روایت کیا ہے۔

اسماعیل بن مسلم مکی کے بارے میں بعض اہلِ علم نے اس کے حافظے کے حوالے سے کلام کیا ہے۔

شرح

اولاد کے قصاص میں باپ کو قتل نہ کیے جانے کی وجوہات:

اس مسئلہ میں تمام آئمہ کا اتفاق و اجماع ہے کہ اگر باپ اپنی اولاد کو قتل کرے تو اولاد کے قصاص میں باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگر اولاد باپ کو قتل کرے تو باپ کے قصاص میں اولاد کو قتل کیا جائے گا۔ اولاد کے قصاص میں باپ کو قتل نہ کیے جانے کی متعدد

1320- اخرجه احمد (16/1، 22، 49) وابن ماجه (888/2) كتاب الديات: باب: لا يقتل الوالد بولده حديث (2662) عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عن عمر بن الخطاب "مرفوعاً".

1321- اخرجه ابن ماجه (888/2) كتاب الديات، باب: لا يقتل الوالد بولده حديث (2661) مختصر، وابن ماجه (867/2) كتاب الحدود، باب: النهي عن اقامة الحدود في المساجد، حديث (2599) والدارمي (190/2) كتاب الديات باب: القود بين الوالد والولد، عن اسماعيل بن مسلم عن عمرو بن دينار عن طاوس، عن ابن عباس "مرفوعاً".

وجوہات ہیں:

(1) باپ اپنی اولاد کے ظاہری وجود کا سبب بنتا ہے تو اولاد اس کے عدم کا باعث نہیں بن سکتی کیونکہ یہ کفرانِ نعمت کے زمرے میں آتا ہے۔

(2) باپ اولاد پر ہمہ وقت مہربان وشفیق ہوتا ہے تو وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کر سکتا' یہ شفقت ومہربانی تاحیات یکساں باقی رہتی ہے۔ اگر بالفرض ایسا معاملہ پیش آ گیا ہو جو بظاہر قتل کی صورت نظر آتی ہو ممکن ہے درحقیقت قتل جائز ہو چکا ہو یا باپ نے عمداً قتل نہ کیا ہو۔ تاہم اولاد کا باپ کے ساتھ محبت واطاعت اور فرماں برداری کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے جو ہمیشہ یکساں نہیں رہتا ہے۔

(3) باپ اولاد کے وجودِ ظاہری کا باعث بنا ہے جبکہ ناخلف اولاد نے باپ کو اپنے ہاتھوں قتل جیسے فعل شنیع کا ارتکاب کیا ہے۔ اس لیے اولاد کے قصاص میں باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا جبکہ اولاد کو باپ کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ باپ کو اولاد کے قصاص میں قتل نہ کرنے کا یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ اسے باعزت طور پر بری قرار دیا جائے اور اسے کوئی بھی سزا نہ دی جائے۔ تاہم قاضی اس کے لیے مناسب سزا یا تعزیر تجویز کر سکتا ہے' تاکہ اولاد کو قتل کرنے کا دروازہ نہ کھل جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلَاثٍ

باب 10: کسی بھی مسلمان کا خون بہانا تین میں سے کسی ایک وجہ سے جائز ہے

1322 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ يَّشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلَاثٍ الثَّيِّبُ الزَّانِيْ وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ وَعَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے' جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں صرف تین میں سے

1322- اخرجه البخاری (209/12) کتاب الدیات' باب: قول اللّٰه تعالیٰ' ان النفس بالنفس والعین بالعین (المائدة: 45) حدیث (6878) ومسلم الابی (110/6) کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات' باب: ما یباح به دم المسلم حدیث (1686) وابو داؤد (530/2) کتاب الحدود' باب: الحکم فیمن ارتد حدیث (4352) والنسائی (13/8) کتاب القسامة' باب: القود' وابن ماجه (837/2) کتاب الحدود' باب: لا یحل دم امری ء مسلم الا فی ثلاث' حدیث (2534) والدارمی (172/2) کتاب الحدود باب: ما یحل به دم المسلم و (218/2) کتاب السیر' باب: فی القتال علی قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم امرت ان اقاتل الناس' واحمد (382/1'328/1'444/1) والحمیدی (65/1) حدیث (119) عن الاعمش قال: سمعت عبد اللّٰه بن مرة یحدث' عن مسروق عن عبد اللّٰه "مرفوعاً".

کسی ایک وجہ سے (اسے قتل کیا جا سکتا ہے) شادی شدہ زانی، قتل کے بدلے میں قتل یا اپنے دین (اسلام) کو ترک کر کے (مسلمانوں کی) جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والے شخص کو (قتل کیا جا سکتا ہے)

اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مسلمان کو قتل کرنے کے جواز کی صورتیں:

بلا عذر شرعی کسی انسان بالخصوص مسلمان کو قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور اس کی وعید و مذمت قرآن وسنت میں بیان کی گئی ہے۔ یہ اتنا بڑا گناہ ہے گویا قاتل نے تمام انسانوں کو قتل کے گھاٹ اُتار دیا ہو۔ تاہم تین قسم کے مسلمانوں کو شرعی طور پر قتل کرنا جائز ہے:

(1) شادی شدہ مسلمان اگر زنا کا ارتکاب کرے، پھر اس نے اس کا اقرار کر لیا یا شرعی گواہی قائم ہو جائے تو اسے سنگ سار کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ غیر شادی شدہ اگر زنا کا ارتکاب کرے تو اسے سنگ سار کر کے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے سو کوڑے مارے جائیں گے۔

(2) اگر ایک مسلمان دوسرے کو عمداً قتل کے گھاٹ اُتار دے پھر وہ اس کا اقرار کر لیتا ہے یا شرعی گواہی قائم ہو جائے تو مقتول کے ورثاء قاتل کو شرعی طور پر مقتول کے قصاص میں قتل کر سکتے ہیں۔

(3) کوئی مسلمان اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کرے یعنی مرتد ہو جائے تو شرعی نقطہ نظر سے اسے بھی قتل کیا جائے گا، کیونکہ زندہ چھوڑنے کی وجہ سے وہ اسلام کے خلاف فتنہ پھیلائے گا۔ فتنہ کے سبب متعدی ناسور جنم لیتا ہے جو پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اسی لیے قرآنِ کریم نے فرمایا ہے: ''اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' یعنی فتنہ قتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

سوال: مرتد کو کیوں قتل کیا جاتا ہے، جبکہ اسلام پر کسی کو مجبور کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ ارشادِ ربانی ہے: ''لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ'' ۔ دین میں جبر نہیں ہے۔

جواب: مرتد کو اسلام پر مجبور کرنے کے لیے قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اسلام کے خلاف فتنہ کی روک تھام کے لیے قتل کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرتدہ کو قتل نہیں کیا جاتا بلکہ گھر میں اسکی نظر بندی عمل میں لائی جاتی ہے۔ چونکہ مرتد کو قید نہیں کر سکتے کیونکہ اسلام میں جیل کا تصور نہیں ہے۔ جب وہ زمین پر گھومے پھرے گا، تو لوگوں سے ملاقات کر کے اسلام کے خلاف زہر اُگلے گا جو فتنہ عظیمہ کا سبب بنے گا اور مزید لوگ اسلام سے متنفر ہو کر مرتد ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اس متوقع فتنہ کا سد باب کرنے کے لیے اسلام نے مرتد کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَقْتُلُ نَفْسًا مُعَاهَدَةً

باب 11: جو شخص کسی معاہد کو قتل کردے (اس کا حکم)

1323 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مَعْدِيُّ بْنُ سُلَيْمَانَ هُوَ الْبَصْرِيُّ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلَا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ فَقَدْ اَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يُرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ سَبْعِيْنَ خَرِيفًا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي بَكْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی ایسے معاہد کو قتل کردے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پناہ میں ہو تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی پناہ کی خلاف ورزی کی وہ شخص جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔ اگرچہ جنت کی خوشبو 70 برس کے فاصلے سے محسوس ہو جاتی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

1324 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِي سَعْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَى الْعَامِرِيَّيْنِ بِدِيَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ لَهُمَا عَهْدٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ سَعْدٍ الْبَقَّالُ اسْمُهُ سَعِيْدُ بْنُ الْمَرْزُبَانِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عامر قبیلے سے تعلق رکھنے والے دو آدمیوں (کے قتل ہو جانے) پر مسلمانوں کی طرف سے انہیں دیت دلوائی تھی کیونکہ ان دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رسول نے معاہدہ کیا ہوا تھا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

323 — اخرجه ابن ماجه (896/2) كتاب الديات' باب: من قتل معاهداً حديث (2687) حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا معدی: بن سليمان قال انبانا' ابن عجلان' عن ابيه عن ابی هريرة "مرفوعاً"۔

ابوسعد بقال نامی راوی کا نام سعید بن مرزبان ہے۔

شرح

اقسام کفار:

کفار چار قسم کے ہوسکتے ہیں:

(1) معاہد: دارالحرب کا وہ غیر مسلم جس سے اسلامی حکومت نے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا ہو۔

(2) مستأمن: وہ غیر مسلم ہے جو اسلامی حکومت سے اجازت لے کر اسلامی ملک میں داخل ہوا ہو۔

(3) حربی: دارالحرب کا وہ غیر مسلم جس سے اسلامی حکومت نے کوئی معاہدہ نہ کیا ہو۔

(4) ذمی: وہ غیر مسلم ہے، جسے کسی اسلامی ملک میں شہریت دی گئی ہو اور حکومت نے اس کی جان، مال اور عزت کا تحفظ اپنے ذمہ لیا ہو۔

ذمی کے قتل کی مذمت ووعید:

اسلامی حکومت نے ذمی کو شہریت دے کر اس کی جان، مال، اولاد اور عزت کے تحفظ کی ذمہ داری لی ہوتی ہے اور اس پر جزیہ بھی نافذ کیا ہوتا ہے، لہٰذا مسلمان کی طرح اس کا تحفظ ودفاع اور حقوق کی فراہمی ضروری ہو جاتی ہے۔ اس کا جانی یا مالی نقصان کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اس کا قتل کرنا مسلمان کے قتل کی طرح قابلِ جرم عمل ہے۔ اس کے قتل کی وعید ومذمت احادیث میں بیان کی گئی ہے اس سلسلے میں حدیث باب میں صراحت ہے کہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے محسوس کی جائے گی لیکن ذمی کا قاتل جنت میں داخل ہونا تو کجا اس کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پا سکے گا۔

ذمی کے قتل کے قصاص میں مسلمان کو قتل کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا ذمی کے قتل کے قصاص میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

1- حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ذمی کے قتل کے قصاص میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے، جن میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خلفائے راشدین میں سے حضرت فاروقِ اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ذمی کے قتل کے قصاص میں مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دیا یا قتل کیا۔

(اعلاء السنن، ج:8، ص:94)

2- آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

لایقتل مسلم بکافر ۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث:111)

''مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔''

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں ذمی

شامل نہیں ہے۔لہٰذا ذمی کے بارے میں اس سے استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ: تمام آئمہ کا اس مسئلے میں اتفاق و اجماع ہے کہ حربی مستامن اور معاہد میں سے کسی کے قتل کے قصاص میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حُكْمِ وَلِيِّ الْقَتِيلِ فِي الْقِصَاصِ وَالْعَفوِ

باب 12: مقتول کے ولی کا قصاص یا معاف کرنے کا فیصلہ کرنا

1325 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَيَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ وَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يَّعْفُوَ وَاِمَّا اَنْ يَّقْتُلَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِيْ شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے مکہ کو فتح کیا' تو آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر ارشاد فرمایا: جس شخص کا کوئی (عزیز یا رشتے دار) قتل ہو جائے اسے دو میں سے ایک بات کا اختیار ہے یا تو وہ معاف کر دے یا پھر (قاتل کو) قتل کر دے۔

اس بارے میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ، حضرت خویلد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1326 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَسْفِكَنَّ فِيْهَا

1325- اخرجه البخاري (213/12) كتاب الديات' باب: من قتل له قتيل فهو بخير النظرين' حديث (6880)، و (248/1) كتاب العلم' باب: كتابة العلم' حديث (112)، و (105/5) كتاب اللقطة' باب: كيف تعرف لقطة اهل مكة؟ حديث (2434) ومسلم (461/4-464) كتاب الحج: باب: تحريم مكة وصيدها وخلاها وشجرها ولقطتها الا لنشدها على الدوام حديث (447-448) مختصر' وابو داؤد (616/1) كتاب المناسك' باب: هل يؤخذ من قاتل العمد الدية اذا عفا ولي المقتول عن القود وابن ماجه (876/2) كتاب الديات' باب: من قتل له قتيل فهو بالخيار بين احدى ثلاث حديث (2624)

1326- اخرجه البخاري (238/1) كتاب العلم' باب: ليبلغ العلم الشاهد الغائب- حديث (104) مختصر و (50/4) كتاب جزاء الصيد' باب: لا يعضد شجر الحرم حديث (1832) مختصر (614/7) كتاب المغازي' باب (000) حديث (4295) مختصر و مسلم (460/4) كتاب الحج' باب: تحريم مكة وصيدها وخلاها وشجرها ولقطتها الا لمنشد على الدوام' حديث (1354) وابو داؤد (172/4) كتاب الديات' باب: ولي العمد يرضى بالدية' حديث (4504) والنسائي (205/5) كتاب الحج والمناسك' باب: تحريم القتال فيه' مختصراً واحمد (31/4-32) و (384/6-385)

دَمًا وَّلَا يَعْضِدَنَّ فِيهَا شَجَرًا فَإِنْ تَرَخَّصَ مُتَرَخِّصٌ فَقَالَ اُحِلَّتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ اَحَلَّهَا لِيْ وَلَمْ يُحِلَّهَا لِلنَّاسِ وَاِنَّمَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ثُمَّ هِيَ حَرَامٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ اِنَّكُمْ مَعْشَرَ خُزَاعَةَ قَتَلْتُمْ هٰذَا الرَّجُلَ مِنْ هُذَيْلٍ وَّاِنِّيْ عَاقِلُهُ فَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيْلٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَهْلُهٗ بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ اِمَّا اَنْ يَّقْتُلُوْا اَوْ يَاْخُذُوا الْعَقْلَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَحَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّرَوَاهُ شَيْبَانُ اَيْضًا عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ مِثْلَ هٰذَا

حدیث دیگر: وَرُوِيَ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحِ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيْلٌ فَلَهٗ اَنْ يَّقْتُلَ اَوْ يَعْفُوَ اَوْ يَاْخُذَ الدِّيَةَ

مذاہب فقہاء: وَذَهَبَ اِلٰى هٰذَا بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے۔ اسے لوگوں نے حرم قرار نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر جو شخص ایمان رکھتا ہو وہ اس میں خون نہ بہائے اور اس کے درخت کو نہ کاٹے اگر کوئی شخص اس بارے میں رخصت حاصل کرنے کی کوشش کرے' اور یہ کہے: یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے لیے حلال قرار دیا گیا تھا (تو یاد رکھنا) اسے اللہ تعالیٰ نے صرف میرے لیے حلال قرار دیا ہے۔ اسے لوگوں کے لیے حلال قرار نہیں دیا اور میرے لیے بھی دن کے ایک مخصوص حصے میں حلال قرار دیا گیا تھا' پھر یہ قیامت تک قابلِ احترام ہے۔

اے خزاعہ قبیلے کے لوگو! تم نے ہذیل قبیلے کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ میں اس کی دیت دلوا دیتا ہوں آج کے بعد جس کا کوئی عزیز قتل ہو جائے' تو اس مقتول کے رشتے داروں کو دو باتوں میں سے ایک چیز کا اختیار ہوگا یا تو وہ (قاتل کو) قتل کر دیں یا وہ دیت وصول کر لیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شیبان نامی راوی نے اس روایت کو یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

یہی روایت حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کا کوئی عزیز قتل ہو جائے اسے اس بات کا اختیار ہے: وہ (قاتل کو) قتل کر دے یا معاف کر دے یا دیت وصول کر لے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1327 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: قُتِلَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدُفِعَ الْقَاتِلُ اِلٰى وَلِيِّهٖ فَقَالَ الْقَاتِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُ قَتْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ اِنْ كَانَ قَوْلُهٗ صَادِقًا فَقَتَلْتَهٗ دَخَلْتَ النَّارَ فَخَلّٰى عَنْهُ الرَّجُلُ قَالَ وَكَانَ مَكْتُوْفًا بِنِسْعَةٍ قَالَ فَخَرَجَ يَجُرُّ نِسْعَتَهٗ قَالَ فَكَانَ يُسَمّٰى ذَا النِّسْعَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّالنِّسْعَةُ حَبْلٌ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا۔ قاتل کو اس کے ورثاء کے سپرد کیا گیا' تو قاتل نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے جان بوجھ کر اسے قتل نہیں کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (یعنی مقتول کے ورثا سے فرمایا) اگر یہ سچ کہہ رہا ہے اور تم نے پھر بھی اسے قتل کر دیا' تو تم جہنم میں داخل ہو جاؤ گے' تو اس شخص نے اس قاتل کو معاف کر دیا۔ وہ قاتل رسی کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: وہ اپنی رسی کو کھینچتا ہوا وہاں سے نکلا اور اس کا نام ''ذونسعہ'' (رسی والا) پڑ گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ ''نسعہ'' رسی کو کہتے ہیں۔

شرح

قاتل کی شرعی سزا

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو عمداً قتل کر دیتا ہے' تو قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کیا جائے گا۔ اب ورثاء کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا: (۱) وہ قاتل کو مقتول کے قصاص میں قتل کر سکتے ہیں یا معاف کر سکتے ہیں۔ (۲) یا ورثاء دیت وصول کر سکتے ہیں۔ یہ بات خیال میں رہے کہ یہ شرعی طور پر دنیوی فیصلہ ہے مگر آخرت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ وہ جو چاہے گا کرے گا۔ تاہم قرآن وحدیث میں قتل عمد کی مذمت و وعید تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔

قبیلہ خزاعہ اور قبیلہ ہذیل کے درمیان قدیمی عداوت و دشمنی اور مخالفت کے نتیجہ میں عرصہ دراز سے قتل اور جواب قتل کا سلسلہ جاری تھا۔ فتح مکہ سے چند ماہ قبل قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر قبائل کے درمیان قتل' جواب قتل کا سلسلہ ختم کرانے کے لیے قبیلہ خزاعہ کی طرف سے دیت ادا کی اور اعلان کر دیا: آئندہ جو شخص کسی کے قتل کا ارتکاب کرے گا' تو مقتول کے ورثاء کو حق حاصل ہوگا کہ وہ قاتل سے قصاص لیں یا دیت وصول کریں یا معاف کر دیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُثْلَةِ

باب 13: مثلہ کرنے کی ممانعت

1328 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ

1327–اخرجہ ابوداؤد (576/2) کتاب الدیات' باب الامام یامر بالعفو فی الدم' حدیث (4498) والنسائی (13/8) کتاب القسامۃ' باب القود' حدیث (4736) وابن ماجہ (597/2) کتاب الدیات' باب: العفو عن القاتل حدیث (2690)

مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ

متن حدیث: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا فَقَالَ اغْزُوا بِسْمِ اللَّهِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَشَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَنَسٍ وَسَمُرَةَ وَالْمُغِيرَةِ وَيَعْلَى بْنِ مُرَّةَ وَأَبِي أَيُّوبَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مذاہب فقہاء: وَكَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الْمُثْلَةَ

◆◆ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ جب کسی شخص کو کسی لشکر کا امیر مقرر کرتے تھے تو آپ اسے بطور خاص اس کی اپنی ذات کے حوالے سے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور دیگر مسلمانوں کے حوالے سے بھلائی کی تلقین کیا کرتے تھے۔ آپ ارشاد فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کا آغاز کرو! جو شخص اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں ان کے ساتھ لڑائی کرو تم خیانت نہ کرنا اور عہد شکنی نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا اور بچوں کو قتل نہ کرنا۔

اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہل علم نے مثلہ کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

1329 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا

1328- اخرجه مسلم (288/6) الابی' كتاب الجهاد والسير باب: تأمير الامام الامراء على البعوث- وحديث (1731) وابو داؤد (44/2) كتاب الجهاد' باب فی دعاء المشركين' حديث (2613) وابن ماجه (953/2) كتاب الجهاد' باب: وصية الامام' حديث (2858) واحمد (352/5) مختصر و(358/5) والدارمی (215/2) كتاب السير: باب وصية الامام فی السرايا.

1329- اخرجه مسلم (41/7'42- الابی) كتاب الصيد والذبائح: باب: الامر باحسان الذبح والقتل' وتحديد الشفرة' حديث (1955) وابو داؤد (109/2) كتاب الضحايا' باب: فی النهی ان تصبر البهائم والرفق بالذبيحة' حديث (2815) والنسائی (227/7) كتاب الضحايا' بالامر باحداد الشفرة وباب: ذكر المنفلتة التی لا يقدر علی اخذها (229/7) با: حسن الذبح' وابن ماجه (1052/8) كتاب الذبائح' باب: اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح' حديث (3170) والدارمی (82/2) كتاب الاضاحی' باب: فی حسن الذبيحة' واحمد (123/4'124'125) عن ابی قلابة' عن ابی الاشعث' الصنعانی عن شداد بن اوس "مرفوعاً".

الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: اَبُو الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِیُّ اِسْمُهٗ شَرَاحِيلُ بْنُ اٰدَةَ

◆◆ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے بارے میں بھلائی کو لازم قرار دیا ہے' تو جب تم (کسی کو قصاص میں یا جنگ کے دوران) قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو (یعنی اذیت پہنچائے بغیر قتل کرو) اور جب تم (کسی جانور کو) ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو آدمی اپنی چھری کو تیز کر لے' اور اپنے ذبح ہونے والے جانور کو تکلیف نہ پہنچائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابواشعث نامی راوی کا نام شراحیل بن آدہ ہے۔

شرح

قصاص میں قاتل کو مثلہ کرنے کی ممانعت:

دوران جہاد اعلاءِ کلمۃ الحق اور علم اسلام کی سربلندی کے لیے دشمن کا قتل کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے لیکن ایسی صورت میں دشمن کی لاش بگاڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب مقتول دشمن کی لاش کو مثلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے' تو قاتل کو قصاص میں قتل کیے جانے میں مثلہ کرنے کی کس طرح اجازت ہو سکتی ہے؟ وہ آئمہ کرام جو قصاص بالمثل کے قائل ہیں' انہیں اپنے مؤقف پر غور کرنا چاہیے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ قصاص بالتماثل کے قائل نہیں ہیں۔ احادیث باب آپ کے مؤقف کی مؤیدہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص کا مقصد قاتل کو آنجہانی کرنا ہوتا ہے اور یہ مقصد محض قتل سے بھی پورا ہو سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ دِيَةِ الْجَنِيْنِ

باب 14: پیٹ میں موجود بچے کی دیت

1330 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيْدٍ الْكِنْدِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

1330– اخرجه البخاري (257/12) كتاب الديات' باب: جنين المرأة' حديث (6904) ومسلم (134'130/6) الابي' كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات' باب: دية الجنين' ووجوب الدية في قتل الخطاء وشبه العمد على عاقلة الجاني حديث (1681) وابو داؤد (601/2) كتاب الديات' باب: دية الجنين' حديث (4576) حديث (4579) وحديث (4577) والنسائي (49-48-47/8) كتاب القسامة' باب: دية جنين المرأة' وابن ماجه (882/2) كتاب الديات' باب: دية الجنين' حديث (26390) ومالك (855/2) كتاب العقول' باب: عقل الجنين' حديث (6,5) والدارمي (197/2) كتاب الديات' باب: دية الخطا على من هي' واحمد (539'438'236/2)

متن حدیث: قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنِيْنِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ فَقَالَ الَّذِىْ قُضِىَ عَلَيْهِ اَيُعْطٰى مَنْ لَّا شَرِبَ وَلَا اَكَلَ وَلَا صَاحَ فَاسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلَّ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا لَيَقُوْلُ بِقَوْلِ شَاعِرٍ بَلْ فِيْهِ غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ حَمَلِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّابِغَةِ وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وقَالَ بَعْضُهُمُ الْغُرَّةُ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ اَوْ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ وقَالَ بَعْضُهُمْ اَوْ فَرَسٌ اَوْ بَغْلٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے پیٹ میں موجود بچے کے بارے میں ایک غلام یا کنیز تاوان کے طور پر ادا کرنے کا فیصلہ دیا جس شخص کے خلاف فیصلہ دیا گیا۔ اس نے عرض کی: کیا ہم اس کی ادائیگی کریں کہ جس نے کچھ کھایا نہیں کچھ پیا نہیں وہ چیخ کر رویا نہیں۔ اس طرح کا خون تو رائیگاں جاتا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تو شاعروں کی طرح کلام کر رہا ہے' بلکہ اس طرح کے خون میں غلام یا کنیز کو تاوان کے طور پر ادا کیا جائے گا۔

اس بارے میں حضرت حمل بن مالک بن نابغہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے۔ تاوان کے طور پر ایک غلام یا ایک کنیز یا پانچ سو درہم ادا کیے جائیں گے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: ان کی بجائے گھوڑا یا خچر بھی (ادا کیا جا سکتا ہے)

1331 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نَضْلَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

متن حدیث: اَنَّ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا ضَرَّتَيْنِ فَرَمَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى بِحَجَرٍ اَوْ عَمُوْدِ فُسْطَاطٍ فَاَلْقَتْ جَنِيْنَهَا فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنِيْنِ غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ وَّجَعَلَهُ عَلٰى عَصَبَةِ الْمَرْاَةِ

اسنادِ دیگر: قَالَ الْحَسَنُ وَاَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ نَحْوَهُ

1331- اخرجه البخارى (257/12) كتاب الديات' باب: جنين المرأة حديث (2905) بنحوه و مسلم (138,137/6) كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات' باب: دية الجنين' ووجوب الدية فى القتل الخطاء وشبه العمد على عاقلة الجانى' حديث (1682/37)(1682/38)(1689/39) وابو داؤد (599/2) كتاب الديات' باب: دية الجنين' حديث (4568)(4569) والنسائى (49/8) كتاب القسامة' باب: دية جنين المرأة' باب: صفة شبه العمد وعلى من دية الاجنة (50/8-51) وابن ماجه (879/2) كتاب الديات' باب: الدية على العاقلة فان كان لم يكن عاقلة ففى بيت المال' حديث (2633) والدارمى (196/2) كتاب الديات' باب: فى دية الجنين' واحمد (245/4'249) عن منصور عن ابراهيم وعن عبيد بن نضلة عن المغيرة بن شعبة۔

حکم حدیث: وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو عورتیں آپس میں سوکن تھیں۔ ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر یا شاید خیمے کی لکڑی ماری تو اس عورت کا پیٹ میں موجود بچہ ضائع ہوگیا' تو نبی اکرم ﷺ نے اس بچے کے بارے میں ایک غلام یا کنیز تاوان کے طور پر ادا کرنے کا فیصلہ دیا اور آپ نے اس کی ادائیگی عورت کے خاندان کے ذمے لازم کی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

جنین کی دیت کا مسئلہ

لفظ: "جنین" سے مراد پیٹ کا بچہ ہے۔ اگر کوئی شخص عورت کے جنین کو ہلاک کر دے' تو قاتل پر بطور دیت کیا چیز لازم ہوگی؟ اس کا جواب احادیث باب میں دیا گیا ہے۔

جنین کے دو پہلو ہیں: ایک یہ ہے کہ اس میں روح ہونے کی وجہ سے جان کے عوض جان یعنی قصاص واجب ہونا چاہیے۔ دوسرا یہ ہے کہ ماں کا حصہ اور عضو ہونے کی وجہ سے اسے جروح کے قائم مقام قرار دیا جائے جس میں مال واجب ہوتا ہے۔ ان دونوں جہتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "بردہ" کی آزادی اس کی دیت قرار دی کیونکہ وہ مال ہے اور جان بھی۔

فائدہ نافعہ: غلام یا کنیز دستیاب نہ ہونے کی صورت میں (جس طرح عصر حاضر میں) پوری دیت کا بیسواں حصہ جنین کی دیت ہوگی جو پانچ سو درہم بنتے ہیں۔ بعض فقہاء کے قول کے مطابق غلام کی جگہ ایک خچر یا گھوڑا دیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ

باب 15: کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا

1332 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَنْبَاَنَا مُطَرِّفٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنَا اَبُوْ جُحَيْفَةَ قَالَ

متن حدیث: قُلْتُ لِعَلِيٍّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَلْ عِنْدَكُمْ سَوْدَاءُ فِيْ بَيْضَاءَ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ لَا

1332- اخرجه البخاری (246/2) کتاب العلم' باب: کتابة العلم' حدیث (111)' (97/4) کتاب فضائل المدينة' باب: حرم المدينة' حديث (1870) بنحوه (193/6) كتاب الجهاد والسير: باب: فكاك الاسير' حديث (3047' 315/6) كتاب الجزية والموادعة باب: ذمة المسلمين وجوارهم واحدة' حديث (3172) والنسائی (19/8' 20) كتاب القسامة' باب: القود بين الاحرار والمماليك في النفس' وابن ماجه (887/2) كتاب الديات' باب: لا يقتل مسلم بكافر' حديث (2659) والدارمی (190/2) كتاب الديات: باب: لا يقتل مسلم بكافر' والحميدی (23/1) حديث 40) واحمد (79/1) عن مطرف بن طريف' عن عامر الشعبی' عن ابی جحيفة عن علی به.

وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ مَا عَلِمْتُهٗ اِلَّا فَهْمًا یُّعْطِیْهِ اللّٰهُ رَجُلًا فِی الْقُرْاٰنِ وَمَا فِی الصَّحِیْفَةِ قُلْتُ وَمَا فِی الصَّحِیْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْاَسِیْرِ وَاَنْ لَّا یُقْتَلَ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَلِیٍّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا لَا یُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ یُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالْمُعَاهِدِ

قولِ امام ترمذی: وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! کیا آپ کے پاس موجود تحریر میں کوئی ایسا حکم بھی ہے' جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہ ہو' تو انہوں نے جواب دیا: اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو چیرا ہے اور جان کو پیدا کیا ہے۔ میرے علم میں صرف وہ فہم ہے' جو اللہ تعالیٰ قرآن کے حوالے سے کسی شخص کو عطا کرتا ہے یا صحیفے میں موجود کچھ احکام ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: صحیفے میں کیا تحریر ہے' تو انہوں نے بتایا: اس میں دیت کے احکام ہیں۔ قیدی کو آزاد کرنے کے احکام ہیں' اور یہ حکم ہے: کسی کافر کے بدلے میں کسی مؤمن کو قتل نہ کیا جائے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں: کسی مؤمن کو کسی قاتل کے بدلے میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: معاہد کے بدلے میں مسلمان کو قتل کیا جا سکتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) پہلی رائے درست ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ دِیَةِ الْكُفَّارِ

باب 16: کفار کی دیت کا حکم

1333 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عِیْسٰی بْنُ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

1333- اخرجه ابوداؤد (89/2) کتب الجهاد' باب: فی السریة' ترد علی اهل العسکر' حدیث (2751) وابن ماجه (887/2) کتاب الدیات' بما: لا یقتل مسلم بکافر حدیث (2659) باب: المسلمون' تتکافا دماؤهم' حدیث (2685) واحمد (180/2' 205' 215' 216) وابن خزیمة (26/4) حدیث (2280) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده به۔

متن حدیث: لَا یُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِکَافِرٍ

حدیث دیگر: وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: دِیَۃُ عَقْلِ الْکَافِرِ نِصْفُ دِیَۃِ عَقْلِ الْمُؤْمِنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو فِیْ ھٰذَا الْبَابِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَھْلُ الْعِلْمِ فِیْ دِیَۃِ الْیَھُوْدِیِّ وَالنَّصْرَانِیِّ فَذَھَبَ بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ فِیْ دِیَۃِ الْیَھُوْدِیِّ وَالنَّصْرَانِیِّ اِلٰی مَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ دِیَۃُ الْیَھُوْدِیِّ وَالنَّصْرَانِیِّ نِصْفُ دِیَۃِ الْمُسْلِمِ وَبِھٰذَا یَقُوْلُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ

آثارِ صحابہ: وَرُوِیَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّہٗ قَالَ دِیَۃُ الْیَھُوْدِیِّ وَالنَّصْرَانِیِّ اَرْبَعَۃُ اٰلَافِ دِرْھَمٍ وَدِیَۃُ الْمَجُوْسِیِّ ثَمَانُ مِائَۃِ دِرْھَمٍ وَبِھٰذَا یَقُوْلُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَالشَّافِعِیُّ وَاِسْحٰقُ وقَالَ بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ دِیَۃُ الْیَھُوْدِیِّ وَالنَّصْرَانِیِّ مِثْلُ دِیَۃِ الْمُسْلِمِ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَاَھْلِ الْکُوْفَۃِ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی کافر کے بدلے میں کسی بھی مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

اس سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بھی منقول ہے۔

آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: کافر کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں جو حدیث منقول ہے۔ وہ حدیث "حسن" ہے۔

اہلِ علم نے یہودی اور عیسائی شخص کی دیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم اس روایت کی طرف گئے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہودی اور عیسائی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہوگی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے: یہودی یا عیسائی کی دیت چار ہزار درہم ہوگی جبکہ مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہوگی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے۔ یہودی اور عیسائی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہوگی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے کا مسئلہ:

تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ حربی، معاہد اور مستامن کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم ذمی کے عوض

مسلمان کو قتل کرنے کے جواز وعدم جواز میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جائز قرار دیتے ہیں اور دیگر آئمہ اسے ناجائز خیال کرتے ہیں۔ آئمہ ثلاثہ کی دلیل احادیث ابواب ہیں۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں زمانہ جاہلیت کے خونوں کا ذکر ہے یعنی زمانہ جاہلیت کے خون کا کوئی شخص مطالبہ کرے' تو اس صورت میں کافر کے قتل کے قصاص میں مسلمان کو ہرگز قتل نہیں کیا جائے گا۔ حدیث باب کی اس تاویل کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے' جس میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمی کے قتل کے قصاص میں مسلمان کو قتل کیا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک ذمی کے قتل کرنے کے قصاص میں مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَقْتُلُ عَبْدَهُ

باب 17: جو شخص اپنے غلام کو قتل کردے۔

1334 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ مِنْهُمْ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ اِلٰى هٰذَا وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَعَطَاءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ لَيْسَ بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ قِصَاصٌ فِي النَّفْسِ وَلَا فِيْمَا دُوْنَ النَّفْسِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا قَتَلَ عَبْدَهُ لَا يُقْتَلُ بِهٖ وَاِذَا قَتَلَ عَبْدَ غَيْرِهٖ قُتِلَ بِهٖ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اپنے غلام کو قتل کردے ہم اسے قتل کروا دیں گے' اور جو شخص اس کا کوئی عضو کاٹ دے ہم اس کا عضو کٹوا دیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

تابعین سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے اس کو اختیار کیا ہے۔ ان میں ابراہیم نخعی بھی شامل ہیں۔

بعض اہلِ علم جن میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور عطاء بن ابی رباح شامل ہیں۔ ان کے نزدیک آزاد اور غلام شخص کے درمیان' جان یا جان سے کم کوئی بھی قصاص نہیں لیا جا سکتا۔

1334- اخرجه النسائی (20/8) کتاب القسامة' باب: القود من السید' للمولی' باب: القصاص فی السن' (26/8) وابن ماجه (888/2) کتاب الدیات' باب: هل یقتل الحر بالعبد؟ حدیث (2663) والدارمی (191/2) کتاب الدیات: باب: القود بین العبد وبین سیده احمد (19'12'11'10/5) عن الحسن' عن سمرة' ان رسول الله صلی الله علیه وسلم

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔
بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب کوئی شخص اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس کے بدلے میں اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔
جب کوئی شخص کسی دوسرے کے غلام کو قتل کر دے تو اس کے بدلے میں اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

اپنے غلام کو قتل کرنے کے قصاص کا مسئلہ:

جب آقا اپنے غلام کو قتل کر ڈالے تو اسے غلام کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا' کیونکہ ملکیت کے باعث شبہ کی صورت پیدا ہوگئی اور شبہ سے حد ختم ہو جاتی ہے۔ تاہم اسے سیاستاً یا تعزیراً یا انتظامی امور کی بناء پر کوئی بھی سزا دی جا سکتی ہے''۔ وہ سزا قتل بھی ہو سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے۔ حدیث باب کا مضمون کسی ضابطہ یا حکم پر مشتمل نہیں بلکہ سیاست یا تعزیر پر مبنی ہے۔ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اپنے غلام کو قتل کی صورت میں آقا سے قصاص لیا جائے گا۔ خواہ نفس کا ہو یا دون النفس کا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

سوال: جب کوئی شخص غیر کے غلام کو قتل ڈالے تو مسئلہ کی نوعیت کیا ہوگی؟

جواب: اس صورت میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ اس مسئلہ میں بھی غلام کے قصاص میں آزاد کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ ۔ (آزاد کو آزاد کے بدلے میں۔) اس کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا ہے یعنی آزاد آدمی کو آزاد کے قصاص میں تو قتل کیا جا سکتا ہے' جبکہ غلام کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غلام کے قصاص میں آزاد آدمی قتل کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے حدیث باب کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ سیاست پر محمول ہے۔ علاوہ ازیں ان کے نزدیک مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا کہ اس سے استدلال کیا جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَرْاَةِ هَلْ تَرِثُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا

باب 18: عورت اپنے شوہر کی دیت میں وارث ہوگی

1335 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَّاَبُوْ عَمَّارٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ

متنِ حدیث: اَنَّ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَلَا تَرِثُ الْمَرْاَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا حَتّٰى اَخْبَرَهُ

1335- اخرجه ابوداؤد (144/2) كتاب الفرائض' باب: في المرأة ترث من دية زوجها وابن ماجه (883/2) كتاب الديات باب: الميراث' من الدية حديث (2642) واحمد (452/3)

الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ الْكِلَابِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلَيْهِ اَنْ وَرِّثِ امْرَاَةَ اَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے دیت کی ادائیگی (قاتل کے) خاندان کے ذمے ہوگی اور کوئی عورت اپنے شوہر کی دیت میں کسی چیز کی وارث نہیں ہوگی۔

پھر حضرت ضحاک بن سفیان کلابی نے انہیں بتایا: نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ خط میں لکھا تھا: وہ اشیم ضبابی کی اہلیہ کو ان کے شوہر کی دیت میں وارث قرار دیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

شرح

زوج کی دیت میں بیوی کی میراث کا حصہ:

مقتول شوہر کی دیت سے بیوی کو وراثت کا حصہ ملے گا یا نہیں؟ عقل و قیاس کا تقاضا ہے کہ بیوی کو حصہ نہ ملے اس لیے کہ زوج کی وفات کے بعد دیت کا ثبوت حاصل ہوتا ہے جبکہ شوہر کی وفات سے نکاح کالعدم ہو جاتا ہے۔ اس طرح نکاح معدوم ہونے کے بعد دیت کی دولت حاصل ہوئی۔ لہٰذا بیوی کو وراثت سے حصہ نہیں ملنا چاہیے۔ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی فتویٰ جاری کیا تھا۔ تاہم اس میں ایک دوسرا پہلو بھی ہے کہ بیوی دوران عدت نکاح میں برقرار رہتی ہے۔ اس طرح دیت کا ثبوت نکاح کے اندر ہی حاصل ہوا لہٰذا بیوی کو دیت سے میراث کا حق ملنا چاہیے۔ دیت کا تعلق موت سے اور دیگر ورثاء کی طرح یہ بھی وراثت کی حقدار ہوگی۔ اس بارے میں ایک مشہور حدیث ہے: حضرت اشیم الضبابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل خطاء میں دنیا سے رخصت ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے ذریعے ورثاء کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ مقتول کی زوجہ کو دیت سے وراثت کا حصہ ادا کیا جائے۔ حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ روایت بیان کی تو انہوں نے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقتول کی بیوی کو دیت سے دیگر ورثاء کے ساتھ وراثت سے شرعی طور پر حصہ ملے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِصَاصِ

باب 19: قصاص کا حکم

1336 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَنْبَاَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ

بْنَ اَوْفٰى يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَنَزَعَ يَدَهُ فَوَقَعَتْ ثَنِيَّتَاهُ فَاخْتَصَمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَعَضُّ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ كَمَا يَعَضُّ الْفَحْلُ لَا دِيَةَ لَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ)

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ وَسَلَمَةَ بْنِ اُمَيَّةَ وَهُمَا اَخَوَانِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پر کاٹ دیا۔ دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو پہلے شخص کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے وہ اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص اپنے بھائی کے ہاتھ کو یوں چباتا ہے جیسے اونٹ چباتا ہے۔ تمہیں کوئی دیت نہیں ملے گی' تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا۔

"اور زخموں میں بھی قصاص ہوتا ہے"

اس بارے میں حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ یہ دونوں حضرات بھائی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دفاع کی صورت میں قتل یا زخمی کرنے میں قصاص نہ ہونا

حدیث باب مبہم مضمون پر مشتمل ہے۔ اس کا غیر مبہم الفاظ میں خلاصہ یہ ہے کہ کوئی شخص حملہ آور کا دفاع کرتا ہوا قتل یا زخمی ہو جائے تو اس کی ضمان نہیں ہے۔

سوال: حدیث باب کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ زخموں میں قصاص نہیں ہے۔ آیت قرآنی کے الفاظ ہیں: والجروح قصاص (یعنی زخموں میں قصاص ہے۔) اس طرح آیت اور حدیث میں تعارض ہے؟

جواب: آیت اور حدیث کا محل اور محمل الگ الگ ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر زخم بطور تعدی ہو' تو اس میں قصاص ہے۔ اگر زخم بطور دفاع ہو تو اس میں قصاص نہیں ہے۔ اس طرح روایت و آیت میں تعارض باقی نہیں رہا۔

سوال: حدیث باب میں ایک اہم اصول بیان کیا گیا ہے کہ حملہ آور کا دفاع جائز ہے۔ تاہم دریافت طلب یہ بات ہے کہ حق

1336- اخرجه البخاری (229/12) كتاب الديات' باب: اذا عض رجل فوقعت ثنایاہ حدیث (6892) ومسلم (105/6) كتاب القسامة والمحاربين: باب الصائل على نفس الانسان او عضوه- حديث (1673/18) والنسائی (29/8) كتاب القسامة' باب: القود من العضة- وذكر اختلاف الفاظ الناقلين لخبر عمران بن حصين' وابن ماجه (887/2) كتاب الديات' باب: من عض رجلا فنزع يده فندر ثنایاہ' حدیث (2657) والدارمی (195/2) كتاب الديات' باب: من عض رجلاً فنزع فنزع يده فندر ثنایاہ' حديث (2657) والدارمی (195/2) كتاب الديات' باب: فمن عض يد رجل فانتزع' المعضوض يده والحمد (427/4-428) عن زرارة بن اوفیٰ عن عمران بن حصين "مرفوعاً".

دفاع کس حد تک جائز ہے؟ جس سے ضمان لازم نہیں آتی؟

جواب: حملہ آور کا دفاع اس حد تک جائز ہے کہ اپنا نقصان نہ ہو اور اس کا بھی زیادہ نقصان نہ ہو مثلاً کسی نے دوسرے شخص کے ہاتھ کو کاٹا تو اسے ایک دو طمانچے مار دیے جائیں تو یہ جائز ہے۔ اگر اس صورت میں اسے گولی ماردی جائے تو یہ حق دفاع میں تجاوز ہے۔ اس صورت میں حق دفاع میں تجاوز کے سبب جو نقصان ہوا ہے خواہ نفس یا دون النفس کا اس بارے میں شرعی نقطہ نظر سے قاضی قصاص کا فیصلہ دے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَبْسِ فِي التُّهْمَةِ

باب 20: تہمت کی وجہ سے قید کر دینا

1337 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ

متن حدیث: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلًا فِي تُهْمَةٍ ثُمَّ خَلَّى عَنْهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ بَهْزٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ

وَقَدْ رَوَى إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ هٰذَا الْحَدِيثَ أَتَمَّ مِنْ هٰذَا وَأَطْوَلَ

◆◆ بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے تہمت کی وجہ سے ایک شخص کو قید کروا دیا تھا پھر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ بہز کی اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا سے منقول روایت "حسن" ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم نے اسے بہز کے حوالے سے نقل کیا ہے جو اس روایت کے مقابلے میں طویل اور مکمل ہے۔

شرح

متہم بالجرم کی سزا

حدیث باب میں ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے جو شخص متہم بالجرم ہو تو اسے نظر بند کر دیا جائے۔ اصل معاملہ کی تحقیق تک اسے زیر حراست رکھا جائے تا کہ وہ غائب نہ ہونے پائے۔ تحقیق کرنے پر اگر اس کا جرم ثابت ہو جائے تو اسے سزا دی جائے ورنہ اسے

1337- اخرجه ابوداؤد (337/2) كتاب الاقضية: باب: في الحبس في الدين وغيره. حديث (3630-3631) مختصر، والنسائی (67-66/8) كتاب القسامة باب: امتحان السارق بالضرب والحبس، واحمد (447/4) و (2/5، 4) عن حكيم بن معاوية عن ابيه "مرفوعاً".

بری کر دیا جائے۔ جرم ثابت ہونے کی صورت میں اسے شرعی اصولوں کے مطابق سزا دی جائے گی جس میں افراط وتفریط اور زیادتی و ظلم کی گنجائش نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ

باب 21: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہو جائے وہ شہید ہے

1338 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَّحَاتِمُ بْنُ سِيَاهٍ الْمَرْوَزِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ سَرَقَ مِنَ الْاَرْضِ شِبْرًا طُوِّقَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ

اختلافِ روایت: وَزَادَ حَاتِمُ بْنُ سِيَاهٍ الْمَرْوَزِيُّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

قَالَ مَعْمَرٌ بَلَغَنِيْ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ اَسْمَعْ مِنْهُ زَادَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّهٰكَذَا رَوٰى شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے' وہ شہید ہے۔ جو شخص کسی دوسرے کی ایک بالشت زمین ہتھیا لے گا' قیامت کے دن اس کی گردن میں سات زمینوں جتنا وزنی طوق ڈالا جائے گا۔

حاتم بن سیاہ مروزی نے اس میں اضافی الفاظ نقل کیے ہیں۔

معمر نے یہ بات بیان کی ہے: زہری کے حوالے سے مجھے یہ روایت پہنچی ہے اور میں نے ان سے یہ بات نہیں سنی کہ انہوں نے اس روایت میں مزید الفاظ نقل کیے ہوں۔ ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے' وہ شہید ہوگا''۔

شعیب بن ابوحمزہ نے اس حدیث کو زہری کے حوالے سے طلحہ بن عبداللہ کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن عمرو کے حوالے سے

1338- اخرجه ابوداؤد (2/660) كتاب السنة' باب: في قتال اللصوص' حديث (4772) والنسائي (7/115'116) كتاب تحريم الدم' باب: من قتل دون ماله وابن ماجه (2/861) كتاب الحدود' باب: من قتل دون ماله فهو شهيد' حديث (2580) واحمد (1/187'190) والحميدي (1/44) ص (83) وعبد بن حميد حديث (106)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

سفیان بن عیینہ نے زہری کے حوالے سے طلحہ بن عبداللہ کے حوالے سے' حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

سفیان نے اس روایت میں عبدالرحمٰن بن عمرو سے منقول ہونے کا ذکر نہیں کیا

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1339 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

مذاہب فقہاء: وَّقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّقَاتِلَ عَنْ نَّفْسِهٖ وَمَالِهٖ وقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُقَاتِلُ عَنْ مَالِهٖ وَلَوْ دِرْهَمَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی نقل کی گئی ہے۔

بعض اہلِ علم نے مرد کے لیے یہ رخصت دی ہے: وہ اپنی جان یا اپنے مال کی حفاظت کے لیے کسی سے لڑ سکتا ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آدمی اپنے مال کی خاطر لڑ سکتا ہے' اگرچہ وہ دو درہم ہوں۔

1340 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْكُوْفِيُّ شَيْخٌ ثِقَةٌ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ سُفْيَانُ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ خَيْرًا قَال سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1339- اخرجه ابوداؤد (660/2) كتاب السنة' باب في قتال اللصوص' حديث (4771) والنسائي (115/7) كتاب تحريم الدم' باب من قتل دون ماله واحمد (193/2'194'217)

متنِ حدیث: مَنْ اُرِيْدَ مَالُهٗ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيْدٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ ابراہیم بن محمد بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کا مال ناحق طور پر چھینا جا رہا ہو اور وہ لڑائی کرتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند نقل کی گئی ہے۔

1341 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ نَحْوَ هٰذَا

توضیح راوی: وَيَعْقُوْبُ هُوَ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرحمنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ

◆◆ طلحہ بن عبداللہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے' جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے' جو شخص اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

کئی راویوں نے اسے ابراہیم بن سعد کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

یعقوب نامی راوی یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری ہیں۔

شرح

شہید کی تعریف اور اقسام

شہید فقہی کی تعریف یوں کی جاتی ہے: وہ مسلمان عاقل بالغ طاہر ہے جو بطور ظلم کسی آلہ جارحہ سے قتل کیا جائے اور نفس قتل

سے مال نہ واجب ہوا ہو اور دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو۔ اس شہید کا حکم یہ ہے کہ اسے نہ غسل دیا جائے گا اور نہ کفن بلکہ جسم کے کپڑوں سمیت تدفین عمل میں لائی جائے گی۔ البتہ جوتوں اور کفن سے زائد کپڑوں کو اتار لیا جائے گا۔ عام میت کی طرح اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس شہید کے علاوہ باقی شہداء کو حکمی کہا جاتا ہے، جن کا حکم اس سے مختلف ہے یعنی انہیں غسل دیا جائے گا اور کفن بھی پہنایا جائے گا۔ تاہم انہیں من جانب اللہ شہادت کا اجر وثواب دیا جائے گا۔ احادیث باب سے تمام شہداء حکمی مراد ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَسَامَةِ

باب 22: قسامت کا حکم

1342 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ قَالَ يَحْيٰى وَحَسِبْتُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ اَنَّهُمَا قَالَا

متنِ حدیث: خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ وَّمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ حَتّٰى اِذَا كَانَا بِخَيْبَرَ تَفَرَّقَا فِیْ بَعْضِ مَا هُنَاكَ ثُمَّ اِنَّ مُحَيِّصَةَ وَجَدَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ قَتِيْلًا قَدْ قُتِلَ فَدَفَنَهُ ثُمَّ اَقْبَلَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَحُوَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَّكَانَ اَصْغَرَ الْقَوْمِ ذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِيَتَكَلَّمَ قَبْلَ صَاحِبَيْهِ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِّرْ لِلْكُبْرِ فَصَمَتَ وَتَكَلَّمَ صَاحِبَاهُ ثُمَّ تَكَلَّمَ مَعَهُمَا فَذَكَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتَلَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ فَقَالَ لَهُمْ اَتَحْلِفُوْنَ خَمْسِيْنَ يَمِيْنًا فَتَسْتَحِقُّوْنَ صَاحِبَكُمْ اَوْ قَاتِلَكُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُوْدُ بِخَمْسِيْنَ يَمِيْنًا قَالُوْا وَكَيْفَ نَقْبَلُ اَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى عَقْلَهُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1342– اخرجه البخاری (359/5) كتاب الصلح' باب: الصلح مع المشركين' حديث (2702) مختصر و (317/6) كتاب الجزية والموادعة' باب: الموادعة والمصالحة مع المشركين بالمال وغيره– حديث (3173)و(552/10) كتاب الادب باب: اكرام الكبير– حديث (6142'6143) و (339/12) كتاب الديات' باب: اذا اصاب قوم من رجل هل يعاقب ام يقتص منهم كلهم' حديث (6898)و (196/13) كتاب الاحكام' باب: كتاب الحاكم الى عماله– حديث 7192) ومسلم (72/6) كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات' باب: القسامة حديث (1669/1) و (1669/2) و (1669/6) وابوداؤد (178-177/4) كتاب الديات' باب: القتل بالقسامة' حديث (4520-4521) والنسائی (12-5/8) كتاب القسامة' باب: تبدئة اهل الدم فی القسامة' وابن ماجه (892/2) كتاب الديات' باب: القسامة' حديث (2677) ومالك (877/2) كتاب القسامة' باب تبدئة اهل الدم فی القسامة' حديث (1) والدارمی (188/2'189) كتاب الديات' باب: الدية فی قتل العمد' واحمد (2/4'3) وابن خزيمة (77/4) حديث (2384) عن يحيیٰ بن سعيد عن بشير بن يسار عن سهل بن ابی حثمة' ورافع بن خديج به

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ فِی الْقَسَامَةِ وَقَدْ رَاٰی بَعْضُ فُقَهَاءِ الْمَدِيْنَةِ الْقَوَدَ بِالْقَسَامَةِ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهِمْ اِنَّ الْقَسَامَةَ لَا تُوْجِبُ الْقَوَدَ وَاِنَّمَا تُوْجِبُ الدِّيَةَ

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یحییٰ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میرے خیال میں یہ حدیث حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: یہ دونوں حضرات یہ فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ اور حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے یہ لوگ خیبر میں تھے وہاں یہ ایک جگہ پر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے پھر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو مقتول پایا جنہیں قتل کر دیا گیا تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ حضرت حویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بھی تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ان میں سب سے کم عمر تھے وہ اپنے دونوں ساتھیوں سے پہلے بات شروع کرنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے بڑوں کو موقع دو! وہ خاموش ہو گئے۔ ان کے دونوں ساتھیوں نے بات چیت کی پھر انہوں نے بھی ان دونوں کے ساتھ بات چیت میں حصہ لیا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن سہل کے قتل ہونے کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: کیا تمہارے پچاس افراد قسم اٹھا کر اپنے ساتھی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اپنے قاتل کے حقدار بن جائیں گے۔ انہوں نے عرض کی: ہم کیسے قسم اٹھا سکتے ہیں جبکہ ہم وہاں موجود ہی نہیں تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر یہودی پچاس قسمیں اٹھا کر تم سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔ انہوں نے عرض کی: ہم کافروں کی قسم کا کیسے اعتبار کریں جب نبی اکرم ﷺ نے یہ بات دیکھی تو آپ نے اپنی طرف سے انہیں دیت عطا کی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک قسامت کے بارے میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کے بعض فقہاء کے نزدیک قسامت کی وجہ سے قصاص لازم آتا ہے۔

کوفہ اور دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک قسامت سے قصاص لازم نہیں ہوتا بلکہ یہ دیت کو واجب کرتی ہے۔

شرح

قسامہ کی تعریف' طریق کار اور حکمت

قسامہ اور قسم دونوں الفاظ مترادف ہیں۔ دونوں کے درمیان لطیف سا فرق ہے: قسامہ سے مراد خاص حلف برداری ہے' جبکہ قسم سے مراد عام حلف برداری ہے۔ جب کسی علاقہ میں مقتول کی لاش دستیاب ہوئی ہو اور قاتل نامعلوم ہو' تو قسامہ کے ذریعے قاتل کو تلاش کیا جائے گا۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ مقتول کے ورثاء علاقہ میں پچاس لوگوں کا انتخاب کریں گے جو قاضی کی موجودگی

میں قسم کھائیں گے کہ انہوں نے نہ خود قتل کیا ہے اور نہ قاتل کے بارے میں جانتے ہیں۔ یہ سب کے سب لوگ جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے‘ قاتل دستیاب ہو جائے گا۔ اگر سب کے قسم کھانے کے باوجود قاتل کا علم نہ ہو سکے تو اہل بستی سے دیت وصول کی جائے گی۔

قسامہ کے ذریعے مقتول کے بارے میں فیصلہ کرنے میں یہ حکمت و مصلحت ہے کہ بعض اوقات رات کی تاریکی میں نعش برآمد ہوتی ہے‘ جس کے گواہ موجود نہیں ہوتے۔ اگر قتل کے گواہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے قاتل کو نظر انداز کر دیا جائے تو لوگ قتل کرنے میں مزید جری ہو جائیں گے۔ بے دلیل اگر کسی شخص کو قاتل قرار دیا جائے تو ورثاء اپنے مخالف کو قاتل قرار دینے میں دیر نہیں لگائیں گے۔ اس وجہ سے قسامہ کے ذریعے فیصلہ کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔

قسامہ کی علت میں مذاہب آئمہ

مقتول کے قاتل کی تلاش کے لیے شریعت نے قسامہ کے ذریعے فیصلہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ قابل دریافت یہ بات ہے: ”قسامہ“ کی علت کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے‘ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ جب مقتول کے جسم پر تشدد کے نشانات ہوں یا اس کا گلا دبا کر قتل کیا گیا ہو یا ایسے مقام سے نعش برآمد ہوئی جو لوگ کی حفاظت میں ہو مثلاً کسی کے گھر سے یا مسجد یا بستی کے اتنے قرب سے کہ وہاں سے کسی کو پکارا جائے تو لوگ آواز سن سکتے ہوں‘ تو ”قسامہ“ کے ذریعے فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر مقتول کے جسم پر تشدد کے نشانات نہ ہوں یا گلا نہ دبایا گیا ہو اور ڈاکٹری رپورٹ میں بھی طبعی موت مرنے کا مؤقف اختیار کیا گیا ہو‘ تو ”قسامہ“ کے ذریعے فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ آپ نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ آپ کے نزدیک ”قسامہ“ کی علت غیر طبعی موت‘ تشدد اور گلا دبا کر ہلاک کرنا ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی پر قتل کرنے کا شبہ ہو یا مقتول کے بارے میں نزاعی بیان ہو یا شہادت نا تمام کی وجہ سے ہو یا اس طرح کوئی اور وجہ ہو مثلاً قتل گاہ سے کوئی شخص خون آلود چھری سمیت دیکھا گیا ہو‘ تو فیصلہ ”قسامہ“ کے ذریعے ہوگا ورنہ قسامہ جائز نہیں۔ انہوں نے حضرت ابوطالب کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ وہ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک ہاشمی شخص کو قریش کی دوسری شاخ کے ایک آدمی نے بطور مزدور اپنے پاس رکھا اور وہ اسے اپنے ہمراہ سفر میں لے گیا۔ مزدور نے اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی کسی دوسرے ہاشمی کے حوالے کر دی تو اس وجہ سے مزدور رکھنے والے نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور تمام معاملہ مخفی رکھا لیکن مقتول نے ایک یمنی شخص کو وصیت کی تھی کہ اس قتل کی خبر ابوطالب تک ضرور پہنچائی جائے۔ اس پریشان کن واقعہ کی اطلاع حضرت ابوطالب تک پہنچائی گئی تو وہ قاتل کے پاس پہنچے اور اس سے یوں مخاطب ہوئے: تم تین امور میں سے ایک کا انتخاب کر لو: (۱) بطور دیت ایک سو اونٹ دے دو کیونکہ ہمارے آدمی کا قاتل تو ہے (۲) یا تمہارے خاندان کے لوگ قسمیں کھائیں کہ تم نے ہمارے مزدور کو قتل نہیں کیا (۳) یا مقتول کے عوض ہم تجھے قتل کریں گے۔ قاتل نے اس بارے میں اپنے خاندان کے لوگوں سے مشاورت کی تو خاندانی لوگ حلف برداری (قسامہ) کے لیے تیار ہو گئے لیکن ایک خاتون نے اپنے بیٹے کے لیے ابوطالب سے معافی طلب کی اور ایک شخص نے حلف برداری کی بجائے دو اونٹ پیش کر دیے جبکہ اڑتالیس لوگوں نے جھوٹی قسمیں

کما ئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں جھوٹی قسمیں کھانے والے سب لوگ ایک سال کے عرصہ کے اندر ہلاک ہوگئے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۳۸۴۵)

حدیث قسامہ میں تین اختلافی مسائل

حدیث باب کے ضمن میں تین مسائل آئمہ فقہ کے مابین اختلافی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- کیا قسامہ کے ذریعے فیصلہ کرنے کے لیے کسی شبہ کا ہونا ضروری ہے؟ اس بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قسامہ کے لیے کسی معین شخص یا معین لوگوں پر شبہ ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ غیر طبعی یعنی حادثاتی موت واقع ہونا ضروری ہے۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی معین آدمی یا معین لوگوں پر شبہ ہونا ضروری ہے کہ انہوں نے قتل کا ارتکاب کیا ہے اور اس لیے ان سے قسمیں لی جارہی ہیں۔

۲- کیا قسامہ سے قصاص واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قسامہ سے قصاص واجب نہیں ہوتا بلکہ دیت واجب ہوتی ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قسامہ سے قصاص واجب ہوجاتا ہے، بشرطیکہ مقتول کے ورثاء میں سے پچاس لوگ کسی معین شخص کے بارے میں قسمیں کھالیں کہ اس نے عمداً قتل کیا ہے۔

۳- کیا مقتول کے ورثاء میں سے پچاس لوگوں کا قسمیں کھانا ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ مقتول کے خاندان کے پچاس لوگ پہلے قسمیں کھائیں گے۔ جب پچاس لوگ قسمیں کھالیں کہ فلاں معین شخص نے عمداً قتل کیا ہے، تو اس کے نتیجہ میں دیت مغلظہ ثابت ہوگی۔ اگر وہ قتل خطاء پر قسمیں کھائیں گے تو دیت مخففہ واجب ہوگی۔ اگر مقتول کے ورثاء قسمیں کھانے سے انکار کردیں تو مدعیٰ علیہ پر یا جہاں سے نعش برآمد ہوئی ہو وہاں کے لوگوں کے قسم کھانے پر دیت مخففہ لازم ہوگی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقتول کے پچاس ورثاء کا قسمیں کھانا ضروری نہیں ہے۔ تاہم دوسرے لوگوں کے قسم کھانے پر فیصلہ کیا جائے گا۔ آپ نے مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے: البینہ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ قسامہ کی صورت میں بھی مقتول کے ورثاء مدعی ہوتے ہیں جبکہ اہل علاقہ یا اہل محلہ لوگ منکر ہوتے ہیں۔ لہٰذا قسم اہل محلہ یا اہل علاقہ کے ذمہ ہوگی۔ علاوہ ازیں آپ نے اس واقعہ سے بھی استدلال کیا ہے کہ عہد فاروقی میں شاکر اور وادعہ دونوں بستیوں کے درمیان سے لاش برآمد ہوئی اور قاتل کے بارے میں علم نہ ہوسکا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ اس بات کا جائزہ لو کہ کونسی بستی زیادہ قریب ہے۔ آپ سے عرض کیا گیا: ''وادعہ'' بستی زیادہ قریب ہے، تو آپ نے وہاں کے پچاس لوگوں کو جمع کیا اور ان سے قسمیں لیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْحُدُوْدِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

حدود کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ لَّا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ

باب 1: جس شخص پر حد واجب نہیں ہوتی ہے

1343 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَشِبَّ وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتّٰى يَعْقِلَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ وَعَنِ الْغُلَامِ حَتّٰى يَحْتَلِمَ وَلَا نَعْرِفُ لِلْحَسَنِ سَمَاعًا مِّنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ وَّقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِي ظَبْيَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ وَرَوَاهُ الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِي ظَبْيَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوفًا وَّلَمْ يَرْفَعْهُ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

توضیحِ راوی: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: قَدْ كَانَ الْحَسَنُ فِي زَمَانِ عَلِيٍّ وَّقَدْ اَدْرَكَهُ وَلٰكِنَّا لَا نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِّنْهُ وَاَبُوْ ظَبْيَانَ اسْمُهُ حُصَيْنُ بْنُ جُنْدَبٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تین طرح کے لوگوں سے قلم (شرعی سزا کا حکم)

1343- اخرجه احمد (140،118،116/1) عن الحسن عن علی به وابو داؤد (545/2) كتاب الحدود، باب: فی المجنون يسرق او يصيب حدا حديث (4402) عن ابی ظبيان حديث (4403) عن ابی الضحی عن علی به.

اٹھا لیا گیا ہے۔
سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔ بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور پاگل سے یہاں تک کہ اسے عقل آ جائے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔
یہی روایت دیگر سند کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔
بعض راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ لڑکے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔
ہمارے علم کے مطابق حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے، حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔
یہی روایت عطاء بن سائب کے حوالے سے، ابوظبیان کے حوالے سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کی گئی ہے۔
محدثین نے اس روایت کو اعمش کے حوالے سے، ابوظبیان کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔
اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسن بصری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے تاہم ہمارے علم کے مطابق ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع (ثابت) نہیں ہے۔
ابوظبیان نامی راوی کا نام حصین بن جندب ہے۔

شرح

مرفوع القلم لوگوں پر حد نہیں ہے

لفظ "حدود" حد کی جمع ہے۔ حد سے مراد وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ شرعی سزائیں چار قسم کی ہو سکتی ہیں جن میں سے تین قرآن سے ثابت ہیں اور ایک حدیث سے ثابت ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- زنا کی سزا

زنا کار مرد ہو یا عورت اگر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا سنگساری ہے۔ اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا ایک سو کوڑے ہیں۔ زنا کی سزا عادل گواہوں کی گواہی یا اعتراف و اقرار سے ثابت ہو سکتی ہے۔ عموماً یہ سزا اقرار سے ثابت ہوتی ہے۔

۲- چوری کی سزا

چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت اس کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ یہ سزا بھی گواہی یا اعتراف جرم سے ثابت ہوتی ہے۔

۳-تہمت عائد کرنے کی سزا

شریعت نے کسی پر تہمت عائد کرنے والے کی سزا اَسّی (۸۰) کوڑے مقرر کی ہے۔

۴-شراب نوشی کی سزا

شراب نوشی کی شرعی سزا اَسّی (۸۰) کوڑے ہیں۔

نوٹ: ان چار جرائم کے علاوہ مزید جرائم بھی ہیں جن کی سزائیں قاضی اپنی صوابدید یا انتظامی امور کے پیش نظر یا حالات کے تقاضا کے مطابق تجویز کرسکتا ہے۔فقہاء اسلام نے بہت سے جرائم کی سزائیں تجویز بھی فرمائی ہیں۔ان سزاؤں میں تشدید وتخفیف کا احتمال موجود ہے۔

تین قسم کے لوگ کسی جرم کا ارتکاب کرلیں تو شرعی نقطہ نظر سے انہیں سزا نہیں دی جاسکتی:

(۱) حالت نوم میں حتیٰ کہ وہ مکمل طور پر بیدار ہو جائے (۲) بچہ قبل از بلوغ (۳) پاگل۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے انہیں مرفوع القلم قرار دیا ہے اوران کا جرم کالعدم ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دَرْءِ الْحُدُوْدِ

باب 2: حدود کو ساقط کردینا

1344 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ اَبُوْ عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيْعَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِدْرَئُوا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجٌ فَخَلُّوا سَبِيْلَهُ فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعُقُوْبَةِ

اختلافِ روایت: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ زِيَادٍ نَحْوَ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَائِشَةَ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسنادِ دیگر: وَرَوَاهُ وَكِيْعٌ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ زِيَادٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَرِوَايَةُ وَكِيْعٍ اَصَحُّ وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَالُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَزِيْدُ بْنُ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيُّ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ وَيَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ زِيَادٍ الْكُوْفِيُّ اَثْبَتُ مِنْ هٰذَا وَاَقْدَمُ

1344- انفرد به الترمذی' ینظر تحفة الاشراف (101/12) حدیث (16689) واخرجه البیهقی (238/8) والحاکم فی المستدرك (384/4) والخطیب البغدادی (331/5)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو ساقط کر دو اور اگر کوئی گنجائش ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ امام کا غلطی سے معاف کر دینا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا گیا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث کے "مرفوع" ہونے کو ہم صرف محمد بن ربیعہ کی یزید بن زیاد (دمشقی کے حوالے سے، زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، عروہ کے حوالے سے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے روایت کے طور پر جانتے ہیں)

وکیع نے اس روایت کو یزید بن زیاد کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) وکیع سے منقول روایت زیادہ مستند ہے۔

اسی طرح کی روایت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے: انہوں نے بھی اسی کی مانند نقل کیا ہے۔ یزید بن زیاد دمشقی "ضعیف" ہیں۔

یزید بن ابوزیاد کوفی' ان سے زیادہ مستند اور پہلے زمانے کے ہیں۔

شرح

شبہ کی تعریف' اقسام اور حکم

کسی جرم کے ثبوت میں مجہول یا غیر یقینی صورت کو "شبہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ شبہ کی تین اقسام ہیں:

۱-شبہ فی الفعل

جب کوئی شخص اپنی بیوی خیال کرتے ہوئے کسی غیر محرم خاتون سے جماع کا ارتکاب کرے۔

۲-شبہ فی العقد

کوئی شخص محرم خاتون سے نکاح کر کے جماع کرے۔

۳-شبہ فی المحل

جب کوئی شخص اپنی بیوی کی کنیز سے جماع کرے۔

شبہ کی تینوں اقسام کا شرعی حکم یہ ہے کہ ان سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ تاہم قاضی کو اختیار حاصل ہوگا کہ انتظامی امور کے پیش نظر جو تشدید و تخفیف سزا پسند کرے' تجویز کر سکتا ہے۔ یہ سزا بطور تعزیر یا بر بنائے سیاست ہوگی۔

حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ حتی الوسع حدود کے نفاذ سے احتراز کرو۔ امیر وقت کا حد نافذ کرنے میں غلطی کرنے سے حد ساقط کرنے میں غلطی کرنا بہتر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّتْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ

باب 3: مسلمان کی پردہ پوشی کرنا

1345 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ عَلٰى مُسْلِمٍ سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ رِوَايَةِ اَبِیْ عَوَانَةَ وَرَوٰى اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَكَاَنَّ هٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی مسلمان سے کسی دنیاوی پریشانی کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی پریشانی کو دور کرے گا' اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا' اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے' جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

اس بارے میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت اسی طرح ہے۔ اسے کئی راویوں نے اعمش کے حوالے سے، ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح نقل کیا ہے جیسے ابوعوانہ نے نقل کیا ہے۔

اسباط بن محمد نے اسے اعمش کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں۔ ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے (منقول) مجھے اسی کی مانند حدیث بیان کی گئی ہے۔ گویا یہ پہلی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

اس روایت کو عبید بن اسباط نے بھی اعمش کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

1345- اخرجه مسلم (8/98-101) كتاب الذكر والدعاء' باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن' وعلى الذكر' حديث (2699/38) وابو داؤد (1/460) كتاب الصلوٰة' باب: ثواب قرأة القرآن' حديث (1455) مختصر (2/704) كتاب الاداب: باب: في المعونة للمسلم' حديث (4946) وابن ماجه (1/82) المقدمة' باب: فضل العلماء والحث على طلب العلم' حديث (225) والدارمي (2/261-262) كتاب البيع' باب فيمن انظر معسرا' واحمد (2/252) 272-325-406-500-514-522

1346 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا وہ اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑتا جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت روائی کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن پریشانیوں کو دور کرے گا' اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

اصلاح معاشرہ کے نورانی اصول

احادیث باب میں اصلاح معاشرہ کے نورانی وروحانی اصول بیان کیے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر مسلمان' معاشرے کو اسلامی بنا سکتے ہیں' ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں اور دارین میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ روایات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱- جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی دنیا میں پریشانی دور کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی پریشانی دور کرے گا۔

۲- جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

۳- جو مسلمان اپنے بھائی کی معاونت و مدد میں مصروف رہتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کی معاونت و مدد میں رہتا ہے۔

۴- مسلمان باہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں' وہ ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے اور نہ اپنے بھائی کو دشمن کے حوالے کرتے ہیں۔

۵- جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّلْقِينِ فِي الْحَدِّ

باب 4: حد کے بارے میں تلقین کرنا

1346- اخرجه البخاري (338/12) كتاب الاكراه' باب: يمين الرجل لصاحبه- حديث (6951) و (116/5) كتاب المظالم' باب: لا يظلم المسلم ولا يسلمه' حديث (2442) ومسلم (535/8) كتاب البر والصلة والآداب' باب: تحريم الظلم' حديث (2580) وابو داؤد (690/2) كتاب الآداب' باب: المواخاة' حديث (4893) واحمد (91/2) قالوا' حدثنا الليث' عن عقيل' عن الزهري' عن سالم عن ابن عمر به.

1347 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ اَحَقٌّ مَا بَلَغَنِيْ عَنْكَ قَالَ وَمَا بَلَغَكَ عَنِّيْ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ وَقَعْتَ عَلٰى جَارِيَةِ اٰلِ فُلَانٍ قَالَ نَعَمْ فَشَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ مُّرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ماعز بن مالک سے فرمایا تھا: کیا وہ بات درست ہے جو تمہارے حوالے سے مجھ تک پہنچی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: میرے بارے میں کیا بات آپ تک پہنچی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے: تم نے فلاں قبیلے کی لڑکی کے ساتھ زنا کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! پھر انہوں نے چار مرتبہ یہ اعتراف کیا' تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

اس بارے میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو سماک بن حرب کے حوالے سے' سعید بن جبیر کے حوالے سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

انہوں نے اس کی سند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دَرْءِ الْحَدِّ عَنِ الْمُعْتَرِفِ اِذَا رَجَعَ

باب 5: اعتراف کرنے والا جب رجوع کر لے تو اس سے حد کو ساقط کر دینا

1348 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ مَاعِزٌ الْاَسْلَمِيُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ زَنٰى فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَدْ زَنٰى فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَدْ زَنٰى فَاَمَرَ بِهٖ فِي الرَّابِعَةِ فَاُخْرِجَ اِلَى الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّ يَشْتَدُّ حَتّٰى مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَهٗ لَحْيُ جَمَلٍ فَضَرَبَهٗ بِهٖ وَضَرَبَهُ النَّاسُ حَتّٰى مَاتَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ

1347- اخرجه مسلم (170/6) كتاب الحدود: باب: من اعترف على نفسه بالزنى' حديث (1693) وابوداؤد (552/2) كتاب الحدود' باب: رجم ماعز بن مالك' حديث (4425) واحمد (328'214'245/1) عن سماك' بن حرب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس به.

1348- اخرجه ابن ماجه (854/2) كتاب الحدود' باب: الرجم' حديث (2554) واحمد بن حنبل في مسنده (450/2) من طريق محمد بن عمرو' عن ابي سلمة عن ابي هريرة به.

فَرَّ حِيْنَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

اسنادِ دیگر: وَرُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ماعز اسلمی، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: اس نے زنا کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ دوسری سمت سے آیا اور اس نے بتایا: اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر اس سے منہ پھیر لیا پھر وہ دوسری طرف سے آیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت چوتھی مرتبہ کے اعتراف کے بعد اسے حرہ کے میدان میں لے جایا گیا اور پتھروں کے ذریعے سنگسار کر دیا گیا جب اسے پتھروں کی تکلیف پہنچی تو وہ بھاگا' یہاں تک کہ وہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرا جس کے پاس اونٹ کا جبڑا موجود تھا۔ اس شخص نے وہی اسے مار دیا۔ لوگوں نے بھی اسے مارا' یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا بعد میں لوگوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا کہ جب اسے پتھروں کی تکلیف اور موت کی تکلیف محسوس ہوئی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

یہی روایت دیگر سند کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔

یہی روایت ابوسلمہ کے حوالے سے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔

1349 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَسْلَمَ جَآءَ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ اعْتَرَفَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ حَتّٰى شَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبِكَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا قَالَ اَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ فَاُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا وَّلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1349- اخرجه البخاری (119/12) کتاب الحدود' باب: رجم المحصن' حدیث (6814)(300/9) کتاب الطلاق' باب: الطلاق فی الاغلاق' حدیث (5270) ومسلم (166-164/6) الابی' کتاب الحدود' باب: من اعترف علی نفسه بالزنی' حدیث (1691/16) وابو داؤد (553/2) کتاب الحدود' باب: رجم ماعز بن مالک' حدیث (4430) والنسائی (63/4) کتاب الجنائز' باب: ترک الصلوٰۃ علی المرجوم' والدارمی (176/2) کتاب الحدود' باب: الاعتراف بالزنا' واحمد (323/3) عن الزهری' عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن جابر به.

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْمُعْتَرِفَ بِالزِّنَا اِذَا اَقَرَّ عَلٰى نَفْسِهٖ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ اُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا اَقَرَّ عَلٰى نَفْسِهٖ مَرَّةً اُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَحُجَّةُ مَنْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ

حدیثِ دیگر: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِيْ زَنٰى بِامْرَاَةِ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِطُوْلِهٖ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْدُ يَا اُنَيْسُ عَلٰى امْرَاَةِ هٰذَا فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا وَلَمْ يَقُلْ فَاِنِ اعْتَرَفَتْ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے زنا کرنے کا اعتراف کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر اعتراف کیا آپ نے پھر اس سے منہ پھیر لیا' یہاں تک کہ اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ یہ گواہی دی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم پاگل ہو۔ اس نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم شادی شدہ ہو اس نے عرض کی: جی ہاں! تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اسے عید گاہ میں سنگسار کر دیا گیا جب اسے پتھروں کی تکلیف لاحق ہوئی تو وہ بھاگا لیکن اسے پکڑ کر سنگسار کر دیا گیا' یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں اچھے الفاظ استعمال کیے تاہم آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا یعنی زنا کا اعتراف کرنے والا شخص جب اپنی ذات کے حوالے سے چار مرتبہ اعتراف کر لے تو حد قائم ہو جائے گی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: جب کوئی شخص اپنے بارے میں ایک مرتبہ اعتراف کر لے تو بھی اس پر حد قائم ہو جائے گی۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں جو حضرات اس بات کے قائل ہیں' ان کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے منقول وہ روایت ہے: دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے بیٹے نے ایک عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

یہ حدیث طویل ہے۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے انیس! تم اس عورت کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے سنگسار کر دینا یہ حضرات فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا: وہ عورت چار مرتبہ اعتراف کرے۔

شرح

مفہوم حدیث:

حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہو پھر امام وقت یا قاضی کے علم میں بھی یہ بات آ چکی ہو تو مستحب یہ ہے کہ مجرم کو اعتراف جرم کی تلقین کی جائے۔ اگر وہ اعتراف جرم کر لیتا ہے تو شرعی سزا اس پر نافذ کر دی جائے گی تا کہ وہ آخرت کی شدید سزا کی بجائے دنیا میں سزا بھگت کر بری الذمہ ہو جائے۔ کوئی بھی جرم دو امور سے ثابت ہوتا ہے: (۱) مجرم کے اقرار و اعتراف سے (۲) شرعی گواہی کے قیام سے۔

اگر مجرم اپنے جرم کا اعتراف کرے پھر وہ سزا نافذ ہونے سے قبل یا درمیان میں اپنے قول سے رجوع کر لے خواہ یہ رجوع فعلی ہو تو اس صورت میں حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ جب مجرم کا قول اعتراف معتبر تھا تو قول رجوع بھی معتبر تصور ہوگا۔ اگر حد گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوئی ہو پھر وہ اپنے قول سے رجوع کریں تو حد ساقط ہو جائے گی جبکہ گواہوں پر حد قذف جاری ہوگی۔

سوال: اس مقام پر اشکال یہ ہے کہ کچھ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب غلطی ہوئی تو وہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعتراف جرم کیا تو آپ نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا وہ دوسری طرف سے آئے پھر اقرار جرم کیا آپ نے پھر اعراض کیا حتیٰ کہ انہوں نے چار بار بطور مجرم اپنے آپ کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار بار ہی اعراض کیا۔ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاضر ہونے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: اس تعارض کا ارتفاع اس طرح ہے کہ اس واقعہ کی اطلاع تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے پہنچ چکی تھی پھر آپ نے انہیں اس خیال سے طلب کیا کہ اگر وہ اس واقعہ سے انکار کریں یہ معاملہ یہاں ہی ختم کر دیا جائے مگر انہوں نے حاضر خدمت ہو کر اعتراف جرم کر لیا آپ نے اعراض کیا وہ دوسری طرف سے حاضر ہوئے اور اقبال جرم کیا حتیٰ کہ چار بار اقرار جرم کیا تو آپ چار بار ہی اعراض فرماتے رہے۔ آپ کی طرف سے اعراض فرمانے کے باوجود حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار بار اقرار جرم کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور حد انہیں رجم کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اس طرح مختلف روایات میں تعارض کا ارتفاع ہو جاتا ہے۔

اعتراف جرم میں مذاہب آئمہ

مجرم کتنی بار اعتراف جرم کرے تو اسے سزا دی جا سکے گی؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس میں دو مذاہب ہیں۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک دو بار اعتراف جرم کرنے سے سزا نہیں دی جائے گی بلکہ کم از کم چار بار اقرار جرم کرنے سے جرم ثابت ہوگا اور اس کا نفاذ ہوگا۔ آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار بار اقرار جرم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا تھا۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بار بھی اعتراف جرم سے رجم کیا جا سکتا ہے۔انہوں نے حضرت عسیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ جب انہوں نے ایک بار اعتراف جرم کرلیا تو انہیں رجم کرنے کا حکم دیا گیا۔اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں فرمایا:**اغـدیا انیس الی امراة هذا فان اعترفت فـارجمها** ''اے انیس!تم اس خاتون کے پاس جاؤ جس سے انہوں نے زنا کیا ہے'اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کردو۔''اس روایت سے ثابت ہوا کہ ایک بار اعتراف جرم سے حد واجب ہو جاتی ہے۔اگر چار بار اعتراف ضروری ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں فرماتے:**فـان اعتـرفت اربع مرات فارجمها** یعنی وہ عورت چار بار اعتراف جرم کر لے تو اسے رجم کردو۔اس سے ثابت ہوا کہ ایک بار اقرار کرنے سے بھی جرم ثابت ہو جاتا ہے اور حد جاری کی جا سکتی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:فان اعترفت سے مراد ہے:**فان اعترفت بالطریق المعروف** یعنی وہ عورت معروف طریقہ کے مطابق اعتراف جرم کرلے تو اسے رجم کردو۔وہ معروف طریقہ چار بار اعتراف جرم ہے۔

سوال:حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جبکہ ''غامدیہ'' خاتون کی نماز جنازہ ادا فرمائی تھی'اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:غامدیہ خاتون نے موثر طریقہ سے توبہ کی تھی'اسی لیے کہ وہ جرم کا اعتراف کرنے کے لیے ازخود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔آپ نے فرمایا:تیرے پیٹ میں بچہ ہے'جب بچے کی پیدائش ہو جائے'دودھ پینے سے مستغنی ہو جائے اور کھانا پینا شروع کردے پھر میرے پاس آنا۔جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا'وہ دودھ پینے کا محتاج نہ رہا بلکہ اس نے کھانا پینا شروع کردیا تو وہ دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔اس کے اقرار جرم کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں یہ بھی فرمایا:اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کا دسواں حصہ اہل مدینہ میں تقسیم کی جائے تو سب کی مغفرت ہو سکتی ہے۔

اس کے برعکس حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بخود اقرار جرم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے تھے بلکہ بعض صحابہ کے مشورہ سے حاضر ہوئے تھے۔دوران رجم کمال طریقہ سے وہ ثابت قدم بھی نہ رہے'بلکہ وہ دوڑنے کی کوشش کرتے رہے۔وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رجم کیے جانے کی خواہش سے نہیں آئے تھے بلکہ معافی مانگنے اور معاف کیے جانے کے ارادہ سے حاضر ہوئے تھے۔خواہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غامدیہ خاتون کا جرم یکساں تھا لیکن دونوں کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے طریقہ کار'اعتراف جرم اور توبہ میں زمین وآسمان کا فرق تھا۔اسی فرق وامتیاز کو مزید نمایاں کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''غامدیہ'' خاتون کی نماز جنازہ ادا فرمائی جبکہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ میں شامل نہ ہوئے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ اَنْ يُّشَفَّعَ فِي الْحُدُوْدِ

باب 6: حدود کے بارے میں سفارش کرنا حرام ہے

1350 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا مَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ فَقَالَ اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ مَسْعُوْدِ ابْنِ الْعَجْمَاءِ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّيُقَالُ مَسْعُوْدُ بْنُ الْاَعْجَمِ وَلَهُ هٰذَا الْحَدِيْثُ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ قریش' مخزوم قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کے سلسلے میں پریشان تھے جس نے چوری کی تھی۔ انہوں نے سوچا اس عورت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کون بات کرے گا پھر انہیں خیال آیا کہ یہ جرأت صرف حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کر سکتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے محبوب ہیں۔ اسامہ نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بات کی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہے ہو۔ پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے۔ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے کے لوگ اس لیے ہلاکت کا شکار ہو گئے کہ جب ان میں کوئی صاحب حیثیت شخص چوری کرتا تھا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور شخص چوری کرتا تھا تو وہ اس پر حد جاری کر دیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ نے چوری کا ارتکاب کیا ہوتا تو میں اس کا ہاتھ بھی کٹوا دیتا۔

اس بارے میں حضرت مسعود بن عجماء رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ایک قول کے مطابق یہ مسعود بن اعجم ہیں۔ اور ان سے صرف یہی حدیث منقول ہے۔

1350- اخرجه البخاری (593/6) كتاب احاديث الانبياء: باب (54) حديث (3475) و (110/7) كتاب: فضائل الصحابة' باب: ذكر اسامة بن زيد حديث (3733) و (89/12) كتاب الحدود' باب: كراهية الشفاعة فی الحد-' حديث (6788) ومسلم: (153/6) كتاب الحدود' باب: قطع السارق الشريف وغيره-' حديث (1688/8) وابوداؤد (537/2) كتاب الحدود: باب: فی الحد يشفع' حديث (4373) والنسائی (72/8) كتاب قطع السارق' باب: ذكر اختلاف الناقلين لخبر الزهری فی المخزومية التی سرقت' وابن ماجه (851/2) كتاب الحدود' باب الشفاعة فی الحدود' حديث (2547) والدارمی (173/2) كتاب الحدود' باب: الشفاعة فی الحدود دون السلطان' واحمد (41/6'62) عن الزهری عن عروة بن الزبير بن عائشه به.

شرح

حدود میں سفارش کی ممانعت

فتح مکہ کے بعد قریش کے مشہور قبیلہ بنومخزوم کی ایک خاتون نے چوری کی جس کا نام فاطمہ تھا۔ اس واقعہ کی وجہ سے قریش پریشان ہوئے کہ اگر اس جرم کے نتیجہ میں ہماری لڑکی کا ہاتھ کاٹا گیا تو ہماری عزت خاک میں مل جائے گی۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کی جائے کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اب یہ سفارش کون کرے گا؟ اس بارے میں سوچ و بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ یہ خدمت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرانجام دیں گے کیونکہ ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نظر اور شفقت ہے۔ قریش کے اصرار پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کر دی کہ چوری کرنے والی خاتون کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ یہ سفارش سن کر آپ بہت ناراض ہوئے اور اس موقع پر مختصر خطبہ ارشاد فرمایا: تم لوگ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزاؤں کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہو گئے کہ اگر ان کا کوئی معمولی شخص چوری کرتا تو اسے سزا دی جاتی تھی اور امیر و کبیر کے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جاتی تھی۔ قسم بخدا! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ حدیث باب سے ثابت ہوا کہ حدود اربعہ (چار شرعی سزائیں) برحق ہیں اور ان میں تبدیلی یا تخفیف یا معافی کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ان میں تخفیف یا معافی کی سفارش کرنا بھی جرم ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ان میں تخفیف کی سعی کرنا' سامان ہلاکت ہے۔ اسلام کے اصول سزا اور عدالت میں سب برابر ہیں اور کسی کو فوقیت حاصل نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَحْقِیْقِ الرَّجْمِ

باب 7: رجم کی تحقیق کا بیان

1351 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ یُوْسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ

متنِ حدیث: رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمَ اَبُوْ بَکْرٍ وَّرَجَمْتُ وَلَوْلَا اَنِّیْ اَکْرَهُ اَنْ اَزِیْدَ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ لَکَتَبْتُهٗ فِی الْمُصْحَفِ فَاِنِّیْ قَدْ خَشِیْتُ اَنْ تَجِیْءَ اَقْوَامٌ فَلَا یَجِدُوْنَهٗ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ فَیَکْفُرُوْنَ بِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِیٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عُمَرَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَّرُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ عُمَرَ

1351- اخرجه مالك (823/2) كتاب الحدود' باب: ما جاء في الرجم حديث (10) واحمد (43'36/1) عن سعيد بن المسيب ان عمر بن الخطاب به

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے رجم کروایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رجم کروایا تھا۔ میں نے بھی رجم کروایا ہے اگر میں اس بات کو ناپسند نہ کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کوئی اضافہ کروں تو میں اس کو مصحف میں لکھوا دیتا کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے: کچھ لوگ آئیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اسے نہیں پائیں گے تو اس کا انکار کردیں گے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

1352 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ فِيمَا اَنْزَلَ عَلَيْهِ اٰيَةُ الرَّجْمِ فَرَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ وَاِنِّيْ خَائِفٌ اَنْ يَّطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ فَيَقُوْلَ قَائِلٌ لَّا نَجِدُ الرَّجْمَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ اَلَا وَاِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى اِذَا اَحْصَنَ وَقَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ حَبَلٌ اَوِ اعْتِرَافٌ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَرُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا۔ اس نے آپ پر کتاب نازل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو چیز نازل کی اس میں رجم سے متعلق آیت بھی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے رجم کروایا ہے۔ آپ کے بعد ہم نے رجم کروایا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہے: جب طویل زمانہ گزر جائے گا تو کوئی شخص یہ کہے گا ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رجم کا حکم نہیں ملتا تو وہ لوگ ایک فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا۔ یاد رکھنا رجم کا حکم حق ہے۔ اس شخص کے لیے جو زنا کا ارتکاب کرے جبکہ وہ شادی شدہ ہو اور ثبوت قائم ہو جائیں یا حمل کی وجہ سے (زنا ظاہر ہو) یا اعتراف کی وجہ سے (ثابت ہو)

1352- اخرجه البخاری (148/12) كتاب الحدود، باب: رجم الحبلى من الزنا اذا احصنت، حديث (6830) ومسلم (162/2) كتاب الحدود، رجم الثيب في الزنى، حديث (1691) وابو داؤد (550/2) كتاب الحدود، باب: في الرجم، حديث (4418) وابن ماجه (853) كتاب الحدود، باب: الرجم، حديث (2553) ومالك (823/2) كتاب الحدود، باب: ما جاء في الرجم حديث (8) والدارمي (179/2) كتاب الحدود، باب: في حد المحصنين بالزنا، والحميدي (16/1) حديث (25) واحمد (23/1، 40، 55) عن ابن شهاب الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن ابن عباس عن عمر به۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

رجم کی سزا قرآن میں

احادیث باب کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ رجم کرنے کی آیت قرآن میں تھی جو منسوخ کر دی گئی ہے لیکن اس کا حکم باقی ہے۔ یہ سزا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجم کی سزا دی تھی اور اسے حق قرار دیا تھا۔ آیت رجم تورات کا حصہ بھی تھی۔ یہ سزا حق ہے جو دور رسالت، دور خلفاء راشدین اور بعد ازاں بھی دی جاتی رہی ہے۔ اب بھی اس کا حکم باقی ہے، جس میں تخفیف یا تبدیلی ہرگز نہیں ہو سکتی۔

وہ آیت یہ ہے:

الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم

شادی شدہ مرد اور عورت دونوں جب زنا کا ارتکاب کرلیں تو تم انہیں قطعی طور پر رجم کر دو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے اور اللہ غالب و حکمت والا ہے۔''

یہ آیت سورۃ الاحزاب کا حصہ تھی۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد ۲، ص ۱۴۳)

آیات قرآن کی تفصیل

آیات قرآن تین قسم کی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- وہ آیات مبارکہ ہیں جن کی تلاوت و حکم دونوں باقی ہیں۔ وہ تمام قرآن کریم ہے۔

۲- وہ آیات ہیں جن کی تلاوت باقی ہے لیکن حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ یہ تعداد میں بیس آیات ہیں۔ یہ قرآن کریم میں اس لیے باقی رکھی گئی ہیں کہ بعض زمانوں اور بعض صورتوں میں معمول بہ بھی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً مصارف زکوٰۃ میں ایک مصرف مؤلفۃ القلوب ہے جو منسوخ ہے، تاہم آئندہ کہیں قرون اولیٰ جیسا زمانہ آنے پر یہ مصرف بحال بھی ہو سکتا ہے۔

۳- وہ آیات ہیں جن کا حکم باقی ہے مگر تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ وہ ایک آیت ہے۔ اس کی تلاوت منسوخ کرنے اور حکم باقی رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کتاب احکام ہے اور کتاب دعوت بھی۔ جب غیر مسلم قرآن کا مطالعہ کرتا ہوا اس آیت پر پہنچتا تو وہ چونک جاتا کہ اس دین میں اتنی سخت گرفت ہے، کیونکہ ان کے نزدیک زنا کاری جرم نہیں ہے۔ وہ اسلام کے قریب آنے یا اس میں داخل ہونے کی بجائے وہ نہ صرف خود دور ہو جاتا بلکہ اپنے ہم خیال اور ہم عقیدہ لوگوں کو بھی اس کے قریب تک نہ آنے دیتا۔ اس طرح قرآن کریم کا ایک پہلو ''کتاب دعوت'' غیر مؤثر ہو جاتا۔

سوال: اگر آیت رجم قرآن کا حصہ تھی تو وہ قرآن میں لکھنی چاہیے تھی خواہ لوگ کچھ بھی خیال کرتے۔ اگر یہ آیت قرآن کا حصہ نہیں تھی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لکھنے کا قصد کیوں فرمایا تھا؟

جواب: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے میرا یہ قصد تھا کہ میں منسوخ شدہ آیت رجم کو قرآن کے حاشیہ پر لکھ دیتا کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں ہے، بلکہ اس کا حکم باقی ہے۔ (مسند امام احمد) بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآن کریم کے اپنے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر اسی طرح تحریر بھی کیا تھا۔

ثبوت زنا میں مذاہب آئمہ

تمام آئمہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ زنا دو طریقوں سے ثابت ہوتا ہے: (۱) چار آدمیوں کی عینی گواہی سے (۲) یا مجرم کے اقرار سے۔ سوال یہ ہے کہ مجرم کا اقرار کتنی بار ہونا چاہیے؟ اس مسئلہ میں دو مذاہب ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مجرم کے ایک مجلس میں چار بار اقرار کرنے سے زنا ثابت ہوگا۔ تاہم جب قرینہ پایا جائے تو ایک بار اقرار سے بھی زنا ثابت ہو جاتا ہے مثلاً زانی یا زانیہ میں سے ایک پر حد جاری کی تو دوسرا ایک بار بھی اقرار کرے گا، تو زنا ثابت ہو جائے گا یا زانیہ حاملہ ایک دفعہ اقرار کرلے تو زنا ثابت ہو جائے گا۔ ایک دفعہ بھی اس نے اقرار نہ کیا تو محض حمل سے زنا ثابت نہیں ہوگا کہ اسے سزا دی جاسکے کیونکہ ممکن ہے اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا ہو جس سے حد جاری نہیں ہوسکتی۔

۲- حضرت مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم، ایک مجلس میں کم از کم چار بار اقرار کرے گا، تو زنا ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔ تاہم کنواری عورت اگر حاملہ ہو، تو اس کا حمل ہی ثبوت زنا کے لیے کافی ہے اور اس کے لیے ایک بار بھی اقرار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجْمِ عَلَى الثَّيِّبِ

باب 8: رجم کا حکم شادی شدہ شخص کے لیے ہے

1353 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ سَمِعَهُ مِنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّشِبْلٍ

1353- اخرجه البخاری (532/11) کتاب الایمان والنذور، باب: کیف کانت یمین النبی صلی الله علیه وسلم حدیث (6634،6633) (179/12) کتاب الحدود، باب: اذا رمی امرأته او امرأة غیره- حدیث (6843،6842) ومسلم (182/6) کتاب الحدود، باب: من اعترف علی نفسه بالزنی، حدیث (1698-1697/25) وابو داؤد (558/2) کتاب الحدود، باب: المرأة التی امر النبی برجمها من جهینة، حدیث (4445) والنسائی (241,240/8) کتاب آداب القضاة، باب: صون النساء عن مجلس الحکم وابن ماجه (852/2) کتاب الحدود، باب: حد الزنا، حدیث (2549) ومالك (822/2) کتاب الحدود: باب: ما جاء فی الرجم، حدیث (6) والدارمی (177/2) کتاب الحدود، باب: الاعتراف بالزناء، واحمد (115/4) والحمیدی (355،354/2) رقم (811) عن الزهری، عن عبید الله بن عبد الله بن عتبة عن ابی هریرة وزید بن خالد به.

متن حدیث: اَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فَقَامَ اِلَيْهِ اَحَدُهُمَا وَقَالَ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَمَا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ خَصْمُهُ وَكَانَ اَفْقَهَ مِنْهُ اَجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاْذَنْ لِيْ فَاَتَكَلَّمَ اِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيفًا عَلٰى هٰذَا فَزَنٰى بِامْرَاَتِهِ فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّ عَلٰى ابْنِي الرَّجْمَ فَفَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَّخَادِمٍ ثُمَّ لَقِيْتُ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فَزَعَمُوْا اَنَّ عَلٰى ابْنِيْ جَلْدَ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبَ عَامٍ وَّاِنَّمَا الرَّجْمُ عَلٰى امْرَاَةِ هٰذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ الْمِائَةُ شَاةٍ وَّالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلٰى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ وَّاغْدُ يَا اُنَيْسُ عَلٰى امْرَاَةِ هٰذَا فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِاِسْنَادِهٖ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ بِمَعْنَاهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَهَزَّالٍ وَّبُرَيْدَةَ وَسَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ وَاَبِيْ بَرْزَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَهٰكَذَا رَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّمَعْمَرٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیثِ دیگر: وَرَوَوْا بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَاجْلِدُوْهَا فَاِنْ زَنَتْ فِي الرَّابِعَةِ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ

وَرَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّشِبْلٍ قَالُوْا كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا رَوٰى ابْنُ عُيَيْنَةَ الْحَدِيْثَيْنِ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ وَّشِبْلٍ وَّحَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَهِمَ فِيْهِ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ اَدْخَلَ حَدِيْثًا فِيْ حَدِيْثٍ

وَالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيْدِ الزُّبَيْدِيُّ وَيُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَّابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَاجْلِدُوْهَا

وَالزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ شِبْلِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ الْاَوْسِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ

وَهٰذَا الصَّحِيْحُ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَشِبْلُ ابْنُ خَالِدٍ لَمْ يُدْرِكِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا رَوٰى شِبْلٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ الْاَوْسِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا الصَّحِيْحُ وَحَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّرُوِىَ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ شِبْلُ بْنُ حَامِدٍ وَّهُوَ خَطَاٌ اِنَّمَا هُوَ شِبْلُ بْنُ خَالِدٍ وَّيُقَالُ اَيْضًا شِبْلُ بْنُ خُلَيْدٍ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت شبل رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے ہیں: یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے دو آدمی آپس میں بحث کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر کھڑا ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کو اللہ کے نام کی قسم دیتا ہوں' جب آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کریں۔ دوسرا شخص بولا (راوی بیان کرتے ہیں) وہ زیادہ سمجھدار تھا جی ہاں یارسول اللہ! آپ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کریں لیکن آپ مجھے اجازت دیں تو میں کچھ کہوں۔ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں ملازم تھا۔ اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا ہے۔ لوگوں نے مجھے یہ بتایا کہ میرے بیٹے کو سنگسار کیا جائے گا' تو میں نے اس کے فدیے کے طور پر ایک سو بکریاں اور ایک خادم دے دیے ہیں' پھر میری ملاقات کچھ اہلِ علم سے ہوئی تو انہوں نے یہ بات بیان کی کہ میرے بیٹے کو ایک سو کوڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہو گی جبکہ سنگسار اس شخص کی بیوی کو کیا جائے گا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تم دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ ایک سو بکریاں اور خادم تمہیں واپس مل جائیں گے۔ تمہارے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے' اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا۔ (پھر نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا) اے انیس! تم کل اس شخص کی بیوی کے پاس جانا اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے سنگسار کر دینا۔

(راوی بیان کرتے ہیں) اگلے دن وہ اس خاتون کے پاس گئے اس عورت نے اعتراف کیا' تو انہوں نے اسے سنگسار کروا دیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ہزال، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور معمر اور دیگر راویوں نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

ان حضرات نے اس سند کے ہمراہ اسے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کیا ہے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی کنیز زنا کا ارتکاب کرے' تو اسے کوڑے لگواؤ پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ بھی زنا کا ارتکاب کرے' تو اسے فروخت کر دو! خواہ رسی کے عوض میں کرو۔

سفیان بن عیینہ نے زہری رحمہ اللہ کے حوالے سے، عبیداللہ کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ، حضرت شبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے۔

ابن عیینہ نے یہ دونوں روایات اسی طرح ایک ساتھ روایت کی ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت شبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عیینہ کی نقل کردہ حدیث وہم ہے۔ اس کے بارے میں سفیان بن عیینہ نے وہم کیا ہے۔ انہوں نے ایک حدیث کو دوسری میں ملا دیا ہے۔

درست روایت وہ ہے' جسے زبیدی اور یونس بن یزید نے' جو زہری رحمہ اللہ کے بھتیجے ہیں۔ زہری رحمہ اللہ کے حوالے سے، عبیداللہ کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جب کوئی کنیز زنا کا ارتکاب کرے۔

زہری نے عبیداللہ کے حوالے سے شبل بن خالد کے حوالے سے عبداللہ بن مالک اوسی کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: ''جب کوئی کنیز گناہ کا ارتکاب کرے''۔

محدثین کے نزدیک یہ روایت مستند ہے۔

حضرت شبل بن خالد رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا۔

حضرت شبل رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مالک اوسی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے احادیث نقل کی ہیں۔

یہ حدیث مستند ہے۔ ابن عیینہ سے منقول روایت محفوظ نہیں ہے۔

انہی کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے: شبل بن حامد نے یہ بات بیان کی ہے۔ یہ بات غلط ہے' کیونکہ ان کا نام شبل بن خالد ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام شبل بن خلید ہے۔

1354 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ زَاذَانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خُذُوْا عَنِّيْ فَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ ثُمَّ الرَّجْمُ وَالْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّنَفْيُ سَنَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1354- اخرجه مسلم (161, 156/6) كتاب الحدود' باب: حد الزنى حديث (1690/13-12) وابو داؤد (549/2) كتاب الحدود: باب: في الرجم حديث (4416-4415) وابن ماجه (852/2) كتاب الحدود: باب: حد الزنا حديث (2550) والدارمي (181/2) كتاب الحدود' باب: في تفسير قول الله تعالىٰ (او يجعل الله لهن سبيلا' النساء 15) واحمد (318'317'213/5) عن الحسن عن حطان بن عبد الله الرقاشي عن عبادة بن الصامت به.

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ وَّاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَّغَيْرُهُمْ قَالُوا الثَّيِّبُ تُجْلَدُ وَتُرْجَمُ وَاِلٰى هٰذَا ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ اِسْحٰقَ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَغَيْرُهُمَا الثَّيِّبُ اِنَّمَا عَلَيْهِ الرَّجْمُ وَلَا يُجْلَدُ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ هٰذَا فِيْ غَيْرِ حَدِيْثٍ فِيْ قِصَّةِ مَاعِزٍ وَّغَيْرِهٖ اَنَّهٗ اَمَرَ بِالرَّجْمِ وَلَمْ يَاْمُرْ اَنْ يُّجْلَدَ قَبْلَ اَنْ يُّرْجَمَ

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھ سے (شرعی احکام) حاصل کرو اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے حکم جاری کر دیا ہے۔ شادی شدہ شخص کو شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرنے کے نتیجے میں ایک سو کوڑے مارے جائیں گے پھر سنگسار کیا جائے گا۔ کنوارے شخص کو کنواری لڑکی کے ساتھ زنا کرنے پر ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔ ان میں حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں: شادی شدہ شخص کو کوڑے بھی مارے جائیں گے اور سنگسار بھی کیا جائے گا۔

بعض اہلِ علم نے اس بات کو اختیار کیا ہے۔ امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں: جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں: شادی شدہ شخص کو صرف سنگسار کیا جائے گا۔ اسے کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔

نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے بھی اسی کی مانند روایت کیا گیا ہے، جو حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی قصے میں اور دوسری حدیث میں منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے صرف سنگسار کرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ نے سنگسار کیے جانے سے پہلے کوڑے لگائے جانے کا حکم نہیں دیا تھا۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

شادی شدہ زانی یا زانیہ کی سزا رجم ہے

جب چار عینی گواہ گواہی پیش کر دیں یا مجرم ایک مجلس میں چار بار اقرار کرے یا حاملہ عورت ایک بار اقرار کرے، تو زنا ثابت ہو

جاتا ہے۔ اب اقرار کرنے والا شادی شدہ مرد یا عورت ہو تو اسے رجم کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ اگر وہ غیر شادی شدہ ہو تو اسے ایک سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ رجم اور سو کوڑوں کو جمع کر کے دونوں سزائیں نہیں دی جائیں گی بلکہ اپنے اپنے موقعہ پر ایک سزا دی جائے گی۔ تاہم قاضی یا امیر وقت کوڑوں کے ساتھ جلاء وطن کرنے کی سزا بھی تجویز کرتا ہے' تو وہ تعزیراً یا سیاستاً ہو گی۔

بَاب تَرَبُّصِ الرَّجْمِ بِالْحُبْلٰى حَتّٰى تَضَعَ

باب 9: حاملہ ملزمہ کو بچے کی پیدائش تک رجم نہ کرنا

1355 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ اعْتَرَفَتْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالزِّنَا فَقَالَتْ اِنِّي حُبْلٰى فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا فَقَالَ اَحْسِنْ اِلَيْهَا فَاِذَا وَضَعَتْ حَمْلَهَا فَاَخْبِرْنِي فَفَعَلَ فَاَمَرَ بِهَا فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا ثُمَّ اَمَرَ بِرَجْمِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَجَمْتَهَا ثُمَّ تُصَلِّي عَلَيْهَا فَقَالَ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ وَهَلْ وَجَدْتَ شَيْئًا اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جہینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں زنا کا اعتراف کیا۔ اس نے عرض کی: میں حاملہ ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلوایا اور فرمایا: اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو جب یہ بچے کو جنم دے' تو مجھے بتانا اس نے ایسا ہی کیا۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس عورت کے کپڑے اچھی طرح باندھ دیے گئے پھر نبی اکرم ﷺ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا' تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے اسے سنگسار کروایا ہے' پھر اس کی نماز جنازہ ادا کرنے لگے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے: اگر وہ مدینہ کے رہنے والے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کی جائے' تو ان کے لیے کافی ہو۔ تمہیں اس سے زیادہ فضیلت والی کوئی اور چیز ملتی ہے کہ اس نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1355- اخرجه مسلم (180/6) كتاب الحدود' باب: من اعتراف على نفسه بالزنى' حديث (1696/24) وابو داؤد (556/2) كتاب الحدود' باب: المرأة التي امر النبي برجمها من جهينة' حديث (4440'4441) والنسائي (63/4) كتاب الجنائز' باب: الصلوٰة على المرجوم' وابن ماجه (853/2) كتاب الحدود باب: الرجم حديث (2555) والدارمي (2/[illegible]) كتاب الحدود' باب: الحامل اذا اعترفت بالزنا واحمد (439/4 -437- 440)

شرح

حاملہ عورت کو وضع حمل کے بعد رجم کی سزا دینا

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ زنا سے حاملہ عورت کو دوران حمل سنگسار نہیں کیا جائے گا بلکہ وضع حمل کے بعد رجم کیا جائے گا۔ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون جو زنا سے حاملہ تھی' توبہ کی نیت سے حکم الٰہی کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتی ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف بھی کرتی ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حد جاری نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اب تم واپس چلی جاؤ۔ وضع حمل کے بعد جب بچہ دودھ پینے سے مستغنی ہو جائے گا' تو پھر میرے پاس آنا۔ اس خاتون کا وضع حمل ہو جاتا ہے اور بچہ بھی دودھ پینے سے مستغنی ہو جاتا ہے' تو وہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کرتی ہے اور اپنے جرم کا اقرار بھی کرتی ہے۔ آپ کی طرف سے اسے رجم کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ پھر اس خاتون کی نماز جنازہ بھی آپ پڑھاتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صورتحال سے متاثر ہو کر عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ! آپ نے اس خاتون کو رجم کرنے کا حکم دیا پھر اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں کہ اے عمر! اس خاتون نے ایسی توبہ کی ہے کہ جو ستر آدمیوں کی مغفرت کے لیے کافی ہو سکتی ہے۔ ثابت ہوا کہ زانیہ حاملہ عورت کو دوران حمل رجم نہیں کیا جائے گا بلکہ وضع کے بعد رجم کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوران حمل رجم کرنے کی صورت میں پیٹ کا بچہ بھی ہلاک ہو جائے گا جو معصوم اور بے گناہ ہے۔ اس طرح اسلام کا ہر اصول مسلمانوں کے لیے سراپا رحمت اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رَجْمِ اَهْلِ الْكِتَابِ

باب 10: اہلِ کتاب کو سنگسار کرنا

1356 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ يَهُوْدِيًّا وَّيَهُوْدِيَّةً

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو سنگسار کروا دیا تھا۔

1356- اخرجه البخاری (729/6) کتاب المناقب: باب قول الله تعالیٰ (یعرفونه کما یعرفون ابناء ھم- البقرہ 146) حدیث (3635) و (172/12) کتاب الحدود: باب: احکام اھل الذمة واحصانھم حدیث (6841) ومسلم (192/6) کتاب الحدود باب: رجم الیھود' اھل الذمة فی الزنی' حدیث (1699/27) وابو داؤد (558/2) کتاب الحدود' باب: رجم الیھودی والیھودیة' حدیث (2556) ومالك (819/2) کتاب الحدود: باب: ما جاء فی الرجم حدیث (1) والدارمی (178/2) کتاب الحدود' باب: فی الحکم بین اھل الکتب اذا تحاکموا الی حکام المسلمین والحمیدی (306/2) رقم (696) واحمد (5/2' 7' 17' 61' 76' 126) عن نافع عبد الله بن عمر به۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1357 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ يَهُوْدِيًّا وَّيَهُوْدِيَّةً

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَالْبَرَاءِ وَجَابِرٍ وَّابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا اخْتَصَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ وَتَرَافَعُوْا اِلٰى حُكَّامِ الْمُسْلِمِيْنَ حَكَمُوْا بَيْنَهُمْ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَبِاَحْكَامِ الْمُسْلِمِيْنَ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يُقَامُ عَلَيْهِمُ الْحَدُّ فِي الزِّنَا

قولِ امام ترمذی: وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی شخص اور ایک یہودی عورت کو سنگسار کروا دیا تھا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جب اہلِ کتاب کا آپس میں اختلاف ہو اور وہ اپنا مقدمہ مسلمان حکمرانوں کے سامنے پیش کریں تو مسلمان حکمران ان کے درمیان کتاب و سنت اور مسلمانوں کے احکام کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں: زنا کے بارے میں ان پر حد جاری نہیں کی جا سکتی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں): پہلی رائے درست ہے۔

1357- اخرجه ابن ماجه (854/2) كتاب الحدود' باب رجم اليهودي واليهودية' حديث (2557) واحمد 91/5، 94، قالوا' حدثنا شريك عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة به۔

شرح

محصن کو رجم کرنے میں اسلام شرط ہونے میں مذاہب آئمہ

جب شادی شدہ مرد یا عورت عاقل، بالغ، مسلمان اور آزاد زنا کا ارتکاب کرے، تو اسے رجم کیا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ محض مرد یا عورت کو رجم کرنے کے لیے ''اسلام'' شرط ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ محصن کو رجم کرنے کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے۔ غیر مسلموں کو رجم نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے اصولوں کے مطابق انہیں سزا دی جائے گی جو ایک سو کوڑے ہیں۔ آپ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے محصن کو رجم کرنے کے لیے اسلام شرط قرار دیا ہے۔

۲- حضرت امام ملک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک محصن کے رجم کے لیے اسلام شرط نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کا ارتکاب کرنے پر یہودی اور یہودیہ کو رجم کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) یہودی مرد اور یہودی عورت دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہودی قانون کے مطابق سزا بھگتنے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ چنانچہ انہیں اسلام کے قانون کے مطابق رجم نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان کے اپنے قانون کے مطابق رجم کیا گیا تھا۔ (۲) یہ واقعہ اس دور سے متعلق ہے، جب محصن کو رجم کرنے کے لیے اسلام شرط نہیں تھا جبکہ یہ شرط بعد میں عائد کی گئی تھی۔ اب محصن کے رجم کے لیے اسلام شرط ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّفْيِ

باب 11: جلاوطنی کا حکم

1358 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّيَحْيَى بْنُ اَكْثَمَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَاَنَّ عُمَرَ ضَرَبَ وَغَرَّبَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِدْرِيْسَ فَرَفَعُوْهُ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِدْرِيْسَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَاَنَّ عُمَرَ ضَرَبَ وَغَرَّبَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ

اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ وَهٰكَذَا رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ رِوَايَةِ ابْنِ اِدْرِيْسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ نَحْوَ هٰذَا

وَهٰكَذَا رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَاَنَّ عُمَرَ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّفْىُ رَوَاهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدُ بْنُ خَالِدٍ وَّعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ وَغَيْرُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعَلِيٌّ وَّاُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَّاَبُوْ ذَرٍّ وَّغَيْرُهُمْ وَكَذٰلِكَ رُوِىَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ فُقَهَاءِ التَّابِعِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (کوڑے) بھی لگوائے ہیں اور جلاوطن بھی کروایا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (کوڑے) بھی لگوائے ہیں اور جلاوطن بھی کروایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (کوڑے) بھی لگوائے ہیں اور جلاوطن بھی کروایا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔

کئی راویوں نے اسے عبداللہ بن ادریس کے حوالے سے نقل کیا ہے اور ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

بعض محدثین نے اس روایت کو عبداللہ بن ادریس کے حوالے سے' عبیداللہ کے حوالے سے' نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے بھی لگوائے ہیں اور جلاوطن بھی کروایا ہے۔ حضرت عمر نے کوڑے بھی لگوائے ہیں اور جلاوطن بھی کروایا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عبیداللہ بن عمر سے اسی کی مانند نقل کی گئی ہے۔

محمد بن اسحاق نے نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے بھی لگوائے ہیں اور جلاوطن بھی کروایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے بھی لگوائے ہیں اور جلاوطن بھی کروایا ہے۔

ان محدثین نے اس روایت میں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) تاہم نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے جلاوطنی کی سزا دینا مستند طور پر ثابت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور دیگر

حضرات شامل ہیں۔
تابعین فقہاء سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔

شرح

کوڑوں کی سزا کے ساتھ جلاوطن کرنا سزا کا حصہ ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب آئمہ

غیر شادی شدہ مرد یا عورت زنا کا ارتکاب کرے' تو اسے سو کوڑوں کی سزا کے ساتھ جلاءوطن کرنا' سزا کا حصہ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱۔حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ کنوارے کو سو کوڑوں کی سزا کے ساتھ جلاوطن کرنا اصل سزا کا حصہ ہے۔ پھر ان کا معمولی سا اختلاف بھی ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورت کو جلاوطن کرنے کی سزا نہیں دی جائے گی۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورت کو بھی جلا وطن کرنے کی سزا دی جاسکتی ہے اور اس صورت میں ولی بھی اس کی نگرانی کے لیے ساتھ جائے گا' کیونکہ عورت اکیلی سفر نہیں کر سکتی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جلاءوطن کرنا کنوارے کی سزا کا حصہ نہیں ہے۔ تاہم جلاءوطنی تعزیر ہے یا سیاسی امور سے متعلق معاملہ ہے۔ زنا کاری کا دروازہ عشق و محبت کا جنون ہے' جب عاشق و معشوق جلاوطن ہونے کے باعث ایک سال جدا رہیں گے تو قدرتی طور پر ان کے عشق و محبت کا جنون بھی اپنی موت آپ مر جائے گا۔

آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں بھی کوڑوں کے ساتھ جلاوطن کی سزا' تعزیر سیاست سلطنت سے متعلق ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد ہمایوں میں ایک شخص کو سو کوڑوں کی سزا کے ساتھ جلاوطن کرنے کی بھی سزا دی تھی۔ اس شخص نے عیسائیت اختیار کر لی اور مرتد ہو کر روم چلا گیا۔ جب اس کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا: آئندہ میں کسی کو جلاوطن کرنے کی ہرگز سزا نہیں دوں گا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْحُدُوْدَ كَفَّارَةٌ لِاَهْلِهَا

باب 12: حدود (سزا ملنے والوں) کے لیے کفارہ ہوتی ہیں

1359 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَجْلِسٍ فَقَالَ تُبَايِعُوْنِىْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ

شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا قَرَاَ عَلَيْهِمُ الْاٰيَةَ فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ عَلَيْهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّجَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَخُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَمْ اَسْمَعْ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْحُدُوْدَ تَكُوْنُ كَفَّارَةً لِاَهْلِهَا شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاُحِبُّ لِمَنْ اَصَابَ ذَنْبًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَنْ يَّسْتُرَ عَلٰى نَفْسِهٖ وَيَتُوْبَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ

آثار صحابہ: وَكَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ اَنَّهُمَا اَمَرَا رَجُلًا اَنْ يَّسْتُرَ عَلٰى نَفْسِهٖ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میرے ہاتھ پر اس بات پر بیعت کرو کہ تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے چوری نہیں کرو گے زنا نہیں کرو گے۔

(راوی کہتے ہیں:) پھر آپ نے لوگوں کے سامنے ایک آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا:

تو تم میں سے جو شخص اس کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور جو کسی غلطی کا ارتکاب کرلے اور اس پر اسے سزا مل جائے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہوگی اور جو ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا اور اگر وہ چاہے تو (آخرت میں) اسے عذاب دے گا اور اگر چاہے تو اس کی مغفرت کردے گا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت جریر بن عبداللہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس موضوع پر اس سے زیادہ بہتر حدیث میں نے اور کوئی نہیں سنی ہے کہ حد جرم کرنے والوں کے لیے کفارہ ہوتی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پسند ہے: جو شخص کسی جرم کا ارتکاب کرے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے تو وہ شخص خود بھی انہیں پردہ پوشی کرے اور اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان معاملہ رکھتے ہوئے توبہ کرلے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ بات روایت کی گئی ہے: انہوں نے ایک شخص کو یہ ہدایت کی تھی کہ اپنی ذات کے حوالے سے پردہ پوشی سے کام لے۔

1359- اخرجه البخاري (81/1) كتاب الايمان: باب- حديث (18) ومسلم (213/6) كتاب الحدود (1709) والنسائي (141/7) كتاب البيعة' باب: البيعة على الجهاد و (161/7) كتاب البيعة' باب: من وفى بما بايع عليه و (108/8) كتاب الايمان و شرائعه' باب: البيعة على الاسلام' والدارمي (220/2) كتاب السير' باب: في بيعة النبي صلى الله عليه وسلم والحميدي (191/1) حديث (387) واحمد (314/5'320) عن الزهري عن ابي ادريس الخولاني' عن عبادة بن الصامت به.

شرح

حدود کے کفارہ سیئات یا زواجر ہونے میں مذاہب آئمہ:

حدود کفارہ سیئات ہیں یا زواجر ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے حدود کفارہ سیئات نہیں ہیں بلکہ زواجر کی حیثیت رکھتی ہیں یعنی حدود کا مقصد زجر وتوبیخ اور معصیات کے ارتکاب سے بچانا ہے۔ کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ ضروری ہے' خواہ قولی ہو یا فعلی ہو۔ قولی تو واضح ہے کہ زبان سے گناہ کا اقرار کر کے حالت ندامت میں معافی کا طلبگار رہونا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا وعدہ کرنا ہے۔ فعلی توبہ سے مراد ہے کہ آدمی مکمل طور پر گناہوں کو ترک کر دے۔ حدود کے نفاذ سے فعلی توبہ حاصل ہو جاتی ہے' جس وجہ سے اسے کفارہ سیئات کہا جاتا ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدود کفارہ سیئات ہیں یعنی حدود کے نفاذ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَی الْاِمَاءِ

باب 13: کنیزوں پر حد جاری کرنا

1360 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَجْلِدْهَا ثَلَاثًا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ عَادَتْ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّشِبْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ الْاَوْسِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِیَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ رَاَوْا اَنْ يُّقِيْمَ الرَّجُلُ الْحَدَّ عَلٰى مَمْلُوْكِهٖ دُوْنَ السُّلْطَانِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالَ بَعْضُهُمْ يُرْفَعُ اِلَى السُّلْطَانِ وَلَا يُقِيْمُ الْحَدَّ هُوَ بِنَفْسِهٖ

قولِ امام ترمذی: وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کسی شخص کی کنیز زنا کا ارتکاب

1360- انفرد بہ الترمذی' ینظر تحفۃ الاشراف (375/9) حدیث (12497) واخرجہ النسائی فی السنن الکبری (299/4) رقم (5/7243)

کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کے مطابق تین مرتبہ اسے کوڑے لگوائے اگر وہ پھر (یعنی چوتھی مرتبہ) ایسا کرے تو اسے فروخت کردے خواہ بالوں کی ایک رسی کے عوض میں کرے۔

اس بارے میں حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ شبل کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مالک اوسی رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔ یہی روایت ان کے حوالے سے ایک اور سند کے ہمراہ بھی نقل کی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک آدمی اپنے (غلام یا کنیز) پر حد قائم کرسکتا ہے اس کے لیے حاکم کی ضرورت نہیں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: معاملہ حاکم کے سپرد کرے گا اور آدمی بذات خود حد قائم نہیں کرے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) پہلی رائے درست ہے۔

1361 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: خَطَبَ عَلِيٌّ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَقِيْمُوا الْحُدُوْدَ عَلٰى اَرِقَّائِكُمْ مَنْ اَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ وَاِنَّ اَمَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَجْلِدَهَا فَاَتَيْتُهَا فَاِذَا هِيَ حَدِيْثَةُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ فَخَشِيْتُ اِنْ اَنَا جَلَدْتُهَا اَنْ اَقْتُلَهَا اَوْ قَالَ تَمُوْتَ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اَحْسَنْتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَالسُّدِّيُّ اسْمُهٗ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ قَدْ سَمِعَ مِنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَرَاَى حُسَيْنَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

◄► حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! اپنے غلاموں اور کنیزوں پر بھی حدود قائم کرو ان میں سے جو شادی شدہ ہوں اور جو شادی شدہ نہ ہوں بے شک نبی اکرم ﷺ کی ایک کنیز نے زنا کا ارتکاب کیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ ہدایت کی تھی کہ میں اسے کوڑے لگواؤں میں اس کے پاس آیا تو ابھی اس کے نفاس کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے اسے کوڑے لگائے تو میں اسے قتل کر دوں گا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) وہ مر جائے گی میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے ٹھیک کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1361- اخرجه مسلم (198/6) كتاب الحدود باب: تأخير الحد عن النفساء حديث (1705/34) واحمد (156/1) عن اسماعيل السدى عن سعد بن عبيدة عن ابى عبد الرحمن السلمى قال خطب على به.

سدی کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن ہے۔ یہ تابعین میں سے ہیں' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی زیارت کی ہے۔

1362 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ زَيْدِ الْعَمِّيِّ عَنْ اَبِى الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ الْحَدَّ بِنَعْلَيْنِ اَرْبَعِيْنَ قَالَ مِسْعَرٌ اَظُنُّهُ فِى الْخَمْرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَزْهَرَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَالسَّائِبِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ سَعِيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَّاَبُو الصِّدِّيْقِ النَّاجِيُّ اسْمُهٗ بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو وَيُقَالُ بَكْرُ بْنُ قَيْسٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حد میں چالیس جوتے مارنے کی حد مقرر کی ہے۔ مسعر نامی راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے یہ حکم شراب پینے والے کے لیے ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت سائب رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

ابوصدیق ناجی نامی راوی کا نام بکر بن عمرو ہے۔ اور ایک قول کے مطابق بکر بن قیس ہے۔

1363 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَال سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ اُتِىَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَضَرَبَهٗ بِجَرِيْدَتَيْنِ نَحْوَ الْاَرْبَعِيْنَ وَفَعَلَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ اسْتَشَارَ النَّاسَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ كَاَخَفِّ الْحُدُوْدِ ثَمَانِيْنَ فَاَمَرَ بِهٖ عُمَرُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ

1362- اخرجه احمد (98'32/3) عن مسعر' عن زيد العمى' عن ابى الصديق الناجى' عن ابى سعيد الخدرى به.

1363- اخرجه البخارى (64/12) كتاب الحدود' باب: ما جاء فى ضرب شارب الخمر' حديث (6773) و (67/12) كتاب الحدود' باب: الضرب بالجريد والنعال' حديث (6776) ومسلم (204'200/6) كتاب الحدود: باب حد الخمر' حديث (1706) وابو داؤد (569/2) كتاب الحدود' باب فى الحد فى الخمر' حديث (4479) وابن ماجه (858/2) كتاب الحدود' باب: حد السكران' حديث (2570) واحمد (272'176'115/3) عن شعبة عن قتادة عن انس به.

حَدَّ السَّكْرَانِ ثَمَانُوْنَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا' جس نے شراب پی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے دو چھڑیوں کے ذریعے اسے چالیس چھڑیاں لگوائیں۔

(راوی بیان کرتے ہیں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا (یعنی چالیس چھڑیوں کی سزا دی)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے لوگوں سے اس بارے میں مشورہ کیا' تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے حدود میں سب سے کم تر حد کی طرح سزا ہونا چاہیے جو اسی کوڑے ہیں' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق حکم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: (نشہ کرنے والے شخص کی سزا) 80 کوڑے ہیں۔

شرح

غلاموں اور لونڈیوں پر حد جاری کرنے کا حق آقا کو حاصل میں مذاہب آئمہ:

اس مسئلہ پر تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ شادی شدہ غلاموں اور کنیزوں کی سزا پچاس کوڑے ہے' اس کی تصریح بایں الفاظ کی گئی ہے: فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ (النساء: ۲۵) ''پس جب وہ قید میں آ جائیں پھر برائی کا ارتکاب کر لیں تو ان پر آزاد کی آدھی سزا ہے۔'' سوال یہ ہے کہ حد جاری کرنے کا حق حاکم وقت کو حاصل ہے یا آقا کو بھی؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یہ حق صرف حاکم کو حاصل ہے اور آقا کو حاصل نہیں ہے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت باب سے استدلال کیا ہے کہ جس میں تصریح ہے کہ تم لوگ اپنے غلاموں اور باندیوں پر حد جاری کراؤ اور ان کے گناہ مخفی نہ رکھو کیونکہ آقا اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ اس کے غلام یا کنیز میں کوئی عیب موجود ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تم ایسا کام نہ کرو بلکہ قاضی کو باخبر کرو تا کہ شرعی شہادت قائم ہو جانے پر وہ حد نافذ کرے اور تم ان پر حد نافذ کراؤ تا کہ آئندہ وہ ایسی شنیع حرکت کا ارتکاب نہ کریں۔

۲- حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حاکم وقت کے علاوہ حد نافذ کرنے کا اختیار و حق آقا کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے' جس میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ قاضی کو اطلاع دے کر اس کے ذریعے تم حد نافذ کراؤ تا کہ آئندہ وہ ایسی حرکت کا ارتکاب کرنے سے باز آ جائیں۔

فائدہ نافعہ: جب مجرم اتنا کمزور و نحیف ہو کہ کوڑے لگانے سے اس کی موت واقع ہو سکتی ہو' تو اس کی سزا میں تاخیر کی جائے گی۔ جونہی اس کی طاقت بحال ہو جائے اور سزا کے سبب موت واقع ہونے کا اندیشہ ختم ہو جائے تو اسے سزا دی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ وَمَنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ

باب 14: جو شخص شراب پئے اسے کوڑے لگاؤ اور جو شخص (سزا ملنے کے باوجو) چوتھی مرتبہ ایسا کرے تو اسے قتل کردو

1364 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ مُّعَاوِيَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَاِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَالشَّرِيْدِ وَشُرَحْبِيْلَ بْنِ اَوْسٍ وَّجَرِيْرٍ وَّاَبِی الرَّمَدِ الْبَلَوِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ مُعَاوِيَةَ هٰكَذَا رَوَى الثَّوْرِيُّ اَيْضًا عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ مُّعَاوِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى ابْنُ جُرَيْجٍ وَّمَعْمَرٌ عَنْ سُهَيْلِ ابْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ حَدِيْثُ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ مُّعَاوِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا كَانَ هٰذَا فِيْ اَوَّلِ الْاَمْرِ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ هٰكَذَا رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حدیثِ دیگر: اِنَّ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَاِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ قَالَ ثُمَّ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الرَّابِعَةِ فَضَرَبَهُ وَلَمْ يَقْتُلْهُ وَكَذٰلِكَ رَوَى الزُّهْرِيُّ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا قَالَ فَرُفِعَ الْقَتْلُ وَكَانَتْ رُخْصَةً

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا فِيْ ذٰلِكَ فِي الْقَدِيْمِ وَالْحَدِيْثِ

وَمِمَّا يُقَوِّي هٰذَا مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوْجُهٍ كَثِيْرَةٍ

حدیثِ دیگر: اَنَّهُ قَالَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ يَّشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلَاثٍ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّيِّبُ الزَّانِيْ وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ

1364- اخرجه ابوداؤد (570/2) كتاب الحدود' باب: اذا تتابع فى شرب الخمر' حديث (4482) وابن ماجه (859/2) كتاب الحدود' باب: ما شرب الخمر مرارا' حديث (2573) واحمد (95/4'96'100) عن عاصم به بهدلة. عن ذكوان عن معاوية به.

◆◆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص شراب پئے اسے کوڑے لگاؤ اور اگر (بار بار سزا ملنے کے باوجود) چوتھی مرتبہ وہ ایسا کرے' تو اسے قتل کر دو۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت شرید رضی اللہ عنہ' حضرت شرحبیل بن اوس رضی اللہ عنہ' حضرت جریر رضی اللہ عنہ' حضرت ابورمد بلوی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو ثوری نے بھی عاصم کے حوالے سے' ابوصالح کے حوالے سے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

ابن جریج اور معمر نے سہیل بن ابوصالح کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کردہ ابوصالح کی روایت اس بارے میں اس حدیث سے زیادہ مستند ہے' جسے ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ حکم پہلے تھا پھر اسے منسوخ کر دیا گیا۔

محمد بن اسحاق نے محمد بن منکدر کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص شراب پئے اسے کوڑے لگاؤ اگر (ہر مرتبہ سزا ملنے کے باوجود) چوتھی مرتبہ ایسا کرے' تو اسے قتل کر دو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس کے بعد ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تھی تو آپ نے اس کی پٹائی کروائی اسے قتل نہیں کروایا۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبیصہ بن ذویب کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گویا قتل کا حکم اٹھا لیا گیا ہے اور یہ بات رخصت ہے۔

عام اہل علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے پرانے اور (نئے زمانے کے) اہل علم کے درمیان اس بارے میں ہمارے علم کے مطابق کوئی اختلاف نہیں۔

اس بات کو جو چیز تقویت دیتی ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ سے کئی حوالے سے منقول ہے: آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو مسلمان اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس کا خون بہانا' تین میں سے کسی ایک وجہ سے جائز ہے جان کے بدلے میں جان' شادی شدہ زانی یا اپنے دین (اسلام) کو ترک کرنے والا۔

شرح

شرابی کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے

دور رسالت اور دور صدیقی میں شرابی کو چالیس کوڑوں کی سزا دی جاتی تھی۔ کوڑوں کی کیفیت دو چھڑیاں یا دو چپل تھے جو ایک بار دونوں ہاتھوں کے ساتھ میانی قوت سے مارے جاتے تھے۔ دور فاروقی میں جب نئے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو شراب نوشی کی طرف عوام کا رجحان قدرے زیادہ ہو گیا۔ حالات کا جائزہ لیتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب نوشی کا سد باب کرنے کے لیے سزا میں شدت اختیار کرنے کا سوچا اور اس سلسلے میں صحابہ کرام سے مشاورت کی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رائے پیش کی کہ قرآن کریم میں جو ہلکی سزا تجویز کی گئی ہے وہ اسی کوڑے ہے' چونکہ شراب نوشی کی سزا قرآن میں منصوص نہیں ہے' لہٰذا یہی سزا شرابی کے لیے متعین کی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس سے ملتی جلتی رائے پیش کی تھی۔ تمام صحابہ کرام نے متفقہ طور پر شرابی کی سزا اسّی کوڑے مقرر کی۔ دور فاروقی سے لے کر تا حال شرابی کی شرعی سزا اسّی (۸۰) کوڑے ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے قدرے مختلف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ شرابی کی اصل سزا تو چالیس کوڑے ہے لیکن قاضی اپنی صوابدید کے مطابق مزید چالیس کوڑوں کی سزا تجویز کر سکتا ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک شرابی کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے ہے۔ لہٰذا اس میں تخفیف کی گنجائش نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ

حدیث باب میں جو فرمایا گیا ہے کہ شرابی کو تین بار کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور چوتھی بار شراب نوشی کرنے پر اسے قتل کیا جائے گا۔" تمام آئمہ کے نزدیک یہ حدیث غیر معمول بہ ہے۔ جامع ترمذی میں صرف یہی ایک حدیث ہے' جس پر کسی امام کا عمل نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر چوتھی بار بھی کوئی شراب نوشی کرتا ہے' تو اسے قتل کی نہیں بلکہ کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ اس کی تائید حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ ایک شخص جس نے چوتھی بار شراب نوشی کی تھی' کو پکڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اس کی پٹائی کروائی تھی۔ (سنن ابی داؤد' رقم الحدیث ۴۴۸۵) علاوہ ازیں ایک مشہور حدیث مزید پیش کی جا سکتی ہے کہ شرعی طور پر تین مسلمانوں کو قتل کرنا جائز ہے: (۱) قاتل کو مقتول کے قصاص میں (۲) شادی شدہ شخص جو زنا کا مرتکب ہو (۳) مرتد کو"۔ ان تینوں میں شراب خور شامل نہیں ہے۔ اگر اس کو قتل کرنا بھی جائز ہوتا تو حدیث میں تین کی بجائے چار شخصوں کا ذکر ہوتا' جبکہ ایسا نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَمْ تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ

باب 15: کتنی قیمت والی چیز کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے

1365 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَتْهُ عَمْرَةُ عَنْ عَآئِشَةَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْطَعُ فِي رُبْعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ مَرْفُوْعًا وَّرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ مَوْقُوْفًا

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ مہنگی چیز کی چوری پر ہاتھ کٹوا دیتے تھے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دوسری سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

بعض دیگر راویوں نے اسے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

1366 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: قَطَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مِجَنٍّ قِيْمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَيْمَنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ قَطَعَ فِي خَمْسَةِ دَرَاهِمَ وَرُوِيَ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ اَنَّهُمَا قَطَعَا فِي رُبْعِ دِيْنَارٍ وَّرُوِيَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُمَا قَالَا تُقْطَعُ الْيَدُ فِي خَمْسَةِ دَرَاهِمَ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ فُقَهَاءِ التَّابِعِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ ابْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ

1365- اخرجه البخاری (99/12) کتاب الحدود' باب: قول الله تعالیٰ (والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما' المائدة: 38) وفی کم تقطع؟- حدیث (6789) ومسلم (140/6) کتاب الحدود' باب الله ما یقطع فیه السارق' حدیث (4383-4384) والنسائی (78/8-79) کتاب القسامة' باب: ذکر الاختلاف علی الزهری' وابن ماجه (862/2) کتاب الحدود: باب: حد السارق' حدیث (2585) والدارمی (172/2) کتاب الحدود' باب: ما یقطع فیه الیدر والحمیدی (2585) والدارمی (172/2) کتاب الحدود' باب: ما یقطع فیه الید والحمیدی (134/1) حدیث (279) واحمد (36/6'80'163'249'252) عن عمرة عن عائشة به.

1366- اخرجه البخاری (99/12) کتاب الحدود' باب: قوله الله تعالیٰ (والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما)- حدیث (6795'6796'6797'6798) ومسلم (151/6) کتاب الحدود: باب: حد السرقه ونصابها' حدیث (1686/6) وابو داؤد (541/2) کتاب الحدود' باب: ما یقطع فیه السارق' حدیث (4385) والنسائی (76/8) کتاب القسامة' باب: القدر الذی اذا سرقه السارق قطعت یده وابن ماجه (862/2) کتاب الحدود' باب: حد السارق' حدیث (2584) ومالك (831/2) کتاب الحدود: باب: ما یحی فیه القطع حدیث (21) والدارمی (173/2) کتاب الحدود' باب: ما یقطع فیه الید' واحمد (6/2'54'64'80) عن نافع عن ابن عمر به.

وَإِسْحٰقَ رَاَوْا الْقَطْعَ فِيْ رُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا وَّقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ لَا قَطْعَ اِلَّا فِيْ دِيْنَارٍ اَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَهُوَ حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ رَوَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّالْقَاسِمُ لَمْ يَسْمَعْ مِنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالُوْا لَا قَطْعَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ

آثارِ صحابہ: وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ لَا قَطْعَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کٹوا دیا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ایمن رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ انہوں نے پانچ درہم کی چوری پر ہاتھ کٹوا دیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ان حضرات نے ایک چوتھائی دینار کی (قیمت والی چیز چوری ہونے پر) ہاتھ کٹوا دیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید کے حوالے سے یہ بات روایت کی گئی ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: پانچ درہم (قیمت کی چیز کی چوری پر) ہاتھ کٹوایا جائے گا۔

تابعین سے تعلق رکھنے والے بعض فقہاء کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں: ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ (قیمتی چیز کی چوری پر) ہاتھ کاٹا جائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت کی گئی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ایک دینار یا دس درہم (کی چیز کی چوری پر) ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس کے علاوہ نہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "مرسل" ہے۔

اسے قاسم بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قاسم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ اسی بات کے قائل ہیں، وہ یہ فرماتے ہیں: دس درہم سے کم قیمت والی چیز کی چوری پر ہاتھ نہیں

کاٹا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: دس درہم سے کم (قیمتی چیز کی چوری) پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کی سند "متصل" نہیں ہے۔

شرح

نصاب سرقہ میں مذاہب آئمہ

کتنی قیمت کی چیز کوئی شخص چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے نصاب سرقہ ایک دینار یا دس درہم ہیں۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے: **لاقطع الافی عشرۃ دراھم** (مصنف عبدالرزاق، ج۱۰، ص۲۳۳) دس دراہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ آپ نے روایت کمزور وضعیف ہونے کے باوجود دو وجوہات کی بنا پر اختیار کی ہے: (۱) تین درہم اور چوتھائی دینار والی دونوں روایات دس درہم والی روایت کے ضمن میں خود بخود آ جاتی ہیں۔ (۲) نفاذ حدود میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنے کا درس دیا گیا ہے اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حد ہٹانے والی صورت کو اختیار کیا جائے۔ اس فکر کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً فرمایا ہے: جب تک ممکن ہو تم مسلمانوں سے حد کو ہٹاؤ، یہی بہتر ہے۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نصاب سرقہ تین درہم یا چوتھائی دینار ہے۔ انہوں نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل نقل و عقل کے اعتبار سے زیادہ قوی ہیں۔ اس لیے آپ کے موقف کو فوقیت حاصل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَعْلِيْقِ يَدِ السَّارِقِ

باب 16: چور کے ہاتھ کو لٹکا دینا

1367 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيِّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَيْرِيْزٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ عَنْ تَعْلِيْقِ الْيَدِ فِيْ عُنُقِ السَّارِقِ اَمِنَ السُّنَّةِ هُوَ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

1367- اخرجه ابوداؤد (548/2) كتاب الحدود، باب: في تعليق يد السارق في عنقه حديث (4411) والنسائي (92/8) كتاب القسامة، باب: تعليق يد السارق في عنقه وابن ماجه (863/2) كتاب الحدود، باب: تعليق اليد في العنق، حديث (2527) واحمد (19/6) عن ابي بكر عمر بن علي المقدامي، عن حجاج بن ارطاة، عن مكحول، عن عبد الرحمن بن محيريز عن فضالة بن عبيد به.

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقُطِعَتْ يَدُهُ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَعُلِّقَتْ فِيْ عُنُقِهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيِّ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ

توضیح راوی: وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَيْرِيْزٍ هُوَ اَخُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَيْرِيْزٍ شَامِيٌّ

◆◆ عبدالرحمٰن بن محیریز بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت فضالہ بن عبید سے چور کا ہاتھ اس کی گردن میں لٹکانے کے بارے میں دریافت کیا: کیا یہ سنت ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک چور کو لایا گیا اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس کا ہاتھ اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے اور ہم اسے صرف عمر بن علی مقدمی کی حجاج بن ارطاۃ کے حوالے سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

عبدالرحمٰن نامی راوی عبداللہ شامی کے بھائی ہیں۔

شرح

چور کا کٹا ہوا ہاتھ گلے میں لٹکانے کی وجہ

حدیث باب کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے سے عیاں ہوتا ہے کہ چور کا کٹا ہوا ہاتھ اس کے گلے میں لٹکانا جائز ہے۔ اس کا بنیادی مقصد ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں اور چوری کرنے، ڈرکازنی اور ناجائز طریقہ سے دوسروں کے اموال پر قبضہ کرنے سے باز آجائیں۔ چور کا کٹا ہوا ہاتھ گلے میں لٹکانے سے یہ مقصد کمال طریقہ سے پورا ہوسکتا ہے۔

کٹے ہوئے ہاتھ کو دوبارہ جڑوانے کا مسئلہ

کسی شخص کا کوئی جسمانی عضو قصاصاً کاٹا گیا ہو، تو اسے دوبارہ جڑوانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس بارے میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ قصاصاً کٹا ہوا جسمانی عضو دوبارہ جڑوانا جائز ہے۔ اس کا کاٹنا بطور قصاص تھا اور جڑوانا بطور علاج ہے اور علاج کروانے پر کوئی شرعی پابندی نہیں ہے۔ خواہ سائنسی ترقی نے بہت سے ناممکن امور اور امراض کے علاج ممکن بنادیے ہیں لیکن کٹا ہوا ہاتھ پاؤں دوبارہ جڑوانا تقریباً ناممکن ہے۔ اگر اسے جڑوایا بھی جائے تو وہ برائے نام ہوتا ہے لیکن اس میں جان نہیں آتی اور اس پہ اخراجات بھی بہت آتے ہیں۔ تاہم اگر مصنوعی عضو لگوایا جائے تو اس پر اخراجات کم آتے ہیں اور جڑوائے ہوئے عضو کی نسبت زیادہ مضبوط بھی ہوتا ہے۔

چور پر حد جاری کرنے کے بعد اس کی اس حوالے سے نگرانی کرنا کہ وہ دوبارہ اسے جڑوانے نہ پائے، یہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تاہم اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) قصاص پر حد کو قیاس کرتے ہوئے اس کے جواز کی اجازت دی جائے کہ جب ایک دفعہ سزا نافذ ہوچکی ہے، تو بعد میں بطور علاج چور اسے جڑواسکتا ہے۔ (۲) حد کا مقصد لوگوں کو عبرت دلانا ہے، جب اسے جڑوالیا

جائے تو عبرت تو نہ بنا بلکہ بچوں کا کھیل بن گیا کہ ادھر کٹوایا تو ادھر اسے جڑوالیا۔ لہٰذا حدود کو بچوں کا کھیل بنانے سے بچایا جائے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْخَائِنِ وَالْمُخْتَلِسِ وَالْمُنْتَهِبِ

باب 17: خیانت کرنے والا' اُچک کر لے جانے والا اور ڈاکو کا حکم

1368 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَيْسَ عَلٰى خَائِنٍ وَّلَا مُنْتَهِبٍ وَّلَا مُخْتَلِسٍ قَطْعٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَدْ رَوَاهُ مُغِيْرَةُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ

توضیح راوی: وَمُغِيْرَةُ بْنُ مُسْلِمٍ هُوَ بَصْرِيٌّ اَخُوْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْقَسْمَلِيِّ كَذَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: خیانت کرنے والے اچک کر لے جانے والے اور ڈاکو کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

مغیرہ بن مسلم نے ابوزبیر کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔ جیسی ابن جریج سے منقول ہے۔

مغیرہ بن مسلم نامی راوی بصری ہیں' اور یہ عبدالعزیز قسملی کے بھائی ہیں۔ علی بن مدینی نے یہی بات ارشاد فرمائی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا قَطْعَ فِیْ ثَمَرٍ وَّلَا كَثَرٍ

باب 18: پھلوں اور کھجور کے خوشوں کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

1369 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ اَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

1368- اخرجه ابوداؤد (542/2) كتاب الحدود' باب: القطع فی الخلسة والخيانة (4293-4391) والنسائی (89'88/8) كتاب القسامة' باب: ما لا يقطع فيه وابن ماجه (864/2) كتاب الحدود' باب: الخائن والمنتهب والمختلس' حديث (2591) والدارمی (175/2) كتاب الحدود' باب: ما لا يقطع من السراق' واحمد (312/3' 333' 335' 380' 395) عن ابی الزبير عن جابر "مرفوعاً"۔

متن حدیث: لَا قَطْعَ فِیْ ثَمَرٍ وَّلَا كَثَرٍ

اختلاف سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ رِوَايَةِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَّرَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ وَّاسِعِ بْنِ حَبَّانَ

◆◆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: پھلوں اور کھجوروں کے خوشوں کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

بعض راویوں نے یحییٰ بن حبان کے حوالے سے ان کے چچا واسع بن حبان کے حوالے سے حضرت رافع کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے جیسا کہ لیث بن سعد نے نقل کی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر راویوں نے اس روایت کو یحییٰ بن سعید کے حوالے سے محمد بن یحییٰ کے حوالے سے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

ان حضرات نے اس کی سند میں واسع بن حبان کا تذکرہ نہیں کیا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنْ لَّا تُقْطَعُ الْاَيْدِیْ فِی الْغَزْوِ

باب 19: جنگ کے دوران ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے

1370 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ شُيَيْمِ بْنِ بَيْتَانَ عَنْ جُنَادَةَ بْنِ اَبِیْ اُمَيَّةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: لَا تُقْطَعُ الْاَيْدِیْ فِی الْغَزْوِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رَوٰى غَيْرُ ابْنِ لَهِيعَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ هٰذَا وَيُقَالُ بُسْرُ بْنُ اَبِیْ اَرْطَاةَ اَيْضًا

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمُ الْاَوْزَاعِیُّ لَا يَرَوْنَ اَنْ يُّقَامَ الْحَدُّ فِی الْغَزْوِ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ مَخَافَةَ اَنْ يَّلْحَقَ مَنْ يُّقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ بِالْعَدُوِّ فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ مِنْ اَرْضِ الْحَرْبِ وَرَجَعَ اِلٰى دَارِ الْاِسْلَامِ اَقَامَ الْحَدَّ عَلٰى مَنْ اَصَابَهٗ كَذٰلِكَ قَالَ الْاَوْزَاعِیُّ

1369- اخرجه النسائی (87/8) كتاب القسامة' باب: ما لا يقطع فيه وابن ماجه (865/2) كتاب الحدود' باب: لا يقطع فی ثمر ولا كثر' حديث (2593) والدارمی (174/2) كتاب الحدود' باب: ما لا يقطع فيه من الثمار' والحميدی (199/1) حديث (407) عن يحيیٰ بن سعيد' عن محمد بن يحيیٰ بن حبان' عن عمه واسع بن حبان عن رافع بن خديج به.

1370- اخرجه ابوداؤد (546/2-547) كتاب الحدود' باب: فی الرجل يسرق فی الغزو' ايقطع حديث (4408) والنسائی (91/8) كتاب القسامة' القطع فی السفر واحمد (181/4) عن جنادة بن ابی امية قال سمعت بسر بن ابی ارطاة به.

حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جنگ کے دوران (کسی چور کے) ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ابن لہیعہ کے علاوہ دیگر راویوں نے اسی سند کے ہمراہ اسے روایت کیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق راوی کا نام بسر بن ابوارطاۃ ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے ان میں امام اوزاعی بھی شامل ہیں' ان کے نزدیک جب دشمن کا سامنا ہو' تو اس وقت جنگ کے دوران حد قائم نہیں کی جائے گی اس اندیشے کی وجہ سے کہ جس شخص کے خلاف حد قائم کی جارہی ہے۔ وہ دشمن سے جا ملے گا۔ جب امام دشمن کی سرزمین سے نکل آئے اور اسلامی سلطنت کی حدود میں آ جائے اس وقت وہ اس شخص پر حد قائم کرے گا

جس نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ امام اوزاعی نے یہی بات بیان کی ہے۔

شرح

چھ قسم کے لوگوں پر قطع ید نہ ہونا

چھ قسم کے لوگوں کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- خائن: وہ شخص ہے' جس کے پاس کوئی چیز بطور حفاظت رکھی گئی ہو' تو وہ اس کا انکار کردے اور وہ چیز مالک کو واپس نہ لوٹائے۔

۲- مختلس: وہ شخص ہے جو مالک کی آنکھوں میں دھول جھونک کر محض چالاکی سے اس کا مال اچک کر لے جائے۔

۳- منتھب: وہ شخص ہے جو کوئی ہتھیار استعمال کیے بغیر محض طاقت کی بنیاد پر مالک کی کوئی چیز چھین کر لے جائے۔

۴- ثمر چور: کسی درخت پر لگے ہوئے تیار پھل کی چوری کرنے والا شخص۔

۵- کثر چور: کھجور کے درخت کو کریدنے سے جو شیرہ برآمد ہوتا ہے اور کھانے کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے' کو چوری کرنے والا۔

ان پانچ آدمیوں کے ہاتھ نہ کاٹنے کی وجہ یہ ہے کہ ان پر ''سارق'' کی تعریف صادق نہیں آتی' کیونکہ سارق وہ شخص ہوتا ہے جو محفوظ مقام سے خفیہ طریقہ سے کوئی چیز اٹھالے اور مالک کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ تاہم یہاں تو سارا معاملہ مالک کی نظروں کے سامنے پیش آیا ہے یا چیز غیر محفوظ مقام میں موجود ہے' جبکہ سرقہ کے لیے چیز کا محفوظ مقام میں ہونا شرط ہے۔

۶- دوران جہاد مجاہد کا چوری کرنا: دوران جہاد اگر مجاہد کسی کی کوئی چیز چوری کر لیتا ہے' تو فی الفور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' کیونکہ ممکن ہے کہ چور اس موقع پر اسلام کے خلاف بغاوت کر کے دشمن سے جا ملے جو اسلامی لشکر کے لیے پریشانی کا باعث بن جائے اور یہ پریشانی اسلامی لشکر کی شکست کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ تاہم جہاد سے واپسی پر سرقہ ثابت ہونے پر سارق کا ہاتھ کاٹا

جائے گا۔

فائدہ نافعہ: پہلے پانچ مجرموں کو قطع ید کی سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ سرقہ کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی۔ اس کا یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ انہیں کوئی بھی سزا نہیں دی جائے گی۔ حاکم وقت یا قاضی جو بھی مناسب سمجھے ان کے لیے سزا تجویز کر سکتا ہے۔ سزا دینے سے یہ لوگ آئندہ ایسی حرکت سے باز آ جائیں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی عبرت حاصل ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَقَعُ عَلٰى جَارِيَةِ امْرَاَتِهٖ

باب 20: جو شخص اپنی بیوی کی کنیز کے ساتھ زنا کرے

1371 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ وَاَيُّوْبَ بْنِ مِسْكِيْنٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: رُفِعَ اِلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَجُلٌ وَّقَعَ عَلٰى جَارِيَةِ امْرَاَتِهٖ فَقَالَ لَاَقْضِيَنَّ فِيْهَا بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ كَانَتْ اَحَلَّتْهَا لَهٗ لَاَجْلِدَنَّهٗ مِائَةً وَّاِنْ لَّمْ تَكُنْ اَحَلَّتْهَا لَهٗ رَجَمْتُهٗ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ نَحْوَهٗ وَيُرْوٰى عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ كُتِبَ بِهٖ اِلٰى حَبِيْبِ ابْنِ سَالِمٍ وَّاَبُوْ بِشْرٍ لَّمْ يَسْمَعْ مِنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ هٰذَا اَيْضًا اِنَّمَا رَوَاهُ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ النُّعْمَانِ فِيْ اِسْنَادِهٖ اضْطِرَابٌ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِنَّمَا رَوَاهُ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الرَّجُلِ يَقَعُ عَلٰى جَارِيَةِ امْرَاَتِهٖ فَرُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عَلِيٌّ وَّابْنُ عُمَرَ اَنَّ عَلَيْهِ الرَّجْمَ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَّيْسَ عَلَيْهِ حَدٌّ وَّلٰكِنْ يُّعَزَّرُ وَذَهَبَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اِلٰى مَا رَوَى النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حبیب بن سالم بیان کرتے ہیں: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی کنیز کے ساتھ زنا کر لیا ہے تو انہوں نے فرمایا: میں اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اگر یہ

1371- اخرجه بو داؤد (563/2) كتاب الحدود' باب: في الرجل يزني بجارية امرأته حديث (4459) والنسائي (124/6) كتاب النكاح' باب: احلال الفرج وابن ماجه (853/2) كتاب الحدود' باب: من وقع على جارية امرأته حديث (2551) والدارمي (182/2) كتاب الحدود' باب: فمن يقع على جارية امرأته' واحمد (272/4' 273' 277) عن محمد بن جعفر قال' حدثنا شعبة' عن ابي بشر عن خالد بن عرفطة' عن حبيب بن سالم عن النعمان بن بشير به.

عورت اس کنیز کو اس مرد کے لیے حلال قرار دے دیتی ہے تو میں اس مرد کو سو کوڑے لگاؤں گا' اور اگر وہ اس کے لیے حلال قرار نہیں دیتی تو میں اسے سنگسار کر دوں گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

ابو بشر نامی راوی نے حبیب بن سالم سے اس حدیث کو نہیں سنا ہے۔

انہوں نے خالد بن عرفطہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سے بھی روایت نقل کی گئی ہے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کی سند میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے قتادہ نے حبیب بن سالم سے اس حدیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

انہوں نے اس روایت کو خالد بن عرفطہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جو شخص اپنی بیوی کی کنیز کے ساتھ زنا کر لیتا ہے' تو اس کے بارے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے کئی اصحاب سے یہ بات روایت کی گئی ہے' جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں ایسے شخص کو سنگسار کیا جائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایسے شخص پر حد جاری نہیں ہوگی تاہم اسے تعزیر کے طور پر سزا دی جائے گی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے' جو حضرت نعمان بن بشیر نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے روایت کی ہے۔

شرح

بیوی کی لونڈی سے جماع کرنے کی سزا میں مذاہب آئمہ

جب شوہر اپنی بیوی کی لونڈی سے جماع کرے' تو اس کی کیا سزا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر شوہر بیوی کی اجازت سے اس کی کنیز سے جماع کرے گا' تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر اس نے اجازت کے بغیر جماع کیا تو اسے رجم کیا جائے گا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے' جس میں اس مسئلہ کی صراحت ہے۔

۲- حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک شوہر کا بیوی کی لونڈی سے جماع خواہ اجازت سے ہو یا بلا اجازت یہ زنا ہے۔ لہٰذا شوہر کو سنگسار کیا جائے گا۔ انہوں نے حدیث باب سے نہیں بلکہ حضرت مولا علی اور حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحتاً موجود ہے کہ اس صورت میں شوہر کو سنگسار کیا جائے گا۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شوہر سے شبہ کی بناء پر حد ساقط ہو جائے گی۔ اس لیے کہ شبہ کی اقسام ثلاثہ میں سے یہاں شبہ فی المحل ہے۔ زوجین میں باہم محبت کی وجہ سے بے تکلفی ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی ذاتی چیز بھی بلا اجازت استعمال کر لیتے ہیں۔ یہاں بیوی کی لونڈی سے جماع کرنے میں بھی شبہ کی صورت پیدا ہوگئی جس وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔ آپ نے حدیث باب سے نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کی لونڈی سے جماع کیا اس پر حد نافذ نہیں ہوگی بلکہ کوئی دوسری مناسب سزا دی جاسکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَرْاَةِ اِذَا اسْتُكْرِهَتْ عَلَى الزِّنَا

باب21: جب کسی عورت کے ساتھ زبردستی زنا کیا جائے

1372 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا مُعَمَّرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّقِّيُّ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

متنِ حدیث: اسْتُكْرِهَتِ امْرَاَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَرَاَ عَنْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَدَّ وَاَقَامَهُ عَلَى الَّذِي اَصَابَهَا وَلَمْ يُذْكَرْ اَنَّهُ جَعَلَ لَهَا مَهْرًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَّلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَّقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ لَّمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيهِ وَلَا اَدْرَكَهُ يُقَالُ اِنَّهُ وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ اَبِيهِ بِاَشْهُرٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنْ لَيْسَ عَلَى الْمُسْتَكْرَهَةِ حَدٌّ

◆◆ عبدالجبار بن وائل اپنے والد (حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک عورت کے ساتھ زبردستی زنا کیا گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس عورت سے حد کو ساقط کر دیا اور جس شخص نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی اس پر حد کو جاری کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے لیے مہر کی ادائیگی کا حکم دیا تھا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ اس کی سند متصل نہیں ہے۔ یہی روایت دیگر سند کے ہمراہ بھی نقل کی

1372- اخرجه ابن ماجه (866/2) كتاب الحدود، باب: المستكره، حديث (2598) واحمد (318/4) عن معمر بن سليمان الرقي، عن الحجاج بن ارطاة، عن عبد الجبار بن وائل بن حجر عن وائل بن حجر، به

گئی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد (حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ) سے احادیث کا سماع نہیں کیا اور نہ ہی ان کا زمانہ پایا ہے۔

ایک قول کے مطابق یہ اپنے والد کی وفات کے چند ماہ بعد پیدا ہوئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے یعنی جس عورت کے ساتھ زبردستی زنا کیا گیا ہو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

1373 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ إِسْرَائِيلَ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَائِلٍ الْكِنْدِيِّ عَنْ أَبِيهِ

متنِ حدیث: أَنَّ امْرَأَةً خَرَجَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ فَتَجَلَّلَهَا فَقَضَى حَاجَتَهُ مِنْهَا فَصَاحَتْ فَانْطَلَقَ وَمَرَّ عَلَيْهَا رَجُلٌ فَقَالَتْ إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِي كَذَا وَكَذَا وَمَرَّتْ بِعِصَابَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ فَقَالَتْ إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِي كَذَا وَكَذَا فَانْطَلَقُوا فَأَخَذُوا الرَّجُلَ الَّذِي ظَنَّتْ أَنَّهُ وَقَعَ عَلَيْهَا وَأَتَوْهَا فَقَالَتْ نَعَمْ هُوَ هٰذَا فَأَتَوْا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَمَرَ بِهِ لِيُرْجَمَ قَامَ صَاحِبُهَا الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا صَاحِبُهَا فَقَالَ لَهَا اذْهَبِي فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ قَوْلًا حَسَنًا وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهَا ارْجُمُوهُ وَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

توضیح راوی: وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ سَمِعَ مِنْ أَبِيهِ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ وَعَبْدُ الْجَبَّارِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ

◆◆ علقمہ بن وائل کندی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں نماز پڑھنے کے لیے نکلی ایک شخص اس کے سامنے آیا اس نے عورت کو پکڑ لیا اور اس کے ذریعے اپنی حاجت کو پورا کیا (یعنی زنا کا ارتکاب کیا) اس عورت نے چیخ ماری تو وہ شخص چلا گیا پھر ایک اور شخص اس کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کہا: اس آدمی نے میرے ساتھ یہ حرکت کی ہے' پھر وہ عورت کچھ مہاجرین کے پاس سے گزری تو اس عورت نے یہ بتایا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ زیادتی کی ہے۔ وہ لوگ چلے گئے انہوں نے جا کر اس شخص کو پکڑا جس کے بارے میں اس عورت نے یہ بیان کیا تھا: اس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے' پھر وہ اس عورت کے پاس آئے تو اس نے بتایا: ہاں یہی وہ شخص ہے۔ پھر وہ لوگ اس شخص کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو سنگسار کرنے کا حکم دیا' تو ایک شخص کھڑا ہوا جس نے درحقیقت اس عورت کے ساتھ زنا کیا تھا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں وہ شخص ہوں جس نے اس عورت کے ساتھ زنا کیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اس

1373- اخرجه ابوداؤد (539'538/2) كتاب الحدود' باب: في صاحب الحد يجيء' حديث (4379) واحمد (399/6) عن سماك بن حرب' عن علقمة بن وائل عن وائل بن حجر الكندي به

عورت سے ارشاد فرمایا: تم جاؤ! اللہ نے تمہیں بخش دیا ہے' پھر آپ نے پہلے والے شخص کے بارے میں کلمہ خیر ارشاد فرمایا پھر آپ نے دوسرے شخص کے بارے میں حکم دیا' جس نے واقعی اس عورت کے ساتھ زنا کیا تھا: تم لوگ اسے سنگسار کر دو۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے: اگر تمام اہلِ مدینہ اسے کر لیتے تو ان سب کی طرف سے قبول ہو جاتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

علقمہ بن وائل نے اپنے والد کے حوالے سے احادیث سنی ہیں' اور یہ عبدالجبار بن وائل سے بڑے ہیں۔

عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد سے احادیث نہیں سنی ہیں۔

شرح

زنا بالجبر سے عورت پر حد نہ ہونا

گزشتہ ابواب کے ضمن میں زنا کے حوالے سے حدود جاری کرنے کے جو احکام بیان ہوئے ہیں وہ مرد اور عورت کے باہمی رضامندی سے زنا کا ارتکاب کرنے سے متعلق تھے۔ اس مسئلہ میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق و اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا بالجبر کرتا ہے' تو عورت پر حد جاری نہیں ہوگی مگر مرد پر حد جاری ہوگی کیونکہ اس صورت میں مرد کا قصور یقیناً ہے لیکن عورت کا کوئی قصور نہیں ہے۔ احادیث باب میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ نافعہ: جب کوئی شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے کے بعد اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوا اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیتا ہے اور قلبی طور پر توبہ بھی کر لیتا ہے' تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما کر گناہ معاف کر دیتا ہے۔

سوال: مجرم جب الگ الگ مجالس میں چار بار اقرار کرے' تو زنا ثابت ہو جاتا ہے۔ حدیث باب کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مجرم نے صرف ایک بار اقرار زنا کیا تھا۔ جب اقرار کی شرط نہ پائی گئی تو مجرم کو سنگسار کیوں کیا گیا؟

جواب: جب کوئی قرینہ پایا جائے تو چار بار اقرار کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ ایک بار کے اقرار سے بھی زنا ثابت ہو جاتا ہے۔ یہاں قرینہ حالیہ موجود ہے' جس وجہ سے ایک بار اقرار کرنے سے زنا ثابت ہو گیا تھا۔ اس شرعی ثبوت سے مجرم کو سنگسار کیا گیا تھا۔

علمی نکتہ: جب کوئی بے گناہ شخص مجرم کی جگہ پکڑا جائے خواہ وہ بروقت پریشان ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کے لیے غیب سے نجات کا سامان پیدا کر دیتا ہے اور اسے اس پریشانی سے نجات دلا دیتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّقَعُ عَلَى الْبَهِيْمَةِ

باب 22: جو شخص کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کرے

1374 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ

عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ وَّجَدْتُّمُوْهُ وَقَعَ عَلٰى بَهِيْمَةٍ فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوا الْبَهِيْمَةَ فَقِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا شَاْنُ الْبَهِيْمَةِ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا وَّلٰكِنْ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ كَرِهَ اَنْ يُّؤْكَلَ مِنْ لَّحْمِهَا اَوْ يُنْتَفَعَ بِهَا وَقَدْ عُمِلَ بِهَا ذٰلِكَ الْعَمَلُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَمْرِو ابْنِ اَبِيْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم کسی ایسے شخص کو پاؤ جس نے کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کی ہو تو اسے بھی قتل کر دو اور جانور کو بھی مار دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا اس جانور کا کیا قصور ہے' تو انہوں نے فرمایا: میں نے تو نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں کوئی بات ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا لیکن میرا خیال ہے: آپ نے اس وجہ سے اسے ناپسند کیا ہے کہ اس جانور کا گوشت کھایا جائے یا اس سے نفع حاصل کیا جائے جبکہ اس کے ساتھ یہ بدفعلی کی گئی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس حدیث کو صرف عمرو بن ابوعمرو سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں جسے انہوں نے عکرمہ کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

1375 وَقَدْ رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ رُزَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

آثارِ صحابہ: اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عاصم کے حوالے سے' ابورزین کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جو شخص کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کرے اس پر حد جاری نہیں ہو گی۔

یہ دوسری روایت پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1374- اخرجه ابوداؤد (564/2) كتاب الحدود' باب: فيمن اتى بهيمة وابن ماجه (856/2) كتاب الحدود' باب: من اتى ذات محرم ومن اتى بهيمة' حديث (2561'2564) واحمد (269/1'300) وعبد بن حميد (ص:300) حديث (575) عن عكرمه' عن ابن عباس به۔

شرح

جانور سے جماع کرنے کی سزا

نوٹ: یہاں تک حدود کے احکام مکمل ہو چکے ہیں۔ اب آئندہ چند ابواب میں جرائم کی سزاؤں کا ذکر ہے۔

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص جانور سے جماع کرنے کا ارتکاب کرے، تو مرتکب اور جانور دونوں کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ مرتکب کو بطور حد ہلاک نہیں کیا جائے گا بلکہ بطور تعزیر۔ اس کی تائید باب کی دوسری روایت جو آثار صحابہ سے متعلق ہے، سے بھی ہوتی ہے۔ قاضی یا حاکم وقت اس کی مناسب سزا تجویز کر سکتا ہے اور وہ سزا قتل بھی ہو سکتی ہے۔ جانور کو ہلاک کرنے کی کئی وجوہات ہیں: (۱) لوگ اس کے دودھ سے استفادہ نہ کریں۔ (۲) لوگ اس جانور کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے کہ یہ وہ جانور ہے، جس سے وطی گئی تھی۔ اس طرح ایک فعل بد کی اشاعت ہوگی۔ (۳) آئندہ زمانہ میں اسے ذبح کر کے عام جانور کی طرح لوگ اس کے گوشت سے انتفاع نہ کریں۔ (۴) جماع کے نتیجہ میں عجیب الخلقت جانور بھی پیدا ہو سکتا ہے جو نہ انسان ہو اور نہ جانور بلکہ دونوں کے اعضاء و اوصاف کا جامع ہو جو انسانیت کی ذلت وخواری کا سبب بن سکتا ہے۔

سوال: مندرجہ بالا صورت میں جانور کو ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت کھانا حلال ہے یا حرام ہے؟

جواب: اس جانور کا گوشت حرام نہیں، بلکہ حلال ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حَدِّ اللُّوطِيِّ

باب 23: قوم لوط کا عمل کرنے والے کی سزا

1376 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ وَّجَدْتُّمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو

اختلافِ روایت: فَقَالَ مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ الْقَتْلَ وَذَكَرَ فِيْهِ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ

هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ فِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ وَّلَا نَعْرِفُ اَحَدًا رَوَاهُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ غَيْرَ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ

توضیح راوی: وَعَاصِمُ بْنُ عُمَرَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

مذاہب فقہاء: وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ حَدِّ اللُّوطِيِّ فَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِ الرَّجْمَ اَحْصَنَ اَوْ لَمْ يُحْصِنْ وَّهٰذَا قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ فُقَهَاءِ التَّابِعِيْنَ مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَاِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَعَطَاءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ وَّغَيْرُهُمْ قَالُوْا حَدُّ اللُّوطِيِّ حَدُّ الزَّانِيْ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو تم قوم لوط کا سا عمل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کروا دو۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

ہم اس حدیث کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہونے کے طور پر اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ محمد بن اسحاق نے اس روایت کو عمرو بن ابو عمرو کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جو شخص قوم لوط کا سا عمل کرے وہ ملعون ہے۔ تاہم انہوں نے اس میں اسے قتل کرنے کا تذکرہ نہیں کیا اور انہوں نے اس میں یہ بات ذکر کی ہے: جو شخص جانور کے ساتھ بدفعلی کرے وہ ملعون ہے۔

یہی روایت عاصم بن عمر کے حوالے سے' سہیل بن ابو صالح کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: فاعل اور مفعول کو قتل کروا دو۔

اس حدیث کی سند میں بھی کچھ کلام کی گنجائش ہے۔

ہمارے علم کے مطابق کوئی شخص ایسا نہیں ہے' جس نے اسے روایت کو سہیل بن ابو صالح کے حوالے سے نقل کیا ہو صرف عاصم بن عمر عمری ہی نے نقل کیا ہے۔

یہ عاصم بن عمر علم حدیث میں اپنے حافظے کے حوالے سے ''ضعیف'' قرار دیئے گئے ہیں۔

قوم لوط کا سا عمل کرنے والے شخص کی سزا کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک ایسے شخص کو سنگسار کیا جائے گا خواہ وہ شادی شدہ ہو یا نہ ہو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

تابعین سے تعلق رکھنے والے بعض فقہا اہلِ علم نے جن میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ' حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات شامل ہیں انہوں نے یہ رائے دی ہے: قوم لوط کا عمل کرنے والے کی سزا زنا کرنے والے کی سزا ہوگی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

1377 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمَكِّيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِيْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَنْ جَابِرٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ اندیشہ اس بات کا ہے: وہ قوم لوط کا سا عمل کریں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کو اس حوالے سے 'عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابوطالب کی' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

قوم لوط کے عمل کے مرتکب کی مذمت وسزا

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ قوم لوط کے مرتکب شخص کو بلکہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ یہ تب ہے' جب دونوں اس فعل بد کے لیے رضامند ہوں۔ اگر کسی شخص نے لواطت بالجبر کی ہو' تو فاعل کو سزا دی جائے گی مگر مفعول کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ اس کا اس سلسلہ میں کوئی قصور نہیں ہے۔

لواطت کے ثبوت وسزا میں مذاہب آئمہ فقہ

لواطت کے ثبوت اور اس کی سزا کے بارے میں کیا قانون ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے: ''لواطت'' کی حیثیت زنا کی ہے۔ زنا کی طرح یہ بھی اقرار یا چار عادل مردوں کی گواہی سے ثابت ہوگی جنہوں نے اپنی آنکھوں سے فاعل اور مفعول دونوں کو ایسے دیکھا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے۔ اگر فاعل ومفعول دونوں شادی شدہ ہوں' تو انہیں سنگسار کیا جائے گا ورنہ سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ یہ سزا بطور حد ہوگی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''لواطت'' کی حیثیت زنا کی نہیں ہے۔ تاہم فاعل اور مفعول دونوں کو بطور حد نہیں بلکہ تعزیر سزا دی جائے گی۔ وہ سزا کئی طرح کی ہو سکتی ہے: (۱) نذر آتش کرنا (۲) نیچے لٹا کر اوپر دیوار گرا دینا (۳) اوندھے منہ لٹا کر اوپر سے پتھروں کی بارش کرنا (۴) مکان کی چھت سے نیچے گرا دینا (۵) تلوار سے قتل کر دینا۔ اس سزا کا

1377- اخرجه ابن ماجه (856/2) كتاب الحدود' باب: من عمل عمل قوم لوط' حديث (2563) واحمد (382/3) عن القاسم بن عبد الواحد' عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن جابر به.

مقصد دوسرے لوگوں کو عبرت دلانا ہے۔ عادی مجرم نہ ہونے کی صورت میں قاضی اس سے کم سزا بھی تجویز کرسکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْمُرْتَدِّ

باب 24: مرتد کی سزا

1378 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدُّوا عَنِ الْاِسْلَامِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ اَنَا لَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ وَلَمْ اَكُنْ لِاُحَرِّقَهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا فَقَالَ صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ فِی الْمُرْتَدِّ وَاخْتَلَفُوْا فِی الْمَرْاَةِ اِذَا ارْتَدَّتْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ تُقْتَلُ وَهُوَ قَوْلُ الْاَوْزَاعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ تُحْبَسُ وَلَا تُقْتَلُ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَغَيْرِهٖ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

◆◆ عکرمہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرتد ہو جانے والے کچھ لوگوں کو جلوا دیا جب اس بات کی اطلاع حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ملی تو انہوں نے فرمایا: اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں ان لوگوں کو قتل کرواتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اپنے دین کو تبدیل کرے اسے تم قتل کردو، میں انہیں جلواتا نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح کا کسی کو عذاب نہ دو۔

جب اس بات کی اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ٹھیک کہا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح حسن" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک مرتد کے بارے میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

تاہم ان اہلِ علم نے مرتد ہونے والی عورت کے بارے میں اختلاف کیا ہے، جب وہ اسلام سے مرتد ہو جائے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ کے نزدیک اس کو قتل کیا جائے گا۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

ایک گروہ کے نزدیک اسے قید رکھا جائے گا قتل نہیں کیا جائے گا۔

1378- اخرجه البخاری (173/6) كتاب الجهاد والسير، باب: لا يعذب بعذب الله، حديث (3017)، (279/12) كتاب استتابة المرتدين، باب: حكم المرتد والمرتدة- حديث (6922) وابو داؤد (530/3) كتاب الحدود، باب: الحكم فيمن ارتد، حديث (4351) والنسائی (104/7) كتاب تحريم الدم، باب: توبة المرتد وابن ماجه (848/2) كتاب الحدود: باب المرتد عن دينه، حديث (2535) واحمد (217/1-219) والحميدی (244/1) حديث (533) عن عكرمة.

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ کوفہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔

شرح

مرتد کی سزا قتل

مرتد وہ شخص ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرے۔ جب یہ اسلامی اصولوں اور تعلیمات کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو کر مسلمانوں کو بدظن کرنے کی کوشش کرے' تو اُسے علماء ربانیین کی خدمت میں پیش کیا جائے تا کہ وہ اس کے شبہات دور کر دیں۔ علماء کے سمجھانے کے باوجود اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو اس کی کم از کم سزا قتل ہے۔ اس کے لیے یہ سزا اسلام پر مجبور کرنے کے لیے نہیں تجویز کی گئی بلکہ فتنہ کا دروازہ بند کرنے کے لیے ہے۔ اگر اسلام پر مجبور کرنے کے لیے یہ سزا ہوتی تو مرتدہ کی بھی یہی سزا ہوتی جبکہ اسے گھر میں نظیر بند کرنے کا حکم اور ملاقات پر پابندی ہے۔ فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے: اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ

سوال: کیا مرتد کو نذر آتش کرنے کی سزا دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں: (۱) ناجائز ہے' کیونکہ اس سزا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع کیا ہے اور یہ سزا دینا صرف اللہ تعالیٰ کی شایان شان ہے۔ (۲) جائز ہے' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث ممانعت معلوم ہونے کے باوجود مرتدین کو نذر آتش کرنے کی سزا دی تھی۔

نوٹ: جوئیں' بھڑ اور کھٹمل وغیرہ موذی جانوروں کو نذر آتش کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: مرتد کی سزا قتل کیوں تجویز کی گئی ہے' جبکہ قرآن نے صراحتاً فرمایا: لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ' دین میں مجبوری نہیں ہے؟

جواب: قبول اسلام کے بعد اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرنا بہت بڑا فتنہ ہے' جس کی سرکوبی اور خاتمہ ضروری ہے۔ اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں فرمایا: من بدل دینه فاقتلوه ۔ جو شخص مرتد ہو جائے تو تم اسے قتل کر دو۔

سوال: منافق تو کافر سے بھی زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے' تو پھر اسلام نے اس کے قتل کا حکم کیوں نہیں دیا؟

جواب: منافقت کا تعلق باطن کے ساتھ ہے باطن کے بارے میں صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں' اس لیے اس کے قتل کا حکم نہیں دیا ہے۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو من جانب اللہ منافقوں کے بارے میں علم بھی عطا کیا گیا تھا جس وجہ سے آپ نے ان کا نام لے کر انہیں مجلس سے نکال دیا تھا مگر آپ نے انہیں قتل نہیں کیا تھا؟

جواب: بیشک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے نفاق سے آگاہ تھے لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل اس لیے نہیں کیا تھا کہ کفار کہیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کراتے ہیں۔

قتل مرتد پر صحابہ کا عمل

مرتد کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عملی پیغام ان کا قتل تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حاکم

یمن کی حیثیت سے یمن پہنچے تو ایک شخص کو دیکھا جو رسی سے باندھا گیا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں وضاحت طلب کی تو عرض کیا گیا: یہ شخص مرتد ہو گیا ہے۔ آپ نے اعلان فرمایا: جب تک اس شخص کو قتل نہ کیا جائے گا میں اس وقت تک سواری سے نہیں اتروں گا۔ علاوہ ازیں زمانہ جاہلیت کے شاعر عبداللہ بن خطل کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا اور مرتد ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ شَهَرَ السِّلَاحَ

باب 25: جو شخص (مسلمانوں پر) ہتھیار اٹھائے

1379 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّاَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ مُوْسٰى حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمہ بن اکوع سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مسلمان پر ہتھیار اٹھانے کی مذمت

حدیث باب کے کئی مفاہیم بیان کیے گئے ہیں: (۱) مسلمان کیخلاف ہتھیار استعمال کرنا مسلمان کی شایان شان نہیں ہے۔ (۲) مسلمان کے خلاف ہتھیار استعمال کرنا، مسلمان کا فعل نہیں ہو سکتا۔ (۳) اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والا اس لائق نہیں ہے کہ اسے مسلمانوں میں شمار کیا جائے۔ (۴) مسلمان پر ہتھیار اٹھانے والا اس قدر قابل مذمت و قابل وعید ہے کہ وہ مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

1379- اخرجه البخاری (26/13) كتاب الفتن، باب: قول النبی صلی الله عليه وسلم من حمل علينا السلاح، حديث (7071) ومسلم (348/1) كتاب الايمان، باب: من حمل علينا السلاح، حديث (100/163) وابن ماجه (860/2) كتاب الحدود، باب: من شهر السلاح، حديث (577) عن ابی اسامة عن يزيد بن عبد الله بن ابی بردة عن ابی بردة عن ابی موسىٰ به.

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حَدِّ السَّاحِرِ

باب 26: جادو کرنے والے کی سزا

1380 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْمَكِّيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ وَكِيْعٌ هُوَ ثِقَةٌ وَّيُرْوٰى عَنِ الْحَسَنِ اَيْضًا وَّالصَّحِيْحُ عَنْ جُنْدُبٍ مَوْقُوْفٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وقَالَ الشَّافِعِيُّ اِنَّمَا يُقْتَلُ السَّاحِرُ اِذَا كَانَ يَعْمَلُ فِيْ سِحْرِهٖ مَا يَبْلُغُ بِهِ الْكُفْرَ فَاِذَا عَمِلَ عَمَلًا دُوْنَ الْكُفْرِ فَلَمْ نَرَ عَلَيْهِ قَتْلًا

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جادو کرنے والے کی سزا یہ ہے: اسے تلوار کے ذریعے قتل کر دیا جائے۔

ہم اس حدیث کے "مرفوع" ہونے کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اسماعیل بن مسلم مکی کو علم حدیث میں ان کے حافظے کے حوالے سے "ضعیف" قرار دیا گیا ہے۔

اسماعیل بن مسلم عبدی بصری کے بارے میں وکیع نے یہ فرمایا ہے: وہ ثقہ ہیں۔ انہوں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

صحیح روایت یہ ہے: یہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے "موقوف" روایت کے طور پر منقول ہے۔

بعض اہلِ علم، جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جادو کرنے والے شخص کو قتل کیا جائے گا جبکہ وہ اپنے جادو کے ذریعے ایسا عمل کرتا ہو جو کفر کی حد تک پہنچتا ہو لیکن جو عمل کفر کی حد تک نہیں پہنچتا تو ہمارے نزدیک ایسے شخص کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

1380- انفرد به الترمذی کما فی تحفة الاشراف (446/2) حدیث (3269) واخرجه الحاکم فی المستدرک (360/4) والدار قطنی (114/3) والبیهقی (136/8)

شرح

جادوگر کی سزا

حدیث باب میں جادوگر کی جو سزا تجویز کی گئی ہے وہ مرتد سے قطعاً مختلف نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسے تلوار کے ایک ہی وار سے قتل کر دیا جائے۔ جادوگر دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) وہ ہے' جس کا سحر حد کفر کو پہنچ چکا ہو' وہ مرتد ہے اور حدیث باب میں اس کی سزا بھی مرتد جیسی ہے یعنی قتل کی سزا بیان کی گئی ہے۔ (۲) وہ ہے' جس کا سحر کفر وشرک کی حد تک نہ پہنچا ہو بلکہ وہ ناجائز وحرام ضرور ہو' اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ تاہم امیر وقت یا قاضی اسے مناسب سزا دے سکتا ہے اور وہ قتل کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْغَالِّ مَا يُصْنَعُ بِهٖ

باب 27: مالِ غنیمت میں چوری کرنے والے کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

1381 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَائِدَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ وَّجَدْتُّمُوْهُ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاحْرِقُوْا مَتَاعَهٗ

قَالَ صَالِحٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى مَسْلَمَةَ وَمَعَهٗ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَوَجَدَ رَجُلًا قَدْ غَلَّ فَحَدَّثَ سَالِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فَاَمَرَ بِهٖ فَاُحْرِقَ مَتَاعُهٗ فَوُجِدَ فِيْ مَتَاعِهٖ مُصْحَفٌ فَقَالَ سَالِمٌ بِعْ هٰذَا وَتَصَدَّقْ بِثَمَنِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا الْحَدِيْثُ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ الْاَوْزَاعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ اِنَّمَا رَوٰى هٰذَا صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَائِدَةَ وَهُوَ اَبُوْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ وَهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّقَدْ رُوِيَ فِيْ غَيْرِ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَالِّ فَلَمْ يَاْمُرْ فِيْهِ بِحَرْقِ مَتَاعِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو تم ایسی حالت میں پاؤ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں چوری کی ہو' تو تم اس کے سامان کو جلا دو۔

صالح بیان کرتے ہیں: میں حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے ساتھ سالم بن عبداللہ بھی موجود تھے۔ انہوں

1381- اخرجه ابوداؤد (76/2) كتاب الجهاد' باب: في عقوبة الغال' حديث (2713) والدارمي (231/2) كتاب السير: باب: في عقوبة الغال واحمد (22/1) عن عبد العزيز بن محمد الدراوردي' قال' حدثنا صالح بن محمد عن سالم عن ابيه عن عمر به.

نے ایک شخص کو پایا جس نے مالِ غنیمت میں چوری کی تھی' تو سالم نے یہ حدیث سنائی تو ان کے حکم کے تحت اس شخص کے سامان کو جلا دیا گیا' تو اس شخص کے سامان میں قرآن مجید بھی ملا تو سالم نے کہا اس کو فروخت کر دو اور اس کی قیمت کو صدقہ کر دو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اس سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: اس روایت کو صالح بن محمد نے روایت کیا ہے۔

یہ صاحب ابوواقد لیثی ہیں' اور یہ منکر الحدیث ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے خیانت کرنے والے کے بارے میں دوسری حدیث بھی منقول ہے۔ اس میں آپ نے اس کے سامان کو جلانے کا حکم نہیں دیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

مالِ غنیمت چوری کرنے کی سزا اور مذمت

مالِ غنیمت سے مراد وہ سامان ہے جو میدان جنگ میں دشمن چھوڑ کر بھاگ جائے اور مجاہدین اس پر قابض ہو جائیں مثلاً ہتھیار' کھانے پینے کی اشیاء یا دوسرا مال و متاع۔ مالِ غنیمت تقسیم سے قبل امانت ہوتا ہے نہ تو اس میں خیانت جائز ہے اور نہ چوری۔ اس سامان کا خائن اور چور دونوں مجرم ہیں۔ چوری کی سزا قطع ید نہیں ہے' کیونکہ وہ مال بیت المال میں جمع کیا جاتا ہے جو قومی خزانہ ہوتا ہے' جبکہ قومی خزانہ میں اس کا بھی حصہ ہے۔ تاہم تقسیم مالِ غنیمت کے بعد چور کا حصہ نذرِ آتش کر دیا جائے گا۔ اس کے سامان کو نذرِ آتش کرنا علاج بالضد ہے۔ اس سامان میں مذہبی کتاب یا قرآن کریم ہو' تو اسے نذرِ آتش نہیں کیا جائے گا بلکہ محفوظ کر لیا جائے گا۔

تعزیر بالمال کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ

کیا تعزیر بالمال جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تعزیر بالمال جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے' جس میں چور کا سامان نذرِ آتش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سامان میں قرآن وغیرہ ہو' تو اسے محفوظ کر لیا جائے گا۔

۲- جمہور آئمہ کے نزدیک تعزیر بالمال جائز نہیں ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے: لایحل مال امرء مسلم الا لطیب نفس منہ۔ مسلمان کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں ہے"۔ جمہور کی اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے

کہ اس روایت میں اس مسلمان کا تذکرہ ہے' جس نے کوئی جرم نہ کیا ہو مگر جب کوئی مسلمان جرم کا مرتکب ہو' تو اسے جسمانی سزا دی جا سکتی ہے' تو مالی سزا تو بطریق اولیٰ دی جا سکتی ہے' اس لیے کہ طیب نفس سے جان حلال نہیں ہوتی جبکہ مال حلال قرار پاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَقُولُ لِآخَرَ يَا مُخَنَّثُ

باب 28: جو شخص دوسرے سے یہ کہے: اے ہیجڑے

1382 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِي حَبِيبَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ يَا يَهُودِيُّ فَاضْرِبُوهُ عِشْرِينَ وَاِذَا قَالَ يَا مُخَنَّثُ فَاضْرِبُوهُ عِشْرِينَ وَمَنْ وَّقَعَ عَلٰى ذَاتِ مَحْرَمٍ فَاقْتُلُوهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاِبْرَاهِيمُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ رَوَاهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَّقُرَّةُ بْنُ اِيَاسٍ الْمُزَنِيُّ اَنَّ رَجُلًا تَزَوَّجَ امْرَاَةَ اَبِيهِ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَصْحَابِنَا قَالُوا مَنْ اَتٰى ذَاتَ مَحْرَمٍ وَّهُوَ يَعْلَمُ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ وَقَالَ اَحْمَدُ مَنْ تَزَوَّجَ اُمَّهُ قُتِلَ وَقَالَ اِسْحٰقُ مَنْ وَّقَعَ عَلٰى ذَاتِ مَحْرَمٍ قُتِلَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کہے اے یہودی! تم اسے بیس کوڑے لگواؤ اور جب وہ یہ کہے: اے ہیجڑے! تم اسے بیس کوڑے لگواؤ اور جو شخص کسی محرم عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کرے تم اسے قتل کر دو۔

یہ حدیث ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں' ابراہیم بن اسماعیل نامی راوی کو علم حدیث میں "ضعیف" قرار دیا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے دیگر روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ انہیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حضرت قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے: ایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ شادی کر لی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔

ہمارے اصحاب کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص جاننے کے باوجود کسی محرم عورت کے ساتھ زنا کر لے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنی ماں کے ساتھ شادی کر لے اسے قتل کر دیا جائے گا۔

1382- اخرجه ابن ماجه (2/857) كتاب الحدود' باب: حد القذف' حديث (2568) قالا' حدثنا ابن ابى فديك' عن ابراهيم بن اسماعيل بن ابى حبيبة' عن داؤد بن الحصين' عن عكرمة' فذكره.

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص کسی محرم عورت کے ساتھ زنا کرے اسے قتل کردیا جائے گا۔

شرح

برے نام سے مخاطب کرنے کی سزا

جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو برے لقب یا نام سے پکارے مثلاً یوں کہا: اے ہجڑے یا اے یہودی! تو اسے گالی دینے کی سزا دی جائے گی اور وہ بیس کوڑے ہیں۔ حدیث باب میں دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے: جب کوئی شخص محرم سے زنا کا ارتکاب کرے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا کنوارا تو قتل کی سزا دی جائے گی۔ یہ عام زانی سے بڑا مجرم ثابت ہوا کیونکہ اس نے ایک تو زنا کا ارتکاب کیا اور دوسرا محرم کے ساتھ منہ کالا کرنے کا جرم کیا۔ لہٰذا اسے کم از کم سزا قتل دی جائے گی تاکہ دوسرے لوگوں کے لیے نشانی عبرت بن جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس روایت سے ثابت ہوا کہ کسی مسلمان بھائی کو برے القاب اور برے نام سے مخاطب کرنا گالی دینے کے مترادف جرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے لیے گالی کی سزا یعنی بیس کوڑے تجویز کی گئی ہے۔ لہٰذا برے القاب اور برے نام سے کسی کو مخاطب کرنے سے مکمل احتراز کیا جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّعْزِيرِ

باب 29: تعزیر (سزا) کا بیان

1383 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيبٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ اِلَّا فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي التَّعْزِيْرِ وَاَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِي التَّعْزِيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثُ

اختلافِ سند: قَالَ وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ بُكَيْرٍ فَاَخْطَاَ فِيْهِ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ خَطَاٌ وَالصَّحِيْحُ حَدِيْثُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ اِنَّمَا

1383- اخرجه البخاری (182/12) كتاب الحدود' باب: كم التعزير والادب' حديث (6848) ومسلم (212/6' الابی) كتاب الحدود' باب: قدر اسواط التعزير' حديث (1708/40) وابو داؤد (573/2) كتاب الحدود' باب: فی التعزير' حديث (4491' 4492) وابن ماجه (867/2) كتاب الحدود' باب التعزير' حديث (2601) والدارمی (176/2) كتاب الحدود' بہا: التعزير فی الذنوب' واحمد (466/3) وعبد بن حميد (ص143) حديث (366) عن بكير بن عبد الله بن الاشج' عن سليمان بن يسار' عن عبد الرحمن بن جابر بن عبد الله عن ابی بردة به.

هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دس سے زیادہ کوڑوں کی سزا صرف کسی حد میں دی جاسکتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف بکیر بن عبداللہ کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

تعزیر کے بارے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے تاہم تعزیر کے بارے میں روایت کی گئی سب سے بہتر روایت یہی حدیث ہے۔

ابن لہیعہ نے اس روایت کو بکیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں غلطی کی ہے۔

انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: عبدالرحمٰن بن جابر کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے صحیح بات یہ ہے: اسے لیث بن سعد نے روایت کیا ہے اور وہ راوی عبدالرحمٰن بن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ جنہوں نے حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسے نقل کیا ہے۔

شرح

تعزیر کی تعریف اور اس کے شرعی حکم میں مذاہب آئمہ

تعزیر وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر نہ ہو۔ حاکم وقت یا قاضی اپنی صوابدید کے مطابق تجویز کرسکتا ہے۔ حدود اور تعزیرات میں نمایاں فرق ہے۔ حدود میں تبدیلی نہیں ہوسکتی جبکہ تعزیرات میں ہوسکتی ہے۔ حدود میں معافی نہیں ہوسکتی جبکہ تعزیرات میں اس کی گنجائش ہے۔ حدود اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے متعین ہوتی ہیں جبکہ تعزیرات حاکم وقت یا قاضی مقرر کرتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا کتنی ہوسکتی ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک، حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام طحاوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے تعزیر کا تعین نہیں ہے۔ لہٰذا حاکم وقت یا قاضی حالات کے مطابق جتنی چاہے سزا دے سکتا ہے۔ انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کی اجازت کے بغیر اس کی لونڈی سے اجماع کرے، تو اسے سنگسار کیا جائے گا اور اگر اس کی اجازت سے وطی کرے، تو اسے سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے اجازت کے سبب محل میں شبہ ہوگیا اور شبہ کے باعث حد ساقط ہوجاتی ہے۔ یہ سو کوڑوں کی سزا بطور تعزیر ہوگی۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ تعزیر انتالیس (۳۹) کوڑے ہوسکتی ہے۔ آپ نے قیاسی دلیل پیش کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ غلام کے حق میں شریعت کے مطابق حد خمر چالیس کوڑے ہے اور اس سے ایک کوڑا کم کردیا تاکہ حد اور تعزیر میں فرق ہوجائے۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ تعزیر ۳۹ کوڑے ہوئی۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تعزیر دس کوڑوں سے زائد ہو سکتی ہے لیکن اس کا تعین نہیں کیا گیا۔ لہٰذا حاکم وقت یا قاضی جتنی چاہے سزا تجویز کر سکتا ہے۔ انہوں نے تعامل صحابہ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس کوڑوں کی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس (۳۰) کوڑوں کی سزا کا حکم دیا تھا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ یوں دیا جاتا ہے:

(۱) حدیث باب منسوخ ہے، جس پر قرینہ تعامل صحابہ کرام ہے۔ (۲) اس روایت میں اضطراب ہے، جس وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔

سوال: کیا بطور تعزیر کسی کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور مختار قول کے مطابق تعزیراً قتل کرنا جائز ہے۔ اس بارے میں وہ مشہور روایت بطور دلیل پیش کی جا سکتی ہے کہ چوتھی بار شراب نوشی کرنے والے، جانور سے وطی کرنے والے اور لواطت کا ارتکاب کرنے والے کو قتل کر دو۔ ان تینوں کا قتل بطور حد نہیں بلکہ بطور تعزیر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الصَّيْدِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

شکار کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

ماقبل سے ربط سابقہ ابواب میں حدود وتعزیرات کی بحث تھی جن میں قتل انسان کے احکام بھی تھے۔ قتل انسان کے احکام کی بحث کے بعد اب قتل حیوانات (ذبائح) کی بحث کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يُؤْكَلُ مِنْ صَيْدِ الْكَلْبِ وَمَا لَا يُؤْكَلُ

باب 1: کتے کے شکار میں سے کسے کھایا جا سکتا ہے اور کسے نہیں کھایا جا سکتا؟

1384 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِىْ ثَعْلَبَةَ ح وَالْحَجَّاجُ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ اَبِىْ مَالِكٍ عَنْ عَائِذِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَهْلُ صَيْدٍ قَالَ اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَاَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلَ قَالَ وَاِنْ قَتَلَ قُلْتُ اِنَّا اَهْلُ رَمْيٍ قَالَ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ فَكُلْ قَالَ قُلْتُ اِنَّا اَهْلُ سَفَرٍ نَمُرُّ بِالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ فَلَا نَجِدُ غَيْرَ اٰنِيَتِهِمْ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَاغْسِلُوْهَا بِالْمَآءِ ثُمَّ كُلُوْا فِيْهَا وَاشْرَبُوْا

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَعَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ اَبُوْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ وَاسْمُ اَبِىْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ جُرْثُوْمٌ وَّيُقَالُ جُرْثُمُ بْنُ نَاشِبٍ وَّيُقَالُ ابْنُ قَيْسٍ

◆◆ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم شکاری لوگ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے کتے کو بھیجتے ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لو اور وہ تمہارے لیے شکار کر لے تو تم اسے کھا لو۔ میں نے

1384– اخرجه مسلم (12/7– الابی) كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب: الصيد بالكلاب المعلمة، حديث (1930/11) واحمد (193/4)

عرض کی:

اگرچہ وہ اس جانور کو مار دے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ اسے مار دے۔ میں نے عرض کی: ہم تیرانداز لوگ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو تمہارے تیر لگنے سے مرے اسے کھالو۔ میں نے عرض کی: ہم سفر میں ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہودیوں، عیسائیوں یا مجوسیوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہاں ہمیں صرف انہی کے برتن ملتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا تو تم اسے پانی کے ذریعے دھو کر پھر ان میں کھا بھی لو اور پی بھی لو۔

اس بارے میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

عائذ اللہ نامی راوی ابوادریس خولانی ہیں۔

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کا نام جرثوم ہے۔ اور ایک قول کے مطابق جرثم بن ناشب ایک قول کے مطابق جرثم بن قیس ہے۔

1385 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُرْسِلُ كِلَابًا لَنَا مُعَلَّمَةً قَالَ كُلْ مَا اَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ قَتَلْنَ قَالَ وَاِنْ قَتَلْنَ مَا لَمْ يَشْرَكْهَا كَلْبٌ غَيْرُهَا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَرْمِيْ بِالْمِعْرَاضِ قَالَ مَا خَزَقَ فَكُلْ وَمَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَلَا تَاْكُلْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ نَحْوَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ وَسُئِلَ عَنِ الْمِعْرَاضِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم لوگ اپنے تربیت یافتہ کتے کو (شکار کے لیے) بھیجتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسے وہ تمہارے لیے پکڑے تم اسے کھالو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر وہ جانور کو مار ڈالے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ اسے مار ڈالے۔ بشرطیکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا کتا اس شکار میں شریک نہ ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم لاٹھی کے ذریعے بھی (جانور کو شکار کر لیتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس لاٹھی کی لوہے کی نوک) جسے چیر دے اسے کھالو اور جو اس لاٹھی کے چوڑائی کی سمت میں لگنے کی وجہ سے مرے

1385– اخرجه البخاری (519/9) كتاب الذبائح والصيد، باب: ما اصاب المعراض بعرضه، حديث (5477) ومسلم (3/7– الابی) كتاب الصيد والذبائح، باب: الصيد بالكلاب المعلمة، حديث (1929/1) وابو داؤد (120/2) كتاب الصيد، باب فی الصيد، حديث (2847) والنسائی (180/7) كتاب الصيد والذبائح، باب: صيد الكلب المعلم وابن ماجه (1072/2) كتاب الصيد: باب: صيد المعراض، حديث (3215) واحمد (256/4) عن منصور عن ابراهيم همام بن الحارث عن عدی بن حاتم۔

اسے نہ کھاؤ۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ سے لاٹھی کے شکار کے بارے میں دریافت کیا گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

جواز وحلت صید کی شرائط

شکار کے جواز وحلت کی چند مشہور شرائط درج ذیل ہیں:

(۱) آلہ یا شکاری جانور پر تسمیہ پڑھنا (۲) شکار کا گلے سے ذبح کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کا تمام جسم محل ذبح ہے۔ (۳) شکاری جانور کو بالقصد شکار پر چھوڑا گیا ہو۔ (۴) شکاری جانور معلم ہو یعنی وہ شکار کا کوئی حصہ نہ کھائے (۵) شکار کو زخمی کرنا (۶) شکار ایسا جانور ہو جس کو ذبح کر کے کھانا جائز ہو۔

جب کسی جانور میں حلت وحرمت دونوں اسباب پائے جائیں تو حرمت کو ترجیح حاصل ہونا

حدیث باب پر غور کرنے سے یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ جب کسی جانور میں ہلاکت کے دو اسباب پائے جائیں جو ایک حلت کا اور دوسرا حرمت کا تو حرمت کے سبب کو ترجیح حاصل ہوگی مثلاً کسی شکاری نے کسی پرندے کو شکار کرنے کے لیے تیر مارا تو وہ پرندہ کھڑے ہوئے پانی کے گڑھے میں جا گرا اور ہلاک ہو گیا۔ اس پرندے کی ہلاکت کے دو اسباب ہیں۔ ایک تیر جو سبب حلال ہے اور دوسرا پانی میں ڈوبنا جو سبب حرمت ہے تو اس صورت میں حرمت کی جہت کو ترجیح حاصل ہوگی۔ لہٰذا وہ پرندہ حلال نہیں بلکہ حرام ہوگا۔ اس ترجیح کی وجہ احتیاطی پہلو کو اختیار کرنا ہے جو اسلامی اصول کے قریب تر ہے۔

گولی سے شکار کیے ہوئے جانور کا شرعی حکم

جب کسی جانور کو گولی سے شکار کیا جائے تو کیا وہ حلال ہوگا یا نہیں؟ اس مسئلہ کی وضاحت فقہاء متقدمین کی کتب میں موجود نہیں ہے کیونکہ ان کے ادوار میں بندوق وغیرہ کی گولی تصور نہیں تھا۔ تاہم علماء عصر حاضر کا اس میں اختلاف ہے۔ علماء کی ایک جماعت اسے حلال قرار دیتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب بندوق یا پستول وغیرہ کی گولی سے کسی جانور کو شکار کیا جائے تو وہ گولی تیز رفتاری سے جانور کو لگتی ہے اور آر پار ہو جاتی ہے۔ اس کے سبب جانور کے ہر حصہ سے اتنا خون بہہ جاتا ہے جتنا چھری سے ذبح کرنے میں بھی نہیں بہتا اور ذبح کا مقصد خون بہانا ہوتا ہے۔ لہٰذا جانور حلال ہونا چاہیے۔ علماء کی دوسری جماعت کا موقف ہے کہ وہ جانور حرام ہے کیونکہ گولی تیز دھار آلہ نہیں ہوتا اور نوکدار بھی نہیں ہو بلکہ تیز رفتاری سے آ کر جانور کو لگتی ہے اور آر پار ہو جاتی اور بذات خود پھاڑنے کی صلاحیت نہیں ہوتی صرف دور سے تیز آنے کی وجہ سے آر پار ہوتی ہے لہٰذا یہ ذبح کے حکم میں نہیں ہے اور جانور ذبح کے بغیر ہلاک ہو جائے تو وہ حرام ہوتا ہے لہٰذا یہ حرام ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوْسِ

باب2: مجوسی کے کتے کا شکار

1386 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ اَبِىْ بَزَّةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِىِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: نُهِيْنَا عَنْ صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوْسِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يُرَخِّصُوْنَ فِىْ صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوْسِ

توضیحِ راوی: وَالْقَاسِمُ بْنُ اَبِىْ بَزَّةَ هُوَ الْقَاسِمُ بْنُ نَافِعٍ الْمَكِّىُّ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہمیں مجوسی کے کتے کے کیے ہوئے شکار (کو کھانے) سے منع کیا گیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اس سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ انہوں نے مجوسی کے کتے کے شکار (کو کھانے) کی اجازت نہیں دی۔

قاسم بن ابوبزہ نامی راوی کا قاسم بن نافع مکی ہیں۔

شرح

آتش پرست کے کتے شکار کا شرعی حکم

مجوسی کے کتے کے شکار کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کا اجماعی فیصلہ یہ ہے کہ جس طرح ذابح کا صاحب ملت (مسلمان یا اہل کتاب) ہونا شرط ہے اسی طرح شکاری کتے کو چھوڑنے والے کا صاحب ملت ہونا بھی ضروری ہے' لہٰذا ہندو' مجوسی اور مشرک کے کتے کا شکار حرام ہے۔ حدیث باب کے مضمون سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَيْدِ الْبُزَاةِ

باب3: باز کے شکار کا حکم

1387 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَّهَنَّادٌ وَّاَبُوْ عَمَّارٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنِ

1386- اخرجه ابن ماجه (1070/) كتاب الصيد' باب: صيد كلب المجوس- حديث (3209) قالا: حدثنا وكيع' قال: حدثنا شريك' عن الحجاج بن ارطاة' عن القاسم عن سلمان الىشكرى عن جابر به.

1387- اخرجه ابوداؤد (121/2) كتاب الصيد: باب: فى اتخاذ الكلب للصيد وغيره حديث (2851) وابن ماجه (1071/2) كتاب الصيد' باب: صيد القوس' حديث (3212) واحمد (4/257-377) والحميدى (2/406-407) حديث (914-915-916) من طريق مجالد بن سعيد عن الشعبى عن عدى بن حاتم به.

الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ

متن حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَيْدِ الْبَازِى فَقَالَ مَا اَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بِصَيْدِ الْبُزَاةِ وَالصُّقُوْرِ بَاْسًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْبُزَاةُ هُوَ الطَّيْرُ الَّذِىْ يُصَادُ بِهِ مِنَ الْجَوَارِحِ الَّتِىْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ) فَسَّرَ الْكِلَابَ وَالطَّيْرَ الَّذِىْ يُصَادُ بِهِ وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِىْ صَيْدِ الْبَازِى وَاِنْ اَكَلَ مِنْهُ وَقَالُوْا اِنَّمَا تَعْلِيْمُهُ اِجَابَتُهُ وَكَرِهَهُ بَعْضُهُمْ وَالْفُقَهَاءُ اَكْثَرُهُمْ قَالُوْا يَاْكُلُ وَاِنْ اَكَلَ مِنْهُ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے باز کے شکار کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: جسے وہ تمہارے لیے شکار کر لے اسے کھالو۔

ہم اس روایت کو صرف مجالد کی شعبی سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ان کے نزدیک باز اور شکرے کے شکار میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں: باز وہ پرندہ ہے' جسے شکار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ ان جوارح میں شامل ہے۔جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

''اور جن جوارح کی تم نے تربیت کی ہو''

انہوں نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے کتے اور پرندے کا تذکرہ کیا ہے' جن کے ذریعے شکار کیا جاتا ہے۔

بعض اہلِ علم نے باز کے اس شکار کو کھانے کی رخصت دی ہے' جسے اس باز نے خود بھی کھایا ہو۔

یہ علماء فرماتے ہیں: باز کے تربیت یافتہ ہونے کا مطلب یہ ہے: وہ حکم کی تعمیل کرے۔

بعض اہلِ علم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اکثر فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: آدمی اس شکار کو کھا سکتا ہے' جس کے کچھ حصے کو باز نے کھالیا ہو۔

شرح

باز کے ذریعے شکار کیے ہوئے جانور کا شرعی حکم

لفظ ''البزاۃ'' البازی کی جمع ہے اور اردو زبان میں ''باز'' کو کہا جاتا ہے۔باز کے شکار کے حلال ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ کتے کی طرح معلم یعنی تربیت یافتہ ہو۔دونوں کی تعلیم میں فرق ہے۔کتے کی تعلیم یہ ہے کہ وہ شکار کرنے کے بعد جانور کو مکمل طور پر اپنے مالک کے لیے محفوظ رکھے اور اس کو کھائے نہ۔باز کی تعلیم یہ ہے کہ جب مالک اسے جانور کے شکار کے لیے اڑائے اور پھر اسے واپس طلب کرے' تو وہ فوراً واپس پلٹ آئے۔معلم کتے کی طرح ایسے باز کا شکار بھی حلال ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الرَّجُلِ یَرْمِی الصَّیْدَ فَیَغِیبُ عَنْهُ

باب 4: آدمی شکار کو تیر مارتا ہے اور وہ شکار غائب ہو جاتا ہے

1388 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ یُحَدِّثُ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرْمِی الصَّیْدَ فَاَجِدُ فِیْهِ مِنَ الْغَدِ سَهْمِیْ قَالَ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّ سَهْمَكَ قَتَلَهُ وَلَمْ تَرَ فِیْهِ اَثَرَ سَبُعٍ فَكُلْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰی شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ وَّعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَیْسَرَةَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ مِثْلَهُ وَكِلَا الْحَدِیْثَیْنِ صَحِیْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں شکار کو تیر مارتا ہوں اور پھر میں اسے اگلے دن اپنے تیر کے ہمراہ پاتا ہوں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں یہ یقین ہو کہ وہ تمہارے ہی تیر کی وجہ سے ہلاک ہوا ہے اور تم اس میں کسی درندے (کے حملے) کا نشان نہ پاؤ تو تم اسے کھالو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

شعبہ نے اس حدیث کو ابو بشر کے حوالے سے عبدالملک بن میسرہ کے حوالے سے، سعید بن جبیر کے حوالے سے، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

یہ دونوں روایات صحیح ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

تیر لگنے کے بعد شکار کے غائب ہونے کا حکم

جب کوئی شخص پرندے کو تیر کا نشانہ بنائے تو شکار غائب ہو جائے اور تلاش کے باوجود وہ دستیاب نہ ہوا ہو۔ دوسرے دن وہ

1388- اخرجه النسائی (193/7) كتاب الصيد والذبائح، باب: فی الذی یرمی الصید فیغیب عنه واحمد (377/4) عن سعید بن جبیر عن عدی بن حاتم به.

پرندہ ہلاک شدہ دستیاب ہوااور تیر بھی اس میں پیوست ہو تو وہ جانور حلال ہے کیونکہ یقینی طور پر وہ پرندہ تیر سے ہلاک ہوا ہے لٰہذا وہ حلال ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّرْمِى الصَّيْدَ فَيَجِدُهٗ مَيِّتًا فِى الْمَآءِ

باب 5: جو شخص شکار کو تیر مارے اور پھر اس شکار کو پانی میں مردہ پائے

1389 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنِىْ عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّيْدِ فَقَالَ اِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنْ وَّجَدْتَّهٗ قَدْ قُتِلَ فَكُلْ اِلَّا اَنْ تَجِدَهٗ قَدْ وَقَعَ فِىْ مَاءٍ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِى الْمَاءُ قَتَلَهٗ اَوْ سَهْمُكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے شکار کے بارے میں دریافت کیا: آپ نے ارشاد فرمایا: جب تم اسے اپنا تیر مارو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لو پھر تم اسے اس حالت میں پاؤ کہ وہ مر چکا ہے تو تم اسے کھا لو ماسوائے اس صورت کے کہ تم اسے پانی میں گرا ہوا پاؤ تو اسے نہ کھانا کیونکہ تم یہ نہیں جانتے کہ وہ پانی کی وجہ سے مرا ہے یا تمہارے تیر کی وجہ سے مرا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

تیر لگنے کے بعد پرندہ پانی میں مردہ پائے جانے کا حکم

شکاری کا تیر لگنے کے بعد پرندہ پانی میں جا گرے اور ہلاک ہو جائے۔ اس صورت میں شکار کی ہلاکت کے دو اسباب ہوئے۔ (۱) تیر کا نشانہ بننا (۲) پرندے کا پانی میں گرنا۔ پہلے سبب کی وجہ سے یہ حلال ہوگا اور دوسرے سبب کی وجہ سے حرام۔ جب حلت وحرمت دونوں اسباب کسی جانور میں پائے جائیں تو حرمت والے سبب کو ترجیح حاصل ہوتی ہے لٰہذا یہ پرندہ کھانا حلال نہیں بلکہ حرام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

1389- اخرجه البخاری (525/9) کتاب الذبائح والصید: باب: الصید اذا غاب عنه یومین او ثلاثه' حدیث (5484) ومسلم (12/7) کتاب الصید والذبائح- باب: الصید بالکلاب المعلمة حدیث (1929/7) وابو داؤد (121/2) کتاب الصید' باب: فی الصید' حدیث (2859) والنسائی (193/192/7) کتاب الصید والذبائح' باب: فی الذی یرمی الصید فیقع فی الماء' وابن ماجه (1072/2) کتاب الصید باب: الصید یغیب لیلة' حدیث (3213) واحمد (256/4) عن عاصم الاحوال عن الشعبی عن عدی بن حاتم به.

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْكَلْبِ يَأْكُلُ مِنَ الصَّيْدِ

باب 6: جو کتا شکار میں سے کچھ کھالے اُس کا حکم

1390 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَيْدِ الْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ قَالَ اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ مَا اَمْسَكَ عَلَيْكَ فَاِنْ اَكَلَ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهٖ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ خَالَطَتْ كِلَابَنَا كِلَابٌ اُخَرُ قَالَ اِنَّمَا ذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى كَلْبِكَ وَلَمْ تَذْكُرْ عَلٰى غَيْرِهٖ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ سُفْيَانُ اَكْرَهُ لَهٗ اَكْلَهٗ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِي الصَّيْدِ وَالذَّبِيْحَةِ اِذَا وَقَعَا فِي الْمَآءِ اَنْ لَّا يَاْكُلَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ فِي الذَّبِيْحَةِ اِذَا قُطِعَ الْحُلْقُوْمُ فَوَقَعَ فِي الْمَآءِ فَمَاتَ فِيْهِ فَاِنَّهٗ يُؤْكَلُ وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْكَلْبِ اِذَا اَكَلَ مِنَ الصَّيْدِ فَقَالَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا اَكَلَ الْكَلْبُ مِنْهُ فَلَا تَاْكُلْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِي الْاَكْلِ مِنْهُ وَاِنْ اَكَلَ الْكَلْبُ مِنْهُ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے تربیت یافتہ کتے کے شکار کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے کتے کو بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لے لو تو جو وہ تمہارے لیے شکار کرے اُسے کھالو اگر وہ خود اسے کھا چکا ہو' تو تم اسے نہ کھاؤ کیونکہ یہ شکار اس نے اپنے لیے کیا ہوگا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے' اگر ہمارے کتے کے ساتھ کچھ دوسرے کتے بھی آ کر مل جاتے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کا نام اپنے کتے کو بھیجتے ہوئے لیا تھا دوسروں پر نہیں لیا تھا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسے جانور کو کھانا نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے مکروہ قرار دیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک شکار اور ذبیحہ میں اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ اگر وہ دونوں پانی میں گر جائیں تو آدمی اسے نہیں کھائے گا۔

بعض حضرات نے ذبیحہ کے بارے میں یہ حکم دیا ہے: اگر اس کا حلقوم کٹ چکا ہو' اور پھر وہ پانی میں گر جائے اور وہاں گر کر مر جائے' تو اسے کھایا جا سکتا ہے۔

عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

اہلِ علم نے کتے کے بارے میں اختلاف کیا ہے' اگر وہ شکار کو کھا لیتا ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اگر کتا شکار میں سے کھالیتا ہے' تو آدمی اسے نہیں کھائے گا۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔
نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے ایسے شکار کو کھانے کی اجازت دی ہے۔
اگرچہ کتے نے اس شکار میں سے کچھ کھایا ہو۔

شرح

کتا شکار کا کچھ حصہ کھالے تو گوشت کا شرعی حکم

جب معلم کتا کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا تو اس نے شکار کو محفوظ رکھا تو وہ متفقہ طور پر حلال ہے۔ اگر کتے نے شکار کا کچھ حصہ کھالیا یا اس کتے کے ساتھ دوسرے کتے بھی شامل ہو گئے ہوں جو بسم اللہ پڑھے بغیر چھوڑے گئے ہوں' تو اس شکار کے حلال وحرام ہونے میں آلہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ وہ شکار حلال ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا' مـکـل مـمـا امسكن عليك قال اى ابو ثعلبة ذكى و غير ذكى قال ذكى و غير ذكى قال وان اكل منه قال وان اكل منه ۔ یعنی کتے نے خواہ شکار کا کچھ کھا بھی لیا ہو' تو وہ حلال ہے اور تم وہ کھا سکتے ہو۔

۲- جمہور آئمہ فقہ کا نقطہ نظر ہے کہ شکاری کتا جس شکار کا کچھ حصہ کھالے تو وہ ہمارے لیے حرام ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے: فـان اكـل فلاتـاكل یعنی اگر شکاری کتا شکار کا کچھ حصہ کھالے تو تم اسے نہ کھاؤ" علاوہ ازیں ارشاد ربانی ہے: فكلوا مما امسكن عليكم ۔ اگر شکاری کتا تمہارے لیے شکار کو محفوظ رکھے تو تم اسے کھاؤ" گویا اگر شکاری کتا شکار کا کچھ حصہ کھالے تو تم نہ کھاؤ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ

باب 7: لاٹھی کے ذریعے شکار کا حکم

1391 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ
متنِ حدیث: قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ مَا اَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ

1391- اخرجه البخاری (513/9) کتاب الذبائح والصيد : باب: التسمية على الصيد- حديث (5475) ومسلم (9/7- الابی) كتاب الصيد والذبائح' باب: الصيد بالكلاب المعلمة' حديث (1929/4) والنسائی (195/7) كتاب الصيد والذبائح' باب: ما اصاب بحد من صيد المعراض وابن ماجه (1072/2) كتاب الصيد' باب: صيد المعراض' حديث (3214) والدارمی (89/2) كتاب الصيد' باب: التسمية عند ارسال الكلب وصيد الكلاب' والحميدی (406/2) حديث (913) واحمد (256/4) عن زكريا عن الشعبی عن عدی بن حاتم به' وعند ابی داؤد (122/2) كتاب الصيد' باب: فی الصيد' حديث (2854) عن عبد الله بن ابی السفر عن الشعبی عن عدی بن حاتم به

وَمَا اَصَبْتَ بِعَرْضِهٖ فَهُوَ وَقِيْذٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے لاٹھی کے شکار کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: جو اس کی نوک لگنے کی وجہ سے مرے اس کو کھالو اور جو چوڑائی کی سمت میں لاٹھی لگنے کی وجہ سے مرے وہ مردار شمار ہوگا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند حدیث نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

شرح

معراض کے ذریعے شکار کرنے کا شرعی حکم

معراض سے مراد ایسی لاٹھی ہے' جس کی نوک پر لوہے کا تیز دھار لوہے کا پھل لگا ہوتا ہے جو اپنا دفاع کرنے' شکار کرنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کا قدیمی ہتھیار ہے۔ سوال یہ ہے کہ معراض کے ذریعے کیا ہوا شکار حلال ہے یا حرام؟ یہی سوال حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا تو آپ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا تھا کہ اگر معراض کی نوک سے شکار کیا ہے' تو وہ حلال ہے اور اگر اس کے عرض یا پہلو سے شکار کیا ہو' تو وہ حرام ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ کونے سے شکار کی وجہ سے شکار زخمی ہوگا اور خون بہہ جائے گا جبکہ عرض حصہ لگنے سے یہ مقصد پورا نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الذَّبِيْحَةِ بِالْمَرْوَةِ

باب 8: پتھر کے ذریعے ذبح کرنا

1392 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِهٖ صَادَ اَرْنَبًا اَوِ اثْنَيْنِ فَذَبَحَهُمَا بِمَرْوَةٍ فَعَلَّقَهُمَا حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَاَمَرَهٗ بِاَكْلِهِمَا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ وَرَافِعٍ وَّعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُّذَكِّيَ بِمَرْوَةٍ وَّلَمْ يَرَوْا بِاَكْلِ الْاَرْنَبِ بَاْسًا وَّهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ

وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُهُمْ اَكْلَ الْاَرْنَبِ

اختلاف سند: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَصْحَابُ الشَّعْبِيِّ فِيْ رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرَوٰى دَاوٗدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ وَرَوٰى عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَوْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ صَفْوَانَ اَصَحُّ وَرَوٰى جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ نَحْوَ حَدِيْثِ قَتَادَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَيُحْتَمَلُ اَنَّ رِوَايَةَ الشَّعْبِيِّ عَنْهُمَا قَالَ مُحَمَّدٌ حَدِيْثُ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ان کی قوم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے ایک یا شاید دو خرگوشوں کا شکار کیا اور انہیں پتھر کے ذریعے ذبح کر کے لٹکا دیا جب اس کی ملاقات نبی اکرم ﷺ سے ہوئی تو اس نے آپ سے اس بارے میں دریافت کیا: آپ نے اسے ان دونوں کو کھا لینے کی ہدایت کی۔

اس بارے میں حضرت محمد بن صفوان رضی اللہ عنہ، حضرت رافع رضی اللہ عنہ اور حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

بعض اہلِ علم نے اس بات کی اجازت دی ہے: پتھر کے ذریعے ذبح کیا جا سکتا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک خرگوش کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اکثر اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے خرگوش کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

امام شعبی کے اصحاب نے اس روایت کو نقل کرنے میں اختلاف کیا ہے۔

داؤد بن ابوہند نے اسے شعبی کے حوالے سے، محمد بن صفوان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جبکہ عاصم نے اس روایت کو شعبی کے حوالے سے صفوان بن محمد یا شاید محمد بن صفوان نامی راوی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

محمد بن صفوان نام درست ہے۔

جابر جعفی نے شعبی کے حوالے سے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس طرح کی روایت نقل کی ہے جیسا کہ قتادہ نے شعبی سے نقل کی ہے۔

یہاں اس بات کا احتمال موجود ہے: امام شعبی نے ان دونوں حضرات سے احادیث نقل کی ہوں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں: شعبی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ محفوظ نہیں ہے۔

شرح

پتھر سے جانور کو ذبح کرنے کا شرعی حکم

لفظ "مروۃ" سے مراد سفید دھار دار پتھر ہے۔ مسجد حرام سے متصل اور صفا پہاڑی کے مقابل پہاڑی کو بھی "مروہ" کہا جاتا ہے۔ دھار دار پتھر جس سے خون بہہ جائے' سے بھی جانور کو ذبح کرنا جائز ہے اور اس کا گوشت بھی حلال ہے۔ اسی طرح بانس کا

چھلکا جو تیز دھار ہو سے بھی جانور ذبح کیا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں مشہور ارشاد نبوی ہے: جو چیز خون بہا دے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے وہ حلال ہی۔ (مشکوۃ حدیث نمبر ۴۰۷۱)

فائدہ نافعہ: تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اتفاق و اجماع ہے کہ خرگوش کا شکار کرنا اور اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔ حدیث باب سے بھی اس کا شکار اور حلال ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں اہل تشیعہ کے علاوہ کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا' ان کے نزدیک اس کا شکار منع اور گوشت حرام ہے۔

کِتَابُ الْاَطْعِمَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

کھانے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَكْلِ الْمَصْبُوْرَةِ

باب 1: جس جانور کو باندھ کر (نشانے بازی کے ذریعے مارا جائے) اسے کھانا حرام ہے

1393 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَفْرِيْقِيِّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْمُجَثَّمَةِ وَهِىَ الَّتِىْ تُصْبَرُ بِالنَّبْلِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ وَاَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِى الدَّرْدَاءِ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجثمہ کھانے سے منع کیا ہے اور یہ وہ جانور ہے' جسے باندھ کر اس پر تیراندازی کی جائے۔

اس بارے میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔

1394 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ وَّهْبِ اَبِىْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِىْ اُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ الْعِرْبَاضِ وَهُوَ ابْنُ سَارِيَةَ عَنْ اَبِيْهَا

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِّنَ السَّبُعِ وَعَنْ كُلِّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَعَنِ الْمُجَثَّمَةِ وَعَنِ الْخَلِيْسَةِ وَاَنْ تُوْطَاَ الْحَبَالٰى حَتّٰى يَضَعْنَ مَا فِىْ بُطُوْنِهِنَّ

1393- اخرجه احمد (195/5)(455/6) والحميدى (194/1) حديث (397) عن سهيل بن ابى صالح عن عبد الله بن يزيد السعدى عن سعيد بن المسيب عن ابى الدرداء۔

1394- اخرجه احمد (127/4) اقل حدثنا وهب بن اخلد الحمصى قال: حدثنى ام حبيبة بنت العرباض عن العرباض بن سارية۔

مذاہب فقہاء: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ سُئِلَ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ الْمُجَثَّمَةِ قَالَ اَنْ يُنْصَبَ الطَّيْرُ اَوِ الشَّيْءُ فَيُرْمَى وَسُئِلَ عَنِ الْخَلِيسَةِ فَقَالَ الذِّئْبُ اَوِ السَّبُعُ يُدْرِكُهُ الرَّجُلُ فَيَأْخُذُهُ مِنْهُ فَيَمُوْتُ فِيْ يَدِهٖ قَبْلَ اَنْ يُذَكِّيَهَا

ام حبیبہ بنت عرباض اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن نوکیلے دانتوں والے درندے اور نوکیلے پنجوں والے پرندے، پالتو گدھوں، مجثمہ اور خلیسہ کھانے سے منع کیا تھا نیز حاملہ کنیزوں کے ساتھ صحبت کرنے سے منع کیا تھا جب تک وہ بچے کو جنم نہ دیں۔

محمد بن یحییٰ کہتے ہیں ابوعاصم نامی راوی سے مجثمہ کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو انہوں نے فرمایا: پرندے کو یا کسی اور (جانور کو) باندھ کر اس پر تیراندازی کی جائے۔ (یعنی نشانے بازی کی جائے)

ان سے خلیسہ کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو انہوں نے فرمایا: جسے کوئی بھیڑیا یا درندہ پکڑے اور پھر آدمی اس سے چھین لے اور وہ آدمی کے ہاتھ میں' آدمی کے اس کے ذبح کرنے سے پہلے ہی مر جائے۔

1395 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُتَّخَذَ شَيْءٌ فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی جاندار چیز کو پکڑ کر اس پر نشانے بازی کرنے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

شرح

باندھ کر تیروں سے ہلاک کیے جانے والے جانور کے کھانے کا شرعی حکم

زمانہ جاہلیت میں جانور کو باندھ کر اسے تیروں کا نشانہ بنایا جاتا تھا اور اس کے ہلاک ہونے پر لوگ اسے بڑے ذوق سے کھاتے تھے۔ ایسے جانور کو عربی زبان میں "مصبورة" کہا جاتا ہے۔ حدیث باب میں اس رسم جاہلی سے منع کیا گیا ہے اور ایسے

1395- اخرجه مسلم (43/7) كتاب الصيد والذبائح' باب: النهي عن صبر البهائم' حديث (1957/58) والنسائي (239/7) كتاب الضحايا' باب: النهي عن المجثمة' وابن ماجه (1063/2) كتاب الذبائح' باب: النهي عن صبر البهائم وعن المثلة' حديث (3187) واحمد (216/1'274'280'285'297' 338'340'345)

جانور کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ باب کی دوسری حدیث میں کچلیوں والے درندوں اوران پرندوں کو حرام قرار دیا گیا ہے جو اپنے پنجوں سے پکڑ کوئی چیز کھاتے ہیں مثلاً پالتو گدھا' وحشی گدھا وغیرہ۔

لفظ "خلیسہ" بروزن فعلیۃ کا لغوی معنی ہے۔ چھڑوائی ہوئی چیز جبکہ اصطلاحی معنی کے لحاظ سے وہ جانور مراد ہے جو درندے کے منہ سے چھڑایا گیا ہو اور ذبح کرنے سے قبل مر جائے۔ یہ جانور حرام ہے۔ تاہم درندے کے منہ سے زندہ چھڑا کر اسے ذبح کر لیا جائے تو وہ جانور حلال ہوگا مثلاً کتے نے مرغی پکڑ لی اور زندہ اس کے منہ سے چھڑائی گئی پھر وہ ذبح کر لی گئی تو اس صورت میں وہ حلال ہوگی۔ لفظ "مجثمہ" سے مراد وہ جانور ہے' جسے زمانہ جاہلیت میں باندھ کر تیروں کا نشانہ بنا کر ہلاک کیا جاتا تھا اور کھایا جاتا تھا۔ یاد رہے لفظ مصبورہ اور مجثمہ دونوں مترادف ہیں۔ باب کی تیسری حدیث میں جانور کو باندھ کو تیروں کا نشانہ بنانے سے منع کیا گیا ہے' کیونکہ اس طرح بلاوجہ جانور کو تکلیف دی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ذَكَاةِ الْجَنِيْنِ

باب 2: جنین کو ذبح کرنا

1396 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُّجَالِدٍ ح قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنْ اَبِى الْوَدَّاكِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: ذَكَاةُ الْجَنِيْنِ ذَكَاةُ اُمِّهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِىْ اُمَامَةَ وَاَبِى الدَّرْدَاءِ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

توضیح راوی: وَاَبُو الْوَدَّاكِ اسْمُهٗ جَبْرُ بْنُ نَوْفٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جنین کی ماں کو ذبح کرنا' جنین کو ذبح کرنا شمار ہوگا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1396- اخرجه ابوداؤد (113/2) كتاب الذبائح' باب: ما جاء فى ذكاة الجنين' حديث (2827) وابن ماجه (1067/2) كتاب الذبائح' باب: ذكاة الجنين ذكاة امه' حديث (3199) واحمد (31/3) عن مجالد' عن ابى الوداك عن ابى سعيد الخدرى به.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔
نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔
ابوداک نامی راوی کا نام جبر بن نوف ہے۔

شرح

جنین کو ذبح کرنے کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ

لفظ "جنین" سے مراد جانور کے پیٹ کا بچہ ہے۔ اگر ذبح شدہ جانور کے پیٹ سے زندہ جنین برآمد ہوا تو اسے ذبح کیا جائے گا' اگر وہ ذبح کرنے سے قبل مر جائے یا اس حالت میں اس کے پیٹ سے برآمد ہوا ہو کہ اس کی بناوٹ مکمل نہ ہو' تو بالا جماع ایسا بچہ حرام ہے۔ اگر ماں کے پیٹ سے برآمد ہونے والے بچے کی بناوٹ مکمل ہوا اور جسم پر بال بھی موجود ہوں' تو اس کے حلال وحرام ہونے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایسا جنین حرام ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ حدیث باب کی اصل عبارت یوں تھی۔ ذکاۃ الجنین کذکاۃ امہ ۔ یعنی جنین کو بھی ماں کی طرح ذبح کیا جائے گا۔ جب پیدا ہی مردہ ہوا اور ذبح کرنے کی نوبت نہ آئی تو جنین یقیناً حرام ہوگا۔ اس صورت میں زید کالاسد کی طرح ترکیب نحوی ہوگی۔

۲- حضرات آئمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جنین حلال ہے۔ انہوں نے حالت رفع میں حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ ۔ یعنی ماں کا ذبح ہی جنین کا ذبح ہے۔ اس صورت میں خبر مقدم اور مبتداء مؤخر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کو ترجیح حاصل ہوگی کیونکہ ارشاد ربانی سے بھی اس کی تاکید ہوتی ہے۔ حرمت علیکم المیتۃ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ کُلِّ ذِیْ نَابٍ وَّذِیْ مِخْلَبٍ

باب 3: ہر نوکیلے دانت والے درندے اور نوکیلے پنجوں والے پرندے (کو کھانا) حرام ہے

1397 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ وَغَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ

الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهُ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

◆◆ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہر نوکیلے پنجے والے درندے (کو کھانے سے) منع کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوادریس خولانی نامی راوی کا نام عائذ اللہ بن عبداللہ ہے۔

1398 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متن حدیث: حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ يَوْمَ خَيْبَرَ الْحُمُرَ الْاِنْسِيَّةَ وَلُحُوْمَ الْبِغَالِ وَكُلَّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَذِيْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں یعنی غزوہ خیبر کے دن پالتو گدھوں کو، خچروں کے گوشت کو، ہر نوکیلے دانت والے درندے اور ہر نوکیلے پنجے والے پرندے کو (حرام قرار دیا ہے)

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن غریب" ہے۔

1399 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

1397- اخرجه البخاری (573/9) كتاب الذبائح والصيد، باب: اكل كل ذی ناب من السباع حديث ص(5530) ومسلم (14/7) كتاب الصيد والذبائح، باب: تحريم اكل كی ذی ناب- حديث (1932) وابوداؤد (382/2، 383) كتاب الاطعمة، باب: النهی عن اكل السباع، حديث(3802) والنسائی (200/7) كتاب الصيد، والذبائح، باب: تحريم اكل السباع وابن ماجه(1077/2) كتاب الصيد، باب: اكل كل ذی ناب من السباع، حديث (3232) ومالك (496/2) كتاب الصيد، باب: تحريم اكل كل ذی ناب من السباع، حديث (13) واحمد (193/4، 194) والدارمی (84/2) كتاب الاضحی، باب: ما لا يوكل من السباع والحميدی (286/2) حديث (875) عن الزهری عن ابی ادريس الخولانی عن ابی ثعلبة الخشنی به.

1398- اخرجه احمد (323/3) حدثنا ابوالنضر، هاشم بن القاسم، قال، حدثنا عكرمة بن عمار، عن يحيیٰ بن ابی كثير، عن ابی سلمة بن عب دالرحمن عن جابر به.

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ كُلَّ ذِىْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہر نوکیلے دانتوں والے درندے (کو کھانے) کو حرام قرار دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

اکثر اہلِ علم' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

نوکیلے دانتوں والے درندوں اور نوکیلے پنجوں والے پرندوں کا گوشت حرام ہونا

باب کی احادیث ثلاثہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے جانوروں کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا۔ (۱) گھریلو گدھو (۲) خچروں کا گوشت (۳) نوکیلے دانتوں والے درندوں (۴) نوکیلے پنجوں والے پرندوں وغیرہ۔ ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت میں خود مختار بنایا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں حلال قرار دیں اور جس چیز کو چاہیں قرار دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حلال یا حرام کردہ چیز درحقیقت اللہ تعالیٰ کی حلال یا حرام کردہ ہے' کیونکہ ارشاد ربانی ہے: من يطع الرسول فقد اطاع الله یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت' اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

بَابُ مَا قُطِعَ مِنَ الْحَيِّ فَهُوَ مَيِّتٌ

باب 4: جس زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے' وہ عضو مردار شمار ہوگا

1400 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ

متنِ حدیث: قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يَجُبُّوْنَ اَسْنِمَةَ الْاِبِلِ وَيَقْطَعُوْنَ اَلْيَاتِ

1399- اخرجه احمد (418،366/2) عن محمد بن عمرو' عن ابی سلمة عن ابی هريرة به.

1400- اخرجه ابوداؤد (124/2) كتاب الصيد' باب: فی صيد قطع منه قطعة' حديث (2858) والدارمی (93/2) كتاب الصيد' باب: فی الصيد يبين منه العضو' واحمد (218/5) عن عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار' عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار' عن ابی واقد الليثی به.

الْغَنَمِ فَقَالَ مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيْمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْجَوْزَجَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَأَبُوْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ عَوْفٍ

حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ اونٹ کی کوہان اور دنبوں کی چکی کاٹ لیا کرتے تھے (اور اسے کھایا کرتے تھے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس زندہ جانور کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے وہ حصہ مردار شمار ہوگا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف زید بن اسلم سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

ابوواقد لیثی نامی راوی کا نام حارث بن عوف ہے۔

شرح

زندہ جانور کے عضو کو کاٹنے اور کٹے ہوئے عضو کا شرعی حکم

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں ایک عجیب عمل یہ دیکھا کہ وہ زندہ اونٹ کی کوہان اور دنبے کی چکی کاٹ لیتے پھر اسے پکا کر بڑے مزے سے کھاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حرکت سے منع فرمایا اور کٹے ہوئے عضو یا حصہ کے گوشت کا کھانا بھی حرام قرار دیا کیونکہ ایسی صورت میں جانوروں کے لیے سخت تکلیف دہ مرحلہ ہوتا ہے۔ دوران شکار تیر لگنے سے شکار کی ٹانگ یا جسم کا کوئی حصہ الگ ہو کر گر جائے تو اس مسئلہ میں قدرے تفصیل ہے جہاں الگ شدہ عضو یا حصہ فرع اور مبان منہ جس جانور سے الگ ہوا ہو۔ اصل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو تو مبان حرام ہوگا ورنہ حلال ہوگا۔ اگر دوران شکار جانور درمیان سے کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا تو دونوں حلال ہوں گے اس لیے کہ ایسی صورت میں زندہ ہونے کی صلاحیت نہیں ہے۔ کسی جانور کو ذبح کیا اور ٹھنڈا ہونے سے قبل اس کا کوئی عضو کاٹ کر الگ کر لیا تو وہ حلال قرار پائے گا کیونکہ وہ جانور خواہ صورتاً زندہ تھا جبکہ حکماً مذبوحہ تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الذَّكَاةِ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ

باب 5: حلق اور لبہ میں ذبح کرنا

1401 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ ح وحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي الْعُشَرَاءِ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَكُوْنُ الذَّكَاةُ اِلَّا فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ قَالَ لَوْ طَعَنْتَ فِيْ فَخِذِهَا لَاَجْزَاَ عَنْكَ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ هٰذَا فِي الضَّرُوْرَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَلَا نَعْرِفُ لِاَبِي الْعُشَرَاءِ عَنْ اَبِيْهِ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

توضیح راوی: وَاخْتَلَفُوْا فِيْ اسْمِ اَبِي الْعُشَرَاءِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اسْمُهُ اُسَامَةُ بْنُ قِهْطِمٍ وَّيُقَالُ اسْمُهُ يَسَارُ بْنُ بَرْزٍ وَّيُقَالُ ابْنُ بَلْزٍ وَّيُقَالُ اسْمُهُ عُطَارِدٌ نُسِبَ اِلٰى جَدِّهٖ

◆◆ ابوالعشراء اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا شرعی طور پر ذبح کرنا صرف حلق اور لبہ میں ہوتا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ان کی ران پر نیزہ ماردو تو تمہارے لیے یہ بھی جائز ہے۔

احمد بن منیع نامی راوی بیان کرتے ہیں: یزید بن ہارون فرماتے ہیں: یہ حکم ضرورت کے وقت ہے۔

اس بارے میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف حماد بن سلمہ سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

ہمارے علم کے مطابق ابوالعشراء نے اپنے والد کے حوالے سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت نقل نہیں کی۔

محدثین نے ابوالعشراء کے نام کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے۔ ان کا نام اسامہ بن قہطم ہے۔

ایک قول کے مطابق یسار بن برز ہے۔ ایک قول کے مطابق ابن بلز ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام عطارد ہے۔ ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف کی جاتی ہے۔

1401- اخرجه ابوداؤد (113/2) كتاب الذبائح' باب: ما جاء فى ذبيحة المتردية' حديث (2825) والنسائى (228/7) كتاب الضحايا' باب: ذكر المتردية فى البئر التى لايوصل الى حلقها وابن ماجه (1063/2) كتاب الذبائح' باب: ذكاة الناد من البهائم' حديث (3184) والدارمى (82/2) كتاب الاضاحى' باب: فى ذبيحة' المتردى فى البئر واحمد (24/4) عن حماد بن سلمة' عن ابى العشراء عن ابيه به.

شرح

ذبح کی تعریف اور اقسام

جانور کی چار رگیں کاٹ دینے کا نام ذبح ہے: (۱) حلقوم: یہ سانس کے آنے جانے کی رگ ہوتی ہے (۲) مری: اس کے ذریعے اشیاء خوردنی پیٹ میں جاتی ہیں (۳، ۴) ودجین: مری کے اطراف میں دو رگیں جن میں خون کی آمدورفت ہوتی ہے۔

ذبح کی دو اقسام ہیں: (۱) ذبح اختیاری: ذابح کو جانور پر پورا اختیار حاصل ہو مثلاً گائے یا بکری یا دنبی یا مرغی کو قبلہ رخ لٹا لیا اور بسم اللہ پڑھ کر چھری وغیرہ استعمال کی۔ اس صورت میں محل ذبح صرف حلقوم ہے۔ (۲) ذبح اضطراری: ذابح کو جانور پر پورا اختیار حاصل نہ ہو مثلاً مرغی درخت پر چڑھ گئی یا جانور دوڑ گیا یا جانور حیات وموت کی کشمکش ہو لیکن ذبح کرنے کے لیے کوئی چیز دستیاب نہ ہو۔ اسی طرح اونٹ یا گائے یا بکری دوڑ گئی۔ اس قسم کے ذبح کا حکم یہ ہے کہ جانور کا تمام جسم محل ذبح ہے۔ سائل ذبح کی قسم ثانی سے ناواقف تھا' اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اس کی وضاحت فرمادی کہ ذبح اضطراری میں محل ذبح جانور کا پورا جسم ہوتا ہے۔

کِتَابُ الْاَحْکَامِ وَالْفَوَائِدِ

مختلف احکام اور فوائد

(کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول احادیث کا مجموعہ)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَتْلِ الْوَزَغِ

باب1: چھپکلی کو مارنا

1402 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً بِالضَّرْبَةِ الْاُوْلٰی کَانَ لَهٗ کَذَا وَکَذَا حَسَنَةً فَاِنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّانِیَةِ کَانَ لَهٗ کَذَا وَکَذَا حَسَنَةً فَاِنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ کَانَ لَهٗ کَذَا وَکَذَا حَسَنَةً

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَعْدٍ وَّعَآئِشَةَ وَاُمِّ شَرِیْكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص پہلی ضرب میں چھپکلی کو مار دے اسے اتنی، اتنی نیکیاں ملیں گی اور اگر دوسری ضرب میں اسے مار دے تو اتنی، اتنی نیکیاں ملیں گی اور اگر تیسری ضرب میں اسے مار دے تو اسے اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ اُمّ شریک رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

چھپکلی کو ہلاک کرنے کا ثواب

لفظ "وزغ" اسم جنس ہے جس کا اطلاق چھپکلی اور گرگٹ دونوں پر ہوتا ہے یہاں دونوں مراد ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

1402- اخرجه مسلم (451/7) كتاب الاسلام' باب: استحباب قتل الوزغ' حديث (2240/147) وابو داؤد (788/2) كتاب الادب' باب: فی قتل الاوزاغ حديث (5262) وابن ماجه (1076/2) كتاب الصيد' باب: قتل الوزغ' حديث (3229) واحمد (355/2) عن سهيل بن ابی صالح عن ابيه عن ابی هريرة به.

وسلم نے ان کو ہلاک کرنے کا حکم دیا اور انہیں فاسق (شرارتی) کے نام سے یاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں پھونک مارتا تھا۔ (مشکوٰۃ رقم الحدیث ۴۱۱۹) علاوہ ازیں نار ابراہیم علیہ السلام میں اس کے پھونک مارنے کا واقعہ بخاری و مسلم دونوں میں مذکور ہے۔

حدیث باب سے ثابت ہے کہ چھپکلی کا ہلاک کرنا باعث ثواب اور جائز ہے۔ پہلی ضرب میں مارنے کا ثواب زیادہ ہے، پھر دوسری ضرب میں ہلاک کرنے کا اور تیسری ضرب میں مارنے کا ثواب سب سے کم ہے۔ زیادہ یا کم ثواب کو ایک مثال کے ذریعے بھی سمجھایا جاسکتا ہے کہ پہلی ضرب میں مارنے سے سو نیکیوں کا ثواب، دوسری ضرب میں مارنے سے ۷۵ نیکیوں کا اجر اور تیسری ضرب میں مارنے سے ۵۰ نیکیوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ پہلی ضرب کا ثواب زیادہ ہونے کی دو وجوہات ہیں: (۱) پہلے نشانہ میں کامیابی جہادی عمل ہے جو مرغوب فیہ اور پسندیدہ فعل ہے۔ (۲) چھپکلی بھولا پن اور چالاک پن دونوں اوصاف کی جامع ہوتی ہے۔ لہٰذا پہلی ضرب میں ہلاک ہوگئی تو فبہا ورنہ یہ ہاتھ نہیں آتی۔

سوال: جس چھپکلی نے گستاخی کرتے ہوئے نار ابراہیم علیہ السلام میں پھونک ماری تھی تو قصور اس کا تھا اور اسے ہلاک کر دینا چاہیے تھا۔ پھر پوری نوع کو ہلاک کرنے کی سعی کرنا خلاف قانون معلوم ہوتا ہے؟

جواب: یہ بات درست ہے کہ جس چھپکلی نے نار نمرودی میں پھونک ماری تھی تو اصل قصور اس کا تھا، اس کی پوری نوع کو ہلاک کرنے کی وجہ یہ جرم نہیں ہے، بلکہ اس کی ایذا رسانی ہے اور اس جرم کو محض علامت کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ چھپکلی ایک شریر جانور ہے جو اپنی حرکت سے باز نہیں آتی بلکہ انسان کو ایذا رسانی کی مسلسل کوشش کرتی رہتی ہے۔ یہ کھانے پینے کے برتنوں میں تھوکتی ہے، چھت سے چپٹ کر کھانے میں بیٹ کرتی ہے اور کوئی بس نہ چلے تو نمک میں رال ٹپکاتی ہے، جس کے استعمال سے برص کا ناسور پیدا ہوجاتا ہے، اس کی ہلاکت کا حکم اس کی شریر حرکات سے تحفظ کے لیے دیا گیا ہے۔ (الکوکب الدری حاشیہ جامع ترمذی جلد ثانی ص ۳۹۱)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَتْلِ الْحَیَّاتِ

باب 2: سانپ کو مارنا

1403 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اقْتُلُوا الْحَیَّاتِ وَاقْتُلُوْا ذَا الطُّفْیَتَیْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا یَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ وَیُسْقِطَانِ الْحُبْلٰی

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَآئِشَةَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

1403- اخرجه البخاری (399/6) کتاب بدء الخلق: باب: قول الله تعالیٰ (واذ صرفنا الیك نفراً) حدیث (3297) ومسلم (442/7) کتاب الاسلام، باب: قتل الحیات وغیرها، حدیث (2233) وابو داؤد (785/2) کتاب الاداب، باب: فی قتل الحیات، حدیث (5252) وابن ماجه (1169/2) کتاب الطب، باب: قتل ذی الطفیتین، حدیث (3535) والحمیدی (279/2) حدیث (620) واحمد (9/2، 121) عن ابن شهاب الزهری، عن سالم عن ابیه به۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِىْ لُبَابَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوْتِ وَهِىَ الْعَوَامِرُ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ اَيْضًا

مذاہب فقہاء: وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اِنَّمَا يُكْرَهُ مِنْ قَتْلِ الْحَيَّاتِ قَتْلُ الْحَيَّةِ الَّتِىْ تَكُوْنُ دَقِيْقَةً كَاَنَّهَا فِضَّةٌ وَّلَا تَلْتَوِىْ فِىْ مِشْيَتِهَا

◆◆ سالم بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سانپوں کو مار دو بطور خاص دو سیاہ نقطوں والے کو ضرور مارو اور کٹی ہوئی دم والے کو (بھی مار دو!) کیونکہ یہ دونوں بینائی کو ختم کر دیتے ہیں اور حمل کو ضائع کر دیتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کر دیا تھا یعنی جو گھریلو ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان سانپوں کو مارنا مکروہ ہے' جو پتلے ہوتے ہیں جن کے اندر چاندی کی طرح کی چمک ہوتی ہے اور وہ چلتے ہوئے بل نہیں کھاتے۔

1404 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ صَيْفِيٍّ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِنَّ لِبُيُوْتِكُمْ عُمَّارًا فَحَرِّجُوْا عَلَيْهِنَّ ثَلَاثًا فَاِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْهُنَّ شَىْءٌ فَاقْتُلُوْهُنَّ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ صَيْفِيٍّ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَرَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ صَيْفِيٍّ عَنْ اَبِى السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْاَنْصَارِىُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ وَّهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ صَيْفِيٍّ نَحْوَ رِوَايَةِ مَالِكٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گھروں میں بھی کچھ سانپ رہتے ہیں۔ انہیں تین مرتبہ تنبیہ کرو اس کے بعد بھی وہ نظر آ جائیں تو انہیں قتل کر دو۔

1404- اخرجه ابوداؤد (366/4) كتاب الادب' باب: فى قتل الحيات حديث (5260) من طريق ثابت البنانى عن عبد الرحمن' بن ابى ليلى' عن ابيه فذكره.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صیفی نامی راوی کے حوالے سے، سائب کے حوالے سے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

یہ روایت عبیداللہ بن عمرو سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

محمد بن عجلان نے صیفی نامی راوی کے حوالے سے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

1405 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ قَالَ اَبُوْ لَیْلٰی

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ظَهَرَتِ الْحَیَّةُ فِی الْمَسْكَنِ فَقُوْلُوْا لَهَا اِنَّا نَسْاَلُكِ بِعَهْدِ نُوْحٍ وَّبِعَهْدِ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ اَنْ لَّا تُؤْذِیَنَا فَاِنْ عَادَتْ فَاقْتُلُوْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِیْثِ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی

◆◆ عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں: حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بات روایت کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب گھر میں کوئی سانپ نظر آ جائے، تو تم اسے کہو: ہم تم سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے عہد کا تقاضا کرتے ہیں: تم ہمیں اذیت نہ دو، اگر وہ پھر آ جائے، تو اسے مار دو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

بنانی سے منقول ہونے کے طور پر ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو ابن ابی لیلیٰ سے منقول ہے۔

شرح

سانپوں کو ہلاک کرنے کا شرعی حکم

باب کی احادیث ثلاثہ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سانپوں کو ہلاک کرنا جائز ہے، بلکہ ان کے زہریلے ہونے اور ایذا رسانی کے سبب ہلاک کرنا واجب ہے۔ لفظ: "الطفیة" سے مراد ایسا سانپ ہے، جس کی پشت پر دو لکیریں موجود ہوتی ہیں۔ الابتر: وہ سانپ ہے، جسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دم کٹی ہوئی ہے لیکن درحقیقت وہ دم کٹا نہیں ہوتا۔ یہ دونوں سانپ بلا کے زہریلے ہوتے ہیں اور ان کا ڈسا ہوا انسان اپنی زندگی ہار دیتا ہے۔ اگر یہ سانپ نہ بھی کاٹیں تو انسان کے لیے انتہائی ضرر رساں اور نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ یہ انسان کی آنکھوں سے اپنی آنکھیں ملاتے ہیں تو انسان کو نابینا کر دیتے ہیں اور اگر عورت حالت حمل میں ہو، تو اس کا حمل ضائع ہو جاتا ہے۔ پہلی حدیث باب میں انہیں ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں پاک و ہند کی سرزمین میں سیاہ ناگ اور چتکبرا سانپ زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ العوامر: لفظ عامر کی جمع ہے، جس کا معنی ہے: آباد،

کنندہ۔ یہ ایک قسم کا سانپ تھا جو مدینہ طیبہ کے گھروں میں پایا جاتا تھا لیکن اب ناپید ہے۔ یہ سانپ چاندی کی طرح سفید باریک اور بل کھائے بغیر سیدھا چلتا ہے۔ باب کی دوسری حدیث میں اس کے ہلاک کرنے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے منع کیا تھا کہ بعض اوقات اس کی شکل میں جنات بھی ظاہر ہوتے تھے۔

باب کی تیسری حدیث میں دو مشہور انبیاء کرام کے دو معاہدوں کا ذکر ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں طوفان سے محفوظ رہنے کے لیے کشتی تیار کی جس میں تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا اپنے ساتھ سوار کیا تھا اور جانوروں سے عہد لیا کہ وہ انسانوں کو ایذاء نہیں دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو انسانوں' جنات اور جانوروں پر بھی حکومت عطا کی تھی۔ آپ کے دربار میں انسان' جنات اور جانور سب ایک ساتھ حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے بھرے دربار میں جنات سے عہد لیا تھا کہ وہ انسانوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَتْلِ الْكِلَابِ

باب 3: کتوں کو مارنے کا حکم

1406 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ زَاذَانَ وَيُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَوْلَا اَنَّ الْكِلَابَ اُمَّةٌ مِّنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا كُلِّهَا فَاقْتُلُوْا مِنْهَا كُلَّ اَسْوَدَ بَهِيْمٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَّاَبِیْ رَافِعٍ وَّاَبِیْ اَيُّوْبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَيُرْوٰى فِیْ بَعْضِ الْحَدِيْثِ اَنَّ الْكَلْبَ الْاَسْوَدَ الْبَهِيْمَ شَيْطَانٌ وَّالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ الْبَهِيْمُ الَّذِیْ لَا يَكُوْنُ فِيْهِ شَیْءٌ مِّنَ الْبَيَاضِ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ صَيْدَ الْكَلْبِ الْاَسْوَدِ الْبَهِيْمِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر کتے مخلوق کی ایک مخصوص قسم نہ ہوتی تو میں ان سب کو مارنے کا حکم دے دیتا' تاہم ان میں سے ہر کالے کتے کو مار دیا کرو۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1406- اخرجه ابوداؤد (120/2) كتاب الصيد' باب: فی اتخاذ الكلب للصيد وغيره' حديث (2845) والنسائی (185/7) كتاب الصيد والذبائح: باب: صفة الكلاب التی امر بقتلها وابن ماجه (1069/2) كتاب الصيد' باب: النهی عن اقتناء الكلب الا كلب صيد' حديث (3205) والدارمی (90/2) كتاب الصيد' باب: فی قتل الكلاب' واحمد (85/4)'(84/5)' وعبد بن حميد (ص181) حديث (503) عن الحسن عن عبد الله بن مغفل به.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔
بعض روایات میں یہ بات نقل کی گئی ہے: سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے۔
کالے سیاہ کتے سے مراد وہ کتا ہے، جس میں ذرا بھی سفیدی نہ ہو۔
بعض اہل علم نے کالے سیاہ کتے کے شکار کو مکروہ قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ اَمْسَكَ كَلْبًا مَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ

باب 4: جو شخص کتا پالے اس کے اجر میں کتنی کمی ہوتی ہے؟

1407 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا اَوِ اتَّخَذَ كَلْبًا لَيْسَ بِضَارٍ وَّلَا كَلْبَ مَاشِيَةٍ نَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَسُفْيَانَ بْنِ اَبِيْ زُهَيْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اَوْ كَلْبَ زَرْعٍ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کتا پالے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) کتا رکھے جو شکار کرنے یا جانوروں کی حفاظت کے لیے نہ ہو تو اس شخص کے عمل میں روزانہ دو قیراط کم ہوتے ہیں۔
اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سفیان بن ابوزہیر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات بھی نقل کی گئی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: یا کھیت کی حفاظت کے لیے ہو۔

1408 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ قَالَ قِيْلَ لَهٗ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُوْلُ اَوْ كَلْبَ زَرْعٍ فَقَالَ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ لَهٗ زَرْعٌ

1407– اخرجه البخاری (524/9) کتاب الذبائح والصید، باب: من اقتنی کلبا لیس بکلب صید او ماشیة، حدیث (5482) ومسلم (453/5) کتاب المساقاة، باب: الامر بقتل الکلاب- حدیث (1574/50) والنسائی (188/7) کتاب الصید والذبائح، باب: الرخصة فی امساك الکلب للصید ومالك (969/2) کتاب الاستئذان، باب: ما جاء فی امر الکلاب، حدیث (13) واحمد (101،55،4/2) عن نافع ابن عمر به.

1408– اخرجه البخاری (523/9) کتاب الذبائح والصید، باب: من اقتنی کلبا لیس بکلب صید او ماشیة، حدیث (5480) ومسلم (455/5) کتاب المساقاة، باب: الامر بقتل الکلاب- حدیث (1574/52) والدارمی (90/2) کتاب الصید: باب: فی اقتناء کلب الصید او الماشیة واحمد (60،37/2) والحمیدی (283/2) حدیث (633) عن عبد اللّٰه بن دینار عن ابن عمر به.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا ہے' سوائے شکاری کتوں کے یا جانوروں کی حفاظت والے کتوں کے' راوی بیان کرتے ہیں: ان سے کہا گیا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو یہ کہتے ہیں: یا کھیت کی حفاظت کرنے والے کتوں کے' تو انہوں نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کھیت تھے (اس لیے انہیں علم ہوگا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1409 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ اَوْ صَيْدٍ اَوْ زَرْعٍ انْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَيُرْوٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ اَنَّهٗ رَخَّصَ فِيْ اِمْسَاكِ الْكَلْبِ وَاِنْ كَانَ لِلرَّجُلِ شَاةٌ وَّاحِدَةٌ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ بِهٰذَا

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جانوروں کی حفاظت والے یا کھیت کی حفاظت والے یا شکار کے کتے کے علاوہ کوئی اور کتا پالے تو اس کے اجر میں روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عطاء بن ابی رباح کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے کتا پالنے کی اجازت دی ہے' اگرچہ آدمی کے پاس صرف ایک بکری ہو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عطاء سے منقول ہے۔

1410 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مُغَفَّلٍ

متنِ حدیث: قَالَ اِنِّيْ لَمِمَّنْ يَّرْفَعُ اَغْصَانَ الشَّجَرَةِ عَنْ وَّجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ لَوْلَا اَنَّ الْكِلَابَ اُمَّةٌ مِّنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا فَاقْتُلُوْا مِنْهَا كُلَّ اَسْوَدَ بَهِيْمٍ وَّمَا مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ يَّرْتَبِطُوْنَ كَلْبًا اِلَّا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِمْ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ كَلْبَ غَنَمٍ

1410- اخرجه البخاري (8/5) كتاب الحرث والمزارعة' باب: اقتناء الكلب للحرث' حديث (2322) ومسلم (240/10' نووي) كتاب المساقاة' باب: الامر بقتل الكلاب- وابو داؤد (120/2) كتاب الصيد' باب: في اتخاذ الكلب للصيد وغيره' حديث (2844) والنسائي (189/7) كتاب الصيد والذبائح' باب: الرخصة في امساك الكلب للحرث وابن ماجه (1069/2) كتاب الصيد' باب: النهي عن اقتناء الكلب الا كلب صيد- حديث (3204) واحمد (267/2) عن ابي سلمة عن ابي هريرة به.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ان افراد میں سے ایک ہوں جو اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے ٹہنیاں ہٹا رہے تھے جب آپ خطبہ جمعہ دے رہے تھے آپ نے ارشاد فرمایا: اگر کتے مخلوق کی ایک مخصوص قسم نہ ہوتے تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا تم ان میں سے ہر کالے سیاہ کتے کو مار دو اور جس گھر کے لوگ کتا پالتے ہیں' ان کے عمل میں سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ سوائے شکاری کتے کے' یا کھیت کی حفاظت والے کتے کے' یا بکریوں کی حفاظت والے کتے کے (یعنی کہ انہیں پالنے کی اجازت ہے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حسن کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔

شرح

کتوں کو ہلاک کرنے کا شرعی حکم

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے ہاں کتا اتنا عزیز جانور تصور کیا جاتا تھا جتنا عصر حاضر میں اہل یورپ کے ہاں ہے۔ جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے غلبہ عطا فرمایا تو کتے کے حوالے سے بتدریج چند احکام جاری کیے گئے جس کی تفصیل یوں ہے:

(۱) لوگوں کو شوقیہ طور پر کتے پالنے سے منع کرتے ہوئے اعلان کیا گیا کہ جو شخص کتا پالے گا اس کے اجر و ثواب سے روزانہ ایک قیراط (درہم کا 1/6 حصہ) ختم کر دیا جائے گا اور دوسری روایت کے مطابق دو قیراط ثواب کم کیا جائے گا۔ لوگوں نے شوقیہ کتے پالنا چھوڑ دیے تھے۔

(۲) دوسرا حکم یہ نافذ کیا گیا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اسے سات بار پانی سے دھویا جائے گا جبکہ ایک بار مٹی سے صاف کیا جائے گا' تو پاک ہوگا۔ کتے عموماً گھروں میں رہتے تھے اور برتنوں میں منہ ڈالتے تھے' تو لوگ برتنوں کو دھوتے دھوتے قاصر آ چکے تھے۔ جس وجہ سے انہوں نے کتوں کو گھر میں رکھنا ترک کر دیا تھا۔

(۳) کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا گیا' جس وجہ سے لوگوں کے دلوں سے کتوں کی محبت کا خاتمہ ہو گیا۔ جب مدینہ طیبہ کے باہر سے کسی عورت کے ساتھ کتا مدینہ طیبہ میں آتا تو لوگ اسے مار دیتے یا شہر سے بھگا دیتے تھے۔

(۴) یہ حکم جاری کیا گیا کہ کالے کتوں کو مار دیا جائے۔

اس بات میں علماء کا اتفاق ہے کہ پہلا حکم باقی ہے' دوسرے حکم میں اختلاف ہے اور تیسرا حکم منسوخ ہو چکا ہے' جبکہ چوتھا حکم نافذ العمل یعنی برقرار ہے۔ شکار کی غرض سے یا مویشی' کھیت اور گھر کی حفاظت کے لیے کتا پالنا جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الذَّكَاةِ بِالْقَصَبِ وَغَيْرِهِ

باب 5: بانس وغیرہ سے ذبح کرنا

1411 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَّلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوْهُ مَا لَمْ يَكُنْ سِنًّا اَوْ ظُفُرًا وَسَاُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَّاَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ عَبَايَةَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَبَايَةُ عَنْ اَبِيْهِ وَهٰذَا اَصَحُّ وَعَبَايَةُ قَدْ سَمِعَ مِنْ رَافِعٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ اَنْ يُذَكّٰى بِسِنٍّ وَّلَا بِعَظْمٍ

◆◆ رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کل ہم دشمن کا مقابلہ کریں گے ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چیز خون کو بہادے اور جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو تو تم اسے کھالو بشرطیکہ اسے "سن" یا "ظفر" کے ذریعے ذبح نہ کیا گیا ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں السن ہڈی کو کہتے ہیں اور ناخن حبشہ کی مخصوص چھری ہے۔

عبایہ بن رفاعہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں۔ تاہم ان حضرات نے اس میں عبایہ کے اپنے والد کے حوالے سے نقل کرنے کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ روایت زیادہ مستند ہے۔ عبایہ نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک سن یا عظم کے ذریعے جانور ذبح نہیں کیا جاسکتا۔

1411- اخرجه البخاری (155/5) كتاب الشركة' باب: قسمة الغنم' حديث (2488) ومسلم (65/7) كتاب الاضاحی' باب: جواز الذبح بكل ما انهر الدم' حديث (1968/21) وابو داؤد (112/2) كتاب الذبائح' باب: فی الذبيحة بالمروة' حديث (2821) والنسائی (226/7) كتاب الصيد والذبائح' باب: فی الذبح بالسن' وابن ماجه (1048/2) كتاب الاضحی' باب: كم تجزی من الغنم عن البدنة حديث (3137) والدارمی (84/2) كتاب الاضحی: باب فی البهيمة اذا ندت والحميدی (199/1'200) حديث (410'41) عن سعيد بن مسروق عن عباية بن رفاعة عن رافع بن خديج به۔

شرح

بانس کے چھلکے وغیرہ سے جانور ذبح کرنے کا شرعی حکم

حدیث باب کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ تیز دھار پتھر اور بانس کے چھلکا وغیرہ چیز جو چمڑے کو کاٹ کر خون بہا سکتی ہو سے جانور ذبح کرنا جائز ہے۔ جسم سے وابستہ ناخن اور دانت سے جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کے عدم جواز کی دو وجوہات ہیں: (۱) دانتوں اور ناخنوں کی دھار نہ ہونا (۲) کفار ومشرکین سے مشابہت ہونا۔

سوال: دانتوں اور ناخنوں کو جسم سے جدا کر لیا جائے اور ان کی دھار بھی تیار کر لی جائے تو ان سے جانور کا ذبح کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ مطلقاً ناخنوں اور دانتوں سے جانور ذبح کرنا نا جائز نہیں ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔ آپ کے قول کے مطابق حدیث باب میں متصل دانت اور ناخن مراد ہیں۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دانت سے مطلقاً ذبح جائز نہیں ہے مگر منفصل ہڈی سے جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْبَعِيرِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ اِذَا نَدَّ فَصَارَ وَحْشِيًّا يُرْمَى بِسَهْمٍ اَمْ لَا

باب 6: جب کوئی اونٹ' گائے یا بکری بھاگ جائے اور سرکش ہو جائے تو کیا اُسے تیر کے ذریعے مارا جاسکتا ہے یا نہیں؟

1412 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَنَدَّ بَعِيْرٌ مِّنْ اِبِلِ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ اَوَابِدَ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هٰذَا فَافْعَلُوْا بِهٖ هٰكَذَا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهٖ رَافِعِ ابْنِ خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَبَايَةَ عَنْ اَبِيْهِ وَهٰذَا اَصَحُّ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهٰكَذَا رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ نَحْوَ رِوَايَةِ سُفْيَانَ

◆◆ عبایہ بن رفاعہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا حضرت رافع رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں شریک تھے لوگوں کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا۔لوگوں کے پاس گھوڑے نہیں تھے ایک شخص نے اسے تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو روک دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ جانور بھی وحشی جانوروں کی طرح سرکش ہو جاتے ہیں' توان میں سے جو اس طرح کی حرکت کرے' تو تم اس کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرو۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

محدثین نے اس کی سند میں عبایہ کی اپنے والد سے نقل کرنے کا تذکرہ نہیں کیا اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔شعبہ نے سعید بن مسروق کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے جیسے سفیان نے اسے نقل کیا ہے۔

شرح

ذبح اضطراری کی حالت میں جانور کو تیر سے ذبح کرنا

حدیث باب کا مضمون گزشتہ صفحات میں بھی لکھا جا چکا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذبح کی دو اقسام ہیں: (۱) ذبح اختیاری: جب جانور ذابح کے اختیار میں ہو' تو وہ تسمیہ پڑھ کر چھری وغیرہ سے ذبح کر سکتا ہے۔اس صورت میں محل ذبح جانور کا حلقوم ہے' وہ چار رگیں ہیں جو کاٹی جاتی ہیں۔(۲) ذبح اضطراری: جب ذابح کو جانور پر اختیار حاصل نہ ہو' اس صورت میں جانور کا تمام جسم محل ذبح ہوتا ہے اور تیر وغیرہ سے جانور کو ذبح کیا جا سکتا ہے۔ذبح اضطراری کی مثال جیسے وحشی جانور یا جانور کنویں یا کھائی میں گر گیا یا مرغی درخت پر چڑھ گئی یا اونٹ یا گائے وغیرہ بھاگ جائے۔کبوتر' خرگوش اور ہرن کو پکڑ لیا جائے تو ذبح اختیاری کے حکم میں ہوں گے ورنہ ذبح اضطراری کے حکم میں متصور ہوں گے۔واللہ تعالیٰ بالصواب

کِتَابُ الْاَضَاحِیْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

قربانی کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الْاُضْحِیَّةِ

باب 1: قربانی کرنے کی فضیلت کا بیان

1413 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمْرٍو مُسْلِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ الْحَذَّاءُ الْمَدَنِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِی الْمُثَنّٰی عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ مِّنْ عَمَلٍ يَّوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ اِنَّهَا لَتَاْتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْمُثَنّٰی اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ يَزِيْدَ وَرَوٰى عَنْهُ ابْنُ اَبِیْ فُدَيْكٍ

حدیثِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَيُرْوٰى عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِی الْاُضْحِيَّةِ لِصَاحِبِهَا بِكُلِّ شَعَرَةٍ حَسَنَةٌ وَّيُرْوٰى بِقُرُوْنِهَا

◄◄ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قربانی کے دن کسی بھی آدمی کا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ قربانی کا وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں' بالوں اور کھروں سمیت آئے گا' اور بے شک (جانور کا خون) زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (قبولیت کے مقام) پر گرتا ہے' تو تم اس خوشخبری سے خوش ہو جاؤ۔

1413- اخرجه ابن ماجه (1045/2) كتاب الاضحی : باب : ثواب الاضحية' حديث (3126) عن عبد الله بن نافع عن ابی المثنی' عن هشام بن عروة عن عروة عن عائشة به.

اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے اور ہم اسے صرف ہشام بن عروہ سے منقول ہونے کے طور پر صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ابوالمثنیٰ نامی راوی کا نام سلیمان بن یزید ہے۔

ابن ابی فدیک نے ان کے حوالے سے روایات نقل کی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے۔آپ نے قربانی کے جانور کے بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اسے قربانی کرنے والے کو اس جانور کے ہر ایک بال کے عوض میں ایک نیکی ملتی ہے اور ایک روایت کے مطابق اس کے ہر ایک سینگ کے عوض میں (نیکی ملتی ہے)۔

فضائل قربانی

لفظ: ''قربانی'' کا اصل مادہ ''قرب'' ہے' اس سے مراد ایسا عمل ہے جو انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب اور مقبولیت کا سبب بنتا ہے۔قربانی کا جانور محض رضائے الٰہی کے لیے خریدا جاتا ہے اور ذبح کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مسلمان کے قرب و مقبولیت کا باعث ہوتا ہے' اسی مناسبت سے اسے ''قربانی'' کہا جاتا ہے۔شرعی اصطلاح میں مخصوص جانور کو مخصوص ایام میں محض رضاء الٰہی کے لیے ذبح کرنے کو ''قربانی'' کہا جاتا ہے۔

قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی عطا کی جاتی ہے۔حدیث باب میں قربانی کی متعدد فضیلتیں بیان کی گئی ہیں:

۱-قربانی کے دن قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب عمل ہے کہ اس کے مقابل کوئی اور نیکی نہیں ہو سکتی۔ یہ عمل' جان و مال صرف کرنے کا جامع ہے۔

۲-جیسا خوبصورت جانور بطور قربانی ذبح کیا جاتا ہے ویسا ہی جانور قیامت کے دن مسلمان کے پاس لایا جائے گا۔خواہ اس کے بال' کھر اور سینگ وغیرہ پھینک دیے جاتے ہیں لیکن قیامت کے دن وہ جانور اپنے بالوں' سینگوں اور کھروں کے ساتھ پیش کیا جائے گا' جس کے اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔

۳-قربانی کی قبولیت یقینی ہے' اس کے خون کا پہلا قطرہ ابھی زمین پر نہیں گرتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے۔اس کا اجر و ثواب محفوظ کر لیا جاتا ہے جو قیامت کے دن قربانی کرنے والے کو عطا کیا جائے گا۔

۴-قربانی کا اصل مقصد رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی کا حصول ہے۔اسی لیے درس دیا گیا ہے قربانی دل گرفتہ ہو کر نہیں بلکہ خوش دلی اور طیب خاطر ہو کر کرنی چاہیے۔

قربانی کی شرعی حیثیت کے حوالے سے مذاہب آئمہ

کیا قربانی واجب ہے یا سنت ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قربانی واجب ہے۔ان کے چند دلائل یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فصل لربك وانحر۔پس آپ اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص طاقت ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہجرت کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دس سال تک مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے تو آپ مسلسل قربانی کرتے رہے۔

۲-حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی سنت ہے۔ان کے دلائل یہ ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین امور مجھ پر فرض کیے گئے ہیں وہی امت کے لیے نفل ہیں: (i) قربانی کرنا (ii) وتر (iii) نماز عیدالاضحیٰ

(۲) حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیال سے قربانی نہیں کرتے تھے کہ انہیں دیکھ کر لوگ اس کو واجب تصور نہ کریں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا جواب یوں ہے: (۱) یہ روایت تمام طرق کے اعتبار سے ضعیف ہے جو نص قرآنی کے مقابلے میں دلیل نہیں بن سکتی۔(۲) اس روایت کو وجوب کے قبیل پر محمول کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاُضْحِيَّةِ بِكَبْشَيْنِ

باب 2: دو مینڈھوں کی قربانی کرنا

1414 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ وَوَضَعَ رِجْلَهٗ عَلٰى صِفَاحِهِمَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَآئِشَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ اَيُّوْبَ وَجَابِرٍ وَّاَبِي الدَّرْدَاءِ وَاَبِيْ رَافِعٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ بَكْرَةَ اَيْضًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1414- اخرجه البخاري (25/10) كتاب الاضاحي، باب: التكبير عند الذبح حديث (5565) ومسلم (56/7) كتاب الاضاحي: باب: استحباب الضحية، حديث (17-1966) والنسائي (220/2) كتاب الاضحايا، باب: الكبش وابن ماجه (1043/2) كتاب الاضاحي، باب: اضاحي رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (3120) والدارمي (75/2) كتاب الاضحي: باب: السنة في الاضحية، وابن خزيمة (286/4) كتاب المناسك، باب: التسمية والتكبير عن دالذبح والنحر، حديث (2895) واحمد (272،99/3) عن قتادة عن انس به.

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سینگوں والے سیاہ وسفید رنگ کے دو مینڈھوں کی قربانی کی تھی آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک کے ذریعے انہیں ذبح کیا تھا بسم اللہ پڑھی تھی، تکبیر کہی تھی اور اپنا ایک پاؤں ان کے پہلو پر رکھا تھا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابورافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

قربانی کے جانوروں کے احکام

تین قسم کے جانور قربانی کیے جاسکتے ہیں:

۱-اونٹ: اس میں اونٹنی بھی شامل ہے۔ اس کی کم از کم عمر پانچ سال کی ہونی چاہیے۔ پانچ سال سے کم کی قربانی درست نہیں ہے۔

۲-گائے: اس میں بیڑھا، بھینس اور بھینسا سب شامل ہیں۔ اس کی عمر کم از کم دو سال ہونی چاہیے۔ اس سے کم عمر کی قربانی جائز نہیں ہے۔

۳-بکری: اس میں بکرا، چھتری، چھترا اور دنبی، دنبہ سب شامل ہیں۔ اس کی عمر ایک سال ہونی چاہیے۔ ایک سال سے کم جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔ تاہم ایک سال سے کم عمر کی ہو اور فربہ ہونے کی وجہ سے سال بھر کی معلوم ہوتی ہو، تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

☆ قربانی کے جانوروں کا عیوب ونقائص سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر معمولی سانقص یا عیب ہو، تو معمولی کراہت کے ساتھ قربانی جائز ہوگی جبکہ زیادہ عیب یا نقص کے سبب قربانی جائز نہیں ہوگی۔

☆ قربانی کا جانور مر جانے کی صورت میں صاحب نصاب دوبارہ جانور خرید کر قربانی کرے گا جبکہ غریب شخص پر دوبارہ جانور خریدنا ضروری نہیں ہے۔

☆ ایک شخص ایک سے زائد قربانیاں بھی کر سکتا ہے، ایک قربانی واجب ہوگی جبکہ دوسری قربانیاں نفلی ہوں گی جو ایصال ثواب کے لیے کی جاتی ہیں۔ قربانی کا جانور موٹا تازہ اور فربہ ہونا چاہیے۔ قربانی اپنے ہاتھ سے کرنا سنت ہے اور دوسرے سے بھی کروائی جا سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْأُضْحِيَّةِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب 3: مرحوم کی طرف سے قربانی کرنا

1415 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ اَبِي الْحَسْنَاءِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ حَنَشٍ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ عَنْ نَفْسِهٖ فَقِيلَ لَهٗ فَقَالَ اَمَرَنِيْ بِهٖ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا اَدَعُهٗ اَبَدًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُضَحّٰى عَنِ الْمَيِّتِ وَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمْ اَنْ يُضَحّٰى عَنْهُ وقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يُتَصَدَّقَ عَنْهُ وَلَا يُضَحّٰى عَنْهُ وَاِنْ ضَحّٰى فَلَا يَاْكُلُ مِنْهَا شَيْئًا وَّيَتَصَدَّقُ بِهَا كُلِّهَا

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ شَرِيكٍ قُلْتُ لَهٗ اَبُو الْحَسْنَاءِ مَا اسْمُهٗ فَلَمْ يَعْرِفْهُ قَالَ مُسْلِمٌ اسْمُهُ الْحَسَنُ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ ہمیشہ دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے جن میں سے ایک نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ہوتا تھا اور ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوتا تھا جب ان سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: تو انہوں نے ارشاد فرمایا آپ نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے (راوی کہتے ہیں) یعنی نبی اکرم ﷺ نے (یہ حکم دیا ہے)' (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اس لیے میں اسے کبھی ترک نہیں کروں گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف شریک سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

بعض اہلِ علم نے اس بات کی اجازت دی ہے: مرحوم شخص کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے۔

بعض کے نزدیک مرحوم کی طرف سے قربانی نہیں کی جاسکتی۔ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ بات زیادہ پسندیدہ ہے: مرحوم کی طرف سے صدقہ کیا جائے اور اس کی طرف سے قربانی نہ کی جائے لیکن اگر کوئی شخص قربانی کر لیتا ہے تو وہ خود اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ اس پورے گوشت کو صدقہ کر دے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علی بن مدینی نے یہ بات بیان کی ہے' شریک کے علاوہ دیگر راویوں نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

میں نے ان سے ابوالحسناء کے نام کے بارے میں دریافت کیا' تو انہیں اس کا پتہ نہیں تھا۔

1415- اخرجه ابوداؤد (103/2) باب: الاضحية عن الميت' حديث (2790) واحمد (107/1) عن شريك بن عبد الله' عن ابي الحسناء' عن الحكم عن حنش عن علي به

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اُس کا نام "حسن" ہے۔

شرح

غیر کی طرف سے ایصالِ ثواب کی غرض سے قربانی کرنا

جب کوئی شخص ایک سے زائد قربانیاں کرتا ہے' تو ایک سے واجب کی تکمیل ہوگی اور دوسری قربانی نفلی ہوگی' جس سے جسے چاہے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خوبصورت جانوروں کی قربانی کی' ان کے ذبح کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے اللہ! ایک قربانی میری طرف سے قبول فرما اور دوسری قربانی میرے ان امتیوں کی طرف سے قبول کر جو قیامت تک آئیں گے اور وہ قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔

(سنن ابی داؤد' رقم الحدیث ۲۷۹۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال دو جانوروں کی قربانی کرتے تھے' کسی نے آپ سے دریافت کیا قربانی تو ایک واجب ہے۔ آپ دو کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ایک قربانی میں اپنی طرف سے کرتا ہوں اور دوسری حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہوں' کیونکہ آپ نے مجھے آپ کی طرف سے قربانی کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ (جامع ترمذی' رقم الحدیث ۱۵۰۰)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ غیر کی طرف سے ایصالِ ثواب کی غرض سے قربانی کرنا جائز ہے' بلکہ مستحب ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْاَضَاحِيِّ

باب 4: کون سے جانور کی قربانی مستحب ہے؟

1416 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ اَقْرَنَ فَحِيْلٍ يَّاْكُلُ فِىْ سَوَادٍ وَّيَمْشِىْ فِىْ سَوَادٍ وَّيَنْظُرُ فِىْ سَوَادٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ والے' نر مینڈھے کی قربانی کی تھی اس کا منہ' چاروں پاؤں اور آنکھیں سیاہ تھیں۔

1416- اخرجه ابوداؤد (104/2) كتاب الضحايا' باب: ما يستحب من الضحايا' حديث (2796) والنسائی (221'220/7) كتاب الضحايا' باب: الكبش وابن ماجه (1046/2) كتاب الاضاحی' باب: ما يستحب من الاضحی' حديث (3128) عن حفص بن غياث عن جعفر بن محمد عن ابيه عن ابی سعيد.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔
ہم اس روایت کو صرف حفص بن غیاث سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

قربانی کا مستحب جانور

اونٹ، گائے یا بکری میں سے جس جانور کی قربانی بھی مقصود ہو وہ فربہ، موٹا تازہ، خوبصورت اور عمدہ گوشت والا ہونا چاہیے۔
سوال یہ ہے کہ ایسا جانور جس کا منہ، قدم اور آنکھوں کا حلقہ سیاہ ہو، کا دستیاب ہونا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسا جانور اتفاق سے دستیاب ہوا تھا تو استحباب کی بناء پر ایسے جانور کی قربانی کیسے یقینی ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث باب کا مصداق یہ ہے کہ وہ جانور خوبصورت، موٹا تازہ اور عمدہ گوشت والا ہو، تو اس کی قربانی سے استحباب پر عمل ہو جائے گا۔

بَابُ مَا لَا يَجُوْزُ مِنَ الْاَضَاحِيِّ

باب 5: کون سے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے

1417 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوْزَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَفَعَهُ

متنِ حدیث: قَالَ لَا يُضَحّٰى بِالْعَرْجَاءِ بَيِّنٌ ظَلَعُهَا وَلَا بِالْعَوْرَاءِ بَيِّنٌ عَوَرُهَا وَلَا بِالْمَرِيْضَةِ بَيِّنٌ مَرَضُهَا وَلَا بِالْعَجْفَاءِ الَّتِىْ لَا تُنْقِى

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ زَائِدَةَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوْزَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوْزَ عَنِ الْبَرَاءِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایسے لنگڑے جانور، جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، ایسا کانا جانور، جس کا کانا پن ظاہر ہو، ان کی قربانی نہ کی جائے۔ اسی طرح بیمار، نہایت کمزور

1417- اخرجه ابوداؤد (106/2) كتاب الضحايا، باب: ما يكره من الضحايا: حديث (2802) والنسائی (214/7) كتاب الضحايا، باب: ما نهى عنه من الاضحى العوراء، وابن ماجه (1050/2) كتاب الاضحى: باب: ما يكره ان يضحى به، حديث (3144) ومالك (482/2) كتاب الضحايا، حديث (1) والدارمی (7776/2) كتاب الاضحى، باب: ما لا يجوز فى الاضحى واحمد (301/4) عن عبيد بن فيروز عن البراء به.

جانور کی بھی قربانی نہ کی جائے، جس کی بیماری ظاہر ہو یا جس کی ہڈیوں میں گودا ہی نہ ہو (یعنی وہ اتنا زیادہ کمزور ہو)۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف عبید بن فیروز کی حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔

شرح

وہ جانور جن کی قربانی جائز نہیں

وہ جانور جن کے عیوب ونقائص عیاں ہوں، تو ان کی قربانی جائز نہیں ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ کسی جانور کا سینگ مینگ تک ٹوٹ گیا ہو، جس جانور میں جنون اس حد تک ہو کہ وہ چارہ وغیرہ نا کھا سکتا ہو اور ایسا لاغر و کمزور جانور جس کی ہڈی میں مغز نہ رہا تو ان سب جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

☆ اندھا یا کانا جانور ہو، ایسا لنگڑا ہو جو قربان گاہ میں چل کر نہ جا سکتا ہو، ایسا بیمار جس کا مرض نمایاں ہو، جس کا کان یا دم کٹی ہو، جس جانور کے پیدائشی طور پر دونوں یا ایک کان نہ ہو اور جس کی تہائی سے زیادہ نظر ختم ہوگئی ہو، کی قربانی نا جائز ہے۔

☆ وہ جانور جس کے تھن خشک ہو چکے ہوں، اس کے دانت نہ ہوں، بکری کا ایک تھن جبکہ بھینس کے دو تھن خشک ہو چکے ہوں اور خنثٰی جانور یعنی جس میں مادہ ونر دونوں کی علامات ہوں کی قربانی نا جائز ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت جلد ثالث مکتبہ مدینہ از صفحہ ۳۴۰ تا ۳۴۱)

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْاَضَاحِيِّ

باب 6: کون سے جانور کی قربانی مکروہ ہے؟

1418 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ شُرَيْحِ ابْنِ النُّعْمَانِ الصَّائِدِيِّ وَهُوَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْاُذُنَ وَاَنْ لَّا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَّلَا مُدَابَرَةٍ وَّلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ شُرَيْحٍ

1418- اخرجه ابوداؤد (107/2) كتاب الضحايا باب: ما يكره من الضحايا حديث (2804) والنسائي (216/7) كتاب الضحايا باب: المقابلة وهي ما قطع طرف اذنها وابن ماجه (1050/2) كتاب الاضاحي: باب: ما يكره ان يضحى به، حديث (3142) والدارمي (77/2) كتاب الاضحى، باب: ما لا يجوز في الاضحى، واحمد (80/1، 108) عن ابي اسحق، عن شريح بن النعمان عن علي به.

بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَزَادَ قَالَ الْمُقَابَلَةُ مَا قُطِعَ طَرَفُ اُذُنِهَا وَالْمُدَابَرَةُ مَا قُطِعَ مِنْ جَانِبِ الْاُذُنِ وَالشَّرْقَاءُ الْمَشْقُوقَةُ وَالْخَرْقَاءُ الْمَثْقُوْبَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَشُرَيْحُ بْنُ النُّعْمَانِ الصَّائِدِيُّ هُوَ كُوْفِيٌّ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ وَشُرَيْحُ بْنُ هَانِئٍ كُوْفِيٌّ وَلِوَالِدِهٖ صُحْبَةٌ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ وَشُرَيْحُ بْنُ الْحَارِثِ الْكِنْدِيُّ اَبُوْ اُمَيَّةَ الْقَاضِي قَدْ رَوٰى عَنْ عَلِيٍّ وَكُلُّهُمْ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ فِيْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ قَوْلُهُ اَنْ نَسْتَشْرِفَ اَيْ اَنْ نَنْظُرَ صَحِيْحًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی: ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان کا اچھی طرح جائزہ لیں اور ہم کوئی ایسا جانور قربان نہ کریں جس کا کان آگے کی طرف سے یا پیچھے کی طرف سے کٹا ہوا ہو یا اس میں سوراخ موجود ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے' تاہم اس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: المقابلہ: اس جانور کو کہتے ہیں جس کا کان کنارے سے کٹا ہوا ہو۔

المدابرہ (اس جانور کو کہتے ہیں) جس کا کان پیچھے کی طرف سے کٹا ہوا ہو۔

الشرقاء اس جانور کو کہتے ہیں جس کا کان پھٹا ہوا ہو۔

الخرقاء اس جانور کو کہتے ہیں جس کے کان میں سوراخ موجود ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شریح بن نعمان صائدی' یہ کوفی ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔

شریح بن ہانی کوفی ہیں۔ ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔

قاضی ابوامیہ شریح بن حارث کندی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں۔

یہ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں اور ایک ہی زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔

روایت کے الفاظ اَنْ نَسْتَشْرِفَ کا مطلب یہ ہے: ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ وہ صحیح ہے۔

شرح

وہ جانور جن کی قربانی مکروہ ہے

یکرہ اور لایجوز دونوں کا ایک ہی مصداق ہے' جس کی تفصیل ماقبل باب کی حدیث کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قربانی کے جانور میں معمولی عیب یا نقص ہو' تو اس کی قربانی جائز ہے اور زیادہ ہونے کی صورت میں منع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجَذَعِ مِنَ الضَّاْنِ فِي الْاَضَاحِيِّ

باب 7: چھ ماہ کی بھیڑ کی قربانی

1419 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ كِدَامِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ كِبَاشٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَلَبْتُ غَنَمًا جُذْعَانًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَكَسَدَتْ عَلَيَّ فَلَقِيْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: نِعْمَ اَوْ نِعْمَتِ الْاُضْحِيَّةُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّاْنِ قَالَ فَانْتَهَبَهُ النَّاسُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاُمِّ بِلَالٍ ابْنَةِ هِلَالٍ عَنْ اَبِيْهَا وَجَابِرٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّرَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رُوِيَ هٰذَا عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ مَوْقُوْفًا وَّعُثْمَانُ بْنُ وَاقِدٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْجَذَعَ مِنَ الضَّاْنِ يُجْزِئُ فِي الْاُضْحِيَّةِ

◆◆ ابوکباش بیان کرتے ہیں: میں چھ ماہ کے دنبے کو فروخت کرنے کے لیے مدینہ منورہ لے کر گیا لیکن وہ فروخت نہ ہوئے میری ملاقات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

بہترین قربانی چھ ماہ کی بھیڑ کی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: یہ سن کر لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ خرید لیا۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سیدہ ام بلال بنت ہلال رضی اللہ عنہا کی ان کے والد کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم ﷺ کے ایک اور صحابی سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

عثمان بن واقد نامی راوی' عثمان بن واقد بن محمد بن زیاد بن عبداللہ بن عمر بن خطاب ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ یعنی چھ ماہ کی بھیڑ کی قربانی جائز ہے۔

1419- اخرجه احمد (444/2) قالا' حدثنا' وكيع' قال: حدثنا' عثمان بن واقد عن كدام بن عبد الرحمٰن' عن ابی كباش عن ابی هريرة به.

1420 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلٰى اَصْحَابِهٖ ضَحَايَا فَبَقِيَ عَتُودٌ اَوْ جَدْيٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهٖ اَنْتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: قَالَ وَكِيْعٌ الْجَذَعُ مِنَ الضَّاْنِ يَكُوْنُ ابْنَ سَنَةٍ اَوْ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ وَّقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّهٗ قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحَايَا فَبَقِيَ جَذَعَةٌ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهَا اَنْتَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَاَبُوْ دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيْرٍ عَنْ بَعْجَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَدْرٍ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ بکریاں عطا کی تا کہ ان بکریوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان قربانی کرنے کے لیے تقسیم کر دیں ان میں سے ایک ''عتود'' یا ''جدی'' باقی بچ گئی (یعنی ایک سال کی بکری یا چھ ماہ کا بچہ) راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے تم قربان کرلو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

وکیع نامی راوی بیان کرتے ہیں: ''الجذعہ'' بکری کے سات یا چھ ماہ کے بچے کو کہتے ہیں۔

یہی روایت دوسری سند کے ہمراہ حضرت عقبہ بن عامر کے حوالے سے منقول ہے انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور تقسیم کیے تو ایک جذعہ باقی رہ گیا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے تم قربان کرلو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔

1420- اخرجه البخاري (10/2) كتاب الاضاحي' باب: اضحية النبي صلى الله عليه وسلم بكبشين' اقرنين ويذكر سمينين' حديث (5555) ومسلم (55/7' الابي) كتاب الاضاحي' باب: سن الاضحية' حديث (1956/15) والنسائي (218/7) كتاب الضحايا' باب: المسنة والجذعة وابن ماجه (1048/2) كتاب الاضاحي' با: ما تجزىء من الاضاحي والدارمي (78/2) كتاب الاضاحي: باب: ما يجزىء من الضحايا واحمد (149/4)عن ليث بن سعد' قال: حدثني يزيد بن ابي حبيب' عن ابي الخير' عن عقبة بن عامر به.

شرح

چھ ماہ بھیڑ کی قربانی جائز ہونا

آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قربانی کے لیے جانور کا جوان ہونا ضروری ہے۔ جوانی کے حوالے سے جانوروں کی عمروں کا تعین کیا گیا ہے' جو اس طرح ہے: اونٹ کی عمر پانچ سال' گائے کی عمر دو سال اور بکری کی عمر ایک سال ہونا ضروری ہے۔ تاہم وہ چھ ماہ کا چھترا یا بھیڑ جس کی خوب پرورش کی گئی ہو اور وہ دیکھنے سے سال بھر کا معلوم ہوتا ہو' تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

سوال: قربانی کے لیے جانور کا جوان ہونا ضروری ہے اور بکرے کی عمر کم از کم ایک سال کی ہونی چاہیے اور سال سے کم عمر والے جانور کی قربانی جائز نہیں ہونی چاہیے جبکہ احادیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ بھیڑ چھ ماہ کی بھی ہو' تو اس کی قربانی جائز ہے؟

جواب: اس کے کئی جوابات ہیں: (۱) چھ ماہ کی بھیڑ کی قربانی کرنے کی اجازت دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ (۲) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غریب و مفلس شخص تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صرف ان کے لیے جائز قرار دیا گیا نہ کہ تمام کے لیے یہ حکم ہے۔ (۳) یہ جواز و اجازت اپنے مورد میں بند ہے اور دوسروں کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ بالصواب

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِشْتِرَاكِ فِي الْاُضْحِيَّةِ

باب 8: قربانی میں حصے داری کرنا

1421 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ عِلْبَاءَ بْنِ اَحْمَرَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَحَضَرَ الْاَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَّفِي الْبَعِيْرِ عَشَرَةً

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي الْاَسَدِ السُّلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ وَاَبِيْ اَيُّوْبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْفَضْلِ بْنِ مُوْسٰى

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں شریک تھے عیدالاضحیٰ کا

1421- اخرجه النسائي (222/7) كتاب الضحايا' باب: ما تجزىء عنه المدينة في الضحايا' وابن ماجه (1047/2) كتاب الاضاحي' باب: عن كم تجزىء البدنة' والبقرة' حديث (3131) وابن خزيمة (291/4) كتاب المناسك' باب: ذكر الدليل على ان لا حظر في اخبار جابر نحرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم المدنة عن سبعة- حديث (2908) واحمد (275/1) عن الفضل بن موسى' عن الحسين بن واقد' عن علباء بن احمر عن عكرمة عن ابن عباس به.

موقع آ گیا' تو ہم لوگ سات آدمی ایک گائے میں اور دس آدمی ایک اونٹ میں شریک ہوئے۔

اس بارے میں ابواسد اسلمی نے اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے' اس کے علاوہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف فضل بن موسیٰ کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

1422 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ اِسْحٰقُ يُجْزِئُ اَيْضًا الْبَعِيْرُ عَنْ عَشَرَةٍ وَّاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ کے مقام پر سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ اور سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے قربان کیے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اونٹ کی قربانی دس آدمیوں کی طرف سے کرنا بھی جائز ہے اور انہوں نے دلیل کے طور پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کو پیش کیا ہے۔

شرح

قربانی کے جانوروں میں شرکت کا مسئلہ

احادیث باب کی روشنی میں آئمہ فقہ کا اس بات میں اتفاق واجماع ہے کہ اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ تاہم حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اونٹ میں دس آدمی شامل ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے پہلی حدیث باب

1422- اخرجه مسلم (381/4) كتاب الحج' باب: اشتراك فى الهدى- حديث (1318/350) وابو داؤد (108/2) كتاب الضحايا' باب: فى البقرة والجزور- حديث (2809) وابن ماجه (1047/2) ابن ماجه (1047/2) كتب الاضحى' باب: عن كم تجزىء البدنة والبقرة' حديث (3132) ومالك (486/2) كتاب الضحايا' باب: الشتركة فى الضحايا' حديث (9) وابن خزيمة (287/4) كتاب المناسك' باب: اباحة اشتراك النفر فى البدنة' حديث (2900) والدارمى (78/2) كتاب الاضحى باب: البدنة عن سبعة والبقرة' عن سبعة واحمد (293/3) عن ابى الزبير' عن جابر بن عبدالله.

سے استدلال کیا ہے۔ جمہور آئمہ کی طرف سے حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ روایت غیر صریح ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔ اجر وثواب کے لحاظ سے اونٹ اور گائے کی تذکیر وتانیث کا حکم یکساں ہے۔ بکرا اور چھترا ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔ ان کی تمام انواع واجناس اور تذکیر وتانیث کا حکم بھی یکساں ہے۔

بَابُ فِي الضَّحِيَّةِ بِعَضْبَاءِ الْقَرْنِ وَالْاُذُنِ

باب 9: جس بکری کے سینگ یا کان ٹوٹے ہوئے ہوں اس کی قربانی کرنا

1423 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجَيَّةَ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ قُلْتُ فَاِنْ وَّلَدَتْ قَالَ اذْبَحْ وَلَدَهَا مَعَهَا قُلْتُ فَالْعَرْجَاءُ قَالَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَنْسِكَ قُلْتُ فَمَكْسُوْرَةُ الْقَرْنِ قَالَ لَا بَاْسَ اُمِرْنَا اَوْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّسْتَشْرِفَ الْعَيْنَيْنِ وَالْاُذُنَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ

◆◆ حجیہ بن عدی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے ارشاد فرمایا ہے: گائے کو سات آدمیوں کی طرف سے قربان کیا جائے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: اگر وہ بچے کو جنم دے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ اس کے بچے کو بھی ذبح کر دو۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: اگر وہ لنگڑی ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ قربان گاہ تک پہنچ سکتی ہو (تو قربانی جائز ہوگی)

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: اگر اس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے: ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے: ہم دونوں آنکھوں اور دونوں کانوں کا اچھی طرح جائزہ لیں (اس میں سینگ کا حکم شامل نہیں ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

سفیان نے اس روایت کو سلمہ بن کہیل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

1423- اخرجه النسائي (217/7) كتاب الضحايا' باب:الشرقاء وهي مشقوقة الاذن وابن ماجه (1050/2) كتاب الاضحى' باب: مايكره ان يضحى به حديث (3143) وابن خزيمة (293/4) كتاب المناسك باب: النهي عن ذبح ذات النقص' حديث (2915) والدارمي (77/2) كتاب الاضاحي' باب: ما لا يجوز في الاضحى واحمد (125'105'95/1) عن سلمة بن كهيل عن حجية عن علي به.

1424 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جُرَيِّ بْنِ كُلَيْبِ النَّهْدِيِّ عَنْ عَلِيٍّ

متنِ حدیث: قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّضَحّٰى بِاَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْاُذُنِ قَالَ قَتَادَةُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ الْعَضْبُ مَا بَلَغَ النِّصْفَ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے ٹوٹے ہوئے سینگ یا کٹے ہوئے کان والے جانور کو قربان کیا جائے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں: میں نے اس روایت کا تذکرہ سعید بن مسیب سے کیا' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: لفظ عضب سے مراد یہ ہے: جس کا نصف یا اس سے زیادہ (سینگ ٹوٹا ہوا یا کان کٹا ہوا) ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سینگ اور کان کے نقص والے جانور کی قربانی

معمولی عیب یا نقص والے جانور کی قربانی جائز ہے' جبکہ زیادہ نقص یا عیب والے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ جس جانور کے سینگ کا اوپر والا خول تمام یا کچھ ٹوٹ جائے تو اس کی قربانی جائز ہے۔ خول کے اندر والا حصہ جسے گری کہا جاتا ہے۔ وہ نصف سے زائد ٹوٹ گئی ہو' تو اس کی قربانی ناجائز ہے' جبکہ نصف سے کم ٹوٹ جائے تو جائز ہے۔ اگر وہ ٹھیک نصف سے ٹوٹ جائے تو اس بارے میں آئمہ احناف کے دو قول ہیں: (۱) جائز ہے (۲) ناجائز ہے۔ جس جانور کے پیدائشی طور پر' دونوں یا ایک کان نہ ہو یا بعد میں ایسی صورت پیدا ہو گئی ہو' تو اس کی قربانی ناجائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِى عَنْ اَهْلِ الْبَيْتِ

باب 10: ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے قربان کرنا جائز ہے

1425 حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنِيْ عُمَارَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ

1424- اخرجه ابوداؤد (107/2) كتاب الضحايا' باب: ما يكره من الضحايا' حديث (2805) والنسائي (217/7) كتاب الضحايا' باب: العضباء وابن ماجه (1051/2) كتاب الاضاحي' باب: ما يكره ان يضحى به' حديث (3145) وابن خزيمة (293/2) كتاب المناسك' باب: الزجر عن ذبح العضباء- حديث (2913) واحمد (83/1'101'127'129) عن قتادة' بن جرى عن على به.

1425- اخرجه ابن ماجه (1051/2) كتاب الاضاحي' باب: من ضحى بشاة عن اهله' حديث (3147) قالا' حدثنا الضحاك بن عثمان قال' حدثنى عمارة بن عبد الله بن صياد عن عطاء' عن ابى ايوب الانصارى

متن حدیث: سَأَلْتُ اَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ اَهْلِ بَيْتِهِ فَيَاْكُلُوْنَ وَيُطْعِمُوْنَ حَتّٰى تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَتْ كَمَا تَرٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَعُمَارَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ مَدَنِيٌّ وَّقَدْ رَوٰى عَنْهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَاحْتَجَّا بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ ضَحّٰى بِكَبْشٍ فَقَالَ هٰذَا عَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ

مذاہب فقہاء: وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا تُجْزِئُ الشَّاةُ اِلَّا عَنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّهُوَ قَوْلُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَغَيْرِهٖ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں قربانی کس طرح ہوا کرتی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: ایک آدمی ایک بکری کو اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربان کر لیتا تھا اور وہ لوگ اسے کھا لیتے تھے اور دوسروں کو بھی کھلایا کرتے تھے' یہاں تک کہ (بعد کے زمانے میں) لوگ ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کا اظہار کرنے لگے اور صورتحال وہ ہوگئی جو اب تم دیکھتے ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

عمارہ بن عبداللہ نامی راوی مدنی ہیں۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں' ان دونوں حضرات نے نبی اکرم ﷺ کی اس حیثیت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے: آپ ﷺ نے ایک دنبے کی قربانی کی تھی اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا: یہ میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے' جو قربانی نہ کر سکے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک ایک بکری صرف ایک شخص کی طرف سے قربان کی جاسکتی ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں۔

شرح

ایک بکری کی قربانی تمام اہل خانہ کی طرف سے کافی ہونے میں مذاہب آئمہ

ایک بکری کی قربانی تمام افرادِ خانہ کی طرف سے کافی ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج

ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک بکری کی قربانی تمام اہل خانہ کی طرف سے کافی ہوگی بشرطیکہ سب لوگ ایک گھر میں رہتے ہوں اور وہ بکری صرف اسی شخص کی ملک ہو۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال ہے' جس میں صراحت ہے کہ ایک بکری پوری فیملی کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بکری کی قربانی تمام افراد خانہ کی طرف سے جائز نہیں ہے۔ ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے' خواہ وہ ایک گھر میں رہتے ہوں اور رشتہ دار ہوں' اس لیے کہ قربانی ایک عبادت کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک فرد کی عبادت سب افراد خانہ کی طرف سے کافی نہیں ہوسکتی بلکہ ہر فرد پر ضروری ہوتی ہے۔

ان کی طرف سے حدیث باب کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں مسلمانوں کی مالی حالت بہتر نہیں تھی' گھر کا ایک آدمی قربانی کرتا تھا۔ حالت بہتر ہوگئی' گھر کے اکثر افراد صاحب نصاب ہوگئے اور انہوں نے الگ الگ قربانی کرنی شروع کردی۔ لہٰذا حدیث باب سے استدلال درست نہیں ہے۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھے کی قربانی کی تو اس میں اپنی امت کے ان لوگوں کو شریک کرلیا جو قربانی نہیں کرسکتے تھے' اس سے ثابت ہوا کہ ایک بکرا میں متعدد افراد شریک ہوسکتے ہیں؟

جواب: یہ حدیث کا اختصار ہے اور اصل حدیث یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو مینڈھے پیش کیے گئے تھے۔ آپ پر قربانی واجب تھی تو ایک جانور کی قربانی اپنی طرف سے کی۔ آپ نے ایک نفلی قربانی کی جس کے ثواب میں اپنے مفلس امتیوں کو شامل کرلیا' تو ایسا کرنا جائز ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

بَاب الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْاُضْحِيَّةَ سُنَّةٌ

باب 11: قربانی کرنا سنت ہے

1426 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْاُضْحِيَّةِ اَوَاجِبَةٌ هِيَ فَقَالَ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ فَاَعَادَهَا عَلَيْهِ فَقَالَ اَتَعْقِلُ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْاُضْحِيَّةَ لَيْسَتْ بِوَاجِبَةٍ وَّلٰكِنَّهَا سُنَّةٌ مِّنْ سُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّعْمَلَ بِهَا وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ

◄► جبلہ بن سحیم بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قربانی کے بارے میں دریافت کیا: کیا یہ واجب

1426- اخرجه ابن ماجه (1044/2) كتاب الاضحى' باب: الاضاحى واجبة هى ام لا ؟' حديث (3124) عن حجاج بن ارطاة' قال' حدثنا جبلة' بن سحيم عن ابن عمر به.

ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا نبی اکرم ﷺ نے قربانی کی ہے۔ مسلمانوں نے بھی کی ہے۔ راوی نے دوبارہ ان سے یہ سوال کیا' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: کیا تمہیں سمجھ نہیں آتی نبی اکرم ﷺ نے اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی قربانی کرنا واجب نہیں ہے' بلکہ یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے اور اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1427 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَّهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِى زَائِدَةَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ دس برس مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور آپ نے (ہر سال) قربانی کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

قربانی کے واجب یا سنت ہونے میں مذاہب آئمہ

آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قربانی کرنا ضروری ہے۔ تاہم اس کے وجوب یا سنت ہونے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قربانی واجب ہے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر دوام ثابت ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص استطاعت وقوت ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے' (سنن کبریٰ جلد ۹' ص ۲۶۰) یہ وعید وجوب قربانی پر دلالت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں ارشاد ربانی ہے: فصل لربك وانحر ۔ پس آپ اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔ اس آیت میں قربانی کے لیے امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو وجوب کے لیے آتا ہے۔

۲- حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی سنت ہے۔ یہ ایسی سنت ہے' جس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی تائید احادیث سے ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں تعامل صحابہ سے بھی اس کی تائید ثابت ہے۔

1427- اخرجہ احمد (38/2) عن یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدۃ' عن حجاج بن ارطاۃ' عن نافع عن ابن عمر بہ۔

فائدہ نافعہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض اور سنت کے درمیان ایک درجہ ہے جسے "واجب" کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مستعمل نہیں ہے بلکہ ہر عمل یا فرض ہوگا یا سنت جبکہ ان دونوں کے مابین کوئی درجہ نہیں ہے۔ تاہم تمام آئمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اجماع ہے کہ صاحب نصاب پر قربانی ضروری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الذَّبْحِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

باب 12: نماز (عید) پڑھنے کے بعد قربانی کرنا

1428 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمِ نَحْرٍ فَقَالَ لَا يَذْبَحَنَّ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُصَلِّيَ قَالَ فَقَامَ خَالِيْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا يَوْمٌ اللَّحْمُ فِيْهِ مَكْرُوْهٌ وَّاِنِّيْ عَجَّلْتُ نُسُكِيْ لِاُطْعِمَ اَهْلِيْ وَاَهْلَ دَارِيْ اَوْ جِيْرَانِيْ قَالَ فَاَعِدْ ذَبْحًا اٰخَرَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدِيْ عَنَاقُ لَبَنٍ وَّهِيَ خَيْرٌ مِّنْ شَاتَيْ لَحْمٍ اَفَاَذْبَحُهَا قَالَ نَعَمْ وَهِيَ خَيْرُ نَسِيْكَتَيْكَ وَلَا تُجْزِئُ جَذَعَةٌ بَعْدَكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّجُنْدَبٍ وَّاَنَسٍ وَّعُوَيْمِرِ بْنِ اَشْقَرَ وَابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ لَّا يُضَحّٰى بِالْمِصْرِ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْاِمَامُ وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ لِاَهْلِ الْقُرٰى فِي الذَّبْحِ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنْ لَّا يُجْزِئَ الْجَذَعُ مِنَ الْمَعْزِ وَقَالُوْا اِنَّمَا يُجْزِئُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّاْنِ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عید قربان کے دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کوئی بھی شخص اس وقت تک قربانی نہ کرے جب تک وہ نماز عید ادا نہ کر لے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میرے ماموں کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آج کے دن گوشت سے لوگ جلدا کتا

1428- اخرجه البخاري (546/2) كتاب العيدين' باب: كلام الامام والناس في خطبة العيد حديث (983) ومسلم (50/7) كتاب الاضحى' باب: حديث (1960/5) وابو داؤد (105/2) كتاب الضحايا' باب: ما يجوز في الضحايا عن السن' حديث (2800) والنسائي (222/7) كتاب الضحايا' باب: ما يجوز في الضحايا من السن' حديث (2800) والنسائي (222/7) كتاب الضحايا' باب ذبح الاضحية قبل الامام' وابن خزيمة (341/2) كتاب جامع ابواب صلوٰة العيدين' باب: ذكر الخبر الدال على ان ترك الاكل يوم النحر حتى يذبح المرء فضيلة- حديث (1427) والدارمي (80/2) كتاب الاضاحي' باب: في الذبح قبل الامام واحمد (281/4' 287) عن عامر الشعبي عن البراء بن عازب به.

جاتے ہیں' اس لیے میں نے جلدی قربانی کر لی ہے' تا کہ اپنے گھر والوں کو اپنے محلے والوں کو (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اپنے پڑوسیوں کو (گوشت) کھلا دوں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دوبارہ دوسری قربانی کرو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس ایک دودھ دینے والی بکری ہے' جو گوشت کے اعتبار سے میرے نزدیک دو بکریوں سے بہتر ہے لیکن اس کی عمر ایک سال سے کم ہے کیا میں اسے قربان کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں وہ تمہاری بہترین قربانی ہو گی۔ لیکن تمارے بعد کسی بھی شخص کے لیے ایک سال سے کم عمر بکری کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت جندب رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت عویمر بن اشقر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ یعنی شہر میں اس وقت تک قربانی نہیں کی جا سکتی جب تک امام نماز عید ادا نہ کر لے۔

اہلِ علم سے تعلق رکھنے والے ایک گروہ نے دیہات میں رہنے والے لوگوں کو صبح صادق ہو جانے کے بعد قربانی کرنے کی اجازت دی ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے: ایک سال سے کم عمر بکرے کو قربان نہیں کیا جا سکتا البتہ دنبے کا حکم مختلف ہے' کیونکہ وہ اگر چھ ماہ کا بھی ہو' تو اسے قربان کیا جا سکتا ہے۔

شرح

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد

جہاں نماز جمعہ جائز ہے وہاں نماز عید بھی جائز ہے اور جہاں نماز جمعہ جائز نہیں ہے وہاں نماز عید بھی جائز نہیں ہے۔ جمعہ کی شرائط میں سے ایک ''مصر'' ہونا ہے اور مصر سے مراد شہر یا قصبہ ہے جہاں بازار وغیرہ موجود ہوں وہاں سے روزمرہ زندگی کی ہر چیز دستیاب ہو۔ جمعہ کی طرح نماز عید کے لیے بھی ''مصر'' ہونا شرط ہے۔ لہٰذا دیہات میں جمعہ کی طرح نماز عید بھی جائز نہیں ہے۔ قصبہ یا شہر میں قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے۔ ایک جگہ میں نماز پڑھی گئی ہو' تو قربانی کی جا سکتی ہے' خواہ قربانی کرنے والے نے نماز عید پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔ تاہم دیہات میں چونکہ نماز عید واجب نہیں ہے' لہٰذا وہاں نماز عید سے فراغت ضروری نہیں ہے' بلکہ طلوع آفتاب کے بعد قربانی کی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی شہری اپنا جانور جلدی بطور قربانی ذبح کرانے کی خواہش رکھتا ہو' تو وہ اپنا جانور دیہات میں بھیج کر طلوع آفتاب کے بعد قربانی کروا سکتا ہے اور اس کا گوشت شہر میں منگوا سکتا ہے۔ شہر میں نماز عید سے قبل کی جانے والی قربانی' قربانی نہیں ہوگی۔ البتہ اس کا گوشت حلال ہوگا لیکن صاحب نصاب کو قربانی دوبارہ کرنی پڑے گی۔ چھوٹے جانور کی عمر کم از کم ایک سال ہونی چاہیے۔ تشریعی قانون ابتداء سہولت کا متقاضی ہوتا ہے' اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن

عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوایک سال سے کم عمر کا جانور بطور قربانی ذبح کرنے کی اجازت دی اور ساتھ ہی فرمایا: یہ اجازت ورعایت صرف تیرے لیے ہے اور دوسرے لوگوں کے لیے نہیں ہے۔ حدیث باب کے مضمون پر غور کرنے سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت میں بااختیار بنایا گیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَكْلِ الْاُضْحِيَّةِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ

باب 13: تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانا مکروہ ہے

1429 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَاْكُلُ اَحَدُكُمْ مِنْ لَّحْمِ اُضْحِيَّتِهٖ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: وَّاِنَّمَا كَانَ النَّهْيُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَدِّمًا ثُمَّ رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کوئی بھی شخص تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت نہ کھائے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے منقول ممانعت کا یہ حکم پہلے تھا اس کے بعد پھر آپ نے اس کی اجازت دے دی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ اَكْلِهَا بَعْدَ ثَلَاثٍ

باب 14: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت

1430 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ النَّبِيْلُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

1429- اخرجه مسلم (69/7) كتاب الاضحى باب: بيان ما كان من النهي عن اكل لحوم الاضاحي بعد ثلاث- حديث (1970/26) والدارمي (78/2) كتاب الاضاحي: باب: في لحوم الاضحى واحمد (16/2، 36) عن نافع عن ابن عمر به.

1430- اخرجه مسلم (73/7) كتاب الاضاحي: باب: بيان ما كان من النهي عن اكل لحوم الاضاحيه حديث (1977/37) وابن ماجه (1127/7) كتاب الاشربة باب: ما رخص فيه من ذلك حديث (3405) مختصر واحمد (359/5) عن سليمان بن بريدة عن بريدة به.

متن حدیث: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْاَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ لِيَتَّسِعَ ذُو الطَّوْلِ عَلٰى مَنْ لَّا طَوْلَ لَهٗ فَكُلُوْا مَا بَدَا لَكُمْ وَاَطْعِمُوْا وَادَّخِرُوْا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَائِشَةَ وَنُبَيْشَةَ وَاَبِیْ سَعِيْدٍ وَّقَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ وَاَنَسٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ بُرَيْدَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ

◆◆ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے تمہیں پہلے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت استعمال کرنے سے منع کیا تھا تا کہ صاحب حیثیت لوگ غریب لوگوں کو زیادہ گوشت دیں اب تم جتنا مناسب سمجھو اسے کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ اور ذخیرہ کر کے رکھو۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

1431 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ

متن حدیث: قُلْتُ لِاُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ لُحُومِ الْاَضَاحِيِّ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ قَلَّ مَنْ كَانَ يُضَحِّي مِنَ النَّاسِ فَاَحَبَّ اَنْ يُّطْعَمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ يُّضَحِّي وَلَقَدْ كُنَّا نَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَنَاْكُلُهٗ بَعْدَ عَشَرَةِ اَيَّامٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَاُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ هِيَ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْهَا هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

◆◆ عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ نے قربانی کا گوشت استعمال کرنے سے منع کیا ہے' تو انہوں نے جواب دیا: نہیں! بلکہ ایک مرتبہ لوگوں نے کم قربانی کی تو آپ ﷺ کو یہ اچھا لگا کہ وہ لوگ (جنہوں نے قربانی کی ہے) وہ ان کو کھلائیں' جنہوں نے قربانی نہیں کی ہے۔ (ام المومنین بیان کرتی ہیں) ہم لوگ تو ایک ''پایا'' سنبھال کر رکھ لیتے تھے اور اسے دس دن گزرنے کے بعد کھایا کرتے تھے۔

1431- اخرجه البخاری (463/9) كتاب الاطعمة' باب: ما كان السلف يدخرون- حديث (5423) ومسلم (441/9) كتاب الزهد والرقاق' باب (2) حديث (2970/23) والنسائی (235/7) كتاب الضحايا: باب: الادخار من الاضحى وابن ماجه (1055/2) كتاب الاضاحی' باب' ادخار لحوم الاضاحی' حديث (3159) واحمد (127'102/6) عن عابس بن ربيعة عن عائشه به.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

(امام ترمذی بیان کرتے ہیں) یہاں ام المؤمنین سے مراد نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

انہی کے حوالے سے یہی حدیث دوسری سند کے ہمراہ بھی نقل کی گئی ہے۔

شرح

قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے کا شرعی حکم

دو ابواب کی تین احادیث میں قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث میں بتایا گایا ہے کہ قربانی کا گوشت صرف ذوالحجہ کی دسویں، گیارھویں اور بارھویں تواریخ تک کھایا جا سکتا ہے۔ ان تین ایام کے تعین کرنے اور بعد کے لیے ذخیرہ کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ اس سال کثیر تعداد میں لوگ مہاجر ہو کر مدینہ طیبہ میں آئے تھے جبکہ قربانی کرنے والے لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ آپ کی طرف سے یہ اعلان اس بنا پر کیا گیا تھا کہ گوشت غرباء اور مساکین تک پہنچ پائے۔ آئندہ سال بھی مسلمانوں نے اس حکم پر عمل کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کی مالی حالت قدرے بہتر ہو گئی اور قربانی کرنے والے لوگوں میں بھی کسی حد تک اضافہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تین ایام کے بعد بھی قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے اور کھانے کی اجازت عنایت فرما دی گئی کیونکہ اب پہلے والی مصلحت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ باب ثانی کی دونوں احادیث میں اس مضمون کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْفَرَعِ وَالْعَتِيرَةِ

باب 15: فرع اور عتیرہ کا بیان

1432 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ وَالْفَرَعُ اَوَّلُ النِّتَاجِ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ فَيَذْبَحُوْنَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ نُبَيْشَةَ وَمِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ وَّاَبِي الْعُشَرَاءِ عَنْ اَبِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: وَالْعَتِيرَةُ ذَبِيْحَةٌ كَانُوْا يَذْبَحُوْنَهَا فِيْ رَجَبٍ يُعَظِّمُوْنَ شَهْرَ رَجَبٍ لِاَنَّهُ اَوَّلُ شَهْرٍ مِّنْ اَشْهُرِ الْحُرُمِ وَاَشْهُرِ الْحُرُمِ رَجَبٌ وَّذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَاَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَّذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ كَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ

1432- اخرجه البخاري (510/9) كتاب العقيقة، باب: الفرع، حديث (5473) ومسلم (76/7) كتاب الاضاحي باب: الفرع والعتيرة، حديث (1976/38) وابو داؤد (115/2) كتاب الذبائح، باب: في العتيرة، حديث (2831)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: فرع اور عتیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔
راوی بیان کرتے ہیں: فرع جانور کے پیدا ہونے والے پہلے بچے کو کہتے ہیں جسے کافر اپنے بتوں کے لیے ذبح کیا کرتے تھے۔
اس بارے میں حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مخف بن سلیم رضی اللہ عنہ اور ابوعشراء کی ان کے والد کے حوالے سے روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
عتیرہ اس ذبیحے کو کہتے ہیں جسے مشرکین رجب کے مہینے میں ذبح کیا کرتے تھے وہ مشرکین رجب کے مہینے کی تعظیم کیا کرتے تھے' کیونکہ یہ حرمت والے مہینوں میں سب سے پہلا مہینہ ہے' جبکہ حرمت والے مہینے یہ ہیں' رجب' ذیقعدہ' ذی الحج اور محرم' حج کے مہینے یہ ہیں شوال' ذیقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن۔
نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب اور دیگر اہلِ علم سے حج کے مہینوں کے بارے میں اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

شرح

فرع اور عتیرہ قربانیوں کا خاتمہ

حدیث باب میں زمانہ جاہلیت کی دو قربانیوں کے خاتمہ کا اعلان کیا گیا ہے: (۱) فرع قربانی: زمانہ جاہلیت میں کفار اپنے جانور کے پہلے بچے کی بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے جسے "فرع" کا نام دیتے تھے۔ اسلام کے آنے پر مسلمانوں نے اس جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنا شروع کر دیا اور فرع قربانی کا خاتمہ کر دیا۔ (۲) عتیرہ قربانی: زمانہ جاہلیت میں رجب کا مہینہ آنے پر اس کے احترام میں کفار ایک جانور بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے جسے "رجبیۃ" کے نام سے پکارتے تھے۔ جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے مطابق اس رسم کا خاتمہ ہو گیا اور مسلمانوں نے "رجبیہ" جانور اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنا شروع کر دیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَقِيْقَةِ

باب 16: عقیقہ کا بیان

1433 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ

متنِ حدیث: اَنَّهُمْ دَخَلُوْا عَلٰى حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَسَاَلُوْهَا عَنِ الْعَقِيْقَةِ فَاَخْبَرَتْهُمْ اَنَّ عَآئِشَةَ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُمْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ

1433- اخرجه ابوداؤد (115/2) كتاب الذبائح' باب: في العتيرة' حديث (2833) وابن ماجه (1056/2) كتاب الذبائح' باب: العقيقة' حديث (3163) واحمد (158'82'31/6) عن حفصة بنت عبد الرحمن عن عائشة به.

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاُمِّ كُرْزٍ وَّبُرَيْدَةَ وَسَمُرَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَسٍ وَّسَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَحَفْصَةُ هِيَ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ

◆◆ یوسف بن ماہک بیان کرتے ہیں: وہ لوگ سیّدہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا' تو سیّدہ حفصہ نے انہیں بتایا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ بات بتائی تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے لڑکے کے بارے میں لوگوں کو (عقیقے کے موقع پر) دو بکریاں ذبح کرنے اور لڑکی کے عقیقے پر ایک بکری ذبح کرنے کی ہدایت کی تھی۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' سیّدہ ام کرز رضی اللہ عنہا' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ' حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حفصہ بنت عبدالرحمٰن نامی خاتون' حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی ہیں۔

1434 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنِ الرَّبَابِ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَّاَمِيْطُوا عَنْهُ الْاَذٰى حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنِ الرَّبَابِ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سلمان بن عامر بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بچے کا عقیقہ ہوتا ہے' تو اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی کو دور کر دو (یعنی بال صاف کر دو)

حضرت سلمان بن عامر نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس کی مانند نقل کیا ہے

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1435 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ يَزِيْدَ عَنْ سِبَاعِ ابْنِ ثَابِتٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ ثَابِتِ بْنِ سِبَاعٍ اَخْبَرَهُ

1434- اخرجه ابوداؤد (116/2) كتاب العقيقة: باب-' حديث (2835) والنسائي (165/7) كتاب العقيقة' باب: كم يعق عن الجارية وابن ماجه (1056/2) كتاب الذبائح' باب: العقيقة' حديث (3162) والدارمي (81/2) كتاب الاضاحي' باب: السنة في العقيقة' والحميدي (166/1) حديث (345) واحمد (422/6) عن سفيان بن عيينة' عن عبد الله بن ابي يزيد' عن ابيه' عن سباع بن ثابت عن ام كرز به.

متن حدیث: اَنَّ اُمَّ كُرْزٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيْقَةِ فَقَالَ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْاُنْثٰى وَاحِدَةٌ وَّلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ اَمْ اِنَاثًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

سیّدہ اُمّ کرز رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے: میں نے نبی اکرم ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: لڑکے کے عقیقے میں دو بکریاں اور لڑکی کے عقیقے میں ایک بکری ذبح کی جائے گی اور وہ بکرا ہو یا بکری' اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے

شرح

عقیقہ کے احکام

لغوی اعتبار سے لفظ: ''عقیقہ'' سے مراد وہ بال ہیں جو نومولود کے سر پر موجود ہوتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں عقیقہ سے مراد وہ جانور ہے جو بچے کی پیدائش کی خوشی اور شکریہ میں ذبح کیا جاتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے ساتویں روز سر کے بال منڈوانا' بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا' نام تجویز کرنا اور عقیقہ کرنا مسنون ہے۔ والدین جس بچے کا عقیقہ نہ کریں تو زندگی بھر اس کا وقت ہے' بڑا ہو کر خود بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی پیدائش کے ساتویں روز کیا تھا اور لوگوں کی دعوت بھی کی تھی۔

سوال یہ ہے کہ عقیقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ اور فقہاء کے مختلف اقوال ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عقیقہ ایسی سنت ہے جو صاحب طاقت کو کبھی ترک نہیں کرنی چاہیے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے عقیقہ سنت مؤکدہ نہیں بلکہ مباح و مستحب ہے۔ عقیقہ کے مسنون ہونے کے انکار کا قول آپ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اس کا مسنون ہونا ثابت ہے۔

۳- حضرت امام حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ عقیقہ کرنا واجب ہے۔

1435- اخرجه ابوداؤد (118/2) كتاب الاضاحي' باب: في العقيقة' حديث (2839) وابن ماجه (1056/2) كتاب الذبائح' باب: العقيقة' حديث (3164) وابن خزيمة (278/3) حديث (2067) والدارمي (81/2) كتاب الاضاحي' باب: السنة في العقيقة' والحميدي (362/2) حديث (823) من طريق حفصة بنت سيرين' عن الرباب' عن سلمان بن عامر الضبي به.

۴- علامہ ابن حزم نے کہا کہ صاحب حیثیت کے لیے عقیقہ کرنا فرض ہے۔

عقیقہ میں جانوروں کی تعداد کے حوالے سے مذاہب آئمہ

بچی یا بچے کی پیدائش پر ایک جانور ذبح کیا جائے گا یا دو؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نومولود خواہ بچی ہو یا بچہ ایک بکری ذبح کرنا کافی ہوگا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مرفوع روایت سے استدلال کیا ہے: عق الحسن والحسين رضي الله تعالىٰ عنهما كبشا كبشا (سنن ابی داؤد) حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیقہ ایک ایک مینڈھا سے کیا گیا تھا۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بچی کے عقیقہ کے لیے ایک بکری ہے، جبکہ بچے کے عقیقہ کے لیے دو بکریاں ہیں۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ بچے کی طرف سے بطور عقیقہ دو مینڈھے ذبح کیا جائیں گے۔

آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) ہماری دلیل قولی ہے، جبکہ آپ کی فعلی ہے اور دونوں میں سے قولی کو فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ (۲) ترجیح مثبت زیادت کو حاصل ہے۔ (۳) ایک جانور کا ذبح کرنا بیان جواز کے لیے جبکہ اصل سنت ہماری دلیل میں ہے۔

سوال: بچی کے عقیقہ کے لیے ایک جانور اور بچے کے عقیقہ کے لیے دو جانوروں کا ذبح کرنا کیوں متعین کیا گیا ہے؟

جواب: اس کی کئی وجوہات ہیں: (۱) لڑکی بنسبت لڑکے کی خوشی دوچند ہوتی ہے۔ (۲) بچے کے عقیقہ کا مطالبہ کرنے والے اور شمولیت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں (۳) خواہ فضیلت بچی کی زیادہ ہے لیکن گھر میں حق زیادہ بچے کا ہوتا ہے، کیونکہ اسے وراثت کا حصہ دوگنا ملتا ہے (۴) بچی پر نسبتاً بلائیں کم آتی ہیں، لہٰذا اس کے عقیقہ میں ایک جانور ذبح کرنے کا حکم ہے۔

فائدہ نافعہ: قربانی یا عقیقہ کے مواقع پر جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں وہ تذکیر و تانیث اور اجر و ثواب کے لحاظ سے سب مساوی ہیں۔ جو شخص بچے کے عقیقہ پر دو جانور ذبح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ ایک جانور سے بھی عقیقہ کر سکتا ہے۔ قربانی کے بڑے جانور میں حصہ ڈال کر عقیقہ کرنا یا متعدد بچوں کے عقیقہ کی غرض سے بڑا جانور ذبح کرنا بھی جائز ہے۔

بَابُ الْاَذَانِ فِيْ اُذُنِ الْمَوْلُوْدِ

باب 17: نومولود کے کان میں اذان دینا

1436 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْهِ

1436- اخرجه ابوداؤد (749/2) كتاب الادب، باب: في الصبي يولد فيؤذن في اذنه، حديث (5105) واحمد (392،391،9/6) من طريق سفيان، عن عاصم بن عبد الله عن عبيد الله بن ابي رافع عن ابيه به.

متن حدیث: قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِيْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلٰوةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ فِي الْعَقِيْقَةِ عَلٰى مَا رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَّرُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْضًا اَنَّهُ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بِشَاةٍ وَّقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ عبیداللہ بن ابورافع اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے کان میں اذان دی جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں جنم دیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' جو نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے عقیقہ کے بارے میں دیگر اسناد کے ہمراہ یہ بات روایت کی گئی ہے: لڑکے کے عقیقے میں دو بکریاں ہوں گی اور لڑکی کے عقیقے میں ایک بکری ہوگی۔

نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات بھی روایت کی گئی ہے: آپ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی تھی۔

بعض اہلِ علم نے اس روایت کو اختیار کیا ہے۔

1437 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ عَنْ عُفَيْرِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: خَيْرُ الْاُضْحِيَّةِ الْكَبْشُ وَخَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَعُفَيْرُ ابْنُ مَعْدَانَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے بہترین قربانی مینڈھے کی ہے اور سب سے بہترین کفن حلّہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

عفیر بن معدان نامی راوی کو علم حدیث میں ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔

1438 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَمْلَةَ عَنْ مِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ

1437- اخرجه ابن ماجه (1046/2) كتاب الاضاحى: باب: ما يستحب عن الاضاحى' حديث (3130) عن ابى عائذ' عن سعدان' عن سليم بن عامر' عن ابى امامة به.

متن حدیث: كُنَّا وُقُوفًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةٌ وَعَتِيرَةٌ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْعَتِيرَةُ هِيَ الَّتِي تُسَمُّونَهَا الرَّجَبِيَّةَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَلَا نَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَوْنٍ

◆◆ حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ عرفات میں وقوف کیا ہوا تھا میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

اے لوگو! ہر گھر میں ہر سال ایک قربانی اور عتیرہ لازم ہے' کیا تم لوگ جانتے ہو عتیرہ سے مراد کیا ہے؟ یہ وہ چیز ہے' جسے تم "رجبیہ" کا نام دیتے ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے یعنی صرف ابن عون سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

نومولود کے کان میں اذان پڑھنا

جب اللہ تعالیٰ کسی کو بچی یا بچہ عطا فرمائے تو بلا تاخیر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی جائے۔ اگر اذان پڑھنے کے لیے مرد موجود نہ ہو' تو عورت بھی اذان پڑھ سکتی ہے حتیٰ کہ ماں بھی اپنے بیٹے کے کان میں اذان پڑھ سکتی ہے۔ اذان پڑھنے والے کے لیے طہارت ضروری نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ کسی نیک شخصیت یا عالم دین سے اذان پڑھائی جائے تا کہ زیادہ باعث برکت ہو۔ نومولود کے کان میں اذان پڑھنے کی کئی وجوہات ہیں: (۱) اذان پڑھنے سے نومولود سے شیطان دور بھاگ جاتا ہے ورنہ اسے تنگ کرتا ہے' جس وجہ سے بچہ روتا یا چلاتا ہے۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۳۴۳)

(۲) اذان و اقامت کے سبب نومولود کے دل و دماغ میں نماز کی اہمیت راسخ ہو جاتی ہے۔

(۳) نومولود کے کان میں جو پہلی آواز داخل ہو وہ اسم الٰہی کی ہو۔ (۴) نومولود کے کان میں اذان پڑھنا سنت ہے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کان میں خود اذان پڑھی تھی۔

دوسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیقہ ایک بکری سے کیا تھا۔ یہی روایت حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہے کہ نومولود خواہ بچی ہو یا بچہ ہو' کا ایک بکری سے عقیقہ کرنا مسنون ہے۔ جمہور کی طرف سے اس روایت کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

1438- اخرجه ابوداؤد (102/2) كتاب الضحايا' باب: ما جاء في ايجاب الاضاحي' حديث (2788) والنسائي (168/7) كتاب الفرع والعتيرة' وابن ماجه (1045/2) كتاب الاضاحي' باب: الاضاحي واجبة هي ام لا؟ حديث (3125) واحمد (215/4)' (76/5) عن عبد الله بن عون' عن عامر ابي رملة عن مخنف بن سليم الغامدي.

(۱) یہ روایت منقطع ہے' جبکہ اس کے مقابلے میں صحیح حدیث یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیقہ دو دو منڈھوں سے کیا تھا۔ (مشکوٰۃ' رقم الحدیث ۴۱۵۵)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ بکری نومولود کی عمومی خوشی کے طور پر ذبح کی گئی تھی جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیدائش کے ساتویں روز خود دو مینڈھوں سے عقیقہ کیا تھا۔

بَاب الْعَقِيْقَةِ بِشَاةٍ

باب 18: عقیقہ میں ایک بکری (کی قربانی)

1439 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَّقَالَ يَا فَاطِمَةُ احْلِقِىْ رَاْسَهُ وَتَصَدَّقِىْ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً قَالَ فَوَزَنَتْهُ فَكَانَ وَزْنُهُ دِرْهَمًا اَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّاِسْنَادُهُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيَّ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ

◆◆ امام محمد بن علی بن حسین (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے "حسن" کے عقیقہ پر ایک بکری ذبح کی تھی اور ارشاد فرمایا تھا: اے فاطمہ! اس کے سر کے بال منڈوا دو اور ان بالوں کے وزن جتنی چاندی صدقہ کردو جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کا وزن کیا' تو اس کا وزن ایک درہم یا ایک درہم کے کچھ حصے جتنا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ اس کی سند متصل نہیں ہے۔

کیونکہ امام ابوجعفر محمد بن علی (یعنی امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

1440 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِكَبْشَيْنِ فَذَبَحَهُمَا

1440- اخرجه البخاري (190/1) كتاب العلم باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم رب مبلغ اوعى من سامع' حديث (67) ومسلم (126/6'124' الابى) كتاب القسامة والمحاربين' باب تغليظ تحريم الدماء والاعراض والاموال' حديث (1679/30) والنسائي (220/7) كتاب الضحايا' باب: الكبش والدارمي (67/2) كتاب الاضاحي' باب: في الخطبة' يوم النحر' واحمد في مسنده (45'37/5) من طريق عبد الله بن عون عن محمد بن سيرين' عن عبد الرحمن بن ابي بكرة عن ابيه' فذكره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیا پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے آپ نے دو مینڈھے منگوائے اور انہیں ذبح کر دیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1441 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِىْ عَمْرٍو عَنِ الْمُطَّلِبِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَضْحٰى بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا قَضٰى خُطْبَتَهٗ نَزَلَ عَنْ مِنْبَرِهٖ فَاُتِىَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ هٰذَا عَنِّىْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِىْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنْ يَّقُوْلَ الرَّجُلُ اِذَا ذَبَحَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ

توضیح راوی: وَالْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ يُقَالُ اِنَّهٗ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ جَابِرٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر عیدگاہ میں موجود تھا جب آپ نے اپنا خطبہ ختم کیا' تو آپ منبر سے نیچے تشریف لائے آپ کے پاس ایک دنبہ لایا گیا نبی اکرم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک کے ذریعے اسے ذبح کیا اور یہ پڑھا۔

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے ہر اس شخص کی طرف سے ہے: جو شخص قربانی نہ کر سکے"۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی آدمی ذبح کرنے پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھے۔

ابن مبارک رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں۔

مطلب بن عبداللہ نامی راوی مطلب بن عبداللہ بن حطب ہیں۔ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کسی حدیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

1442 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَلِىُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ

1441- اخرجه ابوداؤد (108/2) كتاب الضحايا' باب: في الشاة يضحى بها عن جماعة' حديث (2810) واحمد (356/3'362) عن عمرو بن ابى عمرو عن المطلب عن جابر به.

سَمُرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ رَاْسُهٗ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ تُذْبَحَ عَنِ الْغُلَامِ الْعَقِيْقَةُ يَوْمَ السَّابِعِ فَاِنْ لَّمْ يَتَهَيَّاْ يَوْمَ السَّابِعِ فَيَوْمَ الرَّابِعَ عَشَرَ فَاِنْ لَّمْ يَتَهَيَّاْ عُقَّ عَنْهُ يَوْمَ حَادٍ وَّعِشْرِيْنَ وَقَالُوْا لَا يُجْزِئُ فِى الْعَقِيْقَةِ مِنَ الشَّاةِ اِلَّا مَا يُجْزِئُ فِى الْاُضْحِيَّةِ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' بچہ اپنے عقیقے کے عوض میں رہن ہوتا ہے (اس کی پیدائش) کے ساتویں دن اُس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے گا' اس کا نام رکھا جائے گا اور اس کا سر مونڈھ دیا جائے گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے: ساتویں دن یا چودھویں دن عقیقے میں بچے کی طرف سے قربانی کی جائے گی اور اگر یہ نہ ہو سکے' تو اکیسویں دین اس کا عقیقہ کیا جائے گا۔

علماء یہ فرماتے ہیں: عقیقے میں اسی بکری کو ذبح کرنا جائز ہے' جس کی قربانی کرنا جائز ہو۔

شرح

احادیث باب کے مسائل

احادیث باب میں متعدد مسائل بیان کیے گئے ہیں جن کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

۱-قربان کی شرعی حیثیت' حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قربانی سنت ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قربانی سنت واجبہ ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) قربانی واجب ہے (۲) قربانی سنت ہے۔

1442- انفرد به الترمذی به انظر تحفة الاشراف (62/4) حدیث (4574) من طریق اسماعیل بن مسلم المکی عن الحسن عن سمرة' واخرجه البخاری (504/9) کتاب العقیقة' باب: اماطة الاذی عن الصبی فی العقیقة حدیث (5472) والنسائی (166/7) کتاب العقیقة' باب: متی یعق' عن حبیب بن الشهید البصری' عن الحسن عن سمرة' اخرجه بو داؤد (117/2) کتاب العقیقة' باب- حدیث (3837) والنسائی (166/7) کتاب العقیقة' باب: متی یعق وابن ماجه (1056/2' 1057) کتاب الذبائح' باب: العقیقة' حدیث (3165) والدارمی (81/2) کتاب الاضحی' باب السنة فی العقیقة واحمد (7/5' 12' 17' 22) من طریق قتادة عن الحسن عن سمرة به.

۲-ایک بکری سے عقیقہ: نومولود ایک بچی ہو تو ایک بکری سے اور بچہ ہو تو دو بکریوں سے عقیقہ کرنا سنت ہے۔ نومولود بچہ ہو تو ایک بکری سے عقیقہ کرنا بیان جواز کے لیے ہے ورنہ مسنون دو بکریوں سے عقیقہ کرنا ہے۔

۳-قربانی کا جانور عیدگاہ یا قربان گاہ یا گھر میں جہاں چاہیں ذبح کر سکتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں قربانی کی تھی جس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا کثیر لوگوں کی موجودگی میں قربانی کی جائے تا کہ انہیں ذبح کے احکام و مسائل معلوم جائیں (۲) ترغیب دینا مقصود تھا کہ زیادہ لوگ قربانی کریں۔

۴-مسنون طریقہ یہ ہے نومولود کا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے' اس کے بال تراش کر چاندی سے وزن کر کے چاندی صدقہ کی جائے اور خوبصورت نام تجویز کیا جائے۔

۵-والدین جس نومولود کا عقیقہ کریں گے' وہ قیامت کے دن ان کی اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کرے گا ورنہ نہیں۔ عقیقہ کئی ایک طرح کا صدقہ ہے' جس وجہ سے نومولود آفات سے محفوظ یا دور ہو جاتا ہے' کیونکہ مشہور روایت کے الفاظ ہیں: الصدقۃ ترد البلا یعنی صدقہ مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔

۶-عقیقہ کے لیے ساتویں روز کے متعین کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) عقیقہ اور ولادت کے درمیان قدرے فصل ہونا ضروری ہے' تا کہ زچہ بچہ کی طبیعت سنبھل جائے اور اہل خانہ بھی انہیں سنبھالنے سے فراغت حاصل کر لیں ورنہ اہل خانہ کی پریشانی اور مشغولیت دو چند ہو جائے گی۔ (۲) بعض اوقات جلدی سے جانور دستیاب نہیں ہوتا تو پہلے دن عقیقہ کرنے میں دشواری پیش آئے گی۔ (۳) ساتویں روز حکم میں میانہ روی ہے اور میانہ روی اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔

۷-عقیقہ کے موقع پر جانور ذبح کرنے کے بعد نومولود کا سر منڈوانے سے حجاج کرام کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے۔ ساتویں روز نام تجویز کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے قبل نام کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ (۸) ساتویں کی دو اقسام ہو سکتی ہیں: (۱) حقیقی ساتواں مثلاً کوئی بچہ منگل کے روز پیدا ہوا تو آئندہ پیر حقیقی ساتواں ہوگا جبکہ اس کے بعد زندگی میں جتنے بھی پیر آئیں گے وہ حکمی ساتواں کہلائیں گے۔ عقیقہ کے لیے حقیقی ساتویں دن کا اعتبار کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ کوئی شخص زندگی بھر میں جب بھی چاہے عقیقہ کر سکتا ہے۔

ایصال ثواب کی صورت میں مرحومین کو ثواب ملنے کی کیفیت

کسی بھی عبادت کا مرحومین کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے' جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان امتیوں کی طرف سے ایک مینڈھا ذبح کیا تھا جو قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ سوال یہ ہے کہ مرحومین کو ثواب پورا پورا ملتا ہے یا تقسیم ہو کر مثلاً کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے قرآن خوانی کرانے کا اہتمام کرتا ہے' تو وہ اپنے والدین کے ساتھ دیگر اپنے اعزاء و اقارب' دوست و احباب بلکہ جمیع المؤمنین والمومنات کو شامل کر لیتا ہے' تو سب کو یکساں ثواب عطا ہوگا یا تقسیم ہو کر؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مرحومین کو ثواب تقسیم ہو کر ملے گا' کیونکہ عبادت ایک ہے' جبکہ مستحقین کثیر ہیں۔ جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ تمام مرحومین کو تقسیم کے بغیر پورا پورا ثواب ملے گا۔ انہوں نے قربانی والی روایت سے استدلال کیا

ہے کہ اگر تقسیم ہو کر ثواب ملے تو امت کے مرحومین کو قربانی کا ایک ایک بال میسر نہیں آئے گا اور امتیوں کی طرف سے دنبہ ذبح کرنے کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی سے بعید ہے کہ وہ مرحومین کو تقسیم کر کے ثواب عطاء فرمائے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور رحمت و مہربانی کے شایان شان یہی ہے کہ سب کو تقسیم کے بغیر اور پورا پورا ثواب عطا فرمائے۔

(الدر المختار ج ۲ ص ۵۹۵ الفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۳۵۷)

بَاب تَرْكِ اَخْذِ الشَّعْرِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّضَحِّيَ

باب 19: جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ بال نہ کٹوائے

1443 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَكَمِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَمْرٍو اَوْ عُمَرَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ رَاَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَاَرَادَ اَنْ يُّضَحِّيَ فَلَا يَاْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَالصَّحِيْحُ هُوَ عَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ قَدْ رَوٰى عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ وَّقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ نَحْوَ هٰذَا

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ كَانَ يَقُوْلُ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ ذَهَبَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَرَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا لَا بَاْسَ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْ شَعَرِهٖ وَاَظْفَارِهٖ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَلَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِّمَّا يَجْتَنِبُ مِنْهُ الْمُحْرِمُ

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جو شخص ذوالحجہ کا چاند دیکھ لے اور اس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اپنے بال یا ناخن نہ کٹوائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

صحیح یہ ہے: راوی کا نام عمرو بن مسلم ہے۔

محمد بن عمرو نے اور دیگر راویوں نے ان کے حوالے سے احادیث نقل کی ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سعید بن مسیب کے حوالے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی

1443- اخرجه مسلم (77/7) كتاب الاضاحي' باب: نهي من دخل عليه عشر ذي الحجة- حديث (39-1977) وابو داؤد (103/2) كتاب الضحايا: باب الرجل يأخذ من شعره في العشر -' حديث (2791) والنسائي (211/7) كتاب الضحايا: باب- وابن ماجه (1052/2) كتاب الاضاحي' باب: من اراد ان يضحي فلا ياخذ في العشر' حديث (3150) والدارمي (76/2) كتاب الاضاحي' باب: السنة في الاضحية والحميدي (140/1) حديث (293) واحمد (289/6) عن سعيد بن المسيب' عن ام سلمة به.

طرح نقل کی گئی ہے۔

بعض اہلِ علم بھی اس بات کے قائل ہیں۔

سعید بن میتب نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس بارے میں رخصت دی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: (اس دوران) بال یا ناخن کٹوانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

انہوں نے دلیل کے طور پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث کو پیش کیا ہے: نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ سے قربانی کا جانور روانہ کر دیتے تھے اور آپ ایسی کسی چیز سے اجتناب نہیں کرتے تھے جس سے حالت احرام والا شخص اجتناب کرتا ہے۔

شرح

ذوالحجہ کا چاند نظر آنے پر ناخن اور بال کٹوانے میں مذاہب آئمہ

جب ذوالحجہ کا چاند نظر آ جائے تو قربانی کرنے والا شخص اپنے ناخن اور بال کٹوا سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، تو جونہی ذوالحجہ کا چاند نظر آئے وہ ناخن اور بال نہیں کٹوا سکتا تا کہ اس کی حجاج کرام کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے، کیونکہ ایام میں حجاج کرام بھی نہ ناخن کٹوا سکتے ہیں اور نہ بال ترشوا سکتے ہیں۔ یہ حکم مستحب ہے، تاہم جب کسی شخص کے زیر ناف، بغل اور ناخن کٹوائے چالیس دن گزر چکے ہوں، تو ان کا کٹوانا واجب ہے اور انہیں اپنی حالت میں چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے۔ کسی استحباب کے لیے مکروہ تحریمی کا ارتکاب کرنا منع ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوالحجہ کا چاند نظر آنے پر قربانی کرنے والا اپنے ناخن اور بال کٹوا سکتا ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک سو بکریاں قربانی کی غرض سے مکہ مکرمہ بھیجی تھیں۔ محرم جن امور کو ترک کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ترک نہیں کیا تھا مثلاً سلے ہوئے کپڑے اور خوشبو وغیرہ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض قربانی کا ارادہ کرنے سے کوئی شخص محرم نہیں بن سکتا۔ لہٰذا وہ ناخن اور بال کٹوا سکتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ محض قربانی کا قصد کرنے سے انسان محرم بن سکتا ہے، بلکہ اس میں حجاج کرام سے مشابہت ہے۔ ممکن ہے، جب اللہ تعالیٰ حجاج کرام کو اپنے فیوض و برکات سے نوازے تو وہی عنایات اور بخششوں کی بارش ان پر بھی ہو جائے۔ از شاہاں چہ عجب گر نوازند گدارا۔ لہٰذا ذوالحجہ کا چاند نظر آنے پر قربانی کرنے والوں کو اپنے ناخن اور بال نہ کٹوانا مستحب ہے۔

كِتَابُ النُّذُوْرِ وَالْاَيْمَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

نذر اور قسم کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا نَذْرَ فِىْ مَعْصِيَةٍ

باب 1: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ''گناہ (سے متعلق کام) کی نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہے''

1444 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لَا نَذْرَ فِىْ مَعْصِيَةٍ وَّكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَّعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا يَصِحُّ لِاَنَّ الزُّهْرِىَّ لَمْ يَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ اَبِىْ سَلَمَةَ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَّقُوْلُ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ اَبِىْ عَتِيْقٍ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَرْقَمَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّالْحَدِيْثُ هُوَ هٰذَا

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: گناہ کے کام سے متعلق نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس کا کفارہ وہی ہے' جو قسم کا کفارہ ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ روایت مستند نہیں ہے' کیونکہ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابوسلمہ سے نہیں سنا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے یہ روایت کئی حضرات سے منقول ہے' جن میں موسیٰ بن عقبہ اور ابن ابی عتیق شامل ہیں۔ انہوں نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' سلیمان ارقم کے حوالے سے' یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے' ابوسلمہ کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے حدیث نقل کی

1444- اخرجه ابوداؤد (2/251'252) كتاب الايمان والنذور' حديث (3290) والنسائى (7/26-27) كتاب الايمان والنذور: باب: كفارة النذر وابن ماجه (1/686) كتاب الكفارات' باب: النذر فى المعصية' حديث (125 واحمد (6/247) عن يونس بن يزيد' عن ابن شهاب' عن ابى سلمة عن عائشة به.

ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (درست سند کے ہمراہ) حدیث یہی ہے۔

1445 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْمٰعِيْلَ التِّرْمِذِيُّ وَاسْمُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عَتِيْقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَرْقَمَ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّهُوَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ صَفْوَانَ هُوَ مَكِّيٌّ وَّاسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ الْحُمَيْدِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ جُلَّةِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وقَالَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَّهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَاحْتَجَّا بِحَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَّلَا كَفَّارَةَ فِيْ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق نذر کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

یہ اس روایت سے زیادہ مستند ہے' جو ابوصفوان نے یونس کے حوالے سے نقل کی ہے۔

ابوصفوان نامی راوی مکی ہیں' ان کا نام عبداللہ بن سعید بن عبدالملک بن مروان ہے۔

حمیدی اور دیگر جلیل القدر محدثین نے ان کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم کے ایک گروہ نے یہ بات بیان کی ہے: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ وہی ہے' جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

ان دونوں نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ابوسلمہ کے حوالے سے' سیدہ عائشہ سے نقل کردہ روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: معصیت کے بارے میں مانی گئی نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور اس بارے میں کفارہ بھی لازم نہیں ہوتا۔

امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ما اسی بات کے قائل ہیں۔

بَاب مَنْ نَّذَرَ اَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ

باب 2: جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری (کے کام) سے متعلق نذر مانے وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے

1446 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاَيْلِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ نَّذَرَ اَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَّذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاَيْلِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ

مذاہبِ فقہاء: وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَبِهِ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ قَالُوْا لَا يَعْصِي اللّٰهَ وَلَيْسَ فِيْهِ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ اِذَا كَانَ النَّذْرُ فِيْ مَعْصِيَةٍ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری (کے کام) کی نذر مانے تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (کے کام) کی نذر مانے وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یحییٰ بن ابوکثیر نے اسے قاسم بن محمد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں۔

1446- اخرجه البخاری (594/11) كتاب الايمان والنذور باب: النذر فيما لا يملك وفى معصية' حديث (6700) وابو داؤد (251/2) كتاب الايمان والنذور' باب: ما جاء فى النذر فى المعصية حديث (3289) والنسائى (17/7) كتاب الايمان' والنذور' باب: النذر فى المعصية وابن ماجه (687/1) كتاب الكفارات' باب: النذر فى المعصية' حديث (2126) ومالك (476/2) كتاب النذور والايمان: باب ما لا يجوز من النذور من معصية' حديث (8) وابن خزيمة (352/3) كتاب الصيام باب: ذكر المعتكف ينذر فى اعتكافه ما ليس له فيه- حديث (2241) والدارمى (184/2) كتاب النذور والايمان' باب: لا نذر فى معصية الله' واحمد (224'41'36/6) عن القاسم بن محمد عن عائشة به.

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور اس میں قسم کا کفارہ دینا لازم نہیں ہوگا۔ اگر اس نے نافرمانی سے متعلق نذر مانی ہو۔

شرح

نذر کی تعریف' اقسام اور حکم

لفظ: ''نذور'' نذر کی جمع ہے' جس کا معنی ہے: منت۔ نذر کی دو اقسام ہیں: (۱) نذر واجب: اس کی تعریف بایں الفاظ کی جاتی ہے: **ایجاب الانسان علی نفسہ و التزامہ من طاعۃ یکون الواجب من جنسھا** یعنی انسان کا اپنی ذات پر ایسی عبادت کو لازم کر لینا جو واجبات سے متعلق ہو مثلاً نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔ اس کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے' مثلاً کوئی شخص نذر مانتا ہے کہ اس کا فلاں کام ہو گیا تو وہ بیس دنوں کے روزے رکھے گا' کام ہو جانے کی صورت میں اس پر بیس دنوں کے روزے رکھنا ضروری ہو جائیں گے۔ تعریف میں لفظ: ''طاعۃ'' کی قید سے غیر واجب اشیاء خارج ہو گئیں مثلاً کسی شخص نے نذر مانی کہ اگر اس کا کام ہو گیا تو وہ چار کلو چاول کھائے گا۔ چاول کھانا مباح ہے لیکن اس کا تعلق عبادات واجبہ سے نہیں ہے' لہٰذا اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ (۲) نذر غیر واجب: وہ ایسی نذر ہے' جس کا پورا کرنا جائز نہیں ہوتا مثلاً کسی شخص نے نذر مانی کہ اس کا فلاں کام ہو گیا تو وہ اپنے لڑکے کی قربانی کرے گا یا شراب نوشی کرے گا' تو کام ہو جانے کی صورت میں اس نذر کا پورا کرنا جائز نہیں ہے۔

یمین کی تعریف' اقسام اور حکم

لفظ: ''ایمان'' یمین کی جمع ہے' جس کا لغوی معنی ہے: قسم۔ یمین کی تعریف یوں کی گئی ہے: **عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک** ۔ یعنی ایسا عہد جس کے سبب قسم کھانے والے کا کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کا ارادہ پکا ہو جائے۔ یمین کی چار اقسام ہیں: ۱۔ یمین منعقدہ: مستقبل میں کسی ممکن کام کرنے کا پختہ ارادہ کرنا مثلاً کوئی شخص پختہ ارادہ کرے کہ وہ کل روزہ رکھے گا یا وہ روزہ نہیں رکھے گا۔ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: مگر اللہ تعالیٰ قسم پکڑتا ہے' جس کو تم نے پختہ کیا ہے (المائدہ: ۸۹) مطلب یہ ہے کہ اس قسم کو پورا نہ کرنے کی صورت میں کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔

۲۔ یمین لغو: اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) دوران گفتگو کسی قسم کے ارادہ کے بغیر یوں کہنا: بخدا! ہاں اور بخدا نہیں۔ اسے یمین لغو کہا جاتا ہے۔ (۲) ماضی کی کسی بات پر اپنی دانست کے مطابق قسم کھانا حالانکہ واقع میں ایسا نہ ہو مثلاً کسی طرح زید کی آمد کی اطلاع ملی اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھا کر اس کے آنے کے بارے میں کہنا پھر معلوم ہوا کہ حقیقت میں وہ نہیں آیا تھا' یہ یمین لغو ہے۔ اس کا نہ گناہ ہے نہ کفارہ ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے: اللہ تعالیٰ بیہودہ قسموں کے سبب تمہارا مؤاخذہ نہیں کرے گا (المائدہ: ۸۹) یعنی اس کا کفارہ واجب نہیں ہے۔

۳۔ یمین غموس: قاضی کی موجودگی میں جھوٹی قسم کھا کر اپنے حق میں فیصلہ کروا لینا اور دوسرے کا مال ہتھیا لینا۔ یہ کبیرہ گناہ ہے (مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۰) ماضی کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھانا بھی گناہ کبیرہ اور یمین غموس ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

تعالیٰ کے نزدیک اس احتراز تو ضروری ہے اور سخت گناہ ہے لیکن اس سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

۴۔ یمین محال: کسی محال عقلی کی قسم کھانا مثلاً شب وروز کو یکجا کرنے کی قسم کھانا یا محال عادی کی قسم کھانا مثلاً آسمان پر چڑھنے کی قسم کھانا۔

مؤخر الذکر دونوں اقسام کے لیے قرآن وحدیث میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ فقہ کے درمیان ان میں کفارہ کے واجب ہونے یا واجب نہ ہونے میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یمین غموس میں کفارہ واجب ہے، جبکہ آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفارہ واجب نہیں ہے۔ تاہم یہ قسم اتنا شدید گناہ ہے جو کفارہ سے نہیں دھل سکتا بلکہ توبہ سے معاف ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: **لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم واللہ غفور رحیم** (البقرہ: ۲۲۵) اللہ تعالیٰ آخرت میں جھوٹی قسموں میں تمہارا مؤاخذہ نہیں کرے گا، البتہ جو کچھ تم نے ارادہ کیا وہ اس کا مؤاخذہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

نذر اور ایمان کے مابین علاقہ:

طلاق کی طرح شریعت میں نذر اور ایمان (قسم) دونوں ناپسندیدہ ہیں، کیونکہ اگر یہ پسندیدہ ہوتیں تو عنداللہ اس کی کثرت مطلوب ہوتی جس طرح نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ ہیں۔ چونکہ گفتگو، قول وقرار اور معاملات میں عموماً لوگ قسمیں کھاتے ہیں اس وجہ سے اسے مشروع قرار دیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نذر معلق بھی ناپسندیدہ عمل ہے۔ شریعت میں منت ماننے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: تم منت نہ مانا کرو کیونکہ اس سے تقدیر میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ نذر اور قسم دونوں کے درمیان چولی دامن کا علاقہ ہے۔

نذر معصیت کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ

کیا نذر معصیت منعقد ہوتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نذر معصیت منعقد نہیں ہوتی۔ یہ نذر فضول و بے کار ہے، لہٰذا اس کا کفارہ بھی واجب نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نذر معصیت منعقد ہو جاتی ہے، جبکہ اس کا وفا جائز نہیں ہے۔ تاہم اس کے انعقاد کے باعث کفارہ واجب ہوگا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا نَذْرَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ

باب 3: آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس سے متعلق نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہے

1447 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس (کے بارے میں) نذر بندے پر لازم نہیں ہوتی۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

غیر مملوک چیز کی نذر کی حیثیت

غیر مملوک چیز کے بارے میں نذر ماننا فضول اور کالعدم ہے مثلاً کوئی شخص یہ نذر مانتا ہے کہ اگر اس کا فلاں کام ہو جائے تو وہ اپنی رہائش کا مکان کسی دارالعلوم کے لیے وقف کر دے گا حالانکہ وہ کرائے کے مکان میں مقیم ہے جو غیر کی ملکیت میں ہے' لہٰذا یہ نذر کالعدم ہے جو منعقد نہیں ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَفَّارَةِ النَّذْرِ اِذَا لَمْ يُسَمَّ

باب 4: غیر متعین نذر کا کفارہ

1448 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: كَفَّارَةُ النَّذْرِ اِذَا لَمْ يُسَمَّ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب آدمی نے نذر متعین نہ کی ہو تو

1447- اخرجه البخاری (479/10) كتاب الآداب' باب: ما ينهى من السباب واللعن' حديث (6047) ومسلم (363,362/1) كتاب الايمان باب: غلظ التحريم قتل الانسان نفسه- حديث (110/176) وابو داؤد (244/2) كتاب الايمان والنذور' باب: ما جاء في الحلف بالبراءة وملة غير الاسلام' حديث (3257) والنسائی (6/7) كتاب الايمان والنذور' باب: الحلف بملة سوى الاسلام وابن ماجه (678/1) كتاب الكفارات' باب: من حلف بملة غير ملة الاسلام' حديث (2098) واحمد (34-33/4) والحميدي (375/2) حديث (850) مختصراً عن ابي قلابة عن ثابت بن الضحاك به.

1448- اخرجه مسلم (26/6) كتاب النذر' باب: في كفارة النذر حديث (1645/13) وابو داؤد (261/2) كتاب الايمان والنذور' باب: من نذر نذراً لم يسم حديث (3324) والنسائی (26/7) كتاب الايمان والنذور' باب: كفارة النذر واحمد (144/4) عن كعب بن علقمة عن عبد الرحمن بن شماسة عن ابي الخير مرثد بن عبد الله بن عقبة بن عامر به.

اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

مبہم نذر کا کفارہ

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مبہم نذر مانتا ہے یعنی اس کی مکمل وضاحت نہیں کرتا مثلاً کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر اس کا بیٹا حافظ قرآن یا عالم دین بن جاتا ہے تو...... یعنی نذر کو واضح نہیں کرتا تو لڑکا حافظ قرآن یا عالم دین بن جانے کی صورت میں اس کا کفارہ کفارہ یمین ہے۔ وہ یہ ہے: دس غریبوں کو کھانا کھلانا یا کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا جب ان میں سے کسی ایک کی طاقت نہ ہو تو تین دن کے مسلسل رکھنا ہے۔ (المائدہ:۸۹)

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا

باب 5: جو شخص (کسی کام کو کرنے کی) قسم اٹھائے اور پھر اس کے برعکس کام کو بہتر سمجھے (اسے کیا کرنا چاہیے؟)

1449 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ يُوْنُسَ هُوَ ابْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَا تَسْاَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اَتَتْكَ عَنْ مَسْاَلَةٍ وُكِلْتَ اِلَيْهَا وَاِنْ اَتَتْكَ عَنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَاْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ وَّلْتُكَفِّرْ عَنْ يَّمِيْنِكَ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّجَابِرٍ وَّعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ وَّاَبِى الدَّرْدَاءِ وَاَنَسٍ وَّعَآئِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَاَبِىْ مُوْسٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبدالرحمٰن! تم حکومت نہ مانگنا کیوں اگر یہ مانگے بغیر تمہیں مل گئی تو اس کے بارے میں تمہاری مدد کی جائے گی اور جب تم کوئی قسم اٹھاؤ اور پھر اس کے برعکس کام کو

1449- اخرجه البخاري (525/11) كتاب الايمان والنذور، باب: قول الله تعالىٰ (لا يؤاخذكم الله باللغو في ايمانكم- البقرة 225) حديث (6622) اطرافه (7147،7146،6722) ومسلم (35/6) كتاب الايمان، باب: ندب من حلف يمينا فرأى- حديث (1652/19) وابو داؤد (145/3) كتاب الخراج والامارة والفيء : باب: ما جاء في طلب الامارة، حديث (2929) والنسائي (10/7) كتاب النذور والايمان، باب: الكفارة قبل الحنث والدارمي (186/2) كتاب النذور والايمان، باب: من حلف على يمين فرأى غيرها خيرا منها، عن الحسن، عن عبد الرحمن بن سمرة به.

اس سے زیادہ بہتر سمجھو تو وہ کام کرو جو زیادہ بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْكَفَّارَةِ قَبْلَ الْحِنْثِ

باب 6: قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا

1450 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَاَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهٖ وَلْيَفْعَلْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيثُ اَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْكَفَّارَةَ قَبْلَ الْحِنْثِ تُجْزِئُ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يُكَفِّرُ اِلَّا بَعْدَ الْحِنْثِ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ اِنْ كَفَّرَ بَعْدَ الْحِنْثِ اَحَبُّ اِلَيَّ وَاِنْ كَفَّرَ قَبْلَ الْحِنْثِ اَجْزَاَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کوئی قسم اٹھائے اور اس کے برعکس کام کو اس سے زیادہ بہتر سمجھے تو اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ کام کرے (جو زیادہ بہتر ہو)

اس بارے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اکثر اہلِ علم' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا یعنی کفارہ قسم توڑنے سے پہلے ادا کرنا جائز ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: آدمی کفارہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرے گا۔

1450- اخرجه مسلم (33/6) كتاب الايمان' باب: ندب من حلف يمينا' حديث (1650/12) ومالك (478/2) كتاب النذور والايمان' باب: ما تجب فيه الكفارة من الايمان حديث (11) واحمد (361/2) عن سهيل بن ابي صالح عن ابي صالح عن ابي هريرة به۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قسم توڑنے کے بعد کفارہ ادا کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے لیکن اگر کوئی شخص قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کر دیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔

شرح

قسم کے برعکس بھلائی دیکھے تو

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی معاملہ میں قسم کھالیتا ہے پھر اس کے برعکس بہتری دیکھے تو اسے توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے گا مثلاً کوئی شخص غصہ کی حالت میں قسم کھالیتا ہے کہ وہ اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے گفتگو نہیں کرے گا بعد میں غصہ ٹھنڈا ہونے پر اسے پریشانی لاحق ہوئی کہ اس نے قسم کھا کر اچھا کام نہیں کیا تو وہ اپنی قسم توڑ ڈالے اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے گفتگو کرے اور قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرے۔

کفارہ یمین کے محل میں مذاہب آئمہ

اس بات میں آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنا جائز ہے۔ کفارہ دے کر قسم توڑنے کے جواز یا عدم جواز میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ یہ جائز ہے (حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ روزوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کی تقدیم درست نہیں ہے) انہوں نے یمین کو علت قرار دیا ہے۔ جس طرح صدقۃ الفطر کی علت افطار اور صلوٰۃ الظہر کی علت ظہر (دوپہر) ہے۔ علاوہ ازیں مشہور محاورہ "کفارۃ الیمین" ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قسم توڑنے سے قبل کفارہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ نے یوں استدلال کیا ہے کہ حنث علت ہے کفارۃ الیمین کے محاورہ میں مضاف محذوف ہے اور اصل عبارت یوں ہے: کفارۃ نقض الیمین یعنی قسم توڑنے کا کفارہ۔ لفظ کفارہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ کوئی غیر مناسب فعل سرزد ہوا ہے جس کی سزا یہ دی جارہی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فی نفسہ قسم بری چیز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جا بجا قسمیں کھائی ہیں۔ تاہم ناپسندیدہ اور قابل گرفت بات اس کا توڑنا ہے کیونکہ قسم کھانے والے نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پختہ عہد کیا تھا اور اسے توڑنا اسم گرامی کی توہین کرنے کے مترادف ہے جس کی سزا کفارہ ہے جو "کفارۃ الیمین" کہلاتا ہے اور اس کی اصل عبارت یوں ہے: کفارۃ نقض الیمین ہے۔ اگر قسم توڑنے سے قبل کفارہ ادا کیا جائے تو وہ غیر معتبر ہوگا کیونکہ جب سبب نہیں پایا گیا تو مسبب کیسے مستحق ہوگا؟ علاوہ ازیں حدیث باب میں قسم توڑنے کا ذکر پہلے اور کفارہ کا بعد میں ہے جن پر عمل میں بھی ترتیب پیش نظر رکھی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِيْنِ

باب 7: قسم میں استثنیٰ کرنا

1451 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِي اَبِي وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَقَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوْفًا وَّهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَوْقُوْفًا وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهُ غَيْرَ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَقَالَ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَكَانَ اَيُّوْبُ اَحْيَانًا يَّرْفَعُهُ وَاَحْيَانًا لَّا يَرْفَعُهُ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْاِسْتِثْنَاءَ اِذَا كَانَ مَوْصُوْلًا بِالْيَمِيْنِ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالْاَوْزَاعِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی قسم اٹھائے اور پھر "ان شاء اللہ" کہہ دے تو وہ قسم توڑنے والا شمار نہ ہوگا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

عبیداللہ بن عمر اور دیگر راویوں نے اسے نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسے "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

ایوب سختیانی کے علاوہ ہمارے علم میں اور کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جس نے اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہو۔

اسماعیل بن ابراہیم فرماتے ہیں: ایوب نامی راوی نے بعض اوقات اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل کیا ہے اور کبھی "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

1451- اخرجه ابوداؤد (245/2) كتاب الايمان والنذور، باب: الاستثناء في اليمين حديث (3261) والنسائي (12/7) كتاب الايمان والنذور: باب: من حلف فاستثنى وابن ماجه (680/1) كتاب الكفارات، باب: الاستثناء في اليمين، حديث (2105) والدارمي (185/2) كتاب النذور والايمان، باب: في الاستثناء في اليمين والحميدي (303/2) حديث (690) وعبد بن حميد ص (249) حديث (279) واحمد (6/2، 48) عن نافع عن ابن عمر به.

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی جب قسم کے الفاظ کے ہمراہ استثنی کرلیا جائے' تو ایسا شخص قسم توڑنے والا شمار نہیں ہوگا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام اوزاعی' امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ' امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1452 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ حَلَفَ فَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَمْ يَحْنَثْ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ خَطَاٌ اَخْطَاَ فِيْهِ عَبْدُ الرَّزَّاقِ اخْتَصَرَهُ مِنْ حَدِيْثِ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ قَالَ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَبْعِيْنَ امْرَاَةً تَلِدُ كُلُّ امْرَاَةٍ غُلَامًا فَطَافَ عَلَيْهِنَّ فَلَمْ تَلِدِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ اِلَّا امْرَاَةٌ نِصْفَ غُلَامٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَكَانَ كَمَا قَالَ

اختلافِ روایت: هٰكَذَا رُوِىَ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِطُوْلِهٖ وَقَالَ سَبْعِيْنَ امْرَاَةً

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى مِائَةِ امْرَاَةٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قسم اٹھائے اور پھر ان شاء اللہ کہہ دے' تو وہ قسم توڑنے والا نہیں ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: یہ حدیث خطاء پر مشتمل ہے۔

عبدالرزاق نامی راوی نے اس روایت کو نقل کرنے میں خطاء کی ہے انہوں نے معمر کی ابن طاؤس کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول روایت کو مختصر طور پر نقل کر دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے یہ بات کہی کہ آج رات میں اپنی ستر بیویوں کے

1452- اخرجه النسائي (30/7) كتاب الايمان والنذور' باب: الاستثناء' وابن ماجه (680/1) كتاب الكفارات باب: الاستثناء في اليمين' حديث (2104) واحمد (309/2) من طريق عبد الرزاق قال' حدثنا معمر' عن ابي طاؤس عن ابيه عن ابي هريرة به.

ساتھ صحبت کروں گا ان میں سے ہر ایک بچے کو جنم دے گی' تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان تمام ازواج کے ساتھ صحبت کی لیکن ان میں سے صرف ایک خاتون نے نامکمل بچے کو جنم دیا' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو اسی طرح ہوتا جیسے انہوں نے کہا تھا۔

اس روایت کو عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے' ابن طاؤس کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' طویل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ اس میں ان کے یہ الفاظ ہیں: ستر بیویاں تھیں۔ یہی روایت دیگر سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے یہ کہا: آج رات میں اپنی سو بیویوں کے ساتھ صحبت کروں گا۔

شرح: قسم میں انشاء اللہ کہنے کا شرعی حکم

حدیث باب میں قسم کھانے میں استثنیٰ کا یہ مطلب ہے کہ کسی معاملہ میں قسم کھائی تو متصل انشاء اللہ تعالیٰ کہہ دیا تو قسم منعقد نہیں ہوگی۔ یہی عتاق' طلاق' نکاح اور رجعت کا حکم ہے مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے: **امنت طالق ان شاء اللہ** تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ ہمیں علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے یا نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث باب میں ایک طویل واقعہ کا اختصار بیان کیا گیا ہے' جس میں اصل مضمون تبدیل ہو کر غیر واضح اور مبہم مفہوم کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اس واقعہ جو معتبر کتب میں مذکورہ ہے وہ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں کو جہاد کی تلقین کی کہ دشمن برسرِپیکار ہے لیکن درباریوں کے کان میں جوں تک نہ رینگی' جس کے نتیجہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے حالت غصہ میں اعلان فرمایا: تم لوگ اپنے گھروں میں خواتین کی طرح بیٹھے رہو' آج شب میں اپنی تمام ازواج سے جماع کروں گا' اللہ تعالیٰ ہر بیوی کے بطن سے فرزند عطا کرے گا اور میں اپنے فرزندوں کو ساتھ لے کر جہاد کروں گا۔ ایک وزیر با تدبیر نے عرض کیا: آپ انشاء اللہ فرمائیں لیکن آپ نے دانستہ طور پر ''انشاء اللہ تعالیٰ'' کے الفاظ آپ کی ایک سو یا ستر ازواج مطہرات تھیں اور سب سے ایک رات میں جماع کیا (یہ آپ کا معجزہ تھا) آپ کی ایک بیوی کو بھی حمل قرار نہ پایا مگر ایک حاملہ ہوئی تو وقت سے قبل اس کا حمل ضائع ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: اگر حضرت سلیمان علیہ السلام وزیر کے کہنے پر ''انشاء اللہ تعالیٰ'' کہہ دیتے تو آپ کی ہر بیوی حاملہ ہو جاتی' وہ فرزند پیدا کرتی اور آپ اپنے فرزندوں کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کرتے تو فائز المرام ہوتے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے ''انشاء اللہ تعالیٰ'' کے الفاظ نہ کہے' جس کے نتیجہ میں مقصد شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ اس واقعہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کوئی قسم نہیں کھائی بلکہ اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اگر قسم کھانے کی بات تسلیم کر لی جائے تو آپ نے ایک رات میں اپنی جملہ ازواج مطہرات سے جماع کر کے پوری کر لی تھی۔ حمل قرار پانا یا نہ پانا اور فرزند عطا کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر تھا جس کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ تاہم حدیث کے اختصار کے نتیجہ میں مضمون تبدیلی ہو کر ایک نئی شکل اختیار کر گیا۔

حدیث باب پر مودودی صاحب کا اعتراض

مودودی صاحب تفہیم القرآن میں حدیث باب کا انکار کرتے ہوئے اور اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں اور اس کی سند بڑی مضبوط ہے لیکن اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث اس طرح ارشاد نہیں فرمائی کیونکہ جو واقعہ اس حدیث میں آیا ہے اس کا اس طرح پیش آنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ میں آج رات اپنی تمام بیویوں کے پاس جاؤں گا اور بیویوں کی تعداد مختلف روایات میں مختلف آئی ہے۔ بعض روایات میں سو بعض میں نوے، بعض میں ستر اور بعض میں ساٹھ بیان کی گئی ہے۔ اگر اقل عدد یعنی ساٹھ بیویوں کی تعداد مان لی جائے تب بھی لمبی ترین رات میں بھی ساٹھ عورتوں کے پاس جانا عقلاً ممکن نہیں۔ چونکہ ممکن نہیں ہے، اس لیے اس حدیث کے الفاظ پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد نہیں فرمائی۔"

جواب: اولاً مودودی صاحب کے اس اعتراض کا جواب ہماری مذکورہ بالا تقریر کے ضمن میں آ چکا ہے کہ جس میں تمام واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ ثانیاً گزارش یہ ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ کتب میں چودہ سو سال سے منقول ہوتی آ رہی ہے، اس طویل عرصہ میں کسی محدث، فقیہ یا طالب حدیث نے اس روایت پر اعتراض کیا، نہ انکار کیا اور نہ کسی کو اس کے الفاظ سے اس کے منکر یا موضوع ہونے کی صدا سنائی دی ہے۔ ثالثاً اس روایت کے مضمون کا تعلق معجزات سے ہے۔ کاش مودودی صاحب معجزہ کی تعریف پر غور کر لیتے تو صحیح حدیث کے انکار سے محفوظ رہتے۔ دراصل معجزہ کہتے ہی اسے ہیں جو عقل و دانش کے ترازوں سے بلند و بالا ہو ورنہ مودودی صاحب کی طرح ہر انسان بلند جگہ پر کھڑا ہو کر یہ اعلان کرنا شروع کر دے گا کہ یہ حدیث ہماری عقل میں نہیں آتی، لہٰذا اس معجزہ کی روایت کا ایک ایک لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ معجزہ حق نہیں ہے، کیونکہ یہ عقل کے خلاف ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْحَلِفِ بِغَيْرِ اللّٰهِ

باب 8: اللہ تعالیٰ کی بجائے کسی اور کے نام کی قسم اٹھانا مکروہ ہے

1453 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاَبِيْ وَاَبِيْ فَقَالَ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ فَقَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهٖ بَعْدَ ذٰلِكَ ذَاكِرًا وَّلَا اٰثِرًا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقُتَيْلَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ

1453- اخرجه البخاری (539/11) كتاب الايمان والنذور، باب: الا تحلفوا باباء كم، حديث (6647) ومسلم (21/6) كتاب الايمان، باب: النهي عن الحلف بغير الله تعالى، حديث (646/2) والنسائي (4/7) كتاب الايمان والنذور، باب: الحلف بالاباء، والحميدي (280/2) حديث (624) واحمد (48،8،7/2) من طريق الزهري عن سالم عن ابن عمر به.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ اَبُوْ عُبَيْدٍ مَعْنٰى قَوْلِهٖ وَلَا اٰثِرًا اَیْ لَمْ اٰثُرْهُ عَنْ غَيْرِی يَقُوْلُ لَمْ اَذْكُرْهُ عَنْ غَيْرِی

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا' میرے باپ کی قسم! میرے باپ کی قسم! تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات سے منع کر دیا ہے کہ تم لوگ اپنے باپ دادا کی قسم اٹھاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں نے جان بوجھ کر یا بھول کر کبھی بھی (باپ دادا کی) قسم نہیں اٹھائی۔

اس بارے میں حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوعبید یہ کہتے ہیں (اس روایت میں استعمال ہونے والے لفظ) "ولا اثرا" کا مطلب یہ ہے: میں نے اسے اپنے علاوہ کسی اور کے حوالے سے بھی نقل نہیں کیا۔

1454 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْرَكَ عُمَرَ وَهُوَ فِیْ رَكْبٍ وَّهُوَ يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ لِيَحْلِفْ حَالِفٌ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَسْكُتْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پایا وہ اس وقت چند سواروں کے درمیان تھے اور اپنے والد کے نام کی قسم اٹھا رہے تھے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اس بات سے منع کر دیا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسم اٹھاؤ' قسم اٹھانے والے شخص کو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھانی چاہیے یا پھر خاموش رہنا چاہیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1455 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ

1454– اخرجه البخاری (538/11) كتاب الايمان والنذور' باب: لا تحلفوا بآبائكم حديث (6646) ومسلم (21/6) كتاب الايمان' باب: النهی عن الحلف بغير الله تعالى' حديث (1-1646) وابو داؤد (242/2) كتاب الايمان والنذور: باب فی كراهية الحلف بالآباء' حديث (3249) ومالك (480/2) كتاب النذور والايمان: باب: جامع الايمان حديث (14) والدارمی (185/2) كتاب النذور والايمان' باب: حديث النهی عن ان يحلف بغير الله والحميدی (301/2) حديث (686) واحمد (42'17'11/2) عن نافع عبد الله بن عمر به.

متن حدیث: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ لَا وَالْكَعْبَةِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَفُسِّرَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ قَوْلَهٗ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ عَلَى التَّغْلِيْظِ

حدیث دیگر: وَالْحُجَّةُ فِیْ ذٰلِكَ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ عُمَرَ يَقُوْلُ وَاَبِیْ وَاَبِیْ فَقَالَ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ وَحَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَالَ فِیْ حَلِفِهٖ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حدیث دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا مِثْلُ مَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ الرِّيَاءَ شِرْكٌ وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا) الْاٰيَةَ قَالَ لَا يُرَائِیْ

◆◆ سعد بن عبیدہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو خانہ کعبہ کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس شخص نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص غیر اللہ کی قسم اٹھائے اس نے کفر کیا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اس نے شرک کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک حدیث کے ان الفاظ "اس نے کفر کیا اور شرک کیا" کا مفہوم شدت سے منع کرنے کے لیے ہے۔

اس بارے میں دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول یہ روایت ہے: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میرے باپ کی قسم! میرے باپ کی قسم! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات سے منع کیا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسم اٹھاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے: آپ رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے لات اور عزیٰ کی قسم اٹھائے تو وہ "لا الٰہ الا اللہ" پڑھ لے۔

تو یہ روایت اس کی مانند ہوگی جو نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ریا کاری شرک ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے۔

"جو شخص اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری کا یقین رکھتا ہو وہ نیک عمل کرے"۔

اس کا مطلب یہ ہے: وہ ریا کاری نہ کرے۔

1455- اخرجه ابوداؤد (242/2) كتاب الايمان والنذور باب: فی كراهية الحلف بالآباء' حديث (3251) واحمد (125'86'69'60'58'34/2) عن سعد بن عبيدة عن عبد الله بن عمر به.

شرح: غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت

معاملات میں جائز قسم کھانے سے بھی احتراز کرنا چاہیے تا کہ انسان قسم کھانے کا عادی نہ بن جائے' کیونکہ عادی ہونے کی صورت میں جائز اور نا جائز قسمیں کھانے سے گناہ گار ہوگا۔ اگر کسی ضرورت کے تحت قسم کھانے کی نوبت آ جائے تو محض اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی جائے۔ اللہ کے ذاتی اور صفاتی ناموں سے قسم کھائی جا سکتی ہے۔ غیر اللہ کی قسم کھانا منع ہے اور اس سے انسان سخت گناہگار ہوتا ہے مثلاً انبیاء' صحابہ' اولیاء' علماء' شہداء' والدین' کعبہ' اولاد اور اساتذہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

غیر اللہ کی قسم کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) حقیقتاً غیر اللہ کی قسم کھانا: حقیقتاً غیر اللہ کی قسم کھانے سے مراد یہ ہے کہ دو امور کا اعتقاد رکھتے ہوئے قسم کھائی جائے۔ (الف) جس کی قسم کھائی جائے' اس کی عظمت وشان اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کی مثل کا اعتقاد رکھے۔ (ب) اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی کی مثل اس کے نام کی بے حرمتی کا اعتقاد رکھے۔ مثلاً ان دو امور کا اعتقاد رکھتا ہوا کوئی شخص کسی نبی یا ولی کی قسم کھائے۔ ایسی قسم کھانا گناہ کبیرہ اور شرک ہے جو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔ کوئی صحیح العقیدہ اور باشعور مسلمان ایسی قسم کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ (۲) تکیہ کلام کے طور پر قسم کھانا: کوئی شخص بات بات میں تکیہ کلام کے طور پر قسم کھانے کا عادی ہو۔ اس سے احتراز کرنا چاہیے اور اس کی حیثیت یمین غموس یا یمین لغو کی ہے۔ (۳) دلیل بصورت قسم: اس سے مراد یہ ہے کہ قسم کی شکل میں اپنے مدعیٰ پر دلیل پیش کرنا مقصود ہو' قرآن کریم نے میں اسی طرح کی متعدد قسمیں مذکور ہیں جو در حقیقت قسمیں نہیں بلکہ دلیلیں ہیں۔ مثلاً چار بار اللہ تعالیٰ نے قسم کھانے کے بعد فرمایا: لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ چاروں اقسام مقسم بہ کے لیے بطور دلیل ہیں۔ ایسی قسم کھانا جائز ہے۔ بطور تکیہ اور بطور دلیل قسموں کی حیثیت یمین لغو کی ہے۔ اہل عرب محاورے کے طور پر بھی ایسی قسم کھاتے ہیں مثلاً لعمرک (تیری عمر کی قسم) لعمری (میری عمر کی قسم) ای واللہ (ہاں' اللہ کی قسم) اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر یوں قسم کھائی تھی: وقرۃ عینی (میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم)۔ یہ سب قسمیں یمین لغو کے قائمقام ہیں' ان کا مؤاخذہ ہے اور نہ کفارہ۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی وعید ومذمت

حدیث باب میں غیر اللہ کی قسم کھانے کو کفر یا شرک قرار دیا گیا ہے' جس کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ غیر اللہ کی قسم کھانے سے انسان کافر یا مشرک نہیں ہوتا بلکہ سخت گناہگار ہوتا ہے۔ اس قسم کو کفر و یا شرک تغلیظاً قرار دیا گیا ہے۔ یعنی ناقص کو کامل کی شکل میں فرض کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اس پر حدیث باب دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کی بارہا قسم کھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آئندہ قسم نہ کھانے کی ہدایت فرمائی تھی لیکن تجدید ایمان کا حکم نہیں دیا تھا۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے: جو شخص لات ومنات اور عزیٰ کی قسم کھائے تو وہ یوں کہے: لا الٰہ الا اللہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی قسم کھانا کفر ہے اور اس کیے لیے تجدید ایمان ضروری ہے؟

جواب: (۱) اس حدیث میں حقیقت میں کفر کا ذکر ہے اور نہ تجدید ایمان کا بلکہ ''البریاء شرك'' کے قبیل سے ہے۔ ارشاد

ربانی ہے: ولا یشرك بعبادة ربه احدا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الریاء شرك یعنی عبادت میں ریا کاری شرک ہے''۔ اس سے مراد حقیقی شرک نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے اور تغلیظاً اسے شرک قرار دیا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح اس روایت میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص لات ومنات اور عزیٰ کی قسم کھائے وہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھے (۲) یہ حدیث علاج بالضد کے قبیل سے متعلق ہے یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگ لات ومنات اور عزیٰ (بتوں) کی قسم کھانے کے عادی تھے اور پختہ عادت یکدم نہیں چھوٹتی بلکہ رفتہ رفتہ ختم ہوتی ہے۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ اگر کوئی شخص سابقہ عادت کی بنا پر لات ومنات اور عزیٰ کی قسم کھا لے تو اس غلطی کا تدارک یوں ہوسکتا ہے کہ وہ یہ کلمہ پڑھ لے: لا الہ الا اللہ گویا اس سے سرزد ہونے والی غلطی کا کفارہ ہو جائے اور قدیمی غلطی بھی چھوٹ جائے گی۔ اس سے تجدید ایمان ثابت نہیں ہوتا۔

نکتہ نافعہ: جب کوئی شخص نبی' کعبۃ' والدین اور اولاد کی قسم کھائے تو گنا ہگار ضرور ہوگا اور اس کے خلاف کرنے کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ قرآن کلام الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' تو اس کی قسم کھانا جائز ہے لیکن قرآن اٹھا کر یا اس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہی لیکن قسم نہ کھائی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّحْلِفُ بِالْمَشْيِ وَلَا يَسْتَطِيعُ

باب 9: جو شخص پیدل چلنے کی قسم اٹھائے حالانکہ وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو

1456 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَذَرَتِ امْرَاَةٌ اَنْ تَمْشِيَ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ فَسُئِلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِهَا مُرُوْهَا فَلْتَرْكَبْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالُوْا اِذَا نَذَرَتِ امْرَاَةٌ اَنْ تَمْشِيَ فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ شَاةً

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے تم اس سے کہو کہ وہ سوار ہو جائے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اگر عورت پیدل چلنے کی نذر مان لے تو اسے چاہیے: وہ

سوار ہو جائے اور ایک بکری قربان کر دے۔

1457 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْخٍ كَبِيرٍ يَتَهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ فَقَالَ مَا بَالُ هٰذَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَذَرَ اَنْ يَّمْشِيَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَغَنِیٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهٗ قَالَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّرْكَبَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک بڑی عمر کے صاحب کے پاس سے گزرے جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے چل رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ان کا کیا معاملہ ہے لوگوں نے بتایا: رسول اللہ! انہوں نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان صاحب کے اپنی ذات کو تکلیف دینے سے بے نیاز ہے' راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان صاحب کو ہدایت کی کہ وہ سوار ہو جائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد انہوں نے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

پیدل حج کرنے کی قسم کھانا یا منت ماننے کا مسئلہ

جو شخص پیدل حج کرنے کی قسم کھائے یا نذر مانے اور وہ پیدل حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو' تو اس پر پیدل حج کرنا واجب ہے۔ مثلاً وہ طاقتور ہے یا جزیرۃ العرب کا باشندہ ہو۔ اگر اس میں پیدل حج کرنے کی قوت نہ ہو مثلاً ضعیف ہو یا دور دراز علاقہ کا باسی ہو اور پیدل کعبہ تک پہنچنا دشوار ہو' تو وہ سواری پر سفر حج کر سکتا ہے۔ تاہم وہ اس صورت میں ایک ہدی (جانور) ذبح کرے اور اس کی استطاعت نہ ہونے پر تین دن کے روزے رکھ سکتا ہے۔

1457- اخرجه البخاری (93/4) کتاب جزاء الصید' باب: من نذر المشی الی الکعبة حدیث (1865) ومسلم (13/6) کتاب النذر' باب: من نذر ان یمشی الی الکعبة' حدیث (1642/9) وابو داؤد (254/2) کتاب الایمان والنذور' باب: من رای علیه کفارة اذا کان فی معصیة حدیث (30/1) والنسائی (30/7) کتاب الایمان والنذور' باب: ما الواجب علی من او جب علی نفسه نذرا فعجز عنه وابن خزیمة (347/4) کتاب المناسك باب: النذر بالحج ما شاء - حدیث (3044) وعبد بن حمید ص (361) حدیث (1201)

سفر حج کے دوران سوار ہونے کے کفارہ میں مذاہب فقہاء

جب کوئی شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے پھر پیدل سوج کرنے سے عاجز آ جائے تو سوار ہو کر حج کرے' کیا اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ وہ ایک بکری کا دم دے گا۔ آپ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مروها فلتركب ولتهد هديا ۔ تم اس عورت کو سوار ہونے کا کہو اور وہ (اس سوار ہونے) کے عوض ایک بکری کا دم دے ڈالے۔ یہ خاتون حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ اس دفعہ وہ سواری کی حالت میں حج یا عمرہ کرنے کا مجاز ہوگا۔ تاہم آئندہ سال حج یا عمرہ کا اعادہ کرنا واجب ہوگا۔ اس سال جتنا سفر پیدل طے کیا تھا تو آئندہ سال اتنا سفر سواری پر طے کرے گا اور جتنا سفر پہلی بار سواری پر طے کیا تھا تو اتنا آئندہ سال پیدل طے کرے گا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر سے استدلال کیا ہے' جس میں اس بات کی تصریح ہے کہ اس نے جتنا سفر پیدل طے کیا تھا اب اتنا سواری پر اور جتنا سواری پر طے کیا تھا اتنا پیدل طے کرے گا۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص پر دم واجب نہیں ہے' بلکہ کفارہ یمین واجب ہے۔ آپ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولتصم ثلاثة ايام یعنی عورت تین دن کے روزے رکھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام احمد اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے دلائل کا بالترتیب یوں جواب دیا جاتا ہے: اس عورت نے دو باتوں کی نذر مانی تھی: (۱) وہ دوپٹہ نہیں اوڑھے گی جو خاتون کے لیے ناجائز ہے (۲) وہ کعبہ کا پیدل سفر کرے گی۔ عورت کو اوڑھنی استعمال کرنے کا حکم دیا گیا جس سے وہ حالت ہو جائے گی تو اس پر کفارہ یمین واجب ہوگا۔ وہ حکم یوں دیا: ولتصم ثلاثة ايام' وہ تین دنوں کے روزے رکھے جبکہ نذر کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا: ولتهد هديا' وہ ایک جانور کی قربانی کرے۔''

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر سے دلیل اخذ کرنے کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے' جبکہ احادیث باب احادیث مرفوعہ اور احادیث مرفوعہ کو فوقیت اور ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

(البحر الرائق' ج ۲' ص ۳۵۶)

بَابُ فِيْ كَرَاهِيَةِ النَّذْرِ

باب 10: نذر ماننے کا مکروہ ہونا

1458 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَنْذِرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا وَّاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ كَرِهُوا النَّذْرَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ مَعْنَى الْكَرَاهِيَةِ فِي النَّذْرِ فِي الطَّاعَةِ وَالْمَعْصِيَةِ وَاِنْ نَّذَرَ الرَّجُلُ بِالطَّاعَةِ فَوَفّٰى بِهٖ فَلَهٗ فِيْهِ اَجْرٌ وَّيُكْرَهُ لَهُ النَّذْرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم لوگ نذر نہ مانا کرو کیونکہ نذر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی اس کے ذریعے کنجوس آدمی کا مال نکلوایا جاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے انہوں نے نذر ماننے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نیکی اور گناہ دونوں طرح کی نذر مکروہ ہے اگر کوئی شخص نیکی کی نذر مانے تو اسے پورا کرنا چاہیے۔ اسے اس کا اجر ملے گا۔ البتہ یہ نذر ماننا اس کے لیے مکروہ ہے۔

شرح

نذر کی اقسام اور ان کا حکم

نذر کی دو اقسام ہیں: (۱) نذر مطلق: کوئی شخص کسی چیز پر معلق و مشروط کیے بغیر کسی عبادت کو اپنی ذات پر لازم کرے مثلاً: للہ علی ان احج مجھ پر ضروری ہے کہ میں حج کروں۔ یہ نذر بلا کراہت جائز ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی ملے گا' کیونکہ ناذر نے

1458- اخرجه مسلم (8/6) كتاب النذر' باب النهى عن النذر وانه لا يرد شيئا' حديث (1640/5) والنسائى (16/7) كتاب الايمان والنذور' باب: النذر يستخرج به من البخيل واحمد (2/235-412) عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابى هريرة۔

ایک عبادت کا قصد کیا ہے۔ انما الاعمال بالنیات کے مطابق اس کا ثواب ملنا چاہیے۔ (۲) نذر معلق: یہ وہ نذر ہے کہ انسان کسی عبادت کو اپنی کسی خواہش پر معلق کر دیتا ہے مثلاً کوئی آدمی یوں کہے کہ اگر میرا بیٹا حافظ قرآن بن گیا تو میں کعبہ کا حج کروں گا۔ حدیث باب میں دوسری قسم کی نذر کے بارے میں: لاتنذروا (تم نذر نہ مانوں) فرمایا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس کے نہ ماننے کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے کہ یہ نذر تقدیر کو تبدیل نہیں کر سکتی لیکن بخیل کی جیب سے رقم نکال سکتی ہے۔ مثلاً ایک شخص بخیل ہے اور وہ نذر مانتا ہے کہ اگر فلاں کام ہو جائے وہ اتنی دولت صدقہ کرے گا۔ کام ہو جانے کی صورت میں نذر کو پورا کرنے سے اس کی جیب سے رقم نکل گئی۔ اس نذر کے عدم جواز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو لالچ دینے کا پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا' تو میں حج کروں گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہیں ہے۔ یہ طمع ولالچ عیب ہے' جس سے اللہ تعالیٰ بے نیاز اور پاک ہے یعنی انسان حج کرے یا نہ کرے اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی میں کمی یا بیشی نہیں ہو سکتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وَفَاءِ النَّذْرِ

باب 11: نذر کو پورا کرنا

1459 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ نَذَرْتُ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالُوْا اِذَا اَسْلَمَ الرَّجُلُ وَعَلَيْهِ نَذْرُ طَاعَةٍ فَلْيَفِ بِهٖ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ لَيْسَ عَلَى الْمُعْتَكِفِ صَوْمٌ اِلَّا اَنْ يُّوْجِبَ عَلٰى نَفْسِهٖ صَوْمًا وَّاحْتَجُّوْا بِحَدِيْثِ عُمَرَ اَنَّهٗ نَذَرَ اَنْ يَّعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَفَاءِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ!

1459- اخرجه البخاری (333/4) کتاب الاعتکاف' باب: من لم یر علیه اذا اعتکف صوماً حدیث (2042) ومسلم (49/6) کتاب الایمان' باب: نذر الکافر' - حدیث (27-1656) وابو داؤد (261/2) کتاب الایمان' والنذور: باب: من نذر فی الجاهلیة' حدیث (3325) والنسائی (21/7) کتاب الایمان والنذور' باب: اذا نذر ثم اسلم' قبل ان یفی' وابن ماجه (563/1) کتاب الصیام: باب: فی اعتکاف یوم او لیلة' حدیث (1772) والدارمی (183/2) کتاب النذور والایمان' باب: الوفاء بالنذر' حدیث (338) وعبدبن حمید ص (44) حدیث (40) واحمد (20/2'37/1) عن نافع عن ابن عمر به۔

میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا (میں نے یہ نذر) زمانہ جاہلیت میں مانی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی نذر کو پورا کرو۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جب آدمی اسلام قبول کر لے اور اس نے نیکی سے متعلق کوئی نذر مانی ہوئی ہو تو وہ اسے پورا کرے۔

بعض اہلِ علم جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کے نزدیک اعتکاف اسی وقت ہوگا جب روزہ رکھا ہوا ہو ماسوائے اس صورت کے کہ جب آدمی اپنے اوپر روزہ بھی واجب کرے۔

ان حضرات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے: انہوں نے زمانہ جاہلیت میں رات کے وقت اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

زمانہ جاہلیت کی مانی ہوئی نذر میں مذاہب آئمہ

کیا زمانہ جاہلیت میں مانی گئی نذر قبول اسلام کے بعد پوری کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ آپ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی تو قبول اسلام کے بعد انہوں نے اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی نذر کو قبول اسلام کے بعد پورا کرنا واجب ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔ آپ نے اس مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے: **الاسلام ما کان یجب ما کان قبلہ** 'یعنی اسلام زمانہ کفر والے الزامات کو ختم کر دیتا ہے۔ قبول اسلام سے قبل نذر ماننے والے کا عقیدہ درست نہیں ہوتا اور اس کی مانی ہوئی نذر بھی درست نہ ہوگی کیونکہ وہ مکمل طور پر توحید کا قائل نہیں ہوتا بلکہ اس نے بتوں کی رضا کے لیے نذر مانی جو حقیقت میں نذر نہیں ہو سکتی لہٰذا وہ نذر بھی منعقد نہیں ہو سکتی۔ جب نذر منعقد نہ ہوئی تو اس کا پورا کرنا کیسے واجب ہو سکتا ہے؟ اگر بالفرض نذر کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس مشہور روایت سے اس کی تکمیل واجب نہیں ہوتی: **الاسلام ما کان یجب ما کان قبلہ**' لہٰذا ایسی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔ تاہم حدیث باب استحباب پر محمول کی جائے گی (المبسوط للسرخسی' ج ۸' ص ۱۴۶)

اعتکاف میں روزہ شرط ہونے میں مذاہب آئمہ

کیا اعتکاف میں روزہ رکھنا شرط ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی چونکہ رات کو روزہ نہیں رکھا جاتا، لہٰذا رات کے وقت کیا جانے والا اعتکاف روزہ کے بغیر ہوگا، جس سے ثابت ہوا کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے اور شرط کے بغیر مشروط کالعدم ہوتا ہے۔ حدیث باب میں اعتکاف کرنے کا وقت رات ہے، جبکہ رات کو روزہ نہیں رکھا جاتا بلکہ دن میں رکھا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں "لیلۃ" سے "نہار" کے مقابلہ میں "لیل" مراد ہرگز نہیں ہے۔ تاہم اس سے مراد "یوم" ہے، جس میں شب و روز دونوں شامل ہوتے ہیں۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو بخاری و مسلم میں آئی ہے اور اس میں: "یوماً" کا لفظ موجود ہے، جس میں دن اور رات دونوں داخل ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۱۴۴) لہٰذا حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ بعض متاخرین احناف کے نزدیک نفلی اعتکاف روزہ کے بغیر بھی درست ہے۔ (المغنی لابن قدامہ، ج ۳، ص ۱۸۵)

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ كَانَ يَمِيْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 12: نبی اکرم ﷺ (کن الفاظ میں) قسم اٹھاتے تھے

1468 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُوسٰى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَثِيْرًا مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ بِهٰذِهِ الْيَمِيْنِ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سالم بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ اکثر اوقات ان الفاظ میں قسم اٹھایا کرتے تھے۔

"دلوں کو پھیرنے والی ذات کی قسم"

1460- اخرجه البخاري (531/11) كتاب الايمان والنذور: باب: كيف كان يمين النبي صلى الله عليه وسلم - حديث (6628) والنسائي (2/7) كتاب الايمان والنذور، باب: حديث (3770) وابن ماجه (676/1) كتاب الكفارات، باب: يمين رسول الله صلى الله عليه وسلم - حديث (2092) والدارمي (187/2) كتاب النذور والايمان، باب: باى اسماء الله حلفت لزمك وعبد بن حميد ص (241) حديث (741) واحمد (67،25/2) عن سالم بن عبد الله عن عبد الله بن عمر به، واخرجه ابوداؤد (245/2) كتاب الايمان والنذور، باب: ما جاء فى يمين النبى صلى الله عليه وسلم ما كانت، حديث (3263) لم تذكره هذا الطريق تحفة الاشراف.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کے الفاظ

ذات باری تعالیٰ کی اس کے ذاتی اور صفاتی اسماء گرامی سے قسم کھائی جا سکتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور صفاتی ناموں سے قسم کھایا کرتے تھے۔ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بایں الفاظ قسم کھاتے تھے: ومقلب القلوب' دلوں کو پھیرنے والے کی قسم!

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ ثَوَابِ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً

باب 13: جو شخص غلام آزاد کرے اس کا ثواب

1461 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ مَرْجَانَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُّؤْمِنَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ مِنْهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ حَتّٰى يَعْتِقَ فَرْجَهُ بِفَرْجِهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّوَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ وَاَبِیْ اُمَامَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّكَعْبِ بْنِ مُرَّةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَابْنُ الْهَادِ اسْمُهُ يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ وَهُوَ مَدَنِیٌّ ثِقَةٌ قَدْ رَوٰى عَنْهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص مؤمن غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر ایک عضو کے عوض میں اس آزاد کرنے والے کے ایک عضو کو جہنم سے آزاد کر دے گا' یہاں تک کہ اس غلام کی شرمگاہ کے عوض اس شخص کی شرمگاہ کو بھی آزاد کر دے گا۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ' حضرت ابوامامہ' حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

1461- اخرجه البخاری (607/11) كتاب الكفارات الايمان' باب: قول الله تعالىٰ: (او تحرير رقبة)- حديث (67/5) ومسلم (308/5- الابی) كتاب العتق' باب: فضل العتق' حديث (1509/23) واحمد (430'422'420/2) عن سعيد بن مرجانة عن ابی هريرة به.

ابن ہادنامی راوی کا نام یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن ہاد ہے یہ مدنی ہیں اور ثقہ ہیں۔
امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ علم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

غلام آزاد کرنے کی فضیلت

حدیث باب میں مسلمان غلام آزاد کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے اعضاء کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے حتیٰ کہ اس کی شرمگاہ کے عوض شرمگاہ کو بھی دوزخ سے آزادی کر دیتا ہے۔ اس روایت میں مسلمان غلام کی قید احترازی ہے یعنی یہ فضیلت مسلمان غلام آزاد کرنے کی ہے اور غیر مسلم غلام آزاد کرنے کی نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ: مرد کے لیے بہتر ہے کہ وہ غلام آزاد کرے اور عورت کے لیے بہتر ہے کہ وہ کنیز آزاد کرے تا کہ بردہ اور آزاد کنندہ کے باہم اعضاء مقابل ہو جائیں، جن کو جہنم سے آزادی حاصل ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: اس مقام پر مسلمان غلام کی آزادی کی فضیلت کا مسئلہ بیان کرنے سے خروج عن الموضوع کی خرابی لازم آ رہی ہے، کیونکہ اصل بحث تو نذر وایمان کی چل رہی تھی؟

جواب: شرعی کفارہ یمین یہ بیان کیا گیا ہے: دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کپڑے پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے اور اگر ان میں سے کسی کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو تین دنوں کے مسلسل روزے رکھے۔ یمین کے کفارہ میں غلام آزاد کرنا بھی شامل ہے، تو اس کی آزادی کی فضیلت بیان کرنے سے خروج عن الموضوع کی خرابی لازم نہیں آتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَلْطِمُ خَادِمَهُ

باب 14: جو شخص اپنے خادم کو تھپڑ رسید کرے

1462 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنِ الْمُزَنِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: لَقَدْ رَاَيْتُنَا سَبْعَةَ اِخْوَةٍ مَا لَنَا خَادِمٌ اِلَّا وَاحِدَةٌ فَلَطَمَهَا اَحَدُنَا فَاَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُعْتِقَهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَذَكَرَ بَعْضُهُمْ فِي

1462- اخرجه مسلم (54/6، الابی) كتاب الايمان، باب: صحبة المماليك، وكفارة من لطم عبده، حديث (1658/32) كتاب الاداب، باب: فی حق المملوك حديث (5166) واحمد (444/5) عن حصين، قال، سمعت هلال بن يساف عن سويد به.

الْحَدِيْثِ قَالَ لَطَمَهَا عَلٰى وَجْهِهَا

◆◆ حضرت سوید بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے ہم سات بھائی تھے اور ہمارے پاس صرف ایک خادم تھا ہم میں سے ایک بھائی نے اسے طمانچہ رسید کر دیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت کی کہ ہم اس (غلام) کو آزاد کر دیں۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

کئی محدثین نے اس روایت کو حصین بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت میں یہ بات نقل کی ہے: اس شخص نے اس خادم کے چہرے پر طمانچہ مارا تھا۔

شرح

غلام کو ایذاء رسانی کا کفارہ آزادی دینا

اسلام نے جہاں آزاد لوگوں کے حقوق بیان کیے وہاں غلاموں کے حقوق کا بھی تعین کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں انہیں وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور انہیں وہی پہناؤ جیسا کپڑا تم خود پہنتے ہو۔

حدیث باب میں بھی غلام کے حقوق کو اجاگر کیا گیا ہے کہ اگر آقا اپنے غلام کو ایذاء رسانی کرتا ہے اور اسے طمانچہ رسید کرتا ہے' تو اس کا کم از کم کفارہ یہ ہے کہ آزاد کر دیا جائے۔ یہ آزاد کرنا بالاتفاق مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْحَلِفِ بِغَيْرِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ

باب 15: کسی دوسرے مذہب کی قسم اٹھانا حرام ہے

1463 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ هٰذَا اِذَا حَلَفَ الرَّجُلُ بِمِلَّةٍ سِوَى الْاِسْلَامِ فَقَالَ هُوَ يَهُوْدِيٌّ اَوْ نَصْرَانِيٌّ اِنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ الشَّيْءَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ اَتٰى عَظِيْمًا وَّلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّاِلٰى هٰذَا الْقَوْلِ ذَهَبَ اَبُوْ عُبَيْدٍ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ عَلَيْهِ فِيْ ذٰلِكَ الْكَفَّارَةُ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور

مذہب کی جھوٹی قسم اٹھائے تو وہ اسی طرح ہو جائے گا جیسے اس نے کہا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے: جب کوئی شخص اسلام کی بجائے کسی اور مذہب کی قسم اٹھالے وہ یہ کہے: وہ یہودی یا عیسائی ہو اگر اس نے ایسا ایسا کیا اور پھر وہ شخص وہ کام بھی کر لے۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اس نے ایک بڑا گناہ کیا ہے' تاہم اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

اہلِ مدینہ اسی بات کے قائل ہیں: امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور ابوعبید نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب' تابعین اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک ایسی صورتحال میں اس شخص پر کفارہ دینا لازم ہوگا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1464 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الرُّعَيْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ الْيَحْصُبِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُخْتِىْ نَذَرَتْ اَنْ تَمْشِىَ اِلَى الْبَيْتِ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ اُخْتِكَ شَيْئًا فَلْتَرْكَبْ وَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری بہن نے یہ نذر مانی ہے: وہ بیت اللہ پیدل جائے گی' چادر اوڑھے بغیر' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو تمہاری بہن کے اس سختی کو جھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس عورت کو چاہیے کہ وہ سوار ہو جائے اور چادر بھی اوڑھ لے اور (قسم کے کفارے کے طور پر) تین دن روزے رکھے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

1464- اخرجه ابوداؤد (253/2) كتاب الايمان والنذور' باب: من راى عليه كفارة اذا كان فى معصية' حديث (2393) والنسائى (20/7) كتاب الايمان والنذور' باب: اذا حلفت المرأة لتمشى' حافية غير مختمرة وابن ماجه (689/1) كتاب الكفارات' باب: من نذر ان يحج ماشيا' حديث (2134) والدارمى (183/2) كتاب النذور والايمان' باب: كفارة النذر واحمد (143/3'145'149) عن ابى سعيد الرعينى جعثل القتبانى' عن عبد الله بن مالك عن عقبة بن عامر به.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1465 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِيْ حَلِفِهٖ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْمُغِيْرَةِ هُوَ الْخَوْلَانِيُّ الْحِمْصِيُّ وَاسْمُهٗ عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ الْحَجَّاجِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے ''لات'' اور ''عزیٰ'' کی قسم اٹھائے تو اسے کلمہ پڑھنا چاہیے اور جو شخص یہ کہے: آؤ میں تمہارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں اسے صدقہ کرنا چاہیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوالمغیرہ نامی راوی خولانی حمصی ہیں' ان کا نام عبدالقدوس بن حجاج ہے۔

غیر مذہب کی قسم کھانے کی ممانعت

پہلی حدیث باب کے چار مفاہیم بیان کیے جاسکتے ہیں: (۱) جب کوئی شخص یوں کہے: ان فعلت كذا فانا يهودی وان فعلت كذا فانا نصرانی۔ اگر میں اس طرح کروں تو میں یہودی' اگر اس طرح میں نے کیا تو میں نصرانی۔ پھر وہ اسی کام کا ارتکاب کرلے تو وہ واقعتاً یہودی یا نصرانی ہوجائے گا۔

(۲) جب کوئی شخص غیر شرعی قسم کھائے پھر وہ اس کی تکمیل نہ کرسکے تو یہودی یا نصرانی ہوگا۔

۳- جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر وہ کام کرتے وقت اس آدمی کی نیت یہودی یا نصرانی بننے کی ہوگی تو وہ یہودی یا نصرانی بنے گا ورنہ نہیں مثلاً کوئی شخص قسم کھاتا ہے: ان دخلت دار فلان فانا نصرانی پھر وہ دخول دار کے وقت اس کی نیت بھی نصرانی بننے کی ہو' تو وہ نصرانی بن جائے گا ورنہ نہیں۔

۴- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ گزشتہ مثال میں دخول دار کے وقت اس شخص نے نصرانی ہونے کی نیت نہ کی تب بھی قسم منعقد ہوجائے گی اور اس کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

1465- اخرجه البخاری (545/11) كتاب الايمان' باب: لا يحلف باللات والعزى' ولا بالطواغيت' حديث (6650) ومسلم (25/6- الابی) كتاب الايمان' باب: من حلف باللات والعزى'- حديث (1647/5) وابو داؤد (241/2) كتاب الايمان والنذور- باب: الحلف بالانداد' حديث (3247) والنسائی (7/7) كتاب الايمان والنذور' باب: الحلف باللات وابن ماجه (678/2) كتاب الكفارات: ابب: النهی ان يحلف بغير الله' حديث (2096) وابن خزيمة (28/1) كتاب الوضوء باب: ذكر الدليل على ان الكلام السیء- حديث (45) واحمد (309/2) عن الزهری عن حميد بن عبد الرحمن عن ابی هريرة.

دوسری حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ننگے پاؤں حج کے لیے بیت اللہ تک جانے کی نذر مانے تو اس کی نذر منعقد نہیں ہوگی اور نہ کفارہ واجب ہوگا' کیونکہ ننگے پاؤں سفر کرنا کوئی عبادت نہیں ہے اور جب عبادت نہیں ہے تو اس کی نذر بھی درست نہیں ہے۔ تاہم بیت اللہ تک حج کی نیت سے پیدل سفر کرنے کی نذر ماننا جائز ہے' کیونکہ صفاء اور مروہ کے مابین سعی یعنی پیدل چلنا عبادت ہے۔

نوٹ: تیسری حدیث باب کی تشریح گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَضَاءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب 16: میت کی طرف سے نذر کو پورا کرنا

1466 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَذْرٍ كَانَ عَلٰى اُمِّهٖ تُوُفِّيَتْ قَبْلَ اَنْ تَقْضِيَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْضِ عَنْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے نذر کا مسئلہ دریافت کیا: جو ان کی والدہ کے ذمے لازم تھی اور ان کی والدہ کا اسے پورا کرنے سے پہلے انتقال ہو گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس خاتون کی طرف سے اسے پورا کردو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

میت کی طرف سے نذر ماننے کا مسئلہ

جب کوئی آدمی مالی عبادت کی نذر مانے اور پورا کرنے سے قبل فوت ہو جائے جبکہ اس نے اس کے ادا کرنے کی ورثاء کو وصیت کی ہو تو تہائی وراثت سے وصیت پوری ہو سکتی ہو' اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اگر اس نے وصیت نہ کی ہو یا تہائی وراثت سے

1466- اخرجه البخاري (592/11) كتاب الايمان والنذور' باب: من مات وعليه نذر' حديث (6698) ومسلم (5/6- الابى) كتاب النذر' باب: الامر بقضاء النذر حديث (1638/1) وابو داؤد (256/2) كتاب الايمان' والنذور' باب: في فضل الصدقة على الميت' و (20/7) كتاب الايمان والنذور' باب: من مات وعليه نذر وابن ماجه (688/1) كتاب الكفارات' باب: من مات وعليه نذر' حديث (2132) ومالك (472/2) كتاب النذور والايمان' باب: ما يجب من النذور في المشي حديث (1) والحميدي (241/1) حديث (522) واحمد (329'291/1)عن ابن شهاب الزهري' عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود' عن ابن عباس به.

پوری نہ ہوسکتی ہو تو اس کو پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ تاہم اگر ورثاء وعاقل بالغ ہوں اور اپنی مرضی سے وصیت پورا کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ بدنی عبادت میں نیابت جائز نہیں ہے۔ اگر میت نے روزوں یا نماز کی نذر مانی ہو تو اس کی طرف سے ورثاء روزے نہیں رکھ سکتے اور نماز نہیں پڑھ سکتے لیکن وہ فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ مَنْ اَعْتَقَ

باب 17: غلام آزاد کرنے کی فضیلت

1487 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ هُوَ اَخُو سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ وَغَيْرِهٖ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا امْرِئٍ مُّسْلِمٍ اَعْتَقَ امْرَاً مُّسْلِمًا كَانَ فَكَاكَهٗ مِنَ النَّارِ يُجْزِی كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ وَاَيُّمَا امْرِئٍ مُّسْلِمٍ اَعْتَقَ امْرَاَتَيْنِ مُسْلِمَتَيْنِ كَانَتَا فَكَاكَهٗ مِنَ النَّارِ يُجْزِی كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهُمَا عُضْوًا مِّنْهُ وَاَيُّمَا امْرَاَةٍ مُّسْلِمَةٍ اَعْتَقَتِ امْرَاَةً مُّسْلِمَةً كَانَتْ فَكَاكَهَا مِنَ النَّارِ يُجْزِی كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهَا عُضْوًا مِّنْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْحَدِيْثِ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ عِتْقَ الذُّكُوْرِ لِلرِّجَالِ اَفْضَلُ مِنْ عِتْقِ الْاِنَاثِ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ امْرَاً مُّسْلِمًا كَانَ فَكَاكَهٗ مِنَ النَّارِ يُجْزِیْ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: جو مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کردے تو وہ غلام اس کے لیے جہنم (سے بچاؤ کے لیے) فدیہ ہوجائے گا اس غلام کا ہر ایک عضو (آزاد کرنے والے) کے عضو کا بدلہ ہوگا اور جو مسلمان دو مسلمان کنیزوں کو آزاد کردے تو وہ دونوں کنیزیں اس شخص کے لیے جہنم سے بچاؤ کا فدیہ ہوجائیں گی ان دونوں کنیزوں کا ہر ایک عضو اس آزاد کرنے والے کے عضو کا بدلہ ہوگا اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان کنیز کو آزاد کردے تو وہ کنیز اس عورت کے لیے جہنم سے بچاؤ کا فدیہ ہوگی اس کنیز کا ہر ایک عضو آزاد کرنے والی کی ہر ایک عضو کا بدلہ ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کنیز کو آزاد کرنے کے مقابلے میں غلام کو آزاد کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کردے گا تو یہ عمل اُس شخص کے جہنم سے بچاؤ کا باعث بنے گا۔ اس (آزاد کرنے والے شخص) کا ہر عضو اُس (غلام) کے ہر عضو (کے بدلے میں جہنم سے محفوظ ہوجائے گا)۔

شرح

غلام آزاد کرنے کی فضیلت

یہ مضمون ماقبل ابواب کے ضمن میں آ چکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے، تو وہ غلام آزاد کرنے والے کے لیے جہنم سے آزادی کا سبب بن جائے گا جو عورت کسی مسلمان لونڈی کو آزاد کرے، تو وہ لونڈی آزاد کرنے والی کے لیے دوزخ سے آزادی کا سبب بن جائے گی۔

کِتَابُ السِّيَرِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

سِیَر کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ

باب 1: جنگ سے پہلے دعوت دینا

1468 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ جَيْشًا مِّنْ جُيُوْشِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ اَمِيْرَهُمْ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ حَاصَرُوْا قَصْرًا مِّنْ قُصُوْرِ فَارِسَ فَقَالُوْا يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلَا نَنْهَدُ اِلَيْهِمْ قَالَ دَعُوْنِيْ اَدْعُهُمْ كَمَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْهُمْ فَاَتَاهُمْ سَلْمَانُ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِّنْكُمْ فَارِسِيٌّ تَرَوْنَ الْعَرَبَ يُطِيْعُوْنَنِيْ فَاِنْ اَسْلَمْتُمْ فَلَكُمْ مِثْلُ الَّذِيْ لَنَا وَعَلَيْكُمْ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْنَا وَاِنْ اَبَيْتُمْ اِلَّا دِيْنَكُمْ تَرَكْنَاكُمْ عَلَيْهِ وَاَعْطُوْنَا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّاَنْتُمْ صَاغِرُوْنَ قَالَ وَرَطَنَ اِلَيْهِمْ بِالْفَارِسِيَّةِ وَاَنْتُمْ غَيْرُ مَحْمُوْدِيْنَ وَاِنْ اَبَيْتُمْ نَابَذْنَاكُمْ عَلٰى سَوَاءٍ قَالُوْا مَا نَحْنُ بِالَّذِيْ نُعْطِي الْجِزْيَةَ وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُكُمْ فَقَالُوْا يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلَا نَنْهَدُ اِلَيْهِمْ قَالَ لَا فَدَعَاهُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِلٰى مِثْلِ هٰذَا ثُمَّ قَالَ انْهَدُوْا اِلَيْهِمْ قَالَ فَنَهَدْنَا اِلَيْهِمْ فَفَتَحْنَا ذٰلِكَ الْقَصْرَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ بُرَيْدَةَ وَالنُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: وَّحَدِيْثُ سَلْمَانَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَطَاءِ ابْنِ السَّائِبِ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ اَبُو الْبَخْتَرِيِّ لَمْ يُدْرِكْ سَلْمَانَ لِاَنَّهُ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا وَّسَلْمَانُ مَاتَ قَبْلَ عَلِيٍّ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِلٰى هٰذَا وَرَاَوْا اَنْ يُّدْعَوْا قَبْلَ الْقِتَالِ وَهُوَ قَوْلُ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِنْ تُقُدِّمَ اِلَيْهِمْ فِي الدَّعْوَةِ فَحَسَنٌ يَّكُوْنُ ذٰلِكَ اَهْيَبَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا دَعْوَةَ الْيَوْمَ وَقَالَ اَحْمَدُ لَا اَعْرِفُ الْيَوْمَ اَحَدًا يُّدْعٰى وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يُقَاتَلُ الْعَدُوُّ حَتّٰى يُدْعَوْا اِلَّا اَنْ يَّعْجَلُوْا عَنْ ذٰلِكَ فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَقَدْ بَلَغَتْهُمُ الدَّعْوَةُ

1468- اخرجه احمد (444'441'440/5) عن عطاء بن السائب عن ابی البختری عن سلمان به.

◆◆ ابوبختری بیان کرتے ہیں: مسلمانوں کے ایک لشکر کے امیر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ایران کے ایک قلعے کا محاصرہ کر لیا لوگوں نے کہا اے ابوعبداللہ! کیا ہم ان پر حملہ نہ کر دیں تو انہوں نے فرمایا: مجھے موقع دو کہ میں ان لوگوں کو اسی طرح دعوت دوں جیسے میں نے نبی اکرم ﷺ کو کفار کو دعوت دیتے ہوئے سنا ہے۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان سے فرمایا: میں بھی تمہاری طرح ایرانی ہوں اور تم نے عربوں کو دیکھا ہے: وہ میری اطاعت کرتے ہیں اگر تم لوگ اسلام قبول کر لیتے ہو تو تمہیں وہ تمام سہولیات حاصل ہوں گی جو ہمیں حاصل ہیں اور تم پر وہ تمام ادائیگیاں لازم ہوں گی جو ہم پر لازم ہیں اور اگر تم اپنے دین پر قائم رہنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اس پر قائم رہنے دیتے ہیں تم لوگ ہمیں جزیہ دو جبکہ تم ذلت کی حالت میں ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے فارسی زبان میں یہ تقریر کی تھی (اور انہوں نے یہ بھی فرمایا) کہ تم لوگوں کی تعریف نہیں کی گئی ہوگی۔ اگر تم اس کا بھی انکار کر دیتے ہو تو یہ تمہارے لیے بہتر نہیں ہوگا۔ ہم تمہیں آگاہ کرنے کے بعد جنگ کریں گے انہوں نے کہا ہم جزیہ نہیں دیں گے ہم آپ کے ساتھ جنگ کریں گے مسلمانوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! کیا ہم ان پر حملہ نہ کر دیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تین دن تک انہیں اس طرح کی دعوت دیتے رہے پھر انہوں نے حکم دیا ان پر حملہ کر دو! راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے ان پر حملہ کیا اور اس قلعے کو فتح کر لیا۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے ہم اسے صرف عطاء بن سائب کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

ابوبختری نامی راوی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا کیونکہ انہوں نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ بھی نہیں پایا اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے ہوا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے اس کو اختیار کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: جنگ سے پہلے دعوت دی جائے گی۔

اسحاق بن ابراہیم بھی اسی بات کے قائل ہیں وہ یہ فرماتے ہیں: پہلے انہیں دعوت دی جائے یہ زیادہ بہتر ہے اور انہیں زیادہ ہیبت زدہ کر دے گی۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اب دعوت دینے کی گنجائش نہیں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق اب دعوت دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دشمن کے ساتھ اس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک اسے دعوت نہ دی جائے۔ البتہ اگر وہ جلد بازی کا مظاہرہ کریں تو (حکم مختلف ہو گا) لیکن اگر مسلمان ایسا نہیں کرتے تو دعوت اسلام ان تک پہلے ہی پہنچ چکی ہوگی۔

1469 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْعَدَنِيُّ الْمَكِّيُّ وَيُكْنَى بِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ هُوَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ مُسَاحِقٍ عَنِ ابْنِ عِصَامٍ الْمُزَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَ جَيْشًا اَوْ سَرِيَّةً يَقُوْلُ لَهُمْ اِذَا رَاَيْتُمْ مَسْجِدًا اَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوْا اَحَدًا

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ

◄► ابن عصام مزنی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جنہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے: نبی اکرم ﷺ جب کسی لشکر یا مہم کو روانہ کرتے تھے' تو آپ ان سے یہ فرمایا کرتے تھے: جب تم کسی مسجد کو دیکھو یا کہیں اذان کی آواز سنو تو وہاں کسی کے ساتھ جنگ نہ کرنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے اور یہ روایت ابن عیینہ سے منقول ہے۔

شرح

مضامین حدیث

لفظ: ''سیر'' سیرت کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: حالات زندگی' سوانح۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی' اسلام کا حربی نظام۔ پہلی حدیث باب کے چند ایک مضامین درج ذیل ہیں:

۱- جب دشمن سے جنگ کرنے کی نوبت پیش آ جائے تو اس بات کو پیش نظر رکھا جائے گا کہ وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات اور نظریات سے ناواقف ہو' تو آغاز جنگ سے قبل انہیں دعوت اسلام دینا فرض ہے۔ اگر وہ اسلام کے بارے میں خوب جانتا ہو' تو جنگ سے قبل دعوت اسلام دینا مستحب ہے۔

۲- کلمہ طیبہ اور اسلام کے رشتہ کی وجہ سے سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: انما المومنون اخوۃ۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' اسلام کی نظر میں سب کا مقام یکساں ہے۔ تاہم تقویٰ اور علم کی بنا پر ایک مسلمان کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہو سکتی ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارس (ایران) سے آئے تو امیر لشکر بن گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ سے حاضر ہوئے تو مؤذن رسول بن گئے اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روم سے آئے تو اسلام کے ممتاز جان نثار بن گئے۔

۳- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر لشکر کی حیثیت سے فارس میں پہنچے' فوج کی طرف سے حملہ آور ہونے کی

1469- اخرجه ابوداؤد (43/3) كتاب الجهاد' باب: في دعاء النشر كين حديث (2635) والحميدي (359/2) حديث (820) واحمد (448/3) عن سفيان بن عيينة' قال' حدثنا عبد الملك بن نوفل بن مساحق انه سمع رجلا من مزينة يقال له ابن عصام المزني عن ابيه به.

اجازت طلب کرنے پر آپ فارس کے قلعہ کا محاصرہ کر کے دشمن کو تین ایام تک اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ اسلامی بھائی بننے کا پیغام دیتے رہے اور اسلامی پیغام کے فوائد کا درس دیتے رہے۔ جب حجت تام ہوگئی اور ان میں تبدیلی کی سوچ باقی نہ رہی تو آپ نے اسلامی مجاہدین کو فارس کے قلعہ پر حملہ آور ہونے کی اجازت عنایت فرمادی۔ اسلامی فوج کے پہلے حملہ میں قلعہ فارس فتح ہوگیا اور دشمن شکست وریخت کا شکار ہوگیا۔

۴- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں بھی تمہاری طرح فارسی النسل اور فارس کا باشندہ ہوں' اسلام کی برکت سے دوری ختم ہوگئی تو میں اسلامی لشکر کا امیر ہوں' اگر تم بھی اسلام قبول کرلو گے تو تمہیں بھی ہم جیسا مقام حاصل ہوجائے گا اور ہم جیسی ذمہ داریاں تم پر عائد ہوجائیں گی۔ اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو تم شکست کھانے کے بعد اقلیت کی حیثیت سے زندگی گزاروں گے اور تم سے جزیہ وصول کیا جائے گا جو تمہارے لیے ذلت کا باعث ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام کے پیغام کو تسلیم کرنے سے صاف الفاظ میں انکار کردیا' تو امیر لشکر کی اجازت سے مجاہدین نے یکبارگی کامیاب حملہ کردیا۔

۵- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارسی الاصل' فارسی النسل اور فارسی اللسان ہونے کے باوجود ایک ترجمان کے ذریعے محض عربی زبان میں دشمن کو تین دن تک دعوت اسلام دیتے رہے۔ جب جزیہ کا ذکر کیا تو آپ نے خود فارسی زبان میں بیان کیا تاکہ دشمن کے اذہان وقلوب میں انقلاب کی صورت پیدا ہوجائے۔

۶- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو جنون کی حد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت دل میں جاگزیں ہوگئی جس کے نتیجہ میں عربی زبان کو اصل اور ام الالسنہ تصور کرتے ہوئے زندگی بھر اپنائے رکھا۔ روئے زمین میں سب سے قبل بولی جانے والی زبان عربی ہے۔ وہ اس طرح کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے مجسمہ میں روح پھونکی گئی تو آپ کو چھینک آئی جس پر آپ نے ''الحمد للہ'' کے الفاظ ادا کیے تو فرشتوں نے جواب میں کہا: یرحمک اللہ'' یہ عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ آسمانی کتب کی جامع کتاب ''قرآن کریم'' عربی زبان میں ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی۔ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ قبر میں سوال وجواب کا سلسلہ عربی زبان میں ہوگا اور اہل محشر کی زبان عربی ہوگی۔ عربی زبان مسلمانوں کی مادری زبان ہے' کیونکہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی زبان عربی تھی۔ الغرض عربی زبان اصل' فضیلت والی اور بابرکت زبان ہے۔

جہاد کی تعریف اور اس کی اقسام

لفظ: ''جہاد'' جہد سے بنا ہے' جس کا لغوی معنی ہے کوشش کرنا جبکہ اس کا اصطلاحی معنی ہے اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام کی سربلندی کی کوشش کرنا۔ جہاد اور جنگ میں فرق: جنگ کا مقصد علاقہ فتح کرنا' لوگوں کو غلام بنانا اور مقامی لوگوں کا معاشی استحصال کرنا' تاکہ وہ مقابلے میں آنے کی طاقت نہ رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ کے کوئی اصول وضوابط نہیں ہیں۔ جہاد کا مقصد ہے اسلام کی سربلندی کی کوشش کرنا اور لوگوں سے مظالم کو دور رکھنا۔ جہاد کے قواعد وضوابط موجود ہیں۔

جہاد کی مشہور پانچ اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- جہاد بالمال: اسلام کی سربلندی اور دفاع کے لیے اپنا مال خرچ کرنا "جہاد بالمال" کہلاتا ہے، جس کا اجر عظیم اور انعام رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصدقون (الحجرات:۵) اور جن لوگوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں۔

۲- جہاد باللسان: اس کا مطلب یہ ہے کہ پند و نصائح، وعظ و تقریر اور خطبات و تبلیغ وغیرہ کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کرنا ہے۔ کفار کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دینا، جہاد باللسان کہلاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "سب سے افضل جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔"

۳- جہاد بالسیف: جب دشمن کسی اسلامی سلطنت پر حملہ آور ہو اور اسلام کی سلامتی خطرے میں ڈال دے، تو ایسی جارحیت کا دفاع کرنا "جہاد بالسیف" کہلاتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا (الحج:۲۲) ان لوگوں کو جہاد کیا جازت دی گئی ہے، جن پر ظلم کیا گیا ہے۔

۴- جہاد بالقلم: کفار و مشرکین کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر بے بنیاد کیے گئے اعتراضات کے تحریری جواب دینا، اسلامی تعلیمات و نظریات پر مبنی کتب تصنیف کرنا اور علمی و ادبی اور اصلاحی رسائل مرتب کر کے شائع کرانا، جہاد بالقلم کہلاتا ہے۔

۵- جہاد بالنفس: اپنی، اپنے اہل خانہ، احباء و اقارب اور عوام کی اصلاحی کاوش کو جہاد بالنفس کہا جاتا ہے۔ اس کو جہاد اکبر بھی کہا جا سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپس تشریف لاتے ہوئے فرمایا: رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر (او کما قال علیہ السلام) ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس آئے ہیں۔" یعنی اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا، جہاد اکبر ہے۔

مقاصد و شرائط جہاد

چند مشہور مقاصد و شرائط جہاد درج ذیل ہیں:

۱- دشمن کا دفاع: جہاد کا بنیادی مقصد دفاع اسلام ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا (البقرۃ:۱۹۰) اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور تم حد سے نہ بڑھو۔

۲- مسلمانوں کا تحفظ: جب دنیا کے کسی بھی حصہ میں دشمن مسلمانوں پر مظالم ڈھانے کی کوشش کرے، تو مظلوم مسلمانوں کے تحفظ و دفاع کے لیے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ (النساء:۷۵) اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے؟

۳- جب دشمن فتنہ انگیزی کا پختہ ارادہ کرے، تو اس کے تدارک اور اس کے مقاصد کو خاک میں ملانے کے لیے جہاد ضروری ہو جاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے: وقاتلوھم حتی لاتکون فتنة ویکون الدین للہ (البقرۃ:۱۹۳) اور تم دشمنوں سے جہاد کرو حتیٰ کہ فتنہ کا خاتمہ ہو جائے اور دین پورے کا پورا اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔

۴- غیر مسلموں کی عہد شکنی: جب دشمن مسلمانوں سے کسی کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ کر لاقانونیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلام

اور مسلمانوں کیخلاف سازشوں کا جال بچھا کر عرصہ حیات تنگ کر دے تو مسلمانوں پر جہاد واجب ہو جاتا ہے کہ متوقع جانی و مالی نقصان کے تحفظ کی کوشش کریں اور جہاد کریں۔

۵- مظلوم مسلمانوں کو گھروں سے باہر نکالنا: جب دشمن مسلمانوں پر اس حد تک دشمنی کا مظاہرہ کرے کہ انہیں اپنے گھروں سے باہر نکال دے تو مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے تا کہ وہ اپنی جانی و مالی نقصان کا تحفظ کر سکیں۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: واخرجوھم من حیث اخرجوکم (البقرہ:۱۹۱) اور تم بھی انہیں (دشمن کو) اس طرح (گھروں) سے نکالو جس طرح انہوں نے تمہیں (مسلمانوں کو) نکالا ہے۔

۶- جب دشمن مسلمانوں پر مذہبی پابندیاں عائد کرے یا شعائر اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کرے تو مذہبی شعائر کے تحفظ و دفاع کے لیے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے: لا اکراہ فی الدین (البقرہ:۲۵۶) دین میں جبر نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ: سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاد اور قتال میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد اسلام کی ترقی و سربلندی کی کوشش کا نام ہے جبکہ مسلح جنگ جو دشمن کے ساتھ لڑی جاتی ہے کو قتال فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔ قتال کی ضرورت کبھی پیش آتی ہے جبکہ جہاد ہمہ وقت جاری رہتا ہے۔ یاد رہے: ''قتال'' جہاد کی افضل قسم ہے۔

جہاد کے سنہری اصول

جنگ کا مقصد لوگوں کا معاشی استحصال اور انہیں غلام بنانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے قوانین اور ضوابط موجود نہیں ہیں۔ اس کے برعکس جہاد کا مقصد اسلامی شعائر لوگوں کی عزت و ناموس اور جان و مال کا تحفظ و دفاع ہے۔ اس لیے اس کے قواعد و ضوابط موجود ہیں۔ جہاد کے چند سنہری اصول درج ذیل ہیں:

(۱) اپنے گھروں میں بند لوگوں کو قتل نہ کرنا (۲) عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا (۳) عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچانا (۴) جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کرنا اور انہیں قتل نہ کرنا (۵) مقتولوں کی لاشوں کو مثلہ کرنے اور ان کی بے حرمتی کرنے سے احتراز کرنا (۶) دشمن کے مال و متاع، فصلوں، باغات، درختوں اور گھروں کو نذر آتش نہ کرنا (۷) زخمیوں، بیماروں اور مذہبی رہنماؤں کو قتل نہ کرنا (۸) مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا (۹) جو دشمن کلمہ پڑھ لے تو اسے قتل نہ کرنا (۱۰) قتال سے قبل دشمن کو خوب دعوت اسلام دینا (۱۱) لوٹ مار نہ کرنا اور خواتین کی عصمت دری نہ کرنا وغیرہ۔

آداب جہاد

مجاہدین کا وہ لشکر جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہوں، تو اسے غزوہ کہا جاتا ہے اور اس کی جمع غزوات آتی ہے۔
مجاہدین کا وہ لشکر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہ ہوں، اسے ''سریہ'' کہا جاتا ہے، جس کی جمع ''سرایا'' آتی ہے۔
مجاہدین کے ہر لشکر کو روانہ کرنے سے قبل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چند ہدایات سے نوازتے تھے۔ دوسری حدیث باب

میں بھی آپ نے دو ہدایات اور پیغامات دیتے ہوئے فرمایا: (۱) جب تم لوگوں میں اسلام کی کوئی فعلی علامت دیکھو مثلاً مسجد وغیرہ موجود ہو تو ان پر حملہ آور مت ہونا (۲) جب تم لوگوں میں اسلام کی قولی علامت دیکھو مثلاً اذان کی آواز سنائی دے تو ان سے جنگ نہ کرنا۔ یہ دونوں علامات ترجمانی کرتی ہیں کہ یہاں کے باشندے مسلمان ہیں اور مسلمانوں سے قتال حرام ہے۔ تاہم مسلمانوں کو تحفظ دے کر الگ کر لیا جائے پھر علاقہ کے دشمنوں سے قتال کیا جائے تو یہ جائز ہے۔

فائدہ نافعہ: زمانہ قدیم میں تو ایسا کرنا ممکن تھا اور اس حدیث پر عمل کرنا بھی آسان تھا' کیونکہ زمینی جنگ ہوتی تھی جس میں تلواروں کا استعمال ہوتا تھا۔ عصر حاضر میں اس حدیث پر عمل کرنا ممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے' کیونکہ بری' فضائی اور بحری جنگ ہوتی ہے' جس میں بموں اور راکٹوں کا بے تحاشا استعمال ہوتا ہے اور ایسی صورت میں کفار سے مسلمانوں کو الگ کرنا دشوار ہے۔ تاہم ایک فقہی قانون کے پیش نظر اس حدیث پر عمل کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ جب دشمن پہلی صف میں مسلمان قیدیوں کو حصار بناتے ہوئے کھڑا کریں تو دشمن کی نیت سے گولی وغیرہ کا استعمال جائز ہے' خواہ کسی مسلمان کو نشانہ لگ جائے۔

بَابُ فِي الْبَيَاتِ وَالْغَارَاتِ

باب 2: شب خون مارنا اور حملہ کرنا

1470 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجَ اِلٰى خَيْبَرَ اَتَاهَا لَيْلًا وَّكَانَ اِذَا جَآءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لَّمْ يُغِرْ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَلَمَّا اَصْبَحَ خَرَجَتْ يَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّافَقَ وَاللّٰهِ مُحَمَّدٌ الْخَمِيْسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ (فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ)

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب خیبر کے لیے تشریف لے گئے' تو آپ رات کے وقت وہاں پہنچے آپ جب بھی کسی قوم کے علاقے میں رات کے وقت پہنچتے تھے' تو صبح سے پہلے ان پر حملہ نہیں کرتے تھے جب صبح ہوئی اور یہودی اپنی کدالیں اور پھاوڑے لے کر باہر نکلے اور انہوں نے آپ کو دیکھا اور بولے محمد ﷺ آ گئے ہیں اللہ کی قسم! حضرت محمد لشکر سمیت آئے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں' تو وہ ان لوگوں کی بہت بری صبح ہوتی ہے' جنہیں ڈرایا گیا ہو۔

1471 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِي طَلْحَةَ

1470– اخرجه البخاري (130/6) كتاب الجهاد والسير' باب: دعاء النبي صلى الله عليه وسلم الناس الى الاسلام والنبوة– حديث (2943) ومالك (468/2) كتاب الجهاد: باب: ما جاء في الخليل والسابقة بينهما– حديث (48) واحمد (159/3'206'236'237) عن حميد الطويل' عن انس به.

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰی قَوْمٍ اَقَامَ بِعَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَّحَدِیْثُ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِی الْغَارَةِ بِاللَّیْلِ وَاَنْ یُّبَیِّتُوْا وَکَرِهَهٗ بَعْضُهُمْ وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ لَا بَاْسَ اَنْ یُّبَیَّتَ الْعَدُوُّ لَیْلًا وَّمَعْنٰی قَوْلِهٖ وَافَقَ مُحَمَّدٌ الْخَمِیْسَ یَعْنِیْ بِهِ الْجَیْشَ

◆◆ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کسی قوم پر غلبہ پا لیتے تھے تو آپ ان کے علاقے میں تین دن قیام کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے ایک گروہ نے رات کے وقت حملہ کرنے کی اجازت دی ہے' جبکہ بعض اہلِ علم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: رات کے وقت دشمن پر شب خون مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حدیث کے الفاظ "وَافَقَ مُحَمَّدٌ الْخَمِیْسَ" کا مطلب یہ ہے: حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ان کا لشکر بھی ہے۔

شرح

شب خون مارنے اور دشمن کو دھوکہ دے کر حملہ آور ہونے کی ممانعت

لفظ: "البیات" البیۃ کی جمع مونث سالم ہے' جس کا معنی ہے: رات کے وقت اچانک حملہ آور ہونا' شب خون مارنا' لفظ: "الغارات" الغارۃ کی جمع مونث سالم ہے' جس کا معنی ہے: دشمن کو دھوکہ میں رکھ کر حملہ آور ہونا۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ دشمن کو دھوکہ میں رکھ کر حملہ آور ہوتے اور شب خون مارتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب خون مارنے اور دشمن کو دھوکہ میں رکھ کر حملہ آور ہونے سے منع فرمایا ہے' کیونکہ ایسی صورت میں بچے' بوڑھے اور خواتین سب جنگ کی لپیٹ میں آ سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی اقدامات میں بھی یہ بات نہیں ملتی۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم احتیاطی تدابیر اور حربی حکمت عملی ضرور اختیار فرماتے تھے۔ آپ اسلامی لشکر پر چوکیدار اور شعار کا تعین کرتے تاکہ دشمن کے اچانک حملہ آور ہونے کی صورت میں اسلامی فوجی باہم ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ ہر غزوہ کے موقع پر نیا شعار (شناختی علامت) کا تعین فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکمت عملی اور احتیاطی تدابیر کی بنا پر دشمن کو غافل رکھ کر سر پر پہنچ جاتے پھر اچانک حملہ آور ہو جاتے تھے۔

1471- اخرجه البخاری (209/6) کتاب الجهاد والسیر' باب: من غلب العدو- حدیث (3065) ومسلم (9/323- الابی) کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها: باب: عرض مقعد المیت من الجنة او النار علیه- حدیث (2875/78) وابو داؤد (70/2) کتاب الجهاد: باب: فی الامام یقیم عند الظهور علی العدو بعرصتهم' حدیث (2695) والدارمی (222/2) کتاب السیر: باب: ان النبی صلی الله علیه وسلم اذا اظهر علی قوم اقام بالعرصة واحمد (29/4) عن سعید بن ابی عروبة' عن قتادة عن انس عن ابی طلحة به۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ دس ہزار مجاہدین کا لشکر جرار لے کر مکہ مکرمہ کے عین وسط میں پہنچے تو دشمن کو آپ کے لشکر کی خبر ہوئی جبکہ اتنے بڑے لشکر کی نقل وحرکت ہرگز صیغہ راز میں نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح فتح خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو مجاہدین کو ساتھ لے کر رات کے وقت خیبر میں پہنچ گئے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد آپ اور مجاہدین گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگی مشقوں میں مصروف تھے کہ یہودی بیدار ہوئے اپنے پھاوڑے اور کدال وغیرہ لے کر قلعہ سے نکلے تو انہیں اچانک معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا: خیبر تباہ ہو گیا! جس سے یہودیوں پر رعب و دبدبہ چھا گیا۔ پندرہ سو کا لشکر شان وشوکت اور وقار کے ساتھ رات کی تاریکی میں خیبر پہنچ گیا لیکن دشمن کو خبر تک نہ ہوئی بلکہ دشمن غفلت کی نیند سویا رہا۔ حربی حکمت عملی کی بناء پر دشمن پر رات کے وقت حملہ کیا جائے یا دن کے وقت بہر صورت جائز ہے۔ جہاد کا بنیادی مقصد اعلاء کلمۃ الحق ہے جس کے نتیجہ میں نصرت الٰہی اسلامی فوج کے شامل حال ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ غزوہ میں کامیابی کے بعد تین دن تک وہاں قیام کرتے تاکہ زخمیوں کی مرہم پٹی کی جائے دشمن کی لاشوں کو ٹھکانے لگایا جائے اور شہداء کی تدفین عمل میں لائی جائے۔ علاوہ ازیں اگر دشمن انتقامی جذبات رکھتا ہو تو اسے موقع دیا جائے اور اسی میدان میں اس کا مقابلہ کیا جائے۔ تین ایام تک میدان میں قیام کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دشمن پیچھے سے حملہ آور ہو کر مجاہدین کی فتح کو شکست میں تبدیل نہ کر دے یا دشمن یہ افواہ نہ پھیلا دے کہ اسلامی لشکر میدان چھوڑ کر فرار ہو گیا ہے۔

بَابُ فِي التَّحْرِيقِ وَالتَّخْرِيبِ

باب 3: (دشمن کے گھروں یا باغات) کو آگ لگانا اور برباد کرنا

1472 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ)

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا وَلَمْ يَرَوْا بَاْسًا بِقَطْعِ الْاَشْجَارِ وَتَخْرِيْبِ الْحُصُوْنِ وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ الْاَوْزَاعِيِّ قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ وَنَهٰى اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ اَنْ يَقْطَعَ شَجَرًا مُثْمِرًا اَوْ

1472- اخرجه البخاری: كتاب المغازی، باب: حديث بنی النضير، حديث (4031) ومسلم (6/308- الابی) كتاب الجهاد والسير، باب: جواز قطع اشجار الكفار وتحريقها، حديث (29-1746) وابو داؤد (2/44) كتاب الجهاد، باب: فی الحرق فی بلاد العدو، حديث (2615) وابن ماجه (2/938) كتاب الجهاد: باب: التحريق بارض العدو، حديث (2844) والدارمی (2/222) كتاب الجهاد، باب: فی تحريق النبی صلی الله عليه وسلم نخل بنی النضير والحميدی (2/301) حديث (685) واحمد (2/7، 52، 80، 86) عن نافع ابن عمر به.

يُخَرِّبَ عَامِرًا وَّعَمِلَ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَهٗ وقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا بَاْسَ بِالتَّحْرِيْقِ فِيْ اَرْضِ الْعَدُوِّ وَقَطْعِ الْاَشْجَارِ وَالثِّمَارِ وقَالَ اَحْمَدُ وَقَدْ تَكُوْنُ فِيْ مَوَاضِعَ لَا يَجِدُوْنَ مِنْهُ بُدًّا فَاَمَّا بِالْعَبَثِ فَلَا تُحَرَّقْ وقَالَ اِسْحٰقُ التَّحْرِيْقُ سُنَّةٌ اِذَا كَانَ اَنْكٰى فِيْهِمْ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بنونضیر کے باغات جلوا دیے تھے اور انہیں کٹوا دیا تھا جو "بویرہ" کے مقام پر تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"تم نے جو بھی کھجور کے درخت کاٹے ہیں یا جن کی جڑوں پر انہیں چھوڑ دیا ہے' تو یہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے تحت ہے' تا کہ وہ گناہگاروں کو وہ رسوا کر دے"۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم سے تعلق رکھنے والے ایک گروہ نے اسے اختیار کیا ہے ان کے نزدیک درختوں کو کاٹنے اور قلعوں کو برباد کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

بعض اہلِ علم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے' امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات سے منع کیا ہے: پھل دار درخت کو کاٹا جائے یا آباد جگہ کو برباد کر دیا جائے اور مسلمانوں نے اس کے بعد اسی حکم پر عمل کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دشمن کی سرزمین میں آگ لگانے یا درختوں کو کاٹنے اور پھلوں کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر ضروری ہو' تو ایسا کیا جائے ورنہ غیر ضروری طور پر آگ نہ لگائی جائے۔

امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آگ لگانا سنت ہے' تا کہ اس سے وہ رسوا ہوں۔

شرح

دشمن کے باغات وغیرہ کو نذرِ آتش کرنے کی ممانعت

کسی حربی حکمت عملی اور احتیاطی تدبیر کی بنیاد پر دشمن کے باغات' مکانات' کھیتیوں' درختوں اور اجناس وغیرہ کو نذرِ آتش کرنا جائز ہے۔ البتہ خوش دلی اور تماشہ کے طور پر ان کو نذرِ آتش کرنا منع ہے۔ اس لیے یہ تمام اشیاء مستقبل میں مسلمانوں کی ہوں گی اور اپنی چیزوں کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے۔

دشمن کے املاک کو نذرِ آتش کرنے میں مذاہب آئمہ

کیا دشمن کے املاک کو نذرِ آتش کرنا جائز ہے یا منع ہے؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے: (۱) بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے' انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے' جس میں صراحت ہے کہ مقام "بویرہ" کے درخت جو بنونضیر کی ملک تھے' آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے نذر آتش کروائے تھے۔ (۲) حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ دشمن کے درختوں کو نذر آتش کرنا مکروہ ہے۔ انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے اپنے دور خلافت میں ایک اسلامی لشکر روانہ کیا اور یزید نامی شخص کو امیر تعینات کیا اور انہیں خصوصی ہدایات جاری کرتے ہوئے فرمایا: دشمن کے پھل آور درخت نہ کاٹنا اور ان کی بستیوں کو تباہ نہ کرنا۔ آپ کے اس حکم پر مسلمانوں نے عمل کیا۔ (۳) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ دشمن کے درختوں کو نذر آتش کرنے اور املاک کو نقصان پہنچانے میں کوئی حرج نہیں۔ (۴) حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضرورت کے تحت دشمن کے بعض درختوں کو نذر آتش کرنا ضروری ہے لیکن خوشدلی اور تماشا کے طور پر جائز نہیں ہے (۵) حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ دشمن کے درختوں کو نذر آتش کرنا اور املاک کو نقصان پہنچانا سنت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْغَنِيْمَةِ

باب 4: غنیمت کا بیان

1473 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَنِيْ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ اَوْ قَالَ اُمَّتِيْ عَلَى الْاُمَمِ وَاَحَلَّ لِيَ الْغَنَائِمَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ ذَرٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَّاَبِيْ مُوْسٰى وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ اُمَامَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَسَيَّارٌ هٰذَا يُقَالُ لَهُ سَيَّارٌ مَوْلٰى بَنِيْ مُعَاوِيَةَ وَرَوٰى عَنْهُ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَحِيْرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے اور ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دیا ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

سیار نامی راوی بنو معاویہ کے غلام ہیں۔

سلیمان تیمی، عبداللہ بن بحیر اور دیگر حضرات نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔

1473- اخرجه احمد (248/5) ولم يخرجه من الستة الا الترمذي انظر تحفة الاشراف (168/4) حديث (4877)

1474 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا وَّأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے چھ حوالوں سے دیگر انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں' رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے' میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے' میرے لیے زمین کو جائے نماز اور طہارت کے حصول کا ذریعہ بنایا گیا ہے' مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے ذریعے انبیاء کے سلسلے کو ختم کر دیا گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح: امت محمدی کے لیے مالِ غنیمت حلال ہونا

امت محمدی کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے مالِ غنیمت حلال قرار دیا گیا ہے' جبکہ پہلی امتوں کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ اس حلت کی وجہ یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت ایک خاص علاقہ اور مخصوص قوم کے لیے تھی اور ان کا جہاد بھی وقتی یا جزوی طور پر تھا' جس وجہ سے انہیں کمائی کرنے کے مواقع میسر آ جاتے تھے۔ لیکن سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پوری کائنات اور قیامت تک آنے والے سب لوگوں کے لیے ہیں اور اسی طرح ان کا جہاد بھی تا قیامت جاری رہے گا۔ جہاد میں شمولیت کی وجہ سے انہیں کمائی کرنے کا زیادہ موقع میسر نہیں آتا' جس وجہ سے اس کے لیے مالِ غنیمت حلال قرار دیا گیا ہے' تاکہ اس سے مجاہدین کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

حدیث باب میں چھ خصوصیات محمدی بیان کی گئی ہیں: (۱) آپ کو جوامع الکلم عطاء کیے گئے (وہ گفتگو جس کے کلمات مختصر اور معانی و مفاہیم کثیر ہوں) (۲) رعب کے ذریعے آپ کی مدد کی گئی (باطل لوگ آپ اور آپ کے غلاموں کے نام سے بھی کانپتے ہیں) (۳) آپ کے لیے مالِ غنیمت حلال قرار دیا گیا ہے (۴) آپ کے لیے پوری زمین جائے نماز اور پاک بنائی گئی ہے (۵) آپ تمام مخلوق کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں (۶) آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي سَهْمِ الْخَيْلِ

باب 5: گھوڑے کا حصہ

1475 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَا حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ فِي النَّفَلِ لِلْفَرَسِ بِسَهْمَيْنِ وَلِلرَّجُلِ بِسَهْمٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ اَخْضَرَ نَحْوَهٗ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ وَهٰذَا حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالْاَوْزَاعِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ قَالُوْا لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةُ اَسْهُمٍ سَهْمٌ لَهٗ وَسَهْمَانِ لِفَرَسِهٖ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مالِ غنیمت تقسیم کرتے ہوئے سوار کو دو حصے دیے تھے اور پیدل شخص کو ایک حصہ دیا تھا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت مجمع بن جاریہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت ابن ابی عمرہ کی ان کے والد کے حوالے سے روایات منقول ہیں۔

یہ روایت جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔ وہ یہ فرماتے ہیں: گھڑ سوار کو تین حصے ملیں گے ایک حصہ اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے' جبکہ پیدل چلنے والے کو ایک حصہ ملے گا۔

شرح: مالِ غنیمت کی تقسیم کاری میں مذاہب آئمہ

مجاہدین میں کچھ لوگ پیدل ہوں اور کچھ سوار تو ان میں مالِ غنیمت تقسیم کرنے کی نوعیت کیا ہوگی؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ پیدل شریک کو ایک حصہ اور سوار کو مالِ غنیمت کے دو حصے دیے جائیں گے۔ ایک مجاہد کا اور ایک گھوڑے گا۔ آپ نے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ غزوہ خیبر میں صرف وہ صحابہ شامل ہوئے تھے جو صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے اور ان کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں سے صرف تین سو صحابہ کرام گھوڑ سوار تھے۔ فتح خیبر کے

1475- اخرجه البخاري (79/6) كتاب الجهاد والسير' باب: سهام الفرس حديث (2863) ومسلم (351/6- الابي) كتاب الجهاد والسير' باب: كيفية قسمة الغنيمة بين الحاضرين' حديث (1862/57) وابو داؤد (83/2) كتاب الجهاد باب: في سهمان الخيل' حديث (2733) وابن ماجه (952/2) كتاب الجهاد' باب قسمة الغنائم' حديث (2854) والدارمي (225/2) كتاب السير' باب: في سهمان الخيل واحمد (2/2'41'62'72) عن عبيد الله بن عمر' عن نافع' عن ابن عمر به.

بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت اس طرح تقسیم فرمایا کہ پہلے کل مالِ غنیمت کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا، پھر ہر حصہ کو سو حصوں میں تقسیم فرمایا تو یہ کل اٹھارہ سو حصص بن گئے۔ پھر آپ نے پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے عنایت فرمائے۔ (سنن ابی داؤد)

۲- آئمہ ثلاثہ مع صاحبین کے نزدیک پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو تین حصے دیے جائیں گے۔ ایک حصہ مجاہد کا اور دو حصے سواری کے، کیونکہ انسان کی بنسبت گھوڑے کی خوراک زیادہ ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے، جس میں پیدل کے لیے ایک حصہ اور سوار کے لیے تین حصوں کی صراحت ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمہور کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کو جو تین حصے عنایت فرمائے، اصل میں دو حصے ہیں: ایک مجاہد کا اور ایک سواری کا جبکہ تیسرا حصہ بطور انعام عنایت فرمایا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّرَايَا

باب 6: جنگی مہمات کا بیان

1476 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْاَزْدِيُّ الْبَصْرِيُّ وَاَبُوْ عَمَّارٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَيْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ وَّخَيْرُ السَّرَايَا اَرْبَعُ مِائَةٍ وَّخَيْرُ الْجُيُوْشِ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ وَّلَا يُغْلَبُ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: لَا يُسْنِدُهُ كَبِيْرُ اَحَدٍ غَيْرُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ وَّاِنَّمَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّقَدْ رَوَاهُ حِبَّانُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَنَزِيُّ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: چار آدمی بہترین ساتھی ہوتے ہیں چار سو آدمیوں کی جنگی مہم سب سے بہتر ہوتی ہے چار ہزار لوگوں کا لشکر سب سے بہتر ہوتا ہے اور بارہ ہزار لوگ کم ہونے کی وجہ سے

1476- اخرجه ابوداؤد (42/2) كتاب الجهاد، باب: فيما يستحب من الجيوش- حديث (2611) وابن خزيمة (140/4) كتاب المناسك، باب: استحباب مصاحبة الاربعة في السفر، حديث (2538) والدارمي (215/2) كتاب السير: باب في خير الاصحاب والسرايا والجيوش، وعبد بن حميد ص (218) حديث (652) واحمد (294/1) من طريق الزهري، عن عبيد الله بن عبد الله عن ابن عباس به۔

مغلوب نہیں ہو سکتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

جریر بن حازم کے علاوہ اور کسی نے اس کی سند بیان نہیں کی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر منقول ہے۔

اس روایت کو حبان بن علی نے عقیل کے حوالے سے' زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' عبید اللہ کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

لیث بن سعد نے اسے عقیل کے حوالے سے' زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

اسلامی لشکروں کا مسئلہ

لفظ: "سرایا" سریۃ کی جمع ہے' جس کا معنی ہے چھوٹا لشکر۔ بڑے لشکر کو جیش کہا جاتا ہے' جس کی جمع جیوش آتی ہے۔ اہل سیر کی اصلاح میں جس جہاد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود شرکت فرمائی ہو' اسے غزوہ کہا جاتا ہے' جس کی جمع غزوات ہے۔ جس جہاد میں آپ نے شرکت نہ فرمائی ہو' اسے سریہ کہا جاتا ہے' جس کی جمع "سرایا" ہے۔

حدیث باب میں چار آدمیوں کو بہترین دوست چار سو افراد کو بہترین اور چار ہزار افراد کو بہترین لشکر قرار دیا جبکہ بارہ ہزار افراد پر مشتمل لشکر کو مغلوب نہ ہونے والا قرار دیا۔ یاد رہے آپ نے یہ تمام امور اپنے حالات و ماحول کے لحاظ سے بیان فرمائے۔ عصر حاضر میں ان کی تعداد میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

بَاب مَنْ يُعْطَى الْفَيْءَ

باب 7: مالِ غنیمت کس کو دیا جائے؟

1477 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ

متنِ حدیث: أَنَّ نَجْدَةَ الْحَرُورِيَّ كَتَبَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِالنِّسَاءِ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَكَتَبَ إِلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ كَتَبْتَ إِلَيَّ تَسْأَلُنِي هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ

1477- اخرجه مسلم (478/6) كتاب الجهاد والسير' باب: النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم- حديث (1812/137) وابو داؤد (82/2) كتاب الجهاد: باب: في المرأة والعبد يحذيان من الغنيمة' حديث (2728) والنسائي (128/7) كتاب قسمة الفئ: باب- والدارمي (225/2) كتاب السير' باب: سهم ذي القربى' والحميدي (244/1) حديث (532) واحمد (349'248/1) عن يزيد بن هرمز عن ابن عباس به.

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِالنِّسَآءِ وَكَانَ يَغْزُو بِهِنَّ فَيُدَاوِينَ الْمَرْضٰى وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ وَاَمَّا بِسَهْمٍ فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ بِسَهْمٍ

وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّاُمِّ عَطِيَّةَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يُسْهَمُ لِلْمَرْاَةِ وَالصَّبِيِّ وَهُوَ قَوْلُ الْاَوْزَاعِيِّ قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ وَاَسْهَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصِّبْيَانِ بِخَيْبَرَ وَاَسْهَمَتْ اَئِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ لِكُلِّ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِيْ اَرْضِ الْحَرْبِ

حدیثِ دیگر: قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ وَاَسْهَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنِّسَآءِ بِخَيْبَرَ وَاَخَذَ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَهٗ

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ بِهٰذَا وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ يَقُوْلُ يُرْضَخُ لَهُنَّ بِشَيْءٍ مِّنَ الْغَنِيْمَةِ يُعْطَيْنَ شَيْئًا

◆◆ یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں: نجدہ حروری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھا جس میں ان سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ جنگ میں خواتین کو شامل رکھتے تھے اور کیا آپ انہیں کوئی طے شدہ حصہ بھی دیتے تھے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے جواب میں لکھا: تم نے مجھے خط لکھا جس میں مجھ سے سوال کیا کہ نبی اکرم ﷺ خواتین کو جنگ میں شامل رکھتے تھے' تو آپ ﷺ خواتین کو جنگ میں لے جایا کرتے تھے وہ بیماریوں (یعنی زخمیوں) کی تیمارداری کرتی تھیں اور انہیں مالِ غنیمت سے کچھ دے دیا جاتا تھا' تاہم نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے کوئی باقاعدہ حصہ مقرر نہیں کیا۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ' سیّدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: خاتون اور بچے کو بھی طے شدہ حصہ دیا جائے گا۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں' امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خیبر میں بچوں کو حصہ دیا تھا اور مسلمان حکمرانوں نے بھی ہر پیدا ہونے والے بچے کو حصہ دیا ہے' جو دشمن کی سرزمین پر پیدا ہوا ہو۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خیبر میں خواتین کو بھی حصہ دیا تھا اور مسلمانوں نے اس کے بعد اس عمل کو اختیار کیا ہے۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے الفاظ "يُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ" کا مطلب یہ ہے: انہیں مالِ غنیمت میں سے بطور انعام کچھ دیا جائے گا۔

شرح

مالِ غنیمت کے حقدار لوگ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا غزوات میں شامل خواتین کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا جاتا تھا یا نہیں؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ خواتین کو باقاعدہ حصہ نہیں دیا جاتا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جتنا پسند فرماتے انہیں نواز دیتے تھے۔ یادر ہے کہ مالِ غنیمت کے اصل مستحق وہ لوگ ہیں جو غزوہ میں شامل ہوئے ہوں۔ اس کی تقسیم کاری کی نوعیت یوں ہوتی ہے کہ پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے دیئے جائیں گے۔

فائدہ نافعہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں پیش کیے گئے سوال اور آپ کی طرف سے لکھے گئے جواب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہترین اسلوب یہ ہے کہ سوال والے کاغذ پر جواب تحریر کیا جائے۔ اگر جواب دوسرے کاغذ پر تحریر کیا جائے تو اس پر سوالیہ عبارت بھی تحریر کی جائے ورنہ سائل تو جواب سے مستفیض ہوسکتا ہے مگر دوسرے لوگ محروم رہیں گے۔

بَاب هَلْ يُسْهَمُ لِلْعَبْدِ

باب 8: کیا غلام کو حصہ دیا جائے گا؟

1478 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى اَبِى اللَّحْمِ

متنِ حدیث: قَالَ شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِى فَكَلَّمُوْا فِىَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمُوْهُ اَنِّى مَمْلُوْكٌ قَالَ فَاَمَرَ بِىْ فَقُلِّدْتُ السَّيْفَ فَاِذَا اَنَا اَجُرُّهُ فَاَمَرَ لِىْ بِشَىْءٍ مِّنْ خُرْثِىِّ الْمَتَاعِ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِ رُقْيَةً كُنْتُ اَرْقِى بِهَا الْمَجَانِيْنَ فَاَمَرَنِىْ بِطَرْحِ بَعْضِهَا وَحَبْسِ بَعْضِهَا

فى الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يُسْهَمُ لِلْمَمْلُوْكِ وَلٰكِنْ يُّرْضَخُ لَهٗ بِشَىْءٍ وَّهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِىِّ وَالشَّافِعِىِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ عمیر جو ابولحم کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے آقا کے ہمراہ غزوہ خیبر میں شریک ہوا لوگوں نے میرے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بات کی لوگوں نے اس بارے میں آپ کو بتایا کہ میں غلام ہوں، راوی بیان کرتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے سامان میں سے کوئی چیز مجھے عطا کرنے کی ہدایت کی پھر میں نے آپ کو ایک دم پڑھ کے سنایا جس کے ذریعے میں پاگلوں کا دم کیا کرتا تھا تو آپ نے اس کا کچھ حصہ مجھے استعمال کرنے کی ہدایت کی اور کچھ کو ترک کرنے کی ہدایت کی۔

1478- اخرجه ابوداؤد (82/2) كتاب الجهاد، باب: فى المرأة والعبد يحذيان من الغنيمة، حديث (2730) وابن ماجه (952/2) كتاب الجهاد، باب: العبيد والنساء يشهدون مع المسلمين، حديث (2855) والدارمى (226/2) كتاب السير، باب: فى سهام العبيد والصبيان، واحمد (223/5) عن محمد بن زيد بن المهاجر عن عمير مولى ابى اللحم۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث منقول ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی غلام کو حصہ دیا جائے گا تاہم اسے انعام کے طور پر کچھ دیا جائے گا۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

مالِ غنیمت سے غلام کو حصہ دینے کا مسئلہ

جب کوئی غلام جہاد میں شامل ہو' تو کیا اسے بھی مالِ غنیمت سے حصہ ملے گا یا محروم رہے گا؟ اس بارے میں تمام آئمہ فقہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جہاد میں شامل ہونے والا غلام محروم رہے گا' کیونکہ اس کا ذاتی مال نہیں ہوتا' اگر بالفرض اسے حصہ دیا جائے تو وہ اس کے پاس نہیں رہے گا بلکہ آقا کے پاس چلا جائے گا۔ آقا اگر جہاد میں شریک ہوگا' تو اسے حصہ ملے گا ورنہ نہیں۔ تاہم امام وقت اپنی صوابدید کے مطابق کوئی چیز بطور انعام دینے کا مجاز ہوگا۔
فائدہ: عورتوں اور غلاموں کی طرح چھوٹے بچوں کو بھی مالِ غنیمت سے باقاعدہ حصہ نہیں ملے گا۔ تاہم امام وقت مالِ غنیمت سے بطور انعام انہیں کوئی چیز دے سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اَهْلِ الذِّمَّةِ يَغْزُوْنَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ هَلْ يُسْهَمُ لَهُمْ

باب 9: اہلِ ذمہ اگر مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کرتے ہیں تو کیا انہیں کوئی حصہ دیا جائے گا؟

1479 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نِيَارٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ
متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى بَدْرٍ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِحَرَّةِ الْوَبَرَةِ لَحِقَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَذْكُرُ مِنْهُ جُرْاَةً وَّنَجْدَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَسْتَ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ لَا قَالَ ارْجِعْ فَلَنْ اَسْتَعِيْنَ بِمُشْرِكٍ
حکمِ حدیث: وَفِي الْحَدِيْثِ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا لَا يُسْهَمُ لِاَهْلِ الذِّمَّةِ وَاِنْ قَاتَلُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ الْعَدُوَّ

1479- اخرجه مسلم (488/6) كتاب الجهاد' باب: كراهة الاستعانة في الغزو بكافر' حديث (1817/50) وابو داؤد (83/2) كتاب الجهاد' باب: في المشرك يسهم له؟ حديث (2732) وابن ماجه (945/2) كتاب الجهاد' باب: الاستعانة بالمشرك' حديث (2832) والدارمي (233/2) كتاب السير' باب: انا لا نستعين بالمشرك' واحمد (67/6) من طريق عروة بن الزبير' عن عائشة به.

مذاہب فقہاء: وَرَاَى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُسْهَمَ لَهُمْ اِذَا شَهِدُوا الْقِتَالَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ بدر تشریف لے گئے جب آپ حرۃ الوبر کے مقام پر پہنچے تو ایک مشرک آپ سے ملا اس کی جرأت اور بہادری کا تذکرہ کیا گیا' تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا: تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو اس نے جواب دیا: نہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم واپس چلے جاؤ کیونکہ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیں گے۔

اس حدیث کے بارے میں اس سے زیادہ کلام کیا جاسکتا ہے۔ ویسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اہلِ ذمہ کو کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا جبکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک ان لوگوں کو حصہ دیا جائے گا۔ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے ہیں۔

1480 متنِ حدیث: وَيُرْوٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْهَمَ لِقَوْمٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ قَاتَلُوْا مَعَهٗ

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَزْرَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا

زہری سے یہ روایت نقل کی گئی ہے: نبی اکرم ﷺ نے یہود سے تعلق رکھنے والے ایک گروہ کو حصہ دیا تھا جنہوں نے آپ کے ساتھ جنگ میں شرکت کی تھی۔

1481 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ خَيْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا مَعَ الَّذِيْنَ افْتَتَحُوْهَا

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ مَنْ لَحِقَ بِالْمُسْلِمِيْنَ قَبْلَ اَنْ يُسْهَمَ لِلْخَيْلِ اُسْهِمَ لَهٗ

توضیح راوی: وَبُرَيْدٌ يُكْنٰى اَبَا بُرَيْدَةَ وَهُوَ ثِقَةٌ وَّرَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُمَا

◆◆ حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں: میں اشعر قبیلے کے کچھ افراد کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں خیبر میں حاضر ہوا تو آپ نے ہمیں بھی ان لوگوں کے ساتھ حصہ دیا جو خیبر کی فتح میں شریک تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

1481- اخرجه البخاری (557/7) کتاب المغازی' باب: غزوة خيبر' حديث (4233) وابو داؤد (81/2) کتاب الجهاد' باب: فيمن جاء بعد الغنيمة لا سهم له حديث (2725)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے مسلمانوں کے ساتھ جو شخص آ کر مل جاتا ہے اسے بھی حصہ دیا جائیگا۔

شرح

اہل ذمہ کو جہاد میں شامل کرنے اور مالِ غنیمت سے حصہ دینے میں مذاہب آئمہ

اہل ذمہ سے مراد وہ غیر مسلم لوگ ہیں جنہیں اسلامی حکومت نے اپنی سلطنت شہریت دی ہو۔ جان و مال اور ناموس کا تحفظ دے کر ان پر جزیہ نافذ کر دیا ہو۔ سوال یہ ہے کہ ذمی لوگوں کو جہاد میں شامل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ برتقدیر اول انہیں مالِ غنیمت سے حصہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ بعض فقہاء کا مؤقف ہے کہ اہل ذمہ کو جہاد میں شریک کرنا جائز ہے اور انہیں مالِ غنیمت سے حصہ دینا بھی جائز ہے۔ انہوں نے حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مرسل روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں ایک یہودی کو شامل کیا اور اسے مالِ غنیمت سے حصہ بھی عنایت فرمایا تھا۔ (مراسیل ابی داؤد)

۲۔ جمہور فقہاء کے نزدیک اہل ذمہ کو نہ جہاد میں شامل کر سکتے ہیں اور نہ انہیں مالِ غنیمت سے حصہ دے سکتے ہیں۔ انہوں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے جو تفصیلی روایت یوں بیان کی گئی ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر جب اسلامی لشکر مدینہ منورہ سے نکل کر مقام حرۃ الوبرہ پر پہنچا تو ایک کافر جس کی شجاعت و بہادری مشہور تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور جہاد میں شامل ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا، جس پر آپ نے اس کی شمولیت سے انکار کر دیا۔ وہی شخص دوبارہ مقام "شجرہ" پر ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شریک ہونے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے دریافت فرمایا: کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا تو جہاد میں شریک نہیں ہو سکتا۔ تیسری بار اس نے مقام "بیدار" پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور جہاد میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے پہلے سوال کا اعادہ کیا تو اس نے بھی پہلے والا جواب دیا تو آپ نے اسے تیسری بار بھی جہاد میں شامل کرنے سے انکار کر دیا۔ (الصحیح للمسلم حدیث نمبر ۱۸۱۷) حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کا اختصار نقل کیا ہے۔ بہرحال اس روایت میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کو جہاد میں شامل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال درست نہیں ہے، جس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کو جہاد میں اس لیے شامل نہ کیا کہ اس کے ایمان کی قوی امید تھی جس طرح کہ ایک کافر سردار نے آپ کی خدمت میں اپنی اونٹنی بطور ہدیہ پیش کی تو آپ نے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا: مجھے مشرکوں کے تحفے سے منع کیا گیا ہے۔" آپ کا یہ جواب سن کر وہ مسلمان ہو گیا تھا (۲) غزوہ بدر کفر و اسلام کا پہلا معرکہ تھا جس میں کسی کافر کو شامل کرنا آپ نے مناسب نہ سمجھا تا کہ وہ آئندہ کسی وقت احسان نہ جتا سکے۔

جنگ کے اختتام پر آنے والے فوجیوں کو مالِ غنیمت سے حصہ ملنے میں مذاہب آئمہ

جہاد کے اختتام پر اور مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل آنے والے فوجیوں کو مالِ غنیمت سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ انہیں بھی دوسرے مجاہدین کی طرح پورا حصہ ملے گا۔ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نفر من الاشعر بین خیبر فاسھم لنا مع الذین افتتحوھا۔ انہوں نے کہا میں اشعری قبیلہ کے چند لوگوں کے ساتھ مل کر خیبر میں (اختتام جنگ پر) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مالِ غنیمت سے مجاہدین کے برابر حصہ عنایت فرمایا تھا۔

۲- جمہور فقہاء کے نزدیک مالِ غنیمت سے انہیں حصہ نہیں ملے گا۔ (۱) انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موقوفاً روایت سے استدلال کیا ہے: الغنیمة لمن شھدالوقعة ۔ مالِ غنیمت اس شخص کے لیے ہے جو جہاد میں عملی طور پر شامل ہوا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق) (۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوعاً روایت ہے: الغنیمة لمن شھدالوقعة (الطبرانی) یعنی مالِ غنیمت اس کے لیے ہے جو جہاد میں عملی طور پر شامل ہوا ہو۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ مجاہدین کی اجازت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور انعام نوازا تھا نہ کہ بطور حصہ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِنْتِفَاعِ بِآنِيَةِ الْمُشْرِكِيْنَ

باب 10: مشرکین کے برتن استعمال کرنا

1482 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قُدُوْرِ الْمَجُوْسِ فَقَالَ اَنْقُوْهَا غَسْلًا وَّاطْبُخُوْا فِيْهَا وَنَهٰى عَنْ كُلِّ سَبُعٍ وَّذِيْ نَابٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ وَرَوَاهُ اَبُوْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ

1482- اخرجه بهذا اللفظ الترمذي' كما في تحفة الاشراف (136/9) حديث (11880) واخرجه البخاري (537/9) كتاب الذبائح والصيد' باب: انية المجوس' والميتة' حديث (5496) ومسلم (12/7) كتاب الصيد' باب: الصيد بالكلاب المعلمة' حديث (1930/18) وابو داؤد (122/2) كتاب الصيد: باب: في الصيد' حديث (2855) وابن ماجه (1069/2) كتاب الصيد' باب: صيد الكلب' حديث (3207) والدارمي (232/2) كتاب السير' باب: في الشرب في انية المشركين واحمد (195/4) من طريق ابي ادريس الخولاني عن ابي موسىٰ الاشعري به.

اَبِیْ ثَعْلَبَةَ وَاَبُوْ قِلَابَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ اِنَّمَا رَوَاهُ عَنْ اَبِیْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ

◄◄ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے مجوسیوں کی ہانڈیوں کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ نے ارشاد فرمایا: انہیں دھو کر اچھی طرح صاف کرلو اور پھر ان میں پکالو! ویسے نبی اکرم ﷺ نے ہر نوکیلے دانتوں والے درندے (کا گوشت کھانے) سے منع کیا ہے۔

یہی روایت دیگر سند کے ہمراہ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

ابوادریس خولانی نے اسے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ابوقلابہ نے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے کسی حدیث کا سماع نہیں کیا انہوں نے اس روایت کو ابواسماء کے حوالے سے' حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

1483 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ قَال سَمِعْتُ رَبِيْعَةَ بْنَ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيَّ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَال سَمِعْتُ اَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا بِاَرْضِ قَوْمٍ اَهْلِ كِتَابٍ نَاْكُلُ فِیْ اٰنِيَتِهِمْ قَالَ اِنْ وَّجَدْتُّمْ غَيْرَ اٰنِيَتِهِمْ فَلَا تَاْكُلُوْا فِيْهَا فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاغْسِلُوْهَا وَكُلُوْا فِيْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄◄ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اہلِ کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں اور ان کے برتنوں میں کھالیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں اس کے علاوہ اگر برتن مل جائیں تو تم ان میں نہ کھاؤ لیکن اگر نہیں ملتے تو تم ان برتنوں کو دھو کر ان میں کھالو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1484 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيْسَى الْبَغْدَادِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ وَقَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِیْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا بِاَرْضِ اَهْلِ كِتَابٍ فَنَطْبُخُ فِیْ قُدُوْرِهِمْ وَنَشْرَبُ فِیْ اٰنِيَتِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ لَّمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَارْحَضُوْهَا بِالْمَآءِ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا بِاَرْضِ صَيْدٍ فَكَيْفَ نَصْنَعُ قَالَ اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُكَلَّبَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَقَتَلَ فَكُلْ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ مُكَلَّبٍ فَذُكِّيَ فَكُلْ وَاِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَقَتَلَ فَكُلْ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم لوگ اہلِ کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں' ان کی ہنڈیا میں پکالیتے ہیں' ان کے برتنوں میں پی لیتے ہیں (اس کا حکم کیا ہے؟) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں ان کے علاوہ برتن نہیں ملتے تو تم ان (کے برتنوں) کو پانی کے ذریعے دھو کر (استعمال کرلو)۔ پھر حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول

اللہ! ہم ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں شکار کر کے جانور حاصل کیا جاتا ہے' تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے تربیت یافتہ کتے کو بھیجتے ہوئے بسم اللہ پڑھ لو اور پھر وہ کتا اُس شکار کو مار دے' تو تم اُسے کھا لو' لیکن اگر تمہارا بھیجا ہوا کتا تربیت یافتہ نہ ہو' تو تم شکار کو پہلے ذبح کرو' پھر اُسے کھانا اور جب تم اپنا تیر پھینکتے ہوئے اُس پر اللہ کا نام لے لو اور اُس تیر کی وجہ سے شکار مر جائے تو تم اُسے کھا لو۔

شرح

مشرکوں کے برتنوں کو استعمال کرنے کا مسئلہ

جب مسلمانوں کے پاس متبادل برتن موجود نہ ہوں' تو مشرکین کے برتن پانی وغیرہ سے صاف کر کے استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار کے برتنوں کا حکم یکساں ہے۔ یاد رہے عصر حاضر کے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) بھی کفار کے زمرے میں آتے ہیں' کیونکہ مشرکین کی طرح یہ بھی تین خداؤں کے قائل ہیں۔ نوکیلے دانتوں والے درندوں کے گوشت کی حرمت کے حوالے سے تفصیل ''ابواب الصید'' کے ضمن میں گزر چکی ہے' لہٰذا وہاں سے مطالعہ کیا جائے۔

بَابُ فِي النَّفَلِ

باب 11: نفل کا بیان

1485 حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ مُوسٰى عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ اَبِي سَلَّامٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ فِي الْبَدْاَةِ الرُّبُعَ وَفِي الْقُفُولِ الثُّلُثَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّحَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَمَعْنِ بْنِ يَزِيْدَ وَابْنِ عُمَرَ وَسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَحَدِيْثُ عُبَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِي سَلَّامٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ابتدا میں چوتھائی مال غنیمت تقسیم کر دیتے تھے اور واپسی پر باقی تین حصے تقسیم کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ' حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1485- اخرجه ابن ماجه (951/2) كتاب الجهاد' باب: النفل' حديث (2852) واحمد (319/5'322) والدارمي (228/2) كتاب السير' باب: في ان ينفل في البداة الربع وفي الرجعة' عن ابي سلام' عن ابي امامة عن عبادة بن الصامت.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔
یہی حدیث ابوسلام نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے ایک فرد کے حوالے سے بھی نقل کی ہے۔

1486 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَفَّلَ سَيْفَهُ ذَا الْفَقَارِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّهُوَ الَّذِیْ رَاٰی فِيْهِ الرُّؤْيَا يَوْمَ اُحُدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِی الزِّنَادِ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِی النَّفَلِ مِنَ الْخُمُسِ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ لَّمْ يَبْلُغْنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ فِیْ مَغَازِيهِ كُلِّهَا وَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّهُ نَفَّلَ فِیْ بَعْضِهَا وَاِنَّمَا ذٰلِكَ عَلٰی وَجْهِ الْاِجْتِهَادِ مِنَ الْاِمَامِ فِیْ اَوَّلِ الْمَغْنَمِ وَاٰخِرِهِ قَالَ اِسْحَاقُ ابْنُ مَنْصُوْرٍ قُلْتُ لِاَحْمَدَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ اِذَا فَصَلَ بِالرُّبُعِ بَعْدَ الْخُمُسِ وَاِذَا قَفَلَ بِالثُّلُثِ بَعْدَ الْخُمُسِ فَقَالَ يُخْرِجُ الْخُمُسَ ثُمَّ يُنَفِّلُ مِمَّا بَقِیَ وَلَا يُجَاوِزُ هٰذَا

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَهٰذَا الْحَدِيْثُ عَلٰی مَا قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ النَّفَلُ مِنَ الْخُمُسِ قَالَ اِسْحٰقُ هُوَ كَمَا قَالَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی تلوار ذوالفقار غزوہ بدر کے دن مالِ غنیمت سے لی تھی اور یہ وہی تلوار ہے جسے آپ نے غزوہ احد کے دن خواب میں دیکھا تھا۔
امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔
ہم اس روایت کو صرف ابن ابی زناد سے نقل ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔
مالِ غنیمت میں سے نفل ادائیگی کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔
امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے ایسی کوئی روایت نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے تمام غزوات میں نفل کے طور پر کچھ عطا کیا ہوتا ہم مجھے یہ روایت پتہ چلی ہے: نبی اکرم ﷺ نے بعض غزوات میں نفل کے طور پر ادائیگی کی تھی۔

یہ صورت حال حاکم وقت کے اجتہاد پر محمول ہوگی خواہ یہ مالِ غنیمت کی تقسیم کے آغاز میں ہو یا اس کے آخر میں ہو۔
ابن منصور بیان کرتے ہیں: میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ نے نفلی طور پر کوئی ادائیگی کی تھی جب آپ نے خمس کے بعد چوتھے حصے کو تقسیم کیا تھا یا جب آپ نے واپس تشریف لانے کے بعد خمس کے بعد تین حصوں کو تقسیم کیا تھا تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے خمس کو باہر نکال دیا تھا پھر جو باقی بچ گیا تھا اس میں سے نفلی طور پر ادائیگی کی تھی۔ آپ نے اس

سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔

یہ حدیث اس کے مطابق ہے' جو ابن مسیب نے بیان کیا ہے: نفل خمس میں سے ادا کیا جائے گا۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات بیان کی ہے۔

شرح

مالِ غنیمت سے انعام دینے کا مسئلہ

لفظ: "نفل" مفرد ہے اور اس کی جمع انفال ہے۔ نفلی نماز پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے' کیونکہ یہ بھی فرائض سے زائد نماز ہوتی ہے۔ یہاں نفل سے مراد "مالِ غنیمت" ہے جو پہلی امتوں پر حرام اور امت محمدی پر بطور عطیہ حلال ہے۔ مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل جو چیز کسی فوجی وغیرہ کو اہم کردار یا کارنامہ انجام دینے پر بطور انعام دی جائے' اسے بھی نفل کہا جاتا ہے۔ یہاں یہی معنی مراد ہے۔

بعض اوقات امیر وقت پر مالِ غنیمت سے انعام دینا ضروری ہو جاتا ہے مثلاً کوئی غلام جہاد میں فوجیوں کی معاونت کرتا رہا ہو' جہاد میں شامل ہونے والی خواتین جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی رہی ہوں یا وہ غیر مسلم لوگ جو اسلامی لشکر کے لیے راستہ کی رہنمائی کرتے رہے ہوں یا دشمن کی مخبری کا کردار ادا کرتے رہے ہوں اور یا اسلامی لشکر میں سے کسی فوجی نے شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے اہم کارنامہ انجام دیا ہو' کو انعام وعطیہ سے نوازنا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں شامل ہوتے تو مالِ غنیمت سے دو حصے وصول فرماتے تھے۔ ایک حصہ رسول خدا ہونے کی حیثیت سے جو آپ کی خصوصیت تھی اور دوسرا حصہ فوجی ہونے کے طور پر۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق کوئی سربراہ مملکت یا امیر عصر جہاد میں شامل ہوگا' تو وہ مالِ غنیمت سے دو حصے نہیں بلکہ ایک حصہ لے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ہے وہ دو حصے لے گا اور انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ بدر کے موقع پر مشہور کافر منبہ بن الحجاج کو قتل کیا تھا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلوار ذوالفقار مالِ غنیمت سے بطور مجاہد نہیں بلکہ رسول خدا ہونے کی حیثیت سے لی تھی۔ (فتاویٰ شامی جلد ۳ ص ۲۶۰) اسی طرح آپ نے غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بطور رسول خدا لی تھی۔ لفظ: "ذوالفقار" فقرہ کی جمع ہے' جس کا معنی ہے۔ پشت کے مہرے۔ چونکہ اس تلوار کی پشت پر لکیریں تھیں جس کے سبب اسے "ذوالفقار" کہا جاتا تھا۔ تاحیات یہ تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی۔ آپ کے وصال کے بعد یہ تلوار آپ کے تبرکات میں شامل کی گئی۔ خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات تقسیم فرمائے تو "ذوالفقار" تلوار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمائی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ

باب 12: جو شخص کسی مقتول کو قتل کرے اس کا سامان اس شخص کو ملے

1487 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِیْرِ بْنِ اَفْلَحَ عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ مَوْلٰی اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا لَهٗ عَلَیْهِ بَیِّنَةٌ فَلَهٗ سَلَبُهٗ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ وَّخَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ وَاَنَسٍ وَّسَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ

حکمِ حدیث: وَّهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ مُحَمَّدٍ هُوَ نَافِعٌ مَوْلٰی اَبِیْ قَتَادَةَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ الْاَوْزَاعِیِّ وَالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لِلْاِمَامِ اَنْ یُّخْرِجَ مِنَ السَّلَبِ الْخُمُسَ وَقَالَ الثَّوْرِیُّ النَّفَلُ اَنْ یَّقُوْلَ الْاِمَامُ مَنْ اَصَابَ شَیْئًا فَهُوَ لَهٗ وَمَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ فَهُوَ جَائِزٌ وَّلَیْسَ فِیْهِ الْخُمُسُ وَقَالَ اِسْحٰقُ السَّلَبُ لِلْقَاتِلِ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ شَیْئًا كَثِیْرًا فَرَاَی الْاِمَامُ اَنْ یُّخْرِجَ مِنْهُ الْخُمُسَ

آثارِ صحابہ: كَمَا فَعَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

◆◆ حضرت ابوقتادہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی مقتول کو قتل کر دے اور اس پر ثبوت پیش کر دے تو اس مقتول کا سامان اسے ملے گا۔

اس حدیث میں پورا واقعہ منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1487-اخرجه البخاری (284/6) كتاب فرض الخمس، باب: من لم یخمس الاسلاب، حديث (3142) ومسلم (317/6، الابی) كتاب الجهاد والسير، باب: استحقاق القاتل سلب القتيل، حديث (1751/41) وابو داؤد (78،77/2) كتاب الجهاد، باب: فی السلب يعطى القاتل، حديث (1717) وابن ماجه (946/2) كتاب الجهاد، باب: المبارزة والسلب، حديث (2837) ومالك (454/2) كتاب الجهاد، باب: ما جاء فی السلب فی النفل، والحميدی (204/1) حديث (243) واحمد (306،296،295/5) عن ابی محمد مولی ابی قتادة عن ابی قتادة۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
ابو محمد نامی راوی نافع ہیں جو ابو قتادہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔
امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔
بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: امام کو یہ حق حاصل ہے: اس چھینے ہوئے مال میں سے خمس نکالے۔
سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نفل یہ ہے: امام یہ کہے: جس شخص کو جو چیز ملے گی وہ اس کی ہوگی اور جو شخص کسی کو قتل کردے گا' تو اس مقتول کا سامان اسے ملے گا ایسا کرنا جائز ہے اس میں خمس نہیں ہوگا۔
امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ ساز و سامان قتل کرنے والے کو ملے گا۔ البتہ اگر وہ چیز زیادہ ہو' اور امام یہ سمجھے تو اس میں سے پانچواں حصہ نکال سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا۔

شرح

مقتول کے سلب کے حوالے سے مذاہب

کیا حدیث باب میں تشریعی حکم بیان کیا گیا ہے یا وقتی اصول و اعلان ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حدیث باب میں ہمیشہ کے لیے یہ تشریعی حکم بیان کیا گیا ہے جو کسی کو قتل کرے گا' تو مقتول کا ساز و سامان یعنی کپڑے' ہتھیار اور زرہ وغیرہ سب کچھ قاتل کو ملے گا۔ مقتول کا ساز و سامان مالِ غنیمت میں شامل کر کے فوجیوں میں تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے' جس میں صراحت ہے کہ مقتول کے ساز و سامان کا حقدار قاتل ہوگا۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدیث باب میں کوئی مستقل تشریعی حکم بیان نہیں کیا گیا بلکہ امام کی جانب سے ایک وقتی اعلان ہے۔ اس لیے واجب نہیں ہے کہ ہمیشہ مقتول کا سلب قاتل کو دیا جائے۔ اس بارے میں مستقل قانون تو یہ ہے کہ مقتول کے سلب کو بھی مالِ غنیمت میں شامل کر کے تمام مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کیا جائے گا۔ ہاں وقتی طور پر امام وقت کسی مقتول کا سلب اس کے قاتل کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: واعلموا انما غنمتم من شی فان للہ خمسہ ۔ اس آیت میں لفظ: ''ما'' کلمہ عام ہے' اس لیے سلب بھی اس میں شامل ہے۔ خبر واحد سے کتاب اللہ کے عام کو خاص یا مقید نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح دونوں امور اپنے اپنے محل میں رہیں گے اور ان پر عمل کیا جائے گا۔ دوسری دلیل یہ تاریخی حقیقت ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر مقتول کا سلب قاتل کو نہیں دیا گیا تھا۔ مثلاً حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں بھائیوں نے مشہور دشمن اسلام ابوجہل کو واصل جہنم کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس کا سلب قاتلوں کو نہیں دیا تھا بلکہ کپڑے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیے اور تلوار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کی جبکہ حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی چیز نہیں دی۔

سلب مقتول کے وقت اعلان میں مذاہب آئمہ

امام سلب مقتول کا اعلان کب کرے گا؟ آغاز جہاد کے وقت یا اختتام جہاد کے وقت یا مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ امام سلب مقتول کا اعلان جب چاہے کر سکتا ہے، خواہ آغاز جہاد کے وقت یا وسط جہاد یا اختتام جہاد یا مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام سلب مقتول کا اعلان اختتام جہاد کے وقت یا مالِ غنیمت تقسیم کرتے وقت کر سکتا ہے لیکن آغاز جہاد کے وقت نہیں کر سکتا۔ آغاز جہاد کے وقت اعلان کرنے کی صورت میں مجاہدین لالچ میں آ کر جہاد میں شامل ہوں جبکہ اس کا اصل اور کلیدی مقصد اعلاء کلمۃ الحق ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی عقلی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ مجاہدین لالچ میں آ کر جہاد میں شامل نہیں ہو سکتے، کیونکہ کوئی باشعور یا صاحب عقل محض دنیوی مال کے لالچ کی بناء پر اپنی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔

ایک اہم مسئلہ: مقتول کے سلب سے خمس لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام اسحاق رحمہما اللہ کا مؤقف ہے کہ اگر سلب مال کثیر کی حیثیت رکھتا ہو، تو امام اس سے اپنی صوابدید کے مطابق خمس لے سکتا ہے ورنہ سلب سے خمس لینا درست نہیں ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک سلب سے بہرصورت خمس لیا جائے گا۔ انہوں نے حضرت عوف اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب سے خمس وصول نہیں کیا تھا۔

بَابُ فِيْ كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ

باب 13: مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے اسے فروخت کرنا مکروہ ہے

1488 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ جَهْضَمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شِرَاءِ الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ

1488- اخرجه ابن ماجه (740/2) كتاب التجارات، باب: النهى عن شراء ما فى بطون الانعام وضروعها وضربة الغائص، حديث (2196) واحمد (42/3) قالا حدثنا جهضم بن عبد الله اليمانى، عن محمد بن ابراهيم الباهلى، عن محمد بن زيد العبدى، عن شهر بن حوشب عن ابى سعيد الخدرى به.

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَهٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

تقسیم سے قبل مالِ غنیمت فروخت کرنے کی ممانعت

اختتامِ جہاد پر مالِ غنیمت تقسیم ہو جانے پر فوجی جس طرح چاہے اپنے حصہ میں تصرف کر سکتا ہے لیکن تقسیم سے قبل اپنے حصہ کو فروخت نہیں کر سکتا کیونکہ واضح نہیں ہے کہ تقسیم کے وقت اسے کیا چیز ملے گی۔ فروخت کی صورت میں مجہول چیز کی بیع ہوگی جبکہ مجہول چیز کی بیع منع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ وَطْءِ الْحَبَالٰی مِنَ السَّبَایَا

باب 14: حاملہ قیدی عورتوں کے ساتھ صحبت کرنا حرام ہے

1489 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَی النَّیْسَابُوْرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمِ النَّبِیْلُ عَنْ وَهْبِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ اُمُّ حَبِیْبَةَ بِنْتُ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ اَنَّ اَبَاهَا اَخْبَرَهَا

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ تُوطَاَ السَّبَایَا حَتّٰی یَضَعْنَ مَا فِیْ بُطُوْنِهِنَّ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنْ رُوَیْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ

حکم حدیث: وَحَدِیْثُ عِرْبَاضٍ حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ اِذَا اشْتَرَی الرَّجُلُ الْجَارِیَةَ مِنَ السَّبْیِ وَهِیَ حَامِلٌ

آثارِ صحابہ: فَقَدْ رُوِیَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهُ قَالَ لَا تُوطَاُ حَامِلٌ حَتّٰی تَضَعَ قَالَ الْاَوْزَاعِیُّ وَاَمَّا الْحَرَائِرُ فَقَدْ مَضَتِ السُّنَّةُ فِیْهِنَّ بِاَنْ اُمِرْنَ بِالْعِدَّةِ حَدَّثَنِیْ بِذٰلِكَ عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ

اُمِّ حبیبہ بنت عرباض بن ساریہ بیان کرتی ہیں: ان کے والد نے انہیں یہ بات بتائی ہے نبی اکرم ﷺ نے اس

1489- اخرجه احمد (167/4) ولم یروه غیر الترمذی من الستة کما فی تحفة الاشراف (290/7) حدیث (9893) من طریق ام حبیبة بنت العرباض بن ساریة عن العرباض بن ساریة به.

بات سے منع کیا ہے: قیدی عورتوں کے ساتھ صحبت کی جائے جب تک وہ اپنے پیٹ میں موجود بچوں کو جنم نہیں دیتی۔

اس بارے میں حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص قیدیوں میں سے کسی کنیز کو خرید لے اور وہ حاملہ ہو' تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ بات نقل کی گئی ہے انہوں نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: حاملہ عورت کے ساتھ اس وقت تک صحبت نہیں کی جاسکتی جب تک وہ بچے کو جنم نہ دے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہاں تک آزاد عورتوں کا تعلق ہے' تو ان کے بارے میں سنت کا حکم آچکا ہے: انہیں عدت بسر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ تمام باتیں علی بن خشرم نے بیان کی ہیں وہ یہ بات بیان کرتے ہیں: عیسیٰ بن یونس نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے۔

شرح

حاملہ قیدی لونڈیوں سے جماع کی ممانعت

جہاد میں کامیابی کے بعد دشمن کی وہ عورتیں جو قیدی بنائی گئی ہوں پھر وہ کنیزیں بنا کر فوجیوں میں تقسیم کردی جائیں۔ فوجی اپنی کنیز سے نکاح کے بغیر جماع کرسکتا ہے لیکن استبراءِ رحم ضروری ہے یعنی لونڈی حاملہ ہو' تو وضع حمل کے بعد خون نفاس آ کر ختم ہو جائے اور غیر حاملہ ہونے کی صورت میں کم از کم ایک حیض آنا ضروری ہے۔ یہی حکم اس کنیز کا ہے' جس کی ملک تبدیل ہو جائے یعنی ایک شخص اپنی لونڈی دوسرے شخص کو فروخت کر دیتا ہے یا بطور عطیہ پیش کر دیتا ہے' تو اس سے جماع کے لیے بھی استبراء ضروری ہے۔ کنیز سے جماع کرنے کے لیے استبراءِ رحم کی شرط اس لیے قائم کی گئی ہے کہ نسبوں میں اختلاط کی صورت پیدا نہ ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ طَعَامِ الْمُشْرِكِيْنَ

باب 15: مشرکین کے کھانے کا حکم

1490 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ اَخْبَرَنِيْ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ قَبِيْصَةَ بْنَ هُلْبٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

1490- اخرجه ابوداؤد (378/2) كتاب الأطعمة' باب: في كراهية التقذر للطعام' حديث (3784) وابن ماجه (944/2) كتاب الجهاد' باب: الاكل في قدور المشركين' حديث (2830) واحمد (226, 226/5) عن سماك بن حرب' عن قبيصة بن هلب عن هلب به.

متن حدیث: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ النَّصَارٰى فَقَالَ لَا يَتَخَلَّجَنَّ فِيْ صَدْرِكَ طَعَامٌ ضَارَعْتَ فِيْهِ النَّصْرَانِيَّةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: سَمِعْتُ مَحْمُوْدًا وَّقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ قَبِيْصَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ قَالَ مَحْمُوْدٌ وَّقَالَ وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُرِّيِّ بْنِ قَطَرِيٍّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الرُّخْصَةِ فِيْ طَعَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ

◄► قبیصہ بن ہلب اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے عیسائیوں کے کھانے کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ایسا کھانا جس میں عیسائیت کی مشابہت ہو' وہ تمہارے ذہن میں کوئی شک پیدا نہ کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

محمود بیان کرتے ہیں: اس روایت کو عبید اللہ نے اسرائیل کے حوالے سے' سماک کے حوالے سے قبیصہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

محمود بیان کرتے ہیں: وہب بن جریر نے شعبہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی اہلِ کتاب کے کھانے کی انہوں نے اجازت دی ہے۔

شرح

اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم

حدیث باب اور عنوان کے درمیان مطابقت نہیں ہے' کیونکہ عنوان سے مشرکین کے کھانے (طعام) کا حکم معلوم ہوتا ہے' جبکہ حدیث میں اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اگر مشرکین سے مراد اہل کتاب اور طعام سے ذبیحہ مراد لیا جائے تو عنوان اور حدیث باب کے مابین مطابقت کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہاں یہی مفہوم مراد ہے' کیونکہ سورہ مائدہ کی آیت ۵ میں لفظ طعام "ذبیحہ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

مشرکین کا ذبیحہ اور شکار حرام ہیں خواہ انہوں نے بسم اللہ پڑھی یا نہ پڑھی ہو۔ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اگر بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کریں تو حلال ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم (المائدہ: ۵) "آج کے دن سے تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دی جاتی ہیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے"۔ اگر اہل کتاب بسم اللہ پڑھے بغیر جانور ذبح کریں تو وہ حرام ہے'

جس طرح مسلمان عمداً تسمیہ چھوڑ کر جانور ذبح کرے تو وہ حرام ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے: ان المسلم و الکتابی فی ترک التسمیة سواء (ہدایہ ج ۲ ص ۳۴۷) بیشک مسلمان اور کتابی دونوں کا ترک تسمیہ کا حکم برابر ہے۔

فائدہ نافعہ: اہل کتاب بسم اللہ پڑھ کر اور اسلامی طریقہ کے مطابق جانور ذبح کریں تو ان کا ذبیحہ حلال ہوگا۔ اگر یہود و نصاریٰ مردم شماری کے مطابق اپنے آپ کو اہل کتاب ظاہر کریں جبکہ ان کا اس مذہب پر یقین نہ ہو تو ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا اور اسی طرح وہ حلقوم کی چار رگوں میں سے تین رگیں نہ کاٹیں تو وہ ذبیحہ بھی حلال نہیں ہوگا۔ عصر حاضر کے اکثر اہل کتاب تین (اللہ، حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ) خداؤں کے قائل ہیں جو شرک ہے اور مشرک کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ان کا ذبیحہ حرام تصور کیا جائے اور مسلمان اسے ہرگز نہ کھائیں۔

سوال: مدینہ طیبہ کے قرب و جوار کے اہل کتاب جانور ذبح کر کے ان کا گوشت مدینہ منورہ میں لاتے تھے۔ اس گوشت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے بسم اللہ پڑھ کر گوشت کھانے کی اجازت دی۔ (سنن ابی داؤد جلد ثانی ص ۳۹۱) اس سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا ذبح مشکوک نہیں ہے، بلکہ حلال ہے اور حلال چیز کا کھانا جائز ہے؟

جواب: مدینہ منورہ کے قرب و جوار کے باشندے جو گوشت لاتے تھے وہ اہل کتاب نہیں تھے بلکہ مسلمان تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لیے دریافت کیا تھا کہ دیہاتی لوگ عموماً جاہل اور غیر تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت وہ بسم اللہ پڑھتے ہیں یا نہیں پڑھتے تو ہمارے لیے ان کا گوشت کھانے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر گوشت کھانے کی اجازت دے دی کیونکہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں اگر مسلمان ذبح کے وقت تسمیہ پڑھنا بھول جائے تب بھی ذبیح حلال ہوگا۔

غیر مسلموں کے تیار کردہ کھانوں کا مسئلہ

حدیث باب کو اگر کھانے پر محمول کیا جائے تو مسئلہ کی صورت یہ ہوگی کہ گوشت کے علاوہ غیر مسلموں کا تیار کردہ کھانا مثلاً روٹی کے ساتھ سبزی، دال اور چنے وغیرہ ہوں، تو یہ سب غیر مسلموں کو شامل ہوگا خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب یعنی سیدوؤں، مجوسیوں اور سکھوں وغیرہ نے کوئی کھانا تیار کیا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ کوئی حرمت کی وجہ موجود نہ ہو۔ اگر کھانے میں گوشت شامل ہو تو صرف اہل کتاب کا تیار کردہ کھانا جائز ہوگا، کیونکہ قرآن کریم نے ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے اور اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے ذبیحہ کو حلال فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں دور رسالت میں ان کا ذبح شرعی طریقہ کے مطابق تھا۔ وہ اللہ کے نام پر ذبح کرتے اور حلقوم کی چار یا تین رگیں کاٹتے تھے۔ جہاں تک دوسرے کفار کے گوشت کا تعلق ہے وہ حرام ہے، خواہ وہ ہندو ہوں یا مجوسی یا کوئی اور غیر مسلم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں اور حلقوم کی تمام رگیں نہیں کاٹتے۔

سوال: تمام کافر لوگ کفر کے سبب یکساں ہیں خواہ ہندو ہوں یا نصرانی یا یہودی یا مجوسی وغیرہ کیونکہ قاعدہ یہ ہے: الکفر ملة واحدة یعنی سب کافر ایک ملت کی حیثیت رکھتے ہیں تو پھر اہل کتاب کا ذبیحہ حلال اور دوسرے کفار کا ذبیحہ حرام کیوں ہے؟

جواب: اہل کتاب کا طریقہ ذبح شرعی طریقے کے مطابق ہے یعنی دور رسالت میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اور حلقوم کی چار یا تین

رگیں کاٹ کر ذبح کرتے تھے لیکن دیگر کفار کا طریقہ ذبح اسلامی طریقہ کے خلاف تھا جو جانور ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیتے اور حلقوم کی چار رگیں بھی نہیں کاٹتے تھے۔ اس بنا پر اہل کتاب اور دوسرے کفار کے ذبیحہ کا حکم مختلف ہے۔

بَابُ فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّفْرِيْقِ بَيْنَ السَّبْيِ

باب 16: قیدیوں کے درمیان تفریق کرنا حرام ہے

1491 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ الشَّيْبَانِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ حُيَيٌّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَّوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَحِبَّتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ كَرِهُوا التَّفْرِيْقَ بَيْنَ السَّبْيِ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا وَبَيْنَ الْوَلَدِ وَالْوَالِدِ وَبَيْنَ الْاِخْوَةِ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَدْ سَمِعْتُ الْبُخَارِيَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيُّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ

◆◆ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص والدہ اور اس کے بچے کے درمیان علیحدگی کروا دے اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے محبوب لوگوں کے درمیان قیامت کے دن علیحدگی کروا دے گا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

اہلِ علم، جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ انہوں نے قیدیوں میں سے والدہ اور اس کے بچوں کے درمیان علیحدگی کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح والد اور اس کے بچوں کے درمیان اور بھائیوں کے درمیان علیحدگی کو بھی (حرام قرار دیا ہے)۔

شرح

والدین اور اولاد کے درمیان جدائی کرنے کی ممانعت

یہ مسئلہ کتاب البیوع میں بھی بیان ہو چکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے جہاد کے نتیجہ میں والدین اور اولاد قیدی بنا لیے جائیں تو ا۔

کے درمیان جدائی اور تفریق پیدا کرنا منع ہے۔ حدیث باب میں اس کی مذمت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی حرکت کرنے والے اور اس کے دوستوں کے مابین قیامت کے دن تفریق کروا دے گا۔ والدین اور اولاد میں تفریق کروانا حقوق العباد میں مداخلت ہے' جسے اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرتا جب تک مظلوم خود معاف نہ کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي قَتْلِ الْاُسَارٰى وَالْفِدَاءِ

باب 17: قیدیوں کو قتل کرنا اور فدیہ لینا

1492 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ اَبِي السَّفَرِ وَاسْمُهٗ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَمْدَانِيُّ الْكُوْفِيُّ وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ جِبْرَائِيْلَ هَبَطَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ خَيِّرْهُمْ يَعْنِيْ اَصْحَابَكَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ الْقَتْلَ اَوِ الْفِدَاءَ عَلٰى اَنْ يُّقْتَلَ مِنْهُمْ قَابِلًا مِّثْلُهُمْ قَالُوا الْفِدَاءَ وَيُقْتَلُ مِنَّا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِيْ بَرْزَةَ وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ

اختلافِ روایت: وَرَوٰى اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَرَوٰى ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ اسْمُهٗ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبریل ان کے پاس آئے اور ان سے کہا: آپ انہیں اختیار دیجئے! یعنی اس بارے میں اختیار دیجئے کہ وہ غزوۂ بدر میں قیدی ہونے والے مشرکین کو قتل کردیں یا پھر اُن سے فدیہ لیں' لیکن اگر فدیہ لیا' تو پھر اُن (مسلمانوں) میں سے بھی اُتنے ہی افراد اگلے سال (جنگ میں) مارے جائیں گے۔ تو اصحاب نے اس بات کو اختیار کیا کہ ہم اب فدیہ لے لیتے ہیں' اگرچہ (اگلے برس) ہمارے افراد قتل کردیے جائیں۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' جو ثوری سے منقول ہے اور ہم اسے صرف ابو زائدہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

ابو اسامہ نے اس روایت کو ہشام کے حوالے سے' ابن سیرین کے حوالے سے' عبیدہ کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

ابن عون نے اسے ابن سیرین کے حوالے سے' عبیدہ کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

ابوداؤد حفری نامی راوی نام عمر بن سعد ہے۔

1493 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ عَمِّهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدٰى رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِرَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَعَمُّ اَبِیْ قِلَابَةَ هُوَ اَبُو الْمُهَلَّبِ وَاسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو وَيُقَالُ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو وَاَبُوْ قِلَابَةَ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ الْجَرْمِیُّ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ لِلْاِمَامِ اَنْ يَّمُنَّ عَلٰى مَنْ شَاءَ مِنَ الْاُسَارٰى وَيَقْتُلَ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ وَيَفْدِىْ مَنْ شَاءَ وَاخْتَارَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْقَتْلَ عَلَى الْفِدَاءِ وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ بَلَغَنِیْ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مَنْسُوْخَةٌ قَوْلُهٗ تَعَالٰى (فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً) نَسَخَتْهَا (وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ) حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قُلْتُ لِاَحْمَدَ اِذَا اُسِرَ الْاَسِيْرُ يُقْتَلُ اَوْ يُفَادٰى اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ اِنْ قَدَرُوْا اَنْ يُّفَادُوْا فَلَيْسَ بِهٖ بَاْسٌ وَّاِنْ قُتِلَ فَمَا اَعْلَمُ بِهٖ بَاْسًا قَالَ اِسْحٰقُ الْاِثْخَانُ اَحَبُّ اِلَیَّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرُوْفًا فَاَطْمَعُ بِهِ الْكَثِيْرَ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک مشرک کے عوض میں دو مسلمانوں کو قید سے آزاد کروایا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوقلابہ کا چچا ابوالمہلب ہے اور ان کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو ہے ایک قول کے مطابق معاویہ بن عمرو ہے۔

ابوقلابہ کا نام عبداللہ بن زید جرمی ہے۔

اکثر اہلِ علم' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی امام کو

1493- اخرجه مسلم (9/6) كتاب النذر' باب: لا وفاء لنذر فى معصية الله' حديث (1641/8) وابو داؤد (258/2) كتاب الايمان والنذور' باب: فى النذر فيما لا يملك' حديث (3316) وابن ماجه (686/1) كتاب الكفارات' باب: النذر فى المعصية' حديث (2124) مختصراً والنسائى (19/7) كتاب الايمان والنذور' باب: النذر فيما لا يملك' والدارمى (223/2) كتاب السير' باب: فى فداء الاسارى' (236/2) كتاب السير: باب اذا احرز من اموال المسلمين' والحميدى (365/2) حديث (829) واحمد (426/4'430'432'433) عن ايوب' عن ابى قلابة' عن عمه ابى المهلب' عن عمران بن حصين به۔

یہ اختیار حاصل ہے: وہ قیدیوں میں سے جس پر چاہے احسان کرے اور جس کو چاہے اس کو قتل کروادے اور جس کا چاہے فدیہ وصول کرلے۔

بعض اہلِ علم نے فدیہ کے مقابلے میں قتل کو اختیار کیا ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پتہ چلی ہے: یہ آیت منسوخ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اس کے بعد تم احسان کرو یا فدیہ لو''۔

اس آیت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔

''تم انہیں قتل کردو جہاں بھی تم انہیں پاؤ''۔

یہ بات ھناد نے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

اسحاق بن منصور کہتے ہیں میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: جب کسی شخص کو قید کرلیا جائے تو کیا اسے قتل کیا جانا آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے یا اس کو فدیے کے طور پر آزاد کر دینا پسندیدہ ہے تو انہوں نے فرمایا: اگر وہ فدیہ ادا کر سکتے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس شخص کو قتل کر دیا جائے تو میرے علم کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خون بہانا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ بشرطیکہ وہ عام دستور کے مخالف نہ ہو۔ مجھے اس کے بارے میں زیادہ اجر و ثواب کی امید ہے۔

شرح

قیدیوں کو قتل کرنا اور ان سے فدیہ لے کر رہا کرنا

جہاد کے نتیجہ میں دشمن کے سپاہیوں کو قیدی بنالیا جائے تو ان سیاسی قیدیوں کے مسئلہ کا حل چار طریقوں سے ممکن ہوسکتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- اگر کسی سیاسی مصلحت اور حکمت عملی کے سبب کسی قیدی کو قتل کرنا مناسب ہو تو اسے قتل کیا جاسکتا ہے۔ دنیا نے اس قانون کو تسلیم کیا ہے۔

۲- اگر کسی حکمت عملی یا مصلحت کے باعث قیدی کو رہا کرنا مناسب ہو تو اسے رہا کیا جاسکتا ہے۔

۳- جنگی قیدیوں کا باہم تبادلہ کرلیا جائے یا حربی اخراجات وصول کر کے انہیں رہا کر دیا جائے۔

نوٹ: ان دونوں امور کا سورۂ محمد کی آیت ۵ میں تذکرہ موجود ہے۔ نمبر ۲ مومن اور ۳ کو فداء کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ۴- قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنا کر فوجیوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

قیدیوں کا یہ حل صرف اسلام نے پیش نہیں کیا بلکہ زمانۂ قدیم سے چلا آرہا ہے جسے اسلام نے باقی رکھا ہے۔ اس طریقہ سے قیدیوں کا مسئلہ حل کرنے میں کئی مصلحتیں ہوسکتی ہیں: (۱) قید خانہ میں رکھنے کے سبب ان کے کھانے پینے کے اخراجات ملک پر بوجھ

ثابت ہوں گے (۲) انہیں بالکل فدیہ وغیرہ کے بغیر رہا کر دینے سے ان کے حوصلے بلند ہوں اے جس سے وہ وبال جان بھی بن سکتے ہیں (۳) بلاوجہ انہیں قتل کے گھاٹ اتارنا انسانی حقوق میں واضح دخل اندازی ہے۔

قیدیوں کو قتل کرنے کے حوالے سے مذاہب آئمہ

جہاد کے نتیجہ میں دشمن کے وہ فوجی جو قیدی بنا لیے گئے ہوں کیا انہیں قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

۱- حضرت امام ضحاک، حضرت عطاء اور حضرت امام حسن بصری رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قیدیوں کو قتل کرنا جائز نہیں۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: فاما منا بعدو اما فداء۔ ان کے نزدیک یہ ارشاد اس کلام الٰہی کا ناسخ ہے: فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہ۔ لہٰذا ثابت ہوا قیدیوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ ۲- جمہور آئمہ کے نزدیک امام کو چار اختیارات حاصل ہوتے ہیں: (۱) فدیہ لے کر چھوڑ دے (۲) بغیر فدیہ کے رہا کر دے (۳) قیدیوں کو غلام بنا کر مجاہدین میں تقسیم کر دے۔ (۴) قید میں رکھے۔ انہوں نے بھی مذکورہ آیات سے استدلال کیا ہے۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: (۱) آپ جمہور کے ساتھ ہیں (۲) امام کے چاروں اختیارات میں سے تیسرا اور چوتھا باقی ہیں دوسرے دو کالعدم ہیں۔ آپ کی دلیل یہ ہے کہ سورہ محمد کا نزول پہلے ہوا ہے، جبکہ سورہ براءت کا نزول بعد میں ہوا ہے، لہٰذا فدیہ لے کر رہا کرنا اور مفت رہا کرنا دونوں اختیار منسوخ ہیں۔

جمہور کی طرف سے حضرت امام ضحاک، حضرت عطاء اور حضرت امام حسن بصری رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: فاقتلوا المشرکین الخ والی آیت سورہ محمد والی آیت کے لیے ناسخ ہے۔ جمہور کے مؤقف کو ترجیح حاصل ہے، کیونکہ اقوال نسخ باہم متعارض ہیں جو: اذا تعارضا تساقطا کے ضابطہ میں داخل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی النَّهْیِ عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْیَانِ

باب 18: خواتین اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت

1494 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَخْبَرَهُ

متنِ حدیث: اَنَّ امْرَاَةً وُجِدَتْ فِیْ بَعْضِ مَغَازِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُوْلَةً فَاَنْكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ وَنَهٰی عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْیَانِ

1494- اخرجه البخاری (172/6) كتاب الجهاد والسير، باب: قتل الصبيان فى الحروب حديث (3014) ومسلم (305/6) كتاب الجهاد والسير: باب: تحريم قتل النساء والصبيان فى الحرب، حديث (1744/24) وابو داؤد (60/2) كتاب الجهاد: باب: فى قتل النساء، حديث (2668) وابن ماجه (947/2) كتاب الجهاد، باب: الغارة والبيات وقتل النساء والصبيان حديث (2841) ومالك (447/2) كتاب الجهاد: باب: النهى عن قتل النساء والولدان فى الغزو، حديث (9) والدارمى، كتاب السير: باب: النهى عن قتل النساء والصبيان واحمد (23،22/2) عن نافع ابن عمر به.

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ بُرَيْدَةَ وَرَبَاحٍ وَّيُقَالُ رِيَاحُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَالْاَسْوَدِ بْنِ سَرِيْعٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّالصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ كَرِهُوا قَتْلَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَرَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْبَيَاتِ وَقَتْلِ النِّسَآءِ فِيْهِمْ وَالْوِلْدَانِ

وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرَخَّصَا فِي الْبَيَاتِ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی ایک جنگ میں ایک خاتون مقتول پائی گئی تو نبی اکرم ﷺ نے اس بات پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور آپ نے خواتین اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت رباح سے احادیث منقول ہیں ایک قول کے مطابق ان کا نام ریاح بن ربیع ہے' ان کے علاوہ اسود بن سریع' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت صعب بن جثامہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں' ان کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا' انہوں نے خواتین اور بچوں کو قتل کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

بعض اہلِ علم نے شب خون مارنے اور اس دوران بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں' ان دونوں حضرات نے شب خون میں انہیں مارنے کی اجازت دی ہے۔

1495 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَخْبَرَنِى الصَّعْبُ بْنُ جَثَّامَةَ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ خَيْلَنَا اُوْطِئَتْ مِنْ نِسَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَوْلَادِهِمْ قَالَ هُمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے گھوڑوں نے کفار کی عورتوں اور ان کے بچوں کو روند ڈالا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے باپ دادا کے ساتھ ہیں۔

1495- اخرجه البخاری (170/6) كتاب الجهاد والسير' باب: اهل الدار يبيتون' حديث (3012) ومسلم (37/6) كتاب الجهاد والسير 'باب: جواز قتل النساء والصبيان- حديث (26-28/1745) وابو داؤد (61/3) كتاب الجهاد' باب: في قتل النساء' حديث (2672) وابن ماجه (947/2) كتاب الجهاد: باب: الغارة واحمد (37/4'38) عن الزهري' عن عبيد الله' عن ابن عباس' عن الصعب بن جثامة به.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1496 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ اِنْ وَجَدْتُّمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ فَاَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوجَ اِنِّي كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحْرِقُوْا فُلَانًا وَّفُلَانًا بِالنَّارِ وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللَّهُ فَاِنْ وَّجَدْتُّمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّحَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

اختلاف سند: وَقَدْ ذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ بَيْنَ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَّبَيْنَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَجُلًا فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِثْلَ رِوَايَةِ اللَّيْثِ وَحَدِيْثُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ اَشْبَهُ وَاَصَحُّ

قولِ امام بخاری: قَالَ الْبُخَارِيُّ وَسُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ قَدْ سَمِعَ مِنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّحَدِيْثُ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم فلاں اور فلاں شخص کو پاؤ آپ ﷺ نے قریش سے تعلق رکھنے والے دو آدمیوں کے بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی' تو ان دونوں کو آگ سے جلا دینا پھر نبی اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ ہم روانہ ہونے لگے ہیں' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں یہ ہدایت کی تھی کہ تم فلاں اور فلاں کو آگ کے ذریعے جلا دینا' آگ کے ذریعے عذاب صرف اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے' اگر تم ان دونوں کو پاؤ تو انہیں قتل کر دینا۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

محمد بن اسحاق نامی راوی نے سلیمان بن یسار اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک اور راوی کا بھی ذکر کیا ہے۔

کئی راویوں نے اسے لیث کی نقل کردہ روایت کی مانند نقل کیا ہے۔

لیث بن سعد کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند اور مناسب ہے۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سلیمان بن یسار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

1496- اخرجه البخاری (173/6) کتاب الجهاد والسير' باب: لا يعذب بعذاب الله' حديث (3016) وابو داؤد (61/2) کتاب الجهاد' باب: في كراهية حرق العدو بالنار' حديث (2674) واحمد (453'338'307/2) وعن بكير بن عبد الله بن الاشج' عن سليمان بن يسار' عن ابي هريرة.

امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

دوران جنگ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے اور انہیں نذر آتش کرنے کی ممانعت

میدان جہاد میں جب دشمن سے مقابلہ شروع ہو جائے تو صرف فوجیوں کو قتل کرنے کی اجازت ہے۔ ان کے علاوہ عورتوں، بچوں، غلاموں اور نوکروں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح کسی کو بھی نذر آتش کرنا، مقتول کو مثلہ کرنا یا کسی نعش کی بے حرمتی کرنا بھی حرام ہے۔ اس بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے حربی نظام میں دشمن کے حقوق کا بھی تعین کیا گیا ہے اور کسی انسان کو شتر بے مہار کا مظاہرہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فائدہ نافعہ: یہ زمانہ قدیم کے حوالے سے اسلام کے حربی نظام کے سنہری اصول ہیں۔ البتہ عصر حاضر کا حربی نظام نہایت خطرناک ہے، جس میں خواتین، بچوں، غلاموں اور مقتولوں کے حقوق کو پیش نظر رکھنا ناممکن ہو گیا ہے۔ جب توپ یا ہوائی جہاز کے ذریعے بم یا میزائل داغے جاتے ہیں تو ایسی صورت میں ہزاروں بے گناہ لوگ لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْغُلُوْلِ

باب 19: مالِ غنیمت میں خیانت کرنا

1497 حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِيْءٌ مِّنْ ثَلَاثٍ الْكِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ تکبر اور مالِ غنیمت میں خیانت اور قرض سے بری الذمہ ہو، تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1498 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ فَارَقَ الرُّوحُ الْجَسَدَ وَهُوَ بَرِيْءٌ مِّنْ ثَلَاثٍ الْكَنْزِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

اختلافِ روایت: هٰكَذَا قَالَ سَعِيْدٌ الْكَنْزُ وَقَالَ اَبُوْ عَوَانَةَ فِي حَدِيْثِهِ الْكِبْرُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ مَعْدَانَ

1498- اخرجه ابن ماجه (806/2) كتاب الصدقات، باب: التشديد في الدين، حديث (2412) واحمد (276/5، 277، 281، 282) من طريق قتادة عن سالم، عن معدان بن ابي طلحة، عن ثوبان به۔

وَرِوَایَةُ سَعِیْدٍ اَصَحُّ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کی روح جسم سے اس عالم میں جدا ہو کہ وہ تین چیزوں سے بری الذمہ ہو' خزانہ اکٹھا کرنے' مالِ غنیمت میں خیانت کرنے اور قرض سے' تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔

سعید نے یہاں پر لفظ: "الکنز" نقل کیا ہے۔

ابوعوانہ نے اپنی روایت میں لفظ: "الکبر" نقل کیا ہے۔

انہوں نے اپنی سند میں معدان سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا تاہم سعید کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

1499 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سِمَاكٌ اَبُوْ زُمَيْلٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

متنِ حدیث: قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانًا قَدِ اسْتُشْهِدَ قَالَ كَلَّا قَدْ رَاَيْتُهُ فِى النَّارِ بِعَبَائَةٍ قَدْ غَلَّهَا قَالَ قُمْ يَا عُمَرُ فَنَادِ اِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلَاثًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ بات عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! فلاں شخص شہید ہوگیا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں میں نے اسے جہنم میں اس چادر کے ہمراہ دیکھا ہے' جسے اس نے مالِ غنیمت میں سے خیانت کے طور پر لیا تھا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمر! تم اٹھو اور یہ اعلان کرو کہ جنت میں صرف اہلِ ایمان داخل ہوں گے' اور یہ تین مرتبہ اعلان کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کی مذمت

پہلی اور دوسری احادیث باب کے مفہوم مخالف اور تیسری حدیث باب میں صراحت ہے کہ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ مالِ غنیمت میں خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور قومی جرم ہے جو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔ غزوہ خیبر کے موقع پر "کرکرہ" نامی شخص دشمن کے ہاتھوں ہلاک ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خوشی سے اس کی شہادت کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور اس کے جنت میں داخل ہونے کے بارے میں بھی عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جنت میں ہرگز نہیں جا سکتا کیونکہ میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے' اس لیے کہ اس نے مالِ غنیمت میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

1499- اخرجه مسلم (1/371- الابى) كتاب الايمان' باب: غلظ تحريم الغلول وانه لا يدخل الجنة الا المؤمنون' حديث (114/182) والدارمى (230/2) كتاب السير' باب: ما جاء فى الغلول من الشدة' واحمد (1/30'47)عن عكرمة بن عمار' قال: حدثنا ابوزميل سماك الحنفى' عن ابن عباس عن عمر به.

فائدہ نافعہ: (۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علمی مقام عطا کیا گیا ہے کہ آپ اہل جنت اور اہل نار کے ناموں سے واقف ہیں۔ جب صحابہ نے ''کرکرہ'' کی شہادت اور دخول جنت کے بارے میں آپ کی خدمت میں تذکرہ کیا تو آپ نے نہ صرف اس کی خفیہ خیانت کو بیان کیا بلکہ اس کے جہنم میں داخل ہونے کا ذکر بھی فرما دیا۔

فائدہ نافعہ (۲): تیسری حدیث باب میں مومن سے مراد مومن کامل ہے۔ مومن کامل وہ ہوتا ہے' جس کے نامہ اعمال میں گناہ کبیرہ نہ ہو اور نجات کامل کیلیے ایمان کامل ہونا شرط ہے۔ مال غنیمت میں خیانت کرنے والا جب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا تو خواہ بظاہر وہ شہید ہوا تھا لیکن کمال ایمان کی دولت سے محروم ہوگیا' جس وجہ سے جنت میں جانے کی بجائے عذاب نار کا مستحق قرار پایا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ خُرُوجِ النِّسَآءِ فِی الْحَرْبِ

باب 20: جنگ کے دوران خواتین کا جانا

1500 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِاُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مَعَهَا مِنَ الْاَنْصَارِ يَسْقِيْنَ الْمَاءَ وَيُدَاوِيْنَ الْجَرْحٰى

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے ہمراہ چند دیگر انصاری خواتین کو جنگ میں ساتھ لے کر گئے تھے جو پانی پلایا کرتی تھیں' بیماروں (یعنی زخمیوں) کو دوا دیا کرتی تھیں۔

اس بارے میں سیّدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

جہاد میں عورتوں کا شریک ہونا

فوجیوں کی طرح خواتین کو جہاد میں شریک کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں شامل نہیں تھا مگر بعض عورتوں کو کبھی ساتھ لے جاتے جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور انہیں پانی پلانے وغیرہ کی خدمات انجام دیتیں۔ حدیث باب سے بھی اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔ حشرج کی دادی صاحبہ روایت کرتی ہیں کہ ہم چھ خواتین غزوہ خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ جب آپ کو ہمارے بارے میں خبر ملی تو آپ نے ہمیں طلب کیا' جب ہم حاضر خدمت ہوئیں تو آپ حالت غصہ میں

1500- اخرجه مسلم (478/6- الابی) كتاب الجهاد والسير' باب: غزوة النساء مع الرجال' حديث (1810/135) وابو داؤد (22/2) كتاب الجهاد' باب: فی النساء يغزون' حديث (2531) عن جعفر بن سليمان' عن ثابت' عن انس به۔

تھے۔ دریافت فرمایا: تم کس کے ساتھ روانہ ہوئی ہو اور کس کی اجازت سے نکلی ہو؟ ہم نے جواب میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اس لیے نکلی ہیں کہ بال کاتیں گی' اس سے فی سبیل اللہ معاونت کریں گی' زخمیوں کو پانی پلائیں گی' زخمیوں کو دوائی مہیا کریں گی اور ستو پلائیں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم رک جاؤ' جب غزوہ خیبر میں فتح حاصل ہوئی تو مردوں کی طرح ہمیں بھی مالِ غنیمت سے حصہ عنایت فرمایا۔ جناب حشرج نے دریافت کیا: دادی اماں! آپ کو کیا چیز ملی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: کھجوریں۔

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۲۷۲۹)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَبُوْلِ هَدَايَا الْمُشْرِكِيْنَ

باب 21: مشرکین کے تحائف قبول کرنا

1501 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ سَعِيْدِ الْكِنْدِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّ كِسْرٰى اَهْدٰى لَهٗ فَقَبِلَ وَاَنَّ الْمُلُوْكَ اَهْدَوْا اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُمْ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَثُوَيْرُ بْنُ اَبِیْ فَاخِتَةَ اسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ عِلَاقَةَ وَثُوَيْرٌ يُكْنٰى اَبَا جَهْمٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: کسریٰ نے آپ کی خدمت میں تحفہ بھجوایا تو آپ نے اسے قبول کرلیا۔ اسی طرح بادشاہوں نے آپ کی خدمت میں تحائف بھجوائے تو آپ نے انہیں قبول کرلیا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ثویر ابن ابی فاختہ کا نام سعید بن علاقہ ہے۔

ثویر نامی راوی کی کنیت ابوجہم ہے۔

شرح

مشرکین کے تحائف قبول کرنے کا جواز

مشرکین اور کفار کے ہدایا اور تحائف قبول کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان کے سبب کفار کی دل میں محبت پیدا نہ ہو۔ حدیث باب سے عیاں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ ایران کسریٰ اور دیگر سلاطین کے تحائف قبول فرمائے تھے۔ علاوہ ازیں آپ مسلم و

1501- انفرد بہ الترمذی دون اصحاب الکتب الستۃ ینظر تحفۃ الاشراف (378/7) حدیث (10109) واخرجہ احمد (145'96/1) من طریق اسرائیل' عن ثویر بن ابی فاختۃ' عن ابی فاختۃ' عن علی بہ۔

غیر مسلم' آزاد و غلام' امیر و غریب اور مرد و زن سب کے تحائف قبول فرماتے۔ آپ بھی لوگوں کو ہدایا اور تحائف سے نوازتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو خصوصیت سے باہم ہدایا اور تحائف پیش کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ نے اس سلسلے میں فرمایا تھا: تھادوا تحابوا (اوکما قال علیہ السلام) تم آپس میں تحائف دو اس سے باہم محبت بڑھے گی''۔ سلاطین اور سربراہان ممالک کے باہم ہدایا و تحائف رسمی اور سیاسی مصلحت کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ غیر مسلموں کے ایسے تحائف وصول کرنے یا انہیں تحائف پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ فِيْ كَرَاهِيَةِ هَدَايَا الْمُشْرِكِيْنَ

باب 22: مشرکین کے تحائف قبول کرنا مکروہ ہے

1502 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ ابْنُ الشِّخِّيْرِ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ اَهْدٰى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً لَّهُ اَوْ نَاقَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ قَالَ لَا قَالَ فَاِنِّيْ نُهِيْتُ عَنْ زَبْدِ الْمُشْرِكِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ اِنِّيْ نُهِيْتُ عَنْ زَبْدِ الْمُشْرِكِيْنَ يَعْنِيْ هَدَايَاهُمْ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقْبَلُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ هَدَايَاهُمْ وَذُكِرَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ الْكَرَاهِيَةُ وَاحْتَمَلَ اَنْ يَّكُوْنَ هٰذَا بَعْدَ مَا كَانَ يَقْبَلُ مِنْهُمْ ثُمَّ نَهٰى عَنْ هَدَايَاهُمْ

◆◆ حضرت عیاض بن حمار بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنی طرف سے ایک تحفہ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ایک اونٹنی پیش کی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے مشرکین کے تحائف قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ مجھے مشرکین کے ''زبد'' قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے مراد ان کے تحائف قبول کرنا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات بھی منقول ہے کہ آپ مشرکین کے بھیجے ہوئے تحائف قبول کر لیا کرتے تھے۔

جبکہ اس حدیث میں اس کے مکروہ ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس بات کا بھی احتمال موجود ہے' پہلے نبی اکرم ﷺ مشرکین کے تحائف قبول کر لیا کرتے تھے پھر اُس کے بعد آپ کو ان کے تحائف قبول کرنے سے منع کر دیا گیا۔

1502- اخرجه ابوداؤد (189/2) كتاب الخراج والفيء والامارة' باب: في الامام يقبل هدايا المشركين' حديث (3057) قالا: حدثنا ابوداؤد: عن عمران القطان' عن قتادة' عن يزيد بن عبد الله بن الشخير عن عياض بن حمار به.

شرح

مصلحت کے تحت مشرکین کے تحائف قبول کرنے کی ممانعت

ماقبل کی حدیث باب میں یہ مضمون ابھی بیان ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں اور مشرکوں کے ہدایا اور تحائف قبول فرما لیتے تھے۔ زیر بحث حدیث باب میں ہے کہ حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول اسلام سے قبل ایک اونٹنی بطور ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے قبول کرنے سے انکار فرما دیا تھا۔ دراصل آپ نے بطور مصلحت اور ترغیب دین کی غرض سے ہدیہ قبول نہیں فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ماقبل حدیث باب اور زیر بحث حدیث باب میں تعارض نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سَجْدَةِ الشُّكْرِ

باب 23: سجدہ شکر کا بیان

1503 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ اَمْرٌ فَسُرَّ بِهٖ فَخَرَّ لِلّٰهِ سَاجِدًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ بَكَّارِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ رَاَوْا سَجْدَةَ الشُّكْرِ

توضیح راوی: وَبَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ

◄► حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک اطلاع آئی جس سے آپ بہت خوش ہوئے تو آپ سجدہ میں چلے گئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جسے بکار بن عبدالعزیز نے نقل کیا ہے۔

اہلِ علم کی اکثریت کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک سجدہ شکر کرنا درست ہے۔

بکار بن عبدالعزیز بن ابوبکرہ "مقارب الحدیث" ہے۔

1503- اخرجه ابوداؤد (98/2) كتاب الجهاد: باب: في سجود الشكر' حديث (2774) وابن ماجه (446/1) كتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها' باب: ما جاء في الصلوٰة والسجد عند الشكر' قالوا' حدثنا ابوعاصم' قال: حدثنا بكلار بن عبد العزيز بن ابى بكرة' عن ابيه به.

شرح

سجدہ شکر بجالانے کی حکمت اور طریقہ

انسان بعض اوقات نعمتوں کے باعث اتنا مسرور ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اعلیٰ اور دوسروں کو معمولی خیال کرتا ہے اور تکبر و غرور کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ حالت اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ ایسی حالت کے علاج، تدارک اور اصلاح کی ضرورت ہے۔

جب کسی شخص کو خوش کن یا کسی مصیبت کے ٹل جانے کی خبر موصول ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا ضروری ہو جاتا ہے۔ شکر بجالانے کے مشہور دو طریقے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ شکر کامل: اللہ تعالیٰ کا شکر کامل بجالانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی خوشنودی اور رضا کے حصول کے لیے کثرت سے نوافل ادا کیے جائیں یا کم از کم دو نوافل ادا کیے جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر بطور شکر آٹھ نوافل ادا کیے تھے۔

۲۔ شکر ناقص: شکر ناقص یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کی مثل سجدہ بجالایا جائے۔

سجدہ شکر بجالانے میں مذاہب آئمہ

کیا کسی خوش کن یا مشکل کے ٹل جانے کی خبر سن کر سجدہ شکر بجالانا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سجدہ شکر مکروہ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ سجدہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔

۲۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک سجدہ شکر بجالانا مستحب ہے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: ان النبی صلی اللہ علیه وسلم اتاه امر فسربه فخر ساجدا۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرحت افزاء خبر موصول ہوئی تو آپ سجدہ شکر بجالائے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں بکار بن عبدالعزیز نامی راوی ضعیف ہے، جس وجہ سے یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَمَانِ الْعَبْدِ وَالْمَرْاَةِ

باب 24: عورت اور غلام کا امان دینا

1504 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَكْثَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ الْمَرْاَةَ لَتَاْخُذُ لِلْقَوْمِ يَعْنِيْ تُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ

1504- اخرجه احمد (365/2) وانفرد به الترمذی عن اسعة انظر تحفة الاشراف (415/10) حدیث (14809)

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اُمِّ هَانِیٍٔ وَّهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

قولِ امام بخاری: وَّسَاَلْتُ مُحَمَّدًا فَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ وَّکَثِیْرُ بْنُ زَیْدٍ قَدْ سَمِعَ مِنَ الْوَلِیْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَّالْوَلِیْدُ بْنُ رَبَاحٍ سَمِعَ مِنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَهُوَ مُقَارِبُ الْحَدِیْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: عورت لوگوں کی طرف سے پناہ دے سکتی ہے۔ یعنی مسلمانوں کی طرف سے پناہ دے سکتی ہے۔

اس بارے میں سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

میں نے امام بخاری رضی اللہ عنہ سے (اس حدیث کے بارے میں) دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

کثیر بن زید نامی راوی نے ولید بن رباح سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

ولید بن رباح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے' تاہم یہ شخص "مقارب الحدیث" ہے۔

1505 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الدِّمَشْقِیُّ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ مُرَّةَ مَوْلٰی عَقِیْلِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ اُمِّ هَانِیٍٔ

متنِ حدیث: اَنَّهَا قَالَتْ اَجَرْتُ رَجُلَیْنِ مِنْ اَحْمَائِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَّنَّا مَنْ اَمَّنْتِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَجَازُوْا اَمَانَ الْمَرْاَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ اَجَازَ اَمَانَ الْمَرْاَةِ وَالْعَبْدِ وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ

توضیحِ راوی: وَّاَبُوْ مُرَّةَ مَوْلٰی عَقِیْلِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَّیُقَالُ لَهٗ اَیْضًا مَوْلٰی اُمِّ هَانِیٍٔ اَیْضًا وَّاسْمُهٗ یَزِیْدُ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ اَجَازَ اَمَانَ الْعَبْدِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: ذِمَّةُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحِدَةٌ یَّسْعٰی بِهَا اَدْنَاهُمْ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَمَعْنٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ مَنْ اَعْطَی الْاَمَانَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَهُوَ جَائِزٌ عَلٰی کُلِّهِمْ

◆◆ سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے اپنے سسرالی عزیزوں میں سے دو آدمیوں کو پناہ دی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسے تم نے پناہ دی ہے ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ انہوں نے عورت کی دی ہوئی امان کو درست قرار دیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں' ان دونوں نے عورت اور غلام کی دی ہوئی پناہ کو درست قرار دیا ہے۔
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے: انہوں نے غلام کی دی ہوئی امان کو درست قرار دیا ہے۔
ابو مرہ جو عقیل بن ابوطالب کے غلام ہیں' ایک قول کے مطابق انہیں سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کا غلام بتایا گیا ہے۔

ان کا نام یزید ہے
حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے:
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمانوں کی دی ہوئی پناہ ایک جیسی حیثیت رکھتی ہے اور ان کا عام فرد بھی اسے پوری کرنے کی کوشش کرے گا۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اہلِ علم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے: مسلمانوں میں سے جو شخص بھی امان دیدے' تو دیگر تمام لوگوں کی طرف سے یہ جائز ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْغَدْرِ

باب 25: عہد شکنی کا بیان

1506 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو الْفَيْضِ قَال سَمِعْتُ سُلَيْمَ بْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ اَهْلِ الرُّوْمِ عَهْدٌ وَّكَانَ يَسِيْرُ فِيْ بِلَادِهِمْ حَتّٰى اِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ اَغَارَ عَلَيْهِمْ فَاِذَا رَجُلٌ عَلٰى دَابَّةٍ اَوْ عَلٰى فَرَسٍ وَّهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَفَاءٌ لَّا غَدْرٌ وَّاِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَسَاَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَّلَا يَشُدَّنَّهُ حَتّٰى يَمْضِيَ اَمَدُهُ اَوْ يَنْبِذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ قَالَ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان امن معاہدہ چل رہا تھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیش قدمی شروع کی جیسے ہی معاہدے کا وقت ختم ہوا تو ان پر حملہ کر دیا۔ اسی دوران ایک شخص اپنے جانور پر یا شاید اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا اللہ اکبر وعدہ پورا ہوا ہے کوئی عہد شکنی نہیں ہوئی۔ وہ حضرت عمرو بن عبسہ تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کا کسی قوم کے ساتھ امن معاہدہ چل رہا ہو' تو جب تک اس کی طے شدہ مدت پوری نہیں ہو جاتی یا وہ دشمن کو آگاہ نہیں کر دیتا اس کی خلاف ورزی نہ کرے' اور اسے توڑے نہیں۔

1506- اخرجه ابوداؤد (92/2) كتاب الجهاد' باب: في الامام يكون بينه وبين العدو عهد' حديث (2759) واحمد (385'113'111/4) عن شعبة قال اخبرني ابوالفيض' قال: سمعت سليم بن عامر عن عمرو بن عبسة۔

راوی بیان کرتے ہیں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر واپس چلے گئے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءً يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب 26: قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لیے مخصوص جھنڈا ہوگا

1507 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ حَدِيْثِ سُوَيْدٍ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مَرْفُوْعًا

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لیے جھنڈا گاڑھا جائے گا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

میں نے امام بخاری رضی اللہ عنہ سے سوید، ابواسحاق، عمارہ بن عمیر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا: "ہر عہد شکن کے لیے جھنڈا ہوگا"۔

تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اس روایت کے "مرفوع" ہونے سے واقف نہیں ہوں۔

شرح

معاہدہ کی خلاف ورزی کی مذمت

جب کسی بھی معاملے میں کسی سے معاہدہ ہو، تو اس کی پاسداری عظمت کی علامت ہے، جبکہ خلاف ورزی ذلت وخواری کی نشانی ہے۔ عہد شکنی کرنے والا شخص نہ صرف دنیا میں ذلیل وخوار ہوتا ہے، بلکہ قیامت کے دن بھی سب لوگوں کے سامنے ذلت کی

1507- اخرجه البخاری (578/10) كتاب الادب، باب: ما يدعى الناس بآبائهم حديث (6178) ومسلم (297/6- الابی) كتاب الجهاد والسير، باب: تحريم الغدر، حديث (1735/9) وابو داؤد (91/2) كتاب الجهاد، باب: في الوفاء بالعهد، حديث (2756) واحمد (116،103،56/2) عن نافع عن ابن عمر به.

حالت میں پیش کیا جائے گا۔ اس کی سرین کے گوشت میں قیامت کے دن رسوائی کا جھنڈا گاڑا جائے گا' وہ جہاں بھی جائے گا اس کے پیچھے لہراتا جائے گا اور لوگ اسے دیکھ کر اس کی ذلت و رسوائی کو سمجھ جائیں گے۔ عہد شکنی خواہ ملکی سطح پر ہو یا معاشرتی و قومی اعتبار سے ہو یا انفرادی سطح کی ہو' ہر حال قابل مؤاخذہ اور باعث ذلت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں منافق کی تین علامات بیان کی گئی ہیں جن میں سے ایک عہد شکنی بھی ہے۔ اگر کسی ملک سے عدم جنگ کا معاہدہ ہو' تو اس کی خلاف ورزی بھی قابل مؤاخذہ جرم اور آخرت میں رسوائی کا سبب ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النُّزُوْلِ عَلَى الْحُكْمِ

باب 27: کسی کو ثالث تسلیم کرنا

1508 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ قَالَ

متنِ حدیث: رُمِيَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَطَعُوْا اَكْحَلَهُ اَوْ اَبْجَلَهُ فَحَسَمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّارِ فَانْتَفَخَتْ يَدُهُ فَتَرَكَهُ فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَحَسَمَهُ اُخْرٰى فَانْتَفَخَتْ يَدُهُ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُمَّ لَا تُخْرِجْ نَفْسِيْ حَتّٰى تُقِرَّ عَيْنِيْ مِنْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَاسْتَمْسَكَ عِرْقُهُ فَمَا قَطَرَ قَطْرَةً حَتّٰى نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَحَكَمَ اَنْ يُّقْتَلَ رِجَالُهُمْ وَيُسْتَحْيَا نِسَاؤُهُمْ يَسْتَعِيْنُ بِهِنَّ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْتَ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْهِمْ وَكَانُوْا اَرْبَعَ مِائَةٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِهِمْ انْفَتَقَ عِرْقُهُ فَمَاتَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوۂ احزاب کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر لگ گیا جس نے ان کی ایک رگ کاٹ دی' نبی اکرم ﷺ نے انہیں آگ کے ذریعے داغ لگوایا تو ان کا ہاتھ سوج گیا جب انہوں نے یہ دیکھا تو یہ دعا کی اے اللہ! میری جان کو اس وقت تک نہ نکالنا جب تک بنو قریظہ کے حوالے سے میری آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کر دے' تو ان کی رگ سے خون نکلنا بند ہو گیا اس کے بعد ایک قطرہ بھی نہیں گرا یہاں تک کے جب ان لوگوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ثالث تسلیم کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں بلوایا اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی خواتین کو زندہ رکھا جائے اور مسلمان ان سے کام لیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ دیا ہے۔ وہ لوگ چار سو افراد تھے جب مسلمان ان کے قتل سے فارغ ہوئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رگ میں سے خون بہنا شروع ہو گیا اور ان کا

1508- اخرجه مسلم (7/391- الابی) کتاب السلام باب' لکل داء دواء واستحباب التداوی' حدیث (2208/75) وابو داؤد (398/2) کتاب الطب' باب: فی الکی' حدیث (3866) وابن ماجه (1156/2) کتاب الطب' باب: من اکتوی' حدیث (3494) والدارمی (238/2) کتاب السیر' باب: نزول اهل قریظة علی حکم سعد بن معاذ' واحمد (312/3'350'363'386) من طریق ابی الزبیر عن جابر به.

انتقال ہو گیا۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1509 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُو الْوَلِيْدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اقْتُلُوْا شُيُوْخَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاسْتَحْيُوا شَرْخَهُمْ وَالشَّرْخُ الْغِلْمَانُ الَّذِيْنَ لَمْ يُنْبِتُوْا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ عَنْ قَتَادَةَ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمایا ہے: مشرکین کے عمر رسیدہ لوگوں کو قتل کر دو البتہ ان کے بچوں کو زندہ رہنے دو۔

لفظ شرخ کا مطلب وہ بچے ہیں جن کے زیر ناف بال نہ اگے ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

حجاج بن ارطاۃ نے اسے قتادہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

1510 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ

متنِ حدیث: قَالَ عُرِضْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَكَانَ مَنْ اَنْبَتَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ خُلِّيَ سَبِيْلُهُ فَكُنْتُ مِمَّنْ لَمْ يُنْبِتْ فَخُلِّيَ سَبِيْلِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ يَرَوْنَ الْاِنْبَاتَ بُلُوْغًا اِنْ لَمْ يُعْرَفِ احْتِلَامُهُ وَلَا سِنُّهُ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

◆◆ حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں جنگ قریظہ کے دن نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، تو جس لڑکے کے زیر ناف بال اگ چکے تھے اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے نہیں اُگے تھے اسے چھوڑ دیا گیا میں ان لوگوں میں سے تھا جس کے بال نہیں اُگے تھے، تو مجھے چھوڑ دیا گیا۔

1509- اخرجه ابوداؤد (60/2) كتاب الجهاد، باب: في قتل النساء، حديث (2670) واحمد (12/5، 20) عن قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب به.

1510- اخرجه ابوداؤد (546/2) كتاب الحدود، باب: في الغلام يصيب الحد، حديث (4404) والنسائي (155/6) كتاب الطلاق، باب: متى يقطع طلاق الصبي وابن ماجه (839/2) كتاب الحدود، باب: من لا يجب عليه الحد، والدارمي (223/2) كتاب السير، باب: حد الصبي متى يقتل، والحميدي (394/2) حديث (888) واحمد (310/4، 384)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
بعض اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے'ان کے نزدیک بالوں کا اگ جانا بلوغت کی علامت ہے'اگر چہ اس کے احتلام کا نہ پتہ چلا ہو یا اس کی عمر کا پتہ نہ ہو۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

نزاعی معاملہ میں پنچایت قائم کرنے کا جواز

جب کسی معاملہ میں فریقین میں نزاع کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کے لیے پنچایت قائم کرنا جائز ہے جو فریقین میں قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ کر دے۔ جنگ صفین کے موقع پر حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان مصالحت کرانے اور نزاع ختم کرانے کے لیے دو افراد پر مشتمل پنچایت قائم ہوئی جس کی خوارج نے مخالفت کی تھی۔ ان کا مؤقف یہ تھا کہ فیصلہ کرنے کا کسی بندے کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو حق حاصل ہے: ان الحکم الا للّٰہ ۔ لہٰذا نزاعی مسائل میں پنچایت بٹھانے کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ فریقین سے الگ ہو کر ''حرورا'' نامی بستی میں منتقل ہو گئے اور اس بستی کو اپنا مرکز ومحور بنانے کی وجہ سے ''حروری'' بھی کہلاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوارج سے جنگ کی جس میں وہ شکست سے دوچار ہوئے'جس کے نتیجہ میں وہ قتل ہوئے اور کچھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ خوارج کا وجود آج تک موجود ہے اور یمن میں ان کی مستقل حکومت بھی قائم ہے۔
خوارج کا یہ مؤقف تھا کہ فریقین کی رضامندی سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بنو قریظہ کا فیصلہ کیا ہے اس ارشاد ربانی کے منافی ہے: ان الحکم الا للّٰہ۔ انہوں نے اس آیت کا مفہوم ومطلب غلط سمجھا تھا۔ اس عبارت کا صحیح مطلب تو یہ ہے کہ احکام نازل کرنے اور انہیں نافذ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے'نزاعی معاملات میں پنچایت کا اہتمام کرنا تا کہ قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کر دے'اس ارشاد ربانی سے متصادم نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ: (۱) غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر خواتین اور نابالغ بچوں کو چھوڑ کر صرف بالغ لوگوں کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ ان سے نقصان کا اندیشہ تھا جبکہ عورتوں اور نابالغ بچوں سے نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا۔
(۲) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کیمپ کے پاس پہنچے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قبیلے کے لوگوں سے یوں مخاطب ہوئے: ''قوموا الی سیّد کم'' تم اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ''۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم دین'صاحب تقویٰ'عابد وزاہد اور کسی بھی معزز شخصیت کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے۔ معتبر روایات اور مستند کتب سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور جب وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

سوال: بلوغ کی متعدد علامات ہیں مثلاً عمر اور احتلام اس موقع پر صرف زیر ناف بالوں کو بطور علامت مخصوص کیوں کیا گیا تھا؟

جواب: بلاشبہ بلوغ کی مشہور علامات یہ ہیں: (۱) عمر بارہ سال ہونا (۲) احتلام ہونا (۳) زیر ناف بال آ جانا۔ اس موقع پر بلوغ کے لیے زیر ناف بالوں کا ہونا بطور علامت مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عمر کا تعین کرنا مشکل تھا اور احتلام کی علامت کو معلوم کرنے کا طریقہ بھی نہیں تھا تو ظاہری علامت بلوغ زیر ناف بالوں کا ہونا از خود متعین و مخصوص ہو گیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحِلْفِ

باب 28: حلف اٹھانا

1511 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: فِىْ خُطْبَتِهٖ اَوْفُوْا بِحِلْفِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُهٗ يَعْنِى الْاِسْلَامَ اِلَّا شِدَّةً وَّلَا تُحْدِثُوْا حِلْفًا فِى الْاِسْلَامِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّقَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبے میں یہ بات ارشاد فرمائی: زمانہ جاہلیت کے حلف کو پورا کرو کیونکہ اسلام اس کی شدت میں اضافہ ہی کرتا ہے اور اسلام (قبول کر لینے کے بعد کسی کافر قبیلے کے ساتھ) تم کوئی معاہدہ نہ کرو۔ (یعنی اس بات کا معاہدہ کہ کسی جنگ کی صورت میں تم اُن کا ساتھ دو گے)۔

اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا' حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

باہمی تعاون کے معاہدہ کی بجا آوری

زمانہ جاہلیت میں لوگ باہم قسمیں کھا کر اس بات پر معاہدہ کرتے تھے کہ ہم متحد رہیں اور غریب لوگوں کی معاونت کریں گے۔ جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی میں کیے ہوئے معاہدوں کے حوالے سے فرمایا: تم لوگ

1511- اخرجه احمد (215'213'212'207'205'180/2) وانفرد به الترمذی عن الستة' انظر تحفة الاشراف (310/6) حديث (8690)

ان معاہدوں کو پورا کرو کیونکہ اسلام انہیں نہ کالعدم قرار دیتا ہے اور نہ ان میں اضافہ کرتا ہے بلکہ ان کو پورا کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔
تاہم مزید جدید معاہدوں کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسلام باہمی تعاون کا رشتہ خود قائم کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

تم نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ تم گناہ اور زیادتی کے امور میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔
کسی بھی معاہدہ کی خلاف ورزی منافقت ہے جو باعث نفرت اور گناہ ہونے کی وجہ سے قابل احتراز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَخْذِ الْجِزْیَةِ مِنَ الْمَجُوْسِ

باب 29: مجوسیوں سے جزیہ لینا

1512 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ بَجَالَةَ بْنِ عَبْدَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَلٰى مَنَاذِرَ فَجَائَنَا كِتَابُ عُمَرَ انْظُرْ مَجُوْسَ مَنْ قِبَلَكَ فَخُذْ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ فَاِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اَخْبَرَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت بجالہ بن عبدہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت جزء بن معاویہ کا "مناذر" کے مقام پر سیکرٹری تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ہمارے پاس آیا انہوں نے فرمایا: اپنے علاقے کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کرو کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مجھے یہ بات بتائی ہے: نبی اکرم ﷺ نے "ہجر" کے رہنے والے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

1513 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ بَجَالَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ عُمَرَ كَانَ لَا يَاْخُذُ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتّٰى اَخْبَرَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ وَفِی الْحَدِيْثِ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت بجالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے یہاں تک کہ حضرت

1512- اخرجه البخاری (297/6) کتاب الجزیة والموادعة باب: الجزیة والموادعة مع اهل الذمة والحرب (3156) وابو داؤد (184/2) کتاب الخراج والفیء والامارة باب: فی اخذ الجزیة من المجوس حدیث (3043) والدارمی (234/2) کتاب السیر: باب: فی اخذ الجزیة من المجوس والحمیدی (35/1) حدیث (64) واحمد (190/1، 191) عن عمرو بن دینار عن بجالة.

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ''ہجر'' کے رہنے والے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا تھا۔

اس حدیث کے بارے میں اس سے زیادہ کلام کیا جاسکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1514 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ اَبِي كَبْشَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ

متنِ حدیث: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوْسِ الْبَحْرَيْنِ

آثارِ صحابہ: وَاَخَذَهَا عُمَرُ مِنْ فَارِسَ وَاَخَذَهَا عُثْمَانُ مِنَ الْفُرْسِ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا فَقَالَ هُوَ مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بحرین کے رہنے والے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں سے جزیہ وصول کیا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ''فرس'' سے جزیہ وصول کیا تھا۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زہری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

شرح

مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے کا جواز

اہل کتاب کو ان کے مذہب پر برقرار رکھتے ہوئے اسلامی سلطنت کی شہریت دینا اور ان سے جزیہ وصول کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ ان کے اکثر اعمال و افکار اسلام کے قریب تر ہیں' کیونکہ یہود و نصاریٰ انبیاء' آسمانی کتب' فرشتوں اور جنت و جہنم پر یقین رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا مجوسیوں کو ان کے مذہب پر قائم رکھتے ہوئے انہیں اسلامی سلطنت کی شہریت فراہم کرنا اور ان پر جزیہ نافذ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ ان کے عقائد و اعمال مکمل طور پر اسلام سے متصادم ہیں؟ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض علماء اسے ناجائز قرار دیتے ہیں' جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ انہوں نے تعامل صحابہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تعلیم سے استدلال کیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ابتدائی دور میں مجوسیوں سے جزیہ وصول نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے گزارش کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ''ہجر'' کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا تھا۔ اس پر آپ نے اپنے تمام گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کر دیا کہ مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا جائے۔ معلوم ہوا کہ مجوسیوں کو اسلامی سلطنت کی شہریت دی جاسکتی ہے اور ان سے جزیہ بھی وصول کیا جاسکتا ہے۔

جزیہ کی مقدار میں مذاہب

غیر مسلموں کو اسلامی سلطنت میں شہریت دینے اور ان کی جان و مال کے تحفظ کے حوالے سے حکومت کی طرف سے وصول کیے جانے والے جزیہ کی مقدار کتنی ہونی چاہئے؟ اس بارے میں ائمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے میں مذاہب آئمہ

کیا مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مشرکین عرب کے علاوہ تمام کفار سے جزیہ وصول کرنا جائز ہے خواہ وہ ہندو ہوں یا جین مذہب یا سکھ ہوں یا بدھ ذہب یا دہریہ ہوں۔ تاہم مشرکین عرب ان سے مستثنیٰ ہیں کہ حقانیت اسلام ان پر ظاہر و باہر ہو چکی ہے۔ لہٰذا ان کے لیے قتال ہے یا اسلام ہے۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: قاتلوا الذین لایومنون باللہ و لا بالیوم الاخر و لا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ و لا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوھم صاعرون۔ اس آیت کا حکم عام ہے جو تمام کفار کو شامل ہے۔ اہل کتاب کے تذکرہ سے ان کی مذمت و وعید مقصود ہے جنہیں حق معلوم ہونے کے باوجود انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم ۔ البتہ مشرکین عرب اس حکم میں شامل نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی: ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلولھم اویسلمون کا مصداق مشرکین عرب ہیں۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا جائز ہے جبکہ باقی کفار سے خواہ وہ ہندو ہوں یا سکھ یا دہریہ یا جین وغیرہ سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔ ان کے نزدیک مجوسیوں کا حکم بھی اہل کتاب والا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مذکورہ بالا آیت سے استدلال کیا ہے۔ اس آیت میں اہل کتاب کی قید احترازی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کے علاوہ کسی کافر سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا جبکہ مجوسی اہل کتاب میں شامل ہیں اور ان سب کا حکم یکساں ہے۔ باقی تمام کفار کا حکم یکساں ہے یعنی ان سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے مؤقف کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ اس کی تائید حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے ہوتی ہے کہ آپ ابتداء مجوسیوں سے جزیہ وصول نہیں کرتے تھے لیکن جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے گزارش کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام "ہجر" کے مجوسیوں سے جزیہ وصال کیا تھا تو آپ نے بھی ان سے جزیہ وصول کرنا شروع کر دیا تھا۔

بَابُ مَا يَحِلُّ مِنْ اَمْوَالِ اَهْلِ الذِّمَّةِ

باب 30: ذمیوں کے مال میں سے کون سی چیز حلال ہے؟

1515 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

متن حدیث: قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَمُرُّ بِقَوْمٍ فَلَا هُمْ يُضَيِّفُوْنَا وَلَا هُمْ يُؤَدُّوْنَ مَا لَنَا عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَقِّ وَلَا نَحْنُ نَاْخُذُ مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اَبَوْا اِلَّا اَنْ تَاْخُذُوا كَرْهًا فَخُذُوْا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيبٍ اَيْضًا

قولِ امام ترمذی: وَاِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَخْرُجُوْنَ فِي الْغَزْوِ فَيَمُرُّوْنَ بِقَوْمٍ وَّلَا يَجِدُوْنَ مِنَ الطَّعَامِ مَا يَشْتَرُوْنَ بِالثَّمَنِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اَبَوْا اَنْ يَّبِيْعُوْا اِلَّا اَنْ تَاْخُذُوا كَرْهًا فَخُذُوْا هٰكَذَا رُوِيَ فِيْ بَعْضِ الْحَدِيْثِ مُفَسَّرًا

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَاْمُرُ بِنَحْوِ هٰذَا

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب ہم کسی قوم کے پاس سے گزرتے ہیں اور وہ ہماری مہمان نوازی نہیں کرتے اور ہمارا ان پر جو حق ہے۔ وہ اسے ادا نہیں کرتے۔ نہ ہی ہم (معاوضہ دے کر) ان سے کوئی چیز حاصل کر سکتے ہیں۔ (ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ لوگ انکار کرتے ہیں تو تم ان سے زبردستی وصول کرلو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

لیث بن سعد نے اسے یزید بن ابوحبیب کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے: جب مسلمان جنگ کے لیے نکلیں اور کسی ایسی قوم کے پاس سے گزریں اور انہیں صرف وہی اناج ملے جسے وہ قیمت کے ذریعے خرید سکتے ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ فروخت کرنے سے انکار کردیں تو تم ان سے زبردستی وصول کرلو۔

بعض روایات میں اس کی یہی وضاحت بیان کی گئی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے اس کی مانند حکم دیا تھا۔

1515- اخرجه البخاری (129/5) كتاب المظالم باب: قصاص المظلوم اذا وجد مال ظالمه حديث (2461) ومسلم (281/6) كتاب اللقطة باب: الضيافة ونحوها حديث (1727/17) وابو داؤد (370/2) كتاب الاطعمة باب: ما جاء في الضيافة (3752) وابن ماجه (1212/2) كتاب الادب باب حق الضيف حديث (3676) واحمد (149/4) عن يزيد بن ابی حبيب عن ابی الخير عن عقبة بن عامر به.

شرح

ذمیوں سے لیے جانے والے مال کونوعیت

دور رسالت میں کسی مہم پر روانہ ہونے والا بڑا لشکر اپنا رسد ساتھ لے جاتا تھا جبکہ چھوٹا لشکر رسد ساتھ لے کر روانہ نہیں ہوتا تھا' بلکہ قاعدہ یہ تھا کہ جو گاؤں راستہ میں آتا اس کے باشندے ان کی دعوت کرتے یا انہیں ضروریات کی اشیاء فروخت کرتے تھے۔ جب آفتاب اسلام طلوع ہوا تو کفار نے عداوت کی آڑ میں مسلمانوں کے لشکر صغیر کی دعوت کرنا بھی چھوڑ دی اور انہیں ضرورت کی اشیاء قیمتاً فراہم کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس سلسلے میں اسلامی فوجیوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ لہٰذا اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم ان سے ضرورت کی اشیاء مناسب قیمت پر زور سے بھی لے سکتے ہو۔ یاد رہے یہ اجازت جبر وظلم پر مبنی نہیں بلکہ مصلحت وحکمت کی بناپر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جزیہ کی مقدار میں مذاہب آئمہ:

غیر مسلموں کو اسلامی سلطنت میں شہریت دینے اور ان کی جان و مال کے تحفظ کے حوالے سے حکومت کی طرف سے وصول کیے جانے والے جزیہ کی مقدار کیا ہونی چاہیے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ امیر آدمی سے سالانہ چار دینار' متوسط دولت والے سے دو دینار اور غریب سے ایک دینار بطور جزیہ وصول کیا جائے گا جبکہ ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونا کا ہے۔ انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موقوف روایات سے استدلال کیا ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر ایک سے سالانہ ایک دینار وصول کیا جائے گا۔ انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت سے استدلال کیا ہے: **امره ان ياخذ من كل حالم يعني محتلما دينارا** (سنن ابی داؤد) یعنی ہر بالغ سے سالانہ جزیہ ایک دینار وصول کیا جائے گا۔

۳- دوسری روایت کے مطابق حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے چار اقوال ہیں: (۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق (۲) سلطان عصر کی رائے کے مطابق (۳) غریب سے سالانہ ایک دینار اور باقی لوگوں سے سلطان وقت کی رائے کے مطابق (۴) یمن کے باشندوں سے سالانہ ایک دینار جبکہ باقی لوگوں سے سلطان وقت کی رائے کے مطابق۔ انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **امره ان ياخذ من كل حالم يعني محتلما دينارا** (سنن ابی داؤد) یعنی ہر بالغ سے سالانہ ایک دینار جزیہ وصول کیا جائے گا۔

۴- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر انسان سے سالانہ چار دینار بطور جزیہ وصول کیے جائیں گے۔ انہوں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی مقطوع روایت سے استدلال کیا ہے کہ اہل شام پر چار دینار مقرر کیے گئے تھے۔ (صحیح بخاری)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: یہ حکم

عام نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ طے ہی ایسے ہوا تھا۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل میں دونوں احتمال یکساں درجہ کے ہیں: نبی ہونے یا بادشاہ ہونے کے سبب۔ تاہم نبی کی حیثیت کو فوقیت حاصل ہوگی کیونکہ یہ اصل ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اسی روایت میں تصریح ہے کہ وہ لوگ دولتمند تھے۔ لہٰذا یہ ہمارے موقف کے منافی نہیں ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل جو سنن ابی داؤد کے حوالے سے ہے کا جواب یہ ہے کہ ایک دینار مصالحت کی بنا پر تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْهِجْرَةِ

باب 31: ہجرت کا بیان

1516 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبْشِيٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن یہ بات ارشاد فرمائی: مکہ فتح ہونے کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی البتہ جہاد اور نیت باقی ہیں جب تم سے جنگ میں نکلنے کے لیے کہا جائے تو تم روانہ ہو جاؤ۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منصور بن معتمر کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

ہجرت کرنے کا مسئلہ

لفظ: ''ہجرۃ'' کا لغوی معنی ہے: ترک وطن، ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے دارالکفر کو ترک کر کے دارالاسلام میں پہنچ جانا۔ جب دارالکفر میں دین پر عمل کرنا مشکل ہو جائے تو وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ سوال یہ

1516- اخرجه البخاري (219/6) كتاب الجهاد، والسير: باب: لا هجرة بعد الفتح، حديث (3077) ومسلم (580/6) كتاب الامارة، باب: المبايعة بعد فتح مكة على الاسلام والهاد والخير- حديث (1353/85) وابو داؤد (6/2) كتاب الجهاد، باب: في الهجرة، هل انقطعت، حديث (2480) والدارمي (239/2) كتاب السير: باب: لا هجرة بعد الفتح واحمد (355،315،259،226/1) عن منصور بن المعتمر، عن مجاهد عن طاؤس عن ابن عباس به.

ہے کہ کس مقام کی طرف ہجرت کی جائے؟ تو اس کی بہترین صورت اللہ تعالیٰ خود پیدا فرما دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: من یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ (النساء:۱۰۰) جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا وطن ترک کر دیتا ہے تو وہ زمین میں بہت سی جگہ پائے گا۔ اگر دارالکفر میں دین اسلام پر عمل کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کرنا واجب نہیں ہے مثلاً ہندوستان کہ وہاں سے ہجرت واجب نہیں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان نبوت فرمایا تو لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور بتوں کی عبادت چھوڑنے کا پیغام دیا تو لوگ آپ کی مخالفت پر اتر آئے۔ کچھ لوگ مسلمان بھی ہوئے۔ کفار مکہ نے آپ پر اور مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ گرانے شروع کر دیے۔ یہ مخالفت کا سلسلہ شدت اختیار کرتا گیا حتیٰ کہ مسلمانوں کا دین پر عمل کرنا ناممکن ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ آپ اور صحابہ کرام نے دارالکفر (مکہ مکرمہ) سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو یہ مقدس شہر دارالکفر نہ رہا بلکہ دارالاسلام بن گیا۔ بعدازاں تا حال اس مرکز اسلام سے ہجرت کرنا جائز نہیں ہے۔ تاہم جہاد یا حصول علم یا تبلیغ دین کے لیے وہاں سے سفر کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ بَيْعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 32: نبی اکرم ﷺ کی بیعت کا بیان

1517 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) قَالَ جَابِرٌ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَنْ لَّا نَفِرَّ وَلَمْ نُبَايِعْهُ عَلَى الْمَوْتِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَابْنِ عُمَرَ وَعُبَادَةَ وَجَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يُذْكَرْ فِيْهِ اَبُوْ سَلَمَةَ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ ان اہلِ ایمان سے راضی ہو گیا جنہوں نے درخت کے نیچے تم سے بیعت کی''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر اس بات کی بیعت کی تھی کہ ہم فرار نہیں ہوں گے ہم نے آپ کے دستِ اقدس پر مرجانے کی بیعت نہیں کی تھی۔

اس بارے میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے

احادیث منقول ہیں۔

یہی روایت عیسیٰ بن یونس کے حوالے سے اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے نقل کی گئی ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے۔ راوی نے اس کی سند میں ابوسلمہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

1518 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ عُبَيْدٍ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَلٰى اَىِّ شَىْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ ابوعبید بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ لوگوں نے کس بات پر نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر حدیبیہ کے موقع پر بیعت کی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: موت پر۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1519 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: قَالَ كُنَّا نُبَايِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَيَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: كِلَاهُمَا وَمَعْنٰى كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحٌ قَدْ بَايَعَهُ قَوْمٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ عَلَى الْمَوْتِ وَاِنَّمَا قَالُوْا لَا نَزَالُ بَيْنَ يَدَيْكَ حَتّٰى نُقْتَلَ وَبَايَعَهُ اٰخَرُوْنَ فَقَالُوْا لَا نَفِرُّ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر اطاعت وفرمانبرداری کی بیعت کی تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: اس حد تک جس کی تم میں استطاعت ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

دونوں روایات کا مفہوم درست ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے موت کی بیعت کی تھی اور انہوں نے یہ کہا تھا: مرتے دم تک آپ کے ساتھ رہیں گے' جبکہ کچھ دوسرے لوگوں نے یہ کہا تھا: ہم فرار نہیں ہوں گے۔

1518- اخرجه البخارى (205/13) كتاب الاحكام' باب: كيف يبايع الامام' حديث (7206) ومسلم (577/6) كتاب الامارة' باب: استحباب مبايعة الامام الجيش عند ارادة القتال' حديث (1860/80) والنسائى (141/7) كتاب البيعة' باب البيعة على الموت واحمد (54'51'47/4) عن يزيد بن ابى عبيد عن سلمة بن الاكوع.

1519- اخرجه مالك فى الموطا (981/2) كتاب البيعة' باب: ما جاء فى البيعة' حديث (1) والبخارى (205/13) كتاب الاحكام' باب: كيف يبايع الناس الامام' حديث (7202) ومسلم (587/6 الابى) كتاب الامارة' باب: البيعة على السمع والطاعة فيما استطاع' حديث (1867/90) وابو داؤد (133/3) كتاب الخراج والامارة والفىء' باب: ما جاء فى البيعة حديث (2940) والنسائى (152/7) كتاب البيعة' باب: البيعة فيما يستطيع الانسان' واحمد (139'101'81'62'9/2) والحميدى (285/2) حديث (640) من طريق عبد الله بن دينار عن ابن عمر فذكره.

1520 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: قَالَ لَمْ نُبَايِعْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَوْتِ اِنَّمَا بَايَعْنَاهُ عَلٰی اَنْ لَّا نَفِرَّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر موت کی بیعت نہیں کی تھی ہم نے اس بات کی بیعت کی تھی کہ ہم فرار نہیں ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دستِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ کرام کی بیعت

لفظ: ''بیعت'' بیع سے بنا ہے، جس کا لغوی معنی کسی چیز کو فروخت کرنا ہے، جبکہ اصطلاحی معنی ہے، کسی معاملہ میں پختہ عہد و پیمان کرنا۔ مختلف مواقع پر مختلف مقاصد کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی ان میں سے ایک بیعت ''جہاد'' ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نمائندہ اور سفیر بنا کر مکہ مکرمہ روانہ کیا تو ان کی واپسی میں قدرے تاخیر ہوگئی۔ اس موقع پر یہ خبر عام ہو گئی کہ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت لی کہ آخری دم تک کوئی مسلمان میدان جہاد چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ اس بیعت کا تذکرہ سورۃ الفتح کی آیت ۱۸ میں موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام نے یہ بیعت کس مقصد کے لیے کی تھی؟ اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ بیعت اس بات پر کی تھی کہ میدان جہاد نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی تھی۔ دونوں مقاصد میں سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد زیادہ راجح ہے، کیونکہ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، جبکہ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر نمایاں اعتراض ہے کہ جب بیعت موت پر کی تھی تو پھر موت کیوں واقع نہ ہوئی؟ اور بقیدِ حیات رہ کر اس کی خلاف ورزی کیوں کی ہے؟

اقسام

بیعت کی مشہور چار اقسام ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- بیعت اسلام: وہ یہ ہے کہ کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت اسلام کی تھی۔ (۲) بیعت خلافت: دورِ رسالت میں بیعت اسلام، بیعت خلافت بھی کہلاتی تھی

1520- اخرجه مسلم (574/6) كتاب الامارة' باب: استحباب مبايعة الامام الجيش عند ارادة القتال' حديث (68-1856) والنسائي (140/7) كتاب البيعة' باب: البيعة على ان لا نفرد والدارمي (220/2) كتاب السير' باب: في بيعة ان لا يفروا' والحميدي (536/2) حديث (1275'1277) واحمد (381/3'396) عن ابي الزبير عن جابر به.

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول خدا ہونے کے ساتھ ساتھ خلیفہ وقت بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے متفقہ طور پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست اقدس پر بیعت خلافت کی تھی۔ مسلمانوں کا خلیفہ تا حیات ہوتا ہے اور پانچ سال کے بعد اس کو تبدیل کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں تھی۔ (۳) بیعت جہاد: جب دشمن کا خطرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر کیکر کے درخت کے نیچے پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت جہاد لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ بیعت جہاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ دشمن کا مقابلہ میدان جہاد میں کریں گے اور میدان چھوڑ کر بھاگیں گے نہیں۔ قرآن کریم میں اس بیعت کا تذکرہ بایں الفاظ کیا گیا ہے: لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذیبا یعونك تحت الشجرة۔ بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے"۔ (۴) بیعت طریقت: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی عالم ربانی اور ولی کامل سے دین و روحانیت کی ترقی اور اپنی اصلاح کا پختہ عہد و پیمان کرنا، جن سے یہ معاہدہ کیا جائے اسے شیخ یا مرشد یا پیشوا کہا جاتا ہے اور جو کرتا ہے اسے مرید یا خادم کہا جاتا ہے۔ اس بیعت کا تذکرہ قرآن کریم میں بایں الفاظ میں کیا گیا ہے: یایھا النبی اذا جائك المومنات یبایعنك علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولایزنین۔ (اے نبی محترم! جب خواتین آپ کی خدمت میں اس بات پر بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی، وہ چوری نہیں کریں گی اور وہ زنا کا ارتکاب نہیں کریں گی۔ اس آیت کے مضمون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت اسلام نہیں، کیونکہ عورتیں پہلے سے مسلمان تھیں۔ بیعت خلافت بھی نہیں ہے، کیونکہ دور رسالت میں بیعت اسلام کے ساتھ ہی بیعت خلافت بھی ہو جاتی تھی۔ بیعت جہاد بھی نہیں ہے، کیونکہ خواتین کا جہاد میں شامل ہونا منع ہے، تو پھر بیعت طریقت ہونا از خود متعین ہو گیا۔ یاد رہے خواتین کو پردہ میں رکھتے ہوئے ان سے بیعت لی جائے گی کیونکہ مرشد، ارادتمند خواتین کے لیے غیر محرم ہے اور ان سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ نَکْثِ الْبَیْعَةِ

باب 33: بیعت کو توڑ دینا

1521 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثَةٌ لَّا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَكِّیهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ رَجُلٌ بَایَعَ اِمَامًا فَاِنْ اَعْطَاهُ وَفٰی لَهٗ وَاِنْ لَّمْ یُعْطِهٖ لَمْ یَفِ لَهٗ

1521- اخرجه البخاری (214/13) کتاب الاحکام، باب: من بایع رجلا لا یبایعه الا للدنیا حدیث (7212) ومسلم (358/1) کتاب الایمان، باب: بیان غلظ تحریم اسبال الا زار والمن بالعطیة، حدیث (108/173) وابو داؤد (299/2) کتاب البیوع، باب: فی منع الماء، حدیث (3475) وابن ماجه (744/2) کتاب التجارات، باب: ما جاء فی کراهیة الایمان فی الشراء والبیع، حدیث (2207) واحمد (480،253/2) عن ابی صالح السمان عن ابی هریرة به۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَعَلٰى ذٰلِكَ الْاَمْرُ بِلَا اخْتِلَافٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن تین طرح کے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرے گا ان کا تزکیہ نہیں کرے گا' اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا' ایک وہ شخص جو کسی امام کی بیعت کرے' اور اگر امام اسے کچھ دے' تو وہ اس بیعت کو پورا کرے' اور اگر کچھ نہ دے' تو اس کو پورا نہ کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

کسی اختلاف کے بغیر یہی حکم ہے۔

شرح

بیعت توڑنے کی وعید ومذمت

امیر کی اطاعت واجب ہے' کیونکہ اس کی اطاعت رسول خدا کی اطاعت ہے اور رسول اللہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ جو آدمی امیر کی اطاعت کرتا ہے اس نے یقیناً میری اطاعت کی اور جو میری نافرمانی کرتا ہے اس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی۔ (مشکوٰۃ' رقم الحدیث ۳۶۶۱) ثابت ہوا امیر کی اطاعت' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے اور امیر کی نافرمانی درحقیقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے اور آپ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ امیر کی اطاعت اس لیے بھی واجب ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کی تنظیم کا فریضہ انجام دیتا ہے اور اس کی وجہ سے ملت کی عظمت اور شان وشوکت کا اظہار ہوتا ہے' جبکہ یہ دونوں امور بعثت نبوی کے مقاصد سے متعلق ہیں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی حرام ہے' اسی طرح امیر وقت کی نافرمانی اور اس کے خلاف بغاوت کرنا بھی حرام ہے۔ اگر امیر بالفرض اللہ تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا حکم دے' تو اس کی اطاعت واجب نہیں ہے' کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں رہی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ بَيْعَةِ الْعَبْدِ

باب 34: غلام کی بیعت کا بیان

1522 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ قَالَ

1522- اخرجه مسلم (523/5) كتاب الاساقاة' باب: جواز بيع الحيوان بالحيوان- حديث (1602/123) وابو داؤد (270/2) كتاب البيوع' باب: في ذلك اذا كان يدا بيد' حديث (3358) وابن ماجه (958/2) كتاب الجهاد' باب: البيعة' حديث (2869) والنسائي (150/7) كتاب البيعة' باب: بيعة المماليك' (292/7) كتاب البيوع' باب: بيع الحيوان بالحيوان يدا بيدا' واحمد (372'349/3) عن الليث' عن ابي الزبير' به.

متن حدیث: جَاءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَا يَشْعُرُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ عَبْدٌ فَجَاءَ سَيِّدُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِيهِ فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ أَسْوَدَيْنِ وَلَمْ يُبَايِعْ أَحَدًا بَعْدُ حَتَّى يَسْأَلَهُ أَعَبْدٌ هُوَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي الزُّبَيْرِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک غلام آیا اس نے نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر ہجرت کی بیعت کی نبی اکرم ﷺ کو یہ پتہ نہیں تھا: وہ غلام ہے' پھر اس کا آقا آیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے مجھے فروخت کردو' پھر آپ نے اسے دو سیاہ فام غلاموں کے عوض میں خرید لیا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ جب بھی کسی سے بیعت لیتے تھے' تو اس سے دریافت کر لیتے تھے کہ کیا وہ غلام تو نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

ہم اسے صرف ابوزبیر کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

غلام کی بیعت کا مسئلہ

عدم توجہ یا اتفاق کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے بیعت ہجرت کی۔ غلام غالباً مکہ کا باشندہ تھا اور وہ مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ یہ سعادت بیعت حاصل کرنے والا غلام مسلمان تھا۔ اس لیے اس کے عوض آپ نے دو غلام دے کر اس کے آقا سے خرید لیا۔ اس واقعہ کے بعد جب تک غلام یا عدم غلام کی صورتحال واضح نہ ہو جاتی''۔ آپ بیعت نہیں کرتے تھے۔ جو غلام آپ نے خریدا وہ خوبصورت اور مسلمان تھا جبکہ اس کے عوض جو دو غلام اس کے آقا کو فراہم کیے تھے وہ سیاہ فام اور غیر مسلم تھے۔ ایک غلام کے عوض دو غلام فراہم کرنے یقین دہانی کی تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعَةِ النِّسَاءِ

باب 35: خواتین سے بیعت لینا

1523 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ أُمَيْمَةَ بِنْتَ رُقَيْقَةَ تَقُولُ

1523- اخرجه النسائی (149/7) کتاب البیعة' باب: بیعة النساء وابن ماجه (959/2) کتاب الجهاد' باب: بیعة النساء حدیث (2874) ومالك (982/2) کتاب البیعة' باب: ما جاء فی البیعة' حدیث (2) والحمیدی (163/1) حدیث (241) واحمد (357/6) عن محمد بن المنکدر عن امیمة بنت رقیقة به.

متن حدیث: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ فَقَالَ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَاَطَقْتُنَّ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَرْحَمُ بِنَا مِنَّا بِاَنْفُسِنَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْنَا قَالَ سُفْيَانُ تَعْنِيْ صَافِحْنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا قَوْلِيْ لِمِائَةِ امْرَاَةٍ كَقَوْلِيْ لِامْرَاَةٍ وَّاحِدَةٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ نَحْوَهُ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ لِاُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَاُمَيْمَةُ امْرَاَةٌ اُخْرٰى لَهَا حَدِيْثٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ سیّدہ امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم خواتین نے نبی اکرم ﷺ کی بیعت کی تھی' آپ ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا: یہ بیعت اس حد تک ہوگی' جس کی تم میں استطاعت ہو' جس کی تم طاقت رکھتی ہو' تو میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہمارے بارے میں ہم سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہم سے بیعت لیں۔

سفیان نامی راوی بیان کرتے ہیں: اس خاتون کی مراد یہ تھی کہ آپ اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں دیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: 100 عورتوں سے میرا کلام بھی ایک عورت کے ساتھ بات کرنے کی مانند ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' سیّدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف محمد بن منکدر سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر راویوں نے اسے محمد بن منکدر کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: میرے علم کے مطابق سیّدہ اُمیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے صرف یہی روایت منقول ہے۔

اُمیمہ نامی ایک اور خاتون بھی ہیں جن کے حوالے سے ایک حدیث منقول ہے۔

شرح

خواتین سے بیعت لینے کا مسئلہ

بیعت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی عمل کے بارے میں پختہ معاہدہ کرنا تاکہ وہ عمل باقاعدگی اور تسلسل سے انجام پاتا رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت خواتین وحضرات سب سے لی جبکہ بیعت مختلف مواقع پر مختلف مقاصد کے لیے لی تھی۔ خواتین

سے بیعت اسلام اور اعمال صالحہ پر لی تھی۔ مردوں کی طرح اپنے ہاتھ میں ان کا ہاتھ لے کر نہیں کی بلکہ پردہ کی آڑ میں زبانی بیعت لی تھی۔ علاوہ ازیں ان سے انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر بیعت لی اور اعمال صالحہ کے حوالے سے ان کی استطاعت وقوت کے مطابق بیعت لی تھی۔ خواتین سے اعمال صالحہ پر بیعت کا مقصد انہیں عبادت وریاضت کا خوگر اور تاقیامت آنے والی خواتین کے لیے نمونہ عمل بنانا تھا۔

فائدہ نافعہ: خواتین کی طرف سے اصرار کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت سے احتراز واجتناب فرمایا حالانکہ خواتین آپ کی روحانی بیٹیاں ہیں' پھر بھی احتیاط کے پہلو کو ترک نہیں کیا۔ دور حاضر کے مشائخ اور سجادہ نشین حضرات کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی پیغام ہے کہ خواتین سے بغیر پردہ کے ملاقات نہ کی جائے اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت لینا حرام ہے۔ مرشد عام لوگوں کی طرح غیر محرم ہوتا ہے' لہٰذا اس سے پردہ بھی فرض ہے۔ مشائخ طریقت کا یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ خواتین سے بیعت لیتے وقت انہیں پردے کی آڑ میں عمامہ یا چادر یا رومال وغیرہ تھما کر بیعت لیتے ہیں۔ اگر زبانی کلامی بھی انہیں سلسلہ میں داخل کیا جائے اور ان سے بیعت لی جائے تب بھی جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عِدَّۃِ اَصْحَابِ بَدْرٍ

باب 36: اصحابِ بدر کی تعداد

1524 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی الْکُوْفِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ عَیَّاشٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ

متنِ حدیث: قَالَ کُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ اَصْحَابَ بَدْرٍ یَوْمَ بَدْرٍ کَعِدَّۃِ اَصْحَابِ طَالُوْتَ ثَلَاثُ مِائَۃٍ وَّثَلَاثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاہُ الثَّوْرِیُّ وَغَیْرُہٗ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ یہ گفتگو کیا کرتے تھے' غزوۂ بدر کے دن' اصحابِ بدر کی تعداد' حضرت طالوت کے ساتھیوں جتنی تھی۔ یعنی وہ تین سو تیرہ افراد تھے۔

اِس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1524- اخرجہ البخاری (339/7) کتاب المغازی' باب: عدۃ اصحاب بدر' حدیث (3957'3959) وابن ماجہ (944/2) کتاب الجھاد' باب: السرایا' حدیث (2828) واحمد (290/4) عن سفیان و اسرائیل وزھیر عن ابی اسحق السبیعی عن البراء بہ۔

سفیان ثوری اور دیگر راویوں نے اسے ابواسحاق سے روایت کیا ہے۔

شرح

شرکاءِ بدر کی تعداد کا مسئلہ

غزوہ بدر اسلام و کفر کا پہلا معرکہ تھا جس میں کفار کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی جبکہ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ غزوہ بدر میں شامل ہونے والے مجاہدین کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم غزوہ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو کچھ سفر طے کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی تعداد معلوم کرنے کے لیے شمار کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ شمار کیے گئے تو تین سو تیرہ تھے۔ آپ نے دوبارہ شمار کرنے کا حکم دیا تو شمار کرنے کے دوران دور سے ایک شتر سوار نظر آیا جسے شمار کر کے تعداد تین سو پندرہ ہوگئی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ شرکاء بدر کی تعداد تین سو انیس تھی۔ ان روایات کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اگر شتر سوار اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شمار کر لیا جائے تو تعداد تین سو پندرہ تھی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور شتر سوار کو شمار نہ کیا جائے تو شرکاء بدر کی تعداد تین سو تیرہ ہوگی۔ شرکاء میں چار کم سن لڑکے تھے: (۱) حضرت براء (۲) حضرت عبداللہ بن عمر (۳) حضرت جابر بن عبداللہ (۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اگر ان کو بھی شمار کر لیا جائے تو کل شرکاء کی تعداد تین سو انیس ہو جائے گی۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۷، ص ۲۲۶) مشہور روایت کے مطابق شرکاء بدر کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخُمُسِ

باب 37: خمس کا بیان!

1525 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ اٰمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ قَالَ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عبدالقیس قبیلے کے وفد سے یہ فرمایا تھا: میں تم لوگوں کو

1525- اخرجه البخاري (157/1) كتاب الايمان' باب: اذا الخمس من الايمان' حديث (53) واطرافه (87'523'1398' 3095' 3510' 4368' 4269' 6176'7266'7556) ومسلم (146/1) كتاب الايمان' باب: الأمر بالايمان بالله تعالٰى ورسوله صلى الله عليه وسلم وشرائع الدين' حديث (17/23) وابو داؤد (355/2) كتاب الاشربة' باب: في الاوعية' حديث (3692) والنسائي (323/8) كتاب الاشربة' باب: الاخبار التى بها من اباح شراب السكر وابن خزيمة (6/4) كتاب الزكوٰة' باب: البيان ان ايتاء الزكوٰة من الايمان حديث (2245) احمد (23/3) عن ابى جمرة عن ابن عباس به.

یہ ہدایت کرتا ہوں، تمہیں جو مالِ غنیمت حاصل ہو اس کے پانچویں حصے کو ادا کرو۔

اس حدیث میں پورا واقعہ منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

مالِ غنیمت سے خمس وصول کرنے کا مسئلہ

قبیلہ ربیعہ سے متعلق وفد عبدالقیس کی قبیلہ مضر کے کفار سے جنگ کا سلسلہ جاری تھا۔ جب وفد قیس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو آپ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار امور سے منع کیا۔ جن امور کو بجالانے کا حکم دیا تھا ان میں سے ایک مالِ غنیمت سے خمس ادا کرنا تھا۔

جو اموال کفار سے وصول کیے جاسکتے ہیں ان کی دو اقسام ہو سکتی ہیں:

۱- مالِ غنیمت: یہ وہ مال ہے جو دشمن سے جنگ کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آتا ہے۔

۲- مالِ فئی: یہ وہ مال ہے جو کفار سے جنگ کے بغیر ان سے وصول کیا جاتا ہے مثلاً جزیہ، خراج، جو مال کفار سے مصالحت کے عوض حاصل ہو اور وہ مال جو کفار چھوڑ کر فرار ہو گئے ہوں۔

کفار کا وہ مال جو بطور مالِ غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اس کی تقسیم کاری سے قبل خمس (پانچواں حصہ) نکالا جائے گا جو بیت المال میں جمع کیا جاتا ہے۔ اس کے پانچ مصارف ہیں۔ اس سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے: "اور یہ بات معلوم کرلو کہ جو چیز کفار سے بطور غنیمت تم کو ملے اس کا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا پانچواں حصہ اور اس کے رسول کے لیے، رسول کے رشتہ داروں کے لیے، یتیموں کے لیے، غریبوں کے لیے اور مسافروں کے لیے"۔ (الانفال: ۴۱) اس ارشاد خداوندی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بطور تمہید ہے جبکہ اس کے پانچ مصارف یہ بیان کیے گئے ہیں:

۱- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حصہ کو اپنی ضروریات کے لیے استعمال کرتے تھے اور آپ کے وصال مبارک کے بعد یہ حصہ مصالح مسلمین کے لیے خرچ کیا جاتا تھا۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاء و اقارب: خمس کا دوسرا مصرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاء و اقارب لوگ ہیں۔ وہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے لوگ ہیں خواہ وہ امیر ہوں یا غریب، مرد ہوں یا خواتین اور ان میں سے جو مقروض ہو اس سے قرضہ بھی ادا کیا جاسکتا ہے یا کسی کی شادی پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔

۳- یتیم لوگ: وہ بچے جن کا باپ فوت ہو چکا ہو اور وہ غریب ہوں تو ان پر خرچ کیا جائے گا۔

۴- غرباء: وہ لوگ جو صاحب ثروت نہ ہوں اور ان کے پاس دولت بالکل نہ ہو۔

۵-مسافرلوگ: وہ لوگ جو حالت سفر میں ہوں اور اپنے وطن سے دور ہوں ان پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔

فائدہ نافعہ: (۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا مصرف (حصہ) باقی نہیں رہا اور آپ کے اعزاء واقارب کا حصہ نصرت قدیم کی بنا پر جو تھا وہ بھی باقی نہیں ہے۔ تاہم اب خمس کے تین مصارف باقی ہیں:

(۱) یتاما (۲) غرباء (۳) مسافروں

فائدہ نافعہ: (۲) امام وقت اپنی صوابدید کے مطابق خمس تمام مصارف یا بعض یا ایک پر صرف کرسکتا ہے جس طرح زکوٰۃ تمام مصارف زکوٰۃ پر بھی خرچ کی جاسکتی ہے بعض کو بھی دی جاسکتی ہے اور ایک کو بھی دی جاسکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ النُّهْبَةِ

باب 38: "نہبہ" حرام ہے

1526 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَایَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ

متنِ حدیث: کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَتَقَدَّمَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَتَعَجَّلُوْا مِنَ الْغَنَائِمِ فَاطَّبَخُوا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اُخْرَی النَّاسِ فَمَرَّ بِالْقُدُوْرِ فَاَمَرَ بِهَا فَاُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ بَیْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِیْرًا بِعَشْرِ شِیَاهٍ

اسنادِدیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَرَوٰی سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَبَایَةَ عَنْ جَدِّهٖ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ وَّلَمْ یَذْكُرْ فِیْهِ عَنْ اَبِیْهِ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ وَهٰذَا اَصَحُّ

توضیح راوی: وَعَبَایَةُ بْنُ رِفَاعَةَ سَمِعَ مِنْ جَدِّهٖ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ الْحَكَمِ وَاَنَسٍ وَّاَبِیْ رَیْحَانَةَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ وَزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ اَیُّوْبَ

◄► عبایہ بن رفاعہ اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: کچھ جلد باز لوگوں نے جلدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مالِ غنیمت میں (ملنے والے جانوروں کو) پکانا شروع کردیا' نبی اکرم ﷺ پیچھے والے لوگوں کے ساتھ آرہے تھے جب آپ ﷺ ہنڈیوں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ کے حکم کے تحت انہیں الٹا دیا گیا' پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کے درمیان مالِ غنیمت کو تقسیم کیا' آپ نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اپنی سند کے حوالے سے' حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس کی سند میں عبایہ کے والد کا ذکر نہیں کیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

عبایہ بن رفاعہ نامی راوی نے اپنے دادا حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1527 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنِ انْتَهَبَ فَلَيْسَ مِنَّا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس میں سے کچھ لے' اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

تقسیم سے قبل مالِ غنیمت سے انتفاع کی ممانعت

مالِ غنیمت میں تمام شرکاء جہاد کا حق ہوتا ہے۔ اس کی تقسیم سے قبل اس سے انتفاع خیانت کے زمرے میں آتا ہے جو ناجائز اور حقوق تلفی ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ اصولوں کی پابندی اور حقوق العباد کے تحفظ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنڈیاں الٹا دینے کا حکم جاری کر دیا تھا۔ دوسری حدیث باب میں ایسی حرکت کرنیوالے شخص کی وعید و مذمت صراحت سے بیان کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے اور لوٹ مار کرنے والے کے بارے میں فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں ہے' گویا آپ نے ایسے شخص سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور عدمِ تعلق کا اعلان کر کے اس کی مذمت بھی بیان فرمائی۔

سوال: قربانی کے جانوروں میں شمولیت یا عدمِ شمولیت کے حوالے سے مسئلہ یہ ہے کہ بکرا ایک شخص کی طرف سے بطور قربانی ذبح کیا جائے گا جبکہ گائے اور اونٹ میں سات آدمی شامل ہو سکتے ہیں۔ پہلی حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک اونٹ کی قربانی میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں' تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: گائے کی طرح اونٹ میں بھی بطور قربانی سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور اس سے زائد نہیں۔ اونٹ کی قربانی دس آدمیوں کی طرف سے کرنے سے مراد نفلی قربانی ہے' واجب نہیں ہے۔ نفلی قربانی میں دس کجا دس ہزار بلکہ دس لاکھ افراد کو شامل کیا جا

1527- اخرجه احمد (140/3، 197) وانفرد الترمذی عن السنة به' انظر تحفة الاشراف (152/1) حديث (479) عن معمر عن ثابت عن انس به۔

سکتا ہے۔ مثلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے موقع پر دو بکرے ذبح فرمائے۔ ان میں سے ایک اپنی طرف سے جو بطور قربانی واجب تھا جبکہ دوسرا اپنے ان امتیوں کی طرف سے جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس مسئلہ کی مزید تائید دیگر روایات سے بھی ہوتی ہے جو معتبر کتب حدیث کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں قربانی مراد نہیں ہے' بلکہ مالِ غنیمت مراد ہے یعنی مالِ غنیمت میں آنے والا اونٹ دس آدمیوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْلِيْمِ عَلٰى اَهْلِ الْكِتَابِ

باب 39: اہلِ کتاب کوسلام کرنا

1528 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَبْدَئُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِي الطَّرِيْقِ فَاضْطَرُّوْهُمْ اِلٰى اَضْيَقِهٖ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَّاَبِيْ بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ لَا تَبْدَئُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّمَا مَعْنَى الْكَرَاهِيَةِ لِاَنَّهٗ يَكُوْنُ تَعْظِيْمًا لَهُمْ وَاِنَّمَا اُمِرَ الْمُسْلِمُوْنَ بِتَذْلِيْلِهِمْ وَكَذٰلِكَ اِذَا لَقِيَ اَحَدَهُمْ فِي الطَّرِيْقِ فَلَا يَتْرُكِ الطَّرِيْقَ عَلَيْهِ لِاَنَّ فِيْهِ تَعْظِيْمًا لَهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور جب تمہارا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ راستے میں سامنا ہو' تو اسے تنگ راستے کی طرف جانے پر مجبور کرو۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں' ان سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حدیث کے الفاظ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام میں پہل نہ کرو بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: یہ کراہیت کا مفہوم رکھتے ہیں' کیونکہ اس صورت میں ان کی تعظیم ظاہر ہوتی ہے اور مسلمانوں کو ان کی تذلیل کا حکم دیا گیا ہے۔

1528- اخرجه مسلم (7/332- الابی) كتاب الاسلام' باب: النهی عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام' حديث (2167/14-13) وابو داؤد (2/773) كتاب الادب باب فی السلام علی اهل الذمة حديث (5205) واحمد (2/263'266' 346'444) عن سهيل بن ابی صالح عن ابی صالح' عن ابی هريرة به.

اسی طرح جب کوئی مسلمان کسی یہودی یا عیسائی سے راستے میں ملے تو اس کے لیے راستہ نہ چھوڑے کیونکہ اس میں بھی ان کی تعظیم ہوگی۔

1529 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ الْيَهُوْدَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَحَدُهُمْ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْ عَلَيْكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی یہودی تمہیں سلام کرے اور السام علیکم (تمہیں موت آئے) کہے تو علیک (یعنی تم کو بھی) کہہ دو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اہل کتاب کو سلام کہنے اور جواب دینے کا طریقہ

مدینہ طیبہ کے اطراف میں کثیر تعداد میں یہودی لوگ آباد تھے۔ جب وہ مسلمانوں سے ملتے تو انہیں السلام علیکم کے بجائے السام علیکم (تمہیں موت آئے) کہہ کر آگے بڑھ جاتے۔ اس بارے میں بارگاہ رسالت میں عرض کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس حرکت کے بارے میں فرمایا: تم لوگ ان کے جواب میں صرف وعلیکم کہہ دیا کرو۔ علاوہ ازیں آپ نے فرمایا: تم پیشگی انہیں ''السلام علیکم'' نہ کہو بلکہ جونہی انہیں آتے ہوئے دیکھو تو انہیں دائیں بائیں مڑنے پر مجبور کر دو۔

فائدہ نافعہ: نصاریٰ، کفار، مشرکین، ہندوؤں، سکھوں اور دیگر کفار کو سلام کہنے اور جواب دینے کا بھی یہی طریقہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْمُقَامِ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُشْرِكِيْنَ

باب 40: مشرکین کے درمیان رہنا مکروہ ہے

1530 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ

1529– اخرجه البخاری (293/12) كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، حديث (6928) ومسلم (328/7 الابى) كتاب السلام، باب: النهى عن ابتداء اهل الكتاب بالاسلام، حديث (2164/8) وابو داؤد (774/2) كتاب الادب: باب فى الاسلام على اهل الذمة، حديث (5206) ومالك (920/6) كتاب الاسلام، باب: ما جاء فى الاسلام على اليهودى والنصرانى حديث (3) والدارمى (276/2) كتاب الاستئذان: باب: فى رد السلام على اهل الكتاب، والحميدى (290/2) حديث (656) واحمد (58،19،9/2) عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر به.

1530– اخرجه ابوداؤد (52/2) كتاب الجهاد، باب: النهى عن قتل من اعتصم بالسجود حديث 2645) والنسائى (36/8) كتاب القسامة، باب: القود بغير حديدة من طريق قيس بن ابى حازم عن جرير بن عبد الله به.

جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً اِلٰى خَثْعَمٍ فَاعْتَصَمَ نَاسٌ بِالسُّجُوْدِ فَاَسْرَعَ فِيْهِمُ الْقَتْلَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ اَنَا بَرِيْءٌ مِّنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيْمُ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُشْرِكِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلِمَ قَالَ لَا تَرَايَا نَارَاهُمَا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ جَرِيْرٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَمُرَةَ

اختلاف سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَكْثَرُ اَصْحَابِ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً وَّلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ جَرِيْرٍ وَّرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ الصَّحِيْحُ حَدِيْثُ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ

حدیثِ دیگر: وَرَوٰى سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَاكِنُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا تُجَامِعُوْهُمْ فَمَنْ سَاكَنَهُمْ اَوْ جَامَعَهُمْ فَهُوَ مِثْلُهُمْ

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خثعم قبیلے کی طرف ایک جنگی مہم روانہ کی کچھ لوگوں نے سجدے کے ذریعے بچنے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے انہیں تیزی سے قتل کر دیا اس بات کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کی نصف دیت ادا کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: میں ایسے ہر مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کس وجہ سے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: (انہیں ایک دوسرے سے اتنا دور رہنا چاہیے) کہ ایک کی آگ دوسرے کو نظر نہ آئے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس کی سند میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

اس بارے میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

اسماعیل نامی راوی کے اکثر شاگردوں نے اسے اسماعیل کے حوالے سے قیس بن ابوحازم کے حوالے سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے ایک مہم روانہ کی انہوں نے اس کی سند میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

حماد بن سلمہ نامی راوی نے حجاج بن ارطاۃ کے حوالے سے اسمٰعیل بن ابوخالد کے حوالے سے' قیس کے حوالے سے' حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی طرح روایت نقل کی ہے جیسے ابومعاویہ نے نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: مستند روایت وہ ہے' جسے قیس نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے' مشرکین کے ساتھ رہائش اختیار نہ کرو ان کے ساتھ میل جول نہ رکھو جو شخص ان کے ساتھ رہائش اختیار کرے' اور ان کے ساتھ میل جول رکھے وہ بھی ان کی مانند ہوگا۔

شرح

مشرکین کے درمیان رہائش اختیار کرنے کی ممانعت

جب مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مخالفت کا سلسلہ شدت اختیار کر جائے یا جنگ جاری ہو' تو مخلوط آبادی نہیں ہونی چاہیے تاکہ فسادات کی صورت میں صورتحال پر قابو پایا جاسکے اور نقصان سے بچا جاسکے۔ مثلاً غیر مسلموں کے محلہ میں چند مسلمان رہائش پذیر ہوں' تو فساد کی صورت میں کفار بڑی آسانی سے ان کا جانی و مالی نقصان کر سکتے ہیں اور صورتحال پر قابو پانے کے لیے پولیس کو بھی دشواری پیش آئے گی۔ اسی طرح مسلمانوں کے محلہ میں چند غیر مسلم آباد ہوں' تو فساد کی صورت میں مسلمان بھی ان کا جانی و مالی نقصان کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ اس لیے امتیاز پیدا کرنے اور نقصان سے بچنے کے لیے ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی رہائشگاہیں مخلوط نہ ہوں بلکہ فاصلے پر ہونی چاہئیں۔

قبیلہ خثعم کے ساتھ جنگ کے دوران کچھ لوگوں نے سجدہ کر کے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کی کوشش کی جسے مقابل کے مسلمان نہ سمجھ سکے اور انہیں قتل کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورتحال کا علم ہوا تو اظہار افسوس کیا اور نصف دیت دینے کا اعلان کیا اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان کر دیا کہ جو مسلمان' کفار کے درمیان رہتے ہیں وہ ان سے الگ ہو جائیں ورنہ آئندہ ایسا واقعہ پیش آنے پر دیت ہرگز ادا نہیں کی جائے گی بلکہ مسلمان اپنے قتل کا خود ذمہ دار ہوگا۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی آبادی اتنے فاصلے پر ہونی چاہیے کہ رات کے وقت بھی دونوں میں امتیاز ہو سکے۔

دوسری حدیث باب میں ان مسلمانوں سے اظہار ناراضگی کرنے کے ساتھ زبان نبوت سے ان کی مذمت بھی بیان کی گئی ہے جو غیر مسلموں کے ساتھ مل کر رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله (سنن ابی داؤد' رقم الحدیث ۲۷۸۷) جس شخص نے مشرک کے ساتھ رہائش اختیار کرنا پسند کیا تو وہ اس کی مثل ہے''۔ علاوہ ازیں مخلوط آبادی کی وجہ سے مسلمانوں کے بچوں' نوجوانوں اور اسلامی ماحول پر غیر مسلموں کا معاشرتی اثر پڑے گا جو مسلمانوں کی شایان شان نہیں ہو سکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِخْرَاجِ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ

باب 41: یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا

1531 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْکِنْدِیُّ حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ الْحُبَابِ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ

عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَئِنْ عِشْتُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَاُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اگر میں زندہ رہا اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا۔

1532 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ وَّعَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِىْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: لَاُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَلَا اَتْرُكُ فِيْهَا اِلَّا مُسْلِمًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بتایا: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: عنقریب یہودیوں' عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا' اور یہاں صرف مسلمانوں کو رہنے دوں گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالنے کا مسئلہ

زبان نبوت سے یہ اعلان کیا گیا کہ یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے گا۔ دوسری حدیث باب میں صراحت ہے کہ آئندہ ان لوگوں کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کیا جائے گا۔ اس اعلان کے وقت اسلامی حکومت کا دائرہ صرف جزیرۃ العرب تک محدود تھا۔ اہل کتاب باقاعدہ شہری تھے اور شہریوں کو سلطنت سے باہر نکالنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں تیز رفتاری سے فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا جس کے نتیجہ میں اسلامی حکومت کا دائرہ جزیرۃ العرب کے باہر تک پھیل گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے مطابق یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دیا گیا لیکن وہ پھر بھی اسلامی حکومت کے باقاعدہ شہری رہے۔ اس طرح انہیں مقام ''ذرعات'' پر آباد کیا گیا لیکن اسلامی حکومت سے باہر نہیں نکالا گیا تھا۔

1531- اخرجہ مسلم (366/6) کتاب الجہاد والسیر' باب: اخراج الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب' حدیث (1767/63) وابو داؤد (180/2) کتاب الخراج والفیء والامارۃ' باب: فی اخراج الیہود من جزیرۃ العرب' حدیث (3030) واحمد (32'29/1) (345/3) عن ابی الزبیر عن جابر عن عمر بن الخطاب بہ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَرِكَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 42: نبی اکرم ﷺ کے ترکہ کا بیان

1533 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَتْ فَاطِمَةُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ مَنْ يَّرِثُكَ قَالَ اَهْلِيْ وَوَلَدِيْ قَالَتْ فَمَا لِيْ لَا اَرِثُ اَبِيْ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا نُوْرَثُ وَلٰكِنِّيْ اَعُوْلُ مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْلُهُ وَاُنْفِقُ عَلٰى مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدٍ وَّعَائِشَةَ

حکمِ حدیث: وَحَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اختلافِ سند: اِنَّمَا اَسْنَدَهُ حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا رَوَاهُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِلَّا حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ وَرَوٰى عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ نَحْوَ رِوَايَةِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور دریافت کیا: آپ کا وارث کون ہوگا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میری بیوی اور میرے بچے' سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں: پھر کیا وجہ ہے؟ میں اپنے والد کی وارث نہیں بن رہی' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا (پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا) لیکن میں ان تمام لوگوں کی کفالت کرتا رہوں گا جن کی نبی اکرم ﷺ کفالت کیا کرتے تھے اور میں ان تمام لوگوں کا خرچ فراہم کروں گا جن کا نبی اکرم ﷺ خرچ فراہم کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

حماد بن سلمہ اور عبدالوہاب بن عطاء نے اسے محمد بن عمرو کے حوالے سے' ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

1533- اخرجه المصنف فی کتابه الشمائل المحمدیه (ص 56) حدیث (401) واحمد (1/10-13)' و (2/353) والبیهقی فی سنة (6/302) من طریق حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن ابی هریرة به.

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: میرے علم کے مطابق' صرف حماد بن سلمہ نے اسے محمد بن عمرو' ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

عبدالوہاب بن عطاء نے محمد بن عمرو' ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' حماد بن سلمہ کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

1534 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ فَاطِمَةَ جَاءَتْ اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَسْاَلُ مِيْرَاثَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنِّىْ لَا اُوْرَثُ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَا اُكَلِّمُكُمَا اَبَدًا فَمَاتَتْ وَلَا تُكَلِّمُهُمَا

مذاہبِ فقہاء: قَالَ عَلِيُّ بْنُ عِيْسٰى مَعْنٰى لَا اُكَلِّمُكُمَا تَعْنِىْ فِىْ هٰذَا الْمِيْرَاثِ اَبَدًا اَنْتُمَا صَادِقَانِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں' تاکہ نبی اکرم ﷺ سے اپنی وراثت' طلب کریں۔ ان دونوں حضرات نے یہ بات بیان کی۔ ہم نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میرا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ دونوں حضرات کے ساتھ کبھی کلام نہیں کروں گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اُس کے بعد مرتے دم تک سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں حضرات کے ساتھ کبھی کلام نہیں کیا۔

شیخ علی بن عیسیٰ فرماتے ہیں: روایت کے الفاظ کا مطلب یہ ہے: میں وراثت کے اس مسئلے میں آئندہ کبھی آپ سے بات نہیں کروں گی' کیونکہ آپ دونوں حضرات سچے ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

1535 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِىٍّ الْخَلَّالُ اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ

1534- اخرجه احمد (10/1) انظر السابق عن ابی سلمة ان فاطمة قالت لابی بکر به.

1535- اخرجه البخاری (227/6) کتاب فرض الخمس: باب: فرض الخمس' حدیث (3094) ومسلم (336/6' الابی) کتاب الجهاد والسیر' باب: حکم الفیء (1757/49) وابو داؤد (153/2) کتاب الخراج والفیء' باب: فی صفایا رسول الله صلی الله علیه وسلم من الاموال' حدیث (2963) والنسائی (135/7' 137) کتاب قسم الفیء واحمد (25/1' 48' 164' 179' 191) عن الزهری' عن مالك بن اوس بن الحدثان عن عمر به.

متن حدیث: قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَدَخَلَ عَلَيْهِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّسَعْدُ بْنُ اَبِىْ وَقَّاصٍ ثُمَّ جَآءَ عَلِىٌّ وَّالْعَبَّاسُ يَخْتَصِمَانِ فَقَالَ عُمَرُ لَهُمْ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِىْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا تُوُفِّىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا وَلِىُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتَ اَنْتَ وَهٰذَا اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ تَطْلُبُ اَنْتَ مِيْرَاثَكَ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ وَيَطْلُبُ هٰذَا مِيْرَاثَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيْهَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ وَّاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهٗ صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

◆◆ مالک بن اوس بن حدثان بیان کرتے ہیں: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی وہاں آ گئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی وہاں آئے وہ دونوں کسی بات پر تکرار کر رہے تھے حضرت رضی اللہ عنہ عمر نے ان سے کہا میں آپ لوگوں کو اللہ کے نام کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں جس کے حکم کے تحت آسمان اور زمین قائم ہیں کیا آپ حضرات یہ بات جانتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے' انہوں نے جواب دیا: جی ہاں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا: میں اللہ تعالیٰ کے رسول کا نائب ہوں اس وقت آپ اور یہ صاحب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے اپنے بھتیجے کی وراثت کے بارے میں سوال کیا اور ان صاحب نے اپنی اہلیہ کی ان کے والد سے ملنے والی وراثت کا مطالبہ کیا' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے: وہ (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) سچے تھے' نیک تھے' ہدایت یافتہ تھے' حق کے پیروکار تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں طویل قصہ منقول ہے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا مسئلہ

جب کوئی نبی وصال فرماتا ہے' تو وہ عام لوگوں کی طرح ورثاء کے لیے درہم و دینار چھوڑ کر نہیں جاتا بلکہ ان کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کے ترکہ کا کوئی وارث نہ ہوا۔ تاہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کیا: جن لوگوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفالت فرماتے تھے میں ان کی کفالت کروں گا اور جن لوگوں کے اخراجات آپ

برداشت فرماتے تھے میں ان کے اخراجات برداشت کروں گا۔ اس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ازواج النبی' آل اطہار اور اعزاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل کفالت فرماتے رہے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اخراجات برداشت کرتے رہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِنَّ هٰذِهٖ لَا تُغْزٰى بَعْدَ الْيَوْمِ

باب 43: نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا تھا آج کے دن کے بعد اس (شہر مکہ میں) جنگ نہیں کی جائے گی

1536 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ الْبَرْصَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: لَا تُغْزٰى هٰذِهٖ بَعْدَ الْيَوْمِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّسُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ وَّمُطِيعٍ

وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَهُوَ حَدِيْثُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ فَلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ

◆◆ حضرت حارث بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو فتح مکہ کے دن یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: آج کے دن کے بعد قیامت تک اس پر حملہ نہیں کیا جائیگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور حضرت مطیع رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

زکریا بن ابوزائدہ نے شعبی کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے یہ صرف انہی کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

مکہ مکرمہ امن و آشتی کا گہوارہ

فتح سے قبل مکہ مکرمہ پر کفار و مشرکین کا تسلط تھا لیکن فتح مکہ کے بعد ان کا تسلط ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ قرآن کریم نے اسے امن و آشتی کا گہوارہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: من دخله كان آمنا یعنی جو شخص بھی مکہ میں داخل ہوگا وہ امن والا ہو جائیگا۔ حضور

1536- اخرجه الحميدى حديث (572) واحمد (412/3)' (343/4) قال يزيد: اخبرنا' وقال الاخرون' حدثنا زكريا' بن ابى زائدة' عن الشعبى عن الحارث بن مالك بن البرصاء به.

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اعلان فرمایا مکہ مکرمہ تا قیامت مسلمانوں کے قبضہ میں رہے گا اور اس پر کافروں کا کبھی تسلط نہیں ہوگا۔

کعبہ اور بیت المقدس دونوں محترم اور اللہ تعالیٰ کے معزز گھر ہیں۔ دونوں کو قبلہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور ان کی تعمیر میں انبیاء کرام علیہم السلام نے باقاعدہ حصہ لیا ہے۔ کعبہ پر کبھی کفار کا ایسا تسلط نہیں ہوگا' جسے فتح کرنے یا آزاد کرانے کے لیے جنگ کرنا پڑے۔ کعبہ ہمیشہ امن وامان کا محور رہا ہے اور رہے گا جبکہ بیت المقدس ہمیشہ کشت وخون کا منظر پیش کرتا رہا اور رہ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ کعبہ کو تو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فتح کیا تھا جبکہ بیت المقدس کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فتح کیا تھا۔ جس طرح معلم اور تلامذہ کی خدمات اور کارناموں میں فرق ہوتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کے کارناموں اور خدمات میں امتیاز ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّاعَةِ الَّتِيْ يُسْتَحَبُّ فِيْهَا الْقِتَالُ

باب 44: وہ گھڑی جس میں قتال کرنا مستحب ہے

1537 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ

متنِ حدیث: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ اَمْسَكَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتْ قَاتَلَ فَاِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ اَمْسَكَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ قَاتَلَ حَتّٰى الْعَصْرِ ثُمَّ اَمْسَكَ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ يُقَاتِلُ قَالَ وَكَانَ يُقَالُ عِنْدَ ذٰلِكَ تَهِيجُ رِيَاحُ النَّصْرِ وَيَدْعُو الْمُؤْمِنُوْنَ لِجُيُوْشِهِمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ بِاِسْنَادٍ اَوْصَلَ مِنْ هٰذَا

توضیح راوی: وَقَتَادَةُ لَمْ يُدْرِكِ النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ وَّمَاتَ النُّعْمَانُ بْنُ مُقَرِّنٍ فِيْ خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

◆◆ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ غزوہ میں شرکت کی ہے' جب صبح صادق ہو جاتی تو سورج نکلنے تک نبی اکرم ﷺ جنگ شروع نہیں کرتے تھے جب وہ نکل آتا تھا تو جنگ شروع کر دیتے تھے اور جب دوپہر کا وقت ہو جاتا تو آپ جنگ سے رک جاتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تو پھر آپ جنگ شروع کر دیتے تھے' یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو جاتا تو آپ پھر رک جاتے تھے۔ پھر آپ عصر کی نماز ادا کرتے تھے پھر جنگ شروع کر دیتے تھے اور اس وقت کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا: اس وقت مدد کی ہوا چلتی ہے اور اس دوران اہلِ ایمان اپنی نمازوں میں اپنے لشکروں کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔

یہی روایت حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیگر سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' جو اس کے مقابلے میں زیادہ موصول ہے۔

قتادہ نامی راوی نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا کیونکہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ہو گیا تھا۔

1538 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ وَّالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَعَثَ النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ اِلَى الْهُرْمُزَانِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ فَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ مُقَرِّنٍ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ اَوَّلَ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ وَيَنْزِلَ النَّصْرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَعَلْقَمَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ اَخُوْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے: انہوں نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو ہرمزان کی طرف بھیجا۔

اس کے بعد انہوں نے طویل حدیث نقل کی ہے۔

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ (جنگوں میں) شریک ہوا ہوں آپ دن کے ابتدائی حصے میں جنگ نہیں کرتے تھے اور انتظار کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ جب سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چلنے لگتیں اور مدد نازل ہوتی (اس وقت جنگ شروع کرتے تھے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

علقمہ بن عبداللہ نامی راوی بکر بن عبداللہ مزنی کے بھائی ہیں۔

شرح

جہاد کرنے کے اوقات مستحبہ

جب دشمن اسلامی سلطنت پر حملہ آور ہو جائے تو کسی وقت کا انتظار کیے بغیر اس کا دفاع کیا جا سکتا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کا جانی ومالی نقصان کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تاہم جب دشمن سے جہاد کرنا اختیار میں ہو تو اوقات مستحبہ میں دشمن سے جہاد کیا جائے گا۔ جہاد کے اوقات مستحبہ احادیث باب میں بیان کیے گئے ہیں: (۱) جب آفتاب طلوع ہو جائے اور زمین خوب روشن ہو جائے تا وقت زوال (۲) زوال کا وقت ختم ہونے پر دوپہر کا کھانا کھانے اور نماز ظہر کے بعد تا نماز عصر (۳) نماز عصر ادا کرنے کے بعد تا نماز مغرب۔ جہاد کے لیے ان اوقات کے انتخاب میں حکمت یہ ہے کہ موسم خوشگوار ہوتا ہے۔ مجاہدین جہاد کے ساتھ حقوق اللہ کی بجا

1538- اخرجه ابوداؤد (49/3) كتاب الجهاد' باب: فى اى وقت يستحب اللقاء' حديث (2655) واحمد (444/5) من طريق حماد بن سلمة' عن ابى عمران الجونى' عن علقمة بن عبد الله المزنى' عن معقل بن يسار عن النعمان بن مقرن' فذكره.

آوری کا فریضہ بھی انجام دے سکتے ہیں اور کامیابی کے لیے دعائیں بھی کر سکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الطِّيَرَةِ

باب 45: طیرہ کا بیان

1539 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عِيْسٰى بْنِ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلطِّيَرَةُ مِنَ الشِّرْكِ وَمَا مِنَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَحَابِسٍ التَّمِيْمِيِّ وَعَآئِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَسَعْدٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَّرَوٰى شُعْبَةُ اَيْضًا عَنْ سَلَمَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ كَانَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ يَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَمَا مِنَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ قَالَ سُلَيْمَانُ هٰذَا عِنْدِيْ قَوْلُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّمَا مِنَّا

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: طیرہ شرک ہے ہم میں سے ہر شخص کو اس کا خیال آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے توکل کو ختم کر دیتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت حابس تمیمی رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف سلمہ بن کہیل کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شعبہ نے بھی اس روایت کو سلمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے سلیمان بن حرب نے یہ بات بیان کی ہے۔ روایت کے یہ الفاظ: ''ہم میں سے ہر شخص''۔ سلیمان کہتے ہیں: میرا یہ خیال ہے یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

1540 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَاُحِبُّ الْفَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْفَالُ قَالَ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ

1539- اخرجه ابوداؤد (409/2) كتاب الطب، باب: في الطيرة، حديث (3910) وابن ماجه (1170/2) كتاب الطب، باب: من كان يعجبه الفال ويكره الطيرة، حديث (3538) واحمد (389/1-438-440) عن سلمة بن كهيل، عن عيسىٰ بن عاصم، عن زر بن حبيش، عن عبد الله بن مسعود به.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بیماری کے متعدی ہونے اور بدفالی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ البتہ میں فال کو پسند کرتا ہوں' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! فال سے مراد کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھی بات۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1541 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَةٍ اَنْ يَّسْمَعَ يَا رَاشِدُ يَا نَجِيحُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ جب آپ کسی کام کے لیے نکلیں تو آپ یہ الفاظ سنیں۔

''اے ٹھیک راستہ پانے والے! اے کامیاب شخص!''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

شرح

بدشگونی اور بدفالی لینے کی مذمت

لفظ: ''طیرۃ'' کا اطلاق ''شگون'' پر ہوتا ہے' خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو 'بدشگونی'' کے ساتھ مخصوص کر دیا جبکہ اچھے شگون کے لیے لفظ: ''فال'' استعمال فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''فال'' کے مفہوم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے: اچھی بات۔

اسلام نے بدشگونی اور بدفالی لینے سے منع کیا ہے' تاہم نیک فالی کی اجازت دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بدشگونی اور بدفالی کے سبب انسان وساوس کا شکار ہو جاتا ہے اور بعض اوقات وساوس مرض کی شکل بھی اختیار کر جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے باعث انسان اللہ تعالیٰ سے بدظن ہو کر اس کا منکر بھی بن سکتا ہے' لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے' تاکہ ایمان جیسی دولت محفوظ رہ سکے۔ اس کے برعکس نیک فالی میں یہ خرابیاں ہرگز نہیں ہیں' لہٰذا یہ جائز ہے۔

1540- اخرجه البخاری (254/10) کتاب الطب' باب: لا عدوی' حدیث (5776) ومسلم (4207/7) کتاب السلام' باب: الطیرۃ والفال' وما یکون فیه من الشوم' حدیث (2224/112) وابو داؤد (411/2) کتاب الطب' باب فی الطیرۃ' حدیث (3916) وابن ماجه (1170/2) کتاب الطب' باب: من کان یعجبه الفال ویکره الطیرۃ' حدیث (3537) واحمد (130/3'173'251'275) عن قتادۃ' عن انس به۔

لفظ: "عدوی" کامعنی ہے: چھوت چھات' ایک مریض سے دوسرے کو مرض لگنا اور مرض کا تعدیہ ہونا' اسلام اسے تسلیم نہیں کرتا یعنی اس کی ذاتی تاثیر کو نہیں مانتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں اعلان رمایا: متعدی بیماری اور بدفالی کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے' البتہ میں فال کو پسند کرتا ہوں۔"

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لیے روانہ ہوتے تو یہ الفاظ سننا پسند فرماتے تھے: یَارَاشِدُ یَا نَجِیْحُ ۔ اے اچھا راستہ پانے والے! اے کامیاب شخص!

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ وَصِیَّتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْقِتَالِ

باب 46: جنگ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی تلقین

1542 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ

متنِ حدیث: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَ اَمِیْرًا عَلٰی جَیْشٍ اَوْصَاهُ فِیْ خَاصَّةِ نَفْسِهٖ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَمَنْ مَعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا وَّقَالَ اغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَاتِلُوْا مَنْ کَفَرَ بِاللّٰهِ وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا فَاِذَا لَقِیْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَادْعُهُمْ اِلٰی اِحْدٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ اَوْ خِلَالٍ اَیَّتُهَا اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَکُفَّ عَنْهُمْ وَادْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَالتَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ اِلٰی دَارِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ اِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَاِنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَعَلَیْهِمْ مَا عَلَی الْمُهَاجِرِیْنَ وَاِنْ اَبَوْا اَنْ یَّتَحَوَّلُوْا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ یَکُوْنُوْا کَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِیْنَ یَجْرِیْ عَلَیْهِمْ مَا یَجْرِیْ عَلَی الْاَعْرَابِ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْغَنِیْمَةِ وَالْفَیْءِ شَیْءٌ اِلَّا اَنْ یُّجَاهِدُوْا فَاِنْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلَیْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ وَاِذَا حَاصَرْتَ حِصْنًا فَاَرَادُوْكَ اَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِیِّهٖ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِیِّهٖ وَاجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَمَ اَصْحَابِكَ لِاَنَّکُمْ اِنْ تَخْفِرُوْا ذِمَّتَکُمْ وَذِمَمَ اَصْحَابِکُمْ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ وَاِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلٰی حُکْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلُوْهُمْ وَلٰکِنْ اَنْزِلْهُمْ عَلٰی حُکْمِكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِیْ اَتُصِیْبُ حُکْمَ اللّٰهِ فِیْهِمْ اَمْ لَا اَوْ نَحْوَ هٰذَا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ

حکم حدیث: وَحَدِیْثُ بُرَیْدَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اختلافِ روایت: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ وَزَادَ فِیْهِ فَاِنْ اَبَوْا فَخُذْ مِنْهُمُ الْجِزْیَةَ فَاِنْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلَیْهِمْ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰکَذَا رَوَاهُ وَکِیْعٌ وَّغَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْیَانَ وَرَوٰی غَیْرُ مُحَمَّدِ بْنِ بَشَّارٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

بْنِ مَهْدِيٍّ وَّذَكَرَ فِيْهِ اَمْرَ الْجِزْيَةِ

سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کسی شخص کو کسی لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرتے تو اس شخص کو اس کی اپنی ذات کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور دیگر مسلمانوں کے بارے میں بھلائی کی تلقین کرتے آپ ﷺ یہ ارشاد فرماتے:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کا آغاز کرو اور ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا ہے۔ اور مالِ غنیمت میں چوری نہ کرو' عہد شکنی نہ کرو' مثلہ نہ کرو' بچوں کو قتل نہ کرو' جب تمہارا اپنے مشرک دشمن سے سامنا ہو' تو اسے تین میں سے کسی ایک کو قبول کرنے کی دعوت دو وہ ان میں سے جس بات کو مان جائیں تم ان کی طرف سے اسے قبول کرو اور ان کے ساتھ جنگ کرنے سے رک جاؤ تم انہیں' اسلام کی دعوت دو اور اس بات کی کہ وہ اپنے علاقے کو چھوڑ کر مہاجرین کے علاقے میں آ جائیں اور انہیں یہ بتاؤ کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو انہیں وہ سب کچھ ملے گا' جو مہاجرین کو حاصل ہے اور ان پر وہ تمام ادائیگیاں لازم ہوں گی جو مہاجرین پر لازم ہیں تاہم اگر وہ وہاں جانے سے انکار کر دیں تو تم انہیں یہ بتا دینا کہ تم لوگ دیہاتی مسلمانوں کی طرح رہ سکتے ہو تم پر بھی وہ حکم جاری ہوگا' جو دیگر دیہاتی مسلمانوں پر جاری ہوتا ہے لیکن انہیں جہاد میں شریک ہونا پڑے گا۔ اگر وہ لوگ اس سے بھی انکار کر دیں تو تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے ان کے ساتھ جنگ شروع کرو' پھر تم اگر کسی قلعے کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے تم سے اللہ' اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ مانگیں تو تم انہیں اللہ' اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر پناہ نہ دینا بلکہ تم اپنی طرف سے اور اپنے لشکر کی طرف سے پناہ دینا کیونکہ اگر تم عہد شکنی کرتے ہو' تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر دیے گئے پیمان کو توڑنے کے مقابلے میں تمہارا اپنے پیمان کو توڑنا بہتر ہے اسی طرح اگر وہ لوگ یہ کہیں: تم ان کے بارے میں اللہ' اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرو تو تم ایسا نہ کرنا بلکہ اپنے ذاتی فیصلے کے مطابق فیصلہ کرنا کیونکہ تم یہ بات نہیں جانتے کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے؟ اور کیا تم اس کے مطابق فیصلہ کر رہے ہو یا نہیں؟ (راوی کو شک ہے یا شاید اسی کی مانند کچھ منقول ہے)۔

اس بارے میں حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

وہ اس بات کا انکار کریں تو تم ان سے جزیہ وصول کرنا اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو تم ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا۔

وکیع اور دیگر راویوں نے سفیان کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے۔

محمد بن بشار کے علاوہ دیگر راویوں نے اسے عبدالرحمٰن بن مہدی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں جزیہ کا تذکرہ کیا ہے۔

1543 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ

1543- اخرجه مسلم (2/240'241 الابی) كتاب الصلوة' باب: الامساك عن الاغارة على قوم في دار الكفر' حديث (382/9) وابو داؤد (49/2) كتاب الجهاد: باب: في دعاء المشركين' حديث (2634) من طريق حماد بن سلمة عن ثابت عن انس به.

أَنَسٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُغِيرُ إِلَّا عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ فَاسْتَمَعَ ذَاتَ يَوْمٍ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ عَلَى الْفِطْرَةِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ

اسنادِ دیگر: قَالَ الْحَسَنُ وَحَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز کے وقت حملہ کیا کرتے تھے اگر آپ کو وہاں سے اذان کی آواز آ جاتی تھی تو آپ حملے سے رک جاتے تھے ورنہ حملہ کر دیتے تھے۔ ایک دن آپ نے غور سے سننے کی کوشش کی تو آپ کو ایک شخص کی آواز سنائی دی جو اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ رہا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ فطرت پر ہے۔ اس شخص نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جہنم سے نکل گئے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مجاہدین کے لیے خصوصی ہدایات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مجاہدین کو جہاد کے لیے روانہ کرتے تو ہدایات سے نوازتے تھے جن کی تفصیل احادیث باب میں موجود ہے، تاہم ان میں سے چند خصوصی ہدایات بالترتیب درج ذیل ہیں:

۱- دعوت اسلام دینا: کفار سے جہاد کا آغاز کرنے سے قبل انہیں دعوت اسلام دی جائے تاکہ وہ دارالاسلام میں شامل ہو جائیں اور مجاہدین کے ساتھ مل کر دشمن سے جہاد کریں۔ اس بات کو تسلیم کرنے پر انہیں مال فئی اور مالِ غنیمت سے مجاہدین کی طرح حصہ دیا جائے گا۔ اگر وہ ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنا پسند نہ کریں بلکہ اپنے وطن میں رہنا چاہیں تو ان پر اسلامی عبادات فوراً نافذ ہو جائیں گی یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ اگر وہ جہاد میں شامل ہوں گے تو انہیں مال فئی اور مالِ غنیمت سے حصہ ملے گا ورنہ نہیں۔

۲- اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کرنا: اگر دشمن اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے، تو اسے اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کرنے کی دعوت دی جائے گی۔ اگر وہ ماتحتی قبول کر لیں تو ان پر جزیہ نافذ کیا جائے گا۔ انہیں آگاہ کیا جائے کہ جزیہ کی ادائیگی ان کے لیے بہتر نہیں ہوگی۔ اس طرح ممکن ہے کہ وہ پہلی بات پر آ جائیں اور اسلام قبول کر لیں۔

۳- اگر دشمن دعوت اسلام اور اسلامی حکومت کی ماتحتی دونوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے، تو ان سے جہاد کیا جائے گا۔

کِتَابُ فَضَائِلِ الْجِهَادِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

فضائلِ جہاد کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الْجِهَادِ

باب 1: جہاد کی فضیلت

1544 سندِحدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ قَالَ اِنَّكُمْ لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهُ فَرَدُّوْا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهُ فَقَالَ فِى الثَّالِثَةِ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَثَلُ الْقَائِمِ الصَّائِمِ الَّذِىْ لَا يَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ وَّلَا صِيَامٍ حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنِ الشِّفَاءِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبْشِيٍّ وَّاَبِىْ مُوْسٰى وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاُمِّ مَالِكٍ الْبَهْزِيَّةِ وَاَنَسٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِدیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ! کون سی چیز جہاد کے برابر ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کی استطاعت نہیں رکھو گے لوگوں نے دو تین مرتبہ اس سوال کو دہرایا، نبی اکرم ﷺ نے ہر مرتبہ یہی ارشاد فرمایا: تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے، پھر آپ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی مثال اس روزہ دار اور نفل پڑھنے والے کی طرح ہے، جو اپنی نماز میں کوئی وقفہ نہیں کرتا اور روزے میں کوئی وقفہ نہیں کرتا اس وقت تک جب تک، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا واپس نہ آ جائے۔

اس بارے میں حضرت شفاء رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سیدہ اُمّ

1544- اخرجه البخاری (6/6) کتاب الجهاد والسير، باب: فضل الجهاد، حديث (2785)(8/6) کتاب الجهاد والسير، باب: افضل الناس مومن مجاهد بنفسه وماله فی سبيل الله- حديث (2786) ومسلم (603/6) کتاب الامارة: باب: فضل الشهادة فی سبيل الله تعالٰی، حديث (1878/110) والنسائی (19/6) کتاب الجهاد باب: مثل المجاهد فی سبيل الله واحمد(324/2،344،359) من طريق ذكوان ابو صالح ابی هريرة به.

مالک بہزیہ رضی اللہ عنہا‘ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔
یہی روایت دیگر حوالے سے‘ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے‘ نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

1545 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ مَرْزُوْقٌ اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
متنِ حدیث: يَعْنِيْ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ هُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ اِنْ قَبَضْتُهُ اَوْرَثْتُهُ الْجَنَّةَ وَاِنْ رَجَعْتُهُ رَجَعْتُهُ بِاَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ
قَالَ هُوَ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی ذمہ داری مجھ پر ہے‘ اگر میں نے اس کی روح کو قبض کرلیا تو میں اسے جنت کا وارث کروں گا‘ اور اگر میں نے اسے (اس کے گھر) واپس بھیجا تو اسے اجر (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) غنیمت کے ہمراہ بھیجوں گا۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ”صحیح غریب“ ہے۔

شرح

جہاد کی فضیلت واہمیت

لفظ: ”جہاد“ جہد سے بنا ہے‘ جس کا شرعی اور اصطلاحی معنی ہے: اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام کی سربلندی کے لیے دشمن سے لڑنا۔ جہاد کی اقسام اور فرضیت کی شرائط وغیرہ کی تفصیلی بحث ”کتاب السیر“ کے آغاز میں گزر چکی ہے۔ لہٰذا وہاں بار دیگر مطالعہ فرمائیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے برابر بھی کوئی عمل ہے؟ آپ کی طرف سے جواب دیا گیا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ جب سائل نے اصرار کی حد تک سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ایسا صائم جو روزہ میں سستی نہ کرے اور قائم جو نماز کی ادائیگی میں سستی نہ کرے‘ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے۔

سوال: پہلی حدیث باب میں تشبیہ مقلوبی بیان کی گئی ہے یعنی سائل نے ایسے عمل کے بارے میں دریافت کیا تھا جو جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو‘ جواب میں عمل کو مشبہ جبکہ جہاد کو مشبہ بہ بنانا چاہیے تھا لیکن حدیث میں مجاہد کو مشبہ اور صائم وقائم کو مشبہ بہ بنایا گیا ہے‘ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: (۱) مشبہ بہ کا مشبہ سے زیادہ واضح ہونا ضروری ہے۔ مجاہد کا حال عند الناس زیادہ واضح نہیں تھا خواہ لوگ اس کی فضیلت وبرتری کو جانتے ہیں مگر اجمالی طور پر نہ کہ تفصیلاً جبکہ اس کے مقابل صائم اور قائم کی برتری لوگ خوب جانتے ہیں اور تسلیم

بھی کرتے ہیں (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہد کو صائم اور قائم کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی تا کہ سائل کا جواب بھی ہو جائے اور مجاہد کا حال بھی عیاں ہو جائے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ ج ۵ ص ۳۸۴)

احادیث باب میں فضیلت جہاد بیان کی گئی ہے۔ دوسری حدیث باب دراصل حدیث قدسی ہے، جس میں مجاہد اور شہید دونوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں جہاد کرتا ہے، میں اسے دو انعامات میں سے ایک کے ساتھ ضرور نوازتا ہوں: (۱) اگر وہ جام شہادت نوش کرتا ہے، تو اسے جنت سے سرفراز کر دیتا ہوں (۲) اگر وہ جہاد کے بعد اپنے گھر واپس لوٹ آتا ہے، تو اسے اجر و ثواب یا مال غنیمت سے نوازتا ہوں۔ گویا مانعۃ الخلو کی طرح مجاہد کے لیے ثواب و مال غنیمت دونوں جمع بھی ہو سکتے ہیں یا انفرادی طور پر بھی عطاء کیے جا سکتے ہیں۔ کثیر روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار اللہ تعالیٰ سے جام شہادت نوش کرنے کی دعا فرمائی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا

باب 2: جو شخص پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جائے اس کی فضیلت

1546 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا حَیْوَةُ بْنُ شُرَیْحٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ هَانِیٍٔ الْخَوْلَانِیُّ اَنَّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِیَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ فَضَالَةَ بْنَ عُبَیْدٍ یُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ

متنِ حدیث: كُلُّ مَیِّتٍ یُخْتَمُ عَلٰی عَمَلِهٖ اِلَّا الَّذِیْ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ یُنْمٰی لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَیَاْمَنُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَابِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّجَابِرٍ

حکم حدیث: وَحَدِیْثُ فَضَالَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ ابو ہانی خولانی یہ بات بیان کرتے ہیں: عمرو بن مالک جنبی نے انہیں یہ بتایا ہے: انہوں نے حضرت فضالہ بن عبید کو نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ہر مرنے والے شخص کا عمل ختم ہو جاتا ہے ماسوائے اس شخص کے، جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو، اس شخص کا عمل قیامت تک چلتا رہتا ہے اور وہ شخص قبر کی آزمائش سے محفوظ رہتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: مجاہد وہ شخص ہے، جو اپنی جان کے ساتھ جہاد کرے

اس بارے میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے منقول روایت "حسن صحیح" ہے۔

1546- اخرجه ابوداؤد (12/2) كتاب الجهاد، باب: فی فضل الرباط حديث (2500) واحمد (22،20/6) من طريق ابی هانیء، عن عمرو بن مالك الجنبی عن فضالة به.

شرح

سرحد کا پہرہ دینے والے کی فضیلت

لفظ: ''مرابطہ اور رباط'' دونوں مترادف ہیں' ان کا معنی ہے: پہرہ دینا' سرحد پر رہائش پذیر ہونا۔ زمانہ قدیم میں سرحد پر پہرہ دینے والے فوجی وظیفہ خوار نہیں تھے بلکہ محض رضاء الٰہی کے لیے اپنی خدمات پیش کرتے تھے۔ سرحد کا پہرہ دینے والے کی دو حالتیں ہوسکتی ہیں: (۱) وطن عزیز کی سرحد کا پہرہ دینا آسان وسہل ہے' کیونکہ وہاں کچھ کرنا نہیں پڑتا' صرف پڑا رہنا ہے اور اگر دشمن حملہ آور ہوتا ہے' تو اس کا مقابلہ کرنا ہے۔ (۲) ایک اعتبار سے سرحد کا پہرہ دینا دشوار سا کام بھی ہے' کیونکہ ایک طویل عرصہ تک اہل خانہ سے دور رہنا پڑتا ہے' کاروبار ٹھپ ہو جاتا ہے اور کوئی وظیفہ وغیرہ نہیں ملتا۔ تاہم پہرہ داری کے مقابل جہاد آسان ترین عمل ہے' کیونکہ یہ طویل عرصہ پر مشتمل عمل نہیں ہوتا' بلکہ چند ایام کا عمل ہوتا ہے اور مالِ غنیمت کی شکل میں اس سے مالی منفعت بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ ایک اعتبار سے جہاد مشکل ترین عمل ہے' کیونکہ مجاہد جان ہاتھ میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسلام کی سربلندی کے لیے نکلتا ہے۔ یہی وجہ ہے جہاد کے فضائل قرآن وسنت میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

حدیث باب میں سرحد کا پہرہ دینے والے کی دو طرح سے فضیلت بیان کی گئی ہے: (۱) پہرہ دار کی وفات کے بعد تا قیامت اس کے عمل کا اجر وثواب جاری رہتا ہے۔ (۲) اسے قبر کی آزمائش اور پریشانی سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

سوال: ایک حدیث میں یوں بیان ہوا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے' تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین اعمال کا ثواب پھر بھی جاری رہتا ہے: (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم مفید (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ حدیث باب میں ایک عمل کا ذکر ہے یعنی پہرہ دینے کا ثواب تا قیامت جاری رہتا ہے' تو اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: حدیث باب سے مراد ہے کہ سرحد پر پہرہ دینے والے کا عمل وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تینوں اعمال جاری نہیں رہتے مگر ان کا ثواب جاری رہتا ہے۔ عمل کے جاری رہنے اور ثواب کے جاری رہنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

فائدہ نافعہ: اپنے نفس سے جہاد کرنے والے کو بھی مجاہد کہا جاتا ہے اور اس کا جہاد' جہاد اکبر کہلاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہاد سے فراغت پر لوٹے تو جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو فرمایا: **رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر**۔ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں۔ یعنی اپنی نفس سے جہاد' جہاد اکبر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الصَّوْمِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

باب 3: اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کے دوران) روزہ رکھنے کی فضیلت

1547 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ اَبِى الْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ

اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زَحْزَحَهُ اللّٰهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا اَحَدُهُمَا یَقُوْلُ سَبْعِیْنَ وَالْاٰخَرُ یَقُوْلُ اَرْبَعِیْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُو الْاَسْوَدِ اسْمُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْاَسَدِیُّ الْمَدَنِیُّ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَنَسٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّاَبِیْ اُمَامَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک دن روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر برس کی مسافت تک دور کر دے گا۔

ایک روایت میں ستر کا لفظ ہے اور دوسری روایت میں چالیس کا لفظ ہے۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ابواسود نامی راوی کا نام محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل اسدی مدنی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1548 سند حدیث: حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِیْدِ الْعَدَنِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ قَالَ وحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی عَنْ سُفْیَانَ عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ الزُّرَقِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَا یَصُوْمُ عَبْدٌ یَّوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ ذٰلِكَ الْیَوْمُ النَّارَ عَنْ وَّجْهِهٖ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک دن روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس ایک دن کی وجہ سے اسے جہنم سے ستر برس کے فاصلے پر دور کر دے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1548- اخرجه البخاری (56/6) کتاب الجهاد والسیر' باب: فضل الصوم فی سبیل الله حدیث (2840) ومسلم (102'101/4) کتاب الصیام' باب: فضل الصیام فی سبیل الله لمن یطیقه بلا ضرر ولا تفویت حق' حدیث (1153/168'167) والنسائی (173/4) کتاب الصیام' باب: ثواب من صام فی سبیل الله عزوجل وذکر الاختلاف والدارمی (202/2) کتاب الجهاد' باب: من صام یوما فی سبیل الله عزوجل وابن خزیمة (297/3) کتاب الصیام' باب: ذکر الخبر المفسر للفظة المجملة التی ذکرتها- حدیث (2113) وعبد بن حمید ص (301) حدیث (977) واحمد (83/3) وابن ماجه (547/1) کتاب الصیام: باب: صیام یوم فی سبیل الله' حدیث (1717) عن النعمان بن ابی عیاش الزرقی' عن ابی سعید الخدری به۔

1549 سندِحدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جَمِيلٍ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي أُمَامَةَ

◄► حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک دن روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان اتنی بڑی خندق بنا دے گا جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

یہ حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

مجاہد فی سبیل اللہ کے روزہ کی فضیلت

حیات انسانی جہد مسلسل سے عبارت ہے اور وہ بلا انقطاع امور کو انجام دینے کا عادی ہے۔ یہ بات اس مشہور حدیث سے بھی عیاں ہے: الحال المرتحل یعنی انسان ایک ایسا مسافر ہے جو کسی منزل پر اترتے ہی دوسرے سفر کا اغاز کر دیتا ہے۔ حیات مسلم مجموعۂ اعمال کا نام ہے۔ وہ بیک وقت متعدد اعمال انجام دے سکتا ہے مثلاً تاجر اپنے جوارح کے ساتھ تجارت کے ساتھ زبان سے ذکر الٰہی کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں مشہور ارشاد ربانی ہے: رجال لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله ۔ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت کرنا ذکر الٰہی سے غافل نہیں کر سکتا۔

جہاد ایک عظیم عمل عبادت ہے لیکن مجاہد اس کے ساتھ متعدد عبادات کو جمع کر سکتا ہے مثلاً روزہ اور ذکر الٰہی۔ روایات سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بلندی پر چڑھتے یا اترتے تو ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ کی پیروی میں ایسا کیا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب لشکر جمدان پہاڑ سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمدان (پہاڑ) آ گیا جبکہ مفردین آگے نکل چکے ہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا مفردین کون لوگ ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ مردوزن ہیں جو سفر جہاد کے دوران ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول ہونے کے باعث دوسروں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ عمل جہاد کے ساتھ جو دوسری عبادت جمع ہو سکتی ہے وہ روزہ ہے۔ سفر جہاد کے دوران روزہ رکھنے کی فضیلت کے حوالے سے تین احادیث باب نقل کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مجاہد جو سفر جہاد کے دوران روزہ رکھتا ہے اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دیا جاتا ہے یا زمین و آسمان کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اتنا دور کیا جاتا ہے۔ تاہم اگر سفر جہاد کے دوران روزہ رکھنے سے کمزوری وضعف لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو مجاہد روزہ سے اجتناب کرے تاکہ میدان جہاد میں جوہر دکھانے میں کمی محسوس نہ کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ النَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

باب 4: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

1550 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ يُسَيْرِ بْنِ عَمِيْلَةَ عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَتْ لَهٗ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيْعِ

◆◆ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی ایک چیز خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اسے سات سو گنا ثواب عطا کرتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف رکین بن ربیع سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

1551 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ خِدْمَةُ عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ ظِلُّ فُسْطَاطٍ اَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ هٰذَا الْحَدِيْثُ مُرْسَلًا وَّخُوْلِفَ زَيْدٌ فِيْ بَعْضِ اِسْنَادِهٖ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کون سا صدقہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندے کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خدمت کرنا (یعنی اپنے ساتھیوں کی کام کاج میں مدد کرنا' یہاں یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے: اللہ کی راہ میں اپنے غلام کی خدمات دینا) یا سائے کے لیے خیمہ لگا دینا' یا جوان اونٹنی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا۔

معاویہ بن صالح کے حوالے سے اس روایت کو "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا گیا ہے۔

اس کی سند میں زید نامی راوی سے اختلاف کیا گیا ہے۔

1550- اخرجه النسائي (49/6) كتاب الجهاد' باب: فضل النفقة في سبيل الله تعالىٰ واحمد (345/4) عن الركين' بن الربيع عن عميلة الفزاري' عن ابيه عن يسير بن عميلة عن خريم بن فاتك به۔

1552 قَالَ وَرَوَى الْوَلِيدُ بْنُ جَمِيلٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْقَاسِمِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ زِيَادُ بْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جَمِيلٍ عَنِ الْقَاسِمِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَمَنِيحَةُ خَادِمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَّهُوَ اَصَحُّ عِنْدِي مِنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ

ولید بن جمیل نے اس روایت کو قاسم ابوعبدالرحمٰن کے حوالے سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا صدقہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیمے کا سایہ فراہم کرنا ہے اور کسی خادم کو معاوضے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا ہے یا کسی اونٹنی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

میرے نزدیک یہ روایت معاویہ بن صالح سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی راہ میں دولت خرچ کرنے کی فضیلت

قرآن وحدیث میں جابجا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دولت خرچ کرنے کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے اور مواقع کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کا اجر وثواب بھی مختلف بیان کیا گیا ہے۔ فتح مکہ سے قبل مجاہدین اور مسلمانوں کو اموال کی شدید ضرورت تھی بنسبت فتح مکہ کے بعد کے اس لیے اس کا اجر وثواب بھی زیادہ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑے۔ (الحدید:۱۰)

اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے عمل خیر کا اجر وثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بیان کیا گیا لیکن دو اعمال کا اجر وثواب اس ضابطہ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے:

۱- روزہ: یہ وہ عظیم ریاضت ہے جس کا اجر وثواب دس گنا سے شروع ہو جاتا ہے لیکن زیادہ کی کوئی انتہا وحد نہیں ہے۔ حدیث قدسی میں یوں بھی فرمایا گیا: الصوم لی وانا اجزی به۔ یعنی روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر وثواب میں خود ہوں۔

۲- انفاق فی سبیل اللہ: انفاق فی سبیل اللہ کا اجر وثواب سات سو سے شروع ہوتا ہے۔ (البقرۃ:۲۶۱) جبکہ زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا

باب 5: جو شخص کسی غازی کو سامان فراہم کرے

1553 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی غازی کو سامان فراہم کرے، تو اس شخص نے بھی گویا جنگ میں حصہ لیا اور جو شخص غازی کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کا خیال رکھے اس نے بھی جنگ میں حصہ لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دوسرے حوالے سے منقول ہے۔

1554 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ عَطَاءٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ خَلَفَهٗ فِيْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِىْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے والوں کو سامان فراہم کرے، تو اس نے بھی جنگ میں شرکت کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

1553– اخرجه البخاری (59-58/6) كتاب الجهاد والسير: باب: من فضل من جهز غازيا او خلفه بخير، حديث (2843) ومسلم (629/6) كتاب الامارة، باب: فضل اعانة الغازى فى سبيل الله بمركوب وغيره– حديث (1895/136) وابو داؤد (15/2) كتاب الجهاد، باب: ما يجزى من الغزو حديث (2509) والنسائى (46/6) كتاب الجهاد، باب: فضل من جهز غازيا، وعبد بن حميد (117) حديث (277) واحمد (117-116/4) عن بسر بن سعيد عن زيد بن خالد الجهنى به.

1555 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی غازی کو سامان فراہم کرے اس نے ہی جنگ میں شرکت کی یا اس کے گھر والوں کا (اس کی غیر موجودگی میں) خیال رکھے اس نے بھی جنگ میں شرکت کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

غازی کو سامان فراہم کرنے کی فضیلت

ثواب کی دو اقسام ہیں: (۱) اصلی خواب (۲) فضلی ثواب۔ وہ تمام روایات جو اجر و ثواب پر مشتمل ہیں ان میں یہی دو ثواب بیان ہوئے ہیں۔ اصلی ثواب کا اصلی ثواب سے اور فضلی ثواب کا فضلی ثواب سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً سورہ اخلاص کی تلاوت کا تہائی قرآن کے برابر ثواب، یہ فضلی ثواب ہے، جبکہ با قاعدہ تہائی قرآن کی تلاوت کا اصلی ثواب اور فضلی ثواب کا حساب لگانا مشکل ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یہاں مجاہد کو ساز و سامان فراہم کرنے اور اس کے اہل خانہ کی خبر گیری کرنے کا فضلی ثواب جہاد فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کے برابر ہے لیکن مجاہد کا اصلی ثواب اور فضلی ثواب بہت زیادہ ہے، جس کا حساب لگانا مشکل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

باب 6: جس شخص کے دونوں پاؤں اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہوں، اس کی فضیلت

1556 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ

متنِ حدیث: قَالَ لَحِقَنِيْ عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ وَّاَنَا مَاشٍ اِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ اَبْشِرْ فَاِنَّ خُطَاكَ هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سَمِعْتُ اَبَا عَبْسٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُمَا حَرَامٌ عَلَى النَّارِ

1556- اخرجه البخاری (35/6) کتاب الجهاد والسیر باب: من اغبرت قدماء فی سبیل الله – حدیث (2811) والنسائی (14/6) کتاب الجهاد، باب: ثواب من اغبرت قدماه فی سبیل الله، واحمد (479/3) عن یزید بن ابی مریم، قال: حدثنا عبایة بن رفاعة عن ابی عباس عبد الرحمن به۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَبْسٍ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَبْرٍ وَّفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ وَّرَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَيَزِيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ رَجُلٌ شَامِيٌّ رَوٰى عَنْهُ الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَّيَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ وَبُرَيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ كُوْفِيٌّ اَبُوْهُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْمُهُ مَالِكُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَبُرَيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ سَمِعَ مِنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّرَوٰى عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِىْ مَرْيَمَ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ وَعَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ وَيُوْنُسُ بْنُ اَبِىْ اِسْحٰقَ وَشُعْبَةُ اَحَادِيْثَ

حضرت برید بن ابومریم بیان کرتے ہیں: حضرت عبایہ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ کی میرے ساتھ ملاقات ہوئی میں اس وقت جمعہ کے لیے جا رہا تھا انہوں نے فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ تمہارے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہیں۔ میں نے حضرت ابوعبس کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کے دونوں پاؤں اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہوں' تو یہ دونوں پاؤں جہنم پر حرام ہوں گے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابوعبس نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن جبر ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے احادیث منقول ہیں۔

یزید بن ابومریم یہ شام کے رہنے والے ہیں۔

ولید بن مسلم' یحییٰ بن حمزہ اور دیگر شام کے رہنے والے حضرات نے ان کے حوالے سے احادیث نقل کی ہیں۔

برید بن ابومریم کوفہ کے رہنے والے ہیں' ان کے والد نبی اکرم ﷺ کے صحابی تھے اور ان کا نام مالک بن ربیعہ ہے۔

برید بن ابومریم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

ابواسحاق ہمدانی' عطاء بن سائب' یونس بن ابواسحاق اور شعبہ نے یزید بن ابومریم کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

جہاد میں گرد آلود ہونے والے قدموں کی فضیلت

اگر حدیث باب کو عام رکھیں تو اس کا مصداق یہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں: (۱) وہ متعلم جو رضا الٰہی کے لیے علم دین حاصل کرے (۲) وہ معلم جو وظیفہ و خدمت سے بالاتر ہو کر محض خوشنودی باری تعالیٰ کے لیے تدریسی خدمات انجام دے (۳) وہ مبلغ جو اصلاح امت کے جذبہ سے سرشار ہو کر تبلیغ کرے (۴) وہ مصنف جو عوض و معاوضہ سے آزاد ہو کر اپنا قلم حرکت میں لائے۔ (۵) وہ مرشد کامل جو اصلاح نفس اور دارین کی فلاح کے لیے روحانیت کا درس دے (۶) وہ ناشر جو دنیوی مفادات سے برتر ہو کر قرآن' تفاسیر' احادیث' فقہیات' سیر' سوانح اولیاء اور دیگر علوم و فنون پر مشتمل کتب کی اشاعت و طباعت کرے۔ اگر اس روایت کو خاص کر دیا جائے

تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جس مجاہد کے قدم جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اٹھے تو اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور اس پر جہنم کی آگ حرام کی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الْغُبَارِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

باب 7: اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار کی فضیلت

1557 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْعُوْدِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عِيْسٰى ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِى الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّمُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ مَوْلٰى اَبِىْ طَلْحَةَ مَدَنِىٌّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں داخل نہیں ہوگا جب تک دودھ واپس تھن میں نہ چلا جائے۔ (یعنی یہ ناممکن ہے) اور اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن نامی راوی ابوطلحہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔

شرح

اللہ کی راہ میں غبار آلود ہونے کی فضیلت

مجاہد کو میدان جہاد میں اور دورانِ سفر گرد و غبار سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی اس کے لیے اجر و ثواب رکھا ہے۔ اس کا اجر یہ ہے کہ ایسا شخص کبھی جہنم میں نہیں جا سکتا۔ اس کا جہنم میں داخل ہونا اسی طرح مشکل ہے، جس طرح جانور کا دوھیا ہوا دودھ واپس پستانوں میں جانا مشکل ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ غبار آلود شخص کا جسم اور آتش جہنم دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ (جامع ترمذی جلد ثانی، ص ۵۵)

1557– اخرجه النسائی (12/6) کتاب الجهاد، باب: فضل من عمل فی سبیل الله علی قدمه وابن ماجه (927/2) کتاب الجهاد، باب: الخروج فی التفیر، حدیث (2774) والحمیدی (466/2) حدیث (1091) واحمد (505/2) عن محمد بن عبد لرحمن مولیٰ آل طلحة، عن عیسیٰ بن طلحة عن ابی هریرة به.

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

باب8: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں بوڑھا ہو جائے

1558 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ اَنَّ شُرَحْبِيْلَ بْنَ السِّمْطِ قَالَ يَا كَعْبُ بْنَ مُرَّةَ حَدِّثْنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحْذَرْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: وَحَدِيْثُ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: هٰكَذَا رَوَاهُ الْاَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ وَاَدْخَلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ فِي الْإِسْنَادِ رَجُلًا

وَيُقَالُ كَعْبُ بْنُ مُرَّةَ وَيُقَالُ مُرَّةُ بْنُ كَعْبِ الْبَهْزِيُّ وَالْمَعْرُوْفُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّةُ بْنُ كَعْبِ الْبَهْزِيُّ وَقَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ

سالم بن ابوالجعد بیان کرتے ہیں: شرحبیل بن سمط نے کہا: اے کعب بن مرہ! ہمیں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے کوئی حدیث سنائیے اور احتیاط سے تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص مسلمان ہونے کی حالت میں بوڑھا ہو جائے' تو یہ بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔

اس بارے میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت حسن ہے۔

اعمش نے اسے عمرو بن مرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت منصور کے حوالے سے' سالم بن ابوالجعد کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔ تاہم اس کی سند میں ان کے اور حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک صاحب کا تذکرہ ہے۔

ایک روایت کے مطابق راوی کا نام کعب بن مرہ ہے اور ایک روایت کے مطابق ان کا نام مرہ بن کعب بہزی ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہونے کے حوالے سے معروف ہیں۔

مرہ بن کعب بہزی نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں۔

1559 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْمَرْوَزِيُّ اَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ عَنْ بَقِيَّةَ عَنْ

1558- اخرجه النسائي (27/6) كتاب الجهاد' باب: ثواب من رمى بسهم في سبيل الله عزوجل' واحمد(235/4) قالوا' حدثنا ابو معاوية' قال حدثنا الاعمش' عن عمرو بن مرة' عن سالم بن ابي الجعد' من شرحبيل بن السمط عن كعب بن مرة به.

بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ ابْنُ يَزِيْدَ الْحِمْصِيُّ

◆◆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں بوڑھا ہو جائے تو یہ بڑھاپا قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

حیوۃ بن شریح نامی راوی حیوۃ بن شریح ابن یزید حمصی ہیں۔

شرح

اللہ کی راہ میں بوڑھا ہونے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی کے لیے کوئی بھی شخص مذہبی ودینی خدمات انجام دیتا ہوا بوڑھا ہو جائے یعنی سر کے بال سفید ہو جائیں تو قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور عطا کیا جائے گا جو دوسرے لوگوں میں اس کے لیے امتیازی اعزاز ہوگا۔ اسی طرح جس شخص نے نماز جوانی سے لے کر بڑھاپے تک ایک طویل عرصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے گزار دیا تو قیامت کے دن اسے بھی نور عطا کیا جائے گا۔ من جانب اللہ نور عطا کیا جانا اس کی جوانی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا کسی دینی خدمت انجام دیتے ہوئے گزارنے کے سبب ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ مَنِ ارْتَبَطَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

باب 9: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھوڑا دے

1560 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ هِيَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَّهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّهِيَ عَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ فَاَمَّا الَّذِيْ لَهُ اَجْرٌ فَالَّذِيْ يَتَّخِذُهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُعِدُّهَا لَهُ هِيَ لَهُ اَجْرٌ لَا يَغِيْبُ فِيْ

1559- اخرجه النسائی (31/2) کتاب المساجد، باب: الفضل فی بناء المساجد مختصر، واحمد (386/4) قالا: حدثنا بقیة عن بحیر بن سعد، عن خالد بن معدان، عن کثیر بن مرة عن عمرو بن عبسة به.

1560- اخرجه النسائی (215/6) کتاب الخیل: باب- وابن ماجه (932/2) کتاب الجهاد، باب: ارتباط الخیل فی سبیل الله، حدیث (2788) واحمد (383/2) عن سهیل بن ابی صالح عن ابی صالح عن ابی هریرة به.

بُطُوْنِهَا شَىْءٌ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ اَجْرًا وَّفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت کے دن تک کے لیے بھلائی لکھ دی گئی ہے۔ گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں ایک شخص کے لیے اجر کی حیثیت رکھتے ہیں ایک شخص کے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوتے ہیں اور ایک شخص کے لیے گناہ ہوتے ہیں۔ جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے، جس کے لیے یہ اجر ہوتا ہے، تو یہ وہ شخص ہے، جو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاصل کرتا ہے اور اسی کے لیے اسے تیار کرتا ہے، تو یہ گھوڑا اس کے لیے اجر ہوگا اس کے پیٹ میں جو بھی چیز جائے گی اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص کے حق میں اجر لکھے گا۔ (اس حدیث میں قصہ منقول ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے زید بن اسلم کے حوالے سے، ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

اللہ کی راہ میں استعمال کے لیے گھوڑا تیار کرنے کی فضیلت

دوسرے جانوروں کے مقابلے میں گھوڑے کی عظمت وفضیلت زیادہ ہے، کیونکہ یہ جہاد کے لیے استعمال ہوتا ہے اور تا قیامت اسے یہ اعزاز دیا گیا ہے کہ اس کی پیشانی پر بھلائی تحریر کردی گئی ہے۔ گھوڑے تین قسم کے ہوسکتے ہیں: (۱) اجر وثواب کے لیے: یہ وہ گھوڑا ہے جسے مالک نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں استعمال کے لیے حاصل کیا ہو اس کی پرورش کی ہو اور اسے خوب دانا پانی دیا ہو۔ یہ وہ گھوڑا ہے جو اپنے مالک کے لیے باعث اجر ثابت ہوگا۔ (۲) جہنم سے بچاؤ کے لیے پردہ: یہ وہ گھوڑے جو مالک نے معیشت کی غرض سے پالا ہو جبکہ اس کی زکوٰۃ وغیرہ بھی ادا کی ہو۔ یہ گھوڑا مالک اور جہنم کے درمیان پردہ ثابت ہوگا۔ (۳) مالک کے لیے باعث گناہ: کسی شخص نے کوئی گھوڑا حاصل کیا ہو، تو اس کا مقصد فخر وریاکاری ہو اور اہل اسلام کی مخالفت کے لیے اس کی پرورش کی ہو، تو وہ مالک کے لیے باعث ندامت اور سبب معصیت ہوگا۔ ثابت ہوا پہلی اور دوسری قسم کا گھوڑا مالک کے لیے نافع و مفید جبکہ تیسری قسم کا گھوڑا مالک کے لیے باعث ذلت وخواری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ فَضْلِ الرَّمْىِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

باب 10: اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیراندازی کی فضیلت

1561 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حُسَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ اللّٰهَ لَيُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ الْجَنَّةَ صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِیْ بِهِ وَالْمُمِدَّ بِهِ وَقَالَ ارْمُوْا وَارْكَبُوْا وَلَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا كُلُّ مَا يَلْهُوْ بِهِ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ اِلَّا رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ وَتَاْدِيْبَهُ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَتَهُ اَهْلَهُ فَاِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِیُّ عَنْ يَحْيٰى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَّامٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَزْرَقِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَاب عَنْ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

فی الباب: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرے گا اسے بنانے والا' جس نے ثواب کی امید میں اسے بنایا ہو' اس تیر کو چلانے والا اور اس تیر کو اٹھا کر پکڑانے والا۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تیر اندازی سیکھو اور گھڑ سواری سیکھو تمہارا تیر اندازی سیکھنا میرے نزدیک گھڑ سواری سیکھنے سے زیادہ محبوب ہے اور آدمی جو کھیل کھیلتا ہے۔ وہ سب باطل ہیں سوائے تیر اندازی کے اور گھوڑے کو سدھانے کے اور اپنی بیوی کے ساتھ خوش مزاجی کرنے کے' کیونکہ یہ حق ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1562 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِیْ نَجِيْحٍ السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهُ عَدْلُ مُحَرَّرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ نَجِيْحٍ هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ السُّلَمِیُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَزْرَقِ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ

حضرت ابونجیح سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ

1562- اخرجه ابوداؤد (414/2) كتاب العتق' باب: اى الرقاب افضل' حديث (3965) والنسائى (26/6) كتاب الجهاد' باب: ثواب من رمى بسهم فى سبيل الله عزوجل واحمد (113/4) عن قتادة' عن سالم بن ابى الجعد' عن معدان بن ابى طلحة عن ابى نجيح عمرو بن عبسة.

تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکتا ہے تو یہ اس کے لیے غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

ابونجیح نامی راوی عمرو بن عبسہ سلمی ہیں۔

عبداللہ بن ازرق نامی راوی عبداللہ بن زید ہیں۔

شرح

اللہ کی راہ میں تیراندازی کی فضیلت

تیر کے استعمال کا مقصد دشمن کو مرعوب و معقوب کرنا ہے، جس سے کفر اور ظلم کا خاتمہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس سے رضاءِ الٰہی کا حصول بھی ممکن ہے۔ اس سے تیر اور تیراندازی کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔ زبان نبوت سے اعلان ہوا کہ ایک تیر کے سبب تین آدمی جنت میں داخل ہوں گے (۱) تیر بنانے والا (۲) تیراندازی کرنے والا (۳) تیر پکڑانے والا۔ علاوہ ازیں دوسری حدیث باب سے بھی تیراندازی کی فضیلت عیاں ہوتی ہے کہ تیراندازی کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الْحَرَسِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

باب 11: اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دینے کی فضیلت

1563 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ رُزَيْقٍ اَبُوْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ وَاَبِيْ رَيْحَانَةَ

حکم حدیث: وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ شُعَيْبِ بْنِ رُزَيْقٍ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: دو طرح کی آنکھوں کو جہنم نہیں چھو سکے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو پڑے اور ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزار دے۔

اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف شعیب بن رزیق نامی راوی کی روایت کے طور

پر جانتے ہیں۔

شرح

اللہ کی راہ میں پہرہ دینے کی فضیلت

اسلامی سلطنت کی سرحد کا پہرہ دینے کو عربی زبان میں مرابطہ یا رباط کہا جاتا ہے' جبکہ لشکر کے ساز وسامان کی نگرانی کرنے کو "حرس" کہا جاتا ہے۔حدیث باب میں دو آنکھوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ انہیں دوزخ کی آگ نہیں جلا سکے گی۔(۱) وہ آنکھ جو خوف خدا کی وجہ سے آنسو بہاتی ہے۔(۲) وہ آنکھ جو اسلامی سلطنت کی سرحد کا پہرہ دیتے ہوئے بیدار رہتی ہے۔ دراصل دو آنکھوں کے ذکر سے مراد دو آدمی ہیں' کیونکہ آنکھ آدمی سے جدا نہیں ہوتی بلکہ اس کا حصہ ہوتی ہے۔مطلب یہ ہوا کہ دو شخصوں کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جنت میں داخل کر دیے جاتے ہیں جبکہ جہنم کی آگ ان پر حرام کر دی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ثَوَابِ الشُّهَدَاءِ

باب 12: شہید کے ثواب کا بیان

1564 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ طَلْحَةَ الْيَرْبُوعِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ خَطِيْئَةٍ فَقَالَ جِبْرِيْلُ اِلَّا الدَّيْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الدَّيْنَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَجَابِرٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ قَتَادَةَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هٰذَا الشَّيْخِ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَقَالَ اَرٰى اَنَّهٗ اَرَادَ حَدِيْثَ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَسُرُّهٗ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا اِلَّا الشَّهِيْدُ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جانا ہر گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے' جبریل نے یہ بات بتائی: صرف قرض معاف نہیں ہوتا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد نے فرمایا: صرف قرض معاف نہیں ہوتا۔

اس بارے میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث "غریب" ہے۔ہم اسے صرف ابوبکر نامی راوی سے منقول ہونے کے طور پر اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہیں' اس کا پتہ نہیں تھا انہوں نے کہا میرا یہ خیال ہے: ان کی مراد حمید نامی راوی کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کردہ روایت ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اہل جنت میں سے کسی بھی شخص کو یہ آرزو نہیں ہوگی کہ وہ واپس دنیا میں جائے صرف شہید ہی یہ آرزو کرے گا۔

1565 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِیْ طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ مِنْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ اَوْ شَجَرِ الْجَنَّةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت کعب بن مالک کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے اندر ہوتی ہیں اور وہ جنت کے پھلوں (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) جنت کے درختوں سے کھاتی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1566 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ عَامِرٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: عُرِضَ عَلَىَّ اَوَّلُ ثَلَاثَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ شَهِيْدٌ وَّعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ وَّعَبْدٌ اَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ وَنَصَحَ لِمَوَالِيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں داخل ہونے والے پہلے تین (قسم کے) افراد کو میرے سامنے پیش کیا گیا' (ایک) شہید (دوسرا) وہ پاکدامن شخص جو حرام کے ارتکاب سے بچتا ہو اور (تیسرا) وہ غلام ہوگا' جو بہتر طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو' اور اپنے آقا کے حقوق کا خیال رکھتا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

1567 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1565- اخرجه النسائي (108/4) كتاب الجنائز' باب: ارواح المؤمنين وابن ماجه (1428/2) كتاب الزهد' باب: ذكر القبر والبلى' حديث (4271) ومالك (240/1) كتاب الجنائز' باب: جامع الجنائز' حديث (49) الحميدي (385/2) حديث (873) وعبد بن حميد (147) حديث (147) حديث (376) واحمد (386/6) عن الزهري عن عبد الرحمن بن كعب عن كعب بن مالك به.

1567- اخرجه البخاري (18/6) كتاب الجهاد' باب: الحور العين وصفتهن' حديث (2795) وطرفه يف (2817) من طريق حميد عن انس به.

متن حدیث: اَنَّهٗ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَّمُوْتُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ يُّحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَاَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا اِلَّا الشَّهِيْدُ لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ فَاِنَّهٗ يُحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ مَرَّةً اُخْرٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: قَالَ ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ كَانَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَسَنَّ مِنَ الزُّهْرِيِّ

◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو بھی بندہ فوت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے' تو وہ یہ پسند نہیں کرے گا کہ دوبارہ دنیا میں جائے' اگر چہ اسے دنیا اور اس میں موجود ہر چیز مل جائے۔ صرف شہید ایسا شخص ہے (جو یہ آرزو کرے گا) کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھے گا' تو وہ یہ آرزو کرے گا: وہ دوبارہ دنیا میں جائے اور اسے دوبارہ شہید کر دیا جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: عمرو بن دینار' عمر میں زہری سے بڑے ہیں۔

شرح

شہداء کا اجر وثواب

شہید اللہ تعالیٰ کی رضا' اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام کے تحفظ کے لیے اپنی جان کا نذرانہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دیتا ہے' جس کے نتیجہ میں اسے عظیم اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے۔ احادیث باب میں شہید کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے' جس کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

☆ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

☆ شہید کی روح فوراً جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور جنت کے پھلوں سے لطف اندوز ہوتی ہے۔

☆ شہید بعد از شہادت دوبارہ زندہ ہونے اور جام شہادت نوش کرنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔

☆ جام شہادت نوش کرتے ہی شہید کو دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

☆ شہید کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی کیونکہ وہ زندہ ہوتا ہے اور باقاعدہ اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ فَضْلِ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ

باب 13: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شہداء کی فضیلت

1568 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِىْ يَزِيْدَ الْخَوْلَانِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ

1568– اخرجه احمد (22/1) وعبد بن حميد ص (39) حديث (27) عن عبد الله بن لهيعة بن عتبة الخضرمي' عن عطاء بن دينار' عن ابى يزيد الخولانى قال: سمعت فضالة بن عبيد' عن عمر بن الخطاب به.

فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: اَلشُّهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ الَّذِیْ يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ اَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا وَرَفَعَ رَاْسَهُ حَتّٰى وَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُهُ قَالَ فَمَا اَدْرِیْ اَقَلَنْسُوَةَ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَكَاَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهُ بِشَوْكِ طَلْحٍ مِّنَ الْجُبْنِ اَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ فَهُوَ فِی الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ فِی الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ اَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ فِی الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَطَاءِ بْنِ دِيْنَارٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ قَدْ رَوٰى سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ اَيُّوْبَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ دِيْنَارٍ وَّقَالَ عَنْ اَشْيَاخٍ مِّنْ خَوْلَانَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِیْ يَزِيْدَ وَقَالَ عَطَاءُ بْنُ دِيْنَارٍ لَّيْسَ بِهٖ بَاْسٌ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: شہید چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ مؤمن جس کا ایمان مضبوط ہو اور وہ دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ ثابت کرے' اور شہید ہو جائے یہ وہ شخص ہے: قیامت کے دن لوگ نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے نبی اکرم ﷺ نے (عملی طور پر کر کے دکھایا) اس طرح اور پھر آپ کی ٹوپی گر گئی۔

راوی بیان کرتے ہیں: مجھے یہ علم نہیں ہے: ٹوپی گرنے والے الفاظ کا تعلق نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔

دوسرا وہ مؤمن شخص جس کا ایمان مضبوط ہو اور دشمن کے مقابلے میں خوف کی وجہ سے اس کی یہ کیفیت ہو کہ گویا اس کی جلد کو کانٹوں سے چھلنی کر دیا گیا ہے' پھر ایک تیر اسے آ کر لگے اور وہ شہید ہو جائے۔

تیسرا وہ مؤمن شخص جس کے نیک اور برے اعمال خلط ملط ہو چکے ہوں اور جب وہ دشمن کے سامنے آئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے شہید ہو جائے' یہ تیسرا درجہ ہے۔

چوتھا وہ مؤمن شخص ہے' جو گنہگار ہو لیکن اس کے باوجود دشمن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے شہید کر دیا جائے یہ چوتھے درجے میں ہوگا۔

یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف عطاء بن دینار سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: سعید بن ابوایوب نے اس روایت کو عطاء بن دینار کے حوالے سے خولان سے تعلق رکھنے والے کچھ بزرگوں سے نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس کی سند میں ابویزید سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

انہوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے: عطاء بن دینار سے روایت نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہداء کے مراتب:

شہداء بلکہ عام مسلمانوں میں بھی ایمان کے لحاظ سے تفاوت نہیں ہے کیونکہ ایمان تصدیق قلب کا نام ہے جو سب میں یکساں ہوتا ہے۔ البتہ مسلمانوں کے ایمان میں تفاوت اعمال صالحہ کے سبب ہوسکتا ہے۔ اعمال صالحہ میں بھی دو چیزیں ہوتی ہے: (۱) اوامر کو بجالانا، (۲) نواہی سے مکمل اجتناب کرنا۔ ان میں غفلت کی صورت بھی پیش آسکتی ہے۔ شہداء میں تقویٰ اور شجاعت وبہادری کے اوصاف بھی ہوتے ہیں۔ حدیث باب میں شہداء کے چار درجات بیان کیے گئے ہیں:

۱- وہ جید ایمان والا شہید ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جم کر لڑتا ہے اور جام شہادت نوش کر جاتا ہے، اسے قیامت کے دن ایسا امتیازی مقام عطا کیا جائے گا کہ لوگ اس کی طرف نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے۔

۲- وہ مضبوط ایمان والا شہید ہے کہ دشمن سے مقابلہ کے دوران اس کا جسم تیروں سے چھلنی ہو جائے پھر اچانک ایک تیر ایسا لگے جس سے وہ جام شہادت نوش کر جائے۔

۳- وہ شہید ہے جس سے کوئی معصیت ہوگئی ہو، پھر اس نے توبہ کر لی ہو اور دشمن سے لڑتا ہوا جام شہادت نوش کر جائے۔

۴- وہ شہید ہے جس سے مسلسل معصیات کا صدور ہوا ہو پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید لگا کر اس کی راہ میں دشمن سے لڑتا ہوا شہید ہو جائے۔

فائدہ نافعہ:

قَلَنْسُوَتَهٗ کی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں: (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کا بلند و بالا مقام بیان کرتے ہوئے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا تو آپ کے سر سے ٹوپی گر گئی۔ (۲) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت بیان کرتے ہوئے چہرہ اوپر اٹھایا تو ان کے سر سے ٹوپی الگ ہو کر گر گئی۔ دونوں صورتوں میں ٹوپی کے استعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ فقط ٹوپی کا استعمال یا صرف عمامہ کا استعمال یا دونوں کو جمع کرنا سنت ہے۔ غیر مقلدین کو اس سلسلے میں غور کرنا چاہیے جو ننگے سر نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی فرمایا گیا ہے: تم اپنی نماز کو مزین کرو (الاعراف:۳۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ننگے سر نماز ادا کرنا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے۔ تاہم کسی شرعی عذر یا نوافل یا انکساری کی صورت میں (جو خاص لوگوں کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے) ننگے سر نماز ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ غَزْوِ الْبَحْرِ

باب 14: سمندری جنگ کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1569 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ یَقُوْلُ

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهٗ وَكَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَاَطْعَمَتْهُ وَجَلَسَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهٗ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكٌ عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ وَضَعَ رَاْسَهٗ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نَحْوَ مَا قَالَ فِي الْاَوَّلِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ قَالَ فَرَكِبَتْ اُمُّ حَرَامٍ الْبَحْرَ فِيْ زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاُمُّ حَرَامٍ بِنْتُ مِلْحَانَ هِيَ اُخْتُ اُمِّ سُلَيْمٍ وَّهِيَ خَالَةُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سیّدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے وہ آپ کو کھانا کھلایا کرتی تھیں' سیّدہ ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں' ایک دن نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے انہوں نے آپ کو کھانا پیش کیا اور آپ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں اس دوران نبی اکرم ﷺ سو گئے جب آپ بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے' سیّدہ ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے میری امت کے کچھ افراد پیش کئے گئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے کے لئے اس سمندر پر یوں سوار ہوں گے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) جس طرح بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں (سیّدہ ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کرلے' نبی اکرم ﷺ نے ان کے حق میں دعائے خیر کردی پھر آپ سر رکھ کر سو گئے پھر جب آپ بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے سیّدہ ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی: آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں' یارسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کررہے ہوں گے اس کے بعد آپ نے اسی طرح کی بات ارشاد فرمائی جو آپ نے پہلے لوگوں کے بارے میں بیان کی تھی۔

1569- اخرجه البخاری (13/6) کتاب الجهاد والسیر' باب: الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء -(2789'2788) ومسلم (667'664/6) کتاب الامارة' باب: (1912/160) وابو داؤد (9/2) کتاب الجهاد: باب: فضل الغزو فی البحر' حدیث (2491) والنسائی (40/4) کتاب الجهاد' باب فضل الجهاد فی البحر والدارمی (210/2) کتاب الجهاد' باب: فی فضل غزاة البحر احمد (423'361/6) عن یحییٰ بن سعید' عن محمد بن یحییٰ بن حبان' عن انس بن مالك عن ام حرام بنت ملحان به۔

سیّدہ ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کرے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پہلے والوں میں شامل ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: سیّدہ ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی عہد حکومت میں سمندری جنگ میں شریک ہوئی تھیں اور اسی دوران ان کا انتقال ہوگیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سیّدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا' سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں۔

شرح

بحری جہاد کی فضیلت

جہاد کی تین اقسام ہوسکتی ہیں:

(۱)۔ بری جہاد: اس جہاد کا سلسلہ دورِ رسالت میں شروع ہوا اور تا حال جاری ہے۔ کثیر روایات میں اس جہاد کی عظمت وفضیلت اور اجر وثواب بیان کیا گیا ہے۔

(۲)۔ بحری جہاد: دورِ رسالت میں اس جہاد کا آغاز نہیں ہوا تھا' کیونکہ بحری سفر نہایت خطرناک تھا۔ تاہم جزوی طور پر کشتیوں کے ذریعے بحری سفر کا آغاز ہو چکا تھا، وہ کشتیاں دوسرے کنارے پر پہنچ جاتی تھیں اور کبھی سمندر کی نذر ہو جاتی تھیں۔ حدیث باب میں بحری جہاد کا نقشہ خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔ باقاعدہ بحری جہاد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کیا گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس زمانہ میں شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے آپ سے بحری جہاد کی اجازت طلب کی، تو انہیں اجازت دینے میں تامل ہوا تھا' کہ وہ شہید کردیے گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بھی بحری جہاد کی اجازت طلب کی تو انہوں نے چند شرائط کے ساتھ اجازت دے دی۔ چنانچہ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک وخواہش کے مطابق سب سے پہلا بحری حملہ ۲۸ھ قبرص کو فتح کرنے کے لیے کیا گیا۔ اس جہاد میں حضرت شداد بن اوس، حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابو درداء اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ ۴۵ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں دوسرا بحری جہاد کیا گیا تھا جو قسطنطنیہ فتح کرنے کے لیے تھا۔ اس میں یزید، حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۱ ص ۵۷) بری جہاد کے مقابلہ میں بحری جہاد زیادہ دشوار اور خطرناک ہے' جس وجہ سے اس کی فضیلت بھی زیادہ بیان کی گئی ہے۔

(۳)۔ فضائی جہاد: یہ جہاد ہوائی جہاد کے ذریعے دشمن پر بمباری کر کے یا میزائل داغ کر کیا جاتا ہے۔ یہ جہاد ہاتھ پر جان

رکھ کر کیا جاتا ہے جو بحری جہاد سے بھی زیادہ خطرناک اور مشکل ہے۔ اس کی فضیلت واہمیت پہلی دونوں اقسام سے زیادہ ہونی چاہیے۔

سوال: خواتین پر جہاد فرض ہے اور نہ ہی حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا جہاد کی غرض سے روانہ ہوئی تھیں، تو پھر انہیں مجاہدین میں شامل کر کے ان جیسی فضیلت کیوں دی گئی ہے؟

جواب: بیشک خواتین پر جہاد فرض نہیں ہے اور نہ ہی حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس غرض سے روان ہوئی تھیں لیکن ان کی خواہش پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی جس کے نتیجہ میں انہیں مجاہدین میں شامل ہونے کا درجہ اور فضیلت حاصل ہوگئی، مجاہدین ایسی جماعت ہے، جس کی رفاقت اختیار کرنے والا محروم نہیں رہتا۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے: **ھم قوم لایشقی جلیسھم** ۔ یہ ایسے لوگ ہیں، جن کی رفاقت اختیار کرنے والا بد بخت نہیں ہوسکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يُّقَاتِلُ رِيَاءً وَّلِلدُّنْيَا

باب 15: جو شخص دکھاوے کے لئے یا دنیا کے لئے جنگ میں حصہ لے

1570 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً وَّيُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَّيُقَاتِلُ رِيَاءً فَاَيُّ ذٰلِكَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو بہادری ظاہر کرنے کے لئے یا ریاکاری کی وجہ سے یا دکھاوے کے لئے جنگ میں حصہ لیتا ہے: ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے جنگ میں حصہ لے کہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شمار ہوگا۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1571 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ

1570- اخرجه البخاري (33/6) كتاب الجهاد والسير، باب: من قاتل لتكون كلمة الله هي العلياء، حديث (2810) مسلم (645/6) كتاب الامارة، باب: من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله (904/150) (18/2) كتاب الجهاد: باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، حديث (2517) والنسائي (23/6) كتاب الجهاد، باب: من قاتل لتكون كلمة الله هي العلياء، وابن ماجه (931/2) كتاب الجهاد، باب: النية في القتال، حديث (2783) وعبد بن حميد ص (195) حديث (553) واحمد (417،392/4) عن شفيق بن سلمة ابي وائل عن ابي موسىٰ الاشعري.

إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَّسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِّنَ الْأَئِمَّةِ هٰذَا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَّلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ يَنْبَغِيْ أَنْ نَضَعَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فِيْ كُلِّ بَابٍ

◄► حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اعمال کی جزاء کا دارو مدار نیت پر ہوتا ہے۔ آدمی کو وہی ثواب ملتا ہے' جو اس نے نیت کی ہو جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہوگی اور جو شخص دنیا کے لئے ہجرت کرے تاکہ اسے حاصل کرلے یا کسی عورت کی وجہ سے ہجرت کرے تاکہ اس کے ساتھ شادی کرلے تو اس کی ہجرت اسی طرف شمار ہوگی' جس کی طرف اس نے (نیت کر کے ہجرت) کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر آئمہ نے اس روایت کو یحییٰ بن سعید کے حوالے سے نقل کیا ہے ہم اس روایت کو صرف یحییٰ بن سعید سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں: ہمیں چاہیے کہ ہم اس حدیث کو ہر باب کے آغاز میں نقل کریں۔

شرح

ریاکاری کی غرض سے جہاد میں شامل ہونے والے کی حیثیت

اعمال ڈھانچہ کی مثل ہوتے ہیں اور حسن نیت ان کی روح ہے جبکہ روح کے بغیر ڈھانچہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اس لیے جو شخص ریاکاری یا بہادری کے جوہر دکھانے کے لیے یا عصبیت کے سبب جہاد میں شامل ہو، ان تینوں کی حیثیت مردہ لاش کی ہے۔ اصل مجاہد وہ شخص ہے جو اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام کی سربلندی کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ اس لیے ایسے شخص کا عمل حسن نیت کی وجہ سے اس قدر قیمتی بن جاتا ہے کہ اگر وہ جام شہادت نوش کرلے تو اسے دائمی زندگی مل جاتی ہے۔ جام شہادت نوش کرتے ہی اسے دیدار خداوندی کی دولت حاصل ہوجاتی ہے۔

1571- اخرجه البخاري (15/1) كتاب بدء الوحي' باب: كيف كان بدء الوحي' حديث (1) ومسلم (657/6'الابي) كتاب الامارة' باب: قوله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات- حديث (1907/155) وابو داؤد (670/1) كتاب الطلاق' باب: فيما عنى به الطلاق والنيات' حديث (2201) والنسائي (58/1) كتاب الطهارة' باب: النية في الوضوء' وابن ماجه (1413/2) كتاب الزهد' باب: النية حديث (4227) وابن خزيمة (73/1) كتاب الوضوء' باب: ايجاب احداث النية للوضوء' والغسل' حديث (142) والحميدي (16/1) حديث (28) واحمد (25/1'43) عن يحيىٰ بن سعيد' قال: اخبرني محمد بن ابراهيم بن الحارث التيمي' انه سمع علقمة بن وقاص الليثي عن عمر بن الخطاب به.

فائدہ نافعہ:

(۱) اعمال کے ثواب وعدم ثواب اور مقبول ومردود ہونے کا معیار نیت ہے۔ نیت کا مطلب ''عزم مضبوط'' ہے۔ دوسری حدیث باب ایک معرکۃ الآراء روایت ہے کہ جس کی تفصیلی ابحاث کی گئی ہیں، جس کے سبب اصل مضمون بھی ذہن میں محفوظ نہیں رہ سکتا اور طلباء الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ تمام ابحاث کا خلاصہ یہ ہے۔: انما الاعمال بالنیات، میں ''بالنیات'' کے جار مجرور کا متعلق عام طور پر کائن نکالا جاتا ہے' جس کا مفہوم بنتا ہے کہ اعمال نیتوں کے سبب وجود میں آتے ہیں حالانکہ اعمال نیتوں کے بغیر بھی وجود میں آسکتے ہیں۔ یہاں مناسب تر اور صحیح ترین یہ ہے کہ '' بالنیات '' کے جار مجرور کا متعلق لفظ: ''معتبر ''(موازنہ کیا ہوا) نکالا جائے۔ یعنی اعمال کا نیتوں کے ساتھ موازنہ کیا ہوا ہے۔ حدیث کا دوسرا فقرہ ہے: وانما لکل امرء ما نوی (ہر آدمی کو وہی دیا جاتا ہے' جس کی اس نے نیت کی ہو)۔ یہ جملہ ماقبل جملے کی تفصیل ہے، جب پہلے فقرہ کا مفہوم متعین ہوگیا کہ اس کا تعلق وجود وعدم وجود سے نہیں بلکہ ثواب وعدم ثواب سے ہے۔ پھر تمثیل کے ذریعے اس کی وضاحت کی گئی۔ اس دور میں ''ہجرت'' ایک کٹھن مرحلہ تھا، کیونکہ اس کی وجہ سے وطن، والدین، بہن بھائی، اعزاء واقارب، دوست واحباب اور مال ودولت سب کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔ ہجرت کی تین صورتیں ہیں:

(۱) دین کی نصرت وتحفظ کے لیے،

(۲) مدینہ منورہ میں کاروباری نقطہ نظر کے لیے،

(۳) کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے۔

پہلی ہجرت قابل اجر وثواب ہے، کیونکہ اس کا تعلق دین کے ساتھ ہے جبکہ دوسری دونوں ہجرتوں کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے۔ لہٰذا ان کا کوئی اجر وثواب نہیں ہے۔ اس لیے کہ اعمال کے ثواب وعدم ثواب کا نیتوں کے ساتھ موازنہ کیا ہوا ہے۔ حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے اور کوئی عمل اس کی خوشنودی اور نیت کے بغیر نہیں کرنا چاہیے۔

فائدہ نافعہ:

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مکہ مکرمہ کے ایک آدمی نے ''اُم قیس'' نامی عورت کو مدینہ طیبہ سے پیغام نکاح بھیجا، اس نے پیغام کو قبول کرتے ہوئے نکاح کے لیے شرط عائد کردی کہ وہ مکہ سے ہجرت کرے مدینہ میں مستقل طور پر آجائے۔ وہ مکہ سے عازم ہجرت ہوکر مدینہ طیبہ میں آگیا اور ام قیس سے نکاح کرلیا اور مہاجر ام قلیس کے نام سے مشہور ہوگیا چونکہ اس کی ہجرت دین اور رضائے الٰہی کے لیے نہیں تھی، اس لیے وہ ہجرت کے اجر وثواب کا حقدار نہ ہوا۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ترجمہ نمبر ۱۴۵۹)

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْغُدُوِّ وَالرَّوَاحِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

باب 16: اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح شام جانے کی فضیلت

1572 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْعَطَّافُ بْنُ خَالِدٍ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: غَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَمَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

فی الباب: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّأَبِي أَيُّوبَ وَأَنَسٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح کے وقت جانا دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے اور جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1573 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَجَّاجُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: غَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

توضیحِ راوی: وَأَبُو حَازِمٍ الَّذِي رَوَى عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ هُوَ أَبُو حَازِمٍ الزَّاهِدُ وَهُوَ مَدَنِيٌّ وَّاسْمُهُ سَلَمَةُ بْنُ

1572- اخرجه البخاری (7/6) کتاب الجهاد والسیر، باب: الغدوة والروحة فی سبیل الله- حدیث (2792) ومسلم (608/6) کتاب الامارة، باب: فضل الغدوة والروحة فی سبیل الله، حدیث (113-1881/114) والنسائی (15/6) کتاب الجهاد، باب: فضل غدوة فی سبیل الله عزوجل وابن ماجه (921/2) کتاب الجهاد، باب: فضل الغدوة والروحة فی سبیل الله عزوجل، حدیث (2756) وعبد بن حمید ص (168) حدیث (456) والحمیدی (415/2) حدیث (930) واحمد (433/3)، (335/5) عن ابی حازم عن سهل بن سعد الساعدی.

1573- اخرجه ابن ماجه (921/2) کتاب الجهاد، باب: فضل الغدوة والروحة فی سبیل الله عزوجل، حدیث (2755) قالا: حدثنا ابوخالد الاحمر، عن ابن عجلان، عن ابی حازم عن ابی هریرة به.

دِيْنَارٍ وَّاَبُوْ حَازِمٍ الَّذِىْ رَوٰى عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ هُوَ اَبُوْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِىُّ الْكُوْفِىُّ وَاسْمُهٗ سَلْمَانُ وَهُوَ مَوْلٰى عَزَّةَ الْاَشْجَعِيَّةِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح کے وقت جانا یا شام کے وقت جانا دنیا میں موجود ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے۔

یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

وہ ابوحازم جنہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں وہ ابوحازم زاہد ہیں جو مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔

ابوحازم نامی راوی جنہوں نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں ان کا نام سلمان ہے اور یہ عزہ اشجعیہ کے غلام ہیں۔

1574 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِىُّ الْكُوْفِىُّ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ ذُبَابٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَاءٍ عَذْبَةٌ فَاَعْجَبَتْهُ لِطِيْبِهَا فَقَالَ لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِىْ هٰذَا الشِّعْبِ وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مُقَامَ اَحَدِكُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهٖ فِىْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ اغْزُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَّجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صاحب ایک گھاٹی کے پاس سے گزرے جہاں میٹھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا انہیں یہ جگہ بہت پسند آئی انہوں نے آرزو کی کاش وہ لوگوں سے الگ ہو کر اس گھاٹی میں رہیں لیکن پھر انہوں نے یہ سوچا کہ میں نبی اکرم ﷺ سے اجازت لئے بغیر ایسا نہیں کروں گا۔ جب وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ایسا نہ کرنا کیونکہ کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں کھڑے ہونا اس کے اپنے گھر میں ستر برس تک نفل نمازیں ادا کرنے سے بہتر ہے کیا تم لوگ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کر دے اور تمہیں جنت میں داخل کرے تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ میں حصہ لو جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک اونٹنی کا دودھ دوہنے جتنے عرصے کے لئے جنگ میں حصہ لیتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

1574- اخرجه احمد (524،446/2) عن هشام بن سعد، عن سعيد بن ابى هلال، عن ابن ابى ذباب، عن ابى هريرة به.

1575 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ أَوْ مَوْضِعُ يَدِهِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَأَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيحًا وَّلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح کے وقت جانا یا شام کے وقت جانا دنیا اور اس میں موجود ہر چیز کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے اور جنت کی اتنی جگہ جو کسی شخص کی کمان جتنی ہو یا ہاتھ رکھنے جتنی ہو یہ دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے اور اگر جنت کی خواتین میں سے کوئی ایک عورت دنیا کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان موجود ہر چیز کو روشن کر دے اور اس پوری جگہ کو خوشبو سے بھر دے اور اس کے سر کی اوڑھنی دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

صبح و شام جہاد کرنے کی فضیلت:

جب جہاد فرض ہو جاتا ہے تو مجاہدین اپنی جان ہاتھ پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کی راہ میں جہاد کے لیے نکل پڑتے ہیں۔ مجاہدین کی ایک جماعت مسلسل دشمن سے نہیں لڑ سکتی بلکہ ایک جماعت آرام کرتی ہے اور دوسری دشمن کا مقابلہ کرتی ہے۔ جو گروپ دن کے پہلے حصہ میں دشمن کا مقابلہ کرتا ہے وہ دن کے آخری حصہ میں آرام کرتا ہے اور جو پچھلے وقت میں لڑتا ہے وہ دن کے پہلے حصہ میں آرام کرتا ہے۔ احادیث باب میں ان مجاہدین کی عظمت و فضیلت بیان کی گئی ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ مجاہدین کا جہاد کے لیے صبح کے وقت روانہ ہونا ایسا عمل ہے جو دنیا و مافیہا سے افضل و اعلیٰ ہے۔
☆ جہاد کے لیے شام کے وقت روانہ ہونا دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے افضل ہے۔
☆ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنا ستر سال تک گھر میں خفیہ طور پر نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے۔
☆ جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے نکلنے کے سبب اللہ تعالیٰ مجاہد کی بخشش کر دیتا ہے۔
☆ چند لمحات میدان جہاد میں شرکت کرنے سے اللہ تعالیٰ جنت واجب کر دیتا ہے۔
☆ جنت میں کمان رکھنے یا کوڑا رکھنے کی جگہ پوری کائنات اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ

باب 17: کون سے لوگ زیادہ بہتر ہیں؟

1576 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِیعَةَ عَنْ بُكَیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَیْرِ النَّاسِ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالَّذِیْ یَتْلُوْهُ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِیْ غُنَیْمَةٍ لَّهٗ یُؤَدِّیْ حَقَّ اللّٰهِ فِیْهَا اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ یُسْاَلُ بِاللّٰهِ وَلَا یُعْطِیْ بِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسانیدِ دیگر: وَیُرْوٰی هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کیا تمہیں سب سے بہتر لوگوں کے بارے میں بتاؤں؟ ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ لیتا ہے (اور نکل کھڑا ہوتا ہے) کیا میں تمہیں بتاؤں جو شخص اس کے بعد ہوگا؟ یہ وہ شخص ہے جو اپنی بکریاں لے کر لوگوں سے الگ ہو جاتا ہے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرتا ہے کیا میں تمہیں سب سے بدترین شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگا جائے اور وہ نہ دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔

شرح

سب سے بہتر اور سب سے بدتر شخص

دنیا میں بے شمار اعمال صالحہ ہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ سب سے بہتر عمل ہے اور یہ خدمت انجام دینے والا سب سے بہتر انسان ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجاہد کا عمل متعدی ہے جو دنیا بھر کی بہتری اور سنوارنے کے لیے ہوتا ہے جبکہ اس کے علاوہ ہر عمل ذاتی حیثیت کا حامل ہوتا ہے جس کا درجہ اس سے بہت کم ہیں۔

1575- اخرجه البخاری (17/6) كتاب الجهاد والسير: باب: الغدوة والروحة فی سبيل الله- حديث (2792) وابن ماجه (921/2) كتاب الجهاد: باب: فضل الغدوة والروحة فی سبيل الله عز وجل، حديث (2757) واحمد (141/3، 263) عن حميد عن انس به.

1576- اخرجه النسائی (83/5) كتاب الزكوٰة: باب: من يسال بالله ولا يعطی به والدارمی (201/2) كتاب الجهاد، باب: افضل الناس رجل ممسك براس فرسه فی سبيل الله، وعبد بن حميد ص (223) حديث (668) واحمد (237/1، 319) عن عطاء بن يسار، عن ابن عباس به.

تمام انسانوں سے بدتر شخص وہ ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سائل کوئی چیز طلب کرے لیکن وہ دینے سے انکار کردے کیونکہ اسم باری تعالیٰ کا تقاضا ہے کہ جو چیز اس کے نام پر طلب کی جائے وہ دے دی جائے۔ تاہم پیشہ ور سائل اس مسئلہ سے مستثنیٰ قرار پاتا ہے، کیونکہ مانگنا اور سوال کرنا اس کی عادات میں شامل ہے۔ جس طرح سلام کا جواب دینا واجب ہے لیکن پیشہ ور سائل کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ سَاَلَ الشَّهَادَةَ

باب 18: جو شخص شہادت کی دعا مانگے

1577 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ كَثِيرٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شُرَيْحٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ اَبِىْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ مِنْ قَلْبِهٖ صَادِقًا بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شُرَيْحٍ وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شُرَيْحٍ

توضیح راوی: وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شُرَيْحٍ يُكْنٰى اَبَا شُرَيْحٍ وَهُوَ اِسْكَنْدَرَانِىٌّ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

حضرت سہل بن حنیف نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا مانگے اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مرتبے پر فائز کرے گا۔ اگرچہ وہ شخص اپنے بستر پر فوت ہوا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت سہل بن حنیف سے منقول ہونے کے حوالے سے "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف عبدالرحمٰن بن شریح کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

عبداللہ بن صالح نے اس روایت کو عبدالرحمٰن بن شریح کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

عبدالرحمٰن شریح کی کنیت ابوشریح ہے اور یہ اسکندرانی ہیں۔

اس بارے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

1577- اخرجه مسلم (662/6) كتاب الامارة' باب: استحباب طلب الشهادة فى سبيل الله تعالٰى' حديث (1909/157) والنسائى (36/6) كتاب الجهاد' باب: مسالة الشهادة' وابن ماجه (935/2) كتاب الجهاد' باب: القتال فى سبيل الله سبحانه تعالٰى' حديث (2797) والدارمى (205/2) كتاب الجهاد: باب: فيمن سال الله الشهادة قالا' حدثنا عبد الرحمن بن شريح' ان سهل بن ابى امامة بن سهل بن حنيف حدثه عن ابيه عن سهل بن حنيف به' واخرجه ابوداؤد (476/1) كتاب الصلوٰة باب: فى الاستغفار' حديث (1520) عن ابى امامة بن سهل بن حنيف عن ابيه به۔

1578 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ مَالِكِ بْنِ يُخَامِرَ السَّكْسَكِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الْقَتْلَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَادِقًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اَجْرَ الشَّهِيْدِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کا سا اجر عطا کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

شہادت کی دعا مانگنے کی فضیلت

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور شہادت کی دعا کرتا تو اسے شہادت کا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے خواہ وہ میدان جہاد میں شامل نہ ہوا ہو اور بستر پر اسے موت آ جائے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاحیات جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہو کر شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخری وقت بستر علالت پر تھے اور آنسو بہاتے ہوئے شہادت کی تمنا سے یہ دعا کرنے لگے کہ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو دشمن کے تیروں سے زخمی نہ ہوا ہو اور میری زندگی بھر یہی تمنا رہی کہ جام شہادت نوش کروں پھر بھی میں چارپائی پر وفات پا رہا ہوں۔ ایسی دعا یقیناً اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب عطا کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُجَاهِدِ وَالنَّاكِحِ وَالْمُكَاتَبِ وَعَوْنِ اللّٰهِ اِيَّاهُمْ

باب 19: مجاہد، نکاح کرنیوالے اور مکاتب کا بیان اور ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد

1579 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمُ الْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُكَاتَبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاكِحُ

1578- اخرجه النسائی (25/6) كتاب الجهاد' باب: ثواب من قاتل فی سبيل الله فواق ناقة' وابن ماجه (933/2) كتاب الجهاد' باب: القتال فی سبيل الله سبحانه' حديث (2792) والدارمی (201/2) كتاب الجهاد' باب: من قاتل فی سبيل الله فواق ناقة' واحمد (243'235'230/5) عن مالك بن يخامر عن معاذ بن جبل به.

1579- اخرجه النسائی (15/6) كتاب الجهاد' باب: فضل الروحة فی سبيل الله عزوجل وابن ماجه (841/2) كتاب العتق' باب: المكاتب' حديث (2518) واحمد (437'251/2) عن محمد بن عجلان' عن سعيد بن ابی سعيد المقبری عن ابی هريرة به.

الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعَفَافَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تین طرح کے لوگوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا شخص، دوسرا وہ مکاتب شخص جو ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو، اور وہ نکاح کرنے والا شخص جو پاکدامن رہنا چاہتا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

تین آدمیوں کی خصوصی نصرت ومدد کا اعلان

اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد کے بغیر کوئی شخص بھی دنیا یا آخرت میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ حقیقی کامیابی اس کی معاونت و نصرت پر منحصر ہے۔ تاہم تین شخصوں کی خصوصی طور پر نصرت فرماتا ہے: (۱) اللہ تعالیٰ کی راہ میں فریضہ جہاد انجام دینے والا ہو۔ (۲) وہ مکاتب جو اپنے آقا کو حق کتابت ادا کرنے کا پختہ عزم رکھتا ہو۔ (۳) وہ شخص جو اپنی پاک دامنی کے تحفظ کے قصد سے نکاح کرنے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد تینوں شخصوں تک محدود نہیں ہے، بلکہ بہت سے لوگ اس زمرے میں آتے ہیں مثلاً مذہبی کتب کی اشاعت کے ارادہ سے قرض لینے والا اور فرض حج کی ادائیگی کے لیے قرض لینے والا وغیرہ۔ حدیث باب میں تین شخصوں کا تذکرہ حسب وعدہ ہے نہ کہ حصر کی بناء پر۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیمَنْ یُّكْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

باب 20: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی کردیا جائے

1580 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا یُكْلَمُ اَحَدٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ یُّكْلَمُ فِیْ سَبِیْلِهٖ اِلَّا جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّیْحُ رِیْحُ الْمِسْكِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

1580- اخرجه ابن ماجه (934/2) كتاب الجهاد' باب: القتل فى سبيل الله سبحانه وتعالىٰ رقم (3759) واحمد (391/2' 398' 399' 400' 512' 502' 531' 537) والدارمى (205/2) كتاب الجهاد: باب: فضل من جرح فى سبيل الله.

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے: کسے اس کی راہ میں زخمی کیا گیا ہے' جب وہ شخص قیامت کے دن آئے گا' تو اس زخم کا رنگ خون جیسا ہوگا' لیکن اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔

1581 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى عَنْ مَالِكِ بْنِ يُخَامِرَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اونٹنی کا دودھ دوہنے جتنے عرصے کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی زخم آ جائے یا کوئی چوٹ لگ جائے' تو وہ شخص قیامت کے دن اس سے زیادہ بڑے زخم کو ساتھ لے کر آئے گا' جس کا رنگ زعفران جیسا ہوگا' اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ کی راہ میں زخمی کی فضیلت

وہ شخص جو رضاءِ الٰہی اور اسلام کی سربلندی کے لیے جامِ شہادت نوش کر جائے یا زخمی ہو کر غازی بن جائے وہ قیامت کے دن تازہ زخموں کے ساتھ پروردگارِ عالم کی عدالت میں حاضر ہوگا اور زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا جبکہ اس کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ تیز ہوگی۔ اس کیفیت میں حاضر ہونے میں حکمت یہ ہے کہ اس کی مظلومیت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو کہ جس آدمی نے دنیا کی اصلاح یا سنوارنے کا بیڑا اٹھایا تھا اس پر اس قدر مظالم ڈھائے گئے تھے۔ اس طرح لوگوں کو ندامت و پریشانی ہوگی کہ انہوں نے اپنے مخدوم ومحسن کے ساتھ ایسا کیوں کیا تھا۔ جس زخم کے ساتھ وہ آئے گا وہ دنیا کے زخم سے بڑا ہوگا، خون کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک جیسی ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ

باب 21: کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟

1582 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ اَوْ اَیُّ الْاَعْمَالِ خَيْرٌ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ اَیُّ شَیْءٍ قَالَ الْجِهَادُ سَنَامُ الْعَمَلِ قِيْلَ ثُمَّ اَیُّ شَیْءٍ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے (یا شاید یہ الفاظ ہیں) کون سا عمل زیادہ بہتر ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنا' عرض کی گئی: پھر کون سا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد عمل کی کوہان ہے۔ (یعنی سب سے بلند ترین عمل ہے) عرض کی گئی: پھر کون سا ہے؟ یارسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر مقبول حج ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔

شرح

سب سے افضل عمل:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل علم کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پھر عرض کیا گیا کہ اس کے بعد کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے جواب دیا: جہاد اعمال اسلامی کی کوہان ہے۔ یعنی جس طرح اونٹ کی کوہان بلند ہوتی ہے۔ اسی طرح جہاد میں حصہ لینے کا عمل تمام اعمال سے افضل واعلیٰ ہے۔ پھر سوال کیا گیا کہ اس کے بعد کونسل عمل افضل ہے؟ فرمایا: مقبول حج، کیونکہ حج مبرور کا صلہ جنت ہے اور اس سے حاجی کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ جس کے حق میں وہ دعا کرتا ہے، اس کے گناہ بھی معاف کر دیے جاتے ہیں۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال تو بہترین عمل کے بارے میں کیا گیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا: بہترین عقیدہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے، اس طرح سوال اور جواب میں مطابقت نہیں ہے؟

جواب: ایمان کی دوصورتیں ہیں، (۱) وہ امر باطنی ہے جو تصدیق قلبی اور عقیدہ کا نام ایمان ہے۔ (۲) وہ امر ظاہر بھی ہے گویا اعمال صالحہ، کمال ایمان پر متفرع ہوتے ہیں، اس طرح اعمال کا بھی ایمان سے تعلق ہے۔ اسی وجہ سے ایمان پر اسلام کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ نصوص میں اسلام اور ایمان دونوں کو مترادف بھی استعمال کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ اَنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ

باب 22: جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں

1583 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ رَثُّ الْهَيْئَةِ ءَ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُهُ قَالَ نَعَمْ فَرَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَقْرَاُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ وَكَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهٖ فَضَرَبَ بِهٖ حَتّٰى قُتِلَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيِّ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيْبٍ وَّاَبُوْ بَكْرِ ابْنُ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ اسْمُهٗ

ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد کو دشمن کا سامنا ہونے کے وقت یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں' حاضرین میں سے ایک صاحب جو بظاہر مفلوک الحال لگ رہے تھے انہوں نے دریافت کیا: آپ نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے' تو حضرت ابوموسیٰ نے یہ جواب دیا: جی ہاں۔

راوی بیان کرتے ہیں: وہ صاحب اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور بولے میں تم لوگوں کو سلام کرتا ہوں' پھر انہوں نے اپنی تلوار کی میان کو توڑا اور دشمن کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔

یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف جعفر بن سلیمان کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

ابوعمران جونی نامی راوی کا نام عبدالملک بن حبیب ہے۔ ابوبکر بن ابوموسیٰ نامی راوی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: ان کا نام یہی (یعنی ابوبکر) ہے۔

1583- اخرجه مسلم (1511/3) كتاب الامارة: باب: ثبوت الجنة للشهيد' حديث (1902/146) واحمد (410/396)

شرح

جنت تلواروں کے سائے تلے:

زمانہ قدیم میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے مجاہدین صف بہ صف کھڑے ہو جاتے تھے۔ ان کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لیے علماء کرام خطاب کرتے اور شعراء موقع کی مناسبت سے اپنا کلام پیش کرتے تھے جس کے نتیجہ میں مجاہدین میدان میں اترنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے بے تاب ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شاید ایسے ہی کسی موقع پر یہ روایت بیان کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے''۔ یعنی جہاد میں حصہ لینا دخول جنت کا سبب ہے۔ جس طرح ماں کے پاؤں تلے جنت ہونے کا مفہوم ہے کہ والدہ کی خدمت کرنا دخول جنت کا باعث ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ

باب 23: کون سا شخص زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟

1584 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَزِیْدَ اللَّیْثِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ رَجُلٌ یُّجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَتَّقِیْ رَبَّهٗ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا شخص زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے لوگوں نے دریافت کیا: پھر کون سا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: پھر وہ مؤمن ہے جو کسی گھاٹی میں رہے اور اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1584– اخرجه البخاری (8/6) کتاب الجهاد والسیر، باب: افضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه– الخ، حدیث (2786) طرفه فی حدیث (6494) ومسلم (1503/3) کتاب الامارة، باب: فضل الجهاد والرباط حدیث (1888/122) وابو داؤد (5/3) کتاب الجهاد: باب: فی ثواب الجهاد، حدیث (2485) والنسائی (11/6) کتاب الجهاد: باب: فضل من یجاهد فی سبیل الله بنفسه وماله، حدیث (3105) وابن ماجه (1316/2) کتاب الفتن، باب: العزلة، حدیث (3978) واحمد (16/3، 37، 56، 88) وعبد بن حمید ص (301) حدیث (975)

شرح

سب سے افضل شخص:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ فضیلت والے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ کی طرف سے دو آدمیوں کو علی الترتیب افضل قرار دیا گیا: (۱) وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ (۲) وہ شخص ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر کسی غار میں مقیم ہو جائے تا کہ وہ خدا سے ڈرتا رہے اور لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہیں۔

اسلام کا رہبانیت کو پسند نہ کرنا:

لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر کسی غار یا جنگل میں اقامت اختیار کر لینا، رہبانیت کی صورت ہے، جس کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے اور نہ اسلام اسے پسند کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہم حقوق ہیں، جن کی بجا آوری فرض ہے اور اس صورت میں وہ پورے نہیں ہو سکیں گے۔ انسان میں خوبیاں اور خامیاں ملی جلی ہوتی ہیں، علیحدگی اختیار کرنے کی صورت میں لوگ اس کی خوبیوں سے استفادہ نہیں کر سکیں گے اور یہ اپنی خامیوں کی اصلاح کرنے سے محروم رہے گا۔ علاوہ ازیں والدین، اولاد، اعزاء و اقارب، دوست واحباب اور دوسرے لوگوں کے حقوق ہیں، جن کا جنگل یا غار میں مقیم ہو کر پورا کرنا ممکن نہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر اسلام رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا۔

بَابُ فِيْ ثَوَابِ الشَّهِيْدِ

باب 24: شہید کا ثواب

1585 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَسُرُّهُ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا غَيْرُ الشَّهِيْدِ فَاِنَّهُ يُحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا يَقُوْلُ حَتّٰى اُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِمَّا يَرٰى مِمَّا اَعْطَاهُ مِنَ الْكَرَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

1585- اخرجه البخاری (39/6) كتاب الجهاد والسير، باب: تمنى المجاهد ان يرجع الى الدنيا، حديث (2817) ومسلم (1398/3) كتاب الامارة، باب: فضل الشهادة فى سبيل الله، حديث (1877/109) والدارمی (206/2) كتاب الجهاد: باب: ما يتمنى الشهيد من الرجعة، واحمد (103/3، 251، 173، 276، 289) وعبد الله بن احمد فى الزوائد (278/3) وعبد بن حميد ص (353) حديث (1167)

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جنت کے رہنے والے کسی بھی شخص کی یہ آرزو نہیں ہوگی کہ وہ دنیا میں واپس جائے صرف شہید ہی یہ آرزو کرے گا' کیونکہ وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ دوبارہ دنیا میں جائے وہ یہ کہے گا کہ مجھے دس مرتبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیا جائے ایسا اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو بزرگی عطا کی ہوگی جب وہ اس کو دیکھے گا' تو پھر یہ آرزو کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1586 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ كَرِبَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ يُغْفَرُ لَهُ فِيْ اَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَاْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ وَيُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِّنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَيُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ اَقَارِبِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شہید کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چھ خصوصیات حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ وہ جنت میں اپنے مخصوص ٹھکانے کو دیکھ لیتا ہے۔ وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا' وہ قیامت کے دن کی بھیانک وحشت سے محفوظ رہے گا' اس کے سر پر یاقوت سے جڑا ہوا وقار کا تاج رکھا جائے گا' جو دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے اور اسے بڑی آنکھوں والی بہتر (72) حوریں نکاح میں دی جائیں گی اور اس شخص کے ستر رشتے داروں کے بارے میں اس کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

شہید کا اجر وثواب

احادیث باب میں شہید کے اجر وثواب کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے' جس کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

☆ شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

1586- اخرجه ابن ماجه (2/935-936) كتاب الجهاد' باب: فضل الشهادة فى سبيل الله' حديث (2799) واحمد (131/4)

☆ شہید کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور قیامت کے دن وحشت سے بھی مامون رکھا جائے گا۔

☆ شہید کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔

☆ شہید کو بوقت شہادت چٹکی بھرنے کے برابر تکلیف ہوتی ہے۔

☆ شہید اپنے ستر قریبی اعزاء واقارب کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کرے گا۔

☆ شہید کا موٹی آنکھوں والی ۷۲ حوروں سے نکاح کر دیا جاتا ہے۔

☆ شہید کے سر پر قیامت کے دن ایک خوبصورت تاج سجایا جائے گا' جس میں یاقوت وغیرہ موتی مرصع ہوں گے۔

☆ شہید کی یہ آرزو ہوگی کہ اسے دس بار زندہ کیا جائے اور وہ دس بار جام شہادت نوش کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الْمُرَابِطِ

باب 25: پہریدار کی فضیلت

1587 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِى النَّضْرِ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: رِبَاطُ يَوْمٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ فِى الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَرَوْحَةٌ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ لَغَدْوَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کے لئے پہرہ دینا' دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہے' ایک دن صبح کے وقت یا شام کے وقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنا' دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے اور جنت میں کوڑا رکھنے کی جگہ' دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1588 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ

متنِ حدیث: قَالَ مَرَّ سَلْمَانُ الْفَارِسِىُّ بِشُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ وَهُوَ فِىْ مُرَابَطٍ لَّهُ وَقَدْ شَقَّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَصْحَابِهٖ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكَ يَا ابْنَ السِّمْطِ بِحَدِيْثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

1588- تفرد به الترمذی' من طريق ابن ابی عمر' قال: حدثنا سفيان بن عيينة' قال: حدثنا محمد بن المنكدر' قال: مر سلمان الفارسی بشر حبيل بن السمط-' فذكره- ينظر تحفة الاشراف (34/4) حديث (4510) واخرجه مسلم (669/6'670- الابی) كتاب الامارة' باب: فضل الرباط فی سبيل الله عزوجل حديث (1913/163) كتاب الجهاد' باب: فضل الرباط' واحمد (441/5) من طريق شرحبيل بن السمط' عن سلمان قال' سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول- فذكره۔

رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ وَرُبَّمَا قَالَ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّقِيَامِهٖ وَمَنْ مَاتَ فِيْهِ وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَنُمِّيَ لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ شرحبیل بن سمط کے پاس سے گزرے جو اپنے مورچے میں پہرہ دے رہے تھے۔ یہ کام ان کے اور ان کے ساتھیوں کے لیے بہت دشوار تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سمط کے بیٹے! کیا میں تمہیں وہ حدیث سناؤں جو میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہے' تو شرحبیل نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن پہرہ دینا' ایک ماہ کے روزوں اور (رات بھر نوافل میں) قیام سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ (اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:) بہتر ہے۔ جو شخص اس دوران میں فوت ہو جائے وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ ہو جائے گا اور قیامت تک اُس کا عمل پھلتا پھولتا رہے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

1589 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ رَافِعٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ بِغَيْرِ اَثَرٍ مِّنْ جِهَادٍ لَّقِيَ اللّٰهَ وَفِيْهِ ثُلْمَةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ رَافِعٍ وَّاِسْمٰعِيْلُ بْنُ رَافِعٍ قَدْ ضَعَّفَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَّقُوْلُ هُوَ ثِقَةٌ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيْثُ سَلْمَانَ اِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ مُّحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ لَمْ يُدْرِكْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی جہاد کا نشان لئے بغیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا' تو گویا وہ اپنے دین میں کمی کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔

ولید بن مسلم نامی راوی کی نقل کردہ یہ روایت جو اسمٰعیل بن رافع سے منقول ہے۔ یہ "غریب" ہے۔ اسمٰعیل بن رافع کو بعض محدثین نے "ضعیف" قرار دیا ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: یہ صاحب ثقہ ہیں البتہ مقارب الحدیث ہیں۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔

1589- اخرجه ابن ماجه (923/2) كتاب الجهاد: باب: التغليظ من ترك الجهاد' حديث (2763)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت کی سند متصل نہیں ہے۔
کیونکہ محمد بن منکدر نامی راوی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔
یہی روایت ایوب بن موسیٰ کے حوالے سے مکحول' شرحبیل بن سمط' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

1590 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عَقِيْلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعْتُ عُثْمَانَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اِنِّيْ كَتَمْتُكُمْ حَدِيْثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرَاهِيَةَ تَفَرُّقِكُمْ عَنِّيْ ثُمَّ بَدَا لِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمُوْهُ لِيَخْتَارَ امْرُؤٌ لِنَفْسِهٖ مَا بَدَا لَهٗ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اَبُوْ صَالِحٍ مَوْلٰى عُثْمَانَ اسْمُهٗ تُرْكَانُ

◆◆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابوصالح بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ بیان کرتے ہوئے سنا' انہوں نے فرمایا: میں نے تم لوگوں سے ایک حدیث چھپا کر رکھی ہوئی تھی جو میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی تھی' اس اندیشے کے تحت کہ تم لوگ مجھ سے الگ ہو جاؤ گے پھر مجھے یہ مناسب لگا کہ میں وہ حدیث تمہیں سنا دوں تا کہ ہر شخص اپنی ذات کے بارے میں فیصلہ کر لے جو اسے مناسب لگے' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن (سرحد پر) پہرہ دینا دیگر جگہوں پر ایک ہزار دن گزارنے سے بہتر ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابوصالح نامی راوی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں' ان کا ترکان ہے۔

1591 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاَحْمَدُ بْنُ نَصْرٍ النَّيْسَابُوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

1590- اخرجه النسائي (39/6) كتاب الجهاد' باب: فضل الرباط' حديث (3169'3167) والدارمي (211/2) كتاب الجهاد' با: فضل من ربط' واحمد (62/1'65'75) وعبد الله بن احمد في الزوائد (66/1)

1591- اخرجه النسائي (36/6) كتاب الجهاد: ما يجد الشهيد من الالم' حديث (3161) وابن ماجه (937/2) واحمد (297/2) والدارمي (205/2) كتاب الجهاد' باب: فضل الشهيد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: شہید کو قتل ہوتے وقت اتنی ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے جتنی کسی شخص کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

1592 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ جَمِيْلٍ الْفِلَسْطِيْنِيُّ عَنِ الْقَاسِمِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَاَثَرَيْنِ قَطْرَةٌ مِّنْ دُمُوْعٍ فِيْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهَرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَثَرٌ فِيْ فَرِيْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی بھی چیز دو قطروں سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلنے والے آنسو کا قطرہ اور ایک خون کا وہ قطرہ جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا گیا ہو جہاں تک دو نشانات کا تعلق ہے۔ (جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں) تو ایک نشان وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (زخم کی شکل میں) آئے اور ایک نشان وہ جو اللہ تعالیٰ کے فرض کی وجہ سے (ماتھے پر سجدے کے نشان کی صورت میں) ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

اللہ کی راہ میں پہرہ دینے کی فضیلت:

احادیث باب میں بہت سے مسائل بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے اہم مسئلہ پہرہ دینے والا کی عظمت وفضیلت ہے۔ اس حوالے سے احادیث کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ ایک دن کا پہرہ دینا دنیا اور اس کی تمام اشیاء سے افضل ہے۔

☆ ایک دن کا پہرہ دینا ایک مہینے کے روزوں اور ایک ماہ قیام (نوافل ادا) کرنے سے افضل ہے۔

☆ جو شخص پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جائے اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور قیامت تک اس عمل کے جاری رہنے کا اسے اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔

☆ اللہ کی راہ میں ایک دن کا پہرہ دینا، دوسری جگہوں پر ہزار دینے گزارنے سے افضل ہیں۔

☆ دو نشان اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں: (۱) وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخم آنے کی شکل میں ہو۔ (۲) وہ جو فرائض نماز وغیرہ کی ادائیگی کی وجہ سے ماتھے پر پڑ جائے۔

كِتَابُ الْجِهَادِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

جہاد کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ لِاَهْلِ الْعُذْرِ فِي الْقُعُوْدِ

باب 1: معذور لوگوں کا جہاد میں شریک نہ ہونا

1593 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: ائْتُوْنِيْ بِالْكَتِفِ اَوِ اللَّوْحِ فَكَتَبَ (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) وَعَمْرُو ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَقَالَ هَلْ لِيْ مِنْ رُخْصَةٍ فَنَزَلَتْ (غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ)

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهُوَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس (کسی جانور کے) شانے کی ہڈی یا کوئی تختی لاؤ (راوی بیان کرتے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ نے (یہ آیت) تحریر کروائی۔

"اہلِ ایمان میں سے بیٹھے رہنے والے لوگ برابر نہیں ہیں"

(راوی بیان کرتے ہیں) حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کی پشت کے پیچھے موجود تھے انہوں نے عرض کی: کیا میرے لئے کوئی رخصت ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

"وہ لوگ جنہیں کوئی ضرر نہ ہو"۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1593- اخرجه البخاري (53/6) كتاب الجهاد' والسير: باب: قول الله تعالیٰ (لا يستوي القاعدون من المؤمنين غير اولي الضرر-) حديث (2831) واطرافه في (4593-4594-4990) والنسائي (10/6) كتاب الجهاد' باب: فضل المجاهدين على القاعدين' حديث (3101) واحمد (282/4'284'290'299) والدارمي (209/2) كتاب الجهاد' باب: العذر في التخلف عن الجهاد' من طريق ابي اسحق' فذكره۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" اور سلیمان تیمی کی ابواسحاق سے روایت کرنے کے حوالے سے "غریب" ہے۔
شعبہ اور ثوری نے اسے ابواسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

معذور لوگوں پر جہاد فرض نہ ہونا

جب یہ ارشاد ربانی نازل ہوا: لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (النساء:۹۵) "اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور اپنے گھروں میں بیٹھنے والے برابر نہیں ہوسکتے"۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ کوئی تختی وغیرہ پیش کی جائے۔ جب تختی پیش کردی گئی تو آپ نے یہ آیت اس پر لکھوادی۔ آپ کے پیچھے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے جو نابینا صحابی تھے۔ وہ جھٹ بول اٹھے: یارسول اللہ! میرے لیے کیا حکم ہے؟ تو اسی وقت آیت کا یہ ٹکڑا بھی نازل ہوگیا: غیر اولی الضرر یعنی جو لوگ عذر والے نہیں ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس آیت کا مضمون اور حکم سمجھ گئے۔

معذور لوگوں پر جہاد فرض نہیں ہے، وہ یہ لوگ ہوسکتے ہیں: (۱) نابینا، (۲) لولا یا لنگڑا (۳) بوڑھا (۴) عورت (۵) نابالغ بچہ (۶) غلام (۷) نحیف وکمزور (۸) مریض جس میں قوت وطاقت نہ ہو۔ تاہم یہ لوگ مجاہدین کے معاون بن سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْمَنْ خَرَجَ فِى الْغَزْوِ وَتَرَكَ اَبَوَيْهِ

باب 2: جو شخص اپنے والدین کو چھوڑ کر جنگ میں چلا جائے

1594 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِىْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِى الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاْذِنُهٗ فِى الْجِهَادِ فَقَالَ اَلَكَ وَالِدَانِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْعَبَّاسِ هُوَ الشَّاعِرُ الْاَعْمَى الْمَكِّيُّ وَاسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوْخَ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جہاد کی اجازت لینے کے

1594- اخرجه البخاري (162/6) كتاب الجهاد والسير' باب: اذا حمل على فرس فرآها تباع' حديث (3004) وطرفه فى (5972) ومسلم (1975/4) كتاب البر والصلة والاداب' باب: والوالدين' وانهما احق به' حديث (2549/5) والنسائى (10/6) كتاب الجهاد' باب: لرخصة فى التخلف لمن له والدان' حديث (3103) واحمد (165/2'193) والحميدى (268/2) حديث (585) من طريق حبيب بن ابى ثابت به

لئے حاضر ہوا' نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان دونوں کی خدمت کا جہاد کرو۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوعباس نامی راوی نابینا مکی شاعر ہیں اوران کا نام سائب بن فروخ ہے۔

شرح

والدین کی خدمت بھی جہاد

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا افضل نیکی ہے اور والدین کی خدمت کرنا بھی اس سے کم نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے جواب دیا: یارسول اللہ! ہاں۔ آپ نے حکم دیا کہ تم جاؤ ان کی خدمت بجالاؤ، یہی تمہارے لیے جہاد ہے۔

سوال: جب والدین خدمت کے محتاج ہوں تو کیا جہاد میں شرکت کی جائے یا والدین کی خدمت کی جائے؟

جواب: اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو جہاد کو مقدم کیا جائے گا، جہاد اس وقت فرض عین ہوتا ہے جب دشمن اسلامی سلطنت پر حملہ آور ہوا اور امیر وقت کی طرف سے جہاد کا اعلان عام کر دیا جائے۔ جہاد فرض ہونے کی صورت میں والدین کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے جہاد میں شرکت کرنا ضروری ہے۔ اگر جہاد فرض عین نہ ہو بلکہ فرض کفایہ ہو یعنی چند افراد دشمن کا دفاع یا مقابلہ کر سکتے ہوں، تو والدین کی خدمت کو مقدم رکھا جائے گا، جہاد میں شامل ہونے کی بجائے والدین کی خدمت کی جائے۔ اس مسئلہ کی بنیاد یہ حدیث نبوی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا اور یوں عرض گزار ہوا۔ یارسول اللہ! میں جہاد میں شامل ہونے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں، آپ نے فرمایا: تم جلدی جاؤ جس طرح تم نے انہیں رلایا ہے اسی طرح انہیں ہنساؤ۔ (سنن ابی داؤد جلد اول ص ۳۴۲) اس روایت کا تعلق اس زمانہ سے ہے جب جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يُبْعَثُ وَحْدَهُ سَرِيَّةً

باب 3: جس شخص کو تنہا کسی مہم پر روانہ کیا جائے

1595 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُوْرِيُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ

متنِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ فِي قَوْلِهِ (أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قَالَ عَبْدُ

1595- اخرجه البخاري (102'101/8) كتاب التفسير' باب: اطيعوا الله' واطيعوا الرسول واولى الامر منكم' رقم (4584) ومسلم (1465/3) كتاب الامارة' باب: وجوب طاعة الامراء في غير معصية- رقم (1834/31) وابو داؤد (40/3) كتاب الجهاد' باب: في الطاعة رقم (2624)

اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيِّ السَّهْمِيُّ بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَرِيَّةٍ اَخْبَرَنِيْهِ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ

ابن جریج اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو''

تو حضرت عبداللہ بن حذافہ نے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک مہم پر روانہ کیا تھا۔

یہ بات یعلیٰ بن مسلم نے سعید بن جبیر کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف ابن جریج سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَنْ يُّسَافِرَ الرَّجُلُ وَحْدَهُ

باب 4: آدمی کا تنہا سفر کرنا مکروہ ہے

1596 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَوْ اَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا سَرٰى رَاكِبٌ بِلَيْلٍ يَّعْنِيْ وَحْدَهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تنہا (سفر کرنے) کے بارے میں مجھے جو علم ہے اگر لوگوں کو پتہ چل جائے' تو کبھی بھی کوئی شخص رات کے وقت سفر نہ کرے۔ (یعنی تنہا سفر نہ کرے)

1597 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَّالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَاصِمٍ

1596- اخرجه البخاري (160/6) كتاب الجهاد والسير' باب: السير وحده' حديث (2998) وابن ماجه (1239/2) كتاب الادب' باب: كراهية الوحدة' حديث (3768) واحمد (120'112'111'86'60'24'23/2) وابن خزيمة (151/4) حديث (2569) والحميدي (292/2) حديث (661) عن طرق عن عاصم به۔

1597- اخرجه مالك في الموطا (978/2) كتاب' الاستئذان باب: ما جاء في الواحدة في السفر للرجال والنساء' حديث (35) وابو داؤد (36/4) كتاب الجهاد' باب: في الرجل يسافر وحده' حديث (2607) واحمد (214'186/2) من طريق عمرو بن شعيب' عن ابيه' عن جده "مرفوعاً"۔

توضیح راوی: وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ ثِقَةٌ صَدُوْقٌ وَّعَاصِمُ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ لَا أَرْوِيْ عَنْهُ شَيْئًا وَّحَدِيْثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ایک سوار شیطان ہوتا ہے دو سوار دو شیطان ہوتے ہیں اور تین سوار حقیقتاً سوار ہوتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو عاصم نامی راوی کے حوالے سے منقول ہے۔

عاصم نامی راوی عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر و ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

جنگی حالات میں اکیلے سفر کرنے کی ممانعت

دشمن کے حملہ کا خطرہ ہو اور حالات خطرناک ہوں تو اکیلا سفر کرنے سے احتراز کیا جائے گا، بالخصوص رات کے وقت میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فرمایا: تنہا سفر کرنے کی قباحت جو میں جانتا ہوں، اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو کوئی شخص تنہا سفر نہ کرتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں جبکہ تین سوار قافلہ کی حیثیت رکھتے ہیں''۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ سفر میں کم از کم تین افراد ہونے چاہییں۔ پرامن زمانہ میں تنہا اور ایک دو ساتھیوں کی رفاقت میں بھی سفر کیا جا سکتا ہے۔

یک نفری سریہ روانہ کرنا:

لفظ سریہ کا اطلاق ایسے فوجی دستہ پر ہوتا ہے، جس کی تعداد پانچ سے لے کر پانچ سو تک ہو۔ سوال یہ ہے کہ یک نفری سریہ روانہ کیا جا سکتا ہے یا کہ نہیں؟ یک نفری سریہ روانہ کرنا جائز ہے۔ جس طرح یک نفری پنچایت یا کمیشن بٹھانا جائز ہے۔ حدیث باب مختصر ہے جبکہ اصل اور تفصیلی واقعہ یوں ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہم کے لیے سریہ روانہ کرنا چاہتے تھے لیکن امیر بنانے کے لیے کوئی مناسب نام نہیں مل رہا تھا۔ چنانچہ منتخب افراد پر مشتمل سریہ مخصوص راستہ پر روانہ کر دیا اور انہیں ہدایت کر دی کہ تمہارے لیے امیر روانہ کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر تعینات فرما کر انہیں تحریر لکھوا دی کہ ''عبداللہ بن حذافہ تمہارے امیر ہیں''۔ لہٰذا ان کا حکم مانو: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تحریر لے کر تعمیل حکم کرتے ہوئے روانہ ہو گئے اور قافلہ سے جا ملے۔ افراد سریہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحریر دیکھ کر انہیں اپنا امیر تسلیم کر لیا۔ کسی معاملہ میں ارکان سریہ اور امیر کے درمیان اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی، امیر ناراض ہو گئے اور انہوں نے آگ جلا کر سریہ کے ارکان کو اس میں گھس جانے کا حکم دیا۔ افراد سریہ نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور باہم یہ گفتگو کرنے لگے: آگ سے بچنے کے لیے تو ہم

مسلمان ہوئے ہیں، پھر اگر ہم نے نذر آتش ہونا ہے تو مسلمان ہونے کا ہمیں کیا فائدہ ہوا؟ معاملہ طویل ہو گیا، آگ بجھ گئی اور امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ جب یہ سریہ مدینہ طیبہ واپس آیا تو اس واقعہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم امیر کی اطاعت کرتے ہوئے آگ میں داخل ہو جاتے تو ہمیشہ آگ میں رہتے۔ معصیت کے کاموں میں امیر کی اطاعت نہیں ہے بلکہ امور خیر میں اس کی اطاعت لازم ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۷۱۴۵)

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت سے یک نفری سریہ روانہ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے، حالانکہ یہ سریہ نہیں تھا بلکہ سریہ تو وہ تھا وہ جو پہلے روانہ ہو چکا تھا۔

ارشاد ربانی: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُم (النساء:۵۹) (تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اپنے امراء کی اطاعت کرو)۔ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر سریہ بنا کر روانہ فرمایا تھا۔ اہل سریہ کے لیے ضروری نہیں ہے کہ امیر کی ہر بات کی اطاعت کریں، کیونکہ اس کی اطاعت امور خیر میں واجب ہے اور امور معصیت میں واجب نہیں ہے۔ اس سلسلے میں مشہور حدیث نبوی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" یعنی خالق کائنات کی نافرمانی کے لیے مخلوق (امیر) کی اطاعت ضروری نہیں ہے"۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْكَذِبِ وَالْخَدِيعَةِ فِي الْحَرْبِ

باب 5: جنگ کے دوران جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے کی اجازت

1598 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَّنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّعَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنگ دھوکہ دہی کا نام ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت

1598- اخرجه البخاری (183/6) کتاب الجهاد والسير، باب: الحرب خدعة، حديث (3030) ومسلم (1361/3) کتاب الجهاد والسير، باب: جواز الخداع فی الحرب، حديث (1739/17) وابو داؤد (43/3) کتاب الجهاد، باب: المكر فی الحرب، حديث (2636) والحميدی (519/2) حديث (1237) من طريق سفيان بن عيينة قال: حدثنا عمرو بن دينار، فذكره.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دوران جنگ دشمن سے چال چلنا:

لفظ: "کذب" کا معنی ہے خلاف واقع بات لیکن یہاں لفظ: "خدیعۃ" کا مترادف ہے جبکہ لفظ: "خدیعۃ" کا معنی ہے: دوران جنگ دشمن سے چال چلنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنگ چال کا نام ہے۔ اس ارشاد عالیہ کا مفہوم یہ ہے کہ جنگ میں کامیابی کا راز صلاحیت وقوت میں اتنا نہیں ہے جتنا چال چلنے میں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس میدان مناظرہ میں بھی کامیابی کا زیادہ تر مدار حکمت عملی اور چال چلنے میں ہے۔ دوران جنگ دشمن سے جو چال چلی جاتی ہے وہ بظاہر "کذب" کے مشابہہ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عنوان میں لفظ: "کذب" کا اضافہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر دشمن سے یوں کہا جائے کہ تم پیچھے دیکھو، جونہی وہ اپنی توجہ پیچھے کرتا ہے، تو اس پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ غَزَوَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَمْ غَزَا

باب 6: نبی اکرم ﷺ کے غزوات کا بیان آپ نے کتنے غزوات میں شرکت کی؟

1599 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِیْرٍ وَّاَبُوْ دَاوٗدَ الطَّیَالِسِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ اِلٰی جَنْبِ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ فَقِیْلَ لَهٗ كَمْ غَزَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَقُلْتُ كَمْ غَزَوْتَ اَنْتَ مَعَهٗ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ اَیَّتُهُنَّ كَانَ اَوَّلَ قَالَ ذَاتُ الْعُشَیْرِ اَوِ الْعُشَیْرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ابواسحاق بیان کرتے ہیں: میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پہلو میں موجود تھا، ان سے دریافت کیا گیا: نبی اکرم ﷺ نے کتنے غزوات میں شرکت کی ہے، تو انہوں نے جواب دیا: انیس غزوات میں، راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: کتنے غزوات میں آپ نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ شرکت کی ہے، تو انہوں نے جواب دیا: سترہ غزوات میں، میں نے دریافت کیا: ان میں سب سے پہلا کون سا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: "ذات العشیر" (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) "ذات العشیرۃ"۔

1599- اخرجه البخاری (326/7) كتاب المغازی، باب: غزوة العشيرة او العسيرة، حديث (3949) وطرفاه فی (4404، 4471) ومسلم (1447/3) كتاب الجهاد والسير، باب: عدد غزوات النبی صلى الله عليه وسلم، حديث (143)(143، 144/1254) واحمد (368/4، 370، 374) من طريق ميمون ابی عبد الله، قال: سمعت زيد بن ارقم يقول- فذكره۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد:

حدیث باب میں تین اہم امور بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) لفظ: "العشیراء" کو دو طریقے سے پڑھا جاتا ہے: (۱) العشیراء (المعجمۃ بالشین) (۲) العسیراء (المھملۃ بالسین)۔ صحیح بخاری میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں نقل کیا ہے: العشیراء أو العسیراء۔ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں ضبط کیا ہے: عشیرۃ۔ جمہور اہل سیر کے نزدیک بھی یہی درست ہے۔

(۲) پہلے غزوہ میں اختلاف:

پیش آنے والا پہلا غزوہ کون سا ہے؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ پہلا غزوہ "ابواء" ہے، اس کے بعد غزوہ بواط اور پھر غزوہ عشیرہ پیش آیا۔ حضرت امام بخاری اور حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار کیا ہے۔ تاہم بعض علماء سیر کے نزدیک پہلا غزوہ "عشیرہ" ہے۔ یاد رہے "عشیرہ" ایک مقام (جگہ) کا نام ہے۔

(۳) تعداد غزوات میں اختلاف:

غزوات کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں: (۱) حضرت موسیٰ بن عقبہ اور حضرت محمد بن اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ غزوات کی کل تعداد ۲۷ ہے۔ (۲) حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے غزوات ۲۴ ہیں۔ (۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تعداد غزوات ۲۱ ہے۔ (۴) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: تعداد غزوات ۱۹ ہے۔ حدیث باب سے بھی اسی نظریہ کی تائید ہوئی ہے۔ مختلف اقوال میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ بعض غزوات کو ایک سفر میں یا متصل ہونے کی وجہ سے ایک شمار کیا جاتا ہے لہٰذا ان کے نزدیک غزوات کی تعداد قلیل ہے یا بعض کو کچھ غزوات کا علم نہ ہو سکا ہو تو انہوں نے تعداد قلیل بتادی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّفِّ وَالتَّعْبِئَةِ عِنْدَ الْقِتَالِ

باب 7: جنگ کے وقت صفیں قائم کرنا اور ترتیب دینا

1600 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ

متنِ حدیث: عَبَّانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَدْرٍ لَيْلًا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا

الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ سَمِعَ مِنْ عِكْرِمَةَ وَحِيْنَ رَاَيْتُهٗ كَانَ حَسَنَ الرَّاْيِ فِيْ مُحَمَّدِ بْنِ حُمَيْدٍ الرَّازِيِّ ثُمَّ ضَعَّفَهٗ بَعْدُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوہ بدر سے پہلے والی رات نبی اکرم ﷺ نے ہمیں مناسب مقامات پر کھڑا کر دیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں' میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہیں' اس کا علم نہیں تھا۔

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں: انہوں نے عکرمہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے انہیں (یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو) دیکھا ہے: محمد بن حمید رازی نامی راوی کے بارے میں پہلے ان کی رائے اچھی تھی' لیکن بعد میں انہوں نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

شرح

جہاد کے وقت لشکر کی صف بندی کرنا:

عَبَّایُعَبِّاُ تَعْبِیَۃً، باب تفعیل سے ہے' جس کا مفہوم ہے: جنگ کی غرض سے لشکر ترتیب دینا۔ دشمن سے جنگ کی کامیابی کا راز اس بات میں ہے کہ کمانڈر ہر فوجی کو اس کی صلاحیت کے مطابق تعینات کرے، لشکر کی صف بندی کرے اور انہیں اپنی صلاحیت کے عملی جوہر دکھانے کی ہدایات جاری کرے۔ اس صورت میں نصرت وظفر مندی لشکر کے قدم چومتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنگی معاملات کی تمام خوبیاں اور کمالات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع فرما دیے تھے۔ غزوہ بدر اسلام و کفر اور حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مجاہدین کے مقامات کا تعین رات کے وقت ہی کر دیا تھا۔ دنیا نے دیکھا کہ قلیل تعداد ہونے کے باوجود مسلمانوں کو نصرت و کامیابی حاصل ہوئی اور مجاہدین نے شجاعت و بہادری کے جوہر دکھا کر نئی تاریخ رقم کی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْقِتَالِ

باب 8: جنگ کے وقت دعا کرنا

1601 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ عَلَى الْاَحْزَابِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَفِی الْبَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو یعنی نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: آپ ﷺ نے (دشمن کے) لشکروں کے لئے دعائے ضرر کی اور یہ دعا کی۔

"اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے! جلدی حساب لینے والے تو (دشمن کے) لشکروں کو پسپا کر دے اور انہیں (یعنی ان کے قدم) اکھاڑ دے"۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دوران جنگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا

دعا عبادت کا مغز ہے۔ ارشاد ربانی ہے: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ دعا کرنے کے کچھ مقامات ایسے ہیں، جن میں یقینی طور پر دعا قبول کی جاتی ہے۔ ان مقامات میں سے ایک دشمن سے مقابلہ کے دوران اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوران جنگ دعا کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ غزوہ احزاب کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: اللھم منزل الکتاب، سریع الحساب، اھزم الاحزاب وزلزلھم۔ اے اللہ! اے قرآن نازل کرنے والے، اے حساب لینے میں جلدی کرنے والے! تو جتھوں کو شکست و ریخت سے دوچار کر دے اور ان کے قدم متزلزل کر دے۔"

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاَلْوِيَةِ

باب 9: چھوٹے جھنڈوں کا بیان

1602 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيْدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوْفِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ

1601- اخرجه البخاری (124/6) کتاب الجهاد والسير' باب: الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة' حديث (2933) واطرافه فی (2965' 3025' 4115' 6392' 7479 ومسلم (1363/3) کتاب الجهاد والسير' باب: استحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو' حديث (21'1742/22) وابن ماجه (935/2) کتاب الجهاد: باب: القتال فی سبيل الله' حديث (2796) واحمد (381'355'353/4) والحميدی (314/2) حديث (719) وابن خزيمة (238/4) حديث (2775) وعبد بن حميد (186) حديث (523) من طريق اسماعيل بن ابی خالد' فذكره۔

1602- اخرجه ابوداؤد (32/3) کتاب الجهاد' باب: فی الرايات والالوية' حديث (2592) والنسائی (200/5) کتاب مناسك الحج' باب: دخول مكة باللواء' حديث (2866) وابن ماجه (941/2) کتاب الجهاد' باب: لرايات والالوية' حديث (2817) من طريق يحيیٰ بن آدم' قال: حدثنا شريك' عن عمار الدهنی' عن ابی الزبير' فذكره۔

قَالُوْا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَمَّارٍ يَعْنِي الدُّهْنِيَّ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَلِوَاؤُهُ اَبْيَضُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ اٰدَمَ عَنْ شَرِيْكٍ قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ اٰدَمَ عَنْ شَرِيْكٍ وقَالَ حَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَمَّارٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

حدیث دیگر: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّالْحَدِيْثُ هُوَ هٰذَا

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالدُّهْنُ بَطْنٌ مِّنْ بَجِيْلَةَ وَعَمَّارٌ الدُّهْنِيُّ هُوَ عَمَّارُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الدُّهْنِيُّ وَيُكْنٰى اَبَا مُعَاوِيَةَ وَهُوَ كُوْفِيٌّ وَّهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کا مخصوص جھنڈا سفید تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف یحییٰ بن آدم کی شریک نامی راوی سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہیں یحییٰ بن آدم سے منقول ہونے کے حوالے سے اس حدیث کا علم تھا۔

دیگر راویوں نے اسے شریک کے حوالے سے' عمار کے حوالے سے' ابوزبیر کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصل میں حدیث یہی ہے۔

"دھن" بجیلہ قبیلے کا ایک خاندان ہے۔

عمار دہنی نامی راوی عمار بن معاویہ دہنی ہیں' ان کی کنیت ابومعاویہ ہے یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور محدثین کے نزدیک ثقہ سمجھے جاتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّايَاتِ

باب 10: بڑے جھنڈوں کا بیان

1603 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِي زَائِدَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَعْقُوْبَ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ مَوْلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ

1603- اخرجه ابوداؤد (32/3) كتاب الجهاد: باب: في الرايات والالوية' حديث (2591) واحمد (297/4)

متن حدیث: بَعَثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ اِلَی الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَسْاَلُہٗ عَنْ رَایَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَۃً مِّنْ نَّمِرَۃٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِیٍّ وَّالْحَارِثِ بْنِ حَسَّانَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ اَبِیْ زَائِدَۃَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ یَعْقُوْبَ الثَّقَفِیُّ اسْمُہٗ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ وَرَوٰی عَنْہُ اَیْضًا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُوْسٰی

◆◆ یونس بن عبید بیان کرتے ہیں: محمد بن قاسم نے مجھے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ میں ان سے نبی اکرم ﷺ کے جھنڈے کے بارے میں دریافت کروں تو انہوں نے بتایا: وہ سیاہ رنگ کا تھا اور چوکور تھا اور اس پر لکیریں بنی ہوئی تھیں۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت حارث بن حسان' رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' ہم اسے صرف ابن ابی زائدہ کی نقل کے طور پر جانتے ہیں۔

ابویعقوب ثقفی نامی راوی کا نام اسحق بن ابراہیم ہے۔

ان کے حوالے سے عبیدہ اللہ بن موسیٰ نے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

1604 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اِسْحٰقَ وَھُوَ السَّالِحَانِیُّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ حَیَّانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ لَّاحِقَ بْنَ حُمَیْدٍ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: کَانَتْ رَایَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَوْدَاءَ وَلِوَاؤُہٗ اَبْیَضَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ ھٰذَا الْوَجْہِ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ ابومجلز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا بڑا جھنڈا سیاہ رنگ کا تھا اور چھوٹے جھنڈے سفید تھے۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''حسن غریب'' ہے' جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

شرح

جھنڈے اور جھنڈیوں کا استعمال کرنا

لفظ: ''اَلْوِیَۃٌ'' لِوَاءٌ کی جمع ہے' جس کا معنی ہے: چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں۔ لفظ: الرّایات، رایۃٌ کی جمع ہے' جس کا معنی ہے: بڑے بڑے جھنڈے۔ غزوہ بدر کے موقع پر اسلامی لشکر مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور ہر حصہ کے پاس سفید جھنڈی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس گروپ میں شامل تھے اس کی جھنڈی بھی سفید رنگ کی تھی۔ جب مجاہدین مختلف حصوں میں تقسیم نہ ہوتے

1604- اخرجہ ابن ماجہ (941/2) کتاب الجہاد' باب: الرایات والالویۃ' حدیث (2818) من طریق ابی مجلز لاحق بن حمید یحدث' فذکرہ۔

بلکہ لشکر واحد کی حیثیت سے دشمن کا مقابلہ کرتے تو سب ایک بڑے جھنڈے کے سائے میں لڑتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا رنگ سیاہ تھا۔ آپ کے جھنڈے کے رنگ کی تصدیق حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہوئی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشِّعَارِ

باب 11: شعار (کوڈ ورڈ) کا بیان

1605 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ اَبِیْ صُفْرَةَ عَمَّنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنْ بَيَّتَكُمُ الْعَدُوُّ فَقُوْلُوْا حم لَا يُنْصَرُوْنَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ

اسنادِ دیگر: وَهٰكَذَا رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ مِثْلَ رِوَايَةِ الثَّوْرِيِّ وَرُوِىَ عَنْهُ عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ اَبِیْ صُفْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ مہلب بن ابوصفرہ ان صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اگر دشمن رات کے وقت تم پر حملہ کردے تو تم لوگ (نشانی کے طور پر) یہ کہنا "حم لَا يُنْصَرُوْنَ"۔

اس بارے میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

بعض راویوں نے ابواسحٰق کے حوالے سے اسی طرح روایت نقل کی ہے جیسا کہ ثوری نے نقل کی ہے۔

مہلب بن ابوصفرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر بھی اسے نقل کیا گیا ہے۔

شرح

لشکر کو خصوصی نشان فراہم کرنا

شب خون مارنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور معمولات میں شامل نہیں تھا۔ دشمن اور کفار زمانہ قدیم سے شب خون مارنے کے عادی تھے۔ جب دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے لیے خصوصی نشان استعمال میں لاتے اور ہر جنگ کے لیے نیا شعار (خصوصی نشان یا کوڈ ورڈ) ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسلامی لشکر کو ہدایت کی گئی تھی کہ اگر دشمن شب خون مارے گا تو ہمارا شعار: "حم لاینصرون" ہوگا۔

1605- اخرجه ابوداؤد (33/3) كتاب الجهاد' باب: في الرجل ينادي بالشعار' حديث (2597) واحمد (65/4)'(377/5) من طريق ابي اسحق' عن المهلب بن ابي صفرة' فذكره.

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 12: نبی اکرم ﷺ کی تلوار کا بیان

1606 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ

متنِ حدیث: قَالَ صَنَعْتُ سَيْفِيْ عَلٰى سَيْفِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ وَزَعَمَ سَمُرَةُ أَنَّهٗ صَنَعَ سَيْفَهٗ عَلٰى سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ حَنَفِيًّا

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ فِيْ عُثْمَانَ ابْنِ سَعْدٍ الْكَاتِبِ وَضَعَّفَهٗ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◄► ابن سیرین بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی تلوار حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کی مانند بنوائی تھی اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی تھی کہ انہوں نے اپنی تلوار نبی اکرم ﷺ کی تلوار کی طرح بنوائی ہے' جو بنوحنیف کی مخصوص تلواروں کی مانند تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یحییٰ بن سعید قطان نے عثمان بن سعد کاتب کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے ان کے حافظے کے حوالے سے انہیں "ضعیف" قرار دیا ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار

حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جیسی تلوار تیار کروائی تھی، حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے مشابہ تھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار حنفی تھی۔ (یعنی بنوحنیفہ قبیلہ کی طرف نسبت ہے، یہ عرب کا مشہور قبیلہ تھا جو تلوار تیار کرنے میں معروف تھا۔ مسیلمہ کذاب علیہ اللعنت اسی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا)۔

فائدہ نافعہ:

جیسے لفظ: "مدینہ" میں یاء کو حذف کر کے آخر میں یاءِ نسبت لگانے سے "مدنی" اور یاء کے حذف کے بغیر آخر میں یاء لانے سے مدینی کہا جاتا ہے، اسی طرح ملت حنیفی میں یاء کو برقرار رکھتے ہوئے ملت حنیفیہ اور قبیلہ بنوحنیفیہ جبکہ یاء کو حذف کرنے پر حنفی کہا جاتا ہے۔

1606- اخرجه احمد (20/5) من طريق ابن سيرين' فذكره.

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْفِطْرِ عِنْدَ الْقِتَالِ

باب 13: جنگ کے وقت روزہ توڑ دینا

1607 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى اَنْبَاَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَنْبَاَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا بَلَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مَرَّ الظَّهْرَانِ فَاٰذَنَنَا بِلِقَاءِ الْعَدُوِّ فَاَمَرَنَا بِالْفِطْرِ فَاَفْطَرْنَا اَجْمَعُوْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے سال جب نبی اکرم ﷺ ''مرالظہران'' کے مقام پر پہنچے تو آپ نے ہمیں دشمن کا سامنا ہونے کی اطلاع دی اور ہمیں ہدایت کی کہ ہم روزہ توڑ دیں تو ہم سب لوگوں نے روزہ توڑ دیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

دشمن سے معرکہ آراء ہوتے وقت روزہ توڑنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے ارادہ سے اپنے صحابہ کرام کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے دس رمضان المبارک کو روانہ ہوئے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت حالت روزہ میں تھے۔ جبکہ مکہ مکرمہ نزدیک آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو روزہ توڑنے کا حکم دیا تاکہ کچھ کھانے پینے سے ان میں طاقت وقوت آجائے اور کفار مکہ کا مقابلہ بطریقہ احسن کیا جاسکے۔ چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کیا۔ یہی مسئلہ حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے سال جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مقام ''مرالظہران'' میں پہنچے تو آپ کو معلوم ہوا کہ دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو روزہ توڑنے کا حکم دیا تو تعمیل حکم کرتے ہوئے انہوں نے روزہ توڑ دیا۔

روزہ توڑنے کی وجوہات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روزہ توڑ دیا تھا۔ روزہ توڑنے کے جواز کی متعدد وجوہات ہیں' جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1607- اخرجه احمد (3/29'87) وابن خزيمة (3/264) حديث (2038) من طريق سعيد بن عبد العزيز' عن عطية بن قيس' عن قزعة' فذكره.

۱- یہ روزہ نفلی تھا جو بوقت ضرورت توڑا جا سکتا ہے' کیونکہ حالت سفر میں روزہ فرض نہیں ہے۔
۲- دشمن سے جہاد اور مقابلہ کرنے کے لیے روزہ توڑا گیا تھا، جس کی اسلام میں گنجائش ہے۔
۳- فتح مکہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم امیر لشکر تھے اور امیر لشکر کی اطاعت ضروری ہے۔
۴- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہو کہ آپ جب چاہیں روزہ توڑنے کا حکم صادر فرما سکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْخُرُوْجِ عِنْدَ الْفَزَعِ

باب 14: خطرہ کے وقت باہر نکلنا

1608 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهٗ مَنْدُوْبٌ فَقَالَ مَا كَانَ مِنْ فَزَعٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام مندوب تھا (واپس آ کر آپ نے ارشاد فرمایا) کوئی خطرے کی بات نہیں ہے ہم نے اس (گھوڑے کو) سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1609 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ وَّاَبُوْ دَاوٗدَ قَالُوْا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ

كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لَّنَا يُقَالُ لَهٗ مَنْدُوْبٌ فَقَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1608- اخرجه البخاری (285/5) كتاب الهبة' باب: من استعار من الناس الفرس' حديث (2627) واطرافه فى (2820'2857'2862'2866'2867' 2908'2968'2969'3040'6033'6212) ومسلم (1802/4'1803) كتاب الفضائل' باب: فى شجاعة النبى عليه السلام' وتقدمة للحرب' حديث (2307/49) وابو داؤد (297/4) كتاب الادب باب: ما روى فى الترخيص فى ذلك' حديث (4988) واحمد(170/3'274'180'291) والبخارى فى الادب المفرد (887) من طريق شعبة' عن قتادة' فذكره.

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ میں خطرے کا اندیشہ ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے ہمارا ایک گھوڑا عارضی طور پر لیا جس کا نام مندوب تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم نے تو خطرے کی کوئی بات نہیں دیکھی اور ہم نے اس (گھوڑے کو) سمندر کی طرح پایا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1610 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ وَاَجْوَدِ النَّاسِ وَاَشْجَعِ النَّاسِ قَالَ وَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً سَمِعُوْا صَوْتًا قَالَ فَتَلَقَّاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِیْ طَلْحَةَ عُرْيٍ وَّهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهٗ فَقَالَ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدْتُّهٗ بَحْرًا يَّعْنِي الْفَرَسَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت تھے سب سے زیادہ سخی تھے سب سے زیادہ بہادر تھے ایک مرتبہ رات کے وقت اہلِ مدینہ نے ایک آواز سنی اور اس کی وجہ سے گھبراہٹ کا شکار ہو گئے' تو نبی اکرم ﷺ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرف گئے۔ اس گھوڑے کی پشت پر کچھ نہیں تھا (یعنی گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہو کر گئے) نبی اکرم ﷺ نے اپنی تلوار لٹکائی ہوئی تھی (واپس آ کر آپ ﷺ نے) ارشاد فرمایا: تم لوگ گھبراؤ نہیں' تم لوگ گھبراؤ نہیں! پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اسے سمندر پایا ہے۔ (یعنی گھوڑے کو)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

اچانک پریشان کن صورت حال پیش آنے پر گھر سے باہر نکل کھڑے ہونا

اچانک رات کے وقت پریشان کن صورت حال پیش آنے پر گھر میں چھپ کر نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ جلدی سے باہر نکل آنا چاہیے۔ ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ طیبہ میں اچانک شور برپا ہوا تو لوگ اپنے گھروں سے باہر نکل آئے' جس طرف سے شور سنائی دیا اس طرف چل پڑے اور لوگوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے واپس تشریف لا رہے۔ اس طرح آپ سب لوگوں سے پہلے گھر سے نکلے اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحن میں "مندوب" نامی گھوڑا باندھا ہوا تھا، اس پر پالان وغیرہ رکھے بغیر سوار ہو کر شہر سے دور نکل گئے اور پھر واپس آ کر لوگوں کو صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: میں نے دور تک جائزہ

1610- اخرجه البخاري (189/6) كتاب الجهاد والسير' باب: اذا فزعوا بالليل' حديث (3040' 470/10) كتاب الآداب' باب: حسن الخلق والسخاء وما يكره من البخل' حديث (6033) والبخاري في الادب المفرد (300) ومسلم (1802/4) كتاب الفضائل: باب في شجاعة صلى الله عليه وسلم' وتقدمه للحرب' حديث (2037/48) وابن ماجه (926/2) كتاب الجهاد' باب: الخروج في النفير' حديث (2772) واحمد (147/3' 185' 271) وعبد بن حميد (398) حديث (1341) من طريق ثابت' فذكره.

لے لیا ہے کہ خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے۔

لفظ: ''مندوب'' فعل ثلاثی مجرد صحیح ندب سے اسم مفعول واحد مذکر کا صیغہ ہے' جس کا لغوی معنی ہے: میت پر رونا یا کسی کو بلانا۔ اس گھوڑے کا نام ''مندوب'' اس لیے رکھا گیا تھا کہ وہ سست رفتار ہونے کی وجہ سے سوار اس پر روتا تھا۔ تاہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی برکت سے وہ چالاک، طاقتور اور سمندر کی طرح تیز رفتار ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس میں طاقت آنے پر وہ شہرت یافتہ ہو گیا تھا اور لوگوں کو دعوت سواری دیتا تھا۔

فائدہ نافعہ:

حدیث باب سے اس بات کا بھی اشارہ ملتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ''مندوب'' نامی گھوڑا عاریتاً نہیں لیا تھا بلکہ اجازت کے بغیر ہی سواری کے لیے استعمال کیا تھا۔ اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہے: (۱) جہاں بے تکلفی ہو وہاں مالک کی اجازت کے بغیر بھی چیز استعمال کی جا سکتی ہے۔ (۲) اچانک شور و غل سنائی دیا جس کا جائزہ لینے کے لیے ہنگامی طور پر آپ نے اہل مدینہ کے وسیع تر مفاد کے لیے گھوڑا سواری کے لیے استعمال کیا۔ (۳) اچانک پریشان کن صورتحال پیش آنے پر لوگ گھروں سے باہر نکل آئے اور ہجوم عام ہو گیا جس وجہ سے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں سے تلاش کر کے اجازت حاصل کرنا دشوار تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الثَّبَاتِ عِنْدَ الْقِتَالِ

باب 15: جنگ کے وقت ثابت قدمی اختیار کرنا

1611 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بِنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لَنَا رَجُلٌ اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا عُمَارَةَ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ وَلّٰى سَرَعَانُ النَّاسِ تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ وَاَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اٰخِذٌ بِلِجَامِهَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے ایک شخص نے ان سے دریافت کیا: اے ابوعمارہ! کیا آپ لوگ نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے' تو انہوں نے جواب دیا: نہیں' اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری تھی بلکہ کچھ جلد باز لوگوں نے پیٹھ پھیر لی تھی جب ہوازن نے ان پر تیر اندازی کی تھی' نبی اکرم ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے اس کی لگام تھامی ہوئی تھی اور نبی اکرم ﷺ یہ کہہ رہے تھے۔

"میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں"۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1812 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنِي اَبِيْ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: لَقَدْ رَاَيْتُنَا يَوْمَ حُنَيْنٍ وَّاِنَّ الْفِئَتَيْنِ لَمُوَلِّيَتَانِ وَمَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةُ رَجُلٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مجھے غزوہ حنین کے بارے میں اچھی طرح یاد ہے اس وقت دو گروہ تھے جو پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے اور اس وقت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صرف 100 افراد رہ گئے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث عبیداللہ نامی راوی سے منقول ہونے کے حوالے سے "حسن غریب" ہے۔

ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

دورانِ جنگ ثابت قدم رہنا

جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو بھاگنا حرام ہے بلکہ ڈٹ کر مقابلہ ضروری ہو جاتا ہے، اسلام کی سربلندی اور ترقی اسی میں ہے کہ ثابت قدمی اور جوان مردی سے لڑا جائے۔ جب مسلمان کی یہ عادت ہو جائے کہ خطرہ محسوس کرتے ہی بھاگ جائیں تو جہاد کا مقصد فوت ہو جاتا ہے اور اس سے نامردی اور بداخلاقی کا اظہار رہتا ہے جس کا نتیجہ شکست کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔

غزوہ حنین کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارہ ہزار جان نثاروں کو لے کر حنین میں پہنچے اور دشمن کے سامنے صف آراء ہوئے اور مقابلہ ہوا۔ اسلامی فوج کے دو بازو میمنہ اور میسرہ اصل فوجی ترتیب سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ کمین میں چھپے ہوئے ثقیف اور ہوازن کے نوجوانوں نے ان پر تیروں کی بارش کر دی اور دونوں بازو میمنہ و میسرہ پیچھے بھاگے جس کے نتیجہ میں دوسرے مجاہدین بھی بھاگ اٹھے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار کر یوں فرمایا: انا النبی لا کذب، انا ابن عبدالمطلب ۔ "اس بات میں کوئی جھوٹ نہیں ہے کہ میں نبی برحق ہوں اور میں ہی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں"۔ عرب میں یہ بات عام گردش کر رہی تھی کہ عبدالمطلب کی اولاد

سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عظیم شان وشوکت، ناموری اور شہرت کا مالک ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ عبدالمطلب کا وہ بیٹا میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کرتے تھے اور میدان چھوڑ کر بھاگتے نہیں تھے، کیونکہ آپ کے مشہور القاب میں اشجع الناس یعنی سب لوگوں سے زیادہ بہادر اور اجرا الناس یعنی سب لوگوں سے زیادہ دلیر تھے۔ علاوہ ازیں آپ کی نبوت ورسالت کی عظمت وشان اور حق گوئی کی صفات آسمان سے بھی بلند تھیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السُّيُوْفِ وَحِلْيَتِهَا

باب 16: تلواروں کا بیان اوران کی آرائش وزیبائش

1613 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ اَبُوْ جَعْفَرٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا طَالِبُ بْنُ حُجَيْرٍ عَنْ هُوْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جَدِّهٖ مَزِيْدَةَ قَالَ

متن حدیث: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى سَيْفِهٖ ذَهَبٌ وَّفِضَّةٌ قَالَ طَالِبٌ فَسَاَلْتُهٗ عَنِ الْفِضَّةِ فَقَالَ كَانَتْ قَبِيْعَةُ السَّيْفِ فِضَّةً

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّجَدُّ هُوْدٍ اسْمُهٗ مَزِيْدَةُ الْعَصَرِيُّ

◆◆ حضرت مزیدہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے سال جب (مکہ میں) داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی تلوار پر سونا اور چاندی لگا ہوا تھا۔

طالب نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے استاد سے چاندی کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: اس تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ھود نامی راوی کے دادا کا نام مزیدہ عصری ہے۔

1614 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: قَالَ كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ وَّقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ قَالَ كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی تلوار مبارک کا قبضہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔
یہ روایت اسی طرح ھمام کے حوالے سے' قتادہ کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔
بعض راویوں نے اسے قتادہ کے حوالے سے' سعید بن ابوالحسن کے حوالے سے روایت کیا ہے: انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ کی تلوار مبارک کا قبضہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔

شرح

تلوار کو سونا اور چاندی سے مرصع کرنا

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر وہ تلوار جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں تھی، وہ سونا اور چاندی سے مرصع تھی۔ تلوار کے قبضہ پر چاندی لگی ہوئی تھی اور سونا کہاں استعمال کیا گیا تھا؟ اس کی وضاحت نہیں ہے۔

سوال: سونا کا استعمال مرد کے لیے حرام ہے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا سے مرصع تلوار اپنے پاس کیوں رکھی تھی؟
جواب: اس سوال کے متعدد جوابات ہیں: (۱) سونا کا استعمال بطور برتن، زیور اور انگوٹھی مرد کے لیے حرام ہے جبکہ تلوار میں لگا سونا اس زمرے میں نہیں آتا۔ (۲) یہ واقعہ حرمت سونا سے قبل کا ہو۔ (۳) سونا کے استعمال کا جواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے متعلق ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدِّرْعِ

باب 17: زرہ کا بیان

1615 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَانِ يَوْمَ اُحُدٍ فَنَهَضَ اِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَاَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهٗ فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَوْجَبَ طَلْحَةُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ وَالسَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما' حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے دو زرہیں پہنی

1615- اخرجه احمد (165/1) عن محمد بن اسحق عن يحيى بن عباد بن عبد الله بن الزبير' عن ابيه' عن جده عبد الله بن الزبير عن الزبير بن العوام به.

ہوئی تھیں یہ غزوہ احد کے دن کی بات ہے آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے لیکن آپ چڑھ نہیں سکے تو آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو نیچے بٹھایا پھر نبی اکرم ﷺ اس پر چڑھ گئے جب آپ چٹان پر پہنچ گئے تو راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: طلحہ نے (اپنے لئے جنت) واجب کرلی ہے۔

اس بارے میں حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف محمد بن اسحٰق نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل:

حدیث باب کا عمیق نظریا گہرائی میں اتر کر مطالعہ کرنے سے متعدد مسائل ثابت ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ اسلام کی سربلندی اور ترقی کے لیے دشمن (کفار) کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔

☆ اپنے تحفظ کے لیے اسباب کا استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔

☆ غزوہ احد زیادہ خطرناک تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں زیب تن فرمائی تھیں۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی خدمت بھی مغفرت اور دخول جنت کا سبب بن سکتی ہے۔

☆ امیر قوم کا لشکر کے ساتھ مل کر جہاد میں عملی طور پر حصہ لینا ضروری ہے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کے عمل اور اس کے نتیجہ سے آگاہ ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمِغْفَرِ

باب 18: خود کا بیان

1616 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ فَقِيْلَ لَهُ ابْنُ خَطَلٍ مُّتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ

1616- اخرجه مالك (423/1) كتاب الحج' باب: جامع الحج' حديث (247) والبخاري (70/4) كتاب جزاء الصيد' باب: دخول الحرم ومكة بغير احرام (1846) والحديث اطرافه في (3044'4286'5808) ومسلم (989/2) كتاب الحج' باب: جواز دخول مكة بغير احرام' حديث (1307/450) وابو داؤد (59/3) كتاب الجهاد' باب: قتل الاسير ولا يعرض عليه السلام' حديث (2685) والنسائي (200/5) كتاب مناسك الحج' باب: دخول مكة بغير احرام' حديث (2867-2878) وابن ماجه (938/2) كتاب الجهاد' باب: السلاح' حديث (2805) والدارمي (221/2) كتاب السير' باب: كيف دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة' واحمد (109/3' 185' 164' 180' 324' 231' 232' 240) والحميدي (509/2) حديث (1212) وابن خزيمة (355/4) حديث (3063) عن ابن شهاب عن انس به.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُ کَبِیْرَ اَحَدٍ رَوَاهُ غَیْرَ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے سال جب نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سر مبارک پر خود پہنا ہوا تھا آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: ابن خطل خانہ کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے قتل کردو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

صرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اس کے علاوہ کسی بڑے محدث نے اسے روایت نہیں کیا۔

شرح

خود استعمال کرنا:

لفظ: "مغفر" غفر یغفر ثلاثی مجرد صحیح سے اسم آلہ واحد کا صیغہ ہے' جس سے مراد لوہے کی ٹوپی ہے اور اُردو میں اسے "خود" کہا جاتا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پہن رکھا تھا۔ آپ نے اس موقع پر تمام اہل مکہ کو امان دے دیا تھا سوائے بارہ آدمیوں کے، ان میں ابن خطل بھی شامل تھا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے؟ فرمایا: اسے وہیں قتل کردو۔

سوال: مکہ مکرمہ تو امن کا گہوارہ ہے' جس میں قتل حرام ہے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر کیوں لڑائی کی، بارہ آدمیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور ابن خطل کو کعبہ کے پردوں میں بھی قتل کردینے کی اجازت دی تھی؟

جواب: بلاشبہ مکہ مکرمہ دارالامان اور محور امان ہے لیکن اس مقدس شہر کو بتوں کی پوجا پاٹ اور کفر و شرک سے پاک کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چند گھڑیوں تک جنگ کی اجازت دی گئی تھی جبکہ اس کے بعد پھر حرمت حرب کا قانون بحال ہو گیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الْخَیْلِ

باب 19: گھوڑوں کی فضیلت کا بیان

1617 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ حُصَیْنٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْخَیْرُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِی الْخَیْلِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ الْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّجَرِیْرٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ

وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَعُرْوَةُ هُوَ ابْنُ اَبِى الْجَعْدِ الْبَارِقِىُّ وَيُقَالُ هُوَ عُرْوَةُ بْنُ الْجَعْدِ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّفِقْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ الْجِهَادَ مَعَ كُلِّ اِمَامٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

◆◆ حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت تک کے لئے گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی رکھ دی گئی ہے اجر اور غنیمت (کی شکل میں)۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت جریر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عروہ نامی راوی عروہ بن ابوالجعد بارقی ہیں۔

ایک قول کے مطابق عروہ بن جعد ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ حکم بھی ثابت ہوتا ہے: جہاد قیامت تک برقرار رہے گا خواہ حکمران کوئی بھی ہو۔

شرح

گھوڑوں کی فضلیت:

جہاد ایک وقتی عمل نہیں تھا بلکہ تا قیامت جاری وساری رہے گا اور اس کا اجر وثواب بھی تا قیامت جاری رہے گا۔ جہاد کی شرائط میں سے ایک شرط امام کا ہونا ہے، اب صحابہ جیسا امام ہونا ناممکن ہے لیکن اپنے امام خواہ وہ جیسا بھی ہو' کی رفاقت اور تابعداری میں جہاد کرنا ضروری ہے۔ حدیث باب میں گھوڑوں کی عظمت وفضلیت بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تا قیامت گھوڑوں کی پیشانی میں خیر یعنی اجر وثواب رکھا گیا ہے۔

فائدہ نافعہ:

جہاد کے لیے امام ہونا شرط ہے' جس کی امامت پر مسلمانوں کا اتفاق ہو اور وہ اس کے اعلان پر لبیک کہتے ہوئے جہاد کریں۔ بم دھماکہ کرنا جس کے نتیجہ میں معصوم بچے، عورتیں اور شہری ہزاروں کی تعداد میں لقمہ اجل بن جائیں، کوئی جہاد نہیں ہے۔ یہ نظریہ

1617- اخرجه البخاری (64/6) كتاب الجهاد والسير' باب: الخيل معقود فی نواصيها الخير الى يوم القيامة' حديث (2850) والحديث اطراف فی (3343'3119'2852) ومسلم (1493/3) كتاب الامارة' باب: الخيل فی نواصيها الخير الى يوم القيامة' حديث (1872/97) والنسائی (222/6) كتاب التجارات' باب: اتخاذ الماشية' حديث (2305) والدارمی (212'211/2) كتاب الجهاد' باب: فضل الخيل فی سبيل- واخرجه احمد (376'375/4) والحميدی (373/2) حديث (842) عن عامر الشعبی' عن عروة بن ابی الجعد به.

جہلاء، اسلام دشمن اور انسان دشمن قوتوں کا ہو سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْخَيْلِ

باب 20: کون سا گھوڑا پسندیدہ ہے؟

1618 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شَيْبَانُ يَعْنِيْ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عِيْسٰى بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: يُمْنُ الْخَيْلِ فِي الشُّقْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ شَيْبَانَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سرخ رنگ کے گھوڑوں میں برکت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو شیبان نامی راوی نے نقل کی ہے۔

1619 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: خَيْرُ الْخَيْلِ الْاَدْهَمُ الْاَقْرَحُ الْاَرْثَمُ ثُمَّ الْاَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلْقُ الْيَمِيْنِ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ اَدْهَمَ فَكُمَيْتٌ عَلٰى هٰذِهِ الشِّيَةِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ يَحْيٰى بْنِ اَيُّوْبَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سب سے بہترین گھوڑے وہ ہیں جو سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں اور ان کی پیشانی اور ناک کے قریب تھوڑی سی سفیدی ہوتی ہے اس کے بعد وہ گھوڑے ہیں جن کے دونوں ہاتھ دونوں

1618- اخرجه ابوداؤد (22/3) كتاب الجهاد' باب: في ما يستحب في الوان الخليل' حديث (3545) واخرجه احمد (272/1) عن شيبان' عن عيسىٰ بن على بن عبد الله بن عباس عن ابيه عن ابن عباس به.

1619- اخرجه ابن ماجه (933/2) كتاب الجهاد' باب: ارتباط الخليل في سبيل الله' حديث (2789) والدارمي (212/2) كتاب الجهاد: باب : ما يستحب من الخليل وما يكره' واحمد (300/5) عن يزيد بن ابى حبيب عن على بن ابى رباح عن ابى قتادة به.

پاؤں اور پیشانی سفید ہوتے ہیں' صرف دایاں ہاتھ سفید نہیں ہوتا اور اگر کالے رنگ والا گھوڑا نہ ہو' تو اپنی صفات کا حامل سیاہی مائل سرخ گھوڑا (بہتر ہوتا ہے)۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

شرح

بہترین گھوڑا:

لفظ: ''شقر'' ''اشقر'' کی جمع ہے۔ اس کی مؤنث شقراء جبکہ جمع شقر ہے' جس طرح لفظ احمر کی مونث حمراء اور جمع حمر واء استعمال ہوتی ہے۔ ادھم سے مراد سیاہ رنگ کا گھوڑا ہے جبکہ ''کمیت'' سے مراد سرخ سیاہی مائل (براؤن رنگ کا) گھوڑا۔ ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں اور کل تعداد چار ہے: (۱) وہ سیاہ گھوڑا ہے' جس کے ہونٹ اور پیشانی سفید ہو۔ (۲) وہ سیاہ گھوڑا ہے' جس کے تین پاؤں اور پیشانی سفید ہو۔ (۳) وہ گھوڑا ہے' جس کا رنگ سرخ سیاہی مائل ہو جبکہ اس کی پیشانی اور ہونٹ سفید ہوں۔ (۴) وہ براؤن گھوڑا ہے' جس کی پیشانی اور تین پاؤں سفید ہوں لیکن اگلا دایاں پاؤں سفید نہ ہو۔ یہ چاروں گھوڑے پسندیدہ قرار دیے گئے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخَيْلِ

باب 21: ناپسندیدہ گھوڑے

1620 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سَلْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ النَّخَعِيُّ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ كَرِهَ الشِّكَالَ مِنَ الْخَيْلِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَثْعَمِيِّ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَاَبُوْ زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ اسْمُهُ هَرِمٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ قَالَ قَالَ لِىْ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ اِذَا حَدَّثْتَنِىْ فَحَدِّثْنِىْ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ فَاِنَّهُ حَدَّثَنِىْ مَرَّةً

1620- اخرجه مسلم (1494/3) كتاب الامارة' باب: ما يكره من صفات الخيل' حديث (1875/101) وابو داؤد (22/3) كتاب الجهاد' باب: ما يكره من الخيل' حديث (2547) والنسائى (219/6) كتاب الخيل' باب: لشكال فى الخيل' حديث (3566-3567) وابن ماجه (933/2) كتاب الجهاد: باب: ارتباط الخيل فى سبيل الله' حديث (2790) واخرجه احمد (250/2'436'476'457'460)

بِحَدِيْثٍ ثُمَّ سَاَلْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِسِنِيْنَ فَمَا اَخْرَمَ مِنْهُ حَرْفًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ اس گھوڑے کو پسند نہیں کرتے تھے جس کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں پر سفید نشان ہو یا دائیں پاؤں اور بائیں ہاتھ پر نشان ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شعبہ نے اسے عبداللہ یزید کے حوالے سے ابوزرعہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

ابوزرعہ بن عمرو بن جریر کا نام ہرم ہے۔

محمد بن حمید رازی نے اس روایت کو جریر کے حوالے سے عمارہ بن قعقاع کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: ابراہیم نخعی نے مجھ سے یہ فرمایا تھا: جب تم نے مجھے کوئی حدیث سنانی ہو تو ابوزرعہ کے حوالے سے سنایا کرو کیونکہ انہوں نے ایک مرتبہ مجھے ایک حدیث سنائی بعد میں میں نے دو سال بعد ان سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے ایک حرف کی بھی غلطی نہیں کی۔

شرح

ناپسند گھوڑے:

لفظ: ''شکال'' کا لغوی معنی ہے: وہ رسی جس سے گھوڑے کا ایک اگلا اور ایک پچھلا پاؤں باندھا جاتا ہے جب اسے گھاس وغیرہ چرنے کے لیے چھوڑا جاتا ہے۔ تاہم یہاں حدیث میں اس کے دو مطالب ہو سکتے ہیں: (۱) ایسا گھوڑا مراد ہے جس کے پچھلے دونوں پاؤں جبکہ اگلا بایاں پاؤں سفید ہو۔ (۲) ایسا گھوڑا مراد ہے جس کا اگلا دایاں پاؤں اور پچھلا بایاں پاؤں سفید ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرِّهَانِ وَالسَّبَقِ

باب 22: گھڑ دوڑ کا بیان

1621 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِيْرٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْرَى الْمُضَمَّرَ مِنَ الْخَيْلِ مِنَ الْحَفْيَاءِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَبَيْنَهُمَا سِتَّةُ اَمْيَالٍ وَّمَا لَمْ يُضَمَّرْ مِنَ الْخَيْلِ مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ وَّبَيْنَهُمَا مِيْلٌ وَّكُنْتُ

1621- اخرجه مالك في الموطا (467/2) كتاب الجهاد' باب: ما جاء في الخليل والسابقة بينها' والنفقة في الغزو' حديث (45) والبخاري (614/1) كتاب الصلوٰة' باب: هل يقال مسجد بني فلان' حديث (420) والحديث اطرافه في (2868' 2869' 2870' 7336) ومسلم (1491/3) كتاب الامارة' باب: المسابقة بين الخيل وتضميرها' حديث (1870/95) وابو داؤد (29/3) كتاب الجهاد' باب: في السبق' حديث (2575) والنسائي (226/6) كتاب الخيل' باب: اضمار الخيل للسبق' حديث (3584) وابن ماجه (2/'5'11'55) والحميدي (301/2) حديث (684) عن نافع عن عمر به.

لِمَنْ اَجْرٰى فَوَثَبَ بِیْ فَرَسِیْ جِدَارًا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَجَابِرٍ وَّعَآئِشَةَ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: وَّهٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ حَدِیْثِ الثَّوْرِیِّ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے تربیت یافتہ گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ کروایا تھا۔ جو حیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک تھا ان دونوں کے درمیان چھ میل کا فاصلہ ہے اور غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنی زریق تک کروایا تھا اور ان دونوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے اس میں حصہ لیا تھا اور میرا گھوڑا مجھے لے کر ایک دیوار پھلانگ گیا تھا۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح حسن غریب'' ہے۔

1622 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ نَّافِعِ بْنِ اَبِیْ نَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا سَبَقَ اِلَّا فِیْ نَصْلٍ اَوْ خُفٍّ اَوْ حَافِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مقابلہ صرف تیراندازی میں' اونٹوں کی دوڑ میں اور گھوڑوں کی دوڑ میں ہوسکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

گھڑ دوڑ کا مسابقہ کرانا

لفظ ''رِهان'' سے مراد ہے گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرنا، اس مسابقہ میں جیتنے والے کو جس انعام سے نوازا جاتا ہے اسے ''سبق'' کہا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرایا کرتے تھے اور اس میں جیتنے والے کو انعام سے بھی نوازتے تھے۔ تاہم اس موقع پر شرط لگانا منع ہے' کیونکہ یہ قمار کی صورت بن جاتی ہے جو حرام ہے۔

لفظ: ''تضمیر'' سے مراد ہے گھوڑے کو دبلا پتلا مگر طاقتور بنانا۔ زیادہ کھلانے پلانے کے سبب جب گھوڑا موٹا تازا ہو جاتا ہے' تو اسے دبلا پتلا اور چھریرا بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی خوراک کم کر کے اسے گرم اور اندھیرے کمرے میں بند کر دیا جائے پھر کچھ دنوں بعد اس کی خوراک معمول پر لائی جائے۔ اس طرح وہ گھوڑا طاقتور اور تیز رفتار بھی ہو جاتا ہے۔

1622- اخرجه ابوداؤد (29/3) كتاب الجهاد' باب: في السبق : حديث (2574) والنسائي (227/6) كتاب الخيل' باب: السبق' حديث (3589) واخرجه احمد (385'256/2)

لغت: "نصل" برچھی یا بھالے کی انی، "خف" کا معنی ہے موزہ اور حافر سے مراد ہے ننگے پاؤں چلنے والا آدمی یا گھوڑا ہے۔
دوسری حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ مقابلہ یا مسابقہ صرف تین امور میں کرایا جاسکتا ہے: (۱) گھڑ دوڑ میں۔ (۲) اونٹوں کے دوڑانے میں۔ (۳) تیراندازی میں۔ (سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۶)۔ ان چیزوں میں مقابلہ کرانے سے جہاد کی تیاری مقصود ہوتی ہے جبکہ جہاد ایک ریاضت سے کم نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

عصر حاضر میں ٹینک چلانے، بندوق استعمال کرنے، راکٹ گرانے، میزائل داغنے اور جنگی جہاز کو اڑانے میں مقابلہ کرنا بھی مندرجہ بالا امور ثلاثہ کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَنْ تُنْزَى الْحُمُرُ عَلَى الْخَيْلِ

باب 23: گدھے کے ذریعے گھوڑی کی جفتی کروانا مکروہ ہے

1623 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَهْضَمٍ مُوْسَى بْنُ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا مَاْمُوْرًا مَا اخْتَصَّنَا دُوْنَ النَّاسِ بِشَيْءٍ اِلَّا بِثَلَاثٍ اَمَرَنَا اَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوْءَ وَاَنْ لَّا نَاْكُلَ الصَّدَقَةَ وَاَنْ لَّا نُنْزِيَ حِمَارًا عَلٰى فَرَسٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ هٰذَا عَنْ اَبِيْ جَهْضَمٍ فَقَالَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ حَدِيْثُ الثَّوْرِيِّ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّوَهِمَ فِيْهِ الثَّوْرِيُّ وَالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ وَعَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ جَهْضَمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ (اللہ تعالیٰ کے) احکامات کے پابند تھے آپ نے ہم لوگوں کو بطورِ خاص خصوصیت کے ساتھ صرف تین چیزیں بتائیں آپ نے ہمیں ہدایت کی کہ ہم اچھی طرح وضو کریں اور ہم صدقے

1622- اخرجه ابوداؤد (29/3) كتاب الجهاد باب: في السبق: حديث (2574) والنسائي (227/6) كتاب الخيل باب: السبق حديث (3589) واخرجه احمد (385،256/2)

1623- اخرجه ابوداؤد (214/1) كتاب الصلوٰة باب: قدر القراءة في صلوٰة الظهر والعصر حديث (808) والنسائي (89/1) كتاب الطهارة باب: الامر باسباغ الوضوء حديث (141) وابن ماجه (147/1) كتاب الطهارة باب: ما جاء في اسباغ الوضوء حديث (426) واحمد (249،234،232،225/1) وابن خزيمة (89/1) حديث (175)

میں سے کچھ نہ کھائیں اور ہم گدھے کے ذریعے گھوڑی کی جفتی نہ کروائیں۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابوجہضم کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ یہ فرماتے ہیں: یہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عباس کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے ثوری سے منقول روایت محفوظ نہیں ہے اس میں ثوری کو وہم ہوا ہے۔

صحیح روایت وہ ہے جسے اسمٰعیل بن علیہ اور عبدالوارث بن سعید نے ابوجہضم کے حوالے سے عبداللہ بن عبیداللہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

شرح

گدھے سے گھوڑی کو جفتی کرانے کی ممانعت

جب کسی کے پاس گھوڑی ہو، تو اس سے گھوڑا پیدا کرنا چاہیے خچر نہیں پیدا کرنا چاہیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑی سے خچر وہ لوگ پیدا کرتے ہیں جنہیں اس کے نفع ونقصان کا علم نہیں۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۲۵۶۵)۔ یاد رہے کہ جب گھوڑی سے گھوڑا پیدا کرنا مقصد ہو تو گھوڑے سے گھوڑی کو جفتی کرائی جاتی ہے اور اگر خچر پیدا کرنا مقصود ہو تو گدھے سے گھوڑی کو جفتی کروائی جاتی ہے۔ یہ جہالت اور بے وقوفی ہے کہ اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ادنیٰ چیز حاصل کی جائے۔ تاہم اگر گھوڑے سے گدھی کو جفتی کرانے سے خچر پیدا ہو تو ایسا کیا جا سکتا تھا لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو ایک مثال سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کسی کے پاس مشین ہو جو اعلیٰ وعمدہ مال تیار کرتی ہو، تو پھر اس سے اس عمدہ مال کے بجائے ناقص مال تیار کرنا کوئی عقل مندی کی علامت ہرگز نہیں ہو سکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِسْتِفْتَاحِ بِصَعَالِيكِ الْمُسْلِمِيْنَ

باب 24: غریب مسلمانوں سے دعائے خیر کروانا (یا ان کے وسیلے سے فتوحات طلب کرنا)

1624 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَرْطَاةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

1624- اخرجه ابوداؤد (32/3) كتاب الجهاد، باب: فى الانتصار، برذل الخليل والضعفة، حديث (2594) والنسائى (45/6) كتاب الجهاد، باب: الاستنصار، بالضعيف، حديث (3179) واحمد (198/5)

متنِ حدیث: ابْغُونِي ضُعَفَائَكُمْ فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: مجھے اپنے ظاہری طور پر کمتر حیثیت کے لوگوں کے درمیان تلاش کرو کیونکہ کمزوروں کی وجہ سے ہی تم لوگوں کو رزق اور مدد ملتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

غریبوں سے فتح کی دعا کرانا

لفظ ''الاستفتاح'' ثلاثی مزید فیہ از باب استفعال کا مصدر ہے' جس کا معنیٰ ہے: فتح حاصل کرنا، کامیابی حاصل کرنا۔ لفظ صعالیك ، صعلوك کی جمع ہے' جس کا معنی ہے: غریب، نادار۔ لفظ: بصعالیك، کی باء جارہ میں دو احتمال ہے ہو سکتے ہیں: (۱) برائے توسل ہو۔ (۲) برائے استعانت ہو۔ حدیث باب کا پہلا فقرہ ہے: ابغونی ضعفائکم ۔ میں ہمزہ وصل ہے یا ہمزہ قطعی ہے؟ اس میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں: (۱) بغی الشیء بغیة ، طلب کرنا، چاہنا۔ (۲) ابغاہ الشیء ، طلب کرنے میں مدد دینا، تلاش کرانا۔ یہ حدیث چھ مشہور کتابوں میں موجود ہے لیکن سب میں پہلے فقرہ کے الفاظ مختلف ہیں۔ اس کی تفصیل یوں ہے: (۱) ابغونی الضعفاء (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۲۵۹۴) مجھے کمزور لوگ تلاش کراؤ۔ (۲) ابغونی الضعیف (سنن نسائی، رقم الحدیث ۳۱۷۹) کمزور لوگ تلاش کرنے میں میری معاونت کرو۔ (۳) ابغونی ضعفائکم ۔ (مسند امام احمد بن حنبل، جلد۵ ص ۱۹۸) اپنے غریب لوگ میرے لیے تلاش کرو۔ (۴) ابغونی الضعفاء (سنن بیہقی جلد ۳ ص ۳۴۵) (۵) ابغونی فی الضعفاء (متدرک حاکم جلد ۲ ص ۱۰۶) (۶) ابغونی فی ضعفائکم ۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۶۲۴) تم مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کر، کیونکہ تمہیں کمزوروں کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ حدیث باب کے شان ورود کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ تاہم اسے ایک فرضی مثال کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے مثلاً ایک شخص باہر سے مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور زیارت کے لیے حاضر ہوتا ہے جبکہ آپ گھر میں موجود نہیں تھے۔ مختلف باصلاحیت لوگوں کے گھروں سے دریافت کرتا رہا اور اس نے ہر جگہ آپ کو تلاش کیا لیکن ناکام ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ جب تشریف لائے تو وہ شخص اپنی بے بسی کی کہانی آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے ہیں کہ تو نے مجھے صحیح جگہ میں تلاش نہیں کیا ورنہ میں تجھے ضرور مل جاتا۔ اگر تو مجھے غریب لوگوں میں تلاش کرتا تو میں تجھے مل سکتا تھا، کیونکہ جو تمہیں رزق فراہم کیا جاتا ہے اور جہاد میں کامیابی دی جاتی ہے ان لوگوں کی وجہ سے عنایت کی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْاَجْرَاسِ عَلَى الْخَيْلِ

باب 25: گھوڑوں کے گلے میں گھنٹیاں لٹکانا

1625 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ وَّلَا جَرَسٌ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَآئِشَةَ وَاُمِّ حَبِيْبَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: فرشتے ان سواروں کے ساتھ نہیں چلتے جن کے ساتھ کتا ہو یا گھنٹی موجود ہو۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا' سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

گھوڑوں کے گلے میں گھنٹی لٹکانے کی ممانعت

حدیث باب کا حکم عام نہیں ہے' بلکہ لشکر جہاد کے ساتھ خاص ہے یعنی لشکر جہاد کے ساتھ نہ کتا ہونا چاہیے اور نہ گھوڑوں کے گلے میں گھنٹیاں ہونی چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتے کے بھونکنے اور گھنٹی کے بجنے سے لشکر کی نقل وحرکت دشمن سے پوشیدہ نہیں رہے گی حالانکہ اس موقع پر دشمن کے خلاف چال چلنے، حکمت عملی اور احتیاطی تدبیر اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ بعض علماء اس حدیث کے حکم کو عام خیال کرتے ہیں تو ان کے نزدیک گائے، اونٹ، بکری اور گدھے کے گلے میں گھنٹی لٹکانے کے علاوہ دینی مدارس، تعلیمی اداروں اور دوسرے عام اداروں کے ملازموں کے لیے استعمال کی جانے والی گھنٹیاں بھی ممنوع قرار پائیں گی۔ جس سے اداروں کا نظام چلانے میں انتظامیہ کو دقت پیش آئے گی۔ اسلام خیر خواہی، سلامتی اور آسانی کی فضاء قائم کرتا ہے۔ لہٰذا حدیث باب کا حکم عام نہیں ہے' بلکہ لشکر جہاد کے ساتھ خاص ہے۔

1625- اخرجه مسلم (1672/3) كتاب اللباس والزينة' باب: كراهة الكلب والجرس في السفر' حديث (2113/103) وابو داؤد (25/3) كتاب الجهاد: باب: في تعليق الاجراس' حديث (2555) والدارمي (288/2) كتاب الاستئذان' باب: النهي عن الجرس واخرجه احمد (262/2' 311' 327' 343' 392' 444' 476) وابن خزيمة (146/4) حديث (2553) عن سهيل بن ابي صالح عن ابي هريرة به.

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ يُسْتَعْمَلُ عَلَى الْحَرْبِ

باب 26: جنگ کا امیر کسے بنایا جائے؟

1826 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْاَحْوَصُ بْنُ الْجَوَّابِ اَبُو الْجَوَّابِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَيْشَيْنِ وَاَمَّرَ عَلٰى اَحَدِهِمَا عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَّعَلَى الْاٰخَرِ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ فَقَالَ اِذَا كَانَ الْقِتَالُ فَعَلِیٌّ قَالَ فَافْتَتَحَ عَلِیٌّ حِصْنًا فَاَخَذَ مِنْهُ جَارِيَةً فَكَتَبَ مَعِیْ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشِیْ بِهٖ فَقَدِمْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ الْكِتَابَ فَتَغَيَّرَ لَوْنُهٗ ثُمَّ قَالَ مَا تَرٰى فِیْ رَجُلٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ قُلْتُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ وَاِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ فَسَكَتَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْاَحْوَصِ بْنِ جَوَّابٍ

قولِ امام ترمذی: قَوْلُهٗ يَشِیْ بِهٖ يَعْنِی النَّمِيْمَةَ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دو لشکر روانہ کئے ان میں سے ایک کا امیر حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور دوسرے کا امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور ارشاد فرمایا: جب جنگ شروع ہو تو علی (دونوں لشکروں کے مشترکہ) امیر ہوں گے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قلعے کو فتح کیا انہوں نے وہاں سے ایک کنیز کو لیا اور (اس کے ساتھ صحبت کر لی) تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ نبی اکرم ﷺ کو خط بھیجا جس میں اس بات کا تذکرہ تھا میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے اس خط کو پڑھا تو آپ کا رنگ تبدیل ہو گیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے شخص کے بارے میں تم لوگ کیا سمجھتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں' تو میں نے عرض کی: میں اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں میں صرف ایک قاصد ہوں' تو نبی اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف احوص بن جواب کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ'' یشیء بہ '' کا مطلب چغلی کرنا ہے۔

شرح

امیرِ لشکر کی خصوصیات:

عام حالات میں انتظامی امور کی سہولت کے پیشِ نظر لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنا اور ہر حصے کا ایک امیر مقرر کرنا جائز ہے۔ تاہم عین جہاد کے وقت لشکر کے تمام حصوں کو جمع کر کے ان کا باصلاحیت ایک امیر مقرر کیا جائے گا۔ لشکر کا امیر شجاعت و بہادری، علم وفضل، زہد وتقویٰ اور حلال وحرام کے اصولوں کا جامع ہونا چاہیے۔ حدیث باب میں عین جہاد کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنانے کا حکم ان خصوصیات کے باعث دیا گیا تھا۔

فائدہ نافعہ:

مالِ غنیمت کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس سے خمس نکال کر بیت المال میں جمع کیا جاتا ہے اور باقی چار خمس جہاد میں حصہ لینے والے لشکر میں تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کنیز حاصل کی تھی جبکہ اپنی کنیز سے جماع کرنے کی اسلام نے اجازت دی ہے۔ تاہم اس صورتحال کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم نہیں تھا جس وجہ سے انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کر دی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْإِمَامِ

باب 27: امام کا بیان

1627 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاَمِيْرُ الَّذِىْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى

حکم حدیث: وَحَدِيْثُ اَبِيْ مُوْسٰى غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

وَحَدِيْثُ اَنَسٍ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّحَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قَالَ حَكَاهُ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ بَشَّارٍ الرَّمَادِيُّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

1627- اخرجه البخاري (441/2) كتاب الجمعة' باب: الجمعة في القرى والمدن' حديث (893) اطرافه في (2409'2554'2558'2751 '5188 '5200 '7138) وفي الادب المفرد (208) ومسلم (1459/3) كتاب الامارة باب: فضيلة الامام العادل' وعقوبة الجائر' والحث على الرفق بالرعية' حديث (1829/20) واحمد (54,5/2) وعبد بن حميد (242) حديث (745) عن نافع' فذكره.

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَنِیْ بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ بَشَّارٍ قَالَ وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّهٰذَا اَصَحُّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّرَوٰى اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیثِ دیگر: اِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ هٰذَا غَيْرُ مَحْفُوْظٍ وَّاِنَّمَا الصَّحِيْحُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: خبردار! تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص سے اس کی نگرانی کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔ امیر لوگوں کا نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں حساب لیا جائے گا' عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس حوالے سے حساب لیا جائے گا' غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس حوالے سے حساب لیا جائے گا خبردار! تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی نگرانی کے بارے میں حساب لیا جائیگا۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ سے منقول حدیث محفوظ نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث بھی محفوظ نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابراہیم بن بشار راوی نے اسے سفیان بن عیینہ کے حوالے سے' برید بن عبداللہ کے حوالے سے' ابو بردہ کے حوالے سے' حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

محمد بن ابراہیم بن بشار نے اس روایت کو مجھے سنایا ہے۔

کئی راویوں نے اسے سفیان کے حوالے سے' برید کے حوالے سے' ابو بردہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

اسحٰق بن ابراہیم نے معاذ بن ہشام کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' قتادہ کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے' یہ بات نقل کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ہر نگران شخص سے حساب لے گا اس چیز کے بارے میں جس کا اس نے اسے نگران مقرر کیا تھا۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: روایت بھی محفوظ نہیں ہے۔

صحیح روایت وہ ہے' جو معاذ بن ہشام کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' قتادہ کے حوالے سے' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر منقول ہے۔

شرح

امیر وقت کے فرائض اور عوام کے حقوق

کامیابی اور اطمینان قلب کے ساتھ حکمرانی کی خدمات انجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ امیر وقت اپنے فرائض کو ہمہ وقت پیش نظر رکھے اور یہی حقوق عوام بھی ہیں۔ حدیث باب میں چند فرائض امیر اور حقوقِ عوام بیان کیے گئے ہیں' جن کا خلاصہ سطورِ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

☆ ہر انسان کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے باخبر ہونا چاہیے تاکہ ان کی انجام دہی میں کوتاہی کا امکان نہ ہو' کیونکہ کوتاہی یا غفلت کی صورت میں وہ مجرم قرار پائے گا۔

☆ امیر وقت کو اپنے فرائض سے آگاہ ہونا اور ان کو انجام دینے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ازبس ضروری ہے۔ ورنہ وہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے مجرم کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حساب دینا پڑے گا۔

☆ بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، لہٰذا اشیاء خانہ کو شوہر کی اجازت سے تصرف میں لاسکتی ہے ورنہ اس کا فعل جرم کے زمرے میں آئے گا۔ علاوہ ازیں اپنی عصمت وعفت کی بھی حفاظت کرے کہ غیر محرم کو گھر میں داخل ہونے کی ہرگز اجازت نہ دے۔

☆ غلام (نوکر) اپنے آقا کا نگران ہے اور آقا کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ آقا کی اجازت کے بغیر اس کے اموال میں تصرف کرنا جرم ہے' جس کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

امیر وقت کے مشہور فرائض یہ ہیں: (۱) عوام کو عدل وانصاف فراہم کرنا، (۲) عوام کے لیے دینی تعلیم کا مفت اہتمام کرنا، (۳) جان و مال اور عزت وناموس کا تحفظ کرنا، (۴) لوگوں کو مظالم وزیادتیوں سے نجات دلانا، (۵) ضروریات زندگی کی اشیاء سستے داموں فراہم کرنا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ طَاعَةِ الْإِمَامِ

باب 28: حاکم وقت کی پیروی کرنا

1628 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُوْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ اُمِّ الْحُصَيْنِ الْاَحْمَسِيَّةِ

متنِ حدیث: قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ قَدِ

1628- اخرجه احمد (403'402/6) والحميدى (174/1) حديث (359) من طريق يونس بن ابى اسحق' عن العيزار بن حريث' فذكره.

الْتَفَعَ بِهِ مِنْ تَحْتِ اِبِطِهِ قَالَتْ فَاَنَا اَنْظُرُ اِلٰى عَضَلَةِ عَضُدِهِ تَرْتَجُّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُجَدَّعٌ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا مَا اَقَامَ لَكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اُمِّ حُصَيْنٍ

◆◆ سیّدہ ام حصین احمسیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجۃ الوداع کے دوران خطبہ دیتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اس وقت آپ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور آپ نے اس کو اپنی بغل کے نیچے سے لپیٹا ہوا تھا وہ خاتون بیان کرتی ہیں: (میں آپ سے اتنے فاصلے پر تھی) کہ آپ کے بازو کے پٹھوں کی حرکت کو دیکھ سکتی تھی میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اگرچہ تم پر کسی حبشی شخص کو حاکم بنایا جائے جس کا کان کٹا ہوا ہو' تو تم اس کی بھی اطاعت و فرمانبرداری کرو جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تمہارے لئے قائم رکھے''۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے سیّدہ ام حصین رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

شرح

امیر کی اطاعت واجب ہونا:

امیر (حاکم) وقت کی اطاعت عوام پر ضروری ہے، اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: تم اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولوالامر کی اطاعت کرو''۔ اگر حاکم وقت کی اطاعت نہ کی جائے تو وہ حکمرانی کی خدمات انجام نہیں دے سکے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی حکومت میں نمایاں فرق کیوں ہے، یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت مضبوط تھی جبکہ آپ کی حکومت انتشار کا شکار ہے؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رعیت ہم تھے اور میری رعیت تم ہو یعنی ہم لوگ اطاعت گزار تھے تو حضرت عمر کی حکومت بھی مضبوط تھی جبکہ تم نافرمان ہو اس لیے ہماری حکومت کمزور ہے۔ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حکمران خواہ کیسا ہو، اس کی اطاعت واجب ہے۔ تاہم اگر وہ شریعت کے خلاف کسی معاملہ میں حکم دے' تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

باب 29: خالق کی نافرمانی کے حوالے سے مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی

1629 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ عَلَيْهِ وَلَا طَاعَةَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّالْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بندہ مسلمان کو کوئی بات پسند ہو یا ناپسند ہو اطاعت وفرمانبرداری اس پر لازم ہے' جب تک اسے (اللہ تعالیٰ کی) کسی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے' کیونکہ اس صورت میں اطاعت وفرمانبرداری اس پر لازم نہیں ہوگی۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' حضرت حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1630 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ يَحْيٰى عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کی لڑائی کروانے سے منع کیا ہے۔

1631 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ يَحْيٰى عَنْ مُّجَاهِدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّيُقَالُ هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ قُطْبَةَ

1629– اخرجه البخاری (135/6) كتاب الجهاد والسير' باب: السمع والطاعة للامام' حديث (2955) وطرفه في (7144) ومسلم (1469/3) كتاب الامارة' باب: وجوب طاعة الامراء في غير معصية' وتحريمها' في المعصية' حديث (1839/38) وابو داؤد (41/3) كتاب الجهاد' باب: في الطاعة' حديث (2626) وابن ماجه (956/2) كتاب الجهاد' باب: لا طاعة' في معصية الله' حديث (2864) والنسائي (160/7) كتاب البيعة' باب: جزاء من امر بمعصية فاطاع' حديث (4606) من طريق نافع' فذكره۔

1630– اخرجه ابوداؤد (26/3) كتاب الجهاد' باب: في التحريش بين البهائم' حديث (2562) عن مجاهد به۔

اختلاف سند: وَرَوٰى شَرِيْكٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِيْ يَحْيٰى حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَبُوْ كُرَيْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اٰدَمَ عَنْ شَرِيْكٍ وَرَوٰى اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

توضیح راوی: وَاَبُوْ يَحْيٰى هُوَ الْقَتَّاتُ الْكُوْفِيُّ وَيُقَالُ اسْمُهُ زَاذَانُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ طَلْحَةَ وَجَابِرٍ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَعِكْرَاشِ بْنِ ذُؤَيْبٍ

مجاہد بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کی لڑائی کروانے سے منع کیا ہے۔

انہوں نے اس کی سند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

ایک قول کے مطابق یہ روایت قطبہ نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شریک نامی راوی نے اسے اعمش کے حوالے سے' مجاہد کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

انہوں نے اس کی سند میں ابویحییٰ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

ابومعاویہ نامی راوی نے اسے اعمش کے حوالے سے' مجاہد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

ابویحییٰ قتات کوفی ہیں۔ ایک قوت کے مطابق ان کا نام ''زاذان'' ہے۔

اس بارے میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت عکراش بن ذویب سے احادیث منقول ہیں۔

1632 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ وَالضَّرْبِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے چہرے پر داغ لگانے اور ضرب لگانے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

خلاف شرع امور میں حاکم کی اطاعت واجب نہ ہونا:

جائز اور مباح امور میں حاکم وقت کی اطاعت فرض ہے لیکن معصیت، خلاف شرع اور احکام الٰہی کے خلاف امور میں اطاعت لازم نہیں ہے۔ مثلاً جانوروں کی لڑائی کرانے، چہرے کو لوہے سے داغنے اور چہرے پر طمانچہ وغیرہ رسید کرنے سے منع

1632- اخرجه مسلم (1673/3) كتاب اللباس والزينة' باب: النهي عن ضرب الحيوان في وجهه' ووسمه فيه' حديث (2116/106) واحمد (378'318/3) عن طريق ابن جريج' عن ابي الزبير' فذكره.

کیا گیا ہے۔ اگر حاکم وقت ان امور یا دوسرے ممنوعہ امور میں سے کسی کا حکم دے تو اس سلسلے میں اس کی اطاعت و پیروی نہیں کی جائے گی۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ مختلف جانوروں کی لڑائی کراتے، مینڈھے لڑاتے اور مرغ لڑاتے جس کے نتیجہ میں جانوروں کو ایذاء پہنچتی اور وہ زخمی ہو کر لہولہان ہو جاتے تھے۔ اس کا مقصد صرف سامان تفریح تھا، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس عمل سے کوئی دینی فائدہ بھی نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت کی طرح لوگ لوہا وغیرہ گرم کر کے اس سے جانوروں کے چہرہ وغیرہ کو داغتے ہیں، اس سے بھی منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے جانوروں کو اذیت پہنچتی ہے اور جانوروں کو بے تحاشا بالخصوص چہرے پر مارنا بھی منع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حَدِّ بُلُوْغِ الرَّجُلِ وَمَتٰى يُفْرَضُ لَهٗ

باب 30: آدمی کی بلوغت کی حد جب مالِ غنیمت میں اس کا حصہ مقرر ہوگا

1633 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيْرِ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: عُرِضْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَيْشٍ وَّاَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يَقْبَلْنِيْ ثُمَّ عُرِضْتُ عَلَيْهِ مِنْ قَابِلٍ فِيْ جَيْشٍ وَّاَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَقَبِلَنِيْ قَالَ نَافِعٌ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَقَالَ هٰذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ ثُمَّ كَتَبَ اَنْ يُّفْرَضَ لِمَنْ بَلَغَ الْخَمْسَ عَشْرَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ هٰذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الذُّرِّيَّةِ وَالْمُقَاتِلَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهٗ كَتَبَ اَنْ يُّفْرَضَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اِسْحٰقَ بْنِ يُوْسُفَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ

◈ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مجھے ایک لشکر میں شرکت کے لئے نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت میری عمر چودہ سال تھی آپ نے مجھے قبول نہیں کیا اس سے اگلے سال ایک لشکر میں شرکت کے لئے مجھے پیش کیا گیا میں اس وقت پندرہ سال کا تھا تو آپ نے مجھے قبول کرلیا۔

1633- اخرجه البخاري (453/7) كتاب المغازي، باب: غزوة الخندق وهي الاحزاب، حديث (4097) ومسلم (1490/3) كتاب الامارة، باب: بيان سن البلوغ، حديث (1868/91) وابو داؤد (137/3) كتاب الخراج والامارة والفيء، باب: متى يفرض للرجل في المقاتلة، حديث (2957) (113/4) كتاب الملاحم باب: في ذكر البصرة، حديث (4307،430/6) وابن ماجه (850/2) كتاب الحدود، باب: من لايجب عليه الحد، حديث (2543) والنسائي (155/6) كتاب الطلاق، باب: متى يقع طلاق الصبي، حديث (3431) واحمد (17/2) من طريق عبيد الله بن عمر، قال: اخبرني نافع، فذكره.

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے فرمایا: چھوٹے اور بڑے کے درمیان یہ حد ہے' پھر انہوں نے یہ تحریر کروایا کہ جو شخص پندرہ سال کا ہو جائے اسے مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا جائے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بچوں اور جنگجوؤں کے درمیان حد باطل یہی ہے۔

اس میں یہ بات مذکورہ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمان بھجوایا تھا: اتنی عمر کے شخص کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا جائے۔

اسحٰق بن یوسف سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

1634 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَامَ فِيْهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْاِيْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ عَنِّىْ خَطَايَاىَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَيُكَفِّرُ عَنِّىْ خَطَايَاىَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِىْ ذٰلِكَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

◆◆ عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ حدیث سنائی ہے: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے آپ نے لوگوں کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا تمام اعمال میں سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے ایک شخص کھڑا

1634- اخرجه مسلم (1501/3) كتاب الامارة' باب: من قتل فى سبيل الله كفرت خطاياه' الا الدين' حديث (117-1885) والنسائى (34/6) كتاب الجهاد' باب: من قاتل فى سبيل الله عزوجل وعليه دين' حديث (3157) والدارمى (207/2) كتاب الجهاد' باب: فيمن قاتل فى سبيل الله' واخرجه مالك فى الموطا (461/2) كتاب الجهاد' باب: الشهداء فى سبيل الله' حديث (31) واحمد (297/5'308) وعبد بن حميد ص (96) حديث (192) من طريق سعيد بن ابى سعيد المقبرى' عن عبد الله بن ابى قتادة الانصارى عن ابيه ابى قتادة فذكره.

ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ کا کیا خیال ہے اگر مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جائے' تو کیا میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جائے' تم صبر کرنے والے ہو' اور ثواب کی امید رکھنے والے ہو' آگے بڑھنے والے ہو' پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو۔ (تو تمہیں یہ اجر ملے گا) پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کی: آپ کا کیا خیال ہے اگر مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جائے' تو کیا میرے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جائے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں اگر تم صبر کرنے والے ہو' ثواب کی امید رکھنے والے ہو' آگے بڑھنے والے ہو' پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو (تو تمہیں یہ اجر ملے گا) البتہ قرضہ معاف نہیں ہوگا' کیونکہ جبریل نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض راویوں نے اسے سعید مقبری کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

یحییٰ بن سعید انصاری اور دیگر راویوں نے اسے اسی طرح سعید مقبری کے حوالے سے' عبداللہ بن ابوقتادہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

سعید مقبری کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کے مقابلے میں یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

نابالغ لڑکے کو بطور مجاہد بھرتی کرنا

جہاد میں شامل ہونے کے لیے بلوغت شرط ہے، نابالغ بچہ باقاعدہ بطور مجاہد جہاد میں شامل نہیں ہوسکتا اور اگر وہ جہاد میں بطور معاون شامل ہوا تو اسے مال غنیمت سے حصہ نہیں ملے گا۔ لڑکے کے بالغ ہونے کی مشہور علامات تین ہیں:

(۱) احتلام ہونا، (۲) زیر ناف بال آنا (۳) ۱۵ سال عمر ہونا۔

دوسری حدیث باب میں جام شہادت نوش کرنے کی فضیلت وعظمت بیان کی گئی ہے۔، جب کوئی شخص میدان جہاد میں صبر و استقامت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اجر وثواب کی امید رکھتا ہو اور وہ شہید ہو جائے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ تاہم اگر اس پر کسی کا قرض ہو تو وہ معاف نہیں کیا جاتا۔ گویا شہادت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ شہید کو اپنے حقوق تو فرما دیتا ہے لیکن حقوق العباد معاف نہیں فرماتا۔ قرض کا تعلق بھی حقوق العباد سے ہے، جب تک بندہ خود قرض معاف نہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي دَفْنِ الشُّهَدَاءِ

باب 31: شہداء کو دفن کرنا

1635 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِي الدَّهْمَاءِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: شُكِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجِرَاحَاتُ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ احْفِرُوْا وَاَوْسِعُوْا وَاَحْسِنُوْا وَادْفِنُوا الْاِثْنَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي قَبْرٍ وَّاحِدٍ وَّقَدِّمُوْا اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا فَمَاتَ اَبِي فَقُدِّمَ بَيْنَ يَدَيْ رَجُلَيْنِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ خَبَّابٍ وَّجَابِرٍ وَّاَنَسٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهٗ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ

توضیحِ راوی: وَّاَبُو الدَّهْمَاءِ اسْمُهٗ قِرْفَةُ بْنُ بُهَيْسٍ اَوْ بَيْهَسٍ

◆◆ حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو شہداء کے بارے میں بتایا گیا آپ نے (کہ شہید ہونے والوں کے بارے میں) یہ ہدایت کی ان کی قبر کھودو' اس کو کشادہ رکھو اور اسے اچھی طرح صاف رکھو اور دو یا تین آدمیوں کو ایک قبر میں رکھو اور ان میں آگے اسے رکھو جو سب سے زیادہ قرآن پاک کا عالم ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: میرے والد کا انتقال ہو گیا' تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں' ان کے باقی دو ساتھیوں سے آگے رکھوایا تھا۔

اس بارے میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

سفیان اور دیگر راویوں نے اسے ایوب کے حوالے سے حمید بن ہلال کے حوالے سے' ہشام بن عامر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ابودہماء نامی راوی کا نام قرفہ بن بہیس یا بیہس ہے۔

شرح

شہداء کو دفن کرنا

فقہی مسئلہ تو یہ ہے کہ ایک قبر میں ایک سے زائد میتوں کی تدفین منع ہے، تاہم کسی مجبوری کے سبب ایک قبر میں متعدد میتوں کو

1635- اخرجہ احمد (4/19، 20) ابو داؤد (3/214) کتاب الجنائز' باب: فی تعمیق القبر' حدیث (3215) والنسائی (4/ 80، 81) کتاب الجنائز' باب: ما یستحب من اعماق القبر' حدیث (2010) وابن ماجہ (1/497) کتاب الجنائز' باب: ما جاء فی حفر القبر' حدیث (1560) من طریق حمید بن ہلال عن ابی الدہماء عن ہشام بن عامر فذکرہ۔

بھی دفن کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً کثیر تعداد میں شہداء ہوں یا سماوی آفت کے باعث مسلسل اموات واقع ہو رہی ہوں تو زیادہ قبور تیار کرنے میں وقت پیش آتی ہو تو ایک قبر میں متعدد میتوں کو دفن کرنا جائز ہے۔ غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں کا بہت جانی نقصان ہوا۔ ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے اور جو زندہ تھے وہ شدید زخمی ہوئے تھے۔ جب شہداء کی تدفین کا مرحلہ آیا تو اتنی تعداد میں قبور کا تیار کرنا دشوار تھا، کیونکہ حجاز مقدس کی زمین پتھریلی ہے اور قبور تیار کرنے والے زخمی بھی تھے۔ اس صورت حال کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ تم کشادہ قبور کھودو اور ایک قبر میں دو یا تین شہداء کو دفن کرو۔ سب سے آگے یعنی قبلہ رخ اس شہید کو رکھو جو قرآن کا زیادہ علم رکھتا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس غزوہ میں میرے والد گرامی نے بھی جام شہادت نوش کیا تھا تو انہیں قبر میں دوسرے شہداء کے آگے رکھا گیا تھا کیونکہ وہ قرآن کریم کے زیادہ عالم تھے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کا علم رکھنے والے شہداء کی فضیلت دوسرے شہداء سے زیادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَشُوْرَةِ

باب 32: مشورے کا بیان

1636 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَّجِيءَ بِالْاُسَارٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِىْ هٰٓؤُلَآءِ الْاُسَارٰى فَذَكَرَ قِصَّةً فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ طَوِيْلَةً

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَاَبِىْ اَيُّوْبَ وَاَنَسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّاَبُوْ عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ وَيُرْوٰى عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

حدیثِ دیگر: قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ مَشُوْرَةً لِّاَصْحَابِهٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر جب قیدیوں کو لایا گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو راوی بیان کرتے ہیں: اس کے بعد انہوں نے طویل قصہ کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر' حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابوعبیدہ نامی راوی نے اپنے والد سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے' وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے ساتھیوں

1636- اخرجه احمد (3831، 384) من طريق الاعمش عن عمرو بن مرة عن ابى عبيدة عن عبد الله بن مسعود فذكره.

سے مشورہ کرنے والا اور کوئی شخص نہیں دیکھا۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ سے مشاورت کرنا

جو کام مشاورت سے کیا جائے وہ بابرکت ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو امام الانبیاء اور محبوب رب العلمین ہیں۔ آپ کو مشورے کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ اس کے باوجود آپ اپنی امت کو تعلیم وترغیب دینے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشاورت فرماتے تھے۔ ارشاد باری ہے: **وشاورهم فی الامر** ۔

اے محبوب! آپ ان (صحابہ) سے مشاورت فرمایا کریں''۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

غزوہ بدر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حسب وعدہ فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا اور دشمن کو شکست فاش سے دوچار کیا۔ ستر کافر ہلاک ہوئے اور ستر قیدی بنائے گئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشاورت فرمائی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان قیدیوں کے بارے میں میری رائے تو یہ ہے کہ قیدی جس جس مسلمان کا رشتہ دار ہے، وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے تاکہ آئندہ کفار کو ہمارے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں مالی مشکلات کا سامنا ہے اور ہمیں ہتھیاروں کی بھی اشد ضرورت ہے، لہٰذا قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کے مطابق قرآن کی آیت بھی نازل ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ کے مشورہ کے مطابق قیدیوں کے ساتھ معاملہ کیا گیا۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا تُفَادٰی جِیفَةُ الْاَسِیْرِ

باب 33: قیدی کی لاش کا فدیہ نہ لیا جائے

1637 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ اَرَادُوْا اَنْ يَّشْتَرُوْا جَسَدَ رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَبَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعَهُمْ اِيَّاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحَكَمِ وَرَوَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ اَيْضًا عَنِ الْحَكَمِ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ابْنُ اَبِىْ لَيْلٰى لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيْثِهٖ

قولِ امام بخاری: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ ابْنُ اَبِىْ لَيْلٰى صَدُوْقٌ وَّلٰكِنْ لَّا نَعْرِفُ صَحِيْحَ حَدِيْثِهٖ مِنْ

1637- اخرجه احمد (326،256/1) من طريق ابى ليلىٰ عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس فذكره۔

سَقِيْمِهٖ وَلَا اَرْوِیْ عَنْهُ شَيْئًا وَّابْنُ اَبِیْ لَيْلٰی صَدُوْقٌ فَقِيْهٌ وَّرُبَّمَا يَهِمُ فِی الْاِسْنَادِ

توضیح راوی: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ قَالَ فُقَهَاؤُنَا ابْنُ اَبِیْ لَيْلٰی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شُبْرُمَةَ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مشرکین نے یہ ارادہ کیا کہ وہ مشرکین سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی میت کو خرید لیں تو نبی اکرم ﷺ نے اسے فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف حکم نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

حجاج بن ارطاۃ نے اسے حکم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ کی نقل کردہ روایت کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ فقیہ ہیں لیکن ہمیں ان کی نقل کردہ روایات میں سے صحیح اور سقیم کی معرفت حاصل نہیں ہو سکی اور میں ان کے حوالے سے کوئی روایت نقل نہیں کرتا ویسے ابن ابی لیلیٰ صدوق (سچے) اور فقیہ ہیں، لیکن بعض اوقات سند میں انہیں وہم ہو جاتا ہے۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ اور عبداللہ بن شبرمہ ہمارے فقہاء ہیں۔

شرح

قیدی کی لاش پر سیاست نہ کرنا

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک غزوہ کے موقع پر دشمن نے مسلمانوں سے اپنے ایک مقتول کی لاش خریدنے کی خواہش ظاہر کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لاش فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں:

(۱) مردہ، مسلمان کے حق میں مال نہیں ہے، لہٰذا اس کی بیع بھی حرام ہے۔

(۲) دشمن تا قیامت یہ شور مچاتے رہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاش پر بھی سیاست کی ہے اور فائدہ اٹھایا ہے۔ آپ نے کفار کا منہ بند کرنے کے لیے نہ لاش فروخت کی اور نہ اس کی بے حرمتی کرنے کی اجازت دی۔

فائدہ نافعہ:

فوج کا کمانڈر اپنی مرضی یا صوابدید کے مطابق دشمن کو لاش فراہم کر سکتا ہے لیکن اس کا معاوضہ وصول نہیں کر سکتا۔ تاہم کفار کی طرف سے بطور نذرانہ کوئی چیز لینے کی گنجائش ہے، جس طرح کسی مذکر جانور سے مادہ جانور کو جفتی کرانے کا معاوضہ لینا دینا منع ہے لیکن مادہ جانور کا مالک مذکر جانور کے چارہ دانہ کے لیے بطور نذرانہ رقم وغیرہ مہیا کرے تو اس کے وصول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْفِرَارِ مِنَ الزَّحْفِ

باب 34: جہاد سے فرار اختیار کرنا

1638 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰی عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَرِيَّةٍ فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاخْتَبَيْنَا بِهَا وَقُلْنَا هَلَكْنَا ثُمَّ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ قَالَ بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ وَاَنَا فِئَتُكُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰی قَوْلِهٖ فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً يَعْنِیْ اَنَّهُمْ فَرُّوْا مِنَ الْقِتَالِ وَمَعْنٰی قَوْلِهٖ بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ وَالْعَكَّارُ الَّذِیْ يَفِرُّ اِلٰی اِمَامِهٖ لِيَنْصُرَهٗ لَيْسَ يُرِيْدُ الْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر بھیجا لیکن لوگ وہاں سے بھاگ گئے جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ہم شرم سے چھپتے پھر رہے تھے اور ہم یہ سوچ رہے تھے کہ ہم ہلاکت کا شکار ہو گئے' جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم فرار ہو کر آئے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ تم دوبارہ پلٹ کر حملہ کرنے والے لوگ ہو' اور میں تمہارے ساتھ ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے ہم اسے صرف یزید بن ابوزیاد کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

روایت کے یہ الفاظ ''فحاص الناس حیصۃ'' کا مطلب یہ ہے: وہ لوگ جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ ''بل انتم العکارون'' عکار اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے امام کی طرف بھاگ کر جائے تاکہ اس سے مدد حاصل کرے اس سے مراد جنگ سے بھاگنا نہیں ہے۔

شرح

میدان جہاد سے فرار ہونا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک سریہ میں روانہ کیا، جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو ہم ثابت قدمی سے مقابلہ نہ کر سکے، میدان سے فرار ہو کر مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے۔ ہمیں اپنی اس حرکت پر شرمندگی

1638- اخرجه البخاری فی الادب المفرد' ص (287) حدیث (981) وابو داؤد (46/3) کتاب الجهاد' باب: فی التولی یوم الزحف' حدیث (2647) وابن ماجه (1221/2) کتاب الآداب' باب: الرجل یقبل ید الرجل' حدیث (3704) مختصراً' واخرجه احمد (23/2'58'70'99) والحمیدی (302/2) حدیث (687) من طریق یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن ابن عمر فذکره۔

بھی ہو رہی تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ کے نتیجہ کی اطلاع موصول ہو چکی ہو گی، ہم آپ کو اور اپنے اہل خانہ کیا منہ دکھائیں گے۔ ہم نے اس پریشان کن صورت حال کے بارے میں باہم مشاورت کی تو دو باتیں سامنے آئیں: (۱) ہم یہاں سے دوبارہ میدان جہاد میں جا کر دشمن کا مقابلہ کریں، (۲) چونکہ ہم مدینہ طیبہ کے قریب آ چکے ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بغیر واپس میدان جنگ میں نہیں جانا چاہیے۔ رات کے وقت ہم چھپ کر مسجد نبوی میں لیٹے رہے۔ فجر کی نماز کے بعد دو قطاروں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم بھگوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تم بھگوڑے نہیں ہو بلکہ پلٹ کر حملہ آور ہونے والے ہو اور میں تمہارا مرکز ہوں''۔ آپ کا اشارہ اس ارشاد ربانی کی طرف تھا: ''اے ایمان والو! جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان سے پشت نہ پھیرو، جو شخص اس حالت میں پشت پھیرے گا، تاہم لڑائی کے لیے پینترا بدلے گا یا اپنی جماعت کی طرف لوٹے گا اس کا حکم اس سے الگ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آئے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بہت بری جگہ ہے''۔ (انفال: ۱۶،۱۵) ان آیات مبارکہ میں میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے، تاہم دو صورتوں کا استثنیٰ کیا گیا ہے: (۱) لڑائی کو موثر بنانے کی نیت سے پینترا بدلنے کے لیے پیچھے ہٹنا، (۲) اپنے مرکزی کی طرف واپس آنا تاکہ تازہ دم کمک لے کر دشمن پر حملہ کیا جائے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت فرمایا: تم میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے والے نہیں ہو بلکہ مرکزی کی طرف لوٹنے والے ہو، تم کمک کے ساتھ دوبارہ حملہ آور ہونے والے ہو اور میں تمہارے ساتھ ہوں''۔ آپ کے اس ارشاد سے مجاہدین بہت خوش ہوئے اور ان کے حوصلے بلند ہو گئے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دَفْنِ الْقَتِيْلِ فِيْ مَقْتَلِهٖ

باب 35: شہید کو مقتل میں دفن کرنا

1639 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ نُبَيْحًا الْعَنَزِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ جَآئَتْ عَمَّتِيْ بِاَبِيْ لِتَدْفِنَهٗ فِيْ مَقَابِرِنَا فَنَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا الْقَتْلٰى اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّنُبَيْحٌ ثِقَةٌ

1639- اخرجه احمد (3/297، 308، 397) وابو داؤد (3/202) كتاب الجنائز: باب: في الميت يحمل من ارض الى ارض وكراهة ذلك' حديث (3165) والنسائي (4/79) كتاب الجنائز: باب: اين يدفن الشهيد' حديث (2004) وابن ماجه (1/486) كتاب الجنائز' باب: ما جاء في الصلوة على الشهداء ودفنهم' حديث (1516) والدارمي (1/22) المقدمة' باب: ما اكرم النبي صلى الله عليه وسلم بحنين المنبر' والنسائي (2/544) حديث (1298) من طريق الاسود بن قيس عن نبيح العنزي عن جابر بن عبد الله فذكره.

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر میری پھوپھی میرے والد کی میت کے پاس آئیں تا کہ انہیں ہمارے خاندانی قبرستان میں دفن کریں تو نبی اکرم ﷺ کے اعلان کرنے والے نے یہ اعلان کیا کہ مقتولین کو ان کی مخصوص جگہ پر واپس کر دو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبیح نامی راوی ''ثقہ'' ہیں۔

شرح

مقتل میں شہداء کی تدفین کرنا:

عام اموات کی تدفین کے حوالے سے فقہی مسئلہ یہی ہے کہ انہیں مقامی قبرستان میں دفن کیا جائے کسی دوسرے علاقے میں منتقل نہ کیا جائے۔ یہی حکم شہداء کا ہے کہ انہیں دوسرے مقامات پر منتقل کرنے کی بجائے شہادت گاہ میں دفن کیا جائے۔ غزوہ احد کے موقع پر شہداء کو ان کے ورثاء مدینہ طیبہ میں لے گئے تا کہ انہیں اپنے اپنے آبائی قبرستان میں دفن کریں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ شہداء احد میں ان کے والد گرامی بھی شامل تھے، ان کی پھوپھی صاحبہ ان کے والد گرامی کی لاش کے پاس آئیں تا کہ اپنے بھائی کو مدینہ طیبہ لے جا کر اپنے آبائی قبرستان میں دفن کر سکیں۔ اس بارے میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے یہ اعلان کروا دیا شہداء کے اجساد ان کی شہادتگاہ میں واپس لائے جائیں۔ چنانچہ شہداء کو واپس لایا گیا اور احد پہاڑ کے دامن میں ان کی تدفین کی گئی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب الصلوۃ علی الشہداء)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَلَقِّي الْغَائِبِ إِذَا قَدِمَ

باب 36: جب کوئی شخص باہر سے واپس آئے تو اس کا استقبال کرنا

1640 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَبُوْكَ خَرَجَ النَّاسُ يَتَلَقَّوْنَهُ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ قَالَ السَّائِبُ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ وَاَنَا غُلَامٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو لوگ

1640- اخرجه احمد (449/3) والبخاري (733/7) كتاب المغازي، باب: كتاب النبي صلى الله عليه وسلم الى كسرى وقيصر، حديث (4426) وابو داؤد (90/3) كتاب الجهاد، باب: في التلقي، حديث (2779) من طريق سفيان بن عيينة عن الزهري عن السائب بن يزيد فذكره.

آپ کا استقبال کرنے کے لئے ثنیۃ الوداع تک آئے حضرت سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بھی لوگوں کے ساتھ نکلا میں اس وقت کمسن بچہ تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مہمان کا استقبال:

علاقہ غیر سے آنے والے مہمان کا استقبال کرنے کے لیے شہر سے باہر جانا بھی جائز ہے لیکن واجب نہیں ہے۔ اسی طرح مسافر کو رخصت کرتے وقت شہر کے باہر جانا مسنون ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض مہمانوں اور مسافروں کو رخصت کرنے کے لیے مقام ''ثنیۃ الوداع'' پر تشریف لے جاتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے فراغت پر مدینہ طیبہ کے پاس پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے استقبال کے لیے مقام ''ثنیۃ الوداع'' تک گئے تھے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو صحابہ کرام ''ثنیۃ الوداع'' تک آپ کے استقبال کے لیے گئے اور میں بھی ان میں شامل تھا، تاہم میں اس زمانہ میں بالکل بچہ تھا۔

فائدہ نافعہ:

حدیث باب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حجاج کرام اور عازمین عمرہ کو چند افراد رخصت کرنے کے لیے جائیں یا ان کی واپسی پر استقبال کے لیے جائیں تو جائز ہے لیکن جم غفیر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس صورت میں ریا کاری ہوگی جو جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس موقع پر تصاویر لی جاتی ہیں یا دشادی اور دوسری تقریبات کے مواقع پر تصاویر اتارنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح حجاج کرام کا حرمین شریفین میں جا کر مقامات مقدسہ میں جانداروں کی تصاویر لینا، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس و تقریبات کی تصاویر لینا اور محافل و مجالس کے دوران تصاویر لینا بھی حرام ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اعراس اولیاء کرام، نعت خوانی کی محافل اور دوسری تقریبات کے حوالے سے قد آور کے برابر شائع ہونے والے اشتہارات اور فلیکسز پر علماء، قراء، مشائخ اور نعت خوان حضرات کی تصاویر چھپوانا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اس سلسلے میں علماء ربانیین اور مشائخ کرام کو اپنا مثبت و اصلاحی کردار ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور کرم فرمائے۔ آمین

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْفَيْءِ

باب 37: مال فیٔ کا بیان

1641 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ

متن حدیث: كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِصًا وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْزِلُ نَفَقَةَ اَهْلِهٖ سَنَةً ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

◄► حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' بنونضیر کے اموال وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مال فے کے طور پر عطا کیے تھے یہ وہ چیزیں ہیں جن کے لئے مسلمانوں نے جنگ نہیں کی تھی' اپنے جانور نہیں دوڑائے تھے یہ صرف اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھے اس میں سے آپ اپنے گھر والوں کا سال بھر کا خرچ لیا کرتے تھے اور باقی مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی تیاری کے لئے گھوڑوں اور ہتھیاروں وغیرہ پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سفیان نے اسے معمر کے حوالے سے ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔

شرح

مال فئی کی تعریف اور اس کا مصرف:

کفار سے جو مال حاصل کیا جاتا ہے اس کی دو اقسام ہیں: (۱) مال غنیمت: یہ وہ مال ہے جو دشمن سے لڑنے اور اسے شکست کے بعد مجاہدین کے قبضہ میں آتا ہے۔ ان سے خمس نکالا جائے گا اور چار خمس مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں گے۔ (۲) مال فئی: یہ وہ مال ہے جو دشمن سے لڑے بغیر اور مصالحت کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اس میں مجاہدین کا حصہ نہیں ہوتا۔

قبیلہ بنونضیر کے حاصل ہونے والے اموال فئی تھے جو ان سے لڑائی کے بغیر محض مصالحت کی بناء پر مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے۔ انصار کی مشاورت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال فئی مہاجرین میں تقسیم کر دیے، ان کے پاس موجود انصار کی زمینیں مالکان کو واپس کرا دیں اور ان کا کچھ حصہ محفوظ کر لیا جو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے اخراجات کے لیے صرف ہوتا تھا۔ تاہم جو بچ جاتا اس سے مجاہدین کے لیے گھوڑے اور اسلحہ وغیرہ خریدا جاتا تھا۔

فائدہ نافعہ:

مال فئی کے مصارف کثیر ہیں جو قرآن کریم میں بایں الفاظ بیان کیے گئے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو مال اپنے رسول کو فئی کے طور پر

1641- اخرجه البخاری (498/8) كتاب التفسير' باب: قوله' (ما افاء الله على رسوله) حديث (4885) ومسلم (1376/3) كتاب الجهاد والسير' باب: حكم الفیء' حديث (1757-48) وابو داؤد (141/3) كتاب الخراج والامارة والفیء' حديث (2965) والنسائی (132/7) كتاب قسم الفیء' حديث (4140) واخرجه احمد (48'25/1) والحميدی (13/1) حديث (22) من طريق مالك بن اوس بن الحدثان عن عمر بن الخطاب فذكره۔

عطا کیا بستیوں کے لوگوں سے تو وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کے لیے، رسول کے رشتہ داروں کے لیے، یتیموں کے لیے، مسکینوں کے لیے اور مسافروں کے لیے ہے۔ ان ضرورت مند مہاجرین کے لیے جو اپنے گھروں اور اموال سے محروم کر دیے گئے۔ ان انصار کے لیے جو مہاجرین کی آمد سے قبل دارالاسلام اور ایمان میں مقیم تھے۔ ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو ان کے بعد آئیں گے اور پروردگار سے دعا کرتے ہوں گے الخ (الحشر: ۷ تا ۱۰) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آخری آیت کا مطالعہ کیا تو فرمایا: یہ آیت تمام مسلمانوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۴۰۶۱) مطلب یہ ہے کہ مال فئی میں تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ اموال فئی سب سے اہم امور میں صرف ہوں گے، بعد ازاں دوسرے درجہ کے کاموں میں اور اس کے بعد اس سے نیچے درجہ کے مقاصد کے لیے صرف کیے جائیں گے۔

کِتَابُ اللِّبَاسِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

لباس کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

لباس کا معنی ومفہوم اور مقاصد:

ماقبل ابواب میں جہاد کے احکام ومسائل کی ابحاث تھیں اور اب لباس کے احکام ومسائل کی ابحاث کا آغاز ہو رہا ہے۔ جہاد کی ضرورت واہمیت بنسبت لباس زیادہ ہے، اس لیے اس کی بحث کو مقدم اور لباس کی بحث کو مؤخر رکھا گیا ہے۔

لباس سے مراد صرف شلوار قمیض یا تہبند کرتا نہیں ہے، بلکہ یہاں لباس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انسان کے جسم سے متعلق ہے مثلاً تہبند یا شلوار، کرتا، عمامہ، ٹوپی، انگوٹھی اور جوتا۔ شریعت نے لباس میں آسانی رکھی ہے کہ ہر انسان اپنی طاقت اور اہمیت کے مطابق لباس زیب تن کر سکتا ہے۔ لباس کے بنیادی تین مقاصد ہیں جو اس ارشاد ربانی میں بیان کیے گئے ہیں:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ ط ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ (الاعراف:۲۶) ''اے اولاد آدم! ہم نے تمہیں ایسا لباس فراہم کیا ہے جو تمہاری پردہ گاہ کو چھپاتا ہے، زینت ہے اور پرہیزگاری کا لباس ہے۔ یہ بہت بہتر ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں''۔

اس آیت میں لباس کے تین مقاصد بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ لباس سے انسان کا جسم چھپایا جاتا ہے بالخصوص عورت (پردہ) کے حصہ کو۔

۲۔ لباس انسان کے لیے زینت کا سبب ہے، جس طرح پروں سے پرندوں کی زینت ہے۔

۳۔ لباس میں تقویٰ و پرہیزگاری کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

کسی نے ایسا لباس زیب تن کیا جو ساتر اعضاء نہ ہو بالخصوص خواتین کے لیے، تو یہ حرام ہے اور اس سے نماز بھی جائز نہیں ہوگی۔ ایسا لباس زیب تن کرنے والی خواتین کی مذمت ووعید، حدیث مبارک میں بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی لیکن ننگی ہوں گی، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گی۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۱۲۸)

مرد کی عورت (جسم کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے) کے حوالے سے فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں:

۱۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف سبیلین عورت ہے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے۔

۳-حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گھٹنوں کے نیچے سے لے کر کندھوں تک جسم عورت ہے۔
خواتین کے دونوں پاؤں، دونوں ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ تمام جسم عورت ہے۔
شریعت نے لباس کے اصول بیان کیے ہیں جن کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:
☆ مرد کا لباس ریشم کا نہ ہو۔
☆ لباس ساتر ہو یعنی جسم کا جتنا حصہ چھپانا ضروری ہے، اسے خوب چھپائے۔
☆ مرد کا لباس عورت کے مشابہ اور عورت کا لباس مرد کے مشابہ نہ ہو۔
☆ لباس کے زیب تن کرنے کا مقصد تکبر وغرور نہ ہو اور اس میں اسراف نہ ہو۔
☆ شلوار کے زیب تن کرنے کا مقصد تکبر وغرور نہ ہو اور اس میں اسراف نہ ہو۔
☆ شلوار یا تہبند ٹخنوں کے نیچے نہ ہو۔
☆ لباس سے تشبیہ باکفار نہ ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ

باب 1: مردوں کے ریشمی کپڑے یا سونا پہننے کا حکم

1642 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ وَاُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّاَنَسٍ وَّحُذَيْفَةَ وَاُمِّ هَانِئٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَجَابِرٍ وَّاَبِيْ رَيْحَانَ وَابْنِ عُمَرَ وَالْبَرَاءِ وَوَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ریشمی کپڑے کو پہننا اور سونے کو پہننا میری امت کے مردوں کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے۔ البتہ خواتین کے لئے اسے حلال قرار دیا گیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر، سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوریحان اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت براء رضی اللہ عنہ اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1642- اخرجه احمد (394/4) والنسائی (161/8) كتاب الزينة، باب: تحريم الذهب على الرجال، حديث (5148) واخرجه عبد بن حميد ص (193) حديث (546) من طريق نافع عن سعيد بن ابی هند عن ابی موسیٰ الاشعری فذكره.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1643 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهُ خَطَبَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَرِيْرِ اِلَّا مَوْضِعَ اُصْبُعَيْنِ اَوْ ثَلَاثٍ اَوْ اَرْبَعٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے یہ بات بیان کی: نبی اکرم ﷺ نے ریشم پہننے سے منع کیا ہے البتہ دو انگلی یا تین انگلی یا چار انگلی کے برابر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ

باب 2: جنگ کے دوران ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت

1644 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ شَكَيَا الْقَمْلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ لَّهُمَا فَرَخَّصَ لَهُمَا فِيْ قُمُصِ الْحَرِيْرِ قَالَ وَرَاَيْتُهُ عَلَيْهِمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک جنگ کے دوران جوئیں پڑ جانے کی شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں حضرات کو ریشمی قمیصیں پہننے کی اجازت دی۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ان دونوں حضرات کو وہ قمیصیں پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1643- اخرجه احمد (51/1) ومسلم (1643/3، 1644) كتاب اللباس والزينة، باب: تحريم خاتم الذهب والحرير على الرجل، حديث (15، 2069) والنسائي (202/8) كتاب الزينة، باب: الرخصة في لبس الحرير، حديث (5313) من طريق قتادة عن الشعبي عن سويد بن غفلة عن عمر بن الخطاب فذكره۔

1644- اخرجه البخاري (118/6) كتاب الجهاد والسير، باب: الحرير في الحرب، حديث (2919) ومسلم (1647/3) كتاب اللباس والزينة، باب: اباحة لبس الحرير، اذا كان به حكة او نحوها، حديث (26-2076) واخرجه احمد (122/3-192-252) (504) من طريق همام بن يحيى عن قتادة عن انس بن مالك فذكره۔

1645 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا وَاقِدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ فَقُلْتُ اَنَا وَاقِدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ قَالَ فَبَكٰى وَقَالَ اِنَّكَ لَشَبِيْهٌ بِسَعْدٍ وَّاِنَّ سَعْدًا كَانَ مِنْ اَعْظَمِ النَّاسِ وَاَطْوَلِهِمْ وَاِنَّهٗ بُعِثَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةٌ مِّنْ دِيْبَاجٍ مَنْسُوْجٌ فِيْهَا الذَّهَبُ فَلَبِسَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَامَ اَوْ قَعَدَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَلْمِسُوْنَهَا فَقَالُوْا مَا رَاَيْنَا كَالْيَوْمِ ثَوْبًا قَطُّ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ هٰذِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَرَوْنَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَفِي الْبَاب عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

واقد بن عمرو بیان کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا: میں واقد بن عمرو ہوں راوی بیان کرتے ہیں' تو حضرت انس رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: تم حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مشابہت رکھتے ہو' حضرت سعد رضی اللہ عنہ سب سے عظیم اور بلند مرتبہ شخصیت تھے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ریشمی جبہ لایا گیا جس پر سونے کا کام ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے زیب تن کیا جب آپ منبر پر تشریف لائے تو لوگ اسے چھو کر دیکھنے لگے اور بولے: ہم نے آج تک ایسا کپڑا نہیں دیکھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں کو یہ پسند آیا ہے' سعد کے جنت میں رومال اس سے زیادہ اچھے ہیں جسے تم دیکھ رہے ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مردوں کے لیے سونا اور ریشم حرام ہونے کی وجوہات

مرد کے لیے سونا اور ریشم کا استعمال حرام اور عورت کے لیے جائز ہونے کی تین وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- ان دونوں کے استعمال سے انسان کے مزاج میں زنانہ پن کا تصور ابھرتا ہے جبکہ مرد سے مردانگی مطلوب ہے۔ اس لیے سونا اور ریشم دونوں مرد کے لیے حرام قرار دیے گئے ہیں چونکہ عورت سے زنانہ پن مطلوب ہے' لہٰذا اس کے لیے ان کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ اس ارشادِ ربانی میں بھی یہی حقیقت بیان کرنا مقصود ہے۔ "گہنوں میں پرورش خواتین کی شان ہے"۔ (الزخرف: ۱۸) یہ دونوں چیزیں آخرت میں مردوں کے لیے حلال ہوں گی، اس سے ریشم نمونہ کے طور پر عرض میں دو انگشت، تین انگشت اور چار انگشت جبکہ طوالت میں حسبِ ضرورت جائز ہے۔ اس کے استعمال کی ضرورت عموماً نہیں بلکہ کبھی پیش آتی ہے۔ مثلاً شیروانی اور انگر

1645- اخرجه احمد (121/2) والنسائي (199/8) كتاب الزينة' باب: لبس الديباج المنسوج بالذهب' حديث (5302) من طريق محمد بن عمرو عن واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ عن انس فذكره.

کھا میں گوٹ لگانے کے لیے۔ اس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ انسان جنت کے لباس کا نمونہ دیکھ کر اعمال صالحہ کرنے میں مزید دلچسپی لے۔ سونا اور چاندی دونوں ثمن ہونے کے اعتبار سے ایک جنس ہیں، سونا مطلق حرام ہے جبکہ ایک مثقال سے کم چاندی کی انگوٹھی مرد کے لیے جائز ہے۔۔ چاندی کی انگوٹھی کے جواز کی وجہ بھی جنتی زیور کے نمونہ کے طور پر ہے' تا کہ اسے دیکھ کر انسان میں اعمال صالحہ کرنے کا ذوق پیدا ہو۔

۲- جو اشیاء عیش وعشرت اور دنیا طلبی کے لیے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استعمال سے منع فرمایا۔ سونا اور ریشم کا بنیادی مقصد عیش وعشرت ہے یہی وجہ ہے کہ انسان ان کے حصول کے لیے شب وروز کوشاں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حرام قرار دیا تا کہ انسان ہمہ وقت دنیا طلبی میں مصروف نہ رہے' بلکہ دین اور آخرت طلبی کا خوگر بن جائے۔ چونکہ عورت زیب وزینت اور آرائش کی محتاج ہے' لہٰذا اس کے لیے ان دونوں چیزوں کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے وہ سونا کے زیورات اور ریشمی لباس استعمال میں لا سکتی ہے۔

عورت سونا اور چاندی کو صرف چھوٹے زیورات کی شکل میں استعمال کر سکتی ہے مگر ان کے علاوہ حرام ہیں مثلاً برتن، کنگھی، سرمہ دانی اور آئینہ وغیرہ کی شکل میں حرام ہیں۔ چھوٹے زیورات کے علاوہ سونا چاندی کا استعمال عورت کے لیے بھی حرام ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتو! کیا تمہارے لیے چاندی میں وہ چیز نہیں ہے' جس کے سبب سنگھار کر سکو؟ خبردار! تم میں سے جو عورت بھی سونا پہن کر ظاہر کرے گی' اسے اس وجہ سے سزا دی جائے گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث، ۴۴۰۳)

۳- جمال وزیبائش کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ جمیل یحب الجمال، بیشک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے''۔ جب یہ خوبصورتی حد اعتدال سے بڑھ کر ہو تو پسندیدہ نہیں رہے گی بلکہ قبح کی شکل اختیار کرے گی۔ اس سلسلے میں مشہور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الکبر بطر الحق وغمط الناس۔ حق کے سامنے اپنے آپ کو بڑا خیال کرنا اور لوگوں کو حقیر تصور کرنا، تکبر ہے''۔ اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ سونا جب ٹھاٹھ باٹھ سے استعمال کیا جائے تو یہ تکبر کی علامت ہے اور تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ لہٰذا جس چیز سے تکبر پیدا ہوتا ہے، وہ انسان کے لیے حرام قرار دی گئی ہے اور وہ ہے سونا چاندی کا بے پناہ استعمال میں لانا۔ چونکہ عورت سے زیب وزینت مطلوب ہے، اس لیے سونا اور چاندی کا استعمال اس کے لیے حلال قرار دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں سونا چاندی اور ریشم کے استعمال کے باعث عورت آخرت فراموشی اور دنیا کوشی کا شکار بھی نہیں ہوتی' کیونکہ یہ اشیاء ان کی اپنی کاوش وکسب سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ مرد حضرات انہیں فراہم کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ریشم کے استعمال میں مذاہب آئمہ:

ریشم کا استعمال مرد کے لیے جائز ہے یا حرام؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ بیماری یا خارش یا جوؤں کی وجہ سے ریشم کا استعمال جائز ہے۔ علاوہ ازیں جنگ کے دوران بھی ریشم کا استعمال جائز ہے' کیونکہ جب دشمن تلوار سے حملہ کرے گا تو ریشم پر تلوار اچٹ جائے گی اور مجاہد زخمی

ہونے سے محفوظ رہے گا۔ گویا ان دونوں صورتوں میں ریشم کا استعمال مطلقاً جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں بھی خالص ریشم کا استعمال حرام ہے، تاہم مخلوط حریر کا استعمال جائز ہے۔ مخلوط سے مراد یہ ہے کہ اگر بانا حریر ہو تو تانا غیر حریر ہو، ایسے کپڑے کا استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر تانا حریر ہو اور بانا غیر حریر ہو تو عام حالات میں بھی ایسا کپڑا استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ ایسا مخلوط کپڑا حالت مرض وحرب میں بھی جائز ہے' جس کا بانا حریر جبکہ تانا غیر حریر ہو۔ حدیث باب اور وہ روایات جن میں حریر کے پہننے سے منع کیا گیا ہے، ایسی صورت پر محمول ہیں جس کا بانا حریر ہو جبکہ تانا غیر حریر ہو۔ اس کے امتیاز کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ کپڑے میں اصل بانا ہوتا ہے، بانا ہی نمایاں ہوتا ہے جبکہ تانا اندر پوشیدہ رہتا ہے۔ اگر تانا حریر ہو جبکہ بانا غیر حریر ہو تو ایسے کپڑے پر حریر کی صفات نمایاں نہیں ہوں گی۔ اس لیے کہ اس حالت میں حریر مخفی رہے گا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے کپڑے کو عام حالات میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جب کپڑے کا بانا حریر ہو اور تانا غیر حریر ہو تو ایسی شکل میں حریر نمایاں ہوگا۔ جسے عام حالات میں استعمال کرنا ممنوع ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ ج۵ ص۳۳۱)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الثَّوْبِ الْاَحْمَرِ لِلرِّجَالِ

باب 3: مردوں کے لئے سرخ کپڑا پہننے کی اجازت

1646 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ

متنِ حدیث: قَالَ مَا رَاَيْتُ مِنْ ذِيْ لِمَّةٍ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالطَّوِيْلِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَاَبِيْ رِمْثَةَ وَاَبِيْ جُحَيْفَةَ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے سرخ کپڑوں میں لمبے بالوں والے کسی بھی شخص کو نبی اکرم ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا آپ کے بال شانوں تک آتے تھے آپ کا سینہ چوڑا تھا آپ نہ چھوٹے قد کے مالک تھے نہ انتہائی طویل قد کے مالک تھے۔

اس بارے میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1646- اخرجه البخاری (368/10) كتاب اللباس' الجعد' حديث (5901) ومسلم (1818/4) كتاب الفضائل' باب: فی صفة النبی صلی الله عليه وسلم وانه كان احسن الناس وجها' حديث (92-2337) وابو داؤد (81/4) كتاب الترجحل' باب: ما جاء فی الشعر' حديث (4183) والنسائی (183/8) كتاب الزينة' باب: اتخاذ الجمعة حديث (5233) وابن ماجه (1190/2) كتاب اللباس' باب: لبس الاحمر

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1647 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: نَهَانِى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمُعَصْفَرِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

وَحَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (مردوں کو) ریشمی کپڑے اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

گہرا سرخ کپڑا زیب تن کرنے کی ممانعت

گہرا سرخ کپڑا چونکہ شوخ ہوتا ہے، لہٰذا اسے استعمال میں لانا منع ہے لیکن براؤن رنگ کا کپڑا استعمال کرنا جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سرخ کپڑا زیب تن کیا تھا یمن کا تیار شدہ ''حبرہ'' تھا جو اصل میں سفید تھا جبکہ اس پر سرخ پھول بنائے گئے تھے۔ سرخ کپڑے زیب تن کیے ہوئے جس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا وہ احمر قانی (زیادہ شوخ سرخ) کپڑا تھا جو ناپسندیدہ اور منع ہے۔ زیادہ گہرا سرخ کپڑا زیب تن کرنے کی ممانعت کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱) زیادہ شوخ ہونے کی وجہ سے مست کن اور پرکشش ہوتا ہے جو مرد حضرات کی شایانِ شان نہیں ہوتا۔ (۲) یہ رنگ عورتوں کی زینت کا باعث ہے جبکہ مردوں کی زینت سفید یا غیر سرخ کپڑے میں ہے۔

گہرا سرخ کپڑا استعمال کرنے میں مذاہب آئمہ:

گہرا سرخ کپڑا استعمال کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مردوں کے لیے گہرا سرخ لباس استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ آپ کے دلائل یہ ہے:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا جس نے دو سرخ کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو آپ نے جواب نہ دیا۔

(سنن ابی داؤد)

1647- اخرجه ابن ماجه(2/1117) كتاب الاطعمة' باب: اكل الجبين والسمن' حديث (3367)

(۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: تم سرخ لباس سے بچو، کیونکہ یہ رنگ شیطان کو زیادہ پسند ہے۔ (الطبرانی)

۲۔ جمہور فقہاء کے نزدیک سرخ لباس بلا کراہت جائز ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے، جس میں اس کے جواز کی صراحت موجود ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) ہماری دلیل محرم ہے جبکہ جمہور کی دلیل مبیح ہے اور مقابلہ کے وقت دلیل محرم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

(۲) سنن ابی داؤد کی روایت میں صراحت ہے کہ یہ لباس خالص سرخ نہیں تھا بلکہ سرخ لکیروں والا تھا۔ لہٰذا استدلال درست نہیں۔

(۳) ہماری دلیل قولی حدیث ہے جبکہ جمہور کی فعلی ہے اور عندالتعارض قولی حدیث کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گہرا سرخ لباس جس کا شوخ پن نمایاں ہو، کو زیب تن کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ تاہم گہرا سرخ نہ ہو بلکہ براؤن ہو تو اس کا زیب تن کرنا جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ دھاری دار لباس زیب تن فرمایا تھا۔ (المغنی لابن قدامہ ج۱ص ۵۸۶)

سوال: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوٹ زیب تن فرمایا ہے، جس پر سونا اور حریر کا کام ہوا تھا، تو پھر ان دونوں کے استعمال کی ممانعت نہیں ہونی چاہیے؟

جواب: بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوٹ استعمال فرمایا تھا جس پر سونا اور حریر لگا ہوا تھا لیکن ہمارے نزدیک وہ سونا حرام ہے جو حقیقی اور اصلی ہو۔ اگر کسی چیز پر سونا کا پانی استعمال کیا گیا ہو، تو اس کا حکم خالص سونا کا نہیں ہے، بلکہ اس کے جواز کی صورت ہو سکتی ہے۔ کوٹ کو لگا ہوا سونا حقیقی نہ ہو یا وہ ایسی جگہ پر لگا ہو جہاں ہاتھ مس نہ کرتا ہو، تو اس حالت میں جواز کی گنجائش ہے۔ اسی طرح حریر وہ حرام ہے جو حقیقی اور خالص ہو، ممکن ہے یہ دیباج مخلوط حریر کا ہو اور خالص نہ ہو تو اس کے جواز کی گنجائش ہے۔

سرخ کپڑے سے نفرت اور ممانعت کی مشہور روایت یوں ہے: سرخ کپڑوں میں ملبوس ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو اس نے آپ کو سلام عرض کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۴۳۵۳)

فائدہ نافعہ:

حدیث باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کی کیفیت بھی بیان کی گئی ہے۔ کندھے تک لٹکی زلفوں کو "جمہ" کانوں کے نیچے تک لٹکی ہوئی زلفوں کو "لمہ" اور کانوں تک لٹکی ہوئی زلفوں کو "وفرہ" کہا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بال مبارک کٹوا کر زلفیں بنواتے جو کانوں تک ہوتیں، تو یہ وفرہ ہیں، جب بال مبارک بڑھ کر نصف گردن تک آ جاتے تو یہ "لمہ" اور جب بال مبارک مزید طویل ہو کر کندھوں تک آ جاتے تو یہ "جمہ" ہیں۔

سوال: سر پر بال رکھنا سنت ہے یا منڈوانا سنت ہے؟

جواب: سر پر بال رکھنا سنت ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زلفیں پسند فرمائیں اور رکھی بھی تھیں۔ سر کے بال منڈوانا بھی سنت ہے، کیونکہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کے بال منڈوا دیے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمیشہ اپنے سر کے بال منڈواتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے سر پر سنن ھدیٰ کی بناء پر نہیں بلکہ سنن عادیہ کی بناء پر بال رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو سر منڈوانے کو ناپسند فرمایا ہے اور نہ اس عمل کی ترغیب دی ہے۔

فائدہ نافعہ:

مرد کے لیے سر پر بال رکھنا سنت ہے اور بالوں کو منڈوانا بھی سنت ہے۔ سر پر بال رکھنے کی سنت کے ساتھ ساتھ سر پر عمامہ رکھنا یا ٹوپی رکھنا یا دونوں کا بیک وقت استعمال بھی مسنون ہے۔ ہمارے دینی مدارس کے اکثر طلباء کی عادت مستمرہ ہے کہ وہ اپنے سر پر بال رکھنے کی سنت پر تو عمل کرتے ہیں لیکن عمامہ نہ دارند، عموماً سر پر ماڈرن ٹوپی استعمال کرتے ہیں لیکن مدرسہ کے ماحول سے غائب ہوتے ہی اپنے سر سے ٹوپی اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں یا جیب کی نذر کر دیتے ہیں۔ سر پر بالوں کی کٹنگ بھی ماڈرن یا انگریزی طرز کی ہوتی ہے، جس وجہ سے دینی ادارہ کے متعلم اور انگلش میڈیم سکول کے سٹوڈنٹ کے درمیان نمایاں فرق نہیں ہوتا۔ بعض طلباء کی نماز کا حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ لہٰذا مہتمم حضرات طلباء کی عملی تربیت کی طرف توجہ فرمائیں اور اس حوالے سے مستقل قواعد وضوابط بھی وضع فرمائیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي لُبْسِ الْفِرَاءِ

باب 4: پوستین پہننا

1648 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ هَارُوْنَ الْبُرْجُمِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّمْنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَاءِ فَقَالَ الْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنِ الْمُغِيْرَةِ وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اختلافِ سند: وَرَوٰى سُفْيَانُ وَغَيْرُهٗ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَوْلَهٗ وَكَاَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ الْمَوْقُوْفَ اَصَحُّ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ الْبُخَارِيَّ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ مَا اُرَاهُ مَحْفُوْظًا رَوٰى سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ مَوْقُوْفًا قَالَ الْبُخَارِيُّ وَسَيْفُ بْنُ هَارُوْنَ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ وَسَيْفُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَاصِمٍ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے گھی، پنیر اور پوستین کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ چیز حلال ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور وہ حرام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جس چیز کا حکم اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کیا یہ ان چیزوں سے تعلق رکھتی ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے درگزر کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے ''مرفوع'' ہونے کے طور پر صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

سفیان اور دیگر راویوں نے اسے سلیمان تیمی کے حوالے سے، ابوعثمان کے حوالے سے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے، ان کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔

گویا اس روایت کا ''موقوف'' ہونا زیادہ مستند ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا: انہوں نے فرمایا: میں اسے محفوظ شمار نہیں کرتا۔

سفیان نے سلیمان تیمی، ابوعثمان کے حوالے سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تک ''موقوف'' روایت کے طور پر اسے نقل کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیف بن ہارون مقارب الحدیث ہے جبکہ سیف بن محمد عاصم کے حوالے سے نقل کرنے میں ذاہب الحدیث ہے۔

شرح

پوستین کے استعمال کی اجازت ہونا

لفظ: "الفرّاء" الفرو کی جمع ہے، جس سے مراد ہے لومڑی یا ریچھ کی ایسی کھال جسے دباغت دے کر یعنی خشک کر کے کپڑے کی شکل دے دی گئی ہو، اسے چمڑے کا کوٹ بھی کہا جا سکتا ہے اور اس کے بیچ یا اوپر والے حصہ پر بال موجود ہوتے ہیں۔ درندوں کی کھالیں دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہیں جبکہ ان بالوں میں حیات نہ ہونے کی وجہ سے پہلے سے ہی پاک ہوتے ہیں۔ اس لیے پوستین کا استعمال میں لانا حلال ہے۔

ضابطہ: حدیث باب کی روشنی میں فقہاء کرام نے یہ ضابطہ مرتب کیا ہے کہ قرآن و احادیث کی نصوص سے کچھ اشیاء کی حلت نمایاں ہے جو حلال ہیں اور کچھ اشیاء کی حرمت واضح ہے جو حرام ہیں لیکن کچھ اشیاء ایسی بھی ہیں، جن کی حلت یا حرمت واضح نہیں ہے، وہ نہ حلال اور نہ حرام اشیاء کے زمرے میں آتی ہیں بلکہ وہ مباح ہیں کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ اِذَا دُبِغَتْ

باب 5: مردار کی کھال جبکہ اس کی دباغت کردی جائے

1649 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: مَاتَتْ شَاةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِهَا اَلَا نَزَعْتُمْ جِلْدَهَا ثُمَّ دَبَغْتُمُوْهُ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک بکری مرگئی نبی اکرم ﷺ نے اس کے مالک سے فرمایا: تم نے اس کی کھال اتار کر اسے دباغت کر کے اسے استعمال کیوں نہیں کیا۔

1650 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَعْلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَيُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا فِيْ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ اِذَا دُبِغَتْ فَقَدْ طَهُرَتْ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ الشَّافِعِيُّ اَيُّمَا اِهَابِ مَيْتَةٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ اِلَّا الْكَلْبَ وَالْخِنْزِيْرَ وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اِنَّهُمْ كَرِهُوْا جُلُوْدَ السِّبَاعِ وَاِنْ دُبِغَ وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَشَدَّدُوْا فِيْ لُبْسِهَا وَالصَّلٰوةِ فِيْهَا قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ جِلْدُ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ هٰكَذَا فَسَّرَهُ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وقَالَ اِسْحٰقُ قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اِنَّمَا يُقَالُ الْاِهَابُ لِجِلْدِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ وَمَيْمُوْنَةَ وَعَآئِشَةَ وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1649- اخرجه مسلم (209/2' الابی) كتاب الحيض' باب: طهارة جلود الميتة بالدباغ' حديث (365/104, 364/103) والنسائي (172/7) كتاب الفرع والعتيرة' باب: جلود الميتة' حديث (4238'4237) واحمد (227/1' 366' 372' 277) والحميدي (229/1) حديث (491)

1650- اخرجه مالك في الموطا (498/2) كتاب الصيد' باب: ما جاء في جلود الميتة' حديث (17) ومسلم (210/2' الابی) كتاب الحيض' باب: طهارة جلود الميتة بالدباغ' حديث (366/105) وابو داؤد (66/4) كتاب اللباس' باب من اهب الميتة' حديث (4123) والنسائي (173/7) كتاب الفرع والعتيرة' باب: جلود الميتة' حديث (4241) وابن ماجه (1193/2) كتاب اللباس' باب: لبس جلود الميتة اذا دبغت' حديث (3609) والدارمي (85/2) كتاب الاضحى' باب: الاستمتاع' بجلود الميتة' واحمد (219'217'279'280'343)

وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرُوِیَ عَنْهُ عَنْ سَوْدَةَ

وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا یُصَحِّحُ حَدِیْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِیْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ وَقَالَ احْتَمَلَ اَنْ یَكُوْنَ رَوٰی ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰی ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَذْكُرْ فِیْهِ عَنْ مَیْمُوْنَةَ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس چمڑے کی دباغت کردی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے مردار کی کھال کے بارے میں وہ یہ فرماتے ہیں: جب اس کی دباغت کردی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کتے اور خنزیر کے علاوہ جس بھی کھال کی دباغت کردی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے درندوں کی کھال استعمال کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ خواہ اس کی دباغت کر بھی دی جائے۔

عبداللہ بن مبارک، امام احمد اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے بارے میں سخت رائے پیش کی ہے انہوں نے اسے پہننے یا اس پر نماز ادا کرنے کے بارے میں سختی کی ہے۔

اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ جس بھی کھال کی دباغت کی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے۔ اس سے مراد اس جانور کی کھال ہے، جس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

نضر بن شمیل نے بھی اس کی اسی طرح وضاحت کی ہے وہ یہ فرماتے ہیں: "اھاب" اس جانور کی کھال کو کہا جاتا ہے، جس کا گوشت کھایا جاتا ہو۔

اس بارے میں حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ، سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

ایک روایت کے مطابق یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے۔

ایک روایت کے مطابق یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سنا ہے: انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نبی اکرم ﷺ سے نقل کردہ روایت کو مستند قرار دیا ہے اور سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کردہ روایت کو مستند قرار دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: اس بات کا احتمال موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے روایت کرتے ہوئے اس کی سند میں سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کا تذکرہ نہ کیا ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

1651 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ وَالشَّيْبَانِيِّ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَانَا كِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَيْتَةِ بِاِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّيُرْوٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ عَنْ اَشْيَاخٍ لَّهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثُ

مذاہبِ فقہاء: وَلَيْسَ الْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ اَنَّهُ قَالَ اَتَانَا كِتَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِشَهْرَيْنِ

قَالَ: وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ كَانَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يَّذْهَبُ اِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ لِمَا ذُكِرَ فِيْهِ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِشَهْرَيْنِ وَكَانَ يَقُوْلُ كَانَ هٰذَا اٰخِرَ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَرَكَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ لَمَّا اضْطَرَبُوْا فِىْ اِسْنَادِهٖ حَيْثُ رَوٰى بَعْضُهُمْ فَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ عَنْ اَشْيَاخٍ لَّهُمْ مِنْ جُهَيْنَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمارے پاس نبی اکرم ﷺ کی تحریر آئی کہ تم لوگ مردار کی کھال یا اس کے پٹھوں میں سے کسی چیز کو استعمال نہ کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہ روایت عبداللہ بن عکیم کے حوالے سے' ان کے کئی مشائخ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔

لیکن اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عکیم کے حوالے سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: ہمارے پاس نبی اکرم ﷺ کی تحریر

1651- اخرجه ابوداؤد (67/4) كتاب اللباس' باب: من روى ان لا ينتفع باهاب الميتة' حديث (4128'4127) والنسائى (175/7) كتاب الفرع والعتيرة' باب: ما يدبغ به جلود الميتة' حديث (4250'4249) وابن ماجه (1194/2) كتاب اللباس: باب: من قال لا ينتفع من الميتة با هاب ولا عصب' حديث (3613) واحمد (310/4) وعبد بن حميد ص (177) حديث (488)

آپ ﷺ کی وفات سے دو ماہ پہلے آئی تھی۔

میں نے امام احمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے' کیونکہ اس میں یہ بات مذکور ہے: یہ نبی اکرم ﷺ کی وفات سے دو ماہ پہلے کا واقعہ ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا آخری حکم یہی ہے۔

اس کے بعد امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ترک کر دیا کیونکہ اس کی سند میں اضطراب پایا جاتا ہے' کیونکہ بعض راویوں نے اسے حضرت عبداللہ بن عکیم کے حوالے سے' ان کے جہینہ قبیلے کے بعض مشائخ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

مردار کی کھال کو استعمال میں لانا

کیا ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم مردار جانوروں کی کھالیں دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان اور خنزیر کے علاوہ تمام جانوروں کی کھالیں دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا ان کا استعمال کرنا اور ان پر نماز ادا کرنا جائز ہے۔ تاہم درندوں کی کھالیں خواہ دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہیں لیکن ان کا اوڑھنا یا استعمال کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے' کیونکہ ان کے استعمال سے انسانی مزاج میں درندگی کی صفات پیدا ہونے کا امکان ہے۔ البتہ خارجی مقاصد کے لیے ان کا استعمال میں لانا جائز ہے مثلاً شجاعت و بہادری اور زینت کا مظاہرہ کرنے کے لیے دیوار پر لٹکانا۔

انسان کی کھال خواہ دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے لیکن اس کے استثنیٰ کی وجہ اس کا استعمال ہے' کیونکہ اس کا استعمال کرنا عظمت و احترام انسان کے خلاف ہے۔ خنزیر کی کھال کے استثنیٰ کی وجہ اس کا نجس العین ہونا ہے یعنی خنزیر کی کھال دباغت سے بھی پاک نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں فقہ حنفی میں سانپ اور مچھلی کی کھالوں کا بھی استثنیٰ کیا گیا ہے، کیوں ان کی کھالیں دباغت کے اثر کو قبول نہیں کرتیں جس وجہ سے وہ پاک بھی نہیں ہوتیں۔ تاہم عصر حاضر مشینری دور ہے' جس وجہ سے یہ کمی باقی نہیں رہتی۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ انسان اور خنزیر کے ساتھ کتے کا بھی استثنیٰ کرتے ہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک کتا بھی نجس العین ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ دو وجوہات کی بناء پر اس مسئلہ میں شک و شبہ کا شکار ہیں: (۱) اھاب کی تعریف، حضرت امام نضر بن شمیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ماکول اللحم جانور کی کھال کو اھاب کہا جاتا ہے جبکہ غیر ماکول اللحم کی کھال کو اھاب نہیں کہہ سکتے۔ (۲) دو روایات میں تعارض: ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک مردار بکری کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک سے فرمایا: تم اس بکری کی کھال اتار کر اور اسے رنگ کر فائدہ اٹھاؤ۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ماکول اللحم مردہ جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ یہ قولی حدیث

ہے۔دوسری روایت یوں ہے: حضرت عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو مہینے قبل آپ کی طرف سے ہمیں یہ خط موصول ہوا جس میں یہ مسئلہ موجود تھا: تم کچی کھال اور پٹھے سے فائدہ حاصل نہ کرو۔ یہ آخری روایت ہے جو پہلی روایت کی ناسخ ہے۔ان دونوں روایات میں تعارض ہے۔حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے کی حقیقت تو معلوم نہیں ہوسکی تاہم حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رائے تبدیلی کر کے جمہور کے مطابق مؤقف اختیار کرلیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فائدہ نافعہ:

(۱) آخری حدیث باب سے استدلال کرتے ہوئے اسے ناسخ اور پہلی روایات کو منسوخ قرار دینا درست نہیں ہے، کیونکہ راوی حضرت عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے خط کی تحریر خود ملاحظہ نہیں کی تھی بلکہ قبیلہ کے کچھ لوگوں کے حوالے سے اسے بیان کردیا جبکہ وہ لوگ مجہول ہیں۔

(۲) جب کسی غیر ماکول اللحم جانور کو تسمیہ پڑھ کر شرعی طریقہ کے مطابق ذبح کیا جائے تو اس کی کھال اور گوشت دونوں پاک ہوں گے لیکن اس گوشت کا کھانا حرام ہے۔تاہم اگر وہ گوشت کسی صاف پانی میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوگا بلکہ اس پانی سے وضو کر کے نماز ادا کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ جَرِّ الْاِزَارِ

باب 6: ٹخنوں سے نیچے تہبند رکھنا حرام ہے

1652 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ كُلُّهُمْ يُخْبِرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَسَمُرَةَ وَاَبِيْ ذَرٍّ وَّعَآئِشَةَ وَهُبَيْبِ بْنِ مُغَفَّلٍ

حکم حدیث: وَّحَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے کی طرف قیامت

1652- اخرجه مالك (914/2) كتاب اللباس، باب: ما جاء في اسبال الرجل ثوبه، حديث (11) والبخاري (264/10) كتاب اللباس، باب- حديث (5783) ومسلم (1651) كتاب اللباس والزينة، باب: تحريم جر الثوب خيلاء، وبيان حد ما يجوز ارخاؤه اليه، وما يستحب، حديث (2085/42) والنسائي (206/8) كتاب الزينة، باب: التغليظ من جر الازار، حديث (5327) وابن ماجه (1181/2) كتاب اللباس، باب: من جر ثوبه من الخيلاء، حديث (3569) واحمد (5/2، 55، 56، 101، 9، 33) والحميدي (284/2) حديث (636)

کے دن نظر رحمت نہیں کرے گا۔ جو تکبر کے طور پر اپنے کپڑے کو لٹکائے گا۔

اس بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت وہب بن مغفل رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے کی مذمت

لفظ: ''ازار'' کا لغوی معنی تہبند ہے لیکن یہاں عام کپڑا مراد ہے وہ تہبند، پاجامہ اور شلوار کوئی بھی ہوسکتا ہے۔ لفظ: ''الخیلاء'' کا معنی ہے: بڑائی، خود پسندی اور تکبر وغرور۔ دونوں الفاظ کے معانی ومفاہیم کو ملانے سے یہ مضمون بنتا ہے کہ وہ کپڑا جو تکبر وغرور کا سبب بن سکتا ہو، اس کی وعید ومذمت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ وہ کپڑا نصف پنڈی سے نیچے لٹکنے والی قمیض یا کرتا، حد سے زیادہ طویل وعریض عمامہ، حد سے زیادہ طویل ٹوپی، زمین کے بوسے لینے والا کوٹ اور یا اپنی طاقت وہمت سے زیادہ قیمتی لباس بھی ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہ حدیث مبارکہ میں لفظ: ''ثوب'' استعمال ہوا ہے' جس کا اطلاق سب پر ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی کپڑا تکبر وغرور کی غرض سے زیب تن کیا جائے یا زمین پر لٹکایا جائے، یہ تکبر خواہ کپڑے کو استعمال کے وقت یا رفتہ رفتہ بعد میں پیدا ہو، اس کی وعید ومذمت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا یعنی وہ شخص رحمت باری تعالیٰ سے محروم رہے گا۔ ابن بطوطہ اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک امام صاحب کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں تشریف لائے اور محراب میں کھڑے ہوئے تو پورا محراب ان کے کپڑوں سے بھر گیا۔ ایسا لباس یا ایسے کپڑے یقیناً انسان میں تکبر وغرور پیدا کرسکتے ہیں اور آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی کا سبب بن سکتے ہیں۔

سوال: حدیث باب میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کو تکبر کی علامت قرار دیا گیا ہے، جس کی وعید میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ نماز میں اور غیر نماز میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا مکروہ تحریمی ہے۔ سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ٹخنے ڈھانپ کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اسے دوبارہ نماز ادا کرنے اور وضو کا اعادہ کرنے کا حکم دیا۔ شاید مکروہ تحریمی کا ارتکاب کرنے کے سبب اس کی نماز قبول نہ ہوئی ہو تو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا لیکن وضو دوبارہ کرنے کا آپ نے حکم کیوں دیا تھا؟

جواب: اس کے کئی جوابات ہیں: (۱) وضو کے دوران اسے نماز کے اعادہ کی غلطی پر غور وفکر کرنے کا موقعہ میسر آئے گا۔ (۲) یہ بتانا مقصود ہو کہ دوران نماز ٹخنوں کو چھپانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے نماز نہیں ہوتی اور اس کا اثر متعدی ہو کر اس کے مقدمہ یعنی وضو تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ (۳) وضو کرنے سے ظاہری اور باطنی صفائی حاصل ہوگی' جس کے نتیجہ میں گناہ کو گناہ سمجھے گا، اس سے بچے گا اور نیکی کا شعور پیدا ہوگا۔

فائدہ نافعہ:

حدیث باب میں ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے کی جو وعید بیان کی گئی ہے اس کے کئی معانی ومفاہیم ہو سکتے ہیں۔:(۱) ایسا شخص دوران نماز ٹخنوں کو کپڑے سے ڈھانکنے کی وجہ سے فعل حرام کا مرتکب ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا بلکہ اس کا فعل کافروں جیسا ہوتا ہے۔ (۲) ایسے شخص کے گزشتہ گناہ معاف نہیں ہوں گے اور آئندہ گناہوں سے محفوظ نہیں رہے گا۔ (۳) ایسے شخص کے لیے جنت حلال نہیں ہوگی اور دوزخ حرام نہیں ہوگی جس کے نتیجہ میں اسے عرصہ دراز تک جہنم میں رہنا پڑے گا۔ العیاذ باللہ (۴) ایسا شخص فعل حلال میں شاغل نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو کر اس کی بارگاہ کا احترام نہیں کرتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ جَرِّ ذُیُوْلِ النِّسَآءِ

باب 7: خواتین کے دامن لٹکانے کا حکم

1653 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ فَکَیْفَ یَصْنَعْنَ النِّسَآءُ بِذُیُوْلِهِنَّ قَالَ یُرْخِیْنَ شِبْرًا فَقَالَتْ اِذًا تَنْکَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ قَالَ فَیُرْخِیْنَهٗ ذِرَاعًا لَّا یَزِدْنَ عَلَیْهِ قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص تکبر کے طور پر اپنے کپڑے کو لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا' تو سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! پھر خواتین اپنے دامن کے بارے میں کیا کریں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ایک بالشت لٹکا کر رکھیں تو سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: پھر تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جائیں گے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ایک ہاتھ تک لٹکا سکتی ہیں' اس سے زیادہ نہ کریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1654 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدٍ عَنْ اُمِّ الْحَسَنِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُمْ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَبَّرَ لِفَاطِمَةَ شِبْرًا مِّنْ نِطَاقِهَا

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَرَوٰی بَعْضُهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

قولِ امام ترمذی: وَفِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ رُخْصَةٌ لِلنِّسَآءِ فِیْ جَرِّ الْاِزَارِ لِاَنَّهٗ یَکُوْنُ اَسْتَرَ لَهُنَّ

1653- اخرجه احمد (299/6)

◆◆ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو' تہبند ایک بالشت سے زیادہ (ٹخنوں سے نیچے) رکھنے کی اجازت دی تھی۔

بعض راویوں نے اسے حماد بن سلمہ کے حوالے سے' علی بن زید' حسن بصری' ان کی والدہ کے حوالے سے' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں خواتین کے لئے ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے کی اجازت ہے' کیونکہ یہ ان کے لئے پردے کے زیادہ مطابق ہے۔

شرح

عورتوں کے دامن لٹکانے کا مسئلہ:

عورت کے کرتا کا دامن کتنا طویل ہونا چاہیے؟ اس کی تصریح حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ عورت، مرد کے کرتا کے دامن سے اپنے کرتے کا دامن ایک ہاتھ طویل رکھ سکتی ہے' کیوں کہ اس طرح پردہ کا مقصد حاصل ہو جائے گا اور دامن زمین سے نہیں چھوئے گا اور گندہ بھی نہیں ہوگا۔ دامن ایک ہاتھ سے زیادہ طویل ہونے کی صورت میں زمین کو چھونے کی وجہ سے گندہ ہوگا اور اسراف کے زمرہ میں بھی آئے گا' جس کی ممانعت عیاں ہے۔

سوال: حدیث باب میں عورت کو اپنے کرتا کا دامن مرد کے مقابلے میں ایک بالشت یا ایک ہاتھ زیادہ طویل رکھنے کی اجازت دی گئی ہے، گویا دو حدوں کا ذکر ہے: (۱) ایک بالشت، (۲) ایک ہاتھ، تو یہ تعارض ہے؟

جواب: حدیث باب میں تعارض ہرگز نہیں ہے، ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے زمین سے دور رکھنے کی احتیاط پر ایک بالشت دامن طویل رکھنے کی اجازت دی ہو، پھر پردہ میں احتیاط کے پیش نظر ایک ہاتھ کی طوالت کی اجازت عنایت فرمادی ہو۔

فائدہ نافعہ:

(۱) حدیث باب میں خواہ خواتین کے لیے کرتا کا دامن ایک ہاتھ طویل رکھنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے، تاہم اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خواتین اپنے تہبند یا پاجامہ یا شلوار کا دامن بھی مردوں کے مقابلہ میں طویل رکھ سکتی ہیں، کیونکہ اس طرح پردہ میں احتیاط ہوگی لیکن وہ اتنا طویل بھی نہ ہو کہ زمین کو چھونے کی وجہ سے گندہ ہو اور یا اسراف کے زمرے میں آئے۔

(۲) حدیث باب کے مطالعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ دور رسالت میں مردوں کے کرتوں کا دامن زمین سے ایک ہاتھ بلند ہوتا تھا اور اس سے طویل کرتا مردوں کی شایان شان نہیں نہیں ہوسکتا۔ عصر حاضر میں اہل عرب جو جبہ نما کرتا استعمال کرتے ہیں' اسے خواتین کا کرتا تو کہا جاسکتا ہے لیکن مردوں کا کرتا کہنا مشکل ہے۔

دوسری حدیث باب کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پٹی باندھنے کی

جگہ سے بالشت بھری اور حکم دیا کہ اتنی چھوٹی پٹی کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ اس سے ایک بالشت طویل ہونی چاہیے تا کہ وہ گھٹنوں تک آ جائے۔ جس طرح کرتے کے دامن کو ایک بالشت یا ایک ہاتھ طویل کرنے کی اجازت دی تا کہ پردہ کا مقصد کمال طریقہ سے حاصل ہو جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ لُبْسِ الصُّوفِ

باب 8: اونی لباس پہننا

1655 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَآئِشَةُ كِسَاءً مُّلَبَّدًا وَّاِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَيْنِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّحَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ابوبردہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے صوف (اون) کی موٹی چادر نکالی اور ایک موٹے کپڑے کا تہبند نکالا اور بتایا کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1656 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ حُمَيْدٍ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ عَلٰى مُوْسٰى يَوْمَ كَلَّمَهُ رَبُّهٗ كِسَاءُ صُوفٍ وَّجُبَّةُ صُوفٍ وَّكُمَّةُ صُوفٍ وَّسَرَاوِيْلُ صُوفٍ وَّكَانَتْ نَعْلَاهُ مِنْ جِلْدِ حِمَارٍ مَيِّتٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حُمَيْدٍ الْاَعْرَجِ

توضیح راوی: وَحُمَيْدٌ هُوَ ابْنُ عَلِيٍّ الْكُوْفِيُّ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ حُمَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ الْاَعْرَجُ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَحُمَيْدُ بْنُ قَيْسٍ الْاَعْرَجُ الْمَكِّيُّ صَاحِبُ مُجَاهِدٍ ثِقَةٌ

1655- اخرجه البخاري (289/10) كتاب اللباس' باب: الاكسية والخمائص' حديث (5818) ومسلم (1649/3) كتاب اللباس والزينة' باب: التواضع في اللباس' والاقتصار على الغليظ منه واليسير' في اللباس والفراش وغيرهما وجواز لبس الثوب الشعر' وما فيه' حديث (2080/34)'(2080/35) وابو داؤد (45/4) كتاب اللباس' باب: لباس الغليظ' حديث (4036) وابن ماجه (1176/2) كتاب اللباس' باب: لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم' حديث (3551) واحمد (32/6)'(1376)

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْكُمَّةُ الْقَلَنْسُوَةُ الصَّغِيْرَةُ

◄► حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے پروردگار سے کلام کرنے کے لئے گئے اس وقت انہوں نے اون کا لباس پہنا ہوا تھا اون کا جبہ تھا اون کی ٹوپی تھی اور اونی شلوار پہنی ہوئی تھی اور ان کے پاؤں میں جو جوتے تھے وہ مردہ گدھے کی کھال کے بنے ہوئے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف حمید اعرج کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔ یہ حمید بن علی کوفی اور منکر الحدیث ہیں۔

حمید بن قیس اعرج مکی جو مجاہد کے شاگرد ہیں، وہ ثقہ ہیں۔

لفظ: "الکمہ" کا مطلب چھوٹی ٹوپی ہے۔

شرح

اونی لباس زیب تن کرنا

لفظ: "کساء" سے مراد وہ چادر ہے جو اوڑھی جاتی ہے اور "ازار" سے مراد وہ چادر ہے جو بطور تہبند استعمال کی جاتی ہے۔ زمانہ قدیم میں لوگ بلا سلے کپڑے استعمال میں لاتے تھے، رفتہ رفتہ ترقی کا زمانہ آیا تو کپڑوں کی سلائی کا سلسلہ شروع ہوگیا اور عصر حاضر میں موزوں سے لے کر سر کی ٹوپی تک کی سلائی کی جاتی ہے۔ انسان کے زیب تن کیے جانے والے کپڑے بھی قدیم زمانہ میں اون اور چمڑے کے ہوتے تھے۔ عصر حاضر (ترقی پذیر ہونے کے باوجود) میں اون اور چمڑا بطور لباس استعمال کیا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اونی اور چمڑے کا لباس استعمال فرماتے تھے۔ پھر اولیاء اور صوفیاء نے بطور علامت بھی اونی لباس کو اختیار کیا اور تا عصر حاضر اسے اختیار کیے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس لباس میں وصال فرمایا، وہ بھی اون کا تھا۔ وہ لباس تبرکات نبوی میں شامل ہوا۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبرکات نبوی تقسیم کیے تو یہ مقدس لباس بطور تبرک ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عنایت فرمایا۔ عرصہ دراز تک یہ لباس بطور تبرک آپ کے پاس محفوظ رہا اور آپ اپنے تلامذہ کو اس لباس نبوی کی زیارت کروایا کرتی تھیں۔

دوسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا تو اس وقت آپ کا زیب تن کیا ہوا لباس چادر، جبہ، پاجامہ اور ٹوپی وغیرہ اون کا تھا۔ تاہم جوتے گدھے کی کھال کے تھے۔ (کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے اور اس کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اون اور چمڑے کا استعمال بطور لباس زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعِمَامَةِ السَّوْدَاءِ

باب 9: سیاہ عمامے کا حکم

1657 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّعُمَرَ وَابْنِ حُرَيْثٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّرُكَانَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سیاہ عمامہ استعمال کرنا

اہل عرب کے ہاں عمامہ باندھنے کا عام رواج تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ استعمال کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ کی پیروی میں دستار استعمال میں لاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان فرق کرنے والی چیز عمامہ ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہے: اعتمـوا تزدادو احلما ۔ تم عمامہ استعمال کرو تمہارے وقار میں اضافہ ہوگا۔ عمامہ کسی بھی رنگ کا استعمال کیا جاسکتا ہے خواہ سفید ہو، سیاہ ہو یا سبز ہو۔ تاہم سرخ عمامہ سے احتراز کرنا بہتر ہے۔ فتح مکہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ سفید لباس اور سفید عمامہ مرد کے وقار کی علامت ہے۔ سبز عمامہ بھی استعمال میں لانا جائز ہے' کیونکہ اہل جنت کا لباس سبز ہوگا اور علماء کرام زیادہ تر اسی رنگ کو پسند کرتے ہیں۔

بَابُ فِي سَدْلِ الْعِمَامَةِ بَيْنَ الْكَتِفَيْنِ

باب 10: عمامے کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا

1658 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ

بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْدِلُ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَلَا يَصِحُّ حَدِيْثُ عَلِيٍّ فِيْ هٰذَا مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب عمامہ باندھتے تھے تو شملے کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکایا کرتے تھے۔

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اپنے عمامے کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان رکھتے ہیں۔

عبیداللہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے قاسم اور سالم کو بھی ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایت سند کے اعتبار سے مستند نہیں ہے۔

شرح

دوشانوں کے درمیان شملہ لٹکانا:

عمامہ شملہ کے ساتھ بھی جائز ہے اور شملہ کے بغیر بھی درست ہے۔ عمامہ میں ایک شملہ رکھنا جائز ہے اور دو بھی درست ہیں۔ شملہ کم از کم ایک بالشت کا جبکہ زیادہ سے زیادہ کمر تک رکھا جائے۔ تاہم اس سے طویل شملہ سے احتراز کیا جائے۔ شملہ دوشانوں کے درمیان لٹکانا یا دائیں طرف لٹکانا' یا بائیں طرف لٹکانا بھی جائز ہے۔ حدیث باب میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ استعمال کرتے تو اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ خَاتَمِ الذَّهَبِ

باب 11: سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے

1659 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَّالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَهَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ وَعَنْ لِبَاسِ الْقَسِّيِّ وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَعَنْ لِبَاسِ الْمُعَصْفَرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے' ریشمی لباس پہننے' رکوع اور سجدے میں قرأت کرنے اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1660 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ اللَّيْثِيُّ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰى عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّهُ حَدَّثَنَا اَنَّهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَمُعَاوِيَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عِمْرَانَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَاَبُو التَّيَّاحِ اسْمُهُ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ

◆◆ حفص لیثی بیان کرتے ہیں: میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات بیان کرتا ہوں' انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوتیاح نامی راوی کا نام یزید بن حمید ہے۔

شرح

سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے کی ممانعت:

خواتین کے لیے سونے کے زیورات جائز ہیں اور مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا منع ہے۔ ابتداء اسلام میں ریشم ورسونے کا استعمال جائز تھا، پھر خواتین کے لیے ان کا جواز باقی رکھا گیا جبکہ مردوں کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چار چیزوں سے منع فرمایا:

(۱) سونے کی انگوٹھی پہننے سے (۲) قسی کپڑا استعمال کرنے سے

(۳) حالت رکوع میں تلاوت قرآن کرنے سے

(۴) سرخ کپڑا استعمال کرنے سے۔ حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی تیار کروائی تھی پھر آپ نے وہ پھینک دی اور فرمایا: میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔

166- اخرجہ النسائی (170/8) کتاب الزینۃ' باب: حدیث ابی ہریرۃ' والاختلاف علی قتادۃ' حدیث (5187) واحمد (443'427/4

فائدہ نافعہ:

(۱) سونے کا زیور مثلاً گردن کی زنجیر، گھڑی کی چین، ہاتھ کا کڑا اور انگوٹھی وغیرہ مردوں کے لیے حرام ہیں جبکہ خواتین کے لیے جائز ہیں۔

(۲) کسی اہم ضرورت کے تحت مردوں کے لیے بھی سونے کا استعمال جائز ہے مثلاً سونے کے تاروں سے دانتوں کو بندھوانا یا دانتوں پر سونے کا خول چڑھوانا وغیرہ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ خَاتَمِ الْفِضَّةِ

باب 12: چاندی کی انگوٹھی

1661 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَّرِقٍ وَّكَانَ فَصُّهُ حَبَشِيًّا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَبُرَيْدَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی چاندی سے بنی ہوئی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس میں سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يُسْتَحَبُّ فِیْ فَصِّ الْخَاتَمِ

باب 13: انگوٹھی میں کون سا نگینہ مستحب ہے؟

1662 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الطَّنَافِسِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ خَاتَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ فَصُّهُ مِنْهُ

1661- اخرجه مسلم (1658/3) كتاب اللباس والزينة' باب: من خاتم الورق فصه حبشي' حديث (2094/61) وابو داؤد (88/4) كتاب الخاتم' باب: ما جاء في اتخاذ الخاتم' حديث (4216) والنسائي (173/8) كتاب الزينة' باب: صفة خاتم النبي صلى الله عليه وسلم' حديث (5197) وابن ماجه (1201/2'1202) كتاب اللباس' باب: نقش الخاتم' حديث (3641) واحمد (209/3'225)

1662- اخرجه البخاري (334/10) كتاب اللباس' باب: فص الخاتم' حديث (5870) وابو داؤد (88/4) كتاب الخاتم' باب: ما جاء في اتخاذ الخاتم' حديث (4217) والنسائي (173/8'174) كتاب الزينة' باب: صفة خاتم النبي صلى الله عليه وسلم' حديث (5198'5199'193/8) كتاب الزينة' باب: صفة خاتم النبي' ونقشه حديث (5280) واحمد (266/3)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی چاندی سے بنی ہوئی تھی اور اس کا نگینہ بھی اسی سے بنا ہوا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

نگینہ والی چاندی کی انگوٹھی استعمال کرنا:

نگینے والی چاندی کی انگوٹھی کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے۔ یہ انگوٹھی چار گرام چاندی سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے اور یہ وزن نگینہ کے علاوہ ہے۔ اس کے جواز میں حکمت یہ ہے کہ یہ جنت کے زیور کا نمونہ ہے، تاکہ لوگ اسے دیکھ کر اس کے حصول کے لیے کوشش کریں اور اعمال صالحہ کرنے کا اپنے آپ میں ذوق پیدا کریں۔ اس کا نگینہ کسی بھی چیز کا ہو سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ نگینہ چاندی کا ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی طرز کا بنا ہوا تھا۔

سوال: پہلی حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی میں حبشی نگینہ لگا ہوا تھا اور دوسری حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے انگوٹھی میں نگینہ بھی چاندی کا تھا، اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی جس پر مہر کندہ تھی اور حقیقت میں نگینہ بھی چاندی کا تھا لیکن اس کی ساخت حبشی طرز کی تھی، لہٰذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ لُبْسِ الْخَاتَمِ فِي الْيَمِيْنِ

باب 14: دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

1663 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

1663– اخرجه البخاری (328/10) كتاب اللباس' باب: خواتيم الذهب' حديث (5865) واطرافه فی (5866' 5867' 5873' 5876' 7298 و 6651) ومسلم (1655/3) كتاب اللباس والزينة' باب: تحريم خاتم الذهب– حديث (2091/53) وابوداؤد (4/88، 89) كتاب اللباس' باب: ما جاء فی اتخاذ الخاتم' حديث (4218'4219'4220) والنسائی (178/8' 179) كتاب الزينة' باب: نزع الخاتم عند دخول الخلاء' حديث (5214'5215'5216'5218' 195/8) كتاب الزينة: باب: طرح الخاتم وترك لبسه' حديث (5292) وابن ماجه (1201/2) كتاب اللباس' باب: نقش الخاتم' حديث (3639) و (1202/2) كتاب اللباس' باب: من جعل فص خاتمه مما يلی كفه' حديث (3645) واحمد (18/2'22'141' 34' 39'60'127'128'94'96'109'146'153) والحميدی (297/2) حديث (675)

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَنَعَ خَاتَمًا مِّنْ ذَھَبٍ فَتَخَتَّمَ بِہٖ فِیْ یَمِیْنِہٖ ثُمَّ جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ کُنْتُ اتَّخَذْتُ ھٰذَا الْخَاتَمَ فِیْ یَمِیْنِیْ ثُمَّ نَبَذَہٗ وَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَھُمْ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِیٍّ وَّجَابِرٍ وَّعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَعْفَرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَآئِشَۃَ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اختلاف روایت: وَقَدْ رُوِیَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَ ھٰذَا مِنْ غَیْرِ ھٰذَا الْوَجْہِ وَلَمْ یَذْکُرْ فِیْہِ اَنَّہٗ تَخَتَّمَ فِیْ یَمِیْنِہٖ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی آپ نے اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے یہ انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنی ہے' پھر آپ نے اسے اتار دیا تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار دیا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول کی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابن رضی اللہ عنہما عمر سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کی گئی ہے۔ لیکن دوسری سند کے حوالے سے نقل کی گئی ہے اور اس روایت میں اس بات کا تذکرہ نہیں ہے: آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی تھی۔

1664 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَیْدٍ الرَّازِیُّ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ

متن حدیث: رَاَیْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَّتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ وَلَا اِخَالُہٗ اِلَّا قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدِیْثُ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نَوْفَلٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ صلت بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی تھی میرا خیال ہے: انہوں نے یہ بات بھی بیان کی تھی: میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: محمد بن اسحٰق نے صلت بن عبداللہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ یہ "حسن صحیح" ہے۔

1665 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ

آثارِ صحابہ: کَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ یَتَخَتَّمَانِ فِیْ یَسَارِھِمَا

1665- اخرجہ المصنف فی الشمائل المحمدیۃ' ص (95) برقم (103)

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھیاں پہنا کرتے تھے۔

یہ روایت ''حسن صحیح'' ہے۔

1666 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ

متن حدیث: رَاَيْتُ ابْنَ اَبِيْ رَافِعٍ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهٖ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهٖ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ هٰذَا اَصَحُّ شَيْءٍ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ

◆◆ حماد بن سلمہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن ابی رافع کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو ان سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر کو اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے دائیں دستِ مبارک میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس بارے میں منقول روایات میں یہ سب سے زیادہ مستند روایت ہے۔

1667 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ خَاتَمًا مِّنْ وَّرِقٍ فَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ لَا تَنْقُشُوْا عَلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ وَّمَعْنٰى قَوْلِهٖ لَا تَنْقُشُوْا عَلَيْهِ نَهٰى اَنْ يَّنْقُشَ اَحَدٌ عَلٰى خَاتَمِهٖ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی آپ نے اس میں ''محمد رسول اللہ'' نقش کروایا پھر آپ نے ارشاد فرمایا: یہ نقش تم لوگ اپنی انگوٹھی پر نہ بنوانا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح حسن'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: ''تم اس پر یہ نقش نہ بنوانا'' اس سے مراد یہ ہے: کوئی بھی شخص اپنی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' نقش نہ کروائے۔

1666- اخرجه النسائي (175/8) كتاب الزينة' باب: موضع الخاتم من اليد' حديث (5204) واحمد (204/1' 205)

1667- اخرجه احمد (161/3)

1668 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ وَّالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے تو اپنی انگوٹھی اتار دیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

دائیں ہاتھ میں انگوٹھی استعمال کرنا:

انگوٹھی اور گھڑی دونوں کس ہاتھ میں استعمال کرنی چاہییں؟ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے، یہ دونوں دائیں ہاتھ میں استعمال کی جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں دست اقدس میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ چونکہ دائیں ہاتھ سے بہت سے امور انجام دینے ہوتے ہیں جس وجہ سے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی اور گھڑی کا استعمال کرنا دشوار ہے، اس لیے ان دونوں کو بائیں ہاتھ میں استعمال کرتے ہیں، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

فائدہ نافعہ:

تیسری حدیث باب کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابق نہیں ہے، کیونکہ عنوان باب میں دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر ہے لیکن حدیث میں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی استعمال کرنے کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ عنوان میں لفظ: "الیمین" کے ساتھ لفظ: "الیسار" بھی تھا لیکن کاتب کی غلطی سے چھوٹ گیا ہو۔

سوال: انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہننی چاہیے یا بائیں میں؟

جواب: اس بارے میں مشہور چار اقوال ہیں:

(۱) دونوں ہاتھوں میں پہنی جاسکتی ہے اور دونوں ہاتھ ہر لحاظ سے برابر ہیں۔

(۲) بائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے۔

(۳) دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا منسوخ ہے۔ (۴) بائیں ہاتھ میں تشبہ بالروافض کی وجہ سے منع ہے۔

1668- اخرجه ابوداؤد (1/5) كتاب الطهارة، باب: الخاتم يكون فى ذكر الله يدخل به الخلاء، حديث (19) والنسائى (8/178) كتاب الزينة، باب: نزع الخاتم عند دخول الخلاء، حديث (5213) وابن ماجه (1/110) كتاب الطهارة وسننها، باب ذكر الله عزوجل على الخلاء والخاتم فى الخلاء، حديث (303)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ نَقْشِ الْخَاتَمِ

باب 15: انگوٹھی پر نقش (کندہ کروانا)

1669 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ

متنِ حدیث: نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّرَسُوْلُ سَطْرٌ وَّاللّٰهِ سَطْرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی پر تین لائنوں میں یہ نقش تھا "محمد" ایک لائن میں لفظ: "رسول" ایک لائن میں اور لفظ: "اللہ" ایک لائن میں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

1670 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَسْطُرٍ مُّحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّرَسُوْلُ سَطْرٌ وَّاللّٰهِ سَطْرٌ

اختلافِ روایت: وَلَمْ يَذْكُرْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى فِیْ حَدِيْثِهٖ ثَلَاثَةَ اَسْطُرٍ

مذاہبِ فقہاء: وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی پر تین لائنوں میں یہ نقش تھا لفظ: "محمد" ایک لائن میں لفظ: "رسول" ایک لائن میں اور لفظ: "اللہ" ایک لائن میں۔

محمد بن یحییٰ نامی راوی نے اپنی روایت میں تین لائنوں کا تذکرہ نہیں کیا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

انگوٹھی پر عبارت کندہ کرانا:

اعلان نبوت کے بعد توحید و رسالت اور پیغام و دعوت اسلام کا دائرہ سلاطین عجم تک وسیع کرنے کا مرحلہ آیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کے نام خطوط تحریر کرنے کا پروگرام بنایا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ! جب تک خطوط پر آپ کی مہر مبارک نہ ہوگی تو سلاطین عجم آپ کی دعوت اسلام پر غور نہیں کریں گے اور اسے قبول نہیں کریں گے۔ صحابہ کے اس مشورہ

1669- اخرجه البخاری (341/10) كتاب اللباس' باب لله هل يجعل نقش الخاتم ثلاثة اسطر' حديث (5878) طرفه فی (3106)

پر عمل کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی اور اس پر یہ عبارت کندہ کرائی: محمد رسول اللہ"۔ یہ سورۃ فتح کی آخری آیت کے الفاظ ہیں۔ یہ عبارت تین سطروں پر کندہ کرائی گئی تھی، جس کی ترتیب یوں تھی: پہلی سطر میں "محمد" دوسری میں "رسول" اور تیسری میں "اللہ" تھا یعنی "محمد رسول اللہ" کی صورت میں۔ دعوت و پیغام اسلام کے حوالے سے جو خطوط سلاطین امراء اور ممتاز شخصیات کے نام لکھے جاتے تھے، یہ مہر ان کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ آپ کی مہر کی طرز پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی مہریں تیار کرائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع کر دیا تھا، تاکہ اشتباہ کی بناء پر مہر کا مقصد فوت نہ ہونے پائے۔

فائدہ نافعہ:

اگر انگوٹھی پر قرآن کریم کی آیت یا حدیث نبوی یا اسم اعظم یا اسم پاک کندہ ہو، تو انگوٹھی لے کر بیت الخلاء میں داخل نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے اتار کر داخل ہونا چاہیے تاکہ بے ادبی نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معمول تھا کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت انگوٹھی اتار کر باہر رکھ دیتے تھے اور فراغت پر اسے پکڑ کر پہن لیتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصُّوْرَةِ

باب 16: تصویر کا بیان

1671 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصُّوْرَةِ فِي الْبَيْتِ وَنَهٰى اَنْ يُّصْنَعَ ذٰلِكَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ طَلْحَةَ وَعَائِشَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ اَيُّوْبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے گھر میں تصویریں رکھنے سے منع کیا ہے اور آپ ﷺ نے انہیں بنانے سے بھی منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1672 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ

1671- اخرجه احمد (397،336،384،383،335/3)

1672- اخرجه مالك (966/2) كتاب الاستئذان، باب: ما جاء من الصور والتماثيل، حديث (7) والنسائي (212/8) كتاب الزينة، باب: التصاوير، حديث (5349) واحمد (486/3)

متن حدیث: اَنَّـهُ دَخَـلَ عَلٰى اَبِىْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيِّ يَعُوْدُهُ قَالَ فَوَجَدْتُّ عِنْدَهُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ قَالَ فَدَعَا اَبُوْ طَلْحَةَ اِنْسَانًا يَّنْزِعُ نَمَطًا تَحْتَهُ فَقَالَ لَـهُ سَهْلٌ لِمَ تَنْزِعُهُ فَقَالَ لِاَنَّ فِيْهِ تَصَاوِيْرَ وَقَدْ قَالَ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ عَلِمْتَ قَالَ سَهْلٌ اَوَلَمْ يَقُلْ اِلَّا مَا كَانَ رَقْمًا فِىْ ثَوْبٍ فَقَالَ بَلٰى وَلٰـكِنَّهُ اَطْيَبُ لِنَفْسِىْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰـذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں: وہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کی عیادت کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو پایا راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بلایا تاکہ وہ ان کے نیچے سے چادر نکال دے' تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ اسے کیوں نکال رہے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: اس کی وجہ یہ ہے: اس میں تصاویر موجود ہیں اور تصاویر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے جو بات ارشاد فرمائی ہے' وہ آپ جانتے ہیں' تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد نہیں فرمائی ہے؟ جو تصویریں کپڑے میں نقش کے طور پر ہوں (ان کی اجازت ہے) تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! لیکن میں اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِى الْمُصَوِّرِيْنَ

باب 17: تصویر بنانے والوں کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1673 سند حدیث: حَـدَّثَـنَـا قُتَيْبَةُ حَـدَّثَـنَـا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عَذَّبَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيْهَا يَعْنِى الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَّهُمْ يَفِرُّوْنَ بِهٖ مِنْهُ صُبَّ فِىْ اُذُنِهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ جُحَيْفَةَ وَعَآئِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی تصویر بنائے گا اللہ تعالیٰ اسے یہ عذاب دے گا کہ وہ اس میں پھونک مارے (یعنی اسے زندہ کرے)' اور جو کوئی شخص لوگوں کی بات چھپ کر سننے کی کوشش کرے گا جبکہ وہ لوگ اس بات کو ناپسند کرتے ہوں' تو قیامت کے دن اس شخص کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوحجیفہ رضی اللہ عنہ' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

تصویر سازی کی حرمت اور گھر میں تصاویر رکھنے کی وعید:

کتاب اللباس کے ساتھ مسئلہ حرمت تصویر کا تعلق ومناسبت اس طرح ہے کہ لوگ پہننے کے کپڑے پر تصاویر بناتے ہیں، جن کا استعمال کرنا منع ہے۔ زمانہ قدیم سے لوگ مجسمہ سازی اور اس کی عبادت و پوجا کرتے آرہے ہیں۔ کپڑوں، گھر کی دیواروں اور اعضاء جسم پر بھی تصاویر بناتے ہیں تو اسلام نے تصویر سازی کو حرام قرار دیا ہے۔ تصویر سازی اور اسے گھر میں اویزاں کرنے کی حرمت کی وجہ بت پرستی سے مشابہت ہے۔ بت پرستی شرک ہے اور شرک ایسا ناسور ہے، جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا تو اسلام نے اس کا سدباب کرتے ہوئے تصویر سازی کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔

سائنس ترقی یافتہ دور میں داخل ہوئی تو کیمرہ ایجاد ہوا اور تصویر شمسی کا سلسلہ شروع ہو گیا، جس کے جواز وعدم جواز میں اختلاف ہو گیا۔ سب سے قبل بعض علماء مصر نے تصویر شمسی کے جواز کا فتویٰ جاری کیا، بعد ازاں حجاز مقدس کے کچھ مفتیاں نے بھی طبع آزمائی کرتے ہوئے کیمرہ کے فوٹو کو جائز قرار دیا لیکن علماء ربانیین نے تصویر شمسی کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک مجسمہ سازی، فوٹو سازی خواہ ہاتھ کے ذریعے یا کیمرہ کی معاونت سے، سب کا ایک ہی حکم ہے اور وہ حرمت ہے۔ شیخ ابن باز بھی تصویر شمسی کی حرمت کے قائل تھے۔ پاک وہند کے حق گو مفتیاں کرام نے ہمیشہ تصویر شمسی کی حرمت کا فتویٰ جاری کیا ہے۔

گھر میں تصویر رکھنے میں مذاہب آئمہ:

اس مسئلہ میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق و اجماع ہے کہ تصویر سازی حرام ہے، سوال یہ ہے کہ کیا تصویر کو گھر میں رکھنا جائز ہے یا حرام ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں دو روایات منقول ہیں: (I) ایسی تصویر جو مجد و مجسد اور سایہ دار ہو اس کا گھر میں رکھنا ناجائز و حرام ہے، مثلاً مجسمہ اور بت۔ ایسی تصویر کا سایہ زمین پر پڑتا ہے جو نجوست ہے، لہٰذا حرام ہے۔ انہوں نے اس روایت کے لیے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث باب سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تصویر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (II) ایسی تصویر جو غیر مجسد وغیر مجسم ہو اور اس کا سایہ زمین پر نہ پڑتا ہو مثلاً دیوار پر تصویر بنائی یا کاغذ پر تصویر ہو۔ چونکہ اس کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا بلکہ سایہ ہوتا ہی نہیں ہے، لہٰذا اس کا گھر میں رکھنا حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ضرور ہے۔ اس روایت کے لیے انہوں نے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ جس میں نمایاں الفاظ استثنیٰ موجود ہے: الا ما كان رقما فی ثوب۔ چونکہ کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کا سایہ نہیں ہوتا، لہٰذا اس کا گھر میں کراہت کے ساتھ رکھنا بھی جائز ہے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ہر قسم کی تصویر خواہ مجسم

ہو یا غیر مجسم اور خواہ وہ کپڑے پر بنی ہو یا دیوار یا کاغذ پر ہر حالت میں ناجائز و حرام ہے۔ انہوں نے ان احادیث باب سے استدلال کیا ہے جن میں علی الاطلاق اور سایہ دار ہونے یا نہ ہونے کی تفریق کے بغیر تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ (۱) حدیث باب کے یہ الفاظ ہیں: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصورة في البيت۔ (۲) ایک روایت باب کے یہ الفاظ ہیں: من صور صورة عذبه الله۔ (۳) ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے حجرے پر ایسا کپڑا لٹکایا تھا جس پر تصاویر تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کپڑا دیکھا تو ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا: جب تک تم اس کپڑے کو تار و گی نہیں میں اندر نہیں آؤں گا۔

جمہور آئمہ فقہ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) یہاں استثنیٰ سے مراد غیر ذی روح اشیاء کی تصاویر ہیں۔ (۲) یہاں استثنیٰ متصل مراد نہ ہو بلکہ منقطع مراد ہو۔ (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پردے پر غیر مجسم تصاویر تھیں، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کرتے ہوئے اتروا دیا تھا۔

نوٹ: وہ علماء ربانیین جنہوں نے تصویر سازی کی حرمت کا فتویٰ دیا اور خود تاحیات اس ناسور سے محفوظ رہے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، (۲) حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) (۳) مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات سیّد احمد شاہ قادری (بانی دار العلوم حزب الاحناف، لاہور)، (۴) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد قادری (فیصل آباد)، (۵) حضرت علامہ مفتی وقار الدین قادری (جامعہ امجدیہ، کراچی)، (۶) سیدی مرشدی حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور شرقپوری قادری نقشبندی (بانی جامعہ فاروقیہ رضویہ، لاہور)، (۷) حضرت علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق رضوی (گوجرانوالہ) رحمہم اللہ تعالیٰ۔

تصویر سازی کی حرمت کا سبب محض مجسمہ سازی تک محدود نہیں ہے بلکہ کیمرہ کی مدد سے تیار کردہ تصاویر کو بھی شامل ہے، کیونکہ جس طرح مجسموں کی پوجا پاٹ کی جاتی ہے اسی طرح شمسی تصاویر کی بھی عبادت کر کے لوگ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ حقیقت پاک و ہند کے مندروں، چرچوں، گرجا گھروں اور گوردواروں میں جا کر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ تصویر سازی کے حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس وقت پوری دنیا فحاشی اور عریانی کی لپیٹ میں ہے اور اس کی مزید کمی کیبل، وی سی آر اور انٹرنیٹ نے پوری کر دی ہے۔ یہ پوری کی پوری نحوست کیمرہ کی مرہون منت ہے۔

کیمرے کی تصویر کے بارے میں اکثر فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ آلہ کے بدل جانے سے کسی چیز کا حکم نہیں بدل سکتا مثلاً ایک چیز پہلے ہاتھ سے تیار کی جاتی تھی تو اب مشین سے تیار کی جانے لگی ہو، تو آلہ تبدیل ہو جانے سے چیز کا حکم ہرگز تبدیل نہیں ہوگا یعنی حرمت و حلت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب تصاویر حرام ہیں خواہ وہ کیمرہ سے بنائی جائیں یا ہاتھ سے، ان کے حکم میں تبدیلی نہیں آئے گی، وہ بہر صورت حرام ہی رہیں گی۔

کیمرہ تو ایک منکر ہے جبکہ وی سی آر، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ میں سے ہر ایک کئی منکرات کا مجموعہ ہے، جن کا گھر میں رکھنا فتنہ سے خالی نہیں ہے۔ ان کے بارے میں ہمارا محتاط نظریہ ہے کہ انہیں گھر میں لانا ہی نہیں چاہیے۔ اگر کسی اہم مقصد کے لیے

لایا جائے تو اچھے مقاصد کے لیے استعمال میں لائیں اور بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں تا کہ اس ناسور کی وجہ سے اہل خانہ کا خانہ آخرت برباد نہ ہو۔ یہ والدین بالخصوص گھر کے سربراہ کی اخلاقی و مذہبی ذمہ داری ہے۔

فائدہ نافعہ:

(۱) دور حاضر کا یہ المیہ ہے کہ دارالافتاء سے تصویر کی حرمت کا فتویٰ جاری ہوتا ہے لیکن بڑی بڑی کانفرنسوں، سیمیناروں، محافل نعت خوانی، مجالس پند و نصائح، اعراس اولیاء، جمعۃ المبارک کے اجتماعات اور شادی کی تقریبات میں تصویر سازی کا اس قدر مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ ماضی میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اس تصاویر سازی مظاہرہ میں بعض اہل علم، مشائخ، مقررین، قراء اور نعت خوان حضرات اور سامعین سب حصہ لینے کی بھرپور کوشش فرماتے ہیں۔ مسجد حرام، مسجد نبوی، دیگر مساجد اور مقامات مقدسہ بھی تصویر سازی سے محفوظ نہیں رہے۔ پھر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ طویل و عریض شائع ہونے والے اشتہارات اور فلیکسز بھی انہی معززین کی تصاویر سے مزین ہوتے ہیں۔ مریدین اپنے مرشد کی تصویر نہایت عقیدت سے اپنے گھر اویزاں کرتے ہیں۔ جس سے **ظهر الفساد في البر و البحر**، کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ **فالی اللّٰہ المشتکی۔**

(۲) بعض اوقات مجبوری کی بناء پر حسب ضرورت تصویر بنوانے کی اجازت ہے مثلاً شناختی کارڈ کے لیے جو حکومت کی طرف سے ملکی شہریت کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے اور حرمین شریفین کی حاضری کی نیت سے پاس پورٹ بنوانے کے لیے جو بین الاقوامی سفر کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ تصویر ذوق و شوق، نمائش اور گھر میں اویزاں کرنے کی غرض سے نہیں ہوتی، لہٰذا اس کی گنجائش ہے۔

احادیث باب سے ثابت ہونے والے مسائل:

احادیث باب سے نمایاں طور پر ثابت ہونے والے چند مسائل درج ذیل ہیں:

☆ تصویر سازی اور تصویر کو گھر میں رکھنا دونوں امور حرام ہیں۔

☆ تصاویر والے کپڑے کا استعمال کرنا حرام ہے۔

☆ تصویر ساز کو طویل عرصہ تک جہنم میں سزا دی جائے گی۔

☆ تصویر ساز نے جو تصویر تیار کی ہوگی، اس میں جان پیدا کی جائے گی، جو دوزخ میں اسے سزا دے گی۔

(مشکوٰۃ رقم الحدیث ۴۴۹۸)

☆ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے۔ (مشکوٰۃ رقم الحدیث ۴۴۹۸)

☆ جس شخص نے کوئی تصویر بنائی ہوگی، اللہ تعالیٰ اسے اس میں روح پھونکنے تک دوزخ میں عذاب دے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

☆ تصویر ساز آخرت میں دائمی عذاب کا شکار ہوگا، جس سے نجات ملنا مشکل ہوگی۔

☆ تصویر سازی اور تصویر بنوانا دونوں برابر کے جرم ہیں اور دونوں کو برابر کی سزا بھگتنا ہوگی۔

نوٹ: جس طرح تصویر بنانا اور بنوانا حرام ہے اسی طرح اس کی کمائی بھی حرام ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخِضَابِ

باب 18: خضاب کا حکم

1674 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُوْدِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِىْ ذَرٍّ وَّاَنَسٍ وَّاَبِىْ رِمْثَةَ وَالْجَهْدَمَةِ وَاَبِى الطُّفَيْلِ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَاَبِىْ جُحَيْفَةَ وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بڑھاپے کو (یعنی سفید بالوں کو خضاب کے ذریعے) تبدیل کر دو اور یہودیوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو (کیونکہ وہ سفید بال رکھتے ہیں)

اس بارے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ، حضرت جہدمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

1675 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْاَجْلَحِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِى الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْاَسْوَدِ الدِّيْلِيُّ اسْمُهُ ظَالِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سُفْيَانَ

1675- اخرجه ابوداؤد (85/4) كتاب الترجل' باب: في الخضاب' حديث (4205) والنسائي (139/8) كتاب الزينة' باب: الخضاب' بالحناء' والكتم' حديث (5078'5079'5080) وابن ماجه (1196/2) كتاب اللباس' باب: الخضاب بالحناء' حديث (3622) واحمد (147/5'150'154'156'169) من طريق عبد الله بن بريدة الاسلمي' عن ابي الاسود' فذكره.

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سب سے بہترین چیز جس کے ذریعے تم اپنے سفید بالوں کو تبدیل کرو' وہ مہندی اور نیل کے پتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابواسود دیلی نامی راوی کا نام ظالم بن عمرو بن سفیان ہے۔

شرح

بالوں کو خضاب لگانا

اگر سر اور داڑھی کے بال سفید ہو جائیں تو خضاب لگانا جائز ہے۔ مرد اپنے سر اور داڑھی کے بالوں میں خضاب لگا سکتا ہے لیکن ہاتھ اور پاؤں کو خضاب نہیں لگا سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود و انصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت کرو یعنی خضاب لگاؤ۔ (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث ۴۴۳۲)

عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کے لیے ہاتھوں اور پاؤں کو خضاب لگانا خواہ مہندی کا ہو، حرام ہے۔ ایک روایت میں موجود ہے کہ ایک ہجڑا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا جس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو خضاب لگا رکھا تھا، آپ نے اس کی وجہ دریافت کی تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کی غرض سے خضاب لگایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کی طرف سے اجازت ہو تو ہم اسے قتل کر دیں؟ آپ نے جواب دیا: مجھے اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ میں کسی نمازی کو قتل کروں۔ (سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۳۲۶)

شادی شدہ عورت اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر خضاب لگا سکتی ہے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے اپنا ہاتھ دراز کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط پیش کرنے کی کوشش کی تو آپ نے اپنا دستِ اقدس پیچھے کھینچ لیا اور فرمایا: مجھے کیا علم کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ عورت کا ہاتھ ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تو عورت ہوتی تو تیرے ناخنوں پر مہندی کا رنگ موجود ہوتا۔ (سنن نسائی)

اگر شوہر کو مہندی کے خضاب کی بو ناپسند ہو تو عورت مہندی کا خضاب نہیں لگا سکتی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مہندی کے خضاب کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے جواب دیا: اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی' کیونکہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بو ناپسند تھی۔

مرد کے لیے سیاہ خضاب کے علاوہ ہر خضاب جائز ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے گئے تو ان کی داڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کسی چیز کے ساتھ بدل دو یعنی اسے خضاب کر دو۔ مرد کے لیے سیاہ خضاب حرام ہے لیکن مجاہد کے لیے جائز ہے' تاکہ دشمن کا مقابلہ کرتے وقت اس کی نظروں میں نوجوان اور طاقتور محسوس ہو۔

مرد کے لیے بہترین خضاب سرخ سیاہی مائل ہے۔ ایسا خضاب خصوصی مہندی یا کتم یا دونوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کتم ایک پودا کا نام ہے، جس کے بیج سے ماضی بعید میں لوگ تحریر کے لیے روشنائی تیار کرتے تھے۔

سوال: کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بالوں کو خضاب لگایا تھا یا نہیں؟

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بالوں کو کبھی خضاب نہیں لگایا تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی مبارک کے کل سترہ یا انیس بال سفید تھے لہٰذا آپ کو اس کی ضرورت نہیں تھی۔ تاہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خضاب لگایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خضاب لگانے کی ترغیب بھی دی تھی۔ علاوہ ازیں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "عليكم بسنّتي وسنة خلفاء راشدين" ۔ کے مطابق خضاب لگانا سنت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجُمَّةِ وَاتِّخَاذِ الشَّعَرِ

باب 19: لمبے بال رکھنا اور بال بڑھانا

1676 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً لَّيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ حَسَنَ الْجِسْمِ اَسْمَرَ اللَّوْنِ وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَّلَا سَبْطٍ اِذَا مَشٰى يَتَوَكَّاُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَالْبَرَاءِ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ وَّوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّاُمِّ هَانِئٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ حُمَيْدٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ درمیانے قد کے مالک تھے، نہ زیادہ طویل تھے، نہ زیادہ چھوٹے تھے، آپ خوبصورت جسم کے مالک تھے، گندمی رنگ کے مالک تھے، آپ کے بال نہ بالکل گھنگھریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے، جب آپ چلتے تھے، تو جھک کر چلتے تھے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

(یہ روایت غریب) اس سند کے حوالے سے ہے، جو حمید نامی راوی نے نقل کی ہے۔

1677 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَّكَانَ لَهٗ شَعْرٌ

1676- اخرجه ابوداؤد (4/266) كتاب الادب، باب: في هدي الرجل، حديث (4863) من طريق خالد (الطحان) عن حميد به.

فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ

وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ هٰذَا الْحَرْفَ وَكَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ

توضیح راوی: وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِى الزِّنَادِ ثِقَةٌ كَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يُوَثِّقُهٗ وَيَاْمُرُ بِالْكِتَابَةِ عَنْهُ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے آپ کے بال کانوں کی لو سے کچھ زیادہ لمبے تھے۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

یہ روایت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کئی سندوں سے منقول ہے: میں اور نبی اکرم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے تاہم ان راویوں نے اس میں اس جملے کا اضافہ نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے بال کانوں کی لو سے ذرا لمبے تھے۔

عبدالرحمٰن بن زناد نامی راوی نے اس بات کا اضافی تذکرہ کیا ہے اور وہ ثقہ ہیں اور حافظ ہیں۔

شرح

سر پر زلفیں رکھنا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کے حوالے سے مضمون گزشتہ صفحات پر گزر چکا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زلفیں تین قسم کی ہوسکتی ہیں:

جمّہ: کندھوں تک لٹکے ہوئے بالوں کو کہا جاتا ہے۔

وفرہ: کانوں کی لو تک لٹکے ہوئے بالوں کو کہا جاتا ہے۔

لمّہ: نصف گردن تک لٹکے ہوئے بالوں کو کہا جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی خوبیاں:

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار جسمانی محاسن و خصائص اور خوبیوں سے نوازا تھا، ان میں سے حدیث باب میں صرف پانچ بیان کی گئی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1677– اخرجه البخاری (455/1) كتاب الغسل' باب: تخليل الشعر' حديث (273)(400/10) كتاب اللباس' باب: ما وطیء من التصاوير' حديث (5956)' (317/13) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة' باب: ما ذكر النبی صلی الله عليه وسلم وحض علی اتفاق اهل العلم' وما اجتمع عليه الحرمان' حديث (7339) واحمد (192/6'/193'230'231) وابن خزيمة (1190/1) حديث (239) من طرق عن هشام بن عروة به.

۱-میانہ قد: قد کا زیادہ طویل ہونا یا زیادہ قصیر (پست) ہونا دونوں خامیاں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک ان خامیوں سے پاک اور میانہ تھا۔

۲-حسن الجسم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک خوبصورت اور قابل دید تھا۔

۳-أسمر اللون: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا رنگ گندمی تھا اور بقول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ابیض مشرب یعنی آپ کا رنگ مبارک سفید سرخی مائل تھا۔

بقول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ گندمی اور بقول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا رنگ مبارک سفید تھا، اس طرح تعارض ہوا؟ جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا جو حصہ کھلا رہتا تھا اس کا رنگ گندمی تھا اور جو حصہ کپڑے میں چھپا رہتا تھا، وہ سفید تھا۔ (۲) آپ کا جسم مبارک سفید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چونے کی طرح سفید نہیں تھا بلکہ اس میں سرخی شامل تھی جو گندمی رنگ کو ظاہر کرتی تھی۔

۴-بالوں کی خوبصورتی: لفظ: ''جوز'' سے مراد گھنگریالا پن، لفظ: ''سبط'' سے مراد ہے سیدھا ہونا۔ بالوں کا بالکل گھنگریالے ہونا خوبصورتی کے منافی ہے اور بالوں بالکل کا سیدھے ہونا بھی خوبی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک قدرے گھنگریالے اور قدرے سیدھے تھے جو حسن وخوبی کو ظاہر کرتے تھے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تمام خوبیوں کے جامع تھے جو دور سے دعوت نظارہ دیتے تھے۔

۵-لفظ: یَتَکَفَّأُ، صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مزید فیہ از باب تفعل ہے، جس کا معنیٰ ہے: سر جھکا کر چلنا، آگے کی طرف جھک کر چلنا۔ دوسری خوبیوں کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں یہ خوبی بھی رکھی ہوئی تھی کہ جب آپ چلتے تو پہلوانوں کی طرح اکڑ کر یا اترا کر ہرگز نہ چلتے بلکہ عجز وانکار سے اپنا سر اقدس آگے کو جھکا کر چلتے تھے، حتیٰ کہ دور سے دیکھنے والے محسوس کرتا کہ آپ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا

باب 20: روزانہ کنگھی کرنے کی ممانعت

1678 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ

متنِ حدیث: قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1678- اخرجه ابوداؤد (75/4) كتاب الرجل، حديث (4159) والنسائي (132/8) كتاب الزينة، باب: الترجل غبا، حديث (5055) واحمد (56/4) من طريق هشام بن حسان، عن الحسن، فذكره.

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

روزانہ تیل استعمال کرنا اور کنگھی پٹی کرنا

لفظ: ترجل، ثلاثی مزید فیہ از باب تفعل کا مصدر ہے، جس کا معنیٰ ہے: بالوں میں کنگھی کرنا، تیل کنگھی کرنا۔ لفظ غبا، ایک دن چھوڑ کر کوئی کام کرنا۔ یوں کہا جاتا ہے: غب الرجل فی الزیارۃ ، کسی شخص سے کبھی ملاقات کرنا۔ ایک مشہور حدیث ہے: زرغبا تزد دحبا ، ناغہ سے ملا کرو، ایسے محبت میں اضافہ ہوگا۔ مراد ہے دو تین دن کے وقفہ سے ملاقات کرنا، دو تین دن کے ناغہ سے ملنا۔ انسان مصروف ترین واقع ہوا ہے، اس کے کرنے کے لیے اتنے کام ہیں، جن کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا، کبھی وہ دین کا کام کرتا ہے کبھی دنیا کا، کبھی ذاتی کام کرتا ہے کبھی دوسرے کا اور شب و روز ہمہ وقت مصروف رہنے کے سبب اس کے پاس فضول کام کرنے کا وقت ہی نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ہدایت و تلقین کرتے ہوئے فرمایا: تم اپنے بالوں میں روزانہ کنگھی تیل نہ کرو، اس سے تین فوائد حاصل ہوں گے:

(۱) فضول کام سے وقت بچے گا جو کسی دینی کام میں صرف کیا جا سکتا ہے۔

(۲) تیل کی بچت ہوگی، جس سے مالی نقصان کا تحفظ ہوگا۔

(۳) ہمہ وقت بناؤ سنگھار میں رہنے کی وجہ سے انسان تکبر و غرور کا شکار بھی ہو سکتا ہے، اس سے بچاؤ ہوگا۔

☆ اگر سر یا داڑھی کے بال الجھ جائیں تو انہیں ٹھیک کرنے کے لیے تیل کنگھی کرنا درست ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِكْتِحَالِ

باب 21: سرمہ لگانا

1679 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ هُوَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اكْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1679- اخرجه ابن ماجه (1157/2) كتاب الطب، باب: من اكتحل وتراء حديث (3499) واحمد (354/1) وعبد بن حميد (199) حديث (573) من طريق عباد بن منصور، عن عكرمة، فذكره.

كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثَةً فِي هٰذِهٖ وَثَلَاثَةً فِي هٰذِهٖ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ نَحْوَهٗ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اثمد نامی سرمہ لگایا کرو کیونکہ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بالوں کو اگاتا ہے۔

راوی یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی ایک سرمہ دانی تھی جس کے ذریعے آپ ﷺ روزانہ رات کے وقت تین مرتبہ اس آنکھ میں اور تین مرتبہ اس آنکھ میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ان لفظوں کے اعتبار سے ہم اسے صرف عباد بن منصور کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اثمد'' نامی سرمہ لگاؤ کیونکہ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بالوں کو اگاتا ہے۔

شرح

روزانہ سرمہ لگانا:

آنکھ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے' اس کی بینائی اس سے بھی بڑی نعمت ہے۔ اس کی حفاظت کرنا اور اس کی بینائی کا تحفظ کرنا واجب ہے۔ آنکھوں میں باقاعدہ سرمہ لگانے سے آنکھوں کی بینائی بحال رہتی ہے اور مسنون بھی ہے۔ سرمہ کسی بھی وقت استعمال کیا جا سکتا ہے مگر رات کے وقت سونے سے قبل سرمہ لگانا زیادہ مفید ہے۔ اس لیے کہ رات بھر اس کی تاثیر باقی رہے گی اور آنکھوں کے مسامات میں سرایت کرتا رہے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی سرمہ لگایا کرتے تھے۔ آپ ''اثمد'' نامی سرمہ استعمال کرتے تھے جو سیاہ سرخی مائل ہوتا تھا۔ اس کے بہت سے فوائد ہیں، اور سب سے بڑا فائدہ آنکھوں کی صفائی، نظر کی بحالی اور روشنی کے اضافہ کے لیے اکسیر ہے۔ عصر حاضر میں یہ سرمہ نایاب ہے اور مدینہ طیبہ میں بھی اصل سرمہ دستیاب نہیں ہے۔ سرمہ کی سلائیوں کی تعداد کے حوالے سے روایات مختلف ہیں۔ بعض میں تین سلائیوں کا ذکر ہے اور بعض میں دو کا ذکر ہے۔ دونوں روایات میں تطبیق اور دونوں پر عمل کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں آنکھ میں تین اور بائیں میں دو سلائیاں

ڈالی جائیں۔ خورہ اصل سرمہ نایاب ہے مگر جو بھی سرمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی نیت سے استعمال کیا جائے اس سے مندرجہ بالا مقاصد حاصل ہوسکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالِاحْتِبَاءِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

باب 22: اشتمال صماء اور ایک کپڑے کو احتباء کے طور پر لپیٹنے کی ممانعت

1680 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاِسْكَنْدَرَانِيُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لِبْسَتَيْنِ الصَّمَّاءِ وَاَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ بِثَوْبِهٖ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهٖ مِنْهُ شَيْءٌ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ وَعَآئِشَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِيْ اُمَامَةَ

حکم حدیث: وَحَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دو طرح کے لباس پہننے سے منع کیا ہے ایک صماء اور دوسرا یہ کہ آدمی اپنے کپڑے کو اس طرح لپیٹے کہ اس کی شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔

شرح

دو طریقے سے کپڑا استعمال کی ممانعت

حدیث باب میں کپڑے کو دو طریقے سے استعمال کی ممانعت کی گئی ہے: (۱) لفظ: اللبسة کپڑا پہننے کا طریقہ اور اسلوب۔ لفظ: الصماء: مضبوط ٹھوس۔ صم الجسم: جسم کو ایک کپڑے میں بند کر لینا، بدن کو ٹھوس اور مضبوط کرنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کپڑے کو اپنے جسم پر اس طرح لپیٹ لینا کہ دونوں ہاتھ بھی اندر بند ہو جائیں۔ یہ صورت منع ہے۔ اس لیے کہ بعض اوقات ہاتھوں کے اچانک استعمال کی ضرورت پیش آسکتی ہے' جس وجہ سے نقصان کا بھی قوی امکان ہے۔ جیسے راستہ میں چلتے ہوئے پاؤں کو ٹھوکر لگے تو ہاتھوں سے زمین پر فوراً ٹیک لگانے کی ضرورت پیش آئے گی اور بندھے ہوئے ہاتھ استعمال نہ ہونے کی وجہ سے نقصان ہوسکتا

1680- اخرجه احمد (510،496/2) من طريق عن عبيد الله بن عمر.

ہے۔(۲)لفظ:الحبوۃ:سے مراد ہے کہ سرین پر بیٹھ کر دونوں رانوں کو دونوں پنڈلیوں سے ملا کر گھٹنے کھڑے کر لینا اور کپڑے سے دونوں ہاتھوں کو پنڈلیوں پر باندھ لینا جبکہ شرمگاہ پر کپڑا نہ ہو، کسی کے دھکا دینے یا نیند آنے سے آدمی گر جائے تو اس کا ننگا پن ظاہر ہو جائے۔حدیث باب میں اس صورت سے بھی منع کیا گیا ہے۔

فائدہ نافعہ:

پہلی صورت کی وجہ ممانعت جسمانی نقصان کا امکان ہے اور دوسری صورت کی وجہ ممانعت انسان کا ننگا پن ظاہر ہونا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مُوَاصَلَةِ الشَّعْرِ

باب23:مصنوعی بال لگانے کا حکم

1681 سندِ حدیث:حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ قَالَ نَافِعٌ الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَّمُعَاوِيَةَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مصنوعی بال لگانے والی اور مصنوعی بال لگوانے والی، جسم گودنے والی اور گدوانے والی خواتین پر لعنت بھیجی ہے۔

نافع نامی راوی بیان کرتے ہیں: گودنے کا تعلق مسوڑوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما' حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1681- اخرجه البخاری (387/10) کتاب اللباس' باب: وصل الشعر' حدیث (5937) واطرافه فی (5940' 5942' 5947) ومسلم (1677/3) کتاب اللباس والزینة' باب: تحریم فعل الواصلة والمستوصلة حدیث (2124/119) وابو داؤد (77/4) کتاب الترجل' باب: فی صلة الشعر' حدیث (4168) والنسائی (145/8) باب: المستوصلة' حدیث (5090)' (188/8) کتاب الزینة' باب: لعن اللّٰه الواشمة والمستوشمة' حدیث (5251) واحمد (21/2) من طریق نافع' فذکرہ.

شرح

مصنوعی بال لگانے کی مذمت:

وہ عورتیں جن کے بال چھوٹے ہوتے ہیں، وہ اپنی خوبصورتی میں اضافہ کرنے کے لیے مصنوعی بال لگوانے کی کوشش کرتی ہیں۔ حدیث باب میں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کر کے ان کی مذمت کی گئی ہے۔ حدیث باب میں چار عورتوں پر لعنت کی گئی ہے:

۱- واصلۃ: وہ عورت جو اپنے بالوں میں دوسرے انسان کے بال ملانے والی ہو۔

۲- مستوصلۃ: وہ عورت ہے جو اپنے بالوں میں دوسرے انسان کے بال ملوانے والی ہو۔ یاد رہے کہ پہلی صورت میں دکاندار عورت ہے جو ایسا دھندا کرتی ہے جبکہ دوسری صورت میں وہ گاہک عورت ہے جو معاوضہ دے کر اپنے بالوں میں دوسری کے بال ملواتی ہے۔

۳- واشمۃ: وہ عورت ہے جو جسم پر کسی کا نام وغیرہ گودنے والی ہے۔

۴- مستوشمۃ: وہ عورت ہے جو اپنا جسم گدواتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے: وشم الجلد یشم وشما ۔ سوئی سے جسم کو گود کر اس میں نیل یا سرمہ بھرنا۔

فائدہ نافعہ:

زمانہ جاہلیت میں خواتین اپنے حسن و جمال اور خوبصورتی میں اضافہ کے لیے بال ملانے کا دھندا کرتی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا، کیونکہ یہ احترام انسانیت کے منافی ہے کہ ایک انسان کے اجزاء دوسرے کا حصہ بنائے جائیں۔ شریعت میں دوسرے انسان کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ ملانے کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا ہے۔ تاہم اپنے بالوں کے ساتھ جانوروں کے بال ملانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رُكُوْبِ الْمَيَاثِرِ

باب 24: میاثر (ریشمی بچھونوں) پر سوار ہونا (یعنی بیٹھنا)

1682 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

1682- اخرجه البخاری (135/3) كتاب الجنائز' باب: الامر باتباع الجنائز' حديث (1239) اطرافه في (2445'5175'5635'5650'5838'5849 '5863'6222'6654) وفي الادب المفرد (932) ومسلم (1635/3) كتاب اللباس والزينة' باب: تحريم استعمال انا الذهب والفضة على الرجال والنساء حديث (2066/3) والنسائي (8/7) كتاب الايمان والنذور' باب: برار القسم' حديث (3778)' (201/8) كتاب الزينة' باب: النهي عن الثياب القسية' حديث (5309) وابن ماجه (683/1) كتا بالكفارات' باب: ابرار القسم' حديث (2115) واحمد (284/4'287'299) من طريق اشعث بن ابي الشعثاء عن معاوية بن سويد' فذكره.

متن حدیث: نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رُكُوْبِ الْمَيَاثِرِ قَالَ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّمُعَاوِيَةَ وَحَدِيْثُ الْبَرَاءِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ اَشْعَثَ ابْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ نَحْوَهُ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے میاثر پر سوار ہونے (یعنی ریشمی بچھونوں پر بیٹھنے) سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شعبہ نے اشعث بن ابوشعثاء کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے اور اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔

شرح

ریشمی کپڑے پر بیٹھنے کی ممانعت:

لفظ میثرة، وثر یثرو ثرة سے بنا ہے، جس کا معنی ہے: قدموں سے دبا کر کسی چیز کو نرم کرنا، ہموار کرنا، برابر کرنا۔ وثر، یوثر وثارة کا معنی ہے: ہموار ہونا، نرم ہونا۔ لفظ میثرة کا معنی ہے: ریشم یا دیبا سے مزین سواری۔ اہل عرب کے ہاں متعدد تکیے استعمال کیے جاتے تھے: (۱) سر کے نیچے رکھنے کے لیے، (۲) ٹیک لگا کر بیٹھنے کے لیے گاؤ تکیہ، (۳) بیٹھنے کے لیے استعمال ہونے والا تکیہ (۴) گھوڑے کی زین پر سواری کے لیے سجایا جانے والا تکیہ، اس تکیہ کو عربی زبان میں میثـــرة، کہا جاتا ہے۔ جس کی جمع میاثر، آتی ہے۔ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکیہ کے استعمال کے منع کر دیا تھا۔ علماء کرام نے اس تکیہ کے ممانعت کی متعدد وجوہات بیان کی ہیں: (۱) وہ تکیہ ریشم کا تھا۔ (۲) وہ سرخ تھا، (۳) وہ محض فضول تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فِرَاشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 25: نبی اکرم ﷺ کے بستر کا بیان

1683 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

متن حدیث: قَالَتْ اِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ اَدَمٌ حَشْوُهُ لِيفٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ حَفْصَةَ وَجَابِرٍ

1683- اخرجه مسلم (1650/3) كتاب اللباس والزينة' باب: التواضع في اللباس' والاقتصار على الغليظ منه واليسير' حديث (2082/38'37) وابو داؤد (71/4) كتاب اللباس' باب: في الفرش' حديث (4147'4146) وابن ماجه (1390/2) كتاب الزهد' باب: ضجاع آل محمد صلى الله عليه وسلم' حديث (4151) واحمد (48/6' 56' 73' 207' 212) وعبد بن حميد (436) حديث (1506) من طريق هشام بن عروة' عن ابيه' فذكره.

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کا وہ بستر جس پر آپ سویا کرتے تھے چمڑے کا بنا ہوا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک:

حدیث باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ آپ کے آرام فرمانے کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ لفظ لیفٌ: کا معنی عموماً ''چھال'' سے کیا جاتا ہے جو درست نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھال تو لکڑیوں کی شکل میں ہوتی ہے، وہ چمڑے میں بھر کر گدا نہیں بن سکتا۔ یہاں لفظ: لیفٌ۔ سے مراد ریشے ہیں۔ ناریل اور کھجور کے پتوں کی جڑوں سے متصل جھلی ہوتی ہے جو خشک ہو جانے کے بعد از خود زمین پر گر جاتی ہے۔ خشک جھلی کو کوٹ کر اسے ریشے میں تبدیل کیا جاتا تھا جسے لوگ تکیوں اور گدوں میں بھرتے تھے۔ اسے لمبائی میں کوٹ کر اس سے لگام یا رسی تیار کی جاتی تھی۔

دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک بوریے اور ٹاٹ کا تھا جس پر آپ محو استراحت ہوتے تھے۔ آپ کا بستر مبارک دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ اجازت عنایت فرمائیں تو آپ کے لیے نرم و آرام دہ بستر پیش کر دیں؟ آپ کا جواب یہ تھا: مجھے دنیا کی راحت و آرام سے کیا تعلق ہے! میں تو اس مسافر کی طرح ہوں جو دوران سفر کسی درخت کے سایہ میں تھوڑا سا آرام کرتا ہے، تو پھر اپنا سفر شروع کر دیتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک انصاری خاتون نے نہایت عقیدت و محبت سے بستر تیار کیا جس میں اون بھری ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے وہ بستر واپس کرتے ہوئے فرمایا: قسم بخدا! اگر میں پسند کروں تو اللہ تعالیٰ نے سونے اور چاندی کے پہاڑ میرے پاس بھیج دے''۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بوریے پر آرام کرتے ہوئے ملاحظہ کیا اور آپ کے جسم مبارک پر نشانات بھی نمایاں تھے۔ انہوں نے روتے ہوئے عرض کیا، یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ تو ریشم اور مخمل کے گدوں پر آرام کریں جبکہ آپ بوریے پر! آپ نے جواب میں فرمایا: ''یہ چیزیں دنیا میں ان کے لیے ہیں اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں''۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقُمُصِ

باب 26: قمیص کا بیان

1684 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ تُمَيْلَةَ وَالْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى وَزَيْدُ بْنُ حُبَابٍ

عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ تَفَرَّدَ بِهِ وَهُوَ مَرْوَزِيٌّ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي تُمَيْلَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ

◆◆ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کے نزدیک پسندیدہ ترین لباس قمیص تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف عبدالمؤمن بن خالد کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں' اسے نقل کرنے میں وہ منفرد ہیں یہ صاحب مروزی ہیں۔

بعض راویوں نے اس روایت کو ابوتمیلہ کے حوالے سے' عبدالمؤمن بن خالد کے حوالے سے' عبداللہ بن بریدہ کے حوالے سے' ان کی والدہ کے حوالے سے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

1685 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ تُمَيْلَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ يَقُولُ حَدِيثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَصَحُّ وَإِنَّمَا يُذْكَرُ فِيهِ أَبُوْ تُمَيْلَةَ عَنْ أُمِّهِ

◆◆ عبداللہ بن بریدہ اپنی والدہ کے حوالے سے' سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے نزدیک پسندیدہ لباس قمیص تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری کو یہ فرماتے ہوئے سنا: عبداللہ بن بریدہ کی اپنی والدہ کے حوالے سے' سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایت زیادہ مستند ہے۔

اس روایت کی سند میں ابوتمیلہ کے اپنی والدہ کے حوالے سے روایت نقل کرنے کا بھی تذکرہ ہے۔

1686 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

1684- اخرجه ابوداؤد (43/4) كتاب اللباس' باب: ما جاء في القميص' حديث (4026'4052) وابن ماجه (1183/2) كتاب اللباس' باب: لبس القميص' حديث (3575) واحمد (317/6) وعبد بن حميد (444) حديث (1540) من طريق عبد الله بن بريدة' عن أم سلمة' فذكره' ليس فيه' عن امه.

متن حدیث: كَانَ اَحَبَّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ

◆◆ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کا پسندیدہ لباس قمیص تھا۔

1687 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيُّ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ

متن حدیث: كَانَ كُمُّ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّسْغِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سیّدہ اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کی قمیص کے بازو آپ کی کلائی تک تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

1688 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَبِسَ قَمِيصًا بَدَاَ بِمَيَامِنِهِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَوْقُوفًا وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهُ غَيْرَ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب قمیص پہنتے تھے' تو دائیں طرف سے پہننا شروع کرتے تھے۔

کئی راویوں نے اس روایت کو شعبہ کے حوالے سے اسی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اسے ''موقوف'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق صرف عبدالصمد نامی راوی نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا مبارک:

لفظ قمیص' قمیص کی جمع ہے' جس کا معنی ہے: کرتا۔ قدیم زمانہ کی طرح دورِ رسالت میں بھی سلے ہوئے کپڑوں کا عام رواج نہیں تھا۔ دو چادریں استعمال کی جاتی تھیں جن میں سے ایک بطور تہبند اور دوسری جسم کے اوپر والے حصہ کو چھپانے کے لیے اوڑھی جاتی تھی۔ تاہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتا بہت پسند تھا' کیونکہ اس میں خوبصورتی ہے اور اس کے چپٹ جانے کی وجہ سے جسم

1687- اخرجه ابوداؤد (43/4) كتاب اللباس' ما جاء في القميص' حديث (4027) من طريق شهر بن حوشب' فذكره.
1688- اخرجه النسائي في الكبرى (482/5) رقم (9669)

اچھی طرح چھپ بھی جاتا ہے۔ کرتا استعمال کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اپنا دایاں بازو آستین میں ڈالتے تھے اور پھر بایاں بازو آستین میں داخل کرتے تھے، کیونکہ دائیں کو بائیں پر فضیلت حاصل ہے۔ آستین کی طوالت پہنچے تک ہونی چاہیے اور زیادہ سے زیادہ انگلیوں تک ہو جبکہ اس سے زائد نہیں ہونی چاہیے۔

فائدہ نافعہ:

- سادہ اور آستینوں والا کرتا استعمال کرنا مسنون ہے۔ کالر اور کف والا کرتا خلاف سنت ہے، لہٰذا اس سے احتراز کیا جائے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا

باب 27: جب آدمی نیا کپڑا پہنے تو کیا پڑھے؟

1689 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيْدِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ عِمَامَةً اَوْ قَمِيصًا اَوْ رِدَاءً ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْنُسَ الْكُوْفِىُّ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِىُّ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ نَحْوَهُ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کوئی نیا لباس پہنتے تھے تو اس کا نام لیتے یعنی عمامہ یا قمیص یا تہبند اور پھر یہ دعا کرتے۔

"اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں تو نے ہی مجھے یہ پہننے کے لئے دیا ہے لہٰذا میں اس کی بھلائی اور جس بھلائی کے لئے اسے بنایا گیا ہے اس کا تجھ ہی سے طلبگار رہوں۔ اور اس کے شر اور جس شر کے لئے اسے بنایا گیا ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

ہشام نے قاسم بن مالک کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے جو جریری کے حوالے سے اسی کی مانند منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

1689- اخرجه ابوداؤد (4/41، 42) كتاب اللباس، حديث (4020، 4021، 4022) واحمد (3/30، 50) وعبد بن حميد (278) حديث (882) من طريق سعيد بن اياس الجريري، عن ابى نضرة، فذكره.

شرح

نیا کپڑا پہنتے وقت دعا کرنا:

اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتوں میں سے ایک کپڑا ہے، کپڑا پہنتے وقت یا استعمال میں لاتے وقت اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہیے اور دعا کرنی چاہیے۔ حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب بھی کوئی کپڑا زیب تن کیا جائے مثلاً عمامہ، کرتا، شلوار، تہبند، بنیان اور ٹوپی وغیرہ تو بطور شکر یہ دعا کی جائے: اللهم لك الحمد انت كسوتنيه، أسالك خيره وخير ماصنع له، واعوذبك من شره وشر ماصنع له ۔ (اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو نے مجھے کپڑا پہنایا ہے میں تجھ سے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور جس بھلائی کے لیے یہ تیار کیا گیا ہے۔ میں تجھ سے اس کے شر اور جس کے لیے یہ تیار کیا گیا ہے کے شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں)۔ یاد رہے کہ دعا کا آغاز کرنے سے قبل اس کپڑے کا نام لیا جائے۔ مثلاً هذه عمامة یا هذا رداء یا هذا قميص یا هذه قلنسوة وغیرہ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي لُبْسِ الْجُبَّةِ وَالْخُفَّيْنِ

باب 28: جبہ اور موزے پہننا

1690 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ اَبِى اِسْحٰقَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُومِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی جبہ پہنا تھا، جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1691 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِى زَائِدَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِى اِسْحٰقَ هُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ

1690– اخرجه مالك فى المؤطا (1/35) كتاب الطهارة' باب: ما جاء فى المسح على الخفين' حديث (41) والبخارى (1/342-343) كتاب الوضوء' باب: الرجل يوضىء صاحبه' حديث (182) اطرافه فى (203'206'363' 388' 2918' 4421' 5798'5799) مطولا' ومسلم (2/168'169' نووى) كتاب الطهارة' باب: المسح على الخفين' حديث (75'76'77'78'79'80/274) مطولاً وابو داؤد (1/37'38) كتاب الطهارة' باب: لسح على الخفين' حديث (149'151) والنسائى (1/63) كتاب الطهارة' باب: صفة الوضوء' غسل الكفين' حديث (82) مطولا' واحمد (4/249' 251' 254' 255) وابن خزيمة (9/63) حديث (1642) مطولاً والدارمى (1/181) كتاب الصلوٰة' باب: المسح على الخفين (1/307) كتاب الصلوٰة' باب: السنة فمن سبق ببعض الصلوٰة بروايات مختلفة' وعبد بن حميد (152) حديث (397) من طريق مالك' عن ابن شهاب' عن عباد بن زياد من ولد المغيرة بن شعبة' عن ابيه' عن المغيرة بن شعبة' فذكره۔

متن حدیث: قَالَ قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اَهْدٰى دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ فَلَبِسَهُمَا

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَالَ اِسْرَآئِيْلُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ وَجُبَّةً فَلَبِسَهُمَا حَتّٰى تَخَرَّقَا لَا يَدْرِى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذَكِيٌّ هُمَا اَمْ لَا

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ اِسْحٰقَ اسْمُهٗ سُلَيْمَانُ وَالْحَسَنُ بْنُ عَيَّاشٍ هُوَ اَخُو اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دو موزے تحفے کے طور پر پیش کئے' نبی اکرم ﷺ نے انہیں پہن لیا۔

اسرائیل نامی راوی نے جابر کے حوالے سے' عامر کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے: ایک جبہ بھی بھیجا تھا' نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو پہن لیا' یہاں تک کہ وہ دونوں پھٹ گئے راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کو یہ پتہ نہیں تھا: جس جانور کے چمڑے سے وہ موزے بنائے گئے ہیں' اسے شرعی طور پر ذبح کیا گیا تھا کہ نہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابواسحٰق نامی راوی کا نام سلیمان ہے۔

حسن بن عیاش نامی راوی ابوبکر بن عیاش کے بھائی ہیں۔

شرح

جبہ اور موزے پہننا:

کرتے کی اعلیٰ شکل کو جبہ کہا جاتا ہے۔ غزوہ تبوک کے سفر کے دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی ساخت کا جبہ زیب تن کیا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ حضرت مغیر بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرانے کی سعادت حاصل کی تو جبہ کی آستینیں تنگ ہونے کے سبب اوپر نہ چڑھ سکیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آستینوں سے اپنے ہاتھ باہر نکال کر دھوئے۔

ایک دفعہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چمڑے کا جبہ اور دو موزے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیے۔ آپ انہیں مسلسل استعمال کرتے رہے حتیٰ کہ وہ پھٹ گئے تھے۔ آپ نے موزوں کے چمڑے کے بارے میں تحقیق نہ کی کہ وہ مذبوحہ جانور کے چمڑے سے تیار کیے گئے تھے یا مردار جانور کے چمڑے سے کیونکہ دباغت دینے سے ہر چمڑہ پاک ہو جاتا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جبہ کی قیمت دو ہزار دینار یعنی بیس ہزار درہم تھی۔ آپ کا معمول ایسا قیمتی جبہ یا کپڑا

استعمال کرنے کا نہیں تھا۔ تاہم اس موقع پر آپ نے اتفاقیہ جبہ بیان جواز کے لیے زیب تن فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر ہمارے لیے سہولت او جواز کا راستہ نکال دیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی شَدِّ الْاَسْنَانِ بِالذَّهَبِ

باب 29: دانتوں کو سونے کے ذریعے باندھنا

1692 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ هَاشِمِ بْنِ الْبَرِیْدِ وَاَبُوْ سَعْدٍ الصَّغَانِیُّ عَنْ اَبِی الْاَشْهَبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ عَرْفَجَةَ بْنِ اَسْعَدَ

متنِ حدیث: قَالَ اُصِیبَ اَنْفِی یَوْمَ الْكُلَابِ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَاتَّخَذْتُ اَنْفًا مِنْ وَّرِقٍ فَاَنْتَنَ عَلَیَّ فَاَمَرَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَّخِذَ اَنْفًا مِّنْ ذَهَبٍ

اسنادِدیگر: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا الرَّبِیْعُ بْنُ بَدْرٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ یَزِیْدَ الْوَاسِطِیُّ عَنْ اَبِی الْاَشْهَبِ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِیْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ طَرَفَةَ

اسنادِدیگر: وَقَدْ رَوٰی سَلْمُ بْنُ زَرِیْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ نَحْوَ حَدِیْثِ اَبِی الْاَشْهَبِ وَقَدْ رَوٰی غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ شَدُّوا اَسْنَانَهُمْ بِالذَّهَبِ وَفِی الْحَدِیْثِ حُجَّةٌ لَّهُمْ

توضیح راوی: وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ سَلْمُ بْنُ زَرِیْنٍ وَّهُوَ وَهْمٌ وَّزَرِیْرٌ اَصَحُّ وَاَبُوْ سَعْدٍ الصَّغَانِیُّ اسْمُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُیَسَّرٍ

◆◆ حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں جنگ کلاب کے دن میری ناک کٹ گئی تو میں نے چاندی کی ناک بنوالی پھر اس میں سے مجھے بو آنے لگی تو نبی اکرم ﷺ نے ہدایت کی کہ میں سونے کی ناک بنوالوں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف عبدالرحمٰن بن طرفہ کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

سلم بن زریر نے اسے عبدالرحمٰن بن طرفہ کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے جیسے ابواشہب نے عبدالرحمٰن بن طرفہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

کئی اہل علم کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے سونے کے دانت لگوائے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں ان حضرات کی دلیل موجود ہے۔

1692- اخرجه ابوداؤد (92/4) كتاب الخاتم، باب: ما جاء فی ربط الاسنان بالذهب، حدیث (4232، 4233، 4234) والنسائی (164/8) كتاب الزینة، باب: ما اصیب انفه، هل یتخذ انفا من ذهب، حدیث (5161) باب: الرخصة فی خاتم الذهب للرجال، حدیث (5163) واخرجه احمد (342/4)، (23/5) وعبد اللّٰه بن احمد فی زوائده علی المسند (23/5)

ابن مہدی بیان کرتے ہیں: (جن راویوں نے) سلم بن زرین لفظ نقل کیا ہے یہ وہم ہے لفظ: ''زریر'' درست ہے۔
ابوسعد صغانی کا نام محمد بن میسر ہے۔

شرح

سونے کے تار سے دانتوں کو باندھنے کا شرعی حکم:

یہ مسئلہ گزشتہ ابواب کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ مرد کے لیے سونا کا استعمال حرام ہے، تاہم ضرورت کے تحت اس کا استعمال درست ہے۔ جنگ کُلاب کے موقع پر حضرت عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناک کٹ گئی تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی تھی۔ اس میں بدبو پیدا ہو جاتی تھی جو پریشانی کا سبب بنتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے انہوں نے سونے کی ناک بنوائی تھی۔ اس طرح بعض اسلاف یعنی صحابہ اور تابعین نے سونے کے تاروں سے اپنے دانت بندھوائے تھے اور دانتوں پر سونے کے خول بھی چڑھوائے تھے۔ حدیث باب سے عیاں ہے بلکہ اس میں صراحت ہے کہ کسی مجبوری کی بناء پر قدرے ضرورت مرد کے لیے سونے کا استعمال جائز ہے۔ حدیث باب کا واقعہ خواہ خاص ہے لیکن اس کا حکم خاص نہیں ہے، بلکہ عام ہے اور تعامل اسلاف سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ

باب 30: درندوں کی کھال استعمال کرنا

1693 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ اَنْ تُفْتَرَشَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ

اختلافِ روایت: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ اَنَّهُ كَرِهَ جُلُوْدَ السِّبَاعِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا قَالَ عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ غَيْرَ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

693- اخرجه ابوداؤد (69/4) كتاب اللباس' باب: في جلود النور والسباع' حديث (4132) والنسائي (176/7) كتاب الفرع والعتيرة' باب: النهي عن الانتفاع بجلود السباع' حديث (4253) والدارمي (85/2) كتاب الاضاحي' باب: النهي عن لبس جلود السباع۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ وَهٰذَا اَصَحُّ

◄► ابوالملیح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے درندوں کی کھال کو بچھونے کے طور پر استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

حضرت ابوالملیح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے درندوں کی کھال استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے درندوں کی کھال استعمال کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سعید بن ابوعروبہ نامی راوی کے علاوہ اور کسی نے اس روایت کو ابوالملیح کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نقل نہیں کیا۔

حضرت ابوالملیح نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے درندوں کی کھال استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

درندوں کی کھالوں کے استعمال کی ممانعت:

یہ مضمون پہلے بھی گزر چکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ درندوں کی کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں لیکن جس طرح اشیاء خوردنی کا انسانی مزاج پر اثر پڑتا ہے، اسی طرح بچھانے، اوڑھنے اور پہننے والی اشیاء کا بھی انسانی طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے درندوں کی کھال سے بچھونے، ٹوپی اور صدری وغیرہ بنوا کر استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے استعمال سے انسان میں درندگی کی صفات پیدا ہونے کا بھی امکان ہوتا ہے، لہٰذا ان سے منع کر دیا گیا۔ تاہم گھر کی دیواروں پر زیب وزینت اور خوبصورتی کی غرض سے انہیں لٹکانے کی اجازت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ نَعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 31: نبی اکرم ﷺ کے نعلین شریفین کا بیان

1694 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمَا قِبَالَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► قتادہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے نعلین کیسے تھے؟ تو

1694- اخرجه البخاری (324/10) کتاب اللباس، باب: قبالان فی نعل، من رای قبالاً واحداً وسعاً، حدیث (5857) وابو داؤد (69/4) کتاب اللباس، باب: فی الانتعال، حدیث (3134) والنسائی (217/8) کتاب الزینة، باب: صفة نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث (5369) وابن ماجه (1194/2) کتاب اللباس، باب: صفة النعال، حدیث (3615) واخرجه احمد (122/3، 203، 245، 269) عن همام بن یحییٰ، عن قتادة، عن انس بن مالك به.

انہوں نے بتایا: ان کے دو تسمے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1695 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ نَعْلَاهُ لَهُمَا قِبَالَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے نعلین کے دو تسمے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین کی نوعیت:

زمانہ قدیم کی طرح دورِ رسالت میں بھی عموماً لوگ بغیر جوتے کے چلتے پھرتے تھے، یہ صورت حال خواتین و حضرات سب کی تھی۔ تاہم اہل ثروت اور متمول لوگ جوتا استعمال کرتے تھے، جوتے بالوں کے بنے ہوئے ہوتے تھے جن کی صفائی کا بھی اہتمام نہیں تھا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین بغیر بالوں اور عمدہ نوعیت کے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بغیر بالوں کے نعلین استعمال میں لاتے تھے۔ ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین بھی اسی نوعیت کے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تلامذہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین کی زیارت کرائی جو بغیر بالوں کے تھے۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین کو دو، دو تسمے لگے ہوئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین جیسے نعلین استعمال کرتے تھے۔

فائدہ نافعہ:

شعائر اسلام اور مقامات مقدسہ کی نقول و تصاویر مثلاً کعبہ معظمہ، قرآن کریم، روضہ رسول، مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام ازبس ضروری ہے۔ ان کا مساجد، لائبریریوں، دکانوں اور گھروں میں اویزاں کرنا باعث خیر و برکت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ: وہ جائے نماز جس پر کعبہ معظمہ یا قرآن کریم یا روضہ رسول کی تصویر ہو، اس پر کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ آداب کے خلاف ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ الْوَاحِدَةِ

باب 32: ایک جوتا پہن کر چلنا مکروہ ہے

1696 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ ح وحَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَمْشِي اَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ لِّيَنْعِلْهُمَا جَمِيْعًا اَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيْعًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے یا تو دونوں کو پہن لے یا دونوں کو اتار دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت:

ہر کام کا ایک طریقہ اور انداز ہوتا ہے، اگر اسے اس انداز سے ہٹ کر انجام دیا جائے یا کیا جائے تو وہ بے ڈھنگا طریقہ کہلاتا ہے، جس سے احتراز ضروری ہے۔ حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ دونوں جوتے پہن کر یا دونوں اتار کر چلا جائے مگر ایک جوتا اتار کر اور ایک پہن کر چلنے سے منع کیا گیا ہے۔

فائدہ نافعہ:

کسی مجبوری کی وجہ سے ایک جوتا پہن کر چلنا بھی جائز ہے۔ مثلاً ایک جوتا صحن کے ایک کنارے پر اور دوسرا دوسرے کنارے پر ہے، تو ایک جوتا پہن کر دوسرے جوتے تک جانا یا ایک پاؤں کٹ ہوا ہو جبکہ دوسرا سالم ہو یا ایک پاؤں زخمی ہو اور دوسرا صحیح ہو وغیرہ صورتوں میں۔

1696- اخرجه مالك (916/2) كتاب اللباس، باب: ما جاء في الانتعال، حديث (14) والبخاري (322/10) كتاب اللباس باب: لا يمشي في نعل واحده، حديث (5855) ومسلم (1660/3) كتاب اللباس والزينة، باب: استحباب: لبس

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِيَةِ اَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ وَهُوَ قَائِمٌ

باب 33: کھڑے ہوکر جوتا پہننا مکروہ ہے

1697 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ اَبِیْ عَمَّارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ وَهُوَ قَائِمٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّرَوٰی عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّیُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ وَّكِلَا الْحَدِيْثَيْنِ لَا يَصِحُّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَالْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْحَافِظِ وَلَا نَعْرِفُ لِحَدِيْثِ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَصْلًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر جوتا پہنے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

عبیداللہ بن عمرو الرقی نامی راوی نے اس روایت کو معمر کے حوالے سے' قتادہ کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

محدثین کے نزدیک یہ دونوں روایات مستند نہیں ہیں۔

حارث بن نبہان محدثین کے نزدیک حافظ نہیں تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جبکہ قتادہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کردہ روایت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

1698 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ السِّمْنَانِیُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الرَّقِّیُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّیُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ وَهُوَ قَائِمٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ وَلَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَلَا حَدِيْثُ مَعْمَرٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ اَبِیْ عَمَّارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر جوتا پہنے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ روایت مستند نہیں ہے اور نہ ہی معمر کی وہ روایت مستند ہے' جو انہوں نے عمار بن ابو عمار کے

حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

شرح

کھڑے ہوکر جوتا پہننے کی ممانعت:

احادیث باب میں کھڑے ہوکر جوتا پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ ان روایات کا مصداق یہ ہے کہ جب کھڑے ہوکر جوتا پہننے سے گرنے کا امکان ہو تو بیٹھ کر جوتا پہنا جائے ورنہ کھڑے ہوکر جوتا پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ کراہت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ الْوَاحِدَةِ

باب 34: ایک جوتا پہن کر چلنے کی اجازت

1699 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِيُّ كُوْفِيٌّ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ الْبَجَلِيُّ الْكُوْفِيُّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: رُبَّمَا مَشَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بعض اوقات نبی اکرم ﷺ ایک جوتا پہن کر چلا کرتے تھے۔

1700 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

آثارِ صحابہ: اَنَّهَا مَشَتْ بِنَعْلٍ وَّاحِدَةٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ مَوْقُوْفًا وَّهٰذَا اَصَحُّ

◆◆ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ ایک جوتا پہن کر چلتی تھیں۔

یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر راویوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم کے حوالے سے اس روایت کو "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے اور یہی درست ہے۔

شرح

ایک جوتا پہن کر چلنے کی اجازت:

گزشتہ سے پیوستہ حدیث باب میں ایک جوتا پہن کر چلنے سے منع کیا گیا تھا اور زیر بحث باب کی احادیث سے اس کا جواز

ثابت ہوتا ہے۔ دونوں ابواب کی متعارض روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلے باب کی روایت میں اصل مسئلہ بیان کیا گیا ہے لیکن زیر بحث باب کی روایات مجبوری پر محمول ہیں یا بیان جواز پر، لہٰذا تعارض باقی نہ رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ بِاَيِّ رِجْلٍ يَّبْدَاُ اِذَا انْتَعَلَ

باب 35: آدمی جوتا پہنتے ہوئے کون سے پاؤں میں پہلے پہنے؟

1701 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِالْيَمِيْنِ وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَاْ بِالشِّمَالِ فَلْتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کسی شخص نے جوتا پہننا ہو تو دائیں پاؤں میں پہلے پہنے اور جب جوتا اتارنا ہو تو بائیں پاؤں سے پہلے اتارے دایاں پاؤں پہنتے ہوئے پہلے ہو اور اتارتے ہوئے بعد میں ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

جوتا پہننے اور اتارنے کا مسنون طریقہ:

حدیث باب میں جوتے پہننے اور اتارنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ جوتے پہنتے وقت پہلے دایاں پاؤں جوتے میں داخل کیا جائے پھر بایاں پاؤں داخل کیا جائے، جوتے اتارتے وقت اس کا عکس کیا جائے یعنی پہلے بایاں پاؤں جوتے سے باہر نکالا جائے پھر بایاں پاؤں جوتے سے نکالا جائے۔ اس ترتیب کی وجہ یہ ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت حاصل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَرْقِيعِ الثَّوْبِ

باب 36: کپڑوں میں پیوند لگانا

1701- اخرجه مالك (916/2) كتاب اللباس' باب: ما جاء في الانتعال' حديث (15) والبخاري (324/10) كتاب اللباس' باب: ينزع نعله اليسرى' حديث (5856) ومسلم (1660/3) كتاب اللباس والزينة' باب: استحباب لبس النعل في اليمنى اولا والخلع من اليسرى اولا' وكراهة المشي في نعل واحدة حديث (2097/67) وابو داؤد (70/4) كتاب اللباس' باب: في الانتعال' حديث (4139) واخرجه احمد (245/2) والحميدي (480/2) حديث (1135)

1702 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ وَاَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَدْتِ اللُّحُوقَ بِيْ فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَاِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْاَغْنِيَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِي ثَوْبًا حَتّٰى تُرَقِّعِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ صَالِحِ بْنِ حَسَّانَ

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ صَالِحُ بْنُ حَسَّانَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَصَالِحُ بْنُ اَبِيْ حَسَّانَ الَّذِيْ رَوٰى عَنْهُ ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ ثِقَةٌ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ وَاِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْاَغْنِيَاءِ عَلٰى نَحْوِ مَا رُوِيَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

حدیثِ دیگر: مَنْ رَاٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْخَلْقِ وَالرِّزْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ مِمَّنْ فُضِّلَ هُوَ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ اَجْدَرُ اَنْ لَّا يَزْدَرِيَ نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ

وَيُرْوٰى عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ صَحِبْتُ الْاَغْنِيَاءَ فَلَمْ اَرَ اَحَدًا اَكْبَرَ هَمًّا مِّنِّيْ اَرٰى دَابَّةً خَيْرًا مِّنْ دَابَّتِيْ وَثَوْبًا خَيْرًا مِّنْ ثَوْبِيْ وَصَحِبْتُ الْفُقَرَاءَ فَاسْتَرَحْتُ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اگر تم (آخرت میں) میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو' تو تمہارے لئے دنیا اتنی ہی کافی ہوگی' جتنا سفر کا زادِ راہ ہوتا ہے اور خوشحال لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز کرنا اور کسی بھی کپڑے کو پہننا اس وقت تک نہ چھوڑنا جب تک اس میں پیوند نہ لگا لو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف صالح بن حسان کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' صالح بن حسان منکر الحدیث ہیں۔

صالح بن ابوحسان نامی وہ راوی جن کے حوالے سے ابن ابی ذئب نے احادیث نقل کی ہیں وہ ثقہ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ خوشحال لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے بچنا اس کی مانند وہ روایت ہے' جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے' آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی ایسے شخص کو دیکھے کہ ظاہری شکل وصورت اور رزق کے حوالے سے اسے اس پر فضیلت دی گئی ہو' تو وہ اپنے سے نچلے طبقے کے اس شخص کو بھی دیکھ لے جس پر اسے فضیلت دی گئی ہے' کیونکہ یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو حقیر نہیں سمجھے گا''۔

عون بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: میں پہلے خوشحال لوگوں کے ساتھ رہا اور میں نے ان میں سب سے زیادہ غمگین اپنے آپ کو پایا کیونکہ میں یہی سمجھتا تھا کہ اس کا جانور میرے جانور سے بہتر ہے اور اس کا لباس میرے لباس سے بہتر ہے' پھر میں نے غریبوں کی

صحبت اختیار کی تو اس سے مجھے راحت حاصل ہوئی۔

شرح

کپڑوں کو پیوند لگانا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رفیقہ حیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تین وصیتیں فرمائیں جن پر انہوں نے مکمل طور پر عمل کر کے دکھا دیا ان وصایا کی تفصیل بالترتیب درج ہے:

۱- مسافر جتنا زادِ راہ پاس رکھنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور وصیت فرمایا: اے عائشہ! اگر تم آخرت میں بھی میری رفاقت پسند کرتی ہو تو تمہارے پاس مسافر کے زادِ راہ سے زیادہ دولت نہیں ہونی چاہیے۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس وصیت کو ہمیشہ اور ہمہ وقت پیش نظر رکھا اور دنیا کی دولت مسافر کے زادہ راہ کے برابر بھی اپنے پاس نہیں رکھی۔ جس طرح مسافر زادِ راہ سے زیادہ ساز و سامان اپنے لیے وبالِ جان تصور کرتا ہے اور اس سامان کو مشقت وعذاب قرار دیتا ہے' دنیوی مال کے بارے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نظریہ اس سے ہرگز مختلف نہیں تھا۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم کا سامان بطور ہدیہ پیش کیا گیا، اونٹ مال سے لدے ہوئے تھے تو آپ نے وہ دولت مسجد نبوی شریف کے صحن میں اتار کر ڈھیر کرنے کا حکم دیا۔ جب اونٹوں سے مال اتار لیا گیا تو گھر سے ایک کپڑا بھیجا اور مال کو ڈھانپ دینے کا حکم دیا۔ اپنی کنیز کو حکم دیا کہ مدینہ طیبہ کے ہر کونے میں اعلان کر دو کہ جسے دولت کی ضرورت ہو، وہ مسجد نبوی میں آ جائے۔ اعلان عام کروانے کے بعد آپ خود مسجد میں مال کے پاس آ کر تشریف فرما ہو گئیں۔ لوگ جمع ہو چکے تھے، ہر آنے والے شخص سے آپ دریافت کرتیں کہ کتنی دولت کی ضرورت ہے؟ جتنی وہ کہتا تو اسے اتنی عنایت فرماتی رہیں۔ رفتہ رفتہ حاضر ہونے والے تمام لوگ مستفید ہو گئے اور مال بھی اختتام کو پہنچ گیا۔ آخری ضرورتمند سے آپ نے فرمایا: یہ سب مال تیرا ہے۔ پاس کھڑی ہوئی آپ کی کنیز نے عرض کیا: آپ دو درہم اپنے لیے بھی بچالیں کیونکہ آپ کا روزہ ہے اور گھر میں افطاری کے لیے کوئی چیز موجود نہیں ہے، ان کے عوض میں بازار سے گوشت لا کر پکاؤں گی اور افطاری کا اہتمام ہو جائے گا۔ آپ نے جواب دیا: اے اللہ کی بندی! آپ یہ بات مجھے پہلے بتاتیں، اب تو میں سب کچھ محتاجوں میں تقسیم کر چکی ہوں۔

۲- اہل ثروت عورتوں کی دوستی سے احتراز کرنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ وصیت فرمائی کہ وہ دولت مند خواتین سے تعلقات ہرگز استوار نہ کیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان مالدار شخص کو دیکھتا ہے' تو خود بھی دولت مند بننے کی کوشش کرتا ہے۔ جس سے انسان کی اخلاقی حالت تباہ ہو جاتی ہے، دنیا کا طالب ہو کر رہ جاتا ہے اور غرباء کو حقیر مخلوق خیال کرنے لگتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: اذا نظر احد کم الی من فضل علیه فی المال والخلق، فلینظر الی من هو اسفل منه، ممن فضل علیه (صحیح بخاری رقم الحدیث ۶۴۹۰) جب تم میں سے کوئی شخص اس آدمی کو دیکھے جو اس پر مال اور حلیہ میں فضیلت دیا گیا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے سے کم درجہ آدمی کو بھی دیکھے جس پر اسے فضیلت حاصل

ہے۔ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: انظروا الی من اسفل منکم، ولا تنظروا الی من ھوفوقکم، فھواجدر ان لاتزدرو نعمة اللہ علیکم (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۹۶۳) تم اپنے سے کم درجہ لوگوں کو دیکھو اور اپنے سے زیادہ درجہ والے لوگوں کو نہ دیکھو، پس یہ زیادہ مناسب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو معمولی خیال نہ کرو"۔

اللہ تعالیٰ کی کسی بھی نعمت کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے اور ہر نعمت وفضیلت کا دوسروں سے مقابلہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے سے کم درجہ لوگوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیے۔حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ان پر غربت اس قدر حملہ آور ہوئی کہ پاؤں کا جوتا بھی باقی نہ رہا۔وہ دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوئے اور نماز ادا کرنے کے بعد اپنی حالت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور خوب گڑگڑا کر دعا کی۔جب وہ مسجد سے باہر آئے تو انہوں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کے دونوں پاؤں نہیں تھے۔انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ان کے پاؤں تو سالم ہیں۔

۳-بوسیدہ ہونے سے قبل کپڑے کو پرانا قرار نہ دینا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری اور آخری وصیت کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کپڑا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، لہٰذا قابل استعمال کپڑے کو پرانا کپڑا قرار نہ دیں۔ اگر قابل استعمال کپڑے کا کوئی حصہ ناکارہ ہوجائے یا جل جانے سے سوراخ ہوجائے تو اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے پیوند لگا کر استعمال میں لانا چاہیے۔صحابہ کرام، تابعین، اولیاء صوفیاء، صالحین اور علماء ربانیین اپنے لباس کو پیوند لگاتے تھے۔

پیوند لگانے کے کئی فوائد ہیں: (۱) انسان تکبر وغرور سے محفوظ رہتا ہے (۲) انسان اسراف وفضول خرچی سے بچ جاتا ہے، (۳) اللہ کی نعمت کی ناشکری نہیں ہوتی۔

بَاب دُخُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ

باب 37: نبی اکرم ﷺ کا مکہ میں داخل ہونا

1703 حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ

متن حدیث: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَلَهٗ اَرْبَعُ غَدَائِرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ لَّا اَعْرِفُ لِمُجَاهِدٍ سَمَاعًا مِّنْ اُمِّ هَانِئٍ

حدیثِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ الْمَكِّيُّ عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَلَهٗ اَرْبَعُ ضَفَائِرَ اَبُوْ نَجِيحٍ اسْمُهٗ يَسَارٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي نَجِيحٍ مَكِّيٌّ

1703- اخرجه ابوداؤد (83/4) كتاب الترجل' باب: في الرجل يعقص شعره' حديث (4191) وابن ماجه (1199/2) كتاب اللباس' باب: اتخاذ الجمعة والذوائب' حديث (3631) واخرجه احمد (341/6'425)

◄◄ سیّدہ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ مکہ تشریف لائے تو اس وقت آپ ﷺ نے بالوں کو چار حصوں میں باندھا ہوا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میرے علم کے مطابق مجاہد نے سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

اورایک سند کے ساتھ یہ منقول ہے۔سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مکہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے گیسو مبارک چار حصوں میں بندھے ہوئے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابو نجیح نامی راوی کا نام یسار ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

عبداللہ بن ابو نجیح مکی ہیں۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں تشریف آوری:

لفظ: غدائر، غدیرہ کی جمع ہے۔اسی طرح لفظ: ضغائر، ضغیرۃ کی جمع ہے۔غدیرۃ اور ضغیرۃ دونوں الفاظ مترادف وہم معنی ہیں: جوڑا، لٹ۔عورتوں سے مشابہت کی بنا پر مردوں کا اپنے بالوں کی چوٹیاں بنانا جائز نہیں ہے لیکن لٹیں بنانا یعنی سر کے بالوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کر اور انہیں گول کر کے باندھنا جائز ہے۔حدیث باب میں اس کے جواز کی صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اپنے بالوں کی لٹیں بنائی ہوئی تھیں۔حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تشریف لائے آپ کے گیسو چار حصوں میں بندھے ہوئے تھے۔

بَاب كَيْفَ كَانَ كِمَامُ الصَّحَابَةِ

باب 38: صحابہ کرام کی ٹوپیاں کیسی تھیں؟

1704 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمْرَانَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا كَبْشَةَ الْاَنْمَارِىَّ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: كَانَتْ كِمَامُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُطْحًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ

توضیح راوی: وَّعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ بُسْرٍ بَصْرِيٌّ هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّغَيْرُهُ

قولِ امام ترمذی: وَبُطْحٌ يَعْنِي وَاسِعَةً

◆◆ حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی ٹوپیاں سر سے ملی ہوئی تھیں (یعنی اونچی نہیں ہوتی تھیں)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔

عبداللہ بن بسر نامی بصری راوی محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' ہیں۔

یحییٰ بن سعید اور دیگر حضرات نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

لفظ: ''بطح'' کا مطلب کشادہ ہونا ہے۔

شرح

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ٹوپیوں کی نوعیت:

لفظ: کِمَامٌ، کُمَّةٌ کی جمع ہے، جس طرح قِبَابٌ: قُبَّةٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہے: گول ٹوپی۔ لفظ بطحا، أبطح کی جمع ہے، جس کا معنی ہے: صحابہ کی ٹوپیاں سروں سے بلند نہیں تھیں بلکہ چپکی ہوئی تھیں۔ اگر لفظ: کِمَام: کُمٌّ کی جمع تسلیم کی جائے تو اس کا معنی ہے: آستین یعنی صحابہ کرام کے کرتوں کی آستینیں تنگ نہیں بلکہ چوڑی ہوتی تھیں۔

بَابُ فِيْ مَبْلَغِ الْاِزَارِ

باب 39: پائنچے کا مقام

1705 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نَذِيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَةِ سَاقِيْ اَوْ سَاقِهِ فَقَالَ هٰذَا مَوْضِعُ الْاِزَارِ فَاِنْ اَبَيْتَ فَاَسْفَلَ فَاِنْ اَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْاِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے میری (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اپنی پنڈلی کا سخت حصہ پکڑا اور ارشاد فرمایا: یہ تہبند رکھنے کی جگہ ہے اگر تم نہیں مانتے تو ٹخنوں سے نیچے تہبند رکھنے کی جگہ ہے، اگر تم نہیں مانتے تو اس سے تھوڑا سا نیچے کرلو لیکن اگر یہ بھی نہیں مانتے تو ٹخنوں سے نیچے تہبند رکھنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1705- اخرجه النسائي (206/8) كتاب الزينة' باب موضع الازار' حديث (5329) وابن ماجه (1182/2) كتاب اللباس' باب: موضع الازار اين هو؟ حديث (3572) واخرجه احمد (382/5'396'398'400)

شعبہ اور ثوری نے اسے ابواسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

تہبند کے دامن کی حد:

یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے کہ شلوار یا پاجامہ یا چادر کا دامن ٹخنوں کے نیچے لٹکانا منع ہے۔ حدیث باب میں تہبند کے دامن کی حد کا تعین کر کے بتایا گیا ہے کہ وہ پنڈلی تک ہونا چاہیے یا ٹخنوں کے اوپر تک بھی جائز ہے لیکن ٹخنوں کے نیچے جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْعَمَائِمِ عَلَى الْقَلَانِسِ

باب 40: ٹوپی پر عمامہ باندھنا

1706 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ اَبِى الْحَسَنِ الْعَسْقَلَانِيِّ عَنْ اَبِىْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ رُكَانَةَ عَنْ اَبِيهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رُكَانَةَ صَارَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَرَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُكَانَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

اِنَّ فَرْقَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّاِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَائِمِ

توضیحِ راوی: وَلَا نَعْرِفُ اَبَا الْحَسَنِ الْعَسْقَلَانِيَّ وَلَا ابْنَ رُكَانَةَ

◄► ابوجعفر بن محمد بن رکانہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: رکانہ نے جب نبی اکرم ﷺ سے کشتی کی اور نبی اکرم ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا تھا' رکانہ نے یہ بات بیان کی ہے: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ہمارے اور مشرکین کے درمیان بنیادی فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے اور اس کی سند مستند نہیں ہے۔

ہمیں ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔

شرح

ٹوپی پر عمامہ باندھنا:

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا ایک فرد تھا جن کا نسب نامہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر مل جاتا ہے۔ طاقتور اور پہلوان ہونے کی وجہ سے قرب و بعد میں ان کی شہرت تھی۔ قبول اسلام سے قبل انہوں

1706- اخرجه ابوداؤد (55/4) كتاب اللباس' باب: في العمائم' حديث (4078)

نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی کرنے کا مظاہرہ کیا لیکن شکست وندامت کے علاوہ کوئی چیز ہاتھ نہ آئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کا شرح صدر فرمایا تو وہ دولت ایمان سے سرفراز ہو گئے۔ حدیث باب کے راوی یہی حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ان کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر پگڑیاں باندھنا ہے"۔ اس حدیث کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

۱۔ مشرکین ٹوپی کے بغیر صرف پگڑی باندھتے ہیں اور مسلمان ٹوپی پہن کر اوپر عمامہ بھی باندھتے ہیں۔

۲۔ مشرکین پگڑی کے بغیر صرف ٹوپی پہنتے ہیں اور مسلمان ٹوپی پہن کر اس پر دستار بھی پہنتے ہیں۔

پہلا مفہوم حقیقت کے زیادہ قریب ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو ہمہ وقت بالخصوص نماز کے وقت ٹوپی اور عمامہ دونوں کو استعمال کرنا چاہیے، کیونکہ یہ مسلمانوں کی علامت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت سنت بھی ہے۔ اس سے مسلمان کی شان وشوکت اور حقانیت اسلام کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ سرخ رنگ کے علاوہ کسی بھی رنگ کی ٹوپی اور دستار استعمال کی جاسکتی ہے لیکن سفید کی فضیلت زیادہ ہے۔

کسی عمل کے سنت نہ ہونے اور کسی عمل کے خلاف سنت ہونے میں فرق:

کیا کسی عمل کے سنت نہ ہونے کو خلاف سنت عمل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ کسی عمل کے سنت نہ ہونے کو خلاف سنت عمل کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ کسی عمل کا سنت ہونا اور کسی عمل کا خلاف سنت ہونا دونوں الگ چیزیں اور دونوں میں نمایاں فرق ہے مثلاً مطبوعہ قرآن کریم، کتب احادیث اور کتب فقہ وغیرہ کا مطالعہ کرنا سنت نہیں ہے لیکن اسے خلاف سنت بھی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ خلاف سنت تو تب ہو جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عمل خاص کرنے کی تلقین کی ہو، وہ ترغیب بھی استحبابی درجہ کی ہو، پھر اس پر عمل کرنے کے بجائے دوسرا طریقہ اختیار کرلیا جائے۔ خلاف سنت عمل کم از کم کراہت کے درجہ میں ضرور ہوتا ہے۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عمل کو اختیار نہ فرمایا ہو اور نہ اس کی تلقین کی ہو تو کوئی شخص اسے معمول بہ بنالے تو وہ خلاف سنت نہیں ہوگا۔ ثابت ہوا کہ مطبوعہ قرآن کریم، کتب احادیث اور کتب فقہ وفنون کا مطالعہ کرنا خواہ سنت نہیں ہے لیکن خلاف سنت بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اسی اصول کی بناء پر دور جدید کے بہت سے جدید مسائل کا حل بھی سامنے آجاتا ہے۔

ہمہ وقت ٹوپی اور دستار کا استعمال کرنا علامت اسلام اور افضل بھی ہے۔ بالخصوص بوقت نماز اس سنت پر ضرور عمل کرنا چاہیے کیونکہ ننگے سر نماز ادا کرنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے جبکہ ٹوپی اور دستار سے نماز ادا کرنا کثیر روایات سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں ننگے سر نماز ادا کرنا، احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حاضری کے آداب کے بھی خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخَاتَمِ الْحَدِيْدِ

باب 41: لوہے کی انگوٹھی کا حکم

1707 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ وَّاَبُوْ تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ عَنْ عَبْدِ

اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متن حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ حَدِيْدٍ فَقَالَ مَا لِيْ اَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ اَهْلِ النَّارِ ثُمَّ جَاءَهُ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ صُفْرٍ فَقَالَ مَا لِيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ الْاَصْنَامِ ثُمَّ اَتَاهُ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ مَا لِيْ اَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ اَتَّخِذُهُ قَالَ مِنْ وَّرِقٍ وَّلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُسْلِمٍ يُكْنٰى اَبَا طَيْبَةَ وَهُوَ مَرْوَزِيٌّ

◆◆ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا وجہ ہے؟ میں تمہارے اوپر اہلِ جہنم کا لباس دیکھ رہا ہوں؟ پھر وہ شخص آیا تو اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا وجہ ہے؟ مجھے تم سے بتوں کی بو آ رہی ہے' پھر وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے؟ میں تمہارے جسم پر اہلِ جنت کا زیور دیکھ رہا ہوں؟ اس نے عرض کی: پھر میں کون سی انگوٹھی پہنوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چاندی کی اور اس میں بھی تم ایک مثقال پورا نہ کرنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

عبداللہ بن مسلم نامی راوی کی کنیت ابوطیبہ ہے اور یہ مروزی ہے۔

بَاب كَرَاهِيَةِ التَّخَتُّمِ فِيْ اُصْبُعَيْنِ

باب 42: دو انگوٹھیاں پہننا حرام ہے

1708 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ

1707– اخرجه ابوداؤد (90/4) كتاب الخاتم' باب: ما جاء في خاتم الحديد' حديث (4223) والنسائي (172/8) كتاب الزينة' باب: مقدار ما يجعل في الخاتم من الفضة' حديث (5195) واحمد (359/5)

1708– اخرجه مسلم (1659/3) كتاب اللباس والزينة' باب: النهي عن التختم من الوسطى والتي تليها' حديث (2078/64) وابو داؤد (90/4، 91) كتاب الخاتم' باب: ما جاء في خاتم الحديد' حديث (4225) والنسائي (177/8) كتاب الزينة' باب: النهي عن الخاتم في السبابة' حديث (5210'5211'5212)'(194/8) كتاب الزينة' باب: موضع الخاتم' حديث (5286'5287)'(219/8) كتاب الزينة باب: النهي عن الجلوس على المياثر من الارجوان' حديث (5376) وابن ماجه (1203/2) كتاب اللباس' باب: التختم في الابهام' حديث (3648) واحمد (109/1' 124' 134' 138' 154' 78' 88) والحميدي (29/1) حديث (52)

سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ

متنِ حدیث: نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَسِّيِّ وَالْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَاءِ وَاَنْ اَلْبَسَ خَاتِمِيْ فِيْ هٰذِهٖ وَفِيْ هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلَى السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَابْنُ اَبِيْ مُوْسٰى هُوَ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِيْ مُوْسٰى وَاسْمُهٗ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے ریشمی کپڑا پہننے سے سرخ میسرہ استعمال کرنے سے اور اس انگلی میں انگوٹھی پہننے یعنی شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں (انگوٹھی پہننے سے) منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابن ابی موسیٰ نامی راوی ابو بردہ بن ابوموسیٰ ہیں اور ان کا نام عامر بن عبداللہ بن قیس ہے۔

شرح

لوہے کی انگوٹھی استعمال کرنے کی ممانعت:

خواتین کے لیے سونا اور چاندی کا استعمال زیورات کی شکل میں جائز ہے، کیوں کے ان سے زینت مطلوب ہے۔ مردوں کے لیے صرف چاندی کا استعمال انگوٹھی کی شکل میں جائز ہے اور اس کا وزن بھی چار گرام سے زائد نہ ہو۔ علاوہ ازیں تمام دھاتیں خواتین و حضرات سب کے لیے حرام ہیں یعنی، لوہا، تانبا، پیتل اور سٹیل وغیرہ۔

دوسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ بیک وقت دو انگوٹھیوں کا استعمال منع ہے' کیونکہ خواتین و حضرات سب کا مقصد ایک انگوٹھی سے پورا ہو جاتا ہے اور دوسری انگوٹھی اسراف کے زمرے میں آتی ہے' جس وجہ سے منع ہے۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دو انگوٹھیاں استعمال نہیں کیں بلکہ ہمیشہ ایک انگوٹھی پہنی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس انگلی میں انگوٹھی پہنتے تھے اور انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا۔
(مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۴۳۸۹)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَحَبِّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 43: نبی اکرم ﷺ کا پسندیدہ لباس

1709 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

1709- اخرجه البخاري (287/10) كتاب اللباس' باب: البرود والحبرة والشملة' حديث (5812'5813) ومسلم (1648/3) كتاب اللباس والزينة' باب: فضل لباس ثياب الحبرة' حديث (2079/33'32) وابو داؤد (51/4) كتاب اللباس' باب: من لبس الحبرة' حديث (4060) والنسائي (203/8) كتاب الزينة' باب: لبس الحبرة' حديث (5315) واحمد (291'184'251'134/3).

متن حدیث: كَانَ اَحَبَّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا الْحِبَرَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے نزدیک پسندیدہ لباس دھاری دار یمنی چادر تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ کپڑا:

لغۃ: الثیاب، ثوب کی جمع ہے۔ بمعنی: کپڑا۔ لفظ حِبَرَۃٌ سے مراد یمن کا بنا ہوا کپڑا ہے، جس کی زمین سفید جبکہ اس پر سرخ دھاریاں بنی ہوتی تھیں۔ حدیث باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کپڑوں سے زیادہ پسند کپڑا یمن کا بنا ہوا تھا۔ خواتین کسی بھی رنگ کا کپڑا استعمال کر سکتی ہیں لیکن مرد حضرات سرخ رنگ کے علاوہ جو چاہیں کپڑا پہن سکتے ہیں۔ سفید کپڑا مرد کی زینت و عظمت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کی شان سے زیادہ لائق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

كِتَابُ الْاَطْعِمَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

کھانے کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

ماقبل سے ربط:

جسمانی تحفظ کے لیے لباس اسی طرح ضروری ہے، جس طرح کھانا ضروری ہے، دونوں کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے مگر لباس کی اہمیت زیادہ ہے، کیونکہ اس سے ستر عورت کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے جو پردہ کی روح ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر کتاب اللباس کی بحث کو مقدم اور کتاب الاطعمہ کی بحث کو مؤخر کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ عَلَامَ كَانَ يَاْكُلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 1: نبی اکرم ﷺ جس چیز پر رکھ کر کھایا کرتے تھے اس کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1710 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ يُوْنُسَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ مَا اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خُوَانٍ وَّلَا فِيْ سُكُرُّجَةٍ وَّلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلَامَ كَانُوْا يَاْكُلُوْنَ قَالَ عَلٰى هٰذِهِ السُّفَرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّيُوْنُسُ هٰذَا هُوَ يُوْنُسُ الْاِسْكَافُ وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی "چوکی" پر رکھ کر نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی چھوٹے پیالے میں کھایا ہے اور نہ ہی آپ کے لئے کبھی چپاتی تیار کی گئی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، پھر وہ لوگ کسی چیز پر رکھ کر کھایا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: عام دسترخوان پر۔

1710- اخرجه البخاری (440/9) كتاب الاطعمة، باب: الخبز المرقق والاكل على الخوان والسفرة، حديث (5386) طرفه فی (5415) وابن ماجه (1095/2) كتاب الاطعمة، باب: الاكل على الخوان والسفرة، حديث (3292) واحمد (130/3)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔
محمد بن بشار فرماتے ہیں: یہ یونس جو ہیں یہ ''یونس اسکاف'' ہے۔
عبدالوارث نے سعید بن ابوعروبہ کے حوالے سے' قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

شرح

تین مسائل کی وضاحت:

اس حدیث میں تین مسائل وضاحت طلب ہیں' جن کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱-میز پر کھانے کا شرعی حکم:

لفظ: خوان، سے مراد چوکی یا بلند چیز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چوکی وغیرہ پر رکھ کر کھانا تناول نہیں فرمایا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم میز وغیرہ پر رکھ کر کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں!

اس سوال کے جواب سے قبل چند امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ممانعت پر مبنی امور کی درجہ بندی کی گئی ہے جو درج ذیل ہے:

۱-حرام: وہ حکم شرعی ہے' جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ اور انکار کفر ہے۔
۲-مکروہ تحریمی: وہ حکم شرعی ہے' جس کی مانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو۔ اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے یا بقول بعض بار بار اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔
۳-مکروہ تنزیہی: وہ حکم شرعی ہے' جسے شارع علیہ السلام نے ناپسند کیا ہو اور اس کی کوئی شرعی وجہ نہ بتائی ہو مثلاً لہسن نہ کھانے والی روایات مکروہ تنزیہی پر محمول ہیں۔ اس کا ترک افضل ہے۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز اپنے ساتھ خاص کر لی ہو اور اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہو، تو ہم اسے اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم پکا ہوا لہسن بھی تناول نہیں فرماتے تھے اور اس کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ میرے ساتھ ایسی شخصیت سرگوشی کرتی ہے جو تمہارے ساتھ نہیں کر سکتی یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام۔
۴-مباح: وہ حکم شرعی ہے' جس کی ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ اشیاء میں اصل اباحت ہے، ممانعت کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جواز کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جو کام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اور آپ نے اس سے منع بھی نہ کیا ہو، وہ مباح ہے یعنی اس کے کرنے کی ہمیں اجازت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہ میز وغیرہ پر رکھ کر کھانا تناول نہیں فرمایا لیکن اس سے آپ نے منع بھی نہیں فرمایا، لہٰذا یہ ہمارے لیے جائز ہے۔ تاہم اس سے احتراز کرنا اور دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانا، حقیقت کے قریب تر اور سنت بھی ہے۔

۲-چھوٹے برتن میں کھانا کھانے کی وجوہات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سالن وغیرہ کے لیے چھوٹا برتن استعمال نہیں فرمایا تھا۔اس کی کثیر وجوہات ہیں‘جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(i) اس دور میں چھوٹے برتن تیار نہیں ہوتے تھے۔

(ii) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے کا معمول انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی تھا اور اجتماعی طور پر کھانا کھانے کے لیے چھوٹا برتن ناکافی ہوتا ہے۔

(iii) چھوٹے برتن میں عموماً سلاد یا چٹنی وغیرہ رکھی جاتی ہے لیکن اس دور میں یہ ہاضم اشیاء موجود نہیں تھیں۔

۳-چپاتی نہ پکنے اور نہ کھانے کی وجوہات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چپاتی نہیں پکائی گئی اور نہ ہی آپ نے تناول فرمائی۔اس کی متعدد وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:

(i) آٹا چھنا نہیں جاتا تھا جس وجہ سے روٹی نرم ہو کر چپاتی نہیں بن سکتی تھی۔

(ii) گھی یا تیل استعمال کر کے چپاتی تیار نہیں کی جاتی تھیں، کیونکہ خوراک سادہ ہوتی تھی۔

(iii) روٹی کو چپاتی میں تبدیل نہیں کیا جاتا تھا‘ کیونکہ آلات موجود نہیں تھے۔

خوان اور مائدہ میں فرق:

لفظ: السفر ،سفرة کی جمع ہے‘جس کا معنی ہے: چمڑے یا کپڑے کا دستر خوان جس پر کھانے پینے کی اشیاء رکھ کر تناول کی جاتی ہیں۔خوان سے مراد وہ کپڑا یا چمڑہ ہے‘جس پر اشیاء خورد و نوش نہ رکھی گئی ہوں۔ مائدہ سے مراد وہ کپڑا یا چمڑہ ہے‘جسے بچھا کر اس پر اشیاء خورد و نوش سجادی گئی ہوں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَكْلِ الْاَرْنَبِ

باب 2: خرگوش کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1711 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ

1711-اخرجه البخاری (528/9) كتاب الذبائح والصيد‘ باب: ما جاء فی التصيد‘ حديث (5489) وطرفه فی (5535) ومسلم (1547/3) كتاب الصيد والذبائح‘ باب: اباحة الارنب‘ حديث (1953/53) وابو داؤد (352/3) كتاب الاطعمة‘ باب: فی اكل الارنب‘ حديث (3791) والنسائی (197/7) كتاب الصيد والذبائح‘ باب: الارنب‘ حديث (4312) وابن ماجه (1080/2) كتاب الصيد‘ باب: الارنب‘ حديث (3343) والدارمی (92/2) كتاب الصيد‘ باب: اكل الارنب‘ واحمد (118/3‘ 171‘ 291)

متن حدیث: اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعٰى اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهَا فَاَدْرَكْتُهَا فَاَخَذْتُهَا فَاَتَيْتُ بِهَا اَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا بِمَرْوَةٍ فَبَعَثَ مَعِي بِفَخِذِهَا اَوْ بِوَرِكِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَهُ قَالَ قُلْتُ اَكَلَهُ قَالَ قَبِلَهُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّعَمَّارٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ وَيُقَالُ مُحَمَّدُ بْنُ صَيْفِيٍّ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بِاَكْلِ الْاَرْنَبِ بَاْسًا وَّقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَكْلَ الْاَرْنَبِ وَقَالُوْا اِنَّهَا تَدْمٰى

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "مرالظہران" کے مقام پر ہم لوگ ایک خرگوش کے پیچھے گئے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اس کے پیچھے بھاگے میں اس تک پہنچ گیا اور میں نے اسے پکڑ لیا میں اسے لے کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے ایک سخت پتھر کے ذریعے اسے ذبح کیا اور اس کی دورانیں یا دوسرینیں میرے ذریعے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھجوائیں تو آپ نے انہیں کھالیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا' کیا آپ نے انہیں کھالیا' تو انہوں نے جواب دیا: آپ نے اسے قبول کرلیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عمار رضی اللہ عنہ' حضرت محمد بن صفوان رضی اللہ عنہ اور ایک قول کے مطابق محمد بن صیفی' سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے ان کے نزدیک خرگوش کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بعض اہل علم نے خرگوش کھانے کو مکروہ قرار دیا وہ فرماتے ہیں: اسے حیض آتا ہے۔

شرح

خرگوش کا حلال ہونا

خرگوش کی حلت پر تمام آئمہ فقہ کا اجماع ہے۔ بعض تابعین اسے مکروہ قرار دیتے تھے لیکن اس کی حرمت یا کراہت پر صراحتاً روایت نہ ہونے کی وجہ سے بالآخر وہ بھی اس کی حلت کے قائل ہو گئے تھے۔ تاہم روافض اس کی حرمت کے قائل ہیں۔

کراہت پر مبنی روایات اور ان کا جواب:

بعض لوگ خرگوش کو مکروہ خیال کرتے ہیں اور اپنے مؤقف پر بطور دلیل متعدد روایات بھی پیش کرتے ہیں۔ سطور ذیل میں ہم ان روایات کا جائزہ لیتے ہیں:

۱- ایک بدو نے خرگوش کا بھنا ہوا گوشت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے وہ گوشت نہ کھایا اور

صحابہ کرام کو اس کے کھانے کا حکم دیا۔ (سنن نسائی رقم الحدیث ۴۴۲۱ تا ۴۴۲۹) سند کے اعتبار سے یہ حدیث ضعیف ہے' جس وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض طبعی کراہت کی بناء پر اس کا گوشت تناول نہیں فرمایا تھا اور صحابہ کو کھانے کا حکم دیا۔ اس سے خرگوش کی کراہت یا حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۲۔ حضرت خذیمہ بن جز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خرگوش کے گوشت کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: لا اکلہ و لا حرمہ، میں نہ اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں"۔ راوی کا کہنا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار نہیں دیا تو میں کھاؤں گا۔ انہوں نے پھر دریافت کیا: یارسول اللہ آپ اسے کیوں تناول نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا: نبئت انها تدمی، یعنی مجھے بتایا گیا ہے کہ اسے حیض آتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۲۴۵)

اس روایت کی سند میں عبدالکریم بن ابی المخارق ضعیف راوی ہیں، لہٰذا اس سے حرمت یا کراہت پر استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبعی کراہت کی وجہ سے اس کا گوشت پسند نہ فرمایا نہ کہ اس کے حرام ہونے کی وجہ سے۔ جہاں تک خرگوش کو حیض آنے کا تعلق ہے، اس بارے میں گزارش ہے کہ خالق کائنات کا یہ نظام ہے جو جانور بچے پیدا کرتا ہے اسے حیض ضرور آتا ہے' کیونکہ حیض پیٹ کے بچے کی خوراک بنتا ہے۔ تاہم عورت کا حیض جسم سے باہر آتا ہے لیکن جانوروں کا حیض جسم کے اندر ہی رہتا ہے۔ اگر حیض کو حرمت کی علت قرار دیں تو تمام وہ جانور جو بچے پیدا کرتے ہیں، وہ سب کے سب حرام قرار پاتے ہیں۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ وہ مکہ مکرمہ کے قریب مقام "صفاح" پر تھے، تو ایک شخص خرگوش کا شکار کر کے لایا اور اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نہ اسے کھایا اور نہ اس کے کھانے سے منع کیا۔ فرمایا: اسے حیض آتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۷۹۲) اس روایت کی سند میں محمد بن خالد اور خالد بن الحویرث دونوں راوی ضعیف ہیں، لہٰذا حدیث قابل احتجاج نہیں ہے۔ اس میں کراہت یا حرمت کی بھی صراحت نہیں ہے۔

خرگوش کے اباحت کی روایات:

خرگوش کا گوشت بلاشبہ حلال ہے، اس سلسلے میں کثیر روایات موجود ہیں' جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ہشام بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دادا جان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا ایک دفعہ ہم لوگوں نے مقام "مرالظہران" میں ایک خرگوش کو بھگایا، صحابہ اس کے پیچھے دوڑے، میں نے اسے پکڑ لیا۔ میں اسے اپنے سوتیلے والد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سفید پتھر کی تیز دھار سے ذبح کیا اور میرے ذریعے اس کی ایک ران یا اس کا کولہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، تو آپ نے وہ نوش فرمایا۔ حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: آپ نے قبول فرمایا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۵۳۵)

قبول کرنا کھانے کو مستلزم ہوتا ہے اور راوی نے روایت بالمعنی کے نتیجہ کے طور پر بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا گوشت تناول فرمایا تھا۔

۲-حضرت محمد بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ وہ دو خرگوش اپنے کجاوے سے لٹکائے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے دو خرگوش دستیاب ہوئے ہیں مگر انہیں ذبح کرنے کے لیے کوئی لوہا وغیرہ موجود نہیں تھا، تو میں نے انہیں سفید پتھر کی مدد سے ذبح کیا ہے' تو کیا میں ان کو کھا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم کھا سکتے ہو۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۲۴۴)

۳-اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خرگوش بطور ہدیہ پیش کیا گیا، میں اس وقت سو رہی تھی۔ آپ نے میرے لیے اس کا پیچھے والا حصہ بچا رکھا، جب میں بیدار ہوئی تو آپ نے وہ مجھے کھلایا۔ (دار قطنی ج ۴ ص ۲۹۱)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ خرگوش مکروہ یا حرام نہیں ہے' بلکہ بلا کراہت جائز اور حلال ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی تناول فرمایا تھا۔ اس میں حرمت کی وجوہ ثلاثہ یعنی: (۱) درندہ ہونا، (۲) زمین کا کیڑا ہونا، (۳) گندگی کھانا، میں سے کوئی بھی وجود نہیں تھی۔

فائدہ نافعہ:

خرگوش میں شہوت زیادہ ہوتی ہے اور یہ بزدل و ڈرپوک جانور ہے۔ لفظ: ارنب، اسم جنس ہے' جس کا اطلاق مذکر و مؤنث دونوں پر ہوسکتا ہے۔ بعض کے نزدیک ان میں فرق بھی ہے: (۱) خزز: مذکر خرگوش کو کہا جاتا ہے۔ (۲) عکرشہ: مؤنث خرگوش کو کہا جاتا ہے (۳) خرنق: چھوٹے خرگوش کو کہا جاتا ہے' خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ ارنب: ایک سال مذکر رہتا ہے اور ایک سال مؤنث رہتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَكْلِ الضَّبِّ

باب 3: گوہ کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1712 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ اَكْلِ الضَّبِّ فَقَالَ لَا اٰكُلُهُ وَلَا اُحَرِّمُهُ

1712- اخرجه مالك (968/2) كتاب الاستذان' باب: ما جاء فى اكل الضب' حديث (11) والبخارى (580/9) كتاب الذبائح والصيد' باب: الضب' حديث (5536) ومسلم (1541/3) كتاب الصيد والذبائح' باب: اباحة الضب' حديث (1943/39) والنسائى (197/7) كتاب الصيد والذبائح' باب: الضب' حديث (4314) وابن ماجه (1080/2) كتاب الصيد' باب: الضب' حديث (3242) والدارمى (92/2) كتابا لصيد' باب: اكل الضب' واحمد (9/2' 10' 46' 60' 62' 74' 81) والحميدى (285/2) حديث (641)

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّثَابِتِ بْنِ وَدِیعَةَ وَجَابِرٍ وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِیْ اَكْلِ الضَّبِّ فَرَخَّصَ فِیْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِهِمْ وَكَرِهَهٗ بَعْضُهُمْ

آثارِ صحابہ: وَیُرْوٰی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اُكِلَ الضَّبُّ عَلٰی مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا تَرَكَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَقَذُّرًا

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ سے گوہ کھانے کے بارے میں دریافت کیا: گیا' تو آپ نے فرمایا: نہ تو میں اسے کھاتا ہوں اور نہ ہی حرام قرار دیتا ہوں۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہل علم نے گوہ کھانے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے اور دیگر اہل علم میں سے بعض حضرات نے اس کی رخصت عطا کی ہے اور بعض حضرات نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات منقول ہے' وہ فرماتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے دستر خوان پر گوہ کھائی گئی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ناپسند کرتے ہوئے خود اسے نہیں کھایا۔

شرح

گوہ کھانے کا مسئلہ اور اس میں مذاہب آئمہ:

لفظ: ضب' مذکر ہے اور مونث کے لیے: ضبۃ: ہے۔ اس سے مراد ایک ایسا جانور ہے' جسے گوہ' کہا جاتا ہے۔ اس کی چند خصوصیات یہ ہیں: (۱) اس کے دانت نہیں گرتے، (۲) یہ پانی نہیں پیتا، (۳) اس کے دانت الگ نہیں ہوتے بلکہ ایک قطعہ کی شکل میں ہوتے ہیں' (۴) ضب مذکر کے دو ذکر ہوتے ہیں۔ (۵) چالیس دن کے بعد ایک قطرہ پیشاب کرتا ہے (۶) جو شخص اس کا گوشت کھاتا ہے اسے پیاس نہیں لگتی۔

ضب، چھپکلی کی طرح رینگنے والا جانور ہے، جو چھپکلی سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ درختوں کے تنوں اور سوراخوں میں رہتی ہے۔ ضب بڑی ہوتی ہے اور چھوٹی بھی۔ چھوٹی ضب چالاک ہوتی ہے جو کاٹتی بھی ہے جبکہ بڑی نہیں کاٹتی۔ بڑی ضب دیوار کے ساتھ مضبوطی سے چپک جاتی ہے' جس کی مدد سے چور دیوار پر چڑھ کر چوری کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ ضب کا کھانا حلال

ہے یا حرام ہے؟اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ضب حلال ہے، ان کے دلائل درج ذیل ہے:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: لا آکلہ ۔ ولا احرمہ ۔ یعنی میں نہ اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۵۲۶)

(ii) ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند صحابہ موجود تھے، آپ کی خدمت میں گوہ کا گوشت پیش کیا گیا تو امہات المؤمنین میں سے کسی نے گوہ کے گوشت پیش کرنے کے بارے میں عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلوا فانہ حلال ولکنہ لیس من طعامی. تم کھاؤ، کیونکہ یہ حلال ہے لیکن میرے کھانے کی چیز نہیں ہے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۹۴۳)

(iii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کی خالہ ام حفید نجد سے بھونی ہوئی گوہ لائیں جو حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی، جب کوئی نئی چیز آپ کے حضور پیش کی جاتی تو اس کے بارے میں بتا بھی دیا جاتا تھا۔ آپ نے گوہ کی طرف اپنا دست اقدس دراز کیا تو عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ گوہ کا گوشت ہے تو آپ نے اپنا دست اقدس پیچھے کھینچ لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا یہ حرام ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: لا ولکنہ لم یکن بارض قومی فاجدنی اعافہ، گوہ حرام نہیں مگر ہمارے علاقہ میں نہیں پائی جاتی اس لیے مجھے ناپسند ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ضب کو اپنی طرح کھینچ لیا اور اسے تناول کرتا رہا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے رہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۳۹۱)

ان روایات میں ضب کی حلت کی صراحت ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضب کا گوشت کھانا حلال اور جائز ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضب کھانا مکروہ یا حرام ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع کیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۷۹۶)

(ii) حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ایک ایسے علاقہ میں پہنچے جہاں گوہ کثرت سے پائی جاتی تھی؛ جبکہ ہمیں بھوک بھی لگی ہوئی تھی، ہم نے گوہ پکائی اور ہماری ہنڈیاں ابل رہی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا چیز پکار ہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! گوہ پکار ہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے بعض لوگ جانوروں کی صورت میں مسخ کر دیے گئے تھے، مجھے گمان ہے کہ وہ گوہ کی شکل میں مسخ کیے گئے ہوں، لہٰذا تم لوگ ہنڈیا الٹ دو یعنی گوشت ضائع کر دو۔ (شرح معانی الآثار)

ان روایات سے گوہ کے گوشت کی حرمت ثابت ہوتی ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گوہ نہیں کھائی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ابتداء اسلام میں گوہ حلال قرار دی گئی، لیکن طبعی کراہت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تناول نہیں فرمائی، پھر آپ نے اس کی ممانعت فرمادی اور بعدازاں حرام قرار دے دی۔ احناف محدثین کے نزدیک ضب مکروہ تنزیہی ہے اور احناف فقہاء کے نزدیک مکروہ تحریمی یعنی حرام ہے۔

فائدہ نافعہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی گوہ نہیں کھائی اور نہ کھانے کی وجوہات بھی بیان فرمادیں:

(i) گوہ آپ کے علاقہ میں نہیں پائی جاتی تھی۔

(ii) ضب بنی اسرائیل لوگوں کی مسخ شدہ شکل ہے۔

(iii) طبعی کراہت کی وجہ سے آپ نے ضب پسند نہیں فرمائی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَكْلِ الضَّبُعِ

باب 4: بجو کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1713 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَمَّارٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِجَابِرٍ الضَّبُعُ صَيْدٌ هِيَ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ اٰكُلُهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ لَهُ اَقَالَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَا وَلَمْ يَرَوْا بِاَكْلِ الضَّبُعِ بَاْسًا وَّهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَكْلِ الضَّبُعِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَكْلَ الضَّبُعِ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ

اختلافِ روایت: وَرَوٰى جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ

1713- اخرجه ابوداؤد (355/3) كتاب الاطعمة' باب في اكل الضبع' حديث (3801) والنسائي (191/5) كتاب مناسك الحج' باب: ما لا يقتله' المحرم و (200/7) كتاب الصيد' والذبائح' باب: الضبع' وابن ماجه (1030/2) كتاب المناسك' باب: جزاء الصيد يصيبه المحرم' حديث (3085) و (1078/2) كتاب الصيد' حديث (3236) من طريق عبد الله بن عبيد بن عمير عن ابى عمار عن جابر' فذكره۔

عَمَّارٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ قَوْلَهُ وَحَدِيْثُ ابْنِ جُرَيْجٍ اَصَحُّ

توضیح راوی: وَابْنُ اَبِيْ عَمَّارٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عَمَّارٍ الْمَكِّيُّ

◆◆ ابن ابوعمار بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا بجو شکار ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے دریافت کیا' کیا میں اسے کھا سکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے دریافت کیا' کیا یہ بات نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں' ان کے نزدیک بجو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

امام احمد' امام اسحٰق کا یہی قول ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے ایک حدیث ایسی بھی منقول ہے' جس میں بجو کھانے کی کراہت کا تذکرہ ہے' تاہم اس کی سند مستند نہیں ہے اور بعض اہل علم نے بجو کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے' ابن مبارک کا یہی قول ہے۔

یحییٰ قطان بیان کرتے ہیں' جریر بن حازم نے اس حدیث کو عبداللہ بن عبید کے حوالے سے ابن ابی عمار کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا اور ان کے قول کے طور پر کیا ہے' تاہم ابن جریج کی روایت زیادہ مستند ہے۔

ابن ابی عمار نامی راوی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابوعمار مکی ہے۔

1714 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ بْنِ اَبِي الْمُخَارِقِ اَبِيْ اُمَيَّةَ عَنْ حِبَّانَ بْنِ جَزْءٍ عَنْ اَخِيْهِ خُزَيْمَةَ بْنِ جَزْءٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الضَّبُعِ فَقَالَ اَوَ يَاْكُلُ الضَّبُعَ اَحَدٌ وَّسَاَلْتُهُ عَنِ الذِّئْبِ فَقَالَ اَوَ يَاْكُلُ الذِّئْبَ اَحَدٌ فِيْهِ خَيْرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ اَبِيْ اُمَيَّةَ

متنِ حدیث: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ اِسْمٰعِيْلَ وَعَبْدِ الْكَرِيْمِ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَهُوَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ بْنُ قَيْسِ بْنِ اَبِي الْمُخَارِقِ وَعَبْدُ الْكَرِيْمِ بْنُ مَالِكٍ الْجَزَرِيُّ ثِقَةٌ

◆◆ حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ سے بجو کھانے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: کوئی شخص بجو کھا سکتا ہے؟ میں نے آپ سے ''بھیڑیا'' کھانے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی ایسا شخص بھیڑیے کو کھا سکتا ہے' جس میں بھلائی موجود ہو؟

1714- اخرجه ابن ماجه (1078/2) كتاب الصيد' باب: الضبع' حديث (3237)

اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور یہ اسماعیل بن مسلم کے حوالے سے عبدالکریم بن امیہ کے حوالے سے منقول ہے۔ بعض محدثین نے اسماعیل کے بارے میں کلام کیا اور عبدالکریم ابوامیہ جو ہیں' یہ عبدالکریم بن قیس ہیں' اور یہ قیس ابومخارق کے صاحبزادے ہیں جبکہ عبدالکریم بن مالک جذری مستند راوی ہیں۔

شرح

بجو کے حلال وحرام ہونے میں مذاہب آئمہ:

لفظ: الضبع: ایک جانور کا نام ہے' جسے بجو کہا جاتا ہے۔ یہ ایک سال مذکر اور ایک سال مؤنث رہتا ہے۔ مذکر ومؤنث دونوں کا فریضہ انجام دے لیتا ہے بھیڑیے کی شکل کا جنگلی جانور ہے جو گوشت خور ہے۔ دن بھر بل میں چھپا رہتا ہے اور رات کے وقت باہر نکلتا ہے۔ اس کی آنکھیں چھوٹی اور تیز ہوتی ہیں اور انسان کی قبر کھود کر مردے کا گوشت کھوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ "بجو" کا گوشت کھانا حلال ہے یا حرام؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام ہے۔ انہوں نے حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت سے استدلال کیا ہے: ومن یاکل الضبع ؟ یعنی بجو کون کھاتا ہے؟ یہ استفہام انکاریہ ہے یعنی بجو بھی کوئی کھانے والی چیز ہے یا اسے کون کھاتا ہے؟ یعنی کوئی بھی نہیں کھاتا، اس سے بجو کے حرام ہونے کی صراحت ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یہ جائز وحلال ہے۔ انہوں نے پہلی حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن ابی عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا: کیا بجو شکار ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، بجو شکار ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا: کیا میں اسے کھا سکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ میں نے پھر سوال کیا: کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! آپ نے ایسے فرمایا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) جب محرم اور مبیح کے درمیان تعارض آجائے تو محرم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ (۲) آخری: نعم کا تعلق شکار سے ہے' جس کی تائید سنن ابی داؤد کی روایت سے ہوتی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الضبع فقال: ھو صید، میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ضبع (بجو) کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: یہ شکار ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَکْلِ لُحُومِ الْخَیْلِ

باب 5: گھوڑے کا گوشت کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1715 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ وَنَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متن حدیث: اَطْعَمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُومَ الْخَيْلِ وَنَهَانَا عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ وَّرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ وَّرِوَايَةُ ابْنِ عُيَيْنَةَ اَصَحُّ

قولِ امام بخاری: قَالَ : وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ اَحْفَظُ مِنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھلایا ہے اور آپ نے ہمیں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس حدیث کو کئی راویوں نے اسی طرح عمرو بن دینار کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس حدیث کو حماد بن زید نے عمرو بن دینار کے حوالے سے امام محمد بن علی (امام محمد الباقر) کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابن عیینہ کی روایت زیادہ مستند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد (بن اسماعیل بخاری) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: سفیان بن عیینہ' حماد بن زید سے زیادہ حافظ ہیں۔

شرح

گھوڑے کا گوشت کھانے میں مذاہب آئمہ:

کیا گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے۔ انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت سے استدلال کیا ہے: نهى عن اكل لحوم الخيل الخ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (سنن ابی داؤد' رقم الحدیث ۳۷۹۰)

علاوہ ازیں ارشاد باری ہے: والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينه ۔ (القرآن) گھوڑے' خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زینت کے لیے ہیں''۔

۲-حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ بلا کراہت جائز ہے۔ انہوں نے حدیث

1715- اخرجه النسائي (201/7) كتاب الصيد' والذبائح' باب: الاذن في اكل لحوم الخيل' حديث (4327-4328) والحميدي (528/2) حديث (1254)

باب سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھلایا اور گدھوں کے گوشت سے ہمیں منع فرمایا۔" علاوہ ازیں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں مدینہ طیبہ میں ہم نے ایک گھوڑا ذبح کیا اور اسے کھایا (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۹۴۲)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: جب موجب کراہت اور مبیح میں تعارض آ جائے تو موجب کراہیب کو ترجیح حاصل ہے۔ لہٰذا ہمارے دلائل کو ترجیح حاصل ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ

باب 6: پالتو گدھوں کے گوشت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1716 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ عَنْ یَحْیَى بْنِ سَعِیْدٍ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ ح وحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِمَا عَنْ عَلِیٍّ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ زَمَنَ خَیْبَرَ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ هُمَا ابْنَا مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِیَّةِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ یُكْنٰى اَبَا هَاشِمٍ قَالَ الزُّهْرِیُّ وَكَانَ اَرْضَاهُمَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ وقَالَ غَیْرُ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ عُیَیْنَةَ وَكَانَ اَرْضَاهُمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ' حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے زہری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' زہری نے اس حدیث کو عبداللہ اور حسن سے روایت کیا ہے' جو امام محمد بن علی کے صاحبزادے ہیں انہوں نے اس روایت کو اپنے والد کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جنگ کے موقع پر خواتین کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا۔

زہری اس حدیث کو عبداللہ اور حسن کے حوالے سے نقل کرتے ہیں جو امام محمد (الباقر) کے صاحبزادے ہیں وہ حضرت

1716- اخرجه البخاری (570/9) كتاب الذبائح والصيد' باب: لحوم الحمر الانسية' حديث (5523) واخرجه مسلم (1028/2) كتاب النكاح' باب: نكاح المتعة وبيان' انه ابيح ثم نسخ' ثم ابيح ثم نسخ' واستقر تحريمه الى يوم القيامة' حديث (1407/32-31) و (1537/3) كتاب الذبائح' والصيد: باب: تحريم اكل لحم الحمر الاهلية' حديث (1407/22) والنسائی (202/7) كتاب الذبائح' والصيد: باب: تحريم اكل لحوم الحمر الاهلية' (120/6) كتاب النكاح' باب: تحريم المتعة' وابن ماجه (630/10) كتاب النكاح' باب: النهى عن نكاح المتعة' حديث (1961)

علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں۔

زہری فرماتے ہیں' ان دونوں حضرات میں حسن بن محمد میرے نزدیک زیادہ مستند ہیں۔

سعید بن عبدالرحمٰن کے علاوہ دیگر راویوں نے ابن عیینہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: عبداللہ بن محمد زیادہ مستند ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1717 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ كُلَّ ذِىْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَالْمُجَثَّمَةَ وَالْحِمَارَ الْاِنْسِيَّ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّجَابِرٍ وَّالْبَرَاءِ وَابْنِ اَبِىْ اَوْفٰى وَاَنَسٍ وَّالْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ وَاَبِىْ ثَعْلَبَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَرَوٰى عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّغَيْرُهٗ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو هٰذَا الْحَدِيْثَ وَاِنَّمَا ذَكَرُوْا حَرْفًا وَّاحِدًا نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر نوکیلے دانتوں والے درندوں کا گوشت کھانے اور جانور کو باندھ کر اس پر نشانے بازی کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت براء رضی اللہ عنہ' حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عبدالعزیز بن محمد اور دیگر راویوں نے محمد بن عمرو کے حوالے سے اسی حدیث کو نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس حدیث کا صرف یہ جملہ نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے ہر نوکیلے دانت والے درندے کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا۔

شرح

پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کا شرعی حکم:

آئمہ اربعہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ گھریلو گدھے کا گوشت حرام ہے۔ گھریلو کی قید لگانے سے جنگلی گدھا خارج ہو گیا، لہٰذا جنگلی گدھے کا گوشت کھانا (معمولی کراہت سے) جائز ہے۔ احادیث باب سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

1717- اخرجه احمد (366/2)

غزوۂ خیبر کے موقع پر چند چیزوں کوحرام قرار دیا تھا: (۱) عورتوں سے متعہ کرنا۔ (۲) نوکیلے دانتوں والے درندوں کا گوشت کھانا (۳) جانور کو باندھ کر اسے نشانہ بازی کرنا (۴) پالتو گدھوں کا گوشت کھانا۔

سوال: احادیث باب سے گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے لیکن حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے پالتو گدھوں کے گوشت کی حلت ثابت ہوتی ہے۔ وہ روایت یوں ہے کہ ہم قحط سالی کا شکار تھے، میرے پاس کوئی چیز موجود نہیں تھی جو اپنے اہل خانہ کو کھلا سکتا، البتہ گدھے موجود تھے جن کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہم قحط سالی کا شکار ہیں، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میں اپنے اہل خانہ کو کھلاؤں، تاہم چند فربہ گدھے موجود ہیں، جن کا گوشت آپ نے حرام قرار دے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اطعم اھلك من سمين حمرك فانما حرمتها من اجل حوال القرية تم اپنے اہل خانہ کو اپنے فربہ گدھے (کا گوشت) کھلاؤ، کیوں کہ میں نے اس لیے اسے حرام قرار دیا تھا کہ یہ گاؤں کے باہر گھومتے رہتے ہیں اور گندگی کھاتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۸۰) اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: احادیث باب کی اسناد قوی اور متون غیر شاذ ہیں جبکہ حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی سند ضعیف اور متن شاذ ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج۹ ص ۶۵۶) اس طرح یہ روایت غیر صحیح ہونے کی وجہ سے معمول بہ نہیں ہوسکتی۔

فائدہ نافعہ:

(۱) خچر کی حلت اور حرمت کا حکم ماں کے تابع ہے۔ اگر خچر گھوڑی اور گدھے کے ملنے سے پیدا ہوا ہو تو حلال ہوگا اور اگر گدھی اور گھوڑے کے ملنے سے پیدا ہوا ہو تو حرام ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر گائے اور گدھے کے ملنے سے پیدا ہوا ہو، تب بھی حلال ہوگا۔

(۲) ہر جانور کی حلت وحرمت کا حکم ماں کے تابع ہے اور جو حکم گوشت کا ہے وہی حکم اس جانور کے دودھ کا ہے۔ گھوڑی کا گوشت حلال ہے، لہٰذا اس کا دودھ بھی حلال ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جب گدھی کا گوشت حرام ہے، تو اس کا دودھ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَكْلِ فِيْ اٰنِيَةِ الْكُفَّارِ

باب 7: کفار کے برتنوں میں کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1718 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِىْ ثَعْلَبَةَ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قُدُوْرِ الْمَجُوْسِ فَقَالَ اَنْقُوْهَا غَسْلًا وَّاطْبُخُوْا فِيْهَا وَنَهٰى عَنْ كُلِّ سَبُعٍ ذِىْ نَابٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مَشْهُوْرٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِىْ ثَعْلَبَةَ وَرُوِىَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ ثَعْلَبَۃَ اسْمُہٗ جُرْثُوْمٌ وَّیُقَالُ جُرْھُمٌ وَّیُقَالُ نَاشِبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ ذُکِرَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَبِیْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِیِّ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ

◄► حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ سے مجوسیوں کی ہانڈیوں کے بارے میں دریافت کیا: گیا' تو آپ نے فرمایا: تم دھو کر انہیں صاف کرلو اور ان میں پکالو! (راوی کہتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے ہر نوکیلے دانت والے پرندے کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے زیادہ مشہور ہے اور اس کے علاوہ دیگر حوالوں سے بھی یہ ان سے منقول ہے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کا نام جرثوم تھا اور ایک قول کے مطابق جرہم تھا اور ایک قول کے مطابق "ناشب" تھا۔

یہ حدیث ابوقلابہ کے حوالے سے ابواسماء رحبی کے حوالے سے' حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

1719 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عِیْسٰی بْنِ یَزِیْدَ الْبَغْدَادِیُّ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَیْشِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ اَیُّوْبَ وَقَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَبِیْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِیِّ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ

متنِ حدیث: اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا بِاَرْضِ اَھْلِ الْکِتَابِ فَنَطْبُخُ فِیْ قُدُوْرِھِمْ وَنَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَتِھِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ لَّمْ تَجِدُوْا غَیْرَھَا فَارْحَضُوْھَا بِالْمَآءِ ثُمَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا بِاَرْضِ صَیْدٍ فَکَیْفَ نَصْنَعُ قَالَ اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَکَ الْمُکَلَّبَ وَذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰہِ فَقَتَلَ فَکُلْ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ مُکَلَّبٍ فَذُکِّیَ فَکُلْ وَاِذَا رَمَیْتَ بِسَھْمِکَ وَذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰہِ فَقَتَلَ فَکُلْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم لوگ اہل کتاب کی سرزمین پر رہتے ہیں اور ان کی ہنڈیا میں پکالیتے ہیں اور ان کے برتنوں میں پی لیتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں' ان کے علاوہ اور کوئی برتن نہ ملے تو تم انہیں پانی کے ذریعے صاف کرلیا کرو پھر حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم شکار کی سرزمین پر رہتے ہیں ہم کیا کریں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے تربیت یافتہ کتے کو بھیجو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لو اور وہ کتا جانور کو مار دے' تو تم اسے کھالو اور اگر وہ تربیت یافتہ نہ ہو' تو تم اسے ذبح کر کے کھالو اور اگر تم نے اپنا تیر پھینکا ہو' اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا ہو' اور اس نے جانور کو قتل کر دیا ہو' تو اسے کھالو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

کفار کے برتنوں کا استعمال:

کفار اور مشرکین کے وہ برتن جو دھات سے تیار کیے گئے ہوں مثلاً لوہا، تانبا، سلور اور پیتل وغیرہ سے، تو ان کو دھو کر استعمال

1719- اخرجہ احمد (195/4)

کر سکتے ہیں۔ اگر برتن لکڑی اور مٹی سے تیار کیے گئے ہوں جو مظروف کو چوس لیتے ہیں، وہ ناپاکی کے لیے استعمال نہ کیے گئے ہوں تو ان کو دھونے سے قبل استعمال میں لانا مکروہ ہے مگر دھونے کے بعد بلا کراہت جائز ہیں۔ اگر یہ برتن ناپاکی مثلاً شراب نوشی، مردار یا خنزیر وغیرہ کا گوشت پکانے کے لیے استعمال کیے گئے ہوں تو دھونے کے بعد مجبوری کے سبب استعمال میں لا سکتے ہیں۔

فائدہ نافعہ:

کفار اور مشرکین اگر ناپاکی سے احتراز کرتے ہوں تو ان کے کپڑے اور پانی پاک ہے جو مسلمان اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔ اگر وہ پلیدی سے اجتناب نہ کرتے ہوں تو ان چیزوں کا استعمال مسلمان کے لیے ممنوع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْفَارَةِ تَمُوْتُ فِي السَّمْنِ

باب 8: وہ چوہا جو گھی میں گر کر مر جائے اس کے بارے میں جو منقول ہے

1720 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ وَاَبُوْ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ فَارَةً وَّقَعَتْ فِيْ سَمْنٍ فَمَاتَتْ فَسُئِلَ عَنْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوْهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ مَيْمُوْنَةَ وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَصَحُّ وَرَوٰى مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَهُوَ حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ : وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ وَحَدِيْثُ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ فِيْهِ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْهُ فَقَالَ اِذَا كَانَ جَامِدًا فَاَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَاِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوْهُ هٰذَا خَطَاٌ اَخْطَاَ فِيْهِ مَعْمَرٌ قَالَ وَالصَّحِيْحُ حَدِيْثُ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ

1720- اخرجه مالك في الموطا (971/2) كتاب الاستئذان، باب: ما جاء في الفارة في السمن، حديث (20) والبخاري (585/9) كتاب الذبائح والصيد: باب: اذا وقعت الفارة في السمن الجامد والذائب، حديث (5538، 5540) وابوداؤد (392/2) كتاب الاطعمة، باب: في الفارة تقع في السمن، حديث (3841) والنسائي (187/7) كتاب الفرع والعتيرة، باب: الفارة تقع في السمن، والحميدي (149/1) حديث (312) من طريق الزهري، عن عبيد الله بن عتبة بن مسعود، عن ابي عباس عن ميمونة، فذكره.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک چوہا گھی میں گر کر مر گیا اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا' تو آپ نے فرمایا: اس کو اور اس کے آس پاس والے گھی کو پھینک دو اور باقی کو استعمال کرلو۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ حدیث زہری کے حوالے سے عبید اللہ کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے نبی اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا:

محدثین نے اس روایت میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں کیا تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث زیادہ مستند ہے۔

زہری نے سعید بن مسیب کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح کی حدیث نقل کی ہے' تاہم یہ حدیث مستند نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: معمر نے زہری کے حوالے سے' سعید بن مسیب سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث نقل کی ہے: ''آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر وہ جما ہوا ہو تو اسے اور اس کے آس پاس والے کو پھینک دو اور اگر وہ مائع ہو تو اسے استعمال نہ کرو''۔ اس میں خطاء ہے اور صحیح حدیث وہ ہے' جو زہری نے عبید اللہ کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

شرح

گھی میں چوہا گر جائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ:

اگر گھی میں چوہا گر جائے جبکہ گھی جما ہوا ہو تو چوہا اور اس سے متصل اطراف کا گھی برتن سے نکال کر پھینک دیا جائے تو باقیماندہ گھی پاک ہو جائے گا۔ اس گھی کو استعمال میں لانا جائز ہے اور خرید و فروخت بھی درست ہے۔

اگر پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو گھی پلید ہو جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا اسے خارجی مقصد مثلاً جوتے کو لگانے یا چراغ جلانے وغیرہ کے لیے استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ اسے خارجی استعمال میں لا سکتے ہیں، اسے فروخت بھی کر سکتے ہیں لیکن کھانا جائز نہیں ہے۔

۲۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے خارجی استعمال میں لانے بلکہ کسی بھی طرح اس سے انتفاع جائز نہیں ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے: وان کان مائعا فلا تقربوہ ۔ یعنی ''اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو تم اس کے قریب نہ جاؤ''۔

۳۔حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا خارجی استعمال یعنی چراغ وغیرہ میں استعمال جائز ہے اور ہر لحاظ سے انتفاع کر سکتے ہیں لیکن اس کا فروخت کرنا اور کھانا حرام ہے۔

مسئلہ ثانیہ:

وہ اشیاء جن کا نچوڑ نا دشوار ہو مثلاً اجناس، چٹائی اور پلید پانی میں ابالا ہوا گوشت وغیرہ کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس مسئلہ میں صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان چیزوں کو تین بار اس طرح دھویا جائے کہ ہر بار خشک بھی کیا جائے تو پاک ہو جائیں گی۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ایسی چیزیں ہمیشہ پلید رہیں گی اور ان کے پاک کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ا ص ۹۲۸)

فائدہ نافعہ:

(۱) جب دودھ یا شہد وغیرہ میں چوہا گر مر جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے برابر اس میں پانی ڈالا جائے اور آگ پر اسے پکایا جائے حتیٰ کہ پانی کی مقدار خشک ہو جائے، یہ عمل تین بار کرنے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

(۲) بڑا قالین یا صوفہ وغیرہ ناپاک ہو جائے جس کا نچوڑ ناممکن نہ ہو، تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر پانی ڈال کر بھگو دیا جائے پھر اسے مشین یا شدید دھوپ کے ذریعے خشک کیا جائے' تین بار یہ عمل کرنے سے وہ پاک ہو جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ بِالشِّمَالِ

باب 9: بائیں ہاتھ سے کھانے اور پینے کی ممانعت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1721 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَاْكُلْ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهٖ وَلَا يَشْرَبْ بِشِمَالِهٖ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهٖ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّعُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ وَسَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّحَفْصَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

متنِ حدیث: وَهٰكَذَا رَوٰى مَالِكٌ وَّابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوٰى مَعْمَرٌ وَّعُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرِوَايَةُ مَالِكٍ وَّابْنِ عُيَيْنَةَ اَصَحُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور بائیں ہاتھ سے نہ پیئے' کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔

1721- اخرجه احمد (80/2)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ' حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس حدیث کو اسی طرح امام مالک نے اور ابن عیینہ نے زہری کے حوالے سے ابوبکر بن عبیداللہ کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

معمر اور عقیل نے زہری کے حوالے سے' سالم کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس روایت کو نقل کیا ہے' تاہم امام مالک اور ابن عیینہ کی نقل کردہ حدیث زیادہ مستند ہے۔

1722 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَاْكُلْ بِيَمِيْنِهٖ وَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهٖ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهٖ

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

جب کوئی شخص کچھ کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور دائیں ہاتھ سے پیے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔

شرح

بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی ممانعت:

اسلام نے مسلمان کو پیدائش سے لے کر موت تک پیش آنے والے امور کے انجام دینے کا طریقہ کار، مہذب اسلوب اور آداب کی بھی تعلیم دی ہے حتیٰ کہ ہاتھوں کے استعمال کا انداز بھی سکھایا ہے۔ تمام اعمال خیر مثلاً قرآن کریم، مذہبی کتب اور پاک وحلال اشیاء کے لینے یا دینے کے لیے دایاں ہاتھ جبکہ استنجاء وغیرہ کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کرنے کی تاکید کی ہے، کیونکہ اس کے برعکس طریقہ اختیار کرنے کی صورت میں انسانی طبیعت وساوس کا شکار ہوسکتی ہے جو مستقل مرض کی شکل بھی اختیار کرسکتی ہے۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے، اس لیے اچھے کاموں کے لیے اور کھانے پینے کے لیے اسے استعمال کرنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی ہدایت فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں دائیں ہاتھ سے کھانا پینا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بائیں ہاتھ سے کھانا شیطانی طریقہ ہے۔

1722م – اخرجه مالك في الموطا (922/2) كتاب صفة النبي صلى الله عليه وسلم باب النهي عن الاكل بالشمال' حديث (6) ومسلم (1598/3) كتاب الاشربة' باب: آداب الطعام' والشراب واحكامهما' حديث (2020/105) واحمد (33/2) والدارمي (97'96/2) كتاب الاطعمة' باب: الاكل باليمين' والحميدي (283/2) حديث (635)

فائدہ نافعہ:

اگر دایاں ہاتھ نہ ہو یا اس میں عذر ہو جس وجہ سے استعمال نہ ہوسکتا ہوں تو کھانے پینے کے لیے بائیں ہاتھ کو استعمال کیا جاسکتا ہے کیونکہ عذر کی وجہ سے حکم بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔

سوال: اگر دایاں ہاتھ کھانے وغیرہ سے آلودہ ہوتو کیا بائیں ہاتھ سے گلاس پکڑ کر پانی پی سکتے ہیں یا ڈونگے سے سالن وغیرہ نکال سکتے ہیں؟

جواب: دائیں ہاتھ کے آلودہ ہونے کی صورت میں زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے پھر اس کے ساتھ ڈونگے سے سالن وغیرہ نکالے اور گلاس پکڑ کر پانی نوش کرے یا دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے ساتھ ملا کر دونوں سے سالن وغیرہ نکالا جائے اور دونوں سے پانی پیا جائے۔ حدیث کے ان الفاظ سے بھی اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔ ولا یأخذ بھا ولا یعطی بھا۔ ''کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کوئی چیز لے اور نہ دے''۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي لَعْقِ الْاَصَابِعِ بَعْدَ الْاَكْلِ

باب 10: کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1723 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهُ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيَّتِهِنَّ الْبَرَكَةُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ سُهَيْلٍ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ حَدِيْثُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنَ الْمُخْتَلِفِ لَا يُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهِ

◄► سہیل بن ابوصالح اپنے والد کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص کچھ کھالے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کیونکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی حوالے سے پہچانتے ہیں جو سہیل کے حوالے

1723- اخرجه مسلم (1607/3) كتاب الاشربة' باب: استحباب لعق الاصابع والقصعة' واكل اللقمة' الساقطة بعد مسح ما يصيبها من اذى وكراهة مسح اليد قبل لعقها' حديث (2035/137) واحمد (341/2) كلاهما' من طريق سهيل بن ابى صالح عن ابيه' فذكره.

سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: عبدالعزیز سے منقول روایت "مختلف" ہے اور یہ صرف انہی کے حوالے سے معلوم ہے۔

شرح

کھانے سے فارغ ہوکر انگلیاں چاٹنا:

شرعی آداب طعام کے مطابق جب کھانا کھانے سے فراغت حاصل ہو جائے تو دونوں ہاتھ کی سب انگلیوں کو چاٹ لیا جائے تاکہ انگلیوں کو لگا ہوا کھانا ضائع نہ ہو اور یہ عمل سنت ہے۔ حدیث باب میں صراحت ہے کہ سب انگلیوں کو چاٹنے سے کھانے کی برکت حاصل ہو جائے گی' کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس انگلی میں برکت رکھی ہے۔ تاہم اختتام پر دونوں ہاتھ پانی سے بھی دھوئے جائیں۔

سوال: کھانے سے فراغت پر انگلیوں کو چاٹنا مسنون ہے، تو اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ انگلیوں کو چاٹنے کی ترتیب کیا ہونی چاہیے؟

جواب: انگلیوں کو چاٹنے کی کوئی خاص ترتیب ضروری نہیں ہے' تاہم پہلے دائیں ہاتھ کی پھر بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو چاٹا جائے اور آخر میں پانی سے دھونا بھی مسنون ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی اللُّقْمَةِ تَسْقُطُ

باب 11: جو لقمہ گر جائے' جو کچھ اس کے بارے میں منقول ہے

1724 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَسَقَطَتْ لُقْمَةٌ فَلْيُمِطْ مَا رَابَهُ مِنْهَا ثُمَّ لِيَطْعَمْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ اَنَسٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص کھانا کھائے اور اس کا لقمہ گر جائے' تو اس پر جو چیز لگی ہو' وہ اسے صاف کرلے' اور پھر اسے کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑ دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

1725 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ

1724- اخرجه مسلم (1606/3) كتاب الاشربة' باب: استحباب لعق الاصابع والقصعة' حديث (134) واحمد (301/3) والحميدى (518/2) حديث (1234)

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ وَقَالَ اِذَا مَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ وَاَمَرَنَا اَنْ نَّسْلِتَ الصَّحْفَةَ وَقَالَ اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ ثابت' حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ جب کوئی چیز کھا لیتے تھے' تو اس کے بعد اپنی تین انگلیوں کو چاٹا کرتے تھے (جن کے ذریعے آپ نے کھانا کھایا ہوتا تھا) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کسی شخص کا لقمہ گر جائے' تو وہ اس پر لگی ہوئی گندگی کو صاف کرلے' اور اسے کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑ دے (حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) آپ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم پیالے کو صاف کریں۔

آپ نے ارشاد فرمایا ہے: تم لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصے میں برکت موجود ہے؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

1726 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ الْمُعَلَّى بْنُ رَاشِدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ جَدَّتِيْ اُمُّ عَاصِمٍ وَّكَانَتْ اُمَّ وَلَدٍ لِسِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا نُبَيْشَةُ الْخَيْرِ وَنَحْنُ نَاْكُلُ فِيْ قَصْعَةٍ فَحَدَّثَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ اَكَلَ فِيْ قَصْعَةٍ ثُمَّ لَحِسَهَا اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْمُعَلَّى بْنِ رَاشِدٍ وَّقَدْ رَوٰى يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ رَاشِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ سیّدہ اُمّ عاصم رضی اللہ عنہا' جو حضرت سنان بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی اُمّ ولد ہیں' بیان کرتی ہیں' حضرت نبیشہ الخیر رضی اللہ عنہ ہماری طرف آئے ہم اس وقت ایک پیالے میں کھا رہے تھے انہوں نے ہمیں یہ حدیث سنائی' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی پیالے میں کھائے اور پھر اسے چاٹ لے تو وہ پیالہ اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف معلّٰی بن راشد کے حوالے سے جانتے ہیں۔ یزید بن ہارون اور دیگر ائمہ نے معلّٰی بن راشد کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

1725- اخرجه مسلم (1607/3) كتاب الاشربة' باب: استحباب لعق الاصابع والقصعة' حديث (2034/136) واحمد (290، 177/3) عن حماد بن سلمة' عن ثابت فذكره.

1726- اخرجه ابن ماجه (1089/2) كتاب الأطعمة' باب: تنقية الصحفة' حديث (3271) واحمد (76/5) والدارمي (96/2) كتاب الاطعمة' باب: في لعق الصحفة من طريق المعلى بن راشد ابى اليمان' قال: حدثتني جدتي ام عاصم' فذكر نه.

شرح

کھانا کھانے کے دوران گرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھانا:

کھانا کھانے کے شرعی آداب کو پیش نظر رکھ کر کھانا کھانا چاہیے۔ پہلے دونوں ہاتھ دھوئے جائیں۔ دسترخوان بچھایا جائے جس پر کھانا رکھا جائے، دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بایاں بچھا کر بیٹھا جائے۔ بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جائے۔ تین انگلیوں سے کھایا جائے، دائیں ہاتھ سے کھایا جائے، اجتماعی کھانے کی صورت میں اپنے سامنے سے کھایا جائے، میانہ روی سے اور چبا کر کھایا جائے، ابتداء یا درمیان میں پانی پیا جائے، کوئی لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر کھالیا جائے۔ لقمہ غبار آلود ہو گیا ہو تو صاف کر کے کھایا جائے، لقمہ پلید ہو جانے پر اسے اٹھا کر پرندوں کے لیے بلند جگہ پر رکھ دیا جائے۔ اختتام پر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں چاٹ لی جائیں اور دونوں ہاتھ پانی سے بھی دھوئے جائیں۔

فائدہ نافعہ:

(۱) کھانا کھانے کے لیے دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں استعمال کی جائیں اور چار یا پانچ انگلیوں کے استعمال سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ اس سے حرص اور لالچ کا اظہار ہوتا ہے جو مسلمان کی شایان شان نہیں ہے۔ تاہم پانچوں انگلیاں کھانے کے لیے استعمال کرنا حرام نہیں ہے لیکن یہ عادت نہیں بنانی چاہیے۔

(۲) جس برتن کو سالن وغیرہ کے لیے استعمال کیا جائے تو اسے بھی خوب صاف کر لیا جائے اور جب برتن صاف کر لیا جائے تو وہ صاف کرنے والے کے حق میں بخشش کی دعا کرتا ہے۔ یاد رہے کہ برتن کو صاف کرنے سے حرص و لالچ کا نہیں بلکہ سنت کا اظہار ہوتا ہے۔

(۳) معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے ایک ایک ذرے اور چیز کو استغفار و دعاء بخشش کی تعلیم دی اور شعور بھی عنایت کر دیا ہے حتیٰ کہ کھانے کے لیے استعمال کیے جانے والا برتن کھانا کھانیوالے کی شخصیت سے آگاہ ہوتا ہے اور جب وہ اسے صاف کرتا ہے تو اس کے حق میں دعاء بخشش کرتا ہے۔ برتن کی یہ دعا اہل اللہ، صالحین اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْاَكْلِ مِنْ وَّسَطِ الطَّعَامِ

باب 12: "کھانے" کے درمیان میں سے کھانے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1727 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

1727– اخرجه ابوداؤد (348/3) كتاب الاطعمة' باب: ما جاء في الاكل من اعلى الصحفة' حديث (3772) وابن ماجه (1090/2) كتاب الاطعمة' باب: النهي عن لاكل من ذروة الثريد' حديث (3277) واحمد (270/1' 300' 343' 345' 364) والدارمي (100/2) كتاب الاطعمة' باب: في الذي ياكل مما يليه' والحميدي (243/1) حديث (529) من طريق عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس' فذكره.

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ فَكُلُوْا مِنْ حَافَتَيْهِ وَلَا تَاْكُلُوْا مِنْ وَّسَطِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ اِنَّمَا يُعْرَفُ مِنْ حَدِيْثِ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِیُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کھانے کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے اس لئے تم اس کے کناروں کی طرف سے کھایا کرو اس کے درمیان میں سے نہ کھایا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ یہ حدیث عطاء بن سائب کے حوالے سے پہچانی گئی ہے اس حدیث کو شعبہ اور ثوری نے عطاء بن سائب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

برتن کے درمیان سے کھانا کھانے کی ممانعت:

کھانے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ کھانا بڑے برتن میں ہو خواہ انفرادی طور پر کھایا جائے یا اجتماعی طور پر، تو اپنے سامنے اور کنارے سے کھایا جائے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں: (۱) اگر کھانا برتن کے درمیان سے کھایا جائے تو کھانا منتشر ہونے کے سبب برتن کا منظر قابل تعریف نہیں رہے گا۔ (۲) کھانا برتن کے درمیان میں محفوظ رہنے کی وجہ سے نظریں اس کی طرف متوجہ رہیں گی، تو دل جلد سیر ہو جائے گا۔ (۳) جو حکمت تین انگلیوں اور چھوٹے چھوٹے لقمے لے کر کھانے میں ہے وہی حکمت برتن کے کنارے اور اپنے سامنے سے کھانے میں ہے۔ (۴) رحمت کا نزول کھانے کے درمیان میں ہوتا ہے اور یہ رحمت از ابتداء تا اختتام باقی رہے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ اَكْلِ الثُّوْمِ وَالْبَصَلِ

باب 13: لہسن اور پیاز کھانے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1728 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا يَحْيَی بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

1728- اخرجه البخاری (395/2) كتاب الاذان' باب: ما جاء فی الثوم النیء والبصل والكراث' حديث (855) ومسلم (2/467'468' الابی) كتاب المساجد' ومواضع الصلوٰة' باب' نهی من اكل ثوما او بصلا او كراثا او نحوها' حديث (72'73' 74/564) من طرق عن جابر والنسائی (43/2) كتاب المساجد' باب: من يمنع من المسجد' واحمد (380/3)وابن خزيمة (83/3) حديث (1664'1665)

متن حدیث: مَنْ اَکَلَ مِنْ هٰذِهٖ قَالَ اَوَّلَ مَرَّةٍ الثُّوْمِ ثُمَّ قَالَ الثُّوْمِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ فَلَا يَقْرَبْنَا فِي مَسْجِدِنَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَاَبِيْ اَيُّوْبَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَقُرَّةَ بْنِ اِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ وَابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اسے کھالے (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) راوی نے ایک مرتبہ صرف لہسن کا ذکر کیا ہے اور پھر ایک مرتبہ' لہسن' پیاز اور گندنے کا ذکر کیا ہے (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت قرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہے۔

1729 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُوْلُ

متن حدیث: نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَيُّوْبَ وَكَانَ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا بَعَثَ اِلَيْهِ بِفَضْلِهٖ فَبَعَثَ اِلَيْهِ يَوْمًا بِطَعَامٍ وَّلَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَتٰى اَبُوْ اَيُّوْبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ ثُوْمٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَرَامٌ هُوَ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُهٗ مِنْ اَجْلِ رِيْحِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سماک بن حرب بیان کرتے ہیں' انہوں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں پڑاؤ کیا' جب نبی اکرم ﷺ کوئی چیز کھا لیتے تھے' تو بچا ہوا کھانا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو بھیج دیتے تھے ایک مرتبہ آپ نے کھانا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو بھجوایا آپ نے اس میں سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا' حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ آپ سے کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس میں لہسن موجود تھا' حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ لیکن میں اسے اس کی بو کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1729- اخرجه احمد (5/94'95'103'106) عن سماك بن حرب' فذكره.

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ اَكْلِ الثُّوْمِ مَطْبُوْخًا

باب 14: پکے ہوئے لہسن کھانے کی رخصت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1730 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوَيْهِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ بْنُ مَلِيْحٍ وَّالِدُ وَكِيْعٍ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ قَالَ

آثارِ صحابہ: نُهِيَ عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ اِلَّا مَطْبُوْخًا

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' لہسن کھانے سے منع کیا گیا ہے البتہ پکے ہوئے کا حکم مختلف ہے۔

1731 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَا يَصْلُحُ اَكْلُ الثُّوْمِ اِلَّا مَطْبُوْخًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا عَنْ عَلِيٍّ قَوْلُهُ وَرُوِىَ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ حَنْبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ الْجَرَّاحُ بْنُ مَلِيْحٍ صَدُوْقٌ وَّالْجَرَّاحُ بْنُ الضَّحَّاكِ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لہسن کھانا ٹھیک نہیں ہے البتہ پکے ہوئے (کا حکم مختلف ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔

یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر منقول ہے۔

یہ روایت شریک کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) امام بخاری فرماتے ہیں' جراح بن ملیح ''صدوق'' ہیں اور جراح بن ضحاک ''مقارب الحدیث'' ہے۔

1732 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اُمَّ اَيُّوْبَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَلَيْهِمْ فَتَكَلَّفُوْا لَهُ طَعَامًا فِيْهِ مِنْ بَعْضِ هٰذِهِ الْبُقُوْلِ فَكَرِهَ اَكْلَهُ فَقَالَ لِاَصْحَابِهِ كُلُوْهُ فَاِنِّىْ لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ اُوْذِىَ صَاحِبِىْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَّاُمُّ اَيُّوْبَ هِىَ امْرَاَةُ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ

◆◆ سیدہ اُم ایوب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ان کے ہاں پڑاؤ کیا ان لوگوں نے آپ کے لئے کھانا پکایا

1730- اخرجه ابوداؤد (389/2) كتاب الاطعمة' باب: في اكل الثوم' حديث (3828)

1732- اخرجه ابن ماجه (1116/2) كتاب الاطعمة' باب: اكل الثوم والبصل والكراث' حديث (3364) واحمد (462'433/6) والدارمي (102/2) كتاب الاطعمة' باب: اكل الثوم' وابن خزيمة (86/3) حديث (1671)

جس میں کچھ سبزیاں ڈال دیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے کھانے کو ناپسند کیا آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگ اسے کھالو کیونکہ میں تمہاری مانند نہیں ہوں مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میں اس کے ذریعے اپنے ساتھی (فرشتے) کو اذیت پہنچاؤں گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے اور اُم ایوب سے مراد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔

1733 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ اَبِىْ خَلْدَةَ عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ

قَالَ الثُّومُ مِنْ طَيِّبَاتِ الرِّزْقِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ خَلْدَةَ اسْمُهُ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ وَّهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَقَدْ اَدْرَكَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَّسَمِعَ مِنْهُ وَاَبُو الْعَالِيَةِ اسْمُهُ رُفَيْعٌ هُوَ الرِّيَاحِيُّ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كَانَ اَبُوْ خَلْدَةَ خِيَارًا مُسْلِمًا

◆◆ ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں لہسن بہترین رزق ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابوخلدہ کا نام خالد بن دینار ہے یہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے اور ان سے احادیث سنی ہیں۔

ابوالعالیہ کا نام رفیع ہے یہ "ریاحی" ہیں اور عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں ابوخلدہ بہترین مسلمان تھے۔

شرح

لہسن اور پیاز کھانے کی کراہت:

لفظ: ثوم، کا معنی ہے: لہسن۔ بصل: کا معنی ہے: پیاز۔ کراث: کا معنی ہے: گندنا اور فجل: کا معنی ہے: مولی۔ ان چیزوں میں سے کوئی ایک یا متعدد زیادہ مقدار میں کچی کھانے سے بدبودار ڈکاریں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے یہ چیزیں کھا کر مسجد میں جانے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس کی بدبو سے نمازیوں اور فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہی حکم حقہ نوشی، سگریٹ پینے اور بیڑی وغیرہ کھانے کا ہے، کیونکہ ان چیزوں میں بھی بدبو ہے۔ تاہم ان چیزوں کو کم مقدار میں کھانے کے دوران بطور سلاد استعمال کرنے یا ان کو پکا کر کھانے کے بعد مسجد میں جانے کی ممانعت نہیں ہے اور نہ کراہت، کیونکہ ان چیزوں کو پکانے سے بدبو ختم ہو جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس شخص کے منہ یا زخم سے یا کپڑوں سے بدبو آتی ہو، اسے بھی مسجد، مذہبی محافل، دینی تقریبات، مجلس ذکر، درس قرآن اور درس حدیث وغیرہ میں جانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ تَخْمِيْرِ الْاِنَآءِ وَاِطْفَاءِ السِّرَاجِ وَالنَّارِ عِنْدَ الْمَنَامِ

باب 15: سوتے وقت برتن ڈھانپنے، چراغ اور آگ کو بجھا دینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1734 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَغْلِقُوا الْبَابَ وَاَوْكِئُوا السِّقَاءَ وَاَكْفِئُوا الْاِنَاءَ اَوْ خَمِّرُوا الْاِنَاءَ وَاَطْفِئُوا الْمِصْبَاحَ فَاِنَّ

الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ غَلَقًا وَّلَا يَحِلُّ وِكَاءً وَّلَا يَكْشِفُ اٰنِيَةً وَّاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى النَّاسِ بَيْتَهُمْ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (سوتے ہوئے) دروازے بند کر دو' مشکیزے کا منہ بند کر دو' برتنوں کو اوندھا کر دو یا برتنوں کو ڈھانپ دو چراغ کو بجھا دو کیونکہ شیطان بند دروازے کو کھول نہیں سکتا اور جس کا منہ بند ہوا سے کھول نہیں سکتا اور ڈھانپی ہوئی چیز کو ہٹا نہیں سکتا اور چوہا گھر کو لوگوں سمیت جلا سکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

1735 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوْتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُوْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سوتے وقت اپنے گھروں میں جلتی ہوئی آگ نہ چھوڑو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سوتے وقت برتن ڈھانپنا' چراغ گل کرنا اور آگ بجھانا:

احادیث باب میں رات کے وقت سونے کی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا درس دیا گیا ہے جن پر عمل کرنے کے کثیر فوائد اور

1734- اخرجه مسلم (1594/3) كتاب الاشربه' باب: الامر بتغطية الاناء وايكلاء السقا' حديث (210/96) وابو داؤد (365/2) كتاب الاشربه' باب: في ايكلاء الانية' حديث (3732)

1735- اخرجه البخارى (88/11) كتاب الاستئذان باب: لا تترك النار فى البيت عند النوم' حديث (6293) ومسلم (1596/3) كتاب الاشربة' باب: الامر بتغطية الاناء وايكلاء القاء واطفاء السراج' حديث (2015/100) وابو داؤد (784/2) كتاب الاداب' باب: فى اطفاء النار بالليل' حديث (5246) وابن ماجه (1239/2) كتاب الآداب' باب: اطفاء النار المبيت' حديث (3769)

نظر انداز کرنے کے بہت سے نقصانات ہیں۔ احتیاطی تدابیر کے حوالے سے پانچ احکام جاری کیے گئے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

۱-اغلقوا الباب: بسم اللہ پڑھ کر گھر کا دروازہ بند کر دینا چاہیے تا کہ نہ شیطان گھر میں داخل ہو اور نہ چور وغیرہ۔ دروازہ کھلا رہنے کی وجہ سے چور گھر میں داخل ہو کر مالی اور جانی نقصان کر سکتا ہے۔

۲-اوکئوا السقاء: بسم اللہ پڑھ کر مشکیزے کا منہ ڈوری سے باندھ دیا جائے تا کہ اس میں کیڑا مکوڑا داخل نہ ہو اور شیطان بھی ڈوری کو نہ کھول سکے۔

۳-اکفئوا الأناء: بسم اللہ پڑھ کر برتنوں کو اوندھا کر دینا چاہیے یا انہیں ڈھانپ دینا چاہیے یعنی اگر خالی ہوں تو برتن اوندھے کر دیے جائیں ورنہ کسی کپڑے وغیرہ سے ڈھانپ دینا چاہیے تا کہ ان میں کوئی سانپ یا کیڑا مکوڑا داخل نہ ہو سکے۔

۴-اطفئوا المصباح: بسم اللہ پڑھ کر چراغ گل کر دینا چاہیے کیونکہ جلتا چھوڑنے پر اس بات کا قوی امکان ہے چوہا اس کی بتی کو کھینچے اور کپڑوں وغیرہ پر پھینک دے جس سے تمام گھر بھی جل سکتا ہے۔

۵- لاتترکوا النار فی بیوتکم حین تنامون: سوتے وقت بسم اللہ پڑھ کر جلتی ہوئی آگ کو بھی بجھا دینا چاہیے تا کہ سوتے میں چوہا اس پر کوئی چیز پھینک کر مزید آگ بھڑکا کر گھر کو جلانے کا سامان پیدا نہ کرے۔

سوال: پہلے حکم میں یہ بتایا گیا ہے کہ گھر کا دروازہ اس لیے بند کیا جاتا ہے کہ شیطان داخل نہ ہو، حالانکہ شیطان دروازے کا محتاج نہیں ہے وہ انسان میں بھی خون کی طرح گردش کرتا رہتا ہے؟

جواب:۔ جب بسم اللہ پڑھ کر گھر کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے تو تسمیہ کی برکت سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور وہ اندر آنے سے بھی قاصر رہتا ہے۔ علاوہ ازیں بسم اللہ کی برکت سے چور کی چوری سے بھی گھر محفوظ ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فائدہ نافعہ:

رات کو سوتے وقت جس طرح چراغ کو گل کرنے اور جلتی ہوئی آگ کو بجھانے کا حکم ہے، اسی طرح بجلی کا بلب وغیرہ بھی بجھا دینا چاہیے کیونکہ اس سے بھی آگ لگنے کا امکان ہے، ایسے کئی واقعات پیش آ چکے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْقِرَانِ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ

باب 16: دو کھجوریں ملا کر کھانے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1736 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

1736- اخرجه البخاری (127/5) کتاب المظالم، باب: اذا اذن انسان لآخر شیئا جاز، حدیث (2455)، (156/5) کتاب الشرکة، باب: القرآن فی التمر بین الشرکاء، حدیث (2489، 2490)، (482/9) کتاب الاطعمة، باب: القرآن فی التمر، حدیث (5446) ومسلم (1617/3) کتاب الاشربة، باب: نهی الاکل مع جماعة عن قرآن تمرتین، حدیث (151) وابوداؤد (390/2) کتاب الاطعمة، باب: الاقرآن فی التمر عند الاکل، حدیث (3834) وابن ماجه (1106/2) کتاب الاطعمة، باب: النهی عن قرآن التمر، حدیث (3331، 3332)

متن حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُقْرَنَ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ حَتّٰى يَسْتَاْذِنَ صَاحِبَهٗ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ مَوْلٰى اَبِیْ بَكْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے دو کھجوریں ایک ساتھ ملا کر کھانے سے منع کیا ہے البتہ اگر اپنے ساتھی سے اجازت لے لی جائے (تو ایسا کرنا جائز ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ' جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دو کھجوریں ملا کر کھانے کی ممانعت:

جب اجتماعی کھانا کھایا جارہا ہو یا کوئی دوسری چیز کھائی جارہی ہو تو اخلاق کا تقاضا ہے کہ دوسرے کے حق پر ڈاکہ زنی کی کوشش نہ کی جائے بلکہ اسے اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہوئے زیادہ کھانے کا موقع فراہم کیا جائے۔ ایسے موقع پر اگر دوسرے کو اپنے پر ترجیح کا حوصلہ نہ ہو تو مساوات کے ضابطہ کے پیش نظر انصاف سے ضرور کام لیا جائے۔ اگر تیز رفتاری یا بڑے بڑے لقمے لے کر یا ایک کھجور کے بجائے دو کھجوریں یا ایک انگور کے بجائے دو انگور کھانا شروع کرے تو اس سے کئی نقائص سامنے آتے ہیں۔ جو مسلمان کی شایان شان نہیں ہو سکتے: (۱) ایسی حرکت اسلامی اخلاق کے منافی ہے۔ (۲) اس سے حرص و خود غرضی کا اظہار ہوتا ہے۔ (۳) اجتماعی کھانا کھانے کے آداب کے خلاف ہے۔ (۴) دوسرے لوگوں کی حق تلفی اور زیادتی کا موجب ہے۔

سوال: دوسری روایت میں دو کھجوریں ملا کر کھانے کی اجازت بھی مذکور ہے: كنت نهيتكم عن القران في التمر وان الله وسع عليكم فاقرنوا (کتاب الناسخ والمنسوخ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع کیا تھا، بیشک اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسیع رزق عطا کیا ہے، لہٰذا تم کھجوریں ملا کر کھا سکتے ہو'۔ اس طرح حدیث باب اور اس روایت کے درمیان تعارض ہوا؟

جواب: حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس تعارض کا ارتفاع یوں کرتے ہیں کہ حدیث باب اصح اور اشہر ہے جبکہ یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ لہٰذا حدیث باب کو ترجیح حاصل ہوگی اور اسے منسوخ قرار دینا درست نہیں ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج۹ ص۵۷۱) اس طرح دونوں روایات میں تعارض باقی نہیں رہا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اسْتِحْبَابِ التَّمْرِ

باب 17: کھجور کھانے کے مستحب ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1737 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ الْبَغْدَادِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا

يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بَيْتٌ لَّا تَمْرَ فِيْهِ جِيَاعٌ اَهْلُهٗ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ سَلْمَى امْرَاَةِ اَبِيْ رَافِعٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ الْبُخَارِيَّ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا رَوَاهُ غَيْرَ يَحْيَى بْنِ حَسَّانَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں اس کے گھر والے بھوکے ہوتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں جو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں یہ حدیث اس حوالے سے ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف ہشام بن عروہ کے حوالے سے اسی سند کے ہمراہ جانتے ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا: میرے علم کے مطابق یحییٰ بن حسان کے علاوہ اور کسی نے اسے روایت نہیں کیا۔

شرح

کھجور کی اہمیت وفضیلت

حدیث باب میں کھجور کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں کھجور نہ ہو اس کے اہل خانہ بھوکے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ دنیا کے ہر علاقہ یا خطہ میں کھجور دستیاب نہیں ہے اور اگر کسی علاقہ میں دستیاب ہے تو گراں ہے، اس حدیث پر عمل کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث باب کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ نظام خانہ داری میں یہ چیز شامل کیا جائے کہ بازار سے سستی ملنے والی چیز خواہ معمولی ہو، اس کا گھر میں ہونا ضروری ہے مثلاً ہمارے دیار میں گاجر وغیرہ اور حرمین شریفین میں کھجور وغیرہ تا کہ اہل خانہ کو کسی بھی فرد کو جب بھوک ستائے تو گھر میں کھانا دستیاب ہو تو ٹھیک ہے ورنہ بروقت یہی چیز کھا کر بھوک بجھائی جائے۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ، ج۵ص۴۸۴)

1737- اخرجه مسلم (1618/3) كتاب الاشربة' باب: اذخال التمر ونحو من الاقوات للعيال' حديث (2046/152) وابو داؤد (390/2) كتاب الاطعمة' باب: في التمر' حديث (3831) وابن ماجه(1104/2) كتاب الاطعمة' باب: التمر' حديث (3327) والدارمي (103/2'104) كتاب الاطعمة' باب: في التمر' من طريق سليمان بن بلال' عن هشام عروة' عن ابيه' فذكره.

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَمْدِ عَلَى الطَّعَامِ اِذَا فُرِغَ مِنْهُ

باب 18: کھانے سے فارغ ہو جانے کے بعد اس پر حمد بیان کرنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1738 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّعَآئِشَةَ وَاَبِىْ اَيُّوْبَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ نَحْوَهُ وَلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے راضی ہو جاتا ہے' جو کچھ کھاتا ہے یا پیتا ہے' تو اس پر اس کی حمد بیان کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اس حدیث کو کئی راویوں نے زکریا بن ابوزائدہ کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے اور ہم اس حدیث کو صرف زکریا بن زائدہ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

کھانے اور پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد بجالانا:

جب بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت کھائی جائے یا پی جائے خواہ کھانا کھایا جائے یا پانی پیا جائے تو فراغت پر بطور شکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ضرور بجالائی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالانے کے مختلف روایات میں مختلف الفاظ بیان کیے گئے ہیں۔ تاہم اگر صرف: الحمدللہ کے الفاظ کہہ دیے جائیں تو حمد باری تعالیٰ ادا ہو جائے گی۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَكْلِ مَعَ الْمَجْذُوْمِ

باب 19: جذام کے مریض کے ساتھ کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1739 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَشْقَرُ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَا حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ

1738- اخرجه مسلم (2095/4) كتاب الذكر' والدعاء والتوبة والاستغفار' باب: استحباب حمد الله تعالىٰ بعد الاكل والشرب' حديث (2734/89) واحمد (100/3'117) من طريق زكريا بن ابى زائدة' عن سعيد بن ابى بردة فذكره.

حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَاَدْخَلَهُ مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ ثُمَّ قَالَ كُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يُوْنُسَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ فَضَالَةَ

توضیح راوی: وَالْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ هٰذَا شَيْخٌ بَصْرِيٌّ وَّالْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ شَيْخٌ اٰخَرُ بَصْرِيٌّ اَوْثَقُ مِنْ هٰذَا وَاَشْهَرُ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ وَّحَدِيْثُ شُعْبَةَ اَثْبَتُ عِنْدِيْ وَاَصَحُّ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے جذام کے ایک مریض کا ہاتھ تھاما اور اس کا ہاتھ اپنے پیالے میں ڈال کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوئے اس پر توکل کرتے ہوئے کھانا شروع کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف یونس بن مغفل بن فضالہ سے منقول جانتے ہیں یہ صاحب بصری شیخ ہیں اور مغفل بن فضالہ جو دوسرے ہیں وہ مصری ہیں وہ ان سے زیادہ مستند اور مشہور ہیں۔

شعبہ نے اس حدیث کو حبیب بن شہید کے حوالے سے ابن بریدہ کے حوالے سے نقل کیا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جذام کے ایک مریض کا ہاتھ تھاما' تاہم شعبہ کی حدیث میرے نزدیک زیادہ مستند ہے۔

شرح

کوڑھی کے ساتھ کھانا تناول کرنا:

لفظ جذام: سے مراد ایسا مرض ہے جو فساد خون کے سبب انسان کے جسم پر ظاہر ہوتا ہے، اعضاء پر ورم نمایاں ہو جاتے ہیں اور انگلیاں سڑ گل کر گرنا شروع ہو جاتی ہے۔ اگر فساد خون کے باعث جسم پر سفید دھبے ظاہر جائیں تو اس مرض کو "برص" کہا جاتا ہے۔

کسی مرض کا از خود متعدی ہونا، اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب، امراض کے پیدا کرنے والا اور انہیں ختم کرنے والا ہے۔ قولی اور فعلی روایات میں جذام (مرض) کے دونوں پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک طرف یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ مرض متعدی نہیں ہوتا اور کوڑھی شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ دوسرے پہلو کو یوں واضح کیا گیا ہے کہ کوڑھی شخص سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگا جاتا ہے۔

نیز قبیلہ بنو ثقیف کے وفد کے ارکان میں سے ایک کوڑھی شخص بھی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے پاس نہیں آنے دیا تھا بلکہ اسے بھگا دیا تھا۔ گویا احادیث میں ہمیں دونوں پہلوؤں کو پیش نظر رکھنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ اس مسئلہ کا ماحاصل یا خلاصہ یہ ہے کہ جس علاقہ میں یہ مرض موجود ہو، دوسرے لوگوں کو وہاں جانا نہیں چاہیے اور اہل علاقہ کو وہاں سے ہجرت نہیں کرنی چاہیے۔

گویا ایک طرف احتیاطی پہلو ہے اور دوسری طرف توکل علی اللہ کا پہلو ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل واعتماد کی ضرورت تو اس شخص کے لیے ہے جو کوڑھی کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلائے اور اس طرح تعدیہ کی فکر اور مرض کے لاحق ہونے کا اندیشہ بھی اسے ہونا چاہیے نہ کہ مجذوم کو، تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کو یہ تعلیم کیوں دی تھی؟

جواب: بعض اوقات مریض کو بھی اس کی ضرورت ہوتی ہے' کیونکہ کوڑھی ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ وہ اہل خانہ کے ساتھ کھانا کھائے جس وجہ سے اس کی اولاد کو بھی یہ مرض لاحق ہو جائے۔ اسی طرح باشعور مریض اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرے گا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کھانا کھا کر آپ کی ذات کو مریض بنائے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو من جانب اللہ کمال درجہ کا توکل واعتماد حاصل تھا تو آپ نے مجذوم کو بھی اس کی تعلیم ارشاد فرما دی کہ تم میرے ساتھ مل کر کھانا کھاؤ، کیونکہ مجھے کسی مرض لاحق ہونے کا ہرگز اندیشہ نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْمُؤْمِنَ يَاْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ وَّالْكَافِرُ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ

باب 20: مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اس حوالے سے جو کچھ منقول ہے

1740 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْكَافِرُ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ وَّالْمُؤْمِنُ يَاْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَجَهْجَاهٍ الْغِفَارِيِّ وَمَيْمُوْنَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1739- اخرجه ابوداؤد (413/2) كتاب الطب' باب: فى الطيرة' حديث (3925) وابن ماجه (1172/2) كتاب الطب' الجذام' حديث (3542)

1740- اخرجه البخارى (446/9) كتاب الاطعمة' باب: المؤمن ياكل فى معى واحد' حديث (5394'5393) ومسلم (1631/3) كتاب الاشربة: باب: المؤمن ياكل فى معى واحد' حديث (2060/184'183'182) وابن ماجه (1084/2) كتاب الاطعمة' باب: المؤمن ياكل فى معنى واحد' حديث (3257) واحمد (145'43'21/2) من طريق نافع' فذكره۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت جہجاہ غفاری رضی اللہ عنہ' سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

1741 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَافَهُ ضَيْفٌ كَافِرٌ فَاَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ ثُمَّ اُخْرٰى فَشَرِبَهُ ثُمَّ اُخْرٰى فَشَرِبَهُ حَتّٰى شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِيَاهٍ ثُمَّ اَصْبَحَ مِنَ الْغَدِ فَاَسْلَمَ فَاَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ اَمَرَ لَهُ بِاُخْرٰى فَلَمْ يَسْتَتِمَّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ يَشْرَبُ فِىْ مِعًى وَّاحِدٍ وَّالْكَافِرُ يَشْرَبُ فِىْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ سُهَيْلٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ایک کافر شخص کو اپنا مہمان بنایا آپ نے اس کے لئے حکم دیا ایک بکری کا دودھ اس کے لئے دوہ لیا گیا اس نے اسے پی لیا پھر دوسری کا دوہ لیا گیا اس نے اسے بھی پی لیا پھر اگلی کا دوہ لیا گیا اس نے اسے بھی پی لیا یہاں تک کہ اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا اگلے دن صبح وہ شخص مسلمان ہو گیا نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس کے لئے بکری کا دودھ دوہ لیا گیا' وہ اس نے پی لیا پھر آپ کے حکم کے تحت اس کے لئے دوسری بکری کا دودھ دوہ لیا گیا' تو وہ اسے پورا نہیں پی سکا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اور سہیل سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

مومن کا ایک آنت سے اور کافر کا سات آنتوں سے کھانا:

ایک کافر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بنا جس نے رات کے وقت یکے بعد دیگرے سات بکریوں کا دودھ نوش کر لیا۔ صبح ہونے پر وہ مسلمان ہو گیا' اسے ایک بکری کے بعد دوسری بکری کا دودھ پیش کیا گیا تو وہ مکمل طور پر اسے پینے سے قاصر رہا۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتے ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل ہوتا ہے اور وہ کھانے پینے سے قبل بسم اللہ پڑھ لیتا ہے' تو خورد و نوش کی چیز میں برکت آ جاتی ہے' جس کے نتیجہ میں وہ تھوڑا کھانے اور تھوڑا پینے سے سیر ہو جاتا ہے جبکہ کافر کو یہ برکت حاصل نہیں ہوتی تو وہ زیادہ کھانے اور پینے سے بھی سیر نہیں ہوتا۔

1741- اخرجه مالك فی الموطا (924/2) كتاب صفة النبی صلی الله عليه وسلم' باب: ما جاء فی معی الكافر' حديث (10) ومسلم (1632/3) كتاب الاشربة' باب: المؤمن ياكل فی معی واحد' حديث (2063/186) واحمد (375/2) من طريق مالك' عن سهيل بن ابی صالح' عن ابيه' فذكره.

سوال: یہ بات عام مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ بعض مومن زیادہ کھاتے اور بعض کافر کم کھاتے ہیں۔علاوہ ازیں کھانا ابتداء معدہ میں پہنچتا ہے، پھر فضلہ کی شکل میں انتڑیوں میں جاتا ہے جبکہ مومن اور کافر کی انتڑیاں یکساں ہوتی ہیں؟

جواب: حدیث باب میں محض ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ مومن کو آخرت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے جبکہ کافر کو پیٹ کی فکر ستاتی رہتی ہے، دنیا کی طرف مومن کی توجہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی خوراک کم ہوتی ہے اور مسلمان کی شان کے لائق بھی یہی ہے جبکہ کافر ایمانی دولت سے محروم ہوتا ہے اور دنیا کے حرص وخود غرضی کے باعث اس کی خوراک بھی زیادہ ہوتی ہے۔

فائدہ نافعہ:

سات آنتوں سے مراد سات برائیاں ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) حرص وخود غرضی، (۲) لمبی آرزو، (۳) مالداری، (۴) حسد، (۵) بری طبیعت (۶) لالچ وطمع، (۷) موٹا ہونے کی وجہ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ طَعَامِ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْإِثْنَيْنِ

باب 21: ایک شخص کا کھانا دو کے لئے کافی ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1742 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: طَعَامُ الْإِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دو آدمیوں کا کھانا تین کے لئے کافی ہوتا ہے اور تین کا کھانا چار کے لئے کافی ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1743 وَرَوٰى جَابِرٌ وَّابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْإِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْإِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ

1742- اخرجه مالك (928/2) كتاب صفة النبى صلى الله عليه وسلم' باب: جامع فى الطعام والشراب' حديث (20) البخارى (445/9) كتاب الاطعمة' باب: طعام الواحد- حديث (5392) ومسلم (1630/3) كتاب الاشربة' باب: فضيلة المواساة فى الطعام القليل' حديث (2057/178) واحمد (244/2) والحميدى (458/2) حديث (1068) من طريق ابى الزناد' عن الاعراج' فذكره.

سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات بھی نقل کی ہے: ایک آدمی کا کھانا دو کے لئے کافی ہوتا ہے دو کا کھانا چار کے لئے کافی ہوتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لئے کافی ہوتا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

ایک شخص کا کھانا دو کے لیے کافی ہوتا:

اسلامی مکارمِ اخلاق میں سے ایک ''ایثار'' ہے، جس کا مطلب ہے کسی معاملہ میں دوسرے شخص کو اپنے آپ سے مقدم رکھنا، خواہ یہ کھانے پینے کی صورت ہو یا کوئی دوسرا سلسلہ ہو، ایثار کا عمدہ درجہ اس ارشاد باری تعالیٰ میں بیان کیا گیا ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:9) ''وہ لوگ دوسروں کو اپنے آپ پر مقدم رکھتے ہیں خواہ وہ خود فاقہ سے ہوں''۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کھانا اتنی مقدار میں ہو کہ ایک شخص خوب پیٹ بھر کر کھا سکتا ہو، تو وہ اکیلا کھانا کھانے کی بجائے ایثار کرتا ہوا اپنے ساتھ اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی کو شامل کرے جس سے دونوں کا تقریباً گزارہ ہو جائے۔ یہ ایثار کا ادنی درجہ ہے۔ ایثار کرنے سے آدمی ایک طرف اپنے مسلمان بھائی کی دعائیں لیتا ہے اور دوسری طرف اپنے پروردگار کو خوش کر لیتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَكْلِ الْجَرَادِ

باب 22: ٹڈی کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1744 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ الْعَبْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ

متنِ حدیث: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ نَاْكُلُ الْجَرَادَ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَقَالَ سِتَّ غَزَوَاتٍ وَّرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ فَقَالَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ

◄► حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے ان سے ٹڈی کھانے کے بارے میں دریافت کیا: گیا، تو انہوں نے جواب دیا: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چھ غزوات میں شرکت کی ہے، جس میں ہم ٹڈی کھایا کرتے تھے۔

1744- اخرجه البخاری (539/9) كتاب الذبائح والصيد حديث (5495) واخرجه مسلم (1547،1546/3) كتاب الصيد والذبائح باب: اباحة الجراد حديث (1952/52) وابو داؤد (385/2) كتاب الاطعمة باب: في اكل الجراد حديث (3812) والنسائي (210/7) كتاب الصيد والذبائح باب: الجراد والدارمي (91/2) كتاب الاطعمة باب: في اكل الجراد واحمد (357،353/4) والحميدي (311/2) حديث (713) وعبد بن حميد (186) حديث (526) من طريق ابي يعفور فذكره۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس روایت کو سفیان بن عینیہ نے حضرت ابویعفور رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے تاہم اس میں چھ غزوات کا ذکر ہے جب کہ سفیان ثوری اور دیگر اہل علم نے اسے حضرت ابویعفور رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں سات غزوات کا ذکر ہے۔

1745 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ وَالْمُؤَمَّلُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ يَعْفُوْرٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ اَوْفٰى قَالَ

متنِ حدیث: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَاْكُلُ الْجَرَادَ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِىْ يَعْفُوْرٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ اَوْفٰى قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَوَاتٍ نَاْكُلُ الْجَرَادَ

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ يَعْفُوْرٍ اسْمُهُ وَاقِدٌ وَّيُقَالُ وَقْدَانُ اَيْضًا وَّاَبُوْ يَعْفُوْرٍ الْاٰخَرُ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ نِسْطَاسَ

◆◆ ابویعفور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' ہم لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی جس میں ہم ٹڈی کھاتے رہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شعبہ نے اس حدیث کو ابویعفور کے حوالے سے' حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں' ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایسے کئی غزوات میں شرکت کی ہے۔ جن میں ہم ٹڈی کھایا کرتے تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابویعفور کا نام ''واقد'' ہے اور ایک قول کے مطابق ''وقدان'' کہا جاتا ہے۔

دوسرے ''ابویعفور'' کا نام عبدالرحمٰن بن عبید بن نسطاس ہے۔

شرح

ٹڈی کھانے کا مسئلہ:

ٹڈی: یہ پردار پرندہ ہوتا ہے جو چڑیا کے برابر ہوتا ہے، جماعت کی شکل میں آتا ہے' جسے ''ٹڈی دل'' کہا جاتا ہے۔ یہ درختوں

فصلوں اور پھلوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ جانور بالاجماع حلال ہے۔ یہ ذبح بھی کیا جاسکتا ہے اور ذبح کے بغیر بھی حلال ہے۔ جب ٹڈی مردہ حالت میں پائی جائے تو اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ٹڈی مری ہوئی حلال ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے: اُحلت لنا میتتان و دمان، المیتتان: الحوت والجراد، والدمان: الکبد و الطحان: (مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۴۱۳۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال قرار دیے گئے ہیں۔ دو مردار یہ ہیں: مچھلی اور ٹڈی۔ اور دو خون یہ ہیں: کلیجی اور تلی''۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مری ہوئی ٹڈی حلال نہیں ہے' بلکہ اسے ذبح کرنا ضروری ہے۔

اس کے ذبح کرنے کے طریقہ کار میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کا سر کاٹ دینا ہی ذبح ہے۔ ایک قول ہے: اگر یہ ہنڈیا یا آگ میں گر کر مر جائے تو حلال ہے جبکہ از خود مر جائے یا کسی برتن میں گر کر ہلاک ہو جائے تو حلال نہیں ہوگی۔ علامہ ابن وہیب کا قول ہے، اسے پکڑ لینا ہی اس کا ذبح ہے۔

سوال: احادیث باب سے ٹڈی کھانے کی حلت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی کراہت ثابت ہے، وہ روایت یوں ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اکثر جنود اللہ لا اکلہ ولا احرمہ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۸۱۲) ٹڈی دل اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا لشکر ہے، میں نہ اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔ ان احادیث میں تعارض ہوا؟

جواب: احادیث باب متناً وسنداً قوی ہیں جبکہ ان کے مقابل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سنداً ضعیف ہے اور اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

سوال: حضرت ابن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں چھ غزوات کا اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں سات غزوات کا ذکر ہے جبکہ حضرت شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں بالکل تعداد کا ذکر نہیں ہے یہ تو احادیث میں تعارض ہوا؟

جواب: روایات میں تعارض نہیں ہے بالکل رواۃ کی احتیاط پر محمول ہیں۔ جس طرح کسی راوی نے حدیث سماعت کی اسی طرح من وعن اسے آگے بیان کر دیا۔ لہٰذا روایات میں تعارض کی صورت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدُّعَاءِ عَلَى الْجَرَادِ

باب 23: ٹڈیوں کے لیے دعائے ضرر کرنا

1746 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ

1746- اخرجه ابن ماجه (2/1073، 1073) كتاب الصيد، باب: صيد الحيتان والجراد، حديث (3221) من طريق زياد بن عبد الله بن علاثة، عن موسىٰ بن محمد بن ابراهيم التيمي، عن ابيه، فذكره.

اللّٰهِ بْنِ عُلَاثَةَ عَنْ مُوسٰى ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا عَلَى الْجَرَادِ قَالَ اللّٰهُمَّ اَهْلِكِ الْجَرَادَ اقْتُلْ كِبَارَهُ وَاَهْلِكْ صِغَارَهُ وَاَفْسِدْ بَيْضَهُ وَاقْطَعْ دَابِرَهُ وَخُذْ بِاَفْوَاهِهِمْ عَنْ مَعَاشِنَا وَاَرْزَاقِنَا اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَدْعُو عَلٰى جُنْدٍ مِّنْ اَجْنَادِ اللّٰهِ بِقَطْعِ دَابِرِهِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا نَثْرَةُ حُوْتٍ فِى الْبَحْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَمُوسٰى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ قَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ وَهُوَ كَثِيْرُ الْغَرَائِبِ وَالْمَنَاكِيْرِ وَاَبُوْهُ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ ثِقَةٌ وَّهُوَ مَدَنِيٌّ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ٹڈیوں کے لیے دعائے ضرر (ان الفاظ میں) کی:

"اے اللہ! ٹڈیوں کو ہلاک کردے۔ بڑی ٹڈیوں کو قتل کردے اور چھوٹی کو ہلاک کردے۔ ان کے انڈوں کو خراب کردے اور ان کی نسل ختم کردے۔ ہماری زندگی اور ہمارے رزق (خوراک) سے انہیں منہ سے پکڑ لے (یعنی دور کردے) بے شک تو دعا کو سننے والا ہے"۔

راوی بیان کرتے ہیں' ایک صاحب نے عرض کی' یارسول اللہ (ﷺ)! آپ اللہ تعالیٰ کی ایک قسم کی مخلوق کی نسل ختم کرنے کی دعا کیوں کررہے ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ سمندر میں مچھلی کی قسم ہے (یعنی ان کی نسل ختم نہیں ہوگی)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے' ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم تیمی نامی راوی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے' کیونکہ وہ بکثرت غریب اور منکر روایات نقل کرتے ہیں۔

ان کے والد محمد بن ابراہیم ثقہ ہیں اور مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔

شرح

ٹڈی دل سے نجات کی دعا کرنا:

ٹڈی دل جب کسی علاقہ میں حملہ آور ہوتا ہے' تو لوگوں کے درختوں، پھلوں اور فصلوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ان کے نقصان سے بچنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں الفاظ دعاء نجات فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَهْلِكِ الْجَرَادَ وَاقْتُلْ كِبَارَهُ وَاَهْلِكْ صِغَارَهُ وَاَفْسِدْ بَيْضَهُ وَاقْطَعْ دَابِرَهُ وَ خُذْ بِاَفْوَاهِهِمْ عَنْ مَّعَاشِنَا وَارْزُقْنَا اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ .

فائدہ نافعہ:

حدیث کے مضمون سے ثابت ہوا کہ ضرر رساں مخلوق کے بارے میں دعا نجات کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس دعا کا مقصد ہلاکت نہیں ہے' بلکہ ضرر رسانی سے نجات کا حصول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اَكْلِ لُحُومِ الْجَلَّالَةِ وَاَلْبَانِهَا

باب 24: نجاست کھانے والے جانوروں کا گوشت کھانے اور دودھ پینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1747 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَاَلْبَانِهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ سند: وَّرَوَى الثَّوْرِىُّ عَنِ ابْنِ اَبِىْ نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے نجاست کھانے والے جانوروں کا گوشت کھانے اور ان کا دودھ پینے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ثوری نے اسے ابن ابونجیح کے حوالے سے' مجاہد کے حوالے سے اور نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

1748 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

1747- اخرجه ابوداؤد (379/2) كتاب الاطعمة' باب: النهى عن اكل الجلالة والبانها' حديث (3785) وابن ماجه (1064/2) كتاب الذبائح' باب: النهى عن لحوم الجلالة' حديث (3189) من طريق محمد بن اسحق' عن ابن ابى نجيح' عن مجاهد' فذكره۔

1748- اخرجه البخارى (93/10) كتاب الاشربة' باب: الشرب من فم السقاء' حديث (5629) وابو داؤد (362/2) كتاب الاشربة' باب: الشراب من فى السقاء' حديث (3719)(3786) واحمد (226/1' 241' 293' 321' 339) من طريق عكرمة فذكره۔

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُجَثَّمَةِ وَلَبَنِ الْجَلَّالَةِ وَعَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ

اسنادِ دیگر: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنے سے منع کیا ہے' گندگی کھانے والے جانوروں کا دودھ پینے سے منع کیا ہے' مشکیزے کے منہ کے ساتھ منہ لگا کر پینے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محمد بن بشار فرماتے ہیں' اس حدیث کو قتادہ نے عکرمہ کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

شرح

نجاست خور جانوروں کے گوشت اور دودھ کا شرعی حکم:

لفظ: الجلة: کا معنی ہے: لید، مینگنی۔ لفظ: الجلالة اسم مبالغہ کا صیغہ ہے' جس کا معنی ہے: وہ جانور ہے جو لید اور مینگنیاں کھاتا ہے۔ جو جانور اکثر چارہ کھاتا ہو اور کبھی کبھار غلاظت کھاتا ہو، تو اسے ''جلالة'' نہیں کہا جا سکتا۔ بعض فقہاء کے نزدیک کثرت وقلت مدار نہیں ہے' بلکہ بدبو مدار ہے۔ جب گوشت، پسینہ اور دودھ میں بدبو موجود ہو تو جلالہ ہے ورنہ جلالہ نہیں ہے۔

جلالہ (جانور) کے دودھ اور گوشت کی حلت وحرمت کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مکروہ تحریمی (حرام) ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔

جلالہ (جانور) کے دودھ اور گوشت سے انتفاع کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو گھر میں باندھ دیا جائے تا کہ وہ غلاظت نہ کھائے اور اسے مسلسل چارہ ڈالا جائے حتیٰ کہ اس کے پسینہ، دودھ اور گوشت کی بدبو ختم ہو جائے۔ بڑے جانور گائے وغیرہ کو چالیس دن، درمیانے جانور بکری وغیرہ کو پانچ دن اور چھوٹے جانور مرغی وغیرہ کو تین دن تک بند رکھنے سے وہ جلالہ نہیں رہے گا۔ پھر اس کے دودھ اور گوشت سے انتفاع کرنا جائز ہو جائے گا۔

فائدہ نافعہ:

جب کوئی جانور اکثر چارہ کھاتا ہو مگر کبھی غلاظت کھاتا ہو، وہ حلال ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغی کا گوشت کھایا

ہے حالانکہ وہ نجاست کھاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَكْلِ الدَّجَاجِ

باب 25: مرغی کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1749 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ عَنْ اَبِي الْعَوَّامِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ مُوْسٰى وَهُوَ يَاْكُلُ دَجَاجَةً فَقَالَ اُدْنُ فَكُلْ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ زَهْدَمٍ وَّلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زَهْدَمٍ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْعَوَّامِ هُوَ عِمْرَانُ الْقَطَّانُ

◆◆ زہدم جرمی بیان کرتے ہیں' میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت مرغی کا گوشت کھا رہے تھے انہوں نے فرمایا آگے ہو جاؤ اور کھاؤ کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس (کے گوشت) کو کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے یہ حدیث اس کے علاوہ دیگر حوالوں سے زہدم کے حوالے سے منقول ہے اور یہ حدیث صرف زہدم کے حوالے سے ہی ہم جانتے ہیں۔

ابوالعوام نامی راوی کا نام "عمران القطان" تھا۔

1750 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ قَالَ وَفِي الْحَدِيْثِ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ اَيْضًا عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيْمِيِّ وَعَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ

◆◆ زہدم بیان کرتے ہیں' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

1749- اخرجه البخاري (272/6) كتاب فرض الخمس' باب: اذا بعث الامام رسولا في حاجة' حديث (3133) واطرافه في (4385'4415'5517'5518'6652'6649'6678'6680'6718'6719'6721'7555) واخرجه مسلم (1270/3-1271) كتاب الايمان' باب: ندب من حلف يمينا' فرأى غيرها خيرا منها' ان ياتي الذي هو خير' ويكفر عن يمينه' حديث (9) وابو داؤد (9/7) كتاب الايمان والنذور' باب: من حلف على يمين فرأى غيرها خيرامنها' حديث (3779) طرفاً منه (206/7) كتاب الصيد' والذبائح' باب: اباحة اكل لحوم الدجاج' حديث (4346'4347)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث میں اس سے زیادہ کلام کیا جا سکتا ہے، تاہم امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ ایوب سختیانی نے اس حدیث کو قاسم تمیمی اور ابوقلابہ کے حوالے سے زہدم جرمی سے نقل کیا ہے۔

شرح

مرغی کا گوشت کھانا:

تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ مرغی کا گوشت حلال ہے۔ عام طور پر مرغی خلط کھاتی ہے یعنی پاک اور نجس اشیاء تو اس کے گوشت کو حلال قرار دیا جائے گا۔ تاہم اگر وہ فقط نجاست خور ہو تو وہ ''جلالہ'' جانور کے دائرہ میں آئے گی۔ اسے تین دن تک گھر میں بند رکھنے سے جلالہ نہیں رہے گی اور اس کے گوشت سے انتفاع درست ہو گا۔

فائدہ نافعہ:

مرغی کا گوشت کھانا سنت ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغی کا گوشت کھایا ہے، جس طرح حدیث باب سے عیاں ہے۔

مرغی کھانے کے فوائد:

مرغی خواہ جنگلی ہو یا پالتو، دونوں حلال ہیں۔ مرغی کا گوشت کھانے کے بہت سے فوائد ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) مرغی کا گوشت زود ہضم ہوتا ہے۔ (۲) دماغ میں قوت پیدا کرتا ہے۔ (۳) قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے (۴) آواز میں خوبصورتی پیدا کرتا ہے۔ (۵) رنگ میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ (۶) عقل میں اضافہ کرتا ہے۔ (۷) خون صاف کرتا ہے۔

(جمع الوسائل ص ۲۰۳)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَکْلِ الْحُبَارٰی

باب 26: سرخاب کا گوشت کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1751 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْاَعْرَجُ الْبَغْدَادِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِیٍّ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِیْنَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ

متنِ حدیث: اَكَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارٰی

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَفِيْنَةَ رَوٰی عَنْهُ ابْنُ اَبِیْ فُدَيْكٍ وَّيُقَالُ بُرَيْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَفِيْنَةَ

1751- اخرجه ابوداؤد (381/2) كتاب الاطعمة، باب: في اكل لحم الحبارى، حديث (3797) من طريق ابراهيم بن عمر بن سفينة، عن ابيه فذكره.

◆◆ ابراہیم بن عمر بن سفینہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سرخاب کا گوشت کھایا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی حوالے سے جانتے ہیں۔

ابراہیم بن عمر بن سفینہ سے ابن ابی فدیک نے حدیث نقل کی ہے ایک قول کے مطابق' ان کا نام برید بن عمر بن سفینہ ہے۔

شرح

حباریٰ (سرخاب) کا گوشت کھانا:

حباریٰ: اس سے کونسا پرندہ مراد ہے؟ اس بارے میں بہت سے اقوال ہے: (۱) یہ بٹیر کی شکل کا ہوتا ہے مگر اس کی ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں (۲) یہ سرخاب پرندہ ہے جو ہمارے دیار میں نایاب ہے (۳) ایک جنگلی پرندہ ہے جو خاکی رنگ کا ہوتا ہے، پاؤں لمبے ہوتے ہیں مگر گردن بڑی ہوتی ہے (۴) یہ پرندہ بے وقوف ہوتا ہے اور اپنے بچوں سے خوب محبت کرتا ہے اور انہیں اڑنا سکھاتا ہے لیکن دوسرے جانوروں سے محبت نہیں کرتا۔ حباریٰ کی حلت میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حباریٰ کا گوشت کھایا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اَكْلِ الشِّوَاءِ

باب 27: بھنا ہوا گوشت کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1752 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ

متنِ حدیث: اَنَّهَا قَرَّبَتْ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِيًّا فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَمَا تَوَضَّاَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ وَالْمُغِيرَةِ وَاَبِي رَافِعٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں' سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ بات بتائی ہے: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے بھنا ہوا پہلو کا گوشت رکھا تو آپ نے اسے کھالیا پھر آپ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ نے از سر نو وضو نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ' حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے

1752–اخرجه احمد (307/6) من طريق محمد بن يوسف ان عطاء بن يسار اخبره' فذكره.

احادیث منقول ہیں'

یہ حدیث اس حوالے سے ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

بھنا ہوا گوشت کھانا:

لفظ: الشواء، سے مراد بھنا ہوا گوشت ہے۔ بھنا ہوا گوشت کھانا بھی جائز ہے اور شوربے والا بھی درست ہے۔ بھنا ہوا گوشت کھانا عیش وعشرت کے زمرے میں آتا اور نہ دینداری کے منافی ہے، کیونکہ حدیث باب سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھنا ہوا گوشت پسند فرمایا اور کھایا بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھنی ہوئی بکری کبھی پیش نہیں کی گئی جبکہ حدیث باب میں موجود ہے کہ بکری کا بھنا ہوا گوشت آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا جو آپ نے تناول فرمایا، یہ تو تعارض بین الروایات ہوا؟ اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں پوری بھنی ہوئی بکری کا ذکر ہے جبکہ حدیث باب میں بکری کے ایک پہلو کا ذکر ہے۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے علم کے مطابق اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے علم کے مطابق روایت بیان کی۔

بھنا ہوا گوشت خواہ لذیذ ہوتا ہے لیکن زیادہ نافع شوربے والا ہوتا ہے' کیونکہ روایات میں مذکور ہے کہ جب گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ رکھا کرو۔ علاوہ ازیں شوربے کو احد اللحمین قرار دیا گیا ہے۔

فائدہ نافعہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا بھنا ہوا گوشت کھانے کے بعد وضو کیے بغیر نماز ادا فرمائی، جس سے ثابت ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو فاسد نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے روایت کا یہ حصہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف کی دلیل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِيَةِ الْاَکْلِ مُتَّکِئًا

باب 28: ٹیک لگا کر کھانے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1753 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ اَبِیْ جُحَيْفَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَمَّا اَنَا فَلَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ

1753- اخرجه البخاری (451/9) كتاب الاطعمة' باب: الاكل متكئا' حديث (5398'5399) وابو داؤد (375/2) كتاب الاطعمة' باب: ما جاء فی الاكل' متكئا' حديث (3769) وابن ماجه (1086/2) كتاب الاطعمة' باب: الاكل متكئا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى زَكَرِيَّا بْنُ اَبِىْ زَائِدَةَ وَسُفْيَانُ بْنُ سَعِيْدِ الثَّوْرِىُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ

◄► حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہم اسے صرف علی بن اقمر کی روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

زکریا بن ابوزائدہ اور سفیان بن سعید اور دیگر اہل علم نے علی بن اقمر کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے' جب کہ شعبہ نے سفیان ثوری کے حوالے سے اس حدیث کو علی بن اقمر سے روایت کیا ہے۔

شرح

ٹیک لگا کر کھانے کی ممانعت:

کھانے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ ٹیک لگا کر کھانا نہ کھایا جائے۔ ٹیک لگا کر کھانا کھانے کے کئی نقصان ہیں' جن میں سے مشہور یہ ہیں: (۱) یہ طریقہ سنت کے خلاف اور آداب طعام کے منافی ہے (۲) ٹیک لگا کر کھانا کھانے سے پیٹ بڑھ جاتا ہے جو کئی امراض کا موجب بن سکتا ہے (۳) یہ متکبر لوگوں کی حالت ہے، (۴) اس حالت میں کھانا کھانے سے انسان سرکش اور ضدی بن جاتا ہے۔

ٹیک لگانے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں' جن میں زیادہ مشہور تین ہے:

(i) کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانا: اس صورت میں انسان کھانا ضرورت سے زیادہ کھالیتا ہے جو کسی پریشانی یا مرض کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

(ii) دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر کھانا کھانا: اس صورت میں انسان کا پیٹ تنا رہتا ہے اور غیر اختیاری طور پر زیادہ کھانا کھالیتا ہے جو کسی وقت بھی تکلیف کا موجب بن سکتا ہے۔

(iii) اپنے ہاتھ سے ٹیک لگانا: کھانا کھاتے وقت ایک طرف جھک کر اپنے ایک ہاتھ سے زمین پر ٹیک لگانا، یہ تکبر کی علامت ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور اس کیفیت میں کھایا جانے والا کھانا بھی ضرر رساں ثابت ہو سکتا ہے۔

اس حدیث کا شان ورود اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی نے آپ کی خدمت میں گوشت پیش کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے ٹیک ترک کرنے کے لیے عرض کیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام بھی پہنچایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اختیار دیا ہے کہ دنیا میں نبی سلطان بنیں یا عبد نبی بنیں؟ ساتھ ہی

بطور مشورہ عرض کیا: آپ تواضع کی صورت کو اختیار فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عبد نبی بننا پسند کرتا ہوں۔ عبدیت کے سبب تکبر وغرور سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، لہٰذا آپ نے ٹیک لگانے کو بھی ترک فرما دیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حُبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ

باب 29: نبی اکرم ﷺ کے میٹھی چیز اور شہد کو پسند کرنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1754 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَاَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَفِي الْحَدِيْثِ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے اس کو علی بن مسہر نے ہشام بن عروہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اس حدیث کے بارے میں اس سے زیادہ گفتگو کی جا سکتی ہے۔

شرح

میٹھی چیز اور شہد پسند کرنا:

لفظ: الحلواء: سے مراد ہر میٹھی چیز ہے۔ لفظ: العسل، واحد سے اس کی جمع اعسال ہے، جس کا معنی ہے: شہد۔ یہاں تخصیص بعد التعمیم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر میٹھی چیز پسند تھی بالخصوص شہد زیادہ پسند تھا۔ جب بھی کوئی میٹھی چیز بارگاہ رسالت میں پیش کی جاتی تو آپ رغبت و پسندیدگی سے اسے قبول فرماتے اور اپنے استعمال لاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں شہد ملا کر نوش فرماتے اور کھانے کے ساتھ کھجوریں تناول کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِكْثَارِ مَاءِ الْمَرَقَةِ

باب 30: ''شوربا'' زیادہ بنانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1755 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

1754- اخرجه البخاری (468/9) كتاب الاطعمة، باب: الحلوى والعسل، حديث (65/10،5431) كتاب الاشربة، الباذق، ومن نهى عن كل مسكر، من الاشربة، حديث (146/10،5599) كتاب الطب، باب: الدواء بالعسل، حديث (5682) ومسلم (1102،1101/2) كتاب الطلاق، باب: وجوب الكفارة على من حرم امراته ولم ينو الطلاق، حديث (1474/21) وابو داؤد (361/2) كتاب الاشربة، باب: في شراب العسل، حديث (3715) وابن ماجه (1104/2) كتاب الاطعمة، باب: الحلواء، حديث (3323)

فَضَاءٍ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِذَا اشْتَرٰى اَحَدُكُمْ لَحْمًا فَلْيُكْثِرْ مَرَقَتَهُ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ لَحْمًا اَصَابَ مَرَقَةً وَّهُوَ اَحَدُ اللَّحْمَيْنِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ فَضَاءٍ

توضیحِ راوی: وَّمُحَمَّدُ بْنُ فَضَاءٍ هُوَ الْمُعَبِّرُ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَّعَلْقَمَةُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ اَخُوْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ

◆◆ حضرت علقمہ بن عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہما اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص گوشت خریدے (تو پکاتے ہوئے) اس کا شوربا زیادہ کرے کیونکہ اگر اسے گوشت کی (بوٹی نہیں ملے گی) تو شوربا مل جائے گا' اور یہ بھی ایک قسم کا گوشت ہے (یعنی اس میں گوشت کا اثر ہوتا ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حوالے سے' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے' تاہم امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی حوالے سے جانتے ہیں جو محمد بن فضاء سے منقول ہے' جو تعبیر بیان کیا کرتے تھے سلیمان بن حرب نے ان کے بارے میں کچھ گفتگو کی ہے اور (اس حدیث کے راوی) علقمہ بن عبداللہ' بکر بن عبداللہ مزنی کے بھائی ہیں۔

1756 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْاَسْوَدِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْقَزِيُّ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ صَالِحِ بْنِ رُسْتُمَ اَبِيْ عَامِرٍ الْخَزَّازِ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَحْقِرَنَّ اَحَدُكُمْ شَيْئًا مِّنَ الْمَعْرُوْفِ وَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَلْقَ اَخَاهُ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ وَّاِنِ اشْتَرَيْتَ لَحْمًا اَوْ طَبَخْتَ قِدْرًا فَاَكْثِرْ مَرَقَتَهُ وَاغْرِفْ لِجَارِكَ مِنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص کسی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھے اگر اسے کچھ نہ ملے تو وہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے مل لے اور اگر تم گوشت خریدو یا ہنڈیا پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ کرو اور اس میں سے کچھ اپنے پڑوسی کو بھی بھیج دو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اس کو شعبہ نے ابوعمران جونی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

1755- تفرد به الترمذي' واخرجه الحاكم في المستدرك (130/4)

1756- اخرجه مسلم (2026/4) كتاب البر والصلة والآداب' باب: استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء' حديث (2626/144) واحمد (173/5) من طريق ابوعمران الجوني' عن عبد الله بن الصامت' فذكره۔

شرح

شوربا زیادہ بنانا:

پہلی حدیث میں گوشت پکاتے وقت شوربا زیادہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی اس کا فائدہ بھی بیان کر دیا ہے کہ اگر افراد خانہ زیادہ ہوں اور گوشت قلیل مقدار میں ہو اگر بالفرض کسی فرد کو بوٹی میسر نہ آئے گی تو اسے شوربا تو مل جائے گا اور شوربا بھی تو گوشت کا ہو گا جو اس کے قائمقام ہے۔ دوسری حدیث باب میں شوربا زیادہ بنانے کا ایک مستقل فائدہ بیان کیا گیا ہے کہ کچھ مقدار میں سالن یا شوربا ہمسائے کے گھر بھیج دیا جائے تاکہ حق ہمسائیگی بھی ادا ہو جائے اور باہم اخوت و مودت میں اضافہ کا موجب بھی ہو۔

فائدہ نافعہ:

کسی مسلمان بھائی کو دینے کے لیے کوئی چیز موجود نہ ہو تو اس سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ سے کم نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلام کہنے، عیادت کرنے اور دعوت قبول کرنے کو مسلمان کے حقوق میں شامل کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الثَّرِيْدِ

باب 31: ''ثرید'' کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1757 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَآئِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مردوں میں بہت سے لوگ کامل ہوئے ہیں، خواتین میں صرف مریم بنت عمران (رضی اللہ عنہا) اور فرعون کی بیوی آسیہ (رضی اللہ عنہا) کامل ہیں اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو تمام عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے، جو ثرید کو تمام کھانوں پر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

1757- اخرجه البخاری (514/6) کتاب احادیث الانبیاء' باب: قول الله' وضرب الله مثلا للذین امنوا امراة فرعون- حدیث (3411) واطرافه' (3433' 3769' 5418) ومسلم (1887,1886/4) کتاب فضائل الصحابة' باب: فضائل خدیجة ام المؤمنین' حدیث (2431/70) وابن ماجه (1091/2) کتاب الاطعمة' باب: فضل الثرید علی الطعام' حدیث (3280) واحمد (394/4' 409) من طریق شعبة عن عمرو بن مرة الجملی' عن مرة الهمدانی' فذكره.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

ثرید کی فضیلت

گوشت کے شوربا میں روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈالنے یا پکتے ہوئے گوشت میں روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈال دینے سے ایک ڈش تیار ہو جاتی ہے جسے ''ثرید'' کہا جاتا ہے۔ ثرید زود ہضم، لذیذ اور مزیدار کھانا ہوتا ہے۔ ثرید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔ حدیث باب میں آپ نے ثرید کی اہمیت وفضیلت ایک تمثیل کے ذریعے بیان فرمائی ہے۔ جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام عورتوں سے افضل ہیں، اسی طرح ثرید کھانے کو بھی تمام کھانوں پر فضیلت و برتری حا صل ہے۔

ثرید کھانے کی فضیلت کے حوالے سے مزید دو روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری میں برکت ہے، ثرید میں برکت اور جماعت میں بھی برکت ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثرید تیار کرو خواہ پانی سے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲)

سوال: حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی کی فضیلت سے زیادہ ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریم اپنے زمانہ کی عورتوں سے بہتر ہیں اور خدیجہ اپنے زمانہ کی عورتوں سے بہتر ہیں (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث ۶۱۷۵) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فاطمه بضعة منی** 'فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے۔

جواب: جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کو پہلا ''رسول'' ہونے کی فضیلت حاصل ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو درجہ خلت پر فائز ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کا مرتبہ ملا۔ یہ ان انبیاء علیہم السلام کو جزوی فضیلت حاصل ہوئی لیکن کلی نہیں تھی۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو جزوی فضیلت حاصل تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمدردی وغمگساری میں حضرت خدیجہ کا ثانی نہیں تھا، جزئیت وبعضیت نبوی ہونے میں حضرت فاطمہ کے مقابل کوئی نہیں تھا اور فقاہیت واشاعت دین اور محبوبیت کے لحاظ سے حضرت عائشہ منفرد تھیں۔ الغرض تینوں شخصیات کو جزوی وانفرادی طور پر فضیلت حاصل تھی جبکہ فضیلت کلی کسی کو بھی حاصل نہیں تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فائدہ نافعہ:

حدیث باب میں کمالات سے مطلق کمالات مراد ہیں جبکہ نبوت مستثنیٰ ہے۔ لفظ نساء میں تین اقوال ہیں: (۱) تمام زمانہ کی نساء

مراد ہیں۔ (۲) صرف اسی زمانہ کی نساء مراد ہیں (۳) اس امت کی نساء مراد ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهُ قَالَ انْهَسُوا اللَّحْمَ نَهْسًا

باب 32: گوشت کو نوچ کر کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1758 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ اَبِىْ اُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ زَوَّجَنِىْ اَبِىْ فَدَعَا اُنَاسًا فِيهِمْ صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: انْهَسُوا اللَّحْمَ نَهْسًا فَاِنَّهُ اَهْنَاُ وَاَمْرَاُ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْكَرِيْمِ

توضیح راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِىْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْمُعَلِّمِ مِنْهُمْ اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِىُّ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میرے والد نے میری شادی کی انہوں نے کچھ لوگوں کی دعوت کی جن میں حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے انہوں نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گوشت کو نوچ کر کھاؤ کیونکہ یہ زیادہ مزیدار محسوس ہوتا ہے اور جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں مذکورہ بالا حدیث کو ہم صرف عبدالکریم نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں بعض اہل علم نے عبدالکریم معلم کے حافظے کے حوالے سے کچھ گفتگو کی ہے جن میں ایوب سختیانی شامل ہیں۔

شرح

گوشت کو نوچ کر کھانا:

حدیث باب میں گوشت کو خاص انداز میں کھانے کی ترغیب و تلقین کی گئی ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ گوشت دانتوں سے نوچ کر تناول کیا جائے تو اس کی لذت میں اضافہ ہو جائے گا۔ گوشت نوچنے سے اس کے ساتھ لعاب شامل ہوگا، وہ زود ہضم ہوگا اور جزو بدن بن جائے گا۔ مشاہدہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نوچ کر کھایا جانے والا گوشت لذیز ہوتا ہے اور خوب رچتا پچتا ہے۔ ہاتھ میں ہڈی لے کر دانتوں سے اس کا گوشت اتار کر کھایا جائے اور اس کے مغز سے لطف اندوز ہو یا جائے تو کھانے والا تادیر اس کے ذائقے کو اپنے منہ میں محسوس کرتا ہے۔

1758- اخرجه الدارمی (106/2) کتاب الاطعمة' باب: فیمن استحب ان ینهس اللحم ولا یقطعه واحمد (464/6'400/3) والحمیدی (256/1'257) حدیث (564) من طریق عبد الکریم ابی امیة' عن عبد اللّٰه بن الحارث فذکره۔

بَابُ مَا جَآءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِيْ قَطْعِ اللَّحْمِ بِالسِّكِّيْنِ

باب 33: گوشت کو چھری کے ذریعے کاٹ کر کھانے کی رخصت کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے جو کچھ منقول ہے

1759 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَزَّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَاَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ مَضٰى اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَتَوَضَّاْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

◆◆ حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ نے چھری کے ذریعے بکری کے شانے کا گوشت کاٹ کر اسے کھایا پھر آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس بارے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

شرح

چھری کانٹے کے ذریعے کھانا:

گوشت اور دیگر اشیاء کو چھری کانٹے کے بغیر محض ہاتھ سے کھانا مسنون ہے۔ تاہم ضرورت کے تحت گوشت، روٹی، ڈبل روٹی اور پھل وغیرہ چھری سے کاٹے جاسکتے ہیں۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر بھی چھری سے کاٹا تھا۔ (مشکوٰۃ: ۴۲۲۷) حدیث باب سے چھری سے گوشت وغیرہ کاٹنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، تاہم اس روایت کو ضرورت پر محمول کیا جائے گا۔

چھری سے گوشت وغیرہ کاٹنے کی ممانعت کے حوالے سے دو روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَاتَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّكِّيْنِ، فَاِنَّهُ مِنْ صَنِيْعِ الْاَعَاجِمِ، وَانْهَسُوْهُ فَاِنَّهُ اَهْنَاُ وَاَمْرَاُ۔ تم چھری سے گوشت نہ کاٹو، کیونکہ یہ عجمی لوگوں کا طریقہ ہے۔ تم گوشت

1759- اخرجه البخاری (372/1) كتاب الوضوء' باب: من لم يتوضا من لحم الشاة والسويق' حديث (208) واطرافه (675'2923'5408'5422'5462) ومسلم (280/2'281- نووی) كتاب الحيض' باب: نسخ الوضوء' مما مست النار' حديث (355/93,92) وابن ماجه (165/1) كتاب الطهارة' وسننها' باب: الرخصة فی ذلك' حديث (490) والدارمی (185/1) كتاب الصلوٰة والطهارة' باب: الرخصة فی ترك الوضوء' واحمد (139/4'287/5)

نوچ کر کھاؤ، کیونکہ یہ اس طرح خوشگوار اور زود ہضم ہوتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۷۷۴)

۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرفوعاً روایت کرتی ہیں: لَاتَقْطَعُوا الْخُبْزَ بِالسِّكِّيْنِ كَمَا تَقْطَعُهُ لَهُ اِلَّا عَاجِم الخ، تم چھری کے ساتھ روٹی نہ کاٹو جس طرح عجمی لوگ روٹی کاٹتے ہیں۔ جب تم میں سے کوئی شخص گوشت کھانے کا قصد کرے تو وہ اسے چھری سے نہ کاٹے بلکہ اپنے ہاتھوں میں لے اور اسے دانتوں سے نوچ کر کھائے، اس لیے یہ زیادہ خوشگوار اور زود ہضم ہے۔ (الطبرانی)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَيِّ اللَّحْمِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 34: نبی اکرم ﷺ کو کون سا گوشت زیادہ محبوب تھا اس حوالے سے جو کچھ منقول ہے

1760 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِىْ حَيَّانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَائِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَّاَبِىْ عُبَيْدَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ حَيَّانَ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ بْنِ حَيَّانَ وَاَبُوْ زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ اسْمُهُ هَرِمٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گوشت لایا گیا آپ کے سامنے ران کا گوشت رکھا گیا' وہ آپ کو بہت پسند تھا آپ نے اسے دانتوں کے ذریعے نوچ کر کھایا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوحیان کا نام یحییٰ بن سعید بن حیان ہے اور ابوزرعہ بن عمرو بن جریر کا نام ''ہرم'' ہے۔

1761 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ اَبُوْ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ ابْنِ يَحْيٰى مِنْ وَّلَدِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا كَانَ الذِّرَاعُ اَحَبَّ اللَّحْمِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ كَانَ لَا يَجِدُ

1760- اخرجه البخاری (428/6) كتاب احاديث الانبياء' باب: قول الله (ولقد ارسلنا نوحا) حديث (3340) باب: يزفون' النسلان فی المشی' حديث (3361)' (247/8) كتاب التفسير' باب: ذرية من حملنا مع نوح' حديث (4712) ومسلم (603/1'الابی) كتاب الايمان' باب: ادنی اهل الجنة منزلة فيها' حديث (194/327) وابن ماجه (1099/2) كتاب الاطعمة' باب: اطايب اللحم' حديث (3307)

اللَّحْمَ اِلَّا غِبًّا فَكَانَ يَعْجَلُ اِلَيْهِ لِاَنَّهُ اَعْجَلُهَا نُضْجًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو گوشت میں ران کا گوشت (زیادہ) پسند نہیں تھا لیکن چونکہ نبی اکرم ﷺ کو گوشت کبھی کبھار کھانے کو ملتا تھا تو آپ اسے کھا لیتے تھے کیونکہ یہ جلدی تیار ہو جاتا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے اور ہم اسے صرف اسی حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ گوشت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے کون سے حصہ کا گوشت پسند تھا؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے: کان احب العراق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عراق الشأۃ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۳۷۸۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں سے وہ ہڈی زیادہ پسند تھی جس سے گوشت اتار لیا گیا ہو''۔

۲- حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: اطیب اللحم لحم الظهر ۔ (سنن ابن ماجہ، الحدیث ۳۳۰۸) بہترین گوشت پیٹھ کا گوشت ہے۔

۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت زیادہ پسند تھا۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۳۷۸۱)

۴- حدیث باب ہے' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب گوشتوں سے دست کا گوشت زیادہ پسند تھا' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ گوشت میسر نہیں تھا بلکہ کبھی ملتا تھا جو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا تھا۔ دست کا گوشت پسند ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ جلدی سے پک جاتا تھا۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۷۶۱)

ان روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے مختلف حصوں کا گوشت پسند تھا: (۱) وہ ہڈی جس سے گوشت اتار لیا گیا ہو (۲) بکری کی پیٹھ کا گوشت (۳) بکری کے دست کا گوشت کیونکہ وہ جلدی سے پک کر تیار ہو جاتا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخَلِّ

باب 35: سرکہ کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1762 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ سَعِيْدٍ هُوَ اَخُوْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيْدٍ الثَّوْرِيِّ عَنْ

سُفْيَانَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَاُمِّ هَانِيٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سرکہ بہترین سالن ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

1763 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُبَارَكِ بْنِ سَعِيْدٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سرکہ بہترین سالن ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت مبارک بن سعید سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے۔

1764 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ

اختلافِ روایت: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ نِعْمَ الْإِدَامُ اَوِ الْاُدُمُ الْخَلُّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سرکہ بہترین سالن ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں' سرکہ بہترین سالن ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) سالنوں میں سے بہترین سالن سرکہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حوالے سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے ہم اسے صرف ہشام بن عروہ کے حوالے سے جانتے ہیں جو سلیمان بن بلال سے منقول ہے۔

1764- اخرجه مسلم (1621/3) كتاب الاشربة' باب: فضيلة الخل والتادم به' حديث (2051/164) وابن ماجه (1102/2) كتاب الاطعمة' باب: الائتدام بالخل' حديث (33616) والدارمي (101/2) كتاب الاطعمة' باب: اي الادام كان احب الى رسول الله' من طريق سليمان بن بلال' عن هاشم بن عروة' عن ابيه' فذكره.

1765 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَتْ

متنِ حدیث: دَخَلَ عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَىْءٌ فَقُلْتُ لَا اِلَّا كِسَرٌ يَابِسَةٌ وَّخَلٌّ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرِّبِيْهِ فَمَا اَقْفَرَ بَيْتٌ مِّنْ اُدْمٍ فِيْهِ خَلٌّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اُمِّ هَانِئٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَمْزَةَ الثُّمَالِيُّ اسْمُهُ ثَابِتُ بْنُ اَبِىْ صَفِيَّةَ وَاُمُّ هَانِئٍ مَاتَتْ بَعْدَ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ بِزَمَانٍ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ لَا اَعْرِفُ لِلشَّعْبِيِّ سَمَاعًا مِّنْ اُمِّ هَانِئٍ فَقُلْتُ اَبُوْ حَمْزَةَ كَيْفَ هُوَ عِنْدَكَ فَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ تَكَلَّمَ فِيْهِ وَهُوَ عِنْدِىْ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ

◆◆ سیّدہ اُمّ ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے آپ نے فرمایا: تمہارے پاس (کھانے کے لئے) کچھ ہے؟ میں نے عرض کی: صرف سوکھی روٹی کے ٹکڑے ہیں اور سرکہ ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے ہی لے آؤ جس گھر میں سرکہ موجود ہو اس گھر والے محتاج نہیں ہوتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حوالے سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی حوالے سے' سیّدہ اُم ہانی سے منقول جانتے ہیں۔

ابوحمزہ ثمالی کا نام ثابت بن ابوصفیہ ہے۔

سیّدہ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کا انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ (کی شہادت) کے کافی عرصے بعد ہوا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میرے علم کے مطابق شعبی نے سیّدہ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

میں نے پوچھا: آپ کے نزدیک اُبوحمزہ کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں کلام کیا ہے اور میرے نزدیک وہ ''مقارب الحدیث'' ہے۔

شرح

سرکہ کی اہمیت

لفظ: ادام اور اُدم دونوں مفرد ہیں اور ان کی جمع: اُدُم ہے۔ ان کا معنی ہے: سالن یا ہر وہ چیز جس سے روٹی کھائی جاتی ہے۔

بہترین سالن کیا چیز ہے؟ اس بارے میں دو روایات منقول ہیں:

(۱) سَيِّدُ اِدَامِكُمُ الْمِلْحُ (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث ۴۲۳۹) بہترین سالن نمک ہے۔

(۲) نعم الا دام الخل، بہترین سالن سرکہ ہے۔ ان دونوں روایات کا مقصد غرباء اور مساکین کی دادرسی اور حوصلہ افزائی ہے۔ یہی حقیقت حدیث باب کے دونوں شان ورود سے بھی عیاں ہوتی ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ سے سالن طلب کیا، تو انہوں نے عرض کیا: ما عندنا الا الخل۔ ہمارے پاس سرکہ کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ آپ نے سرکہ طلب کیا اور اس سے کھانا شروع کردیا اور یوں فرماتے رہے۔ نعم الادام الخل، نعم الادام الاخل۔ سرکہ بہترین سالن ہے، سرکہ بہترین سالن ہے۔ (مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۴۱۸۳)

۲- ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چچازاد ہمشیرہ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو دریافت فرمایا: کوئی چیز کھانے کے لیے ہے؟ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! صرف روٹی کے خشک ٹکڑے اور سرکہ ہے۔ فرمایا: وہی میرے پاس لے آؤ: فَمَا اَقْفَرُ بَيْتٍ مِنْ اُدْمٍ فِيْهِ خَلٌّ۔ جس گھر میں سرکہ ہو وہ سالن سے خالی نہیں ہوتا۔

فائدہ نافعہ:

احادیث باب سے سرکہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ جس گھر میں سرکہ موجود ہو گویا اس گھر میں سالن کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ سرکہ بذات خود بہترین سالن ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عموماً سرکہ یا کھجور یا زیتون کے تیل کو بطور سالن استعمال کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَكْلِ الْبِطِّيْخِ بِالرُّطَبِ

باب 36: تربوز کو تر کھجور کے ساتھ کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1766 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْكُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ وَقَدْ رَوٰى يَزِيْدُ بْنُ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ تربوز کو تر کھجور کے ساتھ ملا کر کھایا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

1766- اخرجه ابو داؤد (390/2) كتاب الاطعمة' باب: في الجمع بين لونين' في الاكل' حديث (3836) والحميدى (124/1) حديث (255) من طريق عروة' فذكره.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے بعض اہل علم نے اسے ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے اور اس میں انہوں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حوالہ ذکر نہیں کیا۔ یزید بن رومان نے اس حدیث کو عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

شرح

تربوز کو کھجور سے ملا کر کھانا:

لفظ: البیطخ، قدیم عربی زبان میں خربوزہ اور تربوز دونوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ تاہم دونوں میں فرق کرنے کے لیے تربوز کے لیے: بطیخ الاصفر اور خربوز کے لیے: بطیخ الاحمر کے الفاظ استعمال کیے جاتے تھے۔ حدیث باب میں بطیخ سے مراد تربوز ہے۔ جدید عربی زبان میں دونوں کے لیے الگ الگ الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ تربوز کے لیے 'حب حب' اور تربوز کے لیے "بطیخ"۔

تربوز ہمارے دیار (پاک وہند) میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ تربوز تمام پھلوں سے سستا اور لذیذ پھل ہے۔ اس کے استعمال سے بھوک اور پیاس دونوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تربوز کھانا سنت ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پھل کھایا تھا۔ آپ تربوز اور کھجور دونوں کو ملا کر کھاتے تھے' تربوز کی تاثیر ٹھنڈی ہے اور کھجور کی گرم، دونوں کو ملا کر کھانے سے اعتدال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَکْلِ الْقِثَّاءِ بِالرُّطَبِ

باب 37: ککڑی کو تر کھجور کے ساتھ کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1767 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ تر کھجور کے ساتھ ککڑی کھالیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے ہم اسے صرف ابراہیم بن سعد کے حوالے سے جانتے ہیں۔

1767- اخرجه البخاری (475/9) كتاب الاطعمة' باب: القثاء بالرطب' حديث (5440) وباب: القثاء' حديث (5447) وباب: جمع اللونين' او الطعامين' بمرة' حديث (5449) ومسلم (1616/3) كتاب الاشربة' اكل القثاء بالرطب' حديث (2043/147) وابو داؤد (390/2) كتاب الاطعمة' باب: فی الجمع بين لونين فی الاكل' حديث (3835) وابن ماجه (1104/2) كتاب الاطعمة' باب: القثاء والرطب يجمعان' حديث (3325) والدارمی (103/2) كتاب الاطعمة' باب: من لم يرباساً ان يجمع بين الشيئين' واحمد (203/1) والحميدی (248/1) حديث (540) من طريق ابراهيم بن سعد بن ابراهيم بن عبد الرحمن بن عوف' عن ابيه' فذكره.

شرح

ککڑی اور کھجور کو ملا کر کھانا:

لفظ: القثاء، سے مراد ککڑی یا کھیرا ہے، یہ مشہور سبزی ہے جو بطور سلاد استعمال کی جاتی ہے اور ہمارے (دیار پاک وہند) میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ کھیرا موٹا ہوتا ہے جو ایک بالشت یا اس سے بھی زیادہ لمبا ہوتا ہے۔ ککڑی، کھیرے سے باریک لیکن اس سے لمبی ہوتی ہے۔ ان دونوں کو نمک لگا کر پکائے بغیر کھاتے ہیں۔ ان کے کھانے کے دوران یا فوراً بعد پانی پینا نہایت خطرناک عمل ہے۔ اس سے بدہضمی (ہیضہ) کا مرض لاحق ہوسکتا ہے جو جان لیوا بھی ثابت ہوسکتا ہے۔

ککڑی یا کھیرا کھانا سنت ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی یا کھیرے کے ساتھ تازہ کھجور ملا کر کھایا کرتے تھے اور بڑے ذوق سے کھاتے تھے۔ کھیرا اور ککڑی کی تاثیر ٹھنڈی اور کھجور کی گرم ہوتی ہے اور دونوں کو ملا کر کھانے سے اعتدال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ کھیرا اور ککڑی کے ساتھ کھجور کھانے سے انسان میں فربہی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو طاقت وقوت کا باعث بنتی ہے۔ بالخصوص خواتین کے لیے ان کا کھانا نہایت مفید ونافع ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی کے وقت اُن کی والدہ محترمہ نے انہیں کھیرا اور کھجور کھلائی تھی تا کہ آپ فربہ اور طاقتور ہو جائیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شُرْبِ اَبْوَالِ الْاِبِلِ

باب 38: اونٹوں کا پیشاب پینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1768 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ وَّثَابِتٌ وَّقَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَاجْتَوَوْهَا فَبَعَثَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَقَالَ اشْرَبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ رَوَاهُ اَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ وَّرَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

◄◄ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے وہاں کی آب وہوا انہیں موافق نہیں آئی نبی اکرم ﷺ نے انہیں صدقے کے اونٹوں کی طرف بھیج دیا اور فرمایا: ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے' جو اس حوالے سے منقول ہے اس حدیث کو اس کے علاوہ دیگر

1768- اخرجه البخاري (177/6، 178) كتاب الجهاد والسير' باب: اذا حرق المشرك المسلم' هل يحرق' حديث (3018، 113/12) كتاب الحدود' باب: لم يحسم النبي صلى الله عليه وسلم المحاربين' حديث (6803) وباب: لم يسق المرتدون المحاربون حتى ماتوا' حديث (6804) باب: سمر النبي صلى الله عليه وسلم اعين المحاربين' حديث (6805)

حوالوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے ابوقلابہ نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور سعید بن ابی عروبہ نے اس کو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شرح

اونٹ کا پیشاب پینا

حدیث باب کو "حدیث عرنیین" کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک واقعہ ہے اور دو معرکۃ آراء اختلافی مسائل ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

واقعہ حدیث عرنیین:

حدیث باب میں واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبیلہ عرینہ کے لوگ مدینہ طیبہ آئے، انہیں مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آب وہوا موافق نہ آئی تو وہ مرض الجواء جسے طبی اصطلاح میں استسقاء کہا جاتا ہے، میں مبتلا ہو گئے۔ کثرت پانی کے استعمال کی وجہ سے ان کے پیٹ پھول گئے اور جسموں پر پھنسیاں ظاہر ہو گئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان کی حالت ملاحظہ فرمائی تو انہیں حکم دیا کہ مدینہ طیبہ کے باہر صدقہ کی اونٹیاں موجود ہیں وہاں جا کر ان کا پیشاب اور دودھ نوش کرو جس سے تمہارا مرض ختم ہو جائے گا۔ وہ حسب حکم مدینہ طیبہ کے باہر اونٹیوں کے پاس پہنچے، ان کا دودھ اور پیشاب پیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ روبصحت ہو گئے۔ انہوں نے اونٹیوں کے چرواہوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں اذیتیں دینا شروع کر دیں ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں اور انہیں قتل کر دیا۔ انہوں نے اس ظلم پر اکتفاء نہ کیا بلکہ کچھ اونٹیوں کے پاؤں کاٹ دیے اور کچھ پر سوار ہو کر اپنے ساتھ لے گئے۔ اس صورت حال کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ بہت پریشان ہوئے۔ ان کے تعاقب کے لیے کچھ آدمیوں کو روانہ کیا جو ان کا تعاقب کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انہیں پکڑ کر بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر دھوپ میں پھینکوا دیا۔ وہ گرم جگہ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (راوی حدیث باب) کا بیان ہے کہ میں نے "مقام حرہ" پر اہل عرینہ کو دیکھا کہ وہ شدید دھوپ میں اور پتھریلی جگہ پر ایڑیاں رگڑتے ہوئے اور زمین کو چاٹتے ہوئے نہائت ذلت ورسوائی کی موت مرے۔

مسئلہ "بول ما یؤکل لحمہ" میں مذاہب آئمہ:

"بول ما یؤکل لحمہ" پاک ہے یا نجس؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ "بول ما یؤکل لحمہ" طاہر ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں سے فرمایا: "اشربوا ابوالها والبانها" یعنی "تم اونٹیوں کا پیشاب اور ان کا دودھ پیو"۔ اگر پیشاب نجس ہوتا تو آپ انہیں اس کے پینے کا حکم نہ دیتے، جس سے

ثابت ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب پاک ہے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک "بول مایؤکل لحمہ" نجس ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ہمنواؤں سے تھوڑا سا اختلاف کرتے ہیں کہ "بول مایؤکل لحمہ" نجاست خفیفہ ہے جبکہ دوسرے نجاست غلیظہ قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی تاکید اور احتراز نہ کرنے کی وعید بیان کی گئی ہے۔ مثلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه۔ "تم پیشاب کی چھینٹوں سے بچو کیونکہ عموماً عذاب قبر اس وجہ سے دیا جاتا ہے"۔ اگر پیشاب طاہر ہوتا تو اس سے بچنے کی تاکید اور احتراز نہ کرنے کی وعید کا مطلب کیا ہوا؟ معلوم ہوا کہ "بول ما یؤکل لحمہ" نجس ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مالک، حضرت امام احمد اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل (حدیث باب) کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل عرینہ کی خباثت کا علم بذریعہ وحی حاصل ہو چکا تھا تو آپ نے ان کی حماقت وخباثت کے پیش نظر انہیں پیشاب پینے کا حکم دیا تھا۔ علاوہ ازیں اس واقعہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیشاب پینے کی اجازت نہیں دی بلکہ اس سے اجتناب واحتراز کرنے کی تاکید و وعید بار بار بیان فرمائی ہے۔

مسئلہ "تداوی بالحرام" میں مذاہب آئمہ:

کیا "تداوی بالحرام" جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مطلقاً جائز ہے، انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرینہ کو بطور علاج اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم دیا تھا۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک محض مرض کو دور کرنے کے لیے "تداوی بالحرام" جائز نہیں ہوسکتا۔

۳۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اگر کوئی طبیب حاذق کسی مریض کے بارے میں تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کرے کہ اس کا علاج صرف فلاں حرام چیز سے ممکن ہے تو "تداوی بالحرام" جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔

جمہور آئمہ اور حضرت ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل وہ روایات ہیں، جن میں صراحت ہے کہ حرام چیزوں میں بیماری ہے اور علاج نہیں ہے۔ چنانچہ شراب کے بارے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: انه داء ليست بدواء یعنی "شراب تو بیماری ہے، یہ دوائی نہیں ہے"۔ تمام نشہ آور اور حرام اشیاء کا یہی حکم ہے۔

جمہور آئمہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ارشاد ربانی ہے: "اچھی چیزیں اچھے لوگوں کے لیے ہیں اور بری چیزیں برے لوگوں کے لیے ہیں"۔ اہل عرینہ چونکہ خبیث لوگ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے لیے نجاست کا انتخاب فرمایا نہ کہ حقیقی طور پر آپ نے علاج کے قصد سے

انہیں پیشاب پینے کا حکم دیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَهُ

باب 39: کھانے سے پہلے اور اس کے بعد وضو کرنا

1769 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيْمِ الْجُرْجَانِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ عَنْ اَبِيْ هَاشِمٍ يَّعْنِي الرُّمَّانِيَّ عَنْ زَاذَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ

متنِ حدیث: قَرَاْتُ فِي التَّوْرَاةِ اَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ بِمَا قَرَاْتُ فِي التَّوْرَاةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: لَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ

توضیح راوی: وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَاَبُوْ هَاشِمٍ الرُّمَّانِيُّ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ دِيْنَارٍ

◆◆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے تورات میں یہ بات پڑھی تھی کہ کھانے سے پہلے وضو کرنے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا اور آپ کو بتایا: میں نے تورات میں جو پڑھا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرنے (یعنی ہاتھ دھونے) سے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں ہم اس حدیث کو صرف قیس بن ربیع کے حوالے سے جانتے ہیں اور اس قیس بن ربیع کو علم حدیث میں "ضعیف" قرار دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کے راوی ابوہاشم رمانی کا نام یحییٰ بن دینار ہے۔

بَابُ فِيْ تَرْكِ الْوُضُوْءِ قَبْلَ الطَّعَامِ

باب 40: کھانے سے پہلے وضو نہ کرنا

1770 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ

1769- اخرجه ابوداؤد (373'372/2) كتاب الاطعمة' باب: فى غسل اليد قبل الطعام' حديث (3761) واحمد (441/5) من طريق ابوهاشم الرماني عن زاذان' فذكره.

1770- اخرجه ابوداؤد (372/2) كتاب الاطعمة' باب: فى غسل اليدين عند الطعام' حديث (3760) والنسائى (82/1) كتاب الطهارة' باب: الوضوء لكل صلاة' حديث (132) واحمد (359'282/1) وابن خزيمة (23/1) حديث (35) وعبد بن حميد (230) حديث (960) من طريق ايوب' عن ابى مليكة' فذكره.

ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالُوْا اَلَا نَاْتِيْكَ بِوَضُوْءٍ قَالَ اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَى الصَّلٰوةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسناد دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

مذاہب فقہاء: وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يَكْرَهُ غَسْلَ الْيَدِ قَبْلَ الطَّعَامِ وَكَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُّوْضَعَ الرَّغِيْفُ تَحْتَ الْقَصْعَةِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا لوگوں نے عرض کی کیا ہم آپ کے وضو کے لئے پانی نہ لے کر آئیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے وضو کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا ہے' جب میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اس کو عمرو بن دینار نے سعید بن حویرث کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں' سفیان ثوری کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو ناپسند کرتے تھے اور وہ پیالے کے نیچے روٹی رکھنے کو بھی ناپسند کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْمِيَةِ فِي الطَّعَامِ

باب 41: کھانے (کے آغاز) میں بسم اللہ پڑھنا

1771 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سَوِيَّةَ اَبُو الْهُذَيْلِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عِكْرَاشٍ عَنْ اَبِيْهِ عِكْرَاشِ بْنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ

متن حدیث: بَعَثَنِيْ بَنُوْ مُرَّةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِصَدَقَاتِ اَمْوَالِهِمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدْتُّهُ جَالِسًا بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ قَالَ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَانْطَلَقَ بِيْ اِلٰى بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَ هَلْ مِنْ طَعَامٍ فَاُتِيْنَا بِجَفْنَةٍ كَثِيْرَةِ الثَّرِيْدِ وَالْوَذْرِ وَاَقْبَلْنَا نَاْكُلُ مِنْهَا فَخَبَطْتُ بِيَدِيْ مِنْ نَّوَاحِيْهَا وَاَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَقَبَضَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى يَدِي الْيُمْنٰى ثُمَّ قَالَ يَا عِكْرَاشُ كُلْ مِنْ مَّوْضِعٍ وَّاحِدٍ فَاِنَّهٗ طَعَامٌ وَّاحِدٌ ثُمَّ اُتِيْنَا بِطَبَقٍ فِيْهِ اَلْوَانُ الرُّطَبِ اَوْ مِنْ اَلْوَانِ الرُّطَبِ عُبَيْدُ اللّٰهِ شَكَّ قَالَ فَجَعَلْتُ اٰكُلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَجَالَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّبَقِ وَقَالَ يَا عِكْرَاشُ كُلْ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ فَاِنَّهٗ غَيْرُ لَوْنٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ اُتِيْنَا بِمَاءٍ فَغَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَمَسَحَ بِبَلَلِ كَفَّيْهِ وَجْهَهٗ

وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ وَقَالَ يَا عِكْرَاشُ هٰذَا الْوُضُوءُ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْعَلَاءِ بْنِ الْفَضْلِ وَقَدْ تَفَرَّدَ الْعَلَاءُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَا نَعْرِفُ لِعِكْرَاشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' بنو مرہ بن عبید نے اپنے اموال کی زکوٰۃ کے ہمراہ مجھے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا میں مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو مہاجرین اور انصار کے درمیان بیٹھے ہوئے پایا پھر آپ نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے لے کر سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں چلے گئے آپ نے دریافت کیا: کچھ کھانے کے لئے ہے؟ تو ایک پیالہ لایا گیا جس میں بہت زیادہ ثرید اور بوٹیاں تھیں ہم نے کھانا شروع کیا میرے ہاتھ پیالے کے اردگرد گردش کر رہے تھے نبی اکرم ﷺ اپنے آگے سے کھا رہے تھے نبی اکرم ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کے ذریعے میرے دائیں ہاتھ کو تھاما اور فرمایا: اے عکراش! صرف ایک جگہ سے کھاؤ کیونکہ یہ ایک کھانا ہے' پھر ہمارے لئے ایک تھال لایا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجوریں تھیں تو میں نے اپنے آگے سے کھانا شروع کیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ تھال میں گردش کرنے لگا آپ نے فرمایا: اے عکراش! تم جہاں سے چاہو کھاؤ کیونکہ یہ مختلف قسم کی کھجوریں ہیں' پھر پانی لایا گیا نبی اکرم ﷺ نے اس کے ذریعے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور اس کی تری کو اپنی دونوں ہتھیلیوں' چہرے اور کلائیوں اور سر پر مل لیا اور فرمایا: اے عکراش' یہ اس چیز کا وضو ہے' جسے آگ نے تبدیل کر دیا ہو (یعنی آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد اس طرح ہاتھ دھونے چاہئیں۔)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف علاء بن فضل کے حوالے سے جانتے ہیں اور علاء نے اس حدیث کو روایت کرنے میں ''تفرد'' کیا ہے حضرت عکراش کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے صرف یہی حدیث منقول ہے۔

شرح

کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونا:

وضو کی دو اقسام ہیں: (۱) وضو صغیر: ہاتھ اور منہ دھونا، (۲) وضو کبیر: یہ وہ وضو ہے جو قرآن کو چھونے، نماز ادا کرنے اور کعبہ معظمہ کا طواف کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، اس کے چار فرائض ہیں: (i) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا (ii) چہرے کا دھونا (iii) چوتھائی حصہ سر کا مسح کرنا (iv) دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا۔

یہاں احادیث ابواب میں ''وضو'' سے مراد ''وضو صغیر'' ہے۔ ان احادیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کھانا کھانے سے قبل اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھوں اور منہ کا دھونا مسنون اور کھانا کھانے کے آداب کا حصہ ہے۔ کھانا کھانے سے قبل ہاتھوں اور منہ کو دھونے کا مقصد حصول نظافت اور میل کچیل کو دور کرنا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھوں پر صرف پانی گرانے پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ خوب مل کر دھوئے جائیں تا کہ خوب صفائی حاصل ہو جائے اور اگر صابن کی ضرورت ہو تو وہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح منہ کو دھوتے وقت، خوب مل کر چہرے کو صاف کیا جائے۔ اگر محض ہاتھوں کو پانی میں بھگو کر یا ان کے اوپر پانی گرا کر

کھانا شروع کر دیا جائے تو مقصد پورا نہیں ہوگا بلکہ میل کچیل نمایاں ہو جائے گا جو کھانے کے ساتھ پیٹ میں جائے گا اور مرض کا موجب ہوگا۔

اسی طرح کھانا کھانے کے بعد بھی ہاتھوں اور منہ کو دھویا جائے۔ بعد میں دھونے کا مقصد کھانے وغیرہ کی چکناہٹ کو دور کرنا ہے۔ ہاتھوں کو خوب مل کر یا صابن سے دھویا جائے۔ اسی طرح منہ دھوتے وقت چہرے کو بھی خوب دھویا جائے۔ کھانے سے فراغت پر ہاتھوں اور منہ کو دھونے سے دو اہم فوائد بھی حاصل ہوں گے:

(۱) کپڑے میلے کچیلے نہیں ہوں گے، (۲) تا دیر دانت بھی خراب نہیں ہوں گے۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے تو کھانا پیش کیا گیا، وضو کے بارے میں عرض کرنے کے باوجود آپ نے وضو کرنے کا انکار کیوں کیا تھا؟

جواب: (۱) آپ نے اصطلاحی وضو کا انکار کیا تھا نہ کہ لغوی کا یعنی وضو صغیر کا (۲) بیان جواز کے لیے آپ نے ایسا کیا ہو۔

سوال: عام طور پر جب تورات یا انجیل کا تذکرہ ہوتا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کا اظہار فرماتے اور آپ کا چہرہ انور سرخ ہو جاتا تھا لیکن کیا وجہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے تورات کے مسئلہ کا تذکرہ کیا تو آپ ناراض نہ ہوئے بلکہ مسئلہ کی اصلاح بھی فرمادی؟

جواب: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایرانی باشندے تھے، بچپن میں مجوسی تھے پھر عیسائیت کو قبول کر کے عرصہ دراز تک پادریوں کی رفاقت میں بھی خدمات انجام دیتے رہے اور تورات وانجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ تمام صحابہ میں آسمانی کتب کے بڑے عالم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم از راہِ شفقت ان پر ناراض نہ ہوئے بلکہ ان کے مسئلہ کی اصلاح فرمادی تھی۔

فائدہ نافعہ:

کھانے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ کھانا کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھی جائے۔ بسم اللہ پڑھنے سے کھانے میں برکت آجاتی ہے اور تھوڑا کھانا کھانے سے انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے۔ بسم اللہ پڑھے بغیر زیادہ کھانا کھانے کے باوجود پیٹ نہیں بھرتا۔ بسم اللہ پڑھنے سے شیطان کھانے میں شامل نہیں ہوتا۔

فائدہ نافعہ:

(۲) اگر کھانا ایک جنس کا ہوا اور اجتماعی طور پر کھایا جا رہا ہو تو اپنے سامنے سے کھانا چاہیے اور اگر کھانا ایک قسم کا نہ ہو تو جہاں سے کوئی چاہیے اور جو چیز چاہے کھا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَکْلِ الدُّبَّاءِ

باب 42: کدو کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1772 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ طَالُوتَ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلْتُ عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّهُوَ يَاْكُلُ الْقَرْعَ وَهُوَ يَقُوْلُ يَا لَكِ شَجَرَةً مَّا اَحَبَّكِ اِلَیَّ لِحُبِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكِ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اَبِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابوطالوت بیان کرتے ہیں، میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا، وہ اس وقت کدو کھا رہے تھے انہوں نے کہا اے درخت! (یعنی سبزی) میں تم سے صرف اس لئے محبت کرتا ہوں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں پسند کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت حکیم بن جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس حوالے سے "غریب" ہے۔

1773 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُوْنٍ الْمَكِّیُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنِیْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ فِی الصَّحْفَةِ يَعْنِی الدُّبَّاءَ فَلَا اَزَالُ اُحِبُّهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ وَّرُوِیَ اَنَّهُ رَاَی الدُّبَّاءَ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا الدُّبَّاءُ نُكَثِّرُ بِهِ طَعَامَنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ برتن میں تلاش کر رہے تھے یعنی کدو تلاش کر رہے تھے، تو میں بھی اسے پسند کرتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اس حدیث کو اس کے علاوہ دیگر حوالوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کدو دیکھ کر دریافت کیا، یہ کس لئے ہیں؟

آپ نے فرمایا: یہ کدو ہیں ہم ان کے ذریعے اپنا سالن زیادہ کرلیں گے۔

1773- اخرجه البخاری (372/4) کتاب البیوع، باب: الخیاط، حدیث (2092) واطرافه (5379، 5420، 5433، 5435، 5436، 5437، 5439) ومسلم (1615/3) کتاب الاشربة، باب: جواز اکل المرق، واستحباب اکل الیقطین، حدیث (2041/144) وابو داؤد (377/2) کتاب الاطعمة، باب: فی اکل الدباء، حدیث (3782).

شرح

کدو شریف کھانا:

لفظ: الدباء: کا معنی ہے: کدو، گھیا، لوکی۔ یہ سبزیوں میں مشہور تر ہے۔ اس کا سالن تیار کیا جاتا ہے۔ اس کے تخم مختلف ادویاء کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ زود ہضم ہوتا ہے، اس کی تاثیر سرد ہوتی ہے، خون کے جوش اور حدت کو تسکین دیتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو شریف بہت پسند تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کدو سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے کدو! تیری کتنی عظمت وشان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تجھے پسند کرتے ہیں اور میں بھی تجھے پسند کرتا ہوں۔

حضرت جابر بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کدو شریف کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے جا رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا: ان سے کیا بنے گا؟ آپ نے جلدی سے جواب دیا: ان سے سالن تیار ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے دوران پیالے سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے تناول فرما رہے تھے تو آپ کی رغبت ومیلان کے سبب مجھے بھی کدو شریف سے محبت ہوگئی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا یا آپ کے لیے دعوت کا اہتمام کیا گیا، میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے کھانا کھانے کا آغاز کیا تو برتن سے کدو کے ٹکڑوں کو تلاش کرنے لگے، میں نے بھی ٹکڑے تلاش کر کے آپ کے سامنے پیش کیے جو آپ نے خوش ہو کر تناول فرمائے۔

فائدہ نافعہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا تقاضا ہے کہ ہم آپ کی ہر پسندیدہ چیز سے محبت کریں اور ناپسندیدہ چیز سے اجتناب واحتراز کریں۔ چونکہ کدو شریف آپ کی مرغوب وپسندیدہ سبزی تھی تو ہم بھی اسے ذوق وشوق اور محبت سے استعمال کریں۔ آپ کی محبت کے تقاضا میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس سبزی سے رغبت ومحبت تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَكْلِ الزَّيْتِ

باب 43: زیتون کا تیل کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1774 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ

1774- اخرجه ابن ماجه (1103/2) كتاب الاطعمة، باب: الزيت، حديث (3319) وعبد بن حميد (33)، حديث (13) من طريق عبدالرزاق، عن معمر، عن زيد بن اسلم، عن ابيه، فذكره.

اختلافِ سند: وَكَانَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ يَضْطَرِبُ فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرُبَّمَا ذَكَرَ فِيْهِ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُبَّمَا رَوَاهُ عَلَى الشَّكِّ فَقَالَ اَحْسَبُهُ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُبَّمَا قَالَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عُمَرَ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے ملو کیونکہ یہ بابرکت درخت سے نکلا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث اس کو ہم صرف عبدالرزاق کے معمر سے روایت کرنے کے حوالے سے جانتے ہیں عبدالرزاق نے اس کی روایت میں "اضطراب" کیا ہے بعض اوقات وہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کی روایت نقل کرتے ہیں' اور کبھی شک کے ساتھ یہ کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں' زید بن اسلم نے اپنے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

1775 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ عَطَاءٌ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ عَنْ اَبِيْ اَسِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى

◆◆ عبداللہ بن عیسٰی شام سے تعلق رکھنے والے ایک شخص عطاء کے حوالے سے' حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے (جسم پر) ملو کیونکہ یہ بابرکت درخت سے نکلتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث اس حوالے سے "غریب" ہے ہم اسے صرف سفیان کی عبداللہ بن عیسٰی سے روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

زیتون کا تیل کھانا

لفظ: الزیت، واحد ہے، اس کی جمع ہے: زیوت، زیات۔ اس کا معنی ہے: زیتون کا تیل۔ یہ تیل معمولی زرد رنگ سبزی مائل ہے۔ درختوں کے پختہ پھلوں سے نکالا جاتا ہے۔ اس کی تاثیر گرم تر ہے، جسم پر ملنے سے بدن کا بیرونی حصہ نرم رہتا ہے۔ بدن پر اس

1775- اخرجه احمد (3/497) والدارمی (2/102) کتاب الاطعمة' باب: فی فضل الزیت' من طریق عبد اللّٰه بن عیسٰی' عن عطاء فذکرہ۔

کی مالش کرنے سے اعضاء کوتقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بطور غذا استعمال کیا جاتا ہے، بطور سالن بھی استعمال میں لایا جاتا ہے۔ زیادہ مقدار کھانے سے پیٹ کی صفائی ہو جاتی ہے اور اس سے جگر کی صفراوی پتھریاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ زیتون کا تیل کا استعمال کرنا سنت ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے استعمال کرتے تھے۔ یہ تیل بابرکت ہے، کیونکہ یہ بابرکت درخت کے پھل سے برآمد ہوتا ہے۔ آخری آسمانی کتاب (قرآن کریم) میں اس کا تذکرہ ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کا ذکر ہے۔ اس طرح اس تیل کی عظمت وفضیلت اور اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ زیتون کا درخت اور تیل ہمارے (پاک وہند) میں نایاب ہے۔ حجاز مقدس میں یہ عام اور سستا ہے۔ لوگ عموماً یہ تیل حجاج کرام یا معتمرین حضرات کی وساطت سے حرمین شریفین سے منگواتے ہیں۔

فائدہ نافعہ:

زیتون کا تیل دیگر مقاصد کے علاوہ مختلف امراض کے علاج اور ضعف وکمزوری کو دور کرنے کے لیے نہایت مفید ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَكْلِ مَعَ الْمَمْلُوكِ وَالْعِيَالِ

باب 44: زیر ملکیت (غلام یا کنیز) اور زیر کفالت کے ساتھ کھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1776 سند حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يُخْبِرُهُمْ ذَاكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِذَا كَفٰى اَحَدَكُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ حَرَّهٗ وَدُخَانَهٗ فَلْيَاْخُذْ بِيَدِهٖ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهٗ فَاِنْ اَبٰى فَلْيَاْخُذْ لُقْمَةً فَلْيُطْعِمْهَا اِيَّاهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ خَالِدٍ وَّالِدُ اِسْمٰعِيْلَ اسْمُهٗ سَعْدٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' جب کسی شخص کا خادم کھانا تیار کرنے کے لئے اس کی گرمی اور دھوئیں کو برداشت کرے' تو اسے چاہیے کہ اس خادم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالے اگر وہ ایسا نہ کرے' تو ایک لقمہ لے کر اسے کھانے کے لئے دیدے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوخالد نامی راوی اسماعیل کے والد ہیں اور ان کا نام ''سعد'' ہے۔

شرح

اپنے غلام کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا

جو شخص کسی کے لیے کھانا تیار کرے، اس کا اس میں حصہ ہوتا ہے' خواہ وہ غلام ہو یا آزاد ہو یا نوکر ہو، کیونکہ کھانے کی تیاری میں

1776- اخرجه ابن ماجه (1094/2) كتاب الاطعمة' باب: اذا اتاه خادمه بطعامه فليناوله' منه' حديث (3389)

حدیث دیگر: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ طَعَامًا فِي سِتَّةٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَجَآءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ سَمَّى لَكَفَاكُمْ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

توضیح راوی: وَأُمُّ كُلْثُومٍ هِيَ بِنْتُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص کچھ کھائے تو بسم اللہ پڑھ لے اگر وہ شروع میں پڑھنا بھول جائے' تو درمیان میں ''بسم اللّٰه فی اوله وآخره'' (اس کے آغاز اور اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں) پڑھ لے۔

اسی سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی منقول ہے' وہ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ اپنے چھ ساتھیوں کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے ایک دیہاتی آیا اس نے دو لقمے کھا لیے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس نے بسم اللہ پڑھی ہوتی تو یہ کھانا تم سب کے لئے کافی ہوتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اُم کلثوم نامی خاتون حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی ہیں۔

شرح

کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کی فضیلت

کھانا کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھنا آداب طعام کا حصہ ہے۔ خورد و نوش سے قبل بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔ اس حوالے سے چند ایک اہم مسائل درج ذیل ہیں:

۱- کھانا شروع کرنے سے قبل بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یا بسم اللہ وعلی برکۃ اللہ' پڑھنا مسنون ہے۔

۲- اجتماعی کھانا کھاتے وقت بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھی جائے تا کہ یاد آنے پر دوسرے لوگ بھی یہ سعادت حاصل کر سکیں۔

۳- اگر کھانا کھانے کے آغاز کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر بایں الفاظ پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ أَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ یا بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ (حرف فِيْ کے ذکر یا حذف کے ساتھ دونوں طریقے صحیح ہیں)

۴- جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کا بسم اللہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

۵- دودھ' پانی' شوربا' لسی اور دوائی وغیرہ پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔

فائدہ نافعہ:

حدیث میں تسمیہ کے بارے میں امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے' جس کی بناء پر بعض علماء اسے واجب قرار دیتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ خورد و نوش کا آغاز کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے' بلکہ مسنون ہے۔ روایت کے صیغہ امر کو استحباب پر محمول کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْبَيْتُوتَةِ وَفِي يَدِهِ رِيحُ غَمَرٍ

باب 48: جب ہاتھ میں چکنائی موجود ہو تو اس وقت (اسے دھوئے بغیر) رات بسر کرنے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1782 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ الْوَلِيدِ الْمَدَنِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ الشَّيْطَانَ حَسَّاسٌ لَحَّاسٌ فَاحْذَرُوْهُ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ مَنْ بَاتَ وَفِي يَدِهِ رِيحُ غَمَرٍ فَاَصَابَهُ شَيْءٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: شیطان بہت جلد محسوس کرتا ہے اور جلدی ادراک کر لیتا ہے' تو تم اپنا خیال رکھا کرو جو شخص رات بسر کرے' اور اس کے ہاتھ میں کوئی چکنائی موجود ہو' اور پھر اسے کوئی (کیڑا مکوڑا) کوئی نقصان پہنچا دے' تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔

یہ حدیث اس حوالے سے ''غریب'' ہے اسے سہیل بن ابوصالح نے ان کے والد کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول حدیث کے طور پر روایت کیا ہے۔

1783 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْبَغْدَادِيُّ الصَّاغَانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيُّ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ بَاتَ وَفِي يَدِهِ رِيحُ غَمَرٍ فَاَصَابَهُ شَيْءٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الْاَعْمَشِ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص رات بسر کرے' اور اس کے ہاتھ پر کچھ چکنائی موجود ہو' اور پھر اسے کوئی چیز کاٹ لے تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔

1783- اخرجه البخاری فی الأدب المفرد (1220) وابو داؤد (394/2) کتاب الاطعمة' باب: فی غسل الید من الطعام' حدیث (3852) وابن ماجه (1096) کتاب الاطعمة' باب: من بات وفی یده ریح غمر' حدیث (3297) واحمد (537'263/2) والدارمی (104/2) کتاب الاطعمة' باب: ف الوضوء بعد الطعام' من طریق ابی صالح' فذکره.

بڑھتا رہتا ہے' جس طرح تمہارے ہاں خچر کا بچہ بڑھتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے اس کا اجر وثواب عطا کرے گا۔

۴- واضربوا الھام: تم دشمن کی سرکوبی کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے کنایہ ہے۔ اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام کی سربلندی کے لیے دشمن سے لڑنے کا نام جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ مجاہد کو دو انعامات میں سے ایک سے ضرور نوازتا ہے۔ اگر وہ جام شہادت نوش کرتا ہے' تو اسے جنت میں مکان عطا کرتا ہے۔ اگر غازی بن کر گھر واپس آتا ہے' تو مال غنیمت سے نوازتا ہے۔ مجاہد جام شہادت نوش کرنے کے بعد اپنے پروردگار کے حضور بار بار اس تمنا کا اظہار کرتا ہے کہ اسے دوبارہ زندہ کیا جائے اور وہ دوبارہ جام شہادت نوش کرے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کرتا ہے، اسلام کی اشاعت وترویج کرتا ہے، غربا ومساکین کو کھانا کھلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا فریضہ بھی انجام دیتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کا وارث بنا دیتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ الْعَشَاءِ

باب 46: رات کا کھانا کھانے کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1779 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْلَى الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عَلَّاقٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: تَعَشَّوْا وَلَوْ بِكَفٍّ مِنْ حَشَفٍ فَاِنَّ تَرْكَ الْعَشَاءِ مَهْرَمَةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَعَنْبَسَةُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ عَلَّاقٍ مَجْهُوْلٌ

◄◄ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: رات کا کھانا کھا لو خواہ مٹھی بھر کھجوریں ہوں کیونکہ رات کا کھانا نہ کھانے سے بڑھاپا (جلدی آجاتا) ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''منکر'' ہے ہم اسے صرف اسی حوالے سے جانتے ہیں اور عنبسہ نامی راوی کو حدیث میں ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے اور عبدالملک بن علاق نامی راوی مجہول ہے۔

شرح

رات کے وقت کھانا کھانے کی اہمیت

عموماً لوگوں میں تین وقت کھانا کھانے کا معمول ہے۔ صبح کے وقت ناشتہ کیا جاتا ہے، دوپہر کے وقت کھانا کھایا جاتا ہے اور اس کے بعد شام کے وقت کھانا کھایا جاتا ہے۔ عمداً شام کو کھانا نہ کھانے سے انسان کو ضعف وکمزوری اور مرض لاحق ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ خالی معدہ ہونے کے سبب انسان طویل وقت تک کھانے سے محروم رہے گا جو بڑھاپے کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ حکیم

کائنات اور محسن انسانیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کے کھانے کی فضیلت واہمیت بیان کرتے ہوئے واضح کیا کہ رات کے وقت کھانا نہ کھانے کے سبب انسان جلدی بڑھاپے کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا حسب ضرورت اور حسب خواہش شام کا کھانا ضرور کھانا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ

باب 47: کھانے پر بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1780 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ طَعَامٌ قَالَ ادْنُ يَا بُنَيَّ وَسَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْ وَجْزَةَ السَّعْدِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ مُّزَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدِ اخْتَلَفَ اَصْحَابُ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ فِيْ رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ وَجْزَةَ السَّعْدِيُّ اسْمُهٗ يَزِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ

حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ کے پاس کھانا موجود تھا آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! آگے آجاؤ اللہ تعالیٰ کا نام لو اور دائیں ہاتھ سے کھانا شروع کرو اور اپنے آگے سے کھانا شروع کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث ہشام بن عروہ نے ابووجزہ سعدی کے حوالے سے مزینہ قبیلے کے ایک فرد کے حوالے سے' حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ہشام بن عروہ کے شاگردوں نے اسے روایت کرنے میں اختلاف کیا ہے ابووجزہ سعدی کا نام ''یزید بن عبید'' ہے۔

1781 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَاِنْ نَّسِيَ فِيْ اَوَّلِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

1780- اخرجه ابن ماجه (1087/2) كتاب الاطعمة' باب: التسمية عند الطعام' حديث (3265) واحمد (26/4) عن هشام بن عروة' عن ابيه فذكره.

1781- اخرجه ابوداؤد (374/2) كتاب الاطعمة' باب: التسمية على الطعام' حديث (3767)

اس نے دیگر تکالیف کے علاوہ گرمی اور دھواں وغیرہ بھی برداشت کیا ہے۔ حدیث باب کے دو مطالب ہو سکتے ہیں: (۱) اعلیٰ اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ کھانا تیار کرنے والے نوکر وغیرہ کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا جائے۔ (۲) اگر افسر اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا نہ کھلا سکتا ہو یا نوکر وغیرہ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کے لیے تیار نہ ہو، تو کم از کم اسی کھانے سے اسے الگ کھانا دے دیا جائے۔ اگر کھانا کم مقدار میں ہو تب بھی چند لقمے تیار کرنے والے کو ضرور دیے جائیں۔

اس طریقہ کار سے درج ذیل اہم فوائد حاصل ہوں گے:

۱- اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں گے۔

۲- تکبر و غرور کا خاتمہ ہوگا۔

۳- نوکر وغیرہ کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

۴- نوکر میں ذوق وشوق اور دیانتداری سے کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ اِطْعَامِ الطَّعَامِ

باب 45: کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1777 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُمَحِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاضْرِبُوا الْهَامَ تُوْرَثُوا الْجِنَانَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشَ وَشُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ اَبِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اسلام پھیلاؤ' کھانا کھلاؤ' کفار کو قتل کرو اور جنت کے وارث بن جاؤ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عائشہ رضی اللہ عنہ اور شریح بن ہانی کی اپنے والد کے حوالے سے احادیث منقول ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے' جو ابن زیاد کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

1778 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

1778- اخرجه البخاري في الأدب المفرد (981) وابن ماجه (1218/2) كتاب الآداب' باب: افشاء السلام' حديث (3694 واحمد 170/2، 196) والدارمي (109/2) كتاب الاطعمة' باب: في اطعام الطعام' وعبد بن حميد (139) حديث (355) من طريق عطاء بن السائب' عن ابيه' فذكره.

قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: اُعْبُدُوْا الرَّحْمٰنَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ

حکم حدیث: قَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: رحمٰن کی عبادت کرو' کھانا کھلاؤ' سلام پھیلاؤ اور جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

کھانا کھلانے کی فضیلت

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ باب کے تحت دو احادیث تخریج فرمائی ہیں' جن میں چار چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ ان چار امور کو انجام دینے کے باعث تم جنت کے وارث بن جاؤ گے یا بسلامت جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-اعبدوا الرحمٰن: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے۔ جو شخص اس کی عبادت نہیں کرتا اور اس کے احکام کے مطابق اپنے آپ کو نہیں ڈھالتا، وہ اپنی پیدائش کے مقصد سے عاری و غافل ہے۔ عبادت سے مراد محض نماز پڑھنا نہیں بلکہ اس کے تمام احکام کو بروئے کار لانا ہے اور کسی بھی حکم کی دانستہ خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔

۲-افشوا السلام: السلام علیکم کہنے کو رواج دو۔ ایک مسلمان کے جو دوسرے مسلمان پر حقوق ہیں، ان میں سے ایک السلام علیکم کہنا ہے۔ جو شخص پہلے سلام کرتا ہے، اسے بیس نیکیاں اور جو جواب دیتا ہے، اسے دس نیکیاں عطاء کی جاتی ہیں۔ سلام کہنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے۔ ہر واقف و ناواقف سب کو السلام علیکم کہنا چاہیے۔ غیر مسلم کو سلام کہنے پر پہل نہیں کرنی چاہیے مگر اس کے سلام کا جواب صرف ''وعلیکم'' کے الفاظ سے دینا چاہیے۔

۳-اطعموا الطعام: تم کھانا کھلاؤ۔ یہ تیسرا حکم ہے اور ترجمۃ الباب کے مطابق بھی یہی ہے۔ جو شخص لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے اور صدقہ وخیرات کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ یہاں کھانا کھلانے سے مراد زکوٰۃ وصدقہ فطر نہیں، بلکہ ان کے علاوہ بھی اہل ثروت پر لوگوں کے حقوق ہیں۔ غرباء، مساکین، مسافروں اور یتیموں وغیرہ کو کھانا کھلانے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور اس کے کاروبار اور مال و دولت میں برکات نازل کرتا ہے۔ صدقہ وخیرات کرنے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے اور مصائب و مشکلات ٹل جاتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرتا ہے' وہ مسلسل

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف اعمش کے اسی حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

چکناہٹ والے ہاتھوں کے ساتھ رات گزارنے کی ممانعت

آداب طعام میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جس طرح کھانا کھانے سے قبل ہاتھوں کو دھونا منسون ہے اسی طرح اختتام وفراغت پر بھی ہاتھوں اور منہ کو دھونا مسنون ہے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر سو جانا خلاف سنت ہے۔ اس کے کئی نقصانات ہیں۔ ہاتھوں کی چکناہٹ کے سبب کپڑے آلودہ ہوں گے۔ علاوہ ازیں کیڑے مکوڑوں کی قوت شامہ دوررس ہوتی ہے، رات کو سوتے وقت وہ ہاتھوں کی چکناہٹ چاٹنے کے لیے آئیں گے تو کاٹ بھی سکتے ہیں۔ اپنی کوتاہی کی وجہ سے کسی سے شکایت بھی نہیں کی جاسکتی۔ احادیث باب میں حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت کو ممکنہ نقصان سے بچنے کا طریقہ تجویز کیا گیا ہے کہ رات کو کھانا کھانے کے بعد اچھے طریقہ سے دونوں ہاتھ اور منہ دھولیا جائے۔

کِتَابُ الْاَشْرِبَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

پینے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

ماقبل سے ربط:

کتاب الاطعمۃ میں ماکولات کی بحث تھی جس کے لیے بالطبع مشروب کی ضرورت پیش آتی ہے۔ چونکہ اصل مقصود طعام ہوتا ہے اور مشروب کو اس کے تابع کرتے ہوئے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس طرح اطعمہ کی بحث اصل ہے، لہٰذا اسے مقدم کیا گیا ہے اور اشربہ کی بحث فرع ہے اُسے مؤخر کیا گیا ہے۔

لفظ: اشربۃ: شراب کی جمع ہے، عربی زبان میں اس کا اطلاق ہر مشروب پر ہوتا ہے خواہ وہ حلال ہو یا حرام ہو۔ اُردو زبان میں

لفظ: شراب: کا اطلاق صرف حرام مشروب پر ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں شراب، عام پانی کی طرح استعمال کی جاتی تھی لیکن اسلام نے کثرت نقصانات کے سبب بتدریج اس کی حرمت کا اعلان کیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شَارِبِ الْخَمْرِ

باب 1: شراب پینے والے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1784 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا اَبُوْ زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَّكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَّمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِى الدُّنْيَا فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِى الْاٰخِرَةِ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعُبَادَةَ وَاَبِىْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوْفًا فَلَمْ يَرْفَعْهُ

1784- اخرجه مسلم (1588،1587/3) كتاب الاشربة، باب: بيان ان كل مسكر خمر، حديث (2003/75،74،73) والنسائی (297،296/8) كتاب الاشربة، باب: اثبات اسم الخمر لكل مسكر من الاشربة، حديث (5582، 5583، 5584، 5585، 5586) واحمد (137،134،98،29،16/2) من طريق نافع، فذكره.

رہا ہوں"۔ اس ارشاد ربانی میں، انگور پر خمر کا اطلاق کیا گیا ہے یعنی آئندہ انگور سے خمر تیار ہونے والی ہے۔ اس سے اشارہ ہے کہ خمر، انگوری شراب ہوتی ہے جبکہ باقی شرابیں حکمی ہیں۔ نبیذ کو خمر کا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ جب خمر اور نبیذ کا درجہ الگ ہے تو ان کا حکم بھی الگ ہوگا اور یکساں ہرگز نہیں ہوسکتا۔

فائدہ نافعہ:

اس مسئلہ میں احناف کا مؤقف حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ کے مطابق ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب حضرات شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مؤقف کے دلائل مضبوط وقوی ہیں تو پھر حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ کیوں ہے؟ جواب: خواہ شیخین کے دلائل قوی ہیں لیکن فتویٰ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر اس لیے ہے کہ احتیاط و نصوص پر عمل کرنے کا آسان راستہ یہی ہے کہ اگر اس سلسلے میں تھوڑی سی بھی نرمی روا رکھی جائے تو چسکا خور انسان کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا اور حدود الٰہی کی پاسداری بھی نہ کر سکے گا۔ لہٰذا محتاط و آسان بلکہ احوط راستہ یہی ہے کہ آپ کے فتویٰ کو تسلیم کیا جائے اور اسے معمول بہ بنایا جائے۔

شرابی کے لیے جنت کا راستہ بند اور نماز نا قابل قبول ہونا:

احادیث باب میں شرابی کی وعید بیان کی گئی ہے کہ جو شخص مسلسل شراب نوشی کرتا رہے اور اسی حالت میں اسے موت آجائے تو وہ آخرت کی شراب سے محروم رہے گا، جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز نہیں ہوگا۔ گویا احکام الٰہی کو نظر انداز کرنے اور شیطان کو خوش کرنے کا نتیجہ دنیا و آخرت میں ذالت و خواری اور نعمتوں سے محرومی ہوگا۔

علاوہ ازیں شرابی کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی۔ استحکام عقائد و افکار کے بعد انسان جو خوبصورت عمل اور نیکی کر سکتا ہے، وہ نماز کی ادائیگی ہے۔ شرابی خواہ کتنے خوب سے خوب تر انداز سے نماز ادا کرے لیکن اس کی نافرمانی کی نحوست کے سبب اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتا۔ وعید اس حد تک بیان فرمادی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

باب 2: ہر نشہ آور چیز کے حرام ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1786 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

1786- اخرجه مالك فی الموطا (845/2) كتاب الاشربة، باب: تحريم الخمر، حديث (9) والبخاری (44/10) كتاب الاشربة، باب: الخمر من العسل، وهو البتع، حديث (5585، 5586) ومسلم (1585/3، 1586) كتاب الاشربة، باب: بيان ان كل مسكر خمر، وان كل خمر حرام، حديث (67، 68/2001) وابو داؤد (352/2، 353) كتاب الاشربة، باب: النهی عن السكر، حديث (3682) والنسائی (297/8، 298) كتاب الاشربة، باب: تحريم كل شراب اسكر، حديث (5588، 5591، 5592، 5593، 5594) وابن ماجه (1132/2) كتاب الاشربة، باب: كل مسكر حرام، حديث (3386) واحمد (36/6، 96، 190، 225) والدارمی (113/2) كتاب الاشربة، باب: ما قيل فی المسكر، والحميدی (135/1) حديث (281) من طريق ابن شهاب الزهری، عن ابی سلمة بن عبد الرحمن، فذكره.

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْبِتْعِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ سے ''بتع'' (نامی شراب) کے بارے میں دریافت کیا: گیا' تو آپ نے فرمایا: ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1787 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ الْكُوْفِيُّ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى وَالْاَشَجِّ الْعَصَرِيِّ وَدَيْلَمَ وَمَيْمُوْنَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّقَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ وَّالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَّمُعَاوِيَةَ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَّقُرَّةَ الْمُزَنِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ وَبُرَيْدَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

متن حدیث: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت اشج عصری رضی اللہ عنہ، حضرت دیلم رضی اللہ عنہ، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ اس حدیث کو ابوسلمہ نامی راوی کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

1787- اخرجه النسائی (297/8) كتاب الاشربة' باب: تحريم كل شراب اسكر' حديث (5587) وابن ماجه (1124/2) كتاب الاشربة' باب: كل مسكر حرام' حديث (3391) واحمد (104'31'29'16/2) من طريق محمد بن عمرو بن علقمة' عن ابی سلمة' فذكره.

چیزیں ہیں اور شیطانی کام ہیں، تم ان سے بچو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان یہی پسند کرتا ہے کہ شراب اور جوا کے سبب تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کرے، تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آ سکتے ہو۔ (المائدہ: ۹۰، ۹۱)

فائدہ نافعہ:

پہلی آیت میں اشارۃً حرمت خمر کا ذکر ہے۔ دوسری آیت میں حرمت خمر کا قدرے واضح ذکر ہے، نیز اسے گناہ قرار دیا گیا اور تیسری آیت میں صرف نماز کے وقت خمر کی حرکت کا ذکر کیا گیا ہے۔ چوتھی آیت میں تفصیل سے حرمت خمر اور اس کے نقصانات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نیز اس میں دو نقصان بیان کیے گئے ہیں: (۱) شرابی کی عقل ختم ہو جاتی ہے' وہ ہر ایک سے جھگڑتا ہے اور ظلم و زیادتی کرتا ہے (۲) شرابی اپنے جام سے وابستہ رہتا ہے' وہ یاد الٰہی اور نماز جیسی عبادت سے غافل ومحروم ہو جاتا ہے۔

دوم طلاء: انگور کے شیرے کو پکایا جائے، اس کا دو تہائی سے زیادہ اڑ جائے، اس میں جوش پیدا ہو اور جھاگ چھوڑے تو (حضرت امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک جھاگ آنا شرط نہیں ہے) طلاء تیار۔ خمر کی اس قسم کے چار نام اور بھی ہیں:

(i) عصیر (شیرہ۔ رس) (ii) باذق، (iii) منصف (جلنے سے نصف اڑا ہوا)، (iv) مطبوخ ادنی طبخہ۔

سوم سکر: تازہ کھجوریں اور چھوہارے پانی میں ڈال دیے جائیں۔ ان کے گلنے سے پانی شیریں ہو جائے، وہ جوش مارنے لگے اور پر کو اٹھے اور اس میں نشہ بھی پیدا ہو جائے، وہ سکر ہے۔ اس کا دوسرا نام: نقیع التمر (پانی میں بھگوئے ہوئے چھوہارے) ہے۔

چہارم: نقیب الزبیت: منقی اور خشک انگور پانی میں بھگوئے جائیں، وہ خوب گل جائیں' ان میں جوش پیدا ہو جائے، اوپر کو اٹھیں اور نشہ بھی پیدا ہو جائے تو نقیع الزبیب تیار۔

دوسری شراب (طلاء) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام ہے، کیونکہ یہ انگور سے تیار کی گئی ہے۔ تاہم پکانے کی وجہ سے یہ خمر باقی نہیں رہتی۔ آئمہ ثلاثہ رحمہا اللہ تعالیٰ بھی اسے حرام قرار دیتے ہیں۔ البتہ حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے مباح قرار دیتے ہیں۔

تیسری شراب (سکر): حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، اس لیے کہ یہ اس کا ثبوت خبر واحد سے ہے۔ آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ حرام ہے۔ حضرت قاضی بن عبداللہ نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے مباح قرار دیتے ہیں۔

چوتھی شراب (نقیع): حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسے حرام قرار دیتے ہیں، آئمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی حرام ہے۔ حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے مباح قرار دیتے ہیں۔

نشہ آور نبیذوں میں مذاہب آئمہ:

خمر، طلاء، سکر اور نقیع الزبیب کے علاوہ بھی نشہ آور چیزیں ہیں' جن کو "نبیذیں" کہا جاتا ہے۔ وہ شراب جو گندم، شہد، مکئی اور جو وغیرہ سے تیار کی جائے، اسے نبیذ کہا جاتا ہے۔

کیا نبیذ حلال ہے یا حرام؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نبیذ حلال ہے۔ تھوڑی مقدار پینے والے پر حد جاری نہیں ہوگی۔ جو شخص ان کے نشہ میں مبتلا ہو کر اپنی بیوی کو طلاق دے گا وہ واقع نہیں ہوگی، ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i)۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالت سفر میں تھے کہ ان کی خدمت میں نبیذ پیش کی گئی، آپ نے اس سے پیا پھر منہ بگاڑا اور فرمایا: طائف کی نبیذ سخت ہے، پانی لے کر اس پر ڈالا پھر وہ نوش کر لی۔ (شرح معانی الآثار ج۴ص۳۲۶)

(ii) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے نبیذ تیار کی گئی، مدینہ طیبہ کے راستہ میں ایک شخص نے وہ خوب نوش کی، جس کے نتیجہ میں اسے نشہ چڑھ گیا، جب اس کا نشہ ختم ہو گیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر حد جاری کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی کے ذریعے اس کا نشہ ختم کیا اور اسے نوش کیا۔ اسی طرح حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشکیزے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے نبیذ تیار کی۔ ان کے آنے میں کچھ تاخیر ہو گئی، یہاں تک نبیذ اپنی حد سے بڑھ گئی، وہ مزید بڑھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلب کی تو وہ سخت یعنی نشہ آور تھی۔ آپ نے اس میں پانی ڈال کر اس کا نشہ ختم کیا۔ پھر وہ نبیذ خود بھی نوش کی اور لوگوں کو بھی پلائی۔ (مصنف عبدالرزاق ج۹ص۲۲۴)

(iii) نقیر، مزفت، دباء اور حنتم میں تیار کردہ نبیذ نہ پیو۔ چمڑے میں تیار کی ہوئی نبیذ جس کا منہ بند کیا گیا ہو، وہ پیو۔ اگر وہ اٹھے یعنی اس میں جوش پیدا ہو اور نشہ پیدا ہو جائے تو اس میں پانی ملا کر اس کا نشہ توڑ دو اور نشہ ختم کر دو۔ پھر اگر نبیذ کا جوش پانی میں بھی ختم نہ ہو تو اسے پھینک دو۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۳۶۹۵، ۳۶۹۶)

(iv) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے، خمر لذاتہ حرام ہے، خواہ قلیل ہو یا کثیر جبکہ دیگر شرابوں میں سے جو نشہ آور حد تک ہو وہ حرام ہے۔

۲- آئمہ ثلاثہ اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبیذ حرام ہے۔ انہوں نے درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے۔

(i) ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور نشہ آور چیز حرام ہے۔

(ii) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شراب کا ایک گھونٹ بھی نشہ آور ہو، اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے۔

(iii) شہد اور مکئی کی شرابوں کے بارے میں سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شراب جو نشہ آور ہو حرام ہے۔

(iv) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شراب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو، اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرات آئمہ ثلاثہ اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ جمہور نے ان احادیث میں ہر شراب کو خمر قرار دیا ہے، اگر ہر شراب خمر ہوتی تو اتنی کثیر روایات کی ہرگز ضرورت نہیں تھی۔ دراصل خمر انگوری شراب ہی ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا (یوسف: ۳۶) دونوں قیدیوں میں سے ایک نے کہا: "میں خواب میں خود کو دیکھ رہا ہوں کہ میں انگور نچوڑ

حضرت نافع رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر نشہ دینے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے' جو شخص دنیا میں خمر پیئے گا' اور مر جائے گا جبکہ وہ اسے باقاعدگی کے ساتھ پیتا ہو' تو وہ اسے آخرت میں نہیں پی سکے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ''حسن صحیح'' ہے

اس روایت کو اس کے علاوہ دوسری صورت میں بھی نقل کیا گیا ہے' جسے نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے اسے نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ اسے ''مرفوع'' کے طور پر نقل نہیں کیا۔

1785 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ لَمْ يَتُبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَقَاهُ مِنْ نَهْرِ الْخَبَالِ قِيْلَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمَا نَهْرُ الْخَبَالِ قَالَ نَهْرٌ مِنْ صَدِيْدِ اَهْلِ النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ نَحْوُ هٰذَا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص شراب پی لے گا اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لے گا اگر وہ دوبارہ پیئے گا' تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو چالیس دن تک قبول نہیں کرے گا اگر وہ پھر توبہ کر لے گا' تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لے گا اگر وہ پھر پیئے گا' تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز کو قبول نہیں کرے گا اگر وہ پھر توبہ کر لے گا' تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لے گا' اور پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ پیئے گا' تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو چالیس دن تک قبول نہیں کرے گا پھر اگر وہ توبہ کرے گا' تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول نہیں کرے گا' اور اسے نہر ''خبال'' میں سے پلائے گا۔

ان سے دریافت کیا گیا: اے ابوعبدالرحمٰن! نہر ''خبال'' کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: اہل جہنم کی پیپ کی نہر ہے۔

1785- اخرجه احمد (35/2) من طريق عطاء بن السائب' عن عبد الله بن عبيد الله بن عمير' عن ابن عمر' فذكره.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ اس کو اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے فرمان کے طور پر روایت کیا گیا ہے۔

شرح

خمر کی تعریف، اقسام اور ان کا حکم:

جن شرابوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، وہ چار ہیں۔ اس کی تفصیل ذیل ہے:

اوّل۔ خمر: انگور کا کچا شیرہ جب جوش مارے، اوپر کو ابلے اور وہ جھاگ چھوڑے۔ خمر کی یہ تعریف حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہے۔ حضرات صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک شیرے کا جھاگ چھوڑنا شرط نہیں ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک انگور کا شیرہ ہونا ضروری نہیں ہے' بلکہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور وہ حرام ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ تمام آئمہ فقہ کے نزدیک حرام ہے، اس کی حرمت نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔ قرآن کریم نے اسے نجس قرار دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے: (۱) خمر پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ ہے (۲) اس کی ذات حرام ہے' خواہ نشہ آور ہو یا نہ ہو، (۳) اسے حلال سمجھنے والا نص قطعی کا منکر اور کافر ہے (۴) خمر مسلمان کے حق میں مال متقوم نہیں ہے، لہٰذا اس کے ضائع کرنے سے ضمان لازم نہیں آئے گی (۵) اس کو پکانے سے اس کی حرمت ختم نہیں ہوگی بلکہ حسب سابق حرمت باقی رہے گی (۶) اس کے پینے والے پر حد جاری کی جائے گی خواہ نشہ آئے یا نہ آئے۔

تاہم خمر کو سرکہ میں تبدیل کرنے سے اس کی ماہیت تبدیل ہو جائے گی۔ اس طرح اس کی علت سکر (یعنی نشہ) بھی ختم ہو جائے گی اور اس کی حرمت کا حکم بھی باقی نہیں رہے گا۔

حرمت خمر کے دلائل:

خمر کی حرمت نصوص قرآنی سے ثابت ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد ربانی ہے: وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا (النحل:۶۷) ''اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم لوگ عمدہ کھانے کی اشیاء تیار کرتے ہو''۔

۲- قرآن کا اعلان ہے: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرۃ:۲۱۹) ''لوگ آپ سے شراب اور جوا کے بارے میں دریافت کرتے ہیں؟ آپ انہیں فرما دیں کہ دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے، لوگوں کے لیے کچھ فوائد بھی ہیں اور ان کا گناہ، فوائد سے بڑا ہے''۔

۳- ارشاد خداوندی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء:۴۳) ''اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جائے جو تم کہتے ہو''۔

۴- ارشاد ربانی ہے: اے ایمان والو! انگور کی شراب، جوا، غیر اللہ کے نام پر قربانی کے تھان اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی

کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا گیا ہے اور یہ دونوں سندیں مستند ہیں۔

کئی راویوں نے اسے محمد بن عمرو کے حوالے سے ابوسلمہ کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے بھی نقل کیا ہے۔

شرح

خمر کی تعریف اور وجہ تسمیہ میں مذاہب آئمہ:

خواہ تفصیلی بحث گزشتہ باب کی احادیث کے ضمن میں گزر چکی ہے لیکن یہاں اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ خمر کی تعریف اور وجہ تسمیہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابویوسف اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ لفظ: ''خمر'' تخمیر سے بنا ہے' جس کا معنی ہے نچوڑنا، چونکہ یہ انگور کے کچے پانی کو جوش دلانے اور جھاگ چھوڑنے سے بنتی ہے، اس لیے اسے ''خمر'' کہا جاتا ہے۔ خمر صرف یہی ہے باقی شرابیں حرام تو ہیں لیکن خمر نہیں ہیں۔ انہوں نے اہل لغت کی اصطلاح سے استدلال کیا ہے کہ تمام اہل لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ''خمر'' صرف انگور کے رس سے تیار ہوتی ہے، جو کثیر و قلیل حرام ہے' خواہ نشہ آور ہو یا نشہ آور نہ ہو۔ چونکہ قلیل داعی الی الکثیر ہے اس لیے یہ کثیر و قلیل حرام ہے۔

۲۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ: ''خمر'' مخامرۃ العقل سے بنا ہے' چونکہ دو اوصاف اس میں موجود ہوتے ہیں: (۱) نچوڑنا (۲) عقل کو زائل کرنا، تو اس لیے اسے ''خمر'' کہا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور خمر حرام ہے۔ انہوں نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ

باب 3: یہ جو منقول ہے: جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے

1788 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ بَكْرِ ابْنِ اَبِى الْفُرَاتِ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ

1788- اخرجه ابوداؤد (352/2) كتاب الاشربة' باب: النهى عن السكر' حديث (3681) وابن ماجه (1125/2) كتاب الاشربة' باب: ما اسكر كثيره فقليله حرام' حديث (3394) واحمد (343/3) من طريق داؤد بن بكر بن ابى الفرات' عن ابن المنكدر' فذكره.

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَّعَائِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ وَخَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر سے منقول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مقابلے میں ''غریب'' ہے۔

1789 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُوْنٍ ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ مَا اَسْكَرَ الْفَرَقُ مِنْهُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ اَحَدُهُمَا فِيْ حَدِيْثِهِ الْحَسْوَةُ مِنْهُ حَرَامٌ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رَوَاهُ لَيْثُ بْنُ اَبِي سُلَيْمٍ وَّالرَّبِيْعُ بْنُ صَبِيْحٍ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ الْاَنْصَارِيِّ نَحْوَ رِوَايَةِ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُوْنٍ وَّاَبُوْ عُثْمَانَ الْاَنْصَارِيُّ اسْمُهٗ عَمْرُو بْنُ سَالِمٍ وَّيُقَالُ عُمَرُ بْنُ سَالِمٍ اَيْضًا

◄► حضرت قاسم بن محمد' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر نشہ آور چیز حرام ہے' جس چیز کا ایک بڑا برتن نشہ پیدا کرے اُس کا ایک چلو بھی حرام ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔اس کو لیث بن ابوسلیم اور ربیع بن صبیح نے ابوعثمان انصاری کے حوالے سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسے مہدی بن میمون نے کیا ہے۔

ابوعثمان انصاری کا نام عمرو بن سالم ہے اور ایک قول کے مطابق عمر بن سالم ہے۔

شرح

مسکر کی مقدار حلت وحرمت میں مذاہب آئمہ:

مسکر کی کتنی مقدار حلال ہے اور کتنی حرام ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1789- اخرجه ابوداؤد (354/2) كتاب الاشربة' باب: النهي عن السكر' حديث (3687) واحمد (131،72،71/6) عن طريق ابي عثمان الانصار' عن القاسم بن محمد بن ابي بكر' فذكره.

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اتنی مقدار جائز ہے، جس سے مسکر نہ ہو جائے۔
جمہور آئمہ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔منشاء اختلاف اس طرح ظاہر ہوگا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:
ما اسكر كثيره فقليله حرام (یعنی ہر نشہ آور چیز خواہ قلیل مقدار میں ہو یا کثیر میں وہ حرام ہے۔) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ تین پیالوں سے مسکر ہو جائے تو تیسرا پیالہ حرام ہے، اس کا قلیل بھی حرام ہے اور کثیر بھی حرام ہے۔ جمہور آئمہ اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مفہوم یہ ہے کہ اس کا پہلا پیالہ حرام ہے اور اس کا قلیل وکثیر حرام ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ نَبِيذِ الْجَرِّ

باب 4: مٹکے کی نبیذ کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1790 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَا اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ طَاوُسٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَّبِيذِ الْجَرِّ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ طَاوُسٌ وَّاللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّسُوَيْدٍ وَّعَآئِشَةَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► طاؤس بیان کرتے ہیں، ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس نے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ نے مٹکے کی نبیذ سے منع کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! طاؤس بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی یہ بات سنی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت سوید رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مفہومِ حدیث:
اس حدیث کو سمجھنے میں اور مفہوم متعین کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک مسکر نبیذ کم مقدار جائز ہے لیکن

1790- اخرجه مسلم (1582/3) كتاب الاشربة، باب: النهي عن الانتباذ في المزفت والدباء، حديث (1997/52، 51) والنسائي (303، 302/8) كتاب الاشربة، باب: النهي عن نبيذ الجر مفرداً، حديث (5615، 5614) واحمد (29/2، 35، 47، 56، 101، 106، 115، 155) والحميدي (309/2) حديث (707) من طريق طاؤس، فذكره.

حدیث میں سد ذرائع کے طور پر ممانعت کی گئی ہے، اس لیے کہ نشہ آور چیز کا وصف یہ ہے کہ جو تھوڑی سی استعمال کرتا ہے تو وہ ترقی کرتا ہوا کثیر کی طرف جاتا ہے اور وہ پیتا جاتا ہے حتی کہ نشہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ شرابی کثیر تک نہ پہنچنے پائے اس لیے اسے قلیل سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔ جمہور فقہاء حدیث باب کو ممانعت حقیقی پر محمول کرتے ہیں یعنی جو نشہ آور ہو وہ قلیل مقدار بھی حرام ہے اور کثیر مقدار بھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَنْ يُّنْبَذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ

باب 5: دباء، حنتم، نقیر میں نبیذ تیار کرنے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1791 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ زَاذَانَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَمَّا نَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَوْعِيَةِ اَخْبِرْنَاهُ بِلُغَتِكُمْ وَفَسِّرْهُ لَنَا بِلُغَتِنَا فَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَنْتَمَةِ وَهِيَ الْجَرَّةُ وَنَهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَهِيَ الْقَرْعَةُ وَنَهٰى عَنِ النَّقِيْرِ وَهُوَ اَصْلُ النَّخْلِ يُنْقَرُ نَقْرًا اَوْ يُنْسَجُ نَسْجًا وَّنَهٰى عَنِ الْمُزَفَّتِ وَهِيَ الْمُقَيَّرُ وَاَمَرَ اَنْ يُّنْبَذَ فِي الْاَسْقِيَةِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ وَسَمُرَةَ وَاَنَسٍ وَّعَآئِشَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّعَائِذِ بْنِ عَمْرٍو وَالْحَكَمِ الْغِفَارِيِّ وَمَيْمُوْنَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں' میں نے زاذان کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں دریافت کیا: جن برتنوں میں نبی اکرم ﷺ نے نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے' میں نے کہا: آپ ہمیں اپنی زبان میں ان کے الفاظ بتائیں اور ہماری زبان میں اس کی وضاحت کریں تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ''حنتمہ'' سے منع کیا ہے۔ یہ مٹکے کو کہتے ہیں اور آپ نے ''دباء'' سے منع کیا ہے یہ کدو کو کہتے ہیں اور آپ نے ''نقیر'' سے منع کیا ہے۔ یہ کھجور کی جڑ کو کہتے ہیں جس میں سوراخ کر لیا جائے یا اس کو بُن دیا جائے اور آپ نے ''مزفت'' سے منع کیا ہے اور اس سے مراد رال کا روغنی برتن ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مشکیزوں میں نبیذ تیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت حکم غفاری رضی اللہ عنہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

1791 - اخرجه مسلم (1583/3) كتاب الاشربة' باب: النهي عن الانتباذ في المزفت والدباء' حديث (1997/57) والنسائي (309'308/8) كتاب الاشربة' باب: تفسير الاوعية' حديث (5645) واحمد (56/2) من طريق زاذان' فذكره.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ اَنْ يُّنْبَذَ فِي الظُّرُوْفِ

باب 6: برتنوں میں نبیذ تیار کرنے کی جو رخصت منقول ہے

1792 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنِّيْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الظُّرُوْفِ وَاِنَّ ظَرْفًا لَّا يُحِلُّ شَيْئًا وَّلَا يُحَرِّمُهُ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے تمہیں (مخصوص) برتن استعمال کرنے سے منع کیا تھا برتن کسی بھی چیز کو حرام یا حلال نہیں کرتے ہیں البتہ ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1793 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الظُّرُوْفِ فَشَكَتْ اِلَيْهِ الْاَنْصَارُ فَقَالُوْا لَيْسَ لَنَا وِعَاءٌ قَالَ فَلَا اِذَنْ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے برتنوں کے استعمال سے منع کیا' تو انصار نے آپ کی خدمت میں شکایت کی اور عرض کی' ہمارے پاس اضافی برتن نہیں ہوتے' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1792 – اخرجه احمد (357،356،355/5)

1793 – اخرجه البخاری (59/10) کتاب الاشربة' باب: ترخيص النبی صلی اللہ علیه وسلم' فی الاوعية والظروف بعد النهی' حدیث (5592) وابو داؤد (357/2) کتاب الاشربة' باب: فی الاوعية' حدیث (3699) والنسائی (312/8) کتاب الاشربة' باب: الاذن فی شیء منها' حدیث (5656) واحمد (302/3) من طريق سفيان' عن منصور' عن سالم' فذكره۔

شرح

نبیذ کے برتنوں کے استعمال کا حکم:

نبیذ: بروزن فعیل مصدر ہے جو منبوذ کے معنی میں مستعمل ہے۔اس کا مطلب ہے پانی میں کوئی چیز ڈال دینا جس کی تاثیرو مٹھاس پانی میں ظاہر ہو جائے لیکن اس میں نشہ پیدا نہ ہوا ہو۔ یہ آئمہ اربعہ کے نزدیک حلال ہے۔عہد رسالت میں انجیر، منقی، شہد، جو اور کھجور وغیرہ سے نبیذ تیار کی جاتی تھی۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے استعمال کرتے تھے۔

الجر: یہ جرۃ کی ہے جمع جنس طرح التمر، تمرۃ کی جمع ہے۔اس سے مراد ہے مٹی کا گھڑا۔

حنتم: یہ حنتمۃ کی جمع ہے جس کا معنی ہے: ایسا روغنی گھڑا جس میں ایسی نبیذ تیار کی جائے جو جلدی نشہ آور ہو جائے۔

الدباء: اس سے مراد ایسا خشک کدو ہے جو بطور برتن استعمال ہوتا ہو، جس میں ایسی نبیذ تیار کی جائے جس میں شدت پیدا ہو جائے۔اُردو زبان میں اسے تو تو نبایا تو نبی کہا جاتا ہے۔اس کا چھلکا موٹا ہوتا ہے جس سے گداگر لوگ کشکول تیار کرتے ہیں۔

النقیر: یہ بروزن فعیل منقور کے معنی میں ہے۔ نقر ینقر کا معنی ہے: کھودنا، کریدنا۔لوگ درخت کے تنے کو کرید کر یہ برتن تیار کرتے تھے اور اس میں نبیذ بناتے تھے۔اس برتن میں تیار شدہ نبیذ جلدی نشہ آور ہو جاتی ہے۔

المزفت: اس سے مراد ایسا گھڑا ہے جس پر تار کول پھیری گئی ہو اور اس میں بھی تیار شدہ نبیذ جلدی نشہ آور ہوتی ہے۔

ابتداء اسلام میں ان برتنوں کے استعمال سے منع کیا گیا تھا لیکن بعد میں ان کے استعمال کی اجازت دی گئی تھی۔اس بارے میں یہ مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو چند برتنوں کے استعمال سے منع کر دیا تھا۔اب تم اس بات کو معلوم کر لو کہ کوئی برتن نہ تو کسی چیز کو حلال کر سکتا ہے اور نہ حرام۔تاہم ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔(جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۷۹۲) گویا برتنوں کے استعمال کی ممانعت والی روایات منسوخ ہیں اور یہ حدیث ناسخ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِنْتِبَاذِ فِي السِّقَاءِ

باب 7: مشکیزوں میں نبیذ تیار کرنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1794 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ يُّوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَاءٍ تُوكَأُ فِيْ اَعْلَاهُ لَهٗ عَزْلَاءُ نَنْبِذُهٗ غُدْوَةً وَّيَشْرَبُهٗ عِشَاءً وَّنَنْبِذُهٗ عِشَاءً وَّيَشْرَبُهٗ غُدْوَةً

1794- اخرجه مسلم (1590/3) كتاب الاشربة، باب: اباحة النبيذ الذى لم يشتد ولم يصر مسكرا، حديث (2005/85،84) وابو داؤد (360/2) كتاب الاشربة، باب: فى صفة النبيذ، حديث (3711) من طريق الحسن، عن امه فذكرته.

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِیْثِ یُوْنُسَ بْنِ عُبَیْدٍ مِّنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَیْضًا

◄► حسن بصری اپنی والدہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے لئے مشکیزوں میں نبیذ تیار کیا کرتے تھے جس کا اوپر والا منہ بند کر دیا جاتا تھا اس کا نیچے سے ایک منہ موجود ہوتا تھا۔ہم آپ کے لئے صبح کے وقت نبیذ تیار کرتے تھے جسے آپ شام کے وقت پی لیتے تھے اور ہم آپ کے لئے شام کے وقت نبیذ تیار کرتے تھے جسے آپ صبح کے وقت پی لیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے یونس بن عبید کے حوالے سے منقول سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا ہمیں اس کے علاوہ اور کسی حوالے کا پتہ نہیں ہے۔

شرح

مشکیزے میں نبیذ بنانا:

مختلف برتنوں میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔مشکیزے میں بھی نبیذ تیار کی جاتی تھی جو زیادہ دیر اس میں نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ جلد استعمال کرلی جاتی تھی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مشکیزہ چمڑے کا ہوتا ہے جس میں ہوا کی آمد ورفت نہیں ہوسکتی اور زیادہ دیر تک اس میں رکھنے کی وجہ سے نبیذ نشہ آور ہونے کا بھی قوی امکان ہوتا تھا۔اگر مشکیزے میں صبح کے وقت نبیذ بنانے کی تیاری کی جاتی تو وہ شام کے وقت استعمال کرلی جاتی تھی اور اگر شام کے وقت تیاری شروع کی جاتی تو صبح کے وقت استعمال میں لائی جاتی تھی۔حدیث باب سے ثابت ہوا کہ نبیذ بنانا جائز ہے، یہ کسی بھی برتن میں حتی کہ مشکیزے میں بھی بنائی جاسکتی ہے اور اسے استعمال میں لانا بھی جائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْحُبُوْبِ الَّتِیْ یُتَّخَذُ مِنْهَا الْخَمْرُ

باب 8: وہ دانے جن کے ذریعے شراب تیار کی جاتی ہے اس کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1795 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِیْلُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُهَاجِرٍ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

1795- اخرجه ابوداؤد (351/2) كتاب الاشربة' باب: الخمر ما هي؟ حديث (3677'3676) وابن ماجه (1121/2) كتاب الاشربة' باب: ما يكون منه الخمر' حديث (3379) واحمد (267/4'273) من طريق عامر الشعبي' فذكره۔

متن حدیث: اِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَّمِنَ الشَّعِيرِ خَمْرًا وَّمِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَّمِنَ الزَّبِيبِ خَمْرًا وَّمِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

◄► حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: گندم سے شراب بنائی جاتی ہے جَو سے شراب بنائی جاتی ہے، کھجور سے شراب بنائی جاتی ہے اور شہد سے شراب بنائی جاتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

1796/1 ۔ سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَآئِيلَ نَحْوَهُ وَرَوٰى اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ قَالَ

آثارِ صحابہ: اِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◄► یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: گندم سے شراب بنائی جاتی ہے۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

1796/2 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ التَّيْمِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

آثارِ صحابہ: اِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا

بِهٰـــذَا وَهٰـــذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ لَّمْ يَكُنْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُهَاجِرٍ بِالْقَوِيِّ الْحَدِيْثِ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ اَيْضًا عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ گندم سے شراب بنائی جاتی ہے۔

یہ روایت ابراہیم بن مہاجر کی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے یہ بات کہی ہے: ابراہیم بن مہاجر نامی راوی مستند نہیں ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت نعمان بن بشیر سے بھی منقول ہے۔

1796/3 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ وَعِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ كَثِيْرٍ السُّحَيْمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1796/2– اخرجه البخاري (38/10) كتاب الاشربة' باب: الخمر من العنب وغيره' حديث (5581) ومسلم (2322/4) كتاب التفسير' باب: فيمنزول تحريم الخمر' حديث (32-33/3032) وابو داؤد (324/3) كتاب الاشربة' باب: في تحريم الخمر' حديث (3669) والنسائي (295/8) كتاب الاشربة' باب: ذكر انواع الاشياء التي كانت منها الخمر حين نزل تحريمها من طريق الشعبي عن ابن عمر عن عمر به.

متنِ حدیث: اَلْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ النَّخْلَةُ وَالْعِنَبَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ كَثِيْرٍ السُّحَيْمِىُّ هُوَ الْغُبَرِىُّ وَاسْمُهُ يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ غُفَيْلَةَ وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: شراب ان دو درختوں سے بنائی جاتی ہے کھجور اور انگور۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوکثیر سحیمی نامی راوی جو غبری ہیں' ان کا نام یزید بن عبدالرحمٰن بن غفیلہ ہے۔

شعبہ نے عکرمہ بن عمار کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

شرح

اجناس سے خمر تیار کرنا:

احادیث باب میں ان اجناس کو بیان کیا گیا ہے جن سے شراب تیار کی جاتی ہے۔ پہلی حدیث باب میں چھ اجناس کا ذکر ہے: (۱) گندم، (۲) جو، (۳) چھوہارا، (۴) کشمش، (۵) منقی، (۶) شہد۔ ان اجناس سے شراب تیار کرنے کا مطلب نبیذ تیار کرنا ہے۔ دوسری حدیث باب میں دو چیزوں کا ذکر ہے: (۱) انار، (۲): انگور۔ ان سے شراب سازی سے مراد حقیقی شراب ہے، جسے ''خمر'' کہا جاتا ہے۔ اس کا قلیل وکثیر حرام ہے، کیونکہ حقیقی شراب یعنی ''خمر'' ان دو چیزوں سے تیار کی جاسکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ خَلِيْطِ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ

باب 9: کچی اور پکی کھجوروں کو ملا کر (نبیذ تیار کرنے) کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1797 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

1796/3– اخرجه مسلم (1573/3، 1574) كتاب الاشربة' باب: بيان ان جميع ما ينبذ' مما يتخذ من النخل والعنب' يسمى خمراً' حديث (13، 14، 1985/15)' وابو داؤد (351/2، 352) كتاب الاشربة' باب: الخمر مما هي؟ حديث (3678) والنسائي (294/8) كتاب الاشربة' باب: تاويل قول الله تعالٰى (ومن ثمرات النخيل والاعناب) حديث (5572، 5573) وابن ماجه (1121/2) كتاب الاشربة' باب: ما يكون منه الخمر' حديث (3378) واحمد (279/2، 408، 409، 474، 496، 517، 518، 526) والدارمي (113/2) كتاب الاشربة' باب: مما يكون الخمر.

1797– اخرجه مسلم (1574/3) كتاب الاشربة' باب: كراهة انتباذ التمر والزبيب مخلوطين' حديث (16، 17، 18، 1986/19) وابو داؤد (358/2) كتاب الاشربة' باب: في الخليطين' حديث (3703) والنسائي (290/8) كتاب الاشربة' باب: خليط البسر والرطب' حديث (5554، 5555) وابن ماجه (1125/2) كتاب الاشربة' باب: النهي عن الخليطين' حديث (3395)' واحمد (294، 300) من طريق عطاء بن ابي رباح' فذكره.

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یُّنْبَذَ الْبُسْرُ وَالرُّطَبُ جَمِیْعًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے کچی اور پکی کھجوروں کو ملا کر نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1798 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ وَکِیْعٍ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ اَنْ یُّخْلَطَ بَیْنَھُمَا وَنَھٰی عَنِ الزَّبِیْبِ وَالتَّمْرِ اَنْ یُّخْلَطَ بَیْنَھُمَا وَنَھٰی عَنِ الْجِرَارِ اَنْ یُّنْبَذَ فِیْھَا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِیْ قَتَادَۃَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاُمِّ سَلَمَۃَ وَمَعْبَدِ بْنِ کَعْبٍ عَنْ اُمِّہٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یہ بات بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے کچی اور پکی کھجوروں کو ملا کر (نبیذ تیار کرنے) سے منع کیا ہے آپ نے کشمش اور کھجور کو ملا کر نبیذ تیار کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ اور آپ نے مٹکے میں نبیذ تیار کرنے سے بھی منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معبد بن کعب رضی اللہ عنہ کی ان کی والدہ کے حوالے سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

گدری کھجور اور چھوہارے سے نبیذ تیار کرنا:

اس مقام پر عموماً دو مسائل زیر بحث لائے جاتے ہیں:

مسئلہ اوّل: کیا شراب کے برتنوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور ان میں نبیذ تیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شراب کے برتنوں کی ممانعت لغیرہ تھی کہ لوگوں کو شراب نوشی یاد نہ آئے یا ممانعت کی وجہ یہ تھی ان میں نبیذ تیار کرنے سے جلدی نشہ پور ہو جاتی ہے' تو لوگ نبیذ بنانے سے باز آ جائیں۔ اگر برتنوں کے استعمال کی ممانعت لعینہ ہو تو یہ منسوخ ہو چکی ہے۔ لہٰذا شراب کے برتن نبیذ بنانے کے لئے استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔

مسئلہ ثانیہ: کیا گدری کھجور اور چھوہارے کو ملا کر نبیذ بنانا جائز ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

1798- اخرجہ مسلم (1575،1574/3) کتاب الاشربۃ' باب: کراھۃ انتباذ التمر والزبیب مخلوطین' حدیث (1987/21,20) واحمد (90،71،49،9،3/3) من طریق ابونضرۃ' فذکرہ۔

۱-حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام اسحاق بن راہویہ رحمہا اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے مطابق دونوں چیزوں کو ملا کر نبیذ تیار کرنا حرام ہے۔ البتہ الگ الگ چیزوں سے نبیذ بنانا جائز ہے۔ انہوں نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے۔

۳-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(أ) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ زیاد کے واقعہ میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے نبیذ پلائی جس سے مجھے نشہ ہو گیا۔ صبح دریافت کرنے پر انہوں نے جواب دیا: ہم نے زبیب اور عجوہ سے نبیذ بنائی تھی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احادیث باب کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ روایات منسوخ ہیں اور ان کی ناسخ روایات درج ذیل ہیں:

۱-اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منقی کی نبیذ تیار کی جاتی تھی جس میں چھوہارے ڈولے جاتے تھے یا چھوہاروں سے نبیذ تیار کی جاتی تھی جس میں منقی ڈالا جاتا تھا۔

(سنن بی داؤد، رقم الحدیث: ۳۷۷۰)

۲-حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نامی خاتون نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوہاروں اور منقی سے نبیذ تیار کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں فرمایا: میں ایک مٹھی چھوہاروں کی اور ایک مٹھی منقی کی ڈالتی تھی، اور ان دونوں کو ملا دیتی تھی۔ پھر میں یہ (نبیذ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلا دیتی تھی۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۷۰۱)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِيَةِ الشُّرْبِ فِیْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

باب 10: سونے یا چاندی کے برتن میں پینے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1799 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ

1799- اخرجه البخاری (98/10) کتاب الاشربة' باب: انية الفضة' حديث (5633) ومسلم (1638/3) کتاب اللباس والزينة' باب: تحريم استعمال انا الذهب والفضة على الرجال والنساء' حديث (2067/5,4) والنسائی (198/8'199) کتاب الاشربة' باب: ذکر النهی عن لبس الديباج' حديث (5301) وابن ماجه (1130/2) کتاب الاشربة' باب: الشرب فی انية الفضة' حديث (3414'1187/2)

ابْنَ اَبِیْ لَیْلٰی یُحَدِّثُ

متن حدیث: اَنَّ حُذَیْفَةَ اسْتَسْقٰی فَاَتَاهُ اِنْسَانٌ بِاِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهٖ وَقَالَ اِنِّیْ کُنْتُ قَدْ نَهَیْتُهٗ فَاَبٰی اَنْ یَّنْتَهِیَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الشُّرْبِ فِیْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَلُبْسِ الْحَرِیْرِ وَالدِّیْبَاجِ وَقَالَ هِیَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَکُمْ فِی الْاٰخِرَةِ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَالْبَرَاءِ وَعَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا ایک آدمی چاندی کے برتن میں ان کے لئے پانی لے کر آیا۔ انہوں نے اسے پھینک دیا اور بتایا کہ میں نے اسے منع کیا تھا لیکن یہ نہیں مانا نبی اکرم ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع کیا ہے اور ریشم اور دیباج پہننے سے منع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے: یہ ان (کفار) کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت براء رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سونا اور چاندی کے برتن میں پانی پینے کی ممانعت

آئمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سونا اور چاندی کے برتن کا استعمال حرام ہے' خواہ مرد ہو یا عورت۔ عورت کے لیے سونا اور چاندی زیورات کی شکل میں جائز ہے۔ مرد کے لیے چاندی انگوٹھی کی شکل میں جائز ہے۔ اس کے علاوہ ان کا استعمال کسی بھی شکل میں جائز نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا چاندی کے برتنوں سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کفار کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا: جو لوگ دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے پیتے ہیں تو ان کے پیٹ میں قیامت کے دن آگ کے شعلے ہوں گے اور ان کے لیے آواز ہوگی۔

سوال: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی طلب کیا تو آپ کی خدمت میں چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا گیا اور آپ نے ناراضگی کے عالم میں برتن کو پھینک دیا۔ سوال یہ ہے کہ آپ نے پانی لانے والے کی اصلاح کرنے اور سمجھانے کی بجائے برتن کو کیوں پھینکا تھا؟

جواب: حضرت فاروق اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدائن کا گورنر تعینات کیا تھا، جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک اپنے منصب پر خدمات انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ رازدان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی

تھے۔ انہوں نے کسی سے پانی طلب کیا تو کسی انسان (مجوسی) نے آپ کی شایان شان چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: میں نے اس سے قبل کئی بار چاندی کے برتن میں پانی پلانے سے منع کر چکا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتا۔ چوں کہ آپ قبل ازیں اسے کئی بار سمجھا چکے تھے اور اصلاح کر چکے تھے لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا تو آپ کو غصہ آ گیا' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا

باب 11: کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1800 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا فَقِيْلَ الْاَكْلُ قَالَ ذَاكَ اَشَدُّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا ہے۔ ان سے دریافت کیا: گیا' کھانے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ زیادہ شدید (برا) ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1801 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ الْجُذَمِیِّ عَنِ الْجَارُوْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَّهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ عَنِ الْجَارُوْدِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوِیَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ عَنِ الْجَارُوْدِ

حدیثِ دیگر: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ضَالَّةُ الْمُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ

توضیح راوی: وَالْجَارُوْدُ هُوَ ابْنُ الْمُعَلّٰى الْعَبْدِیُّ صَاحِبُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُقَالُ الْجَارُوْدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَيْضًا وَّالصَّحِيْحُ ابْنُ الْمُعَلّٰى

1800- اخرجه مسلم (1600/3) كتاب الاشربة' باب: كراهية الشرب قائما' حديث (112'113/2024) وابو داؤد (362/2) كتاب الاشربة' باب: في الشرب قائما' حديث (3717) وابن ماجه (1132/2) كتاب الاشربة' باب:الشرب قائما' حديث (3424) واحمد (113/3'118'131'147'182'199'214'250' 291) والدارمي (120/2'121) كتاب الاشربة' باب: من كره الشرب قائما' من طريق قتادة فذكره.

◆◆ حضرت جارود بن معلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے اس کو اسی طرح کئی راویوں نے سعید کے حوالے سے قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ابو مسلم کے حوالے سے، حضرت جارود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے طور پر نقل کیا ہے کہ مسلمان کی گمشدہ چیز آگ کا انگارہ ہے۔

جارود نامی راوی جو ہیں' یہ ابن معلیٰ العبدی ہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام ''ابن علاء'' ہے' تاہم صحیح قول ''ابن معلیٰ'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الشُّرْبِ قَائِمًا

باب 12: کھڑے ہوکر پینے کی رخصت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1802 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا نَاْكُلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَمْشِي وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِى الْبَزَرِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

توضیح راوی: وَاَبُو الْبَزَرِيِّ اسْمُهٗ يَزِيْدُ بْنُ عُطَارِدٍ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم لوگ چلتے پھرتے ہوئے کھا لیا کرتے تھے اور کھڑے ہوکر پی لیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح غریب'' ہے' جو عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

عمران بن حدیر نامی راوی نے اس حدیث کو ابو بزری کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

1802- اخرجه البخاري (84/10) كتاب الاشربة' باب: الشرب قائماً' حديث (5617) ومسلم (1601/3'1602) كتاب الاشربة' باب: في الشرب من زمزم قائماً' حديث (117'118/2027) والنسائي (237/5) كتاب مناسك الحج' باب: الشرب من زمزم' حديث (2964) وباب: الشرب من زمزم قائماً' حديث (2965) وابن ماجه (1132/2) كتاب الاشربة' باب: الشرب قائماً' حديث (3422) واحمد (22/1'214'243'249'348'369'372'478) وابن خزيمة (306/4) حديث (2945) والحميدي (225/1) حديث (481) من طريق الشعبي' فذكره.

ابو بزری نامی راوی کا نام یزید بن عطارد ہے۔

1803 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ وَمُغِيرَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّسَعْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر آب زم زم پیا تھا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1804 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَّقَاعِدًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم

خورد ونوش کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ بیٹھ کر کھایا جائے اور بیٹھ کر پیا جائے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پینے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ذاك اشد ، يا ذاك اشر ، ياذاك اخبث ۔ اس جواب میں کھڑے ہو کر کھانے کی وعید و مذمت ہے۔ بیٹھ کر کھانے پینے سے انسان حیوانات سے ممتاز ہو جاتا ہے یعنی کھڑے ہو کر کھانا جانوروں کا طریقہ ہے۔

روایات میں تعارض و تطبیق:

پہلے باب کی احادیث مبارکہ میں کھڑے ہو کر کھانے پینے کی ممانعت بیان کی گئی ہے اور دوسرے باب کی احادیث مبارکہ

سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس طرح دونوں ابواب کی روایات میں تعارض ہوا؟ تطبیق: اصل مسئلہ یہی ہے کہ بیٹھ کر کھایا اور پیا جائے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مستمرہ یہی تھی۔ تاہم دونوں قسم کی متعارض روایات کے درمیان تطبیق کی کئی صورتیں ہیں:

۱- جواز والی روایات منسوخ اور ممانعت والی ناسخ قرار دی جائیں۔

۲- جواز والی روایات عذر پر محمول ہیں اور ممانعت والی حقیقت پر محمول ہیں۔

۳- جواز والی احادیث مبارکہ عند الضرورت بیان جواز کے لیے ہیں اور ممانعت والی روایات اپنے اصل پر ہیں۔

۴- جواز والی روایات کراہت تنزیہی پر محمول ہیں اور ممانعت والی احادیث اپنے اصل مضمون پر ہیں۔

فائدہ نافعہ:

کھانے اور پینے دونوں کا حکم یکساں ہے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے احتراز کیا جائے اور بیٹھ کر خورد ونوش کیا جائے۔ تاہم آب زم زم کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے مگر اس کے علاوہ پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ اور بیٹھ کر پینا مسنون ہے۔

آبِ زم زم کے علاوہ چند اور پانی بھی ہیں جو کھڑے ہو کر پیئے جا سکتے ہیں:

۱- وضوء سے بچا ہوا پانی۔

۲- علماء ربانیین اور مشائخ کرام کا جوٹھا پانی۔

۳- والدین کریمین کا جھوٹا پانی۔

۴- اساتذہ کرام کا جھوٹا پانی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّنفُّسِ فِي الْإِنَاءِ

باب 13: برتن میں سانس لینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1805 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَيُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي عِصَامٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا وَّيَقُوْلُ هُوَ اَمْرَاُ وَاَرْوٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَاهُ هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ اَبِي عِصَامٍ عَنْ اَنَسٍ وَّرَوٰى عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا

1805- اخرجه مسلم (602/3) 1603) كتاب الاشربة، باب: كراهة التنفس في نفس الاناء، حديث (2028/123) وابو داؤد (364/2) كتاب الاشربة، باب: في الساقي حتى يشرب؟ حديث (3737) واحمد (118/3، 185، 211، 251) من طريق ابو عاصم، فذكره.

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے یہ زیادہ سیراب کرنے والا اور زیادہ خوشگوار ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہشام دستوائی نے ابوعصام کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

عزرہ بن ثابت نے اس حدیث کو ثمامہ کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی اکرم ﷺ برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔

1806 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلَاثًا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► ثمامہ بن انس' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1807 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ سِنَانٍ الْجَزَرِيِّ عَنِ ابْنٍ لِعَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ وَلٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَيَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ الْجَزَرِيُّ هُوَ اَبُوْ فَرْوَةَ الرُّهَاوِيُّ

◄► عطاء بن ابی رباح کے صاحبزادے' اپنے والد کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں نہ پی جاؤ بلکہ دو یا تین سانسوں میں پیو جب پینے لگو تو ''بسم اللہ'' پڑھ لو اور جب پی چکو تو ''الحمدللہ'' پڑھو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے اور یزید بن سنان جو ہیں یہ ''ابوفروہ رہاوی'' ہیں۔

بَابُ مَا ذُكِرَ مِنَ الشُّرْبِ بِنَفَسَيْنِ

باب 14: پیتے ہوئے دو مرتبہ سانس لینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1808 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ رِشْدِيْنَ بْنِ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ

ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بْنِ كُرَيْبٍ قَالَ

قولِ امام دارمی: وَسَاَلْتُ اَبَا مُحَمَّدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ رِشْدِيْنَ بْنِ كُرَيْبٍ قُلْتُ هُوَ اَقْوٰى اَمْ مُحَمَّدُ بْنُ كُرَيْبٍ فَقَالَ مَا اَقْرَبَهُمَا وَرِشْدِيْنُ بْنُ كُرَيْبٍ اَرْجَحُهُمَا عِنْدِیْ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كُرَيْبٍ اَرْجَحُ مِنْ رِشْدِيْنَ بْنِ كُرَيْبٍ وَّالْقَوْلُ عِنْدِیْ مَا قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رِشْدِيْنُ بْنُ كُرَيْبٍ اَرْجَحُ وَاَكْبَرُ وَقَدْ اَدْرَكَ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّرَاٰهُ وَهُمَا اَخَوَانِ وَعِنْدَهُمَا مَنَاكِيْرُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ جب پیا کرتے تھے' تو دو مرتبہ سانس لیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف رشدین بن کریب کے حوالے سے جانتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن (امام دارمی) سے رشدین بن کریب کے بارے میں دریافت کیا: میں نے دریافت کیا: یہ زیادہ مستند ہیں یا محمد بن کریب زیادہ مستند ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ دونوں ایک دوسرے کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ رشدین بن کریب میرے نزدیک زیادہ مستند ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بتایا: محمد بن کریب، رشدین بن کریب سے زیادہ مستند ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک صحیح بات وہی ہے' جو ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن (امام دارمی) نے بیان کی ہے کہ رشدین بن کریب زیادہ مستند ہیں۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا ہے ان کی زیارت کی ہے اور یہ دونوں بھائی ہیں البتہ ان دونوں سے منکر روایات بھی منقول ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ

باب 15: پینے کی چیز میں پھونک مارنے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1809 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَيُّوْبَ وَهُوَ

1808– اخرجه ابن ماجه (1131/2) كتاب الاشربة' باب: المشرب بثلاثة انفاس' حديث (3417) واحمد (248/1'285) من طريق رشد بن كريب' عن ابيه' فذكره۔

1809– اخرجه مالك فی الموطا (925/2) كتاب صفة النبی صلی الله عليه وسلم' باب: النهی عن الشراب فی انية الفضة والنفخ فی الشراب' حديث (12) واحمد (26/3'32'57'68) والدارمی (122/2) كتاب الاشربة' باب: النهی عن النفخ فی الشراب وعبد بن حميد (302) حديث (980) من طريق ابی المثنی الجهنی فذكره۔

ابْنُ حَبِيبٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا الْمُثَنَّى الْجُهَنِيَّ يَذْكُرُ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِى الشُّرْبِ فَقَالَ رَجُلٌ الْقَذَاةُ اَرَاهَا فِى الْإِنَاءِ قَالَ اَهْرِقْهَا قَالَ فَاِنِّىْ لَا اَرْوٰى مِنْ نَّفَسٍ وَّاحِدٍ قَالَ فَاَبِنِ الْقَدَحَ اِذَنْ عَنْ فِيكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: اگر اس میں کوئی گندی چیز مجھے نظر آ جاتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو اسے انڈیل دو! اس نے عرض کی: میں ایک سانس میں پی کر سیراب نہیں ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم برتن کو اپنے منہ سے الگ کرلیا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1810 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّتَنَفَّسَ فِى الْإِنَاءِ اَوْ يُنْفَخَ فِيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے (برتن میں) سانس لینے یا اس میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ كَرَاهِيَةِ التَّنَفُّسِ فِى الْإِنَاءِ

باب 16: برتن میں سانس لینے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1811 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ

1810- اخرجه ابوداؤد (364/2) كتاب الاشربة' باب: فى النفخ فى الشراب والتنفس فيه' حديث (3738) وابن ماجه (1094/2) كتاب الاشربة' باب: النفخ فى الطعام' حديث (3288)' (1132/2) كتاب الاشربة' باب: التنفس فى الاناء' حديث 3428' (1134/2) كتاب الاشربة' باب: النفخ فى الاثار' حديث (3429'3430) واحمد (220/1'357) والدارمى (122/2) كتاب الاشربة' باب: النهى عن النفخ فى الشراب' والحميدى (241) حديث (525) من طريق عكرمة فذكره۔

1811- اخرجه البخارى (204/1) كتاب الوضوء' باب: النهى عن الاستنجاء باليمين' حديث (153) وطرفائه (5630/154) ومسلم (74/2'75- الابى) كتاب الطهارة' باب: النهى عن الاستنجاء باليمين' حديث (63'64'65/267)' (1602/3) كتاب الاشربة' باب: كراهة التنفس فى نفس الاناء' حديث (267/121) وابو داؤد (55/1) كتاب الطهارة' باب كراهة مس الذكر باليمين فى الاستبراء' حديث (31) والنسائى (25/1) كتاب الطهارة' باب: النهى عن مس الذكر باليمين عند الحاجة' حديث (25,24)' (43/1'44'4) كتاب الطهارة' باب: النهى عن الاستنجاء باليمين' حديث (47'48) وابن ماجه (113/1) كتاب الطهارة' وسننها' باب: كراهة مس الذكر باليمين والاستنجاء باليمين' حديث (310)

عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِذَا شَرِبَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► عبداللہ بن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جب کوئی شخص پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

پانی پینے کا مسنون طریقہ:

پانی پینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ تین سانسوں میں پیا جائے' پہلے اور دوسرے سانس میں ایک ایک گھونٹ پانی پیا جائے اور تیسرے سانس میں جتنا چاہے پی سکتا ہے۔ پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہیں لینا چاہیے بلکہ برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لیا جائے' کیونکہ برتن میں سانس لینے سے جراثیم مشروب کے ذریعے پیٹ میں جائیں گے جو مرض کا باعث بھی ہو سکتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مستمرہ تین سانسوں میں پانی نوش کرنے کی تھی لیکن دو سانسوں میں بیان جواز کے لیے پانی نوش فرمایا۔ ایک سانس کے ساتھ پانی نوش کرنا خلاف سنت ہے۔ پانی نوش کرنے کے دوران برتن میں سانس لینا اونٹ کے ساتھ مشابہت ہے' کیونکہ اونٹ پانی پیتے وقت پانی میں سانس لیتا ہے۔ اگر مشروب کم مقدار میں ہو تو ایک دو سانسوں میں بھی پیا جا سکتا ہے۔ اگر مشروب گرم ہو تو تین سے زیادہ سانسوں میں پینا بھی جائز ہے۔ پانی کو دیکھ کر پینا چاہیے تاکہ کوئی تنکا یا مکھی وغیرہ اس میں موجود نہ ہو جو بعد میں پریشانی نہ بن جائے۔

فائدہ نافعہ:

بعض علماء پینے کے اس طریقہ کو پانی کے ساتھ خاص کرتے ہیں، جو درست نہیں بلکہ یہ طریقہ ہر مشروب کو شامل ہے۔ مثلاً دودھ، شربت، لسی، چائے، کافی، شوربا اور دوائی وغیرہ۔

تین سانس میں پانی پینے کے طبی فوائد:

تین سانس میں پانی پینے کے کثیر طبی فوائد ہیں' جن میں سے دو اہم درج ذیل ہیں:

۱- بارد مزاج شخص: جب کوئی شخص بارد مزاج ہو تو اچانک اور مسلسل معدے میں پانی جانے کی وجہ سے اسے سردی محسوس ہوگی اس لیے کہ قوت مدافعت کمزور ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ مقدار پانی کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے گی اور ایسے وہ ''ٹھنڈ'' کا شکار ہو سکتا ہے۔ تاہم کم مقدار اور تین سانس میں پانی نوش کرنے سے پریشانی لاحق نہیں ہو سکتی۔

۲- گرم مزاج شخص: جب گرم مزاج شخص کے پیٹ میں اچانک زیادہ مقدار میں پانی جائے گا تو مزاج اور پانی میں مزاحمت کی

صورت پیدا ہوگی اور برودت حاصل نہیں ہوگی۔ جب پیٹ میں کم مقدار میں پانی جائے تو ابتداء مزاحمت ہوتی ہے پھر برودت غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔ جس طرح آگ پر پانی پھینکا جائے تو شروع میں دونوں میں کشمکش کی صورت پیش آتی ہے لیکن بعد میں پانی غالب اور آگ مغلوب ہو جاتی ہے۔

فائدہ نافعہ:

کسی چیز کے پینے کے دوران دو سانس لیے جائیں تو مشروب کے تین حصے ہوں گے اور اگر تین بار سانس لیا جائے تو مشروب کے چار حصے ہوں گے۔ تین سانس سے کسی چیز کو نوش کرنا مسنون ہے۔

ایک اہم مسئلہ: کوئی چیز پیتے وقت برتن میں پھونک مارنا قبیح حرکت ہے، جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس عمل قبیح کے سبب منہ کا تھوک اور جراثیم مشروب میں شامل ہو کر پیٹ میں جائیں گے جو مرض کا موجب بن سکتے ہیں۔ نیز مسلمان کے جھوٹا میں شفاء رکھی گئی ہے، تو اس حرکت کی وجہ سے جھوٹا مشروب کوئی شخص طبعی کراہت کی وجہ سے نوش نہیں کرے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ

باب 17: مشکیزے کو اوندھا کر کے پینے کی ممانعت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1812 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رِوَايَةً

متنِ حدیث: اَنَّهٗ نَهٰى عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں (نبی اکرم) نے مشکیزے کو اوندھا کر کے پینے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 18: اس بارے میں جو رخصت منقول ہے

1813 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عِيْسٰى بْنِ

1812- اخرجه البخاری (91/10) كتاب الاشربة، باب: اختناث الاسقية حديث (5626،5625) ومسلم (1600/3) كتاب الاشربة، باب: آداب الطعام، والشراب واحكامها، حديث (2023/110) وابن ماجه (1131/2) كتاب الاشربة، باب: اختناث الاسقية، حديث (3419،3418) والدارمی (119/2) كتاب الاشربة، باب: في النهی عن الشرب في السقاء واحمد (93،69،67،6/3) من طريق الزهري، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، فذكره.

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متن حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ اِلٰى قِرْبَةٍ مُّعَلَّقَةٍ فَخَنَثَهَا ثُمَّ شَرِبَ مِنْ فِيْهَا

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِصَحِيْحٍ

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ وَلَا اَدْرِىْ سَمِعَ مِنْ عِيْسٰى اَمْ لَا

◆◆ عیسیٰ بن عبداللہ بن انیس اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ایک لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف گئے آپ نے اسے اوندھا کیا اور اس کے منہ کے ساتھ منہ لگا کر پی لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں تاہم اس کی سند مستند نہیں ہے اور اس کے ایک راوی عبداللہ بن عمر (جو عبدالرزاق نامی راوی کے استاد ہیں) حافظے کے اعتبار سے انہیں "ضعیف" قرار دیا گیا ہے اور مجھے یہ نہیں پتہ کہ انہوں نے اپنے استاد عیسیٰ سے اس حدیث کو سنا ہے یا نہیں سنا۔

1814 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ عَمْرَةَ عَنْ جَدَّتِهِ كَبْشَةَ قَالَتْ

متن حدیث: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِىْ قِرْبَةٍ مُّعَلَّقَةٍ قَائِمًا فَقُمْتُ اِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَيَزِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ هُوَ اَخُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ وَّهُوَ اَقْدَمُ مِنْهُ مَوْتًا

◆◆ عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ اپنی دادی سیّدہ کبشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے آپ نے لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ کے ساتھ منہ لگا کر کھڑے ہو کر پیا' میں اٹھی اور میں نے اس کے منہ کو کاٹ لیا (اور برکت کے طور پر محفوظ کر لیا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

اس حدیث کے راوی یزید بن یزید' عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے بھائی ہیں اور ان کا انتقال ان سے پہلے ہوا تھا۔

1813- اخرجه ابوداؤد (363/2) كتاب الاشربة' باب: فى اختناث الاسقية حديث (3721) منطريق عيسىٰ بن عبد الله بن انيس' فذكره.

1814- اخرجه ابن ماجه (1132/2) كتا بالاشربة' باب: الشرب قائما' حديث (3433)

شرح

مشکیزے کا منہ موڑ کر پانی پینے کی ممانعت

پہلے باب کی روایت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ مشکیزے کا منہ باہر کی طرف کھول کر اس سے منہ لگا کر پانی پینا منع ہے۔ یہ ممانعت کئی نقصانات کے پیش نظر کی گئی ہے، جس میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- پانی تیزی سے اچانک پیٹ میں داخل ہوگا، جس سے درد جگر پیدا ہوگا۔

۲- پانی پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے کپڑے خراب ہوں گے۔

۳- پانی کے پریشر کی وجہ سے معدہ کو بھی ضرر پہنچ سکتا ہے۔

۴- پانی کی صفائی نظر نہ آنے کی وجہ سے تنکا یا کوئی موذی جانور بھی پیٹ میں جا سکتا ہے۔

۵- سب لوگ منہ لگا کر پانی پئیں گے تو مشکیزہ کا منہ بدبودار ہو سکتا ہے۔

دوسرے باب کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مشکیزے کا منہ باہر کی طرف کھول کر اس سے منہ لگا کر پانی پینا جائز ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر اس طرح پانی نوش فرمایا تھا۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تشریف لے گئے تو آپ نے لٹکے ہوئے مشکیزے کا منہ کھول کر اور اسے اپنا منہ لگا کر پانی نوش فرمایا تھا۔ پھر انہوں نے مشکیزے کا منہ کاٹ لیا تھا اور منہ اس غیرت کی وجہ سے کاٹا تھا کہ اب کوئی دوسرا شخص اس کے منہ کو اپنا منہ لگائے یا بطور تبرک مشک کا منہ کاٹا تھا۔ حدیث باب میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، تو آپ نے ان کے ہاں سے لٹکے ہوئے مشکیزے کا منہ کھولا اور اس کے منہ سے اپنا منہ مبارک لگا کر پانی نوش فرمایا۔ پھر حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشکیزے کے پاس آئیں اور اس کا منہ کاٹ لیا۔ حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی غیرت کھا کر یا تبرک کے قصد سے مشکیزے کا منہ کاٹا تھا۔

روایات میں تعارض و تطبیق

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع کیا لیکن خود پیا، آپ نے مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع کیا لیکن خود کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع کیا مگر خود کیا۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟ تطبیق: اصل مسئلہ اور مسنون طریقہ تو یہی ہے کہ بیٹھ کر کھایا اور پیا جائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے طور پر کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا۔ یہی وجہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے اور مشکیزے کو منہ لگا کر پانی نوش کرنے میں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ اَنَّ الْاَيْمَنِيْنَ اَحَقُّ بِالشَّرَابِ

باب 19: دائیں طرف والا پینے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے اس بارے میں جو کچھ منقول ہے

1815 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

عَنْ اَنَسٍ
متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِلَبَنٍ قَدْ شِیبَ بِمَاءٍ وَّعَنْ یَّمِیْنِهٖ اَعْرَابِیٌّ وَّعَنْ یَّسَارِهٖ اَبُوْ بَکْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ اَعْطَی الْاَعْرَابِیَّ وَقَالَ الْاَیْمَنَ فَالْاَیْمَنَ
فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ
حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ لایا گیا جس میں پانی ملایا گیا تھا۔ آپ کے دائیں طرف ایک دیہاتی موجود تھا اور بائیں طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آپ نے اسے پی لیا پھر دیہاتی کو دیتے ہوئے فرمایا: دائیں طرف والے کا حق پہلے ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دائیں جانب والے کا استحقاق:

اس روایت میں آداب مجلس میں سے ایک ادب بیان کیا گیا ہے۔ مجلس میں مشروب وغیرہ کا زیادہ حق عظیم شخصیت کا ہے اور اس کے بعد پہلے دائیں جانب والوں کا پھر بائیں جانب والوں کا ہے۔ تاہم معاملات، عبادات اور خلافت و نیابت میں افضلیت کا اعتبار ہوگا۔ یہاں مشروب کی تقسیم کاری کا مسئلہ تھا، دائیں طرف اعرابی تھا جبکہ بائیں جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانب یمین کو پیش نظر رکھتے ہوئے دودھ اعرابی کو پہلے عنایت فرمایا تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعد میں دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعرابی سے فرمایا کہ تم اپنی طرف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پیش کر دو! اس نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا میں کسی کو نہیں دوں گا۔

دودھ میں پانی ملانے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱- دودھ کی تاثیر گرم ہے اور پانی کی ٹھنڈی، دونوں کو ملانے سے اعتدال کی صورت پیدا ہو جائے۔

۲- تکثیر مقصود ہو یعنی دودھ کم مقدار میں ہو اور لوگ زیادہ ہوں، اس میں پانی ملایا گیا تا کہ تمام لوگوں میں تقسیم کرنے میں

1815- اخرجه مالك في الموطا (926/2) كتاب صفة النبي صلى الله عليه وسلم باب: السنة في الشرب ومناولته عن اليمين، والبخاري (88/10) كتاب الاشربة، باب: الايمن فالايمن في الشرب، حديث (5619) ومسلم (1603/3، 1604) كتاب الاشربة، باب: استحباب ادارة الماء واللبن، ونحوهما، عن يمين المبتدى، حديث (124، 125، 2029/126) وابو داؤد (364/2) كتاب الاشربة، باب: في الساقي متى يشرب؟ حديث (3726) وابن ماجه (1133/2) كتاب الاشربة، باب: اذا شرب اعطى الايمن فالايمن، حديث (3425) واحمد (197/3، 231) والدارمي (118/2) كتاب الاشربة، باب: في سنة الشراب كيف هي؟ والحميدي (499/2) حديث (1182)

کامیابی ہو جائے۔

فائدہ نافعہ:

دودھ کو فروخت کرنے کے قصد سے اس میں پانی ملانا حرام ہے، کیونکہ اس سے حاصل ہونے والا منافع حرام اور گاہک سے دھوکہ ہوگا جو بہت بڑا جرم ہے۔

روایات میں تعارض وتطبیق:

روایات میں مذکور ہے کہ لڑکے کو پہلے دو، مسواک بھی لڑکے کو پہلے پیش کرنے کا حکم ہے اور اسی طرح ایک روایت میں مشروب کے بارے میں بھی یہی ہدایت ہے لیکن حدیث باب میں محض جانب یمین کو اختیار کرنے کی تعلیم ہے۔ اس طرح تو روایات میں تخالف وتعارض ہے؟ تطبیق: یہ اصول ہے کہ اگر ممتاز شخصیت کے دائیں اور بائیں لوگ موجود ہوں تو پھر حدیث باب کے مطابق جانب یمین کے لوگوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر لوگ صرف سامنے یا بائیں جانب ہوں تو اس صورت میں بزرگوں کو مقدم رکھا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ سَاقِيَ الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ شُرْبًا

باب 20: لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں خود پیئے گا

1816 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: سَاقِي الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ شُرْبًا فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں خود پیئے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ساقی کا آخر میں پینا:

حدیث باب میں اسلامی آداب واخلاق میں سے ایک ادب بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایثار کا اہتمام کرنے والا دوسروں

1816- اخرجه ابن ماجه (1135/2) كتاب الاشربة، باب: ساقى القوم آخرهم شربا، حديث (3434)

کو پلا کر آخر میں مشروب نوش کرے۔ یہ تو تب ہے کہ مشروب، ساقی کی ملکیت میں نہ ہو اور وہ محض تقسیم کار کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہا ہو۔ اگر ساقی مشروب کا مالک ہو تو جب چاہے پی سکتا ہے' بلکہ اسے پیشگی پینا چاہیے تا کہ چائے یا شربت وغیرہ میں چینی کی کمی زیادتی کا علم ہو جائے۔ تاہم اختتام پر پینا زیادہ بہتر ہے' تا کہ جس ایثار سے یہ خدمت کا جذبہ رکھتا ہے، وہ حرص وطمع کی نذر نہ ہونے پائے۔ پہلے نوش کرنا اس کی شایان شان بھی نہیں اور یہ تواضع وانکساری کے بھی منافع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَیُّ الشَّرَابِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب 21: نبی اکرم ﷺ کو کون سا مشروب زیادہ محبوب تھا

1817 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: کَانَ اَحَبُّ الشَّرَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحُلْوَ الْبَارِدَ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰکَذَا رَوٰی غَیْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ عُیَیْنَةَ مِثْلَ هٰذَا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ وَالصَّحِیْحُ مَا رُوِیَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مشروب میٹھا اور ٹھنڈا تھا۔

اسی روایت کو کئی راویوں نے ابن عیینہ کے حوالے سے، اس کی مانند معمر کے حوالے سے، زہری کے حوالے سے، عروہ کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

تاہم صحیح روایت وہ ہے' جسے زہری نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

1818 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَّیُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الشَّرَابِ اَطْیَبُ قَالَ الْحُلْوُ الْبَارِدُ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَهٰکَذَا رَوٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُیَیْنَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

◆◆ زہری بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا مشروب پاکیزہ ہوتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میٹھا اور ٹھنڈا ہو۔

اسی روایت کو عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے، زہری کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے اور یہ ابن عیینہ کی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ مشروب:

لفظ: احب، کو رفع اور نصب دونوں حرکات سے پڑھنا جائز ہے لیکن نصب ارجح ہے۔ لفظ: الحلو البارد، کو بھی رفع اور نصب دونوں حرکات سے پڑھنا جائز ہے مگر رفع زیادہ بہتر ہے۔ احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی پسند تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ٹھنڈا پانی پیش کرنے کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقام سقیا سے ٹھنڈا پانی لایا جاتا تھا جو مدینہ سے دو یوم کی مسافت پر تھا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۷۱)

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں قیام پذیر تھے، تو آپ کے لیے مالک بن نضر کے کنویں سے ٹھنڈا پانی لایا جاتا تھا اور ازواج مطہرات کے ہاں بئر سقیا سے پانی لایا جاتا ہے۔ رباح اسود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تھا، وہ کبھی بئر سقیا اور کبھی بئر غرس سے پانی لاتا تھا۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۷۴) حضرت ہیثم بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بئر تیہان سے آپ کے لیے پانی لایا کرتا تھا جس کا پانی نہایت شیریں اور عمدہ تھا۔ (سیرت خیر العباد ج ۷ ص ۳۴۶)

روایات میں تعارض و تطبیق:

بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ زیادہ پسند تھا، بعض میں ہے کہ عسل زیادہ پسند تھا اور احادیث باب میں ہے کہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی زیادہ پسند تھا۔ یہ بظاہر تعارض فی الروایات معلوم ہوتا ہے؟ تطبیق: الحلو البارد میں تعمیم ہے، اگر اس میں دودھ ڈالا جائے تو ٹھنڈا اور میٹھا ہو جائے گا اور اسی طرح اس میں عسل اور کھجور ڈالنے سے بھی پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہو جائے گا۔ لہٰذا بین الروایات تعارض باقی نہ رہا۔

كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

بھلائی اور صلہ رحمی کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

لفظ: البر' ثلاثی مجرد مضاعف ثلاثی کا مصدر ہے' جس کی جمع ہے: ابرار' بار' بررہ۔ اس کا معنی ہے' اطاعت کرنا' خدمت کرنا' حسن سلوک کرنا۔ یہ ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق عقائد' اعمال صالحہ اور معاملات سب پر ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (البقرہ:۱۷۷)

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑوانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنھوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں ل

(کنز الایمان)

اس آیت میں لفظ''بر'' عقائد' اعمال صالحہ اور معاملات پر بولا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے''بر'' اور''اثم'' کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے یوں جواب دیا:''البر حسن الخلق'' اچھے اخلاق کا نام نیکی ہے۔''والاثم ما حاك فى صدرك و كرهت ان يطلع عليه الناس' گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو ناپسند کرے کہ اس پر دوسرے لوگ مطلع ہوں''۔ (مشکوٰۃ المصابیح' رقم الحدیث:۵۰۷۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور اس کی ضد اثم (گناہ) ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے ارتکاب سے مومن خوف زدہ ہوتا ہے' وہ دل میں کھٹکتا ہے' اس سے دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے اور انسان اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ دوسرے لوگ اس سے باخبر ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ لوگوں سے میل جول رکھنا' حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا اور بداخلاقی و زیادتی سے بچنا بر (نیکی) ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي بِرِّ الْوَالِدَيْنِ

باب 1- والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا

1819 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ جَدِّي

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَآئِشَةَ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَبَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ هُوَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ بْنُ حَيْدَةَ الْقُشَيْرِيُّ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِي بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَرَوٰى عَنْهُ مَعْمَرٌ وَّالثَّوْرِيُّ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ

◆◆ بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اچھے سلوک کا زیادہ حق دار کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہاری والدہ' راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: اس کے بعد کون ہے آپ نے فرمایا تمہاری والدہ، راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: اس کے بعد کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری والدہ۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: اس کے بعد کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا والد ہے اور پھر درجہ بہ درجہ قریبی عزیز ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ' حضرت عبداللہ بن عمرو' حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابودرداء (رضی اللہ عنہم) سے بہز بن حکیم جو معاویہ بن حیدہ قشیری کے صاحبزادے ہیں (ان تمام حضرات سے) احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے

شعبہ نے بہز بن حکیم کے بارے میں کلام کیا ہے' تاہم محدثین کے نزدیک یہ صاحب ثقہ ہیں۔

معمر، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ اور دیگر ائمہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

بَابُ مِنْهُ

باب 2- بلاعنوان

1820 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْمَسْعُوْدِيِّ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ

1819- اخرجه البخاري في الأدب المفرد (3) وابو داؤد (577/3) كتاب الادب باب: في بر الوالدين، حديث (5139) واحمد (5،3/5) والحاكم (150/4) من طريق بهز بن حكيم فذكره.

الْعَيْزَارِ عَنْ اَبِىْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوةُ لِمِيقَاتِهَا قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ سَكَتَ عَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهُ لَزَادَنِىْ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُوْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِىُّ اسْمُهُ سَعْدُ ابْنُ اِيَاسٍ

حکم حدیث: وَّهُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: رَوَاهُ الشَّيْبَانِىُّ وَشُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِىْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا میں نے عرض کی: پھر کون سا ہے یارسول اللہ تو آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ پھر کون سا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا' پھر نبی اکرم ﷺ نے مزید کوئی بات ارشاد نہیں فرمائی۔ اگر میں آپ سے مزید دریافت کرتا تو آپ مجھے مزید جواب عنایت فرماتے۔

ابوعمرو شیبانی کا نام سعد بن ایاس ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شیبانی، شعبہ اور دیگر راویوں نے اسے ولید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوعمرو شیبانی کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

والدین سے حسن سلوک کرنا:

والدین اولاد کے وجود میں آنے کا سبب بنتے ہیں، اس لیے دونوں اولاد کے حُسنِ سلوک کے حقدار ہیں۔ قرآن کریم نے حقوق اللہ کے ساتھ ملا کر حقوق والدین بیان کیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ (القرآن) تم میرا شکر اور والدین کا شکریہ ادا کرو'' [سورۃ لقمان: ۱۴] اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان پر حقوق اللہ کے بعد سب سے زیادہ والدین

1820- اخرجه البخاری (12/2) كتاب مواقيت الصلوٰة: باب: فضل الصلوٰة لوقتها' حديث (527) واطرافه (7534'5970'2782) ومسلم (1/317'318) كتاب الايمان' باب: بيان كون الايمان بالله تعالىٰ افضل الاعمال' حديث (85/139'138'137) والنسائى (1/292'293) كتاب المواقيت: باب: فضل الصلوٰة لمواقيتها' حديث (610'611) واحمد (1/409'442'451) والدارمى (1/278) كتاب الصلوٰة: باب: استحباب الصلوٰة فى اوّل الوقت وابن خزيمة (1/169) حديث (327) والحميدى (1/57) حديث (103) من طريق بن اياس ابى عمرو الشيبانى' فذكره.

کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی کثیر صورتیں ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- ان کے مقام کے پیش نظر تا حیات ان کا ادب واحترام بجالانا۔

۲- انہیں خوش رکھنا اور ممکن حد تک ان کی خدمت وتواضع کرنا۔

۳- وفات کے بعد ان کے لیے دعا مغفرت کرنا اور ایصال ثواب کرنا۔

۴- ان سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو حسب طاقت پورا کرنا۔

۵- ان کی وفات کے بعد ان کے رشتہ داروں اور دوستوں سے حسن سلوک کرنا۔

۶- ان کی وہ ہدایات جو شریعت کے مطابق ہوں، پر عمل پیرا ہونا۔

۷- ان کی ہر وہ بات جو اسلامی اصولوں کے منافی نہ ہو، کو عملی جامہ پہنانا۔

والدہ کا مقام زیادہ ہونے کی وجوہات:

حدیث باب سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ والدین میں سے والدہ کا مقام زیادہ ہے اور اولاد کے حسن سلوک اور خدمت کی زیادہ حقدار بھی والدہ ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں جن میں سے مشہور تین ہیں:

۱- مصائب ومشکلات حمل برداشت کرنا

۲- وضع حمل کی تکالیف کو برداشت کرنا

۳- اولاد کے پرورش کرنے کی مشقتیں برداشت کرنا

سوال: حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ والدہ کا مقام ومرتبہ والد سے تین درجہ زیادہ ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ حسن سلوک اور اطاعت کا زیادہ حقدار والدین میں سے کون ہے؟

جواب: اولاد کے حسن سلوک اور اطاعت دونوں کے حقدار والدین ہیں لیکن عند التعارض حسن سلوک میں والدہ کو مقدم رکھا جائے گا اور اطاعت میں والد کو مقدم رکھا جائے گا۔ مثال کے طور پر دونوں بیک وقت پانی طلب کرتے ہیں تو اولاد پر ضروری ہے کہ دونوں کو بیک وقت پانی پیش کیا جائے۔ اگر بیک وقت پانی پیش کرنا ممکن نہ ہو تو والدہ کو پانی پہلے پیش کرے۔ تاہم اطاعت میں والد کو مقدم کرے۔ اس سلسلے میں فقہاء کرام نے یہ ضابطہ اخلاق بیان کیا ہے کہ حسن سلوک اور خدمت وانعام میں والدہ کا حق مقدم ہے جب کہ ادب واحترام اور اطاعت میں والد کا حق مقدم ہے۔ (فتاوی عالمگیری، ج۵، ص۳۶۵)

سوال: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عقائد کی اہمیت اعمال سے زیادہ ہے سوال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کے جواب میں ایمان کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ علاوہ ازیں صحابی نے دوبارہ سوال کیوں نہیں کیا؟

جواب: چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اعمال کے حوالے سے سوال کیا تھا، تو آپ نے جواب بھی اعمال سے متعلق دیا تھا اور جواب میں ایمان کا تذکرہ کرنا، سوال کے مناسب نہیں تھا۔ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید سوال نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سوال بقدر ضرورت ہونا چاہیے، کیونکہ بعض اوقات کثرت سوال ناراضی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مِنَ الْفَضْلِ فِيْ رِضَا الْوَالِدَيْنِ

باب 3- والدین کی رضامندی کی فضیلت

1821 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا اَصَحُّ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا رَوٰى اَصْحَابُ شُعْبَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مَوْقُوْفًا وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهُ غَيْرَ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ وَخَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ثِقَةٌ مَاْمُوْنٌ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ الْمُثَنّٰى يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ بِالْبَصْرَةِ مِثْلَ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ وَلَا بِالْكُوْفَةِ مِثْلَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِدْرِيْسَ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: والد کی رضامندی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور والد کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم یہ ''مرفوع'' حدیث کے طور پر منقول نہیں ہے اور یہی زیادہ مستند ہے۔ شعبہ کے شاگردوں نے علاء کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ''موقوف'' روایت کے طور پر اسے نقل کیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق خالد بن حارث کے علاوہ کسی بھی راوی نے شعبہ کے حوالے سے اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

خالد بن حارث نامی راوی ''ثقہ'' ہیں اور مامون ہیں۔ میں نے محمد بن مثنیٰ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے بصرہ میں خالد بن حارث جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا اور کوفہ میں عبداللہ بن انیس جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

1821- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (2) من طریق شعبة' عن یعلی بن عطاء عن ابیه' عن عبد الله بن عمرو' فذکره "موقوفاً".

1822 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ لِیَ امْرَاَةً وَّاِنَّ اُمِّی تَاْمُرُنِیْ بِطَلَاقِهَا قَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْهُ

قَالَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ رُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ اِنَّ اُمِّیْ وَرُبَّمَا قَالَ اَبِیْ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَبِيْبٍ

◆◆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، ایک مرتبہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا: میری ایک بیوی ہے میری والدہ مجھے یہ کہتی ہیں' میں اسے طلاق دے دوں تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے اگر تم چاہو تو اس دروازے کو ضائع کر دو یا پھر اس کی حفاظت کرو۔

یہاں سفیان نامی راوی نے بعض اوقات والدہ کا تذکرہ کیا ہے۔ بعض اوقات لفظ والد نقل کیا ہے۔

یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

اس روایت کے راوی ابوعبدالرحمٰن سلمی کا نام عبداللہ بن حبیب ہے۔

شرح

والدین کو خوش کرنے کی فضیلت:

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ والدین کو خوش کرنے، ان کی خدمت کرنے اور اطاعت کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے جب کہ ان کو ناراض کرنے، ان سے حسن سلوک نہ کرنے اور ان کی خدمت وتواضع نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ والدین کے مقام کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں خوش رکھا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔

سوال: دوسری حدیث باب کے مضمون پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سائل نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی والدہ کے حوالے سے طلاق کا ذکر کیا تھا جب کہ جواب میں جوانہوں نے روایت بیان کی وہ والد کی اطاعت کے بارے میں ہے، اس طرح سوال اور جواب میں مطابقت نہیں ہے؟

جواب: والدہ اور والد دونوں اولاد کی تخلیق و وجود کا سبب بنتے ہیں جب کہ لفظی اعتبار سے دونوں کے درمیان تائے تانیث کا

1822- اخرجه ابن ماجه (675/1) كتاب الطلاق: باب: الرجل يامره' ابوه بطلاق امراته' حديث (2089) واحمد (196/5، 197)، (445/6، 447، 451) والحميدى (194/1) حديث (395) من طريق عطاء بن السائب عن ابى عبد الرحمن السلمى فذكره.

فرق ہے، خواہ سائل نے ذکر تو والدہ کا کیا ہے لیکن ساتھ ہی والد کا ذکر بھی ہو گیا، لہٰذا اس طرح سوال اور جواب میں تعارض نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ: بعض نیکی کے کاموں میں والدین کی اطاعت واجب ہوتی ہے اور بعض امور میں مستحب ہوتی ہے۔ شریعت کے منافی امور میں والدین کی اطاعت واجب نہیں ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: خالق کی نافرمانی کے کاموں میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔'' ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی بیوی سے خوب محبت تھی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بیوی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنے بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دیا، جس پر انہوں نے طلاق دینے سے انکار کر دیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام صورتحال عرض کر دی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے والد گرامی کی بات مانو'۔ حدیث باب میں سائل کو طلاق دینے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ایک حدیث بیان کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین کی ہر بات قابل عمل نہیں ہوتی بلکہ بعض امور قابل عمل ہوتے اور بعض قابل ترک ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر والدین اپنے لڑکے کو حکم دیں کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے ڈالے تو یہاں دونوں صورتیں جائز ہیں یعنی اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے ڈالے تو جائز ہے اور اگر طلاق نہ بھی دے تب بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ضروریہ: علم دین کی دو اقسام ہیں:

۱- فرض عین: یہ وہ علم ہے جس کا حاصل کرنا بقدرِ ضرورت ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

۲- فرض کفایہ: یہ وہ علم ہے جس کا حصول ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے بلکہ گاؤں یا محلہ میں سے ایک آدمی بھی حاصل کر لیتا ہے، تو سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ یہ قرآن وسنت، فقہ اور دیگر علوم وفنون ہیں۔

سوال یہ ہے کہ والدین کی موجودگی میں حصول علم کا سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کے جواب کی کئی صورتیں ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- جب والدین غریب اور خدمت کے محتاج ہوں جب کہ کوئی متبادل شخص بھی خدمت کے لیے موجود نہ ہو، تو ان کی اطاعت واجب ہے۔ اولاد ان کی اجازت کے بغیر نہ فرض عین علم حاصل کرنے کا سفر کر سکتی ہے اور نہ فرض کفایہ۔ تاہم وہ فرض عین علم مقامی علماء سے حاصل کریں۔

۲- جب والدین خود کفیل ہوں لیکن خدمت کے محتاج ہوں، اگر فرض عین علم مقامی سطح پر حاصل نہ ہو سکتا ہو تو اولاد والدین کی اجازت کے بغیر علم دین حاصل کرنے کا سفر کر سکتی ہے۔ اس صورت میں والدین خدمت کے لیے کسی ملازم کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ تاہم فرض کفایہ علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

۳- جب والدین خدمت کے محتاج نہ ہوں اور وہ طاقت وقوت رکھتے ہوں خواہ وہ غریب ہوں یا خود کفیل ہوں، تو اولاد فرض عین اور فرض کفایہ علم دین حاصل کرنے کے لیے اجازت کے بغیر بھی سفر کر سکتی ہے، کیونکہ اس صورت میں والدین کا نفقہ اولاد کے

ذمہ باقی نہیں رہتا۔

۴-جب والدین اپنی اولاد کو جہالت یا کم علمی یا بے علمی یا دنیا طلبی کے سبب حصول علم دین کے سفر سے منع کریں، تو اولاد ان کی اجازت کے بغیر اس مقدس سفر کو اختیار کر سکتی ہے۔

ان تمام صورتوں میں افضل ہے کہ اولاد والدین کی اجازت سے سفر اختیار کرے خواہ یہ سفر علم دین فرض کفایہ کے لیے ہو یا فرض عین کے لیے تا کہ ان کی دعائیں شامل ہونے کی وجہ سے تعلیمی مراحل بحسن وخوبی طے پائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عُقُوقِ الْوَالِدَیْنِ

باب 4-والدین کی نافرمانی کا حکم

1823 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا الْجُرَیْرِیُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَیْنِ قَالَ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَهٗ سَكَتَ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ بَكْرَةَ اسْمُهٗ نُفَیْعُ بْنُ الْحَارِثِ

◄► عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ وہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں زیادہ کبیرہ گناہ کے بارے میں بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں یارسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جھوٹی گواہی دینا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جھوٹی بات کہنا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ اس بات کو دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ آرزو کی کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا نام نفیع بن حارث ہے۔

1824 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ

1823- اخرجه البخاری (309/5) كتاب الشهادات' باب: ما قيل فی شهادة الزور' لقول الله عزوجل (والذين لا يشهدون الزور) ۔(الفرقان 72) حديث (2654) واطرافه (5976'6273'6274'6919) ومسلم (1/321'322 الابی) كتاب الايمان' باب: بيان الكبائر واكبرها' حديث (87/143) من طريق عبد الرحمن بن ابی بكرة' فذكره.

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: مِنَ الْكَبَائِرِ اَنْ يَّشْتُمَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَشْتُمُ اَبَاهُ وَيَشْتُمُ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کبیرہ گناہوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کوئی آدمی دوسرے کے والد کو گالی دیتا ہے' تو دوسرا اس کے والد کو گالی دیتا ہے یہ اس کی والدہ کو گالی دیتا ہے' تو وہ اس کی والدہ کو گالی دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

والدین کی نافرمانی اور گالی دینے کی مذمت:

والدین سے حسن سلوک کرنا، خدمت و تواضع کرنا اور اطاعت و فرمانبرداری کرنا، والدین کے حقوق اور اولاد کے فرائض میں شامل ہے۔ اس کے برعکس والدین کی نافرمانی اور انہیں گالی گلوچ سے نوازنا (معاذ اللہ)، گناہ کبیرہ ہے، جو والدین کی معافی اور توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست فیض یافتہ اور تربیت یافتہ تھے، ان کا اپنے والدین کی نافرمانی کرنا، انہیں گالی دینا، جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی پیش کرنا ممکن نہیں تھا۔ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے واسطہ سے تا قیامت آنے والے اپنے امتیوں کے نام یہ پیغام جاری فرمایا کہ والدین کی نافرمانی اور ان سے گالی گلوچ کرنا گناہ کبیرہ ہے، جو قابل مؤاخذہ جرم ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب کرنا ازبس ضروری ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف میں اقوال:

گناہ کبیرہ کا حکم یہ ہے کہ توبہ کے بغیر یہ گناہ معاف نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف کیا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

۱- ہر گناہ، گناہ کبیرہ ہے۔

۲- افراد و شخصیات کے اعتبار سے اس کی تقسیم ہوتی ہے' جس طرح مشہور ہے: حسنات الابرار سیئات المقربین۔

۳- قرآن و سنت میں جن گناہوں کی وعید و مذمت بیان ہوئی ہے، وہ کبیرہ ہیں ورنہ صغیرہ ہیں۔

1824- اخرجه البخاری (417/10) كتاب الادب: باب: لايسب الرجل والديه' حديث (5973) ومسلم (328/1- الابی) كتاب الايمان باب: بيان الكبائر واكبرها' حديث (90/146) وابو داؤد (858/2) كتاب الآداب: باب: فی الوالدين' حديث (5141)

۴- شریعت مطہرہ میں جن گناہوں کی حد مقرر ہے وہ کبیرہ ہیں اور جن کی حد مقرر نہیں ہے وہ صغیرہ ہیں۔

۵- ہر گناہ کا صغیرہ یا کبیرہ ہونا، امور اضافیہ کے اعتبار سے ہے۔ گویا ہر گناہ مافوق کے اعتبار سے صغیرہ اور ماتحت کے لحاظ سے کبیرہ ہے۔

علمی نکتہ: جھوٹی گواہی اور جھوٹی بات، دونوں قابل جرم امور ہیں۔ دونوں کے مابین عام خاص مطلق کی نسبت ہے، امر اوّل خاص اور امر دوم عام ہے جب کہ جھوٹ دونوں میں شامل ہے اور دونوں ہی کبیرہ گناہ ہیں۔

والدین سے بدسلوکی اور نافرمانی کی سزا دنیا میں:

انسان جس بھی نافرمانی یا معصیت کا ارتکاب کرتا ہے اس کی سزا آخرت میں دی جائے گی لیکن والدین سے بدسلوکی اور ان کی نافرمانی کی سزا کا حکم اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہے۔ اس کی سزا انسان کو بلا تاخیر دنیا میں دی جاتی ہے، جس کے چند شواہد ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ گناہوں میں سے جو چاہے معاف کر دیتا ہے لیکن والدین سے بدسلوکی کو معاف نہیں کرتا، اس گناہ کی سزا مرنے سے قبل دنیا ہی میں دی جاتی ہے۔

(مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث ۴۹۴۵)

جو شخص زندگی میں اپنے والدین سے بدتمیزی اور بدسلوکی کرتا رہا ہو، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ ان کے لیے دعاء استغفار کرے، ان کی قبور پر حاضری دے اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کرنے کو اپنے معمولات میں شامل کرے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کے والدین یا دونوں میں سے ایک کا وصال ہو جائے جب کہ وہ ان کے ساتھ بدسلوکی کرتا رہا ہو، ان کے لیے دعاء واستغفار کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے ان سے حسن سلوک کرنے والا قرار دے دیتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث ۴۹۴۶) ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ہر جمعۃ المبارک میں والدین یا دونوں میں سے ایک کی قبر پر جاتا ہے، تو اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حسن سلوک کرنے والا لکھ دیا جاتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۵۸)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِکْرَامِ صَدِیْقِ الْوَالِدِ

باب 5- والد کے دوست کا احترام کرنا

1825 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ اَخْبَرَنِى الْوَلِيْدُ بْنُ اَبِى الْوَلِيْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

1825- اخرجه البخاري في الأدب المفرد (41) ومسلم (1979/4) كتاب البر والصلة والآداب: باب: فضل صلة اصدقاء الاب والام، ونحوهما، حديث (11، 12، 2552/13) وابو داؤد (758/2) كتاب الآداب، باب: في بر الوالدين، حديث (5143) واحمد (88/2، 91، 97، 111) وعبد بن حميد (253) حديث (794) من طريق عبد الله بن دينار، فذكره.

متن حدیث: اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ اَسِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

◆◆ عبداللہ بن دینار' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوست کے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

اس بارے میں حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔ اس حدیث کی سند ''صحیح'' ہے اور یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

شرح

باپ کے تعلق داروں سے حسن سلوک کرنا:

باپ کے ساتھ حسن سلوک اور خدمت وتواضع کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ ان کے احباب اور تعلق داروں سے بھی حسن سلوک کیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر تھے، راستہ میں ایک شخص ملا جسے سلام کہا، اسے اپنی دستار اتار کر پیش کی اور اپنے ساتھ سواری پر بٹھالیا۔ حضرت ابن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا حضور! یہ اعرابی شخص ہے، اگر آپ اسے معمولی چیز بھی بطور تحفہ عنایت فرماتے تو یہ خوش ہو جاتا مگر آپ نے اتنی شفقت کیوں فرمائی ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا: دراصل اس شخص کے والد گرامی میرے والد محترم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست تھے۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے: اولاد کا بڑا حسن سلوک باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ (تفسیر روح المعانی ۱۵ص ۵۸)

حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی ملاقات کے لیے ان کے پاس گئے۔ آپ نے دورانِ ملاقات فرمایا: اے ابو بردہ! کیا آپ کو علم ہے کہ میں تمہاری ملاقات کے لیے کیوں آیا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے: جو شخص اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد اس سے حسن سلوک کرنا چاہتا ہے، وہ اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے''۔ میرے والد گرامی اور آپ کے والد گرامی دوست تھے اور دونوں کے باہمی برادرانہ تعلق بھی، اس لیے میں ملاقات کے لیے آیا ہوں۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱۵ص ۵۹)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صرف اپنے باپ کے دوستوں اور تعلق داروں سے نہیں بلکہ ان کی اولاد واحفاد اور اخلاف سے بھی حسن سلوک کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي بِرِّ الْخَالَةِ

باب 6- خالہ کے ساتھ حسن سلوک

1826 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ اِسْرَآئِيلَ ح قَالَ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ وَهُوَ ابْنُ مَدُّوَيْهِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيلَ وَاللَّفْظُ لِحَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ

حکم حدیث: وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے۔

اس بارے میں طویل قصہ منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

1827 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِي تَوْبَةٌ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي مُعَاوِيَةَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ هُوَ ابْنُ عُمَرَ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں نے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ کیا میں توبہ کرسکتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تمہاری والدہ موجود ہے؟ تو اس نے جواب دیا: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہاری خالہ ہے۔ اس نے عرض کی: جی ہاں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تم اس سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔

اس بارے میں حضرت علی اور حضرت براء بن عازب (رضی اللہ عنہما) سے بھی احادیث منقول ہے۔

1826- اخرجه البخاری (70/4) كتاب جزء الصيد' باب: لبس السلاح للمحرم' حديث (1844)' (357/5' 358) كتاب الصلح' باب: كيف يكتب هذا ما صالح فلان بن فلان فلان بن فلان' حديث (2699)' (570/7' 571) كتاب المغازی: باب: عمرة القضاء حديث (4251) واحمد (298/4) والدارمی (237/2) كتاب السير' باب: فی الوفاء للمشركين بالعهد.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے اور یہ ابو معاویہ نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

ابوبکر بن حفص نامی راوی ابوبکر بن حفص عمر بن سعد بن ابی وقاص ہیں۔

شرح

خالہ سے حسن سلوک کرنا:

والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا ایک طریقہ خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔پہلی حدیث باب کا شانِ ورود یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرۂ قضا سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے واپس تشریف لانے لگے تو سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی چچا! چچا! پکارتی ہوئی آپ کے پیچھے چل پڑی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہ دیکھ سکے لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: تم اپنی چچازاد ہمشیرہ کو اپنے ساتھ لے لو،اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا۔پھر اس کی کفالت کے بارے میں حضرت علی،حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مابین تنازع ہو گیا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ میری چچازاد ہمشیرہ ہے،لہٰذا اس کی کفالت میں کروں گا اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور میری چچازاد بہن ہے،اس کی کفالت میں کروں گا جب کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ میری اسلامی ہمشیرہ ہے اس لیے اس کی کفالت میرے ذمہ ہے۔جب مسئلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا،تو آپ نے خالہ کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: الخالة بمنزلة الام ۔خالہ ماں کے قائمقام ہے۔

فائدہ نافعہ:

سائل سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا لیکن وہ پریشانی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،تاہم اس گناہ کی صراحت معلوم نہیں ہو سکی۔البتہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معصیت کا تعلق حقوق العباد سے تھا۔اس نے قلبی طور پر توبہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا،کیونکہ اس کی ندامت اور پریشانی توبہ کو ظاہر کرتی ہے۔چونکہ سائل کی والدہ وفات پا چکی تھیں،اس لیے آپ نے انہیں خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔جب کوئی شخص توبہ کے ساتھ صدقہ وخیرات بھی کرتا ہے تو گناہ معاف کر دیا جاتا ہے،کیونکہ مشہور ارشاد ربانی ہے: ان الحسنات یذھبن السیئات ۔بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں''۔الغرض خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دَعْوَةِ الْوَالِدَيْنِ

باب 7- والدین کی دعا کا حکم

1828 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ

اَبِیْ كَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَّا شَكَّ فِيْهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوَى الْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ نَحْوَ حَدِيْثِ هِشَامٍ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ جَعْفَرٍ الَّذِیْ رَوٰى عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ الْمُؤَذِّنُ وَلَا نَعْرِفُ اسْمَهٗ وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ يَحْيَى بْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ غَيْرَ حَدِيْثٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تین طرح کی دعائیں بلاشک و شبہ قبول ہوتی ہیں۔ مظلوم کی دعا مسافر کی دعا اور والد کی اولاد کے لئے کی گئی دعا۔

حجاج نے اس روایت کو یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے' جس طرح ہشام نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے اسے اسے نقل کرنے والے ابوجعفر مؤذن نامی راوی کے نام کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہے۔' تاہم یحییٰ بن ابوکثیر ان کے حوالے سے دیگر روایات بھی نقل کی ہیں۔

شرح

والدین کی دعا کی قبولیت:

حدیثِ باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ تین دعاء یقینی طور پر قبول کی جاتی ہیں:

۱- مظلوم کی دعاء ظالم کے بارے میں

۲- مسافر کی دعاء حالت سفر میں

۳- والدین کی دعاء اولاد کے حق میں

والدین کو خوش کرنے سے وہ دعاء خیر سے نوازتے ہیں اور انہیں ناراض کرنے سے بددعا بھی کرتے ہیں۔ والدین کی بددعا اولاد کے لیے تباہی اور ذلت و رسوائی کا سبب بن سکتی ہے۔ اس سلسلے میں حدیث مبارکہ میں ایک واقعہ مذکور ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جریج نامی ایک شخص عابد و زاہد تھا، وہ اپنی خانقاہ میں رہائش پزیر تھا جب کہ اس کے نشیبی حصہ میں ایک چرواہا رہتا تھا۔ گائے چرانے والے شخص کے پاس ایک عورت کی آمد و رفت تھی۔ ایک دن جریج کی والدہ نے اسے مخاطب کیا: اے جریج! جریج اس وقت نماز میں مشغول تھا، اس نے دل میں خیال کیا کہ ماں کی بات مانوں یا نماز مکمل کروں؟ اس نے نماز ادا کرنے

1828- اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (477) وابو داؤد (1/480) کتاب الصلوٰۃ' باب: الدعاء بظہر الغیب' حدیث (1536) وابن ماجہ (2/1270) کتاب الدعاء' باب: دعوۃ الوالد و دعوۃ المظلوم' حدیث (3862) واحمد (2/258' 348' 434' 478' 517' 523) وعبدبن حمید (416) حدیث (1421)

کو ترجیح دی۔ والدہ نے اسے دوبارہ مخاطب کیا: اے جریج! اس نے پھر خیال کیا کہ ماں کی بات سنوں یا نماز ادا کروں؟۔ وہ نماز میں مصروف رہا۔ اس کی طرف سے جواب نہ ملنے پر والدہ نے یوں بددعا کی: اے جریج! جب تک تو کسی فاحشہ عورت کو نہ دیکھ لے تجھے موت نہ آئے! یہ بددعا کرنے کے بعد والدہ واپس چلی گئی۔

ایک عورت نے بچہ جنم دیا، وہ سلطان وقت کے پاس پیش کی گئی، بادشاہ نے دریافت کیا: یہ بچہ کس کا ہے؟ عورت نے جواب دیا: یہ بچہ جریج کا ہے۔ پوچھا: کیا وہ خانقاہ والا جریج؟ عورت نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے خانقاہ کو گرانے کا حکم جاری کر دیا اور جریج کو گرفتار کر کے بادشاہ کے دربار میں پیش کر دیا گیا۔ فاحشہ عورتوں نے دور سے جریج کی طرف دیکھا تو جریج نے مسکرا دیا۔ سلطان وقت نے عورتوں سے سوال کیا: اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ عورتوں نے جواب دیا: یہ بچہ اسی راہب کا ہے۔ جریج نے سوال کیا: وہ بچہ کہاں ہے؟ جواب دیا گیا: اس خاتون کی گود میں ہے۔ جریج نے بچے سے دریافت کیا: تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے جواب دیا: گائے چرانے والا ہے۔ یہ جواب سن کر سلطان بہت متاثر ہوا اور جریج سے معذرت خواہانہ انداز میں کہا: کیا آپ کو خانقاہ تعمیر کر دیں؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ پھر کہا: کیا چاندی سے خانقاہ بنوا دیں؟ اس نے پھر نفی میں جواب دیا۔ سلطان نے کہا: اے جریج! تم اصل ماجرہ بتاؤ کہ فاحشہ عورتوں کی طرف دیکھ کر مسکرائے کیوں تھے؟ اس نے جواب دیا: مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا تھا کہ میری والدہ محترمہ نے مجھے بددعا دی تھی اور پورا قصہ سنا دیا۔ (الادب المفرد ص۲۴) ثابت ہوا جب والدین ناراض ہو کر اولاد کے حق میں بددعا کریں تو وہ فوراً قبول ہو جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حَقِّ الْوَالِدَيْنِ

باب 8- والدین کے حق کا بیان

1829 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَجْزِىْ وَلَدٌ وَّالِدًا اِلَّا اَنْ يَّجِدَهُ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ وَّقَدْ رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: بیٹا والد کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ یہ صرف اس وقت ہو سکتا ہے' جب وہ اپنے والد کو غلام کے طور پر پائے اور اسے خرید کر آزاد کر دے۔

1829- اخرجه البخاری فی الآداب المفرد (10) ومسلم (1148/2) کتاب العتق' باب: فضل عتق الوالد' حدیث (1510/25) وابو داؤد (757/2) کتاب الآداب: باب: فی بر الوالدین' حدیث (5137) وابن ماجه (1207/2) کتاب الآداب: باب بر الوالدین' حدیث (3659) واحمد (445'376'263'230/2) من طریق سهیل بن ابی صالح' عن ابیه' فذکره۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے ہم اسے سہیل بن ابوصالح نامی راوی کی روایت کے طور پر ہی جانتے ہیں۔ سفیان ثوری اور دیگر راویوں نے اسے سہیل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

والدین کا حق ادا نہ ہونا:

اولاد پر والدین کے حقوق اس قدر ہیں کہ ان کی آدائیگی ممکن نہیں ہے۔ تاہم حدیث باب میں ان کی آدائیگی کی صورت بیان کی گئی ہے اگر بالفرض والدین غلام ہوں اور اولاد انہیں خرید کر آزاد کر دے، والدین کا حق ادا ہو جائے گا۔ اولاد کے خریدنے سے والدین خود بخود آزاد ہو جائیں گے، کیونکہ یہ شرعی ضابطہ ہے کہ کسی غلام کا محرم شخص اسے خرید لیتا ہے تو اسے آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔ یاد رہے اس صورت میں بھی والدین کے تمام حقوق کی آدائیگی نہیں ہوتی بلکہ ایک آدھے حق کی آدائیگی ہو گی ہے، کیونکہ والدین نے اس کے بچپن میں اور والدہ نے وضع حمل کے دوران جو مشقتیں برداشت کی ہیں، ان کا عشر عشیر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ انسان زندگی بھر اپنے والدین کی خدمت کرتا رہے، حسن سلوک کرتا رہے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا رہے، تب بھی کچھ احسانات کا بدلہ ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ

باب 9- قطع رحمی کا حکم

1830 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ اشْتَكٰى اَبُو الرَّدَّادِ اللَّيْثِیُّ فَعَادَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَقَالَ خَيْرُهُمْ وَاَوْصَلُهُمْ مَا عَلِمْتُ اَبَا مُحَمَّدٍ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنِ اسْمِیْ فَمَنْ وَّصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ اَبِیْ اَوْفٰى وَعَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

اسانادِ دیگر: وَرَوٰى مَعْمَرٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ رَدَّادٍ اللَّيْثِیِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّمَعْمَرٌ كَذَا يَقُوْلُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّحَدِيْثُ مَعْمَرٍ خَطَاٌ

◄► ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: شیخ ابوالرداد بیمار ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کرنے کے لئے

1830- اخرجه البخاري في الادب المفرد (53) وابو داؤد (530/1) كتاب الزكوة باب: في صلة الرحم حديث (1695،1694) واحمد (194/1) والحميدي (36،35/1) حديث (65) من طريق سفيان بن عيينة عن الزهري عن ابي سلمة۔

آئے تو شیخ ابورداد بولے: لوگوں میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے میرے علم کے مطابق حضرت ابومحمد (عبدالرحمٰن بن عوف) رضی اللہ عنہ ہیں' تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: میں اللہ ہوں میں رحمٰن ہوں میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور میں نے اسے اپنے نام سے مشتق کیا ہے' جو شخص اسے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا' اور جو شخص اسے کاٹے گا میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری حضرت ابن ابی اوفی، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت ابوہریرہ اور حضرت جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

سفیان نے زہری کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ ''صحیح'' ہے۔

معمر نے زہری کے حوالے سے ابوسلمہ کے حوالے سے رداد لیثی کے حوالے سے' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ معمر سے بھی منقول ہے۔

امام بخاری یہ فرماتے ہیں: معمر کی نقل کردہ روایت میں غلطی ہے۔

شرح

خاندان کے ساتھ قطع رحمی کی ممانعت:

دوسرے لوگوں کی نسبت خاندان کے حقوق زیادہ ہوتے ہیں، اس لیے ان کا خصوصیت سے تذکرہ کیا گیا ہے ورنہ کسی سے بھی قطع تعلق کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ حدیث باب کا شان ورود یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار کبار صحابہ اور اہل ثروت لوگوں میں ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں دولت خرچ کرنا اور محتاجوں کی معاونت کرنا، ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوب مالی معاونت کی تو انہوں نے اس احسان کے اعتراف میں بطور شکریہ یوں کہا: خَيْرُهُمْ وَاَوْصَلُهُمْ، مَا عَلِمْتُ، اَبُوْ مُحَمَّدٍ؛ میرے علم کے مطابق ابومحمد (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے۔) تمام خاندان سے بہتر اور سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ حضرت ابودداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کلمات شکریہ کے جواب میں آپ نے فرمایا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَنَا اللّٰهُ، وَاَنَا الرَّحْمٰنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِيْ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ؛ میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم (ناتہ و تعلق) کو پیدا کیا، میں نے اسے اپنے نام سے مشتق کیا۔ جو شخص اسے ملائے گا، میں بھی اسے ملاؤں گا اور شخص اسے کاٹے گا میں بھی اس کے ٹکڑے کردوں گا''۔

قطع رحمی بداخلاقی کی بدترین صورت اور گناہ کبیرہ ہے، اس کا وبال دنیا تک محدود نہیں رہتا بلکہ قیامت کے دن بھی اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ قطع تعلقی اور قطع رحمی کرنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی رحمت سے محروم کردے گا اور انہیں جہنم میں سزا دے گا۔ اس مضمون سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احسان و حسن سلوک کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا جائز ہے، کیونکہ مشہور حدیث ہے

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا''۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی محسن کے سامنے اس کا شکریہ ادا کرنا جائز ہے، تاہم محسن کو اس کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے اور اسے اپنی تعریف پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔ اس طرح اس کے حسن سلوک کے اجر وثواب میں کمی نہیں آئے گی اور تکبر وغرور کا تصور بھی پیدا نہیں ہوگا۔

فائدہ نافعہ: (۱) اشتقاق کی تین اقسام ہیں: (۱) اشتقاق صغیر: وہ ہے کہ کلمات کے درمیان حروف کی ترتیب برقرار ہو مثلاً ضَرَبَ اور ضَرْبٌ کے مابین۔ (۲) اشتقاق کبیر: وہ ہے کہ دو کلمات کے مابین حروف تو باقی رہیں لیکن ان کی ترتیب باقی نہ ہو مثلاً جَبَذَ اور جَذَبَ کے درمیان۔ (۳) اشتقاق اکبر: وہ ہے کہ دو کلمات کے اکثر حروف متحد ہوں جب کہ بعض حروف قریب المخرج ہوں مثلاً نَهَقَ اور نَعَقَ۔ یاد رہے کہ: اَلرَّحْمٰنُ اور اَلرَّحِمَ کے مابین اشتقاق اکبر ہے۔

(۲) قطع رحمی گناہ کبیرہ ہے اس کی مذمت ایک روایت میں یوں بیان کی گئی ہے: اَلرَّحِمَ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ، تَقُوْلُ: مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناتہ عرش سے معلق ہے، وہ کہتا ہے۔ جو مجھے جوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے گا اور جو شخص مجھے منقطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے کاٹ ڈالے گا۔

ایک روایت میں ہے: الرحم اور الرحمان دونوں کی شاخیں باہم جڑی ہوئی ہیں، ناتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار میں سے ایک اثر ہے، اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو آدمی تجھے کاٹے گا میں بھی اسے کاٹوں گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۴۹۲)

حدیث باب دراصل حدیث قدسی ہے، جس کی اہمیت اور فضیلت عام حدیث سے فائق ہے۔ اس میں قطع رحمی کی مذمت و وعید بیان کی گئی ہے، جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور شدید سزا کی صورت میں نمایاں ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِلَةِ الرَّحِمِ

باب 10- صلہ رحمی کا بیان

1831 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا بَشِيْرٌ اَبُوْ اِسْمٰعِيْلَ وَفِطْرُ بْنُ خَلِيْفَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا انْقَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ سَلْمَانَ وَعَائِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں (کسی اچھائی کے) بدلے کے طور پر اچھائی

1831- اخرجه البخاري (437/10) كتاب الآداب: باب: ليس الواصل بالمكافي، حديث (5991) وفي الآداب المفرد (68) وابو داؤد (530/1) كتاب الزكوة، باب: في صلة الرحم، حديث (1697) واحمد (163/2، 190، 193) والحميدي (271/2) حديث (594)

کرنے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہوتا' بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہوتا ہے کہ جب اس کے ساتھ قطع رحمی کی جائے' تو وہ صلہ رحمی کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سیّدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) سے یہ احادیث منقول ہیں۔

1832 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ وَنَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ وَّسَعِیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ قَالَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِیْ قَاطِعَ رَحِمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ محمد بن جبیر اپنے والد (حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: قطع کرنے والا شخص جنت میں نہیں جائے گا۔

ابن ابی عمر نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے سفیان یہ کہتے ہیں' اس سے مراد قطع رحمی کرنے والا شخص ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

صلہ رحمی کی حقیقت اور قطع رحمی کی وعید:

پہلی حدیث باب میں صلہ رحمی کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ کسی کے احسان کے عوض میں حسن سلوک کرنا صلہ رحمی نہیں ہے' بلکہ قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ نیکی کرنا صلہ رحمی ہے۔ گویا صلہ رحمی ایک ایسی نیکی ہے جو کسی کے احسان یا نیکی کے بدلے نہ ہو بلکہ الحب للہ والبغض للہ کی بنا پر کی جائے۔ دوسری حدیث باب میں قطع رحمی کی وعید و مذمت بیان کی گئی ہے کہ قطع رحمی کرنے والا شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ وہ جنت سے محروم رہے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قطع رحمی کرنے والا حقوق العباد کا مجرم ہوتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق اگر چاہے تو معاف کر دیتا ہے لیکن حقوق العباد معاف نہیں کرتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حُبِّ الْوَلَدِ

باب 11- اولاد کے ساتھ محبت کا بیان

1833 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ سُوَيْدٍ

1832- اخرجه البخاری (428/10) کتاب الآداب' باب: اثم القاطع' حدیث (5983)' ومسلم (1981/4) کتاب البر والصلة والآداب' باب: صلة الرحم وتحریم قطعیتها' حدیث (18 ,2556/19) وابو داؤد (530/2) کتاب الزکوٰة' باب: فی صلة الرحم' حدیث (1696) واحمد (84'83'80/4) والحمیدی (254/2) حدیث (557) من طریق الزهری عن محمد بن جبیر' فذکره.

يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَقُوْلُ زَعَمَتِ الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيْمٍ قَالَتْ

متن حدیث: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّهُوَ مُحْتَضِنٌ اَحَدَ ابْنَي ابْنَتِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ اِنَّكُمْ لَتُبَخِّلُوْنَ وَتُجَبِّنُوْنَ وَتُجَهِّلُوْنَ وَاِنَّكُمْ لَمِنْ رَيْحَانِ اللّٰهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَالْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهِ

توضیح راوی: وَلَا نَعْرِفُ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ سَمَاعًا مِّنْ خَوْلَةَ

عمر بن عبداللہ العزیز بیان کرتے ہیں: ایک نیک خاتون سیّدہ خالہ بنت حکیم نے یہ بات بیان کی ہے ایک دن نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ نے اپنے ایک نواسے کو گود میں اٹھایا ہوا تھا آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔ تم لوگ (یعنی اولاد) آدمی کو بخیل کر دیتی ہے۔ اسے بزدل بنا دیتی ہے۔ اسے بے پرواہ کر دیتی ہے۔ حالانکہ تم لوگ (یعنی اولاد) اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت اشعث بن قیس (رضی اللہ عنہما) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

ابن عیینہ نے ابراہیم کے حوالے سے روایت نقل کی ہے ہم اسے صرف انہی کے حوالے سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق عمر بن عبدالعزیز نے سیّدہ خولہ رضی اللہ عنہا سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

شرح

والدین کا اولاد سے محبت کرنا:

اولاد کے حقوق اور والدین کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ والدین اپنی اولاد پر شفقت کریں اور ان سے محبت کریں، اس بارے میں ایک مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بڑوں کا احترام نہ کیا اور چھوٹوں پر شفقت نہ کی، وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ والدین کا اولاد سے تعلق اور اولاد کی محبت کا بھی تقاضا ہے کہ اولاد پر دست شفقت رکھا جائے اور مہربانی کی جائے۔ والدین، اولاد کی ضروریات کو پورا کرنے یعنی ان کی رہائش، خوراک اور لباس وغیرہ کے مسائل حل کرنے کے لیے شب و روز کوشش کرتے ہیں، اس مقصد کی تکمیل کے لیے غیر ملکی سفر کی مشکلات برداشت کرتے ہیں اور گرمی و سردی کی تکالیف سے بھی دوچار ہوتے ہیں۔ والدین اولاد کے سبب تعلیم حاصل نہیں کر سکتے، جہاد میں شمولیت سے حتی الوسع احتیاط کرتے ہیں، ان کی تعلیم و تربیت اور عظیم تر بنانے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں خواہ اولاد کتنی بھی نافرمان ہو، والدین انہیں اپنی دعاؤں سے نوازتے ہیں اور انہیں اپنے دل کا ٹکڑا قرار دیتے ہیں۔ کاش! اولاد بھی اپنے دل میں اپنے والدین کی اتنی محبت رکھے، ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرے تو ہمارے معاشرے میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

1833- اخرجه احمد (409/6) والحميدی (160/1) حديث (334) من طريق سفيان، عن ابراهيم بن ميسرة، عن ابن ابی سويد، عن عمر بن عبد العزيز، فذكره.

دور حاضر میں فلمز، گانوں کی گرج اور ٹیلی وژن کے ناسور نے اولاد کو والدین کی تابعداری سے اتنا دور کر دیا ہے کہ ان کا قریب آنا مشکل محسوس ہونے لگا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي رَحْمَةِ الْوَلَدِ

باب 12- اولاد کے لئے رحمت کا بیان

1834 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَبْصَرَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُقَبِّلُ الْحَسَنَ قَالَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ الْحُسَيْنَ اَوِ الْحَسَنَ فَقَالَ اِنَّ لِيْ مِنَ الْوَلَدِ عَشَرَةً مَّا قَبَّلْتُ اَحَدًا مِّنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّعَآئِشَةَ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ اقرع بن حابس نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ اس وقت آپ امام حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے تھے۔

ابن ابی عمر نامی راوی نے یہ بات نقل کی ہے امام حسن رضی اللہ عنہ یا شاید امام حسین رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے تھے' تو وہ بولا: میرے دس بچے ہیں اور میں نے کبھی ان میں سے کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا تو نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

اس بارے میں حضرت انس اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نامی راوی کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1834- اخرجه البخاری (440/10) كتاب الادب' رحمة الولد وتقبيله ومعانقته' حديث (5997) ومسلم (1808/4' 1809) كتاب الفضائل' باب: رحمة صلى الله عليه وسلم الصبيان والعيال' وتواضعه' وفضل ذلك' حديث (2318/65) وابو داؤد (777/2) كتاب الآداب' باب: في قبلة الرجل ولده' حديث (5218) واحمد (228/2' 241' 269' 514)

شرح

اولاد پر شفقت ومہربانی کرنا:

اسلام نے والدین کو یہ درس دیا ہے کہ وہ اولاد سے شفقت ومہربانی کا برتاؤ کریں، والدین اور اولاد کی محبت کا تقاضا بھی یہی ہے اور اس سلسلے میں والدین کو اولاد کی کوتاہیوں کو بھی نظر انداز کرنا ہوگا۔ حدیث باب میں بھی یہی درس دیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبیلہ بنوتمیم کے سردار حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں ملاحظہ کیا کہ آپ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوسے دے رہے تھے، عرض کیا: یارسول اللہ! میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی ایسے بوسانہیں دیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ "۔ جو رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا"۔ مہربانی نہ کرنے کے تین درجے ہیں: (۱) بالکل مہربانی نہ کرنا (۲) کم مہربانی کرنا (۳) بہت ہی کم مہربانی کرنا۔ وعلیٰ ھذا القیاس مہربانی نہ کیے جانے کے بھی تین درجات ہیں۔ الغرض والدین جس قدر اولاد پر مہربان ہوں گے، اللہ تعالیٰ بھی ان پر اسی قدر مہربانی فرمائے گا۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۴۹۶۹) مہربان لوگوں پر اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتا ہے۔ تم اہل زمین پر رحم کرو تو آسمان والی ذات تم پر مہربانی کرے گی"۔

ایک اعرابی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: کیا آپ لوگ بچوں کو بوسے دیتے ہیں؟ ہم تو انہیں بوسے نہیں دیتے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَوَاَمْلِكُ لَكَ، اِنْ نَّزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث ۴۹۴۸) اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے محبت نکال دی ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں: تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى؛ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۴۹۵۳) تم مومنوں کو دیکھو گے باہم مہربانی کرنے میں، ایک دوسرے سے محبت کرنے میں اور ایک دوسرے سے نرم برتاؤ کرنے میں جسد واحد کی مثل ہیں، جس کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو تو سارا جسم اس میں ہمنوا ہو جاتا ہے یا بخار میں۔"

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّفَقَةِ عَلَى الْبَنَاتِ وَالْاَخَوَاتِ

باب 13- بیٹیوں اور بہنوں پر خرچ کرنے کا حکم

1835 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

1835- اخرجه ابوداؤد (759/2) كتاب الادب' باب: في فضل من عال يتيماً' حديث (5148) والحميدي (323/2'324) حديث (738) من طريق ابوسعيد' فذكره.

متن حدیث: لَا يَكُوْنُ لِاَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ ثَلَاثُ اَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ اِلَيْهِنَّ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّاَنَسٍ وَّجَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ اسْمُهٗ سَعْدُ بْنُ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ وَّسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ هُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِكِ بْنِ وُهَيْبٍ وَّقَدْ زَادُوْا فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ رَجُلًا

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے' تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت انس، حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک بن سنان ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک بن وھیب ہے۔

بعض محدثین نے اس کی سند میں ایک مزید شخص کا ذکر کیا ہے۔

1836 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيْدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: مَنِ ابْتُلِيَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْبَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص بیٹیوں کی (پرورش) کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور اس نے صبر سے کام لیا' تو وہ بچیاں اس کے لئے جہنم سے رکاوٹ بن جائیں گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

1837 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِيْرٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ هُوَ الطَّنَافِسِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الرَّاسِبِيُّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ دَخَلْتُ اَنَا وَهُوَ الْجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ وَاَشَارَ بِاُصْبُعَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

1836- اخرجه البخاری (332/3) كتاب الزكوٰة' باب: اتقوا النار ولو بشق تمرة' والقليل من الصدقة' حديث (1418) وطرفه فی (5995) ومسلم (2027/4) كتاب البر والصلة والآداب' باب: فضل الاحسان الى البنات' حديث (2630/148) واحمد (243'166'87'33/6) من طريق محمد بن ابی حفصة' عن الزهری به.

1837- اخرجه مسلم (2027/4) كتاب البر والصلة والآداب' باب: فضل الاحسان الى البنات' حديث (2631/149)

توضیح راوی: وَقَدْ رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ غَیْرَ حَدِیْثٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ وَّالصَّحِیْحُ هُوَ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص دو بچیوں کی پرورش کرتا ہے میں اور وہ شخص ان دونوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

محمد بن عبید نامی راوی نے محمد بن عبدالعزیز نامی راوی سے اس کے علاوہ بھی دیگر روایات اس سند کے ہمراہ نقل کی ہیں۔ انہوں نے یہ بات نقل کی ہے ابوبکر بن عبیداللہ بن انس سے منقول ہے حالانکہ درست یہ ہے کہ یہ عبیداللہ بن ابوبکر بن انس سے منقول ہے۔

1838 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَکْرِ ابْنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ دَخَلَتِ امْرَاَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَسَاَلَتْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ شَیْئًا غَیْرَ تَمْرَةٍ فَاَعْطَیْتُهَا اِیَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَیْنَ ابْنَتَیْهَا وَلَمْ تَاْکُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِیَ بِشَیْءٍ مِّنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ کُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک مرتبہ ایک عورت (میرے ہاں) آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں اس نے کچھ (کھانے کے لئے) مانگا تو اس وقت اسے میرے پاس سے ایک کھجور ملی' وہی میں نے اسے دے دی۔ اس نے وہ کھجور ان دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دی اور خود کچھ نہیں کھایا پھر وہ اٹھ کر چل دی۔ نبی اکرم ﷺ گھر تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس بارے میں بتایا' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: جو شخص بیٹیوں (کی پرورش) کی آزمائش میں مبتلا کیا جائے تو بیٹیاں اس کے لئے جہنم سے رکاوٹ ہوں گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1839 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ بَشِیْرٍ عَنْ سَعِیْدٍ الْاَعْشٰی عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ کَانَ لَهٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ ثَلَاثُ اَخَوَاتٍ اَوِ ابْنَتَانِ اَوْ اُخْتَانِ فَاَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَی اللّٰهَ فِیْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جس شخص کی تین بیٹیاں

ہوں یا تین بہنیں ہوں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) دو بیٹیاں ہوں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اس شخص کو جنت ملے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

بہنوں اور بیٹیوں پر دولت خرچ کرنے کی فضیلت:

عام طور پر والدین لڑکوں پر خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اس لیے کہ کیونکہ مستقبل میں وہ مقاصد کے حصول اور دنیا طلبی کے لیے کام آتے ہیں جب کہ بہنوں اور بیٹیوں پر دولت خرچ نہیں کرتے، کیونکہ ان سے بیٹوں جیسے مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شادی کی شکل میں دوسرے گھر چلی جاتی ہیں تاہم ان پر دولت خرچ کرنے کی فضیلت احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔

پہلی حدیث باب میں تین بہنوں یا تین بیٹیوں کی پرورش کرنے والے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس حسن سلوک کے عوض جنت عطا کرے گا۔ دوسری روایت میں بیٹیوں کا ذکر ہے کہ ان کی پرورش کرنے اور ان سے حسن سلوک کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم سے بچنے کا ذریعہ اور حصار بنا دے گا۔ تیسری حدیث میں دو بیٹیوں کی پرورش کے باعث جنت عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ بقول حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بیٹی کی پرورش کرنے کا اجر بھی دخول جنت ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد ۱ص ۳۵۹) چوتھی حدیث باب میں بھی بیٹیوں کی پرورش کا صلہ جہنم سے رکاوٹ بن جانا قرار دیا گیا ہے۔ پانچویں حدیث باب میں بھی پہلی روایت کا مضمون بیان کیا گیا ہے یعنی تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے جنت عطا کی جاتی ہے۔

(۱) عصر حاضر میں بیٹیوں کی پرورش، ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام اور بر موقع شادی جہیز کی تیاری پھر تا حیات ان کی خدمت و معاونت کرنا باپ کے لیے ایک مسئلہ ہے، اسی لیے اسلام نے اس مشقت برداشت کرنے والا کا ثواب جنت تجویز کیا ہے۔

فائدہ نافعہ (۲) اللہ تعالیٰ نے اولاد کے باب میں لڑکیوں کا ذکر پہلے اور لڑکوں کا بعد میں کیا ہے۔ بلاشبہ لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور لڑکے انعام ہیں۔ اس طرح لڑکیوں کی فضیلت زیادہ ہے اور ان کی پرورش پر اللہ تعالیٰ نے انعام و ثواب بھی زیادہ رکھا ہے۔ پہلی بار بچی کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ چنانچہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خاتون کے لیے باعث برکت یہ ہے کہ وہ پہلی بچی جنم دے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۴۷)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رَحْمَةِ الْيَتِيمِ وَكَفَالَتِهٖ

باب 14- یتیم پر شفقت اور اس کی کفالت کا حکم

1840 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الطَّالَقَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ

يُحَدِّثُ عَنْ حَنَشٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ قَبَضَ يَتِيمًا مِنْ بَيْنِ الْمُسْلِمِينَ اِلٰى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ اِلَّا اَنْ يَعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ لَهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ مُرَّةَ الْفِهْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَحَنَشٌ هُوَ حُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ وَّهُوَ اَبُوْ عَلِيٍّ الرَّحَبِيُّ وَسُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ يَقُوْلُ حَنَشٌ وَّهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص مسلمانوں میں سے کسی یتیم بچے کو اپنے کھانے اور پینے میں شریک کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ضرور داخل کرے گا ماسوائے اس صورت کے کہ وہ ایسا گناہ کرلے جس کی بخشش ہی نہ ہوسکتی ہو۔

اس بارے میں حضرت مرّہ فہری حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوامامہ، حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

حنش نامی راوی حسین بن قیس ہیں' اور یہی ابوعلی رحبی ہیں۔

سلیمان تیمی نے یہ بات بیان کی ہے حنش نامی راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

1841 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِمْرَانَ اَبُو الْقَاسِمِ الْمَكِّيُّ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَاَشَارَ بِاُصْبُعَيْهِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دونوں کی طرح ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کیا (راوی کہتے ہیں) یعنی شہادت کی انگلی کے ذریعے اور درمیانی انگلی کے ذریعے (اشارہ کیا)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

یتیم کی کفالت کرنے اور اس پر شفقت کرنے کی فضیلت:

وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی جس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ جائے، کو یتیم کہا جاتا ہے۔ اسلام نے تلقین کی ہے کہ یتیم کی کفالت و پرورش مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ جو شخص اپنی اولاد کی طرح یتیموں کی کفالت کرتا ہے، ان کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتا ہے اور ان پر

1841- اخرجه البخاری (349/9) کتاب الطلاق' باب: اللعان' حديث (5304) وطرفه (6005) وابو داؤد (760/2) کتاب الآداب' باب: فی من ضم اليتيم' حديث (5150) واحمد (333/5) من طريق ابو حازم' فذكره.

دست شفقت رکھتا ہے، اس کی فضیلت احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص یتیم کو اپنے کھانے میں شامل کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے جنت سے نواز دیتا ہے اور جو آدمی کسی یتیم کی کفالت اپنے ذمہ لے لیتا ہے، تو اسے جنت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل ہوگی۔ زبان نبوت سے اس انعام کا اعلان ہوا کہ یتیم کی کفالت کرنے والا اور میں جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا دیا۔

(۱) شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں جلوہ گر ہوں گے تو یتیم کی پرورش کرنے والے کو جنت عطا ہوگی اور آپ کی رفاقت بھی عطا ہوگی۔ تاہم دخول جنت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل نہیں ہوگی، کیونکہ آپ پہلے جنت میں جلوہ گر ہوں گے، اس کے بعد دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پھر امتی درجہ بدرجہ داخل ہوں گے۔

(۲) دو گناہ ایسے ہیں جن کی بخشش نہیں ہے: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ٹھہرانا۔ (۲) حقوق العباد: حقوق العباد، شہید کو بھی معاف نہیں ہوتے، تاہم اصحاب حقوق معاف کریں تو یہ معاف ہو سکتے ہیں۔ جو شخص کسی یتیم کی پرورش کرتا ہے اور اس کے لیے ان دونوں موانع میں سے کوئی باقی نہ ہو، وہ جنت میں جائے گا۔

اہم بات: کاش! اہل دول اور تجار لوگ جہاں دنیوی معاملات و مقاصد کے لیے تجارت کرتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آخرت کی تجارت کریں کہ کسی یتیم یا بے سہارا بچے کو اپنی کفالت میں لے کر جنت کے حقدار بننے کی کوشش کریں۔ جو لوگ مستقل طور پر کفالت نہیں کر سکتے وہ کم از کم کسی یتیم کی تعلیم کے اخراجات یا شادی کے موقع پر جہیز کا انتظام کر کے بھی یہ تجارت اور یہ سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ رَحْمَةِ الصِّبْیَانِ

باب 15- بچوں پر شفقت کرنا

1842 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ زَرْبِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَقُوْلُ

متنِ حدیث: جَآءَ شَیْخٌ یُرِیْدُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَبْطَاَ الْقَوْمُ عَنْهُ اَنْ یُّوَسِّعُوْا لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ اُمَامَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّزَرْبِیٌّ لَهٗ اَحَادِیْثُ مَنَاکِیْرُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّغَیْرِهٖ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک بڑی عمر کا شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

لوگوں نے اسے راستہ دینے میں تاخیر کی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کا احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

اس روایت کے ایک راوی زربی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کے حوالے سے "منکر" روایات نقل کی ہیں۔

1843 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ نَحْوَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے احترام سے واقف نہیں، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

1844 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّحَدِيْثُ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ اَيْضًا

مذاہبِ فقہاء: قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا يَقُوْلُ لَيْسَ مِنْ سُنَّتِنَا لَيْسَ مِنْ اَدَبِنَا وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يُنْكِرُ هٰذَا التَّفْسِيْرَ لَيْسَ مِنَّا يَقُوْلُ لَيْسَ مِنْ مِلَّتِنَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے' جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کا احترام نہیں کرتا جو نیکی کا حکم نہیں دیتا اور برائی سے روکتا نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

محمد بن سعد نے عمرو بن شعیب کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' وہ حدیث "صحیح" ہے۔

1843– اخرجه البخاری فی الادب المفرد (355'358'363) واحمد (185) من طریق عمرو بن شعیب' عن ابیه فذکره۔

1844– اخرجه احمد (257/1) وعبد بن حمید (202) حدیث (856) من طریق عکرمة' فذکره۔

یہی روایت عبداللہ بن عمرو کے حوالے سے دیگر سند سے بھی منقول ہے۔
بعض اہل علم نے یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''وہ ہم میں سے نہیں ہے'' اس سے مراد یہ ہے: ہماری سنت سے تعلق نہیں ہے یعنی ہمارے آداب کا حصہ نہیں ہے۔
علی بن بن مدینی بیان کرتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے۔ سفیان ثوری نے اس وضاحت کا انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں: یہاں ''ہم میں سے نہیں'' سے مراد ''ہماری ملت میں سے نہیں'' ہے۔

شرح

چھوٹوں پر شفقت نہ کرنے اور بڑوں کا احترام نہ کرنے کی وعید:

اسلام حسن سلوک، رواداری، چھوٹوں پر شفقت کرنے اور بڑوں کا احترام کرنے کا درس دیتا ہے۔ چھوٹون پر شفقت نہ کرنا اور بڑوں کا احترام نہ کرنا، جرم ہے۔ اس جرم کی وعید و مذمت احادیث باب میں بیان کی گئی۔ روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص چھوٹوں پر دست شفقت نہیں رکھتا اور بڑوں کا احترام نہیں کرتا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے محروم رہے گا۔ علاوہ ازیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

فائدہ نافعہ: (۱) احادیث باب کا تعلق جوامع الکلم سے ہے یعنی وہ روایات جن کے الفاظ مختصر ہوں اور معانی و مفاہیم کثیر ہوں۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا۔ ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کی اور بڑوں کا احترام نہ کیا۔''

(۲) چھوٹوں پر شفقت نہ کرنا' بڑوں کا احترام نہ کرنا، نیکی کا حکم نہ کرنا اور برائی سے منع نہ کرنا، حقوق تلفی اور گناہ کبیرہ کے زمرے میں آتا ہے۔ گناہ کبیرہ کا ارتکاب اور حقوق تلفی دونوں قابل مؤاخذہ جرم ہیں لیکن ان کی وجہ سے مسلمان اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

(۳) احادیث باب میں: لَيْسَ مِنَّا۔ کے الفاظ زجر و توبیخ اور وعید و مذمت پر محمول ہیں، جس طرح یہ حدیث مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ حقیقت پر محمول نہیں ہے' بلکہ وعید پر محمول ہے۔ علاوہ ازیں لَيْسَ مِنَّا۔ کی تفسیر بایں الفاظ کی گئی ہے:

(۱) ليس من ملتنا (۲) ليس من سنتنا (۳) ليس من ادبنا (۴) ليس من مثلنا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رَحْمَةِ النَّاسِ

باب 16- لوگوں پر شفقت کرنا

1845 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ حَدَّثَنَا قَيْسٌ

1845- اخرجه البخاري في الادب المفرد (96، 375) ومسلم (1809/4) كتاب الفضائل' باب: رحمة صلى الله عليه وسلم الصبيان والعيال' حديث (66/2319) واحمد (360/4، 365) والحميدي (351/2) حديث (802) من طريق اسماعيل بن ابي خالد' عن قيس بن ابي حازم' فذكره.

حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: مَنْ لَّا يَرْحَمِ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللّٰهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

1846 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ كَتَبَ بِهٖ اِلَىَّ مَنْصُوْرٌ وَّقَرَاْتُهٗ عَلَيْهِ سَمِعَ اَبَا عُثْمَانَ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متن حدیث: لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ

اسنادِ دیگر: قَالَ وَاَبُوْ عُثْمَانَ الَّذِىْ رَوٰى عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ لَا يُعْرَفُ اسْمُهٗ وَيُقَالُ هُوَ وَالِدُ مُوْسٰى بْنِ اَبِىْ عُثْمَانَ الَّذِىْ رَوٰى عَنْهُ اَبُو الزِّنَادِ وَقَدْ رَوٰى اَبُو الزِّنَادِ عَنْ مُّوْسٰى بْنِ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ حَدِيْثٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوالقاسم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: صرف بدبخت شخص سے رحم (کے جذبے) کو الگ کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کرنے والے راوی ابوعثمان کے نام کا ہمیں علم نہیں ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ موسیٰ بن ابوعثمان کے والد ہیں' اور یہ وہی شخص ہیں جن کے حوالے سے ابوزناد نے احادیث نقل کی ہیں۔

ابوزناد نامی راوی نے موسیٰ بن ابوعثمان کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے دیگر روایات نقل کی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

1846- اخرجه البخاري في الادب المفرد (374) وابو داؤد (703/2) كتاب الادب: باب: في الرحمة' حديث (4942) واحمد (301/2'442'461'539) من طريق ابوعثمان مولى المغيرة بن شعبة فذكره.

1847 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِیْ قَابُوسَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَمَنْ وَّصَلَهَا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان میں موجود ذات تم پر رحم کرے گی رحم، رحمان کی شاخ ہے' جو شخص اس کو ملاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ملاتا ہے' جو شخص اس کو کاٹ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کاٹ دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

لوگوں پر شفقت ومہربانی کرنا:

دل سے جس قدر مہربانی کا جذبہ ختم ہوگا، اسی قدر شقاوت کے درجہ میں اضافہ ہوگا۔ مہربانی وشفقت کے کم ہونے سے بدبختی بڑھے گی اور مہربانی کے بڑھنے سے سعادت میں اضافہ ہوگا۔ احادیث باب میں لوگوں سے حسن سلوک اور مشفقانہ رویہ اختیار کرنے کا درس دیا گیا ہے، جس کا خلاصہ اس مشہور حدیث میں بیان کیا گیا ہے: الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۴۹۹۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، پس مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے''۔

الغرض! ان روایات میں لوگوں سے مہربانی کرنے اور نرمی سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جو شخص اللہ کی مخلوق اور لوگوں سے مہربانی کرنے کا جذبہ نہیں رکھتا، وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے محروم رہے گا۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے: شقاوت وبدبختی کی وجہ سے شفقت کا جذبہ ختم ہوتا ہے۔ بقول شاعر

تم مہرباں ہو اہلِ زمین پر　　　خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

بَابُ مَا جَآءَ فِی النَّصِيْحَةِ

باب 17- خیر خواہی کا بیان

1848 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ

1847- اخرجه ابوداؤد (703/2) كتاب الادب' باب: في الرحمة' حديث (4941) واحمد (160/2) والحميدي (269/2) حديث (591) من طريق ابوقابوس' فذكره.

اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متن حدیث: بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی کہ نماز قائم کرنی ہے زکوٰۃ ادا کرنی ہے اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی اختیار کرنی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1849 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيْسٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَتَمِيْمٍ الدَّارِیِّ وَجَرِيْرٍ وَّحَكِيْمِ بْنِ اَبِیْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ وَثَوْبَانَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: دین خیر خواہی کا نام ہے۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی' لوگوں نے عرض کی: کس کے لئے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، مسلمان حکمرانوں کے لئے اور ان کے عام افراد کے لئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت تمیم داری، حضرت جریر، حکیم بن ابوزید (رضی اللہ عنہم) کی ان کے والد سے، اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

لوگوں سے خیر خواہی کرنا:

لفظ: النصیحۃ؛ واحد ہے اور اس کی جمع نصائح ہے' جس کا معنیٰ ہے: خیر اندیشی، خیر خواہی، بہتری چاہنا، بھلائی چاہنا۔

1848- اخرجہ احمد (297/2) ومسلم (313/1) کتاب الایمان' باب: بیان ان الدین النصیحۃ (56/97) من طریق اسماعیل بن ابی خالد بہ۔

1849- اخرجہ البخاری (166/1) کتاب الایمان: باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدین: النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم' حدیث (57) واطرفہ (58'524'1401'2157'2714'2715'7204) ومسلم (269/1-الابی) کتاب الایمان باب: بیان ان الدین النصیحۃ' حدیث (56/97) واحمد (360/4) والدارمی (248/2) کتا بالبیوع' باب: فی النصیحۃ وابن خزیمۃ (13/4) حدیث (2259) والحمیدی (249/2) حدیث (715) من طریق اسماعیل بن ابی خالد' فذکرہ۔

حدیث باب اسلامی تعلیمات کے چوتھائی احکام پر مشتمل ہے۔ بقول حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ روایت تمام دین پر مشتمل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی اہم بات ارشاد فرماتے تو اس کا تین بار اعادہ فرماتے۔ اس موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دریافت کیا: لِمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ دین کس کی خیر خواہی کا نام ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ. اللہ تعالیٰ کی، اللہ تعالیٰ کی کتاب کی، امراء وقت کی اور عام لوگوں کی ایک روایت میں: وَلِرَسُوْلِهٖ۔ کے الفاظ بھی ہیں یعنی رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

جس طرح لفظ: اَلصَّلٰوةُ؛ کی نسبت کے اعتبار سے مختلف معانی ہیں مثلاً اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ ہے: مہربانی کرنا، بندوں کی طرف نسبت سے معنیٰ ہے: نماز، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے معنیٰ ہے: دعا اور فرشتوں کی نسبت سے معنیٰ ہے: استغفار۔ علیٰ ہذا القیاس لفظ: اَلنَّصِيْحَةُ؛ کی نسبت کے لحاظ سے بھی متعدد معانی ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی: اس کا مطلب ہے: ایمان یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، احکام اور صفات کے تقاضوں میں اللہ تعالیٰ کو ایک تسلیم کرنا اور محض اس کی عبادت کرنا۔

۲- اللہ تعالیٰ کی کتاب کی خیر خواہی: اس کا مطلب ہے قرآن کو تسلیم کرنا، اس کی تلاوت کرنا، اسے سمجھنا، اس کے احکام پر غور کرنا، اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا اور اس کی دعوت کو دوسروں تک پہنچانا۔

۳- رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنا، آپ سے بے حد عقیدت و محبت کرنا، آپ کی تعظیم بجالانا اور آپ کی تعلیمات کو دوسرے لوگوں تک پہنچانا۔

۴- امراء وقت کی خیر خواہی: ان کے احکام معلوم کرنا، ان پر عمل کرنا، ان کے بارے میں مثبت سوچ رکھنا اور دینی امور کے اعتبار سے ان کے خلاف بغاوت نہ کرنا۔

۵- عام لوگوں کی خیر خواہی: مسلمانوں کی بھلائی سوچنا، ان کے خیر خواہ ہونا، ان کے فوائد کو سوچنا، انہیں دینی احکام سکھانا، ان کی بھلائی کو پیش نظر رکھنا، انہیں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

دوسری حدیث باب میں تین امور کا حکم دیا گیا ہے: (۱) نماز قائم کرنا (۲) زکوٰۃ ادا کرنا (۳) ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا۔ اس روایت میں بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک غلام کو تین سو درہم میں ایک گھوڑا خرید کر لانے کا حکم دیا۔ وہ بازار پہنچا اور ایک گھوڑے کا سودا کیا، پھر اس کے مالک کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ مالک کو گھوڑے کی رقم ادا کر سکیں۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑا دیکھا اور اس کے مالک سے فرمایا: تمہارا گھوڑا تین سو درہم سے زائد قیمت کا ہے، کیا آپ یہ گھوڑا چار سو درہم میں فروخت کرنا پسند کریں گے؟ مالک نے عرض کیا: حضور! اگر آپ اس گھوڑے کی قیمت چار سو درہم عنایت فرمائیں تو قبول کرنے میں مجھے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ آپ نے دوبارہ فرمایا: تمہارا گھوڑا چار سو درہم سے بھی زیادہ قیمت کا

ہے، کیا آپ اسے پانچ سو درہم میں فروخت کرنا پسند کریں گے؟ اس طرح آپ گھوڑے کی قیمت میں اضافہ کرتے رہے حتی آپ نے آٹھ سو درہم میں گھوڑا خرید لیا۔ کسی نے دریافت کیا: حضور! آپ نے گھوڑے کو زیادہ قیمت میں کیوں خریدا جب کہ مالک آپ کو تین سو درہم میں فروخت کرنے کے لیے رضامند تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ؛ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ میں ہر مسلمان سے خیرخواہی کروں گا۔ میرے خیال کے مطابق اس شخص کا گھوڑا تین سو درہم کی قیمت سے زائد تھا، اگر میں اسے تین سو درہم میں خرید لیتا تو یہ عمل خیرخواہی کے منافی ہوتا اور میں مجرم قرار پاتا، اس لیے گھوڑے کی مناسب قیمت میں نے مالک کو پیش کردی ہے۔ (الطبرانی)
خیر القرون کے لوگوں میں اس قدر خیرخواہی کا جذبہ موجود تھا جب کہ بعد میں تاریخ ایسی خیرخواہی کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شَفَقَةِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ

باب 18- ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان پر شفقت

1850 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُوْنُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ التَّقْوٰى هَا هُنَا بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْتَقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ اَيُّوْبَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس کے ساتھ خیانت نہ کرے۔ اس کے ساتھ جھوٹ نہ بولے اور اس کو رسوائی کا شکار نہ کرے۔ ہر مسلمان کی عزت مال و جان دوسرے مسلمان کے لئے قابل احترام ہیں۔ تقویٰ یہاں ہوتا ہے' کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

1851 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ غَيْرَ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

1850- اخرجه ابوداؤد (686/2) كتاب الادب' باب: في الغيبة' حديث (4882) من طريق هشام بن سعد' عن زيد بن اسلم عن ابي صالح' عن ابي هريرة' فذكره' مختصرا۔

متن حدیث: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ایک مومن کی دوسرے مومن کے لیے مثال ایک عمارت کی طرح ہے' جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1852 حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: اِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ فَاِنْ رَاٰى بِهٖ اَذًى فَلْيُمِطْهُ عَنْهُ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ضَعَّفَهُ شُعْبَةُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ہر شخص دوسرے کا آئینہ ہوتا ہے اگر وہ اس میں کوئی خامی دیکھے تو وہ اس سے دور کر دے۔

شعیب نے یحییٰ بن عبداللہ نامی راوی کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے شفقت کا برتاؤ کرنا:

پہلی حدیث باب مختصر مگر جامع ہے جو کثیر احکام پر مشتمل ہے۔ سب سے قبل اس میں مسلمانوں کا باہمی رشتہ بیان کیا گیا ہے کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔ (الحجرات) ''مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

اس روایت کے تفصیلی احکام سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- لَايَخُوْنُهٗ: ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے خیانت نہیں کر سکتا۔ خیانت کا معنی ہے: دھوکہ دینا، بے ایمانی کرنا، کمی کرنا۔ ایک مسلمان دوسرے سے خیانت نہیں کر سکتا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ ایسی حرکت نہیں کر سکتا، کیونکہ دونوں

1851- اخرجه البخاري (674/1) كتاب الصلوة' باب: تشبيك الاصابع في المسجد وغيره' حديث (481) وطرفاه (2446' 6026) ومسلم (1999/4) كتاب البر والصلة والاداب' باب: تراحم المؤمنين' وتعاطفهم' وتعاضدهم' حديث (2585/65) والنسائي (79/5) كتاب الزكوة: باب: اجر الخازن اذا تصدق باذن مولاه' حديث (2560) واحمد (404/4' 405' 409) والحميدي (340/2) حديث (772) وعبد بن حميد (196) حديث (556) من طريق ابو بردة' فذكره.

کے مابین اخوت کا رشتہ قائم ہے اور یہ رشتہ خیانت کرنے میں مانع ہے۔

۲- وَلَا يَكْذِبُهُ: وہ اس سے کذب بیانی سے کام نہیں لیتا: لفظ: يَكْذِبُ؛ کو دو طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے: (۱) يَكْذِبُ: ثلاثی مجرد از باب ضَرَبَ يَضْرِبُ کے وزن پر، اس صورت میں معنٰی ہوگا: وہ اپنے بھائی سے جھوٹ نہیں بک سکتا۔ (۲) يُكَذِّبُ: ثلاثی مزید فیہ از تفعیل کے وزن پر۔ اس صورت میں معنٰی ہوگا: وہ اپنے مسلمان بھائی کی تکذیب نہیں کرتا۔ رشتہ اخوت کی وجہ سے نہ تو وہ جھوٹ بول سکتا ہے اور نہ اسے جھوٹا قرار دے سکتا ہے۔

۳- وَلَا يَخْذُلُهُ: وہ اسے رسوا نہیں کرتا: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے دست شفقت نہیں کھینچتا، اس سے دستبردار نہیں ہوتا، اسے بے یار و مدد نہیں چھوڑتا، اس سے دست تعاون نہیں کھینچتا۔ گویا ہمہ وقت اپنے بھائی سے تعاون و معاونت کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔

۴- كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ: ایک مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے' خواہ اس کی عزت ہو، اس کا مال ہو اور اس کا خون ہو؛ یعنی مسلمان اپنے بھائی کی آبروریزی نہیں کر سکتا، نہ اس کا مال ہڑپ کر سکتا ہے اور نہ اس کی خون ریزی کر سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ درمیان میں اخوت کا رشتہ بطور مانع موجود ہے۔

۵- اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا: تقویٰ یہاں ہے؛ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقویٰ یہاں ہے اور آپ نے اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ فرمایا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۶۴) گویا تقوٰی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ عام طور پر لوگ کسی کی عیب جوئی کرتے ہوئے کہتے ہیں: فلاں شخص بے ایمان ہے، دھوکہ باز ہے، بڑا نالائق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم ظاہری طور پر اس کی عیب جوئی کرتے ہو؟ تمہیں کیا علم تقوی تو سینے میں ہے۔

۶- بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْتَقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ: یعنی کسی شخص کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان کو حقیر و معمولی خیال کرتا ہو، کیونکہ ایک مسلمان کی شایان شان نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو ایسی نظر سے دیکھے۔ اس لیے کہ یہ رشتہ اخوت و موالات کے منافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فائدہ نافعہ: ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے لیے آئینہ کی مثل ہونا چاہیے کہ نہ دل میں عداوت و کدورت ہو اور نہ زبان پر عیب جوئی کے کلمات بلکہ قلب و زبان دونوں اعضاء صاف و شفاف ہونے چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّتْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ

باب 19- مسلمانوں کی پردہ پوشی کرنا

1853 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنِي اَبِي عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ

1853- اخرجه ابوداؤد (704/2) كتاب الاداب' باب: في العونة للمسلم' حديث (4946)

يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ فِي الدُّنْيَا يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ عَلٰى مُسْلِمٍ فِي الدُّنْيَا سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيْهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى اَبُوْ عَوَانَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ حُدِّثْتُ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی مسلمان سے کسی دنیوی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص سے قیامت کی تکالیف کو دور کرے گا' جو شخص دنیا میں کسی تنگ دست کو آسانی فراہم کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو دنیا اور آخرت میں آسانی فراہم کرے گا' جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ انسان جب تک اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر اور عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہما) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث ''حسن'' ہے۔

ابوعوانہ اور دیگر راویوں نے اعمش کے حوالے سے ابوصالح کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے، اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

انہوں نے اس حدیث کی سند میں ابوصالح سے مذکورہ ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

مسلمان کی پردہ پوشی کرنا اور اس کا صلہ:

حدیث باب میں اصلاح معاشرہ اور فکر آخرت کے حوالے سے چند مسائل بیان کیے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنی دنیا اور آخرت بہتر بنا سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسائل اصلاح امت کی غرض سے بیان کیے ہیں جن پر عمل کرنا از بس ضروری ہے۔ وہ مسائل درج ذیل ہیں:

☆ جو شخص کسی کی دنیوی پریشانی دور کرتا ہے مثلاً قرضہ فراہم کرتا ہے' تو اس نیکی کے عوض اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانی دور کرے گا۔

☆ جو شخص دنیا میں کسی کی تنگ دستی دور کر کے آسانی پیدا کر دیتا ہے مثلاً مالی معاونت کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے لیے آسانی پیدا فرما دے گا۔ اہل دول لوگ آخرت کی آسانی کے لیے زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ وخیرات دے کر اللہ تعالیٰ سے یہ معاملہ کر سکتے ہیں۔

☆ جو شخص کسی کے عیب یا ارتکاب معصیت سے مطلع ہو کر پردہ پوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے لوگوں کے سامنے رسوا کرنے سے محفوظ رکھے گا اور اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ تاہم موقع کی مناسبت سے رضاالٰہی کے لیے اصلاحی کاوش کرنے کی اجازت ہے جو نیکی کی بہترین شکل ہے۔

☆ جب تک کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی مدد ومعاونت میں مصروف عمل رہتا ہے، تو اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔

الغرض! اَلدُّنْيَا مِزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ اور نیکی کے بدلے نیکی والا معاملہ ہے، جس کی طرف توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو تعلیمات نبوی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الذَّبِّ عَنْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ

باب **20**- کسی مسلمان کی عزت سے (کسی تکلیف دہ چیز کو) دور کرنا

1854 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ النَّهْشَلِيِّ عَنْ مَرْزُوْقٍ اَبِیْ بَكْرٍ التَّيْمِيِّ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَّجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◄► سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے، جو شخص اپنے بھائی کی عزت سے (نقصان پہنچانے والی چیز) کو دور کردے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے جہنم کو دور کردے گا۔

اس بارے میں سیّدہ اسماء بنت یزید (رضی اللہ عنہا) سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

مسلمان کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنا:

اسلام نے مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی غیبت کرنے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ عمل ناپسند ہے، لہٰذا غیبت کرنے سے احتراز کرنا ازبس ضروری ہے۔ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کر کے اس کی آبروریزی کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا، کیوں اخوت کا رشتہ درمیان میں مانع موجود ہے۔ خود غیبت نہ کرنے اور غیبت کرنے والے کو روکنے کی فضیلت حدیث مبارکہ میں بایں الفاظ بیان کی گئی ہے: من ذب عن لحم اخيه

1854- اخرجه احمد (450،449/6) من طريق ام الدرداء فذكرته.

بالمغيبة كان حقًا على الله ان يعتقه من النار (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۴۹۸۱) جس شخص نے اپنے بھائی کے گوشت سے پیٹھ پیچھے ہٹایا یعنی غیبت کرنے والے کو غیبت کرنے سے روکا تو اللہ تعالیٰ کی ذمہ کرم پر ہے کہ اسے جہنم سے محفوظ رکھے''۔

حدیث باب میں بھی غیبت سے روکنے کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ غیبت سے روکنے والے کو نار جہنم سے محفوظ رکھے گا۔ ہمارے معاشرے میں شیر مادر کی طرح غیبت کو روا سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو اس ناسور سے محفوظ فرمائے اور ہمیں اخوت ومودت کا مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْهَجْرِ لِلْمُسْلِمِ

باب 21- مسلمان سے ملنا چھوڑنے کی ممانعت

1855 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ يَّلْتَقِيَانِ فَيَصُدُّ هٰذَا وَيَصُدُّ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَاُ بِالسَّلَامِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَهِشَامِ بْنِ عَامِرٍ وَّاَبِيْ هِنْدٍ الدَّارِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کسی بھی مسلمان کے لئے یہ بات جائز نہیں' وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ لاتعلق رہے یوں کہ جب وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے آئیں' تو یہ اُس سے منہ پھیر لے اور وہ اِس سے منہ پھیر لے۔ ان دونوں میں زیادہ بہتر وہ ہوگا' جو سلام میں پہل کر دے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ہشام بن عامر اور حضرت ابوہند داری (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1855- اخرجه البخاری (507/10) كتاب الادب' باب: الهجرة' قول رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل لرجل ان يهجر اخاه فوق ثلاث' حديث (6077) وطرفه (6237) ومسلم (1984/4) كتاب البر والصلة والاداب' باب: تحريم الهجر فوق ثلاث' حديث (2560/25) وابو داؤد (696/2) كتاب الاداب' باب: فيمن يهجر اخاه المسلم (4911) واحمد (422'421/5) والحميدى (186/1) حديث (377) وعبد بن حميد (223) من طريق ابن شهاب' عن عطاء بن يزيد' فذكره۔

شرح

مسلمان سے تعلقات منقطع کرنے کی ممانعت:

لفظ: ھجر؛ ثلاثی مجرد صحیح از باب نَصَرَ یَنْصُرُ کا مصدر ہے اس کا معنی ہے: دور ہونا، الگ ہونا، ترک تعلق، تعلق منقطع کرنا۔ انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہے۔ انسان سے عمداً یا سہواً زیادتی ہو جانا کوئی ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ ایسی صورت پیش آنے پر زیادتی کو نظر انداز کر دینا اور باہم شیر وشکر ہو جانے کے کثیر فوائد ہیں۔ اگر اس غلطی کو بنیاد بنا کر ناراض ہو کر تعلقات منقطع کر لیے جائیں تو تین دن تک تو روا ہے لیکن تین ایام سے زائد کی گنجائش نہیں ہے۔ تاہم اگر بنیاد کوئی شرعی مسئلہ ہو تو وہ اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہے۔ ناراضی کی صورت میں صلح میں پہل کرنے والا جنت میں پہلے داخل ہوگا۔

ایک دفعہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین کسی معاملے میں ناراضگی ہوگئی۔ اس ناچاکی میں ایک دو دن گزرے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے برادر اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پیغام بھیجا کہ ہمارے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جب دو شخص ناراض ہوں اور دونوں میں سے جو پہلے صلح کرے گا وہ جنت میں بھی پہلے داخل ہوگا۔ چونکہ آپ بڑے بھائی ہیں اور میرے پاس تشریف لائیں تاکہ صلح میں پہل کر کے جنت میں پہلے جائیں۔ جونہی یہ پیغام حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا تو وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ کر بغلگیر ہو گئے اور ناراضگی ختم کر دی۔

فائدہ نافعہ: حضرت امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ استاد اپنے شاگرد، شوہر اپنی بیوی اور والدین اپنی اولاد سے تین دن سے زائد ترک تعلق کرے تو جائز ہے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے، جس میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ایک مہینہ تک ترک تعلق کیا۔ علاوہ ازیں جہاد میں شریک نہ ہونے والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک تعلق کیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مُوَاسَاةِ الْاَخِ

باب 22- اپنے بھائی کی غم خواری کرنا

1856 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِيْنَةَ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَقَالَ لَهُ هَلُمَّ اُقَاسِمْكَ مَالِيْ نِصْفَيْنِ وَلِيَ امْرَاَتَانِ فَاُطَلِّقُ اِحْدَاهُمَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلُّوْنِيْ عَلَى السُّوْقِ فَدَلُّوْهُ عَلَى السُّوْقِ فَمَا رَجَعَ يَوْمَئِذٍ اِلَّا وَمَعَهُ شَيْءٌ مِّنْ اَقِطٍ وَّسَمْنٍ قَدِ اسْتَفْضَلَهُ فَرَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَمَا اَصْدَقْتَهَا قَالَ نَوَاةً قَالَ حُمَيْدٌ اَوْ قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّزْنُ نَوَاۃٍ مِّنْ ذَھَبٍ وَّزْنُ ثَلَاثَۃِ دَرَاھِمَ وَثُلُثٍ وَقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ وَزْنُ نَوَاۃٍ مِّنْ ذَھَبٍ وَّزْنُ خَمْسَۃِ دَرَاھِمَ سَمِعْتُ اِسْحٰقَ بْنَ مَنْصُوْرٍ یَّذْکُرُ عَنْھُمَا ھٰذَا

◄◄ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے اور سعد بن ربیع (انصاری) کے درمیان بھائی چارہ قائم کردیا' تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ آئیں میں اپنا مال دوحصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ (اور ایک حصہ آپ کو دے دیتا ہوں) میری دو بیویاں ہیں۔ میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دیتا ہوں۔ جب اس کی عدت پوری ہو جائے گی' تو آپ اس سے شادی کرلیں تو حضرت عبدالرحمٰن نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل خانہ اور مال میں برکت نصیب کرے۔ آپ بازار تک میری رہنمائی کریں۔ ان لوگوں نے انہیں بازار تک پہنچادیا' تو اس دن جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہوں نے منافع کے طور پر پنیر اور گھی کمایا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے بعد جب انہیں دیکھا تو ان پر زرد رنگ کا نشان موجود تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے۔ انہوں نے عرض کی: میں نے ایک انصاری خاتون سے شادی کرلی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے اسے کیا مہر دیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: ایک گٹھلی جتنا سونا (اس میں راوی کو شک ہے) شاید یہ الفاظ ہیں گٹھلی کے وزن جتنا سونا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک بکری (ذبح کر کے دعوت کرو)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک گٹھلی کے وزن جتنا سونے کا وزن تین درہم جتنا ہوتا ہے۔

امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک گٹھلی جتنے سونے کا وزن پانچ درہم کے برابر ہوتا ہے۔

اسحاق بن منصور نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہمیں یہ بات بتائی ہے۔

شرح

اپنے بھائی کے لیے غم خواری اور ایثار کرنا:

ہجرت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے مابین رشتہ مواخات قائم فرمایا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مہاجر ہو کر آئے تھے کا رشتہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انصار میں سے تھے، سے قائم کردیا۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مہاجر بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ اپنا نصف مال اور طلاق وعدت کے بعد اپنی دوسری بیوی سے نکاح کرنے کی پیشکش کی لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دعا سے نوازا لیکن کوئی چیز وصول نہ کی۔ صبح ہونے پر انہوں نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدینہ طیبہ کی منڈی کا راستہ دریافت کیا اور منڈی پہنچ کر بغیر سرمایہ کے تجارت کا سلسلہ شروع کردیا۔ شام کے وقت جب گھر لوٹے تو پنیر اور گھی ساتھ لائے، دونوں چیزیں دن بھر کی تجارت سے بطور منافع تھیں۔ اس طرح وہ تجارت کرتے رہے تو چند ایام بعد ایک انصاری

خاتون سے شادی کر لی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے کپڑوں پر صفرہ (ایک نسوانی خوشبو کا نام ہے) ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے اس کے بارے میں تعجب سے دریافت کیا، کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ تعالیٰ غیر شادی شدہ تھے۔ انہوں عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ایک انصاری خاتون سے شادی کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا: اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ؛ تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہو۔

فائدہ نافعہ: (۱) ایجاب وقبول کا نام نکاح ہے اور حق مہر شوہر کے ذمہ قرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ ولیمہ کرنا سنت ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق نکاح مسنون ایک آسان ترین عمل ہے لیکن اس میں غیر شرعی امور کو شامل کر کے اس قدر دشوار بنادیا گیا ہے کہ غرباء اور مساکین کے لیے وبال جان بن گیا ہے۔ حتی کہ نیوتر اکا ناسور شامل کر کے ''ولیمہ'' کو بھی مسنون نہیں رہنے دیا گیا۔ کاش! علماء کرام اپنی ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاشرے کو اس منجدھار سے نجات دلائیں! فائدہ نافعہ: (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ؛ یہاں کلمہ ''لَوْ'' میں دو احتمال ہیں: (۱) لو تکثیر: پاک وہند میں ایک بکری ذبح کی جائے تو خواہ کھانا معیاری ہو یا غیر معیاری، کثیر لوگوں کی دعوت کر دی جاتی ہے۔ اس طرح ہمارے ہاں یہ لَو تکثیر کے لیے ہے۔ (۲) لو تقلیل: اہل عرب کے ہاں ایک بکری ذبح کر کے صرف بیس افراد کی دعوت کی جاتی ہے، ان کے ہاں ایک معیار ہے۔ اس طرح ان کے ہاں یہ (لَوْ) تقلیل کے لیے ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْغِيبَةِ

باب 23- غیبت کا بیان

1857 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْغِيبَةُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيهِ مَا اَقُولُ قَالَ اِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي بَرْزَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کیا گیا: یارسول اللہ غیبت سے مراد کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا ذکر ایسی چیز کے ہمراہ کرنا جو اس کو ناپسند ہو (سوال کرنے والے نے) عرض کی آپ کا کیا خیال ہے۔ اگر وہ چیز واقعی اس میں موجود ہو جو میں نے کہی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو تم نے کہی ہے اگر وہ واقعی اس میں موجود ہو تو پھر تم نے اس کی غیبت کی اور جو تم نے کہا ہے اگر وہ اس میں موجود نہ ہو تو تم نے اس پر الزام لگایا۔

1857- اخرجہ مسلم (2001/4) کتاب البر والصلة والآداب' باب: تحریم الغیبة' حدیث (2589/70) وابو داؤد (685/2) کتاب الادب' باب: فی الغیبة' حدیث (4874)

اس بارے میں حضرت ابو برزہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

غیبت اور بہتان میں فرق:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: کسی کے بارے میں پس پشت ایسی بات کہنا کہ اگر وہی بات اس کے سامنے کی جائے، اس پر دشوار گزرے۔عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اگر وہ بات (عیب) اس میں موجود ہو تب بھی غیبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی تو غیبت ہے۔اگر وہ بات (عیب) اس میں موجود نہ ہو، وہ بہتان ہے۔

کسی کی غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہے، اس کی مذمت و وعید قرآن کریم میں بایں الفاظ بیان کی گئی ہے: لَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ط اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (الحجرات: ۱۲) تم ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس کو ناپسند کرو گے۔تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے"۔اس آیت میں صریح الفاظ میں غیبت کرنے والے کی وعید و مذمت بیان کی گئی ہے۔یہ نص قرآنی ہے جسے کوئی ضعیف بھی کہنے کا مجاز نہیں ہے۔غیبت کرنا اور سننا دونوں مساوی گناہ ہیں۔

غیبت کے جواز کی صورتیں:

کسی کی غیبت کرنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔تاہم چھ صورتوں میں غیبت کی اجازت ہے:

۱-مظلوم قاضی یا سلطان وقت کے سامنے اپنی داستان ظلم بیان کرے تاکہ اس کی فریاد رسی ہو جائے۔اس موقع پر ظالم کے خلاف حرف شکایت زبان پر لانے کی اجازت ہے۔چنانچہ ارشاد ربانی ہے: اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتا لیکن مظلوم مستثنیٰ ہے۔(النساء: ۱۴۸)

۲-جب برائی میں تبدیلی اور مرتکب الکبائر کی اصلاح مقصود ہو، دوسرے شخص سے معاونت حاصل کرنے کے لیے کسی کی برائی بیان کرنے کی اجازت ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشہور منافق عبداللہ بن ابی کی دو باتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی تھیں جو سورہ منافقین کی آیت ۷ اور ۸ میں موجود ہیں۔علاوہ ازیں ان دو باتوں کی تفصیل احادیث میں مذکور ہے۔(ریاض الصالحین، رقم الحدیث ۱۵۳۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ حنین کے موقع پر مال غنیمت میں خیانت کرنے والے انصار کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تھی۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۱۵۰)

۳- استفتاء کے وقت کسی کی غیبت بیان کرنے کی اجازت ہے۔ حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کرتے ہوئے عرض کیا: ابوسفیان ایک بخیل شخص ہے جو مجھے خرچ فراہم نہیں کرتا جو میرے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو۔ (ریاض الصالحین، رقم الحدیث ۱۵۳۳)

۴- جب مسلمانوں کو کسی شر سے محفوظ رکھنا مقصود ہو، کسی کی برائی بیان کرنا جائز ہے۔ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کیا جازت طلب کی؛ آپ نے فرمایا: اسے آنے دو، وہ قبیلہ کا برا شخص ہے۔ (ریاض الصالحین، رقم الحدیث ۱۵۲۹) فن رجال میں ضعیف رواۃ پر جرح کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کنگال شخص ہے، اس کے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور ابوالجہم اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا۔ (ریاض الصالحین، رقم الحدیث ۱۵۳۱)

۵- جب کوئی شخص برے لقب کے ساتھ مشہور ہو، اسے پکارتے وقت مثلاً أعرج (لنگڑا) وغیرہ۔

۶- جب کوئی شخص سرعام مرتکب الکبائر ہوتا ہو، اس سے نفرت دلانے کے لیے لوگوں سے اس کی برائی بیان کرنے کی اجازت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو منافقوں کے بارے میں فرمایا: میرے خیال کے مطابق فلاں اور فلاں شخص ہمارے دین کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ (ریاض الصالحین، رقم الحدیث ۱۵۳۰)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَسَدِ

باب 24- حسد کا بیان

1858 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ الْعَطَّارُ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: لَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَّلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: آپس میں لاتعلقی اختیار نہ کرو۔ ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو' ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور آپس میں حسد نہ کرو۔ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کے رہو کسی بھی مسلمان کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلق رہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت

1858- اخرجه مسلم (1983/4) كتاب البر والصلة والاداب' باب: تحريم التحاسد والتباغض والتدابر' حديث (2559/23)

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے احادیث منقول ہیں۔

1859 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ یَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: رشک صرف دو طرح کے آدمیوں پر کیا جا سکتا ہے ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو' اور وہ دن رات اسے خرچ کرتا ہو دوسرا وہ شخص' جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا (علم) عطا کیا ہو' اور وہ دن رات اسی کے حوالے سے مصروف رہتا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

شرح

حسد کرنے کی ممانعت:

حسد کا مطلب ہے کہ کسی کے پاس قابل افتخار چیز دیکھے، دل میں ارادہ کرے کہ ی اس کے پاس نہ رہے' بلکہ میرے پاس آجائے۔ حدیث باب میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

حسد کی دو اقسام ہیں:

۱- حسد حقیقی: اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے کے پاس نعمت نہ رہے، خواہ وہ حاسد کو ملے یا نہ ملے، وہ محسود کے پاس نہ رہے۔ یہ حسد بالاجماع حرام ہے۔ اس کی حرمت کے بارے میں قرآن وسنت کی صریح نصوص موجود ہیں۔

۲- حسد مجازی: دوسرے کے پاس کو نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اس جیسی نعمت اسے بھی میسر ہو جائے، اس کا دوسرا نام غبطہ اور رشک ہے۔ دنیوی امور میں یہ جائز ہے جب کہ عبادات میں مستحب ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (التطفیف:۲۶) حرص کرنے والے کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے:

پہلی حدیث باب میں حسد حقیقی کا حکم بیان کیا گیا ہے اور دوسرے حدیث باب میں حسد مجازی کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

1859- اخرجه البخاری (511/13) کتاب التوحید' باب: قول الله تعالیٰ (لا تحرك به لسانك) حدیث (7529) ومسلم (357/3' نووی) کتاب الصلوٰة المسافرین وقصرها' باب: فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه' حدیث (518/266) وابن ماجه (1408/2) کتاب الزهد' باب: الحسد' حدیث (4209) واحمد (133'88'36/2)

پہلی حدیث باب میں چھ اہم مسائل بیان کیے گئے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- لَاتَقَاطَعُوْا: تم آپس میں ملاقات کا سلسلہ منقطع نہ کرو: ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے تعلق منقطع نہ کرے، یہ انقطاع زندگی بھر کی دوری کا باعث بھی بن سکتا ہے جو مسلمان کی شایان شان نہیں ہے۔

۲- وَلَاتَدَابَرُوْا: تم باہم تعلق ختم نہ کرو۔ لفظ: الدبر؛ کا معنی ہے: پشت، پیٹھ۔ جب اسے باب تفاعل کے وزن پر لایا جائے تو مطلب یہ ہوگا: باہم ایک دوسرے کی طرف پشت کرنا اور دونوں کے منہ مختلف سمت کی طرف ہوں یعنی ایک دوسرے سے ناراض ہو کر اپنا منہ پھیر لینا یا ملنے سے اعراض کرنا۔ تدابر اور تقاطع دونوں قریب المعنی الفاظ ہیں۔

۳- وَلَاتَبَاغَضُوْا: تم باہم بغض نہ رکھو: مطلب یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے کدورت، عداوت، بغض اور نفرت کرتے ہوئے دوری یا جدائی کی راہیں مت اختیار کرو۔

۴- وَلَاتَحَاسَدُوْا: تم ایک دوسرے پر حسد نہ کرو: حسد سے مراد ہے کہ کسی کے پاس نعمت دیکھ کر جلنا کہ وہ اس کے پاس نہ رہے، خواہ حاسد کو میسر آئے یا نہ آئے مگر محسود کے پاس نہ رہے۔ اس کو حسد حقیقی کہا جاتا ہے جو حرام ہے۔

۵- وَكُوْنُوا عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَانًا: اللہ کے بندو! تم آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ"۔ اس جملہ میں حکم مثبت پہلو سے دیا گیا ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ پہلی چار خرابیاں کالعدم ہو جائیں۔ اس میں بھائی بننے کا طریقہ اور رشتہ بھی بتا دیا کہ جب تمہارا معبود ایک ہے اور اسی کے سامنے اپنی پیشانی جھکاتے ہو، اس تعلق وعلاقہ نے تمہیں بھائی بھائی کے رشتہ میں جمع کر دیا ہے۔

۶- وَلَا يَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ: اور مسلم کے لیے جائز نہیں ہے وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ عرصہ بے تعلق رہے: مطلب یہ ہے کہ کسی رنجش، کدورت، نا اتفاقی، مخالفت اور ظلم وزیادتی کی وجہ سے تین دن سے زائد عرصہ بے تعلق رہنا حرام ہے۔

دوسری حدیث باب میں حسد مجازی مراد ہے، دو مسلمانوں کا باہم رشک یا غبطہ کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّبَاغُضِ

باب 25- ایک دوسرے سے بغض رکھنا

1860 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ اَنْ يَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ وَلٰكِنْ فِى التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّسُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

1860- اخرجه مسلم (2166/4) كتاب صفات المنافقين واحكامهم' باب: تحريش الشيطان وبعثه' سراياه لفتنة الناس وان مع كل انسان قرينا' حديث (2812/65) واحمد (3131/3) من طريق الاعمش' عن ابى سفيان عن جابر فذكره۔

توضیح راوی: وَاَبُوْ سُفْيَانَ اسْمُهٗ طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والے لوگ اس کی عبادت کریں' البتہ وہ ان کے درمیان لڑائی پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہے گا۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان بن عمرو کی ان کے والد کے حوالے سے' بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اس روایت کے راوی ابوسفیان کا نام طلحہ بن نافع ہے۔

شرح

ایک دوسرے سے بغض رکھنا:

شیطان، نمازیوں سے مایوس ہو چکا ہے کہ وہ انہیں مرتد کر کے مشرک بنا ڈالے۔ حدیث میں لفظ: المسلمون یا المؤمنون کے بجائے لفظ: المصلون؛ استعمال کیا گیا ہے کہ نماز کی برکت کی وجہ سے شیطان، نمازیوں کو مرتد کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جو لوگ فریضہ حج ادا کرتے ہیں، وہ بھی حج کی برکت سے شیطان کے ہاتھوں کھلونا بن کر مرتد نہیں ہو سکتے۔ اس سلسلے میں ایک مشہور حدیث ہے: جو شخص زادراہ اور راحلہ (سواری) کا مالک ہوا سے کوئی عذر بھی نہ ہو، وہ حج نہ کرے وہ یہودی یا نصرانی ہو کر کیوں نہیں مرتا! یعنی جو وسائل موجود ہونے کے باوجود حج نہیں کرتا، وہ مرتد ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نمازیوں اور حجاج کرام کو ارتداد سے محفوظ رکھتا ہے۔ ان کے ارتداد کا ایک واقعہ بھی بطور مثال نہیں ملتا لیکن جو لوگ تارک صلوٰۃ اور تارک حج وغیرہ ہیں ان کے اتدار کے بے شمار واقعات کتب کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

باب سے متعلق حدیث کا یہ حصہ ہے کہ شیطان نمازیوں کو مرتد بنانے میں خواہ ناکام ہو چکا ہے لیکن ان کے دلوں میں بغض وعناد، نفرت، کدورت اور عداوت ودشمنی پیدا کر کے اختلاف کی فضا قائم کر کے باہم تلواریں چلانے اور لڑائی کرانے میں ناکام نہیں ہوا۔ لہٰذا اس بارے میں بھی شیطان کو مایوس کرنے کے لیے مسلمانوں بالخصوص نمازیوں کو باہم اخوت ومودت سے شیر وشکر ہو کر رہنا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ

باب 26- لوگوں کے درمیان صلح کروانا

1861 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّهٖ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: لَيْسَ بِالْكَاذِبِ مَنْ اَصْلَحَ بَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ خَيْرًا اَوْ نَمٰى خَيْرًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ شخص جھوٹ بولنے والا شمار نہیں ہوگا' جو (خلاف واقعہ بات کے ذریعے) لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے' وہ بھلائی کی بات کہتا ہے۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) وہ بھلائی کو فروغ دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1862 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ ح وحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ وَاَبُوْ اَحْمَدَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لَا يَحِلُّ الْكَذِبُ اِلَّا فِي ثَلَاثٍ يُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ لِيُرْضِيَهَا وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ وَالْكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ وقَالَ مَحْمُوْدٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ لَا يَصْلُحُ الْكَذِبُ اِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَسْمَاءَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ خُثَيْمٍ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى دَاوُدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ دَاوُدَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ

◆◆ سیّدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جھوٹ بولنا صرف تین صورتوں میں جائز ہے۔ آدمی اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لئے اس کے ساتھ (کوئی بے ضرر) جھوٹ بول دے' جنگ کے دوران (دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے) جھوٹ بولنا اور اس لئے جھوٹ بولنا تاکہ تم لوگوں کے درمیان صلح کروا دو۔

محمود نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

''صرف تین صورتوں میں جھوٹ بولنا درست ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول اس حدیث کو ہم صرف ابن خثیم نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

داؤد نے اس روایت کو شہر بن حوشب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں سیّدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔

یہ روایت ہمیں شیخ محمد بن علاء نے اپنی سند کے ہمراہ داؤد کے حوالے سے سنائی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

1862- اخرجه احمد (460'459'454/6) من طريق عبد الله بن عثمان بن خثيم' عن شهر بن حوشب' فذكره.

شرح

لوگوں کے درمیان صلح کرانا:

لفظ: اِصلاح، ثلاثی مزید فیہ باب افعال کا مصدر ہے، جس کا معنیٰ ہے: درست کرنا، صلح کرانا، مناسبت پیدا کرنا، مطابقت کرنا۔ لفظ: ذَاتَ، یہاں زائد ہے۔ لفظ: البین، ظرف مبہم ہے، جس کے استعمال کے تین طریقے ہیں: (۱) دو اسموں کی طرف مضاف ہو کر مثلاً جَلَسْتُ بَيْنَ زَيْدٍ وَعَمْرٍو (۲) ایک ایسے اسم کی طرف مضاف ہو کر جو دو اسموں کے قائمقام ہو مثلاً بَيْنَ ذٰلِكَ وَبَيْنَهُمْ۔ (۳) مضاف الیہ کو حذف کر کے اور اس کے عوض شروع میں الف لام لا کر مثلاً اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ۔ اس صورت میں اس کے شروع میں لفظ: ذَاتَ، کا اضافہ کیا جاتا ہے جو زائد ہوتا ہے۔

احادیث باب کے ضمن میں ایک مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب دو شخصوں کے درمیان تنازع ہو جائے تو ان کے درمیان فوراً صلح کرا دینی چاہیے ورنہ یہ تنازع کثیر افراد کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے، جس کے نتیجہ میں جانی و مالی نقصان ہو سکتا ہے۔ عملِ صلح بہترین نیکی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (النساء:۱۲۸) اور صلح بہترین نیکی ہے''۔ تنازع و تخالفت کے خاتمہ کی غرض سے صلح کرانے کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے لیے کذب کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

کذب کے جواز کی صورتیں:

پہلی حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ تین صورتوں میں کذب کی اجازت ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- يُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ لِيُرْضِيَهَا: شوہر اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے کذب بول سکتا ہے، تاکہ فریقین کی ناراضگی طلاق تک نہ پہنچ پائے، جس کے نتیجہ میں دونوں خاندان متاثر ہو سکتے ہیں۔

۲- وَالْكِذْبُ فِي الْحَرْبِ: دوران جنگ دشمن کو شکست سے دوچار کرنے کی غرض سے خفیہ تدبیر کی شکل میں کذب کی اجازت ہے۔ اس طرح دشمن کے مقاصد خاک میں مل جائیں گے جب کہ اسلام کو ترقی حاصل ہوگی۔

۳- وَالْكِذْبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ: لوگوں کے مابین تنازع ہو جائے تو ان کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے کذب کی اجازت ہے، کیونکہ اس طرح تنازع کا خاتمہ ہو جائے گا جو ایک متعدی ناسور سے کم نہیں ہوتا۔

کذب اور توریہ میں فرق:

کذب اور توریہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کذب: ایسی گفتگو ہے جو متکلم اور مخاطب دونوں کے نزدیک خلاف واقع ہو۔ یہ بالاجماع حرام ہے، توریہ: ایسی گفتگو ہے جو متکلم کے نزدیک خلاف واقع نہ ہو جب کہ مخاطب کے فہم کے مطابق خلاف واقع ہو۔ کسی حکمت عملی کی بنا پر یہ جائز ہے۔

توریہ کی صورتیں:

توریہ کی کئی صورتیں ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف عازم ہجرت ہوئے، کفار تعاقب کی کوشش کرنے لگے۔ ایک کافر جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقف تھا لیکن وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نا آشنا تھا۔ اس نے ~~حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ~~ عنہ سے دریافت کیا: یہ آپ کے ساتھ کون شخص ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: رَجُلٌ یَھْدِیْنِیْ السَّبِیْلَ؛ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد تھی کہ یہ پیغمبر خدا ہیں جو میری دینی راہنمائی فرماتے ہیں جب کہ کافر نے خیال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام آدمی ہیں جو مدینہ طیبہ کا راستہ بتانے کے لیے ساتھ لائے ہیں۔

۲- علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ ممتاز عالم دین ہونے کے علاوہ بے مثال خطیب بھی تھے۔ ایک اجتماع سے آپ کو خطاب کی دعوت دی گئی جس میں اہل سنت اور روافض کثیر تعداد میں جمع تھے۔ دوران خطاب آپ سے سوال کیا گیا کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے افضل کون ہیں؟ اگر آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل قرار دیتے ہیں تو روافض ناراض ہوتے ہیں اور اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل قرار دیتے ہیں تو اہل سنت ناراض ہوتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: افضل الصحابة من كان بنته في بيته یعنی صحابہ میں افضل وہ شخص ہے، جس کی بیٹی اس کے گھر میں ہے''۔ اس جواب سے فریقین خوش ہو گئے۔ اہل سنت یہ بات سمجھے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں، کیونکہ آپ کی لخت جگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ہیں اور روافض یہ سمجھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں، کیونکہ ان کے گھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

نوٹ: یہ دونوں واقعات جھوٹ پر نہیں بلکہ توریہ پر مبنی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کذبات ثلاثہ کی حقیقت:

جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی حیات طیبہ سے متعلق تین واقعات ایسے ہیں جنہیں لوگ عماً کذبات قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ توریہ ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- سلطان مصر نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کیا اور دریافت کیا: یہ تمہارے ساتھ عورت کون ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ھٰذِہٖ اُخْتِیْ: یہ میری بہن ہے''۔ سلطان مصر شوہر کو قتل کروا دیتا تھا جب کہ دوسرے رشتہ دار سے تعرض نہیں کرتا تھا۔ اس جواب سے آپ کی مراد تھی کہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری دینی بہن یا چچا زاد ہمشیرہ ہے لیکن سلطان مصر نے آپ کی حقیقی بہن سمجھی تھی۔ اس طرح آپ کا جواب جھوٹ پر مبنی نہیں تھا۔

۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرودیوں کے بت خانہ میں پہنچے، انہیں توڑ پھوڑ کر کلہاڑا بڑے بت کے گلے میں لٹکا دیا۔ نمرودی جب اپنے بت خانہ میں گئے اور اپنے بتوں کو ٹوٹا پھوٹا ملاحظہ کیا تو غضبناک ہوئے۔ انہوں نے آپ کو طلب کیا اور دریافت کیا: ءَاَنْتَ فَعَلْتَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَا یٰاِبْرٰھِیْمُ؟ اے ابراہیم! کیا آپ نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ (توڑ پھوڑ کا) معاملہ کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُھُمْ ھٰذَا فَسْئَلُوْھُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ۔ بلکہ یہ ان سے بڑے نے کیا ہے، تم اس بارے میں ان خداؤں سے دریافت کروا گر وہ گفتگو کر سکتے ہیں''۔ اس جواب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ

یہ کام تو کسی کرنے والے نے کر دیا ہے، اسے چھوڑو بلکہ تم ان سے دریافت کرو جن کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہے یا اس بڑے بت سے دریافت کرو جس کے گلے میں کلہاڑا لٹک رہا ہے۔ ممکن ہے کہ اسے غصہ آیا ہو، اس نے تمہارے چھوٹے خداؤں کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہو؟ مگر نمرودیوں نے: کَبِیْرُهُمْ، کو فَعَلَ کا فاعل قرار دیا اور آپ کے جواب سے یہ سمجھ لیا کہ بڑے بت نے چھوٹے بتوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔ اس طرح کذب نہیں بلکہ توریہ ہے۔

۴- جب نمرودیوں نے اپنے سالانہ جشن (میلہ) میں شرکت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دعوت دی، آپ نے ستاروں کی طرف دیکھ کر جواب دیا: اِنِّیْ سَقِیْمٌ، میں علیل ہوں"۔ آپ نے ستاروں کی طرف تو علامتی طور پر دیکھا تھا جب کہ مشرکین کے میلے کا سن کر آپ کی طبیعت پر گراں گزرا اور یہی علالت تھی۔ نمرودیوں نے آپ کے جواب سے یہ سمجھ لیا کہ آپ نے ستاروں کو دیکھ کر اندازہ لگا ہے کہ علالت کا شکار ہونے والے ہیں۔ گویا یہ کذب نہیں ہے، بلکہ توریہ ہے۔

سوال: احادیث باب سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ کذب جائز ہے اور جس دین میں کذب کی اجازت ہو، وہ سچا کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: (۱) اس کا جواب ہماری تقریر کے ضمن میں آ چکا ہے۔ (۲) احادیث باب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کذبات ثلاثہ سے مراد حقیقی کذبات نہیں بلکہ توریہ مراد ہے اور توریہ کے جواز میں کسی کو بھی اعتراض نہیں ہے۔ لہٰذا دین اسلام پر جواز کذب کا الزام عائد کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اتہام والزام ہے جو مطلق العنان لوگوں کی منفی سوچ کا نتیجہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخِيَانَةِ وَالْغِشِّ

باب 27- خیانت کرنا اور دھوکہ دینا

1863 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ لُؤْلُؤَةَ عَنْ اَبِيْ صِرْمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابو صرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص کسی کو نقصان پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا، جو شخص کسی کو پریشانی کا شکار کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اسے پریشانی کا شکار کرے گا۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

1863- اخرجه ابوداؤد (339/2) كتاب الاقضية، باب: ابواب من القضاء حديث (3635) وابن ماجه (784/2، 785) كتاب الاحكام، باب: من بنى فى حقه ما يضر بجاره، حديث (2340)

1864 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ الْعُكْلِيُّ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا فَرْقَدٌ السَّبَخِيُّ عَنْ مُرَّةَ ابْنِ شَرَاحِيلَ الْهَمْدَانِيِّ وَهُوَ الطَّيِّبُ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَكَرَ بِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: وہ شخص ملعون ہے' جو کسی مومن کو نقصان پہنچاتا ہے یا اسے دھوکہ دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شرح

خیانت کرنے اور دھوکہ دینے کی مذمت:

وہ منفی امور جن کے سبب معاشرے میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، ان میں سے خیانت اور دھوکہ بھی ہیں، خائن اور دھوکہ باز سے لوگ شدید نفرت کرتے ہیں اور ہمہ وقت ان سے احتراز کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام میں ان دونوں امور کی مذمت و وعید بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ: جو شخص امانتدار نہیں، وہ ایمان دار نہیں ہے''۔ دھوکہ دہی کی وعیدیوں بیان کی گئی ہے: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا: جس نے ہمیں دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (او کما قال علیہ السلام)

پہلی حدیث باب میں لوگوں کو نقصان پہنچانے والے کی وعید بیان کی گئی ہے کہ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے مؤاخذہ و عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ دوسری حدیث باب میں دھوکہ بازی کی مذمت کرتے ہوئے اسے ملعون قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حَقِّ الْجِوَارِ

باب 28- پڑوسی کے حق کا بیان

1865 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1865- اخرجه البخاری (455/10) كتاب الادب' باب: الوصاة بالجار' حديث (6015) ومسلم (2025/4) كتاب البر والصلة والادب' باب: الوصية بالجار' والاحسان اليه' حديث (2624/140) وابو داؤد (760/2) كتاب الادب' في حق الجوار' حديث (5151) وابن ماجه (1211/2) كتاب الادب' باب: حق الجوار' حديث (3673)

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جبرائیل مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل تلقین کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ یہ اسے وارث قرار دیں گے۔

1866 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ شَابُوْرَ وَبَشِيْرٍ اَبِىْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ مُّجَاهِدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو ذُبِحَتْ لَهٗ شَاةٌ فِىْ اَهْلِهٖ فَلَمَّا جَآءَ قَالَ اَهْدَيْتُمْ لِجَارِنَا الْيَهُوْدِيِّ اَهْدَيْتُمْ لِجَارِنَا الْيَهُوْدِيِّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِىْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ وَّالْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّاَبِىْ شُرَيْحٍ وَّاَبِىْ اُمَامَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِدیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْضًا

◄► مجاہد بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاں بکری ذبح کی گئی جب وہ گھر تشریف لائے تو انہوں نے دریافت کیا: کیا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کے ہاں تحفے کے طور پر (اس کا گوشت) بھیجا ہے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جبرائیل مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل تلقین کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اسے وارث بھی قرار دے دیں گے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس، حضرت مقداد بن اسود، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابوشریح اور حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہم) سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت مجاہد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔

1867 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ شَرِيْكٍ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

1866– اخرجه البخارى فى الادب المفرد (102، 103) وابو داؤد (760/2) كتاب الاداب، باب: فى حق الجوار، حديث (5152) واحمد (160/2) والحميدى (270/2، 271) حديث (593) من طريق مجاهد، فذكره.

1867– اخرجه البخارى فى الاداب المفرد (113) واحمد (167/2) والدارمى (215/2) كتاب السير، باب: فى حسن الصحابة، وابن خزيمة (140/4) حديث (2539) وعبد بن حميد (342) من طريق عبد الرحمن الحبلى، فذكره.

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بہترین ساتھی وہ ہے' جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو' اور سب سے بہترین پڑوسی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ ہے' جو اپنے پڑوسی کے حق میں بہتر ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابوعبدالرحمٰن حبلی کا نام عبداللہ بن یزید ہے۔

شرح

پڑوسی کے حقوق کی اہمیت:

پڑوسی، انسان کے چوبیس گھنٹے بلکہ تاحیات قریب رہنے والا آدمی ہے جو بروقت دکھ درد میں شامل ہوسکتا ہے، اسی لیے اسلام نے اس کے حقوق کا خصوصیت سے تعین کیا اور اس کی تاکید و تلقین فرمائی ہے۔ ہمسایہ خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی، مسلم ہو یا غیر مسلم اور وہ دور کا ہو یا قریب کا اس سے حسن سلوک کرنا واجب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، عزیز واقارب کے ساتھ بھی، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ، رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ، اہل مجلس کے ساتھ، مسافروں کے ساتھ اور غلام کنیزوں کے ساتھ''۔ (النساء: ۳۷)

ایک روایت کے مطابق پڑوسی تین قسم کے ہوسکتے ہیں:

۱- وہ پڑوسی ہے' جس کے تین حقوق ہیں: (i) مسلمان ہونے کا حق (ii) رشتہ دار ہونے کا حق (iii) ہمسایہ ہونے کا حق۔

۲- وہ پڑوسی ہے' جس کے دو حقوق ہیں: (i) مسلمان ہونے کا حق (ii) ہمسایہ ہونے کا حق۔

۳- وہ ہمسایہ ہے' جس کا ایک حق ہے یعنی ایسا پڑوسی جو غیر مسلم ہو اور رشتہ دار نہ ہو۔

پڑوسی کی تعریف میں اقوال آئمہ فقہ:

پڑوسی کی تعریف کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: پڑوسی وہ ہے' جس کا گھر متصل ہو۔

۲- صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمام اہل محلہ پڑوسی ہیں یعنی جتنے لوگ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں، وہ سب کے سب باہم پڑوسی ہیں۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہر طرف چالیس گھروں تک لوگ پڑوسی ہیں۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول سب سے زیادہ درست ہے۔ (درمختار، ج ۵ ص ۴۸۳)

پہلی حدیث باب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جار کی وصیت و تلقین کرتے رہے' وہ اپنی

طرف سے نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں ہمسائے کو وراثت کا حقدار نہ بنا دیا جائے"۔ تیسری حدیث باب میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ہمسایہ اسے قرار دیا گیا ہے جو ہمسائے کے حق میں بہتر ہو۔

فائدہ نافعہ: (۱) اسلام نے حق ہمسائگی ہر ایک کے لیے تجویز کیا ہے' خواہ وہ غیر مسلم ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے یہودی ہمسائے کے گھر میں بطور ہدیہ گوشت بھیجنے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔

فائدہ نافعہ: (۲) جب گھر میں کوئی گوشت، سالن یا چاول وغیرہ تیار کیے جائیں، اپنی ہمت وقوت کے مطابق ہمسائے کے گھر میں ہدیہ بھیجنا چاہیے۔ اگر ہمسائے دو ہوں تو جس کا دروازہ قریب ہو، اس گھر ہدیہ بھیجا جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر دو پڑوسی ہوں تو میں کس کو ہدیہ بھیجوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہمسایہ جس کا دروازہ تمہارے دروازے کے قریب ہو"۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِحْسَانِ اِلَى الْخَدَمِ

باب 29- خادم کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

1868 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَّاصِلٍ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ فِتْيَةً تَحْتَ اَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِنْ طَعَامِهٖ وَلْيُلْبِسْهُ مِنْ لِّبَاسِهٖ وَلَا يُكَلِّفُهُ مَا يَغْلِبُهُ فَاِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاُمِّ سَلَمَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: (یہ جو تمہارے غلام ہیں) یہ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارا ماتحت کیا ہے' تو جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو' وہ اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے اور وہ اسے اپنے لباس میں سے پہنائے اور وہ اسے ایسی بات کا پابند نہ کرے جو وہ نہ کر سکتا ہو' اگر وہ اسے کسی ایسے مشکل کام کا پابند کرے' تو پھر ساتھ میں اس کی مدد بھی کرے۔

اس بارے میں حضرت علی، سیّدہ ام سلمہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1868- اخرجه البخاري (106/1) كتاب الايمان' باب وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما (الحجرات 9) فسماهم المؤمنين' حديث (31) وطرفاه (2545'6050) ومسلم (1282/3'1283) كتاب الايمان' باب: اطعام المملوك مما يوكل' حديث (38'39/1661) وابو داؤد (761/2) كتاب الادب باب في حق المملوك' حديث (5157'5158) وابن ماجه (1216/2'1217) كتاب الادب' باب: الاحسان الى المماليك' حديث (3690)

1869 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ يَحْيٰى عَنْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ مُرَّةَ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ فِيْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا' جو اپنے غلاموں کے ساتھ برا سلوک کرتا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ایوب سختیانی اور دیگر راویوں نے فرقد سبخی نامی راوی کے بارے میں اس کے حافظے کے حوالے سے کلام کیا ہے۔

شرح

نوکر کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید:

انسان کو بعض اوقات مجبوری کی وجہ سے یا کاروبار وسیع ہونے کی وجہ سے خادم (نوکر) کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس کی تنخواہ (حق سعی) مقرر کر کے اسے تعینات کیا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے اسے معمولی آدمی سمجھ کر نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں ہے' بلکہ اس کے حقوق ہیں جو سورہ نساء کی آیت: ۳۷ میں بیان کیے گئے ہیں۔ اسی طرح خادمہ کا بھی حکم ہے۔ اسلام نے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید مزید کی ہے۔ احادیث باب میں ماتحتوں اور نوکروں کے ساتھ جہاں شفقت و مہربانی، حسن سلوک و معاونت اور حوصلہ افزائی کرنے کی ہدایت کی گئی ہے وہاں ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی مذمت بھی کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے والوں کی وعید بایں الفاظ فرمائی ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّءُ الْمَلَكَةِ؛ مملوک (خادموں اور نوکروں) کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ ضَرْبِ الْخَدَمِ وَشَتْمِهِمْ

باب 30- خادم کو مارنے اور اسے گالی دینے کی ممانعت

1870 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنِ ابْنِ

1869- اخرجه ابن ماجه (1217/2) كتاب الادب' باب: الاحسان الى المماليك' حديث (3691)

1870- اخرجه البخاري (192/12) كتاب الحدود' باب: قذف العبد' حديث (6858) ومسلم (1282/3) كتاب الايمان' باب التغليظ على من قذف مملوكه بالزنى' حديث (1660/37) وابو داؤد (763/2) كتاب الادب' باب: فى حق السلوك' حديث (5165)

اَبِیْ نُعْمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيُّ التَّوْبَةِ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ بَرِيئًا مِمَّا قَالَ لَهُ اَقَامَ عَلَيْهِ الْحَدَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ كَمَا قَالَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَابْنُ اَبِیْ نُعْمٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ نُعْمٍ الْبَجَلِيُّ يُكْنٰى اَبَا الْحَكَمِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوالقاسم ﷺ جو "نبی التوبہ" ہیں۔ انہوں نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اپنے غلام پر زنا کا جھوٹا الزام لگائے جبکہ وہ اس سے بری ہو جو اس شخص نے اس کے بارے میں کہا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر قیامت کے دن حد جاری کرے گا البتہ اگر وہ غلام واقعی ایسا ہو (تو حکم مختلف ہوگا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابن ابی نعم نامی راوی عبدالرحمٰن بن ابی نعم بجلی ہے اور ان کی کنیت ابوالحکم ہے۔

اس بارے میں حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

1871 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ

متن حدیث: كُنْتُ اَضْرِبُ مَمْلُوكًا لِیْ فَسَمِعْتُ قَائِلًا مِنْ خَلْفِیْ يَقُوْلُ اعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَلّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ فَمَا ضَرَبْتُ مَمْلُوكًا لِیْ بَعْدَ ذٰلِكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ شَرِيْكٍ

◆◆ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا میں نے اپنے پیچھے سے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا اے ابومسعود یہ بات جان لو میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں نبی اکرم ﷺ موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: اللہ تعالیٰ تم پر (یعنی تمہیں سزا دینے کی) اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی قدرت تم اس (غلام) پر رکھتے ہو۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اس کے بعد اپنے کسی غلام کو کبھی نہیں مارا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1871- اخرجه البخاري في الادب المفرد (166) ومسلم (1281،1280/3) كتاب الايمان: باب: صحبة المماليك، وكفارة من لطم عبده، حديث (34، 35، 1659/36) وابو داؤد (762/2) كتاب الآداب، باب: في حق المملوك، حديث (5160،5159) من طريق سليمان الاعمش، عن ابراهيم التيمي، عن ابيه فذكره.

اس کا راوی ابراہیم تیمی، ابراہیم بن یزید بن شریک ہے۔

شرح

نوکروں کو مارنے اور انہیں گالی دینے کی مذمت:

جو لوگ جہالت کے سبب غلاموں، نوکروں اور کنیزوں کے حقوق وفرائض سے عاری ہوتے ہیں، وہ بات بات پر اپنے ماتحت لوگوں سے ناراض ہوتے ہیں، انہیں ٹوکتے ہیں اور انہیں ڈانٹتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر وہ غضبناک ہو کر انہیں انسانیت سے خارج کرتے ہوئے انہیں زدوکوب کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ احادیث باب میں ایسے لوگوں کی وعید ومذمت بیان کی گئی ہے۔

غلاموں سے حُسنِ سلوک کے مراتب:

ماتحتوں، خادموں اور نوکروں سے حسن سلوک کے دو درجے ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- مثبت اعتبار سے نوکروں اور لونڈیوں کا مرتبہ یہ ہے کہ ان کی خوراک اور لباس آقا کے ذمہ ہے جب کہ منفی پہلو کے لحاظ سے چند امور سے اجتناب کرنا ضروری ہے: (i) ان پر ایسے کام کرنے کی ذمہ داری عائد نہ کی جائے جو وہ اکیلے انجام نہ دے سکتے ہوں۔ (ii) ان پر کوئی تہمت عائد نہ کی جائے (iii) انہیں مثلہ نہ کیا جائے (iv) کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے انہیں دس کوڑوں سے زائد سزا نہ دی جائے' یہ درجہ وجوبی ہے۔

۲- ماتحت (نوکروں اور لونڈیوں) کے لیے کھانے سے حصہ رکھا جائے۔ اگر غلام یا باندی کو طمانچہ مارا یا بلاوجہ مارنے کی سزا دی، اس کا کفارہ یہ ہے کہ انہیں فی الفور آزاد کر دیا جائے۔ اس کا درجہ استحباب کا ہے۔

دوسری حدیث باب میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ آقا اپنے آپ کو خدا یا آخری طاقت خیال کرتے ہوئے اپنے ماتحت لوگوں کو سزا دے' تو وہ اللہ تعالیٰ کے مؤاخذہ اور آخرت میں اس کی سزا سے بچ نہیں سکے گا۔ لہٰذا ماتحت عملہ کی عزت نفس اور وقار کو مجروح کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَفْوِ عَنِ الْخَادِمِ

باب 31- خادم کو معاف کر دینے کا حکم

1872 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِىْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عَبَّاسٍ الْحَجْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ اَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ فَصَمَتَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ اَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ فَقَالَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ اَبِىْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيِّ نَحْوًا مِّنْ هٰذَا وَالْعَبَّاسُ هُوَ ابْنُ جُلَيْدٍ الْحَجْرِيُّ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ اَبِىْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ میں اپنے خادم سے کتنی مرتبہ درگزر کروں؟ تو نبی اکرم ﷺ اس کے جواب میں خاموش رہے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے خادم سے کتنی مرتبہ درگزر کروں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزانہ ستر مرتبہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

عبداللہ بن وہب نے اسے روایت کو ابو ہانی کے حوالے سے ایک سند کے ہمراہ، اس کی مانند نقل کیا ہے۔

یہی روایت ایک سند کے ہمراہ منقول ہے۔

بعض راویوں نے اس حدیث کو عبداللہ بن وہب کے حوالے سے اس سند کے ہمراہ نقل کیا ہے اور انہوں نے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

خادم کو معاف کرنا:

خادم، نوکر اور کنیز بھی دوسرے لوگوں کی طرح مخلوق ہیں۔ یہ معصوم نہیں ہوتے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح ان سے بھی عمداً یا سہواً غلطی ہو سکتی ہے۔ دوسرے لوگوں کی نسبت یہ شفقت، مہربانی، حسن سلوک اور عفو ودرگذر کے زیادہ حقدار ہیں، کیوں کہ یہ ماتحت عملہ ہیں۔ ان کی غلطی سے درگذر کرنا، ان کا حق ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے زمرے میں آتا ہے۔ ایک دن میں ان کی غلطی کتنی بار معاف کی جا سکتی ہے؟ اس کا جواب حدیث باب میں دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے ایک دن میں ستر بار غلطی سرزد ہو جائے تو ستر (۷۰) بار انہیں معاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فائدہ نافعہ: ماتحت عمل سے حسن سلوک اور عفو ودرگذر کا وطیرہ اپنانے سے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں، ان لوگوں میں خدمت گذاری کا جذبہ موجزن ہوتا ہے، مالک کا عمداً نقصان نہیں کریں گے، خدمت سے دل چرا کر بھاگنے کی کوشش نہیں کریں گے اور آقا کو بھی ان کی طرف سے سکون واطمینان حاصل ہوگا۔

سوال: جب نوکر اور خادمہ کی غلطی معاف کرنے کے بارے میں سائل نے پہلی بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ خاموش کیوں رہے؟

جواب: (۱) سوال نامناسب تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی یعنی اپنی ہمت وطاقت کے مطابق تم معاف کر سکتے ہو۔ (۲) دوسری بار سوال کرنے پر بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب سکھا دیا گیا جو آپ نے بیان کر دیا کہ اگر

خادم ایک دن میں ستر (۷۰) بار بھی غلطی کرے تو اسے ستر بار معاف کیا جائے۔

نوٹ: یہاں: سَبْعِيْنَ مَرَّةً، سے حد متعین نہیں ہے، بلکہ کثرت مراد ہے یعنی ایک دن میں ستر (۷۰) بار یا سو بار یا اس سے بھی زائد بار خادم کو معاف کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَدَبِ الْخَادِمِ

باب 32- خادم کو ادب سکھانا

1873 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ هَارُوْنَ الْعَبْدِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا ضَرَبَ اَحَدُكُمْ خَادِمَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهَ فَارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُوْ هَارُوْنَ الْعَبْدِيُّ اسْمُهٗ عُمَارَةُ بْنُ جُوَيْنٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ الْعَطَّارُ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ ضَعَّفَ شُعْبَةُ اَبَا هَارُوْنَ الْعَبْدِيَّ قَالَ يَحْيٰى وَمَا زَالَ ابْنُ عَوْنٍ يَرْوِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَتّٰى مَاتَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص اپنے خادم کی پٹائی کر رہا ہو اور وہ (خادم) اللہ تعالیٰ کا نام لے (یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر معافی مانگے اور چھوڑنے کے لئے کہے) تو تم لوگ اپنا ہاتھ روک لو۔

ابوہارون عبدی نامی راوی کا نام عمارہ بن جوین ہے۔

یحییٰ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے شعبہ نے ابوہارون عبدی کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

یحییٰ نے یہ بات بھی بیان کی ہے ابن عون مرنے تک ابوہارون کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول احادیث نقل کرتے رہے ہیں۔

شرح

خادم کی تادیب کرنا:

خادم اور خادمہ دونوں ہمہ وقت اپنے رئیس کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوتے ہیں اور اولاد کی طرح گھر کے افراد ہوتے ہیں۔ اولاد کی طرح ان کے حقوق ہیں جو مالک کے فرائض بھی ہیں۔ یہ اپنی اولاد کی طرح ان کی بھی تادیب کر سکتا ہے، جس طرح بیوی کی تادیب کی اجازت ہے، تاہم ان کے چہرے اور اعضاء رئیسہ پر مارنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ایسی ضرب کی اجازت ہے جس سے جسم پر نشانات پڑ جائیں۔ تادیب کے دوران ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر معافی

1873- اخرجه عبد بن حميد (294، 295) حديث (948، ج 9) من طريق سفيان الثوري، عن ابى هارون العبدى، فذكره.

کا طالب ہو تو اسے فوراً معاف کر دیا جائے۔ البتہ اگر ان پر حد جاری ہو تو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے واسطہ پر حد ختم نہیں کی جائے گی۔

فائدہ نافعہ: آئمہ ثلاثہ کے نزدیک آقا خود اپنے غلام یا کنیز پر حد جاری کر سکتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ آقا خود اپنے غلام یا کنیز پر حد جاری کرنے کا مجاز نہیں ہے بلکہ قاضی حد جاری کرے گا۔ تادیب کے دوران اگر غلام مکاری سے اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر معافی مانگے تو حد سے رکنے کی اجازت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَدَبِ الْوَلَدِ

باب 33- اولاد کو ادب سکھانا

1874 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلٰى عَنْ نَاصِحٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَاَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَنَاصِحٌ هُوَ اَبُو الْعَلَاءِ كُوْفِيٌّ لَيْسَ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ بِالْقَوِيِّ وَلَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيْثُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَنَاصِحٌ شَيْخٌ اٰخَرُ بَصْرِيٌّ يَّرْوِيْ عَنْ عَمَّارِ بْنِ اَبِيْ عَمَّارٍ وَّغَيْرِهٖ هُوَ اَثْبَتُ مِنْ هٰذَا

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: آدمی کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ ایک صاع صدقہ کر دے۔

یہ حدیث "غریب" ہے۔

اس روایت کے راوی ناصح، ابوعلاء کوفی محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہیں، اور یہ روایت صرف اسی سند کے ہمراہ منقول ہے۔ ایک دوسرے ناصح نامی محدث بھی ہیں جو بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے عمار بن ابوعمار اور دیگر محدثین کے حوالے سے روایات نقل کی ہیں۔ وہ ان کے مقابلے میں زیادہ مستند ہیں۔

1875 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ اَبِيْ عَامِرٍ الْخَزَّازُ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَّلَدًا مِّنْ نَّحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَامِرِ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ الْخَزَّازِ

توضیح راوی: وَهُوَ عَامِرُ بْنُ صَالِحِ بْنِ رُسْتُمَ الْخَزَّازُ وَاَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى هُوَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ

حکم حدیث: وَهٰذَا عِنْدِيْ حَدِيْثٌ مُّرْسَلٌ

1874- اخرجه احمد (102،96/5) من طريق ناصح ابی عبد الله، عن سماك بن حرب، فذكره.

◆◆ ایوب بن موسیٰ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: آدمی اپنی اولاد کو جو عطیہ دیتا ہے اس میں سب سے زیادہ بہترین چیز تعلیم وتربیت ہے۔

یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم اسے صرف عامر بن ابوعامر کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں جو عامر بن صالح بن رستم خزاز ہیں۔۔

ایوب بن موسیٰ نامی راوی ایوب بن موسیٰ بن عمرو بن سعید بن العاص ہے۔

میرے نزدیک یہ روایت "مرسل" ہے۔

شرح

اولاد کی تعلیم وتربیت کی اہمیت:

زمانہ قیامت کی چال چل چکا ہے، عموماً ایک شخص اپنی پانچ نسلیں دیکھ لیتا ہے: (۱) دادا (۲) والد (۳) خود اپنی ذات (۴) اپنی اولاد (۵) اپنے پوتے۔ ہر شخص اولاد کے حقوق اور اپنے فرائض کو پیش نظر رکھتا ہوا اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کرے تو معاشرے کا ہر فرد علمی فیضان سے بہرہ ور ہوسکتا ہے لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ ہر انسان اپنی اولاد کے لیے مال ودولت جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ دولت ان کی تعلیم وتربیت پر خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اگر وہ اولاد کی تعلیم پر دولت خرچ کرتا بھی ہے' تو دنیوی تعلیم پر جب کہ دینی تعلیم کو ثانوی حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اصل تعلیم دینی اور اصل تربیت مذہبی ہے، جس کی بنیاد پر ہم اپنے عقائد وافکار مستحکم، اعمال درست اور معاملات کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اسی علم کا حصول فرض عین یا فرض کفایہ ہے۔ قرآن وسنت میں اسی علم کی فضیلت واہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

پہلی حدیث باب میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ تعلیم وتربیت والدین کی طرف سے اولاد کے لیے صدقہ ہے۔ دوسری حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ تعلیم وتربیت والدین کی طرف سے اولاد کے لیے بہترین عطیہ ہے۔ صدقہ اور تحفہ دونوں محبت کی خوشبو کی حیثیت رکھتے ہیں جو مشیت الٰہی سے نسل در نسل تا قیامت جاری رہ سکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ وَالْمُكَافَاةِ عَلَيْهَا

باب 34- ہدیہ قبول کرنا اور اس کا بدلہ دینا

1876 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَكْثَمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا

1876- اخرجه البخاری (429/5) كتاب الهبة' باب: المكافأة في الهبة' حديث (2585) وابو داؤد (313/2) كتاب البيوع' باب: في قبول الهدية' حديث (3536) واحمد (90/6) من طريق عيسىٰ بن يونس' عن هشام بن عروة' عن ابيه' فذكره۔

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عِيْسٰى بْنِ يُوْنُسَ عَنْ هِشَامٍ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ تحفہ قبول کرلیا کرتے تھے اور اس کے بدلے میں تحفہ دیا کرتے تھے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

ہم اس روایت کا ''مرفوع'' ہونا صرف عیسیٰ بن یونس کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

ہدیہ قبول کرنا اور اس کا بدلہ دینا:

ہدیہ وہ عطیہ ہوتا ہے جو کسی عوض و معاوضہ کے بغیر چھوٹا بڑے کو پیش کرتا ہے مثلاً اولاد والدین کو، شاگرد استاد کو اور مرید اپنے مرشد کو پیش کرتا ہے۔ تحفہ وہ چیز ہوتی ہے جو بطور عطیہ بغیر کسی معاوضہ کے کسی کو پیش کی جاتی ہے۔ ہدیہ خاص ہے اور تحفہ عام ہے اور دونوں کے درمیان عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ ہر تحفہ، ہدیہ ہوتا ہے لیکن ہر ہدیہ تحفہ نہیں ہوتا۔ جس طرح ہدیہ قبول کرنا سنت ہے، اسی طرح اس کا بدلہ دینا بھی سنت ہے۔ عموماً لوگ ہدیہ قبول کرنے کی سنت پر عمل کرتے ہیں لیکن بدلہ دینے کی سنت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مصافحہ کرنے سے قلبی کدورت کا خاتمہ ہو جاتا اور ہدیہ پیش کرنے سے فریقین میں محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَصَافَحُوْا يَذْهَبْ عَنْكُمُ الْغِلُّ؛ یعنی تم باہم مصافحہ کرو، تمہارا بغض ختم ہو جائے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: وَتَهَادَوْا تَحَابُّوْا؛ ہدیہ دو تم میں محبت پیدا ہوگی''۔

علماء کرام کے نزدیک ہدیہ کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایسا ہدیہ ہے، جس کا بدلہ مطلوب ہوتا ہے، اس کا حکم بیع کی طرح ہے اور اس کے بدلہ دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

۲- یہ وہ ہدیہ ہے جو رضاء الٰہی کے لیے پیش کیا جاتا ہے اور اس کا بدلہ نہ وصول کیا جاتا ہے اور نہ بدلہ دینے پر کسی کو مجبور کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشُّكْرِ لِمَنْ اَحْسَنَ اِلَيْكَ

باب 35- جو شخص آپ کے ساتھ بھلائی کرے اس کا شکریہ ادا کرنا

1877 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا

1877- اخرجه ابوداؤد (671/2) كتاب الادب، باب: في شكر المعروف، حديث (4811) واحمد (2/258، 295، 303، 388، 461، 492)، (3/32، 74)

مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ لَّا يَشْكُرُ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1878 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰى ح وحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِیُّ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَالْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ وَّالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ (درحقیقت) اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ، حضرت اشعث بن قیس اور حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

بھلائی کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا

جو شخص احسان یا بھلائی کرتا ہے، اخلاقی اور شرعی تقاضا کے مطابق محسن کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ شکریہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) قولی شکریہ: محسن کے احسان کے عوض کم از کم اتنا کہہ دیا جائے: جَزَاكُمُ اللّٰهُ تعالیٰ ؛ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے''۔ (۲) فعلی شکریہ: فعلی شکریہ یہ ہے کہ محسن کے احسان کے عوض اس کے ساتھ کوئی احسان کیا جائے مثلاً کھانا تیار کرنے کے لیے کسی کے گھر سے بڑا برتن منگوایا اور جب برتن واپس کیا جائے اس کے ساتھ اپنی ہمت کے مطابق کھانا بھی بھیج دیا جائے۔ احادیث باب کا مضمون ایک ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ تو اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

احادیث کے مضمون کے دو مطالب ہو سکتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1878- اخرجه احمد (73'32/3) وعبد بن حميد (281) حديث (894) من طريق محمد بن عبد الرحمن بن ابى ليلىٰ، عن عطية العوفى، فذكره۔

۱- جو شخص لوگوں کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کا شکرگزار نہیں ہوسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندوں کے احسانات ظاہر ہیں جن کا شکریہ ادا کرنا آسان ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات مخفی ہیں جن کا شکر ادا کرنا مشکل ہے۔ جب کوئی آسان احسانات کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا، وہ دشوار احسانات کا بھی شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔
۲- جو شخص لوگوں کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کرتا تو ناشکری اس کی عادت وفطرت بن جاتی ہے، جس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کا بھی شکرگزار نہیں ہوسکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صَنَائِعِ الْمَعْرُوْفِ

باب 36- بھلائی کے مختلف کام

1879 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُرَشِیُّ الْيَمَامِیُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُمَيْلٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: تَبَسُّمُكَ فِیْ وَجْهِ اَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ وَّاَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَّاِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِیْ اَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ وَّبَصَرُكَ لِلرَّجُلِ الرَّدِیءِ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ وَّاِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَةَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ وَّاِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِیْ دَلْوِ اَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّجَابِرٍ وَّحُذَيْفَةَ وَعَآئِشَةَ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَّاَبُوْ زُمَيْلٍ اسْمُهٗ سِمَاكُ بْنُ الْوَلِيْدِ الْحَنَفِیُّ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تمہارا اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی تمہارے لئے صدقہ ہے۔ تمہارا نیکی کا حکم دینا تمہارا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ تمہارا کسی بھولے بھٹکے شخص کو راستہ بتا دینا بھی صدقہ ہے' جس شخص کو نظر نہ آتا ہو تمہارا اسے راستہ دکھا دینا بھی صدقہ ہے۔ راستے سے پتھر' کانٹا یا ہڈی وغیرہ کو ہٹا دینا بھی تمہارے لئے صدقہ ہے اور اپنے ڈول کے ذریعے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔

اس بارے میں حضرت ابومسعود، حضرت جابر، حضرت حذیفہ، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

حضرت ابوزمیل نامی راوی کا نام سماک بن ولید حنفی ہے۔

شرح

امورِ خیر کی راہنمائی کرنا:

احسان، حسن سلوک اور معروف سب مترادف وہم معنٰی الفاظ ہیں۔ امور خیر کی طویل فہرست ہے لیکن حدیث باب میں ان میں سے سات اہم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- تَبَسُّمُكَ فِيْ وَجْهِ اَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ: اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا صدقہ ہے یعنی چہرے کی مسکراہٹ سے کسی مسلمان بھائی سے ملنا صدقہ ہے۔ ۲،۳- وَاَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ تیرا نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا، صدقہ ہے": (۲) نیکی یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرنے، والدین کی اطاعت، بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں سے شفقت ومحبت کا درس دینا باعث ثواب ہے۔ (۳) برائی، چغلی، غیبت، چوری، جھوٹی گواہی، والدین کی نافرمانی اور گالی گلوچ وغیرہ امور سے روکنا باعث اجر وثواب ہے۔

۴- وَاِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِيْ اَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ: اور ایسی زمین میں تیرا کسی کی راہنمائی کرنا جہاں بھٹک جانے کا خطرہ لاحق ہو، تیرے لیے صدقہ ہے"۔ جس شخص کے گمراہ یا بددین ہو جانے کا خطرہ ہو، اسے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرنا باعث اجر ہے۔

۵- وَبَصَرُكَ لِلرَّجُلِ الرَّدِيِّ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ: کمزور نظر والے آدمی کو دیکھنا تیرے لیے صدقہ ہے: نابینا یا بھینگا یا کمزور نظر والے شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے منزل مقصود پر پہنچا دینا، باعث ثواب عمل ہے۔

۶- وَاِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيْقِ لَكَ صَدَقَةٌ: پتھر، کانٹا اور ہڈی کو راستہ سے ہٹا دینا، تیرے لیے صدقہ ہے: یعنی راستہ میں پڑا ہوا پتھر، کانٹا یا ہڈی کو راستہ سے پکڑ کر دور کر دینا تا کہ لوگوں کی آمد ورفت کے لیے کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے، یہ عمل باعث اجر ہے۔

۷- وَاِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ دَلْوِ اَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ: اپنے برتن سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالنا، تیرے لیے صدقہ ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو پانی کی ضرورت ہو، اس کے برتن میں پانی ڈال دینا تا کہ وہ پانی کو اپنے استعمال میں لائے، یہ بھی باعث ثواب عمل ہے۔

فائدہ نافعہ: ان اصول نبوی کو اپنانے سے معاشرہ میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ کاش! مسلمان اس طرف توجہ کریں!

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمِنْحَةِ

باب 37- کسی کو عارضی استعمال کے لئے کوئی چیز دینا

1880 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْسَجَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: مَنْ مَنَحَ مَنِيحَةَ لَبَنٍ اَوْ وَرِقٍ اَوْ هَدٰى زُقَاقًا كَانَ لَهُ مِثْلَ عِتْقِ رَقَبَةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوٰى مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ وَشُعْبَةُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ مَنْ مَنَحَ مَنِيحَةَ وَرِقٍ اِنَّمَا يَعْنِىْ بِهٖ قَرْضَ الدَّرَاهِمِ قَوْلُهٗ اَوْ هَدٰى زُقَاقًا يَعْنِىْ بِهٖ هِدَايَةَ الطَّرِيْقِ

◆◆ حضرت سمرہ بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص کسی دوسرے کو دودھ یا درہم عاریت کے طور پر دے یا کسی شخص کو راستہ بتا دے' اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور ابواسحاق کی طلحہ سے نقل کردہ روایت ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے' کیونکہ ہم اسے صرف اسی سند کے ہمراہ جانتے ہیں۔

منصور اور شعبہ نے اس روایت کو طلحہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس بارے میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ حدیث کے یہ لفظ مَنْ مَنَحَ مَنِيحَةَ وَرِقٍ سے مراد یہ ہے کہ درہم قرض کے طور پر دینا اور حدیث کے یہ الفاظ هَدٰى زُقَاقًا اس سے مراد راستے کے بارے میں رہنمائی کرنا ہے یعنی راستہ دکھانا ہے۔

شرح

کسی کو معمولی چیز فراہم کرنے کی فضیلت:

الفاظ: المنحة اور المنيحة، دونوں مترادف ہیں جن کا معنٰی ہے: عارضی طور پر کوئی چیز انتفاع یا استفادہ کے لیے دینا، پھر وہ واپس لے لینا۔ هدٰى زقاقًا: کا معنٰی ہے: کسی کو راستہ کی راہنمائی کرنا۔ حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ تین نیکوکار ایسے آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب یہ ہے کہ اس کے اعضاء کے عوض اللہ تعالیٰ آزاد کرنے والے کے اعضاء کو جہنم سے آزاد فرما دیتا ہے۔ وہ تین آدمی درج ذیل ہیں:

۱- جس نے اپنے مسلمان بھائی کو دودھ کا جانور یا سواری یا زمین فراہم کی تاکہ وہ اس سے انتفاع کر سکے۔

۲- جس نے اپنے کسی بھائی کو استفادہ یا کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے رقم فراہم کی یعنی رقم بطور قرض پیش کر دی جس سے اس نے خوب استفادہ کیا ہو۔

1880- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (897) واحمد (285/4، 296، 300، 304)من طريق عبد الرحمن بن عوسجة، فذكره.

۳- جس نے نابینا یا کمزور نظر والے کا ہاتھ پکڑ کر سڑک عبور کرادی یا اسے اس کی منزل تک پہنچا دیا یا ناواقف کو درست راستہ کی راہنمائی کردی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِمَاطَةِ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ

باب 38- راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا

1881 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِیْ فِیْ طَرِيْقٍ اِذْ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَاَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ

وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ ذَرٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص کسی راستے پہ جا رہا تھا اس نے ایک کانٹے والی شاخ دیکھی اور اسے ہٹا دیا' تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا اور اس کی مغفرت کردی۔

اس بارے میں حضرت ابوبرزہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوذرغفاری (رضی اللہ عنہم) سے حدیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دینے کی فضیلت:

لفظ: شکر، نسبت کے سبب مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر اس کی نسبت بندے کی طرف ہو، اس کا معنیٰ واضح ہے یعنی احسان کے بدلے احسان کرنا اور نیکی کے عوض نیکی کرنا۔ جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، اس کا معنیٰ ہوگا: اجر وثواب سے نوازنا، جزائے خیر عطا کرنا۔

حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ راستہ کی رکاوٹ کو دور کرنا تاکہ لوگوں کو آمد ورفت میں سہولت حاصل ہو اور انہیں تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ تکلیف دہ چیز دشمن یا موذی جانور سانپ اور بچھو وغیرہ یا کم درجہ کی چیز کانٹا بھی ہوسکتا ہے۔ عموماً کانٹا ٹہنی سے وابستہ ہوتا ہے، اس کے دور کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) کانٹے دار ٹہنی درخت سے وابستہ ہو، وہ درخت سے توڑ کر راستہ سے دور کردی جائے (۲) اگر وہ درخت سے وابستہ نہ ہو، اسے راستہ سے اٹھا کر دور پھینک دیا جائے۔ اس معمولی نیک کرنے والے کا اجر وثواب اور فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت وبخشش فرما دیتا ہے۔

1881- اخرجه البخاری (163/2) كتاب الاذان' باب: فضل التهجير الى الظهر' حديث (652) وطرفه (2472) ومسلم (2021/4) كتاب البر والصلة والآداب' باب: فضل ازالة الاذى عن الطريق' حديث (1914/129'127)

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْمَجَالِسَ اَمَانَةٌ

باب 39- ہم نشینی کا تعلق امانت سے ہوتا ہے

1882 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ اَمَانَةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّاِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کوئی بات بیان کر دے (جو چھپانے کے قابل ہو) اور پھر وہ چلا جائے تو پھر وہ بات امانت ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

ہم اسے صرف ابن ابی ذئب نامی راوی کے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

ہم نشینی کی بات امانت ہونا:

معاشرے کے صلاح وفساد کا معیار باتوں کو راز میں رکھنے یا افشاء کرنے میں ہے۔ مجلس کی باتیں دو قسم کی ہو سکتی ہیں: (۱) عام باتیں: یہ وہ باتیں ہیں جو کسی محفل میں سب لوگوں سے کہی گئی ہوں اور یہ راز نہیں رہ سکتیں، کیوں ان کا افشاء واظہار سب کے سامنے پہلے ہو چکا ہوتا ہے۔ (۲) خاص باتیں: یہ وہ باتیں ہیں جو کسی مجلس یا کسی شخص سے بطور خاص کہی جاتی ہیں، یہ امانت ہوتی ہیں جن کا افشاء واظہار کرنا درست نہیں ہے۔ تاہم ایسی راز کی باتیں جن سے کسی کا جانی ومالی نقصان ہو سکتا ہو، ان کا افشاء ضروری ہے کہ متعلقہ شخص کو اس سے مطلع کر دیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المجالس بالامانة الاثلاثة مجالس؛ مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں لیکن تین مجالس اس سے مستثنیٰ ہیں: (۱) ناحق خون بہانے کی مجلس (۲) بدکاری وزنا کاری کی مجلس (۳) ناجائز طریقہ سے کسی کی دولت ہڑپ کرنے کی مجلس۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۸۶۹) اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ ان تین مجالس کی باتیں راز وامانت نہیں ہیں بلکہ ان کا متعلقہ شخص تک پہنچانا ضروری ہے، تا کہ وہ اس سے متاثر نہ ہو سکے۔

حدیث باب میں مجلس کی باتوں کو امانت قرار دیا گیا ہے، ان سے مراد خاص باتیں ہیں جن کو راز کی باتیں بھی قرار دیا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی سے علیحدگی میں یا پست آواز میں یا چھپ کر یا دوران گفتگو دائیں بائیں دیکھے، وہ راز کی باتیں ہیں، جن کے

1882- اخرجه ابوداؤد (683/2) كتاب الادب، باب: فى نقل الحديث، حديث (4868) واحمد (379،352،324/3) من طريق عبد الرحمن بن عطاء، عن عبد الملك، بن جابر، بن عتيك، فذكره.

افشاء واظہار کی اجازت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی السَّخَاءِ

باب 40- سخاوت کا بیان

1883 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَتْ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ لَيْسَ لِىْ مِنْ بَيْتِىْ اِلَّا مَا اَدْخَلَ عَلَىَّ الزُّبَيْرُ اَفَاُعْطِى قَالَ نَعَمْ وَلَا تُوْكِى فَيُوْكَى عَلَيْكِ يَقُوْلُ لَا تُحْصِى فَيُحْصَى عَلَيْكِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا عَنْ اَيُّوْبَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ

◆◆ سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس جو بھی چیز ہے وہ حضرت زبیر ہی کی دی ہوئی ہے تو کیا میں اسے (اللہ کی راہ میں) دے سکتی ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں تم روک کے نہ رکھو ورنہ تم سے روک دیا جائے گا (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) تم گنتی نہ کرو ورنہ تمہارے لئے بھی گنتی کی جائے گی۔

اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت کو اسی سند کے ہمراہ ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے عباد بن عبداللہ کے حوالے سے سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

جبکہ دیگر راویوں نے اسے ایوب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں عباد بن عبداللہ سے منقول ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

1884 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ

1883- اخرجه البخاری (257/5) کتاب الهبة' باب: هبة المرأة لغير زوجها' وعتقها اذا كان لها زوج' حديث (2590) ومسلم (714/2) کتاب الزكوة' باب: الحث فی الانفاق وكراهة الاحصاء' حديث (1029/89) وابوداؤد (531/1) كتاب الزكوة' باب فی الشح' حديث (1699) والنسائی (74/5) كتاب الزكوة' باب: الاحصاء فی الصدقة' حديث (2551) واحمد (354'353'344'139/6) والحميدی (156/1) حديث (325) من طريق ابن جريج قال: اخبرنی ابن ابی مليكة' عن عباد بن عبد الله بن الزبير' عن اسماء بنت ابی بكر' نحوه.

الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ عَالِمٍ بَخِیْلٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِیْثِ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ سَعِیْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ

اختلاف روایت: وَقَدْ خُوْلِفَ سَعِیْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ فِیْ رِوَایَةِ هٰذَا الْحَدِیْثِ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ اِنَّمَا یُرْوٰی عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَآئِشَةَ شَیْءٌ مُّرْسَلٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سخاوت کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے جنت سے قریب ہوتا ہے لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور جہنم سے دور ہوتا ہے' جبکہ بخیل شخص اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے۔ جنت سے دور ہوتا ہے لوگوں سے بھی دور ہوتا ہے اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ ایسا جاہل شخص جو سخی ہو' اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص سے زیادہ محبوب ہے' جو عبادت گزار بھی ہو' اور بخیل بھی ہو۔

یہ حدیث غریب ہے' ہم اس روایت کو صرف یحییٰ بن سعید کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

یہی حدیث اعرج کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے' لیکن یہ صرف سعید بن محمد سے منقول ہے۔

اس روایت کو نقل کرنے میں سعید بن محمد سے اختلاف کیا گیا ہے۔

کیونکہ ایک روایت کے مطابق یہ روایات یحییٰ بن سعید کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اور یہ "مرسل" ہے۔

شرح

سخاوت کی فضیلت:

سخاوت کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنے استعمال میں لانا اور دوسروں پر بھی خرچ کرنا، جس میں یہ وصف پایا جائے اسے سخی کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس بخل ہے' جس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو نہ خود اپنے استعمال میں لانا اور نہ دوسروں پر خرچ کرنا، جس میں یہ وصف پایا جائے اسے بخیل کہا جاتا ہے۔

احادیث باب میں سخاوت کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ پہلی حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا گیا کہ خواہ تمہارے گھر کی ہر چیز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے لیکن تم اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے نہ روکو ورنہ اجر وثواب سے تمہیں محروم ہونا پڑے گا۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: تم کھلے دل سے اور بغیر گنتی کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو تا کہ تم پر بھی بغیر گنتی کے اللہ تعالیٰ کی عنایات ہوں۔ دوسری حدیث باب میں سخی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ سخی آدمی اللہ تعالیٰ کے قریب، جنت کے قریب اور لوگوں کے قریب ہوگا جب کہ وہ دوزخ سے دور ہوگا۔

علاوہ ازیں جاہل سخی کا مرتبہ ومقام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس عابد وزاہد سے زیادہ ہے جو بخیل ہو۔

دونوں روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دولت دل کھول کر خرچ کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ بھی بے حساب عنایت فرمائے، انفاق فی سبیل اللہ میں تنگ دلی سے کام نہیں لینا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات ودولت کے خزانے کھل جائیں۔ اس کی مثال یوں پیش کی جاسکتی ہے کہ وہ حوض جس میں پانی داخل ہوتا رہے اور باہر نکلتا رہے، وہ پانی صاف رہتا ہے اور جس حوض میں نہ پانی داخل کیا جائے اور نہ خارج کیا جائے، اس کا پانی بدبودار ہو جاتا ہے۔ تاہم سب کچھ خرچ کرنے کا بھی حکم نہیں ہے کہ انسان کسی کا محتاج ہو جائے بلکہ میانہ روی اختیار کرنی چاہیے جس کی تاکید وتلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: خیرُ الامور اوسطها؛ تمام کاموں سے بہترین کام میانہ روی ہے۔

سوال: گھر کی ہر چیز شوہر کی ملکیت ہوتی ہے، اس کی اجازت کے بغیر بیوی خرچ کرنے کی مجاز نہیں ہے، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خرچ کرنے کا حکم کیوں دیا تھا؟

جواب: اجازت کی دو اقسام ہیں: (۱) صریح اجازت: وہ یہ کہ شوہر کی طرف سے بیوی کو ہمہ وقت خرچ کرنے کی عام اجازت ہو کہ وہ جو چاہے اور جتنا چاہے خرچ کرسکتی ہے۔ (۲) اجازت دلالۃً: یہ اجازت شوہر کے مزاج اور احوال پر منحصر ہے، اگر شوہر کو ناگوار نہ گزرے، تو بیوی خرچ کرسکتی ہے ورنہ نہیں۔ حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج سے خوب واقف تھے، کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا خوب جذبہ رکھتے تھے۔ ان کے مزاج کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انفاق کے حوالے سے مزاج:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انفاق کے سلسلہ میں مزاج بہت وسیع تھا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی دولت میسر آتی وہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ فرما دیتے۔ آپ لوگوں کا چلتا پھرتا بنک تھے، صحابہ آپ کے پاس امانتیں جمع کرواتے تھے؛ آپ انہیں فرماتے کہ تم لوگ میرے پاس بطور امانت نہیں بلکہ بطور قرض رقوم جمع کراؤ اور جب بھی واپسی کی ضرورت ہو، وہ واپس کردی جائیں گی۔ آپ لوگوں کی رقوم بھی خرچ کر دیتے تھے اور ان کے مانگنے پر مزید آنے والی رقوم سے لوگوں کا قرض واپس کر دیتے تھے۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا، اپنے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب کیا اور انہیں وصیت کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا! مجھ پر لوگوں کا قرض ہے مگر مجھے بھی علم نہیں ہے کہ وہ کتنا ہے؟ اب میرے وصال کا وقت قریب ہے، میری وفات کے بعد جو بھی قرض خواہ آئے اور وہ جتنے بھی قرض کا تقاضا کرے، اسے اتنا ہی دے دینا۔ تین سال تک حج کے موقع پر منیٰ میں یہ اعلان کرنا کہ زبیر فوت ہوگیا ہے، اگر کسی نے ان سے قرض لینا ہے، وہ مجھ سے رابطہ کرے۔ اگر قرض کی ادائیگی ممکن نہ ہو، پھر میری یہ وصیت ہے کہ بہترین وضو کر کے گھر میں چھپ کر دو نوافل ادا کرنا اور اس کے بعد بایں الفاظ دعا کرنا: اے زبیر کے رب! ایک شخص زبیر کا قرض مانگنے آیا ہے، میرے پاس اس کا انتظام نہیں ہے، تو اس کا انتظام کردے"۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ

قرضہ کی آدائیگی کا سامان پیدا کردے گا۔

اس وصیت کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا۔لوگ قرض وصول کرنے کے لیے آتے رہے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرض ادا کرتے رہے۔ایک دفعہ ایک شخص آیا جس نے ایک لاکھ درہم قرض کی وصولی کا مطالبہ کیا، جس کا انتظام آپ نہ کرسکے، آپ حسب وصیت اپنے گھر گئے۔آپ نے وضو کیا، دونوافل ادا کیے پھر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم فرمودہ دعا کی۔جب شام کا وقت ہوا، ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے کہا: کیا آپ اپنا فلاں پلاٹ فروخت کرنا پسند کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں۔اس نے کہا: میں وہ ایک لاکھ میں خرید سکتا ہوں۔آپ نے اس گاہک کو اپنی دعا کا نتیجہ خیال کیا۔گاہک نے کہا: اگر کوئی زیادہ اس کی قیمت لگائے تو مجھ سے مشورہ ضرور کرنا اور وہ اپنے گھر روانہ ہوگیا۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمائندہ آیا، اس نے وہی پلاٹ خریدنے کا کہا۔حضرت عبداللہ نے فرمایا: فلاں شخص بھی یہ پلاٹ خریدنا چاہتا ہے اور اس نے ایک لاکھ درہم اس کی قیمت لگائی ہے۔نمائندہ نے کہا: میں یہ پلاٹ دولاکھ میں خرید سکتا ہوں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں پہلے گاہک سے اس بارے میں پہلے مشورہ کرتا ہوں، پھر آپ کو بتاؤں گا۔اس نے کہا: اگر پہلا گاہک زیادہ قیمت میں خریدنا چاہے تو مجھ سے مشورہ کیے بغیر فروخت نہ کرنا۔آپ نے پہلے گاہک سے رابطہ کیا: اس نے تین لاکھ میں خریدنے کی رضامندی ظاہر کی۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں دوسرے گاہک سے بات کرنے کے بعد جواب دوں گا۔اس سے بات ہوئی تو وہ چار لاکھ میں پلاٹ خریدنے پر راضی ہوگیا۔اس طرح پلاٹ کی قیمت میں اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ قیمت دس لاکھ تک پہنچ گئی۔

یادرہے اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ بات ذہن نشین کرانا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دولت خرچ کرنے کا حکم حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج کے پیش نظر دیا تھا۔ورنہ عام عورت کے لیے شوہر کی اجازت صریح کے بغیر دولت خرچ کرنے کی اجازت ہرگز نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْبَخِيلِ

باب 41-بخل کا بیان

1885 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ غَالِبٍ الْحُدَّانِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِيْ مُؤْمِنٍ الْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ صَدَقَةَ بْنِ مُوْسٰى

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

1885- اخرجه البخاري في الآداب المفرد (379) وعبد بن حميد (307) حديث (996) من طريق مالك بن دينار، عن غالب بن عبد الله الحراني، فذكره.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: دو خصلتیں کسی مومن میں جمع نہیں ہوسکتی ہیں' بخل اور بد اخلاقی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم اسے صرف صدقہ بن موسیٰ نامی راوی کی روایت کردہ حدیث کے طور پر جانتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

1886 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ مُرَّةَ الطَّيِّبِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خِبٌّ وَّلَا مَنَّانٌ وَّلَا بَخِيلٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ دھوکا دینے والا، احسان جتانے والا اور کنجوسی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

1887 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ وَّالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيْمٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: مومن سیدھا سادہ اور کریم (اچھے اخلاق کا مالک) ہوتا ہے' جبکہ فاجر شخص دھوکے باز اور کمینہ ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اس سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

بخل کی مذمت:

پہلی حدیث باب میں بخیل کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ مومن دو عیوب کا جامع نہیں ہوسکتا: (۱) بخیلی (۲) بد اخلاقی۔ یہ بات تجربہ اور مشاہدہ میں آئی ہے کہ عموماً بخیل شخص بد اخلاق نہیں ہوتا بلکہ حسن اخلاق کا پیکر ہوتا ہے اور اسی طرح بد اخلاق شخص بخیل نہیں ہوتا بلکہ دریا دل ہوتا ہے۔ حدیث کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی خبر میں انشاء مضمر ہے یعنی مومن کو چاہیے کہ ان دونوں عیوب

1887- اخرجه ابوداؤد (666/2) كتاب الاداب' فی حسن المعاشرة' حديث (4790)

سے بچے ورنہ کم از کم ایک سے تو ضرور بچنا چاہیے۔

دوسری حدیث باب میں بخل کی مذمت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، جن میں سے ایک بخیل بھی ہے۔

سوال: تیسری حدیث باب مومن کو سادہ دل اور بدکار کو دھوکہ باز قرار دیا ہے۔ اس کا پہلا حصہ اس مشہور حدیث سے متعارض ہے: لایلدغ المؤمن من جحر مرتین، یعنی مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا؛؟

جواب: خواہ مومن سادہ لوح اور بھولا بھالا ہوتا ہے لیکن بیوقوف ہرگز نہیں ہوتا، وہ ایک آدھ بار تو دھوکہ کھالیتا ہے لیکن مسلسل دھوکہ نہیں کھاتا۔ اس حدیث: مَرَّتَيْنِ کا لفظ عدد بیان کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ تکرار کے لیے آیا ہے۔ جس طرح سورہ ملک کی آیت نمبر ۴ میں لفظ: مَرَّتَيْنِ؛ عدد کے لیے نہیں بلکہ تکرار کے لیے استعمال ہوا ہے یعنی بار بار ملاحظہ کرنا۔ یہاں بھی اس لفظ کا مطلب ہے کہ مومن بار بار دھوکہ نہیں کھاسکتا، اس لیے کہ خواہ وہ سادہ دل ہوتا ہے لیکن بیوقوف نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّفَقَةِ فِي الْاَهْلِ

باب 42- اہل خانہ پر خرچ کرنا

1888 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ صَدَقَةٌ وَّفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آدمی کا اپنی بیوی پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عمرو بن امیہ ضمری، حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1889 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

1888- اخرجه البخاری (165/1) كتاب الايمان' باب: ما جاء فی ان الاعمال بالنية والحسبة' ولكل امریء ما نوی' حديث (55)' (368/7) كتاب المغازی: باب: حدثنی خليفة' حديث (4006)(407/9) كتاب النفقات' باب: فضل النفقة على الاهل' وقول الله عزوجل (ويسئلونك ماذا ينفقون البقرة 219) حديث (5351) وفی الادب المفرد (756) ومسلم (695/2) كتاب الزكوة' باب: فضل النفقة والصدقة على الاقربين والزوج والاولاد والوالدين' ولو كانوا مشركين' حديث (1002/48) والنسائی (69/5) كتاب الزكوة' باب: ای الصدقة افضل' حديث (2545) واحمد (120/4' 122' 273) من طريق شعبة عن عدی بن ثابت' قال: سمعت عبد الله بن يزيد الانصاری فذكره۔

متن حدیث: اَفْضَلُ الدِّيْنَارِ دِيْنَارٌ يُّنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰى عِيَالِهٖ وَدِيْنَارٌ يُّنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰى دَابَّتِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ يُّنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ بَدَاَ بِالْعِيَالِ ثُمَّ قَالَ فَاَيُّ رَجُلٍ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنْ رَجُلٍ يُّنْفِقُ عَلٰى عِيَالٍ لَّهٗ صِغَارٍ يُعِفُّهُمُ اللّٰهُ بِهٖ وَيُغْنِيْهِمُ اللّٰهُ بِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سب سے زیادہ فضیلت والا دینار وہ دینار ہے' جسے آدمی اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے' جسے آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جانور پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے' جسے آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ (یہاں اللہ تعالیٰ کی راہ سے مراد جہاد ہے)

شیخ ابوقلابہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے اہل خانہ کا تذکرہ کیا تھا۔

پھر فرمایا اس شخص سے زیادہ اور اجر کسے ملے گا' جو اپنے کم سن بچوں پر خرچ کرتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ اس شخص کی وجہ سے (محنت مشقت سے بچالیتا ہے) انہیں' اس شخص کی وجہ سے (ضروریات سے بے نیاز کر دیتا ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی فضیلت:

اہل وعیال کے حقوق اور شوہر کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ انہیں اخراجات فراہم کرے، اگر انہیں حسب ضرورت اخراجات فراہم نہیں کرے گا، تو معاشرہ میں خرابیاں پیدا ہوں گی۔ تنگ دستی کی وجہ سے بیوی اپنے شوہر کی تھوڑی سی دولت اس کی اجازت کے بغیر استعمال میں لائے گی، پھر عادی ہونے کی وجہ سے اس میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اسی طرح اولاد کی ضروریات پوری نہ ہوں گی' وہ بھی گھر سے چھوٹی چھوٹی چوری شروع کر دے گی اور یہ گھریلو عادت مستقل ہو جانے پر ہمسائیوں اور رشتہ داروں کے گھروں سے بھی چوریاں شروع کر دے گی جو آنے والے وقت میں والدین کے لیے وبال جان بن جائے گا۔ معاشرہ بالخصوص گھریلو ماحول کو فساد کے ناسور سے بچانے کے لیے احادیث باب میں اہل خانہ پر دولت خرچ کرنے کو صدقہ قرار دیا گیا ہے۔

دوسری حدیث باب میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنے دوستوں پر دولت خرچ کرنے سے زیادہ بہتر اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ذکر پہلے اور دوسرے دو امور کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے۔

اہل وعیال کے نان ونفقہ، رہائش، لباس اور تعلیم وتربیت کے اخراجات کا پورا کرنا باپ کے فرائض میں داخل ہے۔ وہ اپنے اس فریضہ کی آدائیگی میں کاہلی یا عدم توجہ کا شکار نہ ہو، تو گھریلو ماحول جنت نظیر بن سکتا ہے ورنہ تمام افراد خانہ کو پریشانی کا سامنا کرنا

1889- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (755) ومسلم (691/2) کتاب الزکوٰۃ' باب: فضل النفقة علی العیال والمملوك' واثم من ضیعهم او حبس نفقتهم عنهم' حدیث (994/38) وابن ماجه (922/2) کتاب الجهاد' باب: فضل النفقة فی سبیل الله تعالیٰ' حدیث (2760) واحمد (279'277/5) من طریق حماد بن زید' عن ایوب' عن ابی قلابة' عن ابی اسماء فذكره۔

پڑے گا۔ یہ اخراجات فضول خرچی کی حد تک بھی نہیں ہونے چاہیے، کیونکہ اس کی ممانعت وارد ہو چکی ہے بلکہ خالصاً حلال کمائی سے اور میانہ روی سے ہونے چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الضِّيَافَةِ وَغَايَةِ الضِّيَافَةِ اِلٰى كَمْ هِيَ

باب 43- مہمان نوازی کا بیان اور مہمان نوازی کتنے عرصے تک ہوگی؟

1890 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ اَبْصَرَتْ عَيْنَايَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعَتْهُ اُذُنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَائِزَتَهٗ قَالُوْا وَمَا جَائِزَتُهٗ قَالَ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ وَّالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّمَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَّمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ان دونوں آنکھوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کو دیکھا اور میں نے اپنے دونوں کانوں سے سنا جب آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی مہمان نوازی کرے۔ جو اہتمام کے ساتھ ہو۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کتنے عرصے تک ہوگی؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک دن اور ایک رات' پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عام مہمان نوازی تین دن تک ہوگی۔ اس کے بعد صدقہ ہوگا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہوگا وہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1891 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّجَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ وَّمَا اُنْفِقَ عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَّلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّثْوِيَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ

1890- اخرجه البخاری (460/10) كتاب الادب' باب: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره' حديث (6019) وطرفاه (6135'6476) ومسلم (1352/3) كتاب اللقطة' باب: الضيافة ونحوها' حديث (14'15'16/48) وابو داؤد (369/2) كتاب الاطعمة' باب: ما جاء فی الضيافة' حديث (3748) وابن ماجه (1212/2) كتاب الادب' باب: حق الضيف' حديث (3675)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ شُرَیْحٍ الْخُزَاعِیُّ هُوَ الْکَعْبِیُّ وَهُوَ الْعَدَوِیُّ اسْمُهٗ خُوَیْلِدُ بْنُ عَمْرٍو

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰی قَوْلِهٖ لَا یَثْوِیْ عِنْدَهٗ یَعْنِی الضَّیْفَ لَا یُقِیْمُ عِنْدَهٗ حَتّٰی یَشْتَدَّ عَلٰی صَاحِبِ الْمَنْزِلِ وَالْحَرَجُ هُوَ الضِّیْقُ اِنَّمَا قَوْلُهٗ حَتّٰی یُحْرِجَهٗ یَقُوْلُ حَتّٰی یُضَیِّقَ عَلَیْهِ

◆◆ حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عام مہمان نوازی تین دن تک ہوگی اور اہتمام کے ساتھ دعوت ایک دن کی ہوگی اور اس کے بعد آدمی مہمان پر جو خرچ کرے گا وہ صدقہ ہوگا۔ تاہم مہمان کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ میزبان کے ہاں اتنی دیر رہے کہ اسے حرج میں مبتلا کردے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہما) سے احادیث منقول ہیں۔

امام مالک اور لیث بن سعد نے سعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابوشریح خزاعی کعبی ہے۔ یہی عدوی ہے۔ ان کا نام خویلد بن عمرو ہے۔

حدیث کے یہ الفاظ لَا یَثْوِیْ عِنْدَهٗ مراد یہ ہے کہ مہمان میزبان کے ہاں اتنی دیر نہ رہے کہ میزبان کے لئے یہ بات پریشانی کا باعث بنے۔

وَالْحَرَجُ اس سے مراد تنگی ہے۔

حدیث کے یہ الفاظ حَتّٰی یُحْرِجَهٗ سے مراد یہ ہے کہ اسے تنگی کا شکار کردے۔

شرح

مہمان نوازی کرنے کی تاکید اور مدت:

انسان ہمہ وقت گھر میں نہیں رہتا بلکہ کبھی گھر میں ہوتا ہے اور کبھی سفر پر جب کہ سفر کے بھی کئی مقاصد ہو سکتے ہیں۔ حالت سفر میں وہ اپنے پاس کھانا نہیں رکھتا، شہر میں ہو تو ہوٹل سے کھانا کھانے کی سہولت میسر ہوتی ہے لیکن دیہاتوں میں قیمتاً کھانا کھانے کی سہولت مفقود ہوتی ہے۔ اس انسانی پریشانی کو اسلام نے مہمان نوازی کا جواز پیدا کر کے دور کر دیا۔

مہمان نوازی سنت ہے یا واجب؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جمہور آئمہ فقہ کے نزدیک مہمان نوازی سنت مؤکدہ ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک مہمان نوازی واجب ہے۔ انہوں اس روایت سے استدلال کیا ہے: لیلة الضیف حق علی کل مسلم؛ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۷۵۰) ایک رات کی مہمان نوازی ہر مسلمان پر واجب ہے۔'' علاوہ ازیں احادیث باب کی تعبیر بھی اس کے وجوب کو ظاہر کرتی ہے۔ جمہور کی طرف سے بعض فقہاء کی اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) وجوب والی حدیث منسوخ ہے اور دوسری روایات ناسخ ہیں (۲) ابتداء اسلام میں مہمان نوازی واجب تھی اور بعد میں یہ وجوب ختم کر دیا

گیا۔ (۳) وجوب پر دلالت کرنے والی روایات استحباب وسنت پر محمول ہیں۔

تین اہم مسائل: احادیث باب میں تین اہم فقہی مسائل بیان کیے گئے ہیں:

☆ اہتمام کے ساتھ (پر تکلف) مہمان نوازی ایک رات دن ہے۔

☆ اہتمام کے بغیر (عام) مہمان نوازی تین دن رات ہے۔

☆ تین رات دن کے بعد مہمان نوازی صدقہ کی حیثیت رکھتی ہے جو میزبان کی رضامندی پر موقوف ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّعْيِ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْيَتِيمِ

باب 44- بیواؤں اور یتیموں کا خیال رکھنا

1892 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ يَّرْفَعُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: السَّاعِي عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ كَالَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدِ الدِّيلِيِّ عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْغَيْثِ اسْمُهُ سَالِمٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُطِيْعٍ وَثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ مَدَنِيٌّ وَثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ شَامِيٌّ

◆◆ صفوان بن سلیم نے نبی اکرم ﷺ سے "مرفوع" روایت کے طور پر یہ بات نقل کی ہے آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ بیواؤں اور مسکینوں کا خیال رکھنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی مانند ہے یا اس شخص کی مانند ہے جو دن کے وقت روزہ رکھتا ہو اور رات بھر نفل پڑھتا رہتا ہو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

ابوغیث نامی راوی کا نام سالم ہے جو عبداللہ بن مطیع کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(ایک راوی) ثور بن یزید شامی ہیں اور (دوسرے راوی) ثور بن یزید مدنی ہیں۔

شرح

بیواؤں اور یتیموں سے مروت وحسن سلوک کرنے کی فضیلت:

لفظ: اَلْاَرْمِلَةُ؛ اَلْاَرْمَلُ؛ کا مؤنث ہے، جس کی جمع اَرَامِلَةُ؛ ہے۔ اس کا معنی ہے: بیوہ وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو

1892- اخرجه البخاری (451/10) کتاب الاداب' الساعی علی الارملة' حدیث (6006)

گیا ہو۔ یتیم سے مراد وہ نابالغ بچہ ہے' جس کا باپ وفات پا گیا ہو۔ یہاں یتیم سے مراد وہ بچہ ہے جو بیوہ کے پاس موجود ہو۔ حدیث باب میں لفظ: مسکین؛ سے مراد عام مسکین نہیں ہے' بلکہ بیوہ کا یتیم بچہ مراد ہے۔

بعض اوقات بیوی وفات پا جاتی ہے، تو شوہر دوسری شادی کر لیتا ہے' خواہ پہلی بیوی سے اولاد ہو یا نہ ہو اور کبھی شوہر پہلے وفات پا جاتا ہے، بیوی عدت گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کر لیتی ہے' خواہ پہلے شوہر سے اولاد ہو یا نہ ہو۔ ان دونوں صورتوں میں بیوی یا شوہر کے بچوں کے اخراجات کا انتظام نکاح کی صورت میں از خود ہو جاتا ہے۔ شوہر کی وفات کی صورت میں بیوی کبھی بوڑھی ہوتی ہے یا اس کے بچے ہوتے ہیں اور بیوی دوسرا نکاح نہیں کرتی بلکہ بچوں کی پرورش کرنا ہی اپنا فریضہ سمجھتی ہے، اس صورت میں بیوہ اور بچوں کی پرورش کا بظاہر کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا معاشرے میں انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے ان کے نان ونفقہ، لباس اور تعلیم وتربیت کے اخراجات کو اپنے اخراجات سے عملی طور مقدم رکھنا اجر عظیم کا باعث ہے۔

بیوہ کی معاونت اور یتیم بچوں کی پرورش میں حصہ لینا اہلِ دُول کی ذمہ داری ہے۔ ان کے معاونین کی فضیلت اور اجر وثواب حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے:۔

☆ انہیں مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ثواب دیا جاتا ہے۔

☆ انہیں قائم اللیل اور صائم النہار کے برابر اجر عطا کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي طَلَاقَةِ الْوَجْهِ وَحُسْنِ الْبِشْرِ

باب 45- خندہ پیشانی اور بشاش چہرے (سے ملنا)

1893 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُنْكَدِرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ وَّاِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقَى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ وَّاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ اِنَاءِ اَخِيْكَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ہر بھلائی صدقہ ہے اور بھلائی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو اور یہ بات بھی شامل ہے کہ تم اپنے ڈول کے ذریعے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دو۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

1893- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (301) واحمد(3/344،360) وعبد بن حميد (329) حديث (1090) من طريق المنكدر بن محمد بن المنكدر، عن ابيه، فذكره.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

خندہ پیشانی سے پیش آنے کی فضیلت:

یہ مسئلہ سابقہ ابواب کے ضمن میں گزر چکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیکی باعث اجر ہے بالخصوص دو نیکیوں کا ثواب کسی سے کم نہیں ہے:

☆ اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا

☆ اپنے برتن کے ذریعے اپنے مسلمان بھائی کے برتن میں پانی ڈال دینا

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصِّدْقِ وَالْكِذْبِ

باب 46- سچ اور جھوٹ کا بیان

1894 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِىْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَّاِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ فَاِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِىْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكِذْبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَعُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سچ کو لازم کرلو بے شک سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے۔ بے شک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں "سچا" لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو! کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے، آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے "جھوٹا" لکھ دیا جاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن شخیر، حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

1894- اخرجه البخاری (523/10) رقم (694) ومسلم (2012/4، 2013) كتاب البر والصلة والاداب، باب: قبح الكذب، وحسن الصدق، وفضله، حديث (103، 104، 105/2607) وابو داؤد (715/2) كتاب الاداب، باب: فی التشديد، فی الكذب، حديث (4989) واحمد (384/1، 393، 432، 439) من طريق شقيق بن سلمة ابی وائل فذكره.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1895 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ هَارُوْنَ الْغَسَّانِيِّ حَدَّثَكُمْ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِى رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِّنْ نَّتْنِ مَا جَآءَ بِهٖ

قَالَ يَحْيٰى فَاَقَرَّ بِهٖ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ هَارُوْنَ فَقَالَ نَعَمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ جَيِّدٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ تَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ هَارُوْنَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بو کی وجہ سے نامہ اعمال لکھنے والا یا حفاظت والا فرشتہ اس سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

یحییٰ نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔ عبدالرحیم نامی راوی نے اس بات کی توثیق کی ہے اور فرمایا ہے ایسا ہی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن جید غریب" ہے۔ ہم صرف اسی سند کے حوالے سے اسے جانتے ہیں جسے نقل کرنے میں عبدالرحیم یہی راوی منفرد ہیں۔

1896 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِى مُلَيْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا كَانَ خُلُقٌ اَبْغَضَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَذِبِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُحَدِّثُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْكِذْبَةِ فَمَا يَزَالُ فِىْ نَفْسِهٖ حَتّٰى يَعْلَمَ اَنَّهٗ قَدْ اَحْدَثَ مِنْهَا تَوْبَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ "ناپسندیدہ خصلت" جھوٹ بولنا تھی۔ بعض اوقات کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں جھوٹ بول دیا کرتا تو نبی اکرم ﷺ کے دل میں (اُس کے لیے ناپسندیدگی کی کیفیت) رہتی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو پتہ چل جاتا کہ اُس نے بعد میں توبہ کر لی ہے (تو اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی ناپسندیدگی ختم ہوتی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

صداقت کی فضیلت اور کذب بیانی کی مذمت:

صداقت وحقیقت پر مبنی گفتگو کرنے سے معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے اور کذب کے سبب تنزلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث باب میں صداقت کی فضیلت اور کذب بیانی کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

1896- اخرجه احمد (152/6) من طريق عبد الرزاق، عن معمر، عن ايوب، عن ابن ابى مليكة، فذكره

اچھی عادات اور اعمال خیر انسان کی ترقی اور کامیابی کا باعث بنتے ہیں، انسان اپنی اصلاح کرتا ہوا اعمال خیر کو اختیار کرتا ہے اور مسلسل ان اعمال کو کرنے کے سبب جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ صداقت بھی اعمال خیر کی طرح قابل اجر نیکی ہے جو دیگر اعمال کی طرح یہ بھی انسان کو جنت میں داخل کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس جھوٹ کا شمار برائیوں میں ہوتا ہے، یہ انسان کو دوزخ کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے اور مسلسل کذب بیانی کی وجہ سے انسان جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔

تیسری حدیث باب میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ مادی اشیاء میں جس طرح خوشبو اور بدبو محسوس کی جاتی ہے، اسی طرح اعمال خیر اور کلمات قبیح میں بھی خوشبو اور بدبو محسوس کی جا سکتی ہے اور اس فن کا ملکہ ملائکہ اور صالحین کو حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ ان کی روحانیت، مادیت پر غالب ہوتی ہے۔

احادیث باب میں بیان کردہ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ کذب بیانی سے مکمل طور پر احتراز کرے اور ہمہ وقت صداقت کو اپنائے، تاکہ اسے روحانیت کے غلبہ کی دولت میسر آئے جو دارین کی کامیابی اور دخول جنت کا ذریعہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْفُحْشِ وَالتَّفَحُّشِ

باب 47- بدزبانی کا مظاہرہ کرنا

1897 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: بے حیائی جس چیز میں بھی آ جاتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے اور حیاء جس چیز میں بھی آ جاتی ہے اسے آراستہ کر دیتی ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف عبدالرزاق کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

1898 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ

1897- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (604) وابن ماجه (1400/2) کتاب الزهد، باب: الحیاء، حدیث (4185) واحمد (165/3) وعبد بن حمید (372) حدیث (1241) من طریق عبد الرزاق، قال: اخبرنا معمر، عن ثابت، فذکره۔

1898- اخرجه البخاری (654/6) کتاب المناقب، باب: صفة النبی صلی الله علیه وسلم، حدیث (3559) واطرافه فی (3759، 6029، 6035) وفی الادب المفرد (268) ومسلم (1810/4) کتاب الفضائل، باب: کثرة حیائه صلی الله علیه وسلم، حدیث (2321/68) واحمد (161/2، 189، 193) من طریق ابو وائل یحدث عن مسروق، فذکره۔

اَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: خِيَارُكُمْ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا وَّلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ بدزبانی اور فحش گوئی نہیں کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

بدکلامی سے احتراز کرنا اور خوش کلامی اختیار کرنا:

لفظ: فُحش، فعل ثلاثی مجرد صحیح باب نَصَرَ يَنْصُرُ کا مصدر ہے، جس کا معنٰی ہے: فَحَشَ الْقَوْلُ اَوِالْفِعْلُ، قول وفعل کا قابل مذمت ہونا، انتہائی برا ہونا۔ لفظ اَلْفَاحِشَةُ: کا معنٰی ہے: قابل مذمت قول وفعل، گندہ کام، بری بات۔ لفظ: تَفَحَّشَ، کا معنٰی ہے: بدکلامی، فحش گوئی، بتکلف فحش گفتگو کرنا، گالی گلوچ پر مبنی گفتگو۔ گالی گلوچ پر مبنی گفتگو معاشرہ کے لیے متعدی ناسور ہے جب کہ شرم وحیاء، خوش کلامی اور مروت ولحاظ معاشرہ کے خوب ہونے کی علامت ہے۔

کچھ لوگ بتکلف فحش گفتگو کرنے، بدکلامی، گالی گلوچ اور بھونڈے الفاظ استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں یہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہ تکلف گفتگو کرنے، بدگوئی اور قابل نفرت بات کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ آپ خوش کلام اور سنجیدہ گفتگو فرمانے کو پسند فرماتے تھے۔

احادیث باب کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ فحش گفتگو سے مکمل طور پر پرہیز کرے اور خوش کلام وقابل تعریف گفتگو کرے۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

☆ شرم وحیا اور سنجیدہ گفتگو قابل توجہ اور قابل تقلید ہوتی ہے۔

☆ فحش گوئی، بدکلامی اور بدگوئی قابل نفرت ہوتی ہے۔

☆ اچھی گفتگو، حسن اخلاق کا مظہر ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اللَّعْنَةِ

باب 48- لعنت کرنے (کا حکم)

1899 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِهٖ وَلَا بِالنَّارِ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: آپس میں ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، اس کے غضب یا جہنم (کی بددعا) نہ دو۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1900 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْاَزْدِیُّ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیْءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: مومن شخص طعنے نہیں دیتا' لعنت نہیں بھیجتا' فحش گفتگو نہیں کرتا، بدزبانی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ سے منقول ہے۔

1901 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِیُّ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِی الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيْحَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَلْعَنِ الرِّيْحَ فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَّاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْلَمُ اَحَدًا اَسْنَدَهٗ غَيْرَ بِشْرِ بْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں ''ہوا'' پر لعنت کی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ہوا پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ حکم کی پابند ہے۔ جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت بھیجتا ہے' جو چیز اس لعنت کی مستحق نہ ہو' تو وہ لعنت اس بھیجنے والے کی طرف واپس آ جاتی ہے۔

1899- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (316) وابو داؤد (695/2) كتاب الادب' باب: فی اللعن' حديث(4906) واحمد (15/5) من طريق قتادة عن الحسن' فذكره.

1900- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (328) واحمد(404) من اسرائيل عن العمش' عن ابراهيم' عن علقمة' فذكره.

1901- اخرجه ابوداؤد (695/2) كتاب الادب' باب فی اللعن' حديث (4908) من طريق قتادة' عن ابی العالية' فذكره.

یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہمارے علم کے مطابق صرف بشر بن عمر نامی راوی نے اس کی سند بیان کی ہے۔

شرح

لعنت کرنے کی ممانعت:

لفظ: اَللَّعْنَةُ، فعل ثلاثی مجرد صحیح باب فَتَحَ یَفْتَحُ کا مصدر ہے، اس کا معنی ہے: لعنت بھیجنا، بددعا کرنا۔ الفاظ: لَعَنَهُ اللّٰهُ؛ سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ نے اسے خیر سے دور کردیا، اسے بھلائی سے محروم کردیا۔

کسی پر لعنت کرنا، پھٹکار کرنا اور بددعا سے نوازنا، آخری درجہ کی بدگائی ہے۔ اگر وہ شخص اس کا مستحق نہ ہو، وہ لعنت و بدگوئی متکلم کی طرف عود کر آتی ہے۔ ایک تمثیل کے ذریعے بھی اس مسئلہ کی وضاحت کی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی شخص ایک پتھر پکی دیوار پر مارے، وہ دیوار میں داخل نہیں ہوگا بلکہ پھینکنے والے کی طرف واپس آجائے گا، کیونکہ دیوار نے اسے قبول نہیں کیا۔ اگر وہی پتھر کچی دیوار پر مارا جائے، وہ اس میں داخل ہوجائے گا جو واپس نہیں آئے گا۔ اسی طرح ملعون اگر لعنت کا حقدار نہ وہ لعنت کرنے والے پر واپس آجاتی ہے ورنہ اسی پر برقرار رہتی ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص لعنت کا بالیقین حقدار ہو، اس پر لعنت کرنا جائز ہے مثلاً شیطان، قارون، ہامان، فرعون، نمرود، ابوجہل، ابولہب، گستاخ صحابہ، گستاخ اولیاء اور قادیانی وغیرہ۔

لعنت کرنا اور پھٹکار کرنا نہایت درجہ کی بددعا ہے، اسلام نے عام بددعا سے بھی منع کیا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ قبولیت کی گھڑی ہو اور غصہ کی حالت میں کی ہوئی بددعا قبول ہوجائے جو بعد میں پریشانی کا سبب بن جائے۔ لعنت کرنے کی وجہ سے معاشرہ میں فساد، نفرت و کدورت اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا شریعت نے تلقین کی ہے کہ بددعا سے احتراز کیا جائے اور لوگوں کے حق میں دعائے خیر کی جائے۔

احادیث باب کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں اصلاح معاشرہ اور تربیت عوام کی غرض سے چھ امور سے منع کیا گیا ہے: (۱) کسی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرنا (۲) کسی کو جہنمی قرار دینے کے لیے بددعا کرنا (۳) کسی کو طعن دینا (۴) فحش گفتگو کرنا (۵) بدکلامی کا مظاہرہ کرنا (۶) ہوا پر لعنت کرنا۔ ان امور بالخصوص لعنت کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ اگر ملعون، لعنت کا حقدار نہ ہو وہ لعنت متکلم کی طرف عود کر آتی ہے اور اس سے معاشرے میں متعدی ناسور جنم لیتا ہے، جس پر قابو پانا مشکل ہوجاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَعْلِیْمِ النَّسَبِ

باب 49-نسب کی تعلیم دینا

1902 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عِيْسَى الثَّقَفِيِّ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

1902- تفرد به الترمذی دون اصحاب الكتب الستة' ينظر تحفة الاشراف (14853) واخرجه احمد (374/2) والحاكم (161/4)

متن حدیث: تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِى الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِى الْمَالِ مَنْسَاَةٌ فِى الْاَثَرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ مَنْسَاَةٌ فِى الْاَثَرِ يَعْنِىْ بِهِ الزِّيَادَةَ فِى الْعُمُرِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔تم نسب کا اتنا علم حاصل کرو جس کے ذریعے تم اپنے رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آسکو کیونکہ اس صلہ رحمی کی وجہ سے آدمی اہل خانہ سے محبت کرتا ہے اور (اس کی وجہ سے انسان کے) مال میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی زندگی لمبی ہوتی ہے۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

روایت کے لئے الفاظ مَنْسَاَةٌ فِى الْاَثَرِ اس سے مراد عمر میں اضافہ ہے۔

شرح

علم نسب سیکھنے کی اہمیت:

انسان اپنے قریبی اعزاء واقارب سے آگاہ ہوتا ہے لیکن دور کے رشتہ داروں سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا، وہ زیادہ سے زیادہ دادا پردادا تک جانتا ہے اور اس سے اوپر کے رشتہ داروں کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔شریعت نے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے کی خصوصیت سے تاکید کی ہے، جب ہمیں ان کا علم نہیں ہوگا تو ان سے یہ نیکی نہیں کرسکیں گے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علم الانساب سیکھنے کی بایں الفاظ تلقین فرمائی ہے: تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ؛ یعنی تم اپنے انساب کو سیکھو''۔

انساب سیکھنے کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے تین مشہور درج ذیل ہیں:

۱-فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مُحَبَّةٌ فِى الْاَهْلِ: خاندان سے محبت کرنا: انساب سیکھنے سے اعزاء واقارب کا علم ہوگا جن سے صلہ رحمی کرنے کے باعث باہمی تعلقات استوار ہوں گے اور پورا خاندان محبت ومودت کا گہوارہ بن جائے گا۔

۲-مَثْرَاةٌ فِى الْمَالِ: مال میں اضافہ: خاندان سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کرنے سے اللہ تعالیٰ مال ودولت میں برکت فرماتا ہے، کیوں کہ اسے اپنا حصہ اور دوسرے لوگوں کا حصہ بھی عنایت کیا جاتا ہے۔ایک وقت انسان اکیلا ہوتا ہے اسے صرف اپنا حصہ ملتا ہے، شادی کے بعد بیوی کا حصہ بھی ملنا شروع ہو جاتا ہے اور اولاد پیدا ہونے کی صورت میں ان کا حصہ بھی عنایت کیا جاتا ہے۔علیٰ ہذا القیاس خاندان سے حسن سلوک، صلہ رحمی اور مالی معاونت کے سبب ان کا حصہ بھی اللہ تعالیٰ دینا شروع کر دیتا ہے۔

۳-مَنْسَاَةٌ فِى الْاَثَرِ: درازیٔ عمر کا سبب: خاندان سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کی برکت سے اللہ تعالیٰ عمر میں برکت فرماتا ہے۔جو لوگ چاہتے ہیں کہ وہ زیادہ دیر تک زندہ رہیں یا ان کا نام تا دیر زندہ رہے۔انہیں چاہیے کہ اپنے خاندان سے صلہ رحمی کرنے میں بخل سے کام ہرگز نہ لیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي دَعْوَةِ الْأَخِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ

باب 50- اپنے بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرنا

1903 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا دَعْوَةٌ أَسْرَعَ إِجَابَةً مِنْ دَعْوَةِ غَائِبٍ لِغَائِبٍ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَالْأَفْرِيقِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ هُوَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ وہ دعا قبول ہوتی ہے جو آدمی کسی کی غیر موجودگی میں کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اس حدیث کے راوی افریقی کو علم حدیث میں ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔ یہ صاحب عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ہے۔

عبداللہ بن یزید نامی راوی ''ابوعبدالرحمٰن حبلی'' ہیں۔

شرح

اپنے بھائی کے لیے خفیہ دعا کرنے کی فضیلت:

بددعا کرنے سے معاشرہ میں فساد برپا ہوتا ہے اور اس کے برعکس دعائے خیر کے نتیجہ میں معاشرہ کی قدروں میں اضافہ ہوتا ہے۔ کسی کے حق میں بددعا منع ہے مگر دعائے خیر مطلوب ہے۔ کسی سے ناراض و غضبناک ہو کر خفیہ طور پر اس کے حق میں بددعا کرنا حرام ہے لیکن دعائے خیر مطلوب و محبوب ہے۔ حدیث باب میں خفیہ طور پر اپنے مسلمان بھائی کے حق میں کی جانے والی دعاءِ خیر کو سریع القبول اور بہترین قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ پس پشت اور خفیہ طور پر کی جانے والی دعا خلوص و محبت پر مبنی اور ریاکاری سے پاک ہوتی ہے، اس لیے یہ جلدی قبول کی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّتْمِ

باب 51- گالی دینے کا حکم

1904 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي

1903- اخرجه البخاري في الادب المفرد (627) وابو داؤد (480/1) كتاب الصلوٰة: باب الدعاء بظهر الغيب، حديث (1535) وعبد بن حميد (133) حديث (327) من طريق عبد الله بن يزيد ابي عبد الرحمن، فذكره.

هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: گالی گلوچ کرنے والے دو آدمی جو کچھ کہتے ہیں' اس سب کا گناہ پہل کرنے والے پر ہوتا ہے' جب تک مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔

اس بارے میں حضرت سعد، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن مغفل (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1905 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَتُؤْذُوا الْاَحْيَاءَ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَصْحَابُ سُفْيَانَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرَوٰى بَعْضُهُمْ مِثْلَ رِوَايَةِ الْحَفَرِيِّ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا يُحَدِّثُ عِنْدَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ اپنے مُردوں کو برا نہ کہو کیونکہ تم (اسی طرح) اپنے زندوں کو اذیت دو گے۔

سفیان کے شاگردوں میں اسے نقل کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض راویوں نے اسے حفری کی مانند نقل کیا ہے' جبکہ بعض راویوں نے اسے سفیان کے حوالے سے زیاد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہوئے سنا۔

1906 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زُبَيْدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ

1904- اخرجه مسلم (2000/4) كتاب البر والصلة والاداب' باب: النهى عن السباب' حديث (2587/68) وابو داؤد (274/4) احياء التراث' كتاب الاداب' باب: المستبان' حديث (4894)

1905- اخرجه احمد (252/4) من طريق زياد بن علاقة فذكره.

1906- اخرجه البخارى (135/1) كتاب الايمان' باب: خوف المؤمن من ان يحبط عمله وهو لا يشعر' حديث (48) وطرفاه فى (7076'6044) ومسلم (289/1- الابى) كتاب الايمان: باب: بيان قول النبى صلى الله عليه وسلم: سباب المسلم' حديث (64/116) والنسائى (122/7) كتاب تحريم الدم' باب: قتال المسلم' حديث (4110'4109)

قَالَ زُبَيْدٌ قُلْتُ لِاَبِيْ وَائِلٍ ءَ اَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ جنگ کرنا کفر ہے۔ (یا اس کو قتل کرنا کفر ہے)

زبید نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔ میں نے ابو وائل سے دریافت کیا: آپ نے خود حضرت عبداللہ کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

گالی گلوچ کی ممانعت:

بددعا کی طرح گالی گلوچ اور بدکلامی سے بھی معاشرہ کی قدریں مجروح ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ بطور تکیہ کلام فحش گوئی کے عادی ہوتے ہیں حتیٰ کہ اپنے اہل خانہ میں بیٹھ کر بھی ایسی زبان استعمال کرنے سے باز نہیں آتے، ایسی حرکت نہایت درجہ کی قبیح، قابل نفرت اور قابل گرفت ہے' جس سے افراد خانہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ گالی گلوچ اور فحش گوئی گناہ کبیرہ ہے' جس سے احتراز ضروری ہے۔

احادیث باب میں چند مسائل بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ کسی کو گالیاں بکنا گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔

☆ زندہ لوگوں کی طرح مردوں کو گالیاں دینا بھی حرام ہے، کیوں کہ اس سے زندہ لوگوں کو اذیت ہوتی ہے۔

☆ مسلمان کے قتل کو حلال قرار دیتے ہوئے، اسے ہلاک کرنا کفر ہے ورنہ گناہ کبیرہ ہے۔

فائدہ نافعہ: گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا مثلاً ترک صلوٰۃ گناہ کبیرہ ہے لیکن اس سے مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ تاہم نماز کے انکار سے کافر ہو جائے گا۔

سوال: گناہ کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) کسی گناہ کو گناہ سمجھ کر کرنا، اس صورت میں مسلمان کو قتل کرنا فسق ہے۔ (۲) کسی گناہ کو حلال سمجھ کر کرنا، اس صورت میں مومن کو گالی بکنا بھی کفر ہے، اس لیے کہ کسی گناہ کو حلال سمجھ کر کرنا کفر ہے۔ ایک گناہ کو فسق اور دوسرے کو کفر کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب: حقیقتاً قتل مسلم کفر نہیں ہے' بلکہ قتل مسلم پر کفر کا اطلاق تہدیداً ہے، دونوں گناہوں میں مراتب کے اعتبار سے فرق کیا گیا ہے کہ ایک کو فسق جب کہ دوسرے کو کفر قرار دیا گیا ہے، کیونکہ گناہ کو گناہ سمجھ کر کرنا فسق اور گناہ کو حلال سمجھتے ہوئے کرنا کفر ہے۔ کوئی مسلمان کسی گناہ کو حلال قرار دیتے ہوئے اس کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَوْلِ الْمَعْرُوْفِ

باب 52- بھلائی کی بات کہنا

1907 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا تُرٰى ظُهُوْرُهَا مِنْ بُطُوْنِهَا وَبُطُوْنُهَا مِنْ ظُهُوْرِهَا فَقَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ لِمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِمَنْ اَطَابَ الْكَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَاَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى لِلّٰهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ

توضیح راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَهُوَ كُوْفِيٌّ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحٰقَ الْقُرَشِيُّ مَدَنِيٌّ وَّهُوَ اَثْبَتُ مِنْ هٰذَا وَّكِلَاهُمَا كَانَا فِيْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جنت میں ایسے گھر ہیں جن کا باہر کا حصہ اندر سے اور اندر کا حصہ باہر سے نظر آ جاتا ہے۔ ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے دریافت کیا: یہ کسے ملیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کو جو اچھی گفتگو کرتا ہو، دوسروں کو کھانا کھلائے اور ہمیشہ (نفلی) روزے رکھے، رات کے وقت نوافل ادا کرے، جبکہ لوگ سو چکے ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف عبدالرحمٰن کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

بعض محدثین نے عبدالرحمٰن بن اسحاق کے بارے میں ان کے حافظے کے حوالے سے کلام کیا ہے۔ یہ صاحب کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن اسحاق قریشی مدنی ان سے زیادہ مستند ہیں۔ تاہم یہ دونوں حضرات ایک ہی زمانے کے ہیں۔

شرح

نیکیوں کے عوض جنت عطا ہونا:

الفاظ: قول المعروف: میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے، جس طرح اقوال بد سے معاشرہ کی قدریں مجروح ہوتی ہیں، اسی طرح اقوال خیر سے معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے۔ لوگوں کو باہم ایسی گفتگو کرنی چاہیے جو شرعاً اور عقلاً قابل اجر و ثواب ہو۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں کچھ ایسے گھر ہیں جن کے اندر سے باہر کی ہر چیز اور باہر سے اندر کی ہر چیز نظر آتی ہے۔ یہ گھر ان لوگوں کو میسر آئیں گے جن میں چار اوصاف پائے جائیں: (۱) وہ مہذب و سنجیدہ گفتگو کرتا ہو (۲) لوگوں کو کھانا کھلاتا ہو (۳) دن میں مسلسل روزے رکھتا ہو (۴) رات کے وقت قیام کرتا ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ الْمَمْلُوكِ الصَّالِحِ

باب 53- صالح غلام کی فضیلت

1908 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: نِعِمَّا لِاَحَدِهِمْ اَنْ يُطِيعَ رَبَّهُ وَيُؤَدِّيَ حَقَّ سَيِّدِهِ يَعْنِي الْمَمْلُوكَ

وقَالَ كَعْبٌ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي مُوسٰى وَابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: وہ شخص کتنا اچھا ہے' جو اپنے پروردگار کی اطاعت کرتا ہے اور اپنے آقا کے حق کو بھی ادا کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی مراد یہ تھی' جو شخص غلام ہو کعب بیان کرتے ہیں: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1909 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثَةٌ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ اُرَاهُ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ وَرَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّهُمْ بِهٖ رَاضُونَ وَرَجُلٌ يُّنَادِي بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ

توضیح راوی: وَاَبُو الْيَقْظَانِ اسْمُهُ عُثْمَانُ بْنُ قَيْسٍ وَّيُقَالُ ابْنُ عُمَيْرٍ وَّهُوَ اَشْهَرُ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تین لوگ مشک کے ٹیلے پر ہوں گے۔ (راوی بیان کرتے ہیں) میرا خیال ہے یہ الفاظ ہیں "قیامت کے دن" ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کا بھی حق ادا کرتا ہے۔ ایک وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرتا ہے اور وہ لوگ اس سے خوش ہوں۔ ایک وہ شخص جو روزانہ پانچ مرتبہ اذان دیتا ہے۔

1908- اخرجه البخاری (208/5) كتاب الخصومات' باب: العبد اذا احسن حدث (2549) من طريق الاعمش به' واخرجه مسلم (1285/3) من طريق همام بن منبه عن ابی هريرة.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف سفیان کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

ابویقظان نامی راوی کا نام عثمان بن قیس ہے۔ ایک قول کے مطابق عثمان بن عمیر ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے۔

شرح

اطاعت گزار غلام کی فضیلت:

خدام اور کنیزیں معاشرے کا حصہ ہوتے ہیں لیکن یہ کم درجہ کے افراد ہوتے ہیں، آقا انہیں اپنے ماتحت تصور کرتا ہے اور یہ بھی اپنے آپ کو فروتر تسلیم کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے میں سب انسان برابر ہیں اور دین کے رشتہ کی وجہ سے سب یکساں ہیں اور شریعت اسلامیہ کی پابندی سب پر واجب ہے۔ اگر معاشرے کے کچھ افراد اسلامی تعلیمات کی پابندی نہ کریں تو اسلامی معاشرہ کی شان کے منافی ہے، اس لیے غلاموں اور کنیزوں پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے آقا کی اطاعت کو لازم خیال کریں اور اس حوالے سے عملی مظاہرہ بھی کریں۔

احادیث باب میں غلام اور کنیز کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے آقا کی اطاعت کریں اور اس معاملے میں کوتاہی ہرگز نہ کریں۔ پہلی حدیث میں اس غلام کو بہترین غلام قرار دیا گیا جو اپنے آقا کا تابع فرمان ہوتا ہے۔ دوسری روایت میں بھی اللہ تعالیٰ اور آقا کے فرمانبردار غلام کو قیامت کے دن امتیازی مقام پر فائز ہونے کی خوشخبری سنائی گئی ہے، جس سے اطاعت گزار غلام کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

جب حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلی حدیث باب سنی تو تصدیق کی صورت میں فرمایا: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ؛ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ اس تصدیق کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) انہوں نے یہ بات آسمانی کتب یعنی تورات وانجیل وغیرہ میں پڑھی ہوگی۔ (۲) اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بنیاد پر دیندار غلام کی یہ خوبی معلوم کی ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مُعَاشَرَةِ النَّاسِ

باب 54- لوگوں کے ساتھ برتاؤ

1910 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ اَبِيْ شَبِيْبٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقِ اللّٰهِ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ

1910- اخرجه احمد (177،158،153/5) والدارمي (323/2) كتاب الرقائق، باب: في حسن الخلق، من طريق حبيب بن ابي ثابت، عن ميمون بن ابي شبيب، فذكره.

تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ ابْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ قَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ اَبِي شَبِيبٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ مَحْمُوْدٌ وَّالصَّحِيْحُ حَدِيْثُ اَبِي ذَرٍّ

◆◇ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔تم جہاں کہیں بھی ہو' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور برائی کرنے کے بعد نیکی کرو تا کہ وہ اسے مٹادے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

محمود نامی راوی نے اسے اپنی سند کے ہمراہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

محمود نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

معاشرے کے سنہرے اصول:

انسان جانوروں کی طرح الگ تھلگ رہنے کا عادی نہیں ہے' بلکہ مدنی الطبع ہونے کی وجہ سے معاشرے کا حصہ بن کر رہنے کو پسند کرتا ہے۔مل جل کر رہنے کے بھی کچھ اصول ہیں، جو حدیث باب میں بیان کیے گئے ہیں اور ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ : جہاں بھی تم موجود ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو: مطلب یہ ہے کہ انسان سفر میں ہو یا حضر میں، اکیلا ہو یا جماعت میں، دن کا وقت ہو یا رات کا ہر ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے ساتھ خیال کرتے ہوئے اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا چاہیے اور ممنوعات سے احتراز بھی از بس ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ سے ڈرنا محبت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ سانپ، شیر، بچھو اور دشمن کی طرح خوف سے بلکہ جس طرح استاذ، مرشد اور والدین سے محبت کی بنا پر ڈرا جاتا ہے نہ کہ خوف کے سبب۔

۲-وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا : برائی کے بعد نیکی کرتے برائی ختم ہو جاتی ہے: انسان غلطی کا پتلا ہے، اعمال خیر کرتا ہے اور معصیات کا ارتکاب بھی کرتا ہے، جب معصیت کے بعد نیکی کرتا ہے' تو اس کی معصیت ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ؛ بیشک نیکیاں، برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔'' جس طرح کپڑے کو داغ دھبہ لگ جائے، دھونے سے وہ ختم ہو جاتا ہے۔اسی طرح جب انسان سے کوئی نافرمانی و معصیت کا کام ہو جائے، اس کے بعد صدقہ و

خیرات کیا جائے یا صلوٰۃ توبہ پڑھ لی جائے، وہ گناہ ختم ہو جاتا ہے۔

۳- وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ: اورلوگوں سے حسن اخلاق کا برتاؤ کرو: یہ تیسرا حکم ہے کہ جب آدمی معاشرے کا ایک فرد بن کر اس میں مل جل کر رہتا ہے وہ لوگوں سے حسن اخلاق، حسن سلوک اور مروت کا برتاؤ کرے گا تو وہ ستارے کی مثل نمایاں ہوگا ورنہ کالعدم ہو جائے گا۔

حدیث باب میں تعمیر معاشرہ کے حوالے سے تین اہم امور کا درس دیا گیا ہے:

☆ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

☆ معصیت سرزد ہونے کی صورت میں نیکی کرنا

☆ لوگوں سے حسن سلوک کرنا اور حسن اخلاق سے پیش آنا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي ظَنِّ السُّوْءِ

باب 55- بدگمانی کا حکم

1911 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: قَالَ: وَسَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ يَذْكُرُ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ سُفْيَانُ الظَّنُّ ظَنَّانِ فَظَنٌّ اِثْمٌ وَّظَنٌّ لَيْسَ بِاِثْمٍ فَاَمَّا الظَّنُّ الَّذِيْ هُوَ اِثْمٌ فَالَّذِيْ يَظُنُّ ظَنًّا وَّيَتَكَلَّمُ بِهٖ وَاَمَّا الظَّنُّ الَّذِيْ لَيْسَ بِاِثْمٍ فَالَّذِيْ يَظُنُّ وَلَا يَتَكَلَّمُ بِهٖ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ بدگمانی سے اجتناب کرو کیونکہ یہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

میں نے عبد بن حمید کو سفیان کے شاگردوں کے حوالے سے یہ بات بیان کرتے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: گمان دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک گمان گناہ ہوتا ہے ایک گمان گناہ نہیں ہوتا جو گمان گناہ ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی گمان جو کرلے اس کے بارے میں کلام بھی کرے' جو گمان گناہ نہیں ہوتا۔ اس سے مراد وہ گمان ہے' جو آدمی صرف سوچے' اس کے بارے میں کوئی بات نہ کرے۔

1911- اخرجه البخاري (499/10) كتاب الادب' باب: (يايها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن' (الحجرات 12) حديث (6066) ومسلم (1985/4) كتاب البر والادب والصلة' باب: تحريم الظن والتجسس والتنافس والتناجش' ونحوها' حديث (2563/28) وابو داؤد (697/2) كتاب الادب' باب: في الظن' حديث (4917)

شرح

بدگمانی سے بچنا:

لفظ: ظن، کا معنی ہے: گمان خواہ اچھا ہو یا برا۔ ترکیب ظَنَّ السُّوْءِ: میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔ اس کا معنی ہے: بدگمانی، برا گمان۔

جب لوگوں میں اختلاف کی فضا قائم ہوتی ہے، باہمی بدظنی کا ناسور جنم لیتا ہے، جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے عیوب سے باخبر ہونے کے لیے تجسس کیا جاتا ہے اور عیب نمایاں ہونے پر غیبت کا طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ بدظنی، تجسس و عیب جوئی اور غیبت تینوں حرام ہیں اور ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط

(الحجرات: ۱۲) اے ایمان والو! تم زیادہ گمانوں سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تم عیب جوئی نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔"

حدیث باب اور ارشاد ربانی سے ثابت ہوا کہ بدگمانی، عیب جوئی اور غیبت تینوں گناہ کبیرہ ہیں اور ان سے اجتناب و احتراز ضروری ہے۔ البتہ چند مقامات پر گمان واجب یا مندوب یا مباح ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ارشاد ربانی ہے: لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (النور: ۱۲) جب لوگوں نے یہ بات سنی تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے یہ گمان کیوں نہ کیا اور یہ بات کیوں نہ کہی کہ یہ صاف جھوٹ ہے؟ یہ آیت منافقین کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر الزام عائد کرنے اور آپ کی برائت کے حوالے سے نازل ہوئی، جس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان خواتین و حضرات کو اس موقع پر اچھے گمان کا فوراً اعلان کرنا چاہیے تھا! (۲) کسی بزرگ کا ارشاد ہے: ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا تم مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان کرو۔ (۳) ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اِنَّ مِنَ الْحَزْمِ سُوْءُ الظَّنِّ، احتیاط اسی میں ہے کہ تحقیق کے بغیر کسی پر اعتبار نہ کیا جائے (۴) نماز ادا کرتے وقت سمت قبلہ مشتبہ ہو جانے پر ظن غالب پر عمل کرنا واجب ہے۔ (۵) دوران نماز تعداد رکعات میں اشتباہ ہونے پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ اس موقع پر تحری کی جائے گی اور ظن غالب پر عمل کیا جائے گا۔

الغرض ہر گمان گناہ نہیں ہے، بلکہ حدیث اور ارشاد ربانی کا مصداق وہ برا گمان ہے جو لوگ باہم کرتے ہیں، جن سے احتراز بلکہ ضروری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمِزَاحِ

باب 56- مزاح کا حکم

1912 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَضَّاحِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي

التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى اِنْ كَانَ لَيَقُوْلُ لِاَخٍ لِّي صَغِيْرٍ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَهُ

توضیح راوی: وَاَبُو التَّيَّاحِ اسْمُهُ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدِ الضُّبَعِيُّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ہمارے ساتھ گھل مل جایا کرتے تھے۔ آپ میرے چھوٹے بھائی سے کہا کرتے تھے اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کا کیا حال ہے؟

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

ابوتیاح نامی راوی کا نام یزید بن حمید ضبعی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1913 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہمارے ساتھ خوش مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں صرف سچ کہتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1914 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ حَامِلُكَ عَلٰى وَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے سواری کے لئے جانور مانگا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا' تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اونٹ کو اونٹنی ہی جنم دیتی ہے۔

1914- اخرجه البخاري في الادب المفرد (264) وابو داؤد (718/2) كتاب الادب' باب: ما جاء في المزاح' حديث (4998) واحمد (267/3) من طريق خالد بن عبد الله الواسطي' عن حميد' فذكره.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

1915 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا ذَا الْاُذُنَيْنِ

قَالَ مَحْمُوْدٌ قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ يَعْنِيْ مَازَحَهُ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا الْحَدِيْثُ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں'

نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اِن سے کہا: "اے دو کانوں والے"

محمود نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔ شیخ ابواسامہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مزاح کے طور پر یہ بات کہی تھی۔

یہ حدیث "صحیح غریب" ہے۔

شرح

خوش طبعی کرنے کا جواز:

لوگوں کا باہمی خوش طبعی، مزاح اور دائرہ اخلاق میں رہتے ہوئے ہنسی مذاق کرنا بھی معاشرہ کے لیے فرحت پیدا کرتا ہے۔ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بعض اوقات مزاح فرماتے تھے۔

احادیث باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ پہلی حدیث باب کی تفصیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل خانہ پر خصوصی نظر شفقت تھی اور ان کے گھر میں آپ کی کثرت سے آمد ورفت تھی۔ آپ ان کے گھر جاتے تو ان کے چھوٹے بھائی کو ملاحظہ فرماتے کہ وہ ہمیشہ اپنی ایک سرخ چڑیا کے ساتھ کھیل میں مصروف دکھائی دیتا تھا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کا چھوٹا بھائی مغموم بیٹھا ہوا ہے، آپ نے اہل خانہ سے اس کے غم زدہ ہونے کی وجہ پوچھی، جواب ملا کہ اس کی سرخ چڑیا مرگئی ہے، اس لیے یہ سوگ کے دن کاٹ رہا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہاں تشریف لیجاتے تو ان کے چھوٹے بھائی سے مزاح کرتے ہوئے فرماتے: یا ابا عمیر! مافعل النغیر ؟ اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟"۔ اس ارشاد میں دو طرح سے خوش طبعی ہے: (۱) نغیر کے ہم وزن ابو عمیر' آپ نے چھوٹے بچے کو کنیت سے پکارا۔ (۲) ابو عمیر کو ان کی سرخ رنگ والی چڑیا سے محبت یاد دلائی۔

1915– اخرجه ابوداؤد (719/2) كتاب الاداب' باب: ما جاء في المزاح' حديث (5002) واحمد (117/3'127'242) من طريق شريك' عن عاصم' فذكره.

دوسری حدیث باب میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ جب صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش طبعی کے بارے میں یاد کرتے یا آپ ان سے خوش طبعی کرتے، آپ انہیں فرماتے کہ میری زبان سے حق وصداقت کے علاوہ کوئی لفظ برآمد نہیں ہوتا، کیونکہ خلاف واقع بات یا مذاق مقام نبوت کے منافی ہے۔

تیسری حدیث باب میں یہ خوش طبعی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بایں الفاظ مخاطب فرماتے: یاذا الاذنین! اے دو کانوں والے!؛ یہ آپ کی خوش طبعی یا مزاح تھا ورنہ ہر شخص دو کانوں والا ہوتا ہے۔ حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مزاح بیان ہوا کہ سائل کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں تو تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس نے خیال کیا کہ جب بچے پر میں سواری نہیں کرسکوں گا تو اس کا فائدہ؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تعجب دور کرتے ہوئے فرمایا: ہر اونٹ، اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

فائدہ نافعہ: کسی سے ایسی بات کہنا جس سے دلی طور پر اسے تکلیف یا پریشانی لاحق ہو، اسے مذاق کہا جاتا ہے اور ایسے متکلم کو مسخرہ کہا جاتا ہے۔ مذاق حرام ہے، کیونکہ اس سے نفرت وکدورت اور عداوت پیدا ہوتی ہے جو لڑائی تک بھی پہنچا سکتی ہے۔ کسی سے ایسی بات کہنا جس سے وہ خوش ہو جائے، اس کی پریشانی دور ہو جائے اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر جائے، اسے مزاح یا خوش طبعی کہا جاتا ہے۔ یہ سنت اور جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمِرَاءِ

باب 57- جھگڑا کرنے کا حکم

1916 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ اللَّيْثِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ فِي وَسَطِهَا وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ بُنِيَ لَهُ فِي اَعْلَاهَا

وَهٰذَا الْحَدِيْثُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سَلَمَةَ بْنِ وَرْدَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص باطل جھوٹ چھوڑ دے' تو اس کے لئے جنت کے کنارے پر گھر بنایا جائے گا' جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے درمیان میں گھر بنایا جائے گا' جو شخص اپنے اخلاق اچھے کر لے اس کے لئے جنت کے بلند ترین حصے میں گھر بنایا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

ہم اسے صرف سلمہ بن وردان کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں جو انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

1917 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا فَضَالَةُ بْنُ الْفَضْلِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ ابْنِ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ

1916- اخرجه ابن ماجه (19/1) المقدمة' حديث (51) من طريق ابن ابى فديك' عن سلمة بن وردان' فذكره.

أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: كَفٰى بِكَ إِثْمًا أَنْ لَّا تَزَالَ مُخَاصِمًا

حکم حدیث: وَهٰذَا الْحَدِيْثُ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد بیان فرمائی ہے: تمہارے گنہگار ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم ہمیشہ جھگڑتے رہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

1918 سند حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوْبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنِ اللَّيْثِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَا تُمَارِ أَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدَةً فَتُخْلِفَهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَعَبْدُ الْمَلِكِ عِنْدِيْ هُوَ ابْنُ بَشِيْرٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم اپنے بھائی کے ساتھ جھگڑا نہ کرو اس کا مذاق نہ اڑاؤ' اس کے ساتھ وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہ کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

عبدالملک نامی راوی میرے خیال میں عبدالملک بن بشیر ہیں۔

شرح

فضول بحث وتکرار ترک کرنے کی فضیلت اور کرنے کی مذمت:

لفظ: مِرَاءٌ؛ مصدر ہے، جس کا معنی ہے: بحث وتکرار کرنا، جھگڑا کرنا، حجت بازی کرنا۔ فضول بحث وتکرار کرنا منع ہے، کیونکہ اس سے نفرت وکدورت کا متعدی ناسور پیدا ہوتا ہے جو انسان کو عداوت ولڑائی تک پہنچا دیتا ہے اور معاشرہ کا امن برباد ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا ص (الکہف: ۲۲) پس تم غار والوں کے بارے میں زیادہ بحث وتکرار نہ کرو''۔ البتہ با مقصد مسائل معلوم کرنے، سبق کا اعادہ کرنے اور مجلس مسابقہ میں سوالات کرنے کی اجازت ہے۔

پہلی حدیث باب میں بحث وتکرار سے احتراز کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص جھوٹ پر مبنی بحث سے احتراز کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے کنارے پر گھر عنایت کرے گا اور جو حق پر مبنی بحث سے اجتناب کرے گا، اسے جنت کے وسط میں گھر عطا کیا جائے گا۔ جو شخص اپنے اخلاق سنوارنے کے لیے بحث وتکرار سے دور رہے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے بالا خانوں میں گھر کی نعمت سے سرفراز فرمائے گا۔

1918- اخرجه البخاري في الادب المفرد (394) من طريق عبد الملك عكرمة' فذكره.

دوسری حدیث باب میں ہمہ وقت بحث وتکرار اور تنازع کرنے کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ تیسری حدیث باب میں تین چیزوں سے منع کیا گیا ہے: (۱) بحث وتکرار سے، کیونکہ اس سے نفرت وکدورت پیدا ہوتی ہے۔ (۲) کسی سے ہمہ وقت مزاح سے، کیوں کہ یہ مزاح، مزاق کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو متعدی الی التنازع ہوتا ہے۔ (۳) کسی سے ایسا وعدہ کرنا جو پورا نہ کر سکے، اس لیے کہ وعدہ کی خلاف ورزی نفاق ومنافقت کی علامت ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُدَارَاةِ

باب 58- مدارات کا حکم

1919 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: اسْتَاْذَنَ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ اَوْ اَخُو الْعَشِيْرَةِ ثُمَّ اَذِنَ لَهٗ فَاَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهٗ مَا قُلْتَ ثُمَّ اَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ فَقَالَ يَا عَآئِشَةُ اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی میں اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اپنے خاندان کا سب سے بُرا فرد ہے۔ (راوی کو شک ہے) اپنے خاندان کا بُرا بھائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تو اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کی جب وہ آدمی چلا گیا' تو میں عرض کی آپ نے تو اس شخص کے بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔ پھر آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہوتا ہے' جسے لوگ اس کی بدزبانی سے بچنے کیلئے (اس کے حال پر) چھوڑ دیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

برے شخص سے اچھا برتاؤ کرنا:

الفاظ: دَارَاةٌ، مَدَارَاةٌ؛ دونوں مترادف ہیں جن کا معنی ہے: دل جوئی کرنا، مشفقانہ برتاؤ کرنا، نرمی کا سلوک کرنا۔ اچھے

1919- اخرجه البخاری (486/10) كتاب الادب' باب: ما يجوز من اغتياب اهل الفساد والريب' حديث (6054: 554/10) كتاب الادب' باب: المداراة مع الناس' حديث (6131) وفي الادب المفرد (1315) ومسلم (2002/3) كتاب البر والصلة والادب' باب: مداراة من يتقى فحشة' حديث (2591/73) وابو داؤد (666/2) كتاب الادب: باب: في حسن العشرة' حديث (4791) واحمد (38/6) والحميدی (121/1) حديث (249) وعبد بن حميد (1511) من طريق عروة بن الزبير' فذكره.

انسان سے سب لوگ حسن سلوک کرتے ہیں، برے آدمی سے بھی حسن اخلاق سے پیش آنے کی ہدایت کی گئی ہے' تاکہ معاشرہ میں اخوت ومودت کوفروغ حاصل ہو اور باہمی میل جول میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔

حدیث باب سے اس مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ برے شخص کو برے الفاظ سے یاد کرنا غیبت نہیں ہے، کیوں کہ اس کو بیان کرنے سے دوسرے لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ثابت ہوا کہ شریر انسان کے شر سے بچنے کے لیے اس سے دل جوئی کرنا اور نرمی کا برتاؤ کرنا، سنت ہے۔ اس طرح معاشرہ میں برائی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مشہور روایت ہے: يَا عَائِشَةُ! مَتٰى عَهِدْتِنِيْ فَاحِشاً؟ اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهٖ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۳۲) اے عائشہ! تو نے کب مجھے بدگو پایا؟ قیامت کے دن مرتبہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے برا وہ شخص ہوگا، جسے لوگ اس کے شر سے بچنے کی وجہ سے چھوڑ دیں"۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِقْتِصَادِ فِي الْحُبِّ وَالْبُغْضِ

باب 59- محبت اور دشمنی میں میانہ روی اختیار کرنا

1920 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْكَلْبِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اُرَاهُ رَفَعَهُ

متنِ حدیث: قَالَ اَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَا عَسٰى اَنْ يَكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَا وَاَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَا عَسٰى اَنْ يَكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَيُّوْبَ بِاِسْنَادٍ غَيْرِ هٰذَا رَوَاهُ الْحَسَنُ بْنُ اَبِيْ جَعْفَرٍ وَّهُوَ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ اَيْضًا بِاِسْنَادٍ لَّهٗ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَالصَّحِيْحُ عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوْفٌ قَوْلُهٗ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے "مرفوع" روایت کے طور پر یہ بات نقل کی ہے (نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے) اپنے دوست کے ساتھ میانہ روی کا رویہ رکھو کیونکہ ہوسکتا ہے' وہ کسی دن تمہارا دشمن بن جائے اور اپنے دشمن کے ساتھ میانہ روی کا رویہ رکھو' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دوست بن جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ایوب کے حوالے سے' نقل کی گئی ہے۔

اس روایت کو حسن بن ابوجعفر نے نقل کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "ضعیف" ہے۔ یہی روایت حضرت علی کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔' تاہم صحیح یہ ہے کہ یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے اپنے قول کے طور پر

یعنی "موقوف" روایت کے طور پر منقول ہے۔

شرح

محبت وعداوت میں میانہ روی اختیار کرنا:

بعض اوقات انسان اپنے دوست سے محبت ومودت میں اس قدر غلو سے کام لیتا ہے کہ آئندہ دوستی، عداوت میں تبدیل ہو جانے کی وجہ سے وہی محبت وبال جان بن جاتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات آدمی اپنے مخالف سے عداوت میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ مستقبل میں عداوت، دوستی میں تبدیل ہو جانے کے باعث ذہنی اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ شریعت نے ہمیں حکم دیا ہے دوست سے دوستی اور دشمن سے عداوت میں میانہ روی اختیار کی جائے تاکہ مستقبل میں ندامت و پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكِبْرِ

باب 60- تکبر کا بیان

1921 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ وَّلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا' جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ وہ شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا' جس کے دل میں رائی کے دانے کے وزن جتنا ایمان ہوگا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1922 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ

1921- اخرجه مسلم (367'366/1- نووی) كتاب الايمان' باب: تحريم الكبر وبيانه' حديث (91/149'148'147) وابو داؤد (457/2) كتاب اللباس' باب: ما جاء في الكبر' حديث (4091) وابن ماجه (22/1) المقدمة' حديث (59) (1397/2) كتاب الزهد' باب: البراء' من الكبر والتواضع' حديث (4173) واحمد (412/1 '416 '451) من طريق ابراهيم'عن علقمة' فذكره.

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ وَّلَا يَدْخُلُ النَّارَ يَعْنِيْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ قَالَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِنَّهٗ يُعْجِبُنِيْ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبِيْ حَسَنًا وَّنَعْلِيْ حَسَنَةً قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْجَمَالَ وَلٰكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَغَمَصَ النَّاسَ

مذاہب فقہاء: وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ لَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ اِنَّمَا مَعْنَاهُ لَا يُخَلَّدُ فِي النَّارِ

حدیث دیگر: وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ

وَقَدْ فَسَّرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ التَّابِعِيْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ) فَقَالَ مَنْ تُخَلِّدُ فِي النَّارِ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا' جس کے دل میں چھوٹی چیونٹی کے جتنا تکبر ہوگا وہ شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا' جس کے دل میں چھوٹی چیونٹی کے وزن جتنا ایمان ہوگا۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: مجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ میرے کپڑے عمدہ ہوں اور جوتا اچھا ہو' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمال کو پسند کرتا ہے' لیکن تکبر سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص حق کا انکار کرے' اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث ''جہنم میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا' جس کے دل میں چھوٹی چیونٹی کے برابر ایمان ہو''۔ کی یہ تشریح بیان کی ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جہنم سے ہر وہ شخص نکل آئے گا' جس کے دل میں چھوٹی چیونٹی کے وزن جتنا ایمان ہوگا''۔

بعض تابعین نے اس آیت ''اے ہمارے پروردگار! جسے تو جہنم میں داخل کردے گا' اسے تو نے رسوا کردیا''۔ کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے: جسے تو ہمیشہ جہنم میں رکھے گا اسے تو نے رسوا کردیا (یا خسارے کا شکار کردیا)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

1923 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ فَيُصِيْبُهٗ مَا اَصَابَهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄► ایاس بن سلمہ بن اکوع اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی خود کو اتنا بڑا سمجھتا ہے یہاں تک کہ اس کا نام "جبارین" (تکبر کرنے والوں) میں لکھ دیا جاتا ہے؟ اسے بھی وہی عذاب ہوگا' جو ان لوگوں کو ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

1924 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيسَى الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيهِ

متن حدیث: قَالَ تَقُولُونَ فِيَّ التِّيهُ وَقَدْ رَكِبْتُ الْحِمَارَ وَلَبِسْتُ الشَّمْلَةَ وَقَدْ حَلَبْتُ الشَّاةَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا فَلَيْسَ فِيهِ مِنَ الْكِبْرِ شَيْءٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◄► نافع بن جبیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں لوگ میرے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں: میرے اندر تکبر پایا جاتا ہے حالانکہ میں گدھے پر سوار ہو جاتا ہوں۔ موٹی چادر کو لباس کے طور پر استعمال کرتا ہوں بکری کا دودھ دوہ لیتا ہوں اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص یہ کام کر لیتا ہو اس میں تکبر نہیں ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

تکبر کی مذمت اور اسے دور کرنے کا طریقہ:

جس انسان میں عجز وانکسار اور فروتنی ہو وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جس آدمی میں تکبر وغرور اور بڑائی پائی جائے، وہ ذلیل وخوار ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں تواضع وانکساری بندے کی صفت ہے جب کہ تکبر وکبریائی اللہ تعالیٰ کا وصف ہے۔ تکبر کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے تعلق سے تکبر کرنا: یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گھمنڈ کرنا، اس کے احکام پر عمل نہ کرنا اور حق کا انکار کرنا ہے (۲) بندوں کے تعلق سے تکبر کرنا: بندوں کے سامنے اپنے آپ کو بڑا خیال کرنا، اپنے آپ کو دوسروں سے افضل قرار دینا اور اپنے مقابلہ میں دوسرے لوگوں کو حقیر ومعمولی سمجھنا، جب کہ تمام انسان اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے سامنے یکساں اور اس کی مخلوق ہونے میں سب برابر ہیں۔ البتہ عبادت وریاضت، تقویٰ وطہارت اور اطاعت وتابعداری کے لحاظ سے کسی کو فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ متکبر شخص، تکبر کے سبب جنت سے محروم رہے گا اور جہنم میں پھینکا جائے گا۔ جو شخص عجز وانکار اور تواضع کا مجسمہ ہو، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ وہ جنت میں جائے گا۔ آخری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبر کو دور کرنے کے تین طریقے ہیں:

☆ گدھے پر سواری کرنا

☆ لباس کی غرض سے موٹی چادر اوڑھنا

☆ بکری کا دودھ دوھنا

فائدہ نافعہ: جمال وحسن میں فرق: جمال: ذاتی موزونیت کا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ چند الفاظ کی ترتیب خاص کو جملہ کہا جاتا ہے۔علاوہ ازیں یوں کہا جاتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ. بیشک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے''۔حسن: عارضی صفت کا نام ہے، دوسرا شخص یہ صفت مہیا کرتا ہے' جس طرح یوں کہا جاتا ہے: اِسْتَحْسَنَهٗ: یعنی فلاں شخص نے اسے صفتِ حسن عطا کی۔اس طرح اللہ تعالیٰ کو جمیل تو کہہ سکتے ہیں لیکن حسین نہیں کہہ سکتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جمال ذاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حُسْنِ الْخُلُقِ

باب 61- اچھے اخلاق کا بیان

1925 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ عَنْ یَّعْلٰی بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا شَیْءٌ اَثْقَلُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَّاِنَّ اللّٰهَ لَیُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیْءَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَنَسٍ وَّاُسَامَةَ بْنِ شَرِیْكٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت اُمِّ درداء حضرت ابودرداء بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: قیامت کے دن مومن کے میزان میں اچھے اخلاق کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہوگی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بے حیا اور فحش گفتگو کرنے والے شخص سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے۔

اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضرت اسامہ بن شریک (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1926 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا قَبِیْصَةُ بْنُ اللَّیْثِ الْکُوْفِیُّ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ :

2025- اخرجه البخاري في الادب المفرد (267) وابو داؤد (668/2) كتاب الادب، باب: في حسن الخلق، حديث (4799) واحمد (442/6، 446، 448) وعبد بن حميد (204) من طريق عطاء بن نافع الكيخاراني، عن ام الدرداء، فذكرته.

متن حدیث: مَا مِنْ شَیْءٍ یُوضَعُ فِی الْمِیْزَانِ اَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ وَاِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَیَبْلُغُ بِهٖ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیّدہ اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ میزان میں جو چیزیں رکھی جائیں گی ان میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی اور چیز نہیں ہوگی۔ آدمی اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے (بکثرت نفلی) نمازیں پڑھنے اور روزہ رکھنے والا شخص کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

1927 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ مُّحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِیْسَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ

متن حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْثَرِ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ فَقَالَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَسُئِلَ عَنْ اَكْثَرِ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ الْفَمُ وَالْفَرْجُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِیْسَ هُوَ ابْنُ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَوْدِیُّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: کس عمل کی وجہ سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی پرہیزگاری کی وجہ سے اور اچھے اخلاق کی وجہ سے' پھر آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: کس عمل کی وجہ سے زیادہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: منہ اور شرمگاہ کی وجہ سے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح غریب'' ہے۔

عبداللہ بن ادریس نامی راوی عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمٰن اودی ہیں۔

1928 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهٗ وَصَفَ حُسْنَ الْخُلُقِ فَقَالَ هُوَ بَسْطُ الْوَجْهِ وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَكَفُّ الْاَذٰی

احمد بن عبدہ ضبی نے ابووہب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے اچھے اخلاق میں یہ باتیں شمار کی ہیں۔ خندہ پیشانی سے ملنا' بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا اور تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا۔

2027- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (286، 291) وابن ماجه (1418/2) کتاب الزهد' باب: ذکر الذنوب' حدیث (4246) واحمد (291، 392، 442) من طریق' یزید' فذکره.

شرح

حسن اخلاق کی فضیلت:

ایمان کے بعد شریعت نے جس چیز پر زیادہ زور دیا ہے، وہ حسن اخلاق ہے۔ حسن اخلاق اپنانے اور برے اخلاق ترک کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ بعثت نبوی کے مقاصد میں سے ایک انسان کا تزکیہ نفس، اخلاق حسنہ کی تعمیر اور اخلاق رذیلہ کو ترک کرنا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: وَیُزَکِّیْھِمْ ؛ (آل عمران:۱۶۴) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا تزکیہ فرماتے ہیں"۔ ایک مشہور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ؛ حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے میں مبعوث کیا گیا ہوں۔"

اخلاق حسنہ کا عکس اخلاق سیئہ یا اخلاق رذیلہ ہے، اسلام نے جہاں اخلاق حسنہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا وہاں اخلاق رذیلہ کو ترک کرنے کی بھی تاکید کی ہے۔ اخلاق رذیلہ سے مراد ہے: (۱) جھوٹ (۲) غیبت (۳) تکبر (۴) حسد (۵) بہتان (۶) چغلی وغیرہ۔

احادیث باب میں حسن اخلاق کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ اس حوالے سے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ قیامت کے دن میزان میں مومن کے لیے اخلاق حسنہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوگی۔

☆ آدمی اپنے اخلاق حسنہ کی برکت سے قائم اللیل اور صائم النہار کے برابر اجر وثواب حاصل کرسکتا ہے۔

☆ حسن اخلاق کی برکت سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے، اور اس کے برعکس بدگوئی اور شرمگاہ کے غلط استعمال کے سبب زیادہ لوگ جہنم میں جائیں۔

☆ حسن اخلاق امور ثلاثہ ہیں:

(۱) خندہ پیشانی سے ملنا (۲) امور خیر میں خرچ کرنا (۳) کسی تکلیف دہ چیز کو راستہ سے دور کرنا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاِحْسَانِ وَالْعَفْوِ

باب 62- احسان کرنا اور معاف کردینا

1929 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ وَّاَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْهِ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ اَمُرُّ بِهٖ فَلَا یَقْرِیْنِیْ وَلَا یُضَیِّفُنِیْ فَیَمُرُّ بِیْ اَفَاُجْزِیْهِ قَالَ لَا اَقْرِهٖ قَالَ وَرَآنِیْ رَثَّ الثِّیَابِ فَقَالَ هَلْ لَکَ مِنْ مَالٍ قُلْتُ مِنْ کُلِّ الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰهُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ قَالَ فَلْیُرَ عَلَیْکَ

2029- اخرجه ابوداؤد (449/2) کتاب اللباس، باب: فی غسل الثوب وفی الخلقان، حدیث (4063) والنسائی (180/8، 181) کتاب الزینة، باب: الجلاجل، حدیث (5223، 5224، 196/8) کتاب الزینة، باب: ذکر ما یستحب من لبس الثیاب وما یکرہ منها، حدیث (5294) واحمد (473/3، 137/4) من طریق ابواسحق، عن ابی الاحوص، فذکرہ۔

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَجَابِرٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْاَحْوَصِ اسْمُهٗ عَوْفُ بْنُ مَالِكِ بْنِ نَضْلَةَ الْجُشَمِىُّ وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ اَقْرِهٖ اَضِفْهُ وَالْقِرٰى هُوَ الضِّيَافَةُ

ابواحوص اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک شخص کے پاس سے گزرتا ہوں وہ میری ضیافت نہیں کرتا اور نہ مجھے مہمان بناتا ہے۔ جب وہ میرے پاس سے گزرتا ہے' تو کیا میں بھی اسے اسی طرح بدلہ دوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! تم اس کی میزبانی کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا تو دریافت کیا: تمہارے پاس مال موجود ہے؟ میں نے عرض کی: ہر طرح کا مال موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ اور بکریاں عطا کی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو اس (خوشحالی کا اثر تم پر) نظر آنا چاہیے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ، حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابواحوص نامی راوی کا نام عوف بن مالک بن نضلہ جشمی ہے۔

روایت کے یہ الفاظ اَقْرِهٖ سے مراد ہے تم اس کی مہمان نوازی کرو۔

لفظ اَلْقِرٰى کا مطلب مہمان نوازی ہے۔

1930 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِىُّ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُمَيْعٍ عَنْ اَبِى الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: لَا تَكُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَّطِّنُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَآئُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ دوسروں جیسا رویہ اختیار نہ کرو کہ تم یہ کہو' اگر لوگوں نے اچھائی کی ہے' تو ہم بھی اچھائی کرلیں گے' اگر انہوں نے زیادتی کی ہے' تو ہم بھی زیادتی کریں گے'' خود کو یہ تلقین کرو۔ اگر لوگوں نے اچھائی کی تو تم بھی اچھائی کرو گے' اگر وہ برائی کریں گے' تو تم زیادتی نہیں کرو گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

احسان اور درگذر کرنا:

لفظ: احسان، فعل ثلاثی مزید فیہ باب افعال کا مصدر ہے، جس کا معنیٰ ہے: لوگوں سے بھلائی کرنا، کوئی کام کر دینا، تحفہ فراہم کرنا، کسی کا خوش کن کام کر دینا، آرام پہنچانا۔ لفظ: العفو، کا معنیٰ ہے: کسی کی خامیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے خوبیوں کی تعریف کرنا، نا قابل برداشت حرکتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کے اچھے کاموں کی تعریف کرنا۔ حسن اخلاق کی طرح لوگوں سے احسان و درگذر کرنا بھی معاشرے کا حسن ہے، کیونکہ اگر ہر انسان انتقامی کارروائی اور دوسرے جیسا رویہ اختیار کرنا شروع کر دے، تو معاشرہ کا امن وسکون تباہ ہو جائے گا۔ احادیث باب میں لوگوں سے احسان کرنے اور عفو و درگذر کرنے کا درس دیا گیا ہے، جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ لوگوں سے انتقامی جذبہ رکھنے کی بجائے احسان و درگذر کا رویہ اختیار کرنا

☆ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار لباس وخوراک کی شکل میں ہونا

☆ برائی کا بدلہ احسان و درگذر کی صورت میں فراہم کرنا

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ زِيَارَةِ الْاِخْوَانِ

باب 63- (دینی) بھائیوں کی زیارت کرنا

1931 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّالْحُسَيْنُ بْنُ اَبِيْ كَبْشَةَ الْبَصْرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ السَّدُوْسِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ سِنَانٍ الْقَسْمَلِيُّ هُوَ الشَّامِيُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِيْ سَوْدَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ عَادَ مَرِيْضًا اَوْ زَارَ اَخًا لَهُ فِي اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ اَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ سِنَانٍ اسْمُهُ عِيْسَى بْنُ سِنَانٍ وَّقَدْ رَوٰى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرے یا کسی دینی بھائی کی زیارت کرے' تو ایک شخص یہ اعلان کرتا ہے تمہیں مبارک ہو تمہارا چلنا مبارک ہو تم نے جنت میں اپنے لئے جگہ بنا لی ہے۔

1931- اخرجه ابن ماجه (464/1) كتاب الجنائز' باب: ما جاء في ثواب من عاد مريضاً' حديث (1443)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابوسنان نامی راوی کا نام عیسیٰ بن سنان ہے۔

حماد بن سلمہ نے ثابت کے حوالے سے ابورافع کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

شرح

مسلمان بھائی سے ملاقات کرنے کی فضیلت:

ایمانی صفت کا تقاضا ہے کہ مسلمان باہم محبت وخندہ پیشانی سے ملاقات کریں، ایک دوسرے کے کام آئیں اور ایک دوسرے کی ضروریات کو پورا کرنے کا جذبہ رکھیں، تاکہ باہمی محبت والفت کو فروغ حاصل ہو اور معاشرہ جدار واحد کا نقشہ پیش کرے۔ اس سلسلے میں ایک مشہور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت ان لوگوں کے لیے ضروری ہے جو میری محبت کی وجہ سے باہم محبت کرتے ہیں، میری وجہ سے مجلس نشینی کرتے ہیں، میری وجہ سے باہم ملاقات کرتے ہیں اور میری وجہ سے باہم خرچ کرتے ہیں۔'' جب انسان ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی کے لیے انجام دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس پر خصوصی نظر رحمت فرماتا ہے اور اسے اپنے کثیر انعامات سے سرفراز فرماتا ہے۔

جو شخص اپنے بھائی کی عیادت کے لیے جاتا ہے، تو فرشتے اسے اپنی تین دعاؤں سے نوازتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- اَنْ طِبْتَ: تو خوشحال وخوشگوار رہے''۔ (اس کا تعلق دنیوی زندگی سے ہے)

۲- وَطَابَ مَمْشَاكَ: تیری آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہے۔'' (اس کا تعلق حسن عمل سے ہے۔)

۳- وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا؛ تو نے جنت میں اپنا گھر تعمیر کر لیا''۔ (اس کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَيَاءِ

باب 64- حیاء کا بیان

1932 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعَبْدُ الرَّحِيمِ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ بَكْرَةَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1932- تفرد به الترمذی، ینظر تحفة الاشراف (15040، 15088، 15053) واخرجه الحاكم فی المستدرك (1/52-53) واحمد (2/501) وذكره الهيثمی فی موارد الظمان (6/207) حديث (1929) جميعهم عن محمد بن عمرو بن ابی سلمة عن ابی هريرة به.

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جاتا ہے۔ بے حیائی ظلم کا حصہ ہے ظلم جہنم میں لے جاتا ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوبکرہ، حضرت ابوامامہ، حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

شرم وحیا کی فضیلت اور بے حیائی وظلم کی مذمت:

شرم وحیا انسان کا کلیدی وصف ہے، جس سے تعمیر سیرت اور معاشرہ کا وقار مستحکم ہوتا ہے۔ یہی وصف مسلمان کو اعمال خیر کی ترغیب دیتا اور منکرات وفواحش سے روکتا ہے۔ حیا کا تعلق محض انسان سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا وصف بھی ہے۔ چنانچہ ایک مشہور روایت کے الفاظ یہ ہیں: اِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ سِتِّيْرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسِّتْرَ، فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۰۱۲) بیشک اللہ تعالیٰ بہت شرم کرنے والا، پردہ پوشی کرنے والا اور شرم وپردہ پوشی کو پسند کرتا ہے۔ پس تم میں سے جب کوئی غسل کرے، وہ پردہ پوشی سے کام لے"۔ شرم وحیاء خواہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن یہ مومن کے وقار کی علامت بھی ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اپنے اندر یہ وصف راسخ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حیادار ہونے سے مراد یہ ہے کہ خالق کائنات کے تمام کام پر حکمت اور عظیم تر ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی بدنما اور غیر مناسب ہرگز نہیں ہوتا۔ جب مسلمان اس وصف کو اپنی ذات میں مستحکم کرے گا تو نیک اعمال کی طرف راغب رہے گا اور منکرات سے اجتناب کرنے کی کوشش کرے گا۔

حدیث باب میں حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، جس طرح ایمان مطلوب ہے اور دخول جنت کا باعث ہے اسی طرح حیا بھی مطلوب اور جنت میں جانے کا ذریعہ ہے۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ؛ یعنی حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے"۔ حیا کے برعکس جفا وظلم ہے جو غیر مطلوب، اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ پسند اور دخول جہنم کا سبب ہے۔ جس طرح درخت اور اس کے پھل کا گہرا تعلق ہوتا ہے، اسی طرح ایمان اور اعمال خیر کا گہرا تعلق ہے۔ شرم وحیا سے مسلمان باسلیقہ، باوقار اور قابل اعتماد بن جاتا ہے جب کہ بے حیائی سے بے عملی اور منکرات کے ارتکاب کے علاوہ کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّاَنِّيْ وَالْعَجَلَةِ

باب 65- آہستہ روی اور جلد بازی کا بیان

1933 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِمْرَانَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَرْجِسَ الْمُزَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

1933- اخرجه عبد بن حميد (183) حديث (512) من طريق عبد الله بن عمران، عن عاصم، فذكره.

متن حدیث: اَلسَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالِاقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ اَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْئًا مِّنَ النُّبُوَّةِ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِمْرَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَاصِمٍ وَّالصَّحِيْحُ حَدِيْثُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن سرجس مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اچھی عادات اختیار کرنا، جلد بازی سے کام نہ لینا اور میانہ روی اختیار کرنا' نبوت کا چوبیسواں جز ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

قتیبہ اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

اس سند میں عاصم کا تذکرہ نہیں ہے۔ نصر بن علی کی روایت مستند ہے۔

1934 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ اِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنِ الْاَشَجِّ الْعَصَرِيِّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عبدالقیس قبیلے کے سردار سے یہ فرمایا تھا: تمہارے اندر دو خصوصیات ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ بردباری اور جلد بازی نہ کرنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت اشج عصری سے بھی حدیث منقول ہے۔

1935 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُهَيْمِنِ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: اَلْاَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

حکم حدیث: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ عَبْدِ الْمُهَيْمِنِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ وَّضَعَّفَهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَالْاَشَجُّ بْنُ عَبْدِ الْقَيْسِ اسْمُهُ الْمُنْذِرُ بْنُ عَائِذٍ

1934- اخرجه ابن ماجه (1401/2) كتاب الزهد' باب: الحلم' حديث (4188)

◆◆ عبدالمہیمن بن عباس اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جلد بازی نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

بعض اہل علم نے عبدالمہیمن نامی راوی کے بارے میں کلام کیا ہے اور ان کے حافظے کے حوالے سے انہیں ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔ ''اشج عبدالقیس'' کا نام منذر بن عائذ ہے۔

شرح

میانہ روی کی فضیلت اور جلد بازی کی مذمت:

لفظ: التأني؛ سے مراد ہے: اطمینان وطمانیت سے کسی کام کو انجام دینا، پروقار وسنجیدگی سے کوئی کام کرنا، کوئی کام کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا۔ لفظ: اَلْعَجَلَةُ؛ سے مراد ہے کوئی کام جلد بازی سے کرنا، کوئی کام بدسلیقی وغیر سنجیدہ انداز سے سرانجام دینا۔ میانہ روی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور توفیق سے حاصل ہوتی ہے جب کہ جلد بازی میں شیطان کا خصوصی عمل ودخل ہوتا ہے۔

پہلی حدیث میں تین امور کو نبوت کا چالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے، وہ تین امور یہ ہیں: (۱) اچھی عادات کو اختیار کرنا (۲) جلد بازی سے احتراز کرنا (۳) ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنا۔ ایک دوسری روایت میں ''مبشرات حسنہ'' کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور آپ کے بعد نیا نبی پیدا نہیں ہوسکتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین نیابت کی خدمات انجام دیتے ہوئے آپ کی تعلیمات اور دین اسلام کی تبلیغ وتفہیم کرتے رہیں گے۔ آپ کی تعلیمات کے حوالے سے تین اہم امور اس حدیث میں بیان کیے گئے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے حوالے سے کثیر آیات اور متعدد احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں''۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ؛ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ؛ اگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو عمر نبی ہوتے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ میری امت آخری امت ہے، اس کے بعد کوئی امت نہیں ہے''۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کا تاج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر رکھ دیا ہے، نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے اور اب کوئی نیا نبی پیدا نہیں کرے گا۔

دوسری حدیث باب کا شان ورود یہ ہے کہ جب قبیلہ عبدالقیس کا وفد مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ان میں منذر بن عائذ نامی ایک شخص بھی شامل تھا، اس کی پیشانی پر زخم کا نشان تھا جس وجہ سے وہ ''اشج'' کہلاتا تھا،

اس کے قبیلہ کا نام "العصر" تھا جس کی نسبت سے اسے "العصری" بھی کہا جاتا تھا۔ جب یہ وفد مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو تمام ارکان عجلت سے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے لیکن منذر بن عائذ العصری ان کے ساتھ حاضر نہ ہوا۔ اس نے اطمینان سے غسل کیا، کپڑے تبدیل کیے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوران مجلس ایک خاص واقعہ یہ پیش آیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان وفد سے فرمایا: تم اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرو! سب ارکان بیعت کے لیے تیار ہو گئے لیکن حضرت منذر بن عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اپنی قوم کی جانب سے بیعت کیسے کر سکتے ہیں، کیونکہ ہمیں علم نہیں ہے کہ وہ اسلام قبول کریں گے یا نہیں؟ تاہم ہم اتنا ضرور کریں گے کہ واپسی پر انہیں دعوت اسلام دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت منذر بن عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند فرمایا اور اس موقع پر ان کے بارے میں فرمایا: اِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ؛ تم میں دو عادتیں ایسی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے: (۱) بردباری (۲) اطمینان"۔ اس روایت میں وقار و متانت اور اطمینان و میانہ روی اختیار کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

تیسری حدیث باب میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ معاملات میں میانہ روی اختیار کرنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور توفیق کا ثمر ہے جب کہ جلد بازی سے کام لینے میں شیطانی مداخلت ہوتی ہے۔ لہٰذا میانہ روی اختیار کرنا چاہیے اور عجلت و جلد بازی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرِّفْقِ

باب 66- نرمی کا بیان

1936 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَي بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ اُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَنْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الْخَيْرِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَجَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ اُم درداء رضی اللہ عنہا' حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جس شخص کو نرمی میں سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی میں سے حصہ دیا گیا جس شخص کو نرمی سے محروم رکھا گیا اسے بھلائی سے محروم رکھا گیا۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ، حضرت جریر بن عبداللہ اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1936- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (460) واحمد (451/6) والحمیدی (193/1, 194) حدیث (393،394) وعبد بن حمید (101) حدیث (214) من طریق ابن ابی ملیکة عن یعلی بن مملك، عن ام الدرداء، فذکرته۔

شرح

نرمی اختیار کرنے کی اہمیت:

جس طرح سختی کا رویہ اختیار کرنے کے نقصانات ہیں، اسی طرح نرمی اختیار کرنے کے فوائد ہیں۔ یہ خوبی مطلوب ہے اور اس سے معاشرہ کا وقار بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی اختیار کرنے والے کو اپنے خصوصی انعامات سے نوازتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نرم ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے، نرمی اختیار کرنے پر اتنا عطا کرتا ہے کہ سختی کرنے پر نہیں کرتا اور نہ اس کے علاوہ کسی اچھی صفت پر اتنا عطا کرتا ہے''۔ (صحیح مسلم) ایک دوسری روایت میں یوں ہے: جو شخص نرمی کی صفت سے محروم کیا گیا وہ ہر نیکی سے محروم کیا گیا۔'' معلوم ہوا جو لوگ کہتے ہیں کہ سختی کے بغیر مقاصد حاصل نہیں ہوتے وہ غلطی پر ہیں، کیونکہ جو نرمی اختیار کرنے کے فوائد و ثمرات ہیں، وہ سختی اختیار کرنے پر حاصل نہیں ہو سکتے۔

حدیث باب میں بھی نرمی اختیار کرنے کی اہمیت و فضیلت واضح ہوتی ہے۔ نرمی خیر کا نام ہے، جس کے مقابلے میں دوسری خیر نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کا دائرہ وسیع ترین ہے مثلاً بچوں سے نرمی، بوڑھوں سے نرمی، خواتین سے نرمی، ماتحت عملہ سے نرمی، شاگردوں سے نرمی، ہمسائیوں سے نرمی، اولاد سے نرمی، والدین سے نرمی، اساتذہ سے نرمی، اعزاء و اقارب سے نرمی، مہمانوں سے نرمی، جانوروں سے نرمی، پرندوں سے نرمی، مسافروں سے نرمی، گاہکوں سے نرمی، حفاظ سے نرمی، علماء سے نرمی، مقروض سے نرمی اور گفتگو میں نرمی وغیرہ۔

فائدہ نافعہ: نرمی ایسا ہتھیار ہے، جس کے ذریعے دشمن کو مطیع بنایا جا سکتا ہے، مخالفین کی اصلاح کی جا سکتی ہے اور معاشرہ سے عداوت و کدورت کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس سختی کے نتیجہ میں اعزاء و اقارب اور احباء دشمن بن جاتے ہیں۔ الغرض نرمی سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، وہ سختی سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ

باب 67- مظلوم کی بددعا کا حکم

1937 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

1937- اخرجه البخاری (307/3) كتاب الزكوٰة' باب: وجوب الزكوٰة' حديث (1395) واطرافه فی (1458'1496'2448'4347'7371'7372) ومسلم (228/1'229- نووی) كتاب الايمان' باب: الدعاء الى الشهادتين وشرائع الاسلام' حديث (29'30'31/19) وابو داؤد (498/1) كتاب الزكوٰة' باب: فی زكوٰة السائمة' حديث (1584) والنسائی (2/5'3) كتاب الزكوٰة' باب: وجوب الزكوٰة' حديث (1783) والدارمی (379/1) كتاب الزكوٰة' باب: فی فضل الزكوٰة (384/1) كتاب الزكوٰة' باب: النهی' عن اخذ الصدقة من كرائم اموال الناس' من طريق يحيٰ بن عبد الله بن صيفی' بهذا الاسناد۔

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مَعْبَدٍ اسْمُهٗ نَافِذٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس بارے میں حضرت انس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابومعبد نامی راوی کا نام نافع ہے۔

شرح

مظلوم کی بددعا قبول ہونا:

جس طرح دعائے خیر اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اسی طرح بددعا بھی وہی قبول کرتا ہے۔ خواہ کسی کے خلاف بددعا کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن جب کسی غریب کو معاملات زندگی میں انصاف مہیا نہ ہو اور اسے مسلسل ظلم وستم کا نشانہ بنایا جائے، پھر مظلوم کے پاس بددعا کرنے کے علاوہ کوئی ہتھیار باقی نہیں رہتا۔ جب مظلوم، ظالم کے خلاف گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور بددعا کرتا ہے' تو وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درجہ قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔ حدیث باب سے عدل وانصاف کا قیام مطلوب ہے، جو معاشرے کی ترقی کا ضامن اور امن وسکون کی فضا قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ خُلُقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 68- نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کا تذکرہ

1938 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متن حدیث: خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِىْ اُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَىْءٍ صَنَعْتُهٗ لِمَ صَنَعْتَهٗ وَلَا لِشَىْءٍ تَرَكْتُهٗ لِمَ تَرَكْتَهٗ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَّلَا

1938- اخرجه مسلم (1814/4) كتاب الفضائل' باب: طيب رائحة النبى صلى الله عليه وسلم' ولين مسه' والتبرك بمسحه' حديث (2230/81) واخرجه المصنف فى الشمائل' ص (285) حديث (346) من طريق ثابت' فذكره۔

مَسِسْتُ خَزًّا قَطُّ وَلَا حَرِيرًا وَّلَا شَيْئًا كَانَ اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ اَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَآئِشَةَ وَالْبَرَاءِ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ آپ نے کبھی بھی مجھے "اُف نہیں" فرمایا اور میں نے جو کام کیا اس کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تم نے یہ کیوں کیا؟ میں نے جو کام نہیں کیا اس کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تم نے اسے کیوں نہیں کیا۔ نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے میں نے آپ کے دست مبارک سے زیادہ نرم وملائم کوئی ریشم نہیں چھوا اور آپ کی خوشبو مبارک سے زیادہ اور کسی مشک یا عطر کی خوشبو نہیں سونگھی۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت براء (رضی اللہ عنہما) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1939 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِىَّ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ عَآئِشَةَ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّلَا صَخَّابًا فِى الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِى بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِىُّ اسْمُهٗ عَبْدُ بْنُ عَبْدٍ وَّيُقَالُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدٍ

ابوعبداللہ جدلی بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا نبی اکرم ﷺ بدزبانی نہیں کرتے تھے اور بازار میں شور نہیں کرتے تھے۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے تھے بلکہ آپ معاف کردیتے تھے اور درگزر سے کام لیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوعبداللہ جدلی نامی راوی کا نام عبد بن عبد ہے۔ ایک قول کے مطابق عبدالرحمٰن بن عبد ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جامع الصفات تھے۔ قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے بارے میں یوں فرمایا ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:۴) اور بیشک آپ خلق عظیم کے منصب پر فائز ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام

اعمال افراط وتفریط سے پاک تھے اور ہر معاملہ میں اعتدال ومیانہ روی کو اختیار فرماتے تھے۔

پہلی حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی ایک جھلک پیش کی ہے۔ دس سال تک خادم کو نہ ڈانٹنا اور اس پر سختی کا ایک جملہ بھی استعمال نہ کرنا، آپ کے اخلاق عالیہ کے بے مثل ہونے کی ایسی مثال ہے' جس کی نظیر تاریخ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جس طرح اعمال بد بالخصوص فحش گوئی اور بدکاری کی وجہ سے پسینہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے، اسی طرح اعمال خیر اور اعلیٰ اخلاق کے باعث پسینہ میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کیا کسی کے اعمال حسنہ ہو سکتے ہیں؟ آپ کا پسینہ خوشبودار تھا، جسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بطور عطر استعمال کرتے تھے؛ بلکہ اس سے بڑھ کر آپ جس راستہ سے گزرتے وہ راستہ بھی خوشبو سے مہک اٹھتا تھا۔ جب کسی نے آپ کو تلاش کرنا ہوتا وہ آپ کی خوشبو کو بنیاد بنا کر اسے سونگھتا ہوا آپ تک پہنچ جاتا تھا۔

سوال: مانا آپ وکا پسینہ نہایت خوشبودار تھا لیکن سوال یہ ہے کہ آپ عطر کس مقصد کے لیے استعمال کرتے تھے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ خوشبودار ہونے کے باوجود عطر استعمال کرنے کا مقصد خوشبو میں اضافہ تھا، جس طرح کوئی شخص فطری طور پر خوبصورت ہوتا ہے، جسے مانگ پٹی کی ضرورت نہیں ہوتی مگر پھر بھی وہ اپنے آپ کو سنوارتا اور بناتا ہے' تا کہ اس کے حسن اور خوبصورتی میں اضافہ ہو۔ مزید وضاحت کے لیے اس کی مثال یوں پیش کی جاسکتی ہے کہ روایات سے ثابت ہے ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک درمیان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اسی طرح ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان المبارک سے لے کر دوسرے رمضان المبارک تک، عاشوراء اور عرفہ کے روزوں کا ثواب سال بھر کے برابر عطا کیا جاتا ہے۔ جب نمازوں کے سبب گناہ معاف ہو گئے تو دوسرے اعمال کرنے کا کیا مقصد ہے؟ اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ خواہ گناہ نمازوں کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں' مگر دیگر اعمال کرنے کا مقصد جلا پیدا کرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ نہایت خوشبودار تھا، ایک دفعہ آپ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آرام فرما تھے کہ پسینہ مبارک بہہ رہا تھا، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شیشی پکڑ کر بہتا ہوا پسینہ اس میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو ان سے پسینہ جمع کرنے کی وجہ دریافت فرمائی؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا پسینہ مبارک بطور عطر استعمال کرنے کے لیے میں جمع کر رہی ہوں۔

دوسری حدیث باب میں چند مسائل معلوم ہوئے جو درج ذیل ہیں:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر نہ فحش گو تھے اور نہ بتکلف مجلس میں گفتگو کے عادی تھے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سودہ سلف خریدنے کے لیے متانت ووقار سے بازار تشریف لیجاتے، مطلوبہ چیز خریدنے کے بعد اطمینان وسکون کے ساتھ واپس تشریف لے آتے تھے۔

☆ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں بلکہ احسان ودرگذر سے دیتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حُسْنِ الْعَهْدِ

باب 69- اچھی طرح سے تعلق نبھانا

1940 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا غِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيجَةَ وَمَا بِيْ اَنْ اَكُوْنَ اَدْرَكْتُهَا وَمَا ذَاكَ اِلَّا لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيَتَتَبَّعُ بِهَا صَدَائِقَ خَدِيجَةَ فَيُهْدِيهَا لَهُنَّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے جتنا رشک مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا اور کسی پر نہیں آتا تھا حالانکہ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا۔ یہ رشک صرف اس وجہ سے آتا تھا' کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان کا تذکرہ اکثر کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ جب بکری ذبح کیا کرتے تھے' تو آپ اس کا کچھ گوشت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھجوایا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

شرح

اچھا تعلق بحال رکھنا:

لفظ: اَلْعَهْدُ: کا معنی ہے: وفا کی عمدگی، باوفا ہونا، پابندی وعدہ۔ الفاظ: مَاغِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَغِرْتُ عَلٰى خديجة: اس جملہ میں پہلا ما نافیہ ہے جب کہ دوسرا ما مصدر یہ یا موصولہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے سب سے زیادہ رشک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آتا تھا، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا تھا اور نہ ان کا زمانہ پایا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کا ذکر خوبصورت انداز میں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تذکرہ کے دوران حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ قریش کی ایک عورت کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں حالانکہ ان سے بہتر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیویاں عطا کی ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ان سے بہتر بیوی مجھے کوئی نہیں ملی، کیوں کہ ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بکری وغیرہ ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وفاداری کرتے ہوئے گوشت

1940- اخرجه البخاری (166/7) كتاب مناقب الانصار' باب: تزويج النبی صلی اللّٰه عليه وسلم' خديجة وفضلها' حديث (3816) واطرافه فی (3817' 3818' 5229' 4006' 7484) ومسلم (1888/4' 1889) كتاب فضائل الصحابة' باب: فضائل خديجة ام المؤمنين' حديث (74'75'76/2435)

ان کی سہیلیوں کے ہاں بھی بھیجتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشک کی یہ دوسری وجہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر گفتگو کرتے رہے، آپ نے دریافت کیا: آپ کیسی رہیں؟ آپ کا کیا حال ہے؟ ہمارے آنے کے بعد آپ کے حالات کیسے رہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے حالات ٹھیک رہے۔ آپ پر میں نثار جاؤں! میں بالکل درست ہوں۔ جب وہ عورت واپس پلٹ گئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس عورت کی طرف اتنا التفات کیوں فرمایا تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: یہ عورت خدیجہ کے زمانہ میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور تعلقات کی وجہ سے اس کی طرف التفات کیا تھا۔ اپنی بیوی سے حسن وفا کی یہ نادر مثال ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَعَالِي الْاَخْلَاقِ

باب 70- بلند اخلاق کا تذکرہ

1941 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا وَّاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ قَالَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيْدٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ

قولِ امام ترمذی: وَالثَّرْثَارُ هُوَ الْكَثِيْرُ الْكَلَامِ وَالْمُتَشَدِّقُ الَّذِيْ يَتَطَاوَلُ عَلَى النَّاسِ فِي الْكَلَامِ وَيَبْذُوْ عَلَيْهِمْ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور میرے سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جو (دنیا میں) اچھے اخلاق کے مالک ہوں گے' اور قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے دور بیٹھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو زیادہ باتیں کرتے ہوں، اپنی گفتگو کے ذریعے اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے ہوں اور تکبر کرتے ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمیں اَلثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ کا تو علم ہے لْمُتَفَيْهِقُوْنَ سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تکبر کرنے والے ہوں گے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔ ہم اسے صرف سند کے حوالے سے منقول ہے۔
بعض راویوں نے اس روایت کو مبارک بن فضالہ کے حوالے سے محمد بن منقد کے حوالے سے جابر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں عبدربہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ یہی روایت درست ہے۔
لفظ اَلثَّرْثَارُ کا مطلب بکثرت کلام کرنا ہے۔
لفظ اَلْمُتَشَدِّقُ سے مراد اپنی گفتگو میں اپنے کو دوسروں سے برتر ظاہر کرنا ہے۔

شرح

بلند اخلاق لوگوں کا مقام و مرتبہ:

لفظ: مَعَالِيْ؛ مَعْلَاۃٌ کی جمع ہے، جس کا معنی ہے: شرف و بلندی، عزت و وقار۔ ترکیب: مَعَالِي الْاَخلَاق: میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ اَحَبُّكُمْ اِلَيَّ: میرے محبوب تر لوگ۔ اَقْرَبُكُمْ مِنِّيْ: میرے زیادہ قریب۔ اَحَاسِنُكُمْ اَخلَاقًا: زیادہ اچھے اخلاق والے لوگ۔
اَلثَّرْثَارُوْنَ: زیادہ گفتگو کرنے والے لوگ، ہمہ وقت بک بک کرنے والے لوگ۔
اَلْمُتَشَدِّقُوْنَ: گلا پھاڑ پھاڑ کر بلند و بالا آواز سے گفتگو کرنے والے لوگ۔
اَلْمُتَفَيْهِقُوْنَ: تکبر و غرور کے باعث اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر خیال کرنے والے لوگ۔
حدیث باب میں اعلیٰ درجہ کے اخلاق والے لوگوں کی قدر و منزلت اور مقام بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں گے، وہ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہوں گے۔ جو لوگ زیادہ گفتگو کرنے والے، گلا پھاڑ پھاڑ کر بکنے والے اور اپنے آپ کو تکبر کے سبب اچھا قرار دینے والے ہوں گے، وہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوں گے۔ الغرض اچھے اخلاق کے حامل لوگوں کو قیامت کے دن قرب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت میسر آئے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اللَّعْنِ وَالطَّعْنِ

باب 71- لعنت کرنا اور طعنہ دینا

1942 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا
فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ
حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ
حدیث دیگر: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

1942- اخرجه البخاری فی الادب المفرد (306) من طریق کثیر بن زید، عن سالم بن عبد الله، فذکره۔

متن حدیث: لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا وَّهٰذَا الْحَدِيْثُ مُفَسِّرٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: مومن لعنت نہیں کیا کرتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ بعض راویوں نے اسی سند کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں۔

''مومن کے لئے یہ بات مناسب نہیں' وہ لعنت کرنے والا ہو''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''مفسر'' ہے۔

شرح

لعن وطعن کرنے کی ممانعت:

لفظ: اَللَّعْنُ؛ ثلاثی مجرد صحیح باب فَتَحَ يَفْتَحُ کا مصدر ہے، اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا خیر سے محروم کرنا، لعنت کرنا۔ لفظ۔ اَلطَّعْن؛ بھی ثلاثی مجرد صحیح باب فَتَحَ يَفْتَحُ کا مصدر ہے، جس کا معنی ہے: کسی کی برائی بیان کرنا، طعنہ دینا، چھینٹے ڈالنا، تنقید کرنا، عیب جوئی کرنا، نسب میں کیڑے نکالنا۔ لعن وطعن دونوں چیزیں غیر مطلوب ہیں، اس لیے ان سے منع کیا گیا ہے۔ یہ دونوں امور معاشرے کے لیے کلینک کا ٹیکہ ہیں، جن سے نفرت، کدورت اور عداوت کا ناسور جنم لیتا ہے۔

حدیث باب میں مسلمان کو لعن وطعن سے روکنے کا درس دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَايَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا؛ یعنی مومن لعن کرنے والا نہیں ہوسکتا۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا؛ مومن کو لعنت کرنے والا نہیں بننا چاہیے۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ لعنت کرنا نہایت درجہ کی بدزبانی کرنے کے مترادف ہے، جو مسلمان کی شایان شان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لفظ: لَعَّانًا؛ بروزنِ فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے، جس کا معنی ہے: کسی پر کثرت سے لعنت کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھار کسی پر لعنت کرنا منع نہیں ہے۔ جو لوگ لعنت کے مستحق ہیں، ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ؛ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔'' حدیث سے بھی لعنت کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ الخ۔ ان دلائل کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کسی پر کثرت سے لعنت کرنا منع ہے مگر کبھی کبھار جائز ہے اور لعنت کے مستحق لوگوں پر لعنت کرنا بھی جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَثْرَةِ الْغَضَبِ

باب 72- زیادہ غضب ناک ہونا

1943 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: عَلِّمْنِي شَيْئًا وَّلَا تُكْثِرْ عَلَيَّ لَعَلِّي اَعِيهِ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا تَغْضَبْ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّسُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَصِيْنٍ اسْمُهٗ عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ الْاَسَدِيُّ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے کسی چیز کی تعلیم دیں مجھے زیادہ باتیں نہ بتائیں تا کہ میں اس کو محفوظ رکھوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم غصہ نہ کیا کرو۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری، سلمان بن صرد (رضی اللہ عنہما) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ابو حصین نامی راوی کا نام عثمان بن عاصم اسدی ہے۔

شرح

کثرتِ غصہ کی ممانعت:

انسان میں غصہ شیطانی مداخلت کا نتیجہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے انسان حد اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے۔ پھر غصہ کی حالت میں وہ قابل مذمت حرکتیں کرتا ہے اور نازیبا باتیں بکتا ہے، جس سے کدورت و بغض جیسا ناسور جنم لیتا ہے۔ غصہ فی نفسہ برا نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض اوقات ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے۔ تاہم ہمہ وقت غصہ کرنا، یا کثرت غصہ، یا حد اعتدال سے زیادہ غصہ کرنا اور یا غیر محل غصہ کرنے سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ غصہ کم عقلی کی علامت ہے اور اس سے انسان کی شخصیت مجروح ہوتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معلم کائنات اور ماہر نفسیات تھے، ہر سائل کا جواب اس کے مرض کے مطابق تجویز فرماتے تھے۔ سائل عرض کرتا ہے کہ مجھے صرف ایک آدھی بات ارشاد فرمائیے جو میں یاد رکھوں اور اس پر عمل کر سکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں فرماتے ہیں: لَاتَغْضَبْ؛ تم غصہ نہ کرو؛ سوال کے اعادہ کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) سائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سمجھ نہ پایا ہو (۲) اس نے آپ کے جواب کو معمولی بات تصور کیا ہو اور وہ مزید کسی بات کا متمنی ہو۔ متعدد بار سوال کرنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی جواب کیوں دیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سائل غصہ کا عادی ہو صرف ایک جواب سے اس کا علاج ہو جائے جب کہ دیگر امراض کا علاج بھی اس کے چھوڑنے سے ممکن ہو جائے گا۔ جس طرح ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میں بہت سے گناہوں میں گرفتار ہوں شراب نوشی کرتا ہوں، جھوٹ بولتا ہوں، چوری

1943- اخرجه البخاري (535/10) كتاب الأدب' باب الحذر من الغضب لقول الله تعالٰى (والذين يجتنبون كبر الاثم والفوحش' الشورى' 37) حديث (6116) من طريق ابو حصين' عن ابى صالح' فذكره۔

کرتا ہوں اور بدکاری وغیرہ کا ارتکاب کرتا ہوں، میں یہ تمام گناہ یک بارگی نہیں چھوڑ سکتا، البتہ ان میں سے میں ایک گناہ چھوڑ سکتا ہوں۔ آپ فرمائیں کہ میں کونسا گناہ ترک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ بولنا ترک کردو'۔ اس نے جھوٹ ترک کرنے کا آپ سے پختہ وعدہ کرلیا۔ پھر وہ اجازت لے کر گھر واپس آ گیا۔ جب شراب پینے کا وقت آیا تو اس نے سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے شراب نوشی کی ہے؟ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی ہوگی جو ہرگز نہیں ہونی چاہیے یا ہاں میں جواب دوں گا تو اقرار کے سبب کوڑوں کی سزا بھگتنا پڑے گی جو ذلت و رسوائی کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے شراب ترک کردی۔ جب زنا کا قصد کیا تو اس وقت بھی یہی سوچا اور اس کا ارتکاب بھی نہ کیا۔ علیٰ ھذا القیاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت پر عمل کرنے کی وجہ سے اس کے تمام گناہ چھوٹے گئے۔

بَابُ فِیْ كَظْمِ الْغَيْظِ

باب 73- غصے پر قابو پانا

1944 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي اَيُّوبَ حَدَّثَنِي اَبُوْ مَرْحُومٍ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّهُوَ يَسْتَطِيعُ اَنْ يُّنَفِّذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ فِيْ اَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

سہل بن معاذ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: جو شخص غصے کو پی جائے حالانکہ وہ اس کے اظہار کی طاقت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ساری مخلوق کے سامنے بلائے گا اور پھر اسے اختیار دے گا وہ جس حور کو چاہے حاصل کرلے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

غصہ پینے کی فضیلت:

كَظَمَ الْغَيْظَ: کا معنی ہے: غصہ پینا، غصہ ختم کرنا۔ نفذ الحکم: کا معنی ہے: حکم پر عمل کرنا۔ نَفَذَ الْقَوْلَ: کا معنی ہے: بات پر عمل کرنا۔ نَفَذَ الْغَضَبَ: کا معنی ہے: غصہ اتارنا، غصہ ختم کرنا۔ غصہ پینا یا ختم کرنا صالحین اور پرہیزگار لوگوں کی صفت ہے۔

1944- اخرجه ابوداؤد (662/2) كتاب الادب: باب: من كظم غيظا' حديث (4777) وابن ماجه (1400/2) كتاب الزهد' باب: الحلم' حديث (4186)

چنانچہ ارشاد باری ہے: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران: ۱۳۴) ''اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو فراخی، تنگ دستی کی حالت میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔''

حدیث باب میں ان لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو اپنا غصہ اس وقت پیتے ہیں جب کہ انہیں غصہ اتارنے کی قوت و طاقت حاصل ہو اور وہ غصہ اتار بھی سکتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انہیں باعزت طریقے سے لوگوں کے سامنے طلب کرے گا اور خوبصورت حوریں عنایت فرمائے گا۔

فائدہ نافعہ: جب کسی کو غصہ آ رہا ہو لیکن وہ کسی پر نکال نہ سکتا ہو مثلاً جس پر غصہ آیا وہ بڑا ہو یا با اختیار ہو یا با اقتدار یا طاقتور ہو، وہ اپنا غصہ پی لے تو اسے حدیث باب کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔ یہ فضیلت صرف اس صورت میں ہے جب آدمی غصہ اتارنے پر پوری قدرت رکھتا ہو، پھر غصہ پی لے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِجْلَالِ الْكَبِيْرِ

باب 74- بڑوں کا احترام کرنا

1945 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ بَيَانٍ الْعُقَيْلِيُّ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّحَّالِ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ مَنْ يُّكْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هٰذَا الشَّيْخِ يَزِيْدَ بْنِ بَيَانٍ وَّاَبُو الرِّجَالِ الْاَنْصَارِيُّ اٰخَرُ

◈ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو جوان کسی عمر رسیدہ کی (زیادہ) عمر کی وجہ سے اس کا احترام کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کسی کو مقرر کر دیتا ہے، جو اس کے بڑھاپے میں اس کا خیال رکھے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی راوی سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں جس کا نام یزید بن بیان ہے۔

ابورجال انصاری دوسرے صاحب ہیں۔

شرح

بڑے کا احترام کرنے کی فضیلت:

اسلام نے جہاں چھوٹوں سے شفقت کرنے کا حکم دیا ہے وہاں بڑوں کے احترام کرنے کی بھی تاکید کی ہے۔ ایک مشہور

روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑوں کا احترام نہ کرنے والے شخص سے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: جو آدمی چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ حدیث باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو بڑوں کا ادب واحترام کرتا ہے، یعنی ایسے انسان کے بوڑھا یا عمر رسیدہ ہونے پر اللہ تعالیٰ اس کی خدمت کرنے اور ادب و احترام کرنے والے لوگ پیدا فرماوے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جو بڑوں کی خدمت کرتا ہے اور ان کا ادب واحترام کرتا ہے تو بڑا ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُتَهَاجِرِيْنِ

باب 75- ایک دوسرے سے نہ ملنا (لاتعلقی اختیار کرنا)

1946 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: تُفَتَّحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ فِيهِمَا لِمَنْ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا الْمُهْتَجِرَيْنِ يُقَالُ رُدُّوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَيُرْوٰى فِيْ بَعْضِ الْحَدِيْثِ ذَرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا قَالَ وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ الْمُهْتَجِرَيْنِ يَعْنِى الْمُتَصَارِمَيْنِ وَهٰذَا مِثْلُ مَا رُوِىَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان دونوں دنوں میں ہر اس شخص کی مغفرت کر دی جاتی ہے' جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ سمجھتا ہو' البتہ آپس میں لاتعلق رہنے والے دو آدمیوں کی بخشش نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے: ان دونوں کا معاملہ اس وقت تک (مؤخر) رہنے دو جب تک یہ صلح نہیں کر لیتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض روایات میں یہ الفاظ منقول ہیں۔

"ان کو اس وقت تک رہنے دو جب تک یہ صلح نہیں کر لیتے۔"

حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ مہتجرین سے' لاتعلق اختیار کرنے والے ہیں۔

یہ روایت اسی کی مانند ہے' جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

"کسی بھی مسلمان کے لئے جائز نہیں' وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے لاتعلق رہے۔"

1946- اخرجه مسلم (1987/4) كتاب البر والصلة والآداب' باب: النهي عن الشحناء والتهاجر' حديث (35/2565) من طريق سهيل' عن ابيه عن ابي هريرة' فذكره.

شرح

مسلمان سے قطع تعلق کرنے کی مذمت:

اسلام نے مسلمانوں کے باہم حقوق مقرر کیے ہیں، جن کو پورا کرنے پر زور بھی دیا ہے اور یہ حقوق باہمی ملاپ اور تعلقات برقرار رہنے کی صورت میں پورے ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے ایک روایت میں فرمایا گیا ہے: تین دن سے زائد عرصہ اپنے بھائی سے تعلقات منقطع کرنا اور نہ بولنا منع ہے۔ حدیث باب میں ان لوگوں کی مذمت بیان کی گئی ہے' جو باہمی تعلقات منقطع کرتے ہیں وہ بخشش سے محروم رہتے ہیں۔ ہر ہفتہ مسلمانوں کی بخشش کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے پروانے عنایت کرتا ہے لیکن لوگوں سے تعلقات منقطع کرنے والے آدمی کی نہ بخشش ہوتی ہے اور نہ جنتی ہونے کا پروانہ ملتا ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ جب تک یہ مسلمانوں سے اپنے تعلقات بحال نہیں کرتا، اسے اپنی حالت میں رہنے دو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّبْرِ

باب 76-صبر کا تذکرہ

1947 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ قَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ شَيْئًا هُوَ خَيْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مَالِكٍ هٰذَا الْحَدِيْثُ فَلَنْ اَذْخَرَهُ عَنْكُمْ وَالْمَعْنٰى فِيْهِ وَاحِدٌ يَقُوْلُ لَنْ اَحْبِسَهُ عَنْكُمْ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ انصاریوں نے نبی اکرم ﷺ سے کچھ مانگا تو آپ نے انہیں عطا کر دیا۔ انہوں نے پھر مانگا آپ نے پھر عطا کر دیا پھر آپ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جو بھی چیز آئی ہوگی میں اسے چھپا کر نہیں

1947- اخرجه مالك فى المؤطا (997/2) كتاب الصدقة' باب: ما جاء التعفف' عن المسألة' حديث (7) والبخاري (392/3) كتاب الزكوٰة' باب: الاستعفاف' عن المسألة' حديث (1469' 309/11) كتاب الرقاق' باب: الصبر عن محارم الله' حديث (6470) ومسلم (729/2) كتاب الزكوٰة' باب: فضل التعفف والصبر حديث (124' 1053) وابو داؤد (517/1) كتاب الزكوٰة' باب: فى الاستعفاف' حديث (1644) والنسائى (95/5) كتاب الزكوٰة' باب: الاستعفاف عن المسألة' والدارمى (387/1) كتاب الزكوٰة' باب: فى الاستعفاف عن المسألة' واحمد (93/3) من طريق الزهري عن عطاء بن يزيد عن ابى سعيد الخدري' فذكره.

رکھوں گا۔ جو شخص بے نیازی اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کر دیتا ہے جو شخص مانگنے سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اسے (مانگنے سے) بچاتا ہے جو شخص صبر سے کام لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دیتا ہے اور کسی بھی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر زیادہ وسیع کوئی چیز نہیں دی گئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت امام مالک سے بھی منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''میں اسے تم سے بچا کر اپنے پاس ذخیرہ بنا کر نہیں رکھوں گا''۔

اس کا مطلب ایک ہی ہے۔ مطلب یہ ہے میں تمہیں نہیں دوں گا ایسا نہیں ہے۔

شرح

صبر کی فضیلت واہمیت:

لفظ: صبر، کا شرعی معنی ہے: منع کرنا، روکنا۔ یہ لفظ قرآن کریم میں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (الکھف: ۲۸) تم اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روکو جو صبح وشام اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں''۔

متعلقات کے اعتبار سے صبر کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- صَبْرُ النَّفْسِ عَلٰى مَا يَكْرَهُ: کوئی ناگوار معاملہ پیش آنے پر نفس کو قابو میں رکھنا۔

۲- صَبْرُ النَّفْسِ عَلَى الطَّاعَةِ: عبادت وطاعات کے لیے نفس کو مجبور کرنا۔

۳- صَبْرُ النَّفْسِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ: حرام وناجائز امور سے نفس کو بچانا۔

۴- صَبْرُ النَّفْسِ عَلَى الْبَلَايَا وَالْمَصَائِبِ: مصائب ومشکلات کے وقت نفس کو گھبرانے سے محفوظ رکھنا۔ عام طور پر لوگ لفظ: ''صبر'' کو آخری معنی میں استعمال کرتے ہیں یعنی کسی کے مرنے پر صبر کرنا' یہ درست نہیں ہے، کیونکہ یہ لفظ عام ہے جو تمام معانی کو شامل ہوتا ہے۔

مصائب ومشکلات اور پریشان کن صورتحال پیش آنے پر صبر وتحمل اور ہمت وطاقت سے کام لینا کار ثواب ہے، کیونکہ بے صبری وبے ہمتی کا مظاہرہ کرنا درست نہیں ہے اور نہ اس سے مقصد کی تکمیل ہوسکتی ہے۔ حدیث باب میں بھی صبر وتحمل اور ہمت وبرداشت اختیار کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ کچھ انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مالی معاونت کے لیے عرض کیا، آپ نے انہیں نواز دیا۔ دوسری بار عرض کرنے پر بھی آپ نے نوازا اور ساتھ ہی پانچ ... اصلاح کی غرض سے ارشاد فرمائیں:

۱-مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ: میرے پاس جو چیز بھی ہو، میں اسے اپنے لیے ذخیرہ نہیں کرتا۔"
اس جملہ میں "ما" موصولہ ہے جو شرط کے معنی کے ساتھ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی جزا پر فا موجود ہے۔ لفظ: خیر ؛ سے مراد صرف دنیوی مال و دولت نہیں بلکہ علم دین بھی ہے۔ بعض محدثین نے: فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ کو: فلم ادخرہ بھی پڑھا ہے۔ کلمہ لَمْ سے زمانہ ماضی کی نفی مقصود ہوتی ہے اور کلمہ لَنْ سے زمانہ مستقبل کی نفی مراد ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ زمانہ ماضی میں دولت ذخیرہ کی تھی اور نہ زمانہ مستقبل میں ذخیرہ کریں گے، بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم فرما دیتے تھے۔

۲-وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ: جو شخص اپنا مالدار ہونا ظاہر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مالدار بنا دیتا ہے"۔ مطلب یہ ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عطاء پر خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام درست کر دیتا ہے، ضروریات پوری کر دیتا ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہونے دیتا۔ وہ بے نیاز ہو جاتا ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔

۳- وَمَنْ يَّسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ: جو شخص پاک دامن بننا پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے پاک دامن بنا دیتا ہے: لفظ: اِسْتِعْفَاف؛ سے مراد ہے: محفوظ رہنا یعنی جو آدمی کسی سے سوال کرنے کو معیوب خیال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے سوال کرنے سے بچا لیتا ہے۔

۴- وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ: جو شخص برداشت سے کام لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے برداشت کی ہمت عطا کر دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے جو صبر کا طالب ہو، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی دولت عنایت کر دیتا ہے۔

۵-وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ شَيْئًا هُوَ خَيْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ: صبر سے زیادہ بہتر چیز کسی شخص کو عنایت نہیں کی گئی۔ مطلب یہ ہے سب سے بہتر چیز صبر و ہمت ہے اور اس کا ثمر و نتیجہ بھی دور رس اور نافع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ذِی الْوَجْهَيْنِ

باب 77- دو غلے پن کا حکم

1948 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّعَمَّارٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا شخص وہ ہوگا، جو دوغلہ ہوگا۔

1948- اخرجه البخاری (489/10) كتاب الادب، باب: ما قيل فی ذی الوجهين، حديث (6058) والادب المفرد (409) واحمد (2/336)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس اور حضرت عمار سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دو غلے شخص کی مذمت:

دو ناراض شخصوں سے کوئی دوستی ظاہر کرتا ہو اور دونوں کو دوستی میں مطمئن کرتا ہو، یہ قابل اعتماد وصف نہیں ہوسکتا۔ ایک وقت آتا ہے کہ ایسے شخص سے دونوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو دوغلہ یا دورخا یا: ووجہین کہا جاتا ہے۔ حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ دورخا شخص خواہ فریقین کا منظور نظر اور آنکھوں کا تارا بن جاتا ہے لیکن قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور ذلیل وخوار ہوگا۔ اس لیے دوزُخے شخص کو دورخی چھوڑ کر ایک رخ ہونا چاہیے، تا کہ وہ آخرت کی ذلت سے بچ سکے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّمَّامِ

باب 78- چغل خوری کرنا

1949 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هٰذَا يُبَلِّغُ الْأُمَرَاءَ الْحَدِيثَ عَنِ النَّاسِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ

قَالَ سُفْيَانُ وَالْقَتَّاتُ النَّمَّامُ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو انہیں بتایا گیا کہ یہ حکمرانوں کے سامنے لوگوں کی چغلیاں کرتا ہے، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: چغلی کرنے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

سفیان نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔ روایت میں استعمال ہونے والے لفظ: "قتات" سے مراد چغلی کرنے والا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1949- اخرجه البخاری (487/10) كتاب الادب، باب: ما يكره من النميمة، حديث (6056) ومسلم (389/1، النووی) كتاب الايمان، باب: بيان غلظ تحريم النميمة، حديث (169-105/170) وابو داؤد (684/1) كتاب الادب، باب: في القتات، حديث (4871) واحمد (382/5، 389، 397، 402، 404) والحميدی (210/1) حديث (443) من طريق ابراهيم بن يزيد النخعی عن همام عن حذيفة بن اليمان، فذكره.

شرح

چغل خور کی مذمت:

لفظ "اَلنَّمَّامُ" کا معنی ہے: ایک کی بات سن کر دوسرے کو بتائے اور دوسرے کی پہلے کو بتائے۔ اردو زبان میں ایسے شخص کو ''چغل خور'' کہا جاتا ہے۔ جب لوگوں کو اس کا علم ہوتا ہے تو ان کا اس سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے اور سب کی نظروں میں اس کی شخصیت مجروح ہو جاتی ہے۔ لوگ اس پر اعتبار نہیں کرتے اور وہ سب کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ حدیث باب میں چغل خور کی مذمت نمایاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت سے محروم کیا جائے گا اور اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعِيِّ

باب 79- کم گوئی کا حکم

1950 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ اَبِیْ غَسَّانَ مُحَمَّدِ بْنِ مُطَرِّفٍ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْحَيَاءُ وَالْعِيُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْبَذَاءُ وَالْبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ غَسَّانَ مُحَمَّدِ بْنِ مُطَرِّفٍ

قولِ امام ترمذی: قَالَ وَالْعِيُّ قِلَّةُ الْكَلَامِ وَالْبَذَاءُ هُوَ الْفُحْشُ فِي الْكَلَامِ وَالْبَيَانُ هُوَ كَثْرَةُ الْكَلَامِ مِثْلُ هٰؤُلَآءِ الْخُطَبَاءِ الَّذِيْنَ يَخْطُبُوْنَ فَيُوَسِّعُوْنَ فِي الْكَلَامِ وَيَتَفَصَّحُوْنَ فِيْهِ مِنْ مَدْحِ النَّاسِ فِيْمَا لَا يُرْضِي اللّٰهَ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: حیا اور کم گوئی ایمان کے دو شعبے ہیں جبکہ فحش گوئی اور بکثرت باتیں کرنا منافقت کے دو شعبے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف ابوغسان محمد بن مطرف کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ اَلْعِيُّ سے مراد کم گفتگو کرنا اَلْبَذَاءُ سے مراد فحش گوئی سے گفتگو کرنا اَلْبَيَانُ بکثرت گفتگو کرنا ہے۔

جیسے کہ عوامی خطیب ہوتے ہیں جو بات کو پھیلا دیتے ہیں اور لوگوں کی تعریف میں اس طرح کی باتیں کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتی ہیں۔

1950- انفرد به الترمذي دون اصحاب الكتب الستة- ينظر تحفة الاشراف (٤/ ١٦٢) حديث (٤٨٥٥) و اخرجه احمد (٥/ ٢٦٩) و الحاكم في المستدرك (١/ ٩)

شرح

قلتِ مقال کی فضیلت:

لفظ: العي، کا معنی ہے: ابہام مقصد پر قدرت حاصل نہ ہونا، بے مقصد بات کرنا، قلت کلام۔ یہاں آخری معنی مراد ہے۔
لفظ: البذاء، کا معنی ہے: فضول بات کہنا، بیہودہ گفتگو کرنا۔ لفظ: البیان، کا معنی ہے: طلاقت لسانی، بہ تکلف فصیح بات کرنا۔
حدیث باب دو فقرات پر مشتمل ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:
۱-اَلْحَيَاءُ وَالْعِيُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْإِيْمَانِ: حیاء اور قلت مقال دونوں ایمان کی شاخیں ہیں۔ یعنی یہ دونوں چیزیں ایمان سے متعلق ہیں۔ حیاء دو قسم کی ہو سکتی ہیں: (۱) وہ حیاء جس کا اثر نمایاں ہو (۲) وہ حیاء جس کا اثر نمایاں نہ ہو۔ پہلی قسم کا تعلق ''العی'' سے ہے مطلب یہ ہے کہ شرم و لحاظ کی بنیاد پر کوئی بات نہ کرنا۔ الغرض: شرم و حیا اور قلتِ کلام دونوں ایمان کا حصہ ہیں۔
۲-والبذاء والبیان شعبتان مِنَ النفاق: فضول گوئی اور طلاقت لسانی دونوں منافقت کی شاخیں ہیں: مطلب یہ ہے کہ نتائج و انجام کی پرواہ کیے بغیر گفتگو کرنا اور مصنوعی فصاحت و بلاغت سے باتیں کرنا، دونوں نفاق کی شاخیں ہیں۔ کیونکہ ان میں مبالغہ آمیزی زیادہ اور حقیقت کا عنصر برائے نام ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا

باب 80- بعض بیان جادو ہوتے ہیں

1951 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلَيْنِ قَدِمَا فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِهِمَا فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا اَوْ اِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ سِحْرٌ
فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمَّارٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ
حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں دو آدمی آئے۔ انہوں نے خطاب کیا' ان کا کلام لوگوں کو بہت پسند آیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا۔ کچھ بیان جادو ہوتے ہیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن شخیر (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1951- اخرجه البخاري (۹/ ۱۰۹) كتاب النكاح: باب الخطبة' حديث (۵۱۴۶)' (۱۰/ ۲۴۷): كتاب الطب: باب: ان من البيان سحرا' حديث (۵۷۶۷) وابو داؤد (۲/ ۷۲۰): كتاب الادب: باب: ما جاء في المتشدق في الكلام' حديث (۵۰۰۷)' من طريق زيد بن اسلم عن ابن عمر' فذكره۔

شرح

خطاب کا مؤثر وقابل داد ہونا:

خطبات وتقاریر بہت قدیم سے، زمانہ جاہلیت میں بھی ان کا زور تھا' پھر زمانہ اسلام میں ان کی شہرت باقی رہی بلکہ اضافہ ہوا۔ حدیث باب کا شان ورود یہ ہے کہ دو شخص زبرقان اور عمرو بن اہتم دونوں فصیح وبلیغ مقرر تھے' ایک دفعہ یہ دونوں مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے آپ کی موجودگی میں اپنے اپنے فن کا اظہار کرتے ہوئے تقاریر کیں۔ پہلے زبرقان نے نہایت فصاحت سے خطاب کیا اور اپنے خطاب میں اپنے قومی مفاخر بیان کیے۔ پھر عمرو بن اہتم نے اپنے فن خطابت کا جادو جگایا اور زبرقان کا کمینہ پن ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ زبرقان نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بات عمرو کے علم میں ہے کہ میرے اندر کچھ کمالات وفضائل موجود ہیں مگر حسد نے انہیں بیان کرنے سے روک دیا ہے۔ عمرو بن اہتم نے یہ بات سنی تو اس نے پھر پرزور خطاب کیا جس میں اس نے اس بات کا بھی بھرپور جواب دیا۔ حاضرین نے ان کی تقاریر کو پسند کیا۔

عمرو بن اہتم نے ایک دن اپنے مقابل زبرقان کی اپنے خطاب میں خوب تعریف کی جب کہ دوسرے دن اپنے خطاب میں اس کی توہین کی، اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماھذا؟ یہ کیا بات ہوئی؟ کل تو نے اس کی تعریف کی تھی اور آج اس کی توہین پر مبنی گفتگو کی ہے؟ عمرو نے عرض کیا: کل جو میں نے باتیں کی تھیں وہ حقیقت پر مبنی اور سچ تھیں لیکن آج والی گفتگو بھی جھوٹ نہیں ہے۔ بات درحقیقت یہ ہے کہ کل اس نے مجھے خوش کیا تھا، میں نے اس کے فضائل وکمالات اور محاسن پر مشتمل خطاب کیا تھا جب کہ آج اس نے مجھے ناراض کر دیا تو میں نے اس کے محاسن کی بجائے برائیاں بیان کر دی ہیں' جو اس میں موجود ہیں۔ یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا (بعض خطبات جادو اثر ہوتے ہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالیہ میں خطاب کے دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ ہے یعنی مدح اور ذم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّوَاضُعِ

باب 81: تواضع کا بیان

1952 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ وَّمَا زَادَ رَجُلًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَّمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِي كَبْشَةَ الْاَنْمَارِيِّ

1952 - اخرجه مسلم (۸/۵٤٦- الابی) كتاب البر و الصلة والآداب؛ باب: استحباب العفو و التواضع حديث (۶۹/۲۵۸۸)، و احمد (۲/۲۳۵)، و ابن خزيمة (٤/۹۷) حديث (۲٤۳۸)، والدارمی (۱/۳۹۶): كتاب الزكاة؛ باب: فی فضل الصدقة من طريق العلاء بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابی هريرة فذكره۔

وَاسْمُهُ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور معاف کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ آدمی کی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت ابن عباس' حضرت ابوکبشہ انماری (رضی اللہ عنہم)' جن کا نام عمر بن سعید ہے' سے بھی احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

تواضع کی فضیلت:

لفظ: تواضع؛ کا معنٰی ہے: عجز کرنا، انکساری کرنا، خود کو حقیر خیال کرنا۔ تکبر و غرور اور بڑائی غیر محمود صفت ہے، جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ حدیث باب میں تواضع و انکسار کی فضیلت بیان کی گئی ہے، عاجزی پسند شخص خواہ لوگوں کی نظر میں معمولی ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی قدر و منزلت اور مقام بلند ہوتا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں تین اہم امور بیان کیے گئے ہیں:

۱- مَانَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ: صدقہ و خیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا''۔ اس ارشاد عالیہ کا مطلب یہ ہے کہ حکم خداوندی پر عمل کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرنے یا صدقہ فطر ادا کرنے یا صدقہ و خیرات سے غرباء و مساکین کی معاونت کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرماتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا؛ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے، اسے دس نیکیوں کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے''۔ ایک روایت میں ہے جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کی جاتی ہے، وہ خچر کے بچہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن اسے اس کا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔ الغرض اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ وہ مسلسل بڑھتا رہتا ہے۔

۲- وَمَازَادَ اللّٰهُ رَجُلًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا: کسی سے درگذر کرنے سے اللہ تعالیٰ عزت میں اضافہ کرتا ہے''۔ اس ارشاد نبوی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے نوکر چاکر، ماتحت عملہ، اولاد، اور تلامذہ وغیرہ سے عفو و درگذر کرنے کا وطیرہ بنالیتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حضور معزز و مکرم بن جاتا ہے۔ اسی طرح مقروض کا قرضہ معاف کرنے یا کم از کم مہلت دینے سے بھی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳- وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ: جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عجز اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے''۔ عجز و تواضع کی صفت اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے اور جو شخص اپنی ذات کو مجسمہ عجز بنالیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور

اس کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الظُّلْمِ

باب 82: ظلم کا بیان

1953 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَآئِشَةَ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کی شکل میں ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو، سیّدہ عائشہ صدیقہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

ظلم وستم کرنے کی مذمت ووعید:

عدل وانصاف ایسا وصف ہے، جس کی برکات سے پوری سلطنت امن وآشتی کا گہوارہ بن جاتی ہے جب کہ اس کے برعکس ظلم و زیادتی ایسی صفت ہے جو غیر مطلوب اور قابل مذمت ہے۔ حدیث باب میں ظلم وزیادتی اور حق تلفی کرنے کی مذمت ووعید بیان کی گئی ہے۔ ظلم وستم قیامت کے دن تاریکیوں کی شکل اختیار کرے گا اور ظالم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نور سے محروم رہے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ظلم وزیادتی کا انجام برا ہے۔ لہٰذا اس احساسِ محرومی سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ اپنے گھر سے لے کر معاشرے تک بلکہ حسب طاقت ملکی سطح تک اسلام کے نظامِ عدل کو فروغ دیا جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَرْكِ الْعَيْبِ لِلنِّعْمَةِ

باب 83: کسی نعمت میں عیب نہ نکالنا

1954 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

1953 - اخرجه البخاری (٥/١٢٠): کتاب المظالم: باب: الظلم ظلمات یوم القیامة، حدیث (٢٤٤٧)، و مسلم (٨/٥٢٥- الابی): کتاب البر و الصلة و الآداب، حدیث (٢٥٧٩/٥٧)، من طریق عبد الله بن دینار عن ابن عمر، فذکره۔

متن حدیث: مَا عَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ كَانَ اِذَا اشْتَهَاهُ اَكَلَهُ وَاِلَّا تَرَكَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَازِمٍ هُوَ الْاَشْجَعِيُّ الْكُوْفِيُّ وَاسْمُهُ سَلْمَانُ مَوْلٰى عَزَّةَ الْاَشْجَعِيَّةِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر آپ ﷺ کو کھانا پسند آتا تو آپ ﷺ کھالیتے ورنہ نہیں کھاتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوحازم نامی راوی اشجعی کوفی ہیں' ان کا نام سلمان ہے اور یہ عزہ اشجعیہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

شرح

نعمت میں عیب نکالنے کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انسان کو کثیر نعمتوں سے نوازا ہے، جن کا شمار کرنا ناممکن ہے اور انسان تاحیات اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کا شکر ادا کرتا رہے، ادا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کو عیب دار قرار دینا جائز نہیں ہے' بلکہ مسلمان کی شایان شان نہیں ہے۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو معمولی یا ناقص قرار دیتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہوجاتی ہے۔ حدیث باب میں بھی عملی طور پر یہی درس دیا گیا ہے کہ جب کھانے کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی نعمت سامنے آجائے، اسے تناول کرلو ورنہ نقص بیان کیے بغیر اسے واپس کردو۔ دور حاضر میں مہنگائی کا سیلاب اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی، بے عملی اور نعمتوں میں عیب جوئی کا نتیجہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَعْظِيْمِ الْمُؤْمِنِ

باب 84: مومن کی تعظیم کرنا

1955 سند حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَكْثَمَ وَالْجَارُوْدُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ اَوْفَى بْنِ دَلْهَمٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ قَالَ وَنَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا اِلَى الْبَيْتِ اَوْ اِلَى الْكَعْبَةِ فَقَالَ مَا اَعْظَمَكِ وَاَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالْمُؤْمِنُ اَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْكِ

1954- اخرجه البخاری (٦/ ٦٥٤): كتاب المناقب: باب: صفة النبی صلی الله عليه وسلم' حديث (٣٥٦٣)' (٩/ ٤٥٨): كتاب الاطعمة: باب: ما عاب النبی صلی الله عليه وسلم طعاما' حديث (٥٤٠٩)' و مسلم (٧/ ١٩٧- الابی): كتاب الاطعمة' باب: لا يعيب الطعام حديث (١٨٧-١٨٨/ ٢٠٦٤) و ابوداؤد (٢/ ٣٧٣): كتاب الاطعمة: باب: فی كراهية ذم الطعام' حديث (٣٧٦٣) و ابن ماجه (٢/ ١٠٨٥): كتاب الاطعمة: باب: النهی ان يعاب الطعام' حديث (٣٢٥٩) من طريق ابی حازم عن ابی هريرة' فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ السَّمَرْقَنْدِيُّ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ نَحْوَهٗ وَرُوِيَ عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے پھر آپ ﷺ نے بلند آواز میں یہ فرمایا: اے وہ لوگو! جو صرف زبانی طور پر مسلمان ہوئے ہو ایمان جن کے دل تک نہیں پہنچا تم لوگ مسلمانوں کو اذیت نہ پہنچاؤ انہیں عار نہ دلاؤ ان کے عیوب تلاش نہ کرو کیونکہ جو شخص کسی مسلمان کے عیوب تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو ظاہر کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب کو ظاہر کر دے وہ ذلیل ہو جاتا ہے خواہ وہ شخص اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیت اللہ کی طرف دیکھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) خانہ کعبہ کی طرف دیکھا اور یہ فرمایا: تم کتنے عظیم ہو اور تم کتنے زیادہ قابل احترام ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کا احترام تم سے زیادہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف حسین بن واقد نامی راوی کی نقل کے اعتبار سے جانتے ہیں۔

اسحاق بن ابراہیم سمرقندی نے حسین بن واقد کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابو برزہ اسلمی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

مسلمان کا مرتبہ و مقام:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے اور اس کی شرافت و عظمت کے سامنے کائنات کو مسخر کر دیا۔ انسان تو کفار و مشرکین بھی ہیں لیکن مسلمان کو وہ مرتبہ و مقام عطا فرمایا جو اس کی شایان شان تھا اور جس پر پوری مخلوق ناز کر سکتی ہے۔ حدیث باب کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ عظمت اسلام کے خلاف کوئی واقعہ پیش آیا ہوگا، جس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کے ساتھ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور مقامِ مسلم کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو درس دیا تھا۔ آپ کے خطاب کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ کسی مسلمان کو اذیت دینا یا عار دلانا حرام ہے، کیونکہ یہ اس کے مرتبہ کے منافی ہے۔

☆ مسلمان کے بارے میں تجسس کرنا اور اس کی عیب جوئی کرنا حرام ہے۔

☆ جو شخص مسلمان کی عیب جوئی کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اس کے عیوب ظاہر کر کے اسے ذلیل و خوار کرے گا۔

☆ بقول فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان کی تعظیم و تکریم کعبہ معظمہ کی عظمت سے زیادہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّجَارِبِ

باب 85: (عملی زندگی میں پیش آنے والے) تجربات

1956 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُو عَثْرَةٍ وَّلَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُو تَجْرِبَةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، کوئی بھی شخص اس وقت تک حقیقی طور پر بردبار نہیں ہوتا جب تک (زمانے کی) ٹھوکریں نہیں کھالیتا اور کوئی بھی دانشور اس وقت تک دانشور نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ تجربات کا سامنا نہ کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم صرف اسی سند کے حوالے سے اسے جانتے ہیں۔

شرح

تجربات ومشاہدات کی اہمیت:

لفظ: التجارب؛ تجربہ کی جمع ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ دونوں مترادف الفاظ ہیں، جس کا معنٰی ہے: کسی عمل کو بار بار کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کرنا۔ تجربات ومشاہدات کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ معاشرے کے افراد کے لیے ان کے نتائج مفید ونافع ثابت ہوسکتے ہیں مثلاً مشاہدہ کی بنیاد پر کسی شخص کے خائن یا کاذب ہونے کا علم ہونے پر لوگ اس کے پاس اپنی امانتیں رکھیں گے اور نہ اس کی بات پر اعتماد کریں گے۔ حدیث باب میں دو امور کا تذکرہ کیا گیا ہے:

۱- لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ: بردباری کی دولت صرف لغزش سے حاصل ہوتی ہے"۔ لغزش اور دھوکہ کھانے سے انسان کے انداز میں تبدیلی آجاتی ہے یعنی بار بار غلطی ہونے اور لغزش ہونے کی وجہ سے انسان میں تحمل و بردباری اور عفوودرگذر کرنے کا وصف پیدا ہوتا ہے۔

۲- وَلَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ: تجربہ کے بعد انسان دانشمند بنتا ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ تجربات ومشاہدات سے گزرنے کے بعد انسان کی عقل ودانش میں پختگی آتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے: سَلِ الْمُجَرِّبَ وَلَا تَسْئَلِ الْحَكِيْمَ؛ تجربہ کار سے پوچھو اور دانشمند سے نہ پوچھو" علوم اسلامیہ کی تکمیل کے بعد جب تک درس وتدریس، ترجمہ وتحقیق اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع نہ کیا جائے، علوم میں پختگی نہیں آسکتی۔

1956- انفرد به الترمذی دون اصحاب الكتاب الستة- ينظر (تحفة الاشراف) (۳/ ۳۵۹) حديث (٤٠٥٥) واحمد (۳/ ۸- ٦۹) و الحاكم فی (المستدرك) (٤/ ۲۹۳)-

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يُعْطَهُ

باب 86: اپنے پاس غیر موجود چیز (موجود ظاہر کر کے) فخر کا اظہار کرنا

1957 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهٖ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ فَاِنَّ مَنْ اَثْنٰى فَقَدْ شَكَرَ وَمَنْ كَتَمَ فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ تَحَلّٰى بِمَا لَمْ يُعْطَهُ كَانَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعَآئِشَةَ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ وَمَنْ كَتَمَ فَقَدْ كَفَرَ يَقُوْلُ قَدْ كَفَرَ تِلْكَ النِّعْمَةَ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جس شخص کو کوئی چیز عطیے کے طور پر دی جائے اگر اس کے پاس گنجائش ہو تو وہ اس کے بدلے میں کچھ دے اگر اس کے پاس گنجائش نہ ہو تو تعریف ضرور کرے کیونکہ تعریف کرنے والا شخص شکریہ ادا کر دیتا ہے اور جو شخص اس بات کو چھپائے وہ ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز کو اپنے پاس ظاہر کرے جو اس کو دی ہی نہیں گئی ہے تو اس نے گویا دھوکہ دہی سے کام لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس بارے سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

حدیث کے یہ الفاظ: ''جس نے چھپایا اس نے کفر کیا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس نعمت کی ناشکری کی۔

شرح

غیر مملوک چیز پر فخر کرنے کی ممانعت:

لفظ۔ تَشَبَّعَ؛ صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مزید فیہ از باب تفعل، بمعنی: کسی نعمت کا جھوٹا مظاہرہ کرنا، شکم سیری کا اظہار کرنا۔ لفظ: اَلْمُتَشَبِّعُ؛ صیغہ اسم فاعل، شکم سیری کرنے والا۔ مَالَمْ يُعْطَهُ؛ جو چیز اس کی ملک میں نہیں ہے۔ اس کی مثال یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ کوئی بخیل شخص ہمسائے سے کپڑے مانگ کر شادی کی تقریب میں شامل ہو جائے، لوگ اس کے کپڑے دیکھ کر متعجب ہو کر دریافت کرتے ہیں کہ کپڑے کہاں سے لیے ہیں؟ وہ جواب میں اپنے ذاتی کپڑے ظاہر کرے۔ اس طرح بخیل نے حقیقت کو چھپا کر جھوٹ بول دیا جو ایک قابل مذمت حرکت ہے۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جسے کوئی چیز بطور عطیہ پیش کی جائے تو شکریہ کے طور پر اس کے عوض کوئی چیز فراہم کرنی چاہیے۔ اگر دینے کے لیے کوئی چیز موجود نہ ہو، تو زبانی اس کا شکریہ ادا کر دیا جائے ورنہ اس کی خاموشی کفران نعمت کے زمرے میں آئے گی۔

جو آدمی غیر کی چیز کو فخریہ طور پر اپنی ظاہر کرے، اس کی یہ حرکت دھوکہ کے زمرے میں آتی ہے۔ لہٰذا ایسی حرکت سے اجتناب کرنا از بس ضروری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الثَّنَاءِ بِالْمَعْرُوْفِ

باب 87: بھلائی کے بدلے میں تعریف کرنا

1958 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ بِمَكَّةَ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَحْوَصُ بْنُ جَوَّابٍ عَنْ سُعَيْرِ بْنِ الْخِمْسِ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ جَيِّدٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا فَلَمْ يَعْرِفْهُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ حَازِمٍ الْبَلْخِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الْمَكِّيَّ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ جُرَيْجٍ الْمَكِّيِّ فَجَآءَ سَائِلٌ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ لِخَازِنِهٖ اَعْطِهٖ دِيْنَارًا فَقَالَ مَا عِنْدِيْ اِلَّا دِيْنَارٌ اِنْ اَعْطَيْتُهٗ لَجُعْتَ وَعِيَالُكَ قَالَ فَغَضِبَ وَقَالَ اَعْطِهٖ قَالَ الْمَكِّيُّ فَنَحْنُ عِنْدَ ابْنِ جُرَيْجٍ اِذْ جَآئَهٗ رَجُلٌ بِكِتَابٍ وَّصُرَّةٍ وَّقَدْ بَعَثَ اِلَيْهِ بَعْضُ اِخْوَانِهٖ وَفِي الْكِتَابِ اِنِّيْ قَدْ بَعَثْتُ خَمْسِيْنَ دِيْنَارًا قَالَ فَحَلَّ ابْنُ جُرَيْجٍ الصُّرَّةَ فَعَدَّهَا فَاِذَا هِيَ اَحَدٌ وَّخَمْسُوْنَ دِيْنَارًا قَالَ فَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ لِخَازِنِهٖ قَدْ اَعْطَيْتَ وَاحِدًا فَرَدَّهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَزَادَكَ خَمْسِيْنَ دِيْنَارًا

◆◆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے' اور وہ اس بھلائی کرنے والے سے یہ کہے: ''اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین بدلہ عطا کرے'' تو اس نے پوری تعریف کر دی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن جید غریب'' ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول اس حدیث کو ہم صرف اس سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اس کی مانند ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہیں اس کا پتہ نہیں تھا۔

1958- انفرد به الترمذی- ینظر (تحفة الاشراف) (۱/۵۱) حدیث (۱۰۳) و اخرجه النسائی فی (السنن الکبری): (۶/۵۳) کتاب عمل الیوم و اللیلة: باب: ما یقول لمن صنع الیه معروفا' حدیث (۱۰۰۰۸)-

عبدالرحیم بلخی نے مکی بن ابراہیم کا یہ بیان نقل کیا ہے' ہم لوگ ابن جریج مکی کے پاس موجود تھے' ان کے پاس ایک سائل آیا اور اُن سے کچھ مانگا تو ابن جریج نے اپنے خزانچی سے کہا: تم اسے ایک دینار دو' تو وہ بولا: میرے پاس صرف ایک ہی دینار ہے' اگر وہ میں نے اسے دے دیا تو آپ اور آپ کے گھر والے بھوکے رہ جائیں گے۔ تو ابن جریج غصے میں آ گئے اور بولے: تم اسے دو۔

مکی بن ابراہیم بیان کرتے ہیں: ابھی ہم ابن جریج کے پاس ہی موجود تھے کہ ایک شخص ان کے پاس ایک خط اور ایک تھیلی لے کر آیا جوان کے کسی دوست نے انہیں بھیجا تھا' خط میں یہ تحریر تھا: میں آپ کو پچاس دینار بھیج رہا ہوں۔ ابن جریج نے اُس تھیلی کو کھولا اور دیناروں کی گنتی کی تو وہ اکیاون دینار تھے۔ ابن جریج نے اپنے خازن سے کہا تم نے ایک دینار دیا تھا' اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہ واپس کر دیا ہے اور مزید پچاس دینار بھی عطا کر دیے ہیں۔

شرح

نیکی کے عوض دعائیہ کلمات ادا کرنا:

اصل مسئلہ یہ ہے کہ حسن سلوک اور نیکی کرنے والے کے ساتھ اسی نوعیت کی بھلائی کی جائے، اگر اس نوعیت کی نیکی کرنے کی گنجائش نہ ہو، پھر دعائیہ کلمات سے نوازتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔ وہ بہترین دعا حدیث باب میں مذکور ہے۔ وہ معطی کی موجودگی میں شکریہ ادا کرتے ہوئے یوں دعائے خیر کرے: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین جزا سے نوازے۔'' ان کلمات سے اس کی تعریف و شکریہ ادا ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شرح ترمذی شریف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

حضرت علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی دامت برکاتہم

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر

شرح جامع ترمذی شریف

مترجم ـــــــ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
شرح ـــــــ محمد یسین قصوری نقشبندی
کمپوزنگ ـــــــ ورڈز میکر
باہتمام ـــــــ ملک شبیر حسین
سن اشاعت ـــــــ اکتوبر 2016ء
سرورق ـــــــ اے ایف ایس ایڈورٹائزر
0322-7202212
طباعت ـــــــ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ ـــــــ روپے فی جلد

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تا کہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

ترتیب

كِتَابُ الْفَرَائِضِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الْقَدْرِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

كِتَابُ الرُّؤْيَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الشَّهَادَاتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الزُّهْدِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ صِفَةِ جَهَنَّمَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الْإِيْمَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الْعِلْمِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

کِتَابُ الْاَدَبِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الطِّبِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

طب کے بارے میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

چند قابل توجہ امور

روایات طب نبوی کا مطالعہ کرنے سے قبل چند ایک اہم امور کا جاننا ازبس ضروری ہے، جو درج ذیل ہیں:

1-اقسام احادیث

احادیث کی دو اقسام ہیں:

(۱) پیغام رسانی سے متعلق روایات: وہ احادیث مبارکہ ہیں جو احکام شرعی بیان کرنے کے لیے وارد کی گئی ہوں۔

(۲) پیغام رسانی سے غیر متعلق روایات: وہ احادیث مبارکہ ہیں جو احکام شرعیہ کے طور پر وارد نہ کی گئی ہوں بلکہ دنیوی امور بیان کرنے کے لیے ہوں۔ روایات طب نبوی کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات پیش نظر رہے کہ ان کا تعلق قسم ثانی سے ہے اور ان میں امور شرعیہ بیان نہیں کیے گئے۔

۲-امراض وادویہ کی اقسام

امراض وادویہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) مفرد مرض: وہ ہے، جو مفرد غذا کے فساد سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا علاج بھی مفرد دوائی سے ممکن ہوسکتا ہے۔

(۲) مرکب امراض: وہ ہیں جو مرکب غذاؤں کے فساد سے پیدا ہوتی ہیں اور مفرد دواؤں سے ان کا علاج نہیں کیا جاسکتا بلکہ مرکب دواؤں سے کیا جاسکتا ہے۔ زمانہ قدیم میں انسان سادہ زندگی گزارتا تھا اور مفرد غذائیں استعمال میں لاتا تھا۔ اس لیے احادیث میں مفرد علاج کے جو طریقے بیان کیے گئے ہیں، وہ مفید ثابت ہوتے تھے لیکن عصر جدید کے لوگ مرکب غذائیں استعمال کرتے ہیں تو اب مفرد دوائیں علاج کے لیے کارگر ثابت نہیں ہوسکتیں بلکہ مرکب دواؤں کا ہونا اشد ضروری ہے۔ اس طرح طب نبوی پر مشتمل احادیث مبارکہ کا معمول بہ ہونا دشوار ہے۔

۳-روایات طب عطیہ الٰہی

زمانہ قدیم میں ڈاکٹروں اور حکیموں کی تعداد قلیل ہونے کے باوجود ہر آدمی ڈاکٹر اور حکیم تھا، ہر مرض کے لیے کئی طریقہ ہائے علاج تجویز کرتا تھا اور جس کے پاس بھی مرض کا ذکر کیا جاتا تھا وہی علاج تجویز کرسکتا تھا لیکن دور حاضر کا المیہ یہ ہے کہ شہری لوگ نزلہ تک کا علاج نہیں جانتے اور ہر مریض ڈاکٹر یا حکیم کے پاس جانے کی کوشش کرتا ہے۔ الغرض ماضی بعید میں امراض کا علاج

لوگ خود تجویز کرتے تھے۔ نوجوان طبقہ بڑوں سے امراض کے علاج کرنے کا علم سیکھتا تھا اور اس طرح ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوجاتا تھا۔ طب نبوی کی روایات اسی قبیل سے متعلق ہیں کیونکہ اپنے تجربہ اور عطاء الٰہی سے امراض کے علاج معالجہ کے طرق جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے وہ اپنی امت کو بیان فرمادیے تاکہ ان سے استفادہ کرسکے۔

۴- روایات طب نبوی کو معمول بنانے کی شرائط

احادیث طب نبوی کو معمول بہ بنانے کے لیے دو شرائط ہیں:

(الف) مرض کی تشخیص: ہر مرض پیدا ہونے کے اسباب معلوم کرنا' کیونکہ بعض امراض پیچیدہ ہوتے ہیں اور بعض متشابہ بھی ہوتے ہیں' لہٰذا بغیر تحقیق کے کسی تجویز کردہ نسخہ پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔

(ب) دوائی استعمال کرنے کا طریقہ: دوائی استعمال کرنے کا طریقہ معلوم کرنا بھی ازبس ضروری ہے کہ وہ مفرد استعمال کی جائے یا مرکب؟ پھر وہ کتنی مقدار اور کتنی بار استعمال کرنی ہے؟ چونکہ ان باتوں کی تفصیلات روایات میں نہیں ہے' لہٰذا ان پر مکمل طور پر عمل نہیں ہوسکتا۔

۵- ازخود علاج کرنے کے ذوق کا فقدان:

زمانہ قدیم میں ڈاکٹر اور حکیم نایاب یا کمیاب ہونے اور بازار میں تیار شدہ دوائیاں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے لوگ ازخود نسخہ تجویز کرتے اور علاج کرتے تھے۔ اب صورتحال بدل چکی ہے' ڈاکٹروں اور حکیموں کی کثرت ہے اور مختلف کمپنیوں کی طرف سے تیار کردہ دوائیاں بازار میں دستیاب ہیں' جس کے نتیجہ میں لوگوں میں ازخود علاج کرنے کا ذوق باقی نہیں ہے' لہٰذا لوگ طب نبوی پر عمل کرنے سے قاصر ہیں۔

۶- اقسام علاج:

امراض دو قسم کے ہوتے ہیں:

(الف) امراض روحانی: یہ وہ امراض ہیں جن کا تعلق جسم سے نہ ہو اور ان کا علاج اعمال خیر' دعاؤں' تعویذات اور جھاڑ سے ہوسکتا ہے۔

(ب) امراض جسمانی: یہ وہ امراض ہیں جن کا تعلق جسم سے ہو اور ان کا علاج دوائیوں سے ممکن ہے۔ امراض مختلف ہونے کی وجہ سے اس کے علاج کی بھی مختلف اقسام ہیں یعنی روحانی اور جسمانی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحِمْيَةِ

باب 1: (طبیعت کے لیے ناموافق چیز کھانے سے) پرہیز کرنا

1959 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ أَحَدُكُمْ يَحْمِي سَقِيْمَهُ الْمَاءَ

فی الباب: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ صُهَيْبٍ وَّأُمِّ الْمُنْذِرِ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلاف روایت: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ

توضیح راوی: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَقَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الظَّفَرِيُّ هُوَ أَخُو أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ لِأُمِّهِ وَمَحْمُوْدُ بْنُ لَبِيْدٍ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَآهُ وَهُوَ غُلَامٌ صَغِيْرٌ

◆◆ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے' تو اسے دنیا سے اسی طرح بچاتا ہے' جس طرح کوئی شخص اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور سیّدہ اُم منذر رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت محمود بن لبید کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

محمود بن لبید کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے یہی روایت منقول ہے' جس کی سند میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ حضرت قتادہ بن نعمان ظفری رضی اللہ عنہ یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ماں کی طرف سے شریک بھائی ہیں۔

حضرت محمود بن لبید نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ اقدس پایا ہے' آپ ﷺ کی زیارت کی ہے۔ یہ اس وقت بچے تھے۔

1960 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوْبَ عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ

متن حدیث: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَّلَنَا دَوَالٍ مُّعَلَّقَةٌ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ مَهْ مَهْ يَا عَلِيُّ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ قَالَ فَجَلَسَ عَلِيٌّ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَّشَعِيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ مِنْ هٰذَا فَأَصِبْ فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ فُلَيْحٍ

اسنادِ دیگر: وَيُرْوٰى عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ وَّأَبُوْ دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوْبَ عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ

1959- انفرد به الترمذي- ينظر (تحفة الاشراف) (٢٧٩/٨) حديث (١١٠٧٤) واخرجه الحاكم في (المستدرك) (٢٠٩/٤) والطبراني (١٢/١٩) حديث (١٧)-

1960- اخرجه ابوداؤد (٣٩٦/٢): كتاب الطب: باب: في الحمية حديث (٣٨٥٦) و ابن ماجه (١١٣٩/٢): كتاب الطب: باب الحمية حديث (٣٤٤٢) و احمد (٣٦٣/٦ - ٣٦٤) من طريق يعقوب بن ابي يعقوب عن ام المنذر فذكره-

الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ يُوْنُسَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ اَنْفَعُ لَكَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ فِىْ حَدِيْثِهٖ وَحَدَّثَنِيْهِ اَيُّوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا حَدِيْثٌ جَيِّدٌ غَرِيْبٌ

◄► سیدہ اُمّ منذر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ایک دن نبی اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہمارے گھر میں کھجوروں کے خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو کھانا شروع کیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو کھانا چاہا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علی! رک جاؤ' رک جاؤ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو۔ سیدہ ام منذر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے رہے اور نبی اکرم ﷺ اسے کھاتے رہے۔ پھر اس کے بعد ان حضرات کے لیے چقندر اور جو تیار کیے گئے' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علی! اسے کھاؤ کیونکہ یہ تمہاری طبیعت کے لیے موافق ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اس روایت کو صرف فلیح کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

یہی روایت فلیح کے حوالے سے ایوب بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے بھی نقل کی گئی ہے۔

سیّدہ ام منذر انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، انہوں نے اس کے بعد حسب سابق حدیث نقل کی ہے' جیسے یونس بن محمد سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے زیادہ فائدہ مند ہے۔"

محمد بن بشار نے اپنی روایت میں یہ بات نقل کی ہے ایوب بن عبدالرحمٰن نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "جید غریب" ہے۔

شرح

علم طب کے بنیادی اصول

علم طب کے بنیادی اصول تین ہیں' جو درج ذیل ہیں:

اصول اوّل: حفظان صحت: پہلا اصول یہ ہے کہ انسان اپنی صحت کو ہمہ وقت پیش نظر رکھے۔ ایسی غذا ہرگز استعمال نہ کرے جس سے صحت خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور ایسے اسباب اختیار نہ کرے جن سے مرض لاحق ہونے کا قوی امکان ہو۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (الاعراف:۳۱) "تم کھاؤ' پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔" علاوہ ازیں اس بارے میں مشہور حدیث ہے: "تم کوڑھی سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو"۔ اس آیت اور حدیث میں "حفظان صحت" کا اصول بیان کیا گیا ہے۔

اصول ثانی: پرہیز کرنا: مرض لاحق ہونے سے قبل' مرض لاحق ہونے کی حالت میں اور مرض ختم ہونے کے بعد بھی پرہیز اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے: وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۞ (النساء:۴۳) اور اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا قضائے حاجت کی ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو' تو پھر تم پانی

نہ پاؤ‘ تم پاک مٹی سے تیمم کرو اور تم اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ بیشک اللہ معاف کرنے والا‘ بخشنے والا ہے‘‘۔ جب پانی سے وضو یا غسل کرنا مضر ثابت ہو‘ تو پانی سے احتراز کرتے ہوئے پاک مٹی سے تیمم کرنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پھیکا یا کچا خربوزہ کھجور سے ملا کر تناول کیا اور فرمایا: ہم ایک چیز کی گرمی سردی‘ دوسرے کی گرمی سردی سے ختم کرتے ہیں‘‘۔ یعنی پھیکا یا کچا خربوزہ بارد ہوتا ہے جبکہ کھجور حار ہوتی ہے‘ ان کے باہم استعمال سے دونوں میں اعتدال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے‘ جو پرہیز کی مثال ہے۔ علاوہ ازیں حدیث باب میں صراحت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بخار سے نجات پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کھانے سے روک دیا تھا۔ اس آیت اور حدیث میں پرہیز اختیار کرنے کی مثال بیان کی گئی ہے۔

اصول ثالث: مادہ فاسدہ کا اخراج: کسی مرض کے مکمل علاج کے لیے ضروری ہے کہ مادہ فاسدہ کا جسم سے اخراج کیا جائے ورنہ علاج مفید ثابت نہیں ہوگا۔ اس کی مثال یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حالت احرام میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر میں جوئیں پیدا ہو گئیں جس سے وہ بہت پریشان ہوئے۔ اس موقع پر یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا: فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ (البقرہ:۱۹۶) ’’پس تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو‘ تو اس کا فدیہ روزے سے یا صدقہ یا قربانی سے دیا جائے‘‘۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سر منڈوا کر فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک سر کا میل ختم نہیں ہوگا‘ جوؤں کا خاتمہ نہیں ہوگا۔ یہ جسم سے مادہ فاسدہ دور کرنے کی مثال ہے۔ مادہ فاسدہ مرض کا سبب ہے اور جب تک اسے دور نہیں کیا جاتا‘ شفاء حاصل نہیں ہوسکتی۔ (علامہ ابن قیم‘ زاد المعاد ج ۳‘ ص ۹۷)

فائدہ نافعہ: علم طب میں سبب مرض کا علاج کیا جاتا ہے‘ جب تک مرض کا سبب ختم نہیں ہوتا مسبب (مرض) ختم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی دوائی سے مرض جلدی سے ختم نہیں ہوتا۔ اس دوائی کا کوئی کورس نہیں ہوتا بلکہ جب تک مرض کا سبب ختم نہیں ہوتا دوائی کھانا پڑتی ہے۔ انگریزی دوائی کا باقاعدہ کورس ہوتا ہے‘ اس کے ذریعے مسبب (مرض) کا علاج کیا جاتا ہے اور اس کی پہلی خوراک مؤثر ہوتی ہے۔

دنیا سے بچانے کی صورتیں

کسی شخص کو دنیا سے بچانے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) کسی نیک آدمی کو دنیا بالکل نہ دی جائے بلکہ اسے تاحیات غریب و مسکین رکھا جائے اور اسی حالت میں وہ دنیا سے رخصت ہو جائے۔

(۲) کسی آدمی کو دنیا کی دولت خوب دی جائے لیکن اس کا دل ہمہ وقت دولت میں اٹکا نہ رہے‘ بلکہ وہ مال و متاع کو حقیر چیز تصور کرے اور اسے نیک کاموں میں اور غرباء و مساکین پر خرچ کرتا رہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت اس مشہور روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد (غبطہ) دو آدمیوں کے لیے جائز ہے۔

(۱) وہ شخص ہے جسے قرآن کی دولت دی گئی ہو اور وہ ہمہ وقت اس کی تعلیم و تدریس میں مصروف رہتا ہو۔

(۲) وہ آدمی ہے جسے دولت دی گئی ہو اور وہ ہمہ وقت اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

دنیا کی دولت بری چیز نہیں ہے بشرطیکہ انسان کا دل اس کے ساتھ اٹکا نہ رہے۔ صحابہ کرام' صالحین اور اولیاء میں سے بہت سے لوگ اہل ثروت گزرے ہیں' جو اپنی دولت پانی کی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر خرچ کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں دو واقعات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- رئیس الاولیاء حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب ثروت تھے۔ جب آپ اپنے خدام کے جھرمٹ میں کہیں روانہ ہوتے تو سلاطین کے جلوس بھی حقیر معلوم ہوتے تھے۔ آپ کی ولایت کا شہرہ قرب و بعد میں پہنچا ہوا تھا۔ خانقاہ میں ہمہ وقت لنگر کا سلسلہ جاری رہتا تھا جس سے خواص و عوام سب لوگ استفادہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی ولایت کی شہرت سن کر نہایت عقیدت و محبت سے خانقاہ میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کی خدام کی کثرت' لوگوں کی آمد و رفت' لنگر کی وسعت اور آپ کی شان و شوکت کا جائزہ لیا تو آپ سے متنفر ہو گیا۔ اس نے واپسی سے قبل خانقاہ کے دروازہ پر یہ عبارت تحریر کر دی:

''نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد''

''یہ کیسا ولی ہے' جو کثیر دولت کا مالک ہے''۔

خدام نے آپ کی خدمت میں ایک شخص کی اس شکایت اور اس کی لکھی ہوئی عبارت کے بارے میں عرض کیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اس عبارت کے نیچے یہ بھی لکھ دو:

''و گر دارد برائے دوست دارد''۔

اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے لیے دولت رکھتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟

مشہور صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صاحب ثروت تھے۔ رمضان المبارک آنے پر افطاری کے وقت شاہانہ دسترخوان لگایا کرتے تھے' جس پر انواع و اقسام کے کھانے سجائے جاتے تھے۔ آپ دسترخوان کو دیکھ کر رو پڑتے اور ان صحابہ کرام کی غربت و مفلسی کا ذکر کرتے جو غربت و افلاس کی حالت میں وصال کر گئے تھے۔ پھر آپ تمام دسترخوان غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔

فائدہ نافعہ: حدیث باب میں دنیا سے بچانے کی دو صورتیں کی گئی ہیں۔ اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ بیان کی ہے' جس طرح ہر آدمی اپنے مریض کو پانی سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ پانی ہر مریض کے لیے ضرر رساں ہرگز نہیں ہے' کیونکہ گردے میں پتھری والے مریض کو کثرت سے پانی پلانا مفید ہے اور اہل عرب بخار والے مریض کا علاج پانی سے غسل کرنا تجویز کرتے ہیں۔ اسی طرح مال کی حالت پانی سے مختلف نہیں ہے یعنی مال ہر حالت میں نقصان دہ نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدَّوَاءِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ

باب 2: دوا کا حکم اور اسے استعمال کرنے کی ترغیب

1961 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ

1961- اخرجه ابوداؤد (۴ /۳۹۲): كتاب الطب: باب فى الرجل يتداوى' حديث (۳۸۵۵)' و البخارى فى (الادب المفرد) (۲۹۱)' وابن ماجه (۲/۱۱۳۷): كتاب الطب: باب: ما انزل الله داء الا انزل له شفاء' حديث (۳۴۳۶)' و احمد (۴/۲۷۸)' والحميدى (۲/۳۶۳) حديث (۸۲۴) من طريق زياد بن علاقة عن اسامة بن شريك فذكره۔

متن حدیث: قَالَ قَالَتِ الْاَعْرَابُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَتَدَاوٰى قَالَ نَعَمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَـهٗ شِفَاءً اَوْ قَالَ دَوَاءً اِلَّا دَاءً وَّاحِدًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُوَ قَالَ الْهَرَمُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ خُزَامَةَ عَنْ اَبِيْهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ دیہاتیوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم دوائی استعمال نہ کیا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ کے بندو! دوائی استعمال کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری پیدا کی ہے اس کے لیے شفا بھی رکھی ہے۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس کے لیے دوا بھی رکھی ہے' البتہ ایک بیماری ایسی ہے (جس کی کوئی دوا نہیں ہے) لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون سی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑھاپا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابوہریرہ' ابوخزامہ کی ان کے والد کے حوالے سے' اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مریض کے لیے دوائی کا استعمال مسنون ہونا

کائنات دارالاسباب ہے اور اس میں ہر مشکل مسئلہ کا حل اسباب ظاہرہ پر مبنی ہے اور اسباب ظاہری کو اختیار کرنا مامور بہ اور مطلوب ہے۔ اسی طرح مریض کا علاج بالدواء مسنون ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں ہے۔ حدیث باب میں اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑھاپا (موت) کے علاوہ ہر مرض کی دوائی پیدا کی ہے۔ تاہم دوائی کو دستیاب کرنے میں انسان کامیاب ہوتا ہے یا نہیں' یہ ایک الگ بات ہے۔ یہاں بڑھاپا سے مراد ''موت'' ہے' کیونکہ بڑھاپا موت کا مقدمہ اور تمہید ہے۔

سوال: قرآن وسنت کی نصوص میں اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کرنے کی تعلیم وترغیب دی گئی ہے اور حدیث باب میں مریض کے علاج کا حکم دیا گیا ہے' بظاہر نصوص اور حدیث باب میں تعارض ہے؟

جواب: دنیا دارالاسباب ہے' مرض کے اسباب سے احتراز کرنا اور صحت کے اسباب کے اختیار کرنا ازبس ضروری ہے ورنہ اسباب غیر مفید ثابت ہوں گے۔ اسباب کی تین اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- سبب ظاہری: یہ وہ ہے' جس کا سبب ہونا ہر شخص یقینی طور پر چاہتا ہے مثلاً روٹی سے انسان شکم سیر ہوتا ہے اور پانی سے سیراب جبکہ دواء سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔

۲- سبب خفی: یہ وہ ہے' جس کے سبب ہونے میں آدمی کو یقین نہ ہو بلکہ گمان ہو مثلاً تعویذات اور جھاڑ پھونک کا نافع ومفید ہونا۔

۳- سبب اخفی: یہ وہ سبب ہے' جس کا سبب ہونا لوگ نہیں جانتے' مثلاً علویات (ستاروں) اور سفلیات (حوادث زمانہ مثلاً عزت وذلت اور صحت ومرض وغیرہ) پر اثرات کا مرتب ہونا۔ نجومیوں کے علاوہ سبب اخفی کو کوئی نہیں جانتا۔

شریعت اسلامیہ نے سبب اخفی کی ممانعت فرمادی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد باری ہے: ''جو لوگ یہ بات کہتے ہیں کہ

فلاں پچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی اور وہ پچھتروں پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش ہوئی' وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور پچھتروں کا انکار کرتے ہیں۔" شریعت نے اسباب خفیہ سے منع تو نہیں کیا لیکن اس کے ترک کو افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی ہے' قیامت کے دن ستر ہزار لوگ ایسے ہوں گے جو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جو نہ جھاڑتے ہیں اور نہ جھڑواتے ہیں' نہ بدشگونی لیتے ہیں اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث ۲۲۰)

فائدہ نافعہ: اسباب ظاہری اختیار کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر اعتماد از بس ضروری ہے' اسباب ظاہرہ اختیار کرنا نہ توکل کے خلاف ہے اور نہ تقدیر کے منافی ہے' کیونکہ اسباب تقدیر کا حصہ ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يُطْعَمُ الْمَرِيضُ

باب 3: بیمار کو کیا کھلایا جائے؟

1962 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بَرَكَةَ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ اَهْلَهُ الْوَعَكُ اَمَرَ بِالْحِسَاءِ فَصُنِعَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ فَحَسَوْا مِنْهُ وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَيَرْتُقُ فُؤَادَ الْحَزِينِ وَيَسْرُو عَنْ فُؤَادِ السَّقِيمِ كَمَا تَسْرُو اِحْدَاكُنَّ الْوَسَخَ بِالْمَآءِ عَنْ وَّجْهِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا بِهٖ اَبُوْ اِسْحٰقَ الطَّالَقَانِيُّ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ کی کسی اہلیہ کو اگر بخار ہو جاتا تو آپ ﷺ ان کے لیے حریرہ تیار کرنے کا حکم دیتے تھے اور پھر انہیں یہ ہدایت کرتے تھے کہ وہ گھونٹ گھونٹ کر کے اسے پئیں۔ آپ ﷺ یہ فرماتے تھے: یہ غمگین دل کو تقویت پہنچاتا ہے اور بیمار شخص کے دل کی تکلیف کو دور کرتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی عورت پانی کے ذریعے اپنے چہرے کا میل دور کرتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

زہری نے عروہ کے حوالے سے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے عروہ کے حوالے سے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ

1962- اخرجه ابن ماجه (۲ /۱۱۴۰): كتاب الطب: باب: التلبينة' حديث (۳۴۴۵)' و احمد (٦ /۳۲) من طريق اسماعيل بن ابراهيم بن علية- قال: حدثنا محمد بن السائب بن بركة عن امه عن عائشة' فذكرته-

سے منقول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا تُكْرِهُوا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ

باب 4: بیمار کو کچھ کھانے پینے پر مجبور نہ کیا جائے

1963 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ يُوْنُسَ بْنِ بُكَيْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تُكْرِهُوا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَاِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، اپنے بیماروں کو کھانے پر مجبور نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں کھلاتا پلاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

مریض کی خوراک

مریض دو قسم کے ہوسکتے ہیں:

(۱) ایسا مریض جسے بھوک تو ہوتی ہے لیکن علالت کی وجہ سے اس کی طبیعت خوراک کو پسند نہیں کرتی' ایسے مریض کو بطور خوراک حریرہ دینا چاہیے۔

(۲) ایسا مریض ہے جسے بھوک نہیں ہوتی اور نہ وہ کوئی چیز کھانا پسند کرتا ہے' اسے زبردستی کوئی چیز نہیں کھلانی چاہئے' کیونکہ وہ اس حالت میں مرض کا مقابلہ کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔مشیت باری تعالیٰ سے وہ کھانے کا محتاج نہیں ہوتا۔اطباء سخت علالت بالخصوص شدید بخار کی حالت میں مریض کو خوراک دینے سے منع کرتے رہیں۔

حریرہ کے فوائد

چھنے ہوئے آٹے میں گھی' دودھ اور شہد ملا کر ڈش (خوراک) تیار کی جاتی جسے ''حریرہ'' کہا جاتا ہے۔مریض کے لیے یہ کھانا مفید و نافع ہے اور وہ اسے چھوٹے چھوٹے گھونٹ کی شکل میں استعمال کرے۔اہل بیت اطہار میں جب کوئی فرد علیل ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے ''حریرہ'' تیار کراتے اور چھوٹے چھوٹے گھونٹ میں اسے پینے کا حکم فرماتے تھے۔

حریرہ کے کثیر فوائد ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- اس کے استعمال سے مریض کے دل سے یہ غم ختم ہو جاتا ہے کہ اس نے کوئی چیز نہیں کھائی۔

۲- مریض کے لیے یہ بہترین غذا ہے' جس سے طاقت وقوت حاصل ہوتی ہے اور نقاہت ختم ہوتی ہے۔

1963- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۱۳۹): كتاب الطب: باب: لا تكرهوا المريض على الطعام' حديث (۳۴۴۴) من طريق بكر يونس بن بكير' عن موسى بن علي بن رباح' عن ابيه عن عقبة بن عامر الجهني' فذكره۔

۳- اس سے پیٹ صاف ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: انها تغسل بطن احدكم كما تغسل احداكن وجهها من الوسخ (مسند امام احمد بن حنبل ج۶، ص۷۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حریرہ تم میں سے ہر ایک کے پیٹ کو اس طرح صاف کر دیتا ہے، جس طرح کوئی عورت اپنے چہرے کے میل کو دور کرتی ہے۔ ''معدہ بیماریوں کا مرکز ہے۔ جب یہ صاف وشفاف ہو جاتا ہے تو امراض از خود ختم ہو جاتے ہیں اور مریض کو شفاء وصحت حاصل ہو جاتی ہے۔

بیمار کو غذا کے لیے مجبور نہ کرنے کی وجہ

بیماروں کو علالت کی حالت میں غذا کے لیے مجبور نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں غذا فراہم فرماتا ہے یعنی انہیں کمزور ونحیف نہیں ہونے دیتا۔ یہ بات مشاہدے میں آ چکی ہے کہ مریض کوئی چیز کھائے پیے بغیر ہفتوں نہیں بلکہ مہینوں زندہ رہ سکتا ہے، جو بظاہر یہ عقل کے خلاف ہے لیکن پروردگار کی طرف سے اسے روحانی خوراک فراہم کی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ

باب 5: سیاہ دانے (کلونجی) کا بیان

1964 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ فَاِنَّ فِيْهَا شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ وَالسَّامُ الْمَوْتُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ بُرَيْدَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَآئِشَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ هِيَ الشُّوْنِيْزُ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، تم کلونجی استعمال کیا کرو کیونکہ اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ) سام سے مراد موت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابو بریدہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

''اَلْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ'' سے مراد کلونجی ہے۔

شرح

کلونجی کی تعریف، اہمیت اور استعمال کے طریقے

عربی زبان میں: الحبۃ السوداء سے مراد کلونجی ہے، جس کے دوسرے نام یہ ہیں: شونیز، سیاہ دانہ۔ کلونجی کے دانے پیاز کے بیج

1964- اخرجه البخاری (۱۰/ ۱۵۰): كتاب الطب: باب: الحبة السوداء، حديث (۵۶۸۸) و مسلم (۴/ ۱۷۳۵): كتاب السلام: باب: التداوی با لحبة السوداء، حديث (۸۸، ۸۹/ ۲۲۱۵) وابن ماجه (۲/ ۱۱۴۱): كتاب الطب: باب: الحبة السوداء، حديث (۳۴۴۸) من طريق ابو سلمة بن عبد الرحمٰن، و سعيد بن المسيب، فذكراه، و احمد (۲/ ۲۴۱، ۲۶۱، ۴۲۹، ۵۰۴، ۵۱۰) و الحميدی (۲/ ۴۷۱)، حديث (۱۱۰۷)، من طريق ابن شهاب، عن سعيد بن المسيب، عن ابی هريرة، فذكره وليس فيه: (ابو سلمة بن عبد الرحمٰن)۔

کے برابر سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔ اس کی تاثیر گرم خشک ہوتی ہے اور ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ کلونجی کی اہمیت وافادیت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ یہ موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔ کلونجی پرچون اور عطاروں کی دکان سے دستیاب ہوتی ہے۔ کلونجی مختلف مقاصد کے لیے استعمال کی جاتی ہے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) مرچ مسالہ میں ڈالنے کے لیے (۲) اچار میں ڈالنے کے لیے (۳) مفرد دوائی کے لیے (۴) مرکب دوائیوں کے لیے (۵) سفوف بنا کر کھانے یا کھلانے کے لیے (۶) جوشاندہ بنانے کے لیے (۷) روغن (تیل) نکالنے کے لیے (۸) زکام کے مریض کو سنگھانے یا دھونی دینے کے لیے۔

حدیث باب کے عام یا خاص ہونے میں مذاہب آئمہ

حدیث باب عام ہے یا خاص ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اس حدیث کا حکم خاص ہے یعنی کوئی جڑی بوٹی ایسی نہیں ہے، جس میں ہر بیماری کا علاج ہو سوائے کلونجی کے، تاہم موت کے لیے یہ علاج نہیں ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں:

(۱) اس کی تاثیر گرم خشک ہے اور جو دوائی گرم خشک ہو اس میں اعتدال ہوتا ہے اور معتدل دوائی ہر مرض کے لیے مفید اور باعث شفا ہوتی ہے۔

(۲) ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر کسی چیز میں موت کا علاج ہوتا تو وہ "سنا" ہے۔ دونوں روایات کا مفہوم یہ ہے کہ سنا مکی اور کلونجی دونوں کثیر المنافع دوائیں تسلیم کی گئی ہیں۔

۲- جمہور علماء کے نزدیک حدیث باب کا حکم عام ہے لیکن اس کے استعمال کے دو طریقے ہیں: (الف) یہ مفرد دوائی کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ (۲) یہ مرکب دوائیوں میں استعمال ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں مرض کی رعایت اور قواعد طب کے اعتبار سے یہ (کلونجی) ہر مرض کا علاج بن جاتی ہے۔ نیز انہوں نے "الا السام" کے الفاظ سے "موت" کا استثنیٰ کر کے کلونجی کو ہر مرض کا علاج قرار دیا ہے، جس طرح اس ارشاد ربانی میں استثنیٰ واقع ہوا ہے: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ بیشک انسان گھاٹے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان والے ہیں۔"

حضرت علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف درست اور حقیقت پر مبنی ہے کہ یعنی کلونجی کثیر المنافع دواء ہے۔ اس کی تاثیر گرم خشک ہے۔ جب اسے دوسری ادویات کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے گا تو کلونجی کا نتیجہ غالب رہے گا۔ جہاں تک جمہور علماء کا آیت قرآنی سے استدلال کا تعلق ہے، یہ درست نہیں ہے، کیونکہ طب نبوی پر مشتمل روایات تبلیغ رسالت کی قسم سے ہرگز نہیں ہیں۔ تاہم اس سے استفادہ کے لیے مرض کی رعایت اور قواعد کا اعتبار از بس ضروری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شُرْبِ اَبْوَالِ الْاِبِلِ

باب 6: اونٹوں کا پیشاب (دوائی کے طور پر) پینا

1965 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ وَّثَابِتٌ وَّقَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَاجْتَوَوْهَا فَبَعَثَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَقَالَ اشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے، وہاں کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں زکوٰۃ کے اونٹوں کی طرف بھیج دیا اور ارشاد فرمایا: تم ان کا دودھ اور پیشاب (دوائی کے طور پر) پیو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ماکول اللّحم جانوروں کے فضلات کی طہارت میں مذاہب آئمہ

غیر ماکول اللّحم جانوروں کے فضلات کے بارے میں آئمہ فقہ کا اجماع ہے کہ وہ نجس و پلید ہیں۔ ماکول اللّحم جانوروں کے فضلات کے نجس یا طاہر ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل کتاب الطھارت میں گذر چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاک ہیں۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پینے کا حکم دیا جو ان کی طہارت کی دلیل ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ نجس ہیں۔ انہوں نے حدیث باب کی دلیل کا جواب یوں دیا ہے کہ یہ روایت علاج اور ضرورت پر محمول ہے۔

فائدہ نافعہ: کیا حرام یا نجس چیز سے علاج درست ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کرام کے دو اقوال ہیں (۱) حرام یا نجس چیز سے علاج جائز ہے۔ (۲) کسی حرام یا نجس چیز میں شفاء ہو تو اس سے علاج درست ہے، بشرطیکہ کوئی پاک دوا موجود نہ ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسُمٍّ اَوْ غَيْرِهٖ

باب 7: زہر یا کسی اور چیز کے ذریعے خودکشی کرنا

1966 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ

1965- اخرجه البخاری (۳/ ۴۲۸) کتاب الزکاة: باب: استعمال ابل الصدقة و البانها لابناء السبیل: حدیث (۱۵۰۱) و (۷/ ۵۲٤): کتاب المغازی: باب: قصة عکل و عرینة، حدیث (٤۱۹۲) و مسلم (۳/ ۱۲۹۸): کتاب القسامة: باب: حکم المحاربین و المرتدین، حدیث (۱۶۷۱/۱۳) و النسائی (۱/ ۱۵۸): کتاب الطهارة: باب: بول ما یؤکل لحمه، حدیث (۳۰۵) و (۷/ ۹۷): کتاب تحریم الدم: باب تاویل قول الله عزوجل: (انما جزؤا الذین یحاربون الله) المائدة: ۳۳، حدیث (٤۰۲۲، ٤۰۲۳، ٤۰۲٤، ۳۰۲٤) و احمد (۳/ ۱۶۳، ۱۷۰، ۱۷۷، ۲۳۳، ۲۸۷، ۲۹۰) و ابن خزیمة (۱/ ۶۱) حدیث (۱۱۵) من طریق قتادة، فذکره۔

1966- اخرجه البخاری (۱۰/ ۲۵۸): کتاب الطب: باب: شرب السم والدواء به وما یخاف منه و الخبیث، حدیث (۵۷۷۸) و مسلم (۱/ ۳۹۵ - نووی): کتاب الایمان باب: غلظ تحریم قتل الانسان نفسه، حدیث (۱۷۵/ ۱۰۹) و ابن ماجه (۲/ ۱۱٤۵): کتاب الطب: باب: النهی عن الدواء الخبیث، حدیث (۳٤۶۰) من طریق ابو صالح، عن الاعمش، عن ابی هریرة۔

هُرَيْرَةَ اُرَاهُ رَفَعَهُ قَالَ

متن حدیث: مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَحَدِيْدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا اَبَدًا وَّمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسُمٍّ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا اَبَدًا

◄◄►► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میرا خیال ہے انہوں نے "مرفوع" حدیث کے طور پر بیان کیا ہے (یعنی نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے) جو شخص لوہے کے ذریعے خودکشی کرے گا وہ قیامت کے دن آئے گا تو لوہے کی چیز اس کے ہاتھ میں ہوگی اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اس چیز کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جو شخص زہر کے ذریعے خودکشی کرے گا وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اسے پیتا رہے گا۔

1967 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَّمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسُمٍّ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَّمَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدّٰى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَّاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَّهُوَ اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حدیثِ دیگر: مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسُمٍّ عُذِّبَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ

وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَّهٰكَذَا رَوَاهُ اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اَصَحُّ لِاَنَّ الرِّوَايَاتِ اِنَّمَا تَجِيْءُ بِاَنَّ اَهْلَ التَّوْحِيْدِ يُعَذَّبُوْنَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَمْ يُذْكَرْ اَنَّهُمْ يُخَلَّدُوْنَ فِيْهَا

◄◄►► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص لوہے کے ذریعے خودکشی کرے گا وہ لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جو شخص زہر کے ذریعے خودکشی کرے گا وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے نیچے گر کر خودکشی کرے گا تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ نیچے گرتا رہے گا۔

یہ روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تاہم یہ پہلی روایت سے زیادہ مستند ہے کئی راویوں نے اسے اعمش کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

محمد بن عجلان نے سعید مقبری کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:
جو شخص زہر کے ذریعے خودکشی کرے گا اسے جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔
اس روایت میں "ہمیشہ ہمیشہ رہنے" کا ذکر نہیں ہے۔
ابوزناد نے بھی اعرج کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند نقل کیا ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔
اس کی وجہ یہ ہے حدیث میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ توحید کے قائل لوگوں کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا لیکن پھر وہاں سے نکال لیا جائے گا اور اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ توحید کے قائل لوگ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

1968 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيْثِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: يَعْنِى السُّمَّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے خبیث دوائی استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔ (امام مہدی بیان کرتے ہیں) اس سے مراد زہر ہے۔

شرح

خودکشی کرنے کی وعید

جس طرح کسی کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور قاتل کو قتل کے جرم میں جہنم میں سزا دی جائے گی۔ اسی طرح خودکشی اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بھی جہنم میں سزا دی جائے گی۔ انسان اپنی ذات اور اعضاء کا مالک نہیں ہے بلکہ مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور غیر مملوک چیز میں تصرف کرنا گناہ ہے۔ خودکشی کا مرتکب شاید یہ خیال کرتا ہے کہ مرنے کے بعد وہ دنیا کی مشکلات و مصائب سے نجات حاصل کرلے گا لیکن اسے اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب میں گرفتار ہوگا۔

احادیث باب میں خودکشی کی مذمت و وعید بیان کی گئی ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی لوہے یعنی چھری یا چاقو وغیرہ سے خودکشی کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ وہی ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا وہ اسے اپنے پیٹ میں گھونپ رہا ہوگا اور اسے عرصہ دراز تک دوزخ میں رکھا جائے گا۔ جو شخص زہر پی کر خودکشی کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ وہ زہر کے گھونٹ پی رہا ہوگا اور اسے عرصہ دراز تک عذاب جہنم میں رکھا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص اپنے آپ کو پہاڑ کی بلندی سے گرا کر خودکشی کرتا ہے۔ وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا رہا ہوگا اور اسے عرصہ دراز تک یا ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رکھا جائے گا۔

1968- اخرجه ابو داؤد (۲ /۳۹۹): كتاب الطب: باب: في الادوية المكروهة، حديث (۳۸۷۰) و ابن ماجه (۲ /۱۱۴۵): كتاب الطب: باب النهي عن الدواء الخبيث، حديث (۳۴۵۹) من طريق مجاهد، عن ابي هريرة۔

مرتکب کبیرہ کے بارے میں معتزلہ اور اہل سنت کا اختلاف

کیا مرتکب کبیرہ کافر ہوگا نہیں؟ اس بارے میں معتزلہ اور اہل سنت کے مابین اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- معتزلہ اور دیگر گمراہ فرقوں کا مؤقف ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر ہو جاتا ہے۔ انہوں نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے کہ خودکشی گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہے گا۔ دائمی عذاب میں گرفتار ہونا یا مبتلا ہونا' اس کے کافر ہونے کی علامت ہے۔

۲- اہل سنت و جماعت کا مؤقف ہے کہ مرتکب کبیرہ گناہگار تو ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا۔ خودکشی کا مرتکب گناہگار تو ہوگا مگر کافر نہیں ہوگا۔ احادیث باب کے بارے میں اہل سنت و جماعت کی طرف سے کئی جوابات دیے گئے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(الف) احادیث باب مستحل پر محمول ہیں یعنی ایسا گناہ، جس کا کبیرہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہو اور جو شخص اسے حلال خیال کرتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

(ب) احادیث باب میں خلود سے مراد مکث طویل ہے یعنی تادیر یا عرصہ دراز یا طویل مدت عذاب میں مبتلا ہونا۔ عمداً مسلمان کو قتل کرنے والے کی سزا قرآن کریم میں یوں بیان کی گئی ہے: فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا (النساء:۹۳) قاتل کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔'' اس آیت میں بھی ''خلود'' سے مراد ''مکث طویل'' ہے۔

(ج) احادیث باب میں مکث جہنم اور خلود دوزخ کی سزا بطور زجر و توبیخ بیان کی گئی ہے اور دیگر نصوص سے یہ ثابت ہے کہ مسلمانوں پر یہ سزا نافذ نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفر و شرک کے بغیر کسی کے لیے خلود فی النار کی سزا ہرگز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّدَاوِيْ بِالْمُسْكِرِ

باب 8: نشہ آور چیز کو دوائی کے طور پر استعمال کرنا حرام ہے

1969 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاَلَهٗ سُوَيْدُ بْنُ طَارِقٍ اَوْ طَارِقُ بْنُ سُوَيْدٍ عَنِ الْخَمْرِ فَنَهَاهُ عَنْهُ فَقَالَ اِنَّا نَتَدَاوٰى بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِدَوَاءٍ وَّلٰكِنَّهَا دَاءٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَّشَبَابَةُ عَنْ شُعْبَةَ بِمِثْلِهٖ قَالَ مَحْمُوْدٌ قَالَ النَّضْرُ طَارِقُ بْنُ سُوَيْدٍ وَّقَالَ شَبَابَةُ سُوَيْدُ بْنُ طَارِقٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

1969- اخرجه ابوداؤد (۱/۴۰۰): كتاب الطب: باب: في الادوية المكروهة، حديث (۳۸۷۳) من طريق طارق بن سويد او سويد بن طارق، فذكره، و اخرجه ابن ماجه (۲/۱۱۵۷) كتاب الطب: باب: النهي ان يتداوى بالخمر، حديث (۳۵۰۰)، و احمد (۴/۳۱۱)، (۵/۲۹۲) عن سماك بن حرب، عن علقمة بن وائل فذكره-

◆◆ علقمہ بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، وہ اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے جب حضرت سوید بن طارق یا شاید طارق بن سوید نے شراب کے بارے میں دریافت کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو استعمال کرنے سے منع کر دیا۔ انہوں نے عرض کی ہم اسے دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دوا نہیں، بلکہ بیماری ہے۔

محمود نامی راوی نے نضر کے حوالے سے، شبابہ کے حوالے سے، شعبہ کے حوالے سے اس کی مانند نقل کیا ہے۔

محمود نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے نضر کے قول کے مطابق راوی کا نام طارق بن سوید ہے۔

جبکہ شبابہ نے سوید بن طارق نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نشہ آور چیز کو بطور علاج استعمال کرنے کی ممانعت

نشہ آور اشیاء کا حکم ایک روایت میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے: **کل مسکر حرام** یعنی ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' نجس و ناپاک، نشہ آور اور حرام اشیاء سے علاج و معالجہ منع ہے۔ تاہم جب علاج ان اشیاء میں سے کسی پر منحصر ہو اور متبادل چیز سے ممکن نہ ہو، تب عذر و مجبوری کے سبب اس سے علاج کرانے کی گنجائش ہے، کیونکہ فقہاء کرام نے اس صورت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

حدیث باب کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(۱) اگر حدیث ''خمر'' کے بارے میں ہے تو بغیر تاویل کے حقیقت پر محمول ہے، کیونکہ انگوروں کی شراب قطعی طور پر حرام ہے اور اس کو علاج کے طور پر استعمال کرنا بھی منع ہے۔

(۲) اگر حدیث ''مسکر'' (نشہ آور) چیز کے بارے میں ہو، تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اہل عرب کے خیالات کے مطابق ''شراب'' میں ذاتی طور پر ''شفاء'' تھی، ان کے اس نظریہ کی نفی کی گئی ہے کہ شراب دواء نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں شفاء نہیں ہے، بلکہ بیماری ہے۔

فائدہ نافعہ: چار شرابیں بالاتفاق نجس و حرام ہیں:

(۱) انگور سے کشید کردہ کچی شراب

(۲) انگور سے کشید کردہ پکی شراب

(۳) منقی سے تیار کردہ شراب

(۴) کھجور سے تیار کردہ شراب۔ ان شرابوں کی قلیل و کثیر مقدار حرام ہے اور کسی بھی طریقہ سے ان کا استعمال میں لانا جائز نہیں ہے۔

نشہ آور خشک اشیاء پاک ہیں، طبیب حاذق کی مشاورت سے نہایت مجبوری کی حالت میں بقدرِ ضرورت علاج کے طور پر ان کا استعمال میں لانا جائز ہے بشرطیکہ ان سے نشہ نہ ہو۔ وہ نشہ آور اشیاء جو سیال ہوں، جنہیں شراب کہا جاتا ہے، ان میں سے چار مذکورہ شرابیں قطعی حرام ہیں۔ باقی شرابوں کے بارے میں دو قسم کی روایات ہیں:

(۱) بعض روایات سے ان کا نجس وحرام ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۲) بعض روایات سے ان کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے اور بطور دوا ان کا بقدر سے ضرورت پینا جائز ہے بشرطیکہ نشہ نہ ہو۔ جس چیز کی حلت وحرمت میں اختلاف ہو مسلمان طبعی طور پر اسے پسند نہیں کرتا۔ تاہم ضرورت کے تحت اور عموم بلوٰی کی بنیاد پر اس میں گنجائش ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّعُوطِ وَغَيْرِهِ

باب 9: ناک میں دوائی ڈالنا وغیرہ

1970 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوَيْهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ الشُّعَيْثِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ السَّعُوطُ وَاللَّدُودُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ فَلَمَّا اشْتَكٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَدَّهُ أَصْحَابُهُ فَلَمَّا فَرَغُوا قَالَ لُدُّوهُمْ قَالَ فَلُدُّوا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْعَبَّاسِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ہم لوگ جو علاج کے طریقے استعمال کرتے ہیں' ان میں ناک میں دوا ڈالنا منہ کے ایک طرف سے دوائی پلانا' پچھنے لگوانا اور اسہال سب سے بہترین طریقے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ کے گھر والوں نے آپ ﷺ کے منہ میں دوائی ڈالی۔ جب وہ لوگ اس سے فارغ ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان سب کے منہ میں دوائی ڈالو۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر ان سب کے منہ میں دوائی ڈالی گئی صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے منہ میں نہیں ڈالی گئی۔

1971 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ اللَّدُودُ وَالسَّعُوطُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ وَخَيْرُ مَا اكْتَحَلْتُمْ بِهِ الْإِثْمِدُ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ وَكَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ بِهَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَهُوَ حَدِيثُ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تم لوگ جو علاج کرتے ہو ان میں سب سے بہترین منہ میں دوائی پلانا ہے ناک میں دوائی ڈالنا ہے پچھنے لگوانا ہے اور اسہال (کی دوائی دینا) ہے تم لوگ سرمے کے طور پر جو چیز آنکھ میں ڈالتے ہو اس میں سب سے بہترین اثمد ہے یہ نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اُگاتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے آپ ﷺ سوتے وقت سرمہ لگایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ ہر آنکھ میں تین مرتبہ سرمہ ڈالتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے اور یہ عباد بن منصور سے منقول روایت ہے۔

شرح

مختلف امراض کے طریقہ ہائے علاج

الفاظ ومعانی: **السعوط:** وہ دوائی جو ناک میں ٹپکائی جاتی ہے۔ **لدود:** مریضوں کی زبان ایک طرف کر کے زبان کی دوسری طرف منہ میں دوائی ڈالنا۔ **الحجامة:** سینگی لگانا جس کے سبب جسم سے فاسد خون چوس کر نکالا جاتا ہے۔ **المشی:** ایسی دوائی جس سے اسہال آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ **المکحلة:** سرمہ دانی۔

احادیث باب میں مختلف امراض کے علاج کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- دماغی امراض کے علاج کا بہترین طریقہ ناک میں دوائی ٹپکانا ہے۔

سوال یہ ہے دماغی امراض کثیر ہیں ان میں سے ہر ایک مرض کے لیے مناسب دوائی کا انتخاب کیسے کیا جائے گا؟

جواب: کتب طب کا مطالعہ کر کے یا اطباء کے مشورے سے دماغی مرض کے علاج کی مناسب دوائی تجویز کی جائے گی۔

۲- نمونیا وغیرہ امراض کا علاج لدود کر کے کیا جائے گا' جس کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کے منہ میں ہاتھ ڈال کر اس کی زبان کو ایک طرف کیا جائے پھر اس کی دوسری جانب منہ میں مجوزہ دوائی ڈالی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض وصال میں مبتلا ہوئے تو لوگوں نے خیال کیا شاید آپ کو نمونیا ہو گیا ہے جبکہ آپ کو یہ مرض لاحق نہیں ہوا تھا بلکہ اس زہر کا اثر عود کر آیا تھا جو خیبر میں دیا گیا تھا۔ صحابہ نے مشورہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لدود کیا جائے لیکن آپ نے انہیں لدود کرنے سے منع کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اہل خانہ نے پریشان ہو کر لدود کیا اور جب آپ ہوش میں آئے تو اپنے منہ مبارک میں دوائی کا اثر ملاحظہ کیا۔ اس پر آپ شدید ناراض ہوئے اور دریافت کیا: مجھے کس نے لدود کیا ہے؟ اس پر اہل خانہ نے خاموشی اختیار کر لی۔ آپ نے تمام اہل خانہ کے منہ میں دوائی ڈالنے کا حکم دیا۔ تمام اہل خانہ کے منہ میں دوائی ڈالی گئی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حالت روزہ میں ہونے کے باوجود ان کے منہ میں بھی دوائی ڈالی گئی۔ تاہم حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ میں دوائی نہیں ڈالی گئی تھی۔ کیونکہ وہ آپ کو لدود کرنے میں شامل نہیں تھے۔

۳- جب کسی شخص کے جسم کا خون فاسد شکل اختیار کر لے' تو اس کا بہترین علاج سینگی لگوانا ہے' جس کے نتیجہ میں فاسد خون خارج ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ میں صحت مند خون آ جاتا ہے۔ فساد خون کا یہ علاج فقط خشک ممالک میں معتبر ہو سکتا ہے۔ تاہم مرطوب و بارد خطوں میں یہ علاج مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ سینگی لگوانے سے فاسد خون خارج ہو جانے کی وجہ سے خون کا دباؤ (پریشر) کم ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ صحیح خون لے لیتا ہے' جس کے نتیجہ میں بہت سی بیماریوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

۴- جب معدہ خراب ہونے کی وجہ سے خوراک وغذا ہضم نہ ہوتی ہو' تو اس مرض کا علاج سہل (دست آور دوائی) ہے۔ اس طریقہ علاج سے پیٹ کے تمام امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بذریعہ سہل جو شخص اپنے پیٹ کے امراض کا علاج کرواتا رہتا ہے' اسے کسی طبیب و حکیم کے پاس جانے کی ہرگز ضرورت پیش نہیں آتی۔

فائدہ نافعہ: آنکھوں کی روشنی بحال رکھنے اور کمزوری سے بچاؤ کے لیے سرمہ استعمال کرنا چاہیے۔ بہترین سرمہ "اثمد" ہے' جو حرمین شریفین میں دستیاب ہے۔ سرمہ کے استعمال سے پلکوں کے بال بھی مضبوط ہو جاتے ہیں بلکہ اس سے دانتوں اور دماغ کو بھی تقویت حاصل ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّدَاوِيْ بِالْكَيِّ

باب 10: (علاج) میں داغ لگوانا مکروہ ہے

1972 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْكَيِّ قَالَ فَابْتُلِيْنَا فَاكْتَوَيْنَا فَمَا اَفْلَحْنَا وَلَا اَنْجَحْنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ لگوانے سے منع کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب ہم بیمار ہوئے ہم نے (علاج کے طور پر) داغ لگوائے' لیکن ہمیں بیماری سے چھٹکارا نہیں ملا اور ہم کامیاب نہیں ہوئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

1973 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: قَالَ نُهِيْنَا عَنِ الْكَيِّ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں داغ لگوانے سے منع کیا گیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 11: (علاج کے طور پر) اس کی اجازت

1974 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ

1972- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۱۵۵): كتاب الطب: باب: الكي' حديث (۳۴۹۰)' و احمد (۴/۴۲۷' ۴۳۰) من طريق الحسن' فذكره-

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَوٰی اَسْعَدَ بْنَ زُرَارَۃَ مِنَ الشَّوْکَۃِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنْ اُبَیٍّ وَّجَابِرٍ وَّھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پھوڑے پر داغ لگوایا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت اُبی اور حضرت جابر (رضی اللہ عنہما) سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

1975 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ الْبَغْدَادِیُّ حَدَّثَنَا شَبَابَۃُ عَنْ شُعْبَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَوَاہُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

وَرَوٰی ھٰذَا الْحَدِیْثَ غَیْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَوٰی اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے' نبی اکرم ﷺ نے انہیں داغ لگوائے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت ''غریب'' ہے۔ کئی راویوں نے اعمش' ابوسفیان کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو داغ لگوائے تھے۔

شرح

جسم کو لوہا سے داغ کر علاج کرنا

لفظ ''الکیّ'' کا معنی ہے۔ گرم لوہا سے جسم کو داغنا۔ زمانۂ جاہلیت میں بعض امراض کا علاج گرم لوہا سے جسم کو داغ کر کیا جاتا تھا' یہ طریقہ علاج نہایت پریشان کن اور تکلیف دہ تھا۔ خواہ جسم کو گرم لوہا سے داغنے سے قبل دوائی سے جسم کو سن کیا جاتا تھا مگر دوائی کا اثر زائل ہوتے ہی ناقابل برداشت درد عود کر آتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ علاج سے منع کیا ہے' جس کی صراحت احادیث باب سے عیاں ہے۔

سوال: احادیث باب سے گرم لوہا سے جسم کو داغ کر امراض کا علاج کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور دوسرے باب کی روایات سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے' اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: پہلے باب کی روایات میں اصل مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ گرم لوہا سے جسم کو داغ کر کسی مرض کا علاج کرنا منع ہے' کیونکہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے تو اس میں تصرف کا بھی مجاز نہیں ہے۔ دوسرے باب کی روایات مجبوری پر محمول ہیں یعنی جب متبادل علاج نہ ہو سکتا ہو' تو مجبوری کی بنا پر یہ طریقہ علاج اختیار کیا جا سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس طریقہ علاج کو اختیار بھی فرمایا تھا۔ یہی حکم خطرناک آپریشن کے ذریعے کسی مرض کا علاج کرانے کا ہے۔ اگر

متبادل طریقہ علاج موجود ہو تو آپریشن کے ذریعے علاج کرانے سے مکمل احتراز کرنا چاہیے ورنہ مجبوری کی بنا پر جائز ہے۔

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار صحابہ کبار میں ہوتا تھا۔ ہجرت مدینہ کے فوراً بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا جس وجہ سے ان کے زیادہ کارنامے سامنے نہ آ سکے۔ ہجرت سے قبل آپ مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کے سرپرست تھے اور مدینہ طیبہ میں نماز جمعۃ المبارک کا آغاز آپ کی سعی جمیلہ سے ہوا تھا۔ آپ کو "شوکۃ" کا مرض لاحق ہوا یعنی فساد خون کی وجہ سے چہرہ اور جسم پر سرخ پھنسیاں نکل آئیں۔ اس مرض کی وجہ سے انہیں بہت تکلیف تھی جس کا علاج جسم کو داغ کو ہی کہا جا سکتا تھا' اس مجبوری کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گرم لوہا سے ان کے جسم کو داغ کر علاج کیا تھا۔ غزوہ احزاب کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو کی ایک رگ کٹ گئی' اس کا خون بند کرنے کی غرض سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ انہیں گرم لوہا سے داغا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحِجَامَةِ

باب 12: پچھنے لگوانا

1976 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَّجَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي الْاَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے سر کی دونوں جانب کی رگوں میں اور کندھے کے درمیان والے حصے میں پچھنے لگوائے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ عمل سترہ' انیس یا اکیس تاریخ کو کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت معقل بن یسار (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

1977 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بُدَيْلِ بْنِ قُرَيْشٍ الْيَامِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحٰقَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ اَنَّهٗ لَمْ يَمُرَّ عَلٰى مَلَاٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا اَمَرُوْهُ اَنْ مُّرْ اُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ

1976- اخرجه ابوداؤد (٢/ ٢٩٧): كتاب الطب: باب: ما جاء في موضع الحجامة، حديث (٣٨٦٠) و ابن ماجه (٢/ ١١٥٢): كتاب الطب: باب: موضع الحجامة، حديث (٣٤٨٣) و احمد (٣/ ١١٩، ١٩٢) من طريق قتادة، فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اپنا معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے یہ بات ذکر کی: آپ ﷺ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرے انہوں نے آپ ﷺ سے صرف یہی گزارش کی کہ آپ ﷺ اپنی امت کو (علاج کے طور پر) پچھنے لگوانے کی ہدایت کریں۔

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ''حسن غریب'' ہے۔

1978 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ

متن حدیث: كَانَ لِابْنِ عَبَّاسٍ غِلْمَةٌ ثَلَاثَةٌ حَجَّامُوْنَ فَكَانَ اثْنَانِ مِنْهُمْ يُغِلَّانِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَهْلِهِ وَوَاحِدٌ يَحْجُمُهُ وَيَحْجُمُ اَهْلَهُ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْعَبْدُ الْحَجَّامُ يُذْهِبُ الدَّمَ وَيُخِفُّ الصُّلْبَ وَيَجْلُو عَنِ الْبَصَرِ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُرِجَ بِهٖ مَا مَرَّ عَلٰى مَلَاٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا عَلَيْكَ بِالْحِجَامَةِ وَقَالَ اِنَّ خَيْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِيْهِ يَوْمَ سَبْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ تِسْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَقَالَ اِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ السَّعُوْطُ وَاللَّدُوْدُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَدَّهُ الْعَبَّاسُ وَاَصْحَابُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَدَّنِيْ فَكُلُّهُمْ اَمْسَكُوْا فَقَالَ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ مِّمَّنْ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ غَيْرَ عَمِّهِ الْعَبَّاسِ قَالَ عَبْدٌ قَالَ النَّضْرُ اللَّدُوْدُ الْوَجُوْرُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ

◆◆ عکرمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تین غلام تھے جو پچھنے لگایا کرتے تھے۔ان میں سے دو اجرت پر کام کرتے تھے اور ایک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے گھر والوں کو پچھنے لگانے کے لیے مخصوص تھا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: پچھنے لگانے والا غلام بہترین ہوتا ہے' جو خون نکال دیتا ہے اور پشت کو ہلکا کر دیتا ہے اور نظر کو صاف کر دیتا ہے۔

انہوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے' جب نبی اکرم ﷺ معراج کے لیے تشریف لے گئے آپ ﷺ کا گزر فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی ہوا انہوں نے آپ ﷺ سے یہی گزارش کی (آپ ﷺ اپنی امت سے یہ کہیں) تم لوگ پچھنے لگوایا کرو۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے: پچھنے لگانے کی بہترین تاریخ سترہ تاریخ ہے' انیس تاریخ ہے یا اکیس تاریخ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے: تم لوگ جو علاج کرتے ہو ان میں سے بہتر ناک میں دوا ڈالنا ہے' منہ میں دوا ڈالنا ہے' پچھنے لگوانا ہے اور اسہال (کی دوا دینا) ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بھی بیان کی ہے: ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے نبی اکرم ﷺ

1978- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۱۵۱): كتاب الطب: باب: الحجامة، حديث (۳۴۷۸) من طريق عباد بن منصور، عن عكرمة، فذكره۔

(کی بیماری کے دوران زبردستی) آپ ﷺ کے منہ میں دوا ڈالی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھر میں موجود ہر شخص کے منہ میں دوا ڈالی جائے' البتہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس کے منہ میں نہ ڈالی جائے۔

نضر نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: لدود کا مطلب منہ کے ایک طرف سے دوائی پلانا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اسے صرف عباد بن منصور کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

پچھنے لگوا کر علاج کرنا

جب کسی شخص کو فساد خون کا مرض لاحق ہو' تو پچھنے لگوا کر اس کا علاج کیا جا سکتا ہے اور فساد خون سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پچھنے لگوائے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کے لگوانی کی تلقین فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گردن کی رگوں اور کندھے میں پچھنے لگوائے تھے۔ شب معراج میں بعض فرشتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اپنی امت کو پچھنے لگانے کا حکم کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تین غلام تھے جو پچھنے لگانے کا کام کرتے تھے۔ ایک غلام تو آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو پچھنے لگانے کے لیے تعینات تھا جبکہ دو غلام پچھنے لگانے کا کاروبار کرتے تھے اور اس کی آمدنی آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگانے والے کو بہترین غلام قرار دیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قمری مہینہ کی سترہ' انیس اور اکیس تواریخ میں پچھنے لگواتے تھے۔ شاید آپ طاق عدد کی اہمیت وفضیلت کی وجہ سے ان تواریخ میں پچھنے لگواتے تھے۔ پچھنے لگوانے کے کثیر فوائد ہیں' جن میں چند درج ذیل ہیں:

(۱) فاسد خون سے نجات ملنا (۲) پیٹھ ہلکی ہونا (۳) آنکھوں کی روشنی میں اضافہ ہونا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّدَاوِيْ بِالْحِنَّاءِ

باب 13: مہندی کو دوا کے طور پر استعمال کرنا

1979 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدِ الْخَيَّاطُ حَدَّثَنَا فَائِدٌ مَوْلًى لِآلِ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ جَدَّتِهِ سَلْمٰى وَكَانَتْ تَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا كَانَ يَكُوْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرْحَةٌ وَّلَا نَكْبَةٌ اِلَّا اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَضَعَ عَلَيْهَا الْحِنَّاءَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ فَائِدٍ

1979- اخرجه ابوداؤد (۴/۳۹۷): كتاب الطب: باب في الحجامة' حديث (۳۸۵۸) و ابن ماجه (۲/۱۱۵۸): كتاب الطب: باب الحناء' حديث (۳۵۰۲) و احمد (۶/۴۶۲)-

اسنادِ دیگر: وَرَوٰی بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ فَائِدٍ وَّقَالَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَدَّتِهٖ سَلْمٰى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَلِيٍّ اَصَحُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ فَائِدٍ مَوْلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ مَوْلَاهُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَدَّتِهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

◄► علی بن عبید اللہ اپنی دادی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جو نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں وہ فرماتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کو جب بھی کوئی زخم وغیرہ لگ جاتا تو آپ مجھے یہ ہدایت کرتے تھے کہ میں اس پر مہندی لگا دوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف فائد کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔
بعض محدثین نے اسے فائد کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: یہ عبید اللہ بن علی سے ان کی دادی سلمہ کے حوالے سے منقول ہے۔

عبید اللہ بن علی سے منقول ہونا زیادہ مستند ہے۔

محمد بن علاء نے یہ بات بیان کی ہے: عبید اللہ بن علی کے غلام فائد نے یہ بات بیان کی ہے: ان کے آقا عبید اللہ بن علی نے اپنی دادی کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شرح

مہندی سے علاج کرنا

دوسری مختلف اشیاء کی طرح ''مہندی'' سے بھی مرض کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ مہندی انار کی شکل کا ایک پودا ہے' جس کے پتے ''سنا مکی'' سے ملتے جلتے ہیں' خواتین اس کے پتوں کی خشک کر کے پیستی ہیں اور اس کا سفوف تیار کرتی ہیں۔ اس کی تاثیر بیک وقت سرد اور گرم ہے لیکن گرم تاثیر غالب ہوتی ہے۔ یہ پانی میں ملا کر ہاتھوں' تلووں اور سر پر لگائی جاتی ہے۔ یہ مختلف امراض کے لیے مجرب ہے۔ مہندی ورموں کو ختم کرتی ہے' پیشاب آور ہے اور خون کو صاف کرتی ہے۔

مہندی کا استعمال مسنون ہے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مہندی لگوائی تھی' جس طرح کہ حدیث باب میں اس کی تصریح ہے۔ پھوڑا پھنسی سے نجات کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہندی لگوایا کرتے تھے۔

راوی حدیث کا تعارف

حدیث باب کی راویہ حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں۔ آپ کی خوب خدمت کرتی تھیں۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا اور اپنے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ حدیث باب حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے پوتے حضرت عبید اللہ بن علی بن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ بعض سیرت نگاروں نے ان کا نام تبدیل کر کے علی بن عبید اللہ بتایا ہے' جو درست نہیں ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لخت جگر حضرت عبید اللہ نامی تھے جو خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محرر تھے۔ کچھ لوگوں نے اس علی کو ان کا صاحبزادہ تصور کر لیا جبکہ حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ''علی'' نامی ایک لڑکا تھا جن کا بیٹا ''عبید اللہ'' نامی تھا۔ پھر حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے آزاد کردہ غلام ''فائد'' نامی شخص اس روایت کو بیان کرتے

ہیں۔حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے فائد کے شاگرد حماد کی سند لائے ہیں جس میں علی بن عبیداللہ کا تذکرہ کیا ہے جو درست نہیں ہے۔بعدازاں فائد کے شاگرد ثانی کی سند بیان کی ہے جس میں "عبیداللہ بن علی" نام لائے ہیں جو درست ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الرُّقْيَةِ

باب 14: دم کا مکروہ ہونا

1980 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَقَّارِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنِ اكْتَوٰى اَوِ اسْتَرْقٰى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص نے داغ لگوایا یا دم کروایا وہ توکل سے بری الذمہ ہو گیا۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب 15: اس بارے میں رخصت کا بیان

1981 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِى الرُّقْيَةِ مِنَ الْحُمَةِ وَالْعَيْنِ وَالنَّمْلَةِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بچھو کے کاٹنے' نظر لگنے اور پھوڑے پھنسیوں وغیرہ میں دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

1982 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ اٰدَمَ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ يُّوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

1980-اخرجه ابن ماجه (٢ /١١٥٤) ' كتاب: الطب: باب الكي' حديث (٣٤٨٩) ' واحمد (٤ /٢٤٩' ٢٥١' ٢٥٣) وعبد بن حميد (١٥١) ' حديث (٣٩٣) من طريق مجاهد' عن عقار بن المغيرة' فذكره-

1981-اخرجه مسلم (٧ /٣٧٨ - نووى): كتاب السلام: باب: استحباب الرقية من العين و النملة و الحمة و النظرة' حديث (٥٧' ٢١٩٦/٥٨) ' و ابن ماجه (٢/١١٦٣): كتاب الطب: باب: مارخص فيه من الرقى' حديث (٣٥١٦) من طريق يوسف بن عبد الله-

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا عِنْدِيْ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ بُرَيْدَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّجَابِرٍ وَّعَائِشَةَ وَطَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ وَّعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَّاَبِيْ خُزَامَةَ عَنْ اَبِيْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بچھو کے کاٹنے اور پھوڑے پھنسیوں میں دم کرنے کی اجازت دی ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

یہ روایت میرے نزدیک معاویہ بن ہشام کی سفیان سے نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

اس بارے میں حضرت بریدہ حضرت عمران بن حصین' حضرت جابر' سیدہ عائشہ صدیقہ' حضرت طلق بن علی' حضرت عمرو بن حزم (رضی اللہ عنہم) اورابوخزامہ کی ان کے والد کے حوالے سے روایات منقول ہیں۔

1983 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ اَوْ حُمَةٍ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دم صرف نظر لگنے کی صورت میں اور بچھو کے کاٹنے کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو حصین کے حوالے سے شعبی کے حوالے سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّقْيَةِ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ

باب 16: معوذتین کے ذریعے دم کرنا

1984 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْنُسَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ

1983-اخرجه البخاری (١٠/١٦٣، ١٦٤): کتاب الطب: باب: من اکتوی او کوی غیره، حدیث: (٥٧٠٥)، طرفه: (٦٥٤١)، و ابوداؤد (٢/ ٤٠٢): کتاب الطب: باب الرقی، حدیث (٣٨٨٤)، واحمد (٤/ ٤٣٦، ٤٣٨، ٤٤٦) و الحمیدی (٢/ ٣٦٩)، حدیث (٨٣٦)، من طریق حصین بن عبد الرحمٰن، عن الشعبی: فذکره-

1984-اخرجه النسائی (٢٧١٨)، کتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من عین الجان، حدیث (٥٤٩٤)، وابن ماجه (٢/ ١١٦١): کتاب الطب: باب: من استرقی من العین، حدیث (٣٥١١) من طریق الجریری، عن ابی نضرة: فذکره-

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْاِنْسَانِ حَتّٰى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا اَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَنَسٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جنوں اور انسانوں کی نظر لگ جانے سے پناہ مانگا کرتے تھے' یہاں تک کہ معوذتین نازل ہوئیں۔ جب یہ دونوں نازل ہوئیں تو آپ نے انہیں (پڑھ کر دم کرنا) اختیار کرلیا اور دیگر دعاؤں کو ترک کردیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

جھاڑ پھونک سے علاج کرنا

پہلی حدیث باب سے جھاڑک پھونک کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور باقی روایات سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ ان متعارض روایات میں تطبیق کی دو صورتیں ہیں:

(۱) شروع میں کسی مرض کا جھاڑ پھونک سے علاج کرنا منع تھا پھر اسے جائز قرار دیا گیا۔ ممانعت والی روایت منسوخ اور جواز والی روایات ناسخ ہیں۔

(۲) گزشتہ اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ جسمانی امراض کا علاج دوائی سے اور روحانی امراض کا علاج جھاڑ پھونک سے ممکن ہے۔ جسمانی امراض کا علاج جھاڑ پھونک سے اور روحانی امراض کا علاج دوائی سے نہیں ہوسکتا۔ ممانعت والی روایت جسمانی مرض کا علاج جھاڑ پھونک سے کرنے پر محمول ہے اور جواز والی روایات روحانی امراض کا علاج جھاڑ پھونک سے کرنے پر محمول ہیں۔

فائدہ نافعہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امراض کے علاج کے لیے جھاڑ پھونک کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس کی اجازت دے رکھی تھی۔ مرض وصال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم معوذتین سے اپنے آپ کو جھاڑتے تھے۔ جب آپ میں ہمت نہ رہی تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آخری دونوں قل پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھاڑتی تھیں اور آپ کے جسم مبارک پر اپنا ہاتھ پھیرتی تھیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ

باب 17: نظر لگنے کا دم

1985 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عُرْوَةَ وَهُوَ ابْنُ عَامِرٍ عَنْ

1985- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۱۶۰): كتاب الطب: باب: من استرقى من العين، حديث (۳۵۱۰) واحمد (۶/ ۴۳۸)، و الحميدى (۱/ ۱۵۸)، حديث (۳۳۰) من طريق عبيد بن رفاعة الزرقى، قال: قالت اسماء، نحوه-

عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ

متن حدیث: اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ وَلَدَ جَعْفَرٍ تُسْرِعُ اِلَيْهِمُ الْعَيْنُ اَفَاَسْتَرْقِي لَهُمْ فَقَالَ نَعَمْ فَاِنَّهُ لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّبُرَيْدَةَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا

◆◆ سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! (حضرت) جعفر کے بچوں کو نظر بڑی جلدی لگ جاتی ہے کیا میں ان پر دم کردیا کروں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاسکتی ہے تو وہ نظر لگنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایوب کے حوالے سے عمرو بن دینار کے حوالے سے عروہ کے حوالے سے عبید بن رفاعہ کے حوالے سے سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1986 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَيَعْلٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ يَقُوْلُ اُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ وَّيَقُوْلُ هٰكَذَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يُعَوِّذُ اِسْحٰقَ وَاِسْمٰعِيْلَ عَلَيْهِمُ السَّلَام

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین کو دم کرتے ہوئے یہ پڑھا

1986-اخرجه البخاري (٦ / ٤٧٠): كتاب احاديث الانبياء؛ باب؛ حدثنا موسى بن اسماعيل؛ حدثنا عبد الواحد---؛ حديث (٣٣٧١)؛ و ابوداؤد (٢/ ٦٤٨): كتاب السنة؛ باب؛ في القرآن؛ حديث (٤٧٣٧)؛ و ابن ماجه (٢ / ١١٦٤؛ ١١٦٥): كتاب الطب؛ باب؛ ماعوذبه النبي صلى الله عليه وسلم حديث (٣٥٢٥)؛ و احمد (١/ ٢٣٦؛ ٢٧٠)- من طريق المنهال؛ عن سعيد بن جبير؛ فذكره-

کرتے تھے۔

''میں تم دونوں کو ہر شیطان ہر تکلیف اور ہر لگنے والی نظر سے'اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں'۔

نبی اکرم ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے: حضرت ابراہیم بھی حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق (علیہم السلام) کو ان الفاظ کے ذریعے دم کیا کرتے تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ وَّالْغَسْلُ لَهَا

باب 18: نظر کا لگنا حق ہے اور اس کے لیے غسل کرنا

1987 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ اَبُوْ غَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ حَيَّةُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيْمِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَا شَيْءَ فِي الْهَامِ وَالْعَيْنُ حَقٌّ

◆◆ حیہ بن حابس تمیمی بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ بات بتائی ہے: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ہام کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نظر لگ جانا حق ہے۔

1988 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْحَضْرَمِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَاِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَّحَدِيْثُ حَيَّةَ بْنِ حَابِسٍ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ حَيَّةَ بْنِ حَابِسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَحَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ لَّا يَذْكُرَانِ فِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جا سکتی ہے' تو نظر اس پر سبقت لے جا سکتی ہے اور جب تم سے غسل کرنے کے لیے کہا جائے تو تم غسل کر لو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ حیہ بن حابس کی نقل کردہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شیبان نے اسے یحیٰی بن ابی کثیر کے حوالے سے حیہ بن حابس کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے' حضرت

1987- اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) (۹۲۳) ' واحمد (٤/٦٧) ' (٥/٧٠) من طریق حیة التمیمی ' فذکرہ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔
علی بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور حرب بن شداد نے اپنی سند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

شرح

نظر بد کا جھاڑ پھونک سے علاج کرنا

کچھ لوگوں کی نظر بد تیزی سے زہر کی طرح مؤثر ہوتی ہے جس طرح بعض قسم کے سانپوں کی آنکھوں میں آنکھیں ملانے سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے یا آنکھوں کا نور ختم ہو جاتا ہے اور حاملہ عورت کا حمل ضائع ہو جاتا ہے۔ یہی حال بدنظری کا ہے۔ بعض اوقات عام لوگوں کی نظر بھی لگ جاتی ہے مثلاً والدین کی نظر اپنی اولاد کو لیکن یہ نظر نظر بد اور مرض کی نظر نہیں ہوتی بلکہ پیار کی ہوتی ہے۔ تاہم یہ ایک اٹل حقیقت ہے نظر بد برحق ہے۔ نظر بد سے معیون روحانی مرض کا شکار ہو جاتا ہے جس کا علاج جھاڑ پھونک سے کیا جا سکتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں نظر بد کا علاج یوں کیا جاتا تھا کہ جس کی نظر بد لگتی تو اس کے پاس ایک بڑا برتن (بالٹی وغیرہ) پانی سے بھر کر بھیجا جاتا تھا۔ وہ شخص اس میں اپنے دونوں ہاتھ ڈالتا پھر اس میں کلی کرتا اس میں اپنا چہرہ دھوتا پھر اس میں بایاں ہاتھ ڈال کر اس سے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی دھوتا پھر اس میں دایاں ہاتھ ڈال کر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دھوتا پھر بائیں ہاتھ کے ساتھ اس میں دائیں ہاتھ کو کہنی تک دھوتا پھر دائیں ہاتھ کے ساتھ اس میں بائیں ہاتھ کو کہنی تک دھوتا۔ پھر بایاں ہاتھ اس میں داخل کر کے دائیں پاؤں کو دھوتا بعد میں دایاں ہاتھ داخل کر کے بائیں پاؤں کو دھوتا بائیں ہاتھ سے دایاں گھٹنا دھوتا پھر دایاں ہاتھ اس میں داخل کر کے بایاں گھٹنا دھوتا پھر آخر میں جسم کا اندرونی حصہ دھوتا اور برتن کا وہ پانی یکبارگی معیون پر پھینک دیا جاتا۔ اس طرح نظر بد کا علاج ہو جاتا تھا۔ (شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۶۳)

اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد کے علاج کا اس سے بہتر طریقہ ہمارے لیے تجویز فرمایا ہے لہٰذا ہمیں نظر بد کے قدیم طریقہ علاج کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے مطابق جب حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نظر بد لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بایں الفاظ جھاڑا: **اعیذ کما بکلمات اللّٰہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ** 'میں نے تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے ہر شیطان زہریلے کیڑے اور ہر ملامت کرنے والی آنکھ سے اللہ کی پناہ میں پیش کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو بھی اسی طرح جھاڑا تھا۔''

بَابُ مَا جَاءَ فِي اَخْذِ الْاَجْرِ عَلَى التَّعْوِيْذِ

باب 19: دم کرنے کا معاوضہ وصول کرنا

1989 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اِيَاسٍ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ

1989- اخرجه ابن ماجه (۲/۷۲۹): كتاب التجارات: باب: اجر الراقي، حديث (۲۱۵٦) واحمد (۳/۱۰) و عبد بن حميد (۸٦٦) - من طريق جعفر بن اياس، عن ابي نضرة، فذكره۔ (۸٦٦)، حديث

سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متن حدیث: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَنَزَلْنَا بِقَوْمٍ فَسَأَلْنَاهُمُ الْقِرٰى فَلَمْ يَقْرُوْنَا فَلُدِغَ سَيِّدُهُمْ فَاَتَوْنَا فَقَالُوْا هَلْ فِيْكُمْ مَنْ يَّرْقِيْ مِنَ الْعَقْرَبِ قُلْتُ نَعَمْ اَنَا وَلٰكِنْ لَّا اَرْقِيْهِ حَتّٰى تُعْطُوْنَا غَنَمًا قَالَ فَاَنَا اُعْطِيْكُمْ ثَلَاثِيْنَ شَاةً فَقَبِلْنَا فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَبَرَاَ وَقَبَضْنَا الْغَنَمَ قَالَ فَعَرَضَ فِيْ اَنْفُسِنَا مِنْهَا شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا تَعْجَلُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَيْهِ ذَكَرْتُ لَهُ الَّذِيْ صَنَعْتُ قَالَ وَمَا عَلِمْتَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ اقْبِضُوا الْغَنَمَ وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ بِسَهْمٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَاَبُوْ نَضْرَةَ اسْمُهُ الْمُنْذِرُ بْنُ مَالِكِ بْنِ قُطَعَةَ

مذاہب فقہاء: وَرَخَّصَ الشَّافِعِيُّ لِلْمُعَلِّمِ اَنْ يَّاْخُذَ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ اَجْرًا وَّيَرٰى لَهُ اَنْ يَّشْتَرِطَ عَلٰى ذٰلِكَ وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَجَعْفَرُ بْنُ اِيَاسٍ هُوَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ وَحْشِيَّةَ وَهُوَ اَبُوْ بِشْرٍ وَّرَوٰى شُعْبَةُ وَاَبُوْ عَوَانَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا ہم نے ایک قوم کے ہاں پڑاؤ کیا ہم نے ان سے مہمان نوازی کا مطالبہ کیا' تو انہوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی۔ ان کے سردار کو بچھو نے ڈنک ماردیا وہ لوگ ہمارے پاس آئے اور دریافت کیا: تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے' جو بچھو کے کاٹے کا دم کرتا ہو میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ میں ہوں لیکن میں اسے دم نہیں کروں گا' جب تک تم ہمیں بکریاں نہیں دو گے۔ انہوں نے کہا ہم آپ کو تیس بکریاں دیں گے ہم نے انہیں قبول کرلیا میں نے سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا' تو وہ ٹھیک ہو گیا ہم نے وہ بکریاں لیں پھر ہمیں اس بارے میں کچھ الجھن محسوس ہوئی تو ہم نے کہا تم لوگ جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو جب تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں نہ پہنچ جاؤ۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے میں نے اپنے طرز عمل کا تذکرہ کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیسے پتا چلا کہ یہ دم ہے؟ تم لوگ بکریوں کو اپنے قبضے میں لے لو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابونضرہ نامی راوی کا نام منذر بن مالک بن قطعہ ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم دینے والے شخص کو اس بات کی اجازت دی ہے: وہ قرآن کی تعلیم دینے کا معاوضہ وصول کرسکتا ہے اور اسے یہ حق حاصل ہے: وہ اس کے لیے شرط طے کرلے انہوں نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

شعبہ ابوعوانہ اور دیگر راویوں نے اسے ابومتوکل کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

1990 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْمُتَوَكِّلِ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

متن حدیث: اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا بِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوْهُمْ وَلَمْ يُضَيِّفُوهُمْ فَاشْتَكٰى سَيِّدُهُمْ فَاَتَوْنَا فَقَالُوْا هَلْ عِنْدَكُمْ دَوَاءٌ قُلْنَا نَعَمْ وَلٰكِنْ لَمْ تَقْرُوْنَا وَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا فَلَا نَفْعَلُ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَجَعَلُوْا عَلٰى ذٰلِكَ قَطِيْعًا مِّنَ الْغَنَمِ قَالَ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِّنَّا يَقْرَاُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرَاَ فَلَمَّا اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ قَالَ وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ وَّلَمْ يَذْكُرْ نَهْيًا مِّنْهُ وَقَالَ كُلُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ بِسَهْمٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَّهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اِيَاسٍ

اسنادِ دیگر: وَّهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ وَحْشِيَّةَ عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

توضیح راوی: وَجَعْفَرُ بْنُ اِيَاسٍ هُوَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ وَحْشِيَّةَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ عربوں کے ایک قبیلے کے پاس سے گزرے ان لوگوں نے ان حضرات کی مہمان نوازی نہیں کی پھر ان کا سردار بیمار ہوگیا' تو وہ لوگ ہمارے پاس آئے اور دریافت کیا: تمہارے پاس کوئی دوا ہے ہم نے جواب دیا: جی ہاں۔ لیکن تم لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی تو ہم اس وقت تک ایسا نہیں کریں گے' جب تک تم ہمیں معاوضہ نہیں دو گے' تو ان لوگوں نے انہیں بکریوں کا ایک ریوڑ دینے کا وعدہ کیا' تو ہم میں سے ایک شخص سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کرنے لگا تو وہ ٹھیک ہوگیا جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیسے پتا چلا کہ یہ دم کرنے کا طریقہ ہے۔'' اس روایت میں آپ کے منع کرنے کا ذکر نہیں ہے'' پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے کھالو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی رکھو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

یہ روایت اعمش کی جعفر بن ایاس سے نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

کئی راویوں نے اسے ابوبشر' جعفر بن ابووحشیہ کے حوالے سے ابومتوکل کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جعفر بن ایاس نامی راوی ہی جعفر بن ابی وحشیہ ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّقٰى وَالْاَدْوِيَةِ

باب 20: دم کرنا اور دوا دینا

1991 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ خُزَامَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

1990- اخرجه البخاری (١٠/ ٢٠٨): كتاب الطب: باب: الرقى بفاتحة الكتاب' حديث (٥٧٣٦) ' (١٠/ ٢٢٠): كتاب الطب : باب: النفث فى الرقية' حديث (٥٧٤٩) ' و مسلم (٧/ ٤٤٣' ٤٤٤ - نووى): كتاب السلام' باب: جواز اخذ الاجر على الرقية بالقرآن و الاذكار' حديث (٦٥/ ٢٢٠١) ' و ابوداؤد (٢/ ٢٨٦): كتاب البيوع' باب: فى كسب الاطباء' حديث (٣٤١٨) ' (٢/ ٤٠٦): كتاب الطب: باب: كيف الرقى' حديث (٣٩٠٠) ' و ابن ماجه (٢/ ٧٢٩): كتاب التجارات' باب: اجر الراقى' حديث (٢١٥٦) ' و احمد (٣/ ٤٤٣)-

1991- اخرجه ابن ماجه (٢/ ١١٣٧): كتاب الطب' باب: ما انزل الله داء الا انزل له شفاء' حديث (٣٤٣٧) ' واحمد (٣/ ٤٢١) ' من طريق خزامة' عن ابيه' فذكره-

متن حدیث: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رُقًى نَسْتَرْقِيهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰى بِهِ وَتُقَاةً نَتَّقِيهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَيْئًا قَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِيْ خُزَامَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ كِلْتَا الرِّوَايَتَيْنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ أَبِيْ خِزَامَةَ عَنْ أَبِيْهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ أَبِيْ خِزَامَةَ عَنْ أَبِيْهِ وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ ابْنِ عُيَيْنَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِيْ خِزَامَةَ عَنْ أَبِيْهِ وَهٰذَا أَصَحُّ وَلَا نَعْرِفُ لِأَبِيْ خِزَامَةَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ ابوخزامہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کا دم کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے ہم دم کریں یا دوا استعمال کریں یا پرہیز کریں کیا یہ تقدیر کے لکھے کو ٹال سکتے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر میں شامل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہیں۔

◆◆ ابن ابی خزامہ اپنے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں۔

ابن عیینہ کے حوالے سے یہ دونوں روایات نقل کی گئی ہیں۔ بعض راویوں نے اسے ابن ابوخزامہ کے حوالے سے ان کے والد سے روایت کیا ہے جبکہ ابن عیینہ کے علاوہ دیگر راویوں نے اسے زہری کے حوالے سے ابوخزامہ کے والے سے ان کے والد سے اور یہ زیادہ مستند ہے۔

ابوخزامہ کے حوالے سے اس کے علاوہ اور کوئی منقول حدیث ہمارے علم میں نہیں ہے۔

شرح

تعویذ کا معاوضہ وصول کرنا

جس طرح جسمانی مرض کے علاج بالدواء کا معاوضہ وصول کرنا جائز ہے اسی طرح روحانی مرض کا علاج جھاڑ پھونک اور تعویذ کے ذریعے کیا جائے تو اس کا معاوضہ لینا بھی جائز ہے' کیونکہ مرض کا علاج ہونے میں دونوں صورتیں یکساں ہیں۔ جس طرح ڈاکٹر یا طبیب علاج کرنے کا معاوضہ وصول کرتا ہے تو اس کا یہ عمل قابل اعتراض نہیں ہے بالکل اسی طرح کوئی عامل جھاڑ پھونک یا تعویذ کے ذریعے علاج کر کے معاوضہ وصول کرتا ہے تو قابل اعتراض نہیں ہوسکتا' لہٰذا ہر عامل پر طعن و تشنیع کرنا اور اسے مورد الزام ٹھہرانا جائز نہیں ہے۔ جس طرح ڈاکٹروں اور اطباء میں مستند و بااعتماد لوگ ہوتے ہیں اور غیر مستند و دھوکہ باز بھی بالکل اسی طرح عاملوں میں اچھے لوگ ہوتے ہیں اور قابل گرفت بھی۔ جس طرح کسی ڈاکٹر یا حکیم سے چند ایام تک علاج کرانے سے مرض میں افاقہ نہ ہونے کی صورت میں اسے چھوڑ کر دوسرے ڈاکٹر یا حکیم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے بالکل اسی طرح ایک عامل سے مرض میں افاقہ نہ ہونے پر دوسرے عامل کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔

احادیث باب سے متعدد مسائل معلوم ہوئے جو درج ذیل ہیں:

☆ جہاد تبلیغ اور حصول علم کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

☆ دوران سفر کھانے پینے کی دقت پیش آئے تو صبر و برداشت سے کام لینا چاہیے۔

☆ روحانی مرض کا علاج جھاڑ پھونک سے کرنا جائز ہے اور یہ صحابہ کے معمولات کا حصہ تھا۔

☆ جھاڑ پھونک اور تعویذ کا معاوضہ وصول کرنا اور اسے اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز ہے۔

☆ حلال و حرام کے حوالے سے مشکوک چیز سے اجتناب کرنا چاہیے۔

☆ کلام الٰہی مؤثر ہے اور اسے جھاڑ پھونک کے لیے استعمال کرنا جائز ہے۔

☆ سورہ فاتحہ ہر مرض کا علاج ہے اور جھاڑ پھونک کے لیے مؤثر ہے۔

فائدہ نافعہ: حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور متاخرین فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع و اتفاق ہے کہ اذان و امامت، تصنیف و خطابت، تعلیم قرآن اور تدریس علوم اسلامیہ میں اجارہ جائز ہے۔ انہوں نے اس مسئلہ کے ثبوت پر احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْكَمْأَةِ وَالْعَجْوَةِ

باب 21: کھنبی اور عجوہ کھجور کا بیان

1992 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ اَبِى السَّفَرِ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَمْدَانِىُّ وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِىْ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَفِيْهَا شِفَاءٌ مِّنَ السُّمِّ وَالْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَآؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ

وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّهُوَ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَّلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عجوہ جنت سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں زہر کے لیے شفا ہے اور کھنبی من (وسلویٰ) کا ایک حصہ ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت سعید بن زید، حضرت ابوسعید اور حضرت جابر (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

محمد بن عمرو سے منقول ہونے کے طور پر ہم اسے سعید بن عامر کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

1993 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِىُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

کھنبی من (وسلویٰ) کا حصہ ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

1994 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متن حدیث: اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا الْكَمْاَةُ جُدَرِيُّ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِىَ شِفَاءٌ مِّنَ السُّمِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد نے عرض کی: کھنبی زمین کی چیچک ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کھنبی من (وسلویٰ) کا حصہ ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے' جبکہ عجوہ جنت سے تعلق رکھتی ہے اور یہ زہر کے لیے شفاء ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

1995 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حُدِّثْتُ

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اَخَذْتُ ثَلَاثَةَ اَكْمُؤٍ اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا فَعَصَرْتُهُنَّ فَجَعَلْتُ مَائَهُنَّ فِىْ قَارُوْرَةٍ فَكَحَلْتُ بِهٖ جَارِيَةً لِّىْ فَبَرَاَتْ

◆◆ قتادہ بیان کرتے ہیں: مجھے یہ حدیث سنائی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نے یہ بات بیان کی ہے: تین' پانچ یا سات کھنبیاں لے کر میں نے انہیں نچوڑا اور ان کا پانی ایک شیشی میں رکھ لیا پھر میں نے اسے ایک لڑکی کی آنکھوں میں سرمے کے طور پر لگایا تو وہ ٹھیک ہوگئی۔

1996 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حُدِّثْتُ

آثارِ صحابہ: اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ الشُّوْنِيْزُ دَوَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ قَالَ قَتَادَةُ يَاْخُذُ كُلَّ يَوْمٍ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ حَبَّةً فَيَجْعَلُهُنَّ فِىْ خِرْقَةٍ فَلْيَنْقَعْهُ فَيَتَسَعَّطُ بِهٖ كُلَّ يَوْمٍ فِىْ مَنْخَرِهِ الْاَيْمَنِ قَطْرَتَيْنِ وَفِى الْاَيْسَرِ قَطْرَةً

1993- اخرجه البخاری (۸/ ۱۴): كتاب التفسير: باب: (و ظللنا عليكم الغمام و انزلنا عليكم المن و السلوى) (البقرة: ۵۷)، حديث (۴۴۷۸) وطرفاه: (۴۶۳۹، ۵۷۰۸)، ومسلم (۳/ ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱): كتاب الاشربة: باب: فضل الكماة، و مداواة العين بها، حديث (۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲/ ۲۰۴۹)، و ابن ماجه (۲/ ۱۱۴۳): كتاب الطب: باب الكماة، و العجوة، حديث (۳۴۵۴)، من طريق عمرو بن حريث، فذكره۔

1994- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۱۴۳): كتاب الطب: باب: الكماة والعجوة، حديث (۳۴۵۵)، واحمد (۲/ ۳۰۱، ۳۰۵، ۳۵۶، ۳۶۷، ۴۲۱، ۴۴۸، ۴۹۰، ۵۱۱)، من طريق شهر بن حوشب، عن ابى هريرة، فذكره۔

وَّالثَّانِی فِی الْاَیْسَرِ قَطْرَتَیْنِ وَفِی الْاَیْمَنِ قَطْرَۃً وَّالثَّالِثُ فِی الْاَیْمَنِ قَطْرَتَیْنِ وَفِی الْاَیْسَرِ قَطْرَۃً

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کلونجی موت کے علاوہ ہر بیماری کی دوا ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں: وہ روزانہ کلونجی کے اکیس دانے لیتے تھے اور اسے ایک کپڑے میں رکھتے تھے اسے پانی میں تر کر لیتے تھے پھر ناک کے دائیں نتھنے میں دو قطرے بائیں میں ایک قطرہ دوسرے دن دائیں نتھنے میں ایک قطرہ بائیں میں دو قطرے اور تیسرے دن دائیں نتھنے میں دو قطرے اور بائیں نتھنے میں ایک قطرہ ڈالا کرتے تھے۔

شرح

کھمبی اور عجوہ کھجور کے فوائد

لفظ: الــکــمــــاۃ: سے مراد کھمبی ہے یہ ایک سفید پودا ہے جو موسم گرما میں برسات کے دوران زمین سے پیدا ہوتا ہے یہ خوبصورت ہوتا ہے اس کو سبزی کے طور پر پکاتے ہیں، یہ اگر سفید ہو تو آنکھوں کی تکلیف کے لیے مفید ہوتا۔ اسے سانپ کی چھتری بھی کہا جاتا ہے۔ العجوۃ: یہ ایک مشہور کھجور ہے اس کی گٹھلی موٹی ہوتی ہے اس کی تاثیر گرم ہوتی ہے اہل عرب مکھن کے ساتھ ملا کر اسے کھاتے ہیں، غذائیت سے بھرپور ہوتی ہے۔ ہمارے دیار میں نایاب ہے اور حجاز مقدس میں دستیاب ہے لیکن گرانی ہے۔

احادیث باب میں تین اشیاء کے فوائد بیان کیے گئے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- عجوہ کھجور: یہ جنتی پھل ہے۔ اس کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(الف) یہ نہایت نافع اور بابرکت پھل ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص روزانہ نہار منہ اس کے سات دانے کھاتا ہے وہ زہر اور سحر (جادو) سے محفوظ رہتا ہے۔

(ب) حدیث باب: حقیقت پر محمول ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر بھیجا تو انہیں پھلوں کا توشہ عنایت فرمایا، انہیں ہر صنعت کا فن سکھایا، تمہارے یہ پھل جنت سے متعلق ہیں، ان میں تبدیلی آ چکی ہے اور جنت کے پھل اپنی حالت میں ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳، ص ۱۹۷)

۲- کھمبی من وسلویٰ سے ہے: حدیث نبوی کے اس فقرہ کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(الف) اگر یہ فقرہ بطور تمثیل بیان ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کھمبی ایک ایسی نعمت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مفت میں ہمیں میسر آئی ہے، جس طرح بنی اسرائیل کو من وسلویٰ (جنتی کھانا) مفت میں عنایت کیا گیا تھا۔ (ب) اگر اس سے بیان واقعہ مراد ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بنی اسرائیل کو جو زمین میں آسمانی یا جنتی کھانے دیے جاتے تھے، وہ ختم ہو گئے لیکن ان سے بطور علامت کھمبی باقی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے تین یا پانچ یا سات کھمبیاں حاصل کیں۔ ان کو نچوڑا اور ان کا پانی ایک شیشی میں محفوظ کر لیا۔ ان کی کنیز تھی جو چندھیا تھی، وہ پانی اس کی آنکھوں میں ڈالا تو اس کی آنکھیں درست ہو گئیں۔

۳-کلونجی کی افادیت: اس کی تفصیلی بحث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ تاہم ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس میں موت کے علاوہ ہر چیز کا علاج رکھا ہے۔ کلونجی دنیا کے ہر خطہ میں پائی جاتی ہے' جو مختلف مقاصد کے لیے مختلف طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَجْرِ الْكَاهِنِ

باب 22: کاہن کا معاوضہ

1997 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کتے کی قیمت' فاحشہ عورت کی کمائی اور کاہن کے معاوضے کو استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

کاہن کو اجرت دینے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ذاتی طور پر عالم الغیب نہیں ہے۔ تاہم اللہ کی عنایت سے انبیاء کرام علیہم السلام عالم الغیب ہیں' جس کے ثبوت کے لیے کثیر آیات مبارکہ اور بہت سی احادیث مقدسہ موجود ہیں۔ کسی بھی مقصد کے لیے کاہن کے پاس جانا' اس سے استفادہ کرنا اور اسے اجرت و معاوضہ فراہم کرنا گناہ ہے۔ حدیث باب میں اسے اجرت دینے سے منع کیا گیا ہے۔ ہر قسم کا معاوضہ دینا منع ہے خواہ مقرر کیا گیا ہو یا نہ' اپنی مرضی سے کوئی پیش کرے یا اس کے مطالبہ سے۔ اس اجرت کے منع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ کاہن و کہانت سے نفرت کریں اور اس کے مکروہ دھندے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ کاہن کی کفریہ بات کی تصدیق کرنا کفر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ التَّعْلِيْقِ

باب 23: تعویذ لٹکانا مکروہ ہے

1997- اخرجه مالك فی (الموطا) (۲/ ۶۵۶): كتاب البيوع: باب: ما جاء فی ثمن الكلب' حديث (۶۸) و البخاری (۴/ ۴۹۷): كتاب: البيوع: باب: ثمن الكلب' حديث (۲۲۳۷) و اطرافه: (۲۲۸۲' ۵۳۴۶' ۵۷۶۱) ومسلم (۳/ ۱۱۹۸): كتاب المساقاة: باب: تحريم ثمن الكلب' حديث (۳۹/ ۱۵۶۷) و النسائی (۷/ ۱۸۹): كتاب الصيد و الذبائح: باب: النهی عن ثمن الكلب' حديث (۴۲۹۲) (۷/ ۳۰۹): كتاب البيوع: باب: بيع الكلب' حديث (۴۶۶۶) و ابن ماجه (۲/ ۷۳۰): كتاب التجارات: باب: النهی عن ثمن الكلب و مهر البغی ----' حديث (۲۱۵۹) واحمد (۴/ ۱۱۸' ۱۱۹' ۱۲۰) و الحميدی (۱/ ۲۱۴) حديث (۴۵۰) و الدارمی (۲/ ۲۵۵): كتاب البيوع: باب: النهی عن ثمن الكلب' من طرق ابوبكر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام' فذكره۔

1998 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوَيْهِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ عِيْسٰى اَخِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ اَبِىْ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ اَعُوْدُهٗ وَبِهٖ حُمْرَةٌ فَقُلْنَا اَلَا تُعَلِّقُ شَيْئًا قَالَ الْمَوْتُ اَقْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ اِلَيْهِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُكَيْمٍ لَّمْ يَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِىْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

كَتَبَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

محمد بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عکیم یعنی حضرت ابومعبد جہنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کی عیادت کرنے کے لیے حاضر ہوا ان کے جسم پر سرخی موجود تھی میں نے کہا آپ کوئی تعویذ کیوں نہیں ڈال لیتے۔ انہوں نے فرمایا: موت اس سے زیادہ قریب ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی تعویذ لٹکائے گا اسے اس کے حوالے کر دیا جائیگا۔

حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو ہم صرف محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے (براہِ راست) احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔ ویسے یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں موجود تھے۔ یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خط بھیجا۔

محمد بن بشار نے اس روایت کو اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

کوڑی وغیرہ لٹکانے کی ممانعت

لفظ "التعلیق" کا معنی ہے: کسی چیز کا لٹکانا' باندھنا۔ لوگ امراض کے علاج یا احتیاط کے طور پر مختلف اشیاء لٹکاتے ہیں۔ قرآن وحدیث پر مشتمل تیار کردہ تعویذ لٹکاتے ہیں۔ اعداد سے تیار کردہ تعویذ پہنتے ہیں' جھڑواتے ہیں' گنڈے' ٹونے اور ٹوٹکے کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں مختلف روایات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- ان الرقى والتمائم والتولة شرك (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۳۸۸۳) "بیشک جھاڑ پھونک' گھونگھے اور تسخیر شوہر کا عمل شرک

1998- اخرجه احمد (۳۱۰/۴' ۳۱۱) من طريق محمد بن عبد الرحمٰن بن ابى ليلىٰ عن اخيه عيسىٰ فذكره۔

ہے۔"

زمانہ قدیم میں لوگ بطور علاج منتروں سے جھاڑتے وقت شیاطین اور مورتیوں سے استمداد کرتے تھے۔ یہ ایک دریائی جانور کا خول ہے' جو سینگ یا ہڈی کی شکل کا ہوتا ہے' تعویذ کے طور پر اسے استعمال کیا جاتا ہے' تا کہ نظر بد سے حفاظت رہے' عموماً بچوں کے گلے میں باندھا جاتا ہے۔ اب ہندو لوگ دیہات کے داخلی راستہ پر اور گھروں کے دروازوں پر درختوں کے پتے باندھتے ہیں' مرچوں کے کھیت میں سیاہ ہنڈیا لٹکاتے ہیں اور پپیتے کے ساتھ سیاہ بال باندھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ آپ نے ایک دفعہ اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلے میں ڈورا ملاحظہ کیا اور دریافت کیا: یہ کیا چیز ہے؟ بیوی نے عرض کیا: یہ پڑھا ہوا ڈورا ہے۔ آپ نے اس ڈورے کو کاٹ دیا۔ پھر فرمایا: تمہارا عبداللہ کے گھر سے تعلق ہے اور تم کو ایسی چیزوں کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے مذکورہ حدیث بیان کی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری آنکھ میں تکلیف تھی' میں فلاں یہودی سے جھڑوایا کرتی تھی اور جس وقت وہ جھاڑتا تو تکلیف دور ہو جاتی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھاڑنے کا فائدہ ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: وہ شیطانی حرکت تھی' شیطان اپنی انگلی چبھوتا تھا اور جب یہودی جھاڑتا تھا تو شیطان باز آجاتا تھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح' رقم الحدیث ۴۵۵۲)

۲- ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: لارقیۃ الامن عین او حمۃ "صرف نظر بد یا زہر کو جھڑوایا جا سکتا ہے۔" اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر منتر منع نہیں ہے اور جھاڑ کے مرض کا جھڑوا کر علاج کرنا جائز ہے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ایک کنیز تھی جسے جن کی نظر بد لگ جاتی تھی۔ آپ نے اسے جھڑوانے کا حکم دیا تھا۔

۳- حدیث باب کے راوی محمد بن ابی لیلیٰ ہیں۔ وہ اپنے بھائی عیسیٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عکیم جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیمارداری کے لیے گئے۔ انہیں خسرہ کا مرض لاحق تھا۔ یہ ایک جسمانی بیماری ہے' جس کے سبب جسم سرخ ہو جاتا ہے اور شدید بخار کا تسلط ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر عیسیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور مشورہ کہا: آپ کوئی چیز کیوں نہیں لٹکا لیتے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: الموت اقرب من ذلك "اس لٹکانے سے مرجانا زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من تعلق شیئا و کل الیه" جس شخص نے کوئی چیز لٹکائی' اسے اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔" اس سے ثابت ہوا کہ صرف قرآن و حدیث سے تیار کردہ تعویذ استعمال کیا جا سکتا ہے اور دوسرے ممنوع ہیں۔

۴- ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: من تعلق تمیمة فلا اتم اللہ له ومن تعلق ودعة فلاورع اللہ له (مسند امام احمد ج۴' ص۱۵۴) جس شخص نے کوڑی لٹکائی اللہ تعالیٰ اسے اپنے مقصد میں کامیاب نہ کرے اور جس نے گھونگا باندھا اللہ تعالیٰ اسے راحت نہ دے۔" اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تعویذ کے بغیر کوئی چیز بھی باندھنا منع ہے۔

بعض علماء قرآنی تعویذ سے بھی منع کرتے ہیں لیکن اس سے جھاڑ کو جائز مانتے ہیں۔ جمہور علماء قرآن و حدیث سے تیار کردہ تعویذات اور جھاڑ پھونک کو جائز قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے استدلال کیا ہے' جس کے الفاظ یہ ہیں: اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه وعقابه و شر عباده ومن همزات الشیاطین الخ (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث ۲۴۷۷)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَبْرِیْدِ الْحُمّٰی بِالْمَآءِ

باب24: بخار کو پانی کے ذریعے ٹھنڈا کرنا

1999 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهٖ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْحُمّٰى فَوْرٌ مِّنَ النَّارِ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَامْرَاَةِ الزُّبَيْرِ وَعَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بخار آگ کا جوش ہے اسے پانی کے ذریعے ٹھنڈا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

2000 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِىُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِىْ حَدِيْثِ اَسْمَآءَ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا وَكِلَا الْحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بخار جہنم کی تپش کا حصہ ہے تم اسے پانی کے ذریعے ٹھنڈا کرو۔

سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کرتی ہیں، سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول روایت کے بارے میں اس سے زیادہ کلام کیا جا سکتا ہے ویسے یہ دونوں روایات مستند ہیں۔

2001 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِىُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ

1999- اخرجه البخاری (٦ /٣٨٠): كتاب بدء الخلق: باب: صفة النار و انها مخلوقة، حديث (٣٢٦٢) وطرفه فی: (٥٧٢٦)، و مسلم (٤/١٧٣٣): كتاب السلام: باب: لكل داء دواء، و استحباب التداوی، حديث (٨٣، ٨٤ /٢٢١٢)، و ابن ماجه (٢ /١١٥٠): كتاب الطب: باب الحمى فی فيح جهنم فابردوها بالماء، حديث (٣٤٧٢)، واحمد (٣ /٤٦٣)، (٤/١٤١)، و الدارمی (٢/٣١٦): كتاب الرقائق: باب: الحمى من فيح جهنم، وعبد بن حميد (١٥٨)، حديث (٤٢٤)، من طريق عباية بن رفاعة بن رافع بن خديج، عن ابيه عن جده، فذكره۔

2000- اخرجه البخاری (٦/٣٨٠): كتاب بدء الخلق: باب: صفة النار و انها مخلوقة، حديث (٣٢٦٣) وطرفه: (٥٧٢٥)، ومسلم (٤/١٧٣٢): كتاب السلام: باب: لكل داء دواء، و استحباب التداوی، حديث (٨١ /٢٢١٠)، و ابن ماجه (٢/١١٤٩) كتاب الطب: باب: الحمى من فيح جهنم فابردوها بالماء، حديث (٣٤٧١)، واحمد (٦/٥٠، ٩٠)، وعبد بن حميد (٤٢٤)، حديث (١٤٩٨)، من طريق هشام بن عروة، عن ابيه، فذكره۔

حَبِيبَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْحُمَّى وَمِنَ الْاَوْجَاعِ كُلِّهَا اَنْ يَقُولَ بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيرِ اَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِي حَبِيبَةَ

توضیح راوی: وَاِبْرَاهِيمُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ

اختلاف روایت: وَيُرْوٰى عِرْقٌ يَعَّارٌ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو بخار اور دردوں کے بارے میں یہ دعا بتائی تھی کہ وہ یہ پڑھیں۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے جو سب سے بڑا ہے میں عظیم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں ہر پھڑ کنے والی رگ اور جہنم کی تپش کے شر سے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف ابراہیم بن اسماعیل کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں جبکہ ابراہیم کو حدیث میں ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ میں لفظ ''عرق یعار'' یعنی ''آواز کرنے والی رگ ہے''۔

شرح

بخار کا پانی اور دعا سے علاج

بخار آگ یا جہنم کی گرمی کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ جہنم ایک سال میں دو سانس لیتا ہے:

(۱) گرم سانس

(۲) سرد سانس گرم سانس لینے سے موسم گرما آجاتا ہے اور سرد سانس لینے سے موسم سرما کا آغاز ہوجاتا ہے۔ بخار کا علاج دو طریقوں سے کیا جاسکتا ہے:

(۱) پانی سے علاج: بخار سے نجات یا علاج کے لیے کئی طریقوں سے پانی استعمال کیا جاتا ہے:

(الف) ٹھنڈے پانی میں غسل کیا جائے

(ب) ٹھنڈے پانی میں کپڑا بھگو کر سر ماتھے اور پاؤں پر رکھا جائے۔

(ج) سر اور پاؤں پر حسب برداشت وقفہ وقفہ سے برف رکھی جائے۔

(د) بار بار ٹھنڈے پانی سے وضو کیا جائے یا اعضاء وضو دھوئے جائیں۔

2001- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۱۶۵): كتاب الطب: باب: مايعوذ به من الحمى' حديث (۳۵۲۶)' واحمد (۱/۳۰۰)' وعبد بن حميد (۲۰۴)' حديث (۵۹۴)- من طريق ابراهيم بن اسماعيل بن ابى حبيبة الاشهلى' عن داؤد بن حصين عن عكرمة' فذكره-

سوال: کیا پانی سے بخار کا علاج ہر بخار کا ہے یا خاص کا ہے؟

جواب: اس بارے میں محدثین کے دو قول ہیں:

(١) پانی سے علاج ہر بخار کا ہے، کیونکہ احادیث باب میں تعمیم ہے، جو ہر بخار کو شامل ہے۔

(٢) خاص بخار کا علاج ہے، جو گرم خشک علاقہ میں کوئی شخص اس سے متاثر ہو جائے۔ احادیث باب میں خواہ عمومی حکم بیان کیا گیا ہے لیکن ان سے خاص بخار مراد ہی۔

٢- دعا سے علاج: پانی کی طرح دعا سے بھی بخار کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا سکھایا کرتے تھے: "بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَّعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ"۔ اللہ بزرگ و برتر کے نام سے شروع کرتا ہوں، میں اللہ بزرگ و برتر کی پناہ مانگتا ہوں ہر حرکت کرنے والی رگ کی برائی سے اور آگ کی شدید گرمی کی برائی سے۔"

فائدہ نافعہ: بخار زدہ شخص خود بھی سات بار دعا کر کے اپنے آپ پر دم کر سکتا ہے اور دوسرے سے بھی کروا سکتا ہے۔ وقفہ وقفہ سے یہ دعا پڑھ کر دم کرے یا دوسرے سے دم کراتا رہے۔ انشاء اللہ بخار سے شفاء حاصل ہو جائے گی۔

نوٹ: بخار سے علاج کے یہ نبوی دو نسخے ہیں۔ حسن اعتقاد سے ان دونوں یا ایک کو اپنانے سے کامیابی حاصل ہوگی۔ تاہم ضرورت محسوس ہو، تو ڈاکٹر یا حکیم سے بھی رجوع کیا جا سکتا ہے، کیونکہ دوائی سے علاج کرانا بھی مسنون ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْغِيلَةِ

باب 25: (بچے کو) دودھ پلانے والی بیوی کے ساتھ صحبت کرنا

2002 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ ابْنَةِ وَهْبٍ وَّهِيَ جُدَامَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اَرَدْتُّ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيَالِ فَاِذَا فَارِسُ وَالرُّوْمُ يَفْعَلُوْنَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ اَوْلَادَهُمْ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

مذاہب فقہاء: قَالَ مَالِكٌ وَّالْغِيَالُ اَنْ يَّطَاَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ تُرْضِعُ

◆◆ جدامہ بنت وہب بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: پہلے میں نے یہ ارادہ

2002-اخرجه مالك في (الموطا) (٢ / ٦٠٧، ٦٠٨): كتاب الرضاع: باب: جامع ماجاء في الرضاعة، حديث (١٦)، و مسلم (٢/ ١٠٦٦، ١٠٦٧): كتاب النكاح: باب: جواز الغيلة وهي وطء المرضع، و كراهة العزل، حديث (١٤٠، ١٤١، ١٤٢ / ١٤٤٢)، و ابو داؤد (٢/ ٤٠٢): كتاب الطب: باب: في الغيل، حديث (٣٨٨٢)، و النسائي (٦/ ١٠٧): كتاب النكاح: باب: الغيلة، حديث (٣٣٢٦)، و ابن ماجه (١/ ٦٤٨): كتاب النكاح: الغيل، حديث (٢٠١١)، واحمد (٦/ ٣٦١، ٤٣٤)، و الدارمي (٢/ ١٤٦، ١٤٧): كتاب النكاح: باب: في الغيلة- من طريق محمد بن عبد الرحمن بن نوفل الاسدي ابي الاسود، عن عروة، عن عائشة ام المومنين، فذكرته۔

کیا کہ میں لوگوں کو عورت کے بچے کو دودھ پلانے کے دوران اس کے ساتھ صحبت کرنے سے منع کر دوں لیکن ایرانی اور رومی ایسا کرتے ہیں اور اس سے ان کے بچوں کو کوئی نقصان نہیں ہوتا' اس لیے میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا'

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابواسود کے حوالے سے' عروہ کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیّدہ جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: غیال کا مطلب یہ ہے: جب عورت دودھ پلا رہی ہو' تو مرد اس کے ساتھ صحبت کرے۔

2003 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِى الْاَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْاَسَدِيَّةِ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيلَةِ حَتّٰى ذَكَرْتُ اَنَّ الرُّوْمَ وَفَارِسَ يَصْنَعُوْنَ ذٰلِكَ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ قَالَ مَالِكٌ وَّالْغِيلَةُ اَنْ يَّمَسَّ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَهِىَ تُرْضِعُ قَالَ عِيسٰى بْنُ اَحْمَدَ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ عَنْ اَبِى الْاَسْوَدِ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیّدہ جدامہ بنت وہب اسدیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتی ہیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: پہلے میں نے یہ ارادہ کیا کہ بچے کو دودھ پلانے کے دوران عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے منع کروں پھر مجھے پتا چلا کہ ایرانی اور رومی ایسا کرتے ہیں' اس سے ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: غیلہ کا مطلب یہ ہے مرد عورت کے ساتھ اس وقت صحبت کرے جب وہ دودھ پلا رہی ہو۔

عیسیٰ بن احمد بیان کرتے ہیں: اسحٰق بن عیسیٰ نے اس روایت کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ابواسود کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

شرح

غیلہ کی تعریف اور اس کا شرعی حکم

بچہ کے زمانہ شیر خوارگی میں شوہر کا اپنی بیوی سے جماع کرنا یا حالت حمل میں بیوی سے جماع کرنا' غیلہ کہلاتا ہے۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ غیلہ نہیں کرتے تھے' ان کا خیال تھا کہ یہ عمل بچے کے لیے نقصان دہ ہے لیکن اسلام نے غیلہ کو جائز قرار دیا ہے' کیونکہ اس سے بچہ کے نقصان کا امکان نہیں ہے۔

سوال: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خاموشی سے اپنی'

اولاد کو ہلاک نہ کرو' زمانہ رضاعت میں بیوی سے جماع کرنا' شاہ سوار کو پاتا ہے۔ پس اسے گھوڑے سے بچھاڑ دیتا ہے یعنی بچہ کے زمانہ شیر خوارگی میں شوہر اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس سے بچہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ یہ ضرر مخفی رہتا ہے' بچہ جب جوان ہو کر شہسوار بنتا ہے تو یہ اچانک گھوڑے سے گر جاتا ہے۔ یہ غیلہ یعنی بچہ کے زمانہ شیر خوارگی میں شوہر کا بیوی سے جماع کا نتیجہ ہے' لہٰذا غیلہ سے احتراز کیا جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح' رقم الحدیث ۳۱۹۶) اس روایت سے غیلہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے' اس کے برعکس احادیث باب میں اس کے جواز کی صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غیلہ سے منع کرنے کا قصد کیا پھر ملاحظہ فرمایا کہ اہل فارس اور اہل روم غیلہ کرتے ہیں اور اس عمل سے بچے کا نقصان بھی نہیں ہوتا تو آپ نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا۔" اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: پہلی روایت یعنی غیلہ سے ممانعت والی منسوخ ہے اور دوسری (جواز غیلہ والی روایت) ناسخ ہے' لہٰذا دونوں روایات میں تعارض نہ رہا۔

فائدہ نافعہ: حمل کے ابتدائی زمانہ میں عورت کا دودھ درست ہوتا ہے لیکن چند مہینوں بعد دودھ پیلی رنگت اختیار کر لیتا ہے' جو بچہ کی صحت کے لیے مفید نہیں ہوتا' لہٰذا دودھ کے رنگ میں تبدیلی آتے ہی بچے کو دودھ پلانا چھڑا دینا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دَوَاءِ ذَاتِ الْجَنْبِ

باب 26: نمونیہ کا علاج

2004 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْعَتُ الزَّيْتَ وَالْوَرْسَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ

قَالَ قَتَادَةُ يَلُدُّهُ وَيَلُدُّهُ مِنَ الْجَانِبِ الَّذِيْ يَشْتَكِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اسْمُهُ مَيْمُوْنٌ هُوَ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ

◆◆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے زیتون اور ورس کو نمونیہ کا علاج قرار دیا ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں: یہ بیمار کے منہ میں دوا کے طور پر ڈالا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ اور اس طرف سے ڈالا جائے گا جس طرف شکایت ہے۔

ابو عبداللہ نامی راوی کا نام میمون ہے یہ بصری شیخ ہیں۔

2005 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُذْرِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ رَزِيْنٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ حَدَّثَنَا مَيْمُوْنٌ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ قَالَ

2004- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۱۴۸): كتاب الطب: باب: دواء ذات الجنب' حديث (۳۴۶۷)' و احمد (۴/ ۳۶۹' ۳۷۲)' من طريق ميمون ابى عبد الله' فذكره۔

متن حدیث: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّتَدَاوٰى مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقُسْطِ الْبَحْرِيِّ وَالزَّيْتِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مَيْمُوْنٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَقَدْ رَوٰى عَنْ مَيْمُوْنٍ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيْثَ

قولِ امام ترمذی: وَذَاتُ الْجَنْبِ يَعْنِي السِّلَّ

◆◆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کہ ہم نمونیہ کے مریض کو قسط بحری یا زیتون دوا کے طور پر دیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

ہم اسے صرف میمون کی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت سے جانتے ہیں۔

میمون کے حوالے سے اس روایت کو کوئی اہلِ علم نے نقل کیا ہے۔

ذات الجنب سِل کی بیماری کو کہتے ہیں۔

2006 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ السُّلَمِيِّ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهٗ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ اَنَّهٗ قَالَ

متن حدیث: اَتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِيْ وَجَعٌ قَدْ كَانَ يُهْلِكُنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْسَحْ بِيَمِيْنِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَّقُلْ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَسُلْطَانِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِيْ فَلَمْ اَزَلْ اٰمُرُ بِهٖ اَهْلِيْ وَغَيْرَهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عثمان بن ابی عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے مجھے اتنی تکلیف تھی جو مجھے ہلاک کر دے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنا دایاں ہاتھ سات مرتبہ (اپنی تکلیف والی جگہ پر پھیرو) اور یہ پڑھو" میں اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت اور اس کے غلبہ کی پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جو میں محسوس کر رہا ہوں"۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے میری اس تکلیف کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد میں اپنے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو اسی کی ہدایت کرتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2006-اخرجه مالك فى (الموطا) (۲/۹۴۲): كتاب العين: باب: التعوذ والرقية فى المرض، حديث (۹) و ابو داؤد (۲/٤٠٤): كتاب الطب: باب: كيف الرقى، حديث (۳۸۹۱) و ابن ماجه (۲/۱۱۶۳، ۱۱٦٤): كتاب الطب، باب: ما عوذبه النبى صلى الله عليه وسلم، حديث (۳۵۲۲)، واحمد (٤/۲۱) و عبد بن حميد (۱٤۸) حديث (۳۸۲) من طريق نافع بن جبير، فذكره-

شرح

نمونیا کے علاج کا طریقہ

ذات الجنب' کا معنی ہے: نمونیا۔ یہ ایک خطرناک مرض ہے' اس کے سبب پھیپھڑے کی جھلی میں ورم آ جاتا ہے۔ جھلی اور پھیپھڑوں کے درمیان پانی رِسنا شروع ہو جاتا ہے۔ (اسے ٹی بی بھی کہتے ہیں) اس مرض کے سبب اعضاء انسانی میں شدید درد ہوتا ہے' جس کے نتیجہ میں بخار شروع ہو جاتا ہے۔

احادیث باب میں نمونیا (مرض) کا علاج تین طریقوں سے تجویز کیا گیا ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- زیتوں اور ورس سے علاج: زیتون' مشہور درخت کا تیل ہے' جو دنیا کے ہر خطہ میں دستیاب ہے۔ ورس: یہ ایک پودا ہے' جو رنگائی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں پایا جاتا ہے' خضاب لگاتے وقت اسے مہندی میں بھی شامل کیا جاتا ہے۔ اس کے پتوں کو پیس کر زیتون میں ملایا جاتا ہے۔ پھر اس سے ''نمونیا'' کا علاج کیا جاتا ہے۔ بطور علاج اس کے استعمال کے دو طریقے ہیں:

(۱) اس دوائی کو منہ میں اسی جانب سے ڈالا جاتا ہے' جس طرف تکلیف ہو۔

(۲) جسم کے درد والے حصہ پر اس دوائی سے لیپ کیا جائے۔

۲- قسط بحری اور زیتون سے علاج: قسط بحری: یہ ایک پودے کی جڑ ہے' اس کی تین اقسام ہو سکتی ہیں:

(۱) شیریں: یہ سفید زردی مائل ہوتی ہے' جو خوشبودار اور وزن میں ہلکی پھلکی ہوتی ہے۔ اس کو قسط بحری اور قسط عربی بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) تلخ: باہر کی جانب سے اس کا رنگ سیاہی مائل اور اندر سے زردی مائل ہوتا ہے۔ یہ وزن میں ہلکی اور حجم میں موٹی ہوتی ہے۔ اس کو قسط ہندی کہا جاتا ہے۔

(۳) سرخی مائل: یہ خوشبودار ہوتی ہے' وزن میں ثقیل مگر کڑوی نہیں ہوتی۔ زہریلی ہونے کے سبب استعمال میں نہیں لائی جاتی۔

قسط بحری کو پیس کر سفوف بنایا جائے اور اسے زیتون کے تیل میں ملایا جائے۔ یہ دوائی نمونیا کے لیے اکسیر ہے۔ اس کے استعمال کے بھی دو طریقے ہیں:

(۱) مریض کو کھلائی جائے

(۲) جسم کے تکلیف والے حصہ پر لیپ کیا جائے۔

۳- دعا سے علاج: تیسری حدیث باب میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جسم کے درد والی جگہ پر دایاں ہاتھ سات بار پھیر کر بایں الفاظ دعا کرنے کی تعلیم دی: ''اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَسُلْطَانِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ''۔ میں اللہ تعالیٰ کی عزت' قدرت اور بادشاہی سے پناہ مانگتا ہوں اس تکلیف کی برائی سے جو میں محسوس کر رہا ہوں۔''

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّنَا

باب 27: سنا (مکی) کا بیان

2007 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهَا بِمَ تَسْتَمْشِيْنَ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٌّ جَارٌّ قَالَتْ ثُمَّ اسْتَمْشَيْتُ بِالسَّنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ شَيْئًا كَانَ فِيْهِ شِفَاءٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَكَانَ فِي السَّنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ يَّعْنِيْ دَوَاءَ الْمَشِيِّ

◆◆ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: تم کس چیز کو مسہل کے طور پر استعمال کرتی ہو۔ تو انہوں نے عرض کی: شبرم کو۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تو بہت گرم اور سخت ہوتا ہے۔ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر میں نے سنا مکی کو اس کے لیے استعمال کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی چیز میں موت سے شفا ہوتی تو اس میں ہوتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد وہ دوا ہے' جو اسہال کے لیے استعمال کی جاتی ہے (یعنی سنا مکی)۔

شرح

سنا مکی کی اہمیت

سنا: یہ ایک جنگلی پودا ہے' جو دو بالشت بلند ہوتا ہے' اس کے پتے مہندی جیسے ہوتے ہیں۔ اس کا پھول گول ہوتا ہے' یہ سہل (دست آور) ہوتا ہے۔ اس کے پتے بطور دوائی استعمال ہوتے ہیں۔ اس کی تاثیر گرم خشک ہوتی ہے' یہ پودا مکہ معظمہ کے قرب و جوار میں پایا جاتا ہے' جس وجہ سے اسے ''سنا مکی'' کہا جاتا ہے۔

''سنا مکی'' کی اہمیت وافادیت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر موت کا علاج کسی چیز میں ہوتا' وہ سنا میں ہوتا''۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ''سنا مکی'' وہ بابرکت ومقدس پودا ہے' جس میں اللہ تعالیٰ نے موت کے علاوہ ہر چیز کا علاج رکھا ہے۔'' اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ڈاکٹروں اور حکیموں کا کسی مریض کو لاعلاج قرار دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ ہر مرض کا علاج بھی پیدا کیا گیا ہے۔ تاہم انہیں اپنی بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے یوں کہنا چاہیے کہ اس مرض کی تشخیص اور علاج سے ہم قاصر ہیں۔

فائدہ نافعہ: شبرم چنے کے برابر دانہ ہے۔ اس کا پانی بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی تاثیر گرم ہے' اس کی جڑ اور دانہ بھی مسہل (دست آور) ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی چیز مسہل نہیں ہوسکتی۔ طبی قانون کے مطابق مہینہ میں ایک بار مسہل لینا چاہیے۔ معدہ خالی کر کے امراض سے نجات حاصل کرنا چاہیے لیکن لوگ بے احتیاطی سے کھانا زیادہ کھاتے ہیں' معدہ خالی نہیں کرتے'

امراض خریدتے ہیں اور ڈاکٹروں کی جیب بھی نذرانوں سے بھرتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّدَاوِي بِالْعَسَلِ

باب 28: شہد کو دوا کے طور پر استعمال کرنا

2008 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ سَقَيْتُهُ عَسَلًا فَلَمْ يَزِدْهُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ ثُمَّ جَآئَهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ سَقَيْتُهُ عَسَلًا فَلَمْ يَزِدْهُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ اَخِيكَ اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ عَسَلًا فَبَرَاَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے بھائی کو پیچش لگے ہوئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے شہد پلاؤ۔ اس نے اسے پلایا پھر آیا اور عرض کی: میں نے اسے شہد پلایا ہے لیکن اس سے پیچش زیادہ ہوگئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے شہد پلاؤ۔ راوی بیان کرتے ہیں: اس نے پھر شہد پلایا پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: میں نے شہد پلایا ہے لیکن اس کے نتیجے میں پیچش زیادہ ہوگئے ہیں راوی بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: اس شخص نے اسے پھر شہد پلایا تو وہ ٹھیک ہوگیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

شہد سے پیچش کا علاج

شہد کی اہمیت وافادیت سے کون ناواقف ہے؟ اسے عربی میں عسل اور فارسی میں انگبیں کہا جاتا ہے۔ مخصوص مکھیاں مختلف پھولوں اور پھلوں کا رس جوس کر اپنے چھتے میں بیٹھ کر مواد اگلتی ہیں جنہیں شہد کہا جاتا ہے' یہ شکر کی طرح شیریں ہوتا ہے' اس کی تاثیر گرم خشک ہے۔ جسم میں طاقت پیدا کرتا ہے' جسم کے ورم تحلیل کرتا ہے' دافع قبض ومعاون ہضم ہے' مختلف امراض کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ آنکھوں کی روشنی تیز کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کی افادیت بایں الفاظ بیان کی: فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (القرآن) "شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔"

2008- اخرجه البخاری (۴/ ۱۷۸): کتاب الطب: باب: دواء البطون' حدیث (۵۷۱۶)' و مسلم (۴/ ۱۷۳۶): کتاب السلام: باب: التداوی بسقی العسل' حدیث (۹۱/ ۲۲۱۷)' و احمد (۳/ ۱۹' ۹۲)' و عبد بن حمید (۲۹۲)' حدیث (۹۳۸)' من طریق قتادة' عن ابی المتوکل الناجی' فذکره۔

حدیث باب سے بھی شہد سے علاج کی افادیت واضح ہوتی ہے۔ پیچش والے شخص کے علاج کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد تجویز کیا' اس کا کورس بھی بتایا اور اس پر عمل بھی کرایا جس کے نتیجہ میں مریض کو شفاء حاصل ہوگئی۔

2009 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمِنْهَالَ بْنَ عَمْرٍو يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ

متنِ حدیث: مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يَّعُوْدُ مَرِيْضًا لَمْ يَحْضُرْ اَجَلُهُ فَيَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ اِلَّا عُوْفِيَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو مسلمان کسی ایسے بیمار کی عیادت کرے' جس کا آخری وقت ابھی نہ آیا ہو اور وہ سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے:

''میں عظیم اللہ تعالیٰ' جو عظیم عرش کا پروردگار ہے' سے یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفا عطا کر دے''۔

تو اس شخص کو شفا نصیب ہو جائے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف منہال بن عمرو کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

دعا سے مرض کا علاج

حدیث باب میں دعا سے مرض کا علاج کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی بھی مرض میں مبتلا ہو اور عیادت کرنے والا اس کے لیے سات بار بایں الفاظ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ سے شفاء عطا کرتا ہے:

اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ اَنْ يَّشْفِيَكَ ''میں عظیم اللہ عرش کے مالک سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفاء عطا کرے۔''

یہ دعا سات بار پڑھے اور ہر بار مریض پر دم کرے' جونہی سات کی تعداد مکمل ہوگی مریض کو شفاء حاصل ہو جائے گی۔ جس سے معلوم ہوا کہ جو دعا خلوص نیت اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کی جائے' اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ دعا کسی خاص مرض کی نہیں ہے' بلکہ ہر مرض کی ہے' کیونکہ حدیث میں تعمیم ہے۔

2010 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَشْقَرُ الرِّبَاطِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا مَرْزُوْقٌ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الشَّامِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ اَخْبَرَنَا ثَوْبَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمُ الْحُمّٰى فَاِنَّ الْحُمّٰى قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ فَلْيُطْفِئْهَا عَنْهُ بِالْمَآءِ فَلْيَسْتَنْقِعْ نَهْرًا جَارِيًا لِيَسْتَقْبِلَ جِرْيَتَهُ فَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ طُلُوْعِ

2009- اخرجه ابو داؤد (۳/ ۲۰۴)؛ کتاب الجنائز؛ باب: الدعاء للمریض عند العیادة؛ حدیث (۳۱۰۶)؛ واحمد (۱/ ۲۳۹؛ ۲۴۳)- من طریق شعبة؛ قال: حدثنا یزید ابو خالد-

2010- اخرجه احمد (۲۸۱/۵)؛ من طریق سعید رجل من اهل الشام فذکره-

الشَّمْسِ فَلْيَغْتَمِسْ فِيْهِ ثَلَاثَ غَمَسَاتٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ لَمْ يَبْرَأْ فِىْ ثَلَاثٍ فَخَمْسٍ وَّاِنْ لَمْ يَبْرَأْ فِىْ خَمْسٍ فَسَبْعٌ فَاِنْ لَمْ يَبْرَأْ فِىْ سَبْعٍ فَتِسْعٍ فَاِنَّهَا لَا تَكَادُ تُجَاوِزُ تِسْعًا بِاِذْنِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کسی شخص کو بخار ہو جائے' تو بے شک بخار آگ کا ایک حصہ ہے' تو وہ اسے پانی کے ذریعے بجھائے اور بہتی ہوئی نہر میں اتر کر جس طرف سے پانی آ رہا ہو اس طرف رخ کرے' اور یہ پڑھے:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے' اے اللہ! تو اپنے بندے کو شفاء عطا کر اور اپنے رسول ﷺ کی تصدیق کر دے''۔

وہ یہ عمل صبح کی نماز کے بعد اور سورج نکلنے سے پہلے کرے' اور اس میں تین مرتبہ ڈبکی لگائے اور ایسا تین دن تک کرے۔ اگر تین دن میں ٹھیک نہیں ہوتا تو پانچ دن تک کرے اگر پانچ دن میں ٹھیک نہیں ہوتا تو سات دن کرے' اور اگر سات دن میں ٹھیک نہیں ہوتا تو نو دن تک یہ عمل کرے۔ انشاء اللہ نو دن سے زیادہ کی نوبت نہیں آئے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شرح

بخار کا پانی اور دعا سے علاج

حدیث باب میں پانی اور دعا سے بخار کے علاج کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ جب کوئی شخص بخار میں مبتلا ہو' وہ فجر کی نماز کے بعد اور طلوع آفتاب سے قبل تین دن سے لے کر نو دن تک نہر میں ہر روز تین بار غسل کرے اور بایں الفاظ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ شفاء عطا کرے گا۔ ''بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَ صَدِّقْ رَسُوْلَكَ'' اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع' اے اللہ! تو اپنے بندے کو شفاء عطا کر اور تو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچ کر دکھا۔'' اس روایت کے بخار میں بھی تعمیم ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ طریقہ کار اور دعا ہر بخار کے لیے نافع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَاب التَّدَاوِىْ بِالرَّمَادِ

باب 29: راکھ کو دوا کے طور پر استعمال کرنا

2011 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَّاَنَا اَسْمَعُ بِاَىِّ شَىْءٍ دُوْوِىَ جُرْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

2011- اخرجه البخارى (۷/ ۴۳۰): كتاب المغازى: باب: ما اصاب النبى صلى الله عليه وسلم من الجراح يوم احد' حديث (۴۰۷۵)' ۹/ ۲۵۴' ۲۵۵): كتاب النكاح: باب: تستحد المغيبة و تمتشط الشعثة' حديث (۵۲۴۸)' و ابن ماجه (۲/ ۱۱۴۷): كتاب الطب: باب: دواء الجراحة' حديث (۳۴۶۴)' و احمد (۵/ ۳۳۰' ۳۳۴)' و الحميدى (۲/ ۴۱۵)' حديث (۹۲۹)' و عبد بن حميد (۱۶۷) حديث (۴۵۳)' من طريق ابى حازم' فذكره۔

فَقَالَ مَا بَقِيَ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّي كَانَ عَلِيٌّ يَأْتِي بِالْمَاءِ فِي تُرْسِهٖ وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْهُ الدَّمَ وَاُحْرِقَ لَهٗ حَصِيْرٌ فَحَشَا بِهٖ جُرْحَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ ابوحازم بیان کرتے ہیں: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا میں اس بات کو سن رہا تھا: نبی اکرم ﷺ کو کونسی چیز زخم پر لگانے کے لیے دوا کے طور پر دی گئی تھی تو انہوں نے جواب دیا: اب کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا جو اس بات کو مجھ سے زیادہ جانتا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لے کر آئے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے خون کو دھویا تھا اور میں نے آپ ﷺ کے لیے چٹائی کو جلایا تھا جسے آپ ﷺ کے زخم پر لگا دیا گیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

راکھ سے خون بند کرنے کا علاج

اللہ تعالیٰ نے جو بھی مرض پیدا فرمایا اس کی دوا بھی پیدا فرما دی۔ حدیث باب میں راکھ سے علاج کرنے کی صراحت ہے۔ جس طرح زخم سے بہتا ہوا خون روئی یا سوتی کپڑا زخم پر رکھنے سے بند ہو جاتا ہے اسی طرح کسی بھی چیز کی راکھ زخم پر رکھنے سے خون بند ہو جاتا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے مطابق غزوہ احد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ٹوٹ کر پیشانی میں دھنس گیا اور خون جاری ہو گیا تھا' ایک چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم میں لگائی گئی جس سے خون بند ہو گیا تھا۔ یہ بات مشاہدہ اور تجربہ میں آ چکی ہے کہ بہتے ہوئے خون کے زخم میں راکھ بھرنے سے وہ فوراً بند ہو جاتا ہے۔

2012 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُوَقَّرِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّمَا مَثَلُ الْمَرِيْضِ اِذَا بَرَاَ وَصَحَّ كَالْبَرْدَةِ تَقَعُ مِنَ السَّمَاءِ فِي صَفَائِهَا وَلَوْنِهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بیمار شخص جب تندرست اور ٹھیک ہو جائے تو صفائی اور رنگت کے حوالے سے وہ آسمان سے نازل ہونے والے اولوں کی طرح ہو جاتا ہے۔

2013 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُوْنِيُّ عَنْ مُوْسٰى بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيْضِ فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِيْ اَجَلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَّيُطَيِّبُ نَفْسَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اس

2013- اخرجه ابن ماجه (۲/۴۶۲): كتاب الجنائز: باب: ما جاء في عيادة المريض' حديث (۱۴۳۸)' من طريق موسى بن محمد بن ابراهيم التيمي' عن ابيه' فذكره۔

کی درازی عمر کے لیے دعا کرو۔ یہ چیز تقدیر کو تو نہیں بدل سکتی لیکن اس سے بیمار کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شرح

عیادت کے دوران مریض کی حوصلہ افزائی کرنا

دونوں روایات میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی مریض کی عیادت کی جائے تو اس موقع پر اس کی خوب حوصلہ افزائی کی جائے' اسے زندگی کی امید دلائی جائے' درازی عمر کے لیے دعا کی جائے اور جلدی صحت یاب ہونے کی خوشخبری سنائی جائے۔ اس طرح مریض خوش ہو جائے گا اور تیمارداری کرنے والے کے حق میں دعا کرے گا۔ اس اسلوب عیادت سے خواہ تقدیر تو نہیں ٹل سکتی لیکن مریض کی مایوسی ختم ہو جائے گی اور اس کے چہرے پر مسرت و راحت کے آثار نمایاں ہو جائیں گے۔ یہ انداز عیادت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پسند ہے۔

2014 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ الْاَشْعَرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِّنْ وَّعَكٍ كَانَ بِهٖ فَقَالَ اَبْشِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ هِىَ نَارِىْ اُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِى الْمُذْنِبِ لِتَكُوْنَ حَظَّهٗ مِنَ النَّارِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے بخاری میں مبتلا ایک شخص کی عیادت کی تو ارشاد فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: یہ میری آگ ہے' جو میں اپنے گناہگار بندے پر مسلط کر دیتا ہوں تا کہ یہ جہنم سے (نجات کے لیے) اس کا کفارہ بن جائے۔

2015 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ كَانُوْا يَرْتَجُوْنَ الْحُمّٰى لَيْلَةً كَفَّارَةً لِّمَا نَقَصَ مِنَ الذُّنُوْبِ

حسن بصری فرماتے ہیں: پہلے لوگ (یعنی صحابہ کرام) ایک رات کے بخار کو کفارہ سمجھتے تھے کیونکہ اس کی وجہ سے گناہ کم ہو جاتے ہیں۔

شرح

بخار گناہوں کا کفارہ

جب بھی کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے' وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے' حتیٰ کہ کانٹا لگنے سے بھی گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح مرض مریض کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ احادیث باب میں بتایا گیا ہے کہ بخار مریض کے گناہوں کا کفارہ ثابت ہوتا ہے۔ گویا صحت کی طرح مرض بھی اللہ تعالیٰ کا انعام اور نعمت ہے' جو مغفرت سیئات کا باعث ہے۔ علاوہ ازیں مریض حالت مرض میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرتا ہے اور اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔

2014- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۱۴۹): كتاب الطب: باب: الحمى، حديث (۳۴۷۰) واحمد (۲/۴۴۰) من طريق اسماعيل بن عبيد الله عن ابى صالح الاشعرى فذكره۔

كِتَابُ الْفَرَائِضِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

وراثت کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

ماقبل سے ربط

کتاب الطب کی تقدیم اور کتاب الفرائض کی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ کتاب الطب میں امراض کے علاج کی بحث تھی۔ انسان شدت مرض کا شکار ہو کر مر جاتا ہے۔ مرنے کے فوراً بعد وراثت کے قوانین جاری ہوتے ہیں۔ اسی مناسبت سے کتاب الطب کے بعد کتاب الفرائض لائی گئی ہے۔

علم میراث کی تفصیلی بحث سے قبل چند امور کا جاننا ازبس ضروری ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ علم الفرائض کی تعریف: علم فقہ اور علم ریاضی کے چند قوانین جاننے کا نام ہے، جن کے سبب میت کا ترکہ ورثاء کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

۲۔ علم الفرائض کا موضوع: میت کا مال اور اس کے ورثاء

۳۔ علم الفرائض کی غرض: میت کا ترکہ اس کے حقداروں تک پہنچا دینا

۴۔ ضرورت واہمیت: (۱) علم میراث کے احکام شب معراج میں آسمانوں پر نافذ کیے گئے۔ (۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نصف علم قرار دیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ

باب 1: آدمی جو مال چھوڑ کر جائے وہ وہ اس کے وارثوں کا ہوگا

2016 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ وَمَنْ تَرَكَ ضَيَاعًا فَاِلَیَّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَنَسٍ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْوَلَ

مِنْ هٰذَا وَاَتَمَّ

قولِ امام ترمذی: مَعْنٰى ضَيَاعًا ضَائِعًا لَيْسَ لَهُ شَيْءٌ فَاَنَا اَعُولُهُ وَاُنْفِقُ عَلَيْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی جو مال چھوڑ کر جائے وہ اس کے اہلِ خانہ کو ملے گا اور جو شخص کوئی چیز چھوڑ کر نہ جائے تو اُس کے اہلِ خانہ کا خرچ میرے سپرد ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے اور یہ اس سے زیادہ طویل اور مکمل ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ جو شخص ''ضیاع'' چھوڑ کر جائے اس سے مراد یہ ہے: جس شخص کے پاس کوئی مال نہ ہو' تو یہ میرے سپرد ہوگا۔ یعنی میں اس کے بال بچوں کی پرورش کروں گا' اور ان پر خرچ کروں گا۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ورثاء میت پر شفقت

شروع شروع میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز جنازہ پڑھانے کے لیے میت پیش کی جاتی تو آپ میت کے قرض اور اثاثوں کے بارے میں دریافت کرتے۔اگر عرض کیا جاتا کہ اس پر قرض نہیں ہے یا قرض کے برابر مال وراثت ہے یا قرض کی ادائیگی کسی نے اپنے ذمہ لے لی ہے تو آپ میت کی نماز جنازہ پڑھا دیتے۔اگر عرض کیا جاتا میت پر قرض ہے لیکن مال وراثت نہیں ہے یا اتنا مال نہیں ہے' جس سے قرض ادا ہوسکتا ہو یا قرض ادا کرنے کی ذمہ داری کوئی قبول نہ کرتا تو آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے بلکہ فرماتے: جاؤ تم خود اس پر نماز جنازہ پڑھ لو۔تاہم فتح مکہ کے بعد جب بیت المال قائم ہوگیا اور مال غنیمت و مال فئی وغیرہ جمع ہونا شروع ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل تبدیل ہوگیا تھا جس کی صراحت حدیث باب میں ہے' وہ یہ کہ جب آپ کی خدمت میں میت پیش کی جاتی تو آپ اعلان فرما دیتے: اگر میت کی نادار اولاد ہے اس کی کفالت ہمارے ذمہ ہے یا قرض ہے اس کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہے۔تاہم اس کا مال وراثت یا کسی سے اس نے قرض لینا ہو' وہ سب کچھ ورثاء میت کے لیے ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَعْلِیْمِ الْفَرَائِضِ

باب 2: علم وراثت کی تعلیم دینا

2017 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ وَاصِلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ الْاَسَدِيُّ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دَلْهَمٍ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَالْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّيْ مَقْبُوْضٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ فِيْهِ اضْطِرَابٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى اَبُوْ اُسَامَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَوْفٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ جَابِرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عَوْفٍ بِهٰذَا بِمَعْنَاهُ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ الْاَسَدِيُّ قَدْ ضَعَّفَهُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّغَيْرُهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وراثت اور قرآن کا علم حاصل کرو لوگوں کو اس کی تعلیم دو کیونکہ میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

ابواسامہ نے اس روایت کو عوف کے حوالے سے ایک شخص کے حوالے سے سلیمان بن جابر کے حوالے سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

یہ روایت حسین بن حریث نے ابواسامہ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کی ہے۔

محمد بن قاسم اسدی کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

شرح

علم الفرائض کی اہمیت

لفظ: فرائض فریضۃ کی جمع ہے جو ''فرض'' سے ماخوذ ہے۔ اس لفظ کے چند معانی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر لازم کیا ہوا قانون وعمل

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے مقرر کردہ وہ حدود یعنی اوامر ونواہی جن کی پابندی لازم ہے۔

(۳) فریضہ فرض

(۴) مال وراثت

علم فرائض کی اہمیت وافادیت پر درج ذیل دلائل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّيْ مَقْبُوْضٌ'' تم علم فرائض اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ میرا انتقال ہو جائے گا۔ (سنن دارمی رقم الحدیث ۲۸۸۴)

۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ فَاِنَّهَا مِنْ دِيْنِكُمْ (سنن دارمی رقم الحدیث ۲۸۹۰) تم علم فرائض سیکھو بیشک یہ تمہارے دین سے ہے۔''

۴- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا فَاِنَّهٗ نِصْفُ الْعِلْمِ (سنن ابن ماجہ ص ۱۹۵)

علم الفرائض کے ماخذ: علم الفرائض کے چار ماخذ ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اجماع امت (۴) اجتہاد صحابہ کرام

قرآن کے مقرر کردہ حصص: قرآن کریم میں چھ حصص مقرر کیے گئے ہیں:

(۱) نصف (۲) سدس (۳) ربع (۴) ثمن (۵) ثلث (۶) ثلثان

یہ حصص جن لوگوں کے لیے مقرر کیے گئے ہیں' ان کی تعداد بارہ ہے جن میں سے چار مرد اور آٹھ خواتین ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

چار مرد: (۱) باپ (۲) دادا (۳) ماں شریک بھائی (۴) شوہر

آٹھ خواتین: (۱) دادی (۲) ماں (۳) بیوی (۴) بیٹی (۵) پوتی (۶) حقیقی بہن (۷) باپ شریک بہن (۸) ماں شریک بہن۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مِیْرَاثِ الْبَنَاتِ

باب 3: بیٹیوں کی وراثت

2018 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِیْ زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: جَآئَتِ امْرَاَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ بِابْنَتَيْهَا مِنْ سَعْدٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قُتِلَ اَبُوْهُمَا مَعَكَ يَوْمَ اُحُدٍ شَهِيْدًا وَّاِنَّ عَمَّهُمَا اَخَذَ مَالَهُمَا فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا وَّلَا تُنْكَحَانِ اِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ قَالَ يَقْضِى اللّٰهُ فِىْ ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَمِّهِمَا فَقَالَ اَعْطِ ابْنَتَىْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ وَاَعْطِ اُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِىَ فَهُوَ لَكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شَرِيْكٌ اَيْضًا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ' حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں۔ ان کے والد آپ کے ہمراہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے ہی ان دونوں بچیوں کے چچا نے ان کا مال لے لیا ہے اور ان کے لیے کوئی مال نہیں چھوڑا تو ان دونوں کی شادی تو اسی وقت ہو سکتی ہے' جب ان کے پاس مال موجود ہو' راوی بیان کرتے ہیں: اللہ نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیا اور وراثت سے متعلق آیت نازل ہوئی' تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے چچا کو بلوایا اور فرمایا: سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دو اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دو اور جو باقی بچ جائے گا وہ تمہیں ملے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2018- تفرد به ابو داؤد (۲/۱۳۵): كتاب الفرائض: باب: ما جاء في ميراث الصلب' حديث (۲۸۹۱' ۲۸۹۲) و ابن ماجه (۲/۹۰۸): كتاب الفرائض: باب: فرائض الصلب' حديث (۲۷۲۰) و احمد (۳/۳۵۲) عن طريق عبد الله بن محمد بن عقيل' فذكره۔

ہم اس روایت کوصرف عبداللہ بن محمد کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔
شریک نے بھی اس روایت کو عبداللہ بن محمد بن عقیل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

وراثت میں بیٹیوں کا حصہ

میت کی اگر ایک بیٹی ہو تو اسے مال وراثت سے نصف حصہ ملے گا اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں انہیں دو تہائی حصہ ملے گا۔ اگر میت کے بیٹے بھی ہوں تو بیٹیاں اور بیٹے باہم عصبہ قرار پاتے ہیں۔ اس صورت میں مال وراثت سے بیٹی کو ایک گنا اور بیٹے کو دوگنا حصہ ملے گا۔ بیٹیوں کی تعداد دو سے زیادہ ہونے پر قرآن نے ان کا حصہ دو تہائی مقرر کیا ہے لیکن سورۃ النساء کی آخری آیت میں دو بہنوں کا حصہ دو تہائی بیان کیا گیا ہے اور یہی حصہ دو بیٹیوں کو دیا جائے گا۔ اس طرح بیٹیوں کے جملہ احوال کتاب اللہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ تاہم حدیث باب میں آیت میراث کا شان نزول بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مِيْرَاثِ ابْنَةِ الْاِبْنِ مَعَ ابْنَةِ الصُّلْبِ

باب 4: بیٹی کے ساتھ پوتی کی وراثت کا حکم

2019 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ قَيْسٍ الْاَوْدِيِّ عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ فَسَاَلَهُمَا عَنِ الْاِبْنَةِ وَابْنَةِ الْاِبْنِ وَاُخْتٍ لِاَبٍ وَّاُمٍّ فَقَالَ لِلْاِبْنَةِ النِّصْفُ وَلِلْاُخْتِ مِنَ الْاَبِ وَالْاُمِّ مَا بَقِيَ وَقَالَا لَهٗ انْطَلِقْ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَاسْاَلْهُ فَاِنَّهٗ سَيُتَابِعُنَا فَاَتٰى عَبْدَ اللّٰهِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ وَاَخْبَرَهٗ بِمَا قَالَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ وَلٰكِنْ اَقْضِيْ فِيْهِمَا كَمَا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاِبْنَةِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ الْاِبْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَلِلْاُخْتِ مَا بَقِيَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ قَيْسٍ الْاَوْدِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَرْوَانَ الْكُوْفِيُّ وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ قَيْسٍ

◆◆ ہزیل بن شرحبیل بیان کرتے ہیں: ایک شخص ابوموسیٰ اور سلیمان بن ربیعہ کے پاس آیا اور ان دونوں حضرات سے ایک بیٹی ایک پوتی اور ایک حقیقی بہن (کے وراثت میں حصے) کے بارے میں دریافت کیا' تو ان دونوں حضرات نے یہ جواب دیا: بیٹی کو نصف حصہ ملے گا' جو باقی بچ جائے گا وہ سگی بہن کو ملے گا پھر ان دونوں حضرات نے اس شخص کو ہدایت کی وہ حضرت عبداللہ

2019- اخرجه البخاری (۱۲/ ۱۸): کتاب الفرائض: باب: میراث ابنة ابن مع ابنه' حدیث (۶۷۳۶)' و ابوداؤد (۲/ ۱۳٤): کتاب الفرائض: باب: ما جاء فی میراث الصلب' حدیث (۲۸۹۰)' و ابن ماجه (۲/ ۹۰۹): کتاب الفرائض: باب: فرائض الصلب' حدیث (۲۷۲۱)' و الدارمی (۲/ ۳٤۸): کتاب الفرائض: باب فی بنت و ابنة ابن واخت لاب و ام' من طریق ابی قیس عن هزیل بن شرحبیل عن ابی موسی الاشعری به۔

کے پاس جائے اوران سے دریافت کرے تو وہ ہمارے جیسا جواب دیں گے'وہ شخص حضرت عبداللہ کے پاس آیا اوران کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا اور یہ بتایا کہ ان دونوں حضرات نے جو جواب دیا ہے' تو حضرت عبداللہ نے فرمایا: (اگر میں یہ جواب دوں) تو پھر تو میں گمراہ ہو جاؤں گا' اور میں ہدایت پانے والا نہ رہوں گا۔ میں اس کے بارے میں وہ فیصلہ دوں گا' جو نبی اکرم ﷺ نے دیا تھا۔ بیٹی کو نصف مال ملے گا پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا تا کہ یہ دونوں مل کر دو تہائی کو مکمل کریں اور باقی بچ جانے والا مال بہن کو مل جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوقیس اودی نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن ثروان کوفی ہے۔ شعبہ نے بھی اس روایت کو ابوقیس کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

وراثت میں ایک بیٹی کے ساتھ پوتی کا حصہ

حدیث باب میں ایک بیٹی کے ساتھ پوتی کا حصہ میراث بیان کیا گیا ہے۔ جب میت کی کوئی بیٹی نہ ہو' تو پوتیاں بیٹیوں کے قائم مقام قرار پاتی ہیں۔ ایک پوتی ہو' تو اسے نصف حصہ ملے گا اور ایک سے زائد ہونے کی صورت میں انہیں دو ثلث ملے گا۔ ایک صلبی بیٹی ہونے کی صورت میں پوتیوں کو چھٹا حصہ ملے گا' اس طرح لڑکیوں کا دو تہائی حصہ پورا ہو جائے گا کیونکہ نصف اور ثلث کا مجموعہ ثلثان بنتا ہے۔ جب لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں تو پوتیاں میراث سے محروم رہیں گی۔ تاہم ان کے ساتھ یا ان کے نیچے کوئی پوتا یا پڑپوتا موجود ہو' تو پوتیاں ان کے ساتھ مل کر عصبہ بالغیر قرار پاتی ہیں اور ذوی الفروض کو حصص دینے کے بعد باقی ماندہ مال وراثت انہیں ملتا ہے۔ ہاں میت کا بیٹا موجود ہونے کی صورت میں پوتیاں محروم رہیں گی کیونکہ بیٹا میت کا اقرب ہے اور قریب کا حق بھی مقدم ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مِيْرَاثِ الْاِخْوَةِ مِنَ الْاَبِ وَالْاُمِّ

باب 5: سگے بھائیوں کی وراثت

2020 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ) وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ وَاِنَّ اَعْيَانَ بَنِي الْاُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِي الْعَلَّاتِ الرَّجُلُ يَرِثُ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ دُوْنَ اَخِيْهِ لِاَبِيْهِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

2020- اخرجه ابن ماجه (۹۰۶/۲): كتاب الوصايا: باب: الدين قبل الوصية، حديث (۲۷۱۵)، (۹۱۵/۲): كتاب الفرائض: باب: ميراث العصبة، حديث (۲۷۳۹)، و احمد (۱۳۱، ۷۹/۱)، و الحميدي (۳۰/۱)، حديث (۵۵، ۵۶)- من طريق ابو اسحاق، عن الحارث، فذكره-

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تم لوگ اس آیت کی تلاوت کرتے ہو:

''یہ اس وصیت کی بعد ہے' جو تم نے کی ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد ہے''۔

جبکہ نبی اکرم ﷺ نے وصیت سے پہلے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا ہے اور حقیقی بھائی وارث ہوں گے' جبکہ علاتی بھائی وارث نہیں ہوں گے۔ آدمی اپنے اس بھائی کا وارث بنتا ہے' جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہو' صرف باپ کی طرف سے شریک بھائی وارث نہیں بن سکتا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

2021 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: قَضٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَعْيَانَ بَنِی الْاُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِی الْعَلَّاتِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ وَّقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِی الْحَارِثِ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا تھا: حقیقی بھائی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے سوتیلے بھائی نہیں ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کو صرف ابواسحٰق سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں' جو حارث کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

بعض اہلِ علم نے حارث کے بارے میں کلام کیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔

شرح

حقیقی بھائیوں کا وراثت میں حصہ

بھائی تین قسم کے ہو سکتے ہیں:

(۱) حقیقی: وہ بھائی ہیں جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے شریک ہوں۔

(۲) علاتی: وہ بھائی ہیں جو صرف باپ کی طرف سے شریک ہوں۔

(۳) اخیافی: وہ بھائی ہیں جو صرف ماں کی طرف سے شریک ہوں۔

پہلے دونوں عصبہ ہیں اور اخیافی بہن بھائی ذوی الفروض سے متعلق ہیں۔ وہ اپنا مقرر شدہ حصہ وصول کریں گے لیکن عصبہ کی صورت میں علاتی بھائی محروم رہیں گے اور حقیقی بھائی وارث ہوں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقی بھائیوں کا میت سے دوہرا رشتہ ہے باپ کی جانب سے اور ماں کی طرف سے بھی جبکہ علاتی بھائیوں کا صرف ایک رشتہ ہے' وہ صرف باپ کی جانب سے ہے۔ علم میراث کا مشہور قاعدہ ہے الاقرب فالاقرب' حقیقی بھائی اقرب ہیں' لہٰذا یہ عصبہ قرار پائیں گے اور وارث بھی بنیں گے جبکہ علاتی

بھائی وراثت سے محروم رہیں گے۔ تاہم حقیقی بھائی موجود نہ ہونے کی صورت میں علاتی بھائی عصبہ قرار پائیں گے۔

سوال: حقیقی اور علاتی بھائی ایک باپ کی اولاد ہوتے ہیں۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے حقیقی بھائی عصبہ بن کر وراثت سے حصہ پاتے ہیں اور علاتی محروم رہتے ہیں؟

جواب: حقیقی بھائی میت سے اقرب کا رشتہ رکھتے ہیں' اس لیے وہ وارث بنتے ہیں جس طرح میت کا باپ اور دادا دونوں موجود ہوں تو باپ وارث بنتا ہے۔ بیٹا اور پوتا دونوں موجود ہونے کی صورت میں صرف بیٹا وارث بنتا ہے۔ اس لیے کہ باپ اور بیٹا دونوں اقرب ہیں۔ حقیقی علاتی باپ کی اولاد ہونے میں دونوں برابر ہیں لیکن اس مقام پر میت بھائی ہے اس کے رشتہ سے حقیقی اقرب بنتے ہیں اور علاتی ابعد قرار پاتے ہیں' لہٰذا حقیقی وارث بنیں گے۔

سوال: اخیافی کا رشتہ صرف ماں کی جانب سے ہوتا ہے' پھر وہ حقیقی اور علاتی بھائیوں سے مل کر وارث کیوں بنتے ہیں؟

جواب: اخیافی ذوی الفروض میں شمار ہوتے ہیں جبکہ حقیقی اور علاتی دونوں عصبہ ہیں' یہ دونوں الگ الگ جہتیں ہیں۔ ان میں علم میراث کا قانون "الاقرب فالاقرب" صرف عصبات میں جاری ہوتا ہے اور ذوی الفروض میں جاری نہیں ہوتا۔

بَاب مِيرَاثِ الْبَنِينَ مَعَ الْبَنَاتِ

باب 6: بیٹیوں کے ساتھ بیٹوں کی وراثت

2022 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي قَيْسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: جَائَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِي وَاَنَا مَرِيضٌ فِي بَنِي سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَيْفَ اَقْسِمُ مَالِي بَيْنَ وَلَدِي فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا فَنَزَلَتْ (يُوْصِيكُمُ اللّٰهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ) الْآيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے میں بنو سلمہ کے محلے میں بیمار تھا میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میں اپنا مال اپنی اولاد کے درمیان کیسے تقسیم کروں تو آپ ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

2022- اخرجه البخاري (۱۰/۱۱۸): كتاب المرضى: باب: عيادة المغمى عليه' حديث (۵۶۵۱)' (۱۲ /۵): كتاب الفرائض: باب: قول الله تعالى: (يوصيكم الله في اولادكم) (النساء: ۱۱)' حديث (۶۷۲۳)' (۱۳ /۳۰۳): كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة: بابا: ما كان النبي صلى الله عليه وسلم سال عما لم ينزل عليه الوحي' حديث (۷۳۰۹)' و مسلم (۳ /۱۲۳۴' ۱۲۳۵): كتاب الفرائض: باب: ميراث الكلالة' حديث (۱۶۱۶/۸'۷'۶'۵)' و ابوداؤد (۲/۱۳۲): كتاب الفرائض: باب: في الكلالة' حديث (۲۸۸۶)' (۲ /۲۰۲): كتاب الجنائز: باب: المشي في العيادة' حديث (۳۰۶۹)' والنسائي (۱/۸۷): كتاب الطهارة: باب: الانتفاع بفضل الوضوء' حديث (۱۳۸)' و ابن ماجه (۱/۴۶۲): كتاب الجنائز: باب: ما جاء في عيادة المريض' حديث (۱۴۳۶)' (۲ /۹۱۱): كتاب الفرائض: باب: الكلالة' حديث (۲۷۲۸)' و احمد (۳ /۲۹۸' ۳۷۳)' و البخاري في الادب المفرد (۵۰۸)' و ابن خزيمة (۱/۵۶)' حديث (۱۰۶)' و الحميدي (۲/۵۱۶)' حديث (۱۲۲۹)' و الدارمي (۱/۱۸۷): كتاب الصلاة و الطهارة: باب: الوضوء بالماء المستعمل' من طريق محمد بن المنكدر' فذكره-

"اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں یہ حکم دیتا ہے: ایک مذکر کو دو مونث جتنا حصہ ملے گا"۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
شعبہ ابن عیینہ اور دیگر راویوں نے اسے محمد بن منکدر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

بَاب مِيْرَاثِ الْاَخَوَاتِ

باب 7: بہنوں کی وراثت کا حکم

2023 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: مَرِضْتُ فَاَتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ فَوَجَدَنِيْ قَدْ اُغْمِيَ عَلَيَّ فَاَتَى وَمَعَهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَهُمَا مَاشِيَانِ فَتَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَّضُوْئِهِ فَاَفَقْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَقْضِي فِيْ مَالِيْ اَوْ كَيْفَ اَصْنَعُ فِيْ مَالِيْ فَلَمْ يُجِبْنِيْ شَيْئًا وَّكَانَ لَهُ تِسْعُ اَخَوَاتٍ حَتّٰى نَزَلَتْ اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ (يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) الْاٰيَةَ قَالَ جَابِرٌ فِيَّ نَزَلَتْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہو گیا' نبی اکرم ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے میرے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے مجھے اس حالت میں پایا کہ مجھ پر بے ہوشی طاری تھی جب آپ میرے پاس تشریف لائے تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ حضرات پیدل آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اپنے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر چھڑکا تو مجھے ہوش آ گیا میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! میں اپنے مال کے بارے میں کیا فیصلہ کروں "راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں" میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں؟ تو آپ ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: اس وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نو بہنیں تھیں' یہاں تک کہ وراثت سے متعلق آیت نازل ہو گئی۔

"لوگ تم سے دریافت کرتے ہیں تم فرما دو! اللہ تعالیٰ کلالہ کے بارے میں تمہیں یہ حکم دیتا ہے"
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

بیٹوں کا بیٹیوں کے ساتھ حصہ وراثت

حدیث باب درحقیقت ارشاد ربانی:
يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الخ کا شان نزول ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیل ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی اولاد میں اپنی دولت کیسے تقسیم کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ دولڑکیوں کے برابر ایک لڑکے کا حصہ ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ بیٹوں کو بیٹیوں کے ساتھ مال وراثت سے دوگنا حصہ ملے گا۔ بالفرض اگر لڑکی کا حصہ وراثت ۴/۱ ہو تو لڑکے کا حصہ وراثت ۲/۱ ہوگا۔

غشیان اور اغماء میں فرق اور اغماء کے اسباب

سوال: غشیان اور اغماء میں کیا فرق ہے؟

جواب: (۱) غشیان اور اغماء دونوں مترادف ہیں

(۲) غشیان میں کم بے ہوشی ہوتی ہے اور اغماء میں زیادہ

(۳) غشیان کمزوری کی وجہ سے ہوتی ہے اور اغماء کے تین اسباب ہیں:

(۱) اغماء: اس میں عقل مغلوب ہو جاتی ہے

(۲) جنون: اس میں مسلوب العقل ہوتا ہے

(۳) نیند: اس میں ستور العقل ہوتا ہے۔

فَصَبَّ عَلَيْهِ وَضُوْئَهٗ کا مفہوم

اس کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(۱) وضوء سے بچا ہوا لوٹے کا پانی گرایا گیا۔

(۲) وضوء میں استعمال شدہ پانی کسی برتن میں جمع کر کے ان پر گرایا گیا۔

کلالہ کی تعریف

وہ شخص ہے، جس کے اصول وفروع (اوت، پوت) نہ ہوں خواہ بہن بھائی موجود ہوں۔

بَابُ فِيْ مِيْرَاثِ الْعَصَبَةِ

باب 8: عصبہ کی وراثت

2024 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

2024- اخرجه البخاری (۱۲/۱۲): كتاب الفرائض: باب: ميراث الولد من ابيه وامه، حديث (۶۷۳۲)، و اطرافه فی: (۶۷۳۵، ۶۷۳۷، ۶۷۴۶) ومسلم (۳/۱۲۳۳): كتاب الفرائض: باب: الحقوا الفرائض باهلها، حديث (۲/ ۱۶۱۵)، و ابو داؤد (۲/۱۳۷): كتاب الفرائض: باب: فی ميراث العصبة، حديث (۲۸۹۸)، وابن ماجه (۲/۹۱۵): كتاب الفرائض: باب: ميراث العصبة، حديث (۲۷۴۰)، و احمد (۱/ ۲۹۲، ۳۱۳، ۳۲۵)، من طرق عبد الله بن طاؤس، عن ابيه، فذكره-

متن حدیث: اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: فرائض ان کے حق داروں کو دو جو باقی بچ جائے وہ قریبی مرد رشتے دار کا ہوگا۔

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے متصل حدیث کے طور پر منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض راویوں نے اِس روایت کو طاؤس کے صاحبزادے کے حوالے سے طاؤس سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

عصبات کا حصہ وراثت

لغوی اعتبار سے عصبات سے مراد وہ لوگ ہیں جو باپ کی طرف سے میت کے رشتہ دار ہوں۔ علم میراث کی اصطلاح کے مطابق ''عصبات'' سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے حصص وراثت متعین نہ ہوں۔ تاہم ذوی الفروض کو ان کے مقرر کردہ حصص دینے کے بعد جو مال وراثت باقی بچتا ہے وہ انہیں دیا جاتا ہے۔ اگر اصحاب فرائض بالکل نہ ہوں تو تمام مال وراثت انہیں ملتا ہے۔

عصبات کی تین اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔عصبہ بنفسہ: وہ مرد ہے' جو کسی عورت کے واسطہ کے بغیر میت سے رشتہ داری رکھتا ہو مثلاً چچا کا بیٹا

۲۔عصبہ بغیرہ: اس سے مراد وہ خواتین ہیں جن کا مقرر کردہ حصہ نصف یا دو تہائی ہو۔ یہ عورتیں اپنے بھائیوں سے مل کر عصبہ بنتی ہیں اور بطور عصوبت حصہ پاتی ہیں۔

۳۔عصبہ مع غیرہ: اس سے مراد وہ خاتون ہے' جو دوسری عورت سے مل کر عصبہ بن جاتی ہے' جس طرح حقیقی بہن یا باپ شریک بہن بیٹی کی موجودگی میں عصبہ بنتی ہے۔

سوال: بیٹے صرف عصبات ہیں جبکہ باپ اور دادا عصبات ہیں اور ذوی الفروض بھی' ایسا کیوں ہے؟

جواب: بیٹوں کو عصبات اس لیے بنایا گیا ہے کہ انہیں زیادہ سے زیادہ مال وراثت سے حصہ ملے' کیونکہ ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصص دینے کے بعد باقی ماندہ مال وراثت سب کا سب بیٹوں کو ملے گا۔ باپ اور دادا دوسرے درجہ کے عصبات ہیں' لہٰذا انہیں بھی کچھ نہ کچھ حصہ ملنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں عصبات بنایا گیا ہے اور ذوی الفروض بھی۔ میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں باقی ماندہ مال وراثت انہیں ملے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مِيْرَاثِ الْجَدِّ

باب 9: دادا کی وراثت

2025 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ يَحْيٰى عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ ابْنِيْ مَاتَ فَمَا لِيْ فِيْ مِيْرَاثِهِ قَالَ لَكَ السُّدُسُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ لَكَ سُدُسٌ اٰخَرُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ قَالَ اِنَّ السُّدُسَ الْاٰخَرَ طُعْمَةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے مجھے اس کی وراثت میں سے کیا ملے گا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں چھٹا حصہ ملے گا۔ جب وہ مڑ کر گیا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: تمہیں دوسرا چھٹا حصہ بھی ملے گا' جب وہ مڑ کر جانے لگا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: دوسرا چھٹا حصہ تمہیں اضافی طور پر ملے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

دادا کا میراث میں حصہ

دادا باپ کے قائم مقام ہوتا ہے: ذوی الفروض میں شامل ہونے کی وجہ سے اسے چھٹا حصہ ملے گا اور عصبات میں داخل ہونے کی وجہ سے مزید چھٹا حصہ وراثت پائے گا۔ گویا کل حصہ وراثت ثلث وصول کرے گا۔ تاہم میت کا باپ موجود ہونے کی صورت میں دادا محروم رہے گا اس لیے کہ میت کے رشتہ میں باپ اقرب ہے۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو مال وراثت سے چھٹا بتایا اور دوبارہ اسے طلب کر کے پھر چھٹا بتا دیا' آپ نے پہلی بار ہی دونوں کو جمع کر کے ثلث حصہ کیوں نہ بتایا؟

جواب: اگر دونوں حصوں کو جمع کر کے سائل کو ثلث (تیسرا حصہ) بتایا جاتا تو اس حصہ کی فرضیت کا گمان ہوتا' حالانکہ پہلا سدس ذوی الفروض سے ہونے کی وجہ سے بتایا اور دوسرا سدس اس کے عصبہ ہونے کے باعث بتایا گیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2025- اخرجه ابو داؤد (۲/۱۳٦): كتاب الفرائض: باب: ما جاء في ميراث الجد' حديث (۲۸۹٦) و احمد (٤/٤۲۸' ٤۳٦) من طريق همام بن يحيى' عن قتادة' عن الحسن: فذكره-

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مِیْرَاثِ الْجَدَّةِ

باب 10: دادی یا نانی کی وراثت کا حکم

2026 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ قَالَ مَرَّةً قَالَ قَبِیْصَةُ وَقَالَ مَرَّةً رَجُلٌ عَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ ذُؤَیْبٍ

متنِ حدیث: قَالَ جَائَتِ الْجَدَّةُ اُمُّ الْاُمِّ وَاُمُّ الْاَبِ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَتْ اِنَّ ابْنَ ابْنِیْ اَوِ ابْنَ بِنْتِیْ مَاتَ وَقَدْ اُخْبِرْتُ اَنَّ لِیْ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ حَقًّا فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ مَا اَجِدُ لَكِ فِی الْکِتَابِ مِنْ حَقٍّ وَّمَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی لَكِ بِشَیْءٍ وَّسَاَسْاَلُ النَّاسَ قَالَ فَسَاَلَ النَّاسَ فَشَهِدَ الْمُغِیْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهَا السُّدُسَ قَالَ وَمَنْ سَمِعَ ذٰلِكَ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ فَاَعْطَاهَا السُّدُسَ ثُمَّ جَائَتِ الْجَدَّةُ الْاُخْرَی الَّتِیْ تُخَالِفُهَا اِلٰی عُمَرَ

قَالَ سُفْیَانُ وَزَادَنِیْ فِیْهِ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ وَلَمْ اَحْفَظْهُ عَنِ الزُّهْرِیِّ وَلٰکِنْ حَفِظْتُهُ مِنْ مَعْمَرٍ

آثارِ صحابہ: اَنَّ عُمَرَ قَالَ اِنِ اجْتَمَعْتُمَا فَهُوَ لَکُمَا وَاَیَّتُکُمَا انْفَرَدَتْ بِهٖ فَهُوَ لَهَا

◆◆ حضرت قبیصہ بن ذویب بیان کرتے ہیں: دادی یا شاید نانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور بولی: میرا پوتا (راوی کو شک ہے شاید) نواسہ فوت ہو گیا ہے مجھے یہ پتا چلا ہے: اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق مجھے بھی اس میں کوئی حصہ ملے گا' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے بارے میں حصے کا حکم مجھے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں ملا۔ میں نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کی زبانی بھی کوئی بات نہیں سنی۔ تاہم میں اس بارے میں تمہارے حق میں کوئی فیصلہ کرتا ہوں۔ میں لوگوں سے اس بارے میں دریافت کر لیتا ہوں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ گواہی دی کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسی رشتہ دار خاتون کو چھٹا حصہ عطا کیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تمہارے ہمراہ کس نے اس حدیث کو سنا ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ایسی خاتون کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ پھر ایک اور دادی یا نانی حضرت عمر کے پاس آئی۔

سفیان نامی راوی بیان کرتے ہیں: معمر نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس میں کچھ اضافہ نقل کیا ہے' جو مجھے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یاد نہیں ہے۔ لیکن مجھے معمر کے حوالے سے یاد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: اگر تم دونوں اکٹھی ہو جاؤ تو یہ تم دونوں کو ملے گا' اور تم میں سے جو بھی اکیلی ہوگی یہ اس کو ملے گا۔

2027 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ خَرَشَةَ عَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ ذُؤَیْبٍ قَالَ جَائَتِ الْجَدَّةُ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ تَسْاَلُهٗ مِیْرَاثَهَا قَالَ فَقَالَ لَهَا مَا لَكِ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ

2026-اخرجه مالك في (الموطا) (۲/۵۱۳): كتاب الفرائض: باب: ميراث الجدة، حديث (٤)، و ابو داؤد (۲/۱۳٦): كتاب الفرائض: باب: في ميراث الجدة، حديث (۲۸۹٤)، و ابن ماجه (۲/۹۰۹، ۹۱۰): كتاب الفرائض: باب: ميراث الجدة، حديث (۲۷۲٤)، من طريق الزهري، قال مرة: قال قبيصة، وقال مرة: عن رجل عن قبيصة بن ذؤيب۔

شَیْءٌ وَّمَا لَكِ فِیْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَیْءٌ فَارْجِعِیْ حَتّٰی اَسْاَلَ النَّاسَ فَسَاَلَ النَّاسَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهَا السُّدُسَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَاَنْفَذَهُ لَهَا اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْاُخْرٰی اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ تَسْاَلُهُ مِيْرَاثَهَا فَقَالَ مَا لَكِ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ شَیْءٌ وَّلٰكِنْ هُوَ ذَاكَ السُّدُسُ فَاِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيْهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا وَاَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهٖ فَهُوَ لَهَا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَفِی الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَهٰذَا اَحْسَنُ وَهُوَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ

حضرت قبیصہ بن ذویب بیان کرتے ہیں: ایک دادی یا نانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے وراثت کے بارے میں دریافت کیا' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تمہارے لیے کوئی حصہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنت میں بھی تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔ تم واپس جاؤ! میں لوگوں سے اس بارے میں دریافت کروں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا' تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا جب آپ نے ایسی رشتہ دار خاتون کو چھٹا حصہ عطا کیا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا تمہارے علاوہ اور بھی تمہارے ساتھ کوئی اس کی گواہی دے گا' تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسی کی مانند ذکر کیا جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس خاتون رشتہ دار کے بارے میں اس حکم کو نافذ کر دیا۔

پھر ایک اور دادی یا نانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے اپنی وراثت کے بارے میں دریافت کیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تمہارے لیے کوئی حصہ نہیں ہے لیکن یہ چھٹا حصہ ہے اگر تم دونوں اس میں اکٹھی ہو جاتی ہو تو یہ تم دونوں کو ملے گا' اور اگر تم دونوں میں سے کوئی ایک بھی ہو تو یہ اسے مل جائے گا۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

یہ روایت ابن عیینہ کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

دادی کا وراثت میں حصہ

عربی زبان میں دادی اور نانی دونوں کو ''جدہ'' کہا جاتا ہے۔ جدہ کی دو اقسام ہیں' جو درج ذیل ہیں:

۱- جدہ صحیحہ: وہ مؤنث اصل بعید ہے' جس کا میت سے رشتہ ملانے کے لیے جد فاسد کے واسطہ کی ضرورت پیش نہ آئے۔ مثلاً باپ کی ماں اور دادا کی ماں۔ یہ ذوی الفروض سے متعلق ہوتی ہے۔

۲- جد فاسد: وہ مذکر اصل بعید ہے' جس کا میت کے ساتھ رشتہ ملانے کے لیے کسی مؤنث کے واسطہ کی ضرورت پیش آئے مثلاً نانا کی ماں۔ یہ ذوی الارحام سے متعلق ہوتی ہے۔ جب جدہ صحیحہ کا کوئی حاجب نہ ہو' تو اسے وراثت کا چھٹا حصہ ملتا ہے خواہ وہ پدری ہو یا مادری اور خواہ وہ ایک ہو یا زیادہ ہوں تو سب کو چھٹا ملے گا (یعنی چھٹے حصہ میں سب شریک ہوں گی)

فائدہ نافعہ: ماں موجود ہونے کی وجہ سے تمام جدات ساقط قرار پاتی ہیں' وہ خواہ مادری ہوں یا پدری۔ باپ کے موجود ہونے

کی وجہ صرف پدری جدات (دادیاں) ساقط قرار پاتی ہیں اور مادری جدات (نانیاں) ساقط نہیں ہوتیں۔

نوٹ: قوانین علم الفرائض کے لحاظ سے دادی اور نانی دونوں کے احکام یکساں ہیں لہٰذا نانی کا حصہ وراثت الگ سے بتانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مِيْرَاثِ الْجَدَّةِ مَعَ ابْنِهَا

باب 11: باپ کی موجودگی میں دادی کی وراثت کا حکم

2028 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: قَالَ فِي الْجَدَّةِ مَعَ ابْنِهَا اِنَّهَا اَوَّلُ جَدَّةٍ اَطْعَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُسًا مَعَ ابْنِهَا وَابْنُهَا حَيٌّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

آثارِ صحابہ: وَقَدْ وَرَّثَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَدَّةَ مَعَ ابْنِهَا وَلَمْ يُوَرِّثْهَا بَعْضُهُمْ

◄► حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باپ کی موجودگی میں دادی کے بارے میں فرماتے ہیں: سب سے پہلی دادی جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے اس کے بیٹے کی موجودگی میں فیصلہ دیا تھا اسے چھٹا حصہ دیا گیا تھا جبکہ اس کا بیٹا زندہ تھا۔

ہم اس روایت کو ''مرفوع'' ہونے کے طور پر صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے بعض حضرات نے میت کے باپ کی موجودگی میں میت کی دادی کو حصہ دیا ہے جبکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے وارث قرار نہیں دیا۔

شرح

باپ کی موجودگی میں دادی کا میراث میں حصہ

پوتا فوت ہو جائے جبکہ میت کا باپ اور جدہ دونوں موجود ہوں تو جدہ کو وراثت سے کتنا حصہ ملے گا؟ اس سوال کا جواب حدیث باب میں دیا گیا ہے کہ اس صورت میں جدہ کو چھٹا حصہ ۱/۶ ملے گا۔ محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان اختلاف تھا۔ تاہم جمہور صحابہ اور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ اس صورت میں دادی کو حصہ نہیں ملے گا۔ میت کی ماں کی موجودگی میں دادی اور نانی دونوں محروم رہیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مِيْرَاثِ الْخَالِ

باب 12: ماموں کی وراثت

2029 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ

متن حدیث: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِلٰى اَبِیْ عُبَيْدَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مَوْلٰى مَنْ لَّا مَوْلٰى لَهٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ كَرِبَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا تھا: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ اور اس کے رسول اس شخص کے مولیٰ ہیں جس کا کوئی مولیٰ نہ ہو اور ماموں اس کا وارث ہوگا جس کا کوئی وارث نہ ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2030 اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: اَلْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ اَرْسَلَهٗ بَعْضُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

آثار صحابہ: وَاخْتَلَفَ فِيْهِ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَرَّثَ بَعْضُهُمُ الْخَالَ وَالْخَالَةَ وَالْعَمَّةَ

مذاہب فقہاء: وَاِلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ ذَهَبَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ تَوْرِيْثِ ذَوِی الْاَرْحَامِ وَاَمَّا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَلَمْ يُوَرِّثْهُمْ وَجَعَلَ الْمِيْرَاثَ فِیْ بَيْتِ الْمَالِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ماموں اس کا وارث بنے گا جس کا اور کوئی وارث نہ ہو۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

بعض راویوں نے اسے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا اور اس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں کیا۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے بعض حضرات نے ماموں، خالہ اور پھوپھی کو وارث قرار دیا ہے۔

ذوی الارحام کو وارث قرار دینے کے بارے میں اکثر اہل علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔

جہاں تک حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو انہوں نے انہیں وارث قرار نہیں دیا ایسی صورت میں وہ مال میراث کو بیت المال میں جمع کروانے کا حکم دیتے ہیں۔

2029- اخرجه ابن ماجه (٢/٩١٤): كتاب الفرائض: باب: ذوی الارحام، حديث (٢٧٣٧) و احمد (١/٢٨، ٤٦) من طريق عبد الرحمٰن بن الحارث بن عياش بن ابی ربيعة، عن حكيم بن حكيم بن عباد، عن ابی امامة، فذكره-

2030- تفرد به الترمذی و اخرجه النسائی فی (الكبرى) كما فی (التحفة) (١١/٤٢٥ - ٤٣٦)-

شرح

ماموں کا وراثت میں حصہ

ماموں کا شمار ذوی الارحام میں ہوتا ہے۔ ذوی الارحام سے مراد میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کا قرآن وحدیث میں مقرر حصہ نہ ہو نہ اجماع سے متعین ہوا اور نہ وہ عصبات میں سے ہوں مثلاً خالہ ماموں پھوپھی اور نواسہ وغیرہ۔

ذوی الارحام کی توریث کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا موقف یہ ہے کہ ذوی الفروض اور عصبات نہ ہونے کی صورت میں ذوی الارحام کو ترکہ دیا جائے گا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا نظریہ بھی یہی ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف یہ تھا کہ ذوی الارحام کو ترکہ نہیں دیا جائے گا۔ کوئی وارث نہ ہونے کی صورت میں مال وراثت بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور وہاں سے غرباء ومساکین پر خرچ کیا جائے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف بھی یہی تھا۔

سوال: مشہور حدیث ہے کہ انبیاء کرام نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ مورث' یہ روایت دوسری حدیث باب سے متعارض ہے؟

جواب: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ وہ میت جس کا کوئی وارث نہ ہو میں اس کا وارث ہوں یعنی اس (میت) کا مال وراثت بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور وہاں سے غرباء پر صرف کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الَّذِيْ يَمُوْتُ وَلَيْسَ لَهُ وَارِثٌ

باب 13: جو شخص فوت ہو جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو

2031 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ عَنْ مُّجَاهِدٍ وَّهُوَ ابْنُ وَرْدَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ مَوْلًى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَعَ مِنْ عِذْقِ نَخْلَةٍ فَمَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوْا هَلْ لَهُ مِنْ وَّارِثٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَادْفَعُوْهُ اِلٰى بَعْضِ اَهْلِ الْقَرْيَةِ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کا آزاد کردہ ایک غلام کھجور کے درخت سے گر کر فوت ہو گیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دیکھو! اس کا کوئی وارث ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کوئی نہیں ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کا مال اس کی بستی والوں کو دے دو۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث "حسن" ہے۔

2031- اخرجه ابو داؤد (٢/ ١٢٨): كتاب الفرائض: باب: في ميراث ذوي الارحام' حديث (٢٩٠٢)' و ابن ماجه (٢/ ٩١٣): كتاب الفرائض: باب: ميراث الولاء' حديث (٢٧٣٣)' و احمد (٦/ ١٣٧' ١٨١)- من طريق عبد الرحمن بن الاصبهاني' عن مجاهد بن وردان' عن عروة' فذكره-

شرح

لاوارث کی وراثت کا مسئلہ

مال وراثت میں بالترتیب تصرف یوں ہوگا کہ سب سے قبل اس سے کفن دفن کا اہتمام کیا جائے گا۔ بعدازاں میت کا قرضہ ادا کیا جائے گا (اگر ہوتو) پھر تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی (اگر اس نے کی ہو) باقی ماندہ ترکہ ورثاء میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ ذوی الفروض کو ان کے حصص دیے جائیں گے۔ بعدازاں عصبات کو حصص فراہم کیے جائیں گے پھر ذوی الارحام کو اور اس کے بعد مولی الموالات کو حصہ دیا جائے گا۔ اگر ان ورثاء میں سے کوئی موجود نہ ہو تو وہ آدمی وارث قرار پائے گا جس کے بارے میں میت نے اپنے غیر سے نسب کا اعتراف واقرار کیا ہو مثلاً اس نے کسی کو اپنا بھائی یا چچا وغیرہ قرار دیا ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو پھر میت کی اس وصیت کو پورا کیا جائے گا جو اس نے تہائی مال سے زائد یا کل مال وراثت کے بارے میں کی ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو کل مال وراثت بیت المال میں جمع کیا جائے گا جو غرباء، مساکین اور دیگر مستحقین میں خرچ کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فائدہ نافعہ: چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام مورث نہیں ہوتے لیکن وارث ہوتے ہیں۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وارث ہونے کی حیثیت سے غلام کا سامان دیہات کے غریب کو دینے کا حکم دیا اور وارث کو ترکہ میں تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے۔

بَابُ فِي مِيْرَاثِ الْمَوْلَى الْاَسْفَلِ

باب 14: غلام کو وراثت دینا

2032 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مَاتَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا اِلَّا عَبْدًا هُوَ اَعْتَقَهُ فَاَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيْرَاثَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ وَلَمْ يَتْرُكْ عَصَبَةً اَنَّ مِيْرَاثَهُ يُجْعَلُ فِيْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص فوت ہو گیا اس کا کوئی وارث نہیں تھا صرف ایک غلام تھا جسے اس نے آزاد کیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وراثت اس غلام کو دے دی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے: جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کا کوئی عصبہ رشتہ دار نہ ہو تو اس کی وراثت

2032- اخرجه ابو داؤد (۱۳۹/۲): كتاب الفرائض؛ باب: في ميراث ذوي الارحام، حديث (۲۹۰۵)، و ابن ماجه (۹۱۵/۲): كتاب الفرائض؛ باب: من لا وارث له، حديث (۲۷۴۱)، واحمد (۲۲۱/۱، ۳۵۸)، و الحميدي (۲۴۱/۱)، حديث (۵۲۳)- من طريق عمرو بن دينار، عن عوسجة، فذكره-

بیت المال میں جمع کروادی جائے گی۔

شرح

آزادشدہ غلام کا ترکہ میں حصہ

آئمہ اربعہ کا اس مسئلہ میں اتفاق واجماع ہے کہ لاوارث آدمی کا ترکہ کسی فردواحد کونہیں دیا جائے گا بلکہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور وہاں سے غرباء ومساکین اور دیگر مستحقین پر صرف کیا جائے گا۔

سوال: حدیث باب سے ثابت ہے کہ لاوارث شخص کا ترکہ کسی غلام کو دیا جاسکتا ہے اور آئمہ اربعہ اسے ناجائز قرار دیتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اصل مسئلہ یہی ہے کہ لاوارث میت کا ترکہ کسی کو نہ دیا جائے بلکہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔ لاوارث کا ترکہ بیت المال میں جمع کرانے کے بجائے غلام کو دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ نہایت غریب وحاجتمند تھا اور اس کی ضرورت پوری کرنا مقصود تھی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وارث ہونے کی حیثیت سے خصوصی تصرف فرماتے ہوئے ایسا کیا تھا یا یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِبْطَالِ الْمِيْرَاثِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ

باب 15: مسلمان اور کافر کے درمیان وراثت کا حکم جاری نہیں ہوگا

2033 سندِحدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ

اسنادِدیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ نَحْوَهُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: هٰكَذَا رَوَاهُ مَعْمَرٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَحْوَ هٰذَا وَرَوٰى مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَحَدِيْثُ مَالِكٍ وَّهَمٌ

2033-اخرجه البخارى (٧/٦٠٦): كتاب المغازى: باب: اين ركز النبى صلى الله عليه وسلم الراية يوم الفتح' حديث (٤٢٨٣)' (١٢/٥٧): كتاب الفرائض: باب: لا يرث المسلم الكافر' ولا الكافر المسلم' حديث (٦٧٦٤)' ومسلم (٣/١٢٣٣): كتاب الفرائض: حديث (١/١٦١٤)' و ابوداؤد (٢/١٤٠): كتاب الفرائض: باب: هل يرث المسلم الكافر' حديث (٢٩٠٩)' و ابن ماجه (٢/٩١١' ٩١٢): كتاب الفرائض: باب: ميراث اهل الاسلام من اهل الشرك' حديث (٢٧٢٩' ٢٧٣٠)' واحمد (٥/٢٠٠' ٢٠١' ٢٠٨)' والحميدى (١/٢٤٨)' حديث (٥٤١)' والدارمى (٢/٣٧٠): كتاب الفرائض: باب: فى ميراث اهل الشرك و اهل الاسلام' من طريق الزهرى' عن على بن الحسين' عن عمرو بن عثمان' فذكره-

وَهِمَ فِيهِ مَالِكٌ وَّقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مَالِكٍ فَقَالَ عَنْ عَمْرِو ابْنِ عُثْمَانَ وَاَكْثَرُ اَصْحَابِ مَالِكٍ قَالُوْا عَنْ مَالِكٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ

توضیح راوی: وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ هُوَ مَشْهُوْرٌ مِّنْ وَّلَدِ عُثْمَانَ وَلَا يُعْرَفُ عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَاخْتَلَفَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ مِيْرَاثِ الْمُرْتَدِّ فَجَعَلَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الْمَالَ لِوَرَثَتِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَرِثُهٗ وَرَثَتُهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

حدیث دیگر: وَاحْتَجُّوْا بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ

◆◆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوگا' اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

معمر اور دیگر راویوں نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام زین العابدین کے حوالے سے عمرو بن عثمان کے حوالے سے' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت میں وہم ہے اس کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو وہم ہوا ہے۔

بعض راویوں نے اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ بات بیان کی ہے: یہ عمرو بن عثمان سے منقول ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر شاگردوں نے اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عمرو بن عثمان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

عمرو بن عثمان بن عفان مشہور راوی ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

جبکہ عمر بن عثمان نامی راوی کا ہمیں علم نہیں ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔

اہلِ علم نے مرتد شخص کی وراثت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم نے ایسے شخص کا مال اس کے مسلمان وارثوں کو دیا ہے۔ جبکہ بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: مسلمان اس کے وارث نہیں ہوں گے۔

ان حضرات نے دلیل کے طور پر اس حدیث کو پیش کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بن سکتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ

باب 16: دو مختلف مذاہب کے لوگ، آپس میں وارث نہیں بنیں گے

2034 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: دو مذہبوں سے تعلق رکھنے والے افراد ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس کے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے طور پر صرف ابن ابی لیلیٰ کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ اِبْطَالِ مِيْرَاثِ الْقَاتِلِ

باب 17: قاتل کو وراثت میں حصہ نہیں ملے گا

2035 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْقَاتِلُ لَا يَرِثُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا يَصِحُّ لَا يُعْرَفُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاِسْحٰقُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ فَرْوَةَ قَدْ تَرَكَهُ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مِنْهُمْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْقَاتِلَ لَا يَرِثُ كَانَ الْقَتْلُ عَمْدًا اَوْ خَطَاً وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا كَانَ الْقَتْلُ خَطَاً فَاِنَّهُ يَرِثُ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قاتل وارث نہیں بنے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت مستند نہیں ہے یہ صرف اسی سند کے حوالے سے منقول ہے۔

اسحٰق بن عبداللہ نامی راوی کو اہلِ علم نے ترک کر دیا ہے جن میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے یعنی قاتل وارث نہیں بن سکتا خواہ قتل، خطا کے طور پر ہو یا عمد کے طور پر۔

2035- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۸۸۳): كتاب الديات: باب: القاتل لا يرث، حديث (۲٦٤٥)، (۲/ ۹۱۳): كتاب الفرائض: باب: ميراث القاتل، حديث (۲۷۳۵) من طريق الزهري، عن حميد بن عبد الرحمن فذكره.

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر قتل خطا کے طور پر ہو تو قاتل وارث بنے گا۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

شرح

مسلمان اور کافر کا باہم ایک دوسرے کا وارث نہ ہونا

وارث کو میراث سے محروم کرنے والے اسباب پانچ ہیں جنہیں موافق ارث بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:
۱۔ قتل: جب کوئی بالغ اپنے مورث کو ظلماً قتل کر ڈالے تو قاتل میراث سے محروم رہے گا۔ نوٹ: قتل کی پانچ اقسام ہیں:
(۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قتل شبہ خطا (۵) قتل بالسبب۔
پہلی چار قسموں میں قاتل، مقتول کی وراثت سے محروم رہے گا۔ پانچویں قسم (قتل بالسبب) میں قاتل وراثت سے محروم نہیں رہے گا۔

۲۔ اختلاف دین: جب وارث کافر ہو اور مورث مسلمان ہو یا وارث مسلمان ہو اور مورث کافر ہو، دونوں باہم ایک دوسرے کی وراثت سے محروم رہیں گے۔ اس کی دلیل حدیث باب ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کافر اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔'' علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتّٰى (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۴۰۲۸) دو مختلف دین والے باہم وارث نہیں ہو سکتے۔

۳۔ اندھی موت: کسی حادثہ کا شکار ہو کر ایسے رشتہ دار لوگ مر جائیں جو باہم شرعی طور پر ایک دوسرے کے وارث بن سکتے ہوں لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کون فوت ہوا ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے۔

۴۔ اختلاف دارین: وارث اور مورث دونوں ایسے مختلف ملکوں کے باشندے ہوں کہ ان کی افواج الگ الگ ہوں اور وہ ایک دوسرے کے خون کو حلال قرار دیتے ہوں۔
نوٹ: یہ حکم غیر مسلم لوگوں کا ہے جبکہ مسلمان باہم وارث بنیں گے۔

۵۔ مرتد ہونا: اگر کوئی مسلمان شخص اسلام چھوڑ کر کفر کو اختیار کر لے تو اسے مرتد کہا جاتا ہے اور اس فعل کو ارتداد کہا جاتا ہے۔ مسلمان مرتد کا وارث بنے گا لیکن مرتد مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ارتداد موت کے قائم مقام ہے۔ زندہ شخص میت کا وارث بنتا ہے لیکن میت زندہ کی وارث نہیں بن سکتی۔ مرتد کی دولت مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ یہ حکم اس مال کا ہے، جو مرتد نے حالت اسلام میں کمایا تھا۔

فائدہ نافعہ: جو دولت اس نے حالت ارتداد میں کمائی ہو، اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں:
(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مال فَی ہے، لہٰذا اسے بیت المال میں جمع کرایا جائے گا، جو مستحقین پر خرچ ہو گا۔
(۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ مرتد کی تمام دولت خواہ اس نے حالت اسلام میں کمائی یا حالت ارتداد میں وہ بیت المال میں جمع کرائی جائے گی۔

(۳) حضرات صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی یہ دولت بھی مسلمانوں میں تقسیم کی جائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مِيْرَاثِ الْمَرْاَةِ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا

باب 18: شوہر کی دیت میں سے بیوی کو وراثت میں حصہ ملے گا

2036 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عُمَرُ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَلَا تَرِثُ الْمَرْاَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا فَاَخْبَرَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ الْكِلَابِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلَيْهِ اَنْ وَّرِّثِ امْرَاَةَ اَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: دیت کی ادائیگی خاندان کے ذمے ہوگی اور کوئی بھی عورت اپنے شوہر کی دیت میں سے کسی چیز کی وارث نہیں ہوگی' تو ضحاک بن سفیان کلابی نے انہیں یہ بات بتائی کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں خط میں لکھا تھا: وہ اشیم ضبابی کی اہلیہ کو ان کے شوہر کی دیت میں وارث بنائیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

زوج کی دیت میں بیوی کا حصہ

شوہر قتل ہو جانے کی صورت میں بیوی جس طرح مال وراثت سے حصہ لے گی اس کی دیت سے بھی حصہ وصول کرے گی اور دیت خاندان کے ذمہ ہوگی۔ عقل کا تقاضا ہے کہ بیوی کو دیت سے کوئی حصہ نہ ملے کیونکہ شوہر کی موت واقع ہونے سے نکاح ختم ہو گیا اور دیت کے وجوب کا مسئلہ اختتام نکاح کے بعد پیش آیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسئلہ کی اسی صورت کے مطابق فتویٰ جاری کیا تھا۔ تاہم اس مسئلہ کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے کہ عورت جب تک حالت عدت میں ہوتی ہے اس کا نکاح بھی باقی رہتا ہے۔ اس طرح دیت بھی حالت نکاح میں واجب ہوئی' لہٰذا بیوی مال وراثت کی طرح دیت سے بھی حصہ وصول کرے گی۔ یہ حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ اور ان کے نام جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکتوب ارسال کیا تھا' اس کا مضمون بھی یہی تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس روایت کا علم ہوا تو انہوں نے یہ قانون بنا دیا تھا کہ بیوی شوہر کی وراثت کی طرح اس کی دیت سے بھی حصہ وصول کرے گی۔

2036- اخرجه ابوداؤد (۲/۱٤٤): كتاب الفرائض: باب: في المراة ترث من دية زوجها' حديث (۲۹۲۷)' و ابن ماجه (۲/۸۸۳): كتاب الديات: باب: الميراث من الدية' حديث (۲۶٤۲)' من طريق سفيان بن عيينة عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب' به۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْاَمْوَالَ لِلْوَرَثَةِ وَالْعَقْلَ عَلَى الْعَصَبَةِ

باب 19: وراثت وارثوں کو ملے گی اور دیت کی ادائیگی عصبہ رشتہ داروں کے ذمہ ہوگی

2037 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِي جَنِينِ امْرَاَةٍ مِّنْ بَنِي لِحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ ثُمَّ اِنَّ الْمَرْاَةَ الَّتِي قُضِيَ عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَاَنَّ عَقْلَهَا عَلٰى عَصَبَتِهَا

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَرَوٰى يُونُسُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَمَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بنولحیان سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کے پیٹ میں موجود بچے کے بارے میں ایک غلام یا کنیز تاوان کے طور پر ادا کرنے کا فیصلہ کیا تھا جو بچہ مردہ پیدا ہوا تھا۔ پھر جس عورت کے خلاف تاوان کی ادائیگی کا فیصلہ دیا گیا تھا اس کا انتقال ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا کہ اس کی وراثت اس کے بچوں اور شوہر کو ملے گی اور اس کی طرف سے دیت کی ادائیگی اس کے خاندان والوں کے ذمے لازم ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے سعید بن مسیب کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" طور پر بھی روایت کیا ہے۔

شرح

وراثت ورثاء کے لیے اور دیت خاندان پر واجب ہونا

اس مسئلہ پر آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ مقتول کی وراثت صرف ورثاء کو ملے گی اور اس کی دیت خاندان کے ذمہ ہوگی۔ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جب خاندان نے دیت ادا کرنے کی مشقت برداشت کرنی ہے تو وراثت بھی اسے ملنی چاہیے لیکن ایسا نہیں ہے۔ حدیث باب میں بھی حقیقت پر مبنی مسئلہ کی صراحت موجود ہے۔

فائدہ نافعہ: وراثت اور دیت دونوں میں نمایاں فرق ہے۔ وراثت کا مدار ہمدردی تعاون اور تناصر ہے۔ خاندان کے لوگ

2037- اخرجه البخاری (۱۲/ ۲۵): كتاب الفرائض: باب: ميراث المراة و الزوج مع الولد و غيره، حديث (۶۷۴۰)، (۱۲/ ۳۶۳): كتاب الديات: باب: جنين المراة و ان العقل علي الوالد و عصبة الوالد لا علي الولد، حديث (۶۹۰۹، ۶۹۱۰)، و مسلم (۳/ ۱۳۰۹): كتاب القسامة: باب: دية الجنين، وجوب الدية في قتل الخطا، حديث (۳۵، ۱۶۸۱/۳۶)، و النسائي (۸/ ۴۸، ۴۹): كتاب القسامة: باب: دية جنين المراة، حديث (۴۸۱۸، ۴۸۲۰، ۴۸۲۱)- من طريق سعيد بن المسيب-

باہم نفع وضرر کو اپنا نفع اور نقصان سمجھتے ہیں اور باہم نصرت و مدد اور دفاع ضرر کرتے ہیں' یا یہی وجہ وہی وراثت کے حقدار قرار پاتے ہیں۔ دیت کی بنیاد برائی سے روکنے پر ہے' ہاتھ پکڑ کر روکنے کے باوجود لوگ نواہی سے نہ روکیں تو سزا کے مستحق بھی وہی ہوں گے۔ وہ سزا یہ ہے کہ جب کوئی شخص قتل کا ارتکاب کرتا ہے تو قبیلہ کے تمام لوگ اس کی طرف سے مقتول کی دیت ادا کریں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مِیْرَاثِ الَّذِیْ یُسْلِمُ عَلٰی یَدَیِ الرَّجُلِ

باب 20: جو شخص کسی دوسرے کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے

2038 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَابْنُ نُمَیْرٍ وَّوَکِیْعٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَوْهَبٍ وَّقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ تَمِیْمٍ الدَّارِیِّ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا السُّنَّةُ فِی الرَّجُلِ مِنْ اَهْلِ الشِّرْكِ یُسْلِمُ عَلٰی یَدَیْ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ اَوْلَی النَّاسِ بِمَحْیَاهُ وَمَمَاتِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ

اختلافِ سند: وَّیُقَالُ ابْنُ مَوْهَبٍ عَنْ تَمِیْمٍ الدَّارِیِّ وَقَدْ اَدْخَلَ بَعْضُهُمْ بَیْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ وَّبَیْنَ تَمِیْمٍ الدَّارِیِّ قَبِیْصَةَ بْنَ ذُؤَیْبٍ وَّلَا یَصِحُّ رَوَاهُ یَحْیَی بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ عُمَرَ وَزَادَ فِیْهِ قَبِیْصَةَ بْنَ ذُؤَیْبٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ عِنْدِیْ لَیْسَ بِمُتَّصِلٍ وقَالَ بَعْضُهُمْ یُجْعَلُ مِیْرَاثُهٗ فِیْ بَیْتِ الْمَالِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ

حدیثِ دیگر: وَاحْتَجَّ بِحَدِیْثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْتَقَ

◆◆ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: وہ مشرک شخص جو کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیتا ہے اس کے بارے میں حکم کیا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی زندگی اور موت میں دیگر سب لوگوں کے مقابلے میں وہ زیادہ مستحق ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس روایت کو صرف عبداللہ بن وہب کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام ابن موہب ہے۔ انہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

بعض راویوں نے عبداللہ بن وہب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے درمیان قبیصہ بن ذویب نامی راوی کا اضافہ نقل کیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔

اسی کو یحییٰ بن حمزہ نے عبدالعزیز بن عمر کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں قبیصہ بن ذویب کا ذکر ہے۔

اہل علم کے نزدیک اس روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔ میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں ہے۔

2038- اخرجه ابوداؤد (۳/۱۴۳): کتاب الفرائض: باب: فی الرجل مسلم علی یدی الرجل' حدیث (۲۹۱۸) وابن ماجه (۲/۹۱۹): کتاب الفرائض: باب: الرجل یسلم علی یدی الرجل' حدیث (۲۷۵۲) و احمد (۴/۱۰۲' ۱۰۳) والدارمی (۲/۳۷۷): کتاب الفرائض: باب: فی الرجل یوالی الرجل- من طریق عبد اللّٰه بن موهب' عن عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز' فذکره-

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: ایسے شخص کی وراثت کو بیت المال میں جمع کروا دیا جائے گا۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔
''ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے''۔

شرح

مولی الموالات کی وراثت میں مذاہب آئمہ

مولی الموالات ایک خاص دوستی ہے جو اس طرح کی جاتی ہے کہ جس شخص کا کوئی وارث موجود نہ ہو وہ دوسرے آدمی سے یوں کہتا ہے: تم میرے مولیٰ (ذمہ دار۔ضامن) بن جاؤ کہ میں تمہیں اپنا وارث قرار دیتا ہوں جب مجھ سے کوئی ایسا فعل صادر ہو جائے جس کے سبب دیت واجب ہو تو وہ آپ ادا کریں گے اور دوسرا آدمی اسے بخوشی قبول کرے۔ اس معاہدہ کو ''عقد موالات'' اور قبول کرنے والے کو ''مولیٰ الموالات'' کہا جاتا ہے۔ یہ دوستی کا معاہدہ طرفین سے بھی ہو سکتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے مولی الموالات اور وارث قرار پائیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ معاہدہ قابل اعتبار و معتبر ہے۔ عقد موالات کی چند شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) عقد موالات کرنے والا آزاد ہو (۲) عاقل ہو (۳) بالغ ہو (۴) کسی کا آزاد کردہ غلام نہ ہو (۵) پہلے کسی سے عقد موالات کرنے والا نہ ہو (۶) عقد موالات میں وراثت و دیت کی وضاحت ہو۔ تاہم معاہدہ کو قبول کرنے والے کے لیے صرف ایک شرط ہے وہ عاقل ہونا ہے۔

آپ نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۗ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۗ ۔(النساء:۳۳) اور ہر وہ مال جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں ہم نے وارث متعین کر دیے ہیں اور جن لوگوں سے تم معاہدہ کرتے ہو ان کو ان کا حصہ دو۔'' مطلب یہ ہے کہ ورثاء کی موجودگی میں ''عقد موالات'' معتبر نہیں ہوگا اور رشتہ دار لوگ ہی وارث قرار پائیں گے۔ جب کوئی وارث نہ ہو تو عقد موالات معتبر ہوگا اور وارث وہ شخص ہوگا جس سے عقد موالات کیا گیا ہو۔

جب کوئی خوش نصیب آدمی اسلام قبول کرتا ہے۔ وہ اپنے خاندان سے الگ ہو جاتا ہے اور وقتی طور پر بے سہارا ہوتا ہے۔ جس کے ہاتھ پر وہ قبول اسلام کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ اس سے عقد موالات کرتا ہے تو جائز ہے جس کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا ہو وہ اس کا وارث بنے گا۔ حدیث باب بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہے۔

حضرت امام شافعی حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ''عقد موالات'' کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے موقف پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: ''اِنَّمَا الْوِلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ'' بیشک ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔'' دیگر آئمہ کا کہنا ہے کہ مولی الموالات وارث نہیں ہوگا بلکہ ترکہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا جو حسب ضرورت مستحقین پر خرچ کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف کے مطابق اس روایت میں جو ولاء کا حصہ کیا گیا ہے وہ خاص ہے یعنی

ولاءِ عتاقہ ہے' جو صرف آزاد کرنے والے کو ملے گی۔ مولی الموالات کو جو میراث دی جاتی ہے اس کا مدار الگ ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسلمان کرنے والے آدمی نے نومسلم کو کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کیا اور گویا اس نے مردہ شخصیت کو زندہ کیا' پھر نومسلم نے کوئی وارث نہ ہونے کی وجہ سے اس سے عقد موالات کیا ہے۔ وہ تا حیات نومسلم کی معاونت و مدد بھی کرتا رہا ہے اور اس کی حیات و ممات کے زیادہ قریب ہے۔ اگر نومسلم کا کوئی بھی وارث نہ ہوتا تو اس کا ترکہ بیت المال میں جمع ہوتا لیکن اب اس نے عقد مولی الموالات کیا ہے تو اس کا اعتبار ہوگا جس کے ہاتھ پر اس نے قبول اسلام کیا تھا اور معاہدہ بھی کیا تھا وراثت اسے ملے گی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي اِبْطَالِ مِيْرَاثِ وَلَدِ الزِّنَا

باب 21: ناجائز اولاد وارث نہیں ہوگی

2039 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :

متنِ حدیث: اَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ اَوْ اَمَةٍ فَالْوَلَدُ وَلَدُ زِنًا لَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ ابْنِ لَهِيعَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ وَلَدَ الزِّنَا لَا يَرِثُ مِنْ اَبِيْهِ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر کوئی شخص کسی آزاد عورت یا کسی کنیز کے ساتھ زنا کرے تو بچہ ولد الزنا شمار ہوگا' نہ وہ کسی کا وارث ہوگا' اور نہ کوئی اس کا وارث ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن لہیعہ کے علاوہ دیگر راویوں نے اس روایت کو عمرو بن شعیب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بچہ اپنے باپ کا وارث نہیں بن سکتا۔

شرح

ناجائز اولاد کا وارث نہ ہونا

تمام آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زنا سے نسب جاری نہیں ہوتا' صحت نسب توریث کی بنیاد ہے' لہٰذا زانی اور اس کی اولاد کے درمیان سلسلہ توریث جاری نہ ہوگا۔ اگر زانی اپنی اولاد کو عطیہ یا تحفہ دے گا' وہ اس کی مالک قرار پائے گی۔ غیر مسلم ممالک میں بیت المال قائم نہیں ہے' وہاں زنا کی اولاد بیت المال کا مصرف بن سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَّرِثُ الْوَلَاءَ

باب 22: کون شخص ولاء کا وارث بنے گا

2040 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

2039- اخرجه ابن ماجه (۲/۹۱۷): كتاب الفرائض: باب: في ادعاء الولد: حديث (۲۷۴۵) من طريق عمرو بن شعيب' عن ابيه' فذكره۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: يَرِثُ الْوَلَاءَ مَنْ يَّرِثُ الْمَالَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ولاء کا وارث وہ شخص بنے گا' جو مال کا وارث ہو گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی سند قوی نہیں ہے۔

شرح

ولاء کا وارث کون بنے گا؟

آزاد شدہ غلام فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی وراثت کا مالک کون ہو گا؟ اس بارے میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ سب سے قبل ذوی الفروض کو وراثت ملے گی۔ بعد میں عصبہ نسبی کو دی جائے گی۔ ان میں سے کوئی موجود نہ ہو' تو عصبہ نسبی یعنی آزاد کنندہ کو ملے گی اور وہ موجود نہ ہو' تو آزاد کنندہ کے ورثاء کو ملے گی۔ عورتوں کو ولاء سے حصہ نہیں ملے گا مگر آزاد کنندہ عورت ہو تو اسے حصہ ملے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يَرِثُ النِّسَآءُ مِنَ الْوَلَاءِ

باب 23: خواتین' ولاء کی وارث نہیں ہوں گی

2041 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ اَبُوْ مُوْسَى الْمُسْتَمْلِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ رُؤْبَةَ التَّغْلَبِيُّ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ النَّصْرِيِّ عَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَلْمَرْاَةُ تَحُوْزُ ثَلَاثَةَ مَوَارِيْثَ عَتِيْقَهَا وَلَقِيْطَهَا وَوَلَدَهَا الَّذِىْ لَاعَنَتْ عَلَيْهِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا يُعْرَفُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ حَرْبٍ

◄► حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عورت تین (قسم کے) ترکوں کی وارث ہوتی ہے اپنے آزاد کیے ہوئے غلام کے ترکے کی' جس بچے کو اس نے اٹھا کر پالا ہو اس کی (وارث بنتی ہے) اور اس کی وہ اولاد جس کے حوالے سے اس نے اپنے شوہر کے ساتھ لعان کیا ہو۔

یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کے محمد بن حرب سے منقول ہونے کو صرف اس سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2041- اخرجه ابوداؤد (۲ / ۱۳۹)؛ کتاب الفرائض؛ باب: میراث ابن الملاعنة؛ حدیث (۲۹۰۶) و ابن ماجه (۲ / ۹۱۶)؛ کتاب الفرائض؛ باب: تحوز المراة ثلاث مواریث؛ حدیث (۲۷۴۲) و احمد (۳ / ۴۹۰، ۱۰۶)؛ من طریق عبد الواحد بن عبد الله النصری؛ فذکرہ۔

شرح

خواتین کو ولاء سے حصہ ملنے کی صورتیں

آزاد شدہ غلام فوت ہو جانے پر اس کے مال وراثت کو ''ولاء'' کہا جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آٹھ صورتوں میں خواتین کو ولاء سے حصہ مل سکتا ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) خواتین نے غلام کو آزاد کیا ہو (۲) خواتین کے آزاد کیے ہوئے غلام نے آگے کسی غلام کو آزاد کیا ہو۔ (۳) خواتین نے کسی غلام کو اپنا مکاتب بنایا ہو۔ (۴) خواتین کے مکاتب نے آگے مزید کسی کو مکاتب بنایا ہو (۵) خواتین نے کسی غلام کو مدبر قرار دیا ہو۔ (۶) خواتین کے مدبر نے آگے کسی کو مدبر بنایا ہو (۷) خواتین کے آزاد کردہ غلام نے ولاء حاصل کی ہو (۸) خواتین کے آزاد کردہ غلام کے آزاد غلام نے ولاء حاصل کی ہو۔

حدیث باب کے مطابق وہ عورت جس نے بچہ کے بارے میں اپنے شوہر سے لعان کیا ہو اور نکاح کا تعلق ختم کر دیا ہو اور بچے کا نسب ماں کے ساتھ جوڑا گیا ہو' تو وہ بچہ اور ماں ایک دوسرے کے وارث قرار پائیں گے۔

سوال: حدیث باب کے مطابق عورت لقیط یعنی پڑے ہوئے بچے کی میراث بھی سمیٹتی ہے' اس طرح عورتوں کے ولاء سمیٹنے کی دس صورتیں ہونی چاہیے؟

جواب: محدثین نے لقیط میں توریث کی صورت کو بیت المال کے مصرف پر محمول کیا ہے' اس طرح کل صورتیں دس نہیں بلکہ نو ہوئیں۔

كِتَابُ الْوَصَايَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

وصیت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

لفظ: الوصایا' وصیۃ کی جمع ہے۔ وصیت پختہ عہد ہوتا ہے' جو ورثاء موصی کے مرنے کے بعد پورا کرتے ہیں۔ عام طور پر وصیت تبرع ہے یعنی موصی کسی منفعت کے بغیر کسی کو کوئی چیز پیش کرتا ہے۔ یہ تبرعات چار قسم کی ہو سکتی ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) صدقہ: اس تبرع سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مقصود ہے۔

(۲) ہدیہ: اس تبرع سے اس شخص کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے جسے چیز پیش کی گئی ہو۔

(۳) وصیت: کوئی شخص مرتے وقت اپنے رشتہ سے یہ معاہدہ کر لیتا ہے کہ میری وراثت سے اتنا حصہ فلاں شخص کو بطور تعاون دیا جائے۔

(۴) وقف: باقی رہنے والی جائیداد کو اس طرح محفوظ کر دینا کہ اس کے منافع لوگوں کے لیے صدقہ جاریہ ہوں۔

وصیت کی حکمت: کائنات کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے لیکن انسان اشرف المخلوقات ہے' اس لیے اسے مالک مجازی بنایا گیا ہے۔ اس ملکیت کے سبب انسانوں میں اختلافات' جھگڑے' عداوتیں اور قتل و غارت کے بازار گرم ہوتے ہیں۔ انسان کے علاوہ دوسری مخلوق یعنی چرند اور پرند وغیرہ میں تملیک کا سلسلہ جاری نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ صرف انسان اپنے مملوکہ مال و متاع کی وصیت کرنے کا مجاز ہے۔

وصیت صرف ثلث مال کی اور غیر وارث کے لیے جائز ہونا: انسان اپنی زندگی میں اپنے ثلث مال یا اس سے کم مال کی وصیت کرنے کا مجاز ہے' اس سے زائد یا کل مال کی وصیت جائز نہیں ہے' بلکہ باطل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ورثاء کی حق تلفی اور نقصان ہوگا۔ وہ عمل جس کے سبب کسی کی حق تلفی یا نقصان ہو' وہ ممنوع و حرام ہے۔ یہ وصیت بھی غیر وارث کے حق میں جائز ہے' کیونکہ وارث کے حق میں وصیت کرنے سے ورثاء میں نفرت اور عداوت پیدا ہوگی۔

وصیت کے ارکان: وصیت کے ارکان تین ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- موصی (وصیت کنندہ): اس کے لیے شرط یہ ہے کہ عاقل و بالغ ہو اور وصیت غلطی سے یا جبراً یا مذاق سے نہ کی ہو۔ علاوہ ازیں وہ مال کے برابر مقروض بھی نہ ہو۔

۲- موصیٰ لہ (جس کے حق میں وصیت کی گئی ہو): اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وصیت کے وقت وہ بقید حیات ہو' مالک بننے کا اہل ہو' اس نے موصی کو عملاً قتل نہ کیا ہو اور موصیٰ لہ معلوم ہو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔

۳- موصیٰ بہ (جس بات کے بارے میں وصیت کی گئی ہو): اس کے لیے شرط یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں وصیت کی ہو

وہ ملکیت میں آ سکتی ہو خواہ وہ مال و زر ہو یا منفعت ہو۔ وصیت کے وقت موصیٰ بہ کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ البتہ موصی بہ کا صرف ایک تہائی ہونا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ علم

فائدہ نافعہ: وصیت کے دو درجات ہیں:

(۱) واجب: اگر کسی شخص کے ذمہ قرض ہو یا کوئی حق ہو، تو وصیت کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر مصارف خیر سے متعلق ہو مثلاً کسی غریب یا عزیز یا یتیم کی مالی معاونت مقصود ہو، تو وصیت کرنا مستحب ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ

باب 1: ایک تہائی مال کے بارے میں وصیت کرنا

2042 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: مَرِضْتُ عَامَ الْفَتْحِ مَرَضًا اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَاَتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ مَالًا كَثِيْرًا وَّلَيْسَ يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَتِيْ اَفَاُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اِنْ تَدَعْ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً اِلَّا اُجِرْتَ فِيْهَا حَتّٰى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ امْرَاَتِكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِيْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ بَعْدِيْ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تُرِيْدُ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ رِفْعَةً وَّدَرَجَةً وَّلَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ اللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهٗ لَيْسَ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّوْصِيَ بِاَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ وَقَدِ اسْتَحَبَّ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنَ الثُّلُثِ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ

2042-اخرجه مالك في (الموطا) (۲/۷۶۳): كتاب الوصية: باب: الوصية في الثلث لا تتعدى، حديث (۱۴)، و البخاري (۳/۱۹۶): كتاب الجنائز: باب: رثاء النبي صلى الله عليه وسلم سعد بن خولة، حديث (۱۲۹۵)، و مسلم (۳/۱۲۵۰، ۱۲۵۱): كتاب الوصية: باب: الوصية بالثلث، حديث (۵/۱۶۲۸)، و ابوداؤد (۲/۱۲۵): كتاب الوصايا: باب: ماجاء فيما يجوز للموصي في ماله، حديث (۲۸۶۴)، و النسائي (۶/۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳): كتاب الوصايا: باب: الوصية بالثلث، حديث (۳۶۲۶، ۳۶۲۷، ۳۶۲۸، ۳۶۲۹، ۳۶۳۰، ۳۶۳۱)، و ابن ماجه (۲/۹۰۳، ۹۰۴): كتاب الوصايا: باب: الوصية بالثلث، حديث (۲۷۰۸)، و احمد (۱/۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۶، ۱۷۹، ۱۸۴)، و البخاري في (الادب المفرد) (۵۱۷)، و الحميدي (۱/۳۶)، حديث (۶۶)، و الدارمي (۲/۴۰۷): كتاب الوصايا: باب: الوصية بالثلث، و عبد بن حميد (۷۵، ۷۶)، حديث (۱۳۳)، من طريق عامر بن سعد، فذكره-

◄► عامر بن سعد اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' غزوۂ فتح مکہ کے سال میں بیمار ہو گیا اتنا بیمار ہوا کہ موت کے قریب پہنچ گیا نبی اکرم ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس بہت سا مال ہے اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے کیا میں اپنے تمام مال کی (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے) کی وصیت کر دوں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں' میں نے عرض کی: اپنے دو تہائی مال کے بارے میں وصیت کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں میں نے عرض کی: نصف مال کے بارے میں کر دوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں' میں نے عرض کی: ایک تہائی کے بارے میں کر دوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک تہائی کے بارے میں کر دو' ویسے ایک تہائی بھی زیادہ ہے تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم انہیں غریب چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں' تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا' یہاں تک کہ جو کچھ بھی تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (تمہیں اس کا بھی اجر ملے گا)۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں اپنی ہجرت میں پیچھے رہ جاؤں گا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میرے بعد بھی زندہ رہو گے' اور ایسا عمل کرو گے جس کے ذریعے تم اللہ کی رضا چاہو گے' اور اس کے نتیجے میں تمہاری قدر و منزلت اور مرتبے میں اضافہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے: تم میرے بعد بھی زندہ رہو اور بہت سے لوگ تم سے نفع حاصل کریں' اور بہت سے لوگوں کو تمہارے ذریعے نقصان حاصل ہو (پھر آپ ﷺ نے دعا کی) ''اے اللہ! میرے ساتھیوں کی ہجرت کو برقرار رکھ اور انہیں ایڑھیوں کے بل واپس نہ لوٹا''۔

(پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) لیکن سعد بن خولہ پر افسوس ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ان پر افسوس کا اظہار اس لیے کیا کیونکہ ان کا انتقال مکہ میں ہو گیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر سند کے ہمراہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی آدمی کو اپنے مال کے بارے میں ایک تہائی سے زیادہ وصیت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ بعض اہلِ علم نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے: ایک تہائی سے بھی کم مال کی وصیت کرے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک تہائی بھی زیادہ ہے۔

شرح

تہائی مال کی وصیت جائز ہونا

فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تہائی مال یا اس سے کم مال کی وصیت کرنا جائز ہے لیکن اس سے زائد یا کل مال کی وصیت ممنوع ہے۔ یہ قانون فطرت ہے کہ جب کوئی شخص علالت کا شکار ہوتا ہے اور اسے موت دکھائی دیتی ہے تو ورثاء کی نظریں مال وراثت کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔ ورثاء کا حق متعلق ہو جاتا ہے اور اغیار کے نام وصیت کر کے ورثاء کو اس سے مایوس کرنا درست نہیں ہے' البتہ اگر کسی کی غمخواری یا مالی اعانت یا صدقہ جاریہ مقصود ہو' تو تہائی مال کی وصیت جائز رکھی گئی ہے۔ تاہم جب کوئی بھی شخص وراثت کا حقدار موجود نہ ہو' تو کل مال کی وصیت کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ کسی کا قرض نہ دینا ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الضِّرَارِ فِي الْوَصِيَّةِ

باب 2: وصیت میں (کسی وارث کو) ضرر پہنچانا

2043 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْاَةُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ سِتِّيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ

ثُمَّ قَرَاَ عَلَيَّ اَبُوْ هُرَيْرَةَ (مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَّصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ) اِلٰى قَوْلِهٖ (ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الَّذِىْ رَوٰى عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ جَابِرٍ هُوَ جَدُّ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيِّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کوئی مرد یا کوئی عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہتے ہیں پھر جب موت ان کے قریب آتی ہے تو وہ وصیت میں وارثوں کو نقصان پہنچاتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کے لیے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے میرے سامنے یہ آیت پڑھی۔

''وصیت کے بعد جو کی گئی ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد کوئی نقصان پہنچائے بغیر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے''۔

یہ آیت یہاں تک ہے ''یہ بڑی کامیابی ہے''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

نصر بن علی جنہوں نے اسے اشعث بن جابر کے حوالے سے نقل کیا ہے یہ نصر جہضمی کے دادا ہیں۔

شرح

وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانے کی وعید

وصیت کرتے وقت ورثاء کو نقصان پہنچانا گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔ بذریعہ وصیت نقصان پہنچانے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) تہائی مال سے زائد یا کل مال کی وصیت کرنا

2043- اخرجه ابو داؤد (۲/۱۳۶، ۱۳۷): كتاب الوصايا: باب: كراهية الاضرار بالوصية، حديث (۲۸٦۷)، و ابن ماجه (۲/۹۰۲): كتاب الوصايا: باب: الحيف فى الوصية، حديث (۲۷۰٤)، و احمد (۲/۲۷۸) من طريق الاشعث بن عبد الله بن جابر، عن شهر بن حوشب، فذكره۔

(۲) کسی وارث کے حق میں وصیت کرنا

(۳) نوٹ: یہ دونوں صورتیں نا قابل عمل اور شرعاً باطل ہیں

(۳) مرض موت کے دوران کسی وارث یا غیر وارث کو مال بطور عطیہ دینا

(۴) اپنی زندگی میں اپنے ورثاء میں سے بعض کو زیادہ بعض کو کم مال دینا اور یا بعض کو محروم کرنا۔

اس نقصان کی وعید حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ خواہ کوئی شخص زندگی بھر اطاعت الٰہی اور اسلامی اصولوں کی پابندی کرتا رہا مگر وصیت کے وقت وہ ورثاء کو نقصان پہنچائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ علاوہ ازیں ایک حدیث میں بایں الفاظ وعید بیان کی گئی ہے:

مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثَ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۳۰۷۸)

''جس شخص نے اپنے وارث کو وراثت سے محروم کیا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جنت کی وراثت سے محروم کردے گا''۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَثِّ عَلَى الْوَصِيَّةِ

باب 3: وصیت کی ترغیب دینا

2044 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَا حَقُّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَلَهٗ مَا يُوْصِيْ فِيْهِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس مسلمان کے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو: جس کے بارے میں وہ وصیت کرسکتا ہو تو اسے اس بات کا حق حاصل نہیں ہے: کہ دو راتیں گزر جائیں (اور اس نے وصیت نہ لکھی ہو) اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے' سالم کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔

2044- اخرجه مالك في (الموطأ) (٢/٧٦١): كتاب الوصايا: باب: الامر بالوصية، حديث (١)، و البخاري (٥/٤١٩): كتاب الوصايا: باب: الوصايا، وقول النبي صلى الله عليه وسلم وصية الرجل مكتوبة عنده، حديث (٢٧٣٨)، ومسلم (٣/١٢٤٩): كتاب الوصية، حديث (١٦٢٧/١)، و ابو داؤد (٢/١٢٥): كتاب الوصايا: باب: ما جاء فيما يؤمر به من الوصية، حديث (٢٨٦٢)، وابن ماجه (٢/٩٠١): كتاب الوصايا: باب: الحث على الوصية، حديث (٢٦٩٩)، و النسائي (٦/٢٣٨، ٢٣٩): كتاب الوصايا: باب: الكراهية في تاخير الوصية، حديث (٣٦١٥، ٣٦١٦، ٣٦١٧)، واحمد (٢/٥٠، ٥٧، ٨٠، ١١٣)، والحميدي (٢/٣٠٦) حديث (٦٩٧)، والدارمي (٢/٤٠٣): كتاب الوصايا: باب: من استحب الوصية، من طريق نافع، فذكره۔

شرح

وصیت کی اہمیت وترغیب

حدیث باب میں وصیت کرنے کی ترغیب واہمیت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اس نظریہ کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ ابھی زندگی کافی ہے بڑھاپا آئے گا۔ موت کا وقت قریب آنے پر وصیت کر دی جائے گی اور قبل از وقت وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نظریہ اور فکر بالکل باطل ہے کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے اور یہ جوانی بڑھاپے اور مرض کا انتظار نہیں کرتی لہٰذا وصیت نامہ تیار کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ تعمیل سے کام لیتے ہوئے فوراً مرتب کرنا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُوصِ

باب 4: نبی اکرم ﷺ نے کوئی وصیت نہیں کی تھی

2045 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ قَطَنٍ عَمْرُو بْنُ الْهَيْثَمِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ لِابْنِ اَبِىْ اَوْفٰى اَوْصٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قُلْتُ كَيْفَ كُتِبَتِ الْوَصِيَّةُ وَكَيْفَ اَمَرَ النَّاسَ قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ

◆◆ طلحہ بن مصرف بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ نے کوئی وصیت کی تھی۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں میں نے کہا: لوگوں پر وصیت کیوں لازم کی گئی ہے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کا حکم کیوں دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے اللہ کی کتاب (پر عمل پیرا رہنے کی) وصیت کی تھی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف مالک بن مغول کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

وصیت کرنا کتاب اللہ پر عمل ہے

حدیث باب کے مطابق جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت نہیں فرمائی تو یہ مامور بہ کیسے ہوئی؟

جواب: (۱) اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد موجود ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت کے بارے میں لب کشائی کی

2045- اخرجه البخاری (٥/ ٤٢٠): كتاب الوصايا: باب: الوصايا، و قول النبی صلی الله عليه وسلم وصية الرجل مكتوبة عنده- حديث (٢٧٤٠) و طرفاه فی: (٤٤٦٠، ٥٠٢٢) و مسلم (٣/ ١٢٥٦): كتاب الوصية: باب: ترك الوصية لمن ليس له شیء يوصی فيه، حديث (١٦ ١٦٣٤/١٧) و النسائی (٦/ ٢٤٠): كتاب الوصايا: باب: هل اوصی النبی صلی الله عليه وسلم ؟ حديث (٣٦٢٠) و ابن ماجه (٢/ ٩٠٠): كتاب الوصايا: باب: هل اوصی رسول الله صلی الله عليه وسلم ؟ حديث (٢٦٩٦) و احمد (٤/ ٣٥٤، ٣٥٥، ٣٨١) و الحميدی (٢/ ٣١٥) حديث (٧٢٢) و الدارمی (٢/ ٤٠٣): كتاب الوصايا: باب: من لم يوص من طريق مالك بن مغول عن طلحة بن مصرف، فذكره۔

ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرہ:۱۸۰) تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اور کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کے لیے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔"

(۲) حدیث باب میں دنیوی وصیت کی نفی ہے نہ کہ مطلق وصیت کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی وصیت ایک نہیں بلکہ کثیر فرمائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور وصیت کے الفاظ یہ ہیں: تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ رَسُوْلِهِ (الحدیث) میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم ان پر عمل پیرا رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ ایک کتاب اللہ (قرآن کریم) اور دوسری چیز اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت ہے۔"

ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی وصیت نہیں فرمائی کیونکہ یہ وصیت آپ کی شایان شان نہیں تھی مگر دینی وصایا کثیر تعداد میں فرمائی تھیں جو مستند کتب احادیث میں موجود ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

باب 5: وارث کے لیے وصیت نہیں ہوتی

2046 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا شُرَحْبِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: فِيْ خُطْبَتِهٖ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطٰى لِكُلِّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ وَمَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ التَّابِعَةُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ مِّنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا ثُمَّ قَالَ الْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَّالْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَّالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ وَّالزَّعِيْمُ غَارِمٌ

فی الباب: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ خَارِجَةَ وَأَنَسٍ

حکمِ حدیث: وَهُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: وَرِوَايَةُ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ وَأَهْلِ الْحِجَازِ لَيْسَ بِذٰلِكَ فِيْمَا تَفَرَّدَ بِهٖ

2046- اخرجه ابوداؤد (۲/ ۱۲۷): كتاب الوصايا: باب: ما جاء في الوصية للوارث' حديث (۲۸۷۰) (۲/ ۳۱۹): كتاب البيوع: باب: في تضمين العارية' حديث (۳۵۶۵) وابن ماجه (۱/ ۶۴۷): كتاب النكاح: باب: الولد للفراش وللعاهر الحجر' حديث (۲۰۰۷) و (۲/ ۷۷۰): كتاب التجارات: باب: ما للمرأة من مال زوجها' حديث (۲۲۹۵) (۲/ ۸۰۱' ۸۰۲): كتاب الصدقات: باب: العارية' حديث (۲۳۹۸) (۲/ ۸۰۴): كتاب الصدقات: باب: الكفالة' حديث (۲۴۰۵) (۲/ ۹۰۵): كتاب الوصايا: باب: لا وصية لوارث' حديث (۲۷۱۳) واحمد (۵/ ۲۶۷) من طريق شرحبيل بن مسلم الخولاني' فذكره-

لِاَنَّهٗ رَوٰی عَنْهُمْ مَنَاكِيْرَ وَرِوَايَتُهٗ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ اَصَحُّ هٰكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ اَصْلَحُ حَدِيْثًا مِّنْ بَقِيَّةَ وَلِبَقِيَّةَ اَحَادِيْثُ مَنَاكِيْرُ عَنِ الثِّقَاتِ وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ زَكَرِيَّا بْنَ عَدِيٍّ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ خُذُوْا عَنْ بَقِيَّةَ مَا حَدَّثَ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا تَاْخُذُوْا عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ مَا حَدَّثَ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا عَنْ غَيْرِ الثِّقَاتِ

◄► حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبے کے دوران یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے' تو وارث کے لیے وصیت نہیں ہوگی بچہ شوہر کا ہوگا' اور زنا کرنے والا محروم ہوگا اور ان لوگوں کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا' اور جو شخص خود کو اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف منسوب کرے یا اپنے آزاد کرنے والے آقا کی بجائے کسی اور کی طرف منسوب کرے' تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی جو قیامت تک چلتی رہے گی۔

کوئی بھی عورت اپنے گھر سے اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر کچھ خرچ نہ کرے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ کھانے کی چیز بھی نہیں' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ ہمارے اموال میں سے سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے' آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: مانگی ہوئی چیز' دوہنے کے لیے ادھار لیے ہوئے جانور کو واپس کیا جائے' قرض واپس کیا جائے اور ضامن اس چیز کا ذمہ دار ہوگا جس چیز کی اس نے ضمانت دی ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عمرو بن خارجہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے دیگر اسناد کے ہمراہ بھی نقل کی گئی ہے۔

اسماعیل بن عیاش نے اہلِ عراق اور اہلِ حجاز سے جو روایات نقل کی ہیں وہ زیادہ مستند نہیں ہیں۔ بطورِ خاص وہ روایات جنہیں نقل کرنے میں وہ منفرد ہیں کیونکہ ان کے حوالے سے منکر روایات منقول ہیں تاہم انہوں نے اہلِ شام کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں وہ مستند ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے یہی بات بیان کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے احمد بن حسن کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسماعیل بن عیاش نامی راوی بقیہ کے مقابلے میں زیادہ مستند روایات نقل کرتے ہیں: کیونکہ بقیہ نے ثقہ راویوں کے حوالے سے بہت سی منکر روایات نقل کی ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن (یعنی امام دادمی) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' وہ فرماتے ہیں: میں نے زکریا بن عدی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ابواسحٰق فزاری نے یہ بات بیان کی ہے: بقیہ نے ثقہ راویوں سے جو

روایات نقل کی ہیں انہیں حاصل کرلو لیکن اسماعیل بن عیاش جو بھی حدیث بیان کرے خواہ وہ ثقہ راوی کے حوالے سے بیان کرے یا غیر ثقہ راوی کے حوالے سے بیان کرے اسے اختیار نہ کرو۔

2047 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ خَارِجَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ عَلٰى نَاقَتِهٖ وَاَنَا تَحْتَ جِرَانِهَا وَهِيَ تَقْصَعُ بِجِرَّتِهَا وَاِنَّ لُعَابَهَا يَسِيْلُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اَعْطٰى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ وَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ وَّالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَمَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوِ انْتَمٰى اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ رَغْبَةً عَنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا

قَالَ: وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَّا اُبَالِيْ بِحَدِيْثِ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ فَوَثَّقَهُ وَقَالَ اِنَّمَا يَتَكَلَّمُ فِيْهِ ابْنُ عَوْنٍ ثُمَّ رَوٰى ابْنُ عَوْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِيْ زَيْنَبَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر خطبہ دیا میں اس کی گردن کے نیچے کھڑا تھا اور وہ جگالی کر رہی تھی اس کا لعاب میرے کندھوں کے درمیان گر رہا تھا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لیے وارث کے لیے وصیت نہیں ہوگی اور بچہ شوہر کا ہوگا' اور زنا کرنے والے کو محرومی ملے گی۔ اور جو شخص خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے' یا اپنے آزاد کرنے والے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے' اُن سے منہ پھیرتے ہوئے' تو اُس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اُس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کرے گا۔

احمد بن حسن کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں شہر بن حوشب کی نقل کردہ روایت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے شہر بن حوشب کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے اس کی توثیق کی' اور بولے: ابن عون نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے' لیکن پھر ابن عون نے ہلال بن ابوزینب کے حوالے سے شہر بن حوشب سے روایات نقل کی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2047- اخرجه النسائي (٦/٢٤٧): كتاب الوصايا: باب: ابطال الوصية للوارث، حديث (٣٦٤١، ٣٦٤٢، ٣٦٤٣)، و ابن ماجه (٢/٩٠٥): كتاب الوصايا: باب: لا وصية لوارث، حديث (٢٧١٢)، واحمد (٤/١٨٦، ٢٣٨، ٢٣٩)، و الدارمي (٢/٢٤٤): كتاب السير: باب: في الذي ينتمي الى غير مواليه، (٢/٤١٩): كتاب الوصايا: باب: الوصية للوارث، من طريق شهر بن حوشب، عن عبد الرحمن بن غنم، فذكره۔

شرح

وارث کے حق میں وصیت کرنے کی ممانعت

عہد جہالت میں تقسیم وراثت کے حوالے سے معقول قوعد وضوابط نہیں تھے بلکہ اس کا مدار صرف وصیت پر تھا۔ لوگ وصیت کرتے وقت وراثت کے حقداروں کے حقوق کو پیش نظر نہیں رکھتے تھے۔ ورثاء کو محروم کردیتے یا کم حصہ دیتے اور دوسرے لوگوں کو نواز دیتے تھے۔ اس ظلم وزیادتی کے سدباب اور اصلاح کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ اسلام نے علم میراث کے حوالے سے جامع نظام فراہم کیا اور ظلم کا خاتمہ کردیا۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۚ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (النساء:۱۱) "اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ پھر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے زیادہ تو ان کو ترکہ کی دو تہائی۔ اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا۔ میت کے والدین میں سے ہر ایک کو اس کے ترکہ کا چھٹا حصہ اگر میت کی اولاد ہو، اگر اس کی اولاد نہ ہو اور والدین چھوڑے تو ماں کا تہائی حصہ ہوگا۔ اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد پورا کرنے اس وصیت کے جو اس نے کی ہو اور قرض ادا کرنے کے۔ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کو کیا علم کہ ان میں سے تمہارے کون زیادہ کام آئے گا۔ یہ حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

احادیث باب اور نص قرآنی سے عیاں ہو جاتا ہے کہ وصیت صرف ثلث مال کی روا ہے اور وہ بھی غیر ورثاء میں سے کسی کے بارے میں کی جاسکتی ہے لیکن کسی وارث کے حق میں وصیت کرنا منع ہے، کیونکہ اس سے دیگر ورثاء کی حق تلفی ہوگی۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کے نظام میراث میں تمام لوگوں کے حقوق کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور کسی کی حق تلفی نہیں کی گئی۔

بَابُ مَا جَآءَ يُبْدَأُ بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ

باب 6: وصیت (پوری کرنے) سے پہلے قرض ادا کیا جائیگا

2048 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيِّ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ وَاَنْتُمْ تُقِرُّوْنَ الْوَصِيَّةَ قَبْلَ الدَّيْنِ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهٗ يُبْدَاُ بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وصیت (پوری کرنے) سے پہلے قرض ادا کرنے کا فیصلہ دیا

2048- اخرجه ابن ماجه (۹۰٦/۲): كتاب الوصايا: باب: الدين قبل الوصية ' حديث (۲۷۱۵) ' (۹۱۵/۲): كتاب الفرائض: باب: باب ميراث العصبة' حديث (۲۷۳۹) ' واحمد (۷۹/۱ ' ۱۳۱ ' ۱٤٤) ' و الحميدى (۳۰/۱ ' ۳۱) ' حديث (۵۵ ' ٥٦) - من طريق ابو اسحاق' عن الحارث' فذكره-

ہے۔ جب کہ تم لوگ جو آیت تلاوت کرتے ہو اس میں وصیت کا حکم قرض سے پہلے ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) عام اہل علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔ یعنی وصیت (پوری کرنے) سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا۔

شرح

قرضہ وصیت سے پہلے ادا کرنا

سب سے قبل میت کے کفن دفن کا اہتمام کیا جائے گا پھر اس کا قرض ادا کیا جائی گا۔ بعد ازاں ثلث مال سے وصیت پوری کی جائے گی۔ بعد میں ذوی الفروض اور عصبات وغیرہ میں حسب حصص ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔ ترکہ سے قرض کی ادائیگی قبل از وصیت ہوگی۔ قرآن کریم میں وصیت کا تذکرہ قرض سے پہلے کیا گیا ہے وہاں ترتیب مقصود نہیں ہے بلکہ تاکید مراد ہے۔

میت کے قرض کی کل تین صورتیں بنتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- ترکہ قرض کے مساوی ہو: اس صورت میں کل ترکہ سے قرض ادا کیا جائے گا نہ وصیت پوری ہوگی اور نہ ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

۲- ترکہ قرض سے زیادہ ہو: ترکہ سے قرض ادا کر کے وصیت پوری کی جائے گی اور باقی ماندہ ترکہ علم میراث کے اصولوں کے مطابق ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

۳- ترکہ قرض سے کم ہو: کل ترکہ قرض خواہوں میں ان کے قرض کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا نہ وصیت پوری کی جائے گی اور نہ ورثاء کو ملے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَتَصَدَّقُ اَوْ يَعْتِقُ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب 7: جو شخص مرتے وقت صدقہ کرنے کی تلقین کرے یا کوئی غلام آزاد کردے

2049 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ حَبِيبَةَ الطَّائِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: اَوْصٰى اِلَيَّ اَخِيْ بِطَائِفَةٍ مِّنْ مَالِهٖ فَلَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَقُلْتُ اِنَّ اَخِيْ اَوْصٰى اِلَيَّ بِطَائِفَةٍ مِّنْ مَالِهٖ فَاَيْنَ تَرٰى لِيْ وَضْعَهٗ فِي الْفُقَرَاءِ اَوِ الْمَسَاكِيْنِ اَوِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَّا اَنَا فَلَوْ كُنْتُ لَمْ اَعْدِلْ بِالْمُجَاهِدِيْنَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

مَثَلُ الَّذِيْ يَعْتِقُ عِنْدَ الْمَوْتِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِيْ اِذَا شَبِعَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2049- اخرجه ابوداؤد (۳/ ۴۲۰): كتاب العتق: باب: في فضل العتق في الصحة، حديث (۳۹۶۸)، و النسائي (۶/ ۲۳۸): كتاب الوصايا: باب: الكراهية في تاخير الوصية، حديث (۳۶۱۴)، واحمد (۵/ ۱۹۶، ۱۹۷)، (۶/ ۴۴۸)، و الدارمي (۲/ ۴۱۳): كتاب الوصايا: باب: من احب الوصية ومن كره، وعبد بن حميد (۹۹)، حديث (۲۰۲)، من طريق ابواسحاق، عن ابي حبيبة الطائي، فذكره۔

◆◆ حضرت ابوحبیبہ طائی بیان کرتے ہیں: میرے بھائی نے مجھے اپنے مال کے ایک حصے کے بارے میں وصیت کی' میری ملاقات حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے یہ کہا: میرے بھائی نے مجھے اپنے مال کے ایک حصے کے بارے میں وصیت کی ہے' تو آپ میرے لیے کیا مناسب سمجھتے ہیں: میں اسے غریبوں اور مسکینوں میں یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں پر خرچ کروں؟ تو انہوں نے فرمایا: جہاں تک میرا تعلق ہے' تو میں کسی بھی شخص کو مجاہدین کے برابر نہیں سمجھتا لیکن میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص مرتے ہوئے غلام کو آزاد کرے' تو اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی شخص نے بھرے ہوئے پیٹ والے شخص کو کوئی (کھانے کی) چیز تحفے کے طور پر دی ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2050 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَآئِشَةَ اَخْبَرَتْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ بَرِيْرَةَ جَآءَتْ تَسْتَعِيْنُ عَآئِشَةَ فِيْ كِتَابَتِهَا وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا فَقَالَتْ لَهَا عَآئِشَةُ ارْجِعِي اِلٰى اَهْلِكِ فَاِنْ اَحَبُّوا اَنْ اَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُوْنَ لِيْ وَلَاؤُكِ فَعَلْتُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيْرَةُ لِاَهْلِهَا فَاَبَوْا وَقَالُوْا اِنْ شَآئَتْ اَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ وَيَكُوْنَ لَنَا وَلَاؤُكِ فَلْتَفْعَلْ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعِي فَاَعْتِقِي فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَّشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَآئِشَةَ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْتَقَ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بریرہ ان کے پاس مدد مانگنے کے لیے آئی تا کہ وہ اس کی کتابت کا معاوضہ ادا کریں کیونکہ وہ اپنی کتابت کا کچھ معاوضہ ادا نہیں کر سکتی تھی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے کہا: تم اپنے مالک کے پاس جاؤ اگر وہ پسند کرے تو میں تمہاری کتابت کا معاوضہ تمہاری طرف سے ادا کر دیتی ہوں اور تمہاری ولاء کا حق میرے پاس رہے گا۔ بریرہ نے اس بات کا تذکرہ اپنے مالک سے کیا' تو انہوں نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا انہوں نے یہ کہا: اگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چاہیں' تو وہ تمہاری طرف سے ادائیگی کر سکتی ہیں لیکن تمہاری ولاء کا حق ہمیں حاصل رہے گا' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو

2050-اخرجه مالك في (الموطا) (۲/۷۸۰، ۷۸۱): كتاب العتق و الولاء: باب مصير الولاء لمن اعتق، حديث (۱۷)، و البخاري (۱/۶۵۵): كتاب الصلاة: باب: ذكر البيع و الشراء على المنبر في المسجد، حديث (۴۵۶)، و اطرافه في: (۱۴۹۳، ۲۱۵۵، ۲۱۶۸، ۲۵۳۶، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۲، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۷۸، ۲۷۱۷، ۲۷۲۶، ۲۷۲۹، ۲۷۳۵، ۵۰۹۷، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷، ۶۷۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰)- و مسلم (۲/۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳): كتاب العتق: باب: انما الولاء لمن اعتق، حديث (۶، ۷، ۸، ۹/۱۵۰۴)، و ابو داؤد (۱/۶۷۸): كتاب الطلاق: باب: في المملوكة تعتق و هي تحت حر او عبد، حديث (۲۲۳۳)، (۲/۴۱۵): كتاب العتق: باب: في بيع المكاتب اذا فسخت الكتابة، حديث (۳۹۲۹، ۳۹۳۰)، و النسائي (۶/۱۶۴، ۱۶۵): كتاب الطلاق: باب: خيار الامة تعتق وزوجها مملوك، حديث (۳۴۵۱، ۳۴۵۲)، (۷/۳۰۵، ۳۰۶): كتاب البيوع: باب: بيع المكاتب، حديث (۴۶۵۵)، باب: المكاتب يباع قبل ان يقضي من كتابته شيئاً، حديث (۴۶۵۶)، و ابن ماجه (۲/۸۴۲، ۸۴۳): كتاب العتق: باب: المكاتب، حديث (۲۵۲۱)، و احمد (۶/۳۳، ۸۱، ۱۷۰، ۱۸۳، ۲۰۶، ۲۱۳، ۲۶۹، ۲۷۱)، من طريق عروة بن الزبير، فذكره-

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اسے خرید کر آزاد کر دو' کیونکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو ملتا ہے' پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ وہ اس طرح کی شرطیں عائد کرتے ہیں جس کی اجازت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں ہے' جو شخص کوئی ایسی شرط عائد کرے جس کی اجازت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہ ہو' تو اسے اس کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا' اگرچہ اس نے سو مرتبہ شرط عائد کی ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی گئی ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ یعنی ولاء کا حق اس (غلام یا کنیز) کے آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔

شرح

وفات کے وقت صدقہ وخیرات کرنا اور غلام آزاد کرنا

جب کوئی شخص بوڑھا ہو جائے' مرض وفات کا شکار ہو جائے اور موت سامنے دکھائی دے رہی ہو۔ اس وقت وہ کوئی چیز بطور صدقہ وخیرات غرباء کو دے یا غلام آزاد کرے' اس کی یہ نیکی معتبر اور قابل ثواب تو ہوگی لیکن اسے اعلیٰ قسم کی عبادت یا نیکی نہیں کہا جا سکتا۔ اس نیکی کی حیثیت اس شخص کی نیکی سے مختلف نہیں ہے' جو پہلے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتا ہے اور باقی ماندہ کھانا غرباء میں تقسیم کر دیتا ہے۔ تاہم اعلیٰ اور کمال درجہ کی ریاضت یہ ہے کہ وہ جوانی کے عالم میں یا مرض وفات میں مبتلا ہونے سے قبل مساکین کے ساتھ کوئی مالی معاونت کرنے' صدقہ وخیرات کرنے اور یا غلام آزاد کرنے کی نیکی انجام دیتا۔

دوسری حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی مسئلہ میں قرآنی نصوص کے منافی شرائط عائد نہیں کرنی چاہیے۔ نیز غلام کی ولاء اس کے آزاد کنندہ کو ملے گی' آزاد کنندہ خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔

كِتَابُ الْوَلَاءِ وَالْهِبَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

ولاء اور ہبہ کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْتَقَ

باب 1: ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے

2051 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِىَ بَرِيْرَةَ فَاشْتَرَطُوا الْوَلَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْطَى الثَّمَنَ اَوْ لِمَنْ وَّلِىَ النِّعْمَةَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے بریرہ کو خریدنے کا ارادہ کیا' اس کے مالکان نے ولاء کی شرط رکھی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ولاء کا حق اس کو ہوتا ہے' جو قیمت ادا کرتا ہے۔ (راوی کو شک ہے: شاید یہ الفاظ ہیں) جو نعمت کا مالک ہوتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

شرح

ولاء اور ہبہ کا مسئلہ

جب کوئی شخص اپنا غلام یا کنیز آزاد کرے تو ان کی وراثت آزاد کرنے والے کو ملے گی بشرطیکہ ان کے ورثاء میں سے ذوی الفروض اور عصبہ نسبی وغیرہ موجود نہ ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد شدہ آزاد کنندہ کے خاندان کا ایک مستقل فرد قرار پاتا ہے اور خاندان کے لوگ اس کی معاونت و نصرت کرتے ہیں۔ جب آزاد شدہ کا کوئی قریبی وارث موجود نہ ہو' تو آزاد کنندہ اس کا وارث بنتا ہے اور

وہ بھی نہ ہو تو خاندان کے لوگ اس کی وراثت کے حقدار بنتے ہیں۔ آزاد شدہ غلام یا کنیز کی وراثت کو "ولاء" اور کسی معاوضہ کے بغیر محض ثواب کی نیت سے (خواہ ثواب مقصود نہیں ہو) کسی کو کوئی چیز دینے کو "ہبہ" کہا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ

باب 2: ولاء کو فروخت کرنے اور ہبہ کرنے کی ممانعت

2052 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ وَّيُرْوٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ لَوَدِدْتُّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ دِيْنَارٍ حِيْنَ حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَذِنَ لِيْ حَتّٰى كُنْتُ اَقُوْمُ اِلَيْهِ فَاُقَبِّلُ رَاْسَهٗ وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَهْمٌ وَّهِمَ فِيْهِ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ وَّالصَّحِيْحُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَتَفَرَّدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ولاء کو فروخت کرنے یا ہبہ کرنے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف عبداللہ بن دینار کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شعبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے عبداللہ بن دینار کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شعبہ فرماتے ہیں: میری یہ خواہش تھی کہ عبداللہ بن دینار نے جب اس حدیث کو بیان کیا تو وہ مجھے اجازت دیتے اور میں ان کے سامنے کھڑا ہو کر ان کے سر کو بوسہ دیتا۔

یحییٰ بن سلیم نے اس روایت کو عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے اور یہ وہم پر مشتمل ہے جس کے بارے میں یحییٰ بن سلیم نامی راوی کو وہم ہوا ہے۔

صحیح روایت یہ ہے: یہ عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے عبداللہ بن دینار کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

2052- اخرجه النسائي (٣٠٦/٧) كتاب البيوع: باب بيع الولاء، حديث (٤٦٥٧، ٤٦٥٨، ٤٦٥٩).

کئی راویوں نے اسے عبداللہ بن عمرو کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار منفرد ہیں۔

شرح

ولاء اور ہبہ فروخت کرنے کی ممانعت

ولاء ایک حق میراث ہے جو آزاد کنندہ کو غلام یا کنیز کے آزاد کرنے کے سبب ملتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی وفات پا جائے تو اس کے ورثاء میں سے کوئی ذوی الفروض اور عصبہ نسبی موجود نہ ہو اس صورت میں آزاد کنندہ عصبہ سببی بن کر وراثت وصول کرتا ہے۔ اہل عرب اپنا حق ولاء اور ہبہ کی خرید وفروخت کے عادی تھے جس میں کئی ایک قباحتیں تھیں ان کے خاتمہ کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی خرید وفروخت سے منع کردیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ اَوِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ

باب 3: جو شخص اپنے آپ کو آزاد کرنے والے کے علاوہ یا اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے منسوب کرے

2053 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِيٌّ فَقَالَ

متنِ حدیث: مَنْ زَعَمَ اَنَّ عِنْدَنَا شَيْئًا نَقْرَؤُهُ اِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيفَةَ صَحِيفَةٌ فِيْهَا اَسْنَانُ الْاِبِلِ وَاَشْيَاءُ مِّنَ الْجِرَاحَاتِ فَقَدْ كَذَبَ وَقَالَ فِيْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا وَّمَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

2053- اخرجه البخاري (٤/ ١٩٧): كتاب فضائل المدينة: باب: حرم المدينة، حديث (١٨٧٠)، (٦/ ٣١٥)، كتاب الجزية و الموادعة: باب: ذمة المسلمين و جوارهم واحدة، يسعى بها ادناهم، حديث (٣١٧٢)، (٣٢٢، ٣٢٣): كتاب الجزية الموادعة: باب: اثم من عاهد ثم غدر، حديث (٣١٧٩)، (١٢/ ٤٢، ٤٣): كتاب الفرائض: باب: اثم من تبرا من مواليه، حديث (٦٧٥٥)، (١٣/ ٢٨٩، ٢٩٠): كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة: باب: مايكره من التعمق و التنازع و الغلو في الدين و البدع، حديث (٧٣٠٠)، ومسلم (٢/ ٩٩٤، ٩٩٥): كتاب الحج: باب: فضل المدينة، ودعاء النبي صلى الله عليه وسلم فيها بالبركة، حديث (٤٦٧/ ١٣٧٠)، (٢/ ١١٤٧): كتاب العتق: باب: تحريم تولي العتيق غير مواليه، حديث (٢٠/ ١٣٧٠)، و ابوداؤد (١/ ٦٢٠، ٦٢١): كتاب المناسك: باب: في تحريم المدينة، حديث (٢٠٣٤)- من طريق ابراهيم التيمي، عن ابيه، فذكره-

◆◆ ابراہیم تیمی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی: جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز ہے' جس کو ہم پڑھ کے (لوگوں کو باتیں سناتے ہیں) تو ایسا نہیں ہے۔ ہمارے پاس صرف اللہ کی کتاب ہے اور یہ صحیفہ ہے' جس میں اونٹوں کی دیت اور کچھ زخموں سے متعلق احکام ہیں جو شخص ایسا سمجھتا ہے' وہ غلط سمجھتا ہے اور اس میں یہ بات بھی موجود ہے: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے مدینہ منورہ ''عیر'' سے ''ثور'' تک حرم ہے' جو شخص یہاں پہ کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے گا' تو اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہوگی۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کرے گا۔ اور اس میں یہ حکم بھی موجود ہے کہ جو شخص اپنے باپ یا اپنے آزاد کرنے والے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے' تو اس پر اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہوگی اور اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں ہوگی اور مسلمانوں کی دی ہوئی پناہ یکساں حیثیت رکھتی ہے ان کا عام فرد بھی اسے پوری کرنے کی کوشش کرے گا۔

بعض راویوں نے اسے اعمش کے حوالے سے ابراہیم تیمی کے حوالے سے حارث بن سوید کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی مانند نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

شرح

غیر آقا اور غیر باپ کی طرف منسوب کرنے کی ممانعت و وعید

ابتدائی دور سے یہ طریقہ چلا آ رہا تھا کہ آزاد شدہ غلام اپنی نسبت آزاد کنندہ کی طرف یا اس کے خاندان کی طرف کرتا تھا لیکن بعض آزاد شدہ اپنی نسبت غیر آقا کی طرف کرتے اور ان سے دوستی قائم کر لیتے تھے۔ اسلام نے اس سے منع کیا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح اپنا نسب نامہ بدل دینے یعنی حقیقی باپ کی جگہ دوسرے شخص (لے پالک وغیرہ کا) نام استعمال کرنا یا خاندان تبدیل کرنے کی ممانعت فرمادی ہے۔ مثلاً غیر سید کا اپنے آپ کو ''سید'' قرار دینا حرام ہے۔

حدیث باب کے حوالے سے چند اہم امور درج ذیل ہیں:

۱- اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنے کی وعید: جو شخص اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

۲- ثور (پہاڑ): یہ پہاڑ کہاں ہے؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں:

(۱) مکہ میں ہے

(۲) یہ پہاڑ مدینہ میں بھی ہے۔ مفہوم حدیث: مکہ کے حرم کی طرح مدینہ کا بھی حرم ہے۔ عیر اور ثور دونوں پہاڑوں کے درمیان کی جگہ مقدس و قابل احترام ہے۔ جہاں شکار کرنا' گھاس کاٹنا اور کسی جانور کو مارنا منع ہے۔

حرم مکہ اور حرم مدینہ کا حکم: حرم مکہ اور حرم مدینہ دونوں یکساں ہیں یا مختلف؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں حرم درجہ کے اعتبار سے یکساں ہیں۔ تاہم حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ حرم مدینہ میں شکار کی جزاء واجب قرار نہیں دیتے۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دونوں حرم کا درجہ مختلف ہے، حرم مدینہ طیبہ کو سرکاری چراگاہ کا درجہ حاصل ہے۔

۳- حدث کا مفہوم: اس کا لغوی معنی ہے: نئی بات۔ اس کا شرعی معنی ہے: وہ نئی چیز جو قرآن وحدیث کی نصوص سے متصادم ہو، یہ حرام ہے اور اس کا ارتکاب بھی حرام ہے۔ اگر وہ قرآن وحدیث کی نصوص سے متصادم نہ ہو، وہ حرام نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ: معصیت، غلط اور برا کام ہر جگہ حرام ہوتا ہے جبکہ جائز عمل ہر جگہ روا ہوتا ہے۔ تاہم مقامات مقدسہ میں برے کام کے ارتکاب کی برائی میں اضافہ ہو جاتا ہے مثلاً جھوٹ بولنا اور شراب پینا دونوں امور ہر جگہ حرام ہیں لیکن مسجد میں جھوٹ بکنا اور شراب پینا زیادہ گناہ ہیں۔

۴- صرف وعدل کا مفہوم: لفظ صرف کا حقیقی معنی ہے خرچ کرنا، استعمال میں لانا۔ اس کا مجازی معنی ہے کہ غیر واجب چیز کو اپنی ذات پر لازم کر لینا، مراد نفلی عبادت ہے۔ لفظ عدل کا لغوی معنی ہے: برابر۔ مجازی معنی ہے: لازم وضروری امر کو پورا کر کے بری الذمہ ہو جانا۔ مراد فرض عبادت ہے۔ مطلب یہ ہے، جو شخص غیر باپ کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے، تو اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ علاوہ ازیں قیامت کے دن اس کی نفلی اور فرض عبادت اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرَّجُلِ يَنْتَفِي مِنْ وَّلَدِهٖ

باب 4: جو شخص اپنی اولاد کی نفی کر دے

2054 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعَطَّارُ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ فَزَارَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ امْرَاَتِيْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ فَهَلْ فِيْهَا اَوْرَقُ قَالَ نَعَمْ اِنَّ فِيْهَا لَوُرْقًا قَالَ اَنّٰى اَتَاهَا ذٰلِكَ قَالَ لَعَلَّ عِرْقًا نَزَعَهَا قَالَ فَهٰذَا لَعَلَّ عِرْقًا نَزَعَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنوفزارہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میری بیوی نے ایک سیاہ فام لڑکے کو جنم دیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس سے

2054- اخرجه مسلم (۲/۱۱۳۷): كتاب اللعان، حديث (۱۹/۱۸-۱۵۰۰) و ابوداؤد (۱/۶۸۷): كتاب الطلاق: باب: اذا شك في الولد، حديث (۲۲۶۰) و النسائي (۶/۱۷۸، ۱۷۹): كتاب الطلاق: باب: اذا عرض بامراته و شكت في ولده و اراد الانتفاء منه، حديث (۳۴۷۸، ۳۴۷۹، ۳۴۸۰) و ابن ماجه (۱/۶۴۵) كتاب النكاح: باب: الرجل يشك في ولده، حديث (۲۰۰۲) من طريق الزهري، عن سعيد بن المسيب۔

دریافت کیا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں' اس نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ان کے رنگ کیا ہیں' اس نے جواب دیا: سرخ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے اس نے عرض کی: جی ہاں۔ ان میں خاکستری بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: وہ کہاں سے آ گیا' اس نے عرض کی: ہوسکتا ہے کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ہوسکتا ہے: اسے بھی (یعنی تمہارے بچے کو بھی) کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اپنی اولاد کے نسب کا انکار کرنا

گزشتہ باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا تھا کہ اپنے باپ کے غیر کی طرف اپنے نسب کی نسبت کرنا حرام ہے اور ایسی حرکت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔ حدیث باب میں اس کے برعکس مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ باپ کا اپنی اولاد کے نسب کا انکار کرنا بھی حرام ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ سفید تھا اور ان کے ہاں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ جن کا رنگ گندمی تھا اور لوگ مختلف رنگ دیکھ کر آپ کے نسب میں شک کرتے تھے۔ ایک قیافہ شناس نے محض پاؤں دیکھ کر دونوں کو باپ بیٹا قرار دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ اور بیٹے کا ہم رنگ اور ہم شکل ہونا کوئی ضروری نہیں ہے' کیونکہ بعض اوقات نومولود کسی خاندانی بزرگ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور شکل وصورت اپنا لیتا ہے۔ کسی دلیل قوی کے بغیر محض قیافہ یا شک کی بنا پر اولاد کا انکار کرنا اسی طرح حرام ہے' جس طرح اولاد کا اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنا حرام ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَافَةِ

باب 5: قیافہ شناسی کا بیان

2055 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ فَقَالَ اَلَمْ تَرَىْ اَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ اٰنِفًا اِلٰى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَقَالَ هٰذِهِ الْاَقْدَامُ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ وَزَادَ فِيْهِ اَلَمْ تَرَىْ اَنَّ مُجَزِّزًا مَرَّ عَلٰى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَدْ غَطَّيَا رُؤُوْسَهُمَا وَبَدَتْ اَقْدَامُهُمَا فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ

2055-اخرجه البخاری (۱۲/۵۷): کتاب الفرائض: باب: القائف' حدیث (۶۷۷۰' ۶۷۷۱)' ومسلم (۲/۱۰۸۱' ۱۰۸۲): کتاب الرضاع: باب: العمل بالحاق القائف الولد' حدیث (۳۸' ۳۹' ۴۰/۱۴۵۹)' و ابو داؤد (۱/۶۸۷): کتاب الطلاق: باب: فی القافة' حدیث (۲۲۶۷)' والنسائی (۶/۱۸۵): کتاب الطلاق: باب: القافة' حدیث (۳۴۹۳' ۳۴۹۴)' و ابن ماجه (۲/۷۸۷): کتاب الاحکام: باب: القافة' حدیث (۲۳۴۹)- من طریق سفیان' عن الزهری' عن عروة به-

الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَّهٰكَذَا حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ اِقَامَةِ اَمْرِ الْقَافَةِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ بہت خوش تھے خوشی آپ ﷺ کے چہرے سے پھوٹ رہی تھی آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں پتہ ہے؟ قیافہ شناس شخص نے ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید کو دیکھ کر کیا کہا ہے؟ اس نے کہا ہے: یہ دونوں باپ بیٹا ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

سفیان بن عیینہ نے اس روایت کو زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے عروہ کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: کیا تمہیں پتہ نہیں ہے: قیافہ شناس زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید کے پاس سے گزرا ان دونوں نے اپنے سروں کو ڈھانپا ہوا تھا اور ان کے پاؤں ظاہر ہو رہے تھے' تو وہ بولا: یہ پاؤں باپ بیٹے کے ہیں۔

یہی روایت سعید بن عبدالرحمٰن اور دیگر راویوں نے سفیان بن عیینہ کے حوالے سے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ یعنی قیافہ شناسی کے ذریعے حکم جاری کیا جا سکتا ہے۔

شرح

قیافہ شناسی سے ثبوت نسب میں مذاہب آئمہ

قیافہ شناسی کا مطلب یہ ہے کہ نومولود کے رنگ' شکل وصورت اور پاؤں کو دیکھ کر نسب کی صحت یا عدم صحت کا حکم لگانا۔ قیافہ شناسی دلیل ظنی ہے' جس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔

سوال یہ ہے کہ قیافہ شناسی سے نسبت ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قیافہ شناسی کا اعتبار ہوگا۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیافہ شناس (مجزز) کی بات کو معتبر قرار دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ خوش خوش گھر تشریف لائے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خوشخبری بھی سنائی تھی۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیافہ شناسی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ آپ نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے۔ "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ" "بچہ شوہر کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے۔" اسی طرح کسی اگر شخص نے اپنی بیوی تصور کرتے ہوئے غیر عورت سے جماع کر لیا تو وہ شخص بچے کا باپ نہیں بنے گا۔ تاہم اگر دو شخصوں کی ملک میں لونڈی ہو اور وہ دونوں اس سے جماع کرتے ہیں' بچہ پیدا ہونے کی صورت میں وہ دونوں کا ہوگا۔ بچہ دونوں کا وارث بنے گا اور وہ دونوں باپ کی حیثیت سے اس کے وارث بنیں گے اور وراثت پائیں گے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حدیث باب میں جو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا مذکور ہے وہ خوشی قیافہ شناس پر اعتبار کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ خوشی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے منہ بولے بیٹے تھے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے محبوب تھے۔ ان کے رنگ مختلف ہونے کی وجہ سے لوگ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نسب کے بارے میں مختلف باتیں کرتے تو آپ پر گراں گزرتا تھا۔ اب قیافہ شناس (مجزز) کے بتانے سے کم از کم لوگوں کے منہ تو بند ہوں گے۔

علاوہ ازیں اگر قیافہ شناسی معتبر ہوتی تو اس کے ذریعے پکڑے جانے والے چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا ملنی چاہیے تھی حالانکہ اس بات پر آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ قیافہ شناسی کی بنا پر پکڑے جانے والے چور کو سزا دینا درست نہیں ہے جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ قیافہ شناسی غیر معتبر ہے۔

بَابُ فِيْ حَثِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّهَادِيْ

باب 6: نبی اکرم ﷺ کا ایک دوسرے کو ہدیہ دینے کے بارے میں ترغیب دینا

2056 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْشَرٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: تَهَادَوْا فَاِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسِنِ شَاةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ مَعْشَرٍ اسْمُهُ نَجِيْحٌ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ وَّقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو کیونکہ تحفے دل کی ناراضگی کو دور کر دیتے ہیں اور کوئی بھی عورت اپنی پڑوسن کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا پایہ (پاؤں) ہو۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

ابومعشر نامی راوی کا نام نجیح ہے یہ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

بعض اہلِ علم نے ان کے حافظے کے حوالے سے ان کے بارے میں کلام کیا ہے۔

شرح

ہدیہ لینے دینے کی اہمیت

اسلام محبت اور پیار والا دین ہے جس میں باہم محبت پیدا کرنے والے امور کی تعلیم دی گئی ہے مثلاً سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، کسی معاملہ میں کسی کے کام آنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا اور بڑوں کا ادب واحترام کرنا۔ ان میں سے ایک چیز حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ وہ ہے کسی کو "ہدیہ" پیش کرنا یا ہدیہ قبول کرنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم باہم ہدیہ دیا کرو کیونکہ اس سے دل کی کدورت ختم ہو جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَهَادُوْا تَحَابُّوْا۔ تم باہم ہدیہ دو اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ حدیث باب کے بعد والے جملہ میں ایک

اہم سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہدیہ اتنی اہمیت کی حامل چیز ہے' جس سے دلوں کی کدورت ختم ہو جاتی ہے اور باہم محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے یہ دولت کوئی اہم اور قیمتی چیز بطور "ہدیہ" پیش کرنے سے حاصل ہوتی ہو؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ دولت کوئی بڑی یا قیمتی چیز بطور ہدیہ پیش کرنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ معمولی سے معمولی چیز پیش کرنے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے مثلاً کسی کے پاس بکری کے پائے ہوں وہ انہیں کسی کو بطور "ہدیہ" پیش کر دے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ الرُّجُوْعِ فِی الْهِبَةِ

باب 7: ہبہ کو واپس لینا مکروہ ہے

2057 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُكْتِبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَثَلُ الَّذِیْ يُعْطِی الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيْهَا كَالْكَلْبِ اَكَلَ حَتّٰٓى اِذَا شَبِعَ قَآءَ ثُمَّ عَادَ فَرَجَعَ فِیْ قَيْئِهٖ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی عطیہ دے اور پھر اسے واپس لے اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے: جب وہ کچھ کھائے اور سیر ہو جائے' تو قے کر دے پھر اسے دوبارہ چاٹ لے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

2058 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِيٍّ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ حَدَّثَنِیْ طَاوٗسٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ يَّرْفَعَانِ الْحَدِيْثَ قَالَ

متن حدیث: لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّعْطِیَ عَطِيَّةً ثُمَّ يَرْجِعُ فِيْهَا اِلَّا الْوَالِدَ فِيْمَا يُعْطِیْ وَلَدَهٗ وَمَثَلُ الَّذِیْ يُعْطِی الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيْهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ اَكَلَ حَتّٰٓى اِذَا شَبِعَ قَآءَ ثُمَّ عَادَ فِیْ قَيْئِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: قَالَ الشَّافِعِیُّ لَا يَحِلُّ لِمَنْ وَّهَبَ هِبَةً اَنْ يَّرْجِعَ فِيْهَا اِلَّا الْوَالِدَ فَلَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْمَا اَعْطٰى وَلَدَهٗ وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے: وہ کوئی عطیہ دینے کے بعد اسے واپس لے' سوائے والد کے' جو وہ اپنی اولاد کو دیتا ہے اور جو شخص کوئی عطیہ دے کر اسے واپس لیتا ہے اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے' جو کچھ کھاتا ہے اور جب وہ سیر ہو جاتا ہے' تو قے کر دیتا ہے اور پھر دوبارہ اس قے کو چاٹ لیتا ہے۔

2057-اخرجہ ابوداؤد (۲/۳۱۲): کتاب البیوع: ۶: باب: الرجوع فی الھبۃ: حدیث (۳۵۳۹) والنسائی (۶/۲۰۵): کتاب الھبۃ: باب: رجوع الوالد فیما یعطی ولدہ: حدیث (۳۶۹۰) وابن ماجہ (۲/۷۹۵): کتاب الھبات: باب: من اعطی ولدہ ثم رجع فیہ: حدیث (۲۳۷۷) واحمد (۱/۲۳۷) (۲/۲۷، ۸۷)- من طریق طاؤس، فذکرہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص کوئی چیز ہبہ کرے اس کے لیے اسے واپس لینا جائز نہیں ہے' البتہ والد کو اس بات کا حق حاصل ہے: اس نے اپنی اولاد کو جو دیا ہو' اسے واپس لے سکتا ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

شرح

ہدیہ دینے کے بعد رجوع کرنے میں مذاہب آئمہ

باپ اگر بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کرتا ہے تو وہ بلا کراہت رجوع کر سکتا ہے' کیونکہ باپ سرپرست ہے اور باپ بیٹا میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی شخص کسی کو بطور ہدیہ چیز پیش کر کے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سات موانع میں سے کوئی ایک بھی موجود نہ ہو' تو کراہت تحریمی کے ساتھ رجوع کرنا جائز ہے۔ وہ سات موانع درج ذیل ہیں:

۱- زیادت متصلہ: موہوب لہ نے موہوب بہ کے ساتھ کسی چیز کا اضافہ کر دیا ہو مثلاً کسی نے کتاب "ہبہ" کی اور موہوب لہ نے وہ جلد کروالی۔ اس میں رجوع نہیں ہو سکتا۔

۲- موت: جب موہوب لہ وفات پا جائے تو رجوع نہیں ہو سکتا۔

۳- عوض: موہوب لہ نے بھی موہوب بہ کے عوض کوئی چیز "ہبہ" کی ہو' تو رجوع نہیں ہو سکتا۔

۴- خروج: موہوب بہ چیز موہوب لہ کی ملکیت سے خارج ہو جائے تو رجوع نہیں ہو سکتا۔

۵- زوجیت: زوجین باہم ایک دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کریں تو رجوع نہیں کیا جا سکتا۔

۶- قرابت محرمہ: واہب اور موہوب لہ کے درمیان ایسا رشتہ ہو کہ ان کا باہم نکاح ممکن نہ ہو' تو رجوع کرنا جائز نہیں ہے مثلاً بہن اور بھائی

۷- ہلاکت: موہوب بہ ہلاک ہو جائے تو رجوع نہیں ہو سکتا۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باپ بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر کے رجوع کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے' جس میں مثال کے ساتھ عدم رجوع کا مسئلہ سمجھایا گیا ہے۔ کوئی چیز ہبہ کر کے رجوع کرنا اس طرح ہے کہ جس طرح کتا سیر ہو کر کھانا کھاتا ہے پھر قے کر کے اسے دوبارہ چاٹ لیتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں کوئی حلال وحرام کا مسئلہ نہیں بیان کیا گیا بلکہ بایں الفاظ استثنیٰ بیان کیا گیا ہے: لَا تَحِلُّ: یعنی باپ موہوب بہ میں رجوع کر سکتا ہے۔

کِتَابُ الْقَدَرِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

تقدیر کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

قدر وتقدیر کا مفہوم

لفظ قدر وتقدیر کا لغوی معنی ہے: اندازہ لگانا، حکم لگانا، فیصلہ کرنا۔ اس کا شرعی مفہوم ہے اللہ تعالیٰ نے روز اول میں اپنے علم ازلی کے مطابق کائنات چلانے کا جو نظام تشکیل دیا تھا، کا نام ہے۔ اسے "تقدیر الٰہی" بھی کہا جاتا ہے اور دونوں الفاظ مترادف ہیں۔

قضاء وقدر میں فرق

سوال یہ ہے کہ قضاء وقدر میں کیا فرق ہے؟ اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) قضاء وقدر ایک حقیقت کے دو نام ہیں

(۲) حکم ازلی کو قضاء اور اس کے وقوع کا نام قدر ہے

(۳) قدر و تقدیر کائنات کے نظام کی تشکیل کا نام ہے اور قضاء اس کے وقوع کا نام ہے۔

اقسام تقدیر:

تقدیر کی دو اقسام ہیں: (۱) تقدیر خیر (۲) تقدیر شر۔ حدیث جبریل علیہ السلام کے الفاظ ہیں: تُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ یعنی اچھی اور بری تقدیر بھی ایمانیات سے متعلق ہے۔ اچھی اور بری تقدیر پر ایمان رکھنا بھی اسلامی عقائد وافکار کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکم اول خیر پر مبنی ہے لیکن خیر وشر کی طرف اس کی تقسیم انسانوں کے اعتبار سے ہے۔ جو لوگ نیکی کرنے والے تھے ان کے لیے تقدیر خیر اور جو برائی کرنے والے تھے ان کے لیے تقدیر شر مقدر فرما دی گئی۔ اسی طرح اعمال صالحہ دخول جنت کا باعث ہیں۔ یہ انسان کے لیے نافع ہیں اور انہیں خیر قرار دیا جاتا ہے۔ اعمال سیۂ انسان کے لیے دخول جہنم کا باعث ہیں۔ وہ انسان کے لیے نقصان دہ ہیں لہٰذا انہیں شر قرار دیا جاتا ہے۔ الغرض لوگ جو اعمال خیر اور اعمال شر کرنے والے تھے اسی کے مطابق لکھ دیے گئے اور تقدیر کو خیر وشر میں تقسیم کر دیا گیا۔

تقدیر کی وسعت

تقدیر کا دائرہ تمام کائنات پر حاوی ہے اور کائنات کا کوئی ذرہ اس سے خارج نہیں ہے۔ تقدیر محض اجمالی نہیں ہے، بلکہ تفصیلی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے متعلق ہے حتیٰ کہ انسان کا ناکارہ ہونا اور ہوشیار

ہونا بھی۔(صحیح مسلم) دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم جھاڑ پھونک کرواتے ہیں' دوائیوں سے اپنا علاج کرتے ہیں اور اجتناب کی تدابیر اختیار کرتے ہیں' تو کیا ان سے تقدیر ٹل سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: یہ سب چیزیں تقدیر کا حصہ ہیں۔'' الغرض تمام افعال واعمال خواہ خیر ہوں یا شر سب کے سب تقدیر میں شامل ہیں۔

تقدیر کی ضرورت واہمیت

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے' اس پر کوئی چیز واجب وضروری نہیں ہے اور نہ وہ کسی معاملہ میں کسی کا پابند ہے۔ وہ پوری کائنات میں جس طرح چاہے تصرف فرماسکتا ہے۔ اگر تمام لوگ اس کے فرمانبردار بن جائیں تو اس کی شان میں اضافہ نہیں ہوسکتا اور اگر تمام نافرمان بن جائیں تو اس کی عظمت میں کمی نہیں ہوسکتی۔ تقدیر کی ضرورت واہمیت اس سے واضح ہوجاتی ہے کہ انسان اپنے افکار و اعمال کی اصلاح کرے۔ اعمال صالحہ اختیار کرے اور اعمال بد سے احتراز کرے۔

مسئلہ تقدیر آسان ترین ہونا

مسئلہ تقدیر کا تعلق عقائد وافکار سے ہے' عقائد وافکار کا تعلق۔ ایمانیات سے ہے اور ایمانیات کا تعلق قلوب سے ہے۔ اس کے برعکس اعمال کا تعلق اعضاء وجوارح سے ہے۔ دین نے انسان کے لیے آسان ترین راستہ یہ تجویز کیا ہے کہ وہ عقائد پر کاربند رہتے ہوئے اعمال صالحہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے اور لایعنی سوالات کا دروازہ ہمیشہ بند رکھے۔ اس طرح مسئلہ تقدیر آسان ترین قرار پاتا ہے۔

مسئلہ تقدیر پر مشکل بننے کی وجہ

درحقیقت مسئلہ تقدیر صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہے۔ صفات الٰہی کی حقیقت تک پہنچنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ تاہم کسی حد تک انسان صفات الٰہی تک رسائی حاصل کرسکتا ہے اور اس حد سے آگے بڑھنا انسان کے لیے نافع نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح مسئلہ تقدیر کی بھی ایک حد ہے جہاں تک انسان رسائی حاصل کرسکتا ہے اور اس سے آگے تجاوز کرنے کی نہ تو اسے اجازت ہے اور نہ اس میں طاقت ہے۔ انسان ایک حد تک رکنے کا عادی نہیں ہے۔ جس وجہ سے وہ تقدیر کی حد کو بھی پھلانگنے کی سعی کرتا ہے اور اسی ناکام کوشش نے انسان کے لیے مسئلہ تقدیر مشکل ترین بنادیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب لوگوں کے لیے جہنمی یا جنتی ہونا لکھا جاچکا ہے۔'' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کیا ہم نوشتہ پر اعتماد کرتے ہوئے کوئی عمل کرنے سے رک جائیں؟ آپ نے فرمایا: تم عمل کیے جاؤ' ہر انسان کے لیے وہی عمل آسان کیا گیا ہے' جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ نیک بخت کو اعمال صالحہ کرنے کی طاقت ملتی ہے اور بدقسمت کو برے اعمال کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح' رقم الحدیث ۸۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوال کا جواب دینے کے بجائے انہیں عبادات واعمال صالحہ اختیار کرنے کی ترغیب دی کیونکہ مسئلہ تقدیر جہاں تک آپ نے بتایا تھا اسی حد تک سمجھا جاسکتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسان کا طاقت سے زیادہ کوشش کرنا لایعنی سوالات کا دروازہ کھولنا اور فضول ابحاث کا شکار ہونا' مسئلہ تقدیر کے مشکل ہونے کا باعث بنا' لہٰذا ان امور سے احتراز ازبس ضروری ہے۔

تقدیر کے موافق عمل کرنے پر انسان کا مجبور نہ ہونا

یہ بات قطعاً درست نہیں ہے کہ جس طرح تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اسی طرح انسان کرنے پر مجبور ہے اور اعمال بد کرنے کی وجہ سے وہ مجرم قرار نہ پائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انسان اعمال خیر وشر کرنے والا تھا اسی کے مطابق تقدیر میں لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وشعور اور اختیار دیا ہے کہ وہ اعمال خیر کو سمجھے اور انہیں انجام دے۔ اسی طرح اعمال بد کو سمجھے اور ان سے احتراز کرنے کی کوشش کرے۔

تقدیر پر ایمان رکھنے کے فوائد

تقدیر پر ایمان رکھنے کے بہت سے فوائد ہیں جن میں چند یہ ہیں:

(۱) تقدیر کے مطابق از اول تا آخر کائنات کا تمام نظام مرتب ومنظم ہے۔ اس کی ترتیب وتشکیل اپنے خالق ومالک کی متقاضی ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ تقدیر پر ایمان کی وجہ سے انسان کا عقیدہ توحید مضبوط ومستحکم ہوتا ہے۔ مسئلہ تقدیر کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے۔

(۲) تقدیر پر ایمان رکھنے کی وجہ سے انسان میں یہ شعور پیدا ہوتا ہے کہ اس نے اعمال کا حساب دینا ہے اور اپنے اعمال خواہ صالحہ ہوں یا طالحہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری یقینی ہے۔ اس طرح انسان میں یہ شعور پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ نیک اعمال انجام دے اور اعمال بد سے اجتناب کرے۔

تقدیر کے منکر کا حکم

مسئلہ تقدیر کا شمار اسلامی عقائد وافکار میں ہوتا ہے اور اس پر ایمان رکھنا ایمانیات کا حصہ ہے۔ اس کا انکار گمراہی ہے۔ مسئلہ تقدیر کے انکار کرنے والے لوگوں کو اس امت کا مجوسی قرار دیا گیا ہے اور ان سے معاشرتی بائیکاٹ کا حکم دیا گیا ہے۔ منکرین میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت نہ کی جائے مر جائے تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی جائے اور ان کے سلام کا جواب نہ دیا جائے۔

سوال: ایک روایت میں ہے کہ کوئی آدمی اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے سبب جنت میں داخل ہوگا۔ قرآن وحدیث کی کثیر نصوص سے ثابت ہے کہ اعمال خیر کی وجہ سے آدمی جنت میں جائے گا اور اعمال سیۂ کی سبب جہنم میں جائے گا۔ اس طرح یہ نصوص حدیث اول سے متعارض ہیں؟

جواب: بعض مسائل ذوجہتین ہوتے ہیں۔ دونوں جہتوں کے احکام مختلف ہوتے ہیں اور دونوں جہتوں کے احکام کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو مسئلہ کا حل ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسی ہی صورت درپیش ہے۔ پہلی روایت میں عقیدہ کی بات بیان کی گئی ہے اور نصوص قرآن وحدیث میں اسباب بیان ہوئے ہیں جو عمل کے لیے ہوتے ہیں اور مؤثر ومسبب الاسباب صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ جس طرح محض اشیاء خورد ونوش سے انسان کو شکم سیری اور سیرابی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ درحقیقت اللہ کی مشیت سے شکم سیری اور سیرابی حاصل ہوتی ہے۔ یہ عقیدہ اصل ہے اور اس کے بغیر مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ تاہم شکم سیری اور سیرابی کے اسباب

اختیار کرنا ازبس ضروری ہیں، جو عمل کے لیے ہوتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّشْدِيْدِ فِي الْخَوْضِ فِي الْقَدَرِ

باب1: تقدیر کے بارے میں بحث کرنے کی شدید ممانعت

2059 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدَرِ فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّمَا فُقِئَ فِيْ وَجْنَتَيْهِ الرُّمَّانُ فَقَالَ اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَمْ بِهٰذَا اُرْسِلْتُ اِلَيْكُمْ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِيْنَ تَنَازَعُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ اَلَّا تَتَنَازَعُوْا فِيْهِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعَآئِشَةَ وَاَنَسٍ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ

توضیح راوی: وَصَالِحٌ الْمُرِّيُّ لَهٗ غَرَائِبُ يَنْفَرِدُ بِهَا لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ہم اس وقت تقدیر کے موضوع پر بحث کر رہے تھے نبی اکرم ﷺ غصہ میں آ گئے، یہاں تک کہ آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا یوں جیسے انار کے دانوں کا عرق نچوڑ دیا گیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ یا اس لیے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا گیا ہے؟ تم سے پہلے کے لوگ اس وقت ہلاکت کا شکار ہوئے جب انہوں نے اس معاملے میں اختلاف کیا۔ میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں، آئندہ اس بارے میں بحث نہ کرنا۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو صالح مری سے منقول ہے اور ان سے دیگر کئی غریب روایات منقول ہیں، جنہیں نقل کرنے میں وہ منفرد ہیں۔ ان کی متابعت نہیں کی گئی۔

شرح

تقدیر میں بحث و تکرار کی ممانعت کی وجہ

حدیث باب میں تقدیر کے بارے میں بحث و تکرار کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اس ممانعت کی وجہ تقدیر کے بارے میں سوال کرنا نہیں ہے، کیونکہ تقدیر کے بارے میں سوالات تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی کیے تھے۔ دراصل اس کی وجہ تقدیر کو اپنے عقل کے دائرہ میں لانا، دلائل عقلیہ سے اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا اور اس بارے میں فضول بحث و تکرار کرنا ہے۔ تقدیر کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت تک پہنچنا انسانی طاقت سے باہر اور محال ہے۔ اس کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے جب انسان غور و فکر کرتا ہے تو افراط و تفریط کا شکار ہو کر قدری یا جبری بن جاتا ہے اور گمراہ ہو جاتا ہے۔

منکرین تقدیر کے مشہور فرقے

حدیث باب میں اس حقیقت کا بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ پہلی امتوں کے لوگ تقدیر کے بارے میں بحث وتکرار کرنے کی وجہ سے گمراہ ہوئے تھے۔ امت محمدیہ کے جو لوگ گمراہ ہوئے ان کا سبب بھی تقدیر میں فضول بحث وتکرار بنا ہے۔ وہ گمراہ دو مشہور فرقے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- فرقہ قدریہ: یہ فرقہ تقدیر کا منکر ہو کر گمراہ ہوا۔ انہوں نے کہا: الامـر انف: معاملہ اچھوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائنات کا نظام پہلے سے طے شدہ نہیں ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کسی کام کے وقوع پذیر ہونے سے قبل اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہیں ہوتا، انسان اپنے اعمال کا خالق ہے، اس کے مکلف ہونے کی وجہ یہی ہے اور وہ اپنے اعمال وافعال کا خود ذمہ دار ہے۔ یہ فرقہ تقدیر کا منکر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو "قدریہ" کہلاتا ہے، جو حقیقت میں قدریہ نہیں ہے، بلکہ لاقدریہ ہے۔

۲- فرقہ جبریہ: تقدیر کا انکار کر کے گمراہی کا راستہ اختیار کرنے والا یہ دوسرا فرقہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائنات کا نظام طے شدہ ہے، جو ہو کر رہے گا۔ انسان کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے، بلکہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے۔ پتھر کی طرح اسے جہاں چاہیں اٹھا کر رکھ سکتے ہیں۔ ایمان وکفر اور اعمال خیر واعمال سیۂ کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔ جب انسان کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے تو اسے جزا وسزا کا تصور بھی ختم ہو جاتا ہے۔ انسانوں اور جانوروں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، حالانکہ انسان کو اپنے افعال کا پوری دنیا ذمہ دار قرار دیتی ہے جبکہ جانوروں کو ان کے افعال کے بارے میں کوئی بھی ذمہ دار قرار نہیں دیتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان مجبور محض نہیں ہے، بلکہ اپنے افعال کا مالک ومختار اور ذمہ دار ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حِجَاجِ اٰدَمَ وَمُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَام

باب 2: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی بحث

2060 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: احْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰى فَقَالَ مُوْسٰى يَا اٰدَمُ اَنْتَ الَّذِيْ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوْحِهٖ اَغْوَيْتَ النَّاسَ وَاَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ فَقَالَ اٰدَمُ وَاَنْتَ مُوْسَى الَّذِيْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِكَلَامِهٖ اَتَلُوْمُنِيْ عَلٰى عَمَلٍ عَمِلْتُهٗ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ قَالَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَجُنْدَبٍ

وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْاَعْمَشِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُ اَصْحَابِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان بحث ہوگئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے حضرت آدم! آپ وہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ذریعے پیدا کیا۔ آپ میں اپنی روح کو پھونکا اور آپ نے لوگوں کو گمراہ کروا دیا اور انہیں جنت سے نکلوا دیا نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: حضرت آدم نے فرمایا: آپ وہی حضرت موسیٰ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے لیے منتخب کیا' کیا آپ ایک ایسے عمل کے بارے میں مجھے ملامت کر رہے ہیں؟ جو میں نے کیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے ہی میرے مقدر میں لکھ دیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس طرح حضرت آدم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو سلیمان تیمی نے اعمش سے نقل کی ہے۔

اعمش کے بعض شاگردوں نے اس روایت کو اعمش کے حوالے سے' ابو صالح کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

بعض شاگردوں نے اعمش کے حوالے سے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے بھی منقول ہے۔

شرح

حضرات آدم و موسیٰ علیہما السلام کا مناظرہ کہاں ہوا؟

حدیث باب میں حضرات آدم اور موسیٰ علیہما السلام کے مناظرہ کا ذکر ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ مناظرہ کہاں ہوا تھا؟ اس بارے میں مشہور تین اقوال ہیں:

(۱) دنیا میں شب معراج کے موقع پر ہوا

(۲) عالم ارواح میں ہوا۔

(۳) قیامت کے دن ہوگا لیکن ما یئول کے اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بیان فرما دیا۔ قیامت کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کریں گے کہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کرائے گا اور دونوں بزرگوں کے مابین یوں مناظرہ ہوگا جس کی تفصیل حدیث باب میں مذکور ہے۔

سوال: لفظ: اغواء: خطا' غلطی اور لوگوں کو غلط راہ پر گامزن کرنے کے معنی میں آتا ہے' جس کا مطلب گمراہ کرنا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نبی اللہ تھے اور نبی معصوم ہوتا ہے اور وہ تو لوگوں کو گمراہی سے نکالتا ہے نہ کہ گمراہ کرتا ہے؟

جواب: آپ کی دنیا میں تشریف آوری کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا تھا لیکن بظاہر شجر ممنوعہ کا پھل کھانا سبب بنا۔ اگر آپ جنت میں رہتے تو سب لوگ نیکوکار ہوتے اور دنیا میں آنے کی وجہ سے آپ کی اولاد دو حصوں میں تقسیم ہوگئی: نصف جنتی اور نصف جہنمی۔ سبب بننے کی وجہ سے ان کی نسبت آپ کی طرف کر دی گئی۔

سوال: حدیث باب میں ہے: قبل ان یخلق السموات والارض (یعنی آسمان وزمین کی تخلیق سے قبل) دوسری روایت میں ہے۔ قبل خلقی اربعین سنۃ (میری پیدائش سے چالیس سال قبل) بظاہر دونوں روایات میں تعارض ہے؟
جواب: یہ فیصلہ لکھا تو پہلے جا چکا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چالیس سال قبل بتایا تھا۔
فائدہ نافعہ: نوشتہ تقدیر کو کوتاہی کے ازالہ کے لیے تو پیش نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے سبب کسی الزام کا دفاع کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے خطاء اجتہادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر مؤاخذہ ہوا تو فوراً توبہ بھی کر لی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے الزام عائد کیا گیا تو آپ نے نوشتہ تقدیر کے ذریعے دفاع کیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشَّقَاءِ وَالسَّعَادَةِ

باب 3: بدبختی اور خوش بختی کا بیان

2061 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ مَا نَعْمَلُ فِيْهِ اَمْرٌ مُبْتَدَعٌ اَوْ مُبْتَدَاٌ اَوْ فِيْمَا قَدْ فُرِغَ مِنْهُ فَقَالَ فِيْمَا قَدْ فُرِغَ مِنْهُ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَكُلٌّ مُيَسَّرٌ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَاِنَّهُ يَعْمَلُ لِلسَّعَادَةِ وَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاءِ فَاِنَّهُ يَعْمَلُ لِلشَّقَاءِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّحُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ وَّاَنَسٍ وَّعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سالم بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ کا کیا خیال ہے آدمی جو عمل کرتا ہے وہ نئے سرے سے ایجاد ہوتا ہے یا وہیں سے آغاز ہوتا ہے۔ یا اس کے بارے میں تقدیر طے ہو چکی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! اس بارے میں تقدیر طے ہو چکی ہے اور ہر شخص کے لیے وہ کام آسان ہو گا جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے جو شخص سعادت مندوں میں سے ہو گا وہ اہلِ سعادت کے سے عمل کرے گا اور جو شخص بدبخت ہو گا وہ بدبختوں کے سے عمل کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن اُسید، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2062 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

2061- اخرجه احمد (۱/۲۹)- من طريق سالم بن عبد الله بن عمر، عن ابن عمر، فذكره، و عبد بن حميد (۳۶، ۳۷)، حديث (۴۰)، من طريق عبد الله بن دينار، عن ابن عمر، فذكره۔

متن حدیث: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَنْكُتُ فِي الْاَرْضِ اِذْ رَفَعَ رَأْسَهُ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا قَدْ عُلِمَ وَقَالَ وَكِيعٌ اِلَّا قَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا اَفَلَا نَتَّكِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ زمین کرید رہے تھے۔ اچانک آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر ارشاد فرمایا تم میں سے ہر ایک شخص کے بارے میں یہ طے ہو چکا ہے۔

وکیع نامی راوی بیان کرتے ہیں: اس کے لیے مقرر ہو چکا ہے: اس کا جہنم میں مخصوص ٹھکانہ کیا ہوگا۔ (یا پھر) جنت میں مخصوص ٹھکانہ کیا ہوگا۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم اس پر اکتفا نہ کریں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں! تم عمل کرو کیونکہ ہر شخص کے لیے وہ عمل آسان ہوتا ہے' جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

انسان کے شقی اور سعید ہونے کا معیار

تقدیر کے بارے میں سوال کرنا منع نہیں ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقدیر کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ جو واقعات ہمیں پیش آتے ہیں اور جو کام ہم کرتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے اور ازل سے طے شدہ ہیں یا معاملہ اچھوتا ہے یعنی اس بارے میں پہلے سے طے شدہ نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: تقدیر الٰہی ازل سے طے شدہ ہے لیکن بندوں کو اس جہت سے غور وفکر نہیں کرنا چاہیے ورنہ ان کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ پھر ہمیں عمل کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اس لیے بندوں کو محض اپنے معاملات کے بارے میں غور وفکر کرنا چاہیے کہ جو ہم نیک امور انجام دیتے ہیں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اپنے اختیار سے کرتے ہیں اور امور بد کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔

انسان دنیوی امور کے بارے میں یہ نظریہ رکھتا ہے کہ اگر وہ کوئی کام کرے گا تو کھانے کا اہتمام ہوگا ورنہ بھوکا رہے گا لیکن اسے تردد صرف اعمال خیر اور اعمال سیئہ کے بارے میں ہے۔ اعمال کو بھی دنیوی امور کی طرح سمجھنا چاہیے۔ اس لیے کہ تقدیر اجمالی نہیں ہے' بلکہ تفصیلی ہے۔ جو شخص از خود ایمان لائے گا' اعمال صالحہ انجام دے گا اور اسی حالت میں فوت ہوگا تو اسے نیک لوگوں میں شمار کیا جائے گا جبکہ دوسرے شخص کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔ معلوم ہوا کہ انسان کے شقی اور سعید ہونے کا معیار محض اعمال ہیں۔ جو شخص اعمال سیئہ اختیار کرتا ہے وہ شقی ہے اور جو آدمی اعمال صالحہ اختیار کرتا ہے وہ سعید ہے۔

2062- اخرجه البخاری (۲/۳۶۷): کتاب الجنائز: باب: موعظة المحدث عند القبر' و قعود اصحابه حوله' حدیث (۱۳۶۲) واطرافه فی: (۴۹۴۵' ۴۹۴۶' ۴۹۴۷' ۴۹۴۸' ۴۹۴۹' ۶۲۱۷' ۶۶۰۵' ۷۵۵۲) ومسلم (۴/۲۰۳۹' ۲۰۴۰): کتاب القدر: باب: کیفیة خلق الآدمی' فی بطن امه' حدیث (۳۶۴۷/۷۶) و ابو داؤد (۲/۶۳۴' ۶۳۵): کتاب السنة: باب: فی القدر' حدیث (۴۶۹۴) و ابن ماجه (۱/ ۳۰/ ۳۱): المقدمة: باب فی القدر' حدیث (۷۸) و احمد (۱/۸۲' ۱۲۹' ۱۳۳' ۱۴۰' ۱۵۷) و البخاری فی الادب المفرد (۹۱۰) و عبد بن حمید (۵۷' ۵۸) حدیث (۸۴) من طریق ابو عبد الرحمٰن السلمی' فذکره۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْاَعْمَالَ بِالْخَوَاتِيمِ

باب 4: اعمال میں خاتمے کا اعتبار ہوتا ہے

2063 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ

متنِ حدیث: اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِىْ بَطْنِ اُمِّهٖ فِىْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ اِلَيْهِ الْمَلَكَ فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعٍ يَكْتُبُ رِزْقَهٗ وَاَجَلَهٗ وَعَمَلَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ فَوَالَّذِىْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ ثُمَّ يَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ ثُمَّ يَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ

توضیح راوی: وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ قَال سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ بِعَيْنِىْ مِثْلَ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِىُّ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَهٗ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدٍ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے' آپ سچے ہیں اور آپ کی تصدیق کی گئی ہے: ہر شخص کا مادہ تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک رہتا ہے (نطفے کی شکل میں) ہوتا ہے' پھر اتنے ہی عرصے تک جمے ہوئے خون کی شکل میں ہوتا ہے' پھر اتنے ہی عرصے تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتے کو بھیجتا ہے' جو اس میں روح پھونک دیتا ہے اسے چار چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے' وہ فرشتہ اس شخص کا رزق' اس کی موت' اس کا عمل اور اس کا بدبخت ہونا یا خوش بخت ہونا لکھتا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں

2063- اخرجه البخاری (٦/٣٥٠): كتاب ابدء الخلق: باب: ذكر الملائكة' حديث (٨-٣٢)- و اطرافه فی: (٣٣٣٢' ٦٥٩٤' ٧٤٥٤) و مسلم (٢٠٣٦/٤): كتاب القدر: باب: كيفية خلق الادمی فی بطن امه' حديث (١/٢٦٤٣) و ابوداؤد (٢/٦٤٠): كتاب السنة: باب: فی القدر' حديث (٤٧٠٨) و ابن ماجه (١/٢٩): المقدمة' باب: فی القدر' حديث (٧٦) و احمد (١/٣٨٢' ٤١٤' ٤٣٠) و الحميدی (١/٦٩)' حديث (١٣٦)' من طريق الاعمش' عن زيد بن وهب' فذكره۔

ہے' کوئی شخص اہلِ جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے' یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے' لیکن پھر تقدیر کا لکھا غالب آ جاتا ہے اور اس کا خاتمہ اہلِ جہنم کے سے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور کوئی شخص اہلِ جہنم کے سے عمل کرتا رہتا ہے' یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا لکھا اس پر غالب آتا ہے اور اس کا خاتمہ اہلِ جنت کے سے عمل پر ہوتا ہے اور وہ اس (جنت) میں داخل ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حسب سابق ذکر کی ہے۔ اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

احمد بن حسن کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے اپنی آنکھوں کے ذریعے یحییٰ بن سعید القطان جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو شعبہ اور ثوری نے اعمش کے حوالے سے اس کی مانند نقل کیا ہے۔

محمد بن علاء نے اس کو وکیع کے حوالے سے' اعمش کے حوالے سے' زید کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

آخرت میں فیصلہ کا معیار

بعض اوقات انسان کی حالت یکساں نہیں رہتی مثلاً پہلے گمراہ یا کافر تھا' پھر مسلمان ہوا اور بعد میں دوبارہ گمراہ یا کافر ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ آخرت میں اس کا فیصلہ زندگی کے پہلے یا درمیانے یا آخری حصہ کے مطابق ہوگا یا مجموعہ کا اعتبار ہوگا یا خیر وشر میں سے اغلب کے مطابق ہوگا؟ اس اہم سوال کا جواب حدیث باب میں دیا گیا ہے کہ انسان کا فیصلہ زندگی کے آخری حصہ کے مطابق ہوگا یعنی زندگی کے آخری حصہ میں اگر کوئی شخص مسلمان ہونے کی حالت میں اعمال صالحہ ادا کرتا رہا ہو تو اسے مسلمان شمار کر کے اس کے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص زندگی کے آخری حصہ مین گمراہ یا کافر ہو تو اس کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں مشہور روایت ہے: انما الاعمال بالخواتیم یعنی اعمال کا دارومدار خاتموں پر ہے۔

بچہ کی تخلیق کے مراحل

حدیث باب میں تصریح ہے کہ انسانی نطفہ چالیس دن تک اصل شکل میں باقی رہتا ہے' چالیس دن کے بعد اسے جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل کر دیا جاتا ہے اور چالیس دن بعد اسے گوشت کے لوتھڑے میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ آتا ہے' جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ بعد ازاں فرشتہ چار چیزیں لکھ دیتا ہے:

(۱) رزق (۲) زندگی (۳) اس کا عمل کیسا ہوگا (۴) اس کا شقی یا سعید ہونا۔

بَابُ مَا جَآءَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

باب 5: ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے

2064 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رَبِيْعَةَ الْبُنَانِيُّ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْمِلَّةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُشَرِّكَانِهٖ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَنْ هَلَكَ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ بِهٖ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّالْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

اختلافِ روایت: وَقَالَ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَغَيْرُهٗ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ سَرِيْعٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر پیدا ہونے والا بچہ ملت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مشرک بنا دیتے ہیں، عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! جو اس سے پہلے فوت ہو جائے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ بہتر جانتا ہے: انہوں نے کیا عمل کرنا تھا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس روایت کو شعبہ اور دیگر راویوں نے اعمش کے حوالے سے ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: اسے فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔

اس بارے میں اسود بن سریع سے بھی حدیث منقول ہے۔

2064- اخرجه البخاری (۳/ ۲۶۰): كتاب الجنائز: باب: اللحد و الشق فى القبر، حديث (۱۳۵۸) واطرافه فى : (۱۳۵۹، ۹۳۸۵، ۴۷۷۵، ۶۵۹۹) و مسلم (۴/ ۲۰۴۸): كتاب القدر: باب: معنى كل مولود يولد على الفطرة، حديث (۲۲ / ۲۶۵۸) واحمد (۲/ ۴۱۰، ۴۸۱) من طريق ابو صالح بنحوه-

شرح

مفہوم حدیث

متعدد احادیث ہیں جن کے الفاظ بھی مختلف ہیں۔ ایک روایت میں "ملة" کا لفظ دوسری میں "فطرت" کا لفظ اور تیسری میں "اسلام" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تینوں الفاظ کا مطلب ایک ہے یعنی ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی اور یا مشرک بنا دیتے ہیں۔ قرآنی تصریحات کے مطابق انسان دنیا میں نیا پیدا نہیں ہوتا بلکہ جسم نیا پیدا کیا جاتا ہے جس میں عالم ارواح میں پہلے سے موجود روح شکم مادر میں پھونک دی جاتی ہے کیونکہ دنیا عالم اجساد ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۷۲) اور یاد کرو اس وقت کو جب آپ کے پروردگار نے اولاد آدم کو ان کی پشت سے نکالا' ان سے انہی کے بارے میں اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے جواب میں کہا: ہاں' ہم سب گواہ ہیں تا کہ تم لوگ قیامت کے دن یہ بات نہ کہہ سکو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔"

جس عہد و پیمان کا ذکر اس ارشاد خداوندی میں ہوا ہے' یہ عہد عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے ان کی صلبی اولاد پیدا کی' پھر پشت در پشت ان کی اولاد کی تخلیق کی گئی۔

فوت ہونے والے نابالغ بچوں کے احکام

فوت ہونے والے نابالغ بچوں کے احکام دو قسم کے ہو سکتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- نابالغ بچوں کے دنیوی احکام: وہ بچے خیر الابوین کے تابع ہوتے ہیں۔ والدین میں سے ایک یا دونوں مسلمان ہوں تو انہیں مسلمان سمجھا جائے گا' ان کی تجہیز و تکفین کی جائے گی اور ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ مسلمانوں کے قبرستان میں تدفین کی جائے گی اور باقاعدہ ان کی وراثت ورثاء میں تقسیم ہوگی۔

۲- نابالغ بچوں کے اخروی احکام

وہ بچے جو مسلمان ہوں اور نابالغ ہونے کی حالت میں فوت ہو جائیں' وہ مسلمان ہیں' جنتی ہیں اور ان پر تمام احکام مسلمانوں کے جاری ہوں گے۔ اطفال مشرکین کے بارے میں چھ اقوال ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) وہ دوزخ میں جائیں گے۔

(۲) وہ اعراف میں رہیں گے (یہ مقام جنت و دوزخ کے درمیان ہے)

(۳) ان کا آخرت میں امتحان لیا جائے گا (جس طرح پاگلوں اور اصحاب فترت کا امتحان ہوگا) جو امتحان میں کامیاب ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوں گے اور جو ناکام ہوں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔

(۴) وہ اہل جنت کے خدام ہوں گے

(۵) وہ جنتی ہوں گے
(۶) ان کے بارے میں سکوت ہے (ان پر اسلام یا کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا)۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ

باب 6: تقدیر کو صرف دعا ٹال سکتی ہے

2065 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ وَسَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الضُّرَيْسِ عَنْ اَبِیْ مَوْدُوْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِیْ اَسِيْدٍ

حکمِ حدیث: وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ سَلْمَانَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ الضُّرَيْسِ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ مَوْدُوْدٍ اثْنَانِ اَحَدُهُمَا يُقَالُ لَهُ فِضَّةُ وَهُوَ الَّذِیْ رَوٰی هٰذَا الْحَدِيْثَ اسْمُهُ فِضَّةُ بَصْرِيٌّ وَّالْاٰخَرُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِیْ سُلَيْمَانَ اَحَدُهُمَا بَصْرِيٌّ وَّالْاٰخَرُ مَدَنِيٌّ وَّكَانَا فِیْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ

◆◆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تقدیر کو صرف دعا بدل سکتی ہے اور صرف نیکی ہی عمر میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف یحییٰ بن ضریس کے حوالے سے جانتے ہیں۔

"ابومودود" نامی راوی دو ہیں' ان میں سے ایک کا نام فضہ بصری ہے اور یہ وہی راوی ہے' جس نے یہ حدیث نقل کی ہے اور دوسرے کا نام عبدالعزیز بن ابوسلیمان ہے۔ ان میں سے ایک بصری کا رہنے والا ہے اور دوسرا مدینہ منورہ کا رہنے والا ہے۔ البتہ یہ دونوں ایک ہی زمانے کے ہیں۔

شرح

دعا کی تاثیر اور حسن سلوک کی اہمیت

قضاء اور قدر کی تین اقسام ہیں۔ ان کی تعریفات اور احکام درج ذیل ہیں:

۱- قضائے مبرم حقیقی: یہ وہ قضاء ہے' جو علم الٰہی میں کسی چیز پر معلق نہ ہو' اس میں تبدیلی ممکن نہیں ہوتی۔ اکابر میں سے کوئی اس بارے میں عرض کرتا ہے تو اسے رجوع کرنے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔

۲- قضاء معلق محض: یہ وہ قضاء ہے' جس کا صحف ملائکہ میں کسی چیز پر معلق ہونا ظاہر ہو۔

۳- قضاء شبیہ بہ مبرم: یہ وہ قضاء ہے، جس کا صحف ملائکہ میں معلق ہونا مذکور نہ ہو لیکن علم الٰہی میں معلق ہو۔
حضور غوث پاک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں قضاء مبرم کو تبدیل کر سکتا ہوں۔ دعا قضا مبرم کو ٹال دیتی ہے۔
سوال: قضاء وقدر کو صرف دعا پھیر سکتی ہے مگر قضاء اٹل ہے اور حسن سلوک سے عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن موت کا وقت مقرر ہے، جس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ پھر حدیث باب کا مطلب کیا ہے؟
جواب: حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ تقدیر کو اللہ کی صفت تصور کرتے ہوئے محض اس پر یقین رکھا جائے اور بندوں کی طرف سے تقدیر معلق ہوتی ہے، لہٰذا اعمال کو ذریعہ تصور کرتے ہوئے ان پر عمل کیا جائے۔ چونکہ انسان کو پیشگی اس کا علم نہیں ہوتا، اس طرح دعا کرنے سے بندوں کے حال کے اعتبار سے صورتحال بدل جاتی ہے۔ یہی حال حسن سلوک سے عمر میں اضافہ ہونے کا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْقُلُوْبَ بَيْنَ اُصْبُعَيِ الرَّحْمٰنِ

باب 7: (لوگوں کے) دل، رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتے ہیں

2066 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ
متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰى دِيْنِكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهٖ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا قَالَ نَعَمْ اِنَّ الْقُلُوْبَ بَيْنَ اُصْبُعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ
فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَاب عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَآئِشَةَ
حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ
اسنادِ دیگر: وَّهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ اَنَسٍ وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيْثُ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ اَنَسٍ اَصَحُّ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ بکثرت یہ پڑھا کرتے تھے۔
''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا''۔
میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ جو (تعلیمات) لے کر آئے اس پر بھی ایمان لائے تو کیا آپ ﷺ کو ہماری طرف سے کوئی اندیشہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! بے شک (لوگوں کے) دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتے ہیں وہ انہیں جیسے چاہے تبدیل کر سکتا ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔
یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اسی روایت کو دیگر راویوں نے اعمش کے حوالے سے ابوسفیان کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔
بعض راویوں نے اس کو اعمش کے حوالے سے ابوسفیان کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔
تاہم ابوسفیان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ زیادہ مستند ہے۔

شرح

مفہوم حدیث

احادیث مبارکہ اور ارشادات نبوی میں یہ پہلو بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ ان میں امت کی تعلیم بھی مقصود ہوتی ہے۔ ہمیں بکثرت دعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور کثرت سے دعا وہی شخص کرے گا جو اپنے انجام اور اعمال کے نتائج سے غافل ہو اس لیے کہ اسے انتظار ہوتا ہے کہ اعمال کے مثبت نتائج مرتب ہوتے ہیں یا منفی؟ اسی تصور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اسے تقدیر کہا جاتا ہے اور اگر بندوں کی طرف کی جائے تو اسباب کہا جا سکتا ہے۔

حدیث باب میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ بیان کی گئی ہے دنیا کی کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اگر کائنات کا ایک ذرہ بھی اس کی قدرت سے خارج تصور کیا جائے تو اس کی قدرت کاملہ نہیں ہوگی اور اس کا معبود حقیقی ہونا بھی درست نہیں ہوگا؟ کیونکہ معبود ہونے کے لیے قدرت ناقصہ نہیں بلکہ قدرت کاملہ کا مالک ہونا ازبس ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ ایک سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے دریافت کیا: کیا انسان اپنے افعال میں مختار ہے یا مجبور؟ آپ نے جواب میں فرمایا: انسان مختار ہے اور مجبور بھی۔ اس نے مزید لب کشائی کرتے ہوئے کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ مختار ہو اور مجبور بھی؟ آپ نے اسے حقیقت سمجھانے کے لیے کہا: تم کھڑے ہو جاؤ' وہ کھڑا ہو گیا۔ فرمایا: تم اپنا ایک پاؤں اٹھاؤ؟ اس نے اپنا ایک پاؤں زمین سے اٹھا لیا۔ پھر فرمایا: تم اپنا دوسرا پاؤں بھی اٹھاؤ؟ اس نے جواب دیا: حضور! دوسرا پاؤں اٹھانے کی صورت میں میں گر جاؤں گا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: پہلا پاؤں اٹھاتے وقت تم مختار تھے اور دوسرا اٹھاتے وقت مجبور۔ اسی طرح مشیت کے ابتدائی حصہ میں بندہ مختار ہوتا ہے اور آخری حصہ میں مجبور۔ گویا انسان جزوی اختیار کا مالک ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا لِاَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِ النَّارِ

باب 8: اللہ تعالیٰ نے اہلِ جہنم اور اہلِ جنت کے لیے کتاب لکھ دی ہے

2067 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِيْ قَبِيْلٍ عَنْ شُفَيِّ بْنِ مَاتِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدِهٖ كِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ فَقُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ

2067- اخرجه احمد (۱۶۷/۲) من طريق شفي بن ماتع فذكره-

اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِیْ فِیْ شِمَالِهٖ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا فَقَالَ اَصْحَابُهٗ فَفِيْمَ الْعَمَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ اَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ فَقَالَ سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا فَاِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ عَمِلَ اَیَّ عَمَلٍ وَّاِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَاِنْ عَمِلَ اَیَّ عَمَلٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قَالَ فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِی السَّعِيْرِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرٍ عَنْ اَبِیْ قَبِيْلٍ نَحْوَهٗ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ قَبِيْلٍ اسْمُهٗ حُيَیُّ بْنُ هَانِیٍٔ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے دستِ مبارک میں دو تحریریں تھیں آپ نے دریافت کیا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ دو تحریریں کس چیز سے متعلق ہیں؟ ہم نے عرض کی: نہیں! یارسول اللہ ﷺ! آپ ہی ہمیں بتائیں تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے دائیں دستِ مبارک میں موجود تحریر کے بارے میں فرمایا: یہ تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے تحریر ہے، جس میں اہلِ جنت کے نام ہیں، ان کے آباؤ اجداد اور قبائل کے نام ہیں پھر اس کے آخر میں مہر لگادی گئی ہے۔ ان میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا اور کوئی کمی نہیں ہوسکتی پھر آپ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ میں موجود تحریر کے بارے میں فرمایا: یہ تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے تحریر ہے۔ اس میں جہنمیوں کے نام ہیں، ان کے آباؤ اجداد اور قبائل کے نام ہیں اور ان کے آخر میں بھی مہر لگادی گئی ہے ان میں بھی کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا اور کوئی کمی نہیں ہوسکتی۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! پھر عمل کیوں کیا جائے اگر معاملہ طے ہو چکا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سیدھے راستے پر چلو اور میانہ روی اختیار کرو کیونکہ جنتی شخص کے نصیب میں اہلِ جنت کا عمل لکھ دیا گیا ہے، اگرچہ وہ کوئی بھی عمل کرے، اور جہنمی کے نصیب میں اہلِ جہنم کا عمل لکھ دیا گیا ہے، اگرچہ وہ کیسا ہی عمل کرے پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا اور ان دونوں تحریروں کو رکھ دیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا پروردگار اپنے بندوں کے حوالے سے فارغ ہو چکا ہے۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابوقبیل نامی راوی کا نام حیی بن ہانی ہے۔

2068 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ

2068- اخرجه احمد (۳/۱۰۶، ۱۲۰، ۲۳۰) و عبد بن حميد (۱۴۱۰) حديث (۱۳۹۳) من طريق حميد، فذكره-

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا اسْتَعْمَلَهُ فَقِيلَ كَيْفَ يَسْتَعْمِلُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يُوَفِّقُهُ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے‘ تو اس سے وہ عمل لیتا ہے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! وہ اس سے کیا عمل لیتا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے مرنے سے پہلے نیکی کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

شرح

دو رجسٹروں میں تمام انسانوں کے نام تحریر ہونا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دو رجسٹر دیے گئے تھے‘ وہ محسوس کیفیت کے تھے یا معنوی نوعیت کے تھے؟ دونوں رجسٹر محسوس نوعیت کے تھے کیونکہ دوسری دنیا کی مختلف اشیاء انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے متمثل ہو جاتی تھیں اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے بھی ہو جاتی تھیں مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام بعض اوقات صحابہ کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں نظر آتے تھے۔ اسی طرح اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دونوں رجسٹر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں محسوس حالت میں دیکھے ہوں تو یہ حقیقت سے بعید نہیں ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو رجسٹر عطا کیے گئے‘ جو دائیں ہاتھ میں تھا اس میں اہل جنت کے اسماء گرامی مع ولدیت وقبائل درج تھے اور بائیں ہاتھ والے رجسٹر میں اہل جہنم کے اسماء مع ولایت وقبائل درج تھے۔ سوال یہ ہے کہ ان رجسٹروں پر تمام اہل جنت اور اہل جہنم کے اسماء کا درج ہونا محال ہے؟

جواب: ایک رجسٹر میں اہل جنت اور دوسرے میں تمام اہل جہنم کے اسماء درج ہونا محال نہیں ہے‘ بلکہ ممکن ہے اور درج بھی تھے۔ جس طرح کمپیوٹر کے میموری کارڈ میں دنیا بھر کی لائبریریوں کی کتب جمع کی جا سکتی ہیں‘ بالکل اسی طرح اہل جنت اور اہل جہنم کے اسماء دو رجسٹروں میں درج ہو سکتے ہیں۔

تقدیر کا طے شدہ ہونا

تقدیر اللہ تعالیٰ کی صفات کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ کن سے از آفرینش انسان تا قیامت تمام کے اسماء اور معاملات درج کر کے طے شدہ اور رجسٹروں کے مندرجات کا میزان کر کے اس میں کمی و اضافہ کے امکان کو بھی ختم کر دیا گیا ہے۔

سوال: جب فیصلہ ہو چکا ہے اور فیصلہ کے مطابق ان کے اسماء رجسٹروں میں درج ہیں تو پھر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: حدیث باب میں اس سوال کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ بندوں کو معاملات میں اپنی جانب سے غور و فکر کرنا چاہیے‘ کیونکہ ان کی جانب سے تقدیر معلق ہے‘ جس میں اعمال کے باعث تبدیلی ممکن ہے۔ یہ تبدیلی بھی تقدیر کا حصہ ہے۔ دوسری حدیث

باب اسی سوال کے جواب پر مشتمل ہے بلکہ اس میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو موت سے قبل بھی اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا کر دیتا ہے جو اس کا سرمایہ افتخار اور فلاح کا سبب بن جاتے ہیں۔ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: لایزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسا یستعملھم فی طاعته (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۸) اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس دین کے پودے لگاتا رہتا ہے جن کو اپنی اطاعت میں استعمال کرتا ہے۔''

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا اور دریافت کیا حضور دنیا سے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: فرشتوں نے حسب حکم مجھے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: اگر تیرے ساتھ خیر کا معاملہ کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تجھے علم عطا نہ کرتا' جا تو بخشا ہوا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ

باب 9: عدویٰ' ہامہ اور صفر کی کوئی حقیقت نہیں ہے

2069 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا صَاحِبٌ لَّنَا عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يُعْدِىْ شَىْءٌ شَيْئًا فَقَالَ اَعْرَابِىٌّ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْبَعِيْرُ الْجَرِبُ الْحَشَفَةُ بِذَنَبِهٖ فَتَجْرَبُ الْاِبِلُ كُلُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ اَجْرَبَ الْاَوَّلَ لَا عَدْوٰى وَلَا صَفَرَ خَلَقَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ وَّكَتَبَ حَيَاتَهَا وَرِزْقَهَا وَمَصَائِبَهَا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَنَسٍ

توضیح راوی: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ صَفْوَانَ الثَّقَفِىَّ الْبَصْرِىَّ قَال سَمِعْتُ عَلِىَّ بْنَ الْمَدِيْنِىِّ يَقُوْلُ لَوْ حَلَفْتُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ لَحَلَفْتُ اَنِّىْ لَمْ اَرَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ

◆◆ ابوزرعہ بن عمرو کہتے ہیں ہمارے ایک ساتھی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات بتائی ہے' وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی ایک دیہاتی نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ایک خارش زدہ اونٹ جب دوسرے اونٹوں کے درمیان آتا ہے' تو انہیں بھی خارش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے اونٹ کو کس نے خارش میں مبتلا کیا تھا؟ عدویٰ اور صفر کی کوئی حقیقت نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کو پیدا کیا ہے اور اس کی زندگی اس کا رزق اور اس کے مصائب مقرر کر دیے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن عمرو ثقفی بصری کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے علی بن مدینی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اگر رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان مجھ سے حلف لیا جائے' تو میں قسم اٹھا کر یہ بات کہوں گا کہ میں نے

2069- اخرجه احمد (۱/ ٤٤٠) من طريق ابوزرعة بن عمرو بن جرير' قال: حدثنا صاحب لنا' فذكره۔

عبدالرحمٰن بن مہدی سے زیادہ علم والا کوئی شخص نہیں دیکھا (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں)

شرح

زمانہ جاہلیت کے اوہام کا رد

حدیث باب میں زمانہ جاہلیت کے تین اوہام کا رد مقصود ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-لاعدوی (مرض کا متعدی نہ ہونا): لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ مرض متعدی ہوسکتا ہے لہٰذا مریض سے احتراز و اجتناب ضروری ہے ورنہ دوسرا شخص یا جانور بھی مرض کا شکار ہوسکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعتقاد کی تردید فرمائی تو ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک خارش زدہ اونٹ ہو تو اس سے یہ مرض دوسرے اونٹ کو لگ جاتا ہے اور یہی متعدی مرض ہے؟ آپ نے فرمایا: تم بتاؤ کہ پہلے اونٹ کو مرض کیسے لاحق ہوا تھا؟ یعنی مرض متعدی نہیں ہوتا ہے، کیونکہ ہر جاندار کی زندگی، رزق اور مصائب تحریر ہیں۔

۲-ولا ھامۃ (چمگادڑ کا عقیدہ غلط ہے): ھامہ (چمگادڑ) کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ تھا:

(۱) جس گھر میں یہ داخل ہوتا ہے اس کے افراد کے لیے موت کا پیغام ثابت ہوتا ہے۔

(۲) یہ نحوست کی علامت ہے۔

(۳) مقتول کے سر سے ایک پرندہ برآمد ہوتا ہے، جو اس کے انتقام لینے تک یوں پکارتا رہتا ہے: مجھے پانی پلاؤ، مجھے پانی پلاؤ۔ یہ عقیدہ غلط ہے اور اس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

۳- ولا صفر: اس کے کئی مطالب بیان کیے گئے:

(۱) یہ پیٹ کے مرض کا نام ہے اور جو اس کا شکار ہوتا ہے اس کی موت یقینی ہوتی ہے۔

(۲) پیٹ کے سانپ کا نام ہے اور جب یہ پیدا ہوتا ہے تو انسان مر جاتا ہے۔

(۳) ایک متعدی مرض کا نام ہے، جو یکے بعد دیگرے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

(۴) ماہ صفر میں نحوست ہے۔

(۵) وہ لوگ ماہ محرم کی طرح ماہ صفر کا احترام کرتے تھے۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مفاہیم و مطالب اور عقائد و افکار کی تردید فرمادی کیونکہ یہ مہینہ بھی دوسرے مہینوں کی مثل ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْإِيْمَانِ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ

باب 10: تقدیر پر ایمان رکھنا خواہ وہ اچھی ہو یا بُری ہو

2070 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ حَتّٰى يَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَهٗ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهٗ وَاَنَّ مَا اَخْطَاَهٗ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهٗ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عُبَادَةَ وَجَابِرٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَيْمُوْنٍ

توضیح راوی: وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَيْمُوْنٍ مُّنْكَرُ الْحَدِيْثِ

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اچھی یا بری تقدیر (یعنی وہ جیسی بھی ہو) پر ایمان نہ لے آئے اور وہ یہ بات نہ جان لے کہ اسے جو مصیبت لاحق ہونی ہے' وہ اسے ضرور لاحق ہوگی اور جو لاحق نہیں ہونی وہ اسے کبھی لاحق نہیں ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف عبداللہ بن میمون نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

عبداللہ بن میمون ''منکر الحدیث'' ہیں۔

2071 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِاَرْبَعٍ يَّشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّىْ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعَثَنِىْ بِالْحَقِّ وَيُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَبِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَيُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ

اسناد دیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ رِبْعِيٌّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَلِيٍّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ اَبِىْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عِنْدِىْ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ النَّضْرِ

وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا الْجَارُوْدُ قَال سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ بَلَغَنَا اَنَّ رِبْعِيًّا لَمْ يَكْذِبْ فِي الْاِسْلَامِ كِذْبَةً

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوتا جب تک وہ چار چیزوں پر ایمان نہ لائے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے اور وہ موت پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لائے اور تقدیر پر ایمان لائے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوداؤد نامی راوی نے شعبہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' وہ میرے نزدیک نضر نامی

2071- اخرجه ابن ماجه (۱/۳۲): المقدمة: باب: في القدر' حديث (۸۱)' و احمد (۱/۹۷)' من طريق ربعي بن حراش' فذكره' واخرجه احمد (۱/۱۳۳)' وعبد بن حميد (۵٤)' حديث (۷۵) من طرق ربعي عن رجل' عن علي' فذكره۔

راوی سے منقول اس حدیث کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

دیگر کئی راویوں نے منصور نامی راوی سے ربعی نامی راوی کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جارود بیان کرتے ہیں: میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے ہوئے سنا ہے مجھے یہ پتا چلا ہے: ربعی بن حراش نے اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

شرح

تقدیر کی اہمیت

تقدیر پر ایمان و یقین رکھنا اسلامی عقائد کا حصہ ہے اور اس کا انکار گمراہی و بددینی ہے۔ تقدیر کی دو اقسام ہیں:

(۱) تقدیر خیر

(۲) تقدیر شر۔ دونوں پر ایمان ضروری ہے۔ تقدیر معاملہ اچھوتا نہیں ہے بلکہ طے شدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ اٹل ہے لیکن بندوں کی طرف سے یہ معلق بھی ہے۔ طے شدہ تقدیر کے مطابق جو تکلیف انسان کے حق میں لکھی گئی ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور جو بھلائی اس کے لیے لکھی گئی ہے اس سے کوئی روک نہیں سکتا۔ انسان کے حق میں تقدیر معلق ہے جو اس کے اعمال صالحہ کے سبب تبدیل ہو سکتی ہے اور یہ تبدیلی بھی تقدیر کا حصہ ہے۔

دوسری حدیث باب میں ایمان و تقدیر کا مدار چار چیزوں کو قرار دیا گیا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان

(۳) موت کے وقوع پر یقین

(۴) قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے پر یقین۔ ان امور کو تسلیم کرنے سے انسان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ اعمال خیر کا خوگر بن جاتا ہے اور اعمال سیۂ سے اجتناب کرتا ہے۔ مرنے اور دوبارہ زندہ ہونے کے نظریہ سے انسان میں خوف کا تصور غالب رہتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ معصیت کی راہ سے احتراز کرتا ہوا "صراط مستقیم" کو اختیار کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ النَّفْسَ تَمُوْتُ حَيْثُ مَا كُتِبَ لَهَا

باب 11- ہر شخص نے وہیں مرنا ہے جو اس کے مقدر میں لکھا ہے

2072 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ مَطَرِ بْنِ عُكَامِسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا قَضَى اللّٰهُ لِعَبْدٍ اَنْ يَّمُوْتَ بِاَرْضٍ جَعَلَ لَهٗ اِلَيْهَا حَاجَةً

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ عَزَّةَ

2072- اخرجه احمد (۵/۲۲۷) من طريق ابو اسحاق فذكره-

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَلَا يُعْرَفُ لِمَطَرِ بْنِ عُكَامِسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ هٰذَا الْحَدِيْثِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ وَّاَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت مطر بن عکامس بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کی موت کسی جگہ پر لکھی ہو تو اس جگہ پر اس بندے کے لیے کوئی کام پیدا کر دیتا ہے۔ (جس کی وجہ سے بندہ وہاں پہنچ جاتا ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوعزہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

حضرت مطر بن عکامس کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول اس حدیث کے علاوہ ہم کسی اور حدیث کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔

یہی روایت اور ایک سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2073 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِى الْمَلِيْحِ بْنِ اُسَامَةَ عَنْ اَبِىْ عَزَّةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِذَا قَضَى اللّٰهُ لِعَبْدٍ اَنْ يَّمُوْتَ بِاَرْضٍ جَعَلَ لَهٗ اِلَيْهَا حَاجَةً اَوْ قَالَ بِهَا حَاجَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَزَّةَ لَهٗ صُحْبَةٌ وَّاسْمُهٗ يَسَارُ بْنُ عَبْدٍ وَّاَبُو الْمَلِيْحِ اسْمُهٗ عَامِرُ بْنُ اُسَامَةَ بْنِ عُمَيْرٍ الْهُذَلِيُّ وَيُقَالُ زَيْدُ بْنُ اُسَامَةَ

◆◆ حضرت ابوعزہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں فیصلہ کر دے کہ اس نے فلاں جگہ پر مرنا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے لیے اس جگہ پر کوئی کام پیدا کر دیتا ہے۔

راوی کو شک ہے: اس حدیث کے لفظ میں کچھ اختلاف ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

ابوعزہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں، ان کا نام یسار بن عبد ہے۔

ابوالملیح بن اسامہ نامی راوی کا نام عامر بن اسامہ بن عمیر ہذلی ہے۔ ایک قول کے مطابق زید بن اسامہ ہے۔

شرح

وفات سے قبل مقررہ جگہ پر آدمی کا پہنچنا

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے پیدا ہونے سے قبل جہاں اس کی عمر، رزق اور آسانی و مشکلات کا فیصلہ لکھ دیا جاتا ہے، وہاں اس جگہ کا تعین بھی کر دیا جاتا ہے جہاں اس کی وفات واقع ہونا ہوتی ہے۔ انسان دوسری جگہ سے وہاں پر

2073- اخرجه احمد (٤/٤٢٩) و البخاری فی (الادب المفرد) (٧٨٨) من طريق ايوب عن ابی الملیح بن اسامة فذکره۔

کشش انداز میں پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام کی بود و باش اور سکونت کو انسان خوشگوار تصور کرتا ہوا وہاں جا کر قیام پذیر ہو جاتا ہے۔ اگر بالفرض انسان مقررہ جگہ میں نہ پہنچا ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے ایسا اہتمام کر دیتا ہے کہ وہ وہاں ضرور پہنچ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نظام تبدیلی کو پسند نہیں کرتا۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا تَرُدُّ الرُّقٰی وَلَا الدَّوَاءُ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَيْئًا

باب 12: جھاڑ پھونک اور دوائی اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں کسی چیز کو نہیں ٹال سکتے

2074 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ خُزَامَةَ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رُقًى نَسْتَرْقِيْهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰى بِهٖ وَتُقَاةً نَتَّقِيْهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَيْئًا فَقَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ خُزَامَةَ عَنْ اَبِيْهِ وَهٰذَا اَصَحُّ هٰكَذَا قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ خُزَامَةَ عَنْ اَبِيْهِ

ابن ابوخزامہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ ﷺ کا کیا خیال ہے: اگر ہم جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور اگر کوئی دوائی استعمال کرتے ہیں یا بچاؤ کا کوئی اور طریقہ اختیار کرتے ہیں تو کیا یہ چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں سے کوئی چیز ٹال سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بھی تقدیر کا حصہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہم اسے صرف زہری رحمۃ اللہ علیہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

دیگر راویوں نے اسے سفیان کے حوالے سے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ابوخزامہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

دیگر راویوں نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ابوخزامہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

جھاڑ پھونک اور دواء سے علاج بھی تقدیر کا حصہ ہونا

تقدیر کا اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق ہونا اور منجانب اللہ طے شدہ ہونا یقینی اور بندوں کی جانب سے اعمال صالحہ اور سبب کے حوالے سے معلق ہونا بھی حقیقت ہے۔ اسی طرح ہر انسان کا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں داخل ہونا عقیدہ سے متعلق ہے اور اعمال صالحہ کے باعث دخول جنت بندوں کی نسبت سے اسباب ہیں اور دونوں امور اپنی اپنی جگہ میں درست ہیں۔ یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ اعمال صالحہ اور اسباب کا مؤثر بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ حدیث باب میں بھی اسی مسئلہ کی تصریح کی گئی ہے کہ جھاڑ

2074- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۱۳۷): كتاب الطب: باب: ما انزل الله داء الا انزل له شفاء، حديث (۳۴۳۷)- من طريق ابن ابى خزامة، عن

پھونک اور دواء سے کسی مرض کا علاج کرنا بھی تقدیر کا حصہ ہے، جس کا انکار کوئی باشعور صاحب تقویٰ اور حقیقی مسلمان ہرگز نہیں کر سکتا۔ سائل کی عبارت کہ تقدیر کو پھیرنے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ تمام امور تقدیر کا حصہ ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَدَرِيَّةِ

باب 13: تقدیر کے منکرین

2075 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَبِيبٍ وَعَلِيُّ بْنُ نِزَارٍ عَنْ نِزَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الْاِسْلَامِ نَصِيبٌ الْمُرْجِئَةُ وَالْقَدَرِيَّةُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ اَبِي عَمْرَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نِزَارٍ عَنْ نِزَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت کے دو گروہوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ ایک مرجیہ اور دوسرا قدریہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما و حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

بعض رویوں نے دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

شرح

مشہور اسلامی فرقوں کے اختلافات کی بنیادیں

اسلامی فرقوں کے اختلافات کی چار بنیادیں ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- صفات الٰہی کا اثبات و نفی: نصوص قرآن میں جو الفاظ ذات باری تعالیٰ کے لیے استعمال ہوئے ہیں مثلاً ہاتھ، چہرہ، انگلیاں، عرش پر متمکن ہونا اور قیامت کے دن فرشتوں کے جھرمٹ میں تشریف لانا وغیرہ اپنے حقیقی معانی میں مستعمل ہیں یا مجازی معانی ہیں؟

اس بارے میں تین گروہ ہیں:

2075- اخرجه ابن ماجه (۱/۲٤): المقدمة: باب: في الايمان: حديث (٦٢)، وعبد بن حميد (۲۰۱)، حديث (٥٧٩) من طريق عكرمة فذكره۔

(الف) پہلا گروہ ان الفاظ کو حقیقی معانی میں تسلیم کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء جسمانی کا قائل ہے جو گمراہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

(ب) دوسرے گروہ نے حقیقی معانی اور صفات کا بالکل انکار کرتا کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر ان الفاظ کو حقیقی معانی میں تسلیم کیا جائے تو متعدد الٰہ کا وجود تسلیم کرنا پڑتا ہے جو درست نہیں ہے۔ اگر ان صفات کو حادث تسلیم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آتا ہے یہ بھی جائز نہیں ہے۔ صفات کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات سے نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس گروہ کا نام معتزلہ ہے۔

(ج) تیسرے گروہ نے تنزیہہ مع التفویض کا طریقہ نکالا ہے۔ یہ گروہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو تسلیم کرتا ہے لیکن حقیقی معانی کے اعتبار سے نہیں کیونکہ حقیقی معانی کے حقائق کو سمجھنے سے انسان قاصر ہے۔ تاہم اس کی صفات سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ اس گروہ کو اہل سنت و جماعت کہا جاتا ہے۔ ان کا نظریہ حقیقت کے قریب تر اور خیر الامور اوسطھا کا مظہر ہے۔

۲- افعال کا خالق اللہ یا بندہ؟ سوال یہ ہے کہ افعال اختیاریہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے یا بندہ؟ نصوص قرآنی میں دونوں امور کی صراحت ہے۔ بعض نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ افعال اختیاریہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ مجبور محض ہے۔ اس صورت میں انسان کے مکلف ہونے اور ثواب وعقاب کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ یہ فرقہ جبریہ کا نظریہ ہے۔ معتزلہ کا نظریہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ معاملہ طے شدہ نہیں ہے بلکہ جب بندہ کوئی کام سرانجام دیتا ہے تب اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے جبکہ اس سے قبل نہیں (استغفر اللہ)۔ بندے کو یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قوت میں کمی نہیں ہوئی۔ اس سلسلے میں اہل سنت و جماعت کا مؤقف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو جزوی اختیار دیا ہے اور وہ قصد وکسب کا اختیار ہے بندہ کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور یہ جزوی اختیار مکلف اور ثواب وعقاب کی بنیاد پر ہے۔

۳- اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل ہیں یا نہیں؟ سوال یہ ہے کہ کیا اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں تین گروہ ہیں:

(الف) پہلے گروہ کا نظریہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور اس کا حصہ ہیں۔ انہوں نے حدیث حیاء کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: انه من الایمان ۔ بیشک حیاء ایمان کا حصہ ہے۔ ان کے نزدیک ایمان تین اشیاء کے مجموعہ کا نام ہے:

(۱) تصدیق قلب (۲) اقرار لسان (۳) اعمال صالحہ

(ب) دوسرے گروہ کا نظریہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں کیونکہ ایمان محض تصدیق قلب کا نام ہے جبکہ اقرار لسان اور اعمال صالحہ کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس گروہ کو مرجۂ کہا جاتا ہے

(ج) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اعمال خواہ ایمان میں داخل نہیں ہے لیکن ایمان کامل کے لیے اعمال حصہ قرار پاتے ہیں۔ اقرار لسان اور تصدیق لب کی حیثیت بھی اعمال صالحہ سے مختلف نہیں ہے۔

۴- عقل ونقل کا معیار: عقل ونقل کا معیار یا حدود کیا ہیں؟ کیا دونوں مترادف ہیں یا مختلف؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ دونوں نقل کو افضل قرار دیتے ہیں۔ تاہم معتزلہ عقل کو افضل قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں فرقہ مرجۂ کا نقطہ نظر ہے کہ محض تصدیق کا نام ایمان ہے اس کے لیے عمل صالح مفید ہے اور نہ عمل سیہ مضر ہے۔ قدریہ گروہ تقدیر کا انکار کرتا ہے۔

بندوں کو اپنے افعال اختیار یہ کا خالق تسلیم کرتا ہے۔

2076 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ مُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعَوَّامِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مُثِّلَ ابْنُ اٰدَمَ وَاِلٰى جَنْبِهٖ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ مَنِيَّةً اِنْ اَخْطَاَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ حَتّٰى يَمُوْتَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

وَاَبُو الْعَوَّامِ عِمْرَانُ وَهُوَ ابْنُ دَاوُدَ الْقَطَّانُ

مطرف بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ابن آدم کی تخلیق یوں کی گئی ہے کہ اس کے پہلو میں ننانوے ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو اُسے موت تک پہنچا دیں اور اگر وہ اسے موت تک نہیں پہنچا پاتیں تو بھی آدمی بوڑھا ہو کر مر جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ابوالعوام کا نام عمران ہے اور یہ ابن داؤد القطان ہے۔

شرح

انسان کا اسباب موت کے دائرہ میں ہو

لفظ 'مُثِّلَ' صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول ثلاثی مزید فیہ از باب تفعیل۔ بمعنی: مثال بیان کرنا، تصویر بنانا۔ یہاں مراد انسان کو نفس الامر میں پیدا کرنا ہے۔ لفظ: المنیۃ: اس کی جمع المنایا ہے۔ اس کا معنی ہے: موت لیکن یہاں اسباب موت مراد ہیں۔

کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے تین ظرف ہوتے ہیں:

(۱) ظرف خارج۔ یہ وہ چیز ہے جو خارج میں موجود ہو اور اس کی طرف اشارہ حسیہ کیا جاتا ہے۔

(۲) ظرف ذہن: یہ وہ چیز ہے جو ذہن میں موجود ہوتی ہے اور اعتبار معتبر کے تابع ہوتی ہے۔

(۳) ظرف نفس الامر: یہ وہ چیز ہوتی ہے جو پہلی دونوں اقسام سے عام ہے۔ اس کی طرف اشارہ حسیہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ وہ اعتبار معتبر کے تابع ہوتی ہے بلکہ اس کا وجود حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔ حدیث باب میں موت کے ننانوے اسباب سے مراد تقدیر الٰہی ہے۔ انسان بے احتیاطی یا اپنے اختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے اسباب کا مرتکب ہوتا ہے یا ان سے محفوظ رہتا ہے مگر آخری سبب یعنی بڑھاپے سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا جو موت کا باعث ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرِّضَا بِالْقَضَاءِ

باب 14: (تقدیر کے) فیصلے پر راضی رہنا

2077 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ حُمَيْدٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهُ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ سَخَطُهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِىْ حُمَيْدٍ

توضیحِ راوی: وَيُقَالُ لَهُ اَيْضًا حَمَّادُ بْنُ اَبِىْ حُمَيْدٍ وَهُوَ اَبُوْ اِبْرَاهِيْمَ الْمَدَنِيُّ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ابن آدم کی سعادت مندی میں یہ بات بھی شامل ہیں: اس فیصلے پر راضی رہے: جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کیا ہے اور ابن آدم کی بدبختی میں یہ بات بھی شامل ہے: وہ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو ترک کردے اور ابن آدم کی بدبختی میں یہ بات بھی شامل ہے: وہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ناپسند کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف محمد بن ابی حمید کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ایک قول کے مطابق ان کا نام حماد بن ابوحمید ہے اور یہ ابوابراہیم مدنی ہیں۔

یہ اسناد محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہے۔

شرح

اللہ کے فیصلہ کو بخوشی قبول کرنا

حدیث باب کا خاص درس یہ ہے کہ انسان اسباب اختیار کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لے بلکہ دلچسپی کا مظاہرہ کرے، اعمال صالحہ کو اختیار کرے اور اعمال سیئہ سے اجتناب کرے۔ قضاء وقدر کے حوالے سے جو خوش کن امور پیش آئیں، ان پر اظہار مسرت کرے۔ دو چیزیں انسان کی بدقسمتی کا سبب بنتی ہیں:

(۱) کسی اہم کام میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنے میں غفلت برتنا

(۲) قضاء وقدر کے حوالے سے جو پریشانی پیش آئے اس سے پریشان ہونا۔

2078 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْ صَخْرٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ نَافِعٌ

متنِ حدیث: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا يَقْرَاُ عَلَيْكَ السَّلَامَ فَقَالَ لَهُ اِنَّهُ بَلَغَنِىْ اَنَّهُ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ كَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّى السَّلَامَ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكُوْنُ فِىْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوْ فِىْ اُمَّتِىْ الشَّكُّ مِنْهُ خَسْفٌ اَوْ مَسْخٌ اَوْ قَذْفٌ فِىْ اَهْلِ الْقَدَرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

2078- اخرجه ابوداؤد (۲/۶۱۱)؛ كتاب السنة؛ باب: لزوم السنة؛ حديث (۴۶۱۳) و ابن ماجه (۲/ ۱۳۵۰)؛ كتاب الفتن؛ باب: الخسوف؛ حديث (۴۰۶۱) واحمد (۲/۹۰، ۱۰۸، ۱۳۶) من طريق ابي صخر حميد بن زياد عن نافع؛ فذكره۔

توضیح راوی: وَاَبُوْ صَخْرٍ اسْمُهٗ حُمَيْدُ ابْنُ زِيَادٍ

◄► نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور بولا: فلاں شخص نے آپ کو سلام بھیجا ہے' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: مجھے پتا چلا ہے کہ وہ نئے عقائد قائم کرنے چلا ہے اگر تو اس نے نیا عقیدہ قائم کرلیا ہے' تو تم اسے میری طرف سے سلام کا جواب نہ دینا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری اس آیت (راوی کو شک ہے: شاید یہ الفاظ ہیں) میری اس امت میں زمین میں دھنسنا ہوگا' چہروں کا مسخ ہو جانا ہوگا اور قذف ہوگا جو تقدیر کے منکرین کے لیے ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

ابوصخر نامی راوی کا نام حمید بن زیاد ہے۔

2079 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْ صَخْرٍ حُمَيْدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: يَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَّذٰلِكَ فِی الْمُكَذِّبِيْنَ بِالْقَدَرِ

حضرت ابن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میری اُمت میں (کچھ لوگوں کو) زمین میں دھنسائے جانے اور چہرے مسخ کردیے جانے کا عذاب ہوگا اور یہ (عذاب) تقدیر کو جھٹلانے والوں کو ہوگا۔

2080 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَبِی الْمَوَالِی الْمُزَنِیُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ كَانَ الزَّآئِدُ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُعِزَّ بِذٰلِكَ مَنْ اَذَلَّ اللّٰهُ وَيُذِلَّ مَنْ اَعَزَّ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحُرَمِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِیْ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الْمَوَالِیْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِیُّ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّهٰذَا اَصَحُّ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: چھ طرح کے لوگوں پر میں لعنت کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ نے اور ہر نبی نے اُن پر لعنت کی ہے۔ وہ یہ ہیں: اللہ کی کتاب میں اضافہ کرنے والا' اللہ کی (مقرر کردہ) تقدیر کو جھٹلانے والا' زبردستی حکومت پر قبضہ کرنے والا تاکہ وہ اُسے عزت دے جسے اللہ نے ذلیل کیا ہو اور اُسے ذلیل کردے جسے اللہ نے عزت عطا کی ہو' اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینے والا' میری عترت سے متعلق اُن امور کو حلال کرنے والا جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا

2080- تفرد به الترمذی- واخرجه الحاکم فی (المستدرک) (۱/۳۶)' (۴/۹۰) من طریق عبد الرحمٰن بن ابی الموال عن عبد اللہ بن موهب عن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن عمرة عن عائشة' فذکره-

ہو اور میری سنت کا تارک۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن بن ابوموالی نے اس روایت کو اسی طرح عبیداللہ بن عبدالرحمٰن، عمرہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

سفیان ثوری، حفص بن غیاث اور دیگر راویوں نے اسے عبیداللہ بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے اور یہ درست ہے۔

2081 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمْتُ مَكَّةَ فَلَقِيْتُ عَطَاءَ ابْنَ اَبِيْ رَبَاحٍ فَقُلْتُ لَهُ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّ اَهْلَ الْبَصْرَةِ يَقُوْلُوْنَ فِي الْقَدَرِ قَالَ يَا بُنَيَّ اَتَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاقْرَاِ الزُّخْرُفَ قَالَ فَقَرَاْتُ (حم وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ وَاِنَّهُ فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ) فَقَالَ اَتَدْرِيْ مَا اُمُّ الْكِتَابِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهُ كِتَابٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَقَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ الْاَرْضَ فِيْهِ اِنَّ فِرْعَوْنَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَفِيْهِ (تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ) قَالَ عَطَاءٌ فَلَقِيْتُ الْوَلِيْدَ بْنَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهُ مَا كَانَ وَصِيَّةُ اَبِيْكَ عِنْدَ الْمَوْتِ قَالَ دَعَانِيْ اَبِيْ فَقَالَ لِيْ يَا بُنَيَّ اتَّقِ اللّٰهَ وَاعْلَمْ اَنَّكَ لَنْ تَتَّقِيَ اللّٰهَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ فَاِنْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا دَخَلْتَ النَّارَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ اكْتُبْ فَقَالَ مَا اَكْتُبُ قَالَ اكْتُبِ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عبدالواحد بن سلیم بیان کرتے ہیں: میں مکہ مکرمہ آیا میری ملاقات عطا بن ابی رباح سے ہوئی میں نے ان سے کہا: اے ابومحمد! اہلِ بصرہ تقدیر کے بارے میں کچھ اعتراضات کرتے ہیں عطاء نے فرمایا: اے بیٹے! کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا: تم سورۂ زخرف پڑھو۔ راوی کہتے ہیں: میں نے پڑھنا شروع کیا۔

"حٰم" اس واضح کتاب کی قسم! ہم نے اس کو عربی میں قرآن بنایا ہے، تاکہ تم سمجھ لو اور بے شک یہ لوحِ محفوظ میں ہے، جو ہمارے پاس ہے، یہ بلند مرتبہ اور حکمت آمیز ہے"۔

عطاء نے دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو یہاں ام الکتاب سے کیا مراد ہے؟ میں نے جواب دیا: خدا اور اس کے رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ انہوں نے یہ فرمایا: یہ وہ کتاب ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کرنے سے پہلے، زمین کو پیدا کرنے سے پہلے لکھا تھا۔ اور اس میں یہ بات بھی موجود ہے: ابولہب تباہ و برباد ہو جائے۔

عطا نے یہ بات بیان کی ہے۔ میں حضرت ولید بن عبادہ سے ملا۔ میں نے ان سے دریافت کیا: آپ کے والد (حضرت عبادہ بن صامت) جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں انہوں نے مرتے وقت کیا نصیحت کی تھی تو انہوں نے مجھے بتایا۔ انہوں نے مجھے بلایا اور بولے: اے میرے بیٹے! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور یہ بات یاد رکھنا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو درحقیقت اس

پر ایمان رکھتے ہو گے اور تم تقدیر پر مکمل طور پر ایمان رکھنا چاہیے وہ اچھی ہو یا بری ہو اگر تم اس کے علاوہ کسی اور عقیدے پر مرے تو تم جہنمی ہو جاؤ گے کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور فرمایا: لکھو! اس نے عرض کی: اس سند کے حوالے سے میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وہ سب) لکھ دو! جو پہلے ہو چکا ہے اور جو ابد تک ہو گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

منکرین تقدیر کی وعید وسزا

زیر مطالعہ احادیث میں منکرین تقدیر سے مقاطعہ کرنے، زمین میں دھنسائے جانے، جہنم میں سزا دیے جانے اور لعنت کیے جانے کی وعیدیں اور سزائیں وارد ہوئی ہیں۔ پہلی حدیث میں تصریح ہے کہ بصرہ کا ایک باشندہ جو منکر تقدیر تھا، نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی شخص کے ذریعے "سلام" بھیجا تھا لیکن آپ نے اس کا سلام قبول نہ فرمایا اور نہ جواب دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ منکرین تقدیر سے مقاطعہ کرنا درست ہے۔ دوسری حدیث میں منکرین تقدیر کے بارے میں یہ وعید بیان کی گئی ہے کہ انہیں اس جرم کی پاداش میں زمین میں دھنسائے جانے کی سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ سزا علامات قیامت میں سے بھی شمار کی گئی ہے۔ تیسری حدیث میں چھ قسم کے لوگوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے جن میں سے ایک منکر تقدیر بھی ہے۔ وہ چھ لوگ یہ ہیں:

(۱) قرآن میں تبدیلی کا خواہشمند

(۲) تقدیر کا انکار کرنے والا

(۳) اسلامی حکومت کے خلاف ناجائز طور پر بغاوت کرنے والا

(۴) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دینے والا

(۵) اہل بیت کے لیے حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دینے والا

(۶) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تارک۔ چوتھی حدیث میں منکر تقدیر کو جہنم میں سزا دیے جانے کی وعید بیان کی گئی ہے۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ولید بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے والد گرامی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے تو انہوں نے آپ سے کوئی وصیت فرمائی تھی؟ آپ نے جواب دیا: ہاں میرے والد گرامی نے وفات کے وقت مجھ سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹا! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا درحقیقت اس پر ایمان ہے۔ تم تقدیر پر پختہ ایمان رکھنا خواہ وہ اچھی ہو یا بری اور اگر تم اس کے علاوہ کسی عقیدہ پر رہتے ہوئے فوت ہوئے تو جہنم میں جاؤ گے"۔ اس سے ثابت ہوا کہ منکر تقدیر کی سزا جہنم ہے۔

2082 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُنْذِرِ الْبَاهِلِيُّ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ

2082- اخرجه مسلم (۲۰۴۴/۴): كتاب القدر: باب: حجاج آدم و موسى عليهما السلام، حديث (۱۶/۲۶۵۲)، و احمد (۱۶۹/۲)۔

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: قَدَّرَ اللّٰهُ الْمَقَادِيرَ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تقدیر مقرر کر دی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

تقدیر الٰہی کے مراحل خمسہ

اللہ تعالیٰ کے حکم کن سے تقادیر طے شدہ ہیں اور زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل تقادیر کے تمام مراحل کی تکمیل ہو گئی تھی۔ جب کسی شخص نے گھر تعمیر کرانا ہو تو انجینئر کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں جو سب سے قبل اپنے ذہن میں اس کا نقشہ بناتا ہے، پھر وہ نقشہ کاغذ پر منتقل کیا جاتا ہے اور بعد میں معمار اس نقشہ کی مدد سے خوبصورت گھر تعمیر کرتا ہے۔ بلاتشبیہ اسی طرح تقدیر الٰہی کی تکمیل بھی کئی مراحل میں ہوئی ہے۔ چنانچہ تقدیر الٰہی کے مراحل خمسہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) سب سے قبل اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے مطابق کائنات کی تمام اشیاء کا خاکہ تیار ہوا۔

(۲) زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال قبل عرش اعظم کی قوت خیالیہ میں تمام اشیاء تیار ہوئیں

(۳) جب ارواح انبیاء سے میثاق "الست بربکم" لیا گیا تو تقدیر متحقق ہوئی۔

(۴) شکم مادر میں جب گوشت کے لوتھڑے میں روح پھونکنے کا وقت آتا ہے تو تقدیر کا ایک تحقق ہو جاتا ہے۔

(۵) کائنات میں کوئی بھی خوشگوار واقعہ پیش آنے سے قدرے قبل تقدیر ظاہر ہوتی ہے۔ تقدیر کے یہ مراحل خمسہ لوگوں کے احوال کی مناسبت سے ہیں لیکن دوسری مخلوق کے احوال اس سے مختلف ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (رحمۃ اللہ الواسعہ، ج ۱، ص ۲۶۸)

2083 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ زِيَادِ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْزُوْمِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: جَآءَ مُشْرِكُوْ قُرَيْشٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَاصِمُوْنَ فِى الْقَدَرِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ اِنَّا كُلَّ شَىْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قریش سے تعلق رکھنے والے کچھ مشرکین نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی:

2083- اخرجه مسلم (۴/۲۰۴۶): كتاب القدر: باب: كل شىء بقدر، حديث (۱۹/۲۶۵۶)؛ و ابن ماجه (۱/۳۲): المقدمة: باب: فى القدر، حديث (۸۳)- من طريق زياد بن اسماعيل، عنه به۔

''جس دن انہیں چہروں کے بل جہنم میں گھسیٹا جائے گا' اور (کہا جائے گا) آگ کا مزہ چکھو اور بے شک ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے مطابق پیدا کیا ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

تقدیر الٰہی کا نص قرآنی سے ثبوت

تقدیر الٰہی کے ثبوت میں کثیر تعداد میں احادیث مبارکہ کے علاوہ نصوص قرآنی بھی موجود ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق مشرکین قریش حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقدیر کے مسئلہ میں بحث و تکرار شروع کر دی۔ اس موقع پر یہ ارشاد ربانی نازل ہوا: يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ○ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ○ (القمر: ۴۸،۴۹) جس دن وہ لوگ مونہوں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے' ان سے کہا جائے گا کہ تم دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو۔ بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک سلیقہ سے پیدا کیا ہے۔'' اس ارشاد میں بتایا گیا ہے کہ مشرکین کا جہنم میں جانا طے شدہ ہے لیکن اس کا وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز ایک اسلوب سے تیار کی ہے اور وقت آنے پر وہ دوزخ میں داخل کیے جائیں گے۔ اسی کا نام تقدیر ہے۔

كِتَابُ الْفِتَنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

فتنوں کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

فتنہ کا معنی ومفہوم اوراقسام

لفظ فتنہ کا اصل مادہ "فتن" ہے اس کی جمع "فتن" ہے اس کا لغوی معنی ہے۔سونا کو بھٹی میں گرم کر کے اس کے کھوٹ کو الگ کرنا۔ یہ لفظ آزمائش اور امتحان کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جبکہ آزمائش میں جسمانی یا ذہنی تکلیف دینا مقصود ہوتا ہے تاکہ کسی معاملہ میں کسی کو دھوکا نہ ہو بلکہ اصل صورتحال نکھر کر سامنے آجائے۔لفظ فتنہ اپنے مشتقات کے اعتبار سے متعدد معانی میں استعمال کیا جاتا ہے: آفت، تکلیف دینا، ہنگامہ، دنگا فساد، آزمائش، تختۂ مشق بنانا اور امتحان میں ڈالنا وغیرہ۔

دنیا دارالامتحان ہے اور یہاں انسان ہمہ وقت امتحان میں مبتلا رہتا ہے۔البتہ اس امتحان کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً کہیں ایمان و کفر کا معرکہ ہے تو کہیں امن وفساد کا مسابقہ ہے بلکہ مؤمن مختلف امتحانات کا شکار رہتا ہے۔اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی آزمائش کی اور میری امت کی آزمائش دولت سے کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۵۱۹۴)

مختلف اعتبار سے فتنوں کی مختلف اقسام ہیں اور ایک اعتبار سے اس کی مشہور چھ اقسام ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- انسان کا باطنی فتنہ: انسان کے باطنی احوال جب تکبر وغرور اور شقاوت کا شکار ہو جائیں تو اس کی روحانیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور عبادت وریاضت کی لذت بھی باقی نہیں رہتی۔انسان کے اندر تین اہم چیزیں موجود ہوتی ہیں:

(۱) قلب

(۲) عقل

(۳) نفس۔ان کے احوال اچھے ہوتے ہیں اور برے بھی۔اگر ان کے احوال اچھے ہوں تو انسان پرسکون رہتا ہے اور اگر برے احوال کا غلبہ ہو تو انسان پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

قلب کے احوال

قلب کے اچھے احوال دو ہیں:

(الف) جب قلب پر ملکی خصائل کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ حسن اعتقاد، عقیدت ومحبت اور تقویٰ کا محور بن جاتا ہے۔

(ب) جب قلب کو نور قوی اور صفائی کی دولت حاصل ہو جاتی ہے، یہ تکبر ونخوت سے پاک ہو کر عجز وانکسار کا مرکز بن جاتا ہے جسے تصوف کی اصطلاح میں "روح" کہا جاتا ہے۔

قلب کے برے احوال بھی دو ہیں:

(الف) جب قلب ہمہ وقت بیداری اور خواب میں شیطانی تصورات ووساوس کا شکار رہتا ہے تو قلب شیطانی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اس میں حقانیت وروحانیت کا تصور بھی نہیں گزر سکتا۔

(ب) جب قلب پر بہیمی خصائل کا غلبہ ہوتا ہے تو اس میں جانوروں جیسی خواہشات پیدا ہو جاتی ہیں' جس وجہ سے اسے قلب بہیمی کہتے ہیں۔

عقل کے احوال: عقل کے اچھے احوال تین ہیں:

(الف) جب عقل پر ملکی خصائل تسلط حاصل کر لیتی ہیں تو وہ احسان' ارتفاق اور ضروری و بدیہی تصورات کی تائید وتصدیق کرنا شروع کرتی ہے۔

(ب) جب عقل کو نور قوی اور صفائی حاصل ہو جاتی ہے تو وہ ایسے علوم کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے' جو روحانیت' کشف اور غیبی صدا سے متعلق ہوتے ہیں۔ تصوف کی اصطلاح میں اسے "سر" کہا جاتا ہے۔

(ج) جب عقل ایسی ذات کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو مکان وزمان سے پاک ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں اسے "عقل خفی" کہا جاتا ہے۔ عقل کے برے احوال دو ہیں:

(الف) جب بہیمی خصائل عقل پر مسلط ہو جاتی ہیں تو وہ شریر بن جاتی اور انسان ایسے تصورات کا شکار ہو جاتا ہے' جو فطری تقاضوں سے دور ہوتے ہیں مثلاً کثرت جماع' شہوت کی فراوانی اور انواع واقسام کھانوں کے خیالات

(ب) جب شیطانی تصورات عقل پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں تو انسان نظام شکست وریخت کا شکار ہو کر ایسے شکوک وشبہات کی طرف مائل ہو جاتا ہے جنہیں صرف بدکردار لوگ انجام دیتے ہیں۔ نفس کے احوال: نفس کے احوال تین ہیں:

(الف) جب نفس بہیمی خصائل کا شکار ہو جائے' اسے "نفس امارہ" کہا جاتا ہے۔

(ب) جب نفس بہیمی اور ملکی خصائل کے درمیان ہو' وہ کبھی بہیمیت کی طرف مائل اور کبھی ملکیت کی جانب ہوتا ہے' اسے "نفس لوامہ" کہا جاتا ہے۔

(ج) جب نفس احکام شریعت کا پابند ہو جائے اور ان کے خلاف بغاوت کرنے پر امارہ نہ ہو اسے "نفس مطمئنہ" کہا جاتا ہے۔

الحاصل: قلب' عقل اور نفس کے احوال خارجی کے باعث انسان میں جو فتنے موجود ہیں' ان سے تحفظ ودفاع از بس ضروری ہے۔ مختلف روایات اور آیات مبارکہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ ایک ارشاد ربانی ہے: وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ (الانبیاء: ۳۵) ہم برائی اور بھلائی کے ذریعے تمہیں آزماتے ہیں یعنی صحت ومرض' کشادگی وتنگی' نرمی وسختی اور راحت ومصیبت وغیرہ کے سبب انسان کا امتحان لیتے ہیں۔

۲- گھر میں فتنہ: ان فتنوں میں سے ایک گھر کے نظام خانہ داری میں عدم توازن اور بگاڑ کی صورت ہے۔ ایک مشہور روایت ہے کہ شیطان فتنہ برپا کرنے کے لیے اپنے ڈیرے لگاتا ہے' اپنا تخت پانی بچھاتا ہے اور اپنے کارندوں کی جماعتیں روانہ کرتا ہے۔ ان میں سے جو زیادہ فتنہ برپا کرے' اسے اپنے ہاں ممتاز مقام دیتا ہے۔ وہ کارندے واپس آ کر شیطان کے پاس اپنی کارکردگی بیان کرتے ہیں لیکن شیطان یہ بات کہہ کر انہیں دور کر دیتا ہے کہ تم نے کوئی اہم کارنامہ انجام نہیں دیا۔ ان میں سے جو یہ بات کہتا ہے کہ

میں نے میاں بیوی کے مابین جدائی کر کے گھر میں فتنہ وفساد کی فضا قائم کر دی ہے شیطان اسے اپنے پاس بٹھاتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ اصل کارنامہ تو نے انجام دیا ہے۔ (صحیح مسلم)

۳- سمندر کی موجوں کی طرح برپا ہونے والا فتنہ: وہ ہے نظام حکومت میں بگاڑ پیدا کرنا اور عوام کا حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابلیس اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۃ العرب میں نمازی حضرات اس کی عبادت کریں تاہم وہ لوگوں کو باہم لڑا سکتا ہے۔ (صحیح مسلم)

۴- قومی وملی فتنہ: ابلیس کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ اولوالعزم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا سے رخصت ہو جائیں اور دین وشریعت پر جہلاء قابض ہو جائیں۔ عوام علماء صالحین اور صوفیاء کے بارے میں غلوم سے کام لیں۔ پھر حکومت اور عوام کے درمیان مخالفت کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ اس طرح پوری روئے زمین پر فتنہ برپا ہو جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قبل جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے ان کی امت میں مخصوص لوگ ہوتے تھے جو ان کے طریقہ کو اپناتے تھے اور ان کے دین کی پیروی میں زندگی گزارتے تھے۔ پھر ان کے جانشین نالائق و ناخلف لوگ پیدا ہو گئے تھے جن کے قول وفعل میں تضاد تھا اور وہ ایسے امور انجام دیتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ جو شخص ان سے اپنے ہاتھ یا اپنی زبان یا اپنے دل سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے۔ اس کے علاوہ کوئی شخص معمولی ایمان والا بھی نہیں ہو سکتا۔ (مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۱۵۷)

۵- عالمگیر فتنہ: یہ جہالت و بے دینی اور بے عملی کا فتنہ ہے جس کے نتیجہ میں انسان انسانی تقاضوں سے الگ ہو جاتا ہے۔ لوگ تین قسم کے ہو سکتے ہیں:

(۱) وہ لوگ ہیں جو تارک دنیا ہو کر اپنے افراد خانہ دوست واحباب اور اعزا واقارب سے دور ہو جاتے ہیں۔ اسی ماحول میں رہنا ان کے نزدیک عظیم عبادت اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے

(۲) وہ لوگ ہیں جن میں بہیمانہ خصائل کمال درجہ کے ہوتے ہیں بلکہ ان کے کردار سے جانور بھی شرماتے ہیں

(۳) ان دو اقسام کے درمیان والے لوگ ہیں لیکن ان کا میلان نہ اوپر والے لوگوں کی طرف ہوتا ہے اور نہ نیچے والے لوگوں کی طرف۔

۶- بڑے حوادث کا فتنہ: دور حاضر میں کہیں ہوائی جہاز حادثہ کی نذر ہو جائے تو سینکڑوں لوگ لقمہ اجل بن جاتے ہیں کہیں زلزلہ برپا ہو جائے تو ہزاروں لوگ زیر زمین دب کر جام شہادت نوش کر جاتے ہیں وبائیں اور امراض پھیلنے کے باعث ایک دن میں درجنوں جنازے اٹھانے پڑتے ہیں اور زمین میں دھنس جانے کے واقعات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔

فتنوں کی تفصیلات بیان کرنے کی وجوہات: فتنوں کے حوالے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلات بیان فرمائی ہیں جس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

☆ تشخیص کے بغیر کسی مرض کا علاج کرنا ناممکن ہے فتنوں کی تفصیلات معلوم ہونے سے ان کا سدباب کرنا ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ فتنے اختیاری ہیں اور اختیاری امور کی دونوں اطراف اختیاری ہوتی ہیں۔

☆ خواہ بعض فتنے غیر اختیاری ہیں مثلاً فتنہ دجال اس کی تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ

رکھنے میں کامیاب ہوسکے۔

☆ بعض فتنوں کے بتانے سے اس سے تحفظ کا طریقہ بھی معلوم ہو جاتا ہے مثلاً دریائے فرات کا پانی خشک ہونے سے اس کا سونا نمایاں ہونا اور فرمادیا گیا: اس سونے کو حاصل نہ کرنا۔"

☆ تمام فتنے علامات قیامت میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیلات کا مقصد انسان کو قرب قیامت سے آگاہ کرنا ہے تا کہ وہ آخرت کی تیاری کر سکے۔

☆ امتحان کا مقصد مخلص وغیر مخلص کے درمیان امتیاز کرنا ہے یعنی کس نے پڑھا تھا اور کس نے نہیں پڑھا تھا۔ علی ھذا القیاس مؤمن سے بھی امتحان لیا جاتا ہے کہ لوگوں میں سے کون دعویٰ ایمان میں سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ ہجرت کے بعد صرف مدنی دور میں دس بار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے امتحان لیا گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت ہے کہ آپ نے اپنی امت کو ان امور سے آگاہ فرمادیا جن کے سبب انسان فیل ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے امتیوں کو ناکام وفیل دیکھنا ناپسند ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلَاثٍ

باب 1: کسی بھی مسلمان کا خون تین میں سے کسی ایک وجہ سے حلال ہوتا ہے

2084 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اَشْرَفَ يَوْمَ الدَّارِ فَقَالَ اَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلَاثٍ زِنًا بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوِ ارْتِدَادٍ بَعْدَ اِسْلَامٍ اَوْ قَتْلِ نَفْسٍ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقُتِلَ بِهٖ فَوَاللّٰهِ مَا زَنَيْتُ فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَّلَا فِيْ اِسْلَامٍ وَّلَا ارْتَدَدْتُ مُنْذُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا قَتَلْتُ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ فَبِمَ تَقْتُلُوْنَنِيْ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَاهُ حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ فَرَفَعَهٗ وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَاَوْقَفُوْهُ وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْفُوْعًا

2084- اخرجه احمد (۱/ ۶۱، ۶۵، ۷۰) و ابو داؤد (۴/ ۱۷۰): كتاب الديات: باب: الامام يامر بالعفو فی الدم، حديث (۴۵۰۲)، و ابن ماجه (۲/ ۸۴۷): كتاب الحدود: باب: لا يحل دم امرئ مسلم الا في ثلاث، حديث (۲۵۳۳) و النسائی (۷/ ۹۱-۹۲): كتاب تحريم الدم: باب: ذكر ما يحل به دم المسلم، حديث (۴۰۱۹)، والدارمی (۲/ ۱۷۱): كتاب الحدود: باب: ما يحل به دم المسلم، من طريق سهل بن حنيف عن عثمان بن عفان به۔

◄◄ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے گھر سے جھانک کر ارشاد فرمایا: میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم لوگ یہ جانتے ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کسی بھی مسلمان کا خون تین میں سے کسی ایک وجہ سے حلال ہوتا ہے۔ محصن ہونے کے باوجود زنا کرنا' اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جانا یا کسی شخص کو ناحق قتل کر دینا تو اس شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے زمانہ جاہلیت میں اور زمانہ اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا اور جب سے میں نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس سے اسلام قبول کیا ہے میں مرتد نہیں ہوا اور میں نے ایسے کسی شخص کا قتل نہیں کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو' تو تم کس وجہ سے مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اس روایت کو حماد بن سلمہ' یحییٰ بن سعید کے حوالے سے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

یحییٰ بن سعید قطان اور دیگر راویوں نے اسے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

یہی روایت بعض دیگر راویوں کے حوالے سے' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر منقول ہے۔

شرح

تین وجوہات کی بنا پر مسلمان کا خون حلال ہونا

خون مسلم نہایت محترم ہے اور اسے گرانا حرام ہے۔ ایک انسان کو ناجائز قتل کرنا اتنا بڑا جرم ہے گویا قاتل نے تمام انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہو۔ حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ تین صورتوں میں مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے:

(۱) جب شادی شدہ شخص زنا کا ارتکاب کرے' اس پر شرعی گواہی قائم ہو جائے یا خود زنا کرنے کا اقرار کرے۔

(۲) جب کوئی شخص قبول اسلام کے بعد مرتد ہو جائے کیونکہ مرتد واجب القتل ہوتا ہے۔

(۳) ایسا قاتل جس نے کسی شخص کو ناحق قتل کے گھاٹ اتار دیا ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ دِمَاؤُكُمْ وَاَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ

باب 2: جان اور مال کو قابلِ احترام قرار دینا

2085 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ شَبِيبِ بْنِ غَرْقَدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلنَّاسِ اَیُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالُوْا يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ قَالَ فَاِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ

2085- اخرجه احمد (۳/۴۲۶، ۴۹۸) و ابوداؤد (۳/۲۴۴): كتاب البيوع: باب: فى وضع الربا، حديث (۳۳۳۴) و ابن ماجه (۱/۵۹٤): كتاب النكاح: باب: حق المراة على الزوج، حديث (۱۸۵۱) من طريق سليمان بن عمرو بن الاحوص عن ابيه به۔

وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا اَلَا لَا يَجْنِيْ جَانٍ اِلَّا عَلٰى نَفْسِهٖ اَلَا لَا يَجْنِيْ جَانٍ عَلٰى وَلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ عَلٰى وَالِدِهٖ اَلَا وَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ مِنْ اَنْ يُّعْبَدَ فِيْ بِلَادِكُمْ هٰذِهٖ اَبَدًا وَّلٰكِنْ سَتَكُوْنُ لَهٗ طَاعَةٌ فِيْمَا تَحْتَقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَسَيَرْضٰى بِهٖ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ وَّحِذْيَمِ بْنِ عَمْرٍو السَّعْدِيِّ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَرَوٰى زَائِدَةُ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدَةَ نَحْوَهٗ وَلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدَةَ

سلمان بن عمرو اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: آج کونسا دن ہے لوگوں نے عرض کی: حج اکبر کا دن ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری جانیں تمہارا مال اور تمہاری عزتیں آپس میں اسی طرح قابلِ احترام ہیں جس طرح یہ دن اس شہر میں قابلِ احترام ہے۔ خبردار ہر شخص صرف اپنا کیا ہوا بھگتے گا کوئی شخص اپنی اولاد کی طرف سے سزا نہیں بھگتے گا کوئی شخص اپنے والد کی طرف سے سزا نہیں بھگتے گا۔ خبردار شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا کہ تمہارے ان شہروں میں اس کی پوجا کی جائے تاہم تم لوگ اس کی فرمانبرداری کرو گے ان چیزوں کے بارے میں جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو گے اور وہ اس پر بھی راضی ہو جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت حذیم ابن عمرو سعدی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

زائدہ نے شبیب بن غرقدہ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

ہم اس روایت کو صرف شبیب بن غرقدہ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

مسلمان کی جان و مال کا محترم ہونا

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مسلمان کے خون' مال اور اس کی عزت کو اسی طرح محترم و قابل عزت قرار دیا جس طرح مکہ معظمہ شہر اور ذی الحجہ کا یوم حج محترم ہے۔ اس موقع پر آپ نے چار اہم باتیں ارشاد فرمائیں جن کا مفہوم درج ذیل ہے:

۱- جس طرح حرم شریف میں امور ثلاثہ میں تصرف منع ہے اسی طرح مسلمان کے خون' مال اور اس کی عزت میں دست درازی بھی حرام ہے۔ ترجمۃ الباب سے متعلق حدیث باب کا صرف یہی حصہ ہے۔

۲- زیادتی اور ظلم کرنے والے کی سزا صرف ظالم پر ہے' اس کی سزا کا حقدار دوسرا شخص ہرگز نہیں ہو سکتا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ مشہور تھا کہ قاتل کے باپ یا اس کے بیٹے یا خاندان کے کسی شخص کو قصاص میں قتل کیا جاتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انسان دشمن طریقہ سے منع کر دیا اور اعلان فرما دیا گیا کہ باپ بیٹے کی جگہ یا بیٹا باپ کی جگہ قصاص میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم قاتل کو قتل کے جرم میں قتل کیا جا سکتا ہے۔

۳- باپ کے جرم میں بیٹے کو اور بیٹے کے جرم میں باپ کو قتل کرنا حرام ہے کیونکہ مجرم اپنے کیے کی سزا خود بھگتے گا نہ کہ دوسرے شخص پر اس کی سزا نافذ کی جائے گی۔ یہ اعلان دراصل پہلے اعلان کا ہی ایک حصہ ہے۔

۴- ابلیس اس بات سے محروم ہو گیا ہے کہ لوگ اس کی عبادت کریں گے۔ تاہم وہ امور جن کو لوگ معمولی تصور کرتے ہوں گے ان میں اس کی پیروی کرتے رہیں گے اور وہ اس سے خوش ہوتا رہے گا مثلاً بروقت نماز ادا نہ کرنا' زکوٰۃ کی ادائیگی میں غفلت برتنا اور کسی کی حق تلفی کرنا وغیرہ۔

فائدہ نافعہ: حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے دین کا خلاصہ بیان فرمایا تھا۔ جسے ''خطبہ حجۃ الوداع'' کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ محدثین اپنی ضرورت کے مطابق اس کا حصہ نقل کر دیتے ہیں' یہاں بھی اس خطبہ کا ایک حصہ نقل کیا گیا ہے۔ پورا خطبہ بھی کتب حدیث میں محفوظ ہے۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبہ کو ''خطبہ حجۃ الوداع'' کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: (۱) لفظ: الوداع کا معنی ہے: روانہ کرنا' چونکہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف وفود عالم میں روانہ فرمائے تھے تاکہ وہ تبلیغ اسلام کی خدمات انجام دیں اور لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کریں۔

(۲) یہ حج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی کا آخری تھا۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن میں خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا تھا؟

جواب: (۱) اس بارے میں تین اقوال ہیں: یوم عرفہ تھا (۲) یوم نحر تھا (۳) یوم عید تھا۔

سوال: حجۃ الوداع کو ''حج اکبر'' کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: (۱) اکثر ارکان و مناسک حج مثلاً رمی جمار' حلق' نحر اور طواف زیارت اسی روز ادا کیے جاتے ہیں

(۲) عمرہ حج اصغر ہے۔ اس کے مقابلے میں اس کو اکبر قرار دیا گیا۔

(۳) مسلمانوں کی بھاری اکثریت اس حج میں شامل ہوئی تھی۔

(۴) اتفاق سے یہ حج جمعۃ المبارک کے دن پیش آیا تھا۔

(۵) دنیا کے ہر خطہ سے اس حج میں لوگ شامل ہوئے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُّرَوِّعَ مُسْلِمًا

باب 3: کسی بھی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں: وہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے دھمکائے

2086 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَاْخُذْ اَحَدُكُمْ عَصَا اَخِيْهِ لَاعِبًا اَوْ جَادًّا فَمَنْ اَخَذَ عَصَا اَخِيْهِ فَلْيَرُدَّهَا اِلَيْهِ

2086- اخرجه البخارى فى (الادب المفرد) (۷٦)، حديث (۲۳٦)، و ابوداؤد (۴/ ۷۱۹)؛ كتاب الادب؛ باب: ما جاء فى المزاح، حديث (۵۰۰۲)، و اخرجه عبد بن حميد (۱٦۲)، حديث (۴۳۷)، من طريق عبد الله بن السائب بن يزيد عن ابيه عن جده به۔

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدَ وَجَعْدَةَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِىْ ذِئْبٍ

توضیح راوی: وَّالسَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ لَهُ صُحْبَةٌ قَدْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ وَهُوَ غُلَامٌ وَّقُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَوَالِدُهُ يَزِيْدُ بْنُ السَّائِبِ لَهُ اَحَادِيْثُ هُوَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ هُوَ ابْنُ اُخْتِ نَمِرٍ

◆◆ عبداللہ بن سائب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص مذاق کے طور پر اپنے بھائی کی لاٹھی نہ پکڑے یا پریشان کرنے کے لیے ایسا نہ کرے جس نے اپنے بھائی کی لاٹھی اٹھالی ہو وہ اسے واپس کردے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' سلمان بن صرد' جعدہ' اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف ابن ابی ذئب کے حوالے سے جانتے ہیں۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے' انہوں نے بچپن میں نبی اکرم ﷺ سے احادیث سنی ہیں' جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا اُس وقت ان کی عمر سات برس تھی' ان کے والد حضرت یزید بن سائب رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں اور وہ بھی نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں۔

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ' نمر کے بھانجے ہیں۔

2087 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ

متنِ حدیث: حَجَّ يَزِيْدُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ ۔

توضیح راوی: فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْقَطَّانِ كَانَ مُحَمَّدُ ابْنُ يُوْسُفَ ثَبْتًا صَاحِبَ حَدِيْثٍ وَّكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ جَدَّهُ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِى السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ وَهُوَ جَدِّىْ مِنْ قِبَلِ اُمِّىْ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' (میرے والد) حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں شرکت کی تھی۔ میری عمر اُس وقت سات برس تھی۔

علی بن مدینی' یحییٰ بن سعید القطان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: محمد بن یوسف احادیث نقل کرنے کے حوالے سے مستند ہیں۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ ان کے نانا تھے۔

محمد بن یوسف کہتے ہیں: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے' وہ میرے نانا تھے۔

2087- اخرجه البخاری (۴/ ۸۵): كتاب جزاء الصيد: باب حج الصبيان' حديث (۱۸۵۸)' و اخرجه احمد (۳/ ۴۴۹) من طريق محمد بن

شرح

مسلمان کو ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کی ممانعت

لفظ: ورع' فزع کے معنی کے ساتھ ہے یعنی ڈرانا' خوفزدہ کرنا۔ لَاعِبًا جَادًّا: یہ دونوں الفاظ لَایَاْخُذُ کے فاعل سے حال واقع ہو رہے ہیں یعنی پہلے بطور مذاق کوئی کام کرنا پھر اس میں سنجیدگی اختیار کر لینا۔ یہ متضاد صفات جمع ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) مزاح کے انداز میں کسی کی لاٹھی لی' پھر اس پر قبضہ جمالیا اور واپس نہ کی۔ شروع میں کھیل کی صورت تھی اور بعد میں سنجیدگی اختیار کر لی۔

(۲) کسی کا سامان چرانے کے ارادہ کے بغیر لیا جبکہ مقصد صرف اسے غصہ دلانا اور پریشان کرنا تھا۔ مال چرانے کی جہت سے تو وہ لاعب ہے لیکن غصہ دلانے اور پریشان کی جہت سے وہ سنجیدہ ہے۔ اس طرح دو متضاد صفات جمع ہو گئیں۔

حدیث باب کا خاص درس یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی سے ایسا مذاق ہرگز نہ کیا جائے جس سے اسے اذیت پہنچتی ہو یا مالی نقصان ہوتا ہو' کیونکہ یہ فعل مسلمان کی شایان شان نہیں ہو سکتا۔ مسلمان کو اپنے بھائی سے ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملنا چاہیے تاکہ باہم محبت میں اضافہ ہو۔ اس طرح کوئی فتنہ برپا نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِشَارَةِ الْمُسْلِمِ اِلٰی اَخِیْهِ بِالسِّلَاحِ

باب 4: مسلمان کا ہتھیار کے ذریعے اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرنا

2088 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا مَحْبُوْبُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَشَارَ عَلٰی اَخِیْهِ بِحَدِيْدَةٍ لَّعَنَتْهُ الْمَلَآئِكَةُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ وَعَآئِشَةَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ

اسنادِ دیگر: وَرَوَاهُ اَيُّوْبُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَزَادَ فِيْهِ وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ قَالَ وَاَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی ہتھیار کے ذریعے اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرے' تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

2088- اخرجه احمد (۲/۲۵۶' ۵۰۵) و مسلم (۸/۵۸۵ - ابی) كتاب البر والصلة و الآداب: باب: النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم' حديث (۱۲۵/۲۶۱۶) من طريق محمد بن سيرين عن ابی هريرة به۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔
خالد حذاء کے حوالے سے منقول ہونے کے طور پر اسے غریب قرار دیا گیا ہے۔
ایوب نامی راوی نے اس کو محمد بن سیرین کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
تاہم انہوں نے اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔
تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: اگرچہ وہ اس کا سگا بھائی کیوں نہ ہو
یہی روایت اور ایک سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

ہتھیار سے اپنے مسلمان بھائی کی طرف اشارہ کرنے کی وعید

اپنے بھائی کو ہتھیار کے ذریعے مرعوب وخوفزدہ کرنا حرام وممنوع ہے مثلاً اپنے چاقو سے اشارہ کرتے ہوئے یوں کہا: تمہیں مار دوں گا! یا پستول تان کر کہا: تمہیں اڑا دوں گا۔ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ خواہ ظاہری طور پر یہ ایک ڈرامہ کی شکل ہے لیکن بعض اوقات شیطان اسے حقیقت یا واقعہ کا رنگ بھی دے دیتا ہے' جو فتنہ کا باعث بن سکتا ہے۔ ایسی قبیح حرکت کے مرتکب شخص کی وعید حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی مذموم اور قابل نفرت حرکت سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنْ تَعَاطِي السَّيْفِ مَسْلُوْلًا

باب 5: بے نیام تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے آنا

2089 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلًا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى ابْنُ لَهِيعَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ بَنَّةَ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيْثُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عِنْدِيْ اَصَحُّ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے: بے نیام تلوار کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے آیا جائے۔

2089- اخرجه احمد (۳/ ۳۰۰، ۳۶۱) وابو داؤد (۲/ ۳۷): کتاب الجهاد: باب: فی النهی ان یتعاطی السیف مسلولا حدیث (۲۵۸۸) من طریق حماد بن سلمة عن ابی الزبیر عن جابر به۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
یہ حدیث "حسن" ہے اور حماد بن سلمہ کے حوالے سے منقول ہونے کے طور پر غریب ہے۔
ابن لہیعہ نے اس حدیث کو ابوزبیر کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' حضرت بنہ جہنی کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔
میرے نزدیک حماد بن سلمہ سے منقول روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

بے نیام ہتھیار لے کر کسی کے سامنے آنے کی ممانعت

جب کسی کو ہتھیار پیش کرنا مقصود ہو تو وہ بے نیام یا سونتا ہوا نہیں ہونا چاہیے بلکہ بند کر کے دیا جائے مثلاً چاقو بند کر کے' تیر نیام میں ڈال کر اور تلوار میان میں بند کر کے پیش کی جائے۔ سونتا ہوا یا بغیر پردے کے کسی کو ہتھیار پیش کرنا منع ہے۔ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ننگا ہتھیار کسی فتنہ یا واقعہ کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ

باب 6: جو شخص صبح کی نماز ادا کرے وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے

2090 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مَعْدِيُّ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يُتْبِعَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنْ ذِمَّتِهِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ جُنْدَبٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص صبح کی نماز ادا کرے وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ تم سے اپنی پناہ کے بارے میں کوئی حساب نہ لے (یعنی تم اس کا خیال رکھو)
امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جندب اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔
یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل ہونا

اللہ تعالیٰ بندے کی ہر نیکی کا اجر و ثواب عطا کرتا ہے اور کسی معمولی عمل خیر کے اجر سے محروم نہیں کرتا۔ نماز وہ عبادت ہے' جو

2090- انفرد به الترمذی بروایة من اصحاب الكتب الستة امن طريق ابی هريرة' واخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۳۰۱): كتاب الفتن: باب: المسلمون فی ذمة الله عزوجل' حديث (۳۹۴۵) من طريق ابی بكر الصديق' (۳۹۴۶) من طريق سمرة بن جندب فذكره بنحوه۔

ایک دن میں کم از کم پانچ بار کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے احکام لامکان پر نافذ فرمائے۔ زبان نبوت سے اسے مؤمن کی معراج قرار دیا گیا اور جنت کے تالا کی چابی بھی۔ دنیا سے جانے کے بعد انبیاء و صالحین کا بہترین وظیفہ نماز ہے۔ جو مسلمان باقاعدگی سے فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے اپنی پناہ میں رکھتا ہے۔ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا یا فجر کی نماز باجماعت نہیں پڑھتا' اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد و پیمان نہیں ہے' بلکہ اسے بطور سزا امتحان سے گزرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے فتنوں بالخصوص اپنی نافرمانی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ لُزُوْمِ الْجَمَاعَةِ

باب 7: جماعت کے ساتھ رہنا

2091 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اَبُو الْمُغِيْرَةِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: خَطَبَنَا عُمَرُ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ قُمْتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا فَقَالَ اُوصِيكُمْ بِاَصْحَابِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتّٰى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدَ الشَّاهِدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ اَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَاِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ مَنْ اَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَائَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَذٰلِكُمُ الْمُؤْمِنُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں تمہارے درمیان کھڑا ہوا ہوں اس طرح جس طرح نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تھے آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں ساتھیوں کے بارے میں تلقین کرتا ہوں پھر ان کے بعد میں آنے والوں کے بارے میں پھر ان کے بعد آنے والوں کے لیے' اس کے بعد جھوٹ رواج پکڑ جائے گا' یہاں تک کہ ایک آدمی قسم اٹھا لے گا حالانکہ اس سے قسم نہیں لی گئی ہوگی۔ ایک گواہ گواہی دے گا' لیکن اس سے گواہی طلب نہیں کی گئی ہوگی۔ خبردار کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہے ورنہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا۔ تم جماعت کے ساتھ رہنا اور علیحدگی سے بچنا کیونکہ شیطان ایک شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے وہ زیادہ دور ہوتا ہے۔ جو شخص جنت کے وسط میں رہنا چاہتا ہو وہ جماعت کے ساتھ رہے' جس شخص کو نیکی اچھی لگتی ہو اور برائی بری لگتی ہو وہی مؤمن ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

2091- اخرجه الحميدي (۱/۱۹ ۲۰) حديث (۳۲) من طريق ابن سليمان بن يسار عن ابيه فذكره۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو محمد بن سوقہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

2092 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْمُونٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَدُ اللَّهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا دست رحمت جماعت پر ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2093 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنِي الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضَلَالَةٍ وَّيَدُ اللَّهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَسُلَيْمَانُ الْمَدَنِيُّ هُوَ عِنْدِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُفْيَانَ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ وَأَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَتَفْسِيرُ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ هُمْ أَهْلُ الْفِقْهِ وَالْعِلْمِ وَالْحَدِيثِ

قَالَ: وَسَمِعْتُ الْجَارُودَ ابْنَ مُعَاذٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ مَنِ الْجَمَاعَةُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ قِيلَ لَهُ قَدْ مَاتَ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ قَالَ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ قِيلَ لَهُ قَدْ مَاتَ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَأَبُو حَمْزَةَ السُّكَّرِيُّ جَمَاعَةٌ

توضیحِ راوی: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَأَبُو حَمْزَةَ هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ وَّكَانَ شَيْخًا صَالِحًا وَّإِنَّمَا قَالَ هٰذَا فِي حَيَاتِهِ عِنْدَنَا

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو اکٹھا نہیں کرے گا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) حضرت محمد ﷺ کی امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کی رحمت "جماعت" پر ہے۔ جو شخص اس سے الگ ہوا وہ الگ ہو کر جہنم کی طرف چلا گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔
میرے خیال میں سلیمان مدنی نامی راوی سلیمان بن سفیان ہیں۔ امام ابوداؤد طیالسی' ابوعامر عقدی اور دیگر اہل علم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ علم کے نزدیک اس روایت میں مذکور ''جماعت'' سے مراد فقہاء' علماء اور محدثین ہیں۔
جارود بن معاذ' علی بن حسن کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: ''جماعت'' سے مراد کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔ ان سے کہا گیا یہ دونوں حضرات اب اس دنیا میں نہیں ہیں' انہوں نے فرمایا: فلاں اور فلاں صاحب (اس سے مراد ہو سکتے ہیں) ان سے کہا گیا: فلاں اور فلاں بھی انتقال کر چکے ہیں' تو عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے (اپنے زمانے کے ایک عالم کے بارے میں) فرمایا: ابوحمزہ سکری ''جماعت'' (کے مصداق لوگوں میں شامل) ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شیخ ابوحمزہ (سکری) کا نام محمد بن میمون تھا۔ یہ ایک نیک بزرگ تھے۔
ہم یہ سمجھتے ہیں شیخ عبداللہ بن مبارک نے یہ بات اپنی زندگی کے حوالے سے کی تھی (یعنی ہمارے زمانے میں یہ بزرگ اس کا مصداق ہیں)۔

شرح

جماعت واجتماعیت کے فوائد

دنیا دارالامتحان اور دارالفتن ہے۔ ان سے بچنے اور دارین کی فوز وفلاح کا طریقہ لزوم جماعت ہے۔ فرد واحد کی قوت و طاقت کالعدم ہو سکتی ہے لیکن جماعت کی قوت وطاقت مسلمہ ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو لزوم جماعت کا درس بایں الفاظ دیا ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اور تم اللہ تعالیٰ کی رسی (دین) کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو۔''
نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنا' نماز جمعۃ المبارک کی ادائیگی' نماز عیدین اور حج بیت اللہ کا عالمگیر اجتماع بھی مسلمانوں کو اجتماعیت اور لزوم جماعت کا درس دیتا ہے۔
ملک شام کا مشہور گاؤں ''جابیہ'' جو دمشق سے جنوب کی طرف ۷۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ زمانہ قدیم سے فوجی لشکر کی چھاؤنی رہا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی اسلامی فوج کا مرکز تھا۔ آپ نے اسلامی لشکر کے سامنے پہلی حدیث باب بیان کی' جس میں پانچ امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ امور خمسہ درج ذیل ہیں:
۱- خیر القرون تین زمانے ہیں: تین زمانوں کو خیر القرون قرار دیا گیا ہے:
(۱) صحابہ کا زمانہ
(۲) تابعین کا زمانہ
(۳) تبع تابعین کا زمانہ۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ لوگ تھے جنہوں نے براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فیوض و برکات' ایمان وایقان اور اصلاح اعمال کی دولت حاصل کی۔ یہ دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ۱۱ھ سے شروع ہو کر

۱۱۰ھ تک ہے۔ تابعین وہ خوش نصیب لوگ تھے جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے براہ راست کسب فیض کیا۔ تبع تابعین وہ خوش قسمت لوگ تھے جنھوں نے صحابہ کے فیض یافتہ بزرگوں سے کسب فیض کیا۔ یہ تینوں ادوار خیر القرون ہیں۔

۲-عورت کے ساتھ تنہا ہونے کی ممانعت: اس روایت میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص اجنبی عمارت سے تنہائی میں ہرگز ملاقات نہ کرے کیونکہ اس صورت میں تیسرا شیطان موجود ہوتا ہے جو کسی وقت بھی دونوں کو گناہ میں مبتلا کرسکتا ہے۔ زنا گناہ کبیرہ ہے جس کی سزا ذلت وخواری کوڑے یا سنگ ساری اور آخرت کا عذاب ہے۔

۳-لزوم جماعت: اس حدیث میں تیسرا درس لزوم جماعت کا دیا گیا ہے۔ فرمایا: عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ یعنی تم پر لزوم جماعت واجب ہے۔'' جماعت کی برکات ہوتی ہیں اس کے برعکس انفرادیت شکست وریخت اور ذلت وخواری کا نام ہے۔ شیطان تین اشخاص کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا دو کو پہنچا سکتا ہے اور دو سے زیادہ نقصان فرد واحد کو پہنچا سکتا ہے کیونکہ فرد واحد القلیل کالمعدوم کے مطابق کالعدم ہوتا ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی' لہٰذا درس دیا جارہا ہے کہ ہر معاملہ میں جماعت واجتماعیت کو پیش نظر رکھا جائے تو انسان بے شمار قباحتوں اور پریشانیوں سے بچ سکتا ہے۔

۴-طالب جنت لزوم جماعت کرے: حدیث باب میں ایک قاعدہ یہ بیان کیا گیا ہے جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسے وسط جنت میں جگہ میسر آئے تو وہ دائمی طور پر التزام جماعت کرے کیونکہ انفرادیت کی وہ برکت ہرگز نہیں ہوسکتی جو جماعت و اجتماعیت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باجماعت نماز ادا کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔

۵-نیکی سے خوشی اور برائی سے تکلیف ہونا معیار ایمان: معیار ایمان کا ضابطہ یہ بیان کیا گیا کہ جس شخص کو نیکی کے بعد خوشی اور برائی کے بعد تکلیف محسوس ہو وہ مؤمن ہے۔'' جب کسی کے مؤمن ہونے کے بارے میں فیصلہ کرنا ہو تو اس کا کوئی ذاتی ضابطہ ہرگز کارگر ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا فیصلہ اسی معیار کے مطابق کرنا ہوگا۔ جو اس ضابطہ پر پورا اترے گا' وہ مؤمن ہے ورنہ نہیں۔

دوسری حدیث باب میں بھی لزوم جماعت کا درس دیا گیا ہے: يد الله على الجماعة ' جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے۔'' اس کا مفہوم یہ ہے جماعت میں نیک لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی نیکی کی طرف مائل رہتے ہیں۔ اس کے برعکس فرد واحد کا گمراہ ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگتی کیونکہ اس کے ساتھ شیطان موجود ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جماعت میں صالحین موجود ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور فرد واحد اس سے محروم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی مدد ونصرت اور حمایت جماعت کے لیے ہوتی ہے۔

تیسری حدیث باب میں لزوم جماعت کے علاوہ دو مزید مسائل بیان کیے گئے ہیں:

(الف) امت محمدیہ کا گمراہ نہ ہونا: اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو بے شمار خصوصیات سے نوازا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ سابقہ امتوں کی طرح گمراہ نہیں ہوگی۔ قرآن کریم نے اسے خیر الامم اور امت وسطہ کے القاب سے نوازا ہے اور اسی کا اجماع حجت ہوسکتا ہے۔ قیامت کے دن سب سے قبل حساب اسی امت کا لیا جائے اور سب سے قبل جنت میں بھی یہی داخل ہوگی۔

(ب) جماعت سے علیحدگی گمراہی ہونا: قرآن واحادیث میں جہاں جماعت واجتماعیت کے لزوم کا درس دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت وافادیت بیان کی گئی ہے وہاں اس سے علیحدگی کے ناسور کی مذمت ووعید بھی بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

يَدُاللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِى النَّارِ۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد جماعت کے ساتھ ہے' جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں داخل کیا گیا۔ جماعت میں شامل ہونا یا اس کا فرد ہونا کامیابی کی علامت ہے' اس کے برعکس اس سے علیحدگی وانفرادیت صرف گمراہی نہیں ہے' بلکہ دخول جہنم کا باعث ہے۔

الغرض جماعت سے علیحدگی فتنہ اور گمراہی کا سبب ہے' جس سے احتراز واجتناب ازبس ضروری ہے۔

فائدہ نافعہ: ہم الحمدللہ! اہل سنت وجماعت ہیں۔ ہمارا یہ نام احادیث باب سے ماخوذ ہے اور احادیث مبارکہ قرآن کی تفسیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت وجماعت کا التزام کرتے ہیں اور اس سے علیحدگی کو گمراہی و بے دینی قرار دیتے ہیں۔

سوال: امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: اس میں کئی اقوال ہیں: (۱) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۲) خیر القرون کے لوگ (صحابہ' تابعین' تبع تابعین) مراد ہوں۔ (۳) جماعت المجتہدین

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ نُزُوْلِ الْعَذَابِ اِذَا لَمْ يُغَيِّرِ الْمُنْكَرُ

باب 8: جب منکر کو ختم نہ کیا جائے' تو عذاب کا نازل ہونا

2094 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ اَنَّهٗ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) وَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ نَحْوَهٗ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَآئِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَحُذَيْفَةَ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَّهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ نَحْوَ حَدِيْثِ يَزِيْدَ وَرَفَعَهٗ بَعْضُهُمْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ وَاَوْقَفَهٗ بَعْضُهُمْ

◆◆ قیس بن ابوحازم بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو تم نے یہ آیت پڑھی ہے۔

''اے ایمان والو تم اپنی فکر کرو جو شخص گمراہ ہو گیا ہو وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو''

2094- اخرجه ابو داؤد (۴/۵۲۵): كتاب الملاحم: باب الامر و النهى حديث (۴۳۳۸) و ابن ماجه (۲/۱۳۲۷): كتاب الفتن: باب الامر بالمعروف و النهى عن المنكر' حديث (۴۰۰۵) و احمد (۱/۲' ۵' ۷' ۹) والحميدى (۱/۳' ۴) حديث (۳) و عبد بن حميد (۴۹) حديث (۱) من طريق قيس بن ابى حازم' فذكره۔

میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب لوگ ظالم شخص کو دیکھیں گے اور اس کے ہاتھ نہیں روکیں گے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

دیگر راویوں نے اس روایت کو اسماعیل نامی راوی کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے، جو یزید سے منقول ہے۔

بعض راویوں نے اسمٰعیل نامی راوی کے حوالے سے مرفوع روایت کے طور پر نقل کیا ہے اور بعض نے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

برائی سے نہ روکنا، نزول عذاب کا باعث ہونا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا اور آپ کی امت پر نیابت و دعوت کی خدمات انجام دینا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (آل عمران:۱۱۰) تم بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لیے بھیجے گئے ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

لفظ: دعوت' کا لغوی معنی ہے: بلانا، پکارنا۔ اس کا شرعی معنی ہے کسی کو نیکی کی طرف راغب کرنا اور برائی سے روکنا۔ دعوت کی دو اقسام ہیں:

(۱) اغیار کو دین کی طرف بلانا، دین کی خوبیوں سے آگاہ کرنا اور نواہی کے نقائص سے خبردار کرنا

(۲) اپنوں کو دعوت دینا یعنی اپنے اہل خانہ، اعزاء و اقارب اور احباب کو دینی اصولوں پر کاربند رہنے کا پیغام دینا۔ اس آیت میں دونوں دعوتوں کا تزکرہ ہے۔ الفاظ: اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں اغیار کو دعوت دینے کا ذکر ہے، کیونکہ الناس سے مراد غیر لوگ ہیں۔ اس کے بعد تَاْمُرُوْنَ سے لے کر تا آخر اپنوں کو دعوت دینے کا بیان ہے۔ دونوں دعوتوں میں سے دوسری دعوت کی اہمیت و افادیت زیادہ ہے، کیونکہ اپنوں کی اصلاح کرنے سے اغیار کو بھی پیغام پہنچ سکتا ہے اور اپنوں کے بگاڑ کی وجہ سے اغیار بھی متنفر ہو جائیں گے۔ علاوہ ازیں پہلی دعوت میں کوتاہی کے باعث نزول عذاب کا اندیشہ ہرگز نہیں ہے مگر دوسری دعوت میں سستی کے سبب نزول عذاب کی وعید بھی بیان کی گئی ہے۔

دوسرا ارشاد ربانی ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط (المائدہ:۱۰۵) اے ایمان والو! جب تم راستہ میں چل رہے تو اپنی فکر کرو، جو شخص گمراہ ہو جائے اس سے تمہارا نقصان نہیں ہوگا۔'' اس آیت میں انسان کو دوسرے کے بجائے اپنے عمل کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔

برائی سے روکنے کے حوالے سے ایک مشہور روایت ہے کہ جب تم کسی برائی کو دیکھو اسے اپنے ہاتھ سے روکو، اگر اس کی طاقت

نہ ہو تو زبان سے منع کرو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو پھر اسے دل سے برا تصور کرو۔ یہ ایمان کا کمترین درجہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ہر شخص مسلمانوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کرے' پھر خواہ اسے کامیابی نہ ہو اور لوگ نہ سنیں تو وہ ذمہ دار نہیں ہوگا۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۳۴۱) دعوت کا سلسلہ جاری نہ رکھنے کے نتیجہ میں جہالت و بے عملی کا فتنہ برپا ہوسکتا ہے۔ یہ عملی دعوت از بس ضروری ہی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

باب 9: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا

2095 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم لوگ ضرور نیکی کا حکم دو گے' اور برائی سے روکو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل کرے گا پھر تم اس سے دعا مانگو گے' اور وہ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2096 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَنْصَارِيُّ الْاَشْهَلِيُّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتُلُوْا اِمَامَكُمْ وَتَجْتَلِدُوْا بِاَسْيَافِكُمْ وَيَرِثَ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو

◆◆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جس وقت تک تم اپنے امام کو قتل نہیں کرو گے' اور اپنی تلواروں سے لڑو گے نہیں۔ تمہاری دنیاوی معاملات کے نگران تمہارے بدترین لوگ ہو جائیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ ہم اسے صرف عمرو بن ابو عمرو کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2095- اخرجه احمد (۵/۳۸۹)۔

2097 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: أَنَّهُ ذَكَرَ الْجَيْشَ الَّذِي يُخْسَفُ بِهِمْ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ لَعَلَّ فِيهِمُ الْمُكْرَهُ قَالَ إِنَّهُمْ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس لشکر کا تذکرہ کیا جسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا' تو سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ہوسکتا ہے ان میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو مجبوری کے عالم میں آئے ہوں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں' ان کی نیتوں کے مطابق زندہ کیا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

یہی روایت نافع بن جبیر کے حوالے سے' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

شرح

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فریضہ امت

وہ عمل جسے کرنے سے انسان کو مسرت حاصل ہو اور عقل وشریعت اسے قبول کرے' وہ معروف ہے۔ وہ عمل جس کو کرنے سے انسان کو راحت حاصل نہ ہو بلکہ دل میں کھٹکا پیدا ہو' اور عقل وشریعت بھی اسے قبول نہ کرے' وہ منکر (برائی) ہے۔ اغیار کو دعوت دین دینا ضروری ہے اور اپنوں کی اصلاح کرنا بھی دعوت دین کا حصہ ہے۔ اپنوں کی اصلاح کرنا' اغیار کو پیغام دینے سے بہتر ہے' اس میں کاہلی برتنے کی وجہ سے نزول عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ یہ وعید اصلاح معاشرہ نہ کرنے کے سبب وارد ہوئی ہے اور اغیار کو دعوت دینے میں سستی کی یہ وعید نہیں ہے' کیونکہ اہل اسلام کی عملی اصلاح سے اغیار کو دعوت دین کا پیغام پہنچ جائے گا۔

دوسری حدیث باب میں ایک فتنہ کو علامت قیامت قرار دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ لوگ اپنے امام کو قتل کریں گے' باہم جنگ کر کے قتل وغارت کا بازار گرم کریں گے اور جہلاء حکمران بن جائیں گے۔ اگر حدیث باب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے اور غور وفکر سے کام لیا جائے تو بلا مبالغہ دور حاضر اس کا مصداق بنتا ہے۔

اسی طرح تیسری حدیث باب میں بھی علامت قیامت بیان کی گئی ہے کہ واقعہ خسف یعنی زمین میں ایک لشکر دھنسا دیا جائے گا۔ پھر قیامت کے دن اس لشکر کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

فائدہ نافعہ: اگر اس بات کا ظن غالب ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مثبت نتیجہ سامنے آئے گا تو امور واجبہ میں امر بالمعروف ونہی المنکر کرنا واجب اور امور مستحبہ میں یہ خدمت انجام دینا مستحب ہوگا۔ اگر اس بات کا ظن غالب ہو کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا منفی نتیجہ سامنے آئے گا تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر امور واجبہ اور امور مستحبہ دونوں میں واجب نہیں ہے۔ تاہم

2097- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۳۵۱): كتاب الفتن: باب: جيش البيداء: حديث (۴۰۶۵) و احمد (۶/ ۲۸۹) من طريق نافع بن جبير' فذكره۔

دعوت واصلاح کی خدمت انجام دینا باعث اجروثواب ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي تَغْيِيرِ الْمُنْكَرِ بِالْيَدِ اَوْ بِاللِّسَانِ اَوْ بِالْقَلْبِ

باب 10: منکر کو ہاتھ یا زبان یا دل کے ذریعے ختم کرنا

2098 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَوَّلُ مَنْ قَدَّمَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ مَرْوَانُ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لِمَرْوَانَ خَالَفْتَ السُّنَّةَ فَقَالَ يَا فُلَانُ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيدٍ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ رَاٰى مُنْكَرًا فَلْيُنْكِرْهُ بِيَدِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں: سب سے پہلے (عید کے دن) مروان نے نماز سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا' تو ایک شخص کھڑا ہوا' اس نے مروان سے کہا تم نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے' تو اس نے جواب دیا: اے فلاں! جس سنت کی تم تلاش میں ہو' اسے ترک کر دیا گیا ہے' تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں تک کہ پہلے شخص کا تعلق ہے' تو اس نے اپنے فرض کو ادا کر دیا ہے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص کسی منکر کو دیکھے وہ اپنے ہاتھ کے ذریعے اسے ختم کرے جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا وہ اسے منہ کے ذریعے کہے' جو اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو دل میں (اسے برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور حصہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

منکر کو روکنے کے درجات ثلاثہ

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تبلیغ کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک یا چند افراد یہ فریضہ انجام دیں گے تو سب بری الذمہ ہوں گے ورنہ سب مکلفین گناہگار ہوں گے۔ تبلیغ کا یہ فریضہ حکمران طبقہ اور رعایا سب حسب علم وقدرت انجام دیں گے' کیونکہ قرون اولیٰ میں ہر شخص یہ فریضہ انجام دیتا تھا۔ تاہم جہلاء کی نسبت علماء کی ذمہ داری زیادہ ہے کہ وہ یہ خدمت انجام دیں۔

تاریخ میں مروان نے سب سے پہلے عیدین کا خطبہ نماز سے قبل دیا' جب وہ خطبہ کے لیے کھڑا ہوا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یہ نماز سے قبل خطبہ درست نہیں ہے؟ مروان نے جواب دیا: اب وقت کی ضرورت ہے' کیونکہ لوگ خطبہ سنے بغیر تیز رفتاری

2098- اخرجہ مسلم (۱/۲۹۶، ۲۹۷ - نووی): کتاب الایمان: باب: بیان کون النہی عن المنکر من الایمان، حدیث (۷۸/۴۹)، و ابوداؤد (۱/۳۶۶): کتاب الصلاۃ: باب: الخطبۃ یوم العید، حدیث (۱۱۴۰)، و النسائی (۸/۱۱۱، ۱۱۲): کتاب الایمان و شرائعہ: باب: تفاضل اھل الایمان، حدیث (۵۰۰۸، ۵۰۰۹)، و ابن ماجہ (۱/۴۰۶): کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا: باب: ما جاء فی صلاۃ العیدین، حدیث (۱۲۷۵)، (۲/۱۳۳۰): کتاب الفتن: باب: الامر بالمعروف و النہی عن المنکر، حدیث (۴۰۱۳)، واحمد (۳/۱۰، ۲۰، ۴۹، ۵۴، ۹۲)، من طریق قیس بن مسلم، عن طارق بن شہاب، فذکرہ۔

سے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان دونوں عیدگاہ اکٹھے پہنچے۔ مروان منبر کی طرف بڑھنے لگا تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تا کہ نماز عید کا خطبہ بعد میں پڑھنے کا مسئلہ انہیں سمجھا سکیں، وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر منبر کی طرف بڑھ گیا اور اس نے کہا: جو بات آپ کہنا چاہتے ہیں اس کا زمانہ گزر گیا۔ اس پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں تجھ سے بہتر جانتا ہوں، آپ نے تین بار یہ بات کہی پھر صف میں بیٹھ گئے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۸۸۹)

حدیث باب میں منکر کو روکنے کے تین درجات بیان کیے گئے ہیں:

(۱) جو شخص منکر کو اپنے ہاتھ سے روکنے کی طاقت رکھتا ہو وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے۔

(۲) جو شخص منکر کو اپنے ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہیں رکھتا وہ اپنی زبان سے روکے۔

(۳) جو شخص منکر کو اپنی زبان سے نہیں روک سکتا وہ اسے اپنے دل میں برا تصور کرے، یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔

فائدہ نافعہ: ابتداء میں جمعۃ المبارک اور عیدین کا خطبہ نماز کے بعد تھا، کیونکہ اصل مقصود نماز ہے اور خطبہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر جمعۃ المبارک کے موقع پر کوئی اہم واقعہ پیش آنے پر اس کا خطبہ مقدم کر دیا گیا اور عیدین کا خطبہ اپنے اصل پر رکھا گیا۔

بَابُ مِنْهُ

باب 11: بلاعنوان

2099 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْمُدْهِنِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِينَةٍ فِى الْبَحْرِ فَاَصَابَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَاَصَابَ بَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِيْنَ فِىْ اَسْفَلِهَا يَصْعَدُوْنَ فَيَسْتَقُوْنَ الْمَاءَ فَيَصُبُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ فِىْ اَعْلَاهَا فَقَالَ الَّذِيْنَ فِىْ اَعْلَاهَا لَا نَدَعُكُمْ تَصْعَدُوْنَ فَتُؤْذُوْنَنَا فَقَالَ الَّذِيْنَ فِىْ اَسْفَلِهَا فَاِنَّا نَنْقُبُهَا مِنْ اَسْفَلِهَا فَنَسْتَقِى فَاِنْ اَخَذُوا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ فَمَنَعُوْهُمْ نَجَوْا جَمِيْعًا وَّاِنْ تَرَكُوهُمْ غَرِقُوْا جَمِيْعًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والا اور اس معاملے میں سستی کرنے والا، ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے، جو ایک کشتی میں سوار ہو کر سمندر میں سفر کرتے ہیں، کچھ لوگ کشتی کے اوپر والے حصے میں چلے جاتے ہیں اور کچھ لوگ نیچے والے حصے میں چلے جاتے ہیں۔ نیچے والے لوگ پانی لانے کے لیے چڑھ کر اوپر جاتے ہیں، تو وہ کچھ پانی اوپر والے لوگوں پر گرا دیتے ہیں، تو اوپر والے یہ کہتے ہیں: اب ہم تمہیں اوپر نہیں آنے دیں گے کیونکہ تم ہمیں تکلیف پہنچاتے ہیں تو نیچے والے یہ کہیں ہم کشتی کے زیریں حصے میں سوراخ

2099- اخرجه البخاری (٥/١٥٧): كتاب الشركة: باب: هل يقرع فى القسمة؛ و الاستهام فيه، حديث (٢٤٩٣)، وطرفه فى: (٢٦٨٦)، واحمد (٤/٢٦٨، ٢٦٩، ٢٧٠، ٢٧٣)، و الحميدى (٩٠٤)، حديث (٢/٩١٩)، من طريق عامر الشعبى، فذكره۔

کر دیتے ہیں تا کہ (سمندر سے) پانی حاصل کر لیں۔ اب اگر وہ (اوپر والے) لوگ ان کا ہاتھ پکڑ لیں گے اور انہیں روک دیں گے تو وہ سب لوگ نجات پا لیں گے لیکن اگر وہ (اوپر والے) لوگ ان (نیچے والے لوگوں) کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے تو وہ سب لوگ غرق ہو جائیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

منکر کو دل سے برا تصور نہ کرنے کی مثال

ماقبل باب کی روایت میں منکر کو روکنے کے تین درجات بیان کیے گئے تھے۔ آخری درجہ منکر کو دل سے برا خیال کرنا تھا اور اسے ایمان کا ادنیٰ درجہ قرار دیا گیا تھا۔ حدیث باب میں منکر کو دل سے برا تصور نہ کرنے کی مثال بیان کی گئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو برقرار رکھنے والوں اور اس بارے میں کاہلی سے کام لینے والے لوگوں کی مثال اس طرح ہے کہ لوگ ایک کشتی میں سوار ہو کر سمندر کا سفر کرنا چاہتے ہیں، کشتی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ وہ لوگ قرعہ اندازی کے ذریعے کشتی کے اپنے اپنے حصہ پر سوار ہو جاتے ہیں۔ نیچے والے لوگوں کو پانی کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اوپر والے حصہ میں جاتے ہیں، بار باران کی آمد و رفت کی وجہ سے اوپر والے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے اور اوپر پانی گرنے کی وجہ سے کیچڑ بھی ہو جاتی ہے، جس وجہ سے اوپر والے لوگ انہیں اوپر آنے سے منع کرتے ہیں۔ نیچے والے لوگ بار بار اوپر جانے اور اوپر والوں کی فضول باتیں سننے کی وجہ سے یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم پانی لینے کی غرض سے اوپر نہیں جائیں گے، بلکہ کشتی کے نیچے والے حصہ سے سوراخ کر کے پانی حاصل کر لیں گے۔ اگر اوپر لوگ نیچے والے لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر اس حرکت سے روک دیں گے تو سب لوگ محفوظ رہیں گے ورنہ سب سمندر میں غرق ہو جائیں گے۔

فائدہ نافعہ: منکر کو برا تصور کرنا اور حسب طاقت اس کا سدباب کرنا ضروری ہے، ورنہ اس کا نقصان سب لوگوں کو متاثر کر سکتا ہے۔ اسی طرح حدود الٰہی کی پاسداری سب کے لیے مفید ہے اور اس بارے میں تھوڑی سی سستی کثیر لوگوں کو متاثر کر سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

باب 12: سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد ظالم حکمران کے سامنے حق کی بات کہنا ہے

2100 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُصْعَبٍ اَبُوْ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ,

متنِ حدیث: اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ

2100- اخرجه ابو داؤد (۲/ ۵۲۷، ۵۲۸): كتاب الملاحم: باب: الامر و النهي، حديث (۴۳۴۴) وابن ماجه (۲/ ۱۳۲۹): كتاب الفتن: باب: الامر بالمعروف و النهي عن المنكر، حديث (۴۰۱۱) من طريق محمد بن جحادة، عن عطية العوفي، فذكره۔

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے عظیم جہاد ظالم حکمران کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا، جہاد اکبر ہونے کی وجہ

کتب حدیث میں مختلف روایات میں الفاظ بھی مختلف ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا جہاد اکبر ہے۔ دشمن سے جہاد کرنیوالا اگر دنیا سے رخصت ہو جائے تو وہ شہید ہوتا ہے اور اگر بچ جائے تو اسے غازی کہا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس جہاد کو جہاد اکبر کیوں نہیں کہا گیا اور سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہنے کو جہاد اکبر کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ دشمن سے جہاد کرنے کی صورت میں ۱۵ فیصد شہادت کا امکان ہوتا ہے اور ۸۵ فیصد غازی بننے کا امکان ہوتا ہے۔ اس کے برعکس سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہنے سے ۱۵ فیصد غازی بننے کا اور ۸۵ فیصد شہید ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ چونکہ سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہنے میں شہادت کا امکان زیادہ اور غازی بننے کا کم ہوتا ہے اس وجہ سے اس جہاد کو ''جہاد اکبر'' قرار دیا گیا ہے۔

(۲) دشمن سے جہاد کرنے سے سلطان جابر سے حق بات کہنا مشکل ہے۔

(۳) دشمن سے جہاد کی وجہ سے ایک دو یا چند دشمنوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور سلطان جابر سے حق بات کہنے کا فائدہ پوری قوم کو ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سُؤَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فِي أُمَّتِهِ

باب 13: نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت کے بارے میں تین مرتبہ سوال کرنا

2101 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ رَاشِدٍ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً فَأَطَالَهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّيْتَ صَلَاةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيهَا قَالَ أَجَلْ إِنَّهَا صَلَاةُ رَغْبَةٍ وَّرَهْبَةٍ إِنِّي سَأَلْتُ اللهَ فِيهَا ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً سَأَلْتُهُ أَنْ لَّا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِسَنَةٍ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَّا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ غَيْرِهِمْ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَّا يُذِيقَ

2101- اخرجه النسائی (۳/ ۲۱۶-۲۱۷)، كتاب قيام الليل وتطوع النهار، باب: احياء الليل، حديث (۱۶۳۸) و احمد (۵/ ۱۰۸-۱۰۹) من طريق عبيد الله بن عبد الله بن الحارث بن نوفل، عن عبد الله بن خباب، فذكره۔

بَعْضَهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ

◆◆ عبداللہ بن خباب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی آپ نے طویل نماز ادا کی لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آج آپ نے جس طرح نماز ادا کی تھی' آج سے پہلے اس طرح پہلے ادا نہیں کی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایسا ہی ہے یہ وہ نماز تھی جس میں کچھ امید بھی تھی اور کچھ خوف بھی تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے اس میں تین سوال کیے اس نے دو مجھے عطا کر دی اور ایک کے بارے میں منع کر دیا میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سالی کی وجہ سے ہلاک نہ کرے اس نے یہ بات مجھے عطا کر دی۔ میں نے عرض کی: وہ ان پر ان کے دشمن کو پوری طرح مسلط نہ کرے' تو اس نے مجھے یہ بھی عطا کر دیا میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں نہ لڑیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات قبول نہ کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

2102 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِىْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِىَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِىْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِىَ لِىْ مِنْهَا وَاُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ وَاِنِّىْ سَاَلْتُ رَبِّىْ لِاُمَّتِىْ اَنْ لَّا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَّاَنْ لَّا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَاِنَّ رَبِّىْ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنِّىْ اِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَاِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَاِنِّىْ اَعْطَيْتُكَ لِاُمَّتِكَ اَنْ لَّا اُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَّاَنْ لَّا اُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِاَقْطَارِهَا اَوْ قَالَ مَنْ بَيْنَ اَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَّيَسْبِىْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے زمین کر دی تو میں نے اس میں مشرق اور مغرب میں دیکھ لیا میری امت کی حکومت عنقریب اس حد تک پہنچ جائے گی جتنے حصے کو میرے سامنے کیا گیا تھا اور مجھے دو طرح کے خزانے عطا کیے گئے سرخ اور سفید پھر میں نے اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لیے سوال کیا کہ وہ قحط سالی کے ذریعے انہیں ہلاک نہ کرے' اور ان کے دشمن کو ان پر مکمل طور پر مسلط نہ کرے جو انہیں سرے سے ختم کر دے تو میرے پروردگار نے ارشاد فرمایا اے محمد ﷺ میں نے فیصلہ کر دیا ہے ایسا فیصلہ جو واپس نہیں لیا جاتا اور میں نے تمہاری امت کے حوالے

2102- اخرجه مسلم (٤/ ٢٢١٥، ٢٢١٦): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: هلاك هذه الامة بعضهم من بعض، حديث (١٩/ ٢٨٨٩)، و ابو داؤد (٢/ ٤٩٩): كتاب الفتن و الملاحم: باب: ذكر الفتن و دلائلها، حديث (٤٢٥٢)، و ابن ماجه (٢/ ١٣٠٤): كتاب الفتن: باب: ما يكون من الفتن، حديث (٣٩٥٢)، و احمد (٥/ ٢٧٨، ٢٨٤) من طريق ابو قلابة، عن ابى اسماء، فذكره-

سے یہ تمہیں عطا کر دیا کہ میں تمہاری امت کو قحط سالی کے ذریعے ہلاک نہیں کروں گا' اور میں ان کے دشمن کو ان پر مسلط نہیں کروں گا کہ وہ ان کا سرے سے خاتمہ کر دے۔ اگر چہ دشمن تمام روئے زمین سے اکٹھا ہو کر ان کے مقابلے میں آ جائے۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) زمین کے تمام حصوں سے نہ آ جائے۔ البتہ یہ لوگ خود ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے' اور قیدی بنا لیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں اور ان کی قبولیت

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دعائیں مانگیں:

(۱) امت قحط سالی میں مبتلا نہ ہو

(۲) ان پر کوئی دشمن مسلط نہ ہو۔

(۳) امت آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی دو دعاؤں کو قبول فرما لیا لیکن تیسری دعا کو قبول نہیں فرمایا۔ تیسری دعا قبول نہ ہونے کی متعدد وجوہات ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) بروقت قبول نہ ہوئی مگر بعد میں قبول کر لی گئی (۲) آخرت کے لیے ذخیرہ کر لی گئی (۳) یہ دعا قضاء مبرم سے متعلق تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ كَيْفَ يَكُوْنُ الرَّجُلُ فِي الْفِتْنَةِ

باب 14: فتنہ کے زمانے میں آدمی کیسے رہے؟

2103 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوْسَى الْقَزَّازُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أُمِّ مَالِكٍ الْبَهْزِيَّةِ قَالَتْ

متنِ حدیث: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَرَّبَهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ فِيْهَا قَالَ رَجُلٌ فِي مَاشِيَتِهِ يُؤَدِّي حَقَّهَا وَيَعْبُدُ رَبَّهُ وَرَجُلٌ اٰخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ يُخِيفُ الْعَدُوَّ وَيُخِيفُوْنَهُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُمِّ مُبَشِّرٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ اُمِّ مَالِكٍ الْبَهْزِيَّةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ سیدہ ام مالک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فتنے کا تذکرہ کیا اور اسے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا یہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اس وقت کون شخص بہتر ہو گا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جو اپنے جانوروں میں ہو' اور ان کے حق کو ادا کرے' اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہو یا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کے سر کو تھامے اور دشمن پر حملہ کر دے اور دشمن اس پر حملہ کر دے۔

2103- اخرجه احمد (٦/٤١٩) من طريق طاوس فذكره.

اس بارے میں سیّدہ اُمِّ مبشر رضی اللہ عنہا ‘ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

یہ روایت اس سند کے حوالے سے ”غریب“ ہے۔

لیث بن ابوسلیم نے طاؤس کے حوالے سے سیّدہ ام مالک رضی اللہ عنہا سے اسے نقل کیا ہے۔

2104 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ سِيْمِيْنَ كُوْشَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: تَكُوْنُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اللِّسَانُ فِيْهَا اَشَدُّ مِنَ السَّيْفِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ لَا يُعْرَفُ لِزِيَادِ بْنِ سِيْمِيْنَ كُوْشَ غَيْرُ هٰذَا الْحَدِيْثِ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ لَيْثٍ فَرَفَعَهُ وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ لَيْثٍ فَاَوْقَفَهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایسا فتنہ آئے گا‘ جو عربوں کو گھیر لے گا اس میں مرنے والے لوگ جہنم میں جائیں گے اس فتنے کے دوران زبان تلوار سے زیادہ تیز ہوگی۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے‘ وہ فرماتے ہیں: ہمارے علم کے مطابق زیاد بن سیمین سے اس کے علاوہ کوئی اور روایت منقول نہیں ہے۔

اس کو حماد بن سلمہ نے لیث کے حوالے سے ”مرفوع“ روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

اس روایت کو حماد بن زید نے لیث کے حوالے سے ”موقوف“ روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

فتنہ کے زمانہ میں بہترین شخص کی نشاندہی

پہلی حدیث باب میں دو آدمیوں کو بہترین قرار دیا گیا ہے:

(۱) جو شخص سادہ زندگی گزارتا ہوا اپنے جانوروں کی خدمت کرے گا ان کی زکوٰۃ ادا کرے گا‘ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مصروف رہے گا۔

(۲) وہ شخص ہے‘ جو ہمہ وقت دشمن سے جہاد کرنے کے لیے اپنا گھوڑا تیار رکھتا ہو۔

دوسری حدیث باب میں جہنم میں جانے والے مقتولوں سے مراد حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقتولین نہیں ہیں کیونکہ دونوں بزرگوں کے درمیان لڑائی غلط فہمی یا اجتہاد یا منافقین کی چال پر مبنی تھی اور جامِ شہادت نوش کرنے والے بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو پوری امت کے مقتداء اور امام تھے‘ لہٰذا ان کا جہنم میں جانا ان کی شایانِ شان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ تاہم مسلمانوں کو لڑانے والے منافقین اور یہودی مراد لیے جائیں تو زیادہ مناسب ہے‘ کیونکہ

2104- اخرجه ابوداؤد (۲/ ۵۰۶): كتاب الفتن و الملاحم: باب: في كف اللسان‘ حديث (۴۲۶۵)‘ و ابن ماجه (۲/ ۱۳۱۲): كتاب الفتن‘ باب: كف اللسان في الفتنة‘ حديث (۳۹۶۷)‘ واحمد (۲/ ۲۱۷)‘ من طريق ليث‘ عن طاؤس‘ عن زياد بن سيمين كوش‘ فذكره۔

یہ لوگ فتنہ انگیزی اور فساد برپا کرنے کی وجہ سے جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رَفْعِ الْاَمَانَةِ

باب 15: امانت کا اٹھالیا جانا

2105 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ

متنِ حدیث: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ قَدْ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْاَمَانَةِ فَقَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ نَوْمَةً فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَتْ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَّلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ اَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهَا عَلٰى رِجْلِهٖ قَالَ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ لَا يَكَادُ اَحَدُهُمْ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا وَّحَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا اَجْلَدَهٗ وَاَظْرَفَهٗ وَاَعْقَلَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ قَالَ وَلَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَّمَا اُبَالِيْ اَيُّكُمْ بَايَعْتُ فِيْهِ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ دِيْنُهٗ وَلَئِنْ كَانَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ سَاعِيْهِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ لِاُبَايِعَ مِنْكُمْ اِلَّا فُلَانًا وَّفُلَانًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں دو حدیثیں سنائی تھیں ان میں سے ایک ہم دیکھ چکے ہیں اور دوسری کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے ہمیں یہ بتایا تھا: امانت لوگوں کے دلوں کے اندر نازل ہوئی' پھر قرآن نازل ہوا تو انہوں نے قرآن کے ذریعے علم حاصل کیا اور سنت کے ذریعے علم حاصل کیا' پھر آپ نے ہمیں یہ بتایا کہ امانت کو اٹھالیا جائے گا ایک آدمی سویا ہوا ہوگا' تو اس کے دل سے امانت کو اٹھالیا جائے گا۔ اس کا اثر ایک داغ کی صورت میں رہ جائے گا۔ پھر وہ سوئے گا' تو اس کے دل سے امانت کو اٹھالیا جائے گا' اور اس کا اثر آبلے کے نشان کی طرح رہ جائے گا۔ جیسے تم اگر انگارے اپنے پاؤں پر لڑھکا دو تو چھالا بن جاتا ہے لیکن اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ایک کنکری اٹھا کر اپنے پاؤں پر لڑھکا دی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صبح ہوگی لوگ ایک دوسرے کے ساتھ خرید و فروخت کریں گے' لیکن ان میں سے کوئی ایک ایسا نہیں ہوگا جو امانت کو ادا کرے' یہاں تک کہ کسی آدمی کے بارے میں یہ کہا جائے گا: وہ کتنا ذہین اور تیز طرار اور کتنا عقل مند ہے' حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے جتنا ایمان موجود نہیں ہوگا۔

راوی بیان کرتے ہیں: مجھ پر وہ زمانہ بھی آیا جب مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کی تھی کہ میں کس کے ساتھ سودا کر رہا ہوں؟ کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا دین اس کو (دھوکہ دینے سے) باز رکھتا اور اگر وہ کوئی یہودی یا عیسائی ہوتا تو سرکاری اہلکار اسے باز

2105- اخرجه البخاری (۱۱/ ۳۴۱): كتاب الرقاق: باب: رفع الامانة، حديث (۶۴۹۷) وطرفاه في: (۷۰۸۶، ۷۲۷۶) و مسلم (۱/ ۴۱۷- الابی): كتاب الايمان: باب: رفع الامانة و الايمان من بعض القلوب و عرض الفتن على القلوب، حديث (۲۳۰/ ۱۴۳) و ابن ماجه (۲/ ۱۳۴۶): كتاب الفتن: باب: ذهاب الامانة، حديث (۴۰۵۳) واحمد (۵/ ۳۸۳، ۳۸۴) و الحميدي (۱/ ۲۱۷) حديث (۴۴۶) من طريق الاعمش، عن زيد بن وهب، فذكره۔

رکھتے لیکن آج کے دور کا جہاں تک تعلق ہے تو میں تم لوگوں میں سے صرف فلاں فلاں شخص کے ساتھ خرید وفروخت کرتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

امانت کا نزول وارتفاع

لفظ: امانۃ' کا لغوی معنی ہے راست بازی' فرض منصبی' دیانتداری' ذمہ داری۔ اس کا شرعی واصطلاحی معنی ہے: ایسی ذمہ داری جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر عائد کی جاتی ہے یا بندوں کی جانب سے لازم کی گئی ہو۔ یہ لفظ اس ارشاد ربانی میں استعمال ہوا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (سورۃ الاحزاب: ۷۲)

بیشک ہم نے امانت آسمان وزمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان میں اس کی ذمہ داری اٹھانے کی ہمت نہیں تھی اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔"

جس شخص میں امانت کا عنصر موجود نہ ہو اسے خائن کہا جاتا ہے۔ خائن کی وعید اور عہد و پیمان کی اہمیت احادیث مبارکہ میں یوں بیان ہے: لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ (مسند امام احمد ج ۳ ص ۱۳۵)

لَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ (مشکوۃ المصابیح' رقم الحدیث ۳۵) جو امانتدار نہیں' وہ ایماندار نہیں۔" جو وعدہ پورا نہیں کرتا' اس کا کوئی دین نہیں ہے۔

حدیث باب میں دو امور بیان کیے گئے ہیں' جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- نزول امانت: اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل پر امانت کو اتارا۔ پھر قرآن کریم اتارا گیا جس کے ذریعے لوگوں نے ہدایت کا راستہ سیکھا۔ لوگوں کے دلوں میں تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سیکھنے کا جذبہ بھی موجزن ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی فیضان حاصل کیا۔

۲- ارتفاع امانت: اس حدیث میں ارتفاع امانت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ انسان نوم و یقظہ کی حالت میں تھا کہ اس کے دل سے امانت کا ارتفاع کیا گیا اور بعد میں بھی اسی حالت میں انسان کے دل سے ارتفاع امانت کیا گیا جس کے نتیجہ میں اس کے جسم پر اثر ونشان باقی رکھا گیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے مسئلہ کو تفصیلاً ملاحظہ کیا لیکن دوسرے مسئلہ کو اجمالاً یا اشارۃً دیکھا۔

سوال: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے فرمایا تھا کہ میں نے دوسری بات ملاحظہ نہیں کی اور اب یوں فرما رہے ہیں کہ میں نے تبدیل شدہ زمانہ دیکھا ہے' اس طرح تو تعارض ہوا؟

جواب: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے قول سے مراد تفصیل ہے اور دوسرے قول سے مراد اجمال ہے یعنی آپ نفی تفصیل کی کر رہے ہیں اور اثبات اجمال کا فرما رہے ہیں' لہٰذا دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

سوال: یہاں امانت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) ایمان مراد ہے (۲) عام امانت مراد ہے جس طرح اس ارشاد ربانی میں ہے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۳) وہ پوشیدہ امور مراد ہیں جو انسان کے دل میں رکھے گئے ہیں اور انسان کو ان کا امین بنایا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

باب 16: تم لوگ ضرور پہلے لوگوں کے طریقوں پر عمل کرو گے

2106 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سِنَانِ بْنِ اَبِىْ سِنَانٍ عَنْ اَبِىْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ اِلٰى حُنَيْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ يُقَالُ لَهَا ذَاتُ اَنْوَاطٍ يُعَلِّقُوْنَ عَلَيْهَا اَسْلِحَتَهُمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ هٰذَا كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَتَرْكَبُنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ عَوْفٍ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوواقد لیثی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب حنین کی طرف روانہ ہونے لگے تو آپ ﷺ ایک درخت کے پاس سے گزرے جو مشرکین کا تھا جس کا نام "ذات انواط" تھا لوگ اس پر اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ جس طرح ان لوگوں نے اپنے لیے ذات انواط کو مقرر کر لیا تھا اس طرح ہمارے لیے بھی آپ ذات انواط مقرر کر دیجیے" نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ یہ تو اسی طرح ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا: وہ ان کے لیے ایک معبود مقرر فرما دیں جس طرح ان لوگوں کا معبود ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقے پر ضرور عمل کرو گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حضرت ابوواقد لیثی کا نام حارث بن عوف ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

غلط طریقوں کو اپنانے کی ممانعت

لفظ: السنن بمعنی طرز، نمونہ، طریقہ عربی محاورہ ہے: اِسْتَقَامَ فَلَانٌ عَلٰى سُنَنٍ وَّاحِدٍ۔ فلاں شخص ایک طریقہ پر قائم رہا۔ دوسرا لفظ ہے: اَلسُّنَّةِ: اس کی جمع سنن آتی ہے، جس کا معنی ہے: سیرت، خاص طریقہ۔ یہ لفظ یہاں استعمال نہیں ہوا۔

حدیث باب میں زمانہ جاہلیت کی رسوم کی بیخ کنی کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ "ذات انواط" اس درخت کا نام ہے، جس پر زمانہ جاہلیت میں مشرکین و کفار اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ! جس طرح کفار و مشرکین "ذات انواط" (نام درخت) پر اپنے ہتھیار وغیرہ لٹکاتے ہیں، آپ ہمارے لیے بھی کوئی "ذات انواط" مقرر فرمادیں؟ اس بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناراضگی کیا اور فرمایا: تم لوگ بھی قوم بنی اسرائیل کی طرح مطالبہ کرتے ہو جس طرح قوم موسیٰ نے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا: اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ (الاعراف:۱۳۸) دوسرے لوگوں کے خداؤں کی طرح آپ بھی ہمارے لیے کسی ایک خدا کا تعین کردیں۔" مزید دوسری روایت میں اس مسئلہ کی صراحت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت پر بھی ایسا وقت آئے گا جیسا قوم بنی اسرائیل پر آچکا ہے حتیٰ کہ ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے ارتکاب زنا کیا تھا تو میری قوم میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو یہ حرکت ضرور کریں گے۔

فائدہ نافعہ: زمانہ جاہلیت کی وہ رسوم جو شریعت مطہرہ سے متصادم ہوں، کی بیخ کنی کرنا، لوگوں کو ان سے احتراز کرنے کا درس دینا اور ان کے نقصانات سے آگاہ کرنا ازبس ضروری ہے۔ اس طرح معاشرہ کئی فتنوں سے محفوظ ہوسکتا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَلَامِ السِّبَاعِ

باب 17: درندوں کا کلام کرنا

2107 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا اَبُوْ نَضْرَةَ الْعَبْدِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُكَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَحَتّٰى تُكَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهٖ وَشِرَاكُ نَعْلِهٖ وَتُخْبِرَهٗ فَخِذُهٗ بِمَا اَحْدَثَ اَهْلُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ

توضیح راوی: وَالْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ ثِقَةٌ مَاْمُوْنٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَثَّقَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ درندے انسانوں کے ساتھ کلام نہیں کرنے لگیں گے، یہاں تک کہ آدمی کے چابک کی رسی اور اس کے جوتے کا تسمہ بھی اس کے ساتھ کلام کریں گے، اور اسے اس کا زانو یہ بتادے گا کہ اس کے بعد اس کی بیوی نے کیا حرکت کی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔
ہم اسے صرف قاسم بن فضل کے حوالے سے جانتے ہیں۔
قاسم بن فضل نامی راوی محدثین کے نزدیک ثقہ اور مامون ہیں۔
یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

شرح

جانوروں کا گفتگو کرنا

مختلف روایات میں مختلف علامات قیامت بیان کی گئی ہیں۔ حدیث باب میں تین علامات قیامت بیان کی گئی ہیں:
(۱) جانوروں کا انسانوں سے باتیں کرنا
(۲) کوڑے کے کنارے اور جوتے کے تسمہ کا آدمی سے باتیں کرنا
(۳) آدمی کی ران کا گھر کے احوال سے مطلع کرنا۔ جب تک یہ علامات نہیں پائی جائیں گی' قیامت برپا نہیں ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ ان علامات میں سے کچھ ظاہر ہو چکی ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں قطعیت سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم کچھ حقائق تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں جن پر غور و فکر کر کے اس کی حقیقت کو معلوم کیا جا سکتا ہے مثلاً کنکریوں کا کلمہ طیبہ پڑھنا۔ احد پہاڑ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احد پہاڑ سے محبت کرنا۔ پتھروں کا اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ کا وظیفہ پڑھنا' شیر اور حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین مکالمہ ہونا' ستون حنانہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رونا اور دریائے نیل کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی اطاعت سے جاری ہونا وغیرہ۔ علاوہ ازیں عصر حاضر میں پلاسٹک کے ٹی وی' کمپیوٹر' لیپ ٹوپ اور موبائلز کی شکل میں انسان سے گفتگو کرنے نے' اس مسئلہ کو سمجھنا آسان کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ انْشِقَاقِ الْقَمَرِ

باب 18: چاند کا شق ہونا

2108 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنْفَلَقَ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوْا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَنَسٍ وَّجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ

حکم حدیث: وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے

2108- اخرجه مسلم (۲۱۵۹/٤)؛ كتاب صفات المنافقين و احكامهم؛ باب: انشقاق القمر' حديث (۲۸۰۱)-

ارشاد فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ۔

اس بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

معجزہ شق القمر کا ظہور

معجزات کا تعلق عجائبات عالم سے ہے، جن کا ظہور جہاں کچھ لوگوں کے ایمان و استقامت کا باعث بنتا ہے، وہاں بعض لوگوں کی گمراہی کا باعث بھی بنتا ہے۔ قرآن وسنت میں معجزہ شق القمر کا تذکرہ ہے، جو اہل ایمان کے لیے باعث استحکام ایمان تو بنا لیکن کفار کے لیے باعث ایمان نہ بنا بلکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کا انکار کر دیا۔

معجزہ شق القمر کے ظہور پذیر ہونے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ہجرت سے چند سال قبل مشرکین مکہ میں سے چند سرکردہ لوگ مثلاً ابوجہل، عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ، اسود بن مطلب، زمعہ بن الاسود، عاص بن ہشام اور نضر بن حارث وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے مطالبہ کرتے ہوئے کہا: اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی برحق ہیں تو ہمیں کوئی آسمانی معجزہ دکھائیں۔ آپ ہمیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ لوگ یہ معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئیں گے اور میری نبوت کو تسلیم کر لیں گے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، اسی لیے تو ہم مطالبہ کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر تیرتے ہوئے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ فرمایا تو وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین میں آ گیا، جس کا ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر اور دوسرا جبل قیقعان میں آ گرا اور دونوں پہاڑ چمک اٹھے۔ کفار مکہ آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اِشْهَدُوْا اِشْهَدُوْا یعنی تم گواہ ہو جاؤ، تم گواہ ہو جاؤ۔ آپ کا معجزہ دیکھ کر انہوں نے تسلیم کرنے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر قرار دیا۔ کچھ لوگوں نے کہا: ہم اس معجزہ کی تصدیق بیرونی لوگوں سے کرائیں گے۔ جو لوگ مختلف اطراف عالم سے مکہ میں آتے تو وہ لوگ ان سے معجزہ شق قمر کے بارے میں دریافت کرتے اور وہ لوگ اس کی تائید و تصدیق کرتے لیکن مشرکین مکہ نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

معجزہ شق القمر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور میں کفار کے مطالبہ کے جواب میں ظہور پذیر ہوا۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر بایں الفاظ کیا گیا ہے: اِنْشَقَّ الْقَمَرُ۔ چاند دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ حدیث باب بھی اس کی دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو فرما رہے تھے: اِشْهَدُوْا اِشْهَدُوْا۔ تم گواہ ہو جاؤ، تم گواہ ہو جاؤ۔''

سوال: چاند کا دو ٹکڑوں میں تقسیم ہونا محال ہے اور یہ واقعہ کسی تاریخی کتاب میں موجود نہیں ہے؟

جواب: معجزہ شق القمر ہی نہیں بلکہ ہر معجزہ عقلی طور پر ناممکن ہوتا ہے اور اس کا عقلی طور پر ممکن ہونا، اس کے عدم معجزہ کی دلیل ہوتا ہے، کیونکہ معجزہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ جو عقل میں نہ آ سکے۔ گویا اس واقعہ کا استحالہ ہی اس کے وقوع کی دلیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم الشان معجزہ دنیا بھر میں دیکھا گیا۔ خواہ مطالبہ کرنے والے لوگ تو مسلمان نہ ہوئے لیکن ان کے علاوہ یہ معجزہ دیکھ کر

کثیر لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ قرآن وحدیث کے دلائل موجود ہوتے ہوئے کسی تاریخی کتاب کی دلیل کی قطعا ضرورت نہیں ہے۔ ہزاروں امور ایسے ہیں جو تاریخ کی کتب میں محفوظ نہیں ہیں لیکن لوگ ان کو تسلیم کرتے چلے آرہے ہیں۔ نقلی دلائل کے ہوتے ہوئے ہمیں عقلی یا تاریخی دلائل کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ کئی بار سورج اور چاند گرہن کے واقعات پیش آتے ہیں لیکن دنیا کے تمام لوگ اسے ملاحظہ نہیں کرتے بلکہ ایک خطہ کے لوگ اسے ملاحظہ کرتے ہیں۔ پھر یہ معجزہ قلیل وقت یعنی از عصر تا مغرب جتنا وقت (گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ) ظہور پذیر رہا اور اتنے قلیل وقت میں کچھ لوگوں نے دیکھا اور کچھ محروم رہے۔ معجزہ شق القمر کا اقرار ایمان کا تقاضا اور استحکام ایمان کا باعث جبکہ اس کا انکار گمراہی اور بے دینی ہے۔ گمراہی کا ناسور ایک فتنہ سے کم نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخَسْفِ

باب 19: زمین میں دھنس جانا

2109 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَشْرَفَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غُرْفَةٍ وَّنَحْنُ نَتَذَاكَرُ السَّاعَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَرَوْا عَشْرَ اٰيَاتٍ طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَيَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَالدَّابَّةَ وَثَلَاثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنَ تَسُوْقُ النَّاسَ اَوْ تَحْشُرُ النَّاسَ فَتَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا

اختلافِ روایت: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ فُرَاتٍ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِيْهِ الدُّخَانَ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ نَحْوَ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ وَالْمَسْعُوْدِيِّ سَمِعَا مِنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ نَحْوَ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ فُرَاتٍ وَّزَادَ فِيْهِ الدَّجَّالَ اَوِ الدُّخَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعِجْلِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ فُرَاتٍ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ وَزَادَ فِيْهِ قَالَ وَالْعَاشِرَةُ اِمَّا رِيْحٌ تَطْرَحُهُمْ فِي الْبَحْرِ وَاِمَّا نُزُوْلُ عِيْسٰى ابْنِ مَرْيَمَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ

وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت حذیفہ بن اُسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے بالا خانہ میں سے دیکھا ہم اس وقت قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جس وقت تک تم دس نشانیاں نہیں

2109- اخرجہ مسلم (۴/۲۲۲۵): کتاب الفتن و اشراط الساعۃ: باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ، حدیث (۳۹/۲۹۰۱) (۴/۲۲۲۶): کتاب الفتن و اشراط الساعۃ: باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ، حدیث (۴۰، ۴۱/۲۹۰) من طریق ابو الطفیل، عن ابی سریحۃ، و ابو داؤد (۲/۵۱۷): کتاب الملاحم: باب: امارات الساعۃ، حدیث (۴۳۱۱) و ابن ماجہ (۲/۱۳۴۱): کتاب الفتن: باب: اشراط الساعۃ، حدیث (۴۰۴۱) و احمد (۴/۷۰۶) و الحمیدی برقم (۸۲۷) من طریق الفرات، عن ابی الطفیل، فذکرہ۔

دیکھو گے سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا یاجوج ماجوج' دابتہ الارض' زمین کا تین جگہ سے دھنس جانا' ایک مرتبہ دھنسا مشرق میں ہوگا' ایک مرتبہ دھنسا مغرب میں ہوگا اور ایک مرتبہ جزیرہ عرب میں ہوگا اور وہ آگ جو عدن کے ایک گڑھے سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک کرلے جائے گی۔ (راوی کو شک ہے شائد یہ الفاظ ہیں) لوگوں کو اکٹھا کر دے گی' تو وہ ان کے ساتھ رات رہے گی جہاں وہ رات بسر کریں گے اور ان کے ساتھ دوپہر کرے گی جہاں وہ دوپہر کریں گے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں لفظ ''دھواں'' زائد ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں دجال اور دھواں کا لفظ زائد ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ لفظ زائد ہیں دسویں چیز وہ ہوا ہے' جو انہیں سمندر میں پھینک دے گی اور حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2110 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ اَبِى اِدْرِيْسَ الْمُرْهِبِيِّ عَنْ مُسْلِمِ ابْنِ صَفْوَانَ عَنْ صَفِيَّةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لَا يَنْتَهِى النَّاسُ عَنْ غَزْوِ هٰذَا الْبَيْتِ حَتّٰى يَغْزُوَ جَيْشٌ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِاَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ وَلَمْ يَنْجُ اَوْسَطُهُمْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَمَنْ كَرِهَ مِنْهُمْ قَالَ يَبْعَثُهُمُ اللهُ عَلٰى مَا فِىْ اَنْفُسِهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا یہ بات بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لوگ اس گھر پر حملہ کرنے سے باز نہیں آئیں گے' یہاں تک کہ ایک لشکر اس پر حملہ کرنے کے لیے آئے گا' اور جب وہ ''بیداء'' کے مقام پر پہنچے گا۔ (یہاں پر راوی کو الفاظ میں شک ہے) تو ان کے ابتدائی اور آخری حصے کو دھنسا دیا جائے گا' اور درمیان والے بھی نجات نہیں پائیں گے۔ (یعنی وہ سب دھنس جائیں گے) میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ان میں سے جو شخص اس بات کو ناپسند کرتا ہوں (یعنی زبردستی آیا ہو) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے حساب سے (یعنی ان کی نیتوں کے حساب سے) انہیں زندہ کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2111 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا صَيْفِيُّ بْنُ رِبْعِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

2110- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۳۵۱)؛ كتاب الفتن، باب: جيش البيداء، حديث (۴۰۶۴)، و احمد (۶/ ۳۳۶، ۳۳۷) من طريق مسلم بن صفوان، فذكره-

متن حدیث: يَكُونُ فِي اٰخِرِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَّقَذْفٌ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا ظَهَرَ الْخُبْثُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ عَآئِشَةَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ تَكَلَّمَ فِيْهِ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس امت کے آخر میں زمین میں دھنسا چہروں کا مسخ ہوجانا' آسمان سے پتھروں کی بارش (کی طرح کے عذاب) ہوں گے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ کیا ہم لوگ ہلاکت کا شکار کردیے جائیں گے۔ جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی ہوں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! جب فسق عام ہوجائے گا (تو ایسا ہی ہوگا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے ہمراہ جانتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر نامی راوی کے بارے میں یحییٰ نے ان کے حافظے کے حوالے سے کلام کیا۔

شرح

علامات قرب قیامت

علامات قیامت از قبیل عجائبات ہیں اور عجائبات لوگوں کے لیے فتنہ کا باعث بنتے ہیں۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار بھی علامات قیامت سے ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت اور درمیانی دونوں انگلیوں کو ملا کر فرمایا: بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ۔ میں اور قیامت دونوں متصل بھیجے گئے ہیں۔''

گزشتہ باب میں شق القمر کو علامات قیامت سے بتایا گیا تھا اور احادیث باب میں بارہ علامات قیامت بیان کی گئی ہیں' جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا: قرب قیامت کے وقت آفتاب مشرق کے بجائے مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔

۲- خروج یاجوج و ماجوج: علامات قیامت میں سے ایک یاجوج و ماجوج کا خروج ہے' اس کا ذکر اس ارشاد ربانی میں موجود ہے: یہ امر ممکن ہے کہ مردہ لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں حتیٰ کہ یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں۔ وہ بلندی سے پھسلتے آئیں گے اور سچا وعدہ آجائے گا۔ (الانبیاء:۹۶)

۳- خروج دابۃ الارض: قیامت کے قریب مکہ مکرمہ کی مشہور پہاڑی ''صفا'' پھٹ جائے گی اور وہاں سے ایک جانور برآمد ہوگا جو لوگوں سے گفتگو کرے گا' قرب قیامت کی اطلاع دے گا اور نیک و بدلوگوں پر علامات امتیاز لگائے گا۔

۴ تا ۶- تین مقامات سے زمین نیچے کو دھنس جائے گی: (۱) مشرق سے (۲) مغرب سے (۳) جزیرۃ العرب سے۔

۷- خروج نار: عدن شہر سے آتش برآمد ہوگی جو لوگوں کو ہنکا کر ملک شام لے جائے گی۔ وہ آگ ہمہ وقت لوگوں کے ساتھ ہوگی۔

۸- ارتفاع دخان: علامات قیامت میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان پر دھواں چھا جائے گا۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: اس دن کا انتظار کیجئے جس دن آسمان کی طرف ایک دھواں دکھائی دے گا جو سب لوگوں پر چھا جائے گا اور یہ خطرناک سزا ہے۔ (الدخان: ۱۰،۱۱)

۹- خروج دجال: دجال کا برآمد ہونا بھی علامات قیامت سے ہے اور اس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔

۱۰- نزول عیسیٰ علیہ السلام: علامات قیامت میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نزول ہے۔ آپ کے نزول کی تفصیل قرآن وسنت میں موجود ہے۔

۱۱- لوگوں کی شکلوں کا مسخ ہونا: علامات قیامت میں سے ایک لوگوں کی شکلوں کا مسخ ہونا ہے۔ شکلوں کا بگڑنا لوگوں کی بدکرداری، بے عملی اور جہالت کی وجہ سے ہوگا۔

۱۲- پتھروں کی بارش ہونا: قیامت کے قریب لوگوں کی بے عملی آسمان کو چھوئے گی اور لوگ حدود الٰہی کی پرواہ نہیں کریں گے جس کے نتیجہ میں ان پر پتھروں کی بارش ہوگی۔

فائدہ نافعہ: ان بارہ علامات قیامت میں سے ترجمۃ الباب سے مطابقت صرف علامت خسف ہے یعنی مشرق ومغرب اور جزیرۃ العرب میں زمین کا نیچے کی طرف دھنس جانا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا

باب 20: سورج کا مغرب سے نکلنا

2112 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ

متنِ حدیث: قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَقَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَتَدْرِیْ اَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهٖ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ تَسْتَاْذِنُ فِی السُّجُوْدِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَاَنَّهَا قَدْ قِيْلَ لَهَا اطْلُعِیْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا قَالَ ثُمَّ قَرَاَ وَذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَهَا قَالَ وَذٰلِكَ قِرَاءَةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَابِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ وَّحُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِیْ مُوْسٰى

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں مسجد میں داخل ہوا جب سورج غروب ہو چکا تھا، نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! کیا تم جانتے کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جاتا ہے تاکہ اسے سجدہ کرنے کی اجازت مل جائے تو (ایک دن اسے) اجازت مل جائے گی یعنی گویا اسے یہ کہا جائے گا کہ تم جہاں سے

2112- اخرجه البخاری (٦/٣٤٣): كتاب بدء الخلق: باب: صفة الشمس و القمر، حديث (٣١٩٩) و اطرافه في: (٤٨٠٢، ٤٨٠٣، ٧٤٢٤، ٧٤٣٣) و مسلم (١/٤٧٢، ٤٧٣ - نووی): كتاب الايمان: باب: بيان الزمن الذی لا يقبل فيه الايمان، حديث (٢٥٠، ٢٥١/١٥٩) و ابو داؤد (٢/٤٣٢): كتاب الحروف و القراءات، حديث (٤٠٠٢) و احمد (٥/١٤٥، ١٥٢، ١٥٨، ١٧٧) من طريق ابراهيم بن يزيد التيمی، عن ابيه، فذكره۔

آئے ہو تم وہاں سے طلوع ہو جاؤ! تو یہ مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت بیان کی۔

''اور اس کا مخصوص راستہ ہے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: یہ قرأت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے۔

اس بارے میں حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سورج کے مستقر کی توضیح

علامات قیامت میں سے ایک اہم علامت سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ کچھ علامات قیامت سے ظاہر ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ آفتاب حکم خداوندی سے مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہو جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ ریز ہو کر مشرق کی طرف آتا ہے پھر طلوع ہو جاتا ہے۔ جب اسے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے کا حکم ہوگا تو مغرب کی طرف سے طلوع ہو جائے گا۔

سوال: آفتاب طلوع و غروب میں حکم خداوندی کا پابند ہے، اس کا مستقر کیا ہے؟

جواب: آفتاب کے مستقر کے بارے میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) جمہور کا مؤقف ہے کہ آفتاب کا مستقر عرش اعظم کے نیچے ہے۔ وہ طالب سجدہ ہوتا ہے اور اجازت ملنے پر سجدہ ریز ہوتا ہے پھر حسب حکم مشرق کی طرف آ کر طلوع ہوتا ہے۔ جب مشیت خداوندی ہوگی اور اسے سجدہ کی اجازت نہ ملے گی تو مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ نصف النہار تک آئے گا پھر مغرب کی طرف لوٹ جائے گا۔

(۲) مستقر الشمس سے مراد طویل ترین دن ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس دن آفتاب کو کالعدم ہو جانے کا حکم دیا جائے گا وہی اس کا مستقر ہوگا۔

سوال: زمانہ قدیم کی سائنس کا یہ اعلان تھا کہ سورج زمین کے گرد گھومتا ہے۔ جس وجہ سے طلوع و غروب ہوتا اور شب و روز تیار ہوتے ہیں۔ جدید ماہرین فلکیات کا کہنا ہے کہ زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہے، جس کے سبب شب و روز تیار ہوتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں سوال یہ ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد عرش الٰہی کے نیچے جا کر سجدہ ریز ہونے اور طلوع ہونے کی اجازت سے کیا مراد ہے؟

جواب: کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتی ہے اور اس کے حضور سجدہ ریز بھی ہوتی ہے لیکن آفتاب کا طلوع و غروب اور سجدہ ریز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے۔ جب اسے سجدہ ریز ہونے کی اجازت نہیں ملے گی اور مشرق کے بجائے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کا حکم ہوگا تو وہ مغرب کی طرف سے طلوع ہو جائے گا۔ سورج کا سجدہ ریز ہونا ہماری طرح

نہیں ہے بلکہ اس سے مراد حکم خداوندی کی اطاعت ہے۔

سوال: خواہ آفتاب زمین کے گرد چکر لگاتا ہے یا زمین اپنے محور میں گھومتی ہے اس کا طلوع وغروب ہونا ہمارے سامنے ظاہر ہونے اور پوشیدہ ہونے کے لحاظ سے ہے۔ سوال یہ ہے آفتاب کس نقطہ سے واپس آئے گا اور دنیا کے کس خطہ میں مغرب سے طلوع کرے گا؟ نیز دوسرے ممالک کی صورتحال کیا ہوگی؟

جواب: قرب قیامت میں پیش آنے والے واقعات کو عصر حاضر میں مکمل طور پر سمجھنا اور سمجھانا ممکن نہیں ہے بلکہ جب پیش آئیں گے تو لوگ انہیں خود بخود سمجھ جائیں گے۔ تاہم عصر حاضر میں ان کا اجمالی خاکہ ہی پیش کر دینا کافی ہے جس طرح حدیث باب سے ثابت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ خُرُوْجِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ

باب 21: یاجوج ماجوج کا نکلنا

2113 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ حَبِيْبَةَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتِ

متنِ حدیث: اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَّوْمٍ مُّحْمَرًّا وَّجْهُهُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يُرَدِّدُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَّيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَّدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَعَقَدَ عَشْرًا قَالَتْ زَيْنَبُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ جَوَّدَ سُفْيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثَ هٰكَذَا رَوَى الْحُمَيْدِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ نَحْوَ هٰذَا وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَفِظْتُ مِنَ الزُّهْرِيِّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَرْبَعَ نِسْوَةٍ زَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ حَبِيْبَةَ وَهُمَا رَبِيْبَتَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ زَوْجَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰكَذَا رَوٰى مَعْمَرٌ وَّغَيْرُهٗ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ حَبِيْبَةَ وَقَدْ رَوٰى بَعْضُ اَصْحَابِ ابْنِ عُيَيْنَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ

◆◆ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کا چہرۂ مبارک سرخ تھا اور آپ لا الہ الا اللہ پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اسے پڑھا پھر ارشاد فرمایا عربوں کے لیے اس شر کی وجہ سے

2113- اخرجه البخاری (۶/۴۴۰): كتاب احاديث الانبياء: باب: قصه ياجوج وماجوج، حديث (۳۳۴۶) واطرافه في: (۳۵۹۸، ۷۰۵۹، ۷۱۳۵) و مسلم (۴/۲۲۰۷): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: اقتراب الفتن و فتح ردم ياجوج و ماجوج، حديث (۱/۲۸۸۰) و ابن ماجه (۲/۱۳۰۵): كتاب الفتن: باب: ما يكون من الفتن، حديث (۳۹۵۳) و احمد (۶/ ۴۲۸، ۴۲۹) و الحميدی (۱/ ۱۴۷، ۱۴۸)، حديث (۳۰۸) من طريق عروة بن الزبير، عن زينب بنت ام سلمة، عن ام حبيبة فذكرته، ليس فيه: حبيبة بنت ام حبيبة۔

بربادی ہے جو قریب آ چکی ہے۔ آج یاجوج اور ماجوج کی دیوار میں سوراخ ہو گیا ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی سے گول دائرے کا نشان بنا کر دکھایا۔

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ کیا ہم لوگ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے؟ جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ موجود ہوں گے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! جب برائی زیادہ ہو جائے گی تو (سب ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سفیان نے اس روایت کو بہترین قرار دیا ہے۔

حمیدی نے سفیان بن عیینہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: میں نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی اس روایت کی سند میں چار خواتین کا نام یاد کیا ہے یعنی یہ سیّدہ زینب بنت سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیّدہ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ دونوں نبی اکرم ﷺ کی سوتیلی صاحبزادیاں ہیں سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے یہ دو خواتین نبی اکرم ﷺ کی ازواج ہیں۔

معمر نے اس روایت کو زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے تاہم انہوں نے اس کی سند میں حبیبہ نامی خاتون کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

خروج یاجوج وماجوج

علامات قیامت میں سے ایک یاجوج وماجوج کا خروج ہے۔ قرب قیامت میں ان کا ظہور وخروج ہوگا۔ سوالیہ ہے کہ یہ کیسی مخلوق ہے؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اور حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت سے ہیں۔ ان کی شکل وصورت اور اعضاء جسمانی انسانوں کی طرح ہیں (البدیۃ والنہایہ ج ۲ ص ۱۱۰)

(۲) علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یاجوج وماجوج یافث بن نوح کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ دو قبائل پر مشتمل ہے۔

(۳) بعض محققین کی رائے ہے کہ یاجوج وماجوج سے مراد منگولیا یعنی تاتار قوم ہے جو وحشی قبائل پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ امریکہ یورپ اور روس کے خطوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے دو قبائل ہیں:

(۱) موگ (۲) یوچی

سوال: حدیث باب میں: ''استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے الفاظ ہیں اور دوسری روایت میں دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بیدار ہوئے ہوں پھر گھر تشریف لائے ہوں لہٰذا دونوں روایات میں تعارض نہ رہا۔

سوال: ''وَعَقَدَ عُشْرًا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب انگشت شہادت اور ابہام کو ملایا جائے تو دس کا عدد مراد ہوتا ہے اور ان کا سوراخ خواہ چھوٹا ہوتا ہے لیکن اس میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا جائے گا۔

سوال: وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ میں شر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (۱) اس سے مراد وہ فتنہ ہے' جو شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ظاہر ہوا تھا اور آج تک باقی ہے (۲) قوم یاجوج و ماجوج کے ظہور کا فتنہ مراد ہو۔

سوال: عرب کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟

جواب: مخاطب عرب تھے اس لیے ان کا ذکر کر دیا گیا ورنہ بالتبع عجم بھی اس میں شامل ہیں۔ قوم یاجوج و ماجوج کا تعارف: یہ قوم دو جماعتوں پر مشتمل ہے' ایک کو یاجوج اور دوسری کو ماجوج کہا جاتا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کے چار لاکھ افراد ہیں۔ ان میں سے کسی کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک اس کی ایک ہزار اولاد جوان نہیں ہو جاتی۔ ایک قول کے مطابق یہ لوگ اتنے کثیر ہیں کہ تمام انس و جنات اس کا دسواں حصہ ہیں۔ بعض نے کہا: ان کے بائیس (۲۲) قبائل ہیں جن میں سے ۲۱ دیوار میں محبوس ہیں اور ایک باہر ہے' جو ترکی میں ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین صاحبزادے تھے:

(۱) سام' یہ ابوالعرب تھے

(۲) حام' یہ اہل سوڈان کے باپ تھے

(۳) یافث' یاجوج و ماجوج اور ترکی ان کی اولاد ہیں۔ ان کے قد تین یا چار گز ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کے قد تین بالشت ہیں' جب ان کا خروج ہوگا تو تمام پانی پی جائیں گے اور تمام چیزیں کھا جائیں گے۔ لوگ بھوک اور پیاس کی وجہ سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے' ان کے پاس خوراک کا انتظام نہیں ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو یاجوج و ماجوج ہلاک ہو جائیں گے۔ مرنے کے بعد ان کے جسموں میں کیڑے پڑ جائیں گے پھر بدبو اور وباء پھیل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش ہوگی جس سے ان کی بدبو کا خاتمہ ہو جائے گا۔

بَابُ فِيْ صِفَةِ الْمَارِقَةِ

باب 22: خارجی گروہ کی علامت

2114 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ اَحْدَاثُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ ذَرٍّ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِيَ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ وَصَفَ هٰؤُلَاءِ

2114- اخرجه ابن ماجه (۵۹/۱): المقدمة: باب في ذكر الخوارج' حديث (۱۶۸) و احمد (۴۰۴/۱) من طريق عاصم' عن زر' فذكره-

اَلْقَوْمَ الَّذِيْنَ يَقْرَئُونَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ اِنَّمَا هُمُ الْخَوَارِجُ الْحَرُوْرِيَّةُ وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْخَوَارِجِ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جن کی عمریں کم ہوں گی اور عقل نہیں ہوگی وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ لفظ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا وہ سب سے بہترین (یعنی نبی اکرم ﷺ کے) اقوال بیان کریں گے لیکن وہ دین سے یوں باہر نکل جائیں گے جیسے تیر شکار (کے پار) ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس کے علاوہ دیگر روایات جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں ان میں ان لوگوں کی صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے: یہ وہ لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا اور وہ دین سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے باہر نکل جاتا ہے۔

(راوی کہتے ہیں) اس سے مراد وہ خوارج ہیں جو حروری ہیں اور اس کے علاوہ دیگر خوارج ہیں۔

شرح

خوارج کا تعارف

مسلمانوں میں کثیر فتنوں نے جنم لیا جن میں سے ایک فتنہ خوارج ہے ان کو سارقہ اور حروریہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فرقہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت پیدا ہوا لیکن جنگ صفین کے موقع پر نمایاں طور پر سامنے آیا۔ جنگ صفین کے موقع پر جب مسئلہ تحکیم پیش آیا تو فریقین نے دو افراد پر مشتمل حکم بنایا اور خوارج نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "حکم" کے لیے مجبور کیا تھا ورنہ انہیں تو اس مسئلہ کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ آپ جنگ جیت چکے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا نمائندہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن خوارج نے چال چل کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمائندہ مقرر کرنے کے لیے مجبور کیا۔ جب پنچایت نے فیصلہ سنایا جو ان کے نظریہ کے خلاف تھا تو انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور یہ نعرہ بلند کر دیا: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔" انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ فریقین حکم خداوندی کی خلاف ورزی کر کے کافر ہو گئے ہیں۔ یہ باغی گروہ دس ہزار افراد پر مشتمل "حروراء" دیہات میں جمع ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں وہاں سے بھگا دیا۔ یہ فرقہ ۳۶ھ میں ظاہر ہوا پھر نہروان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکمل طور پر ان کا خاتمہ کر دیا۔ ان کا نظریہ تھا کہ مرتکب الکبائر کافر ہو جاتا ہے۔ خوارج دور اول کا بڑا فتنہ تھا۔ ان کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ اگر خلیفہ وقت کسی سنت کی خلاف ورزی کرے تو اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت امیر معاویہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے بیزار تھے کیونکہ انہیں مسلمان تسلیم نہیں

کرتے تھے۔

حدیث باب میں خوارج کی چند علامات بیان کی گئی ہیں: (۱) نوعمر ہوں گے (۲) بیوقوف ہوں گے (۳) قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے اترے گا۔ (۴) اسلامی تعلیمات میں سے بعض کا انکار کریں گے اور بعض کو تسلیم کریں گے (۵) وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

بَابُ فِي الْأَثَرَةِ

باب 23: ترجیحی سلوک کرنا

2115 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا وَّلَمْ تَسْتَعْمِلْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آپ نے فلاں شخص کو سرکاری اہلکار مقرر کیا ہے اور آپ مجھے کیوں نہیں مقرر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ میرے بعد اپنے ساتھ ترجیحی سلوک دیکھو گے تو صبر سے کام لینا' یہاں تک کہ تمہاری ملاقات حوض پر مجھ سے ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2116 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً وَّاُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا قَالَ فَمَا تَاْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم لوگ میرے بعد اپنے ساتھ ترجیحی سلوک دیکھو گے اور کچھ ایسے امور دیکھو گے جو تمہیں ناپسند ہوں گے لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم ان لوگوں کے حق ادا کرنا اور جو تمہارا حق ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔

2115- اخرجه البخاری (۷/ ۱٤٦): كتاب مناقب الانصار: باب: قول النبی صلی الله عليه وسلم الانصار (اصبروا حتی تلقونی علی الحوض) حديث (۳۷۹۲) و طرفه فی: (۷۰۵۷) و النسائی (۸/ ۲۲٤): كتاب آداب القضاة: باب: ترك استعمال من يحرص علی القضاء حديث (۵۳۸۳) و احمد (٤/ ۳۵۱، ۳۵۲) من طريق شعبة، عن قتادة، عن انس، فذكره۔

2116- اخرجه البخاری (۱۳/ ۷): كتاب الفتن: باب قول النبی صلی الله عليه وسلم (سترون بعدی امورا تنكرونها) حديث (۷۰۵۲) و مسلم (۳/ ۱٤۷۲): كتاب الامارة: باب: وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء الاول فالاول حديث (٤۵/ ۱۸٤۳)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اہل کو منصب پر فائز کرنا

لفظ "الاثر" کا معنی ہے: ترجیح دینا۔ بعض اوقات اہل کو منصب پر تعینات کرنا بھی فتنہ کا باعث بن جاتا ہے کیونکہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ منصب ہمیں کیوں نہیں سونپا گیا۔ پھر کسی نااہل کو منصب پر فائز کرنا تو زیادہ باعث فتنہ ہوتا ہے۔ نااہل کو منصب پر فائز کرنا اور اہل کو محروم کرنا، ظلم و زیادتی کے علاوہ یہ علامات قیامت سے ہے۔ اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ جب کسی نااہل کو ترجیح دی جائے اور اسے منصب سونپا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیگر صحابہ کی نسبت علمی مجلس میں اپنے قریب بٹھاتے تھے، جو کچھ لوگوں پر دشوار گزرا۔ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ سورۃ النصر کے نزول کا مقصد کیا ہے؟ سب نے جواب دیا: اس سورۃ میں غلبہ اسلام کی اطلاع دی گئی ہے۔ پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: میرا بھی یہی خیال ہے۔ اس گفتگو کے بعد اہل مجلس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی برتری کو تسلیم کر لیا اور اپنی غلط فہمی پر نادم ہوئے۔ حدیث باب میں بھی اسی مسئلہ کی صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو منصب پر تعینات کیا تو دوسرے نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے بھی اس منصب پر تعینات فرمادیں لیکن آپ نے جواب دیا: تم لوگ میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے تو صبر سے کام لینا۔ دوسری حدیث باب میں ہے کہ آپ سے صحابہ کرام نے دریافت کیا: یارسول اللہ! جب آپ کے بعد ترجیحی سلوک ہوگا تو اس بارے میں ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے اپنا حق طلب کرنا اور لوگوں کا حق ادا کرنا۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا اَخْبَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ

باب 24: نبی اکرم ﷺ کا اپنے اصحاب کو ان چیزوں کے بارے میں بتانا جو قیامت تک ہوں گی

2117 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوْسَی الْقَزَّازُ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ زَیْدِ بْنِ جُدْعَانَ الْقُرَشِیُّ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ

متنِ حدیث: صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا صَلَاةَ الْعَصْرِ بِنَهَارٍ ثُمَّ قَامَ خَطِیْبًا فَلَمْ یَدَعْ شَیْئًا یَكُوْنُ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا اَخْبَرَنَا بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ وَكَانَ فِیْمَا قَالَ اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِیْهَا فَنَاظِرٌ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ اَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ وَكَانَ فِیْمَا قَالَ اَلَا لَا

2117- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۲۵) كتاب الفتن: باب: فتنة النساء، حديث (۴۰۰۰) من طريق علي بن زيد، عن ابي نضرة-

يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ اَنْ يَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَهُ قَالَ فَبَكٰى اَبُوْ سَعِيْدٍ فَقَالَ قَدْ وَاللهِ رَاَيْنَا اَشْيَاءَ فَهِبْنَا فَكَانَ فِيْمَا قَالَ اَلَا اِنَّهُ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ بِقَدْرِ غَدْرَتِهِ وَلَا غَدْرَةَ اَعْظَمُ مِنْ غَدْرَةِ اِمَامِ عَامَّةٍ يُرْكَزُ لِوَاؤُهُ عِنْدَ اسْتِهِ فَكَانَ فِيْمَا حَفِظْنَا يَوْمَئِذٍ اَلَا اِنَّ بَنِىْ اٰدَمَ خُلِقُوْا عَلٰى طَبَقَاتٍ شَتّٰى فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّيَحْيَا مُؤْمِنًا وَّيَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَّمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ كَافِرًا وَّيَحْيَا كَافِرًا وَّيَمُوْتُ كَافِرًا وَّمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّيَحْيَا مُؤْمِنًا وَّيَمُوْتُ كَافِرًا وَّمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ كَافِرًا وَّيَحْيَا كَافِرًا وَّيَمُوْتُ مُؤْمِنًا اَلَا وَاِنَّ مِنْهُمُ الْبَطِىْءَ الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَىْءِ وَمِنْهُمْ سَرِيْعُ الْغَضَبِ سَرِيْعُ الْفَىْءِ فَتِلْكَ بِتِلْكَ اَلَا وَاِنَّ مِنْهُمْ سَرِيْعَ الْغَضَبِ بَطِىْءَ الْفَىْءِ اَلَا وَخَيْرُهُمْ بَطِىْءُ الْغَضَبِ سَرِيْعُ الْفَىْءِ اَلَا وَشَرُّهُمْ سَرِيْعُ الْغَضَبِ بَطِىْءُ الْفَىْءِ اَلَا وَاِنَّ مِنْهُمْ حَسَنَ الْقَضَاءِ حَسَنَ الطَّلَبِ وَمِنْهُمْ سَيِّئُ الْقَضَاءِ حَسَنُ الطَّلَبِ وَمِنْهُمْ حَسَنُ الْقَضَاءِ سَيِّئُ الطَّلَبِ فَتِلْكَ بِتِلْكَ اَلَا وَاِنَّ مِنْهُمُ السَّيِّئَ الْقَضَاءِ السَّيِّئَ الطَّلَبِ اَلَا وَخَيْرُهُمُ الْحَسَنُ الْقَضَاءِ الْحَسَنُ الطَّلَبِ اَلَا وَشَرُّهُمْ سَيِّئُ الْقَضَاءِ سَيِّئُ الطَّلَبِ اَلَا وَاِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِىْ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَمَا رَاَيْتُمْ اِلٰى حُمْرَةِ عَيْنَيْهِ وَانْتِفَاخِ اَوْدَاجِهِ فَمَنْ اَحَسَّ بِشَىْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَلْيَلْصَقْ بِالْاَرْضِ قَالَ وَجَعَلْنَا نَلْتَفِتُ اِلَى الشَّمْسِ هَلْ بَقِىَ مِنْهَا شَىْءٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهَا اِلَّا كَمَا بَقِىَ مِنْ يَّوْمِكُمْ هٰذَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِىْ مَرْيَمَ وَاَبِىْ زَيْدِ بْنِ اَخْطَبَ وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَذَكَرُوْا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے عصر کی نماز ابتدائی وقت میں پڑھا دی پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا پھر آپ نے قیامت تک واقع ہونے والی کسی چیز کو ترک نہیں کیا۔ آپ نے ہمیں اس کے بارے میں بتا دیا جس نے جو یاد رکھنا تھا وہ رکھا اور جو بھولنا تھا وہ بھول گیا۔ آپ نے اس میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ دنیا سرسبز و شاداب اور میٹھی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس میں خلیفہ بنایا ہے تا کہ اس بات کو ظاہر کرے کہ تم کیا عمل کرتے ہو خبردار دنیا سے بچے رہنا اور خواتین سے بچتے رہنا اور جو باتیں ارشاد فرمائی۔ اس میں یہ بات بھی ارشاد فرمائی: خبردار کوئی بھی شخص لوگوں کے ڈر کی وجہ سے کوئی حق بات بیان کرنے سے باز نہ آئے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رو پڑے پھر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہم نے کچھ چیزیں دیکھی تھیں اور ہم ان سے خوفزدہ ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی: ہر غداری کرنے والے شخص کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ جو اس کی غداری کے حساب سے ہو گا اور مسلمانوں کے حکمران سے غداری کرنے سے زیادہ اور کوئی غداری نہیں ہے ایسے شخص کا جھنڈا اس کی سرین پر لگا دیا جائے گا۔

اس دن کی جو بات ہم نے یاد رکھی اس میں یہ بھی تھا: اولاد آدم کو مختلف طبقات میں پیدا کیا گیا ہے ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں

جو مؤمن پیدا ہوتے ہیں اور مؤمن کے طور پر زندہ رہتے ہیں اور مؤمن ہونے کی حالت میں مرجاتے ہیں' ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں کفر کی حالت میں زندہ رہتے ہیں اور کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں' ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو مؤمن پیدا ہوتے ہیں۔ مؤمن کے طور پر زندہ رہتے ہیں لیکن مرتے وقت کافر ہو جاتے ہیں' ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں کفر کی حالت میں زندہ رہتے ہیں لیکن مرتے وہ مؤمن ہوتے ہیں۔

یاد رکھنا ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جن کو غصہ دیر سے آتا ہے اور ٹھنڈا جلدی ہو جاتا ہے اور ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جن کو غصہ جلدی آتا ہے اور ٹھنڈا بھی جلدی ہو جاتا ہے یہ دونوں برابر ہیں۔

یاد رکھنا ان میں سے کچھ وہ لوگوں ہیں جن کو غصہ جلدی آتا ہے اور ٹھنڈا دیر سے ہوتا ہے یاد رکھنا ان میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جن کو غصہ دیر سے آتا ہو' اور ٹھنڈا جلدی ہو جاتا ہو' اور یہ بھی یاد رکھنا کہ ان میں سب سے برے لوگ وہ ہیں جن کو غصہ جلدی آتا ہو' اور ٹھنڈا دیر سے ہوتا ہے۔

یاد رکھنا ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو اچھے طریقے سے ادائیگی کرتے ہیں اور اچھے طریقے سے طلب کرتے ہیں' ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو برے طریقے سے ادائیگی کرتے ہیں لیکن اچھے طریقے سے طلب کرتے ہیں' ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو اچھے طریقے سے ادائیگی کرتے ہیں لیکن برے طریقے سے مطالبہ کرتے ہیں' اور یہ سب برابر ہیں اور یاد رکھنا کہ ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو برے طریقے سے ادائیگی کرتے ہیں اور برے طریقے سے طلب کرتے ہیں اور یاد رکھنا ان میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو سب سے بہتر طریقے سے ادائیگی کرتے ہوں اور اچھے طریقے سے طلب کرتے ہوں اور ان میں سب سے برے وہ ہیں جو برے طریقے سے ادائیگی کرتے ہوں اور برے طریقے سے طلب کرتے ہوں۔

یاد رکھنا غصہ ابن آدم کے دل میں موجود ایک انگارہ ہے کیا تم نے اس کے آنکھوں کی سرخی اور رگوں کے پھولنے کو نہیں دیکھا تو جو شخص غصہ محسوس کرے وہ زمین پر لیٹ جائے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے سورج کی طرف دیکھنا شروع کر دیا' کہ کچھ باقی تو نہیں رہ گیا۔ (یعنی پورا غروب ہو چکا ہے)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گزرے ہوئے زمانے کے مقابلے میں دنیا صرف اتنی باقی رہ گئی ہے جتنے گزرے ہوئے دن کا حصہ باقی رہ گیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابومریم رضی اللہ عنہ' حضرت ابوزید بن اخطب رضی اللہ عنہ' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث منقول ہیں۔ ان سب حضرات نے یہ بات ذکر کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے قیامت تک ہونے والی سب باتوں کے بارے میں انہیں بتا دیا تھا۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

تا قیامت پیش آنے والے واقعات کو بیان کرنا

انبیاء کرام علیہم السلام تلامیذ الٰہی ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں تمام علوم سے نوازتا ہے اور وہ معلمون بن کر

اپنی اقوام میں بیٹھتے ہیں اور انہیں احکام الٰہی کا درس دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز عصر پڑھا کر اپنے صحابہ کو درس دینے کا آغاز کیا جو تا نماز مغرب جاری رہا۔ اس مختصر وقت میں آپ نے تا قیامت پیش آنے والے واقعات بیان کر دیے۔ اس خطاب کا خلاصہ اور اہم امور درج ذیل ہیں:

۱- دنیا کے سبز باغ سے بچنا: دنیا انسان کو گمراہ کرنے کے لیے بہترین شکل میں آتی ہے لیکن اس سے بچنا کمال ایمان کی علامت ہے۔ اگر دولت اس مقصد کے لیے جمع کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی جائے گی' محتاجوں کی معاونت کی جائے گی اور غرباء کی ضرورتوں پر خرچ کی جائے گی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۲- غیر محرم عورتوں سے احتراز کرنا: دنیا کی طرح عورت بھی انسان کو گمراہ کرتی ہے اور اسے سبز باغ دکھا کر اپنے قریب کرتی ہے۔ غیر محرم عورتوں سے احتراز و اجتناب کرنا بھی کمال ایمان کی علامت ہے۔

۳- خلیفہ وقت کی بے وفائی کا جھنڈا: جو شخص خلیفہ کی مخالفت و بے وفائی پر کمر بستہ ہوگا' قیامت کے دن اس کی سرین کے گوشت میں جھنڈا گاڑا جائے گا' جتنا بڑا وہ مخالف ہوگا اتنا بڑا جھنڈا ہوگا جو لہرا رہا ہوگا۔

۴- انسان کی پیدائش کے درجات: انسان کی پیدائش کے چار درجات ہو سکتے ہیں:

(۱) کوئی انسان مؤمن پیدا ہوتا ہے' مؤمن زندہ رہتا ہے اور ایمان کی حالت میں مرتا ہے

(۲) کوئی انسان کافر پیدا ہوتا ہے' کافر زندگی گزارتا ہے اور کفر کی حالت میں مرتا ہے

(۳) کوئی انسان مؤمن پیدا ہوتا ہے' مؤمن ہونے کی حیثیت میں زندگی گزارتا ہے اور کفر کی حالت میں مرتا ہے۔

(۴) کوئی انسان کافر پیدا ہوتا ہے' کفر کی حالت میں زندگی گزارتا ہے اور ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

(۵) غصہ کے اعتبار انسان کی حالتیں: غصہ کے اعتبار سے انسان کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں:

(۱) کسی شخص کو غصہ دیر سے آتا ہے اور جلدی ختم ہو جاتا ہے

(۲) کسی شخص کو غصہ جلدی آتا ہے اور جلدی سے ختم ہو جاتا ہے

(۳) کسی شخص کو غصہ جلدی آتا ہے مگر دیر سے اترتا ہے۔ ان لوگوں میں سے بہترین وہ شخص ہے جسے غصہ دیر سے آتا ہے اور جلدی سے اتر جاتا ہے۔ ان میں سے بدترین وہ شخص ہے جسے غصہ جلدی آئے اور دیر سے ختم ہو۔

۶- حق ادا کرنے کے اعتبار سے انسان کی اقسام: حق کی ادائیگی اور حق کا مطالبہ کرنے کے اعتبار سے لوگوں کی مختلف اقسام ہیں:

(۱) بعض لوگ بہتر طریقہ سے حق ادا کرتے ہیں اور حق کا مطالبہ کرتے ہیں

(۲) بعض لوگ حق ادا کرنے میں برے ہوتے ہیں اور حق کا مطالبہ کرنے میں بہتر ہوتے ہیں

(۳) بعض لوگ حق ادا کرنے میں بہتر ہوتے ہیں اور حق کا مطالبہ کرنے میں برے ہوتے ہیں

(۴) بعض لوگ حق ادا کرنے میں برے ہوتے ہیں اور حق کا مطالبہ کرنے میں بھی برے ہوتے ہیں۔ لوگوں میں بہترین وہ ہوتے ہیں جو حق ادا کرنے میں بہتر ہوتے ہیں اور حق کا مطالبہ کرنے میں بھی بہتر ہوتے ہیں۔ لوگوں میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو حق ادا کرنے میں برے ہوتے ہیں اور حق کا مطالبہ کرنے میں بھی برے ہوتے ہیں۔

۲۔غصہ دور کرنے کا طریقہ: غصہ انسان کے دل میں چنگاری کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا اثر چہرے اور آنکھوں سے نمایاں ہوتا ہے جس شخص کو غصہ آئے اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔اس طرح غصہ ختم ہو جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشَّامِ

باب 25: اہلِ شام کا بیان

2118 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا فَسَدَ اَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيْكُمْ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ هُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوَالَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ تَاْمُرُنِيْ قَالَ هَا هُنَا وَنَحَا بِيَدِهٖ نَحْوَ الشَّامِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ معاویہ بن قرہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب اہلِ شام میں خرابی آئے گی تو تب تمہارے درمیان کوئی بھلائی نہیں رہے گی۔میری امت کے ایک گروہ کو ہمیشہ مدد حاصل ہوتی رہے گی اور جو شخص انہیں رسوا کرنے کی کوشش کرے گا وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا' یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: علی بن مدینی نے یہ بات فرمائی ہے اس سے مراد محدثین ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن حوالہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس طرف (چلے جانا) نبی اکرم ﷺ نے شام کی طرف اشارہ کرکے یہ بات ارشاد فرمائی۔

2118-اخرجه ابن ماجه (١/٤): المقدمة: باب: اتباع سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث (٦) واحمد (٢/٤٣٦) (٥/٣٤، ٣٥) من طريق شعبة، عن معاوية بن قرة، فذكره-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اہل شام کی فضیلت

ملک شام اب چار ریاستوں میں تقسیم ہو چکا ہے:

(۱) لبنان

(۲) سوریہ: حمص، دمشق، حلب اور حمات اس کے مشہور شہر ہیں

(۳) اردن: یہ ریاست خلیج عقبہ اور عمان پر مشتمل ہے

(۴) فلسطین: غزہ اور فلسطین اس میں شامل ہیں۔

ملک شام کی فضیلت کے حوالے سے چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اِذَا فَسَدَ اَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيْكُمْ'' جب اہل شام میں فساد برپا ہو جائے گا تو تم میں بھی خیر باقی نہیں رہے گی۔ (اس فتنہ کا ظہور اول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہو چکا ہے)

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ کامیاب رہے گا' قیامت تک انہیں ضرر رسانی کے ذریعے لوگ ذلیل وخوار نہیں کر سکیں گے۔

۳۔ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا میرے بارے میں کہاں کا حکم ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہاں' آپ نے انگلی مبارک سے ملک شام کی طرف اشارہ کیا۔

۴۔ حضرت ابن حوالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کا معاملہ ایسی صورتحال اختیار کر جائے گا کہ لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک لشکر شام میں' دوسرا یمن میں اور تیسرا عراق میں ہوگا۔ راوی (ابن حوالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں وہ زمانہ پالوں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: عَلَيْكَ بِالشَّامِ۔ تم شام کا التزام کرنا کیونکہ ملک شام بہترین مقام ہے اور نیک لوگ وہاں سمٹ جائیں گے۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۲۴۸۳)

سوال: طائفہ منصورین سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس طائفہ منصورہ سے مراد تمام اہل سنت و جماعت ہیں وہ محدثین' مفسرین' فقہاء' ارباب سیف وسنان اور ارباب زوایا وغیرہ۔

فائدہ نافعہ: پہلی حدیث میں خواہ اہل شام کے بگاڑ کا ذکر ہے اور باقیوں میں ان کی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ اکثر روایات فضیلت پر مبنی ہیں' لہٰذا ان کی فضیلت کا اعتبار ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

باب 26: میرے بعد زمانہ کفر کی طرح ایک دوسرے کو قتل کرنا نہ شروع کر دینا

2119 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّجَرِيْرٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَكُرْزِ بْنِ عَلْقَمَةَ وَوَاثِلَةَ وَالصُّنَابِحِيِّ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد زمانہ کفر کی طرح ایک دوسرے کو قتل کرنا نہ شروع کر دینا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت جریر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت کرز بن علقمہ رضی اللہ عنہ' حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ اور حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ناحق قتل کرنے کی مذمت

زمین پر ظاہر ہونے والے فسادات میں سے جو سب سے زیادہ قابل مذمت اور قابل وعید ہے وہ کسی شخص کو ناحق قتل کرنا ہے۔ ایک انسان کا قتل تمام انسانوں کے قتل کے برابر ہے۔ جو شخص قتل کو حرام تصور کرتا ہوا عمداً کسی کو قتل کرتا ہے' اس کا یہ اقدام (فعل) کافروں جیسا ہوگا۔ اگر کوئی شخص قتل کو حلال قرار دے کر کسی کو قتل کرتا ہے' تو وہ کافر ہو جائے گا۔ حدیث باب میں بھی قتل ناحق سے منع کیا گیا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کا قتل کرنا کفر ہے۔ اس روایت میں بھی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھ کر قتل کرنے کا مسئلہ بیان ہوا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا۔ اسی اصول کے مطابق یزید ملعون جمہور علماء کے نزدیک فاسق ہے لیکن کافر نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّهٗ تَكُوْنُ فِتْنَةٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ

باب 27: ایسا فتنہ آئے گا جس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے شخص سے بہتر ہوگا

2120 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ

2119- اخرجه البخاری (۶۷۰/۳): کتاب الحج: باب: الخطبة ایام منی، حدیث (۱۷۳۹)، وطرفه فی: (۷۰۷۹) من طریق عکرمة، فذکره۔

بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ

متن حدیث: اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِىْ وَقَّاصٍ قَالَ عِنْدَ فِتْنَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَشْهَدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِىْ وَالْمَاشِىْ خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِىْ قَالَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ دَخَلَ عَلَىَّ بَيْتِىْ وَبَسَطَ يَدَهُ اِلَىَّ لِيَقْتُلَنِىْ قَالَ كُنْ كَابْنِ اٰدَمَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَخَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ وَاَبِىْ بَكْرَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِىْ وَاقِدٍ وَّاَبِىْ مُوْسٰى وَخَرَشَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلاف سند: وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَّزَادَ فِىْ هٰذَا الْاِسْنَادِ رَجُلًا

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت سعد بن ابووقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فتنے کے زمانے میں یہ بات ارشاد فرمائی: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات گواہی دے کر کہتا ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: عنقریب ایسا فتنہ آئے گا کہ بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا' اور کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا' اور چلنے والا شخص دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔

انہوں نے عرض کی: آپ کا کیا خیال ہے اگر وہ شخص میرے گھر آ جائے اور اپنا وہ ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لیے بڑھائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم آدم کے بیٹے کی مانند ہو جانا جو (اپنے بھائی کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا)۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابوواقد رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت خرشہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

بعض محدثین نے اس روایت کو لیث بن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

انہوں نے اس کی سند میں ایک شخص کا اضافہ نقل کیا ہے۔

یہی روایت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

شرح

فتنہ سے کنارہ کش ہونا

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے جب دو مسلمان گروہ کسی غلط فہمی کی بنا پر لڑ رہے ہوں اور دونوں گروہ حق پر ہوں' تو ان میں سے کسی کی معاونت یا مخالفت نہ کی جائے' بلکہ اس لڑائی کو ختم کرنے کی اور مصالحت کرانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تاہم جب اسلام اور کفر کی لڑائی ہو' تو اسلامی مجاہدین کی معاونت کرنا ضروری ہے۔ فتنہ کے موقع پر اپنے دفاع کی اجازت ہے لیکن دفاع کرتے

2120- اخرجه ابو داؤد (٤/ ٩٩ احیاء التراث): کتاب الفتن والملاحم: باب: فی النهی عن السعی فی الفتن حدیث (٤٢٥٤) واحمد (١/ ١٦٨ ١٨٥) من طریق بکیر بن عبد الله عن بسر بن سعید فذکره۔

ہوئے حملہ آور کو نا قابل تلافی نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں ہے ورنہ اس جرم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ

باب 28: عنقریب ایسا فتنہ ہوگا جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوگا

2121 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِىْ كَافِرًا وَّيُمْسِىْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ اَحَدُهُمْ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: نیک اعمال میں جلدی کرو! اس سے پہلے کہ تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنہ آ جائے جس میں آدمی صبح کے وقت مؤمن ہوگا' اور شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا اور جو شام کو مؤمن ہوگا' تو صبح کو کافر ہو چکا ہوگا کوئی شخص دنیا کے تھوڑے سے سامان کے عوض میں اپنے ایمان کو فروخت کر دے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2122 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ مَنْ يُّوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِى الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِى الْاٰخِرَةِ

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک رات نبی اکرم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! آج رات کتنے فتنے نازل ہوئے ہیں اور آج رات کتنے خزانے نازل ہوئے ہیں۔ کون ہے' جو حجروں میں رہنے والیوں کو بیدار کرے؟ دنیا میں لباس پہننے والی کتنی ہی عورتیں آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2123 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَّيُمْسِىْ كَافِرًا

2121- اخرجه مسلم (۱/۳۷۷ - نووی): كتاب الايمان: باب: الحث على المبادرة بالاعمال قبل تظاهر الفتن، حديث (۱۸۶/۱۱۸)، واحمد (۲/۳۰۳، ۳۷۲، ۵۲۳) من طريق العلاء بن عبد الرحمن، عن ابيه، فذكره-

2122- اخرجه البخاری (۱/۲۵۳): كتاب العلم: باب: العلم و العظة بالليل، حديث (۱۱۵)، و اطرافه فی: (۱۱۲۶، ۳۵۹۹، ۵۸۴۴، ۶۲۱۸، ۷۰۶۹)، واحمد (۶/۲۹۷)، و الحميدی (۱/۱۴۰)، حديث (۲۹۲) عن الزهری، عن هند بنت الحارث، فذكرته،

وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ اَقْوَامٌ دِيْنَهُمْ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَجُنْدَبٍ وَّالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قیامت سے پہلے کچھ ایسے فتنے ہوں گے جو تاریک رات کے ٹکڑے کی طرح ہوں گے ان میں آدمی صبح کے وقت مؤمن ہوگا' تو شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا' اور جو شام کے وقت مؤمن ہوگا' تو صبح کے وقت کافر ہو چکا ہوگا لوگ دنیا ساز و سامان کے عوض میں اپنا دین فروخت کر دیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت جندب رضی اللہ عنہ' حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

2124 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ

اختلافِ روایت: قَالَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِيْ كَافِرًا وَّيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا قَالَ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُحَرِّمًا لِدَمِ اَخِيْهِ وَعِرْضِهٖ وَمَالِهٖ وَيُمْسِيْ مُسْتَحِلًّا لَهٗ وَيُمْسِيْ مُحَرِّمًا لِدَمِ اَخِيْهِ وَعِرْضِهٖ وَمَالِهٖ وَيُصْبِحُ مُسْتَحِلًّا لَهٗ

◆◆ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے اندر یہ بات نقل کرتے ہیں: آدمی صبح کے وقت مؤمن ہوگا' تو شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا اور جو شام کو مؤمن ہوگا وہ صبح کے وقت کافر ہو چکا ہوگا۔

انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: آدمی صبح کے وقت اپنے بھائی کی جان عزت اور مال کو حرام سمجھتا ہوگا' لیکن شام کے وقت اسے حلال سمجھے گا یا شام کے وقت اپنے بھائی کی جان' عزت اور مال کو حرام سمجھتا ہوگا' تو صبح کے وقت اسے حلال سمجھتا ہوگا۔

2125 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ سَاَلَهٗ فَقَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَيْنَا اُمَرَاءُ يَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا وَيَسْاَلُوْنَا حَقَّهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ علقمہ بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک شخص نے آپ سے سوال کیا وہ بولا: آپ کا کیا خیال ہے اگر ہم پر ایسے حکمران مقرر ہو جائیں جو ہمارا حق ادا نہ کریں' اور ہم سے

2125- اخرجه مسلم (۳/۱۴۷۴): كتاب الامارة: باب: في طاعة الامراء و ان منعوا الحقوق: حديث (۴۹، ۵۰ /۱۸۴۶) من طريق شعبة عن سماك بن حرب: عن علقمة بن وائل بن حجر: فذكره۔

اپنے حق کا تقاضا کریں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا کیونکہ ان کا فرض ان کے ذمے اور تمہارا فرض تمہارے ذمے ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

چند فتنوں کا ذکرہ

احادیث باب میں مختلف فتنوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ جب فتنے سر اٹھاتے ہیں تو احوال میں تبدیلی یقینی ہو جاتی ہے۔ صبح کی حالت اور رات کی یکساں نہیں ہوتی۔ انسان اپنی جہالت یا دین سے دوری کی وجہ سے ''دین'' کو چند کوڑیوں کے عوض فروخت کر دیتا ہے۔ ''شب تار'' سے سنگین فتنے مراد ہیں جو پوری قوم کو متاثر کر سکتے ہیں مثلاً فتنہ دجال اور حضرت علی و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور کا فتنہ وغیرہ۔

نبی علیہ السلام کا خواب یقینی اور حقیقت پر مبنی ہوتا ہے، جو تعبیر کا محتاج ہرگز نہیں ہوتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں خزانوں کی شکل میں فتنوں کو اترتے ہوئے ملاحظہ کیا۔ مال و دولت فتنہ کا باعث ہے۔ کثرت مال کے سبب آدمی متکبر بن جاتا ہے۔ عیش و عشرت کا عادی بن جاتا ہے اور عبادات میں غفلت برتنے لگتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش ظاہر کی کہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بیدار کیا جائے تا کہ فتنوں ظہور سے قبل وہ اپنے پروردگار کی عبادت و ریاضت کی عادی بن جائیں اور دنیا سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیں۔ بعض اوقات ماڈرن ہونا اور فیشن بھی فتنہ کا باعث بن جاتا ہے۔ خواتین کپڑا تو زیب تن کرتی ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے آخرت میں عریانی حالت میں ہوں گی۔

کائنات میں ہر شخص کے فرائض و حقوق ہیں۔ اسے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ اپنے حقوق حاصل کرنا چاہیے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی کے بغیر حقوق کے حصول کی کوشش کرنا ظلم و زیادتی ہے۔ ہر آدمی فرائض کو نظر انداز کر کے محض حصول حقوق کی طرف توجہ دیتا ہے، جو قانون عدل و انصاف کے منافی ہے۔ والدین پر اولاد، حکمرانوں پر رعایا، اساتذہ پر تلامذہ اور شوہر پر بیوی کے حقوق ہیں اور وہی ان کے فرائض بھی ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ اپنے فرائض کو ادھورا چھوڑ کر اپنے حقوق کا مطالبہ شروع کر دیا جاتا ہے، جو انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ حدیث باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا درس دیا ہے کہ اپنے فرائض انجام دینے میں کوتاہی نہ کی جائے اور حقوق کو بھی عدل کی بنیاد پر حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْهَرْجِ وَالْعِبَادَةِ فِيْهِ

باب 29: ھرج کا بیان اور اس (زمانے میں) عبادت

2126 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ،

2126-اخرجه البخاری (۱۳/ ۱۶): كتاب الفتن: باب: ظهور الفتن حديث (۷۰۶۳) و طرفاه في: (۷۰۶٤، ۷۰٦۵) و مسلم (٦/ ۲۰۵۷): كتاب العلم: باب: رفع العلم و قبضه حديث (۱۰/ ۲٦۷۲) و ابن ماجه (۲/ ۱۳٤۵): كتاب الفتن: باب: ذهاب القرآن و العلم حديث (٤۰۵۰، ٤۰۵۱) و احمد (۱/ ۳۸۹، ٤۰۲، ٤۰۵، ٤۵۰) (٤/ ۳۹۲، ٤۰۵) من طريق الاعمش عن شقيق عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم--- الحديث- ليس فيه (ابو موسى)- ومن طريق و اصل عن ابى وائل عن عبدالله- و قال في آخره: فقال ابو موسى-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: إِنَّ مِنْ وَّرَائِكُمْ اَيَّامًا يُرْفَعُ فِيْهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيْهَا الْهَرْجُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ

حکم حدیث: وَّهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تمہارے بعد ایسا زمانہ آئے گا جس میں علم کو اٹھا لیا جائے گا' اور اس میں ھرج بکثرت ہو گا لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہرج کیا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قتل (وغارت گری)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث "صحیح" ہے۔

2127 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ رَدَّهُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ رَدَّهُ اِلٰى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَدَّهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلْعِبَادَةُ فِى الْهَرْجِ كَالْهِجْرَةِ اِلَيَّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْمُعَلّٰى

◆◆ معلیٰ بن زیاد نے اس روایت کو معاویہ بن قرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اسے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اسے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(نبی اکرم ﷺ) فرماتے ہیں: "ہرج" کے زمانے میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی مانند ہو گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح غریب" ہے ہم اسے صرف حماد بن زید کی معلیٰ بن زیاد نامی راوی کے حوالے سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

2128 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِىْ اَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِىْ اُمَّتِىْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2127- اخرجه مسلم (۲۲۶۸/۴): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: فضل العبادة فى الهرج' حديث (۱۳۰/ ۲۹۴۸) و ابن ماجه (۱۳۱۹/۲): كتاب الفتن: باب: الوقوف عند الشبهات' حديث (۳۹۸۵) واحمد (۲۵/۵) و عبد بن حميد (۱۵۲) حديث (۴۰۲) من طريق معاوية بن قرة' فذكره-

2128- اخرجه ابو داؤد (۴۹۹/۲): كتاب الفتن و الملاحم: باب: ذكر الفتن و دلائلها' حديث (۴۲۵۲) و ابن ماجه (۱۳۰۴/۲): كتاب الفتن: باب: ما يكون من الفتن' حديث (۳۹۵۲) و احمد (۲۷۸/۵' ۲۸۴) من طريق ابو قلابة' عن ابى اسماء'

◄► حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو وہ تلوار قیامت تک ان سے اٹھائی نہیں جائے گی (یعنی قیامت تک ان میں قتل وغارت گری ہوتی رہے گی)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

قتل وغارت کے زمانہ میں عبادت کرنے کی فضیلت

دنیا دارالامتحان ہے۔ لوگوں کی بدعلمی جہالت اور بے عملی کے نتیجہ میں مختلف فتنے سر اٹھاتے رہتے ہیں۔ سب سے بڑا اور قابل مذمت فتنہ قتل وغارت ہے۔ احادیث باب میں خصوصیت سے اس فتنہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس فتنہ کا نام قتل وقتال فتنہ وفساد ہرج مرج اور شورش وبلوئی ہے۔ اس کے نتیجہ میں بے گناہ شہریوں کا قتل عام کیا جاتا ہے اور ان کی قیمتی جانوں اور اموال کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ ایسے فتنہ کے زمانہ میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت میں مصروف ہونا اور اپنے پروردگار کی یاد میں وقت گزارنا بہت بڑا مجاہدہ اور جہاد سے کم نہیں ہے۔ حدیث باب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ایسے پرفتن دور میں لوگوں سے اپنے آپ کو محفوظ کر کے ریاضت میں مصروف ہونے کا ہجرت کرنے کے برابر اجر وثواب ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اتِّخَاذِ سَيْفٍ مِّنْ خَشَبٍ فِي الْفِتْنَةِ

باب 30: فتنے کے زمانے میں لکڑی سے تلوار بنانا

2129 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عُدَيْسَةَ بِنْتِ اُهْبَانَ بْنِ صَيْفِيٍّ الْغِفَارِيِّ

متنِ حدیث: قَالَتْ جَآءَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اِلٰى اَبِيْ فَدَعَاهُ اِلَى الْخُرُوْجِ مَعَهُ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ اِنَّ خَلِيْلِيْ وَابْنَ عَمِّكَ عَهِدَ اِلَيَّ اِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ اَنْ اَتَّخِذَ سَيْفًا مِّنْ خَشَبٍ فَقَدِ اتَّخَذْتُهٗ فَاِنْ شِئْتَ خَرَجْتُ بِهٖ مَعَكَ قَالَتْ فَتَرَكَهٗ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ

◄► عدیسہ بیان کرتی ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ میرے والد کے پاس آئے اور انہیں اپنے ساتھ نکلنے کی دعوت دی تو میرے والد نے ان سے کہا: میرے دوست اور آپ کے چچا زاد (یعنی نبی اکرم ﷺ) نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا: جب لوگوں کے درمیان اختلاف ہوگا تو میں لکڑی سے تلوار بنالوں گا وہ میں نے بنالی ہے اگر آپ چاہیں تو میں وہ لے کر آپ کے ساتھ نکل پڑتا ہوں۔

عدیسہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ترک کر دیا۔

اس بارے میں حضرت محمد بن مسلمہ سے بھی روایت منقول ہے۔

2129- اخرجه ابن ماجه (۲ /۱۳۰۹): كتاب الفتن: باب: التثبت في الفتنة: حديث (۳۹۶۰) و احمد (۵ /۶۹) (۶ /۳۹۳) من طريق عديسة فذكرته۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔
ہم اس روایت کو صرف عبداللہ بن عبید نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2130 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ ثَرْوَانَ عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ فِي الْفِتْنَةِ كَسِّرُوْا فِيْهَا قِسِيَّكُمْ وَقَطِّعُوْا فِيْهَا اَوْتَارَكُمْ وَالْزَمُوْا فِيْهَا اَجْوَافَ بُيُوْتِكُمْ وَكُوْنُوْا كَابْنِ اٰدَمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَرْوَانَ هُوَ اَبُوْ قَيْسٍ الْاَوْدِيُّ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فتنے کے زمانے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم کمانوں کو توڑ دینا اپنی تانتوں کو کاٹ دینا اور اپنے گھروں کے اندر بند ہو کر رہنا اور آدم (علیہ السلام) کے بیٹے کی مانند ہو جانا (جس نے اپنے بھائی پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔
عبدالرحمٰن بن ثروان نامی راوی ابوقیس اودی ہیں۔

شرح

قتل وغارت کے دور میں کنارہ کش ہونا

لفظ: القوس' کی جمع اقواس ہے۔ اس کا معنی ہے: کمان۔ لفظ الوتر 'کی جمع اوتار ہے۔ اس کا معنی ہے: کمان کی تانت۔ ابن آدم سے مراد ہے: حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا "ہابیل"۔

احادیث باب میں خاص درس یہ ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں کسی لڑائی میں حصہ نہ لیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عدیسہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے والد گرامی حضرت اُہبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی حمایت کے لیے لڑائی میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی' تو انہوں نے جواب میں کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ فتنہ کے دور میں' میں اپنی تلوار کو لکڑی کی بنالوں یعنی میں کسی لڑائی میں شامل ہونے سے بالکل الگ تھلگ رہوں۔ یہ جواب سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی اصرار یا ناراضگی کا اظہار کیے بغیر واپس تشریف لے گئے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ

باب 31: قیامت کی علامات

2131 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ

2130- اخرجه ابوداؤد (۲/۵۰۲): كتاب الفتن والملاحم: باب: النهي عن السعي في الفتنة، حديث (۴۲۵۹)، و ابن ماجه (۲/۱۳۱۰): كتاب الفتن: باب: التثبت في الفتنة، حديث (۳۹۶۱)، واحمد (۴/۴۰۸، ۴۱۶) من طريق عبد الرحمن بن ثروان، عن هزيل بن شرحبيل، فذكره۔

مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحَدِّثُكُمْ اَحَدٌ بَعْدِیْ اَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَفْشُوَ الزِّنَا وَتُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَكْثُرَ النِّسَآءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَاَةٍ قَيِّمٌ وَّاحِدٌ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں تمہیں ایسی حدیث سناتا ہوں جو میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہے میرے بعد کوئی بھی تمہیں یہ حدیث نہیں سنا سکے گا۔ جس نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ حدیث سنی ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کی علامات میں یہ بات شامل ہے: علم کو اٹھا لیا جائے گا' جہالت ظاہر ہو جائے گی زنا عام ہو جائے گا' شراب پی جائے گی' خواتین زیادہ ہو جائیں گی۔ مرد کم رہ جائیں گے' یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا نگران ایک مرد ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2132 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ

متن حدیث: قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ مَا مِنْ عَامٍ اِلَّا الَّذِىْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ نَّبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں: ہم ایک مرتبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے ان کی خدمت میں حجاج کی طرف سے کی جانے والی زیادتیوں کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: ہر سال کے بعد آنے والا سال اس سے زیادہ برا ہوگا' یہاں تک کہ تم لوگ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ گے میں نے یہ بات تمہارے نبی ﷺ کی زبانی سنی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2133 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2131-اخرجه البخارى (۱/۲۱٤): كتاب العلم: باب: رفع العلم و ظهور الجهل حديث (۸۱) و اطرافه فى: (۵۲۳۱، ۵۵۷۷، ۶۸۰۸) و مسلم (۲۰۵۶/٤): كتاب العلم: باب: رفع العلم و قبضه، و ظهور الجهل و الفتن، حديث (۹/۲۶۷۱) و احمد (۳/۹۸، ۱۷۶، ۲۷۳، ۲۸۹) و عبد بن حميد (۲۵۹) حديث (۱۱۹۲) من طريق قتادة، فذكره۔

2132-اخرجه البخارى (۱۳/۲۳): كتاب الفتن: باب: لا ياتى زمان الا الذى بعده شر منه، حديث (۷۰۶۸) و احمد (۳/۱۱۷، ۱۳۲، ۱۷۷، ۱۷۹، ۳۶۱) من طريق الزبير بن عدى، فذكره۔

2133-اخرجه احمد (۳/۱۰۷، ۲۰۱) و عبد بن حميد (٤۱٤) حديث (۱٤۱۲) من طريق حميد، فذكره۔

متن حدیث: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اللّٰهُ اللّٰهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

اختلاف روایت: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْاَوَّلِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تاہم اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا گیا۔

یہ روایت پہلی کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

2134 سند حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: تَقِيءُ الْاَرْضُ اَفْلَاذَ كَبِدِهَا اَمْثَالَ الْاُسْطُوَانِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ قَالَ فَيَجِيءُ السَّارِقُ فَيَقُولُ فِي مِثْلِ هٰذَا قُطِعَتْ يَدِي وَيَجِيءُ الْقَاتِلُ فَيَقُولُ فِي هٰذَا قَتَلْتُ. وَيَجِيءُ الْقَاطِعُ فَيَقُولُ فِي هٰذَا قَطَعْتُ رَحِمِي ثُمَّ يَدَعُونَهُ فَلَا يَاْخُذُونَ مِنْهُ شَيْئًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: زمین اپنے خزانوں کو سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح اگل دے گی تو چور آئے گا اور کہے گا کہ اسی کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا' قاتل آئے گا' تو کہے گا اسی وجہ سے میں نے قتل کیا تھا' رشتے داری کے حقوق پامال کرنے والا آئے گا' تو کہے گا کہ اسی وجہ سے میں نے رشتہ داری کے حقوق کو پامال کیا تھا' پھر وہ اسے چھوڑ دیں گے' اور اس میں سے کچھ نہیں لیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 32: بلاعنوان

2135 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي عَمْرٍو قَالَ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

2134- اخرجه مسلم (۷۰۷/۲)؛ كتاب الزكاة؛ باب: الترغيب في الصدقة قبل ان لا يوجد من يقبلها، حديث (۶۲/۱۰۱۳)؛ من طريق محمد بن فضيل، عن ابيه، عن ابي حازم، فذكره۔

2135- اخرجه احمد (۲۸۹/۵)؛ من طريق عمرو بن ابي عمرو، عن عبد الله به۔

الْاَنْصَارِيُّ الْاَشْهَلِيُّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ اَبِىْ عَمْرٍو

◆◆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک خاندانی احمق دنیا میں سب سے زیادہ سعادت مند نہیں سمجھے جائیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ہم اسے صرف عمرو بن ابوعمرو کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

علامات قیامت

احادیث باب میں بعض علامات قیامت بیان کی گئی جن میں سے کچھ کا ظہور ہو چکا ہے اور کچھ کا ظہور ابھی باقی ہے۔ مشہور علامات قیامت درج ذیل ہیں:

(۱) علم اٹھ جانا (۲) جہالت کا عام ہونا (۳) زنا عام ہونا (۴) شراب نوشی عام ہونا (۵) کثرت نساء (۶) قلت رجال (حتیٰ کہ ایک مرد کے حصہ میں پچاس عورتیں آئیں گی)

سوال: تکثر النساء سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) جہاد کی کثرت ہوگی جس میں مرد مارے جائیں گے

(۲) لوگوں میں تنازعات زیادہ ہوں گے جس میں مرد مارے جائیں گے۔

(۳) مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی۔

سوال: ایک روایت میں ہے کہ عورتوں کی کثرت اتنی ہوگی کہ ایک مرد کے حصہ میں پچاس عورتیں آئیں گی اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک مرد کے حصہ میں چالیس عورتیں آئیں گی' یہ تعارض ہوا؟

جواب: یہاں مخصوص تعداد مراد نہیں ہے' بلکہ کثرت مراد ہے' لہٰذا تعارض نہ رہا۔

سوال: ما من عام الا والذی بعدہ شر منہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: بعد والا زمانہ مسلسل برے سے برا آتا جائے گا مثلاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں مجرم کی سزا سر سے پگڑی اتارنا تھی' بعدازاں اس سزا میں اضافہ ہوگیا کہ کوڑوں کی سزا شروع ہوگئی اور حجاج بن یوسف کے دور میں مجرم کی سزا قتل قرار دی گئی۔ مجرم کی سزا قتل ہونے پر لوگوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی تو انہوں نے جواب میں فرمایا: اس کے بعد اس (حجاج بن یوسف) سے بھی برے لوگ آئیں گے۔

سوال: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا دور تو برا نہیں تھا؟

جواب: (۱) لوگوں پر مسلسل سختی برتی جاتی تو لوگ اسلامی تعلیمات سے تنگ آ جاتے۔ اس لیے اس دور میں نرمی برتی گئی۔
(۲) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اکیلے اچھے تھے جبکہ دوسرے لوگ (وزراء وغیرہ) برے تھے (۳) حجاج بن یوسف کا دور علوم وفنون کا دور تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا دور اس وصف سے خالی تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي عَلَامَةِ حُلُوْلِ الْمَسْخِ وَالْخَسْفِ

باب 33: (چہرے) مسخ ہو جانے (اور انسانوں کو زمین میں) دھنسائے جانے (کا عذاب قریب آ جانے) کی علامات کیا ہوں گی

2136 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ اَبُوْ فَضَالَةَ الشَّامِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا فَعَلَتْ اُمَّتِيْ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ فَقِيْلَ وَمَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا وَّالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَّالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَّاَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ وَعَقَّ اُمَّهُ وَبَرَّ صَدِيْقَهُ وَجَفَا اَبَاهُ وَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَكَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ وَاتُّخِذَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيْحًا حَمْرَاءَ اَوْ خَسْفًا وَّمَسْخًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَوَاهُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ غَيْرَ الْفَرَجِ بْنِ فَضَالَةَ

توضیحِ راوی: وَالْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ قَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَضَعَّفَهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَقَدْ رَوَاهُ عَنْهُ وَكِيْعٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ

◆◆ حضرت علی ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہو جائیں گی تو ان پر بلائیں ٹوٹ پڑیں گی عرض ہے: یارسول اللہ! وہ کون سی ہوں گی؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مالِ غنیمت ذاتی دولت بن جائے گی امانت کو غنیمت سمجھا جائے گا زکوٰۃ کو ٹیکس سمجھا جائے گا۔ آدمی اپنی بیوی کی پیروی کرے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا۔ آدمی اپنے دوست کے ساتھ بہتری کرے گا اور باپ کے ساتھ زیادتی کرے گا مساجد میں اونچی آواز سے باتیں کی جائیں گی ذلیل لوگ حکمران بن جائیں گے کسی شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کی جائے گی شراب پی جائے گی ریشمی کپڑا پہنا جائیگا گانا بجانے والی لڑکیاں اور گانے بجانے کا سامان حاصل کیا جائے گا اور اس امت کے آخر میں

2136- تفرد به الترمذی من اصحاب الكتب الستة، ينظر: (تحفة الاشراف) (۷/۴۴۴) (۱۰۰۴۵)، و اخرجه الخطيب البغدادی فی (تاريخ بغداد) (۳/۱۵۸) (۱۲/۳۹۶)۔

آنے والے لوگ پہلے والوں پر لعنت کریں گے تو اس وقت وہ انتظار کریں یا تو سرخ آندھی آئے گی یا زمین میں دھنسنے کا عذاب ہوگا یا چہرے مسخ ہو جائیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہونے کے حوالے کو صرف اسی سند کے ہمراہ جانتے ہیں۔

ہمارے علم کے مطابق فرج بن فضالہ کے علاوہ اور کسی نے اسے یحییٰ بن سعید سے نقل نہیں کیا ہے۔

بعض محدثین نے اس کے بارے میں کلام کیا ہے اور اس کے حافظے کے حوالے سے "ضعیف" قرار دیا ہے۔

وکیع اور دیگر ائمہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

2137 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْوَاسِطِيُّ عَنِ الْمُسْتَلِمِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ رُمَيْحٍ الْجُذَامِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلًا وَّالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَّالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَّتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰى صَدِيْقَهٗ وَاَقْصٰى اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَّخَسْفًا وَّمَسْخًا وَّقَذْفًا وَّاٰيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهٗ فَتَتَابَعَ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب مالِ غنیمت کو ذاتی ملکیت سمجھا جانے لگے گا اور امانت کو غنیمت سمجھا جانے لگے گا زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے اور دین کے علاوہ دیگر علوم حاصل کیے جائیں اور آدمی اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے اور ماں کی نافرمانی کرے وہ اپنے دوست کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور باپ کے ساتھ زیادتی کرے اور مساجد میں آوازیں بلند کی جائیں اور قبیلے کا سب سے گناہگار شخص ان کا سردار اور سب سے بدترین شخص قوم کا رہنما ہو اور اس کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کی جائے اور گانے بجانے والی لڑکیاں اور گانے بجانے کا سامان عام ہو جائے شراب پی جائے امت کے آخری زمانے کے لوگ پہلے کے لوگوں کو برا کہنا شروع کر دیں تو ان لوگوں کو اس وقت سرخ آندھی زلزلے زمین میں دھنسنے چہرے مسخ ہو جانے یا آسمان سے پتھر نازل ہونے کا انتظار کرنا چاہیے یہ نشانیاں اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی ہار کا دھاگہ ٹوٹ جائے (تو دانے بکھر جاتے ہیں)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2138 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ

هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَّقَذْفٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَتٰى ذَاكَ قَالَ اِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس امت میں زمین میں دھنسنے چہرے مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسائے جانے کا (عذاب ہوگا) مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کب ہوگا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب گانے والی عورتوں اور گانے کے آلات کا رواج ہو جائے گا' اور شراب (عام) پی جائے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت اعمش سے بھی عبدالرحمٰن بن سابط کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "مرسل" روایت کے طور پر منقول ہے۔ یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

علامات نزول عذاب

احادیث باب میں علامات نزول عذاب بیان کی گئی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پندرہ علامات جب پائی جائیں گی تو میری امت پر (جزوی طور پر) نزول عذاب ہوگا۔ کسی کے دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ علامات بیان فرمادیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) بعض لوگ قوت وطاقت کی بنیاد پر دوسروں کے مال پر قابض ہو جائیں گے اور مال و دولت ایک قوم میں گھومتی رہے گی۔ (۲) لوگ امانت کو مال غنیمت کی طرح حلال سمجھیں گے۔ (۳) لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی کو ٹیکس (جرمانہ) خیال کریں گے۔ (۴) شوہر اپنی بیوی کا اطاعت گزار ہوگا۔ (۵) اولاد اپنے دوستوں سے احسان و نیکی کرے گی لیکن اپنے باپ کی حق تلفی اور نافرمانی کرتے ہوئے دور بھاگے گی (۶) لوگ مساجد میں اپنی آوازیں بلند کریں گے (۷) قوم کے پیشوا (لیڈر) بدترین لوگ ہوں گے۔ (۸) خوف کی وجہ سے بعض لوگوں کی عزت کی جائے گی۔ (۹) شراب نوشی عام ہوگی۔ (۱۰) بغیر کسی عذر کے ریشم کا استعمال عام ہوگا۔ (۱۱) گانے باجے والی عورتوں کو لوگ اپنے گھروں میں رکھیں گے۔ (۱۲) بعد میں آنے والے لوگ اپنے پہلے والے لوگوں پر لعنت کریں گے۔ (۱۳) الات لہو ولعب کو پسند کیا جائے گا۔ لوگ دنیوی تعلیم کو دینی تعلیم پر ترجیح دیں گے۔ لوگ دینی تعلیم حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔

فائدہ نافعہ: سابقہ امتوں کی طرح کلی طور پر امت محمدیہ پر عذاب نازل نہیں ہوگا لیکن خسف' مسخ' زلزلہ' گرانی' وباء اور فتنہ و فساد کی شکل میں جزوی طور پر عذاب آتا رہے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى

باب 34: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان "مجھے اور قیامت کو ان دو (انگلیوں) کی طرح بھیجا گیا ہے" یعنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی

2139 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ هَيَّاجٍ الْاَسَدِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَرْحَبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ الْاَسْوَدِ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ الْفِهْرِيِّ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بُعِثْتُ فِيْ نَفَسِ السَّاعَةِ فَسَبَقْتُهَا كَمَا سَبَقَتْ هٰذِهِ هٰذِهِ لِاُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت مستورد بن شداد فہری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میں اور قیامت ایک ساتھ مبعوث کیے گئے ہیں۔ لیکن میں اس سے اس طرح پہلے ہوں جیسے یہ انگلی اس سے پہلے ہے نبی اکرم ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت مستورد بن شداد کے حوالے سے منقول ہونے کے طور پر غریب ہے۔ ہم اسے صرف اس سند کے ہمراہ جانتے ہیں۔

شرح

بعثت نبوی اور قیام قیامت قریب ہونا:

احادیث نبوی میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ بعثت نبوی اور قیامت قائم ہونے میں اتنا قرب زمانی ہے کہ دونوں کے درمیان نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یقام قیامت کا زمانہ دور نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسئلہ ایک مثال کے ذریعے بھی واضح فرمایا کہ جس طرح انگشت شہادت اور درمیان والی انگشت کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے بلکہ دونوں متصل ہیں، اسی طرح زمانہ قیامت بھی قریب ہے۔

سوال: الفاظ حدیث: بعثت انا فی نفس الساعة، اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ بعثت نبوی اور قیامت قائم ہونے کا زمانہ ایک ہے حالانکہ بعثت نبوی ہو چکی ہے اور قیامت قائم نہیں ہوئی؟

جواب: ۱- الفاظ حدیث: بعثت انا فی نفس الساعة' سے مراد قرب قیامت کا زمانہ ہے' کیونکہ بعثت نبوی علامات قیامت یا شرائط قیامت میں سے ہے اور شرط پہلے ہوتی ہے جبکہ مشروط بعد میں ہوتا ہے۔ ۲- ابہام کی جانب سے انگشتان دست کو

شمار کیا جائے تو انگشت سبابہ پہلے اور انگشت وسطٰی بعد میں ہے، اسی طرح بعثت نبوی پہلے اور قیامت کا قیام بعد میں ہے۔ ۳- ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (التکویر، ۱۸) کا معنی ہے: حِين ظهرت آثار طلوعه، یعنی قیامت قائم ہونے کی علامات کا ظاہر ہونا۔ اسی طرح اس حدیث سے مراد ہے یعنی بعثت نبوی کے بعد علامات قیامت ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی۔

سوال: الفاظ حدیث: کھاتین، کا مطلب کیا ہے؟

جواب: ۱- جس طرح انگشت سبابہ اور انگشت وسطٰی کی طوالت میں زیادہ فرق نہیں ہے، اسی طرح بعثت نبوی اور قیام قیامت میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ۲- جس طرح انگشت سبابہ اور وسطٰی کے مابین زیادہ فاصلہ نہیں ہے، بالکل اسی طرح بعثت نبوی کے بعد قیامت قائم ہونے میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج۶ ص۴۶)

2140 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَاَشَارَ اَبُوْ دَاوُدَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى فَمَا فَضَّلَ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے اور قیامت کو ان دو کی طرح مبعوث کیا گیا ہے۔

ابوداؤد نامی راوی نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے بتایا ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر کیا فضیلت حاصل ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قِتَالِ التُّرْكِ

باب 35: تُرکوں کے ساتھ جنگ کرنا

2141 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ وَعَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا كَاَنَّ

2140- اخرجه احمد (۳/ ۱۲۳، ۱۳۰، ۲۷۴)، و عبد بن حميد (۲۵۳)، (۱۱۶۷)، و اخرجه مسلم (۹ / ۳۱۴ - نووی) كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب قرب الساعة، حديث (۱۳۴/ ۲۹۵۱)، من طريق شعبة عن قتادة عن انس به- و اخرجه البخاری (۱۱ /۳۵۵) كتاب الرقاق: باب: قول النبی صلی الله عليه وسلم--- حديث (۶۵۰۴) من طريق شعبة عن قتادة و ابی التياح عن انس-

2141- اخرجه البخاری (۶/ ۱۲۳)؛ كتاب الجهاد و السير: باب: قتال الذين ينتعلون الشعر، حديث (۲۹۲۹)، و مسلم (۹/ ۳۶۳ - نووی) كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل، حديث (۶۲ - ۲۹۱۲)، و ابوداؤد (۲/ ۵۱۵)؛ كتاب الملاحم: باب: في قتال الترك، حديث (۴۳۰۴)، و ابن ماجه (۲ /۱۳۷۱)؛ كتاب الفتن: باب الترك، حديث (۴۰۹۶)، و اخرجه احمد (۲ /۲۳۹، ۲۷۱) و الحميدی (۲/ ۴۶۹) حديث (۱۱۰۰)، من طريق الزهری عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة به-

وُجُوهُهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَبُرَيْدَةَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّعَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ وَمُعَاوِيَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس قوم کے ساتھ جنگ نہیں کرو گے، جن کے جوتے بالوں سے بنے ہوتے ہیں اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم کے ساتھ جنگ نہیں کرو گے، جن کے چہرے ڈھالوں کی طرح چپٹے ہوتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ترکوں سے قتال کرنا:

حدیث باب میں علامات قیامت میں سے ایک بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عرب ترکوں سے قیام قیامت سے قبل جنگ کریں گے۔ عرب اور رومیوں کے درمیان خلفاء راشدین کے زمانہ میں معرکے پیش آئے تھے۔ عربوں اور ترکوں کے درمیان چنگیز خان اور ہلاکوں خان کے زمانہ میں جنگیں ہوئیں اور ترکوں کے ہاتھ خلافت اسلامیہ کا خاتمہ ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے وہ اسلام کے پاس بن گئے۔ اور خلافت عثمانیہ کی شکل سے اس کی نشاط ثانیہ ہوئی۔

ترک کا اصل اور علامات:

اصل ترک کے بارے میں پانچ اقوال ہیں:

۱- قطوراء کی اولاد ہیں جن کا تعلق قوم ابراہیم علیہ السلام سے ہے،

۲- یافث بن نوح کی اولا ہیں۔

۳- یاجوج و ماجوج کے عم زاد ہیں، جب حضرت ذوالقرنین نے دیوار بنائی اور یاجوج و ماجوج کو اس میں بند کیا تو کچھ لوگ باقی رہ گئے جو بند نہ ہو سکے تو انہیں ترک کیا جانے لگا، ان کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔

۴- سلطان تبع کی اولاد سے ہیں،

۵- افریدون بن سام بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ (فتح القدیر ج۶ ص۱۲۲)

صحیح یہ عرب سام بن نوح کی اولاد ہیں جبکہ ترک و روم یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ حدیث باب میں ان کے مابین جنگوں اور معرکوں کی پیشن گوئی کی گئی ہے۔ یہ لڑائیاں اور معرکے خلفائے راشدین اور مابعد ادوار میں پیش آ چکے ہیں۔ ترکوں کی دو

علامات بیان کی گئی ہیں:

۱- لڑائی کے وقت وہ اون کے جوتے پہنے ہوئے ہوں گے،

۲- ان کے چہرے گول اور تہہ بتہہ چمڑا چڑھائی ڈھالیں ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا ذَهَبَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ

باب 36: جب کسریٰ رخصت ہو جائے گا' تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا

2142 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا' تو اس کے بعد کوئی دوسرا کسریٰ نہیں ہوگا۔ جب قیصر ہلاک ہو جائے گا' تو اس کے بعد کوئی دوسرا قیصر نہیں ہوگا اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے' ان دونوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

کسریٰ کے خاتمہ کا اعلان:

دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دو سپر پاور حکومتیں قائم تھیں:

۱- شام و فارس پر مشتمل جس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ تھا۔

۲- عراق و روم پر مشتمل جس کے سلطان کا لقب قیصر تھا۔ ان دونوں حکومتوں نے دنیا بھر کو باہم تقسیم کر رکھا تھا۔ قریش تجارت پیشہ لوگ تھے، وہ بغرض تجارت عراق اور شام جاتے تھے۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو ان کے لیے شام و عراق دشوار ہو گیا۔ اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے انہیں تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرمایا: کسریٰ و قیصر کی حکومتیں ختم ہو جائینگی اور ان کے بعد نہ کوئی قیصر باقی رہے گا اور نہ کسریٰ، اور ان کی دولت اللہ کی راہ میں خرچ ہوگی۔ بظاہر ایسا ہونا مشکل تر تھا لیکن زبانِ نبوت سے نکلے ہوئے الفاظ کو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں پورا کر دکھایا۔ نہ تو یہ دونوں حکومتیں باقی رہیں اور نہ کسریٰ و قیصر باقی رہے۔

2142- اخرجه البخاري (٦/٧٣٣): كتاب المناقب: باب: علامات النبوة' حديث (٣٦١٨) و مسلم (٩/٣٦٧ - نووي) كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل' حديث (٧٥ - ٢٩١٨) و اخرجه احمد (٢/٢٣٣، ٢٤٠، ٢٧١) و الحميدي (٢/٣٦٧) حديث (١٩٠٤) من طريق الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة به۔

سوال: فارسیوں اور رومیوں کی حکومتیں کسی نہ کسی شکل میں تو باقی رہ گئی تھیں؟
جواب: ۱- پہلے جیسی ان کی حکومتیں باقی نہیں رہیں گی، کسریٰ کی مکمل طور پر ختم ہوئی اور قیصر کی بھی عراق سے ختم ہو گئی تھی۔ ۲- القاب کا خاتمہ مراد ہو تو اس کے بعد قیصر و کسریٰ کے القاب والے لوگوں کا بالکل خاتمہ ہو گیا تھا۔
سوال: کسریٰ کی حکومت مکمل طور پر ختم ہو گئی اور قیصر کی حکومت کسی حد تک باقی رہی اور اس کی وجہ کیا ہے؟
جواب: اس کی مشہور وجہ یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر قاصد قیصر کے پاس پہنچا تو اس نے ادبا پہلے تو اسے بوسا دیا پھر ایمان لانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب قاصد کسریٰ کے پاس نامہ مبارک لے کر پہنچا تو اس نے بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے پھاڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کرتے ہوئے فرمایا: جس طرح کسریٰ نے ہمارے خط کے ٹکڑے کیے ہیں اسی طرح اس کے اور اس کی حکومت کے ٹکڑے کیے جائیں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ قِبَلِ الْحِجَازِ

باب 37: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک حجاز کی سمت سے آگ نہیں نکلے گی

2143 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيرٍ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: سَتَخْرُجُ نَارٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ اَوْ مِنْ نَّحْوِ بَحْرِ حَضْرَمَوْتَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَحْشُرُ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ عَلَيْكُمْ بِالشَّامِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيدٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ ذَرٍّ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ مِّنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حضرموت سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) حضرموت کے سمندر کی طرف سے قیامت سے پہلے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو اکٹھا کر دے گی لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: تم شام چلے جانا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ احادیث منقول ہیں۔
یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

حضرموت کی جانب سے خروج آتش:

حدیث باب میں ایک علامت قیامت بیان کی گئی ہے کہ حضرموت کی جانب سے خروج آتش ہوگا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

2143- اخرجه احمد (۲/ ۸، ۵۳، ۶۹، ۹۹، ۱۱۹) من طريق سالم بن عبد اللّٰه بن عمر عن ابيه به-

عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم ملک شام چلے جانا۔

سوال: حدیث باب ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے' کیونکہ ترجمۃ الباب میں حجاز کا ذکر ہے اور حدیث میں حضر موت یا اس کے سمندر کا ذکر ہے؟

جواب: ۱- جامع ترمذی میں جو فرمایا گیا ہے: وفی الباب عن فلان، ان کی روایات میں حجاز مقدس کا ذکر موجود ہے۔
۲- بعض روایات میں یمن کا ذکر ہے جبکہ یمن اور حضر موت دونوں حجاز کی جہت میں واقع ہیں۔ خروج کے بعد آتش یمن جائے گی پھر حضر موت سے گزرتی ہوئی حجاز مقدس میں پہنچے گی' لہٰذا کوئی تضاد نہیں ہے۔

سوال: آتش سے مراد حسی ہے یا حکمی ہے؟

جواب: روایت میں لفظ نار سے مراد آتش حسی و حقیقی ہو سکتی ہے اور آتش حکمی یعنی فتنہ وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔

سوال، خروج آتش کے وقت اس سے تحفظ کی غرض سے ملک شام جانے کا تعین کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: ملک شام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ملک ہے اور اس کی راہوں پر اللہ کی طرف سے فرشتے تعینات ہیں جس وجہ سے وہ آگ ملک شام میں داخل نہیں ہو سکے گی۔ (تحفۃ الاحوذی ج۶ ص۴۶۴)

بَابُ مَا جَآءَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ كَذَّابُوْنَ

باب 38: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کذاب ظاہر نہیں ہوں گے

2144 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْبَعِثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کذاب اور فریب دینے والے لوگ' جو تقریباً تیس ہوں گے' ظاہر نہیں ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2145 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِىْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِىِّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2144- اخرجه البخاری (۶/۷۱۲): كتاب المناقب: باب: علامات النبوة فى الاسلام، حديث (۳۶۰۹)، و مسلم (۴/۲۲۳۹): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل، فيتمنى ان يكون مكان الميت، من البلاء، حديث (۸۴/۱۵۷)، و احمد (۲/۳۱۳) من طريق معمر، عن همام بن منبه، فذكره۔

متن حدیث: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِىْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى يَعْبُدُوا الْاَوْثَانَ وَاِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِىْ اُمَّتِىْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهُ نَبِىٌّ وَّاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِىَّ بَعْدِىْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ مل نہیں جائیں گے اور وہ بتوں کی پوجا نہیں کریں گے اور عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے ظاہر ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

جھوٹے نبیوں کا پیدا ہونا:

احادیث باب میں جھوٹے نبیوں کے پیدا ہونے کے فتنوں کو بیان کیا گیا ہے اور یہ فتنے علامات قیامت سے شمار ہوتے ہیں:
دوسری حدیث باب میں فتنہ ارتداد کا بھی ذکر ہے، حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض لوگ مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملے اور انہوں نے بتوں کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فتنہ کے خلاف جہاد کیا اور اسے منطقی انجام تک پہنچایا۔ جھوٹے نبیوں کا فتنہ مسیلمہ کذاب سے شروع ہوا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا تعاقب کیا اور کیفر کردار تک پہنچایا لیکن یہ فتنہ وقتی نہیں تھا بلکہ تا قیامت جاری رہنے والا تھا۔ جھوٹی نبوت کے دعویٰ داروں کی تعداد تیس ہے۔ یہ وہ ہیں جن کی شہرت ہوگی لوگ انہیں پہچانیں گے ان کی جماعتیں ہوں گی اور ان کے جانشینوں کا سلسلہ چل نکلے گا۔ علاوہ ازیں جن لوگوں کو شہرت حاصل نہیں ہوگی اور وقتی طور پر اعلان نبوت کر کے ذلت وخوار کی موت مر جائیں گے ان کی تعداد کثیر ہوگی بلکہ ان میں کچھ عورتیں بھی ہوں گی جو نبوت کا دعویٰ کریں گی۔

سوال: پہلی حدیث باب میں جھوٹی نبوت کا ذکر کرنے والوں کی تعداد تیس کے قریب بتائی گئی ہے، دوسری حدیث باب میں تعداد تیس بتائی ہے، ایک روایت میں ستائیس کا ذکر ہے اور چوتھی روایت میں تعداد ستر (۷۰) کی گئی ہے۔ اس طرح تعداد کے حوالے سے روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: ۱- دعویٰ نبوت کرنے والے جو لوگوں میں مشہور ہوں گے ان کی تعداد تیس ہے اور باقی غیر مشہور ہوں گے۔ ۲- تیس جھوٹے ہوں گے اور نبوت کا دعویٰ بھی کریں گے لیکن دوسرے محض جھوٹے ہوں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے مگر دعویٰ نبوت نہیں کریں گے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج۶ص۴۷۶)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ اس عقیدہ کا منکر مرتد اور واجب القتل ہے۔

2145- اخرجه ابو داؤد (۴/۹۹): كتاب الفتن و الملاحم: باب: ذكر الفتن و دلائلها، حديث (۴۲۵۲) و ابن ماجه (۲/۱۳۰۴): كتاب الفتن: باب: ما يكون من الفتن، حديث (۳۹۵۲) و احمد (۵/۲۷۸) من طريق ابي قلابة، عن ابي اسماء الرحبي فذكره۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ثَقِيفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيْرٌ

باب 39: ثقیف قبیلے میں جھوٹے شخص اور خونریزی کرنے والے کا ظہور ہونا

2146 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُصْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فِي ثَقِيفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيْرٌ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: يُقَالُ الْكَذَّابُ الْمُخْتَارُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ وَالْمُبِيْرُ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ الْبَلْخِيُّ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ اَحْصَوْا مَا قَتَلَ الْحَجَّاجُ صَبْرًا فَبَلَغَ مِائَةَ اَلْفٍ وَعِشْرِيْنَ اَلْفَ قَتِيْلٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ نَحْوَهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ وَشَرِيْكٌ يَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُصْمٍ وَاِسْرَائِيْلُ يَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِصْمَةَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثقیف قبیلے میں ایک جھوٹا شخص اور ایک خون بہانے والا شخص (پیدا ہوگا)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک قول کے مطابق کذاب سے مراد مختار بن ابوعبید ہے اور خون بہانے والے سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔

ہشام بیان کرتے ہیں: تم ان لوگوں کی گنتی کرو جن کو حجاج نے قتل کیا' تو ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

عبدالرحمٰن بن واقد نے بھی شریک کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

ہم اسے صرف شریک نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ شریک نامی راوی نے دوسرے راوی کا نام عبداللہ بن عصم نقل کیا ہے۔

اسرائیل نامی راوی نے اس کا نام عبداللہ بن عصمہ نقل کیا ہے۔

شرح

قبیلہ ثقیف میں جھوٹا نبی اور ہلاکو پیدا ہونا:

ثقیف: یہ عرب کا مشہور قبیلہ ہے، طائف اور حنین میں اس کے لوگ موجود ہیں۔ لفظ کذاب: یہ مبالغہ واحد مذکر کا صیغہ ہے۔

2146- اخرجه احمد (۲/ ۲۶، ۸۷، ۹۱، ۹۲) من طریق شریك، عن عبد الله بن عصم' وذكره.

اس کا معنی ہے: بہت جھوٹا، بڑا جھوٹا، جھوٹا مدعی نبوت۔ لفظ: مبیر' یہ ثلاثی مزید فیہ باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کا معنی ہے: ہلاک کرنے والا۔ کذاب: کا مصداق مختار بن ابی عبید ثقفی اور مبیر کا مصداق حجاج بن یوسف ثقفی ہے۔ دونوں کا تعارف درج ذیل ہے:

1- مختار بن ابی عبید ثقفی کا تعارف: یہ قبیلہ ثقیف کا مشہور شخص تھا جو 01 ہجری میں پیدا ہوا، طائف کا باسی تھا اور اس کی شجاعت و بہادری مسلمہ تھی۔ اس نے بنوامیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کی ہمشیرہ صفیہ بن عبید ثقفیہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ 61ھ میں سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت بدلہ لینے کی غرض سے اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلیفہ تعینات ہوئے تو ان سے مل گیا۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ جھوٹی نبوت کا دعویدار تھا۔ 67ھ میں ابن زیاد کے ہاتھوں قتل ہوا۔

2- حجاج بن یوسف ثقفی کا تعارف: قبیلہ ثقیف کا مشہور شخص تھا۔ 4 ہجری کو طائف میں پیدا ہوا۔ شام میں پرورش پائی۔ بڑا بہادر و دلیر تھا۔ عبدالملک نے اسے امیر لشکر بنایا تھا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ معظمہ میں جنگی مقابلہ کیا۔ قرآن کریم پر اعراب لگوانے کی خدمت انجام دی، کوفہ اور بصرہ کے درمیان ''واسط'' شہر کی بنیاد رکھی اور اسے آباد کیا۔ اس نے محمد بن قاسم سے ملک ہندوستان کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ خواہ اس نے بعض قابل داد کارنامے انجام دیے لیکن اس کے مظالم کی طویل فہرست ہے۔ جنگ کے علاوہ ایک لاکھ بیس ہزار بے گناہ لوگوں کو شہید کیا جن میں جلیل القدر تابعین، صالحین اور اولیاء کرام شامل تھے۔ 95ھ میں وہ مارا گیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَرْنِ الثَّالِثِ

باب 40: تیسری صدی کا بیان

2147 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمٌ يَتَسَمَّنُوْنَ وَيُحِبُّوْنَ السِّمَنَ يُعْطُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ اَنْ يُّسْاَلُوْهَا

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ وَّرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ وَّلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَلِيَّ بْنَ مُدْرِكٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ يَسَافٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَهٰذَا اَصَحُّ عِنْدِيْ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ وَّقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: لوگوں

2147- اخرجه احمد (٤/٤٣٦)- من طريق الاعمش، قال: حدثنا هلال بن يساف، فذكره-

میں سب سے بہتر زمانہ میرا ہے' پھر اس کے بعد کا زمانہ پھر اس کے بعد میں آنے والوں کا زمانہ ہے' پھر ان کے بعد میں وہ لوگ آئیں گے جو موٹا ہونا چاہیں گے' اور وہ موٹاپے کو پسند کریں گے۔ وہ گواہی دیں گے اس سے پہلے کہ ان سے گواہی طلب کی جائے۔

محمد بن عقیل نے اس روایت کو اسی طرح اعمش کے حوالے سے علی بن مدرک کے حوالے سے ہلال بن یساف کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

دیگر راویوں اعمش کے حوالے سے ہلال بن یساف کے حوالے سے نقل کیا ہے انہوں نے اس کی سند میں علی بن مدرک کا تذکرہ نہیں کیا۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔

میرے نزدیک محمد بن فضیل سے منقول روایت کے مقابلے میں یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

2148 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَيْرُ اُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيْهِمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ وَلَا اَعْلَمُ ذَكَرَ الثَّالِثَ اَمْ لَا ثُمَّ يَنْشَاُ اَقْوَامٌ يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَفْشُو فِيْهِمُ السِّمَنُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت میں سب سے بہتر وہ زمانہ ہے' جس میں مجھے مبعوث کیا گیا پھر اس کے بعد کا زمانہ ہے (راوی کہتے ہیں) مجھ علم نہیں (یعنی یاد نہیں) نبی اکرم ﷺ نے تیسری دفعہ یہ فرمایا تھا (یا کہا تھا) پھر وہ لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی نہیں مانگی جائے گی اور وہ خیانت کریں گے' اور انہیں امین نہیں بنایا جائے گا' اور ان کے درمیان موٹاپا پھیل جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

تین ادوار کا تذکرہ:

احادیث باب میں تین ادوار کو بہترین قرار دیا گیا ہے:

1- صحابہ کا دور: خیر الناس قرنی سے مراد دور صحابہ ہے، یہ دور 110ھ تک ہے' کیونکہ آخری صحابی حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال بر قول صحیح 110ھ میں ہوا تھا۔

2- تابعین کا دور، تابعین کا دور 180ھ تک ہے' کیونکہ آخری تابعی کا وصال 180ھ میں ہوا تھا۔

2148- اخرجه مسلم (۲/۱۹۶۵): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل الصحابة ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم، حديث (۲۱۵/ ۲۵۳۵) و ابو داؤد (۴۶۵۲): كتاب السنة: باب: في فضل اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (۴۶۵۷) واحمد (۴/۴۲۶) من طريق قتادة: عن زرارة بن اوفى: فذكره۔

3- تبع تابعین کا دور: اکثر اقوال مؤرخین کے مطابق یہ دور 220ھ میں ختم ہوا، کیونکہ آخری تبع تابعی کا وصال 220ھ میں ہوا تھا۔ (تحفۃ الاحوذی ج6 ص470)

تینوں ادوار کی عظمت وفضیلت صحبت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کی وجہ سے تھی۔ درحقیقت تینوں ادوار کا عرض و طول ایک ساتھ چلتا رہا یعنی دور رسالت میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سب موجود تھے۔ وعلیٰ ہذا القیاس دور صحابہ، دور تابعین اور دور تبع تابعین میں بھی ایسا ہی تھا۔ آفتاب نبوت کی نورانی کرنیں تینوں ادوار کے لوگوں پر پڑیں لیکن اپنی قسمت اور حصہ کے مطابق فیضان حاصل کیا۔ بارش کا فیض عام ہوتا ہے مگر زمین کا ہر خطہ اپنی قوت کے مطابق اس سے استفادہ کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخُلَفَاءِ

باب 41: خلفاء کا بیان

2149 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: يَكُوْنُ مِنْ بَعْدِى اثْنَا عَشَرَ اَمِيْرًا قَالَ ثُمَّ تَكَلَّمَ بِشَىْءٍ لَّمْ اَفْهَمْهُ فَسَاَلْتُ الَّذِىْ يَلِيْنِىْ فَقَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِىْ مُوْسٰى عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ يُّسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِىْ مُوْسٰى عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے بعد بارہ امیر ہوں گے راوی کہتے ہیں پھر آپ نے کوئی بات ارشاد فرمائی جو میں سمجھ نہیں سکا میں نے ساتھ والے سے دریافت کیا' تو اس نے کہا آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: وہ سب قریش سے تعلق رکھتے ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند نقل کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے اسے ابوبکر بن موسیٰ نامی راوی کی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کی وجہ سے غریب قرار دیا ہے۔

2149- اخرجہ مسلم (۲/۱۴۵۳) ؛ کتاب الامارۃ؛ باب: الناس تبع لقریش والخلافۃ فی قریش' حدیث (۷/۱۸۲۱) - و احمد (۵/۹۰، ۹۰، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۰۸) من طریق سماک بن حرب' فذکرہ۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

2150 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ كُسَيْبٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ مَعَ اَبِىْ بَكْرَةَ تَحْتَ مِنْبَرِ ابْنِ عَامِرٍ وَّهُوَ يَخْطُبُ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَقَالَ اَبُوْ بِلَالٍ انْظُرُوْا اِلٰى اَمِيْرِنَا يَلْبَسُ ثِيَابَ الْفُسَّاقِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرَةَ اسْكُتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ اَهَانَهُ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ زیاد بن کسیب عدوی بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا وہ خطبہ دے رہا تھا اس نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے' تو حضرت ابوبلال نے فرمایا: ہمارے اس امیر کو دیکھو جو فساق کے کپڑے پہنے ہوئے ہے' تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خاموش رہو! میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو زمین پر اللہ کے (نامزد) حکمران کی توہین کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

خلفاء کا تذکرہ:

لفظ: خلفاء: خلیفۃ کی جمع ہے، جس سے مراد ہے: اسلوبِ نبوت پر حکومت کرنا، اصل حاکم اللہ تعالیٰ کو خیال کرنا، حکومت کو اس کی امانت تصور کرنا، خود کو اس کا نائب وامین سمجھنا، حکومت سے ذاتی فائدہ حاصل نہ کرنا۔ سب خلفاء قریش سے متعلق ہوں گے اور قیامت سے قبل ان کی تعداد بارہ (12) مکمل ہو جائے گی۔

پہلی حدیث باب میں بارہ امراء کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے تو ان کے درمیان کوئی فرق نہیں بلکہ مترادف ہیں۔ بارہ خلفاء سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔

1- خلفاء اربعہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بعد باقی خلفاء عادل آچکے ہیں یا ابھی آئیں گے۔

2- ان سے مراد بنوامیہ کے خلفاء ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد گزرے ہیں۔

3- جمہور کا موقف ہے کہ ان سے مراد وہ خلفاء ہیں جن پر لوگ متفق تھے، جو یہ ہیں:

1- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

2- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

3- حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

4- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

2150- اخرجه احمد (۵/۴۲، ۴۸) من طریق سعد بن اوس، عن زیاد بن کسیب العدوی، فذکره۔

5-حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

6-یزید،

7-عبدالملک بن مروان (اس کے چار بیٹے)

8-ولید،

9-سلمان،

10-یزید،

11-ہشام بن ولید،

12-حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوسری حدیث باب میں یہ مسئلہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ خلیفہ وقت کا ادب واحترام ضروری ہے کیونکہ جس کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا گیا ہے تو اس کا اکرام تو اس سے بھی مقدم ہے، ورنہ اس کے لیے حکومت کرنا دشوار ہو جائے گا۔ تاہم اس کے غیر شرعی حکم کی پیروی ضروری نہیں ہے۔ اولی الامر کے تحت جو شخص خلیفہ وقت کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کی وعید و مذمت بھی فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز ذلیل و خوار کرے گا۔

سوال: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدت خلافت تیس سال بیان کی گئی ہے، اس کے بعد ملوکیت کا دور شروع ہو جائے گا۔ تیس سال خلفاء اربعہ کے ادوار حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند ماہ شامل کر کے مکمل ہو جاتے ہیں اور بارہ خلفائے پورے نہیں ہوتے؟

جواب: حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ وہ خلفاء جن کی خلافت علی منہاج النبوت ہوگی ان کی مدت تیس سال ہے۔ باقی خلفاء بعد میں بھی آ سکتے ہیں، ان کا متصل ہونا ضروری نہیں ہے، منفصل بھی آ سکتے ہیں اور قیامت قائم ہونے سے قبل ان کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خلفاء اربعہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور شامل کر کے خلافت علی منہاج النبوت کے تیس سال مکمل ہو گئے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مابعد عادل خلفاء آ چکے ہیں یا آتے رہیں گے۔ اس طرح روایات میں تعارض باقی نہیں رہا۔ (تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی، ج6، ص472)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخِلَافَةِ

باب 42: خلافت کا بیان

2151 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

متنِ حدیث: قِيلَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَوِ اسْتَخْلَفْتَ قَالَ اِنْ اَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّاِنْ لَمْ

2151-اخرجه مسلم (۳/۱۴۵۵): كتاب الامارة: باب: الاستخلاف و تركه، حديث (۱۸۲۳/۱۲) و ابو داؤد (۳/۱۴۸): كتاب الخراج و الفئ و الامارة: باب: في الخليفة يستخلف، حديث (۲۹۳۹) و احمد (۱/۴۷) من طريق سالم، عن ابن عمر، فذكره-

اَسْتَخْلِفُ لَمْ يَسْتَخْلِفُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ قَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ سالم بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ کہا گیا اگر آپ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں (تو یہ مناسب ہوگا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کر دوں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا جانشین مقرر کیا تھا' اگر میں کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کرتا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔

اس حدیث میں طویل قصہ بیان کیا گیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

2152 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَشْرَجُ بْنُ نُبَاتَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُمْهَانَ قَالَ حَدَّثَنِىْ سَفِيْنَةُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْخِلَافَةُ فِىْ اُمَّتِىْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ لِىْ سَفِيْنَةُ اَمْسِكْ خِلَافَةَ اَبِىْ بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ وَخِلَافَةَ عُمَرَ وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ ثُمَّ قَالَ لِىْ اَمْسِكْ خِلَافَةَ عَلِيٍّ قَالَ فَوَجَدْنَاهَا ثَلَاثِيْنَ سَنَةً قَالَ سَعِيْدٌ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّ بَنِىْ اُمَيَّةَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ الْخِلَافَةَ فِيْهِمْ قَالَ كَذَبُوْا بَنُو الزَّرْقَاءِ بَلْ هُمْ مُلُوْكٌ مِّنْ شَرِّ الْمُلُوْكِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ قَالَا لَمْ يَعْهَدِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْخِلَافَةِ شَيْئًا

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ قَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُمْهَانَ وَلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ جُمْهَانَ

◆◆ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت میں خلافت تیس سال تک رہے گی اس کے بعد بادشاہت آ جائے گی۔

راوی کہتے ہیں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک اور بار کہا: تم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو شمار کرو پھر انہوں نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کو شمار کرو' پھر انہوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت شمار کرو (راوی کہتے ہیں) جب ہم نے شمار کیا تو اسے تیس سال پر مشتمل پایا۔

سعید نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے کہا بنو امیہ یہ کہتے ہیں خلافت ان کے درمیان ہے' تو انہوں نے فرمایا: بنو زرقا نے غلط کہا ہے یہ لوگ بادشاہ ہیں اور بدترین بادشاہ ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ احادیث منقول ہیں ان دونوں نے یہ بات ذکر کی ہے۔

2152- اخرجه ابو داؤد (۴/۲۱۱): کتاب السنة: باب فی الخلفاء: حدیث (۴۶۴۶، ۴۶۴۷) واحمد (۵/۲۲۰، ۲۲۱) من طریق سعید بن جمهان'

بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے کسی شخص کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔

یہ حدیث "حسن" ہے۔

کئی راویوں نے اسے سعید بن جمہان نامی راوی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور ہمارے علم کے مطابق یہ صرف ان سے ہی منقول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْخُلَفَاءَ مِنْ قُرَيْشٍ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ

شرح

مدت خلافت کا ذکر:

احادیث باب میں دو مسائل بیان کیے گئے ہیں:

(1) خلافت علی مناج النبوت کی مدت،

(2) انعقاد خلافت کا طریقہ کار، اس کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

1- خلافت علی منہاج النبوت کی مدت: پہلی حدیث باب میں خلافت علی منہاج النبوت کی مدت تیس سال بیان کی گئی ہے اور اس کے بعد ملوکیت کا دور شروع ہو جائے گا، خلفاء اربعہ مع حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مجموعی دور خلافت تیس سال کا عرصہ بنتا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت دو سال چند ماہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت 10 سال چھ ماہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت 13 سال، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت 6 سال اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور 6 ماہ۔ (تحفۃ الاحوذی جلد 6 ص 478)

2- انعقاد خلافت کے مشہور چار طریقے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

i- اصحاب علم و فضل اور ارباب تقویٰ و ورع کسی کو خلیفہ تعینات کریں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انعقاد اسی طرح ہوا ہے۔

ii- خلیفہ وقت دنیا سے رخصت ہوتے وقت کسی شخصیت کو اپنا خلیفہ مقرر کر دے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اسی طریقہ سے انعقاد پذیر ہوئی۔

iii- خلیفہ وقت خلافت کو ایک جماعت میں دائر کر دے اور اعلان کر دے کہ ان میں سے لوگ جسے چاہیں خلیفہ متعین کر لیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اسی نوعیت کی تھی۔

iv- بر سبیل تغلب یعنی ایسا شخص جو شرائط خلافت کا جامع ہو، وہ عوام الناس پر غلبہ حاصل کرے۔ خلافت پر قبضہ جما لے اور لوگ بھی اطاعت قبول کر لیں۔ (تحفۃ الاحوذی ج 6 ص 477)

سوال: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کس طرح انعقاد پذیر ہوئی تھی؟

جواب: 1-مدینہ طیبہ میں موجود مہاجرین وانصار کے بیعت کرنے سے خلیفہ بنے۔ 2-مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق ان کی خلافت منعقد ہوئی تھی۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ، ج5 ص262)

باب 43: قیامت تک' خلفاء کا تعلق قریش سے رہے گا

2153 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِي الْهُذَيْلِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: كَانَ نَاسٌ مِّنْ رَبِيْعَةَ عِنْدَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ لَتَنْتَهِيَنَّ قُرَيْشٌ اَوْ لَيَجْعَلَنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ فِي جُمْهُوْرٍ مِّنَ الْعَرَبِ غَيْرِهِمْ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ كَذَبْتَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قُرَيْشٌ وُلَاةُ النَّاسِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عبداللہ بن ابوہذیل بیان کرتے ہیں: ربیعہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ حضرت عمرو بن عاص کے پاس موجود تھے' تو بکر بن وائل قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے کہا: یا تو قریش (اپنی زیادتیوں) سے باز آ جائیں گے یا پھر اللہ تعالیٰ اس حکومت کو دیگر عربوں کے سپرد کر دے گا' تو حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا: تم نے غلط کہا ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: بھلائی اور برائی (ہر طرح کی صورتحال میں) قیامت کے دن تک' قریش لوگوں کے حکمران رہیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

2154 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَوَالِيْ يُقَالُ لَهٗ جَهْجَاهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رات اور دن اس وقت تک ختم نہیں ہوں گے' جب تک غلاموں سے تعلق رکھنے والا ایک شخص حکمران نہیں بن جائے گا جس کا نام جہجاہ ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

2153- اخرجه احمد (۲۰۲/٤) من طريق حبيب بن الزبير' قال: سمعت عبد الله بن ابي الهذيل' فذكره-

2154- اخرجه مسلم (۲۲۳۳/٤): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل' حديث (۲۹۱۷/٦۱) ... عن عبد الحميد بن جعفر' به-

شرح

تا قیامت خلافت قریش کا حق ہونا:

احادیث باب میں ایک اہم مسئلہ کا حل پیش کیا گیا ہے۔وہ مسئلہ یہ ہے کہ خلافت وامارت کا زیادہ حقدار کون ہے؟ ہر دور میں ہر قبیلہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ خلافت وامارت ہمارا حق ہے؟ اگر اس مسئلہ کا حل پیش نہ کیا جاتا تو مختلف قبائل میں قتل وغارت اور فتنہ و فساد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ وفساد کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کرتے ہوئے خلافت و امارت کا تعین فرما دیا کہ قبیلہ قریش تا قیامت اس منصب وخدمت کا زیادہ حقدار ہے۔تاہم اگر کوئی شخص استیلاء وتغلب کی بناء پر خلافت پر قابض ہو جاتا ہے تو یہ الگ بات ہے ورنہ خلافت قریش کا حق ہے۔چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ روایت منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آلائمة من القریش ۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج7 ص32)

سوال: ایک طرف تو امارت وخلافت کا حقدار قریش کو قرار دیا گیا اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ، حضرت اسامہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امارت عنایت فرمائی، یہ تعارض فی الروایات ہوا؟

جواب: 1-والی اعظم قریش سے ہوگا لیکن ماتحت وزراء دیگر قبائل کے بھی ہو سکتے ہیں۔

2-امارت وخلافت حق قریش ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، 3-حضرت اسامہ، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت وفضیلت بیان کرنا مقصود تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَئِمَّةِ الْمُضِلِّيْنَ

باب 44: گمراہ کرنے والے حکمران

2155 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِي الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ

حدیثِ دیگر: قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ يَّخْذُلُهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام بخاری: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِيْنِيِّ يَقُوْلُ وَذَكَرَ هٰذَا

2155-اخرجه مسلم (۳/۱۵۲۳): كتاب الامارة: باب: قوله صلى الله عليه وسلم: (لا تزال طائفة من امتى ظاهرين---) حديث (۱۷۰/ ۱۹۲۰) و ابوداؤد (۲/۴۹۹): كتاب الفتن و الملاحم: باب: ذكر الفتن و دلائلها' حديث (۴۲۵۲) و ابن ماجه (۱/۵): المقدمة: باب: اتباع سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث (۱۰) (۲/۱۳۰۴): كتاب الفتن: باب: ما يكون من الفتن' حديث (۳۹۵۲) واحمد (۵/۲۷۸' ۲۷۹' ۲۸۰) و الدارمي (۱/۷۰): المقدمة: باب: في كراهية اخذ الراى' (۲/۳۱۱) كتاب الرقائق: باب: في الائمة المضلين' من طريق ابى اسماء الراجبى' فذكره-

الْحَدِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ فَقَالَ عَلِيٌّ هُمْ أَهْلُ الْحَدِيْثِ

◄► حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے اپنی امت کے بارے میں گمراہ کرنے والے حکمرانوں کا اندیشہ ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: میری امت کا ایک گروہ حق پر ثابت قدم رہے گا' اوران کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت) آ جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: میں نے علی بن مدینی کو سنا انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی: ''میری امت کا ایک گروہ حق پر ثابت قدم رہے گا''۔ پھر علی بن مدینی نے فرمایا: اس سے مراد محدثین ہیں۔

شرح

گمراہ کن حکمرانوں کا ذکر:

لفظ: الائمۃ: امام کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے: پیشوا، رہنما، حکمران۔ لفظ: اَلْمُضِلِّيْنَ، فعل ثلاثی مزید فیہ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ یعنی گمراہ کن لوگ۔ حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کا بت پرستی کی طرف جانا تو مشکل ہے' تاہم اگر کسی ملک کا حکمران گمراہ و بے دین ہوگا تو وہ عوام کے لیے فتنہ عظیمہ سے کم نہیں ہوگا۔ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنی پوری قوت استعمال کرے گا' لیکن اہل ایمان اس کے جال میں نہیں پھنس سکیں گے۔ اس طرح حکمرانوں اور رعایا کے درمیان کھینچا تانی ہوگی تو علم بغاوت بلند ہونا یقینی ہے۔ جس کے نتیجہ میں وطن عزیز کو بھی نا قابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ گمراہ اور نا اہل حکمرانوں نے معتزلہ کی مشاورت سے خلق قرآن کا مسئلہ کھڑا کیا تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حق کو کامرانی حاصل ہوئی اور باطل اپنی موت آپ مر گیا۔ ہندوستان میں اکبر بادشاہ نے گمراہ کن خانہ ساز دین الٰہی نافذ کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو آواز حق بلند کرنے کے لیے اس کے سامنے کھڑا کر دیا، اکبر بادشاہ صدائے مجددی کی تاب نہ لاتے ہوئے دنیا سے آنجہانی ہوا اور عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی شکل میں اسلام کو بت خانہ سے پاسبان میسر آ گیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَهْدِيِّ

باب 45: (امام) مہدی کا تذکرہ

2156 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ الْكُوفِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2156- اخرجه ابو داؤد (۲/ ۵۰۸): كتاب المهدي، باب: اول كتاب المهدي، حديث (۴۲۸۲) و احمد (۱/ ۳۷۶، ۴۴۸) من طريق عاصم بن ابي النجود، عن زر بن حبيش، فذكره.

متن حدیث: لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِىْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اسْمِىْ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہلِ بیت سے تعلق رکھنے والا ایک شخص عرب کا حکمران نہیں بن جائے گا اس کا نام میرے نام کی طرح ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2157 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: يَلِىْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِىْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اسْمِىْ

حدیثِ دیگر: قَالَ عَاصِمٌ وَّاَخْبَرَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَلِىَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میرے اہلِ بیت میں سے ایک حکمران ہوگا جس کا نام میرے نام کی طرح ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دنیا ختم ہونے میں اگر ایک دن باقی رہ جائے گا' تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کو طویل کر دے گا' یہاں تک کہ وہ شخص حکمران بن جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2158 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدًا الْعَمِّيَّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الصِّدِّيْقِ النَّاجِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متن حدیث: خَشِيْنَا اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ نَبِيِّنَا حَدَثٌ فَسَاَلْنَا نَبِىَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ فِىْ اُمَّتِى الْمَهْدِىَّ يَخْرُجُ يَعِيْشُ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا اَوْ تِسْعًا زَيْدٌ الشَّاكُّ قَالَ قُلْنَا وَمَا ذَاكَ قَالَ سِنِيْنَ قَالَ فَيَجِىْءُ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَيَقُوْلُ يَا مَهْدِىُّ اَعْطِنِىْ اَعْطِنِىْ قَالَ فَيَحْثِىْ لَهٗ فِىْ ثَوْبِهٖ مَا اسْتَطَاعَ اَنْ يَّحْمِلَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

2158- اخرجه ابن ماجه (۲ /۱۳۶۶): كتاب الفتن: باب: خروج المهدي، حديث (٤٠٨٣) و احمد (۳ /۲۱، ۲۶) من طريق زيد العمي، ابي الحواري، عن ابي الصديق، فذكره۔

توضیح راوی: وَاَبُو الصِّدِّيْقِ النَّاجِيُّ اسْمُهٗ بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو وَيُقَالُ بَكْرُ بْنُ قَيْسٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد بے دینی ہو جائے گی تو ہم نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں مہدی آئے گا وہ پانچ یا سات' یا نو سال تک رہے گا۔

یہ شک زید راوی نامی کو ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے دریافت کیا: اس سے مراد کیا ہے؟ تو فرمایا: اس سے مراد سال ہیں۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر ایک شخص اس کے پاس آئے گا' اور کہے گا: اے مہدی! ہمیں آپ عطا کیجئے آپ مجھے عطا کیجئے تو مہدی اس کے کپڑے میں (سازوسامان) بھرنے کا حکم دیں گے اتنا کہ جتنا وہ شخص اٹھا سکتا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

ابوصدیق نامی راوی کا نام بکر بن عمرو ہے اور ایک قول کے مطابق بکر بن قیس ہے۔

شرح

حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد:

احادیث باب میں مزید ایک علامت قیامت بیان کی گئی ہے' وہ ہے حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد۔ لفظ: مہدی: ثلاثی مجرد ناقص یائی باب ضَرَبَ يَضْرِبُ سے اسم مفعول واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: ہدایت یافتہ، رشد و ہدایت ان کی گھٹی میں رچی بسی ہوگی، اس لیے اسے لفظ ''مہدی'' کے ساتھ پکارا جاتا ہے۔ یہ اسم صفت خلفاء راشدین کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ. تم پر میرا طریقہ اور ہدایت یافتہ خلفاء کا طریقہ لازم ہے، تم اس طریقے کو مضبوطی سے تھام لو اور ان کے طریقے کو دانتوں سے پکڑ لو۔ لفظ: مہدی' خلفاء راشدین کے علاوہ بھی خلفاء کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ احادیث باب میں آخری خلیفہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ آپ کا اصل کا نام محمد، باپ کا نام عبداللہ، والدہ کا نام آمنہ، بنوہاشم سے متعلق ہوں گے۔ باپ کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی سیّد ہوں گے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 429)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چھ ماہ بعد حکومت ترک کر دی تھی۔ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکومت عطا کرے گا۔ آپ پانچ یا سات یا نو سال تک حکومت کریں گے۔ روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ اس بارے میں راوی کو اشتباہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین میں سے ایک عدد کا ذکر کیا۔ (المنار المنیف ص151)

کچھ فرقوں نے لفظ: مہدی: اپنے پیشوا کے لیے جھوٹی شہرت کی بناء پر بھی استعمال کیا ہے۔ مثلاً قادیانی لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے اسے 'مہدی' قرار دیتے ہیں۔

فائدہ نافعہ: بعض فرقوں کا خیال ہے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہو چکے ہیں' لیکن اہلسنت و جماعت کا مؤقف ہے کہ آپ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ ظہور امام مہدی، نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام، خروج دجال اور خروج یاجوج و ماجوج کا زمانہ ایک ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ نُزُولِ عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَام

باب 46: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول

2159 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُقْسِطًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَیَفِیضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهٗ اَحَدٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے عنقریب تمہارے درمیان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول ہوں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے' خنزیر کو قتل کر دیں' جزیہ کو ختم کر دیں گے' اور مال اتنا تقسیم کریں گے' اس کو لینے والا کوئی نہیں بچے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نزول عیسیٰ علیہ السلام:

علامات قیامت میں سے ایک نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب دجال کا فتنہ عروج پر ہوگا' تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے زمین پر لائے گا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ خلیفہ بنیں گے۔ عدل و انصاف قائم کریں گے۔ سولی جو آپ کے نام پر بطور علامت ایجاد کی گئی ہے' کو آپ توڑنے کا حکم دیں گے۔ خنزیر جس کی حلت کی نسبت بھی آپ کی طرف کی جاتی ہے، آپ اسے قتل کرنے کا حکم دیں گے۔ مال و دولت اس قدر وافر ہوگی کہ کوئی وصول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا اور جزیہ کو ختم کرنے کا اعلان کریں گے یعنی کوئی غیر مسلم، مسلمان حکومت کے تحت شہری بن کر نہیں رہے گا۔ صرف دو راستے ہوں گے یا تو جنگ کے لیے تیار ہو جائے یا اسلام قبول کر کے مسلمان حکومت کا شہری بن جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے نزول فرمائیں گے، نزول کے وقت آپ زرد کپڑوں میں ملبوس ہوں

2159- اخرجه البخاری (۴/۴۸۳): کتاب البیوع: باب: قتل الخنزیر حدیث (۲۲۲۲) و اطرافه فی: (۲۴۷۶، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹) و مسلم (۱/ ۶۶۶، ۶۶۷ - نووی): کتاب الایمان: باب: نزول عیسی ابن مریم حکما لشریعة نبینا محمد صلی اللّٰه علیه وسلم، حدیث (۲۴۲/۱۵۵) و ابن ماجه (۲/۱۳۶۳): کتاب الفتن: باب: فتنة الدجال و خروج عیسی ابن مریم، حدیث (۴۰۷۸) و احمد (۲/ ۲۴۰، ۲۷۲، ۵۳۸) و الحمیدی (۲/۴۶۸) حدیث (۱۰۹۷) من طریق ابن شهاب الزهری، قال: اخبرنی سعید بن المسیب، فذکره۔

گے' جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی مینار پر اس عالم میں اتریں گے کہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوں گے، وہ اپنا سر نیچے کریں گے تو ان کے بالوں سے پانی کے قطرات گریں گے۔ چالیس سال تک حکومت کریں گے، آپ شادی کریں گے اور اولاد ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہوں گے اور آپ کی طرف سے حج وعمرہ کرنے کا حکم ہوگا، آپ حج وعمرہ ادا کریں گے، آپ کا وصال ہوگا۔ مسلمان تجہیز و تکفین کریں گے، نماز جنازہ پڑھیں گے اور روضۂ رسول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں خالی جگہ میں تدفین عمل میں لائی جائے گی۔

سوال: نزول کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟ حالانکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی موجود ہیں؟

جواب: 1- نزول عیسیٰ علیہ السلام سے یہود کی تردید مقصود ہے' کیونکہ ان کے خیال کے مطابق انہوں نے آپ کو قتل کر دیا تھا۔ 2- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال کا وقت قریب آ جائے گا کہ وفات کے بعد آپ کا مزار زمین میں بن سکے، کیونکہ زمین کے جس حصہ سے کسی کا جسم تیار ہوتا ہے' وہاں اس کی تدفین عمل میں لائی جاتی ہے۔ 3- جب انہوں نے امت محمدی کی عظمت و شان ملاحظہ کی تو اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی: یا اللہ! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو جامہ قبولیت عطا فرمایا۔ (تحفۃ الاحوذی، ج6 ص489)

فائدہ نافعہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لا کر حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خلیفہ فی الارض قرار پائیں گے، عدل وانصاف قائم کریں گے، شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلے کریں گے اور آپ بعض امور میں تجدید فرمائیں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدَّجَّالِ

باب 47: دجال کا بیان

2160 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُرَاقَةَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوْحٍ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهٗ وَاِنِّيْ اُنْذِرُكُمُوْهُ فَوَصَفَهٗ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّهٗ سَيُدْرِكُهٗ بَعْضُ مَنْ رَآنِيْ اَوْ سَمِعَ كَلَامِيْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ قُلُوْبُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ مِثْلُهَا يَعْنِي الْيَوْمَ اَوْ خَيْرٌ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

2160- اخرجه ابوداؤد (۴/۲۴۲): كتاب السنة، باب: في الدجال، حديث (۴۷۵۶) واحمد (۱/۱۹۵) من طريق عبد الله بن شقيق، عن عبد الله بن سراقة، فذكره۔

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ

◆◆ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے اور میں بھی تم لوگوں کو اس سے ڈرار ہا ہوں' تو نبی اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے اس کا حلیہ بیان کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہوسکتا ہے: جس نے مجھے دیکھا یا میرے کلام کو سنا ان میں سے کوئی ایک اسے پالے' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس وقت ہمارے دلوں کی کیا کیفیت ہوگی' آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح ہوں گے (راوی کہتے ہیں: جیسے آج ہیں) یا اس سے بہتر ہوں گے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے ہم اسے صرف خالد حذاء نامی راوی کی روایت کے طور جانتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ عَلَامَةِ الدَّجَّالِ

باب 48: دجال کی نشانی

2161 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّيْ لَاُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ وَلَقَدْ اَنْذَرَ نُوحٌ قَوْمَهٗ وَلٰكِنِّيْ سَاَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهٖ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَاَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَئِذٍ لِلنَّاسِ وَهُوَ يُحَذِّرُهُمْ فِتْنَتَهٗ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ لَنْ يَّرٰى اَحَدٌ مِّنْكُمْ رَبَّهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ وَاِنَّهٗ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر يَقْرَؤُهٗ مَنْ كَرِهَ عَمَلَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی حمد وثناء بیان کی ہے اور دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا میں تم لوگوں کو اس سے ڈرار ہا ہوں ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو ڈرایا ہے لیکن میں تم کو اس بارے میں ایک ایسی بات بتار ہا

2161- اخرجه البخاري (٦/١٩٩): كتاب الجهاد و السير: باب: كيف يعرض الاسلام على الصبي' حديث (٣٠٥٧) و اطرافه في: (٣٣٣٧' ٣٤٣٩' ٤٤٠٢' ٦١٧٥' ٧١٢٣' ٧١٢٧' ٨٤٠٧) و مسلم (٤/٢٢٤٥): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: ذكر ابن صياد: حديث (١٦٩/٢٩٣١) و ابوداؤد (٢/٦٥٤): كتاب السنة: باب في الدجال' حديث (٤٧٥٧) و احمد (٢/١٤٨' ١٤٩) و البخاري في (الادب المفرد) (٩٦٧) من طريق الزهري' عن سالم بن عبد الله' فذكره۔

ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی تم لوگ یہ بات جان لو کہ وہ کانا ہوگا' اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم ﷺ نے اس دن لوگوں کو دجال کے فتنے سے ڈراتے ہوئے یہ فرمایا: تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ کوئی بھی شخص مرنے سے پہلے اپنے رب کی زیارت نہیں کر سکتا (اور دجال کو تم دنیا میں دیکھ لو گے) اور اس (دجال) کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا' اسے وہ شخص پڑھ سکے گا جو اس کے عمل کو ناپسند کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2162 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُودُ فَتُسَلَّطُونَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يَقُولَ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُودِيٌّ وَّرَائِيْ فَاقْتُلْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہودی تمہارے ساتھ جنگ کریں گے' اور تم ان پر غالب آجاؤ گے' یہاں تک کہ پتھر یہ کہے گا: اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے' تم اسے قتل کر دو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دجال کا فتنہ اور اس کی نشانی:

لفظ: دجال، بروزن فعال مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: انتہائی فریب کار، دھوکا باز، دغا باز۔ یہ شخص آخری زمانہ میں بطور علامت قیامت ظاہر ہوگا، مسیح کذاب اس کا لقب ہے اور یہ خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا، یہ مسیح ضلالت ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح ہدایت ہوں گے۔ یہود کا خیال ہے کہ انہوں نے مسیح ضلالت کو ہلاک کر دیا ہے اور مسیح ہدایت کی آمد کے منتظر ہیں' حالانکہ آنے والا مسیح ضلالت ہوگا اور اس کی آمد پر وہ فوراً اس کی پیروی کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل کے خاتمہ ہیں اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔ دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور ایک ابرو بالکل نہیں ہوگی۔ ہر نبی علیہ السلام نے دجال فتنہ سے اپنی قوم کو ڈرایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس فتنہ سے اپنی قوم کو نگاہ کیا اور اس کی علامات بھی بتائیں۔

2162- اخرجه البخاری (٦/٦٩٩): كتاب المناقب: باب: علامات النبوة في الاسلام، حديث (٣٥٩٣) و مسلم (٤/٢٢٣٩): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل، فيتمنى ان يكون مكان الميت، حديث (٢٩٢١/٨١) و احمد (٢/١٢١، ١٢٧) و (١٤٩ ، ١٣٥) من طريق الزهرى، عن سالم بن عبد الله فذكره.

بَابُ مَا جَاءَ مِنْ اَيْنَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ

باب 49: دجال کا خروج کہاں سے ہوگا؟

2163 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِىْ عَرُوبَةَ عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ سُبَيْعٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: الدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ يَتْبَعُهُ اَقْوَامٌ كَاَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَوْذَبٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ وَلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ اَبِى التَّيَّاحِ

◆◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بات بتائی ہے: دجال مشرق کی سرزمین میں سے نکلے گا اس جگہ کا نام خراسان ہوگا کچھ لوگ اس کے ساتھ ہوں گے۔

جن کے چہرے چپٹی ڈھالوں کی مانند ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

عبداللہ بن شوذب نے اس روایت کو ابوتیاح راوی سے نقل کیا ہے اور یہ روایت صرف ابوتیاح سے ہی منقول ہے۔

شرح

خروج دجال کا مقام:

خروج دجال کے دو معانی ہوسکتے ہیں:

1- دجال کا مہم پر نکلنا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آنا۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ سرزمین مشرق سے نکلے گا، جسے "خراسان" کہتے ہیں۔ اس کی تصریح حدیث باب میں ہے۔ خراسان ایک خطہ کا نام ہے، جس میں نیشاپور، مرو، طوس، بلخ، سرخس، طالقان، فاریاب اور انبار وغیرہ شہر موجود ہیں۔

2- اس کا مطلقاً نکلنا اور ظاہر ہونا۔ اس معنی کے اعتبار سے دجال کا شام وعراق کے مابین گھاٹی سے خروج ہوگا۔ سوال:

2163- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۵۳): كتاب الفتن: باب: فتنة الدجال و خروج عيسى ابن مريم، حديث (۴۰۷۲) واحمد (۱/۴، ۷) و عبد بن حميد (۳۰) حديث (۴) من طريق المغيرة بن سبيع عن عمرو بن حريث، فذكره۔

روایات میں خروج دجال کے چار مقامات بتائے گئے ہیں:

1- شام و عراق کے مابین گھاٹی۔

2- اصبہان میں مقام یہودیہ،

3- سرزمین مشرق یعنی خراسان۔

دریافت طلب یہ بات ہے کہ ان مقامات اربعہ سے خروج میں تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟

جواب: ابتداءً دجال کا خروج شام و عراق کے مابین گھاٹی سے ہوگا، لیکن اس وقت اس کا کسی کو علم نہ ہوگا جبکہ مقام یہودیہ پر اس کے انصار و معاونین موجود ہوں گے جو اس کے منتظر ہوں گے۔ وہ وہاں پہنچ کر انہیں اپنے ساتھ لے کر جوز و کرمان میں جائے گا جہاں پہلا پڑاؤ کرے گا، مسلمانوں کے خلاف اس کا خروج خراسان سے ہوگا جبکہ یہودی مقام یہودیہ میں اس کے منتظر ہوں گے۔ اور وہ ترک نسل سے ہوں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي عَلَامَاتِ خُرُوجِ الدَّجَّالِ

باب 50: دجال کے خروج کی علامات

2164 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا الْحَكَمُ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ قُطَيْبٍ السَّكُوْنِيِّ عَنْ اَبِيْ بَحْرِيَّةَ صَاحِبِ مُعَاذٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰى وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِيْنِيَّةِ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ فِيْ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: زبردست خونریزی، قسطنطنیہ کی فتح اور دجال کا خروج (یہ تینوں علامات) سات مہینوں کے اندر ظاہر ہو جائیں گی۔

اس بارے میں حضرت مصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2165 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

2164- اخرجه ابو داؤد (۲/۵۱۳): كتاب الملاحم: باب: في تواتر الملاحم، حديث (٤٢٩٥) و ابن ماجه (۲/۱۳۷۰): كتاب الفتن: باب: الملاحم، حديث (٤٠٩٢) و احمد (٥/٢٣٤) من طريق يزيد بن قطيب السكوني عن ابي بحرية، فذكره۔

آثارِ صحابہ: قَالَ فَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ مَعَ قِيَامِ السَّاعَةِ

قَالَ مَحْمُودٌ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَّالْقُسْطَنْطِينِيَّةُ هِيَ مَدِينَةُ الرُّوْمِ تُفْتَحُ عِنْدَ خُرُوْجِ الدَّجَّالِ وَالْقُسْطَنْطِينِيَّةُ قَدْ فُتِحَتْ فِيْ زَمَانِ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قسطنطنیہ کی فتح قیامت قائم ہونے کے قریب ہوگی۔

محمود نامی راوی بیان کرتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے اور قسطنطنیہ روم کا ایک شہر ہے جو دجال کے خروج کے وقت فتح ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قسطنطنیہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کے زمانے میں فتح ہوگیا تھا۔

شرح

خروج دجال کی علامات:

حدیث باب میں تین امور کا ذکر ہے جو سات ماہ میں نمایاں ہوں گے:

1- جنگ عظیم،

2- قسطنطنیہ کا فتح ہونا،

3- خروج دجال شہر قسطنطنیہ روم کا دارالحکومت ہے اور قسطنطین سلطان کا نام ہے جس نے یہ شہر آباد کیا تھا اور اس نے اپنے نام پر اس کی بنیاد رکھی تھی۔

سوال: حدیث باب میں سات ماہ کا ذکر ہے اور شرح السنہ میں سات سال کا ذکر ہے لہٰذا روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: جامع ترمذی کی روایت قوی ہے جس میں سات ماہ کا ذکر ہے اور شرح السنہ کی روایت ضعیف ہے جس میں سات سال کا ذکر ہے، لہٰذا قوی روایت کو لیں گے اور ضعیف روایت کو ترک کر دیں گے۔

قسطنطنیہ شہر دو بار فتح ہو چکا ہے۔ 1-50ھ میں۔ 2-800ھ میں۔ پھر تیسری بار بالکل قرب قیامت کے زمانہ میں فتح ہو گا۔ پہلی مرتبہ یزید کی کاوش سے فتح ہوا تھا۔ پھر مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا، اور دوسری بار سلطان محمد فاتح نے فتح کیا تو اس کا نام "استنبول" تجویز کیا تھا۔ فی الحال مسلمانوں کے قبضہ میں ہے لیکن روایات کے مطابق اس کا مسلمانوں کے قبضہ سے نکلنا اور قرب قیامت میں پھر فتح ہونا یقینی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

باب 51: دجال کا فتنہ

2166 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ دَخَلَ حَدِيْثُ اَحَدِهِمَا فِيْ حَدِيْثِ الْاٰخَرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ

2166-اخرجه مسلم (٤ /٢٢٥٠): كتاب الفتن و اشراط الساعة؛ باب؛ ذكر الدجال و صفته و ما معه ' حديث (١١١١١٠/١١١١١١/٢١٣٧) ' و ابو داؤد (٢ /٥٢٠): كتاب الملاحم؛ باب؛ ذكر خروج الدجال' حديث (٤٣٢١) ' و ابن ماجه (٢ /١٣٥٦): كتاب الفتن؛ باب؛ فتنة الدجال و خروج عيسى ابن مريم و خروج ياجوج و ماجوج' حديث (٤٠٧٥ ' ٤٠٧٦) ' و احمد (٤ /١٨١) ' من طريق عبد الرحمن بن جبير بن نفير - قال حدثني ابي ' فذكره -

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِيِّ قَالَ

متن حدیث: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيْهِ وَرَفَّعَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ قَالَ فَانْصَرَفْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعْنَا اِلَيْهِ فَعَرَفَ ذٰلِكَ فِيْنَا فَقَالَ مَا شَاْنُكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ فَخَفَّضْتَ فِيْهِ وَرَفَّعْتَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ قَالَ غَيْرُ الدَّجَّالِ اَخْوَفُ لِيْ عَلَيْكُمْ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ دُوْنَكُمْ وَاِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ فَامْرُؤٌ حَجِيْجُ نَفْسِهٖ وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اِنَّهٗ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهٗ طَافِئَةٌ شَبِيْهٌ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ رَاٰهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَاْ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ اَصْحَابِ الْكَهْفِ قَالَ يَخْرُجُ مَا بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا يَّا عِبَادَ اللّٰهِ اثْبُتُوْا قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا لَبْثُهٗ فِي الْاَرْضِ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَّيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَّيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَّسَائِرُ اَيَّامِهٖ كَاَيَّامِكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الْيَوْمَ الَّذِيْ كَالسَّنَةِ اَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلَاةُ يَوْمٍ قَالَ لَا وَلٰكِنِ اقْدُرُوْا لَهٗ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا سُرْعَتُهٗ فِي الْاَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ فَيَاْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيُكَذِّبُوْنَهٗ وَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَتَتْبَعُهٗ اَمْوَالُهُمْ وَيُصْبِحُوْنَ لَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ ثُمَّ يَاْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَسْتَجِيْبُوْنَ لَهٗ وَيُصَدِّقُوْنَهٗ فَيَاْمُرُ السَّمَاءَ اَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ وَيَاْمُرُ الْاَرْضَ اَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتَ فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ كَاَطْوَلِ مَا كَانَتْ ذُرًا وَّاَمَدِّهٖ خَوَاصِرَ وَاَدَرِّهٖ ضُرُوْعًا قَالَ ثُمَّ يَاْتِي الْخَرِبَةَ فَيَقُوْلُ لَهَا اَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَيَنْصَرِفُ مِنْهَا فَيَتْبَعُهٗ كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُوْ رَجُلًا شَابًّا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهٗ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهٗ جِزْلَتَيْنِ ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ يَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هَبَطَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام بِشَرْقِيِّ دِمَشْقَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ اِذَا طَاْطَاَ رَاْسَهٗ قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَّانٌ كَاللُّؤْلُؤِ قَالَ وَلَا يَجِدُ رِيْحَ نَفَسِهٖ يَعْنِيْ اَحَدًا اِلَّا مَاتَ وَرِيْحُ نَفَسِهٖ مُنْتَهٰى بَصَرِهٖ قَالَ فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلَهٗ قَالَ فَيَلْبَثُ كَذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ ثُمَّ يُوْحِي اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنْ حَرِّزْ عِبَادِيْ اِلَى الطُّوْرِ فَاِنِّيْ قَدْ اَنْزَلْتُ عِبَادًا لِّيْ لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ قَالَ وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَهُمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ (مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ) قَالَ فَيَمُرُّ اَوَّلُهُمْ بِبُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ فَيَشْرَبُ مَا فِيْهَا ثُمَّ يَمُرُّ بِهَا اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَّاءٌ ثُمَّ يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى يَنْتَهُوْا اِلٰى جَبَلِ بَيْتِ مَقْدِسٍ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْاَرْضِ فَهَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ فَيَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مُحْمَرًّا دَمًا وَّيُحَاصَرُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ رَاْسُ الثَّوْرِ يَوْمَئِذٍ خَيْرًا لِّاَحَدِهِمْ مِنْ مِائَةِ دِيْنَارٍ لِاَحَدِكُمُ الْيَوْمَ قَالَ فَيَرْغَبُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى اللّٰهِ وَاَصْحَابُهٗ قَالَ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ اِلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى مَوْتٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ قَالَ وَيَهْبِطُ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ فَلَا يَجِدُ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا وَقَدْ مَلَاَتْهُ زَهَمَتُهُمْ وَنَتْنُهُمْ وَدِمَاؤُهُمْ قَالَ فَيَرْغَبُ عِيْسٰى اِلَى اللّٰهِ وَاَصْحَابُهٗ قَالَ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ طَيْرًا كَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ قَالَ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ

بِالْمَهْبِلِ وَيَسْتَوْقِدُ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قِسِيِّهِمْ وَنُشَّابِهِمْ وَجِعَابِهِمْ سَبْعَ سِنِيْنَ قَالَ وَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَطَرًا لَّا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ وَبَرٍ وَّلَا مَدَرٍ قَالَ فَيَغْسِلُ الْاَرْضَ فَيَتْرُكُهَا كَالزَّلَفَةِ قَالَ ثُمَّ يُقَالُ لِلْاَرْضِ اَخْرِجِيْ ثَمَرَتَكِ وَرُدِّيْ بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَاْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقَحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى اِنَّ الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ لَيَكْتَفُوْنَ بِاللِّقْحَةِ مِنَ الْاِبِلِ وَاِنَّ الْقَبِيْلَةَ لَيَكْتَفُوْنَ بِاللِّقْحَةِ مِنَ الْبَقَرِ وَاِنَّ الْفَخِذَ لَيَكْتَفُوْنَ بِاللِّقْحَةِ مِنَ الْغَنَمِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا فَقَبَضَتْ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّيَبْقٰى سَائِرُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ كَمَا تَتَهَارَجُ الْحُمُرُ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ

◆◆ حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے دس چیزوں کو بیان کیا تو ہم نے یہ سمجھا کہ وہ کھجوروں کے جھرمٹ میں ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس سے اٹھ کر واپس چلے گئے پھر جب ہم (اگلے دن) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہماری پریشانی کو محسوس کرلیا۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا پریشانی ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے کل دجال کا تذکرہ کیا تھا۔ اس کی اونچ نیچ کو بیان کیا تھا' یہاں تک کہ ہم تو یہ سمجھے کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دجال کی بجائے دوسری چیز کا تمہارے بارے میں زیادہ خوف ہے۔ اگر وہ دجال نکلا اور اس وقت میں تمہارے درمیان موجود ہوا' تو میں تمہارے لیے رکاوٹ ہوں گا' اور اگر وہ اس وقت نکلا جب میں تمہارے درمیان موجود نہ ہوا تو ہر شخص اپنی طرف سے مقابلہ کرے گا' اور ہر مسلمان کا میری جگہ اللہ تعالیٰ نگہبان ہوگا۔ دجال ایک جوان آدمی ہوگا اس کے بال گھنگھریالے ہوں گے اس کی آنکھ کانی ہوگی۔ اس کی شکل عبدالعزیٰ بن قطن (زمانہ جاہلیت کے شخص) سے ملتی ہوگی تم میں سے جو شخص اسے دیکھ لے' وہ سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھ لے۔

وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا' اور دائیں بائیں خرابی پیدا کرے گا' اے اللہ کے بندو! تم ثابت قدم رہنا۔

راوی کہتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چالیس دن' ان میں سے ایک دن ایک سال جتنا ہوگا۔ ایک دن ایک مہینے کی طرح ہوگا ایک دن ایک ہفتے کی طرح ہوگا' اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں! تم اندازے کے ساتھ نماز پڑھ لینا ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ زمین میں کتنی تیزی سے حرکت کرے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس طرح وہ بادل حرکت کرتے ہیں' جسے تیز ہوا چلاتی ہے' وہ لوگوں کے پاس آئے گا انہیں دعوت دے گا لوگ اسے جھٹلائیں گے' اور اس کی بات کو مسترد کردیں گے' جب وہ ان کے پاس سے واپس جائے گا' تو ان لوگوں کے اموال بھی اس کے ساتھ چلے جائیں گے' اور ان لوگوں کے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا پھر وہ دوسری قوم کے پاس آئے

گا انہیں دعوت دے گا وہ لوگ اس کی دعوت قبول کریں گے اس کی بات کی تصدیق کریں گے وہ آسمان کو حکم کرے گا کہ بارش نازل کر! تو آسمان بارش نازل کردے گا وہ زمین کو حکم دے گا کہ پھل اُگاؤ! تو وہ اگا دے گی شام کے وقت ان لوگوں کے جانور (چراگاہوں سے) جب واپس آئیں گے تو ان کے کوہان لمبے ہوں گے کولہے چوڑے اور پھیلے ہوئے ہوں گے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوں گے پھر دجال ایک ویران جگہ آ کر یہ کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دو تو جب وہ وہاں سے واپس آئے گا تو وہ خزانے شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے آئیں گے پھر دجال ایک بھرپور جوان شخص کو بلا کر تلوار کے ذریعے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا پھر وہ اسے بلائے گا تو وہ زندہ ہو کر ہنستا ہوا اس کی طرف آئے گا۔

اسی دوران حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے جامع دمشق کے سفید مشرقی مینار پر اس عالم میں اتریں گے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوں گے جب وہ اپنا سر نیچے کریں گے تو ان کے بالوں میں سے پانی کے قطرات ٹپکیں گے وہ اسے اوپر اٹھائیں گے تو وہ (قطرات) یوں چمکتے ہوئے محسوس ہوں گے جیسے موتی ہوتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشبو جس کافر تک پہنچے گی وہ مر جائے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک جائے گی جہاں تک نگاہ جاتی ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے "لد" کے دروازے کے پاس اس کو پا کر اسے قتل کر دیں گے پھر اللہ تعالیٰ کو جب تک منظور ہوگا وہ زمین پر قیام کریں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی بھیجے گا کہ میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جا کر اکٹھا کرو کیونکہ میں ایک ایسی مخلوق کو اتارنے والا ہوں جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اس وقت اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور وہ بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے"۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ان کا پہلا گروہ طبرستان کے سمندر کے پاس سے گزرے گا اور اس کے پورے پانی کو پی جائے گا اور جب دوسرا گروہ وہاں سے گزرے گا تو وہ یہ سوچیں گے کہ کیا یہاں پر پانی بھی ہوا کرتا تھا؟ پھر وہ لوگ آگے آئیں گے یہاں تک کہ بیت المقدس کے ایک پہاڑ کے پاس پہنچ جائیں گے اور یہ کہیں گے ہم نے زمین میں بسنے والے تمام لوگوں کو قتل کر دیا ہے اور اب ہم آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں گے پھر وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو جب لوٹائے گا تو وہ خون آلود ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہوں گے اس وقت ان کی یہ کیفیت ہوگی کہ ان کے نزدیک گائے کا ایک سر ایک سو دیناروں کی طرح قیمتی ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردن میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا جس کی وجہ سے وہ لوگ بیک وقت قتل ہو جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (پہاڑ سے نیچے اتریں گے تو) ان لوگوں کی بدبو اور خون کی وجہ سے ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں پائیں گے تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی طرح کے پرندے بھیجے گا جو انہیں اٹھا کر ویران جگہ پر پھینک دیں گے پھر مسلمان ان لوگوں کے تیروں کمانوں اور ترکشوں کو سات سال تک ایندھن کے طور پر

استعمال کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش نازل کرے گا' جو ہر گھر اور ہر خیمے تک پہنچے گی وہ تمام زمین کو اس طرح صاف کر دے گی جیسے شیشہ ہوتا ہے' پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے اندر سے پھل باہر نکال اور اپنی برکتیں واپس لے آؤ! اس وقت ایک انار کئی لوگ کھالیں گے' اور لوگ اس کے درخت کے سائے میں آرام کریں گے دودھ میں اتنی برکت ہو جائے گی کہ ایک اونٹنی کے دودھ سے ایک جماعت سیر ہو جائے گی ایک گائے کے دودھ سے ایک قبیلہ سیر ہو جائے گا' ایک بکری کے دودھ سے ایک کنبہ سیر ہو جائے گا وہ لوگ اسی طرح زندگی بسر کرتے رہیں گے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہوا کو بھیجے گا وہ ہر اس شخص کی روح کو قبض کرے گی جو ایمان والا ہوگا اور صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو راستے میں سر عام یوں صحبت کریں گے جیسے گدھے کرتے ہیں انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔

یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے ہم اسے صرف عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِفَةِ الدَّجَّالِ

باب 52: دجال کا حلیہ

2167 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الدَّجَّالِ فَقَالَ اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ اَلَا وَاِنَّهُ اَعْوَرُ عَيْنُهُ الْيُمْنٰى كَاَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَّحُذَيْفَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَسْمَاءَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ بَكْرَةَ وَعَائِشَةَ وَاَنَسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّالْفَلَتَانِ بْنِ عَاصِمٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ سے دجال کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ نے ارشاد فرمایا: یاد رکھنا! تمہارا پروردگار ''کانا'' نہیں ہے اور دجال ''کانا'' ہوگا' اس کی دائیں آنکھ یوں ہو گی جیسے پھولا ہوا انگور ہوتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما'' حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت فلتان بن عاصم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

2167- اخرجه البخاري (٦/ ٥٥٠): كتاب احاديث الانبياء: باب قوله تعالى: (واذكر في الكتب مريم اذ انتبذت من اهلها) (مريم: ١٦) حديث (٣٤٣٩) و مسلم (٤/ ٢٢٤٧ ، ٢٢٤٨) كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: ذكر الدجال و صفته و ما معه ' حديث (١٠٠/ ١٦٩) ' واحمد (٢/ ٢٧ ، ٣٣ ، ٣٧ ، ١٢٤ ، ١٣١) ' من طريق نافع ' فذكره.

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدَّجَّالِ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ

باب 53: دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا

2168 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ،

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَاْتِي الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُوْنَهَا فَلَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ وَّاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَّسَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ وَّمِحْجَنٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دجال مدینہ منورہ کی طرف آئے گا وہ فرشتوں کو پائے گا کہ وہ اس (مدینہ منورہ) کی حفاظت کر رہے ہیں اگر اللہ نے چاہا تو دجال اور طاعون (کبھی بھی) یہاں (مدینہ منورہ) میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت محجن رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2169 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْكُفْرُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَالسَّكِيْنَةُ لِاَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالرِّيَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْخَيْلِ وَاَهْلِ الْوَبَرِ يَاْتِي الْمَسِيْحُ اِذَا جَاءَ دُبُرَ اُحُدٍ صَرَفَتِ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ يَهْلَكُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان یمنی ہے اور کفر مشرق کی طرف سے ہوگا' بکریاں چرانے والوں میں سکینت پائی جاتی ہے' جب کہ گھوڑے پالنے والوں میں تکبر' غرور اور کرختگی پائی جاتی ہے۔ دجال جب "احد" پہاڑ کے پاس آئے گا' تو فرشتے اس کا رخ موڑ کر شام کی طرف کر دیں گے' اور وہیں وہ ہلاکت کا شکار ہو جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2168- اخرجه البخاری (۱۳/ ۱۰۹): كتاب الفتن: باب: لا يدخل الدجال المدينة، حديث (۷۱۳۴) و (۱۳/ ۴۵۶): كتاب التوحيد: باب: في المشيئة و الارادة، حديث (۷۴۷۳) و احمد (۳/ ۱۲۳، ۲۰۲، ۲۰۶، ۲۲۹، ۲۷۷) من طريق قتادة، عن انس، فذكره۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَتْلِ عِيْسٰى ابْنِ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ

باب 54: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا دجال کو قتل کرنا

2170 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيِّ مِنْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَمِّيْ مُجَمِّعَ ابْنَ جَارِيَةَ الْاَنْصَارِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّنَافِعِ ابْنِ عُتْبَةَ وَاَبِيْ بَرْزَةَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَكَيْسَانَ وَعُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ وَجَابِرٍ وَّاَبِيْ اُمَامَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ وَّالنَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ وَعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَّحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

حضرت ابن مریم علیہ السلام دجال کو "باب لد" کے پاس قتل کر دیں گے۔

اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ حضرت کیسان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2171 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ اَلَا اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ہر نبی نے اپنی امت کو "جھوٹے کانے" سے ڈرایا ہے' یاد رکھنا وہ "کانا" ہوگا اور تمہارا پروردگار "کانا" نہیں ہے' اس (دجال) کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوا

2170- اخرجه احمد (۳/۴۲۰،۴۳۶) (۴/۳۹۰،۲۲۶) و الحميدى (۲/۳۶۵) حديث (۸۲۸) من طريق عبد الله بن يزيد، قال: سمعت مجمع بن جارية، فذكره-

2171- اخرجه البخارى (۱۳/۹۷): كتاب الفتن: باب: ذكر الدجال، حديث (۷۱۳۱) وطرفه فى: (۷۴۰۸) و مسلم (۴/۲۲۴۸): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: ذكر الدجال و صفته و ما معه، حديث (۱۰۱، ۱۰۲/ ۲۹۳۳) و ابو داؤد (۲/۵۱۹): كتاب الملاحم: باب: ذكر خروج الدجال، حديث (۴۳۱۶) و احمد (۳/۱۰۳، ۱۷۳، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۲۳، ۲۹۰) من طريق قتادة، فذكره-

ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دجال کے فتنہ کی تفصیل:

دجال قوم یہود کا ایک شخص ہے' جو فی الحال اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریائے طبرستان کے جزیرہ میں مقید ہے۔ ایک وقت آئے گا یہ وہاں سے پہاڑ کی بلندی پر آئے گا اور وہاں سے اپنی آواز بلند کرے گا، اس کی دوسری صداء پر بدقسمت لوگ اس کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ یہ لشکر عظیم کے جھرمٹ میں فتنہ وفساد برپا کرنے کے لیے شام وعراق کے درمیان سے نکلے گا۔ یہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور دوسری آنکھ کا ابرو موجود نہیں ہوگا۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا اور اس کے ساتھ یہودی افواج ہوں گی۔ اس کی پیشانی پر لفظ ''کافر'' تحریر ہوگا جو مسلمان تو پڑھ سکے گا مگر کافر نہیں پڑھ سکے گا۔ اس کا وجود فتنہ عظیمہ کا سبب ہوگا۔ اس دور میں پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک مہینہ کے مساوی، تیسرا دن ایک ہفتہ کی مثل ہوگا اور باقی عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ وہ تیز رفتار بادل کی طرح ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچے گا، خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا، اس کے ساتھ باغ ہوگا جس کا نام جنت اور آگ ہوگی جس کا نام دوزخ ہوگا۔ وہ دیکھنے میں جنت معلوم ہوگی لیکن حقیقت میں آگ ہوگی اور آگ دیکھنے میں دوزخ معلوم ہوگی' مگر درحقیقت راحت ہوگی، بادل اس کے حکم سے بارش برسائے گا، زمین کو حکم دے گا تو واحد میں اس سے کھیتی اُگ آئے گی، جو لوگ اسے نہ مانیں گے انہیں چھوڑ کر دوسرے مقام میں چلا جائے گا، وہ میدان میں جائے گا تو شہد کی مکھیوں کی طرح دفینے اس کے پاس جمع ہوں گے۔ اس طرح کے وہ لوگوں کو شعبدے دکھا کر گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ یہ تمام واقعات جادو کا کرشمہ ہوں گے۔ قحط کا دور ہو گا۔ مسلمانوں کی خوراک تسبیح وتہلیل کا وظیفہ ہوگا۔ ذکر الٰہی کرنے سے ان کی بھوک پیاس ختم ہو جائے گی۔ چالیس دن میں وہ دنیا بھر کا چکر پورا کرے گا۔ وہ حرمین شریفین (مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ) میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ وہ جب حرمین شریفین میں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا، تو فرشتے اسے روک دیں گے۔ جب دجال دنیا بھر کا چکر مکمل کر کے ملک شام پہنچے گا تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

جب دجال ملعون کا فتنہ عروج کو پہنچ جائے گا، اہل عرب بھی شام میں جمع ہو چکے ہوں گے جن میں بائیس ہزار جنگجو مرد اور ایک لاکھ عورتیں ہوں گی۔ یہ سب کا محاصرہ کیے ہوئے ہوگا؟ مسلمانوں کو یہ آواز سنائی دے گی کہ پریشان مت ہوں' فریاد رس آنے والا ہے، صبح کا وقت ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے مشرقی مینار سے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے نزول فرمائیں گے۔ نماز فجر کی اقامت کہی جا چکی ہوگی، حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امامت کرانے کا کہیں گے۔ آپ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لیے آگے کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول امام عادل اور مجدد ملت کی حیثیت سے ہوگا۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسجد کا دروازہ کھلوائیں گے۔ اس جانب ستر ہزار یہودیوں کی معیت میں دجال موجود ہوگا۔ مجاہدین اسلام لشکر دجال پر حملہ آور ہوں گے، دونوں فوجوں کے مابین گھمسان کا معرکہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر دجال پر پڑے گی، تو وہ پانی میں نمک کیطرح پگھلنا شروع ہو جائے گا۔ پھر

وہاں سے بھاگ کھڑا ہوگا، آپ اس کا تعاقب فرمائیں گے، بیت المقدس کے پاس مقام "لُد" میں اسے پکڑ لیں گے اور اس کی پشت میں نیزہ مار کر واصل جہنم کریں گے۔ اس طرح فتنہ دجال اپنے منطقی انجام کو پہنچ جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصلاحات قوم میں مصروف ہو جائیں گے۔ اس طرح فتنہ دجال کا خاتمہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امارت وحکومت کا منصب سنبھالیں گے اور زمین پر عدل وانصاف قائم کریں گے۔

سوال: فتنہ دجال اتنا بڑا ہونے کے باوجود اس کا ذکر قرآن کریم میں کیوں نہیں؟

جواب، ارشاد ربانی ہے: يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ ، یہاں آیات سے مراد طلوع الشمس، نزول عیسیٰ اور خروج دجال ہیں۔ 2- اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ اس آیت میں جہاں نزول عیسیٰ اور آمد مسیح الہدیٰ علامات قیامت سے ہیں وہاں ان کا مدمقابل مسیح الدجال کا بھی علامات قیامت سے ثابت ہوتا ہے۔

سوال: فتنہ دجال جب قرب قیامت میں ظہور پذیر ہوگا تو انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اقوام کو اس سے کیسے ڈرایا؟

جواب: بے شک فتنہ دجال کا ظہور قرب قیامت میں ہوگا، لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کو تلامیذ خداوندی ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اس فتنہ عظیمہ کے بارے میں خوب جانتے تھے، لہٰذا حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاء نے اپنی اپنی امت کو اس سے ڈرایا تاکہ دجال کے فتنہ سے وہ محفوظ رہ سکیں۔

سوال: مدینہ طیبہ میں دجال کیوں نہیں داخل ہو سکے گا؟

جواب: دجال دنیا بھر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا لیکن حرمین شریفین میں داخل نہیں ہوگا' کیونکہ ان کے راستوں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تعینات کر رکھا ہے' جو اسے داخل نہیں ہونے دیں گے۔ بالخصوص مدینہ طیبہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ۔ "اے اللہ! تو اہل مدینہ کو برکات سے نواز"۔ اس شہر میں نہ طاعون مرض داخل ہوگا اور نہ فتنہ دجال۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ذِكْرِ ابْنِ صَائِدٍ

باب 55: ابن صائد کا تذکرہ

2172 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

متنِ حدیث: قَالَ صَحِبَنِيْ ابْنُ صَائِدٍ اِمَّا حُجَّاجًا وَّاِمَّا مُعْتَمِرِيْنَ فَانْطَلَقَ النَّاسُ وَتُرِكْتُ اَنَا وَهُوَ فَلَمَّا خَلَصْتُ بِهٖ اقْشَعْرَرْتُ مِنْهُ وَاسْتَوْحَشْتُ مِنْهُ مِمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ فِيْهِ فَلَمَّا نَزَلْتُ قُلْتُ لَهٗ ضَعْ مَتَاعَكَ حَيْثُ تِلْكَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَاَبْصَرَ غَنَمًا فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَانْطَلَقَ فَاسْتَحْلَبَ ثُمَّ اَتَانِيْ بِلَبَنٍ فَقَالَ لِيْ يَا اَبَا سَعِيْدٍ اشْرَبْ فَكَرِهْتُ اَنْ اَشْرَبَ مِنْ يَّدِهٖ شَيْئًا لِمَا يَقُوْلُ النَّاسُ فِيْهِ فَقُلْتُ لَهٗ هٰذَا الْيَوْمُ يَوْمٌ صَائِفٌ وَّاِنِّيْ اَكْرَهُ فِيْهِ اللَّبَنَ قَالَ لِيْ يَا اَبَا سَعِيْدٍ هَمَمْتُ اَنْ اٰخُذَ حَبْلًا فَاُوْثِقَهٗ اِلٰى شَجَرَةٍ ثُمَّ اَخْتَنِقَ لِمَا يَقُوْلُ النَّاسُ لِيْ وَفِيَّ اَرَاَيْتَ مَنْ

2172- اخرجه مسلم (٤/٢٢٤٢، ٢٢٤٣): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: ذكر ابن صياد، حديث (٩٠، ٩١ / ٢٩٢٧) و احمد (٣/ ٢٦، ٤٣، ٧٩، ٩٧) من طريق ابی نضرة، فذكره۔

خَفِيَ عَلَيْهِ حَدِيثِي فَلَنْ يَخْفَى عَلَيْكُمْ اَلَسْتُمْ اَعْلَمَ النَّاسِ بِحَدِيثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ يَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ كَافِرٌ وَّاَنَا مُسْلِمٌ اَلَمْ يَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ عَقِيمٌ لَّا يُوْلَدُ لَهُ وَقَدْ خَلَّفْتُ وَلَدِي بِالْمَدِيْنَةِ اَلَمْ يَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ اَوْ لَا تَحِلُّ لَهُ مَكَّةُ وَالْمَدِيْنَةُ اَلَسْتُ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ ذَا اَنْطَلِقُ مَعَكَ اِلَى مَكَّةَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَجِيءُ بِهٰذَا حَتّٰى قُلْتُ فَلَعَلَّهُ مَكْذُوبٌ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ وَّاللّٰهِ لَاُخْبِرَنَّكَ خَبَرًا حَقًّا وَّاللّٰهِ اِنِّي لَاَعْرِفُهُ وَاَعْرِفُ وَالِدَهُ وَاَعْرِفُ اَيْنَ هُوَ السَّاعَةَ مِنَ الْاَرْضِ فَقُلْتُ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حج یا شاید عمرے کے سفر میں ابن صائد بھی میرے ساتھ تھا لوگ آگے بڑھ گئے' میں اور وہ پیچھے رہ گئے' جب میں اس کے ساتھ تنہا رہ گیا' تو میرا دل خوف کی وجہ سے تیزی سے دھڑکنے لگا اور مجھے اس سے وحشت محسوس ہونے لگی' کیونکہ لوگ اس کے بارے میں (دجال ہونے کا) کہا کرتے تھے' جب میں نے پڑاؤ کیا' تو میں نے اس سے کہا: تم اپنا سامان اس درخت کے پاس رکھ دو! حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس نے پیالہ لیا اور دودھ دوہنے کے لیے چلا گیا' پھر وہ میرے پاس دودھ لے کر آیا اور بولا: اے ابوسعید! آپ اسے پی لیجئے تو مجھے اس کے ہاتھ سے لی ہوئی کوئی چیز لینا ناپسند ہوا کیونکہ لوگ اس کے بارے میں طرح' طرح کی باتیں کیا کرتے تھے میں نے اس سے کہا: آج گرمی کچھ زیادہ ہے اور میں اس موسم میں دودھ پینا پسند نہیں کرتا وہ بولا: اے ابوسعید! لوگ میرے بارے میں جو باتیں کرتے ہیں' اس وجہ سے میں نے یہ پختہ ارادہ کیا ہے: ایک رسی لے کر اس درخت کے ساتھ باندھوں اور خودکشی کرلوں آپ کا کیا خیال ہے؟ میرا معاملہ کسی دوسرے سے پوشیدہ رہ سکتا ہے لیکن آپ لوگوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا کیونکہ آپ لوگ نبی اکرم ﷺ کی احادیث کو دیگر تمام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں اے انصار کے گروہ! کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا: وہ (دجال) کافر ہوگا' جبکہ میں مسلمان ہوں کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا: وہ بانجھ ہوگا اس کی اولاد نہیں ہوگی' جبکہ میرے بچے مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔ کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا: وہ مکہ اور مدینہ میں نہیں آ سکے گا' تو کیا میرا تعلق مدینہ منورہ سے نہیں ہے؟ اور اب میں آپ کے ساتھ مکہ جا رہا ہوں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ اس طرح کی باتیں کرتا رہا' یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ لوگ اس کے بارے میں غلط کہتے ہیں پھر وہ بولا: اے ابوسعید! اللہ کی قسم میں آپ کو صحیح بات بتاتا ہوں اللہ کی قسم میں دجال کو جانتا ہوں اور اس کے باپ کو بھی جانتا ہوں اور وہ اس وقت زمین میں کہاں ہے؟ (یہ بھی جانتا ہوں) میں نے کہا: تمہارا ہمیشہ ستیاناس ہو (تم نے میرے دل میں خوش گمانی پیدا کر دی تھی)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2173 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ قَالَ

2173- اخرجه مسلم (٤/٢٢٤١): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: ذكر ابن صياد، حديث (٨٧/ ٢٩٢٥)، و احمد (٣/٦٦، ٩٧)، من طريق ابي نضرة، فذكره-

متن حدیث: لَقِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ صَائِدٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَاحْتَبَسَهُ وَهُوَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ وَلَهُ ذُؤَابَةٌ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنْتَ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَى قَالَ أَرَى عَرْشًا فَوْقَ الْمَاءِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى عَرْشَ إِبْلِيسَ فَوْقَ الْبَحْرِ قَالَ فَمَا تَرَى قَالَ أَرَى صَادِقًا وَكَاذِبَيْنِ أَوْ صَادِقِينَ وَكَاذِبًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَيْهِ فَدَعَاهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ وَأَبِي ذَرٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَجَابِرٍ وَحَفْصَةَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے ایک راستے میں ابن صائد سے ملے تو آپ نے اسے روک لیا' وہ ایک یہودی لڑکا تھا اس کے سر پر لمبے بال تھے' نبی اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' تو وہ بولا: کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں' اللہ تعالیٰ کے اس فرشتوں' کتابوں' اس کے (سچے) رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہوں نبی اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا: تم کیا دیکھتے ہو' اس نے جواب دیا: میں ایک تخت دیکھتا ہوں جو پانی پر موجود ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ سمندر پر ابلیس کے تخت کو دیکھتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم اور کیا دیکھتے ہو اس نے جواب دیا: میں ایک سچے اور دو جھوٹے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) دو سچے اور ایک جھوٹے (قاصد) کو دیکھتا ہوں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ معاملہ اس پر مشتبہ ہو گیا ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابوذر غفاری' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

2174 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: يَمْكُثُ أَبُو الدَّجَّالِ وَأُمُّهُ ثَلَاثِينَ عَامًا لَا يُولَدُ لَهُمَا وَلَدٌ ثُمَّ يُولَدُ لَهُمَا غُلَامٌ أَعْوَرُ أَضَرُّ شَيْءٍ وَأَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ ثُمَّ نَعَتَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ فَقَالَ أَبُوهُ طُوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ كَأَنَّ أَنْفَهُ مِنْقَارٌ وَأُمُّهُ فِرْضَاخِيَّةٌ طَوِيلَةُ الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرَةَ فَسَمِعْنَا بِمَوْلُودٍ فِي الْيَهُودِ بِالْمَدِينَةِ فَذَهَبْتُ أَنَا وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى أَبَوَيْهِ فَإِذَا نَعْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمَا فَقُلْنَا هَلْ لَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَا مَكَثْنَا ثَلَاثِينَ عَامًا لَا يُولَدُ لَنَا وَلَدٌ ثُمَّ وُلِدَ لَنَا غُلَامٌ أَعْوَرُ أَضَرُّ شَيْءٍ وَأَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ

2174- اخرجه احمد (۵/ ۴۰، ۴۹، ۵۱) من طريق حماد بن سلمة عن علي بن زيد عن عبد الرحمن بن ابي بكرة عن ابيه به-

وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمَا فَإِذَا هُوَ مُنْجَدِلٌ فِي الشَّمْسِ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ وَلَهُ هَمْهَمَةٌ فَتَكَشَّفَ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ مَا قُلْتُمَا قُلْنَا وَهَلْ سَمِعْتَ مَا قُلْنَا قَالَ نَعَمْ تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

◄◄ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہما اپنے والد کا بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دجال کے ماں باپ کے ہاں تیس سال تک اولاد نہیں ہوگی پھر ان کے ہاں ایک لڑکا ہوگا جو ''کانا'' ہوگا جو سب سے زیادہ نقصان دہ ہوگا اور سب سے کم نفع بخش ہوگا اس کی آنکھیں سو جائیں گی' لیکن اس کا ذہن بیدار رہے گا' راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کے ماں باپ کا حلیہ ہمارے سامنے بیان کیا آپ نے ارشاد فرمایا: اس کے باپ کا قد لمبا اور دبلا پتلا ہوگا اس کی ناک مرغ کی چونچ کی طرح ہوگی جبکہ اس کی ماں لمبے پستان والی عورت ہوگی۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے سنا کہ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے ہاں ایک بچہ ہوا ہے' تو میں اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ وہاں گئے ہم ان کے ماں باپ کے ہاں پہنچے تو وہ نبی اکرم ﷺ کے بیان کردہ حلیہ کے مطابق تھے' ہم نے دریافت کیا: کیا تمہاری پہلے بھی کوئی اولاد ہے انہوں نے جواب دیا: نہیں تیس سال تک ہمارے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی' اب ہمارے ہاں ایک ''کانا'' لڑکا ہوا ہے' جو سب سے زیادہ نقصان دہ ہے اور سب سے کم نفع بخش ہے اس کی آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن ذہن بیدار رہتا ہے راوی بیان کرتے ہیں: ہم ان دونوں کے ہاں سے نکلے تو وہ لڑکا ایک چادر لے کر دھوپ میں لیٹا ہوا تھا اور کچھ بڑبڑا رہا تھا اس نے اپنے سر سے چادر کو ہٹایا اور دریافت کیا: تم دونوں کیا کہتے ہو ہم نے دریافت کیا: ہم نے جو کہا' کیا وہ تم نے سن لیا؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا ذہن بیدار رہتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف حماد بن سلمہ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2175 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِابْنِ صَيَّادٍ فِي نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِهِ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ اُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَهُوَ غُلَامٌ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ الْاُمِّيِّيْنَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنْتَ اَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَاْتِيْكَ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَاْتِيْنِي صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي خَبَاْتُ لَكَ خَبِيْئًا وَّخَبَاَ لَهُ (يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ) فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَاْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِي فَاَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُ حَقًّا فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّا يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ يَعْنِي الدَّجَّالَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ چند صحابہ کرام کے ہمراہ ابن صیاد کے پاس سے گزرے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ اس وقت بنو مغالہ کے گھر کے پاس کچھ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا وہ بھی ان دنوں بچہ تھا۔ اسے پتا نہیں چلا نبی اکرم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اس کی پشت پر مارا اور کہا: تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھا اور بولا: میں یہ گواہی دیتا ہوں' آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر ابن صیاد نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے (سچے) رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: تمہارے پاس کیا چیز آئی ہے' ابن صیاد نے کہا: میرے پاس ایک سچا (خبر دینے والا آتا ہے) اور ایک جھوٹا آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا معاملہ تم پر مشتبہ ہو گیا ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک بات سوچی ہے۔

''جس دن آسمان دھواں لے کر آئے گا''

ابن صیاد بولا یہ دخ ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دفعہ ہو جاؤ! تم اپنی اوقات سے آگے نہیں بڑھ سکو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ مجھے حکم دیجئے' میں اس کی گردن اڑا دوں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تو یہ حقیقی طور پر (دجال ہے) تو تم اس پر قابو نہیں پا سکو گے' اور اگر یہ وہ نہیں ہے' تو اسے قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق بیان کرتے ہیں: اس سے مراد دجال ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

فتنہ ابن صیاد کا تعارف:

احادیث باب میں فتنہ ابنِ صیاد کا تذکرہ ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن صیاد یا ابن صائد مدینہ طیبہ کے ایک یہودی کا بیٹا تھا جس کے دجال ہونے میں لوگوں کو اشتباہ تھا۔ تاہم اس کے اقوال و افعال اور صفات دجال والی تھیں، یہ دجال تیس مشہور دجالوں میں سے نہیں تھا۔ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مختلف اقوال تھے: بعض اسے دجال قرار نہیں دیتے تھے، لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے حلفاً دجال قرار دیتے تھے۔ بعض اسے دجال نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ مدینہ طیبہ کا باسی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں لیکن تجھ پر ایمان نہیں رکھتا، کیونکہ تو نبی نہیں ہے کیا تو بھی میرے نبی ہونے پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا: جب آپ میری نبوت کے قائل نہیں ہیں تو میں بھی آپ کی نبوت کو تسلیم کرنے سے قاصر ہوں۔ اس نے مزید آپ سے کہا: آپ امیوں (جہلاء) کے نبی ہیں۔

دوران سفر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے دجال ہونے پر اشتباہ پیدا ہوا، اس نے آپ کی خدمت میں دودھ پیش کیا تو آپ نے نفرت کی وجہ سے قبول نہ فرمایا۔ اس نے دوران گفتگو اپنے دجال ہونے کی نفی پر دلائل دیے کہ میں مدینہ طیبہ کا

باسی ہوں جبکہ دجال قطعاً مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ میں دجال اور اس کے باپ کے بارے میں جانتا ہوں۔ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی وجوہات کی وجہ سے اسے قتل نہ کیا تھا:

1- وہ نابالغ تھا،

2- شہر کا دفاع کرنے کا اس سے معاہدہ تھا،

3- اگر دجال نہ ہو تو اسے قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

4- اگر دجال ہو تو اسے قتل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے خود قتل کریں گے۔

5- دجال کی اولاد نہیں ہوگی جبکہ اس کی اولاد موجود تھی۔

6- دجال کا حرمین شریفین میں داخلہ ممنوعہ تھا لیکن یہ مدینہ طیبہ کا رہائشی اور مکہ کی طرف حج یا عمرہ کی غرض سے عازم سفر بھی تھا۔

ابن صیاد اپنے آپ کو نبی قرار دیتا تھا۔ نزول وحی اور فرشتوں کی آمد کا بھی اعلان کرتا تھا۔ اس نے اعلان کیا، میرے پاس دو آتے ہیں:

1- ایک صادق، 2- ایک کاذب۔

ایک موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے اسے مشتبہ قرار دیا اور دفع ہونے کا فرمایا تھا۔

2176 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا عَلَى الْاَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوسَةٌ يَعْنِى الْيَوْمَ تَاْتِى عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّبُرَيْدَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس وقت روئے زمین پر موجود ہر زندہ شخص (زیادہ سے زیادہ) سو سال تک زندہ رہے گا (اس وقت تک ضرور فوت ہو جائے گا)

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

2177 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِىْ بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ وَهُوَ ابْنُ اَبِىْ حَثْمَةَ

2176- اخرجه مسلم (۱۹۶۷/۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: قوله صلى الله عليه وسلم لا تاتى مائة سنة و على الارض---) حديث (۲۵۳۹/۲۲۰) من طريق ابى نضرة فذكره۔

2177- ينظر مسلم (۱۹۶۵/۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: قوله صلى الله عليه وسلم (لا تاتى مائة سنة و على الارض---) حديث (۲۵۳۷/۲۱۷) وابو داؤد (۵۲۸/۲): كتاب الملاحم' باب: قيام الساعة' حديث (۴۳۴۸)- من طريق عبد الرزاق' عن معمر' عن الزهرى' عن سالم و ابى بكر بن سليمان بن ابى حثمة' كلاهما عن ابن عمر به۔

متن حدیث: اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِىْ اٰخِرِ حَيَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ عَلٰى رَاْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَوَهِلَ النَّاسُ فِىْ مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ فِيْمَا يَتَحَدَّثُوْنَهٗ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ عَنْ مِّائَةِ سَنَةٍ وَّاِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ اَنْ يَّنْخَرِمَ ذٰلِكَ الْقَرْنُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اپنی ظاہری حیات کے آخری زمانے میں عشاء کی نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا' تو آپ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو آج کی اس رات کے ٹھیک ایک سو سال بعد کوئی ایسا شخص باقی (یعنی زندہ) نہیں رہے گا' جو اس وقت روئے زمین پر موجود ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو نقل کرنے میں غلطی کی ہے اور اسے اس مفہوم میں نقل کیا ہے: ایسا تقریباً ایک سو سال سال تک ہوگا جبکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: آج روئے زمین پر جو شخص موجود ہے اس سے مراد یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا تھا: ٹھیک ایک صدی گزرنے کے بعد (موجودہ زندہ لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

احادیث باب کا مفہوم:

احادیث باب کا بعض لوگوں نے یہ مطلب سمجھا ہے کہ دنیا کی زندگی صرف ایک سو سال ہے اور اس کے بعد قیامت برپا ہو جائے گی، ان کی یہ بات درست نہیں ہے' بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ زمین پر موجود ہیں یہ ایک سو سال کے اندر اندر دنیا سے رخصت ہو جائیں گے' اور ان میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا' تاہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ضابطے سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں اور فرشتے بھی فضا اور آسمانوں میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ابلیس بھی اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہے' کیونکہ اس کا تخت زمین پر نہیں ہے' بلکہ پانی پر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی پورا ہوا' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری صحابی حضرت ابوالطفیل ہیں جن کا وصال 110ھ میں ہوا تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کے مستثنیٰ ہونے کے بارے میں قطعی علم نہیں ہے' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ تاہم ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص مسجد میں گفتگو کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو بھیجا کہ انہیں جا کر کہوں کہ وہ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں! جب ان تک آپ کا پیغام پہنچا تو انہوں نے جواب میں کہا وہ تو امام الانبیاء ہیں۔ خادم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون شخص تھا جس کے پاس آپ نے مجھے دعا کرانے کے لیے

روانہ کیا تھا؟ فرمایا: وہ خضر علیہ السلام تھے، مزید ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک شخص جا رہا تھا، کسی خادم نے دیکھ لیا اور عرض کیا: حضور! آپ کے ساتھ کون شخص تھا؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا؟ عرض کیا: حضور: جی ہاں! اسی لیے تو میں نے ان کے بارے میں آپ سے دریافت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم تو پھر بہت نیک آدمی ہو، وہ خضر علیہ السلام تھے۔ یہ واقعات بھی ایک صدی کے اندر کے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عربی وغیرہ علماء نے تصریح کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بقید حیات نہیں ہیں اگر وہ بقید حیات ہوتے تو عہد میثاق کے مطابق غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت کے لیے شامل ہوتے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرض کیا تھا: اے اللہ! اگر اس موقع پر تو نے ہماری معاونت ومدد نہ کی تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی موجود نہیں رہے گا۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام بقید حیات ہوتے تو آپ نے یہ کیوں فرمایا: زمین پہ تیری عبادت کرنے والا کوئی موجود نہیں رہے گا؟

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيَاحِ

باب 56: ہوا کو برا کہنے کی ممانعت

2178 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيهِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَسُبُّوا الرِّيحَ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مَا تَكْرَهُونَ فَقُولُوا اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا اُمِرَتْ بِهِ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَاَبِي هُرَيْرَةَ وَعُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ وَاَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "ہوا کو برا نہ کہو جب تم ایسی صورتحال دیکھو جو ناپسندیدہ ہو، تو تم یہ کہو:

"اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی کا اور اس میں موجود بھلائی کا اور اس کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور ہم تجھ سے اس ہوا کے شر اور اس میں موجود شر اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں"۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2178- اخرجه احمد (١٣٢/٥) و عبد بن حميد (٨٦)، حديث (١٦٧) من طريق سعيد بن عبد الرحمن بن ابزى، عن ابيه، فذكره.

شرح

ہوا کو برا کہنے کی ممانعت اور اس سے تحفظ کی دعا:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ہوا طوفانی یا گرم یا سرد چلنے کی وجہ سے طیش میں آ کر اسے برا بھلا کہنے کی اجازت نہیں ہے' کیونکہ یہ برائی اس کے خالق کی طرف عود کرتی ہے' اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جس طرح زمانہ کی گردش کی وجہ سے زمانہ کو برا بھلا کہنے کی اجازت نہیں ہے' کیونکہ زمانہ خود ذات باری تعالیٰ ہے۔ تاہم ہوا کے حوالے سے جب بھی کوئی فتنہ برپا ہو' تو اس سے تحفظ کے لیے یہ دعا کرنی چاہیے: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذَا الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ۔ اے اللہ! ہم تجھ سے ہوا کی بھلائی، اس میں موجود بھلائی اور اس کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی بھلائی طلب کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے ہوا کے شر، اس میں موجود شر اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔

2179 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَضَحِكَ فَقَالَ اِنَّ تَمِيْمًا الدَّارِيَّ حَدَّثَنِيْ بِحَدِيْثٍ فَفَرِحْتُ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدَّثَنِيْ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ فِلَسْطِيْنَ رَكِبُوْا سَفِيْنَةً فِي الْبَحْرِ فَجَالَتْ بِهِمْ حَتّٰى قَذَفَتْهُمْ فِيْ جَزِيْرَةٍ مِّنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ فَاِذَا هُمْ بِدَابَّةٍ لَّبَّاسَةٍ نَاشِرَةٍ شَعْرَهَا فَقَالُوْا مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ قَالُوْا فَاَخْبِرِيْنَا قَالَتْ لَا اُخْبِرُكُمْ وَلَا اَسْتَخْبِرُكُمْ وَلٰكِنِ ائْتُوْا اَقْصَى الْقَرْيَةِ فَاِنَّ ثَمَّ مَنْ يُّخْبِرُكُمْ وَيَسْتَخْبِرُكُمْ فَاَتَيْنَا اَقْصَى الْقَرْيَةِ فَاِذَا رَجُلٌ مُوْثَقٌ بِسِلْسِلَةٍ فَقَالَ اَخْبِرُوْنِیْ عَنْ عَيْنِ زُغَرَ قُلْنَا مَلَاٰى تَدْفُقُ قَالَ اَخْبِرُوْنِیْ عَنِ الْبُحَيْرَةِ قُلْنَا مَلَاٰى تَدْفُقُ قَالَ اَخْبِرُوْنِیْ عَنْ نَّخْلِ بَيْسَانَ الَّذِیْ بَيْنَ الْاُرْدُنِّ وَفِلَسْطِيْنَ هَلْ اَطْعَمَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَخْبِرُوْنِیْ عَنِ النَّبِيِّ هَلْ بُعِثَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَخْبِرُوْنِیْ كَيْفَ النَّاسُ اِلَيْهِ قُلْنَا سِرَاعٌ قَالَ فَنَزّٰى نَزْوَةً حَتّٰى كَادَ قُلْنَا فَمَا اَنْتَ قَالَ اَنَا الدَّجَّالُ وَاِنَّهٗ يَدْخُلُ الْاَمْصَارَ كُلَّهَا اِلَّا طَيْبَةَ وَطَيْبَةُ الْمَدِيْنَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ

◄◄ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مسکراتے ہوئے منبر پر چڑھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمیم داری نے مجھے ایک واقعہ سنایا ہے' جو مجھے اچھا لگا میں یہ چاہتا ہوں' وہ تمہیں بھی سنا دوں' فلسطین سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی موجوں میں گھر گئی اور اس نے انہیں سمندر میں موجود ایک جزیرے تک پہنچا دیا۔

2179- اخرجه مسلم (٤/ ٢٢٦١): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: قصة الجساسة، حديث (١١٩، ١٢٠، ١٢١، ١٢٢ / ٢٩٤٢) و ابو داؤد (٢/ ٥٢١، ٥٢٢): كتاب الملاحم: باب: في خبر الجساسة، حديث (٤٣٢٥، ٤٣٢٦، ٤٣٢٧) و ابن ماجه (٢/ ١٣٥٤): كتاب الفتن: باب: فتنة الدجال و خروج عيسى بن مريم، حديث (٤٠٧٤) و احمد (٣٧٣، ٣٧٤، ٤١١، ٤١٢، ٤١٥، ٤١٦، ٤١٨) و الحميدي (١/ ١٧٧، ١٧٨) حديث (٣٦٤)، من طريق عامر الشعبي، فذكره۔

وہاں ایک عورت تھی جس کے بال اتنے لمبے تھے کہ وہ بال ہی لباس کا کام دے رہے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: میں جساسہ ہوں' لوگوں نے کہا تم ہمیں کچھ بتاؤ وہ بولی میں کچھ نہیں بولوں گی اور نہ ہی تم سے کچھ پوچھوں گی تم اس بستی کے دوسرے کنارے کے پاس چلے جاؤ وہاں وہ شخص موجود ہوگا' جو تمہیں بتائے گا بھی اور تم سے دریافت بھی کرے گا۔

راوی کہتے ہیں: ہم اس بستی کے انتہائی کنارے تک گئے' تو وہاں زنجیروں میں بندھا ہوا ایک شخص موجود تھا وہ بولا: تم لوگ مجھے بتاؤ کہ زغر کے چشمے کا کیا حال ہے؟ ہم نے کہا وہ بھرا ہوا ہے اور چھلک رہا ہے' وہ بولا: مجھے بحیرہ کے بارے میں بتاؤ' ہم نے کہا وہ بھی بھرا ہوا ہے اور جوش مار رہا ہے۔ وہ بولا: اردن اور فلسطین کے درمیان بیسان کے نخلستان کے بارے میں بتاؤ کیا وہ ابھی بھی پھل دیتا ہے۔ ہم نے جواب دیا: جی ہاں۔ وہ بولا: مجھے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بتاؤ کیا وہ مبعوث ہو گئے ہیں؟ ہم نے جواب دیا: جی ہاں۔ وہ بولا: تم لوگ مجھے بتاؤ کہ تم لوگوں کا ان کی طرف رجحان کیسا ہے؟ ہم نے جواب دیا: بڑی (تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں) راوی کہتے ہیں: وہ تیزی سے اچھلا' یہاں تک کہ قریب تھا: وہ (زنجیروں سے آزاد ہو جاتا) ہم نے کہا تم کون ہو' وہ بولا: میں دجال ہوں۔

(نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:) دجال "طیبہ" کے علاوہ ہر ایک شہر میں داخل ہو جائے گا۔

(راوی کہتے ہیں) طیبہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور قتادہ کی شعبی کے حوالے سے روایت کرنے کے طور پر غریب ہے۔ دیگر راویوں نے اسے امام شعبی کے حوالے سے اور سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

شرح

جزیرہ میں مقید دجال اور جساسہ کی نفی:

حدیث باب جامع ترمذی کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی مختلف اسناد سے موجود ہے۔ اس روایت میں دو مسائل بیان کیے گئے ہیں' جو درج ذیل ہیں:

1- حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر ایک جہاد میں جام شہادت نوش کر گئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ام شریک انصاریہ کے ہاں عدت گزارنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ ایک مہمان نواز خاتون ہے اور لوگوں کی اس کے پاس کثرت سے آمد و رفت ہے وہ اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن ام مکتوم کے ہاں عدت پوری کریں۔

2- اس روایت میں صراحت ہے کہ دجال ایک جزیرہ میں قید تھا، لوگ وہاں اچانک پہنچ گئے' وہ پہلے جساسہ عورت سے ملے پھر دجال سے ملاقات ہوئی اور آپس میں ان کی باتیں بھی ہوئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرات احناف نے دونوں مسائل کو خارجی اور داخلی تناقضات کی وجہ سے مسترد کر دیا تھا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- ایک روایت کے مطابق عورت کے شوہر حضرت ابوعمرو بن حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں یمن گئے' وہاں سے انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تیسری طلاق بھی ارسال کر دی، جو ابھی تک باقی تھی، شوہر کی طرف سے قاصد نے عورت کے اخراجات فراہم کرنے کی کوشش کی جو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ حضو

راقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نان ونفقہ کے بارے میں شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَیْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ ۔ان کے ذمہ تمہارا نفقہ نہیں ہے۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث 148) دوسری روایت کے مطابق حضرت فاطمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شوہر ابتداءِ اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ایک غزوہ میں شامل ہو کر شہید ہو گئے تھے۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث 2942) دونوں روایات میں تعارض وتناقض موجود ہے۔

2-ایک روایت کے مطابق مطلقہ کی عدت پوری ہونے پر انہیں حضرت ابوجہم اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پیغام نکاح بھیجا تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پیغام نکاح بھیجا تھا۔

3-ایک روایت کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقہ کی عدت پوری ہونے کے بعد حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منگنی کی تھی اور دوسری روایت کے مطابق اس سے قبل منگنی کی تھی۔

4-ایک روایت کے مطابق دجال سے ملاقات حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہوئی اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قصہ بیان کیا اور دوسری روایت میں ہے یہ سفر حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی نے بیان کیا تھا اور اسے یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

5-یہ قصہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا تھا یا حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا تھا؟ عام روایت کے مطابق یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بیان فرمایا تھا لیکن مسند ابویعلی کی روایت کے مطابق حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بیان کیا تھا۔

6-ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: انطلقوا الی هذا الرجل بالدیر ۔میں "الدیر" سے مراد ہے: پادریوں کی خانقاہ، راہب خانہ۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں۔ اذهب الی ذلك القصر (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 4325)

7-حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہیں دور فاروقی میں جمعہ سے قبل بیان کی اجازت تھی' اور دور عثمان میں بروز ہفتہ بھی بیان کی اجازت تھی۔ اگر حدیث باب کا واقعہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ہے تو اسے کسی مرد کی طرف سے بیان کرنے کے بجائے عورت (حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا) کیوں بیان کرتی ہے؟

8-جس جزیرہ میں لوگوں نے دجال اور جساسہ سے ملاقات کی تھی، اس میں ایک پورا گاؤں آباد تھا۔ فی الحال ذرائع معلومات وسیع ترین ہونے کے باوجود اس جزیرہ کی نشاندہی کیوں نہیں کی گئی وہ کہاں واقع ہے؟

2180 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جُنْدَبٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يُذِلَّ نَفْسَهُ قَالُوْا وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ قَالَ يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيقُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: کسی بھی مؤمن کے لیے اپنے آپ کو ذلیل

2180-اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۳۳۲): کتاب الفتن: باب: قوله تعالی: (یاایها الذین امنوا علیکم انفسکم) (المائدة: ۱۰۵) حدیث (۴۰۱۶)، و احمد (۵/ ۴۰۵) من طریق حماد بن سلمة، عن علی بن زید، عن الحسن، عن جندب، فذکره۔

کرنا مناسب نہیں ہے' لوگوں نے دریافت کیا: کوئی شخص اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے آپ کو اس آزمائش میں پیش کردے جس کا سامنا کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

خود کو ذلیل وخوار کرنے کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ انسان کو تکلیف مالا یطاق میں مبتلا نہیں کرتا، کیونکہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ (البقرہ 286) "اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زائد بوجھ نہیں ڈالتا"۔ فقہاء نے حدیث باب سے یہ ضابطہ اخذ کیا ہے کہ اگر انسان خود اپنی ذات کو تکلیف مالا یطاق میں مبتلا کرلے خواہ کسی امر جائز میں ہو جس سے ذلت و رسوائی اور خواری ہوتی ہو' تو جائز نہیں ہے، مثال کے طور پر: 1- بجلی چوری کرنا۔ 2- بغیر ٹکٹ کے ریل کار کا سفر کرنا۔ 3- ٹیکس چوری کرنا۔ 4- بلیک میں چیک کیش کرانا۔ جب کوئی شخص ان قومی جرائم میں پکڑا جائے تو اس کی ذلت وخواری اور ندامت و پریشانی کی انتہا نہیں رہتی۔ مسلمان کو ایسے امور سے احتراز کرنا چاہئے' کیونکہ یہ اس کی شایان شان ہرگز نہیں ہیں۔

2181 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُكْتِبُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَصَرْتُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَكُفُّهٗ عَنِ الظُّلْمِ فَذَاكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اپنے بھائی کی مدد کرو! چاہے' وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو' عرض کی گئی: یارسول اللہ! اگر وہ مظلوم ہو' تو میں اس کی مدد کرلوں گا' اگر وہ ظالم ہو' تو میں اس کی کیسے مدد کروں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کو ظلم سے روکو یہ تمہارا اس کی مدد کرنا ہوگا۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2181- اخرجه البخاری (٥ /١١٧): كتاب المظالم: باب: اعن اخاك ظالما او مظلوما، حديث (٢٤٤٣) وطرفاه في: (٢٤٤٤، ٦٩٥٢) واحمد (٢٠١/٣) و عبد بن حميد (١٤١١) حديث (١٤٠١) من طريق حميد، فذكره۔

شرح

ظالم ومظلوم کی مدد کرنے کا مفہوم:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرنی چاہیے۔ صحابہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد کرنا تو ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ اس کا دفاع کیا جائے اور اس پر کیے جانے والے ظلم کا تدارک کیا جائے لیکن ظالم کی معاونت کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حکیمانہ انداز میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ظالم کو ظلم سے روکنے کی کوشش کرنا اس کی معاونت ہے، تاکہ وہ اپنے مسلمان بھائی پر زیادتی سے باز آجائے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 2444)

2182 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى عَنْ وَّهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَمَنْ اَتَى اَبْوَابَ السُّلْطَانِ افْتَتَنَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس شخص نے جنگل میں سکونت اختیار کی وہ سخت مزاج اور بد اخلاق ہو گیا اور جس شخص نے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہو گیا جو شخص حکمران کے دروازے پر آیا وہ آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے طور پر "غریب" ہے ہم اسے ثوری نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

قربِ سلطان باعث فتنہ ہونا:

سلطان وقت کے پاس اس غرض سے جانا کہ اسے حق بات کہتے ہوئے اس کے فرائض منصبی سے آگاہ کیا جائے اور ظلم وزیادتی سے احتساب کرنے کا درس دیا جائے، یہ جہادِ اکبر ہے، کیونکہ اس میں سلطان سمیت تمام قوم کا فائدہ ہے۔ تاہم اپنے ذاتی مفاد کے لیے یا کسی ناجائز بات میں ہاں سے ہاں ملانے کی غرض سے سلطان عصر کے پاس جانا باعث ذلت وفتنہ ہے۔ حدیث باب میں تین اہم امور پر روشنی ڈالی گئی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

2182- اخرجه ابو داؤد (۳/ ۱۲۴): كتاب الصيد: باب: في اتباع الصيد، حديث (۲۸۵۹) من طريق وهب بن منبه، فذكره-

1-مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا۔ جنگل میں رہائش اختیار کرنا ظلم ہے۔اس ظلم کی وجہ ترک جماعت،ترک جمعہ،اہل علم کی محفل سے محرومی،مکارم اخلاق سے دوری اور خدمت خلق کے جذبہ کا معدوم ہونا ہے۔

2-ومن اتبع الصيد غفل ،جوشکار کا عادی ہو وہ غفلت میں پڑ گیا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شکار کرنے کا عادی بن جاتا ہے وہ اسی کام کا ہو کر رہ جاتا ہے اور وہ دیگر تمام امور کو نظر انداز کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اہم اور ضروری کاموں کے انجام دینے سے بھی غفلت کا شکار ہو جاتا ہے۔

3-ومن اتى ابواب السلطان افتتن ۔سلطان وقت کے دروازہ کا چکر لگانا باعث فتنہ ہے۔اس کی توضیح اوپر گزر چکی ہے۔

2183 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّكُمْ مَنْصُوْرُوْنَ وَمُصِيْبُوْنَ وَمَفْتُوْحٌ لَكُمْ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم لوگوں کی مدد کی جائے گی تم لوگوں کو مال و دولت ملے گا تم لوگوں کے لیے کشادگی ہو گی تو تم میں سے جو شخص ایسی صورتحال کو پائے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے نیکی کا حکم دے برائی سے منع کرے اور جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

خوشحالی باعث فتنہ ہونا:

جس طرح بعض اوقات فقر و فاقہ اور غربت و افلاس بے دینی اور گمراہی کا باعث بن جاتی ہے اسی طرح بعض اوقات خوشحالی بھی دین سے دوری اور غفلت و فتنہ کا سبب بن جاتی ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں خوشحالی کی خوشخبری سنائی وہاں اس کی خرابیوں اور نقائص کی بھی نشاندہی فرمادی ہے۔بعض اوقات انسان خوشحالی کی وجہ سے اس قدر غفلت کا شکار ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اپنے ذاتی مفادات کے لیے احادیث گھڑنے سے بھی باز نہیں آتا۔خود ساز احادیث بیان کرنے اور احادیث گھڑنے کی وعید و مذمت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ومن يكذب على متعمدا فليبوا

2183-اخرجه ابن ماجه (۱/ ۱۳): المقدمة: باب: التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (۳۰) من طريق

مقعده من النار ۔ (مسند امام احمد، ج اوّل 398) جو شخص عمداً مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

2184 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاؤُدَ اَنْبَانَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ وَحَمَّادٍ وَّعَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ سَمِعُوْا اَبَا وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عُمَرُ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ اَنَا قَالَ حُذَيْفَةُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَجَارِهٖ يُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَسْتُ عَنْ هٰذَا اَسْاَلُكَ وَلٰكِنْ عَنِ الْفِتْنَةِ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ عُمَرُ اَيُفْتَحُ اَمْ يُكْسَرُ قَالَ بَلْ يُكْسَرُ قَالَ اِذًا لَّا يُغْلَقُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ اَبُوْ وَائِلٍ فِيْ حَدِيْثِ حَمَّادٍ فَقُلْتُ لِمَسْرُوْقٍ سَلْ حُذَيْفَةَ عَنِ الْبَابِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ عُمَرُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ نے فتنے کے بارے میں جو ارشاد فرمایا تھا وہ کس شخص کو یاد ہے' تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے یاد ہے' پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی: آدمی کی بیوی اس کا مال اس کی اولاد اور اس کا پڑوسی آزمائش ہوتے ہیں اور نماز' روزہ' صدقہ کرنا نیکی کا حکم دینا' برائی سے روکنا اس کا کفارہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تم سے اس بارے میں دریافت نہیں کیا میں نے تم سے اس فتنے کے بارے میں دریافت کیا ہے' جو سمندر کی موجوں کی طرح ہوگا' تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا اسے کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے' تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: اسے توڑ دیا جائے گا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تو وہ اس لائق ہے کہ قیامت تک بند نہ ہو۔

ابووائل نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: میں نے مسروق سے کہا: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیجئے؟ اس دروازے کے بارے میں انہوں نے دریافت کیا' تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

شرح

سمندر کی طرح فتنہ کا موجزن ہونا:

فتنے کی متعدد اقسام ہیں:

1- انسان کے اندر کا فتنہ، یہ وہ فتنہ ہے' جس سے آدمی کے احوال بگڑ جاتے ہیں اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اسے عبادت و

2184- اخرجه البخاری (۲/ ۱۱): كتاب اموا قيت الصلاة؛ باب: الصلاة كفارة؛ حديث (۵۲۵)- واطرافه في: (۱۴۳۵، ۱۸۹۵، ۳۵۸۶، ۷۰۹۶)، ومسلم (۴/ ۲۲۱۸، ۲۲۱۹): كتاب الفتن و اشراط الساعة؛ باب: في الفتنة التي تموج كموج البحر، حديث (۲۶، ۲۷/ ۱۴۴)، و ابن ماجه (۲/ ۱۳۰۵): كتاب الفتن: باب: ما يكون من الفتن، حديث (۳۹۵۵)، و احمد (۵/ ۴۰۱) من طريق الفتن، فذكره-

ریاضت میں حلاوت محسوس نہیں ہوتی۔

2- نظام خانہ داری کا فتنہ، یہ وہ فتنہ ہے، جس کی وجہ سے گھر کا امن وسکون تباہ ہو جاتا ہے اور گھر کے تمام افراد پریشانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

3- اولاد میں فتنہ: یہ وہ فتنہ ہے، جس کی وجہ سے والدین اور اولاد باہم متنفر ہو جاتے ہیں یعنی والدین اپنے فرائض اور حقوق اولاد نظرانداز کر دیتے ہیں اور اولاد والدین کے حقوق اور اپنے فرائض سے غفلت برتنا شروع کر دیتی ہے۔

4- مال ودولت کا فتنہ: یہ وہ فتنہ ہے کہ انسان ہمہ وقت دنیا اور دولت طلبی میں مصروف ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے اہم اور دینی اور انجام دینے سے غافل ہو جاتا ہے۔

5- سمندر کی طرح موجزن فتنہ یہ وہ فتنہ ہے، جس وجہ سے حکمران طبقہ اور رعایا سب متاثر ہوتے ہیں۔ یہ نظام سلطنت کے بگاڑ کا فتنہ ہے۔ حدیث باب میں اسی فتنے کا ذکر ہے۔ جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں (آپ کی شہادت سے) شروع ہوا اور تا حال اس کا سد باب نہ ہو سکا۔

فائدہ نافعہ: فتنوں کا علم ہونا اس لیے ضروری ہے، تاکہ ان کا دفاع کیا جا سکے ان سے بچا سکے۔ گھریلو یا خاندانی فتنوں کا تدارک صداقت، امانت اور اپنے حقوق وفرائض کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر کیا جا سکتا ہے، مالی فتنوں کا خاتمہ مال کو حلال طریقہ سے حاصل کر کے، صدقات وخیرات ادا کر کے اور حلال وجائز امور میں خرچ کر کے کیا جا سکتا ہے۔ والدین اور اولاد کا باہم فتنہ بھی اپنے فرائض وحقوق کو پورا کر کے کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح پڑوسی کی پریشانی کا فتنہ اس کے دکھ درد میں شامل ہو کر ختم کیا جا سکتا ہے۔

2185 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَاصِمٍ الْعَدَوِيِّ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ تِسْعَةٌ خَمْسَةٌ وَّأَرْبَعَةٌ أَحَدُ الْعَدَدَيْنِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْآخَرُ مِنَ الْعَجَمِ فَقَالَ اسْمَعُوا هَلْ سَمِعْتُمْ أَنَّهُ سَيَكُونُ بَعْدِي أُمَرَاءُ فَمَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَأَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ وَلَيْسَ بِوَارِدٍ عَلَيَّ الْحَوْضَ وَمَنْ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ فَهُوَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَارِدٌ عَلَيَّ الْحَوْضَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ مِسْعَرٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: قَالَ هَارُونُ فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَاصِمٍ الْعَدَوِيِّ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ هَارُونُ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَلَيْسَ بِالنَّخَعِيِّ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ

2185- اخرجه النسائي (۷/۱۶۰): كتاب البيعة، باب: ذكر الوعيد لمن اعان اميرا على الظلم، حديث (۴۲۰۷)، واحمد (۴/۲۴۳)، و عبد بن حميد (۱۴۵)، حديث (۳۷۰) من طريق ابو حصين عثمان بن عاصم، عن عامر الشعبي، فذكره۔

مِسْعَرٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ حُذَیْفَةَ وَابْنِ عُمَرَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ہم اس وقت نو آدمی تھے جن میں سے پانچ عرب تھے اور چار عجمی تھے یا شاید پانچ عجمی تھے اور چار عرب تھے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غور سے سنو! کیا تم نے یہ بات سنی ہے: میرے بعد امراء ہوں گے۔ جو شخص ان کے پاس جائے ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے۔ ان کے جھوٹ میں ان کی مدد کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا حوض پر مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا' جو شخص ان کے پاس نہیں جائے گا ان کے ظلم میں ان کی مدد نہیں کرے گا ان کی تصدیق نہیں کرے گا وہ مجھ سے متعلق ہے اور میں اس سے متعلق ہوں اور وہ حوض پر میرے پاس آئے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح غریب'' ہے ہم اسے صرف مسعر نامی راوی کی روایت کے طور پر اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت کعب بن عجرہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

ظالم حکمرانوں کی معاونت کرنے کی وعید:

خدا ترس اور نیک حکمرانوں کی معاونت کرنا اور ان کی اطاعت گزاری بہت بڑی نیکی ہے، اللہ و رسول کے باغی اور ظالم حکمرانوں کی معانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ان کی غلط پالیسیوں کی حمایت کرنا اور اصلاح کی کوشش نہ کرنے کی وعید مذمت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں سے اظہار ناراضگی کیا اور انہیں حوض کوثر سے محروم قرار دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظلم و ستم اور برائی میں کسی کی معاونت کرنا بھی ظلم و زیادتی ہے' جو کسی مسلمان کی شایان شان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تاہم ظالم حکمرانوں کی اصلاح کرنا، ظلم و زیادتی سے روکنا اور ان کے سامنے حق بات کہنا' جہاد اکبر سے کم نہیں ہے۔ اس صورت میں حکمرانوں سے لے کر عوام تک سب کا فائدہ ہے اور سلطنت کے ہر فرد کی ترجمانی ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2186 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ مُوْسَی الْفَزَارِیُّ ابْنُ بِنْتِ السُّدِّیِّ الْکُوْفِیُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَاکِرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِیْهِمْ عَلٰی دِیْنِهٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَعُمَرُ بْنُ شَاکِرٍ شَیْخٌ بَصْرِیٌّ قَدْ رَوٰی عَنْهُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا' جب دین پر قائم رہنے والا شخص اس طرح ہوگا جس طرح اس نے اپنی مٹھی میں انگارہ رکھا ہوا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

عمر بن شاکر' بصرہ سے تعلق رکھنے والے بزرگ ہیں' کئی اہلِ علم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

فتنوں کے دور میں دین پر قائم رہنے کی فضیلت:

جب فتنوں کا دور شروع ہو جائے گا تو دین پر قائم رہنا انتہائی درجہ کا دشوار ہوگا بلکہ جس طرح اپنی مٹھی میں آگ کا انگار پکڑنا دشوار ہوتا ہے۔ تاہم اس دور میں دین پر قائم رہتے ہوئے کوئی عمل صالح انجام دینے کا اجر وثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: للعامل فیهن اجر خمسین رجلاً یعملون مثل عمله ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث 5144) اس زمانہ میں دینی امور کو انجام دینے کا ثواب پچاس آدمیوں کے برابر ہوگا، جو اس جیسا عمل کرتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دریافت کیا: ان میں سے پچاس آدمیوں کا مطلب کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تم لوگوں کے پچاس آدمیوں کا اجر وثواب مراد ہے"۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ پرفتن زمانہ عصر حاضر ہے۔ کیونکہ عریانی وفحاشی، قتل وغارت، ظلم وزیادتی، شراب نوشی اور زنا کاری جیسے گناہ شب وروز کیے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں اسلامی اصولوں پر کاربند رہنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے' لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ شیطانی حربوں سے بچتے ہوئے اسلامی اصولوں پر عمل پیرا رہے۔

فائدہ نافعہ: جس طرح مسلم وغیر مسلم، عالم وجاہل، اور نیک وبد شخص کی نیکی میں فرق ہے، اسی طرح صحابی اور غیر صحابی کے عمل خیر میں بھی زمین وآسمان کا فرق ہے، صحابی ایک مٹھی جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے اس کا اجر وثواب غیر صحابی سے زیادہ ہے' جو احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہے۔ اس بات سے صحابی رسول کی عظمت وفضیلت کا پتہ چلتا ہے۔

2187 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ اَخْبَرَنِيْ مُوْسٰی بْنُ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا مَشَتْ اُمَّتِيْ بِالْمُطَيْطِيَاءِ وَخَدَمَهَا اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ اَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّوْمِ سُلِّطَ شِرَارُهَا عَلٰى خِيَارِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رَوَاهُ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيِّ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَا يُعْرَفُ لِحَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَصْلٌ اِنَّمَا الْمَعْرُوْفُ حَدِيْثُ مُوْسٰى بْنِ عُبَيْدَةَ وَقَدْ رَوٰى مَالِكُ بْنُ

اَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب میری امت کے لوگ اکڑ کر چلنا شروع کریں گے اور بادشاہوں کی اولاد ان کی خدمت کرے گی اور فارس اور روم کے لوگ ان کی خدمت کریں گے تو ان کے بد ترین لوگ ان کے بہترین لوگوں پر مسلط کر دیے جائیں گے۔

ابومعاویہ نامی راوی نے اسے یحییٰ بن سعید انصاری سے نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن دینار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

یحییٰ بن سعید کے حوالے سے عبداللہ بن دینار کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ابومعاویہ کی اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔ معروف یہی ہے: اسے موسیٰ بن عبیدہ سے نقل کیا گیا ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو یحییٰ بن سعید کے حوالے سے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں عبداللہ بن دینار اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

لوگوں کا تکبر و غرور کرنا اور ان پر بدترین حکمرانوں کا تسلط ہونا:

علامات قیامت میں سے دو علامتیں حدیث باب میں بیان کی گئی ہیں:

1- لوگوں کا تکبر و غرور کرنا: مرور وقت کے ساتھ جب لوگوں میں اکل حلال اور صدق مقال صفات کا خاتمہ ہو جائے گا تو لوگ تکبر و غرور کا شکار ہو جائیں گے اور یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت ناپسندیدہ ہوگی کیونکہ تکبر وغیرہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

2- بدترین حکمرانوں کا تسلط ہونا۔ جب لوگوں میں بے عملی، بدکرداری اور تکبر و غرور کا ناسور پھیل جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقامی طور پر ان پر ظالم و جابر حکمران مسلط کر دیے جائیں گے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بعید از قیاس نہیں ہے کہ جیسی عوام ہوتی ہے ویسے ہی ان پر حکمران مسلط کیے جاتے ہیں اور حکمران ان پر عذاب وقہر الٰہی بن کر چھا جاتے ہیں۔

2188 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: عَصَمَنِي اللّٰهُ بِشَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا هَلَكَ كِسْرٰى قَالَ مَنِ اسْتَخْلَفُوْا قَالُوْا ابْنَتَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَّوْا اَمْرَهُمُ امْرَاَةً قَالَ فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ يَعْنِي الْبَصْرَةَ ذَكَرْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَنِي اللّٰهُ بِهٖ

2188- اخرجه البخارى (۷ /۷۳۲): كتاب المغازى: باب: كتاب النبى صلى الله عليه وسلم الى كسرى و قيصر، حديث (۴۴۲۵) و طرفه فى: (۷۰۹۹) و النسائى (۸ /۲۲۷): كتاب آداب القضاة: باب: النهى عن استعمال النساء فى الحكم، حديث (۵۳۸۸) و احمد (۵ /۴۳، ۴۷، ۵۱/۵)- من طريق الحسن، فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی ایک بات سنی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچالیا (نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں) جب کسریٰ مرگیا' تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: لوگوں نے اپنا امیر کسے بنایا ہے' تو لوگوں نے بتایا: کسریٰ کی بیٹی کو' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جن کی حکمران ایک عورت ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں' یعنی بصرہ آئیں' تو مجھے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان مجھے یاد آ گیا' تو اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے مجھے بچالیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

عورت کی حکمرانی قوم کی ناکامی ہونا:

جس طرح جہلاء، بے دین اور فاسق وفاجر لوگوں کی حکمرانی رعایا کے لیے عذاب ثابت ہوتی ہے، بالکل اسی طرح عورت کی حکمرانی بھی عذاب الٰہی کا مظہر، قیامت کی علامت اور عوام کی ناکامی کا باعث ہوتی ہے۔ کسریٰ کے بعد شیرویہ ایران کا سلطان مقرر ہوا تو وہ چھ ماہ بعد زہر کھا کر آنجہانی ہوا۔ پھر اس کی بیٹی بوران حکمران تعینات ہوئی' کیونکہ شیرویہ نرینہ اولاد سے محروم تا جبکہ وہ اپنے بھائیوں کو پہلے ہی قتل کر چکا تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شیرویہ کی بیٹی کے بارے میں عرض کیا گیا کہ وہ ''ایران'' کی حکمران بن چکی ہے تو آپ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: **لن یفلح قوم ولوا امرهم وامراة** (صحیح بخاری، رقم الحدیث 4425) جس قوم نے عورت کو اپنی حکمران بنایا وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نہ عورت کامیابی کے ساتھ حکومت کرسکتی ہے اور نہ قوم ترقی کرسکتی ہے' بلکہ ناکامی کے علاوہ انہیں کوئی چیز میسر نہیں ہوگی۔

سوال: کیا شرعی طور پر عورت ملک کی سربراہ بن سکتی ہے یا نہیں؟

جواب، اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے: جمہور کے نزدیک عورت ملک کی حکمران ہرگز نہیں بن سکتی۔ انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جن امور میں عورت گواہ بن سکتی ہے ان میں وہ امیر بھی بن سکتی ہے اور جن معاملات میں وہ گواہ نہیں بن سکتی ان میں امیر نہیں بن سکتی۔

فائدہ نافعہ: جب کوئی عورت استعلاء وتغلب کی بنیاد پر کسی ملک کی سربراہ بن جائے تو اس صورت میں بالاجماع اس کی امارت منعقد ہو جائے گی اور اس کی اطاعت لازم وضروری ہو جائے گی۔ یاد رہے! ووٹنگ، پارٹی الیکشن اور اکثریت بھی تغلب کی شکل ہے' کیونکہ جمہوری نظام میں دیگر تمام امور کو نظر انداز کر کے محض سروں کی گنتی کی جاتی ہے۔

2189 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰى اُنَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِكُمْ

مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوْا فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِخَيْرِنَا مِنْ شَرِّنَا قَالَ خَيْرُكُمْ مَنْ يُّرْجٰى خَيْرُهٗ وَيُؤْمَنُ شَرُّهٗ وَشَرُّكُمْ مَنْ لَّا يُرْجٰى خَيْرُهٗ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے کچھ لوگوں کے پاس ٹھہرے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو تمہارے اچھے اور تمہارے برے لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں' راوی بیان کرتے ہیں: لوگ خاموش رہے' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی تو ایک صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ ہمیں بتائیں کہ اچھے لوگ کون سے ہیں اور ہم میں سے برے لوگ کون سے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں' جن سے بھلائی کی امید کی جائے اور ان کے شر سے محفوظ رہا جائے اور برے لوگ وہ ہیں جن سے بھلائی کی امید نہ کی جائے اور ان کے شر سے محفوظ نہ رہا جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سب سے بدتر اور بہتر لوگوں کا معیار:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے تین بار یہ بات دریافت کی کہ سب سے بہتر کون شخص ہے اور بدتر کون؟ انہوں نے بیک زبان عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بہتر جانتے ہیں اور آپ ہی اس بارے میں بیان فرمائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقدہ کا حل پیش کرتے ہوئے اور خیر و شر کا معیار مقرر کرتے ہوئے جواب دیا: بہتر وہ آدمی ہے' جس سے خیر کی امید واثق ہو اور اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں اس کے برعکس سب سے برا وہ شخص ہے' جس سے خیر کی امید نہ کی جا سکتی ہو اور اس کے شر سے بھی بے خوف ہونے کا تصور پیدا نہ ہو۔

2190 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ حُمَيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخِيَارِ اُمَرَائِكُمْ وَشِرَارِهِمْ خِيَارُهُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَتَدْعُوْنَ لَهُمْ وَيَدْعُوْنَ لَكُمْ وَشِرَارُ اُمَرَائِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ حُمَيْدٍ

توضیح راوی: وَمُحَمَّدٌ يُّضَعَّفُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کیا میں تمہیں تمہارے بہترین حکمرانوں اور برے حکمرانوں کے بارے میں بتاؤں؟ ان میں سے بہترین وہ ہیں: جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کریں تم ان کے

لیے دعا کرو وہ تمہارے لیے دعا کریں' اور تمہارے حکمرانوں میں سے بدترین وہ ہیں' جنہیں تم ناپسند کرو اور وہ تمہیں ناپسند کریں تم لوگ ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے محمد بن ابوحمید نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں اور محمد نامی راوی کو ان کے حافظے کے حوالے سے ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔

شرح

بہترین اور بدترین امراء:

حدیث باب میں بہترین اور بدترین حکمرانوں کی رہنمائی کی گئی ہے۔ بہترین حکمران وہ ہیں جو قوم سے محبت کرتے ہیں اور قوم ان سے محبت کرتی ہے۔ وہ قوم کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور قوم ان کے حق میں دعا کرتی ہے۔ بدترین امراء وہ ہیں جن سے تم عداوت رکھتے ہو اور وہ تم سے عداوت رکھتے، تم ان پر لعنت کرتے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہیں۔ اس روایت میں بھی خیر و بھلائی کا معیار باہم محبت کرنے کو اور برائی کا معیار حکمرانوں کے بارے میں لوگوں کا اظہار نفرت کرنا ہے۔

2191 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اَئِمَّةٌ تَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ بَرِیءَ وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: عنقریب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے' جن کی کچھ باتیں تمہیں اچھی لگیں گی اور کچھ بری لگیں گی' تو جو شخص ان کا انکار کرے وہ بری الذمہ ہو گیا اور جو ناپسند کرے وہ سلامت رہا' لیکن جو اس سے راضی رہا اس نے پیروی کی (وہ برباد ہو جائے گا) عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ کیا ہم ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہ کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت تک نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

خیر و بدعمل حکمرانوں کے ساتھ مسلمان لوگوں کا طرزِ عمل:

جن حکمرانوں کے بعض اعمال خیر ہوں اور بعض برے ہوں تو ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا جائے؟ اس کا جواب حدیث میں

2191- اخرجه مسلم (۳/ ۱۴۸۰): كتاب الامارة: باب: وجوب الانكار على الامراء فيما يخالف الشرع، حديث (۶۲، ۶۳، ۶۴ / ۱۸۵۴) و ابوداؤد (۲/ ۶۵۵، ۶۵۶): كتاب السنة: باب: الخوارج، حديث (۴۷۶۰، ۴۷۶۱) و احمد (۶/ ۲۹۵، ۳۰۲، ۳۲۱)- من طريق الحسن، عن ضبة، فذكره-

پیش کیا گیا ہے:

1- جس شخص نے انہیں برا قرار دیا وہ یقیناً کامران ہوگا۔

2- جو شخص دل سے انہیں برا خیال کرتا ہے۔ وہ ان کے شر سے محفوظ رہے گا، جس شخص نے دلی طور پر انہیں پسند کیا تو اس نے گویا ان کی پیروی کی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم لوگ ان سے جہاد نہ کریں؟ آپ نے جواب دیا: جب تک وہ نماز ادا کرتے ہیں ان سے لڑائی درست نہیں ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم ان لوگوں سے تعلقات منقطع نہ کرلیں؟ آپ نے جواب دیا: نہیں! جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں۔ خبردار! جس شخص پر کوئی حکمران مقرر کیا گیا اس نے اسے معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا تو وہ اس کی معصیت کو پسند نہ کرے اور اس کی اطاعت کو بھی ترک نہ کرے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث 1855)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمران طبقہ سے لڑائی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: تاہم اگر تم انہیں کفر کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھو، جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کوئی دلیل موجود ہو۔

(مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث 3666)

فائدہ نافعہ: جب خلیفہ وقت ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے مثلاً فرضیت صلوٰۃ وغیرہ کا انکار کرے تو اس سے جنگ کرنا واجب ہے کیونکہ خلیفہ کے تقرر کے مقاصد میں سے ایک اقامت دین ہے جبکہ اس نے اس کا انکار کر کے اپنا مقصد فوت کر دیا۔ ایسا حکمران خود ڈوبے گا اور قوم کو بھی لے ڈوبے گا۔ (رحمتہ اللہ الواسعۃ، ج5 ص228)

2192 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْاَشْقَرُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّهَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَا حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ عَنْ سَعِيْدِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا كَانَ اُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَاَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَائَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَ اُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَائَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ

توضیح راوی: وَصَالِحٌ الْمُرِّيُّ فِيْ حَدِيْثِهِ غَرَائِبُ يَنْفَرِدُ بِهَا لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا وَهُوَ رَجُلٌ صَالِحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تمہارے حکمران اچھے لوگ ہوں مالدار ہوں مہربان ہوں اور تمہارے معاملات آپس میں مشورے کے ذریعے طے ہوتے ہوں تو زمین کا ظاہری حصہ تم لوگوں کے لیے باطنی حصے سے بہتر ہوگا اور جب تمہارے حکمران تمہارے بدترین لوگ ہوں خوشحال ہوں لیکن بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کا باطنی حصہ تمہارے لیے اوپر والے حصے سے زیادہ بہتر ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف صالح مری نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔
صالح کی روایات غریب ہوتی ہیں، جنہیں نقل کرنے میں وہ منفرد ہوتے ہیں ان کی متابعت نہیں کی جاتی ویسے وہ نیک آدمی تھے۔

شرح

جینے اور مرنے کا معیار:

حدیث باب میں بہتر جینے اور بہتر مرنے کا معیار بیان کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حکمران طبقہ اچھا ہو، مال دار لوگ سخی ہوں اور معاملات مشاورت سے حل ہوتے ہوں تو جینا مرنے سے بہتر ہے۔ اگر حکمران بدترین لوگ ہوں، اغنیاء بخیل بن جائیں اور معاملات عورتوں کے سپرد کیے گئے ہوں تو زندہ رہنے سے مرنا بہتر ہے، کیونکہ ایسی صورت میں زندگی کا کوئی مزہ نہیں رہے گا۔ زندگی یا موت کے بہتر ہونے کا معیار حکمران ہیں۔ اگر وہ نیک ہوں تو زندگی موت سے ہے بہتر اور اگر وہ برے ہوں تو موت زندگی سے بہتر۔

2193 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْجَوْزَجَانِيُّ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّكُمْ فِىْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِهٖ هَلَكَ ثُمَّ يَاْتِىْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِهٖ نَجَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ نُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم لوگ ایک ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے جس شخص کو حکم دیا گیا ہے اگر وہ اس کا دسواں حصہ ہی ترک کردے تو ہلاکت کا شکار ہو جائے گا، پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جب لوگ دیے گئے حکم کے دسویں حصہ پر عمل کر لیں گے، تو بھی نجات پالیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف نعیم بن حماد نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں جو انہوں نے سفیان بن عیینہ سے نقل کی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایات منقول ہیں۔

شرح

پرفتن دور میں احکام دین پر عمل کرنے کی فضیلت:

دورِ رسالت وہ مبارک زمانہ تھا جس میں ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وحی ذات باری تعالیٰ سے علمی فیضان حاصل

کر رہے تھے اور دوسری طرف اصحاب صفہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فیض یاب فرما رہے تھے۔ اس مقدس دور میں دین کے دسویں حصہ پر عمل نہ کرنا بھی ہلاکت کے مترادف تھا۔ تاہم بعد والا دور جوان فیوض و برکات سے خالی ہو، اس میں دین کے دسویں حصہ پر عمل کرنا بھی غنیمت اور باعث نجات تھا۔ ثابت ہوا بابرکت دور میں قلیل بے عملی بھی قابل مؤاخذہ جرم ہوتی ہے اور بے برکت دور میں عمل قلیل بھی باعث فلاح ثابت ہو سکتا ہے۔

فائدہ نافعہ: کہیں قلیل بے علمی جرم بنتا اور کہیں قلیل عمل باعث نجات بنتا، یہ بابرکت اور پرفتن زمانہ کی وجہ سے ہے۔

2194 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنبَرِ فَقَالَ هَاهُنَا اَرْضُ الْفِتَنِ وَاَشَارَ اِلَى الْمَشْرِقِ يَعْنِي حَيْثُ يَطْلُعُ جِذْلُ الشَّيْطَانِ اَوْ قَالَ قَرْنُ الشَّيْطَانِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس طرف فتنوں کی سرزمین ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا (اور فرمایا تھا:) یہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہو گا۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جہاں سے سورج کا کنارہ نکلتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

فتنہ مشرق کی وضاحت:

علامات قیامت میں ایک جانب مشرق سے فتنہ کا ظہور ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس فتنہ عظیمہ کی نشاندہی کی، خواہ یہ حدیث عام ہے لیکن ان سے مخصوص مفہوم مراد ہے۔ مشرق کی جانب سے شیطان کا سینگ طلوع ہو گا اس سے متعدد فتنے مراد ہو سکتے ہیں۔

1- مسیلمہ کذاب مراد ہے، جو یمامہ کا باشندہ تھا اور یمامہ نجد کے علاقہ میں واقع ہے، جو مدینہ منورہ سے مشرق کی جانب واقع ہے۔

2- محمد بن عبدالوہاب نجدی مراد ہے، جو مشہور گستاخ رسول گزرا ہے اور اس نے باقاعدہ اپنے عقائد و نظریات پر کاربند فرقہ چھوڑا تھا۔ جس نے باطل عقائد کی خوب اشاعت کی تھی۔

3- خروج دجال کا فتنہ مراد ہو، کیونکہ وہ بھی اسے علاقہ سے برآمد ہو گا۔

2194- اخرجه البخاری (۱۳/ ۴۹): کتاب الفتن: باب: قول النبی صلی الله علیه وسلم (الفتنة من قبل المشرق) حدیث (۷۰۹۲) و مسلم (۴/ ۲۲۲۹): کتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: الفتنة من المشرق من حیث یطلع قرنا الشیطان، حدیث (۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰/ ۲۹۰۵) حدیث (۷۳۹) من طریق سالم بن عبد الله، فذکره۔

2195 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: تَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ رَايَاتٌ سُوْدٌ لَا يَرُدُّهَا شَىْءٌ حَتّٰى تُنْصَبَ بِاِيْلِيَاءَ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے انہیں کوئی واپس نہیں کر سکے گا' یہاں تک کہ وہ بیت المقدس میں نصب کر دیے جائیں گے۔

یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شرح

خروج دجال پر حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعاقب کرنا:

جب خراسان سے دجال کا خروج ہوگا تو حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا تعاقب کریں گے۔ آپ کا جھنڈا ہوگا جو سفید اور سیاہ دھاریوں پر مشتمل ہوگا اور یہ تعاقب کسی رکاوٹ کے بغیر ایلیاء یعنی بیت المقدس تک ہوگا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: اذا رأيتم الرايات السود، قد جاءت من قبل خراسان فائتوها ۔ فان فيها خليفة الله المهدی ۔ (مسند امام احمد، ج5 ص277) جب تم خراسان کی طرف سے جھنڈے آتے ہوئے دیکھو تو اس لشکر میں شامل ہو جانا' کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی موجود ہوں گے۔

الغرض خروج دجال اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بیت المقدس تک اس کا تعاقب ہونا بھی علامات قیامت سے اہم علامات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

كِتَابُ الرُّؤْيَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

خوابوں کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

ماقبل سے ربط: کتاب الفتن میں علامات قیامت بیان کی گئی ہیں، جن میں سے بعض غیب ہوتی ہیں اور خواب سے بھی غیبی خبر معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح ان دونوں ابحاث میں مطابقت پائی جاتی ہے اور دونوں کو ایک ساتھ لیکن تقدیم وتاخیر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

انسان کے خیالات خمسہ:

لفظ الرؤیا: فعل ثلاثی مجرد، رای یری کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے: دل سے دیکھنا، آنکھ سے دیکھنا۔ یہاں بطور اسم استعمال ہو رہا ہے۔ اسم مقصورہ کے سبب لفظ: الدنیا، کی مثل غیر منصرف ہے اور اس کی جمع لفظ: رُئی کی مثل رأی آتی ہے۔ اس کا معنی ہے: خواب' وہ چیز جو انسان خواب میں دیکھتا ہے۔

خیالات انسان کے دل ودماغ پر منڈلاتے رہتے ہیں بلکہ بارش کے قطروں کی طرح اترتے رہتے ہیں۔ وہ قصد وارادہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور اس کے عملی نتیجہ میں فعل وجود میں آتا ہے۔ انسان کے دل ودماغ میں اترنے والے خیالات کے پانچ اسباب ہیں' جو درج ذیل ہیں:

1- جبلت وفطرت: اس سے مراد انسان کی اصلی حالت ہے' جس پر اللہ تعالیٰ اس کی تخلیق کرتا ہے۔ ہر انسان کی جبلت وتخلیق کا اسلوب الگ ہے۔ چنانچہ ایک مشہور قول ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے جبلت بنائی ہے' جس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی شخص کسی کی جبلت تبدیل ہو جانے کا بتائے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

2- انسان کا مادی مزاج: انسان کا مادی مزاج اشیاء خورد ونوش کے نتیجہ میں تیار ہوتا ہے، یہ لوگوں میں مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔ اچھے اور برے لوگوں کے پاس نشست وبرخواست سے بھی اس میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اچھوں کی صحبت سے اچھی اور بروں کی صحبت سے بری محبت جنم لیتی ہے۔

3- مالوف وعادت: جس چیز کے ساتھ انسان کا قلبی تعلق وعلاقہ ہوتا ہے' اس کے قلب وذہن میں اس کا تصور بار بار آتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص سگریٹ نوشی کا عادی ہو' تو اس کے ذہن میں سگریٹ کا تصور آئے گا اور اگر وہ شراب نوشی کا عادی ہو' تو اس کے ذہن میں شراب نوشی کا میلان ابھرے گا۔

4- اچھے، برے تصورات: بداخلاق شخص کسی ایسی محفل میں شامل ہو جائے جس میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا درس دیا جا رہا ہو، تو وہ گفتگو سن کر انہیں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرے تو وہ یقیناً نیک بن جائے گا۔ اسی طرح اگر نیک شخص

کسی بری محفل میں بیٹھ گیا، جس میں اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑایا جا رہا ہو وہ بھی برا بن جائے گا۔

5- خیر و شر کی تاثیر: بعض اوقات انسان پر ابلیس یا شیاطین الانس یا شیاطین الجن کے شرکاء کا رنگ غالب آجاتا ہے اور وہ اعمال سیئہ شروع کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس بعض اوقات انسان پر اچھے لوگوں اور فرشتوں کی تاثیر غالب آجاتی ہے تو وہ اعمال صالحہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔

خوابوں کی کیفیت:

انسان کے دل و دماغ پر تاثیر، خیالات اور اسباب دو طرح کے مسلط ہو سکتے ہیں:

1- خیر،

2- شر، خواب میں خیر کا غلبہ ہو تو وہ اچھا ہوتا ہے اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اچھے خواب دوسروں کو بتانے کی اجازت ہے اور شر کا غلبہ ہو تو وہ برا ہوتا ہے۔ اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خوابوں کے بارے میں خاموشی اختیار کرنے کا حکم ہے۔

بَابُ اَنَّ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ

باب 1: مؤمن کے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں

2196 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَاَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا اَصْدَقُهُمْ حَدِيْثًا وَّرُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ وَالرُّؤْيَا مِنْ تَحْزِيْنِ الشَّيْطَانِ وَالرُّؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ فَلْيَتْفُلْ وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا النَّاسَ

قَالَ وَاُحِبُّ الْقَيْدَ فِي النَّوْمِ وَاَكْرَهُ الْغُلَّ اَلْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب زمانہ قریب ہو جائے گا (یعنی قیامت کے قریب ہو جائے گا) تو مؤمن کا خواب عام طور پر جھوٹا نہیں ہوگا اور لوگوں میں سب سے زیادہ سچا خواب اس شخص کا ہوگا، جو سب سے زیادہ سچ بولتا ہوگا مؤمن کے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں خواب تین طرح کے ہوتے ہیں اچھے خواب اللہ تعالیٰ

2196- اخرجہ البخاری (۱۲/ ۴۲۲): کتاب التعبیر: باب: القید فی المنام، حدیث (۷۰۱۷) و مسلم (۴/ ۱۷۷۳): کتاب الرویا، حدیث (۶/ ۲۲۶۳) و ابوداؤد (۲/ ۷۳۳): کتاب الادب: باب: ما جاء فی الرویا، حدیث (۵۰۱۹) و ابن ماجہ (۲/ ۱۲۸۵): کتاب تعبیر الرویا: الرویا ثلاث، حدیث (۳۹۰۶) (۲/ ۱۲۸۹): کتاب تعبیر الرویا: باب: اصدق الناس رویا اصدقہم حدیثا، حدیث (۳۹۱۷) (۲/ ۱۲۹۴): کتاب تعبیر الرویا: باب: تعبیر الرویا، حدیث (۳۹۲۶) و احمد (۲/ ۲۶۹، ۳۹۵، ۵۰۷) و الحمیدی (۲/ ۴۸۸) حدیث (۱۱۴۵) و الدارمی (۲/ ۱۲۵): کتاب الرویا: باب: الرویا ثلاث، اصدق الناس رویا اصدقہم حدیثا، (۲/ ۱۳۰): کتاب الرویا: باب: فی رویۃ الرب تعالیٰ فی النوم، من طریق محمد بن سیرین، فذکرہ۔

کی طرف سے خوشخبری ہوتے ہیں۔ کچھ خواب شیطان کی طرف سے غم میں مبتلا کرنے کے لیے ہوتے ہیں اور کچھ خواب وہ ہیں جس میں آدمی اپنے آپ سے بات کرتا ہے تو جب کوئی شخص کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو وہ اٹھے اور تھوک دے اور اسے لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔

(محمد بن سیرین نامی راوی بیان کرتے ہیں) مجھے خواب میں زنجیر دیکھنا پسند ہے اور میں طوق کو ناپسند کرتا ہوں زنجیر سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2197 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ رَزِيْنٍ الْعُقَيْلِيِّ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَوْفِ بْنِ مَالِكٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ قَالَ

حکم حدیث: وَحَدِيْثُ عُبَادَةَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مؤمن کے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "صحیح" ہے۔

بَاب ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ

باب 2: نبوت ختم ہو چکی ہے البتہ (خوابوں میں ملنے والی) بشارتیں باقی ہیں

2198 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْمُخْتَارُ ابْنُ فُلْفُلٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ قَالَ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ لٰكِنِ الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ رُؤْيَا الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ

2197-اخرجه البخاری (۱۲ / ۳۸۹): كتاب التعبير: باب: الرؤيا الصالحة جزء من ستة و اربعين جزءا من النبوة، حديث (۶۹۸۷)، ومسلم (۱۷۷۴/۴): كتاب الرؤيا، حديث: (۷ /۲۲۶۴)، و ابوداؤد (۷۲۳/۲): كتاب الادب: باب ما جاء في الرؤيا، حديث (۵۰۱۸)، و احمد (۳ /۱۸۵، ۳۱۶/۵، ۳۱۹) و الدارمي (۱۳۳/۲): كتاب الرؤيا: باب: في رؤيا المسلم جزء من ستة واربعين جزءا من النبوة- من طريق قتادة، قال سمعت انس بن مالك فذكره-

2198-اخرجه احمد (۲۶۷/۳)- من طريق عبد الواحد بن زياد، قال: حدثنا المختار، فذكره-

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاُمِّ كُرْزٍ وَّاَبِی اَسِيدٍ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہیں میرے بعد کوئی رسول یا کوئی نبی نہیں ہوگا راوی بیان کرتے ہیں: یہ بات لوگوں کے لیے بڑی پریشانی کا باعث بنی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: البتہ مبشرات باقی ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مبشرات سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (مؤمن کو نظر آنے والے خواب' یہ نبوت کا ایک جز ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سیدہ ام کرز رضی اللہ عنہا اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے' جو مختار بن فلفل سے منقول ہیں۔

شرح

مؤمن کے خواب کی اہمیت وفضیلت:

مؤمن کا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور سچا ہوتا ہے اور اسے کمالات نبوت کا چھیالیسواں حصہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ پہلی حدیث باب میں چند اہم امور بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- زبان نبوت سے یہ الفاظ نکلے: اذا اقترب الزمان لم تکد رؤیا المومن تکذب۔ قیامت قریب آنے پر مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا۔

لفظ اقترب: ثلاثی مجرد باب سمع اور کرم، دونوں سے آسکتا ہے، اس کا معنی ہے: مل جانا، الگ ہونا، قریب ہونا۔ اگر ثلاثی مزید فیہ باب افتعال سے ہو تو اس کا معنی ہے: نزدیک ہونا۔ اقتراب الزمان کے متعدد مفاہیم بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- زمانہ قیامت قریب آنا: اس مفہوم کی تائید حدیث کے ان الفاظ سے ہوتی ہے، فی آخر الزمان (جامع ترمذی، رقم الحدیث 2286) قیامت کے قریب ایسا ہوگا۔

2- طی زمانی مراد ہونا: جس طرح طی الارض ہوتا ہے، اسی طرح طی الزمان بھی ہوتا ہے یعنی طویل زمانہ کو سمیٹ کر بیان کرنا مثلاً سال ایک مہینے کی طرح، مہینہ ایک ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کی طرح گزر جاتا ہے۔

3- رات دن کا یکساں ہونا: رات اور دن دونوں کا مساوی ہونا مراد ہو، کیونکہ جب شب وروز مساوی ہوتے ہیں تو عموماً خواب سچے ہوتے ہیں۔ جب رات طویل ہوتی ہے تو انسان ضرورت سے زیادہ سوتا ہے اور خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں اور خواب بھی اچھے نہیں آتے۔ جب راتیں بالکل چھوٹی ہوتی ہیں تو انسان کی نیند پوری نہیں ہوتی تو خواب بھی اچھی طرح یاد نہیں رہتے۔

4- صبح کا قریب ہونا: جس شخص کو رات کے آخری حصہ بالخصوص صبح صادق کے وقت خواب آتا ہے۔ وہ اکثر حقیقت پر مبنی اور سچا ہوتا ہے' کیونکہ وہ وقت بابرکت اور قبولیت کا ہوتا ہے۔

2- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واصدقهم رؤيا اصدقهم حديثا ۔ جو شخص بات میں سچا ہوتا ہے اس کا خواب بھی سچا ہوتا ہے۔ خوابوں کے سچا ہونے میں صدق مقال اور اکل حلال کو بہت بڑا عمل ودخل ہے۔ جو آدمی حلال وطیب روزی کھاتا ہے تو اس کی تاثیر صداقت کی شکل میں نمایاں ہوتی ہے اور اس کا خواب بھی سچا ہوتا ہے۔

3- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رؤيا المسلم جزء من ستة واربعين جزء من النبوة، مسلمان کا خواب کمالات نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

اس ارشاد گرامی کا شان ورود یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب نبوت ورسالت کا دروازہ بند ہو گیا ہے، لہٰذا نہ نیا نبی آسکتا ہے اور نہ رسول آسکتا ہے، یہ بات سن کر صحابہ کرام کو تشویش لاحق ہوئی کہ اب خیر کی باتیں معلوم کرنے کا ذریعہ ختم ہو گیا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ لوگ پریشانی کا اظہار مت کریں' کیونکہ خیر کی باتیں معلوم کرنے کا ایک طریقہ باقی ہے۔ عرض کیا گیا، وہ کونسا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ رویائے صادقہ ہیں۔ مسلمان کا خواب کمالات نبوت میں سے ایک کمال ہے۔ یہ جواب سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مطمئن ہو گئے۔

سوال: احادیث باب میں مسلمان کے خواب کو کمالات نبوت کا چھیالیسواں حصہ، دوسری روایت میں چوبیسواں حصہ، تیسری روایت میں 76 کا عدد بھی استعمال ہوا ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہے؟

جواب: 1- روایات میں تعداد مراد نہیں ہے' بلکہ مطلق خواب مراد ہے کہ مسلمان کا خواب کمالات نبوت میں سے چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔

2- خواب دیکھنے والوں کی صلاح وتقویٰ کے مختلف ہونے کی وجہ سے نسبتیں بھی مختلف ہو جاتی ہیں' لیکن عدد چھوٹا ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب کمالات نبوت میں سے چوبیسواں حصہ ہے' جبکہ دوسرے صدیقین پچیسواں یا چھبیسواں یا ستائیسواں حصہ ہوں گے۔

سوال: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے تو مسلمان کے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں وغیرہ حصہ قرار دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

جواب: ان روایات سے نبوت کا حصہ مراد نہیں ہے' بلکہ کمالات نبوت کا حصہ مراد ہے، اگر اچھے خواب کی یہ خوبی بیان کی جاتی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ اعتراض ہے۔

4- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کی تین اقسام ہیں:

1- اچھا خواب: جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری پر مبنی ہوتا ہے۔

2- وہ خواب ہے' جس کے ذریعے شیطان انسان کو غمگین کرتا ہے۔

3- ایسا خواب ہے' جس میں انسان اپنے دل سے باتیں کرتا ہے۔

رویائے صالحہ کی دو اقسام ہیں:

i- وہ خواب ہے' جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدمی کو دکھایا جاتا ہے اور وہ مؤمن کے لیے باعث مسرت ہوتا ہے۔ اس کی تائید

دوسری روایت کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: یراھا المسلم اوترى له، یعنی جسے مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔ حضرت ام العلاء الانصاریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کے لیے ایک چشمہ بہہ رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ چشمہ ان کا عمل خیر ہے جو جاری ہے۔

ii- ملکوتی خواب: یہ وہ خواب ہے جو آدمی اپنی خوبیوں اور خامیوں پر مشتمل دیکھتا ہے۔ خوبی بشارت کی علامت اور خرابی متحمل اور تنبیہ کی نشانی ہے۔

فائدہ نافعہ: خوابوں کی تعبیر معلوم کرنے کا مخصوص طریقہ نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات مسمی بول کر اسم مراد لیا جاتا ہے کبھی لازم بول کر ملزوم مراد لیا جاتا ہے کبھی صفت بول کر موصوف مراد لیا جاتا ہے کبھی حقیقت بول کر مجاز مراد لیا جاتا ہے اور کبھی اس کا برعکس مفہوم مراد ہوتا ہے۔

5- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاذا را احدکم مایکرہ فلیقم ویستفل ولا یحدث بہ الناس ۔ پس تم میں سے جب کوئی شخص برا خواب دیکھتے وہ خواب سے بیدار ہو جائے وہ تھوک دے اور لوگوں کو اپنا خواب نہ بتائے۔

اچھا خواب نظر آنے کی صورت میں تین کام کیے جائیں:

1- حمد وثناء کی شکل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

2- اظہار مسرت وفرحت کرے۔

3- اپنے دوست واحباب سے اپنا خواب بیان کرے اور مخالفین سے ہرگز بیان نہ کرے۔

برا خواب دیکھنے کی صورت میں چھ امور کو پیش نظر رکھا جائے:

1- برے خواب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرے۔

2- شر شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرے۔

3- بیدار ہونے کے بعد بائیں طرف تین بار تھوکے۔

4- اپنا خواب کسی سے ہرگز بیان نہ کرے۔

5- دو نوافل ادا کرے۔ پہلو بدل کر پھر سو جائے۔

6- مجھے خواب میں بڑی بیڑی پسند ہے اور طوق ناپسند ہے، کیونکہ بیڑی دین کی مضبوطی کا باعث ہے۔

اس عبارت کے بارے میں تین اقوال ہیں:

1- یہ ارشاد نبوی ہو، اور حدیث مرفوع ہو۔

2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہو۔

3- حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہو۔ بخاری کی روایت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خواب میں بیڑی دیکھ کر اظہار مسرت کرتے تھے۔

بَاب قَوْلِهٖ (لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا)

باب 3: (ارشاد باری تعالیٰ ہے:) ''ان کے لیے دنیاوی زندگی میں خوشخبری ہے''

2199 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) فَقَالَ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهَا اَحَدٌ غَيْرُكَ اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ مُنْذُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهَا اَحَدٌ غَيْرُكَ مُنْذُ اُنْزِلَتْ هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ عطاء بن یسار مصر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے یہ بات بیان کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا: ''لَهُمُ الْبُشْرٰى'' تو انہوں نے فرمایا: اس وقت سے لے کر اب تک تمہارے علاوہ صرف ایک شخص نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا (جب میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تھا) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے اس وقت سے لے کر اب تک تمہارے علاوہ کسی نے مجھ سے یہ دریافت نہیں کیا' اس سے مراد سچے خواب ہیں جو مسلمان دیکھتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اسے دکھائے جاتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

2200 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِی الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَصْدَقُ الرُّؤْيَا بِالْاَسْحَارِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (عام طور پر) زیادہ سچے خواب وہ ہوتے ہیں جو سحری کے وقت دیکھے جائیں۔

2201 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ وَّعِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ نُبِّئْتُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ

2199- اخرجه احمد (٦/٤٤٥، ٤٤٦، ٤٤٧، ٤٥٢)، و الحميدى (٢/١٩٣)، حديث (٣٩١، ٣٩٢)- من طريق عطاء بن يسار، عن رجل من اهل مصر، فذكره-

2200- اخرجه احمد (٣/٢٩، ٦٨، ٦٨)، و الدارمى (٢/١٣٥)، كتاب الرؤيا: باب: اصدق الرؤيا بالاسحار، و عبد بن حميد (٢٨٩)، حديث (٩٢٧)-

متن حدیث: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهِ (لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) قَالَ هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُؤْمِنُ اَوْ تُرٰى لَهُ

قَالَ حَرْبٌ فِي حَدِيثِهِ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◄► ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: مجھے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات بتائی گئی ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا۔

"ان لوگوں کے لیے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہوگی"۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ سچے خواب ہیں جو مؤمن دیکھتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جو اسے دکھائے جاتے ہیں۔

حرب نامی راوی نے اپنی سند میں یحییٰ بن ابوکثیر کا تذکرہ کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

"لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" کا مفہوم:

یہ الفاظ اس ارشاد خداوندی کا حصہ ہیں: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو (دنیا میں) نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ (آخرت میں) غمگین ہوں گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں خوشخبری، اللہ تعالیٰ کے کلمات (وعدہ) تبدیل نہیں ہوں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

علاوہ ازیں اس ارشاد ربانی میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ (حم سجدہ، ۳۰ تا ۳۲) بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، پھر وہ ثابت قدم رہے تو ان پر یہ خوشخبری لے کر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو، ڈرومت اور تمہارے لیے جنت کی خوشخبری ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ خوشخبری بخشنے والے مہربان کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ربانی: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الخ

2201- اخرجہ ابن ماجہ (۲/۱۲۸۳): کتاب تعبیر الرؤیا: باب: الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم او تری لہ، حدیث (۳۸۹۸) و الدارمی (۲/۱۳۳): کتاب الرؤیا: باب: فی قولہ تعالیٰ: (لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا) (یونس: ٦٤) و احمد (۵/۳۱۵، ۳۲۱) من طریق یحییٰ بن ابی کثیر، عن ابی سلمۃ، فذکرہ۔

کا مفہوم دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: اس سے مراد مسلمانوں کے اچھے خواب ہیں، اچھے خوابوں کے ذریعے مؤمنوں کو اچھے احوال معلوم ہو جاتے ہیں اور علماء و مشائخ کو اپنے تلامذہ اور مریدین کے احوال سے آگاہی ہو جاتی ہے۔

علماء، مشاء، صالحین، اولیاء اور اصحاب تقویٰ لوگوں کے خواب اچھے اور حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ بالخصوص وہ خواب جو رات کے آخری حصہ اور سحری کے وقت دیکھا جائے وہ حقیقت کے قریب ترین ہوتا ہے۔ تاہم خوابوں سے احکام ثابت نہیں ہوتے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ

باب 4: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان "جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے درحقیقت مجھے ہی دیکھا"

2202 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ قَتَادَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّجَابِرٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ عَنْ اَبِیْہِ وَاَبِیْ بَکْرَةَ وَاَبِیْ جُحَیْفَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

اسے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابومالک اشجعی رضی اللہ عنہ کی ان کے والد کے حوالے سے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فی المنام کا مسئلہ:

خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے حوالے سے جامع ترمذی کے علاوہ صحیح مسلم و صحیح بخاری میں بھی دو روایات موجود ہیں۔ پہلے تینوں روایات پیش کی جاتی ہیں پھر ان کی توضیحات و تشریحات کی جائیں گی تا کہ مسئلہ عیاں ہو جائے۔

1 - حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بی، جس نے خواب میں مجھے دیکھا پس بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت نہیں

2202- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۲۸٤): كتاب تعبير الرؤيا: باب: رؤية النبي صلى الله عليه وسلم في المنام، حديث (۳۹۰۰) و الدارمي (۲/۱۲۳، ۱۲٤): كتاب الرؤيا: باب: في رؤية النبي صلى الله عليه وسلم في المنام، و احمد (۱/۳۷۵، ٤۰۰، ٤٤۰، ٤۵۰) من طريق ابي اسحاق، عن ابي الاحوص، فذكره۔

اختیار کرسکتا۔

2- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولا یتمثل الشیطان بی۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا' کیونکہ شیطان میری تشبیہ نہیں اختیار کرسکتا۔

3- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من رانی فی المنام فقد رانی، فان الشیطان لا یتمثل بی، جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری تشبیہ اختیار نہیں کرسکتا۔

اگر ان روایات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی پر محمول کیا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ جو نیک بخت شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتا تھا، تو وہ بہت جلد بیداری میں بھی آپ کی زیارت سے مستفیض ہو جاتا تھا۔

اگر ان روایات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پر محمول کیا جائے تو اس میں تفصیل ہے' جو درج ذیل ہے۔

اکثر فقہاء متقدمین کا مؤقف یہ ہے کہ جو شخص خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری زندگی والی حالت میں دیکھتا ہے تو اس نے آپ کو دیکھا ہے۔ وہ خواب دیکھنے والے سے اس کی تفصیل دریافت کرتے تھے' اگر وہ آپ کی آخری زندگی والا حلیہ بتاتا تو اسے صحیح قرار دیتے تھے ورنہ اس کا انکار کردیتے تھے۔

بعض فقہاء متقدمین کی رائے یہ ہے' جس شخص نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا خواہ زندگی کی ابتدائی حالت میں یا درمیانی حالت میں یا آخری حلیہ میں اس نے آپ کی زیارت کی کیونکہ شیطان آپ کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

فقہاء متاخرین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا خواہ کسی حلیہ میں' اس نے آپ کو دیکھا کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ہرگز نہیں اختیار کرسکتا۔ (تحفۃ الاحوذی شرح سنن ترمذی، ج۶ ص۵۵۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ تو بہت بلند وبالا ہے۔ آپ کے غلاموں بالخصوص حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سایہ سے بھی شیطان دوڑتا تھا۔

بَاب اِذَا رَاَی فِی الْمَنَامِ مَا یَکْرَہُ مَا یَصْنَعُ

باب 5: جب کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ کیا کرے

2203 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِی قَتَادَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ الرُّؤْیَا مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا رَاَی اَحَدُکُمْ شَیْئًا یَکْرَهُهٗ فَلْیَنْفُثْ عَنْ یَّسَارِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَّلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِی سَعِیْدٍ وَّجَابِرٍ وَّاَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

2203- اخرجه مالك فی (مؤطا) (۹۵۷/۲): کتاب الرویا: باب: ما جاء فی الرویا: حدیث (۴)، و البخاری (۳۱۹/۱۰): کتاب الطب: باب: النفث فی الرقیة، حدیث (۵۷۴۷)، (۳۸۹/۱۲): کتاب التعبیر: باب: الرویا الصالحة جزء من ستة و اربعین جزا من النبوة، حدیث (۶۹۸۶)، و مسلم (۱۷۷۲-۱۷۷۱/۴): کتاب الرویا: حدیث (۲۲۶۱/۴،۳،۲،۱)، و ابوداؤد (۷۲۴/۲): کتاب الادب: باب: ما جاء فی الرویا، حدیث (۵۰۲۱)، و ابن ماجه (۱۲۸۶/۲): کتاب تعبیر الرویا: باب: من رای رویا یکرهها، حدیث (۳۹۰۹)، واحمد (۲۹۶/۵، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۹، ۳۱۰)، و الدارمی (۱۲۴/۲): کتاب الرویا: باب: فیمن یری رویا یکرهه- من طریق ابی سلمة بعد عبد الرحمن، فذکره۔

◆◆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کچھ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں جب کوئی شخص کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے بائیں طرف تین دفعہ تھوک دینا چاہیے اور اس خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے تو وہ خواب اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

براخواب دیکھنے کے نتیجہ میں کرنے کے کام:

لغوی اعتبار سے الفاظ: الرویا اور الحلم عام ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے دونوں میں لطیف سا فرق بھی ہے۔ لفظ الرویا اچھے خوابوں کے لیے اور لفظ الحلم، برے خوابوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اچھے خواب منجانب اللہ ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی جگہ میں استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق جب کوئی شخص برا خواب دیکھے تو اسے تین کام کرنا چاہیے۔

1- بیدار ہونے کے بعد تین بار تھوک دے۔

2- وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

3- وہ اپنا خواب کسی کو نہ بتائے۔ (تحفۃ الاحوذی ج6 ص557)

بَابُ مَا جَآءَ فِي تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا

باب 6: خواب کی تعبیر بیان کرنا

2204 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ وَكِيعَ بْنَ عُدُسٍ عَنْ اَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ اَرْبَعِيْنَ جُزْئًا مِّنَ النُّبُوَّةِ وَهِيَ عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَا لَمْ يَتَحَدَّثْ بِهَا فَاِذَا تَحَدَّثَ بِهَا سَقَطَتْ قَالَ وَاَحْسَبُهُ قَالَ وَلَا يُحَدِّثُ بِهَا اِلَّا لَبِيبًا اَوْ حَبِيبًا

◆◆ حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مؤمن کے خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہیں' اور یہ آدمی کے لیے اڑنے والی چیز کی مانند ہوتے ہیں جب تک انسان اسے بیان نہ کردے جب اسے بیان کر دیا جائے' تو یہ گر پڑتے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے: تم اس خواب کو صرف عقل مند شخص کو (راوی کو شک

2204- اخرجه ابو داؤد (۲/۷۳۳، ۷۲۴): كتاب الادب: باب: ما جاء في الرؤيا، حديث (۵۰۲۰) و ابن ماجه (۲/۱۲۸۸): كتاب تعبير الرؤيا: باب: الرؤيا اذا عبرت وقعت فلا يقصها الا على واد، حديث (۳۹۱۴) واحمد (۴/ ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳) و الدارمي (۲/۱۳۶): كتاب الرؤيا: باب: الرؤيا لا تقع ما لم تعبر، من طريق و كيع بن عدس، فذكره۔

ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اپنے دوست کو سناؤ۔

2205 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَّعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ وَّكِيْعِ بْنِ عُدُسٍ عَنْ عَمِّهٖ اَبِىْ رَزِيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: رُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْئًا مِّنَ النُّبُوَّةِ وَهِىَ عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَا لَمْ يُحَدِّثْ بِهَا فَاِذَا حَدَّثَ بِهَا وَقَعَتْ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ رَزِيْنٍ الْعُقَيْلِيُّ اسْمُهٗ لَقِيْطُ بْنُ عَامِرٍ

اسنادِ دیگر: وَّرَوٰى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَّعْلَى بْنِ عَطَاءٍ فَقَالَ عَنْ وَّكِيْعِ بْنِ حُدُسٍ وَقَالَ شُعْبَةُ وَاَبُوْ عَوَانَةَ وَهُشَيْمٌ عَنْ يَّعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ وَّكِيْعِ بْنِ عُدُسٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں اور یہ آدمی کے لیے پرندے کی طرح ہوتے ہیں جب تک انسان اس کو بیان نہ کرے جب وہ اس کو بیان کردے تو یہ گر جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ کا نام لقیط بن عامر ہے۔

حماد بن سلمہ نے یعلیٰ بن عطا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: وکیع بن حدس نے یہ بات بیان کی ہے:

شعبہ ابوعوانہ اور ہشیم نے یعلیٰ بن عطا کے حوالے سے وکیع بن عدس کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور یہ درست ہے۔

شرح

خوابوں کی تعبیر کا اسلوب:

جب کوئی شخص اچھا خواب دیکھے تو اسے تین کام کرنا چاہیے:

1- حمد وثناء کی شکل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔

2- اظہار مسرت کرنا۔

3- کسی صاحب عقل دوست سے خواب بیان کرنا۔ اگر خواب برا ہو تو وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اس کا اظہار بالکل نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرے اور تین دفعہ بائیں طرف تھوک دے۔

سوال: پہلی روایت میں مسلمان کے خواب کو کمالات نبوت کا چالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے اور دوسری روایت میں چھیالیسواں حصہ بتایا گیا ہے۔ یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: یہاں تعداد ہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ مطلقاً خواب مراد ہے یعنی مؤمن کا خواب کمالات نبوت میں سے ایک کمال ہے۔

الغرض! روایت میں اچھا یا برا خواب دیکھنے کے بعد اس کی تعبیر معلوم کرنے کا اسلوب بیان کیا گیا ہے۔

بَابُ فِيْ تَأْوِيْلِ الرُّؤْيَا مَا يُسْتَحَبُّ مِنْهَا وَمَا يُكْرَهُ

باب 7: خواب کی کون سی تعبیر پسندیدہ ہے اور کون سی ناپسندیدہ ہے؟

2206 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ عُبَیْدِ اللّٰهِ السَّلِیْمِیُّ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلرُّؤْیَا ثَلَاثٌ فَرُؤْیَا حَقٌّ وَّرُؤْیَا یُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ وَرُؤْیَا تَحْزِیْنٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ فَمَنْ رَاٰی مَا یَکْرَهُ فَلْیَقُمْ فَلْیُصَلِّ وَکَانَ یَقُوْلُ یُعْجِبُنِی الْقَیْدُ وَاَکْرَهُ الْغُلَّ اَلْقَیْدُ ثَبَاتٌ فِی الدِّیْنِ

حدیثِ دیگر: وَکَانَ یَقُوْلُ مَنْ رَاٰنِیْ فَاِنِّیْ اَنَا هُوَ فَاِنَّهٗ لَیْسَ لِلشَّیْطَانِ اَنْ یَّتَمَثَّلَ بِیْ

وَکَانَ یَقُوْلُ لَا تُقَصُّ الرُّؤْیَا اِلَّا عَلٰی عَالِمٍ اَوْ نَاصِحٍ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّاَبِیْ بَکْرَةَ وَاُمِّ الْعَلَاءِ وَابْنِ عُمَرَ وَعَآئِشَةَ وَاَبِیْ مُوْسٰی وَجَابِرٍ وَّاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: خواب تین طرح کے ہوتے ہیں کچھ خواب سچے ہوتے ہیں کچھ خواب ایسے ہیں جن میں آدمی اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے اور کچھ خواب وہ ہیں جو شیطان کی طرف سے غم میں مبتلا کرنے کے لیے ہوتے ہیں' جو شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اٹھے اور نماز ادا کرے۔

(محمد بن سیرین) بیان کرتے ہیں: مجھے (خواب میں) زنجیر دیکھنا پسند ہے اور میں طوق دیکھنا ناپسند کرتا ہوں کیونکہ زنجیر سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے۔

نبی اکرم ﷺ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: جو شخص مجھے خواب میں دیکھے تو وہ میں ہی ہوں گا' کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

آپ نے فرمایا ہے: خواب صرف کسی صاحب علم یا خیر خواہ کے سامنے بیان کرو۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' سیّدہ ام علاء رضی اللہ عنہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

برے خواب کا تدارک وعلاج:

اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اچھے خواب دیکھ کر انسان خوش ہوتا

ہے اور دوسروں کو بتانا بھی پسند کرتا ہے۔ برے خواب سے انسان کو پریشانی لاحق ہوتی ہے اور دوسروں کو بتانے کی بھی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس کی تشہیر باعث ندامت ہوتی ہے۔ برا خواب دیکھنے کی صورت میں انسان کو پریشان نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی وہ کسی کو بتانا چاہیے بلکہ اس کا تدارک وعلاج حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ بیدار ہو کر نماز ادا کرے۔ نماز ادا کرنے سے اسے پریشانی لاحق نہیں ہوگی اور نہ آئندہ اسے برے خواب آئیں گے بلکہ اچھے خواب آئیں گے۔ خواب تین قسم کے ہو سکتے ہیں:

1- اچھے خواب جو من جانب اللہ ہوتے ہیں۔
2- وہ خواب جو انسان کے اچھے اور برے ملے جلے خیالات پر مشتمل ہوتے ہیں۔
3- پریشان کن اور ڈراونے خواب جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔

بَابُ فِي الَّذِي يَكْذِبُ فِي حُلْمِهِ

باب 8: جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے

2207 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ كَذَبَ فِيْ حُلْمِهِ كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَقْدَ شَعِيرَةٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ شُرَيْحٍ وَّوَاثِلَةَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے) انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے طور پر اس بات کو نقل کیا ہے: جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے اس کو قیامت کے دن جَو کے دانوں کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوشریح حضرت واثلہ بن اسقع سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت پہلی کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

2208 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

2207- اخرجه احمد (۱/ ۷۶، ۹۰، ۹۱، ۱۰۱) و عبد الله بن احمد في (زوائد المسند) (۱/ ۱۲۹، ۱۳۱) و عبد بن حميد (۵۸) حديث (۸۶) من طريق عبد الاعلى بن عامر الثعلبي عن ابي عبد الرحمن السلمي فذكره۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ تَحَلَّمَ كَاذِبًا كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَهُمَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اپنی طرف سے جھوٹا خواب بیان کرے گا' قیامت کے دن اسے اس بات کا پابند کیا جائے گا کہ وہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے اور وہ ان کے درمیان گرہ نہیں لگا سکے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

جھوٹا خواب بیان کرنے کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ صداقت، امانت اور دیانت کو پسند کرتا ہے، اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے انسان دیکھتا ہے اور ان کو بیان کرنے کی بھی اجازت ہے۔ برے خواب شیطان تاثیر کا نتیجہ ہوتے ہیں جن سے انسان پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے اور دوسروں کو بتانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ جھوٹے یا گھڑے ہوئے خواب بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤمن کا خواب کمالات نبوت میں سے ایک کمال ہے' جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور نبوت بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوتی ہے۔ جس طرح جھوٹی نبوت قابل وعید ہے' اسی طرح جھوٹا خواب بیان کرنا بھی قابل مذمت ہے۔ مصنوعی خواب اس لیے قابل مذمت ہے کہ جھوٹ پر مشتمل ہوتا ہے اور جھوٹا شخص قابل وعید و مذمت ہوتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھی کی گئی ہے۔ حدیث باب میں جھوٹا خواب بیان کرنے کی مذمت و وعید بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن اس سے اس بات کا مطالبہ کیا جائے گا کہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے اور وہ ایسا ہرگز نہیں کر پائے گا جس کے نتیجہ میں اسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ ثابت ہوا کہ جھوٹا خواب بیان کرنا قابل مذمت حرکت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ فِيْ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّبَنَ وَالْقُمُصَ

باب 9: نبی اکرم ﷺ کا خواب میں دودھ اور قمیص دیکھنا

2209 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ اُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ اَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا

2208- اخرجه البخاری (۱۲/۴۴۶): کتاب التعبیر: باب: من کذب فی حلمه، حدیث (۷۰۴۲) و ابوداؤد (۲/۷۳٤): کتاب الادب: باب: ما جاء فی الرؤیا، حدیث (۵۰۲٤) و ابن ماجه (۲/۱۲۸۹): کتاب التعبیر الرؤیا: باب: من تحلم حلما کاذبا، حدیث (۳۹۱٦) و احمد (۱/۲۱٦، ۳۵۹) و البخاری فی (الادب المفرد) (۱۱٦۲) و الحمیدی (۱/۲٤۳) حدیث (۵۳۱) و الدارمی (۲/۲۹۸): کتاب الرقائق: باب: فی حفظ السمع من طریق عکرمة، فذکره۔

2209- اخرجه البخاری (۱/۲۱٦): کتاب العلم: باب: فضل العلم، حدیث (۸۲) و اطرافه فی: (۳٦۸۱، ۷۰۰٦، ۷۰۰۷، ۷۰۲۷، ۷۰۳۲) و مسلم (٤/۱۸۵۹): کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل عمر رضی الله عنه، حدیث (۱٦/۲۳۹۱) و احمد (۲/۸۳، ۱۰۸، ۱۳۰، ۱۵٤) و الدارمی (۲/۱۲۸): کتاب الرؤیا: باب: القمص والبئر فی النوم، من طریق ابن شهاب الزهری: عن حمزة بن عبد الله، فذکره۔

فَمَا اَوَّلْتَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ بَكْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَخُزَيْمَةَ وَالطُّفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ وَاَبِیْ اُمَامَةَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◄◄ حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا میرے سامنے دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اس میں سے پی لیا اور پھر باقی بچا ہوا ''عمر'' کو دے دیا لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ آپ ﷺ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ ؓ' حضرت ابوبکر ؓ' حضرت ابن عباس ؓ' حضرت عبداللہ بن سلام ؓ' حضرت خزیمہ ؓ' حضرت طفیل بن سخبر ؓ' حضرت ابوامامہ ؓ اور حضرت جابر ؓ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عمر ؓ سے منقول حدیث ''صحیح'' ہے۔

2210 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَرِيْرِیُّ الْبَلْخِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِّنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِیَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَعُرِضَ عَلَیَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ قَالَ وَهٰذَا اَصَحُّ

◄◄ ابوامامہ بن سہل' نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سویا ہوا تھا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ انہیں میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے انہوں نے قمیص پہنی ہوئی تھی کچھ کی قمیصیں سینے تک تھی اور کچھ کی اس سے نیچے تک تھی میرے سامنے ''عمر'' کو لایا گیا' تو وہ اپنی قمیص کو گھسیٹ رہے تھے (یعنی وہ زیادہ لمبی تھی) لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ آپ ﷺ نے اس خواب کی کیا تعبیر کی ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوامامہ ؓ کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری ؓ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں: یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

دودھ کی تعبیر سے علم اور طویل قمیص کی شرح تعبیر دین سے کرنے کی وجوہات:

مختلف خوابوں کی تعبیر مختلف امور سے کی جاتی ہے۔ پہلی حدیث باب میں دودھ کی تعبیر علم سے کی گئی ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں، جس طرح دودھ کثیر الفوائد ہے مثلاً بچے کی غذا اور اعضاء جسم کی نشوونما کا سبب بنتا ہے اسی طرح علم بھی کثیر الفوائد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، مثلاً اس سے ایمان، عقائد، روح اور اعمال وغیرہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ جس طرح دودھ اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کی دلیل بنتا ہے کہ ایک طرف گوبر ہے دوسری طرف خون ہے اور درمیان میں دودھ ہے، جس پر نہ خون کا رنگ غالب ہے اور نہ گوبر کی تاثیر، اسی طرح علم بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کی دلیل ہے مثلاً ایک طرف جہالت ہے اور دوسری طرف ظلمات و اوصاف مذمومہ ہیں جبکہ درمیان میں نورانیت یعنی علم ہے۔ علاوہ ازیں جس طرح دودھ جسمانی غذاء بنتا ہے تو اسی علم بھی انسان کے لیے روحانی غذا بنتا ہے، جس کے نتیجہ میں انسان دیگر حیوانات سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

دوسری حدیث باب میں قمیص کی تعبیر دین سے بیان کی گئی ہے۔ مختلف لوگ مختلف قمیصوں میں پیش کیے گئے لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قمیص سب سے طویل تھی۔ قمیص کی تعبیر دین سے کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح قمیص جسم انسان کی محافظ ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے جسم پر گرمی و سردی اور مٹی وغیرہ کے آثار نمایاں نہیں ہوتے، اسی طرح دین بھی جسم انسان کی جہنم سے حفاظت کرتا ہے اور اس سے بچاتا ہے۔ جس طرح کپڑا زمین پر گھسیٹنے کی وجہ سے نشان نمایاں ہو جاتا ہے، اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی خدمات اور فتوحات کے آثار آپ کی شہادت کے بعد بھی نمایاں رہے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِيزَانَ وَالدَّلْوَ

باب 10: نبی اکرم ﷺ کا خواب میں میزان اور ڈول (دیکھنے کی تعبیر بیان کرنا)

2211 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ مَنْ رَاَى مِنْكُمْ رُؤْيَا فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا رَاَيْتُ كَاَنَّ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْ بَكْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ بِاَبِي بَكْرٍ وَّوُزِنَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيزَانُ فَرَاَيْنَا الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم میں سے کسی شخص نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں نے، میں نے دیکھا گویا ایک ترازو ہے، جو آسمان سے نیچے نازل ہو رہا ہے اس میں آپ ﷺ کا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا، تو آپ ﷺ کا پلڑا بھاری تھا، ابوبکر کے مقابلے میں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

2211- اخرجه ابو داؤد (۶۱۹/۲): كتاب السنة: باب: في الخلفاء، حديث (۴۶۳۴) من طريق اشعث، عن الحسن، فذكره-

پلڑا بھاری تھا پھر اس ترازو کو اٹھا لیا گیا۔
راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی کے تاثرات دیکھے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

2212 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَرَقَةَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ اِنَّهُ كَانَ صَدَّقَكَ وَلٰكِنَّهُ مَاتَ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيتُهُ فِي الْمَنَامِ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ بَيَاضٌ وَلَوْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَكَانَ عَلَيْهِ لِبَاسٌ غَيْرُ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَعُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَيْسَ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ بِالْقَوِيِّ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ سے ورقہ کے بارے میں پوچھا گیا' تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بتایا کہ انہوں نے آپ کی تصدیق کی تھی اور آپ ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے وہ خواب میں دکھایا گیا ہے۔ اس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اگر وہ جہنمی ہوتا تو اس کے جسم پر دوسرا لباس ہوتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ”غریب“ ہے۔
عثمان بن عبدالرحمٰن نامی راوی محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

2213 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ اَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ

متنِ حدیث: قَالَ رَاَيْتُ النَّاسَ اجْتَمَعُوْا فَنَزَعَ اَبُوْ بَكْرٍ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ فِيْهِ ضَعْفٌ وَّاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ قَامَ عُمَرُ فَنَزَعَ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِي فَرْيَهُ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم ﷺ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خواب میں نظر آنے کے بارے میں بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اکٹھے ہوئے پھر ابوبکر نے ایک یا شاید دو

2212-اخرجه احمد (٦/٦٥) من طريق عروة' فذكره۔

2213-اخرجه البخاري (٧/٥٠): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب عمر بن الخطاب ابي حفص' حديث (٣٦٨٢) و (١٢/٤٣٢): كتاب التعبير: باب: نزع الذنوب و الذنوبين من البئر بضعف' حديث (٧٠٢٠) و مسلم (٤/١٨٦٢): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل عمر' رضى الله تعالى عنه' حديث (١٩/٢٣٩٢) و احمد (٢/٢٧' ٩٨' ١٠٤) من طريق سالم بن عبد الله' فذكره۔

ڈول نکالے ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی اللہ ان کی مغفرت کرے پھر "عمر" اٹھا۔ اس نے اسے پکڑا تو وہ ایک بڑا ڈول بن گیا میں نے اس جیسا محنتی شخص کوئی نہیں دیکھا' اس نے لوگوں کو سیراب کر دیا' یہاں تک کہ وہ اپنی آرام گاہوں میں چلے گئے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے طور پر "غریب" ہے۔

شرح

خواب میں ترازو کے وزنی اور ڈول نکالنے میں قوت نمایاں ہونے کی تعبیر:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اسلب ہے کہ باب کے اختتام میں کچھ احادیث مبارکہ "باب بلا ترجمۃ" کا عنوان قائم کر کے وارد کرتے ہیں، تاہم مترجمیں اور شارحین ان کے مناسب عنوان قائم کر دیتے ہیں۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ پہلی اور تیسری حدیث ترجمۃ الباب سے مطابقت کرتی ہیں لیکن دوسری حدیث باب کا ترجمۃ الباب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

پہلی اور تیسری حدیث میں بالترتیب خلفاء اربعہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔ ترازو میں وزن زیادہ ہونا اور ڈول نکالنے میں قوت کا مظاہرہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالترتیب خلیفہ بنیں گے، ان کے بعد ملوکیت کا اور فتنوں کا دور دورہ شروع ہو جائے گا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ پہلے خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنے، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے اور ان کے دور میں خوب فتوحات ہوئیں جس کے نتیجہ میں اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ شہادت فاروقی کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے لیکن ان کے دور میں بعض فتنوں نے جنم لیا تھا۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو مختلف فتنوں نے مزید سر اٹھانا شروع کر دیے، ان کی شہادت کے بعد ملوکیت کا دور شروع ہو گیا اور فتنے نمایاں طور پر سامنے آ گئے۔

سفید لباس کی اہمیت:

سفید لباس مرد کی وقار کی علامت ہے، اس سے حسن شخصیت نمایاں ہو جاتا ہے اور بعض روایات میں مرد کی زینت قرار دیا گیا ہے۔ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سفید لباس اہل جنت کی علامت ہے' جس طرح عربی زبان اہل جنت کی علامت ہے، اسی طرح سفید لباس اہل جنت کی نشانی ہے۔ تاہم بعض روایات میں سبز لباس کو بھی اہل جنت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

2214 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِیْ مُوْسٰی بْنُ عُقْبَةَ اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رُؤْيَا النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ امْرَاَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّاْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى قَامَتْ بِمَهْيَعَةَ وَهِیَ الْجُحْفَةُ وَاَوَّلْتُهَا وَبَاءَ الْمَدِيْنَةِ يُنْقَلُ اِلَى الْجُحْفَةِ

2214- اخرجه البخاری (۱۲/۴۴۳): كتاب التعبير: باب: اذا رای انه اخرج الشيء من كوة، حديث (۷۰۳۸) و طرفاه فی: (۷۰۳۹، ۷۰۴۰) و ابن ماجه (۲/۱۲۹۳): كتاب تعبير الرؤيا: باب: تعبير الرؤيا، حديث (۳۹۲۴) و احمد (۲/۱۰۷، ۱۱۷، ۱۳۷) من طريق موسى بن عقبة، قال: اخبرنی سالم بن عبد الله، فذكره۔

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ | نبی اکرم ﷺ کا ایک خواب نقل کرتے ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ مدینہ سے نکلی اور "مہیعہ" جا کر کھڑی ہو گی (راوی کہتے ہیں اس سے مراد "جحفہ" ہے)

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے: اس سے مراد مدینہ کی وبا ہے جو "جحفہ" کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔

یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

2215 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: فِي آخِرِ الزَّمَانِ لَا تَكَادُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثًا وَّالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ الْحَسَنَةُ بُشْرَى مِنَ اللهِ وَالرُّؤْيَا يُحَدِّثُ الرَّجُلُ بِهَا نَفْسَهُ وَالرُّؤْيَا تَحْزِينٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا وَّلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُعْجِبُنِي الْقَيْدُ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ قَالَ

حدیثِ دیگر: وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ

اختلافِ روایت: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ رَوَى عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَيُّوبَ مَرْفُوعًا وَّرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ وَوَقَفَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: آخری زمانے میں مؤمن کے خواب بہت کم جھوٹے ہوں گے لوگوں میں سب سے زیادہ سچے خواب وہ دیکھے گا جو بات کرنے میں سب سے زیادہ سچا ہوگا۔ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی خوشخبری ہوتی ہے۔ کچھ خواب وہ ہوتے ہیں جس میں آدمی اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے اور کچھ خواب وہ ہوتے ہیں جو شیطان کی طرف سے غم میں مبتلا کرنے کے لیے ہوتے ہیں تو جب کوئی شخص کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو وہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرے بلکہ اٹھ کر نماز ادا کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے خواب میں زنجیر دیکھنا پسند ہے اور میں طوق کو ناپسند کرتا ہوں۔ زنجیر سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: مؤمن کے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالوہاب ثقفی نے اس حدیث کو ایوب کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

حماد بن زید نے اسے ایوب کے حوالے سے "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

یثرب سے مدینہ طیبہ بننا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل مدینہ منورہ کا نام ''یثرب'' تھا، جس کا معنی ہے: امراض و وباؤں کا گھر لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس شہر میں قدم رنجہ ہوئے تو آپ کی برکت سے یہ شہر تمام امراض سے پاک ہوگیا اور اس کا نام ''یثرب'' کے بجائے ''مدینہ منورہ'' ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اس شہر کو بھی ''حرم مدینہ'' کا درجہ حاصل ہوگیا۔ سیاہ فام عورت سے مراد وباء ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وباء کے ناسور سے پاک کر کے اسے اپنی خصوصی رحمتوں کا محور بنا دیا۔ یہی وہ مقدس شہر ہے، جس میں حضور اقدس نے قیام فرمایا بلکہ آج بھی محو استراحت ہیں، ستر ہزار فرشتے صبح سے شام تک اور ستر ہزار فرشتے شام سے صبح تک مسلسل حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ مسجد نبوی اسی مقدس شہر میں ہے، جس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر دیا جاتا ہے۔ اسی شہر میں مسجد ''قباء'' ہے، جس میں دو نوافل ادا کرنے سے عمرہ ادا کرنے کے مساوی ثواب ملتا ہے۔

نوٹ: دوسری حدیث باب کی توضیح گزر چکی ہے۔

2216 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ عَنْ شُعَيْبٍ وَّهُوَ ابْنُ اَبِىْ حَمْزَةَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ حُسَيْنٍ وَّهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ حُسَيْنٍ عَنْ نَّافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: رَاَيْتُ فِى الْمَنَامِ كَاَنَّ فِىْ يَدَىَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَهَمَّنِىْ شَاْنُهُمَا فَاُوْحِىَ اِلَىَّ اَنْ اَنْفُخَهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَاذِبَيْنِ يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِىْ يُقَالُ لِاَحَدِهِمَا مُسَيْلِمَةُ صَاحِبُ الْيَمَامَةِ وَالْعَنْسِىُّ صَاحِبُ صَنْعَاءَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں میں ان کی وجہ سے بڑا پریشان ہوا پھر میری طرف یہ بات وحی کی گئی کہ میں انہیں پھونک ماروں، میں نے انہیں پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے: میرے بعد دو ''جھوٹے نبی'' ظاہر ہوں گے ان میں سے ایک کا نام مسیلمہ ہوگا، اور وہ یمامہ کا رہنے والا ہوگا اور ایک ''عنسی'' ہوگا، جو صنعاء کا رہنے والا ہوگا۔

یہ حدیث ''صحیح غریب'' ہے۔

2216- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۲۹۲): كتاب تعبير الرؤيا: باب: تعبير الرؤيا، حديث (۳۹۲٤) و احمد (۲ /۳۳۸، ۳٤٤) من طريق نافع بن جبير، عن ابن عباس-

شرح

سونے کے کنگنوں کی تعبیر جھوٹی نبوت کے دعویدار:

حدیث باب میں دو کنگنوں کی تعبیر دو جھوٹی نبوت کے دعویدار سے نکالی گئی ہے۔ان میں سے ایک کا نام مسیلمہ کذاب اور دوسرے کا نام اسود عنسی کذاب تھا۔دونوں کا تعارف سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

1-مسیلمہ کذاب کا تعارف: اس کا اصل نام "مسلمہ" تھا جو یمامہ کا باشندہ تھا، یہ قبیلہ بنوحنیفہ سے متعلق تھا۔فتح مکہ کے بعد اس قبیلہ کا وفد مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہوا۔مسیلمہ اس وفد میں شامل تھا لیکن مدینہ طیبہ پہنچ کر سامان کی حفاظت کا بہانہ بنا کر خدمت اقدس میں حاضر نہ ہوا اور نہ قبول اسلام کیا بلکہ وفد میں شامل ہو کر جوں کا توں واپس آ گیا۔یمامہ پہنچنے کے بعد مسیلمہ کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام بایں الفاظ خط لکھا: من مسلمة رسول الله الى محمد رسول الله، سلام عليك، اما بعد! فانى قدر اشركت فى الامر معك، وان لنا نصف الارض ولقريش نصفها، ولكن قريشان يعتدون، اللہ کے رسول مسلمہ کی طرف اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام، آپ پر سلامتی، امابعد: آپ کے بھائی مجھے بھی رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔نصف زمین ہماری ہے اور نصف زمین قریش کی ہے لیکن قریش حد سے بڑھنے والے ہیں۔

مسیلمہ کذاب کی طرف سے یہ خط موصول ہوتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس خط کا جواب بایں الفاظ تحریر کیا گیا تھا: بسم الله الرحمٰن الرحيم، من محمد رسول الله الى مسيلمة الكذاب، السلام على من اتبع الهدى، اما بعد فان الارض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين، اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مسیلمہ کذاب کے نام، سلام اس شخص پر جو ہدایت پر ہے۔امابعد! پس زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور آخرت پرہیزگار لوگوں کے لیے ہے۔

چونکہ خط میں اس کا نام حقارت کی وجہ سے صیغہ تصغیر سے استعمال کیا گیا تھا اس لیے وہ اس کے ساتھ مشہور ہو گیا تھا۔

10ھ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا، یہ فتنہ ابھی مکمل طور پر اٹھا نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ بنتے ہی جہاں منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا وہاں مسیلمہ کذاب کی سرکوبی اور مقابلہ بھی کیا۔آپ کی خواہش اور حکم کے مطابق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسیلمہ کذاب کے درمیان سخت معرکہ ہوا، جس میں بارہ سو مسلمان جام شہادت نوش کر گئے۔بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا اور حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مسیلمہ کذاب واصل جہنم ہوا۔اس طرح یہ فتنہ اپنی موت آپ مر گیا۔

2-اسد عنسی کذاب کا تعارف: اس کا لقب ذوالخمار اور اصل نام عیہلہ یا عبہلہ تھا، بہت بڑا شعبدہ باز تھا۔قبیلہ مذحج سے متعلق تھا، یمن کے مشہور شہر "صنعاء" کا باشندہ تھا، اہل یمن کے ساتھ مل کر مسلمان ہوا تھا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں یہ مرتد ہو گیا تھا بلکہ تاریخ اسلام میں یہ پہلا مرتد ہے۔اس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا، اپنی قوم کے لوگوں کو شعبدہ اور کرتب دکھا کر اپنا گرویدہ بنا لیا تھا اور پورا قبیلہ اس کا تابع فرمان ہو گیا۔صنعاء اور نجران پر بھی وہ قابض ہو گیا۔اس کی فوج سات سو افراد پر

مشتمل تھی لیکن اس فتنہ کی آگ تیزی سے ہر طرف پھیل گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامیان یمن کے نام خط ارسال فرمایا جس میں اس فتنہ کو ختم کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ 10ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسود عنسی کو واصل جہنم کیا۔

زمانہ جاہلیت میں سلاطین وقت اپنی شان وشوکت اور قدر ومنزلت کے اظہار کے لیے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن استعمال کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خواب میں اپنی یہی کیفیت ملاحظہ کی تو پریشان ہوئے تو حالت خواب میں آپ پر وحی نازل ہوئی کہ ان کنگنوں پر پھونک ماریں' چنانچہ آپ کے پھونک مارنے پر وہ کنگن فضاء میں اڑ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کنگنوں کی تعبیر دو جھوٹی نبوت کے دعویداروں سے کی تھی اور اس کی تصریح حدیث باب میں موجود ہے۔

سونے کے کنگنوں سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ جھوٹی نبوت کے فتنے زور کے بل بوتے پر رونما ہوتے ہیں لیکن جب زور وبازو سے ان کا مقابلہ کیا جائے تو ان کے ختم ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔

2217 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ ظُلَّةً يَنْطِفُ مِنْهَا السَّمْنُ وَالْعَسَلُ وَرَاَيْتُ النَّاسَ يَسْتَقُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ وَرَاَيْتُ سَبَبًا وَّاصِلًا مِّنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَاَرَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخَذْتَ بِهٖ فَعَلَوْتَ ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ بَعْدَكَ فَعَلَا ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ بَعْدَهٗ فَعَلَا ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ فَقُطِعَ بِهٖ ثُمَّ وُصِلَ لَهٗ فَعَلَا بِهٖ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ وَاللّٰهِ لَتَدَعَنِّيْ اَعْبُرُهَا فَقَالَ اعْبُرْهَا فَقَالَ اَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الْاِسْلَامِ وَاَمَّا مَا يَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ وَالْعَسَلِ فَهُوَ الْقُرْاٰنُ لِيْنُهٗ وَحَلَاوَتُهٗ وَاَمَّا الْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ فَهُوَ الْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْمُسْتَقِلُّ مِنْهُ وَاَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ فَهُوَ الْحَقُّ الَّذِيْ اَنْتَ عَلَيْهِ فَاَخَذْتَ بِهٖ فَيُعْلِيكَ اللّٰهُ ثُمَّ يَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَيَعْلُوْ بِهٖ ثُمَّ يَاْخُذُ رَجُلٌ اٰخَرُ فَيَعْلُوْ بِهٖ ثُمَّ يَاْخُذُ رَجُلٌ اٰخَرُ فَيَنْقَطِعُ بِهٖ ثُمَّ يُوْصَلُ لَهٗ فَيَعْلُوْ اَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّيْ اَصَبْتُ اَوْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَّاَخْطَاْتَ بَعْضًا قَالَ اَقْسَمْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ لَتُخْبِرَنِّيْ مَا الَّذِيْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْسِمْ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: میں نے خواب میں ایک بادل دیکھا جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کے ذریعے اس کو پی رہے تھے کچھ لوگ زیادہ لے رہے تھے کچھ کم لے رہے تھے پھر میں

2217- اخرجه ابوداؤد (۴ /۲۴۶): كتاب الايمان و النذور: باب فی القسم هل يكون يمينا' حديث (۳۲۶۸)(۴ /۶۱۸): كتاب السنة: باب فی الخلفاء ' حديث (۴۶۳۲) و ابن ماجه (۲ /۱۲۸۹): كتاب تعبير الرؤيا: باب تعبير الرؤيا' حديث (۳۹۱۸) من طريق الزهری' عن عبيد الله بن عبد الله ' عن ابن عباس ' فذكره۔

نے ایک رسی دیکھی جو آسمان سے زمین کی طرف آئی ہوئی تھی۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو دیکھا یا رسول اللہ ﷺ کہ آپ ﷺ نے اس کو پکڑا اور آپ اوپر چڑھ گئے۔ ایک اور شخص نے اسے پکڑا اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا پھر اس کے بعد ایک اور شخص نے اس کو پکڑا اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا پھر ایک اور شخص نے اس کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی پھر وہ مل گئی پھر وہ شخص اوپر چڑھ گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' اللہ کی قسم! آپ مجھے موقع دیجئے کہ میں اس کی تعبیر بیان کروں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کی تعبیر بیان کرو' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: بادل سے مراد اسلام کا بادل ہے اس سے شہد ٹپکنے سے مراد مطلب ہے یہ قرآن ہے' اس کی نرمی اور اس کی حلاوت ہے اور زیادہ لینے اور تھوڑا لینے سے مراد یہ ہے: کچھ لوگ قرآن کا علم زیادہ حاصل کریں گے' اور کچھ کم حاصل کریں گے۔ آسمان سے لے کر زمین تک آنے والی رسی سے مراد وہ حق ہے' جس پر آپ ﷺ گامزن ہیں آپ ﷺ نے اسے تھاما اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے آپ کو بلندی عطا کی اور پھر آپ کے بعد ایک اور شخص اس کو تھامے گا وہ بھی اس کے ذریعے بلندی حاصل کرے گا پھر ایک اور شخص اس ک ذریعے بلندی حاصل کرے گا' پھر ایک شخص اس کو پکڑے گا تو وہ رسی ٹوٹ جائے گی پھر وہ مل جائے گی اس طرح وہ بھی بلندی حاصل کرے گا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے ٹھیک تعبیر بیان کی ہے یا غلط کی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کچھ ٹھیک ہے اور کچھ غلط کی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو قسم دیتا ہوں' آپ ﷺ مجھے بتائیں کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم قسم نہ دو!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ایک صحابی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اس کی تعبیر:

حدیث باب میں صحابی رسول کا خواب مذکور ہے' جس کی تعبیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی تھی۔ ارشاد نبوی کے مطابق خواب کی تعبیر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کچھ خطاء بھی ہوئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ وہ خطاء کیا ہے؟ اس بارے میں محدثین کے متعدد اقوال ہیں۔

1- یہ تعبیر قرآن وحدیث سے بیان کرنے کی ضرورت تھی، لیکن صرف قرآن سے بیان کی گئی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث چونکہ قرآن کے تابع اور اس کی تفسیر ہے، لہٰذا جب قرآن کا ذکر کیا گیا تو بالتبع حدیث کا ذکر از خود ہو گیا۔

2- خواب کی تعبیر بتانے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو پیش قدمی کی ہے دراصل یہی خطاء ہے۔ یہ بھی خطاء نہیں ہو سکتی کیونکہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر تعبیر بیان کی تھی۔

3- یکے بعد دیگرے رسی پکڑنے والوں کی تعیین نہ کرنا خطاء تھی۔ یہ بھی خطاء نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسے کلام کو مجمل کہہ سکتے ہیں، لیکن خطاء نہیں کہہ سکتے۔

4- خواب دیکھنے والے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: ثم اخذ به رجل فقطع به ثم وصل له فعلا به۔ کے الفاظ وضاحت طلب تھے لیکن ان کو جوں کا توں چھوڑ دیا گیا۔ یہی خطاء ہے۔

5- جس چیز کی وضاحت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی تھی تو ہمیں اس کی وضاحت میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: کیا خواب کی حقیقت ہوتی ہے یا وہ تعبیر کے تابع ہوتا ہے؟

جواب: اس بارے میں دو قول ہیں:

1- خواب ایک مستقل حقیقت ہوتی ہے، اس کی دلیل حدیث باب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعبیر کے بعد سوال کے جواب میں یوں فرمایا: اصبت بعضاء واخطات بعضا۔ یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب کی کچھ حقیقت کو پالیا تھا۔

2- دوسرا قول یہ ہے کہ خواب تعبیر کے تابع ہوتا ہے' اس کی دلیل وہ روایت ہے' جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ خواب پرندے کے پاؤں میں ہوتا ہے، جب تک اسی کی تعبیر نہ بیان کر دی جائے یعنی خواب تعبیر سے متعلق ہوتا ہے۔

سوال: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قسم کھانے سے اس کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے اور قسم دینے سے قسم کی تکمیل واجب نہیں ہوتی۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سات امور کا حکم دیا ہے جن میں سے ایک ابرار القسم بھی ہے یعنی قسم دینے والے کی قسم کو پورا کرنا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 1239) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم کیوں پوری نہ فرمائی؟

جواب: ابرار القسم کا حکم وجوبی نہیں ہے' بلکہ استحبابی ہے' جس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکمیل نہ فرمائی، بلکہ ان کی صداقت کو برقرار رکھنے کے لیے اس کی وضاحت بھی نہیں فرمائی تھی۔ اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر و منزلت، عظمت وفضیلت اور صداقت وکرامت بیان کرنا بھی مقصود تھا۔

فائدہ نافعہ: اساتذہ کا اپنی نگرانی میں اپنے تلامذہ کو امامت و خطابت، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی کی تربیت دینا، مسنون ہے' کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابی رسول کے خواب کی تعبیر بیان کی تھی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی صحت و عدم صحت کی تائید بھی حاصل کرنے کی سعی فرمائی تھی۔

2218 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِى رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى بِنَا الصُّبْحَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهٖ وَقَالَ هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّيُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَوْفٍ وَّجَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ

2218- اخرجه البخارى (۲/ ۳۸۸): كتاب الاذان: باب: يستقبل الامام الناس اذا سلم، حديث (۸۴۵) و اطرافه فى: (۱۱۴۳، ۱۳۸۶، ۲۰۸۵، ۲۷۹۱، ۳۲۳۶، ۳۳۵۴، ۴۶۷۴، ۶۰۹۶، ۷۰۴۷) و مسلم (۴/ ۱۷۸۱): كتاب الرؤيا: باب: رؤيا النبى صلى الله عليه وسلم، حديث (۲۳/ ۲۲۷۵) و ابن خزيمة (۲/ ۶۹)، حديث (۹۴۲) و احمد (۵/ ۸، ۹، ۱۰، ۱۴) من طريق ابى رجاء، فذكره۔

قَالَ وَهٰكَذَا رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ وَّهْبِ بْنِ جَرِيْرٍ مُّخْتَصَرًا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب ہمیں صبح کی نماز پڑھا لیتے تھے تو آپ اپنا چہرۂ مبارک لوگوں کی طرف کرتے تھے اور دریافت کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی شخص نے گزشتہ رات کوئی خواب دیکھا ہے؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہ روایت عوف اور جریر بن حازم کے حوالے سے ابورجاء کے حوالے سے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے طویل حدیث کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

محمد بن بشار نے یہی روایت اسی طرح ہمارے سامنے بیان کیا ہے۔ جو وہب بن جریر کے حوالے سے مختصر طور پر منقول ہے۔

شرح

خواب بیان کرنے یا سننے کی اہمیت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں یہ بات شامل تھی کہ فجر کی نماز کے بعد چہرہ انور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف کرکے تشریف فرما ہو جاتے، اگر خود خواب دیکھا ہوتا تو خدام کو سناتے ورنہ حکم فرماتے کہ تم لوگوں میں سے کسی نے تازہ خواب دیکھا ہے تو وہ بیان کرے۔ پرانا خواب اپنی اہمیت وافادیت کھو دیتا ہے لیکن خواب جدید سے مستقبل کے لیے بھی بعض امور میں رہنمائی مل جاتی ہے۔ مثلاً غزوۂ احد سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا، جس کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ اس غزوہ میں پہلے شکست سے دوچار ہونا پڑے گا پھر نصرت وفتح حاصل ہوگی۔ چنانچہ غزوہ احد کا نتیجہ ایسے ہی سامنے آیا۔ اس سے خوابوں کی بیان کرنے، ان کو سننے، ان کی تعبیر بیان کرنے اور سننے کی اہمیت وافادیت واضح ہو جاتی ہے۔

كِتَابُ الشَّهَادَاتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

گواہی کے بارے میں 'نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشُّهَدَاءِ اَيُّهُمْ خَيْرٌ

باب 1: کون سے گواہ بہتر ہیں؟

2219 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اَبِي عَمْرَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِي يَاْتِي بِالشَّهَادَةِ قَبْلَ اَنْ يُسْاَلَهَا

اختلافِ سند: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ نَحْوَهُ وَقَالَ ابْنُ اَبِي عَمْرَةَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَاَكْثَرُ النَّاسِ يَقُوْلُوْنَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي عَمْرَةَ وَاخْتَلَفُوْا عَلٰى مَالِكٍ فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ اَبِي عَمْرَةَ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ اَبِي عَمْرَةَ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي عَمْرَةَ الْاَنْصَارِيُّ وَهٰذَا اَصَحُّ لِاَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ حَدِيْثِ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي عَمْرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ اَبِي عَمْرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ غَيْرُ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ اَيْضًا وَاَبُوْ عَمْرَةَ مَوْلٰى زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ وَلَهُ حَدِيْثُ الْغُلُوْلِ وَاَكْثَرُ النَّاسِ يَقُوْلُوْنَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي عَمْرَةَ

◆◆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کیا میں تمہیں سب سے بہتر گواہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص ہوتا ہے' جو گواہی دینے کے لیے خود ہی آ جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس سے مطالبہ کیا جائے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول ہے۔

ابن ابوعمرہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔ اکثر راویوں نے ان کا نام عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ بیان کیا ہے۔

اس روایت کے حوالے سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے میں راویوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے اسے ابوعمرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' جبکہ بعض نے اسے ابن ابوعمرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور یہ صاحب عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ انصاری ہیں۔

2219- اخرجه مالك في (الموطا) (۲/ ۷۲۰): كتاب الاقضية: باب: ماجاء في الشهادات' حديث (۳) و مسلم (۳/ ۱۳۴٤): كتاب الاقضية: باب: بيان خير الشهود' حديث (۱۹/ ۱۷۱۹) و ابو داؤد (۲/ ۳۰٤): كتاب الاقضية: باب: في الشهادات' حديث (۳۵۹۶) و ابن ماجه (۲/ ۷۹۲): كتاب الاحكام: باب: الرجل عنده الشهادة لا يعلم بها صاحبها' حديث (۲۳٦٤) و احمد (٤/ ۱۱۵) (۵/ ۱۹۳) من طريق ابن ابي عمرة الانصاري' فذكره۔

ہمارے نزدیک یہی درست ہے' کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر حوالوں سے یہ روایت عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ کے حوالے سے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے اور یہی مستند ہے۔

ابوعمرہ نامی صاحب حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

انہوں نے مالِ غنیمت میں خیانت سے متعلق روایت بھی نقل کی ہے۔ اکثر حضرات نے ان کا نام عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ ذکر کیا ہے۔

2228 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ ابْنُ بِنْتِ اَزْهَرَ السَّمَّانِ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ حَدَّثَنِيْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ خَالِدِ الْجُهَنِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: خَيْرُ الشُّهَدَاءِ مَنْ اَدّٰى شَهَادَتَهٗ قَبْلَ اَنْ يُّسْاَلَهَا

قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے بہتر گواہ وہ ہوتا ہے' جو گواہی کا مطالبہ کیے جانے سے پہلے گواہی دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

بہترین گواہی اور بہترین گواہ:

احادیث باب میں بہترین گواہی اور بہترین گواہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے ساتھ تعارض ہے، جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین زمانہ وہ ہے' جس میں میں موجود ہوں، پھر اس کے ساتھ متصل زمانہ ہے اور پھر اس کے ساتھ ملا ہوا زمانہ ہے۔ احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ بہترین وہ لوگ ہیں جو بغیر مطالبہ کے درست گواہی پیش کرتے ہیں؟

جواب: گواہی دو قسم کی ہے:

1- ایسی سچی گواہی جو کسی کے پاس کسی کے لیے موجود ہو، خواہ وہ ایسے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، صاحب معاملہ کے مطالبہ سے قبل یا بعد میں پیش کر دے، ایسی گواہی خوب اور گواہ خوب تر ہے۔

2- ایسی گواہی ہے' جو ناپسندیدہ ہو اور گواہ اسے پیش کرنے کے لیے بے تاب ہو، ایسی گواہی عموماً جھوٹی اور گواہ جھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل یوں بیان کی جا سکتی ہے کہ ایسا شخص جو کسی معاملہ میں گواہ بن سکتا ہو لیکن صاحب معاملہ کو اس کا علم نہ ہو، ایسے مسئلہ میں اگر گواہ گواہی پیش نہ کرے تو مسلمان اپنے حق سے محروم ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں قاضی کی عدالت میں خود گواہی پیش کرنی چاہیے۔ اگر ایسی گواہی کا صاحب معاملہ کو علم ہو وہ گواہی دینے کی درخواست بھی کرے کہ قاضی کی عدالت میں گواہی پیش

کرے گواہ گواہی پیش کرنے میں ٹال مٹول سے اکم نہ لے۔تو وہ گواہی پسندیدہ ہے۔

حدیث کے الفاظ:قبل ان یسأء لھا (بصورت مضارع مجہول)اس کے دومطلب ہوسکتے ہیں۔

1-صاحب معاملہ کے مطالعہ کے بغیر گواہی پیش کرنا اور صاحب معاملہ اس گواہی سے واقف بھی نہ ہو۔

2-صاحب معاملہ کے مطالبہ کے بعد فوراً گواہی پیش کرنا جبکہ صاحب معاملہ اس بارے میں جانتا بھی ہو۔یہ دونوں صورتیں حدیث باب کا مصداق ہوسکتی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ لَّا تَجُوزُ شَهَادَتُهُ

باب 2:کس کی گواہی قبول نہیں ہوگی؟

2221 سندِحدیث:حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ الْفَزَارِيُّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث:لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَّلَا خَائِنَةٍ وَّلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَّلَا مَجْلُوْدَةٍ وَّلَا ذِیْ غِمْرٍ لِاَخِيْهِ وَلَا مُجَرَّبِ شَهَادَةٍ وَّلَا الْقَانِعِ اَهْلَ الْبَيْتِ لَهُمْ وَلَا ظَنِيْنٍ فِیْ وَلَاءٍ وَّلَا قَرَابَةٍ قَالَ الْفَزَارِيُّ الْقَانِعُ التَّابِعُ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيِّ وَيَزِيْدُ يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ وَلَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ

فی الباب:وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث:وَ قَالَ وَلَا نَعْرِفُ مَعْنٰی هٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَا يَصِحُّ عِنْدِیْ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ

مذاہبِ فقہاء:وَالْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ هٰذَا اَنَّ شَهَادَةَ الْقَرِيْبِ جَائِزَةٌ لِقَرَابَتِهٖ وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِیْ شَهَادَةِ الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ وَالْوَلَدِ لِوَالِدِهٖ وَلَمْ يُجِزْ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ شَهَادَةَ الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ وَلَا الْوَلَدِ لِلْوَالِدِ وقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا كَانَ عَدْلًا فَشَهَادَةُ الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ جَائِزَةٌ وَّكَذٰلِكَ شَهَادَةُ الْوَلَدِ لِلْوَالِدِ وَلَمْ يَخْتَلِفُوْا فِیْ شَهَادَةِ الْاَخِ لِاَخِيْهِ اَنَّهَا جَائِزَةٌ وَّكَذٰلِكَ شَهَادَةُ كُلِّ قَرِيْبٍ لِقَرِيْبِهٖ وقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا تَجُوزُ شَهَادَةٌ لِرَجُلٍ عَلَى الْاٰخَرِ وَاِنْ كَانَ عَدْلًا اِذَا كَانَتْ بَيْنَهُمَا عَدَاوَةٌ

وَذَهَبَ اِلٰی حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

حدیثِ دیگر:لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ صَاحِبِ اِحْنَةٍ

قولِ امام ترمذی:يَعْنِیْ صَاحِبَ عَدَاوَةٍ وَّكَذٰلِكَ مَعْنٰی هٰذَا الْحَدِيْثِ حَيْثُ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ صَاحِبِ غِمْرٍ لِاَخِيْهِ يَعْنِیْ صَاحِبَ عَدَاوَةٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: خیانت کرنے والے مرد' خیانت کرنے والی عورت' (جس مرد یا عورت کو) حدِ قذف میں کوڑے مارے گئے ہوں' جس کی ذاتی دشمنی ہو' جو جھوٹا گواہ ہو' کسی گھرانے کے

ملازم کی ان کے حق میں ولاء یا قرابت میں تہمت زدہ شخص (ان سب کی) گواہی قبول نہیں ہوگی۔

فزاری نامی راوی بیان کرتے ہیں: اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "القانع" سے مراد پیروی کرنے والا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف یزید بن زیاد دمشقی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں اور یزید کو علم حدیث میں "ضعیف" قرار دیا گیا ہے اور یہ حدیث زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے صرف یزید سے ہی منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

ہمیں اس حدیث کے مفہوم کا پتہ نہیں ہے اور ہمارے نزدیک سند کے اعتبار سے بھی یہ مستند نہیں ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ اس حوالے سے کہ کوئی رشتہ دار اپنے رشتہ دار کے بارے میں گواہی دے سکتا ہے۔ لیکن والد کی اپنی اولاد کے لیے یا اولاد کی اپنے والد کے لیے گواہی کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔ اکثر اہلِ علم کے نزدیک اولاد والد کے حق میں گواہی نہیں دے سکتی اور والد اولاد کے حق میں گواہی نہیں دے سکتا۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: اگر وہ عادل ہوں تو والد کی گواہی اولاد کے حق میں درست ہوگی۔ اسی طرح اولاد کی گواہی والد کے حق میں درست ہوگی۔

اہلِ علم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے: بھائی، اپنے بھائی کے حق میں گواہی دے سکتا ہے اور ایسا کرنا جائز ہے۔

اسی طرح ہر رشتہ دار اپنے رشتہ دار کے بارے میں گواہی دے سکتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب دو آدمیوں کے درمیان دشمنی ہو تو ایک کی گواہی دوسرے کے خلاف قبول نہیں ہوگی اگرچہ وہ عادل ہی کیوں نہ ہو۔

انہوں نے عبدالرحمٰن اعرج کی نقل کردہ "مرسل" حدیث کو اختیار کیا ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دشمن کی گواہی درست نہیں ہوتی۔

اسی طرح ایک حدیث میں یہ مفہوم بھی منقول ہے: آپ نے ارشاد فرمایا ہے: صاحب غمر یعنی دشمنی رکھنے والے شخص کی گواہی جائز نہیں ہے۔

شرح

مردود الشہادت لوگ:

قبولیت شہادت کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے: مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرہ:282) "گواہ ایسے ہونے چاہییں جن کو تم پسند کرتے ہو"۔ چند اہم اوصاف کی وجہ سے گواہ پسندیدہ ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

1- مسلمان ہونا۔ 2- عاقل ہونا۔ 3- بالغ ہونا۔ 4- گفتگو پر قدرت حاصل ہونا۔ 5- دیندار ہونا۔ 6- بامروت ہونا۔ 7- متہم نہ ہونا وغیرہ۔ گواہوں کی گواہی معتبر ہونے کے لیے ان اوصاف سے متصف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی خبر میں دو احتمال ہوسکتے ہیں۔ وہ سچی ہوگی یا جھوٹی ہوگی، صدق و کذب معلوم کرنے کے لیے کوئی قرینہ ہوگا۔ وہ قرینہ بیان کرنے والے میں ہوگا یا

بیان کی ہوئی بات میں ہوگا یا ان دونوں کے غیر میں موجود ہوگا لیکن مخبر کے علاوہ کسی میں یہ صفات مدار شرعی نہیں بن سکتیں۔

حدیث باب میں مردود الشہادت لوگوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- خائن ہونا: عورت اور مرد جو امانت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہو کیونکہ جو شخص امانت میں خیانت کر سکتا ہے وہ گواہی میں بھی خیانت کر سکتا ہے۔

2- محدود ہونا: وہ مرد و زن، جس پر حد شرعی نافذ کی گئی ہو، کی گواہی بھی غیر معتبر ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے حد نافذ ہوتی ہے، مثلاً شراب نوشی، زنا کاری اور کسی پر الزام عائد کرنا وغیرہ۔ چونکہ مرتکب کبائر فاسق ہوتا ہے اور فاسق کی گواہی معتبر نہیں ہوتی۔

سوال: مرتکب الکبائر کی گواہی نا قابل قبول ہونے کی وجہ اس کا فسق ہونا ہے، کیا توبہ سے قبل یا توبہ کے بعد یا دونوں صورتوں میں اس کی گواہی غیر معتبر ہوگی؟

جواب: اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ توبہ سے قبل اور توبہ کے بعد اس کی گواہی نا قابل قبول ہوگی۔ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور:4) وہی لوگ فاسق ہیں، دیگر آئمہ کا نقطہ نظر ہے کہ توبہ سے قبل تو اس کی گواہی نا قابل ہوگی لیکن توبہ کے بعد قابل قبول ہوگی۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے، اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا (النور:5) مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی۔

3- عداوت ہونا: فریقین میں عداوت و دشمنی ہو تو ان کی باہم گواہی نا قابل قبول اور غیر معتبر ہوگی۔ کیونکہ عداوت کی وجہ سے گواہی حقیقت اور صداقت پر مبنی نہیں ہوگی۔

4- جھوٹی گواہی کا عادی ہونا: وہ مرد یا عورت جسے بات بات پر جھوٹ بولنے کی عادت ہو، اس کی گواہی غیر معتبر ہوگی۔ کیونکہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ اس کی گواہی بھی جھوٹ کا پلندہ ہوگی۔

5- خاندان کا خادم ہونا: کسی خاندان کا خادم یا نوکر ہو تو اس کی گواہی متعلقہ خاندان کے حق میں غیر معتبر ہوگی۔ کیونکہ اس کے مفادات خاندان سے وابستہ ہوتے ہیں اور یہ گواہی دیتے وقت خاندان کی رعایت و تائید کو پیش نظر رکھے گا۔

6- ولاء یا رشتہ میں متہم ہونا۔ وہ مرد یا عورت جو ولاء یا رشتہ میں متہم ہو اس کی گواہی بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ شَهَادَةِ الزُّوْرِ

باب 3: جھوٹی گواہی دینے (کا وبال)

2222 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ عَنْ سُفْیَانَ بْنِ زِیَادٍ الْاَسَدِیِّ عَنْ فَاتِكِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ اَیْمَنَ بْنِ خُرَیْمٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِیْبًا فَقَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ عَدَلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ اِشْرَاكًا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ)

2222- اخرجه احمد (۱۷۸/۴) من طریق سفیان بن زیاد، عن فاتك بن فضالة، فذكره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَهٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِیْثِ سُفْیَانَ بْنِ زِیَادٍ وَّاخْتَلَفُوْا فِیْ رِوَایَةِ هٰذَا الْحَدِیْثِ عَنْ سُفْیَانَ بْنِ زِیَادٍ وَّلَا نَعْرِفُ لِاَیْمَنَ بْنِ خُرَیْمٍ سَمَاعًا مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ایمن بن خریم بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جھوٹی گواہی دینا کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے جتنا جرم ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔

''بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس حدیث کو صرف سفیان بن زیاد کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

محدثین نے اس حدیث کی روایت میں سفیان بن زیاد سے منقول ہونے میں اختلاف کیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق ایمن بن خریم نامی راوی نے نبی اکرم ﷺ سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

2223 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ وَهُوَ ابْنُ زِیَادٍ الْعُصْفُرِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ النُّعْمَانِ الْاَسَدِیِّ عَنْ خُرَیْمِ بْنِ فَاتِكٍ الْاَسَدِیِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالشِّرْكِ بِاللّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ (وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ) اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا عِنْدِیْ اَصَحُّ وَخُرَیْمُ بْنُ فَاتِكٍ لَهٗ صُحْبَةٌ وَّقَدْ رَوٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِیْثَ وَهُوَ مَشْهُوْرٌ

حضرت خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ ارشاد فرمایا: جھوٹی گواہی دینے کو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینے (کی طرح بڑا) گناہ قرار دیا گیا ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

''اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو''۔ یہ آیت آخر تک ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ روایت درست ہے۔

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے احادیث روایت کی ہیں اور یہ بات مشہور ہے۔

2224 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنِ الْجُرَیْرِیِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ قَالَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: هَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَهٗ سَكَتَ

2223- اخرجه ابوداؤد (۳۰۵/۲): کتاب الاقضیة: باب: فی الشهادة الزور، حدیث (۳۵۹۹) و ابن ماجه (۷۹۴/۲): کتاب الاحکام: باب: شهادة الزور، حدیث (۲۳۷۲) و احمد (۳۲۱/۴) من طریق سفیان العصفری، عن ابیه، عن حبیب، فذکره۔

2224- اخرجه البخاری (۳۰۹/۵): کتاب الشهادات: باب: ما قیل فی شهادة الزور رقم (۲۶۵۴) و اطرافه فی (۵۹۷۶، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۹۱۹) و مسلم (۲۵۹/۱ - نووی): کتاب الایمان: باب: بیان الکبائر و اکبرها، حدیث (۸۷/۱۴۳)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ عبدالرحمن بن ابوبکرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں۔ یارسول اللہ! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) جھوٹی بات کہنا۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اس بات کو دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے یہ آرزو کی: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 4: بلاعنوان

2225 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثَلَاثًا ثُمَّ يَجِیْءُ قَوْمٌ مِّنْ بَعْدِهِمْ يَتَسَمَّنُوْنَ وَيُحِبُّوْنَ السِّمَنَ يُعْطُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ اَنْ يُّسْاَلُوْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ

اسنادِ دیگر: وَاَصْحَابُ الْاَعْمَشِ اِنَّمَا رَوَوْا عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ هِلَالِ ابْنِ يَسَافٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ يَسَافٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ

مذاہب فقہاء: قَالَ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ يُعْطُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ اَنْ يُّسْاَلُوْهَا اِنَّمَا يَعْنِىْ شَهَادَةَ الزُّوْرِ يَقُوْلُ يَشْهَدُ اَحَدُهُمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّسْتَشْهَدَ

وَبَيَانُ هٰذَا فِىْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حدیثِ دیگر: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتّٰى يَشْهَدَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ وَيَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الشُّهَدَاءِ الَّذِىْ يَاْتِىْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسْاَلَهَا هُوَ عِنْدَنَا اِذَا اُشْهِدَ الرَّجُلُ عَلَى الشَّیْءِ اَنْ يُّؤَدِّىَ شَهَادَتَهٗ وَلَا يَمْتَنِعَ مِنَ الشَّهَادَةِ هٰكَذَا وَجْهُ الْحَدِيْثِ

عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: لوگوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے' پھر ان کے بعد والوں کا زمانہ ہے' پھر ان کے بعد والوں کا زمانہ ہے۔ یہ بات آپ نے تین زمانوں کے بارے میں ارشاد فرمائی۔ (پھر فرمایا) پھر ان کے بعد وہ لوگ آئیں گے' جو موٹے ہوں گے' اور موٹاپے کو پسند کریں گے' اور وہ شہادت کا مطالبہ کیے جانے سے پہلے ہی گواہی دیں گے۔

یہ حدیث اعمش سے منقول ہونے کے اعتبار سے "غریب" ہے۔

اعمش کے شاگردوں نے اسے اعمش کے حوالے سے ہلال بن یساف کے حوالے سے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

یہ روایت محمد بن فضیل کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے: وہ لوگ گواہی دیں گے' اس سے پہلے کہ ان سے گواہی کا مطالبہ کیا جائے' یعنی وہ جھوٹی گواہی دیں گے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان یہ ہے: ان سے گواہی طلب نہیں کی گئی ہوگی' لیکن وہ پھر بھی گواہی دے دیں گے۔

اس مفہوم کا بیان حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نبی اکرم ﷺ سے نقل کردہ روایت میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد والوں کا ہے' پھر اس کے بعد والوں کا ہے' پھر اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا۔ یہاں تک آدمی گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی نہیں مانگی گئی ہوگی اور آدمی قسم اٹھائے گا حالانکہ اس سے قسم نہیں لی گئی ہوگی۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان "سب سے بہتر گواہ وہ ہے' جو گواہی کا مطالبہ کیے جانے سے پہلے گواہی دے" اس سے مراد یہ ہے: جب کسی شخص کو کسی چیز پر گواہ بنالیا جائے' تو وہ گواہی کو ادا کرے' اور گواہی دینے سے انکار نہ کرے۔

بعض اہل علم کے نزدیک حدیث کا یہی مفہوم ہے۔

شرح

جھوٹی گواہی کی مذمت وعید:

خلاف واقع اور ظلم پر مبنی بات کو جھوٹ کہا جاتا ہے، اسی طرح خلاف واقع اور عدم انصاف پر مبنی گواہی کو "جھوٹی گواہی" قرار دیا گیا ہے۔ جس کی وعید و مذمت احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ پہلی اور دوسری حدیث باب میں جھوٹی گواہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے کے برابر جرم قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینا جرم ہے، اسی طرح جھوٹی گواہی بھی گناہ عظیم ہے۔ یہ دونوں امور (شرک اور جھوٹی گواہی) گناہ کبیرہ ہیں۔ تاہم دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ شرک ناقابل معافی گناہ ہے اور جھوٹی گواہی ایسا جرم ہے' جو توبہ سے معاف ہو سکتا ہے۔

تیسری حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکبرالکبائر تین گناہ بیان کیے ہیں، جن میں ایک جھوٹی گواہی پیش کرنا ہے۔

وہ تین گناہ یہ ہیں:

1-اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔

2-والدین کی نافرمانی کرنا۔

3-جھوٹی گواہی پیش کرنا۔

مطلب یہ ہے کہ جھوٹی گواہی بھی اشراک باللہ اور والدین کی نافرمانی کے برابر جرم ہے، جس سے اجتناب و احتراز از بس ضروری ہے۔

احادیث باب میں جھوٹی گواہی کی وعید و مذمت بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ (الحج:30) پس تم بتوں کی پلیدی سے بچو اور تم جھوٹی بات (جھوٹی گواہی) سے بچو۔ بتوں کی پوجا اور جھوٹی گواہی دونوں یکساں جرم اور گناہ کبیرہ ہیں، اس لیے ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ چوتھی حدیث کا بظاہر باب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، تاہم اس کی وضاحت گزشتہ ابواب کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

كِتَابُ الزُّهْدِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

زُہد کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

لفظ: الزہد: فعل ثلاثی مجرد صحیح باب سمع کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنی ہے: الگ ہونا، ترک کرنا۔ اس کا شرعی یا اصطلاحی معنی ہے: بے رغبتی یا پریشانی یا حقارت کی بناء پر کسی چیز کو ترک کر دینا۔ چنانچہ یوں کہا جاتا ہے۔ زَهَدَ فِي الدُّنْيَا۔ فلاں شخص نے دنیا کو حقارت کی وجہ سے، حرام چیزوں کو مؤاخذہ کے خوف سے اور حلال چیزوں کو محاسبہ کے اندیشہ سے ترک کر دیا۔

لفظ: زہد کے ساتھ لفظ: الرقاق، بھی استعمال کیا جاتا ہے، یہ الرقیق کی جمع ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے: لطیف، باریک۔ اس کا اصطلاح معنی ہے: ایسی باتیں جن سے دل دنیا سے بے رغبت ہو جائے اور آخرت کی طرف مائل ہو جائے۔

اہم امور کی نشاندہی:

موقع کی مناسبت سے پانچ اہم امور ہیں جن کی نشاندہی اور ان کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ وہ امور خمسہ درج ذیل ہیں:

1- دنیوی دولت کا برابر نہ ہونا، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیوی دولت بنفسہ بری نہیں ہے، یہ دولت بری اس وقت ہو گی جب ناجائز طریقہ سے حاصل کی جائے یا ناجائز امور میں خرچ کی جائے۔ قرآن کریم میں بیت اللہ اور دولت کو لوگوں کا سہارا قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (المائدہ:97)

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت کی جگہ ہے، لوگوں کے قیام کا سبب بنایا۔

دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (النساء:5)

تم یتیموں کو اپنے وہ اموال فراہم نہ کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے "سرمایہ زندگی" بنا رکھا ہے"۔

مزید ایک مقام پر فرمایا گیا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (اعراف 31)

"تم کھاؤ، پیو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

یہی مال و متاع اور خیر میں خرچ کیا جائے تو عبادت بن سکتا ہے۔

2- دولت آخرت سنوارنے کا ذریعہ ہونا: اللہ تعالیٰ نے دنیوی دولت کے جو مصارف بیان کیے ہیں، ان میں خرچ کی جائے تو

اخروی زندگی سنوارنے کا ذریعہ بھی ہے۔ انسان ذاتی مفادات یا دنیوی فوائد کے لیے دولت خرچ کرتا ہے، تو اس کا دنیا میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جب یہی دولت بطور زکوٰۃ و خیرات، حج و عمرہ میں اور یتیم و بے سہارا لوگوں کی کفالت کے لیے خرچ کی جائے تو آخرت سنوارنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

3- دنیا کی زینت کفر اور آخرت کی زینت ایمان ہونا: عام طور پر مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار و مشرکین کی مالی حالت بہتر ہوتی ہے، کیونکہ دنیا ان کے لیے جنت اور مفاد گاہ قرار دی گئی ہے۔ مسلمانوں کے لیے دنیا امتحان گاہ اور آخرت کی زندگی کو راحت و آرام سے مزین کیا گیا ہے۔ غیر مسلموں کے لیے کفر دنیا کی زینت ہے اور مسلمانوں کے لیے ایمان آخرت کی زینت ہے۔ مسلمان دنیوی دولت کے بجائے اپنے ایمان کی دولت پر ناز کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

4- دنیا کے حوالے سے اہل تصوف کا طرز عمل: بعض اہل تصوف نے ترک دنیا کو پسند کیا اور لوگوں سے مکمل طور پر علیحدہ ہو کر زندگی گزارنا شروع کر دی۔ بعد میں انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے موقف کی اصلاح کر لی۔ جمہور اہل تصوف نے ہمیشہ لوگوں سے میل جول رکھتے ہوئے اور ان کی اصلاح و تربیت کرتے ہوئے زندگی گزارنا پسند کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت غوث اعظم، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار، حضرت داتا گنج بخش، حضرت خاجہ معین الدین چشتی اور حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرھم اسلاف کی حیات مبارکہ ہمارے لیے نمونہ عمل ہے۔

5- ناداری و غربت رحمت ہونا: مسلمان کے افلاس و غربت کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

1- اختیاری: اختیاری ناداری پسندیدہ اور قابل ستائش ہے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نازل کرتے ہوئے فرمایا تھا: الفقر فخری، غربت میرا فخر ہے۔ یہ دولت اللہ تعالیٰ کی خصوصی عطا ہے' جو اس کے مخصوص بندوں کو میسر آتی ہے۔

2- اضطراری: اضطراری غربت قابل تعریف چیز نہیں ہے، کیونکہ بعض اوقات انسان کو کفر کے قریب کر دیتی ہے۔ چنانچہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: کاد الفقران یکون کفرا ۔ یعنی غربت انسان کو کفر کے قریب پہنچا دیتی ہے، ایسی غربت سے نجات حاصل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو کسب حلال ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا: کسب الحلال فریضة بعد الفریضہ۔ حلال کمائی بعض فرائض کے بعد ایک فرض ہے۔

بَاب الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ

باب 1: صحت اور فراغت' ان دو نعمتوں کے حوالے سے بہت سے لوگ نقصان کا شکار ہیں

2226 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَسُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ صَالِحٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ هِنْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

2226- اخرجه البخاری (۱۱/ ۲۳۳): کتاب الرقاق: باب: ما جاء فی الرقاق' حدیث (۶۴۱۲)' و ابن ماجه (۲/ ۱۳۹۶): کتاب الزهد: باب: الحکمة' حدیث (۴۱۷۰)' واحمد (۱/ ۲۵۸' ۳۴٤)' والدارمی (۲/ ۲۹۷): کتاب الرقاق: باب: فی الصحة و الفراغ' و عبد بن حمید (۶۲۹)' حدیث (۶۸۵) من طریق عبد الله بن سعید بن ابی هند' انه سمع اباه: فذکره-

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ اَبِي هِنْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکم حدیث: وقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف روایت: وَرَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ اَبِي هِنْدٍ فَرَفَعُوْهُ وَاَوْقَفَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ اَبِي هِنْدٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دو طرح کی نعمتوں کے بارے میں بہت سے لوگ نقصان کا شکار ہیں۔ ایک صحت اور دوسری فراغت۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

کئی راویوں نے اسے عبداللہ بن سعید کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے، جبکہ بعض راویوں نے اسے عبداللہ بن سعید کے حوالے سے "موقوف" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

خوابِ غفلت سے بیدار ہونا:

آج کا انسان دنیوی امور کو نہایت دلچسپی سے انجام دیتا ہے، صحت وتندرستی کے زمانہ میں اپنے امور تیزی سے نمٹا لیتا ہے اور فرصت کے لمحات سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے، مصروفیت کے زمانہ کا کام پیشگی کرنا اس کے معمولات میں شامل ہے۔ البتہ اخروی یا دینی معاملات میں دلچسپی نہیں ہے، بلکہ وہ خیال کرتا ہے کہ ابھی زندگی طویل ہے، عیش وعشرت سے لطف اٹھا لیا جائے اور جب بڑھاپے کا آغاز ہوگا تو دینی امور میں لگ جائیں گے۔ اس طرح دینی اور اخروی امور کو نظر انداز کیا جاتا ہے حتیٰ کہ موت کا پیغام آجاتا ہے۔ حدیث باب میں اس بات کا درس دیا گیا ہے کہ صحت وتندرستی اور فراغت دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جن کو غنیمت تصور کرتے ہوئے دینی امور انجام دینا چاہیے تاکہ حیاتِ اخروی ودائمی میں کامیابی حاصل سکے۔ اس بارے میں کاہلی وسستی اور عدم توجہ کے سبب آخرت میں ندامت وپریشانی کے علاوہ کوئی چیز حاصل نہیں ہوگی۔

بَاب مَنِ اتَّقَى الْمَحَارِمَ فَهُوَ اَعْبَدُ النَّاسِ

باب 2: سب سے بڑا عبادت گزار وہ ہے، جو حرام چیزوں سے سب سے زیادہ بچتا ہو

2227 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي طَارِقٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2227۔ اخرجه احمد (۲/۳۱۰) قال العجلونی فی (كشف الخفا) (۱۱/۴۴) رواه احمد و الترمذی عن ابی هريرة بسند ضعيف۔

متن حدیث: مَنْ يَّاخُذُ عَنِّيْ هٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَّعْمَلُ بِهِنَّ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَعَدَّ خَمْسًا وَّقَالَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُّؤْمِنًا وَّاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُّسْلِمًا وَّلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ وَالْحَسَنُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ شَيْئًا

اختلاف روایت: هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ اَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ وَّعَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ قَالُوْا لَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَرَوٰى اَبُوْ عُبَيْدَةَ النَّاجِيُّ عَنِ الْحَسَنِ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَوْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کون شخص ہے، جو مجھ سے ان کلمات کو سیکھ کر ان پر عمل کرے، اور ان لوگوں کو ان کی تعلیم دے جو اس پر عمل کریں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: میں! یارسول اللہ! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے پانچ چیزیں گنوائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: حرام کاموں سے بچنا تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمہارا مقدر کیا ہے اس سے راضی رہنا سب سے بڑے بے نیاز بن جاؤ گے۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کامل مؤمن ہو جاؤ گے۔ لوگوں کے لیے اسی چیز کو پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، کامل مسلمان ہو جاؤ گے، اور زیادہ نہ ہنسنا کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف جعفر بن سلیمان کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

حسن نامی راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی حدیث کا سماع نہیں کیا۔

یہی روایت ایوب، یونس بن عبید اور علی بن زید کے حوالے سے بھی منقول ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: حسن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی حدیث کا سماع نہیں کیا۔

ابوعبیدہ ناجی نے اسے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

حرام وممنوع امور سے احتراز عبادت ہونا:

احکام دین دو قسم کے ہو سکتے ہیں:

1- اوامر: جن کا بجالانا ضروری ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔

2۔نواہی: وہ امور ہیں، جن سے احتراز واجتناب کرنا ازبس ضروری ہے۔مثلاً قتل، زنا، چوری، کذب بیانی، الزام عائد کرنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا اور ملاوٹ وغیرہ۔ دونوں میں سے نواہی سے اجتناب کرنا زیادہ دشوار ہے اور ان میں سستی یا عدم توجہ کا شکار ہو جانے کا نقصان بھی زیادہ ہے۔اس بارے میں ایک مشہور ضابطہ ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے نیکیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔چنانچہ یہ ارشاد گرامی ہے: اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۔ (القرآن) بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا مشہور ارشاد گرامی ہے: وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥(الحجرات2)''تم عام لوگوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارو کہ ان سے تمہارے اعمال تباہ ہو جائیں گے اور تمہیں اس کا علم بھی نہ ہوگا''۔

حدیث باب میں چند اہم امور کی تعلیم دی گئی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ :تم محارم ومنوعات سے بچو تو سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے' اوامر پر عمل کرنے کی نسبت نواہی ومحارم سے بچنا مشکل ہے اور اس کے فوائد ومنافع کثیر ہیں' لہٰذا انسان کو چاہیے جو بھی کام ہو اس کی شرعی حیثیت کو ضرور پیش نظر رکھے تا کہ اسے نا قابل تلافی نقصان سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

2۔وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ : اللہ تعالیٰ نے جو چیز تمہارے حصہ میں لکھ دی ہے اس پر راضی ہو جاؤ' تو تم لوگوں سے زیادہ مالدار بن جاؤ گے۔صحت ومرض، کشادگی وتنگدستی، غربت وفراوانی اور تکلیف وشادمانی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔جب مسلمان اللہ تعالیٰ پر ہر معاملے میں خوش ہوتا ہے اور اس کی رضا کو پیش نظر رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کسی کا محتاج نہیں کرتا بلکہ پوری مخلوق سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

3۔وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا :تو اپنے ہمسائے سے حسن سلوک کر تو مومن بن جائے گا۔انسان پر حقوق اللہ کے بعد والدین کے حقوق عائد ہوتے ہیں اور والدین کے بعد سب سے زیادہ حقوق ہمسائے کے ہیں۔ہمسایہ وہ ہے' جو چوبیس گھنٹے بلکہ تاحیات کا ساتھی ہوتا ہے۔کسی خوشی یا غمی کے موقع پر سب سے پہلے اس سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔جو شخص اپنے ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ایمان کامل کی دولت سے نوازتا ہے۔

4۔وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا :اور تو لوگوں کے لیے وہ چیز پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، تو کامل مسلمان بن جائے گا۔اللہ تعالیٰ کی مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، انسان اس کے کنبے کا اہم فرد ہے۔جو شخص لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے مثلاً اوامر پر عمل اور نواہی سے احتراز تو انسان کامل مسلمان کے منصب پر فائز ہو جاتا ہے۔

5۔وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ ۔تم زیادہ نہ ہنسو، بیشک زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔انسان بعض اوقات اخلاقیات کے دائرہ سے نکل کر مذاق، لڑائی جھگڑا اور گالی گلوچ پر اتر آتا ہے' جو اس کی شایان شان ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔حدیث باب میں ایسی حرکات سے انسان کو منع کیا گیا ہے۔یہ ارشاد نبوی اس ارشاد خداوندی کا مصداق ہے: لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ؟ جو کام تم خود نہیں کرتے اس کا دوسروں کو کیوں حکم کرتے ہو؟

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حرام وممنوعہ امور سے اجتناب کرنا، بہت بڑی عبادت ہے اور انسان کی تخلیق کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کرنا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُبَادَرَةِ بِالْعَمَلِ

باب 3: نیک عمل میں جلدی کرنا

2228 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ عَنْ مُّحْرِزِ بْنِ هَارُوْنَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا اَوْ غِنًى مُطْغِيًا اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُفَنِّدًا اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحْرِزِ بْنِ هَارُوْنَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى بِشْرُ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهٗ عَنْ مُّحْرِزِ بْنِ هَارُوْنَ هٰذَا وَقَدْ رَوٰى مَعْمَرٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَمَّنْ سَمِعَ سَعِيْدًا الْمَقْبُرِیَّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَقَالَ تَنْتَظِرُوْنَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سات (طرح کی صورتحال) ظاہر ہونے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرلو۔ کیا تم لوگ بھلا دینے والی غربت، سرکش کردینے والی خوشحالی، فاسد کردینے والی بیماری، مخبوط الحواس کردینے والے بڑھاپے، جلد رخصت کردینے والی موت یا دجال کا انتظار کررہے ہو؟ جو غیر موجود چیزوں میں سب سے برا ہے جن کا انتظار کیا جاتا ہے یا پھر قیامت کا انتظار کررہے ہو اور قیامت تو نہایت ہی سخت اور کڑوی ہے۔

یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اعرج کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں جسے محرز بن ہارون نامی راوی نے روایت کیا ہے۔

بشر بن عمر اور دیگر راویوں نے اسے محرز بن ہارون سے روایت کیا ہے۔

معمر نامی راوی نے اس حدیث کو ایک شخص سے نقل کیا ہے جس نے اسے سعید مقبری سے سنا ہے اور یہ ان کے حوالے سے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: "تم انتظار کررہے ہو"۔

شرح

نیکی کے کاموں میں جلدی کرنا:

انسان کو نیکی کے معاملہ میں کاہلی و سستی نہیں بلکہ عجلت سے کام لینا چاہیے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (القرآن) "تم نیکی کے معاملہ میں سبقت کرنے کی کوشش کرو"۔ حدیث باب میں بھی یہ درس دیا گیا ہے کہ سات امور میں عوارض آنے سے قبل جلدی سے کرلو۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- انسان خوشحال ہو تو غربت آنے سے قبل نیکی کا کام کر۔

2- اگر حالت صحت میں ہو تو سرکش بننے سے قبل نیکی کر۔

3- جب کوئی تنگدست ہو تو مزید مرض کا شکار ہونے سے قبل نیکی کر۔

4- اگر کوئی جوان ہو تو بڑھاپا آنے سے قبل کوئی نیکی کا کام کر۔

5- زندہ شخص موت آنے سے قبل نیکی کر۔

6- اگر کسی کو ظہور دجال کا انتظار ہو تو اس کے ظاہر ہونے سے قبل نیکی کا کام کر۔

7- اگر کسی شخص کو قیام قیامت کا انتظار ہو تو اس کے قائم ہونے سے قبل نیکی کر۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ ذِکْرِ الْمَوْتِ

باب 4: موت کو یاد کرنا

2229 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰی عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَکْثِرُوْا ذِکْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ یَعْنِی الْمَوْتَ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لذتوں کو ختم کردینے والی چیز کو یاد کرو۔

راوی کہتے ہیں اس سے مراد موت ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

2230 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَحِیْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ هَانِئًا مَوْلٰی عُثْمَانَ قَالَ

متنِ حدیث: کَانَ عُثْمَانُ اِذَا وَقَفَ عَلٰی قَبْرٍ بَکٰی حَتّٰی یَبُلَّ لِحْیَتَهٗ فَقِیْلَ لَهٗ تُذْکَرُ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَا تَبْکِیْ وَتَبْکِیْ مِنْ هٰذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَّجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَیْسَرُ مِنْهُ وَاِنْ لَّمْ یَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاَیْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا الْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ هِشَامِ بْنِ یُوْسُفَ

◆◆ ہانی بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس ہوتے تو اتنا رویا کرتے تھے کہ آپ کی داڑھی

2229- اخرجه النسائي (٤/٤): كتاب الجنائز: باب: كثرة ذكر الموت، حديث (١٨٢٤) و ابن ماجه (٢/١٤٢٢): كتاب الزهد: باب: ذكر الموت و الاستعداد له، حديث (٤٢٥٨) من طريق محمد بن عمرو، عن ابي سلمة، فذكره-

2230- اخرجه ابن ماجه (٢/١٤٢٦): كتاب الزهد: باب: ذكر القبر و البلى، حديث (٤٢٦٧) واحمد (١/٦٣) من طريق هانی مولی عثمان، فذكره-

مبارک تر ہو جایا کرتی تھی۔ ان سے دریافت کیا گیا: (آپ کے سامنے) جنت اور جہنم کا تذکرہ کیا جاتا ہے لیکن آپ نہیں روتے لیکن قبر پر آ کر آپ رونے لگتے ہیں' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے اگر آدمی نے اس سے نجات پالی تو بعد کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہوں گی اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد والی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہوں گی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے جتنے بھی گھبراہٹ میں مبتلا کرنے والے منظر دیکھے ان میں سب سے زیادہ سخت گھبراہٹ میں مبتلا کرنے والا منظر قبر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف ہشام بن یوسف کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

موت کو بکثرت یاد کرنا:

زندگی پر تو شک ہوسکتا ہے مگر موت ایک اٹل حقیقت ہے' جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ بعض لوگ اپنی زندگی اس انداز سے گزرتے ہیں کہ ان کے طرز حیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موت سے مکمل طور پر غافل ہیں اور دنیا میں مستقل طور پر دل لگا بیٹھے ہیں۔ موت کو یاد رکھنے کے کثیر فوائد ہیں کہ انسان گناہوں سے بچتا ہے' ہمہ وقت نیکیوں کی طرف مائل رہتا ہے اور کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔

دوسری حدیث باب میں یہ درس دیا گیا ہے کہ آخرت کی منازل میں سے قبر پہلی منزل ہے، اگر یہ منزل آسان ہوگی تو دوسری منازل بھی آسان ہو جائیں گی ورنہ سب منازل مشکل سے مشکل تر ہوتی جاتی ہیں۔ انسان کی موت کے بعد عالم برزخ کا آغاز اور جزاء وسزاء کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ قبر مقام خوف ہے اور وہاں پہنچنے کے بعد مختلف احوال پیش آتے ہیں۔ وہاں منکر ونکیر کے سوالات کے جوابات دینا پڑتے ہیں۔ اسی مقام کے حوالے سے زبان نبوت سے بیان کردہ احوال پر غور وفکر کر کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنسو بہاتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهُ

باب 5: جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو پسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو پسند کرتا ہے

2231 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا

2231۔ اخرجه البخاری (۱۱/ ۳۶٤): كتاب الرقاق: باب: من احب لقاء الله احب الله لقاء ہ' حدیث (٦٥٠٧) و مسلم (٤/ ٢٠٦٥): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة والاستغفار: باب من احب لقاء الله' احب الله لقائه' حديث (١٤/ ٢٦٧٣) و النسائی (٤/ ١٠): كتاب الجنائز: باب فيمن احب لقاء الله' حديث (١٨٣٦' ١٨٣٧) و احمد (٥/ ٣١٦' ٣٢١) و عبد بن حميد (٩٤) حديث (١٨٤) و الدارمی (٢/ ٣١٢): كتاب الرقاق: باب: فی حب لقاء الله ' من طريق قتادة' عن انس ' فذكره۔

يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهٗ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَاَنَسٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى

حکم حدیث: قَالَ حَدِيْثُ عُبَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو پسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو ناپسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو ناپسند کرتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنا:

اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی بارگاہ میں حاضری وہ شخص پسند کرتا ہے' جو اپنی زندگی اس کے احکام کے مطابق گزارتا ہے، اس پر ایمان رکھتا ہے اور ہر معاملہ میں اس کی رضا و خوشنودی چاہتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی نہیں گزارتا بلکہ آزاد اور باغی کی حیثیت سے زندہ رہنا پسند کرتا ہے تو وہ مرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ حدیث باب میں یہ درس دیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین رکھتے ہیں' اس کی خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں تو وہی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ان کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اس کے برعکس جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان نہ ہو وہ نہ مرنا پسند کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ الحاصل! مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو پہلے گروہ میں شامل کرے اور دوسرے گروہ سے احتراز کرے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اِنْذَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمَهٗ

باب 6: نبی اکرم ﷺ کا اپنی اُمت کو ڈرانا

2232 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْاَشْعَثِ اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ

متن حدیث: قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَّا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا

2232- اخرجه احمد (۱۳۶/۶) و مسلم (۶۲۳۱ - الابی): كتاب الايمان باب: فی قوله تعالیٰ: (و انذر عشيرتك الاقربين) رقم (۲۰۵/۳۵۰) و النسائی فی الكبریٰ (۴۳۳/۶) كتاب التفسير' باب (و انذر عشيرتك الاقربين) رقم (۱/۱۱۳۷۶)۔

سَلُوْنِیْ مِنْ مَالِیْ مَا شِئْتُمْ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ مُوْسٰی وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ حَدِیْثُ عَآئِشَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

اختلاف سند: هٰكَذَا رَوٰی بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ نَحْوَ هٰذَا وَرَوٰی بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا لَمْ یَذْكُرْ فِیْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ"

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے فاطمہ بنت محمد! اے عبدالمطلب کی اولاد! میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارے لیے کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہوں تم مجھ سے میرے مال میں سے جو کچھ چاہو مانگ سکتے ہو۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث "حسن غریب" ہے۔

بعض راویوں نے اسے ہشام بن عروہ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر اس کی مانند نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور اصلاح اپنی امت کو ڈرانا:

مشائخ اپنے مریدین، مدرسین اپنے تلامذہ اور والدین اپنی اولاد کی تربیت واصلاح کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، تاکہ مستقبل میں تربیت یافتہ لوگ اپنے فرائض منصبی انجام دینے میں سرخرو ہوسکیں۔ بلاتشبیہ اسی طرح نبی علیہ السلام اپنی قوم کی تربیت کرتا ہے کہ قوم اپنے فرائض وخدمات انجام دینے میں غافل نہ ہوسکے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم کی تربیت کرتے ہوئے اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرایا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ o (الشعراء: 214) اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ڈراتے ہوئے فرمایا: اے صفیہ بنت عبدالمطلب! (آپ کی پھوپھی محترمہ) اے فاطمہ بنت محمد! (آپ کی صاحبزادی) اور اے اولاد عبدالمطلب! میں ذاتی طور پر تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ تاہم تم مجھ سے مال ومتاع جتنا چاہو حاصل کرسکتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ کرنے، اس کی متعین کردہ حدود کو پھلانگنے اور نافرمانی سے اجتناب نہ کرنے کی وجہ سے جب تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں آگئے تو تمہیں کوئی بھی نہیں بچاسکے گا بلکہ ذاتی طور پر میں بھی نہیں بچاسکوں گا' لہٰذا تم اس کی نافرمانی اور گناہوں کے ارتکاب کرنے سے باز آجاؤ۔ خواہ اس روایت کے مخاطب چند لوگ ہیں لیکن اس کا حکم عام ہے' جو تمام امت کو شامل ہے۔

سوال، اس روایات سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عام آدمی کی طرح کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچاسکتے، تو پھر آپ

سے وسیلہ وشفاعت کی امید وابستہ کرنا بھی جائز نہیں ہے؟

جواب: اس بات میں شک نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی طور پر نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اسی روایت کے آخری الفاظ: سلونی من مالی ما شئتم، سے بھی اسی عقیدہ کی تائید ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت خداوندی کے بااختیار وزیر ہیں جسے آپ جو بھی چیز چاہیں عنایت کر سکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

باب 7: اللہ تعالیٰ کی خشیت کی وجہ رونے کی فضیلت

2233 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْعُوْدِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عِيْسٰى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ رَيْحَانَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ مَوْلٰى اٰلِ طَلْحَةَ وَهُوَ مَدَنِیٌّ ثِقَةٌ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِیُّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے رونے والا شخص جہنم میں اس وقت تک داخل نہیں ہوگا' جب تک دودھ تھن میں واپس نہیں چلا جاتا (یعنی یہ عملی طور پر ناممکن ہے) اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں (انسان کے جسم پر لگنے والا) غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

اس بارے میں حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن نامی راوی آل طلحہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور مدنی اور ثقہ ہیں۔

شعبہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حوالے سے احادیث نقل کی ہیں۔

شرح

خوف خدا سے رونے کی فضیلت:

خوف خداوندی، صالحین کی زینت ہے۔ وہ اس کے سبب ہمیشہ خوف زدہ رہتے ہیں اور ان کی آنکھیں آنسو بہاتی رہتی ہیں۔

2233۔ اخرجه النسائی (٦/١٢): كتاب الجهاد: باب: فضل من عمل فی سبيل الله على قدمه، حديث (٣١٠٨) و ابن ماجه (٢/٩٢٧): كتاب الجهاد: باب: الخروج فی النفير، حديث (٢٧٧٤)۔

اسی وصف کی وجہ سے انہیں ایسا قرب خدا حاصل ہو جاتا ہے کہ ان کی زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں پورا کر دیتا ہے۔
حدیث باب کے موضوع کی مناسبت سے وارد ہونے والی روایات میں تین شخصوں کی عظمت وفضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں جنتی قرار دیا گیا ہے۔ وہ تین قسم کے لوگ یہ ہیں:

1- وہ شخص جس کی آنکھ نے خشیت باری تعالیٰ کی وجہ سے آنسو بہائے۔
2- وہ شخص جس کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرا دیتے ہوئے بیدار رہی۔
3- وہ شخص جس کے پاؤں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے خاک آلود ہوئے۔

فائدہ نافعہ: تلاوت قرآن کے وقت، دوران نماز، بیت اللہ کا طواف کرتے وقت، سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سوانح اولیاء اور حالات صالحین کا مطالعہ کرتے وقت مسلمان کو آنسو بہانے چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ فِيْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا

باب 8: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ''مجھے جو علم ہے اگر وہ تمہیں علم ہو تو تم لوگ تھوڑا ہنسو''

2234 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنِّيْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَّمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَى الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنِّيْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

آثار صحابہ: وَيُرْوٰى مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ اَنَّ اَبَا ذَرٍّ قَالَ لَوَدِدْتُ اَنِّيْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں وہ چیز دیکھ لیتا ہوں جسے تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ چیز سن لیتا ہوں جسے تم نہیں سن سکتے۔ آسمان چرچرا رہا ہے اور اسے اس بات کا حق ہے: وہ چرچراتا رہے' کیونکہ اس کے اندر چار انگلیاں رکھنے کی جگہ بھی ایسی نہیں ہے: جہاں کسی فرشتے کا سر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سجدہ ریز نہ ہو۔ اللہ کی قسم! جو میں جانتا ہوں وہ اگر تم لوگ جان لو تو تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ' اور تم بچھونوں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرو' بلکہ تم ویرانوں کی طرح نکل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرو۔ میری تو یہ خواہش ہے: کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ لیا جاتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

2234- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۴۰۲): كتاب الزهد: باب: الحزن و البكاء: حديث (۴۱۹۰) و احمد (۵/ ۱۷۳) من طريق مجاهد: عن مورق العجلي، فذكره-

حضرت ابوذر غفاری فرماتے ہیں: میری یہ خواہش تھی کہ کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ لیا جاتا۔

2235 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جان لو تو تم لوگ تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

حقائق معلوم ہونے پر لوگ ہنسنا ترک کردیں:

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور زمین پر عدل و انصاف قائم کرنا اس کے فرائض میں شامل ہے۔ کچھ حقائق انسان کی نظر سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں اگر وہ اس پر منکشف کردیے جائیں تو پریشانی کا شکار ہو کر ذہنی توازن کھو بیٹھے۔ قیامت کے لرزہ خیز مناظر اور قبر و دوزخ کے عذاب کو بھی پوشیدہ رکھا گیا ہے لیکن معراج کی رات ان تمام حقائق کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ امت کو چاہیے کہ آپ کی بتائی ہوئی حقیقت پر مبنی باتوں پر اعتماد و اعتبار کرتے ہوئے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرے۔ ان حقائق کے بارے میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر لوگ معلوم کرلیں تو ان کا ہنسنا بہت کم ہو جائے اور رونا زیادہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی عبادت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے کیونکہ ارض و سماء میں بے شمار فرشتے موجود ہیں جو ہر وقت عبادت و ریاضت میں مصروف ہیں۔ انسان اگر عبادت کرتا ہے تو اپنے فائدہ کے لیے کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کا محتاج نہیں ہے۔

بَابُ فِيْمَنْ تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ يُضْحِكُ بِهَا النَّاسَ

باب 9: جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لیے کوئی بات کہے

2236 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرٰى بِهَا بَاْسًا يَهْوِيْ بِهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فِي النَّارِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی ایک بات کہتا ہے، جس کی وہ کچھ

2235- اخرجه احمد (۲/۵۰۲) من طريق محمد بن عمرو، عن ابي سلمة، فذكره-

2236- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۱۳): كتاب الفتن: باب كف اللسان في الفتنة (۳۹۷۰)-

پروانہیں کرتا حالانکہ اس کی وجہ سے وہ جہنم میں ستر برس کی مسافت جتنی گہرائی میں گر جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

2237 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

متنِ حدیث: وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اس شخص کے لیے بربادی ہے، جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے کوئی جھوٹی بات کہتا ہے۔ اس شخص کے لیے بربادی ہے۔ اس شخص کے لیے بربادی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

لوگوں سے ہنسی مذاق کرنے کی مذمت:

بعض اوقات انسان برسرِ محفل ایسی گفتگو کرتا ہے، جس کا حقیقت کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا۔ وہ لایعنی، فضول اور سراسر لغویات پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایسی گفتگو قابل مذمت ہوتی ہے۔ اگر ایسی گفتگو جھوٹی نہ ہو، نہ اس سے کسی کی دل آزاری ہو، تو جائز ہے۔ اگر گفتگو جھوٹی ہو یا اس سے کسی کی دل آزاری ہو، تو وہ حرام اور قابل جرم ہے۔ اس کی وعید احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ پہلی حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ ایسی گفتگو کے نتیجہ میں انسان ستر سال کے مسافت کے برابر دوزخ کی گہرائی میں چلا جاتا ہے۔ دوسری روایت باب میں اس شخص کے لیے زبانِ نبوت سے ہلاکت کی دعا کی گئی ہے، جو ہنسی مذاق کرتا ہوا لوگوں سے جھوٹ بولتا ہے۔

فائدہ نافعہ: جنت اور جہنم میں مقامات ہیں، جنت کے مقامات کو درجات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کی ترتیب نیچے سے اوپر کو آتی ہے۔ جہنم کے مقامات کو "درکات" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس میں نیچے والے درجہ میں زیادہ عذاب ہوتا ہے۔ دوزخ میں ستر سال کی مسافت کی گہرائی کا مطلب یہ ہے کہ مسخرہ شخص کو جہنم کی اتنی گہرائی میں دھنسا دیا جائے گا جتنا سفر ستر سال میں طے کیا جاتا ہے۔

2238 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ يَعْنِي رَجُلًا أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

2237- اخرجه ابوداؤد (۲۹۷/۴): كتاب الادب: باب: في التشديد في الكذب: حديث (۴۹۹۰) و احمد (۵/۵/۷)۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَا تَدْرِیْ فَلَعَلَّهٗ تَكَلَّمَ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ اَوْ بَخِلَ بِمَا لَا يَنْقُصُهٗ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب کا انتقال ہو گیا' تو ایک شخص نے (مرحوم کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا: تمہیں جنت مبارک ہو' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں علم نہیں؟ ہو سکتا ہے کہ اس نے کوئی ایسی بات کہی ہو' جس کی اس نے پروانہ کی ہو یا اس نے اس حوالے سے بخل سے کام لیا ہو' جس سے اس کا کوئی نقصان نہ ہوتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

2239 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ نَصْرٍ النَّيْسَابُوْرِیُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُسْهِرٍ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَمَاعَةَ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ عَنْ قُرَّةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيهِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کے اسلام کی اچھائیوں میں یہ بات بھی شامل ہے: وہ لایعنی چیزوں کو ترک کر دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اس کے ابوسلمہ کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونے کے بارے میں صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2240 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكَهٗ مَا لَا يَعْنِيهِ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ الزُّهْرِیِّ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ مُّرْسَلًا وَّهٰذَا عِنْدَنَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

توضیح راوی: وَعَلِیُّ بْنُ حُسَيْنٍ لَّمْ يُدْرِكْ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ

◄► حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں یہ بات بھی شامل ہے: وہ لایعنی چیزوں کو ترک کر دے۔

2239۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۱۵): كتاب الفتن: باب: كف اللسان في الفتنة حديث (۳۹۷۶) من طريق محمد بن شعيب عن الاوزاعي به۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کے کئی شاگردوں نے اسے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے جیسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ''مرسل'' طور پر نقل کیا ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت امام زین العابدین) نے حضرت علی بن ابوطالب کا زمانہ نہیں پایا۔

شرح

فضول باتوں کو ترک کرنا مسلمان کی خوبی ہے:

مسلمان کسی شخص کے مسلمان ہونے یا کافر ہونے کا فیصلہ تو کر سکتا ہے لیکن کسی کلمہ گو کے جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتا، کیونکہ بعض اوقات معمولی نیکی کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاتا ہے مثلاً کتے کو پانی پلانے اور کانٹے دار چھڑی کو راستہ سے ہٹانے کے سبب۔ بعض اوقات معمولی گناہ کی پاداش میں جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک عورت محض بلی کو پیاسا رکھنے کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دی گئی۔ احادیث باب میں یہ درس دیا گیا ہے کہ لایعنی، فضول اور بے مقصد گفتگو سے مکمل احتراز کرنا چاہیے۔ تاہم بامقصد، بافائدہ اور اصلاح و تربیت پر مبنی گفتگو کرنی چاہیے۔

بَابُ فِيْ قِلَّةِ الْكَلَامِ

باب 10: کم گوئی کا بیان

2241 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ مَا يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ مَا يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا سَخَطَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُمِّ حَبِيبَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَّهٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو نَحْوَ هٰذَا قَالُوْا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْهِ عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

◆◆ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں وہ یہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ

2241۔ اخرجه مالك في (الموطا) (۲/۹۸۵): كتاب الكلام: باب: مايؤمر به من التحفظ في الكلام، حديث (۵)، و ابن ماجه (۲/۱۳۱۲، ۱۳۱۳): كتاب الفتن: باب: كف اللسان في الفتنة، حديث (۳۹۶۹)، و احمد (۳/۴۶۹)، و الحميدي (۲/۴۰۵) حديث (۹۱۱)، و عبد بن حميد (۱۴۰) حديث (۳۵۸) من طريق علقمة بن وقاص، فذكره۔

کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے متعلق کوئی بات کہتا ہے حالانکہ اسے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ اس کے نتیجے میں اسے کیا کچھ مل جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اس کے لیے اس دن تک کی رضامندی لکھ دیتا ہے جب وہ شخص اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ اسی طرح کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے متعلق کوئی بات کہتا ہے حالانکہ اسے یہ اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کا وبال کتنا ہوسکتا ہے؟ لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس دن تک کے لیے اس سے ناراضگی لکھ دیتا ہے جب وہ شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ اس بارے میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

کئی راویوں نے اسے محمد بن عمرو کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: یہ محمد بن عمرو کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے، ان کے دادا کے حوالے سے، حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو محمد بن عمرو کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے، حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں ان (محمد بن عمرو) کے دادا کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

کم گوئی کی فضیلت:

گفتگو دو قسم کی ہوسکتی ہے:

1- کثیر گفتگو: یعنی ہمہ وقت گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنا خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز، ایسی گفتگو کا اکثر حصہ لغویات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے قابل مذمت اور قابل مؤاخذہ ہوتا ہے لہٰذا طویل، ہمہ وقت اور لغویات پر مشتمل گفتگو سے احتراز کرنا از بس ضروری ہے۔

2- قلیل گفتگو: اگر بامقصد اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو تو اس کا اجر و ثواب تا قیامت بھی جاری رہ سکتا ہے مثلاً سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہنا، ایسی نیکی ہے جسے جہاد اکبر سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اس گفتگو کا فائدہ سلطان وقت اور قوم سب کو ہوسکتا ہے۔ یہ گفتگو تا قیام قیامت نیکی کا باعث بن سکتی ہے۔ اگر مختصر گفتگو لغو یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پر مشتمل ہو تو اس کا وبال تا قیامت جاری رہ سکتا ہے مثلاً ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور کہہ دیا، میں ان سے افضل ہوں اور افضل مفضول کو سجدہ نہیں کرسکتا اس نافرمانی اور فضول گفتگو کے نتیجہ میں تا قیامت اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا۔ (تحفۃ الاحوذی ج 7 ص 25)

حدیث باب کا خاص درس یہ ہے کہ انسان اپنی زبان کو بامقصد اور مختصر گفتگو کے لیے استعمال کرے، مختصر مگر جامع اور بامقصد گفتگو مفید ثابت ہوسکتی ہے، جبکہ طویل و بے مقصد اور لغویات پر مشتمل گفتگو قابل مؤاخذہ بھی ہوسکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

باب 11: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دنیا کا بے حیثیت ہونا

2242 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دنیا کی حیثیت مچھر کے پر جتنی ہوئی تو وہ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

2243 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ

متن حدیث: كُنْتُ مَعَ الرَّكْبِ الَّذِيْنَ وَقَفُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّخْلَةِ الْمَيِّتَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرَوْنَ هٰذِهٖ هَانَتْ عَلٰى اَهْلِهَا حِيْنَ اَلْقَوْهَا قَالُوْا مِنْ هَوَانِهَا اَلْقَوْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَالدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهٖ عَلٰى اَهْلِهَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ الْمُسْتَوْرِدِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں کچھ سواروں کے ساتھ تھا جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے مالک نے جب اسے پھینکا تھا اس وقت یہ اپنے مالک کے نزدیک بے حیثیت تھی؟ لوگوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! اس کے بے حیثیت ہونے کی وجہ سے ہی تو لوگوں نے اسے پھینکا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنی یہ اپنے مالک کے نزدیک بے حیثیت ہے، دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بے حیثیت ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مستورد رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن" ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 12: بلاعنوان

2244 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُكْتِبُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَابِتٍ

2243۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۷۷): كتاب الزهد: باب: مثل الدنيا حديث (۴۱۱۱) و احمد (۴/۲۲۹، ۲۳۰) من طريق مجالد عن قيس بن ابی حازم البهسانی فذكره۔

بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ ابْنَ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ ضَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: دنیا ملعون ہے اور اس میں موجود ہر چیز ملعون ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کا ذکر کرنے والا اور عالم طالب علم (ملعون نہیں ہیں)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 13: بلاعنوان

2245 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُسْتَوْرِدًا اَخَا بَنِيْ فِهْرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا يَرْجِعُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ يُكْنٰى اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَوَالِدُ قَيْسٍ اَبُوْ حَازِمٍ اسْمُهُ عَبْدُ بْنُ عَوْفٍ وَهُوَ مِنَ الصَّحَابَةِ

◆◆ قیس بن ابوحازم بیان کرتے ہیں: میں نے بنو فہر سے تعلق رکھنے والے حضرت مستورد رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آخرت کے مقابلے میں دنیا کی صرف یہی حیثیت ہے' جس طرح کوئی شخص سمندر میں انگلی ڈال کر اس بات کا جائزہ لے کہ اس نے کتنا پانی نکالا ہے؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اسماعیل بن ابوخالد کی کنیت "ابوعبداللہ" ہے۔ قیس کے والد ابوحازم کا نام عبد بن عوف ہے اور یہ صحابی رسول ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

باب 14: دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے

2244۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۷۷): کتاب الزهد: باب: مثل الدنیا' حدیث (۴۱۱۲)' عن عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان' عن عطاء بن قرة عن عبد الله بن ضمرة عن ابی هریرة به۔

2245۔ اخرجه مسلم (۴/۲۱۹۳): کتاب الجنة و النار و صفة نعیمها و اهلها: باب: فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامة' حدیث (۵۵/۲۸۵۸)' و ابن ماجه (۲/۱۳۷۶): کتاب الزهد: باب: مثل الدنیا' حدیث (۴۱۰۸) و احمد (۴/ ۲۲۸' ۲۲۹' ۲۳۰)' و الحمیدی (۲/۳۷۸)' حدیث (۸۵۵) من طریق قیس بن ابی حازم' فذکره۔

2246 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دنیا کا حقیر و بے حیثیت ہونا:

آخرت کے مقابلے میں دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر و بے حیثیت ہے، یہ زوال پذیر اور آخرت جاودانی ہے۔ اس کی نعمتیں عارضی اور آخرت کی نعمتیں حقیقت پر مبنی ہیں۔ ایک حدیث میں اس کی حقارت کے بارے میں یوں فرمایا گیا ہے: اِنَّ الدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَطَالِبُوْهَا كِلَابٌ، "بے شک دنیا مردار ہے اور اسے حاصل کرنے والے کتے ہیں"۔ (اوکما قال علیہ السلام) اس روایت کا تقاضا ہے کہ انسان دنیا کے لذائذ اور کشش سے اپنے دامن کو بچائے تا کہ اس کی گندگی سے آلودہ ہونے سے محفوظ رہ سکے۔

احادیث باب میں مثالوں کے ذریعے دنیا کی حقارت اور اس کا بے حیثیت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ آج جو کفار و مشرکین کو دنیا میں وقار و حکومت دی گئی ہے یہ اس کی حقارت کی وجہ سے ہے، کیونکہ آخرت کی تمام نعمتیں مسلمانوں کے لیے ہیں۔ دنیا کفار و مشرکین کے لیے جنت کی حیثیت رکھتی ہے اور آخرت قید خانہ و عقوبت خانہ ثابت ہوگی۔ اس کے برعکس دنیا مسلمانوں کے لیے قید خانہ اور آخرت آرام گاہ ہوگی۔ اگر دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔

دوسری حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح مالک کے نزدیک مردہ بکری بے حیثیت ہوتی ہے، اس کی حقارت کے سبب پھینک دی جاتی ہے اور کوئی شخص اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا، بالکل دنیا کی حیثیت اس سے ہرگز مختلف نہیں ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ تیسری حدیث باب میں حقارت و ذلت کی وجہ سے دنیا اور اس کی اشیاء کو ملعون قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت اور ذکر سے غافل کرتی ہے۔

تاہم ذکر الٰہی، ذاکر، معلم اور متعلم کو استثنیٰ حاصل ہے۔ چوتھی حدیث باب میں مزید دنیا کی حقارت و ذلت اور بے حیثیت

2246۔ اخرجه مسلم (۲۲۷۲/۴)؛ كتاب الزهد و الرقائق، حديث (۲۹۵٦/۱) و ابن ماجه (۱۳۷۸/۲)؛ كتاب الزهد: باب: مثل الدنيا، حديث (۴۱۱۳) و احمد (۳۲۳/۲، ۴۸۵) من طريق العلاء به بهذا الاسناد.

ہونے کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا گیا ہے کہ جس طرح سمندر میں انگلی ڈالنے سے اسے لگنے والا پانی سمندر کے پانی کے سامنے بے حیثیت ہے، اسی طرح دنیا آخرت کے مقابلہ میں اس سے بھی زیادہ بے حیثیت ہے۔ پانچویں حدیث باب میں دنیا کو کافر کے لیے جنت اور مؤمن کے لیے قید خانہ قرار دے کر اس کی بے ثباتی، حقارت اور خواری بیان کی گئی ہے۔ جس طرح کافر دنیا میں طویل زمانہ زندہ رہنا پسند کرتا ہے بالکل اسی طرح مؤمن آخرت کو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

فائدہ نافعہ: قیدی، قیدی خانہ میں دو امور کو پیش نظر رکھتا ہے۔

1- جو چیز کھانے پینے کے لیے دی جاتی ہے وہی کھاتا پیتا ہے، جہاں کھڑا ہونے یا بیٹھنے کے لیے حکم دیا جاتا ہے وہاں کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھتا ہے۔

2- قیدی، قید خانہ کو اپنا گھر تصور نہیں کرتا جس وجہ سے اس میں اس کا دل نہیں لگتا اور ہمہ وقت وہاں سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔

باغ میں بھی دو امور پیش نظر رکھنا پڑتے ہیں:

1- اگر باغ میں گھومنے یا چہل قدمی کرنے کی پابندی نہ ہو تو آدمی جہاں چاہے گھوم پھر سکتا ہے۔ اگر اسے پابندی ہو تو باغ میں گھومنے یا چہل قدمی کا مزہ باقی نہیں رہتا۔

2- اگر باغ حسین جمیل ہو تو وہاں آدمی کا دل لگ جاتا ہے اور وہاں سے واپسی کو نہ ناپسند کرتا ہے تاہم کسی مجبوری کی وجہ سے وہاں سے واپسی ممکن ہو سکتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ اَرْبَعَةِ نَفَرٍ

باب 15: دنیا کی مثال چار آدمیوں کی طرح ہے

2247 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ خَبَّابٍ عَنْ سَعِيْدٍ الطَّائِيِّ اَبِی الْبَخْتَرِیِّ اَنَّهٗ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ كَبْشَةَ الْاَنْمَارِیُّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: ثَلَاثَةٌ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ قَالَ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ وَّلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً فَصَبَرَ عَلَيْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا وَّلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْاَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ قَالَ اِنَّمَا الدُّنْيَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَيَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ فَاَجْرُهُمَا سَوَآءٌ وَّعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِیْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَّا يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَّمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ فَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ

2247- اخرجه احمد بن حنبل فی (مسنده) ۴/۲۳۱

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تین چیزوں کے بارے میں، میں قسم دیتا ہوں اور تمہیں ایک بات بتانے لگا ہوں تم انہیں یاد رکھنا۔ صدقہ کرنے کی وجہ سے آدمی کے مال میں کوئی کمی نہیں ہوتی جس بندے کے ساتھ کوئی زیادتی ہو وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جب کوئی شخص مانگنا شروع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر غربت کا دروازہ کھول دیتا ہے یا اس کی مانند آپ نے کوئی بات ارشاد فرمائی۔ (پھر فرمایا) میں تم لوگوں کو ایک بات بتانے لگا ہوں۔ اسے یاد رکھنا! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور علم عطا کیا ہو اور وہ اس بارے میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہو۔ رشتہ داری کے حقوق کا خیال رکھتا ہو اور اسے اس بات کا علم ہو کہ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے؟ یہ سب سے زیادہ فضیلت والے مقام پر ہوگا۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہے لیکن اسے مال عطا نہیں کیا لیکن وہ نیت کا سچا ہے اور یہ کہتا ہے: اگر مجھے مال مل جاتا تو میں بھی فلاں شخص کی طرح عمل کرتا اسے اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا لہٰذا ان دونوں کا اجر برابر ہوگا۔ ایک وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے لیکن اسے علم عطا نہیں کیا۔ وہ اپنے مال کو اس جگہ خرچ کرتا ہے (جو درست نہیں ہے) اور ایسا لاعلمی کی وجہ سے کرتا ہے اور اس کے بارے میں اپنے پروردگار سے ڈرتا نہیں ہے۔ اس کے حوالے سے رشتہ داری کے حقوق کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حق کا خیال نہیں رکھتا اور ایک وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نہ مال عطا کیا ہے نہ علم عطا کیا ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے: اگر مجھے مال مل جاتا تو میں بھی اس فلاں کی طرح اسے (غلط راستے پر) خرچ کرتا تو اسے اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا، اور ان دونوں کا گناہ برابر ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دنیا کے حوالے سے لوگوں کی چار اقسام:

حدیث باب میں اصل مضمون بیان کرنے سے قبل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی قسم کھائی ہے، جو درج ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے دولت کم نہیں ہوتی بلکہ اس میں برکت کے باعث اضافہ ہوتا ہے۔

2- جب کوئی شخص کسی پر ظلم وستم کرتا ہے، اسے ستاتا ہے اور دل آزاری کرتا ہے تو مظلوم کے صبر کرنے کے سبب اس کی عزت و وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔

3- جب کوئی شخص اپنے لیے گداگری کا راستہ اختیار کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے کا عادی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے فقر و محتاجی کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

دُنیا سے تعلق کی بناء پر لوگ چار قسم کے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1- وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دولت اور علم دونوں سے نوازا ہو۔ وہ (غیر محل میں) دولت خرچ کرنے سے ڈرتا ہو، وہ

دولت کے ذریعے اعزاء واقارب سے حسن سلوک کرتا ہو اور وہ اس دولت میں اللہ تعالیٰ کا حق (زکوٰۃ وصدقہ) ادا کرتا ہو، تو وہ اعلیٰ منصب پر فائز ہوگا۔

2- وہ آدمی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم سے سرفراز فرمایا ہو لیکن دولت سے محروم رکھا ہو وہ دل میں قصد کرتا ہے کہ اگر اسے دولت حاصل ہو جائے تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے مصارف میں دولت مند شخص کی مثل خرچ کرتا، ان دونوں کا مرتبہ برابر ہوگا اور اجر وثواب کے اعتبار سے دونوں مساوی ہوں گے۔

3- وہ آدمی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دولت عطا کی ہو لیکن علم سے محروم رکھا ہو۔ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی دولت صحیح مصارف میں استعمال نہیں کرتا۔ لایعنی مصارف میں دولت خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، وہ صلہ رحمی نہیں کرتا اور دولت سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا، تو یہ بڑے مقام پر موجود ہوگا۔

4- وہ آدمی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دولت اور علم دونوں سے محروم رکھا ہو۔ وہ دل میں ارادہ کرتا ہے کہ اگر اسے دولت میسر ہو تو وہ فلاں شخص (جو عیاش وفضول خرچ ہے) کی طرح اڑاتا، دونوں شخص برابر ہوں گے یعنی تیسرے شخص کی طرح گناہگار ہوں گے۔

فائدہ نافعہ: عمل خیر اور عمل سیۂ کی جزاء وسزا کا نتیجہ اس وقت مرتب ہوتا ہے جب عزم کے درجہ میں ہو لیکن کسی عذر کی وجہ سے انجام نہ دے سکا۔ ایک رائے یہ ہے کہ نیکی کا عزم کرنے سے اس کا اجر وثواب مل جاتا ہے لیکن برائی کی سزا کا نتیجہ محض عزم سے مرتب نہیں ہوتا بلکہ ارتکاب سے مرتب ہوتا ہے۔

پہلی رائے کی تائید میں متعدد روایات موجود ہیں، جن میں سے دو درج ذیل ہیں:

1- جس شخص نے کسی عمل خیر کا ارادہ کیا پھر وہ اسے انجام نہ دے سکا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ عمل خیر کر لیتا ہے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (مسند امام احمد، ج اوّل ص 361)

2- جب دو آدمی تلواریں لے کر لڑتے ہیں تو قاتل ومقتول دونوں جہنم میں جاتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! قاتل کا جہنمی ہونا تو عقل میں آتا ہے' کیونکہ وہ ظالم ہے لیکن مقتول کا جہنم میں جانا سمجھ میں نہیں آتا جبکہ وہ مظلوم بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کان حریصا علی قتل اخیہ، وہ اپنے گھر سے تلوار لے کر مرنے کے لیے نہیں بلکہ مارنے کے قصد سے نکلا تھا، پھر اتفاق سے وہ مارا گیا، اسے بھی عزم صمیم کی وجہ سے سزا دی جائے گی۔ (مسند امام احمد ج اوّل ص 279)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْهَمِّ فِي الدُّنْيَا وَحُبِّهَا

باب 16: دنیا کے بارے میں غمگین ہونا اور اس سے محبت کرنا

2248 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بَشِيرٍ اَبِيْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ نَزَلَتْ بِهٖ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهٗ وَمَنْ نَزَلَتْ بِهٖ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ فَيُوْشِكُ

2248- اخرجه ابو داؤد (۲/۱۲۲): كتاب الزكاة: باب: في الاستعفاف' حديث (۱۶۴۵)' واحمد (۱/۳۸۹' ۴۴۲) من طريق سيار ابي حمزة' عن طارق بن شهاب' فذكره۔

اَللّٰهُ لَهٗ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ اٰجِلٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو فاقہ لاحق ہو اور وہ اسے لوگوں کے سامنے پیش کر دے تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہو جائے گا' اور جس شخص کو فاقہ لاحق ہو اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے' تو عنقریب اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اسے رزق عطا کر دے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

2249 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ

متنِ حدیث: قَالَ جَآءَ مُعَاوِيَةُ اِلٰى اَبِيْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَرِيْضٌ يَّعُوْدُهٗ فَقَالَ يَا خَالُ مَا يُبْكِيْكَ اَوَجَعٌ يُشْئِزُكَ اَمْ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا قَالَ كُلٌّ لَّا وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيَّ عَهْدًا لَمْ اٰخُذْ بِهٖ قَالَ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَّمَرْكَبٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَجِدُنِي الْيَوْمَ قَدْ جَمَعْتُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى زَائِدَةُ وَعَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ سَهْمٍ قَالَ دَخَلَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى اَبِيْ هَاشِمٍ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ الْاَسْلَمِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابووائل بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو مریض تھے اور وہ ان کی عیادت کرنے کے لیے آئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ماموں! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا تکلیف آپ کو تنگ کر رہی ہے یا دنیا کی محبت پریشان کر رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا: دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا جس پر میں عمل نہیں کر سکا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: مال جمع کرنے کے حوالے سے تمہارے لیے ایک خادم اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانے کے لیے ایک سواری کافی ہے"

لیکن آج میں یہ محسوس کر رہا ہوں' میں نے مال جمع کیا۔

زائدہ اور عبیدہ بن حمید نے اسے منصور کے حوالے سے ابووائل کے حوالے سے، سمرہ بن سہم سے نقل کیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

اس بارے میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے حدیث منقول ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 17: بلاعنوان

2250 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ

2249- اخرجه النسائي (٨/ ٢١٨): كتاب الضحايا: باب: اتخاذ الخادم و المركب، حديث (٥٣٧٢) و ابن ماجه (٢/ ١٣٧٤): كتاب الزهد: باب: الزهد في الدنيا، حديث (٤١٠٣) و احمد (٣/ ٤٤٣، ٤٤٤) (٥/ ٢٩٠) من طريق شقيق ابي و ائل-

عَطِيَّةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ سَعْدِ بْنِ الْاَخْرَمِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◄► حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: باغات اور کھیتیاں وغیرہ نہ بناؤ ورنہ تم دنیا ہی کے ہو کر رہ جاؤ گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

دنیا پر عدم اعتماد کرنا:

کیا دُنیا سے محبت اور آخرت پر عدم اعتماد ہے یا آخرت سے محبت اور دنیا پر عدم اعتماد ہے؟ مؤمن دنیا پر عدم اعتماد کرتا ہوا آخرت سے محبت کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اس سلسلے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے: حب الدنیا رأس کل خطیئة (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث 5213) دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔

پہلی حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ اپنے فقر و فاقہ کا مسئلہ مخلوق کے سامنے پیش کرنے سے نجات حاصل نہیں ہوگی بلکہ یہ التجا اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے سے مقصد حاصل ہوگا۔ دوسری حدیث باب میں یہ درس دیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے دولت عطا کی ہو تو اس کا اصراف بھی اسی کے احکام کے مطابق ہونا چاہیے ورنہ مال وبال جان بن جائے گا۔ دنیا کی محبت باعث غم ہے۔ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت باعث نجات ہے اور آخرت کی محبت باعث راحت ہے۔ تیسری حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ دنیا طلبی اور جمع دولت باعث وبال ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کی جائے۔ دولت فی نفسہ بری چیز نہیں ہے بلکہ اس کے حصول اور اصراف کا مقصد دُنیا ہو تو وبال جان بن سکتی ہے ورنہ نہیں۔ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ دنیاوی کاروباری کرتے تھے اور دینی خدمات بھی خوب انجام دیتے تھے لیکن دولت کو دین کے اور دنیا کو آخرت کے تابع رکھتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ طُوْلِ الْعُمْرِ لِلْمُؤْمِنِ

باب 18: مؤمن کی لمبی عمر

2251 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ

2250۔ اخرجه احمد (۱/۳۳۷، ۴۲۶، ۴۴۳)، والحمیدی (۱/۶۷)، حدیث (۱۲۲)، من طریق الاعمش، عن شمر بن عطیة، عن المغیرة بن سعد بن الاخرم، عن ابیه، فذکره۔

2251۔ اخرجه احمد (۴/۱۹۰)، و عبد بن حمید (۱۸۲)، حدیث (۵۰۹)، من طریق عمرو بن قیس، فذکره۔

متن حدیث: اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ ھٰذَا الْوَجْہِ

◄► حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نے عرض کی: یارسول اللہ! سب سے بہتر شخص کون سا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی عمر طویل ہو اور عمل اچھا ہو۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

طویل العمر نیکوکار شخص کی فضیلت:

طویل عمر نیکوکار شخص کی فضیلت زیادہ ہے کیونکہ عرصہ دراز تک وہ نیک اعمال کرتا رہا جس کا اجر وثواب اسے آخرت میں دیا جائے گا۔ اس کے برعکس جو طویل العمر شخص اعمال سیئہ کرتا رہا ہو، وہ سب سے برا ہے۔ کیونکہ طوالت عمر کے سبب اس کی برائیوں میں اضافہ ہوتا رہا ہے، جس کی سزا اسے آخرت میں بھگتنا ہو گی۔ وہ طویل العمر شخص جو اعمال خیر کرتا رہا ہو وہ سب سے افضل ہے۔ اس کے برعکس جو شخص طویل العمر ہو اور وہ اعمال سیئہ انجام دیتا رہا ہو وہ سب سے برا ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 19: بلاعنوان

2252 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ قَالَ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَسَاءَ عَمَلُہٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا شخص سب سے بہتر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس شخص نے دریافت کیا: کون سا شخص سب سے برا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کی عمر طویل ہو اور عمل برا ہو۔

2252- اخرجه الدارمی (۲/۳۰۸): کتاب الرقائق: باب: ای المؤمنین خیر، واحمد (۵/۴۰، ۴۳، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰) من طریق علی بن زید بن جدعان، عن عبد الرحمن بن ابی بکرۃ، فذکرہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَنَاءِ اَعْمَارِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَى السَّبْعِیْنَ

باب 20: اس بات کا بیان کہ اس امت کے (افراد کی) عمریں عام طور پر ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہوں گی

2253 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعِیْدٍ الْجَوْهَرِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِیْعَةَ عَنْ كَامِلٍ اَبِی الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: عُمْرُ اُمَّتِیْ مِنْ سِتِّیْنَ سَنَةً اِلٰى سَبْعِیْنَ سَنَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (عام طور پر) میری اُمت کی عمریں ساٹھ سے لے کر ستر سال تک ہوں گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور ابو صالح کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے طور پر "غریب" ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

اُمت محمدی کی عمومی عمروں کا اعلان:

شکم مادر میں جب بچے میں روح پھونکی جاتی ہے تو فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اس کا رزق، عمر اور مقام وفات لکھ دیتا ہے۔ اس نوشتہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا نظام عالم ہے۔ حدیث باب میں امت محمدی کی عمومی عمر کا اعلان کیا گیا ہے کہ وہ ساٹھ سال سے ستر سال تک ہے۔ تاہم یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اس مدت سے کم یا زیادہ عمر بھی ہو سکتی ہے۔ ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی منقول ہے: وَاَقَلُّهُمْ مَّنْ یَّجُوْزُ ذٰلِكَ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 4236) بہت کم لوگ ہیں جن کی عمر اس سے زائد ہوتی ہے"۔

جب آدمی کی عمر ساٹھ سال ہو جائے یا بڑھاپے کے بال نمایاں ہو جائیں یا عمر ستر سال مکمل ہو جائے تو انسان کو آخرت کی فکر اور موت کی تیاری کے لیے کوشاں رہنا چاہیے مثلاً کثرت عبادت، قرضہ سے فراغت، خدمت خلق اور اعمال صالحہ میں مشغولیت وغیرہ۔

فائدہ نافعہ: قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ، ہر ذی نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ موت کا

عمر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے وہ کسی وقت بھی آسکتی ہے لہٰذا آدمی کو ہمہ وقت آخرت اور موت کی فکر دامن گیر ہونی چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی تَقَارُبِ الزَّمَانِ وَقِصَرِ الْاَمَلِ

باب 21: زمانے کا سمٹ جانا اور امیدوں کا کم ہوجانا

2254 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِیُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِیُّ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُوْنُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُوْنُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَيَكُوْنُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُوْنُ السَّاعَةُ كَالضَّرَمَةِ بِالنَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَسَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ هُوَ اَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک زمانہ سمٹ نہیں جائے گا۔ سال مہینے کی طرح ہوجائے گا مہینہ ہفتے کی طرح ہوگا۔ ہفتہ ایک دن کی طرح ہوگا' اور ایک دن ایک گھڑی کی طرح ہوگا' اور ایک گھڑی یوں ہوگی جیسے آگ کا انگارہ ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

سعد بن سعید، یحییٰ بن سعید انصاری کے بھائی ہیں۔

شرح

طیِ زمانی کا کرشمہ:

اس حدیث میں علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ طیِ زمانی کا کرشمہ پیش آئے گا کہ سال مہینہ، مہینہ ہفتہ، ہفتہ دن اور دن گھنٹے کی شکل اختیار کرے گا جبکہ گھنٹہ فوراً ختم ہوجائے گا۔ اس حدیث کے دو مطالب ہوسکتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- لوگ غفلت کا شکار ہوجائیں گے۔ وقت میں تیزی آجائے گی' اس کی برکت ختم ہوجائے گی اور لوگ آج کل کا وظیفہ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وقت اجل آجائے گا۔

2- طیِ ارض کی طرح طیِ زمانی کا کرشمہ پیش آئے گا۔ اجزاء زمانہ سمیٹ لیے جائیں گے' زمانہ کی نبض میں تیزی آجائے گی اور زندگی کا وقت بڑی تیزی سے ختم ہوجائے گا۔ وہ وقت آچکا ہے لہٰذا موت و آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی قِصَرِ الْاَمَلِ

باب 22: امیدوں کا کم ہونا

2255 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ

ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِیْ فَقَالَ كُنْ فِی الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَّعُدَّ نَفْسَكَ فِیْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ فَقَالَ لِیْ ابْنُ عُمَرَ اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ وَاِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِیْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ غَدًا

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَقَدْ رَوٰی هٰذَا الْحَدِيْثَ الْاَعْمَشُ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهٗ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے میرے جسم کو پکڑا اور ارشاد فرمایا: تم دنیا میں یوں رہو جیسے اجنبی ہو یا مسافر ہو اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: جب تم صبح کرو تو شام کا خیال ذہن میں نہ رکھو اور جب شام ہو جائے تو تم صبح کا خیال ذہن میں نہ رکھو اور بیماری سے پہلے صحت کو اور مرنے سے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھو۔ اے اللہ کے بندے! تم نہیں جانتے کل تمہارا کیا انجام ہوگا۔ (یعنی زندہ ہو گے یا مر جاؤ گے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کو اعمش نے مجاہد کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

2256 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهٗ وَوَضَعَ يَدَهٗ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَهَا فَقَالَ وَثَمَّ اَمَلُهٗ وَثَمَّ اَمَلُهٗ وَثَمَّ اَمَلُهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ آدم کا بیٹا ہے اور یہ اس کی موت ہے پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی گدی کے پاس ہاتھ رکھا اور پھر اسے پھیلایا اور فرمایا: یہ اس کی امیدیں ہیں۔ یہ اس کی امیدیں ہیں' اور یہ اس کی امیدیں ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2255۔ اخرجه البخاری (۱۱ /۲۳۷): كتاب الرقاق: باب: قول النبی صلى الله عليه وسلم: (كن فی الدنيا----) حديث (٦٤١٦) و ابن ماجه (۲ /۱۳۷۸): كتاب الزهد: باب: مثل الدنيا' حديث (٤١١٤) و احمد (۲ /٢٤ ٤١) من طريق مجاهد' فذكره۔

2256۔ اخرجه ابن ماجه (۲ /۱٤۱٤): كتاب الزهد: باب: الامل و الاجل' حديث (٤٢٣٢) و احمد (٣ /١٢٣ ١٣٥ ١٤٢ ٢٥٧) من طريق حماد بن سلمة' عن عبيد الله بن ابی بكر' فذكره۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2257 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي السَّفَرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

متنِ حدیث: قَالَ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا فَقَالَ مَا هٰذَا فَقُلْنَا قَدْ وَهٰى فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ قَالَ مَا اَرَى الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُو السَّفَرِ اسْمُهُ سَعِيْدُ بْنُ يُحْمِدَ وَيُقَالُ ابْنُ اَحْمَدَ الثَّوْرِيُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے ہم اپنے مکان کے لیے گارا بنارہے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ کس لیے ہے: ہم نے عرض کی: مکان پرانا ہوگیا ہے۔ ہم اسے ٹھیک کررہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا خیال ہے: معاملہ (یعنی قیامت) اس سے جلدی آجائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوسفر نامی راوی سعید بن یحمد ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ سعید بن احمد ثوری ہیں۔

شرح

دنیا سے امیدیں وابستہ نہ کرنا:

دنیا کی حیثیت درخت یا سرائے کی ہے، جس کے سائے میں مسافر ٹھہر کر اپنی راہ لیتا ہے اور چند سالوں میں ان کا وجود کالعدم ہوجاتا ہے۔ انسان کی حیثیت مسافر کی ہے، جو اس صورت کو زیادہ پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس زیادہ سامان نہ ہو۔ دنیا و مافیہا سے امیدیں وابستہ کرنا، انسان کو آخرت اور موت سے غافل کردیتا ہے جبکہ آخرت کی زندگی مستقل اور دنیا کی عارضی ہے۔ آدمی کو دنیا کی نسبت آخرت کی زندگی کی فکر زیادہ کرنی چاہیے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انسان کو رہائش کے لیے مکان تعمیر نہیں کرنا چاہیے یا بوسیدہ مکان درست نہیں کرنا چاہیے۔ تاہم انسان کو حد سے زیادہ دنیا و مافیہا سے امیدیں وابستہ کرنا منع ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں: اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ (اوکما قال علیہ السلام) دنیا آخرت کی کھیتی ہے یعنی دنیوی زندگی میں اعمال خیر و سیہ کی جزاء و سزا آخرت میں ملے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ فِتْنَةَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِي الْمَالِ

باب 23: اس امت کی آزمائش مال ہے

2258 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ

2257- اخرجه ابوداؤد (٤/٣٦٠): كتاب الادب: باب: ما جاء في البناء: حديث (٥٢٣٥، ٥٢٣٦) و ابن ماجه (٢/ ١٣٩٣): كتاب الزهد: باب: في البناء و الخراب: حديث (٤١٦٠) و احمد (١٦١/٢) و البخاري في (الادب المفرد) (١٣٤): حديث (٤٥١) من طريق الاعمش، عن ابي السفر، فذكره-

2258- اخرجه احمد (١٦٠/٤) من طريق عبد الرحمن بن جبير بن نفير، عن ابيه، فذكره-

صَالِحٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَّفِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر امت کی مخصوص آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی مخصوص آزمائش "مال" ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔ ہم اسے صرف معاویہ بن صالح کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

کثرت دولت امت محمدی کی آزمائش ہونا:

لفظ فتنہ کا معنی ہے: گمراہی، معصیت، آزمائش، امتحان؟ قرآن کریم نے مال اور اولاد دونوں کو فتنہ قرار دیا ہے۔ دونوں کے حصول اور دونوں کی حفاظت کے لیے انسان ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں آدمی کے لیے دودھاری تلوار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر ان کے استعمال میں بے احتیاطی سے کام لیا جائے تو اپنا نقصان کرتی ہیں اور اگر احتیاط برتی جائے تو دشمن کا سر کاٹتی ہیں۔ اگر دولت جائز طریقہ سے کمائی جائے اور جائز امور میں صرف کی جائے تو آخرت میں یہ نافع ہوگی۔ اگر ناجائز ذرائع سے دولت کمائی جائے اور اس کا صرف بھی شریعت کے قانون کے مطابق نہ ہو تو یہ آخرت میں قابل مؤاخذہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اولاد کی اچھے طریقہ سے پرورش کی جائے، دینی تعلیم سے آراستہ کی جائے اور نیک وصالح بنائی جائے تو صدقہ جاریہ بن جائے گی۔ اگر اس کی اچھے طریقہ سے پرورش نہ کی جائے، اس کی تعلیم وتربیت نہ کی جائے اور صالح ونیک نہ بنایا جائے تو آخرت میں قابل مؤاخذہ اور وبال جان بن جائے گی۔

حدیث باب میں خصوصیت سے یہ درس دیا گیا ہے کہ گزشتہ امتوں کی مختلف امور میں آزمائش ہوتی تھی لیکن امت محمدی کی آزمائش کثرت دولت سے کی جاتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ دولت کے حصول میں احتیاط اور جائز ذرائع کو پیش نظر رکھیں۔ مثلاً تجارت ومزدوری وغیرہ۔ اسی طرح دولت کے خرچ کرنے میں بھی احتیاط کریں اور جائز کاموں میں خرچ کریں تاکہ دارین میں نافع بن سکے مثلاً تعمیر مساجد، قیام مدارس اور دینی کتب پر مشتمل لائبریریوں کا قیام وغیرہ۔

بَابُ مَا جَآءَ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَّابْتَغٰى ثَالِثًا

باب 24: اگر بندے کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں، تو وہ تیسری کی آرزو کرے گا

2259 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ

بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَاَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ ثَالِثٌ وَّلَا يَمْلَاُ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَآئِشَةَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَاَبِيْ وَاقِدٍ وَّجَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر آدمی کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس دوسری بھی ہو۔ اس کا پیٹ صرف مٹی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

انسان کا تاحیات حریص ولالچی ہونا:

انسان تاحیات دولت کا عاشق اور اس کی کثرت کا خواہاں رہتا ہے۔ اگر اس کے لیے ایک میدان سونے کا ہو تو دوسرے میدان کی خواہش کرے گا، جس کا ایک گھر ہو تو وہ دوسرے گھر کی تمنا کرے گا، جس کا ایک بیٹا ہو دوسرے کی کوشش کرے گا اور جس کی آمدنی ایک لاکھ ماہانہ ہو وہ ڈیڑھ دو لاکھ ماہانہ ہو جانے کی کوشش کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے الفاظ ہیں: لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَا بْتَغٰى ثَالِثًا ۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا دولت کے دو میدانوں کا مالک ہو تو وہ تیسرے میدان کی تمنا کرے گا۔ الغرض انسان کثرت دولت سے سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر وہ ایک ملک کا بادشاہ بن جائے تو دوسرے ملک کو ساتھ ملانے کی تمنا کرے گا۔

وہ انسان جس پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہو یا اس نے صبر وقناعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہو یا اس کی عمر ستر سال سے زائد ہو چکی ہو یا کوئی شخص ولی کامل کا فیض یافتہ ہو یا کوئی آدمی اس قدر فیاض وجواد ہو کہ مخلوق پر دولت خوب خرچ کرتا ہو تو ان لوگوں میں دنیا طلبی اور جمع دولت کا حرص ولالچ باقی نہیں رہتا۔

2259- اخرجه البخاری (۱۱/ ۲۵۸): كتاب الرقاق: باب: ما يتقى من فتنة المال، حديث (۶۴۳۹) و مسلم (۲/ ۷۲۵) كتاب الزكاة: باب: لو ان لابن آدم و اديين لا بتغى ثالثا، حديث (۱۱۷، ۱۰۴۸) و احمد (۳/ ۱۰۰، ۱۶۸، ۲۳۶، ۲۴۷) من طريق الزهرى، فذكره، و لفظ البخارى و مسلم: لو كان لابن آدم واد من ذهب---- و اخرجه مسلم (۲/ ۷۲۵): كتاب الزكاة: باب: لو ان لابن آدم و اديين لا بتغى ثالثا، حديث (۱۱۶/ ۱۰۴۸) و احمد (۳/ ۱۲۲، ۱۷۶، ۲۷۲) و الدارمى (۲/ ۳۱۸، ۳۱۹): كتاب الرقاق: باب: لو كان لابن آدم واديان من مال، من طريق قتادة، بلفظ (لو كان لابن آدم واديان من ذهب----)

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ

باب 25: دو چیزوں کی محبت کے بارے میں بوڑھے شخص کا دل بھی (ہمیشہ) جوان رہتا ہے

2260 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ طُولِ الْحَيَاةِ وَكَثْرَةِ الْمَالِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دو چیزوں کی محبت میں بوڑھے شخص کا دل بھی (ہمیشہ جوان) رہتا ہے۔ ایک لمبی زندگی اور دوسرا مال زیادہ ہونا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2261 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے۔ لیکن دو طرح کی حرص اس میں جوان رہتی ہے ایک (لمبی) زندگی کی اور دوسرا مال کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

بڑھاپے میں بھی دو خواہشات کا باقی رہنا:

یہ بات مشاہدہ و تجربہ کی ہے کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے' اس کے اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں' عقل و دانش کمزور ہو جاتی ہے اور موت کا وقت بھی قریب آ جاتا ہے لیکن اس کے دل میں دو چیزوں کی محبت عالم شباب کی طرح باقی رہتی ہے:

1- لمبی زندگی،

2- دولت کی حرص۔ انسان کے سنِ شعور کو پہنچتے ہی یہ دونوں چیزیں اس کے دل میں گھر کر لیتی ہیں، جو تا حیات باقی رہتی ہیں۔ تاہم علماء ربانیین، صالحین اور اولیاء اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی اصلاح کر لی ہوتی ہے' جس وجہ سے ان

2260- اخرجه احمد (۲/۳۷۹، ۳۸۰) من طريق ابن عجلان، عن القعقاع بن حكيم، عن ابى صالح، فذكره-

2261- اخرجه البخارى (۱۱/۲۴۳): كتاب الرقاق: باب: من بلغ ستين سنة فقد اعذر الله اليه فى العمر، حديث (۶۴۲۱) و مسلم (۲/۷۲۴): كتاب الزكاة: باب: كراهة الحرص على الدنيا، حديث (۱۱۵/۱۰۴۷) و ابن ماجه (۲/۱۴۱۵): كتاب الزهد: باب: الامل و الاجل، حديث (۴۲۳۴) و احمد (۳/۱۱۵، ۱۱۹، ۱۶۹، ۱۹۲، ۲۵۶، ۲۵۷) من طريق قتادة، فذكره-

کے قلوب واذہان پر طول حیات اور متاع دنیا کی محبت تسلط نہیں جما سکتی بلکہ وہ دنیا سے نفرت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات و حاضری کو پسند کرتے ہیں۔

فائدہ نافعہ: الفاظ حدیث: طوال الحیات وکثرۃ المال، پر تینوں حرکات پڑھی جاسکتی ہیں:

1- کسرہ: اس صورت میں ماقبل یعنی اثنین سے بدل کی بناء پر۔

2- رفع: مبتداء محذوف کی خبر ہونے کے سبب اور مبتداء، احدھا و ثانیھا ہیں۔

3- نصب: اس صورت میں فعل محذوف کا مفعول بہ ہوں گے اور وہ فعل اَغْنِیْ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الزَّهَادَةِ فِي الدُّنْيَا

باب 26: دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا

2262 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ حَلْبَسٍ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا اَنْ لَّا تَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدَيْكَ اَوْثَقَ مِمَّا فِيْ يَدَيِ اللّٰهِ وَاَنْ تَكُوْنَ فِيْ ثَوَابِ الْمُصِيْبَةِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِهَا اَرْغَبَ فِيْهَا لَوْ اَنَّهَا اُبْقِيَتْ لَكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهٗ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ مُّنْكَرُ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: دنیا سے بے رغبتی سے مراد یہ نہیں ہے: حلال چیز کو حرام قرار دے دیا جائے۔ مال کو ضائع کر دیا جائے بلکہ دنیا سے بے رغبتی یہ ہے: جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اس سے زیادہ قابل اعتماد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جب تمہیں کوئی مصیبت لاحق ہو تو تم اس کے ثواب میں زیادہ رغبت رکھو اور یہ خواہش ہو کہ یہ میرے لیے باقی رہتی (یعنی مجھے مسلسل اس کا اجر ملتا رہتا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ابوادریس خولانی نامی راوی کا نام عائذ اللہ بن عبداللہ ہے۔

عمرو بن واقد نامی راوی منکر الحدیث ہیں۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 27: بلاعنوان

2263 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حُرَيْثُ بْنُ السَّائِبِ

2262- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۷۳): كتاب الزهد: باب: الزهد في الدنيا: حديث (۴۱۰۰)، من طريق يونس بن ميسرة بن حلبس، عن ابي ادريس الخولاني، فذكره۔

قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ حَدَّثَنِي حُمْرَانُ بْنُ اَبَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِيْ عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَآءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ الْحُرَيْثِ بْنِ السَّائِبِ وَسَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ سُلَيْمَانَ بْنَ سَلْمٍ الْبَلْخِيَّ يَقُوْلُ قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ جِلْفُ الْخُبْزِ يَعْنِيْ لَيْسَ مَعَهُ اِدَامٌ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ابن آدم کو صرف انہی چیزوں کا حق ہے۔ ایک گھر جس میں وہ رہتا ہو، ایک لباس جس کے ذریعے وہ اپنی شرمگاہ کو ڈھانپتا ہو۔ صرف روٹی اور پانی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہ حدیث حریث بن سائب سے منقول ہے۔ میں نے ابوداؤد سلیمان بن سلم بلخی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: نضر بن شمیل نے یہ بات بیان کی ہے۔ حدیث کے الفاظ "حلف الخبز" کا مطلب وہ روٹی جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔

بَابُ مِنْهُ

باب 28: بلاعنوان

2264 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُّطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ

متن حدیث: اَنَّهُ انْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ (اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ) قَالَ يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ وَهَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ اِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ اَوْ اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مطرف اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ یہ پڑھ رہے تھے۔

"کثرت تمہیں غافل کردے گی"۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدم کا بیٹا میرا مال، میرا مال کہتا رہتا ہے' تمہارا مال تو درحقیقت صرف وہی ہے' جسے تم صدقہ کر کے آگے بھیج دو' یا کھا کر فنا کر دو' یا پہن کر پرانا کر دو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2263۔ اخرجه احمد (۱/۶۲)، و عبد بن حميد؛ (۴۶)، حديث (۴۶)، من طريق حمران بن ابان، فذكره۔

2264۔ اخرجه مسلم (۴/۲۲۷۳)؛ كتاب الزهد و الرقائق، حديث (۲/۲۹۵۸)، و النسائي (۶/۲۳۸)؛ كتاب الوصايا؛ باب: الكراهية في تاخير الوصية، حديث (۳۶۱۳)، و احمد (۴/۲۴، ۲۶)، و عبد بن حميد (۱۸۳، ۱۸۴)، حديث (۵۱۴، ۵۱۵) من طريق مطرف بن عبد الله بن الشخير، فذكره۔

بَابُ مِنْهُ

باب 29: بلاعنوان

2265 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ هُوَ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ اِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ وَاِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ وَّابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَشَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يُكْنٰى اَبَا عَمَّارٍ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اے آدم کے بیٹے! تمہارا اضافی مال کو خرچ کر دینا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور تمہارا اسے اپنے پاس روک کر رکھنا تمہارے لیے برا ہے۔ البتہ ضرورت کے مطابق مال اپنے پاس رکھنے پر تمہیں ملامت نہیں کی جائے گی اور خرچ کرتے ہوئے تم اپنے زیر کفالت لوگوں سے آغاز کرو اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شداد بن عبداللہ نامی راوی کی کنیت ابوعمار ہے۔

شرح

دنیا سے عدم رغبت اور آخرت کو ترجیح دینا:

پہلی حدیث باب کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان حیات دنیا میں ہمیشہ مصیبت اور تکلیف کا خواہشمند رہے تا کہ اسے آخرت میں اجر و ثواب کی دولت حاصل ہو کیونکہ دوسری روایت میں اللہ تعالیٰ سے عافیت و راحت طلب کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ اس روایت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مصیبت و تکلیف پہنچے تو دنیا سے عدم رغبت کا تقاضا ہے کہ انسان اجر و ثواب کی نیت سے اسے راحت و عافیت سے بہتر سمجھے کیونکہ راحت و عافیت کا تعلق دنیا کے ساتھ اور اجر و ثواب کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔ آخرت کا تعلق بہر حال افضل و بہتر ہے۔ یہ تعلق مستقل و دائمی بھی ہے اور ایمان کا بھی تقاضا ہے کہ چند روزہ چیز سے عدم رغبت کرتے ہوئے مستقل چیز سے رغبت کی جائے اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

دوسری حدیث میں تین چیزوں کی اہمیت کے پیش نظر انسان کا استحقاق قرار دیا گیا ہے۔

1- مکان جو رہائش کے لیے ہو،

2- کپڑا جو ستر پوشی کے لیے ہو۔

2265- اخرجه مسلم (۲/۷۱۸): كتاب الزكاة: باب: بيان ان افضل الصدقة صدقة الصحيح الشحيح' حديث (۹۷/۱۰۳۶) من طريق عمر بن يونس اليمامي' عن عكرمة بن عمار' عنه به۔

3-سادہ کھانا جو بھوک مٹانے کے لیے ہو۔

یہ امور ثلاثہ نہایت اہم نہیں نہیں جن کے بغیر زندگی گزرنا دشوار ہے۔ جس شخص کو یہ اشیاء میسر ہوں اسے دنیا کی مزید حرص نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان پر قناعت وصبر کرتے ہوئے زندگی گزارنا چاہیے۔

فائدہ نافعہ: انسان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا محتاج رہنا چاہئے کیونکہ روٹی، کپڑا اور مکان وہی عنایت کرتا ہے۔ جو شخص سیاسی مقاصد کے لیے عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان دینے کا اعلان کرتا ہے یا نعرہ دیتا ہے وہ گمراہ، بے دین اور ظالم ہے۔

تیسری حدیث باب میں یہ درس دیا گیا ہے کہ کثرت دولت سے انسان کو احتراز کرنا چاہیے کیونکہ اس سے احکام الٰہی پر عمل کرنے میں غفلت پیدا ہوتی ہے۔ انسان تو اپنی ذات کا بھی مالک نہیں ہے۔ پھر یہ دولت دنیوی کے پیچھے کیوں دوڑتا ہے؟ تاہم تین قسم کے اموال ہیں جن کا اسے فائدہ ہو سکتا ہے:

1-صدقہ وخیرات کی شکل میں جو اس نے آگے بھیج دیا۔

2-جو کچھ اس نے کھالیا۔

3-وہ کپڑا جو پہن کر بوسیدہ کر دیا۔

تاہم وہ مال ومتاع جو انسان جمع کرتا ہے اور اس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد (زکوٰۃ وخیرات) ادا نہیں کرتا، وہ آخرت میں قابل مؤاخذہ وعذاب ہوگا۔ علاوہ ازیں ایسی دولت اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت سے انسان کو غافل کر دیتی ہے۔

چوتھی حدیث باب سے چند اہم مسائل ثابت ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ بقدر ضرورت مال ودولت اپنے پاس رکھنا جائز ہے، کیونکہ جمع شدہ مال پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے۔

☆ ضرورت سے زائد دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا انسان کے لیے نافع ہے۔

☆ مال کو خرچ کرتے وقت اس کے مصارف کو پیش نظر رکھا جائے تاکہ مستحقین کے پاس مال پہنچ جائے۔

☆ خرچ کرنے میں اس قدر بھی سخاوت کا مظاہرہ نہ کیا جائے کہ دوسرے ہی لمحہ میں دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنا شروع کر دے۔

بَابُ فِي التَّوَكُّلِ عَلَى اللّٰهِ

باب 30: اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا

2266 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيْدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هُبَيْرَةَ عَنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا

2266- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۳۹٤): كتاب الزهد: باب: التوكل و اليقين، حديث (٤١٦٤) واحمد (۱/ ۳۰، ۵۲) و عبد بن حميد (۳۲) حديث (۱۰)، من طريق عبد الله بن هبيرة، عن ابي تميم الجيشاني، فذكره۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ تَمِيْمٍ الْجَيْشَانِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَالِكٍ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جیسے اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اسی طرح رزق عطا کیا جائے گا جیسے پرندوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کے وقت بھرے پیٹ واپس آتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ابوتمیم جیشانی نامی راوی کا نام عبداللہ بن مالک ہے۔

2267 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور دوسرا محنت مزدوری کرتا تھا۔ محنت مزدوری کرنے والے نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنے بھائی کی شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہوسکتا ہے تمہیں بھی اسی کی وجہ سے رزق ملتا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2268 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ شُمَيْلَةَ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْخَطْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مَرْوَانَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَحِيْزَتْ جُمِعَتْ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ نَحْوَهٗ وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ

◆◆ سلمہ بن عبیداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جنہیں نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ وہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ وہ خوشحال ہو۔ جسمانی طور پر تندرست ہو اس کے

2268- اخرجه ابن ماجه (۲ /۱۳۸۷): كتاب الزهد: باب القناعة: حديث (٤١٤١) و البخاري في (الادب المفرد) (۲۹۷) و الحميدي (٤٠٨) حديث (٤٣٩) من طريق عبد الرحمن بن ابي شميلة الانصاري: عن سلمة بن عبيد الله بن محصن: فذكره-

پاس اس دن کی خوراک موجود ہو تو گویا اس کے لیے دنیا سمیٹ دی گئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ہم اسے صرف مروان بن معاویہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ ''حِیزَتْ'' کا مطلب ''جمع کردی گئی'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی اہمیت:

احادیث باب میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے اور ایمان کا بھی تقاضا ہے کہ انسان ہمہ وقت اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہوا یہ عقیدہ رکھے کہ جو بھی اسے راحت وغم لاحق ہوتا ہے وہ من جانب اللہ ہوتا ہے۔

پہلی حدیث باب میں بتایا گیا ہے جب آدمی اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین کر لیتا ہے تو اسے ایسے مقام سے روزی میسر آتی ہے، جس کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ پھر ایک مثال کے ذریعے بھی اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ جس طرح پرندے اپنے گھونسلوں سے صبح کے وقت روزی کی تلاش میں خالی پیٹ نکلتے ہیں تو جب شام کے وقت واپس پلٹتے ہیں تو ان کے پیٹ خوراک سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

دوسری حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پیش نظر رکھتا ہوا اپنی دولت صحیح مصارف میں خرچ کرتا ہے تو غرباء، مساکین اور مسافر وغیرہ لوگ اس کے حق میں دعاء خیر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے مال و دولت میں برکت فرماتا ہے، یا کوئی شخص کسی عالم ربانی یا مرد صالح یا ولی کامل سے دعا کراتا ہے تو اللہ تعالیٰ دولت میں اضافہ فرماتا ہے۔

فائدہ نافعہ: اس روایت سے ثابت ہوا کہ توسل و وسیلہ برحق ہے اور اولیاء وصالحین کا اپنے متعلقین کی امداد و نصرت کرنا برحق ہے۔ مزید اس سلسلے میں صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں: هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔ تمہارے کمزور کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

تیسری حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تین چیزوں سے نوازتا ہے تو گویا اسے دنیا کی ہر چیز میسر ہوگئی۔ وہ اشیاء ثلاثہ یہ ہیں:

1- مکان جو رہائش کے لیے ہو۔ 2- صحت وتندرستی۔ 3- کم از کم اس دن کا رزق ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ روزمرہ زندگی کے لیے زیادہ ضروری یہی اشیاء ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْكَفَافِ وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ

باب 31: ضروریات کے مطابق (رزق ہونا) اور اس پر صبر کرنا

2269 اَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَيُّوْبَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ

عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْقَاسِمِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اَغْبَطَ اَوْلِيَائِیْ عِنْدِیْ لَمُؤْمِنٌ خَفِيْفُ الْحَاذِ ذُوْ حَظٍّ مِنَ الصَّلٰوةِ اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَاَطَاعَهٗ فِی السِّرِّ وَكَانَ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَا يُشَارُ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ وَكَانَ رِزْقُهٗ كَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ نَقَرَ بِيَدِهٖ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهٗ قَلَّتْ بَوَاكِيْهِ قَلَّ تُرَاثُهٗ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، میرے دوستوں میں سب سے زیادہ قابلِ رشک وہ شخص ہے، جس کے پاس مال کم ہو۔ نماز میں اس کا حصہ زیادہ ہو وہ اپنے پروردگار کی اچھی طرح عبادت کرتا ہو اور خفیہ طور پر بھی اس کی فرمانبرداری ہی کرتا ہو۔ اس کا رزق اس کی ضروریات کے مطابق ہو اور وہ اس پر صبر سے کام لیتا ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک زمین پر مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس کو موت جلدی آجائے اور اس پر رونے والے کم ہوں۔ اس کے وارث کم ہوں۔

2270 وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِيَجْعَلَ لِیْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا قُلْتُ لَا يَا رَبِّ وَلٰكِنْ اَشْبَعُ يَوْمًا وَّاَجُوْعُ يَوْمًا وَّقَالَ ثَلَاثًا اَوْ نَحْوَ هٰذَا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ وَاِذَا شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ وَحَمِدْتُكَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ وَّالْقَاسِمُ هٰذَا هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَيُكْنٰى اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَيُقَالُ اَيْضًا يُكْنٰى اَبَا عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ شَامِیٌّ ثِقَةٌ وَّعَلِیُّ بْنُ يَزِيْدَ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ وَيُكْنٰى اَبَا عَبْدِ الْمَلِكِ

◆◆ اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے:

"میرے پروردگار نے میرے سامنے یہ پیش کش کی کہ مکہ کا میدانی علاقہ میرے لیے سونا بن جائے" تو میں نے عرض کی: نہیں۔ اے میرے پروردگار! بلکہ میں ایک دن پیٹ بھر کر رہوں اور ایک دن بھوکا رہوں"۔ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) تین دنوں کے بارے میں آپ نے ایسا کہا' یا اسی کی مانند کوئی اور بات ارشاد فرمائی۔ (پھر فرمایا)

"جب میں بھوکا ہوں' تو تیری بارگاہ میں گریہ وزاری کروں اور تیرا ذکر کروں اور جب میں شکم سیر ہوں' تو تیرا شکر ادا کروں اور تیری حمد بیان کروں"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

اس بارے میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

قاسم نامی راوی قاسم بن عبدالرحمٰن ہیں اور ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کی کنیت "ابوعبدالملک" ہے۔ یہ صاحب' عبدالرحمٰن بن خالد بن یزید بن معاویہ کے غلام ہیں' اور یہ شامی ہیں اور ثقہ ہیں۔

2269۔ اخرجه احمد (۵ /۲۵۲، ۲۵۵) من طريق عبيد الله بن زحر' عن علی بن يزيد' عن القاسم' و الحميدی (۴۰۴) حديث (۹۰۹) من طريق عبيد الله بن زحر' عن القاسم' فذكره' ليس فيه (علی بن يزيد)۔

علی بن یزید نامی راوی کو علم حدیث میں ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔ ان کی کنیت ابوعبدالملک ہے۔

2271 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ شَرِيْكٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ شخص کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا۔ اسے ضروریات کے مطابق رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قناعت عطا کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2272 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ اَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ اَنَّ اَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ اَخْبَرَهُ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: طُوْبٰى لِمَنْ هُدِيَ اِلَى الْاِسْلَامِ وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافًا وَّقَنَعَ

توضیحِ راوی: قَالَ وَاَبُوْ هَانِئٍ اسْمُهُ حُمَيْدُ بْنُ هَانِئٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اس شخص کے لیے بشارت ہے' جسے اسلام کی طرف رہنمائی دی گئی اور اس کی زندگی اس کی ضروریات کے مطابق ہو' اور وہ اس پر قناعت کرے۔

ابوہانی خولانی نامی راوی کا نام حمید بن ہانی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

فقر و زہد کی فضیلت:

احادیث باب میں فقر و زہد کی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ پہلی حدیث باب میں فقر و زہد کی بہترین شکل یہ بیان کی گئی ہے کہ آدمی کے پاس بقدرِ ضرورت رزق ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرے، بحالت احسان ریاضت کرے۔ لوگوں میں

2271- اخرجہ مسلم (۲/۷۳۰): کتاب الزکاۃ: باب: فی الکفاف و القناعۃ' حدیث (۱۲۵ /۱۰۵٤) و ابن ماجہ (۲/۱۳۸٦): کتاب الزھد: باب: القناعۃ' حدیث (٤۱۳۸)' و احمد (۲/۱٦۸' ۱۷۲)' و عبد بن حمید (۱۳٦)' حدیث (۳٤۱) من طریق ابو عبد الرحمن الجبلی' فذکرہ۔

2272- اخرجہ احمد (٦/۱۹) من طریق ابو علی عمرو بن مالک الجنبی اخبرہ' فذکرہ۔

گھل مل کر رہنے کے باوجود عجز وانکسار کا مجسمہ ہو، اس کی بزرگی وزہد کی وجہ سے اس کی طرف لوگوں کی انگشت نمائی نہ ہو اور صبر وشکر کے ساتھ زندگی گزار رہا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو اپنا قابل رشک دوست قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث باب میں کفاف وزہد اور قناعت کا اعلیٰ درجہ بیان کیا گیا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ آپ نے دنیا کے سونا چاندی وغیرہ کو پسند کرنے کے بجائے فقر وفاقہ کو پسند فرمایا ہے۔ وہ یوں کہ ایک دن کھانا تناول فرمائیں اور ایک دن فاقہ سے رہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت اور صبر وشکر کو کمال طریقہ سے انجام دیں۔

تیسری اور چوتھی حدیث باب میں ایسے شخص کو کامیاب مسلمان قرار دیا گیا ہے جو بقدر ضرورت روزی پر قناعت اختیار کرتا ہے یعنی قسمت میں لکھی گئی روزی پر صابر اور شاکر ہوتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کرتا ہے اور سجدہ شکر بجالاتا ہے وہ حقیقت میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کامران وکامیاب ہے۔ لفظ: طُوْبٰی، فعل ثلاثی مجرد اجوف وادی سے اسم تفضیل واحد مؤنث کا صیغہ ہے۔ یہ جنت کے درخت کا نام ہے لیکن یہاں اس کا معنیٰ ہے: آخرت کی خوشی، سعادت، بھلائی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ الْفَقْرِ

باب 32: غربت کی فضیلت

2273 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نَبْهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الثَّقَفِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ اَسْلَمَ حَدَّثَنَا شَدَّادٌ اَبُوْ طَلْحَةَ الرَّاسِبِيُّ عَنْ اَبِي الْوَازِعِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ فَقَالَ انْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ قَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ فَقَالَ انْظُرْ مَاذَا تَقُوْلُ قَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِيْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰى مَنْ يُّحِبُّنِيْ مِنَ السَّيْلِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ شَدَّادٍ اَبِيْ طَلْحَةَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْوَازِعِ الرَّاسِبِيُّ اسْمُهٗ جَابِرُ بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ بَصْرِيٌّ

◄► حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس بات کا جائزہ لو جو تم کہہ رہے ہو۔ اس نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ یہ بات اس نے تین مرتبہ کہی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو غریب رہنے کے لیے تیار رہو کیونکہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے غربت اس کی طرف اس سے زیادہ تیزی سے آتی ہے۔ جتنی تیزی سے سیلابی پانی اپنی منزل کی طرف بڑھتا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ابو وازع راسبی نامی راوی کا نام جابر بن عمرو ہے اور یہ صاحب بصرہ کے رہنے والے ہیں۔

شرح

فقر و فاقہ کی فضیلت:

فقر کی دو اقسام ہیں:

1- فقر اختیاری: یہ وہ ہے جسے انسان اپنی خواہش سے اختیار کرے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے اسے پسند کیا تھا۔ گزشتہ باب میں حدیث گزری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن کھانا تناول فرماتے، پھر کئی ایام تک فاقہ ہوتا تھا۔ حدیث باب میں بھی فقر و فاقہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ صحابی رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا بالاصرار دعویٰ کرتے ہیں تو آپ کی طرف سے انہیں فقر و فاقہ کے تسلط اور اسے برداشت کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ محبت کا تقاضا ہے کہ جس کے ساتھ محبت کی جائے اس کی حالت کو اختیار کیا جائے۔ افسوس، صد افسوس! ہم صالحین اور اولیاء کرام سے محبت و عقیدت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے فقر و فاقہ اور حالت کو پسند کرنے سے گھبراتے ہیں۔

2- فقر اضطراری: یہ وہ حالت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافذ ہوئی ہو اور بندے کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَائِهِمْ

باب 33: غریب مہاجرین جنت میں خوشحال مہاجرین سے پہلے داخل ہوں گے

2274 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَائِهِمْ بِخَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: غریب مہاجرین، خوشحال مہاجرین سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

2275 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ وَاصِلٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَابِدُ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ النُّعْمَانِ اللَّيْثِيُّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَتْ

2274- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۸۱): كتاب الزهد: باب: منزلة الفقراء، حديث (۴۱۲۳)، من طريق عطية العوفي، فذكره۔

عَائِشَةُ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَائِهِمْ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيفًا يَّا عَائِشَةُ لَا تَرُدِّى الْمِسْكِيْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ يَّا عَائِشَةُ اَحِبِّى الْمَسَاكِيْنَ وَقَرِّبِيْهِمْ فَاِنَّ اللّٰهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دعا کی۔

''اے اللہ! مجھے (ظاہری طور پر) غریب حالت میں زندہ رکھ اور اسی حالت میں موت دینا اور مجھے قیامت کے دن غریبوں کے ساتھ زندہ کرنا''۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: وہ کس وجہ سے؟ یارسول اللہ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اس لیے کہ یہ لوگ خوشحال لوگوں سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! تم کسی مسکین کو واپس نہ بھیجنا' خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہو (تم وہ ہی اسے دے دینا) اے عائشہ! تم غریبوں سے محبت رکھنا' انہیں اپنے قریب رکھنا' اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اپنے قریب رکھے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

2276 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِصْفِ يَوْمٍ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: غریب لوگ خوشحال لوگوں سے پانچ سو سال پہلے (یعنی قیامت کے) نصف دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2277 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِىُّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَائِهِمْ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَّهُوَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: غریب مسلمان' خوشحال مسلمانوں سے (قیامت کے) نصف دن، جو پانچ سو سال کا ہوگا' پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2278 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّوْرِىُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ اَيُّوْبَ

2276- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۸۰): كتاب الزهد: باب: منزلة الفقراء، حديث (۴۱۲۲) من طريق محمد بن عمرو، عن ابى سلمة، فذكره-

2277- اخرجه احمد (۲/۲۹۶، ۳۴۳، ۴۱۳، ۴۵۱، ۵۱۳، ۵۱۹) و ابن ماجه (۲/۱۳۸۰): كتاب الزهد: باب: منزلة الفقراء رقم (۴۱۲۲)، و ابن حبان (۲/۴۵۷): كتاب الرقائق: باب: العقد والزهد والقناعة، رقم (۶۷۶)-

عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرِ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَائِهِمْ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيفًا

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: غریب مسلمان جنت میں خوشحال مسلمانوں سے چالیس سال پہلے داخل ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

فقراء وغرباء کی فضیلت:

امارت و امیری کی نسبت غربت و غریبی کی اہمیت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ ہے، اسی طرح امراء اور اہل دول کی نسبت غرباء وفقراء کی فضیلت زیادہ ہے۔ احادیث باب میں غرباء وفقراء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ غرباء اور فقراء امراء سے پانچ سو سال یا چالیس سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امراء اپنی عیش و عشرت میں گزاری ہوئی زندگی کا پہلے حساب و کتاب دیں گے (جس میں تاخیر ہونا یقینی بات ہے) پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کے برعکس فقراء اور غرباء مختصر حساب کتاب چکانے کے بعد یا بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں مجھے دنیا سے اٹھا اور قیامت کے دن مسکینوں میں میرا حشر کرنا۔

سوال: ایک روایت میں امیروں کے مقابلے میں غریبوں کے جنت میں جانے کا پانچ سو سال قبل کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں چالیس سال قبل دخول جنت کا بیان ہے، یہ تو روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: 1- یہاں سالوں میں عرصہ دراز نہیں بلکہ طویل مراد ہے، 2- غرباء درجہ بدرجہ مراد ہوں یعنی جو زیادہ درجہ کے غرباء ہوں گے وہ امراء سے پانچ سو سال قبل جنت میں جائیں گے، اور جو کم درجہ کے غریب ہوں وہ چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ 3- مہاجرین مسلمان پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور عام مسلمان چالیس سال قبل جنت میں جائیں گے۔ 4- ابتداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کا ذکر کیا ہو پھر پانچ سو سال کا ذکر کیا ہو۔ (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ج 7 ص 67)

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مَعِيشَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلِهٖ

باب 34: نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اہلِ خانہ کا طرز زندگی

2279 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ

متن حدیث: دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَدَعَتْ لِيْ بِطَعَامٍ وَّقَالَتْ مَا اَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَاَشَاءُ اَنْ اَبْكِيَ اِلَّا بَكَيْتُ

2278- اخرجه احمد (۳/۳۲٤) و عبد بن حميد (ص۳۳٦) رقم (۱۱۱۷) من طريق سعيد بن ابي ايوب عن عمرو بن جابر الحضرمي فذكره-

قَالَ قُلْتُ لِمَ قَالَتْ اَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِىْ فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا وَاللّٰهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَّلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِىْ يَوْمٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ مسروق بیان کرتے ہیں: میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے میرے لیے کھانا منگوایا پھر انہوں نے فرمایا: میں جب بھی سیر ہو کر کھانا کھاتی ہوں' تو مجھے رونا آ جاتا ہے۔

مسروق بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: وہ کس وجہ سے؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے وہ حالت یاد آ جاتی ہے' جس حالت میں نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے کبھی بھی ایک دن میں دو مرتبہ سیر ہو کر روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2280 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ يُحَدِّثُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی لگا تار دو دن تک جو کی بنی ہوئی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی' یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2281 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِىُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ ثَلَاثًا تِبَاعًا مِّنْ خُبْزِ الْبُرِّ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا

فی الباب: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اہل خانہ نے کبھی بھی مسلسل تین دن تک گیہوں کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی' یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

2280- اخرجه مسلم (٤/٢٢٨٢)؛ كتاب الزهد و الرقائق' حديث (٢٢ /٢٩٧٠)' و ابن ماجه (٢/١١١٠)؛ كتاب الاطعمة؛ باب: خبز الشعير' حديث (٣٣٤٦)' من طريق محمد بن جعفر' عن شعبة' عن ابى اسحاق' عن عبد الرحمن بن يزيد به-

2281- اخرجه مسلم (٤/٢٢٨٤)؛ كتاب الزهد الرقائق' حديث (٢٩٧٦/٣٣٠٣٣)' و ابن ماجه (٢/١١١٠)؛ كتاب الاطعمة؛ باب: خبز البر' حديث (٣٣٤٣)' من طريق مروان بن معاوية به-

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

2282 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا حَرِيْزُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَيَحْيَى بْنُ اَبِي بُكَيْرٍ هٰذَا كُوْفِيٌّ وَّاَبُوْ بُكَيْرٍ وَّالِدُ يَحْيٰى رَوٰى لَهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُكَيْرٍ مِصْرِيٌّ صَاحِبُ اللَّيْثِ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے گھر والوں کے لیے جَو کی روٹی کبھی بھی ضرورت سے زیادہ نہیں ہوئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔
یہ والے یحییٰ بن ابوبکیر کوفی ہیں۔ یحییٰ کے والد ابوبکیر سے سفیان ثوری نے احادیث نقل کی ہیں۔
یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر مصری ہیں۔ اور لیث بن سعد کے شاگرد ہیں۔

2283 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَّاَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً وَّكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اور آپ کے گھر والے کئی کئی راتوں تک مسلسل بھوکے رہتے تھے کیونکہ آپ کے گھر والوں کے پاس رات کا کھانا نہیں ہوتا تھا۔ ویسے بھی عام طور پر ان کی خوراک جَو کی بنی ہوئی روٹی ہوتی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کا گزر اوقات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی غربت اختیاری تھی، کیونکہ یہ حالت ان کے نزدیک محبوب

2282۔ اخرجه احمد (٥/ ٢٥٣، ٢٦٠، ٢٦٧) من طريق سليم بن عامر، عن ابی امامة، فذكره ليس فيه ابو غالب۔
2283۔ اخرجه ابن ماجه (٢/ ١١١١) كتاب الاطعمة: باب: خبز الشعير، حديث (٣٣٤٧)، و احمد (١/ ٢٥٥، ٣٧٣)، و عبد بن حميد (٢٠٤)، حديث (٥٩٢) من طريق هلال بن خباب، عن عكرمة فذكره۔

ترتھی، باغات اور کھیتوں کی آمدنی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سال بھر کا نفقہ عنایت فرما دیتے تھے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اپنے نفقات غرباء، مساکین، یتیموں اور مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کر کے نادار ہو جاتی تھیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک مہینہ تک چولہا نہیں جلتا تھا' کیونکہ پکانے کے لیے کوئی چیز موجود نہیں ہوتی تھی۔ آپ سے دریافت کیا گیا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ لوگوں کو سال بھر کے اخراجات فراہم کیے جاتے تھے وہ کہاں خرچ ہوتے تھے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ سب کچھ مسلمانوں کی ضرورت پر صرف ہو جاتا تھا۔

پہلی حدیث کے مطابق جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیٹ بھر کر کھانا تناول فرماتیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ناداری کو یاد کر کے آنسو بہایا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں: بخدا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر ایک دن میں دوبارہ شکم سیر ہو کر گوشت نہیں کھایا۔ اس روایت سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے' جو کہتے ہیں کہ آخری سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فراوانی حاصل ہو گئی تھی۔

سوال: پہلی حدیث باب میں ایک دن کا ذکر ہے، دوسری حدیث میں دو دن کا تذکرہ ہے اور تیسری روایت میں تین دن کا بیان ہے، یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: ہر راوی نے اپنی دانست وعلم کے مطابق بیان کر دیا، لہٰذا روایات میں کوئی تعارض نہ رہا۔

چوتھی حدیث بیان میں جو کی روٹی نہ بچنے کا ذکر ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کئی ایام تک گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا تو ضرورت سے زائد ایک روٹی پکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جب ضرورت سے زائد روٹی پکتی نہیں تھی تو بچنے کی بھی صورت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ پانچویں حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناداری کا مضمون بیان ہوا ہے۔ جس گھر میں ایک مہینہ تک چولہا نہ جلتا ہو' تو اس میں مسلسل کئی راتوں میں کھانا میسر نہ آنا بعید از قیاس نہیں ہوگا۔

2284 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

"اے اللہ! محمد کے گھر والوں کو ان کی خوراک جتنا رزق عطا کر"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2285 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ

2284- اخرجه البخارى (١١ /٢٨٧): كتاب الرقاق: باب: كيف كان عيش النبى صلى الله عليه وسلم و اصحابه و تخليهم عن الدنيا حديث (٦٤٦٠) و مسلم (٢/ ٧٣٠): كتاب الزكاة: باب: فى الكفاف و القناعة حديث (١٣٦ /١٠٥٥) (٤/ ٢٢٨١): كتاب الزهد والرقائق: حديث (١٨ ١٩/ ١٠٥٥) و ابن ماجه (٢/ ١٣٨٧): كتاب الزهد: باب: القناعة حديث (٤١٣٩) من طريق و كيع به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ
وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کل کے لیے کوئی چیز سنبھال کر نہیں رکھتے تھے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔
یہ روایت جعفر بن سلیمان اور ثابت کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

2286 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ
متن حدیث: مَا اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَّلَا اَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ
حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ عَرُوْبَةَ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی میز پر رکھ کر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی آپ نے کبھی نرم چپاتی کھائی' یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور سعید بن ابوعروبہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

2287 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ الْحَنَفِىُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ
متن حدیث: اَنَّهٗ قِيْلَ لَهٗ اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِىَّ يَعْنِى الْحُوَّارٰى فَقَالَ سَهْلٌ مَا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِىَّ حَتّٰى لَقِىَ اللّٰهَ فَقِيْلَ لَهٗ هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ قِيْلَ فَكَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِالشَّعِيْرِ قَالَ كُنَّا نَنْفُخُهٗ فَيَطِيْرُ مِنْهُ مَا طَارَ ثُمَّ نُثَرِّيْهِ فَنَعْجِنُهٗ
حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ
وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ

◄► حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا: کیا نبی اکرم ﷺ نے کبھی میدے کی روٹی کھائی ہے' تو حضرت سہل نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے تک کبھی بھی چھنے

2286- اخرجه البخارى (۱۱/۲۷۸): كتاب الرقاق: باب: فضل الفقر' حديث (۶۴۵۰)' و ابن ماجه (۲/۱۰۹۵): كتاب الاطعمة: باب: الاكل على الخوان و السفرة' حديث (۳۲۹۲)۔
2287- اخرجه البخارى (۹/۴۶۰): كتاب الاطعمة: باب: ما كان النبى صلى الله عليه وسلم و اصحابه يا كلون' حديث (۵۴۱۳)- و ابن ماجه (۲/۱۱۰۷): كتاب الاطعمة: باب: الحوارى' حديث (۳۳۳۵)' و احمد (۵/۳۳۲)' و عبد بن حميد (۱۶۹)' حديث (۴۶۱) من طريق ابو حازم' فذكره۔

ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھائی۔ ان سے دریافت کیا گیا: کیا نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں آپ کے پاس چھانی نہیں ہوتی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے پاس چھانی نہیں ہوتی تھی ان سے دریافت کیا گیا: پھر آپ جَو کا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: ہم اس پر پھونک مارتے تھے جو چیز اڑنی ہوتی تھی وہ اڑ جاتی تھی' پھر ہم اس میں پانی ڈال کر اسے گوندھ لیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابو حازم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

معیشت نبوی اور اہل بیت اطہار:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ناداری اختیاری پسند تھی اس لیے اپنے اہل بیت اطہار کے لیے بھی اسے پسند کیا اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا ''اے اللہ! تو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بقائے زندگی کے لیے رزق عطا کر''۔ بقاءِ زندگی کے رزق سے مراد: قوت لا یموت، ہے یعنی ایسی روزی جو صرف زندہ رہنے کے لیے کافی ہو۔ یہ نہ ضرورت زائد رزق ہوتا ہے اور نہ اتنا کم ہوتا ہے کہ انسان دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرتا پھرے۔ لفظ آل کے کئی معانی ہیں:

1-گھر کے افراد یعنی بیوی بچے۔

2-متبعین،

3-اہل تقویٰ امتی۔

یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے افراد مراد ہیں۔

دوسری حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ دوسرے دن کے لیے کھانا نہیں رکھا تھا، جب حسب ضرورت بلکہ ضرورت سے کم کھانا تیار ہوتا ہو تو دوسرے دن کے لیے رکھنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ جب پیٹ بھر کر کھانا کھایا نہ ہو تو دوسرے روز کے لیے کھانا جمع کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ دوسرے دن کے لیے کھانا رکھنا ناداری کے منافی ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر و فاقہ اور ناداری پسند تھی۔

تیسری حدیث باب میں دو امور کا ذکر ہے:

1-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میز یا ٹیبل وغیرہ پر کھانا تناول نہیں فرمایا تھا، آپ دستر خوان پر کھانا رکھ کر تناول فرماتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ٹیبل پر یا کھڑے ہو کر تناول کرنا خلاف سنت ہے۔ عصر حاضر میں ہماری تقاریب میں عموماً میز پر اور کھڑے ہو کر کھانا تناول کیا جاتا ہے' جو سراسر سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ 2-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات چپاتی تناول نہیں فرمائی، دراصل چپاتی اس باریک روٹی کو کہا جاتا ہے' جو گندم کا آٹا چھلنی سے چھاننے کے بعد تیار کی جاتی ہے۔ آپ کے زمانہ میں چھلنی نہیں ہوتی تھی تو چپاتی بھی نہیں پکتی تھی اور آپ نے تناول بھی نہیں کی تھی۔ چوتھی حدیث باب میں تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں چھلنی نہیں ہوتی تھی لیکن جو وغیرہ کا کچا پوست پھونک کے ذریعے دور کیا جاتا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی مَعِيشَةِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 35: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کا طرزِ زندگی

2288 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ

متنِ حدیث: قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ اَهْرَاقَ دَمًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِیْ اَغْزُوْ فِی الْعِصَابَةِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَاْكُلُ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةِ حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ اَوِ الْبَعِيْرُ وَاَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ يُعَزِّرُوْنِیْ فِی الدِّيْنِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِیْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ بَيَانٍ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (دشمن کا) خون بہایا اور میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا۔ مجھے اپنے بارے میں اچھی طرح یاد ہے: نبی اکرم ﷺ کے کچھ اصحاب کے ہمراہ میں ایک جنگ میں شریک ہوا ہم لوگ صرف درختوں کے پتے اور خاردار جھاڑیوں کے پھل کھا کر گزارا کیا کرتے تھے اور ہم میں سے ہر شخص اسی طرح پاخانہ کرتا تھا جیسے بکری یا اونٹ مینگنی کرتے ہیں۔ اب اگر بنو اسد قبیلے سے تعلق رکھنے والے لوگ دین کے حوالے سے مجھ پر اعتراض کریں تو پھر تو میں رسوا ہو گیا اور میرا عمل ضائع ہو گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور بیان نامی راوی سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

2289 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ

متنِ حدیث: يَقُوْلُ اِنِّیْ اَوَّلُ رَجُلٍ مِّنَ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا الْحُبْلَةَ وَهٰذَا السَّمُرَ حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ يُعَزِّرُوْنِیْ فِی الدِّيْنِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِیْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ

2288۔ اخرجه البخاری (۷/۱۰۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب سعد بن ابی وقاص الزهری، حديث (۳۷۲۸)؛ و طرفاه فی: (۵۴۱۲، ۶۴۵۳) و مسلم (۴/ ۲۲۷۸): كتاب الزهد و الرقائق: حديث (۱۳۱۲/ ۲۹۶۶) و ابن ماجه (۱/ ۴۷): المقدمة: باب: فی فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (۱۳۱) و احمد (۱/ ۱۷۴، ۱۸۱، ۱۸۶) و الحميدی (۱/ ۴۲) حديث (۷۸) و الدارمی (۲/ ۲۰۸) كتاب الجهاد باب: ما اصاب النبی صلى الله عليه وسلم فی مغازيهم من الشدة، من طريق قيس بن ابی حازم، فذكره۔

2289۔ اخرجه البخاری (۹/ ۴۶۰): كتاب الاطعمة: باب: ما كان النبی صلى الله عليه وسلم و اصحابه يا كلون، حديث (۵۴۱۲) (۱۱/ ۲۸۶، ۲۸۷): كتاب الرقاق: باب: كيف كان عيش النبی صلى الله عليه وسلم و اصحابه، حديث (۶۴۵۳)۔ من طريق مسدد، عن يحيى القطان۔

قیس بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں عربوں میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا تھا۔ مجھے اپنے بارے میں یہ بات اچھی طرح یاد ہے ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنگ میں شریک ہوئے۔ ہماری خوراک صرف درختوں کے پتے تھے اور خاردار درختوں کے پھل تھے، یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی ایک شخص اس طرح پاخانہ کرتا تھا جیسے بکری مینگنی کرتی ہے۔ اب اگر بنواسد دین کے حوالے سے مجھ پر اعتراض کریں تو پھر تو میں خسارے کا شکار ہو گیا اور میرا عمل ضائع ہو گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عتبہ بن غزوان سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیشت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیشت بھی فقر و ناداری پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عُشاق صادق تھے اور عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ اسلوب محبوب اختیار کیا جائے۔ دونوں احادیث میں اس مسئلہ کی تصریح ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار السابقون الاوّلون میں ہوتا ہے عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں اور جو سات افراد پر مشتمل سب سے پہلے ایک سریہ روانہ کیا گیا تھا اس کے روح رواں تھے اور سب سے پہلے انہوں نے دشمن کو واصل جہنم کیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں انہیں ''کوفہ'' کا گورنر تعینات کیا تھا۔ بنواسد نے ان کے خلاف خلیفہ وقت کی خدمت میں شکایات ارسال کیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ یہ صحیح طریقہ سے نماز نہیں پڑھا سکتے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکایات سن کر انہیں کوفہ سے طلب کیا اور ان کی جگہ پر کوفہ کا نیا حاکم مقرر کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد دو آدمیوں کو حکم دیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ لے جائیں اور وہاں کی ہر مسجد میں کھڑا کر کے لوگوں سے دریافت کیا جائے کہ انہیں ان سے کیا شکایات ہیں؟ چنانچہ ہر مسجد میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا کر کے لوگوں سے ان کے بارے میں شکایات کا جائزہ لیا گیا تو کسی نے کوئی شکایت نہ کی۔ البتہ ایک شخص نے آپ کے بارے میں تین شکایات پیش کیں تو آپ نے ان کے حق میں تین دعائیں کیں جو بعد میں وہ بددعائیں بن گئیں۔ یہ لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں واپس آئے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے وہ گفتگو کی جو روایات باب میں مذکور ہے۔ یعنی روز اوّل سے ہم نے قبول اسلام کیا، عسر و تنگی کی حالت میں ترقیِ اسلام کی خدمات انجام دیں اور محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں جہاد کی خدمات انجام دیں پھر بھی اگر میں نے کوئی خدمات دین نہیں کی اور نماز پڑھانے کا مجھے طریقہ نہیں آیا تو میری تمام زندگی کی محنت ضائع ہو گئی! آپ کی یہ سرد گرم گفتگو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے آپ کے بارے میں پہلے ہی اچھا گمان تھا لیکن شکایات کی چھان بین کرنا میرے فرائض میں شامل تھا۔

2290 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ

متنِ حدیث: قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَتَمَخَّطَ فِيْ اَحَدِهِمَا ثُمَّ قَالَ بَخٍ بَخٍ يَتَمَخَّطُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ مِنَ الْجُوْعِ مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلٰى عُنُقِيْ يَرٰى اَنَّ بِيَ الْجُنُوْنَ وَمَا بِيْ جُنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا الْجُوْعُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے انہوں نے سرخ رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس میں سے ایک کپڑے کے ذریعے ناک صاف کیا اور پھر بولے بہت اچھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بہت اچھے آج تم اس کپڑے سے ناک صاف کر رہے ہو۔ ایک وہ زمانہ تھا جب میں نبی اکرم ﷺ کے منبر اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو کر گر گیا تھا اور گزرنے والے شخص یہ سوچ کر میری گردن پر پاؤں رکھنے لگے شاید مجھے جنون لاحق ہو گیا ہے حالانکہ بھوک کی وجہ سے میری یہ حالت تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

2291 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ اَنَّ اَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ اَخْبَرَهُ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِّنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ وَهُمْ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْاَعْرَابُ هٰؤُلَاءِ مَجَانِيْنُ اَوْ مَجَانُوْنَ فَاِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَّحَاجَةً قَالَ فَضَالَةُ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ بھوک کی شدت کی وجہ سے گر جاتے تھے۔ یہ اصحاب صفہ تھے، یہاں تک کہ دیہاتی لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ شاید پاگل ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کر لی اور آپ نے ان کی طرف رخ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں یہ پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہاری کیا حیثیت ہے تو تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تمہارے فاقے میں اور ضروریات میں مزید اضافہ ہو۔

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ان دنوں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔

2290- اخرجه البخاری (۱۳/۳۱۶): كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة: باب: ماذكر النبی صلى الله عليه وسلم و حض على اتفاق اهل العلم و ما اجتمع عليه الحرمان مكة و المدينة، حديث (۷۳۲٤) من طريق حماد بن زيد، عن ايوب، عن محمد بن سيرين، فذكره۔

2291- اخرجه احمد (۱۸/٦)- من طريق عبد الله بن يزيد ابی عبد الرحمن المقرئ، قال: حدثنا حيوة بن شريح، قال: اخبرنی ابو هانی الخولانی، ان ابا علی عمرو بن مالك الجنبی اخبره، فذكره۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کی حالت ناداری:

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے ایک کونے میں ایک چبوترہ بنوایا تھا جس پر بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعلیم وتربیت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم حاصل کرنے والے صحابہ کو "اصحاب صفہ" کہا جاتا تھا جن کی تعداد عموماً ساٹھ سے ستر ہوتی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار بھی "اصحاب صفہ" میں ہوتا تھا۔ آپ عموماً بھوک کی وجہ سے مسجد نبوی اور حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان پڑے رہتے تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا اہل بیت اطہار کی طرف سے کھانا وغیرہ میسر آئے تو بھوک مٹا سکیں۔ عموماً اصحاب صفہ بھوک سے دوچار ہو کر حالت نماز میں زمین پر گر پڑتے تھے۔ اس مضمون کی تفصیل احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔

2292 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَاعَةٍ لَّا يَخْرُجُ فِيْهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيْهَا اَحَدٌ فَاَتَاهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ مَا جَآءَ بِكَ يَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ خَرَجْتُ اَلْقٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْظُرُ فِیْ وَجْهِهٖ وَالتَّسْلِيْمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ جَآءَ عُمَرُ فَقَالَ مَا جَآءَ بِكَ يَا عُمَرُ قَالَ الْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ فَانْطَلَقُوْا اِلٰى مَنْزِلِ اَبِی الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ الْاَنْصَارِیِّ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرَ النَّخْلِ وَالشَّآءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَقَالُوْا لِامْرَاَتِهٖ اَيْنَ صَاحِبُكِ فَقَالَتِ انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَآءَ فَلَمْ يَلْبَثُوْا اَنْ جَآءَ اَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَآءَ يَلْتَزِمُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُفَدِّيْهِ بِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ اِلٰى حَدِيْقَتِهٖ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا ثُمَّ انْطَلَقَ اِلٰى نَخْلَةٍ فَجَآءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَرَدْتُ اَنْ تَخْتَارُوْا اَوْ قَالَ تَخَيَّرُوْا مِنْ رُطَبِهٖ وَبُسْرِهٖ فَاَكَلُوْا وَشَرِبُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْمَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مِنَ النَّعِيْمِ الَّذِیْ تُسْاَلُوْنَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَّرُطَبٌ طَيِّبٌ وَّمَآءٌ بَارِدٌ فَانْطَلَقَ اَبُو الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحَنَّ ذَاتَ دَرٍّ قَالَ فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا اَوْ جَدْيًا فَاَتَاهُمْ بِهَا فَاَكَلُوْا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبْیٌ فَاْتِنَا فَاُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَاْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ فَاَتَاهُ اَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ اخْتَرْ

2292- اخرجه مالك في (الموطا) (٢/ ٩٣٢): كتاب صفة النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (٢٨) مطولا، و ابو داؤد (٤/ ١٣٣٣): كتاب الادب: باب: في المشورة، حديث (٥١٢٨) و ابن ماجه (٢/ ١٢٣٣): كتاب الادب: باب: المستشار مؤتمن، حديث (٣٧٤٥) مختصراً من طريق ابو سلمة، فذكره۔

لِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَاِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْ وَاسْتَوْصِ بِهٖ مَعْرُوْفًا فَانْطَلَقَ اَبُو الْهَیْثَمِ اِلَی امْرَاَتِهٖ فَاَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَاَتُهٗ مَا اَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ تَعْتِقَهٗ قَالَ فَهُوَ عَتِیْقٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا وَّلَا خَلِیْفَةً اِلَّا وَلَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَبِطَانَةٌ لَّا تَاْلُوْهُ خَبَالًا وَّمَنْ یُّوْقَ بِطَانَةَ السُّوْءِ فَقَدْ وُقِیَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا وَّاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِیْثِ وَلَمْ یَذْكُرْ فِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَحَدِیْثُ شَیْبَانَ اَتَمُّ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ عَوَانَةَ وَاَطْوَلُ وَشَیْبَانُ ثِقَةٌ عِنْدَهُمْ صَاحِبُ كِتَابٍ وَّقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَیْضًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ایسے وقت میں گھر سے باہر تشریف لائے جس میں عام طور پر آپ تشریف نہیں لاتے تھے اور ان اوقات میں کوئی آپ سے ملاقات بھی نہیں کرتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آپ سے ملاقات ہوئی نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے ابوبکر! تم کس وجہ سے گھر سے باہر ہو۔ انہوں نے عرض کی: میں اللہ کے رسول سے ملاقات کے لیے اور ان کی زیارت کے لیے اور انہیں سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کچھ دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: عمر! تم کس وجہ سے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بھوک کی وجہ سے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے بھی بھوک محسوس ہو رہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر یہ حضرات، حضرت ابوہیثم بن تیہان انصاری کے گھر تشریف لے گئے۔ ان صاحب کے کھجوروں کے باغات تھے اور بکریاں بھی تھیں تاہم ان کا کوئی خادم نہیں تھا۔ ان حضرات نے ان صاحب کو گھر نہیں پایا تو ان کی اہلیہ سے دریافت کیا: تمہارے میاں کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا: وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوہیثم رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے ایک مشکیزہ اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس مشکیزے کو رکھا اور آ کر نبی اکرم ﷺ سے گلے ملے اور اپنے ماں باپ کو ان پر فدا کرنے لگے پھر وہ ان حضرات کو لے کر اپنے باغ میں گئے۔ ان کے لیے چٹائی بچھائی۔ پھر وہ ایک کھجور کے درخت کی طرف بڑھے اور وہاں سے کھجور کا ایک خوشہ لا کر آپ کے آگے رکھ دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اس میں سے چن کر تازہ کھجوریں کیوں نہیں لیں۔ انہوں نے عرض کی: میں اس وجہ سے تازہ اور نیم پختہ کھجوریں لایا ہوں تا کہ آپ جو چاہیں وہ کھا لیں۔ ان حضرات نے کھجوریں کھائیں میٹھا پانی پیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہ ان نعمتوں میں شامل ہے' جن کے بارے میں قیامت کے دن تم سے حساب لیا جائے گا۔ ٹھنڈا سایہ، پاکیزہ کھجوریں، ٹھنڈا پانی۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت ابوہیثم چلے گئے تا کہ ان حضرات کے لیے کھانا تیار کریں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ہمارے لیے دودھ دینے والی کوئی بکری ذبح نہ کرنا پھر حضرت ابوہیثم نے ان حضرات کے لیے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور اسے تیار کر کے ان کے پاس لائے تو ان حضرات نے اسے کھا لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کوئی خادم ہے۔ انہوں نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب ہمارے پاس قیدی آئیں گے تو تم ہمارے پاس آنا پھر (کچھ عرصے بعد) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دو قیدی پیش کیے گئے۔ ان کے ساتھ کوئی تیسرا قیدی نہیں تھا تو حضرت ابوہیثم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان دونوں میں سے جسے چاہو اختیار کر لو۔ انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ میرے لیے جسے چاہیں اختیار کر لیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص سے مشورہ کیا جائے وہ امین ہوتا ہے تم اسے لے لو' کیونکہ میں نے اسے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کے بارے میں بھلائی کی تلقین کو قبول کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہیثم اپنی اہلیہ کے پاس گئے اور انہیں' نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے بارے میں بتایا تو ان کی اہلیہ نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں جو بات ارشاد فرمائی ہے: آپ اس وقت تک اس پر حقیقی طور پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے جب تک اسے آزاد نہ کر دیں' تو حضرت ابوہیثم نے فرمایا: یہ آزاد ہے۔

(بعد میں) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس بھی نبی یا جس بھی شخص کو بھیجا اس کے ساتھ دو طرح کے رفقاء ہوتے ہیں۔ ایک اسے نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے اور دوسرا اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے' تو جس شخص کو برے رفیق سے بچا لیا گیا اسے (خرابی سے) بچا لیا گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ تشریف لائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آئے۔ اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔ تاہم اس روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

شیبان نامی راوی کی نقل کردہ روایت ابوعوانہ کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مکمل اور زیادہ طویل ہے۔

شیبان نامی راوی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں اور صاحب تصنیف ہیں۔

یہی روایت دوسری سند کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی نقل کی گئی ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناداری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناداری اختیاری اور پسندیدہ تھی۔ اس کا مقصد تا قیامت آنے والے لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی اور طلب دنیا سے احتراز کرنے کا پیغام دینا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گرمیوں کے موسم میں خلاف معمول دوپہر کے وقت کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے ہیں تو دروازے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں۔ دریافت فرمایا: اے صدیق! اس وقت آنے کا مقصد؟ جواب میں عرض کیا: آپ کی زیارت اور سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ ادھر حضرت فاروق اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضر ہو جاتے ہیں۔ فرمایا: اے عمر! اس وقت آنے کا مقصد؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! بھوک نے مجبور کیا تو میں کاشانہ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مجھے بھی بھوک محسوس ہو رہی ہے۔ دونوں صحابہ کو لے کر آپ حضرت ابوہیثم بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گئے جو کثیر کھجوروں اور بکریوں والے تھے۔ وہ معزز مہمانوں کی تشریف آوری پر بہت خوش ہوئے اپنے ساتھ کھجوروں کے باغ میں لے گئے اور پکی ہوئی کھجوریں نہایت عقیدت ومحبت سے پیش کیں۔ پھر واپسی پر انہیں بکری کا بچہ ذبح کر کے کھانا پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعاؤں سے خوب نوازا پھر اپنے دونوں یاروں سمیت واپس تشریف لے آئے۔ حدیث باب میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جس سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ناداری عیاں ہو جاتی ہے۔

2293 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ حَاتِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ

متنِ حدیث: شَكَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَرَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے (پیٹ پر موجود) پتھر سے کپڑا اٹھایا' نبی اکرم ﷺ نے کپڑا اٹھایا تو وہ دو پتھروں پر تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2294 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ

متنِ حدیث: قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَّقُوْلُ اَلَسْتُمْ فِیْ طَعَامٍ وَّشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَاُ بِهٖ بَطْنَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَرَوٰی اَبُوْ عَوَانَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِی الْاَحْوَصِ وَرَوٰی شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سِمَاكٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ عُمَرَ

◆◆ سماک بن حرب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: کیا اب تم لوگ جو چاہو وہ کھا پی نہیں سکتے؟ میں نے تمہارے نبی ﷺ کی زیارت کی ہے: آپ کے پاس کھانے کے لیے معمولی قسم کی کھجوریں اتنی بھی نہیں ہوتی تھیں' جو آپ کے پیٹ کو بھر لیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ابوعوانہ اور دیگر راویوں نے سماک بن حرب کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے

2294- اخرجه مسلم (۲۲۸۴/۴): کتاب الزهد و الرقائق: حدیث (۳۴/ ۲۹۷۷) و احمد (۲۶۸/۴) من طریق سماك بن حرب' فذكره۔

جیسے ابواحوص نے نقل کی ہے۔ شعبہ نے اس روایت کو سماک کے حوالے سے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرز زیست:

بھوک مٹانے کے اہل عرب کے ہاں دو طریقے تھے:

1- کوئی چیز کھانا: کھجور روٹی وغیرہ کھانے سے بھوک ختم ہو جاتی ہے۔

2- شکم پر پتھر باندھنا: بھوک کی حالت میں شکم پر پتھر باندھنے سے بھی قدرے بھوک سے نجات مل جاتی ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر "خندق" کھودنے کے دوران جب صحابہ بھوک سے نڈھال ہو کر گرنے لگے تو انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے شکم پر باندھے ہوئے پتھر بھی دکھائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بھوک کی وجہ سے تم لوگوں نے اپنے پیٹ پر ایک باندھا ہوا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شکم پر دو پتھر باندھ رکھے ہیں۔ یہ جواب سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حیران رہ گئے۔ دوسری روایت باب سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناداری کی حالت یہ تھی کہ بعض اوقات گھر میں کھجور تک میسر نہ ہوتی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ

باب 36: اصل خوشحالی دل کی ہوتی ہے

2295 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بُدَيْلِ بْنِ قُرَيْشٍ الْيَامِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَصِيْنٍ اسْمُهٗ عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ الْاَسَدِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: خوشحالی ساز و سامان زیادہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتی، بلکہ اصل خوشحالی دل کی خوش حالی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوحصین نامی راوی کا نام عثمان بن عاصم اسدی ہے۔

2295- اخرجه البخاري (١١/ ٢٧٦): كتاب الرقاق: باب: الغنى غنى النفس، حديث (٦٤٤٦)، واحمد (٢/ ٢٨٩)، والبخاري في (الادب المفرد) (٢٧٢) من طريق ابو صالح، فذكره۔

شرح

غنیٰ دل کے استغناء کا نام ہے:

حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ غناء دنیا طلبی اور دولت جمع کرنے کا نام نہیں ہے' بلکہ دل کے استغناء کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو دنیا کی دولت اور دل کی بے نیازی سے نوازا ہو وہ استغناء کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوتا ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کو پیش نظر رکھتا ہے۔ ایسے آدمی کی زندگی پرسکون اور مصائب و مشکلات سے مامون ہوتی ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اکثر تابعین، علماء ربانیین، اولیاء اور صوفیاء کی حیات طیبہ اس صفت سے متصف ہوتی تھی۔ اگر ان دونوں چیزوں کو الگ الگ تصور کیا جائے تو استغناء کا درجہ بلند ہوگا، کیونکہ اس کے مقابلے میں دولت کی فراوانی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

بَابٌ مَا جَآءَ فِيْ اَخْذِ الْمَالِ بِحَقِّهٖ

باب 37: حق کے ہمراہ مال حاصل کرنا

2296 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي الْوَلِيْدِ قَالَ سَمِعْتُ خَوْلَةَ بِنْتَ قَيْسٍ وَّكَانَتْ تَحْتَ حَمْزَةَ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ مَنْ اَصَابَهٗ بِحَقِّهٖ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَرُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِيْمَا شَآءَتْ بِهٖ نَفْسُهٗ مِنْ مَالِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَيْسَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا النَّارُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْوَلِيْدِ اسْمُهٗ عُبَيْدُ سَنُوْطٰى

◆◆ سیدہ خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں' وہ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ مال سرسبز اور مزیدار ہے' جو شخص اس مال کو اس کے حق کے ہمراہ حاصل کرے گا اس کے لیے اس میں برکت رکھی جائے گی کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مال سے اپنی نفسانی خواہشات پوری کرتے ہیں۔ ان کے لیے قیامت کے دن صرف آگ ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوالولید نامی راوی کا نام عبید سنوطی ہے۔

شرح

حلال طریقہ سے حاصل شدہ مال کی فضیلت اور حرام ذرائع سے مال حاصل کرنے کی وعید:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حلال ذرائع سے کمائی جانے والی دولت مثلاً تجارت، مزدوری اور اشراف نفس کے بغیر ہدیہ

2296- اخرجه احمد (٦/ ٣٦٤، ٣٧٨) و الحميدي (١٧١) حديث (٣٥٢) و عبد بن حميد (١٥٩) حديث (١٥٨٨) من طريق عبيد سنوطا ابي الوليد، فذكره۔

وغیرہ میں برکت ہوتی ہے۔اس کے برعکس حرام ذرائع سے کمائی جانے والی دولت مثلاً سود، اشراف نفس کا ہدیہ قبول کرنا اور دھوکا وغیرہ سے دولت حاصل کرنا قیامت کے دن قابل مؤاخذہ ہوگی۔

مال کو جانوروں سے متعلق ہونے کی وجہ سے سرسبز قرار دیا گیا ہے کیونکہ جانور بے تحاشا سبز گھاس وغیرہ کھاتے ہیں۔دولت کو انسانوں کی نسبت سے شیریں قرار دیا گیا ہے کیونکہ انسان میٹھی اشیاء کھاتا ہی جاتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ دولت حلال ذرائع سے حاصل کی جائے اور حرام ذرائع سے مکمل طور پر احتراز کیا جائے۔

فائدہ نافعہ: سربراہان مالک، اداروں کے صدور اور مدارس کی انتظامیہ کو قومی فنڈز بے جا یا ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنے یا خیانت کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن حساب دینا ہوگا۔

2297 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لُعِنَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ لُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْضًا اَتَمَّ مِنْ هٰذَا وَاَطْوَلَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دینار کے بندے پر لعنت کی گئی ہے درہم کے بندے پر لعنت کی گئی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کے مقابلے میں زیادہ مکمل اور طویل روایت کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

شرح

زندگی کا مقصد جمع دولت قرار دینے کی وعید:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔اگر یہ دنیا طلبی یا دولت جمع کرنے کو اپنا مقصد حیات قرار دے تو اس کا یہ فیصلہ قابل مذمت ہوگا۔حدیث باب میں ایسے انسان کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے انسان کی شایان شان یہی تھا کہ یہ عبد درہم یا عبد دینار نہ بنے بلکہ عبد معبود حقیقی بنے تا کہ اپنا مقصد حیات حاصل کر سکے۔عبد درہم و دینار سے مرادم یہ ہے کہ انسان حلال وحرام کا امتیاز کیے بغیر دولت جمع کرنے میں لگ جائے اور احکام شرعیہ کو نظر انداز کر دے۔عبد معبود حقیقی سے مراد یہ ہے کہ انسان ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پیش نظر رکھے، اسے مسبب الاسباب اور رازق حقیقی سمجھے۔

2298 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِىِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

2298- اخرجه احمد (۳/۴۵۶، ۴۶۰) والدارمی (۲/۳۰۴): كتاب الرقاق: باب: ما ذئبان جائعان من طريق محمد بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارة، عن ابن كعب بن مالك، فذكره-

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَيُرْوٰى فِيْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَصِحُّ اِسْنَادُهٗ

◆◆ حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر دو بھوکے بھیڑیوں کو بکریوں پر چھوڑ دیا جائے' تو وہ انہیں اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا مال اور مرتبے کا لالچ آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے حدیث نقل کی گئی ہے تاہم اس کی سند مستند نہیں ہے۔

شرح

دنیا طلبی، دین کی تباہی ہونا:

حدیث باب میں "ما" نافیہ ہے۔ ذئبان موصوف ہے۔ جائعان صفت اوّل ہے اور اُرسلا جملہ صفت ثانی ہے۔ لفظ: لدینہ، جار مجرور ملکر شرف سے متعلق نہیں ہے' بلکہ اَفْسَدَ سے متعلق ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بکریوں کے ریوڑ پر حملہ آور بھیڑیے اتنا نقصان نہیں کر سکتے جتنا دولت کا حریص و لالچی شخص دین کا نقصان کرتا ہے، کیونکہ دنیا کے نقصان کی تلافی ممکن ہوتی ہے لیکن دین کے نقصان کی تلافی ناممکن ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں دنیا کا نقصان عارضی ہوتا ہے اور دین کا نقصان مستقل ہوتا ہے۔

2299 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ اَخْبَرَنِي الْمَسْعُوْدِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متن حدیث: نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِهٖ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً فَقَالَ مَا لِيْ وَمَا لِلدُّنْيَا مَا اَنَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ایک چٹائی پر سو گئے جب آپ اٹھے تو اس کا نشان آپ کے پہلو پر موجود تھا ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ اپنے لیے کوئی بچھونا استعمال کر لیں (تو مناسب ہوگا) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا دنیا کے ساتھ کیا واسطہ؟ میں دنیا میں صرف ایک سوار کی طرح ہوں' جو ایک درخت کے نیچے سائے میں آتا ہے اور پھر آگے بڑھ جاتا ہے اور اسے وہیں چھوڑ جاتا ہے۔

2299- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۷۶)؛ كتاب الزهد؛ باب: مثل الدنيا؛ حديث (۴۱۰۹)؛ احمد (۱/۳۹۱، ۴۴۱)- من طريق المسعودي؛ عن عمرو بن مرة؛ عن ابراهيم النخعي؛ عن علقمة؛ فذكره-

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دنیا سے مؤمن کے تعلق کا معیار:

دنیا میں مؤمن کو کس انداز اور کس حیثیت سے رہنا چاہیے؟ اس اہم اور قیمتی سوال کا تفصیلی جواب حدیث بیان میں دیا گیا ہے۔ ایک دفعہ چٹائی پر آرام کرنے کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر نشانات نمایاں ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنسو بہاتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ! سلاطین عالم راحت و آرام سے زندگی گزارتے ہیں اور آپ ایسی مشقت میں؟ اگر اجازت ہو تو آپ کے لیے آرام دہ بستر کا انتظام کر دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہمارا دنیا سے اس سے زیادہ تعلق نہیں ہے جتنا مسافر کا دوران سفر درخت کے سایہ سے استفادہ کرنے کا ہوتا ہے۔ مسافر درخت کے سایہ سے استفادہ کرتے وقت کسی راحت کا اہتمام نہیں کرتا بلکہ چند لمحات آرام کر کے اپنی راہ لیتا ہے اور ہمہ وقت اس کے دل و دماغ پر منزل مقصود تک رسائی کا تصور چھایا رہتا ہے۔ اسی طرح اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مسلمان کا دنیا سے نہایت معمولی تعلق ہونا چاہیے۔ جتنا بھی وقت دنیا میسر آئے وہ دین کی خدمت، آخرت کی تیاری اور مسلمانوں کی فلاح کے لیے گزرنا چاہیے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے طویل زندگی پائی، ہزار سال سے زیادہ آپ کی عمر تھی، ساڑھے نو سو سال تک صرف اپنی امت کو تبلیغ فرماتے رہے۔ آپ سے آپ کی کثرت عمر کی لذت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو جواب میں فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ ایک حویلی کے دو دروازے ہوں، میں اس کے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے باہر نکل آیا ہوں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کا دنیا سے تعلق ہے تو عام مؤمن کا تعلق تو اس سے بھی کم ہونا چاہیے۔

2300 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ وَّاَبُوْ دَاوٗدَ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِيْ مُوْسٰى بْنُ وَرْدَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی اپنے دوست کے دین (یعنی اخلاقیات) پر ہوتا ہے۔ اس لیے ہر شخص کو یہ چاہیے کہ وہ اس بات کا جائزہ لے کہ اس کا دوست کون ہے؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

2300۔ اخرجه ابوداؤد (٤/٢٥٩): كتاب الادب: باب: من يومر ان يجالس، حديث (٤٨٣٣)، واحمد (٢/٣٠٣، ٣٣٤)، و عبد بن حميد (٤١٨) حديث (١٤٣١) من طريق موسى بن وردان، فذكره۔

شرح

تاثیرِ صحبت:

ایک دوست دوسرے دوست کے عقائد وافکار سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اگر دوست اچھا ہو تو یہ بھی اعلیٰ اخلاق کا مالک ہو گا اور اگر دوست بداخلاق ہوگا تو یہ بھی بدزبان وبداخلاق ہوگا۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے: عن المرء لا تسئل واسئل عن قرينه۔ کسی شخص سے براہِ راست نہ پوچھو بلکہ اس کے احوال اس کے ساتھی سے دریافت کرو۔ یعنی اس کا ساتھی حسنِ اخلاق کا پیکر، دین دار، نمازی وصاحبِ تقویٰ اور صادق وامین ہوگا تو یہ بھی ان صفات کا جامع ہوگا ورنہ نہیں۔ حدیث باب میں بھی یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

بقول شاعر:

1- صحبت صالح ترا صالح کند ۔۔۔ صحبت طالح ترا طالح کند

2- یک زمانہ صحبتِ باولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

3- گر تو سنگ خارہ مرمر شوی ۔۔۔ چوں صاحب دل رسی گوہر شوی

بَابُ مَا جَاءَ مَثَلُ ابْنِ اٰدَمَ وَاَهْلِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ وَعَمَلِهٖ

باب 38: انسان، اس کے اہل وعیال، مال اور عمل کی مثال

2301 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ الْاَنْصَارِىُّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ يَّتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں۔ ان میں سے دو واپس آ جاتی ہیں اور ایک ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے اہلِ خانہ، اس کا مال اور اس کا عمل ساتھ جاتے ہیں۔ اہلِ خانہ اور مال واپس آ جاتے ہیں اور اس کا عمل ساتھ رہ جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2301- اخرجه البخاری (۱۱/۳۶۹): كتاب الرقاق: باب: سكرات الموت، حديث (٦٥١٤) و مسلم (٤/٢٢٧٣): كتاب الزهد و الرقائق: حديث (٥/٢٩٦٠) و النسائی (٤/٥٣): كتاب الجنائز: باب: النهى عن سب الاموات، حديث (١٩٣٧) و احمد (٣/١١٠) و الحميدى (٢/٥٠٠) حديث (١١٨٦)- من طريق عبد الله بن ابى بكر بن عمرو بن حزم، فذكره-

شرح

اعمال صالحہ کی اہمیت:

حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ جب آدمی فوت ہوتا ہے تو تین چیزیں قبر تک اس کے ساتھ جاتی ہیں، جن میں سے دو واپس آجاتی ہیں ایک ساتھ جاتی ہے۔ وہ تین اشیاء یہ ہیں:

1- دوست واحباب اور اعزاء واقارب، یہ جیسے ساتھ جاتے ہیں ویسے ہی واپس آجاتے ہیں۔

2- مال ودولت یعنی چارپائی اور کفن سے زائد کپڑے بھی واپس آجاتے ہیں۔

3- اعمال صالح ساتھ جاتے ہیں جو واپس نہیں آتے۔

دُنیا کا کوئی بھی معاملہ مثلاً تعمیر گھر، اولاد کی پرورش اور بیوی کی ناز برداری وغیرہ امور ایک حد تک ہونے چاہییں۔ مسلمان کو دنیوی زندگی میں ہمہ وقت خدمات دین، آخرت کی تیاری، اولاد کو صالح بنانے، انہیں دینی تعلیم دلانے اور خود اعمال صالحہ میں مشغول ومصروف رہنا چاہئے کیونکہ یہی امور آخرت میں نافع ومفید ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الْاَكْلِ

باب 39: زیادہ کھانا مکروہ ہے

2302 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ الْحِمْصِيُّ وَحَبِيْبُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَحْيٰى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَا مَلَاَ اٰدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهٖ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهٖ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهٖ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ نَحْوَهٗ وَقَالَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِيْ كَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: آدمی پیٹ سے زیادہ بُرے کسی برتن کو نہیں بھرتا۔ آدم کے بیٹے کے لیے چند لقمے کافی ہوتے ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں۔ اگر زیادہ ہی کھانا ہو تو (پیٹ کا) ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے ایک تہائی حصہ پانی کے لیے اور ایک تہائی حصہ سانس لینے کے لیے رکھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے

2302- اخرجه احمد (۴/۱۳۲) من طريق يحيى بن جابر، فذكره.

نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔اس میں انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

بسیار خوری کی مذمت:

جب کسی برتن کو پورا بھر دیا جائے تو وہ چھلکتا ہے' لہٰذا وہ برتن کو پورا بھرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ پیٹ بھی ایک برتن کی حیثیت رکھتا ہے' لہٰذا اسے بھی پورا بھرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اسے پورا بھرنا صحت کے منافی اور مرض کا سبب ہے۔ انسان کو درس دیا گیا ہے کہ ''قوت لایموت'' کے مطابق اپنی خوراک بنائے۔ خوراک کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے کہ ایک حصہ خوراک سے بھرا جائے، ایک حصہ پانی کے لیے استعمال کیا جائے اور ایک حصہ ہوا کی آمد و رفت کے لیے خالی رکھا جائے۔ حدیث باب میں بسیار خوری کو ناپسند قرار دیا گیا ہے' کیونکہ اس صورت میں انسان اور حیوان میں امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حفظان صحت کا ایسا اصول بیان کیا گیا ہے' جس کا نعم البدل اطباء کے پاس ہرگز نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

باب 40: ریاء کاری اور شہرت کا بیان

2303 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ يُّرَائِيْ يُرَائِي اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهٖ

قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّا يَرْحَمِ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللّٰهُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ جُنْدَبٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص دکھاوے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دکھاوے کو ظاہر کر دے گا' جو شخص شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی (مشہور ہونے کی خواہش) کو ظاہر کر دے گا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرے گا۔

اس بارے میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

2303- اخرجه احمد (۳/۴۰) و البخاری فی (الادب المفرد) (۹۵) مختصراً- من طریق شیبان عن فراس عن عطیة فذکره-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

2304 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ أَخْبَرَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيْدِ أَبُوْ عُثْمَانَ الْمَدَائِنِيُّ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ حَدَّثَهُ أَنَّ شُفَيًّا الْأَصْبَحِيَّ حَدَّثَهُ

متنِ حدیث: أَنَّهُ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتّٰى قَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يُحَدِّثُ النَّاسَ فَلَمَّا سَكَتَ وَخَلَا قُلْتُ لَهُ أَنْشُدُكَ بِحَقٍّ وَبِحَقٍّ لَمَا حَدَّثْتَنِي حَدِيْثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتَهُ وَعَلِمْتَهُ فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ أَفْعَلُ لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيْثًا حَدَّثَنِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتُهُ وَعَلِمْتُهُ ثُمَّ نَشَغَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ نَشْغَةً فَمَكَثَ قَلِيْلًا ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيْثًا حَدَّثَنِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْبَيْتِ مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ ثُمَّ نَشَغَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ نَشْغَةً أُخْرٰى ثُمَّ أَفَاقَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ فَقَالَ لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيْثًا حَدَّثَنِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَهُوَ فِي هٰذَا الْبَيْتِ مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ ثُمَّ نَشَغَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ نَشْغَةً أُخْرٰى ثُمَّ أَفَاقَ وَمَسَحَ وَجْهَهُ فَقَالَ أَفْعَلُ لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيْثًا حَدَّثَنِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فِي هٰذَا الْبَيْتِ مَا مَعَهُ أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ ثُمَّ نَشَغَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيْدَةً ثُمَّ مَالَ خَارًّا عَلٰى وَجْهِهِ فَأَسْنَدْتُهُ عَلَيَّ طَوِيْلًا ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ حَدَّثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍ جَاثِيَةٌ فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُوْ بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ وَرَجُلٌ يَقْتَتِلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ كَثِيْرُ الْمَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْقَارِئِ أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِي قَالَ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيْمَا عُلِّمْتَ قَالَ كُنْتُ أَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُوْلُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ إِنَّ فُلَانًا قَارِئٌ فَقَدْ قِيْلَ ذَاكَ وَيُؤْتٰى بِصَاحِبِ الْمَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْكَ حَتّٰى لَمْ أَدَعْكَ تَحْتَاجُ إِلٰى أَحَدٍ قَالَ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيْمَا آتَيْتُكَ قَالَ كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُوْلُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ذَاكَ وَيُؤْتٰى بِالَّذِي قُتِلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ فِي مَاذَا قُتِلْتَ فَيَقُوْلُ أُمِرْتُ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيْلِكَ فَقَاتَلْتُ حَتّٰى قُتِلْتُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُوْلُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَرِيْءٌ فَقَدْ قِيْلَ ذَاكَ ثُمَّ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رُكْبَتِي فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أُولٰئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللّٰهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ الْوَلِيْدُ أَبُوْ عُثْمَانَ فَأَخْبَرَنِي عُقْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ شُفَيًّا هُوَ الَّذِي دَخَلَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَأَخْبَرَهُ بِهٰذَا قَالَ أَبُوْ عُثْمَانَ وَحَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ أَبِي حَكِيْمٍ أَنَّهُ كَانَ سَيَّافًا لِمُعَاوِيَةَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ بِهٰذَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قَدْ فُعِلَ بِهٰؤُلَاءِ هٰذَا فَكَيْفَ بِمَنْ بَقِيَ مِنَ النَّاسِ

2304- اخرجه ابن خزيمة في (صحيحه) (۱۱۵/٤) حديث (۲٤۸۲) من طريق الوليد بن ابي الوليد ابو عثمان المدني، ان عقبة بن مسلم حدثه، ان شفيا الاصبحي حدثه، فذكره۔

ثُمَّ بَكٰى مُعَاوِيَةُ بُكَاءً شَدِيْدًا حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ هَالِكٌ وَّقُلْنَا قَدْ جَاءَنَا هٰذَا الرَّجُلُ بِشَرٍّ ثُمَّ اَفَاقَ مُعَاوِيَةُ وَمَسَحَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت شُفی اصحی بیان کرتے ہیں: وہ مدینہ منورہ آئے تو وہاں ایک صاحب تھے جن کے پاس لوگ اکٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا: یہ کون صاحب ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ شُفی بیان کرتے ہیں: میں ان کے قریب ہو گیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا' وہ لوگوں کو حدیث سنا رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے کہا: میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے واسطے سے ایک سوال کرتا ہوں۔ آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنایئے جسے آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنا ہوا سے سمجھا ہو اس کا علم حاصل کیا ہو تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسا کرتا ہوں میں تمہیں ایسی حدیث سناؤں گا' جو نبی اکرم ﷺ نے مجھے سنائی تھی۔ میں نے اسے سمجھا اور اس کو جان لیا (یعنی محفوظ رکھا) پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد ان کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے فرمایا: میں ایسا ہی کروں گا میں تمہارے سامنے ایسی حدیث بیان کروں گا' جو نبی اکرم ﷺ نے میرے سامنے اس گھر میں بیان کی تھی۔ اس وقت میرے اور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ گھر میں اور کوئی نہیں تھا۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چیخ ماری جو زیادہ زوردار تھی اور بے ہوش ہو گئے پھر انہیں ہوش آیا تو انہوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: میں ایسا ہی کروں گا۔ میں تمہارے سامنے ایسی حدیث بیان کروں گا' جو نبی اکرم ﷺ نے میرے سامنے بیان کی تھی۔ اس وقت میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں موجود تھے۔ میرے اور آپ کے علاوہ ہمارے ساتھ اور کوئی شخص نہیں تھا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے زوردار چیخ ماری اور منہ کے بل آگے کی طرف گرنے لگے تو میں نے انہیں سہارا دیا اور کافی دیر سہارا دیے رکھا پھر ان کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے بتایا۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ حدیث سنائی تھی: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے نزول کرے گا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ سب لوگ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ سب سے پہلے اس شخص کو بلایا جائے گا جس نے قرآن پاک جمع کیا (یعنی اس کا علم حاصل کیا) اور اس شخص کو بلایا جائے گا' جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا گیا اور اس شخص کو بلایا جائے گا جس کے پاس مال بہت زیادہ تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے عالم سے فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں اس چیز کا علم نہیں دیا جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی۔ وہ جواب دے گا جی ہاں! اے میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ وہ جواب دے گا: میں رات دن اس کے ساتھ مصروف رہتا تھا (یعنی اس کی تلاوت کرتا تھا یا اس کی تعلیم دیتا تھا) تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تم نے غلط کہا ہے۔ فرشتے بھی اس سے کہیں گے: تم نے غلط کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تمہارا مقصد یہ تھا: یہ کہا جائے فلاں صاحب بڑے عالم ہیں' تو وہ کہہ دیا گیا۔

پھر مال دار شخص کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں فراخی عطا نہیں کی تھی۔ اتنی کہ تم کسی کے محتاج نہیں ہوئے؟ وہ جواب دے گا جی ہاں، اے میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جو تمہیں دیا تھا اس بارے میں تم نے کیا عمل کیا؟ وہ جواب دے گا: میں نے رشتہ داری کے حقوق کا خیال رکھا اور صدقہ و خیرات کی۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تم نے غلط

کہا ہے۔ فرشتے بھی اس سے کہیں گے تم نے غلط کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارا مقصد یہ تھا: یہ کہا جائے: فلاں شخص اتنا سخی ہے' تو وہ کہہ دیا گیا۔

پھر اس شخص کو لایا جائے گا' جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تمہیں کس وجہ سے قتل کیا گیا' تو وہ جواب دے گا' تو نے اپنی راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا' تو میں نے جنگ میں حصہ لیا' یہاں تک کہ مجھے قتل کر دیا گیا' تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تم نے غلط کہا ہے۔ فرشتے بھی اس سے کہیں گے' تم نے غلط کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارا مقصد یہ تھا: یہ کہا جائے' فلاں شخص کتنا بہادر ہے' تو وہ کہہ دیا گیا۔

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ وہ تین لوگ ہیں: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں' ان کے ذریعے سب سے پہلے جہنم کو بھڑکایا جائے گا'۔

عقبہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: شفی نامی راوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں' اس حدیث کے بارے میں بتایا۔

ابوعثمان نامی راوی بیان کرتے ہیں: علاء بن ابوحکیم نے یہ بات بیان کی ہے: وہ صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جلاد تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: ان کے پاس ایک آدمی آیا اور انہیں' اس حدیث کے بارے میں بتایا جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: اگر ان تینوں کے ساتھ یہ سلوک ہوگا' تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ روئے۔ یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ ہلاک ہو جائیں گے' تو ہم نے کہا: یہ شخص ہمارے پاس شر لے کر آیا ہے' پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے اپنے چہرے کو پونچھا اور بولے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''جو شخص دنیاوی زندگی اور اس کی آرائش و زیبائش کا طلب گار ہوگا' ہم دنیا میں اس کے اعمال کا پورا بدلہ اسے دیں گے' اور اس بارے میں اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں حصہ صرف آگ ہو گی اور جو کچھ انہوں نے کیا' وہ ضائع ہو جائے گا' اور جو کچھ انہوں نے اعمال کیے تھے وہ باطل ہوں گے۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

2305 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنِي الْمُحَارِبِيُّ عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَيْفٍ الضَّبِّيِّ عَنْ اَبِيْ مُعَانٍ الْبَصْرِيِّ عَنِ ابْنِ سِيرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحَزَنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جُبُّ الْحَزَنِ قَالَ وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ تَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَدْخُلُهُ قَالَ الْقُرَّاءُ الْمُرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''جُبّ حزن'' سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو!

2305- اخرجه ابن ماجه (۱/۸۸): المقدمة: باب: الانتفاع بالعلم و العمل به' حديث (۲۵۶) من طريق عمار بن سيف الضبي' عن ابي معان البصري' عن ابن سيرين' فذكره۔

لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! "جب حزن" کیا چیز ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی روزانہ ایک سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ عرض کی گئی: اے اللہ تعالیٰ کے رسول! اس میں داخل کون ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دکھاوے کے طور پر قرآن مجید پڑھنے والے لوگ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

ریاکاری اور شہرت سے اعمال صالحہ کا تباہ ہونا:

وہ اعمال صالحہ جو نام و نمائش، شہرت اور ریاکاری سے پاک بلکہ محض رضائے الٰہی، خلوص اور حسن نیت سے انجام دیے جائیں وہ آخرت میں مفید و نافع ہوں گے ورنہ وبال جان بن جائیں گے۔ قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے سب سے قبل ایک عالم دین کو پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت کرے گا۔ اے میرے بندے! کیا میں نے تجھے قرآن کی دولت سے نہیں نوازا تھا؟ بندہ عرض کرے گا: یا اللہ! ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے اس پر عمل کیا بندہ عرض کرے گا: یا اللہ! ہاں، میں نے اس پر عمل کیا اور نمازیں اہتمام کے ساتھ اپنے اوقات میں ادا کرتا رہا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے، تو نے یہ سب کچھ شہرت اور ریاکاری کے لیے کیا ہے جو تجھے مل گئی پھر حکم ہوگا تو فرشتے اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔

پھر حساب کتاب کے لیے ایک مالدار شخص کو پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: کیا میں نے تجھے کثیر دولت سے نہیں نوازا تھا؟ وہ عرض کرے گا: یا اللہ! ہاں، ایسا ہی ہے۔ فرمائے گا: پھر تو نے وہ مال کہاں خرچ کیا؟ بندہ عرض کرے گا: یا اللہ! میں نے اس سے زکوٰۃ و خیرات اور حقوق العباد پر خرچ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے، تو نے وہ دولت اپنی شہرت اور ریاکاری کے لیے خرچ کی تھی جو تجھے مل گئی پھر فرشتوں کو حکم ہوگا تو وہ اسے گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔

پھر حساب کتاب کے لیے شہید کو پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اے میرے بندے میں نے تجھے جان جیسی عزیز چیز عطا کی تھی تو نے وہ کس مقصد کے لیے ضائع کی تھی؟ شہید عرض کرے گا: یا اللہ! میں نے اپنی جان عزیز تیری رضا کے لیے قربان کردی اور جام شہادت نوش کرلیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے، تو نے محض شہرت کے لیے جان دی تھی جو تجھے حاصل ہوگئی۔ فرشتوں کو حکم ہوگا تو وہ اسے گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیں گے۔

حضرت علاء بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ حدیث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی تو فرمایا: جب ان لوگوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے گا تو دوسرے لوگوں کا کیا ہوگا؟ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب روئے۔ آنسو صاف کرنے کے بعد آپ نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بجا فرمایا ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (ہود، 15-16) جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہے ہم اسے اس میں پورا پورا بدلہ دے دیں گے اور اس میں ہم کمی نہ دیں گے۔ یہی ہیں وہ لوگ جن کے لیے آخرت میں عذاب ہے۔ تباہ ہوگیا جو کچھ وہ کرتے ہیں اور ختم ہوگئے ان کے اعمال"۔ جب الحزن سے مراد دوزخ کا ایسا کنواں ہے، جس سے

ایک ادن میں جہنم بھی سوبار پناہ مانگتی ہے۔

فائدہ نافعہ: دوسری حدیث باب کے ساتھ ترجمۃ الباب کا بظاہر کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی تشریح گزر چکی ہے، قرون اولیٰ میں جو لوگ قاری ہوتے تھے وہ علماء بھی ہوتے تھے اور جو علماء ہوتے تھے وہ قراء بھی ہوتے تھے۔ اسی مناسبت سے لفظ "عالم" کے بجائے لفظ "قاری" استعمال کیا گیا ہے۔ بعد میں عمدہ تلاوت کرنے والے کو قاری اور احکام دین سمجھنے والے کو عالم کہا جانے لگا۔

بَاب عَمَلِ السِّرِّ

باب 41: پوشیدہ طور پر عمل کرنا

2306 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا اَبُوْ سِنَانِ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِىْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيُسِرُّهُ فَاِذَا اُطُّلِعَ عَلَيْهِ اَعْجَبَهُ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِيَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَى الْاَعْمَشُ وَغَيْرُهُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِىْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّاَصْحَابُ الْاَعْمَشِ لَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

مذاہبِ فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ اِذَا اُطُّلِعَ عَلَيْهِ فَاَعْجَبَهُ فَاِنَّمَا مَعْنَاهُ اَنْ يُّعْجِبَهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَيْهِ بِالْخَيْرِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ فَيُعْجِبُهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَيْهِ لِهٰذَا لِمَا يَرْجُوْ بِثَنَاءِ النَّاسِ عَلَيْهِ فَاَمَّا اِذَا اَعْجَبَهُ لِيَعْلَمَ النَّاسُ مِنْهُ الْخَيْرَ لِيُكْرَمَ عَلٰى ذٰلِكَ وَيُعَظَّمَ عَلَيْهِ فَهٰذَا رِيَاءٌ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا اُطُّلِعَ عَلَيْهِ فَاَعْجَبَهُ رَجَاءَ اَنْ يُّعْمَلَ بِعَمَلِهِ فَيَكُوْنُ لَهُ مِثْلُ اُجُوْرِهِمْ فَهٰذَا لَهُ مَذْهَبٌ اَيْضًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! ایک شخص جب کوئی عمل کرتا ہے اور اسے چھپانے کی کوشش کرتا ہے لیکن جب وہ ظاہر ہو جائے' تو اسے یہ بات اچھی لگتی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے شخص کو دوگنا اجر ملے گا۔ ایک چھپانے کا اجر اور ایک اس کے ظاہر ہونے کا اجر۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

اعمش اور دیگر راویوں نے اسے حبیب بن ابوثابت کے حوالے سے، ابوصالح کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کی وضاحت کی ہے: جب وہ ظاہر ہو جائے اور اسے اچھا لگے' اس کا مفہوم یہ ہے: لوگوں کا

2306- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۱۲): كتاب الزهد: باب: الثناء الحسن' حديث (۴۲۲۶)-

بھلائی کے حوالے سے اس کی تعریف کرنا اسے اچھا لگے اس کی وجہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو''

تو لوگوں کا تعریف کرنا اسے اس لیے اچھا لگتا ہے۔

لیکن اگر اسے یہ تعریف اس لیے اچھی لگے کہ لوگوں کو جب اس کی بھلائی کا پتہ چلے تو لوگ اس کی تعظیم وتکریم اس بنیاد پر کریں تو یہ چیز دکھاوا شمار ہوگی۔

بعض اہلِ علم نے یہ بات بیان کی ہے: جب اس کا عمل ظاہر ہو اور اسے یہ بات پسند آئے اس سے مراد یہ ہے: اسے یہ امید ہو کہ لوگ اس کے عمل کو دیکھ کر عمل کریں گے اور اس طرح اس کے اجر میں اضافہ ہوگا تو یہ اس کے لیے فائدے کی چیز ہوگی۔

شرح

نادانستہ طور پر عمل خیر نمایاں ہونے کی فضیلت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ کوئی شخص پوشیدہ طور پر عمل صالح کرتا ہے پھر اچانک اس پر لوگ مطلع ہو جاتے ہیں تو کیا یہ ریا کاری کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ جواب دیا گیا اس کے لیے دو گنا اجر ہے، ایک پوشیدہ رکھنے کا اور دوسرا اس کے نمایاں ہونے کا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی شخص کا کسی عمل خیر کو نمایاں کرنے کا ارادہ نہ ہو پھر بھی دوسرے لوگ اس پر مطلع ہو جائیں تو وہ عمل صالح ریا کاری کے زمرے میں نہیں آتا۔

تشریح دیگر احادیث سے بھی کی جا سکتی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص عمل صالح کرتا ہے اور لوگ اس کی وجہ سے اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں تو کیا یہ ریا کاری نہیں ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ، یہ مؤمن کو جلدی ملنے والی خوشخبری ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! رات کو یہ واقعہ پیش آیا کہ میں گھر میں چھپ کر نماز ادا کر رہا تھا، اس دوران اچانک ایک صاحب گھر میں داخل ہوئے اور انہوں نے مجھے حالت نماز میں دیکھ لیا جو مجھے اچھا لگا، تو کیا یہ ریا کاری تو نہیں ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ ! لَكَ اَجْرَانِ، اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِيَةِ، اے ابوہریرہ! تیرے لیے دو اجر ہیں ایک اجر عمل صالح (نماز) کو پوشیدہ رکھنے کا اور دوسرا اسے آشکارا کرنے کا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث 5322) عمل خیر کے نمایاں ہونے سے دوسرے لوگوں کو عمل خیر کا درس ملتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

باب 42: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرے گا

2307 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى قِيَامُ السَّاعَةِ فَقَامَ

2307- اخرجه احمد (۳/۱۰۴، ۲۰۰) من طريق حميد، فذكره-

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ قِيَامِ السَّاعَةِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَعْدَدْتُّ لَهَا كَبِيْرَ صَلَاةٍ وَّلَا صَوْمٍ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ فَمَا رَأَيْتُ فَرِحَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهٰذَا

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! قیامت کب قائم ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے جب آپ نے نماز مکمل کی تو آپ نے دریافت کیا: قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کی: میں ہوں یارسول اللہ! آپ نے دریافت کیا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اس کے لیے کوئی زیادہ نمازیں اور روزے تیار نہیں کیے لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھے گا اور تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اسلام قبول کرنے کی خوشی کے بعد میں نے مسلمانوں (یعنی صحابہ کرام کو) سب سے زیادہ اس بات پر خوش ہوتے دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

2308 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَلَهُ مَا اكْتَسَبَ

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّصَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ وَّأَبِيْ هُرَيْرَةَ وَأَبِيْ مُوْسٰى

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرے گا اور اسے وہی اجر ملے گا جو اس نے عمل کیا ہوگا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

2308- اخرجه احمد (۳/۲۲۶)- من طريق الحسن، فذكره-

2309 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ اَعْرَابِيٌّ جَهْوَرِيُّ الصَّوْتِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَحْمُوْدٍ

◆◆ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی شخص آیا جس کی آواز بلند تھی۔ اس نے دریافت کیا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آدمی کسی قوم سے محبت رکھتا ہے' حالانکہ وہ خود ان کا حصہ نہیں ہوتا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ جیسا کہ محمود نامی راوی نے اسے روایت کیا ہے۔

شرح

جس شخص کو کسی سے محبت ہوگی آخرت میں اس کی رفاقت حاصل ہونا:

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ آخرت یا جنت میں محب اور محبوب کی ملاقات کا سلسلہ جاری رہے گا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جنت میں دونوں کا ایک درجہ ہوگا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ درجات تو مختلف ہوں گے لیکن ملاقات کا موقع میسر رہے گا اور درجہ ملاقات کے لیے مانع نہیں بن سکے گا۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اپنی بیوی، اپنی اولاد اور اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت ہے۔ محبت کے باب میں میری حالت یہ ہو چکی ہے کہ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں آپ یاد آتے ہیں تو میرا دل بے قرار ہو جاتا ہے اور اس وقت تک مجھے قلبی سکون حاصل نہیں ہوتا جب تک میں حاضر خدمت ہو کر آپ کی زیارت نہیں کر لیتا۔ جب میں اپنے مرنے اور آپ کے وصال کا سوچتا ہوں تو پریشانی لاحق ہو جاتی ہے کہ آپ کے دنیا سے جانے کے بعد جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی بلند مقام پر تشریف فرما ہوں گے، مجھے اپنے بارے میں علم نہیں ہے کہ میں جنت میں جاؤں گا یا نہیں؟ اگر جنت میں داخل بھی ہوا تو نچلے درجہ میں ہوں گا اور آپ کی زیارت سے محروم رہوں گا۔ پس یہ بات سوچ کر پریشان ہو جاتا ہوں؟ صحابی کے اس سوال کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، حتیٰ کہ یہ ارشاد ربانی نازل ہو گیا: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ

2309- اخرجه احمد (۲۳۹/۴، ۲۴۰، ۲۴۱) و الحمیدی (۳۸۸/۲) حدیث (۸۸۱) من طریق زر بن حبیش: فذکرہ۔

الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (النساء 69-70) اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہوگا۔ وہ انعام یافتہ لوگ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ یہ لوگ بہترین رفیق ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والا ہے۔

فائدہ نافعہ:

اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے' زندگی کے ہر شعبہ میں اسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے اور کسی معاملہ میں بھی نافرمانی نہ کی جائے۔ افسوس ہماری حالت یہ ہے کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن نہ نماز کا اہتمام، نہ چہرے پر ڈاڑھی کی سنت، نہ زبان پر صداقت اور نہ شکم میں رزق حلال۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں شیطان کی پیروی کے بجائے اپنی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰهِ

باب 43: اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھنا

2310 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهُ اِذَا دَعَانِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بارے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے' تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ذات باری تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن رکھنا:

حدیث باب، حدیث قدسی ہے۔ حدیث قدسی وہ ہوتی ہے' جس کا مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔

2310- اخرجه مسلم (۴/۲۰۶۷): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار' باب: فضل الذكر و الدعاء' و التقرب الى الله تعالى' حديث (۱۹ / ۲۶۷۵)' و احمد (۲/ ۴۴۵' ۵۳۹) والبخاري في (الادب المفرد) (۶۲۰)- من طريق جعفر بن برقان' عن يزيد بن الاصم' فذكره-

اس حدیث قدسی میں دو مضمون بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- خوف وامید کی کیفیت کا نام "ایمان" ہے لیکن دونوں میں غالب امید ہوتی ہے۔ زندگی اور موت کے وقت اگر بندے کا یہ گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ چھوٹی غلطیوں کو معاف کر دے گا تو اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ اگر زندگی یا موت کے وقت بندے کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ معمولی معصیات کا مؤاخذہ کرے گا تو اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ وہ بندہ زندگی بھر حتیٰ کہ وفات کے وقت بھی پریشان رہتا ہے لہٰذا ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیے تا کہ اس کی رحمت ومہربانی ہمہ وقت بندے کے شامل حال رہے۔

2- جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے یا اسے یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○ (البقرہ:186) اے محبوب! اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں (تو آپ ان سے فرما دیں) بے شک میں قریب ہوں جب کوئی شخص مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں"۔

صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث قدسی چند الفاظ کے اضافہ سے یوں بیان کی گئی ہے:

اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھے مجمع عام میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 745)

فائدہ نافعہ: حضرت امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گناہوں پر اصرار اور عفو ودرگزر کی امید تو دھوکا ہے، یہ فرقہ مرجئہ کا عقیدہ ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج13 ص386) مشہور مقولہ ہے رحمت حق بہانہ می جوید، بہانمی جوید (یعنی رحمت خدوندی بہانہ تلاش کرتی ہے مگر بہاؤ تلاش نہیں کرتی) یہ واقعہ مشہور ہے کہ جب سلطان جابر حجاج بن یوسف ثقفی مرض وفات میں مبتلا ہوا تو انہوں نے شدید تکلیف محسوس کی، ان کی والدہ نے کہا: یہ تکلیف لوگوں پر زندگی بھر کے مظالم کا نتیجہ ہے۔ والدہ کی یہ بات سن کر وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر اپنی والدہ سے انہوں نے دریافت کیا: اماں جان! آخرت میں میرا فیصلہ آپ کے سپرد کر دیا جائے تو آپ مجھے جنت میں بھیجیں گی یا دوزخ میں؟ والدہ ہونے جواب دیا: بیٹا! میں تو آپ کے بارے میں جنت کا فیصلہ کرنا پسند کروں گی۔ اس پر حجاج بن یوسف ثقفی نے کہا: اماں جان! میرا پروردگار مجھ پر آپ سے زیادہ مہربان ہے۔ یہ بات جب حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو آپ نے اعلان فرمایا: کوئی شخص حجاج بن یوسف ثقفی کو برا نہ کہے کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْبِرِّ وَالْاِثْمِ

باب 44: نیکی اور گناہ کا بیان

2311 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِیُّ الْكُوْفِیُّ حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ

2311- اخرجه مسلم (٤/١٩٨٠): كتاب البر و الصلة والادب: باب: تفسير البر و الاثم، حديث (١٤، ١٥/ ٢٥٥٣)، و احمد (٤/١٨٢)، و البخاري في (الادب المفرد) (٢٩٢، ٢٩٩) والدارمي (٢/٣٢٢): كتاب الرقاق: باب: البر الاثم من طريق عبد الرحمن بن جبير بن نفير الحضرمي، عن ابيه، فذكره۔

بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے' جو تمہارے من میں کھٹکے اور تمہیں یہ بات ناپسند ہو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نیکی اور گناہ کی پہچان کرنا:

کسی شخص نے ''بِر'' اور ''اِثم'' کی حقیقت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: البر حسن الخلق، اچھے اخلاق کا نام نیکی ہے۔ لفظ البر، کا اطلاق ہر نیکی پر ہوتا ہے۔ مثلاً عبادت، طاعت، خوف اور لوگوں سے حسن خلق وغیرہ۔ ممکن ہے کہ سائل میں حسن خلق کی صفت معدوم ہو' تو حسب حال اس کے لیے یہ جواب تجویز فرمایا گیا ہو ورنہ ہر نیکی کو ''بِر'' کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۹۲) جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک نیکی کو نہیں پا سکتے اور جو چیز بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو بیشک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

سوال کے دوسرے حصے کا جواب یوں دیا گیا ہے: وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ النَّاسُ عَلَيْهِ ۔ اور گناہ وہ ہے' جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو ناپسند کرے کہ لوگ اس سے باخبر ہو سکیں''۔ گناہ کی دو اقسام ہیں:

1- گناہ صغیرہ: یہ وہ گناہ ہے' جو بغیر توبہ کے محض نیکیوں کے سبب بخش دیا جاتا ہے۔

2- گناہ کبیرہ: یہ وہ گناہ ہے' جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحُبِّ فِي اللّٰهِ

باب 45: اللہ تعالیٰ کے لیے (کسی سے) محبت رکھنا

2312 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ حَدَّثَنِيْ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثُوَبٍ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری ذات کی خاطر آپس میں محبت رکھنے والوں کے لیے (قیامت کے دن) نور کے منبر ہوں گے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔

اس بارے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابومسلم خولانی نامی راوی کا نام عبداللہ بن ثوب ہے۔

2313 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَوْ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَّشَابٌّ نَشَاَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ كَانَ قَلْبُهٗ مُعَلَّقًا بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ فَاجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ

2312۔ اخرجه احمد (۵/۲۳٦، ۲۳۷، ۲۳۹) و عبد الله بن احمد في (زوائد المسند) (۵/۳۲۸)۔ من طريق عطاء بن ابي رباح عن ابي مسلم الخولاني فذكره۔

2313۔ اخرجه مالك في (الموطا) (۲/۹۵۲، ۹۵۳)؛ كتاب الشعر: باب: ما جاء في المتحابين في الله حديث (۱۴) و مسلم (۲/۷۱٦)؛ كتاب الزكاة: باب: فضل اخفاء الصدقة حديث (۱۰۳۱/۹۱) من طريق خبيب بن عبد الرحمن عن حفص بن عاصم۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف سند: وَهٰكَذَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مِّنْ غَيْرِ وَجْهٍ مِثْلَ هٰذَا وَشَكَّ فِيْهِ وَقَالَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَوْ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَوَاهُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَلَمْ يَشُكَّ فِيْهِ يَقُوْلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَنْبَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبٌ عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ بِمَعْنَاهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقًا بِالْمَسَاجِدِ وَقَالَ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یا شاید حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سات طرح کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنا خاص سایہ نصیب کرے گا۔ اس دن جب اس کے اس سایہ رحمت کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا' عادل حکمران، وہ نوجوان جس کی نشوونما' اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے' ہوئی ہو۔ وہ شخص جس کا دل ہمیشہ مسجد میں لگا رہتا ہو جب وہ وہاں سے نکلے' یہاں تک کہ دوبارہ اس میں چلا جائے۔ دو ایسے افراد جو اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں اس کی وجہ سے ملتے ہوں اور جدا ہوتے ہوں۔ ایک وہ شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے' تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں اور ایک وہ شخص جسے کوئی صاحب حیثیت اور خوبصورت عورت گناہ کی دعوت دے تو وہ یہ جواب دے: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں' اور ایک وہ شخص جو کوئی صدقہ کرے' تو اسے اتنا خفیہ رکھے کہ بائیں ہاتھ کو یہ پتہ نہ چل سکے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت اسی طرح مالک بن انس کے حوالے سے دوسری سند کے ہمراہ نقل کی گئی ہے۔ تاہم اس میں راوی کو شک ہے: وہ بیان کرتے ہیں: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے یا شاید حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

عبیداللہ بن عمر نے یہ خبیب بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے نقل کی ہے اور اس میں یہ شک نہیں ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں: جیسے امام مالک بن انس نے نقل کی ہے۔

اس کا مفہوم یہی ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: اس شخص کا دل مسجد سے متعلق رہتا ہو' اور اس میں یہ الفاظ ہیں: کوئی منصب والی اور خوبصورت عورت۔

شرح

رضائے الٰہی کے لیے محبت کرنے کی فضیلت:

انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے، اس کا دوسرے لوگوں سے تعلق ہوتا ہے' تعلق کا اعلیٰ معیار محبت ہے، جس کی بنیاد پر دوسروں سے افادہ واستفادہ ممکن ہوسکتا ہے اور باہم مانوس ہوسکتے ہیں۔ انسانوں کی باہمی محبت کا مدار بھی اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہیے۔ پہلی

حدیث باب میں بھی اسی بات کا درس دیا گیا ہے' جو لوگ محض رضائے الٰہی کے لیے محبت کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ایسے منصب پر فائز کرے گا کہ ان کے عالی مقام پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ ایک روایت میں ان کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے کہ بندوں کے اعمال میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل محبت ہے، جو محض اللہ تعالیٰ کے ہو اور وہ ناراضگی بھی پسند ہے' جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ دوسری روایت میں ہے میری محبت ان لوگوں کے لیے ضروری ہے' جو میری وجہ سے باہم محبت کرتے ہیں، میری وجہ سے جمع ہوتے ہیں' میری وجہ سے ملاقات کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ ان روایات میں حسد مراد نہیں ہے' جو حرام ہے' بلکہ غبطہ مراد ہے' جو جائز ہے۔

دوسری حدیث باب میں ان سات خوش نصیب لوگوں کا ذکر ہے جنہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسے سایہ میں جگہ میسر آئے گی جبکہ اس سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان نیک بخت لوگوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- انصاف پسند پیشوا۔

2- وہ شخص ہے' جو بعد از بلوغت تا حیات اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت میں مصروف رہا ہوگا۔

3- وہ شخص ہے' جس کا دل ہمہ وقت مسجد سے اٹکا رہتا ہے،

4- وہ دو آدمی جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہیں، اسی وجہ سے جمع ہوتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر جدا ہوتے ہیں۔

5- وہ شخص ہے' جس کی ایک یا دونوں آنکھیں یاد الٰہی میں آنسو بہاتی ہیں۔

6- وہ شخص ہے جسے حسین وجمیل عورت نے دعوت جماع دی لیکن خوف خدا کی وجہ سے اس نے انکار کر دیا ہوگا،

7- جس شخص نے نہایت خفیہ طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خیرات کی ہوگی جس کا لوگوں کا علم نہ ہوگا۔

سوال: دوسری روایات میں ان سات قسم کے لوگوں کے علاوہ کا ذکر ہے جنہیں اس سایہ میں ٹھہرنے کی سعادت حاصل ہو گی۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: حدیث باب میں سات قسم کے لوگوں کا تذکرہ حصر کی بناء پر نہیں ہے' بلکہ بطور مثال بیان کیا گیا ہے، لہٰذا روایات میں تعارض نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِعْلَامِ الْحُبِّ

باب 46: محبت کی اطلاع دینا

2314 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِى كَرِبَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا اَحَبَّ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُعْلِمْهُ اِيَّاهُ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ الْمِقْدَامِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَّالْمِقْدَامُ يُكْنٰى اَبَا كَرِيْمَةَ

◄► حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو وہ اسے اس بارے میں بتادے۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابوکریمہ'' ہے۔

2315 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُسْلِمٍ الْقَصِيْرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ سَلْمَانَ عَنْ يَّزِيْدَ ابْنِ نَعَامَةَ الضَّبِّيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا اٰخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْاَلْهُ عَنِ اسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَاِنَّهٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

وَلَا نَعْرِفُ لِيَزِيْدَ بْنِ نَعَامَةَ سَمَاعًا مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَلَا يَصِحُّ اِسْنَادُهٗ

◄► حضرت یزید بن نعامہ ضبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ساتھ بھائی چارگی قائم کرے تو اس سے اس کا نام اور اس کے والد کا نام اور اس کے قبیلے (یا علاقے) کا نام دریافت کر لے کیونکہ اس طرح محبت زیادہ ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ہمارے علم کے مطابق یزید بن نعامہ کا نبی اکرم ﷺ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی گئی ہے تاہم اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

شرح

محب کا محبوب کو محبت سے مطلع کرنا:

محبت قلبی، درحقیقت محبت اصلی کا معیار ہے۔ اس کی مثال تخم کی آبیاری سے پیش کی جاسکتی ہے۔ بعض اوقات تخم کی آبیاری نہ کرنے کی وجہ سے وہ اگتا ہی نہیں اور بعض اوقات تخم سے پودا تو نکل آتا ہے لیکن عدم التفات اور آبیاری نہ کرنے کی وجہ سے وہ مرجھا کر ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح محب کو چاہیے کہ محبوب کو اپنی محبت سے خبردار کرے تاکہ اس کی طرف سے التفات کی وجہ سے اس میں اضافہ ہو اور یہ پروان چڑھ سکے ورنہ وہ ازخود ختم ہوجائے گی۔

سوال: محبت اور عقیدت کی تعریف کرتے ہوئے ان کے فرق کو واضح کریں؟

جواب: محبت اس جذبہ قلبی کا نام ہے کہ محب کو محبوب کے بغیر چین نہیں آتا بلکہ ہمہ وقت اس کی یاد اور خیال دل میں موجزن رہتا ہے۔ عقیدت محض خوبیوں کے اعتراف کا نام ہے۔ محبت اور عقیدت کے درمیان من وجہ کی نسبت ہے، جس میں ایک اجتماعی

اور دوافتراقی مادے ہوتے ہیں۔ مثلاً مریدین کو اپنے مرشد سے محبت ہوتی ہے اور عقیدت بھی۔ کبھی صرف محبت ہوتی ہے مگر عقیدت نہیں ہوتی مثلاً اولاد کو والدین سے محبت ہوتی ہے لیکن عقیدت نہیں ہوتی۔

دوسری حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ محبّ کو محبوب کے نام، ولدیت اور قبیلہ سے آگاہ ہونا چاہیے تاکہ محبت میں اضافہ ہو۔ اس سلسلے میں مشہور روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ملاحظہ کیا کہ وہ کس طرف ملتفت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تم کس کی طرف متوجہ ہو؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: میں نے اس شخص کو اپنا بھائی بنایا ہے، آپ نے فرمایا: تم جب کسی سے محبت کرو تو اس کا نام دریافت کر لیا کرو۔ اسی طرح اس کے باپ کا نام بھی۔ اس سے تین فوائد حاصل ہوں گے۔

1- اس کی غیر موجودگی میں تم اس کی حفاظت کرو گی۔

2- وہ علیل ہو جائے تو تم اس کی عیادت کرو گے۔

3- اس کے وفات پانے کی صورت میں تم اس کی نماز جنازہ میں شامل ہو سکو گے۔ (شعب الایمان للبیہقی، ج6 ص492)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ الْمِدْحَةِ وَالْمَدَّاحِيْنَ

باب 47: تعریف اور تعریف کرنے والوں کا ناپسندیدہ ہونا

2316 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَامَ رَجُلٌ فَاَثْنٰی عَلٰی اَمِيْرٍ مِّنَ الْاُمَرَآءِ فَجَعَلَ الْمِقْدَادُ يَحْثُو فِیْ وَجْهِهِ التُّرَابَ وَقَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّحْثُوَ فِیْ وُجُوْهِ الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوٰى زَائِدَةُ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّحَدِيْثُ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ اَصَحُّ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مَعْمَرٍ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَخْبَرَةَ وَالْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ هُوَ الْمِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْكِنْدِيُّ وَيُكْنٰى اَبَا مَعْبَدٍ وَّاِنَّمَا نُسِبَ اِلَى الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ لِاَنَّهٗ كَانَ قَدْ تَبَنَّاهُ وَهُوَ صَغِيْرٌ

◆◆ ابو معمر بیان کرتے ہیں: ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے ایک امیر کی تعریف کرنا شروع کی تو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے اس کے چہرے پر مٹی پھینکنا شروع کی اور فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے: ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی پھینکیں۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2316- اخرجه مسلم فی (الصحیح) (۲۲۹۷/٤): کتاب الزهد و الرقائق: باب: النهی عن المدح اذا کان فیه افراط: حدیث (۳۰۰۲/٦۸) و ابن ماجه (۱۲۳۲/۲): کتاب الادب: باب: المدح، حدیث (۳۷٤۲) و احمد (٥/٦) و البخاری فی (الادب المفرد) (۳۳٥) من طریق حبیب بن ابی ثابت، عن مجاهد، عن ابی معمر، فذکره۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
زائدہ نامی راوی نے یزید بن ابوزیاد کے حوالے سے مجاہد کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے۔
مجاہد نے ابومعمر کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ زیادہ مستند ہے۔
ابومعمر نامی راوی کا نام عبداللہ بن سنجرہ ہے۔
مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے مراد حضرت مقداد بن عمرو الکندی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی کنیت ابومعبد ہے۔ ان کی نسبت اسود بن عبد یغوث کی طرف کی گئی ہے کیونکہ جب یہ کم سن تھے تو اس نے انہیں منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔

2317 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سَالِمٍ الْخَيَّاطِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّحْثُوَ فِيْ اَفْوَاهِ الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے: ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی ڈالیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت:

لفظ: مدحۃ، مصدر ہے، جس کا معنی ہے: تعریف، وصف، ستائش، خوبی بیان کرنا۔ لفظ: مداح، مبالغہ کا صیغہ ہے، جس کا معنی ہے: بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔
کسی کے منہ پر خوبیوں کا اعتراف کرنا اور کلمات تحسین پیش کرنا جائز ہے، لیکن مبالغہ آرائی کرنا اور تعریف کے پل باندھنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ کسی کے منہ پر تعریف کرنا باعث فتنہ ہے۔ کسی شخص نے امیر کے سامنے اس کی تعریف کی، تو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مٹی لے کر اس کے منہ پر ڈالنا شروع کر دی اور کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنے سے کئی قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔
1- تعریف کرنے سے ممدوح تکبر و غرور کا شکار ہو جاتا ہے۔
2- منہ پر تعریف کرنا منافقت ہے، کیونکہ مداح دوسرے ہی لمحہ میں اس کی تنقیص کا مرتکب ہوتا ہے۔
3- یہ ظلم ہے، کیونکہ ستائش کی وجہ سے ممدوح دوسروں کو حقیر تصور کرے گا اور ظلم کرے گا۔
4- اس میں مداح کی اپنی ذلت و رسوائی ہے، کیونکہ اس کے منہ پر مٹی ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔
5- خوش آمد کرنے والے کی توصیف کے بجائے تذلیل کی جائے تاکہ تکبر پیدا نہ ہو۔
منہ پر کسی کی تعریف میں رطب اللسان ہونا، ممدوح کی تذلیل و ہلاکت کے مترادف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نے دوسرے کی تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قَتَلْتَ اَخَاكَ، تو نے اپنے بھائی کو ہلاک کر دیا ہے۔ یعنی تو نے اپنے بھائی کو خود فریبی میں مبتلا کر دیا ہے، تو ایسے ممدوح کے بارے میں یہ حکم ہے کہ وہ مٹی اٹھا کر مداح کے منہ پر پھینک دے اور یوں کہے: تیری تعریف کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس سے میری ذلت و خواری ہوئی ہے لہٰذا میرے ساتھ ایسی حرکت سے مکمل احتراز کریں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی صُحْبَةِ الْمُؤْمِنِ

باب 48: مؤمن کے ساتھ رہنا

2318 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ غَيْلَانَ اَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ قَيْسٍ التُّجِيبِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ سَالِمٌ اَوْ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

متنِ حدیث: لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَّلَا يَاْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم صرف مؤمن کے ساتھ رہا کرو اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار آدمی کھائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

صالحین کی صحبت اختیار کرنا:

صحبت خواہ اچھی ہو یا بری ہو، تاثیر رکھتی ہے۔ اگر عطار کی دکان پر جائیں خواہ خوشبو نہ بھی خریدیں تو دل و دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح لوہار کی دکان پر حاضری کی وجہ سے خواہ کوئی چیز نہ خریدیں تب بھی دھواں ضرور دماغ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

حدیث باب میں دو باتوں کا حکم دیا گیا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا، "تو صرف مؤمن کی صحبت اختیار کر"۔ یہاں مؤمن سے مراد دیندار، صاحب تقویٰ اور سچا مسلمان ہے۔ جب وہ ایمان و اسلام کے تقاضوں کو پورا کرے گا تو تاثیر صحبت نمایاں ہوگی۔ یہاں مصاحبت سے مراد ہمہ وقت یا مستقل رفاقت ہے، کیونکہ عارضی رفاقت تو کافر یا منافق سے بھی ہو سکتی ہے لیکن حسن تاثیر کا مقصد ہرگز حاصل نہیں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ علماء ربانیین، صالحین اور اولیاء کرام کی صحبت و رفاقت اپنا اثر دکھاتی ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

2318- اخرجه ابوداؤد (٤/٢٥٩): كتاب الادب: باب: من يؤمر ان يجالس، حديث (٤٨٣٢)، و احمد (٣/٣٨)، و الدارمي (٢/١٠٣): كتاب الاطعمة: باب: من كره ان يطعم طعامه الا الاتقياء- من طريق سالم بن غيلان، عن الوليد بن قيس، عن ابي سعيد، او عن ابي الهيثم فذكره- الشك من سالم بن غيلان-

2-وَلَا يَاْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ، تیرا کھانا صرف پرہیزگار شخص کھائے"۔ یہاں دعوت سے مراد اخوت ومودت کا کھانا ہے، جو محض رشتہ مودت ودین کے سبب کھلایا جاتا ہے۔ اس دعوت میں صرف صاحب تقویٰ، دیندار اور مخلص شخص کو مدعو کیا جائے۔ حسن سلوک خواہ غیر مسلموں سے بھی کیا جاسکتا ہے لیکن خصوصی نشست طعام کا زیادہ حقدار کلمہ گو اور مسلمان ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ

باب 49: آزمائش پر صبر کرنا

2319 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

◈ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرلیتا ہے تو اسے دنیا میں ہی سزا دے دیتا ہے اور جب کسی بندے کے بارے میں برائی کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس کے گناہ کی سزا کو روک لیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پوری سزا دے گا۔

شرح

آزمائش پر صبر کرنے کی فضیلت:

انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کے علاوہ ہر انسان سے ارتکاب معصیت ہوسکتا ہے، انسان چاہتا ہے کہ اس معصیت کا ازالہ ہوجائے۔ اس کے تدارک کے کئی طریقے ہیں مثلاً صدقہ وخیرات، توبہ اور مسلسل اعمال صالحہ کرنا۔ ان میں سے اہم ترین چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے، جس پر صبر وتحمل کرنے سے معصیات کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل ہو جاتی ہے۔

2320 وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بھی منقول ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عظیم آزمائش کے نتیجے میں عظیم جزاء ملتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ جب کچھ لوگوں کو پسند کرتا ہے، تو انہیں آزمائش میں مبتلا کردیتا ہے، تو جو شخص اس سے راضی رہتا ہے اسے رضا نصیب ہوتی ہے اور جو اس پر ناراض ہوتا ہے اسے ناراضگی نصیب ہوتی ہے۔

2319- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۳۸) كتاب الفتن: باب: الصبر على البلاء، رقم (۴۰۳۱) ولم يذكر صدر الحديث بل روى عجزه-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

2321 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ

متنِ حدیث: مَا رَأَيْتُ الْوَجَعَ عَلَى أَحَدٍ أَشَدَّ مِنْهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے کسی بھی شخص کو نبی اکرم ﷺ سے زیادہ شدید تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2322 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ دِينُهُ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأُخْتِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ

حدیثِ دیگر: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ

◆◆ مصعب بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سب سے زیادہ شدید آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء' پھر اس کے بعد جو لوگ درجہ بدرجہ ان کے قریب ہوں آدمی کو اپنے دین کے حساب سے آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے دین میں پختگی ہوگی' تو اس کو سخت آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا' اور اگر اس کا دین کمزور ہوگا' تو اسے اپنے دین کے حساب سے آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا۔ آدمی مسلسل آزمائش میں مبتلا رہتا ہے' یہاں تک کہ وہ آزمائش اسے اس حالت میں چھوڑتی ہے' جب وہ روئے زمین پر چلتا ہے' تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (یعنی وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی بہن سے بھی احادیث منقول ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا' کون سے لوگ زیادہ شدید آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء

2321۔ اخرجه البخاری (١٠/١١٥): كتاب المرضى: باب: شدة المرض' حديث (٥٦٤٦) و مسلم (٤/١٩٩٠): كتاب البر و الصلة و الادب: باب: ثواب المومن فيما يصيبه من مرض او حزن او نحو ذلك' حديث (٤٤/٢٥٧٠) و ابن ماجه (١/ ٥١٨) كتاب الجنائز: باب: ما جاء فی ذكر مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم' حديث (١٦٢٢) و احمد (٦/١٧٢، ١٨١)- من طريق شعبة' عن الاعمش' به-

2322۔ اخرجه ابن ماجه (٢/١٣٣٤): كتاب الفتن: باب: الصبر على البلاء' حديث (٤٠٢٣) و احمد (١/١٧٢، ١٧٣، ١٨٠، ١٨٥) و الدارمی (٢/٣٢٠): كتاب الرقاق: باب: اشد الناس بلاء' و عبد بن حميد (٧٨) حديث (١٤٦) من طريق عاصم بن ابی بهدلة' عن مصعب بن سعد' فذكره-

اور پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ (ان کے پیروکار)۔

2323 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰی يَلْقَی اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مومن مرد اور مومن عورت آزمائش میں مبتلا رہتے ہیں جو ان کی جان، ان کی اولاد یا مال کے بارے میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں' تو ان کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا (ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

آزمائش کے درجات و مقاصد:

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اس کے تین درجات اور تین مقاصد ہیں:

1- گناہوں کی تلافی: عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش میں مبتلا کر کے ان کے گناہوں کی تلافی کر دی جاتی ہے۔

2- جب آزمائش کی وجہ سے گناہوں کی تلافی ہو جاتی ہے، تو درجات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے مراد عام لوگ ہو سکتے ہیں اور خواص یعنی صالحین وغیرہ بھی۔ عام لوگوں کے گناہوں کی تلافی کے بعد ان کے درجات بلند ہوتے ہیں جبکہ خواص لوگوں کے محض درجات میں اضافہ کیا جاتا ہے' کیونکہ وہ معصیات سے محفوظ ہوتے ہیں۔

3- دوسرے لوگوں کے نمونہ بنانے کی آزمائش میں مبتلا کرنا، انبیاء کرام علیہم السلام کی آزمائش ہے، کیونکہ یہ لوگ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور ان کی آزمائش کا مقصد دوسرے کے لیے نمونہ عمل ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جتنا کسی کا بلند و بالا مقام ہوتا ہے اسی قدر اس کی آزمائش زیادہ ہوتی ہے' چونکہ انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ معزز ہیں اس لیے ان پر آزمائش بھی زیادہ آتی ہے۔

چوتھی حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح آفتیں اور بلائیں انسان میں آتی ہیں اسی طرح اس کے متعلقات یعنی اولاد اور دولت وغیرہ میں بھی آتی ہیں' جس سے اس کا حساب بے باق ہو جاتا ہے' لہٰذا آدمی کو عافیت کا طالب ہونا چاہیے لیکن بصورت دیگر اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ ذَهَابِ الْبَصَرِ

باب 50: بینائی کا رخصت ہو جانا

2324 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ ظِلَالٍ

2323- اخرجه احمد (۲/۲۸۷، ۴۵۰) من طريق محمد بن عمرو' به-

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِذَا اَخَذْتُ كَرِيْمَتَيْ عَبْدِيْ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ جَزَاءٌ عِنْدِيْ اِلَّا الْجَنَّةَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ ظِلَالٍ اسْمُهٗ هِلَالٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں دنیا میں اپنے بندے کی دو محبوب چیزیں (یعنی اس کی آنکھیں) سلب کر لیتا ہوں تو میری بارگاہ میں اس کی جزاء صرف جنت ہے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ ابوظلال نامی راوی کا نام "ہلال" ہے۔

2325 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ اَذْهَبْتُ حَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ لَمْ اَرْضَ لَهٗ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص کی دو محبوب (آنکھیں) میں لے جاتا ہوں اور وہ صبر سے کام لیتا ہے اور ثواب کی امید رکھتا ہے تو میں اس کے لیے جنت سے کم کسی اور ثواب پر راضی نہیں ہوں گا۔

اس بارے میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

آنکھوں کی بینائی ختم ہونے کا اجر و ثواب:

انسان مختلف آفات اور مصائب کا شکار رہتا ہے لیکن سب سے بڑی مصیبت آنکھوں سے محروم ہونا ہے، آنکھوں کی قیمت اور اہمیت بینا نہیں بلکہ نابینا جانتا ہے۔ جو معمولی سے معمولی امور میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ عموماً آدمی بڑھاپے کا شکار ہوتے ہی نابینا ہو جاتا ہے اور ہر کام میں دوسرے لوگوں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ تاہم اس حالت میں وہ صبر و تحمل اور بردباری سے کام لے تو اس

2324۔ اخرجه البخاری (۱۰/۱۲۰) کتاب (المرضی): باب: فضل من ذهب بصره تعليقاً بعد حديث (۵۶۵۳)۔

2325۔ اخرجه احمد (۲/۲۶۵) و الدارمی (۲/۳۲۳): کتاب الاضاحی؛ باب: ان الاضحية ليست بواجب۔

کے اجر وثواب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اپنی آنکھوں کا علاج نہ کرائے، علاج کرنا سنت ہے اور علاج کرانے میں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ پھر بھی آنکھوں کی بینائی بحال نہ ہو تو صبر و بردباری سے کام لینا چاہیے۔ احادیث باب میں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہونے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ پہلی حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جس شخص کی دونوں آنکھیں لے لیتا ہوں تو ان کے عوض اسے جنت عنایت کرتا ہوں۔ دوسری حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جس بندے کی آنکھوں کی بینائی لے لیتا ہوں اور وہ اس پر صبر و برداشت سے کام لے تو میں اس کے اجر وثواب میں اضافہ کرتا ہوں اور اس سے اس کے عوض جنت میں عطا کرتا ہوں۔

2326 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ وَيُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَغْرَاءَ اَبُوْ زُهَيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطَى اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِى الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيضِ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَوْلَهٗ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن عافیت میں رہنے والے لوگ یہ آرزو کریں گے' جب (دنیا میں) آزمائش کا شکار رہنے والے لوگوں کو اجر وثواب عطا کیا جائے گا کہ کاش دنیا میں ان کی کھالیں قینچیوں کے ذریعے کاٹ دی جاتی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے اور ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض راویوں نے اسے اعمش کے حوالے سے، طلحہ بن مصرف کے حوالے سے، مسروق سے اس روایت کا کچھ حصہ ان کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

مصیبت زدہ لوگوں کا ثواب قابل رشک ہونا:

انسان پر جو بھی آزمائش یا مصیبت آتی ہے اس کا دنیا اور آخرت میں فائدہ ہوتا ہے، دنیا میں اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے گناہوں کی دھلائی ہو جاتی ہے اور آخرت میں اجر وثواب میں اضافہ ہو جائے گا۔ اہل عافیت، مصیبت زدہ لوگوں کو قیامت کے دن دیکھ کر ان کے اجر وثواب پر رشک کریں گے اور اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش ان کے اجسام قینچی سے کاٹ دیے گئے ہوتے ان پر آزمائشیں آچکی ہوتیں اور ان پر مصیبتوں نے تسلط جما لیا ہوتا تاکہ ان کے ثواب میں بھی اضافہ ہو جاتا۔ حدیث باب سے خاص طور پر یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں انسان کسی آزمائش یا مصیبت وغیرہ کا شکار ہو جائے تو اسے خندہ پیشانی سے قبول کر لینا

چاہیے، تا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے انعام کا زیادہ حقدار قرار پائے۔

2327 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِى يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَمَا نَدَامَتُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ ازْدَادَ وَاِنْ كَانَ مُسِيئًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ نَزَعَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ شُعْبَةُ وَهُوَ يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ مَدَنِيٌّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مرنے والا ہر شخص ندامت کا شکار ہوگا' تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کی ندامت کس بات پر ہوگی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ نیکی کرنے والا ہوگا' تو اس بات پر ندامت کا شکار ہوگا کہ اس نے زیادہ نیکی کیوں نہیں کی اور اگر وہ گناہگار ہوگا' تو اس بات پر ندامت کا شکار ہوگا کہ اس نے گناہ چھوڑے کیوں نہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یحییٰ بن عبیداللہ نامی راوی کے بارے میں شعبہ نے کچھ کلام کیا ہے۔ یہ یحییٰ بن عبیداللہ بن موہب مدنی ہیں۔

شرح

آخرت میں ہر آدمی کو پچھتاوا لاحق ہونا:

دنیا کی زندگی مختصر اور عارضی ہے جبکہ اس کے مقابل آخرت کی زندگی طویل اور مستقل ہے، آدمی خواہ نیک ہو یا بد آخرت میں ہر ایک کو پچھتاوا لاحق ہوگا۔ نیک کو یہ پچھتاوا ہوگا کہ کاش وہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کر لیتا مثلاً نمازی تھا تو پنجگانہ نمازوں کے علاوہ مزید نوافل وغیرہ بھی ادا کر لیتا۔ بدکار شخص کو یہ پچھتاوا ہوگا کہ کاش وہ معصیات کو ترک کر کے اعمال صالحہ اختیار کر لیتا تا کہ اس کے پاس گناہوں کے بجائے نیکیاں ہوتیں۔ ایک روایت میں دنیا کی زندگی کو آخرت کی کھیتی قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے: الدنیا مزرعة الاخرة، یعنی دُنیا آخرت کی کھیتی ہے''۔ کھیت میں جس چیز کی تخم ریزی کی جاتی ہے، وہی پروان چڑھتا ہے، لہٰذا دنیا کی زندگی کو اعمال صالحہ کے لیے غنیمت تصور کرنا چاہیے تا کہ آخرت میں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

2328 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِى يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: يَخْرُجُ فِىْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّاْنِ مِنَ اللِّيْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَبِىْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَىَّ يَجْتَرِئُوْنَ فَبِىْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰى اُولٰٓئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آخری زمانے میں کچھ لوگ نکلیں گے جو دنیا کو دین کے عوض میں حاصل کریں گے۔ وہ لوگوں کے سامنے دنبوں کی کھال کا لباس پہنیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی' لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے دل ہوں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تم مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہو؟ میرے سامنے یہ جرأت کر رہے ہو۔ میں اپنی ذات کی قسم اٹھاتا ہوں' میں انہیں ایک ایسے فتنے میں مبتلا کروں گا جس میں ان کا سمجھدار ترین شخص بھی حیران رہ جائے گا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

2329 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ اَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اَخْبَرَنَا حَمْزَةُ بْنُ اَبِىْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَقُلُوْبُهُمْ اَمَرُّ مِنَ الصَّبْرِ فَبِىْ حَلَفْتُ لَاُتِيْحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا فَبِىْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَىَّ يَجْتَرِئُوْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ایک مخلوق کو پیدا کیا ہے ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں اور ان کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہیں۔ میں اپنی ذات کی قسم اٹھاتا ہوں میں ان لوگوں کو ایسی آزمائش میں مبتلا کروں گا کہ جس میں ان کا سمجھدار ترین شخص بھی حیران رہ جائے گا' کیا یہ لوگ مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں یا میرے سامنے یہ جرأت کرتے ہیں؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

دین کی آڑ میں دنیا کمانے کی وعید:

انسان دنیا میں باعزت زندگی گزارنے کے لیے مختلف نوعیت کے امور انجام دیتا ہے۔ کاروبار اچھے ہوتے ہیں اور برے بھی، اچھے دنیا و آخرت میں باعث عزت اور برے دنیا و آخرت میں قابل مؤاخذہ ہوتے ہیں۔ اعمال سیہ میں ایک یہ ہے کہ آدمی دین کے پردہ میں دنیا کمانے کا دھندہ کرے۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ (آل عمران: 77) بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے معاہدہ اور قسموں کا معمولی معاوضہ وصول کرتے ہیں' یہ وہی لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا''۔

احادیث باب میں ان لوگوں کی مذمت و وعید بیان کی گئی ہے' جو دین کے پردہ میں دنیا کو حاصل کرنے کا دھندہ کرتے ہیں،

اللہ تعالیٰ کے مؤاخذہ اور عتاب سے بچ نہیں سکیں گے۔ ان لوگوں کی مشہور علامات درج ذیل ہیں:

1- یہ لوگ علامت قیامت کے طور پر آخری زمانہ میں نمایاں ہوں گے۔

2- یہ لوگ بھیڑ نما بھیڑیے ہوں گے۔

3- یہ لوگ زبان کے میٹھے اور دل کے کڑوے ہوں گے۔

فائدہ نافعہ: دینی مدارس کا قیام، تعمیر مساجد، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، ترجمہ و ترتیب اور اشاعت دین کا کوئی بھی پہلو ہو اس کا بنیادی مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہیے تاکہ آدمی کے لیے دارین میں ذریعہ نجات اور صدقہ جاریہ بن سکے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانِ

باب 51: زبان کی حفاظت کا بیان

2330 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ح وحَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَيُّوْبَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا النَّجَاةُ قَالَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! نجات کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی زبان قابو میں رکھو۔ اپنے گھر میں رہو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

زبان کو قابو میں رکھنا:

انسان کے جسم میں 360 اعضاء ہیں، جن کا سردار دل ہے اور تمام اعضاء کی ترجمان زبان ہے۔ زبان کی حفاظت سے دولت ایمان محفوظ رہتی ہے۔ اس کو کھلا چھوڑنے یا اس کے ذریعے کسی کی دل آزاری کرنے سے خرمن ایمان کا ناقابل تلافی نقصان ہو جاتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض یا: یارسول اللہ! آخرت میں نجات حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتیں ارشاد فرمائیں جو درج ذیل ہیں؟

1- اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، تم اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھو"۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی بات سے مکمل اجتناب کرو جس میں بھلائی نہیں ہے۔ یعنی اپنی زبان کو غیر ضروری اور فضول باتوں میں استعمال نہیں کرو۔

2330۔ تفرد به الترمذی، ينظر (تحفة الاشراف) (۹۹۲۸) و ذكره (المنذری) فی (الترغيب) (۵۰۵/۲) و عزاه لابن ابی الدنيا فی (العزلة) و فی (الصمت) و البيهقی فی كتاب (الزهد) وغيره من طريق ابو امامة۔

2-وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ: تمہارا گھر کشادہ ہونا چاہیے"۔عموماً گھر کے معاملہ میں یہ کمزوری ہے کہ لوگ زیادہ وقت محافل، چوراہوں اور ہوٹلوں میں گزارتے ہیں جبکہ گھر میں بالکل قلیل وقت گزارتے ہیں، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیے تھا کہ لوگ زیادہ وقت گھر میں گزاریں اور برائے نام دیگر مقامات میں، کیونکہ اس طرح زبان کو قابو میں رکھنا آسان ہوگا اور انسان بہت سے گناہوں سے بچ سے گا۔

3-وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ: تم اپنی غلطیوں پر رویا کرو۔انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہر آدمی سے غلطی کا ارتکاب اور گناہوں کا صدور ہوسکتا ہے۔جب بھی انسان سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اسے فوراً توبہ کی شکل میں رونا چاہیے، تا کہ اس کی دانستہ یا غیر دانستہ غلطی کا تدارک ہوسکے۔انسان جب دل سے روتا ہے اور آنسو بہاتا ہے تو اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں اور آئندہ اللہ تعالیٰ آدمی کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔

2331 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِى الصَّهْبَاءِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَفَعَهُ قَالَ

متنِ حدیث: إِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ اتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا فَاِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ وَّلَمْ يَرْفَعُوْهُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِى الصَّهْبَاءِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ اَحْسِبُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

◈◈ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کرتے ہیں۔(نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:) صبح کے وقت ابن آدم کے تمام اعضاء زبان سے یہ التجا کرتے ہوئے کہتے ہیں: تم ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کیونکہ ہم تمہارے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر تم ٹھیک رہوگی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے اگر تم ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہوجائیں گے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کی گئی۔یہ اس روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے جسے محمد بن موسیٰ نے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس حدیث کو صرف حماد بن زید کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

کئی راویوں نے اسے حماد بن زید کے حوالے سے نقل کیا ہے اور "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

2331۔ تفرد به الترمذي ينظر (تحفة الاشراف) (۴۰۳۷) وذكره ابن المبارك في (الزهد) (۳۵۸) حديث (۱۰۱۲) وعزاه لابن ابي الدنيا۔

شرح

زبان کی اعضاء جسم پر حکمرانی:

زبان اعضاء جسم کی سردار اور ان کی حکمران ہے، ہر روز اعضاء جسم زبان کے سامنے دست بستہ گزارش کرتے ہیں: اے زبان! تو ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر، کیونکہ تیرے سیدھا رہنے سے ہم بھی سیدھے رہیں گے اور تیرے ٹیڑھا ہونے سے ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ حدیث باب میں زبان کو اچھے کاموں میں استعمال کرنے کی تاکید اور لغویات، کذب بیانی اور چغلی کھانے سے احتراز کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

سوال: حدیث باب میں زبان کو رئیس الاعضاء اور ترجمان قرار دیا گیا ہے جبکہ دوسری مشہور روایت ہے کہ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر وہ صحیح ہو تو تمام جسم صحیح رہے گا' اگر وہ خراب ہو جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ ٹکڑا دل ہے اس روایت میں مدار جسم دل کو قرار دیا گیا ہے' لہٰذا روایات میں تعارض ہوا؟

جواب، حقیقی وخفیہ مدار جسم دل ہے کہ جبکہ ظاہری مدار جسم اور ترجمان زبان ہے، اس طرح اپنے اپنے محل میں قلب اور زبان دونوں مدار اور ترجمان ہیں، لہٰذا روایات میں تعارض باقی نہ رہا۔

2332 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ يَّتَكَفَّلْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَتَكَفَّلْ لَهٗ بِالْجَنَّةِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سَهْلٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

◆◆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو دو داڑھوں کے درمیان ہے۔ (یعنی زبان) اور جو دو ٹانگوں کے درمیان (یعنی شرمگاہ) تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

اس بارے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

2333 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ وَّقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اَبُوْ حَازِمٍ الَّذِيْ رَوٰى عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اسْمُهٗ سَلْمَانُ مَوْلٰى عَزَّةَ الْاَشْجَعِيَّةِ

2332۔ اخرجه البخاری (۱۱/ ۳۱۴): کتاب الرقاق: باب: حفظ اللسان' حدیث (۶۴۷۴) و طرفه من: (۶۸۰۷) و احمد (۵/ ۳۳۳) من طریق عمر بن علی ' سمع ابا حازم ' فذکره۔

2333۔ تفرد به الترمذی' ینظر (تحفة الاشراف) (۱۳۴۲۹) و الحاکم (۴/ ۳۵۷) و ابن حبان (۸/ ۲۴۰موارد) حدیث (۲۵۴۶) و ابو یعلی (۱۱/ ۶۴) حدیث (۶۲۰۰) و قال: اسناده حسن۔

وَهُوَ كُوْفِيٌّ وَّاَبُوْ حَازِمٍ الَّذِىْ رَوٰى عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ هُوَ اَبُوْ حَازِمٍ الزَّاهِدُ مَدَنِىٌّ وَّاسْمُهُ سَلَمَةُ بْنُ دِيْنَارٍ

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو اللہ تعالیٰ دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی شر سے محفوظ کر لے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ابوحازم نامی راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث نقل کرتے ہیں۔ ان کا نام سلمان ہے جو عزہ اشجعیہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور یہ صاحب کوفہ کے رہنے والے ہیں جو ابوحازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایات نقل کرتے ہیں۔ یہ ابوحازم زاہد مدنی ہیں ان کا نام سلمہ بن دینار ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

زبان اور شرمگاہ کو قابو میں رکھنے والے کے لیے جنت کی خوشخبری:

احادیث باب میں حصول جنت کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، زبان نبوت سے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ دونوں کی حفاظت کرتا ہے، تو اس کے لیے جنت کی ضمانت ہے، جو شخص زبان کو غلط استعمال کرتا ہوا کسی کی غیبت کرتا ہے تو اسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے، جو شخص اپنی شرمگاہ کو غلط طریقہ سے استعمال کرتا ہے، اسے زانی قرار دیا گیا ہے، زانی غیر شادی شدہ ہو تو اسے سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور اگر وہ شادی شدہ ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا، گویا زبان اور شرمگاہ کی حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے انسان جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے برعکس جوان دونوں کی حفاظت کرتا ہے تو اس کے لیے جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

2334 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَاعِزٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَدِّثْنِىْ بِاَمْرٍ اَعْتَصِمُ بِهٖ قَالَ قُلْ رَبِّىَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَىَّ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ

◄► حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے کسی ایسے معاملے کے بارے میں بتائیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہ اعتراف کرو کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کرو۔

2334- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۱٤): كتاب الفتن: باب: كف اللسان فى الفتنة، حديث (۳۹۷۲) و احمد (۳/٤۱۳) و الدارمى (۲/۲۹۸): كتاب الرقاق: باب حفظ اللسان من طريق الزهرى، عن محمد بن عبد الرحمن بن ماعز، فذكره۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کو میرے بارے میں سب سے زیادہ کس بات کا اندیشہ ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور ارشاد فرمایا: اس کا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

زبان کا خطرہ، خطرۂ اعظم ہونا:

حدیث باب میں دو اہم مضامین بیان کیے گئے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا اور اس پر ثابت قدم رہنا، اسلام کی اساس ہے، استقامت کا مطلب یہ ہے کہ عقیدہ توحید کے تقاضوں کو پورا کرنا، راہِ ہدایت پر قائم رہنا اور تاحیات اس کی پیروی کرنا ہے۔ حدیث باب کا یہ مضمون اس ارشاد ربانی سے ماخوذ ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (الاحقاف:13) بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔ یعنی وہ لوگ ایمان لانے کے بعد صراط مستقیم پر ثابت قدم رہے' اس کے تقاضوں کو پورا کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی ہدایت کی۔

2- انسانی اعضاء میں سے آدمی کے حق میں سب سے زیادہ خطرناک زبان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس کے ساتھ اسے پکڑ کر اس کی حفاظت کی تاکید فرمائی تھی۔ خواہ ایک صحابی کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی حفاظت کا درس دیا تھا لیکن یہ حکم عام ہے یعنی سب لوگوں کو شامل ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 52: بلا عنوان

2335 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ ثَلْجٍ الْبَغْدَادِیُّ صَاحِبُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ کَثْرَةَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِی النَّضْرِ حَدَّثَنِیْ اَبُو النَّضْرِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

2335- تفرد به الترمذی' ینظر (تحفة الاشراف) (۷۱۴۳) و اخرجه البیهقی فی (شعب الایمان) (۴/۲۴۵) حدیث (۴۹۵۱) و ذکره المنذری فی (الترغیب) (۳/۵۲۰) حدیث (۴۲۴۲)

بْنِ حَاطِبٍ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ بکثرت کلام نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ بکثرت کلام کرنا دل کو سخت کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوگا جس کا دل سخت ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف ابراہیم بن عبداللہ نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

بَابُ مِنْهُ

باب 53: بلاعنوان

2336 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ خُنَيْسٍ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ حَسَّانَ الْمَخْزُوْمِيَّ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ صَالِحٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: كُلُّ كَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ أَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ خُنَيْسٍ

◆◆ سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا 'یہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں' بیان کرتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ابن آدم کا ہر کلام اس پر بوجھ ہوتا ہے۔ اس کا اسے فائدہ نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے 'جو نیکی کا حکم دے یا برائی سے منع کرے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف محمد بن یزید نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

فضول گفتگو سے دل سخت ہونا اور اللہ کی رحمت سے دور ہونا:

کثرتِ ذکرِ الٰہی بہت بڑی عبادت، قربِ الٰہی کا ذریعہ اور بخشش کا سبب ہے۔ ذکر اللہ میں ہر دینی بات پر شامل ہے مثلاً درس وتدریس، وعظ وتبلیغ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور تلاوتِ قرآن وغیرہ۔ تاہم فضول گفتگو سے آدمی کا دل سخت ہو جاتا ہے 'جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قرب سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس طرح لغو گفتگو وبالِ جان بن جاتی ہے اور ایسی گفتگو سے احتراز واجتناب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ زبان کے مثبت استعمال سے آدمی جنتی اور منفی استعمال سے جہنمی بن جاتا ہے۔ ذکر اللہ اور ہر دینی گفتگو

2336۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۱۵): كتاب الفتن: باب: كف اللسان في الفتنة، حديث (۳۹۷٤) و عبد بن حميد (٤٤٨) حديث (۱۵۵٤) من طريق سعيد بن حسان المخزومي، قال حدثتني ام صالح عن صفية بنت شيبة فذكرته۔

ریاضت ہے جبکہ اس کے برعکس غیبت کرنا، چغلی کھانا، کسی پر بے بنیاد الزامات عائد کرنا اور لغویات بکنا تمام امور گناہ کبیرہ اور رحمت باری تعالیٰ سے دوری کا باعث ہیں۔

بَابُ مِنْهُ

باب 54: بلاعنوان

2337 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: اٰخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَبَيْنَ اَبِى الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ مَا شَاْنُكِ مُتَبَذِّلَةً قَالَتْ اِنَّ اَخَاكَ اَبَا الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِى الدُّنْيَا قَالَ فَلَمَّا جَآءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ قَرَّبَ اِلَيْهِ طَعَامًا فَقَالَ كُلْ فَاِنِّىْ صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ قَالَ فَاَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لِيَقُوْمَ فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ نَمْ فَنَامَ فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الصُّبْحِ قَالَ لَهٗ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ فَقَامَا فَصَلَّيَا فَقَالَ اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَاَتَيَا النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ صَدَقَ سَلْمَانُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْعُمَيْسِ اسْمُهٗ عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ اَخُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْعُوْدِىِّ

◆◆ عون بن ابوجحیفہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے گئے' تو انہوں نے سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کو میلی کچیلی حالت میں دیکھا تو دریافت کیا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ میلی کچیلی کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کے بھائی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے سامنے کھانا رکھا گیا' تو انہوں نے کہا: آپ کھا لیں کیونکہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے' تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا' جب تک آپ نہیں کھائیں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں' تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بھی کھانا کھا لیا جب رات کا وقت ہوا تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کے لیے اٹھنے لگے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ابھی سو جائیں۔ وہ سو گئے پھر وہ اٹھنے لگے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ابھی سوتے رہیں پھر وہ سو گئے جب صبح کے قریب کا وقت ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اب آپ اٹھ جائیں۔ ان دونوں حضرات نے اٹھ کر نماز ادا کی' پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کی ذات کا بھی آپ پر حق ہے۔ آپ کے پروردگار کا بھی آپ پر حق ہے۔ آپ

2337۔ اخرجه البخارى (٤/٢٤٦): كتاب الصوم: باب: من اقسم على اخيه ليفطر فى التطوع' و لم ير عليه قضاء اذا كان اوفق له' حديث (١٩٦٨) وطرفه فى (٦١٣٩) و ابن خزيمة (٣/٣٠٩)' حديث (٢١٤٤) من طريق ابى العميس' عن عون بن ابى جحيفة' فذكره۔

کے مہمان کا بھی آپ پر حق ہے۔آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے۔آپ ہر حق دار کو اس کا حق دیں پھر یہ دونوں حضرات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سلمان نے ٹھیک کہا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

ابوالعمیس نامی راوی کا نام عتبہ بن عبداللہ ہے اور یہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ مسعودی کے بھائی ہیں۔

شرح

حقوق کی ادائیگی بھی زہد کا حصہ ہونا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے،لہٰذا اس کے لیے زیادہ راحت وآرائش کی ضرورت نہیں ہے۔مہمان کے اصرار واکرام میں نفلی روزہ توڑا جاسکتا ہے لیکن بعد میں اس کی قضا واجب ہے، کیونکہ نفلی عبادت شروع کرنے سے اس کی تکمیل واجب ہوجاتی ہے۔خواہ کثرت سے عبادت وریاضت کرنا چاہیے لیکن اپنی صحت اور آرام کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

انسان پر مختلف حقوق عائد ہوتے ہیں،جن کی ادائیگی بھی زہد کا حصہ ہے۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1-اپنے نفس کا حق: آدمی کو اپنی صحت،خوراک اور راحت کو مدنظر رکھنا چاہیے، کیونکہ صحت کی وجہ سے تمام امور وحقوق ادا کر سکے گا۔

2-اللہ تعالیٰ کا حق: بندے پر اللہ تعالیٰ کے حقوق یہ ہیں کہ اس کی ذات،صفات،احکام اور صفات کے تقاضوں میں اسے وحدہٗ لاشریک تسلیم کیا جائے۔اس کی عبادت وریاضت کی جائے اور اس کے اوامر پر عمل کیا جائے اور نواہی سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

3-مہمان کا حق: مہمان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتا ہے۔میزبان اپنی قوت کے مطابق اس کی تواضع کرے اور اس کی خدمت کرنا مال کا ضیاع نہیں ہے' بلکہ حق ہے' جس کی ادائیگی واجب ہے۔مہمان نوازی کو اہل خانہ سے مقدم رکھا جائے۔

4-اہل خانہ کا حق: آدمی پر اپنے اہل خانہ یعنی بیوی بچوں کے حقوق بھی عائد ہوتے ہیں۔افراد خانہ پر صرف ہونے والی دولت بھی صدقہ کی حیثیت رکھتی ہے' جس کا آخرت میں اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔

5-عام لوگوں کا حق: مذکورہ حقوق کے علاوہ انسان پر دوسرے لوگوں کے بھی حقوق عائد ہوتے ہیں، مثلاً والدین،اعزاء و اقارب اور ہمسائیوں وغیرہ۔

سوال: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزہ سے تھے،حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے اصرار پر وہ روزہ توڑ کر کھانے میں شامل کیوں ہوئے تھے؟

جواب: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روزہ نفلی تھا جو مہمان وغیرہ کے اصرار کی وجہ سے توڑنا جائز ہے لیکن بعد میں اس کی قضا ضروری ہوتی ہے۔حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معزز مہمان کے اصرار پر نفلی روزہ توڑا تھا،جس کی بعد میں قضا کرلی تھی۔

بَابُ مِنْهُ

باب 55: بلاعنوان

2338 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ الْوَرْدِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ

متنِ حدیث: قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلٰى عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنِ اكْتُبِىْ اِلَىَّ كِتَابًا تُوْصِيْنِىْ فِيْهِ وَلَا تُكْثِرِىْ عَلَىَّ فَكَتَبَتْ عَآئِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اِلٰى مُعَاوِيَةَ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا كَتَبَتْ اِلٰى مُعَاوِيَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ عبدالوہاب بن ورد مدینہ منورہ کے رہنے والے ایک شخص کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خط میں لکھا کہ آپ مجھے خط میں کوئی نصیحت کریں جو زیادہ لمبی نہ ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا۔

تم پر سلام ہو! امابعد! میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی لوگوں کی ناراضگی میں تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کے غصے کو دور کر دے گا' اور جو شخص لوگوں کی رضا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں تلاش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دے گا''۔

تم پر سلام ہو۔

ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا۔ اس کے بعد انہوں نے اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے تاہم اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

شرح

لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھنا:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو جس کے دو پہلو ہوں کہ ایک طرف لوگ ناراض ہوتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہو، تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اختیار کرنا چاہیے اور لوگوں کی ناراضی کو

2338- تفرد به الترمذي' ينظر (تحفة الاشراف) (١٦٩٢٠) و ذكره الهيثمي في (مجمع الزوائد) (١٠/٢٢٨) وقال: رواه البزار من طريق قطبة بن العلاء عن ابيه و كلاهما ضعيف' و ابن حبان (١/٥١٠) حديث (٢٧٦) من طريق عروة' عن عائشة و قال: اسناده حسن' و السيد المبارك في (الزهد) (٦٦) حديث (١٩٩)-

نظرانداز کر دینا چاہیے۔ آنے والے وقت میں لوگ اظہار ندامت کرتے ہوئے صحیح معاملہ کی تائید کریں گے۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، آپ نے اعلان فرمایا: جو شخص دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور زکوٰۃ ایک رسی بھی دیتا تھا، اب اگر وہ رسی نہیں دے گا تو میں اس کے خلاف جنگ کروں گا۔ لوگوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! اگر وہ نماز ادا کرتا ہو تو آپ اس کے ساتھ کیسے جنگ کریں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: بخدا! خواہ وہ نماز پڑھتا ہو لیکن زکوٰۃ نہ دے گا تو میں اس کے ساتھ ضرور لڑوں گا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو کھول دیا تو انہوں نے اپنے نظریہ کو غلط اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤقف کو درست قرار دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مدنظر رکھنے میں دارین کی فلاح ہے۔

كِتَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

قیامت کے تذکرے، دل کو نرم کرنے والی باتوں اور پرہیز گاری کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الزہد کے بعد کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع کا آغاز کر رہے ہیں، موقع کی مناسبت دو اہم امور کا جاننا از بس ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- سلسلہ مضامین کا تعلق: کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع سے لے کر کتاب الایمان تک یعنی کتاب صفۃ الجنۃ اور کتاب صفت جہنم کے ضمن میں بیان ہونے والے تمام مضامین کا کتاب الزہد کے ساتھ گہرا تعلق ہے، کیونکہ ان کا مقصد دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف میلان پیدا کرنا ہے۔

2- انداز بیان کا لحاظ رکھنا: قیامت کے تفصیلی احوال آخرت میں پیش آئیں گے اور قیامت دنیا کا آخری دن ہے، جو پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اس بارے میں ارشاد باری ہے، تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ○ (المعارج 4) فرشتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں، وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے"۔ اسی طرح جنت و دوزخ کے احوال کا تعلق قیامت کے نتیجہ سے ہے۔ جو بعد میں پیش آئیں گے لیکن وہ عصر حاضر کی زبان میں بیان کیے گئے ہیں۔ دوران مطالعہ ان کی مکمل حقیقت ذہن میں آنا دشوار ہے، لہٰذا گہرائی میں اترے بغیر سطحی طور پر ان مضامین کا مطالعہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شَأْنِ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ

باب 1: حساب اور قصاص (بدلہ لینے) سے متعلق روایات

2339 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2339- اخرجه البخاری (۱۱/ ۴۰۸): کتاب الرقاق: باب: من نوقش عذب، حدیث (۶۵۳۹، ۶۵۴۰) و کتاب التوحید: باب: قول الله تعالیٰ (وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة)، حدیث (۷۴۴۳)، مسلم (۳/ ۴۷۹ - الابی): کتاب الزکاة: باب: الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة او کلمة طیبة؛ وانها حجاب من النار، حدیث (۶۷/ ۶۸، ۱۰۱۶)، و النسائی (۵/ ۷۵): کتاب (الزکاة) باب: القلیل من الصدقة، حدیث (۲۵۵۳)، و ابن ماجه (۱/ ۶۶) المقدمة، باب: فیما انکرت الجهمیة، و کتاب الزکاة: باب: فضل الصدقة، حدیث (۱۸۴۳)، و الدارمی (۱/ ۳۹۰): کتاب الزکاة، باب: الحث علی الصدقة، و اخرجه احمد (۴/ ۲۵۶، ۲۵۸، ۳۷۷، ۳۷۹)، و ابن خزیمة (۴/ ۹۳) حدیث (۲۴۲۸)۔

متن حدیث: مَا مِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى شَيْئًا اِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ ثُمَّ يَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى شَيْئًا اِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ ثُمَّ يَنْظُرُ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّقِيَ وَجْهَهٗ حَرَّ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ يَوْمًا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ الْاَعْمَشِ فَلَمَّا فَرَغَ وَكِيْعٌ مِّنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ اَهْلِ خُرَاسَانَ فَلْيَحْتَسِبْ فِيْ اِظْهَارِ هٰذَا الْحَدِيْثِ بِخُرَاسَانَ لِاَنَّ الْجَهْمِيَّةَ يُنْكِرُوْنَ هٰذَا

توضیح راوی: اسْمُ اَبِى السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ بْنِ سَلْمِ بْنِ خَالِدِ بْنِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ الْكُوْفِيُّ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب قیامت کے دن تم میں سے ہر ایک شخص کے ساتھ اس کا پروردگار اس طرح کلام کرے گا کہ اس شخص اور پروردگار کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا پھر وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا' تو اسے صرف وہ چیز نظر آئے گی جسے اس نے آگے بھیجا تھا (یعنی اس کے اعمال نظر آئیں گے) پھر وہ اپنے بائیں طرف دیکھے گا' تو وہ صرف اسی چیز کو دیکھے گا جسے اس نے اپنے آگے بھیجا تھا (یعنی اپنے اعمال کو دیکھے گا) پھر وہ اپنے سامنے کی طرف دیکھے گا' تو اسے جہنم اپنے سامنے نظر آئے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: تم میں سے جو بھی شخص اپنی ذات کو جہنم سے بچا سکتا ہو' اسے ایسا کرنا چاہیے۔ خواہ وہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی ایسا کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوسائب نامی راوی بیان کرتے ہیں: ایک دن وکیع نے یہ حدیث ہمیں اعمش کے حوالے سے بیان کی' پھر انہوں نے یہ بتایا اگر یہاں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو خراسان سے تعلق رکھتا ہو' تو اسے چاہیے کہ خراسان میں اس حدیث کو پھیلا کر ثواب حاصل کرے۔ کیونکہ "جہمیہ" اس کا انکار کرتے ہیں۔

2340 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ اَبُوْ مِحْصَنٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ الرَّحَبِيُّ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَا تَزُوْلُ قَدَمُ ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ وَمَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحُسَيْنِ بْنِ قَيْسٍ وَّحُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ

2340- انفرد به الترمذي' ينظر (تحفة الاشراف) (٧/ ٧٧) حديث (٩٣٤٦)' واخرجه ابو يعلى (٩/ ١٧٨) حديث (٥٢٧١/٣٠٥)' و الطبراني في الصغير (٣٦٩/١) وقال: تفرد به حميد بن مسعدة: و الخطيب في (تاريخ بغداد) (١٢/ ٤٤٠)-

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ قیامت کے دن کسی بھی آدمی کے پاؤں اپنے پروردگار کی بارگاہ سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں حساب نہیں لیا جائے گا۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ اس شخص نے اسے کس کام میں صرف کیا؟ اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس شخص نے اسے کس میں گزارا اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے اس مال کو کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور (اس بارے میں) کہ اس نے اپنے علم پر کس حد تک عمل کیا؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کردہ حدیث کے طور پر صرف اس سند کے حوالے سے جانتے ہیں جسے حسین بن قیس نے روایت کیا ہے۔

حسین نامی راوی کو علم حدیث میں ان کے حافظے کے حوالے سے "ضعیف" قرار دیا گیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

2341 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُرَيْجٍ هُوَ بَصْرِيٌّ وَّهُوَ مَوْلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ وَاَبُوْ بَرْزَةَ اسْمُهٗ نَضْلَةُ بْنُ عُبَيْدٍ

◆◆ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: بندے کے قدم (حساب کے دوران اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے) اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے یہ حساب نہیں لے لیا جائے گا کہ اس نے اپنی عمر کو کس چیز میں صرف کیا اور اس نے اپنے علم پر کس حد تک عمل کیا اور اس نے اپنے مال کو کہاں سے حاصل کیا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس نے اپنے جسم کو کن کاموں میں مصروف کیا؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

سعید بن عبداللہ بن جریج نامی راوی حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حضرت ابوبرزہ اسلمی کا نام نضلہ بن عبید ہے۔

2341۔ اخرجه الدارمی (۱/۱۳۵) باب: من كره الشهرة والمعرفة۔

شرح

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ہر آدمی سے گفتگو:

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر مؤمن آدمی سے براہ راست گفتگو کرے گا اور صدقہ وخیرات کی شکل میں بندے کے پاس اعمال صالحہ ہوں گے جو اسے آتش جہنم سے بچائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ آزمائش دوزخ سے نجات کے لیے صدقہ وخیرات کریں خواہ کھجور کا صدقہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس گفتگو کے دوران بندۂ مؤمن سے پانچ سوالات کیے جائیں گے:

1- تو نے اپنی عمر کس کام میں صرف کی؟

2- تو نے اپنی جوانی کہاں صرف کی تھی؟

3- تو نے مال کیسے حاصل کیا تھا؟

4- تو نے اپنا مال کہاں خرچ کیا تھا؟

5- تو نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا تھا؟

اسماء وصفات الٰہی کے بارے میں مذاہب:

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو تسلیم کرنے کے حوالے سے متعدد مذاہب ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- اہل سنت کا مذہب: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جو اسماء وصفات الٰہی، اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بیان کی گئی ہیں، ان پر ایمان لانا ضروری ہے، تاہم ان کی کیفیت مجہول ہونے کی صورت میں ہم ان کے بارے میں بحث نہیں کر سکتے۔ البتہ متقدمین اہلسنت کا مؤقف ہے ان پر بغیر تاویل کے ایمان لانا ضروری ہے۔ مثلاً ید، وجہ اور استواء وغیرہ۔

2- جہمیہ کا مذہب: اسماء وصفات الٰہی کے بارے میں فرقہ جہمیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ کالعدم ہیں یعنی وہ ان کا انکار کرتے ہیں اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ان کے اثبات کی صورت میں متعدد موصوف ثابت ہوں گے اور متعدد موصوف ثابت ہونے سے متعدد معبود ثابت ہوں گے جو ناممکن ہے' لہٰذا اسماء وصفات الٰہی کا انکار کرنا ہی بہتر ہے۔

3- معتزلہ کا مذہب: فرقہ معتزلہ کے مذہب میں تفصیل ہے وہ اسماء کو تسلیم کرتے ہیں لیکن صفات کا انکار کرتے ہیں، روایات باب سے ان کی تردید ہوتی ہے' کیونکہ ان سے اسماء وصفات کا اثبات ہوتا ہے۔

فائدہ نافعہ: 1- کائنات کی کسی بھی ذی روح چیز کے لیے اشیاء کی ملکیت کا تصور نہیں ہے' کیونکہ ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ تاہم انسان کے لیے ملکیت مجازی تسلیم کی گئی ہے، کیونکہ یہ اشرف المخلوقات ہے۔ اس بارے میں ارشاد ہے: اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ (الحدید: 7) یعنی تم اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنا قائم مقام بنایا ہے۔

فائدہ نافعہ: 2- انسان کے بچپن کا زمانہ کم عقلی اور عدم بلوغت کا ہوتا ہے، اس لیے اس میں اسے مکلف قرار نہیں دیا گیا۔ بڑھاپے میں بھی قوت کا زوال ہو جاتا ہے، اس لیے اس زمانہ میں بھی احکام میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ چونکہ جوانی میں عقل وتوانائی

شباب پر ہوتی ہے، لہٰذا اس کے ایک ایک لمحہ کے بارے میں آدمی سے سوال ہوگا۔

2342 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُفْلِسُ مِنْ اُمَّتِىْ مَنْ يَّاْتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاتِهٖ وَصِيَامِهٖ وَزَكَاتِهٖ وَيَاْتِىْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيَقْعُدُ فَيَقْتَصُّ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْتَصَّ مَا عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَايَا اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارے درمیان وہ شخص مفلس شمار ہوتا ہے، جس کے پاس درہم یا کوئی سامان نہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت سے تعلق رکھنے والا مفلس شخص وہ ہوگا' جو قیامت کے دن نماز، روزے زکوٰۃ لے کر آئے گا' اور اس عالم میں آئے گا کہ اس نے کسی شخص کو گالی دی ہوگی دوسرے پر جھوٹا الزام لگایا ہوگا' اور کسی شخص کا مال کھایا ہوا ہوگا' اور کسی شخص کا خون بہایا ہوا ہوگا۔ کسی شخص کو مارا ہوگا لہٰذا اسے بٹھالیا جائے گا' اور اس کی نیکیاں بدلے کے طور پر وصول کرلی جائیں گی۔ یہ تو اس کی نیکیوں کا معاملہ ہے' جب اس کی نیکیاں (ان گناہوں کا) حساب پورا ہونے سے پہلے ختم ہوجائیں گی جو اس کے ذمے تھے تو دوسرے لوگوں کے گناہ لے کر اس کے نامۂ اعمال میں ڈال دیے جائیں گے' اور پھر اس شخص کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2343 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّنَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِىُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِىُّ عَنْ اَبِىْ خَالِدٍ يَّزِيْدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِىْ اُنَيْسَةَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا كَانَتْ لِاَخِيْهِ عِنْدَهٗ مَظْلَمَةٌ فِىْ عِرْضٍ اَوْ مَالٍ فَجَاءَهٗ فَاسْتَحَلَّهٗ قَبْلَ اَنْ يُّؤْخَذَ وَلَيْسَ ثَمَّ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ فَاِنْ كَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ حَمَّلُوْا عَلَيْهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِىِّ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

2342۔ اخرجه مسلم (٤/١٩٩٧): كتاب البر و الصلة و الآدب، باب: تحريم الظلم، حديث (٢٥٨١)، و اخرجه احمد (٢/٣٠٣، ٣٣٤، ٣٧١)۔

2343۔ انفرد به الترمذى، ينظر (تحفة الاشراف) (٩/٤٧٣): حديث (١٣٩٥٨)، اخرجه البخارى (١١/٤٠٢): كتاب الرقاق، باب: (٤٨)، حديث (٦٥٣٤)، و احمد (٢/٥٠٦)۔

نَحْوَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے اپنے بھائی کے ساتھ اس کی عزت یا مال کے حوالے سے کوئی زیادتی کی ہو اور پھر وہ اپنے بھائی کے پاس جا کر اس سے اس زیادتی کو معاف کروالے اس سے پہلے کہ (قیامت کے دن) اس سے بدلہ وصول کیا جائے۔ اس جگہ دینار یا درہم کام نہیں آئیں گے اگر پہلے شخص کی کچھ نیکیاں ہوں گی تو اس شخص کی نیکیوں میں سے لے لیا جائے گا اور (دوسرے شخص کو بدلہ دیا جائے گا) اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو ان (دوسرے لوگوں) کے گناہوں کا وزن اس پر ڈال دیا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت سعید مقبری کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مانند نقل کی ہے۔

2344 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ اِلٰى اَهْلِهَا حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حق داروں کو ان کے حقوق پورے پورے ادا کیے جائیں گے، یہاں تک کہ بغیر سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری کی طرف سے بھی بدلہ دیا جائے گا۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مفلس کی تعریف اور قیامت کے دن ظلم وزیادتی کا بدلہ چکانے کا طریق کار:

احادیث باب میں الفاظ: حساب وقصاص" دونوں مترادف ہیں یعنی قیامت کے دن ظلم وزیادتی کا بدلہ دینا۔ مفلس وہ شخص نہیں ہے جس کے پاس مال ودولت نہیں ہے بلکہ مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن اعمال صالحہ کے ساتھ آئے گا لیکن لوگوں پر ظلم وستم کرنے کے سبب اس کی نیکیاں دوسروں کو دے دی جائینگی اور اس کے پاس کوئی نیکی نہیں بچے گی۔

احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دنیا میں کسی پر ظلم وستم کیا ہوگا تو قیامت کے دن اس کا بدلہ چکانے کے دو طریقے ہوں گے:

2344۔ اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) ص ٦١ حديث (١٧٧) و مسلم (٤/١٩٩٧): كتاب البر و الصلة و الادب: باب: تحريم الظلم: حديث (٢٥٨٢)۔ واخرجه احمد (٢/٢٣٥، ٣٢٣، ٣٧٢، ٤١١) عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابى هريرة به۔

1- مظلوم اور اہل حقوق کو ظلم وزیادتی کرنے والوں کی نیکیاں دی جائیں گی۔
2- اگر ان کے پاس نیکیاں باقی نہیں رہیں گی تو مظلوم اور اہل حقوق کے گناہ ان پر ڈال دیے جائیں گے۔
تاہم اس دن مال کے ذریعے بدلہ نہیں چکایا جائے گا۔ کیونکہ اس دن مال و دولت موجود نہیں ہوگی۔
سوال: انسانوں کی طرح جانوروں سے بھی ظلم وستم کا حساب لیا جائے گا یا نہیں؟
جواب: اس بارے میں اختلاف ہے، حضرات امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ جانوروں سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور تیسری روایت میں محض علامتی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ جمہور فقہاء کا موقف ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کی طرح جانوروں کو بھی زندہ کیا جائے گا اور ان سے ظلم وستم کرنے کا بدلہ لیا جائے گا۔ وہ اپنے موقف پر تیسری حدیث پیش کرتے ہیں جس میں جانوروں سے بدلہ لینے کی صراحت ہے۔

2345 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا الْمِقْدَادُ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ۔

متنِ حدیث: اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ اُدْنِيَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِ حَتّٰى تَكُوْنَ قِيْدَ مِيْلٍ اَوِ اثْنَيْنِ قَالَ سُلَيْمٌ لَا اَدْرِيْ اَيَّ الْمِيْلَيْنِ عَنٰى اَمَسَافَةَ الْاَرْضِ اَمِ الْمِيْلَ الَّذِيْ تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ قَالَ فَتَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ فَيَكُوْنُوْنَ فِي الْعَرَقِ بِقَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يَاْخُذُهُ اِلٰى عَقِبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَاْخُذُهُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَاْخُذُهُ اِلٰى حِقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ اِلْجَامًا فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ اَيْ يُلْجِمُهُ اِلْجَامًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ

◆◆ نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب قیامت کا دن ہوگا' تو سورج کو بندوں کے اتنا قریب کر دیا جائے گا کہ وہ ایک یا دو میل کے فاصلے پر رہ جائے گا۔
سلیمان بن عامر نامی راوی بیان کرتے ہیں: مجھے یہ معلوم نہیں ہے: اس سے مراد وہ میل ہے' جو زمین کی مسافت کے لیے استعمال ہوتا ہے یا پھر اس سے مراد وہ سلائی ہے' جس کے ذریعے سرمہ لگایا جاتا ہے۔
(نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا) سورج ان لوگوں کو پگھلانا شروع کرے گا' تو وہ لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینے میں ڈوب جائیں گے۔ ان میں سے کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا کسی کا گھٹنوں تک ہوگا کسی کا کمر تک ہوگا' اور کسی کا منہ تک ہوگا۔
راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دست مبارک کے ذریعے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس کے منہ میں اس کی لگام ڈالی جائے گی (یعنی پسینہ اس کے منہ تک ہوگا)
امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2345- اخرجه مسلم (٤/٢١٩٦): كتاب الجنة- صفة نعيمها و اهلها: باب: في صفة يوم القيامة، حديث (٢٨٦٤) واخرجه احمد (٦/٣) عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن سليم بن عامر عن المقداد بن الاسود به۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

2348 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَمَّادٌ وَّهُوَ عِنْدَنَا مَرْفُوْعٌ

متنِ حدیث: (يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ) قَالَ يَقُوْمُوْنَ فِى الرَّشْحِ اِلٰى اَنْصَافِ اٰذَانِهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔

حماد نامی راوی بیان کرتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ حدیث ''مرفوع'' ہے۔

(روایت کے الفاظ یہ ہیں' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:) ''جس دن لوگ تمام جہانوں کے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے''۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وہ لوگ پسینے میں اتنے ڈوبے ہوئے ہوں گے کہ وہ ان کے نصف کانوں تک آ رہا ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

شرح

قیامت کے دن لوگوں کا پسینے سے شرابور ہونا:

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن سورج لوگوں کے قریب آ جائے گا' اس کی حرارت اس قدر تیز ہوگی کہ لوگوں کا پسینہ جاری ہو جائے گا اور یہ پسینہ لوگوں کے حسب اعمال ہوگا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اس حالت سے مستثنیٰ ہوں گے، کیونکہ انہیں اس دن عرش الٰہی کے نیچے سایہ میسر ہوگا جس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ لوگ اس دن بے حد پریشان ہوں گے۔ بعض لوگ اس دن ایڑیوں تک پسینہ میں ڈوبے ہوں گے' بعض سینے تک اور بعض منہ تک۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شَاْنِ الْحَشْرِ

باب 2: حشر کی کیفیت کا بیان

2347 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2346- اخرجه البخاري (۱۱/۴۰۰): كتاب الرقاق: باب: قول الله تعالىٰ: (الا يظن اولئك انهم مبعوثون---) حديث (۶۵۳۱) و اخرجه مسلم (۴/۲۱۹۵): كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها: باب: في صفة يوم القيمة حديث (۲۸۶۲) و ابن ماجه (۲/۱۴۳۰): كتاب (الزهد) باب: ذكر البعث حديث (۴۲۷۸)- اخرجه (۲/۱۳، ۳۱، ۶۴، ۷۰، ۱۰۵، ۱۱۲، ۱۲۵، ۱۳۶) و عبد بن حميد صد ۲۴۶ حديث (۷۶۳) عن نافع عن ابن عمر به۔

متن حدیث: يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا كَمَا خُلِقُوا ثُمَّ قَرَأَ (كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ) وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى مِنَ الْخَلَائِقِ إِبْرَاهِيمُ وَيُؤْخَذُ مِنْ أَصْحَابِي بِرِجَالٍ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ (إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن لوگوں کو برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور ختنے کے بغیر اکٹھا کیا جائے گا جس طرح انہیں پہلے پیدا کیا گیا تھا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

”جس طرح ہم نے انہیں پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے ہم ایسا ضرور کریں گے۔“

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) مخلوق میں سے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا پھر میرے اُمتیوں میں سے کچھ لوگوں کو دائیں طرف لے جایا جائے گا' اور کچھ کو بائیں طرف لے جایا جائے گا' تو میں کہوں گا اے میرے پروردگار! یہ تو میرے ماننے والے ہیں' تو کہا جائے گا آپ نہیں جانتے۔ آپ کے بعد انہوں نے کون سی نئی چیز ایجاد کی تھی جب آپ ان سے جدا ہوئے تو یہ ایڑھیوں کے بل پیچھے کی طرف پھر گئے تھے۔ (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو میں وہی بات کہوں گا' جو نیک بندے نے کہی تھی' (جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے)

”اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت کر دے تو بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔“

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ مغیرہ بن نعمان کے حوالے سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

2348 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

متن حدیث: إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ رِجَالًا وَرُكْبَانًا وَتُجَرُّونَ عَلَى وُجُوهِكُمْ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

2347- اخرجه البخاری (۶/۵۵۱): کتاب احادیث الانبیاء: باب: قول الله (و اذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اهلها) (مریم: ۱۶) حدیث (۳۴۴۷)' و اخرجه مسلم (۴/۲۱۹۴): کتاب الجنة و صفة نعیمها و اهلها- باب: فناء الدنیا' و بیان الحشر یوم القیامة' حدیث (۲۸۶۰/۵۸) والنسائی (۴/۱۱۴): کتاب الجنائز: باب: البعث' حدیث (۲۰۸۲)' و باب: اول من یکسی' حدیث (۲۰۸۷) اخرجه احمد (۱/۲۲۰' ۲۲۳' ۲۲۹' ۲۳۵' ۲۵۳' ۲۵۷) و الحمیدی (۱/۲۳۶): حدیث (۴۸۳)- عن سعید بن جبیر عن ابن عباس به-

2348- تقدم بحدیث (۲۱۹۲) براجع فیهم' اخرجه النسائی (۵/۸۲' ۸۳): کتاب الزکاة: باب: من سال بوجه الله عزوجل' حدیث (۲۵۶۸) مختصراً' واحمد (۴/۴۴۶)' (۵/۴۰۳)- من طریق حکیم بن معاویة' فذکره-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن تم لوگوں کو پیدل اور سوار حالت میں اٹھایا جائے گا' اور کچھ لوگوں کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنا:

لفظ الحشر، فعل ثلاثی مجرد صحیح باب، ضَرَبَ يَضْرِبُ یا نَصَرَ يَنْصُرُ کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے: چلنا، جمع کرنا۔ لفظ: محشر، ظرف مکان ہے۔ جس کا معنی ہے: میدان حشر، وہ جگہ جہاں سب مخلوق کو جمع کیا جائے گا' جمع ہونے کی جگہ۔ قیامت کے دن سب لوگوں کو جمع کرنے کے لیے اپنی اپنی قبور سے اٹھایا جائے گا۔ ان کے اجسام اصلی حالت میں ہوں گے حتیٰ کہ ختنہ کی جگہ بھی موجود ہو گی۔ اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ جنت میں ختنہ شدہ داخل ہوں گے یا بغیر ختنہ کے۔ جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو عظمت وفضیلت کے سب سے قبل لباس پہنایا جائے گا۔

لوگ حوض کوثر پر جائیں گے لیکن مرتدین کو وہاں سے دھکیل کر محروم کر دیا جائے گا یعنی وہ لوگ جو دور رسالت میں مسلمان ہوئے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کے حلقہ میں داخل ہو کر مرتد ہو گئے تھے اور ان کی صحابیت باطل ہو گئی تھی۔

میدان حشر، شام کی سرزمین پر لگے، وہاں اکثر لوگ پیدل جائیں، کچھ لوگ سواری پر جائیں گے اور کچھ لوگوں کو منہ کے بل گھسیٹ کر وہاں لایا جائے گا، یہ لوگ کفار ومشرکین ہوں گے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۔(الفرقان: 34) وہ لوگ اوندھے منہ دوزخ میں پھینکے جائیں گے۔

فائدہ نافعہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر جلوہ افروز ہوں گے' اپنی امت کو سیراب فرمائیں گے اور دخول جنت تک لوگ پیاسے نہیں ہوں گے۔ یہ سعادت صحیح العقیدہ اہلسنّت وجماعت کو حاصل ہوگی اور بدعقیدہ لوگ اس سے محروم رہیں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَرْضِ

باب 3: پیشی کا بیان

2349 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرْضَاتٍ فَاَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَّمَعَاذِيْرُ وَاَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيْرُ الصُّحُفُ فِي الْاَيْدِيْ فَاٰخِذٌ بِيَمِيْنِهٖ وَاٰخِذٌ بِشِمَالِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ قِبَلِ اَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَلِيِّ الرِّفَاعِيِّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ قِبَلِ اَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِىْ مُوْسٰى

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی۔ پہلی دو پیشیوں میں تفتیش ہوگی اور معذرتیں ہوں گی جبکہ تیسری پیشی کے وقت نامہ اعمال ہاتھوں میں دے دیے جائیں گے تو کوئی شخص دائیں ہاتھ میں اسے پکڑے گا اور کوئی بائیں میں پکڑے گا۔

یہ روایت اس سند کے حوالے سے مستند نہیں ہے کیونکہ حسن نامی راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

بعض راویوں نے اس روایت کو علی بن عبداللہ رفاعی کے حوالے سے، حسن کے حوالے سے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 4: بلاعنوان

2350 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ (فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا) قَالَ ذٰلِكَ الْعَرْضُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ وَّرَوَاهُ اَيُّوْبُ اَيْضًا عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کے ساتھ حساب کتاب میں سختی کی گئی وہ ہلاکت کا شکار ہو جائے گا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے۔

"جس شخص کے دائیں ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔"

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد پیشی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح حسن" ہے۔

اس روایت کو ایوب نامی راوی نے بھی ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2350- اخرجه البخاری (۱/ ۲۳۷): کتاب العلم: باب: من سمع شیئا فراجع حتی یعرفه، حدیث (۱۰۳) و کتاب التفسیر: باب: (فسوف یحاسب حسابا یسیرا) حدیث (۴۹۳۹) و الحدیث فی (۶۵۳۶، ۶۵۳۷) و مسلم (۴/ ۲۲۰۵): کتاب الجنة و صفة نعیمها و اهلها: باب: اثبات الحساب، حدیث (۸۰/ ۲۸۷۶) و ابو داؤد (۳/ ۱۸۴): کتاب الجنائز: باب: عیادة النساء، حدیث (۳۰۹۳) واخرجه احمد (۶/ ۴۷، ۹۱، ۱۰۸، ۱۲۷، ۲۰۶) من طرق عن عائشة به۔

بَابُ مِنْهُ

باب 5: بلاعنوان

2351 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يُجَاءُ بِابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهُ بَذَجٌ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ اَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَاذَا صَنَعْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ جَمَعْتُهُ وَثَمَّرْتُهُ فَتَرَكْتُهُ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ فَيَقُوْلُ لَهُ اَرِنِيْ مَا قَدَّمْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ جَمَعْتُهُ وَثَمَّرْتُهُ فَتَرَكْتُهُ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضٰى بِهٖ اِلَى النَّارِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَسَنِ قَوْلَهُ وَلَمْ يُسْنِدُوْهُ وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قیامت کے دن ابن آدم کو اس طرح لایا جائے گا جیسے وہ بھیڑ کا بچہ ہوتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تمہیں مال و دولت اور طرح، طرح کی نعمتیں عطا کیں اور تم پر اپنا انعام کیا' تو تم نے کیا' کیا؟ وہ جواب دے گا: میں نے اسے اکٹھا کیا اور اس میں اضافہ شروع کیا اور اسے پہلے سے زیادہ کر دیا (اے میرے پروردگار) تو مجھے واپس (دنیا میں) بھیج تاکہ میں ان سب کو لے کر آؤں تو پروردگار اس سے فرمائے گا: تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے آگے کیا بھیجا؟ تو وہ کہے گا: میں نے اسے جمع کیا اس کو بڑھایا اور پھر اسے (دنیا میں) پہلے سے زیادہ کر کے چھوڑ دیا' تو مجھے واپس بھیج تاکہ میں اس سارے کو لے آؤں۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اگر اس شخص نے کوئی بھی بھلائی آگے نہیں بھیجی ہوگی' تو اسے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کو کئی راویوں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا ہے اور انہوں نے اس کی سند بیان نہیں کی۔ (یا انہوں نے اس کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی ہے)

اسماعیل بن مسلم نامی راوی کو علم حدیث میں ان کے حافظے کے حوالے سے ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

2352 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ اَبُوْ مُحَمَّدٍ

2351۔ انفرد به الترمذي' ينظر (تحفة الاشراف) (۱/۲۹۹)' حديث (۱۱۴۱)' اخرجه ابويعلى (۷/۱۵۲)' حديث (۱۲۶۶/۴۱۲۷)' وقال: فيه مدلسون' و ابن جريج (المطالب العالية) (۲/۱۸۵)' حديث (۳۲۰۳)' و ابونعيم في (حلية الاولياء) (۶/۳۱۰) من طريق يزيد الرقاشي' عن انس۔

2352۔ اخرجه احمد (۲/۳۷۴)' عن عبد الله بن المبارك عن سعيد بن ابى ايوب عن يحيىٰ بن ابى سليمان عن سعيد المقبرى عن ابى هريرة به۔

التَّمِيمِيُّ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ اَبِي سَعِيْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: يُؤْتَى بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ اَلَمْ اَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّمَالًا وَّوَلَدًا وَّسَخَّرْتُ لَكَ الْاَنْعَامَ وَالْحَرْثَ وَتَرَكْتُكَ تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ فَكُنْتَ تَظُنُّ اَنَّكَ مُلَاقِي يَوْمَكَ هٰذَا قَالَ فَيَقُوْلُ لَا فَيَقُوْلُ لَهُ الْيَوْمَ اَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِي

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَّمَعْنٰى قَوْلِهِ الْيَوْمَ اَنْسَاكَ يَقُوْلُ الْيَوْمَ اَتْرُكُكَ فِي الْعَذَابِ هٰكَذَا فَسَّرُوْهُ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ) قَالُوْا اِنَّمَا مَعْنَاهُ الْيَوْمَ نَتْرُكُهُمْ فِي الْعَذَابِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن بندے کو لایا جائے گا' تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں سننے، دیکھنے کی قوت، مال اور اولاد نہیں دیے پھر میں نے تمہارے لیے جانوروں اور کھیتوں کو مسخر نہیں کیا تھا۔ میں نے تمہیں اس حالت میں نہیں رکھا تھا کہ تم بڑے بن گئے تھے اور تم لوگوں سے چوتھائی مال لینے لگے تھے کیا تم یہ گمان کرتے تھے کہ تم آج کے دن (میری بارگاہ میں) حاضر نہیں ہو گے' تو وہ جواب دے گا: نہیں! تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: آج کے دن میں تمہیں اسی طرح تمہارے حال پر چھوڑ رہا ہوں جس طرح تم نے مجھے بھلا دیا تھا۔

یہ حدیث ''صحیح غریب'' ہے۔

حدیث کے یہ الفاظ اَلْيَوْمَ اَنْسَاكَ کا مطلب یہ ہے: میں تمہیں عذاب میں چھوڑ رہا ہوں۔ بعض اہل علم نے اس درج ذیل کی اسی طرح وضاحت کی ہے۔

''آج کے دن ہم انہیں بھلا دیں گے'' وہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے: آج کے دن ہم انہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 6: بلاعنوان

2353 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِي اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا) قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَهٰذِهِ اَخْبَارُهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔

''اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ اس کے خبر دینے سے مراد کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا اطلاع دینا یہ ہے: وہ ہر بندے اور کنیز کے بارے میں یہ گواہی دے گی جو اس نے اس زمین کی پشت پر عمل کیا تھا اور وہ یہ کہے گی: اس نے فلاں' فلاں دن یہ' یہ کام کیا تھا۔ تو یہ اس کا اطلاع دینا ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا:

احادیث ابواب کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی، پہلی پیشی میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان جھگڑا ہوگا، لوگ عرض کریں گے، یا الٰہ العالمین ہم دین کے بارے میں بے خبر تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام نے ہمیں دین کے احکام نہیں بتائے تھے، اس پر انبیاء کرام علیہم السلام کو بلایا جائے گا، وہ ان کے سامنے بتائیں گے کہ ہم نے انہیں احکام دین بتادیے تھے۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے اس بارے میں گواہی طلب کی جائے گی تو امت محمدیہ گواہی پیش کرے گی کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے احکام دین پہنچا دیے تھے، اس پر کفار و مشرکین معترض ہوں گے کہ یہ لوگ تو ہمارے زمانہ کے نہیں ہیں۔ یہ ہمارے گواہ کیسے بن سکتے ہیں؟ یہ سوال امت محمدیہ سے کیا جائے گا تو وہ یوں جواب دے گی یہ سب کچھ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دربار میں تشریف لائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض گزار ہوں گے، یا اللہ! میری امت درست کہتی ہے؟ میں نے یہ تمام باتیں انہیں بتائی تھیں کیونکہ قرآن کی شکل میں تو نے سب کچھ مجھ پر نازل کر دیا تھا، اس کے بعد کفار و مشرکین اور دیگر مجرموں کو اعتراف کرنا پڑے گا، دوسری پیشی میں نیک لوگوں کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے اور ان کا حساب کتاب آسانی سے لیا جائے گا۔ اس کے برعکس برے لوگوں کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے اور ان کا حساب نہایت سختی سے لیا جائے گا۔

تیسری پیشی میں لوگوں کو ان کے اعمال کے بارے میں تفصیلات بیان کر دی جائیں گی اور انسان خود اس پر باخبر ہوگا، چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝ (القیامۃ: 13-15) اس دن انسان کو اگلا پچھلا سب کچھ بتادیا جائے گا، بلکہ انسان خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے اور اگر اس کے پاس جتنے بہانے ہیں وہ سب لا ڈالے''۔ اسی موقع پر لوگوں کے بارے میں جنتی اور جہنمی ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جن لوگوں کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ جنت میں جائیں گے اور جن لوگوں کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا' وہ دوزخ میں جائیں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی شَأْنِ الصُّوْرِ

باب 7: صور کا بیان

2354 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَسْلَمَ الْعِجْلِيِّ عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا الصُّوْرُ قَالَ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دریافت کیا: صور کیا چیز ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک سینگ (یا باجہ) ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

کئی راویوں نے اسے سلیمان تیمی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور ہم اسے صرف انہی سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

2355 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا اَبُو الْعَلَاءِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: كَيْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْاِذْنَ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ فَكَاَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلٰى اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں کس طرح آرام سے رہ سکتا ہوں؟ جبکہ سینگ (صور والے) فرشتے نے اپنا منہ اس کے ساتھ لگایا ہوا ہے اور کان اس بات پر لگائے ہوئے ہیں کہ اسے کب پھونک مارنے کا حکم ملے؟ اور وہ پھونک مار دے۔

راوی بیان کرتے ہیں: یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے بڑی پریشانی کا باعث بنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے

2354۔ اخرجه ابو داؤد (۴/۲۳۶): كتاب السنة باب في ذكر البعث و الصور حديث (۴۷۴۲) و الدارمي (۲/۳۲۵): كتاب الرقاق: باب: في نفخ الصور، و اخرجه احمد (۲/۱۶۲، ۱۹۲) عن سليمان التيمي، عن اسلم العجلي، عن بشر بن شغاف عن عبد الله بن عمرو به۔

2355۔ اخرجه احمد (۳/۷، ۷۳) وفي (۴/۳۷۴) و الحميدي (۲/۳۳۳): حديث (۷۵۴) و عبد بن حميد ص (۲۷۹): حديث (۸۸۶)۔

فرمایا: تم یہ پڑھا کرو۔

"ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ وہ بہترین کارساز ہے ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عطیہ نامی راوی کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔

شرح

صور پھونکا جانا:

صور سینگ یا بگل کی شکل کا ہے، جو حضرت اسرافیل علیہ السلام اپنے منہ کے ساتھ لگائے کھڑے ہیں کہ کب انہیں حکم الٰہی ہوتا ہے تو وہ اسے پھونکتے ہیں، قیامت حق ہے اور اس کی آمد یقینی ہے۔ صور پھونکنے سے تمام عالم تہہ و بالا ہو جائے گا۔ فناہ ہو جائے گا، ستارے ٹوٹ کر گر جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اسی کا نام قیامت ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام دو بار صور پھونکیں گے۔ پہلی بار میں آواز سن کر تمام زندہ لوگ مر جائیں گے جسے نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ اماتت کہا جاتا ہے۔ اس کے چالیس سال یا چالیس مہینے بعد دوسری بار صور پھونکا جائے گا جسے نفخۂ ثانیہ اور نفخۂ احیاء بھی کہا جاتا ہے۔

نفخۂ اولیٰ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (النمل:۸۷) جس دن صور پھونکا جائے گا۔ سو تمام آسمان و زمین والے گھبرا جائیں گے لیکن جس کو خدا چاہیے"۔ دوسرے مقام پر یوں فرمایا گیا ہے: وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (زمر:۶۸) قیامت کے روز صور پھونکا جائے گا تو تمام آسمان اور زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے لیکن جس کو خدا پسند کرے گا وہ بے ہوشی سے محفوظ رہے گا"۔ پھر چالیس سال کے وقفہ کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ چنانچہ نفخۂ ثانی یا نفخہ احیاء کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ۝ (زمر:۶۸) پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو یک بار سب لوگ قبور سے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں گے"۔ مزید دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے: وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ۝ (یٰسین:۵۱) دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے"۔ قیامت کی ہولناکی سے بچنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وظیفہ کی تعلیم دی۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ عَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْنَا ۔

فائدہ نافعہ: نفخۂ اولیٰ سے لے کر حساب و کتاب کے بعد دخول جنت اور دخول نار تک کے زمانہ کو قیامت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ شَاْنِ الصِّرَاطِ

باب 8: پل صراط کا بیان

2356 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ

بْنِ سَعْدٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: شِعَارُ الْمُؤْمِنِ عَلَى الصِّرَاطِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پل صراط پر اہل ایمان کے لبوں پر یہ جاری ہوگا۔

''اے میرے پروردگار! سلامتی رکھنا''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے ہم اسے صرف عبدالرحمٰن بن اسحاق کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2357 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ مَيْمُوْنٍ الْاَنْصَارِيُّ اَبُو الْخَطَّابِ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متن حدیث: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّشْفَعَ لِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ اَطْلُبُكَ قَالَ اطْلُبْنِيْ اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْمِيْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّيْ لَا اُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ نضر بن انس اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت کیجئے گا' تو آپ نے فرمایا: میں ایسا کروں گا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں۔ آپ نے فرمایا: تم سب سے پہلے مجھے پل صراط کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی: اگر پل صراط کے پاس میری آپ سے ملاقات نہ ہو سکی؟ تو آپ نے فرمایا: تم مجھے میزان کے قریب تلاش کرنا۔ میں نے کہا اگر میزان کے پاس بھی میری آپ سے ملاقات نہ ہو سکی؟ تو آپ نے فرمایا: تم مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین جگہوں کے علاوہ اور کہیں نہیں ہوں گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2356۔ اخرجه عبد بن حميد (ص ١٥١) حديث (٣٩٤) عن عبد الرحمن بن اسحاق عن النعمان بن سعد بن المغيرة به۔
2357۔ اخرجه احمد (١٧٨/٣) عن حرب بن ميمون ابو الخطاب عن النضر ابن انس به۔

شرح

لوگوں کا پل صراط پر گزرنا:

میزان عدل پر اعمال کو وزن کرنے کے بعد لوگوں کو قیامت کے دن "پل صراط" پر گزرنا ہوگا' یہ پل جہنم کی پشت پر بچھایا جائے گا' مسلمان اس سے گزر کر جنت میں جائیں گے' کفار و مشرکین اس سے جہنم میں گر جائیں گے۔ یہ پل برحق و صادق ہے' جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگا۔ اہل ایمان تیز رفتاری سے گزر جائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو لے کر اس سے گزر جائیں گے، کوئی مسلمان پلک جھپکنے سے گزر جائے گا، کوئی بجلی سی رفتار میں گزر رے گا اور کوئی اونٹ رفتار میں، کوئی گھوڑے کی چال میں گزرے گا، پل صراط پر اندھیرا ہوگا لیکن اہل ایمان کے پاس ایمان کا نور ہوگا۔ چنانچہ یہ مضمون اس ارشاد ربانی میں بیان کیا گیا ہے، يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ (القرآن) جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایمان والوں کو کہیں گے کہ تم ہماری طرف دیکھو تا کہ ہم تمہارے نور سے استفادہ کر سکیں، انہیں کہا جائے گا کہ تم واپس پلٹ جاؤ اور نور تلاش کر وان کے درمیان ایک دیوار ہوگی جس میں دروازہ ہوگا۔

فائدہ نافعہ: قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کی پریشانی دامن گیر ہوگی اور آپ تین مقامات میں سے کسی ایک مقام میں اپنی امت کی پریشانی دور کرنے کے لیے تشریف فرما ہوں گے۔ 1- پل صراط، 2- میزان عدل کے پاس۔ 3- حوض کوثر کے پاس اپنی امت کو سیراب کریں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشَّفَاعَةِ

باب 9: شفاعت کا بیان

2358 اَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ فَاَكَلَهٗ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ ذَاكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ فَبَلَغَ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ فَيَقُوْلُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى

2358- اخرجه البخاری (٦/ ٤٢٨): كتاب احاديث الانبياء، باب: قول الله عز وجل: (ولقد ارسلنا نوحا الى قومه) (هود: ٢٥) حديث (٣٣٤٠) و باب: (يزفون: النسلان فى المشى) حديث (٣٣٦١) و كتاب التفسير: باب: (ذرية من حملنا مع نوح انه كان عبدا شكورا)، حديث (٤٧١٢) ومسلم (١/ ٦٠٣-٦٠٤ الابى): كتاب الايمان: باب: ادنى اهل الجنة منزلة فيها، حديث (٣٢٧/ ١٩٤) و ابن ماجه (٢/ ١٠٩٩): كتاب الاطعمة: باب: (اطيب اللحم) حديث (٣٣٠٧) عن ابى حيان التيمى عن ابى هريرة به۔

رَبِّكُمْ فَيَقُولُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَلَيْكُمْ بِآدَمَ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهٖ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ آدَمُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلٰى نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُورًا اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ نُوحٌ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلٰى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلٰى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلٰى مُوسٰى فَيَأْتُونَ مُوسٰى فَيَقُولُونَ يَا مُوسٰى أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ عَلَى الْبَشَرِ اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلٰى عِيسٰى فَيَأْتُونَ عِيسٰى فَيَقُولُونَ يَا عِيسٰى أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ عِيسٰى إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلٰى مُحَمَّدٍ قَالَ فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخِرُّ سَاجِدًا لِرَبِّي ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ وَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَأَنَسٍ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

توضیح راوی: وَأَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ كُوفِيٌّ وَهُوَ ثِقَةٌ وَأَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ اسْمُهُ هَرِمٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا آپ کے سامنے دستی رکھی گئی تو آپ نے اسے کھانا شروع کیا۔ وہ آپ کو پسند تھی آپ دانتوں کے ذریعے نوچ کر اسے کھانے لگے پھر آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم لوگ یہ جانتے ہو ایسا کس طرح ہوگا؟ اللہ تعالیٰ پہلے والے اور بعد والے سب لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرے گا۔ اس طرح کہ ایک شخص ان سب تک اپنی آواز پہنچا سکے گا' اور ان سب کو دیکھ سکے گا۔ سورج قریب آجائے گا۔ لوگ اتنے غم اور کرب کا شکار ہوں گے جو وہ طاقت نہیں رکھتے ہوں گے' اور جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے ہوں گے' تو لوگ ایک دوسرے سے یہ کہیں گے: کیا تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ تمہاری کیفیت کیا ہے؟ تم لوگ یہ جائزہ کیوں نہیں لیتے کہ کون شخص تمہارے پروردگار کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کر سکتا ہے' تو کچھ لوگ ایک دوسرے سے یہ کہیں گے' تم لوگوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جانا چاہیے۔ وہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے' اور یہ عرض کریں گے: آپ بنی نوع انسان کے جد امجد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت کے ذریعے پیدا کیا ہے۔ آپ میں اپنی روح کو پھونکا ہے اور اس کے حکم کے تحت فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے: ہم اس وقت کس پریشانی کا شکار ہیں اور کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ یہ کس حد تک پہنچ چکی ہے؟ تو حضرت آدم علیہ السلام ان سے یہ کہیں گے' میرا پروردگار آج اتنا غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا اور اس کے بعد بھی اتنا غضب ناک نہیں ہوگا۔ اس نے مجھے درخت سے منع کیا تھا۔ میں نے اس کی بات نہیں مانی۔ اس لیے مجھے اپنی فکر ہے۔ اپنی فکر ہے۔ صرف اپنی فکر ہے۔ تم لوگ میری بجائے کسی اور کے پاس جاؤ تم لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے' اور یہ عرض کریں گے: اے حضرت نوح علیہ السلام! آپ سب سے پہلے رسول ہیں جنہیں روئے زمین والوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام "شکر گزار بندہ" رکھا ہے۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہماری حالت کیا ہے کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ یہ پریشانی کس حد تک پہنچ چکی ہے؟ تو حضرت نوح علیہ السلام ان سے کہیں گے: میرا پروردگار آج اتنا غضب ناک ہے اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا اور اس کے بعد کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوگا۔ میں نے اپنی قوم کے خلاف ایک دعا کی تھی اس لیے مجھے اپنی فکر ہے۔ اپنی فکر ہے صرف اپنی فکر ہے۔ تم لوگ میری بجائے کسی اور کے پاس جاؤ تم لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے' اور یہ عرض کریں گے: اے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام)! آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ تو وہ جواب دیں گے' میرا پروردگار آج جتنا غضب ناک ہے اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا اور اس کے بعد کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوگا۔ میں نے تین مرتبہ ذومعنی کلام کیا تھا۔

ابوحیان نامی راوی نے ان کا تذکرہ اپنی روایت میں کیا ہے۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے:) مجھے اپنی فکر ہے۔ اپنی فکر ہے صرف اپنی فکر ہے۔ تم لوگ میری بجائے کسی اور کے پاس جاؤ تم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے' اور یہ عرض کریں گے: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے ذریعے آپ کو دیگر لوگوں پر فضیلت عطا کی ہے۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے: ہم کس پریشانی میں ہیں' تو وہ جواب دیں گے' میرا پروردگار آج جتنا غضب ناک ہے اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا اور اس کے بعد بھی کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوگا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں ملا تھا۔ اس لیے مجھے اپنی فکر ہے۔ اپنی فکر ہے صرف اپنی فکر ہے۔ تم لوگ میری بجائے کسی اور کے پاس جاؤ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے' اور یہ عرض کریں گے: اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس کا ایک ایسا کلمہ ہیں جسے اس نے سیّدہ مریم رضی اللہ عنہا کی طرف القاء کیا تھا۔ اس کی طرف سے آنے والی روح ہیں۔ آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں کے ساتھ کلام کیا تھا تو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہم کس پریشانی کا شکار ہیں؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے' میرا پروردگار آج جتنا غضب ناک ہے اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا اور اس کے بعد بھی اتنا غضب ناک نہیں ہوگا۔ وہ کسی ذنب کا ذکر نہیں کریں گے۔ (لیکن یہ کہیں گے) مجھے اپنی فکر ہے۔ اپنی فکر ہے صرف اپنی فکر ہے۔ تم لوگ میری بجائے کسی اور کے پاس جاؤ تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ!

تو وہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے' اور عرض کریں گے: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کے گزشتہ اور آئندہ ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہم کس پریشانی کا شکار ہیں؟

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) میں چل پڑوں گا' اور عرش کے نیچے آجاؤں گا۔ اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سجدے میں چلا جاؤں گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی حمد کا اور اپنی تعریف بیان کرنے کا ایسا طریقہ میرے لیے کشادہ کرے گا' جو اس نے مجھ سے پہلے کسی کے لیے کشادہ نہیں کیا۔ پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ، مانگو دیا جائے گا، شفاعت کرو شفاعت قبول کی جائے گی' تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا' اور عرض کروں گا اے میرے پروردگار! میری امت (کو بخش دے) اے میرے پروردگار! میری امت (کو بخش دے) اے میرے پروردگار! میری امت (کو بخش دے) تو وہ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم اپنی امت کے ان لوگوں کو' جن پر حساب لازم نہیں ہوا' جنت کے دائیں طرف والے دروازے سے جنت میں داخل کر دو۔ ویسے وہ لوگ دوسرے دروازوں سے داخل ہونے کا بھی حق رکھتے ہیں۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دو دروازوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور ہجر کے درمیان ہے اور جتنا مکہ اور بصریٰ کے درمیان ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کی شفاعت کبریٰ کرنا:

لفظ: شفاعت کا معنی ہے: کسی معاملہ میں کسی کی سفارش کرنا، کسی کی سفارش کرنا، ایک شفاعت کبریٰ ہے اور دوسری سفارشیں صغریٰ ہوں گی۔ شفاعت کبریٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے، اس بحث کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

قیامت کے دن جب سب لوگ جمع ہوں گے۔ پریشانی کے عالم میں ہوں گے۔ حساب و کتاب کا آغاز ہونے کے متمنی ہوں گے اور حساب و کتاب کا آغاز کرنے کی سفارش کرنے کے لیے یکے بعد دیگرے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ سب کی طرف سے جواب ملے گا۔ اذہبوا الی غیری یعنی تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ بالآخر لوگ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو آپ جواب میں فرمائیں گے۔ انا لہا، یعنی شفاعت کے لیے میں ہوں، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی اور حساب و کتاب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

☆...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مختلف گناہگاروں کے حق میں سفارش کریں گے، جو قبول کر لی جائے گی، اور امتیوں کو جہنم سے نجات حاصل ہوگی۔

☆...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے امتیوں کے حق میں ترقی درجات کی سفارش کی جائے گی جو اہل جنت کے حق میں قبول کر لی جائے گی۔

☆...... کچھ نیکوکار امتیوں کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں گے جس کے نتیجہ میں انہیں بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

☆...... بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے شفاعت کا عام دروازہ کھل جائے گا کہ علماء ربانیین اور صالحین اپنے متعلقین کے حق میں سفارش کریں گے۔ اسی طرح نومولود اور معصوم بچے اپنے والدین کے حق میں سفارش کریں گے جو قبول کر لی جائے گی۔

☆...... سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران اپنے قارئین کے حق میں سفارش کریں گی اور اعمالِ صالحہ عاملین کے حق میں سفارش کریں گے۔

☆...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امت کے حق میں سفارش کریں گے، جو قبول کی جائیں گی۔

☆...... انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد بعض فرشتے بھی بعض انسانوں کے حق میں سفارش کریں گے جو قبول کی جائے گی۔

☆...... اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بعض نیک لوگوں کی سفارش کچھ گناہگار لوگوں کے حق میں قبول کرے گا۔

☆...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت پسند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جلدی پک جاتی ہے اور یہ آپ کو کبھی کبھار میسر آتی تھی ورنہ درحقیقت یہ گوشت آپ کو پسند نہیں تھا۔

☆...... قیامت کے دن جمع کر کے لوگوں کو چھوڑ دیا جائے گا، ان کے حق میں شفاعت کبریٰ ہوگی پھر اللہ تعالیٰ زمین پر اپنی

شایان شان جلوہ افروز ہوگا اور فرشتے بھی نزول کریں گے تو قیامت کے حوالے سے معاملات کا آغاز ہوگا۔

☆...... ہر نبی کی طرف سے اذہبوا الی غیری کا لوگوں کو جواب ملے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اہل اپنی ذات کو قرار دیں گے۔

☆...... حضرت نوح علیہ السلام لوگوں سے یہ معذرت کرتے ہوئے سفارش کرنے سے انکار کر دیں گے کہ وہ اپنی مقبول دعا اپنے بیٹے کے حق میں استعمال کر چکے ہیں۔

☆...... جنت کے دروازوں میں سے دائیں جانب والا دروازہ امت محمدیہ کے دخول کے لیے مخصوص ہوگا جبکہ دوسرے دروازوں سے بھی یہ امت جنت میں داخل ہونے کی مجاز ہوگی۔

☆...... ہجر ایک بستی کا نام ہے جو بحرین کے قریب جزیرۃ العرب میں واقع ہے۔ بصری ملک شام میں دمشق کے پاس واقع ہے یہاں تحدید مقصود نہیں ہے بلکہ طویل فاصلہ مراد ہے۔

☆...... قیامت کے دن لوگوں کو پریشانی سے نجات دینے کے لیے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں یہ بات ڈالے گا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کے لیے جائیں۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 10: بلاعنوان

2359 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے تاہم اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

2360 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ

2359- انفرد به الترمذی، ینظر (تحفۃ الاشراف) (۱/۱۵۲)، حدیث (۴۸۱)، و اخرجه البیہقی (۱/۲۸۷)، حدیث (۳۱۰) و ابن حبان (۸/۳۹۹ - موارد)، حدیث (۲۵۹۶)، و ابو یعلی (۶/۴۰)، حدیث (۳۲۸۴/۵۲۹)، والحاکم فی (المستدرک) (۱/۶۹) وقال: صحیح علی شرط الشیخین، و لم یخرجاہ بہذا اللفظ۔

جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ فَقَالَ لِیْ جَابِرٌ يَا مُحَمَّدُ مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِ الْكَبَائِرِ فَمَا لَهُ وَلِلشَّفَاعَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے محمد (یعنی امام باقر)! جو لوگ کبیرہ گناہوں کے مرتکب نہیں ہوں گے ان کا شفاعت سے کیا تعلق؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن غریب" ہے۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہونے کے حوالے سے اسے "غریب" قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 11: بلا عنوان

2361 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْاَلْهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَّثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِّنْ حَثَيَاتِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میرے پروردگار نے میرے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے: وہ میری امت کے ستر ہزار افراد کو اس طرح جنت میں داخل کرے گا کہ ان پر حساب دینا لازم نہیں ہوگا' اور انہیں کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید ہوں گے' (اور میرا پروردگار) تین مرتبہ لپ بھر کر (لوگوں کو جہنم سے آزاد کرے گا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

2362 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَهْطٍ بِاِيْلِيَاءَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

2360۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۴۱): كتاب الزهد: باب: ذكر الشفاعة، حديث (۴۳۱۰)، عن جعفر بن محمد، عن ابيه عن جابر بن عبد الله به۔

2361۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۳۳): كتاب الزهد: باب: صفة امة محمد صلى الله عليه وسلم، حديث (۴۲۸۶)، واخرجه احمد (۵/۲۶۸)، عن اسماعيل بن عياش، عن محمد بن زياد الالهاني عن صدى بن عجلان به۔

متن حدیث: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِىْ اَكْثَرُ مِنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سِوَاكَ قَالَ سِوَاىَ فَلَمَّا قَامَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا ابْنُ اَبِى الْجَذْعَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَّابْنُ اَبِى الْجَذْعَاءِ هُوَ عَبْدُاللّٰهِ وَاِنَّمَا يُعْرَفُ لَهٗ هٰذَا الْحَدِيْثُ الْوَاحِدُ .

◈ عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: میں کچھ افراد کے ہمراہ ایلیاء کے مقام پر تھا۔ ان میں سے ایک صاحب بولے میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت کے ایک فرد کی شفاعت کی وجہ سے جنت میں بنوتمیم سے زیادہ افراد داخل ہوں گے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! وہ شخص آپ کے علاوہ کوئی ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ میرے علاوہ کوئی ہوگا۔

(راوی بیان کرتے ہیں) جب وہ صاحب چلے گئے' تو میں نے دریافت کیا: یہ کون تھے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ حضرت ابن ابی جذعاء رضی اللہ عنہ تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

حضرت ابن ابی جذعاء کا نام عبداللہ ہے اور ان کے حوالے سے صرف یہی ایک روایت منقول ہے۔

2363 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِىُّ الْكُوْفِىُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ عَنْ جِسْرٍ اَبِىْ جَعْفَرٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِىِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: يَشْفَعُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمِثْلِ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ

◈ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن عثمان بن عفان ربیعہ اور مضر (قبیلوں کے افراد جتنی تعداد میں) لوگوں کی شفاعت کرے گا۔

2364 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ مِنْ اُمَّتِىْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◈ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ایک بڑے گروہ کی شفاعت کریں گے۔ کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو ایک قبیلے کی شفاعت کریں گے۔ کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو ایک جماعت کی شفاعت کریں گے' اور کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو ایک شخص کی شفاعت کریں گے (اور ان کی شفاعت

2362- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۴۳): كتاب الزهد: باب: ذكر الشفاعة' حديث (۴۳۱۶) و اخرجه احمد (۳/۴۶۹' ۴۷۰) و في (۵/۳۶۶): عن خالد الحذاء' عن عبد الله بن شقيق عن عبد الله بن ابى الجدعاء به-

2363- اخرجه الآجرى فى (الشريعة) (۲۵۱)-

2364- اخرجه احمد (۲۰/۳ - ۶۳) و عبد بن حميد ص ۲۸۲' حديث (۹۰۳) عن عطية عن ابى سعيد الخدرى به-

کی وجہ سے) وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 12: بلاعنوان

2365 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: أَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يُدْخِلَ نِصْفَ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ رَجُلٍ آخَرَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرے پروردگار کی طرف سے ایک فرشتہ میرے پاس آیا اس نے مجھے یہ اختیار دیا ہے: میں اپنی نصف امت کو جنت میں داخل کروادوں یا شفاعت کے حق کو اختیار کروں۔ تو میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا یہ شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اس عالم میں مرے کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو۔

یہی روایت ابوالملیح نامی راوی کے حوالے سے ایک اور صحابی کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اس میں یہ بات مذکور نہیں ہے: یہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اس حدیث میں طویل قصہ مذکور ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لیے شفاعت صغریٰ کرنا:

گزشتہ حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کا ذکر تھا اور ان سات احادیث میں آپ کی شفاعت صغریٰ کا بیان ہے، جو اپنی امت کے لیے فرمائیں گے۔ گناہ دو قسم کے ہیں:

۱- گناہ صغیرہ: یہ وہ گناہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اعمال صالحہ کے سبب معاف فرما دیتا ہے بشرطیکہ کوئی شخص کبیرہ گناہوں سے احتراز کرتا رہا ہوگا۔ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۔

2365- اخرجه احمد (۲۳/۶ - ۲۹) من طريقه عن ابى المليح عن عوف بن مالك الا شجعى عن عوف بن مالك به-

(النجم:32) وہ نیکوکار لوگ جن کو آخرت میں نیکیوں کا بدلہ دیا جائے گا، وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں لیکن معمولی گناہ مستثنیٰ ہیں۔

2- کبیرہ گناہ: یہ وہ گناہ ہیں جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، ان کے عوض آدمی کو جہنم میں سزا بھگتنا ہوگی، اور بعد میں شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب اس سے نجات ملے گی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد گرامی ہے جو شخص کبائر کا مرتکب نہیں ہوتا تو اس کے لیے شفاعت کی کیا ضرورت ہے؟ کا مفہوم یہی ہے، جو ہم نے پیش کیا ہے۔ شفاعت کبریٰ اہل کبائر کے حق میں ہوگی اور شفاعت صغریٰ یا عمومی شفاعت اہل صغائر یا اہل تقویٰ کے حق میں ہوگی، جس کا مقصد بلندی درجات ہوگا۔

تیسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء علیہم السلام کے مقابل فضیلت اور امت محمدیہ کا دیگر امتوں کے مقابل اکرام بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے ستر ہزار امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے، پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار امتیوں کو بھی یہ اعزاز حاصل ہوگا اور تین لپوں کی مقدار امتیوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرنے کا وعدہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کے لپوں کا اندازہ لگانا بھی دشوار ہے۔

چوتھی حدیث باب سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کی عظمت وفضیلت اور قدر ومنزلت بیان کی گئی ہے کہ ایک امتی کی سفارش کے باعث اللہ تعالیٰ قبیلہ بنو تمیم کے لوگوں کی تعداد کے برابر امتیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ یہ امتی جس کی وجہ سے کثیر تعداد میں لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ صحابی یا تابعی یا ولی یا غوث یا قطب یا عالم باعمل وغیرہ کوئی بھی ہوسکتا ہے۔ جب امتی کی یہ شان ہے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امت محمدیہ کے علماء ربانیین، اولیاء، شہداء، صدیقین، صالحین اور نومولود بچے (اپنے والدین کے حق میں) وغیرہ اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق سفارش کریں گے جو قبول کی جائے گی،

فائدہ نافعہ: سفارش وشفاعت کے مختلف مراتب ودرجات ہوں گے کہ کوئی ایک جماعت کی، کوئی ایک قبیلہ کی، کوئی ایک خاندان کی، کوئی چند افراد کی اور کوئی ایک فرد کی سفارش کرے گا اور متعلقہ لوگوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي صِفَةِ الْحَوْضِ

باب 13: حوض (کوثر) کا تذکرہ

2366 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اَبِىْ حَمْزَةَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ فِىْ حَوْضِىْ مِنَ الْاَبَارِيْقِ بِعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرے حوض پر آسمان کے ستاروں کی تعداد جتنے کوزے ہوں گے۔

2366- اخرجه احمد (۲۲۵/۳) عن بشر بن شعيب عن ابيه عن الزهرى عن انس بن مالك به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

2367 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نِيْزَكَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَّاِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ وَارِدَةً وَّاِنِّيْ اَرْجُو اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَى الْاَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ سَمُرَةَ وَهُوَ اَصَحُّ

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر نبی کا ایک حوض ہوگا' اور وہ آپس میں اس بات پر فخر کا اظہار کریں گے' ان میں سے کس کے حوض پر زیادہ لوگ آئے ہیں؟ مجھے یہ امید ہے: میرے حوض پر سب سے زیادہ تعداد میں لوگ آئیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

اشعث بن عبدالملک نامی راوی نے اس حدیث کو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا اور یہ روایت درست ہے۔

شرح

حوض کوثر کی کیفیت:

حوض کوثر حق و ثابت ہے' اس کے لیے بعض روایات میں نہر اور بعض میں حوض کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ حوض جنت میں واقع ہے یا جنت کے باہر؟ اس بارے میں دو اقوال ہیں:

1- یہ حوض جنت میں واقع ہے۔

2- یہ حوض میدان محشر میں جنت کے باہر ہوگا۔

صحیح یہ ہے کہ اس کا مرکز و محور جنت ہے لیکن نہروں کی شکل میں اس کا پانی اس تالاب میں آ کر جمع ہوگا جو میدان محشر میں ہوگا۔ اس حوض کا ذکر قرآن کریم میں بایں الفاظ کیا گیا ہے: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ (الکوثر: 1) بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس پر جلوہ افروز ہوں گے اور اپنے امتیوں کو حوض کوثر سے پانی پلائیں گے پھر دخول جنت تک پیاس محسوس نہیں ہوگی۔ اس کا پانی صاف و شفاف' اور شیریں ہوگا۔ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نبی کو حوض عطا ہوگا لیکن جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوض عطا کیا جائے گا اس کا نام کوثر ہوگا۔ (اتحاف شرح احیاء العلوم ج2 ص 39) ایک روایت کے مطابق حوض کوثر کا ایک کنارہ سے لے کر دوسرے کنارہ تک اتنا فاصلہ ہے جتنا عدن اور عمان کے درمیان ہے۔

2367- انفرد به الترمذی' ینظر (تحفة الاشراف) (٤/٧٣) ' حديث (٤٦٠٣) ' اخرجه البخاری فی (التاريخ) (١/٤٤) ' حديث (٨٢) ' و الطبرانی فی (الكبير) (٧/٢٥٦) ' حديث (٦٨٨١)۔

فائدہ نافعہ: آسمان پر جتنے ستارے موجود ہیں ان سب کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے، کیونکہ ان کی تعداد کے مطابق حوض کوثر پر صراحی دار لوٹے موجود ہوں گے۔ آسمانی ستاروں کی تعداد کے بارے میں کوئی عام آدمی نہیں جانتا لیکن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق جانتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ اٰوَانِی الْحَوْضِ

باب 14: حوض (کوثر) کے برتنوں کا تذکرہ

2368 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ عَنِ الْعَبَّاسِ عَنْ اَبِیْ سَلَّامٍ الْحَبَشِیِّ

متنِ حدیث: قَالَ بَعَثَ اِلَیَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ فَحُمِلْتُ عَلَی الْبَرِیْدِ قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَیْهِ قَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَقَدْ شَقَّ عَلَیَّ مَرْکَبِی الْبَرِیْدُ فَقَالَ یَا اَبَا سَلَّامٍ مَا اَرَدْتُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ وَلٰكِنْ بَلَغَنِیْ عَنْكَ حَدِیْثٌ تُحَدِّثُهٗ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْحَوْضِ فَاَحْبَبْتُ اَنْ تُشَافِهَنِیْ بِهٖ قَالَ اَبُوْ سَلَّامٍ حَدَّثَنِیْ ثَوْبَانُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حَوْضِیْ مِنْ عَدَنَ اِلٰی عَمَّانَ الْبَلْقَاءِ مَاؤُهٗ اَشَدُّ بَیَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ وَاَکَاوِیْبُهٗ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَّمْ یَظْمَاْ بَعْدَهَا اَبَدًا اَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا عَلَیْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِیْنَ الشُّعْثُ رُؤُوْسًا الدُّنْسُ ثِیَابًا الَّذِیْنَ لَا یَنْکِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا تُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ قَالَ عُمَرُ لٰكِنِّیْ نَکَحْتُ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَفُتِحَ لِیَ السُّدَدُ وَنَکَحْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ عَبْدِ الْمَلِكِ لَا جَرَمَ اَنِّیْ لَا اَغْسِلُ رَاْسِیْ حَتّٰی یَشْعَثَ وَلَا اَغْسِلُ ثَوْبِی الَّذِیْ یَلِیْ جَسَدِیْ حَتّٰی یَتَّسِخَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ سَلَّامٍ الْحَبَشِیُّ اسْمُهٗ مَمْطُوْرٌ وَّهُوَ شَامِیٌّ ثِقَةٌ

ابوسلام حبشی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلوایا تو میں ڈاک والے جانور پر سوار ہو کر آیا جب میں ان کے پاس پہنچا تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے ڈاک والے جانور پر سوار کر کے مجھے مشقت کا شکار کیا ہے تو انہوں نے فرمایا: اے ابوسلام! میں آپ کو مشقت کا شکار نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے آپ کے حوالے سے ایک حدیث کا پتہ چلا جسے آپ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض کوثر کے بارے میں نقل کرتے ہیں تو میری یہ خواہش ہوئی کہ میں بالمشافہ طور پر آپ سے اسے سن لوں تو ابوسلام نے جواب دیا۔ مجھے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ حدیث سنائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

2368- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۴۳۸): کتاب الزهد: باب: ذکر الحوض، حدیث (۴۳۰۳)، احمد (۵/ ۲۷۵) عن محمد بن المهاجر، عن العباس بن سالم اللخمی، عن ابی سلام الحبشی عن ثوبان به۔

''میرا حوض عدن سے لے کر عمان بلقاء تک بڑا ہوگا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا۔ شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا' اور اس کے برتن آسمان کے ستاروں جتنے ہوں گے جو شخص اس میں سے پی لے گا۔ اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ سب سے پہلے اس حوض پر غریب مہاجرین آئیں گے' جن کے بال بکھرے ہوئے ہوں گے۔ کپڑے میلے کچیلے ہوں گے۔ وہ لوگ جو صاحب حیثیت عورتوں کے ساتھ شادی نہیں کر سکتے تھے اور جن کے لیے بند دروازے کھولے نہیں جاتے تھے''۔

اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بولے میں نے تو صاحب حیثیت عورتوں کے ساتھ شادی بھی کی ہے اور میرے لیے بند دروازے کھولے بھی جاتے ہیں۔ میری شادی فاطمہ بنت عبدالمالک سے ہوئی ہے۔ اس لیے میں کم از کم یہ ضرور کروں گا کہ اپنے سر کو اس وقت تک نہیں دھوؤں گا' جب تک وہ گرد آلود نہ ہو جائے اور اپنے کپڑے اس وقت تک نہیں دھوؤں گا' جب تک وہ میلے کچیلے نہ ہو جائیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت معدان بن ابوطلحہ کے حوالے سے' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔

ابوسلام حبشی نامی راوی کا نام ممطور ہے۔ یہ شامی ہیں اور ثقہ ہیں۔

2369 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اٰنِيَةُ الْحَوْضِ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَاٰنِيَتُهٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَكَوَاكِبِهَا فِیْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ مُّصْحِيَةٍ مِّنْ اٰنِيَةِ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا شَرْبَةً لَّمْ يَظْمَاْ اٰخِرَ مَا عَلَيْهِ عَرْضُهٗ مِثْلُ طُوْلِهٖ مَا بَيْنَ عُمَانَ اِلٰی اَيْلَةَ مَاؤُهٗ اَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ وَابْنِ عُمَرَ وَحَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ وَّالْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ

حدیث دیگر: وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَوْضِیْ كَمَا بَيْنَ الْكُوْفَةِ اِلَی الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! حوض (کوثر) کے برتن کیسے ہوں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہوں گے۔ وہ ستارے جو ایسی اندھیری رات میں ہوتے ہیں جس میں بادل نہ ہوں۔ وہ جنت کے برتنوں سے تعلق رکھتے ہوں گے جو شخص اس حوض میں سے پی لے گا۔ اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس کی چوڑائی اس کی لمبائی جتنی ہوگی اور اتنی

2369۔ اخرجہ مسلم (۴/۱۷۹۸): کتاب الفضائل: باب: اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم و صفاتہ' حدیث (۳۶ /۲۳۰۰)' واخرجہ احمد (۵/۱۴۹)' عن ابی عبد الصمد العمی عبد العزیز بن عبد الصمد' قال: عن ابی عمران الجونی عن عبد اللہ بن الصامت عن ابی ذر بہ۔

ہوگی' جتنا عمان اور ایلہ کے درمیان فاصلہ ہے۔اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا۔شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ، حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے۔میرا حوض اتنا بڑا ہوگا جتنا کوفہ اور حجر اسود کے درمیان فاصلہ ہے۔

شرح

حوض کوثر کے برتنوں کا تذکرہ:

عمان ملک شام کا علاقہ ہے، بلقاء اس کی بستی کا نام ہے اور عدن مشہور شہر کا نام ہے' جس کے موتی مشہور ہیں اور یہ سمندر میں واقع ہے، ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آگے حوض ہے جیسے جرباء اور اذرح کے درمیان فاصلہ، یہ دونوں ملک شام کی بستیاں ہیں اور دونوں کے مابین تین ایام کی مسافت ہے یعنی اڑتالیس میل کا فاصلہ ہوگا۔(صحیح مسلم: رقم الحدیث 2299) ان روایات سے مقصود تحدید نہیں ہے' بلکہ طوالت مراد ہے۔اس حوض پر استعمال ہونے والے آبخوروں کی تعداد آسمان کے ستاروں سے زائد ہوگی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود حوض کوثر پر تشریف فرما ہوں گے اور اپنے خدام (امتیوں) کو فیضاب فرما رہے ہوں گے۔سب سے پہلے پانی پینے والے عام لوگ ہوں گے جن کے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے میلے کچیلے ہوں گے یعنی انہیں سر میں ڈالنے کے لیے تیل اور کپڑے دھونے کے لیے صابن میسر نہیں ہوگا۔یہ لوگ فقراء مہاجرین ہوں گے تاہم ان کے تقویٰ و طہارت پر آسمان بھی ناز کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی قدر و منزلت قابل رشک ہوگی۔

2370 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَصِينٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ يُوْنُسَ كُوْفِيٌّ حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: لَمَّا اُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَمُرُّ بِالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَمَعَهُمُ الْقَوْمُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَمَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَلَيْسَ مَعَهُمْ اَحَدٌ حَتّٰى مَرَّ بِسَوَادٍ عَظِيمٍ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قِيلَ مُوْسٰى وَقَوْمُهُ وَلٰكِنِ ارْفَعْ رَاْسَكَ فَانْظُرْ قَالَ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ مِنْ ذَا الْجَانِبِ وَمِنْ ذَا الْجَانِبِ فَقِيلَ هٰؤُلَاءِ اُمَّتُكَ وَسِوٰى هٰؤُلَاءِ مِنْ اُمَّتِكَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَدَخَلَ وَلَمْ يَسْاَلُوْهُ وَلَمْ يُفَسِّرْ لَهُمْ فَقَالُوْا نَحْنُ هُمْ وَقَالَ قَائِلُوْنَ هُمْ اَبْنَاؤُنَا الَّذِيْنَ وُلِدُوْا عَلَى الْفِطْرَةِ وَالْاِسْلَامِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

2370- اخرجه البخاری (۱۰/۱٦٤): کتاب الطب: باب: من اکتوی او کوی غیره و فضل من لم یکتو' حدیث (۵۷۰۵) وباب: من لم یرق' حدیث (۵۷۵۲) و کتاب الرقاق: باب: یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب' حدیث (٦۵٤۱) و مسلم (۱/٦۳۷ - الابی) کتاب الایمان' باب: الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب' حدیث (۳۷٤/۲۲۰) و اخرجه احمد (۱/۲۷۱ - ۳۲۱) من طرق عن حصین بن عبد الرحمن' عن سعید بن جبیر عن ابن عباس به۔

وَسَلَّمَ فَقَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ اَنَا مِنْهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَامَ اٰخَرُ فَقَالَ اَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کروائی گئی تو آپ کا گزر کچھ ایسے انبیاء کے پاس سے جن کے ساتھ کافی لوگ تھے' کچھ ایسے انبیاء کے پاس سے ہوا' جن کے ساتھ چند لوگ تھے۔ کچھ ایسے انبیاء کے پاس سے ہوا جن کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا' یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک بڑے گروہ کے پاس سے ہوا (تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) میں نے دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ تو جواب دیا گیا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہیں لیکن آپ اپنا سر اٹھایئے اور ملاحظہ کیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' تو وہاں ایک بڑی جماعت تھی جس نے افق کو اس طرف سے بھی اور اُس طرف سے بھی بھر دیا تھا تو یہ بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور آپ کی امت کے ان افراد کے علاوہ ستر ہزار لوگ ایسے ہیں جو کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ لوگوں نے آپ سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا اور آپ نے بھی ان کے سامنے اس کی وضاحت نہیں کی۔ لوگوں نے یہ کہا: اس سے مراد ہم لوگ ہوں گے۔ (جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے) کچھ حضرات نے یہ کہا: اس سے مراد ہماری اولاد ہوگی جو دین فطرت اور اسلام پر پیدا ہوئے ہوں گے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے یہ بتایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے۔ جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور فال نہیں نکالتے بلکہ اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔ (راوی بیان کرتے ہیں) حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں ان میں سے ہوں گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا۔ اس نے عرض کی: میں ان میں سے ہوں گا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عکاشہ تم پر سبقت لے گیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

توکل کرنے والے لوگوں کا بغیر حساب جنت میں جانا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مصیبت یا پریشانی میں مبتلا ہو جائے تو جھڑوانا جائز ہے، گرم لوہے سے دغوانا بھی جائز ہے اور نیک فال لینا بھی جائز ہے، تاہم یہ امور توکل کامل کے منافی ہیں، جو لوگ ان امور سے احتراز کرتے ہوئے محض اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر اس قدر خوش ہوتا ہے کہ انہیں بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیتا ہے۔

سوال: جب زبان نبوت سے بغیر حساب جنت میں داخل ہونے کا ذکر ہوا تو حضرت عکاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور اعلان فرمایا کہ تو ان لوگوں میں شامل ہے اور دوسرے شخص نے ان

لوگوں میں شامل ہونے کے لیے دعا کرنے کے بارے میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا: سبقك بها عكاشة (صحیح مسلم، رقم الحدیث 220)۔ عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا ہے؟

جواب: حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دعا کے لیے عرض کیا تو وہ وقت قبولیت دعا کا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی جو قبول کر لی گئی اور جب دوسرے شخص نے دعا کے لیے عرض کیا تو وقت قبولیت گزر چکا تھا، اس لیے آپ نے اس کے حق میں دعا نہ فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2371 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كُنَّا عَلَيْهِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَيْنَ الصَّلٰوةُ قَالَ اَوَلَمْ تَصْنَعُوْا فِيْ صَلَاتِكُمْ مَا قَدْ عَلِمْتُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اب مجھے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رائج ہوتی تھی۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: نماز کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اپنی نمازوں کے بارے میں تم لوگ جو کچھ کرتے ہو وہ تمہارے علم میں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے ابوعمران جونی سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

تعلیمات دین پر صحیح طریقہ سے عمل پیرا ہونا:

اسلام دین فطرت ہے، اس کے احکام و اصول طبیعت انسانی کے عین مطابق ہیں اور ان پر عمل کرنا دشوار بھی نہیں ہے۔ تعلیمات دین پر صحیح طریقہ سے عمل پیرا ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔ تعلیمات دین پر صحیح عمل کرنے کے حوالے سے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی امت محمدیہ سے امتیاز حاصل تھا۔ عملی کو وہ زہر قاتل تصور کرتے تھے اور کاہلی وسستی ان کے پاس سے بھی نہ گزرتی تھی۔ یہی بات ہمیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نظر آتی ہے۔ مشہور جابر و ظالم حکمران حجاج بن یوسف نے اپنے وقت سے نماز کو مؤخر کرنے کا قصد کیا تو آپ اس کی حرکت پر مذمت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے لیکن ان کے برادران نے اس کے مظالم سے بچنے کے لیے خاموشی اختیار کرنے کا مشورہ دیا، آپ اس کی اقتداء میں نماز ادا کیے بغیر اپنی سواری پر سوار ہو کر تشریف لے گئے، واپس ہوتے وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے، بخدا! میں جانتا ہوں کہ کوئی چیز اس میں سے جس پر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

2371- انفرد به الترمذي، ينظر (تحفة الاشراف) (١/٢٨٤)، حديث (١٠٧٤)، من طريق ابو عمران الجوني عن انس، و الحديث اخرجه البخاري (٢/١٧) كتاب مواقيت الصلاة: باب: تضييع الصلاة عن و قتها، رقم (٥٢٩) من طريق غيلان عنه به-

زمانہ میں عمل کیا کرتے تھے۔ کلمہ طیبہ کے علاوہ کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ کسی نے عرض کیا: حضور! لوگ نماز تو پڑھتے ہیں؟ آپ نے طیش میں آکر جواب میں فرمایا: لوگ ظہر کی نماز، نماز مغرب کے وقت میں ادا کرتے ہیں تو کیا یہ نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟ ایک روایت کے مطابق آپ نے جواب میں یوں فرمایا: اولم تصنعوا فی صلوتکم ما قد علمتم (صحیح بخاری، رقم الحدیث 529) کیا تم نے اپنی نماز میں نہیں کیا وہ جو تم جانتے ہو؟

2372 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْأَزْدِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنِي زَيْدٌ الْخَثْعَمِيُّ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ الْخَثْعَمِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَاخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيْرَ الْمُتَعَالِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدٰى وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْاَعْلٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ سَهَا وَلَهَا وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَا وَطَغٰى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَا وَالْمُنْتَهٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدِّيْنَ بِالشُّبُهَاتِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ طَمَعٌ يَقُوْدُهٗ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُضِلُّهٗ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يُذِلُّهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ

◆◆ سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ بندہ بہت برا ہے' جو خود کو (دوسروں سے) اچھا سمجھے اور تکبر کرے' اور "کبیر متعال" کو بھول جائے۔ اور وہ بندہ بھی بہت برا ہے' جو سختی کرے' اور زیادتی کرے' اور "جبار" اور "اعلیٰ ذات" کو بھول جائے اور وہ بندہ بھی بہت برا ہے' جو بھول جائے اور لہو ولعب میں مشغول ہو جائے اور قبر اور گل سڑ جانے کو بھول جائے اور وہ بندہ بھی بہت برا ہے' جو سرکشی اور نافرمانی کرے' اور اپنے آغاز اور انتہاء کو بھول جائے اور وہ بندہ بھی بہت برا ہے' جو دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالے اور وہ بندہ بھی بہت برا ہے' جو دین میں شبہات شامل کردے اور وہ بندہ بھی بہت برا ہے' جو لالچ کو رہنما بنالے اور وہ بندہ بھی بہت برا ہے' جس کی خواہش نفس اسے گمراہ کردے اور وہ بندہ بھی بہت برا ہے' جس کی خواہشات اسے ذلیل کردیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں اور اس کی سند قوی نہیں ہے۔

شرح

برے لوگوں کی علامات:

انسان اپنی فطرت کے مطابق نہ نوری ہے اور نہ ناری ہے' البتہ اس کے اچھا یا برا ہونے کا مدار اعمال ہیں۔ جو شخص اعمال صالحہ کرتا ہے وہ نیک ہے اور جو اعمال سیئہ کا مرتکب ہوتا ہے وہ برا ہے۔ حدیث باب میں برے آدمی کی نو علامات بیان کی گئی ہیں جس کی

2372۔ انفرد بہ الترمذی۔ ینظر (تحفۃ الاشراف) (۱۱/۲۵۹) حدیث (۱۵۷۵۵) و ذکر الہیثمی فی (مجمع الزوائد) (۱۰/۲۲۷) من حدیث نعیم بن ہمار الغطفانی' و عزاہ الی الطبرانی' و فیہ طلحۃ بن زید الرقی و ہو ضعیف۔

تفصیل درج ذیل ہے:

1- تکبر وغرور کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا شخص برا ہے' کیونکہ بڑا تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس نے اپنے آپ کو بڑا تصور کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا ہے۔

2- تکبر کی وجہ سے جو شخص کسی پر ظلم وزیادتی کرتا ہے وہ برا ہے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی کو نظرانداز کر دیا ہے' جو اس کا مواخذہ بھی کرسکتا ہے۔

3- جو آدمی غفلت یا جہالت کی وجہ سے لہو ولعب میں مصروف ہونے کی وجہ سے آخرت کو بھلا دیتا وہ برا ہے، کیونکہ اس نے آخرت کی تیاری کا سامان جمع نہیں کیا۔

4- وہ آدمی جو شرعی واخلاقی حدود کو عبور کرتا ہوا خود کو بے مثال قرار دیتا ہے وہ برا ہے' کیونکہ اس نے اپنی اصلیت کو نظرانداز کر دیا ہے کہ وہ ایک گندے قطرہ سے پیدا ہوا ہے۔

5- جو شخص دین کے نام پر دنیا طلبی کرتا ہے وہ برا ہے' کیونکہ جمع دولت کے کثیر ذرائع موجود ہیں۔ اس نے ان سے صرف نظر کر کے دین کو ذریعہ آمدنی یا دنیا طلبی بنایا ہے۔

6- جو شخص حلال وحرام کا امتیاز کیے بغیر دولت طلبی میں مصروف رہتا ہے وہ برا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حلال وطیب اور مشتبہ امور سے اجتناب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حرام اور مشتبہ کا شکار ہو کر اس نے اپنی آخرت تباہ کر لی ہے۔

7- جو شخص حرص ولالچ کا شکار ہو کر دنیا طلبی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتا ہے وہ برا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے دین طلبی کے بجائے دنیا طلبی کے لیے حرص وطمع کیا ہے۔

8- جو شخص خواہشات دنیا کا غلام بن کر ان کے حصول کے لیے کوشاں رہتا ہے وہ برا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے دنیا کو دین پر ترجیح دینے کا ارتکاب کیا ہے اور یہ عمل قابل ذلت ورسوائی ہے۔

9- جو شخص اپنے آپ کو دنیوی حرص ولالچ کا غلام بنا کر ہمہ وقت اس کی طلب میں مصروف رہتا ہے وہ برا ہے' کیونکہ اس نے اپنی حیات مستعار کو مستقل قرار دے کر اس کے لیے راحت وآرام کا سامان جمع کرنا شروع کر دیا۔

2373 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ أُخْتِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَارُوْدِ الْأَعْمَى وَاسْمُهُ زِيَادُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: أَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقَى مُؤْمِنًا عَلَى ظَمَإٍ سَقَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِنًا عَلَى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْقُوفًا وَهُوَ

2373- اخرجه احمد (۱۳/۳) عن عطية بن سعد العوفي عن ابي سعيد الخدري به.

اَصَحُّ عِنْدَنَا وَاَشْبَهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی مؤمن کسی دوسرے مؤمن کو اس کی بھوک کے عالم میں کھانا کھلائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس (پہلے مؤمن کو) قیامت کے دن جنت کے پھل کھلائے گا' اور جو مؤمن کسی پیاسے مؤمن کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے مہر لگا ہوا خالص مشروب پلائے گا' اور جو مؤمن کسی دوسرے مؤمن کی ضرورت کے وقت اسے لباس پہننے کے لیے دے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے سبز لباس پہنائے گا''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

یہی روایت عطیہ کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ''موقوف'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

ہمارے نزدیک یہ بات زیادہ مستند اور قرین قیاس ہے۔

شرح

غرباء کو کھلانے، پلانے اور پہنانے کی فضیلت:

حدیث باب میں غرباء اور مساکین کو کھانا کھلانے، مشروبات پیش کرنے اور کپڑے پہنانے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جنت کے پھلوں سے نوازے گا، جو شخص کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی وغیرہ پلائے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے شراب طہورا پلائے گا اور جو شخص کسی حقدار مسلمان کو کپڑا ازیب تن کرائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جنتی لباس پہنائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں کسی مسلمان سے حسن سلوک کی شکل میں نیکی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے بہترین بدلہ عطا کرے گا۔

2374 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِى النَّضْرِ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَقِيْلٍ الثَّقَفِىُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ فَرْوَةَ يَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ التَّمِيْمِىُّ حَدَّثَنِىْ بُكَيْرُ بْنُ فَيْرُوْزَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِى النَّضْرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص خوفزدہ ہو وہ رات کے ابتدائی حصے میں سفر شروع کر دیتا ہے اور جو شخص رات کے ابتدائی حصے میں سفر شروع کر دے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کا سامان مہنگا ہے۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف ابونضر کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

2374- اخرجه عبد بن حميد ص ۴۲۵؛ حديث (۱۴۶۰)

شرح

مؤمن کے لیے جنت بیش قیمت چیز ہونا:

جنت مؤمن کے لیے بیش قیمت چیز ہے، جس کے حصول کے لیے بڑی محنت کی ضرورت ہے، مثال کے طور پر جو شخص کو دشمن کے شب خون مارنے کا خوف ہو تو وہ رات کے ابتدائی حصہ میں اپنا سفر شروع کر دیتا ہے۔ دشمن کے نقصان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور منزل مقصود پر آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص رات کے آخری حصہ میں اپنا سفر شروع کرتا ہے تو وہ دشمن کی زد سے نہیں بچ سکتا اور وہ اپنی منزل مقصود تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ علی ہذا القیاس جنت کوئی معمولی چیز نہیں ہے کہ جو چاہے اسے راستہ میں گری ہوئی چیز کی طرح اٹھا لے اور اس پر قبضہ جما لے بلکہ اس کو حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کرنا پڑتی ہے پھر کہیں جا کر کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

2375 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِى النَّضْرِ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَقِيْلٍ الثَّقَفِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَقِيْلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنِى رَبِيْعَةُ بْنُ يَزِيْدَ وَعَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ حَذَرًا لِمَا بِهِ الْبَاْسُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄◄ حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص اس وقت تک پرہیز گاروں میں شامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ تاکہ وہ ان میں مبتلا ہونے سے بچ جائے جن میں حرج ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

آدمی کا پرہیز گار بننا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحب تقویٰ بننا کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ مشکل ترین مسئلہ ہے۔ وہ اس طرح کہ متقی بننے کے لیے محض حرام کو ترک کرنا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے غیر مفید حلال کو ترک کرنا بھی از بس ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لایعنی حلال (غیر مفید) میں پڑنا بھی کمال تقویٰ کے منافی ہے۔

2376 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ

2375- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۰۹): كتاب الزهد: باب: الورع و التقوى، حديث (۴۲۱۵) و عبد بن حميد ص ۱۷۶ حديث (۴۸۴) عن ابى النضر هاشم بن القاسم، عن ابو عقيل، عبد الله بن عقيل عن عبد الله بن يزيد عن ربيعة بن يزيد عن عطية بن قيس عن عطية السعدى به-

2376- اخرجه احمد (۳۴۶/۴): عن ابى داؤد الطيالسى عن عمران يعنى القطان، عن قتادة عن يزيد عن حنظلة الاسيدى به-

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَيْدِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَوْ اَنَّكُمْ تَكُوْنُوْنَ كَمَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِیْ لَاَظَلَّتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَيْدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

◄► حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر تم لوگ (میرے پاس سے اٹھ کر بھی) اسی طرح رہو جیسے میری موجودگی میں ہوتے ہو تو فرشتے اپنے پروں کے ذریعے تم پر سایہ کرلیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ کے حوالے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

دین کا ولولہ ہمہ وقت قائم نہ رہنا:

عربی زبان میں لفظ قلب کی جمع قلوب آتی ہے، قلب کا مطلب یہ ہے کہ ایک حالت میں قائم نہ رہنا چونکہ دل ہمہ وقت ایک حالت میں قائم نہیں رہتا اس لیے اسے "قلب" کہتے ہیں قلب ہمہ وقت حرکت میں، الٹ پلٹ، میں اور اعمال صالحہ یا اعمال سیرہ کے تصور میں غرق رہتا ہے۔ جب اس کی توجہ اعمال صالحہ کی طرف ہو تو اس سے استفادہ کرنا چاہیے ورنہ سکوت بہتر ہے، حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جنت و جہنم کی تفصیل بیان کرتے تو ان کا نقشہ ہمارے سامنے آ جاتا تھا لیکن جب گھر جا کر اپنے اہل خانہ اور امور دنیا میں مشغول ہوتے تو ان کا نقشہ ہمارے ذہنوں سے محو ہو جاتا تھا' ہم نے اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اگر تمہاری حالت وہی رہے' جو میرے پاس ہوتی ہے تو فرشتے ضرور تم پر اپنے پروں سے سایہ فگن ہوتے۔

بَابٌ مِّنْهُ

باب 15: بلا عنوان

2377 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ سَلْمَانَ اَبُوْ عُمَرَ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ شِرَّةً وَّلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَاِنْ كَانَ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوْهُ وَاِنْ اُشِيْرَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ہر چیز کی ایک مخصوص کشش ہوتی ہے اور ہر پُرکشش چیز سے بے رغبتی بھی ہوتی ہے۔ اگر وہ شخص سیدھا رہے اور میانہ روی اختیار کرے' تو مجھے اس کے بارے میں (بھلے کی) امید ہے اور اگر انگلیوں کے ذریعے اس کی طرف اشارہ کیا جائے' تو تم اسے کسی گنتی میں شمار نہ کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

یہی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ دین یا دنیا کے کسی معاملے میں اس کی طرف انگلیوں کے ذریعے اشارہ کیا جائے ماسوائے اس شخص کے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

شرح

دینی معاملات میں چستی کے بعد سستی آنا:

اعمال صالحہ انجام دینے کے جذبہ کے حوالے سے مسلمان کی حالت ہمہ وقت یکساں نہیں رہتی بلکہ بقول حکیم: ہر کمال را زوال است کے مصداق انسان میں چستی کے بعد سستی کا آنا اس کی طبیعت کا حصہ ہے۔ بعض اوقات آدمی میں کسی دینی خدمات انجام دینے کا جذبہ ابھرتا ہے تو اس حالت کو غنیمت تصور کرتے ہوئے اعمال صالحہ کر لینے چاہییں تاکہ آخرت میں کامیابی کا سبب بن جائیں ورنہ کچھ عرصہ بعد اس معاملہ میں سستی آنا یقینی ہوتا ہے۔ اعمال صالحہ انجام دینے میں اعتدال کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے ورنہ سستی کا آنا شک وشبہ سے بالا نہیں ہے۔ لوگوں کی طرف سے انگلیاں اٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص مختصر وقت تک حد سے زیادہ یعنی حالت اعتدال سے بلند تر ہو کر عبادت کرتا ہے تو لوگ اسے عابد قرار دیتے ہیں اور اسے صاحب تقویٰ شخصیت قرار دیتے ہیں لیکن ہانڈی کے ابال کی طرح دوسرے لمحہ میں وہ سست ہو کر اس سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ کسی بھی معاملہ میں کامیابی کے لیے اعتدال و میانہ روی کو پیش نظر رکھنا از بس ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عمل زیادہ پسند تھا جو دائمی طور پر کیا جائے اور اعمال میں استمرار صرف اعتدال سے آسکتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث 1242)

جو شخص کسی دینی معاملہ مثلاً نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ میں حد اعتدال سے بڑھ جاتا ہے یا دنیوی معاملہ میں شہرت حاصل کرتا ہے مثلاً ریاکاری کی غرض سے ہسپتال تیار کرانا، برا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں جہالت اور دوسری صورت میں دنیا طلبی کا طمع ظاہر ہوتا ہے، یہ دونوں صورتیں شہرت کی غمازی کرتی ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت درجہ کی قبیح و ناپسند ہے۔

2378 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ يَعْلٰى عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

2378- اخرجه البخاري (۱۱/۲۳۹): كتاب الرقاق: باب: في الامل و طوله' حديث (۶۴۱۷) و ابن ماجه (۲/۱۴۱۴): كتاب الزهد: باب: الامل و الاجل' حديث (۴۲۳۱) و الدارمي (۲/۳۰۴): كتاب الرقاق: باب: في الامل والاجل' و اخرجه احمد (۱/۳۸۵) عن يحيى بن سعيد عن سفيان' عن ابيه عن ابي يعلى منذر' عن ربيع بن خثيم عن ابن مسعود به۔

متن حدیث: خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَّخَطَّ فِي وَسَطِ الْخَطِّ خَطًّا وَّخَطَّ خَارِجًا مِّنَ الْخَطِّ خَطًّا وَّحَوْلَ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ خُطُوْطًا فَقَالَ هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهُ مُحِيْطٌ بِهٖ وَهٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ الْاِنْسَانُ وَهٰذِهِ الْخُطُوْطُ عُرُوْضُهُ اِنْ نَّجَا مِنْ هٰذَا يَنْهَشُهُ هٰذَا وَالْخَطُّ الْخَارِجُ الْاَمَلُ

فی الباب: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے مربع کی شکل میں لکیریں کھینچیں اور پھران لکیروں کے درمیان میں ایک لکیر کھینچی پھراس مربع کے باہر ایک لکیر کھینچی اور جو درمیان میں لکیر تھی اس کے اردگرد کچھ اور لکیریں کھینچیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ آدم کا بیٹا ہے۔ یہ اس کی زندگی ہے' جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو درمیان میں ہے یہ انسان ہے اور یہ جو لکیریں ہیں یہ اس کو لاحق ہونے والے حادثات ہیں اگر وہ ایک سے نجات پالے تو دوسرا اسے اچک لیتا ہے اور یہ باہر والی لکیر اس کی امید ہے۔ (یعنی اس کی خواہشات ہیں)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

دنیا سے طویل امید وابستہ نہ کرنا:

بعض اوقات آدمی کے ذہن سے دنیا کی بے ثباتی کا تصور محو ہو کر ثباتی کا تصور غالب آجاتا ہے، جس کے نتیجہ میں حیات طویل کا خواب دیکھنے لگتا ہے جبکہ حیات دنیوی عارضی ہے اور حیات اخروی مستقل وطویل ہے۔ اس لیے اس کی تیاری کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دنیا کی بے ثباتی اور حیات دنیوی کے عارضی ہونے کو سمجھانے کی غرض سے مربع شکل میں خط کھینچا جو یوں ہوسکتا ہے۔

چوکھٹے کے اندر والی لکیر کے بارے میں فرمایا: یہ انسان ہے۔ چوکھٹے کے بارے میں فرمایا: یہ اس کی اجل (موت) ہے' جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے چھوٹی لکیریں آفات و بلیات ہیں۔ جب انسان ایک سے بچ جاتا ہے تو دوسری اسے ڈس لیتی ہے۔ چوکھٹے سے باہر آنے والا خط طویل اس کی آرزو کو ظاہر کرتا ہے' جس میں انسان مبتلا رہتا ہے۔

حدیث باب میں یہ درس دیا گیا ہے کہ انسان کو دنیا کے ساتھ طویل امیدیں وابستہ نہیں کرنا چاہئے' کیونکہ یہ زندگی عارضی، بے ثباتی اور نہایت مختصر ہے جبکہ اس کے برعکس آخرت کی زندگی مستقل، طویل اور ثباتی ہے، لہٰذا حیات دنیوی سے طویل امیدیں وابستہ کرنے کے بجائے حیات اخروی کی تیاری میں کوشاں رہنا چاہیے۔

2379 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدم کا بیٹا بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کے ہمراہ دو چیزیں جوان رہتی ہیں۔ ایک مال کا لالچ اور دوسرا لمبی عمر کا لالچ۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

زندگی کے آخری حصہ میں دولت اور حیات طویل کا لالچ بڑھ جانا:

انسان اپنا بچپن، جوانی اور بڑھاپا گزار کر سفرت آخرت کی تیاری میں مصروف رہتا ہے، تو اسے دولت وطویل زندگی سے نفرت ہونی چاہیے لیکن ان دونوں چیزوں میں اس قدر کشش ہے کہ ان لمحات میں بھی اسے ان دو چیزوں کی تمنا وحرص باقی رہتی ہے، حدیث باب میں یہ درس دیا گیا ہے کہ انسان کو زندگی کے ہر حصہ میں بالخصوص بڑھاپے کے بعد سفر آخرت اختیار کرتے وقت اسے حیات طویل اور جمع دولت کا لالچ ہرگز نہیں ہونا چاہیے بلکہ آخرت کو بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہونا چاہیے۔ الغرض آدمی کے بڑھاپے میں بھی دو امور جوان ہوتے ہیں۔

1- دنیا طلبی کا لالچ۔

2- طویل زندگی کی حرص۔

یہ شیطان وسوسہ اور حملہ ہے۔ اس سے احتراز کرتے ہوئے مسلمان کو اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر رکھنا چاہیے جس میں دارین کی فلاح وکامیابی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2380 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ مُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعَوَّامِ وَهُوَ عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مُثِّلَ ابْنُ اٰدَمَ وَاِلٰى جَنْبِهٖ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ مَنِيَّةً اِنْ اَخْطَاَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

2379- اخرجه البخاري (١١/ ٢٤٣): كتاب الرقاق: باب: من بلغ ستين سنة فقد اعذر الله اليه في العمر حديث (٦٤٢١) و اخرجه مسلم (٢/ ٧٢٤): كتاب الزكاة: باب: كراهة الحرص على الدنيا حديث (١١٣/ ١٠٤٦ - ١١٥/ ١٠٤٧) و ابن ماجه (٢/ ١٤١٥): كتاب الزهد: باب: الامل و الاجل: حديث (٤٢٣٤) و اخرجه احمد (٣/ ١١٥ - ١١٩ - ١٩٢ - ٢٥٦ - ٢٧٥) عن شعبة و ابي عوانة و هشام عن قتادة عن انس بن مالك به.

2380- انفرد به الترمذي ينظر (تحفة الاشراف) (٤/ ٣٦١): حديث (٥٣٥٢)- و اخرجه ابونعيم في (الحلية) (٢/ ٢١١) وقال: تفرد به عن قتادة عمران-

◆◆ مطرف بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ابن آدم کی تخلیق اس طرح کی گئی ہے کہ اس کے پہلو میں 99 آفات ہیں اگر ان میں سے کوئی بھی آفت اسے لاحق نہ ہو تو بھی وہ بڑھاپے میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

انسان کا اسباب موت میں گھرا ہوا ہونا:

انسانی زندگی کی حیثیت ایک بلبلا سے زیادہ نہیں ہے، کیا علم کہ یہ ختم ہو جائے۔ آدمی ہمہ وقت ننانوے اسباب موت میں گھرا ہوا ہے۔ کسی گھڑی میں کوئی سبب بھی مسلط ہو کر چراغ زندگی گل کر سکتا ہے' لہٰذا موت سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہمہ وقت اس کی تیاری کے لیے کوشاں رہنا چاہیے، بعض اوقات انسان موت سے اس قدر غافل ہو جاتا ہے کہ وہ سوچتا ہے ابھی جوان ہوں' بڑھاپا آئے گا اور اعمال صالحہ کرنے کا وقت ابھی کافی پڑا ہے۔ وقت آنے پر نیک اعمال کر کے آخرت کا سامان تیار کر لیا جائے گا لیکن ہم بھول گئے کہ بچوں کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر اور نوجوانوں کو کندھوں پر اٹھا کر قبور میں دفن کیا جبکہ بڑھاپے کا انتظار کسی نے کیا اور نہ ہم کرنے کے مجاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کو مثبت عقل و دانش کی دولت سے سرفراز فرمائے۔

2381 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيهِ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللّٰهَ اذْكُرُوا اللّٰهَ جَائَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ قَالَ اُبَيٌّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي اُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي فَقَالَ مَا شِئْتَ قَالَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ اِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ طفیل بن ابی بن کعب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا: جب دو تہائی رات گزر جاتی تو آپ اٹھ کر کھڑے ہوتے اور ارشاد فرماتے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ قیامت آ رہی ہے' جس کے بعد دوسری سختی ہے موت اپنی سختیوں سمیت آ رہی ہے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ پر بکثرت درود بھیجتا ہوں' تو میں آپ پر کتنا درود بھیجا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو میں نے عرض کی: (میں اپنی عام نفلی عبادات کا) ایک چوتھائی کر لوں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: جو تم چاہو لیکن اگر تم زیادہ کر لو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کی: پھر نصف کر لوں؟ آپ نے فرمایا: جو تم پسند کرو لیکن اگر

2381- اخرجه احمد (۱۳۶/۵)، و عبد بن حميد ص ۸۹، حديث (۱۷۰)، عن سفيان، عن عبد الله بن محمد بن عقيل، عن الطفيل عن ابي بن كعب به۔

زیادہ کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کی: پھر دو تہائی کرلوں؟ آپ نے فرمایا: جو تم پسند کرو لیکن اگر تم زیادہ کرلو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کی: پھر میں (اپنی نفلی عبادات کے اوقات کا) سارا حصہ آپ ﷺ پر درود بھیجوں گا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس صورت میں یہ تمہاری تمام پریشانیوں کے حل کے لیے کافی ہوگا' اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

کثرت درود کی فضیلت:

حدیث باب میں لفظ صلوٰۃ کا معنی نماز نہیں ہے' بلکہ دعا ہے۔ اس لفظ کی نسبت بندوں کی طرف ہو' تو اس کا معنی دعا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو' تو معنی درود اور فرشتوں کی طرف ہو' تو مراد بلندی درجات ہے۔ حدیث باب میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے درود بھیجنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں ایک ممتاز مقام کے حامل تھے' وہ دیگر اوراد و وظائف کے علاوہ کثرت سے درود پاک کا ہدیہ بھی اہتمام سے پیش کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کتنی مقدار میں درود شریف پیش کیا کروں؟ آپ نے انہیں کثرت درود کی ترغیب دی، حتیٰ کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں تمام وظائف کی جگہ صرف درود شریف پیش کیا کروں گا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا: تب تو اللہ تعالیٰ تمہارے دنیوی کام درست کردے گا اور آخرت میں بخشش و مغفرت بھی کردے گا۔ عموماً دعا میں ان دو امور کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کثرت درود کی برکت سے آدمی کے دنیوی امور سنور جاتے ہیں' مغفرت کردی جاتی ہے اور آخرت میں بھی کامرانی یقینی ہوجاتی ہے۔

فائدہ نافعہ: آدمی گھر میں ہو یا سفر میں' اکیلا ہو یا مجمع عام میں اور خواہ خوشی میں ہو یا پریشانی میں، ہر حالت میں لغویات سے احتراز کرتے ہوئے کثرت سے درود شریف پیش کرنے کی عادت بنانا چاہیے۔ جس کے نتیجہ میں ہر معاملہ میں کامیابی کا حصول یقینی ہوجاتا ہے اور مغفرت و بخشش بھی ہوجاتی ہے۔

2382 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ اَبَانَ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الصَّبَّاحِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اسْتَحْيُوا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّا نَسْتَحْيِي وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَيْسَ ذَاكَ وَلٰكِنَّ الْاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ اَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعٰى وَالْبَطْنَ وَمَا حَوٰى وَلْتَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبَانَ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الصَّبَّاحِ ابْنِ مُحَمَّدٍ

◄◄ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرو

2382- اخرجه احمد (۱/ ۳۸۷) عن محمد بن عبيد عن ابان بن اسحاق، عن الصباح بن محمد عن مرة الهمدانی عن ابن مسعود به۔

جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے۔ہم نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! الحمدللہ ہم لوگ حیاء کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد وہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی طور پر حیاء کرنے کا مطلب یہ ہے: تم اپنے سر کی اور جو کچھ اس میں ہے۔(یعنی ناک، کان، آنکھ وغیرہ کی) حفاظت کرو اور اپنے پیٹ کی اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کی حفاظت کرو اور موت کو یاد رکھو جو شخص آخرت چاہتا ہے وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے جو شخص ایسا کرلے گا تو اس نے واقعی حیاء کی (راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کی جو حیاء کرنے کا حق ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جسے ابان بن اسحاق نے صباح بن محمد سے نقل کیا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ سے مکمل شرم وحیاء کرنا:

لفظ: حیاء کا لغوی معنی ہے کہ انسان کا ایسے امور سے احتراز کرنا ہے جنہیں عام طور پر لوگ برا خیال کرتے ہیں۔اس کا شرعی مفہوم ہے نفس کی جمی ہوئی کیفیت، جس سبب نفس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا پگھل جاتا ہے جس طرح نمل پگھل جاتا ہے۔انسان اس کے احکام کی نافرمانی سے باز آجاتا ہے۔حیاء تعمیر انسانیت کا اصل اور اس کا لباس و زینت ہے۔آدمی اس وجہ سے افعال سیہ سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اعمال صالحہ کا عادی بن جاتا ہے۔حیاء اور ایمان میں چولی دامن کا تعلق ہے۔ایک روایت میں شرم وحیاء کو شجر ایمان کی شاخ قرار دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے شرم وحیاء کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اس کے احکام کے خلاف کوئی اقدام نہ کرے اور اپنے اعضاء کو اس کے احکام کے تابع کرتے ہوئے استعمال میں لائے۔

اللہ تعالیٰ سے کمال درجہ کی شرم وحیاء کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے افکار، کانوں، آنکھوں، ناک، شہوت بطن اور شہوت فرج کو غلط استعمال سے محفوظ رکھے۔علاوہ ازیں ہمہ وقت موت اور بوسیدہ ہونے کو پیش نظر رکھے۔آدمی آخرت کو دنیا پر ترجیح دے کیونکہ حیات دنیوی عارضی اور حیات آخری مستقل ہے۔آخرت کی کامرانی ہی درحقیقت کامیابی ہے۔

2383 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ

حکمِ حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

قولِ امام ترمذی: قَالَ وَمَعْنَى قَوْلِهِ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ يَقُولُ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ أَنْ يُحَاسَبَ يَوْمَ

2383۔ اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۴۲۳): كتاب الزهد: باب: ذكر الموت والاستعداد له، حديث (۴۲۶۱) و اخرجه احمد (۴/ ۱۲۴) عن ابى بكر بن ابى مريم عن ضمرة بن حبيب عن شداد بن اوس به۔

الْقِيَامَةِ

آثارِ صحابہ: وَيُرْوٰى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَتَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْاَكْبَرِ وَاِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا

وَيُرْوٰى عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ لَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ تَقِيًّا حَتّٰى يُحَاسِبَ نَفْسَهُ كَمَا يُحَاسِبُ شَرِيْكَهُ مِنْ اَيْنَ مَطْعَمُهُ وَمَلْبَسُهُ

◆◆ حضرت شداد بن عوف رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ عقل مند شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو عبادت میں مصروف رکھے اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے عمل کرے اور بے وقوف شخص وہ ہے جو اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: مَنْ دَانَ نَفْسَهُ اس سے مراد یہ ہے: وہ شخص دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اس سے پہلے کہ قیامت کے دن اس سے حساب لیا جائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: تم لوگ اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور بڑی پیشی کے لیے تیار ہو جاؤ جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرلے گا اس کے لیے قیامت کے دن حساب دینا آسان ہوگا۔

میمون بن مہران بیان کرتے ہیں: کوئی بھی شخص اس وقت تک پرہیزگار نہیں ہوتا جب تک اپنا محاسبہ نہ کرے بالکل اسی طرح جیسے وہ اپنے شراکت دار کا محاسبہ کرتا ہے کہ اس کی خوراک کہاں سے آئی ہے؟ اس کا لباس کہاں سے آیا ہے؟ (یعنی اس کی آمدن حلال ہے یا حرام ہے؟)

شرح

صاحب دانش اپنے نفس کا محاسبہ کرسکتا ہے:

ایسا عقلمند جس کی عقل نور ایمان سے روشن ہوتی ہے، وہ اپنے نفس کی نگرانی اور اعمال کی پڑتال کرسکتا ہے۔ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہوا اپنی آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے، اعمال طالحہ سے احتراز کرتا ہے اور اعمال صالحہ میں ترقی کی کوشش کرتا ہے۔

حدیث باب میں اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ گویا عقلمند آدمی نفس کو احکام خداوندی کا تابع، اس سے آرزو باندھنے اور اس کا فرمانبردار بناتا ہے۔ جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کی تکمیل چاہتا ہوا اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی خواہش بھی رکھتا ہو یہ انتہائی درجہ کی بیوقوفی ہے۔

اس بارے میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو آثار نقل فرمائے ہیں۔

1- محاسبہ کیے جانے سے قبل اپنا محاسبہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی پیشی کے لیے اپنے آپ کو تیار کرو اور جو دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا ہے قیامت کے دن اس کا محاسبہ آسان ہو جائے گا۔ (امام جلال الدین سیوطی، درمنثور، ج6 ص 261)

2- حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے جزیرہ کے گورنر حضرت میمون بن مہران جزری کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تک بندہ اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کرتا، اس وقت تک صاحب تقویٰ نہیں بن سکتا اور وہ محاسبہ بھی اپنے شریک کاروبار کی طرح ہونا چاہیے۔

2384 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ مَدُّوَيْهِ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ الْعُرَنِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ الْوَصَّافِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَلَّاهُ فَرَاٰى نَاسًا كَاَنَّهُمْ يَكْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرٰى فَاَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ اِلَّا تَكَلَّمَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَيْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ فَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِيَ بِكَ قَالَ فَيَتَّسِعُ لَهٗ مَدَّ بَصَرِهٖ وَيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِيَ بِكَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى يَلْتَقِيَ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ

حدیثِ دیگر: قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِيْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيِّضُ اللّٰهُ لَهٗ سَبْعِيْنَ تِنِّيْنًا لَوْ اَنَّ وَّاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَ فِي الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَشْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جائے نماز پر تشریف لائے آپ نے کچھ لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تم لذتوں کو ختم کرنے والی چیز (یعنی موت کو) بکثرت یاد کرو تو یہ تمہیں اس چیز کی فرصت نہ دے جس میں میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ (یعنی ہنسنے کا موقع نہ ملے) تو تم لذتوں کو ختم کرنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو! قبر روزانہ یہ کہتی ہے: میں تنہائی کا گھر ہوں۔ میں اکیلے رہنے کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں جب بندہ مؤمن کو اس میں دفن کر دیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی: تمہیں خوش آمدید ہے۔ میری (یعنی زمین کی) پشت پر جتنے بھی لوگ چلتے ہیں تم مجھے ان میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اب تمہیں میرے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اب تم میرا احسن سلوک دیکھنا پھر وہ قبر اس شخص کے لیے حد نگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے اور اس شخص کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے لیکن جب کسی گناہگار بندے یا کافر شخص کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں ہے تم میری پشت پر چلنے والے ناپسندیدہ ترین شخص تھے۔ آج

2384- انفرد به الترمذی ذکره المنذری فی (الترغیب) (۴/۱۳۲) حدیث (۴۸۸۴) و البیهقی فی (شعب الایمان) (۱/۳۹۸) حدیث (۸۲۸)۔

تمہیں میرے حوالے کیا گیا ہے اور تم میرے پاس چلے آئے ہو۔ تو اب اپنے ساتھ میرا سلوک دیکھو گے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر وہ تنگ ہوتی ہے اور اسے بھینچ دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ (راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے اشارے کے ذریعے یہ بات بتائی۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: اس شخص پر 70 ایسے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک زمین پر پھونک مارے تو رہتی دنیا تک وہاں کبھی کوئی چیز نہ اُگے۔ وہ اس شخص کو کاٹتے ہیں اور نوچتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس مردے کو حساب کے لیے (قیامت کے دن) لے جایا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: قبر یا تو جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

قبر کی مردے سے گفتگو:

قبر مختلف مواقع پر انسان سے مخاطب ہوتی ہے اور اس سے مختلف انداز سے گفتگو کرتی ہے۔ وہ ہر روز آدمی سے یوں مخاطب ہوتی ہے: میں مسافرت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں۔

جب مؤمن کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے یوں گفتگو کرتی ہے: تم کشادہ جگہ میں آئے ہو! تم اپنے گھر والوں میں آئے ہو! یہ بات سن لو کہ تم جب میری پشت پر تھے تو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ آج میں تمہاری ذمہ دار بنائی گئی ہوں تم خود دیکھ لو گے کہ میں کیا سلوک کرتی ہوں۔ قبر تا حدِ نگاہ اس کے لیے وسیع ہو جاتی ہے۔

اس کے برعکس کافر یا بدکار شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے یوں مخاطب ہوتی ہے: تو نہ اپنے گھر والوں میں آیا ہے نہ تیرے لیے کشادگی ہے، یہ بات سن لے! جب تو میری پشت پر تھا تو میرے نزدیک سب سے مبغوض تھا۔ آج جب میں تیری ذمہ دار بنائی گئی ہوں تو بہت جلد اپنے ساتھ میرا برتاؤ دیکھ لے گا۔ پھر قبر اس پر مل جائے گی اور اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر ہو جائیں گی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو جنت کی کیاریوں میں ایک کیاری یا جہنم کے گڑھوں میں ایک گڑھا قرار دیا ہے۔ جنت کی کیاری مؤمن کے لیے اور جہنم کا گڑھا کافر کے لیے ہے۔

2385 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ ثَوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ

2385۔ اخرجه البخاری (۱/۲۳۳): كتاب العلم: باب: التناوب فی العلم، حديث (۸۹) و الحديث اطرافه فی (۲۴۶۸ - ۴۹۱۳ - ۴۹۱۴ - ۴۹۱۵ - ۵۱۹۱ - ۵۲۱۸ - ۵۸۴۳ - ۷۲۵۶ - ۷۲۶۳) و البخاری فی (الادب المفرد) ص ۲۴۷ حديث (۸۴۲) و مسلم (۲/۱۱۰۵): كتاب الطلاق: باب: فی الايلاء و اعتزال النساء و تخيير هن، و قوله تعالىٰ: ان تظاهرا عليه- حديث (۳۰/۱۴۷۹) و ابو داؤد (۴/۲۵۷): كتاب الادب: باب: فی الرجل يفارق الرجل ثم يلقاه ايسلم عليه؟ حديث (۵۲۰۱) و النسائی (۴/۱۳۷): كتاب الصيام: باب: كم الشهر؟ حديث (۲۱۳۲) و ابن ماجه (۲/۱۳۹۰): كتاب الزهد باب: ضجاع آل محمد صلی الله عليه وسلم، حديث (۴۱۵۳) و اخرجه احمد (۱/۳۳ - ۳۶ - ۴۸ - ۱۷۴) و ابن خزيمة (۳/۲۰۷): حديث (۱۹۲۱) و حديث (۲۱۷۸) عن عبيد الله و عبيد بن حنين و ابو زميل و سعيد عن ابن عباس به عن عمر به-

متن حدیث: دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى رَمْلِ حَصِيْرٍ فَرَاَيْتُ اَثَرَهٗ فِىْ جَنْبِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ

◄► حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک چٹائی کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی میں نے اس کا نشان آپ کے پہلو پر دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں) اس حدیث میں طویل قصہ موجود ہے۔

شرح

سادہ زندگی اختیار کرنا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر عمل میں سادگی پسند تھی، آپ کی خوراک، لباس، راحت و آرام اور گھریلو ماحول وغیرہ میں سادگی کا عنصر غالب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سادہ اسوہ کو اپنانے کا امت کو درس دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوند تعالیٰ ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (القرآن) بیشک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بہترین نمونہ عمل ہے۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ افواہ عام گردش کرنے لگی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ اس وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے سر کی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ آپ اپنا کرتا مبارک اتار کر کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے تھے۔ بیدار ہونے پر کھجور کے پتوں کے نشانات جسم مبارک پر ظاہر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنسو بہانے لگے، یہی وہ سادگی ہے جسے بطور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنانے کی تاکید کی گئی ہے۔

2386 سند حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ وَّيُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ

متن حدیث: اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَّهُوَ حَلِيْفُ بَنِىْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَّكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَدِمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ وَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِىْ عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ ثُمَّ قَالَ اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَىْءٍ قَالُوْا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ

2386- اخرجه البخاری (۷/ ۳۷۷): كتاب المغازی: باب: (۱۲)، حديث (۴۰۱۵) و مسلم (۴/ ۲۲۷۳): كتاب الزهد و الرقاق: باب: --- حديث (۶/ ۲۹۶۱) و ابن ماجه (۲/ ۱۳۲۴): كتاب الفتن: باب: فتنة المال، حديث (۳۹۹۷) عن ابن شهاب الزهری عن عروة بن الزبير، عن المسور بن مخرمة عن عمرو بن عوف به۔

فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰی اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ' جو بنو عامر بن لوی کے حلیف ہیں اور غزوہ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے ہیں' وہ یہ بتاتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو وہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے جب انصار کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے آنے کے بارے میں پتہ چلا تو وہ فجر کی نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں کثیر تعداد میں شریک ہوئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کرلی تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکرا دیے پھر آپ نے ارشاد فرمایا: میرا خیال ہے: تمہیں یہ اطلاع مل گئی ہے: ابوعبیدہ کچھ ساز و سامان لے کر آیا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں۔ یارسول اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم خوشخبری قبول کرو اور امید رکھو اس چیز کی جو تمہیں خوش کرے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارے بارے میں مجھے غربت کا اندیشہ نہیں ہے' بلکہ تمہارے بارے میں مجھے یہ اندیشہ ہے کہ دنیا تمہارے لیے کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کے لیے کشادہ کر دی گئی تھی اور تم اس کی طرف راغب ہو جاؤ گے جس طرح وہ لوگ اس کی طرف راغب ہو گئے تھے اور وہ تمہیں بھی ہلاکت کا شکار کر دے گی۔ جس طرح اس نے ان لوگوں کو ہلاکت کا شکار کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

دنیوی معاملات میں مسابقت کرنے کی ممانعت:

لفظ: منافست' سے مراد ہے کہ معاملات میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنا۔ دینی امور میں مسابقت کرنا تاکہ آخرت کی نعمتوں کا حقدار قرار دیا جائے' تو یہ جائز ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: 'وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ○ (المطففین:26) یعنی حرص کرنے والوں کو جنت کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے مسابقت کرنی چاہیے'۔ دنیوی امور میں مسابقت سے نقصان کے علاوہ کوئی چیز حاصل نہیں ہوگی۔ الغرض! دینی امور میں مسابقت جائز و مفید ہے لیکن دنیوی معاملات میں منع اور نقصان دہ ہے۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحرین سے بہت سا ساز و سامان لے کر مدینہ میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں جذبہ حصول مال دیکھ کر فرمایا: میں یہ مال ابھی تم میں تقسیم کروں گا۔ بخدا! مجھے تمہاری محتاجی کا خوف نہیں ہے لیکن مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا خوف ہے کہ دنیا تمہارے لیے اس طرح پھیلا دی جائے جس طرح تم سے قبل لوگوں کے لیے پھیلا دی گئی تھی۔ پھر تم میں مال کے بارے میں منافست پیدا ہو جائے جو تمہیں تباہ کر دے جس طرح اس نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کر دیا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیوی امور میں ذوق مسابقت و منافست نقصان کا موجب ہے لیکن دینی معاملات میں یہ نہ صرف جائز ہے' بلکہ باعث رحمت ہے۔

2387 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِي ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِي ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ اَخَذَهُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى فَقَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ اَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا اِلَى الْعَطَاءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَقْبَلَهُ ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَاَبٰى اَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ اِنِّي اُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى حَكِيمٍ اَنِّي اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَاْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَاْ حَكِيمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ شَيْئًا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا تو آپ نے مجھے عطا کر دیا۔ میں نے آپ سے پھر مانگا تو آپ نے پھر عطا کر دیا۔ میں نے آپ سے پھر مانگا تو آپ نے پھر عطا کر دیا پھر ارشاد فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز و شاداب اور مزیدار ہے' جو شخص نفس کی سخاوت کے ہمراہ اسے حاصل کرتا ہے۔ اس کے لیے اس میں برکت رکھی جاتی ہے اور جو شخص لالچ کے ذریعے اسے حاصل کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت نہیں رکھی جاتی اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوتی ہے' جو کھانے کے باوجود سیر نہیں ہوتا۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے آپ کے بعد اب میں کسی سے بھی' مرتے دم تک کوئی چیز نہیں مانگوں گا۔

(راوی بیان کرتے ہیں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کو بلایا کرتے تھے تا کہ انہیں کچھ دیں تو وہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا تا کہ انہیں کچھ دیں تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی بھی چیز وصول کرنے سے انکار کر دیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! میں حکیم کے بارے میں تم سب کو گواہ بنا رہا ہوں' میں نے ان کا حق ان کے سامنے پیش کیا تھا جو اس مالِ غنیمت میں سے تھا لیکن انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

(راوی بیان کرتے ہیں) حضرت حکیم بن حزام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندگی میں کبھی بھی کسی شخص سے کوئی چیز نہیں مانگی۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

2387۔ اخرجه البخاری (۳۹۲/۲): کتاب الزکاۃ: باب: الاستعفاف عن المسالة' حدیث (۱۴۷۲)' و کتاب الوصایا: باب: تاویل قوله تعالیٰ: (من بعد وصية يوصى بها او دين) (النساء: ۱۲)' حدیث (۲۷۵۱) والحدیث فی (۳۱۴۳ - ۶۴۴۱) والنسائی (۶۰/۵): کتاب الزکاۃ: باب: الید العلیا' حدیث (۲۵۳۱)' وباب: مسالة الرجل فی امر لا بد له منه' حدیث (۲۶۰۱ - ۲۶۰۲ - ۲۶۰۳)' و الدارمی (۳۸۸/۱): کتاب: الزکاۃ باب: النهی عن المسالة' و کتاب الرقاق: باب: الدنیا خضرة حلوة و اخرجه الامام احمد (۴۳۴/۳)' و الحمیدی (۲۵۳/۱): حدیث (۵۵۳)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

بابرکت اور بے برکت مال:

انسان کے پاس جو دولت آتی ہے وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتی:

1- وہ دولت ہے، جو ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہو مثلاً گداگری کے ذریعے تو یہ بے برکتی ہوتی ہے، کیونکہ سوال ذلت و خواری کا باعث بنتا ہے۔

2- وہ دولت ہے، جو حلال اور جائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہو مثلاً محنت و مزدوری، زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت وغیرہ۔ یہ جائز ہے اور باعث برکت بھی ہے۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلسل تین بار حصول دولت کے لیے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ انداز پسند نہ آیا۔ ان کی تادیب فرماتے ہوئے فرمایا: دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ اس پر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کر لیا کہ وہ آئندہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کریں گے اور انہوں نے تاحیات اس وعدہ کو نبھایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ادوار میں انہیں وظیفہ پیش کرنے کی کوشش کی تو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے وظیفہ وصول کرنے سے انکار کر دیا۔

الحاصل! جو دولت حلال وطیب ذرائع سے حاصل کی جائے وہ بابرکت ہوتی ہے اور جو دولت ناجائز ذرائع سے حاصل کی جائے وہ بے برکتی اور ذلت و خواری کا باعث بنتی ہے۔

2388 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ

متنِ حدیث: ابْتُلِيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا ثُمَّ ابْتُلِيْنَا بِالسَّرَّاءِ بَعْدَهُ فَلَمْ نَصْبِرْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تنگی میں مبتلا کیا گیا، تو ہم نے صبر سے کام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیں خوشحالی میں مبتلا کیا گیا، تو ہم صبر سے کام نہیں لے سکے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

خوشحالی میں آزمائش کا مشکل ہونا:

آدمی کو عموماً تین اشیاء زیادہ عزیز ہوتی ہیں:

1- جان، 2- اولاد، 3- دولت۔

ان امور ثلاثہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے امتحان لیتا رہتا ہے۔ جان اور اولاد کے حفظ و راحت کے لیے آدمی مال کماتا ہے۔ شب و روز اس کے حصول کے لیے کوشاں رہتا ہے بلکہ اپنا آرام و راحت قربان کر کے غیر ممالک کا بھی سفر کرتا ہے۔ مالی بدحالی کی حالت میں آدمی سے امتحان لینا آسان ہے' کیونکہ اس کیفیت میں ثابت قدم رہنا کوئی دشوار نہیں ہوتا۔ تاہم خوشحالی میں امتحان دینا انسان کے لیے مشکل تر ہے' کیونکہ اس حالت میں ثابت رہنا دشوار ہے۔ حدیث باب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حالتوں کے امتحان کا تذکرہ کرتے ہیں کہ ہم لوگوں سے دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بدحالی میں امتحان لیا گیا تو ہم نے صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا اور کامیاب ہوئے۔ اس کے برعکس بعد ازاں ہم سے خوشحالی میں امتحان لیا گیا جس میں ثابت قدم رہنا ہمارے لیے دشوار ہو گیا تھا اور ہمیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ تاہم جب اللہ تعالیٰ کی نصرت انسان کے شامل جاتی ہے تو آدمی خوشحالی میں بھی ثابت قدم رہ کر آزمائش میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

2389 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ صَبِيحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبَانَ وَهُوَ الرَّقَاشِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ كَانَتِ الْاٰخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَّمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ وَلَمْ يَاْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس کی سوچ کا مرکز آخرت ہو گی اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غناء ڈال دیتا ہے اور اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو سمیٹ دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس سرنگوں ہو کر آتی ہے اور جس شخص کی سوچ کا مرکز صرف دنیا ہو' اللہ تعالیٰ اس کے فقر کو اس کے سامنے کر دیتا ہے۔ اس کے معاملات کو بکھیر دیتا ہے اور دنیا اسے اتنی ہی ملتی ہے' جو اس کا نصیب ہوتی ہے۔

شرح

طالب آخرت کا دل مطمئن ہونا اور طالب دنیا کا دل پریشان ہونا:

جو شخص اپنا مقصدِ حیات حصول آخرت قرار دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دیتا ہے اور فقر و فاقہ سے بھی نجات عطا کرتا ہے۔ وہ ہمہ وقت خوش و خرم رہتا ہے اور اس کا دل بھی مطمئن رہتا ہے۔ اس کے برعکس جو اپنا مقصدِ حیات محض حصول دنیا قرار دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے محتاج بنا دیتا ہے' اسے راحت و سکون کی دولت میسر نہیں ہوتی اور وہ ہمہ وقت پریشانی کا شکار رہتا ہے۔ افسردگی، پریشانی اور آزمائش کے بدنما آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں، وہ اپنے مقصد کی تکمیل کے شب و روز کوشاں رہتا ہے مگر اسے کامیابی حاصل نہیں ہوتی' لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ دنیا کا طالب بننے کے بجائے آخرت کا طالب بنے، کیونکہ حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔

2389- انفرد به الترمذي' ينظر (تحفة الاشراف) (۲/ ۲۰۶) حديث (۱۶۹۵) ذكر المنذري في (الترغيب) (۴/ ۳۶) حديث (۴۶۳۴). وعزاه للبزار بلفظ (من كانت نيته الآخرة---) وذكره الهيثمي في (مجمع الزوائد) (۱۰/ ۲۵۰) وعزاه للبزار-

2390 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَائِدَةَ بْنِ نَشِيطٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ يَا ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي اَمْلَا صَدْرَكَ غِنًى وَاَسُدَّ فَقْرَكَ وَاِلَّا تَفْعَلْ مَلَاْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُو خَالِدٍ الْوَالِبِيُّ اسْمُهُ هُرْمُزُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے! تو میری عبادت میں مشغول ہو جا۔ میں تیرے سینے کو بے نیازی سے بھر دوں گا۔ میں تیری محتاجی کو ختم کر دوں گا' اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا' تو میں تجھے مصروف رکھوں گا' اور تیری محتاجی کو ختم نہیں کروں گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ابوخالد والبی نامی راوی کا نام ہرمز ہے۔

شرح

رضائے الٰہی کے لیے عبادت کا صلہ:

جو شخص اپنی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو بنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کسی کا محتاج نہیں بناتا بلکہ اس کے تمام کام درست فرماتا ہے۔ حدیث باب میں یہی درس دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص حصول دنیا کو اپنا مقصد حیات قرار دیتا ہے تو اسے فقر و محتاجی کے علاوہ کوئی چیز میسر نہیں آتی۔ کاش! انسان اپنا مقصد حیات اور منشاء زیست معلوم کرے۔ اس دولت کا سراغ لگانے کے نتیجہ میں آدمی دارین کی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

2391 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَنَا شَطْرٌ مِّنْ شَعِيرٍ فَاَكَلْنَا مِنْهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قُلْتُ لِلْجَارِيَةِ كِيلِيهِ فَكَالَتْهُ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ فَنِيَ قَالَتْ فَلَوْ كُنَّا تَرَكْنَاهُ لَاَكَلْنَا مِنْهُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهَا شَطْرٌ تَعْنِي شَيْئًا

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت ہمارے پاس کچھ جو تھے جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا ہم اس میں سے کھاتے رہے۔ پھر میں نے ایک کنیز سے کہا: اے ماپ لو! جب اس نے ماپ لیا' تو کچھ ہی

2390۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۳۷۶): كتاب الزهد: باب: الهم بالدنيا: حديث (۴۱۰۷)؛ و احمد (۲/۳۵۸)۔

2391۔ اخرجه البخارى (۶/۲۴۷): كتاب فرض الخمس: باب: نفقة نساء النبى صلى الله عليه وسلم بعد وفاته: حديث (۳۰۹۷) و كتاب الرقاق: باب فضل الفقر' حديث (۶۴۵۱) و مسلم (۴/۲۲۸۲) كتاب الزهد و الرقائق: باب ---' حديث (۲۷/۲۹۷۳) و ابن ماجه (۲/۱۱۱۰): كتاب الاطعمة: باب: خبز الشعير' حديث (۳۳۴۵) عن هشام بن عروة' عن ابيه' عن عائشة به۔

عرصے بعد وہ ختم ہو گئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر ہم اسے ایسے ہی رہنے دیتے تو اس سے زیادہ عرصے تک ایسے ہی کھاتے رہتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

لفظ شطر سے مراد "کچھ" ہے۔

شرح

نصف وسق جو پر کئی دنوں تک گزارہ کرنا:

لفظ: شطر کے کئی معانی ہیں:

1- کچھ حصہ، 2- نصف کے قریب، 3- نصف، 4- جہت۔

یہاں نصف وسق جو مراد ہیں۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع کا وزن تین کلو ایک سو اڑتالیس گرام کا ہوتا ہے۔

حدیث باب سے دو مسائل ثابت ہوتے ہیں:

1- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت گھر میں اہل بیت کے لیے نصف وسق جو موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت اہل خانہ کے لئے دراہم و دنانیر یا وافر مقدار میں خورد و نوش کی اشیاء نہیں چھوڑی تھیں۔ تاہم گھر میں نصف وسق جو موجود تھے، جو کئی ایام تک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے استعمال میں لاتی رہیں۔

2- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حکم کی تعمیل میں باندی نے جو ناپے جس کے بعد وہ جلدی ختم ہو گئے۔ اگر وہ نہ ناپے جاتے تو ان میں برکت باقی رہتی اور وہ مزید کئی ایام نکال سکتے تھے۔

سوال: حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ غلہ ناپنے سے اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے لہٰذا غلہ ناپنا نہیں چاہیے، حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں غلہ ناپنے کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كِيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث 4198) تم اپنا غلہ ناپو تو اس میں برکت پیدا ہو گی۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: 1- حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں جو تولنے کا ذکر ہے اس سے خرچ کرتے وقت تولنا مراد نہیں ہے، بلکہ خرید و فروخت کے وقت تولنا مراد ہے تاکہ بائع اور مشتری دونوں کو مقدار کے اعتبار سے نقصان نہ ہو۔ ایک مشہور روایت میں موجود ہے کہ کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غلہ طلب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نصف وسق جو عنایت فرد ہے۔ وہ شخص، اس کی زوجہ اور مہمان وغیرہ ایک عرصہ تک غلہ کھاتے رہے۔ پھر انہوں نے وہ غلہ وزن کیا تو چند ایام بعد ختم ہو گیا۔ اس بارے میں بارگاہ رسالت میں عرض گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اسے نہ ناپتے تو اس سے تم مزید کھاتے یعنی مزید کئی ایام تک وہ غلہ استعمال میں لاتے رہتے۔

2- حدیث باب میں تمام غلہ تولنا مراد ہے، جس سے بے برکتی پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے وہ غلہ مراد ہے، جو استعمال میں لایا جاتا ہے یعنی ناپ تول کر غلہ پکانا چاہیے، کیونکہ اس میں برکت ہوتی ہے اور

فضول خرچی سے بھی بچا جا سکتا ہے۔

سوال: حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت اہل خانہ کے لیے نصف وسق جو چھوڑے تھے اور حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت درہم و دینار، اونٹ، باندی اور غلام وغیرہ کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی، اس طرح روایات میں تعارض ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت جو جو گھر میں موجود تھے، وہ آپ کی ملکیت میں نہیں تھے بلکہ حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں بطور نفقہ عطا کیے گئے تھے۔

2392 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِىْ هِنْدٍ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ سَعْدِ ابْنِ هِشَامٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ لَنَا قِرَامُ سِتْرٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ عَلٰى بَابِىْ فَرَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْزَعِيْهِ فَاِنَّهٗ يُذَكِّرُنِى الدُّنْيَا قَالَتْ وَكَانَ لَنَا سَمَلُ قَطِيْفَةٍ تَقُوْلُ عَلَمُهَا مِنْ حَرِيْرٍ كُنَّا نَلْبَسُهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنے دروازے پر ایک ایسا پردہ لگایا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اسے اتار دو! کیونکہ یہ مجھے دنیا کی یاد دلاتا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمارے پاس ایک پرانی اونی چادر تھی جس کو ریشم سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے ہم اسے اوڑھا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

دنیا کی پرکشش اشیاء سے احتراز کرنا:

جس طرح دنیا عارضی ہے اسی طرح اس کی اشیاء بھی عارضی ہیں اور ان سے قلبی احتراز مطلوب ہے۔ حدیث باب میں تین اہم امور کا درس دیا گیا ہے:

1- دنیا کی رنگینی، پرکشش اشیاء، حسن و جمال اور ٹھاٹھ کی زندگی آدمی کے دل کو اپنی طرف متوجہ کر کے آخرت کی یاد اور تیاری سے غافل کر دیتی ہیں، لہٰذا انسان کو دنیا و مافیہا سے اپنا دل لگانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی یاد اور آخرت کی تیاری میں مشغول رکھنا چاہیے۔

2- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر، گھریلو اشیاء بالخصوص بستر مبارک کی سادگی سے ہمیں سادگی اختیار کرنے کا درس ملتا ہے۔

3- اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ تصویر سازی اور تصویر

2392- اخرجه مسلم (۱٦٦٦/۳): كتاب اللباس و الزينة: باب: تحريم تصوير صورة الحيوان' و تحريم اتخاذ ما فيه صورة غير ممتهنة بالفرش و نحوه--- حديث (۸۸/۲۱۰۷)' و النسائى (۲۱۳/۸): باب: التصاوير: حديث (۵۳۵۳) و اخرجه احمد (٦/ ٤۹ - ۵۳ - ۲٤۱)' عن داؤد بن ابى هند' عن عزرة بن عبد الرحمن' عن حميد بن عبد الرحمن' عن سعد بن هشام عن عائشة به۔

والی اشیاء کا استعمال دونوں ممنوع وحرام ہیں۔ایک روایت کے مطابق جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کا تقاضا ہے کہ تصویر سازی اور تصویر سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

2393 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ وِسَادَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي يَضْطَجِعُ عَلَيْهَا مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ تکیہ جس سے آپ ٹیک لگایا کرتے تھے وہ چمڑے سے بنا ہوا تھا اور اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

شرح

امت کو سادگی کا درس:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف لباس اور بستر سادہ تھا بلکہ خوراک بھی سادہ تھی۔اس سے امت کے لیے یہ درس ہے کہ بے ثباتی، عارضی اور غیر مستقل زندگی میں سادگی کو اپنا کر آخرت کی منزل حساب کو آسان بنائیں۔علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت ومحبت کا بھی تقاضا ہے کہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔

2394 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مَيْسَرَةَ هُوَ الْهَمْدَانِيُّ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيْلَ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ان لوگوں نے ایک بکری ذبح کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں سے کیا باقی بچا ہے؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: اس میں سے صرف ایک دستی بچی ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس دستی کے علاوہ باقی سب بچ گیا ہے۔(کیونکہ اسے صدقہ کر دیا گیا تھا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

ابومیسرہ نامی راوی ہمدانی ہیں اور ان کا نام عمرو بن شرحبیل ہے۔

2394۔ اخرجه احمد (٦/٥٠) يحيى بن سعيد عن سفيان' عن ابى اسحاق عن ابى ميسرة عن عائشة۔

شرح

اللہ کی راہ میں خرچ ہونے والی چیز کا محفوظ ہونا:

آدمی جو چیز کھاتا ہے، یا استعمال کر کے بوسیدہ کر دیتا ہے، وہ ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، وہی باقی رہتی ہے اور آخرت میں آدمی کے لیے کارآمد ہوگی۔ حدیث باب سے عیاں ہوتا ہے کہ اہل خانہ کی خدمت کرنا بھی صدقہ میں شامل ہے۔ اسی لیے تو فرمایا گیا ہے کہ شانہ کے علاوہ بکری کی ہر چیز بچ گئی ہے یعنی صحیح جگہ میں وہ صرف ہوئی ہے۔ تاہم انسان کی نیت کا درست ہونا ضروری ہے' کیونکہ انما الاعمال بالنیات یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

2395 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: اِنْ كُنَّا اٰلُ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ اِنْ هُوَ اِلَّا الْمَآءُ وَالتَّمْرُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے' کوئی مہینہ ایسے گزار دیتے تھے کہ اس دوران ہم آگ نہیں جلاتے تھے۔ صرف پانی اور کھجور پر گزارا ہوتا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

ایک ماہ تک محض کھجور پانی پر گزارہ کرنا:

لفظ: آل کا اطلاق بیوی' بچوں اور متبعین پر ہوتا ہے لیکن اس روایت میں افراد خانہ مراد ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سادگی پسند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ غرباء و مساکین میں فقر و فاقہ کی حالت میں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ گھریلو فاقہ و سادگی کا یہ عالم تھا کہ مہینہ بھر گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا، لیکن کھجوروں اور پانی پر گزراوقات ہوتی تھی۔ محض کھجوروں اور پانی کے لیے آگ کا جلنا ضروری نہیں ہوتا۔ بقول شاعر

خسروی اچھی لگی نہ سروری اچھی لگی — ہم فقیروں کو مدینے کی گلی اچھی
والہانہ ہو گئے جو تیرے قدموں پر نثار — سرور کون و مکان کی سادگی اچھی لگی

2396 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ اَسْلَمَ اَبُوْ حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2395۔ اخرجه البخاری (١١/ ٢٨٧): كتاب الرقاق، باب: كيف عيش النبی صلی الله عليه وسلم و اصحابه و تخليهم عن الدنيا، حديث (٦٤٥٨)؛ و مسلم (٤/ ٢٢٨٢): كتاب الزهد و الرقائق، باب---، حديث (٣٦/ ٢٩٧٢)؛ و ابن ماجه (٢/ ١٣٨٨): كتاب الزهد: باب: معيشة آل محمد صلى الله عليه وسلم حديث (٤١٤٤)۔ و اخرجه احمد (٦/ ٥٠) عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة به۔

2396۔ اخرجه ابن ماجه (١/ ٥٤): المقدمه، (فضائل سلمان و ابی ذر و المقداد)، حديث (١٥١)؛ و اخرجه احمد (٣/ ١٢٠ ـ ٢٨٦)؛ و عبد بن حميد ص ٣٩٢: حديث (١٣١٧) عن حماد بن سلمة عن ثابت عن انس بن مالك به۔

متن حدیث: لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَّلَقَدْ اُوذِيتُ فِی اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَّلَقَدْ اَتَتْ عَلَىَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَّمَا لِی وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَّاْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ اِلَّا شَیْءٌ يُّوَارِيهِ اِبْطُ بِلَالٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قولِ امام ترمذی: وَّمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ حِيْنَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَارِبًا مِّنْ مَّكَّةَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ اِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِّنَ الطَّعَامِ مَا يَحْمِلُهٗ تَحْتَ اِبْطِهٖ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجھے جتنا خوفزدہ کیا گیا ہے۔ اتنا اور کسی کو نہیں کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجھے جتنی اذیت دی گئی ہے اتنی کسی کو اذیت نہیں دی گئی۔ مجھ پر تیس دن ایسے بھی گزرے ہیں کہ جب میرے اور بلال کے لیے اتنا بھی کھانا نہیں تھا کہ اسے کوئی ذی روح کھا سکے ماسوائے اس چیز کے جو بلال کی بغل میں آجاتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس اتنا کھانا تھا جو بغل کے نیچے دبایا جا سکے۔

شرح

چند مٹھی توشہ پر ایک ماہ تک گزارہ کرنا:

اعلانِ نبوت سے لے کر تا ہجرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت نہایت صبر آزما تھی، اسی دور میں چند مٹھی توشہ پر آپ اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ماہ تک گزارہ کیا تھا۔

جس شخصیت کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جتنا زیادہ مقام و مرتبہ ہوتا ہے، اسی قدر اس پر آزمائش آتی ہے اور اس سے امتحان بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء کے منصب پر فائز تھے لہٰذا دیگر انبیاء کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آزمائشیں بھی زیادہ آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا بھی زیادہ گیا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقاصد کے لیے مختلف سفر اختیار فرمائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سفر زیادہ مشہور اور تاریخی نوعیت کے ہیں:

1- اعلانِ نبوت کے بعد تبلیغ و پیغام اسلام دینے کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا سفر اختیار فرمایا اور اس سفر کے دوران حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں تھے۔

2- اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا سفر کیا، اس موقع پر رفیق سفر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں تھے بلکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سفر بیان ہوا ہے جس میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفیق سفر تھے۔ وہ ان دو اسفار کے علاوہ کوئی تیسرا سفر ہو سکتا ہے۔ یہ سفر خواہ کوئی بھی ہو مگر روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ چند مٹھی توشہ جو کسی آدمی کی بغل میں چھپ سکتا ہے، پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ماہ تک گزارہ کرلیا تھا۔

2397 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ الْقُرَظِيِّ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ

متنِ حدیث: خَرَجْتُ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَخَذْتُ إِهَابًا مَعْطُوبًا فَحَوَّلْتُ وَسَطَهُ فَأَدْخَلْتُهُ عُنُقِي وَشَدَدْتُ وَسَطِي فَحَزَمْتُهُ بِخُوصِ النَّخْلِ وَإِنِّي لَشَدِيدُ الْجُوعِ وَلَوْ كَانَ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ لَطَعِمْتُ مِنْهُ فَخَرَجْتُ أَلْتَمِسُ شَيْئًا فَمَرَرْتُ بِيَهُودِيٍّ فِي مَالٍ لَهُ وَهُوَ يَسْقِي بِبَكَرَةٍ لَهُ فَاطَّلَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ ثُلْمَةٍ فِي الْحَائِطِ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَعْرَابِيُّ هَلْ لَكَ فِي كُلِّ دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ قُلْتُ نَعَمْ فَافْتَحِ الْبَابَ حَتّٰى أَدْخُلَ فَفَتَحَ فَدَخَلْتُ فَأَعْطَانِي دَلْوَهُ فَكُلَّمَا نَزَعْتُ دَلْوًا أَعْطَانِي تَمْرَةً حَتّٰى إِذَا امْتَلَأَتْ كَفِّي أَرْسَلْتُ دَلْوَهُ وَقُلْتُ حَسْبِي فَأَكَلْتُهَا ثُمَّ جَرَعْتُ مِنَ الْمَاءِ فَشَرِبْتُ ثُمَّ جِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں: مجھے ان صاحب نے یہ بات بتائی ہے جنہوں نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی زبانی اسے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن سردی کے موسم میں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلا میں نے ایک بودار چمڑا لیا اسے درمیان میں سے کاٹ کر اپنی گردن میں ڈال لیا اور اسے کھجور کے پتوں سے باندھ دیا' اس وقت مجھے بہت شدید بھوک لگی ہوئی تھی اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو میں اسے کھالیتا۔ میں نکلا تا کہ کوئی چیز تلاش کروں۔ میرا گزر ایک یہودی کے پاس سے ہوا جو اپنی زمین میں موجود تھا اور کھجور کے درخت کو پانی دے رہا تھا۔ میں نے دیوار میں موجود سوراخ کے ذریعے جھانکا تو وہ بولا: اے دیہاتی! تمہارا کیا مسئلہ ہے۔ کیا تم ایک کھجور کے عوض میں ایک ڈول (کنویں میں سے پانی) نکالو گے؟ میں نے جواب دیا: ہاں۔ تم دروازہ کھولو تا کہ میں اندر آجاؤں اس نے دروازہ کھولا میں اندر گیا۔ اس نے اپنا ڈول مجھے پکڑا دیا۔ میں جب بھی ایک ڈول نکالتا وہ مجھے ایک کھجور دے دیتا' یہاں تک کہ میری ہتھیلی بھر گئی۔ تو میں نے اس کا ڈول چھوڑ دیا۔ میں نے کہا: میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ میں نے ان کھجوروں کو کھالیا اور وہ پانی پی لیا پھر میں مسجد میں آیا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں موجود پایا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

2398 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

2397۔ انفرد به الترمذی' ینظر (تحفة الاشراف) (۷/۴۶۸): حدیث (۱۰۳۲۸) ذکرہ الهیثمی فی (مجمع الزوائد) (۱۰/۳۱۷) مطولا' و قال: رواہ ابویعلی و فیه راو لم یسم' وبقیة رجاله ثقات۔

2398۔ اخرجه البخاری (۹/۴۶۰): کتاب الاطعمة: باب: ما کان النبی صلی اللہ علیه وسلم و اصحابه یاکلون' حدیث (۵۴۱۱) و باب: (۴۰)' حدیث (۵۴۴۱ - ۵۴۴۱م)' و ابن ماجه (۲/۱۳۹۲): کتاب الزهد: باب: معیشة اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم' حدیث (۴۱۵۷)' و اخرجه احمد (۲۹۸ - ۳۵۳ - ۴۱۵)۔

متنِ حدیث: اَنَّهُ اَصَابَهُمْ جُوْعٌ فَاَعْطَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً تَمْرَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان لوگوں کو انتہائی بھوک لاحق ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک ایک کھجور دی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2399 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلٰى رِقَابِنَا فَفَنِيَ زَادُنَا حَتّٰى اِنْ كَانَ يَكُوْنُ لِلرَّجُلِ مِنَّا كُلَّ يَوْمٍ تَمْرَةٌ فَقِيْلَ لَهُ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْنَ كَانَتْ تَقَعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَقَدْنَاهَا وَاَتَيْنَا الْبَحْرَ فَاِذَا نَحْنُ بِحُوْتٍ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا اَحْبَبْنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ اَتَمَّ مِنْ هٰذَا وَاَطْوَلَ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھیجا ہم تین سو افراد تھے ہم نے اپنے کھانے کا سامان اپنی گردن پر اٹھایا ہوا تھا ہمارا کھانے کا سامان ختم ہو گیا' یہاں تک کہ ہم میں سے ایک شخص کو روزانہ ایک کھجور ملتی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اے ابوعبداللہ! ایک کھجور کے ساتھ آدمی کا کیسے گزارا ہو سکتا ہے؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں جب وہ بھی نہیں ملی تو ہمیں اس کی قدر و قیمت کا احساس ہوا پھر ہم سمندر تک آ گئے۔ وہاں ایک مچھلی موجود تھی جسے سمندر نے باہر پھینک دیا تھا ہم اٹھارہ دن تک اسے کھاتے رہے جتنا ہمارا جی چاہا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے وہب بن کیسان کے حوالے سے اسے مکمل اور طویل روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناداری کی کیفیت:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا رشتہ تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، داماد

2399- اخرجه مالك (٢/٩٣٠): كتاب اصفة النبى صلى الله عليه وسلم باب: جامع ما جاء فى الطعام و الشراب' حديث (٢٤) و البخارى (٥/١٥٢): كتاب الشركة: باب: الشركة فى الطعام و النهد و العروض' حديث (٢٤٨٣) و الحديث فى (٢٩٨٣ - ٤٣٦٠ - ٤٣٦١ - ٤٣٦٢ - ٥٤٩٣ - ٥٤٩٤) و مسلم (٣/١٥٣٥): كتاب الصيد و الذبائح : باب: اباحة ميتات البحر' حديث (١٧/١٩٣٥)- و النسائى (٧/٢٠٧): كتاب الصيد و الذبائح : باب: ميتة البحر' حديث (٤٣٥١) و ابن ماجه (٢/١٣٩٢): كتاب الزهد: باب: معيشة اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم حديث (٤١٥٩) و اخرجه احمد (٣/٣٠٦)-

اور گھر کے فرد تھے۔ انہیں خاطر خواہ نہ پہننے کے لیے کپڑا میسر تھا اور نہ کھانے کے لیے کوئی چیز دستیاب تھی۔ جب ان کے لیے کاشانۂ نبوت میں کھانے کے لیے کوئی چیز موجود نہیں تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یقیناً فاقہ سے ہوں گے۔ فاقہ مستی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک یہودی کے ہاں مزدوری کرنے پر مجبور کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودی کے ہاں مزدوری کے صلہ میں کھجوریں کھا کر اور پانی نوش کر کے مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشنگان علم کو سیراب کر رہے تھے۔

پہلی حدیث باب سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناداری اور فاقہ مستی عیاں ہوتی ہے، کاشانۂ نبوت کی ناداری نمایاں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی فاقہ کشی بھی معلوم ہوتی ہے۔ دوسری حدیث باب سے اصحاب صفہ کی ناداری کا حال معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض حصول علم میں مشغولیت کی وجہ سے مزدوری یا تجارت نہ کر سکتے تھے لیکن ایک عظیم مشن کی خاطر فاقہ مستی کو اپنے گلے کا ہار بنائے ہوئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بطور خوراک ایک ایک کھجور عنایت فرماتے تھے۔ تیسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ مجاہدین اسلام کی خوراک صرف ایک کھجور تھی۔ غور فرمائیں کہ ایک کھجور کتنی بھوک مٹاتی ہوگی؟ علاوہ ازیں تین سو مجاہدین ایک مچھلی کو اٹھارہ ایام تک بطور خوراک استعمال میں لاتے رہے، معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نیتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے معمولی خوراک کو برکات سے معمور کر دیا تھا، جو ان نفوس قدسیہ کے لیے کافی ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2400 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ

متنِ حدیث: إِنَّا لَجُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ طَلَعَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ مَرْقُوعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَى لِلَّذِي كَانَ فِيهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِي هُوَ الْيَوْمَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ إِذَا غَدَا أَحَدُكُمْ فِي حُلَّةٍ وَرَاحَ فِي حُلَّةٍ وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ أُخْرٰى وَسَتَرْتُمْ بُيُوتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

توضیح راوی: وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ هُوَ ابْنُ مَيْسَرَةَ وَهُوَ مَدَنِيٌّ وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيُّ الَّذِي رَوٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ رَوٰى عَنْهُ وَكِيعٌ وَمَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ كُوفِيٌّ رَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی دوران حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی جس پر فرو کے پیوند لگے ہوئے تھے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

2400- انفرد به الترمذي، ينظر (تحفة الأشراف) (٧/٤٦٨) حديث (١٠٣٣٩) و اخرجه هناد بن السري في الزهد: (٢/٢٨٩) حديث (٧٥٨) و عزاه لأبي يعلى مطولاً-

نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کیونکہ وہ پہلے کس طرح نعمتوں میں تھے اور اس وقت ان کی کیا حالت تھی؟ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی کہ جب تمہیں صبح کے وقت ایک لباس پہننے کو ملے گا' اور شام کے وقت ایک اور لباس پہننے کو ملے گا۔ تمہارے سامنے ایک برتن رکھا جائے گا' تو دوسرا اٹھا لیا جائے گا۔ تم اپنے گھروں میں یوں پردے لٹکاؤ گے جس طرح خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے' تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس وقت ہم آج کے مقابلے میں بہتر حالت میں ہوں گے' اور زیادہ توجہ کے ساتھ عبادت کر سکیں گے' اور ہمیں محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ آج اس سے زیادہ بہتر حالت میں ہو' جس میں اُس دن ہو گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یزید بن زیاد نامی راوی ابن میسرہ ہیں اور مدنی ہیں۔ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ علم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

یزید بن زیاد دمشقی' جوزہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں' وکیع، مروان بن معاویہ، یزید بن ابوزیاد کوفی نے ان کے حوالے سے روایات نقل کی ہیں۔

اس کے علاوہ سفیان، شعبہ، ابن عیینہ اور دیگر آئمہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت ناداری:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اجلہ صحابہ میں ہوتا ہے، آپ قدیم الاسلام اور اوّل الایمان تھے۔ قبول اسلام سے قبل شان و شوکت سے زندگی گزار رہے تھے اور قبول اسلام کے بعد امور دین کی خدمات دینا شروع کر دیں۔ ہجرت سے قبل اہل یثرب میں سے چند لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے قرآن کریم اور احکام دین سیکھنے کے لیے کسی استاد کا مطالبہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معلم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب کیا اور انہیں مدینہ طیبہ روانہ کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے جب قباء میں تشریف لائے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو پیوند لگے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زمانہ ماضی کا ٹاٹھ دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا: اے مصعب! ایک وقت آئے گا کہ حسب سابق تم صبح و شام لباس تبدیل کرو گے، تمہارے خورد و نوش میں نمایاں تبدیلی آئے گی اور کعبۃ اللہ کی طرح اپنے گھروں پر پردے لٹکاؤ گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! تب تو ہم عبادت و ریاضت کے لیے فارغ ہوں گے، کیا وہ زمانہ ہمارے آج کے زمانہ سے بہتر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: نہیں! آج کا زمانہ اس زمانہ سے بہتر ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ زبان نبوت سے نکلنے والا ایک ایک لفظ پورا ہوا۔

فائدہ نافعہ: حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ حال کی طرح نگاہ نبوت زمانہ ماضی پر ہے اور زمانہ مستقبل پر بھی ہے۔ آپ عالم الغیب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تبدیلی و انقلاب کے

بارے میں فرمایا تھا، بالکل اسی طرح ہوا تھا۔

سوال: حدیث باب میں عصر حاضر کو زمانہ مستقبل سے افضل کیوں قرار دیا گیا ہے حالانکہ زبان نبوت سے اس زمانہ کی تعریف بھی بیان کی گئی ہے؟

جواب: مشہور روایت خیر القرون قرنی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری زمانہ تمام زمانوں سے افضل واعلیٰ ہے اسی مناسبت سے عصر حاضر کو عصر مستقبل سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔

2401 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ اَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْيَافُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا يَاْوُونَ عَلٰى اَهْلٍ وَّلَا مَالٍ وَّاللّٰهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنْ كُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِي عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ وَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِي مِنَ الْجُوْعِ وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلٰى طَرِيقِهِمِ الَّذِي يَخْرُجُونَ فِيهِ فَمَرَّ بِي اَبُو بَكْرٍ فَسَاَلْتُهُ عَنْ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا اَسْاَلُهُ اِلَّا لِيُشْبِعَنِي فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِي عُمَرُ فَسَاَلْتُهُ عَنْ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا اَسْاَلُهُ اِلَّا لِيُشْبِعَنِي فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِينَ رَاٰنِي وَقَالَ اَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْحَقْ وَمَضٰى فَاتَّبَعْتُهُ وَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَاسْتَاْذَنْتُ فَاَذِنَ لِي فَوَجَدَ قَدَحًا مِّنْ لَّبَنٍ فَقَالَ مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ لَكُمْ قِيلَ اَهْدَاهُ لَنَا فُلَانٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَبَّيْكَ فَقَالَ الْحَقْ اِلٰى اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ وَهُمْ اَضْيَافُ الْاِسْلَامِ لَا يَاْوُونَ عَلٰى اَهْلٍ وَّلَا مَالٍ اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَّاِذَا اَتَتْهُ هَدِيَّةٌ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ فَاَصَابَ مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِيهَا فَسَاءَنِي ذٰلِكَ وَقُلْتُ مَا هٰذَا الْقَدَحُ بَيْنَ اَهْلِ الصُّفَّةِ وَاَنَا رَسُوْلُهُ اِلَيْهِمْ فَسَيَاْمُرُنِي اَنْ اُدِيرَهُ عَلَيْهِمْ فَمَا عَسٰى اَنْ يُّصِيبَنِي مِنْهُ وَقَدْ كُنْتُ اَرْجُو اَنْ اُصِيبَ مِنْهُ مَا يُغْنِينِي وَلَمْ يَكُنْ بُدٌّ مِّنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهِ فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ فَاَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ فَقَالَ اَبَا هُرَيْرَةَ خُذِ الْقَدَحَ وَاَعْطِهِمْ فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ اُنَاوِلُهُ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّهُ فَاُنَاوِلُهُ الْاٰخَرَ حَتَّى انْتَهَيْتُ بِهِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ اَبَا هُرَيْرَةَ اشْرَبْ فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ اشْرَبْ فَلَمْ اَزَلْ اَشْرَبُ وَيَقُوْلُ اشْرَبْ حَتّٰى قُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمّٰى ثُمَّ شَرِبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "اصحاب صفہ" اسلام کے مہمان تھے۔ ان کا کوئی گھر نہیں تھا۔ ان کی کوئی زمین نہیں تھی۔ اس اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ (بعض اوقات) میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنا کلیجہ زمین پر ٹیک دیا کرتا تھا (اور بعض اوقات) بھوک کی شدت کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک دن میں لوگوں کے

2401۔ اخرجه البخاري (۱۱/ ۳۲) كتاب الاستئذان: باب: اذا دعي الرجل فجاء هل يستاذن؟ حديث (۶۲۴۶) واخرجه احمد (۲/ ۵۱۵) عن عمر بن ذر، عن مجاهد عن ابي هريرة به۔

راستے میں بیٹھا ہوا تھا جہاں سے وہ گزر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ایک آیت کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے ان سے صرف اس لیے سوال کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ (اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلائیں گے) لیکن وہ گزر گئے اور انہوں نے ایسا نہیں کیا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے تو میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ایک آیت کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے ان سے صرف اس لیے سوال کیا تھا تا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے (اور اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلائیں گے) لیکن وہ گزر گئے۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا' پھر حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے آپ نے جب مجھے دیکھا تو مسکرا دیے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کی: یارسول اللہ، میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ چلو! پھر آپ تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے آ گیا۔ آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے میں نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دی گئی۔ آپ نے (گھر کے اندر) دودھ کا ایک پیالہ پایا تو دریافت کیا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ تو آپ کو بتایا گیا: فلاں شخص نے اسے ہمارے لیے تحفے کے طور پر بھیجا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرہ! میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: اہلِ صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بلا کر لاؤ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) یہ لوگ اسلام کے مہمان تھے۔ ان کا کوئی گھر بار اور مال نہیں تھا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ کی کوئی چیز آتی تھی تو وہ آپ ان لوگوں کو بھجوا دیا کرتے تھے اور خود اسے استعمال نہیں کرتے تھے لیکن جب آپ کے پاس کوئی چیز تحفے کے طور پر آتی تھی تو وہ آپ انہیں بھی بھجوایا کرتے تھے آپ اس کا کچھ حصہ خود استعمال کرتے تھے۔ اور انہیں' اس چیز میں شریک کر لیتے تھے۔ (اب آپ نے انہیں بلوایا) تو مجھے یہ بات بہت بری لگی میں نے سوچا تمام اہلِ صفہ کے درمیان اس ایک پیالے کی کیا حیثیت ہوگی؟ کیونکہ میں ان لوگوں کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام رساں ہوں۔ اس لیے مجھے یہ حکم دیں گے کہ میں وہ پیالہ لے کر ان سب کے پاس جاؤں تو امید تو یہ ہے کہ مجھے اس میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا جبکہ میری تو یہ آرزو تھی کہ میں اسے اتنا پی لیتا جس سے میری تسلی ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس لیے میں ان لوگوں کے پاس آیا میں نے انہیں دعوت دی پھر وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! اس پیالے کو پکڑو اور انہیں (پینے کے لیے) دو! میں نے پیالہ پکڑا اور اسے ایک شخص کی طرف بڑھایا۔ اس نے پی لیا' یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گیا' تو اس نے اس پیالے کو واپس کر دیا۔ میں نے اسے دوسرے کی طرف بڑھایا (یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے تمام لوگوں نے اسے پی لیا)' یہاں تک کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچ گیا' تو تمام حاضرین سیر ہو چکے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالے کو پکڑا اس پر اپنا دستِ مبارک رکھا پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور مسکرا دیے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! اب تم پیو! میں نے پی لیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اور پیو! (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) میں پیتا رہا اور آپ یہ فرماتے رہے: اور پیو' یہاں تک کہ میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے۔ اب اسے پینے کی مزید گنجائش نہیں ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالے کو پکڑا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر اسے پی لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اصحاب صفہ کی ناداری:

جب مسجد نبوی شریف تعمیر کی گئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے ایک کونہ میں چبوترہ بنوایا جس پر تشریف فرما کر اپنے صحابہ کو قرآن کریم اور احکام دین کی تعلیم سے آراستہ فرماتے تھے، علم حاصل کرنے والے لوگوں کو "اصحاب صفہ" کہا جاتا تھا۔ ان کی تعداد ساٹھ سے ستر تک ہوتی تھی۔ یہ متعلمین مسلمانوں کے مہمان تھے جو نہایت غربت و ناداری کی حالت میں علم حاصل کرتے تھے۔ صحابہ کرام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کھانا مہیا فرماتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت بھوک کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے راستہ میں پڑے ہوئے تھے کہ کوئی صحابی اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائے اور کھانا کھلا دے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاس سے گزرے لیکن وہ اپنے ساتھ نہ لے کر گئے۔ بعد میں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گھر لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کا جائزہ لیا تو بطور ہدیہ ایک پیالہ دودھ موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اگر کوئی چیز بطور زکوٰۃ وصدقہ پیش کی جاتی وہ سب کی سب اصحاب صفہ کے پاس بھیج دیتے اور اگر کوئی چیز بطور ہدیہ پیش کی جاتی تو وہ خود بھی تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی عنایت فرماتے تھے۔

کاشانہ نبوت میں ایک پیالہ دودھ تھا جو بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تمام اصحاب صفہ کو بلا لائیں۔ چنانچہ وہ حسب ارشاد سب متعلمین صفہ کو بلا لائے آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ تھما دیا اور یکے بعد دیگرے سب کو پلانے کا حکم دیا، انہوں نے سب کو پیٹ بھر کر دودھ پلایا پھر حکم نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے خود بھی خوب نوش فرمایا اور سب کے آخر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دودھ نوش فرمایا۔ اس طرح ایک پیالۂ دودھ ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کے لیے کافی ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کا بایں الفاظ تذکرہ کرتے ہیں۔

کیوں جناب ابوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر — جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

فائدہ نافعہ: ایک پیالہ دودھ ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کے لیے کافی ہو جانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ تھا، علاوہ ازیں ایک آدمی دوسرے کا جھوٹا مشروب نوش نہیں کرتا تا کہ اس طرح ایک کے جراثیم دوسرے میں منتقل ہو جائیں گے، جو مرض کا باعث بن سکتے ہیں لیکن یہاں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر افراد کا جھوٹا نوش فرما کر اس نظریہ کی بیخ کنی فرما دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر اس بات کا درس دیا کہ جھوٹی چیز میں برکت ہے اور جھوٹا مشروب استعمال میں لانا میری سنت ہے۔

2402 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى الْبَكَّاءُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

2402- اخرجه ابن ماجه (۲ / ۱۱۱۱): كتاب الاطعمة: باب: الاقتصاد في الاكل و كراهة الشبع' حديث (۳۳۵۰)' عن عبد العزيز بن عبد الله ابي يحيىٰ القرشي عن يحيى البكاء عن ابن عمر به-

متن حدیث: تَجَشَّأَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُفَّ عَنَّا جُشَاءَكَ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا أَطْوَلُهُمْ جُوعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ڈکار لی تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم ڈکار کو ہم سے دور رکھو! کیونکہ دنیا میں پیٹ بھر کر کھانے والے لوگ قیامت کے دن زیادہ بھوکے ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ اس بارے میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

دنیا میں شکم سیر کا آخرت میں بھوکا ہونا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے گندم اور گوشت کا ثرید پیٹ بھر کھایا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شکم سیری کی وجہ سے انہیں مسلسل ڈکاریں آرہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے، فرمایا: كُفَّ عَنَّا جُشَاءَكَ، تم اپنی ڈکاریں بند کرو اس لیے کہ جو شخص دنیا میں زیادہ شکم سیر ہو کر کھاتا ہے، وہ قیامت کے دن بھوکا رہے گا۔ بعد ازاں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاحیات شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ وہ اگر صبح کے وقت کھانا تناول کرتے تو رات کے وقت نہ کھاتے تھے اور اگر شام کے وقت کھانا تناول کرتے تو صبح کے وقت نہیں کھاتے تھے۔

کھانا کھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ شکم کے تین حصے کیے جائیں' ایک حصہ میں کھانا کھائیں، ایک حصہ میں پانی استعمال کریں اور ایک حصہ سانس کی آمد و رفت کے لیے خالی چھوڑ دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسے اپنایا تھا، اطباء نے اس طریقہ کی تحسین کی ہے اور یہ طریقہ اپنانے کی وجہ سے آدمی علالت کا شکار نہیں ہوتا۔

حدیث باب میں امت محمدی کو یہ درس دیا گیا ہے کہ شکم سیر ہو کر خوب کھانا تناول کرنا جس کے نتیجہ میں بدبودار ڈکاریں آنا شروع ہو جائیں۔ یہ حرکت قابل مذمت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں جو شخص ایسی قبیح حرکت کو اپنے معمولات میں شامل کرتا ہے وہ آخرت میں کھانا کھانے سے محروم رہے گا۔ کاش! لوگ ''قوت لایموت'' کے ضابطہ پر عمل کر کے اپنے آپ کو امراض سے محفوظ کریں۔

2403 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ يَا بُنَيَّ لَوْ رَأَيْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصَابَتْنَا السَّمَاءُ لَحَسِبْتَ أَنَّ رِيحَنَا رِيحُ الضَّأْنِ

2403- اخرجه ابوداؤد (٤/٤٤): كتاب اللباس: باب: في لبس الصوف و الشعر، حديث (٤٠٣٣) و ابن ماجه (٢/ ١١٨٠): كتاب اللباس: باب: لبس الصوف، حديث (٣٥٦٢) و اخرجه احمد (٤/٤٠٧ - ٤١٩) عن قتادة عن ابي بردة عن ابي موسى الأشعري به۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهُ كَانَ ثِيَابُهُمُ الصُّوْفُ فَاِذَا اَصَابَهُمُ الْمَطَرُ يَجِيْءُ مِنْ ثِيَابِهِمْ رِيْحُ الضَّانِ

ابو بردہ بن ابوموسیٰ اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: اے میرے بیٹے! اگر تم نے ہمیں اس وقت دیکھا ہوتا جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے اور ہم پر بارش نازل ہو جاتی تھی تو تم یہ سمجھتے کہ ہماری بو بھیڑ کی بو کی طرح ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے: ان حضرات کے کپڑے اون سے بنے ہوئے تھے تو جب اس پر بارش نازل ہوتی تھی تو ان کے کپڑوں سے بھیڑ کی بو آتی تھی۔

شرح

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لباس کی کیفیت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سادگی پسند تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تمام شعبہ ہائے زندگی میں سادگی اختیار فرمائی تھی۔ ان نفوسِ قدسیہ کے لباس سے لے کر خوراک تک اور رفتار سے لے کر گفتار تک سادگی ہی سادگی تھی۔ حدیث باب میں ان کے لباس کی سادگی بیان کی گئی ہے۔ قرونِ اولیٰ میں اونی کپڑے زیب تن کیے جاتے تھے کیونکہ سوتی کپڑے میسر نہیں تھے اور اونی کپڑے بھی ضرورت کے مطابق دستیاب تھے، اگر بارش نازل ہوتی تو کپڑے تبدیل کرنے کے لیے مزید کپڑے دستیاب نہیں ہوتے تھے جس کے نتیجہ میں بھیگے ہوئے کپڑوں میں بھیڑ جیسی بدبو آنا شروع ہو جاتی تھی جو کہ نا قابل برداشت تھی۔

2404 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْجَارُوْدُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ

قَالَ الْبِنَاءُ كُلُّهُ وَبَالٌ قُلْتُ اَرَاَيْتَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ قَالَ لَا اَجْرَ وَلَا وِزْرَ

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ہر طرح کی تعمیر وبال ہوتی ہے۔ (راوی کہتے ہیں:) جو عمارت ضروری ہو اُس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا اور اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہوگا۔

شرح

ضرورت سے زائد عمارت بنانے کی ممانعت:

شرعی نقطہ نظر سے ہر کام ضرورت کے تحت کرنے کی اجازت ہے اور ضرورت سے زائد کوئی بھی عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ حدیث باب میں تصریح ہے کہ ضرورت سے زائد عمارت تعمیر کرنا آدمی کے لیے وبالِ جان ہے۔ حضرت ابوحمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا، اس عمارت کا کیا حکم ہے جو ضرورت کے مطابق بنائی جائے، انہوں نے

جواب فرمایا: اس کا نہ ثواب ہے اور نہ گناہ۔

ہمارا وجدان کہتا ہے کہ ضرورت کے مطابق تعمیر کی جانے والی عمارت یقیناً قابل اجر وثواب ہے کیونکہ مدینہ طیبہ میں مسجد میں مسجد نبوی سے متصل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے حجرات تعمیر کروائے تھے، یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم یا خواہش سے جو کام کیا گیا ہو وہ موجب ثواب نہ ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی رہائش پذیر ہونے کے لیے مکانات تعمیر کیے تھے۔

2405 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي اَيُّوبَ عَنْ اَبِي مَرْحُومٍ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلَّهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ اَيِّ حُلَلِ الْاِيمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهِ حُلَلِ الْاِيمَانِ يَعْنِي مَا يُعْطَى اَهْلُ الْاِيمَانِ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ

◆◆ حضرت سہل بن معاذ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع کی وجہ سے (قیمتی اور بہترین) لباس ترک کر دے گا حالانکہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کی موجودگی میں بلوائے گا' اور اسے یہ اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے حلوں میں سے جو چاہے پہن لے۔

یہ حدیث "حسن" ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں ایمان کے حلوں سے مراد جنت کے وہ حُلے ہیں جو اہلِ ایمان کو عطا کیے جائیں گے۔

شرح

عجز وانکسار کی سبب پرتکلف لباس ترک کرنے کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ عجز وانکسار کو پسند کرتا ہے اور تکبر وغرور کو ناپسند کرتا ہے۔ جو شخص عجز وانکسار کی وجہ سے دنیا میں پرتکلف کپڑے زیب تن کرنا ترک کر دیتا ہے' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سامنے طلب کرے گا اور اسے اہل ایمان کا جوڑا پہنائے گا۔ لوگوں کے سامنے اسے طلب کر کے اہل ایمان کا جوڑا پہنانے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔

1- اس کی عزت ووقار اور فضیلت کو اجاگر کرنا،

2- اس کی خوبی عجز وانکسار کی تشہیر کرنا۔ حدیث میں انسان کو عجز وانکسار اختیار کرنے اور تکبر وغرور ترک کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

فائدہ نافعہ: عجز وانکسار کی صفت کے سبب حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ بنائے گئے اور اس کے برعکس تکبر وغرور کی وجہ سے تاقیامت ابلیس کے گلے میں لعنت کا طوق لٹکایا گیا۔

2405۔ اخرجه احمد (۳/۴۳۸ - ۴۳۹)- عن سهل بن معاذ بن انس الجهني عن معاذ بن انس به-

بقول حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ

تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد

2406 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا زَافِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ بَشِيْرٍ هٰكَذَا قَالَ شَبِيْبُ بْنُ بَشِيْرٍ وَّاِنَّمَا هُوَ شَبِيْبُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلنَّفَقَةُ كُلُّهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا الْبِنَاءَ فَلَا خَيْرَ فِيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر طرح کا خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں شمار ہوتا ہے۔ سوائے تعمیر کے اُس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

محمد بن حمید نے اسی طرح بیان کیا ہے: راوی کا نام شبیب بن بشیر ہے حالانکہ اس کا نام شبیب بن بشر ہے۔

شرح

صحیح معارف میں خرچ کی جانے والی دولت کا فی سبیل اللہ ہونا:

شریعت مطہرہ نے جس طرح صحیح ذرائع سے آدمی کو دولت کمانے کا درس دیا ہے بالکل اسی طرح دولت کو درست مصارف پر خرچ کرنے کی بھی تاکید کی ہے اور وہ مصارف بیان کر دیے گئے ہیں جب کوئی شخص حلال وطیب طریقہ سے مال کما کر اپنی ضروریات اہل خانہ کی ضروریات تکمیل اپنے والدین کی خدمت اور آنے والے لوگوں کی مہمان نوازی پر خرچ کرتا ہے تو یہ سب صدقہ وخیرات کی صورتیں ہیں ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جس طرح حرام طریقہ سے دولت کمانا ممنوع و حرام اور باعث ذلت وخواری ہے اسی طرح حلال وطیب دولت کو ممنوعہ امور میں صرف کرنا بھی قابل مؤاخذہ جرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2407 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَيْنَا خَبَّابًا نَعُوْدُهُ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ فَقَالَ لَقَدْ تَطَاوَلَ مَرَضِيْ وَلَوْلَا اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

لَا تَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُ وَقَالَ يُؤْجَرُ الرَّجُلُ فِيْ نَفَقَتِهٖ كُلِّهَا اِلَّا التُّرَابَ اَوْ قَالَ فِي الْبِنَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کی عیادت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ انہوں نے سات داغ لگوائے تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: میری بیماری طویل ہو چکی ہے اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

2407- تقدم بحديث (٩٧٠)- ذكره المنذري في الترغيب (٢/ ٦٣٤) ضعيف (٢٨٠٠) انفرد به الترمذي-

یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا "تم لوگ موت کی آرزو نہ کرنا" تو میں ضرور اس کی آرزو کرتا۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: آدمی جو کچھ خرچ کرتا ہے اس پر اسے اجر دیا جاتا ہے۔ سوائے اس کے جو مٹی پر خرچ کیا جائے (یعنی جو تعمیرات وغیرہ پر خرچ کیا جائے)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں مٹی میں (خرچ کیا جائے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دنیوی مصائب سے تنگ آکر موت کی تمنا کرنے کی ممانعت:

انسان کی ہمہ وقت حالت یکساں نہیں رہتی، یہ کبھی نادار ہوتا ہے کبھی مالدار اور کبھی تندرست ہوتا ہے کبھی مریض۔ شدید علالت ومصیبت کی حالت میں شریعت اسے موت کی تمنا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے گئے، انہوں نے سات مرتبہ گرم لوہے سے اپنے جسم کو داغ لگوائے تھے۔ پھر انہوں نے پریشانی کی حالت میں کہا: میرا مرض طول پکڑ چکا ہے اگر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نہ سنا ہوتا: تم موت کی آرزو نہ کرو، تو میں اپنی موت کی ضرور تمنا کرتا، اس روایت کا خاص درس یہ ہے کہ کسی آدمی کا دنیوی مصائب ومشکلات کا شکار ہو کر موت کی تمنا کرنا حرام ہے اور شریعت مطہرہ اس کی اجازت نہیں دیتی۔

2408 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ طَهْمَانَ اَبُو الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ سَائِلٌ فَسَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِلسَّائِلِ اَتَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ نَعَمْ قَالَ سَاَلْتَ وَلِلسَّائِلِ حَقٌّ اِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْنَا اَنْ نَّصِلَكَ فَاَعْطَاهُ ثَوْبًا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا اِلَّا كَانَ فِيْ حِفْظٍ مِّنَ اللّٰهِ مَا دَامَ مِنْهُ عَلَيْهِ خِرْقَةٌ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حصین بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا اور اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا (یعنی کچھ مانگا) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سوال کرنے والے سے دریافت کیا، کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: کیا تم لوگ رمضان کے روزے رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے مانگا ہے اور مانگنے والے کا حق ہوتا ہے تو اس شخص کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے ایک کپڑا دیا اور پھر ارشاد فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

2408- انفرد به الترمذی، ینظر (تحفة الاشراف) (٤/٣٧٩) حدیث (٥١٠٩)- و اخرجه الحاکم (١٩٦/٤) و قال: حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه- بلفظ من کسا مسلما ثوبا لم یزل---- وذکره الترمذی فی الترغیب (٣/٤٤) حدیث (٣١١٠) بلفظ (ما من مسلم کسا مسلما---) و عزاه للترمذی و الحاکم-

کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو لباس پہناتا ہے' تو وہ لباس اس دوسرے مسلمان کے جسم پر جب تک رہتا ہے' وہ پہلا شخص اللہ تعالیٰ کی حفظ و ایمان میں رہتا ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

مسلمان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی فضیلت:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حصین بجلی کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک سائل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس سے توحید و رسالت کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اثبات میں جواب دیا: پھر آپ نے اس سے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب دیا: ہاں میں روزے رکھتا ہوں، پھر آپ نے سائل کو کپڑا عنایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو کپڑا زیب تن کراتا ہے تو جب تک اس کے جسم پر کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی باقی رہے گا، دینے والا اللہ کی حفاظت میں رہے۔

سوال: حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سائل سے روزے رکھنے کے بارے میں سوال کیوں کیا، حالانکہ نماز، حج اور زکوٰۃ بھی فرض ہیں؟

جواب: نماز کے بارے میں اس لیے دریافت نہ کیا کہ اس زمانہ میں ہر مسلمان نماز کا پابند ہوتا تھا، زکوٰۃ اور حج کے بارے میں اس لیے دریافت نہ کیا کہ وہ غریب تھا اور غریب پر یہ دونوں عبادات فرض نہیں ہیں۔

سوال: ایک روایت کے الفاظ ہیں: للسائل حق ولو جاء علی فرس، اس حدیث سے گداگری کا جواز ثابت ہوتا ہے' حالانکہ اسلام نے گداگری سے منع کیا ہے؟

جواب: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سائل ضعیف و کمزور اور محتاج ہو جو پیدل نہ چل سکتا ہو اور اس کا حق ہے کہ اسے خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے' کیونکہ وہ سوال کرنے کا اور خدمت کرانے کا حقدار ہے، اس مفہوم کے اعتبار سے اس روایت سے گداگری کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

فائدہ نافعہ: ہر انسان بلکہ جانور بالخصوص مسلمان سے حسن سلوک کرنے کی بہت فضیلت اور اجر و ثواب ہے، معاونت کی صورت میں جب تک کوئی دی ہوئی چیز سے استفادہ کرتا رہے گا' دینے والا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔

2409 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ وَّيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ اَبِيْ جَمِيْلَةَ الْاَعْرَابِيِّ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ

2409۔ اخرجه ابن ماجه (۱/۴۲۳): کتاب اقامة الصلاة و السنة فیها؛ باب: ماجاء فی قیام اللیل، حدیث (۱۳۳٤)، و کتاب الاطعمة باب: اطعام الطعام، حدیث (۳۲۵۱)، و الدارمی (۱/۳٤۰): کتاب الصلاة؛ باب: فضل صلاة اللیل مو کتاب الاستئذان؛ باب: افشاء السلام و اخرجه احمد (۵/٤۵۱)، و عبد بن حمید ص ۱۷۹؛ حدیث (٤۹٦)، عن عوف بن ابی جمیلة الاعرابی، عن زرارة بن اوفی، عن عبد اللّٰه بن سلام به۔

متن حدیث: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ اِلَيْهِ وَقِيْلَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِاَنْظُرَ اِلَيْهِ فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ وَّكَانَ اَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهٖ اَنْ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے یعنی مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جب یہ بتایا گیا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں کے درمیان میں بھی آیا تا کہ آپ کی زیارت کروں جب میری نظر آپ کے چہرۂ مبارک پر پڑی تو مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہے۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی۔

اے لوگو! (اپنے درمیان) سلام کو پھیلا دو (دوسروں کو) کھانا کھلاؤ اور اس وقت (نفل) نماز ادا کرو جب لوگ سو چکے ہوں۔ (ایسا کرنے کے نتیجے میں) تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

جنت میں لے جانے والے اعمال:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے، ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جو یہود کے بہت بڑے پیشوا اور آسمانی کتب کے عالم تھے، جب ان کی پہلی نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پڑی تو وہ پکار اٹھے: ان وجهه ليس بوجه كذاب، یعنی یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا، وہ آپ کا چہرۂ انور دیکھ مسلمان ہو گئے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں لے جانے والے تین اعمال بیان فرمائے:

1- اسلام کو رواج دینا، 2- غریبوں کو کھانا کھلانا، 3- نماز تہجد ادا کرنا۔

مختلف روایات میں جنت میں لے جانے والے مختلف اعمال بیان کیے گئے ہیں مگر حدیث باب میں صرف تین اسباب بیان کیے گئے ہیں۔ موقع و محل کی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں لے جانے والے مختلف نیک اعمال کا تذکرہ کیا ہے۔

2410 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ الْمَدَنِيُّ الْغِفَارِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

2410- انفرد به الترمذي، ينظر (تحفة الاشراف) (۹ /۵۰۰) حديث (۱۳۰۷۲) اخرجه الحاكم (۱۳٦/٤) و قال صحيح الاسناد و لم يخرجاه، و ابن حبان في (صحيحه) (۱٦/۲) حديث (۳۱۵) و البيهقي في (السنن) (۳۰٦/٤) من طريق عمر بن علي، عن معن، عن المقبري، و حنظلة عن ابي هريرة۔

متن حدیث: الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (کچھ) کھا کر شکر ادا کرنے والا صبر کے ساتھ روزہ رکھنے والے کی مانند ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

کھا کر شکر بجالانا، روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کی مثل ہے:

جو شخص کھانا کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے، وہ اس روزہ دار کی مثل ہوتا ہے' جو صبر بھی کرتا ہے' چونکہ صائم کوئی چیز کھانے اور پینے سے اجتناب کرتا ہے، جس کے اجر وثواب سے اسے نوازا جاتا ہے۔ اسی طرح کھانا وغیرہ کھا کر جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے، اسے بھی اجر وثواب سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ الغرض! اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے اور صبر کرنے کا ثواب یکساں ہے۔

2411 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ بِمَكَّةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متن حدیث: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ اَتَاهُ الْمُهَاجِرُوْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَاَيْنَا قَوْمًا اَبْذَلَ مِنْ كَثِيْرٍ وَّلَا اَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِّنْ قَلِيْلٍ مِّنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ لَقَدْ كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَاَشْرَكُوْنَا فِي الْمَهْنَاِ حَتّٰى لَقَدْ خِفْنَا اَنْ يَّذْهَبُوْا بِالْاَجْرِ كُلِّهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَا دَعَوْتُمُ اللّٰهَ لَهُمْ وَاَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہاجرین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم جن لوگوں کے مہمان بنے ہیں۔ ہم نے زیادہ مال کی موجودگی میں ان سے زیادہ خرچ کرنے والا اور کم مال ہوتے ہوئے ان سے زیادہ ہمدرد کوئی قوم نہیں دیکھی۔ یہ لوگ ہماری طرف سے کام کر لیتے ہیں اور ہمیں معاوضے میں شریک کر لیتے ہیں' یہاں تک کہ ہمیں یہ اندیشہ ہوا ہے کہ یہ سارے کا سارا اجر حاصل کر لیں گے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں (ایسا اس وقت تک نہیں ہوگا) جب تک تم ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے رہو گے' اور ان کی تعریف کرتے رہو گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

حسنِ سلوک کرنے والے لوگوں کے حق میں دعاء خیر کرنا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اقامت پذیر ہو گئے تو

2411- اخرجه احمد (۳/۲۰۰ - ۲۰۴) عن حميد عن انس بن مالك به-

مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہوئے اور انصار مدینہ کی تعریف میں رطب اللسان ہوئے کہ ان لوگوں نے اپنے گھروں، کھیتوں اور باغات وغیرہ میں ہمیں شامل کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور تمام ثواب کے حقدار قرار پا چکے ہیں اور ہم ان سے پیچھے رہ جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرمایا: اگر تم ان کے حسن سلوک کے جواب میں ان کے حق میں دعائے خیر کرتے رہے تو تمہیں ان کے برابر اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔ اس حدیث کا خاص درس یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے حسن سلوک کا جواب اس سے ملتا جلتا نہ دے سکتا ہو، وہ اس کے حق میں دعائے خیر کرے گا تو اسے بھی اس کے مساوی ثواب عطا کیا جائے گا۔

2412 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ مُوسٰى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو الْاَوْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ اَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ عَلٰى كُلِّ قَرِيْبٍ هَيِّنٍ سَهْلٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو جہنم پر حرام ہوگا' اور جہنم اس پر حرام ہوگی؟ ہر وہ شخص جو ساتھ رہے تو آسانی فراہم کرے' اور نرمی کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

نیک شخص پر آتش جہنم حرام ہونا:

کسی آدمی کا جہنم پر حرام ہونا یا جہنم کا اس پر حرام ہونا، دونوں فقرات کا ایک ہی مطلب ہے۔ یہ وہ خوش بخت آدمی ہے' جس پر جہنم حرام اور جنت واجب ہے' جس میں تین اوصاف پائے جائیں۔

1- لوگ اسے پسند کرتے ہوں اور اس سے محبت کرتے ہوں۔

2- وہ نہایت درجہ کا نرم خو ہو اور غصہ و ناراضگی اس کے قریب بھی نہ آتی ہو۔

3- وہ حسن اخلاق کا پیکر ہو اور لوگوں سے حسن سلوک کرتا ہو۔

فائدہ نافعہ: جامع ترمذی کے بعض نسخوں میں جواب سوال کے آغاز میں کلمہ ''علی'' موجود نہیں ہے۔ اس صورت میں حدیث باب کا مفہوم یہ ہوگا کہ جس پر آتش جہنم حرام ہے، وہ خوش نصیب شخص ہے جو لوگوں کی نظروں میں ہر دلعزیز، نرم مزاج اور عمدہ اخلاق کا مالک ہو۔

2413 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَيُّ شَيْءٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهِ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ قَامَ فَصَلّٰى

2412- اخرجه احمد (۱/۴۱۵) عن موسی بن عقبة، عن عبد الله بن عمرو الاودی عن ابن مسعود به-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ اسود بن یزید بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو کیا کرتے تھے تو انہوں نے بتایا: آپ گھر کے کام کاج کر لیتے تھے جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ اٹھ کر نماز ادا کرنے لگتے تھے۔ (یا نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لے جاتے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

گھریلو امور میں حصہ لینا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عجز وانکسار کے پیکر اور معمولی امور انجام دینے میں عار محسوس نہیں فرماتے تھے بلکہ اہل خانہ کے امور میں عملی طور پر شریک ہو جاتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو گھریلو امور میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاتے اور نماز کا وقت ہونے پر نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں کا دودھ اپنے دست اقدس سے دوہ لیتے، گھریلو ضروریات کا سودا سلف بازار سے خرید لاتے، کپڑوں کو پیوند لگا لیتے اور اپنے جوتوں کی مرمت خود کر لیتے تھے، ان امور میں آپ کا اسوہ ہمارے لیے نمونہ عمل ہے۔

2414 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَيْدٍ التَّغْلَبِيِّ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَصَافَحَهُ لَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ يَنْزِعُ وَلَا يَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنْ وَّجْهِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِىْ يَصْرِفُهُ وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَىْ جَلِيْسٍ لَّهُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا تھا تو آپ اس سے مصافحہ کیا کرتے تھے اور آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہیں کھینچتے تھے بلکہ وہ شخص خود اپنا ہاتھ کھینچتا تھا۔ آپ اپنا چہرہ اس کے چہرے سے نہیں پھیرتے تھے، یہاں تک کہ وہ خود کسی اور طرف چلا جاتا تھا۔ آپ کو کبھی بھی سامنے بیٹھے ہوئے شخص کی طرف پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

2413- اخرجه البخاری (۲/۱۹۷): كتاب الاذان: باب: من كان فى حاجة اهله فاقيمت الصلاة فخرج، حديث (۶۷۶) و كتاب النفقات: باب: خدمة الرجل فى اهله، حديث (۵۳۶۳) و كتاب الادب: باب: كيف يكون الرجل فى اهله؟ حديث (۶۰۳۹) و البخارى فى الادب المفرد ص ۱۵۹، حديث (۵۳۷) و اخرجه احمد (۶/۴۹ - ۱۲۶ - ۲۰۶) - عن شعبة، عن الحكم بن عتيبة، عن ابراهيم، عن الاسود بن يزيد عن عائشة به-

2414- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۲۲۴): كتاب الادب: باب: اكرام الرجل جليسه، حديث (۳۷۱۶) عن ابى يحيى الطويل عمران بن زيد، عن زيد العمى عن انس به-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

ملاقات اور محفل کے آداب:

ہر نبی اللہ تعالیٰ کا شاگرد اور علمی و عملی طور پر اس کا تربیت یافتہ ہوتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ہمارے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چند اخلاق حسنہ کا درس دیا گیا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ جب کسی سے مصافحہ کیا جائے تو اپنا ہاتھ اس وقت تک نہ کھینچا جائے جب تک دوسرا شخص اپنا ہاتھ نہ چھڑا لے۔

☆ اپنا چہرہ اپنے بھائی کی طرف اس وقت تک متوجہ رکھا جائے جب تک وہ خود متوجہ رہے، مجلس میں بیٹھنے کے دوران اپنا پاؤں کسی بھائی کی طرف دراز نہ کیا جائے' کیونکہ یہ حالت ہمنشین پر شاق گزرے گی۔

2415 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فِي حُلَّةٍ لَّهُ يَخْتَالُ فِيهَا فَاَمَرَ اللّٰهُ الْاَرْضَ فَاَخَذَتْهُ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيهَا اَوْ قَالَ يَتَلَجْلَجُ فِيهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایک شخص ایک حلہ پہن کر نکلا جس پر وہ تکبر کر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا زمین نے اسے پکڑ لیا' تو وہ اس میں دھنستا رہے گا۔ (راوی کو شک ہے یا یہ الفاظ ہیں) وہ قیامت تک اس میں دھنستا رہے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

2416 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَيُسَاقُوْنَ اِلٰى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسَمّٰى بُوْلَسَ تَعْلُوْهُمْ نَارُ الْاَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ اَهْلِ النَّارِ طِينَةَ الْخَبَالِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

2415۔ اخرجه احمد (۲/۲۲۲) عن عطاء بن السائب' عن ابيه به۔

2416۔ اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) ص ۱٦٤' حديث (۵۵٦) و اخرجه احمد (۲ /۱۷۹)' و الحميدی (۲/۲۷۲)' حديث (۵۹۸)' عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن عبد الله بن عمرو به۔

قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو آدمی کی شکلوں میں چیونٹیوں کی مانند اٹھایا جائے گا' اور ہر طرف سے ان پر ذلت مسلط ہو جائے گی اور انہیں جہنم میں ایک قید خانے کی طرف دھکیلا جائے گا جس کا نام بولس ہوگا۔ ان پر آگ چھا جائے گی اور انہیں جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی جو بدبودار کیچڑ کی شکل کی ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

متکبرین کا عبرتناک انجام:

پہلی حدیث باب میں فرعون کے وزیر خزانہ قارون کی ذلت ورسوائی کا عبرتناک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ ایک دن یہ فاخرانہ لباس زیب تن کر کے تکبر وغرور سے نکلا، اللہ تعالیٰ کو اس کا اترانا پسند نہ آیا، اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں زمین نے اسے پکڑ لیا اور بطور عذاب (خسف) نیچے دھنسانا شروع کر دیا۔ قیامت تک وہ اس عذاب میں گرفتار رہے گا اور ہمیشہ زیر زمین دھنستا رہے گا۔

دوسری حدیث باب میں متکبرین کی ذلت وخواری بیان کی گئی ہے۔ متکبرین کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا' ان پر ذلت وخواری کا عذاب مسلط کیا جائے گا' جہنم کے مشہور قید خانہ (بولس) میں پھینکے جائیں گے۔ آگ کے عذاب میں گرفتار کیے جائیں گے' اور جہنمی لوگوں کا پسینہ پینے کے لیے انہیں میسر ہوگا۔ الحاصل! متکبرین دنیا میں ذلت وخواری اور آخرت میں عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔

2417 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ مَرْحُوْمٍ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ اَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سہل بن معاذ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص غصے کو پی جائے حالانکہ وہ اس کے اظہار کی قدرت رکھتا ہو' تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کی موجودگی میں اسے بلائے گا' اور اسے یہ اختیار دے گا کہ وہ جس حور کو چاہے اختیار کر لے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

غصہ پی جانے کی فضیلت:

حدیث باب میں غصہ پی جانے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بلا وجہ یا بات بات پر غصہ کرنا اور اظہار ناراضگی کرنا حرام ہے۔

البتہ دینی معاملات کی خلاف ورزی پر غصہ آنا یا اظہار ناراضگی کرنا' جائز ہے۔غصہ آنے پر اس پر قابو پانا اور اسے پی جانا' صالحین کا طریقہ ہے۔چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔صالحین کی علامت یہ ہے کہ جب انہیں غصہ آتا ہے تو اسے پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں"۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو کسی پر غصہ آجائے اور وہ غصہ اُتارنے پر قادر بھی' پھر وہ اپنا غصہ پی جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عوض لوگوں کے سامنے اسے جنت کی حور سے نوازے گا۔جس شخص کو غصہ اتارنے کی قدرت حاصل نہ ہو بلکہ اس نے مجبوری کی وجہ سے غصہ پی لیا اسے یہ فضیلت حاصل نہیں ہوگی' مثلاً جس پر غصہ آیا ہو وہ عمر میں بڑا ہو یا مرتبہ ومنصب میں بڑا ہو یا طاقتور ہو یا کسی حکومتی عہدہ پر متمکن ہو۔

2418 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْغِفَارِيُّ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَاَدْخَلَهُ جَنَّتَهُ رِفْقٌ بِالضَّعِيفِ وَشَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَاِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوكِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ الْمُنْكَدِرِ هُوَ اَخُو مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تین چیزیں ایسی ہیں' جو انہیں اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنا خاص فضل کرے گا' اور اسے جنت میں داخل کر دے گا۔کمزور شخص پر نرمی کرنا، والدین کے ساتھ شفقت سے پیش آنا اور غلام کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ابوبکر بن منکدر' محمد بن منکدر کے بھائی ہیں۔

شرح

کمزور کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی فضیلت:

نحیف وکمزور اور ماتحت کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ جنت عطا فرماتا ہے۔حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص میں تین اوصاف پائے جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا کرے گا۔

1- کمزور یا ماتحت کے ساتھ نرمی کا روّیہ اختیار کرنا۔

2- والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی خدمت وتواضع بجالانا۔

3- غلام یا نوکر سے حسن برتاؤ کرنا۔

2418- انفرد به الترمذي' ينظر (تحفة الاشراف)(٥/٣٩٧) حديث (٣١٤٦) ذكره المنذري في (الترغيب)(١/٧١٩) حديث (١٣٩٧) و عزاه لابي الشيخ في الثواب و ابي القاسم الاصبهاني

2419 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ لَيْثٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَسَلُوْنِى الْهُدٰى اَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فَقِيْرٌ اِلَّا مَنْ اَغْنَيْتُ فَسَلُوْنِىْ اَرْزُقْكُمْ وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَافَيْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ اَنِّىْ ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِىْ غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا اُبَالِىْ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِىْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِىْ مُلْكِىْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَّلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَشْقٰى قَلْبِ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِىْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِىْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَّلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا فِىْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْكُمْ مَا بَلَغَتْ اُمْنِيَّتُهٗ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِّنْكُمْ مَا سَاَلَ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِىْ اِلَّا كَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيْهِ اِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا اِلَيْهِ ذٰلِكَ بِاَنِّىْ جَوَادٌ مَاجِدٌ اَفْعَلُ مَا اُرِيْدُ عَطَائِىْ كَلَامٌ وَّعَذَابِىْ كَلَامٌ اِنَّمَا اَمْرِىْ لِشَىْءٍ اِذَا اَرَدْتُهٗ اَنْ اَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ مَعْدِىْ كَرِبَ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم سب گمراہ رہو گے سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں تو تم مجھ سے ہدایت مانگو۔ میں تمہیں ہدایت دوں گا تم سب غریب ہو ماسوائے اس کے جسے میں بے نیاز کر دوں تو تم مجھ سے مانگو میں تمہیں رزق دوں گا۔ تم سب گناہگار ہو ماسوائے اس کے جسے میں عافیت عطا کروں تو تم میں سے جو شخص یہ جانتا ہو کہ میں اس بات کی قدرت رکھتا ہوں کہ میں بخش دوں تو وہ مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دوں گا اور میں اس بات کی پرواہ نہیں کروں گا اور اگر تمہارے سب پہلے والے اور سب بعد والے، سب زندہ اور سب مرحومین سب تر اور خشک لوگ اکٹھے ہو کر میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار بندے کی مانند ہو جائیں تو اس کے ذریعے میری بادشاہی میں مچھر کے پر جتنا اضافہ بھی نہیں کریں گے اور اگر تمہارے سب پہلے والے اور سب بعد والے سب زندہ اور سب مرحومین، سب تر اور سب خشک لوگ اکٹھے ہو کر میرے بندوں میں سے سب سے بد بخت ترین بندے کی مانند ہو جائیں تو بھی میری بادشاہی میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی کمی نہیں کریں گے اور اگر تمہارے سب پہلے والے اور سب بعد والے، سب زندہ اور سب مرحومین سب تر اور خشک لوگ ایک میدان میں اکٹھے ہو جائیں اور ان میں سے ہر شخص جو اس کی آرزو ہو سکتی ہے اسے مانگے تو میں تم میں سے ہر ایک مانگنے والے کو (اس کے سوال کے مطابق) عطا کروں گا اور اس سے میری بادشاہی میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی کہ جس طرح کوئی شخص سمندر کے پاس سے گزرتے ہوئے اس میں سوئی ڈبوئے اور پھر نکال کر یہ دیکھے

2419۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۲۲): كتاب الزهد: باب: ذكر التوبة- حديث (۴۲۵۷)- و اخرجه احمد (۵/۱۵۴ - ۱۷۷) عن شهر بن حوشب، عن عبد الرحمن بن غنم، عن ابى ذر الغفارى به۔

کہ (اس نے سوئی کے ذریعے سمندر کا کتنا پانی کم کیا ہے) میں غنی ہوں میرے پاس سب کچھ ہے اور میں بزرگی کا مالک ہوں میں جو چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں۔ میرا عطا کرنا حکم ہے اور میرا عذاب' کلام (کے ذریعے واقع ہو جاتا) ہے کسی بھی شے کے بارے میں میرا حکم یہ ہے: جب میں اس کا ارادہ کرلوں تو اسے یہ فرماتا ہوں: ہو جا! تو وہ ہو جاتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت کو شہر بن حوشب کے حوالے سے، معدیکرب کے حوالے سے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

شرح

تمام نعمتوں کا اللہ تعالیٰ کے پاس ہونا اور اس کی بندہ نوازی:

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق بالخصوص انسانوں کے لیے اتنی کثیر نعمتیں پیدا فرمائی ہیں کہ ان کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ دیگر نعمتوں کے علاوہ تین سو ساٹھ (360) اعضاء میں سے ہر ایک بے مثل نعمت ہے مثلاً زبان، کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور دل وغیرہ۔

حدیث باب دراصل حدیث قدسی ہے، جس میں چھ اہم نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1- ہدایت اللہ کے پاس ہونا: ہدایت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسانوں کو ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ انسان کو ہدایت حاصل کرنے کی تعلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بایں الفاظ دی گئی ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o (الفاتحہ: 5) اے اللہ! تو ہمیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت عطا فرمایا"۔

2- دولت اللہ کے پاس ہونا: انسان بنیادی وفطری طور پر محتاج وغریب ہے۔ اللہ تعالیٰ غنی و مالدار ہے اور جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دولت کا طالب ہوتا ہے وہ اسے اتنی دولت سے نوازتا ہے کہ دوسروں سے بے نیاز کر دیتا ہے، ارشاد ربانی ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ یعنی ہر جاندار کا رزق صرف اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

3- معافی اللہ کے پاس ہونا: انسان فطرتی طور پر غیر معصوم اور گناہگار ہے۔ جب ارتکاب معصیت کے بعد انسان اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بخوشی اسے معاف فرما دیتا ہے۔

4- انسانوں کی عبادت سے اللہ کی عزت میں اضافہ نہ ہونا: تمام انسان جمع ہو کر ہمہ وقت یعنی شب وروز اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں لگ جائیں تو مچھر کے ایک پر کے مساوی بھی اللہ تعالیٰ کی عزت میں اضافہ نہیں کر سکتے۔

5- انسانوں کی نافرمانی سے اللہ کی عزت میں کمی نہ ہونا: اگر بالفرض تمام انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اتر آئیں اور اس کی عبادت و ریاضت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی عزت میں کمی نہیں آسکتی۔

6- انسانوں کو نوازنے سے اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کمی نہ ہونا: اگر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ان کی خواہشات کے مطابق مختلف اشیاء سے نواز دے تو اس کے خزانوں میں بالکل کمی واقع نہیں ہوسکتی۔

2420 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

2420- اخرجه احمد (۲/۳۲)-

بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيِّ عَنْ سَعْدٍ مَوْلٰى طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ لَمْ اَسْمَعْهُ اِلَّا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَّلٰكِنِّي سَمِعْتُهُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: كَانَ الْكِفْلُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ لَا يَتَوَرَّعُ مِنْ ذَنْبٍ عَمِلَهُ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَاَعْطَاهَا سِتِّيْنَ دِيْنَارًا عَلٰى اَنْ يَّطَاَهَا فَلَمَّا قَعَدَ مِنْهَا مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنِ امْرَاَتِهٖ اَرْعَدَتْ وَبَكَتْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ اَكْرَهْتُكِ قَالَتْ لَا وَلٰكِنَّهُ عَمَلٌ مَا عَمِلْتُهُ قَطُّ وَمَا حَمَلَنِيْ عَلَيْهِ اِلَّا الْحَاجَةُ فَقَالَ تَفْعَلِيْنَ اَنْتِ هٰذَا وَمَا فَعَلْتِهٖ اذْهَبِيْ فَهِيَ لَكِ وَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَعْصِي اللّٰهَ بَعْدَهَا اَبَدًا فَمَاتَ مِنْ لَّيْلَتِهٖ فَاَصْبَحَ مَكْتُوْبًا عَلٰى بَابِهٖ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لِلْكِفْلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رَوَاهُ شَيْبَانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَ هٰذَا وَرَفَعُوْهُ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ فَلَمْ يَرْفَعْهُ وَرَوٰى اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ فَاَخْطَاَ فِيْهِ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيُّ هُوَ كُوْفِيٌّ وَّكَانَتْ جَدَّتُهُ سُرِّيَّةً لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَّرَوٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيِّ عُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ وَالْحَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ كِبَارِ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے اور میں نے آپ کو یہ بات ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں' یہاں تک کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سات تک گنتی کی اور پھر فرمایا: اس سے بھی زیادہ مرتبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''کفل'' نامی شخص کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا وہ کسی بھی گناہ کا ارتکاب کرنے سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت اس کے پاس آئی۔ اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار دیے۔ اس شرط پر کہ وہ اس عورت کے ساتھ زنا کرے گا' جب وہ اس کے ساتھ زنا کرنے لگا تو وہ عورت کانپنے لگی اور رونے لگی۔ اس نے دریافت کیا: تم کیوں رو رہی ہو۔ کیا میں نے تمہارے ساتھ زبردستی کی ہے۔ اس عورت نے جواب دیا: نہیں! لیکن یہ ایک ایسا عمل ہے' جو میں نے کبھی نہیں کیا اور انتہائی مجبوری کے عالم میں' میں اس پر مجبور ہوئی ہوں' تو وہ بولا: تم یہ کام کر رہی ہو؟ حالانکہ تم نے پہلے کبھی یہ کام نہیں کیا: تم جاؤ! یہ دینار تمہارے ہوئے پھر اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اب میں اس کے بعد کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا' پھر اسی رات اس کا انتقال ہو گیا' تو صبح اس کے دروازے پر یہ لکھا ہوا تھا: اللہ تعالیٰ نے ''کفل'' کی مغفرت کر دی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شیبان اور دیگر راویوں نے اسے اعمش کے حوالے سے نقل کیا ہے اور ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

بعض راویوں نے اسے اعمش کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

ابوبکر بن عیاش نے اس حدیث کو اعمش کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں غلطی کی ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن

عبداللہ کے حوالے سے، سعید بن جبیر کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مذکور ہے حالانکہ یہ سند محفوظ نہیں ہے۔
اس کی وجہ یہ ہے: عبداللہ بن عبداللہ رازی نامی راوی کوفہ کا رہنے والا ہے اور اس کی دادی حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی کنیز تھیں۔
عبیدہ ضبی، حجاج بن ارطات اور دیگر اکابر اہلِ علم نے عبداللہ بن عبداللہ رازی کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

گناہگار کی مغفرت ہونا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا جو ہر قسم کا گناہ کرتا تھا، ایک دفعہ اس کے ہاں ایک خاتون آئی تو اسے زنا کی غرض سے ساٹھ دینار دیے، جب کفل اس سے زنا کرنے لگا تو عورت لرز گئی، اور اس نے رونا شروع کر دیا، کفل نے پوچھا: تم کیوں روتی ہو، میں نے زبردستی تو نہیں کی بلکہ میں نے تو تمہاری رضامندی سے معاملہ طے کیا ہے؟ عورت نے جواب دیا، یہ بات درست ہے لیکن آج تک میں نے یہ کام نہیں کیا اب تم یہ اپنے دینار لو اور میں یہ قبیح کام نہیں کر سکتی، کفل نے توبہ کی اور رقم بھی لینے سے انکار کر دیا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کیا، اسی رات اس کی وفات ہو گئی۔ صبح کے وقت اس کے دروازہ پر کاغذ دستیاب ہوا جس پر یہ عبارت تحریر تھی: إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لِلْكِفْلِ، بیشک اللہ تعالیٰ نے کفل کی مغفرت فرما دی ہے۔
ایک مشہور روایت کے مطابق تین آدمی ایک غار میں پھنس گئے تھے، ان میں سے ایک شخص ایسا تھا جس نے اپنی چچازاد ہمشیرہ کو سو دینار دے کر زنا کے لیے آمادہ کیا تھا، لیکن اس نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث 3743) ثابت ہوا کہ جب کوئی گناہ کر کے یا گناہ کرنے کا ارادہ کر کے سچے دل سے توبہ کر لی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے اور گناہ معاف کر دیتا ہے۔

2421 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ بِحَدِيْثَيْنِ اَحَدِهِمَا عَنْ نَفْسِهِ وَالْاٰخَرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
متنِ حدیث: عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهُ كَاَنَّهُ فِيْ اَصْلِ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهُ كَذُبَابٍ وَّقَعَ عَلٰى اَنْفِهِ قَالَ بِهِ هٰكَذَا فَطَارَ
حدیثِ دیگر: وَقَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ اَحَدِكُمْ مِنْ رَجُلٍ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ دَوِيَّةٍ مَهْلَكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَطَعَامُهُ وَشَرَابُهُ وَمَا يُصْلِحُهُ فَاَضَلَّهَا فَخَرَجَ فِيْ طَلَبِهَا حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ قَالَ اَرْجِعُ اِلٰى مَكَانِي الَّذِيْ اَضْلَلْتُهَا فِيْهِ فَاَمُوْتُ فِيْهِ فَرَجَعَ اِلٰى مَكَانِهٖ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَاسْتَيْقَظَ فَاِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَ رَاْسِهٖ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ وَمَا يُصْلِحُهُ
حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2421- اخرجه البخاری (۱۱/ ۱۰۵): کتاب الدعوات: باب: التوبة: حدیث (۶۳۰۸) و اخرجه مسلم (۴/ ۲۱۰۳): کتاب التوبة: باب الحض علی التوبة و الفرح بها: حدیث (۳/ ۲۷۴۴) و اخرجه احمد (۱/ ۳۸۳)۔

فی الباب: وَفِيهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حارث بن سوید بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے دو باتیں بیان کیں۔ ایک ان کا اپنا قول تھا اور دوسرا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی: مؤمن اپنے گناہوں کو یوں دیکھتا ہے جیسے کوئی شخص پہاڑ کے دامن میں کھڑا ہو اور اسے یہ اندیشہ ہو کہ یہ پہاڑ اس پر گر پڑے گا' اور گناہگار شخص اپنے گناہوں کو یوں دیکھتا ہے جیسے وہ مکھی ہے' جو اس کی ناک پر آ کر بیٹھ گئی ہے اور وہ اسے ایسے کرے گا' اور وہ اڑ جائے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کسی شخص کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے' جو ایک خطرناک بے آب و گیاہ میدان میں ہو اس کے ساتھ اس کی سواری ہو جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان اور دیگر سامان موجود ہو' اور وہ شخص اس سواری کو گم کر دے پھر وہ اس کی تلاش میں نکلے' یہاں تک کہ جب موت اس کے قریب پہنچ جائے' تو وہ یہ سوچے کہ میں اب واپس اسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں میں نے سواری کو گم کیا تھا اور وہاں میں مر جاؤں گا۔ وہ واپس اس جگہ پر آئے وہاں اس کی آنکھ لگ جائے اور جب اس کی آنکھ کھلے تو اس کی سواری اس کے سرہانے موجود ہو جس پر اس کا کھانے پینے کا سامان اور دیگر ضروریات کا سامان موجود ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے احادیث نقل کی گئی ہیں۔

2423 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ مَسْعَدَةَ عَنْ قَتَادَةَ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ہر انسان خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرتے ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف علی بن مسعدہ نامی راوی کی قتادہ سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

2423۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۲۰): كتاب الزهد: باب: ذكر التوبة، حديث (۴۲۵۱) و الدارمي (۲/۳۰۳): كتاب الرقاق: باب: التوبة و اخرجه احمد (۳/۱۹۸) و عبد بن حميد ص ۳۶۰، حديث (۱۱۹۷) عن زيد بن الحباب و مسلم بن ابراهيم عن علي بن مسعدة عن قتادة عن

شرح

ارتکاب گناہ کے وقت آدمی کی کیفیت اور توبہ کرنے سے اللہ کا خوش ہونا:

پہلی حدیث باب میں ارتکاب گناہ کے وقت نیک اور بدکار آدمی کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1-جب نیک آدمی کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اسے دلی طور پر پسند نہیں کرتا بلکہ دل میں نور ایمان کی برکت ہونے کی وجہ سے اسے پہاڑ کی طرح وزنی تصور کرتا ہے۔ جو کسی بھی وقت اس پر گر سکتا ہے۔اس کے برعکس بدکردار آدمی کی گناہ کے وقت یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہو جو انگلی کے اشارہ سے اڑا دی جاتی ہے۔الغرض نیکوکار کی نظر برائی کے انجام پر ہوتی ہے اور بدکردار کی نظر گناہ سے لطف اندوز ہونے پر ہوتی ہے۔

2-جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوتا ہے۔اس خوشی کو ایک مثال کے ذریعے واضح کی گیا گیا ہے کہ ایک شخص دوران سفر دوپہر کے وقت ایک درخت کے نیچے آرام کے لیے لیٹ جاتا ہے اور اس کی سواری مع سازو سامان کھڑی ہو جاتی ہے، کچھ دیر سونے کے بعد وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کی سواری مع اشیاء خوردونوش غائب ہے۔جس سے اسے نہایت درجہ کی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔وہ سواری کی تلاش میں چند قدم چلتا ہے لیکن محرومی کی حالت میں پھر اسی درخت کے نیچے آکر سو جاتا ہے۔اچانک اس کی آنکھ لگ جاتی ہے اور بیدار ہوتا ہے تو اس کی سواری مع اشیاء خوردونوش موجود ہے۔اب اس شخص کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں رہتی۔جب کوئی گناہگار شخص اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

دوسری حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ ملائیکہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی انسان معصوم نہیں ہے۔تاہم صالحین اور اولیاء محفوظ تو ہو سکتے ہیں لیکن معصوم نہیں۔جب انسان معصوم نہیں ہے تو اس سے عمداً یا سہواً گناہ کا صدور ہو سکتا ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی نہ کسی اعتبار سے انسان گناہگار ہوتا ہے۔پھر بہترین گناہگار وہ شخص ہے جو گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد توبہ کر لیتا ہے کیونکہ جب کوئی گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لی جائے وہ مٹ جاتا ہے۔

فائدہ نافعہ: توبہ میں تین امور ہوتے ہیں:

1-ارتکاب گناہ کا اقرار واعتراف کرنا۔

2-اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنا۔

3-آئندہ گناہ نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کرنا۔جب بھی مسلمان کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قابل قبول ہوتی ہے' کیونکہ تا قیامت توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

2424 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

2424- اخرجه البخاری (۱۰/ ۵۱۸): كتاب الادب: باب: حسن الضيف حديث (۶۱۳۶) و كتاب الرقاق: باب: حفظ اللسان' حديث (۶۴۷۶) و مسلم (۱/۲۷۶ - الابی): كتاب الايمان: باب: الحث على كرام الجار و الضيف---' حديث (۷۴ /۴۷) و ابو داؤد (۴/۳۳۹): كتاب الادب: باب: في حق الجوار' حديث (۵۱۵۴) و اخرجه احمد (۲/ ۲۶۷ - ۲۶۹)- عن ابن شهاب الزهری عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن ابی هريرة به-

متن حدیث: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَاَنَسٍ وَاَبِيْ شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ الْكَعْبِيِّ الْخُزَاعِيِّ وَاسْمُهٗ خُوَيْلِدُ بْنُ عَمْرٍو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو' اسے اپنے مہمان کی عزت افزائی کرنی چاہیے' اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو' اسے بھلائی کی بات کہنی چاہیے' ورنہ خاموش رہنا چاہیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ، کعبی خزاعی' ان کا نام خویلد بن عمرو ہے' سے احادیث منقول ہیں۔

2425 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ صَمَتَ نَجَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيُّ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص خاموش رہے' وہ نجات پاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف ابن لہیعہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔ ابوعبدالرحمٰن حبلی کا نام عبداللہ بن یزید ہے۔

شرح

خاموشی سے نجات ہونا:

اعضاء جسم کی ترجمان زبان ہے' اس کے صحیح استعمال سے تمام اعضاء کو سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس کے ناجائز استعمال سے تمام اعضاء جسم کو پریشانی ہوتی ہے۔ ہر روز صبح کے وقت تمام اعضاء جسم زبان کے سامنے دست بستہ گزارش کرتے ہیں، تو نے ہماری صحیح ترجمانی کرنی ہے ورنہ ہم تیرے گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی

2425- اخرجه الدارمی (۲/۲۹۹): كتاب الرقاق: باب: الصمت' و اخرجه احمد (۲/۱۵۹ - ۱۷۷) و عبد بن حميد ص ۱۳۷ حديث (۳۴۵) عن عبد الله بن لهيعة عن يزيد بن عمرو المعافري' عن ابي عبد الرحمن الحبلي عن عبد الله بن عمرو به۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھے دو اعضاء کے صحیح استعمال کی ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں وہ دو اعضاء یہ ہیں:

1-زبان،

2-شرمگاہ، زبان کے صحیح استعمال (کلمہ طیبہ پڑھنے) سے آدمی جنتی ہو جاتا ہے اور اس کے غلط استعمال (کلمہ کفر بکنے یا ضرورت دین کا انکار کرنے) سے انسان جہنمی بھی ہوسکتا ہے۔

پہلی حدیث باب میں مسلمان کو دو کاموں کا حکم دیا گیا ہے، 1-شب و روز مہمان کی تواضع کا اہتمام کرنا۔ 2-زبان سے اچھی بات کہنا چاہیے یا خاموشی اختیار کرنا چاہیے۔

دوسری حدیث باب میں پہلی حدیث کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے۔ انسان عدم توجہ کا شکار ہو کر یا جہالت کے نتیجہ میں یا عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی زبان کو مغلظات کے لیے خوب استعمال کرتا ہے۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو آدمی بکثرت گفتگو کا عادی ہوتا ہے تو اس کے گناہ بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ زیر مطالعہ حدیث میں خصوصیت سے اس بات کا درس دیا گیا ہے کہ مسلمان کی شایان شان یہی ہے کہ وہ بامقصد گفتگو کرے یا خاموشی اختیار کرے، کیونکہ خاموشی اختیار کرنا نجات کا سبب ہے۔

2426 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ اَبِىْ حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متن حدیث: حَكَيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَقَالَ مَا يَسُرُّنِىْ اَنِّىْ حَكَيْتُ رَجُلًا وَّاَنَّ لِىْ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ صَفِيَّةَ امْرَاَةٌ وَّقَالَتْ بِيَدِهَا هٰكَذَا كَاَنَّهَا تَعْنِىْ قَصِيْرَةً فَقَالَ لَقَدْ مَزَجْتِ بِكَلِمَةٍ لَّوْ مَزَجْتِ بِهَا مَاءَ الْبَحْرِ لَمُزِجَ

◄► ابوحذیفہ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا تذکرہ کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے: میں کسی شخص کی خامی کا تذکرہ کروں، اگرچہ مجھے یہ کچھ مل جائے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! صفیہ تو اس طرح کی عورت ہیں اور پھر انہوں نے اپنے ہاتھ کے ذریعے یہ اشارہ کیا کہ ان کا قد کم ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے ایسی بات شامل کی ہے، اگر اسے سمندر کے پانی میں ملایا جاتا تو وہ بھی تبدیل ہو جاتا۔

2427 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ اَبِىْ حُذَيْفَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: مَا اُحِبُّ اَنِّىْ حَكَيْتُ اَحَدًا وَّاَنَّ لِىْ كَذَا وَكَذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَاَبُوْ حُذَيْفَةَ هُوَ كُوْفِىٌّ مِّنْ اَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّيُقَالُ اسْمُهٗ سَلَمَةُ بْنُ صُهَيْبَةَ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں یہ نہیں چاہتا کہ میں کسی کا عیب بیان

2426- اخرجه ابوداؤد (٤/٢٦٩): كتاب الادب: باب: فى ذى الوجهين حديث (٤٨٧٥)- واخرجه احمد (٦/١٢٨ - ١٣٦ - ١٨٩ - ٢٠٦) عن سفيان بن على بن الاقمر، عن ابى حذيفة، وكان من اصحاب ابن مسعود عن عائشة به-

کروں، اگرچہ مجھے اس کے بدلے میں یہ یہ کچھ مل جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوحذیفہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام سلمہ بن صہیبہ ہے۔

شرح

کسی شخص کی نقل اتارنے کی ممانعت:

لفظ: حَكَيْتُ، صیغہ واحد متکلم، فعل ماضی معروف، ثلاثی مجرد، ناقص یائی از باب ضَرَبَ يَضْرِبُ، کسی کی بات کی نقل اتارنا، کسی کے فعل کی نقل اتارنا۔

پہلی حدیث باب میں کسی کی نقل اتارنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کسی آدمی کی نقل اتاری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: اگر مجھے اتنی دولت بھی دی جائے تو میں کسی کی نقل نہ اتاروں گا۔ یعنی دنیوی مفاد و منفعت کی خاطر جب نقل اتارنا غیر مفید ہے تو پھر بلاعوض کسی کی نقل اتارنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

ایک موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں عرض کیا: یارسول اللہ! صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ایک ایسی خاتون ہیں اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ ٹھگنی (پست قد) ہیں! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہوکر فرمایا: تم نے اپنے عمل کے ساتھ ایسی بری بات ملائی ہے کہ اگر اس بری بات کے ساتھ سمندر کا پانی بھی ملایا جائے تو وہ خراب ہوجائے۔ یعنی ایسی بات کہنا پانی میں نجاست ملانے کے مترادف ہے۔

دوسری حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ خواہ مجھے اس کے عوض دنیا کی دولت دی جائے تو میں پھر بھی کسی کی نقل نہیں اتاروں گا۔

فائدہ نافعہ: دور حاضر قرب قیامت کا دور ہے، اس میں تلامذہ اساتذہ کی، مریدین مشائخ کی، اولاد والدین کی، جہلاء علماء کی، بے نمازی حضرات نمازیوں کی، تارک سنت باریش لوگوں کی اور بدکردار حضرات نیکوکار لوگوں کی نقل اتار کر اپنے اللہ تعالیٰ و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے ساتھ آداب کی دولت سے بھی سرفراز فرمائے۔ آمین

2428 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

2428- اخرجه البخاری (۷۰/۱): کتاب الایمان: باب: ای الاسلام افضل: حدیث (۱۱) و مسلم (۲۳۷/۱ - الابی): کتاب الایمان: باب: بیان تفاضل الاسلام، و ای اموره افضل، حدیث (۴۲/۶۶) و النسائی (۱۰۶/۸): کتاب الایمان و شرائعه: باب: ای الاسلام افضل، حدیث (۴۹۹۹) عن بزرة بن عبد اللہ بن ابی بردة بن ابی موسی عن ابی بردة عن ابی موسی به۔

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسٰى

◆◆ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کون سا مسلمان زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

مسلمان کا کسی کو تکلیف نہ پہنچانا:

مسلمان کی شایانِ شان یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ دوسرے آدمی کو اذیت پہنچائے بلکہ شایانِ شان یہ ہے کہ کسی کو نقصان نہ پہنچائے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! بہترین مسلمان کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: من سلم المسلمون من لسانه ويده، بہترین مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں"۔

سوال: حدیث باب میں دو اعضاء جسمانی یعنی ہاتھ اور زبان کا ذکر ہے حالانکہ دیگر اعضاء بدن سے کسی کو اذیت پہنچانا بھی منع ہے، تو دو اعضاء کی تخصیص کی وجہ کیا ہے؟

جواب: حدیث میں دو اعضاء بدن کی تخصیص تحدید کے لیے نہیں ہے، بلکہ جسم کے کسی بھی حصہ سے کسی کو اذیت پہنچانا حرام ہے، مثلاً پاؤں اور آنکھوں وغیرہ سے چونکہ عموماً کسی کو اذیت دینے کے لیے زبان اور ہاتھ استعمال ہوتے ہیں اس لیے ان کا ذکر کر دیا گیا ہے ورنہ مراد ہر عضو ہے۔

فائدہ نافعہ: ظالموں کو ظلم، مجرموں کو جرم، مفسدوں کو فساد، چوروں کو چوری اور زانیوں کو زنا کاری کی سزا دینا اذیت دینے کے زمرے میں ہرگز نہیں آتا۔

2429 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ قَالَ أَحْمَدُ مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ

توضیح راوی: وَخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَرُوِيَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّهُ أَدْرَكَ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَاتَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ رَوٰى

2429۔ تفرد به الترمذي، ينظر (تحفة الاشراف) (۸/۳۹۹)، حديث (۱۱۳۱۰) ذكره المنذري في (الترغيب) (۳/۲۷۷)، حديث (۳۶۲۵)، و ابو الحسن الكناني في (تنزيه الشريعة) (۲/۳۹۵) و عزاه لابن ابي الدنيا، و الخطيب في (تاريخ بغداد) (۲/۳۴۰) من طريق محمد بن الحسن بن ابي يزيد الهمداني عن ثور بن يزيد عن خالد بن معدان عن معاذ "مرفوعاً"۔

عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ عَنْ مُّعَاذٍ غَيْرَ حَدِيثٍ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اپنے کسی بھائی کو اس کے کسی گناہ کی وجہ سے عار دلائے تو وہ خود اس وقت تک نہیں مرے گا' جب تک اس کا ارتکاب نہیں کر لے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ علماء نے یہ بات بیان کی ہے: اس سے مراد وہ گناہ ہے' جس سے وہ دوسرا شخص توبہ کر چکا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے اور اس کی سند متصل نہیں ہے۔

خالد بن معدان نامی راوی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی ہے۔

خالد بن معدان کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا تھا۔

خالد بن معدان نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے کئی شاگردوں کے حوالے سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے دیگر روایات نقل کی ہیں۔

شرح

کسی شخص کو گناہ پر عار نہ دلانا:

حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلا کر اس کی دل آزادی کرتا ہے تو مرنے سے قبل وہ بھی اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

سوال: لفظ: ذنب، واحد ہے اور اس کی جمع ہے: ذنوب۔ اس کا معنیٰ ہے: غلطی، گناہ، جرم۔ کسی شخص کو گناہ پر عار دلانے سے یہ نتیجہ کیسے برآمد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عار دلانے والے کو بھی اس گناہ میں مبتلا کرے گا؟ جبکہ نہی عن المنکر بھی ضروری ہے؟

جواب: 1- عار دلانے کا مفہوم ہے: وهو كل شيء الزم به عيب (القاموس، ج3ص353) کسی بھی برے فعل کی شرم دلانا، عیب لگانا، طعنہ دینا جبکہ نہی عن المنکر میں ان میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی کیونکہ اس میں خیر خواہی کی نیت سے کسی برائی کے ترک کرنے کی نصیحت کی جاتی ہے۔ 2- حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے معلم حضرت امام احمد بن منیع رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق حدیث باب میں لفظ ذنب سے مراد ایسا گناہ ہے جس کے ارتکاب کے بعد توبہ کر لی گئی ہو، پھر کوئی شخص اسے توبہ کے بعد گناہ پر عار دلاتا ہے تو وہ سزا کا حقدار ہوتا ہے اور اس کی سزا یہی ہے کہ مرنے سے قبل وہ بھی اس گناہ کا مرتکب ہو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مؤاخذہ کیا جائے۔

2430 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَعِيلَ بْنِ مُجَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح قَالَ وَأَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ الْقَاسِمِ الْحَذَّاءُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ

2430- انفرد به الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (٩/٧٩) حديث (١١٧٤٩) اخرجه الطبراني في (الكبير) (٢٢/٥٣) حديث (١٢٧) و البغوي في (شرح السنة) (٦/٨/٥) و ابو نعيم في (الحلية) (٥/١٨٦) عن مكحول عن واثلة به۔

قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَّمَكْحُولٌ قَدْ سَمِعَ مِنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّاَبِيْ هِنْدٍ الدَّارِيِّ وَيُقَالُ اِنَّهٗ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ وَمَكْحُولٌ شَامِيٌّ يُكْنٰى اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَكَانَ عَبْدًا فَاُعْتِقَ وَمَكْحُولٌ الْاَزْدِيُّ بَصْرِيٌّ سَمِعَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَرْوِيْ عَنْهُ عُمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ كَثِيرًا مَا كُنْتُ اَسْمَعُ مَكْحُولًا يُسْئَلُ فَيَقُولُ نَدَانَمْ

◆◆ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو! ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا' اور تمہیں اس میں مبتلا کر دے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

مکحول شامی راوی نے حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہند داری سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

ایک قول کے مطابق انہوں نے ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور کسی سے بھی احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

مکحول شامی کی کنیت ابوعبداللہ ہے یہ صاحب پہلے غلام تھے اور پھر آزاد کر دیے گئے۔

مکحول ازدی بصری نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے عمارہ بن زاذان نے احادیث روایت کی ہیں۔

تمیم بن عطیہ بیان کرتے ہیں: میں نے کئی مرتبہ مکحول کو سنا کہ ان سے کوئی سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: ''ندانم'' (میں نہیں جانتا)

شرح

کسی مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہونا:

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ، یعنی مؤمن آپس میں بھائی ہیں''۔ ایک روایت میں مسلمانوں کو باہم ایک جسم کی مثل قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح جسم کے کسی حصہ کو بھی اذیت پہنچتی ہے تو پورا بدن تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان کو مصیبت پہنچے تو وہ تکلیف دوسرا بھائی بھی محسوس کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے غم اور خوشی میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ اس سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر تکلیف محسوس کرنے کے بجائے اظہار مسرت کرے۔ حدیث باب میں اس قبیح حرکت سے منع کیا گیا ہے۔ اگر بالفرض کوئی شخص اپنی جہالت یا شیطان کے اکسانے پر ایسی حرکت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے مؤاخذہ سے بچ نہیں سکے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی قوت رکھتا ہے کہ متاثر آدمی کو راحت وسکون کی دولت سے نواز دے اور اسے مصیبت میں مبتلا کر دے۔

2431 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ

2431۔ اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) ص ۱۱۷ حدیث (۳۸۸) و ابن ماجه (۲ /۱۳۳۸) کتاب الفتن: باب الصبر علی البلاء حدیث (۴۰۳۲) و اخرجه احمد (۴۳/۲) عن سليمان الاعمش عن يحيى بن وثاب عن ابن عمر به۔

الْاَعْمَشِ عَنْ يَحْيٰى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ شَيْخٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلْمُسْلِمُ اِذَا كَانَ مُخَالِطًا النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ خَيْرٌ مِّنَ الْمُسْلِمِ الَّذِىْ لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ كَانَ شُعْبَةُ يَرٰى اَنَّهُ ابْنُ عُمَرَ

◆◆ یحییٰ بن وثاب، نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک بزرگ صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو مسلمان دوسرے مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے لاحق ہونے والی اذیت پر صبر سے کام لیتا ہے یہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں کے ساتھ گھل مل کر نہیں رہتا اور اسے ان کی طرف سے کسی اذیت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

ابن ابی عدی بیان کرتے ہیں: شعبہ کا یہ خیال تھا: وہ صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

شرح

لوگوں کی ایذاء رسانی پر صبر کرنے کی فضیلت:

حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص لوگوں میں میل جول رکھتا ہو اور ان کی ایذاء رسانی پر صبر کرتا ہو وہ اس آدمی سے افضل ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہو اور ان کی ایذاء رسانی کو برداشت نہ کرتا ہو، وجہ فضیلت یہ ہے کہ لوگوں میں میل جول رکھنے کے سبب وہ ان کی خوشی غمی میں شمولیت کرے گا، علاوہ ازیں لوگوں میں رہنے کی وجہ سے اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا موقع بھی میسر آئے گا بخلاف اس شخص کے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہو۔ وہ یہ خدمات انجام دینے سے محروم رہے گا۔

سوال: لوگوں سے میل جول رکھنا بہتر ہے یا عزلت بہتر ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- بعض علماء کا موقف ہے کہ لوگوں سے میل جول رکھنا افضل ہے' کیونکہ اس صورت میں ان کی کڑوی باتوں اور اذیت رسانی کو برداشت کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا موقع میسر آئے گا۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے، جس میں لوگوں کی ایذاء رسانی کو برداشت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

2- بعض علماء کے نزدیک لوگوں سے اختلاط کے بجائے عزلت افضل ہے' انہوں نے اپنے نقطہ نظر پر اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجاہد کے بعد سب سے بہتر وہ آدمی ہے' جو کسی گھاٹی میں الگ رہتا ہو، اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے بچاتا ہو۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث 1888)

فائدہ نافعہ: لوگوں کے احوال مختلف ہونے کی وجہ سے حکم بھی مختلف ہوتا ہے۔ جو شخص طبعی طور پر لوگوں کی اذیت رسانی کو برداشت کر سکتا ہو اور ان میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی خدمات انجام دے سکتا ہو، اس کے لیے اختلاط بالناس افضل ہے۔ جو شخص طبعی طور پر لوگوں کی ایذاء رسانی کو برداشت نہ کر سکتا ہو اور نہ وہ ان میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی خدمات انجام دے سکتا

ہو اس کے لیے عزلت کی صورت افضل ہے۔

2432 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ يَحْيٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ هُوَ مِنْ وَّلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْاَخْنَسِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِيَّاكُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ اِنَّمَا يَعْنِى الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ وَقَوْلُهُ الْحَالِقَةُ يَقُوْلُ اِنَّهَا تَحْلِقُ الدِّيْنَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آپس کی عداوت سے بچو! کیونکہ یہ تباہ کن چیز ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

حدیث میں استعمال ہونے والے الفاظ سُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ سے مراد عداوت اور دشمنی ہے۔

حدیث کے الفاظ: اَلْحَالِقَةُ سے مراد وہ چیز جو دین کو ختم کر دے۔

2433 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَاِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِىَ الْحَالِقَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَيُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ هِىَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ

◆◆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کیا میں تمہیں ایسی چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو روزہ رکھنے، نماز پڑھنے، صدقہ کرنے کے درجے سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: آپس میں محبت اور میل جول رکھنا کیونکہ آپس کا فساد ہلاکت کا شکار کر دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

2432۔ انفرد بہ الترمذی، ینظر (تحفۃ الاشراف) (۹/۴۸۲)، حدیث (۱۲۹۹۸)۔

2433۔ اخرجہ البخاری فی (الادب المفرد) ص ۱۱۸ حدیث (۳۹۱) و اخرجہ ابو داؤد (۴/۲۸۰): کتاب الادب: باب: فی اصلاح ذات البین، حدیث (۴۹۱۹)، واخرجہ احمد (۶/۴۴۴) عن معاویۃ عن الاعمش۔ عن عمرو بن مرۃ، عن سالم بن ابی الجعد عن ام الدرداء عن عویمر ابی الدرداء بہ۔

نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ مونڈنے والی چیز ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈ دیتی ہے' بلکہ یہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (یعنی ختم کر دیتی ہے)

2434 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَرْبِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ يَعِيشَ ابْنِ الْوَلِيْدِ اَنَّ مَوْلَى الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ اَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: دَبَّ اِلَيْكُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوا اَفَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثَبِّتُ ذَاكُمْ لَكُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ قَدِ اخْتَلَفُوْا فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ فَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ يَعِيشَ ابْنِ الْوَلِيْدِ عَنْ مَوْلَى الزُّبَيْرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ

◆◆ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سابقہ امتوں کی بیماری تمہارے اندر بھی آ گئی ہے' وہ حسد اور بغض ہے' جو مونڈ دیتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈ دیتی ہے' بلکہ یہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے' تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو گے' جب تک مومن نہیں بن جاتے اور تم لوگ اس وقت کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہیں رکھو گے' کیا میں تمہیں وہ بات بتاؤں؟ جو تمہاری محبت کو پختہ کرے؟ تم اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔

شرح

باہمی معاملات میں بگاڑ کی وجہ سے دین میں بگاڑ پیدا ہونا:

عبارت: فساد ذات البین، سے مراد باہمی نفرت اور شدت عداوت و بغض ہے، احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لوگوں میں باہم محبت کے بجائے عداوت، نفرت، بغض، کدورت، حسد، بدگوئی اور ایذاء رسانی کا ناسور جنم لیتا ہے، تو اس کے نتیجہ میں دین کا ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔ آخری حدیث میں صراحت ہے کہ گزشتہ امتوں نے باہم نفرت کرنے اور جلنے کے نتیجہ میں دین کو برباد کیا تھا۔ نیز اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ دخول جنت کا پروانہ ایمان کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایمان کے لیے محبت ضروری ہے اور محبت کے لیے فروغ اسلام لازم ہے۔

الحاصل! جس قوم میں محبت کی جگہ عداوت، حسد اور ایذاء رسانی لے لیتی ہے، وہ قوم دین میں ترقی کے بجائے الٹا نقصان کر بیٹھتی ہے۔ جس کا تدارک و تلافی مدتوں نہیں ہو سکتی' لہٰذا خصوصیت سے اس بات کا درس دیا گیا ہے کہ محبت کو فروغ دے کر سلام کو عام کیا جائے تا کہ باہمی نفرت اور ایذا رسانیوں کا خاتمہ ہو سکے۔

2434۔ اخرجه احمد (۱۶۴/۱ - ۱۶۷)، و عبد بن حميد ص ۶۳ حديث (۹۷)، من طريق عن مولى الزبير' ان الزبير بن العوام حدثه به۔

2435 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ ذَنْبٍ اَجْدَرُ اَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بغاوت اور رشتہ داری کے حقوق کی پامالی سے زیادہ کوئی گناہ اس لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مرتکب کو دنیا میں ہی سزا جلدی دیدے۔ اس کے علاوہ جو اس نے آخرت میں اس کے لیے سزا تیار رکھی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ظلم وزیادتی اور قطع رحمی کی مذمت:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان جو بھی گناہ کرتا ہے اس کی سزا دنیا میں دی جاتی ہے یا آخرت میں لیکن دو گناہ ایسے ہیں جن کی سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور آخرت میں بھی۔ وہ دو گناہ یہ ہیں:

1- ظلم وزیادتی 2- قطعی رحمی

یہ دونوں گناہ متعدی ہیں جس وجہ سے ان کی سزا دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ تاہم پہلا گناہ عام ہے اور دوسرا خاص یعنی ظلم وزیادتی کا تعلق دوسروں اور اپنے اقارب سب سے ہوسکتا ہے لیکن قطع رحمی کا تعلق صرف اعزاء واقارب کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2436 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْمُثَنّٰى بْنِ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَّمَنْ لَّمْ تَكُوْنَا فِيْهِ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَّلَا صَابِرًا مَنْ نَّظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَمَنْ نَّظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهٗ بِهٖ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَّمَنْ نَّظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰى مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَّلَا صَابِرًا

2435- اخرجه البخاري في (الادب المفرد) ص ٩٨ حديث (٢٩) و ابوداؤد (٤/٢٧٦): كتاب الادب: باب: النهي عن البغي، حديث (٤٩٠٢) و ابن ماجه (٢/١٤٠٨): كتاب الزهد: باب: البغي، حديث (٤٢١١) و اخرجه احمد (٥/٣٦) عن عيينة بن عبد الرحمن، عن ابيه عن نفيع ابوبكرة به۔

2436- انفرد به الترمذي، ينظر (تحفة الاشراف) (٦/٣٦١) حديث (٨٧٧٨) اخرجه البغوي في (شرح السنة) (٧/٢٢٣) حديث (٣٩٩٧) و ذكره ابن حجر في (المطالب العالية) (٢/٤٠٥) حديث (٢٥٨٩) و عزاه لابن المبارك في (الزهد)۔

اَخْبَرَنَا مُوْسٰی بْنُ حِزَامٍ الرَّجُلُ الصَّالِحُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ اِسْحٰقَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا الْمُثَنّٰى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّلَمْ يَذْكُرْ سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنْ اَبِيْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص میں دو خوبیاں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے شکر کرنے والا اور صبر کرنے والا لکھ دے گا' اور جس شخص میں یہ دونوں نہیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے شکر کرنے والا اور صبر کرنے والا نہیں لکھے گا۔ وہ شخص جو اپنے دین میں اس شخص کی طرف دیکھے جو بلند ہے اور اس کی پیروی کرے' اور جو اپنی دنیا میں اس شخص کی طرف دیکھے جو اس سے کمتر ہے اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس دوسرے شخص پر فضیلت عطا کی ہے' تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو شکر کرنے والا اور صبر کرنے والا لکھ دیتا ہے اور جو شخص اپنے دین میں اس شخص کی طرف دیکھے جو اس سے کمتر ہے اور دنیا میں اس شخص کی طرف دیکھے جو اس سے برتر ہے اور اس بات پر افسوس کرے جو اسے نہیں ملا تو اللہ تعالیٰ اسے شکر کرنے والا اور صبر کرنے والا نہیں لکھتا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس روایت میں سوید نامی راوی نے اپنے والد سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

2437 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَاِنَّهٗ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس شخص کی طرف دیکھو! جو تم سے کمتر حیثیت کا مالک ہے۔ اس شخص کی طرف نہ دیکھو! جو تم سے برتر حیثیت کا مالک ہے' کیونکہ ایسی صورتحال میں تم اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھو گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

شرح

صبر وقناعت پیدا کرنے والے امور:

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص میں دو باتیں پائی جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھ دیتا ہے اور

2437۔ اخرجه مسلم (۴/۲۲۷۵): کتاب الزهد الرقائق: باب--- حديث (۹/۲۹۶۳) و ابن ماجه (۲/۱۳۸۷): کتاب الزهد: باب القناعة، حديث (۴۱۴۲) و اخرجه احمد (۲/۲۵۴ - ۴۸۱) - عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة۔

جوان دو باتوں سے محروم ہوا سے صابر و شاکر نہیں لکھتا۔ وہ دو باتیں یہ ہیں:

1- وہ آدمی جو دین کے معاملہ میں اپنے سے اعلیٰ کو دیکھے اور اس کی پیروی کرنے کی کوشش کرے۔

2- وہ آدمی ہے، جو دنیا کے معاملہ میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور اس سے اپنے آپ کو برتر تصور کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

انسان میں یہ فطرتی کمزوری پائی جاتی ہے کہ جب وہ شکل وصورت، مال و دولت اور قدر ومنزلت کے اعتبار سے دوسرے کو برتر دیکھتا ہے تو اس کے دل میں حرص و لالچ انگڑائیاں لینے لگتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ کاش وہ اس سے برتر ہوتا، اس ناسور کا علاج احادیث باب میں پیش کیا گیا ہے کہ دینی معاملات میں آدمی اپنے سے اعلیٰ شخصیت کو دیکھ کر اس کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ کا صبر و شکر بجالائے، اس کے برعکس دنیوی معاملات میں اپنے سے کم تر لوگوں پر نظر رکھے اور ان سے برتر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا صبر وشکر بجالائے، اس ضابطہ اخلاق پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے مسلمان کا دل دنیا سے اچاٹ ہو جائے گا اور دین میں اعلیٰ مقام حاصل کرلے گا۔

2438 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ ح وحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَيِّدِيِّ

متنِ حدیث: وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَرَّ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَّهُوَ يَبْكِيْ فَقَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا اَبَا بَكْرٍ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَاْىَ عَيْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا اِلَى الْاَزْوَاجِ وَالضَّيْعَةِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَكَذٰلِكَ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَاْىَ عَيْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلَى الْحَالِ الَّذِيْ تَقُوْمُوْنَ بِهَا مِنْ عِنْدِيْ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَآئِكَةُ فِيْ مَجَالِسِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَعَلٰى فُرُشِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً وَّسَاعَةً وَّسَاعَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت تھے وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے روتے ہوئے گزرے تو انہوں نے دریافت کیا: اے حنظلہ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے ابوبکر! حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہوتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے جہنم اور جنت کا تذکرہ کرتے ہیں، تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے لیکن جب ہم واپس آتے ہیں، تو اپنی بیویوں اور دنیاوی

2438- اخرجه مسلم (۲۱۰٦/٤): كتاب التوبة: باب: فضل دوام الذكر و الفكر في امور الآخرة، و المراقبة، و جواز ترك ذلك في بعض الاوقات، و الاشتغال بالدنيا، حديث (۲۷۵۰/۱۲) و ابن ماجه (۱٤۱٦/۲): كتاب الزهد: باب: المداومة على العمل حديث (٤۲۳۹)- و اخرجه احمد (۱۷۸/٤ - ۳٤٦) عن سعيد الجريري، عن ابي عثمان النهدي عن حنظلة بن الربيع به-

معاملات کے اندر مشغول ہوکر اکثر چیزوں کو بھول جاتے ہیں' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میری بھی یہی کیفیت ہے تم میرے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو! تو ہم لوگ چل پڑے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو دریافت کیا: اے حنظلہ! تمہیں کیا ہوا ہے' تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! حنظلہ منافق ہوگیا ہے۔ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے جہنم اور جنت کا تذکرہ کرتے ہیں' تو یوں لگتا ہے جیسے وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے لیکن جب ہم واپس جاتے ہیں' تو بیویوں اور دنیاوی معاملات میں الجھ جاتے ہیں اور بہت سی چیزوں کو بھول جاتے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم مستقل اسی حالت میں رہو جس حالت میں میرے پاس ہوتے ہو' تو فرشتے تمہاری محفلوں میں آ کر تمہارے ساتھ مصافحہ کریں۔ تمہارے بچھونوں پر آ کر تمہارے راستوں میں آ کر (تمہارے ساتھ مصافحہ کریں) لیکن اے حنظلہ! وقت' وقت کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

احوال کی کیفیت دائمی نہ ہونا:

نفس کی عارضی کیفیت کو ''حال'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کی مستقل کیفیت کو ''مقام'' کہا جاتا ہے۔ احوال عارضی ہوتے ہیں اور مقامات دائمی ہوتے ہیں۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر انسان کے احوال مستقل ہوں تو وہ اپنے آپ کو کبھی منافق تصور نہ کرے، جنت و دوزخ کا تصور کبھی اس کے ذہن سے محو نہ ہو حتیٰ کہ ملائیکہ اس سے مجلسوں، بستروں اور راستوں میں مصافحہ کرتے۔

سوال: حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو منافق کیوں گردانا تھا؟

جواب: دین و آخرت کی فکر اور خوف وخشیت کی حالت انسان میں مستقل نہیں رہتی بلکہ اس میں تغیر آتا رہتا ہے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنی ذات میں تعلیمات نبوت کی تاثیر مستقل نہ دیکھی تو اس تبدیلی کی بناء پر اپنے آپ کو منافق قرار دے لیا تھا لیکن بعد میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تشفی دی کہ یہ نفاق نہیں بلکہ ''حال'' ہے' جو تغیر پذیر ہوتا رہتا ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف: حنظلہ نام کے دو صحابہ ہیں، جن کا تعارف درج ذیل ہے:

1- حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ انصاری اوسی ہیں۔ ان کے باپ کا نام عامر راہب تھا، غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور فرشتوں نے انہیں غسل دیا تھا کیونکہ انہوں نے حالت جنابت میں جام شہادت نوش کیا تھا۔

2- حضرت حنظلہ الکاتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ قبیلہ اسید کے چشم و چراغ تھے' جو قبیلہ بنو تمیم کی مشہور شاخ ہے۔ باپ کا نام ربیع تھا اور یہ حکیم العرب اکثم بن صیفی کے بھتیجے تھے۔ حدیث باب میں بیان کردہ واقعہ ان سے متعلق ہے۔

2439 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ کوئی بھی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے اسی چیز کو پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

اپنی پسندیدہ چیز اپنے بھائی کے لیے پسند کرنا:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ مؤمن وہ شخص ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔

سوال: اس حدیث پر عمل ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے' کیونکہ انسان بہت سی اشیاء اپنی ذات کے لیے تو پسند کرتا ہے لیکن دوسروں کے لیے پسند نہیں کرتا مثلاً گھر، خوراک اور لباس وغیرہ۔ اس طرح تو اکثر لوگ مؤمن نہیں ہوسکتے؟

جواب: اس حدیث میں نفس ایمان کی نفی مقصود نہیں ہے' بلکہ کمال کی نفی مراد ہے' لہٰذا عبادات اور امور مباح میں جو چیز اپنی ذات کے لیے کوئی پسند کرتا ہے' وہی دوسرے بھائی کے لیے بھی پسند کرنے کی کوشش کرے۔ اگر دل میں جذبہ حب اخوت موجزن ہو' تو یہ بات دشوار نہیں ہے۔

2440 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَّابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَجَّاجِ قَالَ ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ اِنِّيْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2439- اخرجه البخاری (۷۳/۱): كتاب الايمان: باب: من الايمان ان يحب لاخيه ما يحب لنفسه' حديث (۱۳)' مسلم (۲۹۱/۱): كتاب الايمان: باب: الدليل على ان من خصال الايمان ان يحب لاخيه المسلم ما يحب لنفسه من الخير' حديث (۷۱/ ۴۵)' و النسائی (۱۱۵/۸): كتاب الايمان و شرائعه: باب: علامة الايمان' حديث (۵۰۱۶ - ۵۰۱۷)' و ابن ماجه (۲۶/۱) المقدمة: باب: في الايمان' حديث (۶۶) و الدارمی (۳۰۷/۲): كتاب الرقاق: باب: لا يومن احدكم حتى يحب لاخيه- و اخرجه احمد (۱۷۶/۳ - ۲۰۶ - ۲۵۱ - ۲۷۲ - ۲۷۸ - ۲۸۹)' و عبد بن حميد ص ۳۵۵: حديث (۱۱۷۵)' عن قتادة عن انس بن مالك به-

2440- انفرد به الترمذی' ينظر (تحفة الاشراف) (۲۸۲/۴)' حديث (۵۴۱۵)- اخرجه الحاكم (۵۴۱/۳) من طريق عبد الملك بن عمير عن ابن عباس' و ابونعيم في (الحلية) (۳۱۴/۱)-

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے موجود تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھا رہا ہوں۔

''اللہ تعالیٰ کا خیال رکھنا! وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنا! تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، تم نے جب بھی کچھ مانگنا ہو' تو اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور جب بھی مدد مانگنا ہو' تو اللہ تعالیٰ سے مانگنا' یہ بات جان لو کہ اگر سب لوگ مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہیں' تو وہ صرف تمہیں اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب لوگ مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں' تو تمہیں صرف اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھ دیا ہے۔ (تقدیر لکھنے کے بعد) قلم اٹھا دیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا حقیقی نافع اور ضار ہونا:

حقیقی طور پر محض اللہ تعالیٰ نفع یا نقصان رساں ہوتا ہے۔ تاہم اولیاء اور دیگر لوگ نفع ونقصان رسانی کے اسباب مجازی بن سکتے ہیں۔ حدیث باب میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پس پشت تھے تو آپ نے انہیں چند ارشادات سے نوازا جو درج ذیل ہیں:

1- اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْكَ، تم اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا''۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم احکام خداوندی پر عمل پیرا ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیوی ممنوعات ومکروہات اور آخرت میں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

2- اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، تم اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرو تو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے''۔ اس فقرے کا مفہوم بھی ماقبل فقرے جیسا ہے تاہم اس فقرے کو ماقبل فقرہ کی تاکید کہا جا سکتا ہے۔

3- وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ۔ جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ سے حاصل کرو''۔ اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ حقیقی طور پر سوال اللہ تعالیٰ سے کیا جا سکتا ہے اور حقیقی معاون ومدد گزار اللہ تعالیٰ ہے، مجازی طور پر انبیاء وصالحین اور اولیاء سے سوال کیا جا سکتا ہے۔ روایات سے ثابت ہے کہ صحابہ حاجت برآری کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سوال کرنے کی ترغیب وتلقین کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حقیقی مدد رساں اللہ تعالیٰ ہے لیکن مجازی طور پر یہ قوت اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو بھی دے رکھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ:۱۵۳) اور تم صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو۔ غور فرمائیں کہ صبر اور نماز دونوں چیزیں غیر اللہ ہیں جن سے معاونت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

4- وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ اِلَّا قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، اور تمہیں اس بارے میں معلوم ہونا چاہیے کہ بیشک اگر لوگ اس بات پر اجماع کر لیں کہ وہ تمہیں کسی چیز کے بارے میں نفع پہنچائیں تو وہ تمہیں نفع

نہیں پہنچا سکتے مگر اتنا جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تحریری فیصلہ کے خلاف لوگ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

5-وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، اور اگر لوگ اس بات پر اجماع کر لیں کہ وہ تمہیں کسی معاملہ میں نقصان پہنچائیں تو وہ تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مگر اتنا جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا۔

6-رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ، قلم فارغ ہو گئے اور کاغذ خشک ہو گیا"۔ مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی تحریری فیصلہ میں تبدیلی اس وقت تک ممکن ہو سکتی ہے کہ قلم تحریر میں مصروف عمل ہو اور سیاہی تازہ ہو، لیکن جب قلم تحریر سے فارغ ہو جائے اور تحریر خشک ہو جائے تو اس تحریر میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ مذکورہ امور میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے، جن میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

2441 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ أَبِي قُرَّةَ السَّدُوسِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ

متنِ حدیث: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ قَالَ اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ

قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ يَحْيَى وَهٰذَا عِنْدِي حَدِيثٌ مُنْكَرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں (جانور کو) باندھنے کے بعد توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اسے باندھ کر پھر توکل کرو۔

عمرو بن علی بیان کرتے ہیں: یحییٰ نے یہ بات بیان کی ہے: میرے نزدیک یہ حدیث "منکر" ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے یہ روایت "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف سند اسی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی طرح کی روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔

شرح

تدبیر اور توکل میں منافات نہ ہونا:

تدبیر کا مطلب یہ ہے کہ اسباب حاصل کرے اور توکل کا مطلب ہے اسباب کے بغیر محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے۔ توکل کی دو اقسام ہیں:

1- اسباب اختیار کیے جائیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے، حدیث باب میں اسی توکل کا ذکر ہے۔ صحابی رسول اللہ عرض

2441- اخرجه الترمذی، ینظر (تحفة الاشراف) (۱/ ۴۱۰) حدیث (۱۶۰۲) اخرجه ابو نعیم فی (حلیة الاولیاء) (۸/ ۳۹۰) و ابن حبان (۸/ ۲۴۲ - موارد) حدیث (۲۵۴۹) من طریق جعفر بن عمرو بن امیة عن ابیه قال: قال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! کیا میں اونٹ کا زانو باندھ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کروں یا آزاد چھوڑ کر؟ آپ نے جواب میں فرمایا: پہلے اونٹ کا زانو باندھو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو"۔

2-اسباب اختیار کیے بغیر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے، ان کے علاوہ توکل کا کوئی درجہ نہیں ہے، یعنی اسباب اختیار کرنا اور ان پر بھروسہ کرنا توکل نہیں ہے بلکہ اس کے منافی ہے۔

حدیث باب کا اہم درس یہ ہے کہ تدبیر اور توکل دونوں کو اختیار کیا جائے کیونکہ ان کے مابین کوئی منافات نہیں ہیں، چنانچہ اس بارے میں قرآن کریم میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحبزادگان کا واقعہ موجود ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی حفاظت کے لیے عالم اسباب کے مطابق تدابیر ارشاد فرمائیں پھر فرمایا کہ حقیقی حفاظت اللہ تعالیٰ کی ہے اور تدابیر مشیت خداوندی کو نافذ ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتیں، یعنی مؤمن اسباب کے بعد توکل کا راستہ اختیار کرتا ہے، جس میں کامیابی یقینی ہوتی ہے۔

2442 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنْ اَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْ مَا يَرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يَرِيْبُكَ فَاِنَّ الصِّدْقَ طُمَاْنِيْنَةٌ وَّاِنَّ الْكَذِبَ رِيْبَةٌ

وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

توضیح راوی: قَالَ وَاَبُو الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيُّ اسْمُهٗ رَبِيْعَةُ بْنُ شَيْبَانَ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُرَيْدٍ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

ابوحوراء سعدی بیان کرتے ہیں: میں نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا بات یاد ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد رکھا ہے: جو چیز تمہیں شک میں مبتلا کرے اسے چھوڑ کر اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں مبتلا نہ کرے۔ سچائی اطمینان ہے اور جھوٹ شک وشبہ کا نام ہے۔

اس حدیث میں ایک پورا واقعہ منقول ہے۔

ابوحوراء سعدی کا نام ربیعہ بن شیبان ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2442- اخرجه النسائي (۸/۳۲۷): كتاب الاشربة: باب: الحث على ترك الشبهات: حديث (۵۷۱۱) و الدارمي (۲/۲۴۵): كتاب البيوع: باب: دع ما يريبك الى ما لا يريبك- و اخرجه احمد (۱/۲۰۰) و ابن خزيمة (۴/۵۹): حديث (۲۳۴۷ - ۲۳۴۸ - ۲۳۴۹) عن بريد بن ابي مريم عن ابي الحوراء عن الحسن بن على به-

شرح

مشکوک بات ترک کرنا اور یقینی بات کو اختیار کرنا:

خدمت حدیث کے حوالے سے اہل بیت کی خدمات قابل تحسین ہیں، بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمات تو آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابوالحوراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی باتیں یاد ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں یاد ہیں:

1- ایک دفعہ میں نے صدقہ کی ایک کھجور اپنے منہ میں ڈال لی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی سے تھوک سمیت وہ کھجور میرے منہ سے نکال کر کھجوروں کے ڈھیر پر پھینک دی، کسی صحابی نے عرض کیا: اگر بچہ کھجور کھالیتا تو اس میں کیا حرج تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّا لَانَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، بیشک ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے۔

2- آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: دَعْ مَا يُرِيبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيبُكَ فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِيَةٌ وَّاِنَّ الْكِذْبَ رِيبَةٌ۔ تم مشکوک چیز کو چھوڑ دو اور یقینی چیز کو اختیار کرو، بیشک سچائی اطمینان قلب کا نام اور جھوٹ شک کا نام ہے"۔

3- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نماز وتر میں پڑھنے کے لیے یہ دعا سکھائی تھی: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ، الخ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل بیت اطہار کے لیے زکوٰۃ وصدقہ ممنوع ہیں، کیونکہ ان کی حیثیت میل کچیل کی ہے جن کا کھانا اہل بیت کی شایان شان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ مشکوک اشیاء سے احتراز ضروری ہے' کیوں کہ ان میں پڑنے کی وجہ سے انسان حرام امور کا ارتکاب کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں ان امور کی وجہ سے انسان کو اطمینان قلبی کی دولت حاصل نہیں ہوسکتی، تاہم یقینی امور سے انسان کو اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے۔ ہر معاملہ میں آدمی کو یقینی اور صداقت پر مبنی صورت اختیار کرنی چاہیے' کیونکہ اس سے قلبی طمانیت حاصل ہوتی ہے۔

2443 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ اَبِي الْوَزِيرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نُبَيْهٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متن حدیث: ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَّاجْتِهَادٍ وَّذُكِرَ عِنْدَهُ اٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْدَلُ بِالرِّعَةِ

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ هُوَ مِنْ وَّلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَهُوَ مَدَنِيٌّ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص کے بکثرت عبادت وریاضت کرنے کا ذکر کیا گیا اور دوسرے شخص کے مشتبہ چیزوں سے بچنے کا ذکر کیا گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشتبہ چیزوں سے بچنے کی مانند (نفلی عبادت وریاضت) نہیں ہے۔

2443- انفرد به الترمذي: ينظر (تحفة الاشراف) (۲/۳۷۵)، رقم (۳۰۷۸)-

عبداللہ بن جعفر نامی راوی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ مدنی ہیں اور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

ورع کا مقام عبادت سے بلند ہونا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں کا ذکر ہوا، جن میں سے ایک عابد وزاہد تھا اور وہ عبادت بھی نہایت خلوص سے کرتا تھا اور دوسرا صاحب ورع تھا اور وہ مشکوک اشیاء سے احتراز کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمایا: صاحب ورع کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا۔ لفظ: ورع، ثلاثی مجرد مثال واوی کا مصدر ہے، جس کا معنی ہے: مشتبہ امور سے بچنا، پرہیزگاری اختیار کرنا۔ چونکہ پرہیزگار شخص دین میں امتیازی مقام رکھتا ہے، لہٰذا بڑے سے بڑا عابد وزاہد بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔

2444 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّاَبُوْ زُرْعَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا قَبِيصَةُ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ هِلَالِ بْنِ مِقْلَاصٍ الصَّيْرَفِيِّ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَّعَمِلَ فِيْ سُنَّةٍ وَّاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ فِي النَّاسِ لَكَثِيْرٌ قَالَ وَسَيَكُوْنُ فِيْ قُرُوْنٍ بَعْدِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اِسْرَآئِيْلَ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ

قول امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِسْرَآئِيْلَ وَلَمْ يَعْرِفِ اسْمَ اَبِيْ بِشْرٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص حلال کھائے اور سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ چیز تو آج بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ میرے بعد کے کچھ زمانوں میں بھی ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو اسرائیل نامی راوی سے منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2444۔ انفرد به الترمذي: ينظر (تحفة الاشراف) (٣ /٣٦٤) حديث (٤٠٧٢) اخرجه الحاكم في (المستدرك) (٤ / ١٠٤) وقال: صحيح الاسناد ولم يخرجاه، وذكره المنذري في (الترغيب) (١ /٩٦) حديث (٦١١) وعزاه لابن ابي الدنيا في (الصمت) (٣٦)۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو وہ اس روایت کے اسرائیل سے منقول ہونے سے واقف نہیں تھے انہیں ابوبشر نامی راوی کے نام کے بارے میں بھی پتہ نہیں تھا۔

شرح

جنت میں لے جانے والے امور:

جنت میں لے جانے والے امور کی تعداد مختلف روایات میں مختلف بیان ہوئی ہے۔حدیث باب میں جنت میں لے جانے والے تین امور بیان ہوئے ہیں:

1-حلال وطیب کھانا، 2-سنت رسول پر عمل کرنا۔ 3-اس کے شر سے لوگوں کا محفوظ ہونا۔

یہ خوبیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کمال درجہ کی پائی جاتی تھیں، ہاں تابعین اور تبع تابعین میں بھی یہ خصوصیات موجود تھیں لیکن صحابہ کے مقابلہ میں کم درجہ کی تھیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بھی: خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم یلونهم بھی ملحوظ ہے۔علاوہ ازیں ہر دور کے علماء ربانیین، اولیاء، صالحین، صوفیاء اور اصحاب تقویٰ لوگوں میں بھی یہ امور ثلاثہ پائے جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے ہمہ وقت جنت ان لوگوں کے لیے منتظر رہتی ہے۔

2445 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِي اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي مَرْحُومٍ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ وَاَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَنْكَحَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ اِيْمَانَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ

◄► سہل بن معاذ جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی کو کچھ دے اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی کو کچھ نہ دے اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی سے محبت رکھے اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی سے ناراضگی رکھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نکاح کرے تو اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "منکر" ہے۔

شرح

ایمان کی تکمیل کرنے والے امور:

وہ امور جن سے ایمان کی تکمیل واستحکام ہوتا ہے، متعدد ہیں۔جن میں سے صرف پانچ حدیث باب میں بیان کیے گئے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

1-وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کی معاونت کرنا۔

2445- اخرجه احمد (۳/۴۳۸ - ۴۴۰) عن سهل بن معاذ بن انس الجهني عن معاذ بن انس به-

2-اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کسی سے ہاتھ روکنا۔
3-اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کسی سے محبت کرنا۔
4-اللہ تعالیٰ کوخوش کرنے کے لیے کسی سے بغض وعداوت رکھنا۔
5-اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کا نکاح کرانا۔

الغرض! جو شخص ہر کام بالخصوص امورخمسہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کو استحکام عطا کرتا ہے اور اسے جنت میں اعلیٰ درجہ پر فائز فرماتا ہے۔

كِتَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

جنت کی صفات کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

موضوع سے متعلق چند اہم باتیں:

1- عالم کی تعریف اوراس کی اقسام، لفظ عالم واحد ہے اوراس کی جمع العالمین ہے، عالم کی مشہور دو اقسام ہیں:

1- عالم دنیا، لفظ: الدنیا، الادنی کی مؤنث ہے۔ جس کا معنی ہے: الاقرب، یہ لفظ: لفظ الدار کی صفت واقع ہوتا ہے' جو ہمیشہ موصوف کے قائم مقام ہوکر استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح الفاظ: الدار الدنیا کا معنی ہے: قریبی دنیا یعنی وہ عالم جو ہمارے قریب ترین ہے۔ وہ عالم کتنا قریب ہے؟ وہ اتنا قریب ہے جتنا مچھلی پانی کے قریب ہے۔ اسی طرح ہم بھی دنیا میں سموئے ہیں اور ہمارے چاروں اطراف میں دنیا ہے۔

2- عالم آخرت: لفظ الاخرت، الاخر کی مؤنث ہے، جو لفظ الدار کی صفت اور موصوف کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ لفظ الاخر کا معنی ہے: اس جانب کی دنیا یعنی ہم سے دور کی دنیا۔

اعتقادی طور پر دونوں عالم حادث ہیں یعنی ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ یہ دونوں موجود نہیں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں وجود بخشا۔ ان دونوں عالم کی پیدائش کے بعد دونوں میں پردہ کی اہم ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے مابین عالم برزخ اور عالم قبر پیدا کیا۔

عالم آخرت اپنے آخری حصہ کی طرف سے ابدی ہے، لہٰذا یہ ہمیشہ چلنے والا ہے۔ اسی طرح جنت ودوزخ، حور وقصور اور ملائکہ وغیرہ تمام اشیاء عالم آخرت سے متعلق ہیں۔ یہ اشیاء فی الحال موجود ومحفوظ ہیں۔

ہمارا عالم دنیا ختم ہو جائے گا' الیوم الاخر آ جائے گا جس کا دوسرا نام "یوم القیامہ" ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مخلوق حساب و کتاب کے لیے پیش ہوگی' پھر وہ عالم آخرت میں داخل ہو جائے گی اور عالم دنیا ختم ہو جائے گا۔

2- عالم آخرت کے حوالے سے وہ امور جن پر ایمان لانا ضروری ہے: عالم آخرت کے حوالے سے بہت امور ایسے ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے اوران کا انکار کفر ہے مثلاً جنت پر ایمان لانا۔ یہ مکان تخلیق ہو چکا ہے، جو سات آسمانوں کے اوپر ہے اور نیک لوگوں کی قیام گاہ ہے۔ اس کی نعمتوں کا تفصیلی تذکرہ قرآن وسنت میں موجود ہے۔ اسی طرح دوزخ پر ایمان رکھنا بھی ضروری ہے۔ یہ سات زمینوں کے نیچے ہے، فی الحال یہ بھی موجود ہے اور یہ برے لوگوں کی قیامگاہ بلکہ سزا گاہ ہے۔ اس کے عذات کے مختلف انداز ہیں جس کی تفصیل قرآن وسنت میں موجود ہے۔

3- اعتقادی طور پر قرآن وسنت میں جنت ودوزخ کے حوالے سے جو تفصیل بیان کی گئی ہے، فی الحال اس کی حقیقت سمجھ میں

نہیں آسکتی' کیونکہ ان کے دلربا اور عبرتناک مناظر دیکھے بغیر ان کی حقیقت عقل و دانش میں نہیں آسکتی۔ تاہم ان پر اجمالی ایمان کافی ہوگا۔

4- عالم آخرت کی حقیقت و تفصیلات بیان کرنے کے لیے، عالم دنیا سے الفاظ مستعار کیے گئے ہیں، خواہ اختصار کے ساتھ جنت و دوزخ کا نقشہ تو کھینچا گیا ہے لیکن ان کی تفصیلات عقل کے دائرہ میں نہیں آسکتیں، اسی طرح جہنم کے عذاب کی تفصیل بھی ہمارے ذہن میں نہیں آسکتی۔

5- ہر نبی اور رسول نے اپنی امت کے سامنے عالم آخرت کے احوال اور جنت و دوزخ کی تفصیل بیان فرمائی تھی، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی اس بارے میں آگاہ کر دیا گیا تھا۔ تاہم ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جنت و دوزخ کے مناظر اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دیدہ احوال اپنی قوم کے سامنے بیان فرمائے' جو احادیث مبارکہ کی صورت میں موجود ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ شَجَرِ الْجَنَّةِ

باب 1: جنت کے درختوں کا تذکرہ

2446 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ فِى الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِىْ ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَنَسٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ جنت میں درخت اتنا بڑا ہوگا کہ ایک سوار اس کے سائے میں ایک سو سال تک چلتا رہے گا۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

2447 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: فِى الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ يَّسِيْرُ الرَّاكِبُ فِىْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَّا يَقْطَعُهَا وَقَالَ ذٰلِكَ الظِّلُّ الْمَمْدُوْدُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِىْ سَعِيْدٍ

2446- اخرجه مسلم (٤/٢١٧٥): كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها' باب: (١)' حديث (٦/٢٨٢٦)' واحمد (٢/٤٥٢)- من طريق سعيد بن ابى سعيد المقبرى' عن ابيه' فذكره-

2447- تفرد به الترمذى' ينظر (تحفة الاشراف) (٤٢٣١' ٤٣٩١)' اخرجه البخارى (١١/٤٢٤): كتاب الرقاق: باب: (٥١)' حديث (٦٥٥٣)' و مسلم (٤/٢١٧٦): كتاب (٥١): باب: (١)' حديث (٢٨٢٨) من طريق النعمان بن ابى عياش الزرقى' قال: حدثنى ابو سعيد-

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ جنت میں درخت (اتنا بڑا) ہوگا کہ ایک سوار اگر ایک سو سال تک اس کے سائے میں چلتا رہے تو اسے پار نہیں کر سکے گا۔

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) ''پھیلے ہوئے سائے'' سے یہی مراد ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

2448 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ الْفُرَاتِ الْقَزَّازُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ اِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنت میں موجود ہر درخت کا تنا سونے کا ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

جنت کے درختوں کی کیفیت:

جنت کے درختوں کی چند ایک خصوصیات ہیں، جو دوسرے درختوں میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ خصوصیات درج ذیل ہیں:

☆ جنت کے درخت کے سایہ میں کوئی شخص اونٹ پر سوار ہو کر سو سال تک بھی چلتا رہے تو اسے طے نہیں کر سکتا۔

☆ جنت کے درخت کا تنا جس سے دوسری شاخیں نکلتی ہیں، وہ سونے کا یعنی سر سبز ہے۔

☆ جنت کے معین درخت سے مراد ''شجر طوبیٰ'' ہے، ہر درخت کا یہ حال نہیں ہو سکتا۔ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

فِیْ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (الواقعہ 30) ''ہمیشہ کے سایہ میں''۔

☆ جنت میں شمس و قمر کا وجود نہیں ہوگا اور نہ معروف سایہ ہوگا لیکن افہام و تفہیم کی غرض سے سایہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَنَعِيْمِهَا

باب 2: جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ

2449 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ عَنْ زِيَادِ الطَّائِيِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

2448- تفرد به الترمذی، ینظر (تحفة الاشراف) (۱۳٤۱۸)، اخرجه ابن حبان (۸/ ۲٤۵- موارد) حدیث (۲٦۲٤)، و ابویعلی الموصلی (۵۷/۱۱)، حدیث (۲۵۵/ ٦۱۹۵)۔

2449- تفرد به الترمذی، ینظر (تحفة الاشراف) (۱۲۹۰۵)، ذکره ابن حسام الدین الهندی فی (کنز العمال) (٤/ ۲٤۵) برقم (۱۰۳٦۲) و عزاه للترمذی و للحدیث شواهد عند ابن المبارك فی (الزهد) برقم (۱۰۷۵) من طریق سعد الطائی عن رجل عن ابی هریرة، و احمد (۲/ ۳۰٤، ۳۰۵) من طریق الطائی ثنا ابو المدلة سمع ابا هریرة۔

متن حدیث: قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَنَا اِذَا كُنَّا عِنْدَكَ رَقَّتْ قُلُوْبُنَا وَزَهِدْنَا فِى الدُّنْيَا وَكُنَّا مِنْ اَهْلِ الْاٰخِرَةِ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ فَآنَسْنَا اَهَالِيْنَا وَشَمَمْنَا اَوْلَادَنَا اَنْكَرْنَا اَنْفُسَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّكُمْ تَكُوْنُوْنَ اِذَا خَرَجْتُمْ مِنْ عِنْدِىْ كُنْتُمْ عَلٰى حَالِكُمْ ذٰلِكَ لَزَارَتْكُمُ الْمَلَآئِكَةُ فِىْ بُيُوْتِكُمْ وَلَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَجَآءَ اللّٰهُ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ كَىْ يُذْنِبُوْا فَيَغْفِرَ لَهُمْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ قَالَ مِنَ الْمَآءِ قُلْنَا الْجَنَّةُ مَا بِنَاؤُهَا قَالَ لَبِنَةٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَّلَبِنَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَّمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْاَذْفَرُ وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوْتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ دَخَلَهَا يَنْعَمُ لَا يَبْاَسُ وَيَخْلُدُ لَا يَمُوْتُ لَا تَبْلٰى ثِيَابُهُمْ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُمْ ثُمَّ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَّا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الْاِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفَتَّحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِىْ لَاَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَوِىِّ وَلَيْسَ هُوَ عِنْدِىْ بِمُتَّصِلٍ وَّقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِاِسْنَادٍ اٰخَرَ عَنْ اَبِىْ مُدِلَّةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے؟ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں' تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں اور ہم دنیا سے لاتعلق ہو جاتے ہیں اور آخرت کی طرف زیادہ رجحان ہو جاتا ہے لیکن جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں اور اپنے گھر والوں سے ملتے جلتے ہیں، بچوں سے ملتے ہیں' تو ہماری کیفیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میرے پاس سے اٹھ کر جاتے ہو' تو اگر اس وقت بھی تمہاری وہی کیفیت ہو' جو میری موجودگی میں ہوتی ہے' تو فرشتے تمہارے گھروں میں تمہاری زیارت کریں اگر تم لوگ گناہ نہیں کرو گے' تو اللہ تعالیٰ نئی مخلوق لے آئے گا تا کہ وہ لوگ گناہ کریں' اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مخلوق کو کس چیز کے ذریعے پیدا کیا گیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: پانی سے۔ میں نے عرض کی: جنت کی تعمیر کس چیز سے ہوئی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اس کی ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی ہے اور اس کا گارا خوشبودار مشک کا ہے اور اس کے کنکر موتی اور یاقوت ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے' جو شخص اس میں داخل ہو جائے گا وہ نعمتوں میں رہے گا' اور کبھی مایوس نہیں ہو گا وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس کے کپڑے پرانے نہیں ہوں گے۔ اس کی جوانی ختم نہیں ہو گی۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین طرح کے لوگوں کی دعا مسترد نہیں ہوتی۔ عادل حکمران، روزہ دار شخص جب وہ افطار کرے اور مظلوم شخص کی دعا' وہ بادلوں پر بلند ہوتی ہے' اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری عزت کی قسم! میں تمہاری ضرور مدد کروں گا' اگر چہ کچھ دیر بعد کروں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند زیادہ مستند نہیں ہے اور میرے نزدیک یہ متصل بھی نہیں ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

جنت کی نعمتوں کا تذکرہ:

حدیث باب میں جنت کی چند نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

1- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے وقت اور گھر واپس جانے کے بعد لوگوں کی حالت یکساں رہے تو ان میں فرشتوں کی صفات پیدا ہو جائیں اور فرشتے ان کے گھروں میں ان سے ملاقات کے لیے آئیں۔

2- تعمیر جنت میں چاندی استعمال ہوئی ہے، اس کے برتن چاندی کے ہیں ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے اور اس میں لوگ اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔

3- اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کی دعا مسترد نہیں کرتا بلکہ فوراً قبول فرمالیتا:

1- سلطان عادل کی دعا، 2- روزہ دار کی افطاری کے وقت، 3- مظلوم کی دعا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ غُرَفِ الْجَنَّةِ

باب 3: جنت کے بالاخانوں کا تذکرہ

2450 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَغُرَفًا یُرٰی ظُهُوْرُهَا مِنْ بُطُوْنِهَا وَبُطُوْنُهَا مِنْ ظُهُوْرِهَا فَقَامَ اِلَيْهِ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ لِمَنْ هِیَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هِیَ لِمَنْ اَطَابَ الْكَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَاَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلّٰی لِلّٰهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَهُوَ كُوْفِیٌّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحٰقَ الْقُرَشِیُّ مَدَنِیٌّ وَهُوَ اَثْبَتُ مِنْ هٰذَا

◈◈ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنت میں ایسے کمرے ہوں گے جن کا اندرونی منظر باہر سے اور بیرونی منظر اندر سے نظر آسکے گا۔ ایک دیہاتی کھڑا ہوا اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! یہ کس کے لیے ہوں گے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اس شخص کے لیے ہوں گے جو اچھی گفتگو کرے (دوسروں کو) کھانا کھلائے اور ہمیشہ (نفلی) روزہ رکھے اور اللہ تعالیٰ کے لیے رات کے وقت (نفل) نماز ادا کرے جب لوگ سو چکے ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

بعض محدثین نے عبدالرحمٰن بن اسحاق نامی راوی کے حافظے کے حوالے سے ان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ یہ صاحب کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن اسحاق قریشی مدنی ان سے زیادہ مستند ہیں۔

2451 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ جَنَّتَيْنِ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا مِنْ فِضَّةٍ وَّجَنَّتَيْنِ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا مِنْ ذَهَبٍ وَّمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ

حدیثِ دیگر: وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِّنْ دُرَّةٍ مُّجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنْهَا اَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الْاٰخَرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيْبٍ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَّا يُعْرَفُ اسْمُهٗ وَاَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قَيْسٍ وَّاَبُوْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيُّ اسْمُهٗ سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ اَشْيَمَ

◆◆ ابوبکر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ جنت میں دو باغ ہیں جن کے برتن چاندی سے بنے ہوئے ہیں اور ان میں موجود ہر چیز چاندی سے بنی ہوئی ہے اور دو باغ ایسے ہیں جن کے برتن اور ان میں موجود ہر چیز سونے سے بنی ہوئی ہے۔ لوگوں اور ان کے اپنے پروردگار کے دیدار کرنے کے درمیان صرف کبریائی کی چادر ہے جو اس کی ذات پر جنت عدن میں ہے۔

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے: جنت میں ایسا خیمہ ہوگا' جو ساٹھ میل چوڑے موتی سے تراشا گیا ہوگا۔ اس کے ایک کونے کے لوگ دوسرے کونے والوں کو نہیں دیکھ سکیں گے' (دوسرا) مومن شخص اس سے ملنے کے لیے آئے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوعمران جونی نامی راوی کا نام عبدالملک بن حبیب ہے۔

ابوبکر بن ابوموسیٰ نامی راوی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کے نام کا پتہ نہیں چل سکا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

ابومالک اشعری کا نام سعد بن طارق بن اشیم ہے۔

شرح

جنت کے بالاخانوں کی کیفیت:

پہلی حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت کے کمروں کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دکھائی دے گا۔ یہ کمرے ان لوگوں کے لیے ہوں گے جن میں چار صفات پائی جائیں گی:

2451- اخرجه البخاري (٤٩١/٨): كتاب التفسير، باب: (و من دونهما جنتان) حديث (٤٨٧٨) و طرفاه في: (٤٨٨٠، ٧٤٤٤)۔

1- جو حقیقت وصداقت پر مبنی گفتگو کرتے ہوں گے۔ یعنی جھوٹ سے احتراز کرتے ہوئے ہمیشہ سچ بولتے ہوں گے۔

2- غرباء اور مساکین کو کھانا کھلاتے ہوں اور ان کی مالی معاونت کرتے ہوں گے۔

3- بکثرت روزے رکھنے کے عادی ہوں گے یعنی فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزے بھی رکھتے ہوں گے۔

4- نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز تہجد وغیرہ بھی باقاعدہ سے ادا کرتے ہوں گے۔

دوسری حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اور ان کے برتن وغیرہ سب کچھ سونے کے ہوں گے۔ ان میں رہنے والے لوگ اپنے پروردگار کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔

جنت میں ایک خیمہ خالی ہوگا اس کی چوڑائی سات میل ہوگی' اس کے ہر کونے میں افراد خانہ ہوں گے جو دوسرے ارکان خانہ کو نہیں دیکھ سکیں گے اور مؤمن کی اس کے پاس آمد ورفت جاری رہے گی۔

فائدہ نافعہ: ضعف بصر یا نابینا پن آخرت میں زیارت خداوندی کے لیے موانع نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ معاملہ کرتے وقت جب اپنے چہرے سے عظمت وکبریائی کی چادر ہٹائے گا تو اہل جنت زیارت سے مشرف ہو سکیں گے۔

سوال: رداء کبریائی کیا چیز ہے، جو اللہ تعالیٰ کے چہرے پر پڑی ہوگی؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، صفات نہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کا عین ہیں اور نہ اس کا غیر ہیں۔ یہ صفت اس مشہور حدیث میں بھی استعمال ہوئی ہے: الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری، یعنی بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری لنگی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ

باب 4: جنت کے درجات کا تذکرہ

2452 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنت میں ایک سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان ایک سو برس کا فاصلہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

2453 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّى الصَّلَوَاتِ وَحَجَّ الْبَيْتَ لَا اَدْرِيْ اَذَكَرَ الزَّكٰوةَ اَمْ لَا اِلَّا كَانَ حَقًّا

2452- اخرجه احمد (۲/۲۹۲) من طريق شريك، عن محمد بن جحادة، عن عطاء فذكره-

2453- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۴۸): كتاب الزهد: باب: صفة الجنة، حديث (۴۳۳۱) و احمد (۵/۲۳۲-۲۴۰) من طريق زيد بن اسلم، عن عطاء بن يسار، فذكره-

عَلَى اللَّهِ اَنْ يَغْفِرَ لَهُ اِنْ هَاجَرَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اَوْ مَكَثَ بِاَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ بِهَا قَالَ مُعَاذٌ اَلَا اُخْبِرُ بِهٰذَا النَّاسَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَرِ النَّاسَ يَعْمَلُونَ فَاِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلَى الْجَنَّةِ وَاَوْسَطُهَا وَفَوْقَ ذٰلِكَ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهَا تُفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللَّهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ

قَالَ اَبُو عِيسَى: هٰكَذَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّهٰذَا عِنْدِي اَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ هَمَّامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَعَطَاءٌ لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَّمُعَاذٌ قَدِيمُ الْمَوْتِ مَاتَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ

◄◄ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص رمضان کے روزے رکھے اور نماز ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے (راوی کہتے ہیں) مجھے علم نہیں ہے: انہوں نے زکوٰۃ کا تذکرہ کیا تھا یا نہیں کیا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ کے ذمے میں یہ لازم ہے کہ اس کی مغفرت کر دے۔ خواہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے یا وہ اپنی اسی سرزمین پر ٹھہرا رہے جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (انہوں نے عرض کی) کیا میں لوگوں کو اس بارے میں بتا دوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو جو وہ عمل کرتے ہیں کرنے دو! کیونکہ جنت میں سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور فردوس جنت کا بلند ترین اور بہترین درجہ ہے اور اس پر رحمٰن کا عرش ہے۔ اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں جب تم نے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو جنت فردوس مانگنا۔

یہ روایت اسی طرح ہشام بن سعد کے حوالے سے، زید بن اسلم کے حوالے سے، عطاء بن یسار کے حوالے سے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

اور یہ روایت میرے نزدیک اس سے زیادہ مستند ہے جو ہمام کے حوالے سے، زید بن اسلم کے حوالے سے عطاء بن یسار کے حوالے سے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

عطاء نامی راوی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی ہے کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال پہلے ہو گیا تھا۔ ان کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا تھا۔

2454 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلَاهَا دَرَجَةً وَّمِنْهَا تُفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْاَرْبَعَةُ وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُونُ الْعَرْشُ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللَّهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ

2454- اخرجه احمد (۵/۳۱۶، ۳۲۱) و عبادة بن الصامت (۹۳)، حديث (۱۸۲) من طريق زيد بن اسلم، قال: حدثنا عطاء بن يسار فذكره-

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ نَحْوَهُ

◄► حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنت میں ایک سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور فردوس جنت کا بلند ترین درجہ ہے۔ اسی سے جنت کی چار نہریں پھوٹتی ہیں اور اس پر عرش ہے تو تم نے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو اس سے جنت فردوس مانگنا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2455 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِى الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ لَوْ اَنَّ الْعَالَمِيْنَ اجْتَمَعُوْا فِيْ اِحْدَاهُنَّ لَوَسِعَتْهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جنت میں ایک سو درجے ہیں تمام جہان کے لوگ اگر اکٹھے ہو جائیں تو وہ ان (سو درجوں) میں سے کسی ایک میں بھی سما سکتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

جنت کے درجات کی کیفیت:

احادیث باب کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

☆ لفظ: الدرجۃ، واحد ہے اور اس کی جمع درجات ہے، اس کا معنی ہے: مرتبہ، فضیلت، فضیلت کا درجہ اوپر کو جاتا ہے، سب سے کم فضا نیچے والے کی اور سب سے زیادہ فضیلت اوپر والے درجہ کی ہے۔ لفظ درجات جنت کے لیے اور لفظ: درکات، جہنم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ "بیشک منافقین جہنم کے سب سے نیچے والے درجہ میں ہوں گے"۔ لفظ: درجہ، عظمت وفضیلت کے لیے اور لفظ: درک، ذلت ورسوائی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

☆ جنت میں سو درجات ہیں، ہر دو درجات کے درمیان سو سال یا پانچ سو سال یا زمین وآسمان جتنی مسافت کا فاصلہ ہے اس سے تعارض لازم نہیں آتا، کیونکہ اس مسافت سے تحدید مقصود نہیں ہے بلکہ مسافت طویل مراد ہے۔

☆ جنت کا سب سے افضل درجہ اوپر والا ہے، جسے فردوس کہا جاتا ہے۔ جہنم کے عذاب کا سب سے بڑا درجہ نیچے والا ہے۔ جسے درجہ اسفل یا درک اسفل کہا جاتا ہے۔

☆ نجات اولیٰ کے لیے خمسہ ضروری ہیں:

1- توحید ورسالت پر ایمان۔

2455- اخرجه احمد (۲۹/۳) من طريق ابن لهيعة، عن دراج، عن ابى الهيثم، فذكره-

2-نماز ادا کرنا،

3-زکوٰۃ ادا کرنا'

4-رمضان کے روزے رکھنا،

5-بیت اللہ تعالیٰ کا حج کرنا۔

جو شخص امور خمسہ کو اختیار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس کی بخشش فرمادے اور اسے جنت میں جگہ عطا فرمائے۔

☆زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں راوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر کیا تھا یا نہیں؟ چونکہ یہ بھی اپنی شرط یعنی صاحب نصاب پر فرض ہے اور نماز و حج کی طرح یہ بھی ضروری و لازمی ہے' لہٰذا اس کو شمار کرنا از بس ضروری ہے۔اس کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔

☆جہاد اور ہجرت دونوں ارکان اسلام میں شامل ہیں یا نہیں؟ دور رسالت میں جہاد اور ہجرت دونوں ضروری تھیں لیکن بعد میں ان کی حیثیت فرض کی نہ رہی بلکہ اختیاری ہوگئی۔

☆جنت کے سو درجات ہیں، سب سے اعلیٰ درجہ جنت فردوس کا ہے' اس لیے اس کو طلب کرنے کی تلقین و ترغیب دی گئی ہے۔اس درجہ کے اوپر عرش الٰہی ہے، جنت کے درجات کی طرح اس کی اشیاء کے بھی مختلف درجات ہیں: بعض اعلیٰ اور بعض ادنیٰ ہیں۔

☆جنت فردوس سے چار نہروں کا خروج ہوتا ہے' جس کی تفصیل قرآن میں موجود ہے۔اس جنت کے حصول کے لیے دعا کرنے کے ساتھ عمل اور اسباب کا ہونا بھی ضروری ہے۔جس طرح اولاد ہونے کی دعا کے لیے اسباب یعنی شادی شدہ ہونا بھی لازم ہے۔اس طرح فردوس اعلیٰ کے حصول کے لیے جہاد و ہجرت کرنا بھی لازمی ہے۔

سوال: ارکانِ خمسہ کی طرح جہاد و ہجرت بھی بڑی اہمیت کے حامل امور ہیں پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں لوگوں کو بتانے سے منع کیوں کیا تھا؟

جواب: اس بات میں شک نہیں ہے کہ اکان خمسہ کی طرح ہجرت و جہاد بھی بڑی اہمیت کے حامل امور ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بتانے سے منع اس لیے کیا تھا کہ لوگوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ نجات اولیٰ کے لیے ارکان خمسہ ہی کافی ہیں مگر فردوس اعلیٰ کے حصول کے لیے جہاد و ہجرت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

☆جنت کے سو درجات ہیں' ہر درجہ کا طول و عرض بھی غیر محدود ہے اور اگر تمام جہانوں کے لوگ ایک درجہ میں جمع ہونا چاہیں تو ان کے لیے ایک درجہ ہی کافی ہوگا۔

بَابٌ فِيْ صِفَةِ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

باب 5: جنت کی خواتین کا تذکرہ

2456 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ اَبِى الْمَغْرَاءِ اَخْبَرَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: إِنَّ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُرَى بَيَاضُ سَاقِهَا مِنْ وَّرَاءِ سَبْعِيْنَ حُلَّةً حَتّٰى يُرٰى مُخُّهَا وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ (كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ) فَأَمَّا الْيَاقُوْتُ فَإِنَّهُ حَجَرٌ لَوْ أَدْخَلْتَ فِيْهِ سِلْكًا ثُمَّ اسْتَصْفَيْتَهُ لَأُرِيْتَهُ مِنْ وَّرَائِهِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبِيْدَةَ بْنِ حُمَيْدٍ وَّهٰكَذَا رَوٰى جَرِيْرٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ نَحْوَ حَدِيْثِ أَبِي الْأَحْوَصِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ أَصْحَابُ عَطَاءٍ وَّهٰذَا أَصَحُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جنت کی عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر جوڑوں میں سے بھی نظر آ جائے گی‘ یہاں تک کہ اس کی ہڈی کا گودا بھی دکھائی دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے ارشاد فرمایا ہے:

”گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں“

جہاں تک یاقوت کا تعلق ہے‘ تو یہ ایک پتھر ہے اگر تم اس میں دھاگہ داخل کرو تو وہ اس کے اندر بھی تمہیں نظر آ جائے گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم یہ ”مرفوع“ روایت کے طور پر نقل نہیں کی گئی۔

اور یہ روایت عبیدہ بن حمید کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

جریر اور دیگر راویوں نے اسے عطاء بن سائب کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسے ”مرفوع“ حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

عطاء بن سائب کے شاگردوں نے اسے ”مرفوع“ حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا اور یہی درست ہے۔

2457 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُ وُجُوْهِهِمْ عَلٰى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالزُّمْرَةُ الثَّانِيَةُ عَلٰى مِثْلِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلٰى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُوْنَ حُلَّةً يُرٰى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَائِهَا

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سب سے پہلا گروہ جو قیامت کے دن جنت

2456۔ تفرد به الترمذی، ینظر (تحفة الاشراف) (۹۴۸۸)، ذکره المنذری فی (الترغیب) (۴/ ۴۴۱)، حدیث (۵۵۳۶) و عزاه لابن ابی الدنیا، و ابن حبان (۸/ ۴۵۵ - موارد)، حدیث (۲۶۳۲)۔

2457۔ اخرجه احمد (۳/ ۱۶) من طریق عطیة، فذکره۔

میں داخل ہوگا وہ چمک کے اعتبار سے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے جو دوسرا گروہ ہوگا وہ آسمان میں موجود سب سے زیادہ چمکدار ستارے کی طرح ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک شخص کی دو بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی کے ستر جوڑے ہوں گے' اوران کپڑوں کے پار سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2458 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالثَّانِيَةُ عَلَى لَوْنِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُونَ حُلَّةً يَبْدُو مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَائِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوں گے جو دوسرا گروہ ہے۔ وہ آسمان میں موجود سب سے بہترین ستارے کی مانند (چمکدار) ہوں گے۔ ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی نے ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوں گے' اوران کپڑوں کے پار سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اہل جنت کی عورتوں کی کیفیت:

احادیث باب میں اہل جنت کی عورتوں کی کیفیت بین کی گئی ہے، ان کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کی جاتا ہے۔

☆ اہل جنت کی عورتیں اپنے حسن و جمال کے اعتبار سے بے مثال ہوں گی۔ ان کی پنڈلیاں یاقوت و مرجان کی مثل ہوں گی بشرطیکہ ان میں دھاگا ڈالا گیا ہو اوران کی پینڈلیوں کا گودا بھی صاف دکھائی دے گا۔

☆ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی۔ ہر بیوی نے ستر جوڑے زیب تن کر رکھے ہوں گے لیکن اس کی پنڈلی صاف دکھائی دے گی۔

سوال: حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر جنتی کی دو بیویاں ہوں گی لیکن دوسری روایت میں ہے کہ جنتی کی بہتر بیویاں ہوں گی۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: 1- دو بیویاں دنیا کی خواتین میں سے ہوں گی جبکہ باقی حوران جنت میں سے ہوں گی۔ حدیث باب میں صرف اوّل کا تذکرہ ہے جبکہ دوسری روایت میں دونوں کا ذکر ہے۔

2- دو بیویاں اس قدر شفاف و صاف ہوں گی کہ ستر جوڑے پہننے کے باوجود ان کی پنڈلیاں شفاف ہوں گی اور باقی عام عورتوں کی طرح ہوں گی۔

سوال: جنت میں داخل ہونے والی جماعت کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح اور دوسری جماعت کے چہرے آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے ہوں گے۔ یہ دونوں جماعتیں کن لوگوں پر مشتمل ہوں گی؟

جواب: جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت انبیاء کرام علیہم السلام کی ہوگی اور دوسری جماعت اولیاء وصالحین کی ہوگی۔ اس کے نورانی چہرے اپنے اپنے مرتبہ ومقام کی بناء پر روشن ہوں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِفَةِ جِمَاعِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

باب 6: اہلِ جنت کے صحبت کرنے کی کیفیت

2459 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْجِمَاعِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ يُطِيْقُ ذٰلِكَ قَالَ يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةٍ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بندہ مومن کو جنت میں صحبت کرنے کے لیے اتنی، اتنی قوت دی جائے گی۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! کیا وہ شخص اتنی طاقت رکھے گا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے سو آدمیوں جتنی طاقت دی جائے گی۔

اس بارے میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح غریب" ہے۔ ہم اسے صرف قتادہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں جو عمران القطان سے منقول ہے۔

شرح

اہل جنت میں سے ہر ایک کو سو مردوں کے برابر قوت جماع حاصل ہونا:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر جنتی کو کئی عورتوں سے فراغت حاصل کرنے یا کئی عورتوں سے جماع کرنے کی طاقت حاصل ہوہ گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک مرد کو اتنی طاقت جماع کیسے حاصل ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ایک جنتی کو سو مردوں کے برابر جماع کی قوت حاصل ہوگی۔ اہل کتاب میں سے ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے ابوالقاسم! آپ کا خیال ہے کہ اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے؟ آپ نے جواب دیا:

2459۔ تفرد به الترمذی، ینظر (تحفة الاشراف) (۱۳۲۳) ذکرہ صاحب (المشکاۃ) (۹/۶۰۰) ۔ مرقاۃ ؟ حدیث (۵۶۳۶) وعزاہ للترمذی۔

ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ان میں سے ہر آدمی کھانے پینے اور جماع کرنے کی سو آدمیوں کی طاقت رکھے گی۔ اس نے پھر عرض کیا: اے ابوالقاسم! کھانے پینے کی وجہ سے قضائے حاجت کی ضرورت بھی پیش آئے گی؟ جو جنت میں اہل جنت کے لیے تکلیف دے چیز ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: یہ چیز جنت میں تکلیف دے چیز نہیں ہو گی' بلکہ پسینہ کی شکل میں ان کی حاجت ان کے جسموں سے خارج ہو جائے گی اور ان کے پیٹ ہلکے پھلکے ہو جائیں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

باب 7: اہلِ جنت کا تذکرہ

2460 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوْرَتُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ اٰنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ وَاَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمْ مِنَ الْاُلُوَّةِ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبُ رَجُلٍ وَّاحِدٍ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَّالْاُلُوَّةُ هُوَ الْعُوْدُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوگی۔ وہ لوگ اس میں تھوکیں گے نہیں۔ ناک صاف نہیں کریں گے۔ قضائے حاجت نہیں کریں گے۔ ان کے برتن سونے کے ہوں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی جبکہ ان کی انگیٹھیاں عود سے بنی ہوئی ہوں گی۔ ان کا پسینہ مشک (کی طرح خوشبودار) ہوگا۔ ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا گوشت میں سے نظر آئے گا۔ یہ ان کے حسن کی وجہ سے ہوگا۔ ان لوگوں کے درمیان آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ ان کے دلوں میں کوئی بغض نہیں ہوگا' اور یہ سب ایک جیسی قلبی کیفیت کے مالک ہوں گے۔ وہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

لفظ ''الوہ'' سے مراد ''عود'' ہے۔

2461 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِيْبٍ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَوْ اَنَّ مَا يُقِلُّ ظُفُرٌ مِّمَّا فِی الْجَنَّةِ بَدَا لَتَزَخْرَفَتْ لَهٗ مَا بَيْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَوْ

2460- اخرجه البخاری (٦/ ٣٦٧): كتاب بدء الخلق: باب: ما جاء فی صفة الجنة و انها مخلوقة، حديث (٣٢٤٥) و اطرافه فی: (٣٢٤٦، ٣٢٥٤، ٣٣٢٧) و مسلم (٤/ ٢١٨٠): كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها: باب: فی صفات الجنة و اهلها، حديث (١٧/ ٢٨٣٤) و احمد (٢/ ٣١٦) من طريق معمر عن همام بن منبه، فذكره۔

2461- اخرجه احمد (١/ ١٦٩، ١٧١) من طريق داؤد بن عامر بن سعد بن ابی وقاص، عن ابيه، فذكره۔

اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَ فَبَدَا اَسَاوِرُهُ لَطَمَسَ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَا تَطْمِسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُومِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيعَةَ وَقَدْ رَوٰى يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ وَّقَالَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ داؤد بن عامر اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر ایک ناخن سے کم مقدار جتنی جنت کی کوئی چیز ظاہر کردی جائے تو وہ آسمان اور زمین کے تمام کناروں کو روشن کردے اور اگر جنت کا کوئی شخص جھانک لے اور اس کے کنگن ظاہر ہوجائیں تو وہ سورج کی روشنی کو ماند کردیں۔ بالکل اسی طرح جیسے سورج ستاروں کی روشنی کو ماند کردیتا ہے۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے اور صرف ابن لہیعہ سے منقول ہے۔

یحییٰ بن ایوب نے اس روایت کو یزید بن ابوحبیب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: یہ عمر بن سعد بن ابی وقاص کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

اہل جنت کی کیفیت:

جس طرح جنت بے مثال ہے اسی طرح اہل جنت بھی بے مثال ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں کثیر خوبیوں سے سرفراز کرے گا' جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1- ان کے چہرے چودھویں رات کی طرح روشن ہوں گے۔

2- انہیں تھوک کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔

3- ان کی ناک نہیں بہے گی۔

4- انہیں قضاء حاجت کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔

5- اہل جنت کے برتن سونے کے ہوں گے۔

6- ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی۔

7- ان کے لیے دھونی کی انگیٹھی خوشبودار ہوگی۔

8- ان کا پسینہ کستوری کی طرح خوشبودار ہوگا۔

9- ہر جنتی کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا صاف نظر آئے گا۔

10- ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔

11- کسی کے دل میں بغض وعداوت نہیں ہوگی۔

12- ان کے دلوں میں اخوت ومحبت کا غلبہ ہوگا۔

13- صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں گے،

14- جنت کی کوئی چیز ناخن کے برابر دنیا میں ظاہر کی جائے تو پوری دنیا اس سے مزین ہو جائے۔

15- کوئی جنتی دنیا میں جھانک لے تو اس کی وجہ سے سورج کی روشنی کم ہو جائے۔

16- اگر جنت کا کنگن دنیا میں ظاہر ہو جائے تو اس سے سورج کی روشنی ماند پڑ جائے جس طرح سورج نکلنے سے ستاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِفَةِ ثِيَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

باب 8: اہلِ جنت کے لباس کا تذکرہ

2462 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَامِرٍ الْاَحْوَلِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ كُحْلٌ لَّا يَفْنٰى شَبَابُهُمْ وَلَا تَبْلٰى ثِيَابُهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اہلِ جنت کے جسم اور چہروں پر بال نہیں ہوں گے۔ ان کی آنکھیں سرمگیں ہوں گی۔ ان کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی اور ان کے لباس کبھی بوسیدہ نہیں ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

2463 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ اَبِي السَّمْحِ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: فِيْ قَوْلِهٖ (وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ) قَالَ ارْتِفَاعُهَا لَكَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ مَسِيْرَةَ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بْنِ سَعْدٍ

مذاہبِ فقہاء: وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ اِنَّ مَعْنَاهُ الْفُرُشَ فِي الدَّرَجَاتِ وَبَيْنَ الدَّرَجَاتِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

"اور بچھے ہوئے بچھونے ہوں گے"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس کی بلندی اس طرح ہے، جس طرح آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے، جو پانچ سو برس کی مسافت پر مشتمل ہے۔

2462- اخرجه الدارمی (۲/۳۳۵): كتاب الرقاق: باب: اهل الجنة و نعيمها من طريق معاذ بن هشام، عن ابيه، عن عامر الاحول، عن شهر بن حوشب، فذكره-

2463- اخرجه احمد (۳/۷۵) من طريق ابى الهيثم، فذكره-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف رشدین بن سعد کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

بعض اہل علم نے اس حدیث کی تفسیر یہ بیان کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے: وہ بچھونے مختلف درجات میں ہوں گے اور ان درجات کے درمیان اتنا فرق ہوگا جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

شرح

اہل جنت کے کپڑوں کا تذکرہ:

احادیث باب میں اہل جنت اور ان کے لباس کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1- اہل جنت کے اجسام بالوں سے پاک ہوں گے۔ 2- وہ بے ریش ہوں گے۔ 3- قدرتی طور پر ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی۔ 4- ان کی جوانی مستقل ہوگی۔ جو کبھی بڑھاپے میں تبدیل نہیں ہوگی۔ 5- ان کا لباس نہ پرانا ہوگا اور نہ میلا کچیلا ہوگا۔ 6- ان کے لیے اونچے اونچے فرش ہوں گے۔ 7- ان کی اونچائی اتنی ہوگی جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے اور یہ فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

سوال، قرآن کریم میں اہل جنت کے بستروں کی صفت مرفوعہ کیوں بیان کی گئی جبکہ وہ خود اونچے نہیں ہوں گے؟

جواب: اونچا ہونا محض بلندی میں نہیں ہوتا بلکہ مرتبہ میں بھی ہوسکتا ہے اور ظاہری بلندی میں بھی پانچ سو سال کی مسافت بستروں کی نہیں ہوگی بلکہ اس سے درجات جنت مراد ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ ثِمَارِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

باب 9: جنت کے پھلوں کا تذکرہ

2464 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: وَذُكِرَ لَهٗ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى قَالَ يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِیْ ظِلِّ الْفَنَنِ مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ اَوْ يَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةُ رَاكِبٍ شَكَّ يَحْيٰى فِيْهَا فِرَاشُ الذَّهَبِ كَاَنَّ ثَمَرَهَا الْقِلَالُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتی ہیں۔ وہ فرماتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی سوار اس کی شاخوں کے سائے میں ایک سو سال تک چل سکتا ہے۔ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) کوئی سوار اس کے سائے میں (چلتے ہوئے) ایک سو سال تک رہ سکتا ہے۔ یہاں پر یحییٰ نامی راوی کو شک ہے۔

اس کا فرش (یا بچھونے) سونے کے ہوں گے اور اس کے پھل مٹکوں کی مانند ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

جنت کے پھلوں کا تذکرہ:

دُنیا کے پھل جنت کے پھلوں کی نقل ہیں اور جنت کے پھل ذائقہ اور خوشبو کے اعتبار سے بے مثل و بے مثال ہوں گے۔ جنت کے پھلوں میں سے ایک بیری کا درخت ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ (النجم:14) بیری کے درخت کے پاس"۔ یہ مقام ساتویں آسمان کے اوپر اور عرش الٰہی کے نیچے ہے۔ اس مقام سے اوپر فرشتوں کی آمد و رفت ممنوع ہے۔ اس درخت کا سایہ اتنا کثیر ہے کہ سو اونٹ سوار اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس درخت کی دو شاخوں کے درمیان سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ اس درخت کے پھل یعنی بیر مقام ہجر کے مٹکوں کے برابر ہوں گے۔

فائدہ نافعہ: حدیث باب میں بطور تمثیل ایک پھل کا ذکر کیا گیا ہے۔ باقی پھلوں کی کیفیت اس سے مختلف نہیں ہوگی بلکہ ہر پھل کا ذائقہ دوسرے سے بہتر اور پرکشش ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ طَیْرِ الْجَنَّةِ

باب 10: جنت کے پرندوں کا تذکرہ

2465 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْكَوْثَرُ قَالَ ذَاكَ نَهْرٌ اَعْطَانِيْهِ اللّٰهُ يَعْنِیْ فِی الْجَنَّةِ اَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ فِيْهَا طَيْرٌ اَعْنَاقُهَا كَاَعْنَاقِ الْجُزُرِ قَالَ عُمَرُ اِنَّ هٰذِهٖ لَنَاعِمَةٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَتُهَا اَحْسَنُ مِنْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ هُوَ ابْنُ اَخِی ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِیِّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُسْلِمٍ قَدْ رَوٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

◄◄ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: کوثر سے مراد کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہے۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ نہر جنت میں ہوگی۔ (آپ ﷺ نے یہ فرمایا) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور جنت میں پرندے ہوں گے جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہوں گی۔ (یعنی ان کا جسم بڑا ہوگا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ تو بڑی زبردست نعمتیں ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہیں کھانے والے اس سے زیادہ نعمتوں میں ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

محمد بن عبداللہ نامی راوی ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے ہیں۔
عبیداللہ بن مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

جنت کے پرندوں کی کیفیت:

جنت میں مختلف شکلوں، مختلف ناموں اور مختلف ذائقوں کے پرندے ہوں گے۔ وہ پرندے آبی ہوں گے اور خشکی بھی۔ کوثر جنت سے برآمد ہونے والی نہر ہے، جو جنت سے نکل کر میدان محشر میں جائے گی' یہ نہر بہت بڑے تالاب کی شکل میں ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوں گے اور اپنے خدام کو سیراب کر رہے ہوں گے۔ اس نہر میں پرندے ہوں گے جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں کی مثل ہوں گی۔ ان پرندوں کی خوبصورتی سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یہ نعمت تو بڑی خوشگوار ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ خوشگوار ہوں گے۔

یہ تو نہر کوثر کے آبی پرندوں کا تذکرہ تھا۔ ان کے علاوہ خشکی پرندے بھی ہوں گے۔ جن کا تذکرہ بایں الفاظ کیا گیا ہے: ان طیر الجنة کا مثال البخت ترعی فی شجر ةالجنة۔ بیشک جنت کے پرندے بختی اونٹوں کی مثل ہوں گے جو جنت کے درختوں میں چریں گے۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان ھذا الطیر ناعمة۔ یہ پرندے تو بڑے خوشگوار ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ خوشگوار ہوں گے اور مجھے یقین ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہوگے"۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ خَیْلِ الْجَنَّةِ

باب 11: جنت کے گھوڑوں کا تذکرہ

2466 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا الْمَسْعُوْدِیُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَیْمَانَ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِی الْجَنَّةِ مِنْ خَیْلٍ قَالَ اِنِ اللّٰهُ اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ فَلَا تَشَاءُ اَنْ تُحْمَلَ فِیْهَا عَلٰی فَرَسٍ مِّنْ یَّاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ یَطِیْرُ بِكَ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شِئْتَ قَالَ وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِی الْجَنَّةِ مِنْ اِبِلٍ قَالَ فَلَمْ یَقُلْ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِصَاحِبِهٖ قَالَ اِنْ یُّدْخِلْكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ یَكُنْ لَكَ فِیْهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَیْنُكَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ الْمَسْعُوْدِیِّ

◆◆ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب تمہیں جنت میں داخل کرے گا' تو تم اس

میں سرخ یاقوت سے بنے ہوئے جس بھی گھوڑے پر سوار ہو کر جنت میں جہاں بھی جانا چاہو گے وہ تمہیں لے جائے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایک اور شخص نے آپ سے سوال کیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا جنت میں اونٹ ہوں گے۔

راوی بیان کرتے ہیں: آپ نے اس شخص سے وہ نہیں فرمایا جو اس کے ساتھی سے فرمایا تھا۔ آپ نے یہ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل کیا' تو اس میں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جس کا تمہارا نفس خواہش کرے گا' اور جس سے تمہاری آنکھوں کو سرور ملے گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

یہ روایت مسعودی کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

2467 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ سَمُرَةَ الْاَحْمَسِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ وَّاصِلٍ هُوَ ابْنُ السَّائِبِ عَنْ اَبِىْ سَوْرَةَ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اُحِبُّ الْخَيْلَ اَفِى الْجَنَّةِ خَيْلٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ اُتِيْتَ بِفَرَسٍ مِّنْ يَّاقُوْتَةٍ لَّهُ جَنَاحَانِ فَحُمِلْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ طَارَ بِكَ حَيْثُ شِئْتَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَلَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ اَيُّوْبَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَاَبُوْ سَوْرَةَ هُوَ ابْنُ اَخِىْ اَبِىْ اَيُّوْبَ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهٗ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ جِدًّا

قولِ امام بخاری: قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ اَبُوْ سَوْرَةَ هٰذَا مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ يَرْوِىْ مَنَاكِيْرَ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا

◆◆ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے گھوڑے بہت پسند ہیں۔ کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں جنت میں داخل کیا گیا' تو یاقوت کا گھوڑا لایا جائے گا جس کے دو پر ہوں گے۔ پھر تمہیں اس پر سوار کیا جائے گا پھر وہ تمہیں لے کر' جہاں تم چاہو گے وہاں چلا جائے گا۔

اس حدیث کی سند زیادہ مستند نہیں ہے اور ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

اس کے راوی ابوسورہ' جو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں' ان کو علم حدیث میں ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔ یحییٰ بن معین نے انہیں انتہائی ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ابوسورہ نامی راوی منکر الحدیث ہے اور اس نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منکر روایات نقل کی ہیں جن کا متابع کوئی نہیں ہے۔

شرح

جنتی گھوڑوں کا تذکرہ:

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ پرندوں کی طرح جنت میں خوبصورت گھوڑے بھی موجود ہوں گے' جو سرخ یا قوت کے ہوں گے' اور اہل جنت کی خواہش کے مطابق انہیں اڑا کر وہاں پہنچا دیں گے۔ یہ گھوڑے دنیا کے گھوڑوں سے مختلف ہوں گے کیونکہ ان کے دو پر ہوں گے اور وہ پیدل نہیں بلکہ پروں کے ذریعے اڑ کر سفر طے کر سکیں گے۔

کسی نے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا جنت میں اونٹ بھی ہوں گے؟ آپ نے اسے جواب میں فرمایا: جب اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل کرے گا تو وہاں تمہیں ہر وہ چیز میسر ہوگی جس کی تم خواہش کرو گے''۔ اس جواب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں پرندے، گھوڑے اور اونٹ جس کی بھی خواہش کی جائے گی وہ موجود ہوں گے۔ اہل جنت اس سے استفادہ کریں گے۔

سوال: سائل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں اونٹوں کے بارے میں سوال کیا تھا لیکن جواب اونٹوں کے بارے میں نہیں بلکہ عمومی دیا گیا۔ اس طرح جواب سوال کے مطابق نہ ہوا؟

جواب: ہر مریض کا مرض کے مطابق علاج تجویز کیا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سائل کو ایسا جواب دیا گیا ہے' جو نہ صرف اس کے سوال کا جواب ہے' بلکہ مزید کثیر سوالات کا بھی جواب ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سِنِّ اَهْلِ الْجَنَّةِ

باب 12: اہلِ جنت کی عمر کا بیان

2468 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ مُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ اَبُو الْعَوَّامِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِيْنَ اَبْنَاءَ ثَلَاثِيْنَ اَوْ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِيْنَ سَنَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ روایت: وَبَعْضُ اَصْحَابِ قَتَادَةَ رَوَوْا هٰذَا عَنْ قَتَادَةَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يُسْنِدُوْهُ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اہلِ جنت جب جنت میں داخل ہوں گے' تو ان کے چہرے اور جسم پر بال نہیں ہوں گے۔ ان کی آنکھیں سرمگیں ہوں گی اور (دیکھنے میں یوں محسوس ہوگا) کہ وہ 32 یا 33 سال کے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

قتادہ کے بعض شاگردوں نے اسے قتادہ کے حوالے سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے اور اس کی سند روایت نہیں کی ہے۔

2468۔ اخرجه احمد (۵/۲۴۳) من طریقه شهر بن حوشب، عن عبد الرحمن بن غنم، فذكره، (۵/۲۳۲، ۲۳۹) من طریقه شهر بن حوشب، عن معاذ، فذكره ليس فيه (عبد الرحمن بن غنم)۔

شرح

اہل جنت کی عمروں کا تذکرہ:

جب قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد اہل جنت، جنت میں اور اہل جہنم دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو پھر کسی کی موت واقع نہیں ہوگی۔ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے اجسام پر بال نہیں ہوں گے۔ وہ بے ریش ہوں گے اور ان کی آنکھیں قدرتی طور پر سرمگیں ہوں گی۔ ان کی عمر تیس یا تینتیس سال کی ہوگی۔

سوال: اہل جنت کی عمروں کے بارے میں مشکوک فقرہ ہے: وہ تیس یا تینتیس سال کی ہوں گی۔ تو دونوں میں قوی صورت کونسی ہے؟

جواب: دونوں صورتوں میں سے تینتیس سال کی صورت زیادہ مناسب ہے' کیونکہ اس کی تائید حضرت ابو ہریرہ اور حضرت مقدوم رضی اللہ عنہما کی روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں صراحت سے 33 کا عدد مذکور ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَفِّ اَهْلِ الْجَنَّةِ

باب 13: اہلِ جنت کی کتنی صفیں ہوں گی؟

2469 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الطَّحَّانُ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ ضِرَارِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّمِنْهُمْ مَنْ قَالَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ وَحَدِيْثُ اَبِىْ سِنَانٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ سِنَانٍ اسْمُهٗ ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ وَاَبُوْ سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ اسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ سِنَانٍ وَّهُوَ بَصْرِيٌّ وَّاَبُوْ سِنَانٍ الشَّامِيُّ اسْمُهٗ عِيْسٰى بْنُ سِنَانٍ هُوَ الْقَسْمَلِيُّ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اہلِ جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے 80 صفیں اس امت کی ہوں گی اور 40 باقی تمام امتوں کی ہوں گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت علقمہ کے حوالے سے' سلیمان کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

بعض راویوں نے اسے سلیمان بن بریدہ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ابوسنان نے محارب بن دثار کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے' وہ حسن ہے۔

2469- اخرجه ابن ماجه (۲ /۱۴۳۳): كتاب الزهد: باب: صفة امة محمد صلى الله عليه وسلم ' حديث (۴۲۸۹) و احمد (۵ /۳۴۷' ۳۵۵' ۳۶۱) و الدارمي (۲ /۳۳۷): كتاب الرقاق: باب: صفوف اهل الجنة من طريق ابن بريدة' فذكره۔

ابوسنان نامی راوی کا نام ضرار بن مرہ ہے۔

ابوسنان شیبانی کا نام سعید بن سنان ہے۔ یہ صاحب بصرہ کے رہنے والے ہیں۔

ابوسنان شامی کا نام عیسیٰ بن سنان ہے اور ان کا اسم منسوب "قسملی" ہے۔

2470 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قُبَّةٍ نَحْوًا مِّنْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ مَا اَنْتُمْ فِی الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِیْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِیْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّاَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک قبہ میں موجود تھے۔ تقریباً ہم چالیس افراد تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ تم اہلِ جنت کا چوتھائی حصہ ہو۔ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ تم اہلِ جنت کا ایک تہائی حصہ ہو؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ تم اہلِ جنت کا نصف حصہ ہو؟ بے شک جنت میں صرف مسلمان داخل ہوگا۔ مشرکین کے درمیان تمہاری حیثیت اسی طرح ہوگی جیسے کالی جلد والے بیل کے جسم پر سفید بال ہو یا سفید جلد والے بیل کے جسم پر کوئی کالا بال ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

اہل جنت کی صفوں کا تذکرہ:

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک قیامت کے دن تمام امتوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، جن میں سے اسی صفیں امت محمدیہ کی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گی۔ اس طرح اہل جنت میں سے کل تعداد کے دو ثلث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی اور ایک ثلث باقی امتیں ہوں گی۔

2470- اخرجه البخاری (١١/٣٨٥): كتاب الرقاق: باب: الحشر' حديث (٦٥٢٨) وطرفه في: (٦٦٤٢) ومسلم (١/ ٦٤٢ - الابي): كتاب الايمان: باب: بيان كون هذه الامة نصف اهل الجنة' حديث (٣٧٧' ٣٧٨) و ابن ماجه (٢/١٤٣٢): كتاب الزهد: باب: صفة امة محمد صلى الله عليه وسلم ' حديث (٤٢٨٣)' و احمد (١/٣٨٦' ٤٣٧' ٤٤٥) من طريق ابو اسحاق' عن عمرو بن ميمون ' فذكره-

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اہل جنت کی تعداد میں اپنی امت کے بارے میں پہلے چوتھائی حصہ، پھر تہائی حصہ، پھر نصف حصہ کی خوشخبری سنائی۔ اس تدریجی ترقی کی وجہ کیا ہے؟

جواب: زبان نبوت سے اپنی امت کو اہل جنت میں سے تعداد کے بارے میں بتدریج ترقی کی یہ خوشخبری نزول وحی کے مطابق سنائی گئی تھی۔ آخری خوشخبری وہ ہے، جو آخری وحی کے مطابق سنائی گئی کہ دو ثلث تعداد امت محمدیہ کی ہوگی اور ایک ثلث باقی امتوں کی۔

فائدہ نافعہ: جہنم میں داخل ہونے والے کفار و مشرکین کی تعداد کے مقابلہ میں جنت میں داخل ہونے والے مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل ہوگی جیسے سیاہ بیل کی کھال میں ایک سفید بال کی جو نسبت ہوتی ہے یہی نسبت اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان ہوگی۔ الحاصل! اہل جنت کی تعداد اہل جہنم کے مقابلہ میں بالکل قلیل ہوگی، کیونکہ اہل جہنم یعنی جہنم میں داخل ہونے والے مشرکین و کفار کی تعداد کثیر ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِفَةِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ

باب 14: جنت کے دروازوں کا تذکرہ

2471 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسَى الْقَزَّازُ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: بَابُ اُمَّتِي الَّذِيْ يَدْخُلُوْنَ مِنْهُ الْجَنَّةَ عَرْضُهُ مَسِيْرَةُ الرَّاكِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّهُمْ لَيُضْغَطُوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى تَكَادُ مَنَاكِبُهُمْ تَزُوْلُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَقَالَ لِخَالِدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ مَنَاكِيْرُ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

◆◆ سالم بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت کا وہ دروازہ جس سے وہ جنت میں داخل ہوں گے، اس کی چوڑائی اتنی ہے، جتنی مسافت کوئی تیز رفتار سوار تین دن میں طے کرتا ہے لیکن اس کے باوجود ان لوگوں کا اس میں اتنا ہجوم ہوگا کہ یوں محسوس ہوگا کہ ان کے بازو اتر جائیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا، تو وہ اس سے واقف نہیں تھے۔ انہوں نے فرمایا: خالد بن ابوبکر سے منکر روایات منقول ہیں جو انہوں نے سالم بن عبداللہ سے نقل کی ہیں۔

2471۔ تفرد به الترمذي، ينظر (تحفة الاشراف) (۷۳۰۸)، ذكره صاحب (المشكاة) (۹/ ۶۰۷ - مرقاة)، حديث (۵۶۴۵)، و صاحب (كنز العمال) (۱۴/ ۴۷۳)، حديث (۳۹۳۱۱) وعزاه للترمذي۔

شرح

جنت کے دروازہ کی کیفیت:

جنت کے مختلف دروازے ہوں گے، جن کی تعداد آٹھ تک پہنچتی ہے۔ ایک دروازہ ایسا ہوگا جس سے صرف امت محمدی داخل ہو سکے گی اور اس کی چوڑائی اتنی ہوگی کہ اونٹ تین سال تک تیز رفتاری سے جتنا فاصلہ طے کر سکتا ہے۔ جب امت محمدی اس دروازے سے گزرے گی تو ان کی کثرت کی وجہ سے باہم کندھے ملے ہوئے ہوں گے اور دروازہ چرچرانے لگے گا یعنی وہ اپنی وسعت کے باوجود تنگ دامنی کا ثبوت فراہم کرے گا۔

سوال: حدیث باب میں دروازے کی طوالت تین سال کی مسافت بیان کی گئی ہے۔ دوسری روایت میں چالیس سال کی مسافت بھی بیان ہوئی ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب، دونوں روایات میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سال کی مسافت بتائی گئی تو آپ نے اپنی امت کو یہ بیان کر دی پھر چالیس سال کی مسافت بذریعہ وحی آپ کو بتائی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بیان فرما دی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سُوقِ الْجَنَّةِ

باب 15: جنت کے بازار کا بیان

2472 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ حَبِيْبِ بْنِ اَبِي الْعِشْرِيْنَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ لَقِيَ اَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْمَعَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ فِيْ سُوقِ الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيْدٌ اَفِيْهَا سُوقٌ قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ اِذَا دَخَلُوْهَا نَزَلُوْا فِيْهَا بِفَضْلِ اَعْمَالِهِمْ ثُمَّ يُؤْذَنُ فِيْ مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ اَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُوْرُوْنَ رَبَّهُمْ وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهٗ وَيَتَبَدّٰى لَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ فَتُوضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوْتٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ وَّيَجْلِسُ اَدْنَاهُمْ وَمَا فِيْهِمْ مِنْ دَنِيٍّ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ وَمَا يَرَوْنَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِاَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ نَرٰى رَبَّنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قُلْنَا لَا قَالَ كَذٰلِكَ لَا تُمَارُوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ وَلَا يَبْقٰى فِيْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ اِلَّا حَاضَرَهُ اللّٰهُ مُحَاضَرَةً حَتّٰى يَقُوْلَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ اَتَذْكُرُ يَوْمَ قُلْتَ كَذَا وَكَذَا فَيُذَكِّرُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهٖ فِي الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَفَلَمْ تَغْفِرْ لِيْ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَسَعَةُ مَغْفِرَتِيْ بَلَغَتْ بِكَ

2472- اخرجه ابن ماجه (٢ /١٤٥٠): كتاب الزهد: باب: صفة الجنة، حديث (٤٣٣٦) من طريق عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعي: قال: حدثني حسان بن عطية- قال: حدثني سعيد بن المسيب: فذكره-

مَنْزِلَتَكَ هٰذِهٖ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِّنْ فَوْقِهِمْ فَاَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيْبًا لَمْ يَجِدُوْا مِثْلَ رِيْحِهٖ شَيْئًا قَطُّ وَيَقُوْلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قُوْمُوْا اِلٰى مَا اَعْدَدْتُّ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوا مَا اشْتَهَيْتُمْ فَنَاْتِيْ سُوْقًا قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلَآئِكَةُ فِيْهِ مَا لَمْ تَنْظُرِ الْعُيُوْنُ اِلٰى مِثْلِهٖ وَلَمْ تَسْمَعِ الْاٰذَانُ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوْبِ فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ فِيْهَا وَلَا يُشْتَرٰى وَفِيْ ذٰلِكَ السُّوْقِ يَلْقٰى اَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا قَالَ فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَمَا فِيْهِمْ دَنِيٌّ فَيَرُوْعُهٗ مَا يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِيْ اٰخِرُ حَدِيْثِهٖ حَتّٰى يَتَخَيَّلَ اِلَيْهِ مَا هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّحْزَنَ فِيْهَا ثُمَّ نَنْصَرِفُ اِلٰى مَنَازِلِنَا فَيَتَلَقَّانَا اَزْوَاجُنَا فَيَقُلْنَ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ وَاِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ اَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ اِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ وَيَحِقُّنَا اَنْ نَّنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوٰى سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ان کی ملاقات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں' وہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں اکٹھا کرے' تو سعید نے دریافت کیا، کیا اس میں بازار بھی ہو گا۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ بات بتائی ہے: جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے' تو وہ اپنے اعمال کی فضیلت کے اعتبار سے اس میں قیام کریں گے پھر دنیا کے دنوں کے حساب سے جمعہ کے دن انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں۔ ان کے سامنے اس کا عرش ظاہر ہوگا۔ وہ ان کے سامنے جنت کے ایک باغ میں تجلی فرمائے گا تو ان لوگوں کے لیے وہاں نور کے منبر رکھے جائیں گے' اور موتی، یاقوت، زمرد، سونے اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے۔ ان میں سے سب سے کمتر حیثیت کا مالک، ویسے ان میں کوئی کمتر نہیں ہوگا، مشک اور کافور کے ٹیلوں پر ہوگا۔ انہیں یہ محسوس نہیں ہوگا کہ کرسی پر بیٹھا ہوا شخص محفل میں بیٹھنے کے اعتبار سے ان سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہم اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں۔ کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں یا چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے؟ ہم نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسی طرح تمہیں اپنے پروردگار کی زیارت کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی اور اس محفل میں موجود ہر شخص براہ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ کرے گا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک شخص سے یہ فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! کیا تمہیں یاد ہے؟ تم نے فلاں' فلاں دن یہ بات کہی تھی تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں کی ہوئی کوئی غلطی یاد کروائے گا' تو وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! کیا' تو نے میری مغفرت نہیں کر دی ہے' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں! میری مغفرت کی وسعت کی وجہ سے تم اس مقام تک پہنچے ہو۔ اس دوران ان لوگوں کو ایک بادل ڈھانپ لے گا' اور ان پر ایسی خوشبو کی بارش ہوگی جو انہوں نے کبھی نہیں سونگھی ہوگی' تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اٹھو اور میرے انعامات کی طرف جاؤ! جو میں نے تمہارے لیے

رکھے ہیں۔ان میں سے جو تم چاہو اسے حاصل کر لو پھر وہ لوگ اس بازار کی طرف جائیں گے جسے فرشتوں نے گھیرا ہوا ہوگا۔اس میں وہ چیزیں موجود ہوں گی جنہیں کسی آنکھ نے کبھی دیکھا نہیں ہوگا' اور کسی کان نے ان کے بارے میں کچھ سنا نہیں ہوگا' اور کسی کے ذہن میں ان کا خیال بھی نہیں آیا ہوگا۔(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) ہم جس چیز کی خواہش کریں گے وہ ہمیں دے دی جائے گی۔وہاں خرید و فروخت نہیں ہوگی' پھر اہلِ جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) اعلیٰ مرتبے والا جنتی اپنے سے کم مرتبے والے جنتی سے ملاقات کرے گا۔ویسے ان میں کوئی بھی کم حیثیت کا مالک نہیں ہوگا' تو اسے اس کا لباس پسند آجائے گا۔ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی ہوگی کہ اس کے اپنے جسم پر اس سے بہتر لباس ظاہر ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے: جنت میں کوئی بھی شخص کسی بھی غم کا شکار نہیں ہوگا۔(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) پھر ہم وہاں سے اپنے گھر روانہ ہوں گے' جب ہم اپنی بیویوں کے سامنے آئیں گے' تو وہ یہ کہیں گی: آپ کو خوش آمدید ہو۔آپ تو پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو کر لوٹے ہیں۔تو ہم یہ جواب دیں گے' ہم زبردست پروردگار کی بارگاہ میں سے آرہے ہیں' تو ہم اس بات کے حقدار تھے کہ اس کیفیت میں واپس آئیں' جس میں اب آئے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

سوید بن عمرو نے اوزاعی کے حوالے سے اس حدیث کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

2473 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ فِى الْجَنَّةِ لَسُوْقًا مَا فِيْهَا شِرَاءٌ وَّلَا بَيْعٌ اِلَّا الصُّوَرَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ فَاِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُوْرَةً دَخَلَ فِيْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی البتہ اس میں کچھ مردوں اور عورتوں کی تصاویر ہوں گی جب کوئی شخص کسی تصویر کو پسند کرے گا' تو وہ اسی کی طرح ہو جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

جنت کا بازار اور اس کی رونق:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں دیگر امور کے علاوہ بازار ہوگا، جس میں خرید و فروخت کا معاملہ نہیں ہوگا۔اہل جنت کی باہم ملاقات ہوگی۔اگر کوئی جنتی بازار سے کپڑا وغیرہ خریدنا چاہے گا تو اپنا زیب تن کیا ہوا لباس دیکھ کر کہے گا کہ مجھے اس کپڑے

2473- اخرجه عبد الله بن احمد في (زوائد المسند ۱/۱۵۶) من طريق النعمان بن سعد، فذكره-

کی ہرگز ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس سے بہتر لباس تو میں نے خود زیب تن کیا ہوا ہے۔ جنت میں بارش کا سلسلہ بھی موجود ہوگا جس کے نتیجہ میں اہل جنت، اہل جنت کے گھروں اور ان کی بیویوں کے حسن و جمال میں اضافہ ہوگا۔

دنیا کے دنوں کے حساب سے جمعتہ المبارک کے دن اہل جنت کو زیارت باری تعالیٰ کی دولت حاصل ہوگی۔ دوران زیارت کوئی چیز حائل نہیں ہوگی اور یہ سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ یہ اتنی خوبصورت نعمت ہوگی جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی نعمت نہیں کر سکتی۔

جنت کے بازار میں لوگ موجود ہوں گے جو خواتین و حضرات صورتیں ملاحظہ کریں گے اور جب کوئی کسی صورت کو پسند کرے گا وہ اصل صورت میں روح و جان کے ساتھ سامنے موجود ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ رُؤْيَةِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى

باب 16: باری تعالیٰ کا دیدار

2474 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّكُمْ فَتَرَوْنَهُ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُوْنَ فِیْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَاَ فَ (سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو ارشاد فرمایا: عنقریب تمہیں تمہارے پروردگار کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا تم اس کی اسی طرح زیارت کرو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اسے دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت نہیں ہو رہی اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے والی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز کے بارے میں مغلوب نہ ہونا (یعنی اسے قضاء نہ کرنا) پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔

"اپنے پروردگار کی حمد کے ہمراہ تسبیح بیان کرو سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2475 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ

2474۔ اخرجه البخاری (۲/ ۴۰): کتاب مواقیت الصلاة: باب: فضل صلاة العصر، حدیث (۵۵٤) واطرافه فی: (۵۷۳، ۴۸۵۱، ۷٤۳٤، ۷٤۳۵، ۷٤۳٦) ومسلم (۲/ ۵٦۹ - الابی): کتاب المساجد مواضع الصلاة: باب: فضل صلاتی الصبح و العصر، حدیث (۲۱۱، ۲۱۲/ ٦۳۳) و ابو داؤد (٤/ ۲۳۳): کتاب السنة: باب: فی الرؤیة، حدیث (٤۷۲۹) و ابن ماجه (۱/ ٦۳): المقدمة: باب: فیما انکرت الجهمیة، حدیث (۱۷۷) و احمد (٤/ ۳٦۰، ۳٦۲، ۳٦٤) و الحمیدی (۲/ ۳٤۲) حدیث (۷۹۹) و ابن خزیمة (۱/ ۱٦٤) حدیث (۳۱۷) من طریق قیس بن ابی حازم، فذکره۔

ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ صُهَیْبٍ

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ ﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِیَادَةٌ﴾ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ نَادٰى مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَوْعِدًا قَالُوْا اَلَمْ یُبَیِّضْ وُجُوْهَنَا وَیُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَیُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَیَنْكَشِفُ الْحِجَابُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا اَعْطَاهُمْ شَیْئًا اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلَیْهِ

اختلاف سند: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: هٰذَا حَدِیْثٌ اِنَّمَا اَسْنَدَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَرَفَعَهُ وَرَوٰى سُلَیْمَانُ بْنُ الْمُغِیْرَةِ وَحَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَوْلَهٗ

◆◆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے۔

''ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اچھائی کی، اچھائی ہوگی اور مزید (بہتری) ہوگی''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے' تو ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا: تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک وعدہ ہے۔ اہلِ جنت یہ کہیں گے: کیا اس نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کر دیا اور ہمیں جہنم سے نجات نہیں دیدی اور جنت میں داخل نہیں کر دیا' تو وہ جواب دیں گے' جی ہاں! پھر حجاب ہٹایا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! اس کے دیدار سے زیادہ اور کوئی چیز اہلِ جنت کے نزدیک محبوب نہیں ہوگی۔

اس حدیث کی سند کو حماد بن سلمہ نے بیان کیا ہے اور اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

جبکہ سلیمان بن مغیرہ نے اس روایت کو ثابت بنانی کے حوالے سے، عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 17: بلاعنوان

2476 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنِیْ شَبَابَةُ عَنْ اِسْرَآئِیْلَ عَنْ ثُوَیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ یَنْظُرُ اِلٰى جِنَانِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَنَعِیْمِهٖ وَخَدَمِهٖ وَسُرُرِهٖ مَسِیْرَةَ اَلْفِ سَنَةٍ وَاَكْرَمَهُمْ عَلَى اللّٰهِ مَنْ یَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهٖ غُدْوَةً وَعَشِیَّةً ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ﴿وُجُوْهٌ یَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾

اختلاف سند: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ اِسْرَآئِیْلَ عَنْ ثُوَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبْجَرَ عَنْ ثُوَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوْفًا وَرَوٰى عُبَیْدُ اللّٰهِ الْاَشْجَعِیُّ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ ثُوَیْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَوْلَهٗ وَلَمْ یَرْفَعْهُ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَبُوْ كُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ

2475۔ اخرجه مسلم (١/٥٥٤، ٥٥٥ ۔ الابی)؛ كتاب الايمان؛ باب: اثبات رؤية المؤمنين فی الآخرة ربهم سبحانه و تعالٰی، حدیث (٢٩٧، ٢٩٨/١٨١) و ابن ماجه (١/٦٧)؛ المقدمة؛ باب: فيما انكرت الجهمية، حديث (١٨٧) و احمد (٤/٣٣٢، ٣٣٣)، (٦/١٥) من طريق حماد بن سلمة عن ثابت البنانی، عن عبد الرحمن بن ابی لیلی، فذكره۔

2476۔ اخرجه احمد (٢/١٣، ٦٤)، و عبد بن حمید (٣٦٠)، حدیث (٨١٩) من طريق ثوير بن ابی فاختة، فذكره۔

الْاَشْجَعِیُّ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ ثُوَیْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهٗ وَلَمْ یَرْفَعْهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قدر و منزلت کے اعتبار سے جنت میں سب سے کمتر حیثیت کا مالک وہ شخص ہوگا' جو ایک ہزار برس کی مسافت تک اپنے باغات، بیویوں، نعمتوں، خدمت گاروں اور تختوں کو دیکھ سکے گا اور ان (اہلِ جنت) میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہوگا' جو صبح شام اس کی زیارت کرے گا پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔

"اس دن کچھ چہرے بارونق ہوں گے جو اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے"

یہ روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔ یہ اسرائیل کے حوالے سے ثویر کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

عبدالملک نے اس کو ثویر کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے "موقوف" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

عبیداللہ اشجعی نے اسے سفیان کے حوالے سے ثویر کے حوالے سے، مجاہد کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، ان کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

یہ روایت ابوکریب محمد بن علاء نے عبیداللہ اشجعی کے حوالے سے، سفیان کے حوالے سے، ثویر کے حوالے سے، مجاہد کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کی ہے اور اس کو "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

2477 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِیفٍ الْکُوفِیُّ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ نُوحٍ الْحِمَّانِیُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَتُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَتُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَیْلَةَ الْبَدْرِ لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

اسنادِ دیگر: وَهٰکَذَا رَوٰی یَحْیَی بْنُ عِیْسَی الرَّمْلِیُّ وَغَیْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِیْثُ ابْنِ اِدْرِیْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ غَیْرُ مَحْفُوْظٍ وَّحَدِیْثُ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصَحُّ وَهٰکَذَا رَوَاهُ سُهَیْلُ بْنُ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ مِثْلُ هٰذَا الْحَدِیْثِ

حکمِ حدیث: وَهُوَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ

2477- اخرجه مسلم (۹/ ۴۳۷) - الابی): کتاب الزهد الرقائق: باب: صفة الجنة و النار' حدیث (۱۶/ ۲۹۶۸) و ابو داؤد (۴/ ۲۳۲): کتاب السنة: باب: فی الرؤیة' حدیث (۴۷۳۰) و ابن ماجه (۱/ ۶۳): المقدمة: باب: فیما انکرت الجهمیة' حدیث (۱۷۸) واحمد (۲/ ۳۸۹' ۴۹۲) و الحمیدی (۲/ ۴۹۶) حدیث (۱۱۷۸) من طریق ابو صالح' فذکره۔

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کیا تم لوگوں کو چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے یا تمہیں سورج دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب تم اپنے پروردگار کی اسی طرح زیارت کرو گے جیسے تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو اور تمہیں اسے دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

یحییٰ بن عیسیٰ رملی اور دیگر راویوں نے اسے اسی طرح اعمش کے حوالے سے، ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

عبداللہ بن ادریس نے اسے اعمش کے حوالے سے، ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

ابن ادریس کا اعمش کے حوالے سے روایت کرنا محفوظ نہیں ہے۔

ابوصالح کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرنا زیادہ مستند ہے۔

سہیل بن ابوصالح نے اپنے والد کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

یہی روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے جو دیگر سند کے حوالے سے نقل کی گئی ہے اور وہ اسی روایت کی مانند ہے اور یہ روایت بھی مستند ہے۔

شرح

جنت میں دیدار الٰہی کی دولت حاصل ہونا:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جنت میں زیارت باری تعالیٰ حق ہے۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ o اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ o (القیامۃ:23,22) اس دن بہت سے چہرے بارونق ہوں گے جو اپنے پروردگار کو دیکھتے ہوں گے، چونکہ اس کے برعکس کفار اس سعادت سے محروم ہوں گے لہٰذا اس سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے: اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ o (المطففین:15) وہ لوگ اس دن اپنے پروردگار کے بارے میں حجاب میں ہوں گے۔

بہت سے گمراہ فرقے باری تعالیٰ کے منکر ہیں مثلاً معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ کا کہنا ہے کہ رؤیت کے لیے تین امور کا ہونا ضروری ہے۔

1- جسم ہونا۔

2- رنگ ہونا خواہ سفید یا زرد،

3- جہت میں ہونا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات امور ثلاثہ سے پاک ہے لہٰذا اسے دیکھنا محال و ناممکن ہے۔ اہلسنت کی طرف سے ان فرقوں کی اس دلیل کا

جواب یوں دیا جاتا ہے:

1-رؤیت باری تعالیٰ قرآن سے ثابت ہے جس طرح دلیل پیش کی گئی ہے۔

2-آخرت کے امور کو دنیوی امور پر قیاس کرتے ہوئے ممنوع ومحال قرار دینا درست نہیں ہے۔

3-احادیث مبارکہ سے رؤیت باری تعالیٰ کا تذکرہ بالتفصیل موجود ہے۔

پہلی حدیث باب میں رؤیت باری تعالیٰ کا مسئلہ نہایت خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح دنیا میں کسی حسین وبے مثل چیز کو دیکھنے کے لیے لوگ کثرت بلکہ جم غفیر کی شکل میں جمع ہو جاتے ہیں بلا امتیاز مسلم وغیر مسلم سب لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور خواہ انہیں کتنی زحمت برداشت کرنا پڑے لیکن اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں جس طرح چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی بلکہ اس کا دیکھنا یقینی ہوتا ہے۔ اسی طرح رؤیت باری تعالیٰ کے لیے بھی کوئی چیز حائل یا رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

حدیث کے اختتام پر رؤیت باری تعالیٰ کے لیے ارکان اربعہ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج پر عمل کی بھی تلقین کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز ادا کرنے سے انسان میں دیدار الٰہی کا جمال پیدا ہوتا ہے زکوٰۃ ادا کرنے سے بخل دور ہوتا ہے روزہ رکھنے سے تقویٰ وطہارت حاصل ہوتی ہے اور حج بیت اللہ سے محبت باری تعالیٰ موجزن ہوتی ہے۔ ان خوبیوں کے سبب انسان میں رؤیت باری تعالیٰ کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

دوسری حدیث میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت کی تمام نعمتوں سے نوازے گا، پھر اعلان ہوگا کہ کوئی ایسی نعمت باقی تو نہیں ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہو پھر وہ عنایت نہ کی ہو؟ ملائیکہ عرض کریں گے: اے پروردگار! ان سے دیدار کرانے کا وعدہ کیا گیا تھا اور اس نعمت سے ابھی تک انہیں سرفراز نہیں کیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی کا پردہ دور کر کے اہل جنت کو اپنے دیدار سے نوازے گا۔

تیسری حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ کمتر درجے کا جنتی آدمی ہزار سال کی مسافت تک اپنی مختلف نعمتوں، مثلاً باغات، خدام، بیویوں اور اپنی مسہریوں وغیرہ کو دیکھے گا پھر اسے دیدار خداوندی کی نعمت سے بھی سرفراز کیا جائیگا۔

چوتھی حدیث باب میں وضاحت ہے کہ جس طرح آفتاب وماہتاب کو دیکھنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح دیدار خداوندی میں بھی کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2478 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا لَنَا لَا نَرْضٰى وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ اَنَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ

2478- اخرجه البخارى (١١/ ٤٢٣): كتاب الرقاق: باب: صفة الجنة والنار، حديث (٦٥٤٩) وطرفه فى: (٧٥١٨) و مسلم (٤/ ٢١٧٦): كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها: باب: احلال الرضوان على اهل الجنة، فلا يسخط عليهم ابدًا، حديث (٩/ ٢٨٢٩) و احمد (٣/ ٨٨) من طريق مالك بن انس به، عن زيد بن اسلم، عن عطاء بن يسار، فذكره۔

ذٰلِكَ قَالُوْا اَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اُحِلُّ عَلَیْكُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْكُمْ اَبَدًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہلِ جنت! وہ جواب دیں گے ہم حاضر ہیں۔ ہمارے پروردگار! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو گئے ہو؟ وہ جواب دیں گے ہم راضی کیوں نہ ہوں' جبکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا کیا ہے' جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں کیا' تو وہ فرمائے گا: میں تمہیں اس سے زیادہ فضیلت والی چیز عطا کرنے لگا ہوں۔ وہ عرض کریں گے۔ اس سے زیادہ فضیلت والی چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تمہارے لیے اپنی رضامندی حلال کر دی ہے۔ اب میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نعمت عظیم ہونا:

اہل جنت کے لیے جنت کی تمام نعمتوں سے بڑی دو نعمتیں ہوں گی:

1- دیدارِ خداوندی

2- دائمی رضائے خداوندی

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (التوبہ:72) اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑی نعمت ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

حدیث باب ہے کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے مخاطب ہوگا: جن نعمتوں سے میں نے تمہیں نوازا ہے۔ کیا تم ان کی وجہ سے خوش ہو؟ وہ عرض گزار ہوں گے: اے پروردگار! ہم تیری ان عنایات پر خوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہیں ان سے بڑی نعمت عطا کرنے والا ہوں۔ وہ تعجب کے عالم میں عرض کریں گے: اے پروردگار! ان نعمتوں سے بڑھ کر بھی تیری کوئی نعمت ہو سکتی ہے؟ انہیں جواب دیا جائے گا: وہ نعمت میری رضا و خوشنودی ہے۔

بقول فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم — خدا چاہتا ہے رضائے محمد

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَرَائِیْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِی الْغُرَفِ

باب 18: اہلِ جنت کا اپنے کمروں میں سے ایک دوسرے کو دیکھنا

2479 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا فُلَیْحُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

2479- اخرجه احمد (۲/۳۳۵،۳۳۹) من طریق فلیح بن سلیمان' عن هلال بن علی' عن عطاء بن یسار' فذکره-

متن حدیث: اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ فِي الْغُرْفَةِ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الشَّرْقِيَّ اَوِ الْكَوْكَبَ الْغَرْبِيَّ الْغَارِبَ فِي الْاُفُقِ وَالطَّالِعَ فِي تَفَاضُلِ الدَّرَجَاتِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ النَّبِيُّوْنَ قَالَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ وَاَقْوَامٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ اہل جنت اپنے کمروں میں سے ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ اسی طرح جیسے لوگ مشرق یا مغرب میں نکلنے والے ستارے کو دیکھتے ہیں جو افق میں ڈوب جاتا ہے یا طلوع ہوتا ہے۔ ایسا ان کے درجات میں باہمی فرق کی وجہ سے ہوگا۔ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ لوگ انبیاء ہوں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اور ان کے علاوہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اہل جنت کا اپنے بالا خانوں میں ہوتے ہوا ایک دوسرے کو دیکھنا:

جب مشرق یا مغرب میں کوئی ستارہ طلوع غروب ہوتا ہے تو لوگ اسے لمبی نظروں سے دیکھتے ہیں کیونکہ وہ فاصلے پر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جو ستارہ سر پر یا بلندی پر ہو اسے نظریں لمبی کر کے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ اہل جنت اپنے بالا خانوں میں موجود ہوتے ہوئے نیچے کے درجے والوں کو نظریں لمبی کر کے دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ فاصلے پر ہوں گے۔ انہیں دیکھتے وقت درمیان سے پردہ ختم ہو جائے گا اور دیکھنے کے بعد پردہ دوبارہ حائل ہو جائے گا۔ تفاضل درجات کی نعمت محض انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہوگی۔ الحاصل! خواہ اہل جنت مختلف بالا خانوں میں ہوں گے لیکن باہم دیکھنے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ خُلُوْدِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِ النَّارِ

باب 19: اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کا (جنت اور جہنم میں) ہمیشہ رہنا

2480 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فَيَقُوْلُ اَلَا يَتْبَعُ كُلُّ اِنْسَانٍ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهُ فَيُمَثَّلُ لِصَاحِبِ الصَّلِيْبِ صَلِيْبُهُ وَلِصَاحِبِ التَّصَاوِيْرِ تَصَاوِيْرُهُ وَلِصَاحِبِ النَّارِ نَارُهُ فَيَتْبَعُوْنَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ وَيَبْقَى الْمُسْلِمُوْنَ فَيَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فَيَقُوْلُ اَلَا تَتَّبِعُوْنَ النَّاسَ

2480۔ اخرجہ احمد (۲/۳۶۸) من طریق العلاء بن عبد الرحمن عن ابیہ فذکرہ۔

فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ اللّٰهُ رَبُّنَا هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى نَرَى رَبَّنَا وَهُوَ يَأْمُرُهُمْ وَيُثَبِّتُهُمْ ثُمَّ يَتَوَارَى ثُمَّ يَطَّلِعُ فَيَقُولُ اَلَا تَتَّبِعُونَ النَّاسَ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَهٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى نَرَى رَبَّنَا وَهُوَ يَأْمُرُهُمْ وَيُثَبِّتُهُمْ قَالُوا وَهَلْ نَرَاهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّكُمْ لَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ يَتَوَارَى ثُمَّ يَطَّلِعُ فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَقُولُ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّبِعُونِي فَيَقُومُ الْمُسْلِمُونَ وَيُوضَعُ الصِّرَاطُ فَيَمُرُّونَ عَلَيْهِ مِثْلَ جِيَادِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ وَقَوْلُهُمْ عَلَيْهِ سَلِّمْ سَلِّمْ وَيَبْقَى اَهْلُ النَّارِ فَيُطْرَحُ مِنْهُمْ فِيهَا فَوْجٌ ثُمَّ يُقَالُ هَلِ امْتَلَاْتِ فَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ثُمَّ يُطْرَحُ فِيهَا فَوْجٌ فَيُقَالُ هَلِ امْتَلَاْتِ فَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ حَتّٰى اِذَا اُوعِبُوا فِيهَا وَضَعَ الرَّحْمٰنُ قَدَمَهُ فِيهَا وَاَزْوَى بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ ثُمَّ قَالَ قَطْ قَالَتْ قَطْ قَطْ فَاِذَا اَدْخَلَ اللّٰهُ اَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلَ النَّارِ النَّارَ قَالَ اُتِيَ بِالْمَوْتِ مُلَبَّبًا فَيُوقَفُ عَلَى السُّورِ بَيْنَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِ النَّارِ ثُمَّ يُقَالُ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَطَّلِعُونَ خَائِفِينَ ثُمَّ يُقَالُ يَا اَهْلَ النَّارِ فَيَطَّلِعُونَ مُسْتَبْشِرِينَ يَرْجُونَ الشَّفَاعَةَ فَيُقَالُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِ النَّارِ هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا فَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ قَدْ عَرَفْنَاهُ هُوَ الْمَوْتُ الَّذِي وُكِّلَ بِنَا فَيُضْجَعُ فَيُذْبَحُ ذَبْحًا عَلَى السُّورِ الَّذِي بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُقَالُ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِوَايَاتٌ كَثِيرَةٌ مِثْلُ هٰذَا مَا يُذْكَرُ فِيهِ اَمْرُ الرُّؤْيَةِ اَنَّ النَّاسَ يَرَوْنَ رَبَّهُمْ وَذِكْرُ الْقَدَمِ وَمَا اَشْبَهَ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ وَالْمَذْهَبُ فِي هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الْاَئِمَّةِ مِثْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَابْنِ عُيَيْنَةَ وَوَكِيعٍ وَغَيْرِهِمْ اَنَّهُمْ رَوَوْا هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ ثُمَّ قَالُوا تُرْوَى هٰذِهِ الْاَحَادِيثُ وَنُؤْمِنُ بِهَا وَلَا يُقَالُ كَيْفَ وَهٰذَا الَّذِي اخْتَارَهُ اَهْلُ الْحَدِيثِ اَنْ تُرْوَى هٰذِهِ الْاَشْيَاءُ كَمَا جَاءَتْ وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا تُفَسَّرُ وَلَا تُتَوَهَّمُ وَلَا يُقَالُ كَيْفَ وَهٰذَا اَمْرُ اَهْلِ الْعِلْمِ الَّذِي اخْتَارُوهُ وَذَهَبُوا اِلَيْهِ وَمَعْنٰى قَوْلِهِ فِي الْحَدِيثِ فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ يَعْنِي يَتَجَلّٰى لَهُمْ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرے گا۔ پھر تمام جہانوں کا پروردگار ان سے مخاطب ہوگا اور فرمائے گا: ہر شخص اس کے پیچھے کیوں نہیں چلا جاتا؟ جس کی وہ عبادت کرتا تھا تو صلیب کے ماننے والوں کے لیے صلیب ایک وجود کی شکل میں آئے گی۔ تصویروں کی عبادت کرنے والوں کے لیے ان کی تصویریں وجود ہو جائیں گی۔ آگ کی عبادت کرنے والوں کے لیے آگ کو شکل دیدی جائے گی' تو لوگ ان کے پیچھے چل پڑیں گے' جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور صرف مسلمان باقی رہ جائیں گے' تو اللہ تعالیٰ انہیں مخاطب کرے گا اور فرمائے گا: تم لوگوں کے پیچھے کیوں نہیں گئے؟ وہ جواب دیں گے' ہم تم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ہم تم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا پروردگار ہے ہم یہیں پر ٹھہرے رہیں گے' جب تک ہم اپنے پروردگار کی زیارت نہیں کر لیتے (راوی

کہتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ دراصل لوگوں کو ہدایت کر رہے تھے اور انہیں ثابت قدمی کی ترغیب دے رہے تھے۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہم اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے، تو انہوں نے عرض کی: نہیں۔ یارسول اللہ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، تو اس وقت اس کے دیدار میں بھی تمہیں کوئی دقت نہیں ہوگی پھر وہ حجاب کے پیچھے چلا جائے گا۔ پھر وہ نمودار ہوگا اور اپنی ذات کی انہیں پہچان کروائے گا اور فرمائے گا: میں تمہارا پروردگار ہوں تم میرے پیچھے آؤ! تو مسلمان اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر پل صراط کو رکھا جائے گا، تو لوگ اس پر عمدہ گھوڑوں کی طرح (تیزی سے) گزریں گے۔ کچھ لوگ عمدہ اونٹوں کی طرح گزریں گے، اور وہ اس وقت یہ کہہ رہے ہوں گے۔ (اے اللہ تعالیٰ) تو سلامت رکھنا تو سلامت رکھنا پھر اہلِ جہنم باقی رہ جائیں گے، اور انہیں، اس میں گروہ کی شکل میں ڈال دیا جائے گا، تو (جہنم سے) پوچھا جائے گا، کیا تم بھر گئی ہو؟ تو وہ دریافت کرے گی: کیا اور لوگ ہیں؟ پھر ان میں ایک گروہ کو ڈالا جائے گا، تو اس سے پوچھا جائے گا: کیا تم بھر گئی ہو؟ تو وہ دریافت کرے گی: کیا اور لوگ ہیں؟ یہاں تک کہ جب سب لوگوں کو اس میں ڈال دیا جائے گا، تو رحمٰن اپنا قدم اس میں رکھ دے گا، تو اس کا ایک حصہ دوسرے میں داخل ہوگا (یعنی وہ سمٹ جائے گی) تو رحمٰن فرمائے گا: اتنا کافی ہے؟ تو وہ جواب دے گی اتنا کافی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں داخل کر دے گا، اور اہلِ جہنم کو جہنم میں داخل کر دے گا، تو موت کو کھینچ کر لایا جائے گا، اور اسے اس دیوار پر رکھ دیا جائے گا، جو اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کے درمیان ہوگی پھر کہا جائے گا: اے اہلِ جنت! تو وہ لوگ خوف کے عالم میں جھانکیں گے۔ پھر کہا جائے گا: اے اہلِ جہنم! تو وہ خوش ہو کر جھانکیں گے۔ اس امید پر کہ شاید ان کی شفاعت کر دی گئی ہے، تو اہلِ جنت اور اہلِ جہنم سے یہ کہا جائے گا؟ کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ جواب دیں گے: یہ وہی ہے ہم اسے جانتے ہیں یہ موت ہے، جو ہم پر مسلط کی گئی تھی، پھر اسے لٹایا جائے گا، اور اس دیوار پر ذبح کر دیا جائے گا، اور پھر یہ کہا جائے گا: اے اہلِ جنت! اب تم ہمیشہ اس (جنت) میں رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور اہلِ جہنم! تم ہمیشہ اس (جہنم) میں رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں اسی طرح کی کئی روایات نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں: جن میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا ذکر کیا گیا ہے: لوگ اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے، اور ان میں پروردگار کے لیے پاؤں اور اس کی مانند دیگر چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس بارے میں اہلِ علم آئمہ کے نزدیک مذہب یہ ہے، ان آئمہ میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سفیان بن عیینہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ وکیع اور دیگر حضرات شامل ہیں: یہ حضرات اس طرح کی روایات کو نقل کر دیتے ہیں، اور یہ بیان کرتے ہیں: یہ چیز احادیث میں روایت کی گئی ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی کیفیت کیا ہوگی؟

علم حدیث کے ماہرین نے اسی مؤقف کو اختیار کیا ہے: وہ اس طرح کی روایات کو نقل کر دیتے ہیں جس طرح منقول ہیں اور وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن اس کی وضاحت نہیں کرتے اور اس بارے میں وہم کا شکار نہیں ہوتے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کیسے ہوگا؟

اہلِ علم نے اسے اختیار کیا ہے ان کا یہ معاملہ ہے اور انہوں نے اسی بات کو اختیار کیا ہے۔
حدیث کے یہ الفاظ کہ وہ اپنی پہچان انہیں کروائے گا اس سے مراد یہ ہے: وہ ان کے سامنے تجلی کرے گا۔

2481 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ يَرْفَعُهُ قَالَ

متنِ حدیث: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُتِيَ بِالْمَوْتِ كَالْكَبْشِ الْأَمْلَحِ فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُذْبَحُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ فَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ فَرَحًا لَمَاتَ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ حُزْنًا لَمَاتَ أَهْلُ النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: قیامت کے دن موت کو سیاہ و سفید رنگت کے دنبے کی شکل میں لاکر جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کیا جائے گا' اور پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا' اور اس وقت وہ لوگ اسے دیکھ رہے ہوں گے۔

اگر کسی نے خوشی کی وجہ سے مرنا ہوتا' تو اہلِ جنت (خوشی سے) مر جاتے اور اگر کسی نے غم کی وجہ سے مرنا ہوتا تو اہلِ جہنم (اس وقت غم سے مر جاتے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اہل جنت کا دائمی طور پر جنت میں اور اہل جہنم کا دائمی طور پر جہنم میں رہنا:

اصل مضمون کی مناسبت سے چند اہم امور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

1- جنت اہل ایمان کی آرام گاہ ہے اور جہنم اہل کفر کی سزا گاہ ہے۔ ایمان اور کفر دونوں ابدی حقائق کا نام ہے، جن کی بنیاد صحیح اور غلط عقائد پر ہے۔ ان کی جزا اور سزا بھی دائمی ہے۔ جس طرح ایمان و کفر کی جزا و سزا دائمی ہیں۔ اسی طرح جنت و جہنم دونوں مستقل ہیں۔

2- اعمال خواہ صالح ہوں یا سیہ' وہ محدود و مؤقت ہیں مثلاً نماز سے فراغت پر عمل مکمل ہو گیا۔ علی ہذا القیاس زانی جب زنا سے فارغ ہوتا ہے تو اس کا عمل پورا ہو جاتا ہے۔ ضابطہ کے مطابق اعمال صالحہ کے جزاء اور اعمال سیہ کی سزا کا مؤقت و محدود ہونا ضروری ہے۔ اہل ایمان کے اعمال صالحہ' ایمان کے تابع اور اہل کفر کے اعمال سیہ' کفر کے تابع کیے گئے ہیں۔

اس کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے:

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ O وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ O (یوسف: 56-57)

"اور اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو مصر کی زمین میں ٹھہرایا کہ وہ جہاں چاہیں رہائش پذیر ہو جائیں۔ ہم جسے

2481- تفرد به الترمذی' ینظر (تحفة الاشراف (۴۲۳۰) وذکرہ صاحب (کنز العمال) (۱۴/ ۵۱۵) حدیث (۳۹۱۵۱) [illegible]

چاہتے ہیں اپنی رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں اور ہم نیکو کار لوگوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔ آخر کا ثواب ایمان والے لوگوں کے لیے جو پرہیز گار رہتے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے: اہل جنت مجرموں سے دریافت کریں گے کہ تم جہنم میں کس جرم کی پاداش میں ڈالے گئے؟ وہ یوں جواب دیں گے: ہم نہ نماز پڑھتے تھے اور نہ غریبوں کو کھانا کھلاتے تھے (یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے) ہم قیامت کا انکار کرتے تھے، حتیٰ کہ ہمیں موت نے آلیا۔ اس وجہ سے ہم جہنم میں ہیں۔ (المدثر: 41 تا 47)

3- مسلمان کے اعمال سیۂ کا ایمان کے تابع ہونا درست نہیں ہے' کیونکہ دونوں میں مجانست و مماثلت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سزا دنیا میں قبر میں، میدان حشر میں یا پھر دوزخ میں پوری کی جائے گی۔ اس طرح حساب بے باق ہو جائے گا۔ دنیا میں سزا پوری ہو جانے کی صورت میں معاملہ صاف ہو جائے گا ورنہ یہ سزا قبر (عالم برزخ) میں بھگتنا ہو گی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی زیادہ تر سزائیں قبر میں نمٹ جائیں گی"۔

4- کفار و مشرکین کے اعمال صالحہ کفر کے تابع ہرگز نہیں ہو سکتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں میں مجانست و مماثلت نہیں ہے۔ تاہم ان کے اعمال صالحہ اور نیکیوں کا بدلہ دنیا میں چکا دیا جاتا ہے خواہ وہ مصائب و شکایات کو روکنے کی صورت میں یا نعمتوں سے نوازنے کی شکل میں۔ پھر قبر اور بعد ازاں ان کے لیے کوئی جزا و ثواب کا تصور نہیں ہو گا۔

مفہوم احادیث باب:

مفاہیم و مطالب احادیث باب کے حوالے سے چند اہم اور قابل توجہ امور درج ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ غیر معروف صورت میں اہل ایمان کے سامنے ظاہر ہو گا' اہل ایمان اسے پہچان نہیں سکیں گے، یہ معاملہ بطور امتحان ہو گا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں گے۔

2- ہر انسان جس جس چیز کی بطور معبود عبادت و ریاضت کرتا ہو گا اس کی پیروی کرتا ہوا اس کے ساتھ وہ جائے گا، مثلاً سولی والے سولی کے ساتھ، مورتیوں والے مورتی کے ساتھ، آتش پرست آگ کے ساتھ ہوں گے، البتہ مسلمان کسی کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی کرے گا اور اپنا معبود ہونا ظاہر کرے گا۔

3- ماہتاب دنیا کی طرح بلا تکلف اور بلا حجاب مسلمان اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے اور یہ جنت کی نعمتوں میں سے ایک بے مثل نعمت ہو گی۔

4- اہل جنت کو جہنمیوں پر اور اہل جہنم کو جنتیوں پر جھانکنے کا حکم ہو گا۔ اہل جنت خوفزدہ ہو کر جھانکیں گے کہ کہیں انہیں جنت سے نکل جانے کا حکم تو نہیں ہوا ہے؟ جہنمی بخوشی اہل جنت پر جھانکیں گے کہ کہیں انہیں دوزخ سے آزادی کا پروانہ تو نہیں مل گیا؟

5- جب حساب و کتاب کے بعد اہل جنت، جنت میں اور دوزخی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو موت مینڈھے کی شکل میں جنت و دوزخ کے درمیان لا کر ذبح کر دی جائے گی۔ اس کے بعد کسی جنتی یا جہنمی پر موت طاری نہیں ہو گی۔

6- جنتی لوگ مستقل طور پر بہشت میں رہیں گے، جہنمی لوگ مستقل طور پر دوزخ میں داخل کیے جائیں گے۔ یہ ان کی مستقل رہائشیں ہوں گی جن سے انہیں کبھی باہر نہیں نکالا جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

باب 20: جنت کو (دنیاوی) تکالیف کے سائے میں رکھا گیا ہے اور جہنم کو (دنیاوی) نفسانی خواہشات کے سائے میں رکھا گیا ہے۔

2482 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ وَّثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جنت کو (دنیا میں) تکالیف کے سائے میں رکھا گیا ہے اور جہنم کو (دنیا میں) نفسانی خواہشات کے سائے میں رکھا گیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اِس سند کے حوالے سے "حسن غریب صحیح" ہے۔

2483 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ اَرْسَلَ جِبْرِيْلَ اِلَى الْجَنَّةِ فَقَالَ انْظُرْ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا اَعْدَدْتُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا قَالَ فَجَآئَهَا وَنَظَرَ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا اَعَدَّ اللّٰهُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا قَالَ فَرَجَعَ اِلَيْهِ قَالَ فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا فَاَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ فَقَالَ ارْجِعْ اِلَيْهَا فَانْظُرْ اِلٰى مَا اَعْدَدْتُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا قَالَ فَرَجَعَ اِلَيْهَا فَاِذَا هِیَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ فَرَجَعَ اِلَيْهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ اَنْ لَّا يَدْخُلَهَا اَحَدٌ قَالَ اذْهَبْ اِلَى النَّارِ فَانْظُرْ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا اَعْدَدْتُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا فَاِذَا هِیَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَرَجَعَ اِلَيْهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا فَاَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ فَقَالَ ارْجِعْ اِلَيْهَا فَرَجَعَ اِلَيْهَا فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَنْجُوَ مِنْهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا کرلیا' تو اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: اس کا جائزہ لو اور ان چیزوں کا جائزہ لو! جو میں نے اہلِ جنت کے لیے اس میں تیار کی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: حضرت جبریل! جنت میں آئے۔ اس کا جائزہ لیا اور ان چیزوں کا جائزہ

2482۔ اخرجہ مسلم (۴۰/۲۱۷۴): کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمہا و اھلہا' حدیث (۱/۲۸۲۲) و احمد (۳/۱۵۳' ۲۵۴' ۲۸۴) و الدارمی (۲/۳۳۹): کتاب الرقاق: باب: حفت الجنۃ بالمکارہ' و عبد بن حمید (۳۹۱) حدیث (۱۳۶۱) من طریق حماد بن سلمۃ' عن ثابت' فذکرہ۔

2483۔ اخرجہ النسائی (۷/۳): کتاب الایمان و النذور: باب: الحلف بعزۃ اللہ تعالیٰ' حدیث (۳۷۶۳) من طریق عبدۃ بن سلیمان' عن محمد بن عمرو۔

لیا جو اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لیے اس میں تیار کی ہیں' جب وہ واپس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئے تو انہوں نے عرض کی: تیری عزت کی قسم! اس کے بارے میں جو شخص بھی سنے گا وہ اس میں ضرور داخل ہوگا' تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اسے مصائب کے ذریعے گھیر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم واپس اس کی طرف جاؤ اور اس کا جائزہ لو جو اس میں' میں نے اہلِ جنت کے لیے تیار کیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام دوبارہ اس کی طرف گئے' تو اسے مصائب کے ذریعے گھیر دیا گیا تھا۔ وہ واپس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! مجھے یہ اندیشہ ہے: اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جہنم کی طرف جاؤ اور اس کا جائزہ لو اور اہلِ جہنم کے لیے اس میں، میں نے جو کچھ تیار کیا ہے اس کو دیکھو (حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر دیکھا تو) اس کا ایک حصہ دوسرے پر سوار تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام واپس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! اس کے بارے میں جو شخص بھی سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا (یعنی اس سے بچنے کی کوشش کرے گا) تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اسے نفسانی خواہشات کے ذریعے ڈھانپ دیا گیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دوبارہ اس کی طرف جاؤ! وہ دوبارہ اس کی طرف گئے۔ (اور واپس آ کر عرض کی) تیری عزت کی قسم! مجھے یہ اندیشہ ہے: اب اس سے کوئی نہیں بچے گا۔ ہر شخص اس میں داخل ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

جنت کا تکالیف کے سائے میں ہونا اور جہنم کا نفسانی خواہشات کے سایہ میں ہونا

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اعمال جو آدمی کے جنت میں جانے کا سبب بنتے ہیں' وہ اس پر گراں اور دشوار ہوتے ہیں۔ دخول جنت کے لیے بہرحال آدمی وہ انجام دیتا ہے۔ اس کے برعکس جہنم میں لے جانے والے اعمال آدمی کے لیے زیادہ گراں نہیں ہوتے بلکہ انہیں بآسانی انجام دے سکتا ہے' لہٰذا آدمی ایسے اعمال بخوشی انجام دیتا ہے۔ الحاصل! جنت پر تکلف اعمال کے سایہ میں ہے اور جہنم نفسانی خواہشات کے سایہ میں ہے' لہٰذا دخول جنت کے لیے اعمال صالحہ کا کرنا ازبس ضروری ہے اور جہنم کی سزا سے محفوظ رہنے کے لیے اعمال سیئہ سے احتراز لازمی ہے۔

یہ مضمون اس ارشاد خداوندی میں بیان کیا گیا ہے: فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آل عمران: 185) "پس جو شخص جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا' وہ مکمل کامیاب ہوا"۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي احْتِجَاجِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

باب 21: جنت اور جہنم کا مکالمہ

2484 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ الْجَنَّةُ يَدْخُلُنِي الضُّعَفَاءُ وَالْمَسَاكِيْنُ وَقَالَتِ النَّارُ يَدْخُلُنِي

2484- تفرد به الترمذي، ينظر (تحفة الاشراف) (۱۵۰۶۲) من طريق ابي سلمة، و اخرجه مسلم (۴/ ۲۱۸۶، ۲۱۸۷) برواية عن الاعرج عن ابي هريرة، و محمد بن سيرين عن ابي هريرة، حديث (۲۸۴۶) و احمد (۲/ ۲۷۶) من طريق ابن سيرين عن ابي هريرة۔

اَلْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ فَقَالَ لِلنَّارِ اَنْتِ عَذَابِيْ اَنْتَقِمُ بِكِ مِمَّنْ شِئْتُ وَقَالَ لِلْجَنَّةِ اَنْتِ رَحْمَتِيْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ شِئْتُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنت اور جہنم کے درمیان مکالمہ ہوا تو جنت نے کہا: میرے اندر کمزور اور غریب لوگ داخل ہوں گے۔ جہنم نے کہا: میرے اندر ظالم اور متکبر لوگ داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے جہنم سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو میں تمہارے ذریعے جس سے چاہوں گا انتقام لوں گا' اور اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تم میری رحمت ہو میں تمہارے ذریعے جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

جنت اور جہنم کا مکالمہ:

لفظ: احتجاج، ثلاثی مزید فیہ باب افتعال کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہے: کسی مقصد پر دلیل اخذ کرنا، اپنے آپ کو مظلوم اور دوسرے کو ظالم قرار دینا۔ حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ جنت و جہنم کے درمیان مکالمہ ہوا۔ جنت نے یوں کہا: مجھ میں ایسے لوگ داخل ہوں گے جو کمزور و غریب ہوں گے یعنی وہ خواہ بظاہر خستہ حال ہوں گے لیکن نیکوکار ہوں گے۔ اس پر جہنم نے یوں جواب دیا: مجھ میں متکبر و سرکش لوگ داخل ہوں گے۔ اگرچہ وہ بد باطن ہوں گے مگر بظاہر خوش نما ہوں گے۔ اہل جنت کے دل آراستہ اور جسم بدنما ہوں گے جبکہ جہنم میں جانے والے دل خستہ اور بظاہر خوشنما ہوں گے۔ دونوں کی گفتگو پر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ دونوں کو جزوی فضیلت حاصل ہے اور دونوں منشاء خداوندی کی تکمیل کا مظہر ہیں۔

حدیث باب میں ہمارے لیے خاص درس یہ ہے کہ باطن کی طرح آدمی کا ظاہر بھی تکبر و غرور سے پاک ہونا چاہیے تا کہ وہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے۔ اس طرح ناداروں، کمزوروں، یتیموں اور غریبوں کو اپنے مرتبہ و مقام پر فخر کرنا چاہیے کہ جنت کو ان پر ناز ہے اور وہ صاحب حیثیت لوگوں سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا لِاَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْكَرَامَةِ

باب 22: سب سے کم تر حیثیت کے مالک جنتی کو جو کرامت حاصل ہوگی

2485 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ الَّذِيْ لَهٗ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ خَادِمٍ وَّاثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ زَوْجَةً وَّتُنْصَبُ لَهٗ قُبَّةٌ مِّنْ لُؤْلُؤٍ وَّزَبَرْجَدٍ وَّيَاقُوْتٍ كَمَا بَيْنَ الْجَابِيَةِ اِلٰى صَنْعَاءَ

2485- اخرجه احمد (۳/ ۷۵) من طریق دراج عن ابی الہیثم فذکرہ۔

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنت میں سب سے کمتر حیثیت کا مالک وہ شخص ہوگا جس کے اسی ہزار خادم ہوں گے۔ اور 72 بیویاں ہوں گی۔ اس شخص کے لیے موتیوں' یاقوت اور زمرد سے بنا ہوا بڑا خیمہ نصب کیا جائے گا' جو اتنا بڑا ہوگا جتنا جابیہ اور صنعا کے درمیان فاصلہ ہے۔

2486 وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ يُرَدُّوْنَ اَبْنَاءَ ثَلَاثِيْنَ فِي الْجَنَّةِ لَا يَزِيْدُوْنَ عَلَيْهَا اَبَدًا وَكَذٰلِكَ اَهْلُ النَّارِ

حدیث دیگر: وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اِنَّ عَلَيْهِمُ التِّيْجَانَ اِنَّ اَدْنٰى لُؤْلُؤَةٍ مِّنْهَا لَتُضِيْءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ

◆◆ اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے' کم عمر یا زیادہ عمر کا جو بھی جنتی فوت ہوگا جنت میں اس کی عمر تیس سال کر دی جائے گی اور وہ کبھی اس سے زیادہ نہیں ہوگی۔

اسی طرح اہلِ جہنم کے ساتھ ہوگا۔

اس سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے: ان (اہلِ جنت کے سروں) پر تاج ہوں گے' جن کا سب سے کمتر موتی بھی مشرق اور مغرب کے درمیان ساری جگہ کو روشن کر سکے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف رشدین کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

2487 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ عَامِرٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِي الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَلْمُؤْمِنُ اِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهٗ وَوَضْعُهٗ وَسِنُّهٗ فِيْ سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ هٰذَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ فِي الْجَنَّةِ جِمَاعٌ وَّلَا يَكُوْنُ وَلَدٌ هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ طَاوُسٍ وَّمُجَاهِدٍ وَّاِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ وَقَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَهَى الْمُؤْمِنُ الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ فِيْ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَهِيْ وَلٰكِنْ لَّا يَشْتَهِيْ

حدیث دیگر: قَالَ مُحَمَّدٌ وَّقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ رَزِيْنٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يَكُوْنُ لَهُمْ فِيْهَا وَلَدٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الصِّدِّيْقِ النَّاجِيُّ اسْمُهٗ بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو وَيُقَالُ بَكْرُ بْنُ قَيْسٍ اَيْضًا

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بندہ مومن جب جنت میں اولاد

2487- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۵۲): كتاب الزهد: باب: صفة الجنة حديث (۴۳۳۸) و احمد (۳/۹، ۸۰) و الدارمي (۲/۳۳۷): كتاب الرقاق: باب: في ولد اهل الجنة و عبد بن حميد (۲۹۲) حديث (۹۲۹) من طريق ابو الصديق، فذكره۔

کی خواہش کرے گا' تو اس بچے کا حمل، اس کی پیدائش اور اس کا بڑا ہونا اسی ایک گھڑی میں ہوگا جیسے وہ جنتی خواہش کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے جنت کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے: اس میں صحبت کرنا ہوگا' لیکن اولاد نہیں ہوگی۔

یہ روایت طاؤس، مجاہد' ابراہیم نخعی سے منقول ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن ابراہیم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جو اس حدیث کے بارے میں ہے: جب بندہ مؤمن جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا' تو وہ اسی گھڑی میں ہو جائے گی۔ جیسے اس نے خواہش کی تھی' لیکن وہ خواہش نہیں کرے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابو رزین عقیلی کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ (آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:)

"اہلِ جنت کی جنت میں اولاد نہیں ہوگی"

ابو صدیق ناجی کا نام بکر بن عمرو ہے اور ایک قول کے مطابق بکر بن قیس ہے۔

شرح

معمولی درجہ کے جنتی کی فضیلت:

پہلی حدیث میں تین اعتبار سے معمولی مرتبہ کے جنتی کی فضیلت بیان کی گئی ہے:

1- اہل جنت میں سے معمولی درجہ کے جنتی کے پاس اسی ہزار خدام، بہتر بیویاں اور زبرجد و یاقوت سے تیار شدہ قبہ ہوگا جس کی وسعت جابیہ اور صنعاء کے مطابق ہوگی۔ (مقام جابیہ ملک شام میں اور مقام صنعاء ملک یمن میں ہے اور دونوں کے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہے۔)

2- اہل جنت میں سے ہر ایک کی عمر تیس سال کی ہوگی۔ کسی کی عمر نہ اس سے زائد ہوگی اور نہ کم یعنی ہمیشہ ایک عمر میں رہیں گے۔

3- اہل جنت کو ایسے تاج سے آراستہ کیا جائے گا' جس کی روشنی مشرق و مغرب کو منور کر دے گی۔

ایک مشہور روایت کے الفاظ ہیں: صغارهم دعاميص الجنة، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کے بچے جنت کے کیڑے مکوڑے ہوں گے' جو بے ٹوک جہاں چاہیں گے آتے جاتے رہیں گے۔

سوال: ایک روایت میں ہے کہ اہل جنت کے بچے کم سن ہوں گے اور دوسری روایت میں ان کی عمر بھی تیس سال ہوگی' تو یہ تعارض ہوا؟

جواب: 1- یہ روایت ضعیف ہے۔ 2- ان کی عمریں تیس سال کی طرف لوٹائے جانے سے قبل کا حال بیان ہوا ہے۔ 3- یہ بچے جنت کی مخلوق ہوگی اور ان میں صغارهم کی اضافت ادنیٰ مماثلت کے سبب ہے۔

دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت میں سے جو شخص اولاد کا متمنی ہوگا اس کی بیوی فوری طور پر حاملہ ہوگی۔ وضع حمل

کرے گی اور عمر رسیدہ آدمی جس خواہش کا اظہار کرے گا اسی طرح ہو جائے گا۔
سوال: دوسری حدیث باب اپنے اصل پر ہے یا اس کی تاویل کی جائے گی؟
جواب: اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں۔
1۔ طاؤس، مجاہد اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جنت میں جماع تو ہوگا لیکن اولاد نہیں ہوگی۔
2۔ حضرت اسحٰق بن راہویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث نقل کی ہے: جب مؤمن جنت میں اولاد کا متمنی ہوگا تو اولاد ایک لمحہ میں ہو جائے گی جس طرح مؤمن آرزو کرے گا۔ پھر انہوں نے اس کی تشریح میں کہا: لیکن مؤمن اولاد کی تمنّی نہیں کرے گا۔
3۔ حضرت امام رزین عقیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اہل جنت کی جنت میں اولاد نہیں ہوگی۔
4۔ حضرت امام رزین عقیلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت مسند احمد میں بایں الفاظ مروی ہے: نیک بیویاں نیک مردوں کے لیے ہوں گی۔ وہ مردوں کی طرح لذت جماع محسوس کریں گی لیکن جنت میں توالد وتناسل کا سلسلہ نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَلَامِ الْحُوْرِ الْعِيْنِ

باب 23: ''حورعین'' کی گفتگو

2488 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّاَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمُجْتَمَعًا لِلْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرَفِّعْنَ بِاَصْوَاتٍ لَّمْ يَسْمَعِ الْخَلَائِقُ مِثْلَهَا قَالَ يَقُلْنَ نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَبِيْدُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْؤُسُ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهٗ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنت میں ''حورعین'' اکٹھی ہوتی ہیں۔ وہ بلند آواز میں گفتگو کرتی ہیں مخلوق نے ایسی آواز نہیں سنی ہوگی۔ وہ یہ کہتی ہیں: ہم ہمیشہ زندہ رہنے والی ہیں۔ ہم فنا نہیں ہوں گی ہم نازو نعمت والی ہیں اور ہم کبھی محتاج نہیں ہوں گی۔ ہم راضی رہنے والی ہیں ہم کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو ہمیں ملے گا اور ہم اسے ملیں گی۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''غریب'' ہے۔

2489 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ (فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ) قَالَ السَّمَاعُ وَمَعْنَى السَّمَاعِ مِثْلَ مَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ

حدیثِ دیگر: اَنَّ الْحُوْرَ الْعِيْنَ يُرَفِّعْنَ بِاَصْوَاتِهِنَّ

◄► یحییٰ بن ابوکثیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں: ''وہ (جنت کے) باغ میں خوش وخرم ہوں گے''۔ کہتے ہیں: یعنی وہ (باتیں سن کر) خوش وخرم ہوں گے۔ (خوش کرنے والی باتیں سننے) کی مثال وہ ہے جو ایک حدیث میں مذکور ہے۔

''حورعین بلند آواز میں یہ بات کہتی ہیں۔''

شرح

جنت کی گوری اور بڑی آنکھوں والی عورتوں کا تذکرہ:

لفظ: الحور، واحد ہے اور اس کی جمع ہے: الحوراء۔ اس کا معنی ہے: گوری عورت، سفید عورت۔ لفظ: العین، واحد ہے اور اس کی جمع ہے: العیناء، اس کا معنی ہے: بڑی آنکھوں والی عورت۔ الحور العین: جنتی عورتوں کا لقب ہے اور اردو میں اسے ''حور'' کہا جاتا ہے۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں سفید رنگ اور موٹی آنکھوں والی عورتیں جمع ہو کر اہل جنت کو خوش کرنے کے لیے بیک زبان ایک گیت پیش کریں گی، جس کا مفہوم وخلاصہ درج ذیل ہے:

☆ ہم دائمی رہنے والی ہیں، ہم ہلاکت کا شکار نہیں ہوں گی

☆ ہم نازک اندام ونرم ہیں ہم بدحالی کا شکار نہیں ہوں گی

☆ ہم خوش وخرم رہنے والی ہیں، ہم ناراضگی کا شکار نہیں ہوں گی

☆ خوشگوار ہے وہ، جو ہمارا ہے اور ہم اس کے لیے ہیں

2490 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ زَاذَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثَةٌ عَلٰى كُثُبَانِ الْمِسْكِ اُرَاهُ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَغْبِطُهُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ رَجُلٌ يُنَادِيْ بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَّرَجُلٌ يَّؤُمُّ قَوْمًا وَّهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَعَبْدٌ اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْيَقْظَانِ اسْمُهٗ عُثْمَانُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّيُقَالُ ابْنُ قَيْسٍ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تین طرح کے لوگ مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ (راوی کہتے ہیں) میرا خیال ہے حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ قیامت کے دن (نور کے ٹیلوں پر ہوں گے)، پہلے والے اور بعد والے لوگ ان پر رشک کریں گے۔ ایک وہ شخص جو روزانہ پانچ وقت اذان دیتا ہو، دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز پڑھاتا ہو اور وہ لوگ اس سے خوش ہوں اور ایک وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کرتا ہو اور اپنے آقا کا بھی حق ادا کرتا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردہ روایت کے طور

پر جاتے ہیں۔

ابو یقظان نامی راوی کا نام عثمان بن عمیر ہے اور ایک قول کے مطابق عثمان بن قیس ہے۔

شرح

مشک کے ٹیلوں پر بیٹھنے والے تین آدمیوں کا تذکرہ:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن تین آدمی مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے جن پر اسلاف واخلاف (سب) لوگ رشک کریں گے:

1۔ وہ آدمی ہے جو باقاعدگی سے پنجگانہ نمازوں کے لیے اذان کہتا ہوگا۔

2۔ وہ شخص ہے جو ایسے لوگوں کی امامت کراتا ہوگا جو ان سے خوش ہوں گے۔

3۔ ایسا غلام ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہوگا اور اپنے آقا کا بھی حق ادا کرتا ہوگا۔

فائدہ نافعہ: ان تین شخصوں پر رشک کرنے اور ان کا مشک کے ٹیلوں پر ہونے کی وجہ رضائے الٰہی کے لیے عمل کرنا ہے یعنی ایسا مؤذن جو پنجگانہ نمازوں کے لیے بلا معاوضہ اذان کہتا ہو ایسا امام جو خوشنودی باری تعالیٰ کے لیے امامت کی خدمات انجام دیتا ہو اور ایسا غلام جو معبود حقیقی و آقا مجازی کے حقوق پورے کرتا ہو۔

2491 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَّرْفَعُهٗ قَالَ

متنِ حدیث: ثَلَاثَةٌ يُّحِبُّهُمُ اللّٰهُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا اُرَاهُ قَالَ مِنْ شِمَالِهٖ وَرَجُلٌ كَانَ فِىْ سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ اَصْحَابُهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ

اختلافِ سند: وَالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى شُعْبَةُ وَغَيْرُهٗ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ كَثِيْرُ الْغَلَطِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں۔ (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:) تین لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے۔ ایک وہ شخص جو رات کے وقت قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے ایک وہ شخص جو دائیں ہاتھ کے ذریعے خفیہ طور پر صدقہ دیتا ہے۔ (راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں) کہ بائیں ہاتھ سے اسے مخفی رکھتا ہے۔

اور ایک وہ شخص جو کسی جنگ میں شریک ہوتا ہے اور اس کے ساتھی پسپا ہو جاتے ہیں لیکن وہ دشمن کے مدمقابل رہتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے اور محفوظ نہیں ہے۔

2491 اخرجہ النسائی (۳/۲۰۷): کتاب قیام اللیل و تطوع النہار: باب: فضل صلاۃ اللیل فی السفر، حدیث (۱۶۱۵)، (۵/۸۴): کتاب الزکاۃ: باب: ثواب من یعطی، حدیث (۲۵۷۰)، و احمد (۵/۱۵۳)، و ابن خزیمۃ (۴/۱۰۴)، حدیث (۲۴۵۶)، (۴/۱۵۰)، حدیث (۲۵۶۴)، من طریق شعبۃ عن منصور، عن ربعی بن حراش عن ابی ذر نحوہ- لیس فیہ (زید بن ظبیان)۔

صحیح روایت وہ ہے جسے شعبہ اور دیگر راویوں نے منصور کے حوالے سے ربعی کے حوالے سے، زید کے حوالے سے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

ابوبکر بن عیاش نامی راوی غلطیاں بہت کرتے ہیں۔

شرح

تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ کا محبت کرنا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ خواہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ہر فرد سے بے پناہ محبت کرتا ہے لیکن تین آدمیوں سے نہایت درجہ کی محبت کرتا ہے:

1- وہ آدمی ہے جو رات کے وقت بیدار ہو کر نماز تہجد وغیرہ میں تلاوت قرآن کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہو۔

2- وہ آدمی ہے جو اپنے دائیں ہاتھ سے خفیہ طور پر خرچ کرتا ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو۔

3- وہ آدمی ہے جو ایک چھوٹے لشکر کا رکن ہو، لشکر دشمن کے ہاتھوں شکست کھا جائے اور یہ ساتھیوں کے ساتھ بھاگنے کی بجائے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ڈٹ جائے۔

فائدہ نافعہ: ان تینوں سے زیادہ محبت کی وجہ ان کا خلوص، خوشنودی باری تعالیٰ کا حصول اور جذبہ ایثار سے موجزن ہونا ہے۔

2492 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ: سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ خِرَاشٍ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ظَبْيَانَ يَرْفَعُهُ اِلٰى اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ فَاَمَّا الَّذِيْنَ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ فَرَجُلٌ اَتٰى قَوْمًا فَسَاَلَهُمْ بِاللّٰهِ وَلَمْ يَسْاَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِاَعْيَانِهِمْ فَاَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ اِلَّا اللّٰهُ وَالَّذِيْ اَعْطَاهُ . وَقَوْمٌ سَارُوْا لَيْلَتَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ النَّوْمُ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهٖ فَوَضَعُوْا رُءُوْسَهُمْ قَامَ رَجُلٌ يَتَمَلَّقُنِيْ وَيَتْلُوْ اٰيَاتِيْ، وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهُزِمُوْا، فَاَقْبَلَ بِصَدْرِهٖ حَتّٰى يُقْتَلَ اَوْ يُفْتَحَ لَهٗ، وَالثَّلَاثَةُ الَّذِيْنَ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ: اَلشَّيْخُ الزَّانِيْ، وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ، وَالْغَنِيُّ الظَّلُوْمُ .

حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهٗ .

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

وَهٰكَذَا رَوٰى شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ نَحْوَ هٰذَا . وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ .

◆◆ حضرت ابوذر غفاری نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ تین لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور تین لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے تو ایک وہ شخص ہے جو کچھ لوگوں کے پاس آئے اور ان سے اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ مانگے۔ ان لوگوں سے ان کے ساتھ اپنی کسی رشتہ داری کی وجہ سے سوال نہ کرے اور لوگ اسے انکار کر دیں اور پھر ان لوگوں میں سے ایک شخص الگ سے جا کر خفیہ طور پر اس مانگنے والے کو کچھ دیدے۔ اس عطیے کو اللہ تعالیٰ

اور جس شخص کو دیا گیا ہے کے علاوہ اور کوئی نہ جانتا ہو (دوسرا شخص وہ ہے) کہ کچھ لوگ رات کے وقت سفر کر رہے ہوں جب نیند ان کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ پیاری ہو جائے اور وہ سر رکھ کر سو جائیں (تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اس وقت وہ شخص کھڑا ہو کر میری بارگاہ میں گڑگڑائے اور میری آیات کی تلاوت کرے (اور تیسرا وہ شخص) جو کسی جنگ میں شریک ہو اور دشمن کے سامنے آئے تو دوسرے لوگ پسپا ہو جائیں لیکن وہ سینہ سپر رہے۔ یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا جائے یا وہ فتح یاب ہو (جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے تو ان میں سے ایک بوڑھا زانی ایک متکبر فقیر اور ایک ظلم کرنے والا خوشحال شخص (یعنی حکمران) ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شیبان نے منصور سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

یہ ابوبکر بن عیاش کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ کا محبت کرنا اور تین سے نفرت کرنا:

اللہ تعالیٰ ہر آدمی پر شفقت و محبت کرتا ہے لیکن تین شخصوں سے زیادہ محبت فرماتا ہے:

1- وہ شخص ہے جس نے رضائے الٰہی کے لیے لوگوں سے مانگا اور کسی آدمی نے نہایت خفیہ طور سے اسے نواز دیا جس کا علم اللہ تعالیٰ اور اس کے سوا کسی کو نہ ہو۔

2- کچھ لوگ رات بھر حالت سفر میں رہے رات کے آخری حصہ میں وہ سو گئے لیکن ایک شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو کر سونے کی بجائے (نماز میں) تلاوت قرآن میں مشغول ہو گیا۔

3- وہ آدمی ہے جو کسی لشکر میں شامل تھا، لشکر دشمن سے شکست کھا گیا لیکن یہ شخص دشمن کے مقابلہ میں ڈٹا رہا پھر شہید ہو گیا یا فتح ہو گیا۔

فائدہ نافعہ: ان تینوں سے محبت کی وجہ ان کا خلوص، خوشنودی اور جان نثاری ہے۔

اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے سخت نفرت کرتا ہے:

1- وہ بوڑھا جو زنا کار ہو۔

2- وہ غریب جو تکبر و غرور کا مجسمہ ہو۔

3- ایسا مالدار جو ظلم شعار ہو۔

ان تینوں آدمیوں سے نفرت کی وجہ یہ ہے کہ بڑھاپے میں آدمی تائب ہو جاتا ہے مگر یہ اس حالت میں بھی زنا کاری کا مرتکب ہو رہا ہے۔ غریب آدمی کو اپنی غربت کے سبب اللہ تعالیٰ کا صبر و شکر ادا کرنا چاہیے مگر یہ تکبر غرور کی راہ پر چل نکلا اور غضب الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔ دنیوی دولت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہوتا ہے اس پر انسان جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے کم ہے مگر اس نے دولت کے باعث دوسرے لوگوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔

2493/1 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّهٖ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يُوْشِكُ الْفُرَاتُ يَحْسِرُ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهٗ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب دریائے فرات سے سونے کا خزانہ ظاہر ہوگا' تو جو شخص وہاں موجود ہو' وہ اس میں سے کچھ بھی نہ لے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2493/2 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

اختلافِ روایت: اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں "سونے کا پہاڑ نمودار ہوگا"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دریائے فرات کا خزانہ لینے کی ممانعت:

حدیث باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و معارف کا خزینہ ہے اور اس کے اہم اشارات درج ذیل ہیں:

☆ عراق کا مشہور دریا فرات ہے' جو سونے کے خزانہ پر جاری ہے اور آنے والے وقت میں یہ دریا اپنا راستہ تبدیل کرلے گا اور سونے کا خزانہ نمایاں ہو جائے گا۔

☆ جب دریا فرات اپنا راستہ تبدیل کر کے سونے کے خزانہ کو ظاہر کر دے گا تو وہ خزانہ لینے کی اجازت نہیں ہے' کیونکہ وہ خزانہ جنگ کے ذریعے حاصل کیا جائے گا اور اس کے حصول کے لیے ننانوے فیصد لوگ ہلاک ہوں گے۔

☆ اس دریا کا خزانہ حاصل کرنا اپنی جان ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اس خزانہ کو حاصل نہ کرنا دخول جنت کا سبب ہے۔

2493/1- اخرجه البخاری (۱۳/ ۸٤): كتاب الفتن: باب: خروج النار حديث (۷۱۱۹) و مسلم (٤/ ۲۲۱۹، ۲۲۲۰): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب' حديث (۳۰/ ۲۸۹٤) و ابو داؤد (٤/ ۱۱۵): كتاب الملاحم: باب: حسر الفرات عن كنز' حديث (٤۳۱۳) من طريق عبيد الله بن عمر' عن حبيب بن عبد الرحمن' عن جده حفص بن عاصم' فذكره-

2493/2- اخرجه البخاری (۱۳/ ۸٤): كتاب الفتن: باب: خروج النار' حديث (۷۱۱۹) و مسلم (٤/ ۲۲۱۹): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات' حديث (۲۹/ ۲۸۹٤) و ابو داؤد (٤/ ۱۱۵): كتاب الملاحم: باب: حسر الفرات عن كنز' حديث (٤۳۱٤) من طريق ابو الزناد' عن عبد الرحمن الاعرج' فذكره-

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِفَةِ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ

باب 24: جنت کی نہروں کا تذکرہ

2494 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَآءِ وَبَحْرَ الْعَسَلِ وَبَحْرَ اللَّبَنِ وَبَحْرَ الْخَمْرِ ثُمَّ تُشَقَّقُ الْاَنْهَارُ بَعْدُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَحَكِيْمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ هُوَ وَالِدُ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ وَّالْجُرَيْرِيُّ يُكْنٰى اَبَا مَسْعُوْدٍ وَّاسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ اِيَاسٍ

◆◆ حکیم بن معاویہ اپنے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جنت میں پانی کا ایک سمندر ہے۔ شہد کا ایک سمندر ہے، دودھ کا ایک سمندر ہے اور مشروبات کا ایک سمندر ہے اور ان میں سے نہریں نکلتی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حکیم بن معاویہ نامی راوی، بہز نامی راوی کے والد ہیں۔

جریری کی کنیت ابو مسعود ہے اور ان کا نام سعید بن ایاس ہے۔

شرح

جنت کی نہروں کا تذکرہ:

حدیث باب کے مطابق جنت میں مشہور چار نہریں ہوں گی:

1- خالص اور شفاف پانی کی نہر۔

2- شفاف اور خالص شہد کی نہر۔

3- خالص دودھ کی نہر۔

4- شراب طہور کی نہر۔

جنت کی نہروں کی تفصیل اس ارشاد خداوندی میں بھی بیان کی گئی ہے: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ (محمد: 15) جنت میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہوں گی جن میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ بہت سی نہریں دودھ کی ہوں گی جن میں تغیر نہیں ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہوں گی جو پینے والے لوگوں کو خوش ذائقہ محسوس ہوگی۔ بہت سی نہریں شفاف دودھ کی ہوں گی۔ حدیث

2494- اخرجه احمد (۵/۵) و الدارمی (۲/۳۳۷): كتاب الرقاق: باب: انهار الجنة، و عبد بن حميد (۱۵۵) حديث (۴۱۰) من طريق الجريري، عن حكيم من معاوية القشيري، فذكره

باب میں ان نہروں کے سرچشمہ کا تذکرہ ہے۔

2495 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ

اسنادِ دیگر: قَالَ هٰكَذَا رَوٰى يُوْنُسُ بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَوْقُوْفًا أَيْضًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت یہ کہتی ہے: اے اللہ! اسے جنت میں داخل کر دے اور جو شخص جہنم سے تین مرتبہ پناہ مانگتا ہے تو جہنم یہ کہتی ہے: اے اللہ! اسے جہنم سے نجات عطا کر۔

اس روایت کو یونس نے ابواسحاق کے حوالے سے بریدبن ابومریم کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت ابواسحاق کے حوالے سے، بریدبن ابومریم کے حوالے سے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے قول کے طور پر منقول ہے۔

شرح

طلب جنت اور جہنم سے پناہ کی دعا کرنا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص تین بار طلب جنت کی دعا کرتا ہے تو جنت اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہوتی ہے: اے اللہ! تو اسے جنت میں داخل کر دے۔ جو شخص تین بار دوزخ سے پناہ کی دعا کرتا ہے تو دوزخ کہتی ہے۔ اے اللہ! تو اسے جہنم سے پناہ عطا کر۔ حدیث باب کا خاص درس یہ ہے کہ مسلمان کو طلب جنت کا اور دوزخ کی پناہ کا وظیفہ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی وقت بھی اپنے بندے کی دعا کو قبول فرما سکتا ہے۔

2495۔ اخرجه النسائي (۸/۲۷۹): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من حر النار، حديث (۵۵۲۱) و ابن ماجه (۲/۱۴۵۳): كتاب الزهد: باب: صفة الجنة، حديث (۴۳۴۰)، و احمد (۳/۱۱۷، ۱۴۱، ۱۵۵، ۲۰۸، ۲۶۲) من طريق بريد بن ابي مريم، فذكره۔

كِتَابُ صِفَةِ جَهَنَّمَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

جہنم کی صفات کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

جنت کی نعمتوں کے مقابل دنیا کی نعمتیں عارضی وغیر مستقل ہیں، ہاں جنت کی نعمتیں مستقل، غیر فانی اور حقائق پر مبنی ہیں۔ دنیا کی تکالیف جہنم کی کلفتوں کے مقابلہ میں عارضی اور غیر مستقل ہیں جبکہ جہنم کی کلفتیں مستقل ہیں۔ اسی طرح قرآن وسنت میں بیان کردہ جنت ودوزخ کا نقشہ اور ان کا حدود اربعہ انسانی فہم میں مکمل طور پر نہیں آسکتا، کیونکہ اس کا تعلق سننے سے نہیں بلکہ دیکھنے سے ہے۔ انہیں دیکھنے کے بعد تفصیلات انسانی فہم میں آسکتی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي صِفَةِ النَّارِ

باب 1: جہنم کا تذکرہ

2496 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ الْكَاهِلِيِّ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا

اختلافِ سند: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَالثَّوْرِيُّ لَا يَرْفَعُهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب جہنم کو لایا جائے گا' تو اس کے ہمراہ ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر ایک لگام کے ہمراہ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔

عبداللہ اور ثوری نے یہ بات بیان کی ہے: یہ روایت "مرفوع" نہیں ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے اور یہ بھی "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کی گئی۔

2497 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ

2496- اخرجه مسلم (۲۱۸۴/۴): كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها: باب في شدة حر نار جهنم' و بعد قعرها' حديث (۲۸۴۲/۲۹) من طريق العلاء بن خالد الكاهلي' عن شقيق بن سلمة' فذكره-

2497- اخرجه احمد (۳۳٦/۲) من طريق عبد العزيز' عن سليمان الاعمش' عن ابي صالح' فذكره-

اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: تَخْرُجُ عُنُقٌ مِّنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَّنْطِقُ يَقُوْلُ اِنِّىْ وُكِّلْتُ بِثَلَاثَةٍ بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَّبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

وَرَوٰى اَشْعَثُ بْنُ سَوَّارٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جس کے ذریعے وہ دیکھ رہی ہوگی۔ دو کان ہوں گے جس کے ذریعے وہ سن رہی ہوگی اور ایک زبان ہوگی جس کے ذریعے وہ بولے گی اور وہ یہ کہے گی: مجھے تین طرح کے لوگوں پر مسلط کیا گیا ہے ہر سرکش ظالم پر اور ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے ہمراہ کسی اور کی عبادت کرتا ہو اور تصویر بنانے والوں پر۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

شرح

جہنم کو محشر کے قریب لانے کا تذکرہ:

احادیث باب میں جہنم کو میدان محشر کے قریب لانے کی کیفیت بیان کی گئی ہے، بروز قیامت جنت محشر میں متقین کے قریب لائی جائے گی۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے، وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ○ (ق:31) جنت اہل تقویٰ کے قریب لائی جائے گی۔ وہ زیادہ دور نہیں رہے گی۔ اسی طرح جہنم کو قیامت کے دن گمراہ لوگوں کے قریب لانے کا ذکر یوں ہے: وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ○ (الشعراء: 90، 91) قیامت کے دن جنت پرہیزگار لوگوں کے قریب کی جائے گی۔ اور دوزخ گمراہ لوگوں کے قریب کی جائے گی"۔

پہلی حدیث باب میں جہنم کی قوت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ جہنم کو ستر ہزار لگامیں ڈالی جائیں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتوں نے پکڑا ہوا ہوگا اور وہ اسے پوری قوت کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے میدان محشر کے قریب لائیں گے۔

دوسری حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ جہنم سے برآمد ہونے والی خوفناک گردن تین قسم کے لوگوں پر مسلط کی جائے گی:

1- تکبر و غرور کرنے والے۔

2- حد سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے۔

3- تصویر سازی کا دھندہ کرنے والے۔

اس حدیث کا خاص درس یہ ہے کہ انسان کو ہمہ وقت عجز وانکار کا مجسمہ بنے رہنا چاہئے، کیونکہ تکبر اور متکبرین اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا چاہیے، کیونکہ اس کی بغاوت و نافرمانی باعث عذاب ہے۔ علاوہ ازیں بلا عذر شرعی تصویر

سازی اور تصویر بنوانا دونوں گناہ کبیرہ ہیں اور کاروباری نقطہ نظر سے اس کی آمدنی حرام ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي صِفَةِ قَعْرِ جَهَنَّمَ

باب 2: جہنم کی گہرائی کا تذکرہ

2498 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ عَلٰى مِنْبَرِنَا هٰذَا مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: إِنَّ الصَّخْرَةَ الْعَظِيمَةَ لَتُلْقَى مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَتَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَامًا وَّمَا تُفْضِي إِلٰى قَرَارِهَا

آثارِ صحابہ: قَالَ وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ أَكْثِرُوا ذِكْرَ النَّارِ فَإِنَّ حَرَّهَا شَدِيدٌ وَّإِنَّ قَعْرَهَا بَعِيدٌ وَّإِنَّ مَقَامِعَهَا حَدِيدٌ

توضیح راوی: قَالَ أَبُو عِيسٰى: لَا نَعْرِفُ لِلْحَسَنِ سَمَاعًا مِّنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ وَإِنَّمَا قَدِمَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ الْبَصْرَةَ فِي زَمَنِ عُمَرَ وَوُلِدَ الْحَسَنُ لِسَنَتَيْنِ بَقِيَتَا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ

◈ حسن (بصری) بیان کرتے ہیں: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے ہمارے اس منبر پر یعنی بصرہ کے منبر پر نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات بیان کی: اگر ایک بڑے پتھر کو جہنم کے گڑھے میں ڈال دیا جائے اور وہ اس میں ستر برس تک نیچے گرتا رہے تو پھر بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے گا۔

انہوں نے یہ بات بھی بیان کی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ ذکر کیا کرتے تھے: جہنم کو بکثرت یاد کیا کرو! کیونکہ اس کی گرمی انتہائی شدید ہے اور گہرائی انتہائی زیادہ ہے اور اس کے لوگوں لوہے سے بنے ہوئے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع ثابت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں بصرہ تشریف لائے تھے جبکہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ختم ہونے سے دو سال پہلے ہوئی تھی۔

2499 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: الصَّعُودُ جَبَلٌ مِّنْ نَّارٍ يَتَصَعَّدُ فِيهِ الْكَافِرُ سَبْعِينَ خَرِيفًا وَّيَهْوِي فِيهِ كَذٰلِكَ أَبَدًا

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

◈ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "صعود" جہنم کا ایک پہاڑ ہے جس پر کافر شخص

2498۔ تفرد به الترمذی، ينظر (تحفة الاشراف) (۹۷۵۷)۔ ذكره السيوطی فی اجمع الجوامع برقم (۱۱۷۲/۵۶۵۸) و صاحب (كنز العمال) (۱۴/۵۲۰) برقم (۳۹۴۷۱)۔

2499۔ اخرجه احمد (۷۵/۳) و عبد بن حميد (۲۸۹) حديث (۹۲۴) من طريق دراج ابو السمح عن ابی الهيثم فذكره۔

ستر سال تک چڑھتا رہے گا' اور پھر اس سے اتنے ہی عرصے تک گرتا رہے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر صرف ابن لہیعہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

دوزخ کی گہرائی کا تذکرہ:

احادیث باب میں جہنم کی گہرائی بیان کی گئی ہے۔ جہنم کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے' اس کے طول و عرض اور گہرائی کو وہی جانتا ہے۔ احادیث میں بطور تمثیل اس کی گہرائی بیان کی گئی ہے۔ ایک وزنی چٹان جہنم کے کنارے سے پھینکی جائے تو ستر سال کے عرصہ میں بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتی۔ جہنم کے پہاڑوں میں سے "صعود" نامی ایک پہاڑ ہے۔ جہنمی آدمی ستر سال کے عرصہ میں اس کی بلندی تک پہنچے گا اور ستر سال کے عرصہ میں نیچے آئے گا۔ ان دونوں مثالوں سے جہنم کی گہرائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ عِظَمِ اَهْلِ النَّارِ

باب 3: اہلِ جہنم کا جسم بڑا ہونا

2500 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا وَّاِنَّ ضِرْسَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ وَّاِنَّ مَجْلِسَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ کافر شخص کی کھال 42 گز موٹی ہوگی اور اس کی داڑھ احد پہاڑ کی طرح ہوگی اور اس کے بیٹھنے کی جگہ جہنم میں اتنی ہوگی' جتنا مکہ اور مدینہ کا درمیانی فاصلہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اعمش کے حوالے سے منقول ہونے کے اعتبار سے "غریب" ہے۔

2501 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِيْ جَدِّيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ وَّصَالِحٌ مَوْلَى التَّوْاَمَةِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ضِرْسُ الْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلُ اُحُدٍ وَّفَخِذُهٗ مِثْلُ الْبَيْضَاءِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ مَسِيْرَةُ ثَلَاثٍ مِثْلُ الرَّبَذَةِ

2500- تفرد به الترمذي' ينظر (تحفة الاشراف) (١٢٤١١)' و اخرجه الحاكم (٤/٥٩٥) وقال: صحيح على شرط الشيخين و لم يخرجاه' وذكره المنذري في (الترغيب) (٢٨٣/٤)' حديث (٥٤١١) و عزاه لاحمد و ابن حبان برعايات مختلفة-

2501- تفرد به الترمذي' ينظر (تحفة الاشراف) (١٣٥٠٥)' و اخرجه الحاكم (٥٩٥/٤) من طريق سعيد المقبري عن ابي هريرة' و ابن حجر في (المطالب) (١١٣/٢) برقم (١٨٠٢) عن رجل من بني حنيفة عن ابي هريرة-

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّمِثْلُ الرَّبَذَةِ كَمَا بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَالرَّبَذَةِ وَالْبَيْضَاءُ جَبَلٌ مِثْلُ اُحُدٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن کافر شخص کی داڑھ اُحد پہاڑ کی طرح ہوگی اور اس کی ران بیضاء پہاڑ کی طرح ہوگی اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کے فاصلے جتنی ہوگی جتنا ربذہ تک فاصلہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: ربذہ کی طرح، یعنی جتنا مدینہ منورہ اور ربذہ کے درمیان جتنا فاصلہ ہے۔

اُحد پہاڑ کی طرح "البیضاء" ایک پہاڑ ہے۔

2502 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهٗ قَالَ ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ اُحُدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَازِمٍ هُوَ الْاَشْجَعِىُّ اسْمُهٗ سَلْمَانُ مَوْلٰى عَزَّةَ الْاَشْجَعِيَّةِ

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کی گئی ہے:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کافر شخص کی داڑھ احد پہاڑ کی مانند ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

ابوحازم نامی راوی اشجعی ہے ان کا نام سلمان مولیٰ عزہ اشجعیہ ہے۔

2503 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِى الْمُخَارِقِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ الْكَافِرَ لَيُسْحَبُ لِسَانُهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّؤُهُ النَّاسُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَالْفَضْلُ بْنُ يَزِيْدَ هُوَ كُوْفِىٌّ قَدْ رَوٰى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ وَاَبُو الْمُخَارِقِ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کافر شخص اپنی زبان کو ایک یا دو فرسخ تک باہر نکال دے گا، اور لوگ اسے اپنے پاؤں کے نیچے روندیں گے۔

2502- اخرجه مسلم (٤/ ٢١٨٩): كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها: باب: النار يدخلها الجبارون، و الجنة يدخلها الضعفاء، حديث (٤٤/ ٢٨٥١) من طريق ابو حازم، فذكره-

2503- اخرجه احمد (٢/ ٩٢)، و عبد بن حميد (٢٧٢)، حديث (٨٦٠) من طريق الفضل بن يزيد الثمالي قال: حدثني ابو المجلان، فذكره-

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔
فضل بن یزید کوفی ہیں۔ ان سے کئی آئمہ نے احادیث نقل کی ہیں۔ ابومخارق (نامی راوی) معروف نہیں ہیں۔

شرح

اہل جہنم کے جسموں کی کیفیت:

احادیث باب میں اہل جہنم کے جسموں کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ جہنمی کافر کی داڑھ احد پہاڑ کے مساوی ہوگی' یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے پہاڑوں میں سب سے بڑا پہاڑ ہے' جس کے دامن میں غزوۂ احد لڑا گیا تھا۔ جہنمی کافر کی ران "بیضاء" پہاڑ کے برابر ہوگی اور جہنم کے اتنے حصہ میں بیٹھے گا جتنا فاصلہ تین دن میں طے کیا جاتا ہے۔ وہ مدینہ طیبہ سے مقام ربذہ تک کی مسافت ہے۔
جہنمی کافر کی زبان ایک فرسخ یا دو فرسخ کے برابر ہوگی یعنی تین میل یا چھ میل لمبی ہوگی، جسے اہل جہنم اپنے پاؤں سے کچلیں گے۔ جہنمی کافر کی کھال بیالیس ہاتھ موٹی ہوگی اور اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کے فاصلہ جتنی ہوگی۔
سوال: دوسری حدیث باب میں جہنمی کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کی مسافت بیان کی گئی تھی جو مدینہ طیبہ سے مقام ربذہ تک ہے۔ آخری حدیث باب میں اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کا فاصلہ بیان کیا گیا ہے، یہ تعارض ہوا؟ جواب: مدینہ طیبہ اور مقام ربذہ کا فاصلہ تقریباً مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے فاصلہ کے برابر ہے' کیونکہ تیز رفتاری سے اونٹ تین ایام میں یہ فاصلہ طے کر سکتا ہے۔ 2- تحدید مراد نہیں ہے' بلکہ مدت طویل مراد ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صِفَةِ شَرَابِ اَهْلِ النَّارِ

باب 4: اہلِ جہنم کے مشروبات کا بیان

2504 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِى الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: فِيْ قَوْلِهٖ (كَالْمُهْلِ) قَالَ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَاِذَا قَرَّبَهٗ اِلٰى وَجْهِهٖ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهٖ فِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بْنِ سَعْدٍ

توضیحِ راوی: وَرِشْدِيْنُ قَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (جو قرآن پاک کے اس لفظ کے بارے میں ہے)
"فی کالمھل" آپ فرماتے ہیں: یہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جب کوئی دوزخی شخص اپنا منہ اس کے قریب لے جائے گا' تو اس کے چہرے کی کھال اس کے اندر گر جائے گی۔
ہم اس حدیث کو صرف رشدین بن سعد کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے تھے۔

2504- اخرجه احمد (۳/۷۰)، و عبد بن حميد (۹۲۰) حديث (۹۲۰)-

رشدین کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔

2505 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ اَبِى السَّمْحِ عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ الْحَمِيْمَ لَيُصَبُّ عَلٰى رُؤُسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْحَمِيْمُ حَتّٰى يَخْلُصَ اِلٰى جَوْفِهِ فَيَسْلِتُ مَا فِىْ جَوْفِهِ حَتّٰى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ

توضیح راوی: وَسَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ يُكْنٰى اَبَا شُجَاعٍ وَّهُوَ مِصْرِيٌّ وَّقَدْ رَوٰى عَنْهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَّابْنُ حُجَيْرَةَ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُجَيْرَةَ الْمِصْرِيُّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر ڈالا جائے گا' تو وہ سرایت کرتے ہوئے ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا' اوران کے پیٹ میں جو کچھ ہے' وہ باہر نکل آئے گا' اوران کے ٹخنوں میں پہنچ جائے گا۔ اسی کا نام گل جانا ہے۔ پھر وہ پہلے کی طرح ہو جائیں گے۔

سعید بن یزید کی کنیت ''ابوشجاع'' ہے اور یہ مصری ہیں۔ لیث بن سعد نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابن حجیرہ نامی راوی عبدالرحمٰن بن حجیرہ مصری ہیں۔

2506 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قَوْلِهٖ (وَيُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ) قَالَ يُقَرَّبُ اِلٰى فِيْهِ فَيَكْرَهُهٗ فَاِذَا اُدْنِىَ مِنْهُ شَوٰى وَجْهَهٗ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَاْسِهٖ فَاِذَا شَرِبَهٗ قَطَّعَ اَمْعَائَهٗ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهٖ يَقُوْلُ اللّٰهُ (وَسُقُوْا مَاءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَائَهُمْ) وَيَقُوْلُ (وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّهٰكَذَا

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ وَّلَا نَعْرِفُ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ اِلَّا فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَدْ رَوٰى صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ لَّهٗ اَخٌ قَدْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُخْتُهٗ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ

2505- اخرجه احمد (۳۷٤/۲) من طريق سعيد بن يزيد' عن ابى السمح' عن ابن حجيرة' فذكره۔

2506- اخرجه احمد (۲٦۵/۵) من طريق صفوان بن عمرو' عن عبيد الله بن بسر' فذكره۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ الَّذِیْ رَوٰی عَنْهُ صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو هٰذَا الْحَدِيْثَ رَجُلٌ اٰخَرُ لَيْسَ بِصَاحِبٍ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (کی تفسیر کے بارے میں ہے) جو قرآن پاک میں ہے)

''انہیں پیپ کا مشروب پلایا جائے گا جسے وہ گھونٹ، گھونٹ کر کے پئیں گے''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اسے ان کے منہ کے قریب کیا جائے گا وہ اسے ناپسند کریں گے' جب وہ ان کے منہ کے پاس ہو گا' تو ان کے چہرے کو جلا دے گا' اور اس شخص کے سر کی کھال اس میں گر پڑے گی پھر جب وہ اسے پئے گا' تو یہ اس کی آنتوں کو کاٹ دے گا' یہاں تک کہ اس کے پاخانے کے مقام سے باہر نکل آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اور انہیں گرم پانی پلایا جائے گا' جو ان کی آنتوں کو کاٹ دے گا''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

''اگر وہ پانی مانگیں گے' تو انہیں ایسا پانی دیا جائے گا' جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا' جو ان کے چہروں کو جلا دے گا وہ بہت برا مشروب ہے اور وہ کتنی بری جگہ ہوگی''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: یہ عبیداللہ بن بسر کے حوالے سے منقول ہے اور عبیداللہ بن بسر صرف اسی حدیث کے حوالے سے مشہور ہیں۔

صفوان بن عمرو نے عبداللہ بن بسر کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اس کے علاوہ بھی حدیث نقل کی ہے۔

عبداللہ بن بسر کے ایک بھائی ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان کی ایک بہن ہے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

عبیداللہ بن بسر' جن سے صفوان بن عمرو نے احادیث روایت کی ہیں اور جن سے یہ (مذکورہ بالا) روایت منقول ہے' یہ دوسرے صاحب ہیں' یہ صحابی نہیں ہیں۔

2507 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِی الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: (كَالْمُهْلِ) كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَاِذَا قُرِّبَ اِلَيْهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهٖ فِيْهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ (قرآن پاک میں ارشاد ہے)

''کالمہل'' نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس سے مراد (کھولتے ہوئے گرم) تیل کی تلچھٹ کی مانند ہے' جسے اس جہنمی کے قریب کیا جائے گا' تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر پڑے گی۔

2508 وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لِسُرَادِقِ النَّارِ اَرْبَعَةُ جُدُرٍ كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ مِثْلُ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً

◆◆ اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے۔جہنم میں چار دیواریں ہیں جن میں سے ہر ایک دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے۔

2509 وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِّنْ غَسَّاقٍ يُهَرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَاَنْتَنَ اَهْلَ الدُّنْيَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بْنِ سَعْدٍ وَفِيْ رِشْدِيْنَ مَقَالٌ وَقَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَمَعْنٰى قَوْلِهِ كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ يَعْنِيْ غِلَظَهُ

◆◆ اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے: جہنمیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے' تو ساری دنیا میں اس کی بدبو پھیل جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس حدیث کو صرف رشدین بن سعد کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں اور رشدین بن سعد کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا ہے۔

ان کے بارے میں' ان کے حافظے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔

حدیث کے الفاظ: كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ میں لفظ کثف کا مطلب موٹائی ہے۔

2510 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قُطِرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا لَاَفْسَدَتْ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَّكُوْنُ طَعَامَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔

''اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو! جیسے ڈرنے کا حق ہے اور تم مرتے وقت صرف مسلمان ہونا''

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے' تو اہلِ دنیا کی زندگی برباد کر دے تو اس شخص کا کیا عالم ہوگا جس کی خوراک یہ ہوگی؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2510 اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۴۶): كتاب الزهد: باب صفة النار، حديث (۴۳۲۵)، و احمد (۱/۳۰۰، ۳۳۸) من طريق سليمان (الاعمش)، عن مجاهد فذكره۔

شرح

جہنمی لوگوں کے مشروبات کا تذکرہ:

جہنم کفار و مشرکین کی سزا گاہ ہے جس میں بطور سزا ہمیشہ رکھے جائیں گے۔ جہنم چار دیواری میں گھری ہوئی ہے اور اس کی ہر دیوار چالیس سال کی مسافت کے برابر موٹی ہے۔ جہنمی لوگوں کے مشروبات کا تذکرہ احادیث باب میں کیا گیا ہے۔ جن کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

☆ زقوم کا درخت اہل جہنم کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ کی شکل میں ہوگا۔ جب جہنمی اسے اپنے چہرے کے قریب کرے گا تو اس کے چہرے کی کھال بالوں سمیت اس میں آگرے گی۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ ﴿﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ ﴿﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿﴾ (الدخان: 43 تا 46)۔ زقوم کا درخت جہنمی کافر (مجرم) کی خوراک ہو گا جو تیل کی تلچھٹ کی شکل میں ہوگا۔ وہ پیٹ میں گرم پانی کی طرح کھولے گا۔

☆ کھولتا ہوا پانی جہنمی لوگوں کو پینے کے لیے دیا جائے گا' وہی پانی ان کے سروں پر گرایا جائے گا جو پشت کے راستہ سے نکل جائے گا اور انتڑیاں وغیرہ پیٹ سے نکال دے گا۔ اس کے بعد جہنمی لوگ پھر اپنی اصل حالت میں آجائیں گے۔ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِىْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿﴾ (الحج: 20-19) کھولتا ہوا پانی ان (جہنمیوں) کے سروں پر گرایا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی انتڑیاں اور کھال وغیرہ سب کچھ جل جائے گا۔

☆ جہنمی لوگوں کو پیپ اور خون پینے کے لیے دیا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ (ابراہیم: 16-17) کافر کو جہنم میں ایسا پانی پینے کے لیے دیا جائے گا جو پیپ اور خون کی شکل ہوگا' وہ اسے گھونٹ گھونٹ پیے گا اور وہ اس کے لیے دشوار محسوس ہوگا۔ دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿﴾ (محمد: 15)۔ جہنمی لوگوں کو کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے دیا جائے گا' جو ان کی انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ مزید ایک مقام میں فرمایا گیا ہے: وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿﴾ (الكهف: 29) اور جہنمی لوگ پیاس کی وجہ سے پکاریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی شکل کا ہوگا' جو مونہوں کو جلا ڈالے گا۔ وہ کتنا برا پانی ہوگا اور وہ کتنی بری جگہ ہوگی۔

☆ زیتون کے تیل کی گاد، کھولتے ہوئے پانی کی شکل میں جہنمی کے پاس کی جائے' تو اس کے چہرے کی کھال بالوں سمیت اس میں گر جائے گی۔

☆ جہنمی لوگوں کے زخموں سے بہنے والی پیپ کی ایک بالٹی اگر دنیا میں گرا دی جائے تو وہ پوری دنیا کو بدبودار بنا ڈالے۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿﴾ (آل عمران: 102) اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرنا مگر اسلام کی حالت میں"۔ اس کی تفسیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں گرا دیا جائے تو دنیا والوں کی معاش تباہ ہو جائے گی۔ اس آدمی کا کیا حال ہوگا جسے خوراک کے لیے دیا جائے گا۔

فائدہ نافعہ: زندگی کے ہر شعبہ اور ہر معاملہ میں احکام دین پر عمل کرنا ضروری ہے ورنہ نافرمانیوں کی پاداش میں جہنم میں جانا پڑے گا' جہنم کی سزا بھگتنے کے علاوہ جہنمی لوگوں کی خوراک بھی کھانا پڑے گی اور ان کے خطرناک مشروبات بھی نوش کرنے پڑیں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ طَعَامِ اَهْلِ النَّارِ

باب 5: اہلِ جہنم کی خوراک کا بیان

2511 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا قُطْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يُلْقَى عَلٰى اَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ فَيَعْدِلُ مَا هُمْ فِيْهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ مِّنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ ذِیْ غُصَّةٍ فَيَذْكُرُوْنَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُجِيْزُوْنَ الْغُصَصَ فِی الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالشَّرَابِ فَيُرْفَعُ اِلَيْهِمُ الْحَمِيْمُ بِكَلَالِيْبِ الْحَدِيْدِ فَاِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوْهِهِمْ شَوَتْ وُجُوْهَهُمْ فَاِذَا دَخَلَتْ بُطُوْنَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ (تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ) قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا مَالِكًا فَيَقُوْلُوْنَ (يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ) قَالَ فَيُجِيْبُهُمْ (اِنَّكُمْ مَاكِثُوْنَ) قَالَ الْاَعْمَشُ نُبِّئْتُ اَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ وَبَيْنَ اِجَابَةِ مَالِكٍ اِيَّاهُمْ اَلْفَ عَامٍ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ فَلَا اَحَدَ خَيْرٌ مِّنْ رَبِّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ (رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّيْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظَالِمُوْنَ) قَالَ فَيُجِيْبُهُمْ (اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ) قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَئِسُوْا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ وَّعِنْدَ ذٰلِكَ يَاْخُذُوْنَ فِی الزَّفِيْرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ

قولِ امام دارمی: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالنَّاسُ لَا يَرْفَعُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اِنَّمَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ ابْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَوْلَهٗ وَلَيْسَ بِمَرْفُوْعٍ

توضیح راوی: وَقُطْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

◄► سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: اہلِ جہنم کو بھوک میں مبتلا کیا جائے گا' تو یہ ان کے لیے اتنی ہی تکلیف دہ ہوگی' جتنا عذاب تکلیف دہ ہوگا' تو وہ کھانے کے لیے مانگیں گے' تو انہیں ضریع (یعنی خاردار زہریلی جھاڑی) کھانے کے لیے دی جائے گی' اور بھوکے رہنے کی وجہ سے وہ موٹے نہیں ہوں گے اور نہ ہی ان

2511: تفرد به الترمذی' ینظر (تحفة الاشراف) (۱۰۹۸٤)؛ ذکره المنذری فی (الترغیب) (٤/ ۲۸۰)، حدیث (۵٤۰۷) و عزاه للترمذی' و البیہقی' و صاحب (کنز العمال) (۱٤/ ۵۲٦) برقم (۳۹۵۲۷) و عزاه لابن ابی شیبة و الترمذی۔

کی بھوک ختم ہوگی۔وہ پھر کھانے کے لیے مانگیں گے تو انہیں ذی غصہ خوراک دی جائے گی۔(یعنی جو اٹکنے والی ہوگی) تو وہ اس بات کا تذکرہ کریں گے وہ لوگ دنیا میں نوالہ اٹک جانے پر پانی پیا کرتے تھے پھر وہ پانی مانگیں گے تو لوہے کے برتنوں میں ان کی طرف پانی پھینکا جائے گا۔جب وہ ان کے چہرے کے قریب ہوگا تو ان کے چہرے کو بھون دے گا جب وہ ان کے پیٹ میں داخل ہوگا تو ان کے پیٹ میں موجود ہر چیز کو کاٹ دے گا تو وہ لوگ یہ کہیں گے: جہنم کے دربانوں کو بلاؤ! تو وہ دربان یہ کہیں گے: کیا رسول تمہارے پاس واضح نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ جواب دیں گے جی ہاں تو وہ دربان کہیں گے اب تم پکارو! کفار کی پکار صرف گمراہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر وہ لوگ یہ کہیں گے: اے مالک! (یعنی جہنم کے داروغہ) ہمارا پروردگار ہمارا فیصلہ کردے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں تو وہ داروغہ انہیں جواب دے گا: تمہارا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اعمش نامی راوی بیان کرتے ہیں: مجھے یہ بات بتائی گئی ہے: ان کے پکارنے اور مالک (یعنی جہنم کے داروغہ) کے انہیں جواب دینے کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر وہ لوگ کہیں گے: تم اپنے پروردگار سے دعا مانگو کیونکہ تمہارے پروردگار سے زیادہ بھلائی عطا کرنے والا اور کوئی نہیں ہے تو وہ لوگ یہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں یہاں سے نکال دے۔ اگر ہم نے دوبارہ ایسا کیا تو ہم ظالم ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر پروردگار انہیں جواب دے گا: اب ذلت کے ساتھ تم یہیں رہو اور میرے ساتھ کوئی کلام نہ کرنا۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس وقت وہ لوگ ہر طرح کی بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور اس وقت وہ حسرت، افسوس اور چیخ وپکار میں مصروف ہو جائیں گے۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن (امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: اور دیگر لوگوں نے بھی یہ بات بیان کی ہے: یہ حدیث "مرفوع" نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت اعمش کے حوالے سے، شمر بن عطیہ کے حوالے سے، شہر بن حوشب کے حوالے سے، سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر نقل کی گئی ہے۔ یہ حدیث "مرفوع" نہیں ہے۔

اس روایت کے راوی قطبہ بن عبدالعزیز محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

2512 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ اَبِیْ شُجَاعٍ عَنْ اَبِی السَّمْحِ عَنْ اَبِی الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: (وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ) قَالَ تَشْوِيْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتّٰى تَبْلُغَ وَسَطَ رَاْسِهِ وَتَسْتَرْخِي شَفَتُهُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْهَيْثَمِ اسْمُهٗ سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْعُتْوَارِيُّ وَكَانَ يَتِيْمًا فِيْ حِجْرِ اَبِیْ سَعِيْدٍ

2512- اخرجه احمد (۸۸/۳) من طريق سعيد بن يزيد ابي شجاع عن ابي السمح فذكره-

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اور وہ لوگ اس میں بدشکل ہوں گے''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: آگ ان کے چہروں کو جلا دے گی اور ان کا اوپر والا ہونٹ سکڑ جائے گا' یہاں تک کہ وہ سر کے درمیانی حصے تک پہنچ جائے گا' اور نیچے والا ہونٹ لٹک جائے گا' یہاں تک کہ اس کی ناف تک پہنچ جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابوالہیثم راوی کا نام سلیمان بن عمرو بن عبد عتواری ہے یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے زیر پرورش یتیم لڑکے تھے۔

2513 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ اَبِى السَّمْحِ عَنْ عِيْسٰى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَوْ اَنَّ رَصَاصَةً مِثْلَ هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ اُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ هِىَ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْاَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْ اَنَّهَا اُرْسِلَتْ مِنْ رَاْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ اَنْ تَبْلُغَ اَصْلَهَا اَوْ قَعْرَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَسَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ هُوَ مِصْرِيٌّ وَّقَدْ رَوٰى عَنْهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر اتنا سیسہ (نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) آسمان سے زمین کی طرف ڈال دیا جائے جس کا فاصلہ پانچ سو برس ہے' تو وہ رات ہونے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا' اور اگر اسے زنجیر کے سرے سے لٹکا کر (جہنم میں ڈالا جائے) تو وہ چالیس سال میں اس کی تہہ تک پہنچے گا۔ اس عرصے میں دن اور رات سب شامل ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند ''حسن صحیح'' ہے۔

سعید بن یزید' مصری ہیں۔ لیث بن سعد اور دیگر ائمہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

جہنمی لوگوں کی خوراک کا تذکرہ:

احادیث باب میں جہنمیوں کی خوراک کا تذکرہ کیا ہے اور اس کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

☆ اہل جہنم پر بھوک مسلط کی جائے گی تو وہ پکاریں گے تو انہیں بطور خوراک خاردار جھاڑی دی جائے گی' اس کے کھانے سے نہ تو ان کی بھوک ختم ہوگی اور نہ وہ صحت یاب ہوں گے۔ وہ دنیا میں پھنسے ہوئے لقمہ کی طرح پانی کے طالب ہوں گے' کھولتا ہوا پانی انہیں دیا جائے گا۔ جب پانی ان کے مونہوں کے پاس کیا جائے گا تو انہیں بھون دے گا۔ جب پانی پیٹ میں داخل ہوگا تو انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ پھر وہ فرشتوں کو پکاریں گے۔ مالک فرشتہ ان کے پاس جائے گا تو وہ اس سے کہیں گے: تم اپنے

2513- اخرجه احمد (۲/۱۹۷) من طريق ابو السمح' عن عيسى بن هلال الصدفي' فذكره۔

پروردگار سے کہو کہ وہ ہمارا کام تمام کردے؟ مالک کی طرف سے انہیں جواب دیا جائے گا: تمہارے خدا کی خواہش ہے کہ تم اسی حال میں رہو۔ اہل جہنم کو پھر پکاریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بہتر کرے گا۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اس حال سے نکال دے، ہماری بدبختی نے ہمیں گھیر لیا ہے اور محض ہم قصوروار ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جواب دیا جائے گا کہ تم اسی حالت میں رہو۔ پھر وہ مکمل طور پر مایوس ہو جائیں گے، وہ پکاریں گے، کم بختی کا اظہار کریں گے اور وقت گزر جانے پر پچھتاوا کریں گے لیکن کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جہنمیوں کی کیفیت قرآن کریم میں یوں بیان کی گئی ہے: وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ○ (المؤمنون:104) جہنمی لوگوں کے جہنم میں منہ بگڑے ہوئے ہوں گے"۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا: جہنم کی آگ جہنمی لوگوں کو بھون دے گی، اس کی حرارت کی وجہ سے ان کے ہونٹ اوپر کی طرف اٹھ کر سر کے برابر ہو جائیں گے اور نیچے والے ہونٹ نیچے کی طرف جھک جائیں گے حتیٰ کہ وہ ناف کے برابر ہو جائیں گے۔

☆ زمین و آسمان کی مسافت پانچ سو سال ہے اور اگر سر کے برابر صبح کے وقت آسمان سے زمین کی طرف پتھر چھوڑا جائے تو رات آنے سے قبل وہ زمین پر پہنچ جائے گا۔ اگر جہنم کی زنجیر کے ساتھ چٹان اس کے منہ سے چھوڑ دی جائے تو وہ چالیس سال میں اس کی گہرائی تک پہنچ جائے گی۔ اس سے جہنم کی گہرائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سوال: گزشتہ سے پیوستہ باب میں گزر چکا ہے کہ جہنم کے کنارے پر وزنی پتھر یا چٹان پھینکی جائے تو وہ ستر سال کے عرصہ تک اس کی گہرائی میں پہنچے گی۔ حدیث باب میں چالیس سال کا ذکر ہے، اسی طرح تو دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: 1- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے چالیس سال والی روایت بیان فرمادی پھر بذریعہ وحی ستر سال کی اطلاع ملنے پر ستر سال کی روایت بیان کردی۔

2- یہاں تحدید نہیں بلکہ مدت طویل مراد ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ نَارَكُمْ هٰذِهٖ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْئًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ

باب 6: تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا 70 واں حصہ ہے

2514 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِىْ تُوْقِدُوْنَ جُزْءٌ وَّاحِدٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْئًا مِّنْ حَرِّ جَهَنَّمَ قَالُوْا وَاللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّهَا فُضِّلَتْ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّيْنَ جُزْئًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَهَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ هُوَ اَخُوْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ وَّقَدْ رَوٰى عَنْهُ وَهْبٌ

2514- اخرجه مسلم (٤/٢١٨٤): كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها: باب في شدة حر نار جهنم و بعد قعرها حديث (٣٠/٢٨٤٣) و احمد (٢/٣١٣) من طريق معمر عن همام بن منبه فذكره۔

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم لوگوں کی یہ آگ جسے انسان جلاتے ہیں یہ جہنم کی آگ کا 70 واں جز ہے۔ لوگوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! یہی کافی ہے یارسول اللہ! تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے 69 گنا فضیلت دی گئی ہے اور اس میں سے ہر ایک گنا کی گرمی اس کے برابر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ہمام بن منبہ نامی راوی وہب بن منبہ کے بھائی ہیں۔ اور وہب نے ان کے حوالے سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

2515 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: نَارُكُمْ هٰذِهٖ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْئًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ لِكُلِّ جُزْءٍ مِّنْهَا حَرُّهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا 70 واں جز ہے۔ ان میں سے ہر ایک جز کی گرمی اس کی گرمی کی مانند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے اعتبار سے "غریب" ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 7: بلاعنوان

2516 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّورِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَاصِمٍ هُوَ ابْنُ بَهْدَلَةَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اُوْقِدَ عَلَى النَّارِ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى احْمَرَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَيْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى ابْيَضَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَيْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى اسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ اَوْ رَجُلٍ اٰخَرَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ هٰذَا مَوْقُوْفٌ اَصَحُّ وَلَا اَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهٗ غَيْرَ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ بُكَيْرٍ عَنْ شَرِيْكٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا' یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی پھر اسے ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا' یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی پھر اسے ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا'

2515- تفرد به الترمذی' ینظر (تحفة الاشراف) (۴۲۳۳) تفرد به الترمذی من روایة ابی سعید' و سوی بروایات مختلفة عن ابی هریرة؛ ذکر ها المنذری فی (الترغیب) (۳۵۸/۴) برقم (۵۳۶۵) و عزاها لمالك و البخاری و مسلم و ابن حبان و البیهقی۔

2516- اخرجه ابن ماجه (۱۴۴۵/۲): کتاب الزهد؛ باب: صفة النار' حدیث (۴۳۲۰) من طریق ابن بهدلة' عن ابی صالح' فذکره۔

یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی اور اب وہ سیاہ وتاریک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت منقول ہے۔ تاہم یہ "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کی گئی۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کا "موقوف" ہونا زیادہ مستند ہے۔ ہمارے علم کے مطابق یحیٰی بن ابوبکر نے شریک کے حوالے سے جو نقل کیا ہے اس کے علاوہ اور کسی نے اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

شرح

جہنم کی آگ کے مقابلے میں دنیا کی آگ کا سترہواں حصہ ہونا:

احادیث باب میں دنیوی آتش کے مقابل میں جہنم کی آگ کی برتری بیان کی گئی ہے۔ جہنم کی آگ اس وقت سیاہ تاریک ہے، یہ کیفیت کئی مراحل سے گزرنے کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ جہنم کی آگ ہزار سال جلائی گئی تو وہ سرخ ہوگئی' پھر وہ ہزار سال جلانے پر سفید ہوگئی، پھر ہزار سال جلانے پر وہ سیاہ ہوگئی' پھر ہزار سال جلانے پر وہ سیاہ تاریک ہوگئی۔ اب جہنم کی آگ سیاہ تاریک ہے۔

احادیث باب کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

1- حرارت وجلن کے اعتبار سے دنیوی آتش کے مقابلے میں دوزخ کی آگ ستر درجہ زیادہ تیز ہے اور دنیوی آگ جہنم کی آگ سے ستر درجہ کم ہے۔

2- روایات میں عدد مراد نہ ہو بلکہ حرارت شدیدہ مراد ہو یعنی دنیوی آگ کے مقابلہ میں جہنم کی آگ زیادہ شدید ہے۔

سوال: صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی، جہنم کی آگ دنیاوی آگ کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ سخت ہے، سن کر عرض کیا جہنم میں سزا کے لیے دنیوی آگ ہی کافی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور جواب مزید وضاحت کے بجائے پہلے مضمون کا اعادہ کیوں کر دیا تھا؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیا مضمون بیان کرنے کے بجائے پہلے مضمون کا اعادہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ لوگوں کو اپنے افکار واعمال کی اصلاح کر کے آتش جہنم سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس سلسلے میں تفصیلات کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔

فائدہ نافعہ: دنیوی آتش کی حرارت بھی یکساں نہیں ہوتی' کیونکہ بعض اشیاء کی حرارت بعض اشیاء سے تیز ہوتی ہے مثلاً لکڑی کی آتش گھاس پھونس کی حرارت سے تیز ہے، پتھر کے کوئلہ کی حرارت اس سے شدید تر ہے اور بم پھٹنے کی صورت میں اس کی حرارت شدید ترین ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ لِلنَّارِ نَفَسَيْنِ وَمَا ذُكِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنَ النَّارِ مِنْ اَهْلِ التَّوْحِيْدِ

باب 8: جہنم دو مرتبہ سانس لیتی ہے نیز جہنم میں سے اہلِ توحید کا نکالا جانا

2517 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيْدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ

الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا وَقَالَتْ اَكَلَ بَعْضِىْ بَعْضًا فَجَعَلَ لَهَا نَفَسَيْنِ نَفَسًا فِى الشِّتَاءِ وَنَفَسًا فِى الصَّيْفِ فَاَمَّا نَفَسُهَا فِى الشِّتَاءِ فَزَمْهَرِيْرٌ وَّاَمَّا نَفَسُهَا فِى الصَّيْفِ فَسَمُوْمٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رُوِىَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

توضیح راوی: وَالْمُفَضَّلُ بْنُ صَالِحٍ لَّيْسَ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ بِذٰلِكَ الْحَافِظِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جہنم نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں شکایت کی۔ اس نے عرض کی: میرا ایک حصہ دوسرے کو کھا لیتا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں اور ایک مرتبہ گرمی کے موسم میں جہاں تک سردی کے موسم میں اس کے سانس لینے کا تعلق ہے تو انتہائی شدید سردی اسی وجہ سے ہوتی ہے۔ جہاں تک گرمی کے موسم میں اس کے سانس لینے کا تعلق ہے' تو شدید گرمی اس کی وجہ سے ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت ایک اور سند کے حوالے سے بھی نقل کی گئی ہے۔ مفضل بن صالح نامی راوی محدثین کے نزدیک پایہ کا حافظ نہیں ہے۔

شرح

جہنم کا دو سانس لینا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جہنم نے اللہ تعالیٰ کے حضور بطور شکایت عرض کیا: اے پروردگار! میرا بعض حصہ بعض کو کھائے جا رہا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے سال میں دو سانس لینے کی اجازت دے دی گئی۔ ایک سانس لیتی ہے تو دنیا میں سردی کا موسم پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرا سانس لیتی ہے تو دنیا میں گرمی کا موسم آ جاتا ہے۔

سانس لینے کے دو طریقے ہیں:

1- باہر سے ہوا اندر کی طرف کھینچی جائے پھر اسے باہر پھینک دیا جائے۔ یہ طریقہ حیوانات کے سانس لینے کا ہے۔

2- اندر سے گیس کو باہر پھینکا جائے، یہ جمادات کے سانس لینے کا طریقہ ہے۔ مختلف گاڑیوں اور مشینوں کے انجنوں کے سانس لینے کا بھی یہی انداز ہے۔ جہنم کے سانس لینے کا بھی یہی طریقہ ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے سال میں دو سانس لیتی ہے، ایک سانس لیتے وقت موسم گرما شروع ہو جاتا ہے اور دوسرا سانس لیتے وقت موسم سرما شروع ہو جاتا ہے۔

سوال: بظاہر سردی یا گرمی کا تعلق آفتاب کے ساتھ ہے' جب آفتاب قریب آتا ہے تو گرمی ہوتی ہے اور جب دور چلا جاتا ہے تو سردی شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرح جہنم کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ جنت میں نہ سردی ہے اور نہ گرمی' کیونکہ وہاں دو سانسیں لینے کا نظام نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (الدھر: 13) لوگ جنت میں نہ تپش دیکھیں گے اور نہ جاڑا۔

2517۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱٤٤٤): كتاب الزهد: باب: صفة النار، حديث (٤٣١٩) من طريق ابو صالح، فذكره۔

جہنم کے دو طبقے ہیں جن میں سے ایک سرد اور دوسرا گرم ہے۔ جب جہنم سانس لیتے وقت سرد گیس باہر پھینکتی ہے تو موسم سرما آجاتا ہے اور جب گرم گیس پھینکتی ہے تو موسم گرما کا آغاز ہو جاتا ہے۔

2518 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ

متنِ حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً وَقَالَ شُعْبَةُ مَا يَزِنُ ذُرَةً مُخَفَّفَةً

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

یہاں ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جہنم میں سے نکلیں گے' ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: تم جہنم میں سے نکال دو! ہر اس شخص کو جو یہ اعتراف کر چکا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے دل میں اتنی بھلائی ہو جو ایک جو کے وزن جتنی ہو' اور تم لوگ جہنم میں سے نکال دو! ہر اس شخص کو جو کلمہ پڑھ چکا ہو' اور اس کے دل میں اتنی بھلائی ہو جو گندم کے دانے کے برابر ہو' اور تم جہنم میں سے نکال دو! ہر اس شخص کو جو کلمہ پڑھ چکا ہو' اور اس کے دل میں (اتنی بھلائی ہو) جو ایک چھوٹی چیونٹی کے وزن جتنی ہو۔

شعبہ کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: ہلکی چیونٹی کے وزن جتنی ہو۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' حضرت عمران بن حصین سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2519 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ مُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ

متنِ حدیث: أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جہنم میں سے ہر اس شخص کو نکال دو! جس نے کسی بھی دن میرا ذکر کیا ہو یا کسی بھی موقع پر مجھ سے ڈر گیا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

2518۔ اخرجہ البخاری (۱/ ۱۲۷): کتاب الایمان: باب: زیادۃ الایمان و نقصانہ' حدیث (۴۴) و اطرافہ فی: (۴۴۷۶، ۶۵۶۵، ۷۴۱۰، ۷۴۴۰، ۷۵۰۹، ۷۵۱۰، ۷۵۱۶) و مسلم (۱/ ۵۹۹ - الابی): کتاب الایمان: باب: ادنی اہل الجنۃ منزلۃ فیہا' حدیث (۳۲۵/ ۱۹۳) و ابن ماجہ (۲/ ۱۴۴۳): کتاب الزہد: باب: ذکر الشفاعۃ' حدیث (۴۳۱۲) و احمد (۳/ ۱۱۶، ۱۷۳، ۲۷۶) من طریق قتادۃ' فذکرہ۔

2519۔ تفرد بہ الترمذی' ینظر (تحفۃ الاشراف) (۱۰۸۶)' و اخرجہ الحاکم (۱/ ۷۰) وقال: صحیح الاسناد' و احمد (۳/ ۲۷۶) بروایات من طریق قتادۃ عن انس۔

بَابُ مِنْهُ

باب 9: بلاعنوان

2520 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنِّىْ لَاَعْرِفُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا رَجُلٌ يَّخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ قَدْ اَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ اَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ قَدْ اَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ اَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِىْ كُنْتَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ قَالَ فَيَتَمَنّٰى فَيُقَالُ لَهُ فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَعَشْرَةَ اَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُ بِىْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں جہنم سے نکلنے والے آخری شخص کو جانتا ہوں یہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے جہنم سے نکلے گا' اور عرض کرے گا: اے پروردگار! لوگ تو اپنی جگہ پر پہنچ چکے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس سے کہا جائے گا: تم جنت کی طرف چلے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وہ جائے گا' تو وہ دیکھے گا کہ لوگ اپنی جگہ پر پہنچ چکے ہیں۔ وہ واپس آئے گا' اور عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! لوگوں نے تو اپنی جگہ حاصل کر لی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں' تو اس سے کہا جائے گا: کیا تم اس وقت کو یاد کرو گے؟ جس صورتحال میں تم پہلے تھے' تو وہ جواب دے گا: جی ہاں! تو اس سے کہا جائے گا: تم آرزو کرو۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں' وہ آرزو کرے گا' تو اس سے کہا جائے گا: تم نے جو آرزو کی ہے' وہ اب تمہارا ہوا اور اس کا دس گنا مزید تمہارا ہوا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وہ عرض کرے گا: یہ کیا تو میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے' جبکہ تو بادشاہ ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسکرائے' یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2521 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنِّىْ لَاَعْرِفُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنَ النَّارِ وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ يُؤْتٰى بِرَجُلٍ

2520- اخرجه البخاری (۱۱/ ۴۳۶): کتاب الرقاق: باب: صفة الجنة و النار' حدیث (۶۵۷۱)' وطرفه فی: (۷۵۱۱) و مسلم (۱/ ۵۷۷' ۵۷۸ - الابی): کتاب الایمان: باب: آخر اهل النار خروجا' حدیث (۳۰۸' ۳۰۹ / ۱۸۶)' وابن ماجه (۲/ ۱۴۵۲): کتاب الزهد: باب: صفة الجنة' حدیث (۴۳۳۹)' و احمد (۱/ ۳۷۸' ۴۶۰) من طریق منصور' عن عبیدة السلمانی' فذکره-

2521- اخرجه مسلم (۱/ ۵۸۳ - الابی): کتاب الایمان: باب: ادنی اهل الجنة منزله فیها- حدیث (۳۱۴/ ۱۹۰)' واحمد (۵/ ۱۷۵' ۱۷۰) من طریق الاعمش' عن المعرور بن سوید' فذکره-

فَيَقُولُ سَلُوْا عَنْ صِغَارِ ذُنُوْبِهٖ وَاخْبَئُوْا كِبَارَهَا فَيُقَالُ لَهٗ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِىْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَيُقَالُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً قَالَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَقَدْ عَمِلْتُ اَشْيَاءَ مَا اَرَاهَا هَاهُنَا قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جہنم سے نکلنے والے سب سے آخری اور جنت میں داخل ہونے والے سب سے آخری شخص کو جانتا ہوں۔ ایک شخص کو لایا جائے گا' تو پروردگار فرمائے گا: اس سے اس کے چھوٹے گناہوں کے بارے میں سوال کرو اور اس کے بڑے گناہوں کو چھپا کر رکھو۔ پھر اسے کہا جائے گا: کیا تمہیں یاد ہے: فلاں' فلاں دن تم نے یہ عمل کیا تھا۔ فلاں' فلاں دن یہ عمل کیا تھا؟ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں' تو اس سے کہا جائے گا: تمہاری ہر ایک برائی کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں' تو وہ شخص عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میرے کچھ اعمال ایسے بھی ہیں جو مجھے یہاں نظر نہیں آ رہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسکرا دیے' یہاں تک کہ آپ کے کنارے کے دانت نظر آنے لگے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2522 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: يُعَذَّبُ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ التَّوْحِيْدِ فِى النَّارِ حَتّٰى يَكُوْنُوْا فِيْهَا حُمَمًا ثُمَّ تُدْرِكُهُمُ الرَّحْمَةُ فَيُخْرَجُوْنَ وَيُطْرَحُوْنَ عَلٰى اَبْوَابِ الْجَنَّةِ قَالَ فَيَرُشُّ عَلَيْهِمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْمَاءَ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْغُثَاءُ فِىْ حِمَالَةِ السَّيْلِ ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اہلِ توحید میں سے کچھ لوگوں کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا' یہاں تک کہ وہ لوگ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے۔ پھر رحمت انہیں آ لے گی اور وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ انہیں جنت کے دروازوں پر ڈال دیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر اہلِ جنت ان پر پانی بہائیں گے۔ تو وہ یوں پھوٹ پڑیں گے جیسے سیلابی پانی کی گزرگاہ میں کوئی دانہ اگتا ہے۔ پھر وہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ دیگر اسناد کے حوالے سے بھی یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

2523 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءٍ

2522- اخرجه احمد (۳۹۱/۲) من طريق الاعمش عن ابى سفيان فذكره-

2523- تفرد به الترمذى ينظر (تحفة الاشراف) (۴۱۸۱) ذكره السيوطى فى (الدر المنثور) (۱۶۴/۲) و عزاه لابن ابى حاتم و عبد بن حميد و ابن ماجه و ابن جرير-

بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنَ الْاِيْمَانِ

قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَمَنْ شَكَّ فَلْيَقْرَاْ (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ)

يقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جہنم میں سے ہر ایسا شخص نکل جائے گا جس کے دل میں چھوٹی چیونٹی کے برابر ایمان ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شخص کو شک ہو وہ یہ آیت پڑھ لے۔

''بے شک اللہ تعالیٰ چھوٹی چیونٹی کے وزن کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2524 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا رِشْدِيْنُ حَدَّثَنِىْ ابْنُ اَنْعُمَ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ اَخْرِجُوْهُمَا فَلَمَّا اُخْرِجَا قَالَ لَهُمَا لِاَيِّ شَىْءٍ اشْتَدَّ صِيَاحُكُمَا قَالَا فَعَلْنَا ذٰلِكَ لِتَرْحَمَنَا قَالَ اِنَّ رَحْمَتِىْ لَكُمَا اَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِيَا اَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ فَيَنْطَلِقَانِ فَيُلْقِىْ اَحَدُهُمَا نَفْسَهٗ فَيَجْعَلُهَا عَلَيْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا وَّيَقُوْمُ الْاٰخَرُ فَلَا يُلْقِىْ نَفْسَهٗ فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُلْقِىَ نَفْسَكَ كَمَا اَلْقٰى صَاحِبُكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اِنِّىْ لَاَرْجُوْ اَنْ لَّا تُعِيْدَنِىْ فِيْهَا بَعْدَ مَا اَخْرَجْتَنِىْ فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ لَكَ رَجَاؤُكَ فَيَدْخُلَانِ جَمِيْعًا الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيْثِ ضَعِيْفٌ لِاَنَّهٗ عَنْ رِشْدِيْنَ بْنِ سَعْدٍ

توضیح راوی: وَرِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ هُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ عَنِ ابْنِ اَنْعُمَ وَهُوَ الْاَفْرِيْقِىُّ وَالْاَفْرِيْقِىُّ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جہنم میں داخل ہونے والے دو آدمی زور سے چلائیں گے' تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ان دونوں کو نکالو! جب ان دونوں کو نکال دیا جائے گا' تو ان سے دریافت کیا جائے گا: تم کس وجہ سے چیخ و پکار کر رہے تھے؟ وہ عرض کریں گے: ہم ایسا اس لیے کر رہے تھے تاکہ تو ہم پر رحم کرے۔ پروردگار فرمائے گا: میری تمہارے لیے رحمت یہی ہے: تم دونوں واپس جاؤ اور اپنے آپ کو وہیں ڈال دو پہلے جس جگہ تم جہنم میں تھے' تو وہ دونوں چل پڑیں گے۔ ان میں سے ایک شخص خود کو اس میں ڈال دے گا' تو اللہ تعالیٰ اس آگ کو اس کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی کر دے گا۔ دوسرا شخص کھڑا رہے گا وہ خود کو جہنم میں نہیں ڈالے گا' تو پروردگار اس سے فرمائے گا: تم نے اپنے آپ کو اس طرح جہنم میں کیوں نہیں ڈالا؟ جیسے تمہارے ساتھی نے ڈال دیا ہے' تو وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! مجھے یہ امید ہے کہ جب تو نے مجھے یہاں سے

2524- تفرد به الترمذی' ينظر (تحفة الاشراف) (١٥٤٤٨)' ذكره صاحب (المشكاة) (٩/٥٦٩ - مرقاة) برقم (٥٦٠٥) و عزاه للترمذی' و ابن الجوزی في (العلل المتناهية) (٢/٩٢٩) برقم (١٥٦٦)-

نکال دیا' تو اب تو دوبارہ مجھے اس میں نہیں ڈالے گا' تو پروردگار اس سے فرمائے گا: تمہیں تمہاری امید کے مطابق ملتا ہے' پھر وہ دونوں ایک ساتھ' اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ یہ رشدین بن سعد کے حوالے سے منقول ہے۔

رشدین بن سعد نامی راوی محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہیں۔

یہ روایت ابن انعم سے منقول ہے۔ یہ صاحب افریقی ہیں' اور یہ افریقی صاحب بھی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

2525 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَيَخْرُجَنَّ قَوْمٌ مِّنْ اُمَّتِىْ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِىْ يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيُّوْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَاَبُوْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ اسْمُهٗ عِمْرَانُ بْنُ تَيْمٍ وَّيُقَالُ ابْنُ مِلْحَانَ

◄► حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ میری شفاعت کی وجہ سے میری امت کے کچھ لوگ جہنم سے نکلیں گے' اور (جنت میں) ان کا نام "جہنمی" (یعنی جہنم سے نکل کر آئے ہوئے) رکھا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابو رجاء عطاردی کا نام عمران بن تیم ہے اور ایک قول کے مطابق بن ملحان ہے۔

2526 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا رَاَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ

توضیح راوی: وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ تَكَلَّمَ فِيْهِ شُعْبَةُ وَيَحْيَى ابْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ وَّهُوَ مَدَنِيٌّ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے جہنم کی مانند ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس سے بھاگنے والا شخص سو جائے اور میں نے جنت کی مانند ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس کا طلب گار سو جائے۔

یہ حدیث ہم اسے صرف یحییٰ بن عبید اللہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

2525۔ اخرجه البخاری (۱۱/۴۲۵): کتاب الرقاق: باب: صفة الجنة والنار، حدیث (۶۵۶۶) و ابوداؤد (۴/۲۳۶): کتاب السنة: باب: فی الشفاعة، حدیث (۴۷۴۰) و ابن ماجه (۲/۱۴۴۳) کتاب الزهد: باب: ذکر الشفاعة، حدیث (۴۳۱۵) و احمد (۴/۴۳۴) من طریق الحسن بن ذکوان، قال: حدثنا ابو رجاء، فذکره۔

2526۔ تفرد به الترمذی، ینظر (تحفة الاشراف) (۱۴۱۲۴) ذکره صاحب (کنز العمال) (۱۵/۷۷۲) برقم (۴۳۰۳۹) و عزاه للترمذی و البغوی فی (شرح السنة) (۷/۳۷۵)۔

یحییٰ بن عبیداللہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں ان کے بارے میں شعبہ نے کلام کیا ہے۔
یہ یحییٰ بن عبیداللہ بن موہب ہیں اور یہ مدنی ہیں۔

شرح

جہنم سے مسلمان کا نکلنا:

پہلی حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ جس مسلمان کے دل میں ایک جو یا گندم کے ایک ایک دانے یا ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے جہنم سے نکال لیا جائے۔ یعنی صاحب ایمان اگر اپنے گناہوں کی پاداش کے نتیجہ میں جہنم میں داخل بھی ہوگیا تو وہ دائمی طور پر اس میں نہیں رہے گا بلکہ اسے نکال لیا جائے گا اور اس کا دائمی مکان جنت ہوگا۔

سوال: کہیں جو کے دانے کا ذکر ہے، کہیں گندم کے دانے کا بیان ہے اور کہیں ذرہ بھر ایمان کا تذکرہ ہے یہ تو تعارض ہوا؟

ان سے مراد تعداد یا وزن ہرگز نہیں ہے' بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کے دل میں کم سے کم درجہ کا بھی ایمان ہوگا اسے جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

☆ دوسری حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان کیا جائے گا کہ جس کلمہ گو نے مجھے کبھی بھی اپنے دل میں یاد کیا ہو یا وہ مجھ سے خوفزدہ ہوا ہو، اسے جہنم سے نکال لیا جائے۔ چنانچہ فرشتے حکم الٰہی کی تعمیل کریں گے۔

☆ تیسری حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جہنم سے آخری مسلمان کو نجات ملے گی تو اسے جنت میں داخل ہونے کا حکم ہو گا' وہ عرض کرے گا جنت تو بھر چکی ہے اور میرے لیے اس میں جگہ باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی طلب کا حکم ہوگا' وہ جنت کا طالب ہوگا اور اسے دنیا کے دس گنا کے برابر جنت دی جائے گی۔

☆ چوتھی روایت میں ایک ایسے کلمہ گو کی جہنم سے نجات کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ وہ بہت گناہگار ہوگا' اللہ کی طرف سے اس پر یہ کرم ہوگا کہ اس کے تمام گناہ نیکیوں میں تبدیل کردیے جائیں گے، حتیٰ کہ اس کے ناقابل برداشت اور کبیرہ گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل کردیے جائیں گے۔ پھر اسے جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

☆ پانچویں تا آٹھویں احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں صرف کفار اور مشرکین نہیں جائیں گے بلکہ بعض مسلمان بھی جائیں گے جو اپنے گناہوں کے سبب بطور سزا جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ کفار ومشرکین تو دائمی طور پر جہنمی کا ایندھن بنیں گے لیکن مسلمانوں کو نکال لیا جائے گا اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم سے آزادی دی جائے گی، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ھولاء عتقاء اللہ، یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزاد شدہ ہیں''۔ اہل جنت بھی اس جماعت کو اسی نام سے پکاریں گے' جب کہ وہ لوگ اس نام کو برا محسوس کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سے یہ نام ہٹا دیا جائے گا' اور انہیں جنتی کہہ کر پکارا جائے گا۔ بعدازاں اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ جنت میں اور جہنمی لوگ دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے۔

☆ آخری حدیث باب میں اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ درس دیا گیا ہے کہ جہنم سے بچنے یعنی اصلاح عقائد واعمال کی طرف خصوصی سے توجہ دینا چاہیے، تاکہ اعمال سیہ کے نتیجہ میں عذاب سے بچا جاسکے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس سلسلہ میں

ہم عدم توجہ کا شکار ہیں۔ اسی طرح دخول جنت کا بھی ہمیں سامان کرنا چاہیے لیکن اس بارے میں بھی سستی کا شکار ہیں۔
الغرض! دخول جنت اور اجتناب عذاب جہنم کا تصور ہمہ وقت ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے تاکہ اپنی منزل کی راہ اختیار کرنے میں ہم سب سے بے احتیاطی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ النِّسَآءُ

باب 10: جہنم میں اکثریت خواتین کی ہوگی

2527 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِطَّلَعْتُ فِى الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِى النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَآءَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے جنت میں جھانکا تو مجھے اس میں اکثریت غریب لوگوں کی نظر آئی اور میں نے جہنم میں جھانکا تو مجھے اس میں اکثریت خواتین کی نظر آئی۔

2528 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّعَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِىُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَوْفٌ هُوَ ابْنُ اَبِىْ جَمِيْلَةَ عَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِطَّلَعْتُ فِى النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِى الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَّهٰكَذَا يَقُوْلُ عَوْفٌ عَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّيَقُوْلُ اَيُّوْبُ عَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّكِلَا الْاِسْنَادَيْنِ لَيْسَ فِيْهِمَا مَقَالٌ وَّيُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ اَبُوْ رَجَاءٍ سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيْعًا وَّقَدْ رَوٰى غَيْرُ عَوْفٍ اَيْضًا هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ۔

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے جہنم میں جھانکا تو مجھے اس میں اکثریت خواتین کی نظر آئی اور میں نے جنت میں جھانکا تو مجھے اکثریت غریب لوگوں کی نظر آئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عوف نامی راوی نے ابورجاء کے حوالے سے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے، اسے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ایوب یہ کہتے ہیں: یہ ابورجاء کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی گئی ہے۔

2527۔ اخرجه البخاری تعليقاً (۱۱/۲۷۸): كتاب الرقاق؛ باب: فضل الفقر، حديث (۶۴۴۹) من طريق صخر و حماد بن نجيح؛ عن ابی رجاء عن ابن عباس، و مسلم (۴/۲۰۹۶): كتاب الرقاق؛ باب: اكثر اهل الجنة الفقراء و اكثر اهل النار النساء، حديث (۹۴/۲۷۳۷)، و احمد (۴/۴۴۳)۔ من طريق ابونجيح، به۔

2528۔ اخرجه البخاری (۶/۳۶۶): كتاب بدء الخلق؛ باب: ما جاء فی صفة الجنة و انها مخلوقة، حديث (۳۲۴۱) و اطرافه فی: (۵۱۹۸، ۶۴۴۹، ۶۵۴۶)، و احمد (۴/۴۲۹) من طريق ابی رجاء، فذكره۔

ان دونوں سندوں کے اندر کوئی کلام نہیں کیا گیا اور اس بات کا احتمال موجود ہے: ابورجاء نے یہ حدیث ان دونوں حضرات سے سنی ہو۔

یہ روایت عوف نامی راوی کے علاوہ بھی نقل کی گئی ہے' جو ابورجاء کے حوالے سے' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

اہل جہنم میں عورتوں کی اکثریت شرح ہونا:

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں جنت کا معائنہ کیا تو اہل جنت میں سے اکثریت فقراء کی تھی۔ فقراء کی اکثریت کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں:

1۔ دنیا میں اغنیاء کے مقابلے میں فقراء کی اکثریت ہے اور یہی اکثریت آخرت میں برقرار رہے گی۔

2۔ دنیا میں فقراء حرام اور ناجائز ذرائع کے استعمال سے دور رہتے ہیں۔

آخرت میں مختصر سا حساب و کتاب چکانے کے بعد جنت میں جلدی اور آسانی سے داخل ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے ان کی تعداد بھی زیادہ ہوگی اس کے برعکس اغنیاء دنیا میں حرام سے بچنے اور ناجائز ذرائع استعمال کرنے میں بے احتیاطی سے کام لیتے رہے۔ اس کی پاداش میں انہیں آخرت میں اپنے کیے کا بدلہ دینا پڑے گا اور وہ مؤاخذہ کا شکار ہو جائیں گے۔ اس طرح جنت میں ان کی تعداد قلیل ہوگی۔

سفر معراج کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا بھی معائنہ کیا تو اس میں اکثریت عورتوں کی ملاحظہ فرمائی۔ جہنم میں خواتین کی اکثریت کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں:

1۔ عورتیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و معصیات کا ارتکاب زیادہ کرتی ہیں۔

2۔ عورتیں اپنے شوہروں کی نافرمانی کرنے کی عادی ہوتی ہیں۔

3۔ عورتیں کم عقل ہوتی ہیں' کیونکہ ایک مرد کے مقابل دو عورتوں کی گواہی برابر ہوتی ہے۔

4۔ عورتیں کم دین بھی ہوتی ہیں، کیونکہ بلوغت کے بعد تقریباً تاحیات ہر مہینہ میں ان کی کئی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

2529 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ فِىْ اَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِىْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

2529۔ اخرجه البخاری (۱۱/ ۴۲۴، ۴۲۵): کتاب الرقاق، باب: صفة الجنة و النار، حدیث (۶۵۶۱، ۶۵۶۲) و مسلم (۱/ ۱۹۶) - الطبعی: کتاب الایمان: باب: اهون اهل النار عذابا، حدیث (۳۶۲، ۳۶۳/ ۲۱۳) و احمد (۴/ ۲۷۱) - من طریق ابو اسحاق، فذکره۔

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جہنم میں سب سے کمتر عذاب اس شخص کو ہوگا جس کے تلووں کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھے جائیں گے جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھولے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی آدمی

حدیث باب اور صحیحین کی روایات میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جہنمی لوگوں میں سے جس شخص کو سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا وہ ہے جسے آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے اور آگ کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جس طرح چولہے پر رکھی ہوئی دیگچی کھولتی ہے۔ وہ شخص خیال کرے گا کہ جہنم کا زیادہ عذاب اسے دیا جا رہا ہے حالانکہ اسے سب سے ہلکا عذاب دیا جا رہا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْ طَالِبٍ ۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج ۱۱، ص ۴۳۸) یعنی اہل جہنم میں سے جسے سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا، وہ ابوطالب ہیں"۔ انہیں بطور عذاب آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جو عذاب جہنم کی ہلکی صورت ہوگی۔

2530 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُتَكَبِّرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں بتاؤں؟ ہر وہ شخص جو بظاہر بے حیثیت لگتا ہو اور کمزور (نظر آتا) ہو لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھا لے تو اللہ تعالیٰ اسے پوری کردے (وہ جنتی ہوگا) اور کیا میں تم اہل جہنم کے بارے میں بتاؤں؟ ہر سرکش، بددماغ، متکبر شخص (جہنمی ہوگا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2530۔ اخرجہ البخاری (۸/۵۲۰): کتاب التفسیر: باب: (عتل بعد ذلک زنیم)، حدیث (۴۹۱۸)، وطرفہ فی: (۶۰۷۱، ۶۶۵۷)، و مسلم (۴/۲۱۹۰): کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمہا و اہلہا: باب: النار یدخلہا الجبارون، و الجنۃ یدخلہا الضعفاء، حدیث (۳۴-۳۵/۲۸۵۳)، و ابن ماجہ (۲/۱۳۷۸): کتاب الزہد: باب: من لا یوبہ لہ، حدیث (۴۱۱۶)، و احمد (۴/۳۰۶)، و عبد بن حمید (۱۷۴): حدیث (۴۷۷)، من طریق معبد بن خالد، فذکرہ۔

شرح

عجز وانکسار جنتی ہونے کی اور وہ تکبر وغرور جہنمی ہونے کی علامت ہونا

حدیث باب کا مطلب سمجھنے کے لیے دو امور پیش نظر رکھنا ضروری ہیں:

1- ہر زبان میں تابع اور متبوع کا اصول جاری ہوتا ہے لیکن عربی کے علاوہ ہر زبان میں تابع مہمل وغیر مقصود ہوتا ہے جبکہ عربی زبان میں تابع بامعنیٰ ہوتا ہے اس کے ذریعے ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی مطلوب ہوتی ہے پھر تابع مع متبوع فقرے کا مفہوم واضح کرتے ہیں' مثلاً ارشاد ربانی ہے: نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ہم انہیں گہرے سایہ میں داخل کریں گے"۔ اس ارشاد میں لفظ: ظلاً متبوع اور لفظ ظـلیلاً تابع ہے' جو تاکید کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے' کیونکہ زبان کی تنگ دامنی کے باعث اس میں کوئی ایسا جامع لفظ موجود نہیں ہوتا جو مکمل مفہوم واضح کر سکے۔ تاہم اس طرح چند الفاظ کو ملا کر مفہوم کی وضاحت کی جاتی ہے۔

2- عربی زبان کے علاوہ ہر زبان میں متبوع کا ایک تابع ہو سکتا ہے (جو مہمل بھی ہوتا ہے) مثلاً چائے وائے' کھانا وانا اور بات چیت وغیرہ۔ جس طرح عربی زبان میں ایک موصوف کی متعدد صفات آ سکتی ہیں' اسی طرح ایک متبوع کے متعدد تابع بھی آ سکتے ہیں' جن کا محض مقصد ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرنا ہوتا ہے مثلاً جیسے: زَيْدُ نِ الْعَالِمُ الْفَاضِلُ الْعَاقِلُ حَاضِرٌ۔ توابع کا مقصد متبوع کے معنیٰ میں تاکید وزیادتی پیدا کرنا ہوتا ہے۔

مفہوم حدیث:

حدیث باب میں دو اہم مضمون بیان کیے گئے ہیں:

1- عجز وانکسار وصف محمود ہے' جو انسان سے مطلوب ہے اور اگر یہ دین کے ساتھ جمع کر دیا جائے تو آدمی کو جنت نشین بنا دیتا ہے۔ ان اوصاف کے حامل شخص کی فضیلت زبان نبوت سے بایں الفاظ بیان کی گئی ہے: لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ۔ اگر وہ شخص کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کر دیتا ہے"۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو پسند کرتا ہے' وہی الفاظ اس کی زبان سے نکلتے ہیں جو پورے کر دیے جاتے ہیں یا جو وہ چاہتا ہے تو اس کی خواہش کے مطابق زبان سے الفاظ ادا ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں پورا کر دیتا ہے۔ بہرصورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے مقام قبولیت حاصل ہو جاتا ہے اور اہل جنت میں شمار کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں لوگوں کے دلوں میں بھی اس کی قدر ومنزلت بڑھ جاتی ہے۔

2- تکبر وغرور مبغوض ہے' انسان سے غیر مطلوب ہے اور جس آدمی میں یہ ناسور پایا جائے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں غیر مقبول بلکہ اہل جہنم میں شمار ہوتا ہے۔ ایسا شخص عذاب الٰہی کا حقدار ہوتا ہے۔

ایسے شخص کی زبان نبوت سے بایں الفاظ مذمت بیان کی گئی ہے۔ كُلُّ مُعْتَلٍ جَوَّاظٍ مُتَكَبِّرٍ۔ یعنی سخت مزاج ومتکبر شخص اہل جہنم میں سے ہوگا"۔ یعنی تکبر وغرور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور جس شخص میں یہ مرض ہوگا وہ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکے گا بلکہ جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

كِتَابُ الْإِيمَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ

ایمان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

ماقبل سے ربط

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بحث سے فارغ ہوئے تو اب ایمان کی بحث کا آغاز کر رہے ہیں کیونکہ قرآن کریم میں اعمال صالحہ کے ساتھ ''ایمان'' کی قید مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ○ (النساء: ۱۲۴) ''جو آدمی بھی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مؤمن ہو وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔'' قرآن کریم کے مضمون سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ اور ایمان کے مابین چولی دامن کا تعلق ہے۔ تاہم اعمال صالحہ مقدم رکھے گئے ہیں اور ایمان مؤخر ہے۔ یہاں بھی تقدیم وتاخیر کی یہی ترتیب پیش نظر رکھی گئی ہے۔

ایمان کا لغوی واصطلاحی مفہوم

لفظ: ایمان ثلاثی مزید فیہ باب افعال کا مصدر ہے جس کا لغوی معنی ہے: کسی کی بات کو درست تسلیم کرتے ہوئے اسے سچا قرار دینا اور اس کی تصدیق کرنا۔ اس کا اصطلاحی وشرعی مفہوم ہے: وہ حقائق وامور جو انسانی عقل ودانش سے بلند وبالا ہیں لیکن انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو ان کا درس دیا انہیں تسلیم کرنا۔ مثلاً ذات باری صفات باری تعالیٰ احکام خداوندی انبیاء آسمانی کتب ملائکہ یوم آخرت اور جنت ودوزخ وغیرہ۔

ایمانیات کی تفصیلی بحث

وہ حقائق وامور جو ایمانیات پر مشتمل ہیں کثیر ہیں۔ ان میں سے چند اہم عقائد درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا: ذات صفات احکام اور ان امور کے تقاضوں میں اللہ تعالیٰ کو ایک تسلیم کرنا ہے۔ علاوہ ازیں اسے عیب ونقص سے پاک کائنات کا مالک ومختار اور ہر ایک کا روزی رساں ماننا ہے۔

۲- آسمانی کتب پر ایمان لانا: اللہ تعالیٰ نے جہاں لوگوں کی اصلاح وتربیت کے لیے انبیاء کرام بھیجنے کا اہتمام فرمایا وہاں بطور نصاب آسمانی کتب بھی نازل فرمائیں۔ دیگر صحائف وکتب کے علاوہ چار مشہور آسمانی کتب ہیں جو چار مشہور انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئی ہیں۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی۔ قرآن کریم کے علاوہ ہر آسمانی کتاب وصحیفہ تحریف شدہ ہے۔ قرآن کریم تحریف سے اس لیے پاک ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا تھا۔ قرآن کریم مضامین کے اعتبار سے تمام

آسمانی کتب کا جامع ہے۔ان کتب پر ایمان ضروری ہے۔

۳-انبیاء پر ایمان لانا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔انبیاء کرام تلامیذ الٰہی ہیں اور اپنی قوم کے معلمین ہوتے ہیں۔ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش ہے۔رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔کسی بھی نبی کی توہین وتنقیص کفر ہے۔کسی ایک نبی کا انکار تمام انبیاء کے انکار کے مترادف ہے اور کفر ہے۔ان پر ایمان لانا بھی مؤمن کے لیے ضروری ہے۔

۴-ملائکہ پر ایمان لانا: دیگر امور کی طرح ملائکہ پر ایمان لانا اور ان کے وجود کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔ملائکہ اللہ تعالیٰ کی معصوم مخلوق ہے جو عمداً یا سہواً جو حکم خداوندی کے خلاف نہیں کر سکتے اور معصیات کا ارتکاب بھی نہیں کر سکتے۔انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح ان کی توہین وتنقیص بھی کفر ہے۔یہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور عبادت وریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مختلف ڈیوٹیوں پر تعینات ہیں۔چار مشہور فرشتوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام (۲) حضرت میکائیل علیہ السلام (۳) حضرت عزرائیل علیہ السلام (۴) حضرت اسرافیل علیہ السلام

۵-قیامت کے دن پر ایمان لانا: دنیا کے آخری دن کو قیامت کہا جاتا ہے جس دن زمین وآسمان شجر وحجر اور شمس وقمر وغیرہ کا نظام عام معمول سے تبدیل ہو جائے گا۔یہ دن پچاس ہزار سال پر مشتمل ہوگا۔اس دن لوگوں کے درمیان عدل وانصاف اور حساب وکتاب ہوگا۔اس دن پر ایمان رکھنا بھی لازمی وضروری ہے۔اس دن کا انکار کفر ہے۔

۶-اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا: اللہ تعالیٰ نے روز اول سے کائنات کے نظام کو چلانے کا جو پروگرام تشکیل دیا تھا اس کا نام تقدیر ہے۔جو اعمال وعقائد انسان کے لیے مفید ونافع نہیں تھے ان کا تعین کر دیا گیا اور جو مضر ونقصان دہ تھے ان کو بھی بیان کر دیا گیا۔ہر تقدیر کی تصدیق کرنا ضروری ہے اور اس کا انکار گمراہی وقریب الکفر ہے۔اچھی تقدیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی اور بری تقدیر کی نسبت بندے کی طرف کی جائے گی۔

فائدہ نافعہ:

امور ستہ کی طرح جنت ودوزخ پل صراط میزان عدل حوض کوثر شفاعت کبریٰ اور شفاعت صغریٰ پر ایمان بھی ضروری ہے۔

سوال: شرعی نقطہ نظر سے ملائکہ پر ایمان لانا ضروری ہے ملائکہ پر ایمان لانا ضروری کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب: انسان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی جسمانی اور روحانی ضروریات کا انتظام بھی کر دیا۔جسمانی طور پر ان کے لیے اشیاء خورد ونوش کا اہتمام کر کے ایمانیات واعمال صالحہ اپنانے کا پیغام دیا تا کہ تمام لوگ اپنے پروردگار کے فرمانبردار بن کر جنت میں داخل ہو جائیں۔اسی طرح انسان کی روحانی خوراک وتربیت کا اہتمام بھی کیا گیا جو انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطہ سے ممکن ہوا کیونکہ براہ راست انسانوں سے خطاب اللہ تعالیٰ کا طریقہ نہیں ہے۔تاہم انبیاء پر نزول وحی اور پیغام رسانی کا اہتمام فرشتوں کے ذریعے کیا گیا ہے۔چونکہ پیغام الٰہی انسانوں تک پہنچانے کے لیے ملائکہ واسطہ بنتے ہیں اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح ان پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔

سوال: اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب: تمام انبیاء کی کتب کا سرچشمہ ایک ہے، سب کے سب ایک ذات کے ترجمان ہیں اور سب کا مقصد بعثت بھی ایک ہے، لہٰذا اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ علاوہ ازیں سب کا دین بھی ایک ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک "دین اسلام" ہے۔ تاہم شرائع اور ان کے احکام مختلف تھے مثلاً غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کرنے اور ہمشیرہ حقیقی کے ساتھ نکاح کرنے کا جواز وغیرہ۔

اسلام کا معنی و مفہوم

لفظ: اسلام بھی ثلاثی مزید فیہ باب افعال کا مصدر ہے، جس لغوی معنی ہے: فرمانبردار ہونا، اطاعت قبول کرنا، اپنے آپ کو کسی کے سپرد کرنا۔ اس کا اصطلاحی و شرعی معنی ہے: احکام الٰہی کو تسلیم کرنا اور انہیں تاحیات دستور عمل بنانا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا (سورۃ الحج) تمہارا معبود ایک ہے، پس تم اس کی اطاعت کرو۔" دوسرے مقام پر یوں فرمایا گیا ہے: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آل عمران) جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین تلاش کرتا ہے، وہ اس کی طرف سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹے والے لوگوں میں سے ہوگا۔" مزید ایک مقام پر فرمایا گیا ہے: وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ (سورۃ النساء) اور دین کے اعتبار سے اس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے، جو اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے؟

حدیث جبریل علیہ السلام میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے "اسلام" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:

(۱) توحید و رسالت کی گواہی دینا

(۲) نماز پڑھنا

(۳) زکوٰۃ ادا کرنا

(۴) رمضان المبارک کے روزے رکھنا

(۵) بیت اللہ کا حج کرنا۔

اس جواب میں زبانِ نبوت سے ارکان اسلام پانچ بیان کیے گئے ہیں۔ پہلے رکن کا تعلق عقائد و ایمانیات سے ہے یعنی توحید و رسالت کی گواہی دینا۔ یہ بیان کر کے تمام عقائد و نظریات کو تسلیم کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور عقائد میں اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے بیان کیا گیا ہے ورنہ مراد تمام ہیں۔ آخری چار ارکان کا تعلق اعمال کے ساتھ ہے۔

سوال: ایمان اور اسلام میں کیا فرق ہے؟

جواب: ایمان و اسلام کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) ایمان کا تعلق عقائد کے ساتھ اور اسلام کا تعلق اعمال کے ساتھ ہے۔ (۲) ایمان اور اسلام دونوں مترادف و ہم معنی ہیں (۳) ایمان اور اسلام کا استعمال ایک دوسرے کی جگہ پر ہوسکتا ہے، جس طرح حدیث جبریل علیہ السلام میں صراحت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

باب 1: (نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان) مجھے یہ حکم دیا گیا ہے: میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ کلمہ نہ پڑھ لیں

2531 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا مَنَعُوْا مِنِّىْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے: میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک وہ یہ اعتراف نہ کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' جب وہ یہ اعتراف کرلیں گے' تو وہ اپنے خون اور اپنے اموال کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے البتہ ان کا حق باقی رہے گا' اور ان لوگوں کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2532 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِىِّ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا تُوُفِّىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْ بَكْرٍ بَعْدَهُ كَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِىْ بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّىْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ اِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الزَّكٰوةِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِىْ عِقَالًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَيْتُ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِىْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ

2531- حديث ابی هريرة رواه مسلم (۱/۲۳۲ - نووی) كتاب الايمان' باب: الامر بقتال الناس' حديث (۳۵/۲۱) و ابو داؤد (۲/۵۰) كتاب: الجهاد باب: على ما يقاتل المشركون' حديث (۲۶۴۰)' و النسائی (۷/۷۹) كتاب: تحريم الدم' و ابن ماجه (۲/۱۲۹۵) كتاب الفتن' باب: الكف عمن قال: لا اله الا الله (۳۹۲۷)' واحمد (۲/۳۷۷)۔

2532- رواه النسائی (۷/۷۷) كتاب: تحريم الدم' واحمد (۱/۱۱)' (۲/۴۲۳' ۵۲۸)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَهٰكَذَا رَوٰى شُعَيْبُ بْنُ اَبِىْ حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَرَوٰى عِمْرَانُ الْقَطَّانُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ وَّهُوَ حَدِيْثٌ خَطَاٌ وَّقَدْ خُوْلِفَ عِمْرَانُ فِىْ رِوَايَتِهٖ عَنْ مَعْمَرٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا اور ان کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا گیا' تو کچھ عرب کافر ہو گئے' تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ایسے لوگوں کے ساتھ کیسے جنگ کریں گے؟ جبکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

"مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ یہ اعتراف نہ کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور جو شخص یہ اعتراف کرلے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' تو وہ اپنے مال کو اور اپنی جان کو مجھ سے محفوظ کر لے گا' اور اس کا حق باقی رہے گا' اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا"۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ایسے شخص کے ساتھ ضرور جنگ کروں گا' جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا' کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر وہ لوگ مجھے ایسی رسی دینے سے بھی انکار کریں جو وہ نبی اکرم ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے' تو میں ان کے اس انکار کرنے پر بھی ان لوگوں کے ساتھ جنگ کروں گا' تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اس وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر عطا کیا ہے اور مجھے یہ پتہ چل گیا کہ ان کی رائے ٹھیک ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شعیب بن ابوحمزہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، عبیداللہ بن عبداللہ کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے۔

عمران القطان نے اس روایت کو معمر کے حوالے سے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تاہم یہ حدیث خطا ہے' کیونکہ عمران نامی راوی کے معمر سے نقل کرنے کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

شرح

قبول ایمان پر جنگ بندی کرنا

پہلی حدیث باب سے متعلق چند اہم امور وضاحت طلب ہیں' جو سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- دوران جنگ جب دشمن فوج کا فرد یا قوم ایمان لے آئے تو اس سے جنگ بندی کرنا ضروری ہو جاتا ہے' کیونکہ قبول اسلام سے دشمن ہمارا اسلامی بھائی بن جاتا ہے اور بھائی سے لڑائی کرنا منع ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (القرآن) "مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔

۲۔جس طرح نصف آیت: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پر اکتفاء کیا جائے تو آیت کا مفہوم تبدیل ہو جاتا ہے یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ' تم نماز ادا نہ کرو'۔ ہاں جب آیت کا دوسرا حصہ ساتھ ملایا جائے تو مفہوم درست ہو جاتا ہے: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى" تم حالت نشہ میں نماز ادا نہ کرو۔" یہ مفہوم بالکل درست ہے' کیونکہ نشہ کی حالت میں نماز ادا کرنے سے قرآن پاک غلط پڑھا جائے گا جس کے نتیجہ میں نماز درست نہیں ہوگی۔

اسی طرح اگر نصف حدیث پر اکتفاء کیا جائے تو دو خرابیاں لازم آئیں گی:

(۱) جنگ کے ذریعے اسلام پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے اور جنگ کے ذریعے اسلام پھیلا ہے۔

(۲) تلوار کی مدد سے اسلام پھیلا ہے۔ یہ مفہوم غلط ہے۔ پوری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اسلام جنگ کرنے کا حکم نہیں دیتا اور نہ تلوار کے ذریعے اسلام پھیلا ہے جبکہ اسلام جنگ بندی کا حکم دیتا ہے۔

(۳) حدیث باب کے الفاظ: لا الہ الا اللہ کہنے سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے' بلکہ پورا دین اسلام ہے۔ اس کی وضاحت حدیث کے الفاظ "الا بحقها" میں موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد کوئی شخص احکام خداوندی اور حدود اسلامی سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔

(۴) الفاظ حدیث: حسابهم على الله ' کا مفہوم یہ ہے کہ قبول اسلام سے قبل کے جرائم یا قبول اسلام کے بعد دی جانے والی شرعی سزا کے بعد کسی مسلمان کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کے جرم پر انگشت نمائی کرے بلکہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہ جو چاہے کرے۔

(۵) قبول اسلام کے بعد دشمن سے جنگ کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جہاد کا بنیادی مقصد لوگوں کی اصلاح کرنا' امن و امان قائم کرنا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرنے کا پیغام دینا ہے' تاکہ لوگ اپنے مالک حقیقی کو خوش کر کے جنت کے حقدار بن جائیں۔ یہ مقصد حاصل ہو جانے کے بعد جنگ و قتال کے جواز کی صورت باقی نہیں رہتی۔

دوسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر دور حاضر تک متفقہ ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اس بارے میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارتداد کی بنا پر اسود عنسی' مسیلمہ کذاب اور ان کے متبعین سے جہاد کیا تھا۔ تاہم مانعین زکوٰۃ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اعلان جہاد ارتداد کی بنا پر نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کے تحفظ کے لیے تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی خیال کیا تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مانعین زکوٰۃ سے ارتداد کی بنا پر جہاد کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اسی حدیث باب سے معارضہ پیش کیا تھا۔ خلیفہ وقت نے بعض صحابہ کی مخالفت کے باوجود اعلان کر دیا تھا کہ قسم بخدا! جو شخص دور رسالت میں ایک رسی بھی بطور زکوٰۃ دیتا تھا اب وہ ادا نہ کرے گا تو میں اس سے جہاد کروں گا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انشراح صدور کی دولت حاصل ہوئی تو انہوں نے بھی خلیفہ وقت کے مؤقف کی تائید کر دی تھی۔ یاد رہے کہ انکار زکوٰۃ کفر ہے لیکن ترک زکوٰۃ یعنی بروقت ادا نہ کرنا کفر نہیں ہے' بلکہ گناہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقِتَالِهِمْ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

باب 2: (نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان) مجھے یہ حکم دیا گیا ہے: میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ کلمہ نہ پڑھ لیں اور نماز ادا نہ کریں

2533 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الطَّالِقَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنْ يَّسْتَقْبِلُوْا قِبْلَتَنَا وَيَاْكُلُوْا ذَبِيْحَتَنَا وَاَنْ يُّصَلُّوْا صَلَاتَنَا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے: میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور وہ لوگ ہمارے قبلہ کی طرف رخ نہ کریں' اور ہمارے ذبیحہ کو کھائیں نہیں اور ہماری طرح نماز نہ پڑھیں' جب وہ ایسا کرلیں گے' تو ہمارے لیے ان کے خون اور ان کے اموال قابلِ احترام ہو جائیں گے البتہ ان کا حق باقی رہے گا' اور انہیں ہر وہ حق حاصل ہوگا' جو مسلمانوں کو حاصل ہے اور ان پر ہر وہ چیز لازم ہوگی جو مسلمانوں پر لازم ہے۔

اس بارے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

یحییٰ بن ایوب نے اسے حمید کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

2534 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُعَيْرِ بْنِ الْخِمْسِ التَّمِيْمِيِّ عَنْ

2533- اخرجه احمد (۳/۱۹۹، ۲۲۴) و البخاری (۱/۵۹۲) کتاب الصلاۃ: باب: فضل استقبال القبلۃ: حدیث (۳۹۲)- و ابوداؤد (۲/۵۰-۵۱) کتاب الجہاد: باب: علی ما یقاتل المشرکون: حدیث (۲۶۴۱) رقم (۲۶۴۲) و النسائی (۷/۷۶) کتاب تحریم الدم (۸/۱۰۹) کتاب: الایمان و شرائعہ باب: علی ما یقاتل الناس-

2534- اخرجه الحمیدی (۲/۳۰۸) الحدیث رقم (۷۰۲)-

حَبِیبِ بْنِ اَبِی ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
متنِ حدیث: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَیْتِ وَفِی الْبَاب عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَسُعَیْرُ بْنُ الْخِمْسِ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ الْجُمَحِیِّ عَنْ عِکْرِمَةَ بْنِ خَالِدِ الْمَخْزُوْمِیِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔

اس بارے میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ یہ حدیث ایک اور سند کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کی گئی ہے۔

سعیر بن خمس نامی راوی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

لا الٰہ الا اللہ سے پورا دین مراد ہونا

الفاظ حدیث: لا الٰہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ طیبہ بلکہ تمام عقائد و اعمال ہیں۔ نماز کا تذکرہ دوسری عبادات کے مقابلہ میں اس کی اہمیت کے باعث کیا گیا ہے ورنہ تمام عبادات مراد ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس توحید و رسالت کا تذکرہ اسلامی عقائد میں اہمیت کی بنا پر مذکور ہے ورنہ یہاں مراد تمام عقائد ہیں۔ جس طرح اسلامی اعمال میں سے ایک کا انکار تمام اعمال کا انکار ہے، بالکل اسی طرح اسلامی عقائد میں سے ایک کا انکار تمام عقائد کا انکار ہے۔

فائدہ نافعہ:

مسلمان ہونے کے لیے محض توحید باری تعالیٰ کا اقرار کافی نہیں ہے، کیونکہ توحید کا اقرار تو یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی کرتے ہیں لیکن وہ مسلمان نہیں ہیں۔ مسلمان ہونے کے لیے تمام اسلامی عقائد کو تسلیم کرنا اور تمام اعمال کو اپنانا ضروری

ہے۔علاوہ ازیں نومسلموں اور قدیم مسلمانوں میں کوئی امتیاز و فرق نہیں ہے' کیونکہ تمام کے حقوق و فرائض دین اسلام کی نظر میں یکساں ہیں۔

دوسری حدیث باب میں اسلام کے ارکان خمسہ بیان کیے گئے ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) توحید و رسالت کا اقرار

(۲) نماز ادا کرنا

(۳) زکوٰۃ ادا کرنا

(۴) رمضان المبارک کے روزے رکھنا

(۵) بیت اللہ کا حج کرنا۔

ایک قول کے مطابق ایمان اور اسلام دونوں مترادف ہیں اور باہم ان کا اطلاق ایک دوسرے پر جائز ہے۔جس طرح ارکان خمسہ اسلام کے ہیں' اسی طرح یہی ارکان ایمان بھی ہیں۔قسم اول کا تعلق ایمان سے اور باقی چار کا تعلق اسلام سے ہے۔

سوال: ارکان اسلام صرف پانچ نہیں ہیں بلکہ جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی ان میں شامل ہیں۔اس طرح ان کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے' پھر پانچ کیوں بتائی گئی ہے؟

جواب: بلاشبہ ارکان اسلام کی تعداد پانچ سے زائد ہے لیکن حدیث میں پانچ بیان کرنے کا مقصد ان کی برتری و افضلیت ہے۔علاوہ ازیں یہاں ارکان سے تحدید مراد نہیں ہے' لہٰذا جہاد اور امر بالمعروف و نہی المنکر ان سے خارج نہیں ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ وَصْفِ جِبْرِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِیْمَانَ وَالْاِسْلَامَ

باب 3: حضرت جبریل علیہ السلام کا نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایمان اور اسلام کا ذکر کرنا

2535 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِیُّ اَخْبَرَنَا وَكِیْعٌ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: اَوَّلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِی الْقَدَرِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِیُّ قَالَ فَخَرَجْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِیُّ حَتّٰى اَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ فَقُلْنَا لَوْ لَقِيْنَا رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا اَحْدَثَ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمُ قَالَ فَلَقِيْنَاهُ يَعْنِیْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَهُوَ خَارِجٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ قَالَ فَاكْتَنَفْتُهُ اَنَا وَصَاحِبِیْ قَالَ فَظَنَنْتُ اَنَّ صَاحِبِیْ سَيَكِلُ الْكَلَامَ اِلَیَّ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّ قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ وَيَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا قَدَرَ وَاَنَّ الْاَمْرَ اُنُفٌ قَالَ فَاِذَا لَقِيْتَ اُولٰٓئِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنِّیْ مِنْهُمْ بَرِیْءٌ وَّاَنَّهُمْ مِنِّیْ بُرَآءُ وَالَّذِیْ يَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا قُبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ ثُمَّ اَنْشَاَ يُحَدِّثُ فَقَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ

2535۔ اخرجه مسلم (۱/۱۷۷ - نووی) كتاب الايمان' باب: بيان الايمان و الاسلام و الاحسان' حديث: (۱/۸) و النسائی فی السنن الكبرىٰ (۶/۵۲۸) كتاب الايمان و شرائعه' باب: نعت الاسلام' حديث (۱۱۷۲۱)۔

الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعَرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَلْزَقَ رُكْبَتَهُ بِرُكْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مَا الْاِيْمَانُ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ فَمَا الْاِسْلَامُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَحَجُّ الْبَيْتِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ قَالَ فَمَا الْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنَّكَ اِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ فِيْ كُلِّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَهٗ صَدَقْتَ قَالَ فَتَعَجَّبْنَا مِنْهُ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ فَمَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَمَا اَمَارَتُهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ اَصْحَابَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ عُمَرُ فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَلَاثٍ فَقَالَ يَا عُمَرُ هَلْ تَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ ذَاكَ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ مَعَالِمَ دِيْنِكُمْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ كَهْمَسٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوُ هٰذَا عَنْ عُمَرَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحِيْحُ هُوَ ابْنُ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ

◆◆ یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں: سب سے پہلے تقدیر کے بارے میں معبد جہنی نے کلام کیا (یعنی اس کا انکار کیا)۔ یحییٰ بیان کرتے ہیں: میں اور حمید بن عبدالرحمان روانہ ہوئے۔ ہم لوگ مدینہ منورہ آئے۔ ہم نے سوچا کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی سے ہماری ملاقات ہوئی تو ہم ان سے ایسی باتوں کے بارے میں دریافت کریں گے جو اس قوم نے (تقدیر کے منکرین نے) نئے نظریات پیش کیے ہیں' تو ہماری ملاقات حضرت عبداللہ سے ہوئی۔ وہ اس وقت مسجد سے باہر آ رہے تھے۔ یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں میں نے اور میرے ساتھی نے انہیں گھیر لیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میرا ساتھی مجھے بات شروع کرنے کا موقعہ دے گا تو میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور علم بھی حاصل کرتے ہیں۔ وہ اس بات کے قائل ہیں: تقدیر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ہر کام خود سے ہوتا ہے' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم ان لوگوں سے ملو' تو انہیں یہ بتا دو کہ میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور ان لوگوں کا میرے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے نام کی عبداللہ قسم اٹھاتا ہے' اگر ان میں سے کوئی ایک شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے' تو بھی اس کی طرف سے وہ اس وقت تک قبول نہیں کیا جائے گا' جب تک وہ بری یا بھلی تقدیر پر ایمان نہیں لاتا۔ یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں: پھر انہوں نے گفتگو شروع کی اور یہ بات بیان کی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے۔ ایک شخص آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید تھے اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر سفر کا کوئی نشان نہیں نظر آ رہا تھا اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہیں تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اس نے اپنا گھٹنا نبی اکرم ﷺ کے گھٹنے کے ساتھ ملا دیا۔ پھر اس نے کہا: اے حضرت محمد ﷺ! ایمان کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ

نے ارشاد فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر آخرت کے دن پر اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔ اس نے دریافت کیا: اسلام سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اس نے دریافت کیا: احسان سے کیا مراد ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہر مرتبہ میں وہ نبی اکرم ﷺ سے یہی کہتا رہا: آپ نے ٹھیک فرمایا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں اس کی اس بات پر حیرت ہوئی کہ یہ خود ہی آپ سے سوال کر رہا ہے اور خود بھی تصدیق کر رہا ہے۔ پھر اس نے دریافت کیا: قیامت کب آئے گی؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص سے اس بارے میں سوال کیا گیا' وہ اس بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے عرض کی: اس کی نشانیاں کیا ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کنیز اپنے آقا کو جنم دے گی۔ تم ننگے پاؤں ننگے بدن غریب لوگوں' بکریوں کے چرواہوں کو دیکھو گے' وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں اونچی عمارات تعمیر کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس کے تین دن کے بعد میری ملاقات نبی اکرم ﷺ سے ہوئی تو آپ نے دریافت کیا: اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ وہ سوال کرنے والا شخص کون تھا؟ وہ جبریل علیہ السلام تھا' وہ تمہارے پاس اس لیے آیا تھا کہ تمہیں تمہارے دین کے بارے میں تعلیم دے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی نقل کی گئی ہے۔ جس کا مفہوم یہی ہے۔

اس بارے میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث نقل کی گئی ہیں۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ منقول ہے۔

یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔ تاہم زیادہ مستند روایت وہ ہے' جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سوالات اور زبان نبوت سے جوابات

حدیث باب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چند سوالات کے جوابات زبان نبوت سے دیے جانے کا تذکرہ ہے۔ سوالات و جوابات کا مقصد امت کو دین اسلام کے کلیدی و بنیادی ارکان سے آگاہ کرنا ہے' تاکہ لوگ ان پر عمل پیرا ہو کر جنت کا حصول یقینی بنا سکیں۔ حدیث باب کے حوالے سے چند اہم امور کی وضاحت سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

☆ ایمان و اسلام کے حوالے سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف سے چند سوالات کیے گئے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے جوابات دیے گئے ہیں۔ وضاحت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نہیں کی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کی گئی ہے۔ چونکہ اس کا سبب حضرت جبرائیل علیہ السلام بنے تھے اس لیے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی نسبت حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف کی ہے اور اسے نسبت مجازی کہا جاتا ہے۔

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تشریف فرما ہو کر ان سے مخاطب تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت جبرائیل کی اچانک آمد پر متعجب ہوئے اور تعجب کی کئی وجوہات تھیں:

(۱) ان کے کپڑوں کی سفیدی اور بالوں کی سیاہی ظاہر کرتی تھی کہ یہ مقامی باشندے ہیں لیکن صحابہ کے نزدیک وہ مقامی نہیں تھے کیونکہ کوئی بھی انہیں پہچانتا نہیں تھا۔ یعنی دو متضاد امور کے جمع ہونے پر حاضرین مجلس نے اظہار تعجب کیا تھا۔

(۲) سوالات بھی کر رہے تھے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیے جانے والے جوابات کی تائید و تصدیق بھی خود کر رہے تھے۔

☆ لفظ: احسان کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت نہایت یکسوئی سے کرنا۔ زبان نبوت سے اس کے دو درجات بیان کیے گئے ہیں:

(۱) بندہ اس انداز میں اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرے گویا اسے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ زیارت خداوندی کو "گویا کہ" کا درجہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ظاہری طور پر زیارت باری تعالیٰ ممکن نہیں ہے لیکن آخرت میں یہ نعمت ہر مسلمان کو میسر ہوگی۔

(۲) احسان کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

فائدہ نافعہ: حدیث باب نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ عام ہے کیونکہ لفظ "تعبد" کا اطلاق صرف نماز پر نہیں ہوتا بلکہ ہر عمل صالح اور نیکی پر ہوتا ہے یعنی ہر نیک کام احسان کے درجہ میں کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب زیادہ سے زیادہ حاصل ہو سکے۔

سوال: جب قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا: ما المسؤل عنها باعلم من السائل، جس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تھا؟

جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب عجز و انکسار کی بنا پر دیا

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذاتی علم کی نفی مراد ہو۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی عطاء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ جانتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔"

☆ قیامت کی دو علامات بیان کی گئی ہیں:

(۱) آنے والے وقت میں مغربی و شیطانی تعلیم سے متاثر ہو کر اولاد اپنے والدین پر حکم چلائے گی۔ عصر حاضر میں یہ سب کچھ عملی طور پر ہو رہا ہے۔

(۲) غریب اور عام لوگوں میں دولت کی اس قدر ریل پیل ہوگی کہ عمارات تعمیر کرانے میں باہم مقابلہ ہوگا۔

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف شکلوں میں حاضر ہوتے تھے:

(۱) عام آدمی کی شکل میں

(۲) مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں

(۳) اپنی اصل شکل میں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِضَافَةِ الْفَرَائِضِ اِلَی الْاِیْمَانِ

باب 4: فرائض کی نسبت ایمان کی طرف کرنا

2536 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِیُّ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَیْسِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّا هٰذَا الْحَیَّ مِنْ رَبِیْعَةَ وَلَسْنَا نَصِلُ اِلَیْكَ اِلَّا فِیْ اَشْهُرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَیْءٍ نَاْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوْ اِلَیْهِ مَنْ وَّرَآئَنَا فَقَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ جَمْرَةَ الضُّبَعِیُّ اسْمُهٗ نَصْرُ ابْنُ عِمْرَانَ وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ اَیْضًا وَّزَادَ فِیْهِ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِیْمَانُ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَذَكَرَ الْحَدِیْثَ سَمِعْتُ قُتَیْبَةَ بْنَ سَعِیْدٍ یَّقُوْلُ مَا رَاَیْتُ مِثْلَ هٰؤُلَآءِ الْفُقَهَاءِ الْاَشْرَافِ الْاَرْبَعَةِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّاللَّیْثِ بْنِ سَعْدٍ وَّعَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِیِّ وَعَبْدِ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیِّ قَالَ قُتَیْبَةُ كُنَّا نَرْضٰی اَنْ نَّرْجِعَ مِنْ عِنْدِ عَبَّادٍ كُلَّ یَوْمٍ بِحَدِیْثَیْنِ وَعَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ هُوَ مِنْ وَّلَدِ الْمُهَلَّبِ بْنِ اَبِیْ صُفْرَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عبدالقیس قبیلے کا وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے عرض کی: ربیعہ قبیلہ کی وجہ سے ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ آپ ہمیں ان چیزوں کا حکم دیں جنہیں ہم آپ سے سیکھ لیں اور اپنے پیچھے موجود لوگوں کو اس کی دعوت دیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا پھر آپ نے ان کے سامنے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا اس سے مراد یہ ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور جو مالِ غنیمت تمہیں حاصل ہو اس میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کی

2536۔ اخرجه النسائی، کتاب الایمان: باب: اداء الخمس من الایمان حدیث (۵۳) و مسلم، کتاب الایمان: باب: الامر بالایمان باللہ حدیث (۲۳، ۲۴، ۲۵) و ابوداؤد (۳۶۹۲) و النسائی (۸/۴۹۵) کتاب الایمان: باب: اداء الخمس حدیث (۵۰۴۶) من طریق ابی جمرة عن ابن عباس۔

مانند روایت نقل کی گئی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابو جمرہ ضبعی کا نام نصر بن عمران ہے۔ شعبہ نے ابوحمزہ کے حوالے سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ ایمان سے مراد کیا ہے؟ اس سے مراد یہ ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

میں نے قتیبہ بن سعید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں نے ان چار معزز فقہاء کی مانند اور کوئی شخص نہیں دیکھا۔

مالک بن انس، لیث بن سعد، عباد بن عباد مہلبی اور عبدالوہاب ثقفی

قتیبہ بیان کرتے ہیں: ہم اس بات سے بہت خوش ہوتے تھے کہ ہم روزانہ عباد کے پاس سے اٹھ کر آتے ہوئے دو حدیثیں ساتھ لے کر آئیں (یعنی ان کا علم حاصل کریں) عباس بن عباد نامی صاحب مہلب بن ابوصفرہ کی اولاد میں سے ہیں۔

شرح

ایمان کی طرف فرائض کی نسبت کرنا

حدیث باب میں ارکان کی اضافت ایمان کی طرف کی گئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں۔ ایمان کی تعریف میں اختلاف ہے اور اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) جمہور محققین اور ماتریدیہ کے نزدیک محض تصدیق قلبی کا نام ایمان ہے۔

(۲) امام سرخسی، علامہ بزدوی اور بعض احناف کا مؤقف ہے کہ تصدیق قلبی اور اقرار لسانی دونوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔

(۳) جمہور محدثین، معتزلہ، اشاعرہ اور خوارج کا نقطہ نظر ہے کہ تصدیق قلبی، اقرار لسانی اور اعمال جوارح کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔

درحقیقت "ایمان" کی تعریف میں یہ اختلاف نزاع لفظی ہے۔ تاہم اہل حق اور باطل فرقوں کے مابین اختلاف حقیقی ہے۔ تینوں اقوال میں پہلی تعریف نفس ایمان کی ہے، جس پر آخرت میں فلاح کا مدار ہے۔ دوسری تعریف میں "اقرار لسانی" کی قید دنیوی احکام جاری کرنے کے لیے لگائی گئی ہے جبکہ آخری تعریف "ایمان کامل" کی ہے۔

ثمرہ اختلاف ارتکاب کبیرہ سے کفر و اسلام کے مسئلہ سے واضح ہوگا۔ اہل حق کے نزدیک چونکہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں تو وہ حقیقی جز قرار نہیں دیتے بلکہ تزئینی اور تکمیلی جز تسلیم کرتے ہیں، لہٰذا ان کے نزدیک مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہوتا بلکہ مسلمان رہے گا۔ اس کے برعکس خوارج اور معتزلہ اعمال کو ایمان کی حقیقی جز تسلیم کرتے ہیں، اس لیے ان کے نزدیک مرتکب کبیرہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہوتا ہے۔

سوال: حدیث باب میں ارکان ایمان یہ بیان ہوئے ہیں:

(۱) توحید و رسالت کی گواہی دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) مال غنیمت سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرانا۔ دوسری روایت میں بطور ارکان یہ امور بیان ہوئے ہیں:

(۱) توحید ورسالت کی گواہی دینا (۲) نماز کا اہتمام کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) مال غنیمت سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرانا۔ اس روایت میں رمضان کے روزوں کا بھی ذکر ہے۔ ایک روایت ہے جس میں بطور ارکان یہ پانچ امور بیان کیے گئے ہیں:

(۱) توحید ورسالت کی گواہی دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) بیت اللہ کا حج کرنا۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلی روایت کا تعلق اس زمانہ سے ہے جب رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج فرض نہیں ہوا تھا جبکہ فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ روزوں اور حج بیت اللہ کی جگہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرانا ضروری تھا۔ دوسری روایت کا تعلق اس زمانہ سے ہے کہ رمضان کے روزے فرض ہو چکے تھے لیکن حج بیت اللہ ابھی فرض نہیں ہوا تھا اور اس کی جگہ میں مال غنیمت کا پانچواں حصہ رکھا گیا تھا جو بیت المال میں جمع کروایا جاتا تھا۔ تیسری روایت کا تعلق آخری دور سے ہے جب رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج فرض ہو چکا تھا۔

فائدہ نافعہ: یہ پانچ مشہور ارکان ان کی اہمیت کی بناء پر مختصر کر کے یا سمیٹ کر بیان کیے گئے ہیں ورنہ جہاد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور مال غنیمت کا خمس بیت المال میں جمع کرانا امور بھی ان میں شامل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اسْتِكْمَالِ الْاِيْمَانِ وَزِيَادَتِهٖ وَنُقْصَانِهٖ

باب 5: ایمان کا کامل ہونا، اس کا زیادہ ہونا اور کم ہونا

2537 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَّلَا نَعْرِفُ لِاَبِيْ قِلَابَةَ سَمَاعًا مِّنْ عَآئِشَةَ وَقَدْ رَوٰى اَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيعِ لِعَآئِشَةَ عَنْ عَآئِشَةَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَاَبُوْ قِلَابَةَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ ذَكَرَ اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ اَبَا قِلَابَةَ فَقَالَ كَانَ وَاللّٰهِ مِنَ الْفُقَهَاءِ ذَوِي الْاَلْبَابِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے کامل مومن وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور اپنے اہل خانہ پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2537- اخرجه احمد (٦/٤٧، ٩٩) والنسائي في (الكبرى) (٥/٣٦٤) كتاب عشرة النساء: باب: لطف الرجل اهله حديث (٩١٥٤)-

ہمارے علم کے مطابق ابوقلابہ کا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں ہے۔ ابوقلابہ نے عبداللہ بن یزید کے حوالے سے احادیث نقل کی ہیں جو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی رشتہ دار تھے اور وہ اس کے علاوہ دیگر احادیث ہیں۔

ابوقلابہ نامی راوی کا نام عبداللہ بن زید جرمی ہے۔ سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں: ایوب سختیانی نے ابوقلابہ کا ذکر کیا' تو یہ بات بیان کی۔ اللہ کی قسم وہ سمجھدار فقہاء میں سے تھے۔

2538 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هُرَيْمُ بْنُ مِسْعَرٍ الْاَزْدِيُّ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَوَعَظَهُمْ ثُمَّ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنَّكُنَّ اَكْثَرُ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِكَثْرَةِ لَعْنِكُنَّ يَعْنِيْ وَكُفْرِكُنَّ الْعَشِيْرَ قَالَ وَمَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِيْنٍ اَغْلَبَ لِذَوِي الْاَلْبَابِ وَذَوِي الرَّاْيِ مِنْكُنَّ قَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِهَا وَعَقْلِهَا قَالَ شَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ مِنْكُنَّ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ وَّنُقْصَانُ دِيْنِكُنَّ الْحَيْضَةُ تَمْكُثُ اِحْدَاكُنَّ الثَّلَاثَ وَالْاَرْبَعَ لَا تُصَلِّيْ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے واضح نصیحت کی پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے خواتین کے گروہ! تم صدقہ کیا کرو کیونکہ جہنم میں اکثریت تمہاری ہے' تو ان میں سے ایک خاتون نے عرض کی: اس کی کیا وجہ ہے؟ اے اللہ کے رسول! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے بکثرت لعنت کرنے کی وجہ سے۔ یعنی اپنے شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: میں نے عقل اور دین کے اعتبار سے ایسی کوئی ناقص مخلوق نہیں دیکھی جو سمجھدار عقل مند مردوں پر تم سے زیادہ غالب آجاتی ہو۔ ایک خاتون نے عرض کی: ان کے عقل اور دین میں کمی کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے اور تمہارے دین میں کمی حیض ہے۔ اس کی وجہ سے کوئی عورت چند دن تک نماز ادا نہیں کر سکتی۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2539 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2538۔ رواہ ابویعلی (۱۱/ ۴۶۳) برقم (۶۵۸۵) و ذکرہ الحافظ فی (المطالب العالیۃ) برقم (۴۵۷۴) و تقدم تخریجہ من حدیث ابن مسعود رقم (۶۳۵)۔

2539۔ رواہ البخاری (۱/ ۶۷) کتاب الایمان: باب: امور الایمان حدیث (۹)۔ و مسلم (۱/ ۳۷۷ - نووی) کتاب الایمان: باب: الدلیل علی ان من رضی باللہ ربا حدیث (۵۸/ ۳۵) و ابوداؤد (۲/ ۶۳۰ - ۶۳۱) کتاب السنۃ باب: فی رد الارجاء (۴۶۷۶) و النسائی (۸/ ۱۱۰) کتاب الایمان و شرائعہ باب: ذکر شعب الایمان و ابن ماجہ (۱/ ۲۲) المقدمۃ باب: فی الایمان حدیث (۵۷) و اخرجہ احمد (۲/ ۳۷۹، ۴۱۴، ۴۴۲، ۴۴۵)۔

متن حدیث: اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ بَابًا اَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَاَرْفَعُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهٰكَذَا رَوٰى سُهَيْلُ بْنُ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَرَوٰى عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلْاِيْمَانُ اَرْبَعَةٌ وَّسِتُّوْنَ بَابًا

اسنادِ دیگر: قَالَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عُمَارَةَ ابْنِ غَزِيَّةَ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایمان کے ستر سے زیادہ دروازے ہیں اور ان میں سے سب سے کم راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور سب سے بلند اس بات کا اعتراف کرنا ہے: اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

سہیل بن ابوصالح نے اسے عبداللہ بن دینار کے حوالے سے ابوصالح کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

عمارہ بن غزیہ نے اس حدیث کو ابوصالح کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ایمان کے 64 دروازے ہیں۔

یہ روایت قتیبہ نے بکر بن مضر کے حوالے سے عمارہ بن غزیہ کے حوالے سے ابوصالح کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

شرح

ایمان کی تکمیل اور اس میں کمی بیشی کا مسئلہ

کیا ایمان میں کمی بیشی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یعنی ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں زمانہ قدیم سے فقہاء کے مابین اختلاف چلا آ رہا ہے۔ جس طرح انسان کی دو اقسام ہیں:

(۱) محض انسان: وہ انسان ہے' جس پر "حیوان ناطق" صادق آتا ہے' خواہ بدصورت ہو' مقطوع الاعضاء ہو اور اعلیٰ درجہ کا بیوقوف ہو۔

(۲) کامل انسان: وہ ہے' جو کامل الاعضاء ہو' صاحب فراست ہو' حسن و جمال میں بے مثل ہو' طاقت و قوت کے اعتبار سے رستم زمانہ ہو اور تقویٰ و طہارت کے اعتبار سے فرشتہ صفت ہو۔ علیٰ ھذا القیاس ایمان کی بھی دو اقسام ہیں:

(۱) نفس ایمان: یہ وہ ہے' جو فلاح کا مقدار ہو

(۲) کامل ایمان: یہ وہ ہے' جو نجات اولیٰ کا معیار ہو۔ بعض فقہاء نے نفس ایمان کی تعریف کی ہے اور بعض نے کامل ایمان کی تعریف کی ہے' جس وجہ سے دونوں تعریفوں میں اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔

ایمان کی تعریف اول: جمہور محققین اور ماتریدیہ کے نزدیک محض تصدیق قلبی کا نام ایمان ہے لیکن اقرار لسانی احکام دنیوی جاری کرنے کا ذریعہ ہے۔اس لیے یہ شرط عائد کی گئی ہے۔اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ "اقرار لسان" ایمان کی جزو اصلی ہے یا جزو اضافی ہے؟ جمہور کے نزدیک "اقرار لسانی" ایمان کی جزو اضافی ہے۔کسی شخص کو مسلمان قرار دینے کے لیے "اقرار لسانی" ضروری ہے' کیونکہ ایمان بسیط نہیں بلکہ مرکب ہے۔

مومن یا مسلمان ہونے کے لیے جن امور کا وجود ضروری ہے' وہ چھ ہیں جن کا ذکر حدیث باب میں موجود ہے۔ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی ایمان واسلام کے منافی ہے۔جہاں تک "ایمان" کے عدم مرکب یعنی بسیط ہونے کا تعلق ہے' اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-قرآن کریم میں متعدد مقامات میں دل کو ایمان کا محل قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ ارشاد ربانی ہے: اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثابت کر دیا ہے۔"

۲-قرآن کریم کے بعض مقامات میں ایمان کی نسبت دل کی طرف کی گئی ہے۔اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے: قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُم ۔ان لوگوں نے اپنے منہ سے بول کر کہا: "ہم ایمان لائے اور ان کے دلوں نے یقین نہ کیا۔"

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ ایمان مرکب نہیں ہے' بلکہ بسیط ہے۔

ایمان کی تعریف ثانی: جمہور محدثین' معتزلہ' خوارج اور اشاعرہ کے نزدیک تصدیق قلبی' اقرار لسانی اور اعمال صالحہ کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔پھر ان کے نزدیک اقرار لسانی اور اعمال صالحہ ایمان کے اجزاء ہیں۔

سوال: کیا ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اہل ایمان' ایمان کے اعتبار سے یکساں ہیں اور ایمان کمی بیشی کو قبول نہیں کرتا' کیونکہ ان کے نزدیک اقرار لسانی ایمان کا جزو اصلی نہیں ہے۔

۲-جمہور فقہاء' اشاعرہ' خوارج اور معتزلہ کے نزدیک ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے۔علاوہ ازیں ان کے نزدیک اقرار لسانی اور اعمال بدنی ایمان کے اجزاء اصلی ہیں۔

ثمرہ اختلاف: اختلاف فقہاء کے مابین پائے جانے والے اختلاف کا ثمرہ یوں مرتب ہو کر سامنے آئے گا کہ مرتکب کبیرہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبل از ارتکاب مؤمن تھا اور بعد از ارتکاب بھی مؤمن رہے گا۔دیگر فقہاء' خوارج اور اشاعرہ وغیرہ کے نقطہ نظر کے مطابق امور ثلاثہ کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔ان کے نزدیک بھی مرتکب کبیرہ مسلمان ہی رہے گا۔

جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ لوگوں کے نزدیک امور ثلاثہ کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور ایمان مرکب ہے تو اگر ان میں سے ایک یا دو اجزاء فوت ہو گئے تو ایمان فوت ہو جانا چاہیے تو ان کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ امور ایمان کے اجزاء اصلی نہیں ہیں بلکہ تکمیلی اور تزئینی ہیں۔

سوال: بعض آیات قرآنی اور بعض احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے۔چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: واذا ما انزلت سورة فمنهم من يقول ايكم زادته هذه ايمانا (التوبۃ:۱۲۴) جب کوئی نئی سورت

اتاری جاتی ہے تو کچھ منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت کے نزول نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ پس اس سورت نے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے اور وہ خوش ہیں۔'' تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے؟

جواب: قرآن کریم کے نزول کا نظام دفعی نہیں تھا بلکہ تدریجی تھا۔ جتنا قرآن نازل ہوتا تو اس پر ایمان لانا ضروری تھا اور اس کے احکام پر عمل کرنا بھی لازمی تھا۔ نئی اترنے والی پر وحی ایمان اور عمل دونوں چیزیں ضروری تھیں۔ نزول قرآن سے زیادتی ایمان میں نہیں تھی بلکہ نازل شدہ قرآن اور اس کے اتارے گئے احکام میں تھی۔ اس آیت میں مؤمن بہ کی زیادتی کو ایمان کی زیادتی قرار دیا گیا ہے جو دراصل درست نہیں ہے۔ جب نزول قرآن مکمل ہو گیا اور دور رسالت گزر گیا تو تمام قرآن پر ایمان اور تمام احکام پر عمل متعین ہو گیا۔ اب اس وقت ایمان میں کمی بیشی ممکن نہ رہی۔ مندرجہ بالا آیت اور دیگر نصوص کا یہی مطلب ہو سکتا ہے۔

پہلی حدیث باب سے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اعلیٰ اخلاق اور اہل خانہ سے نرمی کا برتاؤ کرنے سے ایمان مکمل ہوتا ہے اور جس میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں' اس کا ایمان ناقص ہوتا ہے' لہٰذا ثابت ہوا کہ ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے؟ احناف کی طرف سے اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ان اوصاف کے سبب مؤمن بہ میں اضافہ نہیں ہو سکتا لیکن ایمان کامل میں اضافہ ہوتا ہے' جس پر کسی کو بھی اعتراض نہیں ہے۔

دوسری حدیث باب سے بھی حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ ایمان میں کمی بیشی ہونا ثابت کرتے ہیں کہ جب عورت مخصوص ایام میں نماز ادا نہیں کر سکتی اور دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دے کر اسے ناقص دین اور ناقص عقل قرار دیا گیا ہے' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس سے نفس ایمان میں نہیں بلکہ ایمان کامل میں اضافہ یا درجات جنت میں تفاوت ثابت ہوتا ہے' جو ہمارے مؤقف سے متصادم نہیں ہے۔

تیسری حدیث باب سے بھی حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤقف پر استدلال کرتے ہیں کہ اعمال صغیرہ اور اعمال کبیرہ کے ذریعے ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ احناف کی طرف سے اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ایمان میں اضافہ سے ''ایمان کامل'' میں اضافہ مراد ہے۔ جس میں کسی کو بھی اعتراض نہیں ہے۔ اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کامل کو سرسبز و شاداب درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور ادناھا کی ضمیر کا مرجع لفظ ابواب ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس تشبیہ کا مقصد نفس ایمان میں اضافہ نہیں بلکہ ایمان کامل میں اضافہ ہے' جس کے جواز میں کسی کو بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ

باب 6: حیاء ایمان کا حصہ ہے

2540 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ

2540- اخرجه مالك في (الموطا) (٢/٩٠٥) كتاب احسن الخلق: باب: ما جاء في الحياء والبخاري (١٠/٥٢٨) كتاب الادب: باب: الحياء (٦١١٨) و مسلم (١/٣٧٨) كتاب الايمان' باب: بيان عدد و شعب الايمان حديث (٥٩/٣٦) و ابو داؤد (٢/١٦٧) كتاب الادب' باب: في الحياء حديث (٤٧٩٥) و النسائي (٨/١٢١) كتاب الايمان و شرائعه' باب: الحياء و ابن ماجه (١/٢٢) المقدمة باب: في الايمان حديث (٥٨)-

الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ وَّهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ

اختلاف روایت: قَالَ اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ فِي حَدِيْثِهِ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ بَكْرَةَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ

◆◆ زہری رحمۃ اللہ علیہ' سالم کے حوالے سے ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں تلقین کر رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حیاء ایمان کا حصہ ہے۔

احمد بن منیع نامی راوی نے اپنی نقل کردہ روایت میں یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو سنا جو اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں تلقین کر رہا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

شرم وحیاء ایمان کا حصہ ہونا

ایمان کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تصدیق قلبی کا نام ہے۔ یہ بسیط ہے۔ یہ کمی بیشی کو قبول نہیں کرتا اور اعمال جسمانی اس کی جز اصلی نہیں ہیں۔ جمہور فقہاء' اشاعرہ اور خوارج وغیرہ کے نزدیک ایمان مرکب ہے' کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اور اعمال بدنی ایمان کے اجزاء ہیں۔

حدیث باب سے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اعمال بدنی ایمان کا جز ہیں۔ صحابی رسول اپنے بھائی کو نصیحت کر رہے تھے کہ تم اتنا کیوں شرماتے ہو کہ معاملات میں اپنا نقصان کر لیتے ہو؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: دعـه فـان الـحـيـاء من الايمان (صحیح بخاری رقم الحدیث ۶۱۱۸) تم اسے چھوڑ دو' کیونکہ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔" اس حدیث میں حیاء کی نسبت ایمان کی طرف کی گئی ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان مرکب ہے اور یہ کمی بیشی کو قبول کرتا ہے۔

احناف کی طرف سے اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) ایمان اور اسلام دونوں مترادف ہیں' دونوں کا اطلاق ایک دوسرے پر درست ہے اور یہاں ایمان سے مراد اسلام ہے۔

(۲) یہاں ایمان سے نفس ایمان مراد نہیں ہے' بلکہ ایمان کامل مراد ہے۔ یہاں دوسرا معنیٰ مراد ہے یعنی ایمان کامل اور اس

بات پر اہل حق کا اتفاق ہے کہ اعمال صالحہ ایمان کامل کے اجزاء ہو سکتے ہیں۔ حیاء ایمان کا جز ہونا بھی اسی اعتبار سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حُرْمَةِ الصَّلٰوةِ

باب 7: نماز کی حرمت

2541 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الصَّنْعَانِيُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِي النَّجُوْدِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيْبًا مِّنْهُ وَنَحْنُ نَسِيْرُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ عَنِ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَنِيْ عَنْ عَظِيْمٍ وَّاِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَّسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَّتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَّالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ قَالَ ثُمَّ تَلَا (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) حَتّٰى بَلَغَ (يَعْمَلُوْنَ) ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ كُلِّهٖ وَعَمُوْدِهٖ وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ بَلٰى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ قَالَ كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ شریک تھا۔ ایک دن میں آپ کے قریب ہوا ہم اکٹھے جا رہے تھے میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ ایسے عمل کے بارے میں مجھے بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور کر دے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں دریافت کیا ہے: یہ اس شخص کے لیے آسان ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ اسے آسان کر دے۔ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ تم نماز قائم کرو، تم زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور تم بیت اللہ کا حج کرو پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا میں بھلائی کے دروازوں کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں، روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو یوں بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور نصف رات کے وقت آدمی کا (نفل) نماز ادا کرنا۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

''ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوتے ہیں''۔

2541۔ اخرجه احمد (٥/٢٣١) و عبد بن حميد (١١٢) و ابن ماجه (٢/١٣١٤) كتاب الفتن: باب: كف اللسان في الفتنة (٣٩٧٣) و النسائي في (الكبرى) كما في (تحفة الاشراف) رقم (١١٣١١)۔

یہ آیت آپ نے لفظ ''یعملون'' تک تلاوت کی۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس تمام معاملے کی بنیاد اس کے ستون اس کے کوہان کی چوٹی کے بارے میں بتاؤں؟ (یعنی ریڑھ کی ہڈی کے بارے میں بتاؤں؟) میں نے عرض کی: جی ہاں۔ یارسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا: اس تمام حکم کی بنیاد اسلام ہے۔ نماز اس کا ستون ہے اور اس کی کوہان کی چوٹی (یعنی ریڑھ کی ہڈی) جہاد ہے۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ان سب کی بنیاد کے بارے میں بتاؤں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ یارسول اللہ! حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا: اس کا خیال رکھنا! میں نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! کیا ہمارا اس بات پر بھی مؤاخذہ ہوگا' جو ہم بات کریں گے' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: معاذ! تمہاری ماں تمہیں روئے لوگوں کو اپنی زبان کی کمائی کی وجہ سے منہ کے بل (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) نتھنوں کے بل جہنم میں ڈالا جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2542 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ اَبِی السَّمْحِ عَنْ اَبِی الْهَیْثَمِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ (اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّكٰوةَ) اَلْاٰیَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ باقاعدگی سے مسجد حاضر ہوتا ہے' تو اس کے حق میں ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

''بے شک اللہ تعالیٰ کی مساجد کو وہ شخص آباد کرے گا' جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور وہ نماز قائم کرے' اور زکوٰۃ ادا کرے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

نماز کی فضیلت واہمیت

پہلی حدیث باب میں نماز کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اسے بطور رکن اسلام کے ارکان خمسہ میں شمار کیا گیا ہے اور اعمال میں سب سے قبل اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اسلامی عقائد پر قائم رہتے ہوئے نماز قائم کرتا ہے' زکوٰۃ ادا کرتا ہے' رمضان کے روزے رکھتا ہے اور بیت اللہ کا حج کرتا ہے' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

نماز آسمانی تحفہ ہے' جو شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو عنایت فرمائی۔ ایک

2542- اخرجه احمد (۳/۶۸، ۷۶) و ابن ماجه (۱/۲۶۳) كتاب المساجد: باب: لزوم المساجد و انتظار الصلاة حديث (۸۰۲) و الدارمي (۱/۲۷۸) كتاب الصلاة: باب: المحافظة على الصلوات و ابن خزيمة (۱/۳۷۹) رقم (۱۵۰۲) وياتي عند المصنف برقم (۳۰۹۳)-

روایت میں نماز کو مؤمن کی معراج قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں نماز کو کفر و اسلام میں امتیاز کرنے والی چیز قرار دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں نماز کو ایمان اور اسلام کا رکن بھی قرار دیا گیا ہے۔

نما کا اہتمام کرنا آسان ہے اور ایک اعتبار سے دشوار بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ (البقرہ: ۴۵)

"اور تم صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اور بیشک یہ دشوار ہے۔"

فائدہ نافعہ: حدیث کے اختتام میں زبان کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔ زبان سے اگر انسان کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو وہ مسلمان بن کر جنت کا حقدار بن جاتا ہے اور اگر وہ کلمہ طیبہ کا انکار کرتا ہے تو پکا دوزخی بن جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص زبان اور شرمگاہ دونوں کے تحفظ کی مجھے ضمانت دیتا ہے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

دوسری حدیث باب میں بھی نماز کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مسجد سے تعلق و معاہدہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ایسا شخص باقاعدگی سے نماز ادا کرتا ہے، نماز ام العبادات کا درجہ رکھتی ہے اور اس کے قائم کرنے سے مسلمان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ قف فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ○ (التوبہ: ۱۸) بیشک اللہ تعالیٰ کی مساجد کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ پس عنقریب وہ لوگ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔"

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَرْكِ الصَّلٰوةِ

باب 8: نماز ترک کرنا

2543 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ وَّاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ

اختلافِ روایت: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ وَقَالَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ اَوِ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ سُفْيَانَ اسْمُهُ طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کفر اور ایمان کے درمیان بنیادی فرق نماز کو ترک کرنا ہے۔

2543- اخرجه احمد (۳/ ۳۷۰) ومسلم (۱/ ۳۴۷)، نسوی کتاب: الایمان، باب: بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ (۱۲۴/ ۸۲)، و عبد بن حمید کما فی (المنتخب) رقم (۱۰۲۲)۔

◆ یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
بندے اور شرک کے درمیان (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) کفر کے درمیان (بنیادی فرق) نماز ترک کرنا ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
ابوسفیان نامی راوی کا نام طلحہ بن نافع ہے۔

2544 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الزُّبَيْرِ اسْمُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ تَدْرُسَ

◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بندے اور کفر کے درمیان (بنیادی فرق) صرف نماز ترک کرنا ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
ابوزبیر نامی راوی کا نام محمد بن مسلم بن تدرس ہے۔

2545 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ وَّيُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ ح وحَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ الشَّقِيْقِيُّ وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆ عبداللہ بن ابو بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو عہد ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان ہے وہ نماز ہے تو جو شخص اس کو ترک کردے گا اس نے کفر کیا۔
اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

2544- اخرجه احمد (۳/۳۸۹) و مسلم (۱/۲۴۷) كتاب الايمان' باب: بيان اطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة (۱۳۵/۸۲)- و ابو داؤد (۲/۶۳۷) كتاب السنة' باب: في رد الارجاء (۴۶۷۸) و النسائي (۱/۲۳۲) (بالهامش) كتاب الصلاة' باب: الحكم في تارك الصلاة و ابن ماجه (۱/۳۴۲) كتب اقامة الصلاة' باب: ما جاء فيمن ترك الصلاة حديث (۱۰۷۸)-

2545- اخرجه احمد (۵/۳۴۶' ۳۵۵) و ابن ماجه (۱/۳۴۲) كتاب اقامة الصلاة' باب: ما جاء فيمن ترك الصلاة حديث (۱۰۷۹)' و النسائي (۱/۲۳۲) كتاب الصلاة' باب: الحكم في تارك الصلاة

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

2546 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ الْعُقَيْلِيِّ

آثارِ صحابہ: قَالَ كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ اَبَا مُصْعَبٍ الْمَدَنِيَّ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ الْاِيْمَانُ قَوْلٌ يُسْتَتَابُ فَاِنْ تَابَ وَاِلَّا ضُرِبَتْ عُنُقُهُ

◆◆ عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نماز کے علاوہ اور کسی بھی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔ (یعنی وہ نماز ترک کرنے کو کفر اختیار کرنے کی طرح شدید گناہ سمجھتے تھے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابومصعب مدنی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جو شخص یہ کہے ایمان صرف قول (یعنی زبانی اقرار) کا نام ہے (اور تصدیقِ قلبی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے) تو اس شخص کو توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا' اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی گردن اُڑا دی جائے گی۔

شرح

ترکِ نماز کی مذمت ووعید

بلاشبہ نماز ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے' اس کے قائم کرنے کی فضیلت ہے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا گناہ ہے۔ تاہم دیگر ارکان کی طرح اس کا انکار کفر ہے۔ نماز کا ایمان کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ احادیث باب میں ترکِ نماز کی وعید بیان کی گئی ہے' کا خلاصہ درج ذیل ہے:

نماز قائم کرنا عمل ایمان ہے' اس کا اہتمام نہ کرنا عمل کفر ہے اور بالقصد اس کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن اس سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ اس کے ترک کرنے کو جو کفر قرار دیا گیا ہے' اس سے مراد وعید ہے کفر نہیں ہے۔ تاہم بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان روایات کو بنیاد بنا کر ترکِ نماز کو کفر اور تارکِ صلوٰۃ کو کافر قرار دیا تھا۔

ترکِ نماز کے حوالے سے مذاہب آئمہ

کیا ترکِ نماز کفر ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ترکِ نماز کفر ہے' اس کا تارک کافر ہے اور اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے مرنے پر اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲- آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ترکِ صلوٰۃ کفر نہیں ہے' بلکہ گناہ کبیرہ ہے لیکن اس کا انکار کفر ہے۔ عمداً نماز ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے' جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔ مسلسل گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے سبب انسان قریب الکفر پہنچ جاتا ہے۔ ان کی طرف سے احادیث

2546- اخرجہ الحاکم (۱/۷) کما فی (الترغیب) (۱/۴۳۳)، حدیث (۷۹۸)-

باب کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان روایات سے حقیقی وظاہری مفہوم مراد نہیں ہے' بلکہ ان کی تاویل کی جائے گی۔یعنی ترک صلوٰۃ کافر جیسا عمل ہے۔اس کوتاہی سے آدمی گناہگار تو ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا۔خواہ ایسا آدمی گناہگار ہوتا ہے لیکن اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔یا ان روایات میں ترک صلوٰۃ کی وعید بیان کی گئی ہے۔تاہم انکار صلوٰۃ ضرور کفر ہے۔

2547 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِىَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عامر بن سعد، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اس شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے سے راضی رہا اور اسلام کے دین ہونے سے راضی رہا اور حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے سے راضی رہا (یعنی ان پر ایمان رکھے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2548 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِى الْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِى النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تین خوبیاں جس شخص میں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کے ذائقے کو پا لے گا جس شخص کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان دونوں کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں اور آدمی کسی شخص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھے اور آدمی کفر کی طرف دوبارہ جانے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اسے اس (کفر) سے بچا چکا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

قتادہ نے اسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

2547- اخرجه احمد (۲۰۸/۱)، و مسلم (۲۷۶/۱ - نووی) كتاب: الايمان' باب: الدليل على ان من رضى بالله ربا' حديث (۵۶/۳۴)-

2548- اخرجه احمد (۱۰۳/۳) و البخارى (۷۷/۱) كتاب الايمان: باب: حلاوة الايمان حديث (۱۶) وسعاه فى (۳۲۰/۱۲) كتاب الاكراه' باب: من اختار الضرب و القتل و الهوان على الكفر' حديث (۶۹۴۱)، و مسلم (۲۸۸/۱ - نووى) كتاب الايمان' باب: بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الايمان' حديث (۶۷/۴۳)-

شرح

ایمان کا ذائقہ چکھنے کی شرائط

روایات باب میں ایمان کی حلاوت اور ذائقہ چکھنے کی شرائط بیان کی گئی ہیں۔ روایات میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح مادی غذاؤں کا ذائقہ وہی شخص صحیح محسوس کر سکتا ہے جسے قوت ذائقہ حاصل ہو، اسی طرح ایمان کی حلاوت وہی آدمی معلوم کر سکتا ہے، جس کا ایمان کامل ہو۔ کامل ایمان اس کا ہو سکتا ہے، جس میں سات شرائط موجود ہوں:

(۱) اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار تسلیم کرنا

(۲) اسلام کو اپنا دین ماننا

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کرنا

(۴) دین پر عمل کرنے میں نجات سمجھنا

(۵) اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ ہونا

(۶) اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی سے محبت کرنا

(۷) قبول اسلام کے بعد کفر کی طرف پلٹنا ایسے ناپسند ہو جس طرح آگ میں گھسنا ناپسند ہونا۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا يَزْنِي الزَّانِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ

باب 9: زناء کرنے والا زنا کرتے ہوئے مؤمن نہیں رہتا

2549 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلٰكِنَّ التَّوْبَةَ مَعْرُوْضَةٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَآئِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حدیث دیگر: اِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِيْمَانُ فَكَانَ فَوْقَ رَاْسِهٖ كَالظُّلَّةِ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ عَادَ اِلَيْهِ الْاِيْمَانُ

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ مُّحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ هٰذَا خَرَجَ مِنَ الْاِيْمَانِ اِلَى الْاِسْلَامِ

2549۔ رواہ احمد (۲/۳۷۶، ۴۷۹) و البخاری (۱۲/۱۱۶) کتاب الحدود، باب: اثم الزنا حدیث (۶۸۱۰) و مسلم (۱/۳۱۹ - نووی) کتاب الایمان: باب: بیان نقصان الایمان بالمعاصی حدیث (۱۰۴، ۱۰۵/۵۷) و ابوداؤد (۲/۶۳۲) کتاب السنۃ، باب: الدلیل علی زیادۃ الایمان و نقصانہ، حدیث (۴۶۸۹)۔

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الزِّنَا وَالسَّرِقَةِ مَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَأُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ فَهُوَ كَفَّارَةُ ذَنْبِهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ

رَوَى ذَلِكَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ وَخُزَيْمَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: زنا کرنے والا زنا کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا۔ چوری کرنے والا چوری کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا البتہ توبہ کی گنجائش رہتی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن ابواوفی سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

یہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب بندہ زنا کرتا ہے، تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور وہ اس کے سر پر ایک سائے کی مانند ہو جاتا ہے، جب آدمی اس عمل سے الگ ہوتا ہے، تو ایمان دوبارہ اس کے پاس آ جاتا ہے۔"

امام محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ انہوں نے اس ایمان کے نکلنے سے مراد یہ لی ہے: آدمی ایمان سے نکل کر اسلام کی طرف آ جاتا ہے۔

دیگر حوالوں سے نبی اکرم ﷺ سے یہ بات نقل کی گئی ہے آپ نے زنا کرنے اور چوری کرنے کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ان میں سے کسی ایک کا مرتکب ہو، اور اس پر حد قائم ہو جائے، تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہو گی اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کا مرتکب ہو، اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کر لے، تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو گا، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا، تو قیامت کے دن اسے عذاب دے گا، اور اگر چاہے گا، تو اس کی مغفرت کر دے گا۔

یہ بات حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

2550 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ أَبِي السَّفَرِ وَاسْمُهُ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْهَمْدَانِيُّ الْكُوفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ أَصَابَ حَدًّا فَعُجِّلَ عُقُوبَتَهُ فِي الدُّنْيَا فَاللَّهُ أَعْدَلُ مِنْ أَنْ يُثَنِّيَ عَلَى عَبْدِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الْآخِرَةِ وَمَنْ أَصَابَ حَدًّا فَسَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَفَا عَنْهُ فَاللَّهُ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَعُودَ إِلَى شَيْءٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

2550- اخرجه احمد (۱/۹۹، ۱۵۹) و ابن ماجه (۲/۸۶۸) كتاب الحدود، باب الحد كفارة حديث (۲۶۰۴) و عبد بن حميد كما في (۱/۸۷) باسناده-

مذاہب فقہاء: وَهٰذَا قَوْلُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ اَحَدًا كَفَّرَ اَحَدًا بِالزِّنَا اَوِ السَّرِقَةِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص قابلِ حد جرم کا ارتکاب کرے اور اسے دنیا میں اس کی سزا دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس حوالے سے سب سے زیادہ عدل کرنے والا ہے کہ وہ دوبارہ آخرت میں اس بندے کو اس کی سزا دے اور جو شخص کسی قابلِ حد جرم کا ارتکاب کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرلے اور اس سے درگزر کرے تو اللہ تعالیٰ اس بارے میں سب سے زیادہ کریم ہے کہ وہ دوبارہ اس بارے میں سزا دے جسے وہ معاف کرچکا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں ہمارے علم کے مطابق کسی بھی شخص نے زنا کرنے یا چوری کی وجہ سے یا شراب پینے کی وجہ سے کسی کو کافر قرار نہیں دیا۔

شرح

حالت ایمان میں زنا کا صدور نہ ہونا

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ یعنی زنا شراب نوشی اور چوری وغیرہ کے سبب آدمی ایمان سے فارغ نہیں ہوتا اور نہ دائرہ کفر میں داخل ہوتا ہے بلکہ ان سے مراد کمال ایمان کی نفی ہے یا امور قبیحہ کی وعید مقصود ہے۔ اگر مرتکب زنا کا کسی کو علم نہ ہوا یا مرتکب نے خود اس کا اظہار نہ کیا اور اسی حالت میں وہ دنیا سے رخصت ہوگیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ آخرت میں وہ چاہے تو اسے سزا دے یا اسے معاف کردے۔ تاہم مرتکب کا توبہ کرنے سے اس کا گناہ معاف ہوجاتا ہے لیکن بعد میں اس کے اعادہ سے احتراز واجتناب ضروری ہے۔ دوبارہ یا سہ بار ارتکاب معصیت کے سبب از سرنو توبہ کرنا ضروری ہے اور بار بار توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے خوش ہوتا ہے اور اسے معاف کردیتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَنَّ الْمُسْلِمَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

باب 10: (فرمان نبوی ہے) "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"

2551 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَيُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سُئِلَ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ

2551۔ اخرجه احمد (۲/۳۷۹)۔

الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مؤمن وہ ہے کہ لوگ اپنے خون اور اپنے اموال کے حوالے سے اُس سے امن میں رہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے: آپ سے دریافت کیا گیا: کون سا مسلمان زیادہ فضیلت رکھتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

2552 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ سے سوال کیا گیا کون سا مسلمان زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہونے کے طور پر ''صحیح غریب حسن'' ہے۔

شرح

مسلمان کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کا محفوظ ہونا

احادیث باب میں سادہ الفاظ میں مسلمان کی تعریف کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بہترین مسلمان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: وہ آدمی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اعضاء انسانی میں سے زبان اور ہاتھوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بالخصوص زبان تمام اعضاء کی رئیسہ ہے اور تمام اعضاء کی ترجمان ہے۔ تمام اعضاء انسانی بیک زبان ہر صبح کو زبان کے سامنے دست بستہ گزارش کرتے ہیں تو ہماری ترجمان ہے تیری ہر حرکت خیر کے لیے ہونی چاہیے تاکہ ہمیں سکون کی دولت حاصل ہو ورنہ ہمیں پریشانی کے علاوہ کوئی چیز میسر نہیں ہوگی۔ زبان کی حرکت امور خیر کے لیے

2552- اخرجه البخاری (۱/ ۷۰ - ۷۱) كتاب الايمان: باب: ای الاسلام افضل حديث (۱۱)- و مسلم (۱/ ۲۸۵- نووی) كتاب الايمان: باب: بيان تفاضل الاسلام حديث (۶۶/ ۴۲)- و النسائی (۸/ ۱۰۶ - ۱۰۷) كتاب الايمان: باب: ای الاسلام افضل وقد تقدم عند المصنف برقم (۲۵۰۴)-

ہو مثلاً تلاوت قرآن، درود وسلام، درس وتدریس، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اصلاح وتبلیغ عوام کے لیے تو باعث سکون ہے ورنہ تمام اعضاء بدن کے لیے باعث عذاب ومؤاخذہ ہوگی۔

احادیث باب میں زبان اور ہاتھ دونوں کو اپنے قابو میں رکھنے اور دوسروں کو اذیت سے محفوظ رکھنے کا درس دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان ہی اسے قرار دیا ہے، جس کی زبان اور ہاتھ مسلمانوں کے خلاف استعمال نہ ہو۔ ان دونوں اعضاء کا کسی مسلمان کے خلاف استعمال کرنا، مسلمان ہونے کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

فائدہ نافعہ: احادیث باب میں جس ایذاء رسانی سے منع کیا گیا ہے اور اسے اسلام کے منافی قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد وہ ایذاء رسانی ہے، جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہو، ورنہ ظالموں، مفسدوں اور مجرموں کو سزا دینے اور ان کے فتنوں کا سد باب کرنے کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْاِسْلَامَ بَدَاَ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا

باب 11: (فرمان نبوی ہے) اسلام کا آغاز غریب الوطنی میں ہوا تھا اور یہ عنقریب غریب الوطن ہو جائے گا

2553 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِى الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَاَ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَاَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَّاَنَسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ

توضیح راوی: وَاَبُو الْاَحْوَصِ اسْمُهٗ عَوْفُ بْنُ مَالِكِ بْنِ نَضْلَةَ الْجُشَمِىُّ تَفَرَّدَ بِهٖ حَفْصٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اسلام کا آغاز غریب الوطنی میں ہوا تھا اور یہ عنقریب غریب الوطن ہو جائے گا جیسے اس کا آغاز ہوا تھا تو غریب الوطن لوگوں کے لیے خوشخبری ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

2553- اخرجه ابن ماجه (٢/ ١٣٢٠) كتاب الفتن: باب: بدا الاسلام غريباً، حديث (٣٩٨٨) والدارمي (٢/ ٣١١ - ٣١٢) كتاب الرقاق: باب: ان الاسلام بدا غريبا و عبد الله ابن الامام احمد في (زوائده على المسند) (١/ ٣٩٨) و رواه ابو يعلى في (مسنده) (٨/ ٣٨٨) برقم (٤٩٧٥)-

ہم اس روایت کو صرف حفص بن غیاث کی اعمش سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

ابوالاحوص کا نام عوف بن مالک بن نضلہ جشمی ہے۔ حفص نامی راوی اسے نقل کرنے میں منفرد ہیں۔

2554 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ حَدَّثَنِىْ كَثِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفِ ابْنِ زَيْدِ بْنِ مِلْحَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ الدِّيْنَ لَيَأْرِزُ اِلَى الْحِجَازِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا وَلَيَعْقِلَنَّ الدِّيْنُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْاُرْوِيَّةِ مِنْ رَاْسِ الْجَبَلِ اِنَّ الدِّيْنَ بَدَاَ غَرِيْبًا وَّيَرْجِعُ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِىْ مِنْ سُنَّتِىْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دین (اسلام) حجاز کی طرف یوں سمٹ آئے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف سمٹتا ہے اور دین (اسلام) حجاز میں اس طرح پناہ گزین ہوگا جس طرح جنگلی بکرا پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لیتا ہے۔ نیز دین (اسلام) کا آغاز غریب الوطنی میں ہوا تھا اور یہ دوبارہ غریب الوطن ہو جائے گا' تو ان غریب الوطن لوگوں کے لیے خوشخبری ہے' جو اس چیز کی اصلاح کریں گے جس بارے میں لوگوں نے میرے بعد میری سنت میں خرابی کی ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

غرباء کی عظمت وفضیلت

غرباء وہ لوگ ہیں جن کی مالی حالت بہتر نہ ہو اور وہ اپنی اس حالت پر ناز کرتے ہیں لیکن کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا ہرگز پسند نہیں کرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اغنیاء وامراء سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔ احادیث باب میں ان لوگوں کی عظمت وفضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ اسلام کا آغاز غرباء سے ہوا تھا اور اس کا اختتام بھی ان ہی لوگوں میں ہوگا جس طرح غرباء کو السابقون الاولون کی فضیلت حاصل ہوئی۔ اسی لیے قربِ قیامت میں بھی اسلام ان معزز لوگوں میں سمٹ آئے گا۔ چنانچہ ان لوگوں کی فضیلت اور جنت کی خوشخبری کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے: الذین امنوا و عملوا الصالحات طوبی لهم وحسن مآب (الرعد:۲۹) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے' ان کے لیے جنت کی خوشخبری ہے۔"

2554- عزاه السيوطى فى (جمع الجوامع) (۵۸۸۲) للطبرانى من رواية كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف عن ابيه عن جده' ولم يخرجه من اصحاب الكتب الستة الا الترمذى۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عَلَامَۃِ الْمُنَافِقِ

باب 12: منافق کی علامات

2555 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قَیْسٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ حَدِیْثِ الْعَلَاءِ وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَنَسٍ وَّجَابِرٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْ سُهَیْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ سُهَیْلٍ هُوَ عَمُّ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّاسْمُهٗ نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ اَبِیْ عَامِرٍ الْاَصْبَحِیُّ الْخَوْلَانِیُّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: منافق کی نشانیاں تین ہیں جب وہ بولے گا' تو جھوٹ بولے گا' جب وعدہ کرے گا' تو اس کی خلاف ورزی کرے گا' جب اسے امین مقرر کیا جائے گا' تو خیانت کرے گا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور علاء کے حوالے سے منقول ہونے کے طور پر غریب ہے۔

یہی روایت دیگر سند کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (جیسا کہ سابقہ روایت میں گزر چکا ہے)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

ابوسہیل نامی راوی امام مالک رحمہ اللہ کے چچا ہیں۔ ان کا نام نافع بن مالک بن ابوعامر اصبحی خولانی ہے۔

2556 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی عَنْ سُفْیَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّۃَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ کَانَ مُنَافِقًا وَّاِنْ کَانَتْ خَصْلَۃٌ مِّنْهُنَّ فِیْهِ کَانَتْ فِیْهِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ

2555۔ اخرجه مسلم (۱/۳۲۳ - نووی) كتاب: الايمان ' باب: بيان خصال الايمان' حديث (۱۰۹/۵۹)۔

2556۔ اخرجه احمد (۲/۱۸۹، ۱۹۸)' و البخاری (۱/۱۱۱) كتاب الايمان' باب: علامة المنافق (۳٤)' و فی (۵/۱۲۸) كتاب المظالم' باب: اذا خاصم فجر حديث (۲٤۵۹)' و فی (٦/۳۲۲) كتاب الجزية ' باب: اثم من عاهد ثم غدر حديث رقم (۳۱۷۸)' و مسلم (۱/۳۲۲ - نووی) كتاب الايمان ' باب: بيان خصال المنافق حديث رقم (۱۰٦/ ۵۸) و ابوداؤد (۲/٦۳۳) كتاب السنة' باب: الدليل على زيادة الايمان و نقصانه حديث (٤٦۸۸) و النسائی (۸/۱۱٦) كتاب الايمان و شرائعه' باب: علامة المنافق ورواه عبد بن حميد كما فی (منتخب المسند) رقم (۳۳۲)۔

حَتّٰی یَدَعَهَا مَنْ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مُرَّةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

مذاہب فقہاء: وَاِنَّمَا مَعْنٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ نِفَاقُ الْعَمَلِ وَاِنَّمَا كَانَ نِفَاقُ التَّكْذِیْبِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا رُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ شَیْءٌ مِّنْ هٰذَا اَنَّهٗ قَالَ النِّفَاقُ نِفَاقَانِ نِفَاقُ الْعَمَلِ وَنِفَاقُ التَّكْذِیْبِ

◈ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ چار خامیاں جس شخص میں ہوں گی وہ منافق ہوگا' اور اگر کسی شخص میں ان میں سے کوئی ایک خامی ہو' تو اس میں منافقت کی خصوصیت ہوگی' یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے' وہ شخص کہ جب کوئی بات کرے' تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے' تو اس کی خلاف ورزی کرے، جب لڑائی کرے' تو بدزبانی کا مظاہرہ کرے، جب کوئی عہد کرے' تو اس کی خلاف ورزی کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس سے مراد عملی نفاق ہے۔ (نبی اکرم ﷺ) کی تکذیب والا نفاق نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں ہوا کرتا تھا۔

اس بارے میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: نفاق دو طرح کا ہوتا ہے' وہ نفاق جس کا تعلق عمل سے ہو اور وہ نفاق جس کا تعلق تکذیب سے ہو۔

2557 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰی عَنْ اَبِی النُّعْمَانِ عَنْ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ وَیَنْوِیْ اَنْ یَّفِیَ بِهٖ فَلَمْ یَفِ بِهٖ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّلَیْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِیِّ

توضیح راوی: عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی ثِقَةٌ وَّلَا یُعْرَفُ اَبُو النُّعْمَانِ وَلَا اَبُوْ وَقَّاصٍ وَّهُمَا مَجْهُوْلَانِ

◈ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب آدمی کوئی وعدہ کرے' اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اسے پورا کرے گا' اور پھر وہ اسے پورا نہ کر سکے' تو اسے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

اس کی سند قوی نہیں ہے علی بن عبدالاعلیٰ نامی راوی ثقہ ہیں ابونعمان اور ابووقاص نامی راوی کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے یہ

2557- اخرجه ابو داؤد (۲/۷۱۷) كتاب الادب' باب: فی العدة حدیث (۴۹۹۵)۔

دونوں مجہول ہیں۔

شرح

علامات منافق

منافقت: بظاہر کلمہ پڑھنا یا اہل ایمان کا عمل کرنا لیکن دل میں کفر ہونا۔ منافق ایسے شخص کو کہا جاتا ہے' جو اپنے آپ کو مؤمن ظاہر کرتا ہو لیکن دل میں ایمان کی روشنی یا یقین موجود نہ ہو۔

دور رسالت میں تین قسم کے لوگ تھے:

(۱) مؤمنون: یہ وہ لوگ تھے جن کے عقائد وافکار اور اعمال اسلامی تعلیمات کے مطابق تھے۔ علاوہ ازیں ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔

(۲) کافرون: یہ وہ لوگ تھے جن کے عقائد وافعال اسلامی احکام سے متصادم تھے اور ان کے ظاہر و باطن میں کفر یکساں تھا۔

(۳) منافقون: یہ وہ لوگ تھے جو اپنے آپ کو مؤمن ظاہر کرتے تھے لیکن دل سے وہ مؤمن نہیں تھے کیونکہ وہ ایمان کی روشنی سے محروم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تینوں قسم کے لوگوں کے احوال سے آگاہ فرما دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار منافقوں کا نام لے کر انہیں اپنی مجلس سے نکال دیا تھا۔ تاہم خاص منافقون کا تعلق دور رسالت سے تھا مگر ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ اب صرف دو گروہ باقی ہیں:

(۱) خالص مؤمن (۲) خالص کافر

اب اعتقادی منافقین ضرور پائے جاتے ہیں جو اپنی علامات یا با اعتماد شہادتوں سے معلوم کیے جاتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے سامنے اپنے آپ کو مؤمن ظاہر کرتے ہیں لیکن دوسری طرف کفار کے ساتھ بھی ملے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کی رسومات بھی ادا کرتے ہیں۔ اعتقادی منافقین کی مذمت و وعید قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے کہ انہیں جہنم کے نچلے درجہ میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (القرآن) "بیشک منافقین کو جہنم کے نیچے والے درجہ میں عذاب دیا جائے گا۔"

منافقین کو افعال رذیلہ' آثار بد اور عادات شنیعہ سے خاص تعلق و علاقہ ہوتا ہے' اس لیے احادیث باب میں ان کی علامات بیان کی گئی ہیں۔

علامات نفاق چار ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بکتا ہے

(۲) جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا نہیں کرتا

(۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

(۴) جب جھگڑتا ہے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔

جس شخص میں یہ چاروں علامات پائی جائیں' وہ کامل منافق ہوتا ہے اور جس میں کم پائی جائیں وہ ناقص منافق ہوتا ہے۔

بہر حال منافق' منافق ہوتا ہے اور اس کے شر سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہیے۔ اہل ایمان کو ان کے نفاق اور منافقین سے احتراز کرنا از بس ضروری ہے۔

فائدہ نافعہ: جب کوئی شخص ایفاء وعدہ کا قصد رکھتا ہو لیکن اچانک کسی مجبوری کی وجہ سے اس کا ایفا نہ کر سکا تو وہ علامات نفاق سے مستثنیٰ ہوگا اور وہ منافقین کے زمرے میں شمار نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ

باب 13: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے

2558 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَكِيْمِ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: قِتَالُ الْمُسْلِمِ اَخَاهُ كُفْرٌ وَّسِبَابُهٗ فُسُوْقٌ وَّفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مِّنْ غَيْرِ وَجْهٍ

◆◆ عبدالرحمٰن بن عبداللہ، اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمان کا اپنے بھائی کو قتل کرنا کفر ہے اور اسے گالی دینا فسق ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیگر سند سے بھی نقل کی گئی ہے۔

2559 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ قِتَالُهٗ كُفْرٌ لَيْسَ بِهٖ كُفْرًا مِثْلَ الْاِرْتِدَادِ

حدیثِ دیگر: وَالْحُجَّةُ فِىْ ذٰلِكَ مَا رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُتَعَمِّدًا فَاَوْلِيَاءُ

2558- اخرجه احمد (۱/۴۱۷، ۴۶۰) والنسائی (۷/۱۲۲) كتاب تحريم الدم' باب قتال المسلم۔

2559- اخرجه احمد (۱/۳۸۵، ۴۳۳، ۴۳۹، ۴۵۴) و البخاری (۱/۱۳۵) كتاب الايمان' باب: خوف المومن من ان يحبط عمله حديث (۴۸) و فی (۱۰/۴۷۹) كتاب الادب' باب: ما ينهى عن السباب و اللعن' حديث (۶۰۴۴) و مسلم (۱/۳۳۰ - نووی) كتاب الايمان' باب: بيان قول النبی صلى الله عليه وسلم سباب المسلم فسوق و قتاله كفر' حديث (۶۴/۱۱۶) و النسائی (۷/۱۲۲) كتاب تحريم الدم' باب: قتال المسلم' و ابن ماجه (۱/۲۷) المقدمة' باب: فی الايمان حديث (۶۹) و فی (۲/۱۲۹۹) كتاب الفتن' باب: سباب المسلم فسوق و قتاله كفر (۳۹۳۹)۔

الْمَقْتُولِ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءُوا قَتَلُوا وَإِنْ شَاءُوا عَفَوْا وَلَوْ كَانَ الْقَتْلُ كُفْرًا لَوَجَبَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَطَاوُسٍ وَعَطَاءٍ وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا كُفْرٌ دُوْنَ كُفْرٍ وَفُسُوْقٌ دُوْنَ فُسُوْقٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا اس طرح کفر ہو جس طرح مرتد ہونا ہوتا ہے۔

اس بات کی دلیل وہ روایت ہے جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کو قتل عمد کے طور پر قتل کر دیا جائے تو مقتول کے پسماندگان کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہیں (تو قصاص کے طور پر قاتل کو) قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو معاف کر دیں''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اگر قتل کرنا کفر ہوتا تو قاتل کو سزائے موت دینا لازم ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طاؤس عطاء اور دیگر اہل علم یہ فرماتے ہیں: کفر کے مختلف مراتب ہیں۔ اور فسق کے بھی مختلف مراتب ہیں۔

شرح

مسلمان کو گالی دینے کی وعید

احادیث باب میں دو امور کی مذمت و وعید بیان کی گئی ہے:

(۱) مسلمان کو گالی دینا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے لہٰذا اپنے بھائی کو گالی دینا اپنے آپ کو گالی بکنے کے مترادف ہے۔ ایک روایت میں صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے والدین کو گالی نہ دیا کرو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اپنے والدین کو کون گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے والدین کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کے والدین کو گالی بکتا ہے تو اس طرح گویا اس نے خود اپنے والدین کو گالی دی ہے۔ کسی کو گالی دینا قابل مذمت و قابل مؤاخذہ حرکت ہے۔ احادیث باب میں گالی بکنے کو گناہ قرار دیا گیا ہے اور گناہ قابل مذمت عمل ہوتا ہے لہٰذا کسی مسلمان کی شایان شان ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی کو گالی سے نوازے۔

(۲) مسلمان کو قتل کرنے کی وعید: شرعی قوانین کے مطابق کسی بھی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے لیکن بلا عذر شرعی کسی کو قتل کرنا ممنوع و حرام ہے۔ بلا عذر شرعی کسی کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے جو توبہ سے معاف ہو سکتا ہے اور اس کا مرتکب کافر نہیں ہوتا۔ تاہم کسی مسلمان کے قتل کو جائز قرار دیتے ہوئے اسے قتل کرنا کفر ہے۔ کسی مسلمان کو شرعی سزا کے طور پر قتل کرنا جائز ہے اس کے قتل کو حرام تصور کرتے ہوئے قتل کرنا حرام و گناہ ہے اور اسے جائز قرار دیتے ہوئے قتل کرنا کفر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ رَمَى اَخَاهُ بِكُفْرٍ

باب 14: جو شخص اپنے بھائی کی تکفیر کرے (اس کا حکم)

2560 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَاعِنُ الْمُؤْمِنِ كَقَاتِلِهِ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَاتِلِهِ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عَذَّبَهُ اللّٰهُ بِمَا قَتَلَ بِهِ نَفْسَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي ذَرٍّ وَّابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس بارے میں اس پر کوئی نذر لازم نہیں ہوتی اور مومن شخص پر لعنت کرنے والا اسے قتل کرنے والے کی مانند ہے اور جو شخص کسی مومن کو کافر قرار دے تو وہ اسے قتل کرنے والے کی مانند ہے اور جو شخص جس چیز کے ذریعے خودکشی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اسی چیز کے ذریعے عذاب دے گا جس کے ذریعے اس نے خودکشی کی تھی۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2561 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهِ اَحَدُهُمَا

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَّمَعْنٰى قَوْلِهِ بَاءَ يَعْنِي اَقَرَّ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے' وہ کفران دونوں میں سے کسی ایک میں پختہ ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

حدیث کے لفظ باءَ کا مطلب "پختہ ہونا" ہے۔

2560۔ اخرجه احمد (۴/۳۳، ۳۴) و البخاری (۳/۲۶۸) کتاب الجنائز' باب: ما جاء فی قاتل النفس حدیث (۱۳۶۳) و مسلم (۱/۲۹۶۔ نووی) کتاب الایمان: باب: بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسه حدیث (۱۷۶/۱۱۰) و النسائی (۷/۶۰۵) کتاب الایمان و النذور' باب: الحلف بما سوی الاسلام و ابن ماجه (۱/۶۷۸) کتاب الکفارات' باب: من حلف بملة غیر الاسلام (۲۰۹۸) و الدارمی (۲/۱۹۷۔۱۹۲) کتاب الدیات' باب: التشدید علی من قتل نفسه و قد تقدم عند المصنف برقم (۱۵۲۷، ۱۵۴۳)۔

2561۔ اخرجه البخاری (۱۰/۹۵۳۶) کتاب الادب: باب: (من کفر اخاه بغیر تاویل فهو کما قال) برقم (۶۱۰۴) و مسلم (۱/۲۷۸۔ الابی) الایمان: باب: بیان حال ایمان من قال لاخیه المسلم یا کافر برقم (۱۱۱/۶۰) و مالک (۲/۳۳، ۶۰، ۱۱۲)۔

شرح

مسلمان کو کافر قرار دینے والے کی مذمت

احادیث باب میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ کسی مسلمان پر لعن طعن کرنا' گناہ کبیرہ ہے' جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔ کسی مسلمان کی تکفیر کرنا' اسے قتل کرنے کے برابر جرم ہے۔ دوسری روایت کے مطابق کسی آدمی کی تکفیر کرنا' اتنا بڑا جرم ہے کہ اگر وہ کافر نہ ہو' تو وہ کفر الزام عائد کرنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔

احادیث باب میں کسی مسلمان بھائی پر لعن طعن کرنا' کفر کا الزام عائد کرنا اور خودکشی کرنا حرام قرار دیا گیا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر عمل ایک جاری رہنے والے فتنہ کے مترادف ہے۔ مسلمانوں کو یہ درس دیا گیا ہے کہ ان امور قبیحہ سے احتراز و اجتناب کریں' کیونکہ یہ ایمان سے متصادم اعمال ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّمُوْتُ وَهُوَ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ

باب 15: جو شخص ایسے عالم میں مرے کہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے

2562 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَهْلًا لِمَ تَبْكِي فَوَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُّ لَاَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَاَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَاَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا مِنْ حَدِيْثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ فِيهِ خَيْرٌ اِلَّا حَدَّثْتُكُمُوْهُ اِلَّا حَدِيْثًا وَّاحِدًا وَّسَوْفَ اُحَدِّثُكُمُوْهُ الْيَوْمَ وَقَدْ اُحِيْطَ بِنَفْسِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَّطَلْحَةَ وَجَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ

توضیح راوی: قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ كَانَ ثِقَةً مَّاْمُوْنًا فِي الْحَدِيْثِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَالصُّنَابِحِيُّ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُسَيْلَةَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ

2562- اخرجه احمد (٥/ ٣١٨)' و مسلم (١/ ٢٥١ - نووی) كتاب الايمان' باب: الدليل على ان من مات على التوحيد' حديث (٢٩/٤٧)' و النسائی من (٦/ ٢٧٧ - الكبرى) كتاب عمل اليوم و الليلة' باب: ما يقول عند الموت حديث (١٠٩٦٧/ ٣٦) و رواه عبد بن حميد كما فی (منتخب المسند) رقم (١٨٦)-

قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ هٰذَا فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْفَرَائِضِ وَالْاَمْرِ وَالنَّهْيِ

مذاہب فقہاء: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَوَجْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ اَهْلَ التَّوْحِيْدِ سَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَاِنْ عُذِّبُوْا بِالنَّارِ بِذُنُوْبِهِمْ فَاِنَّهُمْ لَا يُخَلَّدُوْنَ فِي النَّارِ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ ذَرٍّ وَّعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ مِنْ اَهْلِ التَّوْحِيْدِ وَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّاِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِّنَ التَّابِعِيْنَ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ) قَالُوْا اِذَا اُخْرِجَ اَهْلُ التَّوْحِيْدِ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ

◄► صنابحی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں: میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت قریب المرگ تھے۔ میں رونے لگا تو انہوں نے فرمایا: خاموش ہو جاؤ! تم کیوں رو رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر مجھ سے گواہی مانگی گئی تو میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا' اور اگر مجھے شفیع بنایا گیا' تو میں تمہاری شفاعت کروں گا' اور اگر مجھ سے ہو سکا تو میں تمہیں نفع پہنچاؤں گا۔ پھر انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی جو بھی حدیث سنی' جس میں تمہارے لیے بھلائی موجود تھی' وہ میں نے تم لوگوں کے سامنے بیان کر دی۔ سوائے ایک حدیث کے' وہ میں آج تمہارے سامنے بیان کروں گا' کیونکہ اس وقت میں قریب المرگ ہو چکا ہوں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر جہنم کو حرام کر دے گا''۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

ابن ابی عمر' ابن عیینہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: محمد بن عجلان علم حدیث میں ثقہ اور مامون ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

صنابحی نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن عسیلہ ہے (اور ان کی کنیت) ابوعبداللہ ہے۔

زہری کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: ان سے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو شخص اس بات کا اعتراف کر لے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا' تو انہوں نے بتایا: یہ ابتدائے اسلام میں تھا جب فرائض کا حکم نازل نہیں ہوا تھا امر اور نہی نازل نہیں ہوئے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کی صورت یہ ہے: اہلِ توحید جنت میں ضرور داخل ہوں گے' اگرچہ انہیں ان کے گناہوں کے بدلے میں جہنم میں عذاب دیا جائے گا' کیونکہ وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔

''اہلِ توحید میں سے کچھ لوگ جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائیں گے''۔

یہی بات سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور دیگر تابعین کے حوالے سے نقل کی گئی ہے' جو اس آیت کی تفسیر کے بارے میں ہے۔

''کافر لوگ یہ آرزو کریں گے' کاش وہ مسلمان ہوتے''

ان علماء نے یہ بات بیان کی ہے: جب اہلِ توحید کو جہنم میں سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا' تو کفار یہ آرزو کریں گے' کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔

2563 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَعَافِرِيِّ ثُمَّ الْحُبُلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِيْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا اَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَاِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ احْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ اِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كَفَّةٍ وَّالْبِطَاقَةُ فِيْ كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ عَامِرِ بْنِ يَحْيٰى بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قیامت کے دن' اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کی موجودگی میں میری امت کے ایک شخص کو الگ کرے گا' اور اس کے سامنے اس کے 99 دفتر (نامہ اعمال کے) کھولے جائیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا جہاں تک نگاہ پہنچتی ہو پھر وہ فرمائے گا: کیا تم ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ کیا میرے مقرر کردہ محافظ فرشتوں نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے؟ وہ جواب دے گا: نہیں! اے میرے پروردگار! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تمہارے پاس کوئی عذر ہے؟ تو وہ عرض کرے گا: نہیں! اے میرے پروردگار! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں! ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی ہے اور آج تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی پھر ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا جس میں یہ تحریر ہوگا۔

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں' اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں' حضرت محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں''

2563- اخرجه احمد (۲/۲۱۳، ۲۲۱) و ابن ماجه (۲/۱۴۳۷) کتاب الزهد' باب: ما يرجى من رحمة الله يوم القيامة' حديث (۴۳۰۰) و اخرجه عبد بن حميد كما في (المنتخب) رقم (۳۳۹)-

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: (اس کا وزن ہونے لگا ہے) تم بھی میزان کے پاس رہو! تو وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! ان دفتروں کے مقابلے میں کاغذ کے اس ایک ٹکڑے کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے‘ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے اوپر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر ان تمام دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھا جائے گا۔ اس ایک کاغذ کو ایک پلڑے میں رکھا جائے گا‘ تو وہ تمام دفتر ہلکے ہو جائیں گے‘ اور کاغذ کا وہ ٹکڑا بھاری ہوگا‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام جتنی وزنی چیز اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ”حسن غریب“ ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی نقل کی گئی ہے۔ اس کا مفہوم یہی ہے۔

شرح

کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے کا دنیا سے رخصت ہونا‘ جنتی ہونے کی علامت ہے

گزشتہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور جمہور محققین کے نزدیک ایمان کی حقیقت بسیط ہے۔ اعمال صالحہ ایمان کامل کے اجزاء نہیں بلکہ اس کی تزیین کے لیے ہیں۔ دیگر فقہاء‘ اشاعرہ اور معتزلہ کا مؤقف ہے کہ ایمان مرکب ہے‘ کیونکہ اقرار لسانی اور اعمال صالحہ اس کے اجزاء ترکیبی ہیں لیکن اعمال طالحہ ایمان کے منافی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایمان مرکب ہے‘ جو امور ثلاثہ یعنی تصدیق قلبی‘ اقرار لسانی اور اعمال صالحہ کا مجموعہ ہے جبکہ اعمال سیۂ اس کے منافی ہے۔ جو مسلمان دنیا سے اعمال سیۂ کرتا ہوا رخصت ہوتا ہے تو کیا وہ صاحب ایمان ہوگا یا نہیں؟ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب احادیث باب میں دیا ہے کہ وہ مسلمان ہے‘ کیونکہ کلمہ گو ہے خواہ وہ کتنا گناہگار ہوگا‘ وہ اگر گناہوں کی پاداش میں جہنم میں داخل کر بھی دیا جائے گا تو بالآخر اسے وہاں سے نکال لیا جائے گا اور اس کا دائمی مقام جنت ہوگا۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر احادیث کے علاوہ یہ ارشاد خداوندی بھی بطور دلیل پیش کیا ہے: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (الحجرات:۲) کفار اس بات کی خواہش کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔“ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث منقول ہے: سَيُخْرَجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ مِنْ اَهْلِ التَّوْحِيْدِ وَيُدْخَلُوْنَ الْجَنَّةَ ۔ عنقریب اہل توحید کو جہنم سے نکالا جائے گا اور وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے۔“ اس موقع پر کفار و مشرکین اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی اہل توحید و مسلمان ہوتے تو انہیں بھی جہنم سے نجات حاصل ہو جاتی اور وہ جنت میں داخل کر دیے جاتے۔

احناف اور ماتریدیہ کی طرف سے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کے جواب اور اپنے نقطہ نظر کی تائید میں حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: انما كان هذا في اول الاسلام‘ قبل نزول الفرائض والامر والنهي یعنی احادیث باب کا تعلق دور اول کے ساتھ ہے جب فرائض‘ اوامر اور نواہی کا نزول نہیں ہوا تھا۔ فرائض اور اوامر و نواہی کے نزول کے بعد اعمال صالحہ مامور بھی قرار پائے اور اعمال طالحہ منہی عنہ ٹھہرے اور اعمال صالحہ ایمان کے اجزاء قرار پائے لیکن نفس ایمان کے اجزاء نہیں ہیں۔ ایمان کامل کے اجزاء ہو سکتے ہیں جو تزیین کے لیے ہیں‘ کیونکہ ایمان بسیط ہے‘ مرکب ہر گز نہیں ہو سکتا۔

2564 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ اَبُوْ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

2564۔ اخرجه احمد (۲۲۲/۲) و ابوداؤد (۶۰۸/۲) كتاب السنة‘ باب: شرح السنة‘ حديث (۴۵۹۶)‘ و رواه ابويعلى في (مسنده) (۳۱۷/۱۰) برقم (۵۹۱۰)۔

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: تَفَرَّقَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى اِحْدٰى وَسَبْعِيْنَ اَوِ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَّالنَّصَارٰى مِثْلَ ذٰلِكَ وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَوْفِ بْنِ مَالِكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہودی 71 فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) 72 فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ عیسائی بھی اسی کی مانند (اتنے ہی فرقوں میں تقسیم ہوئے) اور میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہوگی۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2565 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِیُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ الْاَفْرِيْقِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِیْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَّكَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَّتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِیَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مُفَسَّرٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِثْلَ هٰذَا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت کے ساتھ بھی وہی کچھ پیش آئے گا' جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آیا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی شخص نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ طور پر زنا کیا تھا' تو میری امت میں بھی کوئی ایسا شخص ہوگا' جو ایسا کرے گا' اور بنی اسرائیل 72 فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ایک گروہ کے علاوہ باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا: وہ کون لوگ ہوں گے؟ یارسول اللہ! (جو جنت میں جائیں گے؟) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اس راستے پر چلیں گے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" اور مفسر ہے۔

اس طرح کی روایت کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں (یعنی جس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جنت میں جانے والا فرقہ کون سا ہوگا؟)

2566 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ يَحْيٰى بْنِ اَبِیْ عَمْرٍو السَّيْبَانِیِّ عَنْ

2565- تفرد به المصنف كما فی (التحفة) رقم (٨٨٦٤) ذكره المتقی فی (الكنز) (١/٢١١) حديث (١٠٦٠) و عزاه للحاكم و ابن عساكر عن عبد الله بن عمرو۔

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ خَلْقَهُ فِيْ ظُلْمَةٍ فَاَلْقٰى عَلَيْهِمْ مِنْ نُوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ اهْتَدٰى وَمَنْ اَخْطَاَهٗ ضَلَّ فَلِذٰلِكَ اَقُوْلُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے تاریکی میں مخلوق کو پیدا کیا' پھر ان پر اپنا نور ڈالا تو جنہیں وہ نور نصیب ہو گیا' وہ ہدایت حاصل کر گئے اور جنہیں نصیب نہیں ہوا وہ گمراہ ہو گئے۔ اسی لیے میں یہ کہتا ہوں' اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق قلم خشک ہو چکا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

2567 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَتَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّهٗ عَلَيْهِمْ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا قَالَ اَتَدْرِيْ مَا حَقُّهُمْ عَلَيْهِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم یہ جانتے ہو؟ کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ان بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ بندے صرف اسی کی عبادت کریں' اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم یہ بات جانتے ہو؟ کہ ان بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے' جب وہ ایسا کر لیں؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

2568 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ وَّعَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ وَّالْاَعْمَشِ كُلُّهُمْ سَمِعُوْا زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَبَشَّرَنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَاِنْ

2566- اخرجه احمد (۲/۱۷۶، ۱۹۷)-

2567- اخرجه احمد (۵/۲۲۸، ۲۲۹) و البخاری (۶/۶۹) کتاب الجهاد و السیر' باب: اسم الفرس و الحمار (۲۸۵٦) و مسلم (۱/۲۵۲) کتاب الایمان: باب: الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل اجنة حدیث (۴۹/۳۰)-

2568- اخرجه احمد (۵/۱۵۲، ۱٦۱، ۱٦٦) و فی (۸/۷۴، ۱۱۷) و البخاری (٦/۲۵۲) کتاب بدء الخلق' باب: ذکر الملائکة (۳۲۲۲) و مسلم (۴/۸۱ - ۸۲ - نووی) کتاب الزکاة' باب: الترغیب فی الصدقة (۳۲/۹۴) و البخاری فی (الادب المفرد) رقم (۸۰۲)-

زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ نَعَمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے یہ خوشخبری دی' جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو' وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے دریافت کیا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اگرچہ اس نے چوری کی ہو' تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

امت میں گروہ بندی کا تذکرہ

اشاعرہ' خوارج اور معتزلہ کا مؤقف ہے کہ ایمان مرکب ہے۔ اعمال صالحہ اس کے اجزاء ہیں اور مرتکب کبیرہ کو وہ خارج اسلام قرار دیتے ہیں۔ اس کا جواب کیا ہے؟ اس سوال کا جواب احادیث باب میں دیا گیا ہے کہ امم سابقہ کی طرح یہ امت بھی فرقہ بندی کا شکار ہوگی۔ تمام فرقے گمراہ ہوں گے لیکن ایک گروہ جنتی ہوگا۔ ایک فرقہ کے علاوہ تمام فرقے جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔ ان کے عقائد و افکار اور اعمال کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ مضمون احادیث کے حوالے سے چند ایک اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ جو فرقے عقائد و افکار اور اعمال طالحہ کے سبب دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہوں گے۔ وہ دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے ورنہ اپنے بداعمال اور گناہوں کے سبب مختصر عرصہ یا قلیل وقت تک سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ بداعمالی کی نسبت بداعتقادی کی سزا زیادہ ہوگی۔

☆ یہ امت بھی بداعتقادیوں' بداعمال اور ارتکاب معصیات کے حوالے سے پہلی امتوں کی پیروی کرے گی حتیٰ کہ کسی نے اپنی والدہ کے ساتھ بدفعلی کی ہوگی تو یہ بھی ایسا گناہ کریں گے یعنی نافرمانیوں کے اعتبار سے پیچھے نہیں ہوگی بلکہ سبقت لے جانے کی کوشش کرے گی۔

☆ بہتر اور تہتر کے اعداد تکثیر کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ عربی زبان میں سات کا عدد تھوڑی تکثیر کے لیے' ستر کا عدد درمیانی تکثیر کے لیے اور تہتر کا عدد زیادہ تکثیر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

☆ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ناجی گروہ کی تخصیص کے بارے میں سوال اس لیے کرنے کی کوشش کی تا کہ اس کی پیروی کی جائے' ناری فرقوں سے انقطاع کیا جا سکے اور تا قیامت آنے والے لوگوں کو صراط مستقیم میسر آ سکے۔

☆ جماعت ناجیہ ''اہل سنت و جماعت'' ہے۔ ما انا علیہ واصحابی کا مصداق بھی یہی ہے اور خوش اعتقادی و حسن اعمال کی حامل بھی یہی جماعت ہے۔ علاوہ ازیں حضرت غوث اعظم' حضرت داتا گنج بخش لاہوری' حضرت خواجہ معین الدین چشتی' حضرت سید بلھے شاہ قصوری' حضرت سید امام علی شاہ مکان شریفی' حضرت مجدد الف ثانی سرہندی' حضرت شاہ بلاول قادری' حضرت میاں شیر محمد

شرقپوری رحمہم اللہ تعالیٰ اکابر اسی گلشن کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔

☆ جو فرقے گمراہی کا راستہ اختیار کریں گے وہ بداعتقاد بداعمال اور بدکردار ہوں گے۔ علاوہ ازیں ان کے مابین خیر وشر' حلال وحرام اور گمراہی وصراط مستقیم کا تصور کالعدم ہو جائے گا۔

کلمہ گو انسان خواہ کتنا ہی گناہگار ہوگا' وہ بالآخر جنت میں داخل ہوگا یعنی اپنے اعمال طالحہ کی سزا بھگتنے کے لیے بطور سزا جہنم میں داخل کیا جائے گا' پھر اسے وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

كِتَابُ الْعِلْمِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

علم کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

ماقبل سے ربط اور تعریف علم

اوراق سابقہ میں ایمان کی بحث تھی اور اب حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ علم کی بحث کا آغاز کر رہے تھے۔ دونوں ابحاث میں تقدیم وتاخیر کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کی بحث علم کی بحث سے افضل ہے، کیونکہ ایمان پر جہنم سے آزادی کا مدار ہے اور علم جہالت سے نجات کا معیار ہے۔ ایمان کی بحث کے بعد متصلاً علم کی بحث لانے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کے مابین گہرا تعلق وعلاقہ ہے، کیونکہ ایمان وعلم دونوں کی وجہ سے آدمی میں خشیت باری تعالیٰ کا وصف پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (الفاطر:۲۸) بیشک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔" مطلب یہ ہے کہ جس طرح اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ رہتے ہیں، اسی طرح اہل علم بھی اس سے ڈرتے ہیں۔

علم کی تعریف: لفظ "علم" کا لغوی معنی ہے۔ معلوم کرنا، جاننا، پہچاننا۔ جس طرح علم کی اصطلاحی تعریف میں علماء کا شدید اختلاف پایا جاتا ہے، اسی طرح اس کے محل میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاہم "علم" کی چند تعریفات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

پہلی تعریف: حصول صورۃ الشئ فی العقل۔ کسی چیز کی صورت کا عقل میں حاصل ہونے کا نام علم ہے۔

دوسری تعریف: الحاضر عند المدرک۔ ادراک کرنے والی قوت کے پاس کسی صورت کے حاضر ہونے کا نام علم ہے۔

تیسری تعریف: الصورۃ الحاصلۃ من الشئ عند العقل۔ عقل میں حاصل ہونے والی صورت کا نام علم ہے۔

چوتھی تعریف: قبول النفس لتلك الصلورۃ۔ نفس کا اس صورت کو حاصل کرنے کا نام علم ہے۔

پانچویں تعریف: الاضافۃ الحاصلۃ بین العالم والمعلوم۔ عالم اور معلوم کے درمیان قائم ہونے والے تعلق کا نام علم ہے۔

چھٹی تعریف: ایسے نور کا نام علم ہے، جس کے سبب معلوم عیاں ہو جاتا ہے مثلاً آنکھ کی روشنی جس سے دیکھی ہوئی چیز واضح ہو جاتی ہے۔

ساتویں تعریف: صفۃ یتجلی بھا المذکور لمن قامت ھی بہ۔ ایک کیفیت کا نام علم ہے، جس سے وہ بات عیاں ہو جاتی ہے جو عالم کے سامنے بیان کی جائے۔

آٹھویں تعریف: الحق انہ من اجلی البدیھیات کالنور والسرور نعم تنقیح حقیقتہ عسیر جدا۔ علم ایک واضح چیز کا نام ہے جسے ہر آدمی سمجھائے بغیر سمجھ جاتا ہے لیکن اس کی حقیقت کو واضح کرنا دشوار تر ہے۔"

بَاب إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَقَّهَهُ فِي الدِّيْنِ

باب 1: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرے تو اسے دین کے بارے میں سوجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے

2569 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَمُعَاوِيَةَ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرلے اسے دین کی میں سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا بندے کو علم دین سے نوازنا

لفظ: ''فقہ'': ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل سے فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: کسی کو سکھانا، کسی کو فقیہ بنانا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر ہمہ وقت نوازشات اور عنایات کے بادل موسلا دھار بارش کی طرح برستے رہتے ہیں لیکن ان انعامات سے بڑا انعام علم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جس شخص کا زیادہ مقام ہوتا ہے اسے یہ دولت عطا کی جاتی ہے۔ جس طرح آدمی کسی جاہل کو اپنا دوست بنانا پسند نہیں کرتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی کسی جاہل کو منصب ولایت پر فائز کر کے اپنا دوست بنانا پسند نہیں کرتا۔ اس سلسلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عالم بنو یا متعلم بنو یا توجہ سے علم سننے والے بنو یا علم وعلماء سے محبت کرنے والے بنو۔ پانچویں قسم (علم وعلماء سے بغض رکھنے والے) نہ بنو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے (مجمع الزوائد رقم الحدیث ۵۰۲)

حدیث باب میں علماء، فقہاء اور طلباء سب کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے بغیر یہ دولت حاصل نہیں ہو سکتی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور شاگرد رشید حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ تاحیات درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور وعظ وتبلیغ میں مصروف رہے۔ وصال کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا تو دریافت کیا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا گیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: فرشتوں کے ذریعے مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! جا میں نے تجھے معاف کیا۔ اگر تجھ سے مؤاخذہ مقصود ہوتا تو میں تجھے علم کی دولت سے ہرگز نہ نوازتا۔

2569- اخرجه احمد (۱/۳۰۶)- و الدارمی (۱/۷۴) المقدمة: باب: الاقتداء بالعلماء-

بَاب فَضْلِ طَلَبِ الْعِلْمِ

باب 2: علم حاصل کرنے کی فضیلت

2570 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص ایسے راستے پر چلے جس میں وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

2571 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ الْعَتَكِيُّ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّرَوَاهُ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص علم کے حصول کے لیے نکلے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتا ہے جب تک وہ واپس نہیں آ جاتا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

بعض راویوں نے اسے نقل کیا ہے، مگر "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

2572 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُعَلّٰى حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِیْ دَاوٗدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَخْبَرَةَ عَنْ سَخْبَرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفُ الْاِسْنَادِ

توضیح راوی: اَبُوْ دَاوٗدَ يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ وَلَا نَعْرِفُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَخْبَرَةَ كَبِيْرَ شَیْءٍ وَّلَا لِاَبِيْهِ وَاسْمُ اَبِیْ دَاوٗدَ نُفَيْعٌ الْاَعْمٰى تَكَلَّمَ فِيْهِ قَتَادَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ

2570۔ اخرجه احمد (۲/۲۵۲، ۴۰۷) و ابوداؤد (۲/۳۶۳) کتاب العلم، باب: الحث علی طلب العلم (۳۶۴۲) و الدارمی (۱/۹۹) المقدمة، باب: فی فضل العلم والعالم و رواه ابن ماجه ایضا اطول من ذلك فی (۱/۸۲) المقدمة، باب: فضل العلماء و الحث علی طلب العلم حدیث (۲۲۵) و ابن حبان فی (صحیحه) (۱/۲۸۴) رقم (۸۴)۔

2571۔ لم یخرجه من اصحاب الکتب الستة الا الترمذی کما فی (تحفة الاشراف) رقم (۸۳۰) ذکره المنذری فی (الترغیب) (۱/۱۳۹)، حدیث (۱۴۸) و قال: حسن الشاهده عند ابن ماجه۔

2572۔ اخرجه الدارمی (۱/۱۳۹) المقدمة، باب: من کره الشهرة و المعرفة۔

◆◆ حضرت سخبرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص علم حاصل کرے تو یہ اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

یہ حدیث سند کے اعتبار سے "ضعیف" ہے۔

ابوداؤد نامی راوی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق حضرت عبداللہ بن سخبرہ اور ان کے والد کے حوالے سے بہت زیادہ روایات منقول نہیں ہیں۔

ابوداؤد نامی راوی کے نام نفیع اعمیٰ ہے۔ قتادہ اور دیگر اہلِ علم نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے۔

شرح

حصول علم کی فضیلت

احادیث باب میں ایک مشترک مضمون بیان کیا گیا ہے وہ ہے حصول علم دین کی فضیلت۔ حصول علم کے لیے گھر سے نکلنا دشوار ہوتا ہے کیونکہ اس مقصد کے لیے والدین بہن بھائیوں اعزاء واقارب اور گھر کو چھوڑنے کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ ثواب بقدرے مشقت ہوتا ہے۔ اسی طرح جنت کا حصول بھی دشوار تر ہے کیونکہ اس کے لیے حسن عقائد واعمال شرط ہے۔ جو شخص علم دین حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس راستے میں پیش آنے والی مشکلات کو برداشت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

دوسری حدیث باب میں طالب علم کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اسے مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ دیا گیا ہے جس کے شب وروز عبادت میں گزرتے ہیں اور اسے جنت کی خوشخبری بھی سنائی گئی ہے۔

تیسری حدیث باب میں اس حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے کہ حصول علم کی برکت سے اللہ تعالیٰ طالب علم کے سابقہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) صغیرہ گناہ جو توبہ کے بغیر اور اعمال صالحہ کے سبب معاف کر دیے جاتے ہیں

(۲) کبیرہ گناہ: جو توبہ کے بغیر معاف نہیں کیے جاتے۔ اس روایت میں مغفرت معصیات کا تعین نہیں کیا گیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حصول علم دین ایسی عبادت ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اذا جاء الموت لطالب العلم وهو على هذه الحالة مات وهو شهيد** (امام علاء الدین علی متقی کنز العمال ج ۱۰ ص ۷۸) "جس شخص کو حصول علم کے دوران موت آجائے وہ شہید ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ جب طالب علم حصول علم کے لیے عازم سفر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے پاؤں کے نیچے اپنے نورانی پر بچھا دیتے ہیں۔"

بَابُ مَا جَآءَ فِي كِتْمَانِ الْعِلْمِ

باب 3- علم کو چھپانے (کی مذمت) کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2573 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بُدَيْلِ بْنِ قُرَيْشٍ الْيَامِيُّ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ زَاذَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ اَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص سے کسی علمی بات کے بارے میں دریافت کیا جائے' جسے وہ جانتا ہو' اور وہ اسے چھپالے' تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

کتمانِ علم کی وعید

جس طرح حصولِ علمِ دین' اس پر عمل کرنے اور تبلیغ کرنے کی فضیلت ہے' اس کے برعکس اس پر عمل نہ کرنے اور جہلاء کو اس کی تبلیغ نہ کرنے یا مسئلہ دریافت کرنے پر اسے نہ بتانے کی مذمت و وعید بھی اتنی ہی زیادہ ہے' کیونکہ اس طرح حصولِ علم کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ وہ صاحبِ علم جس سے کوئی علمی مسئلہ دریافت کیا گیا' اس نے بتانے سے احتراز کیا تو اس کی وعید حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ اسے اس کی پاداش میں قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

ایک روایت میں کتمانِ علم سے کام لینے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

علم چھپانے والے پر ہر چیز لعنت کرتی ہے یہاں تک کہ مچھلی پانی میں اور پرندے ہوا میں۔ (کنز العمال' ج ۱۰' ص ۱۰۹)

دوسری راویت میں کتمانِ علم کرنے والے کی نماز نا قابلِ قبول کی وعید بیان کی گئی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب فتنے ظاہر ہوں اور ہر طرف بے دینی پھیلنے لگے' ایسے موقع پر عالمِ دین اپنا علم ظاہر نہ کرے اور اپنی کسی مصلحت یا مفاد کے لالچ میں خاموش رہے تو اس پر اللہ تعالیٰ' تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض

2573- اخرجه احمد (۲/ ۲۶۳، ۲۹۶، ۳۰۵، ۳۴۴، ۳۵۳، ۴۹۵، ۴۹۹، ۵۰۸) و ابوداؤد (۲/ ۳۴۵) كتاب العلم' باب: كراهية منع العلم (۳۶۵۸) و ابن ماجه (۱/ ۹۶) المقدمة' باب: من سئل عن علم فكتمه (۲۶۱)-

قبول کرے گا اور نہ نفل۔" (احمد بن حجر مکی، الصواعق الحرقۃ، ص ۲)

فائدہ نافعہ: علماء اور طلباء کو اپنے علم کے مطابق عمل کرنا چاہیے کیونکہ بے عملی کتمان علم اور مصلحت کے پیش نظر مسائل کو تبدیل کر کے بیان کرنے کی وعید احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِسْتِيصَاءِ بِمَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ

باب 4: جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہو اُس کے بارے میں تلقین کرنا

2574 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ هَارُوْنَ الْعَبْدِيِّ قَالَ كُنَّا نَاْتِيْ اَبَا سَعِيْدٍ فَيَقُوْلُ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَّاِنَّ رِجَالًا يَاْتُوْنَكُمْ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرَضِيْنَ يَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ فَاِذَا اَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ كَانَ شُعْبَةُ يُضَعِّفُ اَبَا هَارُوْنَ الْعَبْدِيَّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ مَا زَالَ ابْنُ عَوْنٍ يَّرْوِيْ عَنْ اَبِيْ هَارُوْنَ الْعَبْدِيِّ حَتّٰى مَاتَ وَاَبُوْ هَارُوْنَ اسْمُهٗ عُمَارَةُ بْنُ جُوَيْنٍ

◆◆ ابو ہارون بیان کرتے ہیں: جب ہم لوگ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: ان لوگوں کو خوش آمدید! جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے تلقین کی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لوگ تمہارے پیروکار ہوں گے کچھ لوگ زمین کے دور دراز علاقوں سے تمہارے پاس آئیں گے وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنا چاہتے ہوں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے بارے میں بھلائی کی تلقین کو قبول کرو۔ علی بن عبداللہ کہتے ہیں: سعید بن یحییٰ نے یہ بات بیان کی ہے: شعبہ نے ابوہارون عبدی نامی راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یحییٰ نامی راوی بیان کرتے ہیں: ابن عوف نامی راوی ہارون عبدی سے روایات نقل کرتے ہیں: یہاں تک کے ان کا انتقال ہو گیا۔

ابوہارون نامی راوی کا نام عمارہ بن جوین ہے۔

2575 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا نُوْحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ هَارُوْنَ الْعَبْدِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَاْتِيْكُمْ رِجَالٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَتَعَلَّمُوْنَ فَاِذَا جَاءُوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا قَالَ فَكَانَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اِذَا رَآنَا قَالَ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هَارُوْنَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

2574- اخرجه ابن ماجه (۱/۹۱) المقدمة: باب الوصاة بطلبة العلم (۲۴۹) وعداه (۱/۹۰) المقدمة: باب الوصاة بطلبة العلم حديث (۲۴۷)

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مشرق کی سمت سے لوگ تمہارے پاس آئیں گے وہ علم حاصل کرنا چاہتے ہوں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے بارے میں بھلائی کی تلقین کو قبول کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہمیں دیکھتے تھے تو فرمایا کرتے تھے: ان لوگوں کو خوش آمدید! جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ہدایت کی تھی۔

ہم اس روایت کو صرف ابوہارون عبدی نامی راوی کی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

دینی طلباء سے حسن سلوک کرنا

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل علم کے پاس طلباء حصول علم یا مسائل دریافت کرنے کے لیے آئیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے ان کی علمی وفکری تواضع ورہنمائی کی جائے۔ چنانچہ دینی طلباء کے چند ایک حقوق ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ حسن سلوک کرنا: طلباء کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوتے ہیں۔ ان سے حسن سلوک کرنے سے اللہ ورسول خوش ہوں گے۔

☆ شاگردوں کے لیے دعا کرنا: اساتذہ کرام ان کے لیے کامیابی کی دعا کریں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو قرآن پاک کا علم عطا فرما۔

☆ شاگردوں کی حوصلہ افزائی کرنا: اساتذہ ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب میں مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا میں نے اس سے خوب سیر ہو کر نوش کیا پھر باقی ماندہ دودھ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ فرمایا: دودھ سے مراد علم ہے۔

☆ شاگردوں کی تحقیر سے اجتناب کرنا: بات بات پر ان کی تحقیر نہ کریں کیونکہ بار بار عزت نفس مجروح ہونے کے باعث انتقامی کارروائی کا امکان ہوسکتا ہے جس سے اساتذہ اور تلامذہ کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہوں گی۔

☆ شاگردوں کی صلاحیتوں کو مدنظر رکھنا: ان کی لیاقتوں اور صلاحیتوں کے مطابق اہمیت دی جائے یعنی ذہین اور محنتی طلباء کو ان کی ذہانت ومحنت کے مطابق اسباق پڑھائے جائیں۔ اسی طرح متوسط اور غبی طلباء کو ان کی حیثیت پر رکھا جائے۔

☆ ہمہ وقت شاگردوں سے ناراضگی کا اظہار نہ کرنا: اگر تلامذہ کی طرف سے دانستہ یا نادانستہ طور پر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر ہمیشہ کے لیے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کسی معاملہ میں ناراضگی ہو بھی جائے تو وہ ناراضگی وقتی ہونی چاہیے نہ کہ دائمی۔

☆ ذہن نشین نہ ہونے کی صورت میں طلباء کو دوبارہ سبق پڑھانا: اگر استاد کے ایک بار سبق پڑھانے سے ذہن نشین نہیں ہوا تو دوبارہ بلکہ سہ بار سبق پڑھانے میں ناراضگی کا اظہار نہ کرے۔ اپنا فرض تصور کرتے ہوئے بخوشی اس فریضہ کو انجام دے۔

☆ شاگردوں کے اعتراضات کوسننا اور جواب دینا: اگر تقریر کے اختتام پر سبق کا کوئی پہلو وضاحت طلب ہو تو شاگرد وضاحت کے لیے سوال کریں تو ناراضگی کا اظہار ہرگز نہ کرے کیونکہ سبق کے تشنہ پہلو کی وضاحت طلب کرنا طلباء کا حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ذَهَابِ الْعِلْمِ

باب 5: علم کا رخصت ہو جانا

2576 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَّنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَزِيَادِ بْنِ لَبِيْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ هٰذَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ علم کو یوں قبض نہیں کرے گا کہ اسے لوگوں سے الگ کردے، بلکہ وہ علماء کو قبض کرنے کے ذریعے علم کو قبض کرے گا' یہاں تک کہ وہ کسی عالم کو باقی نہیں رہنے دے گا' تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے ان سے سوال کیے جائیں گے وہ علم نہ ہونے کے باوجود جواب دیں گے۔ وہ خود گمراہ ہوں گے' اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور زیاد بن لبید سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عروہ کے حوالے سے' عمرو کے حوالے سے نقل کیا اس کے علاوہ عروہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

2577 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَخَصَ بِبَصَرِهِ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا اَوَانُ

2576- اخرجه احمد (۲/۱۶۲، ۱۹۰، ۲۰۳) و البخاری (۱/۲۳۴) کتاب العلم، باب: کیف یقبض العلم حدیث (۱۰۰) و مسلم (۸/۴۷۶- شوقیۃ) کتاب العلم، باب: رفع العلم و قبضه حدیث (۱۳/۲۶۷۳) و النسائی فی (الکبری) (۳/۴۵۶) کتاب العلم، باب: کیف یرفع العلم (۷ - ۵۹/۱) و ابن ماجه (۱/۲۰) المقدمة، باب: اجتناب الرأی حدیث (۵۲) و الدارمی (۱/۷۷) المقدمة، باب: ذهاب العلم-

2577- اخرجه الدارمی (۱/۸۷) باب: من قال العلم الخشیة و تقوی الله-

يُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى لَا يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ فَقَالَ زِيَادُ بْنُ لَبِيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ كَيْفَ يُخْتَلَسُ مِنَّا وَقَدْ قَرَاْنَا الْقُرْاٰنَ فَوَاللّٰهِ لَنَقْرَاَنَّهُ وَلَنُقْرِئَنَّهُ نِسَائَنَا وَاَبْنَائَنَا فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا زِيَادُ اِنْ كُنْتُ لَاَعُدُّكَ مِنْ فُقَهَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ هٰذِهِ التَّوْرَاةُ وَالْاِنْجِيْلُ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَمَاذَا تُغْنِيْ عَنْهُمْ قَالَ جُبَيْرٌ فَلَقِيْتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ قُلْتُ اَلَا تَسْمَعُ اِلٰى مَا يَقُوْلُ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِيْ قَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ قَالَ صَدَقَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اِنْ شِئْتَ لَاُحَدِّثَنَّكَ بِاَوَّلِ عِلْمٍ يُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ الْخُشُوْعُ يُوْشِكُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَلَا تَرٰى فِيْهِ رَجُلًا خَاشِعًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَّمُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا تَكَلَّمَ فِيْهِ غَيْرَ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُّعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ نَحْوُ هٰذَا

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے' آپ ﷺ نے نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا' پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

''یہ وہ گھڑیاں ہیں' جن میں علم کو لوگوں سے کھینچا جا رہا ہے' یہاں تک کے لوگ اس کی کسی بھی چیز پر قادر نہیں رہیں گے' تو حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہم میں سے علم کو کیسے کھینچا جا رہا ہے' جبکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں' اللہ کی قسم! ہم اسے پڑھتے رہیں گے' اپنی عورتوں اور بچوں کو پڑھاتے رہیں گے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے زیاد! تمہاری ماں تم پر روئے' میں تو تمہیں مدینہ منورہ کے سمجھدار لوگوں میں ایک سمجھتا تھا یہ تورات اور انجیل عیسائیوں کے پاس ہے' لیکن اس کا انہیں کیا فائدہ ہوا؟

جبیر بیان کرتے ہیں: بعد میں میری ملاقات حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہوئی' تو میں نے ان سے کہا: آپ کو معلوم ہے: آپ کے بھائی ابودرداء نے کیا حدیث بیان کی ہے؟ پھر میں نے انہیں وہ حدیث سنائی جو ابودرداء نے بیان کی تھی' تو حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا ہے' اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں کے سب سے پہلا علم کون سا لوگوں سے اٹھایا جائے گا؟ وہ خشوع و خضوع ہے' عنقریب تم جامع مسجد میں جاؤ گے' لیکن تمہیں وہاں ایک بھی شخص ایسا نظر نہیں آئے گا جس میں خشوع و خضوع ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

معاویہ بن صالح نامی راوی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں' ہمارے علم کے مطابق یحییٰ بن سعید کے علاوہ اور کسی نے ان کے بارے میں کلام نہیں کیا ہے۔

معاویہ بن صالح کے حوالے سے' بھی اسی طرح کی روایت نقل کی گئی ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت کو عبدالرحمٰن بن جبیر کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ

کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

شرح

علم کا اٹھ جانا

علامات قیامت میں سے ایک علامت "علم" کا اٹھ جانا ہے۔ علم کے اٹھ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ علماء سے علم چھین لیا جائے گا' بلکہ اس سے مراد ہے کہ علماء اٹھا لیے جائیں گے۔ پھر ان کی جگہ میں جہلاء اور بے عمل لوگ آ جائیں گے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے اور فقہ قرآن وحدیث دونوں کی تشریح ہے۔ دوسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم وتدریس ہوتی رہے گی اس وقت تک روئے زمین پر دین باقی رہے گا۔ جب علماء کو اٹھا لیا جائے گا تو یقینی طور پر قرآن' حدیث اور فقہ وغیرہ علوم کی تدریس کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّطْلُبُ بِعِلْمِهِ الدُّنْيَا

باب 6: جو شخص علم کے ذریعے دنیا کا طلبگار ہو

2578 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْاَشْعَثِ اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ اَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ اَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاِسْحٰقُ بْنُ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ عِنْدَهُمْ تُكُلِّمَ فِيهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ

◆ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے' اپنے والد کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' جو شخص علم اس لیے حاصل کرے' تا کہ اس کے ذریعے علماء کا مقابلہ کرے' یا جہلاء کے ساتھ بحث کرے' یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرے' تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں' لیکن اسحٰق بن یحییٰ بن طلحہ نامی راوی محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہے ان کے حافظے کے حوالے سے' کلام کیا گیا ہے۔

2579 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْهُنَائِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ

2578- لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة غير المصنف كما في (التحفة) للمزي رقم (١١١٤٠) ذكره المنذري في (الترغيب) (١/١٥٤) حديث (١٧٨) وقال: (ضعيف ورواه ابن ابي الدنيا في (الصمت) (١٤١) والحاكم شاهداً (١/٨٥) والبيهقي في (شعب الايمان) (١٧٧٢) عن كعب رضي الله عنه-

2579- اخرجه ابن ماجه (١/٩٥) المقدمة' باب: الانتفاع بالعلم (٢٥٨)-

عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ خَالِدِ بْنِ دُرَيْكٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا لِغَيْرِ اللّٰهِ اَوْ اَرَادَ بِهٖ غَيْرَ اللّٰهِ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ اَيُّوْبَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی (رضا) کی بجائے کسی اور مقصد کے لیے علم حاصل کرے یا وہ اپنے علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بجائے کسی اور کا ارادہ کرے تو وہ جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ اس روایت کے ایوب سے منقول ہونے کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

طلب دنیا کے لیے حصول علم کی وعید

علم کی دو اقسام ہیں: (۱) دینی علم: یہ قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ وغیرہ کا علم ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کا حصول ضروری اور باعث برکت ہے۔

(۲) دنیوی علم: یہ وہ علم ہے، جو تجارت یا دنیا طلبی کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص دنیوی علوم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے حاصل کرتا ہے تو اس میں بھی خوبی آ سکتی ہے اور اگر کوئی شخص دینی علوم دنیا طلبی کے لیے حاصل کرتا ہے تو اس میں حسن نیت کی خوبی ختم ہو جائے گی اور اس طرح علوم اسلامیہ کا حصول قابل مؤاخذہ ہوگا۔ احادیث باب میں اسی مسئلہ کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اگر علوم دینیہ حاصل کرنے کا مقصد دنیا طلبی ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔ علاوہ ازیں جس شخص نے علم دین اس لیے حاصل کیا ہو کہ وہ علماء سے مناظرہ کرے گا یا لوگوں پر اپنے آپ کو فائق تصور کرے گا یا لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے گا یا غیر اللہ کو خوش کرنا مقصود ہو اور یا دنیا طلبی پیش نظر ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی پاداش میں جہنم میں سزا دے گا۔

احادیث باب کا خاص درس یہ ہے کہ انسان کو علوم اسلامیہ حاصل کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اس کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہو۔ اس کے لیے یہ کاوش اور حصول علم دین دارین کی کامیابی و نجات کا سبب بن جائے گا ورنہ یہی علم وبال جان ثابت ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْحَثِّ عَلٰى تَبْلِيغِ السَّمَاعِ

باب 7: ''سنی ہوئی (حدیث)'' کی تبلیغ کرنے کی ترغیب

2580 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ مِنْ

وَّلَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متن حدیث: خَرَجَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مِّنْ عِنْدِ مَرْوَانَ نِصْفَ النَّهَارِ قُلْنَا مَا بَعَثَ اِلَيْهِ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا لِشَیْءٍ سَاَلَهُ عَنْهُ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ نَعَمْ سَاَلَنَا عَنْ اَشْيَاءَ سَمِعْنَاهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَّيْسَ بِفَقِيْهٍ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَّاَبِی الدَّرْدَاءِ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◄► عبدالرحمٰن بن ابان اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک مرتبہ عین دوپہر کے وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مروان کے ہاں سے باہر نکلے' تو ہم نے سوچا یہ اس وقت کسی ضروری کام سے آئے ہوں گے' جو مروان نے ان سے دریافت کرنا ہو گا' ہم اٹھے اور ہم نے ان سے دریافت کیا' تو انہوں نے جواب دیا: ہاں! اس نے ہم سے کچھ چیزوں کے بارے میں دریافت کیا: جو ہم نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے' جو ہم سے کوئی حدیث سنے' پھر اس کو یاد رکھے یہاں تک کہ دوسرے تک اس کو پہنچا دے کیونکہ بعض اوقات فقیہہ (یعنی علم) رکھنے والا شخص اس شخص تک منتقل کر دیتا ہے' جو اس سے زیادہ فقیہہ (یعنی عالم) ہوتا ہے' اور بعض اوقات علم حاصل کرنے والا بذات خود فقیہہ نہیں ہوتا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ' حضرت ابودرداء اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

2581 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

2580- اخرجه احمد (١٨٣/٥) وابو داؤد (٣٤٦/٢) كتاب العلم' باب: فضل نشر العلم (٣٦٦٠) و ابن ماجه (١٣٧٥/٢) كتاب الزهد' باب: الهم بالدنيا حديث (٤١٠٥) والدارمی (٧٥/١) المقدمة: باب: الاقتداء بالعلماء و عزاه المزی فی (تحفة الاشراف) رقم (٣٦٩٤) للنسائی فی (الكبرى)۔

2581- رواه احمد (٤٣٦/١) و ابن ماجه (٨٥/١) المقدمة' باب: من بلغ علماً حديث (٢٣٢) و الحميدی (٤٧/١) برقم (٨٨)۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے' جو ہم سے کوئی چیز سنے اور اسے اسی طرح آگے پہنچا دے' جیسے سنا تھا بعض اوقات جس شخص تک تبلیغ کی گئی ہو وہ براہ راست سننے والے سے زیادہ بہتر طور پر اسے محفوظ رکھتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

عبدالملک بن عمیر نے اسے عبدالرحمٰن بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔

2582 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ ثَلَاثٌ لَّا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَمُنَاصَحَةُ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ فَاِنَّ الدَّعْوَةَ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَائِهِمْ

عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے' جو ہم سے کوئی چیز سنے' اسے محفوظ رکھے اور یاد رکھے' پھر اس کی تبلیغ کردے۔ بعض اوقات جس شخص تک تبلیغ کی گئی ہو وہ براہِ راست سننے والے سے زیادہ سمجھدار (عالم یا فقیہ) ہوتا ہے۔ تین چیزیں ایسی ہیں' جن کے بارے میں مسلمان کا دل دھوکہ کا شکار نہیں ہوتا' خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنا' مسلمان حکمرانوں کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا۔ کیونکہ ان کی دعوت (یعنی دعا) دوسرے سب (غیر موجود) لوگوں تک محیط ہوتی ہے۔

شرح

سنی ہوئی بات کی تبلیغ کرنے کی ترغیب دینا

دورِ رسالت اور دورِ صحابہ میں احادیث مبارکہ لکھنے کا رواج نہیں تھا' بلکہ لوگ زبانی سن کر اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتے تھے پھر آگے دوسرے لوگوں کو بیان کر دیتے تھے۔ تاہم تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں کتب احادیث لکھنے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور روز بروز اس میں ترقی ہوتی گئی حتیٰ کہ بھرپور انداز میں تصنیف و تالیف کا آغاز ہو گیا۔

احادیث باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے' جو حدیث سنتا ہے' اسے یاد رکھتا ہے پھر اسے من و عن لوگوں سے بیان کر دیتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو خصوصی دعا سے نوازتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو خوش و خرم رکھے۔" اس ترغیب بیانِ حدیث کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات سامع' متکلم سے زیادہ ذہین ہوتا ہے' جو حدیث سن کر نہ صرف محفوظ کر لیتا ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قابلیت کی بنا پر اس سے فقہی مسائل بھی اخذ کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ درس میں حصول حدیث کی غرض سے موجود تھے۔ ایک خاتون حاضر ہوئی اور اس نے حضرت وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے تمہارا مسئلہ مستحضر نہیں ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا: حضور! اگر اجازت ہو تو یہ مسئلہ میں عرض کر دوں؟ اس پر حضرت

وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسئلہ بیان کر دیا جو بالکل درست تھا۔ اس پر استاد نے اظہار مسرت کرتے ہوئے دریافت کیا: اے یعقوب! (حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے) آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے معلوم کیا ہے؟ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: میں نے یہ مسئلہ فلاں حدیث سے اخذ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ حدیث تو مجھے اس زمانہ سے محفوظ ہے کہ جب تمہارے والدین کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا (یعنی تم بطور حمل اپنی والدہ کے بطن میں بھی نہیں آئے تھے) لیکن میں نہ سمجھ سکا کہ اس روایت سے یہ مسئلہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

فائدہ نافعہ: حلقۂ معلم میں بیٹھنے والا ہر متعلم فقیہ نہیں ہوتا۔ اگر حدیث نسل در نسل تلامذہ کی طرف منتقل کی جائے، تو کسی فقیہ متعلم تک پہنچ جائے گی اور وہ اس سے مسائل کا استنباط کر کے ملت اسلامیہ کے سامنے رکھے گا۔ اس لیے احادیث مبارکہ تلامذہ سے بیان کرنے کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے تا کہ دین کا سلسلہ آگے بڑھتا رہے ورنہ ملت اسلامیہ کا دینی نقصان ہوگا' لہٰذا معلمین اور متعلمین میں نقل روایات کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے تا کہ بلغوا عنی ولو اية پر عمل کی یقینی صورت سامنے آ سکے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَعْظِيمِ الْكَذِبِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 8: نبی اکرم ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کا عظیم گناہ ہونا

2583 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

◄► حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص میری طرف جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کرے' وہ جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہے۔

2584 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الْفَزَارِيُّ ابْنُ بِنْتِ السُّدِّيِّ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ يَلِجُ فِي النَّارِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرِ وَسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَسٍ وَّجَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّمُعَاوِيَةَ وَبُرَيْدَةَ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَاَبِيْ اُمَامَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَالْمُقَنَّعِ وَاَوْسٍ الثَّقَفِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2583۔ اخرجه احمد (١/٤٠٢، ٤٠٥، ٤٥٤) و لم يعزه المزی فی (التحفة) رقم (٩٢١٢) لا حد الستة غير الترمذی۔

2584۔ اخرجه احمد (١/٨٣، ١٢٣، ١٥٠) و البخاری (١/٢٤١) كتاب العلم، باب: اثم من كذب على النبی صلى الله عليه وسلم حديث (١٠٦)، و مسلم (١/١٠٠۔ نووی) المقدمة، باب: تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (١/١)، و النسائی فی (الكبرى) (٣/٤٥٧) كتاب العلم، باب: من تعلم العلم لغير الله حديث (٥٩١١/١)۔ و ابن ماجه (١/١٣) المقدمة، باب: التغليظ فی تعمد الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (٣١)۔

توضیح راوی: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ اَثْبَتُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وقَالَ وَكِيْعٌ لَمْ يَكْذِبْ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ فِي الْإِسْلَامِ كَذْبَةً

◄► حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: میری طرف جھوٹی بات منسوب نہ کرو' کیونکہ جو شخص میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا' وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' حضرت مقنع رضی اللہ عنہ اور حضرت اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی نے یہ بات بیان کی ہے: منصور بن معمر کوفہ میں رہنے والوں میں سب سے زیادہ مستند راوی ہے وکیع بیان کرتے ہیں: ربعی بن حراش نے اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔

2585 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ بَيْتَهُ مِنَ النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ وَّقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے (راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے) حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں جان بوجھ کر' (جھوٹی بات منسوب کرے) تو وہ جہنم میں اپنے گھر تک پہنچنے کے لیے تیار رہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

جھوٹی حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی وعید

احادیث باب میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ جب بھی کوئی ارشاد نبوی نقل کرنا ہو یا بیان کرنا ہو' تو اس سلسلہ میں نہایت

2585- اخرجه احمد (۳/۲۳۳)' و ابن ماجه (۱/۱۳) المقدمة' باب: التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم' حديث

احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اس بارے میں تھوڑی سی کوتاہی یا غفلت آدمی کو جہنمی بنا سکتی ہے۔ جو شخص جھوٹی یا موضوع حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرے گا' اسے اس کے عوض جہنم میں سزا دی جائے گی۔

احادیث باب کے حوالے سے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمہ وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حصول دین کی غرض سے موجود نہیں ہوتے تھے بلکہ بعض صحابہ متعلمین کی حیثیت سے حاضر رہتے' جو بلغوا عنی ولو آیة' پر عمل کرتے ہوئے دوسرے صحابہ کو احکام دین پہنچا دیتے تھے۔ وہ تبلیغ کے وقت آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ بھی بیان کرتے لیکن نہایت احتیاط اور دیانتداری سے کام لیتے تھے۔

☆ احادیث باب کا حکم احتیاط و وعید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی تک محدود نہیں تھا بلکہ تا قیامت باقی ہے' لہٰذا محدثین' معلمین اور متعلمین کو احادیث بیان کرتے وقت نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اسی طرح مصنفین' محققین اور شارحین کو بھی یہ احتیاطی پہلو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

☆ قرآن کریم وحی جلی ہے' جس میں غلطی یا تحریف کا امکان ہرگز نہیں ہے' کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اس کے برعکس حدیث وحی خفی ہے' جس میں غلطی کا امکان ہے۔ حدیث نقل کرنے یا بیان کرنے میں نادانستہ طور پر غلطی سرزد ہو جائے تو معاف ہے لیکن دانستہ طور پر غلطی قابل مؤاخذہ اور قابل وعید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دانستہ وعمداً غلطی کرنے کی وعید احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔

فائدہ نافعہ: محدثین نے باقاعدہ "موضوع احادیث" کو ایک فن قرار دے کر اس پر کتب تصنیف فرمائی ہیں اور موضوع احادیث کی نشاندہی فرما کر امت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ پھر بھی بعض خطباء' واعظین اور مقررین (بالخصوص جہلاء) دوران وعظ موضوع روایات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ اس جرم و بے احتیاطی کی بنا پر احادیث باب کا مصداق ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ رَوٰى حَدِيْثًا وَّهُوَ يَرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ

باب 9: جو شخص کوئی حدیث نقل کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے

2586 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ اَبِيْ شَبِيبٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ حَدِيْثًا وَّهُوَ يَرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَّسَمُرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2586- اخرجه احمد (٤/ ٢٥٠، ٢٥٢، ٢٥٥) و مسلم (١/ ٩٥ - نووی) ، المقدمة باب : و جوب الرواية عن الثقات و ترك الكذابين ، و ابن ماجه (١/ ١٥) المقدمة ، باب : من حدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، حديثا و هو يرى انه كذب حديث (٤١) -

اسنادِ دیگر: وَرَوٰی شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰی عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَرَوَى الْاَعْمَشُ وَابْنُ اَبِیْ لَيْلٰی عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰی عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَاَنَّ حَدِيْثَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰی عَنْ سَمُرَةَ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ اَصَحُّ

قولِ امام دارمی: قَالَ سَاَلْتُ اَبَا مُحَمَّدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ حَدِيْثًا وَّهُوَ يَرٰی اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ

قُلْتُ لَهٗ مَنْ رَوٰی حَدِيْثًا وَّهُوَ يَعْلَمُ اَنَّ اِسْنَادَهٗ خَطَاٌ اَيُخَافُ اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ دَخَلَ فِیْ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اِذَا رَوَى النَّاسُ حَدِيْثًا مُرْسَلًا فَاَسْنَدَهٗ بَعْضُهُمْ اَوْ قَلَبَ اِسْنَادَهٗ يَكُوْنُ قَدْ دَخَلَ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ لَا اِنَّمَا مَعْنٰی هٰذَا الْحَدِيْثِ اِذَا رَوَى الرَّجُلُ حَدِيْثًا وَّلَا يُعْرَفُ لِذٰلِكَ الْحَدِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْلٌ فَحَدَّثَ بِهٖ فَاَخَافُ اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ دَخَلَ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص ہمارے حوالے سے کوئی بات نقل کرتے اور وہ یہ جانتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے' تو وہ جھوٹ بولنے والوں میں ایک شمار ہوگا۔

اس بارے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شعبہ نے حکم کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن ابویعلیٰ کے حوالے سے' حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اعمش اور ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسے نقل کیا ہے۔ گویا عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت محدثین کے نزدیک زیادہ مستند ہے۔

میں نے امام ابومحمد عبدالرحمٰن (یعنی امام دارمی) سے نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کے بارے میں سوال کیا۔

''جو شخص ہمارے حوالے سے کوئی حدیث بیان کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے' تو وہ جھوٹ بولنے والوں میں ایک ہوگا''

میں نے ان سے کہا: جو شخص کوئی حدیث نقل کرتا ہے' اور وہ یہ جانتا ہے: اس کی سند میں غلطی ہے' تو کیا اس کے بارے میں یہ اندیشہ ہوسکتا ہے: وہ بھی نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے مفہوم میں داخل ہوگا؟ یا جب کچھ لوگ کسی مسند حدیث کو نقل کردیتے ہیں' تو بعض راوی اس کی سند بیان کردیتے ہیں یا اس کی سند کو تبدیل کردیتے ہیں' تو کیا وہ بھی اس حدیث کے مفہوم میں داخل ہوں گے؟ تو امام دارمی نے فرمایا: نہیں! اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: جب کوئی شخص کوئی حدیث نقل کرے اور وہ روایت نبی اکرم ﷺ سے منقول ہونے کے طور پر معلوم نہ ہو' لیکن پھر بھی اسے بیان کردے' تو مجھے یہ اندیشہ ہے: وہ اس حدیث کے مفہوم میں داخل ہوگا۔

شرح

موضوع حدیث روایت کرنے کی ممانعت

حدیث باب میں بھی ماقبل باب کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی روایات باب میں عمداً جھوٹی روایت بیان کرنے کی وعید تھی لیکن یہاں اس سے کم تر حکم بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص جھوٹی یا موضوع روایت بیان کرتا ہے وہ بھی جھوٹا ہوتا ہے اور جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔ جس طرح جعلی سکہ تیار کرنا جرم ہے اور اسی طرح اسے استعمال میں لانا بھی جرم ہے۔ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جس شخص کو کسی روایت کے جھوٹا ہونے کا علم ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اسے آگے بیان کرے۔ چونکہ جھوٹ کو عام کرنا حرام ہے لہٰذا جھوٹی روایت بیان کرنا بھی حرام ہے اور قابل مواخذہ جرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا نُهِيَ عَنْهُ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 10: نبی اکرم ﷺ کی حدیث کے متعلق کیا کہنے کی ممانعت ہے؟

2587 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَسَالِمِ اَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ وَّغَيْرِهٖ رَفَعَهُ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَاْتِيْهِ اَمْرٌ مِّمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّسَالِمِ اَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اِذَا رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَلَى الْاِنْفِرَادِ بَيَّنَ حَدِيْثَ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ مِنْ حَدِيْثِ سَالِمِ اَبِي النَّضْرِ وَاِذَا جَمَعَهُمَا رَوٰى هٰكَذَا

توضیح راوی: وَاَبُوْ رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمُهٗ اَسْلَمُ

◆◆ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (دیگر راویوں نے اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں تم سے کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس نے اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگائی ہو اس کے پاس کوئی ایسا حکم آیا ہو جو ہم نے دیا ہو یا جس سے ہم نے منع کیا ہو اور وہ یہ کہے: مجھے نہیں معلوم! ہمیں یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں ملا ورنہ ہم اس کی پیروی کر لیتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض راویوں نے اسے سفیان کے حوالے سے ابن منکدر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

2587۔ اخرجه احمد (٦/ ٨) و ابوداؤد (٢/ ٦١٠) كتاب السنة، باب: في لزوم السنة، حديث (٤٦٠٥) و ابن ماجه (١/ ٦ - ٧) المقدمة، باب: تعظيم حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم و التغليظ على من عارضه، حديث (١٣) و الحميدي (١/ ٢٥٢) حديث رقم (٥٥١)۔

سالم بن نضر نے اسے عبداللہ بن رافع کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔
ابن عیینہ جب اس حدیث کو انفرادی طور پر نقل کرتے تھے تو یہ بیان کر دیتے تھے: محمد بن منکدر کی روایت سالم ابونضر کی روایت سے الگ ہے لیکن جب وہ ان دونوں کو اکٹھا کرتے تھے تو اسی طرح نقل کر دیتے تھے۔
حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نامی راوی نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ان کا نام "اسلم" ہے۔

2588 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ جَابِرٍ اللَّخْمِيِّ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
متنِ حدیث: اَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيْثُ عَنِّيْ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى اَرِيْكَتِهِ فَيَقُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ وَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ
حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: خبردار عنقریب کسی شخص تک ہمارے حوالے سے کوئی حدیث پہنچے گی اس نے اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگائی گئی ہوگی اور ہو یہ کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب (فیصلہ کرنے کے لیے موجود ہے) ہمیں اس میں جو چیز حلال ملے گی ہم اس کو حلال سمجھیں گے اور جو چیز ہمیں اس میں حرام ملے گی ہم اسے حرام قرار دیں گے (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) جسے اللہ کا رسول حرام قرار دے وہ اسی طرح ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

قرآن کی بنیاد پر حدیث کا انکار گمراہی ہونا

فقہی احکام ومسائل کے ماخذ چار ہیں:
(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجماع امت (۴) قیاس۔
صرف قرآن کو حجت تسلیم کرتے ہوئے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنا گمراہی ہے۔ احادیث باب میں یہی مسئلہ واضح کیا گیا ہے کہ جس طرح قرآن حجت ہے بالکل اسی طرح سنت بھی حجت ہے۔ اگر ان کے مابین تعلق کو ختم کر دیا جائے تو قرآن پر عمل کرنا دشوار ہو جائے گا۔ مثلاً نماز پنجگانہ کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے لیکن تعداد رکعات اور ادائیگی کا طریق کار ہمیں سنت سے معلوم ہوا۔ زکوٰۃ کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے لیکن اس کے تفصیلی احکام ہمیں سنت سے معلوم ہوئے ہیں۔ روزے اور حج کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے مگر ان کے فقہی احکام ومسائل کی تفصیلات ہمیں سنت سے معلوم ہوئی ہیں۔ معلوم ہوا کہ حجیت حدیث کا

2588- اخرجه احمد (۱۳۲/٤) و ابن ماجه (۱/ ٦) المقدمة، باب: تعظيم حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم و التغليظ على من عارضه، حديث (۱۲) و الدارمي (۱/ ۱٤٤) المقدمة باب: السنة قاضية على كتاب الله وزاد في اوله (ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حرم اشياء حتى ذكر الحمر الانسية---)

انکار گمراہی ہے۔ یہی حال اجماع امت اور قیاس کا ہے۔

فائدہ نافعہ: شرعی احکام ومسائل کا مدار جس طرح قرآن ہے اسی طرح سنت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت محض پیغام رساں کی نہیں ہے بلکہ ہادی، حاکم، شارع اور مطاع کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کا انکار گمراہی و بے دینی ہے، لہٰذا حجیت حدیث کا انکار دین سے بغاوت کے مترادف ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

باب 11: علم کو تحریر کرنے کا مکروہ ہونا

2589 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: اسْتَاْذَنَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكِتَابَةِ فَلَمْ يَاْذَنْ لَنَا

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ اَيْضًا عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ رَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ سے (احادیث) کو تحریر کرنے کی اجازت مانگی، تو آپ ﷺ نے ہمیں اجازت نہیں دی۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے، جو زید بن اسلم سے نقل کی گئی ہیں۔

ہمام نامی راوی نے اسے زید بن اسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

کتابت حدیث کی ممانعت اور اس کا جواز

حدیث باب سے کتابت حدیث کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ یہ روایت اور اس سے ملتی جلتی دیگر روایات جن سے کتابت احادیث کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ یہ سب کی سب روایات مخصوص مواقع، مخصوص احوال اور مخصوص صورتوں پر محمول ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ قرآن وسنت میں اشتباہ کی صورت بھی تھی۔ جب یہ عوارض ختم ہو گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتابت حدیث کی اجازت عنایت فرمائی گئی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيهِ

باب 12: اس بارے میں اجازت کا بیان

2590 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْخَلِيلِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي

2589. اخرجه الدارمي (١/١١٩) المقدمة، باب: من لم ير كتابة الحديث۔

هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَجْلِسُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْمَعُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَدِيْثَ فَيُعْجِبُهُ وَلَا يَحْفَظُهُ فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَسْمَعُ مِنْكَ الْحَدِيْثَ فَيُعْجِبُنِيْ وَلَا اَحْفَظُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِنْ بِيَمِيْنِكَ وَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ لِلْخَطِّ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِذٰلِكَ الْقَائِمِ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ الْخَلِيْلُ بْنُ مُرَّةَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا نبی اکرم ﷺ سے احادیث سنتا تھا جو اسے اچھی لگتی تھیں، مگر وہ اسے یاد نہیں رکھ سکتا تھا اس نے اس بات کی شکایت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کی اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ سے کوئی بات سنتا ہوں، جو مجھے اچھی لگتی ہے، مگر میں اسے یاد نہیں رکھ سکتا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو نبی اکرم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کر کے تحریر کرنے کی (ہدایت کی)

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں اس حدیث کی سند زیادہ مستند نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے خلیل بن مرہ نامی راوی ''منکر الحدیث'' ہے۔

2591 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ فِي الْحَدِيْثِ قَالَ اَبُوْ شَاهٍ اكْتُبُوْا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبُوْا لِاَبِيْ شَاهٍ وَّفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ مِثْلَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیا (اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس

2590- لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة غير الترمذي ذكره المتقي الهندي في (الكنز) (١٠/ ٢٤٥) حديث (٢٩٣٠٥) وعزاه للترمذي عن ابي هريرة-

2591- اخرجه احمد (٢/ ٢٣٨) و البخاري (١/ ٢٤٨) كتاب العلم باب: كتابة العلم حديث (١١٢) وفي (٥/ ١٠٤) كتاب اللقطة باب: كيف تعرف لقطة اهل مكة (٢٤٣٤) ورواه في (١٣/ ٢١٣) كتاب الديات باب: من قتل له قتيل حديث (٦٨٨٠) و مسلم (٢/ ٩٨٨) كتاب الحج باب: تحريم مكة حديث رقم (١٣٥٥) و ابوداؤد (١/ ٦١٦) كتاب المناسك باب: تحريم مكة حديث (٢٠١٧) و النسائي (٨/ ٣٨) كتاب القسامة باب: هل يوخذ من قاتل العمد الدية-

حدیث کا پورا واقعہ بیان کیا ہے) تو ابوشاہ نامی صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اسے میرے لیے تحریر کرنے کا حکم دیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (یہ احکام) ابوشاہ کو لکھ کر دیدو۔

اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شیبان نامی راوی نے اس کو یحییٰ بن ابی کثیر سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

2592 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيهِ وَهُوَ هَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ

آثارِ صحابہ: لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي إِلَّا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَكُنْتُ لَا أَكْتُبُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَوَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيهِ هُوَ هَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کوئی بھی شخص مجھ سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث روایت نہیں کرتا، صرف عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ایسے ہیں، کیونکہ وہ تحریر کیا کرتے تھے اور میں تحریر نہیں کرتا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

وہب بن منبہ نے اپنے بھائی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ جن کا نام ہمام بن منبہ ہے۔

شرح

کتابت احادیث کا جائز ہونا

اسلام کے ابتدائی دور میں بعض وجوہات کی بناء پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کتابت احادیث سے ممانعت کی گئی تھی۔ پھر ان عوارض کے ختم ہونے پر اس کی اجازت دی گئی تھی۔ احادیث باب سے بھی کتابت احادیث کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

سوال: پہلے باب کی روایت سے کتابت احادیث کی ممانعت اور دوسرے باب کی احادیث سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: (۱) پہلے باب کی راویت کا تعلق ابتدائی دور سے ہے، جو منسوخ ہے اور دوسرے باب کی روایات کا تعلق آخری دور سے ہے، جو ناسخ ہیں۔ (۲) قرآن وحدیث میں اشتباہ کی بناء پر ابتداء کتابت احادیث کی ممانعت کی گئی تھی لیکن بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔

کتابت احادیث کا آغاز دور رسالت میں ہو چکا تھا۔ پھر صحابہ کے دور میں قدرے تیزی آ گئی تھی۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کے ادوار میں تدوین احادیث میں باقاعدہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اس بارے میں چند شواہد ذیل میں پیش کیے

2592- اخرجه احمد (۲/۲۴۸) و البخاري (۱/۲۴۹) كتاب العلم، باب: كتابة العلم حديث (۱۱۳) و عزاه المزي في (التحفة) (۱۰/۱۴۸۰۰) للنسائي في (الكبرى) فيأتي عن المصنف في المناقب رقم (۳۸۴۱)-

جاتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں حفاظت حدیث کی غرض سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر احادیث مبارکہ لکھ لیا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس بارے میں مجھے کتابت احادیث سے منع کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ہمہ وقت یکساں نہیں ہوتی اور اس پر میں نے کتابت احادیث کا سلسلہ ختم کر دیا۔ یہ واقعہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا' آپ نے فرمایا: قسم بخدا! تم لکھ لیا کرو' کیونکہ اس منہ سے حق کے علاوہ کوئی بات نہیں نکلتی۔ (امام ابوداؤد' سنن ابی داؤد' ص ۵۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ میں سے کسی کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث مبارکہ محفوظ نہیں تھیں سوا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے' کیونکہ وہ احادیث لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری' ج اول' ص ۲۲)

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تابعین نے صحابہ سے اور تبع تابعین نے تابعین سے روایات سن کر لکھنا شروع کر دی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ہزار چھ سو تیس اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مبارکہ مروی ہیں جو کتب احادیث میں محفوظ ہیں۔

انہی ادوار میں مؤطا امام مالک' مؤطا امام محمد' کتاب الآثار' صحیح بخاری' صحیح مسلم' سنن ابی داؤد' سنن نسائی' جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کتب احادیث تصنیف کی گئیں۔ جن پر ملت اسلامیہ ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔

فائدہ نافعہ: ان تاریخی حقائق' شواہد اور دلائل سے کتابت و تدوین احادیث کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں کتب احادیث کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔ انشاء اللہ

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَدِيْثِ عَنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ

باب 13: بنی اسرائیل کے حوالے سے' روایت نقل کرنا

2593 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ حَسَّانَ ابْنِ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ السَّلُوْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً وَّحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ

2593- اخرجه احمد (۲/۱۵۹' ۲۰۲) و البخاري (۶/۵۷۲) كتاب الانبياء' باب: ما ذكر عن بني اسرائيل (۳۴۶۱) و الدارمي (۱/۱۳۶) المقدمة' باب: البلاغ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

السَّلُوْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری طرف سے آگے پہنچادو! خواہ وہ ایک آیت ہو اور بنی اسرائیل کے حوالے سے روایت نقل کرلیا کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کوئی بات منسوب کرے تو وہ جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اسی روایت کو ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا گیا ہے۔

یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

شرح

بنی اسرائیل کے حوالے سے روایت نقل کرنے کا جواز

انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش ہے جن میں سے تین سو تیرہ رسول بھی تھے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ایک تھا اور وہ دین اسلام ہے۔ تاہم شرائع مختلف تھیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** (المائدہ: ۳) آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کا انتخاب کیا ہے۔'' دین اسلام مکمل ہونے پر پہلی تمام شرائع منسوخ ہوگئی ہیں۔ تاہم پہلی شرائع سے جو احکام ومسائل شریعت محمدی میں شامل کر کے باقی رکھے گئے ہیں، ان کو بیان کرنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث میں پڑنے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ولا تصدقوا اهل الكتب ولا تكذبوهم وقولوا: امنا بالله وماانزل** (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، ص۶۴۴، ۱۰۹۳) تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب، تم کہو: ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور جو کچھ اس کی طرف سے اتارا گیا (آسمانی کتب) پر بھی۔''

اہل کتاب اور دیگر شرائع سابقہ میں سے جو احکام ومسائل باقی رکھتے ہوئے قرآن وحدیث میں لیے گئے ہیں، انہیں بیان کرنے یا نقل کرنے کی اجازت ہے۔ حدیث باب میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ سابقہ شرائع کے منسوخ شدہ احکام بیان کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اجازت۔ البتہ انبیاء کرام کے احوال وواقعات بیان کرنے کی اجازت ہے۔ تاہم کسی جھوٹی روایت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ اس کی وعید بیان کردی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ

باب 14: بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا اس بھلائی پر عمل کرنے والے کی مانند ہوتا ہے

2594 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

2594- لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة غير الترمذی و رواه ابويعلى (٧/ ٢٧٥) رقم (٤٢٩٦) و ذكره المنذری فی (الترغيب) (١/ ١٦٢) حديث (١٩٦) وقال: حديث بشو القدر، و رواه البزار فی (الكشف) (١٩٥١) و فيه زياده بن ابی حسان و هو متروك-

متن حدیث: اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يَسْتَحْمِلُهُ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُ مَا يَتَحَمَّلُهُ فَدَلَّهُ عَلٰى اٰخَرَ فَحَمَلَهُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ اِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ وَبُرَيْدَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ سے سواری کے لیے جانور مانگے' تو نبی اکرم ﷺ کے پاس اسے دینے کے لیے کوئی جانور نہیں تھا آپ ﷺ نے اس کی رہنمائی کسی دوسرے شخص کی طرف کی' تو اس دوسرے شخص نے اسے جانور دیدیا' تو وہ شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کی مانند ہے۔

اس بارے میں حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

2595 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ اِنَّهُ قَدْ اُبْدِعَ بِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِ فُلَانًا فَاَتَاهُ فَحَمَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهِ اَوْ قَالَ عَامِلِهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ اِيَاسٍ وَّاَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيُّ اسْمُهُ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَالَ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهِ وَلَمْ يَشُكَّ فِيْهِ

◆◆ حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے آپ ﷺ سے سواری کے لیے جانور مانگا' اس نے عرض کی: میرا جانور مر گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم فلاں شخص کے پاس جاؤ! وہ شخص اس شخص کے پاس آیا' تو اس شخص نے اسے سواری کے لیے جانور دے دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرے' اسے اس پر عمل کرنے والے کی مانند اجر ملتا ہے۔ (یہاں پر راوی کو ایک لفظ فاعل یا عامل کے بارے میں شک ہے)

2595۔ رواه احمد (۴/۱۲۰، ۵/۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴) و مسلم (۷/۱۵ - نووی) کتاب الامارة باب فضل الصدقة فی سبیل الله (۱۸۹۳) و ابوداؤد (۲/۷۵۵) کتاب الادب باب فی الدال علی الخیر کفاعله (۵۱۲۹) و البخاری فی (الادب المفرد) (۲۴۲)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

ابوعمرو شعبانی کا نام سعد بن ایاس ہے۔

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ کا نام عقبہ بن عمرو ہے۔

ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تاہم اس میں روایت کے ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک نہیں ہے۔

2596 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اشْفَعُوْا وَلْتُؤْجَرُوْا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا شَآءَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَبُرَيْدٌ يُكْنٰى اَبَا بُرْدَةَ اَيْضًا هُوَ ابْنُ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ وَهُوَ كُوْفِيٌّ ثِقَةٌ فِى الْحَدِيْثِ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم سفارش کرو! تمہیں اجر ملے گا' اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبانی جو چاہے فیصلہ سنا دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

برید کی کنیت ابو بردہ ہے۔ یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور علمِ حدیث میں ثقہ ہیں۔ شعبہ' سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

2597 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَّعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ نَّفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ اَسَنَّ الْقَتْلَ

اختلافِ روایت: وقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ سَنَّ الْقَتْلَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ قَالَ سَنَّ الْقَتْلَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے' جس بھی شخص کو ظلم کے طور پر

2596۔ اخرجه احمد (٤/٤٠٠، ٤٠٩، ٤١٣) و ابوداؤد (٢/٧٥٥) كتاب الادب، باب: فى الشفاعة حديث (٥١٣١)۔

2597۔ اخرجه احمد (١/٣٨٣، ٤٣٠، ٤٣٣) رواه البخارى- ومسلم (٦/١١٢) كتاب القسامة، باب: بيان اثم من سن القتل حديث (١٦٧٧) و ابن ماجه (٢/٨٧٣) كتاب الديات، باب: التغليظ فى قتل مسلم ظلماً (٢٦١٦) و النسائى (٧/٨٧ - ٨٢) كتاب تحريم الدم۔

قتل کیا جائے تو آدم کا بیٹا اس کے خون میں حصہ دار ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے: اس نے ہی سب سے پہلے قتل کا آغاز کیا تھا۔
عبدالرزاق نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: قتل کا طریقہ نکالا تھا۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کا ثواب نیکی کرنے والے کی مثل ہونا

جس طرح اعمال طالحہ کی رہنمائی کرنے والے کو ان کے مرتکب کے برابر سزا ملتی ہے کیونکہ وہ اس سلسلہ میں سبب بنا ہے۔ بالکل اسی طرح اعمال صالحہ کی رہنمائی کرنے والے کو ان اعمال کے کرنے والے کے مساوی ثواب ملتا ہے کیونکہ وہ اس بارے میں باعث بنا ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار احادیث باب نقل فرمائی ہیں۔ پہلی تین احادیث مبارکہ اعمال خیر سے متعلق ہیں اور چوتھی حدیث باب اعمال شر سے متعلق ہے۔ مثلاً جو شخص کسی کی رہنمائی کرتا ہے کہ وہ عالم دین بنے یا حافظ قرآن بنے یا نمازی بنے اور یا غازی وغیرہ بنے تو وہ ان میں سے کسی بھی عمل خیر کو اختیار کر لیتا ہے تو رہنمائی کرنے والے کو اس کے برابر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب سے نوازے گا۔ اگر ایک شخص دوسرے کو چوری کرنے یا ڈاکہ زنی کرنے یا جھوٹی گواہی دینے اور یا کذب بیانی کی رہنمائی کرتا ہے پھر وہ ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کر لیتا ہے تو رہنمائی کرنے والے کو اس کے برابر سزا ملے گی۔
فائدہ نافعہ: ذاتی مفاد و لالچ سے بالاتر ہو کر امور خیر میں کسی کی سفارش کرنا جائز ہے اور باعث اجر بھی لیکن اس کے برعکس یعنی لالچ کی بنا پر یا امور شر میں اور یا کسی کی حق تلفی کے لیے سفارش کرنا قابل مؤاخذہ و ممنوع ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى فَاتُّبِعَ اَوْ اِلٰى ضَلَالَةٍ

باب 15: جو شخص ہدایت کی طرف دعوت دے اور اس کی پیروی کی جائے یا گمراہی کی طرف دعوت دے

2598 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
متنِ حدیث: مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ يَّتَّبِعُهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَّمَنْ دَعَا اِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ يَّتَّبِعُهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا
حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ
◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ہدایت کی طرف دعوت دے تو

2598- اخرجه مسلم (٤/٢٠٦٠) كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة حديث (١٦/٢٦٧٤) و ابو داؤد (٢/٦١٢) كتاب السنة، باب لزوم السنة حديث (٤٦٠٩)۔

اسے ان لوگوں کے اجر جتنا ثواب ملے گا' جو اس کی پیروی کریں گے' اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اسے بھی اتنا گناہ ملے گا جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا' اور ان لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2599 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا الْمَسْعُوْدِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ سَنَّ سُنَّةَ خَيْرٍ فَاتُّبِعَ عَلَيْهَا فَلَهُ اَجْرُهُ وَمِثْلُ اُجُوْرِ مَنِ اتَّبَعَهُ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ مِّنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَّمَنْ سَنَّ سُنَّةَ شَرٍّ فَاتُّبِعَ عَلَيْهَا كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهُ وَمِثْلُ اَوْزَارِ مَنِ اتَّبَعَهُ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ مِّنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا

فی الباب: وَّفِي الْبَاب عَنْ حُذَيْفَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْضًا

◆◆ عبدالملک بن عمیر حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص بھلائی کے طریقے کا آغاز کرے اور اس بارے میں اس کی پیروی کی جائے' تو اس شخص کو اس کا اجر ملے گا' اور بھلائی کی پیروی کرنے والوں کے اجر جتنا اجر ملے گا' اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص برے طریقے کا آغاز کرے' اس کی پیروی کی جائے' تو اس شخص کو اپنا گناہ ہوگا' اور ان تمام لوگوں کے گناہ جتنا گناہ ہوگا' جو اس کی پیروی کریں گے' اور ان لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اس بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کی گئی ہے۔

یہی روایت منذر بن جریر کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔

یہی روایت عبیداللہ بن جریر کے حوالے سے' ان کے والد حوالے سے بھی نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

شرح

ہدایت کی رہنمائی کرنے کا اجر اور گمراہی کی رہنمائی کرنے کی سزا

احادیث باب میں گزشتہ باب کا مضمون بیان کیا گیا ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ گزشتہ باب کا مضمون خاص تھا یعنی عمل

2599- اخرجه احمد (٤/٢٥٧، ٢٥٨، ٢٥٩) و مسلم (٤/١١١ - نووی) كتاب الزكاة، باب: الحث على الصدقة (٧٠ /١٧ - ١) و النسائی (٥/٧٥) كتاب الزكاة: باب: التحريض على الصدقة، و ابن ماجه (١/٧٤) المقدمة، باب: من سن سنة حسنة او سيئة (٢-٣)۔

خیر سے متعلق تھا اور موجودہ باب کا مضمون عام ہے جو عمل خیر اور عمل شر دونوں سے متعلق ہے۔ احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کی کسی عمل خیر میں رہنمائی کرتا ہے مثلاً انہیں نمازی بننے کی ہدایت وتلقین کرتا ہے اور وہ نمازی بن جاتے ہیں تو ان سب کے برابر رہنمائی کرنے والے کو ثواب عطا کیا جائے گا مگر لوگوں کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔ اسی طرح کوئی شخص عمل شر کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے مثلاً انہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کرنے کی تلقین کرتا ہے تو وہ اس مذموم عمل کو اختیار کر لیتے ہیں' ان سب کے برابر بے ادبی کی سزا رہنمائی کرنے والے کو ملے گی اور ان کی سزا میں کمی واقع نہیں ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَخْذِ بِالسُّنَّةِ وَاجْتِنَابِ الْبِدَعِ

باب 16: سنت کو اختیار کرنا اور بدعت سے اجتناب کرنا

2600 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ

متنِ حدیث: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ اِلَيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُوصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَّاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

توضیحِ راوی: وَالْعِرْبَاضُ بْنُ سَارِيَةَ يُكْنٰى اَبَا نَجِيْحٍ وَّقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ حُجْرِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد ہمیں بلیغ وعظ کیا' اس کے نتیجے میں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرز گئے' ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ تو الوداعی وعظ معلوم ہوتا ہے آپ ہمیں کیا تلقین کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور (حاکم وقت کی) اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی تلقین کرتا ہوں' اگرچہ وہ کوئی حبشی غلام ہو' کیونکہ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا' وہ بہت جلد بہت زیادہ

2600۔ رواہ احمد (۴/۱۳۶)۔ و ابوداؤد (۲/۶۱۱) کتاب السنة' باب: فی لزوم السنة (۴۶۰۷) و ابن ماجه (۱/۱۶) المقدمة' باب: اتباع سنة الخلفاء الراشدين (۴۲) و الدارمی (۱/۴۴) المقدمة' باب: اتباع السنة۔

اختلاف دیکھے گا' اور تم لوگ نئے پیدا ہونے والے امور سے بچنا' کیونکہ وہ گمراہی ہوں گے' تم میں سے جو شخص ایسا زمانہ پالے' تو وہ میری سنت اور ہدایت یافتہ' ہدایت کا مرکز خلفاء کے طریقے کو لازم پکڑے اور اس کو مضبوطی سے تھام لے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ثور بن یزید نے اس روایت کو خالد بن معدان' عبدالرحمٰن بن عمرو' حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابونجیح ہے۔

یہی روایت حجر بن حجر سے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے' اسی کی مانند کی گئی ہے۔

2601 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيِّ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ اعْلَمْ قَالَ مَا اَعْلَمُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اعْلَمْ يَا بِلَالُ قَالَ مَا اَعْلَمُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهٗ مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ قَدْ اُمِيتَتْ بَعْدِيْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَّمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ لَّا تُرْضِي اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیحِ راوی: وَّمُحَمَّدُ بْنُ عُيَيْنَةَ هُوَ مَصِيْصِيٌّ شَامِيٌّ وَّكَثِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ

◆◆ کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے' اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث سے فرمایا: یہ بات جان لو! انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں کیا بات جان لوں! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری سنت کو اس وقت زندہ کرے' جب وہ ختم ہو چکی ہو' تو اس شخص کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کے اجر جتنا اجر ملے گا حالانکہ ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص گمراہی والی کسی بدعت کا آغاز کرے' جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہ ہوں' تو اس شخص کو ان تمام لوگوں جتنا گناہ ہوگا' جو اس پر عمل کریں گے' اور ان لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

محمد بن عیینہ نامی راوی مصیصی شامی ہیں۔

کثیر بن عبداللہ نامی راوی کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی ہیں۔

2602 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ الْاَنْصَارِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ

2601- اخرجه ابن ماجه (۱/۷۶) المقدمة' باب: من احیا سنة قد امیتت حدیث: (۲۰۹) (۲۱۰) و عبد بن حمید کما فی (المنتخب) رقم (۲۸۹)۔

متن حدیث: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَىَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِىَ لَيْسَ فِىْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِىْ يَا بُنَىَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِىْ وَمَنْ اَحْيَا سُنَّتِىْ فَقَدْ اَحَبَّنِىْ وَمَنْ اَحَبَّنِىْ كَانَ مَعِىْ فِى الْجَنَّةِ وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِىُّ ثِقَةٌ وَّاَبُوْهُ ثِقَةٌ وَّعَلِىُّ بْنُ زَيْدٍ صَدُوْقٌ اِلَّا اَنَّهٗ رُبَّمَا يَرْفَعُ الشَّىْءَ الَّذِىْ يُوْقِفُهٗ غَيْرُهٗ

قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ بَشَّارٍ يَقُوْلُ قَالَ اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ زَيْدٍ وَّكَانَ رَفَّاعًا وَّلَا نَعْرِفُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَنَسٍ رِوَايَةً اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ وَقَدْ رَوٰى عَبَّادُ بْنُ مَيْسَرَةَ الْمِنْقَرِىُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَلِىِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَذَاكَرْتُ بِهٖ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَلَمْ يُعْرَفْ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَّلَا غَيْرُهٗ وَمَاتَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّتِسْعِيْنَ وَمَاتَ سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ بَعْدَهٗ بِسَنَتَيْنِ مَاتَ سَنَةَ خَمْسٍ وَّتِسْعِيْنَ

◆◆ سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر تم ایسا کر سکتے ہو' تو ایسا ضرور کرو صبح کے وقت یا شام کے وقت (یعنی کسی بھی وقت) تمہارے دل میں کسی کے لیے دھوکہ نہ ہو' پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے' اور جو شخص میری سنت کو زندہ رکھے گا' اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی' وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث میں طویل قصہ منقول ہے۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

محمد بن عبداللہ نامی راوی ثقہ ہیں اور ان کے والد بھی ثقہ ہیں' جبکہ علی بن زید ''صدوق'' ہیں' تاہم وہ بعض اوقات کسی ایسی روایت کو ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کر دیتے ہیں جس کو دیگر راویوں نے ''موقوف'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہوتا ہے۔

میں نے محمد بن بشار کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ابوالولید ارشاد فرماتے ہیں: شعبہ نے یہ بات بیان کی ہے: علی بن زید نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے' یہ صاحب بہت زیادہ ''مرفوع'' روایت نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: سعید بن مسیب کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں' جو طویل نقل ہے۔

عباد منقری نے اس روایت کو علی بن زید کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں سعید مسیب کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس بارے میں امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گفتگو کی' تو انہیں سعید بن

2602- لم يخرجه من اصحاب الستة غير الترمذي ذكره المنذري في (الترغيب) (۳/ ۵۳۷) حديث (۴۲۵۹) و قال: ضعيف و رواه الترمذي (۲۶۷۸) و فيه زيد بن علي ابن جدعان وهو ضعيف-

مسیب کے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کرنے کا علم نہیں تھا، بلکہ اس کے علاوہ کسی اور سے بھی نقل کرنے کا علم نہیں تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا انتقال 93 ہجری میں ہوا' جبکہ سعید بن مسیب کا انتقال دو سال بعد 95 ہجری میں ہوا۔

شرح

سنت کو اپنانا اور بدعت سے اجتناب کرنا

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے چار اہم امور کے حوالے سے عہد لیا ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- اللہ تعالیٰ سے ڈرنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ ارتکاب معصیت کے وقت اس کے انجام کو پیش نظر رکھتے ہوئے' اس کو عملی جامہ پہنانے سے احتراز کرنا۔ مؤمن اللہ تعالیٰ سے خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ محبت کی وجہ سے ڈرتا ہے۔ اس کے برعکس کافر اللہ تعالیٰ سے خوف کی وجہ سے ڈرتا ہے' کیونکہ اس کی گرفت بہت سخت ہے' جس سے دشمن بچ نہیں سکے گا۔

۲- ارباب حکومت کے خلاف بغاوت نہ کرنا: امت سے دوسرا عہد یہ لیا گیا ہے کہ جب کوئی صاحب اقتدار بن جائے تو شرعی انداز میں اس کے ساتھ معاونت کی جائے لیکن اس کے اور اس کے وزراء کے خلاف بغاوت نہ کی جائے' خواہ صاحب اقتدار معمولی شخص ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارباب حکومت کو اولوالامر قرار دے کر ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔

۳- بدعات سے اجتناب کرنا: اسلام ایک کامل و مکمل دین ہے' جس میں عقائد سے لے کر عبادات تک' معاملات سے لے کر حدود تک کے احکام بیان کرنے کے علاوہ ارباب اقتدار سے لے کر رعایا تک سب کے حقوق و فرائض بیان کیے گئے ہیں۔ اسلام کے دین کامل ہونے کے حوالے سے یوں ارشاد ربانی ہے: الیوم اکملت لکم دینکم' یعنی آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔'' یہ آیت عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ علاوہ ازیں بدعات کو ترک کرنے کا بھی درس دیا گیا ہے۔

۴- جب بدعات کا عام رواج ہو جائے تو ایسے زمانہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو اپنایا جائے' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول خدا ہیں اور آپ کے خلفاء ہدایت یافتہ ہیں۔ ایک روایت کے مطابق انہیں اہل جنت قرار دیا گیا ہے اور ان کا طریقہ اختیار کرنے کا درس زبان نبوت سے دیا گیا ہے۔

بَابُ فِي الِانْتِهَاءِ عَمَّا نَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 17: نبی اکرم ﷺ نے جس بات سے منع کیا ہو اس سے باز آ جانا

2603 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اتْرُكُوْنِىْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَاِذَا حَدَّثْتُكُمْ فَخُذُوْا عَنِّىْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ

2603- اخرجه احمد (۲/ ۳۵۵، ۴۹۵) و مسلم (۸/ ۱۲۰- نووی) كتاب الفضائل' باب: توقيره صلى الله عليه وسلم و ترك اكثار سواله حديث (۱۳۱)- و ابن ماجه (۱/ ۲) المقدمة' باب: اتباع السنة حديث (۱)-

وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو چیز میں تمہارے لیے ترک کردوں (یعنی بیان نہ کروں) اس بارے میں مجھے چھوڑ دو اور جب میں تم سے کوئی بات بیان کردوں تو اسے مجھ سے حاصل کرلو کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اپنے انبیاء سے بکثرت سوالات کرنے اور اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوئے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

منہیات سے احتراز کرنا

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام و مرتبہ ہے کہ آپ جس چیز کو پسند فرمائیں اسے حلال قرار دے دیں اور جس چیز کو ناپسند کریں اسے حرام قرار دے دیں۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشیاء کو حلال کرسکتے ہیں اور حرام بھی۔

حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت کے دو اسباب بیان کرکے ان سے احتراز و اجتناب کرنے کا درس دیا ہے۔ وہ دو اسباب یہ ہیں:

(۱) انبیاء کرام سے بکثرت سوالات کرنا۔ ان سوالات سے مراد فضول و لایعنی اور بطور امتحان و آزمائش سوالات کی ممانعت ہے ورنہ حصول علم اور احکام دین معلوم کرنے کے لیے سوالات کرنے کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی احکام دین کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیا کرتے تھے۔

(۲) انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت کرنا: نبی اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام کسی تبدیلی کے بغیر اپنی قوم تک پہنچاتا ہے۔ اس کی مخالفت حرام ہے کیونکہ اس کی مخالفت درحقیقت اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت ہے۔ نبی علیہ السلام کی مخالفت ہلاکت کا سبب ہے کیونکہ سابقہ اقوام میں سے جنہوں نے اپنے نبی کی مخالفت کی وہ ہلاک ہو گئے لہٰذا مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کی مخالفت کرنے کی ہرگز جرأت نہیں کرسکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ

باب 18: مدینہ منورہ کے عالم کا تذکرہ

2604 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ وَاِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رِوَايَةً

متنِ حدیث: يُوْشِكُ اَنْ يَّضْرِبَ النَّاسُ اَكْبَادَ الْاِبِلِ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَلَا يَجِدُوْنَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ

2604- اخرجه احمد (۲/۲۹۹) و النسائي في (الكبرى) كما في (تحفة الاشراف) (۹/۴۴۵) رقم (۱۲۸۷۷) و الحميدي (۲/۴۸۵) رقم (۱۱۴۷)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مذاہب فقہاء: وَهُوَ حَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ اَنَّهُ قَالَ فِىْ هٰذَا سُئِلَ مَنْ عَالِمُ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ هُوَ الْعُمَرِىُّ الزَّاهِدُ وَاسْمُهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مُوْسٰى يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ هُوَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّالْعُمَرِىُّ هُوَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ وَّلَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:) عنقریب لوگ علم کی تلاش میں (زیادہ) سفر کر کے اونٹوں کے جگر پگھلا دیں گے لیکن انہیں کوئی ایک شخص بھی مدینہ کے عالم سے زیادہ علم والا نہیں ملے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہ روایت ابن عیینہ سے منقول ہے۔

ابن عیینہ کی ایک روایت کے مطابق وہ یہ فرماتے ہیں: یہاں مدینہ منورہ کے عالم سے مراد امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اسحٰق بن موسیٰ یہ کہتے ہیں: میں نے ابن عیینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اس سے مراد (مشہور بزرگ) عمری ہیں جو (عابد وزاہد ہے)۔ (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ان کا نام عبدالعزیز بن عبداللہ تھا۔

میں نے یحییٰ بن موسیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں: امام عبدالرزاق نے یہ بات بیان کی ہے: اس سے مراد امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''عمری'' نامی بزرگ عبدالعزیز بن عبداللہ ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آل میں سے ہیں۔

شرح

مدینہ طیبہ کے ممتاز عالم دین کا تذکرہ

بقدر ضرورت علم دین کا حصول فرض عین مگر مکمل علوم اسلامیہ کا حصول فرض کفایہ ہے۔ اس بارے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: طلب العلم فريضة على كل مسلم - ''علم دین کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' ایک روایت کے الفاظ ہیں: اطلبوا العلم ولو بالصين - ''تم علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے۔'' یعنی خواہ حصول علم کے لیے دور دراز کا سفر طے کرنا پڑے پھر بھی تم حصول علم کی کوشش میں لگے رہو۔

حدیث باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی مذکور ہے کہ لوگ جانوروں یعنی اونٹ وغیرہ پر سوار ہو کر حصول علم کے لیے سفر کرنے کی کوشش کریں گے لیکن اس دور میں مدینہ طیبہ سے بڑھ کر کوئی ممتاز عالم دین دستیاب نہ ہوگا۔

سوال: حدیث باب میں مدینہ طیبہ کے جس ممتاز عالم دین کی نشاندہی کی گئی ہے اس کا مصداق کون سی ہستی ہے؟

جواب: (۱) ممتاز محدث حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو احادیث مبارکہ پر مشتمل پہلی کتاب ''مؤطا'' کے مصنف اور ممتاز عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(۲) عمری زاہد رحمہ اللہ تعالیٰ: یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑپوتے تھے ان کا پورا نام یوں ہے: عبدالعزیز

بن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح یہ بزرگ بھی مدینہ طیبہ کے ممتاز عالم دین اور عظیم محدث تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الْفِقْهِ عَلَى الْعِبَادَةِ

باب 19: علم کی عبادت پر فضیلت

2605 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ جَنَاحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فَقِيْهٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک عالم شیطان کے لیے ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو اسی سند کے حوالے سے یعنی ولید بن مسلم سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

2606 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ عَنْ قَيْسِ ابْنِ كَثِيْرٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَبِي الدَّرْدَاءِ وَهُوَ بِدِمَشْقَ فَقَالَ مَا اَقْدَمَكَ يَا اَخِيْ فَقَالَ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تُحَدِّثُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَمَا جِئْتَ لِحَاجَةٍ قَالَ لَا قَالَ اَمَا قَدِمْتَ لِتِجَارَةٍ قَالَ لَا قَالَ مَا جِئْتُ اِلَّا فِيْ طَلَبِ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَبْتَغِيْ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضَاءً لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ حَتَّى الْحِيْتَانُ فِي الْمَآءِ وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ بِهٖ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَاصِمِ بْنِ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ وَلَيْسَ هُوَ عِنْدِيْ بِمُتَّصِلٍ هٰكَذَا حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خِدَاشٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَاِنَّمَا يُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ

2605- اخرجه ابن ماجه (۸۱/۱) المقدمة، باب: فضل العلماء حديث (۲۲۲)-

2606- اخرجه احمد (۱۹۶/۵) و ابوداؤد (۳۴۱/۲): كتاب العلم، باب: الحث على طلب العلم (۳۶۴۱) و ابن ماجه (۱ /۸۱) المقدمة، باب: فضل العلماء و الحث على طلب العلم (۲۲۳) و الدارمي (۹۸/۱) المقدمة، باب: في فضل العلم و العالم-

رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ جَمِيلٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ خِدَاشٍ

قولِ امام بخاری: وَّرَاٰی مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ هٰذَا اَصَحُّ

قیس بن کثیر بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ سے ایک شخص حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت دمشق میں تھے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا' اے میرے بھائی! تم کیوں آئے ہو؟ اس نے عرض کی: ایک حدیث کے لیے آیا ہوں جس کے بارے میں مجھے پتہ چلا ہے: آپ اسے نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا گیا: کیا تم کسی دوسرے کام سے بھی آئے ہو اس نے عرض کی: نہیں! حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا تم تجارت کی غرض سے آئے ہو؟ اس نے عرض کی: نہیں! میں یہاں صرف اس حدیث کی غرض سے آیا ہوں' تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی ایسے راستے پر چلے جس پر وہ علم کے حصول کے لیے جائے' تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے' اسے جنت کے راستے پر چلائے گا' اور بے شک فرشتے علم کے طلبگار سے راضی ہو کر' اپنے پر اس کے لیے بچھا دیتے ہیں۔ بے شک عالم شخص کے لیے آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز یہاں تک کہ پانی میں موجود مچھلیاں بھی اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم شخص کو عبادت گزار پر وہی فضیلت حاصل ہے' جو چودھویں کے چاند کو تمام ستاروں پر ہوتی ہے' بے شک علماء' انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء وراثت میں دینار یا درہم نہیں چھوڑتے' وہ وراثت میں علم چھوڑتے ہیں' تو جو شخص اسے حاصل کر لے۔ اس نے ایک بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ہم اس روایت کو صرف عاصم کی روایت سے جانتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں ہے۔ اسی روایت کو محمود بن خداش کے حوالے سے' بھی نقل کیا گیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے' تاہم محمود بن خداش سے منقول ہے۔ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

علم کا عبادت سے افضل ہونا

پہلی حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ عالم باعمل شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ اس کے زیادہ بھاری ہونے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱- عالم دین اپنے علم وفضل اور عمل کی برکت سے شیطان سے دھوکا نہیں کھا سکتا لیکن اس کے برعکس عابد و زاہد خواہ کتنا ہی صاحب تقویٰ ہو وہ آسانی سے شیطانی فریب میں آ سکتا ہے۔

۲- عالم دین کا عمل یعنی درس وتدریس' تصنیف وتالیف اور وعظ وتبلیغ پوری قوم کے لیے ہوتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں عابد کا عمل یعنی عبادت وریاضت اور وظائف واوراد محض اپنی ذات کے لیے ہوتے ہیں۔

دوسری حدیث باب میں طلباء دین کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ علماء دین بننے کے بعد ان کے مرتبہ ومقام

میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث فضائل طلباء علم دین کا عظیم الشان گلدستہ ہے۔ طلباء کے لیے زمین و آسمان کے درمیان پرواز کرنے والے فرشتوں کا اپنے نورانی پر بچھانے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ طلباء علم دین کو دیکھ کر ان کے ادب و تعظیم کی خاطر اپنی پرواز ختم کر دیتے ہیں۔ فرشتوں کا یہ عمل بالکل اسی طرح ہے، جس طرح مؤدب طلباء عالم دین کو دیکھ کر اس کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے گزر جانے پر طلباء اپنی راہ لیتے ہیں۔

طلباء علم دین کا سفر درحقیقت جنت کا سفر ہوتا ہے، کیونکہ وہ رضاء الٰہی کے لیے یہ سفر اختیار کرتے ہیں۔ فرشتے ان کا احترام کرتے ہیں، کائنات کی ہر چیز ان کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہے اور دوران حصول علم وفات پا جانے کی صورت میں انہیں شہید کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ عالم دین بننے پر ان کے درجات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ انہیں نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور ورثاء انبیاء بھی قرار پاتے ہیں۔

2607 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ سَلَمَةَ الْجُعْفِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ يَزِيدُ بْنُ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَخَافُ أَنْ يُنْسِيَنِي أَوَّلَهُ آخِرُهُ فَحَدِّثْنِي بِكَلِمَةٍ تَكُونُ جِمَاعًا قَالَ اتَّقِ اللّٰهَ فِيمَا تَعْلَمُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَهُوَ عِنْدِي مُرْسَلٌ

توضیحِ راوی: وَلَمْ يُدْرِكْ عِنْدِي ابْنُ أَشْوَعَ يَزِيدَ بْنَ سَلَمَةَ وَابْنُ أَشْوَعَ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ أَشْوَعَ

◆◆ حضرت یزید بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یزید بن سلمہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں، مجھے اندیشہ ہے: میں ان کا ابتدائی یا آخری حصہ بھلا نہ دوں، آپ ﷺ مجھے ایسا کلمہ بتائیں، جو جامع ہو، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے علم کے مطابق اللہ سے ڈرتے رہو۔

اس حدیث کی سند بھی متصل نہیں ہے، میرے خیال میں یہ "مرسل" روایت ہے، کیونکہ میرے نزدیک ابن اشوع نامی راوی نے حضرت یزید بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

ابن اشوع نامی راوی کا نام سعید بن اشوع ہے۔

شرح

عالم دین کے لیے ایک قابل عمل نصیحت

حدیث باب کے راوی حضرت یزید بن سلمہ جعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جو اجلہ صحابہ میں سے ایک ہیں۔ ان سے یہی ایک حدیث مروی ہے۔ وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے زیادہ باتیں یاد نہیں رہتیں، آپ مجھے ایسی بات ارشاد فرمائیے کہ وہ تمام چیزوں کی جڑ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اتق اللہ فیما تعلم۔ یعنی جن باتوں کو تم جانتے ہو ان پر عمل کرو، مامورات کو ترک نہ کرو اور ممنوعات کا ارتکاب نہ کرو۔

2607۔ اخرجه عبد بن حميد كما في (المنتخب) رقم (٤٣٦) و لم يخرجه من الستة غير الترمذي۔

خواہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم حضرت یزید بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمائی تھی لیکن اس کا حکم عام ہے کہ ہر عالم دین اس نسخہ پر عمل کرے تو وہ پورے دین اسلام پر عمل پیرا ہوگا' کیونکہ اس ارشاد عالیہ میں عقائد و افکار' اعمال و عبادات اور معاملات وغیرہ آ چکے ہیں۔

2608 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ اَيُّوْبَ الْعَامِرِيُّ عَنْ عَوْفٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِيْ مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَّلَا فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَّلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ حَدِيْثِ عَوْفٍ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هٰذَا الشَّيْخِ خَلَفِ بْنِ اَيُّوْبَ الْعَامِرِيِّ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا يَّرْوِيْ عَنْهُ غَيْرَ اَبِيْ كُرَيْبٍ مُّحَمَّدِ بْنِ الْعَلَاءِ وَلَا اَدْرِيْ كَيْفَ هُوَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دو خصوصیات منافق میں اکٹھی نہیں ہوسکتی' اچھے اخلاق اور دین کی سمجھ بوجھ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو عوف بن مالک سے منقول ہونے کے طور پر' صرف اسی شیخ یعنی خلف بن ایوب عامری کی روایت کے طور پر جانتے ہیں اور میرے علم کے مطابق ان سے محمد بن علاء کے علاوہ کسی اور نے اسے نقل نہیں کیا ہے اب یہ مجھے معلوم نہیں: وہ کیسے ہیں؟

شرح

عالم دین میں دو اوصاف کا موجود ہونا

کوئی منافق دو اوصاف کا جامع نہیں ہوسکتا:

(۱) حسنِ سیرت (۲) دین کی فقاہت۔

اس کے برعکس عالم دین ان دونوں اوصاف کا جامع ہوتا ہے' کیونکہ یہ دونوں اوصاف' صاحب علم کی شایانِ شان ہیں اور اس کی زینت و زیور بھی۔ جب یہ دونوں اوصاف عالم دین میں ہوں گے تو لوگ ان کی شخصیت سے متاثر ہوکر ان کے پاس آئیں گے اور علمی و فقہی استفادہ کریں ورنہ اس سعادت سے محروم رہیں گے۔

2609 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ جَمِيْلٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ

2608- لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة غير المصنف، ذكره المتقي الهندي في (الكنز) (۱۰/۱۵۲) حديث (۲۸۷۷۷) و عزاه للترمذي عن ابي هريرة-

2609- انفرد به المصنف من بقية الستة، ذكره الهيثمي في (المجمع) (۱/۱۲۹) و قال رواه الطبراني في (الكبير) و فيه القاسم ابو عبد الرحمن و ثقه البخاري و ضعفه احمد-

متن حدیث: ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَّالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَاَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرَضِيْنَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَمَّارٍ الْحُسَيْنَ بْنَ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْفُضَيْلَ بْنَ عِيَاضٍ يَقُوْلُ عَالِمٌ عَامِلٌ مُعَلِّمٌ يُدْعٰى كَبِيْرًا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوَاتِ

◆◆ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا تذکرہ کیا گیا' جن میں سے ایک عبادت گزار تھا' دوسرا عالم تھا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عالم شخص کو عبادت گزار پر وہی فضیلت حاصل ہے' جو مجھے تم میں سے ادنیٰ شخص پر حاصل ہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمان میں رہنے والے اور زمینوں میں رہنے والی (تمام مخلوق)' یہاں تک کہ بل میں رہنے والی چیونٹی اور (سمندر میں موجود) مچھلی تک' لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

میں نے ابوعمار حسین بن حریث خزاعی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: میں نے فضیل بن عیاض کو یہ بیان نقل کرتے ہوئے سنا ہے: ایسا عالم جو (اپنے علم) پر عمل بھی کرتا ہو' اور اس کی تعلیم بھی دیتا ہو' اسے آسمانوں میں بڑا آدمی (کہہ کر) بلایا جاتا ہے۔

شرح

عالم کو عابد پر برتری حاصل ہونا

عالم دین اور عابد دونوں ہی قابل احترام ہیں مگر دونوں میں سے عالم دین کو فضیلت و برتری حاصل ہوتی ہے۔ اس برتری کی وجہ یہ ہے کہ عابد فقط اپنی ذات کے لیے عبادت و ریاضت کرتا ہے اور دوسرے لوگوں کو اس کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس عالم دین کے درس و تدریس' تصنیف و تالیف اور وعظ و تبلیغ سے پوری قوم کو فائدہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں نسل در نسل آنے والے لوگوں کو بھی اس کے علمی فیضان سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ عالم دین کو عابد پر برتری کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں سمندر کے پانی میں اس کی مغفرت و بخشش کے لیے دعا کرتی ہیں۔

2610 سند حدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ

2610- انفرد به المصنف دون بقية الستة؛ ذكره المتقي الهندي في (الكنز) (١/١٤٦)، حديث (٨٢١) و عزاه للترمذي عن ابي سعيد و اخرجه ابن حبان في (صحيحه) (٩٠٣)۔

الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِی الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَنْ يَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَّسْمَعُهُ حَتّٰى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مؤمن بھلائی کی باتیں سن کر (یعنی کے علم حاصل کر کے) کبھی سیر نہیں ہوتا' یہاں تک کہ اس کا انجام جنت ہے یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

مؤمن کا خیر سے شکم سیر نہ ہونا

ایک مشہور روایت کے مطابق دو آدمی سیر نہیں ہوتے:

(۱) طالب دنیا: جو شخص طالب دنیا ہو' وہ سیر نہیں ہوتا۔ اگر اس کا ایک مکان ہے تو دوسرے مکان کی تمنا کرے گا' اگر ملک کا سربراہ ہو' تو دوسرے ملک کی آرزو کرے گا اور اگر وہ وزیر ہو' تو وزیراعظم یا سربراہ مملکت بننے کی کوشش کرے گا۔ الغرض وہ تاحیات سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

(۲) طالب دین: طالب دنیا کی طرح طالب دین بھی تاحیات سیر نہیں ہوتا۔ وہ متعلم ہو' تو معلم بننے کی کوشش کرے گا' معلم ہو' تو مصنف بننے کی تمنا کرے گا' مصنف ہو' تو وہ مبلغ و مقرر بننے کی آرزو کرے گا۔ الحاصل طالب دین مذہبی و دینی خدمات انجام دینے کے لیے ترقی کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا حتیٰ کہ وہ رفیق اعلیٰ کے حضور پہنچ جائے۔ حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ مؤمن جنت میں پہنچنے تک دنیوی زندگی میں علمی و ادبی امور میں ترقی کرتا ہوا شکم سیر نہیں ہوتا۔

2611 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيْدِ الْكِنْدِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْفَضْلِ الْمَدَنِیُّ الْمَخْزُوْمِیُّ يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حکمت کی بات مؤمن کی گمشدہ چیز ہے' وہ جہاں اسے پاتا ہے تو وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں' ابراہیم بن فضل مخزومی نامی راوی اپنے حافظے کے حوالے سے' علم حدیث میں ضعیف قرار دیے جاتے ہیں۔

2611- اخرجه ابن ماجه (٢/١٣٩٥) كتاب الزهد: باب: الحكمة، حديث (٤١٦٩)۔

شرح

علمی بات جہاں سے بھی دستیاب ہو اسے حاصل کرنا

جس طرح مؤمن کا گمشدہ جانور جہاں سے بھی دستیاب ہو وہ اسے حاصل کرنے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ اسی طرح علم و حکمت کی بات مسلمان کا گمشدہ خزانہ ہے وہ جہاں سے بھی ملے وہ اسے حاصل کرنے میں دیر نہیں لگاتا۔ ایک مشہور حدیث: اطلبوا العلم ولو بالصین (مشکوۃ المصابیح، ص ۳۴) "تم علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے۔" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں: علیکم بالعلم فان العلم خلیل المومن (امام علاء الدین علی متقی، کنزالعمال ج ۱۰، ص ۸۸) "تم حصول علم کا التزام کرو، کیونکہ علم مؤمن کا دوست (غمخوار) ہے۔"

علم ایک لازوال دولت ہے، یہ جہاں سے بھی دستیاب ہو اسے حاصل کرنا چاہیے۔ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں حصول علم کا اس قدر ذوق تھا کہ وہ اس ذوق کی تکمیل کے لیے پیدل یا سواری پر دور دراز کا سفر طے کیا کرتے تھے۔ پھر جس سے یہ دولت حاصل کرنی ہو اس کا واقف وہم خیال ہونا بھی ضروری نہیں ہے، بلکہ جہاں سے بھی اور جس سے بھی یہ روایت حاصل ہو سکتی ہو، وصول کر لینی چاہیے۔ اس بارے میں مشہور مقولہ ہے: انظر الی ماقال ولا تنظر الی من قال ۔ "تم اس بات کو دیکھو جو کہی گئی ہو اور تم کہنے والے کو مت دیکھو۔"

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث باب کا مفہوم یوں واضح کرتے ہیں:

مرد باید کہ پند گیرد ورنوشتہ باشد بر دیوار

یعنی عقلمند شخص اس نصیحت کو حاصل کر لیتا ہے خواہ وہ دیوار پر لکھی ہوئی ہو، کیونکہ وہ ہمہ وقت علم و حکمت کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔

☆☆☆☆

كِتَابُ الْاِسْتِئْذَانِ وَالْآدَابِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

اجازت لینے اور دیگر آداب کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

اجازت طلبی کے احکام ومسائل

۱- اجازت طلبی اور قرآن

اسلام دین کامل ہے جس میں زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی ملتی ہے۔ کسی کے گھر میں اجازت طلبی کے بغیر داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ٥ (النور: ۲۷) ''اے ایمان والو! تم دوسرے لوگوں کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوا کرو اور اہل خانہ کو سلام کیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے شاید تم نصیحت حاصل کرلو۔''

دوسرے مقام پر یہی مضمون قدرے تفصیل سے یوں بیان کیا گیا ہے:

اے ایمان والو! چاہیے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نماز صبح سے قبل اور جب تم نے اپنے کپڑے اتار رکھے ہوں دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں ان تین کے بعد تم پر کچھ گناہ نہیں نہ ان پر آمد ورفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس۔ اللہ تعالیٰ یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لیے آیتیں۔ اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے اور تم میں لڑکے جوانی کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اذن مانگیں جس طرح ان سے اگلوں نے اذن مانگا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں یونہی بیان کرتا ہے اپنی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (النور: ۵۹٬۵۸)

۲- اجازت طلبی کا مسنون طریقہ

کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلبی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے اہل خانہ پر سلام پیش کیا جائے پھر اجازت طلب کی جائے۔ چنانچہ قبیلہ بنو عامر کا ایک آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کاشانہ نبوت میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ اس شخص کو اجازت طلبی کا طریقہ نہیں آتا لہٰذا باہر جا کر اسے اس کا طریقہ سکھاؤ کہ وہ یوں اجازت طلبی کرے: السلام علیکم اادخل؟ تم پر سلامتی ہو کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن لی اور سمجھ بھی لی۔ پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طریقہ کے مطابق اجازت طلب کی۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۵۱۷۷)

کسی کے گھر میں اجازت طلبی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سلام کو اجازت سے مقدم رکھا جائے۔ چنانچہ اس حوالے سے ایک

مستند روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجازت طلبی کے وقت جو شخص پہلے ''سلام'' نہ کہے تو اسے اندر آنے کی ہرگز اجازت نہ دو۔ (مشکوٰۃ المصابیح' رقم الحدیث ۴۶۷۶)

اجازت طلبی کے حکم کی وجوہات

اجازت طلبی کے حکم کی دو وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- انسان بعض اوقات کسی ضرورت کے تحت برہنہ حالت میں ہوتا ہے اور کبھی گھر کی چار دیواری میں اکیلا بے تکلف صورت میں ہوتا ہے پھر اچانک کوئی شخص گھر میں گھس آئے تو ستر پر اس کی نظر پڑے گی جو صاحب خانہ کے لیے ندامت و پریشانی کا باعث ہوگا۔ ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اپنی والدہ کے پاس جانے کے لیے بھی مجھے اجازت لینا ہوگی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں! تم اجازت طلب کرو۔ عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتا ہوں؟ فرمایا: پھر بھی اجازت لینا ہوگی۔ عرض کیا: میں ان کا خادم ہوں؟ آپ نے جواب دیا: بہرصورت تم اجازت لو' کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ اپنی والدہ کو برہنہ حالت میں دیکھو؟ عرض کیا: یارسول اللہ! نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: تم اجازت لو' کیونکہ ممکن ہے کہ وہ گھر میں برہنہ بیٹھی ہوں اور تمہاری ان کے ستر پر نظر پڑ جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح' رقم الحدیث ۴۶۷۴)

۲- اگر کوئی شخص اپنے گھر میں ایسا کام کر رہا ہو کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہو کہ دوسرا آدمی اس سے واقف ہو پھر کوئی شخص اجازت کے بغیر داخل ہو کر اس کے عمل سے واقف ہوگا تو ذہنی طور پر اس پر گراں گزرے گا' لہٰذا اجازت طلبی ضروری ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اس وقت جھانکا جبکہ آپ باریک سینگی سے اپنا سر اقدس کھجلا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے علم ہو جاتا کہ تو ہمارے گھر میں جھانک رہا ہے تو میں سینگی کے ساتھ تیری آنکھ پھوڑ دیتا' کیونکہ آنکھ کے سبب اجازت طلبی کا حکم دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۶۲۴۱)

فائدہ نافعہ: جب گھر میں بیوی موجود ہو' تو شوہر کے لیے اجازت طلبی مستحب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں کھنکار کر داخل ہوتے تھے تاکہ اپنی زوجہ کو اس حالت میں ملاحظہ نہ کریں جو انہیں ناپسند ہو۔

اجازت طلبی کے لحاظ سے لوگوں کی اقسام

گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلبی کے اعتبار سے لوگوں کی تین اقسام ہیں' ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- اجنبی شخص

چونکہ اجنبی شخص سے عدم واقفیت کی وجہ سے زیادہ تعلق و واسطہ نہیں پڑتا' لہٰذا دخول بیت کے لیے اس کا صراحتاً اجازت طلب کرنا ضروری ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ان کے اخیافی بھائی حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ہرنی کا دودھ اور چھوٹی ککڑی دیکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مکہ معظمہ کے بالائی حصہ میں قیام پذیر تھے۔ چنانچہ وہ سلام عرض کیے بغیر اور اجازت طلبی کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم واپس جاؤ اور یوں اجازت طلب کر کے اندر آؤ: السلام علیکم ااُدخل؟ تم پر سلامتی ہو' کیا میں گھر میں داخل ہو سکتا ہوں؟ (مشکوٰۃ المصابیح' رقم الحدیث ۴۶۷۱) اس روایت میں

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت طلبی کا یہ درس پوری امت کے لیے ہے۔

فائدہ نافعہ: کوئی شخص ملاقات کے لیے کسی کے گھر جاتا ہے تو وہ تین بار دروازہ کھٹکھٹائے یا گھنٹی بجائے تو جواب نہ ملنے پر وہ واپس پلٹ جائے' کیونکہ تین بار دخول دار کی اجازت لینے پر خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ صاحب دار ایسی حالت میں ہے کہ جواب نہیں دے سکتا یعنی وہ حالت نماز میں ہے یا بیت الخلاء میں ہے یا غسل کرنے میں مصروف ہے یا شدید علیل ہے یا وہ سویا ہوا ہے اور یا وہ ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا۔

۲-غیر محرم آدمی

ایسا غیر محرم شخص جس کے ساتھ معاشرتی تعلقات اور ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا ہے' کی اجازت طلبی کا حکم پہلے شخص سے قدرے کم درجہ کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذنك علی ان یرفع الحجاب وان تستمع سوادی حتی انهاك۔ ''تمہارے لیے اندر آنے کی اجازت یہ ہے کہ دروازہ کھول دیا گیا ہو اور تم میری گفتگو سماعت کر رہے ہو حتیٰ کہ میں تمہیں (اندر آنے سے) منع کردوں۔''

۳-غلام ونابالغ بچہ

ایسے غلام اور نابالغ بچے جن سے حجاب واجب نہیں ہے' ان کے لیے دخول بیت کے وقت اجازت طلبی ضروری نہیں ہے۔ البتہ تین اوقات میں ان کے لیے بھی اجازت طلبی ضروری ہے:

(۱) فجر کی نماز سے قبل

(۲) دوپہر کے وقت

(۳) نماز عشاء کے بعد۔

تین اوقات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ خدام اور بچوں کی آمدورفت ان اوقات میں جاری رہتی ہے۔ اوقات ثلاثہ سے حصر مقصود نہیں ہے' بلکہ کوئی بچہ یا غلام نصف رات کے وقت بھی بغیر اجازت کے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا۔

فائدہ نافعہ: جو آدمی کسی ممتاز شخصیت یا قاصد وغیرہ کے ساتھ کسی کے گھر داخل ہو' تو اسے نئے سرے سے اجازت طلبی کی ہرگز ضرورت نہیں ہے' بلکہ وہ تابع کی حیثیت سے گھر میں داخل ہوسکتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرے' تو وہ دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو بلکہ اس کے دائیں یا بائیں کھڑا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ معمول تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے کے سامنے جاتے تو سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دروازے کے دائیں یا بائیں تشریف فرما ہوتے اور یوں فرماتے: السلام علیکم' السلام علیکم (مشکوٰۃ المصابیح' رقم الحدیث ۴۶۷۳)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِفْشَاءِ السَّلَامِ

باب 1: سلام کو پھیلانا

2612 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوا اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَمْرٍ اِذَا اَنْتُمْ فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَّشُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ اَبِيْهِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْبَرَاءِ وَاَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک کامل مؤمن نہ ہو جاؤ۔ تم اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو گے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو کیا میں تمہاری ایسی بات کی رہنمائی کروں؟ جب تم اسے کرلو گے تو تمہاری آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی۔ تم اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ!

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، شریح بن ہانی کی ان کے والد کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضرت براء رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

افشاء سلام کی اہمیت

اسلام تہذیب پسند مذہب ہے یہ لوگوں کو مہذب بننے کا درس دیتا ہے کیونکہ اس سے مسلمانوں میں محبت پھیلتی ہے۔ حدیث باب میں صراحت ہے کہ تم باہم ''سلام'' کہنے کو ترویج دو۔ اس سے گلشن محبت مہک اٹھتا ہے۔ یہ مضمون قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے: جب صاحب تقویٰ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو محافظ فرشتے ان سے یوں کہیں گے: السلام علیکم یعنی تم پر سلامتی ہو تم لوگ مزے کی زندگی گزارو اور تم ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (الزمر: ۷۳)

فائدہ نافعہ: مسلمان کو پیشگی سلام پیش کیا جا سکتا ہے لیکن غیر مسلم کو نہ کیا جائے کیونکہ اس کی شرط مسلمان ہونا عائد کی گئی ہے۔ جو پیشگی سلام کرتا ہے اسے بیس نیکیاں اور جواب دینے والے کو دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ غیر مسلم کو پیشگی سلام کہنے کی اجازت نہیں ہے اور غیر مسلم کے سلام کہنے پر ''وعلیکم'' کے الفاظ سے جواب دیا جائے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِىْ فَضْلِ السَّلَامِ

باب 2: سلام کی فضیلت کا بیان

2612۔ اخرجه احمد (۲/ ۳۹۱، ۴۴۲، ۴۷۷، ۴۹۵، ۵۱۲) و مسلم (۱/ ۳۱۱ ۔ نووی) کتاب الایمان، باب: بیان انه لا یدخل الجنة الا المومنون، حدیث: (۹۳/ ۵۴)، و ابو داؤد (۲/ ۷۷۱) کتاب الادب، ابواب السلام حدیث (۵۱۹۳) و ابن ماجه (۱/ ۲۶) المقدمة، باب: فی الایمان، حدیث (۶۸) و فی (۲/ ۱۲۱۷) کتاب الادب باب: افشاء السلام (۳۶۹۲)۔

2613 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَرِيْرِيُّ الْبَلْخِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيِّ عَنْ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُوْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور بولا: السلام علیکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دس نیکیاں مل گئیں' پھر دوسرا شخص آیا: وہ بولا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے بیس نیکیاں ملیں گی' پھر ایک شخص آیا اور بولا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے تیس نیکیاں ملیں گی۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

سلام کہنے کی فضیلت

عربی زبان کا مشہور منقولہ ہے: کثرت الالفاظ تدل علٰی کثرة المعانی یعنی الفاظ کی کثرت معانی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ اسی ضابطہ کے پیش نظر پہلے حاضر ہونے والے شخص کو دس نیکیوں کا' دوسرے درجہ پر آنے والے کو بیس نیکیوں کا اور تیسرے درجہ پر آنے والے کو تیس نیکیوں کے ثواب کا بتایا۔ ایک روایت کے مطابق بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے والے آدمی نے سلام کرتے وقت دیگر الفاظ کے علاوہ ''ومغفرتہ'' کا اضافہ کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چالیس نیکیوں کا مژدہ سنایا تھا۔

سوال: کسی مسلمان کو سلام کہتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پر اضافہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں مختلف روایات ہیں' بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور بعض سے عدم جواز۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے: انتھی السلام الی البرکة' سلام صرف برکت پر مکمل ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یوں سلام پیش کیا: السلام علیکم و رحمة الله و بركاتهٗ و مغفرتهٗ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حسبك و بركاته ۔ صرف برکاتہ پر تمہارا اسلام پورا ہو گیا۔ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلام کے جواب میں بھی اضافہ کیا کرتے تھے۔ ایک

2613۔ اخرجه احمد (٤/٤٣٩) و رواه ایضاً فی (٤/٤٤٠) عن ابی رجاء مرسلاً' واخرجه موصولاً ابوداؤد (٢/٧٧٦) کتاب الادب' باب: کیف السلام' حدیث (٥١٩٥) و الدارمی (٢/٢٧٧ - ٢٧٨) کتاب الاستئذان' باب: فی فضل التسلیم ورده۔

آدمی حاضر خدمت ہوا' اس نے کہا: السلام علیکم۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ ۔ وہ شخص دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو اس نے سلام عرض کرتے وقت: وبرکاتہ' کا اضافہ کیا تو آپ نے جواب میں: وطیب صلاتہٗ کا اضافہ فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ (النساء:۸۶) یعنی جب کوئی شخص سلام کرے تو اسے بہتر الفاظ سے جواب دو یا ویسے ہی الفاظ سے جواب دے دو۔' اس ارشاد خداوندی سے بھی: وبرکاتہٗ پر اضافہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خواہ سلام اور جواب: وبرکاتہٗ کے الفاظ پر مکمل ہو جاتا ہے لیکن ان پر اضافہ بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فائدہ نافعہ: السلام علیکم کہنا حقوق العباد سے متعلق اور مسنون ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ سوار پیدل کو' پیدل کھڑے ہوئے کو اور کھڑا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے گا۔ اسی طرح قلیل لوگ کثیر لوگوں کو السلام علیکم کہیں گے۔ اجتماعی سلام و جواب میں ایک شخص کا سلام کہہ دینا یا جواب دینا' سب کی طرف سے کافی ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَنَّ الْاِسْتِئْذَانَ ثَلَاثٌ

باب 3: تین مرتبہ اجازت مانگنا

2614 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: اسْتَاْذَنَ اَبُوْ مُوْسٰى عَلٰى عُمَرَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ءَ اَدْخُلُ قَالَ عُمَرُ وَاحِدَةٌ ثُمَّ سَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ءَ اَدْخُلُ قَالَ عُمَرُ ثِنْتَانِ ثُمَّ سَكَتَ سَاعَةً فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ءَ اَدْخُلُ فَقَالَ عُمَرُ ثَلَاثٌ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ عُمَرُ لِلْبَوَّابِ مَا صَنَعَ قَالَ رَجَعَ قَالَ عَلَيَّ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهٗ قَالَ مَا هٰذَا الَّذِيْ صَنَعْتَ قَالَ السُّنَّةُ قَالَ السُّنَّةُ وَاللّٰهِ لَتَاْتِيَنِّيْ عَلٰى هٰذَا بِبُرْهَانٍ اَوْ بِبَيِّنَةٍ اَوْ لَاَفْعَلَنَّ بِكَ قَالَ فَاَتَانَا وَنَحْنُ رُفْقَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَسْتُمْ اَعْلَمَ النَّاسِ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ يَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ فَاِنْ اُذِنَ لَكَ وَاِلَّا فَارْجِعْ فَجَعَلَ الْقَوْمُ يُمَازِحُوْنَهٗ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِيْ اِلَيْهِ فَقُلْتُ فَمَا اَصَابَكَ فِيْ هٰذَا مِنَ الْعُقُوْبَةِ فَاَنَا شَرِيْكُكَ قَالَ فَاَتٰى عُمَرَ فَاَخْبَرَهٗ بِذٰلِكَ فَقَالَ عُمَرُ مَا كُنْتُ عَلِمْتُ بِهٰذَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاُمِّ طَارِقٍ مَوْلَاةِ سَعْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَّالْجُرَيْرِيُّ اسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ اِيَاسٍ يُكْنٰى اَبَا مَسْعُوْدٍ وَّقَدْ رَوٰى هٰذَا غَيْرُهٗ اَيْضًا عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ وَاَبُوْ نَضْرَةَ الْعَبْدِيُّ اسْمُهٗ الْمُنْذِرُ بْنُ مَالِكِ بْنِ قُطَعَةَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں

2614۔ اخرجه احمد (۳ / ۱۹، ۴/۴۱۰، ۴۱۸) و مسلم (۷/۳۸۵ - نووی) كتاب الآداب' باب: الاستئذان (۳۵ /۲۱۵۴) و ابن ماجه (۲ /۱۲۲۱) كتاب الآدب: باب: الاستئذان حديث (۳۷۰۶) و الدارمی (۲/۲۷۴) كتاب الاستئذان' باب: الاستئذان ثلاث۔

اندر آنے کی اجازت مانگی اور بولے: السلام علیکم! کیا میں اندر آجاؤں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: ایک ہی مرتبہ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب نہیں دیا) پھر ابوحضرت موسیٰ کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے: السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (خود سے کہا) دو مرتبہ ہوگیا (لیکن انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے: اسلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تیسری مرتبہ ہے (یعنی انہوں نے اجازت پھر بھی نہیں دی جائے) پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربان سے دریافت کیا: انہیں کیا ہوا؟ دربان نے جواب دیا: وہ واپس چلے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں میرے پاس لے کر آؤ! جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: آپ نے یہ کیا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: سنت کے مطابق کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی قسم یا تو اس پر آپ ثبوت یا دلیل لے کر آئیں یا پھر میں آپ کو سزا دوں گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے ہم انصاری دوست بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: اے انصار کے گروہ! کیا آپ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بارے میں سب سے زیادہ نہیں جانتے؟ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات ارشاد فرمائی ہے؟ کہ اجازت تین مرتبہ لی جاسکتی ہے اگر تمہیں اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلے جاؤ! تو حاضرین ان کے ساتھ مذاق کرنے لگے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنا سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا میں نے کہا: آپ کو اس بارے میں جو سزا ملے گی میں اس میں آپ کا شریک ہوں گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر وہ (یعنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس بارے میں بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ ام طارق رضی اللہ عنہا جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کنیز ہیں سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

جریری نامی راوی کا نام سعید بن ایاس ہے اور کنیت ابومسعود ہے۔

اسی روایت کو ان کے علاوہ دیگر راویوں نے ابونضرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ابونضرہ عبدی کا نام منذر بن مالک بن قطعہ ہے۔

2615 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي اَبُوْ زُمَيْلٍ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ

متنِ حدیث: اسْتَأْذَنْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَاَذِنَ لِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ زُمَيْلٍ اسْمُهُ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ

قولِ امام ترمذی: وَاِنَّمَا اَنْكَرَ عُمَرُ عِنْدَنَا عَلٰى اَبِيْ مُوْسٰى حَيْثُ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ فَاِذَا اُذِنَ لَكَ وَاِلَّا فَارْجِعْ وَقَدْ كَانَ عُمَرُ اسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا

فَاَذِنَ لَهٗ وَلَمْ يَكُنْ عَلِمَ هٰذَا الَّذِیْ رَوَاهُ اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فَاِنْ اُذِنَ لَكَ وَاِلَّا فَارْجِعْ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی ہے: وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی تین مرتبہ اجازت مانگی تو آپ نے مجھے اجازت دی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابوزمیل نامی راوی کا نام سماک حنفی ہے۔

ہمارے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا انکار اس وقت کیا تھا' جب انہوں نے اس روایت کو نقل کیا تھا اور کہا تھا: اجازت لینے کا حکم تین مرتبہ ہے' اگر تمہیں اجازت مل جائے' تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلے جاؤ' جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ اجازت مانگی تھی' تو اجازت مل گئی تھی' تاہم انہیں اس روایت کا علم نہیں تھا جسے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا: ''اگر تمہیں اجازت مل جائے' تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلے جاؤ''۔

شرح

دخول دار کے لیے تین بار اجازت لینا

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے والا شخص صاحب دار سے تین بار اجازت طلب کرے یعنی تین بار دروازہ کھٹکھٹائے یا گھنٹی دے یا آواز دے' پھر جواب نہ ملنے کی صورت میں وہ واپس پلٹ جائے' کیونکہ جواب نہ ملنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مالک مکان گھر نہیں ہے یا وہ بیت الخلاء میں ہے یا وہ غسل کرنے میں مصروف ہے یا وہ علیل ہے کہ دروازے تک نہیں آسکتا یا وہ سویا ہوا ہے اور یا وہ آنے والے سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا۔

اعتراض: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار اجازت طلبی کی تو آپ نے مجھے اجازت عنایت فرمادی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجازت تین بار ہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات پر گرفت کیوں کی اور ان سے دلیل کیوں طلب کی تھی؟

جواب: یہاں دو باتیں ہیں:

(۱) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی جو انہیں دے دی گئی۔

(۲) تیسری بار اجازت نہ ملنے پر واپس لوٹ جانا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلی بات کا تو علم تھا کیونکہ ان کے ساتھ واقعہ پیش آچکا تھا لیکن دوسری بات کا علم نہیں تھا۔ آپ نے دوسری بات کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفت فرمائی اور اس بارے میں دلیل بھی طلب کی تھی۔

سوال: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد معتبر نہیں ہے' کیونکہ انہوں نے دلیل پیش کرنے کا بھی حکم دیا تھا جبکہ شریعت میں اخبار احاد معتبر ہیں؟

جواب: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے' کیونکہ بے شمار واقعات ایسے موجود

ہیں کہ آپ نے خبر واحد کو تسلیم کیا ہے مثلاً مجوسی سے جزیہ وصول کرنے کا مسئلہ اور شوہر کی دیت سے زوجہ کو میراث فراہم کرنے کا مسئلہ وغیرہ۔

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ رَدُّ السَّلَامِ

باب 4: سلام کا جواب کیسے دیا جائے؟

2616 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ هٰذَا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ فَقَالَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَقَالَ وَعَلَيْكَ قَالَ وَحَدِيْثُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَصَحُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص مسجد میں داخل ہوا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے کنارے میں تشریف فرما تھے' اس نے نماز ادا کی' پھر وہ آیا اس نے آپ کو سلام کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر بھی ہو! واپس جاؤ! نماز ادا کرو! کیونکہ تم نے درحقیقت نماز نہیں پڑھی۔

اس کے بعد انہوں نے طویل حدیث ذکر کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یحییٰ بن سعید نے اس حدیث کو عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے' سعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: یہ ان کے والد کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ مذکور نہیں ہے' اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وعلیك'' فرمایا۔

یحییٰ بن سعید سے منقول حدیث زیادہ مستند ہے۔

شرح

سلام کے جواب کا طریقہ

گزشتہ روایات سے ثابت ہوا کہ جس مسلم کو سلام کہنا مقصود ہو وہ واحد ہو یا تثنیہ یا جمع' مذکر ہو یا مؤنث سب کے لیے: السلام علیکم' کے الفاظ کہے جائیں گے۔ علی ھذا القیاس جواب کے لیے بھی: وعلیکم السلام' کے الفاظ استعمال کیے جائیں گے۔ تاہم واحد مذکر کے جواب میں: وعلیک السلام' کہنا بھی جائز ہے' کیونکہ حدیث باب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ سلام و جواب کا افضل طریقہ وہی ہے' جو مشہور ہے اور اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَبْلِيغِ السَّلَامِ

باب 5: سلام پہنچانا

2617 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَهَا اِنَّ جِبْرِيْلَ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ نُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ اَيْضًا عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ بات بتائی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جبریل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں: تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ان پر بھی سلام ہو! اللہ کی رحمتیں ہوں اور اس کی برکتیں ہوں۔

اس بارے میں بنونمیر سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے حدیث کو نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابوسلمہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

شرح

کسی کا سلام پہنچانا

جس طرح کسی مسلمان کو سلام کہنا مسنون ہے اسی طرح کسی کا سلام پہنچانا بھی مسنون ہے۔ جس طرح سلام کا جواب دینا واجب ہے اسی طرح سلام پہنچانے والے کو جواب دینا بھی واجب ہے۔ جواب میں صاحب سلام اور پہنچانے والے دونوں کا ذکر ہوگا۔ وہ اس طرح کہ جواب بایں الفاظ دیا جائے: علیکم وعلیہ السلام۔

فائدہ نافعہ: زبانی سلام کہنے والے کو زبانی اور تحریری سلام کہنے والے کو تحریری جواب اور کسی کا سلام پہنچانے والے کو جواب اس انداز میں دیا جائے کہ اس میں صاحب سلام اور پہنچانے والے دونوں کا ذکر ہو۔ وہ جواب بایں الفاظ ہو سکتا ہے: علیک وعلیہ السلام۔ اس انداز سے جواب دینا کہ دونوں میں سے ایک کا ذکر ہو اور دوسرے کا نہ ہو درست نہیں ہے اور نہ ہی اسے جواب کہا جا سکتا ہے مثلاً سلام پہنچانے والے کو عام لوگ بایں الفاظ جواب دیتے ہیں: وعلیکم السلام۔ یہ غلط طریقہ ہے۔

2617- اخرجه احمد (٦/٥٥، ٨٨، ١١٢، ١١٧) و البخاری (١١/٤٠) كتاب الاستئذان، باب: اذا قال: فلان يقرئك السلام، حديث (٦٢٥٣) و مسلم (٨/٢٣٢ - نووی) كتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل عائشة حديث رقم (٩٠/٢٤٤٧)، و ابوداؤد (٢/٧٨٠) كتاب الادب، باب: فی الرجل يقول: فلان يقرئك السلام، حديث (٥٢٣٢) و ابن ماجه (٢/١٢١٨) كتاب الادب، باب: رد السلام حديث (٣٦٩٦)۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ

باب 6: اس شخص کی فضیلت جو سلام میں پہل کرے

2618 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ الْاَسَدِيُّ عَنْ اَبِيْ فَرْوَةَ يَزِيْدَ بْنِ سِنَانٍ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ اَيُّهُمَا يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ فَقَالَ اَوْلَاهُمَا بِاللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ اَبُوْ فَرْوَةَ الرَّهَاوِيُّ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ اِلَّا اَنَّ ابْنَهُ مُحَمَّدَ بْنَ يَزِيْدَ يَرْوِيْ عَنْهُ مَنَاكِيْرَ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دو آدمی ایک دوسرے سے ملتے ہیں' ان میں سے کون پہلے سلام کرے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے زیادہ نزدیک ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوفروہ رہاوی نامی راوی ''مقارب الحدیث'' ہیں۔ ان کے صاحبزادے محمد بن یزید نے ان سے ''منکر'' روایات نقل کی ہیں۔

شرح

سلام کہنے میں پہل کرنے کی فضیلت

کسی مسلمان کو سلام کہنا سنت ہے' اس کا جواب دینا واجب ہے لیکن یہ ایک ایسی سنت ہے' جس کا ثواب واجب کے برابر ہے۔ اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں۔ (۱) وجوب جواب کا سبب' سلام کہنا بنا (۲) مشہور حدیث: الدال علی الخیر کفاعلہ۔ یعنی نیک عمل کی رہنمائی کرنے والے کو اس عمل کے کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ حدیث باب میں سلام میں پہل کرنے والے کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ دونوں آدمیوں سے جو زیادہ نیک ہوتا ہے' وہ سلام کرنے میں پہل کرتا ہے۔ علاوہ ازیں دونوں میں سے جو زیادہ نیک ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں سلام میں پہل کرنے کا جذبہ اور ذوق پیدا فرمادیتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ اِشَارَةِ الْيَدِ بِالسَّلَامِ

باب 7: سلام میں ہاتھ سے اشارہ کرنا مکروہ ہے

2619 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ الْاِشَارَةُ

بِالْاَصَابِعِ وَتَسْلِيْمَ النَّصَارٰى الْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ

اختلافِ روایت: وَرَوٰى ابْنُ الْمُبَارَكِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ فَلَمْ يَرْفَعْهُ

◄◄ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے جو دوسروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرلے تم لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو کیونکہ یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارے کے ذریعے ہوتا ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلی کے اشارے کے ذریعے ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ابن لہیعہ سے نقل کیا ہے۔ اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

شرح

ہاتھ کے اشارہ سے سلام کا جواب دینے کی ممانعت

جس انداز میں کوئی سوال کرتا ہے اسی اسلوب میں جواب دینا واجب ہوتا ہے مثلاً کوئی زبانی سلام کہتا ہے تو اس کا زبانی جواب دیا جائے گا، کوئی تحریری سلام پیش کرتا ہے تو اس کا جواب تحریری طور پر دیا جائے گا، کوئی بالواسطہ سلام کہتا ہے تو اس کا جواب بالواسطہ دیا جائے گا اور کوئی بلاواسطہ سلام کہتا ہے تو اس کا جواب بلاواسطہ دیا جائے گا۔ تاہم الفاظ کے بغیر ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا یا جواب دینا درست نہیں ہے۔ الفاظ کے تلفظ اور ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا یا جواب دینا درست ہے۔

الفاظ کے تلفظ کے بغیر صرف ہاتھ کے اشارہ سے کسی کو سلام کہنا یا جواب دینا منع ہے۔ اس ممانعت کی وجہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ وہ صرف ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں بالخصوص یہود و نصاریٰ سے مشابہت اختیار کرنے کی وعید بایں الفاظ بیان فرمائی: لیس منا من تشبه بغيرنا۔ "جس شخص نے ہمارے اغیار کی مشابہت اختیار کی وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْلِيْمِ عَلَى الصِّبْيَانِ

باب 8: بچوں کو سلام کرنا

2620 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَتَّابٍ سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ فَمَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ ثَابِتٌ كُنْتُ مَعَ اَنَسٍ

2620۔ رواہ احمد (۳/۱۳۱، ۱۶۹، ۱۸۳) و البخاری (۱۱/۳۴) کتاب الاستئذان، باب: التسلیم علی الصبیان حدیث رقم (۶۲۴۷) و مسلم (۷/۴۰۲ - نووی) کتاب السلام، باب: استحباب السلام علی الصبیان (۲۱۶۸) و ابو داؤد (۴/۷۷۳) کتاب الادب، باب: فی السلام علی الصبیان حدیث (۵۲۰۲)۔

فَمَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ اَنَسٌ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ ثَابِتٍ وَّرُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◆◆ سیار بیان کرتے ہیں: میں ثابت بنانی کے ہمراہ جا رہا تھا' وہ بچوں کے پاس سے گزرے' تو انہوں نے بچوں کو سلام کیا' پھر ثابت نے بتایا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا' وہ بچوں کے پاس سے گزرے' تو انہوں نے بچوں کو سلام کیا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی تھی: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا' آپ بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

کئی راویوں نے اسے ثابت کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بعض راویوں نے اسے دیگر اسناد کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ اسی طرح نقل کی گئی ہے۔

شرح

بچوں کو سلام کہنے کا مسئلہ

نابالغ بچوں پر اسلامی احکام جاری نہیں ہوتے لیکن اس کے باوجود انہیں نماز پڑھنے' روزے رکھنے' صدقہ وخیرات کرنے اور عمرہ کرنے کی عملی ترغیب دیتے ہیں تاکہ بالغ ہونے کے بعد ان اعمال وعبادات کو معمول بہ بناسکیں۔ اسی طرح خواہ بچوں پر حقوق یا سلام کا جواب دینا واجب تو نہیں مگر اس کے باوجود انہیں السلام علیکم کہا جائے اور اس کے جواب کی تعلیم دی جائے تاکہ بالغ ہونے کے بعد وہ اسلام کے محبت بھرے اس اصول کو بطریقہ احسن معمول بہ بناسکیں' کیونکہ آج کے بچے مستقبل کے نوجوان اور معاشرے کے ذمہ دار افراد قرار پائیں گے۔ علاوہ ازیں بڑوں کی طرف چھوٹوں کو سلام کہنا از راہ شفقت اور تواضع کی علامت ہے۔

حدیث باب میں اس مسئلہ کی صراحت ہے کہ بچوں کو پیشگی سلام کرنا مسنون ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاں جب ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ ان کے بچوں کو: السلام علیکم فرماتے' ان کے سروں پر دست اقدس پھیرتے' ان پر شفقت فرماتے اور خصوصی دعاؤں سے نوازتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِى التَّسْلِيْمِ عَلَى النِّسَآءِ

باب 9: خواتین کو سلام کرنا

2621 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَهْرَامَ اَنَّهٗ سَمِعَ

شَهْرَ بْنَ حَوْشَبٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَسْمَاءَ بِنْتَ يَزِيْدَ تُحَدِّثُ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَّعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَاءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ وَاَشَارَ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بِيَدِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَّا بَاْسَ بِحَدِيْثِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ بَهْرَامَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ

قولِ امام بخاری: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ شَهْرٌ حَسَنُ الْحَدِيْثِ وَقَوّٰى اَمْرَهٗ وَقَالَ اِنَّمَا تَكَلَّمَ فِيْهِ ابْنُ عَوْنٍ ثُمَّ رَوٰى عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِىْ زَيْنَبَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ اَنْبَاَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الْمَصَاحِفِىُّ بَلْخِىٌّ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ اِنَّ شَهْرًا تَرَكُوْهُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ النَّضْرُ تَرَكُوْهُ اَىْ طَعَنُوْا فِيْهِ وَاِنَّمَا طَعَنُوْا فِيْهِ لِاَنَّهٗ وَلِىَ اَمْرَ السُّلْطَانِ

◆◆ سیّدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ایکدن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں سے گزرے اس وقت کچھ خواتین وہاں بیٹھی ہوئی تھیں' تو آپ نے ہاتھ کے اشارے کے ذریعے انہیں سلام کیا۔

عبدالحمید نامی راوی نے اپنے ہاتھ کے ذریعے اشارہ کر کے یہ بات بتائی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں عبدالحمید نامی راوی کی روایت کے اعتبار سے (ہاتھ کے اشارے کے ذریعے سلام کرنے میں) کوئی حرج نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: شہر نامی راوی "حسن الحدیث" ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں "قوی" قرار دیا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: ان کے بارے میں ابن عون نے کچھ کلام کیا ہے' پھر انہوں نے ہلال بن ابوزینب کے حوالے سے' شہر کے حوالے سے' روایت نقل کی۔

ابوداؤد مصاحفی بلخی' نضر بن شمیل کے حوالے سے ابن عون کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔ محدثین نے شہر کو متروک قرار دیا ہے۔

ابوداؤد مصاحفی کہتے ہیں: نضر نے یہ بات بیان کی ہے: محدثین نے انہیں متروک قرار دیا ہے اور ان پر طعن کیا ہے۔

محدثین نے ان پر تنقید اس لیے کی ہے' کیونکہ وہ سرکار کے اہلکار بن گئے تھے۔

شرح

خواتین کو سلام کہنا

جس طرح مردوں کی ملاقات ہونے پر ان کا باہم سلام کہنا مسنون اور جواب دینا واجب ہے' اسی طرح خواتین ملاقات کے وقت باہم سلام کرنا مسنون اور جواب دینا واجب ہے۔ اس لیے کہ افشاء سلام کا حکم خواتین و حضرات سب کے لیے یکساں ہے۔

2621- اخرجه ابوداؤد (٤ /٣٥٢) كتاب الادب: باب: السلام على النساء حديث (٥٢٠٤) و ابن ماجه (٢ /١٢٢٠) كتاب الادب: باب: السلام على الصبيان و النساء حديث (٣٧٠١)۔

سوال: کیا مرد حضرات عورتوں کو اور عورتیں مردوں کو سلام کہہ سکتیں یا نہیں؟

جواب: خواتین و حضرات کا باہم سلام کہنا دو صورتوں میں جائز ہو سکتا ہے:

پہلی صورت: دونوں میاں بیوی ہوں یا دونوں محرم ہوں یا خاتون بوڑھی ہو یا نابالغ بچی ہو۔

دوسری صورت: جب عورت اجنبی ہو لیکن اس کو سلام کہنے یا اس کے سلام کرنے میں تہمت کا اندیشہ نہ ہو جیسے خواتین کی مجلس ہو اور کسی مرد کا انہیں سلام کہنا یا محرم کی موجودگی میں اجنبی عورت کو سلام کہنا یا مردوں کی مجلس ہو اور کوئی عورت انہیں سلام کرے۔

فائدہ نافعہ: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام پہنچایا تھا۔ ایک بوڑھی خاتون ہر جمعۃ المبارک میں دعوت کیا کرتی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے سلام کہا کرتے تھے۔ شارح صحیح مسلم حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ خواتین کو سلام کہنے کے حوالے سے فرماتے ہیں: متعدد خواتین جمع ہوں تو مرد انہیں سلام کہہ سکتا ہے اگر ایک عورت ہو تو خواتین اس کا خاوند اس کا آقا اور اس کا محرم سلام کہہ سکتا ہے۔ وہ عورت خواہ خوبصورت ہو یا بدصورت ہو۔ اجنبی شخص ایسی بوڑھی عورت کو سلام کہہ سکتا ہے جس کی طرف قلبی میلان نہ ہو اور ایسی عورت بھی اجنبی آدمی کو سلام کہہ سکتی ہے جو بھی ایک دوسرے کو سلام کہے اس کا جواب دینا واجب ہے۔ اگر خاتون جوان ہو یا ایسی بوڑھی ہو کہ قلبی طور پر اس کی طرف میلان ہو سکتا ہو اسے سلام کہنے کی اجازت نہیں اور وہ عورت بھی اجنبی شخص کو سلام نہیں کہہ سکتی۔ ان دونوں میں سے جو بھی سلام کہے اس کا جواب دینا واجب نہیں ہے بلکہ جواب دینا مکروہ ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

باب 10: گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

2622 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُوْ حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ الْأَنْصَارِيُّ مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر جاؤ تو سلام کرو یوں تمہارے اوپر بھی برکت ہوگی اور تمہارے گھر والوں پر بھی برکت ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کہنا

اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت افراد خانہ: السلام علیکم کہا جائے اس طرح گھر میں برکت ہوگی۔ اگر گھر خالی ہو تو اس میں داخل ہوتے وقت بایں الفاظ سلام کہا جائے: السلام علی عباد اللہ الصالحین ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔"

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کا ذکر اس ارشاد ربانی میں موجود ہے۔ فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیة من عند اللہ مبارکة طیبة پس جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اپنے (گھر کے) لوگوں کو سلام کہو جو بطور دعا اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہے اور برکت والی خوبصورت چیز ہے۔''

حدیث باب میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دخول بیت کے وقت افراد خانہ کو السلام علیکم کہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے اور اس کی وجہ بھی بتائی گئی ہے کہ یہ طریقہ باعث برکت ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّلَامِ قَبْلَ الْكَلَامِ

باب 11: بات چیت (شروع کرنے) سے پہلے سلام کیا جائے گا

2623 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ بَغْدَادِيٌّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَاذَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ

حدیثِ دیگر: وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَدْعُوْا اَحَدًا اِلَى الطَّعَامِ حَتّٰى يُسَلِّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ ذَاهِبٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ زَاذَانَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سلام (بات شروع) کرنے سے پہلے ہوگا۔

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان بھی منقول ہے' آپ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی شخص کسی بھی شخص کو کھانے کی طرف اس وقت تک نہ بلائے جب تک وہ سلام نہ کرے۔

یہ حدیث ''منکر'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: عنبسہ بن عبدالرحمٰن نامی راوی علم حدیث میں ''ضعیف'' ہیں اور ناقابلِ اعتبار ہیں' جبکہ محمد بن زاذان نامی ''منکر الحدیث'' ہیں۔

شرح

گفتگو سے قبل سلام کہنا

جس طرح کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلبی سے قبل السلام علیکم کہنا چاہیے' اسی طرح کسی سے گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے السلام علیکم کہنا چاہیے۔ السلام علیکم کہنے کے کثیر فوائد ہیں' ان میں سے دو یہ ہیں:

(۱) نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) دونوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور دل کی کدورت ختم ہو جاتی ہے۔

حدیث باب کے آخری حصہ میں یہ درس دیا گیا ہے کہ جو شخص سلام کہنے میں دلچسپی نہ لیتا ہے اسے کھانے کی دعوت پر نہ بلایا جائے' کیونکہ سلام اسلام کا ایک امتیازی شعار اور علامت ہے' جس کا احترام بہرصورت ہونا چاہیے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْلِيمِ عَلٰى اَهْلِ الذِّمَّةِ

باب 12: ذمی کو سلام کرنا مکروہ ہے

2624 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَبْدَئُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَاِذَا لَقِيتُمْ اَحَدَهُمْ فِي الطَّرِيْقِ فَاضْطَرُّوهُمْ اِلٰى اَضْيَقِهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو جب تم ان میں سے کسی سے راستے میں ملو تو اسے تنگ راستے کی جانب جانے پر مجبور کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2625 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: اِنَّ رَهْطًا مِّنَ الْيَهُوْدِ دَخَلُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَآئِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهِ قَالَتْ عَآئِشَةُ اَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ قَدْ قُلْتُ عَلَيْكُمْ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَّاَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُهَنِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَآئِشَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کچھ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور بولے: السام علیک (یعنی آپ کو موت آئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وعلیکم (تمہیں بھی آئے) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے کہا: تمہیں موت آئے اور تم پر لعنت بھی ہو' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو

2625- اخرجه احمد: (٦/٣٧، ٨٥، ١٩٩) و في (٨/٩٤، ٧٠، ١٠٤، ٩/٢٠) و البخاري (١٢/٢٩٣) كتاب استتابة المرتدين' باب: اذا عرض الذمي او غيره بسب النبي صلى الله عليه وسلم' حديث (٦٩٢٦) و مسلم (٧/٣٩٩ - نووي) كتاب السلام' باب: النهي عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام حديث (١٠/٢١٦٥)-

پسند کرتا ہے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بھی وعلیکم (تمہیں بھی آئے) کہہ دیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبدالرحمٰن جہنی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

یہود ونصاریٰ کو سلام کہنے کی ممانعت

پہلی حدیث باب میں دو مسائل بیان کیے گئے ہیں:

(۱) یہود ونصاریٰ کو السلام علیکم نہ کہا جائے اور نہ ہی وعلیکم السلام کے الفاظ سے انہیں جواب دیا جائے۔

(۲) اگر ان سے آمنا سامنا ہونے کا امکان ہو تو اپنے چلنے کا انداز ایسا اختیار کیا جائے وہ دائیں یا بائیں جانب ہونے کے لیے ازخود مجبور ہو جائیں۔ دوسری حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہود ونصاریٰ پیشگی السام علیکم کہیں تو ان کے جواب میں صرف علیکم السلام کہا جائے۔ یہود کی ایک جماعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انہوں نے بایں الفاظ سلام عرض کیا: اَلسام علیکم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: علیکم (تم خود مرو)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: علیکم السام واللعنة (تم پر ہلاکت اور لعنت ہو)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نرم لہجہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان لوگوں نے جو کچھ بکا ہے وہ آپ نے نہیں سنا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے بھی ان کے کہنے کے مطابق یوں کہا ہے: علیکم السام۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّلَامِ عَلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ وَغَيْرُهُمْ

باب 13: جس محفل میں مسلمان اور دیگر (مذاہب کے) لوگ موجود ہوں' انہیں سلام کرنا

2626 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ اَخْبَرَهُ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسٍ وَّفِيْهِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک محفل کے پاس سے گزرے' جس میں مسلمان اور یہودی بیٹھے ہوئے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو سلام کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مشترکہ (مسلم وغیر مسلم) مجلس کو سلام کہنا

حدیث باب کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے "مشترکہ مجلس" کو سلام کہنے کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کرتے وقت محض مسلمانوں کا قصد فرمایا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے محافظ ملائکہ کو سلام کہنے کا ارادہ فرمایا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي تَسْلِيمِ الرَّاكِبِ عَلَى الْمَاشِي

باب 14: سوار شخص کا پیدل کو سلام کرنا

2627 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَاِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ وَزَادَ ابْنُ الْمُثَنّٰى فِي حَدِيثِهِ وَيُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ وَّفَضَالَةَ ابْنِ عُبَيْدٍ وَّجَابِرٍ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

توضیح راوی: وَقَالَ اَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَيُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَّعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ اِنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: سوار شخص پیدل کو سلام کرے اور پیدل شخص بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

ابن مثنیٰ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ اضافی نقل کیے ہیں:

"چھوٹا بڑے کو سلام کرے"۔

اس بارے میں حضرت ابوعبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ، حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ایوب سختیانی، یونس بن عبید اور علی بن زید نے یہ بات بیان کی ہے: حسن بصری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

2628 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَنْبَاَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

2627- اخرجه احمد (۵۱۰/۲) عزاه المزی فی (تحفة الاشراف) (۳۶۸/۹) رقم (۱۲۲۵۱) للمصنف هنا فی الاستئذان فقط۔

2628- اخرجه احمد (۳۱۴/۲) و البخاری (۱۶/۱۱) كتاب الاستئذان، باب: تسليم القليل على الكثير حديث (۶۲۳۱) و ابو داؤد (۷۷۳/۲)، كتاب الادب، باب: من اولى بالسلام حديث (۵۱۹۸)۔

متنِ حدیث: يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ

حکمِ حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: چھوٹا بڑے کو سلام کرے گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2629 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَنْبَاَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَنْبَاَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ اَخْبَرَنِي اَبُوْ هَانِئٍ اسْمُهٗ حُمَيْدُ بْنُ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ اَبِيْ عَلِيٍّ الْجَنْبِيِّ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يُسَلِّمُ الْفَارِسُ عَلَى الْمَاشِي وَالْمَاشِي عَلَى الْقَائِمِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ عَلِيٍّ الْجَنْبِيُّ اسْمُهٗ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ

◆◆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سوار شخص پیدل کو سلام کرے اور پیدل کھڑے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوعلی جنبی نامی راوی کا نام عمرو بن مالک ہے۔

شرح

سلام کہنے میں پہل کرنے کا مسئلہ

سلام کہنے میں پہل کون کرے بڑا یا چھوٹا؟ اس بارے میں مختلف اور دوطرفہ روایات موجود ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ چھوٹی عمر والا بڑے کو سلام کہے اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے بچوں کو سلام فرمایا تھا۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: دنیا بھر کا یہ دستور ہے کہ چھوٹا بڑے کو اور کم درجے والا بڑے آدمی کو سلام کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس ضابطہ اخلاق کو باقی رکھتے ہوئے حکم دیا کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے تاکہ بڑے کا مقام بحال رہے اور پیدل چلنے والا گھر جانے والے کی مثل ہوتا ہے وہ کھڑے ہوئے کو سلام کرے۔ چھوٹوں اور بڑوں کے درمیان شفقت واحترام کے بارے میں مشہور حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کی اور بڑے کا احترام نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۹۴۳)

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ سوار پیدل کو پیدل کھڑے ہوئے کو کھڑا بیٹھے ہوئے کو چھوٹا بڑے کو اور قلیل کثیر لوگوں کو سلام

2629- اخرجه احمد (٦/ ١٩، ٢٠) و الدارمی (٢/ ٢٧٦) كتاب الاستئذان' باب: فی تسليم الراكب على الماشی و البخاری فی (الادب المفرد) رقم (٩٩٦، ٩٩٨ - ٩٩٩) و عزاه المزی فی (التحفة) رقم (١١٠٢٤) للنسائی فی (عمل اليوم و الليلة)۔

کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ ضابطہ پر عمل کیا جائے تو معاشرہ میں انقلاب برپا ہوسکتا ہے' جس کے نتیجہ میں عداوت کی جگہ محبت' بے ادبی کی جگہ احترام اور ڈانٹ ڈپٹ کی جگہ شفقت و مہربانی حاصل کر سکتی ہے۔

فائدہ نافعہ: جب بڑا چھوٹے کو اور سوار پیدل کو سلام کرے گا تو تکبر و غرور کا خاتمہ ہوگا اور باہم محبت پیدا ہوگی۔ تاہم عام ضابطہ کے مطابق چھوٹا بڑے کو سلام کرنے میں پہل کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْلِيمِ عِنْدَ الْقِيَامِ وَعِنْدَ الْقُعُوْدِ

باب 15: (محفل سے) اٹھتے وقت اور بیٹھتے وقت سلام کرنا

2630 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا انْتَهٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى مَجْلِسٍ فَلْيُسَلِّمْ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ يَّجْلِسَ فَلْيَجْلِسْ ثُمَّ اِذَا قَامَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْاُوْلٰى بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص کسی محفل میں آئے' تو وہ سلام کرے' اگر اسے بیٹھنا مناسب لگے تو بیٹھ جائے' پھر جب وہ کھڑا ہو تو پھر سلام کرے' پہلے والا سلام دوسرے والے کے مقابلے میں زیادہ حقدار نہیں ہے۔ (یعنی دونوں مرتبہ ایسا کرنا چاہیے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت ابن عجلان کے حوالے سے' سعید مقبری کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔

شرح

آمدورفت کے وقت سلام کرنا

جس طرح کسی سے ملاقات کے لیے آتے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے' اسی طرح واپس جاتے وقت بھی مصافحہ کرنا سنت ہے۔

جس طرح کسی کے پاس جاتے وقت سلام کرنا سنت ہے' اسی طرح واپس پلٹتے وقت سلام کہنا بھی سنت ہے۔ کسی سے ملاقات کے لیے جاتے وقت سلام کہنے کی جتنی اہمیت ہے' واپس پلٹتے وقت سلام کہنے کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے۔

2630- اخرجه احمد (۲/ ۲۳۰، ۲۸۷، ۴۳۹) و ابوداؤد (۲/ ۷۷۴) كتاب الادب' باب: فى السلام اذا قام من المجلس حديث (۵۲۰۸)، و البخارى فى (الادب المفرد) حديث رقم (۱۰۰۷) و النسائى فى (الكبرى) (۶/ ۱۰۰) كتاب (عمل اليوم و الليلة) باب: ما يقول اذا قام حديث رقم (۱۰۲۰۰، ۱۰۲۰۱، ۱۰۲۰۴)-

واپس پلٹتے وقت سلام کہنے اور مصافحہ کرنے کی چند حکمتیں درج ذیل ہیں:

۱- جب کوئی سلام کہنے اور مصافحہ کرنے کے بعد واپس لوٹے گا تو صاحب مجلس نے اگر کوئی ضروری بات کہنا ہوگی تو وہ آسانی سے کہہ سکے گا ورنہ وہ رہ سکتی ہے۔

۲- سلام اور مصافحہ سے واپس پلٹے گا تو خوش وخرم کی صورت ہوگی ورنہ ناراضگی یا کشیدگی کی صورت بھی ہو سکتی ہے۔

۳- کسی مجلس سے بغیر سلام کے پلٹ جانا' کھسک جانا ہوتا ہے' جس کی مذمت اس ارشاد ربانی میں بیان کی گئی ہے: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (النور:۶۳) ''بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان لوگوں کو جو چپکے سے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر' تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب آ پڑے۔'' باہم سلام کہنے کے بعد واپس پلٹنے سے آدمی اس مذمت سے محفوظ رہے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْاِسْتِئْذَانِ قُبَالَةَ الْبَيْتِ

باب 16: گھر کے عین سامنے کھڑے ہو کر اجازت مانگنا

2631 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ كَشَفَ سِتْرًا فَاَدْخَلَ بَصَرَهٗ فِی الْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ يُّؤْذَنَ لَهٗ فَرَاٰى عَوْرَةَ اَهْلِهٖ فَقَدْ اَتٰى حَدًّا لَّا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّاْتِيَهٗ لَوْ اَنَّهٗ حِيْنَ اَدْخَلَ بَصَرَهٗ اسْتَقْبَلَهٗ رَجُلٌ فَفَقَاَ عَيْنَيْهِ مَا عَيَّرْتُ عَلَيْهِ وَاِنْ مَرَّ الرَّجُلُ عَلٰى بَابٍ لَّا سِتْرَ لَهٗ غَيْرِ مُغْلَقٍ فَنَظَرَ فَلَا خَطِيْئَةَ عَلَيْهِ اِنَّمَا الْخَطِيْئَةُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ اُمَامَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِثْلَ هٰذَا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ

◄► حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص پردہ ہٹا کر گھر کے اندر نگاہ ڈالے اس سے پہلے کہ اسے اجازت دی گئی ہو' تو اس شخص نے پوشیدہ چیز کو دیکھ لیا اور اس نے اس جرم کا ارتکاب کیا' جو اس کے لیے درست نہیں ہے' اگر اس وقت' جب وہ گھر کے اندر دیکھ رہا ہو' کوئی شخص اس کے سامنے آئے اور اس کی آنکھ پھوڑ دے' تو میں اس کو کوئی بدلہ نہ دلواتا' لیکن اگر کوئی شخص کسی دروازے کے پاس سے گزرے' جس پر کوئی پردہ بھی نہ ہو' وہ بند بھی نہ ہو' پھر وہ اندر دیکھ لے' تو اس شخص کا کوئی قصور نہیں ہے' قصور گھر والوں کا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

2631- اخرجه احمد (۵/ ۱۵۳، ۱۸۱) و لم يخرجه من السنة الا الترمذی كما فی (تحفة الاشراف) رقم (۱۱۹۶۰)۔

ہم اس حدیث کو صرف ابن لہیعہ سے منقول جانتے ہیں ابوعبدالرحمٰن حبلی نامی راوی کا نام عبداللہ بن یزید ہے۔

شرح

گھر کے سامنے کھڑے ہو کر اجازت طلبی کی ممانعت

حدیث باب میں اجازت طلبی کے حوالے سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کی دلیل بیان کی گئی ہے۔ جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینا چاہتا ہو وہ دروازہ کے مقابل ہرگز کھڑا نہ ہو بلکہ اس کی دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہو۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر تشریف ہو کر اجازت طلبی کرتے تو دروازے کی دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے تھے۔

حدیث باب کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ جب کوئی شخص اجازت طلبی کے بغیر پردہ اٹھا کر کسی کے گھر میں جھانکا اور اس کی نظر ستر پر پڑ گئی تو گویا اس نے قابل گرفت حرکت کا ارتکاب کیا۔

☆ کوئی شخص گھر کے دروازے کے سوراخوں میں اندر جھانک رہا ہو اور صاحب مکان اس کی آنکھیں پھوڑ دے تو اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

☆ جب کسی کا گزر ایسے دروازے پر ہو کہ وہ بند نہ ہو اور نہ اس پر پردہ ہو تو اچانک نظر اس کی اندر جا پڑی تو اس کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔

بَابُ مَنِ اطَّلَعَ فِیْ دَارِ قَوْمٍ بِغَیْرِ اِذْنِهِمْ

باب 17: کسی کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں جھانکنا

2632 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِیْ بَیْتِهٖ فَاطَّلَعَ عَلَیْهِ رَجُلٌ فَاَهْوٰی اِلَیْهِ بِمِشْقَصٍ فَتَاَخَّرَ الرَّجُلُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں موجود تھے ایک شخص نے اندر جھانکا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اس کی طرف بڑھایا تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2633 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جُحْرٍ فِیْ حُجْرَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِدْرَاةٌ یَحُكُّ بِهَا رَاْسَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ

2632- اخرجه احمد (۳/ ۱۰۸، ۱۲۵، ۱۷۸) والبخاری (۱۲/ ۲۴۵) كتاب الديات، باب: من اخذ حقه او اقتص (۶۸۸۹) وفی (الادب المفرد) رقم (۱۰۷۲)۔

عَلِمْتُ اَنَّكَ تَنْظُرُ لَطَعَنْتُ بِهَا فِیْ عَيْنِكَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حجرہ مبارک کے سوراخ میں سے اندر جھانکا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت ایک کنگھی موجود تھی' جس کے ذریعے آپ سر کو کھجا رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ تم اس طرح دیکھ رہے ہو' تو میں اسے تمہاری آنکھ کے اندر چبھو دیتا' اجازت لینے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے' تا کہ (گھر والوں) پر نظر نہ پڑے۔

اب باب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اجازت طلبی کے بغیر کسی کے گھر جھانکنے کی مذمت

احادیث باب میں اجازت طلبی کے بغیر کسی کے گھر جھانکنے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اجازت طلبی کے بغیر کسی نے کاشانہ نبوت میں جھانکنے کی جسارت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر میں تشریف فرما تھے۔ پہلی روایت کے مطابق آپ نے اس کی آنکھیں پھوڑنے کے لیے چوڑے پھل والا نیزہ اور دوسری روایت کے مطابق کنگھا استعمال کرنے کا قصد فرمایا تھا۔

حکم استیذ ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۚ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (النور: ۵۸) "اے ایمان والو! چاہیے تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ مال' غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو۔ دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر' نہ ان پر۔ آمدورفت رکھتے ہیں۔ تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس۔ اللہ تعالیٰ یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لیے نشانیاں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔"

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ اجازت طلبی سے قبل کسی کے گھر جھانکنا اجازت طلبی کے مقصد کو فوت کرنے کے مترادف ہے۔

2633- اخرجه احمد (۵/۳۳۰، ۳۳۴) و البخاری (۱۰/۳۷۹) كتاب اللباس، باب: الامتشاط حديث (۵۹۲۴) و معناه فی (۱۱/۳۶) كتاب الاستئذان، باب الاستئذان من اجل البصر، حديث (۶۲۴۱)، و مسلم (۷/۳۹۰) كتاب الادب، باب: تحريم النظر فی بيت غيره (۲۱۵۶) و النسائی (۸/۶۰ - ۶۱) كتاب القسامة، باب: فی العقول و الدارمی (۲/۱۹۷ - ۱۹۸) كتاب الديات، باب: من اطلع فی دار قوم بغير اذنهم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْلِيمِ قَبْلَ الْاِسْتِئْذَانِ

باب 18: اجازت لینے سے پہلے سلام کرنا

2634 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ اَبِیْ سُفْيَانَ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّ كَلَدَةَ بْنَ حَنْبَلٍ اَخْبَرَهُ

متنِ حدیث: اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ بَعَثَهُ بِلَبَنٍ وَّلِبَاٍ وَّضَغَابِيسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَعْلَى الْوَادِی قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ وَلَمْ اَسْتَاْذِنْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ءَاَدْخُلُ

وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا اَسْلَمَ صَفْوَانُ قَالَ عَمْرٌو وَاَخْبَرَنِیْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اُمَيَّةُ بْنُ صَفْوَانَ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْ كَلَدَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ

اسنادِ دیگر: وَرَوَاهُ اَبُوْ عَاصِمٍ اَيْضًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ مِثْلَ هٰذَا

عمرو بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی ہے' حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے دودھ' پوہلی اور ککڑی کے ٹکڑوں کے ہمراہ انہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالائی حصے میں موجود تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی اور میں نے سلام بھی نہیں کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم واپس جاؤ اور السلام علیکم کہو! اور یہ کہو: کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ راوی بیان کرتے ہیں: یہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد کا واقعہ۔

عمرو نامی راوی بیان کرتے ہیں: امیہ بن صفوان نے یہ حدیث مجھے سنائی تھی' تاہم انہوں نے یہ نہیں بتایا' میں نے اس حدیث کو کلدہ سے سنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کو ابن جریج سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

اسے ابوعاصم نے بھی ابن جریج کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

2635 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

2634۔ اخرجه احمد (۳/۴۱۴) و ابوداؤد (۲/۷۶۵ - ۷۶۶) كتاب الادب' باب: كيف الاستئذان حديث (۵۱۷۶) و البخاری فی (الادب المفرد) رقم (۱۰۸۱) و النسائی فی (الكبرى) (۶/۸۷) كتاب عمل اليوم و الليلة' باب: كيف يستاذن حديث (۱۰۱۴۷)۔

2635۔ اخرجه احمد (۳/۲۹۸' ۳۲۰' ۳۶۳' ۳۶۲) و البخاری (۱۱/۳۷) كتاب الاستئذان' باب: اذا قال: من ذا! فقال: انا' حديث (۶۲۵۰) و مسلم (۷/۳۸۹) كتاب الادب: باب: كراهة قول المستاذن' انا (۲۱۵۵) و ابوداؤد (۲/۷۶۹) كتاب الادب' باب: الرجل يستاذن بالدق (۵۱۸۷) و ابن ماجه (۲/۱۲۲۲) كتاب الادب: باب: الاستئذان' حديث (۳۷۰۹) و رواه النسائی فی (الكبرى) (۶/۹۰) كتاب عمل اليوم و الليلة' باب: الكراهية فی ان يقول: انا حديث (۱۰۱۶۰)۔

متن حدیث: اِسْتَاْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَيْنٍ كَانَ عَلٰى اَبِيْ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا كَاَنَّهٗ كَرِهَ ذٰلِكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے قرض کے سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی' وہ قرض جو میرے والد کے ذمے تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں! (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند کیا (کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنا نام کیوں نہیں بتایا)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اجازت طلبی سے قبل سلام کہنا

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرنا چاہتا ہو' صاحب خانہ گھر میں موجود ہو اور قریب ہونے کی وجہ سے اس کی آواز سن رہا ہو' تو طلب اجازت سے قبل: السلام علیکم کہے۔ اگر صاحب خانہ کا گھر میں ہونا معلوم نہ ہو یا دور ہونے کی وجہ سے آواز نہ سن سکتا ہو' تو گھنٹی دینے کے بعد جب اس سے رابطہ ہو جائے تو اجازت طلبی سے قبل سلام کہنا چاہیے۔ یہ سلام بایں الفاظ کیا جائے: السلام علیکم أدخل؟ گزشتہ باب کے ضمن میں گزر چکا ہے: السلام قبل الکلام ' گفتگو سے قبل سلام کہا جائے۔" اس سلام کو "سلام استیذان" کہا جاتا ہے۔ اجازت ملنے کے بعد مہمان جب گھر میں داخل ہو اور براہ راست رابطہ ہو جائے تو گفتگو سے قبل دوبارہ: السلام علیکم کہا جائے۔ اس گفتگو سے: السلام علیکم کہنے کی اہمیت اور افادیت عیاں ہو جاتی ہے۔

دوسری حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ آنے والا جب صاحب مکان سے اجازت طلب کرے خواہ آواز کے ذریعے یا دراوزہ کھٹکھٹا کر یا گھنٹی کے ذریعے' صاحب مکان کی طرف سے جب آواز آئے: من هذا؟ یا من انت؟ (کون ہے یا آپ کون ہیں؟) تو آنے والا اپنا پورا نام یا اپنا عرف یا دونوں سے تعارف پیش کرے۔ پھر صاحب خانہ کی طرف سے اجازت ملنے پر گھر میں داخل ہو سکتا ہے ورنہ واپسی کی راہ لے۔ زیادہ سے زیادہ اجازت طلبی تین بار ہے پھر دخول دار یا واپسی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ طُرُوْقِ الرَّجُلِ اَهْلَهٗ لَيْلًا

باب 19: آدمی کا (طویل سفر سے واپسی پر) رات کے وقت اپنے گھر جانا مکروہ ہے

2636 اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ عَنْ جَابِرٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَاهُمْ اَنْ يَّطْرُقُوا النِّسَاءَ لَيْلًا

2636۔ رواہ احمد (۲۹۹/۳، ۳۰۸، ۳۵۸، ۳۹۱، ۳۹۹) و الحمیدی رقم (۱۲۹۷)۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی تَتْرِيْبِ الْكِتَابِ

باب 20: خط کو خاک آلود کرنا

2637 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ حَمْزَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا كَتَبَ اَحَدُكُمْ كِتَابًا فَلْيُتَرِّبْهُ فَاِنَّهُ اَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ لَا نَعْرِفُهُ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: قَالَ وَحَمْزَةُ هُوَ عِنْدِیْ ابْنُ عَمْرٍو النَّصِيْبِیُّ هُوَ ضَعِيْفٌ فِی الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص خط لکھے تو اسے مٹی میں ملا دے (یعنی اس پر کچھ مٹی چھڑک دے) کیونکہ یہ ضرورت کو زیادہ بہتر طور پر پورا کرتا ہے (یعنی سیاہی پختہ ہو جاتی ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "منکر" ہے ابوزبیر سے منقول ہونے کے حوالے سے ہم اس کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

حمزہ نامی راوی کا نام حمزہ بن عمرو نصیبی ہے اور یہ علم حدیث میں "ضعیف" ہیں۔

شرح

تحریر کو مٹی کے ذریعے خشک کرنا

حدیث باب میں بیان کردہ مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے لے کر ماضی قریب تک قلم وقرطاس کی زینت بننے والی کچی روشنائی تھی جو دیر تک خشک نہیں ہوتی تھی اسے خشک کرنے کے لیے سیاہی چوس کاغذ استعمال کیا جاتا تھا جو ہر ایک کو میسر نہیں ہوتا تھا۔ جن لوگوں کو سیاہی چوس کاغذ میسر نہ ہوتا تھا وہ اپنی تحریر کو خشک کرنے کے لیے اس پر مٹی ڈال لیتے تھے۔ حدیث باب میں بھی تحریر کو خشک کرنے کے لیے مٹی استعمال کرنے کا درس دیا گیا ہے کیونکہ اس سے بھی مقصد پورا ہو سکتا ہے۔

2638 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَنْبَسَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَاذَانَ عَنْ اُمِّ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ

متنِ حدیث: قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ كَاتِبٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ضَعِ الْقَلَمَ عَلٰی اُذُنِكَ فَاِنَّهُ اَذْكَرُ لِلْمُمْلِیْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَهُوَ اِسْنَادٌ ضَعِيْفٌ

توضیحِ راوی: وَعَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُحَمَّدُ ابْنُ زَاذَانَ يُضَعَّفَانِ فِی الْحَدِيْثِ

2637- رواه ابن ماجه (۲/۱۲۴۰) كتاب الادب، باب تتريب الكتاب، حديث (۳۷۷۴) قال: حدثنا ابوبكر بن ابی شيبة ثنا يزيد بن هارون، انبانا بقية، انبانا ابو احمد الدمشقی عن ابی الزبير عن جابر ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: (تربوا صحفكم انجح لها ان التراب مبارك) وقد عزاه المزی فی (التحفة) لابن ماجه و الترمذی رقم (۲۶۹۹، ۳۰۰۱)۔

◆◆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ کے سامنے لکھنے والا شخص بیٹھا ہوا تھا آپ نے اس فرمایا: قلم کو اپنے کان پر رکھو! کیونکہ اس سے مضمون زیادہ بہتر سمجھ میں آتا ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف اسی مسند کے حوالے سے جانتے ہیں اس کی سند ضعیف ہے۔

عنبسہ بن عبدالرحمٰن اور محمد بن زاذان نامی راوی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

شرح

کان پر قلم رکھنے کا فائدہ

عموماً قلم جیب میں رکھا جاتا ہے' جو بوقت ضرورت وہاں سے نکال کر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ قلم جیب میں رکھنا بھی جائز ہے لیکن اپنے کان پر رکھنا زیادہ مفید ہے' کیونکہ ایسے لکھنے یا لکھوانے کی بات جلدی یاد آ جاتی ہے۔ عام طور پر باؤ اور محرر حضرات اپنا قلم اپنی جیب میں رکھنے کے بجائے اپنے کان پر لٹکاتے ہیں' شاید اسی وجہ سے وہ ایسا کرتے ہیں کہ جیب سے نکالنے کے بجائے کان پر رکھتے ہوئے قلم کو لینا آسان ہے اور اس صورت میں وہ تلاش بھی نہیں کرنا پڑتا۔ حدیث باب میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں قلم کے ساتھ ساتھ کاغذ کی فراہمی کا بھی اہتمام ہونا چاہیے' کیونکہ قلم اور قرطاس کا گہرا تعلق ہے۔ جب کوئی مضمون ذہن میں آئے تو اسے قلم کی مدد سے زینت قرطاس بنالیا جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَعْلِيمِ السُّرْيَانِيَّةِ

باب 21: سریانی زبان سکھانا

2639 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيهِ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَعَلَّمَ لَهٗ كَلِمَاتٍ مِّنْ كِتَابِ يَهُوْدَ قَالَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اٰمَنُ يَهُوْدَ عَلٰى كِتَابِيْ قَالَ فَمَا مَرَّ بِيْ نِصْفُ شَهْرٍ حَتّٰى تَعَلَّمْتُهٗ لَهٗ قَالَ فَلَمَّا تَعَلَّمْتُهٗ كَانَ اِذَا كَتَبَ اِلٰى يَهُوْدَ كَتَبْتُ اِلَيْهِمْ وَاِذَا كَتَبُوْا اِلَيْهِ قَرَاْتُ لَهٗ كِتَابَهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رَوَاهُ الْاَعْمَشُ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ

◆◆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی تھی' میں آپ کی خاطر یہودیوں کی کتاب کے کچھ کلمات (یعنی ان کی زبان) سیکھ لوں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! مجھے یہودیوں کے بارے میں اطمینان نہیں تھا کہ وہ مجھے ٹھیک سکھا رہے ہیں۔

2639- رواه احمد (۱۸٦/۵) و ابو داؤد (۳۴۴/۳) كتاب العلم' باب: رواية حديث اهل الكتاب (۳٦٤۵)-

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نصف مہینہ گزرنے کے بعد میں ان کی زبان سیکھ چکا تھا۔
حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں نے اس زبان کو سیکھ لیا' تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کو کوئی تحریر بھجواتے تھے' تو میں لکھ کر ان کی طرف بھیجتا تھا اور جب یہودی کوئی بات لکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجتے' تو میں آپ کے سامنے تحریر پڑھ کر سناتا تھا۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
یہی روایت سند ایک سند کے ہمراہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' منقول ہے۔
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی تھی' میں سریانی زبان سیکھ لوں۔

شرح

سریانی زبان سیکھنے کا مسئلہ

دنیا بھر کی کوئی بھی زبان سیکھنا اور سکھانا جائز ہے بشرطیکہ اسے دین کے تابع کرتے ہوئے اور تبلیغ و اشاعت دین کی غرض سے سیکھی جائے۔ سریانی زبان کی تخصیص نہیں ہے' بلکہ ہر زبان سیکھنا جائز ہے مثلاً عبرانی' انگریزی' فارسی' چینی اور ہندی وغیرہ۔
جہلاء' دولت پرست طبقہ اور برطانوی اطوار کا حامل طبقہ ہمہ وقت علماء کی مخالفت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ علماء نے انگریزی پڑھنے کے خلاف فتویٰ جاری کر کے اور اس زبان کو سیکھنے کی مخالفت کر کے مسلمانوں کے لیے ترقی کی راہیں مسدود کر دی ہیں۔ یہ الزام حقیقت کے خلاف ہے۔ تاہم انگریز دور میں علماء کرام نے انگریزی زبان کی مخالفت کی تھی' اس کے دو مقاصد تھے:
(۱) انگریزی زبان کی نہیں بلکہ انگریز بننے کی انہوں نے مخالفت کی تھی۔
(۲) انگریزی زبان کی مخالفت درحقیقت ترک موالات کے قبیل سے ہے۔
لہٰذا علماء پر یہ الزام کہ انہوں نے انگریزی زبان سیکھنے کی حرمت کا فتویٰ جاری کیا تھا' حقیقت کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ زیادہ مفید رہے گا' جو درج ذیل ہے:
مسئلہ: انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے' اجر پائے گا اور دنیا کے لیے صرف زبان سیکھنے یا حساب' اقلیدس' جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہو جائے۔ ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر غرض سیکھنے میں مانع آئے' حرام ہے۔ اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں' ان کا پڑھنا روا نہیں۔ واللہ اعلم۔ (امام احمد رضا خان قادری' فتاویٰ رضویہ جلد دہم' نصف اول' ص ۹۹)
علماء کا اپنی اولاد کو صرف انگریزی تعلیم دلوانے کے بارے میں امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔
مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عالم اور حافظ ہو کر اپنے لڑکے کو علم انگریزی کی تعلیم دلوائے اور دینی

تعلیم سے محروم رکھے اور اپنی لڑکیوں کے عقد غیر شرع سے کرے۔ آیا حشر کے دن اس سے باز پرس ہوگی یا نہیں؟
الجواب: ضرور باز پرس کا محل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **یایها الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا** ۔ یعنی اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته** ۔ اے اہل خانہ! تم میں سے ہر ایک سربراہ ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" نیز فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم: **الدین النصیحة لکل مسلم** یعنی ہر مسلمان کے لیے دین نصیحت ہے۔" **واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم** (امام احمد رضا خان قادری، فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول ص ۱۶۰)

حدیث باب میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سریانی زبان سیکھی تھی۔ آپ نے یہ زبان صرف پندرہ ایام میں سیکھ لی تھی کہ از خود پڑھ لیتے تھے اور لکھ بھی لیتے تھے۔
سوال: عربی زبان کی فضیلت عیاں ہے اور یہ مادری زبان بھی ہے تو پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سریانی زبان کیوں سیکھی تھی؟

جواب: یہود کی زبان سریانی تھی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم تعمیل میں سریانی زبان سیکھی تھی تا کہ ان کی طرف سے آنے والے خطوط کو سمجھا جائے اور ان کا جواب لکھا جائے۔

بَابُ فِیْ مُکَاتَبَةِ الْمُشْرِکِیْنَ

باب 22: مشرکین کے ساتھ خط و کتابت کرنا

2640 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ
متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَتَبَ قَبْلَ مَوْتِهٖ اِلٰی کِسْرٰی وَاِلٰی قَیْصَرَ وَاِلَی النَّجَاشِیِّ وَاِلٰی کُلِّ جَبَّارٍ یَدْعُوْهُمْ اِلَی اللّٰهِ وَلَیْسَ بِالنَّجَاشِیِّ الَّذِیْ صَلّٰی عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

◄◄ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے پہلے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر حکمران کو خطوط بھجوائے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی دعوت دی تھی، یہ وہ نجاشی نہیں ہے، جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ ادا کی تھی۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

مشرکین سے خط و کتابت کرنا

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تبلیغ احکام دین کا فریضہ واجب تھا، جس کی انجام دہی

2640- اخرجه مسلم (۳/ ۱۳۹۷) کتاب الجهاد: باب: کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ملوك الکفار یدعوهم الی اللہ حدیث (۱۷۷۴) و ابن حبان فی (صحیحه) رقم (۶۵۵۳)۔

کے لیے آپ شب و روز مصروف عمل رہے۔ اسی اہم مقصد کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین ممالک ارکان حکومت اور سربراہان قبائل کے نام خطوط تحریر فرمائے۔ ان میں سے چند مشاہیر کے نام درج ذیل ہیں:

کسریٰ (شاہ ایران)، قیصر (شاہ روم)، نجاشی (شاہ حبشہ)، خسرو پرویز (شاہ فارس)، مقوقس، حارث غسانی (شاہ دمشق)، بدیل بن ورقا، یہود خیبر، خالد بن ضماد الازدی، منذر بن ساوی (گورنر بحرین)، ہلال بن امیہ (رئیس بحرین)، نہشل بن مالک (سردار بنی وائل) اور مطرف کاہن الباہلی وغیرہم۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لکھے گئے مکاتیب مبارکہ آج بھی من وعن کتب احادیث میں محفوظ ہیں۔ ان کے مختلف زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ یہ خطوط مبارکہ اردو ترجمہ کے ساتھ الگ کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکے ہیں اور بازار میں دستیاب ہیں۔

حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ تبلیغ اسلام کا ایک اہم ذریعہ مکاتبت وخطوط نویسی ہے۔ خطوط کے ذریعے کفار ومشرکین کو پیغام اسلام اور احکام دین کی تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ غالباً اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکاتیب مبارکہ کے ذریعے پوری دنیا میں تبلیغ کا فریضہ انجام دیا تھا۔ آپ کے مکتوبات گرامی "مکتوبات مجدد الف ثانی" کے نام سے فارسی زبان میں محفوظ ودستیاب ہیں۔ ان کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر مختلف زبانوں میں ان کے تراجم ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ان پر حواشی تحریر کیے گئے اور شروحات لکھی گئی ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ يُكْتَبُ اِلٰى اَهْلِ الشِّرْكِ

باب 23: مشرکین کی طرف کس طرح خط لکھا جائے

2641 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَنْبَاَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَنْبَاَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ هِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَيْهِ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ وَّكَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ فَاَتَوْهُ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُرِئَ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُّحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ سُفْيَانَ اسْمُهٗ صَخْرُ بْنُ حَرْبٍ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی ہے: ہرقل نے انہیں قریش کے کچھ دیگر افراد کے ہمراہ بلوایا، یہ لوگ اس وقت شام میں تجارت کی غرض سے موجود تھے، یہ لوگ اس کے پاس آئے۔

اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔

2641۔ اخرجه احمد (۱/۲۶۲، ۲۶۳) و البخاری (۱/۴۲) کتاب بدء الوحی حدیث رقم (۷) و اطرافه فی (۵۱، ۲۶۸۱، ۲۸۰۴، ۲۹۴۱، ۲۹۷۸، ۳۱۷۴، ۴۵۵۳، ۵۹۸۰، ۶۲۶۰، ۷۱۹۶، ۷۵۴۱) و مسلم (۳/۱۳۹۳) کتاب الجهاد، باب: کتاب النبی صلی الله علیه وسلم الی هرقل حدیث رقم (۱۷۷۳) و ابوداؤد (۲/۷۵۶) کتاب الادب، باب: کیف یکتب الی الذمی (۵۱۳۶) و النسائی فی (الکبری) کما فی (تحفة الاشراف) رقم (۴۸۵۰)۔

وہ فرماتے ہیں: پھر ہرقل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوایا اسے پڑھا گیا (تو اس کی عبارت اس طرح تھی)

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے' جو رحمٰن اور رحیم ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے خاص رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رُوم کے حکمران ہرقل کے نام ہے' ہر وہ شخص سلامت رہے جو ہدایت کی پیروی کرے۔ (امابعد)"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا نام صخر بن حرب ہے۔

شرح

مشرکین کے نام خطوط لکھنے کا طریق کار

مکاتیب نبوی میں خصوصیت سے چار مشہور مذاہب کے لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے:

(۱) مشرکین عرب (۲) عیسائی (۳) یہودی (۴) مجوسی۔

مکاتیب مبارکہ میں نہایت سادہ' مختصر اور جامع الفاظ میں ان لوگوں کو پیغام اسلام دیا گیا ہے اور قبول اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ مکتوبات نبوی کا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی' درد و خیر اندیشی کے جذبہ سے موجزن اور اسلوب بیان از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق ہے۔

عموماً مکتوب تین اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے:

(۱) سرنامہ (۲) اصل مضمون (۳) مرسل کا نام۔

مکاتیب نبوی میں سرنامہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" تجویز کیا گیا ہے۔ مضمون میں مکتوب الیہ کے مسلمات سے اپنی نبوت پر دلائل پیش کیے گئے ہیں مثلاً یہود کے نام نامہ مبارک ہو' تو "تورات" سے اور نصاریٰ کے نام ہو' تو "انجیل" سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت و رسالت پر دلائل پیش فرماتے ہیں۔

مکاتیب نبوی کے اجزاء ترکیبی: مکاتیب نبوی کا بنیادی مقصد پیغام اسلام اور دعوت اسلام تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے لکھے گئے مکاتیب مبارکہ مؤثر ثابت ہوئے' کیونکہ ان میں خیر خواہی اور دردمندی کے جذبات موجود تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تحریر کردہ مکاتیب کے اجزاء ترکیبی درج ذیل ہیں:

۱- آغاز میں تسمیہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲- مرسل کی حیثیت سے: رسول اللہ یا عبداللہ

۳- مکتوب الیہ کا نام مع مشہور لقب یا منصب

۴- امن و سلامتی کے مفہوم پر مشتمل کسی فقرہ کا استعمال

۵- خط کا اصل مضمون جوشیلا' پرزور اور جامع نوعیت کا حامل ہو۔

۶- اختتام پر: مہر رسالت

ان اوصاف کا حامل مکتوب یقیناً مکتوب الیہ کو دعوت فکر دے گا اور اس کے قلب و ذہن میں انقلاب پیدا کر دے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ خَتْمِ الْکِتَابِ

باب 24: خط پر مہر لگانا

2642 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا اَرَادَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّكْتُبَ اِلَى الْعَجَمِ قِیْلَ لَهٗ اِنَّ الْعَجَمَ لَا یَقْبَلُوْنَ اِلَّا كِتَابًا عَلَیْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا قَالَ فَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى بَیَاضِهٖ فِیْ كَفِّهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمی (حکمرانوں) کو خط لکھنے کا ارادہ کیا' تو یہ بتایا گیا: عجمی (حکمران) لوگ صرف اسی خط کو قبول کرتے ہیں' جس پر مہر لگی ہو' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہر بنوائی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں اس کی سفیدی کا منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مکتوب کے آخر میں مہر ثبت کرنا

فریضہ تبلیغ اور دعوت اسلام کی انجام دہی کی غرض سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مدنی دور میں سلاطین ممالک' عمائدین ممالک اور روسا قبائل کو مکتوبات کے ذریعے دعوت اسلام دینے کا پروگرام بنایا تو مختلف لوگوں کے نام خطوط تحریر کیے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین عجم کے نام مکتوبات ارسال کرنے کا ارادہ کیا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ! عجمی لوگ مہر کے بغیر کسی مکتوب کو اہمیت نہیں دیتے' لہٰذا مہر تیار کی جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مشاورت سے مہر تیار کروائی جس پر اپنا اسم گرامی "محمد رسول اللہ" کندہ کروایا تھا۔ یہ مہر مکتوبات گرامی کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔

فائدہ نافعہ: ایک خط دوسرے خط سے' ایک مضمون دوسرے مضمون اور کسی ایک کا دستخط دوسرے کے دستخط سے مشابہہ ہو سکتا ہے۔ اس اشتباہ کے باعث انسان کئی غلط فہمیوں کا شکار ہو سکتا ہے اور اس کے نتائج بھی خطرناک ہو سکتے ہیں' لہٰذا مہر کا بنوانا اور مکتوبات کے اختتام پر استعمال کرنا ضروری ہے۔

بَاب كَيْفَ السَّلَامُ

باب 25: سلام کرنے کا طریقہ

2642- اخرجه البخاری (۱۰/۳۳۷) کتاب اللباس' باب: اتخاذ الخاتم لیختم به الشیء' حدیث (۵۸۷۵) و مسلم (۷/۳۱۹ - نووی) کتاب اللباس' باب فی اتخاذ النبی صلی الله علیه وسلم و مسلم خاتماً حدیث (۵۷/ ۲۰۹۲) و ابوداؤد (۴۸۸/۲) کتاب الخاتم' باب: ما جاء فی اتخاذ الخاتم (۴۲۱۴) و النسائی (۱۸۴/۸) کتاب الزینة' باب: صفة خاتم النبی صلی الله علیه وسلم و فی (۱۹۳/۸) کتاب الزینة' باب: صفة خاتم النبی صلی الله علیه وسلم و نقشه و رواه احمد (۱۶۸/۳' ۱۸۰' ۲۲۳' ۲۷۵)-

2643 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي لَيْلٰى عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ

متنِ حدیث: اَقْبَلْتُ اَنَا وَصَاحِبَانِ لِي قَدْ ذَهَبَتْ اَسْمَاعُنَا وَاَبْصَارُنَا مِنَ الْجَهْدِ فَجَعَلْنَا نَعْرِضُ اَنْفُسَنَا عَلٰى اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَيْسَ اَحَدٌ يَقْبَلُنَا فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى بِنَا اَهْلَهُ فَاِذَا ثَلَاثَةُ اَعْنُزٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَلِبُوا هٰذَا اللَّبَنَ بَيْنَنَا فَكُنَّا نَحْتَلِبُهُ فَيَشْرَبُ كُلُّ اِنْسَانٍ نَصِيبَهُ وَنَرْفَعُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبَهُ فَيَجِيءُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَيُسَلِّمُ تَسْلِيمًا لَا يُوقِظُ النَّائِمَ وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ ثُمَّ يَاْتِي الْمَسْجِدَ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَاْتِي شَرَابَهُ فَيَشْرَبُهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور میرے دو ساتھی آ رہے تھے۔ ہماری سماعت اور بصارت بھوک کی وجہ سے کمزور ہو چکی تھی' ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے سامنے آنا شروع کیا' لیکن کسی نے ہمیں قبول نہیں کیا۔ پھر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لے کر اپنے گھر چلے گئے' وہاں تین بکریاں موجود تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کا دودھ دوہ لو! ہم نے ان کا دودھ دوہنا شروع کیا ہر شخص نے اپنے حصے کا دودھ پی لیا' ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کا دودھ رکھ دیا رات کے وقت جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا' اس طرح کہ سویا ہوا شخص جاگ نہ جائے' اور جاگتا ہوا شخص اسے سن لے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (جائے نماز کے پاس) تشریف لے گئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشروب کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پی لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سلام پیش کرنے کا طریق کار

احکامِ دین میں اعتدال اور آسانی کے پہلو کو پیش نظر رکھا گیا ہے' تاکہ عمل کرنا انسان پر دشوار نہ ہو۔ حدیث باب میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اہل مجلس میں سے جب کچھ لوگ بیدار اور کچھ سوئے ہوئے ہوں تو آنے والا شخص پست آواز میں: السلام علیکم' کہے تاکہ بیدار لوگ سن سکیں اور سوئے ہوئے پریشان نہ ہوں۔ اسی طرح مسجد میں کچھ لوگ نماز پڑھنے میں مصروف ہوں اور کچھ فارغ بیٹھے ہوں تو مسجد میں آنے والا آدمی پست آواز میں: السلام علیکم' کہے' تاکہ نمازیوں کی نماز میں خلل واقع نہ ہو اور فارغ لوگوں کی حق تلفی نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا کہ مسجد میں اہل صفہ میں سے کچھ بیدار ہوتے اور کچھ سوئے ہوئے ہوتے تو آپ پست آواز میں: السلام علیکم فرماتے پھر نماز ادا کر کے واپس تشریف لے جاتے تھے۔

2643۔ اخرجہ احمد (۶/۳،۳،۴) و مسلم (۷/ ۲۶۰ ۔ نووی) کتاب الاشربۃ' باب: اکرام الضیف و فضل ایثارہ حدیث (۲۰۵۵) و ابو یعلی فی (مسندہ) (۳/۸۶) رقم (۱۵۱۷)۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّسْلِيمِ عَلٰى مَنْ يَبُوْلُ

باب 26: پیشاب کرنے والے شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے

2844 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ يَعْنِي السَّلَامَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُوْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الضَّحَّاكِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ الْفَغْوَاءِ وَجَابِرٍ وَّالْبَرَاءِ وَالْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پیشاب کر رہے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت علقمہ بن فغواء رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت براء رضی اللہ عنہ حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

پیشاب کرنے والے کو سلام کرنے کی ممانعت

جو شخص پیشاب یا پاخانہ کرنے میں مصروف ہو' اسے سلام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ پیشاب سے فراغت پر اور ڈھیلا استعمال کرنے کے دوران سلام کرنے کی اجازت ہے اور کسی کے سلام کا جواب دینا بھی جائز ہے۔ حدیث باب سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عین پیشاب کرنے کے دوران کسی خادم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کیا تو آپ نے انہیں جواب نہ دیا تھا۔ درحقیقت یہ اصل واقعہ اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلا استعمال کر رہے تھے' اس دوران کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے سلام عرض کیا' آپ نے دیوار پر تیمم کر کے جواب دیا تھا۔ سلام کا جواب دینے سے قبل تیمم کرنا ضروری نہیں ہے یعنی وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل اعلیٰ قسم کے تقویٰ پر محمول ہے یا امت کو تعلیم تقویٰ وطہارت دینا مقصود ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ اَنْ يَّقُوْلَ عَلَيْكَ السَّلَامُ مُبْتَدِئًا

باب 27: آغاز میں ''علیک السلام'' کہنا مکروہ ہے

2645 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِيْ تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ قَوْمِهِ قَالَ

متنِ حدیث: طَلَبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهِ فَجَلَسْتُ فَاِذَا نَفَرٌ هُوَ فِيْهِمْ وَلَا اَعْرِفُهُ وَهُوَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ مَعَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمَّا رَاَيْتُ ذٰلِكَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ اِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ ثَلَاثًا ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ اِذَا لَقِيَ الرَّجُلُ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَلْيَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ اَبُوْ غِفَارٍ عَنْ اَبِيْ تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ الْهُجَيْمِيِّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ تَمِيْمَةَ اسْمُهُ طَرِيْفُ بْنُ مُجَالِدٍ

◆◆ ابوتمیمہ اپنی قوم کے ایک فرد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی تلاش میں نکلا' میں آپ تک نہیں پہنچ سکا میں بیٹھ گیا کچھ کچھ لوگ آئے' جن میں نبی اکرم ﷺ بھی موجود تھے' میں آپ کو پہچانتا نہیں تھا نبی اکرم ﷺ لوگوں کے درمیان صلح کروار ہے تھے' جب آپ فارغ ہوئے' تو کچھ لوگ آپ کے ہمراہ اٹھ کھڑے ہوئے' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ تو مجھے پتا چلا کہ یہ نبی اکرم ﷺ ہیں' جب میں نے یہ دیکھا تو کہا علیک سلام یارسول اللہ علیک سلام یارسول اللہ ﷺ علیک سلام یارسول اللہ ﷺ (آپ ﷺ کو سلام یارسول اللہ ﷺ) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علیک سلام' مردے کو سلام کرنے کا طریقہ ہے' یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی' پھر آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے' آپ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی کو سلام کرے' تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھے سلام کا جواب دیا: وعلیک ورحمۃ اللہ وعلیک ورحمۃ اللہ وعلیک ورحمۃ اللہ (یعنی تین مرتبہ جواب) دیا۔

ابوغفار نامی راوی نے اس روایت کو حضرت ابوتمیمہ ہجیمی کے حوالے سے' حضرت ابوجری جابر بن سلیم ہجیمی کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

حضرت ابوتمیمہ کا نام طریف بن مجالد ہے۔

2646 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ اَبِيْ غِفَارٍ الْمُثَنَّى بْنِ

2645- انفرد به الترمذي. و اخرجه احمد (۳/ ۴۸۲) الجملة الاولى منه و النسائي في (الكبرى) (۶/ ۸۸) عمل اليوم و الليلة: باب كيف السلام حديث (۱۰۱۵۱)-

سَعِيدٍ الطَّائِيِّ عَنْ اَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ

متن حدیث: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ فَقَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَذَكَرَ قِصَّةً طَوِيْلَةً

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوتمیمہ ہجیمی حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے علیک السلام کہا تو آپ نے ارشاد فرمایا: علیک السلام نہ کہو! بلکہ السلام علیکم کہو! اس کے بعد انہوں نے طویل قصہ نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2647 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا وَّاِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام کرتے تھے تو تین مرتبہ سلام کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات کرتے تھے تو اسے تین مرتبہ دہرا دیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

علیک السلام کے الفاظ سے سلام کرنے کی ممانعت

احادیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی کے سلام کا جواب: علیک السلام، وعلیک السلام اور علیکم والسلام، وعلیکم السلام کے الفاظ سے دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح: السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور السلام علیکم کے الفاظ سے سلام کہا جا سکتا ہے۔ تاہم: علیک السلام، وعلیک السلام اور علیکم السلام، وعلیکم السلام کے الفاظ سے کسی کو سلام کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ اہل قبور کا سلام ہے۔ پہلی حدیث باب میں ایسے ہی سلام سے منع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک بار سلام کہنے اور ایک بار جواب دینے کا حکم ہے۔

2646۔ اخرجه احمد (٥/ ٦٣) و ابوداؤد (٤٥٢/٢) كتاب اللباس، باب في الهدب حديث (٤٠٧٥) و رواه في (٤٥٤/٢): باب ما جاء في اسبال الازار، حديث (٤٠٨٤) و في (٧٧٤/٢) كتاب الادب، باب كراهية ان يقول: عليك السلام حديث رقم (٥٢٠٩) و رواه النسائي في (الكبرى) (٦/ ٨٧ - ٨٨) بكتاب: عمل اليوم و الليلة، باب: كيف السلام حديث (١٠١٤٩، ١٠١٥٠)۔

2647۔ اخرجه احمد (٣/ ٢١٣، ٢٢١) و البخاري (٢٢٧/١) كتاب العلم، باب: من اعاد الحديث ثلاثا ليفهم (٩٤) و سياتي عند المصنف رقم (٣٦٤٠)۔

سوال: جب سلام ایک بار کیا جاتا ہے اور جواب بھی ایک بار دیا جاتا ہے تو پہلی حدیث باب میں نو وارد اور نو آموز صحابی حضرت ابوتمیمہ طریف بن مجالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار جواب کیوں ارشاد فرمایا تھا؟

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عموماً ایک بار: السلام علیکم فرماتے اور ایک بار جواز سے نوازتے تھے لیکن اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار جواب دیا' اس کا مقصد نو آموز صحابی کی دلداری اور حوصلہ افزائی تھا۔

سوال: آخری حدیث باب کے مطابق بات خوب ذہن نشین کرانے کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تین بار گفتگو فرماتے تھے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سلام کیوں ارشاد فرمایا تھا؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومی طریقہ ایک بار سلام کہنے کا تھا لیکن تیسری حدیث باب مجمع کو سلام کرنے پر محمول ہے' کیونکہ آپ مجمع کے دائیں حصہ' بائیں حصہ اور سامنے والے حصہ کو الگ الگ سلام ارشاد فرماتے تا کہ سب تک صدائے سلام پہنچ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَاب اجْلِسْ حَيْثُ انْتَهٰى بِكَ الْمَجْلِسُ

باب 28: محفل کے آخری حصے میں بیٹھنے کا حکم

2648 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْ مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَنْ اَبِيْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ اِذْ اَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ فَلَمَّا وَقَفَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَا فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ عَوْفٍ وَاَبُوْ مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ وَاسْمُهُ يَزِيْدُ وَيُقَالُ مَوْلٰى عَقِيْلِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ

◄► حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے' تین لوگ آئے ان میں سے دو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ آئے اور ایک واپس چلا گیا' جب وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ٹھہرے تو ان میں

2648- اخرجه مالك في (الموطا) (۲/۹٦۰) كتاب السلام' باب: جامع السلام و احمد (۵/۲۱۹) و البخاري (۱/۱۸۸) كتاب العلم' باب: من قعد حيث ينتهي به المجلس (٦٦) في (۱/٦٦۹) كتاب الصلاة' باب: الحلق و الجلوس في المسجد حديث (۴۷۴) و مسلم (۷/۱۲۴۳) كتاب السلام' باب: من اتى مجلسا فوجد فرجة حديث (۲۱۷٦)-

سے ایک نے حلقے میں تھوڑی گنجائش دیکھی تو وہ وہیں بیٹھ گیا اور دوسرا شخص سب لوگوں سے پیچھے بیٹھا تیسرا شخص منہ پھیر کر واپس چلا گیا جب نبی اکرم ﷺ (اپنی بات سے) فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں ان تین آدمیوں کے بارے میں تمہیں بتاؤں جہاں تک پہلے شخص کا تعلق ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کی طرف آیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے پناہ دی جہاں تک دوسرے شخص کا تعلق ہے تو اس نے حیاء کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے حیاء کی جہاں تک تیسرے شخص کا تعلق ہے تو اس نے منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حضرت ابوواقد لیثی کا نام حارث بن عوف ہے۔

ابومرہ ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کا نام یزید ہیں۔

ایک قول کے مطابق یہ عقیل بن ابوطالب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

2649 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ اَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ سِمَاكٍ اَيْضًا

◄► حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو ہر شخص وہاں بیٹھتا تھا جہاں جگہ مل جاتی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

زہیر بن معاویہ نے اس روایت کو سماک کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے۔

شرح

علمی مجلس میں کوتاہ دست کی محرومی

پہلی حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدام میں تشریف فرما ہو کر علم و عرفان کے جواہر اور احکام دین کی دولت لٹا رہے تھے۔ اسی دوران تین آدمیوں کے آنے کا واقعہ پیش آیا۔ جن میں سے ایک تو مجلس کے قریب آئے بغیر واپس لوٹ گیا دوسرا حلقہ میں گھس کر بیٹھ گیا اور تیسرا مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا۔ الغرض: پہلا علمی فیضان سے مکمل طور پر محروم رہا دوسرے نے قریب ہو کر خوب استفادہ کیا اور تیسرا نہ مکمل طور پر محروم رہا اور نہ کامل طریقہ سے فیضیاب ہوا۔ ثابت ہوا کہ علمی مجلس سے محرومی فیضان نبوت سے محرومی ہے۔ قرب نبوت فیضان نبوت کے حصول کا ذریعہ ہے اور علمی مجلس سے کوتاہ دست وراثت نبوت سے محروم ہوتا ہے۔

2649- اخرجه احمد (۵/ ۹۱، ۱۰۷) و ابو داؤد (۲/ ۶۷۲) كتاب الادب باب: في التحلق حديث (۴۸۲۵) و البخاري في (الادب المفرد) رقم (۱۱۴۱) و النسائي في (الكبرى) (۲/ ۴۵۶) كتاب العلم باب: الجلوس حيث ينتهي به المجلس حديث (۵۸۹۹)۔

دوسری حدیث باب میں، آداب مجلس کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے کہ علمی وفقہی مجلس درحقیقت فیضان نبوت کا تسلسل ہے، جس سے ازاول تا اختتام شامل ہو کر فیض حاصل کرنا چاہیے۔ جو شخص دلچسپی، ذوق اور محبت سے اپنے معلم وشیخ کے زیادہ قریب ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ علمی استفادہ کر سکے گا۔ پھر درجہ بدرجہ یہ دولت حاصل ہوگی۔ اگر حلقہ میں جگہ خالی ہو تو وہاں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے ورنہ مجلس کے کنارہ پر بھی بیٹھا جا سکتا ہے۔ تاہم مجلس جمعۃ المبارک کی طرح لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر مدرس ومبلغ کے پاس پہنچنا قابل مؤاخذہ حرکت ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجَالِسِ عَلَى الطَّرِيقِ

باب 29: راستے میں بیٹھنے کا حکم

2650 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ

متنِ حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِنَاسٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَهُمْ جُلُوسٌ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ إِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ فَاعِلِينَ فَرُدُّوا السَّلَامَ وَأَعِينُوا الْمَظْلُومَ وَاهْدُوا السَّبِيلَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ ابواسحٰق، حضرت براء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، یہ بات نقل کرتے ہیں: حالانکہ انہوں نے یہ حدیث ان سے نہیں سنی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد کے پاس سے گزرے جو راستے میں بیٹھے ہوئے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے ایسا ضرور کرنا ہے، تو سلام کا جواب دو، مظلوم کی مدد کرو، اور راستے کے بارے میں رہنمائی کرو۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

راستے میں بیٹھنے کا شرعی حکم اور اس کے آداب

شرعی نقطہ نظر سے راستہ میں بیٹھنے سے اجتناب ضروری ہے۔ اگر کسی مجبوری اور عذر کی بنا پر راستہ میں بیٹھنے کی ضرورت پڑ جائے تو حدیث باب میں اس کے تین آداب بیان کیے گئے جو یہ ہیں:

(۱) گزرنے والے لوگوں کے سلام کا جواب دینا

(۲) مظلوم کی اعانت ومدد کرنا

(۳) بھولے ہوئے شخص کو راستہ کی رہنمائی کرنا۔

2650- اخرجه احمد (۲۸۲/٤، ۲۹۱، ۳۰۱) و الدارمی (۲۸۲/۲) کتاب الاستئذان، باب فی النهی عن الجلوس فی الطرقات۔

ایک شاعر نے راستہ میں بیٹھنے والے کے بہت سے حقوق وآداب بیان کیے ہیں اس کے اشعار درج ذیل ہیں:

افش السلام واحسن فی الکلام وشم ت عاطسا وسلاما رد احسانا

فی الحمل عاون و مظلوما اعن واغث لھفان واھد سبیلا واھد حیرانا

بالعرف مروانه عن نکر وکف اذی وغض طرفا واکثر ذکر مولانا

شاعر نے ان اشعار میں راستہ میں بیٹھنے کے متعدد حقوق وآداب بیان کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) سلام کہنا (۲) خوبصورت بات کرنا (۳) چھینک کا جواب دینا (۴) سلام کا جواب دینا (۵) سامان اٹھانے میں کسی کی مدد کرنا (۶) مظلوم کی مدد کرنا (۷) راستہ بتانے میں کسی کی رہنمائی کرنا (۸) کسی کی پریشانی دور کرنا (۹) نیکی کا حکم دینا (۱۰) برائی سے روکنا (۱۱) کسی کو تکلیف دینے سے باز رہنا (۱۲) غیر محرم عورت کو دیکھنے سے پرہیز کرنا (۱۳) ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہنا۔ (عبدالرحمٰن، تحفۃ الاحوذی، ج ۷، ص ۵۴۴)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُصَافَحَةِ

باب 30: مصافحہ کرنے کا بیان

2651 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ وَّإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَجْلَحِ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ مُّسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَّفْتَرِقَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الْبَرَاءِ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

توضیح راوی: وَّالْاَجْلَحُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُجَيَّةَ بْنِ عَدِيِّ الْكِنْدِيُّ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب بھی دو مسلمان مل کر ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ مصافحہ کرتے ہیں ان دونوں کے الگ ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دیتا ہے۔

یہ حدیث "حسن" ہے اور ابواسحاق کے حوالے سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے طور پر "غریب" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

اجلح نامی راوی، اجلح بن عبداللہ بن حجیہ بن عدی کندی ہیں۔

2652 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى اَخَاهُ اَوْ صَدِيْقَهُ اَيَنْحَنِيْ لَهُ قَالَ لَا قَالَ اَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ لَا قَالَ اَفَيَاْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ قَالَ نَعَمْ

2651۔ اخرجه احمد (۴/ ۲۸۹، ۳۰۳) و ابو داؤد (۲/ ۷۷۵) کتاب الادب، باب: فی المصافحة حدیث (۵۲۱۲) و ابن ماجه (۲/ ۱۲۲۰) کتاب الادب، باب: المصافحة حدیث (۳۷۰۳)۔

2652۔ اخرجه احمد (۳/ ۱۹۸) و ابن ماجه (۲/ ۱۲۲۰) کتاب الادب، باب: المصافحة حدیث (۳۷۰۲)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص جب اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے' تو کیا وہ اس کے سامنے جھکے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! اس نے عرض کی: وہ اس کو ساتھ لگا کر اس کا بوسہ لے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! اس نے عرض کی: کیا وہ اس کا ہاتھ تھام کر اس سے مصافحہ کرے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ جی ہاں!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

2653 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَیْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هَلْ كَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِیْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان مصافحہ کرنے کا رواج تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2654 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمٍ الطَّائِفِیُّ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ خَیْثَمَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مِنْ تَمَامِ التَّحِیَّةِ الْاَخْذُ بِالْیَدِ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنِ الْبَرَاءِ وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ یَحْیَی بْنِ سُلَیْمٍ عَنْ سُفْیَانَ

قولِ امام بخاری: سَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ فَلَمْ یَعُدَّهٗ مَحْفُوْظًا وَقَالَ اِنَّمَا اَرَادَ عِنْدِیْ حَدِیْثَ سُفْیَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ خَیْثَمَةَ عَمَّنْ سَمِعَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا سَمَرَ اِلَّا لِمُصَلٍّ اَوْ مُسَافِرٍ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاِنَّمَا یُرْوٰی عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ اَوْ غَیْرِهٖ قَالَ مِنْ تَمَامِ التَّحِیَّةِ الْاَخْذُ بِالْیَدِ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ہاتھ کو تھامنا (یعنی مصافحہ کرنا) سلام کی تکمیل کا حصہ ہے۔

اس بارے میں حضرت براء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

653۔ اخرجه البخاری (۱۱/۵۷) کتاب الاستئذان' باب المصافحة حدیث (۶۲۶۳)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔
ہم اس روایت کو صرف یحییٰ بن سلیم کی 'سفیان سے روایت کے طور پر جانتے ہیں۔
میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے اسے "محفوظ" شمار نہیں کیا۔
وہ یہ فرماتے ہیں: میرے خیال میں سفیان نے منصور کے حوالے سے 'خیثمہ کے حوالے سے' اس شخص سے یہ حدیث نقل کی ہے' جس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے نقل کیا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: رات کے وقت گفتگو صرف نمازی کر سکتا ہے' یا مسافر کر سکتا ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہی روایت منصور کے حوالے سے' ابواسحٰق کے حوالے' عبدالرحمٰن بن یزید یا کسی اور شخص کے حوالے سے نقل کی گئی ہے: سلام کی تکمیل میں ہاتھ پکڑنا بھی شامل ہے۔

2655 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْقَاسِمِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: تَمَامُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ اَنْ يَّضَعَ اَحَدُكُمْ يَدَهُ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَوْ قَالَ عَلٰى يَدِهٖ فَيَسْاَلُهٗ كَيْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا اِسْنَادٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ وَّعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زَحْرٍ ثِقَةٌ وَّعَلِيُّ بْنُ يَزِيْدَ ضَعِيْفٌ وَّالْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُكْنٰى اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ ثِقَةٌ وَّالْقَاسِمُ شَامِيٌّ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بیمار کی عیادت میں یہ بات بھی شامل ہے: آدمی اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھے (راوی کو شک ہے' یا شاید یہی الفاظ ہیں) اس کے ہاتھ پر رکھے اور اس سے دریافت کرے: وہ کیسا ہے؟ اور سلام کی تکمیل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مصافحہ کیا جائے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: عبیداللہ بن زحر نامی راوی ثقہ ہیں جب کہ علی بن یزید نامی راوی ضعیف ہیں۔ قاسم نامی راوی قاسم بن عبدالرحمٰن ہیں اور ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے' یہ صاحب ثقہ ہیں اور عبدالرحمٰن بن خالد بن یزید بن معاویہ کے غلام ہیں۔
قاسم نامی راوی شام کے رہنے والے ہیں۔

2655- اخرجه احمد (۲۵۹/۵)۔

شرح

مصافحہ کرنے کی فضیلت

لفظ: مصافحہ ثلاثی مزید باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے: دو آدمیوں کا باہم اپنے ہاتھ ملانا۔ اگر دونوں اپنا ایک ایک ہاتھ ملائیں تو اسے مصافحہ ناقصہ کہا جاتا ہے اور اگر دونوں اپنے دونوں ہاتھ، ہتھیلی اور پشت کی طرف سے ملائیں تو اسے مصافحہ کاملہ کہا جاتا ہے۔ مصافحہ ناقصہ مسنون نہیں ہے، بلکہ مصافحہ کاملہ مسنون ہے۔ معلوم ہوا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہیے اور یہی مصافحہ کاملہ ہے ورنہ مصافحہ مسنون نہیں ہوگا۔ کچھ لوگ انگلیاں یا ایک ہاتھ ملا کر مصافحہ کرتے ہیں، ایسا مصافحہ نہ کاملہ ہوسکتا ہے اور نہ مسنون بلکہ تکبر وغرور کی علامت ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ نہیں ہے۔

جو لوگ خلوص نیت، محبت ومودت اور قلبی میلان کی بنیاد پر مصافحہ، معانقہ اور تقبیل کرتے ہیں بشرطیکہ فساد یا غلط اندیشہ کا امکان نہ ہو، تو بلاشبہ جائز ہے ورنہ منع ہے۔ زیر مطالعہ احادیث میں ممانعت بھی اسی مفہوم پر محمول ہے۔

پانچویں حدیث باب میں صراحت ہے کہ جب دو شخص باہم مصافحہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجا لاتے ہیں اور مغفرت وبخشش کے طالب ہوتے ہیں، ان کے جدا ہونے سے قبل اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دیتا ہے، اس سے مصافحہ کرنے کی اہمیت و فضیلت عیاں ہو جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُعَانَقَةِ وَالْقُبْلَةِ

باب 31: معانقہ کرنا اور بوسہ دینا

2656 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں موجود تھے، زید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اوپری جسم پر کچھ اوڑھے بغیر ان کی طرف بڑھے، آپ اپنے تہبند کو کھینچ رہے تھے، اللہ کی قسم! اس سے پہلے یا اس کے بعد میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (اوپری جسم پر) اوڑھے بغیر کسی سے ملتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گلے لگایا اور بوسہ دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے اور ہم اس روایت کو زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہونے کے طور پر صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

معانقہ اور تقبیل جائز ہونا

لفظ: معانقہ، فعل ثلاثی مزید فیہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے اس کا معنی ہے: دو آدمیوں کا باہم یکے بعد دیگرے دونوں کندھوں کو ملانا۔ دونوں کی طرف سے ایک ایک کندھے کو ملانا معانقہ ناقصہ ہے اور دونوں کو ملانا معانقہ کاملہ ہے۔ مصافحہ کی طرح معانقہ بھی مسنون ہے اور معانقہ مصافحہ کا نعم البدل اور قائم مقام ہے۔ دونوں کی دعا ایک ہے اور وہ یہ ہے: یغفر اللہ لنا ولکم۔ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی مغفرت و بخشش کرے۔"

لفظ: تقبیل، فعل ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل کا مصدر ہے، جس کا معنی ہے: چومنا، بوسہ دینا۔ تقبیل کی اہمیت وافادیت معانقہ سے کم نہیں ہے۔ تاہم معانقہ کے ساتھ تقبیل کا مظاہرہ اس صورت میں کیا جائے کہ کسی قباحت و برائی اور شک وشبہ کا امکان نہ ہو۔ ورنہ عدم تقبیل کی صورت بہتر ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ، معانقہ اور تقبیل کو اختیار فرمایا اور امور ثلاثہ مسنون ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ کیا اور انہیں بوسہ بھی دیا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قُبْلَةِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ

باب 32: ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینا

2657 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ وَاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ يَهُوْدِيٌّ لِصَاحِبِهِ اذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ فَقَالَ صَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ اِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ كَانَ لَهُ اَرْبَعَةُ اَعْيُنٍ فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَاهُ عَنْ تِسْعِ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ لَهُمْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوْا بِبَرِيْءٍ اِلٰى ذِيْ سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَاْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوْا مُحْصَنَةً وَّلَا تُوَلُّوا الْفِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُوْدَ اَنْ لَّا تَعْتَدُوْا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلُوْا يَدَهُ وَرِجْلَهُ فَقَالَا نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تَتَّبِعُوْنِيْ قَالُوْا اِنَّ دَاوُدَ دَعَا رَبَّهُ اَنْ لَّا يَزَالَ فِيْ ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ وَّاِنَّا نَخَافُ اِنْ تَبِعْنَاكَ اَنْ تَقْتُلَنَا الْيَهُوْدُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ وَابْنِ عُمَرَ وَكَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2657- اخرجه احمد (٤/٢٣٩، ٢٤٠) ورواه ابن ماجه (٢/١٢٢١) كتاب الادب' باب: الرجل يقبل يد الرجل (٣٧٠٥) عن صفوان بن عسال ان قوما من اليهود قبلوا يد النبى صلى الله عليه وسلم ورجليه' والنسائى فى (الكبرى) كما فى (تحفة الاشراف) رقم (٤٩٥١)-

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: تم میرے پاس ان نبی کے پاس چلو اس کے ساتھی نے کہا: تم نبی نہ کہو' کیونکہ اگر انہوں نے تمہیں' نبی کہتے ہوئے سن لیا تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی' پھر وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو آپ سے نو واضح نشانیوں کے بارے میں دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب دیا: تم کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرا' چوری نہ کرو' زنا نہ کرو' اس شخص کو قتل نہ کرو' جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو' البتہ حق (کے ساتھ قتل کیا جا سکتا ہے) اور تم بے قصور شخص پر (جھوٹا الزام لگا کر) حاکم کے پاس نہ لے کر جاؤ' تا کہ وہ اسے قتل کر دے' تم جادو نہ کرو' سود نہ کھاؤ' پاک دامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ' میدان جنگ سے فرار اختیار نہ کرو' بطور خاص تم لوگ اے یہودیو! تم ہفتے کے دن کے بارے میں زیادتی نہ کرو۔ راوی بیان کرتے ہیں: ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو بوسہ دیا اور بولے: ہم یہ گواہی دیتے ہیں: آپ نبی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: پھر کیا وجہ ہے تم لوگ میری پیروی کیوں نہیں کرتے؟ راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے جواب دیا: حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے یہ دعا مانگی تھی' ہمیشہ ان کی اولاد میں سے نبی ہوں' ہمیں یہ اندیشہ ہے: اگر ہم نے آپ کی پیروی کی' تو یہودی ہمیں مروا دیں گے۔

اس بارے میں حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینا

متعدد روایات اور احادیث مبارکہ سے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں چند روایارت درج ذیل ہیں:

۱- حدیث باب میں ہے کہ دو یہودیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک اور قدم مبارک کو بوسہ دیا تھا۔

۲- حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جب توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو چوما تھا۔

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ وہ ایک میدان جہاد سے بھاگ کر واپس آئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلداری کرتے ہوئے از راہ شفقت فرمایا: انتم العکارون وانا فئة المؤمنین۔ تم شیر کی طرح پلٹ کر حملہ آور ہونے والے ہو اور میں تمہارا مرکز ہوں''۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بتاتے ہیں: فقبلنا یده ۔ تو ہم نے اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کی۔

۴- حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو بوسہ دیا تھا۔

۵- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو چوما تھا۔

۶- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سفر سے واپس آئے تو انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دست بوسی کی۔

۷- وفد عبدالقیس کے مشہور رکن حضرت زارع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ اپنی سواریوں سے اتر کر تیز رفتاری سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھوں اور قدموں کو چوما۔

۸- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھوں کو بوسہ دیا جبکہ وہ اس وقت ان کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔

۹- خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوماتھا۔

تقبیل ید ورجل میں مذاہب آئمہ

کیا کسی علمی شخصیت اور مرد صالح کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف اور اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقبیل ید ورجل ناجائز ہے' جواز والی روایات کو وہ ضعیف یا غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ دین و مذہب کی بزرگی کی بناء پر تقبیل جائز ہے' بلکہ مستحب ہے لیکن دنیوی و دولت کی بنیاد پر ممنوع و مکروہ ہے۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نظر ہے کہ علمی' دینی اور مذہبی عظمت وفضیلت کی بناء پر تقبیل جائز ہے لیکن دولت و دنیوی شان وشوکت کے سبب مکروہ تحریمی ہے۔ مذکورہ بالا روایات آپ کے دلائل ہیں۔

سوال: تقبیل ید ورجل کے وقت انسان رکوع بلکہ اس سے زیادہ جھکتا ہے اور غیر اللہ کے لیے رکوع کی حالت تک جھکنا منع ہے' لہٰذا تقبیل ناجائز ہونا چاہیے؟

جواب: بلاشبہ غیر اللہ کے لیے رکوع یا اس سے پست حالت میں جھکنا منع ہے بشرطیکہ عبادت کی نیت ہو۔ اگر عبادت کی نیت نہ ہو' تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس پر حدیث باب اور مندرجہ بالا روایات دلیل ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي مَرْحَبًا

باب 33: مرحبا (خوش آمدید) کہنا

2658 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِي طَالِبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اُمَّ هَانِئٍ تَقُوْلُ

2658- اخرجه احمد (۶/۳۴۳٬۳۴۲٬۴۲۵) و البخاری (۱/۴۶۱) كتاب الغسل' باب: التستر فی الغسل عند الناس' حديث (۲۸۰) و فی الصلاة' باب: الصلاة فی الثوب الواحد ملتحفاً به حديث (۳۵۷) و فی كتاب الجزية' باب: امان النساء و جوارهن حديث (۳۱۷۱) و مسلم (۲/۳۶۳ - نووی) كتاب الحيض: باب: تستر المغتسل بثوب و نحوه حديث (۳۳۶/۷۰) و النسائی (۱/۱۲۶) كتاب الطهارة' باب: ذكر الاستتار عند الاغتسال و الدارمی (۱/۳۳۸ - ۳۳۹) كتاب الصلاة' باب: صلاة الضحى-

متن حدیث: ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِئٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِئٍ قَالَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ قِصَّةً طَوِيْلَةً

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے موقع پر حاضر ہوئی' تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کرتے ہوئے پایا' سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ تان رکھا تھا' سیّدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے سلام کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون خاتون ہے؟ میں نے جواب دیا: میں اُم ہانی ہوں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُم ہانی کو خوش آمدید۔

انہوں نے اس حدیث میں پورا واقعہ بیان کیا ہے

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2659 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ مَسْعُوْدٍ اَبُوْ حُذَيْفَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ مُّصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ اَبِىْ جَهْلٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: يَوْمَ جِئْتُهُ مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ بُرَيْدَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِىْ جُحَيْفَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِصَحِيْحٍ لَّا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ مُوْسٰى بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَمُوْسٰى بْنُ مَسْعُوْدٍ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ مُّصْعَبِ ابْنِ سَعْدٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ بَشَّارٍ يَّقُوْلُ مُوْسٰى بْنُ مَسْعُوْدٍ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّكَتَبْتُ كَثِيْرًا عَنْ مُّوْسٰى بْنِ مَسْعُوْدٍ ثُمَّ تَرَكْتُهُ

◆◆ حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جس دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (اسلام قبول کرنے کے لیے) حاضر ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہجرت کر کے آنے والے سوار کو خوش آمدید۔

اس حدیث کی سند مستند نہیں ہے ہم اس روایت کو صرف موسیٰ بن مسعود کی روایت کے حوالے سے جانتے ہیں اور جب موسیٰ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے' عبدالرحمٰن بن مہدی نے سفیان کے حوالے سے' اس روایت کو ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں مصعب بن سعد کا تذکرہ نہیں کیا اور یہ سند زیادہ مستند ہے۔

میں نے محمد بن بشار کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے' موسیٰ بن مسعود حدیث میں ''ضعیف'' ہیں۔

محمد بن بشار کہتے ہیں: پہلے میں نے موسیٰ بن مسعود سے بہت سی روایات نوٹ کیں تھیں' مگر پھر میں نے انہیں ترک کر دیا۔

2659۔ لم یخرجه من الستة سوى الترمذی کما فی (التحفة) (۷/۳۴۴) رقم (۱۰۰۱۷)۔

شرح

کسی کو خوش آمدید کہنا

کسی مہمان کی آمد پر اظہار مسرت کرتے ہوئے اسے خوش آمدید کہنا جائز اور مسنون ہے۔ پہلی حدیث باب میں بیان ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد پر ان کو خوش آمدید کہا تھا۔ دوسری حدیث باب میں صراحت ہے کہ مشہور دشمن رسول ابوجہل کے لخت جگر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد جب اسلام اور کفر کی کشمکش چل رہی تھی۔ اس دوران عکرمہ بن ابی جہل مکہ معظمہ کو ترک کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور دوسرے ملک میں منتقل ہونے کے لیے ساحل سمندر پر پہنچ گئے۔ ان کی بیوی کو ان کا جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اچھی نہ لگی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کے لیے پناہ کی طالب ہوئی جو انہیں دے دی گئی۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور علامت انہیں اپنی چادر مبارک بھی عنایت فرمائی تھی۔ بیوی پناہ حاصل کرنے کے بعد ساحل سمندر پر پہنچی، شوہر کو پناہ حاصل کرنے سے آگاہ کیا اور مکہ معظمہ واپس لانے میں کامیاب ہوگئی۔ واپسی پر عکرمہ بن ابی جہل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل سمندر سے واپسی کے سفر کو ہجرت سے تعبیر کرتے ہوئے ان کا بایں الفاظ استقبال کیا اور خوش آمدید کہا: **مرحبا بالراکب المھاجر** ۔ ہجرت کرنے والے اونٹ سوار کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اسلام، خلوص نیت اور احسان و مروت سے معمور حسن سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اب مکہ معظمہ کے ایک ایک باشندے نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ اللہ و رسول کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل عمر بن ہشام کا بیٹا مسلمان ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم و جان نثار بن چکا ہے یعنی شہر ایک ہے، جس میں باپ دشمن رسول کی حیثیت سے زندگی گزار رہا ہے اور بیٹا خادم رسول کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا ہے۔

كِتَابُ الْاَدَبِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

آداب کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ

باب1: چھینکنے والے کو جواب دینا

2660 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُجِيبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَتْبَعُ جَنَازَتَهٗ اِذَا مَاتَ وَيُحِبُّ لَهٗ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ اَيُّوْبَ وَالْبَرَاءِ وَاَبِىْ مَسْعُوْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِى الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں جب وہ اس سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے، جب وہ اس کی دعوت کرے تو قبول کرے، جب وہ چھینکے تو اس کا جواب دے، وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے اور اس کے لیے اسی چیز کو پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ اور ابومسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

بعض محدثین نے حارث اعور کے بارے میں کلام کیا ہے۔

2661 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْمَخْزُوْمِيُّ الْمَدَنِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍ

2660۔ اخرجه احمد (۱/۸۸، ۸۹) و ابن ماجه (۱/۴۶۱) كتاب الجنائز: باب: ما جاء فى عيادة المريض حديث (۱۴۳۳) و الدارمى (۲/۲۷۵- ۲۷۶) كتاب الاستئذان: باب: فى حق المسلم على المسلم۔

الْمَقْبُرِيّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهُ اِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهُ اِذَا مَاتَ وَيُجِيبُهُ اِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهُ وَيُشَمِّتُهُ اِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهُ اِذَا غَابَ اَوْ شَهِدَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَمُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْمَخْزُوْمِيُّ الْمَدَنِيُّ ثِقَةٌ رَوٰى عَنْهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّابْنُ اَبِیْ فُدَيْكٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرماتا ہیں: ایک مؤمن کے دوسرے مؤمن پر چھ حقوق ہیں' جب وہ بیمار ہو جائے' تو اس کی عیادت کرے' جب وہ فوت ہو جائے' تو اس کے جنازے میں شرکت کرے' جب وہ اس کی دعوت کرے' تو اس کو قبول کرے' جب وہ اس سے ملاقات کرے' تو اسے سلام کرے' جب وہ چھینکے تو اس کو چھینک کا جواب دے' جب وہ موجود نہ ہو یا موجود بھی ہو' تو اس کے لیے خیر خواہی کرے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

محمد بن موسیٰ مخزومی مدنی ثقہ ہیں عبدالعزیز بن محمد اور ابن ابی فدیک نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

چھینکنے والے کو جواب دینا

جب کسی شخص کو چھینک آئے تو اسے اطمینان ذہنی حاصل ہو جاتا ہے' کیونکہ چھینک آنا اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا انعام ہے۔ چھینک آنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالانی چاہیے کہ اسے اطمینان وسکون کی دولت حاصل ہوئی ہے۔ جسے چھینک آئے وہ اس پر بایں الفاظ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائے: الحمدللہ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں) سننے والا اس کا جواب بایں الفاظ دے: یرحمك اللہ (اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی ورحم فرمائے!) چھینک کا شمار شعار اسلام اور سنت انبیاء علیہم السلام میں ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ان میں روح پھونکے جانے پر انہیں چھینک آئی تو انہوں نے بایں الفاظ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی: الحمدللہ۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جواب میں یوں فرمایا: یرحمک اللہ۔ ثابت ہوا چھینک کا جواب دینا اخلاق الٰہی کا حصہ ہے۔ چھینکنے والا جواب دینے والے کے جواب میں یوں کہے: یھدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے اور تمہارا حال درست فرمادے۔

چھینک آتے وقت اپنا منہ کپڑے یا ہاتھوں سے ڈھانپ لینا چاہیے اور پست آواز میں چھینکنا چاہیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھینکتے وقت چہرے کی صورتحال تبدیل ہو جاتی ہے اور دیکھنے والے کو معیوب محسوس ہوتی ہے۔

احادیث باب میں، چھ حقوق العباد بیان کیے گئے ہیں۔ پہلی حدیث باب میں تیسرے نمبر کا اور دوسری حدیث باب میں پانچویں نمبر کا حق ترجمۃ الباب کے مطابق ہے۔

266۔ رواہ النسائی (۴/۵۳) کتاب الجنائز' باب: النھی عن سب الاموات۔

احادیث باب میں بیان کردہ چھ حقوق العباد درج ذیل ہیں:

(۱) ملاقات ہونے پر سلام کرنا (۲) دعوت ملنے پر اسے قبول کرنا (۳) چھینکنے والے کو: یرحمك الله کے الفاظ سے جواب دینا (۴) بیمار کی عیادت کرنا (۵) وفات پانے کی صورت میں نماز جنازہ میں شرکت کرنا (۶) اپنی ذات کی طرح اپنے مسلمان بھائی کے لیے بہتر چیز کو پسند کرنا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الْعَاطِسُ اِذَا عَطَسَ

باب 2: جب کوئی چھینکے تو کیا کہے؟

2662 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا حَضْرَمِيٌّ مَوْلَى الْجَارُوْدِ عَنْ نَافِعٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا اَنْ نَقُوْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زِيَادِ بْنِ الرَّبِيْعِ

◆◆ نافع بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں چھینکا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ کہا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ جملہ میں بھی کہتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ لیکن نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے ہم (چھینکنے پر) یہ کہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (ہر حال میں ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف زیاد بن ربیع سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

چھینکنے والے کی دعا

بلاشبہ چھینک اللہ تعالیٰ کا انعام اس کا فضل اور اس کی نعمت ہے جس کے نتیجہ میں انسان کو ذہنی سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ چھینکنے والا اس نعمت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر کس طرح بجالائے گا؟ اس اہم سوال کا جواب حدیث باب میں دیا گیا ہے کہ وہ بایں الفاظ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے: الحمد لله والسلام على رسول الله (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو) یہ الفاظ دو فقرات پر مشتمل ہیں۔ پہلے جملہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کا ذکر ہے اور دوسرا جملہ دعائیہ کلمات پر مشتمل ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی کے نزول کی دعا کی گئی ہے۔ یہ الفاظ تو

2662- تفرد به الترمذی من اصحاب الكتاب الستة، وذكره الهيثمی فی (مجمع الزوائد) (۸/۶۰) و عزاه للترمذی بعضه و للبزار، و قال: و فيه اسباط بن عزرة و لم اعرفه، و بقية رجاله ثقات۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مشہور و معمول تھے لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھینکنے والے کو بایں الفاظ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی: الحمدللہ علی کل حال۔ پہلے الفاظ کی نسبت یہ الفاظ زیادہ بہتر اور مسنون ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ تَشْمِيتُ الْعَاطِسِ

باب 3: چھینکنے والے کو کیسے جواب دیا جائے؟

2663 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ دَيْلَمٍ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُونَ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِىْ اَيُّوْبَ وَسَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہود نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں چھینکا کرتے تھے ان کی یہ خواہش تھی کہ نبی اکرم ﷺ انہیں یرحمك الله (اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے) کہیں لیکن نبی اکرم ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے: يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے احوال درست کرے)۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2664 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ كَانَ مَعَ الْقَوْمِ فِىْ سَفَرٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ فَكَاَنَّ الرَّجُلَ وَجَدَ فِىْ نَفْسِهٖ فَقَالَ اَمَا اِنِّىْ لَمْ اَقُلْ اِلَّا مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلْيَقُلْ لَهٗ مَنْ يَّرُدُّ عَلَيْهِ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْيَقُلْ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اخْتَلَفُوْا فِىْ رِوَايَتِهٖ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّقَدْ اَدْخَلُوْا بَيْنَ هِلَالِ بْنِ

2663- اخرجه احمد (٤/٤٠٠، ٤١١) و ابوداؤد (٢/٧٣٧) كتاب الادب' باب: كيف يشمت الذمي؛ حديث (٥٠٣٨) و البخاري في الادب المفرد رقم (٩٤٠) و النسائي في (الكبرى) (٦/ ٦٧) كتاب عمل اليوم و الليلة' باب: ما يقول لاهل الكتاب اذا تعاطسوا' حديث (١٠٠٦١)-

2664- اخرجه احمد (٦/ ٧) و ابوداؤد (٢/٧٣٦) كتاب الادب' باب: ما جاء في تشميت العاطس حديث (٥٠٣١)؛ (٥٠٣٢) و النسائي في الكبرى (٦/٦٥ - ٦٦) كتاب: عمل اليوم و الليلة' باب: ما يقول العاطس اذا شمت' حديث (١٠٠٥٣ - ١٠٠٥٥)-

يَسَافٍ وَّسَالِمٍ رَجُلًا

⇐⇒ حضرت سالم بن عبید بیان کرتے ہیں: وہ کچھ لوگوں کے ساتھ سفر میں شریک تھے حاضرین میں ایک صاحب کو چھینک آ گئی تو انہوں نے السلام علیکم کہا: انہوں نے جواب دیا: علیک وعلی امک (یعنی تمہیں بھی سلام ہو اور تمہاری ماں کو بھی اس آدمی کو بڑی الجھن محسوس ہوئی' تو ان صاحب نے کہا: میں نے تو وہی بات کی ہے' جو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں ایک صاحب کو چھینک آ گئی انہوں نے السلام علیکم کہا: تو نبی اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا: علیك وعلى امك (تم پر بھی سلام ہو' اور تمہاری ماں پر بھی) جب کسی شخص کو چھینک آئے' تو وہ الحمد لله ربّ العالمين کہے اور جب تم نے اسے جواب دینا ہو تو يرحمك الله کہے' پھر پہلا شخص یہ کہے يغفر الله لی ولكم (یعنی اللہ میری بھی مغفرت کرے اور تمہاری بھی مغفرت کرے)

اس حدیث کی روایت میں منصور کے حوالے سے' راویوں نے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے ہلال بن یساف اور سالم کے درمیان ایک اور فرد کا تذکرہ کیا ہے۔

2365 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ اَخِيهِ عِيْسٰى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَّلْيَقُلِ الَّذِىْ يَرُدُّ عَلَيْهِ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْيَقُلْ هُوَ يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ قَالَ هٰكَذَا رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُ اَبِىْ لَيْلٰى يَضْطَرِبُ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ اَحْيَانًا عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ اَحْيَانًا عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الثَّقَفِيُّ الْمَرْوَزِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ اَخِيهِ عِيْسٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

⇐⇒ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص چھینکے تو وہ الحمد لله على كل حال کہے اور جس شخص نے اسے جواب دینا ہو وہ يرحمك الله کہے تو پہلا شخص یہ کہے يهديكم الله ويصلح بالكم (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور تمہارے معاملات درست کرے)

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

شعبہ اس روایت کو ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں۔

2665- اخرجه احمد (۵/۴۱۹، ۴۲۲) و الدارمی (۲/۲۸۳)- كتاب الاستئذان' اذا عطس الرجل ما يقول والنسائى فى (الكبرى) (۶/۶۷) كتاب عمل اليوم و الليلة' باب: ما يقول اذا عطس' حديث (۱۰۰۴۱)

یہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

ابن ابی لیلیٰ نے اس روایت کی سند میں ''اضطراب'' کیا ہے بعض اوقات وہ اسے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور بعض اوقات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

چھینکنے والے کو جواب دینے کا طریقہ

یہ بات تو ثابت شدہ ہے کہ چھینکنے والا شخص بایں الفاظ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے گا: الحمدللہ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں) یا الحمدللہ رب العالمین۔ سوال یہ ہے کہ چھینکنے والے کو جواب کس طرح اور کن الفاظ میں دیا جائے گا؟ اس سوال کا جواب احادیث باب میں دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سامع بایں الفاظ جواب دے گا: یرحمک اللہ۔ چھینکنے والا سامع کے جواب میں یوں کہے گا:

(۱) يَغْفِرُ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ (۲) يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اِيجَابِ التَّشْمِيتِ بِحَمْدِ الْعَاطِسِ

باب 4: چھینکنے پر الحمد پڑھنے والے کو جواب دینا واجب ہے

2666 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلَيْنِ عَطَسَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْاٰخَرَ فَقَالَ الَّذِيْ لَمْ يُشَمِّتْهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ حَمِدَ اللّٰهَ وَاِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں دو آدمیوں کو نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں چھینک آئی آپ نے ان میں سے ایک کو جواب دیا: اور دوسرے کو جواب نہیں دیا، تو جس کو آپ نے جواب نہیں دیا تھا اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ نے ان صاحب کو جواب دیا اور مجھے چھینک کا جواب نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی تھی اور تم نے حمد بیان نہیں کی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2666۔ اخرجه البخاری (۱۰/۶۱۵): كتاب الادب: باب الحمد و العطس، حديث (۶۲۲۳) و مسلم (۴/۲۲۹۲) كتاب الزهد و الرقائق: باب: تشميت العاطس و كراهة التثاوب، حديث (۵۳/۲۹۹۱) و ابو داؤد (۲/۷۲۸): كتاب الادب: باب: فيمن يعطس و لا يحمد الله، حديث (۵۰۳۹) و النسائی فی (الكبریٰ) (۶/۶۴): كتاب عمل اليوم و الليلة باب: ما يقول اذا عطس، حديث (۱۰۰۵۰/۱۱) و ابن ماجه (۲/۱۲۲۳): كتاب الادب: باب تشميت العاطس، حديث (۳۷۱۳) و الدارمی (۲/۲۸۳): كتاب الاستيذان باب: اذا لم يحمد الله لا يشمته، و احمد (۳/۱۰۰، ۱۱۷، ۱۷۶) و الحميدی (۲/۵۰۸) حديث (۱۲۰۸)

(اس بارے میں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت نقل کی گئی ہے۔

شرح

چھینکنے والے کا حمد بیان کرنے پر جواب واجب ہونا

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ چھینکنے والا جب اللہ تعالیٰ کا شکر حمد بیان کرنے کی شکل میں ادا کرے تو سامع پر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں کو چھینک آئی، دونوں میں سے ایک نے اللہ کی حمد بیان کی تھی اور دوسرے نے حمد بیان نہیں کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے شخص کو جواب دیا اور دوسرے کو جواب نہ دیا۔ دریافت کرنے پر آپ نے توجیہ بھی بیان فرمادی۔ ثابت ہوا کہ چھینکنے والا اگر تحمید کرے تو اس کا جواب واجب ہے ورنہ نہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ كَمْ يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ

باب 5: چھینکنے والے کو کتنی مرتبہ جواب دیا جائے؟

2667 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

متنِ حدیث: عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا شَاهِدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا رَجُلٌ مَزْكُومٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ اَنْتَ مَزْكُومٌ قَالَ هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ هٰذَا الْحَدِيثَ نَحْوَ رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَحْمَدُ بْنُ الْحَكَمِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ بِهٰذَا وَرَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ نَحْوَ رِوَايَةِ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَقَالَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ اَنْتَ مَزْكُومٌ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ

◆◆ ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں ایک صاحب کو چھینک آئی میں اس وقت وہاں موجود تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، ان صاحب کو دوسری مرتبہ چھینک آئی، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان صاحب کو زکام ہے۔

2667- اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) ص (۲۷۵) حدیث رقم (۹٤۲) ومسلم (٤/۲۲۹۲): کتاب الزهد و الرقائق: باب: تشمیت العاطس و کراهة التثاوب، حدیث (۵۵/۲۲۹۳)، و ابوداؤد (۲/۷۲۷): کتاب الادب: باب: کم مرة یشمت العاطس حدیث (۵۰۳۷). والنسائی (الکبری) (٦/٦٤): کتاب عمل الیوم و اللیلة، باب: کم مرة یشمت، حدیث (۱۰۰۵۱)، و ابن ماجه (۲/۱۲۲۳): کتاب الادب، باب: تشمیت العاطس حدیث (۳۷۱٤)، و الدارمی (۲/۲۸٤): کتاب الاستیذان: باب: کم یشمت العاطس و احمد (٤/٤٦، ۵۰)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ایاس بن سلمہ اپنے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں' تاہم اس میں انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں زکام ہے۔

یہ روایت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شعبہ نے اسے عکرمہ بن عمار کے حوالے سے' اسی طرح نقل کیا ہے' جیسے یحییٰ بن سعید نے منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2668 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِيُّ الْكُوْفِيُّ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ اَبِيْهَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ ثَلَاثًا فَاِنْ زَادَ فَاِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّاِسْنَادُهٗ مَجْهُوْلٌ.

◆◆ عمر بن اسحٰق اپنی والدہ کے حوالے سے' ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم چھینکنے والے کو تین مرتبہ جواب دو! اگر اسے اور چھینک آئے' تو اگر تم چاہو تو اسے جواب دو' اور اگر چاہو تو نہ دو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے' اور اس کی سند مجہول ہے۔

شرح

چھینکنے والے کو کتنی بار دعا دی جائے

جب کوئی تندرست آدمی چھینکے اور تحمید کرے تو اسے جواب دینا واجب ہے۔ یہ جواب تین بار تک دیا جا سکتا ہے اور بعد میں اختیار ہے کہ کوئی چاہے تو جواب دے یا نہ دے۔ اگر چھینکنے والا مریض ہو اور وہ زکام وغیرہ کی وجہ سے بار بار چھینکے تو اسے جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

سوال: پہلی حدیث باب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھینکنے والے کو ایک بار دعا دی' دوسری حدیث باب میں ہے کہ دو دفعہ دعا دی اور تیسری روایت میں ہے کہ تین مرتبہ دعا کا حکم دیا پھر اختیار دے دیا کہ جو چاہے دعا دے اور جو چاہے نہ دعا دے' اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: جب معلوم ہو جائے کہ چھینکنے والا شخص کو زکام یا کوئی دوسرا مرض لاحق ہے تو اس کی چھینک کا جواب دینا ضروری نہیں ہے' کیونکہ وہ بار بار چھینکے گا تو اس کے لیے کب تک دعائیں دی جائیں گی؟ اس کے مرض کا علم خواہ پہلی یا دوسری یا تیسری بار چھینکنے سے ہو جائے۔

2668۔ و ذکرہ المتقی الهندی فی (الکنز) (۹/۱۲۷) حدیث رقم (۲۵۵۲۷) و عزاه للترمذی عن رجل۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ خَفْضِ الصَّوْتِ وَتَخْمِيْرِ الْوَجْهِ عِنْدَ الْعُطَاسِ

باب 6: چھینکتے وقت آواز کو پست رکھنا اور چہرے کوڈھانپ لینا

2669 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِيْرٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَطَسَ غَطَّى وَجْهَهُ بِيَدِهٖ اَوْ بِثَوْبِهٖ وَغَضَّ بِهَا صَوْتَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو جب چھینک آتی تھی تو آپ اپنے ہاتھ کے ذریعے یا کپڑے کے ذریعے اپنے چہرۂ مبارک کوڈھانپ لیتے تھے اور اپنی آواز کو پست رکھتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

چھینکتے وقت آواز کو پست رکھنا اور چہرے کوڈھانپنا

یہ مسئلہ ضمنی طور پر اوراق گزشتہ میں لکھا جا چکا ہے کہ چھینکتے وقت حتی الوسعہ آواز پست رکھی جائے، اپنے چہرے کو کپڑے یا ہاتھوں سے ڈھانپ لیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھینکتے وقت چہرے کی کیفیت میں تبدیلی آ جاتی ہے اور دیکھنے والا شخص اسے برا محسوس کرتا ہے۔ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور معمول بھی یہی تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ

باب 7: بیشک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جماہی کو ناپسند کرتا ہے

2670 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلْعُطَاسُ مِنَ اللّٰهِ وَالتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا تَثَائَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلٰى فِيْهِ وَاِذَا قَالَ آهْ آهْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَضْحَكُ مِنْ جَوْفِهٖ وَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَا قَالَ الرَّجُلُ آهْ آهْ اِذَا تَثَائَبَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَضْحَكُ فِيْ جَوْفِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2669۔ اخرجه ابوداؤد (۴/۳۲۵): كتاب الادب: باب: فی العطاس حدیث (۵۰۲۹) و احمد (۲/۴۳۹) و الحمیدی (۲/۴۸۹) حدیث (۱۱۵۷)۔

2670۔ اخرجه النسائی فی فی (الكبرى) (۶/۶۳) كتاب عمل اليوم و الليلة: باب: ما يقول اذا عطس حديث رقم (۱۰۰۴۲، ۱۰۰۴۵/۶) و ابن ماجه (۱/۳۱۰) كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها باب: ما يكره من الصلاة حديث (۹۶۸) و ابن ماجه خزيمة (۲/۶۱) حديث (۹۲۱، ۹۲۲)۔

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے چھینک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے' اور جماہی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے' تو جب کسی شخص کو جماہی آئے' تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے' کیونکہ جب وہ آ آہ کہتا ہے' تو شیطان اس کے منہ کے اندر ہنستا ہے' اور بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے' اور جماہی کو ناپسند کرتا ہے۔ جب آدمی آہ' آہ کہتا ہے یعنی جب جماہی لیتا ہے' تو شیطان اس کی اس حرکت پر ہنستا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2671 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَحَقٌّ عَلٰى كُلِّ مَنْ سَمِعَهٗ اَنْ يَّقُوْلَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا يَقُوْلَنَّ هَاهْ هَاهْ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَضْحَكُ مِنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَّهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَجْلَانَ

توضیحِ راوی: وَابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ اَحْفَظُ لِحَدِيْثِ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ وَاَثْبَتُ مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ الْعَطَّارَ الْبَصْرِيَّ يَذْكُرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ اَحَادِيْثُ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ رَوٰى بَعْضَهَا سَعِيْدٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَبَعْضُهَا عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاخْتَلَطَ عَلَيَّ فَجَعَلْتُهَا عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے جماہی کو ناپسند کرتا ہے جب کسی شخص کو چھینک آئے' تو وہ الحمد للہ کہے وہ ہر سننے والے پر یہ لازم ہے: وہ جواب میں یرحمک اللہ کہے جہاں تک جماہی کا تعلق ہے' تو جب کسی شخص کو جماہی آئے جہاں تک ہو سکے اسے روکنے کی کوشش کرے اور ہا' ہا نہ کرے۔ کیونکہ یہ کام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے' اور شیطان اس بات پر ہنستا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

یہ روایت ابن عجلان سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

ابن ابی ذئب سعید مقبری سے زیادہ بڑے حافظ حدیث ہیں اور ابن عجلان سے زیادہ مستند ہیں۔

میں نے ابوبکر عطار بصری کو علی بن مدینی کے حوالے سے' یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے سنا ہے' محمد بن عجلان فرماتے ہیں' سعید مقبری سے منقول روایات میں سے بعض کو انہوں نے براہ راست حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور بعض روایات کو سعید نے ایک صاحب کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' تو یہ روایات مجھ پر خلط ملط ہو گئیں ہیں' تو میں انہیں سعید کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کر دیتا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کو چھینک پسند ہونا اور جماہی ناپسند ہونا

چھینک اللہ تعالیٰ کو پسند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ من جانب اللہ ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں چھینک انسان کے تندرست وصحت مند ہونے کی علامت ہے جس کے نتیجہ میں دماغ سے رطوبت اور ابخرے خارج ہوتے ہیں کہ اگر وہ خارج نہ ہوں تو آدمی یقینی طور پر علالت کا شکار ہو جائے۔ جماہی اللہ تعالیٰ کو اس لیے ناپسند ہے کہ یہ سستی' کاہلی اور غلبہ ملال کا نتیجہ ہے۔ جب آدمی جماہی لینے کے لیے اپنا منہ کھولتا ہے تو شیطان ہاہا کر کے ہنستا ہے۔ علاوہ ازیں جماہی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور آدمی جب جماہی لیتا ہے تو شیطان اپنی کامیابی پر خوب مسکراتا ہے۔

چھینک آنے پر آدمی تحمید کرے اور پاس موجود شخص اسے: یرحمک اللہ کے الفاظ سے جواب دے۔ کسی کو جماہی آنے کی صورت میں اسے ہاتھوں یا کپڑے کے ذریعے دبا کر روکنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ منہ سے ہاہا کی آواز نہ نکالے کہ اس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔ چونکہ جماہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ہے' اس لیے نہ اس کی کوئی دعا ہے اور نہ جواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْعُطَاسَ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الشَّيْطَانِ

باب 8: نماز کے دوران چھینک آنا شیطان کی طرف سے ہے

2672 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَفَعَهٗ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْعُطَاسُ وَالنُّعَاسُ وَالتَّثَاؤُبُ فِي الصَّلٰوةِ وَالْحَيْضُ وَالْقَيْءُ وَالرُّعَافُ مِنَ الشَّيْطَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قُلْتُ لَهٗ مَا اسْمُ جَدِّ عَدِيٍّ قَالَ لَا اَدْرِيْ وَذُكِرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ قَالَ اسْمُهٗ دِيْنَارٌ

◆◆ عدی بن ثابت اپنے والد کے حوالے سے' اپنے دادا سے "مرفوع" روایت کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: نماز کے دوران چھینک' اونگھ' حیض' قے آنا اور نکسیر پھوٹنا شیطان کی طرف سے ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت "غریب" ہے ہم اسے شریک کی ابو یقظان کے حوالے سے' روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' ان کے والد اور دادا کے حوالے سے' روایت کے بارے میں دریافت کیا: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا: عدی کے دادا کا کیا نام تھا' تو انہوں نے جواب دیا: مجھے نہیں معلوم۔ یحییٰ بن معین کے حوالے سے' یہ بات ذکر کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں: ان کے دادا کا نام دینار تھا۔

2672۔ اخرجه ابن ماجه (۱/۳۱۰) كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما يكره من الصلاة، حديث (۹۶۹)۔

شرح

دوران نماز چھینک آنا شیطانی عمل ہونا

چھینک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے انسانی صحت مندی کی علامت اور اطمینان ذہنی حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کیونکہ اس پر تحمید ہے اور سامع پر: یرحمک اللہ وغیرہ الفاظ سے جواب دینا واجب ہے۔ اس کا تعلق غیر نماز میں چھینک آنے کی صورت سے ہے۔ عین نماز کی حالت میں چھینک آنے پر یہ من جانب اللہ نہیں بلکہ من جانب شیطان ہونے کی وجہ سے یہ شیطانی عمل قرار پاتی ہے۔ یہی حکم دوران نماز نکسیر، پلٹی (قے) اور حیض آنے کا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے ان امور ثلاثہ کی نسبت بھی شیطان ملعون کی طرف کی جائے گی۔

فائدہ نافعہ: دوران نماز چھینک یا جماہی آنے کی صورت میں کپڑے وغیرہ سے آدمی اپنے منہ کو دبا کر اسے ختم کرنے کی خوب کوشش کرے کیونکہ اس کے نمایاں ہونے پر آداب مسجد کی مخالفت اور نمازیوں کی اذیت کے علاوہ احسان اعلیٰ کی حالت میں نمازی کا علاقہ منقطع ہو جائے گا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ناراض اور شیطان خوش ہوگا۔

بَاب كَرَاهِيَةِ اَنْ يُّقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يُجْلَسُ فِيْهِ

باب 9: یہ بات مکروہ ہے: کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس جگہ پر بیٹھا جائے

2673 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يُقِمْ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2674 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يُقِمْ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ

2673- اخرجه البخاری (۱۱/۶۴): كتاب الاستئذان، باب: لا يقيم الرجل الرجل من مجلسه، حديث (۶۲۶۹)، و مسلم (۴/۱۷۱۴): كتاب السلام باب: تحريم اقامة الانسان من موضعه المباح الذى سبق اليه، حديث (۲۷/۲۱۷۷)، و الدارمی (۲/۲۸۱): كتاب الاستئذان: باب: لا يقيمن احدكم اخاه من مجلسه، احمد (۲/۱۶) (۴۶۵۹)، (عبد بن حميد) ص (۲۴۶) حديث (۷۶۴)، (الحميدی) (۲/۲۹۳) حديث (۶۶۴)، (ابن خزيمة) (۳/۱۶۰): كتاب الجمعة، باب: الزجر عن اقامة الرجل اخاه--، حديث (۱۸۲۰، ۱۸۲۲)-

2674- اخرجه مسلم (۴/۱۷۱۴): كتاب السلام: باب: تحريم اقامة الانسان من موضعه المباح الذى سبق اليه حديث (۲۹/۲۱۷۷)، و احمد (۲/۸۹) (۵۶۲۵)-

آثارِ صحابہ: قَالَ وَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْمُ لِابْنِ عُمَرَ فَلَا يَجْلِسُ فِيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں پر خود نہ بیٹھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب کوئی شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی جگہ خالی کرتا' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں نہیں بیٹھتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

شرح

بلاوجہ کسی کو اٹھا کر اس کی نشست پر بیٹھنے کی ممانعت

احادیث باب میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ بلاوجہ کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی نشست پر بیٹھنا منع ہے۔ اس ممانعت کی وجہ تکبر وغرور اور خود پسندی ہے' جس کے نتیجہ میں دوسرے شخص کے دل میں کدورت' کینہ اور انتقامی جذبہ جنم لے گا جو آگے چل کر عداوت ودشمنی کی شکل بھی اختیار کر سکتا ہے۔ تاہم بیٹھنے والا احترام مسلم کے جذبہ سے ایثار کرتا ہوا اپنی جگہ از خود کسی کو پیش کرے تو جائز ہے اور باعث اجر وثواب بھی۔ یہ معاملہ پہلی صورت سے مختلف ہے' کیونکہ پہلی صورت میں حق تلفی تھی اور اس صورت میں ایثار واحترام مسلم کے جذبہ کا اظہار ہے' جو مستقبل میں مستقل دوستی کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلَيْهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ

باب 10: جب کوئی شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کر جائے اور پھر واپس آجائے' تو وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے

2675 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ وَهْبِ بْنِ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلرَّجُلُ اَحَقُّ بِمَجْلِسِهٖ وَاِنْ خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ ثُمَّ عَادَ فَهُوَ اَحَقُّ بِمَجْلِسِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ

◄► حضرت وہب بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی اپنی جگہ کا سب سے زیادہ حقدار ہے' اگر وہ کسی کام سے جائے اور پھر واپس آئے' تو وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ کا زیادہ حقدار ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

2675- اخرجه احمد (۳/۴۲۲)۔

شرح

بیٹھنے والا کہیں جائے پھر واپسی پر وہی اس جگہ کا زیادہ حقدار ہوگا

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد' حلقہ درس' مجلس وعظ اور سرائے وغیرہ میں بیٹھ جائے تو تااختتام محفل وہ جگہ اسی سے متعلق ہو جائے گی۔ اسے وہاں سے بے دخل کر کے اس جگہ پر کسی کا بیٹھنا یا کسی کو بٹھانا' حق تلفی کے زمرے میں آتا ہے' جو ممنوع ہے۔ وہ شخص وہاں سے اٹھ کر کسی کام کے لیے گیا مثلاً پیشاب وغیرہ کے لیے' پھر واپس آنے کی صورت میں اس جگہ کا وہی زیادہ حقدار قرار پائے گا' کیونکہ عارضی برخواست سے اس کا حق ختم نہیں ہوسکتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْجُلُوسِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ بِغَيْرِ اِذْنِهِمَا

باب 11: دو آدمیوں کے درمیان' ان سے اجازت لیے بغیر بیٹھنا مکروہ ہے

2676 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ عَامِرٌ الْاَحْوَلُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ اَيْضًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے دو آدمیوں کو علیحدہ کر دے البتہ ان کی اجازت کے ساتھ (ان کے درمیان بیٹھ سکتا ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عامر احول نے بھی اس روایت کو عمرو بن شعیب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

اجازت کے بغیر دو آدمیوں کے درمیان بیٹھنے کی ممانعت

حدیث باب میں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ دو آدمی بیٹھے ہوں جبکہ ان کے درمیان جگہ خالی نہ ہو' ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان بیٹھنا منع ہے۔ اس ممانعت کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں' جو درج ذیل ہیں:

۱- دونوں کے درمیان تفریق سے دونوں کی حق تلفی ہے' جو حرام ہے۔

۲- دونوں کوئی اہم اور خفیہ بات کر رہے ہوں' یہ تفریق دوسری حق تلفی ہے۔

۳- دونوں کے درمیان محبت وانسیت ہو' درمیان بیٹھنا انہیں وحشت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

2676- اخرجه البخاري في (الادب المفرد) ص (۳۳۰)- حديث (۱۱۴۶) و ابو داؤد (۲/۶۷۸): كتاب الادب: باب: في الرجل يجلس بين الرجلين بغير اذنهما' حديث (۴۸۴۵)' و احمد (۲/۲۱۳) (۶۹۹۹)-

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْقُعُوْدِ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

باب 12: حلقے کے درمیان میں بیٹھنا مکروہ ہے

2677 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِىْ مِجْلَزٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا قَعَدَ وَسْطَ حَلْقَةٍ فَقَالَ حُذَيْفَةُ مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ اَوْ لَعَنَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ مِجْلَزٍ اسْمُهٗ لَاحِقُ بْنُ حُمَيْدٍ

◆◆ ابومجلز بیان کرتے ہیں: ایک شخص حلقے کے درمیان میں بیٹھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے نبی اکرم ﷺ کی زبانی ملعون قرار دیا گیا ہے۔ (راوی کو شک ہے یا شاید یہی الفاظ ہیں) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی زبانی اس شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے، جو حلقے کے درمیان بیٹھتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابومجلز نامی راوی کا نام لاحق بن حمید ہے۔

شرح

حلقہ کے درمیان میں بیٹھنے کی ممانعت

لوگوں کے حلقہ کے وسط میں بیٹھنا منع ہے اور حدیث باب میں اسے ملعون قرار دیا گیا ہے۔ حلقہ کے وسط میں بیٹھنے کی ممانعت کی متعدد وجوہات ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) حلقہ کے وسط میں بیٹھنے والے کی مشابہت اس مسخرے کے ساتھ ہے، جو لوگوں کے حلقہ میں بیٹھتا ہے، لوگ اس پر فقرے کستے ہیں، اسے چھیڑتے ہیں اور وہ الٹ پلٹ جواب دیتا ہے، پھر لوگ اس پر قہقہے کی آواز بلند کرتے ہیں۔ یقیناً یہ شیطانی عمل ہے۔

(۲) حلقہ کی شکل میں بیٹھنے کی صورت میں لوگوں کا باہم مواجہہ (آمنے سامنے بیٹھنا) ہوتا ہے، جسے لوگ پسند بھی کرتے ہیں لیکن جب حلقہ کے وسط میں کوئی شخص بیٹھے گا تو لوگوں کے مواجہہ کی صورت برقرار نہیں رہے گی اور یہ کیفیت لوگوں پر گراں گزرے گی۔

(۳) جب کوئی جاہل، بے ادب، بدتمیز اور منہ پھٹ حلقہ میں بیٹھے گا تو اس کی جہالت و بدتمیزی پر مبنی گفتگو لوگوں پر گراں گزرے گی اور اس پر پھٹکار بھیجیں گے۔

فائدہ نافعہ: اگر جگہ کم ہو یا ہال کی شکل میں جہاں اطراف میں سیڑھیاں ہوتی ہیں اور سیڑھیوں پر کرسیوں کا اہتمام ہوتا ہے جن پر لوگ بیٹھتے ہیں جبکہ حلقہ میں بیٹھ کر کوئی ممتاز عالم دین درس قرآن یا درس حدیث یا درس فقہ یا درس تصوف دیتا ہے تو یہ جائز

2677۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۶۷۴): كتاب الادب: باب: الجلوس وسط الحلقة، حديث (۴۸۲۶)، واحمد (۵/۳۸۴، ۳۹۸، ۴۰۱)۔

ہے کیونکہ یہاں مذکورہ قباحتوں میں سے کوئی قباحت موجود نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ

باب 13: آدمی کا کسی دوسرے کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے

2678 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَفَّانُ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں کے نزدیک کوئی بھی شخصیت نبی اکرم ﷺ سے زیادہ محبوب نہیں تھی۔ لیکن جب وہ آپ ﷺ کو دیکھتے تھے تو وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ بات پسند نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن صحیح غریب" ہے۔

2679 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ صَفْوَانَ حِيْنَ رَاَوْهُ فَقَالَ اجْلِسَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

◆◆ ابومجلز بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نکلے تو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن صفوان رضی اللہ عنہ انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم بیٹھے رہو! میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے (تعظیم کے طور پر) بت کی شکل میں کھڑے ہوں، وہ شخص جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہے۔

اس بارے میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2678۔ اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) ص (۲۷۸)، حدیث (۹۵٤)، واحمد (۳/۱۳۲، ۱۳٤، ۱۵۱، ۲۵۰)۔

2679۔ اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) ص (۲۸۸)، حدیث (۹۸٦)، و ابوداؤد (۲/۷۷۹)، کتاب الادب: باب: من قیام الرجل للرجل: حدیث (۵۲۲۹)، و احمد (٤/۹۱، ۹۳، ۱۰۰)، و عبد بن حمید ص (۱۵٦)، حدیث (٤۱۳)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

اسی روایت کو ہناد نے اسامہ کے حوالے سے ٗحبیب بن شہید کے حوالے سے ٗابومجلز کے حوالے سے ٗحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ٗنبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

شرح

کسی کے لیے کھڑا ہونے کی ممانعت

احادیث باب میں کسی کے لیے کھڑا ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث باب کا مصداق یہ ہے کہ عجمی لوگوں کی طرح کھڑا ہونا منع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عجمی نوکر اپنے آقا کے سامنے اور رعایا اپنے بادشاہ کی خدمت میں کھڑی رہتی تھی ٗانہیں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی اور اس قیام کو انتہائی درجہ کی تعظیم قرار دیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس انداز تعظیم سے منع کر دیا۔

دوسری حدیث باب کی وعید کا مصداق یہ ہے کہ کوئی شخص ذاتی طور پر پسند کرے کہ لوگ اس کے احترام کے لیے کھڑے ہوں تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس صورت میں بھی قیام کا تعلق کسی کی ذات سے متعلق ہے ٗلہٰذا اس کی وعید بیان کر دی گئی۔

کسی کے ادب و احترام اور تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کی ممانعت ہرگز نہیں ہے۔ مثلاً اساتذہ ٗمشائخ اور والدین کے احترام و تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے۔ قیام تعظیمی کے حوالے سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ جب بنو قریظہ نے ان کے فیصلے پر رضامندی ظاہر کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلب کیا۔ وہ اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر آئے اور کاشانہ نبوت کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبیلہ کے لوگوں سے یوں فرمایا: قوموا الی سیدکم (مشکوٰۃ المصابیح ٗرقم الحدیث ۴۶۹۵) "تم اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ"

علاوہ ازیں یہ مشہور روایت ہے کہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے ٗخوش آمدید کہتے ٗانہیں بوسے دیتے اور اپنی جگہ پر انہیں بٹھاتے تھے۔ اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی آپ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتی تھیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَقْلِيمِ الْاَظْفَارِ

باب 14: ناخن تراشنا

2680 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2680- اخرجه البخاری (۱۰/۳۴۷): كتاب اللباس: باب: قص الشارب، حديث (۵۸۸۹) و في (الادب المفرد) ص (۳۷۲، ۳۷۳) حديث (۱۲۹۵) و مسلم (۲/۶۰ - الابی): كتاب الطهارة: باب: خصال الفطرة، حديث (۴۹/۲۵۷) و ابوداؤد (۲/۴۸۳): كتاب الترجل: باب: في اخذ الشارب، حديث (۴۱۹۸) و النسائی (۱/۱۴): كتاب الطهارة: باب: ذكره الفطرة- الختان، تقليم الاظفار نتف الابط، حديث (۹، ۱۰، ۱۱) و ابن ماجه (۱/۱۰۷): كتاب الطهارة و سننها: باب: الفطرة، حديث (۲۹۲) و احمد (۲/۲۲۹، ۲۳۹، ۲۸۳) و فی (۲/۴۱۰، ۴۸۹) و الحميدی (۲/۴۱۸) حديث (۹۳۶)-

متن حدیث: خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ الْاِسْتِحْدَادُ وَالْخِتَانُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَتَقْلِيمُ الْاَظْفَارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: پانچ چیزیں فطرت کا حصہ ہیں زیر ناف بال صاف کرنا' ختنہ کروانا' موچھیں کتروانا' بغل کے بال صاف کرنا اور ناخن تراشنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2681 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ مُّصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَآءِ قَالَ زَكَرِيَّا قَالَ مُصْعَبٌ وَّنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةَ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: انْتِقَاصُ الْمَآءِ الْاِسْتِنْجَاءُ بِالْمَآءِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دس چیزیں فطرت کا حصہ ہیں۔

1-موچھیں چھوٹی کروانا۔

2-ڈاڑھی بڑی رکھنا۔

3-مسواک کرنا۔

4-ناک میں پانی ڈالنا۔

5-ناخن تراشنا۔

6-بغل کے بال صاف کرنا۔

7-زیر ناف بال صاف کرنا۔

8-پانی سے استنجا کرنا۔

9-انگلیوں کی پشت کو دھونا' زکریا نامی راوی بیان کرتے ہیں: مصعب نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: دسویں چیز میں بھول گیا ہوں' لیکن وہ کلی کرنا ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انتقاص الماء کا مطلب ہے پانی کے ذریعے استنجا کرنا۔

2681۔ اخرجه مسلم (۲/ ٦٧): كتاب الطهارة: باب: خصال الفطرة' حديث (٥٦/ ٢٦١) و ابو داؤد (۲/ ٦١): كتاب الطهارة: باب: السواك من الفطرة' حديث (٥٣) والنسائي (٨/ ١٢٨) كتاب الزينة: باب: من السنة الفطرة' حديث (٥٠٤٠) و ابن ماجه (١/ ١٠٧) كتاب الطهارة و سننها: باب: الفطرة حديث (٢٩٣) و ابن خزيمة (١/ ٤٧): كتاب الوضوء: باب: تسمية الاستنجاء بالماء فطرة' و احمد (٦/ ١٣٧)۔

اس بارے میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

ناخن تراشنا

لفظ: فطرت کا لغوی معنی ہے: بناوٹ، ساخت۔ فطرت کا اصطلاحی معنی ہے: امتیازی نشانات، خصوصی اوصاف۔ احادیث باب میں بلاتکرار گیارہ امور فطرت گنوائے گئے ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:
(۱) مونچھوں کا تراشنا (۲) ڈاڑھی کا بڑھانا (۳) ختنہ کرانا (۴) مسواک کرنا (۵) ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرنا (۶) ناخن تراشنا (۷) اعضاء جسم کو دھونا (۸) بغل کے بالوں کو اکھاڑنا (۹) زیر ناف بالوں کو مونڈنا (۱۰) پانی سے استنجاء کرنا (۱۱) پانی سے کلی کرنا۔
سوال: پہلی حدیث باب میں پانچ امور کا ذکر ہے اور دوسری حدیث باب میں دس چیزوں کو امور فطرت قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟
جواب: (۱) خمس اور عشر میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ چھوٹا عدد بڑے عدد میں شامل ہوتا ہے۔ (۲) پہلے بذریعہ وحی پانچ امور بتائے گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بتا دیے پھر بذریعہ وحی دس امور بتائے گئے جو آپ نے اپنی امت کو بتا دیے۔ (۳) ذکر عدد ماعداء کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتا۔

بَابُ فِي التَّوْقِيتِ فِي تَقْلِيمِ الْاَظْفَارِ وَاَخْذِ الشَّارِبِ
باب 15: ناخن تراشنے اور مونچھیں چھوٹی کروانے کی مدت

2682 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوْسٰى اَبُوْ مُحَمَّدٍ صَاحِبُ الدَّقِيْقِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
متنِ حدیث: اَنَّهٗ وَقَّتَ لَهُمْ فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً تَقْلِيْمَ الْاَظْفَارِ وَاَخْذَ الشَّارِبِ وَحَلْقَ الْعَانَةِ
◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ نے لوگوں کے لیے ناخن تراشنے مونچھیں چھوٹی کروانے اور زیر ناف بال صاف کرنے کی (زیادہ سے زیادہ) مدت چالیس روز مقرر کی تھی۔

2683 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

2682۔ اخرجه مسلم (۲/۶۴، ۶۵) كتاب الطهارة: باب: خصال الفطرة، حديث (۵۱/۲۵۸)، و ابو داؤد (۲/۴۸۳): كتاب الترجل: باب: في اخذ الشارب حديث (۴۲۰۰)، و النسائي في (الكبرى) (۱/۶۶) كتاب الطهارة: باب: الفطرة قص الشارب حديث (۱۵)، والنسائي في (الصغرى) (۱/۱۵) كتاب الطهارة: باب: التوقيت في ذلك، حديث (۱۴)، وابن ماجه (۱/۱۰۸): كتاب الطهارة و سننها حديث (۲۹۵)، و احمد (۲/۱۲۲، ۲۰۳، ۲۵۵)۔

متن حدیث: وُقِّتَ لَنَا فِی قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْاَظْفَارِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ وَنَتْفِ الْاِبْطِ لَا يُتْرَكُ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الْاَوَّلِ

توضیح راوی: وَصَدَقَةُ بْنُ مُوْسٰى لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْحَافِظِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مونچھیں چھوٹی کروانے ناخن تراشنے زیر ناف بال صاف کرنے بغل کے بال صاف کرنے کے لیے ہمارے لیے مدت متعین کی تھی کہ ہم چالیس دنوں سے زیادہ اسے ترک نہ کریں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

صدقہ بن موسیٰ نامی راوی محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہے۔

شرح

ناخنوں کے احکام

ناخنوں کے حوالے سے چند اہم احکام شرعی درج ذیل ہیں:

۱- جمعرات کے دن ناخن تراشنا

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعرات کو ناخن تراشا کرتے تھے اور یہ بیان کیا کرتے تھے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دن جمعرات کو ناخن تراشتے ہوئے دیکھا ہے۔

(شرح احیاء العلوم، ج ۲، ص ۴۱۴)

۲- پندرہ دن میں ناخن تراشنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ دن میں ناخن تراشا کرتے تھے۔

(کنز العمال، ج ۶، ص ۳۸۷)

۳- ناخن تراشنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ناخن کاٹو اور اس کے تراشے کو دفن کرو۔ (کنز العمال، ج ۶، ص ۳۷۲)

۴- ناخن نہ کاٹنے کی وعید

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص زیر ناف بال نہ مونڈے، ناخن نہ کاٹے اور لب نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (کنز العمال، ج ۶، ص ۳۷۱)

۵- بڑھے ہوئے ناخن پر شیطان کا دوڑنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ناخن کاٹو' ناخن اور گوشت کے مابین شیطان دوڑتا ہے۔

۶- ناخن کے تراشے کو دفن کرنا

ناخن کاٹنے کے بعد اس کے تراشے کو دفن کر دینا چاہیے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری' ج۶ص۳۴۶)

۷- ناخن تراشنے کی مدت

ہر ہفتہ میں ناخن کاٹے جائیں ورنہ پندرہ دن میں کاٹے جائیں۔ زیادہ سے زیادہ چالیس دن اور اس کے بعد گناہ ہے۔ ہر ہفتہ میں ناخن کاٹنا مناسب ترین ہے' پندرہ دن کی مدت متوسط ہے اور چالیس دن انتہائی مدت ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ' ج۴ص۴۵۷)

۸- ناخن کاٹنے کا مستحب طریقہ

ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کا مستحب طریقہ یوں ہے: اولاً دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت' پھر درمیانی انگلی' پھر اس کے بغل والی' پھر سب سے چھوٹی اور آخر میں انگوٹھا۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی' پھر اس کے بغل والی' پھر اس سے متصل انگلی' اس کے بعد انگوٹھے کے بغل والی اور آخر میں انگوٹھا۔

پاؤں کے ناخن کاٹنے کی ترتیب اور مستحب طریقہ یوں ہے: دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے۔ پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کر کے چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری' ج۱ص۳۴۴)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَصِّ الشَّارِبِ

باب 16: مونچھیں چھوٹی کروانا

2684 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيْدِ الْكِنْدِیُّ الْكُوْفِیُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ اَوْ يَاْخُذُ مِنْ شَارِبِهٖ وَكَانَ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ يَفْعَلُهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنی مونچھیں چھوٹی کروایا کرتے تھے۔ (حدیث کے ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے کہ لفظ "یقص" استعمال ہوا ہے یا لفظ "یاخذ" استعمال ہوا ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ایسا کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

2684- اخرجه احمد (۳۰۱/۱)-

2685 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ لَّمْ يَاْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص مونچھیں چھوٹی نہیں کرواتا' اُس کا ہم سے تعلق نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

مونچھیں تراشنا

احادیث باب اور دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مونچھوں کے بال تراشے جائیں اور مونڈے نہ جائیں۔ اس بارے میں احادیث مبارکہ میں پانچ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں:

(۱) احفوا الشوارب ۔ تم مونچھیں کاٹو

(۲) جزوا الشوارب ۔ تم مونچھیں کاٹو

(۳) قص الشارب ۔ مونچھوں کا کاٹنا

(۴) اخذ الشارب ۔ مونچھ کا لینا

(۵) انھکوا الشوارب ۔ تم مونچھوں کو خوب پست کرو۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مونچھیں تراشی جائیں گی اور ان کا مونڈنا منع ہے۔ اس مسئلہ میں احناف کے دو قول ہیں:

۱- مونچھوں کا تراشنا مسنون ہے۔

۲- مونچھوں کا مونڈنا مسنون ہے۔

فائدہ نافعہ: مونچھوں کو ڈاڑھی کی طرح طویل رکھنا کہ کھاتے پیتے وقت وہ کھانے اور مشروب میں پڑتی ہوں' ممنوع ہے۔

2685- اخرجه النسائي في (الكبرى)(۱/ ٦٦): كتاب الطهارة: باب: قص الشارب' حديث (۱٤)' و في (الصغرى)(۱/ ۱٥) كتاب الطهارة باب: قص الشارب' حديث (۱۳)' احمد (٤/ ۳٦٦' ۳٦۸) بن حميد ص (۱۱٤) حديث (۲٦٤)-

اس کی مذمت و وعید اس مشہور حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من لم یاخذمن شاربه فلیس منا۔ جو شخص اپنی مونچھوں میں سے نہ لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَخْذِ مِنَ اللِّحْيَةِ

باب 17: ڈاڑھی تراشنا

2686 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ لَا اَعْرِفُ لَهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ لَهٗ اَصْلٌ اَوْ قَالَ يَنْفَرِدُ بِهٖ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ هَارُوْنَ وَرَاَيْتُهٗ حَسَنَ الرَّاْيِ فِيْ عُمَرَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُوْلُ عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ كَانَ صَاحِبَ حَدِيْثٍ وَّكَانَ يَقُوْلُ الْاِيْمَانُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ

حدیثِ دیگر: قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا وَكِيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَبَ الْمَنْجَنِيْقَ عَلٰى اَهْلِ الطَّائِفِ

قَالَ قُتَيْبَةُ قُلْتُ لِوَكِيْعٍ مَنْ هٰذَا قَالَ صَاحِبُكُمْ عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ چوڑائی اور لمبائی کی سمت میں ڈاڑھی تراشا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: عمر بن ہارون "مقارب الحدیث" ہے۔ میرے علم کے مطابق اُس سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں) جسے نقل کرنے میں وہ منفرد ہیں۔ (وہ حدیث یہ ہے) نبی اکرم ﷺ چوڑائی اور لمبائی کی سمت میں اپنی ڈاڑھی تراشا کرتے تھے۔

شرح

ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کاٹنا

ڈاڑھی مبارک شعار اسلام اور امور فطرت میں سے ہے۔ ڈاڑھی مرد کی زینت وعلامت اور سنت انبیاء علیہم السلام بالخصوص

2686۔ انفرد به الترمذی' انظر (التحفة) (٦/٣٠٣) حديث (٨٦٦٢) ذكره صاحب (المشكاة) (٨/٢٢٣ - مرقاة) برقم (٤٤٣٩) وعزاه للترمذی' و صاحب (كنز العمال) (١٣٦/٧) برقم (١٨٣٦٨) وعزاه للترمذی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کثیر روایات میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب اور اس سے زائد کا طول وعرض سے کاٹنا جائز ہے۔ ڈاڑھی کو تراش کر ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے اور ایسی حرکت کرنے والے کی اقتداء میں نماز ادا کرنا منع ہے اور اگر پڑھ لی ہو تو اس کا اعادہ ضروری ہے۔

ڈاڑھی کے بارے میں احادیث مبارکہ میں چھ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں' جو درج ذیل ہیں:

۱-دَعُوْا: صیغہ جمع مذکر۔ ثلاثی مجرد امر حاضر معروف ناقص واوی از باب فتح یفتح۔ تم چھوڑ دو۔

۲-اَوْفُوْا: صیغہ جمع مذکر امر حاضر معروف ثلاثی مزید فیہ۔ باب افعال' پورا کرنا' تمام کرنا' کامل کرنا۔

۳-اَعْفُوْا: صیغہ جمع مذکر فعل امر حاضر معروف ثلاثی مزید فیہ۔ از باب افعال۔ تم بڑھاؤ۔

۴-وَفِّرُوْا: صیغہ جمع مذکر امر حاضر معروف ثلاثی مزید فیہ۔ باب تفعیل۔ زیادہ کرو' پورا کرو۔

۵-ارجوا: صیغہ جمع مذکر امر حاضر معروف ثلاثی مزید فیہ باب افعال۔ تم چھوڑ دو' تم باقی رہنے دو۔

۶-ارخوا: صیغہ جمع مذکر امر حاضر معروف ثلاثی مزید فیہ باب افعال۔ تم لمبا کرو' تم بڑھاؤ۔

ان الفاظ کے معانی پر بھی غور کیا جائے تو ڈاڑھی مبارک کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ الامر للوجوب یعنی امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ تاہم ایک مشت سے زائد ڈاڑھی اپنے ہاتھ میں پکڑ کر طول وعرض سے کاٹنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنت کا خاص ذوق رکھتے تھے' آپ جب عمرہ یا حج ادا کرتے تو احرام کھولتے تو اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لیتے اور جو زائد ہوتی تو اسے کاٹ دیتے تھے۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۵۸۹۲)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِعْفَاءِ اللِّحْیَةِ

باب 18: ڈاڑھی بڑھانا

2687 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللِّحٰی

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مونچھیں چھوٹی رکھو اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

2688 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِاِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَاِعْفَاءِ اللِّحٰی

2687- اخرجه البخاری (۱۰/۳۶۳): كتاب اللباس: باب: اعفاء اللحی حدیث (۵۸۹۳) و مسلم (۲/۶۶ - الابی): كتاب الطهارة: باب: خصال الفطرة، حدیث (۵۲/۲۵۹) و ابو داؤد (۲/۴۸۳) كتاب الترجل: باب: فی اخذ الشارب، حدیث (۴۱۹۹) و النسائی (الكبری) (۱/۶۶) كتاب الطهارة: باب: الامر با حفاء الشوارب و اعفاء اللحی حدیث (۱۳/۶) و النسائی (الصغری) (۱/۱۶): كتاب الطهارة: باب: احفاء الشارب و اعفاء اللحی (۱۲۵) حدیث (۱۵) و مالك (۲/۹۴۱): كتاب الشعر: باب: السنة فی الشعر، حدیث (۱) و احمد (۲/۱۶، ۲/۱۵۶)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ هُوَ مَوْلٰى ابْنِ عُمَرَ ثِقَةٌ وَّعُمَرُ بْنُ نَافِعٍ ثِقَةٌ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ مَوْلٰى ابْنِ عُمَرَ يُضَعَّفُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں مونچھیں چھوٹی رکھنے کا اور ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوبکر بن نافع نامی راوی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں' یہ ثقہ ہیں۔اسی طرح عمر بن نافع بھی ثقہ ہیں' جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام عبداللہ بن نافع کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

شرح

ڈاڑھی کو بڑھانا

حدیث باب میں ف ففف نے والے الفاظ: واعفوا اللحی۔تم ڈاڑھی بڑھاؤ"۔اس کے وجوب کو ظاہر کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے'اس سے زائد بال کاٹے جاسکتے ہیں لیکن نہ کاٹنا افضل ہے۔

سوال: ماقبل کی حدیث باب سے ڈاڑھی کے کم کرنے (کاٹنے) کا ذکر ہے اور حدیث باب میں اس کے بڑھانے کا ذکر ہے' دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: پہلی حدیث کا مصداق ہے: ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا جائز ہے۔حدیث باب کا مصداق ہے: کم از کم ایک مشت تک ڈاڑھی کا بڑھانا واجب ہے۔اس طرح دونوں روایات میں کوئی تعارض نہ رہا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وَضْعِ اِحْدَى الرِّجْلَيْنِ عَلَى الْاُخْرٰى مُسْتَلْقِيًا

باب 19: چت لیٹ کر ایک پاؤں' دوسرے پر رکھنے کا حکم

2689 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى

2689۔ اخرجه البخاری (۱/۶۷۷): كتاب الصلاة: باب: الاستلقاء في المسجد ومد الرجل' حديث (۴۷۵) و مسلم (۳/۱۶۶۲): كتاب اللباس و الزينة: باب: في اباحة الاستلقاء و وضع احدى الرجلين على الاخرى' حديث (۷۵/۲۱۰۰) و ابوداؤد (۲/۶۸۳): كتاب الادب: باب: في الرجل يضع احدى رجليه على الاخرى' حديث (۴۸۶۶) و النسائی (الكبرى) (۱/۳۶۴): كتاب المساجد: باب: الاستلقاء في المسجد حديث (۸۰۰) و النسائی (الصغرى) (۲/۵۰): كتاب المساجد: باب: الاستلقاء في المسجد حديث (۷۲۱) و الدارمی (۲/۲۸۲): كتاب الاستئذان باب: و ضع احدى الرجلين على الاخرى' و احمد (۴/۳۸، ۴۰) و الحميدی (۱/۲۰۷) حديث (۴۱۴) و ابن حميد ص (۱۸۴) حديث (۵۱۷) و مالك (۱/۱۷۲): كتاب قصر الصلاة في السفر: باب: جامع الصلاة حديث (۸۷)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیح راوی: وَعَمُّ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ ھُوَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ زَیْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِیُّ

◆◆ عباد بن تمیم اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اُنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا ہے آپ ﷺ نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

عباد بن تمیم کے چچا کا نام حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الْکَرَاھِیَةِ فِیْ ذٰلِكَ

باب 20: اس عمل کا مکروہ ہونا

2690 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ عَنْ خِدَاشٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا اسْتَلْقٰی اَحَدُکُمْ عَلٰی ظَھْرِہٖ فَلَا یَضَعْ اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی

اسنادِ دیگر: ھٰذَا حَدِیْثٌ رَوَاہُ غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ وَلَا یُعْرَفُ خِدَاشٌ ھٰذَا مَنْ ھُوَ وَقَدْ رَوٰی لَہٗ سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ غَیْرَ حَدِیْثٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص اپنی کمر کے بل، چت لیٹا ہوا ہو، تو وہ اپنا پاؤں، دوسرے پاؤں پر نہ رکھے۔

کئی راویوں نے اسے سلیمان تیمی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

اس کے راوی خداش کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کون ہے؟ سلیمان تیمی نے اس راوی کے حوالہ سے دوسری روایات بھی نقل کی ہیں۔

2691 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالاِحْتِبَاءِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَّاَنْ یَّرْفَعَ الرَّجُلُ اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی وَھُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰی ظَھْرِہٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اشتمال صماء (کے طور پر) اور احتباء (کے طور پر) ایک ہی کپڑا لپیٹنے سے منع کیا ہے، اور اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ آدمی جب کمر کے بل چت لیٹا ہوا ہو، اُس وقت ایک پاؤں، دوسرے

2691- اخرجه مسلم (٣/ ١٦٦١): كتاب اللباس و الزينة: باب: من منع الاستلقاء على الظهر و وضع احدى الرجلين على الاخرى، حديث (٧٢/ ٢٠٩٩). و ابوداؤد (٢/ ٤٦٧) حديث (٤١٣٧) (٢/ ٤٥٣) حديث (٤٠٨١) (٢/ ٦٨٣)- حديث (٤٨٦٥)- و النسائي (٨/ ٢١٠): كتاب الزينة: باب: النهي عن الاحتباء في ثوب واحد مختصراً حديث (٥٣٤٢) و احمد (٣/ ٣٢٥، ٣٤٤، ٣٤٩، ٣٥٧، ٣٦٢، ٦٧)-

پاؤں پر رکھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے کا شرعی حکم

پہلے باب کی روایت میں چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔اس کا مصداق چت لیٹنے کی یہ صورت ہے کہ چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا جائے۔اس کے جواز میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں ستر کھلنے کا امکان نہیں ہے بلکہ ستر کی حفاظت برقرار رہتی ہے۔

دوسرے باب کی دوسری حدیث میں چت لیٹنے سے جو منع کیا گیا ہے اس کا مصداق یہ صورت ہے کہ چت لیٹ کر ایک ٹانگ کھڑی کی جائے اور دوسری ٹانگ اس کے اوپر رکھی جائے۔اس صورت کی وجہ ممانعت کشف ستر ہے کیونکہ دور رسالت میں عموماً تہبند استعمال کیا جاتا تھا اور تہبند باندھ کر ایسا لیٹنے سے کشف ستر کا امکان ہی نہیں بلکہ یقین ہوتا ہے۔تاہم اگر شلوار یا پاجامہ استعمال کیا گیا ہو تو ایسا لیٹنے کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ کشف ستر کا امکان باقی نہیں رہتا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْاِضْطِجَاعِ عَلَى الْبَطْنِ

باب 21: پیٹ کے بل (اوندھا) لیٹنا مکروہ ہے

2692 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعَبْدُ الرَّحِيمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلٰى بَطْنِهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ ضَجْعَةٌ لَّا يُحِبُّهَا اللّٰهُ

اسنادِ دیگر: وَفِي الْبَاب عَنْ طِهْفَةَ وَابْنِ عُمَرَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ يَعِيشَ بْنِ طِهْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ

توضیح راوی: وَيُقَالُ طِخْفَةُ وَالصَّحِيْحُ طِهْفَةُ وَقَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ الصَّحِيْحُ طِخْفَةُ وَيُقَالُ طِغْفَةُ يَعِيشُ هُوَ مِنَ الصَّحَابَةِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو پیٹ کے بل (اوندھا) لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا: لیٹنے کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت طہفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یحییٰ بن ابوکثیر نے اس روایت کو ابوسلمہ کے حوالہ سے یعیش بن طہفہ کے حوالہ سے اُن کے

2692- اخرجه احمد (۲/۲۸۷، ۳۰۴)-

والد کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق ان کا نام طخفہ ہے' تاہم درست لفظ طہفہ ہے۔

بعض حفاظ نے یہ کہا ہے: صحیح لفظ طخفہ ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ لفظ طغفہ ہے۔

یعیش نامی راوی صحابی رسول ہیں۔

شرح

پیٹ کے بل لیٹنے کی ممانعت

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ پیٹ کے بل (اوندھا) لیٹنا منع ہے۔ اس ممانعت کی وجہ جہنمی لوگوں کے ساتھ مشابہت ہے' کیونکہ جہنمی لوگ اس طرح لیٹیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹا ہوا دیکھا تو اس سے یوں فرمایا: یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ علاوہ ازیں لیٹنے کا یہ طریقہ غیر فطری اور معیوب ہے' جو صرف شیطان کو پسند ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حِفْظِ الْعَوْرَةِ

باب 22: ستر کی حفاظت کرنا

2693 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ حَدَّثَنِي اَبِیْ عَنْ جَدِّی قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِیْ مِنْهَا وَمَا نَذَرُ قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ قَالَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا يَرَاهَا اَحَدٌ فَافْعَلْ قُلْتُ وَالرَّجُلُ يَكُوْنُ خَالِيًا قَالَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيَا مِنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیحِ راوی: وَجَدُّ بَهْزٍ اسْمُهٗ مُعَاوِيَةُ بْنُ حَيْدَةَ الْقُشَيْرِیُّ وَقَدْ رَوَى الْجُرَيْرِیُّ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ وَالِدُ بَهْزٍ

◆◆ بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے' اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اپنا ستر کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی بیوی اور اپنی کنیز کے علاوہ ہر ایک سے اپنے ستر کی حفاظت کرو! تو انہوں نے عرض کی: بعض اوقات آدمی صرف کسی مرد کے ساتھ ہی ہوتا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم سے ہو سکے' تو ایسا کرو کہ کوئی بھی شخص اسے نہ دیکھ سکے۔ میں نے عرض کی: بعض اوقات بندہ تنہائی میں ہوتا ہے' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔

2693- اخرجه البخاری (۱/ ۴۵۸): کتاب الغسل: باب: من اغتسل عریانا وحده فی الخلوة و من تستر فالتستر افضل (تعلیقاً) و عزاه المزی فی (التحفة) الی نسائی (الکبری) (التحفة) (۸/ ۴۲۸) حدیث (۱۱۳۸۰) و ابوداؤد (۲/ ۴۳۷): کتاب الحمام: باب: ماجاء من التعری حدیث (۴۰۱۷) و ابن ماجه (۱/ ۶۱۸): کتاب النکاح: باب: التستر عند الجماع، واحمد (۵/ ۴۰۳)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔
بہز بن حکیم کے دادا کا نام معاویہ بن حیدہ قشیری ہے۔
جریری نامی راوی نے حکیم بن معاویہ کے حوالے سے' بھی روایت نقل کی ہے۔ یہ صاحب ''بہز'' کے والد ہیں۔

شرح

ستر کی حفاظت کرنا

مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ہے۔ حالت نماز اور غیر نماز میں اس حصہ کا چھپانا واجب ہے۔ بلاضرورت شرعی کشف عورت سخت حرام ہے۔

عورت کا ستر حالت نماز میں اس کا تمام جسم ہے سوائے ہاتھوں' پاؤں اور چہرے کے۔ غیر نماز میں چہرہ بھی ستر میں شامل ہے یعنی عورت کا تمام جسم ستر ہے سوائے ہاتھوں اور پاؤں کے۔

چند صورتوں میں کشف ستر کی اجازت ہے' جو درج ذیل ہیں:
۱- بیوی شوہر کے لیے اور شوہر اپنی بیوی کے لیے بوقت ضرورت
۲- ڈاکٹر سے علاج معالجہ کراتے وقت حسب ضرورت
۳- پیشاب' پاخانہ اور چاردیواری (غسل خانہ) میں غسل کرتے وقت
۴- وضع حمل کے وقت عورت کا دایہ کے لیے کشف عورت حسب ضرورت۔

ان صورتوں کے علاوہ کشف عورت حرام ہے۔ حدیث باب میں درس دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شرم وحیاء کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی بھی وقت خواہ آدمی اکیلا ہو' کشف عورت نہ کیا جائے۔

کشف ستر کی حرمت کے حوالے سے ایک مشہور روایت ہے' بیوی کا اپنے شوہر سے نہ ستر ہے اور نہ حجاب لیکن بلاضرورت ایک دوسرے کے اعضاء کو دیکھنا منع ہے۔ (سنن ماجہ' رقم الحدیث ۶۶۲)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مارایت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط۔ میں نے کبھی بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر نہیں دیکھا تھا۔ (مسند امام احمد' ج ۶' ص ۱۹)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِتِّكَاءِ

باب 23: تکیے کے ساتھ ٹیک لگانا

2694 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْكُوْفِيُّ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متن حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ عَلٰى يَسَارِهٖ

2694- اخرجه ابو داؤد (۲/۴۶۹): كتاب اللباس: باب: من الفرش حديث (۴۱۴۳) و احمد (۵/۱۰۲)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰی غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

اختلافِ روایت: قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰی وِسَادَةٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ عَلٰی يَسَارِهٖ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے بائیں جانب تکیے کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

کئی راویوں نے اسے اسرائیل کے حوالے سے' سماک کے حوالے سے' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تکیے کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی ہے۔

ان راویوں نے اس روایت میں ''بائیں جانب'' کے الفاظ نقل نہیں کیے۔

2695 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰی حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰی وِسَادَةٍ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دیکھا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

شرح

تکیہ سے ٹیک لگانا

تکیہ سے ٹیک لگانے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) عام حالت میں تکیہ پر ٹیک لگانا جائز ہے' یہ ٹیک دائیں طرف لگائی جا سکتی ہے اور بائیں طرف بھی۔

(۲) کھانا کھاتے وقت تکیہ وغیرہ سے ٹیک لگانے کی اجازت نہیں ہے' وجہ ممانعت تکبر و غرور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رزق و نعمت کھاتے وقت بندہ اللہ تعالیٰ سے اترائے اور تکبر و غرور کا مظاہرہ کرے' یہ حرکت اللہ تعالیٰ کو ہرگز ہرگز پسند نہیں ہے۔

2696 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ اَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

2695- اخرجه مسلم (۲ /۶۰۹ - الابی) كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: من احق بالامامة، حديث (۲۹۰ /۶۷۳) و ابو داؤد (۱/ ۲۱۴، ۲۱۵): كتاب الصلاة باب: من احق بالامامة حديث (۵۸۴) و النسائي (۲/ ۷۶) كتاب الامامة: باب: من احق بالامامة، حديث (۷۸۰) و ابن ماجه (۱/ ۳۱۳): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: من احق بالامامة، حديث (۹۸۰) و احمد (۴/ ۱۱۸، ۱۲۱، ۵/ ۲۷۲) و ابن خزيمة (۳/ ۴) حديث (۱۵۰۷، ۱۵۱۶) و الحميدي (۱/ ۲۱۷) حديث (۴۵۷).

متن حدیث: لَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ اِلَّا بِاِذْنِهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی شخص کو اس کی حاکمیت میں مقتدی نہ بنایا جائے اور کسی شخص کے گھر میں اس کے بیٹھنے کی مخصوص جگہ پر کسی دوسرے کو نہ بٹھایا جائے البتہ اس کی اجازت کے ساتھ ایسا کیا جا سکتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اجازت کے بغیر کسی کی نشست گاہ پر بیٹھنے کی ممانعت

حدیث باب میں دو اہم امور سے منع کیا گیا ہے:

(۱) جب کسی عالم دین کو صاحب اقتدار کے ہاں جانے کا اتفاق ہو یا اس سے ملاقات کا موقع میسر آئے اور اس دوران نماز کا وقت ہونے پر اس کی اجازت کے بغیر امامت نہیں کرانا چاہیے۔

(۲) جب کسی شخص کو اپنے مخلص کے ہاں جانے کی صورت پیش آ جائے تو صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر اس کی مخصوص نشست پر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اجازت کے بغیر امامت کرانے اور مخصوص نشست پر بیٹھنے کی وجہ سے صاحب اقتدار اور صاحب خانہ کو ذہنی اذیت ہوگی جبکہ کسی کو اذیت میں مبتلا کرنا کسی مسلمان کی شایان شان نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الرَّجُلَ اَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِهِ

باب 24: آدمی اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے

2697 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ بُرَيْدَةَ يَقُوْلُ

متن حدیث: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ اِذْ جَآئَهُ رَجُلٌ وَّمَعَهُ حِمَارٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ارْكَبْ وَتَاَخَّرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْتَ اَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ اِلَّا اَنْ تَجْعَلَهُ لِيْ قَالَ قَدْ جَعَلْتُهُ لَكَ قَالَ فَرَكِبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ اس کا گدھا تھا۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! سوار ہو جائیے! وہ پیچھے ہٹا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

2697- اخرجه ابو داؤد (۲/۳۳): كتاب الجهاد: باب: رب الدابة احق بصدرها، حديث (۲۵۷۲) و احمد (۵/۳۵۳)۔

تم اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کے زیادہ حقدار ہو البتہ اگر یہ حق تم مجھے دیدو (تو تمہاری مرضی ہے) اس نے عرض کی: یہ میں آپ کو دیتا ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ سوار ہو گئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اس سند کے حوالے سے حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت قیس بن سعد بن عبادہ سے بھی روایت منقول ہے۔

شرح

مالک اپنی سواری کے آگے والے حصہ میں بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہونا

الفاظ: تاخر الرجل (آدمی پیچھے ہو گیا) کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(۱) مالک سواری سے نیچے اتر گیا اور اس نے سواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خالی کر دی۔

(۲) مالک نے سواری کے آگے والا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خالی کر دیا اور خود سرک کر پیچھے والے حصہ میں ہو گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: لا احق بصدر دابتك۔ اس کے بھی دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(۱) سواری پر آگے بیٹھنے کے زیادہ حقدار آپ ہیں' لہٰذا میں پیچھے بیٹھوں گا۔

(۲) سواری کے مالک آپ ہیں' لہٰذا اس پر سوار ہونا بھی آپ کا حق ہے مگر جبکہ آپ یہ حق مجھے تفویض کر دیں۔

دونوں جملوں کے دو' دو مطالب کا تعین کرنے کا مفاد یہ ہے کہ دراز گوش پر بڑا ایک شخص ہی سوار ہو سکتا ہے۔ موٹر سائیکل اور کار کا بھی یہی حکم ہے کہ مالک آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے۔ تاہم مالک اگر ایثار کرتا ہوا مہمان کے لیے آگے والی نشست پیش کر دے تو یہ الگ بات ہے۔ پھر اس صورت میں مہمان آگے والی نشست پر بیٹھ سکتا ہے۔

فائدہ نافعہ: گدھے پر سواری کرنا انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ گدھے پر سواری کرنا سنت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تکبر و غرور کا علاج بھی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ اتِّخَاذِ الْاَنْمَاطِ

باب 25: قالین استعمال کرنے کی اجازت

2698 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: هَلْ لَكُمْ اَنْمَاطٌ قُلْتُ وَاَنّٰى تَكُوْنُ لَنَا اَنْمَاطٌ قَالَ اَمَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمْ اَنْمَاطٌ قَالَ فَاَنَا اَقُوْلُ لِامْرَاَتِي اَخِّرِيْ عَنِّيْ اَنْمَاطَكِ فَتَقُوْلُ اَلَمْ يَقُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمْ اَنْمَاطٌ قَالَ فَاَدَعُهَا

2698۔ اخرجه البخاری (۹/ ۱۳۲): كتاب النكاح: باب: الانماط و نحوها للنساء، حديث (۵۱۶۱) و البخاری ايضاً (۶/ ۷۳۷): كتاب المناقب: باب: علامات النبوة --- حديث (۳۶۳۱) و مسلم (۳/ ۱۶۵۰) كتاب اللباس و الزينة: باب: جواز اتخاذ الانماط حديث (۳۹، ۴۰، ۲۰۸۳) و ابوداؤد (۲/ ۴۶۹): كتاب اللباس: باب: في الفرش، حديث (۴۱۴۵) والنسائی (۶/ ۱۳۶): كتاب النكاح: باب: الانماط، حديث (۳۳۸۶) و احمد (۳/ ۲۹۴، ۳۰۱)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس قالین ہے۔ میں نے عرض کی: ہمارے پاس قالین کہاں سے آسکتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: عنقریب تمہیں قالین مل جائیں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (جب فتوحات نصیب ہوئیں) تو میں نے اپنی بیوی سے کہا قالین نہ لگاؤ! تو اس نے جواب دیا: کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا: عنقریب تم لوگوں کو قالین ملیں گے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تو میں نے اسے کچھ نہیں کہا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

پلنگ پوش کا استعمال جائز ہونا

قرون اولیٰ کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کی مالی حالت بہتر نہیں تھی' جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو ان کی غربت کا خاتمہ اور مالی حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی۔ تاہم اس دور میں بھی مسلمانوں کو پلنگ پوش اور غالیچے میسر نہیں تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدام (صحابہ کرام) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو غالیچوں کے میسر آنے اور ان کے استعمال کی خوشخبری سنا دی تھی۔ حدیث باب میں اسی حقیقت کی صراحت ہے۔ غالیچہ اور پلنگ پوش وغیرہ کا استعمال مباح ٹھاٹھ میں شمار ہوتا ہے۔ جب تکبر و غرور سے ہٹ کر ان کا استعمال ہو تو اس کے جواز میں کلام نہیں ہے۔ اگر ان کا استعمال تکبر و غرور کی بنیاد پر ہو' تو یہ آدمی کے لیے وبال جان ثابت ہوں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ رُكُوْبِ ثَلَاثَةٍ عَلٰى دَابَّةٍ

باب 26: تین آدمیوں کا ایک سواری پر سوار ہونا

2699 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ الْجُرَشِيُّ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَقَدْ قُدْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ حَتّٰى اَدْخَلْتُهُ حُجْرَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا قُدَّامُهُ وَهٰذَا خَلْفُهُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے خچر کو چلا کر لے جا رہا تھا نبی اکرم ﷺ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس پر سوار تھے' یہاں تک کہ میں اسے نبی اکرم ﷺ کے گھر کے اندر لے آیا۔ ان میں سے ایک (صاحبزادے) آپ کے آگے تھے' اور دوسرے آپ کے پیچھے تھے۔

2699۔ اخرجه مسلم (۱۸۸۳/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل الحسن و الحسين رضي الله عنهما، حديث (٦٠/٢٤٢٣) عن اياس بن سلمة عن ابيه به۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

تین آدمیوں کا اکٹھے سوار ہونا

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ چھوٹی سواری مثلاً دراز گوش خچر اور گھوڑے پر بیک وقت تین آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے، کیونکہ روایت میں صراحت ہے کہ ایک خچر پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تینوں نے اکٹھے سواری کی تھی۔

سوال: حدیث باب سے بیک وقت تین آدمیوں کا سواری پر سوار ہونے کا جواز ثابت ہوتا ہے، لیکن دوسری روایات سے اس کی ممانعت بھی بیان کی گئی ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) جب سوار بڑے ہوں اور سواری تین آدمیوں کی متحمل نہ ہو، تو منع ہے، کیونکہ اس صورت میں بے زبان جانور کو تکلیف مالا یطاق میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے۔

(۲) اگر ایک سواری بڑی اور دو چھوٹیاں ہوں یا تینوں چھوٹیاں جبکہ سواری بھی تینوں کی متحمل ہو سکتی ہو تو جائز ہے۔ حدیث باب میں تینوں نفوس قدسیہ نے خچر پر اس دور میں اکٹھے سواری کی تھی جب حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچے تھے۔

فائدہ نافعہ: اسلام نے انسانوں کی طرح جانوروں کو بھی حقوق عطا کیے ہیں۔ دراز گوش کی طرح خچر پر سواری کرنا بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جانوروں پر ظلم و ستم کرنا بھی انسان کے لیے قابل مؤاخذہ جرم ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ نَظْرَةِ الْمُفَاجَاةِ

باب 27: اچانک نظر پڑنے کا حکم

2700 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظْرَةِ الْفُجَائَةِ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ زُرْعَةَ بْنُ عَمْرٍو اسْمُهٗ هَرِمٌ

◆◆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑنے کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے مجھے ہدایت کی: میں اپنی نگاہ کو پھیر لوں۔

2700۔ اخرجه مسلم (۱۶۹۹/۳): كتاب الادب: باب: نظر الفجاة، حديث (۲۱۵۹/۴۰) و ابو داؤد (۶۵۲/۱): كتاب النكاح: باب: فيما يؤمر به من غض البصر، حديث (۲۱۴۸) و الدارمي (۲۷۸/۲): كتاب الاستئذان: باب: في نظر الفجاة، واحمد (۳۵۸/۴، ۳۶۱)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوزرعہ نامی راوی کا نام ''ہرم'' ہے۔

2701 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِىْ رَبِيْعَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ رَفَعَهُ

متنِ حدیث: قَالَ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے اس روایت کو ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اے علی! تم ایک مرتبہ (اچانک) نگاہ پڑ جانے کے بعد دوسری مرتبہ نظر نہ ڈالو کیونکہ پہلی مرتبہ قابلِ معافی ہے لیکن دوسری مرتبہ کا حق تمہیں نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف شریک کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

عورت پر اچانک نظر پڑ جانے کا شرعی حکم

غیر محرم مرد وزن کا عمداً ایک دوسرے کو دیکھنا حرام ہے اور اسے نظر (آنکھ) کا زنا کہا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مرد کی غیر محرم عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سوال کا جواب احادیث باب میں دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اچانک پہلی نظر غیر محرم خاتون پر پڑ جائے تو نظر فوراً پھیر لینی چاہیے اور یہ معاف ہے کیونکہ یہ نظر غیر اختیاری طور پر پڑ گئی تھی۔ اگر نظر اچانک پڑ جائے تو جلدی سے نہ پھیری یا دوبارہ نظر ڈال لی تو دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ یہ حرام ہے اور قابل مؤاخذہ جرم ہے۔ اس کے حرام اور قابل مؤاخذہ جرم ہونے کی وجہ اختیاری طور پر نظر ڈالنا ہے۔

فائدہ نافعہ: پہلی طویل نظر کا ابتدائی حصہ تو معاف ہے لیکن آخری حصہ دوبارہ نظر ڈالنے کے برابر ہے کیونکہ پہلے حصہ کے ساتھ آدمی کا کوئی اختیار نہیں ہے اور آخری حصہ کے ساتھ اس کا اختیار متعلق ہے۔ علاوہ ازیں کالجوں یونیورسٹیوں اور کلبوں میں غیر محرم خواتین و حضرات صرف نظروں تک محدود نہیں رہتے بلکہ بلا جھجک مصافحہ معانقہ اور مصادرہ وغیرہ کا ارتکاب کر کے عذاب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ احْتِجَابِ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ

باب 28: عورتوں کا مردوں سے حجاب میں رہنا (یعنی مردوں کو نہ دیکھنا)

2702 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ نَبْهَانَ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ

2701- اخرجه ابو داؤد (۱/۶۵۲): كتاب النكاح: باب: فيما يؤمر به من غض البصر، حديث (۲۱۴۹)، و احمد (۵/۳۵۱، ۳۵۳، ۳۷۵)۔

متن حدیث: اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةَ قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا اُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► سیّدہ ام سلمہ ﷞ بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھیں سیّدہ میمونہ ﷞ بھی تھیں۔ سیّدہ ام سلمہ ﷞ بیان کرتی ہیں: ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس دوران حضرت ابن ام مکتوم ﷛ آگئے۔ وہ آپ کے ہاں تشریف لائے' یہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کی بات ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دونوں اس سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ یہ تو ہمیں دیکھ ہی نہیں سکتے اور ہمیں پہچان ہی نہیں سکتے تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، کیا تم دونوں اسے نہیں دیکھ سکتیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

خواتین کا مردوں سے حجاب کرنا

عمومی حالات میں خواتین پر پردہ واجب ہے لیکن مردوں پر پردہ واجب نہیں ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- عورت پر وجوب پردہ کا حکم اس کے مزاج کے مطابق ہے' کیونکہ اس کے ذمہ گھریلو امور کی انجام دہی ہوتی ہے' جو پردہ میں رہتے ہوئے انہیں بحسن وخوبی انجام دے سکتی ہے۔ اس کے برعکس مرد کو دنیا بھر کے امور سرانجام دینا ہوتے ہیں جو پردہ میں رہتے ہوئے انجام نہیں دیے جاسکتے۔

۲- خاتون گراں مایہ دولت ہے اور دنیا کا اصول ہے کہ قیمتی چیز چھپا کر رکھی جاتی ہے' تو اس ضابطہ کے مطابق عورت کو چھپ کر یعنی پردہ میں رہنا چاہیے۔

۳- عورت نازک اندام اور پرکشش ہوتی ہے' اس کا اظہار وکشف فتنہ سے خالی نہیں ہے' لہٰذا اسے چھپا کر یعنی پردہ میں رکھنا چاہیے۔ اس کے برعکس مرد کے جسم میں نہ نزاکت ہے اور نہ کشش ہے۔

حدیث باب میں خواتین کو پردہ میں رہنے کا درس دیا گیا ہے' تاکہ ممکنہ فتنہ سے بچا جاسکے۔ پردہ کی اہمیت وافادیت پر زور دیتے ہوئے زبان نبوت سے یہاں تک فرمادیا گیا ہے کہ نابینا لوگوں سے بھی پردہ کیا جائے۔

2702- اخرجه ابوداؤد (۲/ ٤٦٢)؛ كتاب اللباس؛ باب: في قوله تعالىٰ (وقل للمؤمنت يغضضن من ابصارهن) (النور: ٣١)؛ حديث (٤١١٢)؛ واحمد ٦٠/ ٢٩٦)؛ والنسائي في (الكبرى) كما جاء في (التحفة) (١٣/ ٢٥) حديث (١٨٢٢) من (التحفة)۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الدُّخُوْلِ عَلَى النِّسَاءِ إِلَّا بِإِذْنِ الْأَزْوَاجِ

باب 29: شوہر کی اجازت کے بغیر کسی عورت کے ہاں جانے کی ممانعت

2703 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

متنِ حدیث: أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَرْسَلَهُ إِلَى عَلِيٍّ يَسْتَأْذِنُهُ عَلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ فَأَذِنَ لَهُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ سَأَلَ الْمَوْلَى عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا أَوْ نَهَى أَنْ نَدْخُلَ عَلَى النِّسَاءِ بِغَيْرِ إِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے غلام بیان کرتے ہیں: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ہاں جانے کی ان سے اجازت لے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی۔ جب انہوں نے اپنا کام ختم کر لیا تو اس غلام نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے۔

(راوی کو شک ہے، یا شاید یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے: ہم کسی عورت کے شوہر کی اجازت کے بغیر اس سے ملیں۔ اس بارے میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔ (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کے پاس جانے کی ممانعت

جب کسی شخص نے کسی عورت سے خفیہ اور اہم بات کرنا مقصود ہو، تو ایسی صورت میں اس کے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے۔ شوہر سے اجازت لینا اس لیے شرط قرار دیا گیا ہے کہ بلا اجازت بات کرنے کی صورت میں زوجین کے مابین کسی معاملہ میں غلط فہمی بھی پیدا ہو سکتی ہے، جو تفریق و جدائی کا سبب بن سکتی ہے۔ اس طرح زوجین کی علیحدگی کے نتیجہ میں دو خاندان متاثر ہو کر پریشانی کا شکار ہو سکتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي تَحْذِيْرِ فِتْنَةِ النِّسَاءِ

باب 30: عورتوں کے فتنے سے بچنے کی تلقین

2704 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي

عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَّسَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَا تَرَكْتُ بَعْدِیْ فِی النَّاسِ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الثِّقَاتِ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا قَالَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَّسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ غَيْرُ الْمُعْتَمِرِ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میں اپنے بعد لوگوں میں جو آزمائشیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' وہ ان میں مردوں کے لیے' خواتین سے زیادہ نقصان دہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس روایت کو کئی ثقہ راویوں نے سلیمان تیمی کے حوالے سے، ابو عثمان کے حوالے سے، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس کی سند میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

ہمارے علم کے مطابق کسی بھی شخص نے اسے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت نہیں کیا۔ صرف معتمر نے اس طرح نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

عورتوں کے فتنہ سے اجتناب کرنا

خواتین کا وجود ہی مردوں کے حق میں فتنہ سے خالی نہیں ہے۔ اگر عورت اپنے شوہر کی فرمانبردار اور اطاعت شعار ہو' تو پورا گھر جنت نظیر بن جاتا ہے اور اگر کسی معمولی بات سے نافرمانی پر اتر آئے تو پورے گھر کو جہنم بنا دیتی ہے۔ اگر عورت اپنے شوہر پر غلبہ حاصل کر کے اپنا تابعدار بنا لے تو دو خاندانوں کی محبت' عداوت میں تبدیل کر سکتی ہے اور دو خاندانوں کے مابین جنگ و جدال کی فضا قائم کر سکتی ہے' لہٰذا اس فتنہ عظیمہ سے محفوظ رہنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ غیر محرم خواتین سے احتراز کیا جائے اور زوجہ کے حقوق کو پورا

2704۔ اخرجه البخاری (۹/ ۴۱)؛ کتاب النکاح؛ باب: ما یتقی من شوم المراة و قوله تعالی: (ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم) (التغابن: ۱۴)، حدیث (۵۰۹۶) و مسلم (۴/ ۲۰۹۷)؛ کتاب الذکر و الدعاء و التوبه والاستغفار کتاب الرقاق؛ باب: اکثر اهل الجنة الفقراء و اکثر اهل النار النساء و بیان الفتنة بالنساء، حدیث (۹۷ / ۲۷۴۰) و ابن ماجه (۲/ ۱۳۲۵)؛ کتاب الفتن؛ باب: فتنة النساء، حدیث (۳۹۹۸) و احمد (۵/ ۲۰۰، ۲۱۰) و الحمیدی (۱/ ۲۴۹، ۲۵۰) حدیث (۵۴۶)۔

کرتے ہوئے اسے اپنی اطاعت گزار اور تابع فرماں بنایا جائے۔ مزید اس سلسلہ میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ حدیث باب میں خواتین کو مردوں کے حق میں فتنہ عظمٰی قرار دیا گیا ہے اور تاحیات اس سے اپنے دامن کو (آلودہ ہونے سے) محفوظ رکھنے کا درس دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِیَةِ اتِّخَاذِ الْقُصَّةِ

باب 31: بالوں کا گچھا بنانے کی ممانعت

2705 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بِالْمَدِيْنَةِ يَخْطُبُ يَقُوْلُ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ هٰذِهِ الْقُصَّةِ وَيَقُوْلُ اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ

◆◆ حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں خطبہ دیتے ہوئے یہ بیان کرتے ہوئے سنا: اے اہلِ مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کے گچھے بنانے (یعنی وگ استعمال کرنے) سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بنی اسرائیل ہلاکت کا شکار ہو گئے تھے جب ان کی عورتوں نے اسے اختیار کیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

اپنے بالوں کو دوسرے کے بالوں سے ملانے کی ممانعت

جس طرح سیاہ خضاب کا استعمال کرنا جرم ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کو کم عمر ہونے کے حوالے سے دھوکا ہو سکتا ہے، اسی طرح کم بالوں والی خواتین دوسری خواتین و حضرات کے بالوں کو اپنے بالوں سے ملا کر دھوکا دے سکتی ہیں، کیونکہ کثرت بال حسن و جمال میں اضافہ کرتے ہیں اور کم عمر ہونے کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ حدیث باب میں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ کوئی عورت اپنے بالوں کے ساتھ کسی دوسرے کے بال ملائے۔

2705- اخرجه البخاری (۱۰/۳۸۶): کتاب اللباس: باب: وصل الشعر، حدیث (۵۹۳۳) و مسلم (۲/۱۶۷۹): کتاب اللباس و الزینة: باب: تحریم فعل الواصلة و المستوصلة و الواشمة و المستوشمة...، حدیث (۱۲۲/ ۲۱۲۷) و ابوداؤد (۲/۴۷۶): کتاب الترجل: باب: فی صلة الشعر، حدیث (۴۱۶۷) و النسائی (۸/ ۱۴۴): کتاب الزینة: باب: وصل الشعر بالخرق، حدیث (۵۰۹۲) (۵۰۹۳) و احمد (۴/۹۵، ۹۷) و مالك (۲/۹۴۷): کتاب الشعر: باب: السنة فی الشعر، حدیث (۲) و الحمیدی (۲/۲۷۳) حدیث (۶۰۰)۔

فائدہ نافعہ: جب بھی معاشرے میں کوئی فتنہ برپا ہو خواہ انفرادی یا اجتماعی تو اس کی سرکوبی اور اس پر قابو پانے کے لیے اس ضابطہ نبوی پر عمل کیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی برائی کو دیکھو تو اسے اپنی طاقت سے ختم کرنے کی کوشش کرو اگر اس کی ہمت نہ ہو تو اپنی زبان سے اسے روکو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے اپنے دل سے برا سمجھو۔ یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَاصِلَةِ وَالْمُسْتَوْصِلَةِ وَالْوَاشِمَةِ وَالْمُسْتَوْشِمَةِ

باب 32: نقلی بال لگانے والی، نقلی بال لگوانے والی، جسم گودنے والی، گدوانے والی خواتین کا حکم

2706 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ مُبْتَغِيَاتٍ لِلْحُسْنِ مُغَيِّرَاتٍ خَلْقَ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ عَنْ مَنْصُورٍ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جسم گودنے والی، جسم گدوانے والی (ابروؤں کے) بال اکھیڑنے والی، حسن کی طلب گار، اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شعبہ اور دیگر ائمہ نے اسے منصور کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

2707 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ

قَالَ نَافِعٌ الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ

قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَّاَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

اختلافِ سند: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ

2706- اخرجه البخاری (۱۰/۳۸۴) کتاب اللباس: باب: المتفلجات للحسن، حدیث (۵۹۳۱) و اطرافه من رقم (۵۹۳۹) ، مسلم (۱۶۷۸/۹) کتاب اللباس و الزینة: باب: تحریم فعل الواصلة و المستوصلة و الواشمة و المستوشمة-- الحدیث (۱۲۰/۲۱۲۵) و ابو داؤد (۲/۴۷۶): کتاب الترجل: باب: من صلة الشعر، حدیث (۴۱۶۹) و النسائی (۸/۱۸۸): کتاب الزینة: باب: لعن المتنمصات و المتفلجات، حدیث (۵۲۵۳) و ابن ماجه (۱/۶۴۰): کتاب النکاح: باب: الواصلة و الواشمة، حدیث (۱۹۸۹) و احمد (۱/۴۳۳) (۴۱۲۹) (۴۱۳۰) (۱/۴۶۳) (۴۳۳۰) و الدارمی (۲/۲۷۹): کتاب الاستیذان: باب: الواصلة و المستوصلة، و الحمیدی (۱/۵۳) حدیث (۹۷)۔

عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ يَحْيٰى قَوْلَ نَافِعٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے نقلی بال لگانے والی، نقلی بال لگوانے والی، جسم گودنے والی، جسم گدوانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

نافع کہتے ہیں: لفظ "وشم" کا تعلق مسوڑھوں سے ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

ایک اور سند سے منقول ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں۔

تاہم اس کی سند میں محدثین نے نافع کا وضاحتی بیان نقل نہیں کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اپنے بالوں میں بال ملانے والی اور ملوانے والی، اپنے جسم پر گودنے والی اور گودوانے والی پر لعنت ہونا

حدیث باب میں چھ قسم کی بدطینت، کم بخت اور مبغوض عورتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن پر اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت برستی ہے۔ ان عورتوں کا تعارف درج ذیل ہے:

۱- اَلنَّامِصَةُ: وہ عورت جو بال اکھاڑنے کا کاروبار کرتی ہے۔ (دکاندار خاتون)

۲- اَلْمُتَنَمِّصَةُ: وہ عورت جو بال اکھڑواتی ہو۔ (گاہک خاتون)

۳- اَلْوَاشِمَةُ: وہ عورت جو جسم کو گود کر اس میں نیل یا سرمہ وغیرہ بھرتی ہو (دکاندار عورت)

۴- اَلْمُسْتَوْشِمَةُ: وہ عورت جو اپنے جسم کو گودوا کر اس میں نیل یا سرمہ بھرواتی ہو (گاہک عورت)

۵- اَلْوَاصِلَةُ: وہ عورت جو بالوں میں دوسرے کے بال ملانے والی ہو۔ (دکاندار عورت)

۶- اَلْمُسْتَوْصِلَةُ: وہ عورت جو بالوں میں بال ملوانے والی ہو۔ (گاہک عورت)

ان چھ عورتوں پر لعنت کرنے یا کیے جانے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کی صنعت و تخلیق میں تبدیلی کرنا۔

۲- اصل حسن کی جگہ مصنوعی خوبصورتی پیدا کرنا۔

اگر یہ دونوں اسباب جمع ہو جائیں تو ناجائز ہے۔ اگر قدرتی بناوٹ میں تبدیلی نہ ہو اور مصنوعی حسن و جمال کی وجہ سے دھوکا بھی نہ ہو تو جائز ہے۔

فائدہ نافعہ: دور جاہلیت میں خواتین اپنے مسوڑھے پر تل بنواتی تھیں جس کا مقصد حسن و جمال میں اضافہ تھا، اپنے جسم کو سوئی

وغیرہ سے گود دا کر اس میں نیل یا سرمہ وغیرہ بھرتی تھیں اور اسی طرح دھاگے کے ذریعے پیشانی کے بال اکھاڑتی یا اکھڑواتی تھیں۔ اسلام نے امور شنیعہ سے منع کیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ

باب 33: مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی خواتین

2708 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی خواتین اور خواتین کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2709 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ وَّاَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کی وضع قطع اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی وضع قطع اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

2708۔ اخرجه البخاری (۱۰/ ۳۴٦)؛ كتاب اللباس؛ باب؛ اخراج المتشبهين بالنساء من البيوت؛ حديث (٥٨٨٦)؛ (۱۲/ ١٦٥)؛ كتاب الحدود؛ باب؛ نفي اهل المعاصي و المخنثين؛ حديث (٦٨٣٤)؛ و ابو داؤد (۲/ ٤٥٨) كتاب اللباس؛ باب؛ لباس النساء؛ حديث (٤٩٣٠)؛ و ابن ماجه (۱/ ٦١٤)؛ كتاب النكاح؛ باب؛ من المخنثين؛ حديث (١٩٠٤)؛ و الدارمي (۲/ ۲۸۰؛ ۲۸۱) كتاب الاستيذان باب؛ لعن المخنثين و المترجلات؛ حديث (١٩٠٤) و احمد (۱/ ۲۲٥)؛ (۱/ ۲۲۷)؛ (۳۱۲۳)؛ (۱/ ۳۳۹؛ ۳۱٥۱)؛ (۱/ ۳٥۱؛ ۳۲٦۳)؛ (۱/ ۳۳۰)؛ (۱/ ۲٥٤)؛ (۲۲۹۱)؛ (۱/ ۳٦٥)؛ (۳٤٥۸)۔

شرح

مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں کا ملعون ہونا

لغت: المتشبهة: دوسرے کی شکل وصورت اختیار کرنا' دوسرے جیسا بننا۔ لفظ: المخنث: ہجڑا بننا' ہجڑا بنوانا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو حصوں میں تقسیم فرمادیا:

(۱) مرد (۲) عورت۔

ان میں سے ہر ایک کے کچھ امتیازی اوصاف اور حقوق وفرائض بھی متعین کیے ہیں۔ شریعت اسلامی بھی دونوں اصناف کے امتیازی اوصاف اور حقوق وفرائض کو برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ اگر انسان ان امتیازی اوصاف کو ختم کر کے مرد ہجڑے کی شکل اختیار کریں یا خواتین مردانہ مشابہت اختیار کرلیں تو گویا دونوں قسموں نے اپنے امتیازات کو ختم کر دیا' لہٰذا اس جرم کی پاداش میں ان دونوں پر لعنت کی گئی ہے۔ احادیث باب میں یہی مضمون یا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں یہ درس دیا گیا ہے کہ دونوں اصناف انسان کو اپنی اپنی حدود وقیود میں رہتے ہوئے زندگی گزارنا چاہیے۔ اپنے امتیازی اوصاف ختم کرتے ہوئے حدود سے باہر ہونا' یعنی مردوں کا ہجڑوں کی شکل اختیار کرنا اور خواتین کا مردانہ صورت کو اپنانا' اللہ تعالیٰ کے غضب وعذاب اور لعنت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد وزن پر لعنت فرمائی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ کَرَاهِيَةِ خُرُوجِ الْمَرْاَةِ مُتَعَطِّرَةً

باب 34: عورت کا خوشبو لگا کر (گھر سے) باہر نکلنا حرام ہے

2710 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُمَارَةَ الْحَنَفِيِّ عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَّالْمَرْاَةُ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِیْ زَانِيَةً

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ہر آنکھ زنا کرتی ہے' اور جو عورت خوشبو لگا کر (مردوں کی) محفل کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی ہے' اور ویسی ہے (نبی اکرم ﷺ کی مراد یہ تھی' وہ زنا کرنے والی عورت کی طرح ہے)

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2710۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۴۷۸): کتاب الترجل: باب: ما جاء فی المراۃ تتطیب للخروج' حدیث (۴۱۷۳) و النسائی (۸/۱۵۳): کتاب الزینة: باب: ما یکرہ للنساء من الطیب حدیث (۵۱۲۶) و الدارمی (۲/۲۷۹): کتاب الاستئذان: باب: فی النہی عن الطیب اذا خرجت' و ابن حمید ص (۱۹۶)' حدیث (۵۵۷)' و ابن خزیمة (۳/۹۱)' حدیث (۱۶۸۱)۔

شرح

خوشبو لگا کر عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت

بلاشبہ مرد وزن دونوں کے لیے خوشبو کا استعمال جائز ہے بلکہ سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مرد تو خوشبو استعمال کر کے گھر سے باہر بھی جا سکتا ہے کیونکہ اس کے باہر نکلنے میں نہ قباحت ہے اور نہ فتنہ کا خوف۔ تاہم عورت خوشبو استعمال کر سکتی ہے لیکن خوشبو لگا کر گھر سے باہر نہیں جا سکتی کیونکہ خوشبو کے سبب اس کی طرف نظریں اٹھیں گی اور یہ صورتحال فتنہ عظیمہ کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث باب میں خوشبو استعمال کر کے عورت کو گھر سے باہر جانے سے منع کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ طِيبِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

باب 35: مردوں اور عورتوں کی (الگ الگ مخصوص) خوشبو

2711 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ وَطِيبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيْحُهُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنِ الطُّفَاوِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِلَّا اَنَّ الطُّفَاوِيَّ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَا نَعْرِفُ اسْمَهُ وَحَدِيْثُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ اَتَمُّ وَاَطْوَلُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مردوں کی خوشبو وہ ہوتی ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو۔ اس کا رنگ پوشیدہ رہے اور عورتوں کی خوشبو وہ ہوتی ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور اس کی خوشبو پوشیدہ رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے جو اسی مفہوم کی حامل ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

طفاوی نامی راوی کو صرف اسی حدیث کے حوالے سے جانتے ہیں۔ ہمیں ان کے نام کا پتہ نہیں چل سکا۔

اسماعیل بن ابراہیم سے نقل کردہ روایت زیادہ مکمل اور طویل ہے۔

2712 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَيْرَ طِيبِ الرَّجُلِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ وَخَيْرَ

2711- اخرجه النسائي (۱۵۱/۸): كتاب الزينة: باب: الفصل بين طيب الرجال و طيب النساء، حديث (۵۱۱۷) من طريق ابي نضرة، عن رجل، عن ابي هريرة، و حديث (۵۱۱۸)، من طريق ابي نضرة، عن الطفاوي، عن ابي هريرة-

2712- اخرجه ابو داؤد (۴۴۶/۲): كتاب اللباس: باب: من كرهه، حديث (۴۰۴۸) و احمد (۴۴۲/۴)-

طِيبِ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ وَنَهَى عَنْ مِيثَرَةِ الْأُرْجُوَانِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: مردوں کی سب سے بہترین خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو اور اس کا رنگ پوشیدہ رہے اور عورتوں کی سب سے بہترین خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور اس کی خوشبو پوشیدہ رہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے سرخ ریشمی چادر استعمال کرنے سے بھی منع کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

خواتین و حضرات کی خوشبو کا تذکرہ

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ خوشبو دو قسم کی ہے:

(۱) وہ خوشبو ہے جس کا رنگ نمایاں نہ ہو مگر اس کی بو قرب و جوار میں پھیلتی جائے مثلاً عطر گلاب عرق گلاب کافور اور عنبر وغیرہ۔ یہ مرد کی خوشبو ہے۔

(۲) وہ خوشبو ہے جس کا رنگ نمایاں ہو اور اس کی بو قرب و جوار میں نہ پھیلے مثلاً زعفران وغیرہ۔ یہ عورت کی خوشبو ہے۔ عورت گھر میں بلا امتیاز جو چاہے خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔ احادیث باب میں جو امتیاز بیان کیا گیا ہے اس سے مراد خوشبو استعمال کر کے گھر سے باہر جانے کی صورت میں ہے۔ مرد گھر میں اور باہر جاتے وقت جو خوشبو پسند کرے استعمال میں لا سکتا ہے۔ عورت گھر میں جو چاہے خوشبو استعمال کر سکتی ہے لیکن باہر جاتے وقت دوسری قسم کی خوشبو استعمال کرے گی تاکہ کوئی فتنہ پیش نہ آئے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ رَدِّ الطِّيبِ

باب 36: خوشبو (کا تحفہ) واپس کرنا مکروہ ہے

2713 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متن حدیث: كَانَ اَنَسٌ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ وَقَالَ اَنَسٌ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ ثمامہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو (کا تحفہ) واپس نہیں کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ بھی خوشبو کا (تحفہ) واپس نہیں کرتے تھے۔

2713- اخرجه البخاری (۵/ ۲۴۷): كتاب الهبة: باب: ما لا يرد من الهدية، حديث (۲۵۸۲) و البخاری (۱۰/ ۳۸۴): كتاب اللباس: باب: من لم يرد الطيب، حديث (۵۹۲۹) و النسائی (۸/ ۱۸۹): كتاب الزينة: باب: الطيب، حديث (۵۲۵۸) و احمد (۳/ ۱۱۸، ۱۳۳، ۲۶۱)۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2714 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثٌ لَّا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ اَلدُّهْنُ يَعْنِیْ بِهِ الطِّيْبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

وَعَبْدُ اللّٰهِ هُوَ ابْنُ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدُبٍ وَّهُوَ مَدَنِیٌّ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تین چیزوں (کو تحفے کے طور پر پیش کیا جائے تو) انہیں واپس نہیں کیا جاسکتا۔ تکیہ، خوشبو اور دودھ۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

عبداللہ بن مسلم نامی راوی عبداللہ بن مسلم بن جندب ہیں اور یہ مدنی ہیں۔

2715 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلِيْفَةَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بَصْرِیٌّ وَّعَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ عَنْ حَنَانٍ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا اُعْطِیَ اَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدَّهُ فَاِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَا نَعْرِفُ حَنَانًا اِلَّا فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِیُّ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلٍّ وَّقَدْ اَدْرَكَ زَمَنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَرَهُ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ

◆◆ ابوعثمان نہدی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کسی شخص کو (تحفے کے طور پر) خوشبو دی جائے تو وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ یہ جنت سے نکلی ہے۔

یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اس سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ہمارے علم کے مطابق حنان نامی راوی سے صرف یہی روایت منقول ہے۔

ابوعثمان نہدی نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن مل ہے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانۂ اقدس پایا ہے لیکن آپ کی زیارت نہیں کی اور آپ سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

2714۔ انفرد به الترمذي كما جاء في (تحفة الاشراف) (٦/٤٨)، حديث (٧٤٥٣)، اخرجه البغوي في (شرح السنة) (٦/٢٠٦)، حديث (٣٠٦٦)، و الترمذي في (الشمائل) (١٧٩)، حديث (٢١٩)۔

2715۔ اخرجه ابو داؤد في (كتاب المراسيل) ص (٤٣٣)، حديث (٥٠١) باب: ما جاء في الريحان۔

شرح

خوشبو کا تحفہ واپس کرنے کی ممانعت

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ تین چیزوں کا تحفہ واپس کرنا منع ہے:

(۱) تکیہ (۲) خوشبو (۳) دودھ۔

تینوں روایات میں جو چیز ترجمۃ الباب سے متعلق ہے وہ خوشبو ہے۔ تینوں چیزوں کا تحفہ مسترد کرنے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں:

(۱) یہ اشیاء معمولی ہوتی ہیں اور بیش قیمت نہیں ہوتیں۔

(۲) ان کا استعمال ہر آدمی کی ضرورت ہے۔ خوشبو کا تحفہ واپس نہ کرنے کی تیسری وجہ بھی ہے وہ اس کا جنت سے متعلق ہونا ہے۔

خرج من الجنة: کے تین مطالب ہو سکتے ہیں:

(۱) خوشبو کا جنت سے خصوصی تعلق و علاقہ ہے۔

(۲) یہ ایک ہر دلعزیز اور پسندیدہ چیز ہے۔

(۳) یہ ایک اچھی چیز ہے اس لیے اس کی نسبت جنت کی طرف کی جاتی ہے، جس طرح بری چیز کی نسبت جہنم کی طرف کی جاتی ہے۔

بَابُ فِيْ كَرَاهِيَةِ مُبَاشَرَةِ الرِّجَالِ الرِّجَالَ وَالْمَرْاَةِ الْمَرْاَةَ

باب 37: مرد کا مرد کے ساتھ، یا عورت کا عورت کے ساتھ، مباشرت کرنا حرام ہے

2716 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا تُبَاشِرُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ حَتّٰى تَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّمَا يَنْظُرُ اِلَيْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی عورت کسی دوسری عورت کے اس طرح ساتھ نہ ہو کہ پھر وہ اپنے شوہر کے سامنے اس کی خوبیاں بیان کرے، تو یوں ہو، جیسے وہ مرد اس عورت کو دیکھ رہا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2717 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ اَخْبَرَنِى الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ اَخْبَرَنِىْ

2716- اخرجه البخاري (۹/ ۲۵۰): كتاب النكاح: باب: لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها، حديث (۵۲۴۰)، (۵۲۴۱)، و ابو داؤد (۱/ ۶۵۲): كتاب النكاح: باب: فيما يؤمر به من غض البصر، حديث (۲۱۵۰)، و احمد (۱/ ۳۸۰)، و في (۱/ ۳۸۷) و في (۱/ ۴۳۸)، (۱/ ۴۴۰)، (۱/ ۴۴۰)، (۱/ ۴۶۲) و (۱/ ۴۶۴)، (۱/ ۴۴۳)، (۱/ ۴۶۰)-

زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
متنِ حدیث: لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا تَنْظُرُ الْمَرْاَةُ اِلٰی عَوْرَةِ الْمَرْاَةِ وَلَا يُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَةُ اِلَی الْمَرْاَةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ
حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عبدالرحمٰن بن ابوسعید اپنے والد (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی مرد کسی دوسرے مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی دوسری عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں (برہنہ ہو کر) نہ رہے اور کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں (برہنہ ہو کر) نہ رہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

شرح

مرد کا مرد سے اور عورت کا عورت سے جماع حرام ہونا

پہلی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ایک مرد کا اپنا ننگا جسم دوسرے مرد کے جسم کو اور اسی طرح ایک عورت کا دوسری عورت کو اپنا ننگا جسم لگانا حرام ہے' کیونکہ ایسی صورت زنا کاری یا لواطت کا باعث اور باہم فریفتگی کا سبب بن سکتی ہے' لہٰذا اس سے احتراز واجتناب واجب ہے۔

دوسری حدیث باب میں دو مردوں یا دو عورتوں کا باہم ستر کو دیکھنے سے منع کیا گیا ہے' جس کی متعدد وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- دنیا بھر کے مذاہب کی تہذیبیں اعلان کر رہی ہیں کہ ستر عورت کا مظاہرہ کیا جائے اور کشف عورت سے مکمل اجتناب کیا جائے' کیونکہ کشف عورت بے حیائی کا دوسرا نام ہے۔

۲- باہم ستر دیکھنے سے زنا کاری یا لواطت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں' انسان فریفتگی یا عشق میں مبتلا ہو کر ان دونوں میں سے ایک کا ارتکاب کر سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حِفْظِ الْعَوْرَةِ

باب 38: ستر کی حفاظت کرنا

2718 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ وَّيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَا حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ

2717- اخرجه مسلم (۲/۱۸۵ - الابی): كتاب الحيض: باب تحريم النظر الى العورات، حديث (۷۴/ ۳۳۸) و ابو داؤد (۴/۳۷): كتاب الحمام باب ما جاء في التعري، حديث (۴۰۱۸) و ابن ماجه (۱/۲۱۷): كتاب الطهارة و سننها باب النهي ان يرى عورة اخيه، حديث (۶۶۱) و ابن خزيمة (۱/۴۰)، حديث (۷۲) و احمد (۳/۶۳)-

متن حدیث: قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ قَالَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَاهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَاهَا قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا قَالَ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ہم اپنے ستر کو کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے ستر کو اپنی بیوی اور اپنی کنیز کے علاوہ ہر ایک سے چھپاؤ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر کچھ لوگ ایک ساتھ ہوں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم سے ہو سکے' تو کوئی بھی شخص اسے (یعنی تمہاری ستر کو) نہ دیکھے۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! جب کوئی شخص تنہا ہو؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

ستر کی حفاظت کرنا

حدیث باب میں ستر کی حفاظت کے بارے میں حضرت معاویہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے تین اہم سوالات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ حضرت معاویہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! ہم اپنے ستر کہاں کھول سکتے ہیں اور انہیں کہاں چھپانا ضروری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: تم اپنے ستر کی حفاظت کرو لیکن تم اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کے لیے کھول سکتے ہو۔ پھر عرض کیا: یارسول اللہ! جب کثیر لوگ جمع ہوں تو تب کیا کرنا چاہیے؟ آپ نے جواب دیا: اگر تم میں طاقت ہو کہ کوئی ستر نہ دیکھے تو تم ہرگز اپنا کشف ستر نہ کرنا اور کسی کو نہ دکھانا۔ تیسرا سوال یہ کیا تھا: جب آدمی اکیلا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ آدمی کے پاس ہوتا ہے اور وہ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم وحیاء کی جائے یعنی تنہائی میں بھی بلاضرورت کشف ستر نہ کیا جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظت ستر کے حوالے سے تین اہم سوالات کے جواب دے کر اسلامی تہذیب کو بام عروج تک پہنچایا اور انسانی وقار کو مجروح کرنے والے تمام اسباب کے دروازے بند کر کے انسان بالخصوص مسلمان کو وہ قدر ومنزلت عطا کی جس کا تصور کسی کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ کاش! ہم دنیوی رنگینیوں اور رعنائیوں سے متاثر ہونے کی بجائے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ حق نما کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ اسی میں ہمارے دارین کی فلاح وکامیابی کا راز مضمر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ

باب 39: ران، ستر کا حصہ ہے

2719 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ زُرْعَةَ

بْنِ مُسْلِمِ بْنِ جَرْهَدٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ جَدِّهٖ جَرْهَدٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَرْهَدٍ فِي الْمَسْجِدِ وَقَدِ انْكَشَفَ فَخِذُهٗ فَقَالَ اِنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ مَا اَرٰى اِسْنَادَهٗ بِمُتَّصِلٍ

◆◆ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مسجد میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی ران سے کپڑا ہٹا ہوا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ران' ستر میں داخل ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ میرے خیال میں اس کی سند متصل نہیں ہے۔

2720 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جَرْهَدٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهٖ وَهُوَ كَاشِفٌ عَنْ فَخِذِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطِّ فَخِذَكَ فَاِنَّهَا مِنَ الْعَوْرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ ابن جریر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس سے گزرے۔ اس وقت انہوں نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اپنی ران کو ڈھانپ لو! کیونکہ یہ ستر کا حصہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

2721 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَرْهَدٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عبداللہ بن جریر اسلمی اپنے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ران ستر کا حصہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

2722 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِي يَحْيٰى عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ

2719۔ اخرجہ ابو داؤد (۴۳۶/۲): کتاب الحمام: باب النهی عن التعری' حدیث (۴۰۱۴)' و الدارمی (۲۸۷/۲): کتاب الاستئذان: باب فی ان الفخذ عورة و الحمیدی (۳۷۸/۲' ۳۷۹) حدیث (۸۵۷)' (۸۵۷)' و احمد (۴۷۹/۳' ۴۷۸)۔

2720۔ اخرجہ احمد (۲۷۵/۱)۔

توضیح راوی: وَلِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ جَحْشٍ صُحْبَةٌ وَلِابْنِهِ مُحَمَّدٍ صُحْبَةٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ران ستر میں شامل ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

عبداللہ بن جحش اور ان کے صاحب زادے محمد بن عبداللہ کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

شرح

ران ستر کا حصہ ہونا

مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے جبکہ عورت کا ستر تمام جسم ہے سوائے اعضاء ثلاثہ یعنی چہرہ ہاتھ اور پاؤں کے۔ سوال یہ ہے کہ ران ستر میں شامل ہیں یا نہیں؟ اس سوال کا جواب احادیث باب میں دیا گیا ہے کہ ران بھی ستر کا حصہ ہے یہی وجہ ہے کہ روایات میں اسے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال: احادیث باب سے ثابت ہے کہ ران ستر کا حصہ ہے لیکن کچھ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ران ستر کا حصہ نہیں ہے۔ وہ روایات یہ ہیں:

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران مبارک سے کپڑا اٹھایا تو میں نے آپ کی ران کی سفیدی دیکھی۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۳۷۱)

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ران کھول کر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت عنایت فرمادی اور اسی حالت میں تشریف فرما رہے۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں بھی اجازت عنایت کردی آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے اجازت طلب کی تو انہیں اجازت دینے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران پر کپڑا ڈال لیا۔ ان دونوں روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ران ستر کا حصہ نہیں ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) اثبات والی روایات (احادیث باب) پانچ ہیں جبکہ نفی والی دو ہیں اکثریت کا اعتبار کرتے ہوئے ران کو ستر کا حصہ قرار دیا جائے گا۔

(۲) احادیث باب والی روایات بعد کی اور ناسخ ہیں اور نفی والی روایات پہلے کی اور منسوخ ہیں

(۳) احتیاط کا تقاضا بلکہ احوط یہ ہے کہ ران کو ستر کا حصہ قرار دیا جائے۔

ران ستر کا حصہ ہونے میں مذاہب آئمہ فقہ

کیا ران ستر کا حصہ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام شافعی اور جمہور رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ران ستر کا حصہ ہے۔ انہوں نے احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔

۲- حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ران ستر کا حصہ نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات سے استدلال کیا ہے جن میں ران ستر کا حصہ نہ ہونے کی تصریح ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کے جوابات مذکورہ بالا جواب میں مذکور ہیں۔ (لہٰذا ایک نظر اوپر سوال و جواب پر ڈال لی جائے)

سوال: گھٹنہ ستر کا حصہ ہے یا نہیں؟

جواب: اس بات میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ گھٹنہ ستر کا حصہ نہیں ہے۔ انہوں نے مذکورہ روایت سے استدلال کیا ہے جو یوں ہے: کوئی شخص اس حصہ کو ہرگز نہ دیکھے جو ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گھٹنہ ستر میں شامل نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ گھٹنہ ستر کا حصہ ہے۔ آپ کے دلائل یہ ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گھٹنہ ستر کا حصہ ہے۔ (سنن دار قطنی، ج اول، ص ۲۳۱)

(۲) ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی والی جگہ میں تشریف فرما تھے اور آپ کے دونوں یا ایک گھٹنہ کھلا ہوا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً ڈھانپ لیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۶۹۵)

(۳) احتیاط کا بھی تقاضا ہے کہ گھٹنہ ستر میں شامل کیا جائے۔

(۴) ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر اور مغیا ہے اور گھٹنہ غایت ہے۔ عام اصول ہے کہ غایت مغیا میں داخل ہوتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ گھٹنہ ستر کا حصہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّظَافَةِ

باب 40: پاکیزگی کا بیان

2723 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ اِلْيَاسَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اَبِيْ حَسَّانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ نَظِيْفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيْمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُوْدَ فَنَظِّفُوْا اُرَاهُ قَالَ اَفْنِيَتَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ

اختلافِ روایت: قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ فَقَالَ حَدَّثَنِيْهِ عَامِرُ ابْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ نَظِّفُوْا اَفْنِيَتَكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

2723- انفرد به الترمذي كما جاء به في (تحفة الاشراف) (۳/ ۳۰۰) حديث (۳۸۹۶) ذكره صاحب (المشكاة) (۸/ ۳۶۲ - مرقاة) برقم (۴۴۸۷) و عزاه للترمذي-

توضیح راوی: وَخَالِدُ بْنُ اِلْیَاسَ یُضَعَّفُ وَیُقَالُ ابْنُ اِیَاسٍ

◆◆ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے وہ نظیف ہے اور نظافت کو پسند کرتا ہے وہ کریم ہے اور کرم کو پسند کرتا ہے وہ جواد (سخی) ہے اور جود (سخاوت) کو پسند کرتا ہے تو تم صفائی اختیار کرو۔ (راوی کہتے ہیں) میرا خیال ہے۔ انہوں نے یہ الفاظ استعمال کیے تھے۔ اپنی عمارتوں کو صاف رکھو اور یہودیوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس بات کا تذکرہ مہاجر بن مسمار سے کیا تو انہوں نے یہ بات بتائی عامر بن سعد نے اپنے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا "اور تم اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھو"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

خالد بن الیاس نامی راوی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس کا نام خالد بن ایاس ہے۔

شرح

نظافت وصفائی کی اہمیت

لفظ: نظافۃ کا لغوی معنی ہے: پاکیزگی صفائی۔ اصطلاحی معنی ہے: میل کچیل سے دور رہنا صاف ستھرا ہونا۔ جس طرح طہارت کو اسلام میں اہمیت دی گئی ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں پڑھی جا سکتی اسی طرح نظافت کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ امامت کی ترجیحات کے بارے میں فقہاء فرماتے ہیں: الانظف ثوبا امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جس کے کپڑے زیادہ صاف ستھرے ہوں۔ دینی مدارس کے طلباء کو چاہیے کہ وہ روزانہ غسل کریں اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھیں اور اساتذہ کے کمروں کی صفائی کا بھی خیال رکھیں اور کمروں کی اشیاء کو بھی سلیقہ سے رکھیں۔

حدیث باب میں اللہ تعالیٰ کے چار صفاتی اسماء بیان کیے گئے ہیں اور ان کے ساتھ صفات بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ یُحِبُّ الطَّیِّبَ: بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاکیزہ چیز کو پسند کرتا ہے۔

۲۔ نَظِیْفٌ یُحِبُّ النَّظَافَۃَ: اللہ تعالیٰ ستھرا ہے وہ صفائی کو پسند کرتا ہے۔

۳۔ کَرِیْمٌ یُحِبُّ الْکَرَمَ: اللہ تعالیٰ فیاض ہے وہ فیاضی کو پسند کرتا ہے۔

۴۔ جَوَادٌ یُحِبُّ الْجُوْدَ: بیشک اللہ تعالیٰ سخی ہے وہ سخاوت کو پسند کرتا ہے۔

حدیث باب کے آخر میں خصوصیت سے اس بات کا درس دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم اپنے آنگن وغیرہ کو صاف ستھرا رکھا کرو اور یہود ونصاریٰ کی طرح اپنے آنگن کو نجس وغلیظ نہ رکھا کرو۔ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے: الطھارۃ شطر الایمان۔ یعنی صفائی ایمان کا حصہ ہے۔ اسلام نے طہارت جسمانی کے ساتھ طہارت فکری وقلبی کا بھی درس دیا ہے تاکہ انسان کے عقائد وافکار کی بھی اصلاح ہو جائے اور اس میں کفر وشرک کی نجاست وغیرہ کی ملاوٹ نہ ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِسْتِتَارِ عِنْدَ الْجِمَاعِ

باب 41: صحبت کرتے وقت پردہ کرنا

2724 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَيْزَكَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَيَّاةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ فَاِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَّا يُفَارِقُكُمْ اِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِيْنَ يُفْضِي الرَّجُلُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَاَكْرِمُوْهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ مُحَيَّاةَ اسْمُهٗ يَحْيَى بْنُ يَعْلٰى

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: برہنہ ہونے سے پرہیز کرو' کیونکہ تمہارے ساتھ (فرشتے) ہوتے ہیں' جو تم سے صرف اس وقت جدا ہوتے ہیں جب کوئی شخص قضائے حاجت کرتا ہے' یا جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرتا ہے' تو تم ان سے حیاء کرو اور ان کی عزت افزائی کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

ابومحیاۃ نامی راوی کا نام یحییٰ بن یعلی ہے۔

شرح

جماع کے وقت پردے کا اہتمام کرنا

زوجین باہم جسم کا ایک ایک حصہ دیکھ سکتے ہیں لیکن سلیقہ مندی و دانشمندی کا تقاضا ہے کہ دوران جماع بھی ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھیں بلکہ دوران جماع چادر وغیرہ اوڑھ لیں۔ حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ بلاضرورت آدمی کو ننگا نہیں ہونا چاہئے' کیونکہ ایسی صورت میں نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے جبکہ ان کے نورانی مخلوق ہونے کی وجہ سے ان کا احترام کرنا چاہیے۔ تاہم مجبوری کی وجہ سے ننگا ہونا جائز بھی ہے مثلاً قضاء حاجت کے وقت کیونکہ ننگا ہوئے بغیر یہ کام ممکن نہیں ہے۔

سوال: حدیث باب کے مضمون کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے' کیونکہ مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو ننگا ہونا جائز ہے جبکہ ترجمۃ الباب سے ثابت ہوتا ہے کہ ننگا ہونا جائز نہیں ہے۔

جواب: حدیث باب کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ جماع کے وقت زوجین ننگے ہوں' کیونکہ ملائکہ کے علیحدگی کی دو مثالیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) جماع کے وقت (۲) قضاء حاجت کے وقت۔

2724۔ انفرد بہ الترمذی کما جاء فی (تحفۃ الاشراف) (۲۰۵/۶) حدیث (۸۳۱۸) ذکرہ البغوی فی (شرح السنۃ) (۲۷/۵) و قال: یروی عن ابن عمر باسناد غریب و عزاہ للترمذی' وصاحب (المشکاۃ) (۲۸٤/۶ - مرقاۃ) برقم (۳۱۱۵) و عزاہ للترمذی۔

ان میں سے پہلی مجبوری کی صورت نہیں ہے لیکن دوسری مجبوری کی صورت ہے۔اس طرح ہر صورت کا حکم الگ ہے لہٰذا ترجمۃ الباب اور مضمون حدیث میں تضاد نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ دُخُوْلِ الْحَمَّامِ

باب 42: حمام میں داخل ہونا

2725 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ اِزَارٍ وَّمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُدْخِلْ حَلِيْلَتَهُ الْحَمَّامَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا بِالْخَمْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ طَاوُسٍ عَنْ جَابِرٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ لَيْثُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمٍ صَدُوْقٌ وَّرُبَّمَا يَهِمُ فِي الشَّيْءِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَيْثٌ لَّا يُفْرَحُ بِحَدِيْثِهٖ كَانَ لَيْثٌ يَّرْفَعُ اَشْيَاءَ لَا يَرْفَعُهَا غَيْرُهٗ فَلِذٰلِكَ ضَعَّفُوْهُ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنی بیوی کو حمام میں نہ جانے دے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ تہبند باندھے بغیر حمام میں داخل نہ ہو جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف طاؤس کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت کے طور پر صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: لیث بن ابوسلیم نامی راوی ''صدوق'' ہیں' لیکن بعض اوقات انہیں کسی چیز کے بارے میں وہم ہو جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ان کی لیث سے خوشی حاصل نہیں ہوتی۔

لیث بعض اوقات ایسی روایات کو ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کر دیتے ہیں' جنہیں دیگر راویوں نے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا ہوتا۔اسی وجہ سے محدثین نے انہیں ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

2726 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ عُذْرَةَ وَكَانَ قَدْ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ

2725- اخرجه النسائي (۱/۱۹۸): كتاب الغسل و التيمم: باب: الرخصة في دخول الحمام' و الدارمي (۲/ ۱۱۲): كتاب الاشربة باب: النهي عن القعود على مائدة يدار عليها الخمر' و احمد (۳/۳۳۹) و ابن خزيمة (۱/۱۲۴) حديث (۲۴۹)-

2726- اخرجه ابوداؤد (۲/۴۲۵): كتاب الحمام: باب: الحمام' حديث (۴۰۰۹) و ابن ماجه (۲/۱۲۳۴): كتاب الادب: باب: دخول الحمام' حديث (۳۷۴۹) و احمد (۶/۱۳۲' ۱۳۹)-

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهَی الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ عَنِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ فِی الْمَیَازِرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَاِسْنَادُهٗ لَیْسَ بِذَاكَ الْقَائِمِ

ابوعزرہ جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانۂ اقدس پایا ہے' وہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں: پہلے نبی اکرم ﷺ نے مردوں اور خواتین کو حمام میں جانے سے منع کیا تھا' پھر آپ نے مردوں کو تہبند باندھ کر جانے کی اجازت دی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث' ہم اسے صرف حماد بن سلمہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں اور اس کی سند زیادہ مستند نہیں ہے۔

2727 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ اَبِی الْجَعْدِ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ الْهُذَلِیِّ

متن حدیث: اَنَّ نِسَاءً مِّنْ اَهْلِ حِمْصَ اَوْ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ دَخَلْنَ عَلٰی عَآئِشَةَ فَقَالَتْ اَنْتُنَّ اللَّاتِیْ یَدْخُلْنَ نِسَاؤُکُنَّ الْحَمَّامَاتِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَا مِنِ امْرَاَةٍ تَضَعُ ثِیَابَهَا فِیْ غَیْرِ بَیْتِ زَوْجِهَا اِلَّا هَتَکَتِ السِّتْرَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ رَبِّهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

◆◆ ابوملیح ہذلی فرماتے ہیں: حمص کی خواتین (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) شام کی کچھ خواتین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: تم وہی خواتین ہو کہ تمہاری عورتیں حمام میں جاتی ہیں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' جو عورت اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ کہیں اپنے کپڑے اتارے گی' تو وہ اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان موجود پردے کو فاش کر دے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

غسل خانہ میں جانا

دنیا کے جن خطوں میں پانی کی قلت ہے' وہاں کے لوگ (مرد و زن) ہوٹل میں جا کر غسل کرتے ہیں اور خواتین و حضرات کے اختلاط کی وجہ سے بہت بے پردگی ہوتی ہے' لہٰذا وہاں خواتین کو ہوٹل میں نہیں جانا چاہیے بلکہ گھر میں لنگی وغیرہ باندھ کر باپردہ غسل کرنا چاہیے۔ غسل کرتے وقت خواتین کو جانگھیا چڈی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ ساتھ کوئی کپڑا بھی بطور پردہ استعمال کرنا چاہیے۔

2727- اخرجه ابو داؤد (۲/۴۲۵) کتاب الحمام: باب الحمام' حدیث (۴۰۱۰) و ابن ماجه (۲/۱۲۳۴): کتاب الادب: باب: دخول الحمام' حدیث (۳۷۵۰) و الدارمی (۲/۲۸۷): کتاب الاستئذان: باب: النهی عن دخول المراة الحمام' و احمد (۶/۱۷۳' ۱۹۸) (۶/۴۱)۔

دوسری حدیث باب میں صراحت ہے کہ شروع شروع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد وزن سب کو حماموں میں جا کر غسل کرنے سے منع کیا تھا لیکن بعد میں مردوں کو اجازت دے دی اور عورتوں کی ممانعت کو برقرار رکھا تھا۔

فائدہ نافعہ: عورتوں کے لیے غسل کی حد تک بے پردگی سے بچنے کا حکم نہیں ہے بلکہ جہاں بھی یہ ناسور موجود ہو وہاں سے احتراز کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے مثلاً سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم ریل کار اور ہوائی جہازوں میں مخلوط سفر اور کلبوں میں مخلوط کھیل وغیرہ۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْمَلَآئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّلَا كَلْبٌ

باب 43: فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا موجود ہو

2728 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَّالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ وَّاللَّفْظُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا طَلْحَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَا تَدْخُلُ الْمَلَآئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةُ تَمَاثِيْلَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر موجود ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2729 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ رَافِعَ بْنَ اِسْحٰقَ اَخْبَرَهٗ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلْتُ اَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ طَلْحَةَ عَلٰى اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ نَعُوْدُهٗ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَلَآئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ اَوْ صُوْرَةٌ شَكَّ اِسْحٰقُ لَا يَدْرِيْ اَيُّهُمَا قَالَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ رافع بن اسحاق بیان کرتے ہیں: میں اور عبداللہ بن ابوطلحہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کی عیادت کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ بات بتائی ہے۔ فرشتے

2728۔ اخرجه البخاری (۶/۲۵۹): کتاب بدء الخلق' باب: اذا قال احدکم (آمین) --' حدیث (۳۲۲۵)' (۶/۴۱۴) کتاب ابدء الخلق باب: اذا وقع الذباب فی شراب احدکم --' حدیث (۳۳۲۲)' (۷/۳۶۷) کتاب المغازی: باب: (۱۲) حدیث (۴۰۰۲)' (۱۰/۳۹۴): کتاب اللباس: باب: التصاویر حدیث (۵۹۴۹) 'و مسلم (۲/۱۶۶۵): کتاب اللباس و الزینة: باب: تحریم تصویر صورة الحیوان و تحریم اتخاذ ما فیه صورة غیر ممتهنة --- حدیث (۸۳' ۸۴/ ۲۱۰۶)' و النسائی (۸/۲۱۲): کتاب الزینة: باب: التصاویر 'حدیث (۵۳۴۷' ۵۳۴۸)' و ابن ماجه (۲/۱۲۰۳): کتاب اللباس: باب: الصور فی البیت' حدیث (۳۶۴۹)' و الحمیدی (۱/۲۰۶) حدیث (۴۳۱)۔

2729۔ اخرجه مالك (۲/۹۶۵' ۹۶۶): کتاب الاستئذان: باب: ما جاء فی الصورة و التماثیل' حدیث (۶)' و احمد (۳/۹۰)۔

ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویریں ہوں (یہاں پر حدیث کے ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے: لفظ تماثیل استعمال ہوا ہے یا صورت استعمال ہوا ہے؟) اسحاق نامی راوی کو یہ شک ہے: اس میں سے کون سا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2730 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ بْنُ اَبِىْ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَتَانِىْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنِّىْ كُنْتُ اَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِىْ اَنْ اَكُوْنَ دَخَلْتُ عَلَيْكَ الْبَيْتَ الَّذِىْ كُنْتَ فِيْهِ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ فِىْ بَابِ الْبَيْتِ تِمْثَالُ الرِّجَالِ وَكَانَ فِى الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِى الْبَيْتِ كَلْبٌ فَمُرْ بِرَاْسِ التِّمْثَالِ الَّذِىْ بِالْبَابِ فَلْيُقْطَعْ فَلْيُصَيَّرْ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ وَيُجْعَلْ مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ مُنْتَبَذَتَيْنِ يُوْطَآنِ وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَيُخْرَجْ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ذٰلِكَ الْكَلْبُ جَرْوًا لِلْحَسَنِ اَوِ الْحُسَيْنِ تَحْتَ نَضَدٍ لَّهُ فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِىْ طَلْحَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا: میں گزشتہ رات آپ کے پاس آنا چاہتا تھا، لیکن میں آپ کے گھر میں اس لیے داخل نہیں ہوا کیونکہ اس میں کچھ مردوں کی تصویریں موجود تھیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے گھر میں ایک پردے پر یہ تصویریں بنی ہوئی تھیں اور اس گھر میں کتا بھی موجود تھا (حضرت جبریل نے عرض کی) آپ تصویروں کے بارے میں حکم دیں کہ ان کا سر کاٹ دیا جائے۔ اس طرح یہ درخت کی شکل میں ہو جائیں گی اور پردے کے بارے میں یہ حکم دیں کہ اسے کاٹ کر اس کے تکیے بنا لیے جائیں، جنہیں نیچے رکھا جائے اور انہیں روندا جائے اور کتے کے بارے میں حکم دیں کہ اسے باہر نکال دیا جائے، تو نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا وہ کتے کا پلا تھا جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا تھا اور آپ کے پلنگ کے نیچے تھا، آپ ﷺ کے حکم کے تحت اسے نکال دیا گیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

گھر میں کسی جاندار کی تصویر اور کتا ہونے کی وجہ سے ملائکہ رحمت کا نہ آنا

جانداروں کی تصاویر میں مورتیوں کی مشابہت ہے جن کی پرستش کی جاتی ہے، چونکہ غیر اللہ کی عبادت و ریاضت شرک ہے اور اس ناسور کے مرتکب لوگ مشرک ہیں۔ فرشتوں کو شرک اور مشرکین سے سخت نفرت ہے، لہٰذا جس گھر میں جاندار کی تصویر موجود ہو

2730۔ اخرجه ابو داؤد (۲/۴۷۲): كتاب اللباس: باب: الصور، حديث (۴۱۵۸) و النسائى (۸/۲۱۶): كتاب الزينة: باب: ذكر اشد الناس عذابا حديث (۵۳۶۵) و احمد (۲/۳۰۵، ۳۰۸، ۴۷۸، ۳۹۰)۔

اس میں وہ داخل نہیں ہوتے۔ تصویر سازی کی حرمت اور اس کے احکام کتاب اللباس میں تفصیلاً بیان کیے گئے ہیں' لہٰذا یہاں اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ کتوں کو بڑے شوق سے پالتے تھے' کتا ملعون و منحوس جانور ہے اور اسے شیطان سے مطابقت بھی ہے۔ اسی مناسبت کی بنا پر فرشتے اس گھر سے نفرت کرتے ہیں اور اس میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا موجود ہو۔ کتا کی نحوست کی وجہ سے اسلام نے اسے بلاضرورت پالنے سے منع کیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واپس جاتے وقت عرض کیا: یارسول اللہ! میں کل پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ آئندہ دن حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت نہ ہوئے۔ آئندہ آمد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب وعدہ نہ آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب میں عرض کیا: انا لا ندخل بیتا فیہ کلب و لا صورۃ۔ بیشک ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر موجود ہو"۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو ہلاک کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے چھوٹے باغ کے کتوں کو ہلاک کرنے کا حکم دیا اور بڑے باغ کے کتوں سے اجتناب کیا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث' ۲۱۰۵)

سوال: جب کتا پالنا منع ہے تو پھر صاحبزادگان نے کتے کا پلا کیوں پالا تھا؟ جب تصویر سازی اور تصاویر کا استعمال کرنا منع ہے تو پھر کاشانہ نبوت کے دروازے پر ایسا کپڑا کیوں لٹکایا گیا تھا جس پر تصاویر موجود تھیں؟

جواب: یہ واقعات اس دور سے متعلق ہیں جب کتوں کو ہلاک کرنے اور تصویر کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ لِلرَّجُلِ وَالْقَسِّيِّ

باب 44: مرد کے لیے "کسم" سے رنگے ہوئے کپڑے پہننا اور "قسی" استعمال کرنا حرام ہے

2731 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِیْ يَحْيٰى عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

متنِ حدیث: قَالَ مَرَّ رَجُلٌ وَّعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ كَرِهُوْا لُبْسَ الْمُعَصْفَرِ وَرَاَوْا اَنَّ مَا صُبِغَ بِالْحُمْرَةِ بِالْمَدَرِ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَلَا بَاْسَ بِهٖ اِذَا لَمْ يَكُنْ مُعَصْفَرًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا اس نے سرخ رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

2731- اخرجہ ابو داؤد (۲/ ۴۵۰، ۴۵۱): کتاب اللباس: باب: فی الحمرۃ حدیث (۴۰۶۹)۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: کسم سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہننا مکروہ ہے۔ انہوں نے یہ رائے اختیار کی ہے: جب سرخ رنگ میں مٹیالا یا اس کے علاوہ کوئی اور رنگ شامل کر کے اسے رنگا جائے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ کسم نہ ہو۔

2732 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيْمَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْقَسِّيِّ وَعَنِ الْمِيثَرَةِ وَعَنِ الْجِعَةِ

قَالَ اَبُو الْاَحْوَصِ وَهُوَ شَرَابٌ يُتَّخَذُ بِمِصْرَ مِنَ الشَّعِيْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے، ریشمی کپڑا پہننے، ریشمی زین پر بیٹھنے اور "جعہ" سے منع کیا ہے۔

ابواحوص نامی راوی بیان کرتے ہیں: یہ ایک شراب ہے "جو" مصر میں جو کے ذریعے بنائی جاتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2733 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِىْ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ اَوْ حَلْقَةِ الذَّهَبِ وَآنِيَةِ الْفِضَّةِ وَلُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالْقَسِّيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ هُوَ اَشْعَثُ بْنُ اَبِى الشَّعْثَاءِ اسْمُهٗ سُلَيْمُ بْنُ الْاَسْوَدِ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا ہے' اور سات چیزوں سے منع کیا ہے۔ آپ نے ہمیں جنازے کے ساتھ جانے، بیمار کی عیادت کرنے، چھینکنے والے کو جواب دینے، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، قسم پوری کروانے اور سلام کا جواب دینے کا حکم دیا ہے' جبکہ آپ نے ہمیں سونے کی انگوٹھی پہننے، سونے کا چھلا پہننے، چاندی کے برتن استعمال کرنے، حریر، دیباج، استبرق اور قسی (ریشم کی مختلف قسموں کو) استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اشعث بن سلیم نامی راوی اشعث بن ابوشعثاء ہیں۔ ابوشعثاء کا نام سلیم بن اسود ہے۔

2732۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۴۴۷): كتاب اللباس: باب: من كرهه' حديث (۴۰۵۱)' و النسائي (۸/۱۶۵): كتاب الزينة: باب: خاتم الذهب' حديث (۵۱۶۵) و ابن ماجه (۲/۱۲۰۵): كتاب اللباس: باب: المياثر الحمر' حديث (۳۶۵۴) و احمد (۱/۹۳' ۷۲۲) (۱/۱۰۴' ۸۱۶) (۱/۱۳۷' ۱۰۴۹) (۱/۱۳۷' ۱۱۵۹) و عبد الله بن احمد (۱/۱۳۳' ۱۱۰۳) (۱/۱۳۳' ۱۱۱۳)۔

شرح

مرد کے لیے رنگے ہوئے اور ریشمی کپڑوں کا استعمال مکروہ ہونا

گہرا سرخ کپڑا مردوں کے لیے استعمال میں لانا منع ہے، یہ وہ کپڑا ہے' جو معصفر (ایک بوٹی کا نام ہے) سے رنگا جاتا تھا اور اس میں کشش پیدا ہو جاتی تھی۔ معصفر کے علاوہ کسی چیز سے رنگا ہوا کپڑا استعمال میں لانا جائز ہے، کیونکہ اس میں کشش نہیں ہوتی۔ اس کی کراہت اور ناپسندیدگی کی وجہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے زیب تن کرنے والے کو سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ تاہم خواتین کے لیے سرخ کپڑے کا استعمال مکروہ نہیں ہے۔

قسی اس کپڑے کو کہا جاتا ہے' جس میں ریشم ملا ہوا ہو۔ اس کی وجہ تسمیہ میں دو قول ہیں:

(۱) یہ مصر کے مشہور شہر "قس" کی طرف منسوب ہے۔

(۲) یہ وہ کپڑا ہے' جس میں ریشم کی دھاری ہو اور احتیاط کی بنا پر اس سے منع کیا گیا ہے۔

سات چیزوں کے حکم دینے کا مطلب ان کا جواز و بجالانا ہے اور سات اشیاء سے ممانعت ان کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ وہ سات اشیاء جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا وہ درج ذیل ہیں:

(۱) جنازہ کے پیچھے چلنا (۲) مریض کی عیادت کرنا (۳) چھینکنے والے کو جواب دینا (۴) دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنا (۵) مظلوم کی مدد کرنا (۶) قسم پوری کرنا (۷) سلام کا جواب دینا۔

وہ سات اشیا جن سے آپ نے منع فرمایا اور انہیں ناپسند قرار دیا، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) سونے کی انگوٹھی یا چھلہ (۲) چاندی کے برتن (۳) حریر (۴) دیباج (۵) استبرق (۶) استبرق (۷) قسی۔

آئمہ اربعہ کے نزدیک مردوں کے لیے سونے کا استعمال حرام ہے۔ عورتوں کے لیے زیورات کی شکل میں سونے اور چاندی کا استعمال جائز ہے۔ مرد انگوٹھی کی شکل میں چاندی استعمال میں لا سکتے ہیں۔ چاندی کا استعمال برتنوں کی شکل میں منع ہے، کیونکہ یہ جواز اللہ تعالیٰ نے آخرت میں رکھا ہے۔ حریر، دیباج، استبرق اور قسی کپڑوں کے استعمال کی ممانعت ان میں ریشم ہونے کی وجہ سے ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ لُبْسِ الْبَیَاضِ

باب 45: سفید کپڑا پہننا

2734 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ اَبِیْ شَبِیْبٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِلْبَسُوا الْبَیَاضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْیَبُ وَكَفِّنُوْا فِیْهَا مَوْتَاكُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

2734۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۱۸۱): کتاب اللباس: باب: البیاض من الثیاب' حدیث (۳۵۶۷) و احمد (۵/۱۳، ۱۷، ۱۸، ۱۹)۔

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سفید کپڑے پہنا کرو! کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور بہتر ہوتے ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

سفید کپڑے کے استعمال کی فضیلت

جس طرح میت کو کفن کسی بھی رنگ کے کپڑے میں دیا جاسکتا ہے مگر افضل سفید رنگ کے کپڑے میں کفن دینا ہے۔اسی طرح مرد کوئی بھی کپڑا زیب تن کرسکتا ہے لیکن سفید کپڑا بہتر ہے۔سفید کپڑا بہتر ہونے کی دو وجوہات ہیں:

(۱) یہ زیادہ پاکیزہ ہے (۲) یہ زیادہ صاف ستھرا ہے

کیونکہ سفید کپڑے پر داغ دھبہ جلدی نمایاں ہوجاتا ہے' جس وجہ سے آدمی اسے جلدی دھونے کی کوشش کرتا ہے۔اس کے برعکس رنگین کپڑے میں میل کچیل زیادہ نمایاں نہیں ہوتا جس وجہ سے وہ ایسا کپڑا کئی ایام تک استعمال کرتا رہتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ لُبْسِ الْحُمْرَةِ لِلرِّجَالِ

باب 46: مردوں کے لیے سرخ رنگ پہننے کی اجازت

2735 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْاَشْعَثِ وَهُوَ ابْنُ سَوَّارٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ اِضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَى الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَاِذَا هُوَ عِنْدِيْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْاَشْعَثِ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ چاندنی رات میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی' تو کبھی میں نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی چاند کی طرف دیکھتا تھا۔آپ نے سرخ حلّہ پہنا ہوا تھا اور اس وقت آپ مجھے چاند سے زیادہ خوبصورت لگ رہے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے' ہم اسے صرف اشعث نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

2736 وَرَوٰى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

2735- اخرجه الدارمي (۱/۳۰) كتاب: باب: في حسن النبي صلى الله عليه وسلم-

متن حدیث: رَاَيْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً حَمْرَاءَ

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ بِهٰذَا وَفِى الْحَدِيْثِ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا

قولِ امام بخاری: قَالَ سَاَلْتُ مُحَمَّدًا قُلْتُ لَهٗ حَدِيْثُ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ اَصَحُّ اَوْ حَدِيْثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فَرَاٰى كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحًا

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنِ الْبَرَاءِ وَاَبِىْ جُحَيْفَةَ

شعبہ اور ثوری نے اسے ابواسحاق کے حوالے سے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو سرخ حلّہ پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس حدیث میں اس سے زیادہ کلام کیا جاسکتا ہے۔

میں نے اس بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ سے دریافت کیا: میں نے ان سے کہا ابواسحاق نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' جو روایت نقل کی ہے وہ زیادہ مستند ہے' یا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت زیادہ مستند ہے؟ تو امام بخاری رحمہ اللہ نے ان دونوں روایات کو مستند قرار دیا۔

اس بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

مردوں کے لیے سرخ لباس زیب تن کرنا جائز ہونا:

مردوں کے لیے تیز سرخ رنگ کا کپڑا زیب تن کرنا منع ہے اور ہلکا سرخ رنگ بلا کراہت جائز ہے۔ خواتین کے لیے دونوں رنگ کے کپڑے استعمال میں لانا جائز ہے۔

سوال: زیر مطالعہ باب سے قبل باب سے متصل باب کی روایات میں سرخ رنگ کے کپڑے کی ممانعت بیان کی گئی تھی اور احادیث باب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس طرح دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہے؟

جواب: ممانعت والی روایات اپنے اصل پر محمول ہیں یعنی مردوں کے لیے تیز سرخ کپڑوں کا استعمال منع ہے۔ جواز والی روایات اس بات پر محمول ہیں کہ اس سے مراد یمن کا بنا ہوا کپڑا ہے' جس کی زمین سفید ہوتی تھی اور اس میں سرخ دھاریاں ہوتی تھیں۔

2737۔ اخرجه ابو داؤد (۲/ ٤٥٠): كتاب اللباس: باب: في الخضرة' حديث (٤٠٦٥) و النسائي (۳/ ۱۸۵): كتاب صلاة العيدين: باب: الزينة للخطبة للعيدين' حديث (۱۵۷۲) و اطرافه في (۸ /۵۲): كتاب القسامة' باب: هل يوخذ احد بجريرة غيره' (۸ /۱٤٠): كتاب الزينة: باب: الخضاب بالحناء الكتم' حديث (۵۰۸۲) (۸ /۲۰٤): كتاب الزينة: باب: لبس الخضر من الثياب' حديث (۵۳۱۹) والدارمي (۲ /۱۹۹) كتاب الديات: باب: لا يواخذ احد بجناية غيره' واحمد (۲/ ۲۲٦) (٤/ ۱٦۳) و عبد الله بن احمد (۲/ ۲۲٦) (۲/ ۲۲۷) (۲/ ۲۲۸) و الحميدي (۲/ ۳۸۲) حديث (۸٦٦) للابي داؤد ثلاثه مواضع اخرى وهي (۲/ ٤۸۵) كتب الترجل: باب: في الخضاب' حديث (٤٢٠٦) (٤٢٠٧) (۲/ ۵۷۵): كتاب الديات: باب: لا يوخذ احد بجريرة اخيه ابيه' حديث (٤٤۹۵)۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الثَّوْبِ الْأَخْضَرِ

باب 47: سبز کپڑا پہننا

2737 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ إِيَادٍ

توضیحِ راوی: وَأَبُو رِمْثَةَ التَّيْمِيُّ يُقَالُ اسْمُهُ حَبِيبُ بْنُ حَيَّانَ وَيُقَالُ اسْمُهُ رِفَاعَةُ بْنُ يَثْرِبِيٍّ

◆◆ حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا اس وقت آپ نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہم اسے صرف عبید اللہ بن زیاد کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

ابورمثہ تیمی کا نام حبیب بن حیان ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام رفاعہ بن یثربی ہے۔

شرح

سبز کپڑا زیب تن کرنا

دوسرے رنگوں کی طرح سبز رنگ کا کپڑا زیب تن کرنا بھی جائز و مستحب ہے۔ سبز رنگ اہل جنت کے کپڑوں کا ہے۔ چنانچہ اس کے دلائل یہ ہیں: (۱) ارشاد ربانی ہے: مُتَّكِئِينَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ○ (الرحمٰن: ۷۶) "وہ لوگ سبز مشجر اور نہایت خوبصورت کپڑوں (کے فرشوں) پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔" (۲) ارشاد خداوندی ہے: عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ (الدھر: ۲۱) "اہل جنت کے کپڑے باریک، سبز ریشم اور دبیز ریشم کے ہوں گے۔" (۳) وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ (الکھف: ۳۱) "وہ سبز رنگ کے باریک اور دبیز ریشم زیب تن کریں گے۔"

فائدہ نافعہ: کچھ ملنگ قسم کے لوگ سبز لباس زیب تن کر کے فخر سے اس لباس کو سنت قرار دیتے ہیں، یہ جہالت پر مبنی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ

باب 48: سیاہ لباس پہننا

2738 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

2738- اخرجه مسلم (۴/۱۸۸۲)؛ كتاب فضائل الصحابة؛ باب: فضائل اهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (۶۱/۲۴۲۴)، و ابوداؤد (۲/۴۴۳)؛ كتاب اللباس؛ باب: في لبس الصوف و الشعر، حديث (۴۰۳۲)، واحمد (۶/۱۶۲)۔

متن حدیث: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَّعَلَيْهِ مِرْطٌ مِّنْ شَعَرٍ اَسْوَدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ باہر نکلے تو آپ نے سیاہ رنگ کی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

شرح

سیاہ کپڑے کا استعمال کرنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سیاہ چادر تھی جو اپنے استعمال میں لاتے اور آپ نے سیاہ عمامہ بھی استعمال کیا ہے لیکن سیاہ لباس زیب تن کرنا ثابت نہیں ہے لہٰذا سیاہ لباس استعمال میں لانا سنت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مکمل سیاہ نہیں تھی بلکہ سیاہ دھاریوں کی وجہ سے اسے سیاہ کہا جاتا ہے۔

بقول شاعر

کبھی پوشش تھی لنگی اور چادر دھاریوں والی
کبھی کملی تھی جسم پاک پر اوڑھے ہوئے کالی

بَابُ مَا جَآءَ فِي الثَّوْبِ الْاَصْفَرِ

باب 49: زرد کپڑا پہننا

2739 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ الصَّفَّارُ اَبُوْ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَسَّانَ اَنَّهُ حَدَّثَتْهُ جَدَّتَاهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ عُلَيْبَةَ وَدُحَيْبَةُ بِنْتُ عُلَيْبَةَ حَدَّثَتَاهُ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ وَكَانَتَا رَبِيْبَتَيْهَا وَقَيْلَةُ جَدَّةُ اَبِيْهِمَا اُمُّ اُمِّهِ اَنَّهَا قَالَتْ

متن حدیث: قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتِ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ حَتّٰى جَآءَ رَجُلٌ وَّقَدِ ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَعَلَيْهِ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَّقَدْ نَفَضَتَا وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَسِيْبُ نَخْلَةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ قَيْلَةَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَسَّانَ

◆◆ سیّدہ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ (اس کے بعد انہوں نے طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں) ایک شخص آیا اس وقت سورج چڑھ چکا تھا۔ اس نے کہا السلام علیک یا رسول

2739۔ اخرجه ابو داؤد (۲/۱۹۲): کتاب الخراج و الفئ و الامارة: باب: فی اقطاع الارضین (۳۰۷۰)۔

اللہ! تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ (سیّدہ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:) اس وقت نبی اکرم ﷺ نے دو پرانے اور بغیر سلے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے، جو زعفران کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اور ان کا رنگ ہلکا پڑ چکا تھا اور آپ کے پاس کھجور کی ایک شاخ بھی تھی۔

سیّدہ قیلہ رضی اللہ عنہا کی نقل کردہ روایت کو ہم صرف عبداللہ بن حسان کی نقل کردہ حدیث کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

زرد کپڑے کا استعمال جائز ہونا:

حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ زعفران سے رنگا ہوا کپڑا جو زرد رنگ اختیار کر چکا ہو، کا استعمال کرنا جائز ہے۔

سوال: حدیث باب سے زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور آئندہ روایت سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہے؟

جواب: (۱) بار بار استعمال کرنے یا پرانی ہونے کی وجہ سے اس کا رنگ اڑ گیا تھا اور رنگ گہرا نہیں رہا تھا۔

(۲) منسوخ ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر استعمال فرمائی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّزَعْفُرِ وَالْخَلُوْقِ لِلرِّجَالِ

باب 50: مرد کے لیے زعفران اور خلوق استعمال کرنا حرام ہے۔

2740 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ ح وحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّزَعْفُرِ

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا اٰدَمُ عَنْ شُعْبَةَ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَمَعْنٰى كَرَاهِيَةِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ اَنْ يَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ يَعْنِيْ اَنْ يَّتَطَيَّبَ بِهٖ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مرد کو زعفرانی (رنگ کا کپڑا) استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

2740۔ اخرجه البخاری (۱۰/۳۱۷): کتاب اللباس: باب: النهی عن التزعفر للرجال، حدیث (۵۸٤٦)، و مسلم (۳/۱٦٦۲): کتاب اللباس و الزینة: باب: نهی الرجل عن التزعفر (۷۷/ ۲۱۰۱) و ابوداؤد (۲/٤۷۹): کتاب الترجل باب: من الخلوق للرجال، حدیث (٤۱۷۹)، و النسائی (۵/۱٤۱): کتاب مناسك الحج: باب: الزعفران للمحرم، حدیث (۲۷۰٦) و النسائی (۸/۱۸۹): کتاب الزینة: باب: الزعفران، حدیث (۵۲۵٦)، و احمد (۳/۱۰۱، ۱۸۷)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شعبہ نے یہ روایت اسماعیل بن علیہ کے حوالے سے، عبدالعزیز بن صہیب کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے زعفران لگانے سے منع کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرد کے لیے زعفران استعمال کرنے کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے: مرد خوشبو کے طور پر زعفران لگائے۔

2741 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَفْصِ بْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ رَجُلًا مُتَخَلِّقًا قَالَ اذْهَبْ فَاغْسِلْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثُمَّ لَا تَعُدْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَقَدِ اخْتَلَفَ بَعْضُهُمْ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ مَنْ سَمِعَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَدِيْمًا فَسَمَاعُهُ صَحِيْحٌ وَسَمَاعُ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ صَحِيْحٌ اِلَّا حَدِيْثَيْنِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ زَاذَانَ قَالَ شُعْبَةُ سَمِعْتُهُمَا مِنْهُ بِاٰخِرَةٍ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: يُقَالُ اِنَّ عَطَاءَ بْنَ السَّائِبِ كَانَ فِيْ اٰخِرِ اَمْرِهٖ قَدْ سَاءَ حِفْظُهُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَمَّارٍ وَّاَبِيْ مُوْسٰى وَاَنَسٍ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ حَفْصٍ هُوَ اَبُوْ حَفْصِ بْنُ عُمَرَ

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے خلوق (نامی خوشبو) لگائی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: جاؤ! اسے دھولو اور پھر دوبارہ نہ لگانا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

اس کی سند کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔ بعض حضرات نے اسے عطاء بن ساء کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں: یحییٰ بن سعید یہ فرماتے ہیں: جس شخص نے پہلے زمانے میں عطاء بن سائب سے احادیث نقل کی تھیں ان کا سماع صحیح ہوگا' اور شعبہ اور سفیان کا عطاء بن سائب سے سماع صحیح ہے۔ ماسوائے دو احادیث کے' جو عطاء بن سائب کے حوالے سے' زاذان سے منقول ہیں۔

شعبہ بیان کرتے ہیں: میں نے ان دونوں روایات کو آخری عمر میں سنا تھا۔

ایک قول کے مطابق عطاء بن سائب کی آخر میں یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ ان کا حافظہ ٹھیک نہیں رہا تھا۔

اس بارے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

2741۔ اخرجہ النسائی (۸/۱۵۲): کتاب الزینۃ: باب التزعفر و الخلوق، حدیث (۵۱۲۱) (۵۱۲۲) (۵۱۲۳) و احمد (۴/۱۷۱، ۱۷۳) و الحمیدی (۲/۳۶۲) حدیث (۸۲۴)۔

ابوحفص نامی راوی ابوحفص بن عمرو ہیں۔

شرح

مرد کے لیے زعفران سے رنگے ہوئے کپڑوں اور خلوق (خوشبو) کا استعمال منع ہونا

زمانہ قدیم میں خلوق خوشبو زعفران وغیرہ کو ملا کر تیار کی جاتی تھی، اس میں پیلا اور لال رنگ بھی موجود ہوتا تھا۔ اس کا استعمال عورتوں کے لیے جائز اور مردوں کے لیے منع ہے۔

سوال: ماقبل حدیث باب سے زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور زیر مطالعہ حدیث سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، یہ تو روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: آغاز میں خلوق خوشبو کا استعمال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا لیکن بعد میں اس کی ممانعت آنے پر آپ نے اسے ترک فرما دیا تھا یعنی پہلے باب کی حدیث منسوخ ہے اور زیر مطالعہ حدیث اس کی ناسخ ہے۔

خلوق خوشبو کے استعمال میں مذاہب آئمہ

کیا خلوق خوشبو کا استعمال جسم اور کپڑے پر جائز ہے یا منع ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے زعفران کا استعمال کپڑوں اور جسم دونوں پر جائز نہیں ہے۔ انہوں نے ممانعت پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ اس میں مطلقاً ممانعت ہے، جو کپڑوں اور جسم دونوں کو شامل ہے۔

۲۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کپڑوں پر استعمال جائز ہے اور جسم پر اس کا استعمال منع ہے۔ انہوں نے سنن ابی داؤد کی اس مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے: **لایقبل اللہ صلوٰۃ رجل فی جسدہ شئی من خلوق** ۔"یعنی جسم پر خلوق خوشبو استعمال کرنے والے کی اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتا۔" اس روایت میں کپڑوں کا ذکر نہیں ہے اور نہ حدیث عموم پر دلالت کرتی ہے بلکہ خاص ہے کہ اس کا جسم پر استعمال کرنا منع ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، جس وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيبَاجِ

باب 51: حریر اور دیباج (مردوں کے لیے) پہننا حرام ہے

2742 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ مَوْلٰى اَسْمَاءَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَذْكُرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

2742۔ اخرجہ مسلم (۲/۱۶۴۷): کتاب اللباس والزینۃ: باب: تحریم استعمال اناء الذہب و الفضۃ علی الرجال و النساء وخاتم الذہب و الحریر علی الرجل، حدیث (۱۰/۲۰۶۹) و احمد (۱/۳۶) ولم یذکرہ بلفظہ الا المصنف

متن حدیث: مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّحُذَيْفَةَ وَاَنَسٍ وَّغَيْرِ وَاحِدٍ وَّقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي كِتَابِ اللِّبَاسِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو مَوْلٰى اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَاسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَيُكْنٰى اَبَا عَمْرٍو وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ وَّعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا میں ریشمی لباس پہنے گا وہ آخرت میں اسے نہیں پہنے گا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث منقول ہیں۔ اس کا تذکرہ ہم نے کتاب اللباس میں کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوعمرو نامی راوی سے منقول ہے۔

سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں ان کا نام عبداللہ ہے' اور ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔

عطاء بن ابی رباح اور عمرو بن دینار نے ان کے حوالے سے' احادیث نقل کی ہیں۔

2743 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ اَقْبِيَةً وَّلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ قَالَ ادْخُلْ فَادْعُهُ لِيْ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِّنْهَا فَقَالَ خَبَاْتُ لَكَ هٰذَا قَالَ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَّابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ

◆◆ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کچھ قبائیں تقسیم کیں تو آپ نے حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو کچھ نہیں دیا۔ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ بولے: اے میرے بیٹے! تم میرے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چلو۔ حضرت مسور بیان کرتے ہیں: میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ انہوں نے فرمایا: اندر جاؤ اور نبی اکرم ﷺ کو بلا کر لاؤ! میں نبی اکرم ﷺ کو بلا کر لایا۔ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس ایک قبا موجود تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ میں نے تمہارے لیے سنبھال کر رکھی ہوئی تھی۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو خوش ہو گئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2743۔ اخرجه البخاری (٥/٢٦٢): كتاب الهبة: باب: كيف يقبض العبد المتاع' حديث (٢٥٩٩) (١٠/٢٨٠): كتاب اللباس: باب: القباء و فروج حرير و هو القباء و يقال هو الذى له شق من خلفه' حديث (٥٨٠٠) و مسلم (٢/٧٣٧): كتاب الزكاة: باب: اعطاء من سال بفحش و غلظة' حديث (١٠٥٨/١٢٩) و ابو داؤد (٢/٤٤١): كتاب اللباس: باب: ما جاء في الاقبية' حديث (٤٠٢٨) و النسائی (٨/٢٠٥) كتاب الزينة: باب: لبس الاقبية' حديث (٥٣٢٤) و احمد (٤/٣٢٨)۔

ابن ابی ملیکہ نامی راوی کا نام عبداللہ بن عبید اللہ بن ابوملیکہ ہے۔

شرح

حریر اور دیباج کا استعمال حرام ہونا

لفظ: الحریر، کا معنیٰ ہے: وہ ریشم جس کا ابھی کپڑا تیار نہ کیا گیا ہو۔ لفظ: الدیباج، کا معنیٰ ہے: ایسا ریشمی کپڑا جس کا تانا بانا ریشم کا ہو۔ پہلی حدیث باب میں وضاحت ہے کہ حریر (ریشم) کا استعمال حرام ہے، جو شخص دنیا میں ریشم استعمال میں لاتا ہے وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: انما یلبس الحریر فی الدنیا من خلاق لہ فی الآخرۃ۔ ''دنیا میں وہ شخص ریشم استعمال کرتا ہے، جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔'' آخرت میں ریشم کا استعمال جائز ہوگا۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝ (الحج:۲۳) ''جنت میں اہل جنت کا لباس ریشم کا ہوگا۔''

سوال: دنیا میں ریشمی لباس استعمال کرنے والا کیا دخول جنت کے بعد بھی اس سے محروم رہے گا؟

جواب: (۱) حدیث باب وعید و زجر کے لیے استعمال کی گئی ہے۔

(۲) ایک مدت خاص تک وہ محروم رہے گا پھر اسے اس کے استعمال کی اجازت ہوگی۔

(۳) ابتداءً تو یہ اہل جنت کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ بعد میں داخل ہوگا۔ اس سلسلے میں ایک روایت کے الفاظ ہیں: من لبس الحریر فی الدنیا البسہ اللہ یوم القیامۃ ثوباً من نار۔ ''جس شخص نے دنیا میں ریشم کا لباس استعمال کیا، آخرت میں اسے اللہ تعالیٰ آگ کا لباس پہنائے گا۔'' (۴) اس روایت کا مصداق ہے، جو ریشم کو حلال خیال کرتا ہوا اسے استعمال میں لاتا ہے، تو وہ مسلمان نہیں رہے گا اور جب وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا تو اس کا لباس کیسے پہنے گا؟

بَابُ مَا جَآءَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ اَنْ يَّرٰى اَثَرَ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ

باب 52: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے: اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر نظر آئے

2744 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يَّرٰى اَثَرَ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْهِ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے: اس کی دی ہوئی نعمت کا اثر اس کے بندے پر نظر آئے۔

اس بارے میں ابواحوص نے اپنے والد کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور

2744۔ اخرجہ النسائی (۵/ ۷۹): کتاب الزکاۃ: باب: الاختیال فی الصدقۃ، حدیث (۲۵۵۹) و ابن ماجہ (۲/ ۱۱۹۲): کتاب اللباس: باب: البس ما شئت، ما اخطاک سرف او مخیلۃ، حدیث (۳۶۰۵) و احمد (۲/ ۱۸۱) (۲/ ۱۸۲)۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت بندے پر نمایاں ہو

حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے فضل وکرم سے مادی نعمت سے نوازے تو اس کا اثر و اظہار اس کے جسم پر بھی ہونا چاہیے یعنی اس کا لباس وغیرہ معیاری ہونا چاہیے لیکن اس کے خیال میں تکبر و غرور نہیں ہونا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار بطور شکر ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو پسند کرتا ہے اور غرباء و فقراء جب اس سے رجوع کرتے ہیں تو وہ انہیں اپنی قوت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے حصہ عطا کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی نعمت اس کے بندوں میں تقسیم کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرماتا ہے اور اس میں اضافہ کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخُفِّ الْاَسْوَدِ

باب 53: سیاہ موزا پہننا

2745 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ دَلْهَمٍ وَّقَدْ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ دَلْهَمٍ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نجاشی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں موزوں کا ایک جوڑا بھیجا تھا' جو سیاہ رنگ کا تھا اور اس پر کوئی نقش نہیں بنا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں پہنا' پھر آپ نے وضو کیا اور ان پر مسح کر لیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف دلہم نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

محمد بن ربیعہ نے بھی اس روایت کو دلہم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

سیاہ موزوں کا استعمال جائز ہونا

سیاہ عمامہ، سیاہ لباس، سیاہ پاپوش اور سیاہ موزوں کا حکم یکساں ہے۔ تاہم سیاہ لباس اور سیاہ جوتا اہل جہنم اور روافض کے ساتھ

2745۔ اخرجه ابو داؤد (۱/۸۷): کتاب الطهارة: باب: المسح على الخفين' حديث (۱۵۵)' و ابن ماجه (۱/۱۸۲): کتاب الطهارة و سننها: باب: ما جاء في المسح على الخفين' حديث (۵۴۹)' (۲/۱۱۹۶): کتاب اللباس: باب: الخفاف السود' حديث (۳۶۲۰) و احمد (۵/۳۵۲)۔

مشابہہ ہو تو ناجائز ہے۔

شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف سن کر نہایت عقیدت سے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ دو موزے پیش کیے جو سادہ اور سیاہ رنگ کے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ موزے قبول فرمائے اور اپنے استعمال میں بھی لائے۔ آپ نے ان موزوں کو افضل واعلیٰ قرار دیا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد:۸، ص:۲۸۷)

سوال: موزوں کا ہدیہ پیش کرتے وقت نجاشی غیر مسلم تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تحفہ کیوں قبول فرمایا؟

جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت میں خود مختار ہیں اور اس اختیار کے سبب ہدیہ قبول فرمالیا۔

(۲) جب یقین ہو کہ غیر مسلم سے حسن سلوک کی وجہ سے وہ اسلام کی طرف مائل ہو کر اسلام قبول کرلے گا تو اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی غرض سے اس کا ہدیہ قبول فرمایا تھا۔ دنیا جانتی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ نجاشی مسلمان ہو گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ

باب 54: سفید بال اکھاڑنے کی ممانعت

2746 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ وَقَالَ اِنَّهٗ نُوْرُ الْمُسْلِمِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ قَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ وَغَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سفید بال اکھاڑنے سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ مسلمان کا نور ہے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

عبدالرحمٰن بن حارث اور دیگر راویوں نے اسے عمرو بن شعیب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

سفید بالوں کو چننے کی ممانعت

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے جب کسی مسلمان کی ڈاڑھی یا سر کے بال سفید ہو جائیں تو ان کو اکھاڑنا منع ہے۔ سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ جب بڑھاپے کے سبب کسی مسلمان کے بال سفید ہو جائیں تو ان کا اکھاڑنا

2746- اخرجه ابو داؤد (۲/۴۸۸): كتاب الترجل: باب: في نتف الشيب، حديث (۴۲۰۲)، و النسائي (۸/۱۳۶): كتاب الزينة: باب: النهي عن نتف الشيب، حديث (۵۰۶۸)، و ابن ماجه (۲/۱۲۲۶): كتاب الادب: باب: نتف الشيب، حديث (۳۷۲۱)، و احمد (۲/۱۷۹)، (۲/۲۰۶)، (۲/۲۰۷)، (۲/۲۱۰)، (۲/۲۱۲)۔

منع ہے، کیونکہ قیامت کے دن وہ نور کی شکل میں ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سفید بال اکھاڑے گا، قیامت کے دن وہ بال نیزہ کی شکل اختیار کرلے گا اور اس کے ساتھ اکھاڑنے والے کو اذیت دی جائے گی۔

سفید بالوں کو اکھاڑنے کی متعدد وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- یہ عمل قیامت کے دن ایمان کی روشنی سے محرومی کا باعث ہوگا۔

۲- یہ عمل قیامت کے دن تکلیف واذیت کا سبب ہوگا۔

۳- یہ عمل اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔

وہ شخصیت جس کے سب سے پہلے بال سفید ہوئے

دنیا میں سب سے قبل جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہوئے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا: اے پروردگار! یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: اے ابراہیم! یہ وقار کی علامت ہے۔ عرض کیا: اے پروردگار! پھر تو میرے وقار میں اضافہ فرمادے۔

فائدہ نافعہ: اگر سفید بال اکھاڑنے کا مقصد زینت نہ ہو تو جائز ہے ورنہ منع ہے۔ عموماً اس کا مقصد زینت ہوتا ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ یہ سر اور ڈاڑھی کے بالوں کا حکم ہے۔ تاہم بغلوں کے بال منڈوانے کے بجائے اکھاڑنا مسنون ہے۔

بَابُ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ

باب 55: (فرمان نبوی ہے) جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے

2747 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شَيْبَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ النَّحْوِيِّ

توضیح راوی: وَشَيْبَانُ هُوَ صَاحِبُ كِتَابٍ وَّهُوَ صَحِيْحُ الْحَدِيْثِ وَيُكْنٰى اَبَا مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ الْعَطَّارُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ اِنِّىْ لَاُحَدِّثُ الْحَدِيْثَ فَمَا اَخْرِمُ مِنْهُ حَرْفًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے۔

اس حدیث کو کئی راویوں نے شیبان بن عبدالرحمٰن نحوی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شیبان ایک کتاب کے مصنف ہیں اور علم حدیث میں مستند ہیں۔ ان کی کنیت ابومعاویہ ہے۔

عبدالجبار نے سفیان بن عیینہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں: عبدالملک بن عمیر نے یہ بات بیان کی ہے۔

2747- اخرجه ابو داؤد (۴/ ۷۵۵): کتاب الادب: باب: فی المشورة، حدیث (۵۱۲۸) و ابن ماجه (۲/ ۱۲۳۳): کتاب الادب: باب: المستشار موتمن، حدیث (۳۷۴۵)۔

میں جو بھی حدیث بیان کرتا ہوں اس میں کسی ایک لفظ کی بھی کمی نہیں کرتا۔ (یعنی لفظ بہ لفظ بیان کرتا ہوں)

2748 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ عَنْ جَدَّتِهِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اُمِّ سَلَمَةَ

◆◆ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص سے مشورہ لیا جائے' وہ امانت دار ہوتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

مشورہ کی اہمیت

احادیث باب میں مشاورت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ انسان ہمیشہ مشاورت ایسے شخص سے کرتا ہے' جو امانتدار اور رازدار ہوتا ہے۔ اگر وہ دوران مشاورت غلط مشورہ دیتا ہے یا یہ بات دوسروں پر ظاہر کر دیتا ہے، تو یہ جرم اور مشاورت کے تقاضا کے خلاف ہے، کیونکہ مشورہ امانت ہوتا ہے اور اس کا افشاء خیانت کے زمرے میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں حکم دیا: وشاورھم بالامر۔ یعنی اے محبوب! آپ لوگوں (اپنے صحابہ) سے مختلف امور میں مشاورت فرمایا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر فائز ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشاورت فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں تخلیق آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مشورہ فرمایا۔ اس سے مشاورت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الشُّؤْمِ

باب 56: نحوست کا بیان

2749 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ وَّحَمْزَةَ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلشُّؤْمُ فِيْ ثَلَاثَةٍ فِي الْمَرْاَةِ وَالْمَسْكَنِ وَالدَّابَّةِ

2748۔ انفرد به الترمذی كما فی (التحفة) (۶۶۱۳) حدیث (۱۸۲۹۹) وذكره المتقی الهندی فی (الكنز) (۴۰۹/۳) حدیث (۷۱۸۱) وعزاه للترمذی عن ام سلمة۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

اختلاف سند: وَبَعْضُ اَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ لَا يَذْكُرُوْنَ فِيْهِ عَنْ حَمْزَةَ اِنَّمَا يَقُوْلُوْنَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰكَذَا رَوٰى لَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ وَّحَمْزَةَ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَمْزَةَ وَرِوَايَةُ سَعِيْدٍ اَصَحُّ لِاَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِيْنِيِّ وَالْحُمَيْدِيَّ رَوَيَا عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ وَذَكَرَا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ لَمْ يَرْوِ لَنَا الزُّهْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوٰى مَالِكٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عَنْ سَالِمٍ وَّحَمْزَةَ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِمَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّعَائِشَةَ وَاَنَسٍ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الْمَرْاَةِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَسْكَنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے۔ عورت‘ رہائش گاہ اور جانور۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں نے‘ اس کی سند میں حمزہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔ وہ یہ فرماتے ہیں: یہ سالم کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

ابن ابی عمر نے بھی اسے اسی طرح نقل کیا ہے‘ جو سفیان بن عیینہ کے حوالے سے، زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، سالم اور حمزہ کے حوالے سے‘ منقول ہے۔ یہ دونوں حضرات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے‘ نبی اکرم ﷺ سے اسے روایت کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ‘ سالم کے حوالے سے‘ ان کے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

سعید بن عبدالرحمٰن نے اس کی سند میں حمزہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

سعید کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

2749- اخرجه البخارى (۹/ ۴۰) كتاب النكاح: باب: ما يتقى من شوم المراة و قوله تعالىٰ: ان من ازواجكم و اولادكم عدوا لكم (التغابن: ۱۴) حديث (۵۰۹۳) البخارى (۱۰/ ۲۲۳): كتاب الطب: باب: الطيرة، حديث (۵۷۵۳) و مسلم ۴/ ۱۷۴۶-۱۷۴۷): كتاب السلام: باب: الطيرة و الفال و ما يكون فيه من الشوم، حديث (۱۱۵/ ۲۲۲۵) و ابوداؤد (۲/ ۴۱۲): كتاب الطب: باب: من الطيرة، حديث (۳۹۲۲) و النسائى (۶/ ۲۲۰): كتاب الخيل: باب: شوم الخيل، حديث (۳۵۶۹) و ابن ماجه (۱/ ۶۴۲) كتاب النكاح: باب: ما يكون فيه اليمن و الشوم، حديث (۱۹۹۵) و احمد (۲/ ۸، ۲/ ۳۶، ۲/ ۱۲۶، ۲/ ۱۵۲) و مالك (۲/ ۹۷۲): كتاب الاستئذان: باب: ما يتقى من الشوم، حديث (۲۲) و الحميدى (۲/ ۲۸۰) حديث (۶۲۱)۔

اس کی وجہ یہ ہے: علی بن مدینی اور حمیدی نے اسے سفیان کے حوالے سے نقل کیا ہے اور زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو سالم کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور وہ فرماتے ہیں: یہ سالم اور حمزہ کے حوالے سے' منقول ہے۔ یہ دونوں حضرات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے' اسے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے یہی روایت نقل کی گئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر کسی چیز میں نحوست ہوگی' تو عورت میں ہوگی' یا جانور میں ہوگی' یا رہائش گاہ میں ہوگی۔

2750 وَقَدْ رُوِيَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

متن حدیث: لَا شُؤْمَ وَقَدْ يَكُوْنُ الْيُمْنُ فِي الدَّارِ وَالْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ

سند حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ عَمِّهِ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

◆◆ حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' نحوست کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ البتہ کبھی گھر میں، عورت میں یا گھوڑے میں برکت ہوتی ہے۔

یہ بات علی بن حجر نے اپنی سند کے حوالے سے نقل کی ہے' جو اسماعیل بن عیاش، سلیمان بن سلیم، یحیٰ بن جابر، معاویہ بن حکیم کے حوالے سے' ان کے چچا حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

دو مسائل کی وضاحت

احادیث باب میں دو مسائل میں تعارض ہے، جن کی وضاحت سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱-مرض کا تعدیہ

مرض متعدی ہوتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے مرض متعدی ہوتا ہے اور بعض سے اس کی نفی ہوتی ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں: لا عدوی یعنی مرض متعدی نہیں ہوتا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں: فر من المجزوم یعنی تم چھوت کے مرض سے بھاگو'۔ اس تعارض کا ارتفاع یوں پیش کیا جاتا ہے کہ بنفسہ کوئی مرض متعدی نہیں ہے لیکن لغیرہ (مشیت الٰہی سے) متعدی ہوسکتا ہے۔

۲-اشیاء میں نحوست ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ

اشیاء میں نحوست ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ میں بھی روایات مختلف ہیں۔ بعض سے اس کی نفی ہوتی ہے مثلاً لا طیرۃ یعنی کسی

چیز میں نحوست نہیں ہے۔ بعض میں اس کا ثبوت معلوم ہوتا ہے کہ تین اشیاء میں نحوست ہے:

(۱) گھر (۲) عورت (۳) گھوڑا۔ روایات میں اس تعارض کی متعدد توضیحات ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) گھر کی نحوست سے مراد گھر کی تنگی ہے۔ عورت کی نحوست سے مراد اس کی بدمزاجی، بداخلاقی، نافرمانی، اس کا بانجھ پن اور اس کے مہر کی زیادتی ہے۔ گھوڑے کی نحوست سے مالک کی نافرمانی، اس کا شوخ ہونا اور اس کا سست رفتاری میں چلنا ہے۔

(۲) اگر بالفرض اشیاء میں نحوست ہوتی تو ان تین اشیاء میں ہوسکتی تھی مگر کسی چیز میں بھی نحوست نہیں ہے۔

(۳) تین اشیاء کے استثناء کے بعد کسی چیز میں نحوست نہیں ہے۔

(۴) اگر کسی شخص کو کوئی چیز ناپسند ہو تو وہ چھوڑ سکتا ہے مثلاً گھر کو فروخت کر دے، بیوی کو طلاق دے ڈالے اور گھوڑا بیچ ڈالے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ ثَالِثٍ

باب 57: دو آدمی، تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی میں بات نہ کریں

2751 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ ح وحَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ صَاحِبِهِمَا وقَالَ سُفْيَانُ فِيْ حَدِيْثِهٖ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ فَاِنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ فَاِنَّ ذٰلِكَ يُؤْذِى الْمُؤْمِنَ وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَكْرَهُ اَذَى الْمُؤْمِنِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم تین افراد موجود ہو تو دو آدمی اپنے تیسرے ساتھی کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی میں بات نہ کریں۔

سفیان نامی راوی نے اپنی حدیث میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی میں بات نہ کریں کیونکہ یہ بات اسے غمگین کر دے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2751- اخرجه البخاري (١١/ ٨٥): كتاب الاستئذان: باب: اذا كانوا اكثر من ثلاثة فلا باس بالمسارة والمناجاة، حديث (٦٢٩٠)، و مسلم (٤/ ١٧١٨) كتاب السلام: باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث بغير رضاه حديث (٣٨/ ٢١٨٤) و ابو داؤد (٢/ ٦٧٩): كتاب الادب: باب في التناجي، حديث (٤٨٥١) و ابن ماجه (٢/ ١٢٤١): كتاب الادب: باب: لا يتناجي اثنان دون الثالث، حديث (٣٧٧٥) و الدارمي (٢/ ٣٨٢) كتاب الاستئذان: باب: لا يتناجي اثنان دون صاحبهما، و احمد (١/ ٣٧٥، ٤٢٥، ٤٣٠، ٤٣١، ٤٣٨، ٤٤٠، ٤٦٠، ٤٦٢، ٤٦٤، ٤٦٥) و الحميدي (١/ ٦١) حديث (١٠٩)، كذلك اخرجه البخاري في (الادب المفرد) ص (٣٤١)، حديث (١١٧٤)۔

نبی اکرم ﷺ سے یہ فرمان بھی نقل کیا گیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دو آدمی ایک کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی میں بات نہ کریں کیونکہ یہ بات مؤمن کو اذیت دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ مؤمن کو اذیت دیے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

تیسرے شخص سے احتراز کرتے ہوئے دو شخصوں کا باہم سرگوشی کرنے کی ممانعت

حدیث باب میں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی جگہ میں تین آدمی موجود ہوں، ایک کو چھوڑ کر دو باہم سرگوشی کریں تو یہ منع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں تیسرے شخص کو ذہنی اذیت ہوگی اور کسی کو تکلیف میں مبتلا کرنا منع ہے۔ اسی طرح چار آدمی ہوں تو ایک کو چھوڑ کر تین باہم سرگوشی کریں، یہ بھی منع ہے۔ تاہم اگر دو کو چھوڑ کر دو باہم سرگوشی کریں تو منع نہیں ہے، کیونکہ یہ صورت اذیت کی نہیں بنتی۔

فائدہ نافعہ: بعض علماء نے اس ممانعت کو ابتداء اسلام یا حضر کے ساتھ مخصوص کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ تخصیص درست نہیں ہے۔ یہ ممانعت جس طرح ابتداء اسلام میں تھی آج بھی قائم ہے۔ علاوہ ازیں حضر و سفر دونوں میں ممانعت کا حکم یکساں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعِدَةِ

باب 58: (کچھ دینے کا) وعدہ کرنا

2752 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ قَدْ شَابَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ وَاَمَرَ لَنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ قَلُوْصًا فَذَهَبْنَا نَقْبِضُهَا فَاَتَانَا مَوْتُهُ فَلَمْ يُعْطُوْنَا شَيْئًا فَلَمَّا قَامَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ مَنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْيَجِئْ فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاَخْبَرْتُهُ فَاَمَرَ لَنَا بِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ بِاِسْنَادٍ لَّهُ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ نَحْوَ هٰذَا وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ

حدیثِ دیگر: قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ وَلَمْ يَزِيْدُوْا عَلٰى هٰذَا

◆◆ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ آپ کا رنگ سفید تھا اور بالوں میں بھی کچھ سفیدی آچکی تھی۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں تیرہ جوان

2752- اخرجه البخاری (٦/ ٦٥٧): كتاب المناقب: باب: صفة النبی صلى الله عليه وسلم، حديث (٣٥٤٣، ٣٥٤٤) و مسلم (٤/ ١٨٢٢): كتاب الفضائل: باب: شيبة صلى الله عليه وسلم حديث (١٠٧/ ٢٣٤٣) و النسائی فی (الكبرى) (٥/ ٤٩): كتاب المناقب: باب: فضائل الحسن والحسين، و احمد (٤/ ٣٠٧) و الحميدی (٢/ ٣٩٤) حديث (٨٩٠)-

اونٹنیاں دینے کا حکم دیا' پھر ہم انہیں وصول کرنے کے لیے گئے' تو اس وقت آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ ہمیں کوئی چیز نہیں دے سکے' جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے جانشین ہوئے' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے کوئی وعدہ کیا تھا وہ آگے آئے' تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے انہیں اس بارے میں بتایا: تو انہوں نے ہمیں وہ اونٹنیاں دینے کا حکم دیا۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

مروان بن معاویہ نے یہ روایت اپنی سند کے حوالے سے نقل کی ہے۔ یہ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' اور اسی کی مانند ہے۔

کئی راویوں نے اسے اسماعیل بن ابوخالد کے حوالے سے' حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔

ان راویوں نے اس روایت میں مزید کوئی الفاظ نقل نہیں کیے۔

2753 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ جُحَيْفَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ نَحْوَ هٰذَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

توضیح راوی: وَاَبُوْ جُحَيْفَةَ اسْمُهٗ وَهْبٌ السُّوَائِيُّ

◄► حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔

کئی راویوں نے اسماعیل بن خالد کے حوالے سے' اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کا نام وہب سوائی ہے۔

شرح

ایفاء وعدہ کی اہمیت اور اس کا تقاضا

وعدہ اخلاقی قرض ہوتا ہے، جس کا ایفاء واجب ہے اور وعدہ کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اگر ایفاء عہد سے قبل وعدہ کنندہ فوت ہو جائے تو اس کے جانشین اور پسماندگان اس کا وعدہ پورا کریں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیرہ اونٹنیاں دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن انہیں عطا کرنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی طرف سے ایفاء وعدہ کرتے ہوئے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیرہ اونٹنیاں عنایت فرما دیں۔

حدیث باب میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکل وصورت کے اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہہ قرار دیا گیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں صراحت ہے کہ سینہ سے لے کر سر اقدس تک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

ناف سے لے کر قدموں تک حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت تھی اور آپ بھی دونوں شہزادوں سے انتہائی درجہ کی شفقت فرماتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ

باب 59: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں'' کہنا

2754 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعِیْدِ الْجَوْهَرِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ

متنِ حدیث: مَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ اَبَوَیْهِ لِاَحَدٍ غَیْرَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے لیے نبی اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا (میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں)

2755 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ وَیَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ سَمِعَا سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ قَالَ عَلِیٌّ

متنِ حدیث: مَا جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبَاهُ وَاُمَّهُ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ لَهُ یَوْمَ اُحُدٍ ارْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ وَقَالَ لَهُ ارْمِ اَیُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنِ الزُّبَیْرِ وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِیٍّ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی شخص کے لیے اپنے والدین کو جمع نہیں کیا (یعنی یہ الفاظ استعمال نہیں کیے کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں) نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ اُحد کے دن ان سے یہ فرمایا: تم تیراندازی جاری رکھو۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ (راوی کو شک ہے یا یہ الفاظ ہیں) آپ نے ان سے فرمایا: اے بہادر جوان! تم تیراندازی جاری رکھو۔

اس بارے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

2756 وَقَدْ رَوٰی غَیْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ

2754- اخرجه النسائی فی (الکبری) (٦/٥٧): کتاب عمل الیوم و اللیلة: باب: التفدیة، حدیث (١٠٠٢٢/٥)۔

متن حدیث: جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي

سند حدیث: حَدَّثَنَا بِذَلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ

حکم حدیث: وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

کئی راویوں نے اس حدیث کو یحییٰ بن سعید کے حوالے سے، سعید بن مسیب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ اُحد کے دن اپنے والدین کو میرے لیے جمع کیا تھا آپ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا: میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ تم تیراندازی جاری رکھو!

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ اُحد کے دن مجھ سے یہ فرمایا تھا: میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت سعد بن ابی وقاص پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و مہربانی کی انتہاء

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی کا نام مالک، ان کے باپ کا نام: وہب تھا جبکہ کنیت ابو وقاص تھی۔ پورا نام یوں ہوا: سعد بن ابی وقاص مالک بن وہب۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے بڑا اعزاز اور خصوصیت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے فرمایا تھا: یا سعد فداك ابی و امی یعنی اے سعد تم پر میرے والدین قربان ہوں۔

سوال: احادیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ: یا سعد فداك ابی و امی، صرف حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کہے تھے، حالانکہ احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بھی استعمال فرمائے تھے لہٰذا یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تخصیص نہ رہی؟

جواب: (۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ صرف حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں زبان نبوت سے سماعت کیے تھے، اس لیے اسے آگے بیان کر دیا۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ ہو کہ میں نے یہ الفاظ صرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ضرور سنے تھے مگر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں براہ راست میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت نہیں کیے تھے۔

2756- اخرجه البخاری (۷/ ۴۱۵): كتاب المغازی: باب: اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا ---، حديث (۴۰۵۶) و كذا اخرجه (۷/ ۱۰۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب سعد بن ابی وقاص، حديث (۳۷۲۵) و مسلم (۴/ ۱۸۷۶): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل سعد بن ابی وقاص، حديث (۴۲/ ۲۴۱۲) و النسائی فی (الكبرى) (۶/ ۵۷): كتاب عمل اليوم و الليلة: باب: التفدية، حديث (۱۰۰۲۴/ ۷) و ابن ماجه (۱/ ۴۷) المقدمة: فضل سعد بن ابی وقاص، حديث (۱۳۰) و احمد (۱/ ۱۷۴، ۱۸۰)۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي يَا بُنَيَّ

باب 60: "اے میرے بیٹے" کہنا

2757 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا اَبُو عُثْمَانَ شَيْخٌ لَهُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَهُ يَا بُنَيَّ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنِ الْمُغِيرَةِ وَعُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَنَسٍ

توضیح راوی: وَاَبُو عُثْمَانَ هٰذَا شَيْخٌ ثِقَةٌ وَهُوَ الْجَعْدُ بْنُ عُثْمَانَ وَيُقَالُ ابْنُ دِينَارٍ وَهُوَ بَصْرِيٌّ وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَشُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "اے میرے بیٹے"

اس بارے میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ابوعثمان نامی راوی بزرگ اور ثقہ ہیں۔ یہ جعد بن عثمان ہیں۔

ایک قول کے مطابق یہ جعد بن دینار ہیں۔ یہ صاحب بصرہ کے رہنے والے ہیں۔

یونس بن عبید، شعبہ اور دیگر آئمہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "اے میرے بیٹے" کہنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی امت کے لیے سراپا رحمت نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ "اور اے محبوب! ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

آپ کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو شفقت و محبت تھی، اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

لفظ: بنی، ابن کی تصغیر ہے۔ اس کا اطلاق شفقت و پیار کی بنا پر چھوٹے بچے پر ہوتا ہے۔ سحاب نبوت سے صحابہ کرام پر جو ہمہ وقت باران رحمت کا نزول ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "یا بنی" فرمانا، اس کا ایک قطرہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خادم خاص اور پراعتماد صحابی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باران رحمت کے ایک

2757- اخرجه مسلم (۳/۱۶۹۳)، کتاب الادب، باب: جواز قوله لغيره ابنه يا بنى و استحبابه للملاطفة، حديث (۳۱/ ۲۱۵۱) و ابو داؤد (۷۰۹/۲)، کتاب الادب، باب: فى الرجل يقول لابن غيره يا بنى، حديث (٤٩٦٤) و احمد (۲۸۵/۳)۔

قطرے نے انہیں زمین سے اٹھا کر دوش ثریا تک پہنچا دیا تھا۔

فائدہ نافعہ: دوسرے شخص کے بیٹے کو شفقت و محبت کی بنا پر بیٹا کہنا جائز ہے بشرطیکہ وہ عمر کے اعتبار سے چھوٹا ہو۔ اگر وہ عمر کے لحاظ سے برابر ہو تو دوستانہ مراسم کی بنا پر اسے بھائی کہا جاسکتا ہے، خواہ وہ باپ شریک یا ماں شریک نہ بھی ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَعْجِيْلِ اسْمِ الْمَوْلُوْدِ

باب 61: (نومولود) بچے کا نام جلدی رکھنا

2758 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِتَسْمِيَةِ الْمَوْلُوْدِ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَوَضْعِ الْاَذٰى عَنْهُ وَالْعَقِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ساتویں دن بچے کا نام رکھنے، اس کے بال مونڈنے اور اس کا عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

نومولود کا نام رکھنے میں جلدی کرنا

اولاد اللہ تعالیٰ کا انعام و فضل ہے۔ نومولود خواہ لڑکی ہو یا لڑکا، اس کا نام جلدی تجویز کرنا چاہیے۔ پیدائش سے قبل بھی نام رکھا جا سکتا ہے، کیونکہ بعض بزرگوں کے نام پیدائش سے قبل رکھے گئے تھے اور بعد میں بھی لیکن اس سلسلے میں زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ ساتویں روز تک ضرور نام تجویز کر لینا چاہیے۔

نومولود کی پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ کیا جاتا ہے اور اس کے ناخن اور بال ترشوائے جاتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ اگر بچہ صحت مند ہو تو اس کا ختنہ بھی کر دیا جائے اور نام بھی تجویز کیا جائے۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْاَسْمَاءِ

باب 62: کون سے نام پسندیدہ ہیں؟

2759 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ اَبُوْ عَمْرٍو الْوَرَّاقُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَمَّرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّقِّيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ الْمَكِّيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

2759۔ اخرجه مسلم (۳/۱۶۸۲): كتاب الادب: باب: النهى عن التكنى بابى القاسم و بيان ما يستحب من الاسماء حديث (۲/۲۱۳۲) و ابو داؤد (۲/۷۰۵): كتاب الادب: باب: فى تغيير الاسماء حديث (۴۹۴۹) و ابن ماجه (۲/۱۲۲۹): كتاب الادب: باب: ما يستحب من الاسماء حديث (۳۷۲۸) و الدارمى (۲/۱۹۴): كتاب الاستئذان: باب: ما يستحب من الاسماء و احمد (۲/۲۴، ۱۲۸) عن نافع عن ابن عمر به۔

وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدُ اللهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

2760 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: اِنَّ اَحَبَّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللهِ عَبْدُ اللهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

نومولود کے لیے اچھا نام تجویز کرنا

نومولود اگر بچی ہو' تو اس کا نام حضرات انبیاء علیہم السلام کی ازواج مطہرات بالخصوص ازواج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ازواج صحابہ کرام یا اولیاء وصالحین کے اصول وفروع سے متعلق خواتین میں سے کسی خاتون کے نام پر تجویز کیا جائے۔ نومولود اگر بچہ ہو' تو اس کے لیے بہترین نام عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، عبدالقیوم یا عبدالغفور وغیرہ میں سے کوئی بھی تجویز کیا جاسکتا ہے۔ یہ اسماء اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہیں، جس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

۱- زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی اولاد کے نام بتوں کی نسبت سے تجویز کر کے شرک کے مرتکب ہوتے تھے' مثلاً عبدالعزیٰ اور عبدالشمس وغیرہ۔ اسلام نے اولاد کے نام اللہ تعالیٰ کی نسبت سے تجویز کرنے کی تعلیم دے کر شرک کے توڑ کی صورت پیدا کر دی۔

۲- اسلام نے اصلاح معاشرہ کی تدابیر اختیار کرنے کی تعلیم دی تا کہ ذکر الٰہی کو دنیوی معاملات کا حصہ بنایا جائے' لہٰذا عبداللہ یا عبدالرحمٰن نام تجویز کرنے کی ہدایت کی۔

سوال: عبدالقیوم، عبدالرحیم اور عبدالحلیم وغیرہ کا مفہوم بھی عبداللہ یا عبدالرحمٰن والا بنتا ہے، تو پھر ان دو ناموں پر نام رکھنے کی تخصیص کی وجہ کیا ہے؟

جواب: خواہ ان تمام ناموں میں نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے لیکن ایک واضح اور لطیف سا فرق بھی موجود ہے کہ لفظ اللہ

باری تعالیٰ کا ذاتی نام اور "الرحمٰن" صفت خاص ہے جس کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہو سکتا۔ باقی اسماء الٰہی صفاتی ہیں جن کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہو سکتا ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْاَسْمَاءِ

باب 63: کون سے نام ناپسندیدہ ہیں

2761 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَاَنْهَيَنَّ اَنْ يُّسَمّٰى رَافِعٌ وَّبَرَكَةُ وَيَسَارٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ سند: هٰكَذَا رَوَاهُ اَبُوْ اَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ وَرَوَاهُ غَيْرُهُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ اَحْمَدَ ثِقَةٌ حَافِظٌ

وَالْمَشْهُوْرُ عِنْدَ النَّاسِ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِيْهِ عَنْ عُمَرَ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں اس بات سے منع کرتا ہوں کہ رافع، برکہ اور یسار نام رکھا جائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

ابواحمد نے اسے سفیان کے حوالے سے، ابوزبیر کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابواحمد نامی راوی ثقہ ہیں اور حافظ ہیں۔

لوگوں کے نزدیک یہ بات مشہور ہے: یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واسطہ نہیں ہے۔

2762 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ عُمَيْلَةَ الْفَزَارِيِّ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رَبَاحٌ وَّلَا اَفْلَحُ وَلَا يَسَارٌ وَّلَا نَجِيْحٌ يُقَالُ اَثَمَّ هُوَ فَيُقَالُ لَا.

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2761- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۲۲۹) كتاب الادب: باب: ما يستحب من الاسماء، حديث (۳۷۲۹)۔

2762- اخرجه مسلم (۳/۱۶۸۵): كتاب الادب: باب كراهة التسمية بالاسماء القبيحة و بنافع و نحوه حديث (۲۱۳۷/۱۲) و ابوداؤد (۲/۷۰۸): كتاب الادب: باب في تغيير الاسم القبيح، حديث (۴۹۵۸) و ابن ماجه (۲/۱۲۲۹) كتاب الادب: باب: ما يستحب من الاسماء، حديث (۳۷۳۰) و الدارمي (۲/۲۹۴): كتاب الاستئذان: باب: ما يكره من الاسماء، و احمد (۵/۷، ۱۰، ۱۲، ۲۱)۔

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم اپنے بچے کا نام رباح، یسار، افلح اور نجیح نہ رکھو کیونکہ جب اس کے بارے میں پوچھا جائے گا' کیا وہ ہے؟ تو جواب دیا جائے گا: نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2763 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: أَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ

قَالَ سُفْيَانُ شَاهَانْ شَاهْ وَأَخْنَعُ يَعْنِي وَأَقْبَحُ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں' نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں پتہ چلا ہے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک' سب سے برے نام والا وہ شخص ہوگا' جس کو دنیا میں "ملک الاملاک" کہا جائے گا۔

لفظ "اخنع" کا مطلب سب سے زیادہ قبیح (برا) ہونا ہے۔

سفیان کہتے ہیں: اس کا مطلب شہنشاہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

برے اسماء سے احتراز کرنا

احادیث مبارکہ میں اولاد کے لیے اچھے اسماء تجویز کرنے اور برے اسماء سے احتراز کرنے کی ہدایات جاری کی گئی ہیں' احادیث باب میں سات اسماء سے منع کیا گیا ہے' جو درج ذیل ہیں:

(۱) رَافِعٌ (بلندی) (۲) بَرَكَةٌ (برکت) (۳) يَسَارٌ (فراخی وکشادگی) (۴) رَبَاحٌ (نفع، فائدہ) (۵) أَفْلَحَ (کامیاب و کامران) (۶) نَجِيحًا (کامرانی وفتح مندی)

ان اسماء کے منع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی مقام (گھر وغیرہ) میں ان میں سے کسی بھی نام والے کے موجود ہونے کے بارے میں سوال کیا جائے تو جواب نفی میں دیا جائے تو اس کا مفہوم معیوب سا ہوگا (مثلاً برکت گھر میں نہیں ہے)

(۷) ملک الاملاک (بادشاہوں کا بادشاہ، شہنشاہ) اس کی وجہ ممانعت یہ ہے کہ یہ نام اللہ تعالیٰ کی شایان شان ہے' لہٰذا غیر اللہ پر اس کا اطلاق درست نہیں ہے۔

علی ھذا القیاس سلطان السلاطین، خالق الخلق، امیر الامراء اور احکم الحاکمین وغیرہ میں سے بھی کوئی نام تجویز کرنا منع

2763- اخرجہ البخاری (۱۰/۶۰۴): کتاب الادب: باب: ابغض الاسماء الی اللہ' حدیث (۶۲۰۵' ۶۲۰۶) و مسلم (۳/۱۶۸۸): کتاب الآداب: باب: تحریم التسمی بملک الاملاک' و بملک الملوک (۲۰/۲۱۴۳) و ابوداؤد (۲/۷۰۸) کتاب الادب: باب: فی تغییر الاسم القبیح' حدیث (۴۹۶۱) و احمد (۲/۲۴۴) و الحمیدی (۲/۴۷۸) حدیث (۱۱۲۷)۔

ہے۔

سوال: پہلی حدیث باب سے ان اسماء کے تجویز کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منع کرنے کا قصد فرمایا تھا لیکن منع کرنے سے قبل آپ کا وصال ہوگیا تھا۔ دوسری روایت سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: دوسری حدیث باب میں ان اسماء کی ممانعت سے ممانعت شرعی نہیں بلکہ ممانعت ارشادی مراد ہے۔ یعنی بہتر یہ ہے کہ ان ناموں میں سے کوئی نام تجویز نہ کیا جائے۔ تاہم ان کے بارے میں ممانعت شرعی نہیں ہے کہ انہیں حرام قرار دیا جائے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ اسماء تجویز کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَغْیِیْرِ الْاَسْمَاءِ

باب 64: نام تبدیل کردینا

2764 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ وَاَبُوْ بَکْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّغَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیَّرَ اسْمَ عَاصِیَةَ وَقَالَ اَنْتِ جَمِیْلَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

اختلافِ سند: وَّاِنَّمَا اَسْنَدَهٗ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوٰی بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عُمَرَ مُرْسَلًا

فی الباب: وَّفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُطِیْعٍ وَّعَآئِشَةَ وَالْحَکَمِ بْنِ سَعِیْدٍ وَّمُسْلِمٍ وَّاُسَامَةَ بْنِ اَخْدَرِیٍّ وَّشُرَیْحِ بْنِ هَانِیٍٔ عَنْ اَبِیْهِ وَخَیْثَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ کا نام تبدیل کردیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تم جمیلہ ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

یحییٰ بن سعید القطان نے اس کی سند یہ بیان کی ہے: یہ عبیداللہ کے حوالے سے، نافع کے حوالے سے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

بعض راویوں نے اسے عبیداللہ کے حوالے سے، نافع کے حوالے سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے "مرسل" حدیث کے طور پر بھی نقل کیا ہے۔

2764۔ اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) حدیث رقم (۸۲۸)، و مسلم (۳/۱۶۸۶): کتاب الاداب: باب: استحباب تغییر الاسم القبیح الی حسن و تغییر اسم برة الی زینب و جویریة، و نحوها، حدیث (۱۴/۲۱۳۹) و ابو داؤد (۲/۷۰۶): کتاب الاداب: باب: من تغییر الاسم القبیح، حدیث (۴۹۵۲)، و ابن ماجه (۲/۱۲۳۰): کتاب الادب: باب: تغییر الاسماء، حدیث (۳۷۳۳)، و الدارمی (۲/۲۹۴): کتاب الاستیذان باب: فی تغییر الاسماء، و احمد (۲/۱۸)۔

اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت حکم بن سعید رضی اللہ عنہ، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن اخدری رضی اللہ عنہ، شریح بن ہانی کی ان کے والد کے حوالے سے اور خیثمہ بن عبدالرحمٰن کی ان کے والد کے حوالے سے نقل کردہ روایات بھی منقول ہیں۔

2765 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِيْحَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّرُبَّمَا قَالَ عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ برے نام کو تبدیل کر دیا کرتے تھے۔

ابوبکر بن نافع بیان کرتے ہیں: عمر بن علی نامی راوی بعض اوقات اس روایت کو ہشام بن عروہ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے "مرسل"، حدیث کے طور پر بھی نقل کرتے ہیں: اور اس کی سند میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کرتے۔

شرح

برے نام کو تبدیل کرنا

اولاد کے والدین کے ذمہ کثیر حقوق ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- اچھا نام تجویز کرنا: پہلا اور بنیادی حق یہ ہے کہ اچھا، بابرکت اور خوبصورت نام تجویز کیا جائے مثلاً غلام رسول، غلام مصطفیٰ اور رضاء المصطفیٰ وغیرہ۔

۲- کفالت و پرورش کرنا: والدین اپنی اولاد کی پرورش و کفالت بہترین طریقہ سے کریں، تاکہ مستقبل میں اولاد صحتمند و توانا ہو کر دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کی خدمات انجام دے سکے۔

۳- مذہبی علوم کی تعلیم دینا: والدین کے فرائض اور ان کے ذمہ اولاد کے حقوق میں سے یہ بات بھی ہے کہ انہیں علوم اسلامیہ کی تعلیم دلائیں، تاکہ ان کو دارین کی کامرانی حاصل ہو۔

۴- اچھی خاتون سے نکاح کرنا: والدین کے فرائض میں ہے کہ وہ اپنے لڑکے کا اچھی، نیک اور صالحہ خاتون سے نکاح کریں، تاکہ مستقبل میں دونوں کی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق گزرے اور ان کے ہاں اولاد صالحہ پیدا ہو۔

ان حقوق میں سے پہلا حق اچھا نام تجویز کرنا ہے۔ نومولود کا برا نام تجویز نہ کیا جائے۔ احادیث باب سے عیاں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند اور برے اسماء تبدیل فرمادیتے تھے۔ ایک خاتون کا نام عاصیہ (گناہ کرنے والی عورت) تھا۔ آپ کو علم

2765- انفرد به الترمذی كما جاء في (التحفة) (۱۲/ ۱۸۷) حدیث (۱۷۱۲۷) ذكره المتقی فی (الكنز) (۷/ ۱۵۷) حدیث (۱۸۵۰۸) وعزاه للترمذی عن عائشة۔

ہوا تو اس کا نام تبدیل کر کے "جمیلہ" (نیکوکار خاتون) رکھ دیا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثیر صحابہ اور صحابیات کے اسماء گرامی تبدیل کر دیے تھے۔ معلوم ہوا کہ برے ناموں سے پکارنا ممنوع ہے مثلاً گڈو اور پپو وغیرہ۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اَسْمَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 65: نبی اکرم ﷺ کے اسماء کا بیان

2766 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

محمد بن جبیر اپنے والد (حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے چند نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں کہ لوگوں کو میرے قدموں میں اکٹھا کیا جائے گا اور میں عاقب (بعد میں آنے والا) ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اسماء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کی تعداد ننانوے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ قرآن کریم میں دو اسماء گرامی استعمال ہوئے ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشہور ہیں: (۱) محمد، (۲) احمد۔ یہ آپ کے ذاتی اسماء ہیں جبکہ باقی صفاتی ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین میں ذاتی نام ہے اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں میں ذاتی و مشہور اسم گرامی ہے۔ باقی تمام اسماء گرامی صفاتی ہیں، جو احادیث مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں۔

حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ اسماء گرامی بیان کیے گئے ہیں، ان کے مطالب و مفاہیم درج ذیل ہیں:

۱- مُحَمَّدٌ: یہ ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل سے واحد مذکر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے: وہ ذات جس کی خوب تعریف کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد روئے زمین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہے۔

۲- اَحْمَدُ: یہ ثلاثی مجرد صحیح باب سَمِعَ يَسْمَعُ سے واحد مذکر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے: وہ ذات جو اللہ

2766- اخرجه البخاری (۸/۵۰۹): كتاب التفسير: باب: يأتي من بعدي اسمه احمد، حديث (۴۸۹۶) و مسلم (۴/۱۸۲۸): كتاب الفضائل: باب: في اسمائه صلى الله عليه وسلم، حديث (۱۲۴/۲۳۵۴) و احمد (۴/۸۰، ۸۴) والحميدي (۱/۲۵۳) حديث (۵۵۵)۔

تعالیٰ کی زیادہ تعریف کرنے والی ہو۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء نہیں کی۔

۳- مَاحِیْ: یہ ثلاثی مجرد ناقص واوی محوا سے واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کا معنی ہے: مٹانے والا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کو مٹا دیا اور اسلام کو غالب کر دیا تھا، جس وجہ سے آپ کا یہ نام مشہور ہوا۔

۴- حَاشِرْ: یہ ثلاثی مجرد صحیح باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کا معنی ہے: جمع کرنے والا، چلنے والا۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قیامت کے دن تمام لوگ آپ کے حضور جمع کیے جائیں گے۔

۵- عَاقِبْ: یہ ثلاثی مجرد صحیح باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: آخر میں آنے والا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔

سوال: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کی تعداد ننانوے ہے، تو پھر حدیث باب میں پانچ پر کیوں اکتفاء کیا گیا ہے؟

جواب: اس حدیث میں تمام اسماء گرامی بیان نہیں کیے گئے بلکہ ان میں سے مشہور ترین کو بیان کیا گیا ہے اور ان کی تعداد پانچ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی كَرَاهِيَةِ الْجَمْعِ بَيْنَ اسْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْيَتِهٖ

باب 66: نبی اکرم ﷺ کے نام اور آپ کی کنیت کو اپنے لیے ایک ساتھ استعمال کرنا حرام ہے

2767 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّجْمَعَ اَحَدٌ بَيْنَ اسْمِهٖ وَكُنْيَتِهٖ وَيُسَمِّیَ مُحَمَّدًا اَبَا الْقَاسِمِ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يَّجْمَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ اسْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْيَتِهٖ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے: کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کے نام اور آپ کی کنیت کو اپنے لیے ایک ساتھ استعمال کرے اور وہ ''ابوالقاسم محمد'' نام رکھے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے: کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک اور آپ کی کنیت کو اپنے لیے اکٹھا کرلے۔

2767- اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) حدیث رقم (۸۵۲) و احمد (۲/ ۶۳۳)

جبکہ بعض حضرات نے ایسا کیا بھی ہے۔

2768 متن حدیث: رُوِیَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا فِي السُّوْقِ يُنَادِيْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ اَعْنِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ

سند حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

قولِ امام ترمذی: وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَا يَدُلُّ عَلٰى كَرَاهِيَةِ اَنْ يُّكَنّٰى اَبَا الْقَاسِمِ

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ نے بازار میں ایک شخص کو بلند آواز میں ''ابوالقاسم'' کہتے ہوئے سنا۔ نبی اکرم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے' تو اس نے عرض کی: میں نے آپ کو نہیں بلایا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری کنیت کے مطابق کنیت اختیار نہ کرو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کے بارے میں منقول ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے: ابوالقاسم کنیت اختیار کرنا مکروہ ہے۔

2769 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِذَا سَمَّيْتُمْ بِيْ فَلَا تَكْتَنُوْا بِيْ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب تم میرے نام جیسا (اپنے بچوں کا) نام رکھو' تو میری کنیت جیسی کنیت اختیار نہ کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

2770 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا فِطْرُ بْنُ خَلِيْفَةَ حَدَّثَنِيْ مُنْذِرٌ وَّهُوَ الثَّوْرِيُّ عَنْ مُّحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ

متن حدیث: اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ وُلِدَ لِيْ بَعْدَكَ اُسَمِّيْهِ مُحَمَّدًا وَّاُكَنِّيْهِ بِكُنْيَتِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَانَتْ رُخْصَةً لِّيْ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

محمد بن حنفیہ' حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے' اگر آپ کے بعد میرے گھر کوئی بیٹا ہو' تو میں اس کا نام ''محمد'' رکھ سکتا ہوں۔ اور آپ کی کنیت استعمال کر سکتا ہوں؟ تو

2769۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۷۱۰): کتاب الادب: باب: من رأى ان لا يجمع بينهما' حديث (۴۹۶۶)' و احمد (۳/۳۱۳) عن ابی الزبیر عن جابر به۔

2770۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۷۱۰): کتاب الادب: باب: فی الرخصة فی الجمع بينهما' حديث (۴۹۶۷)۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں: یہ اجازت میرے لیے تھی۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی اور کنیت کو جمع کرنے کے بارے میں مذاہب آئمہ فقہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اور آپ کی کنیت "ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔ پہلی تین احادیث باب میں ان دونوں کو جمع کرنے کی ممانعت بیان کی گئی ہے، یہ آپ کے ظاہری زمانہ کے ساتھ خاص تھی، تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث الجھن نہ ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو آداب کے پیش نظر اسم گرامی سے نہیں بلکہ یا رسول اللہ! وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے تھے اور یہود و نصاریٰ "ابوالقاسم" کے الفاظ سے پکارتے تھے لہٰذا یہ نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا لیکن "ابوالقاسم" کنیت تجویز کرنے میں اشتباہ کی صورت پیش آتی تھی، اس لیے اس سے منع کر دیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اسم گرامی اور کنیت دونوں کو جمع کرنے میں اشتباہ یا الجھن کی صورت باقی نہیں رہی، لہٰذا ان کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسم گرامی اور کنیت دونوں کو جمع کرنے کے جواز یا عدم جواز کے حوالے سے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری وغیرہ کا مؤقف ہے کہ اسم گرامی اور کنیت ابوالقاسم کو جمع کرنے کی ممانعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ کے ساتھ خاص تھی، بعد میں ان کے جمع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ اب اشتباہ کی صورت باقی نہیں رہی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تشریف فرما تھے کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو اس کے نام سے پکارا تو آپ اس کی طرف ملتفت ہوئے، عورت نے کہا کہ اس نے تو اپنے بیٹے کو پکارا ہے۔

۲- حضرت امام شافعی، اصحاب ظواہر اور شیخ عبدالحق محدث وغیرہ اہل علم رحمہم اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر نام رکھنا تو جائز ہے مگر ابوالقاسم کنیت تجویز کرنا درست نہیں ہے خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اشعۃ اللمعات، ج:۴،ص:۴۸)

۳- حضرت امام حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسم گرامی اور کنیت کو جمع کرنا تو درست نہیں ہے مگر جس شخص کا نام محمد نہ ہو، اسے ابوالقاسم کنیت اختیار کرنا جائز ہے۔

۴- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اسم گرامی اور ابوالقاسم کنیت دونوں کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس کی ممانعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ کے ساتھ خاص تھی، جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے بعد میرے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو کیا میں اس کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں، تم ایسا کر سکتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بیٹا عطا فرمایا، تو

آپ نے اس کا نام محمد اور ابوالقاسم کنیت تجویز کی تھی۔ (عمدۃ القاری، شرح صحیح بخاری، ج:۹، ص:۳۲۸)

بَابُ مَا جَآءَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً

باب 67: بعض اشعار حکمت ہوتے ہیں

2771 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِىْ غَنِيَّةَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اختلافِ سند: اِنَّمَا رَفَعَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ عَنِ ابْنِ اَبِىْ غَنِيَّةَ وَرَوٰى غَيْرُهُ عَنِ ابْنِ اَبِىْ غَنِيَّةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ مَوْقُوْفًا وَّقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةَ وَبُرَيْدَةَ وَكَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بعض اشعار حکمت ہوتے ہیں۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

ابوسعید نے اس حدیث کو "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے جو ابن ابی غنیہ کے حوالے سے منقول ہے۔

دیگر راویوں نے اس روایت کو ابن ابی غنیہ کے حوالے سے "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، کثیر بن عبداللہ کی ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا سے نقل کردہ روایات بھی منقول ہیں۔

2772 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكَمًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بعض اشعار حکمت ہوتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2771- تفرد به الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۷/۲۵) حدیث (۹۲۱۲) ذکرہ المتقی الهندی فی (الکنز) (۳/۶۰۲) حدیث (۸۸۵۲) و عزاہ للطبرانی۔

2772- اخرجه ابو داؤد (۲/۷۲۷): کتاب الادب: باب: ما جاء فی الشعر، حدیث (۵۰۱۱) و ابن ماجه (۲/۱۲۳۶): کتاب الادب: باب: الشعر، حدیث (۳۷۵۶) و احمد (۱/۲۶۹، ۲۷۳، ۳۰۳، ۳۰۹، ۳۲۷، ۳۳۲) و کذا اتی فی (الادب المفرد) للبخاری رقم (۸۸۰)۔

شرح

مفہوم احادیث اشعار

اشعار، شعر کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے: منظوم کلام۔ ان دونوں روایات میں "مِنْ" تبعیضیہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے ہر شعر اچھا نہیں ہوتا بلکہ بعض اشعار اچھے اور پر حکمت ہوتے ہیں جبکہ بعض اشعار برے بھی ہوتے ہیں۔ ایک مشہور روایت ہے: آدمی کا پیٹ ایسی پیپ سے بھر جائے جس سے وہ خراب ہو جائے تو اس سے بہتر یہ ہے کہ وہ (پیٹ برے) اشعار سے بھر جائے۔
(مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۴۷۹۳)

کیا اشعار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام سفیان ثوری، حضرت امام ابویوسف، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ اچھے اشعار پڑھنا جائز ہے جبکہ برے اشعار سے اجتناب ضروری ہے۔

۲۔ حضرت امام حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مطلقاً اشعار کا پڑھنا مکروہ ہے۔

سوال: احادیث باب میں دو طرح کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں: (۱) حکم (۲) حکمۃ۔ دونوں مترادف ہیں۔
چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۝ (مریم: ۱۲) "اور ہم نے یحییٰ کو بچپن میں ہی حکمت سے سرفراز فرما دیا تھا۔"
بعض اہل علم حکماً جمع حکمۃً قرار دیتے ہیں۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: احادیث باب کا محمل و مصداق الگ الگ ہے، اس لیے کہ اشعار منظور کلام ہوتا ہے جو برا ہو سکتا ہے اور اچھا بھی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اشعار کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: هو كلام، فحسنه حسن و قبيحه قبيح۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۴۸) اشعار بھی کلام کی ایک شکل ہے، پس اچھے اشعار اچھے ہیں اور برے اشعار برے ہوتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي إِنْشَادِ الشِّعْرِ

باب 68: شعر موزوں کرنا (یا سنانا)

2773 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الْفَزَارِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

2773۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۷۲۲) كتاب الادب باب ما جاء في الشعر حديث (۵۰۱۵) و احمد (۶/۷۲)۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ مُوْسٰی وَعَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَالْبَرَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ وَّهُوَ حَدِیْثُ ابْنِ اَبِی الزِّنَادِ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھوایا کرتے تھے۔ وہ اس پر کھڑے ہوجاتے تھے' اور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے فخریہ اشعار پیش کیا کرتے تھے۔

(راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے' (کفار کے) اعتراضات کے جوابات دیا کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ روح قدس کے ذریعے' حسان کی تائید کرتا رہتا ہے' جب تک یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف سے فخریہ کلام کہتا ہے' یا اعتراضات کے جوابات دیتا ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت براء رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

یہ وہ روایت ہے' جو ابن ابی زناد کے حوالے سے' منقول ہے۔

2774 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّةَ فِیْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَیْنَ یَدَیْهِ یَمْشِیْ وَهُوَ یَقُوْلُ خَلُّوْا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهٖ اَلْیَوْمَ نَضْرِبْکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِهٖ ضَرْبًا یُّزِیْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِیْلِهٖ وَیُذْهِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِهٖ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ یَا ابْنَ رَوَاحَةَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِیْ حَرَمِ اللّٰهِ تَقُوْلُ الشِّعْرَ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَلِّ عَنْهُ یَا عُمَرُ فَلَهِیَ اَسْرَعُ فِیْهِمْ مِنْ نَّضْحِ النَّبْلِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ هٰذَا الْحَدِیْثَ اَیْضًا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَ هٰذَا

حدیثِ دیگر: وَرُوِیَ فِیْ غَیْرِ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّةَ فِیْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَکَعْبُ بْنُ مَالِكٍ بَیْنَ یَدَیْهِ

قولِ امام ترمذی: وَهٰذَا اَصَحُّ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْحَدِیْثِ لِاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ قُتِلَ یَوْمَ مُؤْتَةَ وَاِنَّمَا کَانَتْ عُمْرَةُ الْقَضَاءِ بَعْدَ ذٰلِكَ

2774- اخرجه النسائی (۵/ ۲۰۲): کتاب مناسك الحج؛ باب: انشاد الشعر فی الحرم' حدیث (۲۸۷۳) و النسائی (۵/ ۲۱۱): کتاب مناسك الحج؛ باب: استقبال الحج' حدیث (۲۸۹۳) و ابن خزیمة (۴/ ۱۹۹) حدیث (۲۶۸۰) و ابن حمید ص (۳۷۵) حدیث (۱۲۵۷)۔

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عمرہ قضاء کے موقع پر نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے' تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے چل رہے تھے' اور وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

''اے کفار کی اولاد! آپ ﷺ کے راستے کو خالی کردو آج کے دن ان کی تشریف آوری پر ہم تمہیں اس طرح ماریں گے کہ جو مار دماغ کو اس کی جگہ سے ہلا دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کردے گی''۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے ابن رواحہ! کیا تم نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں اس طرح کے شعر سنا رہے ہو؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمر! اسے رہنے دو یہ ان (کفار) کے لیے تیروں سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

عبدالرزاق نے اس روایت کو' معمر کے حوالے سے، زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور حدیث میں یہ بات نقل کی گئی ہے: نبی اکرم ﷺ جب عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے' تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ آپ کے آگے چل رہے تھے۔

بعض محدثین کے نزدیک یہ روایت زیادہ مستند ہے' کیونکہ حضرت عبداللہ بن رواحہ غزوہ موتہ کے موقع پر شہید ہو گئے تھے' اور عمرہ قضاء اس کے بعد ہوا تھا۔

2775 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قِيْلَ لَهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِّنَ الشِّعْرِ قَالَتْ كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَيَتَمَثَّلُ وَيَقُوْلُ وَيَاْتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ان سے دریافت کیا گیا: نبی اکرم ﷺ مثال کے طور پر کوئی شعر بھی پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ حضرت ابن رواحہ کا یہ شعر مثال کے طور پر پڑھا کرتے تھے۔

''وہ تمہارے پاس ان چیزوں کی اطلاع لے کر آئے گا جس کی تم نے تیاری نہیں کی''

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2776 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

2775- اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) رقم (۸۷۵) و النسائی (۶/ ۲۴۸): کتاب عمل الیوم و اللیلة: باب: مایقول اذا استرات الخبر' حدیث (۳/۱۰۸۳۵) واحمد (۶/ ۱۳۸، ۲۲۲)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کسی بھی عرب شاعر نے جو کلمات کہے ہیں ان میں سب سے بہترین شعر لبید کا یہ مصرعہ ہے۔

"جان لو! اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر شے فانی ہے"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ثوری اور دیگر راویوں نے اسے عبدالملک بن عمیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2777 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: جَالَسْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ فَكَانَ اَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ وَيَتَذَاكَرُوْنَ اَشْيَاءَ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ سَاكِتٌ فَرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ زُهَيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ اَيْضًا

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک سو سے زیادہ مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوں۔ آپ کے اصحاب شعر سنایا کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ خاموش رہتے تھے۔ بعض اوقات آپ ان کے ساتھ مسکرا دیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

زہیر نے بھی اسے سماک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

اشعار کہنے اور سنانے کا جواز

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ اشعار منظوم کرنا اور دوسرے لوگوں کو سنانا جائز ہے۔ دورِ رسالت کے مشہور شعراء میں سے چار تھے، جو اشعار کہتے تھے اور لوگوں کو سناتے بھی تھے۔

۱۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ کی شاعری کے مشہور موضوع دو تھے: (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

2776۔ اخرجه البخاری (۷/۱۸۲): كتاب مناقب الانصار؛ باب: ايام الجاهلية، حديث (۳۸۴۱) (۱۰/۵۵۲): كتاب الادب؛ باب: ما يجوز من الشعر و الرجز و الحداء وما يكره منه، حديث (۶۱۴۷) (۱۱/۳۲۸): كتاب الرقاق؛ باب: الجنة اقرب الى احدكم من شراك نعله و النار مثل ذلك، حديث (۶۴۸۹) و مسلم (۴/۱۷۶۸): كتاب الشعر؛ باب: (---) حديث (۲/۲۲۵۶) و ابن ماجه (۲/۱۲۳۶): كتاب الادب؛ باب: الشعر، حديث (۳۷۵۷) و احمد (۲/۳۹۱، ۲۴۸، ۴۴۴، ۴۸۰، ۴۷۰) و الحميدى (۲/۴۵۴) حديث (۱۰۵۲)۔

2777۔ اخرجه مسلم (۲/۶۰۷ ـ الابى): كتاب المساجد و مواضع الصلاة؛ باب: فضل الجلوس فى مصلاة بعد الصبح و فضل المساجد، حديث (۲۸۶/۶۷۰): و ابو داؤد (۱/۴۱۳) كتاب الصلاة؛ باب صلاة الضحى، حديث (۱۲۹۴) (۲/۶۷۹) كتاب الادب؛ باب: فى الرجل يجلس متربعاً، حديث (۴۸۵۰) و النسائى (۳/۸۰): كتاب السهو؛ باب: قعود الامام فى مصلاه بعد التسليم، حديث (۱۳۵۷) و احمد (۵/۸۶، ۸۸، ۹۰، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۵، ۱۰۷) و ابن خزيمة (۱/۳۷۳) حديث (۷۵۷)۔

نعت گوئی، (۲) کفار کی طرف سے اسلام، بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات دینا۔ "دیوان حسان" آپ کے کلام کا مجموعہ آج بھی موجود و دستیاب ہے۔ اس کی افادیت واہمیت کے پیش نظر متعدد زبانوں میں اس کے تراجم اور شروحات لکھی گئی ہیں۔

۲- حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ بھی مشہور شعراء میں سے ایک تھے۔ آپ کا موضوع سخن کفار، مشرکین اور منافقین کی سرزنش اور بیخ کنی تھا۔ آپ شعر گوئی اور دشمن کی سرزنش کرنے میں اس قدر نڈر و بے باک تھے کہ دشمن شعراء آپ کے سامنے آنے سے گھبراتے تھے۔

۳- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ کی شاعری کا موضوع سخن مرثیہ گوئی تھا۔ آپ اپنے موضوع میں اشعار گوئی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھے۔

۴- حضرت لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ایک تھے۔ ظہور اسلام کے وقت قبول اسلام کر لیا تھا۔ اپنی شاعری کو ارتقاء اسلام اور دفاع اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ انہوں نے طویل عمر پائی اور ایک سو ستاون سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے جس شعر کی تعریف فرمائی تھی، وہ پورا شعر یوں ہے:

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل   وکل نعیم لامحالۃ زائل

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ختم ہو جانے والی ہے اور دنیا کی ہر نعمت ختم ہو جانے والی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا

باب 69: (فرمان نبوی ہے) آدمی کے دماغ کا پیپ سے بھر جانا' اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے: وہ شعر سے بھر جائے

2778 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عِيْسَى الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا عَمِّيْ يَحْيَى بْنُ عِيْسَى عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قَيْحًا يَّرِيَهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی شخص کے دماغ کا پیپ سے بھر جانا جو اس کو کھا رہی ہو۔ اس کے لیے اس چیز سے بہتر ہے کہ وہ اشعار سے بھر جائے۔

2778- اخرجه البخاری (۱۰/ ۵٦٤): كتاب الادب: باب: ما يكره ان يكون الغالب على الانسان الشعر حتى يصده عن ذكر الله و العلم و القرآن' حديث (٦١٥٥) و مسلم (٤/ ١٧٦٩): كتاب الشعر: باب ----) حديث (٢٢٥٧/٧) و ابو داؤد: (٢/ ٧٣٧): كتاب الادب: باب: ما جاء في الشعر' حديث (٥٠٠٩) و ابن ماجه (٢/ ١٢٣٦): كتاب الادب: باب: ما كره من الشعر' حديث (٣٧٥٩) و احمد (٢/ ٢٨٨' ٣٥٥' ٣٩١' ٤٧٨' ٤٨٠)۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2779 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَاَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

محمد بن سعد اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی شخص کے دماغ کا پیپ سے بھر جانا اس شخص کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ اشعار سے بھر جائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

برے اشعار کی ناپسندیدگی و مذمت

احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ شاعری بنفسہ بری چیز نہیں ہے لیکن اگر اشعار میں برے مضامین بیان کیے جائیں تو وہ برے ہیں جن سے اجتناب واحتراز ضروری ہے۔ اگر اشعار میں اچھے اور خوبصورت مضامین بیان کیے جائیں تو وہ اچھے ہیں، جن کا سننا اور سنانا جائز ہے۔ تاہم برے اشعار اس پیپ سے بھی برے ہیں جن کی وجہ سے پیٹ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْفَصَاحَةِ وَالْبَيَانِ

باب 70: فصاحت اور بیان

2780 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيِّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ الْجُمَحِيُّ عَنْ بِشْرِ ابْنِ عَاصِمٍ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ يَبْغَضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ایسے بلیغ شخص کو ناپسند

2779۔ اخرجہ مسلم (۴/۱۷۶۹): کتاب الشعر: باب: (---) حدیث (۸/۲۲۵۸) و ابن ماجہ (۲/۱۲۳۷): کتاب الادب: باب: ما کرہ فی الشعر حدیث (۳۷۶۰) و احمد (۱/۱۷۵، ۱۷۷، ۱۸۱)۔

2780۔ اخرجہ ابوداؤد (۲/۷۲۰): کتاب الادب: باب: ما جاء فی المتشدق فی الکلام حدیث (۵۰۰۵) و احمد (۲/۱۶۵، ۱۸۷)۔

کرتا ہے جو اپنی زبان کے ذریعے اس طرح باتوں کو لپیٹتا ہے جیسے گائے چارے کو لپیٹتی ہے (یعنی بے معنی اور لایعنی گفتگو کرتا ہے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2781 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَطْحٍ لَّيْسَ بِمَحْجُوْرٍ عَلَيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَعَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عُمَرَ يُضَعَّفُ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے: آدمی ایسی چھت پر سوئے جس کے آس پاس دیوار نہ ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف محمد بن منکدر کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت کے طور پر صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

عبدالجبار بن عمر نامی راوی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

2782 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْاَيَّامِ مَخَافَةَ السَّاٰمَةِ عَلَيْنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ نَحْوَهٗ

◄► حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمیں (دنوں میں) وقفے وقفے کے ساتھ وعظ کیا کرتے تھے۔ اس اندیشے کے تحت کہ کہیں ہم اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائیں۔

2781۔ تفرد به الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۲/ ۳۶۹) حدیث (۳۰۵۳) ذکره المنذری فی (الترغیب) (۲/ ۶۳۵) حدیث (۴۵۱) وعزاه للترمذی عن جابر۔

2782۔ اخرجه البخاری (۱/ ۱۹۵): کتاب العلم: باب: ما کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یتخولهم بالموعظة والعلم کی لا ینفروا حدیث (۶۸)؛ (۱/ ۱۹۷): کتاب العلم باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة، حدیث (۷۰)؛ (۱۱/ ۲۳۷): کتاب الدعوات: باب: الموعظة ساعة بعد ساعة حدیث (۶۴۱۱)؛ و مسلم (۴/ ۲۱۷۲) کتاب صفات المنافقین و احکامهم: باب: الاقتصاد فی الموعظة، حدیث (۸۲/ ۲۸۲۱)؛ و احمد (۱/ ۴۲۵، ۴۴۰)؛ و الحمیدی (۱/ ۶۰)، حدیث (۱۰۷)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

2783 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ قَالَ سُئِلَتْ عَآئِشَةُ وَاُمُّ سَلَمَةَ اَيُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا دِيمَ عَلَيْهِ وَاِنْ قَلَّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الْعَمَلِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دِيمَ عَلَيْهِ

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ ابوصالح بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ دریافت کیا گیا: نبی اکرم ﷺ کو کون سا عمل زیادہ محبوب تھا' تو ان دونوں نے یہ جواب دیا: جسے باقاعدگی سے کیا جائے اگرچہ وہ کم ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

ہشام بن عروہ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے نزدیک پسندیدہ ترین عمل وہ تھا' جسے باقاعدگی سے کیا جائے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2784 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ شِنْظِيْرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَمِّرُوا الْاٰنِيَةَ وَاَوْكِئُوا الْاَسْقِيَةَ وَاَجِيْفُوا الْاَبْوَابَ وَاَطْفِئُوا الْمَصَابِيْحَ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا جَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَيْتِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2783۔ اخرجه احمد (٦/٣٢، ٢٨٩)۔

2784۔ اخرجه البخاری (١٠/٩٧): کتاب الاشربة: باب: تغطية الاناء: حديث (٥٦٢٣، ٥٦٢٤) و (١١/ ٨٨): کتاب الاستئذان: باب: لا تترك النار فی البيت عند النوم' حديث (٦٢٩٥) و (١١/ ٨٩): کتاب الاستئذان: باب: لا تترك النار فی البيت عن النوم حديث (٦٢٩٦) و (٦/٤٠٩): کتاب بدء الخلق: باب: اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فليغمسه فان فی احد جناحيه داء و فی الآخر شفاء و خمس من الدواب فواسق يقتلن فی الحرم' حديث (٣٣١٦) و مسلم (٣/١٥٩٥): کتاب الاشربة: باب: الامر بتغطية الاناء---' حديث (٩٧/ ٢٠١٢) و ابوداؤد (٢/ ٣٦٥): کتاب الاشربة: باب: من ايکا الآنية' حديث (٣٧٣١) و احمد (٢/٣١٩، ٣٦٢، ٣٨٨) و ابن خزيمة (١/ ٦٨) حديث (١٣١)۔

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (سوتے وقت) برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو کچھ چیزوں کا منہ بند کر دیا کرو دروازے بند کر دیا کرو، چراغ کو بجھا دیا کرو کیونکہ بعض اوقات کوئی چوہا بتی کو گھسیٹ کر لے جاتا ہے اور پورے گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

2785 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَاَعْطُوا الْاِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْاَرْضِ وَاِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا وَاِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيْقَ فَاِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَاْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّاَنَسٍ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم سبزے کی فراوانی کے دنوں میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین میں سے ان کا حصہ دو اور جب تم خشک سالی کے موقع پر سفر کرو تو تیزی کے ساتھ سفر پورا کرنے کی کوشش کرو اور جب تم رات کے وقت پڑاؤ کرو تو راستے سے ایک طرف ہو جاؤ' چونکہ یہ رات کے وقت جانوروں اور حشرات الارض کے گزرنے کی جگہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہیں۔

شرح

چند آدابِ زندگی

احادیث باب میں چند آداب زندگی بیان کیے گئے جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

۱- پرتکلف فصاحت و بلاغت سے اجتناب کرنا: قدرتی فصاحت و بلاغت اور طرزِ بیان اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لیکن اپنے کلام میں مصنوعی فصاحت و بلاغت کی صورت پیدا کرنا معیوب ہے۔ مثلاً مترادف الفاظ کا استعمال، گلا پھاڑ پھاڑ کر گفتگو کرنا اور ہر بات پر اشعار کے انبار لگا دینے سے احتراز کرنا چاہیے۔

۲- سپاٹ چھت پر سونے کی ممانعت: ایسی چھت پر رات کے وقت سونا جس کی منڈیر نہ ہو، منع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

2785- اخرجه مسلم (۳/ ۱۵۲۵): كتاب الامارة: باب: مراعاة مصلحة الدواب في السير و النهي عن التعريس في الطريق' حديث (۱۹۲۶/۱۷۸) و ابو داؤد (۲/ ۳۲): كتاب الجهاد: باب: في سرعة السير و النهي عن التعريس في الطريق' حديث (۲۵۶۹) و احمد (۲/ ۳۳۷، ۳۷۸) و ابن خزيمة (۴/ ۱۴۵) حديث (۲۵۵۰) (۴/ ۱۴۷) حديث (۲۵۵۶) (۲۵۵۷)۔

انسان کسی بھی وقت بیدار ہو اور نیچے گر جائے، جس سے جانی نقصان ہو سکتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ بڑھاؤ۔ (البقرہ: ۱۹۵) ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے ایسے گھر کی چھت پر سوئے جس کی دیوار نہ ہو، اس سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۴۷۲)

۳- طویل وقت تک پند و نصائح کہنے کی ممانعت: طویل وقت تک پند و نصائح میں مصروف رہنے سے انسانی طبیعت اکتا جاتی ہے اور گفتگو کے مثبت نتائج سامنے نہیں آتے، اس لیے یہ طریقہ کار ناپسندیدہ و منع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وقفہ وقفہ سے مختصر مگر جامع وعظ فرمایا کرتے تھے۔

۴- باقاعدگی سے کیے جانے والا عمل بہتر ہونا: زیادہ دیر کیا جانے والا عمل جو کچھ مدت کے بعد ختم ہو جائے، بہتر نہیں ہے، کیونکہ پہلے تو ذوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر کوئی کام شروع کر دیا لیکن بعد میں اس سے مکمل طور پر ہاتھ کھینچ لیا۔ تاہم اس کے مقابلہ میں وہ کام بہترین ہے، جو تھوڑا تھوڑا کیا جائے اور ہمیشہ کیا جائے، کیونکہ اس صورت میں ذوق بھی باقی رہے گا اور عمل بھی۔

۵- چند اہم آداب زندگی: پانچویں حدیث باب میں چند اہم آداب زندگی بیان کیے گئے ہیں: (۱) گھریلو برتنوں کو رات کے وقت ڈھانپ کر سونا چاہیے، تاکہ کوئی موذی جانوران میں تھوک نہ دے یا اشیاء خوردنی میں زہر نہ ملا ڈالے۔ (۲) رات کے وقت سونے سے قبل گھر کا دروازہ بند کر لینا چاہیے، تاکہ کوئی دشمن یا چور گھر میں داخل ہو کر جانی و مالی نقصان نہ کر سکے۔ (۳) رات کے وقت سونے سے قبل گھر کا چراغ (موجودہ بلب اور ٹیوب وغیرہ بھی) بجھا دینا چاہیے، تاکہ کسی بھی مالی و جانی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ ایک حدیث میں موجود ہے کہ ایک چوہے نے چراغ کی جلتی ہوئی بتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ پر رکھ دی، جس وجہ سے ایک درہم کی مقدار مصلیٰ جل گیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی سونے کا قصد کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا جلتا ہوا چراغ بجھا دے، کیونکہ شیطان اس کے سر کو جلا سکتا ہے۔"

۶- آداب سفر: آخری حدیث باب میں چند آداب سفر بیان کیے گئے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) سبزہ کی کثرت کے دنوں میں اونٹوں پر سفر کیا جائے تو دوران سفر اونٹوں کو گھاس وغیرہ کھانے کا موقع دینا چاہیے، تاکہ وہ بخوشی سفر کو مکمل کر سکیں۔ اگر خشک سالی کے دنوں میں سفر کیا جائے تو تیز رفتاری سے سفر کیا جائے تاکہ پانی اور چارہ سے نڈھال ہونے سے قبل اونٹ اپنی منزل تک پہنچ جائیں۔

(۲) رات کے وقت دوران سفر اگر کہیں پڑاؤ ڈالنے کی ضرورت پیش آئے تو راستہ میں نہیں بلکہ کچھ فاصلے پر پڑاؤ ڈالا جائے، کیونکہ موذی جانور اور حشرات الارض رات کے وقت راستہ میں آ کر آرام کرتے ہیں۔

شرح ترمذی شریف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

حضرت علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

شرح جامع ترمذی شریف

5

تصنیف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ و بارک ایامہ ولیالیہ

شرح

محمد یٰسین قصوری نقشبندی دامت برکاتہم

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042 37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شرح جامع ترمذی شریف

هو القادر

جمیع حقوق الطبع محفوظ للناشر

مترجم ____ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

شرح ____ محمد یٰسین قصوری نقشبندی

کمپوزنگ ____ ورڈز میکر

باہتمام ____ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ____ اگست 2017ء

سرورق ____ اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور

طباعت ____ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ____ روپے فی جلد

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

كِتَابُ الْقِرَآتِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

كِتَابُ تَفْسِيْرِ الْقُرْاٰنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كِتَابُ الْأَمْثَالِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

امثال کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

لفظ ''مثل'' کا لغوی واصطلاحی معنی

لفظ ''مثل'' عربی زبان کا ہے، جس کی جمع ''امثال'' ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے: نظیر، مانند، عبرت، کہاوت، کہانی، معیار، دلیل، ہم مثل، مطابقت، شکل، جیسا، تشبیہ، نمونہ، داستان اور افسانہ۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے:

☆ کسی غیر واضح یا غیر محسوس کو واضح اور محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دینا۔

☆ کوئی ایسا مشہور قول جس سے لوگوں کو نصیحت یا عبرت حاصل ہو۔

☆ نمونہ یا سانچہ جس کے ذریعے کوئی چیز تیار کی جائے۔

☆ نظروں سے پوشیدہ چیز کو استعارہ کی شکل میں نمایاں کرنا۔

☆ کسی حقیقی یا فرضی واقعہ کو بطور سبق یا عبرت پیش کرنا۔

امثال الحدیث کی اہمیت:

انسان فطری طور پر لہو پسند اور لہوت کا خوگر واقع ہوا ہے، یہ لعب کی طرح قصے کہانیوں کو زیادہ پسند کرتا ہے لیکن قابل اصلاح گفتگو سے جلدی اکتا کر عدم توجہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اللہ نے بھی فطرت انسانی کے مطابق انسان کو اپنے احکام سمجھانے کے لیے قرآن کریم میں جا بجا مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک شواہد درج ذیل ہیں:

(۱) کفار کی مثال یوں بیان کی گئی ہے:

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۷۱)

''کفار کی مثال اس شخص کی ہے جو ایسے آدمی کو پکارے جو چیخ و پکار کے علاوہ کچھ نہیں سنتا۔ وہ بہرے، گونگے، اندھے اور بے شعور لوگ ہیں''۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی راہ میں اہل ایمان کے خرچ کرنے کی مثال بایں الفاظ بیان کی گئی ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرہ:۲۶۱)

''ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس دانے کی ہے' جس نے سات بالیاں اگائیں جبکہ ہر بالی میں ایک سو دانے ہوں۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے''۔

(۳) ایمان نہ لانے والوں کی مثال یوں بیان کی گئی ہے:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ○ صُمٌّ ۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ○ (البقرہ:۱۷، ۱۸)

ان کی مثال اس شخص کی ہے' جس نے آگ جلائی، جب آگ نے اس کے اردگرد کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کی روشنی کو ختم کر دیا اور انہیں تاریکی میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں سکتے۔ وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ پس وہ لوٹنے والے نہیں ہیں''۔

علیٰ ہذا القیاس امثال الحدیث بھی بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ مومن اور کافر کی مثال بیان کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مثل المومن كمثل الخامة من الزرع لفيئها الريح تصرعها مرة وتعدلها اخرى حتى تهيج ومثل الكافر الارزة المجذبة على اصلها لا يفيئها شيء حتّٰى يكون انجعافها مرة واحدة .

(الصحیح للبخاری، رقم الحدیث ۵۰۵۶)

''مومن کی مثال کھیتی کے اس خوشے کی ہے جسے ہوا جھونکے دیتی ہے، کبھی اسے گراتی ہے پھر اسے سیدھا کھڑا کر دیتی ہے حتیٰ کہ وہ (پک کر) خشک ہو جاتا ہے۔ کافر کی مثال صنوبر (چلغوزہ) کے درخت کی ہے جو اپنے تنے پر (مضبوطی سے) کھڑا رہتا ہے اور اسے ہوا نہیں گراتی حتیٰ کہ اسے ایک ہی بار جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے''۔

امثال القرآن اور امثال الحدیث میں تعلق:

امثال القرآن اور امثال الحدیث کا باہم چولی دامن کا تعلق۔ اس سلسلہ میں چند اہم امور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

اول: دونوں کا بذریعہ وحی ہونا:

امثال القرآن اور امثال الحدیث دونوں کا تعلق وحی کے ساتھ ہے، وحی من جانب اللہ ہوتی ہے گویا قرآن کی طرح حدیث بھی وحی الٰہی ہے۔ تاہم دونوں میں اتنا امتیاز ضرور ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے یا قرآن وحی جلی اور حدیث وحی خفی ہے۔

قرآن کا وحی ہونا اظہر من الشمس ہے لیکن حدیث کے وحی ہونے پر قرآن یوں شاہد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ○ (النجم:۳، ۴)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نطق نہیں فرماتے مگر جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے''۔

اس ارشاد خداوندی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلنے والے الفاظ (احادیث مبارکہ) کو وحی اور من جانب اللہ قرار

دیا گیا ہے۔اس سلسلے میں دوسرا ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ٥ (الحجر:۹)

''بیشک ہم نے ذکر اتارا اور بیشک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

اس آیت میں لفظ''ذکر'' سے مراد قرآن ہوسکتا ہے اور حدیث بھی' کیونکہ اس کا اطلاق دونوں پر ہوسکتا ہے۔علاوہ ازیں اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ''حدیث'' وحی الٰہی ہے۔

دوم: دونوں کا ایک ہی ذات کے ذریعے ہم تک پہنچنا:

جس طرح قرآن وحدیث دونوں وحی اور من جانب اللہ ہیں، اسی طرح یہ دونوں ایک ذات کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔ یہ وحی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، آپ سے یہ ورثہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حاصل کیا پھر تابعین اور تبع تابعین کے بعد نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا۔ گویا قرآن وسنت دونوں بطور وحی بذریعہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچے ہیں۔

قرآن کریم کی طرح احادث مبارکہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام سے اپنے صحابہ کو لکھوا دیا کرتے تھے۔قرآن کی طرح احادیث مبارکہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تحریری صورت میں محفوظ کرلیا کرتے تھے۔ پھر وقت آنے پر یہ سرمایہ اپنے تلامذہ (تابعین) کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر مگر جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ ابوشاہ نامی ایک صحابی نے متاثر ہوکر آپ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے یہ خطبہ تحریر فرما دیجیے؟ آپ نے اپنے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ اسے خط تحریر کردے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

سوم: امثال الحدیث سے امثال القرآن کی وضاحت ہونا:

قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے، جو اس قدر جامع ہے کہ اس میں روزمرہ زندگی کے تمام احکام ومسائل بیان کر دیے گئے ہیں۔ تاہم بعض احکام اختصار سے بیان کیے گئے ہیں جو تفصیل طلب ہیں اور ان کی تفصیل احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ گویا قرآن اگر متن ہے' تو حدیث اس کی تفسیر ہے۔ اس سلسلے میں مثال یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ ارشاد خداوندی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ٥

(ابراہیم:۲۴)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال اس طرح بیان کی ہے' جس طرح ایک پاکیزہ درخت ہو کہ اس کی جڑ زمین میں قائم ہو اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوں''۔

اس مثال کی وضاحت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کی مثال سے بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اخبرونی بشجرة کالرجل المسلم توتی اکلها کل حین باذن ربها لایتحاث ورقها؟ ثم قال هی

النخلة'' (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث ۶۱)

''مجھے ایسے درخت کے بارے میں بتاؤ جو مسلمان آدمی کی مثل ہوتا ہے وہ اپنے پروردگار کے حکم سے پھل آور رہتا ہے اور اس کے پتے نہیں گرتے؟ پھر آپ نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے''۔

اس مثال سے واضح ہوا کہ قرآن فہمی کے لیے ہمیں حدیث کی ضرورت ہے، کیونکہ جس طرح قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جاسکتی ہے، اسی طرح قرآن کی تفسیر احادیث سے بھی کی جاسکتی ہے۔ اس مثال سے قرآن وحدیث کے عمیق تعلق وعلاقہ کا پتہ چلتا ہے۔

چہارم: مقصدیت کے اعتبار سے دونوں میں تعلق:

اگر کسی عمل خیر کی نیت اچھی ہو تو اس کا ثمرہ بھی اچھا ہوگا ورنہ نتیجہ قابل مؤاخذہ اور باعث مذمت ہوگا۔ اس سلسلے میں مسجد ضرار کی تعمیر کا واقعہ ہے جو قرآن کریم میں یوں بیان ہوا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ (التوبۃ: ۱۰۷)

''وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار (نقصان پہنچانے کے لیے) بنائی کفر کے لیے، مسلمانوں میں تفرقہ بازی کے لیے اور اس انتظار میں کہ وہ پہلے ہی سے اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں، وہ اس بات کی ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جھوٹے ہیں''۔

معیار و مدار کے حوالے سے مشہور حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ مانوی فمن کانت هجرته الی دنیا لیصیبها او امراة ینکحها فهجرته الی ماهاجر الیه (الصحیح للبخاری رقم الحدیث: ۱)

''اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور آدمی کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ جس شخص نے حصول دنیا کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اس کے لیے ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی''۔

فضیلت تعمیر مسجد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من بنی مسجد الله بنی الله له بیتا فی الجنة (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۱۲۷۰)

''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اللہ جنت میں اس کا گھر بنائے گا''۔

خواہ مسجد بنانا عمل خیر اور نیکی ہے لیکن نیت تخریب کاری یا تفریق بین الناس کی ہو تو یہ عمل خیر نہیں رہے گا بلکہ عمل سیئہ بن جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث کے درمیان مقصدیت کا بھی تعلق ہے۔

فائدہ نافعہ: قرآن وحدیث اور حکماء کے کلام میں امثال کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اہل علم اور وارثان محراب ومنبر احکام الٰہی مثالوں کے ذریعے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کریں تاکہ ان کے سمجھنے اور سمجھانے میں دشواری پیش نہ آئے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَثَلِ اللّٰهِ لِعِبَادِهٖ

باب 1: (فرمان نبوی ہے:) اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لیے مثال

2786 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ مَثَلًا صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا عَلٰى كَنَفَيِ الصِّرَاطِ زُوْرَانِ لَهُمَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ عَلَى الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ وَّدَاعٍ يَّدْعُوْ عَلٰى رَاْسِ الصِّرَاطِ وَدَاعٍ يَّدْعُوْ فَوْقَهٗ (وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ) وَالْاَبْوَابُ الَّتِيْ عَلٰى كَنَفَيِ الصِّرَاطِ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا يَقَعُ اَحَدٌ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ حَتّٰى يُكْشَفَ السِّتْرُ وَالَّذِيْ يَدْعُوْ مِنْ فَوْقِهٖ وَاعِظُ رَبِّهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام دارمی: قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ زَكَرِيَّا بْنَ عَدِيٍّ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ خُذُوْا عَنْ بَقِيَّةَ مَا حَدَّثَكُمْ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا تَاْخُذُوْا عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ مَا حَدَّثَكُمْ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا غَيْرِ الثِّقَاتِ

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال اس طرح بیان کی ہے: وہ ایسا راستہ ہے جس پر دونوں طرف دیواریں ہیں جن میں مختلف دروازے لگے ہوئے ہیں اور ان پر پردے لٹک رہے ہیں پھر ایک دعوت دینے والا شخص اس پل کے سرے پر (کھڑا) ہو کر دعوت دیتا ہے اور ایک دعوت دینے والا اس پر دعوت دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔ وہ دروازے جو پل کے دونوں طرف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں (یعنی اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں) اور کوئی بھی شخص اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی حدود میں مبتلا نہیں ہوتا جب تک اس پردے کو ہٹایا نہ جائے اور وہ شخص اس پر دعوت دے رہا ہے وہ اپنے پروردگار کی طرف سے وعظ و نصیحت کرنے والا ہے۔ (یعنی اس کا رسول ہے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن (یعنی امام دارمی) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے زکریا بن عدی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے ابواسحاق فزاری فرماتے ہیں: بقیہ نامی محدث سے وہ روایات قبول کرو جو وہ ثقہ راویوں کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: البتہ اسماعیل بن عیاش کی روایات کو قبول نہ کرو خواہ وہ ثقہ راویوں کے حوالے سے نقل کریں یا غیر ثقہ راویوں کے حوالے سے نقل کریں۔

2786 اخرجه احمد (٤/١٨٢، ١٨٣)۔

2787 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ جِبْرِيْلَ عِنْدَ رَاْسِيْ وَمِيْكَائِيْلَ عِنْدَ رِجْلَيَّ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اضْرِبْ لَهُ مَثَلًا فَقَالَ اسْمَعْ سَمِعَتْ اُذُنُكَ وَاعْقِلْ عَقَلَ قَلْبُكَ اِنَّمَا مَثَلُكَ وَمَثَلُ اُمَّتِكَ كَمَثَلِ مَلِكٍ اتَّخَذَ دَارًا ثُمَّ بَنٰى فِيْهَا بَيْتًا ثُمَّ جَعَلَ فِيْهَا مَائِدَةً ثُمَّ بَعَثَ رَسُوْلًا يَدْعُو النَّاسَ اِلٰى طَعَامِهِ فَمِنْهُمْ مَنْ اَجَابَ الرَّسُوْلَ وَمِنْهُمْ مَنْ تَرَكَهُ فَاللّٰهُ هُوَ الْمَلِكُ وَالدَّارُ الْاِسْلَامُ وَالْبَيْتُ الْجَنَّةُ وَاَنْتَ يَا مُحَمَّدُ رَسُوْلٌ فَمَنْ اَجَابَكَ دَخَلَ الْاِسْلَامَ وَمَنْ دَخَلَ الْاِسْلَامَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ اَكَلَ مَا فِيْهَا

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِسْنَادٍ اَصَحَّ مِنْ هٰذَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ

توضیحِ راوی: سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ هِلَالٍ لَمْ يُدْرِكْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا: جبریل میرے سرہانے موجود ہیں اور میکائیل میرے پاؤں کی طرف موجود ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ان صاحب (یعنی نبی اکرم ﷺ) کی مثال بیان کرو! تو دوسرے نے جواب دیا: (یعنی نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا) آپ سنیے۔ آپ کے کان سنتے ہیں اور آپ کا ذہن اس کو سمجھتا ہے۔ آپ کی اور آپ کی امت کی مثال اس بادشاہ کی طرح ہے جو ایک محل بنواتا ہے پھر اس محل میں ایک گھر بناتا ہے پھر اس میں ایک دسترخوان رکھواتا ہے پھر ایک پیغام رساں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے تو ان میں سے کچھ لوگ پیغام رساں کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ اسے ترک کر دیتے ہیں تو وہ بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ محل اسلام ہے وہ گھر جنت ہے اور وہ پیغام رساں حضرت محمد ﷺ آپ ہیں اور جو شخص آپ کی دعوت کو قبول کرے گا وہ اسلام میں داخل ہوگا اور جو اسلام میں داخل ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو جنت میں داخل ہوگا وہ وہاں موجود چیزوں کو کھا پی لے گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے اور وہ سند اس کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

یہ حدیث "مرسل" ہے۔

سعید بن ابوہلال نامی راوی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

2787- اخرجه البخاري تعليقاً عن قتيبة عن ليث عن خالد عن سعيد بن ابي هلال عن جابر بعد اخرجه البخاري (۱۳/۲۶۳) كتاب الاعتصام، باب: الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم و قول الله تعالىٰ (و اجعلنا للمتقين اماماً) حديث رقم (۷۲۸۱)۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی احادیث منقول ہیں۔

2788 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ اَبِیْ تَمِیْمَةَ الْهُجَیْمِیِّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَخَذَ بِیَدِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ حَتّٰی خَرَجَ بِهٖ اِلٰی بَطْحَاءِ مَكَّةَ فَاَجْلَسَهٗ ثُمَّ خَطَّ عَلَیْهِ خَطًّا ثُمَّ قَالَ لَا تَبْرَحَنَّ خَطَّكَ فَاِنَّهٗ سَیَنْتَهِیْ اِلَیْكَ رِجَالٌ فَلَا تُكَلِّمْهُمْ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَلِّمُوْنَكَ قَالَ ثُمَّ مَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیْثُ اَرَادَ فَبَیْنَا اَنَا جَالِسٌ فِیْ خَطِّیْ اِذْ اَتَانِیْ رِجَالٌ كَاَنَّهُمُ الزُّطُّ اَشْعَارُهُمْ وَاَجْسَامُهُمْ لَا اَرٰی عَوْرَةً وَّلَا اَرٰی قِشْرًا وَّیَنْتَهُوْنَ اِلَیَّ وَلَا یُجَاوِزُوْنَ الْخَطَّ ثُمَّ یَصْدُرُوْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ لٰكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَنِیْ وَاَنَا جَالِسٌ فَقَالَ لَقَدْ اَرَانِیْ مُنْذُ اللَّیْلَةَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَیَّ فِیْ خَطِّیْ فَتَوَسَّدَ فَخِذِیْ فَرَقَدَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَقَدَ نَفَخَ فَبَیْنَا اَنَا قَاعِدٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَسِّدٌ فَخِذِیْ اِذَا اَنَا بِرِجَالٍ عَلَیْهِمْ ثِیَابٌ بِیْضٌ اللّٰهُ اَعْلَمُ مَا بِهِمْ مِنَ الْجَمَالِ فَانْتَهَوْا اِلَیَّ فَجَلَسَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ رِجْلَیْهِ ثُمَّ قَالُوْا بَیْنَهُمْ مَا رَاَیْنَا عَبْدًا قَطُّ اُوْتِیَ مِثْلَ مَا اُوْتِیَ هٰذَا النَّبِیُّ اِنَّ عَیْنَیْهِ تَنَامَانِ وَقَلْبُهٗ یَقْظَانُ اضْرِبُوْا لَهٗ مَثَلًا مَثَلُ سَیِّدٍ بَنٰی قَصْرًا ثُمَّ جَعَلَ مَاْدُبَةً فَدَعَا النَّاسَ اِلٰی طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ فَمَنْ اَجَابَهٗ اَكَلَ مِنْ طَعَامِهٖ وَشَرِبَ مِنْ شَرَابِهٖ وَمَنْ لَّمْ یُجِبْهُ عَاقَبَهٗ اَوْ قَالَ عَذَّبَهٗ ثُمَّ ارْتَفَعُوْا وَاسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتَ مَا قَالَ هٰؤُلَاءِ وَهَلْ تَدْرِیْ مَنْ هٰؤُلَاءِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هُمُ الْمَلَائِكَةُ فَتَدْرِیْ مَا الْمَثَلُ الَّذِیْ ضَرَبُوْا قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الْمَثَلُ الَّذِیْ ضَرَبُوا الرَّحْمٰنُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی بَنَی الْجَنَّةَ وَدَعَا اِلَیْهَا عِبَادَهٗ فَمَنْ اَجَابَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَّمْ یُجِبْهُ عَاقَبَهٗ اَوْ عَذَّبَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ تَمِیْمَةَ هُوَ الْهُجَیْمِیُّ وَاسْمُهٗ طَرِیْفُ بْنُ مُجَالِدٍ وَّاَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِیُّ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلٍّ وَّسُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ قَدْ رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْهُ مُعْتَمِرٌ وَّهُوَ سُلَیْمَانُ بْنُ طَرْخَانَ وَلَمْ یَكُنْ تَیْمِیًّا وَّاِنَّمَا كَانَ یَنْزِلُ بَنِیْ تَیْمٍ فَنُسِبَ اِلَیْهِمْ قَالَ عَلِیٌّ قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ مَا رَاَیْتُ اَخْوَفَ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کی۔ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کے قریب وادی بطحا میں چلے گئے۔ انہیں وہاں بٹھا دیا اور پھر ایک لکیر کھینچ کر ارشاد فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا' تمہارے پاس کچھ لوگ آئیں گے' تم ان کے ساتھ

2788۔ اخرجہ الدارمی (۷/۱)، کتاب ۔۔۔ باب : صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

کوئی بات نہ کرنا' وہ بھی تمہارے ساتھ کوئی بات نہیں کریں گے' پھر نبی اکرم ﷺ نے جہاں تک جانا تھا وہاں تشریف لے گئے۔ میں اس دوران اس دائرے کے اندر بیٹھا رہا۔ اس دوران کچھ لوگ وہاں آئے یوں لگتا تھا کہ وہ بڑے بھاری بھرکم لوگ ہیں' ان کے بال اور جسم اس طرح تھے کہ نہ میں نے ان کی شرمگاہ کو دیکھا اور نہ ہی میں نے انہیں لباس پہنے ہوئے دیکھا' وہ میری طرف آئے لیکن اس لکیر کو پار نہیں کر سکے پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف چلے گئے' یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ گزرا تو نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے' میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں رات بھر سو نہیں سکا پھر آپ اس لکیر کے اندر میرے پاس آئے۔ آپ نے میرے زانوں کو تکیہ بنایا اور سو گئے۔ نبی اکرم ﷺ جب سوتے تھے' تو آپ خراٹے لیا کرتے تھے۔ اسی دوران جب میں بیٹھا ہوا تھا اور نبی اکرم ﷺ میرے زانوں پر سر رکھ کر سو رہے تھے' تو وہاں کچھ لوگ آئے' جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے حسن و جمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ لوگ میرے پاس آئے' پھر ایک جماعت نبی اکرم ﷺ کے سرہانے کی طرف بیٹھ گئی اور دوسری جماعت آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئی' پھر انہوں نے ایک دوسرے سے یہ کہا: ہم نے ایسا کوئی بندہ نہیں دیکھا جسے وہ کچھ عطا کیا گیا جو ان نبی کو عطا کیا گیا ہے۔ ان کی دونوں آنکھیں سو رہی ہوتی ہیں' لیکن ان کا ذہن بیدار ہوتا ہے۔ تم ان کے لیے مثال بیان کرو۔ ان کی مثال اس سردار کی طرح ہے' جو ایک محل بناتا ہے' پھر اس میں دسترخوان رکھواتا ہے' اور لوگوں کو کھانے اور پینے کی دعوت دیتا ہے' تو جو شخص اس دعوت کو قبول کر لے گا وہ کھانے کو کھا لے گا' اور اس مشروب کو پی لے گا' اور جو اس دعوت کو قبول نہیں کرے گا' وہ سردار اس پر ناراض ہو گا (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسے سزا دے گا پھر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے' تو نبی اکرم ﷺ بیدار ہو گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے سنا؟ جو ان لوگوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو یہ کون لوگ تھے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ فرشتے تھے کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے جو مثال بیان کی تھی اس سے مراد کیا ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہوں نے جو مثال بیان کی تھی' اس کا مفہوم یہ ہے: رحمٰن نے جنت بنائی اور اپنے بندوں کو اس کی طرف دعوت دی۔ تو جو شخص اس کی دعوت کو قبول کر لے گا وہ جنت میں داخل ہو گا' اور جو اس کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا' رحمٰن اس کو سزا دے گا۔ (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسے عذاب دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور یہ اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ابوتمیمہ نامی راوی ہجیمی ہیں اور ان کا نام طریف بن مجالد ہے۔

ابوعثمان نہدی نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن مل ہے۔

سلیمان تیمی نامی راوی سے اس رایت کو معتمر نے نقل کیا ہے' یہ راوی سلیمان بن ترخان ہے۔ یہ ''تیمی'' نہیں ہیں۔ یہ صاحب بنوتمیم کے ہاں پڑاؤ کیا کرتے تھے' اور ان سے منسوب ہو گئے۔

علی (بن مدینی) فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے۔ میں نے سلیمان تیمی سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

شرح

مفہوم احادیث:

پہلی حدیث باب میں زبان نبوت سے اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان فرمائی گئی کہ ہے یعنی حدیث قدسی ہے کہ ایک سیدھا راستہ منزل کی طرف جاتا ہے جس کے دونوں اطراف میں دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور ان پر منقش پردے لٹک رہے ہوں۔ سیدھا راستہ سے مراد ''اسلام'' ہے، اس کی دیواروں سے مراد حدود خداوندی ہیں، دروازوں سے مراد گمراہی کے راستے ہیں جن کے ذریعے لوگ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں اور منقش پردوں سے مراد خواہشات نفسانی ہیں جن کی تکمیل میں انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ مسلمان اس راستہ میں قدم رکھتا ہے۔ راستہ کے شروع میں ایک ناصح شخص اس کی راہنمائی کرتا ہے کہ یہ راستہ بالکل سیدھا طے کرتے جائیں، دائیں یا بائیں کھلنے والے کسی دروازے کی طرف ہرگز نہ جائیں، پردہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں ورنہ گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے۔ یہ ناصح قرآن کریم ہے۔ اس راستہ کی دوسری جانب بھی ایک ناصح آدمی موجود ہے، جو آنے والے کو پکارتا ہے کہ دیواروں سے باہر کھلنے والے دروازوں سے باہر جھانکنے کی ہرگز کوشش نہ کریں بلکہ سیدھے چلے آؤ۔ اس ناصح شخص سے مراد مسلمان کا ضمیر ہے۔ جب مسلمان حفاظت وامن کے ساتھ اس راستہ کو عبور کر لیتا ہے تو جنت کے علاقہ کا آغاز ہو جاتا ہے اور وہ اپنی منزل مقصود میں رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

دوسری حدیث باب میں بادشاہ سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے، محل سے مراد کھلی حویلی ہے اور دوسرے محل سے مراد اندر خانہ کا محل ہے جس میں انواع واقسام کے کھانوں کا دسترخواں سجایا گیا ہو۔ سلطان کے قاصد سے مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ باذن الٰہی لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں، جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرتا ہوا دائرہ اسلام میں داخل ہوگا۔ وہ جنت میں داخل ہو کر اس کی نعمتوں سے مستفید و مستفیض ہوگا۔

تیسری حدیث باب میں مثال کے ذریعے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ پروردگار عالم نے جنت تخلیق فرمائی اور اپنے بندوں کو دعوت دی، جو قبول اسلام کی صورت میں لبیک کہے گا۔ وہ اس میں داخل ہو کر اس کی نعمتوں سے استفادہ کر سکے گا۔ اس کے برعکس جو شخص اس دعوت کو مسترد کرے گا، وہ نہ صرف جنت کی نعمتوں سے محروم رہے گا بلکہ عذاب الٰہی کا حقدار قرار پائے گا۔

سوال: سمعت اذنك واعقل عقل قلبك کے الفاظ مشہور روایت فنامت عيناى سے متعارض ہیں؟

جواب: دونوں روایات قریب المفہوم ہیں، کیونکہ زیر بحث حدیث کا مطلب ہے کہ آپ توجہ اور غور وخوض سے سماعت فرمائیں تا کہ اصل مضمون بلا تکلف ذہن نشین ہو سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل بیدار رہتا ہے۔

سوال: حدیث باب کی سند میں سلیمان التیمی راوی کا ذکر نہ ہونے کے باوجود امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تعارف کیوں کروایا ہے؟

جواب: خواہ ہمارے (برصغیر کے) نسخوں میں جامع ترمذی کی سند میں ان کا ذکر موجود نہیں ہے مگر مصری نسخہ کی سند میں اس راوی کا ذکر موجود ہے جس وجہ سے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تعارف کروایا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَثَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَنْبِيَاءِ قَبْلَهٗ

باب 2: نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کی مثال

2789 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنِ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ بَصْرِيٌّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ كَرَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَاَكْمَلَهَا وَاَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِنْهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری اور دیگر انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو گھر بناتا ہے اسے مکمل کر لیتا ہے' اور آراستہ کرتا ہے۔ صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ لوگ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ اس سے متاثر ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں: اس اینٹ کی جگہ کو کیوں خالی رکھا گیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

مثال کے ذریعے مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک خوبصورت محل کی تکمیل کے لیے جس طرح خالی جگہ میں آخری اینٹ کا لگانا ضروری ہے، اسی طرح قصر نبوت کی تکمیل کے لیے آخری اینٹ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی ضروری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قصر نبوت ہر اعتبار سے مکمل ہو گیا اور نیا نبی پیدا ہونا محال ہے، کیونکہ آپ آخری نبی ہیں جبکہ آپ کے بعد نیا نبی نہیں آ سکتا۔ قرآن وسنت میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

علاوہ ازیں حدیث باب میں دیگر انبیاء علیہم السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ مبداء خلق ہونے کے باوجود آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجایا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ۔ یعنی میرے بعد سلسلہ نبوت جاری رہتا تو عمر نبی ہوتے۔

2789۔ اخرجه البخاري (٦/٦٤٥): كتاب المناقب: باب: خاتم النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (٣٥٣٤)؛ و مسلم (١٧٩١/٤): كتاب الفضائل: باب: ذكر كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين، حديث (٢٢٨٧/٢٣)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پُر ملال کے فوراً بعد مسیلمہ کذاب نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ فرمایا، جس نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ بعد ازاں ہر دور میں جھوٹی نبوت کے مدعی پیدا ہوتے رہے اور اہل ایمان انہیں واصل جہنم کرتے رہے۔ انگریز دور میں برصغیر (ہندوستان) کے مشہور قصبہ ''قادیان'' میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی نامی شخص نے متنبی عصر ہونے کا دعویٰ کیا، حکومت وقت نے اس کی خوب سرپرستی کی اور اسے ہر ممکن سہولیات فراہم کیں۔ علماء ومشائخ نے اس کا خوب تعاقب کیا، مناظرہ اور تحریری میدان میں اس کا مقابلہ کیا۔ وہ علماء ومشائخ جنہوں نے مناظرہ اور مباہلہ کا اسے چیلنج کیا ان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔

۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی لیٹرین میں گر کر واصل جہنم ہوا۔ اس کے متبعین کی شیطانی جماعت تیار ہو چکی تھی، جنہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ علماء ومشائخ اہل سنت نے بھی مسلسل ان کا مقابلہ جاری رکھا۔ اسی کشمکش میں نوے سال کا عرصہ گیت گیا۔ بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا وہ تاریخی دن بھی آ گیا جس میں قومی اسمبلی میں قائد اہل سنت حضرت امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ (سربراہ جمعیت علماء پاکستان وچیئرمین ورلڈ اسلامک مشن) کی قرارداد کے نتیجہ میں حکومت پاکستان کی طرف سے قادیانوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ بعد ازاں دیگر اسلامی ممالک نے بھی انہیں سرکاری طور پر غیر مسلم قرار دیا۔ اس طرح نوے سالہ ''قادیانی مسئلہ'' حضرت امام نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کاوش سے حل ہوا۔

سوال: حدیث مذکور میں مشبہ واحد ہے جبکہ مشبہ بہ جمع ہے، تو اس طرح تشبیہ درست نہیں ہو سکتی؟

جواب: (۱) لفظ ''انبیاء'' کو واحد کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔

(۲) یہاں تشبیہ حقیقی نہیں بلکہ تشبیہ تمثیلی مراد ہے۔

(۳) جمع سے اذوات مراد نہیں، بلکہ صفات مراد ہیں یعنی نبوت ورسالت۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مَثَلِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ

باب 3: نماز، روزے اور صدقے کی مثال

2790 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ سَلَّامٍ اَنَّ اَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ الْحَارِثَ الْاَشْعَرِىَّ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ اَنْ يَّعْمَلَ بِهَا وَيَاْمُرَ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يَّعْمَلُوْا بِهَا وَاِنَّهٗ كَادَ اَنْ يُّبْطِئَ بِهَا فَقَالَ عِيْسٰى اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَكَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ لِتَعْمَلَ بِهَا وَتَاْمُرَ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يَّعْمَلُوْا

2790- اخرجه (ابن خزيمة) (۲٤٤/۱)، حديث (٤٨٣)، (٦٣/٢)، حديث (٩٣٠)، (١٩٥/٣)، حديث (١٨٩٥)، و احمد (١٣٠/٤، ٢٠٢)

بِهَا فَإِمَّا أَنْ تَأْمُرَهُمْ وَإِمَّا أَنْ آمُرَهُمْ فَقَالَ يَحْيٰى أَخْشٰى إِنْ سَبَقْتَنِي بِهَا أَنْ يُخْسَفَ بِي أَوْ أُعَذَّبَ فَجَمَعَ النَّاسَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَامْتَلَأَ الْمَسْجِدُ وَتَعَدَّوْا عَلَى الشُّرَفِ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ أَنْ أَعْمَلَ بِهِنَّ وَآمُرَكُمْ أَنْ تَعْمَلُوا بِهِنَّ أَوَّلُهُنَّ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَإِنَّ مَثَلَ مَنْ أَشْرَكَ بِاللّٰهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرٰى عَبْدًا مِنْ خَالِصِ مَالِهِ بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ فَقَالَ هٰذِهِ دَارِي وَهٰذَا عَمَلِي فَاعْمَلْ وَأَدِّ إِلَيَّ فَكَانَ يَعْمَلُ وَيُؤَدِّي إِلٰى غَيْرِ سَيِّدِهِ فَأَيُّكُمْ يَرْضٰى أَنْ يَكُونَ عَبْدُهُ كَذٰلِكَ وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَكُمْ بِالصَّلٰوةِ فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوا فَإِنَّ اللّٰهَ يَنْصِبُ وَجْهَهُ لِوَجْهِ عَبْدِهِ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ وَآمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ فِي عِصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةٌ فِيهَا مِسْكٌ فَكُلُّهُمْ يَعْجَبُ أَوْ يُعْجِبُهُ رِيحُهَا وَإِنَّ رِيحَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَآمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَأَوْثَقُوا يَدَهُ إِلٰى عُنُقِهِ وَقَدَّمُوهُ لِيَضْرِبُوا عُنُقَهُ فَقَالَ أَنَا أَفْدِيهِ مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَفَدٰى نَفْسَهُ مِنْهُمْ وَآمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللّٰهَ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا حَتّٰى إِذَا أَتٰى عَلٰى حِصْنٍ حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ كَذٰلِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اللّٰهُ أَمَرَنِي بِهِنَّ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يَرْجِعَ وَمَنِ ادَّعٰى دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُثَا جَهَنَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَإِنْ صَلّٰى وَصَامَ قَالَ وَإِنْ صَلّٰى وَصَامَ فَادْعُوا بِدَعْوَى اللّٰهِ الَّذِي سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ الْمُؤْمِنِينَ عِبَادَ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ الْحَارِثُ الْأَشْعَرِيُّ لَهُ صُحْبَةٌ وَلَهُ غَيْرُ هٰذَا الْحَدِيثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ أَبِي سَلَّامٍ عَنِ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

توضیح راوی: وَأَبُو سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ اسْمُهُ مَمْطُورٌ وَقَدْ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ

◄► حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ وہ خود ان پر عمل کریں اور بنو اسرائیل کو یہ ہدایت کریں کہ وہ بھی ان پر عمل کریں۔ انہوں نے ایسا کرنے میں کچھ تاخیر کی' تو حضرت عیسیٰ نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے: آپ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنو اسرائیل کو بھی اس کا حکم دیں کہ وہ اس پر عمل کریں' یا تو آپ ان کو حکم دے دیں ورنہ میں انہیں یہ حکم دیتا ہوں' تو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے یہ فرمایا: مجھے یہ اندیشہ ہے: اگر آپ نے مجھ سے پہلے ایسا کر دیا تو مجھے زمین میں دھنسا دیا جائے گا (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) مجھے عذاب دیا جائے گا پھر انہوں نے بیت المقدس میں لوگوں کو جمع کیا وہ بھر گیا اور لوگ اس

کے کناروں تک بیٹھ گئے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے۔ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم لوگوں کو بھی یہ ہدایت کروں کہ تم ان پر عمل کرو۔ ان میں سب سے پہلی بات یہ ہے: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، وہ شخص جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے' اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو خالص اپنے مال میں سے سونے یا چاندی کے عوض میں ایک غلام خریدتا ہے' اور یہ کہتا ہے: یہ میرا گھر ہے' اور یہ میرا کام ہے تم یہ کام کرو اور اس کا منافع مجھے ادا کرو' تو وہ غلام کام کرنے کے بعد اس کا منافع اپنے آقا کی بجائے کسی اور کو ادا کرتا ہے' تو تم بتاؤ کون شخص اس بات پر راضی ہوگا کہ اس کا غلام اس طرح کا ہو؟

اللہ تعالیٰ تمہیں نماز ادا کرنے کا حکم دیتا ہے جب تم نماز ادا کرو' تو اِدھر اُدھر منہ نہ کرو' کیونکہ جب بندہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ بندے کے مدمقابل ہوتا ہے' جب تک وہ اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو کچھ دوسرے لوگوں کے ہمراہ ہو اس شخص کے پاس ایک تھیلی ہو جس میں مشک موجود ہو جس کی خوشبو ہر کسی کو اچھی لگتی ہے۔ (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسے اچھی لگتی ہے۔ روزہ دار شخص کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جسے دشمن قید کر لیتا ہے۔ اس کے ہاتھ، گردن پر باندھ دیتا ہے' اور اس کی گردن اڑانے کے لیے اسے لے کر جاتا ہے۔ وہ شخص یہ کہتا ہے: تھوڑا یا زیادہ جو کچھ بھی میرے پاس ہے وہ میں تمہیں فدیے کے طور پر دیتا ہوں' تو وہ اپنا فدیہ ادا کر کے (خود کو ان سے چھڑوا لیتا ہے)

اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے: تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو! اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے: جس کے پیچھے دشمن لگا ہوا ہے۔ وہ تیز رفتاری سے جاتے ہوئے ایک ٹیلے تک پہنچ جاتا ہے' اور اس میں داخل ہو کر اپنے آپ کو ان سے بچا لیتا ہے' اسی طرح بندہ اپنے آپ کو شیطان سے اسی وقت بچا سکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: میں تم لوگوں کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے۔ (حاکم وقت کی) اطاعت و فرمانبرداری کرنا، جہاد کرنا، ہجرت کرنا اور (مسلمانوں کی) جماعت کے ساتھ رہنا' کیونکہ جو شخص جماعت بالشت بھر الگ ہوگا وہ اپنی گردن سے اسلام کے پٹے کو اتار دے گا تاوقتیکہ وہ اس میں واپس آ جائے اور جو شخص زمانہ جاہلیت کی طرح دعویٰ کرے گا' تو وہ جہنم کا ایندھن ہوگا۔

ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو' اور روزے رکھتا ہو؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہے تم وہ والا دعویٰ کرو! جو اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رکھا ہے۔ یعنی مسلمان' مؤمن' اللہ تعالیٰ کے بندے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے' اور ان سے دیگر روایات بھی منقول ہیں۔

حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابوسلام نامی راوی کا نام ''ممطور'' ہے۔

اس روایت کو علی بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

بنی اسرائیل کو پانچ امور کا حکم:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو پانچ امور کا خصوصیت سے حکم دیا گیا تھا جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) محض اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرنا، تاکہ مقصد تخلیق انسان حاصل ہو سکے، اس کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے اجتناب کرنا، کیونکہ یہ ایسا گناہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

(۲) نماز نہایت حضور قلب اور انہماک کے ساتھ ادا کرنا یعنی نماز ادا کرنے کی کیفیت یہ ہونی چاہیے کہ گویا نمازی اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ درجہ ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس حالت میں نمازی اپنی توجہ اور چہرہ ہرگز دوسری جانب نہیں پھیر سکتا۔ نماز تمام عبادات کی ماں ہے، جو تمام امتوں پر فرض کی گئی تھی۔

(۳) باقاعدگی سے روزے رکھنا، روزہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے مابین راز ہے، جس میں ریاکاری کا شبہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں عطر اور کستوری سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ خوشبو مسواک وغیرہ سے زائل نہیں ہو سکتی۔

(۴) صدقہ و خیرات کرنا، کیونکہ اس سے ایک طرف رضا الٰہی حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف لوگوں کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے دنیا سے نفرت اور آخرت کی طرف میلان میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۵) یاد الٰہی میں مصروف ہونا، کیونکہ ذکر خداوندی کی برکت سے مسلمان شیطانی وساوس اور حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے اطمینان قلب اور سکون کی دولت میسر آتی ہے۔

امت محمدیہ کو پانچ امور کا حکم:

خاتم الانبیاء، امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ اپنی پیدائش کے وقت اس کی مغفرت کے طالب رہے، معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے دوران بھی اس کی بخشش کی التجاء کرتے رہے اور تاحیات اس کی بہتری و آخرت میں کامیابی کے متمنی رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو پانچ امور کا خصوصیت سے حکم دیا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) امیر کی بات کو توجہ سے سننا: اس لیے کہ اسے نیابت الٰہی اور نیابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اگر اس کی گفتگو یا حکم کو توجہ سے سنا جائے گا تو اسے عملی جامہ پہنانے کا جذبہ بھی موجزن ہوگا، جو ضروری و واجب ہوتا ہے۔

(۲) اطاعت امیر: چونکہ امیر اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کا نائب ہوتا ہے، وہ جب تک اس کے احکام کے مطابق چلے تو اس کی اطاعت واجب و ضروری ہے۔ اس کی نافرمانی اور اس کے خلاف بغاوت کرنا حرام ہے۔

(۳) جہاد کرنا: لفظ ''جہاد'' جہد سے بنا ہے' جس کا مطلب ہے: کوشش کرنا۔ اصطلاحی معنی ہے: اسلام کی ترقی اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے کوشش کرنا۔ سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہنے کو بھی جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وطن عزیز کے دفاع، اس کی سرحدوں کے تحفظ اور جان و مال کی حفاظت کے لیے دشمن کا مقابلہ کرنے کو جہاد کہا جاتا ہے۔ جب مجاہد اپنے گھر سے دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کا دفاع کرنے کے لیے روانہ ہوتا ہے' تو اس کا سفر جنت کا سفر بن جاتا ہے۔ مجاہد کو شہادت کے وقت کانٹا چبھنے کے برابر بھی تکلیف نہیں ہوتی اور اسے بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ شہید کو بوقت شہادت زیارت باری تعالیٰ کا اعزاز حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جسم کے ٹکڑے ہونے کے باوجود اسے تکلیف نہیں ہوتی۔

جہاد کی مشہور تین اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(الف) جہاد بالمال: مجاہدین کو سواری، اسلحہ اور خورد و نوش کی اشیاء فراہم کرنے کو ''جہاد بالمال'' کہا جاتا ہے۔ جہاد بالمال کی بھی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے کہ اسے بھی جہاد میں حصہ لینے والے کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

(ب) جہاد بالقلم: مسلمانوں کو تحریر کے ذریعے جہاد کے لیے تیار کرنے کو ''جہاد بالقلم'' کہا جاتا ہے۔ اس کی اہمیت بھی مسلمہ ہے' جس سے کوئی باشعور شخص انکار نہیں کر سکتا۔

(ج) جہاد بالنفس: اپنے نفس اور شیطان کے خلاف ''جہاد'' کو ''جہاد بالنفس'' کہا جاتا ہے، جس کی اہمیت پہلی دونوں اقسام سے زیادہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) یعنی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں''۔ یہاں جہاد اکبر سے مراد نفس کے خلاف جہاد ہے۔

(۴) ہجرت کرنا: زمین کے کسی خطہ یا ملک میں کفر کا غلبہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل کرنے میں دشواری پیش آتی ہو یا دشمن کی طرف سے مکمل پابندی عائد کی گئی ہو' تو وہاں سے دوسرے ملک یا دوسرے خطہ کی طرف سفر کر جانے کو ''ہجرت'' کہا جاتا ہے۔ ہجرت کرنے والے کو مہاجر کہا جاتا ہے اور یہ ہجرت تا قیامت جاری رہے گی۔ ہجرت سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

ہجرت کی فضیلت و اہمیت قرآن و حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں چند آیات درج ذیل ہیں:

(۱) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (البقرہ:۲۱۸)

''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔

(ii) وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے پاس ہے۔

(iii) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (التوبہ:۲۰)

''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی اور انہوں نے اپنے اموال ونفوس کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے اور وہی لوگ کامیاب ہیں''۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(iv) الهجرة تهدم ما كان قبلها

''ہجرت سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے''۔

مذکورہ بالا دلائل ونصوص سے ہجرت کی فضیلت عیاں ہو جاتی ہے۔

(۵) مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہنا: مسلمانوں کو باہم ایک دیوار کی طرح متحد ومتفق ہونا چاہیے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

''اور (اے مسلمانو! تم) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو''۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ

''تم بڑی جماعت سے وابستہ رہو''۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ

''جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں ڈالا گیا''۔

جماعت مسلمین سے الگ ہونے والا شخص خواہ صوم وصلوٰۃ کا پابند اور صاحب تقویٰ وصالح کیوں نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا، کیونکہ اسے جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَثَلِ الْمُؤْمِنِ الْقَارِئِ لِلْقُرْاٰنِ وَغَيْرِ الْقَارِئِ

باب 4: قرآن پاک پڑھنے والے اور قرآن پاک نہ پڑھنے والے مومن کی مثال

2791 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْاُتْرُنْجَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَّمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ رِيْحُهَا مُرٌّ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ اَيْضًا

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ مومن جو قرآن پاک پڑھتا ہے اُس کی مثال اس ناشپاتی کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی پاکیزہ ہوتا ہے اور جو مومن قرآن پاک نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی طرح ہے جس کی خوشبو نہیں ہوتی لیکن ذائقہ میٹھا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن پاک پڑھتا ہے اس کی مثال ریحانہ نامی پھل کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن پاک نہیں پڑھتا۔ اس کی مثال حنظلہ نامی پھل (یا بوٹی) کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی بری ہوتی ہے اور ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شعبہ نے بھی اسے قتادہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2792 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيَاحُ تُفَيِّئُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيْبُهُ بَلَاءٌ وَّمَثَلُ

2791- اخرجه البخاری (٦٨٣/٨): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل القرآن على سائر الكلام، حديث (٥٠٢٠)، (٤٦٦/٩): كتاب الاطعمة: باب: ذكر الطعام، (٥٤٥/١٣): كتاب التوحيد: باب: قراءة الفاجر و المنافق القران و اصواتهم و تلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، حديث(٧٥٦٠)، و مسلم (١٣٨/٣ - الابى): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: فضيلة حفاظ القرآن، حديث (٧٩٧/٢٤٣)، و ابوداؤد (٦٧٥/٢): كتاب الادب: باب: من يومر ان يجالس، حديث (٤٨٣٠)، و النسائی(١٢٤/٨): كتاب الايمان و شرائعه، باب: مثل الذى يقرأ القرآن من مومن و منافق، حديث (٥٠٣٨)، و ابن ماجه (٧٧/١): كتاب المقدمة، باب: فضل من تعلم القرآن و علمه، حديث (٢١٤)، و الدارمی (٤٤٢/٢): كتاب فضائل القرآن: باب: مثل المومن الذى يقرأ القرآن، واحمد (٣٩٧/٤، ٤٠٣، ٤٠٤، ٤٠٨)، وابن حميد ص (١٩٨)، حديث (٥٦٥).

2792- اخرجه مسلم (٢١٦٣/٤): كتاب صفات المنافقين و احكامهم: باب: مثل المومن كالزرع، و مثل الكافر كشجر الارز، حديث (٢٨٠٩/٥٨)، و احمد (٢٣٤/١)، (٢٨٣/٢).

الْمُنَافِقِ مَثَلُ شَجَرَةِ الْاَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتّٰی تُسْتَحْصَدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مؤمن کی مثال کھیت کی طرح ہے' جسے ہوا مسلسل جھکاتی رہتی ہے۔ کبھی دائیں طرف کر دیتی ہے۔ کبھی بائیں طرف کر دیتی ہے۔ اسی طرح مؤمن ہمیشہ آزمائش میں مبتلا رہتا ہے' اور منافق شخص کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے' جو ڈولتا (لہراتا) نہیں ہے' یہاں تک کہ (ایک ہی مرتبہ) اسے جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2793 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَّا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ اَقُوْلَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَدَّثْتُ عُمَرَ بِالَّذِيْ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ فَقَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ كَذَا وَكَذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک درخت ایسا ہے: موسم خزاں میں بھی اس کے پتے نہیں جھڑتے اور اس کی مثال مؤمن کی طرح ہے' تم مجھے بتاؤ! وہ کون سا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ جنگل کے مختلف درختوں کے بارے میں سوچنے لگے۔ میرے ذہن میں آیا: یہ کھجور کا درخت ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے' تو مجھے اس بات پر حیاء آئی (یعنی میں یہ بات بیان کرتا)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بعد میں' میں نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہی: جو مجھے خیال آیا تھا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس وقت یہ بات کہہ دیتے تو یہ میرے نزدیک فلاں' فلاں چیز ملنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2793۔ اخرجه البخاری (۱۷۵/۱): کتاب العلم: باب: قول المحدث حدثنا او اخبرنا۔، حدیث (۶۱)، (۱۷۸/۱) نفس الکتاب و الباب حدیث (۶۲)، (۲۷۷/۱): کتاب العلم: باب: الحیاء فی العلم، حدیث (۱۳۱)، و مسلم (۲۱۶٤/٤) کتاب صفات المنافقین و احکامهم، باب: مثل المومن مثل النخلة، حدیث (۲۸۱۱/۶۳)، و احمد (۶۱/۲، ۱۲۳، ۱۵۷)، والحمیدی (۲۹۸/۲)، حدیث (۶۷۷)، و ابن حمید ص (۲۵۳)، حدیث (۷۹۲)۔

شرح

احادیث باب کی مثالوں کا خلاصہ:

قرآن کریم کلام الٰہی ہے، جو ظاہر و باطن میں تاثیر رکھتا ہے۔ مومن اگر تلاوت قرآن کا عادی ہوگا تو اس کی مثال سنگترے کی ہے کہ اس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی شیریں ہوتا ہے۔ جو مسلمان تلاوت قرآن کا عادی نہیں ہے اس کی مثال کھجور کی ہے' جس کے خوشبو تو نہیں ہوتی لیکن اس کے اندر مٹھاس ولذت ضروری ہوتی ہے۔ منافق حقیقی اگر تلاوت قرآن کا عادی نہیں ہے' تو اس کی مثال حنظلہ (اندرائن) کی ہے، جس کے ظاہر و باطن میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ اگر منافق غیر حقیقی ہو کہ وہ زبان سے تلاوت قرآن کرتا ہے لیکن دل سے نہیں، اس کی مثال خوشبودار پھل کی ہے' جس کی خوشبو تو ہوتی ہے مگر بدذائقہ ہوتا ہے۔

دوسری حدیث باب میں مومن کی مثال کھیتی سے بیان کی گئی ہے مثلاً گندم کا کھیت ہے' تو ہوا چلنے سے گندم کی فصل مخالف سمت میں جھک کر زمین کے ساتھ لگ جاتی ہے اور چاروں طرف سے چلنے والی ہوا کا یہی نتیجہ ہوتا ہے مگر جڑوں سے اکھڑتی نہیں ہے۔ مومن کو بھی زندگی میں کئی نشیب وفراز سے دوچار ہونا پڑتا ہے، کبھی اسے فرحت ومسرت حاصل ہوتی ہے اور کبھی پریشانی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ منافق کی مثال صنوبر وسرو کے درخت کی ہے کہ ہوا چلنے سے وہ جھکتا نہیں ہے مگر زیادہ آندھی چلنے کی وجہ سے جھکنے کے بجائے جڑ سے اکھڑ کر اپنا وجود ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح منافق تکبر وغرور کا ایسا مجسمہ ہوتا ہے کہ اس میں لچک نہیں ہوتی کہ وہ باطل کو ترک کرے اور حق کو قبول کرلے مگر وہ جان سے مرجاتا ہے۔

تیسری حدیث باب میں یہ مثال بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھجور کا گوند تناول کررہے تھے کہ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ مومن کی طرح اس کا ہر جز مفید ہے، بتاؤ وہ کون سا درخت ہوسکتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی کے ذہن میں اس کا جواب نہ آیا لیکن وہ بھی اکابر کے احترام کی وجہ سے جواب عرض نہ کرسکے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جواب دیا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

سوال: کھجور کے درخت کے ساتھ مومن کی تشبیہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی کثیر وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) جس طرح مومن پانی میں ڈوبنے کے سبب ختم ہوجاتا ہے، اسی طرح کھجور کا درخت بھی زیر آب آنے سے ختم ہوجاتا ہے۔

(۲) انسان عاشق مزاج واقع ہوا ہے، اسی طرح کھجور کے درخت میں بھی عشق موجود ہوتا ہے۔

(۳) جس طرح انسان کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ ختم ہوجاتا ہے، اسی طرح کھجور کا درخت اوپر سے کاٹ دیا جائے تو وہ ختم ہوجاتا ہے۔

(۴) کھجور کے درخت سے ایسی بوآتی ہے جیسی مومن کی مٹی سے آتی ہے۔

(۵) جس طرح مذکرومؤنث کے ملاپ سے انسانوں میں تناسل کا سلسلہ جاری ہوجاتا ہے اسی طرح کھجور کے درختوں میں تذکیروتانیث کے ملاپ سے پھل میں اضافہ ہوتا ہے۔

سوال: ایک روایت کے الفاظ ہیں: نھی عن الاغلوطات یعنی حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہیلی بجھوانے سے منع کیا ہے جبکہ آخری حدیث باب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، ایسے روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: ایسی پہیلی منع ہے جو غیرمفید ہواوراس کا مقصد سامع کوحقیر وذلیل کرنا ہو، اگر پہیلی سے ذہن تیز کرنا یا وہ نافع ہوتو اس کے بجھوانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آخری حدیث باب سے حاصل ہونے والے مسائل:

آخری حدیث باب سے حاصل ہونے والے چندایک مسائل درج ذیل ہیں:

(۱) معلم کو چاہیے کہ اپنے تلامذہ کی علمی استعداد کا جائزہ لینے اوران میں ذوق تحقیق پیدا کرنے کے لیے سوال کرتے رہا کریں۔

(۲) طلباء سے ان کی علمی استعداد سے بڑاسوال نہیں کرنا چاہیے بلکہ سوال ایسا ہونا چاہیے جس کے جواب کا قرینہ بھی موجود ہو۔

(۳) جواب دینے میں طلباء کوخاموشی اختیار نہیں کرنا چاہیے بلکہ جواب دے دینا چاہیے۔ اگر جواب درست ہواتو طالب علم کی حوصلہ افزائی ہوگی ورنہ اس کی اصلاح کردی جائے گی۔

(۴) اولاد کی علمی وفنی ترقی کے سبب والدین کومسرت حاصل ہوتی ہے۔

(۵) جواب دیتے وقت اکابر کے مراتب کونظرانداز ہرگز نہ کیا جائے بلکہ عاجزی سے جواب عرض کردیا جائے اور جواب دینے میں سکوت اختیار نہ کیا جائے۔

بَاب مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

باب 5: پانچ نمازوں کی مثال

2794 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ

2794۔ اخرجه البخاري (١٤/٢): كتاب اموافيت الصلاة: باب: الصلوات: الخمس حديث (٥٢٨)، و مسلم (٦٠٦/٢ ۔ الابي): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: المشي الى الصلاة تمحى به الخطايا و ترفع به الدرجات، حديث (٦٦٧/٢٨٣)، و النسائي (٢٣٠/١): كتاب الصلاة: باب: فضل الصلوات الخمس، حديث (٤٧٣)، و الدارمي (٢٦٧/١): كتاب الصلاة: باب: فضل الصلوات، و احمد (٣٧٩/٢)۔

قَالُوْا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ الْقُرَشِيُّ عَنِ ابْنِ الْهَادِ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تمہارا کیا خیال ہے اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر موجود ہو اور وہ اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گا؟ تو لوگوں نے عرض کی: اس کا کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

پانچ نمازوں کی مثال اور برکات نماز:

حدیث باب میں غیر محسوس چیز (نماز) کی محسوس چیز (غسل) کے ساتھ مثال بیان کی گئی یعنی جس طرح ایک دن میں پانچ بار غسل کرنے والے کے جسم پر میل کچیل باقی نہیں رہتا، اسی طرح باقاعدگی سے پنجگانہ نماز ادا کرنے والے کے ذمہ میں کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ اس روایت سے مراد ہیں جو چھوٹے چھوٹے دھبوں کی صورت میں ہوتے ہیں جبکہ کبائر بڑے بڑے دھبوں کی شکل میں ہوتے ہیں جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اس کی دلیل یہ مشہور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرُ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۵۶۴) پانچوں نمازیں درمیان میں ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جب کبائر سے اجتناب کیا جائے''۔ علاوہ ازیں احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک ایک رمضان المبارک سے لے کر دوسرے رمضان المبارک تک ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک اور ایک حج سے لے کر دوسرے حج تک گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

سوال: یہاں صغیرہ گناہ مراد ہیں یا کبیرہ؟

جواب: علامہ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہاں مطلق گناہ مراد ہیں جو صغائر اور کبائر دونوں کو شامل ہے یعنی نماز کی برکت سے صغائر اور کبائر دونوں قسم کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں لیکن جمہور فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کبائر توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے جبکہ صغائر اعمال صالحہ یعنی نماز، جمعہ، روزہ، عمرہ اور حج وغیرہ کی برکات سے معاف ہو جاتے ہیں۔

2795 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ يَحْيَى الْاَبَحُّ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَثَلُ اُمَّتِيْ مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهُ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَمَّارٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: قَالَ وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ اَنَّهُ كَانَ يُثَبِّتُ حَمَّادَ بْنَ يَحْيَى الْاَبَحَّ وَكَانَ يَقُوْلُ هُوَ مِنْ شُيُوْخِنَا

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے جس میں یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ اس کا ابتدائی حصہ زیادہ بہتر تھا یا آخری حصہ زیادہ بہتر ہے؟

اس بارے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے حماد بن یحییٰ الابح کو مستند قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: یہ ہمارے مشائخ میں سے ہیں۔

شرح

امت محمدیہ کی بارش کے ساتھ مثال بیان کرنے کی وجہ:

حدیث باب میں امت محمدیہ کی بارش کے ساتھ مثال بیان کی گئی ہے کہ جس طرح خشک سالی میں بارش کا ہر قطرہ زمین کے لیے مفید و نافع ہوتا ہے، اسی طرح امت محمدیہ کے ہر دور کے لوگ معزز و محترم ہیں۔ تاہم خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (او کما قال علیه السلام) (بہترین زمانہ میرا ہے، پھر اس کے بعد آنے والا پھر اس کے بعد آنے والا) کے مطابق صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ترجیح وفضیلت حاصل ہے۔

پہلی امتوں میں ان کا اول دور افضل ہوا کرتا تھا، کیونکہ بعد والے لوگ اپنی نازل شدہ کتاب میں تبدیلی کر لیتے تھے اور اپنے نبی کی شریعت کا حلیہ تبدیل کر دیتے تھے۔ پھر نیا نبی آتا جو نئی کتاب وشریعت لا کر قوم کی تربیت کرتا تھا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نیا نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ آپ کی کتاب میں تبدیلی کرنا ناممکن ہے اور آپ کی شریعت بھی مستقل ہے۔ اس طرح آپ کی امت کا ہر دور بابرکت ہے خواہ وہ اول ہو یا وسط یا آخری ہو لیکن صحابہ کرام امت کے پیشوا اور مقتداء ہیں۔

اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ امت محمدیہ کے آخری دور سے لوگوں کو اس بات کی تشفی دینا مقصود ہے کہ جس طرح قرون اولیٰ کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلے تھے اسی طرح آخری دور کے لوگوں کے لیے بھی کھلے ہیں؛

2795- اخرجه احمد (۳/ ۱۳۰، ۱۴۳).

کیونکہ اس امت کے لیے ہر دور میں خیر ہی خیر رکھی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَثَلِ ابْنِ اٰدَمَ وَاَجَلِهٖ وَاَمَلِهٖ

باب 6: آدمی، اس کی موت اور اس کی امید کی مثال

2796 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا بَشِيْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذِهٖ وَمَا هٰذِهٖ وَرَمٰى بِحَصَاتَيْنِ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَاكَ الْاَمَلُ وَهٰذَاكَ الْاَجَلُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کیا تم یہ جانتے ہو کہ اس کی اور اس کی کیا مثال ہے۔ آپ نے دو کنکریاں پھینک کر یہ بات ارشاد فرمائی۔ لوگوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ امید (زندگی) ہے اور یہ موت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

ابن آدم، موت اور امید کی مثال:

حدیث باب میں آدمی کی طویل امید اور قرب موت کی مثال بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی موجودگی میں دو کنکریاں پھینکیں جن میں سے ایک دور جا گری اور ایک قریب ہی گر گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ کنکریوں کے گرنے کے بارے میں جانتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دور والی کنکری ابن آدم کی امید ہے اور قریب والی کنکری اس کی موت ہے۔ گویا انسان کی امید طویل ہے جبکہ موت سر پر ہے۔ ایسے حالات میں آدمی کو دنیا طلبی کی امید نہیں رکھنی چاہیے بلکہ آخرت کی فکر دامن گیر ہونا چاہیے۔

سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

ہمہ وقت موت یاد رکھنے کے فوائد:

ہمہ وقت موت کو یاد رکھنے کے کثیر فوائد ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

گناہوں سے احتراز کرنا۔

2796۔ تفرد به الترمذي كما جاء في (التحفة) (۷۸/۲)، حديث (۱۹۵۰) متفرد به.

فضولیات ولغویات سے اجتناب کرنا۔

ظلم وزیادتی سے دور رہنا۔

عبادت خداوندی میں مصروف رہنا۔

اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر خداوندی میں مشغول رہنا۔

اعمال صالحہ میں اضافہ ہونا۔

اعمال سیئہ میں کمی آنا۔

2797 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيمَا خَلَا مِنَ الْاُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّهُ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَاءُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ ان کے مقابلے میں تمہاری عمر کی مثال اس طرح ہے جیسے عصر سے لے کر سورج غروب ہونے کا وقت ہے۔ تمہاری اور یہودیوں اور عیسائیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کچھ لوگوں کو مزدور رکھتا ہے اور یہ کہتا ہے: کون شخص دوپہر تک میرے لیے کام کرے گا؟ ایک قیراط کے عوض میں؟ یہودیوں نے ایک قیراط کے عوض میں یہ کام کرلیا' پھر اس شخص نے کہا: دوپہر سے لے کر عصر کی نماز کے وقت تک ایک قیراط کے عوض میں کون میرے لیے کام کرے گا؟ تو عیسائیوں نے ایک قیراط کے عوض میں یہ کام کرلیا' پھر تم لوگ آ گئے' تم نے عصر کی نماز سے لے کر سورج غروب ہونے تک دو قیراط کے عوض میں یہ کام کیا' تو یہودی اور عیسائی غضب ناک ہو گئے اور بولے: ہم نے زیادہ کام کیا ہے' اور ہمیں کم معاوضہ ملا ہے' تو پروردگار نے فرمایا کیا میں نے تمہارے حق کے حوالے سے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے۔ وہ جواب دیں گے: نہیں! تو پروردگار نے فرمایا: یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں عطا کردوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2797۔ اخرجه البخاري (۵۲۲/۴): كتاب الاجارة: باب: الاجارة الى صلاة العصر، حديث (۲۲۶۹)، و احمد (۱۱۱/۲، ۱۱۲)۔

شرح

یہود ونصاریٰ اور امت محمدیہ کی مثال:

حدیث باب میں امت محمدیہ کی پہلی دو امتوں کے ساتھ مثال بیان کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے: کوئی شخص اپنا مکان تعمیر کرنا چاہتا ہے' تو اس نے خیال کیا کہ دو پہر تک مکان کی تعمیر مکمل ہو جائے گی اور اس نے ایک قیراط (ایک قیراط دینار کا بیسواں یا درہم کا بارہواں حصہ ہوتا ہے) کے عوض صبح کے وقت مزدور لگا دیا، دو پہر ہونے پر مالک کو نہ تو اس کا کام پسند آتا ہے اور نہ مزدور کام مکمل کر پاتا ہے۔ مالک حسب وعدہ اسے ایک قیراط مزدوری دے کر فارغ کرتا ہے۔ پھر اسے خیال آتا ہے کہ یہ تعمیر کا کام نماز عصر تک مکمل ہو جائے گا تو وہ دوسرا مزدور لگا دیتا ہے جبکہ اس کی مزدوری بھی ایک قیراط مقرر کر دیتا ہے۔ عصر کا وقت ہونے پر اسے نہ تو کام پسند آتا ہے اور نہ کام مکمل ہوتا ہے۔ وہ حسب وعدہ مزدور کو ایک قیراط مزدوری دے کر اس مزدور کو بھی فارغ کر دیتا ہے۔ پھر مالک تیسرے مزدور کا انتخاب کرتا ہے اور اسے کہتا ہے آپ نے تعمیر کا کام نہایت پھرتی کے ساتھ عصر سے مغرب تک مکمل کرنا ہے اور کام کے معیار کو بھی پیش نظر رکھنا ہے جبکہ تمہاری مزدوری دو قیراط ہوگی۔ یہ مزدور تیز رفتاری اور معیار کے مطابق مغرب تک تعمیر کا کام مکمل کر لیتا ہے' تو مالک خوش ہو کر اسے دو قیراط مزدوری پیش کر دیتا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر پہلے دونوں مزدور مالک کے پاس آتے ہیں اور اس سے جھگڑتے ہیں کہ ہم نے وقت زیادہ لگایا ہے اور کام بھی زیادہ کیا تو اس مزدور کے مقابل ہمیں مزدوری کم کیوں دی گئی؟ مالک جواب میں کہتا ہے کہ جتنی مزدوری میں نے تمہارے لیے مقرر کی تھی کیا میں نے اس سے کم کی ہے؟ وہ جواب میں کہتے ہیں: نہیں۔ مالک کہتا ہے پھر تمہاری طرف سے میرے ساتھ تنازع کرنا اچھا نہیں ہے۔ البتہ تیسرے مزدور نے خواہ مختصر وقت کام کیا مگر اسے ڈبل مزدوری میرا انعام ہے۔

پہلے مزدور سے مراد یہودی، دوسرے سے مراد عیسائی اور تیسرے سے مراد امت محمدیہ ہے۔ حدیث باب میں بھی اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ امت محمدیہ اجر وثواب میں دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی ہے، کیونکہ اسے ایک نیکی کے عوض اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس نیکیوں کا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جو ایک نیکی کرتا ہے' تو اسے دس نیکیوں کے برابر اجر دیا جاتا ہے۔ اس کے مقابل دوسری امتوں کو ایک نیکی کا ثواب ایک نیکی کا دیا جاتا ہے۔

2798 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّمَا النَّاسُ كَاِبِلٍ مِائَةٍ لَّا يَجِدُ الرَّجُلُ فِيْهَا رَاحِلَةً

2798۔ اخرجه البخاری (۱۱/۳٤۱): کتاب الرقاق: باب: رفع الامانة حدیث (٦٤٩٨)، و مسلم (٤/١٩٧٣): کتاب فضائل الصحابة: باب: قوله صلی الله علیه وسلم، الناس کابل، مائة لا تجد فیها راحلة حدیث (٢٣٢/٢٥٤٧)، و الحمیدی (٢/٢٩٣)، حدیث (٦٦٣)، واحمد (٢/٧، ٤٤، ٨٨، ١٢١، ١٢٢)، و ابن حمید ص (٢٣٨) حدیث (٧٢٤).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف روایت: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَقَالَ لَا تَجِدُ فِيْهَا رَاحِلَةً اَوْ قَالَ لَا تَجِدُ فِيْهَا اِلَّا رَاحِلَةً

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں کی مثال ان 100 اونٹوں کی طرح ہے' جن میں آدمی کو ایک بھی سواری کے لیے (قابل) نہیں ملتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

"جن میں سے تم کسی ایک کو بھی سواری کے قابل نہیں پاؤ گے"۔

(راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) تم ان میں سے صرف ایک کو سواری کے قابل پاؤ گے۔

شرح

مخلص فی الدین لوگوں کی کمی ہونا:

لفظ "راحلة" کا اطلاق اس اونٹ پر ہوتا ہے جسے سواری یا بار برداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ "مائة" کا معنی "سو" ہے لیکن یہاں تحدید وعدد مراد نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے۔ حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ قرون اولیٰ میں مخلص فی الدین لوگوں کی کثرت تھی جبکہ اب قحط الرجال فی الدین کی صورت پیدا ہوگئی ہے یعنی مخلص فی الدین لوگوں کی تعداد قلیل ہے۔

سوال: مخلص الدین لوگوں کو قلیل کہنا درست نہیں ہے' کیونکہ بڑی بڑی مساجد نمازیوں سے بھری پڑی ہیں، وہاں لوگ مخلص فی الدین ہی تو ہوتے ہیں؟

جواب: جب بالغ لڑکوں، مردوں اور عورتوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کی مجموعی تعداد کے سامنے مقابل میں موجود لوگوں کی تعداد یقیناً قلت کو ظاہر کرتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد میں تشریف لائے تو نمازیوں کی کثرت کو دیکھ کر فرمایا: خواہ لوگوں کی تعداد کثیر ہے لیکن ان میں مخلص فی الدین لوگ قلیل ہیں۔

الفاظ حدیث: لا تجد فيها راحلة او قال: لا تجد فيها الا راحلة سے محدثین کی احتیاط فی الحدیث کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے رواۃ سے جیسے سنا ویسے ہی بغیر کسی تبدیلی کے دوسروں کے سامنے بیان کر دیا۔

2799 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ

2799۔ اخرجه البخاري (۳۲۳/۱۱): كتاب الرقاق: باب: الانتهاء عن المعاصي، حديث (۶۴۸۳)، ومسلم (۱۷۸۹/۴): كتاب الفضائل، باب: شفقته صلى الله عليه وسلم على امته و مبالغة من تحذيرهم مما يضرهم، حديث (۲۲۸۴/۱۷)، و احمد (۲۴۴/۲)، و الحميدي (۴۴۹/۲)، حديث (۱۰۳۸)۔

هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ اُمَّتِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَتِ الذُّبَابُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهَا وَاَنَا اٰخُذُ بِحُجَزِكُمْ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِيهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو آگ جلاتا ہے تو کیڑے مکوڑے اور پروانے اس پر گرنے لگتے ہیں تو میں تمہاری کمر سے پکڑ کر اس سے بچاتا ہوں اور تم اس پر گرنے کی کوشش کر رہے ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو جہنم سے بچانا:

زمانہ جاہلیت میں لوگ زنا کاری، شراب نوشی اور بت پرستی جیسے امراض میں مبتلا تھے جس کے نتیجہ میں شمع کے پروانوں کی طرح جہنم کا ایندھن بن رہے تھے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اس انداز سے تربیت فرمائی کہ وہ مذکورہ امراض سے تائب ہو کر نہ صرف مسلمان بن گئے بلکہ تا قیامت آنے والے لوگوں کے مقتداء قرار پائے...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ''خیر الامم'' کے لقب سے یاد کیا گیا اور ان کے لیے کثیر انعامات کا وعدہ فرمایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء ہیں اور آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل نہ ہوں گے اس وقت تک کوئی نبی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہوگی کوئی دوسری امت جنت میں داخل نہ ہو سکے گی۔ خواہ پہلی امتوں کے مقابلہ میں امت محمدیہ کی عمریں کم ہیں لیکن عمل، اجر، ثواب اور فضیلت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو شرک کی لعنت سے بچا کر دائمی عذاب جہنم سے محفوظ فرما دیا اور جنت کی حقدار بنا ڈالی۔

كِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

فضائلِ قرآن کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

کتاب فضائل القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿قرآن کریم ایک نظر میں﴾

قرآن کریم وہ بابرکت آسمانی کتاب ہے جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی۔ تغیر و تبدل سے محفوظ ہے، کیونکہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ کرم میں لی ہے۔ اس کا نہایت مختصر مگر جامع تعارف سوال و جواب کی طرز پر سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

آسمانی کتب کا تعارف:

سوال: آسمانی کتاب کی تعداد کتنی ہے؟ ان کا تعارف کراتے ہوئے بتائیں کہ وہ کن کن انبیاء علیہم السلام پر اتاری گئیں؟

جواب: آسمانی کتب و صحائف کی تعداد ایک سو چار (۱۰۴) ہے جن میں سے مشہور و مستقل چار کتب ہیں۔ ان کا تعارف اور نزول کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) توریت: یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر نازل کی گئی، سریانی زبان میں ہے۔ کوہ طور پر چالیس ایام کی مدت میں اتاری گئی۔ ایک ہزار سورتوں پر مشتمل ہے اور ہر سورت میں ایک ہزار آیات ہیں۔ توریت کے چار حفاظ ہوئے ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۲) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام (۳) حضرت عزیر علیہ السلام (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(۲) زبور: یہ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی، عبرانی زبان میں تھی اور ایک سو پچاس سورتوں پر مشتمل تھی۔ اس کے اہم مضامین تسبیح و تقدیس اور ادعیہ وغیرہ تھے۔

(۳) انجیل: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی، عبرانی زبان میں تھی اور مقام "ساغیر" میں اتاری گئی۔

فائدہ نافعہ: ایک سو صحائف نازل کیے گئے تھے جو مختلف انبیاء علیہم السلام پر اتارے گئے:

(i) دس صحائف حضرت آدم علیہ السلام پر

(ii) دس صحائف حضرت ابراہیم علیہ السلام پر

(iii) تیس صحائف حضرت ادریس علیہ السلام پر

(iv) پچاس صحائف حضرت شیث علیہ السلام پر اتارے گئے۔

(۴) قرآن کریم: یہ کتاب آخری آسمانی کتاب ہدیٰ ہے جو خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی، عربی زبان میں ہے، ایک سو چودہ سورتوں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات پر مشتمل ہے۔

قرآن کا معنی ومفہوم:

سوال: ''قرآن'' کا لغوی واصطلاحی معنی کیا ہے؟

جواب: لفظ ''قرآن'' کا لغوی معنی ہے: سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب، جمع کرنا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے: وہ کلام الٰہی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور اعجاز نازل ہوا اور اس کی تلاوت کو عبادت قرار دیا گیا۔

(امام جلال الدین السیوطی التحبیر فی علم والتفسیر ص ۳۸)

قرآن کی تقسیم:

سوال: قرآن کریم میں کتنے پارے، کتنی منازل، کتنی سورتیں، کتنے رکوع، کتنے سجدے، کتنی آیات، کتنے الفاظ اور کتنے حروف ہیں؟

جواب: قرآن کریم کے پاروں کی تعداد تیس (۳۰)، منازل سات، ایک سو چودہ سورتیں، پانچ سو چالیس رکوع، چودہ سجدے، چھ ہزار چھ سو چھیاسٹ آیات، الفاظ کی تعداد سات ہزار سات سو چونسٹھ (۷۷۹۳۴) اور حروف کی تعداد تین لاکھ تیئس ہزار سات سو ساٹھ (۳۲۳۷۶۰) ہے۔

قرآن پر حرکات لگانے کی تاریخ:

سوال: قرآن کے اعراب کس نے لگوائے، نقاط کس نے لگائے، سورتوں کے نام کس نے تجویز کیے، مد اور وقف کی علامات کس نے لگوائیں؟

جواب: قرآن کریم پر اعراب حجاج بن یوسف نے ان لوگوں کی مدد سے لگوائے:

(۱) النصر بن محمد (۲) عاصم (۳) یحییٰ بن یعمر (۴) راشد الحمادی (۵) امام حسن بصری (۶) حضرت مالک بن دینار (۷) عاصم بن میمون (۸) ابوالعالیہ وغیرہم۔ سورتوں کے نام حجاج یوسف کی کاوش سے تجویز کیے گئے۔ مد اور وقف کی علامات خلیل بن احمد فرعیدی نے لگائیں۔

قرآن پر علامات لگانے کی تاریخ:

سوال: قرآن کریم میں نصف، ربع اور ثلث کے نشانات کس دور میں لگائے گئے، اس کے رکوع کس نے متعین کیے اور کس

اعتبار سے، سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کس نے دی اور کس اعتبار سے؟

جواب: قرآن کریم پر نصف، ربع اور ثلث کی علامات مامون عباسی کے دور میں لگائی گئیں۔ رمضان المبارک میں نماز تراویح کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں جتنا قرآن پڑھ کر رکوع کرتے تھے، اتنے حصہ پر رکوع کی علامت ''ع'' لگا کر رکوع کا تعین کیا گیا۔ قرآن کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی جس ترتیب سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی کو لکھوایا کرتے تھے، اسی ترتیب سے سورتوں اور آیتوں کو محفوظ کرلیا گیا۔

حرکات قرآن کی تعداد:

سوال: حرکت اور متحرک کی تعریف کرتے ہوئے بتائیں کہ زبر، زیر، پیش، تشدید اور نقطہ کتنی کتنی بار قرآن کریم میں آئے ہیں؟

جواب: زبر، زیر اور پیش کو حرکت کہا جاتا ہے، جس حرف پر حرکت ہو اسے متحرک کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں زبر: ۵۳۲۴۳ بار، زیر ۳۹۵۸۲ بار، پیش ۸۸۰۴ بار، مد ۱۷۷۱ بار، تشدید ۱۲۵۳ بار اور نقطہ ۱۰۵۶۸۴ بار آیا ہے۔

قرآن کے سجدوں اور منازل کی تفصیل:

سوال: قرآن کے سجدوں اور منازل کی تفصیل بیان کریں؟

جواب: قرآن کریم میں کل سجدے چودہ (۱۴) ہیں جو چودہ سورتوں میں بالترتیب یوں ہیں:

(۱) سورۃ اعراف آیت: ۲۰۶ (۲) سورۃ رعد آیت ۱۵ (۳) سورۃ نحل آیت: ۵۰
(۴) سورۃ بنی اسرائیل آیت: ۱۰۹ (۵) سورۃ مریم آیت: ۵۸ (۶) سورۃ حج آیت: ۱۸
(۷) سورۃ حج آیت: ۷۷ (۸) سورۃ فرقان آیت: ۶۰ (۹) سورۃ نمل آیت: ۲۶
(۱۰) سورۃ سجدہ آیت: ۱۵ (۱۱) سورۃ ص آیت: ۲۴ (۱۲) سورۃ حم السجدہ آیت: ۳۸
(۱۳) سورۃ نجم آیت: ۶۲ (۱۴) سورۃ انشقاق آیت: ۲۱)

قرآن حکیم میں سات منازل ہیں، ان کی تفصیل یوں ہے:

(۱) از سورۃ فاتحہ تا سورۃ نساء۔ (۲) از سورۃ مائدہ تا سورۃ توبہ (۳) از سورۃ یونس تا سورۃ نحل
(۴) از سورۃ اسراء تا سورۃ فرقان (۵) از سورۃ شعراء تا سورۃ یٰسین (۶) از سورۃ صافات تا سورۃ حجرات
(۷) از سورۃ ق تا سورۃ الناس۔ (البرہان فی علوم القرآن جلد اول ص ۲۵۰)

پہلی وحی کا زمانہ اور اقسام وحی:

سوال: قرآن کریم کی پہلی وحی کون سی ہے، یہ کب اور کہاں نازل ہوئی؟ نزول وحی کے کتنے طریقے ہیں؟ قرآن کی آخری وحی کون سی ہے اور یہ کب نازل ہوئی؟

جواب: قرآن کریم کی پہلی وحی سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات پر مشتمل تھی جو ۱۲ فروری ۶۱۰ء کو غار حرا میں نازل ہوئی۔ نزول وحی

کے مشہور تین طریقے تھے:

(۱) وحی قلبی: اللہ تعالیٰ براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں اپنا کلام ڈال دیتا ہے۔

(۲) کلام الٰہی: اس میں اللہ تعالیٰ براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرماتا تھا۔

(۳) وحی ملکی: اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے اپنا کلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا تھا۔ آخری وحی کے بارے میں چار اقوال ہیں:

(۱) سورۃ بقرہ آیت: ۲۸۱۔

(۲) سورۃ مائدہ آیت: ۳۔

(۳) سورۃ الفتح۔

(۴) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ یہ وحی ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ میں نازل ہوئی۔

پہلی وحی اور جبرائیل کی حاضری کی تعداد:

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنی عمر میں پہلی وحی نازل ہوئی، نزولِ وحی کی مدت کتنی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کتنی بار وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے؟

جواب: چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی اور مدت نزول وحی ۲۳ سال ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام دو ہزار چار سو (۲۴۰۰) بار وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

نزول قرآن کے مراحل اور بتدریج نزول کی وجوہات:

سوال: نزول قرآن کتنے مراحل میں ہوا، یہ نزول انجیل کی کتنی مدت بعد ہوا اور اسے بتدریج نازل کرنے کی وجوہات کیا تھیں؟

جواب: نزول قرآن دو مراحل میں ہوا:

(۱) لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر یا شب برأت میں یکبارگی نزول قرآن ہوا۔

(۲) آسمان دنیا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بقدر ضرورت تئیس (۲۳) سال تک قرآن نازل ہوتا رہا۔ قرآن کا نزول انجیل کے نزول کے ۶۰ ۳ یا ۵۰۰ یا ۷۰۰ سو سال بعد ہوا۔ تاہم اسے بتدریج نازل کرنے کی متعدد وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں:

(۱) کفار و مشرکین کے اعتراضات کے جوابات دیے جانا۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے رابطہ کی وجہ سے قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی اور اطمینان و سکون کی دولت میسر آنا۔

(۳) احکام خداوندی پر عمل کرنا دشوار نہ ہونا بلکہ آسان و سہولت کی صورت پیدا کرنا۔

(۴) قرآن کا یاد کرنا، اسے سمجھنا اور اس کی تبلیغ آسان ہونا۔

(۵) اس اندازِ نزول سے خداوند کی بزرگی و برتری کا تادیر اظہار ہونا۔

سوال: مکی سورتیں کون سی کہلاتی ہیں اور ان کی تعداد کتنی ہے؟ مدنی سورتیں کون سی کہلاتی ہیں اور وہ تعداد میں کتنی ہیں؟ مضامین کے اعتبار سے مکی اور مدنی سورتوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: جو سورتیں ہجرت سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی ہیں خواہ ان کا نزول کہیں بھی ہوا ہو اور وہ تعداد میں تراسی (۸۳) ہیں۔ جو سورتیں بعداز ہجرت نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں اور ان کی تعداد اکتیس (۳۱) ہے۔

مکی اور مدنی سورتوں میں مضامین کے اعتبار سے فرق ہے:

(۱) جن سورتوں میں لفظ "کَلَّا" (ہرگز نہیں) آیا ہے وہ مکی ہیں اور یہ کلمہ پندرہ سورتوں میں آیا ہے۔

(۲) جن سورتوں میں سجدہ کی آیت آئی ہے وہ مکی ہیں جبکہ دوسری مدنی ہیں۔

(۳) جن سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا تذکرہ آیا ہے، وہ مکی ہیں۔

(۴) جن سورتوں میں "جہاد" کا مضمون بیان ہوا ہے وہ مدنی ہیں۔

(۵) وہ سورتیں جن میں منافقوں کا ذکر ہے، وہ مدنی ہیں۔

(۶) مکی سورتوں میں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ سے خطاب کیا گیا ہے جبکہ مدنی سورتوں میں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سے خطاب ہے۔

(۷) مکی سورتوں میں توحید و رسالت، قیامت و آخرت، حشر و نشر، صبر و تحمل اور سابقہ امتوں کے تاریخی واقعات کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(۸) مدنی سورتوں میں عائلی قوانین، تمدنی اصول، ترغیب جہاد اور حدود و ترغیب جہاد وغیرہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(۹) مکی سورتوں میں مشرکوں اور بت پرستوں سے مقابلہ ہے جبکہ مدنی سورتوں میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور منافقین سے مقابلہ ہے۔

مکی اور مدنی دور کا تعین:

سوال: نزول قرآن کے مکی اور مدنی دور کا تعین کریں کہ یہ کب سے کب تک رہا؟ نزول قرآن کے دونوں ادوار کی کل مدت کا بھی تعین کریں؟

جواب: نزول قرآن کا مکی دور ۱۷ رمضان المبارک بروز پیر سے لے کر (قبل از ہجرت) ۱۱ ربیع الاول ۱ھ بروز اتوار تک رہا۔ یہ مدت چار ہزار چار سو چوبیس (۴۴۲۴) ایام پر مشتمل رہی۔ نزول قرآن کا مدنی دور ۱۲ ربیع الاول ۱ھ سے لے کر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تک رہا۔ مدنی دور کی مدت تین ہزار پانچ سو پینتیس (۳۵۳۵) تک رہی۔ دونوں ادوار کی مجموعی مدت نزول قرآن سات ہزار نو سو انسٹھ (۷۹۵۹) ایام ہے۔

مضامین قرآن:

سوال: مضامین کے اعتبار سے آیات قرآنی کی تقسیم کس طرح کی جاسکتی ہے؟

جواب: مضامین کے اعتبار سے آیات قرآنی کی تقسیم یوں ہوسکتی ہے:

☆ آیات عہد و پیمان ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات وعید ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات اوامر ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات نواہی ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات تحریم (حرام کرنا) دوسو پچیس (۲۲۵)
☆ آیات تحلیل (حلال کرنا) دوسو پچیس (۲۲۵)
☆ آیات تسبیح ایک سو (۱۰۰)
☆ آیات قصص ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات امثال ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات متفرقہ چھیاسٹھ (۶۶)

کاتبین کی تعداد اور ان کے نام:

سوال: کاتبین وحی کی تعداد کتنی ہے اور ان کے اسماء گرامی کیا ہے؟

جواب: کاتبین وحی کی تعداد کثیر ہے مگر ان میں سے چالیس مشہور ہیں؛ جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت زید بن حارث (۲) حضرت ابوبکر صدیق (۳) حضرت عمر بن خطاب
(۴) حضرت عثمان بن عفان (۵) حضرت علی بن طالب (۶) حضرت ابی بن کعب
(۷) حضرت زبیر بن عوام (۸) حضرت معاویہ بن ابی سفیان (۹) حضرت مغیرہ بن شعبہ
(۱۰) حضرت خالد بن ولید (۱۱) حضرت ثابت بن قیس (۱۲) حضرت ابان بن سعید
(۱۳) حضرت ابوایوب انصاری (۱۴) حضرت ابوسفیان (۱۵) حضرت ابوسلمہ بن الاسد
(۱۶) حضرت ارقم بن ارقم (۱۷) حضرت بریدہ بن الحصیب اسلمی (۱۸) حضرت جہم بن سعد
(۱۹) حضرت جہیم بن صلت (۲۰) حضرت حاطب بن عمرو (۲۱) حضرت حذیفہ بن الیمان
(۲۲) حضرت حصین بن نمیر (۲۳) حضرت حنظلہ بن ربیع (۲۴) حضرت حویطب
(۲۵) حضرت خالد بن سعید (۲۶) حضرت سعید بن سعید (۲۷) حضرت شرحبیل بن حسنہ
(۲۸) حضرت طلحہ بن عبید (۲۹) حضرت عامر بن فہیرہ (۳۰) حضرت عبداللہ بن ارقم
(۳۱) حضرت عبداللہ بن ابی بکر (۳۲) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۳۳) حضرت عبداللہ بن زید انصاری
(۳۴) حضرت عبداللہ بن سعد (۳۵) حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سلول (۳۶) حضرت عقبہ
(۳۷) حضرت علاء بن الحضرمی (۳۸) حضرت علاء بن عقبہ (۳۹) حضرت عمرو بن العاص القرشی
(۴۰) حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

قرآن کی بڑی اور چھوٹی سورت:

سوال: قرآن کریم کی سب سے بڑی اور سب سے چھوٹی سورت کون سی ہے؟ نیز زیادہ فضیلت والی کون سی سورت ہے؟
جواب: قرآن کریم کی سب سے بڑی سورت سورۃ بقرہ ہے جو اڑھائی پاروں پر مشتمل ہے، سب سے چھوٹی سورت ''سورۃ کوثر'' ہے اور فضیلت کے اعتبار سے سب سے افضل سورۃ ''سورۃ یٰسین'' ہے۔ سورۃ یٰسین کو قرآن کا دل کہا جاتا ہے، جس کی ایک بار تلاوت کرنے سے دس قرآن ختم کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

قرآن کریم کے اور اس میں مذکور انبیاء کرام کے اسماء:

سوال: قرآن کریم کے کتنے نام ہیں اور قرآن حکیم میں کتنے انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامی مذکور ہیں؟
جواب: قرآن کریم کے بتیس (۳۲) نام ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) کتاب (۲) قرآن (۳) فرقان (۴) ذکر و تذکرہ (۵) تنزیل
(۶) حدیث (۷) موعظہ (۸) حکم، حکیم، حکمت، محکم (۹) شفاء (۱۰) ہدیٰ
(۱۱) صراط مستقیم (۱۲) حبل (۱۳) رحمت (۱۴) روح (۱۵) قصص
(۱۶) تبیان، بیان (۱۷) بصائر (۱۸) فصل (۱۹) نجوم (۲۰) مثانی
(۲۱) نعمت (۲۲) برہان (۲۳) بشیر، نذیر (۲۴) قیم (۲۵) مھیمن
(۲۶) عظیم (۲۷) نور (۲۸) یقین (۲۹) حق (۳۰) کریم
(۳۱) عظیم (۳۲) مبارک (مفتی احمد یار خاں، تفسیر نعیمی جلد اول ص ۱۰۳)

قرآن کریم میں چوبیس (۲۴) انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے اسماء گرامی مذکور ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت نوح (۳) حضرت ادریس علیہ السلام
(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۵) حضرت اسماعیل علیہ السلام (۶) حضرت اسحاق علیہ السلام
(۷) حضرت یعقوب علیہ السلام (۸) حضرت یوسف علیہ السلام (۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام
(۱۰) حضرت داؤد علیہ السلام (۱۱) حضرت سلیمان علیہ السلام (۱۲) حضرت لوط علیہ السلام
(۱۳) حضرت ذوالکفل (۱۴) حضرت شعیب علیہ السلام (۱۵) حضرت یونس علیہ السلام
(۱۶) حضرت ہود علیہ السلام (۱۷) حضرت صالح علیہ السلام (۱۸) حضرت ایوب علیہ السلام
(۱۹) حضرت ہارون علیہ السلام (۲۰) حضرت الیسع علیہ السلام (۲۱) حضرت یحییٰ علیہ السلام
(۲۲) حضرت زکریا علیہ السلام (۲۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۲۴) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآن میں مذکور فرشتوں اور صحابہ کے نام:

سوال: قرآن کریم میں کتنے فرشتوں، کتنے صحابہ اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کتنے لوگوں کے نام آئے ہیں؟

جواب: قرآن کریم میں بارہ (۱۲) ملائکہ کے اسماء گرامی آئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) جبرائیل (۲) میکائیل (۳) ہاروت (۴) ماروت (۵) الرعد (۶) مالک
(۷) سجل (۸) قعید (۹) ذوالقرنین (۱۰) الروح (۱۱) سکینہ علیہم السلام۔

(الاتقان اردو للسیوطی جلد ثانی ص ۳۴۴)

قرآن کریم میں دو صحابہ کرام کے اسماء گرامی مذکور ہیں:

(۱) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جن کا اسم گرامی "سورۃ احزاب" میں مذکور ہے۔

(۲) حضرت سجل رضی اللہ عنہ جو کاتبین وحی میں شمار ہوتے ہیں۔

آٹھ (۸) لوگوں کے اسماء مذکور ہیں:

(۱) عزیر (۲) عمران (۳) تبع (۴) لقمان (ان کے نبی ہونے میں اختلاف ہے) (۵) یعقوب (یہ ابو یوسف یعقوب مراد نہیں ہیں بلکہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں) (۶) یوسف (یہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام نہیں بلکہ دوسرے بزرگ ہیں) ان کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے: ولقد جاء کم یوسف من قبل (۷) تقی (۸) طالوت

(الاتفاق اردو للسیوطی جلد ۲ ص ۳۴۵)

قرآن میں مذکور قبائل، اقوام اور بتوں کے نام:

سوال: قرآن کریم میں کتنے قبائل، کتنی قوموں، کتنے بتوں اور کتنے شہروں کے نام آئے ہیں؟

جواب: قرآن کریم میں سات قبائل کے نام آئے ہیں:

(۱) یاجوج (۲) ماجوج (۳) عاد (۴) ثمود (۵) مدین (۶) روم (۷) قریش۔

قرآن مجید میں سات اقوام کے نام آئے ہیں:

(۱) قوم نوح (۲) قوم لوط (۳) قوم تبع (۴) قوم ابراہیم (۵) اصحاب الایکۃ (۶) اصحاب الرس
(۷) اصحاب الاخدود۔

قرآن کریم میں چودہ بتوں کے اسماء مذکور ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) ود (۲) سواع (۳) یغوث (۴) یعوق (۵) نسر (۶) لات (۷) عزی (۸) منات (۹) رجز (۱۰) جبت
(۱۱) طاغوت (۱۲) رشاد (۱۳) بعل (۱۴) آذر۔

قرآن کریم میں سترہ (۱۷) شہروں کے نام آئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) مکہ (۲) مدینہ (۳) حنین (۴) مصر (۵) بابل (۶) ایکہ (۷) لیکہ (۸) بدر (۹) رقیم (۱۰) خرد (۱۱) حجر

(۱۲) کہف (۱۳) جمع (۱۴) نقع (۱۵) حریم (۱۶) جزر (۱۷) طاغیہ۔

قرآن میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی:

سوال: قرآن کریم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون کون سے اسماء مذکور ہیں؟

جواب: قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات اسماء مذکور ہیں:

(۱) محمد (۲) احمد (۳) طٰہٰ (۴) یٰسین (۵) مزمل (۶) مدثر (۷) عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جن لوگوں میں قرآن نازل ہوا:

سوال: وہ کون سے لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے؟

جواب: جن لوگوں کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر بن خطاب (۳) حضرت عثمان بن عفان (۴) حضرت علی (۵) حضرت فاطمہ بنت محمد (۶) حضرت سعد بن ابی وقاص (۷) حضرت فضہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

قرآن میں مذکور لفظ صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ اور حج کی تعداد:

سوال: قرآن کریم میں الفاظ صلوٰۃ، صیام، زکوٰۃ اور حج کتنی کتنی بار استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: قرآن حکیم میں لفظ صلوٰۃ سڑسٹھ بار (۶۷)، صیام آٹھ (۸) بار، زکوٰۃ بتیس (۳۲) بار اور حج گیارہ (۱۱) بار استعمال ہوا ہے۔

قرآن میں مذکور لفظ جنت وجہنم کی تعداد:

سوال: قرآن کریم میں جنت اور جہنم کے الفاظ کتنی کتنی بار آئے ہیں؟

جواب: قرآن میں لفظ جنت انہتر (۶۹) اور لفظ جہنم ستتر (۷۷) بار آیا ہے۔

قرآن میں مذکور غیر عربی زبانوں کے الفاظ:

سوال: کیا قرآن میں عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: قرآن کریم میں مشہور زبانوں کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ حضرت عبدالصمد بن معقل رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں: ما من لغة الا فی القرآن منها شیء ''یعنی قرآن کریم میں ہر زبان کے الفاظ موجود ہیں''۔

چند مشہور زبانوں کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

(۱) فارسی زبان: فارسی زبان کے چند الفاظ بطور مثال درج ذیل ہیں:

(۱) تنور (۲) بیع (۳) اباریق (۴) دینار (۵) زنجبیل (۶) سرادق (۷) سندس (۸) قفل (۹) کافور (۱۰) کنز

(۱۱) کورت (۱۲) مسک (۱۳) مقالید (۱۴) مزجاۃ (۱۵) یاقوت۔
نوٹ: ابن جریر، حواشی اور ثعالبی وغیرہ اہل لغت نے مندرجہ بالا قرآنی الفاظ کو فارسی زبان کے الفاظ قرار دیا ہے (قصوری)
(۲) عبرانی زبان: قرآن کریم میں استعمال ہونے والے چند عبرانی زبان کے الفاظ درج ذیل ہیں:
(۱) اخلد (ٹیک لگانا) (۲) ازر (گناہگار) (۳) الیم (دردناک) (۴) بعیر (اونٹ) (۵) جہنم (سزا گاہ)
(۶) ربانیون (اہل اللہ) (۷) الرحمٰن (۸) رمزاً (اشارہ کرنا) (۹) صلوات (یہودیوں کی عبادت گاہیں)
(۱۰) طوی (آدمی) (۱۱) فوم (زیور) (۱۲) کنز (گناہ مٹادینا) (۱۳) مرقوم (تحریر شدہ) (۱۴) ہدنا (توبہ کرنا)
نوٹ: جوالیقی، واسطی، شیدلہ، مبرد، کرمانی، ابن ابی حاتم اور ثعالبی وغیرہ اہل لغت نے مندرجہ بالا الفاظ قرآنی کو ''عبرانی زبان'' کے الفاظ قرار دیا ہے۔ (قصوری)
(۳) حبشی زبان: قرآن کریم میں حبشی زبان کے استعمال ہونے والے الفاظ درج ذیل ہیں:
(۱) ابلعی (نگل جانا) (۲) الارائك (تختیاں) (۳) اواہ (یقین کرنا) (۴) اواب (اللہ کی پاکی بیان کرنا)
(۵) الجبت (شیطان) (۶) حرّم (ضروری قرار دینا) (۷) حوب (آنا) (۸) دری (چمکدار)
(۹) السجل (کتاب وتحریر) (۱۰) شکرا (سرکہ) (۱۱) سینین (خوبصورت) (۱۲) طه (آدمی)
(۱۳) اطاغوت (کاہن، راہنما) (۱۴) طوبی (جنت) (۱۵) العرم (۱۶) غیض (کم کرنا)
(۱۷) قسورۃ (شیر) (۱۸) کفلین (دوچند) (۱۹) متکاء (ترنج) (۲۰) مشکوۃ (طاق، سوراخ)
(۲۱) منساۃ (لاٹھی) (۲۲) منفطر (بھرا ہوا) (۲۳) ناشئۃ (قیام اللیل) (۲۴) یحود (لوٹ آنا)
(۲۵) یٰسین (مرد)
نوٹ: مندرجہ بالا اور دیگر اہل لغت نے مندرجہ بالا قرآنی الفاظ کو حبشی زبان کے الفاظ قرار دیا ہے۔
(۴) نبطی زبان: قرآن کریم میں نبطی زبان کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:
(۱) اصری (میرا وعدہ) (۲) اکواب (کوزے) (۳) تتبیرا (ہلاک کرنا) (۴) تحت (نیچے)
(۵) جواریون (غسل دینے والے لوگ) (۶) رھوا (رکا ہوا دریا) (۷) سفرۃ (پڑھنے والا
(۸) سیناء (حسین وخوبصورت) (۹) صرھن (جدا کرنا) (۱۰) عبدت (ریاضت کرنا)
(۱۱) قطنا (اعمال نامہ) (۱۵) وزر (جائے پناہ)۔
(۵) عجمی زبان: قرآن مجید میں دگر زبانوں کی طرح ''عجمی زبان'' کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:
(۱) استبرق (دبیز ریشمی کپڑا) (۲) الرس (کنواں) (۳) الروم (رومی) (۴) سقر (جہنم)
(۵) سلسبیل (بہتی ہوئی نہر) (۶) سنا (۷) مرجان (۸) مجوس (ستارہ پرست) (۹) ہود (یہودی)

صحابہ کرام میں سے حفاظ اور قراء کے اسماء گرامی:

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حفاظ قرآن اور قراء قرآن لوگ تھے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بہت سے لوگ حفاظ قرآن تھے۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر بن خطاب (۳) حضرت عثمان غنی (۴) حضرت علی (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت سعد (۷) حضرت ابن مسعود (۸) حضرت حذیفہ (۹) حضرت سالم (۱۰) حضرت ابوہریرہ (۱۱) حضرت عبداللہ بن سائب (۱۲) حضرت عبداللہ بن عباس (۱۳) حضرت عبداللہ بن عمرو (۱۴) حضرت عبداللہ بن عمر (۱۵) حضرت عائشہ (۱۶) حضرت حفصہ (۱۷) حضرت ام سلمہ (۱۸) حضرت عبادہ بن صامت (۱۹) حضرت معاذ (۲۰) حضرت مجمع بن جاریہ (۲۱) حضرت فضالہ بن عبید (۲۲) حضرت مسلم بن مخلد (۲۳) حضرت معاذ بن جبل (۲۴) حضرت ابی بن کعب (۲۵) حضرت زید بن حارث (۲۶) حضرت ابو زید (۲۷) حضرت ابودرداء (۲۸) حضرت سعید بن عبید الرحمٰن (۲۹) حضرت تمیم داری (۳۰) حضرت عقبہ بن عامر (۳۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۳۲) حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (النشر فی القراءات العشر جلد اول ص ۶)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حفاظ قرآن کی طرح قراء قرآن بھی موجود تھے، جن میں چند مشہور قراء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عثمان غنی (۲) حضرت علی (۳) حضرت ابی بن کعب (۴) حضرت زید بن ثابت
(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود (۶) حضرت ابودرداء (۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اقسام قرأت اور آئمہ قراء صحابہ کے اسماء گرامی:

سوال: اقسام قرأت کتنی ہیں اور آئمہ قرأت سبعہ کے اسماء گرامی کیا ہیں؟

جواب: اقسام قرأت پانچ ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) متواتر (۲) مشہور (۳) احاد (۴) شاذ (۵) موضوع۔

آئمہ قرأت سبعہ کے اسماء گرامی مشہور ہیں: جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت نافع مدنی (۲) حضرت ابن کثیر مکی (۳) حضرت ابوعمرو بصری (۴) حضرت ابن عامر شامی
(۵) حضرت عاصم کوفی (۶) حضرت حمزہ کوفی (۷) حضرت امام کسائی کوفی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

قرآن میں مذکور علوم کی تعداد:

سوال: قرآن کریم میں کتنے اور کون کون سے علوم استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: بلاشبہ قرآن کریم علوم ومعارف کا خزینہ اور انسائیکلو پیڈیا ہے۔ بقول امام ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ستر ہزار علوم ہیں۔ محقق جتنی تحقیق سے کتاب ہدیٰ کا مطالعہ کرے گا، اس پر وہ علوم منکشف ہوتے جائیں گے۔ سطور ذیل میں چند ایک علوم کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) علم ریاضی: بنیادی طور پر اس علم میں دو امور ہوتے ہیں: (۱) عدد صحیح (۲) عدد مکرر۔ عدد صحیح کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) جمع (۲) تفریق (۳) ضرب (۴) تقسیم (۵) تنصیف (۶) تضعیف۔

علاوہ ازیں قواعد فروع ہیں۔ ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(i) تفریق: ارشاد خداوندی ہے: عَاشَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ وہ ان میں ایک ہزار سال زندہ رہے سوائے پچاس کے۔

(ii) ضرب: قول باری تعالیٰ ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ۔ ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' اس دانے کی مثل ہے' جس نے سات بالیاں اگائیں اور ہر بالی میں ایک سو دانے ہوں''۔

(iii) تقسیم: فرمان خالق کائنات ہے: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الخ۔ ''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مؤنث کے مقابلے میں مذکر (لڑکے) کے لیے دو حصے ہیں''۔

(۲) علم تعبیر الرویا: سورۃ یوسف میں ہے: اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الخ۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا الخ۔ (حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا) بیشک میں نے گیارہ ستارے اور شمس وقمر کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب کو سچا کر دکھایا''۔

(۳) علم عروض: اس علم کی متعدد بحریں ہیں، دو بحروں کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(i) بحر رمل: ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ: فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن۔

(ii) بحر متقارب: نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ: فعلن، فعلن، فعلون، فعول۔

(۴) علم بدیع: اس علم کی مثالیں قرآن میں یوں بیان کی گئی ہیں:

(i) صنعت مراۃ النظیر: اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ الخ۔ ''آفتاب و ماہتاب کا ایک حساب ہے''۔

(ii) صنعت عکس: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ''اللہ تعالیٰ نکالتا ہے مردے سے زندہ کو اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے''۔

(۵) علم الامثال: ارشاد ربانی ہے: اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ الخ۔ ''سب سے کمزور گھر کڑی کا گھر ہوتا ہے''۔

(۶) علم الرجال: ارشاد ربانی ہے: قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ، مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآءِهِمْ انہوں نے کہا: اللہ نے بیٹا بنالیا حالانکہ وہ اس سے پاک ہے۔ انہیں اور ان کے اباء واجداد کو اس کا علم نہیں ہے''۔

(۷) علم الصرف: ارشاد ربانی ہے: قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا "اس عبارت میں لفظ "دَسَّ" اصل میں "دَسَّسَ" تھا، قاعدہ ہے کہ جب کئی حروف ایک جنس کے جمع ہو جائیں تو کسی حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ بدلا جاتا ہے۔ یہاں بھی "دَسَّسَ" کے دوسرے سین کو الف کے ساتھ بدل دیا تو دَسّٰهَا ہو گیا۔

(۸) علم النفس: ارشاد خداوندی ہے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الخ "یہ اللہ کی فطرت ہے، جس پر اس نے لوگوں کو چلایا"۔

(۹) علم الاخلاق: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ، هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ "بیشک اللہ تمہیں انصاف اور نیکی کا حکم دیتا ہے، نیکی کا بدلہ صرف نیکی ہے"۔

(۱۰) علم التشریح: اس بارے میں قول ربانی ہے: فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ الخ۔ بیشک ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ (منی) سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے"۔

(۱۱) علم جغرافیہ: ارشاد خداوندی ہے: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ۔ "کیا ان لوگوں نے زمین کی سیر نہیں کی پھر انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟

(۱۲) علم التاریخ: اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الخ۔ ان کے واقعات میں عقلمند لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔

(۱۳) علم ہیئت: اس بارے میں قول باری تعالیٰ ہے: تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا الخ۔ "بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج اور روشن شمس وقمر بنائے"۔

(۱۴) علم درایت: اس سلسلے میں فرمان خداوندی ہے: اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ الخ۔ "اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص خبر لائے تو اس کی تصدیق کر لیا کرو"۔

(۱۵) علم المعیشت: ارشاد ربانی ہے: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ الخ۔ "اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھہرایا اور ہم نے تمہارے لیے اس میں روزی پیدا کی"۔

(۱۶) علم التجوید: اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔ "اور تم قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو"۔

(عبد الصمد صارم: تاریخ القرآن ص ۳۰۴)

دور صحابہ اور دور تابعین کے مفسرین قرآن:

سوال: کیا دور صحابہ اور دور تابعین میں مفسرین قرآن بھی تھے؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو ان مفسرین کے اسماء گرامی بتائیں؟

جواب: دور صحابہ میں جن شخصیات کو ملکہ تفسیر قرآن حاصل تھا، ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عثمان غنی (۲) حضرت علی بن ابی طالب (۳) حضرت عبد اللہ بن عباس (۴) حضرت عبد اللہ بن مسعود

(۵) حضرت ابی بن کعب (۶) حضرت زید بن ثابت (۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۹) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم (صراط الجنان فی تفسیر القرآن جلد اول ص ۲۷)

دور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح دور تابعین میں بھی مفسرین قرآن موجود تھے۔ اِن میں سے چند مشہور کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت سعید بن المسیب (۲) حضرت عروہ (۳) حضرات سالم (۴) حضرت عمر بن عبدالعزیز (۵) حضرت سلیمان بن یسار (۶) حضرت عطاء بن یسار (۷) حضرت زید بن اسلم (۸) حضرت ابن شہاب (۹) حضرت حسن بصری (۱۰) حضرت مجاہد بن جبیر (۱۱) حضرت سعید بن جبیر (۱۲) حضرت علقمہ (۱۳) حضرت قتادہ (۱۴) حضرت امام ابن سیرین (۱۵) حضرت ابراہیم نخعی (۱۶) حضرت امام شعبی رحمہم اللہ تعالیٰ (صراط الجنان فی تفسیر القرآن ج اول ص ۲۸)

قدیم وجدید تفاسیر قرآن:

سوال: قرآن کریم کی قدیم وجدید چند مشہور تفاسیر کے نام بتائیں؟

جواب: قرآن کریم وہ آخری آسمانی کتاب ہے جو مسلمانوں کے لیے مستقل ''دستورِ حیات'' ہے، اس کی تفہیم وتفسیر کی خدمت ہر دور میں انجام دی گئی ہے۔ دورِ صحابہ سے لے کر دورِ حاضر تک اس کی تفسیر لکھنے کا سلسلہ جاری رہا۔ مشہور تفاسیر کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) تفسیر مقیاس القران: از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مترجم ومطبوعہ۔

(۲) حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (مرویات ام المؤمنین فی علم التفسیر) مطبوعہ۔

(۳) تفسیر المجاہد: از ابوالحجاج مجاہد بن جبر رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۰۳ھ) مطبوعہ۔

(۴) تفسیر حسن بصری: (تحقیق وترتیب جدید ڈاکٹر شیر علی) مطبوعہ۔

(۵) تفسیر سفیان ثوری: از امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۶۱ھ) مطبوعہ۔

(۶) تفسیر معانی القرآن: از ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۰۷ھ) مطبوعہ۔

(۷) تفسیر غریب القرآن: از ابومحمد عبداللہ بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۷۶ھ) مطبوعہ۔

(۸) تفسیر تستری: از حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۹) تفسر ابن جریر طبری: (جامع البیان فی تفسیر القرآن) از امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۱۰ھ) مطبوعہ۔

(۱۰) تفسیر احکام القرآن: از امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۷۰ھ) مطبوعہ۔

(۱۱) تفسیر سمرقندی: از امام ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۷۳ھ) مطبوعہ۔

(۱۲) تفسیر ثعلبی: از ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نیشاپوری (م ۴۲۷ھ) مطبوعہ۔

(۱۳) النکت والعیون: از علی بن محمد البصری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۴۵۰ھ) مطبوعہ۔

(۱۴) احکام القرآن: از علی بن محمد الطبری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۵۰۴ھ) مطبوعہ۔

(۱۵) تفسیر بغوی: از ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۵۱۰ھ) مطبوعہ۔

(۱۶) تفسیر الکشاف: از ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد الخوارزمی الزمخشری معتزلی (م ۵۳۸ھ) مطبوعہ۔

(۱۷) تفسیر ابن عطیہ: از ابو محمد عبدالحق بن غالب اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۵۴۶ھ) مطبوعہ۔

(۱۸) تفسیر کبیر: (مفاتیح الغیب) از امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۰۶ھ) مطبوعہ۔

نوٹ: یہ تفسیر تیس (۳۰) جلدوں پر مشتمل ہے۔ محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری حفظہ اللہ تعالیٰ (بانی جامعہ اسلامیہ لاہور) نے اس کا اردو میں ترجمہ مکمل کر لیا ہے اور مطبوعہ ہے جو بازار میں دستیاب ہے۔

(۱۹) الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی) از محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۷۱ھ) مطبوعہ۔

(۲۰) تفسیر بیضاوی: از عبداللہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۸۵ھ) مطبوعہ۔

(۲۱) مدارالتنزیل (تفسیر نسفی) از عبداللہ بن احمد النسفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۰۱ھ) مطبوعہ۔

(۲۲) تفسیر نیشاپوری از نظام الدین حسن بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۲۸ھ) مطبوعہ۔

(۲۳) تفسیر خازن (لباب التاویل فی معانی التنزیل) از علامہ علی بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۴۱ھ) مطبوعہ۔

(۲۴) التسہیل لعلوم التنزیل (تفسیر ابن جزری) از احمد بن محمد اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۴۱ھ) مطبوعہ۔

(۲۵) البحرالمحیط از ابوحیان محمد بن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۴۵ھ) مطبوعہ۔

(۲۶) تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) از ابوالفداء اسماعیل بن عمرو رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۷۴ھ) مطبوعہ۔

(۲۷) تفسیر الجلالین

(۱) امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) (۲) امام جلال الدین محلی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۶۴ھ) مطبوعہ۔

(۲۸) الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن از عبدالرحمٰن بن محمد الثعالبی رحمہ اللہ تعالیٰ (۸۷۶ھ) مطبوعہ۔

(۲۹) نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور۔ از شیخ برہان الدین ابوالحسن ابراہیم البقاعی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۸۵ھ) مطبوعہ۔

(۳۰) الدر المنثور فی التفسیر الماثور از امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۱۱ھ) مطبوعہ۔

نوٹ: اس تفسیر کا اردو ترجمہ ادارہ ضیاء القرآن، گنج بخش روڈ، لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳۱) السراج المنیر: از خطیب شربینی شمس الدین محمد بن احمد شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۷۷ھ) مطبوعہ۔

(۳۲) تفسیر ابی سعود: از قاضی محمد بن محمد بن مصطفیٰ ابوالسعود رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۸۲ھ) مطبوعہ۔

(۳۳) تفسیر روح البیان: از امام اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۱۲۷ھ) مطبوعہ۔

(۳۴) التفسیرات الاحمدیۃ: از ملا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۲۲۵ھ) مطبوعہ۔

(۳۵) تفسیر مظہری: از قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۲۳۵ھ) مطبوعہ۔

نوٹ: اس تفسیر کا اردو ترجمہ بھی ادارہ ضیاء القرآن کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳۶) تفسیر روح المعانی: از امام شہاب الدین محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۲۷۰ھ) مطبوعہ۔

ان قدیم تفاسیر کے علاوہ کچھ جدید تفاسیر ہیں جو اردو زبان میں ہیں، ان میں سے چند ایک کے نام سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

(۳۷) تفسیر خزائن العرفان علی کنز الایمان، از صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۳۸) نور العرفان علی کنز الایمان: از مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۳۹) تفسیر رضوی: از شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۴۰) التبیان فی تفسیر القرآن: از غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۴۱) تفسیر نعیمی: از علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۴۲) التبیان فی تفسیر القرآن: از علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

تراجم قرآن جن زبانوں میں ہوئے:

سوال: تراجم قرآن کتنی زبانوں میں ہوئے ہیں اور ان تراجم کی نشاندہی کریں؟

جواب: تفاسیر قرآن کی طرح تراجم قرآن بھی ہر زبان میں کیے گئے ہیں، اس سلسلے میں چند تراجم کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) فارسی زبان: اس زبان میں چند تراجم کیے گئے:

(۱) حضرت سلمان فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہم وطنوں کے استفادہ کے لیے سورۃ فاتحہ کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

(۲) حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فارسی میں ترجمہ کیا۔

(۳) ماضی قریب میں برصغیر کے معروف عالم دین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فارسی میں ترجمہ کیا۔

(۲) اردو زبان: برصغیر میں اردو زبان میں کیے جانے والے چند ایک تراجم درج ذیل ہیں:

(i) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن: از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(ii) ترجمہ قرآن: از مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(iii) التبیان فی ترجمۃ القرآن: از غزالی زمان علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(iv) التبیان فی ترجمۃ القرآن: از علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(v) ترجمہ قرآن: از علامہ غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(vi) ترجمہ قرآن: از علامہ مفتی محمد عبداللہ اشرفی قصوری رحمہ اللہ تعالیٰ غیر مطبوعہ۔

(vii) عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن: از ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

انوار الفرقان فی معانی القرآن، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

معارف القرآن فی ترجمۃ القرآن از: سیّد محمد محدث کچھوچھوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴) ہندی زبان: سب سے پہلے ہندی زبان میں ترجمہ ہندوراجہ مہروک نے کروایا تھا جو پنجاب اور کشمیر کا حکمران تھا۔

(۵) لاطینی زبان: ڈلمنی نے ۱۱۴۳ کو لاطینی میں ترجمہ قرآن کیا جو ۱۵۴۳ء میں شائع ہوا۔ علاوہ ازیں زبان میں ترجمہ ملیانڈ ۱۵۴۳ء، ترجمہ ماروس ۱۶۹۸ء اور ترجمہ لیڈ وئس مراکش ۱۶۹۸ء بھی منظر عام پر آیا۔

(۶) فرانسیسی زبان: فرانسیسی زبان میں سب سے قبل ترجمہ قرآن انڈر رودائر نے ۱۶۳۷ء میں کیا، جو ۱۶۴۷ء میں شائع ہوا۔

(۷) جرمن زبان: جرمن زبان میں سب سے پہلے ترجمہ قرآن مشہور مصلح اور پروٹسنٹ فرقہ کے بانی مارٹن لوتھر نے کیا تھا۔

(۸) روسی زبان: روسی زبان میں ترجمہ قرآن غالباً اٹھارھویں صدی عیسوی میں کیا گیا جو ۱۷۷۶ء کو سینٹ پیٹرز برگ میں شائع ہوا تھا۔

(۹) اطالوی زبان: اطالوی زبان میں سب سے پہلے انڈریا اراوی بین نے ۱۸۴۷ء میں ترجمہ قرآن کیا اور شائع کیا۔

(۱۰) جاپانی زبان: جاپانی زبان میں سب سے قبل شیخ عبدالرشید ابراہیم نے ترجمہ قرآن کیا تھا۔

(۱۱) انگریزی زبان: انگریزی زبان میں سب سے پہلے ترجمہ قرآن الیگزینڈر روس نے ۱۶۴۹ء میں کیا جو لندن سے شائع ہوا۔ علاوہ ازیں مسلمان سکالر ڈاکٹر ایم عبدالحکیم نے ترجمہ قرآن ۱۹۰۵ء میں کیا۔

(۱۲) بنگلہ زبان: بنگلہ زبان میں پہلا ترجمہ قرآن علامہ عباس علی نے کیا تھا۔

(۱۳) مرہٹی زبان: مرہٹی زبان میں پہلا ترجمہ قرآن صوفی حکیم میر محمد یعقوب خان نے کیا تھا۔

(۱۴) عبرانی زبان: عبرانی زبان میں تین تراجم ہوئے:

(۱) پہلا ترجمہ قرآن یعقوب بن اسرائیل نے کیا

(۲) برلن رکنڈ روف نے ترجمہ قرآن کیا جو ۱۹۲۷ء کو لیپہ سے شائع ہوا تھا۔

(۳) ایسرافلین نے ترجمہ کیا جو ۱۹۳۱ء کو بیت المقدس سے اشاعت پذیر ہوا۔

(۱۵) ڈچ زبان: ڈچ زبان میں مسٹر شوگر نے پہلا ترجمہ قرآن کیا جو ۱۶۶۱ء کو ہمبرگ سے شائع ہوا تھا۔

فضیلت تلاوت کے اعتبار سے سورتوں کے برابر ہونے کا مسئلہ:

سوال: کیا فضیلت قرآن کے اعتبار سے سب سورتیں برابر ہیں یا مختلف؟

جواب: فضیلت کے لحاظ سے سب سورتیں مساوی نہیں ہیں بلکہ بعض سورتوں کی فضیلت دوسری سورتوں سے زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں بعض آیات کی فضیلت دوسری آیات سے زیادہ ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک مثالیں سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) فضیلت کے اعتبار سے سورۃ فاتحہ کا سب سے بڑی سورۃ ہونا:

الفاظ کے لحاظ سے سورۃ بقرہ قرآن کریم کی سب سے بڑی اور سورۃ کوثر سب سے چھوٹی ہے لیکن فضیلت کے اعتبار سے سب

سے بڑی سورت فاتحہ ہے۔ حضرت ابوسعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلب کیا، وہ نماز میں مصروف رہے۔ نماز سے فراغت پر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر سے حاضر ہونے کی وجہ دریافت کی تو عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نماز میں مصروف تھا اور نماز سے فارغ ہو کر حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں پڑھا:

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (انفال:۲۴)

جب تمہیں اللہ اور رسول بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ''۔

بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے قبل ایسی سورت نہ بتاؤں جو سب سے بڑی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ضرور بتائیے گا، کیونکہ اس بارے میں آپ نے مجھ سے وعدہ بھی کر رکھا ہے۔ آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مسجد سے باہر نکلنا چاہتے تھے کہ میں نے پھر بڑی سورت بتانے کے لیے التجا کی۔ آپ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الخ (سورۃ فاتحہ)

یہ دہرائی جانے والی سات آیات اور قرآن کریم بھی ہے جو عنایت کیا گیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۴۵۸)

(۲) سورۃ فاتحہ کے ساتھ ہر دعا قبول ہونا

سورۃ فاتحہ کی عظمت و فضیلت کے سبب اللہ تعالیٰ ہر دعا کو شرف قبولیت عطا کرتا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما انزل اللہ فی التوراۃ والانجیل مثل ام القرآن وھی السبع المثانی وھی مقسومۃ بینی و بین عبدی و نعبد ما سالٗ. (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۳۱۲۴)

اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کی مثل کوئی سورۃ نازل نہیں کی۔ یہ دہرائی جانے والی سات آیات ہیں، جو میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہیں۔ بندے کے لیے وہ چیز ہے جو وہ مانگے گا''۔

(۳) سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کا دو نور ہونا اور صرف آپ کو دیے جانا:

سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ ایسے دو نور ہیں جو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر کی طرف اپنا سر اقدس اٹھایا اور فرمایا: آج آسمان کا ایک ایسا دروازہ کھلا ہے جو پہلے کبھی نہیں کھلا تھا اور وہاں سے ایک ایسا فرشتہ اترا ہے جو پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اس نے مجھے سلام عرض کیا ہے اور دو نوروں کی خوشخبری سنائی ہے۔ وہ دو نور سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات ہیں۔ ان میں سے ہر حرف کی تلاوت کا بدلہ ہے''۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۸۰۶)

(۴) سورۃ بقرہ کی تلاوت کے عوض جنت کا تاج عطا ہونا:

سورۃ بقرہ کی تلاوت کے عوض اللہ تعالیٰ جنت کا تاج عنایت فرماتا ہے۔ حضرت صلصال رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورۃ البقرہ توج بتاج فی الجنۃ (الجامع الصغیر/۶/۸۹۲۵)

"جس شخص نے سورۃ بقرہ پڑھی، اسے جنت کا تاج پہنایا جائے گا"۔

اس حدیث کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس شخص نے سورۃ بقرہ ناظرہ سیکھ لی یا زبانی یاد کرلی، پھر اسے بطور وظیفہ اپنے معمولات میں شامل کرلی تو اسے قیامت کے دن بطور انعام جنت کا تاج پہنایا جائے گا۔

(۵) سورۃ بقرہ کی تلاوت کے سبب گھر سے شیطان کا بھاگ جانا:

جس گھر میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تجعلوا بیوتکم مقابر، ان الشیطان یفر من البیت الذی تقرأ فیہ سورۃ البقرۃ

(الصحیح المسلم، رقم الحدیث:۷۸۰)

تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کیونکہ جس گھر میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے"۔

ایک مشہور روایت کے الفاظ یوں ہیں:

اذا قضا احدکم الصلوۃ فی مسجدہ فلیجعل لبیتہ نصیبا من صلوۃ، فان اللہ جاعل فی بیتہ من صلاتہ خیرا (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۷۸۰)

جب تم میں سے کوئی کسی مسجد میں نماز ادا کرے تو اسے چاہیے نماز کا کچھ حصہ (نوافل) اپنے گھر کے لیے بھی چھوڑ دے، کیونکہ گھر میں نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ برکت عطا کرتا ہے"۔

(۶) آیت الکرسی کا تمام آیات کی سردار ہونا

آیت الکرسی، تمام آیات کی چوٹی اور سردار ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل شیء سنام، وان سنام القرآن سورۃ البقرۃ، ومنھا آیۃ ھی سیدۃ ای القرآن: ایۃ الکرسی

(جامع ترمذی، رقم الحدیث:۲۸۸)

"ہر چیز کی چوٹی ہوتی ہے اور قرآن کی چوٹی سورۃ بقرہ ہے۔ اس کی آیات میں ایک آیت سردار ہے اور وہ آیۃ الکرسی ہے"۔

(۷) فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کا وظیفہ دخول جنت کا سبب ہونا

فرض نماز کے بعد باقاعدگی سے آیت الکرسی کا وظیفہ، موت کے بعد فوری دخول جنت کا باعث ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ اية الكرسی دبر كل صلوة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت

(الجامع الصغیر۶/۸۹۲۶)

''جو شخص فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کا معمول بناتا ہے، اس کے لیے موت کے علاوہ دخول جنت میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی''۔

آیت الکرسی کی فضیلت میں ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان من ادمن قرأة اية الكرسی عقب كل صلوة فانه لا يتولى قبض روحه الا الله

''جو شخص فرض نماز کے بعد اہتمام سے آیت الکرسی پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کی روح قبض فرمائے گا''۔

(۸) سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کے ذریعے حفاظت کا حصول:

رات کے وقت اور سونے سے قبل جو شخص اہتمام سے سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے اور کوئی چیز اسے گزند نہیں پہنچاسکتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ الايتين من اخر سورة البقرة فی ليلة كفتاه (الجامع الصغیر۶/۸۹۲۷)

''جس شخص نے سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کی اہتمام سے رات کے وقت تلاوت کی، وہ اس کے لیے کافی ہوں گی''۔

یعنی یہ دو آیات آئندہ رات تک تحفظ و حفاظت کا باعث بن جاتی ہیں۔

(۹) بروز جمعہ سورۃ آل عمران کی تلاوت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا رحمت کا نزول ہونا:

جمعۃ المبارک کے دن سورۃ آل عمران کی تلاوت کا اہتمام کرنے والے پر دن بھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا اور رحمت کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہوجائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ السورة التی يذكر فيها ال عمران يوم الجمعة صلى الله عليه و ملائكة حتى تجب الشمس (الجامع الصغیر۶/۸۹۲۸)

''جس شخص نے جمعۃ المبارک کے دن ایسی سورۃ تلاوت کی جس میں ''آل عمران'' کا ذکر آتا ہے، تو غروب آفتاب تک اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا رحمت کا سلسلہ جاری رہتا ہے''۔

فائدہ نافعہ: اسی طرح جو شخص رات کے وقت مذکورہ سورۃ کی تلاوت کرتا ہے، طلوع آفتاب تک اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائے رحمت کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں محبوب ترین آیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ باب مدینۃ العلم ہیں، ان کے علوم و معارف کا اندازہ لگانا مشکل ہے اور ان کی قرآن فہمی کو معلوم کرنا بھی ناممکن ہے۔ آپ کی ذات علم و عمل کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ سواری پر سوار ہوتے وقت قرآن شروع فرماتے اور مکمل سوار ہونے پر قرآن ختم بھی کر لیتے تھے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے نزدیک قرآن کی یہ آیت سب سے زیادہ محبوب ہے:

ما فی القرآن آیۃ احب الی من ھذہ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج

(النساء: ۴۸) (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۰۴۰)

''میرے نزدیک اس آیت سے زیادہ قرآن کی کوئی آیت محبوب نہیں ہے: بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے''۔

(۱۱) جمعۃ المبارک کے دن تلاوت سورۃ کہف سے نور کی روشنی میسر آنا:

جو آدمی جمعۃ المبارک کے دن یا رات کے وقت اہتمام سے سورۃ کہف کی تلاوت کرتا ہے، آئندہ جمعہ تک اسے روشن نور میسر رہے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورۃ الکھف فی یوم الجمعۃ اضاء لہ من النور ما بین الجمعتین (الجامع الصغیر/۶/۸۹۲۹)

''جس شخص نے جمعۃ المبارک کے دن سورۃ کہف تلاوت کی (اسی طرح رات میں) تو اسے دونوں جمعوں کے درمیان روشن نور میسر رہے گا''۔

اس سلسلے میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

من قرأ سورۃ الکھف یوم الجمعۃ اضاء لہ النور ما بینہ و بین البیت العتیق (الجامع الصغیر/۶/۸۹۳۲)

''جس نے جمعہ کے دن سورۃ کہف تلاوت کی، اسے ایسا نور میسر ہوگا جو اس اور بیت اللہ تک پھیلا ہوا ہوگا''۔

(۱۲) سورۃ کہف کی پہلی تین آیات تلاوت کرنے سے فتنہ دجال سے حفاظت کا حصول:

جو شخص سورۃ کہف کی پہلی تین آیات تلاوت کرتا ہے، اسے فتنہ دجال سے حفاظت کی دولت میسر آئے گی۔ چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ ثلاث آیات من اول الکھف عصم من فتنۃ الدجال (الجامع الصغیر/۶/۸۹۳۱)

''جس آدمی نے سورۃ کہف کی پہلی تین آیات تلاوت کیں تو اسے فتنہ دجال سے محفوظ رکھا جائے گا''۔

(۱۳) سورۂ کہف کی آخرت دس آیات کی تلاوت سے فتنہ دجال سے حفاظت کا حصول:

جو شخص سورۂ کہف کی آخری دس آیات تلاوت کرتا ہے، اسے فتنہ دجال سے حفاظت کی دولت میسر آتی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ العشر الاواخر من سورة الكهف عصم من فتنة الدجال (الجامع الصغیر ۶/۸۹۳۰)

''جس شخص نے سورۂ کہف کی آخری دس آیات تلاوت کیں، اسے فتنہ دجال سے محفوظ رکھا جائے گا''۔

(۱۴) ہر رات سورۂ یٰسین تلاوت کرنے سے بخشش کا پروانہ حاصل ہونا:

جو شخص باقاعدگی سے ہر رات سورۂ یٰسین تلاوت کرنے کا اہتمام کرتا ہے اسے بخشش ومغفرت کا پروانہ فراہم کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ يسين كل ليلة غفر له (الجامع الصغیر ۸۹۳۳)

''جو شخص ہر رات کو سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتا ہے، اسے بخش دیا جاتا ہے''۔

(۱۵) صبح کے وقت تلاوت سورۂ یٰسین کرنے سے بخشش کا حصول:

جو شخص صبح کے وقت یا رات کے وقت سورۂ یٰسین کی تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے، اسے مغفرت وبخشش کا پروانہ فراہم کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ يسين في ليلة اصبح مغفور له (الجامع الصغیر ۶/۸۹۳۴)

''جس آدمی نے رات کے وقت سورۂ یٰسین کی تلاوت کی تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے''۔

(۱۶) ایک مرتبہ سورۂ یٰسین کی تلاوت کا ثواب دس قرآن کے برابر ہونا:

سورۂ یٰسین ایک بار تلاوت کرنے سے اللہ تعالیٰ دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب عطا کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ يسين مرة كانما قرأ القران عشر مرات (الجامع الصغیر ۶/۸۹۳۶)

جس شخص نے ایک بار سورۂ یٰسین تلاوت کی گویا اس نے دس بار قرآن پڑھا یعنی ایک دفعہ سورۂ یٰسین تلاوت کرنے سے دس قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

(۱۷) سورۂ یٰسین کی تلاوت سے مغفرت کا پروانہ میسر آنا:

جو شخص اہتمام سے سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتا ہے اسے مغفرت وبخشش کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ يسين ابتغاء وجه الله غفر له ما تقدم من ذنبه، فاقرؤها عند موتاكم (الجامع الصغیر ۶/۸۹۳۷)

''جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے سورۃ یٰسین تلاوت کی تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں''

اس روایت میں ''ابتغاء وجه الله'' کے الفاظ کا فائدہ یہ ہے کہ اس ثواب کے لیے ایک شرط ہے اور وہ ہے ریاکاری کے لیے تلاوت نہ ہو بلکہ رضا خداوندی کے لیے ہو۔

(۱۸) سورۃ دخان کی تلاوت سے جنت میں محل تعمیر ہونا:

جب کوئی شخص سورۃ دخان تلاوت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جنت میں محل تیار ہوجاتا ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ حم الدخان في ليلة جمعة او يوم جمعة بنى الله له بيتا في الجنة (الجامع الصغیر ۶/۸۹۴۱)

''جس شخص نے جمعہ کی شب یا جمعہ کے دن سورۃ ''دخان'' تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل تعمیر کردیتا ہے''۔

(۱۹) سورۃ واقعہ کی تلاوت سے فقر و محتاجی سے نجات ملنا ہونا:

سورۃ ''واقعہ'' کی تلاوت کے نتیجہ میں انسان کو فقر و محتاجی سے نجات حاصل ہوجاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورة الواقعة في كل ليلة لم تصبه فاقة ابدا (الجامع الصغیر ۶/۸۹۴۲)

''جو شخص ہر رات کو اہتمام سے سورۃ ''واقعہ'' کی تلاوت کرتا ہے وہ کبھی فقر و محتاجی کا شکار نہیں ہوگا''۔

فائدہ نافعہ: رات کی طرح دن کے وقت بھی کوئی باقاعدگی سے سورۃ واقعہ تلاوت کرتا ہے اسے بھی فقر و محتاجی لاحق نہیں ہوگی۔

(۲۰) سورۃ حشر کی تلاوت سے ستر ہزار ملائکہ کا استغفار کرنا:

سورۃ حشر تلاوت کرنے والے کو یہ اعزاز حاصل ہوجاتا ہے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال حين يصبح ثلاث مرات، اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم، وقرأ ثلاث آيات من اخر سورة الحشر، وكل الله به سبعين الف ملك يصلون عليه حتى يمسي، وان مات في يومه مات شهيدا، ومن قرأهما حين يمسي فكذالك (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۲۹۲۲)

''جس نے صبح کے وقت تین بار: اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم، پڑھا پھر سورہ حشر کی آخری تین آیات تلاوت کیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کردیتا ہے جو شام تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ اسی دن رفات پائے تو شہید کی موت مرتا ہے۔ جو شخص شام کے وقت ان تین آیات

کی تلاوت کرتا ہے وہ بھی صبح کے وقت تلاوت کرنے والے کی مثل ہے۔

(۲۱) سورۃ حشر کی آخری آیات تلاوت کرنے کے عوض جنت عطا ہونا:

سورۃ حشر کی آخری آیات تلاوت کرنے سے جنت عطا کی جاتی ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ خواتيم الحشر من ليل او نهار فقبض في ذالك اليوم او الليلة فقد اوجب الجنة

(الجامع الصغیر ۶/۸۹۴۳)

''جس آدمی نے سورۃ حشر کی آخری آیات رات کے وقت یا دن کے وقت تلاوت کیں پھر وہ اسی دن یا رات میں فوت ہوجائے، تو اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے''۔

فائدہ نافعہ: سورۃ حشر کی آخری آیات رات کے وقت یا دن کے وقت تلاوت کیں اور اس نے وفات خواہ رات کے وقت پائی یا دن کے وقت، اس کے لیے وجوب جنت کا انعام یقینی ہے۔

(۲۲) رات کے وقت سورۃ ملک کی تلاوت معمولات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہونا:

رات کے وقت سونے سے قبل سورۃ ملک کی تلاوت کرنا چاہیے' کیونکہ یہ معمولات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لاينام حتى يقرأ الم: تنزيل، وتبارك الذي بيده الملك

(جامع الترمذی، رقم الحدیث ۲۸۹۴)

''بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے سورۃ: الم: تنزیل اور سورۃ ملک تلاوت فرماتے تھے''۔

(۲۳) تلاوت کرنے والے کے حق میں سورۃ ملک کا مغفرت کی شفاعت کرنا:

جو شخص سورۃ ملک کی تلاوت اپنے معمولات میں شامل کر لیتا ہے، یہ سورۃ اس کے حق میں مغفرت کی سفارش کرتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من القرآن سورة ثلاثون اية شفعت لرجل حتى غفرله، وهي: تبارك الذي بيده الملك

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۸۹۳)

''قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے' جس کی تیس آیات ہیں۔ یہ آدمی کے حق میں سفارش کرتی ہے حتیٰ کہ اس کی بخشش کردی جاتی ہے، یہ سورۃ، سورۃ ملک ہے''۔

(۲۴) سورۃ ملک کے تلاوت کرنے والے کو عذاب قبر سے بچانا:

سورۃ ملک کو اپنے معمولات میں شامل کرنے والا، عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ حضرت محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا

بیان ہے کہ حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں بیان کیا:

ان قل هو الله احد تعدل ثلث القرآن، وان تبارك الذى بيده الملك تجادل عن صاحبها فى قبره

(مؤطا امام مالک، رقم الحدیث: ۲۰۹۸)

بیشک ایک بار سورۃ اخلاص کی تلاوت سے ثلث قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور سورۃ ملک قبر میں اس کے پڑھنے والے کے حق میں جھگڑے گی۔

(۲۵) سورۃ اخلاص کی تلاوت سے تہائی قرآن کے ثواب کا حصول:

ایک دفعہ سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے ثلث قرآن کی تلاوت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد فكانما قرأ ثلث القرآن (الجامع الصغیر ۶/۸۹۴۴)

"جس شخص نے ایک بار سورۃ اخلاص تلاوت کی گویا اس نے ثلث (تہائی) قرآن کی تلاوت کی"۔

فائدہ نافعہ: اس طرح تین بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے تین ثلث یعنی کل قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(۲۶) تین بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے مکمل قرآن کی تلاوت کا ثواب حاصل ہونا:

تین بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کرنے سے قاری کو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت رجاء الغنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد ثلاث مرات فكانما قرأ القرآن اجمع (الجامع الصغیر ۶/۸۹۴۵)

"جس شخص نے تین بار سورۃ اخلاص تلاوت کی گویا اس نے پورے قرآن کی تلاوت کی"۔

(۲۷) سورۃ اخلاص کی تلاوت سے محبت خداوندی کا حصول:

سورۃ اخلاص کی تلاوت کا معمول بنانے سے محبت خداوندی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث رجلا الى سرية فكان يقراء لاصحابه فى صلاته فيختم بقل هو الله احد فلما رجعوا ذكر ذالك للمصطفى صلى الله عليه وسلم فقال اسالوه لاى شئى يصنع ذالك؟ فسالوه فقال لانها صفة الرحمن فانا احب ان اقرأ بها فقال واخبروه ان الله يحبه

(الصحیحین)

"بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اسلامی لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا، وہ جب اپنے ساتھیوں (لشکر) کو

نماز پڑھاتا تو اپنی نماز کی ہر رکعت سورۃ اخلاص پر ختم کرتا۔ (وہ ہر رکعت کے اختتام میں سورۃ اخلاص تلاوت کرتا تھا) جب لشکر واپس آیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا تم اس شخص سے اس کی وجہ دریافت کرو۔ چنانچہ اس بارے میں دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میں نے اس سورۃ کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ مجھے اس سورت سے محبت ہے' کیونکہ یہ اوصاف خداوندی پر مشتمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خوشخبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔

(۲۸) سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے پندرہ ہزار نیکیوں کا حصول:

دو سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے پندرہ ہزار نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرء فی یوم قل ھو اللہ احد مائتی مرۃ کتب اللہ لہ الفا و خمسمائۃ مرۃ حسنۃ الا ان یکون علیہ دین (الجامع الصغیر ۶/۸۹۵۲)

"جس نے ایک دن میں دو سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کی، اسے پندرہ سو نیکیوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے، مگر یہ کہ اس پر قرضہ موجود ہو"۔

(۲۹) عرفہ کی رات ہزار بار سورۃ اخلاص کی تلاوت سے ہر چیز کا حصول:

شب عرفہ میں ایک ہزار بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے کے نتیجہ میں انسان جس چیز کی تمنا کرتا ہے، وہی اسے میسر ہوتی ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرا قل ھو اللہ احد عشیۃ عرفۃ الف مرۃ أعطاء اللہ ماسأ لہ (ایضاً)

جس شخص نے عرفہ کی رات ایک ہزار بار سورۃ اخلاص تلاوت کی، تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عنایت کرتا ہے' جس کی وہ تمنا کرتا ہے"۔

(۳۰) سورۃ اخلاص سے محبت دخول جنت کا ذریعہ ہونا:

سورۃ اخلاص سے محبت کے سبب انسان جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

یا رسول اللہ: انی احب ھذہ السورۃ: قل ھو اللہ احد، قال: ان حبك ایاھا ادخلك الجنۃ

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۹۰۳)

"یا رسول اللہ! بیشک میں اس سورۃ "سورۃ اخلاص" کو پسند کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری اس کے ساتھ محبت تجھے جنت میں داخل کردے گی"۔

(۳۱) دس بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے جنت میں گھر تعمیر ہونا:

دس مرتبہ سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے قاری کے لیے جنت میں محل تعمیر ہو جاتا ہے۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد، عشر مرات بنى الله له بيتا فى الجنة (الجامع الصغير/۶/۸۹۴۶)

''جس آدمی نے دس بار سورۃ اخلاص تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دے گا''۔

(۳۲) بیس بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے جنت میں گھر تعمیر ہونا:

بیس بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کرنے سے قاری کے لیے جنت میں بڑا محل تیار کیا جاتا ہے۔ حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد عشرين مرة بنى الله له قصرا فى الجنة (الجامع الصغير/۶/۸۹۴۷)

''جس آدمی نے بیس بار سورۃ اخلاص تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل بنا دے گا''۔

سوال: یہ روایت ماقبل روایت سے متعارض ہے، کیونکہ اس میں دس بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کا ذکر تھا جبکہ اس میں بیس بار تلاوت پر جنت میں گھر بنائے جانے کا ذکر ہے؟

جواب: پہلی روایت میں ''بیتا'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کی جمع ''بیوت'' آئی ہے اور اس کا معنی ہے: عام گھر۔ اس حدیث میں ''قصر'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کی جمع ہے: قصور: اس کا معنی ہے: بڑا محل، لہٰذا تعارض باقی نہ رہا۔

(۳۳) پچاس بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے پچاس سال کے گناہ معاف ہونا:

پچاس بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کرنے سے آدمی کے پچاس سالہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد خمسين مرة غفر الله له ذنوب خمسين سنة (الجامع الصغير/۶/۸۹۴۸)

''جس آدمی نے پچاس بار سورۃ اخلاص تلاوت کی، اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سالہ گناہ معاف فرما دیتا ہے''۔

(۳۴) سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے جہنم سے آزادی حاصل ہونا:

ایک سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے کے نتیجہ میں قاری کو جہنم سے آزادی کا پروانہ میسر آ جاتا ہے۔ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد، مائة مرة فى الصلوة او غيرها كتب الله له براة من النار (الجامع الصغير/۶/۸۹۴۹)

''جس آدمی نے ایک سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کی نماز میں یا غیر نماز میں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم سے آزادی لکھ دیتا ہے''۔

(۳۵)نماز جمعہ کے بعد قرآن کی آخری تین سورتوں کی تلاوت کرنے سے آئندہ جمعہ تک گناہوں سے محفوظ ہونا:

نمازِ جمعہ کے بعد قرآن حکیم کی آخری تین سورتوں کی تلاوت کے نتیجہ میں آئندہ جمعہ تک انسان گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ بعد صلوة الجمعة، قل هو الله احد، وقل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس سبع مرات اعاذه الله بها من السوء الى الجمعة (الجامع الصغیر/۶/۸۹۵۴)

''جس شخص نے نماز جمعہ کے بعد قرآن کریم کی آخری تین سورتیں (سورۃ اخلاص ومعوذتین) سات بار تلاوت کیں تو اللہ تعالیٰ اسے آئندہ جمعہ تک گناہوں سے محفوظ رکھے گا''۔

(۳۶) آخری تین سورتوں کی تلاوت سے ہر کام میں کامیابی حاصل ہونا:

قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کی تلاوت کے نتیجہ میں انسان کو ہر مقصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم پر ہلکی بارش ہوئی اور اندھیرا بھی چھا چکا تھا، ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر رہے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں۔آپ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: تم پڑھو، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کیا پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح اور شام کے وقت تم قرآن کریم کی آخری تین سورتیں تلاوت کرلیا کرو،اس سے تمہیں ہر مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی''۔

(۳۷)نماز جمعہ کے بعد قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کے تلاوت کرنے کے فوائد:

نماز جمعہ کے بعد قرآن کرین کی آخری تین سورتوں کی تلاوت کرنے سے پہلے اور پچھلے سب گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ اذا سلم الانام يوم الجمعة قبل ان يثنى رجليه فاتحة الكتاب، وقل هو الله احد، وقل اعوذ برب الفلق، وقل اعوذ برب الناس سبعا سبعا، غفرله ما تقدم من ذنبه وما تأخروا عطى من الاجر بعدد كل من امن بالله واليوم الاخر (الجامع الصغیر/۶/۸۹۵۵)

''جب امام نماز جمعہ سے سلام پھیرے تو جو شخص اپنی جگہ سے اٹھنے سے قبل قرآن کریم کی آخری تین سورتوں (سورۃ اخلاص ومعوذتین) کی سات سات بار تلاوت کرے تو اس کے پہلے اور بعد والے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور اللہ وآخرت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کے برابر اسے ثواب عطا کیا جاتا ہے''۔

سولہ امور ایسے ہیں جن کے سبب سابقہ اور بعد والے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، وہ امور درج ذیل ہیں:

(۱) حج کرنا (۲) نویں ذی الحجہ کو روزہ رکھنا (۳) مسجد اقصیٰ سے احرام باندھ کر حج یا عمرہ کی نیت سے مسجد حرام میں آنا (۴) مناسک حج کی تکمیل کرنا (۵) نماز جمعہ کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے قرآن کی آخری تین سورتوں کی سات سات بار تلاوت

کرنا (۶) سورۂ حشر کی آخری دس آیات کی تلاوت کرنا (۷) بہترین طریقے سے وضوء کرنا (۸) مؤذن کی اذان کا زبانی اور عمل سے جواب دینا (۹) آمین کہنے میں فرشتوں کی موافقت کرنا (۱۰) نماز چاشت اہتمام سے ادا کرنا (۱۱) شب قدر میں نوافل ادا کرنا، رمضان میں نماز تراویح ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا (۱۲) جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کا محفوظ ہونا (۱۳) اندھے کو چالیس قدم پہنچا کر چھوڑ دینا (۱۴) مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنا (۱۵) ملنے والے سے مصافحہ کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا (۱۶) کھاتے اور پہنتے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا اور **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھنا۔

(علامہ ابن حجر عسقلانی، الخصال المکفرہ ص ۱۱۰)

(۳۸) قرآن کی آخری دو سورتوں کا بے مثل ہونا:

قرآن کریم کی آخری دو سورتیں (معوذتین) بے مثل ہیں اور ان کی مثل کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الم تر ایات انزلت هذه اللیلة لم یر مثلهن قط: قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس وفی روایة قال: قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم نزل او انزلت علی اٰیات لم یر مثلهن قط: المعوذتین (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۸۱۴)

''کیا تو ان آیات کو نہیں دیکھتا جو آج رات نازل ہوئی ہیں؟ ان کی مثل نہیں دیکھی گئی اور وہ معوذتین ہیں۔ ایک روایت میں ہے راوی کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: مجھ پر کچھ آیات ایسی اتاری گئی ہیں کہ ان کی مثل پہلے نہیں اتاری گئیں، وہ معوذتین ہیں۔

ناظرہ وحفظ قرآن کی فضیلت اور بھلا دینے کی وعید:

سوال: ناظرہ وحفظ قرآن کی فضیلت اور اسے بھلا دینے کی وعید و مذمت کیا ہے؟

جواب: قرآن سیکھنا خواہ ناظرہ شکل میں ہو یا حفظ کی صورت میں اور اس کی تلاوت کرنا بہترین عبادت ہے لیکن اسے بھلا دینا قابل مذمت فعل ہے۔ موضوع کے اعتبار سے چند روایات سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) محض تلاوت قرآن عبادت ہونا:

قرآن کو سمجھنا اور اس کے احکام وتعلیمات پر عمل کرنا تو بلاشبہ عبادت ہے لیکن اس کی محض تلاوت بھی عبادت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضل العبادت تلاوت القرآن (او کما قال علیه السلام) تلاوت قرآن بہترین عبادت ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا:

اعبد الناس اکثرهم تلاوت للقرآن (الجامع الصغیر جلد اول ص ۵۴۹)

''کثرت سے تلاوت کرنے والا، لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہے''۔

(۲) ناظرہ تلاوت قرآن سے آنکھوں کی بینائی محفوظ رہنا:

اگر تلاوت قرآن ناظرہ شکل میں کی جائے تو اس کا اجر وثواب بھی زیادہ ہے اور اس کی برکت سے قاری کی بینائی بھی محفوظ رہتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ادام النظر فی المصحف متع ببصره ما دام فی الدنیا (کنز العمال جلد اول ص ۵۳۶)

''جس شخص نے ہمیشہ قرآن پر دیکھ کر تلاوت کی تا حیات اس کی بینائی محفوظ رہے گی''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن نظرا متع ببصره (کنز العمال جلد اول ص ۵۳۶)

''جو شخص ناظرہ شکل میں تلاوت قرآن کا عادی ہوگا، اس کی بیناء محفوظ رہے گی''۔

فائدہ نافعہ: دونوں روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ تلاوت قرآن خواہ ناظرہ صورت میں کی جائے یا زبانی (حفظ) شکل میں، ہر لحاظ سے جائز ہے لیکن ناظرہ تلاوت کی فضیلت زیادہ ہے اور اس کی برکت سے بینائی محفوظ رہتی ہے۔

(۳) قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہونا:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تلاوت قرآن کرنا، اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا عبادت ہے۔ علاوہ ازیں اسے دیکھنا بھی عبادت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس من العبادة: النظر الی المصحف والنظر الی الکعبة والنظر الی الوالدین والنظر الی زمزم وهی تحط الخطایا والنظر فی وجه العالم (جامع الشمل جلد اول ص ۱۵۰) پانچ اور عبادات ہیں:

(۱) قرآن کو دیکھنا (۲) کعبہ کو دیکھنا (۳) والدین کو دیکھنا (۴) آب زمزم کو دیکھنا اور یہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے

(۵) عالم دین کے چہرے کو دیکھنا۔

(۴) ہزار آیات تلاوت کرنے سے بروز قیامت صدیقین کے طبقہ میں شمار ہونا:

جو شخص قرآن کریم کی ایک ہزار آیات کی تلاوت کو اپنے روز مرہ معمولات میں شامل کر لیتا ہے، اسے قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت حاصل ہوگی۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ الف اية فی سبیل الله کتب یوم القیامة مع النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا (کنز العمال جلد اول ص ۵۳۷)

''جو شخص محض رضاء الٰہی کے لیے ایک ہزار آیات تلاوت کرتا ہے، اسے قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور

صالحین کی رفاقت حاصل ہوگی''۔

(۵) تلاوت قرآن کی برکت سے گھر میں ملائکہ کی آمد اور شیطان کا دور جانا

جس گھر میں تلاوت قرآن کی جاتی ہے، اس کی برکت سے وہاں کے فرشتے آتے ہیں اور شیطان دوڑ جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے:

البيت الذى اذا قرئ فيه القرآن حضرته الملائكة و تنكبت عنه الشياطين واتسع على اهله و كثر خيره وقل شره وان البيت اذا لم يقرأ فيه حضرته الشياطين، و تنكبت عنه الملائكة وضاق على اهله، وقل خيره و كثر شره (امام غزالی، احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۶۶)

جس گھر میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے اس میں فرشتے داخل ہوتے ہیں اور شیاطین بھاگ جاتے ہیں، اہل خانہ پر وہ وسیع ہو جاتا ہے، اس میں اعمالِ صالحہ زیادہ ہوتے ہیں اور اعمال سیئہ کم۔ وہ گھر جس میں تلاوت قرآن نہ کی جائے، اس میں شیاطین داخل ہوتے ہیں اور فرشتے نکل جاتے ہیں، وہ گھر اہل خانہ پر تنگ ہو جاتا ہے، اس میں نیکیاں کم ہوتی ہیں اور برائیاں زیادہ ہوتی ہیں''۔

(۶) خوبصورت آواز سے تلاوت کرنا:

خوبصورت آواز میں تلاوت قرآن کرنے کی فضیلت واہمیت احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زينوا اصواتكم بالقرآن، احسنوا اصواتكم بالقرآن (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۰)

''تم قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے خوبصورت بناؤ، تم قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے مزین کرو''۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لكل شيء وحيلة وحيلة القرآن حسن الصوت (ایضاً)

''ہر چیز کا زیور ہوتا ہے اور قرآن کریم کا زیور خوبصورت آواز ہے''۔

ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ليس منا من لم يتغن بالقرآن (مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۱۷۱)

''جس شخص نے قرآن کریم کو خوبصورتی سے نہ پڑھا' وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

(۷) دل کا علاج تدبر و تلاوت قرآن سے کرنا:

تدبر اور غور و خوض سے تلاوت کرنے سے دل کا علاج ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ دل کا علاج پانچ چیزوں سے ممکن ہو سکتا ہے:

(۱) تدبر سے تلاوت قرآن کرنا

(۲) پیٹ کو بھوکا رکھنا

(۳) شب بیداری کرنا

(۴) سحری کے وقت عجز وانکسار سے دعائیں کرنا

(۵) صالحین کی صحبت اختیار کرنا۔ (حضرت ابراہیم الخواص: الارشاد والتطریز ص ۱۸۵)

(۸) قرآن کی تلاوت گانے کی طرز پر کرنے کی ممانعت:

قرآن کریم کی خوبصورت آواز اور عربی لہجہ میں تلاوت کرنا چاہیے۔ گانے کی طرز یا اہل کتاب کے اسلوب پر اس کی تلاوت نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقرؤا القرآن للحون العرب واصواتها و ایاکم واهل الکتابین واهل الفسق (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۱)

تم عرب اور ان کے لہجوں کے مطابق تلاوت قرآن کرو۔ تم اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور اہل فسق کے لہجوں میں تلاوت قرآن کرنے سے اجتناب کرو"۔

(۹) حافظ قرآن کی سفارش سے دس افراد کی بخشش ہونا

اللہ تعالیٰ حافظ قرآن کو یہ اعزاز عطا کرے گا کہ قیامت کے دن اس کی سفارش سے دس ایسے لوگوں کی بخشش کرے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن فاستظهره فاحل حلاله و حرم حرامه ادخله الله الجنة و شفعه فی عشرة من اهل بیته کلهم قدوجبت له النار"

جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اسے زبانی یاد کیا، اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے لوگ جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا"۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یقال لصاحب القرآن اقرأ ارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا فان منزلك عند اخر ایة تقرأها

(قیامت کے دن) صاحب قرآن (حافظ قرآن) سے کہا جائے گا کہ تو تلاوت قرآن کرتا جا، جنت کی منازل تہہ کرتا جا، دنیا کی طرح ترتیل سے پڑھتا جا اور تیرا مقام وہی ہے جہاں آخری آیت ختم ہوگی"۔

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن حافظ قرآن کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ ہوگی جبکہ آفتاب تمہارے گھروں کے بالکل قریب آجائے"۔

ان روایات سے حافظ قرآن کی عظمت وفضیلت عیاں ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس اعزاز و انعام سے

نوازے۔

(۱۰) قرآن کریم کے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں عطا ہونا:

جب کوئی شخص تلاوت قرآن کرتا ہے تو اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر امثالها لا اقول الم حرف: الف حرف، و لام حرف و ميم حرف (کنز العمال جلد اول ص ۵۱۹)

''جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اسے اس کے عوض ایسی نیکی دی جائے گی جو دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے۔ الف ایک حرف ہے لام الگ حرف ہے اور میم علیحدہ حرف ہے''۔

(۱۱) تلاوت قرآن کے ہر حرف پر ستر نیکیاں عطا ہونا:

جو شخص باوضو اور تجوید کے ساتھ تلاوت قرآن کرتا ہے، اسے ہر حرف کے عوض ستر نیکیاں عنایت کی جاتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن فلم يعربه وكل به ملك يكتبه كما انزل وله بكل حرف عشر حسنات فان اعرب بعضه ولم يعرب بعضه وكل به ملكان يكتبان له بكل عشرين حسنة فان اعربه وكل به اربعة املاك يكتبون له بكل حرف سبعين حسنة (کنز العمال جلد اول ص ۵۳۴)

''جس شخص نے تلاوت قرآن کی جبکہ وہ اس کی درست ادائیگی نہ کر سکا تو اس کے لیے ایک فرشتہ متعین کیا جاتا ہے جو قرآن کو ویسے ہی لکھتا ہے جیسے نازل کیا گیا جبکہ وہ پڑھنے والے کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اگر وہ تلاوت کے وقت بعض حروف کی ادائیگی درست اور بعض کی غیر صحیح کر سکے، تو اس کے لیے دو فرشتے مقرر کئے جاتے ہیں جو اس کے لیے ہر حرف کے عوض دس بیس نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ اگر وہ تمام حروف کو درست ادا کرے تو اس کے لیے چار فرشتے تعینات کیے جاتے ہیں جو اس کے لیے ہر حرف کے بدلے ستر نیکیاں لکھتے ہیں''۔

فائدہ نافعہ: جو بغیر تجوید کے سادہ انداز میں تلاوت قرآن کرتا ہے اسے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں دی جاتی ہیں۔ جو آدمی تمام آداب و باوضو اور تجوید کے قواعد کے مطابق تلاوت کرتا ہے، اسے ہر حرف کے بدلے ستر نیکیوں کا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

(۱۲) نماز میں تلاوت قرآن کا افضل ہونا:

خارج نماز کی بنسبت نماز میں تلاوت قرآن کرنا افضل ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قراة القرآن فی الصلوة افضل من قراة القرآن فی غير الصلوة، و قراة القرآن فی غير الصلوة

افضل من التسبيح والتكبير، والتسبيح افضل من الصدقة و الصدقة افضل من الصوم، والصوم جنة من النار (کنز العمال جلد اول ص۵۱۶)

''نماز میں تلاوت قرآن کرنا غیر نماز میں تلاوت سے افضل ہے۔ خارج نماز تلاوت قرآن کرنا تسبیح وتکبیر سے افضل ہے۔ تسبیح بیان کرنا صدقہ کرنے سے افضل ہے اور صدقہ کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے جبکہ روزہ آتش جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے''۔

(۱۳) نماز میں تلاوت کرنے سے ہر حرف کے عوض سو نیکیاں عطا ہونا:

نماز میں تلاوت قرآن کرنے سے ہر حرف کے عوض سو نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن فی صلوٰة فانما کان لکل حرف مائة حسنة ومن قرأه قاعدا کان له بکل حرف خمسون حسنة ومن قراه فی غیر صلوة کان له بکل حرف عشر حسنات، ومن استمع الی کتاب الله کان له بکل حرف حسنة (کنز العمال جلد اول ص۵۴۱)

''جس آدمی نے نماز میں تلاوت کی، اسے ہر حرف کے عوض سو نیکیاں دی جاتی ہیں۔ جو بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتا ہے، اسے ہر حرف کے بدلے پچاس نیکیاں دی جاتی ہیں۔ جس نے خارج نماز میں تلاوت قرآن کی، اسے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں دی جاتی ہیں۔ جس نے تلاوت قرآن سنی تو اسے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں دی جاتی ہیں''۔

(۱۴) مسلمانوں پر قرآن کے حقوق:

قرآن پر ایمان رکھنا، اس کی تعلیمات پر عمل کرنا، اس کے آداب بجالانا اور دوسرے لوگوں کو اس کا درس دینا وغیرہ۔ حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا اهل القرآن لاتتوسدوا القرآن واتلوه حق تلاوته من اناء اللیل والنهار و افشوه و تغنوه و تدبروا فیه لعلکم تفلحون ولا تعجلوا ثوابه فان له ثوابا (کنز العمال جلد اول ص۶۱۱)

''اے قرآن والو! تم قرآن کو سرہانہ نہ بناؤ بلکہ اس کی تلاوت کرو اس طرح جس طرح اس کا حق ہے (یعنی تمام آداب کو بجالاتے ہوئے) شب وروز کے اوقات میں۔ تم اسے پھیلاؤ خوبصورتی کے ساتھ اس کی تلاوت کرو اور اس میں غور وفکر کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرسکو۔ تم دنیا میں اس کا اجر وصول کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس (آخرت میں) اس کا اجر وثواب ہے''۔

(۱۵) حفاظ کرام کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں:

حفاظ کرام کو چاہیے کہ وہ محض رضائے الٰہی کے قصد سے تلاوت قرآن کریں، اس میں ریا کاری کو ہرگز دخل نہیں ہونا چاہیے اور

رات کی حسین گھڑیوں میں تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کی جائے جبکہ لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا حامل القرآن! تزین بالقرآن یزینك الله، ولا تزین به للناس فیشینك الله وینبغی لحامل القرآن ان یکون اطول الناس لیلا اذا کان الناس ناموا وان یکون اطول الناس حزنا اذا الناس فرحوا

(کنز العمال جلد اول ص ۶۲۲)

''اے حامل قرآن (حافظ قرآن) تو قرآن کو مزین کر، اللہ تعالیٰ تجھے آراستہ کرے گا، تو لوگوں کے لیے قرآن کریم کو مزین نہ کرورنہ اللہ تعالیٰ تجھے معیوب بنادے گا۔ حافظ قرآن کو چاہیے کہ وہ رات کے وقت زیادہ عبادت وریاضت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ حامل قرآن کو چاہیے کہ وہ لوگوں سے زیادہ پریشان ہو جبکہ لوگ خوشی کا اظہار کر رہے ہوں''۔

(۱۶) حفظ قرآن کے بعد اسے بھلا دینے کی وعید و مذمت:

حفظ قرآن کے بعد اسے بھلا دینا گناہ کبیرہ ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا شدید مؤاخذہ ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد، وعرضت علی ذنوب امتی فلم ار ذنبا اعظم من سورۃ من القرآن او اية اوتیھا رجل ثم نسیھا

(الجامع الصغیر للسیوطی مع المناوی جلد ۴ ص ۳۱۳)

''میری امت کے اعمال میرے سامنے پیش کیے گئے یہاں تک وہ کوڑا کرکٹ جو مسجد کی صفائی کے وقت باہر پھینکا جاتا ہے وہ بھی پیش کیا گیا، میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کیے گئے تو کسی انسان نے قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت جو اس نے یاد کرنے کے بعد بھلا دی تو میں نے اس سے بڑا گناہ ملاحظہ نہیں کیا''۔

فائدہ نافعہ: ایک سورۃ یا ایک آیت یاد کرنے کے بعد اسے بھلا دینا، سب سے بڑا گناہ ہوا۔ جو حافظ قرآن پورے کا پورا قرآن یاد کرنے کے بعد بھلا دیتا ہے' تو اس کی وعید و مذمت کا خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تعلم القرآن وعلق مصحفه لم یتعاھدہ ولم ینظر فیه جاء یوم القیامة متعلقابه یقول: یا رب العالمین! ان عبدك ھذا اتخذنی مھجورا فاقض بینی و بینه (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جلد ۱۳ ص ۲۷)

''جس شخص نے قرآن کی تعلیم حاصل کی پھر اس نے قرآن کو فراموش کر دیا، اسے دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی اور اسے یاد رکھنے کی کوشش نہ کی تو قرآن قیامت کے دن اس سے چمٹے گا پھر عرض گزار ہوگا: اے تمام جہانوں کے پروردگار! تیرے اس بندے نے مجھے ترک کر دیا تھا، پس (آج) تو اس کے اور میرے درمیان فیصلہ کر دے''۔

قرآن کریم کے رموز واوقاف:

سوال: قرآنی رموز واوقاف اوران کی وجوہات بیان کریں؟

جواب: مشہور قرآنی رموز واوقاف اوران کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ O: یہ فقرہ مکمل ہونے اور آیت پوری ہونے کی علامت ہے، اس پر ٹھہرنا چاہیے۔

۲۔ Oلا: دائرہ کے اوپر "لا" ٹھہرنے یا نہ ٹھہرنے کے اختیار کو ظاہر کرتا ہے۔

۳۔ Oم: دائرہ کے اوپر "م" لفظ "لازم" کا مخفف ہے، یہاں لازمی ٹھہرنا چاہیے۔

۴۔ ط: یہ علامت لفظ "مطلق" کا مخفف ہے، یہ جملہ مکمل ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اس پر ٹھہرا جا سکتا ہے۔

۵۔ ج: یہ علامت لفظ "جائز" کا مخفف ہے، اس پر ٹھہرنا یا نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں۔

۶۔ ز: یہ علامت لفظ "تجاوزت" کا مخفف ہے، یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

۷۔ ص: یہ علامت لفظ "مرخص" کا مخفف ہے، یہاں ٹھہرنا یا نہ ٹھہرنا دونوں صورتیں جائز ہیں۔

۸۔ ق: یہ علامت "قیل علیہ الوقف" کا اختصار ہے یعنی یہاں ٹھہرنا زیادہ بہتر نہیں ہے مگر نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

۹۔ صلی: یہ علامت "قد یوصل" کا مخفف ہے، یہاں ترک وصل اولیٰ ہے۔

۱۰۔ قف: یہ فعل ثلاثی مجرد مثال واوی باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے صیغہ واحد مذکر حاضر ہے، یعنی تو ٹھہر جا، یہاں ٹھہرنا چاہیے۔

۱۱۔ ک: یہ علامت لفظ "کذالک" کا مخفف ہے، مطلب یہ ہے کہ ماقبل رمز کے مطابق یہاں عمل ہوگا۔

۱۲۔ س: یہ علامت لفظ "سکتہ" کا مخفف ہے، یہاں رکا جائے گا لیکن سانس جاری رہے گا۔

۱۳۔ وقفہ: یہ علامت "سکتہ طویلہ" کی ہے یعنی سانس لینے کی مقدار ٹھہرنا وقفہ اور سکتہ دونوں میں امتیاز یوں ہوگا کہ سکتہ اقرب بوصل اور وقفہ اقرب بوقف کی صورت ہوتی ہے۔

۱۴۔ لا: یہ علامت گول دائرہ کے بغیر آجائے تو ظاہر کرتا ہے کہ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

۱۵۔ ع: یہ علامت لفظ "رکوع" کا مخفف ہے۔ عین کے اوپر ہندسہ سورۃ کے رکوع نمبر، اس کے نیچے کا ہندسہ پارہ کے رکوع نمبر کو اور اس کے درمیان کا ہندسہ تعداد آیات رکوع کو ظاہر کرتا ہے۔

چند اصطلاحات کی تعریفات:

سوال: قرآن وسنت سے متعلق چند مشہور اصطلاحات اوران کی تعریفات بتائیں؟

جواب: قرآن وسنت سے متعلق چند مشہور اصطلاحات اوران کی تعریفات درج ذیل ہیں:

۱۔ استعاذہ وتعوذ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کو کہا جاتا ہے۔

۲۔ بسملہ وتسمیہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

۳۔متن: اصل آیت یا اصل حدیث کی عبارت کو کہا جاتا ہے۔

۴۔سند: رواۃ کا وہ سلسلہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متن تک پہنچتا ہے۔

۵۔صحابی: جس نے حالت ایمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پائی اور حالت ایمان سے دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

۶۔تابعی: وہ شخص ہے، جس نے حالت ایمان میں صحابی کی مجلس پائی ہو اور حالت ایمان میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

۷۔تبع تابعین: وہ لوگ ہیں جنہوں نے حالت ایمان میں تابعی کی مجلس پائی ہو اور وہ حالت ایمان میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔

۸۔حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر۔علاوہ ازیں اسے وحی غیر متلو اور وحی خفی بھی کہتے ہیں۔

۹۔تخریج: کسی حدیث کو تلاش کر کے اس کی سند کے ساتھ نقل کرنا۔

۱۰۔وحی جلی و وحی متلو: وہ عبارت ہے، جس کے الفاظ و معانی من جانب اللہ ہوں۔

۱۱۔تفسیر: قرآن کی تشریح کو کہتے ہیں۔

۱۲۔شرح: حدیث کی وضاحت کو کہتے ہیں۔

۱۳۔راوی: حدیث کو بیان یا نقل کرنے والا۔

۱۴۔کاتب وحی: قرآن کو لکھنے والا۔

۱۵۔اصول الروایۃ: سند حدیث کی جانچ پرکھ کے قواعد وضوابط۔

۱۶۔اصول روایت: وہ قواعد وضوابط جن سے متن حدیث کی جانچ ہوتی ہے۔

۱۷۔تعدیل: راوی کے خصائل و اوصاف۔

۱۸۔جرح: راوی کے نقائص و عیوب بیان کرنا۔

۱۹۔حافظ القرآن: جسے پورا قرآن زبانی یاد ہو۔

۲۰۔حافظ الحدیث: وہ شیخ ہے جسے ایک لاکھ احادیث مبارکہ متناً سنداً زبانی ہوں۔

۲۱۔قاری: وہ معلم قرآن ہے جسے تجوید و قرأت کے تمام قواعد زبانی یاد ہوں۔

۲۲۔تعامل: عمل درآمد کرنا۔

۲۳۔توارث: قدامت عمل۔

۲۴۔مقری: وہ شیخ ہے جسے قواعد وضوابط تجوید زبانی یاد ہوں اور ان کی رعایت کرتے ہوئے صحت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتا ہو۔

۲۵۔طالب: قرآن یا حدیث کا متعلم۔

۲۵۔شیخ: قرآن یا حدیث کا معلم۔

۲۶۔ حجۃ: وہ معلم حدیث ہے جسے تین لاکھ احادیث مبارکہ متناً سنداً وجرحاً وتعدیلاً زبانی یاد ہوں۔

۲۷۔ حاکم: وہ معلم حدیث ہے جسے تمام احادیث مبارکہ سنداً اور جرفاً وتعدیلاً زبانی یاد ہوں۔

۲۸۔ حدیث متواتر: وہ حدیث ہے جسے اتنے کثیر راوی روایت کریں کہ ان کا کذب پر جمع ہونا عادتاً محال ہو۔

۲۹۔ حدیث صحیح: وہ حدیث ہے، جس کی سند مسلسل اور صحیح ہو اور اس میں کوئی علت نہ ہو۔

۳۰۔ اخبار احاد: وہ حدیث ہے جو متواتر نہ ہو۔

۳۱۔ حدیث حسن: جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں کے مقابل صفت ضبط میں کم درجہ کے ہوں۔

۳۲۔ حدیث مدرج: وہ روایت ہے، جس کی سند یا متن میں صحابی یا تابعی کا کلام شامل کیا گیا ہو۔

۳۳۔ حدیث مضطرب: وہ روایت ہے، جس کے راوی کو مختلف روایات میں تطبیق کا ملکہ حاصل نہ ہو یا اسے حدیث یاد نہ رہتی ہو۔

۳۴۔ حدیث موضوع: وہ روایت ہے، جس کا متن خود ساختہ ہو۔

۳۵۔ حدیث ضعیف: وہ روایت ہے، جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم ہو یا وہ کمزور حافظہ رکھتا ہو۔

آداب وفضائل ختم قرآن:

سوال: آداب ختم قرآن، فضائل اور طریقہ کار بیان کریں؟

جواب: یہ مضمون وضاحت طلب ہے، لہٰذا اسے جامعیت سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) آداب ختم قرآن:

تلاوت قرآن ناظرہ کی جائے یا زبانی ہر طرح سے جائز ہے۔ زبانی تلاوت کرنے سے دیکھ کر تلاوت قرآن کرنا افضل ہے۔ تلاوت قرآن نماز میں کی جاسکتی ہے اور غیر نماز میں بھی۔ تاہم حالت نماز میں تلاوت کرنے کی فضیلت زیادہ ہے۔ ختم قرآن کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے، خواہ رات کے وقت کریں یا دن کے وقت میں۔ پہلی صورت میں مستحب یہ ہے کہ اس دن روزہ رکھا جائے (بشرطیکہ اس دن میں شرعی ممانعت نہ ہو)۔ بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصہ میں یا دن کے پہلے حصہ میں ختم قرآن کیا جائے۔ رات کے وقت ختم قرآن کرنا ہو تو جمعۃ المبارک کی رات میں اور مغرب کی دو سنتوں کے درمیان یا ان کے بعد کیا جائے۔ صبح کے وقت ختم قرآن کرنے کی صورت میں فجر کی دو سنتوں کے درمیان کیا جائے۔ صبح کے وقت ختم قرآن کرنے سے شام تک اور شام کے وقت کرنے کی صورت میں صبح تک فرشتے مغفرت وبخشش اور نزول رحمت خداوندی کی دعا میں مصروف رہتے ہیں۔

(۲) ایک نشست یا ایک رکعت میں ختم قرآن کرنا:

ایک نشست یا ایک رکعت میں ختم قرآن کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ فقہاء اسلاف میں سے کثیر نے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عثمان بن عفان (۲) حضرت سعید بن جبیر
(۳) حضرت تمیم داری (۴) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔

بعض متقدمین فقہاء نے ایک رات دن میں ختم قرآن ناپسند کیا ہے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یفقه من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث

''جس شخص نے تین دن سے کم مدت میں قرآن پاک پڑھ لیا اس نے اسے سمجھا نہیں''۔

اگر بغور اس روایت کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے ایک شب و روز میں قرآن پڑھنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس روایت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص مفہوم و مطالب کے ساتھ قرآن پڑھنا چاہتا ہے، وہ تین دن سے قبل ختم نہ کرے لیکن جو مطالب سمجھے بغیر محض حلاوت و لذت تلاوت سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے وہ ایک شب روز میں بھی اسے ختم کر سکتا ہے۔

(۳) ختم قرآن کی محفل میں شامل ہونا:

ختم قرآن کی محفل میں شمولیت کی سعادت ہر مسلمان حاصل کر سکتا ہے، خواہ اس کا اپنا ختم قرآن ہو یا دوسرے کا یا خود قرآن نہ بھی پڑھ سکتا ہو، اس سلسلے میں بطور دلیل ایک روایت یوں ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر الحيض بالخروج يوم العيد فليشهدن بالخير و دعوة المسلمين (الصحیحین)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حائضہ خواتین کو بھی عید کے دن نکلنے کا حکم دیتے اور وہ بہتری اور مسلمانوں کی دعوت کے لیے شامل ہوتی تھیں''۔

جنبی اور حائضہ خواتین کا ایسی محفل سے اجتناب بہتر ہے، یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ محفل کا انعقاد مسجد سے خارج ہو۔ اگر ختم قرآن کی محفل مسجد میں منعقد ہوئی ہو تو ان لوگوں کا وہاں شامل ہونا حرام ہے۔

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین ختم قرآن کی محفل میں ذوق و شوق سے شامل ہوتے تھے اور محفل پر انوار و تجلیات کی بارش کا نزول اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔

(۴) محفل ختم قرآن کی دعا:

ختم قرآن کی محفل اللہ تعالیٰ کے انعامات اور عنایات کی محفل ہوتی ہے، اس میں جو بھی دعا کی جائے درست ہے اور قابل قبول ہوتی ہے۔ ختم قرآن کرتے ہی دوبارہ آغاز قرآن کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خير الاعمال الحل والرحلة قيل وما هما؟ قال: افتتاح القرآن و ختمه''

بہترین عمل حل اور رحلت ہے، دریافت کیا گیا: یہ چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: "قرآن کا افتتاح اور اس کا ختم کرنا"۔

اس موقع پر دعا کی مقبولیت کے حوالے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان لقارئ القرآن دعوة مستجابة فان شاء صاحبها عجلها في الدنيا وان شاء اخرها الى الأخرة (کنز العمال، ج ص ۵۱۳)

"بیشک قاریٔ قرآن کے لیے ایک ایسی دعا ہے جو قبول کی جاتی ہے، پس قاری اگر چاہے تو اسے دنیا میں کر سکتا ہے یا چاہے تو آخرت کے لیے ذخیرہ کر سکتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق ختم قرآن کی دعا کے بارے میں یوں فرمایا:

اذا ختم احدكم فليقل: اللهم انس وحشتي في قبري (کنز العمال ج ا ص ۶۰۷)

"جب تم میں سے کوئی ختم قرآن کرے تو وہ یوں کہے: اے اللہ! تو قبر سے میرا خوف دور کر دے"۔

(۵) ختم قرآن کے وقت اجابت دعا اور اعطاء انعام:

ختم قرآن کی محفل میں دعا قبول کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان لصاحب القرآن عند كل ختمة دعوة مستجابة و شجرة في الجنة لو ان غرابا طار من اصلها لم ينته الى فرعها حتى يدركه الهرم (کنز العمال جلد اول ص ۵۱۷)

"بیشک حافظ قرآن کی ہر ختم قرآن کے وقت دعا قبول کی جاتی ہے اور اسے جنت میں ایک ایسا درخت عنایت کیا جاتا ہے کہ کوا اپنے بڑھاپے تک اڑتا رہے اس کی جڑ سے اس کی شاخوں تک نہیں پہنچ سکتا۔

فائدہ نافعہ: حافظ قرآن یا قاریٔ قرآن جتنی بار بھی ختم قرآن کی سعادت حاصل کرے گا اتنی بار اسے ان دو انعامات سے نوازا جائے گا۔ پھر پرندوں میں سے "کوّے" کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ یہ طویل العمر پرندہ ہے۔ اس کی اوسط عمر دو اڑھائی سو سال ہوتی ہے' اس سے بطور انعام ملنے والے جنتی درخت کے طویل وعریض ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(۶) ختم کا مسنون طریقہ:

جب کوئی حافظ قرآن یا قاریٔ قرآن ختم قرآن کرے تو اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے اعزاء واقارب اور دوست و احباب کو اس محفل میں شمولیت کی دعوت دے' پھر وہ وہاں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے، بخشش واستغفار کرے اور سب کے حق میں دعا کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا قراء: قل اعوذ برب الناس افتتح من "الحمد" ثم قرأ من البقرة الى "واولئك هم المفلحون" ثم دعا بدعا الختمة ثم قام"

''بیشک (ختم قرآن کے وقت) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ الناس پڑھ لیتے تو ''الحمد'' سے سورۃ فاتحہ شروع کرتے پھر سورۃ البقرہ ''وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک پڑھتے۔ پھر آپ دعا ختم قرآن پڑھ کر کھڑے ہو جاتے تھے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن وحمد الرب وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم واستغفر ربه فقد طلب الخير مكانه (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی، ج۱ص۱۴۶)

''جس نے قرآن پڑھا، پروردگار کی حمد وثناء کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی تو بیشک اس نے بروقت بھلائی طلب کی''۔

(۷) ختم قرآن کے وقت دعا مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم:

ختم قرآن کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد دعائیں منقول ہیں، ان میں سے ایک دعا ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى الله خير اما يشركون بل الله خير و ابقى واحكم واكرم واعظم مما يشركون فالحمد لله بل اكثرهم لا يعلمون صدق الله وبلغت رسله وانا على ذلك من الشاهدين اللهم صل على جميع الملائكة والمرسلين وارحم عبادك المؤمنين من اهل السموت والارضين واختم لنا لخير وافتح لنا لخير وبارك لنا فى القرآن العظيم وانفعنا بالايات والذكر الحكيم ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۔

(۸) محفل ختم قرآن میں انعامات خداوندی کی تقسیم:

محفل ختم قرآن کے موقع پر شرکاء محفل میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں اور کسی کو محروم نہیں رکھا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من شهد فتح القرآن فكانما شهد فتوح المسلمين حين تفتح ومن شهد ختم القرآن فكانما شهد الغنائم حين تقسم (کنز العمال ج۱ص۵۴۳)

''جو شخص آغاز تلاوت قرآن کے وقت شامل ہوا گویا وہ اسلامی لشکر میں جہاد کے وقت شامل ہوا اور جو شخص ختم قرآن کی محفل میں شامل ہوا وہ گویا (اسلامی لشکر میں) مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت شامل ہوا۔

فائدہ نافعہ: مالِ غنیمت دشمن کی وہ دولت ہے جو اسلامی لشکر کو دوران جنگ ہاتھ میں آئے اور دشمن اسے چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر جائے۔ یہ دولت کثیر و بے حساب ہوتی ہے، جس کا پانچواں حصہ اللہ و رسول کے لیے نکالنے کے بعد باقی چار حصے اسلامی فوجیوں میں تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ ختم قرآن کی محفل میں بھی مالِ غنیمت کی طرح اللہ تعالیٰ کے انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں، جس

سے کسی کو بھی محروم نہیں رکھا جاتا۔

(۹) ختم قرآن کی محفل کے موقع پر ستر ہزار فرشتوں کا استغفار کرنا:

ختم قرآن کی مقدس محفل کے دوران دیگر انعامات خداوندی کی بارش کے علاوہ ستر ہزار فرشتے مغفرت و بخشش کی دعا میں مصروف رہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا ختم العبد القرآن صلى عليه عند ختمه ستون الف ملك (کنز العمال، جلد اول ص ۵۱۰)

''جب کوئی آدمی ختم قرآن کرتا ہے' تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں''۔

فائدہ نافعہ: فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق اور معصوم ہیں، وہ جس کے حق میں دعا کرتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے۔ پھر یہاں ایک دو یا دس یا بیس فرشتوں کی بات نہیں بلکہ ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت و بخشش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس شخص کا ختم قرآن ہو رہا ہو، اس کی بخشش و مغفرت یقینی ہے اور حجاج کرام کی طرح یہ جن کے حق میں دعا [illegible] رہے ان کی بخشش بھی ہو جاتی ہے۔

(۱۰) ختم قرآن کے موقع پر پورا دن یا پوری رات فرشتوں کا استغفار کرنا:

اگر ختم قرآن کی تقریب صبح کے وقت منعقد ہوئی ہو، تو شام تک فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اگر محفل کا انعقاد شام کے وقت ہوا ہو تو صبح تک وہ وظیفۂ استغفار میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ دعا استغفار صاحب قرآن اور شرکاء محفل سب کے حق میں کی جاتی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ختم القرآن اول النهار صلت عليه الملائكة حتي يمسى ومن ختمه اخر النهار صلت عليه الملائكة حتى يصبح (جامع الصغیر جلد ۶ ص ۱۲۳)

''جس نے دن کے پہلے حصہ میں ختم قرآن کیا تو فرشتے شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شخص دن کے آخری حصہ میں ختم قرآن کی سعادت حاصل کرتا ہے' تو فرشتے اس کے لیے (دوسرے دن کی) صبح تک وظیفہ استغفار کرتے ہیں''۔

فائدہ نافعہ: اس روایت میں استغفار کرنے والے فرشتوں کا اور ان کی تعداد کا تعین نہیں کیا گیا۔ یہ فرشتے کثیر تعداد میں ہوتے ہیں جن کے تعین کے بارے میں متعدد اقوال ہو سکتے ہیں:

(۱) یہ وہ فرشتے وہ ہیں جو لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں

(۲) وہ فرشتے ہیں جن کی زمین و آسمان پر آمد و رفت جاری رہتی ہے۔

(۳) وہ فرشتے ہیں جو صرف اسلامی محافل و تقریبات میں شامل ہو کر استغفار کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

(۱۱) ختم قرآن کی برکت سے جنت میں محلات کی تعمیر ہونا:

ختم قرآن کی برکت سے صاحب قرآن کے لیے جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام کثیر محلات تعمیر کیے جاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من مؤمن ولا مؤمنة الاوله وكيل في الجنة، ان قرأ القرآن بناله القصور وان سبح غرس له الاشجار، وان كف كف (کنز العمال جلد اول ص ۵۴۹)

''ہر مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کے لیے جنت میں وکیل ہوتا ہے، اگر مرد وزن میں سے کوئی تلاوت قرآن کرتا ہے' تو وہ (وکیل فرشتہ) اس کے لیے جنت میں محلات تعمیر کرتا ہے۔ اگر وہ تسبیح بیان کرتا ہے' تو وہ اس کے لیے جنت میں بہت سے درخت لگا دیتا ہے۔ اگر وہ (مرد وزن میں سے کوئی تلاوت یا تسبیح سے) رک جاتا ہے' تو وہ (بھی) رک جاتا ہے''۔

(۱۳) ختم قرآن کی برکت سے جنت میں طویل وعریض درخت لگ جانا:

جو شخص ناظرہ یا زبانی قرآن ختم کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام جنت میں اس کے لیے طویل وعریض درخت لگا دیا جاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن ظاهرا او باطنا اعطاه الله شجرة في الجنة لوان غرابا افرغ من اغصانها ثم طار لا دركه الهرم قبل ان يقطع ورقها (مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۱۶۵)

''جس آدمی نے قرآن ناظرہ پڑھا یا زبانی پڑھا، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ایک ایسا درخت عطا کرتا ہے کہ اگر کوئی کوّا اس کی شاخوں کو چھوڑ کر پرواز کرتا رہے تو اس کے ختم ہونے سے پہلے اسے بڑھاپا آ جائے''۔

فائدہ نافعہ: یہ ہر اس مسلمان کو انعام ملے گا جو تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کرتا ہے خواہ ناظرہ صورت میں یا زبانی۔ کوّے کو بڑھاپا آ جانا اور درخت ختم نہ ہونا، اس سے درخت کے طویل وعریض ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اسلاف کا قرآن سے شغف:

سوال: اسلاف کے قرآنی شغف کی تفصیلات بیان کریں؟

جواب: مسلمان پر قرآن کے چند حقوق درج ذیل ہیں:

(۱) اس پر ایمان لانا: یہ یقین رکھنا کہ یہ کلام الٰہی ہے، دستور حیات ہے اور تبدیلی سے پاک ہے۔

(۲) اس کی تلاوت کرنا: تلاوت قرآن عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور اس کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔

(۳) اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا: اصل مقصد اسے سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے ورنہ مقصد ادھورا رہے گا۔

(۴) دوسروں تک پہنچانا: مسلمانوں کو اس کی تلاوت کرنے، اسے سمجھنے اور اسے عملی جامہ پہنانے کا درس دینا۔

اسلاف کو قرآن سے قلبی لگاؤ اور شغف تھا، انہوں نے اس کی تلاوت، تفسیر اور تبلیغ کو وظیفہ بنائے رکھا۔ یہی وجہ ہے حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تیس جلدوں میں، حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سو جلدوں میں، شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ

تعالیٰ نے چھ سو جلدوں میں اور حافظ ابن شاہین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہزار جلدوں میں تفسیر قرآن تحریر فرمائی۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء
(مولانا محمد اظہر شمس، قرآنی معلومات ص ۹)

ہر دور میں فقہاء، علماء اور مشائخ کا قرآن کریم سے گہرا شغف رہا ہے۔ اس سلسلے میں اسلاف کے چند ایک واقعات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

حضرت عبدالرحمٰن تیمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے خیال کیا کہ آج رات میں سب لوگوں سے زیادہ عبادت کروں گا۔ میں نماز عشاء کے بعد مقام ابراہیم علیہ السلام میں پہنچا اور عبادت شروع کر دی۔ ایک شخص آیا اس نے میرے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا اور میرے ساتھ کھڑے ہو کر نماز کا آغاز کر دیا' یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کیا، پھر رکوع وسجدہ کیا اور دوسری رکعت مختصر پڑھ کر اپنی نماز مکمل کی اور اپنا جوتا پکڑ کر چل دیے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۱) جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو آپ کی زوجہ نے فرمایا: تم نے اس شخصیت کو شہید کیا ہے جو ایک رات میں پورا قرآن ختم کرتے تھے۔ شہادت کے وقت بھی آپ تلاوت قرآن میں مصروف تھے اور آپ کے جسم مبارک سے برآمد ہونے والے خون کے فوارے سے قرآن آلودہ ہو گیا تھا۔

(۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

"لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ"

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قرآن تمہارے سامنے پڑھوں۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر یہ حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر فرط محبت سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بہت بڑے قاری تھے، آپ نہایت عقیدت ومحبت اور خوش الحانی سے تلاوت قرآن کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذوق سے سماعت فرمایا کرتے تھے۔

(۳) وہ مشہور شخصیات جنہوں نے ایک رات میں پورا قرآن ختم کیا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو ذوق تلاوت قرآن اس قدر عطا کیا تھا کہ وہ اسے عبادت سمجھ کر رات بھر اس میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں چھ شخصیات کے اسماء گرامی زیادہ مشہور ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عثمان بن عفان (۲) حضرت سعید بن جبیر (۳) حضرت تمیم داری
(۴) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ (۵) حضرت امام شافعی (۶) حضرت امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(امام نووی، التبیان ص ۵۵)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑے قاری قرآن تھے۔ مکہ معظمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سب سے پہلے بلند آواز سے تلاوت کرنے والے آپ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قسم بخدا! میں قرآن کی ہر سورۃ کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور ہر آیت کے بارے میں بھی خوب جانتا ہوں کہ وہ کہاں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔ اگر مجھے اس بات کا علم ہو جائے کہ فلاں شخص قرآن کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور بذریعہ اونٹ اس کے پاس پہنچا جا سکتا ہے تو میں اس کے پاس جانے کے لیے تیار ہوں۔

(۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑے قاری قرآن تھے اور اس کے مطالب و مفاہیم سے خوب واقف تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ ان سے قرآن کی تعلیم حاصل کرو۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **خذوا القرآن من اربعة من ابن مسعود و ابی بن كعب و معاذ بن جبل و سالم مولى ابن حذيفة** ۔ تم چار شخصوں سے قرآن سیکھو:

(۱) عبداللہ بن مسعود (۲) ابی بن کعب (۳) معاذ بن جبل (۴) سالم مولی ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خواتین اس سے قاصر ہیں کہ وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسا فرزند پیدا کر سکیں۔

(۶) حضرت اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے عاشق قرآن تھے۔ آپ رمضان المبارک میں دو راتوں میں مکمل قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ غیر رمضان میں چھ راتوں میں ختم قرآن کرنا ان کے معمولات میں شامل تھا۔ (سیر اعلام النبلاء ۴/۵۱)

(۷) حضرت ابوالعالیہ رفیع بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم قرآن کوئی نہیں گزرا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دوران تدریس انہیں اپنے ساتھ مسند پر بٹھاتے تھے جبکہ قریش وغیرہ سب نیچے بیٹھا کرتے تھے۔ اہل قریش نظروں ہی نظروں میں ابوالعالیہ کو مسند پر بٹھانے پر معترض ہوتے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے یوں جواب دیا جاتا کہ علم کی وجہ سے انسان صاحب شرف ہوتا ہے اور غلام تخت نشینی کرتا ہے۔

حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ہم لوگ مملوک تھے، دن بھر محنت و مشقت کرتے اور اپنے آقاؤں کے گھروں کی خدمات انجام دیتے تھے جبکہ رات کے وقت تلاوت قرآن میں مصروف ہوتے تھے۔ یہ عمل و مشقت ہمارے لیے ناقابل برداشت

تھا اور اس سلسلے میں ہم نے صحابہ کرام سے ملاقات کی تو انہوں نے ہمیں ہر جمعہ میں ختم قرآن کرنے کا درس دیا۔ ہم نے اس پر عمل کیا، جس کے نتیجہ میں ہم کام کرتے اور نماز بھی ادا کرتے لیکن مشقت نام کی کوئی چیز ہمارے پاس نہ رہی۔

(۸) حضرت حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ قراء سبعہ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت محمد بن فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اہل کوفہ کی ہر مصیبت اور مشکل حضرت حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ تعالیٰ کی برکت سے دور ہو جاتی تھی۔

آپ ناظرہ قرآن پڑھتے تھے لیکن جب لوگ چلے جاتے تو کھڑے ہو کر نماز میں تلاوت قرآن کا سلسلہ شروع کر دیتے۔ آپ نماز پنجگانہ کے علاوہ اکثر وقت تلاوت قرآن میں گزارتے تھے۔ طلوع آفتاب کے بعد سے لے کر نماز ظہر تک، نماز ظہر کے بعد سے نماز عصر تک بعد از نماز مغرب تا عشاء اور بعد از نماز عشاء تا صبح صادق آپ تلاوت قرآن میں مشغول رہتے تھے۔

(۹) حضرت ابو جعفر القاری رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ قرأت عشرہ کے آئمہ میں سے ایک ہیں۔ حضرت شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ (جو آپ کے داماد ہیں) نے ایک دفعہ حاضرین سے فرمایا: کیا میں آپ کی ایک کرامت نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا: ہاں ضرور بیان کریں۔ انہوں نے حضرت ابو جعفر القاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سینہ سے کپڑا اٹھایا تو دودھ کی شکل میں ایک دائرہ دکھائی دیا۔ ابو حازم آپ کے تلامذہ وغیرہ نے کہا: قسم بخدا! یہ قرآن کا نور ہے۔ حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ وصال کے بعد جب آپ کو غسل دیا گیا تو میں نے خود دیکھا سینہ سے لے کر قلب مبارک تک ایک لکیر ہے جو قرآنی صفحہ کی شکل میں تھی، تو حاضرین نے اعتراف کیا کہ یہ قرآن کا نور ہے۔

(۱۰) حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ عالم ربانی، مفسر قرآن اور فقیہ زمان تھے۔ تلاوت قرآن سے اس قدر شغف تھا کہ چالیس سال تک ہر شب و روز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ آپ کے وصال کے وقت ہمشیرہ محترمہ نے رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اے ہمشیرہ! آپ کیوں روتی ہیں؟ انہوں نے آپ کی طرف دیکھا تو فرمایا: تمہارے بھائی نے اٹھارہ ہزار قرآن ختم کیے ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میرے والد گرامی نے مجھ سے بیان کیا کہ تمہارے باپ نے کبھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ تیس سال تک روزانہ ختم قرآن کی سعادت حاصل کرتا رہا ہے۔ اے میرے بیٹے! اس گھر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کسی فعل کا ارتکاب ہرگز نہ کرنا، کیوں کہ اس میں میں نے اٹھارہ ہزار مرتبہ ختم قرآن کیا ہے۔

(۱۱) حضرت وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ بہت بڑے عابد و زاہد اور عاشق قرآن تھے، حضرت یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں آپ کے حضر و سفر کا رفیق رہا ہوں، آپ ہر رات کو ختم قرآن کی سعادت حاصل کرتے اور دن کو روزہ رکھنے کا بھی اعزاز حاصل کرتے تھے۔ حضرت محمد بن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالیٰ چالیس راتیں ''عبادان'' میں قیام کیا تو آپ نے چالیس بار

ختم قرآن کیا اور چالیس ہزار درہم غرباء میں تقسیم فرمائے۔

(۱۲) حضرت امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ عالم ربانی، فقیہ اسلام اور بے مثل مصلح تھے۔ آپ نے بیس سال تک ہر شب میں ختم قرآن کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عمرو بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ ہر شب و روز میں ختم قرآن کرتے اور ایک ہزار لوگوں کے لیے دعائے خیر فرماتے تھے۔ پھر نماز عصر سے فارغ ہو کر تدریس الحدیث کی خدمات انجام دیتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۱۷۷)

(۱۳) حضرت ثابت البنانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ اہل بصرہ سے اور تابعی ہیں اور تمام اہل بصرہ سے زیادہ عابد و زاہد تھے۔ چالیس سال کا عرصہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارا۔ حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ رات بھر تلاوت قرآن میں مصروف رہنا اور دن کو روزہ رکھنا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

(۱۴) حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ وقت کے فقیہ و محدث اور مجود تھے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت محمد بن مسعر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میرے والد گرامی رات کے وقت اس وقت تک محو استراحت نہیں ہوتے تھے جب تک نصف قرآن کی تلاوت سے فراغت حاصل نہ کر لیتے تھے۔

(تہذیب التہذیب ۱۰/ ۱۱۵)

(۱۵) حضرت بشر بن حارث الحافی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عابد و زاہد اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے خوف زدہ رہا کرتے تھے۔ حضرت امام علی بن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ روزانہ پانچ سو رکعات نماز ادا کرنا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ علامہ ابن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں حضرت بشر بن حارث الحافی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے قبر کھود رکھی تھی، اس میں روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے جبکہ تہائی قرآن کی تلاوت کرنا تو آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

(۱۶) سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ امام الاولیاء کے منصب پر فائز تھے، زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت و ریاضت اور اصلاح و تبلیغ میں صرف ہوتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ عارفین کا عبادت میں مصروف ہونا، سلاطین کے تاج سے افضل و اعلیٰ ہے۔ حضرت ابوبکر عطوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ آپ کے وصال کے وقت میں خدمت میں موجود تھا۔ آپ نے ایک قرآن ختم کیا، پھر سورۃ بقرہ کی آیات تلاوت فرمائی تھیں کہ روح مبارک پرواز کر گئی۔ (حلیۃ الاولیاء ۱۰/ ۲۶۴)

(۱۷) حضرت ابوبکر محمد بن علی بن جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ اپنے وقت کے ممتاز اولیاء میں سے ایک تھے، ہمہ وقت عبادت وریاضت اور تلاوت قرآن میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ نے دورانِ طواف بارہ ہزار مرتبہ ختم قرآن کیا تھا۔ (سیرۃ اعلام النبلاء ۱۴/۵۳۵)

(۱۸) حضرت محمد بن ابی محمد البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ عاشق قرآن اور عابد وزاہد تھے۔ تلاوت وتدریس قرآن آپ کا وظیفہ اعظم تھا۔ عرصہ ساٹھ سال تک لوگوں کو رضائے الٰہی کے لیے قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہے۔ اس طرح آپ نے تین نسلوں باپوں، بیٹوں اور پوتوں کو زیور تعلیم قرآن سے آراستہ کیا۔ آپ نے تدریس قرآن کو ذریعہ آمدنی نہیں بنایا تھا بلکہ "اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ" پر پورا پورا عمل کیا تھا۔ (معرفۃ القراء الکبار: ۲/۵۶۹)

(۱۹) حضرت امام ابوبکر محمد ابن نابلسی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ عابد وزاہد اور صابر وشاکر تھے۔ فاطمیوں نے آپ پر مظالم کی انتہا کردی تو آپ نے اس موقع پر بھی صبر وبردباری اور یادالٰہی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ آپ کو قید کیا گیا، کھال اتاری گئی اور سولی پر چڑھایا گیا لیکن دامن صبر ہاتھ سے نہ چھوڑا بلکہ کھال اتارے جانے کے دوران بھی زبان مبارک سے اس آیت کا وظیفہ جاری رہا: كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوْرًا (یعنی یہ سب معاملہ قرآن میں لکھا جاچکا تھا)

محققین کے مطابق مصر کے گورنر ابوتمیم نے حضرت امام نابلسی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی قدر ومنزلت کو عوام الناس میں مجروح کرنے کے لیے گلی گلی اور محلّہ محلّہ پھرایا۔ آپ سے دریافت کیا: کیا یہ درست ہے کہ آپ نے یوں کہا ہے؟ تمہارے پاس کوئی ایسا شخص ہوتا جس کے پاس دس تیرے ہوتے، تو ضروری تھا کہ وہ ایک تیر روم پر جبکہ نو تیر ہم پر پھینکتا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے یوں نہیں کہا تھا بلکہ یوں کہا تھا: 'آدمی کے پاس دس تیر ہوتے تو لازم تھا کہ وہ نو تیر تم پر پھینکتا اور دسواں تیر بھی تم ہی پر پھینکتا' کیونکہ تم لوگوں نے معاشرہ کو بگاڑ دیا ہے اور صالحین کی جماعت کو قتل کے گھاٹ اتارا ہے۔ آپ کا یہ جواب سن کر گورنر مصر نے ایک یہودی کو حکم دیا کہ اس کی کھال اتار دو' کیونکہ یہ شخص ہماری بغاوت پر اتر آیا ہے۔

حسب حکم یہودی نے آپ کی کھال اتارنا شروع کردی، اس کا آغاز آپ کی مانگ سے کیا۔ وہ کھال اتار رہا تھا مگر آپ ذکر الٰہی میں مصروف رہے، جب کھال اتارنے والا آپ کے سینہ تک پہنچا تو از راہ خود ترسی اس نے دل میں چھرا گھونپ دیا جس کے نتیجہ میں آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ یہودی کے کھال اتارنے کے دوران آپ تلاوت قرآن میں مصروف رہے، جس کی آواز پاس موجود لوگ بھی سن رہے تھے۔ (طبقات حنابلہ لابن رجب: ۱/۱۰۰)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ فَاتِحَةِ الْکِتَابِ

باب 1: سورہ فاتحہ کی فضیلت

2800 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اُبَیُّ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَالْتَفَتَ اُبَیٌّ وَّلَمْ یُجِبْهُ وَصَلّٰی اُبَیٌّ فَخَفَّفَ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ مَا مَنَعَكَ یَا اُبَیُّ اَنْ تُجِیْبَنِیْ اِذْ دَعَوْتُكَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ کُنْتُ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَمْ تَجِدْ فِیْمَا اَوْحَی اللّٰهُ اِلَیَّ اَنْ (اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ) قَالَ بَلٰی وَلَا اَعُوْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ اَتُحِبُّ اَنْ اُعَلِّمَكَ سُوْرَةً لَّمْ یَنْزِلْ فِی التَّوْرَاةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا قَالَ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ تَقْرَاُ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ فَقَرَاَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِی التَّوْرَاةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا وَاِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُعْطِیْتُهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّفِیْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُعَلّٰی

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابی بن کعب کے پاس تشریف لے گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے آواز دی: اے ابی! وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے توجہ کی لیکن جواب نہیں دیا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے رہے۔ انہوں نے نماز مختصر کی پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: السلام علیک یارسول اللہ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں بھی سلام ہو۔ تم نے میری بات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اے ابی! جب میں نے تمہیں بلایا تھا' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف جو کلام وحی کیا ہے کیا تم نے اس میں یہ بات نہیں پائی۔

''جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہیں بلائیں تو تم انہیں جواب دو''

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں اس سورت کی تعلیم دوں' تورات میں' انجیل میں' زبور میں اور قرآن میں اس کی مانند اور

2800۔ اخرجه الدارمی (۲/۴۴۶): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل فاتحة الکتاب، و احمد (۲/۳۵۷، ۴۱۲)، وابن خزیمة (۲/۳۷)، ۔ ۔یث (۸۶۱).

کوئی سورۃ نازل نہیں ہوئی؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نماز میں کیا' قرأت کرتے ہو؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ پڑھی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' تورات، انجیل، زبور، اور قرآن میں اس کی مانند اور کوئی سورۃ نازل نہیں کی گئی۔ یہی سبع مثانی ہے اور وہ عظیم قرآن ہے' جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید بن معلٰی سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

سورۃ فاتحہ کے نام:

سورۃ فاتحہ قرآن کی پہلی سورۃ ہے، اس کے مشہور چودہ نام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) الفاتحہ (۲) ام القرآن (۳) اساس القرآن (۴) سورۃ کنز (۵) وافیہ (۶) کافیہ (۷) حمد (۸) شکر (۹) دعا (۱۰) تعلیم المسئلہ (۱۱) صلوٰۃ (۱۲) شافیہ (۱۳) شفا (۱۴) سبع مثانی۔ (تفسیر بیضاوی ص ۳)

سورۃ فاتحہ کی فضیلت:

اس کی فضیلت سطورہ مذکورہ میں تحریر کی جا چکی ہے۔ تاہم اس سورۃ کا امتیاز وفضیلت یہ بھی ہے کہ اس سورۃ کی مثل کسی بھی آسمانی کتاب اور صحیفہ میں مذکور نہیں ہے۔ زبور، تورات، انجیل اور قرآن کریم کے تمام مضامین اس سورۃ میں موجود ہیں یعنی سورۃ فاتحہ تمام آسمانی کتب و سُنَن کے مضامین کی جامع ہے۔

سبع مثانی کہنے کی وجہ تسمیہ:

سورۃ فاتحہ کے ناموں میں سے ایک ''سبع مثانی'' ہے، اس کی وجہ تسمیہ میں تین حکمتیں ہیں:

(۱) یہ طویل سورۃ نہیں ہے بلکہ صرف سات آیات پر مشتمل ہے' جس کا یاد کرنا، سمجھنا اور عمل کرنا بھی آسان ہے۔

(۲) یہ سورۃ سات وقفوں اور سانسوں میں پڑھی جاتی ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

(۳) یہ ایک جامع دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو سکھائی گئی ہے۔ دعائیہ کلمات تقریر کی طرح تیزی کے ساتھ نہیں بلکہ وقفہ وقفہ سے آقا و مالک کے حضور پیش کیے جائیں تو زیادہ مؤثر اور حصول مقصد کے لیے کارگر ثابت ہوتے ہیں۔

حالت نماز میں بارگاہ رسالت میں حاضری کا مسئلہ:

بلاشبہ اطاعت رسول، اطاعت خداوندی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے:

اِسۡتَجِيۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ ''اے ایمان والو! جب تمہیں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں تو ان کی بات مانتے ہوئے حاضر ہو جاؤ''۔

جب حالت نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طلب فرمائیں تو عین حالت نماز میں حاضر ہونا ضروری ہے اور اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی بلکہ نماز پر بناء کی جائے گی۔ اس کی نظیر فقہ کی کتابوں میں ملتی ہے کہ یکا یک حالت نماز میں نمازی کے سامنے بچھو یا سانپ یا دوسرا موذی جانور آ جائے تو کثرت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ہلاک کر دینا جائز ہے اور ایسی صورت میں نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حالت نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا تھا اور وہ تکمیل نماز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: تاخیر کیوں کی؟ عرض کیا: یارسول اللہ! نماز میں مصروف تھا اور نماز سے فراغت پاتے ہی حاضر خدمت ہو گیا ہوں۔ آپ نے انہیں خصوصی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: آئندہ ایسی تاخیر نہ ہو، کیونکہ یہ ارشاد خداوندی کے منافی ہے۔

اس ہدایت سے اس عقیدہ کی بھی بیخ کنی ہو جاتی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ حالت نماز میں گائے کا تصور کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (ملخصاً) (صراط مستقیم از شاہ اسماعیل)

سوال: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھوڑی سی تاخیر ہو جانے میں کوئی حرج تو نہیں تھا تو پھر انہیں ہدایت جدید دینے کا مقصد؟

جواب: درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہترین سورۃ کا نام بتانا چاہتے تھے' کیونکہ بعض اوقات معمولی تاخیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا حکم اٹھالیا جاتا ہے مثلاً ایک روایت میں ہے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ''شب قدر'' کی تعیین کے بارے میں بتانے کے لیے تشریف لا رہے تھے تو راستے میں کچھ لوگ جھگڑ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ٹھہر گئے اور تاخیر ہونے کی وجہ سے تعیین کا حکم اٹھالیا گیا اور آپ انہیں نہ بتا سکے۔

سوال: قرآن کریم کی بعض سورتوں کو بعض سورتوں اور بعض آیات کو بعض آیات پر ترجیح حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں علماء کے دو اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابوالحسن اشعری، قاضی ابوبکر باقلانی اور ابن حبان رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کی تمام سورتیں اور آیات باہم برابر ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح حاصل نہیں ہے۔

(۲) جمہور فقہاء کے نزدیک بعض سورتوں کو بعض پر اور بعض آیات کو بعض آیات پر فضیلت حاصل ہے۔

سوال: پہلے قول کے مطابق بعض کلام الٰہی کا ناقص ہونا لازم آتا ہے جو درست نہیں ہے؟

جواب: (۱) اس مقام پر کامل و ناقص کی بات نہیں ہے بلکہ کامل و اکمل ہونے کی بحث ہے۔

(۲) یہ تو عقلی دلیل ہے جبکہ اس کے مقابل نقلی دلائل موجود ہیں جن سے بعض سورتوں کا بعض سے اور بعض آیات کا بعض

آیات سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۳) یہاں بعض سورتوں یا آیات کی فضیلت یا ترجیح سے مراد اجر وثواب کے اعتبار سے افضل واعظم ہونا مراد ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ فَضْلِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَآيَةِ الْكُرْسِيِّ

باب 2: سورہ بقرہ اور آیت الکرسی کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2801 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ اَحْمَدَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَّهُمْ ذُوْ عَدَدٍ فَاسْتَقْرَاَهُمْ فَاسْتَقْرَاَ كُلَّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مَا مَعَهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاَتٰى عَلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ مِنْ اَحْدَثِهِمْ سِنًّا فَقَالَ مَا مَعَكَ يَا فُلَانُ قَالَ مَعِيْ كَذَا وَكَذَا وَسُوْرَةُ الْبَقَرَةِ قَالَ اَمَعَكَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبْ فَاَنْتَ اَمِيْرُهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِهِمْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَتَعَلَّمَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ اِلَّا خَشْيَةَ اَلَّا اَقُوْمَ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَاقْرَءُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَرَاَهُ وَقَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَّحْشُوٍّ مِسْكًا يَّفُوْحُ رِيْحُهُ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَيَرْقُدُ وَهُوَ فِيْ جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ وُّكِئَ عَلٰى مِسْكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَّقَدْ رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ اَحْمَدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنِ اللَّيْثِ فَذَكَرَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک مہم روانہ کی جس میں کئی افراد تھے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا: ان میں سے کس کو کتنا قرآن پاک آتا ہے؟ تو ہر شخص نے بتایا: اسے کتنا قرآن پاک آتا ہے پھر نبی اکرم ﷺ ان میں سے ایک فرد کے پاس تشریف لائے جس کی عمر سب سے کم تھی آپ نے دریافت کیا: اے فلاں! تمہیں کتنا قرآن پاک آتا ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے فلاں، فلاں سورتیں آتی ہیں اور سورہ بقرہ بھی آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں سورہ بقرہ آتی ہے۔ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ! تم ان کے امیر ہو تو ان لوگوں میں سے ایک بڑی عمر کے صاحب نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے تو اس وجہ سے اس سورت کو یاد نہیں کیا (میں قیام کی حالت میں اس کی قرأت نہیں کر سکوں گا) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم قرآن پاک کو سیکھو اور اس کو پڑھا کرو کیونکہ جو شخص قرآن پاک کا علم حاصل کرنے کے بعد اس کی قرأت بھی کرے اور قیام کی حالت میں اسے پڑھے بھی اس کی مثال اس تھیلی کی طرح ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو اور اس کی خوشبو ہر جگہ پھیلتی ہو اور جو شخص قرآن پاک کا علم حاصل کر کے سو جائے اور قرآن پاک اس کے ذہن میں ہو تو اس

2801- اخرجه ابن ماجه ( )(۷۸/۱): المقدمة: باب: فضل من تعلم القرآن و علمه، حديث (۲۱۷)، و ابن خزيمة (۵/۳)، حديث (۱۵۰۹)، (۱٤۰/٤)، حديث (۲٥٤۰).

کی مثال اس مشک کی تھیلی کی طرح ہے' جس کے منہ کو باندھ دیا گیا ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

نبی اکرم ﷺ اسے لیث بن سعد نے، سعید مقبری کے حوالے سے، عطاء کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ تاہم انہوں نے اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

2802 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ وَإِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ الْبَقَرَةُ لَا يَدْخُلُهُ الشَّيْطَانُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہو' وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2803 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامٌ وَإِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَفِيهَا آيَةٌ هِيَ سَيِّدَةُ آيِ الْقُرْآنِ هِيَ آيَةُ الْكُرْسِيِّ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ

توضیح راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِي حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ وَضَعَّفَهُ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر شخص کی ایک کوہان (ریڑھ کی ہڈی یا بلندی) ہوتی ہے' اور قرآن پاک کی کوہان سورہ بقرہ ہے' اور اس میں ایک آیت ہے' جو قرآن پاک کی تمام آیتوں کی سردار ہے' وہ آیت الکرسی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف حکیم بن جبیر کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شعبہ نے ان صاحب کے بارے میں کلام کیا ہے' اور انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

2804 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُغِيرَةِ أَبُو سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ

2802۔ اخرجه مسلم (۱۹۹/۲۔ الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: استحباب صلاة النافلة في بيته و جوازها في المسجد، حديث (۷۸۰/۲۱۲)، و احمد (۲۸٤/۲، ۳۳۷، ۳۷۸، ۳۸۸).

2803۔ اخرجه الحميدي (٤۳۷/۲)، حديث (۹۹٤).

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی بَكْرٍ الْمُلَيْكِيِّ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ مُصْعَبٍ عَنْ اَبِی سَلَمَةَ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ قَرَاَ حم الْمُؤْمِنَ اِلٰی (اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ) وَاٰيَةَ الْكُرْسِيِّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُمْسِىَ وَمَنْ قَرَاَهُمَا حِيْنَ يُمْسِىْ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُصْبِحَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ الْمُلَيْكِيِّ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَزُرَارَةُ بْنُ مُصْعَبٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَهُوَ جَدُّ اَبِیْ مُصْعَبٍ الْمَدَنِيِّ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص سورہ حم الْمُؤْمِنَ کو اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک پڑھے اور پھر آیت الکرسی پڑھ لے تو ان آیات کی برکت کی وجہ سے شام تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور جو شخص اسے شام کے وقت پڑھ لے تو صبح تک اس کی حفاظت کی جائے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

بعض اہل علم نے اس کے راوی عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے حافظے کے حوالے سے ان کے بارے میں کلام کیا ہے۔

زرارہ بن مصعب' زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں اور یہ ابومصعب مدنی کے دادا ہیں۔

2805 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ اَخِيْهِ عِيْسٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ:

متن حدیث: اَنَّهٗ كَانَتْ لَهٗ سَهْوَةٌ فِيْهَا تَمْرٌ فَكَانَتْ تَجِیْءُ الْغُوْلُ فَتَاْخُذُ مِنْهُ قَالَ فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

فَاذْهَبْ فَاِذَا رَاَيْتَهَا فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَجِيْبِىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَخَذَهَا فَحَلَفَتْ اَنْ لَّا تَعُوْدَ فَاَرْسَلَهَا فَجَآءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قَالَ حَلَفَتْ اَنْ لَّا تَعُوْدَ فَقَالَ كَذَبَتْ وَهِیَ مُعَاوِدَةٌ لِّلْكَذِبِ قَالَ فَاَخَذَهَا مَرَّةً اُخْرٰى فَحَلَفَتْ اَنْ لَّا تَعُوْدَ فَاَرْسَلَهَا فَجَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قَالَ حَلَفَتْ اَنْ لَّا تَعُوْدَ فَقَالَ كَذَبَتْ وَهِیَ مُعَاوِدَةٌ لِّلْكَذِبِ فَاَخَذَهَا فَقَالَ مَا اَنَا بِتَارِكِكِ حَتّٰى اَذْهَبَ بِكِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّیْ ذَاكِرَةٌ لَّكَ شَيْئًا اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ اقْرَاْهَا فِیْ بَيْتِكَ فَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ وَّلَا غَيْرُهٗ قَالَ فَجَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قَالَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا قَالَتْ قَالَ صَدَقَتْ وَهِیَ كَذُوْبٌ

2804۔ اخرجه الدارمی (۲/۹۶/۴۴): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل اول سورة البقرة و آية الکرسی۔

2805۔ اخرجه احمد (۴۲۳/۵)۔

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

◄◄ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کے ہاں ایک ڈیوڑھی تھی جس میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں وہاں ایک جننی آئی اوران کھجوروں کو چرالیا۔ میں نے اس بات کی شکایت نبی اکرم ﷺ سے کی۔ آپ نے ارشادفرمایا: تم جاؤ! جب تم اسے دیکھو تو یہ پڑھنا۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے رسول کو جواب دو'' حضرت ابوایوب بیان کرتے ہیں: انہوں نے اسے پکڑلیا تو اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ دوبارہ ایسا نہیں کرے گی' تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہاری قیدی کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: اس نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ وہ دوبارہ ایسا نہیں کرے گی' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے جھوٹ کہا ہے' کیونکہ جھوٹ بولنا اس کی عادت ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ اسے پھر پکڑ لیا تو اس نے پھر یہ قسم اٹھائی کہ وہ اب ایسا نہیں کرے گی۔ انہوں نے پھر اسے چھوڑ دیا پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہاری قیدی کے ساتھ اب کیا معاملہ ہوا۔ انہوں نے جواب دیا: اس نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ اب وہ ایسا نہیں کرے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے جھوٹ بولا ہے' کیونکہ جھوٹ بولنا اس کی عادت ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے پھر اسے پکڑ لیا اور فرمایا: اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا، بلکہ تمہیں' نبی اکرم ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا' تو اس نے کہا: میں آپ کے سامنے ایک چیز ذکر کرنے لگی ہوں۔ یہ آیت الکرسی ہے آپ اسے اپنے گھر میں پڑھا کریں۔ شیطان آپ کے قریب نہیں آئے گا' اور دوسرا بھی کوئی نہیں آئے گا۔ حضرت ابوایوب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا۔ تمہاری قیدی نے کیا معاملہ کیا' تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا' جو اس (جن) نے کہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے ویسے وہ جھوٹ بولتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

سورۃ بقرہ کی فضیلت:

پہلی حدیث باب میں دوطرح سے سورۃ بقرہ کی عظمت وفضیلت بیان فرمائی گئی ہے:

(۱) کم عمر صحابی جنہیں سورۃ بقرہ زبانی یاد تھی' کو اس کی برکت سے ترجیح دیتے ہوئے امیر قافلہ تعینات فرمادیا۔

(۲) دوسرے صحابی کو اس سورۃ کے یاد کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے ایک مثال کے ذریعے اس سورۃ کی عظمت کو واضح کیا کہ

قرآن کو یاد کر کے بطور وظیفہ اسے قیام اللیل میں تلاوت کرنا کستوری کی اس تھیلی کی طرح ہے، جس کی خوشبو دور دور تک محسوس کی جاسکتی ہے۔ جو قرآن پڑھنے کے بعد اسکی تلاوت کو معمول بہ نہیں بناتا بلکہ اس بارے میں غفلت و کاہلی کا شکار ہو جاتا ہے اس کی مثال کستوری کی اس تھیلی کی سی ہے، جس کا منہ باندھ دیا گیا ہو اور اس کی خوشبو قرب و بعد میں محسوس نہیں کی جاتی۔

یہ بھی واضح ہوا کہ قرآن کو سیکھنے، اسے مسلسل پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے اس کے فیوض و برکات نمایاں ہوتے ہیں ورنہ محرومی کے سوا کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔ انسان عمر کے سبب بڑا نہیں ہوتا بلکہ علم و فضل اور عمل کے سبب بڑا ہوتا ہے۔

دوسری حدیث باب کے الفاظ: لا تجعلوا بیوتکم مقابر کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی تو تمہارے گھروں کی کیفیت بھی ایسی نہیں ہونی چاہیے کہ تم اپنے گھر میں بالکل نماز نہ پڑھو اور انہیں نماز کے فیوض و برکات سے محروم رکھو۔ فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ سنتیں اور نوافل گھر میں اور فرائض و واجبات مسجد میں ادا کرنا زیادہ بہتر ہے، اس طرح گھر میں برکت ہوگی۔

اس روایت کے دوسرے حصہ میں گھر میں سورۃ بقرہ تلاوت کرنے کی عظمت اور اہمیت بیان کی گئی ہے کہ جس گھر میں قرآن کریم بالخصوص سورۃ بقرہ تلاوت کی جاتی ہے اس میں ملائکہ رحمت داخل ہوتے ہیں اور شیطان دور ہو جاتا ہے۔ الغرض! گھر میں سورۃ بقرہ تلاوت کرنے سے شر شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

آیت الکرسی کی فضیلت:

تیسری، چوتھی اور پانچویں احادیث باب میں آیت الکرسی کی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ تیسری روایت میں سورۃ بقرہ کو قرآن کی چوٹی قرار دیا گیا ہے اور آیت الکرسی کو تمام قرآنی آیات کی سردار آیت بتایا گیا ہے۔ چوتھی روایت میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ سورۃ حم المومن اور آیت الکرسی کی تلاوت سے انسان شیطانی وساوس اور پریشانیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر یہ وظیفہ صبح کے وقت کیا جائے تو شام تک قاری محفوظ رہتا ہے اور اگر شام کے وقت ان کی تلاوت کی جائے تو صبح تک محفوظ رہتا ہے۔

بعض روایات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ جس گھر میں تلاوت قرآن ہوتی ہے وہاں سے شیاطین بھاگ جاتے اور اہل خانہ ان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں جبکہ اس میں رحمت کے فرشتے آجاتے ہیں اور اہل خانہ کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

پانچویں حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جنی کو گرفتار کر لیا تھا اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کا قصد کیا تو اس نے کہا: اگر آپ اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ کر سویا کریں تو کوئی شیطان یا دوسرا فرد گھر میں داخل نہیں ہو سکے گا اور تمہارا نقصان ہرگز نہیں کر سکے گا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی پیش آیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں صدقات کی حفاظت کے لیے مامور کیا گیا تھا۔ تین رات تک شیطان مسلسل صدقات کی چوری کے لیے آتا رہا اور آپ اسے گرفتار بھی کر لیتے تھے لیکن اس کی کثرل اہل و عیال اور منت وسماجت کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے۔ آخر کار آپ نے اسے گرفتار کر کے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کا پکا قصد کرلیا تو اس نے بھی یہی وظیفہ بتایا تھا کہ آپ آیت الکرسی پڑھ کر سویا کریں تو آپ کا سامان اور گھر شیطان اور چور وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے تو یہ شیطان لیکن یہ بات اس نے درست کہی ہے۔

اس بحث سے مزید دو اہم امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) اللہ والے شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں اور انہیں اتنی طاقت حاصل ہوتی ہے کہ اسے گرفتار بھی کر سکتے ہیں۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، آپ رات کی تاریکی میں پیش آنے والے واقعات سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پیش آنے والے واقعات از خود پیشگی بیان فرما دیے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ

باب 3: سورہ بقرہ کی آخری آیات

2806 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ اِبْرَاهِیمَ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ الْاٰیَتَیْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَتَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص رات کے وقت سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کرلے تو یہ دونوں اس کے لیے کافی ہوں گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2807 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ

2806۔ اخرجه البخاري (۳٦۹/۷): کتاب المغازی: باب: (۱۲) حدیث (٤۰۰۸)، (٦۷۲/۸): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل سورة البقرة: حدیث (۵۰۰۸، ۵۰۰۹)، (۷۰/۸ه): کتاب فضائل القرآن: باب: من لم یر باساً ان یقول سورة البقرة و سورة کذا وکذا، حدیث (۵۰٤۰)، و مسلم (۱۵۳/۳ ۔ الابی): کتاب صلاة المسافرین و قصرها: باب: فضل الفاتحة و خواتیم سورة البقرة، و الحث علی قرأة الآیتین من آخر سورة البقرة، حدیث (۸۰۸/۲۵٦)، و ابوداؤد (٤٤٤/۱): کتاب الصلاة: باب: تحزیب القرآن، حدیث (۱۳۹۸)، و ابن ماجه (٤۳۵/۱، ٤۳٦): کتاب اقامة الصلاة و السنة فیها: باب: ما جاء فیما یرجی ان یکفی من قیام اللیل، حدیث (۱۳٦۸، ۱۳٦۹)، و الدارمی (٤٤۰/۲): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل اول سورة البقرة (۳٤۹/۱): کتاب الصلاة: باب: من قرأ الآیتین من آخر، والحمیدی (۲۱۵/۱)، حدیث (٤۵۲)، و ابن خزیمة (۱۸۰/۲) حدیث (۱۱٤۱) واحمد (۱۲۱/٤، ۱۱۸، ۱۲۲)، و عبد بن حمید ص (۱۰۵) حدیث (۲۳۳).

2807۔ اخرجه الدارمی (٤٤۹/۲): کتاب فضائل القرآن: فضل اول سورة البقرة، و احمد (۲۷٤/٤).

اَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجَرْمِيِّ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِی الْاَشْعَثِ الْجَرْمِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفَیْ عَامٍ اَنْزَلَ مِنْهُ اٰيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا يُقْرَاٰنِ فِیْ دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا شَيْطَانٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ایک تحریر لکھی، جس میں سے دو آیات اس نے نازل کی ہیں، جن کے ذریعے سورہ بقرہ ختم ہوتی ہے اور یہ دونوں آیتیں تین دن تک جس بھی گھر میں تلاوت کی جائیں گی۔ شیطان اس کے قریب نہیں جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت:

سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ سے لے کر تا آخر سورۃ ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت میں ایمانیات اور دوسری میں دعاؤں کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ دونوں آیات کی ترتیب اس بات کو واضح کرتی ہے کہ صرف اہل ایمان لوگوں کی عبادت و ریاضت اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

احادیث باب میں ان دو آیات کی عظمت تین طریقے سے بیان کی گئی ہے:

(۱) یہ دو آیات اس بابرکت و مقدس تحریر کا حصہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے تیار کی گئی تھی۔ گویا یہ دو آیات تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔

(۲) ان دو آیات کو تلاوت کرنے سے رات بھر کی عبادت کا اجر و ثواب ملتا ہے۔

(۳) جس گھر میں یہ آیات مسلسل تین ایام تک تلاوت کی جائیں شیاطین اس میں داخل نہیں ہو سکتے خواہ وہ شیاطین الانس ہوں یا شیاطین الجن ہوں۔ حدیث کے الفاظ "كَفَتَاهُ" کے تین مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(۱) جس شخص نے رات کے وقت ان آیات کی تلاوت کی خواہ وہ اس رات نماز تہجد نہ بھی پڑھے تو اسے نماز تہجد پڑھنے کا اجر و ثواب ملے گا۔ اس مفہوم کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع روایت سے ہوتی ہے۔ من قرأ خاتمة سورة البقرة حتى يختمها فی ليلة اجزءت عنه قيام تلك الليلة (کنز العمال، رقم الحدیث ۲۵۷۴) جس نے کسی رات میں سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کیں حتیٰ کہ انہیں ختم کیا، تو وہ دونوں آیات اس رات کے نوافل کے قائم مقام ہو جائیں گی۔

(۲) جس شخص نے رات کے وقت ان دونوں آیات کی تلاوت کی، تو وہ رات بھر شیاطین الانس اور شیاطین الجن اور عزازیل

(شیطان اکبر) سے محفوظ رہے گا۔

(۳) یہ مقدس آیات تلاوت کرنے والے کو ہر گناہ اور برائی سے محفوظ رکھتی ہیں۔

سوال: دونوں آیات میں سے پہلی آیت ایمانیات پر مشتمل ہے جس میں تقدیر بھی شامل ہے۔ نصوص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان بلکہ تمام مخلوق سے پچاس ہزار سال قبل تقدیر لکھ دی تھی جبکہ یہاں زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار قبل تخلیق کا ذکر ہے؟

جواب: (۱) یہ تحریر پچاس ہزار سال قبل لکھی گئی لیکن دو ہزار سال قبل فرشتوں پر پڑھی گئی تھی۔

(۲) لوح محفوظ پر کتابت کا آغاز پچاس ہزار سال قبل ہوا لیکن ان آیات کی باری دو ہزار سال قبل آئی تھی۔

(۳) یہ تحریر پچاس ہزار سال قبل تیار کی گئی تھی مگر بطور تشریح دو ہزار سال قبل پڑھی گئی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ

باب 4: سورۂ آل عمران کا بیان

2808 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اَبُوْ عَبْدِ الْمَلِكِ الْعَطَّارِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَاْتِي الْقُرْاٰنُ وَاَهْلُهُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا تَقْدُمُهُ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ قَالَ نَوَّاسٌ وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَمْثَالٍ مَا نَسِيْتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ تَاْتِيَانِ كَاَنَّهُمَا غَيَابَتَانِ وَبَيْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ سَوْدَاوَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا ظُلَّةٌ مِّنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُجَادِلَانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُ يَجِيْءُ ثَوَابُ قِرَاءَتِهٖ كَذَا فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَمَا يُشْبِهُ هٰذَا مِنَ الْاَحَادِيْثِ اَنَّهُ يَجِيْءُ ثَوَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَفِيْ حَدِيْثِ النَّوَّاسِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَدُلُّ عَلٰى مَا فَسَّرُوْا اِذْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا فَفِيْ هٰذَا دَلَالَةٌ اَنَّهُ يَجِيْءُ ثَوَابُ الْعَمَلِ

◆◆ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (قیامت کے دن) قرآن پاک آئے گا اور اسے پڑھنے والے لوگ آئیں گے جو دنیا میں اس پر عمل کرتے ہوں گے جن کے آگے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران

2808- اخرجه مسلم (۲/۰۵- الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: فضل قرأة القرآن و سورة البقرة، حديث (۲۵۳/۸۰۵)، واحمد (۱۸۳/۴).

ہوں گی۔

حضرت نواس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کی تین مثالیں بیان کی تھیں' جو میں کبھی نہیں بھولا۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں اس طرح آئیں گی' گویا یہ دو چھتریاں ہیں' جن کے درمیان روشنی موجود ہے' یا یہ اس طرح آئیں گی جس طرح یہ دو سیاہ بادل ہیں یا یہ اس طرح آئیں گی جیسے صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو قطاریں ہیں اور یہ (اپنے پڑھنے والے کی) شفاعت کریں گی۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس حوالے سے "غریب" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: ان کو پڑھنے کا ثواب اس طرح آئے گا۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کی یہی وضاحت کی ہے' اور اس کی مانند دیگر روایات کی بھی اسی طرح وضاحت کی ہے: قرآن پاک پڑھنے کا ثواب اس طرح آئے گا۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے جو روایت نقل کی ہے' اس میں بھی اس وضاحت پر یہ دلالت ہوتی ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ان کو پڑھنے والے لوگ آئیں گے' جو دنیا میں اس پر عمل کرتے تھے۔

تو اس میں یہ بات موجود ہے: اس عمل کا ثواب آئے گا۔

2809 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ فِيْ تَفْسِيْرِ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ سَمَاءٍ وَّلَا اَرْضٍ اَعْظَمَ مِنْ اٰيَةِ الْكُرْسِيِّ قَالَ سُفْيَانُ لِاَنَّ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ هُوَ كَلَامُ اللّٰهِ وَكَلَامُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حمیدی کے حوالے سے، سفیان بن عیینہ کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین میں' آیت الکرسی سے بڑی کوئی چیز پیدا نہیں کی"۔

سفیان بیان کرتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے: آیت الکرسی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' اور اللہ تعالیٰ کا کلام آسمان اور زمین میں موجود ساری مخلوق سے زیادہ عظیم ہے۔

شرح

مفہوم ومطلب

پہلی حدیث باب میں سورۃ آل عمران اور سورۃ بقرہ کی فضیلت کے ضمن میں تین مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ اس کے دو مطالب

ہوسکتے ہیں۔

اول: آدمی کے تلاوت قرآن کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

(i) وہ شخص جو سورتوں کی تلاوت کرتا ہے لیکن معانی پر غور نہیں کرتا۔

(ii) وہ شخص جو تلاوت کے دوران مطالب ومفاہیم پر بھی غور کرتا ہے۔

(iii) وہ شخص جو تلاوت کرنے اور سمجھنے کے علاوہ دوسروں کو بھی اس کا درس دیتا ہے۔

اس طرح ہر شخص کے درجہ تلاوت کے مطابق یہ سورتیں قیامت کے دن آئیں گی اور تلاوت کرنے والے کے لیے نافع ومفید ثابت ہوں گی۔ یعنی پہلے آدمی کے لیے دو چھتریوں، دوسرے کے لیے بادلوں اور تیسرے کے لیے پرندوں کی شکل اختیار کرلیں گی۔

دوم: جو شخص ان دو سورتوں کو اہتمام سے پڑھتا ہے قیامت کے دن اس کے لیے بادل کی شکل اختیار کرلیں گی اور آفتاب کی حرارت سے بچاؤ کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔

سوال: دوسری حدیث باب ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے، اس لیے کہ اس سے سورۃ آل عمران کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ سورۃ بقرہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ آیت الکرسی سورۃ بقرہ کی آیت ہے؟

جواب: خواہ آیت الکرسی سورۃ بقرہ کی آیت ہے لیکن کلام اللہ کا حصہ ہونے کے سبب اس کا تعلق دوسری سورتوں کے ساتھ بھی ہے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے اس کا سورۃ آل عمران کے ساتھ بھی تعلق ثابت ہوجاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ سُورَةِ الْكَهْفِ

باب 5: سورہ کہف کا بیان

2810 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ

متنِ حدیث: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَقْرَاُ سُورَةَ الْكَهْفِ اِذْ رَاَى دَابَّتَهُ تَرْكُضُ فَنَظَرَ فَاِذَا مِثْلُ الْغَمَامَةِ اَوِ السَّحَابَةِ فَاَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ السَّكِينَةُ نَزَلَتْ مَعَ الْقُرْاٰنِ اَوْ نَزَلَتْ عَلَى الْقُرْاٰنِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

2810۔ اخرجه البخاری (٧١٩/٦): كتاب المناقب: باب: علامات النبوة حديث (٣٦١٤)، (٤٥٧٨/٨): كتاب التفسير: باب: هو الذی انزل السكينة، حديث (٤٨٣٩)، (٦٧٤/٨)، كتاب فضائل القرآن: باب فضل الكهف حديث (٥٠١١)، ومسلم (١٣٦/٣ - الابی) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: نزول السكينة لقراءة القرآن، حديث (٧٩٥/٢٤١)، و احمد (٢٨١/٤، ٢٨٤، ٢٩٣، ٢٩٨).

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک صحابی سورہ کہف پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران انہوں نے اپنی سواری کو اچھلتے ہوئے دیکھا' جب انہوں نے توجہ کی' تو انہیں ایک بادل نظر آیا (بعد میں) وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ سکینت تھی' جو قرآن پاک کے ہمراہ نازل ہو رہی تھی۔ (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) قرآن پاک پر نازل ہو رہی تھی۔

اس بارے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2811 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِى طَلْحَةَ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی تین آیات پڑھتا رہے' وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

''مثل الغمامة والسحابة'' کا مطلب:

پہلی حدیث باب کے ان الفاظ میں سورۃ کہف کو بادلوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ کہف کی تلاوت کے دوران فرشتوں کی آمد اور ان کی کثرت زمین و آسمان کے درمیان پردہ کی طرح حائل ہوگئی تھی حتیٰ کہ تلاوت کرنے والے صحابی رسول کا جانور بھی وجد میں آگیا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کی تاثیر انسانوں تک محدود نہیں بلکہ جانوروں تک تجاوز کر جاتی ہے' کیونکہ یہ کلام الٰہی ہے اور اس کے فیوض و برکات محدود نہیں ہو سکتے۔

سوال: دوسری حدیث باب میں تین آیات کا ذکر ہے جبکہ مسلم کی روایت میں دس آیات کا تذکرہ ہے۔ پھر اس میں پہلی آیات کا ذکر ہے جبکہ مسلم شریف کی روایت میں سورۃ کہف کی آخری آیات کا تذکرہ ہے، اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (ا) جب حقیقی طور پر دجال آئے گا تو اس کے فتنہ سے دس آیات سے بچا جائے گا اور اب اس فتنہ کے شروعات سے

2811- اخرجه مسلم (۱۵٤/۳): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: فضل سورة الكهف و آية الكرسي، حديث (۸۰۹/۲۵۷)، و ابوداؤد (۵۲۰/۲): كتاب الملاحم: باب: ذكر خروج الدجال، حديث (٤۳۲۳)، و احمد (۱۹٦/۵)، (٤٤٦/٦، ٤٤۹).

بچنے کے لیے تین آیات کی تلاوت کافی ہے۔

(۲) ابتداء دس آیات تلاوت کرنے کی بشارت دی گئی تھی لیکن بعد میں تین آیات کی بشارت سنائی گئی۔

(۳) ابتدائی آیات سے مراد سورۃ کہف کی اول وآخر آیات مراد ہوں۔ سورۃ کہف کلام الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، صفت بھی موصوف کی طرح محترم ہوتی ہے، تو گویا اس سورۃ کی ابتدائی آیات کی طرح آخری آیات بھی بلکہ پوری سورۃ ہی بفضل الٰہی فتنہ دجال سے بچنے کا مسلمان کے لیے ایک خوبصورت ہتھیار ہے۔ لہٰذا یہ سورۃ خود زبانی یاد کرنی چاہیے اور اپنی اولاد کو بھی یاد کرانی چاہیے۔ اس کی ابتدائی یا آخری دس آیات تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ پوری سورۃ حفظ ہونا چاہیے جو زبانی یاد نہیں کرسکتا وہ قرآن پر دیکھ کر اس کی تلاوت کرسکتا ہے۔ تلاوت کرنے کے کئی طریقے ہیں:

(۱) ناظرہ (۲) زبانی خارج نماز (۳) زبانی نماز میں۔

ان صورتوں میں سے جس طرح بھی تلاوت قرآن کی جائے مفید ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ۔

فائدہ نافعہ: سورۃ کہف روزانہ تلاوت کی جاسکتی ہے ورنہ ہر جمعۃ المبارک میں تو باقاعدگی کے ساتھ اسے اپنے معمولات میں شامل کرنا چاہیے۔ جمعۃ المبارک کے دن سورۃ کہف تلاوت کرنے کی فضیلت زبان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں بیان کی گئی ہے:

من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة اضاء له النور ما بينه و بين البيت العتيق (الجامع الصغیر ۸۹۳۲) جس آدمی نے جمعۃ المبارک کے دن سورۃ کہف تلاوت کی تو اس کے لیے ایک نور روشن ہوگا جو اس کے اور بیت اللہ کے درمیان پھیل جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ يس

باب 6: سورۃ یٰسین کی فضیلت

2812 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَسُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيُّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ هَارُوْنَ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَّقَلْبُ الْقُرْاٰنِ يس وَمَنْ قَرَاَ يس كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَبِالْبَصْرَةِ لَا يَعْرِفُوْنَ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَهَارُوْنُ اَبُوْ مُحَمَّدٍ شَيْخٌ مَجْهُوْلٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٰذَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَلَا يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ وَّفِي الْبَابِ عَنْ

2812- اخرجه الدارمي (٢/٤٥٦): كتاب فضائل القرآن: باب فضل يس.

اَبِیْ هُرَيْرَةَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن پاک کا دل یٰسین ہے۔ جو شخص سورہ یٰسین کی تلاوت کرے گا اس کی قرأت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس شخص کے حق میں دس مرتبہ قرآن پاک پڑھنے کا ثواب لکھ دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف حمید بن عبدالرحمٰن کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اہلِ بصرہ اس حدیث کو قتادہ سے منقول ہونے کے طور پر صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ابو محمد ہارون نامی راوی مجہول بزرگ ہیں۔

ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ بیان کرتے ہیں: احمد بن سعید دارمی نے قتیبہ کے حوالے سے، حمید بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے لیکن یہ مستند نہیں ہے کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

سورۃ یٰسین کو قرآن کا دل قرار دینے کی وجوہات:

سورۃ یٰسین کو قرآنی سورتوں سے کئی اعتبار سے امتیاز وفضیلت حاصل ہے:

(۱) اس کی ایک بار تلاوت کرنے سے دس قرآن کا اجر وثواب عطا ہوتا ہے۔

(۲) اس سورت کو قرآن کا دل قرار دیا گیا ہے اور قلب رئیس الاعضاء ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ سورۃ یٰسین کو قرآن کا دل قرار دینے کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) سورتوں کی آیات کی تعداد کے لحاظ سے قرآن کریم کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(i) طول: لمبی سورتیں

(ii) مئین: وہ سورتیں جن میں ایک سو یا اس کے قریب آیات ہوں

(iii) مثانی: وہ سورتیں جن میں سو سے بہت کم آیات ہوں

(iv) مفصلات: وہ سورتیں مراد ہیں جن میں قلیل تعداد میں آیات ہوں۔

قلب سے چیز کے وسط کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور اس تقسیم کے اعتبار سے سورۃ یٰسین کا شمار "مثانی" میں ہوتا ہے کیونکہ اس

کی تراسی آیات ہیں۔

(۲) اس سورۃ میں اہم مضامین یہ بیان ہوئے ہیں۔

(i) توکل

(ii) تفویض

(iii) توحید

(iv) آخرت۔

ان اہم مضامین کی وجہ سے اس سورۃ کو قرآن کا قلب (دل) قرار دیا گیا ہے۔

(۳) دل مایہ حیات، مدار زندگی اور تفکر وتدبر کا مرکز ومحور ہوتا ہے' اس لیے اسے قرآن کا دل کہا جاتا ہے۔

فائدہ نافعہ: جس طرح مسجد حرام کو دوسری مساجد پر ترجیح حاصل ہے اور شب قدر کو دوسری راتوں پر فضیلت دی گئی ہے اسی طرح سورۃ یٰسین کو دوسری سورتوں پر فضیلت دی گئی ہے کہ اس کی ایک بار تلاوت سے دس قرآن ختم کرنے کا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ حم الدُّخَانِ

باب 7: سورہ حم دخان کی فضیلت

2813 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ خَثْعَمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ قَرَاَ حم الدُّخَانَ فِیْ لَيْلَةٍ اَصْبَحَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَعُمَرُ بْنُ اَبِیْ خَثْعَمٍ يُضَعَّفُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص رات کے وقت سورہ دخان کی تلاوت کرلے' تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے، ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

عمر بن ابوخثعم کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ شخص "منکر الحدیث" ہے۔

2814 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِیُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ هِشَامٍ اَبِی الْمِقْدَامِ

2813۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۷۷/۱۱)، حدیث (۱۰۴۱۳)، ذکرہ صاحب (المشکاۃ) (۶۶۲/٤ - مرقاۃ) برقم (۲۱٤۹)، و المنذری فی (الترغیب)، (۵۷۷/۱) برقم (۱۰۸۸) و عزاہ للترمذی و الاصبھانی فی (الترغیب) و الھیثمی فی (مجمع الزوائد) (۱٦۸/۲).

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ قَرَاَ حم الدُّخَانَ فِیْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَهِشَامٌ اَبُو الْمِقْدَامِ يُضَعَّفُ وَلَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ هٰكَذَا قَالَ اَيُّوْبُ وَيُوْنُسُ ابْنُ عُبَيْدٍ وَّعَلِیُّ بْنُ زَيْدٍ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص شب جمعہ میں سورۃ حم دخان کی تلاوت کرلے اس کی مغفرت کردی جائے گی۔

یہ حدیث ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ہشام ابومقدام کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

حسن نامی راوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

ایوب، یونس بن عبید اور علی بن زید نے یہ بات بیان کی ہے۔

شرح

مفہوم احادیث:

احادیث باب میں سورۃ حم دخان کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص رات کے وقت اس سورۃ کی تلاوت کرتا ہے صبح تک یعنی رات بھر ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ پہلی روایت میں مطلق رات کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں جمعۃ المبارک کی رات کا تذکرہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس رات میں بھی کوئی اس سورۃ کی تلاوت کرنے کا اعزاز حاصل کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں رات بھر مصروف رہتے ہیں۔

فائدہ نافعہ: علماء اصول حدیث نے ان دونوں روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یاد رہے ضعیف حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی صورت میں قوی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ضعیف حدیث فضائل میں معتبر تسلیم کی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ سُوْرَةِ الْمُلْكِ

باب 8: سورۃ الملک کی فضیلت

2815 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِی الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ النُّكْرِیُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

2814۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۹/۳۱۸) حدیث (۱۲۲۵۲) و ذکره السیوطی فی (الدرا لمنثور) (۶/۲٤) و عزاه للترمذی، و محمد بن نصر، و ابن مردویه، و البیهقی۔

متن حدیث: ضَرَبَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَائَهُ عَلٰى قَبْرٍ وَّهُوَ لَا يَحْسِبُ اَنَّهُ قَبْرٌ فَاِذَا فِيْهِ اِنْسَانٌ يَّقْرَاُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتّٰى خَتَمَهَا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ ضَرَبْتُ خِبَائِيْ عَلٰى قَبْرٍ وَّاَنَا لَا اَحْسِبُ اَنَّهُ قَبْرٌ فَاِذَا فِيْهِ اِنْسَانٌ يَقْرَاُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الْمُلْكِ حَتّٰى خَتَمَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی نے قبر پر خیمہ لگالیا۔ انہیں یہ پتہ نہیں تھا: یہاں پر ایک قبر موجود ہے لیکن وہاں ایک قبر موجود تھی۔ اس میں ایک شخص سورہ الملک کی تلاوت کررہا تھا۔ اس نے اس سورۃ کو پورا پڑھ لیا۔ بعد میں وہ صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ واقعہ سنایا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ روکنے والی ہے یہ سورۃ نجات دلانے والی ہے یہ اس شخص کو قبر کے عذاب سے نجات دلائے گی)

یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2816 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُشَمِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّ سُوْرَةً مِّنَ الْقُرْاٰنِ ثَلَاثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ سُوْرَةُ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قرآن پاک میں تیس آیات پر مشتمل ایک سورۃ ہے جو آدمی کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے گا۔ وہ سورۃ الملک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

2817 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ مِسْعَرٍ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ

2815۔ تفرد به الترمذی كما جاء في (التحفة) (٣٦٧/٤) حديث (٥٣٦٧) و ذكره صاحب (المشكاة) (٦٦٤/٤ ۔ مرقاة) برقم (٢١٥٤) و عزاه للترمذی، و السيوطی فی (الدر المنثور) (٢٤٦/٦) و عزاه للحاكم و الترمذی و ابن مردويه، و ابن نصر، و البيهقی فی (الدلائل) كلهم عن ابن عباس۔

2816۔ اخرجه ابوداؤد (٤٤٥/١): كتاب الصلاة: باب: في عدد الاى، حديث (١٤٠٠)، و ابن ماجه (١٢٤٤/٢): كتاب الادب: باب: ثواب القرآن، حديث (٣٧٨٦)، و احمد (٢٩٩/٢، ٣٢١)، و عبد بن حميد ص (٤٢١، ٤٢٢)، حديث (١٤٤٥)۔

2817۔ اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) ص (٣٥٢)، حديث (١٢١١)، (١٢١٣)، و الدارمی (٤٥٥/٢): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل سورة السجدة، واحمد (٣٤٠/٣)، وعبد بن حميد ص (٣١٨)، حديث (١٠٤٠)۔

عَنْ جَابِرٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَنَامُ حَتّٰی یَقْرَاَ الم تَنْزِیلُ وَتَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ

اختلاف سند: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ رَوَاہُ غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ لَیْثِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمٍ مِثْلَ ھٰذَا وَرَوَاہُ مُغِیْرَۃُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَ ھٰذَا وَرَوٰی زُھَیْرٌ قَالَ قُلْتُ لِاَبِی الزُّبَیْرِ سَمِعْتَ مِنْ جَابِرٍ فَذَکَرَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ فَقَالَ اَبُو الزُّبَیْرِ اِنَّمَا اَخْبَرَنِیْہِ صَفْوَانُ اَوِ ابْنُ صَفْوَانَ وَکَاَنَّ زُھَیْرًا اَنْکَرَ اَنْ یَکُوْنَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ حَدَّثَنَا ھَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ لَیْثٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَہٗ قَالَ حَدَّثَنَا ھُرَیْمُ بْنُ مِسْعَرٍ حَدَّثَنَا فُضَیْلٌ عَنْ لَیْثٍ عَنْ طَاوٗسٍ قَالَ تَفْضُلَانِ عَلٰی کُلِّ سُوْرَۃٍ فِی الْقُرْاٰنِ بِسَبْعِیْنَ حَسَنَۃً

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے' جب تک آپ سورہ آلم تنزیل اور سورہ ملک کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔

اس روایت کو کئی راویوں نے لیث بن ابوسلیم کے حوالے سے' اسی طرح نقل کیا ہے۔

مغیرہ بن مسلم نے اس روایت کو ابوزبیر کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

زہیر نے یہ بات روایت کی ہے' میں نے ابوزبیر سے یہ کہا: کیا آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی زبانی اس حدیث کو سنا ہے؟

تو ابوزبیر نے یہ بات بتائی: مجھے صفوان نے یا شاید ابن صفوان نے یہ بات بتائی ہے۔

گویا کہ زہیر نے اس بات کا انکار کیا ہے: یہ روایت ابوزبیر کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

طاؤس بیان کرتے ہیں: یہ دونوں سورتیں قرآن پاک کی دیگر تمام سورتوں پر ستر گنا فضیلت رکھتی ہیں۔

شرح

خلاصہ احادیث باب:

احادیث باب میں سورۃ ملک تلاوت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ پہلی روایت میں بتایا گیا ہے کہ سورۃ ملک کی تلاوت اہتمام سے کرنے والا دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی اس وظیفہ کو جاری رکھتا ہے اور یہ سورۃ آدمی کو عذاب قبر سے بچاتی ہے۔ اسی لیے اس کا ایک نام منعہ یا منجیہ بھی ہے۔

دوسری حدیث میں اس کی تلاوت کرنے والے کے لیے خوشخبری سنائی گئی ہے۔ تیسری حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ اس سورۃ کی اہمیت کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاوت کو اپنے رات کے معمولات میں شامل کیا ہوا تھا۔

خباءہ علی قبر: قبر پر خیمہ نصب کرنا اور اس میں بیٹھنا آداب قبر کے منافی ہونے کی وجہ سے منع ہے لیکن یہاں یقیناً ان لوگوں کو اس قبر کے بارے میں علم نہیں ہو سکا تھا۔

"قبر انسان یقرأ سورۃ الملک" کا مفہوم: اس عبارت کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

(۱) صاحب خیمہ نے حالت خواب میں صاحب قبر سے سورۃ ملک کی تلاوت سنی ہو۔

(۲) صاحب خیمہ نے بیداری کی حالت میں تلاوت سنی ہو، یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ یہ ممکن بھی ہے، کیونکہ شہداء، صالحین اور اولیاء دنیا سے جانے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں بے شمار واقعات ہیں جو تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔

ھی المنجیۃ: سورۃ ملک کے ناموں میں سے ایک "منجیہ" ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ میں تین اقوال ہیں:

(۱) یہ سورۃ قاری کو عذاب قبر سے بچاتی ہے۔

(۲) یہ سورۃ انسان کو ایسے گناہوں سے بچاتی ہے جو عذاب قبر کا سبب بن سکتے ہیں۔

(۳) یہ سورۃ تلاوت کرنے والے کو قیامت کے دن تکالیف سے بچائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِذَا زُلْزِلَتْ

باب 9: سورہ زلزال کا بیان

2818 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْحَرَشِیُّ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَلْمِ بْنِ صَالِحٍ الْعِجْلِیُّ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ اِذَا زُلْزِلَتْ عُدِلَتْ لَهُ بِنِصْفِ الْقُرْاٰنِ وَمَنْ قَرَاَ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ عُدِلَتْ لَهُ بِرُبُعِ الْقُرْاٰنِ وَمَنْ قَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ عُدِلَتْ لَهُ بِثُلُثِ الْقُرْاٰنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هٰذَا الشَّيْخِ الْحَسَنِ بْنِ سَلْمٍ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص سورہ زلزال کی تلاوت کر لے تو یہ اس کے لیے نصف قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہوگا' اور جو شخص سورۃ کافرون کی تلاوت کرلے' تو یہ اس کے لیے ایک چوتھائی قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہوگا' جو شخص سورۃ اخلاص کی تلاوت کرلے' تو یہ اس کے لیے ایک تہائی قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہوگا۔ (یعنی اتنا ثواب ملے گا)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی بزرگ کے حوالے سے جانتے ہیں' جن کا نام

2818۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۱/۱۰۸)، حدیث (۲۸٤) وذکره السیوطی فی (الدار المنثور) (۳۷۹/٦) و عزاه للترمذی، و ابن مردویه، والبیهقی عن انس۔

حسن بن مسلم ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

2819 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا يَمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْاٰنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَمَانِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سورہ زلزال نصف قرآن پاک کے برابر ہے اور سورہ اخلاص ایک تہائی قرآن پاک کے برابر ہے اور سورہ الکافرون ایک چوتھائی قرآن پاک کے برابر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف یمان بن مغیرہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

2820 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ اَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لِرَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِهِ هَلْ تَزَوَّجْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا عِنْدِيْ مَا اَتَزَوَّجُ بِهِ قَالَ اَلَيْسَ مَعَكَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ بَلٰى قَالَ ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلَيْسَ مَعَكَ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ قَالَ بَلٰى قَالَ رُبُعُ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلَيْسَ مَعَكَ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ قَالَ بَلٰى قَالَ رُبُعُ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلَيْسَ مَعَكَ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ قَالَ بَلٰى قَالَ رُبُعُ الْقُرْاٰنِ قَالَ تَزَوَّجْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے دریافت کیا: کیا تم نے شادی کرلی ہے؟ اے فلاں! انہوں نے جواب دیا: نہیں، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے: جس کے ذریعے میں شادی کرسکوں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں سورۃ اخلاص یاد نہیں ہے۔ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ایک تہائی قرآن پاک ہے پھر آپ نے دریافت کیا: کیا تمہیں سورۃ نصر یاد نہیں ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: جی ہاں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ایک چوتھائی قرآن پاک ہے پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں سورہ الکافرون

2819۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۱۰۱/۵)، حدیث (۵۹۷۰) و ذکرہ المنذری فی (الترغیب) (۳۵۷/۲) برقم (۲۱۸۲)، و الحاکم (۵۶۶/۱) وقال: صحیح الاسناد لم یخرجاہ۔

2820۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۲۲۸/۱)، حدیث (۸۷۰) ذکرہ المنذری فی (الترغیب) (۳۵۸/۲) برقم (۲۱۸۳) و عزاہ للترمذی۔

یاد نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ایک چوتھائی قرآن پاک ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں سورہ زلزال یاد نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی: جی ہاں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ایک چوتھائی قرآن پاک ہے (تو تمہارے پاس اتنی نعمت ہے) تو تم شادی کرلو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

سورۃ زلزال کا ثواب نصف قرآن کے برابر قرار دینے کی وجہ:

پہلی دو احادیث مبارکہ میں سورۃ زلزال کی تلاوت کا ثواب نصف قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ اس سورۃ کی تلاوت کو نصف قرآن کے ثواب کے مساوی کیوں قرار دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں دو قسم کے مضامین بیان کیے گئے ہیں:

(۱) مبداء (۲) معاد۔

یہ سورت معاد (آخرت) کے مضمون پر مشتمل ہے، لہٰذا اس کی تلاوت کا ثواب بھی نصف قرآن کی تلاوت کے برابر رکھا گیا ہے۔

سوال: سورۃ کافرون کی تلاوت کا ثواب ربع قرآن کی تلاوت کے اجر کے برابر کیوں رکھا گیا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں چار اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

(۱) عقیدہ توحید (۲) عقیدت نبوت (۳) احکام (۴) قصص۔

سورۃ کافرون میں ''توحید'' کا مضمون نہایت جامعیت اور مؤثر طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس کی تلاوت کو ربع قرآن کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔

سوال: سورۃ اخلاص کی تلاوت کو تہائی قرآن کی تلاوت کے برابر کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب: (۱) بنیادی طور پر قرآن کریم میں تین مضامین بیان ہوئے ہیں:

(i) توحید

(ii) احکام

(iii) قصص۔

سورۃ اخلاص میں توحید باری تعالیٰ کا مضمون نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس سورت کی تلاوت کو ثلث (تہائی) قرآن کی تلاوت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

(۲) قرآن کریم میں معرفت باری تعالیٰ تین طریقوں سے بیان کی گئی ہے:

(i) ذات باری تعالیٰ کی معرفت

(ii) صفات واسماء باری تعالیٰ کی معرفت

(iii) افعال باری تعالیٰ کی معرفت۔

سورۃ اخلاص میں ذات باری تعالیٰ کی معرفت کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اس لیے اس کی تلاوت کا ثواب تہائی قرآن کے برابر بیان کیا گیا ہے۔

(۳) حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قرآن کریم میں معرفت کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں:

(i) اللہ تعالیٰ کی معرفت

(ii) صراط مستقیم کی معرفت

(iii) آخرت کی معرفت۔

سورۃ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا اسی مناسبت سے اس کی تلاوت کو ثلث قرآن کے ثواب کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

سوال: پہلی دو احادیث باب میں سورۃ زلزال کی تلاوت کو نصف قرآن کی تلاوت کے ثواب کے برابر بتایا گیا ہے جبکہ تیسری حدیث باب میں اس کی تلاوت کو ربع قرآن کی تلاوت کے برابر قرار دیا گیا ہے، اس طرح روایت میں تعارض ہوا؟

جواب: سورۃ زلزال کا ثواب مختلف ہونے کی وجہ اس کی تخریج ہے۔ جس طرح ایک تخریج کے مطابق با جماعت نماز ادا کرنے کا ثواب ۲۵ نمازوں کے برابر ہے اور دوسری تخریج کے مطابق اس کا ثواب ۲۷ نمازوں کے مساوی ہے۔ اسی طرح یہاں ایک تخریج کے مطابق سورۃ زلزال کی تلاوت کا ثواب نصف قرآن کے برابر ہے جبکہ دوسری تخریج کے مطابق اس کا ثواب ربع (چوتھائی) قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سُوْرَةِ الْاِخْلَاصِ

باب 10: سورہ اخلاص کا بیان

2821 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ رَبِيْعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ امْرَاَةِ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ فِيْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ مَنْ قَرَاَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ فَقَدْ قَرَاَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

2821۔ اخرجه النسائي (۱۷۱/۲): كتاب الافتتاح: باب: الفضل في قراءة: (قل هو الله احد) (الاخلاص:۱) حديث (۹۹۶)، و الدارمي (۴۶۱/۲): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل قل هو الله احد، و احمد (۴۱۸/۵)، و عبد بن حميد ص (۱۰۳)، حديث (۲۲۲)۔

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّقَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّلَا نَعْرِفُ اَحَدًا رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ اَحْسَنَ مِنْ رِوَایَةِ زَائِدَةَ وَتَابَعَهُ عَلٰی رِوَایَتِهٖ اِسْرَآئِیْلُ وَالْفُضَیْلُ بْنُ عِیَاضٍ وَّقَدْ رَوٰی شُعْبَةُ وَغَیْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الثِّقَاتِ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّاضْطَرَبُوْا فِیْهِ

◆◆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم لوگ رات کے وقت ایک تہائی قرآن پاک کیوں نہیں پڑھتے؟ جو شخص سورہ اخلاص کی تلاوت کرلے گا' تو گویا اس نے ایک تہائی قرآن پاک کی تلاوت کی۔

اس بارے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ ہمارے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے' جس نے زائدہ سے ''احسن'' طور پر اسے نقل کیا ہے۔

اسرائیل اور فضیل بن عیاض نے اس روایت میں ان کی متابعت کی ہے۔

شعبہ اور دیگر ثقہ راویوں نے اس روایت کو منصور کے حوالے سے نقل کیا ہے' تاہم ان میں اضطراب ہے۔

2822 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ حُنَیْنٍ مَوْلًی لِاٰلِ زَیْدِ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ مَوْلٰی زَیْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَقْبَلْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ رَجُلًا یَقْرَاُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ قَالَ الْجَنَّةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

توضیح راوی: وَّابْنُ حُنَیْنٍ هُوَ عُبَیْدُ بْنُ حُنَیْنٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آرہا تھا نبی اکرم ﷺ نے کسی شخص کو سورہ اخلاص کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو ارشاد فرمایا: واجب ہوگئی۔ میں نے عرض کی: کیا چیز واجب ہوگئی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس پڑھنے والے کے لیے) جنت

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اس حدیث کے راوی ابن حنین کا نام عبید بن حنین ہے۔

2822- اخرجه النسائی (۲/۱۷۱): كتاب الافتتاح: باب: الفضل في قرأة قل هو الله احد، حديث (۹۹٤)، و احمد (۲/۳۰۲، ۵۳۵) و مالك (۱/۲۰۸): كتاب القرآن: باب: ما جاء في قرائة قل هو الله احد و تبارك الذی بيده الملك، حديث (۱۸)۔

2823 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ مَيْمُونٍ اَبُوْ سَهْلٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَتَيْ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مُحِيَ عَنْهُ ذُنُوبُ خَمْسِينَ سَنَةً اِلَّا اَنْ يَكُونَ عَلَيْهِ دَيْنٌ

حدیثِ دیگر: وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَرَادَ اَنْ يَنَامَ عَلٰى فِرَاشِهِ فَنَامَ عَلٰى يَمِينِهِ ثُمَّ قَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مِائَةَ مَرَّةٍ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُولُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَا عَبْدِيَ ادْخُلْ عَلٰى يَمِينِكَ الْجَنَّةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ اَيْضًا عَنْ ثَابِتٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص روزانہ دو سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے گا اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ البتہ اگر اس کے ذمے قرض ہو (تو وہ معاف نہیں ہوگا)

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص اپنے بستر پر سونے لگے تو اسے دائیں پہلو کے بل سونا چاہیے پھر وہ سورہ اخلاص سو مرتبہ پڑھ لے تو قیامت کے دن اس کا پروردگار اس سے فرمائے گا: اے میرے بندے! تو دائیں طرف سے جنت میں داخل ہو جا!"

یہ حدیث ثابت کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت کے طور پر "غریب" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ثابت سے نقل کی گئی ہے۔

2824 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سورہ اخلاص ایک تہائی قرآن پاک کے برابر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2825 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ

2823۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۱/۱۰۸)، حدیث (۲۸۱)، (۲۸۲) و ذکره صاحب (المشکاة) (۶۶۸/٤ - مرقاة) برقم (۲۱۵۸)، و المنذری فی (الترغیب) (۴۳۹/۲) برقم (۲۳۶۸)، و عزاه للترمذی۔

2824۔ اخرجه ابن ماجه (۱۲۴٤/۲): کتاب الادب: باب: ثواب القرآن حدیث (۳۷۸۷)۔

حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِحْشُدُوْا فَاِنِّیْ سَاَقْرَاُ عَلَیْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالَ فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ ثُمَّ خَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُمَّ دَخَلَ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ سَاَقْرَاُ عَلَیْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اِنِّیْ لَاَرٰی هٰذَا خَبَرًا جَآءَ مِنَ السَّمَآءِ ثُمَّ خَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ قُلْتُ سَاَقْرَاُ عَلَیْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اَلَا وَاِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِیُّ اسْمُهٗ سَلْمَانُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اکٹھے ہو جاؤ! تاکہ میں تمہارے سامنے ایک تہائی قرآن پاک کی تلاوت کروں گا۔ راوی بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ اکٹھے ہو گئے' پھر نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور آپ نے سورہ اخلاص کی تلاوت کی' پھر آپ تشریف لے گئے' تو لوگوں نے اس بارے میں ایک دوسرے سے کچھ کہا: نبی اکرم ﷺ نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا: میں تمہارے سامنے ایک تہائی قرآن پاک کی تلاوت کروں گا' تو ہمارا یہ خیال ہے: شاید آپ پر وحی نازل ہونے لگی ہے۔ اسی لیے (آپ اندر تشریف لے گئے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے یہ کہا تھا: میں تمہارے سامنے ایک تہائی قرآن پاک کی تلاوت کروں گا۔ یاد رکھنا! یہ (سورۂ اخلاص) ایک تہائی قرآن پاک کے برابر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ ابوحازم اشجعی نامی راوی کا نام سلمان ہے۔

2826 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ یَؤُمُّهُمْ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءَ فَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً یَقْرَاُ لَهُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَقَرَاَ بِهَا افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ یَقْرَاُ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰی مَعَهَا وَكَانَ یَصْنَعُ ذٰلِكَ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهٗ اَصْحَابُهٗ فَقَالُوْا اِنَّكَ تَقْرَاُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَا تَرٰی اَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰی تَقْرَاَ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰی فَاِمَّا اَنْ تَقْرَاَ بِهَا وَاِمَّا اَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَاَ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰی قَالَ مَا اَنَا بِتَارِكِهَا اِنْ اَحْبَبْتُمْ اَنْ اَؤُمَّكُمْ بِهَا فَعَلْتُ وَاِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا یَرَوْنَهٗ اَفْضَلَهُمْ وَكَرِهُوْا اَنْ یَؤُمَّهُمْ غَیْرُهٗ فَلَمَّا اَتَاهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ یَا فُلَانُ مَا یَمْنَعُكَ مِمَّا یَاْمُرُ بِهٖ اَصْحَابُكَ وَمَا یَحْمِلُكَ اَنْ تَقْرَاَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُحِبُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

2825۔ اخرجه مسلم (۲/۱۵۸ ۔ الابی) کتاب صلاة المسافرین و قصرها : باب: فضل قرأة قل هو الله احد، حدیث (۸۱۲/۲۶۱) واحمد (۲/۴۲۹)۔

2826۔ اخرجه البخاری (۲/۲۹۸): کتاب الاذان: باب الجمع بین السورتین فی الرکعة، حدیث (۷۷۴) معلقاً۔

وَسَلَّمَ اِنَّ حُبَّهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ ثَابِتٍ وَّرَوٰى مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَقَالَ اِنَّ حُبَّكَ اِيَّاهَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ

حدیثِ دیگر: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَبُوْ دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْاَشْعَثِ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ بِهٰذَا

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک انصاری صحابی مسجد ''قباء'' میں لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ وہ نماز کے دوران جس بھی سورت کی تلاوت کرتے تھے اس کے ساتھ سورہ اخلاص ضرور پڑھا کرتے تھے۔ پھر بعد میں دوسری سورت پڑھتے تھے۔ وہ ہر رکعت اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھیوں نے اس بارے میں ان سے بات کی اور ان سے یہ کہا: آپ یہ (سورہ اخلاص) پڑھتے ہیں۔ پھر شاید یہ سمجھتے ہیں: اس کی تلاوت کافی نہیں ہے اور کوئی دوسری سورت بھی پڑھنے لگ جاتے ہیں یا تو آپ اسی پر اکتفا کیا کریں یا پھر اسے پڑھنا چھوڑ دیں اور دوسری سورت پڑھ لیا کریں۔ تو ان صحابی نے کہا میں اسے پڑھنا نہیں چھوڑوں گا اگر تم پسند کرو تو میں اس کی تلاوت کے ہمراہ تمہاری امامت کرتا ہوں اور اگر تمہیں یہ پسند نہیں ہے تو میں تمہیں نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ انصار ان صاحب کو اپنے درمیان سب سے افضل سمجھتے تھے اور اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کی بجائے کوئی اور ان کی امامت کرے۔ جب نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا آپ ﷺ نے دریافت کیا: اے فلاں! تمہارے ساتھی تمہیں جو کہتے ہیں تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور تم ہر رکعت میں اسی سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے ساتھ تمہاری محبت تمہیں جنت میں داخل کرے گی۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے یعنی عبیداللہ بن عمر کی ثابت بنانی سے نقل کردہ روایت کے حوالے سے ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

مبارک بن فضالہ نے اسے ثابت بنانی کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس سورہ اخلاص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری اس سے محبت تمہیں جنت میں داخل کرے گی۔

یہ روایت امام ابوداؤد (سنن ابی داؤد کے مؤلف) نے اپنی سند کے ہمراہ ہمارے سامنے بیان کی تھی۔

شرح

خلاصہ احادیث باب:

احادیث باب میں سورۃ اخلاص کی فضیلت نہایت مؤثر اسلوب میں بیان کی گئی ہے۔ ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ اخلاص ایک بار تلاوت کرنے سے تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب عطا کیا جاتا ہے اور اس طرح تین بار تلاوت کرنے سے پورے

قرآن پڑھنے کا ثواب دیا جاتا ہے۔ یہ وہ مقدس سورۃ ہے کہ اس کی تلاوت کو اپنے معمول میں شامل کرنے والے کو جنت عطا کی جاتی ہے۔ اس سورۃ کو اہتمام اور باقاعدگی سے تلاوت کرنے سے اللہ تعالیٰ قاری کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ اس سورۃ میں ''عقیدہ توحید'' کا مضمون بیان کیا گیا ہے جو تمام اسلامی عقائد وافکار کی اساس و بنیاد ہے۔ ایک صحابی کا یہ معمول تھا کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ اخلاص تلاوت کرتے تھے، ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب دیا: اس سورۃ میں عقیدہ توحید بیان کیا گیا ہے' اس لیے اس سے مجھے محبت ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ محبت تجھے جنت میں لے جائے گی۔

سورۃ اخلاص کو ثلث قرآن کہنے کی متعدد وجوہات ہیں۔

(۱) قرآن تین مضامین پر مشتمل ہے:

(i) احکام (ii) اخبار (iii) توحید۔

سورۃ اخلاص چونکہ ''توحید'' پر مشتمل ہے، اس لیے اسے ثلث قرآن قرار دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قرآن تین علوم پر مشتمل ہے: (i) علم التوحید (ii) علم الشرائع (iii) علم تہذیب الاخلاق۔ یہ سورۃ ان مضامین میں سے اہم پر مشتمل ہے، اس وجہ سے اسے ثلث القرآن قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ اخلاص کی فضیلت کے حوالے سے ایک نادر حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

من قرأ کل یوم مائتی مرۃ قل ھو اللہ احد محی عنہ ذنوب خمسین سنۃ جو شخص ہر روز دو سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کرتا ہے، اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں''۔

الا ان یکون علیہ دین: کا مفہوم:

اس عبارت کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(۱) سورۃ اخلاص کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے سوائے حقوق العباد کے، کیونکہ حقوق العباد صرف بندے ہی معاف کر سکتے ہیں۔

(۲) جس شخص پر حقوق العباد واجب الاداء ہوں، اس کا کوئی بھی گناہ معاف نہیں ہو سکتا۔

من اراد ان ینام علی فراشہ فنام علی یمینہ کا مفہوم:

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دائیں کروٹ پر لیٹ کر سورۃ اخلاص تلاوت کرتا ہے، اسے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل

(۲) سونے سے قبل صفات ذات باری کا ورد کرنا جس کے نتیجہ میں اسے جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

سوال: دخول جنت قیامت کے بعد ہوگا مگر حدیث باب میں ادخلك الجنة ماضی کا صیغہ ہے جو اس کے منافی ہے؟

جواب: جب کسی بات کے بارے میں یقین یا قطعی علم ہو، تو اسے ماضی کے صیغہ سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُعَوِّذَتَيْنِ

باب 11: معوذتین کا بیان

2827 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ خَالِدٍ اَخْبَرَنِىْ قَيْسُ بْنُ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ اٰيَاتٍ لَّمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ وَ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسی آیات نازل کی ہیں، جن کی مثل کوئی آیات دکھائی نہیں دیں۔ وہ سورہ الفلق اور سورہ الناس ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2828 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيبٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْرَاَ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ فِىْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ ہدایت کی میں ہر نماز کے بعد معوذتین کی تلاوت کیا کروں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

معوّذتین کی فضیلت:

احادیث باب میں معوذتین یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایسی دو سورتیں ہیں کہ ان کی مثل ایک سو چار آسمانی کتب و صحائف میں سے کسی میں بھی نہیں ہیں بلکہ قرآن کریم میں بھی ان کی نظیر موجود نہیں ہے۔ دوسری حدث باب میں ان کی اہمیت کے

2827۔ اخرجه مسلم (۱۰۹/۳): كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب: فضل قرأة المعوذتين، حديث (۸۱٤/۲٦٥)، و النسائي (۲٥٤/۸): كتاب الاستعاذة: باب (ـــ) حديث (٥٤٤٠) (۱٥٨/۲) كتاب الافتتاح، باب: الفضل من قرأة المعوذتين، حديث (۹٥٤)، والدارمي (٤٦۲/۲): كتاب فضائل القرآن: فضل المعوذتين واحمد (۱٤٤/٤، ۱٥۰).

2828۔ اخرجه ابوداؤد (٤۷۷/۱): كتاب الصلاة: باب: في الاستغفار، حديث (۱٥۲۳)، والنسائي (٦٨/۳): كتاب السهو: باب الامر بقرأة المعوذات بعد التسليم من الصلاة، حديث (۱۳۳٦)، و احمد (۱٥٥/٤، ۲۰۱)، و ابن خزيمة (۳۷۲/۱)، حديث (۷٥٥).

باعث ہر نماز کے بعد بطور وظیفہ ان کی تلاوت کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

ایک روایت کے مطابق معوذتین کی تلاوت سے انسان کا ہر مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اصابنا طش و ظلمة، فانتظرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلي بنا، ثم ذكر كلامًا معناه فخرج، فقال: قل، قلت: ما اقول؟ قال هو الله احد، الله الصمد والمعوذتين، حين تمسي و حين تصبح (ثلاثا) تكفيك كل شئ (جامع الاصول ۸/۱۷۱/۶۲۷) ہم پر ہلکی بارش ہوئی اور تاریکی چھا گئی، ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا کہ آپ تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں، پھر آپ تشریف لے آئے تو آپ نے فرمایا: تم پڑھو! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کیا پڑھوں؟ جواب میں فرمایا: قُلْ هُوَ اللهُ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور معوذتین پڑھو۔ یہ دونوں تم صبح وشام تین بار پڑھا کرو تو تمہارے لیے ہر مقصد کے لیے کافی ہوں گی"۔

ثابت ہوا کہ یہ وہ بابرکت اور عظمت والی سورتیں ہیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ انسان کے تمام امور درست فرما دیتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ قَارِئِ الْقُرْاٰنِ

باب 12: قرآن پاک پڑھنے والے کی فضیلت

2829 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: اَلَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَؤُهُ قَالَ هِشَامٌ وَّهُوَ شَدِيْدٌ عَلَيْهِ قَالَ شُعْبَةُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ فَلَهٗ اَجْرَانِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہو اور وہ اسے پڑھنے میں ماہر ہو وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص اس کی تلاوت کرتا ہو (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) یہ تلاوت کرنا اس کے لیے مشکل ہو (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) اس کے لیے مشقت کا باعث ہو تو اسے دو اجر ملیں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2830 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زَاذَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ

2829- اخرجه البخاري (٨/٥٦٠): كتاب التفسير: باب: سورة عبس، حديث (٤٩٣٧)، و مسلم (١/٣ ٥٤٠ - الابي): كتاب صلاة المسافرين و قصرها، حديث (٧٩٨/٢٤٤)، و ابوداؤد (١/ ٤٦٠): كتاب الصلاة: باب: في ثواب قرأة القرآن، حديث (١٤٥٤)، و ابن ماجه (٢/ ١٢٤٢): كتاب الادب: باب: ثواب القرآن، حديث (٣٧٧٩)، و الدارمي (٢/ ٤٤٤): كتاب فضائل القرآن: باب فضل من يقرأ القرآن، واحمد (٦/ ٤٨، ٩٤، ١٧٠، ١٩٢، ٢٣٩، ٢٦٦).

ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ وَاسْتَظْهَرَهُ فَاَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِیْ عَشْرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِصَحِيْحٍ

توضیح راوی: وَحَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قرآن پاک پڑھے اسے یاد کرے، اس کے حلال کو حلال سمجھے، اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھے' تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی وجہ سے اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا' اور اسے اس کے گھر والوں میں سے دس افراد کے بارے میں شفاعت کا منصب دے گا کہ جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ اس کی سند مستند نہیں ہے۔

حفص بن سلیمان نامی راوی کو علم حدیث میں ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔

شرح

قاریٔ قرآن کی فضیلت:

احادیث باب میں قاریٔ قرآن کی فضیلت کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے۔ جس شخص نے قرآن سیکھا ہو اور روانی کے ساتھ وہ اسے زبانی پڑھ بھی سکتا ہو، اسے ''قاری'' کہا جاتا ہے۔ پہلی روایت میں بتایا گیا ہے کہ جس شخص نے قرآن زبانی یاد کیا اور اس میں مہارت تامہ حاصل کی تو اسے معزز فرشتوں کی رفاقت حاصل ہوگی۔ جو شخص قرآن کریم پڑھتے وقت دقت محسوس کرتا ہو یعنی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کی زبان اٹکتی ہو اور بار بار اسے تکلیف اٹھانا پڑتی ہو تو اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔ ایک تلاوت قرآن کرنے کا اور دوسرا تلاوت کے دوران تکلیف برداشت کرنے کا۔

دوسری روایت میں قاریٔ قرآن کی عظمت وشان اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جو شخص تلاوت قرآن کرتا ہے اور اس کی حرام کردہ اشیاء کو حرام اور حلال کردہ چیزوں کو حلال تسلیم کرتا ہو، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ علاوہ ازیں اس کے خاندان کے ایسے دس افراد جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی' کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا۔

السفرة الکرام البررة: یہاں معزز فرشتوں سے مراد لوح محفوظ پر اللہ تعالیٰ کا کلام (کتب وصحائف) لکھنے والے فرشتے مراد ہو سکتے ہیں یا وہ فرشتے مراد ہیں جو لوگوں کے اعمال تحریر کرنے پر مامور ہیں۔

2830۔ اخرجه ابن ماجه (۱/۷۸): کتاب المقدمة: باب: فضل من تعلم القرآن و علمه، حدیث (۲۱۶)، و عبد الله بن احمد فی (زوائد المسند) (۱/۱۴۸، ۱۴۹)۔

فائدہ نافعہ: جس شخص کے عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے تلاوت قرآن کے وقت زبان اٹکتی ہو اور تکلیف اٹھانا پڑتی ہو، اسے گنا ثواب دیے جانے کا جو فرمایا گیا ہے یہ ثواب ماہر بالقرآن کے ثواب سے کم ہوگا۔ ماہر بالقرآن کے لیے دخول جنت اور اس کی افراد کے حق میں سفارش قبول کیے جانے کا جو اعلان ہوا ہے، یہ دو شرائط کی بنیاد پر ہے:

(۱) قرآن کے حلال وحرام پر اس کا اعتقاد محکم ہو۔

(۲) وہ تعلیمات قرآن پر عمل بھی کرتا ہو۔ یاد رہے بدعقیدہ اور بے عمل حافظ قرآن کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوگا۔

سوال: حافظ قرآن کی سفارش کے ذریعے صغیرہ گناہ معاف ہوں گے یا کبیرہ یا دونوں؟

جواب: اس میں محدثین کے دو اقوال ہیں:

(۱) حافظ قرآن کی سفارش سے صغیرہ اور کبیرہ دونوں گناہ معاف ہوں گے' کیونکہ اگر کبیرہ معاف نہ ہوں تو سفارش کاملہ نہیں رہے گی۔ علاوہ ازیں حدیث میں تعمیم ہے جو صغیرہ و کبیرہ دونوں گناہوں کو شامل ہے۔

(۲) حافظ قرآن کی سفارش سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوں گے' کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الْقُرْاٰنِ

باب 13: قرآن پاک کی فضیلت

2831 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ الزَّيَّاتَ عَنْ اَبِي الْمُخْتَارِ الطَّائِيِّ عَنِ ابْنِ اَخِي الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ عَنِ الْحَارِثِ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الْاَحَادِيْثِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَلِيٍّ فَقُلْتُ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا تَرٰى اَنَّ النَّاسَ قَدْ خَاضُوا فِي الْاَحَادِيْثِ قَالَ وَقَدْ فَعَلُوْهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ فَقُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَاُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ هُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَلٰى كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا (اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ) مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هَدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ خُذْهَا اِلَيْكَ يَا اَعْوَرُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاِسْنَادُهُ مَجْهُوْلٌ وَفِي الْحَارِثِ مَقَالٌ

2831- اخرجه الدارمي (٤٣٥/٢): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل من يقرأ القرآن، واحمد (٩١/١).

◆◆ حارث اعور بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں مسجد میں آیا' تو وہاں لوگ بات چیت میں مصروف تھے۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! کیا آپ نے لوگوں کو ملاحظہ فرمایا ہے: وہ بات چیت میں مصروف ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا وہ لوگ ایسا کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' عنقریب ایک فتنہ آئے گا' تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس سے بچنے کا راستہ کیا ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب۔ اس میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد والوں کی بھی خبریں ہیں اور جو لوگ تمہارے زمانے کے ہیں۔ ان کے بارے میں حکم ہے' اور یہ ''فصل'' ہے کوئی مذاق نہیں ہے' جو شخص تکبر کی وجہ سے اسے ترک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ٹکڑے' ٹکڑے کر دے گا' اور جو شخص اس کی بجائے کہیں اور سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے گمراہ رہنے کر دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ یہ حکمت والا تذکرہ ہے' اور یہ صراط مستقیم ہے' جسے نفسانی خواہشات ٹیڑھا نہیں کر سکتیں اور زبانیں اس میں التباس پیدا نہیں کر سکتی ہیں اور اہلِ علم اس سے سیر نہیں ہوتے اور بکثرت تلاوت کرنے سے بھی یہ پرانا نہیں ہوتا۔ اس کے عجائبات ختم نہیں ہوں گے۔ یہ وہی ہے: جسے سننے کے بعد جن یہ کہنے پر مجبور ہوئے۔

''ہم نے قرآن پاک کو سنا ہے' یہ حیرت انگیز چیز ہے' جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں''

جو شخص اس کے مطابق بات کرے گا' سچ کہے گا' جو شخص اس پر عمل کرے گا' اسے اجر دیا جائے گا' اور جو شخص اس کے مطابق فیصلہ دے گا' وہ انصاف سے کام لے گا' اور جو شخص اس کی طرف دعوت دے گا۔ اسے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی گئی' تم اسے حاصل کرلو۔

(پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا) اے اعور! تم مجھ سے (اس حدیث کو) حاصل کرلو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف منہ سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔ اس کی سند مجہول ہے۔

حارث نامی راوی کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا ہے۔

شرح

فضیلت قرآن پر جامع روایت:

حدیث باب فضیلت قرآن پر جامع حدیث ہے، اس مقدس کتاب کے بے شمار فوائد و منافع ہیں جن میں سے چند ایک اس روایت میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ ممکنہ فتنہ سے محفوظ رہنے کا ذریعہ قرآن کریم ہے۔

☆ قرآن ایک جامع کتاب ہے' جس میں ماضی، مستقبل اور حال کی پوری تاریخ موجود ہے۔

☆ قرآن کریم کے تمام مضامین حقائق پر مبنی ہیں۔
☆ قرآن کریم اوراس کی تعلیمات کا انکار، ہلاکت وگمراہی کا باعث ہے۔
☆ قرآن پر ایمان اوراس کی تعلیمات پر عمل انسان کی کامرانی کا ذریعہ ہے۔
☆ قرآن کریم میں پورا دین بیان کیا گیا ہے، جس کی تشریح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
☆ قرآن کریم لوگوں کی ہدایت وراہنمائی کا خزینہ ہے۔
☆ قرآن کریم ''صراط مستقیم'' ہے۔ جسے لوگوں کی خواہشات اور زبانیں ٹیڑھا نہیں کرسکتیں اور نہ اس میں شکوک وشبہات پیدا کرسکتی ہیں۔
☆ اہل علم اپنی بساط کے مطابق اس سمندر سے علمی جواہر اخذ کرتے ہیں اوراخذ کرتے رہیں گے۔
☆ قرآن کریم ایسی مقدس کتاب ہے، جس کی بار بار تلاوت سے دل نہیں اکتاتا۔
☆ بار بار مطالعہ اور تفسیر سے اس کے جواہرات اور علمی نکات ختم نہیں ہوتے۔
☆ محض اس کی تلاوت سے متاثر ہوکر جنات مسلمان ہونے پر مجبور ہوگئے۔
☆ اس کی روشنی میں گفتگو حقیقت پر مبنی ہوتی ہے۔
☆ قرآنی تعلیمات پر عمل باعث اجر وثواب ہے۔
☆ قرآنی دلائل کی روشنی میں فیصلہ انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔
☆ اس کتاب کی دعوت ''صراط مستقیم'' ہے، جس پر چلنا دارین کی کامیابی ہے۔

يخوضون في الاحاديث: اس عبارت کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:
(۱) وہ لوگ مسجد میں بیٹھ کر تلاوت، ذکر اور درود شریف کے بجائے دنیوی گفتگو میں مصروف تھے۔
(۲) وہ لوگ قرآن سے لاتعلق ہوکر ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں غلو سے کام لے رہے تھے۔

قصمه الله: قرآن کریم کے بارے میں بداعتقادی اوراس کے احکام کی خلاف ورزی انسان کی تباہی، گمراہی اور ہلاکت کا سبب ہے۔

ولا تلبس به الالسنة: اس عبارت کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں:
(۱) انسان خواہ غیر عربی (عجمی) ہو پھر بھی تلاوت قرآن اس کے لیے آسان وسہل ہوگی۔
(۲) قرآن کریم میں جو فصاحت وبلاغت موجود ہے، اس کا مقابلہ کوئی عربی عبارت نہیں کرسکتی خواہ وہ کتنی ہی فصیح وبلیغ ہو۔

ولا يشبع منه العلماء: اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل علم خواہ شب وروز معارف قرآنی حاصل کرتے رہیں وہ کمال طریقہ سے اس کی گہرائی اور گیرائی تک ہرگز رسائی حاصل نہیں کرسکتے اور نہ وہ اس کا دعویٰ کرسکتے ہیں۔

ولا يخلق على كثرة الرد: یعنی کثرت تلاوت کے باعث قاری اکتا نہیں سکتا۔ دینی اداروں میں حفاظ وقراء اور طلباء کی

طویل تلاوت قرآن ان میں اکتاہٹ پیدا نہیں کرتی بلکہ مختصر وقفہ سے وہ تازہ دم ہو کر دوبارہ اور سہ بارہ درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

سوال: قرآن ذریعہ ہدایت ہے بد مذہب اور بدعقیدہ بلکہ کفار بھی قرآن سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ وہ گمراہ ہوتے ہیں؟

جواب: یہ لوگ حصول حق کے لیے استدلال نہیں کرتے بلکہ ذاتی مقاصد کی تائید کے لیے قرآن سے استدلال کرتے ہیں، لہٰذا قرآن ان کے لیے ذریعہ ہدایت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ تَعْلِيمِ الْقُرْاٰنِ

باب 14: قرآن پاک کی تعلیم دینا

2832 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَذَاكَ الَّذِيْ اَقْعَدَنِيْ مَقْعَدِيْ هٰذَا وَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ حَتّٰى بَلَغَ الْحَجَّاجَ ابْنَ يُوْسُفَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔

ابوعبدالرحمٰن نامی راوی بیان کرتے ہیں: اسی وجہ سے میں یہ کام کر رہا ہوں۔ (قرآن پاک کی تعلیم دے رہا ہوں)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ صاحب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لے کر حجاج بن یوسف کے زمانے تک قرآن پاک کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2833 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ

2832۔ اخرجه البخاری (۶۹۲/۸): کتاب فضائل القرآن: باب: خیر کم من تعلم القرآن و علمه، حدیث (۵۰۲۷)، (۵۰۲۸)، وابو داؤد (۴۶۰/۱): کتاب الصلاۃ: بابٌ فی ثواب قراءۃ القرآن، حدیث (۱۴۵۲)، و ابن ماجه (۷۶/۱): کتاب المقدمة: باب: فضل من تعلم القرآن و علمه، حدیث (۲۱۱، ۲۱۲)، و الدارمی (۴۳۷/۲): کتاب فضائل القرآن: باب: خیارکم من تعلم القرآن و علمه، و احمد (۵۷/۱، ۵۸)۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: خَيْرُكُمْ اَوْ اَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: هٰكَذَا رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُفْيَانُ لَا يَذْكُرُ فِيْهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ وَقَدْ رَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّهٰكَذَا ذَكَرَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاَصْحَابُ سُفْيَانَ لَا يَذْكُرُوْنَ فِيْهِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّهُوَ اَصَحُّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ زَادَ شُعْبَةُ فِیْ اِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيْثِ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ وَكَاَنَّ حَدِيْثَ سُفْيَانَ اَصَحُّ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ مَا اَحَدٌ يَّعْدِلُ عِنْدِیْ شُعْبَةَ وَاِذَا خَالَفَهُ سُفْيَانُ اَخَذْتُ بِقَوْلِ سُفْيَانَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ اَبَا عَمَّارٍ يَذْكُرُ عَنْ وَّكِيْعٍ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ سُفْيَانُ اَحْفَظُ مِنِّیْ وَمَا حَدَّثَنِیْ سُفْيَانُ عَنْ اَحَدٍ بِشَیْءٍ فَسَاَلْتُهُ اِلَّا وَجَدْتُهُ كَمَا حَدَّثَنِیْ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّسَعْدٍ

٥

◆◆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سب سے بہتر (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا شخص وہ ہے جو قرآن پاک کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی نے اسے اسی طرح نقل کیا ہے اور دیگر راویوں نے بھی اسے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، علقمہ بن مرثد کے حوالے سے، ابوعبدالرحمٰن کے حوالے سے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

سفیان نامی راوی نے اس کی سند میں سعد بن عبیدہ سے منقول ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

یحییٰ بن سعید القطان نے اس حدیث کو سفیان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شعبہ نے اسے علقمہ بن مرثد کے حوالے سے، سعد بن عبیدہ کے حوالے سے، ابوعبدالرحمٰن کے حوالے سے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

٥ یہ بات محمد بن بشار نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے، سفیان کے حوالے سے اور شعبہ کے حوالے سے ہمارے سامنے روایت کی ہے۔

محمد بن بشار کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے سفیان اور شعبہ کے حوالے سے ایک سے زیادہ مرتبہ اسے علقمہ بن مرثد کے حوالے سے سعد بن عبیدہ کے حوالے سے، ابوعبدالرحمٰن کے حوالے سے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

محمد بن بشار نے یہ بات بھی بیان کی ہے: سفیان کے شاگرد اس حدیث کی سند میں سفیان کے سعد بن عبیدہ سے نقل کرنے کا تذکرہ نہیں کرتے۔

محمد بن بشار فرماتے ہیں: یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شعبہ نے اس کی سند میں سعد بن عبیدہ کا ذکر اضافی کیا ہے۔

گویا کہ سفیان کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

علی بن عبداللہ فرماتے ہیں: پہلے یحییٰ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے۔ میرے نزدیک کوئی بھی شخص شعبہ کا ہم پلہ نہیں ہے لیکن جب سفیان ان کی رائے کے خلاف نقل کریں تو میں سفیان کے قول کو اختیار کرتا ہوں۔

میں نے ابوعمار کو وکیع کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں: شعبہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ سفیان مجھ سے بڑے حافظ حدیث ہیں۔ سفیان نے جب بھی کسی بھی راوی کے حوالے سے مجھے جو بھی روایت سنائی۔ بعد میں جب میں نے ان سے سوال کیا: تو میں نے انہیں اسی طرح پایا جیسے انہوں نے پہلے مجھے حدیث سنائی تھی۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

2834 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن پاک کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔

اس حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہونے کو ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو عبدالرحمٰن بن اسحاق نے بیان کی ہے۔

2834- اخرجه الدارمی (۴۳۷/۲): کتاب فضائل القرآن: باب: خیارکم من تعلم القرآن و علمه، و عبد اللّٰه بن احمد (۱۵۴/۱)۔

شرح

خلاصہ احادیث باب:

ان روایات کے راوی دو مشہور شخصیات ہیں:

(۱) حضرت عثمان غنی

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

متن حدیث دو طرح سے بیان کیا گیا ہے:

(i) خیر کم من تعلم القرآن و علمہ (دونوں جملوں کے درمیان واؤ عاطفہ ہے جو جمع کے لیے آتی ہے)

(ii) خیر کم من تعلم القرآن او علمہ (دونوں جملوں کے درمیان لفظ ''آو'' ہے جو تردید کے لیے آتا ہے) لفظ تعلم صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مزید باب تفعل سے ہے۔ اس کا معنی ہے سیکھنا، حاصل کرنا۔ لفظ علم صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل سے ہے۔ اس کا معنی ہے: سکھانا، تعلیم دینا پہلی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ جو شخص پہلے قرآن سیکھے پھر سکھائے وہ سب سے بہتر ہے۔ یہ ایک شخص ہوگا۔ قرآن سیکھنے میں تعمیم ہے خواہ ناظرہ ہو یا زبانی حفظ ہو، تجوید سے ہو یا مطالب و معانی سیکھے یا تفسیر۔ دوسری صورت کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص قرآن سیکھے یا سکھائے دونوں ہی سب سے بہتر ہیں۔ یہ دو شخص ہوں گے۔ یہاں بھی قرآن سکھانے میں بھی تعمیم ہے خواہ کوئی ناظرہ سکھائے یا حفظ یا تجوید و قرأت یا مطالب و معانی یا تفسیر و تشریح سے۔

سوال: احادیث باب میں قرآن کے متعلم اور معلم کو بہتر کیوں قرار دیا گیا ہے حالانکہ حدیث وفقہ وغیرہ علوم کا متعلم و معلم بھی دوسرے لوگوں سے بہتر ہوتا ہے؟

جواب: قرآن کلام الٰہی اور صفت باری تعالیٰ ہے، ذات کی طرح صفت بھی محترم ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل و بے مثال ہے، اسی طرح کلام الٰہی بھی بے نظیر و بے مثال ہے اور اس کے ساتھ نسبت کی وجہ سے اس کے متعلم و معلم کو بھی سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن وفقہ وغیرہ علوم قرآن کی تفسیر ہیں اور ان کا درجہ یقیناً قرآن سے کم ہے۔

فائدہ نافعہ: بعض اہل علم کے نزدیک روایات باب کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کے مطالب ومفاہیم اور معارف کو اس انداز سے خود سیکھے یا لوگوں کو سکھائے جیسے کہ اس کا حق ہے۔

حدیث باب کے راوی حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو کوفہ کے باشندے تھے۔ ان کا نام ''عبداللہ بن حبیب'' تھا جو اپنے وقت کے ممتاز قاریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے اباؤ اجداد سب منصب صحابیت پر فائز تھے۔ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر حجاج بن یوسف کے دور تک (عرصہ بہتر سال) تدریس قرآن کی خدمات انجام دیتے رہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ مَالَهُ مِنَ الْاَجْرِ

باب 15: جو شخص قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے، اسے کتنا اجر ملے گا؟

2835 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَّالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الم حَرْفٌ وَّلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَّمِيْمٌ حَرْفٌ

اسنادِ دیگر: وَيُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّرَوَاهُ اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَفَعَهٗ بَعْضُهُمْ وَوَقَفَهٗ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُوْلُ بَلَغَنِيْ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ وُلِدَ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ يُكْنٰى اَبَا حَمْزَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ایک حرف پڑھے اسے اس کے عوض میں ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس گنا کے برابر ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا: "الم" ایک حرف ہے، بلکہ "ا" ایک حرف ہے "ل" ایک حرف ہے اور "م" ایک حرف ہے۔

یہی حدیث دیگر سند کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔

اسے ابواحوص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے تاہم اس روایت کو بعض راویوں نے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے اور بعض راویوں نے اسے "موقوف" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ قتیبہ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے: وہ فرماتے ہیں: مجھے یہ پتہ چلا ہے: اس کے راوی محمد بن کعب قرظی، نبی اکرم ﷺ کی حیات میں پیدا ہوئے تھے۔

محمد بن کعب قرظی نامی راوی کی کنیت ابوحمزہ ہے۔

2836 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خُنَيْسٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمٍ

2835۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة الاشراف) (۱۳۸/۷) حدیث (۹۵٤۷) و ذکرہ السیوطی فی (الدارالمنثور) (۲۲/۱) و عزاہ للبخاری فی (التاریخ) و الترمذی وصححه، وابن الضریس، و محمد بن نصر ، و ابن الانباری فی (المصاحف) و الحاکم و صححه، و ابن مردویه ، و ابوذر الهروی فی (فضائله) و البیهقی، فی (الشعب، عن ابن مسعود.

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِعَبْدٍ فِىْ شَىْءٍ اَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يُصَلِّيهِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ عَلٰى رَاْسِ الْعَبْدِ مَا دَامَ فِىْ صَلَاتِهٖ وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَى اللّٰهِ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْهُ قَالَ اَبُو النَّضْرِ يَعْنِى الْقُرْاٰنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَبَكْرُ بْنُ خُنَيْسٍ قَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَتَرَكَهُ فِىْ اٰخِرِ اَمْرِهٖ

اختلاف روایت: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کسی بندے کی کسی بھی بات کو اتنی توجہ سے نہیں سنتا۔ جتنا وہ دو رکعات (میں کی گئی تلاوت) کو سنتا ہے۔ بندہ وہ دو رکعات ادا کرتا ہے' اور اس دوران نیکی بندے کے سر پر چھڑکی جاتی ہے۔ جب تک وہ اس نماز میں مصروف رہتا ہے' اور بندہ کسی بھی عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل نہیں کرتا' جتنا اس چیز کے ذریعے کرتا ہے' جو اس کی ذات کی طرف سے آئی ہے۔

ابونضر نامی راوی بیان کرتے ہیں: اس سے مراد قرآن پاک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے' اور ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

بکر بن خنیس نامی راوی کے بارے میں ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کیا ہے' اور آخر کار اسے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

یہی روایت ''زید بن ارطاۃ اور جبیر بن نفیل کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر بھی نقل کی گئی ہے۔

2837 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِىٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّكُمْ لَنْ تَرْجِعُوْا اِلَى اللّٰهِ بِاَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِى الْقُرْاٰنَ

حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے' تم اس سے زیادہ فضیلت والی کوئی دوسری چیز لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں جاؤ گے۔ (راوی کہتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ کی مراد قرآن تھی۔

(یعنی جب تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس جاؤ گے تو تمہارے نامۂ اعمال میں سب سے زیادہ فضیلت والی چیز قرآن مجید سے متعلق نیکیاں ہوں گی۔)

2836- اخرجه احمد (٥/٢٦٨).

2837- اخرجه الحاكم (١/٢ ٤٤) مطولا وقال: صحيح الاسناد ولم يخرجاه.

شرح

قرآن کا ایک حرف پڑھنے کا ثواب:

قرآن آسمانی کتب کے مضامین کا جامع، کلام الٰہی اور صفت باری تعالیٰ ہونے کی وجہ سے بے مثل و بے مثال ہے۔ اس کا پڑھنا، سننا، گھر میں رکھنا، سیکھنا اور سکھانا بہترین عمل وعبادت ہے۔ اس مقدس کتاب کا ایک حرف پڑھنے سے ایسی ایک نیکی عطا کی جاتی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ اَلٓمٓ: یہ ایک حرف نہیں بلکہ تین ہیں، جس کا ثواب تیس نیکیوں کے برابر ہے۔ بعض محدثین کی تصریحات کے مطابق الف پھر تین حروف ہیں، لام تین حروف ہیں اور میم بھی تین حروف ہیں۔ جو شخص صرف: اَلٓمٓ: تلاوت کرتا ہے، اسے صرف تیس (۳۰) نیکیاں نہیں بلکہ نوے (۹۰) نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ یہ عام مہینوں اور عام مقامات میں تلاوت قرآن کا ثواب ہے۔ رمضان المبارک میں ایک نیکی کا ثواب دس سے بڑھا کر ستر بلکہ سات سو تک کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا ثواب اس کے مطابق ہوگا۔ پھر مسجد نبوی یا بیت المقدس میں ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار نیکیوں کے برابر اور مسجد حرام میں ایک نیکی کا اجر ایک لاکھ نیکیوں کے مساوی ہے۔ لہٰذا ان مساجد میں تلاوت قرآن کا ثواب اسی حساب کے مطابق ملے گا۔

دوسری حدیث میں فضیلت قرآن کے حوالے سے تین امور بیان فرمائے گئے ہیں:

(۱) ما اذن الله لعبد في شيء افضل من ركعتين يصليها: جب بندہ دوگانہ نماز ادا کرتا ہے اس میں تلاوت قرآن کرتا ہے، یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اسے بخوشی سماعت کرتا ہے۔ یعنی دوران نماز جو تلاوت قرآن کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت پسندیدہ ہے۔

(۲) وان البر ليذر علي راس العبد مادام في صلوته: بندہ جب تک حالت نماز میں ہوتا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر نیکیوں کی بارش نازل ہوتی رہتی ہے یعنی نمازی کو بے شمار نیکیوں اور انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

(۳) وما تقرب العباد الي الله عز و جل بمثل ما خرج منه: انسان صرف کلام الٰہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے یعنی تلاوت قرآن ایسی بے مثل عبادت ہے کہ اس کے ذریعے بندہ جو قرب خداوندی حاصل کر سکتا ہے وہ کسی دوسری ریاضت کے ساتھ حاصل نہیں کر سکتا۔

آخری روایت: انکملن ترجعوا الی الله بافضل مماخرج منه یعنی القرآن: میں بھی ماقبل روایات کا مضمون بیان ہوا ہے یعنی تلاوت قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی عمل یا عبادت ایسی نہیں ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکے۔

2837/1 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ قَابُوْسَ بْنِ اَبِىْ ظَبْيَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2837/1- اخرجه الدارمي (۲/۴۲۹): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل من قرأ القرآن، و احمد (۱/۲۲۳)۔

متن حدیث: اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کے ذہن میں قرآن پاک کا کوئی بھی حصہ نہ ہو۔ اس کی مثال اجڑے ہوئے گھر کی طرح ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2838 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الْحَفَرِیُّ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِی النَّجُوْدِ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَاِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَةٍ تَقْرَاُ بِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قرآن پاک کے حافظ سے کہا جائے گا: تم تلاوت شروع کرو اور (جنت کے درجات پر) چڑھنا شروع کرو اور اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھو! جیسے تم دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ تمہاری منزل وہ ہوگی جب تم آخری آیت کو تلاوت کرو گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

2839 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: یَجِیْءُ الْقُرْاٰنُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ حَلِّهٖ فَیُلْبَسُ تَاجَ الْکَرَامَةِ ثُمَّ یَقُوْلُ یَا رَبِّ زِدْهُ فَیُلْبَسُ حُلَّةَ الْکَرَامَةِ ثُمَّ یَقُوْلُ یَا رَبِّ ارْضَ عَنْهُ فَیَرْضٰی عَنْهُ فَیُقَالُ لَهٗ اقْرَاْ وَارْقَ وَتُزَادُ بِکُلِّ اٰیَةٍ حَسَنَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ نَحْوَهٗ وَلَمْ یَرْفَعْهُ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ

2838۔ اخرجه ابوداؤد (۱/۴٦۳): کتاب الصلاة: باب: استحباب الترتیل من القراءة، حدیث (۱٤٦٤)، و احمد (۲/۱۹۲)۔

2839۔ اخرجه احمد (۲/٤۷۱)۔

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن قرآن پاک کا حافظ آئے گا' وہ قرآن پاک عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! اسے خلعت فاخرہ سے نواز! تو اس حافظ قرآن کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا پھر وہ (قرآن پاک) عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! اس میں اضافہ کر! تو اس شخص کو کرامت کا جوڑا پہنایا جائے گا پھر (وہ قرآن پاک) عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! تو اس سے راضی ہو جا! تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہو جائے گا۔ پھر اس (حافظ قرآن) کو کہا جائے گا: تم قرأت کرنا شروع کرو اور (جنت کے درجات پر) چڑھنا شروع کرو (اور اس تلاوت کے دوران) ہر آیت کے عوض میں ایک نیکی مزید ملے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' منقول ہے۔ تاہم یہ ''مرفوع'' حدیث کے طور پر منقول نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک یہ عبدالصمد کی شعبہ سے نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

قرآن کی دولت سے خالی دل کی مثال:

پہلی حدیث میں قرآن کی دولت سے محروم شخص کی مثال بیان کی گئی ہے یعنی جس کے دل میں بالکل قرآن نہ ہو اس کی مثال اجڑے ہوئے گھر کی ہے، کیونکہ ایسے گھر کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور اس کی کوئی چیز محفوظ نہیں ہوتی۔ قرآن کریم کی تعلیم ایسی دولت ہے جو انسان کو قیمتی، باوقار و معزز بنا دیتی ہے۔ نماز میں قرأت کی مقدار قرآن سیکھنا ہر مرد و عورت پر فرض عین ہے اور اس سے زائد سیکھنا مسنون ہے جبکہ پورا قرآن زبانی یاد کرنا فرض کفایہ ہے یعنی محلہ یا گاؤں میں سے ایک بھی حفظ قرآن کر لیتا ہے، باقی لوگ بری الذمہ ہو جائیں گے ورنہ سب گناہگار ہوں گے۔

قرآن کی سفارش سے صاحب قرآن کی جنت میں ترقی ہونا

دوسری حدیث میں یہ خوبصورت مضمون بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم قیامت کے دن بہترین شکل میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا اور صاحب قرآن (قاریٔ قرآن یا حافظ قرآن) کے حق میں مختلف سفارشیں کرے گا جو سب قبول کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو کر اسے جنت میں داخل کرے گا اور حکم دے گا کہ دنیا کی طرح اب بھی تم ترتیل سے تلاوت قرآن کرتے جاؤ اور جنت کی منازل طے کرتے جاؤ، تمہارے لیے جنت وہاں تک ہے جہاں قرآن کی آخری آیت ختم ہوگی۔ یاد رہے حافظ قرآن، قرآن ختم کرتے ہی دوبارہ، سہ بارہ چہار بارہ گویا مسلسل تلاوت کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ حافظ قرآن کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسی وسیع و عریض جنت عطا کی جائے گی جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ روزمرہ کی طرح تلاوت قرآن کا اجر و ثواب بھی اتنا زیادہ ہے کہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔

کاش مسلمان علوم جدیدہ کی بجائے قرآن کو ترجیح دیں، اپنے گھر کو "مدرسۃ القرآن" قرار دیں، خود اس مقدس کتاب کو سیکھیں اور اپنی اولاد کو سکھا کر دارین کی کامیابی یقینی بنائیں۔

2840 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الْحَكَمِ الْوَرَّاقُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: عُرِضَتْ عَلَیَّ اُجُوْرُ اُمَّتِیْ حَتَّی الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَیَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِیْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ اٰيَةٍ اُوْتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَذَاكَرْتُ بِهٖ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَاسْتَغْرَبَهٗ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّلَا اَعْرِفُ لِلْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ سَمَاعًا مِّنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَوْلَهٗ حَدَّثَنِیْ مَنْ شَهِدَ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قولِ امام دارمی: قَالَ: وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ لَا نَعْرِفُ لِلْمُطَّلِبِ سَمَاعًا مِّنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاَنْكَرَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُطَّلِبُ سَمِعَ مِنْ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے سامنے میری امت کے اجر پیش کئے گئے' یہاں تک کہ اس تنکے کو بھی پیش کیا گیا' جو کسی شخص نے مسجد میں سے نکالا تھا' پھر میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کئے گئے' تو میں نے اس سے بڑا گناہ اور کوئی نہیں دیکھا کہ قرآن پاک کی کوئی سورت یا آیت جس کا علم کسی شخص کو دیا گیا ہو' پھر وہ شخص اسے بھول جائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ میں نے اس روایت کے بارے میں محمد بن اسماعیل (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) سے گفتگو کی' تو وہ اس سے واقف نہیں تھے۔ انہوں نے اسے "غریب" قرار دیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میرے علم کے مطابق مطلب بن عبداللہ نامی راوی نے نبی اکرم ﷺ کے کسی بھی صحابی سے حدیث کا سماع نہیں کیا' صرف ایک روایت ہے' جس کے بارے میں خود انہوں نے یہ کہا ہے: مجھے یہ حدیث ان صاحب نے سنائی ہے' جو نبی اکرم ﷺ کے خطبے میں موجود تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن (یعنی امام دارمی) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' ہمارے علم کے مطابق مطلب نامی راوی نے نبی اکرم ﷺ کے کسی بھی صحابی سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

2840۔ اخرجه ابوداؤد (۱۷۹/۱)، کتاب الصلاة: باب: من کنس المسجد، حدیث (٤٦١)، و ابن خزیمة (۲۷۱/۲)، حدیث (۱۲۹۷)۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علی بن مدینی نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ مطلب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

شرح

قرآن بھلا دینا گناہ کبیرہ:

اس بات پر آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ قرآن کا بھلا دینا گناہ کبیرہ ہے۔ البتہ بھلا دینے کی تعریف میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں چند اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حافظ کا بھلا دینا یہ ہے کہ وہ زبانی نہ پڑھ سکتا ہو۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ بھلا دینا یہ ہے کہ کوئی دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکتا ہو۔

(۳) بعض علماء کا خیال ہے کہ قرآن کی تلاوت ترک کر دینا اسے بھلا دینا ہے، خواہ اسے یاد رہے یا نہ رہے۔

فائدہ: حدیث مذکورہ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ناظرہ قرآن ہو یا حفظ قرآن، اسے بھلا دینا گناہ کبیرہ ہے۔ یاد رہے گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گناہ کا اعتراف کیا جائے پھر آئندہ نہ کرنے کا عہد و پیمان کیا جائے۔

زیر بحث حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے تمام اعمال سے آگاہ ہیں خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے اعمال بد یعنی گناہوں کا جائزہ لیا تو ان میں سے سب سے بڑا گناہ قرآن کریم کو یاد کرنے کے بعد اسے بھلا دینا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ اپنے ہر امتی کے افعال اور اعمال سے آگاہ ہیں۔ تاہم نیک اعمال سے آپ خوش ہوتے ہیں اور اعمال بد سے آپ رنجیدہ ہوتے ہیں۔

2841 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّهُ مَرَّ عَلٰى قَاصٍّ يَقْرَاُ ثُمَّ سَاَلَ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَلْيَسْاَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهُ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْاَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ

توضیح راوی: وَقَالَ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا خَيْثَمَةُ الْبَصْرِيُّ الَّذِيْ رَوٰى عَنْهُ جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ وَلَيْسَ هُوَ خَيْثَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَخَيْثَمَةُ هٰذَا شَيْخٌ بَصْرِيٌّ يُكْنٰى اَبَا نَصْرٍ قَدْ رَوٰى عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَحَادِيْثَ وَقَدْ رَوٰى جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ خَيْثَمَةَ هٰذَا اَيْضًا اَحَادِيْثَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذَاكَ

2841- اخرجه احمد (٤/٤٣٢، ٤٣٩، ٤٣٦، ٤٤٥).

◄◄►► حسن نامی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا گزر ایک قاری کے پاس سے ہوا۔ جو تلاوت کر رہا تھا' تو اس نے (یہ قرأت سنا کر) کچھ مانگا تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ارشاد فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' جو شخص قرآن پاک پڑھے' تو وہ اس کے عوض میں صرف اللہ تعالیٰ سے مانگے عنقریب کچھ لوگ آئیں گے' جو قرآن پاک پڑھیں گے' اور قرآن پاک کے عوض میں لوگوں سے مانگیں گے۔

محمود کہتے ہیں: خیثمہ بصری نامی راوی وہ ہیں' جن کے حوالے سے' جابر جعفی۔ نے روایات نقل کی ہیں' یہ صاحب خیثمہ بن عبدالرحمٰن نہیں ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

خیثمہ نامی یہ راوی بصرہ کے رہنے والے بزرگ ہیں اور ان کی کنیت ابونصر ہے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ جابر جعفی نے ان خیثمہ کے حوالے سے' احادیث روایت کی ہیں۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ اس کی سند زیادہ مستند نہیں ہے۔

شرح

تلاوت قرآن کا اجر اللہ تعالیٰ سے مانگنا:

مسلمان اپنے ہر نیک عمل کا ثواب اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، کیونکہ اس کے ہر عمل خیر کا مقصد اسے خوش کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح قاریٔ قرآن کو تلاوت کا اجر صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے، کیونکہ بہترین اجر دینے والی وہی ذات ہے۔ تاہم لوگوں سے اس عظیم عبادت کا معاوضہ طلب کرنا حرام ہے۔

من قرأ القرآن فلیسأل اللہ بہ کا مفہوم: اس کے مفہوم میں تین اقوال ہیں:

(۱) تلاوت قرآن کے بعد اپنا ہر سوال اللہ تعالیٰ سے کرنا چاہیے۔

(۲) دوران تلاوت آیت رحمت پر پہنچیں تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرنی چاہیے اور جب آیت عذاب پر پہنچیں تو اس سے پناہ کی دعا کرنی چاہیے۔

(۳) تلاوت قرآن سے فراغت پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔

حدیث کے آخری حصہ میں نبی غیب دان نے اس بات کا بھی انکشاف فرمایا: آئندہ زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو تلاوت قرآن کر کے لوگوں سے اس کا معاوضہ طلب کریں گے۔ یہ سوال کئی اعتبار سے ممنوع ہے۔ اولاً اس عظیم عبادت کا عوض کوئی چیز نہیں ہو سکتی ہے۔ ثانیاً لوگوں سے اس کے معاوضہ کا سوال کرنا قرآن کی تحقیر ہے۔

2842 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ فَرْوَةَ يَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ عَنْ

2842۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة الاشراف) (۲۰۱/۴)، حدیث (۴۹۷۲)، و ذکره المنذری فی (الترغیب) (۱۶۹/۱) برقم (۲۱۱) و عزاه للترمذی، وصاحب (المشکاة) (۷۰۲/۴ ۔ مرقاة) حدیث (۲۲۰۳) و عزاه للترمذی۔

اَبِی الْمُبَارَكِ عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ

اختلاف سند: وَقَدْ خُوْلِفَ وَكِيْعٌ فِیْ رِوَايَتِهٖ وقَالَ مُحَمَّدٌ اَبُوْ فَرْوَةَ يَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ الرُّهَاوِیُّ لَيْسَ بِحَدِيْثِهٖ بَاْسٌ اِلَّا رِوَايَةَ ابْنِهٖ مُحَمَّدٍ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَرْوِیْ عَنْهُ مَنَاكِيْرَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِيْهِ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَزَادَ فِیْ هٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ صُهَيْبٍ وَّلَا يُتَابَعُ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ عَلٰى رِوَايَتِهٖ وَهُوَ ضَعِيْفٌ وَّاَبُو الْمُبَارَكِ رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ

◆◆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قرآن پاک کی حرام کی ہوئی اشیاء کو حلال سمجھے تو اس نے قرآن پاک پر ایمان نہیں رکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند زیادہ مستند نہیں ہے۔

اس کی روایت میں وکیع کی مخالفت کی گئی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابوفروہ یزید بن سنان رہاوی نامی راوی کی نقل کردہ روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ماسوائے ان روایات کے جو ان کے صاحب زادے محمد نے ان کے حوالے سے نقل کی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے: وہ لڑکا ان کے حوالے سے "منکر" روایات نقل کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن یزید نے اپنے والد کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کی سند میں یہ بات نقل کی ہے: یہ مجاہد کے حوالے سے، سعید بن مسیب کے حوالے سے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

محمد بن یزید کی اس روایت میں ان کی متابعت نہیں کی گئی ہے۔

یہ صاحب "ضعیف" ہیں۔

ابوالمبارک نامی راوی مجہول ہیں۔

شرح

محارم قرآن کا انکار اس پر ایمان نہ لانے کی علامت ہونا:

قرآن پر ایمان لانے کی علامت یہ ہے کہ اس کی حرام کردہ اشیاء کو حرام اور حلال کردہ اشیاء کو حلال سمجھا جائے۔ اس کے برعکس اس کی حرام کردہ اشیاء مثلاً زنا، قتل اور شراب وغیرہ کو حلال سمجھنا قرآنی حکم کے منافی اور کفر ہے۔

الفاظ حدیث: ما امن بالقرآن من استحل محارمہ کا مفہوم: اس میں مشہور دو قول ہیں:

(۱) جس شخص کا قرآن کریم پر ایمان نہیں وہ اس کی حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں سمجھے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے اسے حلال سمجھنا کفر ہے۔ ایسا شخص مسلمان اور صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔

2843 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ الَّذِىْ يُسِرُّ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِىْ يَجْهَرُ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ لِاَنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ اَفْضَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ وَاِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لِكَىْ يَاْمَنَ الرَّجُلُ مِنَ الْعُجْبِ لِاَنَّ الَّذِىْ يُسِرُّ الْعَمَلَ لَا يُخَافُ عَلَيْهِ الْعُجْبُ مَا يُخَافُ عَلَيْهِ مِنْ عَلَانِيَتِهٖ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' بلند آواز میں تلاوت کرنے والا اعلانیہ طور پر صدقہ کرنے والے کی مانند ہے' اور پست آواز میں تلاوت کرنے والا چھپ کر صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: جو شخص پست آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے وہ اس سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے' جو بلند آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: اہلِ علم کے نزدیک اعلانیہ طور پر صدقہ دینے کے مقابلے میں پوشیدہ طور پر صدقہ دینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: آدمی اس طرح خود پسندی سے محفوظ ہو جاتا ہے' کیونکہ جو شخص پوشیدہ طور پر عمل کرے گا اسے اس بارے میں خود پسندی کا اندیشہ نہیں ہوگا' جو اعلانیہ طور پر عمل کرنے میں ہوگا۔

شرح

تلاوت قرآن کی بہتر کیفیت:

تلاوت قرآن بلند آواز سے کرنا جائز ہے اور پست آواز سے بھی لیکن دوسری صورت افضل ہے' کیونکہ اس میں ریاکاری نہیں ہوگی۔ یہ اسی طرح ہے کہ صدقہ و خیرات علانیہ بھی جائز ہے اور پوشیدہ طور پر بھی مگر پوشیدہ طور پر افضل ہے تاکہ ریاکاری سے بچا جا سکے۔ پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کرنا ہر حالت میں افضل نہیں ہے' کیونکہ بعض اوقات علانیہ صدقہ کرنا افضل ہوتا ہے تاکہ

2843۔ اخرجه ابوداؤد (۱/ ۴۲۴): كتاب الصلاة: باب: رفع الصوت بالقراءة في الصلاة، حديث (۱۳۳۳)، و النسائي (۳/ ۲۲۵): كتاب قيام الليل و تطوع النهار: باب: فضل السر على الجهر، حديث (۱۶۶۳)، (۵/ ۸۰): كتاب الزكاة: باب: المسر بالصدقة، حديث (۲۵۶۱)، و احمد (۴/ ۱۵۱، ۱۵۸، ۲۰۱).

دوسرے لوگوں میں بھی صدقہ وخیرات کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ (البقرہ:۲۷۱)

''اگر تم علانیہ صدقہ کرو تو یہ بہتر ہے اور اگر تم خفیہ طور پر صدقہ وخیرات فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے''۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں: اگر کسی خاص مقصد کے پیش نظر علانیہ صدقہ کیا جائے مثلاً اغنیاء میں صدقہ وخیرات کا جذبہ پیدا کرنا ہو کہ وہ غرباء ومساکین کی مالی معاونت وامداد کریں۔ بالکل اسی طرح لوگوں میں تلاوت قرآن اور قرآن کریم سیکھنے کا جذبہ پیدا کرنا مقصود ہو تو بلند آواز سے تلاوت کرنا افضل ہے۔ اس مقام پر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حدیث نقل کر کے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بلند آواز کی بجائے پست آواز میں تلاوت قرآن کرنا افضل ہے۔

سوال: بعض روایات سے بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے؟

جواب: (۱) جب ریاکاری کا اندیشہ ہو تو پست آواز میں تلاوت قرآن افضل ہے اور ریاکاری کا اندیشہ نہ ہو تو بلند آواز سے افضل ہے۔

(۲) لوگوں کو ایذاء پہنچنے کا اندیشہ ہو تو پست آواز میں تلاوت کی جائے مثلاً کوئی شخص حالت نماز میں ہے یا علالت میں۔ اگر لوگوں کو ایذا پہنچنے کا امکان نہ ہو تو بلند آواز سے بھی تلاوت قرآن کی جاسکتی ہے۔

2844 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ لُبَابَةَ قَالَ قَالَتْ عَآئِشَةُ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنَامُ عَلٰى فِرَاشِهٖ حَتّٰى يَقْرَاَ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ وَالزُّمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ لُبَابَةَ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ قَدْ رَوٰى عَنْهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ غَيْرَ حَدِيْثٍ وَّيُقَالُ اسْمُهٗ مَرْوَانُ

قولِ امام بخاری: اَخْبَرَنِيْ بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ فِيْ كِتَابِ التَّارِيْخِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے' جب تک سورہ بنی اسرائیل اور سورہ ''زمر'' کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابولبابہ نامی راوی بصرہ کے بزرگ ہیں۔

حماد بن زید نے ان کے حوالے سے' کئی روایات نقل کی ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام ''مروان'' ہے۔

یہ بات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''التاریخ'' میں نقل کی ہے۔

2845 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ

2844۔ اخرجه النسائي في (الكبرى) (٤٤٤/٦): كتاب التفسير: باب: (٣٠٣)، حديث (١/١١٤٤٤)، من طريق مروان ابي لبابة، عن ابي هريرة.

2845۔ اخرجه ابوداؤد (٧٣٤/٢): كتاب الادب: باب: ما يقول عن النوم، حديث (٥٠٥٧)، و احمد (١٢٨/٤).

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بِلَالٍ عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّهُ حَدَّثَهُ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ اَنْ يَرْقُدَ وَيَقُوْلُ اِنَّ فِيْهِنَّ اٰيَةً خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ اٰيَةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ "سَبَّحَ" سے شروع ہونے والی سورتوں کو سونے سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: ان میں ایک آیت ایسی ہے جو ایک ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

وہ سورتیں جن کی تلاوت سونے سے قبل کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا:

لفظ: المسبّحات: مسبّحۃ کی جمع ہے جو ثلاثی مزید از باب تفعیل اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: تسبیح بیان کرنے والی لیکن یہ نسبت مجازی ہے ورنہ حقیقت میں تسبیح پڑھنے والا قاری ہے۔ سورتوں کو مجازی طور پر "مسبّحات" کا نام دیا گیا ہے ورنہ حقیقت میں اس سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کے شروع میں چار الفاظ میں سے کوئی موجود ہو۔

(۱) سبحان (۲) سبح (فعل ماضی) (۳) یسبح (فعل مضارع) (۴) سبح (فعل امر)۔

وہ سات سورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) سورۃ بنی اسرائیل (۲) سورۃ حدید (۳) سورۃ حشر (۴) سورۃ صف (۵) سورۃ جمعہ (۶) سورۃ تغابن (۷) سورۃ اعلیٰ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت سونے سے قبل تلاوت کے لیے کچھ سورتوں کا انتخاب فرمایا ہوا تھا۔ احادیث باب کے مطابق وہ آٹھ سورتیں ہیں جن میں سے سات کے نام مذکور ہوئے اور آٹھویں سورۃ الزمر ہے۔ ان سورتوں میں سے ایک آیت ایسی بھی ہے جو ہزار آیات سے بہتر ہے۔

سوال: جب ان سورتوں میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیات سے بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نشاندہی کیوں نہ فرمائی؟

جواب: اس آیت کو پوشیدہ رکھنے میں وہی حکمت ہے جو شب قدر اور ساعت جمعہ کے مقدر کرنے میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ شب قدر کی تلاش میں مسلمان رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں قیام کر کے اپنے اعمال خیر کے ذخیرہ میں اضافہ کریں۔ جمعۃ المبارک کے دن مقبولیت دعا کی گھڑی کو پانے کے لیے تمام دن عبادت میں صرف کریں۔ اسی طرح اس آیت کو تلاش کرنے کے لیے مسلمان مذکورہ تمام سورتوں کی تلاوت کو اپنے معمولات میں شامل کر لیں تو سب سورتوں کی تلاوت کرنے سے اس آیت کی بھی تلاوت کا شرف حاصل ہو جائے گا اور کثرت تلاوت کے سبب نیکیوں میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

2846 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ طَهْمَانَ اَبُو الْعَلَاءِ الْخَفَّافُ حَدَّثَنِيْ نَافِعُ ابْنُ اَبِيْ نَافِعٍ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَقَرَاَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِّنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا وَّمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو بھی شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ پڑھے۔

''میں سننے والے اور علم رکھنے والے اللہ تعالیٰ کی مردود شیطان سے پناہ مانگتا ہوں''

پھر وہ شخص سورہ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دے گا' جو شام تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے' اگر وہ شخص اس دن میں فوت ہو جاتا ہے' تو وہ شہید کی موت مرے گا۔ اگر کوئی شخص شام وقت ایسا کرلے' تو اسے بھی یہی فضیلت حاصل ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

سورۃ حشر کی آخری تین آیات تلاوت کرنے کی فضیلت:

دوسری سورتوں کی طرح سورۃ حشر بھی بابرکت اور فضیلت والی ہے۔ بالخصوص اس سورۃ کی آخری تین آیات کی عظمت و فضیلت اس حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ ان تین آیات کی فضیلت تین طرح سے بیان کی گئی ہے:

(i) جو شخص بایں الفاظ آغاز کرے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پھر صبح کے وقت سورۃ حشر کی آخری تین آیات تلاوت کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو پورا دن شام تک اس کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری اور معصوم مخلوق ہے جن کی دعا یقیناً درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے۔

(ii) اگر ان تین آیات کی تلاوت کرنے والا اسی دن فوت ہو جائے تو اسے اس تلاوت کی برکت سے شہادت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ جس طرح شہید کو بوقت شہادت کوئی تکلیف نہیں ہوتی اسی طرح اسے بھی کوئی اذیت نہیں ہوتی۔

(iii) جو شخص شام کے وقت ان تین آیات کی تلاوت کرتا ہے' تو اسے بھی یہی فضیلت حاصل ہوگی یعنی صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اسی رات وفات پا جانے کی صورت میں اسے شہادت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

2846ـ اخرجه الدارمی (۲/۴۵۸): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل حم الدخان، و احمد (۵/۲٦).

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ كَانَتْ قِرَائَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 16: نبی اکرم ﷺ کی قرأت کیسی تھی؟

2847 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَائَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَاتِهٖ فَقَالَتْ مَا لَكُمْ وَصَلَاتَهٗ كَانَ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى ثُمَّ يُصَلِّيْ قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى حَتّٰى يُصْبِحَ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَائَتَهٗ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَائَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوَى ابْنُ جُرَيْجٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَطِّعُ قِرَائَتَهٗ وَحَدِيْثُ لَيْثٍ اَصَحُّ

◆◆ یعلیٰ بن مملک بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کی قرأت اور (نفلی) نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے جواب دیا: تمہارا نبی اکرم ﷺ کی نماز سے کیا واسطہ؟ نبی اکرم ﷺ نوافل بھی ادا کیا کرتے تھے' اور اتنی دیر کے لیے سو بھی جایا کرتے تھے' جتنی دیر آپ نے نوافل ادا کئے ہوتے تھے' پھر آپ اتنی دیر نوافل ادا کرتے رہتے تھے' جتنی دیر آپ سوئے رہتے تھے۔ پھر آپ اتنی دیر سو جاتے تھے' جتنی دیر آپ نے نوافل ادا کئے ہوتے تھے' یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی۔

پھر سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی قرأت کے بارے میں بتایا: تو انہوں نے اس قرأت کی خوبی یہ بیان کی کہ اس میں ایک ایک حرف واضح ہوتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف لیث بن سعد کی ابن ابوملیکہ کے حوالے سے' یعلیٰ بن مملک کے حوالے سے' سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ قرأت میں حروف کو الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے۔

لیث کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

2847۔ اخرجه ابوداؤد (۴۶۳/۱): كتاب الصلاة: باب: استحباب الترتيل من القرأة، حديث (۱۴۶۶)، و النسائي (۱۸۱/۲)، كتاب الافتتاح: باب: تزيين القرآن بالصوت، حديث (۱۰۲۲)، و النسائي (۲۱۴/۳): كتاب قيام الليل و تطوع النهار: باب: ذكر صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل، حديث (۱۶۲۹)، و احمد (۲۹۴/۶، ۳۰۰، ۳۰۸)، و ابن خزيمة (۱۸۸/۲)، حديث (۱۱۵۸)۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت:

جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بے مثل تھی اور کلام الٰہی (قرآن کریم) بے مثل ہے اسی طرح آپ کی قرأت کی کیفیت بھی بے مثل تھی۔ آپ کی قرأت کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ تاہم ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے یوں فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے پھر اتنا وقت آرام فرماتے پھر آرام کرنے کے برابر نماز پڑھتے اور پھر آرام فرماتے۔ آپ کی صلوٰۃ ونوم کا سلسلہ صبح تک جاری رہتا تھا۔

مالکم و صلوته و کان یصلی، کا مفہوم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور نماز کی طاقت آپ لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت اور خوبصورتی ایسی تھی کہ سننے والا ایک ایک حرف شمار کرسکتا تھا۔

حدیث مذکورہ کے مفہوم میں دو احتمال ہوسکتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(i) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت نقل کر کے لوگوں کو سنائی۔

(ii) ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت خوبصورت الفاظ میں بیان فرمائی اور ساتھ ہی بتایا کہ تم میں ایسی قرأت کی طاقت نہیں ہے۔

2848 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَيْسٍ هُوَ رَجُلٌ بَصْرِىٌّ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ كَانَ يُوتِرُ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ اَوْ مِنْ اٰخِرِهٖ فَقَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَصْنَعُ رُبَّمَا اَوْتَرَ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اَوْتَرَ مِنْ اٰخِرِهٖ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِى الْاَمْرِ سَعَةً فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَتُهُ اَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ اَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ قَدْ كَانَ رُبَّمَا اَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ قَالَ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِى الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ فَكَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِى الْجَنَابَةِ اَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ اَوْ يَنَامُ قَبْلَ اَنْ يَّغْتَسِلَ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ فَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّاَ فَنَامَ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِى الْاَمْرِ سَعَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عبداللہ بن ابوقیس بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کی وتر کی نماز کے بارے میں دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کس وقت وتر ادا کرتے تھے؟ رات کے ابتدائی حصے میں یا آخری حصے میں تو انہوں نے جواب دیا: ہر وقت میں کرلیتے تھے۔ بعض اوقات آپ رات کے ابتدائی حصے میں ادا کرلیتے تھے اور بعض اوقات رات کے آخری حصے میں وتر ادا

کرتے تھے؟ تو میں نے کہا ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جس نے اس معاملے میں کشادگی رکھی ہے پھر میں نے دریافت کیا۔ نبی اکرم ﷺ کی قرأت کس طرح ہوتی تھی؟ کیا آپ پست آواز میں قرأت کرتے تھے؟ یا بلند آواز میں کرتے تھے؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: ہر طرح کر لیتے تھے۔ بعض اوقات آپ پست آواز میں قرأت کرتے تھے اور بعض اوقات بلند آواز میں کر لیتے تھے تو راوی کہتے ہیں: میں نے کہا ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جس نے اس معاملے میں بھی کشادگی رکھی ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر میں نے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ جنابت کی صورت میں کیا کرتے تھے؟ کیا آپ سونے سے پہلے غسل کر لیتے تھے یا غسل کیے بغیر ہی سو جایا کرتے تھے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ہر طرح کر لیتے تھے۔ بعض اوقات آپ پہلے غسل کرتے تھے اور پھر سوتے تھے بعض اوقات صرف وضو کر کے سو جایا کرتے تھے۔ میں نے کہا: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس معاملے میں کشادگی رکھی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کی سہولت پیش نظر رکھنا:

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن ابوقیس رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تین اہم سوالات کیے:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر رات کے کس حصہ میں ادا کرتے تھے؟

(۲) آپ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے یا پست آواز سے؟

(۳) جنابت کی صورت میں آپ فوراً غسل کرتے تھے یا تاخیر سے؟ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بالترتیب یوں جوابات دیے:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رات کے اول حصہ میں نماز وتر ادا فرماتے تھے اور کبھی رات کے آخری حصہ میں

(۲) آپ کبھی بلند آواز میں قرأت کرتے تھے اور کبھی پست آواز

(۳) آپ کبھی جلدی سے غسل جنابت کرتے تھے اور کبھی محو استراحت ہو جاتے پھر اٹھ کر غسل فرماتے۔ راوی یہ جوابات سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آسانی و وسعت کی راہیں نکالی ہیں۔

2849 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ بِالْمَوْقِفِ فَقَالَ اَلَا رَجُلٌ يَّحْمِلُنِىْ اِلٰى قَوْمِهِ

2849- اخرجه ابوداؤد (٦٤٧/٢): كتاب السنة: باب: هن القرآن، حديث (٤٧٣٤).

فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُوْنِي اَنْ اُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ابتدائے اسلام میں تبلیغ کے لیے) نبی اکرم ﷺ میدان عرفات میں لوگوں کے سامنے جاتے تھے اور یہ فرماتے تھے: کیا کوئی شخص مجھے اپنی قوم کے پاس لے کر جائے گا' کیونکہ قریش نے مجھے اس بات سے روکنے کی کوشش کی ہے' میں اپنے پروردگار کے کلام کی تبلیغ کروں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب صحیح" ہے۔

شرح

تبلیغ کلام الٰہی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی رکاوٹ کو حائل نہ ہونے دینا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی اعلان نبوت کیا تو اہل مکہ آپ کی مخالفت پر اتر آئے۔ چند لمحے قبل جو لوگ آپ کو صادق وامین کے القاب سے یاد کرتے تھے' انہوں نے عداوت کی انتہاء کر دی۔ تین سال تک آپ خفیہ طور پر اپنے خاندان اور قبیلہ کے لوگوں کو تبلیغ فرماتے رہے لیکن وہ نہ مانے۔ پھر آپ نے اعلانیہ تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور تبلیغ کا رخ اہل مکہ کی طرف کر دیا، تب بھی کوئی مثبت نتیجہ سامنے نہ آیا۔ آپ مکہ معظمہ سے نکل کر وادی طائف میں تشریف لے گئے اور انہیں پیغام باری تعالیٰ پہنچانے کی کوشش کی اور قبیلہ ثقیف کو بھی تبلیغ حق فرمائی مگر انہوں نے بھی مایوس کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے مخالفت برائے مخالفت کا مظاہرہ اس حد تک کیا کہ آپ پر پتھروں کی بارش کر دی اور جسم مبارک زخمی ہونے کی وجہ سے جوتے خون سے بھر گئے مگر یہ صورتحال بھی آپ کے پروگرام میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ مایوسی کے عالم میں آپ مکہ واپس تشریف لے آئے۔

حج کا موسم آنے پر آپ دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں سے فرمایا اہلِ مکہ نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے اور مجھے تبلیغ حق سے روک دیا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص ہے جو مجھے اپنے قبیلہ میں لے جائے میں انہیں پیغام حق پہنچا سکوں؟ آپ کی بات ماننے کے لیے کوئی شخص تیار نہیں تھا۔ آخر کار مدینہ کے لوگوں نے آپ کا پیغام سنا، اسے تسلیم کیا اور مدینہ میں آپ کو تشریف لانے کی دعوت دی۔ آپ ان کی دعوت پر ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لے آئے پھر تا حیات اس شہر کو اپنا مسکن بنائے رکھا حتیٰ کہ آپ کا وصال بھی اسی مقدس شہر میں ہوا۔

2850 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ وَذِكْرِيْ عَنْ مَسْاَلَتِيْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِي

2850- اخرجه الدارمي (۲/ ٤٤١): كتاب فضائل القران: باب: فضل كلام الله۔

السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس شخص کو قرآن پاک میرا ذکر کرنے سے اور مجھ سے مانگنے سے مشغول رکھے میں اسے اس سے زیادہ افضل عطا کروں گا' جو مانگنے والوں کو عطا کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو تمام کلاموں پر وہی فضیلت حاصل ہے' جو اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق پر حاصل ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

قرآن کریم اور اس کی تلاوت کرنے والے کی فضیلت:

مشہور مقولہ ہے: کلام الامام امام الکلام' بلا تشبیہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے اسی طرح اس کا کلام بھی بے مثال ہے۔ زیر بحث حدیث قدسی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص ذکر الٰہی اور دعا کے بجائے تلاوت قرآن میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذاکرین وسائلین سے زیادہ اپنے انعامات سے نوازتا ہے، کیونکہ وہ ایسے کلام میں شاغل رہا ہے' جس کی عظمت دوسرے کلاموں پر ایسی ہے جیسی ذات باری تعالیٰ کو تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔

سوال: ماقبل میں دو چیزوں کا ذکر تھا:

(۱) ذکر (۲) سوال کرنے والے لیکن یہاں سوال کا ذکر ہے جبکہ ذکر کرنے والوں کا ذکر نہیں ہے؟

جواب: باری تعالیٰ کی حمد وثنا اور ذکر دونوں متعارض ومتضاد ہرگز نہیں ہیں' کیونکہ دونوں کا مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انعام واکرام سے ہمیں نواز دے۔

وفضل كلام الله، کا مفہوم: اس کے مفہوم میں دو احتمال ہیں:

(i) یہ عبارت حدیث قدسی کا تتمہ اور کلام خداوندی ہو۔

(ii) یہ کلام حدیث قدسی کا حصہ نہ ہو بلکہ کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

کِتَابُ الْقِرَاْتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

(مختلف طرح کی) قرأت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابٌ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب 1: سورۂ فاتحہ

2851 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهٗ يَقُوْلُ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) ثُمَّ يَقِفُ (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) ثُمَّ يَقِفُ وَكَانَ يَقْرَؤُهَا (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّبِهٖ يَقْرَاُ اَبُوْ عُبَيْدٍ وَّيَخْتَارُهٗ وَهٰكَذَا رَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ وَغَيْرُهٗ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَّعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا وَصَفَتْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرْفًا حَرْفًا وَّحَدِيْثُ اللَّيْثِ اَصَحُّ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَكَانَ يَقْرَاُ (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ قرأت میں وقف کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ پہلے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) پڑھتے تھے پھر ٹھہر جاتے تھے پھر (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) پڑھتے پھر ٹھہر جاتے۔

نبی اکرم ﷺ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔ (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

ابوعبید نے اس کے مطابق قرأت کی ہے اور اسے ہی اختیار کیا ہے۔

یحییٰ بن سعید اموی اور دیگر حضرات نے ابن جریج کے حوالے سے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے یعلیٰ کے حوالے سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح نقل کیا ہے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی قرأت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتایا: آپ ﷺ الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔ لیث کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

2851۔ اخرجه ابوداؤد (۴۳۳/۲): كتاب الحروف و القرآن: باب: (۱)، حديث (۴۰۰۱)، و احمد (۳۰۲/۶، ۳۲۳)، و ابن خزيمة (۲۴۸/۱)، حديث (۴۹۳) من طريق بن مليكة عن ام سلمة.

لیث کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ یہ آیت یوں پڑھتے: (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

2852 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَاُرَاهُ قَالَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا يَقْرَئُوْنَ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هٰذَا الشَّيْخِ اَيُّوْبَ بْنِ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيِّ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُ اَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ كَانُوْا يَقْرَئُوْنَ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

وَرَوٰى عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ كَانُوْا يَقْرَئُوْنَ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی تذکرہ کیا ہے) یہ آیت اس طرح پڑھا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم زہری کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کردہ اس روایت کو صرف شیخ ایوب بن سوید رملی کی بیان کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

زہری کے بعض شاگردوں نے اس روایت کو زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) پڑھتے تھے۔

امام ابورزاق نے حامر کے حوالے سے زہری کے حوالے سے سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے، نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) پڑھا کرتے تھے۔

شرح

سورہ فاتحہ کی تلاوت اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی قرأت:

سورۃ فاتحہ کے ناموں میں سے ایک "سبع مثانی" ہے، جس کا مطلب ہے کہ وہ سات آیات جن کی دوہرا کر تلاوت کی جاتی ہے۔ پہلی حدیث باب میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے وقت ہر آیت پر وقف

2852۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۱/ ۴۰۰)، حدیث (۱۵۷۰)، وذکرہ السیوطی فی (الدار المنثور) (۱/ ۳۸) وعزاہ لا حمد فی (الزھد)، و الترمذی، و ابن ابی داؤد، و ابن الانباری، عن انس۔

کیا کرتے تھے یعنی پوری سورت کو سات سانسوں میں ختم کرتے تھے مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر رک جاتے، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر رکتے پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنَ پڑھ کر وقف کرتے اسی طرح باقی آیات پر بھی وقف کرتے تھے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ تیسری آیت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنَ میں لفظ مالك کی قرأت دو طریقوں سے کی گئی ہے:

(۱) مَالِكِ (الف کے ساتھ)

(۲) مَلِكِ (الف کے بغیر) دونوں صورتوں میں معنی ایک ہے: مالک، بادشاہ۔ امام عاصم اور امام کسائی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں پہلی صورت (مَــالِكِ) کو پسند کرتے تھے جبکہ امام ابوعبید قاسم بن سلام بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ دوسری صورت (مَــلِكِ) کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ آپ خواہ قراء سبعہ میں شامل نہیں ہیں لیکن فن قرأت میں صاحب تصنیف ہونے کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اس قرأت میں لفظ "مَــلِكِ" کی تلاوت سے تیس نیکیاں ملیں گی۔ دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم لفظ "مَــالِكِ" کی الف کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔

فائدہ نافعہ: سورۃ فاتحہ کی تیسری آیت کے لفظ "مــالك" میں دو قرأتیں الف کے ساتھ اور بغیر الف کے جائز ہیں، کیونکہ تعامل وتواتر اور قراء سبعہ کی تصریحات اس کا مدار ہے۔ تاہم عرف اور عوام الناس کا اعتبار کرتے ہوئے پہلی صورت کو ترجیح حاصل ہے۔ علاوہ ازیں اس طرح لفظ "مالك" کی قرأت سے چالیس نیکیاں عطا ہوں گی۔

سوال: قرأت کی تعریف کرتے ہوئے مختلف قرأتوں کے جواز کی وجہ بیان کریں؟

جواب: بلاشبہ قرآن کریم آخری دستور حیات ہے، جس پر عمل کرنا: ذریعہ نجات ہے، اس کے الفاظ کو مختلف طریقوں سے پڑھنے کو قرأت کہا جاتا ہے، جس کے جواز کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً مفرد کو جمع بنا کر پڑھنا جیسے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ کو وَتَــمَّتْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ پڑھنا یا مذکر کو مؤنث اور مؤنث کو مذکر کے صیغہ سے پڑھنا جیسے لا يقبل اور لا تقبل یا کسی لفظ کو صرفی قاعدہ کے اختلاف سے پڑھنا جیسے من خالق غير الله اور غيرِ الله پڑھنا یا کسی لفظ کو لہجوں کے اختلاف سے پڑھنا جیسے مد کی جگہ قصر اور قصر کی جگہ مد پڑھنا یا ادغام کی جگہ اظہار اور اظہار کی جگہ ادغام پڑھنا۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کو مختلف قرأتوں سے پڑھنے کے جواز پر فقہاء وعلماء کا اتفاق ہے۔

2853 سندِ حدیث: حَـدَّثَـنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِىْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ (اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُوْ عَلِيِّ بْنُ يَزِيْدَ هُوَ اَخُو يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ

2853- اخرجه ابوداؤد (۴۲۷/۲): كتاب الحروف و القرأ ات: باب: (۱)، حديث (۳۹۷۶)، (۲۸/۲)، حديث (۳۹۷۷)، و احمد (۲۱۵/۳).

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ تَفَرَّدَ ابْنُ الْمُبَارَكِ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ یَزِیْدَ وَهٰكَذَا قَرَاَ اَبُوْ عُبَیْدٍ (وَالْعَیْنُ بِالْعَیْنِ) اتِّبَاعًا لِهٰذَا الْحَدِیْثِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

(اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنُ بِالْعَیْنِ)

سوید بن نضر نامی راوی بیان کرتے ہیں، ابن مبارک نے یونس بن یزید کے حوالے سے' اس سند کے ہمراہ اس کی مانند نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعلی بن یزید، یونس بن یزید کے بھائی تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

امام بخاری نے یہ بات بیان کی ہے، اس روایت کو یونس سے نقل کرنے میں عبداللہ بن مبارک منفرد ہیں۔

ابوعبید نے حدیث کی پیروی کرتے ہوئے اسے اسی طرح تلاوت کیا ہے: (وَالْعَیْنُ بِالْعَیْنِ)

شرح

اَلْعَیْنَ بِالْعَیْنِ میں قرأت کی وضاحت:

حدیث میں آیت یوں ہے: وَكَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط (المائدہ:۴۵) ''ہم نے بنی اسرائیل پر اس (تورات) میں جان کے عوض جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں برابر قصاص لازم قرار دیا''۔

اس آیت میں العین، الانف اور الاذن وغیرہ پر دو طرح سے قرأت کو روا رکھا گیا ہے:

(۱) العین، الانف اور الاذن وغیرہ کو منصوب پڑھا جائے۔ اس صورت میں ان تمام امور کا عطف النفس پر ہوگا جو اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ تمام الفاظ منصوب ہوں گے، کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب یکساں ہوتا ہے۔

(۲) العین، الانف اور الاذن وغیرہ کا عطف اَنَّ کے اسم کے محل پر ہوگا جو مرفوع ہے، کیونکہ اَنَّ کے داخل ہونے سے قبل اس کا اسم مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع تھا اور اَنَّ کے داخل ہونے کے بعد بھی محلا مرفوع ہے۔

امام کسائی نے العین سے لے کر الجروح تک سب الفاظ کو مرفوع پڑھا ہے۔ ابوعمر، ابن کثیر اور ابوعامر وغیرہ نے لفظ ''الجروح'' کو مرفوع پڑھا ہے جبکہ دیگر قرأ تمام اسماء کو منصوب پڑھنے کے قائل ہیں۔

2854 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِیْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِیَادِ بْنِ اَنْعُمَ عَنْ عُتْبَةَ

بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ (هَلْ تَسْتَطِيْعُ رَبَّكَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ

توضیح راوی: وَرِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ وَّالْاَفْرِيْقِيُّ يُضَعَّفَانِ فِى الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

(هَلْ تَسْتَطِيْعُ رَبَّكَ)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف رشدین بن سعد کے حوالے سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔ اس کی سند بھی مستند نہیں ہے۔

رشیدین بن سعد اور عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی دونوں کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

شرح

هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ کی قرأت:

ارشاد خداوندی: اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ط قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o (المائدہ:۱۱۲) میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ ''هل يستطيع ربك'' کو پڑھا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے: کیا آپ اپنے پروردگار سے ایسا کرنے کی التجا پیش کر سکتے ہیں؟ امام کسائی نے ان الفاظ کو اسی طرح پڑھا ہے جبکہ باقی قرأ یوں پڑھتے: هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ؟ کیا آپ کا پروردگار اس کی قوت رکھتا ہے؟

وَمِنْ سُوْرَةِ هُوْدٍ

باب 2: سورہ ہود سے متعلق روایات

2855 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَؤُهَا (اِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ نَحْوَ هٰذَا وَهُوَ حَدِيْثُ

2854۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۸/۴۰۷)، حدیث (۱۱۳۳۷)، وذکره السیوطی فی (الدرالمنثور) (۲/۶۰۹)، و عزاه للحاکم و صححه، و الطبرانی، و ابن مردویه، عن عبد الرحمن بن غنم قال: سالت معاذ بن جبل۔

2855۔ اخرجه احمد (۶/۲۹۴، ۳۲۲)۔

ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ

توضیح راوی: قَالَ : وَسَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ يَّقُوْلُ اَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيْدَ هِيَ اُمُّ سَلَمَةَ الْاَنْصَارِيَّةُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ عِنْدِيْ وَاحِدٌ وَّقَدْ رَوٰى شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ غَيْرَ حَدِيْثٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ وَهِيَ اَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيْدَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا

◆◆ سیدہ ام سلمہ ڑٰانٹھا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ یہ آیت یوں پڑھتے تھے: (اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ)

اس حدیث کو کئی راویوں نے ثابت بنانی کے حوالے سے اس کی مانند نقل کیا ہے اور یہ ثابت بنانی سے منقول روایت ہے۔

یہی روایت شہر بن حوشب کے حوالے سے سیدہ اسماء بنت یزید سے منقول ہے۔

میں نے عبد بن حمید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے اسماء بنت یزید ہی ام سلمہ انصاریہ ہیں۔

اب یہ دونوں روایات میرے نزدیک ایک ہی روایت ہے۔ شہر بن حوشب نے اس کے علاوہ بھی احادیث سیدہ ام سلمہ انصاریہ ڑٰانٹھا کے حوالے سے نقل کی ہیں اور یہی خاتون اسماء بنت یزید ہیں۔

اس کی مانند ایک روایت سیدہ عائشہ ڑٰانٹھا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

2856 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَّحَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَا حَدَّثَنَا هَارُوْنُ النَّحْوِيُّ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ شَهْرِ ابْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ)

سیدہ اُم سلمہ ڑٰانٹھا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ آیت یوں پڑھتے تھے: اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ

شرح

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ کی قرأت:

ارشاد خداوندی: قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (ھود: ۴۶) میں "ہ" ضمیر منصوب محلاً "اِنَّ" کا اسم ہے جبکہ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ مرکب اضافی کی بنا پر اس کی خبر ہے۔ اس طرح لفظ "عمل" مصدر ہے جو مبالغہ کے معنی پر محمول ہے جس طرح یہ مثال ہے: زَيْدٌ عَدْلٌ (زید انصاف ہے) جبکہ زید انصاف کرنے والا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ مذکور کی یوں قرأت فرماتے تھے: اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ یعنی لفظ عمل کو مصدر کی بجائے فعل ماضی معروف اور "غَيْرَ صَالِحٍ" کو مضاف بامضاف الیہ مفعول بہ بناتے تھے۔ امام کسائی نے بھی اسی طرح قرأت کی ہے۔ تاہم باقی قراء نے آیت مذکورہ کے مطابق قرأت کی ہے۔

2856۔ اخرجہ ابوداؤد (۴۲۹/۲): کتاب الحروف و القراءات: باب: (۱)، حدیث (۳۹۸۵)، و عبد اللہ بن ا ... (۵/ ۲۰۱)

بعض محدثین دو احادیث کو ایک قرار دیتے ہیں جبکہ اکثر کے نزدیک دو احادیث ہیں۔ ایک روایت ہو یا دو ان کا مضمون وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ

باب 3: سورۂ کہف سے متعلق روایات

2857 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْجَارِيَةِ الْعَبْدِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَرَاَ (قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا) مُثَقَّلَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ ثِقَةٌ وَّاَبُو الْجَارِيَةِ الْعَبْدِيُّ شَيْخٌ مَجْهُوْلٌ وَّلَا نَعْرِفُ اسْمَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

(قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا) یعنی آپ ﷺ نے اس میں شد پڑھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اس کے راوی امیہ بن خالد ثقہ ہیں۔ ابوالجابلہ عبدی نامی راوی مجہول ہیں، ہمیں ان کے نام کا پتہ نہیں ہے۔

شرح

مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا" کی قرأت

ارشادِ باری ہے:

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝ (الکہف: ۷۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نے اس کے بعد کوئی اعتراض کیا تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھیے گا۔ آپ میری جانب سے یقیناً معذور تصور ہوں گے"۔

حدیث باب کے مطابق آیت کے الفاظ: قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح قرأت کی ہے یعنی لَدُنِّي میں نون کی تشدید کے ساتھ قرأت فرمائی ہے۔ تمام قرأ نے بھی یہ لفظ اسی طرح پڑھا ہے جبکہ نافع نے "لَدُنِيْ" (یعنی لام کے زبر، دال کے پیش، نون کے زیر اور یاء کے سکون کے ساتھ) پڑھا ہے۔

فائدہ نافعہ: اصل لفظ "لَدُنْ" ہے اور عام قرأ اس کے نون کو کسرہ سے محفوظ رکھنے کے لیے آخر میں نون وقایہ اور یاء ساکنہ

لاحق کرتے ہیں جس طرح مِن اور عَن کے آخر میں نون وقایہ اور یاء ساکنہ لاحق کر کے مِنّی اور عَنّی پڑھتے ہیں لیکن نافع اس کے آخر میں نون وقایہ لاحق نہیں کرتے۔ تاہم آخر میں یاء ساکنہ لاحق کر کے "لَدُن" کے نون ساکن کو کسرہ دے کر "لَدُنِی" پڑھتے ہیں۔

2858 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ مِصْدَعٍ اَبِيْ يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ (فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اختلافِ روایت: وَالصَّحِيْحُ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قِرَاءَتُهُ وَيُرْوٰى اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّعَمْرَو بْنَ الْعَاصِ اخْتَلَفَا فِيْ قِرَاءَةِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَارْتَفَعَا اِلٰى كَعْبِ الْاَحْبَارِ فِيْ ذٰلِكَ فَلَوْ كَانَتْ عِنْدَهُ رِوَايَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاسْتَغْنٰى بِرِوَايَتِهِ وَلَمْ يَحْتَجْ اِلٰى كَعْبٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت یوں پڑھی: (فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ) (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ صحیح روایت یہ ہے: یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کی قرأت کے طور پر منقول ہے۔

ایک روایت یہ بھی نقل کی گئی ہے: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے درمیان اس آیت کی قرأت کے بارے میں اختلاف ہو گیا' تو ان دونوں نے اپنا معاملہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔

اگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول کوئی روایت ہوتی' تو وہ اس روایت کی وجہ سے بے نیاز ہوتے اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے دلیل حاصل نہ کرتے۔

شرح

"فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ" کی قرأت:

ارشادِ ربانی ہے:

حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ط (الکہف: ۸۶)

"جب حضرت ذوالقرنین غروب آفتاب کے وقت آبادی کے آخری حصہ میں پہنچے تو انہوں نے سورج کو سیاہ کیچڑ میں ڈوبتا ہوا ملاحظہ کیا"۔

اس آیت میں لفظ "حَمِئَةٍ" کی چار حروف میں قرأت کی جاتی ہے۔ یعنی حاء کے بعد الف نہیں اور میم کے بعد یاء نہیں بلکہ ہمزہ

2858- اخرجہ ابوداؤد (۴۲۹/۲): کتاب الحروف و القرأت: باب: (۱)، حدیث (۳۹۸۶).

ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت نافع، حضرت ابوعمر، حضرت ابن کثیر اور حضرت ابوحفص رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو اسی طرح پڑھا ہے۔ امام کسائی، حمزہ اور ابن عامر وغیرہ نے اس لفظ کو پانچ حروف کی صورت میں "حَامِيَةٍ" پڑھا ہے یعنی حاء کے بعد الف اور میم کے بعد ہمزہ کی بجائے یاء ہے۔ لفظ "حَمِئَةٍ" کا معنی ہے سیاہ کیچڑ۔ چار حروف ہونے کی وجہ سے اس کی چالیس نیکیاں ملیں گی۔ لفظ "حَامِيَةٍ" کا معنی ہے: سخت گرم: سورۂ قارعہ کی آخری آیت میں یہ لفظ یوں استعمال ہوا ہے: "نَارٌ حَامِيَةٌ" جلانے والی آگ، دہکتی ہوئی آگ۔ اس قرأت میں چونکہ پانچ حروف ہیں، لہٰذا اس کی تلاوت سے پچاس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

روایات میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان لفظ "حَمِئَةٍ" کی قرأت میں اختلاف ہوا تو دونوں تورات کے عالم حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ اس واقعہ میں آفتاب کس چیز میں غروب ہوتا ہوا بیان ہوا ہے یعنی سیاہ کیچڑ میں یا گرم پانی میں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تورات میں اس واقعہ کے سلسلے میں یہ الفاظ ہیں: تَغْرُبُ فِيْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ (یعنی آفتاب کیچڑ میں غروب ہوتا ہوا دکھائی دیا) اس سے "حمئة" درست ہے۔ لفظ "حَامِيَةٍ" کی تائید تورات کے مضمون سے نہیں ہوتی۔

یہ واقعہ یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لفظ کو "حَامِيَةٍ" پڑھا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے منع کیا اور بتایا کہ یہ صحیح لفظ "حَمِئَةٍ" ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ یہ لفظ کس طرح پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں بھی آپ کی طرح "حَامِيَةٍ" پڑھتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دونوں کو جواب دیا۔ قرآن کریم ہمارے گھر میں اترا ہے۔ بعد ازاں انہوں نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے ہاں کوئی آدمی بھیجا تو انہوں نے تورات کی روشنی میں مذکورہ جواب دیا۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الرُّوْمِ

باب 4: سورہ روم سے متعلق روایات

2859 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰى فَارِسَ فَاَعْجَبَ ذٰلِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَنَزَلَتْ (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ) اِلٰى قَوْلِهٖ (يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ) قَالَ فَفَرِحَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِظُهُوْرِ الرُّوْمِ عَلٰى فَارِسَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَيُقْرَاُ غَلَبَتْ وَ (غُلِبَتْ) يَقُوْلُ كَانَتْ غُلِبَتْ ثُمَّ غَلَبَتْ هٰكَذَا قَرَاَ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ غَلَبَتْ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوۂ بدر کے موقع پر یہ اطلاع ملی اہل روم اہل فارس پر غالب آ گئے

2859۔ لم يخرجه الا الترمذي، ينظر (التحفة) (۳/۴۱۸) حديث (۴۲۰۸) و ذكره السيوطي في (الدار المنثور) (۵/۲۹۰) و عزاه للترمذي، و ابن جرير، و ابن المنذر، و ابن ابي حاتم، و ابن مردويه

ہیں۔ اہلِ ایمان کو یہ بات اچھی لگی تو یہ آیت نازل ہوئی:

(الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ) یہ آیت یہاں تک ہے (يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ)

راوی بیان کرتے ہیں: مسلمان اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ اہل روم ایرانیوں پر غالب آ گئے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ایک قرأت کے مطابق ایک لفظ غَلَبَتْ کو (غُلِبَتْ) پڑھا گیا ہے۔

ایک قول کے مطابق وہ پہلے غالب آئے تھے اور پھر مغلوب ہو گئے۔ نصر بن علی نے اسی طرح لفظ غلبت پڑھا ہے۔

شرح

''غُلِبَتِ الرُّوْمُ'' کی قرأت:

ارشادِ ربانی ہے:

الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ○ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (الروم: ۱-۴)

الم: اہل روم جزیرۃ العرب سے قریبی علاقہ میں شکست کھا گئے، وہ اپنی شکست کے بعد چند سالوں تک غالب آ جائیں گے۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل تھی، اب بھی اور آئندہ بھی اس دن مسلمان اظہار مسرت کریں گے''۔

ظہورِ اسلام سے قبل روم اور فارس دونوں ممالک سپر پاور تصور کیے جاتے تھے۔ دونوں میں کشمکش کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اذرعات اور بصریٰ مقام کے درمیان دونوں میں جنگ ہوئی اور رومیوں کو شکست ہوئی۔ اس پر مشرکین نے مسلمانوں سے کہا: رومی اور تم ایک کہلاتے ہو جبکہ ہم اور ایرانی مشرک ہیں۔ ایران کا روم کو شکست دینا ہمارے لیے نیک فال ہے، ہم بھی اسی طریقہ سے غلبہ حاصل کریں گے۔ اس موقع پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔ ان میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ چند سالوں میں رومی، ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔ اس واقعہ کے ساتویں سال ان دونوں ملکوں کے مابین دوبارہ جنگ ہوئی تو رومیوں نے ایرانیوں کو شکست دے دی۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے، کیونکہ یہ سورت مکی ہے۔ ہجرت کے بعد جب غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمانوں کے ہاتھوں مشرکین مکہ کو شکست ہوئی تو اس دن یہ اطلاع ملی کہ رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ یہ خبر سن کر مسلمانوں کی خوشی دوبھر ہو گئی جبکہ ان کے مقابل مشرکین کو ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔

آیت بالا کے الفاظ: غُلِبَتِ الرُّوْمُ کو دو طریقے سے پڑھا گیا ہے:

(۱) غَلَبَتِ الرُّوْمُ (فعل ماضی معروف کی صورت میں) یعنی روم نے غلبہ حاصل کر لیا۔

(۲) غُلِبَتِ الرُّوْمُ (فعل ماضی مجہول کی شکل میں) یعنی رومی پہلے مغلوب ہوئے پھر غالب آ گئے۔

فائدہ نافعہ: اس سورت کو مکی قرار دینا پھر کہنا کہ یہ آیات غزوہ بدر کے موقع پر نازل ہوئیں، سراسر حقیقت کے خلاف ہے۔

زیر بحث روایت میں یہ سقم و کمزوری موجود ہے۔

2860 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ النَّحْوِيُّ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَرَاَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ) فَقَالَ (مِنْ ضُعْفٍ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی (خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ)

تو نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: (مِنْ ضُعْفٍ) پڑھو۔

عبد بن حمید نے یزید بن ہارون کے حوالے سے فضیل بن مرزوق کے حوالے سے عطیہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف فضیل بن مرزوق کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

"مِنْ ضُعْفٍ" کی قرأت:

ارشادِ ربانی ہے:

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ○ (الروم: ۵۴)

اللہ وہی ہے جس نے تمہیں ناتوانی حالت میں پیدا کیا، پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی، پھر توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جیسا چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ جاننے والا قدرت والا ہے"۔

اس آیت کے لفظ: ضُعْفٍ کو دو طریقے سے پڑھا گیا ہے:

(۱) ضُعْفٍ (ضاد کے ضمہ کے ساتھ) یہ قریش کی لغت ہے۔ امام حفص رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے ہی پڑھا ہے۔ چونکہ قرآن قریش کی لغت میں نازل ہوا، لہٰذا اس صورت کو ترجیح حاصل ہوگی۔

2860۔ اخرجه ابوداؤد (۲/ ۴۲۸): كتاب الحروف و القرأات: باب: (۱) حديث (۳۹۷۸)، و احمد (۲/ ۵۸)۔

(۲) ضَـعْفٍ (ضاد کے فتحہ کے ساتھ) امام عاصم اور حمزہ وغیرہ قرأنے اس طرح پڑھا ہے۔ حدیث باب کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یوں پڑھا: خَـلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لقمہ دیتے ہوئے فرمایا: مِنْ ضُعْفٍ پڑھو، اس سے ثابت ہوا کہ یہ صورت افضل واولیٰ ہے۔

2861 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِیُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ (فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ یہ آیت یوں پڑھا کرتے تھے: (فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

"فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" کی قرأت:

ارشادِ ربانی ہے:

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ (القمر: ۱۵)

"پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟"۔

لفظ: مُدَّكِرٍ، اصل میں "مُذْتَكِرٍ" تھا۔ باب افتعال کے فاءکلمہ میں دال واقع ہونے کی وجہ سے مشہور صرفی قاعدہ کے مطابق تاء اور ذال دونوں کو دال سے بدلا پھر دال کو دال میں ادغام کیا تو مُدَّكِرٍ ہو گیا۔

روایت حفص کے مطابق هَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پڑھا جائے گا جبکہ امام قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے "مُذَّكِرٍ" پڑھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں "مِنْ مُّذَّكِرٍ" پڑھا تو آپ نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا: "مِـنْ مُّـدَّكِرٍ" پڑھا کرو۔ (بخاری رقم الحدیث: ۳۳۴۱) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "فَهَـلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" ہی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

2861ـ اخرجه البخاری (۴۲۸/۶): كتاب احاديث الانبياء: باب: قول الله عزوجل (هود: ۲۵)۔ و لقد ارسلنا نوحا، حديث (۳۳۴۱)، (۴۳۴/۶): كتاب احاديث الانبياء: باب: قوله تعالىٰ: (والى عاد اخاهم هودا) (هود: ۵۰)، حديث (۳۳۴۵)، (۴۷۹/۶): كتاب احاديث الانبياء باب: (فلما جاء ال لوط المرسلون قال انكم قوم منكرون) (الحجر: ۶۱،۶۲)، حديث (۳۳۷۶)، واطرافه فی (۴۸۶۹، ۴۸۷۰، ۴۸۷۱، ۴۸۷۲، ۴۸۷۳، ۴۸۷۴)، ومسلم (۱۷۶/۳ - الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: ما يتعلق بالقرآات، حديث (۲۸۱/۸۲۳)، و ابو داؤد (۴۳۱/۲): كتاب الحروف و القرآات: باب: (۱) حديث (۳۹۹۴)، و احمد (۳۹۵/۱، ۴۰۶، ۴۳۱، ۴۱۳)۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الْوَاقِعَةِ

باب 5: سورہ واقعہ سے متعلق روایات

2862 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ هَارُوْنَ الْاَعْوَرِ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ (فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيمٍ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هَارُوْنَ الْاَعْوَرِ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ یہ آیت یوں پڑھا کرتے تھے:

(فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيمٍ)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف ہارون نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

''فَرُوْحٌ'' کی قرأت:

ارشاد خداوندی ہے:

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ (الواقعہ: ۸۹)

''پس (معززین) کے لیے آرام، روزی اور نعمت کا باغ ہے''۔

اس آیت میں لفظ ''فَرَوْحٍ'' کی قرأت کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ تمام قراء اسے رَوْحٍ (راء کے فتحہ کے ساتھ) پڑھتے ہیں جبکہ امام یعقوب نے اسے ''رُوْحٍ'' (راء کے ضمہ کے ساتھ) پڑھا ہے۔ دونوں قرأتوں میں اس کے معانی مختلف ہوں گے۔ رُوْحٍ کا معنی ہے۔ رحمت۔ رَوْحٍ کا معنی ہے: راحت۔ امام یعقوب کے موقف کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے: فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝

وَمِنْ سُوْرَةِ اللَّيْلِ

باب 6: سورہ لیل سے متعلق روایات

2863 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ

2862۔ اخرجه ابوداؤد (۴۳۱/۲): كتاب الحروف و القرأت، حديث (۳۹۹۱)، واحمد (۶۴/۶)، (۲۱۳/۶)۔

2863۔ اخرجه الحميدى (۱۹۴/۱)، حديث (۳۹۶)۔

متن حدیث: قَدِمْنَا الشَّامَ فَاَتَانَا اَبُو الدَّرْدَاءِ فَقَالَ اَفِيكُمْ اَحَدٌ يَّقْرَاُ عَلَى قِرَائَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فَاَشَارُوْا اِلَيَّ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَاُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى) قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُهُ يَقْرَؤُهَا (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى) وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ وَاَنَا وَاللّٰهِ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا وَهٰؤُلَآءِ يُرِيْدُوْنَنِي اَنْ اَقْرَاَهَا (وَمَا خَلَقَ) فَلَا اُتَابِعُهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهٰكَذَا قِرَائَةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى) وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى

◆◆ علقمہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ شام آئے' تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ انہوں نے دریافت کیا: تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے؟ جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق تلاوت کرسکتا ہو؟ علقمہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا' تو میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ آیت کیسے پڑھتے ہوئے سنا ہے (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى)

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے کہا: میں نے تو انہیں اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى) وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی اسے نبی اکرم ﷺ کی زبانی اسی طرح سنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی اس طرح تلاوت کی تھی اور یہ (شام کے) لوگ مجھ سے یہ چاہتے ہیں' اب میں اسے دوسری طرح پڑھوں! اور یہ لفظ پڑھوں تو میں تو ان کی بات نہیں مانوں گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اسی طرح ہے: وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى) وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى

شرح

''وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى'' کی قرأت:

ارشادِ ربانی ہے:

وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ○ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ○ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ○ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ○ (اللیل:۱تا۴)

''قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے' قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے' قسم ہے اس ذات کی جس نے مرد اور عورت کو پیدا کیا۔ بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں''۔

اس سورت کی تیسری آیت ''وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى'' کی قرأت کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ جمہور قرأ نے اسے ''مَا خَلَقَ'' پڑھا ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ''مَا خَلَقَ'' کی عبارت کے بجائے واوِ قسمیہ ہے۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ یہ الفاظ بعد میں نازل ہوئے ہوں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ ہوسکا۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الذَّارِيَاتِ

باب 7: سورہ ذاریات سے متعلق روایات

2864 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَقْرَاَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت مجھے یوں پڑھائی تھی: اِنِّىْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

"اِنِّىْ اَنَا الرَّزَّاقُ" کی قرأت:

کلامِ خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○ (الذاریات:۵۸)

"بیشک اللہ تعالیٰ رزق دینے والا نہایت طاقت والا ہے"۔

جمہور قراء نے اس آیت کی اسی طرح قرأت کی ہے۔ البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مجھے یوں پڑھائی ہے: اِنِّىْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۔ یعنی ان کے بعد اسم ظاہر (اللہ) کی بجائے واحد متکلم کی ضمیر "ی" (منصوب) لائے ہیں اور "ھُوَ" ضمیر کی جگہ واحد متکلم کی ضمیر (اَنَا) لائے ہیں جبکہ باقی الفاظ کو اپنی حالت میں رکھا گیا ہے۔ اس کی تاویل کرتے ہوئے علماء فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ اس آیت کے کچھ الفاظ بعد میں تبدیل ہو کر نازل ہوئے ہوں جن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو علم نہ ہو سکا۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَجِّ

باب 8: سورہ حج سے متعلق روایات

2865 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ وَالْفَضْلُ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ

2864۔ اخرجه ابوداؤد (۴۳۱/۲): كتاب الحروف و القراءات: باب: (۱) حديث (۳۹۹۳)، و احمد (۳۹۴/۱، ۳۹۷، ۴۱۸)۔

2865۔ تفرد به الترمذى كما جاء فى (التحفة) (۱۸۶/۸) حديث (۱۰۸۳۷) و ذكره السيوطى فى (الدار المنثور) (۶۱۹/۴) وعزاه للطبرانى، و الحاكم، و ابن مردويه، و ابو الحسن احمد بن يزيد الحلوانى فى كتاب (الحروف) عن عمران بن حصين۔

عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ (وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِقَتَادَةَ سَمَاعًا مِّنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ اَنَسٍ وَّاَبِى الطُّفَيْلِ وَهٰذَا عِنْدِىْ مُخْتَصَرٌ

اختلافِ روایت: اِنَّمَا يُرْوٰى عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ فَقَرَاَ (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ) اَلْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ وَحَدِيْثُ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عِنْدِىْ مُخْتَصَرٌ مِّنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے:

(وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى)

ہمارے علم کے مطابق قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی بھی صحابی سے حدیث کا سماع نہیں کیا۔ میرے نزدیک یہ روایت مختصر ہے۔

یہی روایت قتادہ کے حوالے سے' حسن بصری کے حوالے سے' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے' تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

(يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ)

(یہ پوری طویل حدیث ہے)

حکم بن عبدالمالک کی نقل کردہ روایت میرے نزدیک اس حدیث کا اختصار ہے۔

شرح

"سُکارٰی" کی قرأت:

اعلان قرآن ہے:

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى (الحج:۲)

''اور آپ لوگوں کو نشہ میں مست دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ مست نہیں ہیں''۔

اس آیت میں لفظ "سُکارٰی" کی قرأت زیر بحث ہے۔ جمہور قرأ نے اس لفظ کو "سُکارٰی" پڑھا ہے۔ امام کسائی اور امام حمزہ نے دونوں جگہ میں "سَکرٰی" بروزن "عَطشٰی" پڑھا ہے۔ گویا لفظ "سُکارٰی" میں دو قرأتیں ہیں لیکن دونوں میں سے پہلی اور جمہور کی ارجح ہے۔

سوال: جمہور کے مؤقف کے خلاف ایک روایت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس آیت کی یوں تلاوت فرمائی: "وَتَرَى النَّاسَ سُكْرٰى وَمَا هُمْ بِسُكْرٰى" یہ معارض ہے؟

جواب: یہ روایت غیر صحیح ہے کیونکہ اس میں اضطراب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا حضرت انس اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سماع تو ثابت ہے لیکن دیگر صحابہ سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔

2866 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بِئْسَمَا لِأَحَدِهِمْ أَوْ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ فَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کسی بھی شخص کا یہ کہنا بہت ہی برا ہے' میں فلاں آیت بھول گیا۔ اسے یہ کہنا چاہیے: وہ مجھے بھلا دی گئی۔ تم وہ قرآن کو یاد کرتے رہو' اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' جس طرح چوپایہ رسی (کھلنے پر) بھاگتا ہے' قرآن اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ انسان کے دل سے نکلتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

"نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ" کا مفہوم:

اس روایت کے مفہوم میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے چار مشہور درج ذیل ہیں:

(۱) یہ روایت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ کوئی شخص میری طرف بھلا دینے کی نسبت نہ کرے، بھلائے جانے کی نسبت کرسکتا ہے' کیونکہ جب کوئی آیت منسوخ ہوتی تھی وہ آپ کو من جانب اللہ بھلا دی جاتی تھی۔ اس سلسلے میں یہ آیت ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا (البقرہ:۱۰۶)

"جب ہم کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں"۔

(۲) اس روایت میں "نَسِيتُ" لفظ "تَرَكْتُ" کے معنی سے ہے۔ یہ بات کسی سے کہنا معیوب ہے کہ میں نے فلاں آیت کو ترک کر دیا ہے، کیوں کہ اس کی مذمت میں قرآن کا یہ اعلان ہے: نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ یعنی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ

2866- اخرجه البخاري (۷۰۳/۸): كتاب فضائل القرآن: باب: نسيان القرآن: و هل يقول نسيت آية كذا و كذا، حديث (۵۰۳۹)، و مسلم (۱۲۶/۳ - الابي): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: الامر بتعهد القرآن و كراهة قول نسيت آية كذا و جواز قول انسيتها، حديث (۷۹۰/۲۲۸)، و النسائي (۱۵۴/۲): كتاب الافتتاح: باب: جامع ما جاء في القرآن، حديث (۹۴۳)، و الدارمي (۴۳۹/۲)، كتاب فضائل القرآن: باب: تعاهد القرآن، (۳۰۸/۲) كتاب الرقاق: باب: تعاهد لقرآن، و احمد (۳۸۱/۱، ۴۱۷، ۴۲۳، ۴۲۹، ۴۴۹، ۴۶۳)، و الحميدي (۵۰/۲)، حديث (۹۱).

نے انہیں نظر انداز کر دیا۔

(۳) اس حدیث میں کثرت تلاوت قرآن کرنے کا درس ہے کہ انسان اس سلسلے میں غفلت وکوتاہی سے کام نہ لے کہ اسے لاچاریوں کہنا پڑے: نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَ كَيْتَ۔ جو شخص باقاعدگی سے تلاوت کرتا ہے پھر بھی بڑھاپے یا ذہنی مرض کی وجہ سے قرآن بھول جائے تو اسے نسیان کہا جائے گا اور بھلانے کی نسبت بندے کی طرف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی۔

(۴) قرآن کریم بھول جانا یا اسے بھلا دینا معصیت ہے۔ کسی گناہ کے ارتکاب کے موقع پر یہ کہنا کہ میں قرآن کریم بھول گیا تو یہ معصیت پر جسارت وجرأت کرنے کے مترادف ہے جو قابل مؤاخذہ عمل ہے۔

فائدہ نافعہ: قرآن کریم کلام الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرح مخلوق سے بے نیاز ہے، جو شخص عقیدت سے اس کی اہتمام سے تلاوت کرتا ہے، اسے یاد رہتا ہے اور جو شخص اس کی طرف توجہ نہیں دیتا تو اس کے دل سے رخصت ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ

باب 9: (فرمان نبوی ہے:) ''قرآن سات حروف پر نازل ہوا''

2867 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَخْبَرَاهُ اَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: مَرَرْتُ بِهِشَامِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ وَّهُوَ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَمَعْتُ قِرَاءَتَهُ فَاِذَا هُوَ يَقْرَاُ عَلٰى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَّمْ يُقْرِئْنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكِدْتُ اُسَاوِرُهُ فِي الصَّلٰوةِ فَنَظَرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ مَنْ اَقْرَاَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُكَ تَقْرَؤُهَا فَقَالَ اَقْرَاَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهُ كَذَبْتَ وَاللّٰهِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُوَ اَقْرَاَنِيْ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِيْ تَقْرَؤُهَا فَانْطَلَقْتُ اَقُوْدُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوْفٍ لَّمْ تُقْرِئْنِيْهَا وَاَنْتَ اَقْرَاْتَنِيْ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ اقْرَاْ يَا هِشَامُ فَقَرَاَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ يَا عُمَرُ فَقَرَاْتُ بِالْقِرَاءَةِ الَّتِيْ اَقْرَاَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

2867۔ اخرجه البخاری (۶۳۹/۸): كتاب فضائل القرآن: باب: انزل القرآن على سبعة احرف، حديث (۴۹۹۲)، و مسلم (۱۶۲/۳۔ الابی) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: بيان ان القران على سبعة احرف و بيان معناه، حديث (۸۱۸/۲۷۰)، و ابوداؤد (۴۶۵/۱): كتاب الصلاة: باب: انزل القرآن على سبعة احرف، حديث (۱۴۷۵)، و النسائی (۱۵۰/۲): كتاب الافتتاح: باب: جامع ما جاء من القرآن، حديث (۹۳۷)، و احمد (۴۰/۱، ۴۲، ۴۳، ۲۶۳، ۲۴)، و مالك (۲۰۱/۱): كتاب القرآن: باب: ما جاء في القرآن، حديث (۵)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ

◄► حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں ہشام بن حکیم بن حزام کے پاس سے گزرا۔ وہ سورت فرقان کی تلاوت کررہے تھے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی ظاہری زندگی کی بات ہے۔ جب میں نے غور سے ان کی تلاوت کو سنا تو وہ کئی مقامات پر اس قرأت سے مختلف تھی' جو نبی اکرم ﷺ نے مجھے سکھائی تھی۔ پہلے تو میں ان کی نماز کے دوران ان پر حملہ کرنے لگا' لیکن پھر میں نے انہیں موقع دیا اور جب انہوں نے سلام پھیر لیا تو میں نے ان کو ان کی چادر سے پکڑا اور دریافت کیا: تمہیں یہ سورت کس نے پڑھنی سکھائی ہے' جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ سورت پڑھنی سکھائی ہے۔ میں نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! تم نے غلط کہا ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے خود مجھے یہ سورت سکھائی ہے' وہ جس کی تم تلاوت کررہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' پھر میں ان کو پکڑ کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اسے سورہ فرقان' اس سے مختلف طریقے سے پڑھتے ہوئے سنا ہے' جو طریقہ آپ ﷺ نے مجھے سکھایا تھا حالانکہ آپ ﷺ نے خود یہ سورت پڑھنی سکھائی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر! اسے چھوڑو۔ اے ہشام! تم تلاوت شروع کرو! پھر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اسی طرح تلاوت کی' جیسے میں نے ان کو تلاوت کرتے ہوئے سنا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے عمر! اب تم تلاوت کرو۔ پھر میں نے اسی طرح قرآت شروع کی جو نبی اکرم ﷺ نے مجھے سکھائی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے' تو جسے جو آسان لگے اس کے مطابق تلاوت کرلے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

امام مالک نے اسے زہری کے حوالے سے' اسی سند کے ہمراہ اس کی مانند نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس کی سند میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

2868 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَقِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلَ فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ اِنِّيْ بُعِثْتُ اِلٰى اُمَّةٍ اُمِّيِّيْنَ مِنْهُمُ الْعَجُوْزُ وَالشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ يَقْرَاْ كِتَابًا قَطُّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاُمِّ اَيُّوْبَ وَهِيَ امْرَاَةُ اَبِيْ اَيُّوْبَ

2868- اخرجه احمد (۱۳۲/۵).

الْاَنْصَارِيِّ وَسَمُرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَاَبِيْ بَكْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ مِّنْ غَيْرِ وَجْهٍ

◆◆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوئی' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! مجھے ایک ایسی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہے' جن میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہیں ہے' ان میں بوڑھی عورتیں بھی ہیں اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہیں لڑکے اور لڑکیاں بھی ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں' جنہوں نے کبھی زندگی میں تحریر نہیں پڑھی' تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابوہریرہ، سیدہ ام ایوب جو حضرت ایوب انصاری کی اہلیہ ہیں، حضرت سمرہ' حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوجہیم بن حارث بن صمہ، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابوبکرہ (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

''اِنَّ الْقُرْآنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ'' کا مفہوم:

اس فقرہ کے مفہوم میں پینتالیس اقوال منقول ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

قول اول: اس جملے کا تعلق متشابہات سے ہے، اس لیے اس کا مفہوم واضح نہیں ہوسکتا۔

قول ثانی: ایک حرف کو دوسرے مترادف کے ساتھ ادا کرنا۔ قرآن چونکہ لغت قریش پر نازل ہوا تھا جبکہ دیگر قبائل کے لوگوں کو اپنی زبان کے مترادف لفظ کے ساتھ تلاوت کرنے کی اجازت تھی اور یہ اجازت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی مثلاً اَقْبِلْ کی جگہ اُدْنُ اور تَعَالَ کی جگہ لفظ هَلُمَّ استعمال کرنا۔ یہ اجازت بھی ایک محدود وقت تک تھی اور جب لوگ قرآن سے مانوس ہوگئے تو یہ اجازت ختم کردی گئی تھی۔

قول ثالث: سبعة احرف سے مراد سات مشہور قرائتیں ہیں۔ یہاں ''سات'' سے مراد مقرر عدد نہیں ہے بلکہ کثرت مقصود ہے۔ الفاظ قرآن کی دو اقسام ہیں:

(۱) ایک متفق صورت ہے' جس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے' جس طرح کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآن کریم کو ایک طرح پڑھا ہے۔

(۲) یہ صورت اختلافی ہے، وہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لغوی اور نحوی اعتبار سے مختلف پڑھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں مضامین والفاظ منزل من اللہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ ہیں۔ یہ اجازت لوگوں کی سہولت کے لیے تھی، اس سے معانی ومفاہیم میں تبدیلی نہیں ہوتی صرف الفاظ میں قدرے تبدیلی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شروع میں مصاحف عثمانی کو نقاط اور حرکات سے پاک رکھا گیا تھا تا کہ اس کی تلاوت میں تمام قرأتوں کی گنجائش پیدا ہو جائے۔

کسی بھی قرأت کے معتبر ہونے کے لیے تین شرائط تجویز کی گئی ہیں۔

(i) مصاحف عثمانی کے رسم الخط میں اس کی گنجائش موجود ہونا۔

(ii) عبارت کا صرفی ونحوی قواعد کے مطابق ہونا۔

(iii) کسی حدیث کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونا اور آئمہ قرأ میں بھی مشہور ہونا۔

مختلف قرأتیں وجود میں آنے کی متعدد وجوہات ہیں:

(i) ایک صحابی نے اظہار، صلہ، فتح اور تسہیل کے ساتھ قرآن مجید سیکھا ہو۔

(ii) دوسرے صحابی نے بغیر اظہار، صلہ، فتح اور تسہیل کے قرآن مجید سیکھا ہو۔

(iii) تیسرے صحابی نے اظہار، صلہ، فتح، ادغام، تسہیل اور امالہ وغیرہ کے ساتھ قرآن پڑھنا سیکھا ہو۔

اس طرح کئی قرأتیں وجود میں آئیں اور ہر قرأت ایک خاص امام قرأت کی طرف منسوب کی گئی۔ سات مشہور قرأ کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

(۱) حضرت عبد بن کثیر الداری رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے براہ راست تین صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر

(۲) حضرت انس بن مالک

(۳) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ کی قرأت مکہ مکرمہ میں مشہور ہوئی۔ آپ کی قرأت کے رواۃ میں سے امام قنبل اور امام بزی زیادہ مشہور ہیں۔ ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

(۲) حضرت نافع بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے ایسے ستر تابعین سے علمی وادبی استفادہ کیا جنھوں نے حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے علمی فیضان حاصل کیا۔ آپ کی قرأت مدینہ طیبہ میں مشہور ہوئی اور قرأت کے رواۃ میں سے حضرت امام ابوسعید ورش اور حضرت امام ابوموسیٰ قالون رحمہما اللہ تعالیٰ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کا وصال ۱۶۹ھ میں ہوا۔

(۳) حضرت عبداللہ یحصبی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ ابن عامر کے نام سے مشہور ہوئے۔ جلیل القدر صحابہ میں سے حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی قرأت کے رواۃ میں امام ہشام اور امام

ذکوان زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے ۱۱۸ھ میں وصال کیا۔

(۴) حضرت ابوعمرو زبان بن العلاء رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے حضرت مجاہد اور حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی ہے۔ آپ کی قرأت کو بصرہ میں شہرت حاصل ہوئی۔ قرأت کے رواۃ میں حضرت ابوشعیب سوسی اور حضرت ابوعمر الدوری رحمہما اللہ تعالیٰ بھی شمار ہوتے ہیں۔ ۱۵۴ھ میں وصال ہوا۔

(۵) حضرت حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے حضرت سلیمان بن اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ سے علمی فیضان حاصل کیا۔ آپ کی قرأت کے مشہور رواۃ میں حضرت خلف بن ہشام اور حضرت خلاد بن خالد رحمہما اللہ تعالیٰ شمار ہوتے ہیں۔ ۱۸۸ھ میں وصال کیا۔

(۶) حضرت عاصم بن ابوالنجود الاسدی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے حضرت زر بن حبیش کے واسطہ سے معروف صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کی قرأت کے مشہور رواۃ میں حضرت شعبہ بن عیاش اور حضرت حفص بن سلیمان رحمہما اللہ تعالیٰ شمار ہوتے ہیں۔ عصر حاضر میں قرآن کریم کی قرأت اکثر امام حفص رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے مطابق کی جاتی ہے۔ آپ کا وصال ۱۷۹ھ میں ہوا۔

(۷) حضرت ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ کی قرأت کے رواۃ میں حضرت ابوالحارث مروزی اور ابو عمر الدوری رحمہ اللہ تعالیٰ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کی قرأت بھی کوفہ میں مشہور ہوئی۔ ۱۸۹ھ میں انتقال فرمایا۔

متعدد علماء نے ان سات قرأتوں میں تین مزید قرأتیں شامل کر کے ان کی تعداد دس تک پہنچا دی۔ اس طرح ان تین قرأتوں کے تین آئمہ کا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) حضرت یعقوب بن اسحاق حضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے حضرت سلام بن سلیمان الطّویل سے علمی استفادہ کیا جبکہ انہوں نے حضرت امام عاصم اور حضرت ابوعمرو رحمہم اللہ تعالیٰ سے علوم کی تحصیل فرمائی۔ آپ کی قرأت بصرہ میں مشہور ہوئی۔ وصال ۲۳۵ھ میں ہوا۔

(۲) حضرت خلف بن ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ: انہوں نے حضرت سلیم بن عیسٰی رحمہ اللہ تعالیٰ سے علمی استفادہ کیا، آپ کی قرأت کوفہ میں مشہور ہوئی اور امام حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قرأت کے رواۃ میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ ۲۰۵ھ میں وصال فرمایا۔

(۳) حضرت ابوجعفر یزید بن القعقاع رحمہ اللہ تعالیٰ: انہوں نے حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ قرأت مدینہ منورہ میں مشہور ہوئی۔ ۱۳۰ھ میں وصال ہوا۔

بعض علماء نے چودہ قرأتیں جمع کی ہیں، اس طرح مزید چار آئمہ قرأت کا تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(۱) حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ رئیس التابعین ہیں، آپ کی قرأت بصرہ میں شہرت پذیر ہوئی اور اہل تصوف

کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ۱۱۰ھ میں وصال ہوا۔

(۲) حضرت محمد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے علمی فیضان حاصل کیا، حضرت ابو عمرو رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار آپ کے تلامذہ میں ہوتا ہے اور قرأت کی شہرت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ سال وصال معلوم نہیں ہوسکا۔

(۳) حضرت ابوالفرج محمد بن شنبوذی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ بغداد کے باسی تھے، اپنے معلم محترم حضرت ابن شنبوذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کے سبب شنبوذی کہلاتے تھے۔ ۳۸۸ھ میں وصال ہوا۔

قول رابع: سبعۃ احرف سے مراد سات قبائل کی لغات ہیں۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ ان سات قبائل سے کون سے قبائل مراد ہیں؟ اس میں دو احتمال ہیں:

(i) (۱) قریش (۲) تمیم (۳) ہذیل (۴) ثقیف (۵) تمیم (۶) یمن (۷) کنانہ۔

(ii) (۱) ازد (۲) قریش (۳) ہوازن (۴) ربعیہ (۵) تیم رباب (۶) سعد بن بکر (۷) ہزیل۔

قول خامس: قاضی ابوبکر باقلانی، حضرت امام مالک، حضرت امام جزری اور حضرت امام قتیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''سبعۃ احرف'' سے مراد اختلاف قرأت کی سات صورتیں ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) اسماء کا مختلف ہونا مثلاً واحد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث وغیرہ۔

(۲) افعال کا مختلف ہونا مثلاً فعل ماضی، فعل مضارع، فعل امر اور فعل نہی۔

(۳) الفاظ کا زیادتی و کمی کے اعتبار سے مختلف ہونا۔

(۴) اعراب کے اعتبار سے کلمات کا مختلف ہونا۔

(۵) ایک قرأت میں ایک لفظ اور دوسری قرأت میں دوسرا لفظ ہونا۔

(۶) کلمات کا تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے مختلف ہونا۔

(۷) لغات اور لہجوں کے لحاظ سے اختلاف ہونا جیسے اظہار، ادغام، ترقیق، تفخیم اور امالہ وغیرہ۔

قول سادس: سبعۃ احرف سے مراد کلام کی سات اصناف ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) محکم (۲) متشابہہ (۳) ناسخ (۴) منسوخ (۵) خصوص (۶) عموم (۷) قصص۔

قول سابع: سبعۃ احرف سے مراد فقہ کی سات مشہور اصطلاحات ہیں:

(۱) امر (۲) نہی (۳) وعدہ (۴) وعید (۵) اباحت (۶) ارشاد (۷) اعتبار۔

ارشاد نبوی: انهما سمعا عمر بن الخطاب يقول مررت'' کا مفہوم: حضرت فاروق اعظم اور حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات قبائل کی لغات پر قرآن کی تلاوت کرنے کی اجازت فرمائی تھی۔ اس لیے دونوں بزرگ مختلف قبائل کی لغات کے مطابق تلاوت قرآن کرتے تھے، جس کے نتیجہ میں دونوں میں اختلاف و نزاع کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔

کلمات حدیث: انی بعثت الی امة امیین منهم الحجوز و الشیخ کامفہوم: اگر ابتداء تلاوت قرآن کے لیے ایک قرأت متعین کردی جاتی تو امت محمدیہ کے لیے مشقت کا باعث بنتی۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو مختلف قرأتوں میں تلاوت کی اجازت دے کر امت کے لیے آسانی وسہولت پیدا کی۔ جب اسلام کو استحکام، اسلامی حکومت کو وسعت علاقہ جات اور تمدن کی دولت حاصل ہوگئی تو امت کو صرف لغت قریش کے مطابق تلاوت قرآن کرنے کا پابند کردیا گیا۔ اس پابندی کا اعلان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کیا تھا۔ اس کی مثال شریعت میں اس طرح ملتی ہے کہ ابتداء مصارف زکوٰۃ میں مؤلفۃ القلوب کو شامل کیا گیا تھا تا کہ غیر مسلم لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاسکے لیکن جب اسلام کو استحکام حاصل ہوگیا اور باقاعدہ اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو مصارف زکوٰۃ سے مؤلفۃ القلوب کو ختم کردیا گیا۔ اب مصارف زکوٰۃ سات نہیں بلکہ چھ ہیں اور اس کا اعلان خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

دوسری حدیث باب سے بھی پہلی روایت کے مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ امت محمدی کی آسانی وسہولت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کو مختلف قرأتوں اور لغات پر تلاوت قرآن کی اجازت مرحمت فرمائی گئی اور جب اس کے مقاصد کی تکمیل ہوگئی تو صرف لغت قریش کے مطابق تلاوت کرنے کی اجازت باقی رکھی گئی جبکہ پھر باقی لغات کے مطابق قرأت کرنے سے منع کردیا گیا۔

2869 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: مَنْ نَفَّسَ عَنْ اَخِيهِ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يَّسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَّسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا قَعَدَ قَوْمٌ فِیْ مَسْجِدٍ يَّتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَمَنْ اَبْطَاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اپنے بھائی سے کسی دنیوی مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی مصیبت کو دور کرے گا' جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا' جو شخص کسی تنگ دست کو آسانی فراہم کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے آسانی فراہم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے' جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔ جو شخص کسی ایسے راستے

پر چلے، جس میں وہ علم کی تلاش میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستہ کو آسان کر دے گا۔ جب بھی کچھ لوگ مسجد میں بیٹھ کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں ایک دوسرے کو درس دیتے ہیں، تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔ جس شخص کا عمل سستی کا شکار رہا اس کا نسب اسے تیز نہیں کر سکتا۔

کئی راویوں نے اسے اعمش کے حوالے سے، ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی مانند نقل کیا ہے۔

اسباط بن محمد نے اعمش کے حوالے سے، یہ بات نقل کی ہے، مجھے ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث کے بارے میں بتایا گیا ہے اس کے بعد انہوں نے اس کا بعض حصہ نقل کیا ہے۔

شرح

مضامین حدیث کی وضاحت:

حدیث باب میں سات اصلاحی نصیحت آموز اور انقلابی نوعیت کے مضامین بیان کیے گئے ہیں جن پر عمل کرنے کے نتیجہ میں معاشرہ کی اصلاح یقینی ہے۔ ان کی مختصر وضاحت سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

(۱) مسلمان بھائی کی مصیبت دور کرنے کا صلہ:

جس طرح دنیا کی نعمت آخرت کی نعمت کے مقابلہ میں معمولی ہے، اسی طرح دنیا کی مصیبت آخرت کی مصیبت کے مقابلہ میں حقیر ہے۔ جو شخص دنیا میں کسی کی مصیبت دور کرتا ہے، تو پروردگار قیامت کے روز اس کی مصیبت و پریشانی کو دور کرے گا۔ پہلے لفظ "کربۃ" پر تنوین تحقیر کے لیے ہے جبکہ دوسرے "کربۃ" پر تنوین تعظیم کے لیے ہے۔ جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیوی مصیبت کے مقابل اخروی مصیبت بڑی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معمولی مصیبت کو دور کرنے کے سبب آخرت میں انسان کی بڑی مصیبت دور کی جائے گی۔ علاوہ ازیں ایک مسلمان کا دوسرے پر حق بھی ہے کہ اس کی مصیبت کو ہر ممکن دور کرنے کی کوشش کرے۔

سوال: حدیث باب سے ایک نیکی کا بدلہ ایک ثابت ہو رہا ہے جبکہ قرآن کا فیصلہ ایک نیکی کا صلہ دس نیکیوں کے برابر ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا "یعنی جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے دس نیکیوں کے اجر سے نوازا جائے گا"۔ اس طرح حدیث اور ارشاد خداوندی کے مابین تعاض ہوا؟

جواب: یہاں ایک نیکی کا صلہ جو ایک ثابت ہو رہا ہے، اس سے مراد ایسی نیکی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہو گی یا اس سے بھی زائد ہو گی۔

(۲) پردہ پوشی کرنے کا صلہ:

جو شخص کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ یہاں پردہ پوشی کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(i) ستر عورت: یعنی کسی مسکین یا غریب یا یتیم ومحتاج کو جسم چھپانے کے لیے کپڑے فراہم کرنا

(ii) ستر عیوب: یعنی کسی شخص میں نقائص وعیوب موجود ہوں تو ان پر مطلع ہو کر خاموشی اختیار کرنا یا اصلاح کی سعی کرنا۔

(۳) کسی کی تنگدستی دور کرنے کا صلہ:

جو شخص کسی کی تنگدستی دور کرتا ہے' تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی تنگدستی دور کرے گا' مثلاً کسی کی مالی معاونت کی یا قرضہ فراہم کیا، یا اچھا مشورہ دیا تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں بہترین صلہ سے نوازے گا۔

(۴) بندے کی معاونت کا صلہ:

کوئی شخص جب تک کسی دوسرے آدمی کی مدد ومعاونت اور تعاون میں مصروف رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد ومعاونت میں مصروف رہتا ہے۔ بندہ خواہ اس نیکی کرنے میں اور مدد کرنے میں کامیاب نہ بھی ہو مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی معاونت یقینی ہوتی ہے۔ حدیث باب میں بندہ کے مسلمان ہونے کی بھی قید نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم کے ساتھ بھی معاونت کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا صلہ بھی یہی ہے۔

(۵) حصول علم کے لیے گھر سے نکلنے کا صلہ:

جو شخص حصول علم کے لیے گھر سے نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ یہاں علم سے مراد قرآن وحدیث اور فقہ وغیرہ کا علم ہے' جس کا حصول فرض ہے اور اس کا صلہ یہ تجویز کیا گیا ہے۔ تاہم عصری علوم بھی علوم اسلامیہ کے تابع کرتے ہوئے حاصل کیے جائیں تو ان کی بھی یہی اہمیت وفضیلت ہو سکتی ہے۔

ایک حدیث کے الفاظ ہیں: اطلبوا العلم ولو بالصين (کنز العمال) تم علم حاصل کرو خواہ تمہیں دور دراز کا سفر طے کرنا پڑے۔ اس حدیث میں حصول علوم اسلامیہ کے لیے سفر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

فائدہ: یہاں طالب علم کی فضیلت اور حصول علم کے لیے نکلنے کا صلہ بیان کیا گیا ہے لیکن جب متعلم علوم اسلامیہ کی تکمیل کر لیتا ہے یا معلم ومدرس یا واعظ ومقرر بن جاتا ہے' تو اس کی فضیلت میں کئی درجے اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۶) مسجد میں تلاوت قرآن کرنے کا صلہ:

جو شخص مسجد میں جا کر تلاوت قرآن کرتا ہے یا دوسروں کو اس کا درس دیتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر سکینت اتاری جاتی ہے، رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ملائکہ اسے گھیر لیتے ہیں۔ بلاشبہ مسجد کی طرف جانا عبادت، وہاں بیٹھنا عبادت، تلاوت قرآن کرنا عبادت اور دوسروں کو درس دینا عبادت ہے' جس کا صلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے سکونت قلب کی دولت سے نوازا جاتا ہے۔ اس پر رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے اور رحمت کے فرشتے اسے اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ قرآن کریم کلام الٰہی اور صفت باری تعالیٰ ہونے کی وجہ سے بے مثل ہے۔ جو شخص اس کی تلاوت کرتا ہے یا اس کا درس دیتا ہے، وہ بھی ممتاز بن جاتا ہے اور فرشتے اس کا ادب کرتے ہیں۔ اس طرح وہ شخص لوگوں میں ہر دلعزیز بن جاتا ہے۔

(۷) بے عملی سے وقار نسب حاصل نہ ہونا:

جو شخص عملی طور پر پست ہو تو اس کے نسب کو وقار و عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان کا عمل و کردار اچھا نہ ہو تو محض نسب کے اعلیٰ ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط (الحجرات:۱۳) "بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

2870 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَمْ اَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَالَ اخْتِمْهُ فِيْ شَهْرٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِيْ عِشْرِيْنَ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِيْ خَمْسَةَ عَشَرَ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِيْ عَشْرٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِيْ خَمْسٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَمَا رَخَّصَ لِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حدیث دیگر: وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ

وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اقْرَاِ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَرْبَعِيْنَ

مذاہب فقہاء: وَقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَلَا نُحِبُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَيْهِ اَكْثَرُ مِنْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا وَّلَمْ يَقْرَاِ الْقُرْاٰنَ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يُقْرَاُ الْقُرْاٰنُ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ لِلْحَدِيْثِ الَّذِيْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَخَّصَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ

آثارِ صحابہ: وَرُوِيَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّهُ كَانَ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فِيْ رَكْعَةٍ يُوْتِرُ بِهَا وَرُوِيَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَنَّهُ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فِيْ رَكْعَةٍ فِي الْكَعْبَةِ وَالتَّرْتِيْلُ فِي الْقِرَاءَةِ اَحَبُّ اِلٰى اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں کتنے عرصے میں قرآن پورا پڑھ لیا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے بیس دن میں ختم کر لیا کرو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے پندرہ دن میں ختم کر لیا کرو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے دس دن میں ختم کر لیا کرو۔ تو میں نے عرض کی: میں اس سے بھی زیادہ

2870۔ اخرجه الدارمي (۴۷۱/۲): كتاب فضائل القرآن: باب: ختم القرآن۔

کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے پانچ دن میں ختم کر لیا کرو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس بارے میں اجازت نہیں دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابو بردہ کے حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کرنے کے حوالے سے' اس حدیث کو ''غریب'' قرار دیا گیا ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی نقل کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص تین دن سے کم عرصے میں قرآن پورا پڑھ لیتا ہے اس نے اسے سمجھا ہی نہیں''۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' یہ بات بھی نقل کی گئی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ان سے یہ فرمایا: تم قرآن' چالیس دن میں ختم کرو!

اسحاق بن ابراہیم نے یہ بات بیان کی ہے: میں اس بات کو پسند نہیں کروں گا کہ کوئی شخص چالیس دن میں بھی قرآن ختم نہ کرے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے۔

تین دن سے کم عرصے میں قرآن پاک مکمل نہ پڑھا جائے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے' جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

جبکہ بعض اہل علم نے رخصت بھی دی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ بعض اوقات ایک رکعت میں پورا قرآن پاک پڑھ لیا کرتے تھے۔

سعید بن جبیر کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے خانہ کعبہ میں ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیا تھا' تاہم قرآن پڑھتے ہوئے ٹھہر' ٹھہر کر قرآن پڑھنا اہل علم کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

2871 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي النَّضْرِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ هُوَ ابْنُ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ وَّهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَهٗ اقْرَأِ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَرْبَعِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حدیثِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ وَّهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو اَنْ يَّقْرَاَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَرْبَعِيْنَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم چالیس دن میں قرآن مکمل پڑھا کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

2871۔ اخرجه ابوداؤد (۱/ ٤٤٣): كتاب الصلاة: باب: تحزيب القرآن، حديث (۱۳۹٥).

بعض راویوں نے اسے اپنی سند کے ہمراہ وہب بن منبہ کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی تھی: وہ چالیس دن میں پورا قرآن پاک مکمل کرلیا کریں۔

شرح

ختم قرآن کی مدت میں اقوال فقہاء:

حدیث باب سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حب قرآن اور ذوق تلاوت قرآن ثابت ہوتا ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ قرآن کریم کتنے دنوں میں ختم کیا جاسکتا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں:

حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت قاسم بن سلام رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ تین ایام سے کم مدت میں ختم قرآن نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے زیر بحث احادیث کے علاوہ اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لم یفقه القرآن من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث** ۔ جس شخص نے تین ایام سے کم مدت میں ختم قرآن کیا، اس نے اسے سمجھا نہیں ہے"۔

قول ثانی: حضرت امام اسحاق بن راہویہ اور امام احمد حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کے مطابق چالیس ایام سے کم مدت میں ختم قرآن نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس ایام کی مدت میں ختم قرآن کرو۔

قول ثالث: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ ماہ میں ایک مرتبہ اور سال میں دو مرتبہ ختم قرآن کرنا چاہیے، یہ مسلمان پر قرآن کا حق ہے۔ آپ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام سال میں دو بار قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔

قول رابع: جمہور فقہاء کے نزدیک ختم قرآن کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، جب چاہے اور جتنے ایام میں چاہے ختم قرآن کرسکتا ہے۔ انہوں نے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: **فاقرء وا ما تیسر منه** یعنی تم تلاوت قرآن کرو جتنا بھی میسر ہو"۔

جمہور کے موقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عثمان غنی، حضرت سعید بن جبیر، حضرت تمیم داری اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ روزانہ ختم قرآن کرنے کا شرف حاصل کرتے تھے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سات دنوں میں ختم قرآن کرتے تھے۔ یہ لوگ روزانہ ایک منزل کی تلاوت کرتے تھے اور سات دنوں میں قرآن ختم کرلیتے تھے۔

قرآن کریم سات منزلوں پر مشتمل ہے اور اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) پہلی منزل سورۃ فاتحہ سے سورۃ مائدہ تک ہے، جس میں تین سورتیں ہیں۔

(۲) دوسری منزل سورۃ مائدہ سے لے کر سورۃ یونس تک ہے، جس میں پانچ سورتیں ہیں۔

(۳) تیسری منزل سورۃ یونس سے سورۃ بنی اسرائیل تک ہے، جس میں سات سورتیں ہیں۔
(۴) چوتھی منزل سورۂ اسرائیل سے سورۃ شعراء تک ہے، جس میں نو سورتیں ہیں۔
(۵) پانچویں منزل سورۃ شعراء سے سورۃ والصفت تک ہے، جس میں گیارہ سورتیں ہیں۔
(۶) چھٹی منزل والصفت سے سورۃ ق تک ہے، جس میں سترہ سورتیں ہیں۔
(۷) ساتویں منزل سورۃ ق سے تا آخر قرآن ہے، جس میں پینسٹھ سورتیں ہیں۔

قرآن ختم کرنے کا افضل وقت:

ایک مشہور روایت میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ اگر صبح کے وقت ختم قرآن کیا جائے تو شام تک ستر ہزار فرشتے ختم کرنے والے کے حق میں مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اگر شام کے وقت ختم قرآن کیا جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ صبح کے وقت یا شام کے وقت ختم قرآن کیا جائے تو افضل وقت کون سا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صبح کے وقت ختم قرآن کرنا مقصود ہو تو فجر کی سنتوں میں یا ان کے فوراً بعد کیا جائے۔ اگر شام کے وقت ختم قرآن کرنا مقصود ہو تو نماز مغرب کی سنتوں میں یا ان کے فوراً بعد کیا جائے۔ اس طرح فرشتوں کو پورا دن یا پوری رات دعائے مغفرت کرنے کا موقع میسر آئے گا۔

2872 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ وَمَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ الَّذِيْ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِ الْقُرْاٰنِ اِلٰى اٰخِرِهٖ كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا عِنْدِيْ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ الرَّبِيْعِ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''حال مرتحل'' اس نے دریافت کیا: حال مرتحل سے مراد کیا ہے؟ تو فرمایا: یعنی جب آدمی شروع سے لے کر آخر تک قرآن مجید پورا پڑھ لے تو پھر شروع سے پڑھنا شروع کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے اعتبار سے

2872- تفرد به الترمذي كما جاء في (التحفة) (٣٨٨/٤)، حديث (٥٤٢٩) واخرجه الحاكم (٥٦٨/١)، و ابونعيم في (حلية الاولياء) (٢٦٠/٢) عن زرارة بن اوفى، عن ابن عباس.

ہم اسے صرف اس سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ محمد بن بشار نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت زارہ بن اوفیٰ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند نقل کیا ہے' جس کا مفہوم یہی ہے' تاہم انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ روایت نصر بن علی کی نقل کردہ روایت کے مقابلہ میں زیادہ مستند ہے۔

2873 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمْ يَفْقَهُ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: جو شخص تین دن سے کم عرصے میں پورا قرآن پڑھ لے' اس نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

بہترین عمل:

زیر بحث حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بہترین عمل کون سا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: قرآن کریم ختم کرنا۔

اس روایت میں "اَلْحَالُ الْمُرْتَحِلُ" کے الفاظ استعمال ہوئے۔ حال سے مراد ہے: منزل کی طرف دوبارہ آنا اور مرتحل سے مراد ہے: کوچ کرنے والا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ختم قرآن کے بعد دوبارہ شروع کر دینا۔ یعنی مسلسل تلاوت میں مصروف رہنا' بہترین عمل ہے۔ ایک روایت میں موجود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ الناس ختم کر لیتے تو دوبارہ سورۃ بقرہ شروع کر کے "مُفْلِحُوْنَ" تک پڑھتے پھر دعا ختم قرآن پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ختم قرآن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تلاوت قرآن کا آغاز کر دیتے تھے۔

دوسری حدیث باب کی وضاحت ماقبل احادیث کی شرح کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ لہٰذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

2873۔ اخرجه ابوداؤد (۱/۴۴۳): كتاب الصلاة: باب: تحزيب القرآن، حديث (۱۳۹۴)، و ابن ماجه (۱/۴۲۸): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: من كم يستحب يختم القرآن، حديث (۱۳۴۷).

كِتَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

تفسیرِ قرآن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

تفسیر کی تعریف اور اس کے مآخذ:

اصول شرع چار ہیں:

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع امت (۴) قیاس۔

اسلام کا پہلا مآخذ قرآن ہے جو کلام الٰہی اور صفت باری تعالیٰ ہونے کی وجہ سے دیگر اصول سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور آپ نے یہ اپنی امت کی طرف منتقل کر دیا۔ اس سلسلے میں اعلان خداوندی ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل: ۴۴) ''اور ہم نے آپ کی طرف قرآن اتارا تاکہ آپ لوگوں کو نازل شدہ کلام بیان فرمادیں''

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے من وعن کلام الٰہی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے محفوظ کیا، اپنے صحابہ کرام کو یہ لکھوادیا اور انہوں نے کتابی شکل میں ترتیب دے کر امت تک پہنچادیا۔اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ (النجم: ۳،۴،۵) ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے گفتگو نہیں کرتے صرف وحی الٰہی پیش کرتے ہیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہے اور ایک طاقتور فرشتہ ان پر پڑھتا ہے''۔لفظ ''تفسیر'' کا لغوی معنی ہے کھولنا، واضح کرنا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے: قرآن کریم کی وضاحت وتشریح کرنا۔

تفسیر کی عرب زبان میں تعریف یوں کی گئی ہے:

علم يعرف به فهم الكتاب المنزل على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم و بيان معانيه و استخراج احكامه و حكمه

''یعنی وہ علم ہے، جس سے قرآن کریم کا فہم، معانی کی وضاحت اور اس کے احکام وحکمتوں کا استنباط کیا جائے۔

تفسیر القرآن کے چھ ماخذ ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم: القرآن يفسر بعضها بعضا

(۲) احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) اقوال صحابہ

(۴) اقوال تابعین

(۵) لغت عرب

(۶) عقل سلیم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الَّذِي يُفَسِّرُ الْقُرْاٰنَ بِرَأْيِهِ

باب 1: جو شخص اپنی رائے کے ذریعے قرآن کی تفسیر کرے (اس کا حکم)

2874 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص علم نہ ہونے کے باوجود قرآن کے بارے میں کوئی بات بیان کرے' اسے جہنم میں اپنی جگہ پہنچنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2875 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْكَلْبِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میری طرف سے کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے احتیاط کرو، صرف وہی چیز بیان کرو جس کے بارے میں تمہیں علم ہو (میں نے یہ فرمایا ہے) جو شخص میری طرف سے کوئی جھوٹی بات جان بوجھ کر بیان کرے وہ جہنم میں اپنی جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہے اور جو شخص قرآن کی تفسیر کے بارے میں اپنی رائے کے ساتھ کوئی بات بیان کرے وہ جہنم میں اپنی جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

2876 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ

2874۔ اخرجه الدارمی (۷۶/۱): کتاب (ـــ): باب: اتقاء الحدیث عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، و التثبت فیه، و احمد (۲۳۳/۱، ۲۶۹، ۲۹۳، ۳۲۳، ۳۲۷)۔

2876۔ اخرجه ابوداؤد (۳٤٤/۲): کتاب العلم: باب: الکلام فی کتاب اللّٰه بغیر علم، حدیث (۳٦٥۲)۔

حَزْمٍ اَخُو حَزْمٍ الْقُطَعِيّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَاْيِهٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَاَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ حَزْمٍ

مذاہب فقہاء: وَّهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّهُمْ شَدَّدُوْا فِيْ هٰذَا فِيْ اَنْ يُّفَسَّرَ الْقُرْاٰنُ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّاَمَّا الَّذِيْ رُوِيَ عَنْ مُّجَاهِدٍ وَّقَتَادَةَ وَغَيْرِهِمَا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ فَسَّرُوا الْقُرْاٰنَ فَلَيْسَ الظَّنُّ بِهِمْ اَنَّهُمْ قَالُوْا فِي الْقُرْاٰنِ اَوْ فَسَّرُوْهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَوْ مِنْ قِبَلِ اَنْفُسِهِمْ وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُمْ مَا يَدُلُّ عَلٰى مَا قُلْنَا اَنَّهُمْ لَمْ يَقُوْلُوْا مِنْ قِبَلِ اَنْفُسِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيِّ الْبَصْرِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُ فِيْهَا شَيْئًا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ قَالَ مُجَاهِدٌ لَوْ كُنْتُ قَرَاْتُ قِرَاءَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَّمْ اَحْتَجْ اِلٰى اَنْ اَسْاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ مِمَّا سَاَلْتُ

◆◆ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اپنی رائے کے ساتھ قرآن کی تفسیر بیان کرے تو اگر وہ ٹھیک بھی بیان کرے تو یہ اس نے غلط کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

بعض محدثین نے اس کے راوی سہیل بن ابوحزم کے بارے میں کلام کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کے حوالے سے یہی بات نقل کی ہے انہوں نے اس حوالے سے بہت سختی سے کام لیا ہے قرآن کی تفسیر علم کے بغیر بیان کی جائے۔

جہاں تک مجاہد قتادہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم کا تعلق ہے جن کے بارے میں یہ روایت بیان کی گئی ہے: ان لوگوں نے قرآن کی تفسیر بیان کی ہے تو ان کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے اپنی رائے کے ساتھ قرآن کے بارے میں کچھ کہا ہوگا یا علم نہ ہونے کے باوجود تفسیر بیان کی ہوگی یا اپنی طرف سے کوئی بات بیان کی ہوگی۔

ان حضرات کے حوالے سے جو روایات نقل کی گئی ہیں وہ اس مفہوم پر دلالت کرتی ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے ان حضرات نے علم کے بغیر اپنی طرف سے کوئی بات بیان نہیں کی ہے۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: قرآن کی ہر ایک آیت کے بارے میں میں نے کوئی نہ کوئی روایت بیان کی ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اگر میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت سیکھی ہوتی تو مجھے قرآن سے متعلق بہت سی چیزوں کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی جو میں نے ان سے پوچھی ہیں۔

شرح

تفسیر بالرائے کی مذمت ووعید:

صرف اہل علم تفسیر قرآن کرسکتے ہیں اور جہلاء کا تفسیر بیان کرنا حرام ہے۔ جہلاء کی تفسیر، تفسیر بالرائے ہوگی جس کی مذمت ووعید احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ مفسر کے لیے چودہ علوم میں مہارت تامہ حاصل ہونا ضروری ہے۔ وہ علوم درج ذیل ہیں:

(۱) علم لغت (۲) علم صرف (۳) علم نحو (۴) علم اشتقاق (۵) علم معانی (۶) علم بیان (۷) علم بدیع (۸) علم قرأت
(۹) علم کلام (۱۰) علم اصول فقہ (۱۱) علم اسباب نزول (۱۲) علم فقہ (۱۳) علم ناسخ ومنسوخ (۱۴) علم احادیث
(۱۵) تفسیر کرنے کی خداداد صلاحیت۔

ان پندرہ علوم کا اختصار پانچ اقسام میں بھی کیا جاسکتا ہے:

(۱) عربیت میں مہارت ہونا: اس میں علم لغت، علم صرف، علم نحو، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان اور علم بدیع آجاتے ہیں۔

(۲) احادیث میں مہارت حاصل ہونا: اس میں علم اسباب نزول، علم ناسخ ومنسوخ اور واقعات کی تفصیل داخل ہیں۔

(۳) علم کلام میں مہارت ہونا: جو شخص اسلامی عقائد وافکار میں مہارت تامہ نہ رکھتا ہو، وہ یقیناً تفسیر بالرائے کا مرتکب ہوگا۔

(۴) علم فقہ میں کمال حاصل ہونا: علم فقہ سے عاری شخص تفسیر کرے گا تو قدم قدم پر غلطی کرے گا۔

(۵) تفسیر کرنے کی خداداد صلاحیت حاصل ہونا: مذکورہ بالا علوم سے استفادہ خداداد صلاحیت کے بغیر ناممکن ہے اور ایسا شخص تفسیر کرنے میں بار بار غلطی کرے گا جو تفسیر بالرائے کی صورت ہوگی۔

فائدہ نافعہ: ان علوم وفنون میں مہارت تامہ کے بغیر تفسیر قرآن کرنا حرام ہے اور ایسی تفسیر، تفسیر بالرائے کہلاتی ہے جو قابل مؤاخذہ ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب از بس ضروری ہے۔

دوسری حدیث باب میں تفسیر بالرائے کی جو مذمت ووعید بیان کی گئی ہے، اس کے تین مطالب ہوسکتے ہیں:

(۱) قرآن کریم کی تفسیر بالرائے کرنا قابل مؤاخذہ جرم ہے۔

(۲) حدیث نبوی کی توضیح وتشریح کرنا بھی قابل گرفت جرم ہے۔

(۳) اسی طرح کلام الٰہی اور احادیث نبوی میں اپنے مقاصد کے لیے تبدیلی کرنا یا حدیث گھڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا حرام ہے۔

تفسیر قرآن کے وقت عقل سلیم اور قیاس کا استعمال منع نہیں ہے لیکن انہیں قرآنی احکام کے تحت رکھا جائے۔ اگر انہیں قرآنی مضامین سے آزاد کر کے استعمال کیا جائے تو اس صورت میں تفسیر بالرائے کا قوی امکان ہی نہیں بلکہ یقین ہے، جس سے احتراز ضروری ہے۔

سوال: حضرت امام قتادہ اور حضرت امام مجاہد وغیرہما تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو تفاسیر کی ہیں وہ بھی تو غیہ مستند ہیں، تو کیا ان

کی تفاسیر بھی تفسیر بالرائے کہلائیں گی یا نہیں؟

جواب: ان لوگوں کی تفاسیر تفاسیر بالرائے کے زمرے میں نہیں آتیں، کیونکہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سن کر بیان کیا ہے اور صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی روایات تابعین سے بیان کی ہیں۔ حضرت امام قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں قرآن کریم کی ہر آیت کے بارے میں کچھ نہ کچھ صحابہ کرام سے ضرور سنا ہے۔ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اگر مجھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شرف تلمذ حاصل ہو جاتا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ روایات دریافت نہ کرنا پڑتیں جو میں نے دریافت کی ہیں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَاب

باب 2: سورت فاتحہ سے متعلق روایات

2877 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَّمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ هِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اِنِّيْ اَحْيَانًا اَكُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ يَا ابْنَ الْفَارِسِيِّ فَاقْرَاْهَا فِيْ نَفْسِكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِيْ وَنِصْفُهَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ يَقْرَاُ الْعَبْدُ فَيَقُوْلُ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ فَيَقُوْلُ (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ فَيَقُوْلُ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) فَيَقُوْلُ مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ وَهٰذَا لِيْ وَبَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) وَاٰخِرُ السُّوْرَةِ لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ يَقُوْلُ (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى ابْنُ جُرَيْجٍ وَّمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ

2877۔ اخرجه مالك (٨٤): كتاب الصلاة: باب: القرأة خلف الامام فيما لا يجهر فيه بالقرأة، حديث (٣٩)، و مسلم (٢/٢٦٢ - الابى): كتاب الصلاة: باب: وجوب قرأة الفاتحة في كل ركعة، حديث (٣٩٥/٣٨)، و ابوداؤد (١/٢٧٦): كتاب الصلاة: باب: من ترك القرأة في صلاته بفاتحة الكتاب، حديث (٨٢١)، و النسائي (٢/١٣٥): كتاب الافتتاح: باب: ترك قرأة بسم الله الرحمن الرحيم من فاتحة الكتاب، حديث (٩٠٩)، و ابن ماجه (١/٢٧٣): كتاب اقامة الصلاة: باب: القرأة خلف الامام، حديث (٨٣٨)، (٢/١٢٤٣): كتاب الادب: باب: ثواب القرآن، حديث (٣٧٨٤)، و احمد (٢/٢٥٠، ٢٨٥، ٢٨٦، ٤٦٠، ٤٨٧، ٢٤١، ٤٥٧، ٤٧٨)، و ابن خزيمة (١/٢٤٧)، حديث (٤٨٩)، (٢/٢٥٢)، حديث (٥٠٢)، (٢/٢٤٨)، حديث (٤٩٠)، و الحميدى (٢/٤٣٠)، حديث (٩٧٣، ٩٧٤).

هٰـذَا وَرَوٰى ابْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ وَاَبُو السَّائِبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰـذَا اَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَيَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ الْفَارِسِىُّ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ وَاَبُو السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ وَكَانَا جَلِيْسَيْنِ لِاَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَّمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِىَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ

اختلاف روایت: وَلَيْسَ فِىْ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ اُوَيْسٍ اَكْثَرُ مِنْ هٰـذَا وَسَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰـذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحٌ وَّاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ ابْنِ اَبِىْ اُوَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْعَلَاءِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص نماز پڑھتے ہوئے سورت فاتحہ نہ پڑھے' اس کی نماز نامکمل ہوتی ہے اس کی نماز نامکمل ہوتی وہ پوری نہیں ہوتی۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے کہا: اے ابو ہریرہ! بعض اوقات میں امام کے پیچھے بھی ہوتا ہوں (تو کیا میں اس وقت بھی تلاوت کروں گا) انہوں نے فرمایا: اے فارسی کے بیٹے! تم اسے دل میں پڑھ لو۔

کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان میں دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے' نصف حصہ میرے لیے اور نصف حصہ میرے بندے کے لیے ہے' اور میرا بندہ جو مانگتا ہے وہ اس کو ملے گا' بندہ کھڑا ہو کر یہ پڑھتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندے نے میری حمد بیان کی' پھر بندہ یہ کہتا ہے: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بندے نے میری تعریف کی' پھر بندہ پڑھتا ہے: مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی' یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ' اور سورت کا آخری حصہ میرے بندے کے لیے ہے' اور میرا بندہ جو مانگتا ہے اس کو وہ ملے گا وہ یہ کہتا ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شعبہ' اسماعیل' اور ان کے علاوہ دیگر راویوں نے' علاء بن عبدالرحمٰن سے ان کے والد کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند یہ حدیث نقل کی ہے۔

ابن جریج اور امام مالک نے علاء بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے' ابو سعید کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ نے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

ابن ابی اویس نے اپنے والد کے حوالے سے' علاء بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے' یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میرے والد اور ابو سعید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

◆◆ علاء بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: میرے والد اور ابو سائب نے یہ بات بیان کی ہے۔ یہ دونوں حضرات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز پڑھتے ہوئے اس میں سورت فاتحہ نہیں پڑھتا تو وہ نماز نامکمل ہوتی ہے وہ پوری نہیں ہوتی۔
اسماعیل بن ابواویس کی نقل کردہ روایت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے اس بارے میں امام ابوزرعہ سے سوال کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ دونوں روایات مستند ہیں۔ انہوں نے ابن ابی اویس کی اپنے والد کے حوالے سے' علاء سے نقل کردہ روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

2878 اَخْبَرَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ اَنْبَاَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِىْ قَيْسٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَدِىِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ

متن حدیث: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِى الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْقَوْمُ هٰذَا عَدِىُّ بْنُ حَاتِمٍ وَّجِئْتُ بِغَيْرِ اَمَانٍ وَّلَا كِتَابٍ فَلَمَّا دُفِعْتُ اِلَيْهِ اَخَذَ بِيَدِىْ وَقَدْ كَانَ قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ اِنِّىْ لَاَرْجُو اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ يَدَهُ فِىْ يَدِىْ قَالَ فَقَامَ فَلَقِيَتْهُ امْرَاَةٌ وَّصَبِىٌّ مَعَهَا فَقَالَا اِنَّ لَنَا اِلَيْكَ حَاجَةً فَقَامَ مَعَهُمَا حَتّٰى قَضٰى حَاجَتَهُمَا ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِىْ حَتّٰى اَتٰى بِىْ دَارَهُ فَاَلْقَتْ لَهُ الْوَلِيْدَةُ وِسَادَةً فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا يُفِرُّكَ اَنْ تَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَهَلْ تَعْلَمُ مِنْ اِلٰهٍ سِوَى اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ ثُمَّ تَكَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا تَفِرُّ اَنْ تَقُوْلَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَتَعْلَمُ اَنَّ شَيْئًا اَكْبَرُ مِنَ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ الْيَهُوْدَ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ وَاِنَّ النَّصَارٰى ضُلَّالٌ قَالَ قُلْتُ فَاِنِّىْ جِئْتُ مُسْلِمًا قَالَ فَرَاَيْتُ وَجْهَهُ تَبَسَّطَ فَرَحًا قَالَ ثُمَّ اَمَرَ بِىْ فَاُنْزِلْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ جَعَلْتُ اَغْشَاهُ اٰتِيهِ طَرَفَىِ النَّهَارِ قَالَ فَبَيْنَمَا اَنَا عِنْدَهُ عَشِيَّةً اِذْ جَائَهُ قَوْمٌ فِىْ ثِيَابٍ مِّنَ الصُّوفِ مِنْ هٰذِهِ النِّمَارِ قَالَ فَصَلّٰى وَقَامَ فَحَثَّ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ وَلَوْ صَاعٌ وَّلَوْ بِنِصْفِ صَاعٍ وَّلَوْ بِقَبْضَةٍ وَّلَوْ بِبَعْضِ قَبْضَةٍ يَقِى اَحَدُكُمْ وَجْهَهُ حَرَّ جَهَنَّمَ اَوِ النَّارِ وَلَوْ بِتَمْرَةٍ وَّلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَاقِى اللّٰهَ وَقَائِلٌ لَهُ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ اَلَمْ اَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا وَّبَصَرًا فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَقُوْلُ اَلَمْ اَجْعَلْ لَكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَقُوْلُ اَيْنَ مَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ فَيَنْظُرُ قُدَّامَهُ وَبَعْدَهُ وَعَنْ يَّمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ لَا يَجِدُ شَيْئًا يَّقِى بِهِ وَجْهَهُ حَرَّ جَهَنَّمَ لِيَقِ اَحَدُكُمْ وَجْهَهُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ فَاِنِّىْ لَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الْفَاقَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ نَاصِرُكُمْ وَمُعْطِيكُمْ حَتّٰى تَسِيْرَ الظَّعِيْنَةُ فِيمَا بَيْنَ يَثْرِبَ وَالْحِيْرَةِ اَوْ اَكْثَرَ مَا تَخَافُ عَلٰى مَطِيَّتِهَا السَّرَقَ قَالَ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ فِىْ نَفْسِىْ فَاَيْنَ لُصُوصُ طَيِّئٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ وَّرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَدِىِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت

مسجد میں تشریف فرما تھے۔ لوگوں نے بتایا: یہ حاتم کا بیٹا عدی ہے۔ میں چونکہ کوئی امان لیے بغیر اور کسی تحریری (معاہدے) کے بغیر حاضر ہوا تھا اس لیے جب میں آپ ﷺ کے پاس لایا گیا' تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ آپ ﷺ اس سے پہلے ہی اپنے اصحاب سے یہ کہہ چکے تھے: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ پھر نبی اکرم ﷺ مجھے ساتھ لے کر کھڑے ہوئے' تو ایک خاتون اپنے بچے کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی: ہمیں آپ ﷺ سے کچھ کام ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس کے ساتھ گئے اور اس کا کام کر کے واپس آئے اور میرا ہاتھ دوبارہ پکڑ لیا اور اپنے گھر لے گئے۔ ایک بچی نے نبی اکرم ﷺ کے لیے بچھونا بچھا دیا' جس پر آپ ﷺ تشریف فرما ہو گئے۔ میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی' پھر مجھ سے دریافت کیا: تمہیں کلمہ پڑھنے سے کون سی چیز روکتی ہے؟ کیا تمہارے علم میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی معبود ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ اس کے بعد کچھ دیر تک گفتگو کرتے رہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ اکبر کہنے سے اس لیے بھاگ رہے ہو کہ تم اسے سے بڑی کسی چیز کے بارے میں جانتے ہو؟ تو میں نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا' اور عیسائی گمراہی کا شکار ہیں' حضرت عدی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: میں ایک خالص مسلمان ہوں۔ حضرت عدی بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا: نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک خوشی سے کھل اٹھا۔ پھر آپ ﷺ نے میرے بارے میں حکم دیا اور مجھے ایک انصاری کے ہاں (مہمان کے طور پر) ٹھہرنے کے لیے فرمایا۔ میں صبح شام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ ایک مرتبہ میں رات کے وقت آپ ﷺ کی خدمت میں موجود تھا اسی دوران کچھ لوگ آئے، انہوں نے اون سے بنے ہوئے دھاری دار کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد تقریر کرتے ہوئے صدقہ دینے کی ترغیب دی اور ارشاد فرمایا: (تم لوگ صدقہ کرو)' خواہ ایک صاع ہو یا نصف صاع ہو یا ایک مٹھی جتنی کوئی چیز ہو یا مٹھی کے کچھ حصے جتنی ہو آدمی اپنے آپ کو جہنم کی گرمی سے بچائے' خواہ ایک کھجور کے ذریعے یا کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے بچائے کیونکہ ہر شخص نے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ بندے سے جو فرمائے گا: وہ میں تمہیں بیان کر رہا ہوں (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) کیا میں نے تمہیں سماعت اور بصارت عطا نہیں کی تھی؟ تو بندہ جواب دے گا جی ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں مال اور اولاد عطا نہیں کیے تھے؟ تو وہ جواب دے گا: جی ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، وہ کہاں ہے' جو تم نے اپنے لیے آگے بھیجا تھا؟ یعنی تم نے اپنے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟ تو وہ شخص اپنے آگے اپنے پیچھے اپنے دائیں اپنے بائیں دیکھے گا' تو اسے ایسے کوئی چیز نہیں ملے گی جو اسے جہنم کی تپش سے بچا سکے۔

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو ہر شخص کو جہنم سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے' خواہ نصف کھجور کے ذریعے بچائے اگر وہ بھی نہ ملے تو پاکیزہ بات کے ذریعے بچانے کی کوشش کرے۔ مجھے تمہارے بارے میں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم فقر و فاقہ کا شکار ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے وہ تمہیں عطا کرے گا، (یہاں تک کہ ایک وہ وقت آئے گا) جب کوئی عورت مدینہ منورہ سے حیرہ تک کا یا اس سے بھی زیادہ سفر کرے گی اور اسے یہ اندیشہ بھی نہیں ہوگا کہ اس کی سواری چوری ہو جائے گی۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے دل میں سوچا اس وقت طے قبیلے کے چور کہاں ہوں گے؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف سماء بن حرب کی نقل کردہ روایت کے طور پر

جانتے ہیں۔

شعبہ نے اس روایت کو سماک بن حرب کے حوالے سے عباد بن حبیش کے حوالے سے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے جو طویل حدیث ہے۔

2878/1 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْيَهُوْدُ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ وَالنَّصَارٰى ضُلَّالٌ

فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں: یہود وہ لوگ ہیں جن پر غضب ہوگا اور عیسائی وہ لوگ ہیں جو گمراہی کا شکار ہیں۔

پھر انہوں نے یہ طویل حدیث بیان کی ہے۔

شرح

سورۃ فاتحہ کی وجہ تسمیہ اور اس کے نام:

لفظ ''فاتحہ'' کا معنی ہے: آغاز کرنا، شروع کرنا۔ یہ سورۃ قرآن کی پہلی سورت ہے، اس لیے اسے ''فاتحہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ سورت ایک رکوع، سات آیات، پچیس کلمات اور ایک سو تیرہ (۱۱۳) حروف پر مشتمل ہے۔

سورۃ فاتحہ کے متعدد نام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) سورۃ الفاتحہ: یہ سورت قرآن کے آغاز میں موجود ہے۔

(۲) ام القرآن: یہ سورت قرآن کریم کے تمام مضامین کی جامع اور تلخیص ہے۔

(۳) سورۃ صلوٰۃ: نماز کی ہر رکعت میں یہ سورت پڑھی جاتی ہے۔

(۴) سرۃ الدعاء: یہ سورت دعائیہ کلمات پر مشتمل ہے۔

(۵) سورۃ الشفاء: اس سورت کی تلاوت سے دم کرنا ہر مرض کا علاج ہے۔

(۶) سورۃ الوافیۃ: اس کی تلاوت سے ہر مقصد پورا ہوتا ہے۔

(۷) سورۃ المثانی: اس سورت کی بار بار تلاوت کی جاتی ہے۔

نماز میں سورۃ فاتحہ تلاوت کرنے میں مذاہب آئمہ:

اس بات میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ تلاوت کی جاتی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس

2878/1- اخرجه احمد (۳۷۸/٤)

سورت کی تلاوت کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد ربانی ہے: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (المزمل:۲۰) ''قرآن کا جو حصہ بھی آسان معلوم ہو پڑھ لو''۔

(ii) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اِقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (الصحیح للبخاری جلد اول ص ۱۰۶) ''جتنا قرآن آسان محسوس کرو پڑھ لو''۔

(iii) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: من صلی صلوة لم يقرأ فيها بام القرآن فصلاته خداج ای غير تمام۔ ''جس شخص نے نماز پڑھی اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص یعنی نامکمل ہے''۔

(۲) حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے، اس کی حیثیت رکن کی ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے: لا صلوة ممن لم يقرأ بفاتحة الكتاب ''یعنی جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے''۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمہور کی اس دلیل کا جواب دیا جاتا ہے کہ سنن نسائی اور صحیح مسلم میں بھی یہ روایت موجود ہے، جس کے آخر میں ''فصاعدا'' کے الفاظ بھی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں: لا صلوة الا بفاتحة الكتاب وما تيسر من القرآن بعدها یعنی سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد کچھ قرآن پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی''۔ بعض روایات میں ''مهما شیء'' کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ ان تمام روایات کو ملانے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سورۃ فاتحہ کو نماز میں رکن کے طور پر پڑھنا یا اسے فرض قرار دینا درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان سورۃ فاتحہ کی تقسیم:

حدیث قدسی کے مطابق سورۃ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے مابین نصف نصف تقسیم کی گئی ہے۔ اس کی تفصیل حدیث باب میں مذکور ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول سورۃ فاتحہ کی آیات کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: میں برکات کا خزینہ ہے۔

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: میں نعمت باری تعالیٰ کا خزینہ ہے۔

(۳) اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خزانہ ہے۔

(۴) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ: میں عدالت باری تعالیٰ کا خزانہ ہے۔

(۵) اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ: میں تقویٰ وطہارت کا خزینہ ہے۔

(۶) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ: میں باری تعالیٰ کی ہدایت کا خزینہ ہے۔

(۷) صِرَاطَ الَّذِيْنَ: میں عبرت وسبق آموزی کا خزینہ ہے۔

(۸) غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ: سے مراد یہود ہیں، جن کے پاس علم تھا لیکن انکار کے باعث وہ غضب خداوندی کے حق دار

قرار پائے۔

(۹) وَلَا الضَّآلِّيْنَ: سے نصاریٰ (عیسائی) ہیں جو جہالت کی وجہ سے گمراہی کا شکار ہوئے۔

بقول امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ دونوں گمراہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے حقدار بھی تھے۔ یہود کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: فَبَآءُوْا بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ (البقرہ:۹۰) اسی سبب لوگ سخت غضب کے حقدار ہوئے"۔ نصاریٰ کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وَضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (المائدہ:۷۷) "وہ سیدھی راہ سے بھٹک گئے"۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

باب 3: سورہ بقرہ سے متعلق روایات

2879 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّعَبْدُ الْوَهَّابِ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَوْفُ بْنُ اَبِىْ جَمِيْلَةَ الْاَعْرَابِيُّ عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَرْضِ فَجَآءَ بَنُوْ اٰدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْاَرْضِ فَجَآءَ مِنْهُمُ الْاَحْمَرُ وَالْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ وَبَيْنَ ذٰلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو (مٹی کی) مٹھی سے پیدا کیا جسے اس نے پوری روئے زمین سے اکٹھا کیا تھا یہی وجہ ہے' حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کا رنگ سرخ ہے کسی کا سفید ہے کسی کا سیاہ ہے کسی کا ان کے درمیان کا کوئی رنگ ہے کوئی نرم مزاج ہے کوئی سخت ہے کوئی خبیث طبیعت کا مالک ہے' کوئی پاکیزہ طبیعت کا مالک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

لوگوں کے رنگ اور اخلاق مختلف ہونے کی وجہ:

دور حاضر میں ہم لوگوں کی رنگت اور مزاجوں کا جائزہ لیتے ہیں تو سب یکساں نہیں ہیں بلکہ کسی قوم کا رنگ سیاہ ہے مثلاً حبشی لوگ' کسی کا سفید ہے مثلاً انگریز لوگ' کسی کا سرخ ہے اور کسی کا ان تمام رنگوں کی آمیزش سے وجود میں مثلاً پنجاب کے لوگوں کا رنگ گندمی ہے۔ اسی طرح مختلف اقوام کے مزاج و طبیعت میں بھی تفاوت ہے۔ کوئی قوم نرم مزاج، بردبار اور صابر و شاکر ہے جبکہ دوسری قوم کے مزاج میں سختی اور کثافت ہے۔ سوال یہ ہے کہ اقوام عالم میں رنگت اور طبیعت کے اعتبار سے تفاوت کیوں ہے؟ اس کا

2879۔ اخرجه ابوداؤد (۲/ ٦٣٤): كتاب السنة: باب: في القدر، حديث (٤٥٩٣)، واحمد (٤/ ٤٠٠، ٤٠٦)، و ابن حبان حديث (٥٤٩)۔

جواب زیر بحث حدیث میں دیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت پوری روئے زمین سے مٹی حاصل کی گئی۔ زمین کے مطابق اولاً حضرت آدم علیہ السلام سے مختلف رنگت کی اقوام وجود میں آئیں اور اسی وجہ سے ان کے مزاج میں بھی تفاوت ہو گیا۔ آدم ثانی (حضرت نوح علیہ السلام) کے بعد یہی رنگت ان کے تین بیٹوں میں ظاہر ہوئی اور طبیعتوں میں تفاوت بھی نمایاں ہوا۔ پھر نسل در نسل رنگوں اور مزاجوں کی تفاوت کا سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ ہم تک پہنچا۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں ہر قسم کے رنگ اور طبیعت کے لوگ موجود ہیں۔ کوئی شخص خوبصورت ہے لیکن اکھڑ مزاج ہے اور کوئی بدصورت ہے مگر نرم مزاج و اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2880 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فِىْ قَوْلِهٖ (ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا) قَالَ دَخَلُوْا مُتَزَحِّفِيْنَ عَلٰى اَوْرَاكِهِمْ اَىْ مُنْحَرِفِيْنَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: "تم لوگ سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں داخل ہونا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وہ لوگ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے تھے یعنی انہوں نے اس حکم سے انحراف کیا تھا۔

2881 وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ) قَالَ قَالُوْا حَبَّةٌ فِىْ شَعْرَةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اس سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بھی منقول ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"تو جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے اس لفظ کو تبدیل کر دیا اور اس سے مختلف کیا جو ان سے کہا گیا تھا۔"

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ ان لوگوں نے "حَبَّةٌ فِىْ شَعْرَةٍ" کہا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نافرمانی کے سبب بنی اسرائیل کی ہلاکت:

سورۃ بقرہ قرآن کریم کی سب سے طویل سورت ہے جو چالیس رکوعات، دو سو چھیاسی آیات، چھ ہزار اکیس کلمات اور باون لاکھ پچاس ہزار حروف پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ مدنی ہے۔ قوم بنی اسرائیل کی نافرمانی مشہور ہے۔ سورۃ بقرہ میں قوم بنی اسرائیل کا

2880۔ اخرجه البخاری (۸/۱٤): کتاب التفسیر: باب: (و اذ قلنا ادخلوا هذه القرية فكلوا منها حيث شئتم)، حديث (٤٤٧٩)، و مسلم (٢٣١٢/٤): کتاب التفسیر: باب: (ــ) حديث (١٥/١، ٣٠)، و احمد (٣١٢/٢، ٣١٨).

ایک عبرت ناک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ''میدان تیہ'' سے نکل کر بستی میں داخل ہو جائیں اور اس میں اپنی پسند کی جو چیز چاہیں کھا سکتے ہیں لیکن بستی کے دروازہ سے سجدہ کی حالت میں اور زبان سے توبہ توبہ کے دعائیہ کلمات کہتے ہوئے داخل ہوں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور انہیں مزید نعمتوں اور انعامات سے نوازا جائے گا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی، سجدہ کی بجائے سرین کے بل اور توبہ توبہ کی بجائے ''گون میں غلہ'' کہتے ہوئے دروازہ سے داخل ہوئے۔ اس نافرمانی کے باعث ان پر طاعون کی صورت میں عذاب نازل کیا گیا جس کے نتیجہ میں ستر ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔

2882 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ السَّمَّانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ فَلَمْ نَدْرِ اَيْنَ الْقِبْلَةُ فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا عَلٰى حِيَالِهِ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ (فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ اَشْعَثَ السَّمَّانِ اَبِي الرَّبِيعِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَشْعَثُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ

◆◆ عبداللہ بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے انتہائی تاریک رات تھی۔ ہمیں یہ اندازہ نہیں ہوا کہ قبلہ کس سمت میں ہے؟ تو ہم میں سے ہر شخص نے اس طرف منہ کر کے نماز ادا کر لی' جس طرف اس کا رخ ہوا۔ صبح کے وقت ہم نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

''تم جس طرف بھی منہ پھیر لو' اللہ تعالیٰ کی ذات اسی طرف ہو گی۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اشعث سمان نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں' جو انہوں نے عاصم بن عبیداللہ سے نقل کی ہے۔

اشعث کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

2883 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهِ تَطَوُّعًا اَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ وَهُوَ جَاءٍ مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِينَةِ ثُمَّ قَرَاَ ابْنُ عُمَرَ هٰذِهِ الْآيَةَ (وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ) الْآيَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَفِي هٰذَا اُنْزِلَتْ

2883۔ اخرجه مسلم (۲۱/۳): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: جواز صلاة النافلة على الدابة من السفر حيث تو جهت، حديث (۷۰۰/۳۳)، و النسائي (۲٤٤/۱): كتاب الصلاة: باب: الحال التي يجوز فيها استقبال غير القبلة، حديث (٤۹۱)، و احمد (۲۰/۲، ٤۱۱)، و ابن خزيمة (۲۵۲/۲) حديث (۱۲٦۷)، (۲۵۳/۲)، حديث (۱۲٦۹)۔

هٰذِهِ الْاٰيَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَّيُرْوٰى عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ فِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ) قَالَ قَتَادَةُ هِىَ مَنْسُوْخَةٌ نَسَخَهَا قَوْلُهٗ (فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) اَىْ تِلْقَائَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ اپنی سواری پر ہی نفل ادا کرلیا کرتے تھے' خواہ اس سواری کا رخ کسی بھی سمت ہو' اس وقت جب آپ ﷺ مکہ سے مدینہ شریف لا رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی:

''مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

قتادہ کے حوالے سے' یہ بات نقل کی گئی ہے۔ انہوں نے اس آیت کے بارے میں یہ فرمایا ہے۔

''اور مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں تم جس طرف بھی منہ کرو گے اللہ تعالیٰ کی ذات وہیں ہوگی۔''

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت منسوخ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔

''تو تم اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔''

اس سے مراد یہ ہے: اس کی سمت میں پھیر لو۔

2884/1 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِى الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ

وَيُرْوٰى عَنْ مُّجَاهِدٍ فِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ) قَالَ فَثَمَّ قِبْلَةُ اللّٰهِ

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَبُوْ كُرَيْبٍ مُّحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ النَّضْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ عَنْ مُّجَاهِدٍ بِهٰذَا

یہ بات محمد بن عبدالملک نے اپنی سند کے ہمراہ قتادہ سے نقل کی ہے۔

اس آیت کے بارے میں مجاہد سے یہ بات روایت کی گئی ہے۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے):

''تو تم جس طرف بھی رخ کرلو اسی طرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی۔''

مجاہد فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے: اللہ تعالیٰ کا قبلہ اسی سمت میں ہوگا۔

یہ بات ابوکریب نے اپنی سند کے ہمراہ مجاہد سے نقل کی ہے۔

2884/1۔ اخرجه البخاری (۱۸/۸): کتاب التفسیر: باب: قوله: (واتخذوا من مقام ابراهيم مصلی)، حدیث (۴۴۸۳)، و ابن ماجه (۳۲۲/۱): کتاب اقامة الصلاة و السنة فیها: باب: القبلة، حدیث (۱۰۰۹)، و احمد (۲۳/۱، ۲۴، ۳۶).

شرح

جہت قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں جہت تحری قبلہ ہونا:

نماز کا وقت ہونے پر جہت قبلہ معلوم نہ ہو تو جس جہت کو تحری کے بعد متعین کر لیا جائے، وہی جہت قبلہ ہوگی اور اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جائے۔ اگر اس جہت کے تعین میں غلطی بھی ہوگئی تو نماز درست ہوگی اور نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ دوران نماز جہت کعبہ متعین کرنے کا فلسفہ اور حکمت ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی ہے، کیونکہ کعبہ معبود نہیں ہے۔ معبود ذات خداوندی ہے اس لیے تحری کے بعد جو جہت قبلہ مقرر کی جائے اس کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ نماز اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھی گئی ہے۔

نفلی نماز میں مجبوری کے وقت جہت قبلہ ضروری نہیں ہے، کیونکہ یہ عبادت انفرادی معاملہ ہے' جس کے لیے جماعت بھی واجب نہیں ہے۔ تاہم فرائض اور واجبات میں جماعت واجب قرار دی گئی ہے' کیونکہ اس کا مقصد مسلمانوں کی شیرازہ بندی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ معبود حقیقی ہے، جو ہر جانب اور ہر جگہ موجود ہے۔

سوال: ارشاد خداوندی ہے: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (البقرہ:۱۱۵) ''مشرق ومغرب اللہ ہی کے لیے ہے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ دوران نماز قبلہ کا رخ ہونا ضروری نہیں ہے۔ دوسرا ارشاد ربانی ہے: وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط (البقرہ:۱۴۴) ''تم جہاں کہیں بھی ہو (نماز کے وقت) اپنے چہرے قبلہ کی طرف کر لو''۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے وقت منہ قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔ اس طرح دونوں آیات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) پہلی آیت منسوخ ہے۔ لہٰذا اب نماز ادا کرتے وقت منہ قبلہ رخ کرنا فرض ہے۔

(۲) یہاں ناسخ ومنسوخ کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ارشاد ربانی ہے: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ کے بارے میں ایک تاریخی حقیقت ہے۔ وہ یہ ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد یہودیوں کی طرف سے مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ مسلمانوں نے جتنی نمازیں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کی ہیں وہ سب کی سب بے کار ہو گئیں اور ان کا کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا۔ مسلمانوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ جواب دیا: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ کہ مسلمان تسلی رکھیں اللہ تعالیٰ معبود حقیقی ہے جو ہر جہت وسمت میں موجود ہے۔ لہٰذا بیت المقدس کی طرف پڑھی جانے والی نمازیں بے کار ہرگز نہیں ہیں بلکہ ان کا اجر وثواب دیا جائے گا۔

2884/2 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ صَلَّيْنَا خَلْفَ الْمَقَامِ فَنَزَلَتْ (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄◄ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم مقام ابراہیم کے پاس نفل ادا کریں (تو یہ مناسب ہوگا)؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

''مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2885 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوِ اتَّخَذْتَ مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◄◄ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیں (تو یہ مناسب ہوگا) تو یہ آیت نازل ہوئی:

''تم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى'' کا شانِ نزول:

ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! کاش ہم مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرتے، اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ''تم مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرو''۔ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ طواف بیت اللہ سے فراغت پر یہاں نوافل ادا کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور طواف بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے عام مسلمان یہاں نماز ادا کرتے رہے اور تاقیامت لوگ ادا کرتے رہیں گے۔

یاد رہے ''مقامِ ابراہیم'' ایک خوبصورت پتھر ہے' جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان ہے اور یہ پتھر چودہ انچ مربع کا ہے جسے شیشے کے خول میں مقفل کیا گیا ہے جبکہ اوپر پیتل کی جالی لگائی گئی ہے۔ یہ پتھر بیت اللہ سے چند گز کے فاصلے پر

باب کعبہ کے سامنے ہے، جس کے پاس ہمہ وقت حکومت سعودیہ کی طرف سے ایک سپاہی موجود ہوتا ہے اور عقیدت سے چومنے والے لوگوں کو سختی سے منع کرتا ہے۔ حکومتی نقطہ نظر کے مطابق اسے بوسہ دینا ممنوع ہے جبکہ زائرین جہاں اس پتھر کی زیارت کرتے ہیں وہاں اسے بوسہ دینے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ زیر بحث آیت سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت اور عظمت و فضیلت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ آپ کی شان وفضیلت میں کئی آیات نازل ہوئیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ آپ نے بطور مشورہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے اسے حقیقت بنا دکھایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء وصالحین کی رائے اور مشورے کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظیم مقام ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسی طرح کر دیتا ہے۔

2886 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ

متنِ حدیث: عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قَوْلِهٖ (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا) قَالَ عَدْلًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے۔

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں وسط امت بنایا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس سے مراد ''عادل'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2887 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يُدْعٰى نُوْحٌ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُدْعٰى قَوْمُهٗ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَتَانَا مِنْ نَّذِيْرٍ وَّمَا اَتَانَا مِنْ اَحَدٍ فَيُقَالُ مَنْ شُهُوْدُكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ قَالَ فَيُؤْتٰى بِكُمْ تَشْهَدُوْنَ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا) وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَهٗ

2886- اخرجه البخاري (۳۲۸/۱۳): كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة: باب: (و كذلك جعلنكم امة و سطا) (البقرة: ۱۴۳)، حديث (۷۳۴۹)، و ابن ماجه (۱۴۳۲/۲): كتاب الزهد: باب: صفة امة محمد صلى الله عليه وسلم، و احمد (۹/۳، ۳۲، ۵۸)، و عبد بن حميد ص (۲۸۶)، حديث (۹۱۳).

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: (قیامت کے دن) حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا' اوران سے دریافت کیا جائے گا: کیا تم نے تبلیغ کردی تھی تو وہ جواب دیں گے: جی ہاں۔ پھران کی قوم کو بلایا جائے گا' اوران سے یہ پوچھا جائے گا کیا انہوں نے تم تک تبلیغ کردی تھی؟ تو وہ جواب دیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا شخص نہیں آیا تھا' تو پھر (حضرت نوح علیہ السلام) سے پوچھا جائے گا: تمہارا گواہ کون ہے؟ تو پھر وہ جواب دیں گے: حضرت محمد ﷺ اوران کی امت۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر تم لوگوں کو لایا جائے گا' تم لوگ گواہی دو گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کردی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مراد یہی ہے:

''اوراس طرح ہم نے تم کو وسط امت بنایا ہے' تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ بن جائے۔''

یہاں وسط سے مراد 'عدل'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء وافضل الرسل ہیں اور آپ کی امت خیر الامم کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے، اس وقت تک کوئی نبی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور آپ کی امت سے قبل کوئی امت جنت میں داخل نہیں ہوگی۔

احادیث باب میں امت محمدی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس امت کو'امت وسط'' یعنی معتدل، انصاف پسند اور عادل قرار دیا گیا ہے۔ آسمانی احکام کے حوالے سے نصاریٰ افراط اور یہودی تفریط کا شکار تھے لیکن امت محمدیہ عقائد وافکار، احکام ومعاملات اور عبادات وریاضات کے اعتبار سے اعتدال پسند ہے۔ یہ امت افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوئی بلکہ اعتدال پسند ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر الامور اوسطھا او کما قال علیہ السلام یعنی میانہ روی بہترین عمل ہے۔

اور یوں عرض کرے گی: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کے خلاف گواہی دیں گے کہ یا اللہ! ہم نے ان کو تبلیغ کی، تیرے احکام پہنچائے اوراس سلسلے میں شب وروز خوب محنت کی لیکن انہوں نے ہماری بات نہ مانی۔ ہر نبی کی امت انکار کرے گی کہ اے الہ العالمین! انہوں نے ہمیں تبلیغ نہیں کی تھی۔ اس موقع پر انبیاء کے حق میں گواہی دینے کے لیے امت محمدی پیش کی جائے گی اور وہ گواہی دے گی: اے رب العالمین! انبیاء کرام بالکل سچ فرمارہے ہیں کہ انہوں نے خوب تبلیغ کی تھی اور تیرے احکام پہنچائے تھے۔ پہلی امتیں کہیں گی: اے الہ العالمین! امت محمدی تو ہمارے زمانہ میں موجود نہیں تھی بلکہ یہ لوگ بعد میں پیدا ہوئے، ان کی گواہی ہمارے خلاف ناقابل قبول ہے؟ امت محمدیہ اس کا جواب دے گی کہ خواہ ہم لوگ ان کے بعد پیدا

ہوئے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں تفصیلات بیان کر دی تھیں۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے اور ان کی تصدیق فرمائیں گے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد اول ص ۲۰۶)

بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر دریافت کیا جائے گا کہ آپ اپنی امت کی حمایت و تصدیق فرما رہے ہیں کیا آپ کی امت عادل اور گواہی پیش کرنے کے قابل ہے؟ آپ جواب میں فرمائیں گے: ہاں! میری امت عادل اور گواہی دینے کے قابل ہے۔

اس مقام پر آیات قرآنی میں تین مضامین بیان ہوئے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) قیامت کے دن تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کے خلاف گواہی دیں گے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت دعوت (کفار و مشرکین) کے خلاف گواہی دیں گے۔

(۲) امت محمدی سابقہ امتوں کے خلاف اور انبیاء علیہم السلام کی حمایت میں گواہی دے گی۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت دعوت کے خلاف گواہی دیں گے اور آپ کی امت آپ کی حمایت اور کفار و مشرکین کے خلاف گواہی دے گی۔

2888 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ صَلّٰى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ اَنْ يُّوَجَّهَ اِلَى الْكَعْبَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) فَوُجِّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ وَكَانَ يُحِبُّ ذٰلِكَ فَصَلّٰى رَجُلٌ مَعَهُ الْعَصْرَ قَالَ ثُمَّ مَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُمْ رُكُوْعٌ فِىْ صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهُ قَدْ وُجِّهَ اِلَى الْكَعْبَةِ قَالَ فَانْحَرَفُوْا وَهُمْ رُكُوْعٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ بات پسندیدہ تھی کہ آپ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر دیا جائے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''ہم نے آسمان کی طرف تمہارا چہرہ اٹھنا دیکھ لیا ہے ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے' جس سے تم راضی ہو گے تم اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو''۔

تو آپ ﷺ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر دیا گیا' کیونکہ آپ ﷺ اس کو پسند کرتے تھے۔

(حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) ایک شخص نے آپ ﷺ کے ہمراہ نماز ادا کی' اس کا گزر انصاریوں کے پاس سے ہوا جو عصر کی نماز میں رکوع کی حالت میں تھے' اور وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے تھے' تو اس شخص نے یہ کہا: وہ گواہی دے کر یہ بات بیان کرتا ہے کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز ادا کی ہے۔ آپ ﷺ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر دیا گیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: تو ان لوگوں نے رکوع کی حالت میں ہی اپنا رخ (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس کو سفیان ثوری نے ابو اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2889 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانُوْا رُكُوْعًا فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَعُمَارَةَ بْنِ اَوْسٍ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے: وہ لوگ فجر کی نماز میں رکوع کی حالت میں تھے۔

اس بارے میں حضرت عمرو بن عوف مزنی' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عمارہ بن اوس' حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

تحویل قبلہ:

ارشادِ ربانی ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

(البقرہ:۱۴۴)

"بیشک ہم آپ کا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھتا ہوا دیکھ رہے ہیں، پس ہم ضرور آپ کا قبلہ اسے بنا دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کر لیں"۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ہجرت کے بعد سولہ یا سترہ ماہ تک مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے، یہودیوں کی طرف سے بطور طعن یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ یہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) عجیب نبی ہیں کہ ایک طرف ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز بھی ادا کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خواہش ظاہر فرمائی کہ ہمارا قبلہ کعبہ ہونا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنوسلمہ میں نماز ظہر کی امامت کروا رہے تھے' ابھی دو رکعت نماز پڑھائی

تھی کہ حالت رکوع میں وحی نازل ہوئی ہم نے آپ کا قبلہ کعبہ بنا دیا ہے اور آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کر لیں۔ آپ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے شمال کی سمت اپنے چہرے پھیر لیے۔ جس مسجد میں تحویل قبلہ کا واقعہ پیش آیا تھا وہ "مسجد قبلتین" کے نام سے مشہور ہوگئی۔ بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر "کعبہ" کی طرف چہرہ انوار کر کے پڑھائی۔ ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بعد "مسجد بنو حارثہ" کے پاس سے گزرے اور انہوں نے دیکھا کہ مسلمان "مسجد اقصیٰ" کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے ہیں۔ انہیں حالت نماز میں تحویل قبلہ کی خوشخبری سنائی تو سب لوگوں نے حالت نماز میں اپنا رخ کعبہ کی جانب کر لیا۔ تحویل قبلہ کا واقعہ ۲ھ میں پیش آیا۔

2890 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّاَبُوْ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا وُجِّهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْكَعْبَةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ بِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ مَاتُوْا وَهُمْ يُصَلُّوْنَ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر دیا گیا' تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ان بھائیوں کا کیا ہوگا' جو اس حالت میں فوت ہوئے ہیں' کہ وہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان (یعنی اعمال) کو ضائع نہیں کرے گا۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مسجد اقصیٰ کی طرف پڑھی گئی نمازوں کا ثواب برقرار رہنا:

حدیث باب میں ایک اہم سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! ہمارے وہ بھائی جو صرف بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے انہیں کعبہ کی طرف منہ کر کے ایک نماز بھی ادا کرنے کا موقع میسر نہ آیا، ان کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے یعنی وہ لوگ مغفور ہیں اور ان کی نمازیں بھی مقبول ہیں"۔

تحویل قبلہ کے حوالے سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

انما كان يحب ان يتحول الى الكعبة لان اليهود قالوا يخالفنا محمد و يتبع قبلتنا فنزلت ۔ یعنی حضور

2890۔ اخرجه ابوداؤد (۶۳۱/۲): كتاب السنة: باب: الدليل على زيادة الايمان و نقصانه، حديث (۴۶۸۰)، و الدارمی (۲۸۱/۱۰)، كتاب الصلاة: باب: تحويل القبلة، و احمد (۳۴۷/۱، ۲۹۵، ۳۰۴، ۳۲۲)۔

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی پسند کرتے تھے کہ قبلہ تبدیل ہو کر کعبہ بن جائے، کیونکہ یہودی کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ اس موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

2891 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِیَّ یُحَدِّثُ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا اَرٰی عَلٰی اَحَدٍ لَّمْ یَطُفْ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ شَیْئًا وَّمَا اُبَالِیْ اَنْ لَّا اَطُوْفَ بَیْنَهُمَا فَقَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ یَا ابْنَ اُخْتِیْ طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَطَافَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاِنَّمَا كَانَ مَنْ اَهَلَّ لِمَنَاةَ الطَّاغِیَةِ الَّتِیْ بِالْمُشَلَّلِ لَا یَطُوْفُوْنَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی (فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا) وَلَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ لَكَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ لَّا یَطَّوَّفَ بِهِمَا قَالَ الزُّهْرِیُّ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَاَعْجَبَهُ ذٰلِكَ وَقَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا كَانَ مَنْ لَّا یَطُوْفُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مِنَ الْعَرَبِ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ طَوَافَنَا بَیْنَ هٰذَیْنِ الْحَجَرَیْنِ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ وَقَالَ اٰخَرُوْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ اِنَّمَا اُمِرْنَا بِالطَّوَافِ بِالْبَیْتِ وَلَمْ نُؤْمَرْ بِهٖ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ) قَالَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاُرَاهَا قَدْ نَزَلَتْ فِیْ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ عروہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہا: میں یہ سمجھتا ہوں اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا چکر نہیں لگاتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر میں ان دونوں کا طواف نہیں کرتا' تو میں اس بات کی کوئی خاص پرواہ نہیں کروں گا' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! تم نے بہت غلط بات کہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کا چکر لگایا ہے مسلمانوں نے بھی اس کا چکر لگایا ہے، زمانہ جاہلیت میں جو شخص "مشلل" میں موجود منات طاغیہ (نامی بت) کے لیے احرام باندھا کرتا تھا وہ صفا و مروہ کا چکر نہیں لگاتا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"جو شخص بیت اللہ کا حج کرے اور عمرہ کرے' تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا' اگر وہ ان دونوں کا بھی چکر لگائے۔"

اگر صورتحال ویسی ہوتی جیسی تم نے کہی ہے' تو پھر یہ آیت یوں ہونی چاہیے تھی۔

2891- اخرجه مالك (۳۷۳/۱): كتاب الحج: باب: جامع السعي، حديث (۱۲۹)، و البخاري (۵۸۱/۳): كتاب الحج: باب: وجوب الصفا و المروة و جعل من شعائر الله، حديث (۱۶۴۳)، (۷۱۹/۳): كتاب العمرة: باب: يفعل بالعمرة ما يفعل بالحج، حديث (۱۷۹۰)، و اطرافه من (۴۴۹۵)، (۴۸۶۱)، ومسلم (۹۲۹/۲): كتاب الحج، باب: بيان ان السعي بين الصفا و المروة ركن لا يصح الحج الان، حديث (۱۲۷۷/۲۶۱)، و ابوداؤد (۵۸۴/۱): كتاب المناسك: باب: امر الصفا و المروة، حديث (۱۹۰۱)، و النسائي (۲۳۷/۵، ۲۳۸)، كتاب مناسك الحج: باب: ذكر الصفا و المروة، حديث (۲۹۶۷، ۲۹۶۸) و ابن ماجه (۹۹۴/۲): كتاب المناسك: باب: السعي بين الصفا و المروة، حديث (۲۹۸۶)، و احمد (۱۴۴/۶، ۱۶۲، ۲۲۷)، وابن خزيمة (۲۳۳/۴)، حديث (۲۷۶۶)، (۲۳۴/۴)، حديث (۲۷۶۷)، (۲۳۵/۴)، حديث (۲۷۶۹)، و الحميدي (۱۰۷/۱)، حديث (۲۱۹)۔

''اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا وہ اگر ان دونوں کا طواف نہ کرے۔''

زہری بیان کرتے ہیں: میں نے یہ روایت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو سنائی تھی تو انہیں یہ بہت پسند آئی اور وہ بولے یہ واقعی علم ہے۔ میں نے بہت سے اہل علم کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے، پہلے عربوں میں سے جو شخص صفا مروہ کا طواف نہیں کرتا تھا وہ یہ کہتا تھا' ان دونوں پہاڑوں کے درمیان چکر لگانا زمانۂ جاہلیت کی رسم ہے۔

اسی طرح کچھ انصار یہ کہتے تھے: ہمیں بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا گیا ہے' ہمیں صفا مروہ کا طواف کرنے کا حکم نہیں دیا گیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔''

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: میں یہ سمجھتا ہوں یہ آیت انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2892 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِىْ حَكِيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ كَانَا مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ اَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا) قَالَ هُمَا تَطَوُّعٌ (وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عاصم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک سے صفاء مروہ کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے جواب دیا: یہ دونوں زمانۂ جاہلیت کی نشانیاں ہیں جب اسلام آیا' تو ہم نے ان کا طواف چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں' تو جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے' تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا' اگر وہ ان دونوں کا طواف کرے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دونوں کا طواف کرنا نفل ہے' اور جو شخص نفل والی نیکی کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے' اور وہ اس سے واقف ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2892۔ اخرجه البخاری (۵۸۶/۳): کتاب الحج: باب: ما جاء فی السعی بین الصفاء و المروة، حدیث (۱۶۴۸)، (۲۵/۸): کتاب التفسیر: باب: (ان الصفا والمروة من شعائر اللّٰه)، حدیث (۴۴۹۶)، و مسلم (۹۳۰/۲): کتاب الحج: باب: بیان ان السعی بین الصفا و المروة رکن لا یصح الحج الا به، حدیث (۱۲۷۸/۲۶۴)، و ابن خزیمة (۲۳۵/۴) حدیث (۲۷۶۸)، و عبد بن حمید ص (۳۶۸)، حدیث (۱۲۲۶)۔

شرح

وجوب سعی فلا جناح کے منافی نہ ہونا:

زمانہ جاہلیت میں لوگ عریانی حالت میں بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور اس بے ادبی پر فخر بھی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ "اساف" نامی مشرک مرد اور "نائلہ" نامی مشرکہ عورت عریانی حالت میں طواف کر رہے تھے اور اس دوران میں ان پر خواہش نفسانی کی تکمیل کا غلبہ ہوا تو وہ کعبہ کے اندر بدکاری کے مرتکب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی اور دونوں کو پتھر بنا دیا۔ لوگوں نے انہیں وہاں سے اٹھا کر بطور عبرت "اساف" بت کو صفا پر اور "نائلہ" بت کو مروہ پر رکھ دیا۔ شیطان نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ یہ بت مقدس ہیں، لہٰذا ان کی سعی کرنی چاہیے۔ اسلام نے اس کی اصل حقیقت واضح کرتے ہوئے کہا کہ یہ بت نجس، قابل عبرت اور قابل مذمت ہیں۔ ان کی خوشنودی کے لیے سعی نہیں کرنی چاہیے بلکہ یہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت وہ پانی کی تلاش میں دیوانہ وار دوڑیں اور ان کا دوڑنا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا تو تا قیامت حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرنے والے لوگوں پر سعی واجب قرار دی۔

سوال: کیا حاجی اور معتمر کے لیے صفا و مروہ کی سعی کرنا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

جواب: سعی کی شرعی حیثیت کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور روایت اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحیح ترین روایت کے مطابق "سعی" رکن ہے اور اس کے بغیر حج اور عمرہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کے مطابق "سعی" واجب ہے یعنی اس کے چھوٹ جانے کی صورت میں حج اور عمرہ درست ہو گا لیکن اس کی تلافی دم دے کر کی جائے گی۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت امام ابن سیرین اور حضرت امام مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک "سعی" مسنون و مستحب ہے۔

وجوب سعی فَلَا جُنَاحَ الخ کے منافی نہیں ہے۔ اس کی حقیقت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے واضح فرما دی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین اور تا ہنوز مسلمان کرتے آ رہے ہیں تو پھر اس کے متعارض نظریہ قائم کرنا درست نہیں ہے۔ مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ صفا و مروہ کے مابین "سعی" کرنا بھی امور خیر میں سے ایک ہے۔ اس کی ناگواری کا تصور ذہن میں نہیں آنا چاہیے اور اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب عطا ہو گا۔

2893 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

2893۔ انظر الحديث (۸٦۲)، (۸٦۹)۔

متن حدیث: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا فَقَرَأَ (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى) فَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ ثُمَّ اَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ نَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ وَقَرَأَ (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا، جب آپ ﷺ مکہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا تھا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''تم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو۔''

پھر نبی اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کی' پھر آپ ﷺ حجر اسود کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اس کا استلام کیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم بھی اس سے آغاز کریں گے' جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے پہلے کیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

صفا و مروہ کی سعی میں ترتیب واجب ہونا:

حج اور عمرہ کے موقع پر بیت اللہ کے طواف اور سعی پھر سعی کے وقت صفا کی تقدیم اور مروہ کی تاخیر واجب ہے۔ حدیث باب کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا صفا سے سعی کا آغاز کرنا اتفاقی نہیں تھا بلکہ ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھنا بھی مقصود تھا۔ سعی میں صفا کی تقدیم اور اس سے آغاز واجب ہے۔ اگر کوئی شخص مروہ سے سعی کا آغاز کرتا ہے' تو اس کا پہلا چکر شمار نہیں ہوگا، کیونکہ وہ بے کار ہو گیا اور وہ مروہ سے سات چکر پورے کرے گا تو اس کی سعی مکمل ہوگی۔ ترتیب سعی کا وجوب اس ارشاد خداوندی کے مطابق ہے: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (البقرہ:۱۵۸) ''بیشک صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں''۔

2894 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ بْنِ يُوْنُسَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

متن حدیث: كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْاِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ

2894- اخرجه البخاري (١٥٤/٤): كتاب الصوم: باب: قول الله جل ذكره (احل لكم ليلة الصيام ــ)، حديث (١٩١٥) و الحديث بمعناه (٣٠/٨)، كتاب التفسير: باب: (احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم ــ)، (البقرة: ١٨٧)، حديث (٤٥٠٨)، و ابوداؤد (٧٠٧/١): كتاب الصيام: باب: مبدا فرض الصيام، حديث (٢٣١٤)، و احمد (٢٩٥/٤) و الدارمي (٥/٢): كتاب الصوم: باب: متى يمسك المتسحر، و ابن خزيمة (٢٠٠/٣)، حديث (١٩٠٤).

اَنْ يُّفْطِرَ لَمْ يَاْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْاِفْطَارُ اَتَى امْرَاَتَهُ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ اَنْطَلِقُ فَاَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ وَجَاءَتْهُ امْرَاَتُهُ فَلَمَّا رَاَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَائِكُمْ) فَفَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا (وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت براء ؓ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے جب کوئی شخص روزہ رکھتا تھا اور افطار کیے بغیر سو جاتا تھا' تو پھر وہ اگلے دن کچھ کھا پی نہیں سکتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری نے روزہ رکھا ہوا تھا' وہ افطار سے کچھ دیر پہلے اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا: تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں ہے' لیکن میں جا کر کچھ تلاش کر کے لاتی ہوں۔ حضرت قیس بن انصاری' کیونکہ سارا دن کام کرتے رہے تھے اس لیے انہیں نیند آ گئی' جب ان کی اہلیہ واپس آئی اور انہیں (سوتے ہوئے) دیکھا تو بولی: ہائے افسوس۔ اگلے دن دوپہر کے وقت حضرت قیس بن صرمہ بے ہوش ہو گئے۔ اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

''تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں (کے ساتھ صحبت کرنا) حلال قرار دیا گیا ہے۔''

تو مسلمان اس سے انتہائی خوش ہوئے (اور یہ آیت بھی نازل ہوئی)

''اور تم اس وقت کھاتے پیتے رہو' جب تک سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

رمضان المبارک کی راتوں میں جماع اور خورد ونوش جائز ہونا:

پہلی شریعتوں بلکہ ابتداء اسلام میں بھی رمضان المبارک میں نماز عشاء کے وقت سے روزہ شروع ہو جاتا تھا، دن کی طرح رات کے وقت بھی کھانا پینا اور جماع کرنا منع تھا۔ افطاری کے وقت نیند آنے کی صورت میں آئندہ روز کا روزہ غروب آفتاب سے ہی شروع ہو جاتا تھا۔ حدیث باب کے مطابق حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے روزے پر روزہ رکھا جس کے نتیجہ میں دوسرے دن دوپہر کے وقت ان کی بے ہوشی کا واقعہ پیش آیا، اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا، آپ قدرے رنجیدہ بھی ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک کی رات میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا اور صبح ہونے پر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور رات کے واقعہ کے بارے میں عرض کیا: اس پر آپ متفکر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ط وَكُلُوْا

وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرہ:۱۸۷) تمہارے لیے روزوں کے راتوں میں اپنی بیوی سے جماع کرنا حلال قرار دیا جاتا ہے۔ تم اس وقت تک کھا پی سکتے ہو جب تک سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز نہیں ہو جاتا''۔

اس آیت میں مسلمانوں کو دو امور کی اجازت دی گئی ہے:

(۱) رمضان المبارک کی راتوں میں اپنی بیوی سے جماع کرنا (۲) رمضان المبارک کی راتوں میں صبح صادق تک کھانا پینا۔

2895 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ ذَرٍّ عَنْ يُسَيْعٍ الْكِنْدِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ) قَالَ الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ وَقَرَاَ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ) اِلٰى قَوْلِهٖ (دَاخِرِيْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ بات نقل کی ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تمہارا پروردگار فرماتا ہے تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دعا ہی عبادت ہے' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''تمہارا پروردگار یہ فرماتا ہے' تم مجھ سے دعا مانگو' میں تمہاری دعا قبول کروں گا'' یہ آیت ''داخرین'' تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دعا کا عبادت ہونا:

روزوں کے ضمن میں ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۸۶)

''اور جب آپ سے میرے بندے سوال کریں تو میں قریب ہوں، دعا کرنے والا جب مجھ سے دعا کرتا ہے میں دعا قبول کرتا ہوں۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ کامیاب ہو جائیں''۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے بلکہ ایک روایت کے مطابق آپ نے دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا ہے۔ عبادت و ریاضت کا مقصد اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا حقدار ہونا ہے جبکہ دعا کا مطلب بھی اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب

2895۔ اخرجه ابوداؤد (۱/۴۶۶): كتاب الصلاة: باب: الدعاء، حديث (۱۴۷۹) و ابن ماجه (۲/۱۲۵۸): كتاب الدعاء: باب: فضل الدعاء، حديث (۳۸۲۸)، و احمد (۴/۲۷۶، ۲۶۷، ۲۷۷، ۲۷۱).

اور انعام طلب کرنے کا سوال کرنا ہے۔ اسی وجہ سے دعا کو عبادت کا مغز بھی کہا جاتا ہے۔

اس آیت کا شان نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! ذات باری تعالیٰ کہاں ہے؟ اگر وہ نزدیک ہے تو ہم پست آواز سے اسے پکاریں اور اگر وہ دور ہے تو ہم اسے بلند آواز سے پکاریں۔ یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ "میں دعا کرنے والا جب مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں"۔

2896 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَیْنٌ عَنِ الشَّعْبِیِّ اَخْبَرَنَا عَدِیُّ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ) قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ذَاكَ بَیَاضُ النَّهَارِ مِنْ سَوَادِ اللَّیْلِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"جب تک سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے تمہارے سامنے ممتاز نہ ہو جائے۔"

اس سے مراد صبح صادق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا: اس سے مراد دن کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ممتاز ہونا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

2897 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّوْمِ فَقَالَ (حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ) قَالَ فَاَخَذْتُ عِقَالَیْنِ اَحَدُهُمَا اَبْیَضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَیْهِمَا فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا لَمْ یَحْفَظْهُ سُفْیَانُ قَالَ اِنَّمَا هُوَ اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ

2896۔ اخرجه البخاری (۱۵۷/٤): کتاب الصوم: باب: قول الله تعالیٰ: (و کلوا و اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض۔۔۔)، حدیث (۱۹۱٦)، (۳۱/۸): کتاب التفسیر: باب: (و کلوا و اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود۔۔۔) (البقرة: ۱۸۷)، حدیث (٤۵۰۹، ٤۵۱۰)، و مسلم (۷٦٦/۲): کتاب الصیام: باب: بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر۔۔۔، حدیث (۱۰۹۰/۳۳)، والنسائی (۱٤۸/٤) کتاب الصیام: باب: تاویل قول الله تعالیٰ: (وکلوا و اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض۔۔۔)، حدیث (۲۱٦۹)، و الدارمی (۵/۲): کتاب الصوم: باب: متی یمسك المتسحر، و ابن خزیمة (۲۰۸/۳)، حدیث (۱۹۲۵)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے روزے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم (سحری میں) اس وقت تک کھا اور پی سکتے ہو جب تک سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دو دھاگے لیے ان میں سے ایک سفید تھا دوسرا سیاہ تھا۔ میں ان دونوں کا جائزہ لیتا رہا (اگلے دن جب نبی اکرم ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا) تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا (یہاں روایت کے الفاظ سفیان نامی راوی کو بھول گئے ہیں)' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد دن اور رات ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

خیط اسود اور خیط اسود کا مفہوم:

ارشاد ربانی ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرہ:۱۸۷)

''تم کھاؤ اور پیو حتیٰ کہ تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگا سے ممتاز ہو جائے''۔

حدیث باب میں اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روزے کے ابتدائی وقت کے بارے میں دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: ''تم کھاؤ اور پیو حتیٰ کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگا سے ممتاز ہو جائے''۔ میں نے دو دھاگے پکڑ لیے جن میں سے ایک سفید اور دوسرا سیاہ تھا۔ پھر دونوں کا میں جائزہ لیتا رہا۔ صبح اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا: سفید دھاگے سے مراد دن کی روشنی یعنی صبح صادق ہے اور سیاہ دھاگا سے مراد رات کی تاریکی ہے۔

روایات باب سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر قرآن کریم کو سمجھنا ناممکن ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل زبان اور اہل عرب ہونے کے باوجود قرآن کے مفہوم کو نہ سمجھ پائے اور اس کی تفسیر و توضیح کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج تھے۔ اس عقدہ کو حل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دریافت کرتے تو آپ اس کی تفسیر بیان فرما دیتے تھے۔

2898 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ اَسْلَمَ اَبِىْ عِمْرَانَ التُّجِيْبِىِّ قَالَ

متن حدیث: كُنَّا بِمَدِيْنَةِ الرُّوْمِ فَاَخْرَجُوا اِلَيْنَا صَفًّا عَظِيْمًا مِّنَ الرُّوْمِ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِثْلُهُمْ

2898۔ اخرجه ابوداؤد (۱۶/۲): كتاب الجهاد: باب: في قوله عزوجل: (ولا تلقوا بايديكم الى الهلكة) (البقرة: ۱۹۵)، حديث (۲۵۱۲)۔

اَوْ اَكْثَرُ وَعَلٰى اَهْلِ مِصْرَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ وَّعَلَى الْجَمَاعَةِ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى صَفِّ الرُّوْمِ حَتّٰى دَخَلَ فِيْهِمْ فَصَاحَ النَّاسُ وَقَالُوْا سُبْحَانَ اللّٰهِ يُلْقِي بِيَدَيْهِ اِلَى التَّهْلُكَةِ فَقَامَ اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَتَاَوَّلُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ هٰذَا التَّاْوِيْلَ وَاِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ لَمَّا اَعَزَّ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّا دُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَلَوْ اَقَمْنَا فِيْ اَمْوَالِنَا فَاَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا قُلْنَا (وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ) فَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ الْاِقَامَةَ عَلَى الْاَمْوَالِ وَاِصْلَاحِهَا وَتَرْكَنَا الْغَزْوَ فَمَا زَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ شَاخِصًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى دُفِنَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ ابوعمران اسلم تجیبی بیان کرتے ہیں: ہم جنگ کے لیے روم میں موجود تھے۔ ہمارے سامنے رومیوں کا بڑا لشکر آیا ان کے مقابلے کے لیے اتنے ہی مسلمان آئے جو تقریباً اتنے ہی تھے یا اس سے کچھ زیادہ تھے۔ اس وقت مصر کے گورنر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھے' اور لشکر کے سپہ سالار حضرت فضالہ بن عبید تھے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے رومیوں کی صف پر حملہ کیا اور انہیں چیرتا ہوا' ان کے اندر تک چلا گیا' تو کچھ لوگوں نے بلند آواز میں یہ کہا: سبحان اللہ! یہ خود کو ہلاکت کا شکار کر رہا ہے' تو حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' اور بولے: اے لوگو! تم لوگ اس آیت کی یہ تفسیر بیان کرتے ہو' جبکہ یہ آیت ہمارے بارے میں یعنی یہ آیت انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی' جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا' اور اس کے مددگاروں کی تعداد زیادہ ہوگئی' تو ہم لوگ ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے: اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا ہے' اور اس کے مددگار بہت سے لوگ ہوگئے ہیں' تو ہمارے اموال ضائع ہو چکے ہیں اس لیے ہمارے لیے یہ بہتر ہوگا کہ اب انہیں ٹھیک کرنے کی کوشش کریں (یعنی اپنی زراعت پر توجہ دیں) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل کی جس کے ذریعے اس نے ہماری اس بات کا جواب دیا۔

''اور تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو خود ہی ہلاکت کا شکار نہ کرو۔''

(حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا) تو یہ ہلاکت کا شکار کرنا' اپنی کھیتی باڑی میں مشغول ہونے اور اس کی اصلاح کرنے سے متعلق تھا' یعنی ایسا نہ ہو کہ ہم جہاد کرنے کو ترک کر دیں۔

اس کے بعد حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد میں شریک ہوتے رہے' یہاں تک کہ ان کو روم کی سرزمین پر ہی دفن کیا گیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ بڑھانے کا مفہوم:

ارشاد ربانی ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ○

(البقرہ:۱۹۵)

''اور تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ ہلاکت کی طرف دراز نہ کرو اور تم نیکی کرو، بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

اس آیت کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی تباہ کن خطرہ میں اپنے آپ کو نہیں ڈالنا چاہیے لیکن دشمن کو مرعوب کرنے اور مسلمانوں میں جذبہ بہادری وشجاعت پیدا کرنے کے لیے ایسا اقدام کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس آیت کا شان نزول یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی۔ انصار مدینہ نے جب یہ خیال کیا کہ اب تو اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے، لہٰذا جہاد کی بجائے ہمیں کاروبار کی طرف توجہ دینی چاہیے اور اس سلسلے میں انہوں نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی عرض کیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل کی گئی جس میں مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ کاروبار کی ترقی کوئی ترقی نہیں ہے بلکہ اصل ترقی تو یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے اموال اور جان کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا جائے۔ راوی حدیث حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تاحیات جہاد میں مصروف عمل رہے۔ شہر قسطنطنیہ کی فتح کے وقت بھی شریک جہاد تھے۔ مسلسل جہاد میں مشغول رہے حتیٰ کہ آپ کا وصال بھی اسی شہر میں ہوا اور تدفین بھی یہیں ہوئی۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے کہ حسب ضرورت اس میں ضرور حصہ لیا کریں۔ اگر مال کی ضرورت ہو تو مال خرچ کریں، جان کی ضرورت ہو تو جان پیش کریں اور اگر دونوں کی ضرورت ہو تو دونوں سے گریز نہ کریں۔ مال خرچ کرنے میں اسراف سے کام لینا یا خودکشی کرنا منع ہے۔ تاہم معصیت ونافرمانی کے کاموں میں حصہ لینا اور گناہ کے بعد توبہ نہ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

2899 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا مُغِیْرَةُ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ

متنِ حدیث: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَفِیَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَاِیَّایَ عَنٰی بِهَا (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِیْضًا اَوْ بِهٖ اَذًی مِنْ رَاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ) قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَیْبِیَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ وَكَانَتْ لِیْ وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰی وَجْهِیْ فَمَرَّ بِی النَّبِیُّ صَلَّی

2899- اخرجه البخاری (۳۴/۸): كتاب التفسير: باب: (فمن كان منكم مريضا او به اذى من راسه)، حديث (۴۵۱۷)، و مسلم (۱۲۰۱/۸۰)، (۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۱۲۰۱/۸۵) وابن ماجه (۱۰۲۸/۲): كتاب المناسك: باب: فدية المحصر، حديث (۳۰۷۹)، و احمد (۲۴۲/۴، ۲۴۳).

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَأَنَّ هَوَامَّ رَأْسِكَ تُؤْذِيكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ قَالَ مُجَاهِدٌ الصِّيَامُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَّالطَّعَامُ لِسِتَّةِ مَسَاكِينَ وَالنُّسُكُ شَاةٌ فَصَاعِدًا

اسنادِدیگر: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِدیگر: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَشْعَثَ ابْنِ سَوَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی اور اس سے مراد میں ہی ہوں (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو اس کا فدیہ روزہ رکھنا ہے یا صدقہ کرنا ہے یا قربانی کرنا ہے۔''

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر موجود تھے اور ہم نے احرام باندھا ہوا تھا مشرکین نے ہمیں وہاں رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میرے بال بہت لمبے تھے جوئیں میرے منہ پر گرنے لگی تھیں اسی دوران نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے آپ ﷺ نے مجھے ملاحظہ کیا تو ارشاد فرمایا: میرا خیال ہے تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف کا شکار کر رہی ہیں۔ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے بال منڈوا دو تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ان سے مراد تین دن کے روزہ رکھنا ہے اور صدقہ کرنے سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اور قربانی کرنے سے مراد ایک بکری ذبح کرنا ہے یا اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عبدالرحمٰن بن اصبہانی نے اسے عبداللہ بن معقل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2900 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ

الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ

متن حدیث: قَالَ اَتٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اُوْقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَّالْقَمْلُ یَتَنَاثَرُ عَلٰی جَبْهَتِیْ اَوْ قَالَ حَاجِبَیَّ فَقَالَ اَتُؤْذِیْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَاْسَكَ وَانْسُكْ نَسِیْكَةً اَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِیْنَ قَالَ اَیُّوْبُ لَا اَدْرِیْ بِاَیَّتِهِنَّ بَدَاَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄◄ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں اس وقت ہنڈیا کے نیچے آگ سلگا رہا تھا جوئیں میری پیشانی پر گر رہی تھیں۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرے ابروؤں پر گر رہی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنا سر منڈوا دو' اور قربانی کر لو یا تین دن روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔

ایوب نامی راوی بیان کرتے ہیں: مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس میں پہلے کس کا ذکر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

عذر کے سبب ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنے کا کفارہ:

ارشاد ربانی ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًی مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (البقرہ:۱۹۶)

''پس تم میں سے جو آدمی بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کا فدیہ روزے یا صدقہ یا قربانی ہے''۔

اس آیت کا شان نزول احادیث ابواب میں بیان کیا گیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے بعد اور فتح مکہ سے قبل صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ جب مقام حدیبیہ پر پہنچے تو کفار مکہ نے انہیں آگے جانے سے روک دیا۔ یہاں قیام کے دوران حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی سالن پکانے کی تھی۔ وہ سالن پکا رہے تھے، ان کے بال طویل تھے اور سر سے جوئیں نیچے گر رہی تھیں۔ جوؤں کی کثرت کے باعث انہیں تکلیف بھی ہو رہی تھی لیکن حالت احرام میں ہونے کی وجہ سے نہ سر منڈوا سکتے تھے اور نہ ان سے نجات حاصل کر سکتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے بالوں کی طوالت اور گرتی ہوئی جوؤں کو ملاحظہ کیا تو فرمایا: تم اپنا سر منڈوا دو پھر اس کے بدلے میں قربانی کر لو یا مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا روزے رکھ لو'۔ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں خصوصیت سے اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ حالت احرام میں کسی عذر کی وجہ سے ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنے کا

تدارک تین روزے رکھ کر یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر یا کسی جانور کی قربانی دے کر کیا جا سکتا ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص بلاعذر ممنوعات احرام کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی تلافی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟

جواب: اس صورت میں اس کا فدیہ صرف دم یعنی قربانی کرنا ہے۔

2901 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ عَنْ بُکَیْرِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَعْمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ اَیَّامُ مِنًی ثَلَاثٌ (فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ) وَمَنْ اَدْرَکَ عَرَفَةَ قَبْلَ اَنْ یَّطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ اَدْرَکَ الْحَجَّ قَالَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ وَهٰذَا اَجْوَدُ حَدِیْثٍ رَوَاهُ الثَّوْرِیُّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اختلافِ سند: وَّرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ بُکَیْرِ بْنِ عَطَاءٍ وَّلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ بُکَیْرِ بْنِ عَطَاءٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن یعمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: حج عرفات میں (موقوف کا نام ہے) حج عرفات (میں "موقوف" کا نام ہے) حج عرفات (میں "موقوف" کا نام ہے) منیٰ میں قیام کے تین دن ہیں۔

"البتہ اگر کوئی شخص دو دن کے بعد جلدی جانا چاہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا' اور جو شخص بعد میں جائے' تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہوگا۔"

جو شخص صبح صادق ہونے سے پہلے عرفات پہنچ گیا اس نے حج کو پا لیا۔

ابن ابی عمر نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں: یہ بہترین حدیث ہے جسے توری نے نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو بکیر بن عطاء کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ہم اسے صرف بکیر بن عطاء نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

مناسک حج کی جامع روایت:

مناسک حج کی تفصیل قرآن وسنت میں بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں ایک جامع روایت یوں ہے کہ حج کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں تشریف فرما تھے تو اہل نجد کے کچھ لوگ وقت کم ہونے کی وجہ سے مکہ معظمہ جائے بغیر آپ کے پاس عرفات میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست عرفات میں حاضر ہونے کے بارے میں مسئلہ

دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: قیام عرفہ ہی حج ہے، قیام عرفہ ہی، قیام عرفہ ہی حج ہے۔ قیام منیٰ کے تین دن ہیں: گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ۔ جو شخص ان دونوں میں جلدی کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور تاخیر کرنے والے کے لیے بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ جو شخص مزدلفہ کی شب صبح صادق کے وقت وقوف عرفہ کرلیتا ہے، اس نے حج کو پالیا۔

ارشاد خداوندی: فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ یعنی جس نے دو دنوں میں جلدی کی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے تاخیر کی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے"۔

اس آیت میں حج کے دنوں میں مزدلفہ سے واپسی پر "منیٰ" میں قیام کی مدت کا ذکر ہے۔ حجاج کرام ۸ ذی الحجہ کو منیٰ میں جاتے ہیں جہاں تین جمرات کو سات سات کنکریاں مارتے ہیں۔ جمرات کو کنکریاں مارنے کی ترتیب یوں ہے:

۱۰ ذوالحجہ کو صبح صادق کے وقت جمرہ عقبہ کو رمی کرتے ہیں۔ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی تاریخوں میں تین جمروں کو رمی کرتے ہیں تاہم تیرہ ذوالحجہ کو وہاں قیام کرنے یا نہ کرنے میں اختیار ہے، جس کا تذکرہ آیت میں کیا جا رہا ہے۔ تیرہ ذوالحجہ کو رمی کے بعد منیٰ سے روانہ ہو جائے تو جائز ہے اور اگر رمی کے بعد وہاں ٹھہرا رہے تو بہتر ہے۔

یاد رہے جو شخص وقت کم ہونے کی وجہ سے مکہ معظمہ میں پہلے نہ آسکے بلکہ وہ سیدھا میدان عرفات میں پہنچ جائے تو وہ قیام مزدلفہ اور رمی جمرات کے بعد بھی طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ کرسکتا ہے۔

سوال: حدیث باب میں "قیام عرفہ" کو حج قرار دیا گیا ہے حالانکہ قیام مزدلفہ، رمی جمار، طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ بھی مناسک و ارکان حج ہیں جن میں سے کوئی بھی چھوٹ جائے حج مکمل نہیں ہوسکتا؟

جواب: بلاشبہ یہ تمام امور ارکان و مناسک حج ہیں جن کے بغیر حج مکمل نہیں ہوسکتا لیکن قیام عرفہ رکن اعظم ہونے کی وجہ سے اسے حج قرار دیا گیا ہے۔

2902 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: أَبْغَضُ الرِّجَالِ إِلَى اللّٰهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے، جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

2902۔ اخرجه البخاري (۳٦/۸): كتاب التفسير: باب: و هو الد الخصام، حديث (٤٥٢۳)، (١٩٢١٣) كتاب الاحكام: باب: الالد الخصم حديث (٧١٨٨)، و مسلم (٢٠٥٤/٤): كتاب العلم: باب: من الالد الخصم، حديث (٢٦٦٨/٥) و النسائي (٢٤٧/٨): كتاب آداب القضاة: باب: الالد الخصم، حديث (٥٤٢٣)، و احمد (٥٥/٦، ٦٣، ٢٠٥)، و الحميدي (١٣٢/١)، حديث (٢٧٣)۔

شرح

سخت جھگڑالو کا اللہ کے ہاں ناپسند ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ○ (البقرہ:۲۰۴)

''اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں دنیوی زندگی میں ان کی گفتگو آپ کو اچھی معلوم ہوگی اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہیں''۔

اس آیت میں مشہور منافق اخنس بن شریق کا ذکر ہے، وہ نہایت فصیح و بلیغ شخص تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو عقیدت و محبت کا دعویٰ کرتا اور اپنے مخلص و صاحب ایمان ہونے کے لیے قسمیں کھاتا لیکن آپ کی مجلس سے الگ ہوتے ہی منافقت کا خوب مظاہرہ کرتا اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف زبان درازی کرتا۔ اس آیت میں اسے جھگڑالو قرار دے کر اس کی خوب مذمت کی گئی ہے۔

حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص بات بات پر تیش میں آتا ہے، بدتمیزی کا مظاہرہ کرتا ہے، گالی گلوچ کو اپنا وطیرہ بناتا ہے، لوگوں کی دل آزاری کرتا ہے اور اس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسروں کو گزند پہنچتی ہے وہ منافق ہے۔ اس کے برعکس مسلمان کی تعریف زبان نبوت سے یوں بیان کی گئی ہے: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

2903 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَتِ الْيَهُوْدُ اِذَا حَاضَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُمْ لَمْ يُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ يُشَارِبُوْهَا وَلَمْ يُجَامِعُوْهَا فِي الْبُيُوْتِ فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى) فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّؤَاكِلُوْهُنَّ وَيُشَارِبُوْهُنَّ وَاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ وَاَنْ يَّفْعَلُوْا كُلَّ شَيْءٍ مَا خَلَا النِّكَاحَ فَقَالَتِ الْيَهُوْدُ مَا يُرِيْدُ اَنْ يَّدَعَ شَيْئًا مِّنْ اَمْرِنَا اِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ قَالَ فَجَآءَ عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ

2903ـ اخرجه مسلم (۱۳۸/۲ ـ الابی): كتاب الحيض: باب: جواز غسل الحائض راس زوجها و ترجيله و طهارة سورها، حديث (۳۰۲/۱٦)، و ابوداؤد (۱۱۷/۱): كتاب الطهارة: باب: من مواكلة الحائض و مجامعتها، حديث (۲۵۸)، (٦۰٦/۱): كتاب النكاح: باب: من اتيان الحائض و مباشرتها، حديث (۲۱٦۵)، والنسائی (۱۵۲/۱): كتاب الطهارة: باب: تاويل قول الله عزوجل (ت يسئلونك عن المحيض)، حديث (۲۸۸)، (۱۸۷/۱): كتاب النساء: باب: ما ينال من الحائض و تاويل قول الله عزوجل (ويسئلونك عن الحيض ـ)، حديث (۳٦۹) و ابن ماجه (۲۱۱/۱): كتاب الطهارة و سننها: باب: ما جاء في مواكلة الحائض و سورها، حديث (٦٤٤)، و الدارمی (۲٤۵/۱): كتاب الصلاة: مباشرة الحائض، و احمد (۱۳۲/۳، ۲٤٦).

وَأُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَاهُ بِذٰلِكَ وَقَالَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نَنْكِحُهُنَّ فِي الْمَحِيضِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ غَضِبَ عَلَيْهِمَا فَقَامَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آثَرِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَلِمَا أَنَّهُ لَمْ يَغْضَبْ عَلَيْهِمَا

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

◄◄ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودیوں میں یہ رواج تھا کہ جب کسی عورت کو حیض آ تا تھا' تو وہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے نہیں تھے' اس کے ساتھ بیٹھ کر پیتے نہیں تھے' اس کے ساتھ گھر میں میل جول ختم کر دیتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''لوگ تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں' تو تم فرما دو! یہ ناپا کی ہے۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت کی: وہ ایسی خواتین کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیا کریں' ان کے ساتھ بیٹھ کر پی لیا کریں' گھر میں ان کے ساتھ رہا کریں اور صحبت کرنے کے علاوہ ان کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں (یعنی بوس و کنار کر سکتے ہیں)۔ اس بات پر یہودیوں نے یہ کہا: یہ صاحب ہمارے ہر کام کی مخالفت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

راوی بیان کرتے تھے حضرت عباد بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا: انہوں نے عرض کی: کیا ہم ان خواتین کے ساتھ حیض کے دوران صحبت نہ کریں؟ نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک (غصے کی وجہ سے) سرخ ہو گیا، یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا آپ ان دونوں حضرات پر ناراضگی کا اظہار کریں گے۔ یہ دونوں حضرات اٹھ کر چل دیئے' اس کے فوراً بعد دودھ کا تحفہ آیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو واپس بلایا اور ان دونوں کو وہ دودھ پلایا جس سے ہمیں یہ علم ہوا کہ آپ ﷺ ان سے ناراض نہیں ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو محمد بن عبدالاعلیٰ نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

شرح

حائضہ سے جماع کی ممانعت ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے: وَيَسْـئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ (البقرہ:۲۲۲)

''اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیں: یہ تکلیف ہے۔ پس تم حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے پاک ہونے تک ان کے پاس نہ جاؤ۔ پس جب وہ پاک ہو جائیں تم ان کے پاس اسی طریقہ سے جاؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں کو پسند کرتا ہے''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ حیض کے حوالے سے افراط و تفریط کا شکار تھے۔ وہ حیض کے دنوں میں عورتوں کے ساتھ کھاتے پیتے نہیں تھے اور ان کے بستر بھی الگ کر دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں مسئلہ حیض کی وضاحت بیان کی گئی ہے کہ تم ایام حیض میں عورتوں کے ساتھ کھا پی سکتے ہو اور لیٹ سکتے ہو لیکن جماع کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ ان ایام میں جماع کرنے سے زوجین کو تکلیف ہوگی۔ علاوہ ازیں زوجین علالت کا شکار ہو کر تاحیات جماع سے متنفر ہو سکتے ہیں۔

2904 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْکَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا یَّقُوْلُ

متن حدیث: کَانَتِ الْیَهُوْدُ تَقُوْلُ مَنْ اَتٰی امْرَاَتَهٗ فِیْ قُبُلِهَا مِنْ دُبُرِهَا کَانَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ (نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ ابن منکدر بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت جابر کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: یہودی یہ کہا کرتے تھے' جو شخص اپنی بیوی کے پیچھے کی طرف سے اس کی اگلی شرمگاہ میں صحبت کرتا ہے' اس کا بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے' تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''تمہاری بیویاں تمہارے کھیت میں تم جس طرف سے چاہو داخل ہو جاؤ''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2905 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ خُثَیْمٍ عَنِ ابْنِ سَابِطٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متن حدیث: عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ (نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ) یَعْنِیْ صِمَامًا وَّاحِدًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیح راوی: وَّابْنُ خُثَیْمٍ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَیْمٍ وَّابْنُ سَابِطٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

2905۔ اخرجه الدارمی (۲۵۶/۱): کتاب الصلاة: باب: اتیان النساء من ادبارهن، و احمد (۳۰۵/۶، ۳۱۸، ۳۱۰)۔

سَابِطٍ الْجُمَحِيُّ الْمَكِّيُّ وَحَفْصَةُ هِيَ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَيُرْوٰى فِيْ سِمَامٍ وَّاحِدٍ

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں (جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے)

''تمہاری بیویاں تمہارے کھیت ہیں تم اپنے کھیت میں جس طرف سے چاہو آؤ۔''

(نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے) اس سے مراد یہ ہے: (صحبت کا مقام) ایک ہونا چاہیے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کے راوی ابن خثیم' عبداللہ بن عثمان بن خثیم ہیں' جبکہ ابن سابط نامی راوی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سابط جمحی مکی ہیں' جبکہ حفصہ نامی خاتون حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق ہیں۔

بعض روایات میں لفظ ''سمام واحد'' بھی نقل کیا گیا ہے۔

2906 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَشْعَرِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِي الْمُغِيْرَةِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ عُمَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا اَهْلَكَكَ قَالَ حَوَّلْتُ رَحْلِيَ اللَّيْلَةَ قَالَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ فَاُنْزِلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ) اَقْبِلْ وَاَدْبِرْ وَاتَّقِ الدُّبُرَ وَالْحَيْضَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّيَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَشْعَرِيُّ هُوَ يَعْقُوْبُ الْقُمِّيُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاکت کا شکار ہو گیا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہیں کس چیز نے ہلاکت کا شکار کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: گزشتہ رات میں نے اپنی سواری کو پھیر دیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

''تمہاری عورتیں تمہارے کھیت ہیں تم ان میں جس طرف سے چاہو آؤ۔''

(اس سے مراد یہ ہے) تم آگے کی طرف سے صحبت کرو یا پیچھے کی طرف سے کرو (یہ جائز ہے)' البتہ پاخانہ کی جگہ صحبت کرنے سے بچو اور حیض (کے دوران صحبت کرنے سے بچو)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یعقوب بن عبداللہ اشعری نامی راوی یعقوب قمی ہیں۔

2906۔ اخرجه احمد (۱/۲۹۷)۔

شرح

بیوی کی صرف قُبُل میں جماع جائز ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (البقرہ:۲۲۳)

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، پس تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ''۔

احادیث باب میں اس آیت کا شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ یہودی یہ بات کہا کرتے تھے کہ اگر بیوی سے پچھلی جانب سے آگے والے مقام میں جماع کیا جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کے نظریہ کی تردید کی گئی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے رات کے وقت اپنی بیوی سے پیچھے کی طرف سے اس کے اگلے مقام میں صحبت کر لی ہے۔ یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اپنی بیوی کے آگے والے مقام میں جس انداز سے بھی جماع کیا جائے جائز ہے لیکن حالت حیض اور پچھلے مقام میں جماع نہ کیا جائے۔

اس آیت میں عورت کو بمنزل کھیتی کے اور مرد کے نطفہ کو بمنزل بیج کے قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیج اچھی کھیتی میں ڈالا جائے تو بارآور ہوگا اور اچھی فصل پیدا ہوگی۔ مرد کا نطفہ جماع کی شکل میں عورت کے رحم میں جائے گا تو خوبصورت بچہ پیدا ہوگا۔ پچھلے مقام میں جماع کرنے کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایسی حرکت کا مرتکب شخص ملعون ہے۔

2907 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْهَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ زَوَّجَ اُخْتَهُ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ عِنْدَهُ مَا كَانَتْ ثُمَّ طَلَّقَهَا تَطْلِيقَةً لَّمْ يُرَاجِعْهَا حَتّٰى انْقَضَتِ الْعِدَّةُ فَهَوِيَهَا وَهَوِيَتْهُ ثُمَّ خَطَبَهَا مَعَ الْخُطَّابِ فَقَالَ لَهُ يَا لُكَعُ اَكْرَمْتُكَ بِهَا وَزَوَّجْتُكَهَا فَطَلَّقْتَهَا وَاللّٰهِ لَا تَرْجِعُ اِلَيْكَ اَبَدًا اٰخِرُ مَا عَلَيْكَ قَالَ فَعَلِمَ اللّٰهُ حَاجَتَهُ اِلَيْهَا وَحَاجَتَهَا اِلٰى بَعْلِهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) فَلَمَّا سَمِعَهَا مَعْقِلٌ قَالَ سَمْعًا لِرَبِّي وَطَاعَةً ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ اُزَوِّجُكَ وَاُكْرِمُكَ

2907- اخرجه البخاري (۸۹/۹): كتاب النكاح: باب: من قال لا نكاح الا بولي، حديث (۵۱۳۰)، و ابوداؤد (۶۳۵/۱): كتاب النكاح: باب: من العضل، حديث (۲۰۸۷).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْحَسَنِ وَهُوَ عَنِ الْحَسَنِ غَرِيْبٌ

وَفِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ النِّكَاحُ بِغَيْرِ وَلِيٍّ لِاَنَّ اُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ كَانَتْ ثَيِّبًا فَلَوْ كَانَ الْاَمْرُ اِلَيْهَا دُوْنَ وَلِيِّهَا لَزَوَّجَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ تَحْتَجْ اِلٰى وَلِيِّهَا مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَّاِنَّمَا خَاطَبَ اللّٰهُ فِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ الْاَوْلِيَاءَ فَقَالَ (لَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ) فَفِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ الْاَمْرَ اِلَى الْاَوْلِيَاءِ فِى التَّزْوِيْجِ مَعَ رِضَاهُنَّ

◆◆ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنی بہن کی شادی ایک مسلمان سے کر دی۔ یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کی بات ہے وہ خاتون اس شخص کے ہاں رہی' جب تک اللہ کو منظور تھا' پھر اس شخص نے اس عورت کو طلاق دے دی اور اس کے ساتھ رجوع نہیں کیا، یہاں تک کہ اس خاتون کی عدت گزر گئی' پھر اس شخص نے اس خاتون کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس خاتون کی بھی یہی خواہش تھی تو نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے ساتھ اس شخص نے بھی اس خاتون کے لیے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو حضرت معقل بن یسار نے کہا: او نالائق! میں نے اس خاتون کے ساتھ شادی کر کے تمہاری عزت افزائی کی اور تم نے اسے طلاق دے دی' اللہ تعالیٰ کی قسم! اب یہ کبھی بھی دوبارہ تمہاری طرف واپس نہیں آئے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا تھا کہ اس مرد کو اس خاتون کی کتنی ضرورت ہے' اور اس خاتون کو اپنے شوہر کی کتنی ضرورت ہے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دیدو' اور ان کی عدت پوری ہو جائے۔''

یہ آیت یہاں تک ہے ''اور تم علم نہیں رکھتے''

جب حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی' تو وہ بولے' میں اپنے پروردگار کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ پھر انہوں نے اس شخص کو بلایا اور بولے: میں تمہاری شادی کرتا ہوں اور تمہاری عزت افزائی کرتا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حسن بصری کے حوالے سے' منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے: ولی کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ثیبہ تھی اگر ان کو خود ایسا کرنے کی اجازت ہوتی اور ان کے ولی کی ضرورت نہ ہوتی' تو وہ خود اپنی شادی کر لیتی۔ انہیں اپنے ولی حضرت معقل بن یسار کی ضرورت نہ ہوتی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اولیاء سے خطاب کیا ہے' اور اولیاء سے ارشاد فرمایا ہے:

''تو تم ان خواتین کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے (سابقہ) شوہر سے شادی کر لیں۔''

اس آیت میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے: شادی کرنے میں خواتین کی رضامندی کے ہمراہ' اصل معاملہ اولیاء کے سپرد

ہوگا۔

شرح

مطلقہ عورتوں کو اپنی پسند کا نکاح کرنے کی اجازت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○ (البقرہ:۲۳۲)

''اور جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت طلاق پوری کر لیں تو تم انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو بشرطیکہ وہ صحیح طریقہ کے ساتھ یہ معاملہ طے کرنا چاہیں۔ یہ نصیحت ہے تم میں سے ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ طریقہ تمہارے لیے نہایت صاف و پاک ہے اور اللہ تعالیٰ وہ کچھ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے دور رسالت میں اپنی ہمشیرہ کا نکاح ایک مسلمان بھائی سے کر دیا۔ ایک عرصہ تک زوجین باہم زندگی گزارتے رہے۔ پھر شوہر نے طلاق دے دی اور زوجہ کی عدت طلاق پوری ہونے پر زوجین نے باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنے کی کوشش کی تو آپ نے انہیں دوسرے نکاح سے منع کیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا ہے کہ زوجین دوبارہ نکاح کرنے کی کوشش کریں تو ان کے درمیان رکاوٹ نہیں ڈالنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی ضرورت کو خوب جانتا ہے۔

اس آیت میں مطلقہ بیوی کو ولی کی اجازت کے بغیر دوبارہ نکاح کرنے کی جو اجازت دی گئی ہے، اسکی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) شوہر نے ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو عدت گزرنے پر بیوی سابقہ شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

(۲) شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو وہ سابقہ شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی بلکہ دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی مجاز ہوگی۔

سوال: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اور اس کے شوہر کا نام کیا تھا؟

جواب: آپ کی ہمشیرہ کے نام میں تین اقوال ہیں:

(i) جمیل بنت یسار (ii) فاطمہ بنت یسار (iii) لیلیٰ بنت یسار

آپ کی ہمشیرہ کے شوہر کے نام میں دو اقوال ہیں:

(i) ابوالبداح بن عاصم (ii) عبداللہ بن رواحہ

عاقلہ بالغہ عورت کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ:

عاقلہ بالغہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) احناف کے اس مسئلہ میں دو اقوال ہیں:

(i) عاقلہ بالغہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود نکاح کرے یا اپنی سرپرستی میں نکاح کرائے تو جائز ہے۔

(ii) عاقلہ بالغہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنے کفو میں نکاح کر سکتی ہے لیکن غیر کفو میں نہیں۔

احناف کے دلائل یہ ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (البقرہ:۲۳۰) ''یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے''۔ اس آیت میں نکاح کرنے کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے' جس سے از خود اس کے نکاح کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

(ii) ارشاد ربانی ہے: فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ (البقرہ:۲۳۲) ''عورتوں کو اپنے شوہروں سے نکاح کرنے میں تم رکاوٹ نہ بنو'' اس ارشاد میں بھی نکاح کرنے کی نسبت عورت کی طرف ہے۔

(iii) اعلان خداوندی ہے: اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (البقرہ:۵۰) ''اگر عورت اپنا نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیش کر دے''۔

فائدہ نافعہ: گواہوں اور مہر کے بغیر نکاح کرنا خصوصیات نبوت سے ہے لیکن عورت کا اپنے آپ کو پیش کرنا خصوصیات نبوت سے نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ پوری امت کے لیے۔ (احکام القرآن للجصاص جلد ثالث ص ۳۶۶)

(iv) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اَلْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا (الصحیح للمسلم جلد اول ص ۴۵۵) ''یعنی عاقلہ بالغہ عورت اپنے ولی سے زیادہ اپنے نفس کی حقدار ہے''۔

(vii) اَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ (سنن ابن ماجہ جلد اول ص ۱۳۰) ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی رشتہ دار ایک خاتون کا نکاح انصار میں سے ایک شخص کے ساتھ کر دیا تھا''۔

(۲) حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی اور نہ کروا سکتی ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

(i) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَيُّمَا امْرَاَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ (جامع ترمذی جلد اول ص ۱۳۰) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، اس کا نکاح باطل ہے''۔

(ii) مشہور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ ''یعنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ہے''۔

احناف کی طرف سے جمہور کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

پہلی دلیل کا جواب: (i) سند کے قوی نہ ہونے کی وجہ سے حدیث ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔

(ii) یہ حدیث احناف کی روایات سے منسوخ ہے۔

(iii) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنا عمل اس روایت کے خلاف ہے، لہٰذا یہ روایت نا قابل عمل ہے۔

دوسری دلیل کا جواب: (i) اس روایت کی سند میں اضطراب ہے اور اختلاف بھی۔

(ii) روایت "لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ" کا حکم عام ہے جو مرد و زن دونوں کو شامل ہے۔

(iii) یہ روایت عاقلہ بالغہ عورت کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صغیرہ اور مجنونہ کے بارے میں ہے، کیونکہ اصل روایت کے الفاظ یہ ہیں: والنكاح بغير ولى انما هو نكاح المجنونة والصغيرة ۔ (حاشیہ فتح القدیر جلد ۲ ص ۱۳۰)

(iv) یہاں نفی سے مراد نفی ذات نہیں ہے بلکہ نفی کمال مراد ہے۔

2908 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ ح وحَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ اَبِي يُونُسَ مَوْلٰى عَائِشَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنْ اَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا فَقَالَتْ اِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَآذِنِّي (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى) فَلَمَّا بَلَغْتُهَا اٰذَنْتُهَا فَاَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ وَقَالَتْ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ حَفْصَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ ابو یونس، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں ان کے لیے ایک قرآن پاک تحریر کردوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب تم اس آیت پر پہنچ جاؤ تو مجھے بتا دینا۔

"اور تم نمازوں کی حفاظت کرو (بطور خاص) درمیان والی نماز کی۔"

راوی بیان کرتے ہیں: جب میں اس آیت پر پہنچا تو میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس آیت کے بارے میں بتایا، تو انہوں نے مجھے آیت کے یہ الفاظ املاء کروائے۔

"تم نمازوں کی حفاظت کرو درمیانی نماز کی یعنی عصر کی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ کھڑے رہو۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی (یہ آیت اس طرح) سنی ہے۔

اس بارے میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2908۔ اخرجه مالك (١٣٨/١): كتاب صلاة الجماعة: باب: الصلاة الوسطى، حديث (٢٥)، ومسلم (٦٤/٢ ـ الابي) كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: الدليل لمن قال الصلاة الوسطى من صلاة العصر، حديث (٦٢٩/٢٠٧)، و ابوداؤد (١٦٥/١): كتاب الصلاة: باب: في وقت صلاة العصر، حديث (٤١٠)، والنسائي (٢٣٦/١): كتاب الصلاة: باب: المحافظة على صلاة العصر، حديث (٤٧٢)، و احمد (٧٣/٦، ١٧٨)۔

2909 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2910 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ حَسَّانَ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبِيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ اَنَّ عَلِيًّا حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَوْمَ الْاَحْزَابِ اللّٰهُمَّ امْلَاْ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ حَسَّانَ الْاَعْرَجُ اسْمُهُ مُسْلِمٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر یہ دعا کی تھی:

"اے اللہ ان (کفار) کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے' کیونکہ انہوں نے ہمیں سورج غروب ہونے تک نماز وسطیٰ (یعنی عصر کی نماز) نہیں پڑھنے دی۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

ابوحسان اعرج نامی راوی کا نام مسلم ہے۔

2911 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ وَاَبُوْ دَاوُدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ

2910۔ اخرجه البخاری (۱۲٤/٦): كتاب الجهاد و السير: باب: الدعاء على المشركين بالهزيمة و الزلزلة، حديث (۲۹۳۱) واطرافه في (٤۱۱۱، ٤۵۳۳، ٦۳۹٦) و مسلم (۵٦۰/۲): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: التغليظ من تفويت صلاة العصر، حديث (٦۲۷/۲۰۲)، و ابوداؤد (۱٦۵/۱): كتاب الصلاة: باب: من وقت صلاة العصر، حديث (٤۰۹)، و النسائي (۲۳٦/۱): كتاب الصلاة: باب: المحافظة على صلاة العصر، حديث (٤۷۳) و الدارمي (۲۸۰/۱): كتاب الصلاة: باب: الصلاة الوسطى، و احمد (۷۹/۱، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱٤٤، ۱۲۲)، و ابن خزيمة (۲۸۹/۲) حديث (۱۳۳۵) و بن حميد ص (۵۵)، حديث (۷۷)۔

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّاَبِیْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ''درمیانی نماز'' سے مراد عصر کی نماز ہے۔

اس بارے میں حضرت زید بن ثابت' حضرت ابو ہاشم بن عتبہ اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

صلوٰۃ وسطیٰ سے نماز عصر مراد ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۸)

''اے مسلمانو! تم نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز کی اور تم اللہ کے لیے عجز سے کھڑے ہو جاؤ''۔

احادیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد ''صلوٰۃ عصر'' ہے۔ درمیانی نماز یہی بنتی ہے، کیونکہ اس سے قبل دن کی دو نمازیں ہیں: نماز فجر اور نماز ظہر اور اس کے بعد بھی رات کی دو نمازیں ہیں:

(۱) نماز مغرب (۲) نماز عشاء۔

قَانِتِيْنَ سے مراد ہے: حالت نماز میں سکوت اختیار کرنا اور دنیوی باتیں نہ کرنا۔

سوال: جب حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَات فرمایا تو اس میں ''صلوٰۃ وسطیٰ'' بھی شامل تھی تو پھر الگ سے: ''وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى'' اس کا ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: بلاشبہ ''اَلصَّلَوَاتِ'' میں ''صلوٰۃ وسطیٰ'' بھی شامل تھی لیکن اسے الگ لانے کی کئی وجوہات ہیں:

☆ دوسری نمازوں کی نسبت اس نماز کی اہمیت زیادہ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے موقع پر دشمنوں کے حق میں یہ بددعا فرمائی تھی: اَللّٰهُمَّ امْلَأْ قُبُوْرَهُمْ وَ بُيُوْتَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ 'اے اللہ! تو ان کی قبور اور گھروں کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے مشغول رکھا حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

☆ جب انسان کی وفات کا وقت قریب آتا ہے اور قبر میں اس سے فرشتوں کی طرف سے سوالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، عین عصر کا وقت ہوتا ہے۔ اگر مسلمان نمازی ہو تو وہ فرشتوں سے کہتا ہے کہ سوالات سے قبل مجھے نماز عصر ادا کر لینے دو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ جوابات دینے میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

☆ ایک سفر کے دوران میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا کر کے حضرت علی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ران پر اپنا سر اقدس رکھ کر آرام فرما ہو گئے جبکہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے ابھی نماز عصر ادا نہیں کی تھی۔ اسی حالت میں نماز عصر کا وقت ختم ہونے کے قریب پہنچ گیا، کیونکہ آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے رانوں کو حرکت نہ کی اور نہ زبان سے نماز کے فوت ہونے کا ذکر کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ ہو۔ البتہ آپ کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کا ایک قطرہ جسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رونے کی وجہ دریافت کی؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آفتاب غروب ہو رہا ہے اور میں نے ابھی نماز عصر ادا نہیں کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کی طرف انگلی کا اشارہ کیا تو وہ عصر کے وقت پر واپس آ گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی پھر آفتاب حسب معمول غروب ہو گیا۔

اس سلسلہ میں امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاق
اندھے نجدی دیکھ لیں قدرت رسول اللہ کی

سوال: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کتابت قرآن کے وقت "صلوٰۃ العصر" کے الفاظ قرآن میں کیوں لکھوائے تھے حالانکہ یہ تو تفسیر ہے؟

جواب: یہ اس زمانہ کی بات ہے کہ ابھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لغت قریش پر قرآن مرتب نہیں کروایا تھا اور انہوں نے (حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ پر عمل کرتے ہوئے "صلوٰۃ العصر" کے الفاظ لکھوائے تھے۔

صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں اقوال اسلاف:

"صلوٰۃ وسطیٰ" سے مراد کون سی نماز ہے؟ اس بارے میں اسلاف وآئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پندرہ اقوال نقل فرمائے جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوزید اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مؤقف ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے صلوٰۃ ظہر مراد ہے۔

(۲) حضرت انس، حضرت عکرمہ، حضرت جابر، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطابق صلوٰۃ وسطیٰ سے صلوٰۃ فجر مراد ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت امام ابن بر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد تمام نمازیں ہیں حتیٰ کہ اس میں نوافل وغیرہ بھی شامل ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد نماز مغرب ہے۔

(۵) حضرت ابن حبیب مالکی اور حضرت ابوشامہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے نماز جمعہ مراد ہے۔

(۶) حضرت علامہ قرطبی اور علامہ ابن التین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عشاء مراد ہے۔

(۷) نماز فجر اور نماز عصر مراد ہیں۔

(۸) نماز فجر اور نماز عشاء مراد ہیں۔

(۹) صلوٰۃ الخوف مراد ہے۔

(۱۰) صلوٰۃ عید الاضحیٰ مراد ہے۔

(۱۱) نماز چاشت مراد ہے۔

(۱۲) حضرت سعید بن جبیر اور آئمہ حرمین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مطابق پانچ نمازوں میں سے کوئی نماز بھی مراد ہو سکتی ہے۔

(۱۳) حنابلہ اور احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عصر مراد ہے۔

(۱۴) نماز تہجد مراد ہے۔

(۱۵) حضرت علامہ سخاوی اور حضرت امام تقی الدین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر مراد ہے۔

(فتح الباری، شرح صحیح البخاری جلد ثامن ص ۱۹۴)

2912 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا نَتَكَلَّمُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ فَنَزَلَتْ (وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ) فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِيْهِ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ اسْمُهٗ سَعْدُ بْنُ اِيَاسٍ

◆◆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں نماز کے دوران بات چیت کر لیا کرتے تھے، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

''تو تم اللہ کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ کھڑے رہو۔''

تو ہمیں (نماز کے دوران) خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''ہمیں بات چیت کرنے سے منع کر دیا گیا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوعمروشیبانی نامی راوی کا نام سعد بن ایاس ہے۔

شرح

حالت نماز میں گفتگو ممنوع ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (البقرہ:۲۳۸)

''اورتم اللہ کے لیے خاموشی سے کھڑے ہو جاؤ''۔

حدیث باب میں اس آیت کا شان نزول بیان کیا گیا ہے۔نماز میں تنسیخ گفتگو کا واقعہ مدنی دور میں پیش آیا تھا، کیونکہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مکہ میں نہیں تھے بلکہ مدینہ میں تھے۔حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ نماز میں گفتگو کرتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے دوران نماز گفتگو کرنا ترک کر دیا تھا۔

کیا دوران نماز گفتگو کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوران نماز گفتگو کرنے کی مطلقاً اجازت نہیں ہے' کیونکہ گفتگو نماز کے منافی ہے۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے نماز میں گفتگو کرنے کی گنجائش ہے۔حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا بھی ملا جلا موقف ہے' جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔حدیث باب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف کی مؤید ہے۔

2913 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ

متنِ حدیث: عَنِ الْبَرَاءِ (وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ) قَالَ نَزَلَتْ فِيْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ كُنَّا اَصْحَابَ نَخْلٍ فَكَانَ الرَّجُلُ يَاْتِيْ مِنْ نَخْلِهِ عَلٰى قَدْرِ كَثْرَتِهِ وَقِلَّتِهِ وَكَانَ الرَّجُلُ يَاْتِيْ بِالْقِنْوِ وَالْقِنْوَيْنِ فَيُعَلِّقُهُ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ اَهْلُ الصُّفَّةِ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ فَكَانَ اَحَدُهُمْ اِذَا جَاعَ اَتَى الْقِنْوَ فَضَرَبَهُ بِعَصَاهُ فَيَسْقُطُ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ فَيَاْكُلُ وَكَانَ نَاسٌ مِمَّنْ لَّا يَرْغَبُ فِي الْخَيْرِ يَاْتِي الرَّجُلُ بِالْقِنْوِ فِيْهِ الشِّيْصُ وَالْحَشَفُ وَبِالْقِنْوِ قَدِ انْكَسَرَ فَيُعَلِّقُهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ تَعَالٰى (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ) قَالَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اُهْدِيَ اِلَيْهِ مِثْلُ مَا اَعْطَاهُ لَمْ يَاْخُذْهُ اِلَّا عَلٰى اِغْمَاضٍ اَوْ حَيَاءٍ قَالَ فَكُنَّا بَعْدَ ذٰلِكَ يَاْتِيْ اَحَدُنَا بِصَالِحِ مَا عِنْدَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مَالِكٍ هُوَ الْغِفَارِيُّ وَيُقَالُ اسْمُهُ غَزْوَانُ وَقَدْ رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ السُّدِّيِّ شَيْئًا مِنْ

2913۔ تفرد بہ الترمذی کما جاء فی (التحفۃ) (۲/۶۲)، حدیث (۱۹۱۱) لم یخرجہ الا الترمذی عن السدی عن ابی مالک عن البراء موقوفاً۔

هَذَا

◄► حضرت براء (بن عازب رضی اللہ عنہ) یہ بات بیان کرتے ہیں: (وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ)
وہ یہ فرماتے ہیں: یہ آیت ہمارے یعنی انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی' کیونکہ ہم کھجوروں کے مالک تھے۔ ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق کم یا زیادہ کھجوریں لے کر حاضر ہوا کرتا تھا۔ کچھ لوگ کھجوروں کا ایک گچھا یا دو گچھے لا کر مسجد میں لٹکا دیتے تھے' کیونکہ اصحاب صفہ کے لیے کسی کے گھر سے کھانا مقرر نہیں تھا اس لیے اگر ان میں سے کسی کو بھوک محسوس ہوتی' تو وہ اس گچھے کے پاس آتا تھا' اپنی لاٹھی کے ذریعے اسے مارتا تھا جس کے نتیجے میں کچھ پکی اور کچھ کچی کھجوریں گر جاتی تھیں تو وہ انہیں کھا لیتا تھا۔ اس طرح کچھ ایسے لوگ بھی تھے' جو خیرات دینے میں رغبت نہیں رکھتے تھے وہ ایسا گچھا لے آیا کرتے تھے' جس میں خراب کھجوریں زیادہ ہوتی تھیں یا کوئی ایسا گچھا لے آیا کرتے تھے' جو ٹوٹا ہوا ہوتا تھا' تو اسے لا کر لٹکا دیتے تھے' تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"اے ایمان والو! تم جو کماتے ہو اس میں سے پاکیزہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور اس چیز میں سے بھی جو ہم نے زمین میں سے تمہارے لیے نکالا ہے' اور خراب چیزیں خرچ کرنے کی نیت نہ کرو' حالانکہ تم خود اسے قبول کرنا گوارہ نہ کرو گے' ماسوائے اس صورت کے کہ تم اس بارے میں چشم پوشی کرو۔"

راوی بیان کرتے ہیں: یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے: تم میں سے کسی ایک شخص کو اس طرح کی کوئی چیز تحفے کے طور پر دی جائے' تو وہ اسے چشم پوشی کے ساتھ قبول کرے گا' یا شرم کی وجہ سے قبول کرے گا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد ہم میں سے ہر شخص اپنے پاس موجود ٹھیک چیز (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے) لے کر آیا کرتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

ابو مالک نامی راوی غفاری ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام غزوان ہے۔

ثوری نے اس روایت کا کچھ حصہ سدی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی راہ میں عمدہ چیز پیش کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (البقرہ:۲۶۷)

"اے ایمان والو! تم اپنی کمائی سے اور زمین سے ہماری پیدا کی ہوئی چیزوں سے عمدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور ان

سے ناپسند چیز خرچ کرنے کا قصد نہ کرو جسے لینا تم خود پسند نہیں کرتے مگر جبکہ تم اس بارے میں چشم پوشی سے کام لو اور تم خوب جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ بے نیاز ستودہ ہے''۔

حدیث باب میں اس آیت کا شان نزول بیان کیا گیا ہے کہ اہل عرب کے ہاں کھجوروں کی پیداوار کثرت سے ہوتی تھی، وہ اپنی طاقت کے مطابق کھجوروں کے گچھے مسجد نبوی میں لا کر لٹکا دیتے تھے تا کہ اصحاب صفہ کی خوراک کا انتظام ہو جائے۔ چنانچہ اصحاب صفہ ان کھجوروں کو اپنے استعمال میں لاتے۔ کچھ لوگ ردی قسم کی کھجوریں لاتے جو کم مقدار ہونے کے علاوہ عمدہ نوعیت کی نہیں ہوتی تھیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو درس دیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی چیز پیش کرنی ہو وہ عمدہ و نفیس ہونی چاہیے۔ ایک روایت میں فرمایا ہے کہ جو چیز تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز تم اپنے لیے ناپسند کرتے ہو، وہ دوسروں کے لیے بھی ناپسند ہونی چاہیے۔

غرباء پر خرچ کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) کوئی چیز کسی غریب کو بطور تعاون دینا مقصود ہو مثلاً سردی سے بچنے کے لیے کپڑے یا چادر یا لحاف وغیرہ تو اس صورت میں عمدہ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ جو گھر میں موجود ہو یا ضرورت سے زائد ہو کسی کو پیش کر دے تب بھی جائز اور باعث ثواب ہے۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط (البقرہ:۲۱۹) (اے محبوب!) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چیز خرچ کریں؟ آپ جواب میں فرما دیں: جو چیز زائد ہو''۔

(۲) کوئی چیز پیش کرنے کا مقصد اجر و ثواب ہو اور حاجت روائی نہ ہو اس صورت میں وہ چیز عمدہ قسم کی ہونا چاہیے۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط (آل عمران:۹۲) ''تم اس وقت تک ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیز (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو''۔ مثلاً قربانی کرنا ہے تو عمدہ نوعیت کا جانور ہونا چاہیے، غرباء کو کھانا پیش کرنا ہے تو وہ مرغوب و پرتکلف ہونا چاہیے اور کسی کو کوئی تحفہ دینا ہو تو وہ اعلیٰ ہونا چاہیے۔

2914 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ اٰدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً فَاَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَاِيْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ وَاَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَاِيْعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَّجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَعْلَمْ اَنَّهٗ مِنَ اللّٰهِ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ الْاُخْرٰى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ثُمَّ قَرَاَ (الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ اَبِى الْاَحْوَصِ لَا نَعْلَمُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِى الْاَحْوَصِ

2914۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۱۳۹/۷)، حدیث (۹۵۵۰) واخرجه ابویعلی (۴۱۷/۸)، حدیث (۴۹۹۹/۳۳) وعزاه لابن حبان (موارد) (۴۰) من طریق ابی یعلی و الطبری فی (التفسیر) (۸۸/۳، ۸۹)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: انسان پر کچھ اثر شیطان کا ہوتا ہے' اور کچھ اثر فرشتے کا ہوتا ہے۔ شیطان کا اثر یہ ہوتا ہے کہ شر کا وعدہ ہوتا ہے' اور حق کی تکذیب کرنے کی ترغیب ہوتی ہے' جبکہ فرشتے کا اثر بھلائی کا وعدہ ہوتا ہے' اور حق بات کی تصدیق کرنا ہوتا ہے' تو جو شخص اپنے اندر کوئی ایسی صورت پائے تو وہ یہ بات جان لے! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' تو ایسی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرے اور جو شخص پہلی قسم والا اثر پائے تو شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہ وہ روایت ہے' جو ابواحوص کے حوالے سے' منقول ہے۔ ہمارے علم کے مطابق یہ صرف ابواحوص کے حوالے سے' ہی ''مرفوع'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

شرح

شیطان کا درس شر دینا اور فرشتے کا درس حق دینا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۲۶۸)

''شیطان تم سے محتاجی اور بے حیائی کا درس دیتا ہے اور اللہ تم سے بخشش و مہربانی کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر و تشریح حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جس کا اختصار یہ ہے کہ اس بات کا دل میں خیال آنا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم ہو جائے گا اور میں محتاج ہو جاؤں گا۔ یہ وسوسہ ہے جو شیطان کی طرف سے ہے' کیونکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے۔ اگر دل میں ایفاء عہد اور تصدیق حق کا تصور آئے یہ فرشتے کی طرف سے ہوتا ہے، جسے عربی زبان میں ''الہام'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و مہربانی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ شیطان قدم قدم پر انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے برعکس فرشتہ حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے ازلی دشمن سے مکمل طور پر محفوظ رہ کر اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرے۔

2915 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2915۔ اخرجه مسلم (۴۷۷/۳ - الابی): کتاب الزکاۃ: باب: قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها، حديث (۱۰۱۵/۶۵)، و الدارمی (۳۰۰/۲): كتاب الرقاق، باب: اكل الطيب، واحمد (۳۲۸/۲)۔

متن حدیث: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ) وَقَالَ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) قَالَ وَذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَإِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ

توضیح راوی: وَأَبُو حَازِمٍ هُوَ الْأَشْجَعِيُّ اسْمُهُ سَلْمَانُ مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہ صرف پاکیزہ چیز کو قبول کرتا ہے' اس نے اہلِ ایمان کو اسی بات کا حکم دیا ہے' جس چیز کا حکم اس نے رسولوں کو دیا ہے' اور یہ ارشاد فرمایا ہے:

''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو! تم لوگ جو عمل کرتے ہو' میں اس کے بارے میں علم رکھتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

''اے ایمان والو! ہم نے جو تمہیں رزق عطا کیا ہے' اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔''

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایسے شخص کا تذکرہ کیا' جو طویل سفر کرتا ہے' جس کے بال بکھرے ہوئے' اور غبار آلود ہوتے ہیں وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف کر کے اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! پکارتا ہے (یعنی دعائیں کرتا ہے) حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اس کا پینا حرام ہوتا ہے' اس کا لباس حرام ہوتا ہے' اس کی پرورش حرام چیز کے ذریعے ہوتی ہے' تو اس کی دعا قبول کیسے ہوگی؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف فضیل بن مرزوق سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

ابوحازم نامی راوی اشجعی ہیں' ان کا نام سلمان ہے' اور یہ عزہ اشجعیہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

شرح

مسلمانوں کو حلال وطیب رزق کھانے کا درس:

ارشاد خداوندی ہے:

(الف) يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۭ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ (المومنون:۵۱)

''اے رسولو! تم پاکیزہ اشیاء کھاؤ اور اچھے کام کرو، بیشک میں جاننے والا ہوں جو کچھ تم کرتے ہو''۔

(ب) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (البقرہ:۱۷۲)

''اے ایمان والو! تم ہمارا عطا کردہ پاکیزہ رزق کھاؤ اور تم اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو''۔

ان دونوں آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے' جس طرح عمدہ خیرات اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اسی طرح نفیس اشیاء کا کھانا بھی اسے پسند ہے۔ کھانے اور کھلانے کے احکام و مسائل یکساں ہیں۔ نجس و ناپسند اشیاء جانوروں کو کھلانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ جس طرح مردہ بکری اور مرغی کھانا حرام ہے، اسی طرح ان کا دوسروں کو کھلانا بھی حرام ہے۔ اس لیے کہ جو چیز خود کو ناپسند ہو وہ دوسروں کے لیے بھی ناپسند ہونی چاہیے۔

اس حدیث میں تین اہم امور بیان کیے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ پاک وصاف ہے، وہ طیب وحلال اشیاء کو پسند کرتا ہے اور وہ طیب و پاک اشیاء کو قبول کرتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور مسلمانوں کو حلال وطیب اشیاء کھانے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا ہمیں حلال اشیاء کھانا چاہیے اور حرام سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۳) جس انسان کے جسم پر کپڑا حرام کمائی کا ہو یا پیٹ میں لقمہ حرام کا ہو اس کی دعا ہرگز قبول نہیں ہوتی خواہ وہ حرمین میں بھی دعائیں کرتا رہے۔

2916 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ السُّدِّيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيًّا

متنِ حدیث: يَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ) الْاٰيَةَ اَحْزَنَتْنَا قَالَ قُلْنَا يُحَدِّثُ اَحَدُنَا نَفْسَهُ فَيُحَاسَبُ بِهِ لَا نَدْرِيْ مَا يُغْفَرُ مِنْهُ وَلَا مَا لَا يُغْفَرُ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ)

◆◆ سدی بیان کرتے ہیں: جس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ حدیث سنی' اس نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے' وہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تمہارے دل میں جو کچھ ہے اسے تم چھپاؤ یا ظاہر کرو' اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں تم سے حساب لے گا' اور پھر وہ جسے چاہے گا اس کی مغفرت کر دے گا' اور جسے چاہے گا اسے عذاب دے گا''۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اس آیت نے ہمیں غمگین کر دیا تو ہم نے سوچا اگر کوئی شخص اپنے دل میں کسی گناہ کا خیال کرتا ہے' اور اس پر اللہ تعالیٰ کا حساب ہوگا' تو پھر ہمیں کیا معلوم اس میں کون سی چیز کو معاف کیا جائے گا' اور کون سی چیز کو معاف نہیں کیا جائے گا؟ تو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: اس نے سابقہ آیت (کے حکم) کو منسوخ کر دیا۔

2916- تفرد به الترمذي كما جاء في (التحفة) (٤٦٨/٧)، حديث (١٠٣٣٦)، و ذكره السيوطي في (الدار المنثور) (٦٦٢/١) و عزاه لابن حميد

''اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی طاقت کے مطابق پابند کرتا ہے' آدمی جو نیکی کرے گا اس کا اجر اسے ملے گا' اور جو گناہ کرے گا اس کا بدلہ اسے ملے گا''

شرح

خیالات فاسدہ کا مؤاخذہ ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

(الف) لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ (البقرہ:۲۸۴)

''اللہ ہی کے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین ہے اور جو چیز تم ظاہر کرتے ہو یا اسے چھپاتے ہو، اس بارے میں اللہ تمہارا مؤاخذہ کرے گا''۔

(ب) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ (البقرہ:۲۸۶)

''اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اسے ثواب بھی اسی درجہ کا ملے گا جتنا اس نے کمایا اور اس کا مؤاخذہ بھی اس کے کرنے کے مطابق ہوگا''۔

حدیث باب میں آیات کا شان نزول اور تفسیر بیان کی گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب پہلی آیت نازل ہوئی تو ہم لوگ پریشان ہو گئے کہ دلوں میں خیالات تو گزرتے ہیں پھر نامعلوم کون سے قابل مؤاخذہ اور کون سے قابل معافی ہیں؟ اس پر دوسری آیت نازل ہوئی جس سے ہماری پریشانی دور ہوگئی' کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ ہر عمل قابل مؤاخذہ نہیں ہے۔

انسان کے دل میں آنے والے خیالات تین قسم کے ہو سکتے ہیں:

(۱) ایسے خیالات جن کا تعلق قول وفعل سے نہ ہو بلکہ دل سے ہو مثلاً عقائد صحیحہ اور افکار فاسدہ۔ یہ امور اگر وسوسہ کے درجہ میں ہوں تو ان کا مؤاخذہ نہیں اور عزم صمیم کے مرتبہ کو پہنچ جائیں تو قابل مؤاخذہ ہوں گے۔

(۲) ایسے خیالات جن کا تعلق ''قول'' سے ہو مثلاً کسی کے دل میں زوجہ کو طلاق دینے یا غلام آزاد کرنے کا یا قسم کھانے کا یا مطلقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرنے کا خیال آیا جب تک وہ اپنی زبان سے ان امور کا تکلم نہیں کرے گا، یہ اعمال وجود میں نہیں آسکتے۔

(۳) ایسے خیالات جن کا تعلق ''عمل'' سے ہو مثلاً قتل کرنا، زنا کرنا اور چوری کرنا وغیرہ۔ ان امور کا مؤاخذہ اس وقت ہوگا جب کوئی مرتکب ہوگا ورنہ نہیں۔

فائدہ نافعہ: کوئی شخص کسی گناہ کا عزم صمیم کر لیتا ہے لیکن کسی مانع کی وجہ سے اسے عملی جامہ نہیں پہنا سکا تو آخرت میں اس کا مؤاخذہ ہوگا مثلاً دو شخص اپنے ہاتھوں میں تلوار لے کر باہم ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں، دونوں میں سے ایک قتل ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں دونوں سے مؤاخذہ ہوگا اور دونوں جہنم میں جائیں گے، کیونکہ مقتول مرنے کے لیے نہیں' بلکہ مارنے کے لیے

آیا تھا لیکن مارنے کے بجائے مقابل کی تلوار کا شکار ہو کر قتل ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مقتول کو قاتل لکھا جاتا ہے۔

2917 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أُمَيَّةَ

متنِ حدیث: أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (إِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ) وَعَنْ قَوْلِهِ (مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ) فَقَالَتْ مَا سَأَلَنِي عَنْهَا أَحَدٌ مُنْذُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهِ مُعَاتَبَةُ اللّٰهِ الْعَبْدَ فِيمَا يُصِيبُهُ مِنَ الْحُمّٰى وَالنَّكْبَةِ حَتَّى الْبِضَاعَةُ يَضَعُهَا فِي كُمِّ قَمِيصِهِ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْزَعُ لَهَا حَتّٰى إِنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوبِهِ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْأَحْمَرُ مِنَ الْكِيرِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

◆◆ امیہ (نامی خاتون) بیان کرتی ہیں انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا۔

"تمہارے دل میں جو بھی ہے تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ' اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں تم سے حساب لے گا"۔

اور اس آیت کے بارے میں دریافت کیا۔

"جو شخص برا عمل کرے گا اسے اس کا بدلہ ملے گا"۔

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات ارشاد فرمائی: جب سے میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا ہے اس کے بعد کسی نے بھی مجھ سے اس کے بارے میں دریافت نہیں کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر عتاب کرنا ہے' جو بخار یا کسی غم کے صورتحال کی شکل میں ہوتا ہے' یہاں تک کہ آدمی اپنی جیب میں جو چیز رکھتا ہے' اور پھر اسے گم کر دیتا ہے (تو وہ بھی اس میں شامل ہوگا)' یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل آتا ہے' جیسے بھٹی میں سے خالص سونا باہر آ جاتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔ ہم اس روایت کو صرف حماد بن سلمہ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

بعض گناہوں کا دنیا میں نمٹائے جانا:

ارشاد خداوندی ہے:

(الف) وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (البقرہ:۲۸۴)

2917۔ اخرجہ احمد (۶/۲۱۸)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:
"تمہارے دل میں جو ہے اسے ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ' اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں تم سے حساب لے گا۔"
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس کی وجہ سے لوگوں کو جو پریشانی لاحق ہوئی وہ اور کسی چیز کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ کہو! ہم اس حکم کو مانتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں ایمان کو القاء کیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔
"رسول اس پر ایمان لے آیا' جو اس کے پروردگار کی طرف سے' اس کی طرف نازل کیا گیا اور اہلِ ایمان بھی (ایمان لے آئے)۔"
(اس آیت کے آخر میں یہ ہے)
"اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی گنجائش کے مطابق پابند کرتا ہے۔ آدمی جو نیکی کرتا ہے' اسے اس کا اجر ملے گا' جو وہ گناہ کرتا ہے اس کا اس پر وبال ہوگا (بندہ یہ دعا کرے) اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں اور غلط کر بیٹھیں' اس کا مؤاخذہ نہ کرنا۔"
(اس پر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے) میں نے ایسا کیا (میں نے تمہاری دعا قبول فرمالی)۔
(بندہ یہ دعا کرے) اے ہمارے پروردگار! ہمارے اوپر ایسا بوجھ نہ ڈالنا' جیسا تو نے ہم سے پہلے والوں پر ڈالا تھا۔"
(تو پروردگار فرماتا ہے) میں نے ایسا ہی کیا (یعنی میں تمہاری دعا قبول کرلی)
(بندے یہ دعا کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ایسی چیز کا پابند نہ کرنا اور ہماری بخشش کر دینا اور ہم پر رحم کرنا۔
(تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے) میں نے ایسا ہی کیا (یعنی میں نے تمہاری یہ دعا قبول کرلی)۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔
اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ آدم بن سلیمان نامی راوی کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ صاحب یحییٰ بن آدم کے والد ہیں۔

شرح

تکلیف شرعی دیے جانے والے امور:

ارشادات خداوندی:
(الف) اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ
"جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپائے رکھو، اس بارے میں اللہ تمہارا مؤاخذہ کرے گا"۔

(ب) سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا .

''ہم نے سنا اور ہم نے پیروی کی''۔

(ج) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۝

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لائے اس چیز پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ان کے رب کی جانب سے اور مومن ایمان لائے۔ سب کے سب ایمان لائے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور اے پروردگار! ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری طرف ہی رجوع ہے''۔

(د) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ؕ

''اللہ کسی آدمی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، جو اس نے کمایا ہوگا اس کا اجر پائے گا اور جو اس نے برائی کی ہوگی اس کی سزا پائے گا۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارا مؤاخذہ نہ کرا اگر ہم سے بھول ہو جائے یا غلطی ہو جائے''۔

(ر) رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج

''اے ہمارے پروردگار! ہم پر سخت حکم نافذ نہ کر جس طرح تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر سخت حکم نافذ کیا تھا''۔

(ی) رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْ لَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۝

''اے ہمارے پروردگار! تو ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہیں ہے اور تو ہمیں معاف کر دے اور تو ہماری بخشش فرما دے۔ تو ہم پر رحم فرما' کیونکہ تو ہی ہمارا مددگار ہے۔ پس تو کافر لوگوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما''۔

مندرجہ آیات کی تفسیر اور مفہوم حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ تکلیف مالا یطاق شرعی طور پر جائز نہیں ہے یعنی وہ امور جن کی انسان طاقت نہیں رکھتا یا اس کی طاقت سے باہر ہیں، وہ نا قابل مؤاخذہ ہیں۔ تکلیف مالا یطاق کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) وہ عمل ہے جو بندے کی طاقت میں داخل نہ ہو مثلاً نابینا کو دیکھنے کا حکم دینا یا لنگڑے کو دوڑنے کا حکم دینا۔

(۲) وہ امور ہیں جو انسان کی طاقت میں داخل ہیں لیکن ان کی بجا آوری میں دشواری پیش آتی ہو' مثلاً آغاز اسلام میں صلوٰۃ تہجد مسلمانوں پر فرض تھی جو ایک سال تک صحابہ کرام ادا بھی کرتے رہے۔ دن بھر کام کرنے کے ساتھ اس نماز کے ادا کرنے میں دشواری پیش آتی تھی، اس لیے اس کی فرضیت ختم کر دی گئی۔ شریعت، مسلمانوں کے لیے آسانی کی راہیں متعین کرتی ہے اور دشواری سے بچاتی ہے مثلاً ایام حیض میں خواتین کو نمازیں معاف ہونا، دوران سفر نمازوں کا قصر کرنا اور مرض یا سفر کے سبب فی الفور روزے نہ رکھنا وغیرہ۔

سوال: آیت: وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ ۔الخ۔ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر عمل کا مؤاخذہ ہوگا خواہ اختیاری یا غیر اختیاری۔ آیت: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عمل اختیاری کا مؤاخذہ ہوگا۔ اس طرح دونوں آیات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) آیت: وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ الخ۔ آیت: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ الخ۔ سے منسوخ ہے اور زمانہ نزول کے اعتبار سے دونوں کے درمیان ایک سال کا فاصلہ ہے۔

(۲) پہلی آیت سے مراد وسوسہ پر دنیا میں مؤاخذہ ہے مثلاً بیماری اور مصیبت وغیرہ جبکہ آیت ثانیہ آخرت میں مؤاخذہ سے متعلق ہے۔

(۳) پہلی آیت سے مراد ہے غیر اختیاری وساوس اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں لیکن ان کا مؤاخذہ نہیں ہوگا جبکہ دوسری آیت سے مراد ہے اختیاری عمل کا اللہ تعالیٰ کے حضور مؤاخذہ ہوگا۔

(۴) پہلی آیت افعال نفس سے متعلق ہے جن کا مؤاخذہ ہوگا مثلاً کینہ، حسد، نفاق، عداوت اور شرک وغیرہ جبکہ آیت ثانیہ افعال جوارح سے متعلق ہے جن کا مؤاخذہ عمل کے بعد ہوگا۔

بَابٌ وَمِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ

باب 4: سورۃ آل عمران سے متعلق روایات

2919 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ وَّهُوَ الْخَزَّازُ وَيَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ يَزِيْدُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَبُوْ عَامِرٍ الْقَاسِمَ

متنِ حدیث: قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهِ (فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهِ) قَالَ فَاِذَا رَاَيْتِيهِمْ فَاعْرِفِيْهِمْ وقَالَ يَزِيْدُ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمْ فَاعْرِفُوْهُمْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا:

''جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس چیز کی پیروی کرتے ہیں اس میں متشابہہ ہے تاکہ وہ فتنہ پیدا کریں اور اس کی تاویل کریں''۔

2919۔ اخرجه البخاری (۵۷/۸): كتاب التفسير: باب: من آيات محكمات، حديث (۴۵۴۷)، و مسلم (۲۰۵۳/۴): كتاب العلم باب: النهي عن اتباع متشابه القرآن و التحذير من متبعيه و النهي عن الاختلاف من القرآن، حديث (۲۶۶۵/۱)، و ابوداؤد (۶۰۹/۲): كتاب السنة: باب: النهي عن الجدل و اتباع المتشابه من القرآن، حديث (۴۵۹۸)، و الدارمي (۵۵/۱): كتاب (۰۰۰) باب: من هاب الفتيا و كره، و احمد (۱۲۴/۶، ۱۳۲، ۲۵۶، ۴۸).

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم انہیں دیکھو گی تو انہیں پہچان لو گی۔
یزید نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: جب تم ان لوگوں کو دیکھو گے تو انہیں پہچان لو گے۔
نبی اکرم ﷺ نے یہ بات دو مرتبہ یا شاید تین مرتبہ ارشاد فرمائی ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2920 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (هُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّاهُمُ اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَرُوِىَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّاِنَّمَا ذَكَرَ يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التُّسْتَرِيُّ عَنِ الْقَاسِمِ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

توضیح راوی: وَابْنُ اَبِىْ مُلَيْكَةَ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ سَمِعَ مِنْ عَآئِشَةَ اَيْضًا

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا:
"یہ وہ ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس میں بعض محکم آیات ہیں۔"
تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہہ آیات کی پیروی کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے تو تم ان سے بچو!
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
کئی راویوں نے اس روایت کو اس طرح ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں قاسم بن محمد کا تذکرہ نہیں کیا۔
یزید بن ابراہیم نامی راوی نے اس روایت کے قاسم بن محمد سے منقول ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔
ابن ابی ملیکہ نامی راوی عبداللہ بن عبیداللہ بن ابوملیکہ ہیں۔ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

شرح

آیات متشابہات میں غور وخوض کرنے کی ممانعت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝ (آل عمران:۷)

''وہی ذات ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس میں کچھ آیات محکمات ہیں وہ اصل کتاب ہیں اور دوسری متشابہات ہیں۔ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے پس وہ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تاکہ وہ فتنہ برپا کریں اور تاویلات کا دروازہ کھولیں ان کی مراد صرف اللہ جانتا ہے اور ممتاز علماء کہتے ہیں: ہم ہر اس چیز پر ایمان لائے جو ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور صرف عقلمند لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں''۔

حضرت علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق سورۃ آل عمران مدنی ہے جو بیس (۲۰) رکوعات، دوسو آیات، تین ہزار چار سو اسی (۳۴۸۰) الفاظ اور چودہ ہزار پانچ سو بیس (۱۴۵۲۰) حروف پر مشتمل ہے۔

لغات: محکمۃ: صیغہ واحد مؤنث اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ آیات جن کی مراد واضح ہو اور ان پر دین کا مدار ہے۔

متشابھۃ: صیغہ واحد مؤنث اسم فاعل ثلاثی مزید فیہ از باب تفاعل ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ آیات جن کی مراد واضح نہ ہو، ہم شکل ہونا، یکساں ومساوی ہونا۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس آیت کا شان نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ۹ھ میں عیسائی پیشواؤں کا ایک وفد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ آیا، انہوں نے ''عیسائیت'' کے موضوع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اس موقع پر سورۃ آل عمران کی ابتدائی نوے (۹۰) آیات نازل ہوئیں، جن میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ معبود حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو ازلی وابدی ہے اور وہی خالق و مالک ہے۔ تمہارے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی ہے پھر تم انہیں ''قیوم'' بھی تسلیم نہیں کرتے تو وہ معبود بھی نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے تورات وانجیل وغیرہ کتب لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمائیں۔ پھر قرآن کریم اتارا ہے اور یہ بھی لوگوں کی راہنمائی وہدایت کے لیے ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم حق وباطل کے امتیاز کو بیان کرتا ہے۔ قرآن کلام الٰہی ہے، اس کا منکر سزا کا حقدار ہے اور کائنات کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے حتیٰ کہ شکم مادر میں موجود بچہ بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔

ایک سو چار (۱۰۴) آسمانی کتب وصحائف میں دو قسم کی آیات نازل کی گئی ہیں:

(۱) محکمات: جن کی مراد واضح ہے اور ان پر دین کا مدار ہے۔

(۲) متشابہات: یہ وہ آیات ہیں جن کی مراد واضح نہیں ہے اور ان پر دین کی بنیاد نہیں ہے۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو (معاذ اللہ) باپ قرار دیا گیا ہے۔ ان الفاظ کا تعلق متشابہات سے ہے، کیونکہ بیٹا نسبی بھی ہوتا ہے اور شفقت سے چھوٹے بچے کو بھی ''بیٹا'' کہا جاتا ہے۔ انجیل میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہمسر کوئی نہیں ہے، اس کی بیوی نہیں ہے اور اس کی اولاد نہیں ہے' تو پھر اس کا نسبی بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ دوسری کتب آسمانی کی طرح قرآن کریم کی آیات بھی دو قسم کی ہیں: آیات محکمات جن کی مراد واضح وصاف ہے اور ان پر دین وشریعت کا مدار ہے۔ آیات متشابہات جن کی مراد واضح نہیں ہے اور ان پر دین وشریعت کا مدار نہیں ہے۔

متشابہات کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) کامل متشابہ: وہ الفاظ ہیں جن کی مراد کو اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا مثلاً حروف مقطعات جو متعدد سورتوں کے آغاز میں موجود ہیں۔

(۲) ناقص متشابہ: یہ وہ امور ہیں جن کو لوگ کامل طریقے سے نہیں جانتے مثلاً صفات باری تعالیٰ' جنت ودوزخ، ملائکہ اور نعماء جنت وغیرہ۔

مفہوم حدیث: زیر بحث حدیث میں اس حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے کہ جس طرح نصاریٰ (عیسائی) انجیل کے متشابہات میں پڑ کر گمراہی کا شکار ہوئے اسی طرح امت محمدی کے بھی کچھ لوگ قرآن کریم کے متشابہات میں پڑ کر گمراہ ہو جائیں گے۔ صفات باری تعالیٰ اور امور آخرت میں غور وخوض کرنے کے نتیجہ میں بہت سے لوگ گمراہ ہوئے اور کچھ گمراہ فرقے وجود میں آئے جن میں زیادہ مشہور درج ذیل ہیں:

(۱) معتزلی (۲) خوارج (۳) معطلہ (۴) مجسمہ (۵) مشتبہ (۶) مووِلہ (۷) قادیانی (۸) بہائی (۹) پرویزی وغیرہم۔

دوسری روایت میں گمراہ لوگوں سے الگ رہنے کا درس دیا گیا ہے، کیونکہ ان میں میل جول اور تعلق وعلاقہ بھی گمراہی کا سبب بن سکتا ہے۔

سوال: درج بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات قرآن کی دو اقسام ہیں:

(۱) محکمات (۲) متشابہات۔

ایک دوسری آیت ہے: كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ○ (ہود:۱)

''یہ ایسی کتاب ہے' جس کی آیات محکم ہیں پھر صاف صاف بیان کر دی گئی ہیں ایک حکیم کی طرف سے جو باخبر ہے''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی دو اقسام نہیں ہیں بلکہ سب آیات محکمات ہیں اور اس طرح آیات قرآنی میں تعارض ہوا؟

جواب: پہلی آیت سے اصطلاحی واصلی معانی ومفہوم مراد اور دوسری آیت سے لغوی معانی ومفہوم مراد یعنی فصاحت وبلاغت احکام اور کلام کا جاہ وجلال ہے۔ گویا تمام آیات ایک دوسرے کے مضمون کی موید ہیں۔ اس طرح آیات میں تعارض نہ رہا۔

2921 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِی الضُّحٰی

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وُلَاةً مِّنَ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ وَلِيِّي أَبِي وَخَلِيلُ رَبِّي ثُمَّ قَرَأَ (إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَلَمْ يَقُلْ فِيهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ

توضیح راوی: وَأَبُو الضُّحٰى اسْمُهُ مُسْلِمُ بْنُ صُبَيْحٍ

اختلافِ سند: حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي نُعَيْمٍ وَلَيْسَ فِيهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ہر نبی کے' دیگر انبیاء میں سے کچھ (خاص) دوست ہوتے ہیں' میرے دوست میرے جدامجد ہیں جو میرے پروردگار کے خلیل ہیں' پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''بے شک ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں' جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور وہ یہ نبی ہیں اور ایمان لانے والے لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کا دوست ہے۔''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' تاہم اس کی روایت میں مسروق سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے' اور یہ روایت پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

ابوضحیٰ نامی راوی کا نام مسلم بن صبیح ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' اور اس میں بھی مسروق کا تذکرہ نہیں ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خاص تعلق ہونا:

تمام انبیاء علیہم السلام حیات ہیں، عبادت و ریاضت کرتے ہیں، باہم محبت کرتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں جا سکتے ہیں، کائنات میں تصرف فرماتے ہیں اور اپنے اپنے امتیوں کی معاونت و راہنمائی کرتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

2921۔ اخرجه احمد (۱/ ۴۰۰، ۴۲۹)۔

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ط وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ o (آل عمران:۶۸)

''بیشک لوگوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ تعلق رکھنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ ایمان والے لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا کارساز ہے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنا خصوصی تعلق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:ان ولیّ ابی و خلیل ربی ۔بیشک مجھ سے خاص تعلق رکھنے والے میرے باپ اور میرے پروردگار کے خلیل ہیں۔

لفظ:و لاۃ: ولی کی جمع ہے: یہاں اس کا معنی ہے: تعلق رکھنے والا۔ انبیاء بنی اسرائیل کا خصوصی تعلق حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہے ان کی وساطت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پھر ان کی وساطت سے حضرت نوح علیہ السلام سے اور ان کی وساطت سے حضرت آدم علیہ السلام سے ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص تعلق حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہے پھر ان کی وساطت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے ہے ثم الی اخرہ۔

اسی طرح اوپر والے وسطوں سے ماتحت پر اثر نبوت ظاہر ہوتا ہے مثلاً انبیاء بنی اسرائیل کی شرائع میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے احوال کی تاثیر نمایاں ہوئی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ملت اسماعیلی اور ملت ابراہیمی پر مبعوث کیے گئے اور آپ کی شریعت میں ان دونوں بزرگوں کی ملت کے فیوض و برکات نمایاں ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت، ملت ابراہیمی کہلاتی ہے۔

مشرکین مکہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اولاد ابراہیم اور ان کی ملت ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں۔ قرآن کریم نے اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ الخ۔ سے واضح کر دیا دونوں گروہوں کا دعویٰ باطل ہے اور دونوں کا ملت ابراہیمی سے کوئی تعلق و علاقہ نہیں ہے بلکہ ان سے تعلق ان مومنوں کا ہے جو اس دور میں ان پر ایمان لائے تھے۔ اب پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کا تعلق ہے اور ملت ابراہیمی ہونے کا شرف بھی رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں شریعت محمدی، شریعت ابراہیمی کے قریب ترین بلکہ اس کا عکس جمیل ہے۔

2922 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ هُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَقَالَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فِيَّ وَاللّٰهِ كَانَ ذٰلِكَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ فَقَدَّمْتُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَكَ بَيِّنَةٌ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ احْلِفْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَنْ يَّحْلِفَ فَيَذْهَبَ بِمَالِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص جھوٹی قسم اٹھا کر کسی مسلمان کا مال ہتھیانا چاہتا ہو' جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا' تو ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث میرے بارے میں ہے' کیونکہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان کچھ زمین مشترکہ ملکیت کی تھی۔ اس یہودی نے میری شراکت کا انکار کردیا' میں یہ مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس ثبوت ہے۔ میں نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہودی سے کہا: تم قسم اٹھالو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ تو قسم اٹھالے گا' اور میرا مال ہتھیالے گا' تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی۔

''بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے نام کے عہد اور اس کی قسموں کے ذریعے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔''

یہ آیت آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

احکام شریعت کی خلاف ورزی اور جھوٹی قسم کی سزا:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ○ (آل عمران:۷۷)

''بیشک وہ لوگ جو عہد و پیمان اور قسم کا قلیل معاوضہ وصول کرتے ہیں، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور اللہ ان سے بات نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ اور ایک یہود کے درمیان زمین کا تنازع تھا، یہودی نے زمین دینے سے انکار کردیا تو حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہ مقدمہ عدالت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کو گواہ پیش کرنے کا حکم دیا مگر وہ گواہ پیش نہ کرسکے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو قسم کھانے کا حکم دیا، اس پر حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا

رسول اللہ! یہ جھوٹی قسم کھا کر میری زمین پر قابض ہو جائے گا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں دو گناہوں کی سزا بیان کی گئی ہے۔ پہلا گناہ رشوت لے کر احکام دین کو تبدیل کرنا اور دوسرا گناہ جھوٹی گواہی پیش کر کے لوگوں کے مال پر قابض ہونا ہے۔ ان گناہوں کی سزا یہ ہے:

(۱) ان کو آخرت میں کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

(۲) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کرے گا۔

(۳) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

(۵) اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔

(٦) انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

2923 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) اَوْ (مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا) قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ وَكَانَ لَهٗ حَائِطٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَائِطِىْ لِلّٰهِ وَلَوِ اسْتَطَعْتُ اَنْ اُسِرَّهٗ لَمْ اُعْلِنْهُ فَقَالَ اجْعَلْهُ فِىْ قَرَابَتِكَ اَوْ اَقْرَبِيْكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تم لوگ اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے' جب تک اس چیز کو خرچ نہ کرو جسے تم پسند کرتے ہو۔''

اور یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ کون شخص ہے' جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے۔''

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کی، ان کا ایک باغ تھا (انہوں نے عرض کی:) یارسول اللہ ﷺ! میرا یہ باغ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' اگر میں اس بات کو پوشیدہ رکھ سکتا ہوتا تو اس کا اعلان نہ کرتا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کر دو (یہاں پر ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے کہ کون سا لفظ استعمال ہوا ہے: قرابتك یا پھر اقربيك)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام مالک نے اسے اسحاق بن عبداللہ کے حوالے سے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

2923۔ اخرجه احمد (۱۱۵/۳، ۱۷٤، ۲٦۲)، و ابن خزيمة (۱۰۵/٤)، حديث (۲٤۵۸)، (۲٤۵۹)، وابن حميد ص (٤١٤)، حديث

شرح

ارشاد خداوندی "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ" کا نزول اور اس پر صحابہ کرام کا عمل:

ارشاد ربانی ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ○ (آل عمران:۹۲)

"تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی محبوب ترین چیز اللہ کی راہ میں نہیں خرچ کرتے، پس بیشک اللہ تعالیٰ اسے جاننے والا ہے"۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خوب ایثار و فیاضی کا مظاہرہ کیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی خیبر کی جائیداد وقف کر دی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنا خوبصورت گھوڑا صدقہ کر دیا اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا عظیم الشان باغ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دیا۔

فائدہ نافعہ: اللہ تعالیٰ کی رضا اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے بہتر سے بہتر چیز فی سبیل اللہ پیش کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کا صلہ و ثواب وہم و گمان سے زیادہ حاصل ہو۔

2924 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْزُوْمِيَّ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: قَامَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ الْحَاجُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الشَّعِثُ التَّفِلُ فَقَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ اَيُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعَجُّ وَالثَّجُّ فَقَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ مَا السَّبِيْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ يَزِيْدَ الْخُوْزِيِّ الْمَكِّيِّ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ يَزِيْدَ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! حاجی کون ہوتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بکھرے ہوئے بالوں کا شخص اور میلے کچیلے کپڑے پہنا ہوا شخص ایک اور شخص کھڑا ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! کون سا حج زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس میں بلند آواز میں تلبیہ پڑھا جائے اور قربانی کی جائے۔ ایک اور شخص کھڑا ہوا عرض کی: یا رسول اللہ! (قرآن میں حج کے لیے) جس "سبیل" کا تذکرہ ہوا ہے اس سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زادِ سفر اور سواری۔

ہم اس حدیث کو صرف ابراہیم بن یزید خوزی مکی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

بعض اہل علم نے ابراہیم بن یزید کے حافظے کے حوالے سے اُن کے بارے میں کلام کیا ہے۔

شرح

فرضیت حج کی آیت اور اس کی وضاحت:

ارشاد ربانی ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران: ۹۷)

''اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے، جو شخص اس (کعبہ) تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے''۔

لفظ ''حج'' کا لغوی معنی ہے: ارادہ، قصد۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے: مخصوص ایام میں مخصوص عبادت کے مناسک وارکان ادا کرنا۔ حج ارکان خمسہ میں سے ایک ہے، جو زندگی میں ایک بار فرض ہے بشرطیکہ انسان کعبہ معظمہ تک آمد و رفت، خورد و نوش اور اہل خانہ کے جملہ اخراجات پورے کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ ۸ھ میں حج فرض ہوا، ۹ھ میں مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج ادا کیا اور ۱۰ھ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پہلا اور آخری حج ادا کیا۔

احادیث مبارکہ میں فضائل حج تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ حج کرنے کی برکت سے انسان گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے جس طرح پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ حاجی جس کے حق میں دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور اس کی بھی بخشش کر دیتا ہے۔ حج کے دوران بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے سے قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کا پروانہ مل جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ یعنی جس نے میرے روضہ اطہر کی زیارت کی اس کی شفاعت کرنا میرے لیے واجب وضروری ہے۔

حدیث باب میں حج کے حوالے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کیے گئے ہیں اور آپ کی طرف سے ان کے خوبصورت جوابات دیے گئے ہیں۔ پہلا سوال یہ کیا گیا کہ یا رسول اللہ! حاجی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: الشعث التفل یعنی بکھرے ہوئے بالوں والا اور میلے کچیلے جسم والا۔ زمانہ نبوی میں تادیر حالت احرام میں رہنا پڑتا تھا جس کے نتیجہ میں زائرین وحجاج کرام کی یہ حالت ہو جاتی تھی۔ دوسرا سوال یہ کیا گیا: افضل حج کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا: اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ یعنی ایسا حج افضل ہے جس میں تلبیہ کہا جائے اور خون بہایا جائے۔ تلبیہ ذکر الٰہی ہے جس سے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے اور قربانی کے جانور کا پہلا قطرہ زمین پر نہیں گرتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور درجہ قبولیت کو پہنچ جاتا ہے۔ ذکر الٰہی اور قربانی کی برکت سے حج بھی افضل ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیسرا سوال یہ کیا گیا: مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا سے کیا مراد ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اس سے زاد وراحلہ مراد ہے یعنی خورونوش اور سواری مراد ہے۔

2925 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ

وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متن حدیث: لَـمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاۗءَنَا وَاَبْنَاۗءَكُمْ وَنِسَاۗءَنَا وَنِسَاۗءَكُمْ) الْاٰيَةَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَّفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ هٰـؤُلَاۗءِ اَهْلِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰـذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عامر بن سعد اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تم لوگوں آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو بلاتے ہیں''

تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، سیدہ فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا پھر آپ ﷺ نے یہ دعا کی۔

''اے اللہ یہ میرے اہل (بیت) ہیں''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

شرح

آیت مباہلہ اور اس پر عمل:

ارشاد ربانی ہے:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۝ (آل عمران:۶۱)

''جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ سے جھگڑا کرے تو آپ اسے فرما دیں: تم آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلا لاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلا لاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلا لاؤ اور ہم اپنے آپ کو لے آتے ہیں اور تم اپنے آپ کو لے آؤ پھر ہم مل کر جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرتے ہیں''۔

اس آیت میں ''انـفـس'' سے مراد اہل مباہلہ ہیں، نساء سے مراد بیویاں ہیں، بـنـاء سے مراد بیٹے، پوتے اور نواسے وغیرہ ہیں جبکہ حقیقی و صلبی اولاد مراد نہیں ہے۔ گویا آیت میں خود اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کو لانے کا حکم ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو طلب فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے پروردگار! یہ میرے گھر والے ہیں۔ آپ ان نفوس قدسیہ کو لے کر گھر سے باہر نکلے اور نجران کے نصاریٰ کے مقابلہ میں تشریف لائے۔ نصاریٰ کے ممتاز پیشواؤں نے انہیں مشورہ دیا کہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ مت کرو بلکہ مصالحت کی راہ اختیار کرو، یہی تمہارے لیے بہتر صورت ہے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے مصالحت کر کے اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کر لی۔

2925۔ اخرجه مسلم (۱۸۷۱/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل علي بن ابي طالب رضي الله عنه، حديث (۲٤۰٤/۳۲)، و احمد (۱۸۵/۱).

بعض مفسرین نے اس آیت کا شان نزول یوں بیان کیا ہے کہ دیگر سلاطین کی طرح ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم نجران کے نام خط تحریر فرمایا جس میں انہیں قبول اسلام کی دعوت دی۔ خط موصول ہوتے ہی حاکم نجران نے صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے چند افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ طیبہ روانہ کیا اور انہیں اختیار دیا کہ جس طرح چاہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کرلیں۔ وہ وفد مدینہ طیبہ پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے انہوں نے گفتگو کو بلاوجہ طول دیا اور معاہدہ کرنے کی بجائے مباہلہ کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ ایسے ماحول میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان وفد کو دعوت مباہلہ دی۔ جس پر انہوں نے چند دنوں تک مہلت طلب کی۔ اس دوران میں نصاریٰ کے ممتاز راہنماؤں اور پیشواؤں نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرنے سے روکا اور بتایا کہ آپ نبی برحق ہیں جس وجہ سے مباہلہ کی صورت میں تمہیں ذلت ورسوائی کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملے گی۔ باوقار ایک ہی راستہ ہے کہ تم مصالحت کرلو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر مباہلہ کی غرض سے گھر سے باہر تشریف لائے تو لاٹ پادری نے کہا: میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں کہ وہ دعا کریں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ پر برقرار نہ رہ سکے"۔ اے نصاریٰ! اگر تم نے مباہلہ کرنے کی کوشش کی تو زمین پر ایک نصرانی بھی باقی نہیں بچے گا۔ لہٰذا اس کے سمجھانے پر ارکان وفد نے مصالحت کا راستہ اختیار کر کے اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کرلی۔ انہوں نے بطور جزیہ سالانہ دو ہزار جوڑے، تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور کچھ جنگی ہتھیار فراہم کرنے پر معاہدہ کرلیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے چہرے خنزیر اور بندر کے بنا دیتا، ان کی تمام آبادی آگ میں تبدیل ہوجاتی اور وہاں کے باشندوں کا ایک پرندہ تک نہ بچ سکتا۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۸۹)

فائدہ نافعہ: آیت مباہلہ میں "اہل بیت" کے الفاظ نہیں ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے چار تن "اہل بیت" قرار پائے اور آپ کی دعا سے امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی "اہل بیت" قرار پائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد موجود نہیں تھی اس لیے اپنے نواسوں کو ساتھ لیا، ازواج مطہرات کو بلانے کی بجائے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا، کیونکہ وہ بھی "اہل بیت" میں شمار ہوتی ہیں یا نواسے کم عمر ہونے کی وجہ سے اکیلے نہیں جا سکتے تھے۔

2926 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ صَبِيْحٍ وَّحَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ غَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَاٰى اَبُوْ اُمَامَةَ رُؤُسًا مَنْصُوْبَةً عَلٰى دَرَجِ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقَالَ اَبُوْ اُمَامَةَ كِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلٰى تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ خَيْرُ قَتْلٰى مَنْ قَتَلُوْهُ ثُمَّ قَرَاَ (يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قُلْتُ لِاَبِىْ اُمَامَةَ اَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ لَمْ اَسْمَعْهُ اِلَّا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا اَوْ

2926- اخرجه ابن احمد (٦٢/١): كتاب المقدمة: باب: من ذكر الخوارج، حديث (١٧٦)، واحمد (٢٥٣/٥)، (٢٥٦/٥)، و الحميدى (٤٠٤/٢)، وحديث (٩٠٨).

اَرْبَعًا حَتّٰى عَدَّ سَبْعًا مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ غَالِبٍ يُقَالُ اسْمُهٗ حَزَوَّرٌ وَّاَبُوْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيُّ اسْمُهٗ صُدَىُّ بْنُ عَجْلَانَ وَهُوَ سَيِّدُ بَاهِلَةَ

◄► ابو غالب بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کے سروں کو دمشق کے ایک منارے پر لٹکے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: یہ جہنم کے کتے ہیں اور آسمان کے نیچے سب سے بدترین مقتول ہیں اور سب سے بہترین مقتول وہ ہیں جوان کے ہاتھوں شہید ہوئے پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

''اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے''

یہ آیت انہوں نے آخر تک تلاوت کی۔

ابو غالب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات ایک مرتبہ بلکہ دو مرتبہ بلکہ تین مرتبہ بلکہ چار مرتبہ یہاں تک کہ انہوں نے سات مرتبہ کا ذکر کیا، نہ سنی ہوتی تو یہ تمہارے سامنے ذکر نہ کرتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابو غالب نامی راوی کا نام حزور ہے۔

ابوامامہ باہلی کا نام صدی بن عجل ہے اور یہ ''باہلہ'' قبیلے کے سردار تھے۔

شرح

قیامت کے دن چہروں کا سفید اور سیاہ ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۰۵، ۱۰۸)

''اور تم ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے باہم تفریق کی اور ان کے پاس واضح احکام آنے کے بعد انہوں نے اختلاف کیا اور ان لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے پس سیاہ چہرے والے لوگوں سے کہا جائے گا: کیا ایمان لانے کے بعد تم کافر ہو گئے تھے؟ پس اب تم اپنے کفر کے سبب عذاب چکھو۔ جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ

اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر سچ سچ پڑھتے ہیں اور اللہ لوگوں پر زیادتی کا قصد نہیں فرماتا"۔
ان آیات کا اختصار حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔تاہم تفریق کرنے والوں کی جو وعید و مذمت بیان کی گئی ہے، اس سے مراد اصول اور واضح احکام دین میں اختلاف ہے ورنہ فروع اور غیر واضح امور میں اختلاف کی گنجائش ہے جسے رحمت قرار دیا گیا ہے۔

ان آیات کا اصل مصداق خوارج لوگ ہیں جنہوں نے جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اختلاف کر کے دونوں بزرگوں سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ان کا رئیس نافع بن الازرق تھا اور یہ لوگ مقام حروراء میں جمع ہو گئے تھے۔مسلمانوں سے علیحدگی کی وجہ سے یہ لوگ خوارج کہلائے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو قتل کروا کر ان کے سر دمشق کی شاہراہ پر بطور عبرت نصب کروا دیے تھے۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا گزر ان کے سروں کے پاس سے ہوا تو انہیں دیکھ کر فرمایا: یہ جہنم کے کتے ہیں، آسمان کے نیچے یہ بدترین مقتول ہیں اور بہترین مقتول وہ ہیں جو ان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔پھر فرمایا: ان آیات کا مصداق خوارج لوگ ہیں۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا آپ یہ بات اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ آپ نے جواب دیا: یہ بات میں اپنی طرف سے ہرگز نہیں کہہ رہا' بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سات بار سنی ہے۔خوارج کے حوالے سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:
قد كان هو لاء مسلمين فصاروا كفارا یعنی خوارج پہلے مسلمان تھے پھر انہوں نے (مسلمانوں سے) علیحدگی اختیار کر کے کافر ہوئے"۔

2927 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:
متنِ حدیث: فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) قَالَ إِنَّكُمْ تَتِمُّونَ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ
حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ
اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ نَحْوَ هٰذَا وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ)

◄► بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا (ارشاد باری تعالیٰ ہے)
"تم سب سے بہتر امت ہو جسے لوگوں کے لیے بھیجا گیا"

2927۔ اخرجه ابن ماجه (۱۴۳۳/۲): كتاب الزهد: باب: صفة امة محمد صلى الله عليه وسلم، حديث (۴۲۸۷)، (۴۲۸۸)، و الدارمي (۳۱۳/۲): كتاب الرقاق: باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم: انتم آخر الامم، و احمد (۴۴۷/۴)، (۳/۵، ۵) و عبد بن حميد ص (۱۵۵)، حديث (۴۰۹)۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تم لوگوں نے ستر امتوں کی تعداد کو پورا کر دیا ہے اور تم ان سب میں سب سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے افضل ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

کئی راویوں نے اس روایت کو بہز بن حکیم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے تاہم انہوں نے اس روایت میں (اس آیت) کا تذکرہ نہیں کیا۔

(كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ)

شرح

امت محمدی کو خیر الامم کا اعزاز حاصل ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاس

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لیے بھیجی گئی ہو''۔

حدیث باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آخری امت ہے جس کے بعد کوئی نئی امت نہیں آئے گی۔ امت محمدی سے نیابت نبوت کا تا قیامت کام لیا جائے گا، اس لیے یہ افضل و خیر الامم قرار پائی۔ جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں، اسی طرح آپ کی امت تمام امم سے افضل ہے۔ اس امت کی افضلیت کی ایک وجہ نسبت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے یعنی آپ کی نسبت کے سبب یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے کوئی پیغمبر داخل نہیں ہوگا، اسی طرح جب تک امت محمدی جنت میں داخل نہیں ہوگی تو کوئی امت جنت میں داخل نہیں ہوگی۔

2928 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَ اُحُدٍ وَّشُجَّ وَجْهُهُ شَجَّةً فِي جَبْهَتِهِ حَتّٰى سَالَ الدَّمُ عَلٰى وَجْهِهِ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ فَعَلُوْا هٰذَا بِنَبِيِّهِمْ وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ فَنَزَلَتْ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ) اِلٰى اٰخِرِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوۂ اُحد کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ کی پیشانی پر بھی زخم آیا آپ کا خون بہتا ہوا چہرے پر آ گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جو اپنے نبی کے ساتھ

2928- اخرجه ابن ماجه (۱۳۳٦/۲): كتاب الفتن: باب: الصبر على البلاء حديث (٤٠٢٧)، و احمد (۹۹/۳، ۱۸۷، ۲۰۱، ۲۰٦).

یہ سلوک کرے حالانکہ وہ نبی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ

"تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے (کہ اللہ تعالیٰ) انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے۔

یہ آیت آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2929 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُجَّ فِيْ وَجْهِهٖ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهٗ وَرُمِيَ رَمْيَةً عَلٰى كَتِفِهٖ فَجَعَلَ الدَّمُ يَسِيلُ عَلٰى وَجْهِهٖ وَهُوَ يَمْسَحُهٗ وَيَقُوْلُ كَيْفَ تُفْلِحُ اُمَّةٌ فَعَلُوْا هٰذَا بِنَبِيِّهِمْ وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ) سَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ يَقُوْلُ غَلِطَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ فِيْ هٰذَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ کے کندھے پر بھی ایک پتھر لگا آپ کے چہرے پر خون بہنے لگا۔ آپ اس کو پونچھ رہے تھے' اور یہ ارشاد فرمارہے تھے۔ وہ امت کیسے فلاح پاسکتی ہے؟ جو اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کریں' حالانکہ وہ نبی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ (راوی کہتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ

"تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے (کہ اللہ تعالیٰ) انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے بے شک وہ لوگ ظالم ہیں"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے عبد بن حمید کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اس روایت میں یزید بن ہارون نے غلطی کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2930 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ بْنِ سَلْمٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَوْمَ اُحُدٍ اللّٰهُمَّ الْعَنْ اَبَا سُفْيَانَ اللّٰهُمَّ الْعَنِ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ اللّٰهُمَّ الْعَنْ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ

2930۔ اخرجه احمد (۹۳/۲)۔

قَالَ فَنَزَلَتْ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ) فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَاَسْلَمُوْا فَحَسُنَ اِسْلَامُهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

قولِ امام بخاری: لَمْ يَعْرِفْهُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ وَعَرَفَهُ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ

◆◆ سالم بن عبداللہ اپنے والد سے (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے غزوہ اُحد کے دن یہ دعا کی۔

''اے اللہ ابوسفیان پر لعنت کر! اے اللہ حارث بن ہشام پر لعنت کر! اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔''

راوی بیان کرتے ہیں: اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ

''تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے (کہ اللہ تعالیٰ) انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے''۔

تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو توبہ کی توفیق دی۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور بہترین مسلمان ثابت ہوئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس روایت کو عمر بن حمزہ کے سالم سے نقل کرنے کے حوالے سے ''غریب'' قرار دیا گیا ہے۔ یہ روایت زہری نے سالم کے حوالے سے اُن کے والد کے حوالے سے نقل کی ہے۔

امام بخاری اس روایت کے عمر بن حمزہ سے منقول ہونے سے واقف نہیں ہیں۔ وہ اسے زہری سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2931 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبِ بْنِ عَرَبِيٍّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ عَلٰى اَرْبَعَةِ نَفَرٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ) فَهَدَاهُمُ اللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے چار افراد کے لیے دعائے ضرر کی' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

2931- اخرجه احمد (۲/۱۰۴، ۱۱۸)، و ابن خزيمة (۱/۳۱۵) حديث (۶۲۳).

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ

''تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے (کہ اللہ تعالیٰ) انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے بے شک وہ لوگ ظالم ہیں''۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان (چاروں) کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔ اس روایت کو اس سند کے حوالے سے ''غریب'' قرار دیا گیا ہے، جسے نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ اس روایت کو یحییٰ بن ایوب نے ابن عجلان سے نقل کیا ہے۔

شرح

ہدایت وگمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۲۸)

''آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے یا تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا یا انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا، کیونکہ وہ ظالم لوگ ہیں''۔

اس آیت کا شان نزول احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت کے دو شان نزول ہیں:

(۱) غزوۂ بدر کے موقع پر کفار کا جو ناقابل تلافی جانی و مالی نقصان ہوا تھا، اس کے بارے میں انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کا منصوبہ بنایا۔ غزوۂ احد کے موقع پر ابتداً اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح ونصرت سے نوازا تھا، مجاہدین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہوگئے، کفار نے پہاڑ کے پیچھے سے مسلمانوں پر بھرپور حملہ کیا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔ دشمن کی طرف سے اس اچانک حملہ کے نتیجہ میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی ہوا اور دانت مبارک شہید ہوگیا تھا۔ اس پریشان کن صورتحال کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے، جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے جبکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہا ہے کہ مخالفت پر کمربستہ رہتے تھے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے خلاف بددعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) مشرکین مکہ اور اہل کتاب کی طرح قبائل رعل وذکوان بھی مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار رہتے تھے، مسلمان انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے اور وہ ہمہ وقت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے نئے نئے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ انہوں نے موقع پاکر کچھ صحابہ کو دھوکہ سے شہید کردیا تھا جس کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں فجر کی نماز میں ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھی اور ان قبائل کے خلاف بددعا کی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چار صحابہ حضرت ابوسفیان، حضرت حارث بن ہشام، حضرت صفوان بن امیہ اور حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف بددعا کیوں کی تھی؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے خلاف بددعا اس زمانہ میں کی تھی جب یہ حالت کفر میں تھے اور مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خوب محرک تھے۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ: آپ معروف صحابی اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خوب محرک تھے اور فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔آپ حنین اور طائف کی جنگوں میں شریک ہوئے۔

(۲) حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ: آپ مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے بھائی اور ہشام کے بیٹے ہیں۔غزوۂ بدر کے موقع پر ابوجہل واصل جہنم ہوا لیکن یہ محفوظ رہے اور فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ان کا زمانہ اسلام قابل تعریف ہے اور کبار صحابہ میں شمار ہوئے۔آپ بہت سی دفاعی جنگوں میں شامل ہوئے اور جہاد کے سلسلہ میں ملک شام میں موجود تھے اور طاعون عمواس میں جامِ شہادت نوش کیا۔

(۳) حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ: حالت کفر میں اسلام کے خلاف خوب محرک تھے اور فتح مکہ کے موقع پر گرفتاری اور قتل سے بچتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر ازخود مسلمان ہوئے اور مختلف جنگوں میں شریک ہوئے۔ جنگ یرموک میں بہادری وشجاعت کے خوب جوہر دکھائے پھر جام شہادت نوش کیا۔

(۴) حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ: حالت کفر میں بہت بڑے جری و بہادر تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ کے نمائندہ کی حیثیت سے مسلمانوں کے مقابل تھے۔فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل مکہ سے فرمایا: تم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ آپ نے ہی جواب دیا تھا کہ آپ مہربان، نرم دل اور مشفق ہیں۔ہم آپ سے اسی بات کی امید رکھتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور تعلیمات اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔قبول اسلام کے بعد آپ خدمت اسلام، دفاع اسلام اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش پیش تھے۔

سوال: ارشاد خداوندی کے الفاظ: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اختیار نہیں ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ''نبی مختار'' کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ''نبی مختار'' ہیں۔اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''غیر مختار'' ہونے کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں ذاتی اختیار کی نفی ہے نہ کہ عطائی اختیار کی۔ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطائی اختیار کے قائل ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

2932 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَسْمَاءَ بْنِ

الْحَكَمِ الْفَزَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ

متن حدیث: اِنِّىْ كُنْتُ رَجُلًا اِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا نَفَعَنِى اللّٰهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ اَنْ يَّنْفَعَنِىْ وَاِذَا حَدَّثَنِىْ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ اسْتَحْلَفْتُهٗ فَاِذَا حَلَفَ لِىْ صَدَّقْتُهٗ وَاِنَّهٗ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّصَدَقَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متن حدیث: مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّىْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ فَرَفَعُوْهُ وَرَوَاهُ مِسْعَرٌ وَّسُفْيَانُ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ فَلَمْ يَرْفَعَاهُ وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مِّسْعَرٍ فَاَوْقَفَهٗ وَرَفَعَهٗ بَعْضُهُمْ وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ فَاَوْقَفَهٗ وَلَا نَعْرِفُ لِاَسْمَاءَ بْنِ الْحَكَمِ حَدِيْثًا اِلَّا هٰذَا

◆◆ اسماء بن حکم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جب میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی کوئی بات سنی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس کے ذریعے مجھے نفع عطا کرتا ہے لیکن جب نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی شخص نے کوئی حدیث سنائی ہو تو میں اس سے قسم لیتا ہوں! اگر وہ میرے سامنے قسم اٹھا لے تو میں اس کی تصدیق کر دیتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہے تو اس شخص کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''وہ لوگ جب کسی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں یا اپنے اوپر زیادتی کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں۔'' یہ آیت آخر تک ہے۔

اس روایت کو شعبہ اور دیگر راویوں نے عثمان بن مغیرہ کے حوالے سے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

مسعر اور سفیان نے اس روایت کو عثمان کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن ان دونوں نے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

بعض راویوں نے اسے مسعر کے حوالے سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے جبکہ بعض نے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

سفیان ثوری نے عثمان بن مغیرہ کے حوالے سے اسے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

اسماء بن حکم نامی راوی سے ہمارے علم کے مطابق صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔

شرح

نماز ذکر الٰہی کی بہترین صورت ہونا:

اعلان خداوندی ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○ (العنکبوت:۴۵)

''آپ اس کتاب کی تلاوت کریں جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور آپ نماز قائم کریں۔ بیشک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اللہ کا ذکر بہت بلند ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے''۔

نماز کے بے شمار فوائد ہیں اور اس آیت میں اس کے دو فوائد بیان کیے گئے ہیں:

(۱) بے حیائی اور برے کاموں سے روکنا: نماز ایک ایسی عبادت ہے جو کثیر خوبیوں کی جامع ہے، اس کی ایک اہم خوبی اور فائدہ یہ ہے کہ یہ نمازی کو برے امور سے باز رکھتی ہے' جس طرح والدین اپنی آوارہ اولاد کو امور بد سے روکتے ہیں لیکن وہ بات نہیں مانتی پھر رفتہ رفتہ اس کی اصلاح ہو جاتی ہے، یہی حال نماز کا ہے کہ یہ نمازی کو امور بد اور بے حیائی سے روکتی ہے لیکن نمازی نہیں مانتا پھر دھیرے دھیرے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ نہ صرف نمازی نیکوکار بن جاتا ہے بلکہ دوسروں کو نماز پڑھنے کا درس دینا شروع کر دیتا ہے۔

(۲) یاد الٰہی کا بہترین ذریعہ ہونا: قرآن کا فیصلہ ہے کہ یاد الٰہی اور ذکر خداوندی سے دلوں کو سکون واطمینان کی دولت میسر آتی ہے اور اس سے دلوں کا زنگار دور ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں نماز کا دوسرا اہم فائدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ یاد الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔

اہل تقویٰ لوگوں کے قرآن نے متعدد اوصاف بیان کیے ہیں مثلاً حالت عسر ویسر میں خرچ کرنا، غصہ کو پی جانا، لوگوں کو معاف کرنا، معصیت کا ارتکاب کر لینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور معافی کے طلبگار ہونا۔ گویا اہل تقویٰ سے زندگی کے کسی بھی حصہ میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی سہواً یا عمداً نافرمانی ہو جائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اس کی تلافی کرتے ہیں' کیونکہ اہل تقویٰ معصوم نہیں ہوتے بلکہ ان سے صدور معصیت کا امکان ہوتا ہے۔ تاہم وہ مشیت خداوندی سے محفوظ عن الخطاء ہوتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق اس آیت سے صلوٰۃ التوبہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی مسلمان سے کسی گناہ کا صدور ہو جائے تو وہ اس کے تدارک وتلافی کی نیت سے دو نوافل ادا کرے پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور دعا کرے تو اس کی لغزش معاف ہو جاتی ہے۔ الغرض ''نماز'' ذکر الٰہی اور یاد خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں غفلت سے کام نہیں لینا چاہیے۔

سوال: اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے، حالانکہ ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو نمازی بھی ہیں اور حلال وحرام کا امتیاز کیے بغیر جرائم کے بھی مرتکب ہوتے ہیں؟

جواب: (۱) وہ پکے نمازی نہیں ہوتے۔

(۲) ان کے نمازی بننے کا ابتدائی دور ہوتا ہے۔

(۳) حالت نماز میں وہ جرائم کے مرتکب نہیں ہوتے۔

(۴) اکل حلال اور لباس تقویٰ سے وہ عاری ہوتے ہیں۔

2933 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَفَعْتُ رَاْسِيْ يَوْمَ اُحُدٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ وَمَا مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ اِلَّا يَمِيْدُ تَحْتَ حَجَفَتِهِ مِنَ النُّعَاسِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ (ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ مِثْلَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوۂ اُحد کے دن میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا' ہر ایک شخص اونگھ کی وجہ سے زمین کی طرف جھکا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مراد یہی ہے۔

''پھر اس نے غم کے بعد امن والی اونگھ تم پر نازل کی''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2934 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ غُشِيْنَا وَنَحْنُ فِيْ مَصَافِّنَا يَوْمَ اُحُدٍ حَدَّثَ اَنَّهُ كَانَ فِيْمَنْ غَشِيَهُ النُّعَاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَجَعَلَ سَيْفِيْ يَسْقُطُ مِنْ يَدِيْ وَاٰخُذُهُ وَيَسْقُطُ مِنْ يَدِيْ وَاٰخُذُهُ وَالطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى الْمُنَافِقُوْنَ لَيْسَ لَهُمْ هَمٌّ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ اَجْبَنُ قَوْمٍ وَّاَرْعَبُهُ وَاَخْذَلُهُ لِلْحَقِّ

2933- اخرجه البخاری (۴۲۲/۷): كتاب المغازی: باب: آل عمران (۱۵۴) (ثم انزل عليكم من بعد الغم امنة نعاسا) (آل عمران: ۱۵۴) حديث (۴۰۶۸)، و طرفه فی (۴۵۶۲)، واحمد (۲۹/۴)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ہم پر غشی طاری ہوگئی' ہم اس وقت غزوۂ اُحد کے دن صف بنا کر کھڑے تھے۔حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی کہ وہ خود بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں اس دن اونگھ آ گئی۔

وہ بیان کرتے ہیں: اس دن تلوار میرے ہاتھ سے گرنے لگتی تھی۔میں اسے پکڑ لیتا تھا وہ پھر میرے ہاتھ سے گرنے لگتی تھی۔ میں اسے پکڑتا تھا جب کہ دوسرا گروہ منافقین کا تھا جنہیں صرف اپنی فکر تھی۔وہ بزدل لوگ تھے' اور مرعوب ہو جانے والے لوگ تھے' اور حق سے منہ موڑنے والے لوگ تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حالت جنگ میں اونگھ آنا، نزول رحمت کی علامت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ (آل عمران:۱۵۴)

"پھر پریشانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم پر اونگھ بھیجی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھا گئی جبکہ دوسری جماعت کو اپنی جان کی فکر دامن گیر تھی، وہ اللہ کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھے، جیسا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بدگمانی کرتے تھے۔وہ یوں کہہ رہے تھے: کیا ہمیں اپنے معاملہ میں کچھ اختیار ہے؟ آپ جواب میں فرما دیں: تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں، وہ اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپائے ہوئے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔وہ کہتے ہیں: اگر ہمیں کچھ اختیار حاصل ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے۔آپ فرما دیں، اگر تم اپنے گھر میں ہوتے تو جن کے لیے ہلاکت مقدر ہو چکی ہے وہ ان مقامات کی طرف ضرور نکل آتے جہاں وہ گرے ہیں۔یہ جو کچھ معاملہ پیش آیا اس سے اللہ نے تمہارے دلوں کا امتحان لیا ہے تاکہ تمہارے دلوں کی باتوں کو صاف کر دے اور اللہ دل کی باتوں کو خوب جانتا ہے"۔

اس آیت کی مختصر تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔تفسیر اور احادیث کا اختصار یہ ہے کہ اس آیت میں غزوۂ احد کا ذکر ہے۔مسلسل بیدار رہنے کی وجہ سے مسلمان پریشان تھے، اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ مسلط کر دی تاکہ ان کی پریشانی ختم ہو جائے اور وہ

تازہ دم ہو جائیں۔ جماعت ثانی سے مراد منافق لوگ تھے، جو حسب معمول حیلوں بہانوں میں مصروف تھے اور انہیں اپنی جانوں کو بچانے کی پڑی ہوئی تھی' کیونکہ وہ نہایت بزدل، ڈرپوک اور خوفزدہ تھے۔ اونگھ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، جس کے چند فوائد درج ذیل ہیں:

(۱) شہید ہو کر بچھڑنے والے ساتھیوں اور زخمی ہونے والے بھائیوں کا صدمہ ختم ہو جائے۔

(۲) دشمن کی کثرت اور موت کا خوف دلوں سے نکل جائے۔

(۳) مسلسل لڑائی اور مقابلہ کے نتیجہ میں تھکاوٹ دور ہو جائے۔

2935 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ خُصَيْفٍ حَدَّثَنَا مِقْسَمٌ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ) فِيْ قَطِيفَةٍ حَمْرَاءَ افْتُقِدَتْ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَعَلَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ نَحْوَ هٰذَا وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ مِقْسَمٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''نبی کا یہ کام نہیں ہے وہ خیانت کرے''۔

یہ آیت ایک سرخ چادر کے بارے میں نازل ہوئی تھی' جو غزوۂ بدر کے دن گم ہو گئی تھی۔ بعض لوگوں نے یہ کہا تھا: شاید نبی اکرم ﷺ نے اسے لے لیا ہو' تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی۔

''نبی کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے'' یہ آیت آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

عبدالسلام بن حرب نامی راوی نے خصیف کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

بعض محدثین نے اس روایت کو خصیف کے حوالے سے' مقسم سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

2935- اخرجه ابوداؤد (۴۲۶/۲): كتاب الحروف و القرأ ات: باب: (۱)، حديث (۳۹۷۱)۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (آل عمران:۱۶۱)

''اور نبی کی شان کے لائق نہیں ہے کہ وہ مالِ غنیمت میں خیانت کرے اور جو مالِ غنیمت میں خیانت کرتا ہے وہ قیامت کے دن خیانت سمیت پیش ہوگا۔ ہر آدمی کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور لوگوں پر ظلم و زیادتی نہیں کی جائے گی''۔

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ غزوۂ بدر کے نتیجہ میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، اس میں ایک سرخ چادر بھی تھی جو دستیاب نہیں ہو رہی تھی۔ اس موقع پر منافقوں نے کہا کہ شاید وہ چادر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لی ہو۔ اس کا جواب نزول آیت کی شکل میں دیا گیا کہ تقسیم مالِ غنیمت سے قبل کوئی چیز لینا خیانت ہے اور خیانت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شایانِ شان نہیں ہے۔ اس طرح منافقین کے نجس و خبیث نظریہ کی تردید کر کے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام کو واضح فرما دیا۔ اس آیت اور جواب میں اس حقیقت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے کہ عام آدمی اور نبی دونوں برابر نہیں ہو سکتے، کیونکہ آدمی سراپا سیاہ کار ہوتا ہے جبکہ نبی علیہ السلام صغائر سے بھی پاک اور معصوم ہوتا ہے۔ مالِ غنیمت میں خیانت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام کے منافی ہے۔

2936 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ يَا جَابِرُ مَا لِيْ اَرَاكَ مُنْكَسِرًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتُشْهِدَ اَبِيْ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ عِيَالًا وَّدَيْنًا قَالَ اَفَلَا اُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهٖ اَبَاكَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا كَلَّمَ اللّٰهُ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ وَّاَحْيَا اَبَاكَ فَكَلَّمَهٗ كِفَاحًا فَقَالَ يَا عَبْدِيْ تَمَنَّ عَلَيَّ اُعْطِكَ قَالَ يَا رَبِّ تُحْيِيْنِيْ فَاُقْتَلَ فِيْكَ ثَانِيَةً قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّهٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّيْ اَنَّهُمْ اِلَيْهَا لَا يُرْجَعُوْنَ قَالَ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ جَابِرٍ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا وَلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسٰى بْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَرَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ كِبَارِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ هٰكَذَا عَنْ مُّوْسٰى بْنِ اِبْرَاهِيْمَ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات مجھ سے ہوئی۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا: اے جابر کیا وجہ ہے؟ میں تمہیں شکستہ حال دیکھ رہا ہوں۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور وہ بال

2936۔ اخرجه ابن ماجه (۱/۶۸): کتاب المقدمة: باب: فيما انكرته الجهمية، حديث (۱۹۰)، (۲/۹۳۶): کتاب الجهاد: باب: فضل الشهادة في سبيل الله، حديث (۲۸۰۰)۔

بچے اور قرض چھوڑ گئے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی خوشخبری نہ دوں جس کے ہمراہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ملاقات کی' تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے ساتھ حجاب کے پیچھے سے کلام کیا' لیکن تمہارے والد کو زندہ کرنے کے بعد ان کے ساتھ حجاب کے بغیر گفتگو کی اور اس نے یہ فرمایا: اے میرے بندے! میرے سامنے آرزو کر! میں تمہیں عطا کروں گا' تو انہوں نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تو مجھے زندہ کردے تاکہ مجھے دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جائے' تو پروردگار نے ارشاد فرمایا: اس بارے میں ہمارا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے کہ لوگ (دنیا میں) واپس نہیں جائیں گے۔

راوی بیان کرتے ہیں: (اسی بارے میں) یہ آیت نازل ہوئی:

''جن لوگوں کو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہے تم انہیں مردہ ہرگز گمان نہ کرو۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف موسیٰ بن ابراہیم کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

علی بن عبداللہ بن معینی اور دیگر محدثین نے اس روایت کو موسیٰ بن ابراہیم کے حوالے سے' اسی طرح نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' اس روایت کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

2937 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ) فَقَالَ اَمَا اِنَّا قَدْ سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَاُخْبِرْنَا اَنَّ اَرْوَاحَهُمْ فِیْ طَیْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شَائَتْ وَتَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ فَاطَّلَعَ اِلَیْهِمْ رَبُّكَ اطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَسْتَزِیْدُوْنَ شَیْئًا فَاَزِیْدُكُمْ قَالُوْا رَبَّنَا وَمَا نَسْتَزِیْدُ وَنَحْنُ فِی الْجَنَّةِ نَسْرَحُ حَیْثُ شِئْنَا ثُمَّ اطَّلَعَ اِلَیْهِمُ الثَّانِیَةَ فَقَالَ هَلْ تَسْتَزِیْدُوْنَ شَیْئًا فَاَزِیْدُكُمْ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَمْ یُتْرَكُوْا قَالُوْا تُعِیْدُ اَرْوَاحَنَا فِیْ اَجْسَادِنَا حَتّٰی نَرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا فَنُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰی

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اختلافِ روایت: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِثْلَهٗ وَزَادَ فِیْهِ وَتُقْرِئُ نَبِیَّنَا السَّلَامَ وَتُخْبِرُهٗ عَنَّا اَنَّا قَدْ رَضِیْنَا وَرُضِیَ عَنَّا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

◄► مسروق بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں دریافت کیا گیا۔

2937۔ اخرجه مسلم (۱۵۰۲/۳): کتاب الامارة: باب: بیان ان ارواح الشهداء فی الجنة و انهم احیاء عن ربهم یرزقون، حدیث (۱۸۸۷/۱۲۱)، و ابن ماجه (۹۳۶/۲): کتاب الجهاد: باب: فضل الشهادة فی سبیل الله، حدیث (۲۸۰۱)، والدارمی (۲۰۶/۲): کتاب الجهاد: باب: ارواح الشهداء والحمیدی (۶۶/۱)، حدیث (۱۲۰)۔

''جن لوگوں کو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا تم انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں۔''
تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا ہم نے اس کے بارے میں دریافت کیا تھا' تو ہمیں یہ بتایا گیا کہ ان شہداء کی ارواح' سبز پرندوں کی شکل میں ہوتیہیں ہے۔ وہ جنت میں جہاں چاہتی ہیں وہاں چلی جاتی ہیں اور ان کا ٹھکانہ ان قندیلوں میں ہوتا ہے' جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں۔ ان کے پروردگار نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کیا تم مزید کچھ چاہتے ہو تا کہ میں تمہیں مزید عطا کروں تو انہوں نے عرض کی: اے ہمارے پروردگار ہم مزید کچھ نہیں چاہتے۔ ہم جنت میں موجود ہیں ہم جہاں چاہتے ہیں وہاں چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پروردگار نے انہیں دوبارہ مخاطب کیا اور فرمایا: کیا تم مزید کچھ چاہتے ہو تا کہ میں تمہیں مزید عطا کروں؟ ان (شہداء) نے جب یہ دیکھا انہیں ایسے ترک نہیں کیا جائے گا (یعنی انہیں فرمائش کرنا ہی ہوگی) تو انہوں نے عرض کی: تو ہماری اروح کو ہمارے اجسام میں واپس کر دے تا کہ ہم دنیا میں واپس جائیں اور ہمیں دوبارہ تیری راہ میں شہید کیا جائے'۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' اسی کی مانند روایت منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''تو ہمارے نبی تک سلام پہنچا دینا اور انہیں یہ بتا دینا: ہم راضی ہیں اور (پروردگار) ہم سے راضی ہے''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

شہداء کی عظمت وفضیلت اور ان کی طرف سے اظہار خواہش کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے جائیں انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کی طرف سے انہیں رزق دیا جاتا ہے وہ اس چیز سے خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عنایت فرمائی، جو لوگ ان کے پاس نہیں گئے بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں ان کی حالت سے بھی وہ خوش ہیں۔ ان کے لیے نہ دنیا میں خوف ہے نہ وہ آخرت میں پریشان ہوں گے''۔

اس آیت اور احادیث باب میں شہداء کے فضائل اور پسندیدہ چیز کا ذکر ہے۔ اس مضمون کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

☆ جو لوگ اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام و وطن کے دفاع میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں، انہیں شہداء کہا جاتا ہے۔ دنیا سے

جانے کے بعد بھی شہداء زندہ ہوتے ہیں۔ ان کے زندہ ہونے میں شک کرنا یا تردد کا شکار ہونا قرآن کے منافی اور گمراہی و بے دینی ہے۔

☆ شہداء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ اسے کھاتے ہیں۔ وہ روحانی طور پر جنت کی سیر کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

☆ شہداء کو جہاں دیگر اعزازات سے نوازا جاتا ہے وہاں ان کی روحوں کو ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق عرشِ الٰہی سے لٹکے ہوئے فانوسوں میں بسیرا کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

☆ شہداء جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت کرتا ہے: اے شہداء! بتاؤ مزید کون سی نعمت کے طالب ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے پروردگار! ہماری خواہش ہے کہ ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے اور ہم دوبارہ تیری راہ میں جامِ شہادت نوش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جواب دیا جاتا ہے: تمہاری خواہش اچھی ہے لیکن میرا قانون ہے کہ میں دوبارہ دنیوی زندگی نہیں دیتا۔ لہٰذا تم جنتی نعمتوں پر اکتفا کرو۔

☆ شہداء کو جامِ شہادت نوش کرتے وقت اتنی بھی تکلیف نہیں ہوتی جتنی چیونٹی کے کاٹنے وقت ہوتی ہے' کیونکہ انہیں اسی وقت دیدارِ خداوندی کی دولت میسر آتی ہے۔ مصر کی عورتوں کی نظر حسنِ یوسف علیہ السلام پر پڑی تو انہوں نے چھریوں سے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لیے مگر انہیں تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ شہداء کے سامنے خالقِ یوسف کا حسن ہوتا ہے' تو پھر انہیں کیسے تکلیف محسوس ہو سکتی ہے؟

فائدہ نافعہ: قرآن و سنت کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرح شہداء کے اجسام محفوظ رہتے ہیں اور انہیں مٹی وغیرہ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس سلسلے میں بے شمار تاریخی واقعات بھی شاہد ہیں۔

2938 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ جَامِعٍ وَّهُوَ ابْنُ اَبِیْ رَاشِدٍ وَّعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَعْیَنَ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ یَّبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا مِنْ رَجُلٍ لَّا یُؤَدِّیْ زَكٰوةَ مَالِهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِیْ عُنُقِهٖ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَاَ عَلَیْنَا مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ) الْاٰیَةَ وَقَالَ مَرَّةً قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهٗ (سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ) وَمَنِ اقْتَطَعَ مَالَ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ بِیَمِیْنٍ لَّقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ (اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ) الْاٰیَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄◄ ابووائل' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا

2938- اخرجه النسائی (۱۱/۵): كتاب الزكاة: باب: التغليظ من حبس الزكاة، حديث (۲٤٤۱)، و ابن ماجه (۵٦۸/۱): كتاب الزكاة: باب ما جاء فی منع الزكاة، حديث (۱۷۸٤)، و الحميدی (۵۲/۱) وابن خزيمة (۱۱/٤، ۱۲)، حديث (۲۲۵٦).

ہے جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا' تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی گردن میں ایک اژدھا رکھے گا پھر اس کے مصداق کے طور پر انہوں نے ہمارے سامنے اللہ کی کتاب کی یہ آیت تلاوت کی:

"اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنے فضل کے تحت عطا کیا ہے' جو لوگ اس حوالے سے بخل سے کام لیتے ہیں' وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں۔"

ایک مرتبہ انہوں نے یہ بات بیان کی: اس کے مصداق کے طور پر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"ان لوگوں نے جو چیز بخل کے طور پر (خرچ نہیں کی) قیامت کے دن وہ طوق کے طور پر ان کی گردن میں ڈال دی جائے گی۔"

(نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:) جو شخص قسم اٹھا کر اپنے مسلمان بھائی کا مال ہتھیا لے گا' جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائے گا' تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کے مصداق کے طور پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی یہ آیت تلاوت کی:

"بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کے عوض میں خریدتے ہیں"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

زکوٰۃ نہ نکالے ہوئے مال کا قیامت کے دن سانپ کی شکل اختیار کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آل عمران:۱۸۰)

"اور وہ لوگ ہرگز گمان نہ کریں جو اس چیز کو خرچ کرنے میں کنجوسی سے کام لیتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے یہ بات ان کے لیے بہتر ہے بلکہ کنجوسی ان کے لیے بہت بری ہے۔ ان لوگوں کے لیے اس مال کا قیامت کے دن طوق پہنایا جائے گا جس کے خرچ کرنے میں انہوں نے بخیلی سے کام لیا ہوگا"۔

لفظ "زکوٰۃ" خلاف قیاس باب تفعیل کا مصدر ہے۔ جس کا لغوی معنی ہے: پاک کرنا، صاف کرنا۔ اصطلاح شریعت میں اس سے مراد ہے: اپنی دولت سے کچھ مقدار دولت کو الگ کر لینا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کرنی ہو۔

زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ایک ہے۔ وہ مسلمان جو صاحب نصاب ہو اور نصاب پر سال گزر چکا ہو جبکہ کسی کا قرضہ بھی نہ دینا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ وجوب زکوٰۃ کا نصاب مال یہ ہے کہ کسی کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا ہو یا انواع واقسام کی اشیاء ہوں جن کی مجموعی قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ فرض ہے۔

درج بالا آیت اور حدیث میں نصاب مال سے زکوٰۃ نہ ادا کرنے کی مذمت و وعید بیان کی گئی ہے۔ جس مال سے زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ مال قیامت کے دن سانپ کی شکل اختیار کرلے گا' مالک کے گلے سے لپٹ جائے گا اور کہے گا: میں تیرا وہ مال ہوں جس کی تو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا۔ جس مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے وہ مالک کے لیے وبال ہرگز نہیں بنے گا۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال نہ صرف پاک ہو جاتا ہے بلکہ چوری وغیرہ سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔

2939 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَسَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ مَوْضِعَ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا اقْرَءُوا اِنْ شِئْتُمْ (فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جنت میں ایک لاٹھی رکھنے جتنی جگہ' دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔

(نبی اکرم ﷺ یا شاید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت تلاوت کر سکتے ہو۔

''اور جس شخص کو آگ سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا' وہ کامیاب ہو گیا' دنیاوی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

جو شخص جہنم سے بچ کر جنت میں پہنچ جائے، اس کی چاندی ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (آل عمران:۱۸۵)

''ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، تمہیں قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ پس جو شخص جہنم سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا' پس وہ کامیاب ہوا۔ دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے''۔

اس آیت میں چند اہم امور بیان کیے گئے ہیں جن کا اختصار درج ذیل ہے:

(۱) جہاں زندگی ہے وہاں موت ہے، ہر جاندار کی زندگی ختم ہو جائے گی اور دنیوی حیات عارضی چیز ہے۔

(۲) لوگ دنیوی زندگی میں اعمال خیر کرتے ہیں اور اعمال سیئہ بھی، آخرت میں ان کی جزا و سزا یقینی ہے اور کسی معاملہ میں

2939۔ اخرجه ابن ماجه (۱۴۵۰/۲) كتاب الزهد: باب: صفة الجنة، حديث (۴۳۳۵) والدارمي (۳۳۵/۲): كتاب الرقاق: باب: ما اعد الله لعباده و احمد (۴۳۸/۱)۔

بھی کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔

(۳) جس طرح دنیوی حیات غیر معتبر و عارضی ہے اسی طرح اس میں کامیابی بھی وقتی ہے۔ حقیقی کامیابی آخرت کی ہے۔ جو شخص جہنم سے محفوظ رہ کر جنت میں داخل ہوگا، وہی کامیاب ہوگا ورنہ کامیابی نہیں۔

(۴) آخرت کے مقابل دنیا غیر ثباتی چیز ہے، اس پر اعتماد کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ آخرت اور آخرت کی نعمتیں دائمی اور نا ختم ہونے والی ہیں۔

حدیث باب میں دنیا کی حقارت اور آخرت کی فضیلت بیان کی گئی ہے؛ جس شخص کو جنت میں کوڑا (آلہ سزا) رکھنے کی جگہ میسر آئے گی زہے نصیب اور اس کے لیے اتنی قلیل جگہ بھی کائنات اور اس کی تمام اشیاء سے بہتر ہوگی۔

سوال: کائنات اور اس کی اشیاء میں بہت وسعت ہے، ان کی حدود و قیود انسانی تصور میں ہرگز نہیں آسکتیں جبکہ ان کے مقابل جنت میں کوڑا رکھنے کی جگہ تو نہایت قلیل ہے۔ قلیل ترین جگہ کو وسیع ترین کائنات اور اس کی اشیاء سے بہتر قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

جواب: جنت میں قلیل جگہ کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے جو مستقل ہے اور اس کے مقابل وسیع ترین کائنات و مافیہا غیر مستقل اور عارضی ہے۔ مستقل ہونے کی وجہ سے قلیل جگہ کو وسیع کائنات پر ترجیح حاصل ہے۔

فائدہ نافعہ: زمانہ قدیم میں فوج جہاں پڑاؤ ڈالتی تھی وہاں ہر فوجی اپنی جگہ مخصوص کرنے کے لیے علامتی طور پر کوڑا (آلہ سزا) رکھ لیتا تھا۔ اگر کسی مسلمان کو کوڑا رکھنے جتنی جنت میں جگہ مل گئی تو اس کے لیے پوری کائنات ملنے سے بہتر ہوگی، کیونکہ یہ ایک دائمی نعمت ہوگی جسے زوال نہیں۔

2940 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ

متنِ حدیث: أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ قَالَ اذْهَبْ يَا رَافِعُ لِبَوَّابِهِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَهُ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ فَرِحَ بِمَا أُوتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُونَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا لَكُمْ وَلِهٰذِهِ الْآيَةِ إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ ثُمَّ تَلَا ابْنُ عَبَّاسٍ (وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ) وَتَلَا (لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَأَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِ فَخَرَجُوا وَقَدْ أَرَوْهُ أَنْ قَدْ أَخْبَرُوهُ بِمَا قَدْ سَأَلَهُمْ عَنْهُ فَاسْتُحْمِدُوا بِذٰلِكَ إِلَيْهِ وَفَرِحُوا بِمَا أُوتُوا مِنْ كِتْمَانِهِمْ مَا سَأَلَهُمْ عَنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

◆◆ حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: مروان نے اپنے دربان سے یہ کہا: اے رافع! تم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

2940- اخرجه البخاري (۸۱/۸)؛ كتاب التفسير: باب: (لا تحسبن الذين يفرحون بما اتوا)، حديث (۴۵۶۸)، و مسلم (۲۱۴۳/۴) كتاب صفات المنافقين و احكامهم، حديث (۲۷۷۸/۸)، و احمد (۲۹۸/۱)۔

کے پاس جاؤ! اوران سے یہ کہو ایسا شخص جو ملنے والی چیز پر خوش ہوتا ہے' اور یہ پسند کرتا ہے کہ ایسی بات پر اس کی تعریف کی جائے جو اس نے نہیں کی اگر ایسے ہر شخص کو عذاب ہوگا' تو پھر ہم سب کو عذاب ہوگا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: تمہارا اس آیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی' پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی:

''اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی تھی کہ تم اسے لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرو گے''

پھر انہوں نے یہ آیت بھی تلاوت کی:

جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور یہ پسند کرتے ہیں' جو انہوں نے نہیں کیا اس پر ان کی تعریف کی جائے۔ اس کے بارے میں تم ہرگز یہ گمان نہ کرو''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی نبی اکرم ﷺ نے ان (اہلِ کتاب) سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا تھا تو انہوں نے اس بات کو چھپایا اور آپ ﷺ کو مختلف بات بتادی پھر وہ لوگ چلے گئے۔ ان لوگوں نے یہ ظاہر کیا نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں سے جس چیز کے بارے میں دریافت کیا تھا' ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو اسی چیز کے بارے میں بتا دیا ہے۔ وہ اس بات پر نبی اکرم ﷺ سے تعریف کے طلب گار تھے۔ اور وہ اس بات پر خوش بھی تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے جس چیز کے بارے میں دریافت کیا تھا (اس کے صحیح جواب کو) انہوں نے چھپا لیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

شرح

نیکی کرنے پر خوش ہونا اور نہ کرنے پر تعریف کیے جانے کی خواہش کرنا اہل کتاب کا شیوہ ہے:

ارشاد خداوندی ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران:۱۸۸)

''آپ ہرگز ان لوگوں کے بارے میں گمان نہ کریں جو اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور نہ کیے پر اپنی تعریف کیے جانے کو پسند کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو آپ عذاب سے محفوظ ہرگز خیال نہ کریں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس آیت کے دو شان نزول ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک دفعہ کچھ یہودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، آپ نے ان سے اپنے اور اپنی امت کے اوصاف تورات کی روشنی میں بیان کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے آپ اور آپ کی امت

کے کچھ اوصاف بتائے اور کچھ ترک کر دیے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے الگ ہوئے تو باہم اس بات پر اظہار مسرت کر رہے تھے کہ آپ ہماری بتائی ہوئی باتوں پر خوش ہو گئے ہیں اور جو باتیں ہم نے گول کر دی ہیں ان پر بھی ہماری تعریف کریں گے' کیونکہ ہماری چھپائی ہوئی باتوں کا آپ کو علم نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہودیوں کے خیالات فاسدہ کی قلعی کھول دی۔

(۲) یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دور رسالت میں چند منافقوں کا طریقہ واردات یہ تھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو لے کر کسی جہاد کے لیے روانہ ہوتے تو یہ لوگ پیچھے رہ جاتے اور جہاد میں شریک نہ ہوتے۔ جب آپ واپس تشریف لاتے تو حیلے بہانے بناتے اور قسمیں کھاتے۔ وہ اس کو پسند کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شریک جہاد نہ ہونے کی تعریف کریں اور ہمارا مؤاخذہ نہ کریں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۵۶۷)

اس میں ان کے نفاق اور خواہش خودستائی کی مذمت کی گئی ہے۔

فائدہ نافعہ: اپنے کیے اور نہ کیے تعریف کی تعریف کیے جانے کی خواہش کرنا، یہودیوں اور منافقوں کا طریقہ ہے۔ اسے کہتے ہیں اپنے مونہوں میاں مٹھو بننا۔ کوئی مسلمان ایسی حرکت ہرگز نہیں کر سکتا اور نہ اس کی شایان شان ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ النِّسَاءِ

باب 5: سورۃ النساء سے متعلق روایات

2941 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: مَرِضْتُ فَاَتَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِیْ وَقَدْ اُغْمِیَ عَلَیَّ فَلَمَّا اَفَقْتُ قُلْتُ كَيْفَ اَقْضِی فِیْ مَالِیْ فَسَكَتَ عَنِّیْ حَتّٰى نَزَلَتْ (يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِیُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَفِیْ حَدِيْثِ الْفَضْلِ بْنِ الصَّبَّاحِ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہوا نبی اکرم ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت مجھ پر بے ہوشی طاری ہو چکی تھی جب مجھے افاقہ ہوا' تو میں نے عرض کی: میں اپنے مال کے بارے میں کیا فیصلہ کروں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

"اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے ایک مذکر کا حصہ دو مؤنث کے برابر ہوگا"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

کئی راویوں نے اسے محمد بن منکدر رنقل کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

فضل بن صباح کی نقل کردہ روایت کے بارے میں اس سے زیادہ کلام کیا گیا ہے۔

شرح

اللہ کی طرف سے اصول وراثت بیان کرنے میں حکمت:

ارشادِ خداوندی ہے:

(الف) يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ "اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے"۔

(ب) يَسْتَفْتُوْنَكَ؟ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ "لوگ آپ سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیں: اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے"۔

سورۃ نساء مدنی ہے جو چوبیس (۲۴) رکوعات، ایک سو چھہتر (۱۷۶) آیات، تین ہزار سات سو پینتالیس (۳۷۴۵) الفاظ اور سولہ ہزار تیس (۱۶۰۳۰) حروف پر مشتمل ہے۔ اسلامی احکام کی دو اقسام ہیں:

(۱) وہ احکام ہیں جو انسانی زندگی سے متعلق ہیں مثلاً نماز، روزہ اور حج وغیرہ

(۲) وہ احکام ہیں جو میت سے متعلق ہیں اور وہ علم الفرائض کے احکام ومسائل ہیں۔

علم الفرائض تمام علوم وفنون سے افضل ہے، جس کی متعدد وجوہات ہیں:

(i) اس علم کے احکام اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں لامکان پر نافذ کیے جبکہ دیگر عبادات کے احکام زمین میں نافذ کیے ہیں۔

(ii) اس علم کو تمام علوم وفنون کے مقابل نصف قرار دیا گیا ہے یعنی علم الفرائض نصف علم اور باقی تمام علوم وفنون کا مجموعہ نصف علم ہے۔

یہ علم انصاف اور حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ اس کے تمام اصول وقوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے وضع کردہ ہیں۔ اس میں تذکیر و تانیث، خورد وکلاں، والدین واولاد اور بہن و بھائی وغیرہ ورثاء پر ظلم وزیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

فائدہ نافعہ: علم الفرائض کی ایک ایک جزی قرآن وسنت میں کھول کر بیان کردی گئی ہے اور ورثاء میت کے جو حصص مقرر کیے گئے ہیں وہ عقل وقیاس سے بھی گہری مطابقت رکھتے ہیں۔ اگر لوگوں کی صوابدید پر اس علم کے احکام چھوڑ دیے جاتے تو جس آدمی کا زور چلتا وہ اپنی ذات، اقرباء اور ہم خیال لوگوں کو نواز دیتا جبکہ دوسرے حق داروں کو محروم کردیتا۔ اس کے نتیجہ میں قتل و غارت کا ایسا بازار گرم ہوتا کہ زمانہ جاہلیت کی لڑائیوں کی یاد ہر خاندان میں ہمیشہ تازہ رہتی۔ گھر کا سربراہ (خواہ مرد ہو یا عورت)

فوت ہوتے ہی اسلامی اصولوں کے مطابق مال وراثت تقسیم کرنا فرض ہے اس سلسلے میں غفلت وتاخیر سے کام لینا سخت گناہ اور کسی وارث کو محروم کرنا حق تلفی و گناہ کبیرہ ہے۔

آیت کا شان نزول: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے بلکہ دشمنوں کے لیے بھی سراپا رحمت بن کر تشریف لائے۔ سب لوگوں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے، ہر ایک سے شفقت و محبت فرماتے اور سب لوگوں کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری وقت میں علالت کا شکار ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ وہ بے ہوشی کے عالم میں تھے اور ہوش میں آنے پر عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے مال کے بارے میں اپنی اولاد کے لیے فیصلہ کس طرح کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِكُمْ (یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں مال وراثت کی تقسیم کا حکم دیتا ہے) ایک قول کے مطابق یہ ارشاد خداوندی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دولڑکیوں کے بارے میں نازل ہوا تھا۔ ایک روایت کے مطابق دوسرا ارشاد گرامی: يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ بھی اسی موقع پر نازل ہوا تھا۔

2942 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَبِی الْخَلِيْلِ عَنْ اَبِیْ عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ اَوْطَاسٍ اَصَبْنَا نِسَاءً لَّهُنَّ اَزْوَاجٌ فِی الْمُشْرِكِيْنَ فَكَرِهَهُنَّ رِجَالٌ مِّنَّا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ اوطاس کے موقع پر ہم نے ایسی خواتین کو پکڑا جن کے شوہر مشرکین میں موجود تھے۔ بعض لوگوں نے ان خواتین کے ساتھ (صحبت کرنے) کو ناپسند کیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''اور شادی شدہ عورتیں' البتہ جو تمہاری ملکیت میں آجائے (ان کا حکم مختلف ہے)''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

2943 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ الْبَتِّيُّ عَنْ اَبِی الْخَلِيْلِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: اَصَبْنَا سَبَايَا يَوْمَ اَوْطَاسٍ لَّهُنَّ اَزْوَاجٌ فِیْ قَوْمِهِنَّ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ (وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَهٰكَذَا رَوَى الثَّوْرِيُّ عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِّيِّ عَنْ اَبِی الْخَلِيْلِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَيْسَ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ اَبِیْ عَلْقَمَةَ وَلَا اَعْلَمُ اَنَّ اَحَدًا ذَكَرَ اَبَا عَلْقَمَةَ فِیْ هٰذَا

الْحَدِيْثِ إِلَّا مَا ذَكَرَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ

توضیح راوی: وَاَبُو الْخَلِيْلِ اسْمُهُ صَالِحُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے جنگ اوطاس کے دن کچھ قیدیوں کو پکڑا جن کے شوہران کی قوم میں موجود تھے ان کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

''شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں' البتہ جو تمہاری ملکیت میں آجائیں (ان کا حکم مختلف ہے)''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ثوری نے عثمان بتی کے حوالے سے' ابوخلیل کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

اس کی سند میں ابوعلقمہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

میرے علم کے مطابق اس روایت میں کسی راوی نے ابوعلقمہ کا تذکرہ نہیں کیا۔ ماسوائے اس روایت کے' جسے ہمام نے قتادہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

ابوخلیل نامی راوی کا نام صالح بن ابومریم ہے۔

شرح

شوہر والی عورتیں حرام لیکن باندیاں بنائے جانے کی صورت میں حلال ہونا:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النساء:۲۴)

''یعنی شوہر والی عورتیں حرام ہیں لیکن باندیاں بنائے جانے پر وہ حلال ہیں''۔

اس آیت کا شان نزول احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ غزوہ اوطاس کے موقع پر کچھ ایسی عورتوں کو باندیاں بنالیا گیا جن کے شوہران کے قبائل میں بقید حیات تھے۔ جب وہ باندیاں بنانے کی صوت میں مجاہدین میں تقسیم کی گئیں تو کچھ لوگوں کو ان کے ساتھ جماع کرنے میں اشتباہ پیدا ہوا کہ ان کے شوہر ابھی زندہ ہیں' لہٰذا ان کے ساتھ مجامعت منع ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ الخ۔

اس آیت میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ وہ عورتیں جن کے شوہر بقید حیات ہوں ان سے نکاح کرنا حرام ہے لیکن جب شوہر انہیں طلاق دے دیں اور وہ اپنی عدت طلاق پوری کر لیں ان سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ اسی طرح جب یہ عورتیں باندیوں کی حیثیت سے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں تو ان کے ساتھ جماع کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ جب وہ باندیاں بنا کر دارالاسلام لائی گئیں تو ان کی پہلی حیثیت تبدیل ہوگئی اور پہلے شوہروں کے ساتھ ان کا نکاح باقی نہ رہا۔ لہٰذا ان سے جماع کرنے

میں بھی مضائقہ نہیں۔

2944 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی الصَّنْعَانِیُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَبَائِرِ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَرَوَاهُ رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّلَا يَصِحُّ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا کبیرہ گناہوں کے بارے میں یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آپ نے فرمایا:

(کبیرہ گناہ یہ ہیں) کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' کسی کو قتل کرنا اور جھوٹی بات کہنا۔ (یا جھوٹی گواہی دینا)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

روح بن عبادہ نے شعبہ کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: عبداللہ بن ابوبکر کے حوالے سے' منقول ہے۔ تاہم یہ بات درست نہیں ہے۔

2945 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ بَصْرِيٌّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ قَالَ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا قَالَ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَوْ قَالَ قَوْلُ الزُّوْرِ قَالَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :هَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◄► عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ اپنے والد کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: کیا میں تمہیں بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ تو لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ (بتایئے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا (راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے' حالانکہ پہلے آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جھوٹی گواہی دینا (راوی کو شک ہے شاید) یہ الفاظ ہیں' جھوٹ بولنا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس کے بعد نبی اکرم ﷺ اس جملے کی تکرار کرتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے یہ سوچا کہ اب آپ خاموش ہو جائیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

2946 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِيْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِيْهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوضَةٍ اِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةً فِيْ قَلْبِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ اُمَامَةَ الْاَنْصَارِيُّ هُوَ ابْنُ ثَعْلَبَةَ وَلَا نَعْرِفُ اسْمَهٗ وَقَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کبیرہ گناہوں میں' کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا' جھوٹی قسم اٹھانا (شامل ہیں) جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی قسم اٹھائے گا جبکہ وہ قسم ہی فیصلہ کن ہو' وہ شخص اس میں مچھر کے پر جتنا جھوٹ شامل کر دے' تو اس کے دل میں قیامت تک کے لیے ایک (سیاہ) نکتہ ڈال دیا جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ابوامامہ انصاری ابن ثعلبہ ہیں ہمیں ان کے نام کا علم نہیں ہے۔

انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے چند احادیث نقل کی ہیں۔

2947 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ اَوْ قَالَ الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ شَكَّ شُعْبَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کبیرہ گناہوں میں (یہ شامل ہے) کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) جھوٹی قسم اٹھانا' یہ شک شعبہ نامی راوی کو ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2946۔ اخرجه احمد (۳/۴۹۵)۔

2947۔ اخرجه البخاری (۱۱/۵٦٤): كتاب الايمان و النذور: باب: اليمين الغموس، حديث (٦٦٧٥)، (طرفاه في ٦٨٧٠، ٦٩٢٠) و النسائی (۸۹/۷): كتاب تحريم الدم: باب: ذكر الكبائر، حديث (٤٠١١)، (٦٣/٨): كتاب القسامة: باب: ما جاء في كتاب القصاص۔ حديث (٤٨٦٨)، والدارمی (۱۹۱/۲): كتاب الديات: باب: التشديد في قتل النفس، و احمد (۲۰۱/۲)۔

شرح

چند بڑے کبیرہ گناہ:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○ (النساء:۳۱)

''جن گناہوں سے تمہیں بچنے کا حکم دیا گیا ہے اگر تم ان سے اجتناب کرتے رہے تو ہم تمہاری غلطیاں معاف کر دیں گے اور ہم تمہیں معزز مقام میں داخل کر دیں گے''۔

کبیرہ گناہ کی تعریف کے حوالے سے کثیر اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) جس گناہ پر کوئی مذمت و وعید وارد ہو۔

(۲) وہ گناہ ہے، جس کی حد (سزا) مقرر کی گئی ہو۔

(۳) جس کے مرتکب پر لعنت کی گئی ہو۔

(۴) جس میں خرابی اس گناہ کے برابر ہو جس کے بارے میں وعید یا حد یا لعنت وارد ہو۔

(۵) اعمال وعبادات میں کاہلی وسستی سے کام لینا۔

کبیرہ کا مقابل صغیرہ ہے یعنی ایسا گناہ جس پر مذکورہ تعریفات میں سے کوئی تعریف صادق نہ آئے۔ احادیث باب میں اکبر الکبائر بیان کیے گئے ہیں، وہ چھ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، احکام اور صفات کے تقاضوں میں کسی کو شریک سمجھنا۔

(۲) والدین کی نافرمانی کرنا (بشرطیکہ ان کا حکم شرعی احکام کے منافی نہ ہو)

(۳) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا، کیونکہ ایک آدمی کا قتل تمام لوگوں کے قتل کرنے کے برابر ہے۔

(۴) جھوٹ بولنا، کیونکہ اس کا شمار علامات منافقت میں ہوتا ہے۔

(۵) جھوٹی گواہی پیش کرنا، کیونکہ اس سے ناتلافی جان ومالی نقصان کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔

(۶) جھوٹی قسم کھانا، کیونکہ اس سے بھی مقابل کا مالی نقصان یقینی ہوتا ہے۔

بخاری ومسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہلاک کن امور سے بچنے کا حکم دیا اور وہ سات امور درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔

(۲) جادو کرنا۔

(۳) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔

(۴) سود کھانا۔

(۵) یتیم کا ناحق مال کھانا۔

(۶) دشمن سے جہاد کے وقت پیٹھ پھیرنا۔

(۷) مومن، بے گناہ اور پاک دامن خواتین پر تہمت لگانا۔ (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۵۲)

سوال: کسی روایت میں اکبر الکبائر تین، کسی میں پانچ اور کسی میں سات بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح احادیث میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) جس طرح حکیم ہر مریض کے لیے مختلف دوائی تجویز کرتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی موقع کی مناسبت سے مختلف گناہ بیان فرمائے تاکہ لوگ ان سے اجتناب کرکے اپنی اصلاح کرلیں۔

(۲) روایات میں حد و تعداد مراد نہیں ہے بلکہ اصلاحی پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مریض کا الگ علاج تجویز فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

2948 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهَا قَالَتْ يَغْزُو الرِّجَالُ وَلَا تَغْزُو النِّسَاءُ وَاِنَّمَا لَنَا نِصْفُ الْمِيرَاثِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ) قَالَ مُجَاهِدٌ وَّاَنْزَلَ فِيْهَا (اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ) وَكَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اَوَّلَ ظَعِينَةٍ قَدِمَتِ الْمَدِيْنَةَ مُهَاجِرَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ

اختلافِ سند: وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ مُرْسَلٌ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے عرض کی: مرد جہاد میں شریک ہوتے ہیں۔ خواتین جہاد میں شریک نہیں ہوتی ہیں۔ ہمیں وراثت کا نصف حصہ ملتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کچھ لوگوں کو تم میں سے بعض پر جو فضیلت دی ہے اس حوالے سے آرزو نہ کرو۔''

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اسی طرح سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی:

''بے شک مسلمان مرد اور عورتیں'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون تھیں' جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی تھی۔

یہ روایت ''مرسل'' ہے۔ بعض راویوں نے اسے ابن ابی نجیح کے حوالے سے' مجاہد کے حوالے سے نقل کیا ہے: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے۔

2949 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ وَّلَدِ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اَسْمَعُ اللّٰهَ ذَكَرَ النِّسَاءَ فِي الْهِجْرَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى

2948- اخرجه احمد (۶/۳۲۲)۔

2949- اخرجه الحميدي (۱/۱۴۴)، حديث (۳۰۱)۔

(اَنِّىْ لَا اُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ)

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے حوالے سے خواتین کا بھی ذکر کیا ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''میں تم میں سے کسی بھی مذکر یا مؤنث کے کئے ہوئے عمل کو ضائع نہیں کروں گا' تم ایک دوسرے کا حصہ ہو۔''

شرح

دنیا کے شرعی احکام میں عورتوں کا مردوں سے کم اور آخرت میں مساوی ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَافَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ (النساء:۳۲)

''اور تم ایسی بات کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لیے وہ حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے وہ حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔ تم اللہ سے اس کا فضل مانگو، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے''۔

(ب) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ (آل عمران:۱۹۵)

''پس اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ بیشک میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، کیونکہ تم ایک دوسرے کا جز ہو''۔

پہلی آیت کی تفسیر پہلی حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ بعض مصالح اور حکمتوں کی بناء پر دنیا میں خواتین و حضرات کے شرعی احکام مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر حکمرانی کرنا، جہاد کرنا اور اخراجات پورے کرنے کے لیے کمائی کرنا، مردوں کے ذمہ ہے۔ خواتین کے ذمہ یہ امور نہیں ہیں' کیونکہ وہ صنف نازک ہیں۔ مرد کے مقابل عورت کو مال وراثت سے نصف حصہ ملتا ہے' کیونکہ اس کے ذمہ گھریلو اخراجات نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں اسے اپنے والدین، اولاد، شوہر اور بہن بھائیوں کی طرف سے بھی وراثت کا حصہ مل جاتا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خواتین کو اپنے تفاوت کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیے اور دونوں کو اپنے اپنے فرائض انجام دینے چاہیے۔ مرد کو عورت اور عورت کو مرد بننے کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ ہر ایک کا دائرہ کار اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے۔ مرد پورا مہینہ نماز ادا کرتا ہے جبکہ عورت مہینے کے کچھ دن نماز نہیں پڑھتی۔ اسی طرح معاملات میں مرد کے مقابل عورت کی گواہی نصف ہے یعنی گواہی کے اعتبار سے دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں۔ عورت ایام حمل، وضع حمل کی تکلیف برداشت کرتی ہے

اور بچے کو دودھ پلانے کی خدمت انجام دیتی ہے جبکہ مردان امور سے فارغ ہے۔ تاہم خواتین وحضرات اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے باہم معاونت کر سکتے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے چچا زاد بھائی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، زوجین نے مکہ میں اسلام قبول کیا۔ اپنے شوہر کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی طرف۔ اس طرح آپ ذوالہجرتین کا درجہ رکھتی ہیں۔ شوہر کے انتقال کر جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

دوسری آیت کی تفسیر دوسری حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ آخرت میں خواتین وحضرات میں تفاوت نہیں رہے گا بلکہ برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ میں آخرت میں کسی کا ایک نیک عمل ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ خواہ صراحتاً آیت میں خواتین کی ہجرت قبول کرنے کا ذکر نہیں ہے مگر اجمالاً موجود ہے کہ مردوں کی طرح عورت کی ہجرت بھی قابل قبول اور باعث اجر وثواب ہے۔

علاوہ ازیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ الخ۔ (احزاب:۵۳)

اس آیت میں پہلے ایسے دس امور بیان کیے گئے ہیں جن میں خواتین وحضرات مساوی ہیں۔ پھر فرمایا گیا ہے: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے گا اور اجر عظیم سے نوازے گا۔ وہ دس امور درج ذیل ہیں:

(۱) اسلام: اطاعت وفرمانبرداری کرنے والے خواتین وحضرات

(۲) ایمان: اسلامی عقائد وافکار کے حامل خواتین وحضرات

(۳) قنوت: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے خواتین وحضرات

(۴) صادق وراست باز: معاملات میں صداقت سے کام لینے والے خواتین وحضرات

(۵) صبر وبردباری: تحمل وہمت سے کام لینے والے خواتین وحضرات

(۶) خشوع: عجز وانکسار والے خواتین وحضرات

(۷) صدقہ: ایثار وقربانی دینے والے خواتین وحضرات

(۸) صوم: روزہ رکھنے والے خواتین وحضرات

(۹) شرم وحیا: اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے خواتین وحضرات

(۱۰) ذکر: اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے خواتین وحضرات۔

2950 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْهِ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ

2950- اخرجه ابن ماجه (۲/۳، ۱٤۰): كتاب الزهد: باب: الحزن و البكاء، حديث (٤١٩٤)، و ابن خزيمة (۲/۳۰٤)، حديث (۱٤۰٤)۔

فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوْرَةِ النِّسَآءِ حَتّٰى اِذَا بَلَغْتُ (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا) غَمَزَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ وَعَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاِنَّمَا هُوَ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا۔ میں آپ کے سامنے تلاوت کروں' نبی اکرم ﷺ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی' جب میں اس آیت پر پہنچا۔

''اس وقت کیا عالم ہوگا جب ہم ہر امت میں سے شہید لائیں گے اور تمہیں ان سب پر گواہ کے طور پر لائیں گے''۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے میری طرف اشارہ کیا' جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

ابواحوص نے اس روایت کو اعمش کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' علقمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ یہ روایت ابراہیم کے حوالے سے' عبیدہ کے حوالے سے بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

2951 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ عَلَىَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّىْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِىْ فَقَرَاْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى اِذَا بَلَغْتُ (وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا) قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَىِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهْمِلَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِى الْاَحْوَصِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ هِشَامٍ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے تلاوت کرو! میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کے سامنے تلاوت کروں؟ جبکہ آپ پر اسے نازل کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند ہے' میں اسے دوسرے کی زبانی سنوں (حضرت عبداللہ فرماتے ہیں) میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا۔

''ہم تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لے آئیں گے''۔

2951۔ اخرجه البخاری (۷۱۲/۸): کتاب فضائل القرآن: باب: من احب ان یستمع القرآن من غیره حدیث (۵۰۴۹)، اطرافه (۵۰۵۰)، (۵۰۵٦)، و مسلم (۱٤۳/۳): کتاب صلاة المسافرین و قصرها: باب: فضل استماع القرآن و طلب القرأة من حافظه للاستماع۔ (حدیث ۲٤۷/۸۰۰) و ابوداؤد (۳٤۸/۲): کتاب العلم: باب: من القصص، حدیث (۳٦٦۸)، و احمد (۳۸۰/۱، ٤۳۲)۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابوحوص کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

سوید نے ابن مبارک کے حوالے سے سفیان کے حوالے سے اعمش کے حوالے سے معاویہ بن ہشام کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شرح

دوسرے سے تلاوت سننے کا فائدہ:

ارشاد خداوندی ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا○ (النساء:۴۱)

"پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے لائیں گے"۔

اس آیت کا مضمون احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے، اس کا اختصار یہ ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام نہیں مانے اور شتر بے مہار کی طرح زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہو گئے، انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔ انبیاء علیہم اسلام ان کے خلاف گواہی دیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کی حمایت میں گواہی پیش کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کے بعد ان لوگوں پر فرد جرم عائد کی جائے گی اور مشیت باری تعالیٰ کے مطابق انہیں سزا دی جائے گی۔

جس طرح خود تلاوت قرآن کرنا باعث ثواب ہے، اسی طرح غیر سے تلاوت سننا بھی باعث خیر و برکت ہے۔ دوسرے کے تلاوت کرنے کی صورت میں سننا واجب ہے اور شخصیت پر اس کی تاثیر یقینی ہوتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن سے متاثر ہو کر رقیق القلب ہوئے، حق کی طرف مائل ہوئے اور قبول اسلام کے لیے مجبور ہوئے۔ جنات کی جماعت نے زبان نبوت سے تلاوت قرآن سن کر اسلام قبول کیا تھا۔ احادیث باب سے تاثیر تلاوت کی حقیقت عیاں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے مخصوص انداز سے تلاوت قرآن کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرما کر اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کی چشمان مبارکہ سے آنسو بہہ نکلے۔

فائدہ نافعہ: محض دوسروں کی تلاوت یا ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر وغیرہ سے تلاوت پر اکتفا کرنا محرومی ہے۔ بلاشبہ تلاوت قرآن بہترین عبادت، باعث خیر و برکت اور اطمینان قلب کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا منتخب آیات اور سورتوں کو اپنے معمولات یومیہ میں شامل کرنا چاہیے۔

2952 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ عَنْ عَطَاءٍ

بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ

متن حدیث: صَنَعَ لَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ طَعَامًا فَدَعَانَا وَسَقَانَا مِنَ الْخَمْرِ فَاَخَذَتِ الْخَمْرُ مِنَّا وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَدَّمُوْنِیْ فَقَرَاْتُ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے کھانا تیار کیا۔ انہوں نے ہمیں بلالیا اور ہمیں شراب پلائی شراب نے ہم پر اثر کیا (یعنی ہم پر مدہوشی طاری ہوئی) اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا۔ ان لوگوں نے مجھے آگے کر دیا میں نے یوں تلاوت شروع کی:

قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

(يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ)

"اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ' اس وقت تک جب تک تمہیں یہ علم نہ ہو' جو تم پڑھ رہے ہو"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

شرح

حالت نشہ میں نماز جائز نہ ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء: ۴۳)

"اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تمہیں معلوم ہو جائے جو تم کہتے ہو"۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت کی، وہ کھانے پر ان کے گھر گئے اور کھانے کے بعد شراب پیش کی گئی جو انہوں نے نوش کی۔ شراب نوشی کے سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نشہ چڑھ گیا۔ نماز کا وقت ہونے پر آپ کو بطور امام مصلیٰ پر کھڑا کر دیا گیا۔ نماز میں سورۃ الکافرون کی قرأت یوں کی: قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَ نَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (آپ فرما دیں کہ اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو) یعنی وَ لَاۤ

2952- اخرجه ابوداؤد (۲/ ۳۵۰): كتاب الاشربة: باب: في تحريم الخمر حديث (۳۶۷۱)، وابن حميد ص (۵۶)، حديث (۸۲).

اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ الخ کی جگہ: وَ نَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھ لیا۔ مفہوم کے اعتبار سے یہ دو متعارض اور قابل مؤاخذہ چیزیں ہیں۔ اس موقع پر مندرجہ بالا آیت نازل کی گئی جس میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ حالت نشہ میں تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ، کیونکہ نشہ کی حالت میں تم سے فاش اغلاط کا صدور ہو جاتا ہے اور یہ بات قابل مؤاخذہ ہے۔ ہاں نشہ ختم ہو جائے اور ہوش و عقل بحال ہو جائے تو تم نماز پڑھ سکتے ہو۔

سوال: اس آیت اور حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ عین نماز کے وقت شراب منع ہے تاکہ نماز میں قرأت کی غلطی نہ ہو جبکہ اوقات نماز سے قبل اور بعد میں شراب نوشی جائز ہے۔ حالانکہ شراب نوشی ہمہ وقت خواہ نماز کا وقت ہو یا نہ ہو، حرام قطعی ہے؟

جواب: اس واقعہ کا تعلق ابتداء اسلام کے ساتھ ہے، جب شراب جائز تھی۔ شراب بتدریج حرام کی گئی ہے۔ ابتداً اوقات نماز میں شراب حرام قرار دی گئی اور بعد میں ہمہ وقت حرام قرار دی گئی۔

2953 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِيْ يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَاَبٰى عَلَيْهِ فَاخْتَصَمُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اسْقِ يَا زُبَيْرُ وَاَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا زُبَيْرُ اسْقِ وَاحْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجُدُرِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ) الْاٰيَةَ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ قَدْ رَوٰى ابْنُ وَهْبٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حرہ سے آنے والی پانی کی نالی کے بارے میں جھگڑا ہو گیا، جس کے ذریعے لوگ اپنے باغات کو سیراب کیا کرتے تھے۔ انصاری نے کہا: پانی کو چلتا رہنے دیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا انکار کیا وہ لوگ اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا: اے زبیر تم (اپنے باغ کو) سیراب کرلو اور پھر پانی کو اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو۔ اس بات پر انصاری غصے میں آ گیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ (آپ نے یہ فیصلہ اس لیے دیا ہے) کیونکہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (راوی بیان کرتے ہیں:) تو نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک (غصے کی وجہ سے) متغیر ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو۔ اور پانی کو روک کے رکھو، یہاں تک کہ وہ منڈیروں تک پہنچ جائے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تھی۔
''تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے' جب تک آپس کے اختلافی معاملات میں تمہیں حاکم تسلیم نہ کریں''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' ابن وہب نے اس روایت کو لیث بن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے' جبکہ یونس نے زہری کے حوالے سے' عروہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اس روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شعیب بن حمزہ نے زہری کے حوالے سے' عروہ بن زبیر کے حوالے سے' اس کو نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا شرعی طریقہ کے مطابق فیصلہ کرنا:

فرمان خداوندی ہے:

فَـلَا وَ رَبِّكَ لَا يُـؤْمِـنُـوْنَ حَتّٰـى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْـفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء:۶۵)

''آپ کے پروردگار کی قسم! وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے اختلافی معاملات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر وہ اپنے دلوں میں آپ کے فیصلہ سے متعلق کوئی تنگی نہ پائیں اور مکمل طور پر اطاعت کریں''۔

کسی کو حاکم تسلیم کرنے کے تین درجات ہیں:

(۱) تصدیق و ایمان: اس کا فقدان عنداللہ کفر ہے اور منافقین میں اس کی کمی موجود تھی۔

(۲) اقرار: یعنی زبان سے تسلیم کرنا، اس کا فقدان عندالناس کفر ہے۔

(۳) عمل: یعنی اصلاح و تقویٰ ہے، اس کا فقدان فسق ہے۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک انصاری صحابی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مابین پانی کے مسئلہ میں تنازع ہو گیا، نالیوں کا پانی پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ کو سیراب کرتا پھر انصاری کے کھیت کی طرف آتا تھا۔ یہ تنازع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فریقین کی گفتگو سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنا کھیت سیراب کر کے پانی اپنے انصاری بھائی کے کھیت کی طرف چھوڑ دو۔ اس پر انصاری نے ناراض ہو کر کہا: یا رسول اللہ! زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اس لیے فیصلہ ان کے حق میں کر دیا ہے۔ اس پر آپ ناراض ہوئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنے کھیت کو خوب (لبالب) سیراب کرو پھر دوسرے کے لیے پانی چھوڑنا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا فیصلہ انصاری کی رعایت کے لیے فرمایا تھا پھر معاملہ تنازع کی شکل اختیار کر گیا تو شریعت کے مطابق فیصلہ فرما دیا' کیونکہ پہلے کا حق بھی پہلے ہوتا ہے اور اس کی فراغت پر دوسرے کا حق شروع ہوتا ہے۔ اس موقع پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئی۔

فائدہ نافعہ: اس آیت میں دل میں تنگی سے مراد ایمانی تنگی ہے، کیونکہ طبعی تنگی عند اللہ معاف ہوتی ہے اور اس کا مؤاخذہ بھی نہیں ہوتا۔

2954 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يُحَدِّثُ

متنِ حدیث: عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ (فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ) قَالَ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَكَانَ النَّاسُ فِيهِمْ فَرِيْقَيْنِ فَرِيْقٌ يَّقُوْلُ اقْتُلْهُمْ وَفَرِيْقٌ يَّقُوْلُ لَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ) وَقَالَ اِنَّهَا طِيبَةُ وَقَالَ اِنَّهَا تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ هُوَ الْاَنْصَارِيُّ الْخَطْمِيُّ وَلَهُ صُحْبَةٌ

◆◆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تم دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہو؟"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا: غزوۂ اُحد کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جانے والوں میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے' تو عام لوگوں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ان کے حوالے سے' دو فریق بن گئے۔ ان میں سے ایک فریق کا یہ کہنا تھا: ان لوگوں کو قتل کر دو یہ جنگ میں شرکت کیے بغیر واپس آ گئے۔ (یہ منافق ہیں) ایک گروہ کا یہ کہنا تھا: ایسا نہیں ہوگا' تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقین کے بارے میں تم دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہو۔"

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (مدینہ منورہ) طیب ہے۔ یہ ناپاکی کو اس طرح باہر نکال دیتا ہے' جسے آگ لوہے کی میل (زنگ) کو نکال دیتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2954- اخرجه البخاري (١٠٤/٨): كتاب التفسير: باب: (فما لكم في المنفقين فئتين و الله اركسهم) (النساء: ٨٩) حديث (٤٥٨٩)، و مسلم (١٠٠٧/٢-٦): كتاب الحج: باب: المدينة تنفي شرارها، حديث (١٣٨٤/٤٩٠)، واحمد (١٨٤/٥، ١٨٧، ١٨٨) و ابن حميد ص (١٠٨)، حديث (٢٤٢).

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلحت کی بنا پر منافقین کو قتل نہ کرنا:

ارشادِ خداوندی ہے:

فَمَالَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ط اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ○ (النساء:۸۸)

"پس تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہوں میں بٹ گئے؟ حالانکہ بدعملی کی وجہ سے اللہ نے انہیں الٹا پھیر دیا ہے؟ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ نے جنہیں گمراہ کیا ہے انہیں ہدایت دو؟ اور اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کرے تم اس کے لیے ہرگز (ہدایت کا) راستہ نہیں پا سکتے"۔

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر جب اسلامی لشکر "مقام ستوط" (یہ مقام مدینہ طیبہ اور احد پہاڑ کے درمیان ہے) پر پہنچا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے آگے جانے سے انکار کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ہم نے مدینہ میں رہتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا تھا جو تسلیم نہیں کیا گیا، ہم بلاوجہ دشمن کے ہاتھوں اپنی جانیں ضائع نہیں کر سکتے اور اپنے دوستوں پر مشتمل ایک تہائی (تین سو افراد) لشکر لے کر واپس پلٹ آیا۔ اس نازک موقع پر عبداللہ بن ابی کی منافقانہ اس حرکت کا مقصد اسلامی لشکر کو متزلزل اور خوفزدہ کرنا تھا جس کے نتیجہ میں قبیلہ اوس سے بنو حارثہ اور قبیلہ خزرج سے بنوسلمہ کے پاؤں بھی ڈگمگانے لگے اور وہ بھی واپسی کا سوچنے لگے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم رکھا۔

غزوۂ احد سے فراغت پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ طیبہ پہنچے تو منافقین کے بارے سوچنے لگے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ کچھ صحابہ کی رائے تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے تاکہ آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کر پائیں جبکہ دوسرے صحابہ کی رائے اس کے برعکس تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عفو و درگزر کا برتاؤ کیا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ایک یہ بھی حرکت کی جس سے اس کا نفاق مزید کھل کر سامنے آ گیا تھا، اس نے اعلان کیا: جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ (المنافقون:۸) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ اس کے اپنے بیٹے نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا مگر آپ نے یہ بات کہتے ہوئے مشورہ تسلیم نہ کیا کہ تاقیامت لوگ یہ بات کہتے رہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو بھی معاف نہ کیا اور انہیں تہہ تیغ کر دیا تھا۔ اس موقع پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی جس میں یہ درس دیا گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کے دو گروہ نہیں ہونے چاہیے بلکہ ان میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم رہنی چاہیے۔

فائدہ نافعہ: منافق وہ شخص ہے، جس کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو، وہ بظاہر اسلامی تعلیمات پر عامل ہو لیکن اس کے باطن میں

کفر ہو۔ منافق، کافر سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس کی مشہور دو علامات ہیں:

(۱) ظاہر باطن یکساں نہ ہونا

(۲) طاقت کے مطابق ہجرت نہ کرنا۔

دورِ رسالت میں مکہ معظمہ میں کچھ لوگ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے لیکن انہوں نے حسب طاقت ہجرت نہیں کی تھی جو اسلام کی علامت تھی، وہ لوگ یقیناً منافق تھے۔ یاد رہے کہ حقیقی منافق صرف دورِ رسالت میں تھے جبکہ بعد کے دور میں مجازی منافق ہوسکتے ہیں۔

2955 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاصِيَتُهُ وَرَأْسُهُ بِيَدِهِ وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا يَقُولُ يَا رَبِّ هٰذَا قَتَلَنِي حَتّٰى يُدْنِيَهُ مِنَ الْعَرْشِ قَالَ فَذَكَرُوا لِابْنِ عَبَّاسٍ التَّوْبَةَ فَتَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) قَالَ مَا نُسِخَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَا بُدِّلَتْ وَأَنّٰى لَهُ التَّوْبَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو ساتھ لے کر آئے گا۔ اس مقتول کی پیشانی اور اس کا سر اس کے ہاتھ میں ہوگا' اور اس کی شہ رگ سے خون بہہ رہا ہوگا۔ وہ عرض کرے گا: میرے پروردگار! اس نے مجھے قتل کیا تھا، یہاں تک کہ وہ اس قاتل کو عرش کے قریب لے آئے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے توبہ کا تذکرہ کیا' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی:

''جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے' تو اس کی جزاء جہنم ہے''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا: یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی' اس کا حکم تبدیل نہیں ہوا ہے' پھر توبہ کی گنجائش کہاں ہوگی؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت کو عمرو بن دینار کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کی مانند نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

2955- اخرجه النسائي (٨٧/٧): كتاب تحريم الدم: باب تعظيم الدم، حديث (٤٠٠٥).

شرح

مومن کو عمداً قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہونا:

ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ کسی مومن کو عمداً قتل کرنا، گناہ کبیرہ ہے جبکہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے خارج اور کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ مسلمان ہی رہتا ہے اور اس کی توبہ قابل قبول ہے۔ اکبر الکبائر میں سے ایک ایسا گناہ ہے جو نا قابل معافی ہے اور اس کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

''بیشک اللہ شرک معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جو گناہ بھی ہے جسے چاہے گا معاف کر دے گا''۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ صرف شرک نا قابل معافی گناہ ہے۔ قتل عمد خواہ گناہ کبیرہ ہے لیکن یہ قابل معافی ہے اور اس کا مرتکب کافر نہیں ہوتا۔

سوال: ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ (النساء: ۹۳)

''اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے پس اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا، اس پر لعنت کرے گا اور اللہ نے اس کے لیے بہت بڑی سزا تیار کر رکھی ہے''۔

اس آیت میں مومن کے قاتل کے لیے پانچ سزائیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) دخول جہنم

(۲) جہنم میں ہمیشہ رہنا

(۳) اللہ کا غضبناک ہونا

(۴) لعنت باری کا حقدار ہونا

(۵) عذاب عظیم کا حقدار ہونا۔

آیت میں بیان کردہ یہ سزائیں بتا رہی ہیں کہ مومن کو عمداً قتل کرنا نا قابل معافی گناہ ہے اور اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ حدیث باب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے؟

جواب: (۱) جمہور آئمہ کا موقف ہے کہ مومن کو عمداً قتل کرنے والا خواہ گناہگار ہے لیکن وہ کافر نہیں ہوتا۔

(۲) یہ تمام سزائیں احترام آدمیت کی بناء پر بیان کی گئی ہیں۔

(۳) مومن کا قاتل خواہ جہنم میں سزا بھگتے گا بالآخر اسلام کی برکت سے نکالا جائے گا۔ پھر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

(۴) حدیث باب مصلحت پر محمول ہے ورنہ اس روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی مومن کے قاتل کی توبہ قابل قبول اور گناہ قابل معافی ہے۔

(۵) جمہور محدثین اور اکثر آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل مومن گناہ کبیرہ اور قابل مؤاخذہ ہے مگر قابل معافی ہے، جس سے قاتل کافر نہیں ہوتا۔ صرف شرک ایسا گناہ ہے جو نا قابل معافی و توبہ ہے اور اس کا مرتکب مرتد ہو کر دائمی جہنمی بن جاتا ہے۔

2956 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِیْ رِزْمَةَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سُلَيْمٍ عَلٰی نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ غَنَمٌ لَّهٗ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ قَالُوْا مَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا لِيَتَعَوَّذَ مِنْكُمْ فَقَامُوْا فَقَتَلُوْهُ وَاَخَذُوْا غَنَمَهٗ فَاَتَوْا بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بنو سلیم سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرا، اس شخص کے ساتھ اس کی بکریاں بھی تھیں، اس شخص نے ان حضرات کو سلام کیا، تو یہ حضرات بولے: اس نے آپ لوگوں سے بچنے کے لیے آپ کو سلام کیا ہے، یہ لوگ اٹھے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا، اور اس کی بکریاں حاصل کر لیں، پھر یہ حضرات وہ بکریاں لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی۔

''اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو، تو (معاملات کی) چھان بین کر لیا کرو اور جو شخص تمہیں سلام کرے اس کے بارے میں یہ نہ کہو، تم مومن نہیں ہو''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اس بارے میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

ایمان کے معاملہ میں احتیاط برتنا:

ارشادِ ربانی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤی اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ

2956۔ اخرجه احمد (۱/۲۲۹، ۲۷۲، ۳۲٤).

مُؤْمِنًا ج تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ز فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ط كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۝ (النساء:۹۴)

''اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو ایسے شخص کے بارے میں جو تمہارے سامنے اطاعت شعار ہوا سے یوں نہ کہو کہ مسلمان نہیں ہے۔ (اگر) تم دنیوی زندگی کی دولت چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت دولت ہے، تمہاری بھی قبل ازیں ایسی حالت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے، پس تم ہر معاملہ میں تحقیق کر لیا کرو۔ بیشک اللہ باخبر ہے تمہارے اعمال سے جو تم انجام دیتے ہو''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک شخص جس کے پاس بکریاں تھیں، صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا اور اس نے انہیں سلام کہا۔ جماعت نے خیال کیا کہ اس نے محض اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے اور تلوار سے بچانے کے لیے سلام کیا ہے جبکہ حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے وہ اٹھے اور اسے قتل کر دیا اور بکریوں پر قبضہ کر لیا۔ وہ بکریاں لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل کی گئی۔

اس آیت کا دوسرا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ گو شخص کو قتل کر دیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے اسامہ! تو نے کلمہ گو شخص کو کیوں قتل کیا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! یہ شخص مسلمان نہیں تھا بلکہ اس نے تلوار سے اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ اَقَالَهَا اَمْ لَا؟ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس نے کلمہ پڑھا ہے یا نہیں پڑھا؟
(صحیح مسلم، رقم الحدیث:۹۶)

مندرجہ بالا آیت اور احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کے معاملہ میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے اور محض اپنے گمان کی بنیاد پر نہ تو کسی کو کافر قرار دینا چاہیے اور نہ قتل کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں ظاہر پر عمل کیا جائے اور باطن کا معاملہ اللہ و رسول کے سپرد کرنا چاہیے، دلوں کے احوال انسان نہیں جانتا۔ جب کسی شخص میں ایمان کی کوئی قولی یا فعلی علامت پائی جائے یعنی وہ کلمہ پڑھتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے' تو اسے مسلمان قرار دیا جائے گا اور اس کے ساتھ کافر والا معاملہ ہرگز نہیں کیا جائے گا۔

2957 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) اَلْاٰيَةَ جَآءَ عَمْرُو ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

وَكَانَ ضَرِيْرَ الْبَصَرِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تَاْمُرُنِىْ اِنِّىْ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ (غَيْرُ اُوْلِى الضَّرَرِ) الْاٰيَةَ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيْتُوْنِىْ بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ اَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَيُقَالُ عَمْرُو ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّيُقَالُ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَائِدَةَ وَاُمُّ مَكْتُوْمٍ اُمُّهٗ

◄◄ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''اہلِ ایمان میں سے بیٹھے ہوئے لوگ برابر نہیں ہیں''

تو عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' وہ نابینا تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ کیونکہ میں تو نابینا ہوں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل کیے۔

''وہ لوگ جنہیں کوئی ضرر نہ ہو''

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس (اونٹ کے) شانے کی ہڈی اور دوات لے آؤ (راوی کو شک ہے' شاید یہ الفاظ ہیں) کوئی تختی اور دوات لے آؤ (تاکہ میں اس کو املاء کروادوں)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ایک قول کے مطابق ان کا نام عمرو بن ام مکتوم ہے' اور ایک قول کے مطابق عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم ہے۔

یہ صاحب عبداللہ بن زائدہ ہیں ام مکتوم ان کی والدہ تھی۔

2958 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ سَمِعَ مِقْسَمًا مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ (لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ) عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ لَّمَّا نَزَلَتْ غَزْوَةُ بَدْرٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَحْشٍ وَابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ اِنَّا اَعْمَيَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَهَلْ لَنَا رُخْصَةٌ فَنَزَلَتْ (لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ) وَ (فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ) (عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً) فَهٰؤُلَاءِ الْقَاعِدُوْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ (وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا) دَرَجَاتٍ مِّنْهُ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرِ اُولِى الضَّرَرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ

توضیح راوی: وَمِقْسَمٌ يُقَالُ هُوَ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ وَيُقَالُ هُوَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَّكُنْيَتُهٗ اَبُو الْقَاسِمِ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی۔

''اہلِ ایمان میں سے بیٹھے ہوئے لوگ جنہیں کوئی ضرر نہ ہو، وہ برابر نہیں ہیں''

2958- اخرجه البخاری (۱۰۸/۸): کتاب التفسیر: باب: (لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر و المجهدون فی سبیل الله)، حدیث (۴۵۹۵)، (۳۳۸/۷): کتاب المغازی: باب (۵)، حدیث (۳۹۵۴).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ لوگ ہیں' جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے' اور وہ لوگ ہیں' جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے' جب غزوہ بدر کا موقع آیا' تو حضرت عبداللہ بن جحش بن ام مکتوم نے یہ کہا: یا رسول اللہ! ہم لوگ تو نابینا ہیں' تو کیا ہمارے لیے کوئی رخصت ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

''اہلِ ایمان میں سے بیٹھے رہ جانے والے (یعنی جہاد میں شرکت نہ کرنے والے) وہ لوگ جنہیں کوئی ضرر لاحق نہ ہو' وہ برابر نہیں ہیں''۔

''اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو فضیلت عطا کی ہے''۔

''ان لوگوں پر جو بیٹھے رہ گئے (یعنی جہاد میں شریک نہیں ہوئے) ایک درجے (کی فضیلت عطا کی ہے)''۔

تو یہ بیٹھے ہوئے لوگ وہ تھے' جنہیں کوئی ضرر لاحق نہیں تھا۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''اللہ تعالیٰ نے جہاد میں حصہ لینے والوں کو بیٹھے رہ جانے والوں پر عظیم اجر کے حوالے سے فضیلت دی ہے''۔

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے درجات ہیں (اور ان لوگوں کو) ان اہلِ ایمان پر فضیلت حاصل ہے' جنہیں کوئی ضرر لاحق نہیں تھا اور وہ جہاد میں شریک نہیں ہوئے۔

یہ روایت اس سند کے حوالے سے ''حسن غریب'' ہے' جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

مقسم نامی راوی عبداللہ بن حارث کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ایک قول کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان کی کیفیت ابوالقاسم ہے۔

2959 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِیْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ اِلٰى جَنْبِه فَاَخْبَرَنَا اَنَّ زَيْدَ ابْنَ ثَابِتٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْلٰى عَلَيْهِ (لَا يَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) (وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) قَالَ فَجَائَهُ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّهُوَ يُمْلِيهَا عَلَیَّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ اَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُّ وَكَانَ رَجُلًا اَعْمٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهُ عَلٰى فَخِذِیْ فَثَقُلَتْ حَتّٰى هَمَّتْ تَرُضُّ فَخِذِیْ ثُمَّ سُرِّیَ عَنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (غَيْرُ اُولِی الضَّرَرِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ نَحْوَ هٰذَا وَرَوٰى مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّفِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ رِوَايَةُ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ

2959۔ اخرجه البخاری (۵۳/۶): كتاب الجهاد و السير: باب: قول الله عزوجل: (لا يستوی القعدون من المؤمنين غير اولی الضرر) (النساء ۹۵) حديث (۲۸۳۲)، (۱۰۸/۸): كتاب التفسير: باب: لا يستوی القاعدون حديث (۴۵۹۲)، و النسائی (۹/۶): كتاب الجهاد: باب: فضل المجاهدين علی القاعدين، حديث (۳۰۹۹) و احمد (۱۸۲/۵)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ التَّابِعِيْنَ رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَمَرْوَانُ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ

◄► حضرت سہل بن سعد ساعدی فرماتے ہیں: میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھا میں اس کے پاس گیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اس نے مجھے بتایا: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ بات بیان کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس بات کی املاء کروائی۔

''اہلِ ایمان میں سے بیٹھے ہوئے لوگ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ برابر نہیں ہیں''

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بتایا: اسی دوران حضرت ابن ام مکتوم آئے' نبی اکرم ﷺ یہ آیت مجھے لکھوا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ، اللہ کی قسم! اگر میں جہاد میں شریک ہونے کی طاقت رکھتا تو جہاد میں ضرور شریک ہوتا' یہ صاحب نابینا تھے' تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل کی: اس وقت نبی اکرم ﷺ کا زانوں میرے زانوں پر تھا' تو مجھے اتنا وزن محسوس ہوا کہ مجھے لگا کہ میرا زانوں ٹوٹ جائے گا' پھر نبی اکرم ﷺ کی یہ کیفیت ختم ہوئی' تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ الفاظ نازل کئے تھے:

''جنہیں کوئی ضرر نہ ہو''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس حدیث میں یہ خصوصیت ہے: اسے صحابی نے ایک تابعی سے روایت کیا ہے۔

حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے اسے مروان بن حکم سے نقل کیا ہے' اور مروان نے نبی اکرم ﷺ سے حدیث کا سماع نہیں کیا' وہ تابعی ہیں۔

شرح

جہاد میں شرکت والوں اور نہ کرنے والوں کا موازنہ اور معذوروں کا شرعی حکم:

ارشاد ربانی ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۚ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء:۹۵،۹۶)

''بغیر کسی عذر کے گھروں میں بیٹھنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والے مسلمان برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ نے ان لوگوں کو اعلیٰ درجہ کی برتری عطا فرمائی ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں ان لوگوں پر جو (گھروں میں) بیٹھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے عمدہ گھر (جنت) کا وعدہ کیا

ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو گھروں میں بیٹھنے والوں پر عظیم برتری بخشی ہے یعنی اللہ کی جانب سے انہیں بلندی درجات، بخشش اور مہربانی کرنے کے انعامات دیے گئے ہیں۔ اللہ بہت بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی کرنے والا ہے"۔

فائدہ نافعہ: من المؤمنين: القاعدون کی صفت اول جبکہ غير اولي الضرر صفت ثانی ہے۔ درجات منه، مغفرة اور رحمة تینوں اجرًا عظيما سے بدل ہیں۔

سوال: (۱) پہلی آیت میں لفظ "قاعدین" تین بار استعمال ہوا ہے، پہلی جگہ میں قاعدین کے ساتھ "غیر اولی الضرر" کی قید موجود ہے جبکہ دوسری دونوں جگہوں میں نہیں ہے۔ کیا دوسری دونوں جگہوں میں بھی یہ قید ملحوظ ہوگی یا نہیں؟

جواب: جس طرح پہلی آیت میں پہلی جگہ لفظ "قاعدین" کے ساتھ "غير اولي الضرر" کی قید ہے، اسی طرح دوسری اور تیسری جگہ میں بھی یہ قید ملحوظ ہے لیکن اختصار کی بنا پر ترک کی گئی ہے۔

سوال: پہلی آیت میں مجاہدین کی فضیلت کے ضمن میں لفظ "درجة" (واحد) اور دوسری آیت میں لفظ "درجات" (جمع) استعمال ہوا ہے، ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: پہلی آیت میں لفظ "درجة" سے نفس جہاد کے لحاظ سے تفاوت مراد ہے جبکہ دوسری آیت میں جہاد اور دیگر اعمال کے اعتبار سے تفاوت مراد ہے۔

اس مضمون کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ غیر معذور لوگ جو جہاد میں شریک نہیں ہوئے، وہ مرتبہ و مقام اور اجر و ثواب کے اعتبار سے ان لوگوں کے مساوی نہیں ہو سکتے جو اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے ہیں بلکہ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم تر درجہ کی برتری عطا کی گئی ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے فریقین سے جنت میں گھر عنایت کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، کیونکہ دخول جنت کے لیے 'جہاد' شرط نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یا اس زمین میں بیٹھا رہا ہو جس میں وہ پیدا ہوا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم یہ خوشخبری لوگوں کو سنا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ابھی یہ بات رہنے دو اس لیے کہ) جنت میں سو درجات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرو تو "فردوس" کا سوال کرو، کیونکہ یہ جنت میں اعلیٰ درجہ ہے۔ اس کی بلندی پر عرش الٰہی ہے اور فردوس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۳۷۸۷)

جہاد سے پیچھے رہنے والے معذور مسلمانوں کا جہاں تک تعلق ہے یعنی لنگڑے اور اندھے وغیرہ۔ معذور ہونے کی وجہ سے ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ ان کو مجاہدین کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ چال نہیں چلے اور انہوں نے تمہارے ساتھ میدان جہاد کی طرف

سفر نہیں کیا لیکن وہ تمہارے ساتھ تھے، کیونکہ انہیں عذر نے روک رکھا ہے''۔

حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تعارف: آپ صحابہ کبار میں شمار ہوتے تھے، ثانی مؤذن رسول کے منصب پر فائز تھے، غزوات میں شرکت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدینہ کے نائب تعینات کیے جاتے، تیرہ (۱۳) بار نیابت مدینہ کی خدمات انجام دیں اور ام مکتوم آپ کی والدہ ہیں۔ جب آیت لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ نازل ہوئی تو اس کے ساتھ ''غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ '' کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اسی طرح لکھوا بھی دی تھی۔ جب صحابہ کے مجمع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی تو حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں معذور شخص ہوں! اس سلسلے میں میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آثار وحی نمایاں ہوئے حتیٰ کہ اسی آیت کے حصہ کے طور پر یہ الفاظ نازل ہوئے: ''غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ '' پھر آیت کے ساتھ مناسب ترتیب سے یہ الفاظ لکھا دیے گئے۔ حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے، اسلامی لشکر کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا اور اسی جنگ میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔

یادرہے احکام کے حوالے سے آیات کا نزول اسی طرح ہوا کرتا تھا، پہلے معاشرہ میں کوئی واقعہ پیش آتا تھا پھر لوگوں کے ذہنوں میں اس کے اسلامی حل کی طلب پیدا ہوتی تو آیت نازل ہو جاتی تھی اور صحابہ موقع کی مطابقت سے اس کا مفہوم آسانی سے سمجھ جاتے تھے جبکہ وہی مفہوم اس آیت کا شان نزول قرار پاتا تھا۔

غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ: آیت کے اس جملہ سے تمام معذورین کو جہاد سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ لفظ ''ضرر'' سے مراد ''نقصان'' ہے اور اس سے جہاد میں نہ شریک ہونے کے تمام شرعی اعذار مراد ہیں مثلاً اپاہج ہونا، لنگڑا ہونا، نابینا ہونا اور نحیف وضعیف ہونا وغیرہ۔

فائدہ نافعہ: دوسری حدیث باب میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو بطور نابینا پیش کیا گیا ہے، یہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تسامح ہوا ہے۔ ہاں ان کے بھائی ابواحمد بن جحش رضی اللہ عنہ ضرور نابینا تھے۔ جن کا نام ''عبد'' تھا۔

2960 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عَمَّارٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَاهُ عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ (اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمْ) وَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ

2960- اخرجه مسلم (٦/٣ - الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: صلاة المسافرين و قصرها، حديث (٦٨٦/٤)، و ابوداؤد (٣٨٤/١): كتاب الصلاة: باب: صلاة المسافر، حديث (١١٩٩، ١٢٠٠)، والنسائی (١١٦/٣): كتاب تقصير الصلاة فی السفر: باب: (١)، حديث (١٤٣٣)، و ابن ماجه (٣٣٩/١): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: تقصير الصلاة فی السفر، حديث (١٠٦٥)، و الدارمی (٣٥٤/١): كتاب الصلاة: باب: قصر الصلاة فی السفر، و احمد (٢٥/١، ٣٦) و ابن خزيمة (٧١/٢)، حديث (٩٤٥).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''اگر تمہیں خوف ہو تو نماز کو مختصر کرلیا کرو''

تو اب تو لوگ امن کی حالت میں آگئے ہیں' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس بات پر تمہیں حیرت ہورہی ہے۔ میں بھی اس پر حیران ہوا تھا میں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ صدقہ ہے: جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے' تو اس کے دیے ہوئے صدقے کو قبول کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دوران سفر نماز میں قصر انعام خداوندی ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ○ (النساء:۱۰۱)

''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم نماز میں قصر کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر تمہیں کافروں کی طرف سے پریشانی کا اندیشہ ہو تو بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں''۔

اس آیت میں دو مضامین بیان کیے گئے ہیں:

(۱) دوران سفر مسلمانوں کو جو نماز قصر کرنے کی اجازت دی گئی ہے یہ مشروط ہے دشمن کا خوف ہونے پر یعنی کفار کی طرف سے نقصان پہنچانے کا اندیشہ ہو تو نماز مختصر (قصر کی شکل میں) پڑھی جائے تو جائز ہے۔ جزیرۃ العرب مسلمان ہوگیا اور ایک کافر بھی باقی نہ رہا پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں قصر کرتے رہے۔ یہ مثال ہمارے سامنے ہے کہ حجۃ الوداع کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ سے زائد صحابہ موجود تھے لیکن آپ نے پورا سفر نماز قصر ادا فرمائی تھی۔

سوال: ارشاد خداوندی سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز قصر کے جواز کے لیے دشمن کا خطرہ ہونا شرط ہے، اس شرط (خطرہ) کے ختم ہونے کے بعد عقلاً اس کا جواز بھی ختم ہونا چاہیے تھا پھر نماز قصر کا جواز باقی کیوں رکھا گیا ہے؟

جواب: (۱) اس اہم سوال کا جواب زبان نبوت سے حدیث باب میں دیا گیا ہے، قصر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے صدقہ (خیرات) ہے' تو تم اسے قبول کرو۔ یعنی نماز میں قصر کرنے کا جواز اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیرات ہے اور خیرات دینے کے بعد واپس نہیں لی جاتی۔ اس لیے اس کا جواز باقی رکھا گیا ہے۔

(۲) اس آیت میں دوسرا اہم مضمون یہ بیان کیا گیا ہے کہ دوران سفر نماز میں قصر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت

امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ دوران سفر نماز میں قصر کرنا مباح ہے لیکن ساتھ ہی اتمام کی بھی اجازت ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یہاں اباحت کی تعبیر یہ ہوگی کہ جب نماز میں قصر کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے دی گئی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر انعام ہے اور انعام خداوندی کو قبول کرنا واجب ہوتا ہے جبکہ اسے واپس کرنا یا قبول نہ کرنا گناہ ہے۔ لہٰذا دوران سفر شرعی نماز میں قصر کرنا واجب ہے اور اتمام کی صورت میں نمازی گناہگار ہوگا، کیونکہ وہ انعام خداوندی کو ٹھکرائے گا۔

الحاصل: آپ کے نزدیک دوران سفر شرعی نماز میں قصر کرنا واجب ہے اور عمداً پوری نماز ادا کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فائدہ نافعہ: نماز میں قصر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تین نمازوں:

(۱) نماز ظہر (۲) نماز عصر (۳) نماز عشاء میں چار رکعت فرائض کی بجائے دو رکعت ادا کرنا۔

علاوہ ازیں نوافل وسنن اور واجبات حسب معمول ادا کیے جائیں گے، کیونکہ ان میں قصر نہیں ہے۔ اسی طرح نماز فجر اور نماز مغرب میں بھی قصر جائز نہیں ہے۔

2961 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْهُنَائِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيْقٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بَيْنَ ضَجْنَانَ وَعُسْفَانَ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّ لِهٰؤُلَاءِ صَلَاةً هِيَ اَحَبُّ اِلَيْهِمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَاَبْنَائِهِمْ هِيَ الْعَصْرُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ فَمِيْلُوْا عَلَيْهِمْ مَيْلَةً وَّاحِدَةً وَّاَنَّ جِبْرِيْلَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّقْسِمَ اَصْحَابَهُ شَطْرَيْنِ فَيُصَلِّيَ بِهِمْ وَتَقُوْمُ طَائِفَةٌ اُخْرٰى وَّرَائَهُمْ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيَ الْاٰخَرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ مَعَهُ رَكْعَةً وَّاحِدَةً ثُمَّ يَاْخُذُ هٰؤُلَاءِ حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ فَتَكُوْنُ لَهُمْ رَكْعَةٌ رَكْعَةٌ وَّلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِىْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَحُذَيْفَةَ وَاَبِىْ بَكْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ اَبِىْ حَثْمَةَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيُّ اسْمُهٗ زَيْدُ بْنُ صَامِتٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ضجنان اور عسفان کے درمیان کسی جگہ پر پڑاؤ کیا تو مشرکین نے کہا: ان لوگوں کے نزدیک نماز ان کے آباؤ اجداد اور اولاد سے زیادہ محبوب ہے یہ عصر کی نماز تھی تو تم لوگ اٹھے ہو کر

2961- اخرجه النسائي (۳/۱۷۴): كتاب صلاة الخوف: باب: (۱٦)، حديث (۱۵٤٤)، واحمد (۲/۵۲۲).

ایک ہی مرتبہ ان پر حملہ کر دو' حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور آپ کو یہ کہا: آپ اپنے اصحاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں۔ آپ ان میں سے ایک حصے کو نماز پڑھائیں اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے میں کھڑا رہے' وہ لوگ اپنے ہتھیار اور بچاؤ کا سامان تیار کر کے رکھیں' پھر دوسرا گروہ آئے اور وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک رکعت ادا کرے۔ پہلے لوگ اپنے ہتھیار اور اسلحے کو تیار رکھیں' پھر لوگوں کی ایک' ایک رکعت ہوگی اور نبی اکرم ﷺ کی دو رکعت ہو جائیں گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور عبداللہ بن شقیق کی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر، حضرت ابوعیاش زرقی حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حذیفہ حضرت سہل بن ابوحثمہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

ابوعیاش زرقی کا نام زید بن صامت ہے۔

شرح

نماز خوف کا جواز:

ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (النساء:۱۰۲)

''اور جب آپ لوگوں میں موجود ہوں اور آپ لوگوں کو نماز پڑھانا چاہیں تو لوگوں کا ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو وہ اس حالت میں بھی ہتھیاروں سے لیس رہیں، پس جب وہ لوگ سجدہ کر لیں۔ آپ سے پیچھے ہٹ جائیں، دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے آ جائے، یہ لوگ بھی اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے لیس رہیں۔ کفار تو چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ، پس یک دم تم پر حملہ آور ہو جائیں۔ تم پر مضائقہ نہیں ہے اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیماری کی حالت میں اپنے ہتھیاروں سے لیس رہو اور تم اپنی حفاظت کرو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لیے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

اس آیت میں صلوٰۃ خوف پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مقام ضجنان اور عسفان کے درمیان میں دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے پہنچے تو کفار نے

کہا کہ مسلمانوں کو نماز عصر اپنے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے، جب وہ نماز میں مصروف ہو جائیں تو ان پر یک بارگی حملہ کر دیا جائے۔ اس موقع پر باذن اللہ حضرت جبرائیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنے صحابہ کو نماز پڑھانے کے لیے دو حصوں میں تقسیم کر لیں، ایک گروہ کو آپ نماز پڑھائیں جبکہ دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہے، نماز پڑھنے والے لوگ ہتھیاروں سے لیس رہیں، ایک رکعت ادا کرنے کے بعد یہ گروہ دشمن کے مقابل چلا جائے اور دوسرا گروہ بھی مسلح ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرے۔ اس طرح لوگوں کی ایک ایک رکعت ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعت ہو جائیں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو جائیں گے جبکہ مقتدی کھڑے ہو کر بغیر قرأت کے دوسری رکعت مکمل کریں گے۔ پھر سلام پھیر کر دشمن کے مقابل چلے جائیں گے۔ پھر پہلا گروہ آ کر بغیر قرأت کے ایک رکعت پڑھے گا۔ اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں صلوٰۃ خوف ادا کرنے کا مختصر اور جامع طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

صلوٰۃ خوف ادا کرنے کا یہ طریقہ اس وقت اختیار کیا جائے گا کہ جب تمام مجاہدین ایک امام کی اقتداء میں با جماعت ادا کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہیں۔ صلوٰۃ خوف کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دونوں گروہ اپنے الگ الگ امام کی اقتداء میں باری باری با جماعت نماز ادا کریں۔ یہ دونوں طریقے تب ہیں جب گھمسان کی جنگ نہ ہو اور گھمسان کی جنگ کی صورت میں جماعت ساقط ہو جاتی ہے اور قبلہ رخ بھی ضروری نہیں ہوتا، انفرادی طور پر نماز پڑھی جائے گی اور جس طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھی جائے جائز ہوگی۔

2962 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِیْ شُعَيْبٍ اَبُوْ مُسْلِمٍ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ اَهْلُ بَيْتٍ مِّنَّا يُقَالُ لَهُمْ بَنُو اُبَيْرِقٍ بِشْرٌ وَّبُشَيْرٌ وَّمُبَشِّرٌ وَّكَانَ بُشَيْرٌ رَجُلًا مُنَافِقًا يَقُوْلُ الشِّعْرَ يَهْجُو بِهٖ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَنْحَلُهُ بَعْضَ الْعَرَبِ ثُمَّ يَقُوْلُ قَالَ فُلَانٌ كَذَا وَكَذَا قَالَ فُلَانٌ كَذَا وَكَذَا فَاِذَا سَمِعَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الشِّعْرَ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَقُوْلُ هٰذَا الشِّعْرَ اِلَّا هٰذَا الْخَبِيْثُ اَوْ كَمَا قَالَ الرَّجُلُ وَقَالُوْا ابْنُ الْاُبَيْرِقِ قَالَهَا قَالَ وَكَانُوْا اَهْلَ بَيْتِ حَاجَةٍ وَّفَاقَةٍ فِى الْجَاهِلِيَّةِ وَالْاِسْلَامِ وَكَانَ النَّاسُ اِنَّمَا طَعَامُهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ التَّمْرُ وَالشَّعِيْرُ وَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا كَانَ لَهُ يَسَارٌ فَقَدِمَتْ ضَافِطَةٌ مِّنَ الشَّامِ مِنَ الدَّرْمَكِ ابْتَاعَ الرَّجُلُ مِنْهَا فَخَصَّ بِهَا نَفْسَهُ وَاَمَّا الْعِيَالُ فَاِنَّمَا طَعَامُهُمُ التَّمْرُ وَالشَّعِيْرُ فَقَدِمَتْ ضَافِطَةٌ مِّنَ الشَّامِ فَابْتَاعَ عَمِّیْ رِفَاعَةُ بْنُ زَيْدٍ حِمْلًا مِّنَ الدَّرْمَكِ فَجَعَلَهُ فِیْ مَشْرَبَةٍ لَّهُ وَفِى الْمَشْرَبَةِ سِلَاحٌ وَّدِرْعٌ وَّسَيْفٌ فَعُدِیَ عَلَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْبَيْتِ فَنُقِبَتِ الْمَشْرَبَةُ وَاُخِذَ الطَّعَامُ وَالسِّلَاحُ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَانِیْ عَمِّیْ رِفَاعَةُ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِیْ اِنَّهُ قَدْ عُدِیَ عَلَيْنَا فِیْ لَيْلَتِنَا هٰذِهٖ فَنُقِبَتْ مَشْرَبَتُنَا وَذُهِبَ بِطَعَامِنَا وَسِلَاحِنَا قَالَ فَتَحَسَّسْنَا فِى الدَّارِ وَسَاَلْنَا فَقِيْلَ لَنَا قَدْ رَاَيْنَا بَنِیْ اُبَيْرِقٍ اسْتَوْقَدُوْا فِیْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَلَا

2962- تفرد به الترمذي كما جاء في (التحفة) (٨/ ٢٨٠) حديث (١١٠٧٠)

نَرٰی فِيمَا نَرٰی اِلَّا عَلٰى بَعْضِ طَعَامِكُمْ قَالَ وَكَانَ بَنُو اُبَيْرِقٍ قَالُوْا وَنَحْنُ نَسْاَلُ فِي الدَّارِ وَاللّٰهِ مَا نُرٰی صَاحِبَكُمْ اِلَّا لَبِيْدَ بْنَ سَهْلٍ رَجُلٌ مِّنَّا لَهُ صَلَاحٌ وَّاِسْلَامٌ فَلَمَّا سَمِعَ لَبِيْدٌ اخْتَرَطَ سَيْفَهُ وَقَالَ اَنَا اَسْرِقُ فَوَاللّٰهِ لَيُخَالِطَنَّكُمْ هٰذَا السَّيْفُ اَوْ لَتُبَيِّنُنَّ هٰذِهِ السَّرِقَةَ قَالُوْا اِلَيْكَ عَنْهَا اَيُّهَا الرَّجُلُ فَمَا اَنْتَ بِصَاحِبِهَا فَسَاَلْنَا فِي الدَّارِ حَتّٰى لَمْ نَشُكَّ اَنَّهُمْ اَصْحَابُهَا فَقَالَ لِيْ عَمِّيْ يَا ابْنَ اَخِي لَوْ اَتَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتَ ذٰلِكَ لَهُ قَالَ قَتَادَةُ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ اَهْلَ بَيْتٍ مِّنَّا اَهْلَ جَفَاءٍ عَمَدُوْا اِلٰى عَمِّيْ رِفَاعَةَ بْنِ زَيْدٍ فَنَقَبُوْا مَشْرُبَةً لَّهُ وَاَخَذُوْا سِلَاحَهُ وَطَعَامَهُ فَلْيَرُدُّوا عَلَيْنَا سِلَاحَنَا فَاَمَّا الطَّعَامُ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاٰمُرُ فِيْ ذٰلِكَ فَلَمَّا سَمِعَ بَنُو اُبَيْرِقٍ اَتَوْا رَجُلًا مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهُ اُسَيْرُ بْنُ عُرْوَةَ فَكَلَّمُوْهُ فِيْ ذٰلِكَ فَاجْتَمَعَ فِيْ ذٰلِكَ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الدَّارِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ قَتَادَةَ بْنَ النُّعْمَانِ وَعَمَّهُ عَمَدَا اِلٰى اَهْلِ بَيْتٍ مِّنَّا اَهْلِ اِسْلَامٍ وَّصَلَاحٍ يَرْمُوْنَهُمْ بِالسَّرِقَةِ مِنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ وَّلَا ثَبَتٍ قَالَ قَتَادَةُ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمْتُهُ فَقَالَ عَمَدْتَّ اِلٰى اَهْلِ بَيْتٍ ذُكِرَ مِنْهُمْ اِسْلَامٌ وَّصَلَاحٌ تَرْمِهِمْ بِالسَّرِقَةِ عَلٰى غَيْرِ ثَبَتٍ وَّلَا بَيِّنَةٍ قَالَ فَرَجَعْتُ وَلَوَدِدْتُّ اَنِّيْ خَرَجْتُ مِنْ بَعْضِ مَالِيْ وَلَمْ اُكَلِّمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ فَاَتَانِيْ عَمِّيْ رِفَاعَةُ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِي مَا صَنَعْتَ فَاَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ نَّزَلَ الْقُرْاٰنُ (اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَائِنِيْنَ خَصِيمًا) بَنِيْ اُبَيْرِقٍ (وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ) اَیْ مِمَّا قُلْتَ لِقَتَادَةَ (اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا وَّلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيمًا يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ) اِلٰى قَوْلِهِ (غَفُورًا رَّحِيمًا) اَیْ لَوِ اسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ لَغَفَرَ لَهُمْ (وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلٰى نَفْسِهِ) اِلٰى قَوْلِهِ (اِثْمًا مُّبِينًا) قَوْلَهُ لِلَبِيْدٍ (وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ) اِلٰى قَوْلِهِ (فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا) فَلَمَّا نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسِّلَاحِ فَرَدَّهُ اِلٰى رِفَاعَةَ فَقَالَ قَتَادَةُ لَمَّا اَتَيْتُ عَمِّيْ بِالسِّلَاحِ وَكَانَ شَيْخًا قَدْ عَشَا اَوْ عَسٰى فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكُنْتُ اُرٰى اِسْلَامَهُ مَدْخُوْلًا فَلَمَّا اَتَيْتُهُ بِالسِّلَاحِ قَالَ يَا ابْنَ اَخِي هُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَعَرَفْتُ اَنَّ اِسْلَامَهُ كَانَ صَحِيْحًا فَلَمَّا نَزَلَ الْقُرْاٰنُ لَحِقَ بُشَيْرٌ بِالْمُشْرِكِيْنَ فَنَزَلَ عَلٰى سُلَافَةَ بِنْتِ سَعْدِ ابْنِ سُمَيَّةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا) فَلَمَّا نَزَلَ عَلٰى سُلَافَةَ رَمَاهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ بِاَبْيَاتٍ مِّنْ شِعْرِهِ فَاَخَذَتْ رَحْلَهُ فَوَضَعَتْهُ عَلٰى رَاْسِهَا ثُمَّ خَرَجَتْ بِهِ فَرَمَتْ بِهِ فِي الْاَبْطَحِ ثُمَّ قَالَتْ اَهْدَيْتَ لِيْ شِعْرَ حَسَّانَ مَا كُنْتَ تَاْتِيْنِيْ بِخَيْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْلَمُ اَحَدًا اَسْنَدَهُ غَيْرَ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيِّ

وَرَوٰى يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ مُرْسَلٌ لَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

توضیح راوی: وَقَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ هُوَ اَخُوْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ لِاُمِّهٖ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ اسْمُهٗ سَعْدُ بْنُ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ

◆◆ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ انصار کا ایک گھرانہ تھا جسے بنو ابیرق کہا جاتا تھا جو تین افراد تھے' بشر، بشیر، مبشر، بشر منافق تھا جو شاعر تھا اور اپنی شاعری کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی ہجو کیا کرتا تھا پھر وہ ان اشعار کو دوسرے عرب' کی طرف منسوب کر دیتا تھا اور یہ کہتا تھا فلاں نے یہ، یہ کہا ہے، جب نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اس شعر کو سنتے تو یہ کہتے: اللہ کی قسم! یہ شعر اسی خبیث نے کہے ہوں گے۔ (بعض راویوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں) وہ یہ کہتے: یہ اشعار ابن ابیرق نے کہے ہو گے۔ راوی بیان کرتے ہیں: یہ لوگ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں غریب لوگ تھے مدینہ منورہ میں لوگوں کی زیادہ تر خوراک کھجور اور جو ہوا کرتے تھے اگر کوئی شخص خوشحال ہوتا تھا' تو وہ شام کی طرف سے آنے والے قافلے سے میدہ خرید لیتا تھا۔ جسے وہ خود اکیلا ہی کھاتا تھا۔ اس کے گھر والوں کو کھجورے اور جو ہی ملتے تھے۔ ایک مرتبہ شام کی طرف سے ایک قافلہ آیا' تو میرے چچا رفاعہ بن زید نے میدے کا ایک توڑا خریدا اور اسے اپنے بالا خانے میں رکھ دیا' جہاں ہتھیار، تلواریں وغیرہ رکھے ہوئے تھے ایک دن کسی نے ان کے گھر کے پیچھے سے نقب لگا کر ان کا میدہ اور وہ ہتھیار چوری کر لیے۔ اگلے دن صبح رفاعہ آئے: بولے بھتیجے گزشتہ رات ہمارے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی۔ ہمارے بالا خانے میں سے اناج اور ہتھیار چوری ہو گئے ہیں جب ہم نے اپنے محلے والوں سے تحقیق کی' تو ہمیں بتایا گیا (یعنی اہل محلّہ نے کہا) ہم لوگوں نے بنوالبرق کو آگ جلاتے ہوئے دیکھا تھا' تو ہمارا یہ خیال ہے کہ انہوں نے ہی آپ لوگوں کے اناج کو چوری کیا ہے۔ جب ہم اہل محلّہ سے پوچھ گچھ کر رہے تھے' تو بنو ابیرق یہ کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم! ہمارا یہ خیال ہے' ان کے ساتھی لبید بن سہل نے یہ چوری کی ہے (راوی کہتے ہیں) وہ ایک نیک اور مسلمان آدمی تھے۔ جب لبیب نے یہ بات سنی' تو انہوں نے اپنی تلوار نکال لی اور بولے: میں نے چوری کرنی ہے۔ اللہ کی قسم! اب یا تو یہ تلوار تمہارے اندر پیوست ہو گی' یا تم بتاؤ گے کس نے چوری کی ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا: آپ اسے دور ہی رکھیں۔ آپ نے چوری نہیں کی ہو گی (راوی کہتے ہیں) ہم محلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ بنو ابیرق نے ہی چوری کی ہے۔ اس پر میرے چچا نے کہا: اے بھتیجے! اگر تم نبی اکرم ﷺ کے پاس جاؤ اور اس کا ذکر کرو (شاید آپ کوئی مشورہ دیں)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے عرض کی: ایک گھرانے کے لوگوں نے میرے چچا کے ساتھ زیادتی کی ہے' اور نقب لگا کر ان کا اناج اور ہتھیار وغیرہ چوری کر لیے ہیں۔ جہاں تک اناج کا تعلق ہے اس کی' تو ہمیں اتنی ضرورت نہیں' لیکن انہیں ہمارے ہتھیار واپس کرنے چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جلد ہی اس بارے میں فیصلہ کرتا ہوں بنو ابیرق نے جب اس بارے میں سنا تو وہ اپنے قوم کے فرد اسیر بن عروہ کے پاس آئے اور اس سے اس بارے میں بات چیت کی' پھر بہت سے محلے والے بھی یہ کہتے ہیں اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! قتادہ بن نعمان کے چچا نے اس گھرانے پر جان بوجھ کر الزام لگایا ہے' حالانکہ ہم لوگ مسلمان بھی ہیں۔ نیک بھی ہیں' ان لوگوں نے کسی ثبوت

کے بغیر ان پر چوری کا الزام لگایا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے بات چیت کی' تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے ایک ایسے گھرانے پر الزام لگایا ہے' جن کے مسلمان اور نیک ہونے کا ذکر کیا جا رہا ہے' تم نے کسی ثبوت کے بغیر چوری کا الزام لگا دیا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: میں واپس آ گیا۔

اور میری یہ خواہش ہوئی کہ کاش میرا بھی کچھ مال چوری ہو جاتا' لیکن میں اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بات نہ کرتا' پھر میرے چچا رفاعہ میرے پاس آئے اور انہوں نے دریافت کیا: اے بھتیجے! کیا ہوا؟ میں نے انہیں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے جو مجھ سے فرمایا تھا' تو انہوں نے کہا: اب اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے' تو تھوڑے ہی عرصے بعد قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

''بے شک ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان انصاف کرو۔ اس کے مطابق' جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے ظاہر کیا ہے' اور تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے پیروکار نہ بنو۔''

یہاں خیانت کرنے والوں سے مراد بنو ابیرق ہیں۔

''تم نے جو کہا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کرو' یعنی تم نے قتادہ سے جو کہا ہے۔

''بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے' اور رحم کرنے والا ہے' اور تم ان لوگوں کی طرف سے فریق نہ بنو' جو اپنی ذات کے ساتھ خیانت کرتے ہیں' بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے کو اور گناہگار شخص کو پسند نہیں کرتا' وہ لوگ انسانوں سے چھپ سکتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے'' یہ آیت یہاں تک ہے: غفورًا رحیمًا۔

''یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا لبید کرتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دے گا' جو شخص گناہ کرے گا' تو وہ اپنے خلاف کمائے گا'' یہ آیت یہاں تک ہے'' کھلا گناہ'' اس سے مراد ان لوگوں کا لبید پر الزام لگانا تھا۔

''اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی'' یہ آیت یہاں تک ہے۔

''تو ہم عنقریب انہیں عظیم اجر عطا کریں گے''

جب قرآن کا حکم نازل ہو گیا' تو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں وہ ہتھیار لائے گئے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے وہ ہتھیار حضرت رفاعہ کو واپس کر دیئے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب میں وہ ہتھیار لے کر اپنے چچا کے پاس آیا' تو وہ بڑی عمر کے آدمی تھے۔ ان کی بینائی زمانہ جاہلیت میں کمزور ہو چکی تھی۔ میں ان کے اسلام کے بارے میں کچھ مشکوک تھا' لیکن میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! یہ اللہ کی راہ کے لیے مخصوص ہیں۔ (یعنی میں ان کا صدقہ کرتا ہوں) تو اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ ان کا اسلام بالکل ٹھیک تھا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب قرآن کا حکم نازل ہوا' تو بنو ابیرق میں سے بشیر جا کر مشرکین سے مل گیا اس نے سلافہ بنت سعد بن سمیہ کے ہاں پڑاؤ کیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''جو شخص ہدایت نازل ہو جانے کے بعد' اپنے رسول کی مخالفت کرے اور اہلِ ایمان کے راستے کی بجائے دوسرے راستے کی

پیروی کرے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف اس نے رخ کیا ہے پھر اسے جہنم تک پہنچائیں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کی مغفرت نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ وہ اس کے علاوہ جس کی مغفرت چاہے گا کر دے گا اور جو شخص کسی کو اللہ کا شریک بنائے گا۔ وہ انتہائی گمراہی کا شکار ہوگا۔"

جب بشیر نے سلافہ کے ہاں پڑاؤ کیا تو حضرت حسان بن ثابت نے اپنے چند اشعار میں اس عورت کی بھی ہجو کی اس خاتون نے بشیر کا ساز و سامان سر پر رکھا اور اسے ساتھ لے کر نکلی اور جا کر کھلے میدان میں پھینک دیا اور پھر اس سے بولی: تم میرے لیے تحفے کے طور پر حسان بن ثابت کے شعر لے کر آئے ہو؟ تم میرے لیے کوئی اچھی چیز لے کر نہیں آئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہمارے علم کے مطابق صرف محمد بن سلمہ نے اس کی سند بیان کی ہے۔

یونس بن بکیر اور دیگر راویوں نے اسے محمد بن اسحاق کے حوالے سے عاصم بن عمر کے حوالے سے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ ان حضرات نے اس کی سند میں عاصم کے والد اور دادا کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والدہ کی طرف سے شریک بھائی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک بن سنان ہے۔

شرح

سورۂ نساء کی گیارہ آیات کا نزول ایک واقعہ کی مناسبت سے ہونا:

سورۂ نساء کی گیارہ آیات (از ۱۰۵ تا ۱۱۶) پیش آنے والے ایک واقعہ کی مناسبت سے نازل ہوئیں۔ وہ واقعہ حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خاندان بنو بیرق کا بشیر نامی شخص منافق تھا، جس نے ایک رات حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں نقب زنی کر کے کچھ ہتھیار اور آٹا چرا لیا۔ صبح ہونے پر پڑوسیوں سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو قرائن سے بشیر کا نام سامنے آیا۔ بنو بیرق بشیر کی حمایت میں تھے اور انہوں نے اسے بچانے کے لیے بطور چور حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے صورتحال کے بارے میں اپنے بھتیجے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں تحقیق کرنے کا وعدہ کیا۔

خاندان بنو بیرق کو معلوم ہوا کہ اس واقعہ کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ چکی ہے اور آپ نے اس بارے میں تحقیق کا بھی وعدہ کر لیا ہے، وہ اپنے خاندان کے "اُسیر" نامی شخص کے پاس جمع ہوئے اور باہم مشاورت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! حضرت قتادہ اور حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بلا دلیل ہم پر چوری کا الزام عائد کیا ہے جبکہ ہم دیندار لوگ ہیں۔ اس ملاقات اور گفتگو سے ان کا مقصود یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری حمایت میں گفتگو فرمائیں گے اور چوری کا معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے قتادہ! بلا دلیل کسی دیندار شخص پر کوئی الزام عائد نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے چچا حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کو بتائی' اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے انہوں نے خاموشی اختیار کرلی۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ چوری ثابت ہوگئی، مال برآمد ہوگیا اور بشیر منافق ناراض ہوکر مرتد ہوگیا۔ ارتداد کے بعد وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ میں جا کر ایک ضعیف عورت کے مکان میں ٹھہر گیا۔ اس کی منافقت وارتداد کے حوالے سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کہے ہوئے اشعار عورت تک پہنچے تو اس نے بشیر کو فوراً اپنے مکان سے نکال باہر کیا۔ ایک زمانہ تک وہ ذلیل وخوار ہوکر ادھر ادھر گھومتا رہا۔ اس نے پھر ایک مکان میں نقب زنی کی اور مکان کی دیوار اس پر گری وہ اس کے نیچے دب کر واصل جہنم ہوگیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خاندان بنو بیرق زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں فقر کے ہاتھوں دوچار اور غریب و محتاج تھا۔ اس دور میں عام لوگوں کی خوراک کھجوریں اور جو تھی لیکن بہت کم لوگ تھے جن کے پاس گندم کی روٹی تیار ہوتی تھی۔ ملک شام سے اونٹوں پر گندم کا آٹا آتا اور صاحب حیثیت لوگ خرید کر اپنے گھر میں جمع کر لیتے تھے۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے بھی گندم کا آٹا اور ہتھیار اپنے گھر رکھے ہوئے تھے جو بشیر نہایت چالاکی اور عیاری سے رات کے وقت نقب زنی کے ذریعے دونوں اشیاء چوری کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ صبح ہونے پر چور کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی تو خاندان بنو بیرق کے مشہور شخص "بشیر" کا نام سامنے آیا۔ ان لوگوں نے چوری کی ذلت ورسوائی سے بچنے کے لیے پہلے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کو چور قرار دیا پھر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو یہ الزام ایک یہود پر عائد کردیا۔

2963 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ اَسْلَمَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ ثُوَيْرِ بْنِ اَبِيْ فَاخِتَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ

متنِ حدیث: قَالَ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ)

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ فَاخِتَةَ اسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ عِلَاقَةَ وَثُوَيْرٌ يُكْنٰى اَبَا جَهْمٍ وَّهُوَ رَجُلٌ كُوْفِيٌّ مِّنَ التَّابِعِيْنَ وَقَدْ سَمِعَ مِنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنُ مَهْدِيٍّ كَانَ يَغْمِزُهٗ قَلِيْلًا

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میرے نزدیک قرآن کی سب سے زیادہ محبوب آیت یہ ہے۔

"بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کی مغفرت نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے' اس کے علاوہ جس کی چاہے مغفرت فرمائے گا۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ابوفاختہ نامی راوی کا نام سعید بن علاقہ ہے' جبکہ ثویر نامی راوی کی کنیت ابوجہم ہے۔ یہ کوفہ کے رہنے والے صاحب ہیں' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

ابن مہدی نے ان پر کچھ تنقید کی ہے۔

شرح

مسلمانوں کو پرامید رکھنے اور ڈھارس بندھانے والی آیت:

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج

''بیشک اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جو گناہ چاہے گا معاف کردے گا''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت میرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہے' کیونکہ اس میں مسلمان کو ڈھارس بندھائی گئی ہے۔ وہ اس طرح کہ شرک کے علاوہ اس کا ہر گناہ قابل معافی ہے۔ جب کوئی مشرک مسلمان ہو جائے تو وہ مشرک نہیں رہتا، اس کی دائمی سزا بھی باقی نہیں رہتی اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنتی بن جاتا ہے۔ اسی طرح مرتکب الکبائر بھی توبہ کے بعد گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، کیونکہ توبہ کے بعد مسلمان کے ذمہ گناہ باقی نہیں رہتا۔

شرک کے علاوہ گناہوں کے معاف کیے جانے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) اعمال خیر کرنے اور کبائر سے اجتناب کرنے کے سبب۔

(۲) بغیر مؤاخذہ کے اللہ تعالیٰ کا محض اپنے فضل و کرم سے معاف کرنا۔

(۳) مرتکب کا اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے باعث۔

شرک ناقابل معافی گناہ ہونے کی وجہ:

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ شرک اکبر الکبائر اور ناقابل معافی گناہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارہا اس بات (عقیدہ) کو بیان فرمایا ہے کہ وہ اکیلا ہے، والدین سے پاک ہے، اولاد سے منزہ ہے، ازلی و ابدی ہے، کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ پھر اس عقیدہ کے خلاف کسی کو اس کا شریک قرار دینا یا پھر ہمسر یا اولاد سمجھنا، اس کے خلاف کھلم کھلی بغاوت ہے جبکہ باغی کی سزا ناقابل معافی ہوتی ہے۔

سوال: جب کوئی مشرک، اسلام قبول کرلے تو اس کا اسلام قابل قبول ہوگا یا نہیں؟

جواب: مشرک اسلام قبول کرے تو اس کا اسلام قابل قبول ہوگا اور اس کا دائمی مقام جنت ہوگا۔ یاد رہے کہ یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ مرنے سے قبل کوئی شخص اپنے گناہوں کی توبہ کرلے یا مشرک اسلام قبول کرلے تو وہ دائمی جہنمی نہیں رہتا۔

فائدہ نافعہ: اس آیت اور حدیث سے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ مترشح ہوتا ہے کہ شرک کے علاوہ ہر گناہ قابل معافی اور قابل توبہ ہے۔ مرتکب الکبائر توبہ کیے بغیر فوت ہو جائے تو آخرت میں اس کی بخشش ہو جائے گی اور اس کا دائمی مقام جنت ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی لیے فرمایا تھا کہ میرے نزدیک یہ آیت عزیز ترین ہے' کیونکہ یہ مسلمان کو ڈھارس بندھانے والی ہے۔ تاہم جو شرک حالت شرک میں مرجائے وہ دائمی جہنمی ہے۔

2964 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ اَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِي زِيَادٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ مُحَيْصِنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَ (مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا يُّجْزَ بِهٖ) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَشَكَوْا ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا وَفِيْ كُلِّ مَا يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ كَفَّارَةٌ حَتَّى الشَّوْكَةَ يُشَاكُهَا اَوِ النَّكْبَةَ يُنْكَبُهَا

توضیح راوی: ابْنُ مُحَيْصِنٍ هُوَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَيْصِنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب یہ آیت نازل ہوئی:

''جو شخص کوئی برائی کرے گا اس کا بدلہ اس کو مل جائے گا۔''

یہ بات مسلمانوں کے لیے بڑی پریشانی کا باعث بنی' انہوں نے اس کی شکایت نبی اکرم ﷺ سے کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس طرح تم تفریق سے بچو اور ٹھیک رہو! بندہ مومن کو جو بھی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ اس کا اجر اسے ملے گا، یہاں تک کہ اسے کانٹا چبھتا ہے' یا کوئی مشکل پیش آتی ہے (تو اس کا اجر بھی قیامت کے دن ملے گا)

ابن محیصن کا نام عمر بن عبدالرحمٰن بن محیصن ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

مصائب ومشکلات کا مسلمان کے لیے کفارہ بننا:

ارشاد خداوندی ہے:

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (النساء:۱۲۳)

''جو شخص بھی برا کام کرے گا، اسے اس کی سزا دی جائے گی''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت پریشان ہوئے کہ آخرت میں سزا سے کوئی شخص بھی نہیں بچ سکے گا' کیونکہ ہر انسان سے کوئی نہ کوئی غلطی یا گناہ ضرور ہو جاتا ہے۔ انہوں نے یہ پریشان کن بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ آپ نے جواب میں فرمایا: مسلمان کو جو بھی تکلیف

2964۔ اخرجه مسلم (۱۹۹۳/٤): کتاب البر و الصلة و الآداب: باب: ثواب المومن فیما یصیبه من مرض او حزن او نحو ذلك حتی الشوكة يشاكها، حديث (۲۵۷٤/۵۲)، و احمد (۲٤۸/۲)، و الحمیدی (٤۸۵/۲)، حدیث (۱۱٤۸).

پہنچتی ہے وہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے حتیٰ کہ اسے جو کانٹا لگتا ہے اس سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں۔اس سے ملتی جلتی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ مسلمان کو جو بخار یا تکلیف پہنچتی ہے یا کانٹا چبھتا ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے حتیٰ کہ کوئی شخص اپنی جیب سے کوئی چیز تلاش کرتا ہے لیکن وہ دوسری جیب میں ہوتی ہے اور وہ نہ ملنے کی وجہ سے جو پریشانی لاحق ہوتی ہے اس سے بھی گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔اس آیت کے آغاز میں یہ الفاظ ہیں: لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَا اَمَانِیِّ اَهْلِ الْکِتَابِ یعنی تمہاری اور اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی امیدوں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ محض امیدیں باندھے اور عمل خیر نہ کرے۔بلکہ اسے چاہیے کہ اعمال حسنہ کرے، اعمال سیئہ سے اجتناب کرے پھر کوئی غلطی ہو جائے تو مایوس نہ ہو' کیونکہ ارشاد خداوندی ہے: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے"۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مکمل طور پر شیطان مایوس ہوتا ہے۔ایک روایت کے مطابق مسلمان کو اس کی جان، اولاد اور مال کی وجہ سے جو اذیت پہنچتی ہے وہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔

2965 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ اَخْبَرَنِىْ مَوْلٰى ابْنِ سِبَاعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلَا اُقْرِئُكَ اٰيَةً اُنْزِلَتْ عَلَىَّ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَقْرَاَنِيْهَا فَلَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنِّىْ قَدْ كُنْتُ وَجَدْتُّ انْقِصَامًا فِىْ ظَهْرِىْ فَتَمَطَّاْتُ لَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاْنُكَ يَا اَبَا بَكْرٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ وَاَيُّنَا لَمْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا وَّاِنَّا لَمُجْزَوْنَ بِمَا عَمِلْنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنْتَ يَا اَبَا بَكْرٍ وَّالْمُؤْمِنُوْنَ فَتُجْزَوْنَ بِذٰلِكَ فِى الدُّنْيَا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَلَيْسَ لَكُمْ ذُنُوْبٌ وَّاَمَّا الْاٰخَرُوْنَ فَيُجْمَعُ ذٰلِكَ لَهُمْ حَتّٰى يُجْزَوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّفِىْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ

وَمُوْسَى بْنُ عُبَيْدَةَ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّمَوْلَى ابْنِ سِبَاعٍ مَجْهُوْلٌ وَّقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ وَّلَيْسَ لَهٗ اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ اَيْضًا

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَآئِشَةَ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

"جو شخص برائی کرے گا اس کو اس کا بدلہ مل جائے گا' اور وہ شخص اپنے لیے' اللہ تعالیٰ کے علاوہ' اور کوئی ولی یا مددگار نہیں

2965- اخرجه احمد (٦/١)، و عبد بن حميد ص (٣١)، حديث (٧)

پائے گا۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! میں تمہارے سامنے وہ آیت تلاوت نہ کروں؟ جو ابھی نازل ہوئی ہے تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جی ہاں راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے میرے سامنے یہ آیت تلاوت کی تو مجھے یہ محسوس ہوا جیسے میری کمر ٹوٹ جائے گی۔ میں نے اپنے جسم کو جھٹکا دیا نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا: کیا ہوا؟ تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان جائیں ہم میں سے کون ایسا شخص ہے جو کسی برائی کا ارتکاب نہیں کرتا تو کیا ہمیں ان سب اعمال کی سزا ملے گی؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں اور دوسرے تمام مسلمانوں کو دنیا میں اس کا بدلہ دے دیا جائے گا تاکہ تم لوگ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو تو تمام گناہوں سے پاک ہو جاؤ البتہ دوسرے لوگوں (یعنی کفار) کی تمام برائیاں جمع کی جائیں گی تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔اس کی سند پر اعتراض کیا ہے

یحییٰ بن سعید اور امام احمد بن حنبل نے موسیٰ بن عبیدہ نامی راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مولیٰ ابن سباع مجہول ہے۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تاہم اس کی سند بھی مستند نہیں ہے۔ اصحاب میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

مسلمان کو گناہوں سے پاک کر کے دنیا سے اٹھایا جانا:

ارشادِ ربانی ہے:

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (النساء: ۱۲۳)

''جو شخص برائی کرتا ہے، اسے اس کی سزا دی جائے گی اور اس کے لیے اللہ کے علاوہ کوئی نہ مونس ہوگا اور نہ مددگار''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے ابوبکر! کیا میں تجھے نازل شدہ آیت نہ سناؤں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں! ضرور سنائیں۔ آپ نے یہ آیت سنائی۔ پس میں نہیں جانتا ہوں مگر یہ بات کہ میں نے اپنی پشت میں شکستگی محسوس کی میں نے اس پر انگڑائی لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! آپ کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ارشاد خداوندی کے مطابق آخرت میں ہم لوگوں کو ضرور سزا بھگتنا ہوگی! آپ نے جواب میں فرمایا: اے ابوبکر! مسلمان کو دنیا میں ہی اس کے گناہوں کی سزا دی جاتی ہے اور جب وہ وفات کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا اور وہ پاک وصاف پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس نڈر مسلمان اور کافر اپنے گناہوں کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں اور قیامت کے دن انہیں ان کی سزا دی جائے گی۔

ایک دوسری روایت میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی نیکیوں کو قبول کرتا ہے، اس کے گناہوں کو مصائب ومشکلات کے سبب معاف کرتا ہے اور اسے پاک وصاف کر کے دنیا سے اٹھایا جاتا ہے۔

فائدہ نافعہ: زیر بحث حدیث میں لفظ: "اَلْمُؤْمِنُوْنَ" سے مراد کامل مسلمان ہیں جنہیں دنیا میں ہی پاک وصاف کر دیا جاتا ہے۔ لفظ "اَلْاٰخِرُوْنَ" سے مراد ناقص ونام نہاد (منافق) مسلمان اور کافر ہیں جو گناہوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں پھر آخرت کی سزا ان کا مقدر بنتی ہے۔

2966 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَشِيَتْ سَوْدَةُ اَنْ يُّطَلِّقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تُطَلِّقْنِيْ وَاَمْسِكْنِيْ وَاجْعَلْ يَوْمِيْ لِعَآئِشَةَ فَفَعَلَ فَنَزَلَتْ (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَّالصُّلْحُ خَيْرٌ)

آثارِ صحابہ: فَمَا اصْطَلَحَا عَلَيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ جَائِزٌ كَاَنَّهٗ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید نبی اکرم ﷺ انہیں طلاق دے دیں گے۔ انہوں نے عرض کی: آپ مجھے طلاق نہ دیں آپ مجھے نکاح میں برقرار رکھیں۔ میری باری کا دن عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دیں تو نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا' تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

"ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا' اگر وہ آپس میں کوئی بات طے کر لیں اور یہ طے کرنا بہتر ہے۔"

جب میاں بیوی کوئی چیز طے کر لیں تو وہ درست ہوتا ہے۔ شاید یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

نزاع سے صلح بہتر ہونا:

فرمان خداوندی ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

(النساء: ۱۲۸)

"اگر کسی خاتون کو اپنے خاوند کی نافرمانی یا بے پرواہی کا خوف ہو وہ دونوں باہم مصالحت کا راستہ اختیار کر لیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اور صلح بہتر ہے۔ دل لالچ کے پھندے میں ہیں، اگر تم نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ کو

تمہارے کاموں کا علم ہے جو تم کرتے ہو"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ابن سعد کی ایک روایت کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی پھر اس سلسلے میں رجوع فرمالیا تھا۔ ابن اسعد کی یہ روایت درست نہیں ہے بلکہ صحیح روایت جامع ترمذی کی ہے، جس میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق نہیں دی تھی۔ ہاں حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کچھ آثار وقرائن سے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرلیا، کیونکہ انہوں نے اپنی مرضی سے عرض کردیا تھا کہ اب انہیں زن وشوہر کے معاملہ سے دلچسپی باقی نہیں رہی۔

صلح کی راہ اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ فریقین اپنے حقوق کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے کچھ حقوق کی قربانی دے کر مصالحت اختیار کرلیں تو بہتر ہے مثلاً زوجین میں سے بیوی حق مہر یا نان ونفقہ یا شوہر کی متعدد ازواج ہونے کی صورت میں اپنا حق ازدواجی (رات کا حق) چھوڑ کر اپنے زوج سے مصالحت کرلیں۔ صلح کرنے کا معیار دوسری صحیح حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے: اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا یعنی مسلمانوں کے مابین ہر صلح جائز ہے لیکن ایسی صلح جائز نہیں ہے، جس سے کسی حرام چیز کو حلال کرنا یا حلال چیز کو حرام کرنا لازم آتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

2967 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ اَبِى السَّفَرِ عَنِ الْبَرَاءِ

متنِ حدیث: قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ اُنْزِلَتْ اَوْ اٰخِرُ شَىْءٍ نَزَلَ (يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلَالَةِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّاَبُو السَّفَرِ اسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ اَحْمَدَ الثَّوْرِىُّ وَيُقَالُ ابْنُ يُحْمِدَ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی:

"لوگ تم سے حکم دریافت کرتے ہیں تم یہ فرمادو! کلالہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور ابوسفر کا نام سعید بن احمد ثوری ہے۔ بعض نے انہیں ابن یحمد ثوری بھی کیا ہے۔

2968 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلَالَةِ) فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُجْزِئُكَ اٰيَةُ الصَّيْفِ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول

2967۔ اخرجه مسلم (۳/۱۲۳۷): كتاب الفرائض: باب: آخر آية انزلت آية الكلالة، حديث (۱۶۱۸/۱۳).

2968۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۱۳۴): كتاب الفرائض باب من كان ليس له ولد وله اخوات، حديث (۲۸۸۹)، و احمد (۴/۲۹۳، ۲۹۵).

اللہ! (اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟)

''لوگ تم سے حکم دریافت کرتے ہیں تم یہ فرما دو! اللہ تعالیٰ کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے''۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے گرمیوں میں نازل ہونے والی آیت کافی ہے۔

شرح

کلالہ کی تعریف:

ارشاد خداوندی ہے:

(الف) وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ (النساء:۱۲)

(ب) يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ (النساء:۱۷۶)

(الف) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ، اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا''۔

(ب) اے محبوب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں؟ آپ فرما دیں کہ اللہ تمہیں ''کلالہ'' میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جائے جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا حصہ ہے''۔

لفظ: کلالۃ: فعل ثلاثی مجرد مضاعف كُلَّ يَكِلُّ باب ضَرَبَ يَضْرِبُ سے مصدر ہے جس کا لغوی معنی ہے: ضعیف ہونا، لاغر ہونا، کمزور ہونا۔ وراثت کی اصطلاح میں کلالہ کا معنی ہے: ایسی میت ہے جس نے اپنا والد اور ایسی اولاد نہ چھوڑی ہو جو وارث بن سکتی ہو یا ایسا شخص مراد ہے جس کے اصول وفروع موجود نہ ہوں۔

مندرجہ دونوں آیات کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ پہلی آیت موسم سرما میں نازل ہوئی جبکہ دوسری آیت موسم گرما میں نازل ہوئی۔ کسی صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ''کلالہ'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: تمہارے لیے موسم گرما میں نازل ہونے والی آیت کافی ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: فَمَنْ لَّمْ يَتْرُكْ وَلَدًا وَّلَا وَالِدًا فَوَرَثَتُهٗ كَلَالَةٌ یعنی جس شخص نے نہ اولاد چھوڑی ہو اور نہ باپ تو اس کے ورثاء کلالہ ہیں۔

ان آیات اور احادیث میں کلام کے حوالے سے دو اہم مسائل بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) لفظ: ولد: کا لغوی معنی ہے: اولاد۔ اس معنی میں تعمیم ہے۔ لہٰذا اس کا اطلاق جس طرح حقیقی اولاد لڑکوں اور لڑکیوں پر ہوتا ہے اسی طرح نیچے والی اولاد یعنی پوتوں، پوتیوں، نواسوں اور نواسیوں پر بھی ہوتا ہے۔ تاہم علم میراث کے قانون کے مطابق میت کے بیٹے یا پوتے موجود ہوں تو بالاتفاق ہر قسم کے بہن بھائی (خواہ حقیقی ہوں یا علاتی اور اخیافی) وراثت سے محروم رہیں گے۔ اگر میت کی صرف مؤنث اولاد یعنی بیٹیاں موجود ہوں تو بالاتفاق بہن بھائی وراثت کے حقدار قرار پائیں گے۔ بھائی تیسرے درجہ میں

عصبہ بنفسہ بنیں گے اور بہنیں بھائیوں سے مل کر عصبہ بالغیر بنیں گی جبکہ بہنیں لڑکیوں سے مل کر عصبہ مع الغیر قرار پائیں گی۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں: اِجْعَلُوا الْاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً یعنی تم بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔ اس سلسلے میں دو مشہور احادیث مبارکہ ہیں:

(۱) دور رسالت میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیٹی کے لیے نصف اور بہن کے لیے نصف حصہ مقرر کیا تھا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۶۷۴۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرتا ہوں: بیٹی کے لیے نصف حصہ ہے اور پوتی کے لیے سدس جبکہ باقی ماندہ بہن کے لیے ہے' کیونکہ لفظ "ولد" سے عام معنی مراد نہیں ہے بلکہ صرف مذکر اولاد مراد لی گئی ہے۔

(۲) لفظ "ولد" کی طرح لفظ "والد" کے لغوی معنی میں بھی تعمیم ہے یعنی اس کا اطلاق باپ اور دادا دونوں پر ہوتا ہے۔ علم میراث کے ضابطہ کے مطابق اگر میت کا باپ موجود ہو تو بالاتفاق سب بہن بھائی محروم رہتے ہیں۔ میت کا دادا موجود ہونے کی صورت میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ میت کے باپ کی طرح دادا موجود ہونے کی صورت میں بھی تمام بہن بھائی وراثت سے محروم رہیں گے' کیونکہ لفظ "والد" کے معنی میں تعمیم ہے، اس کا اطلاق باپ اور دادا دونوں پر ہوتا ہے اور دونوں کا حکم بھی یکساں ہونا چاہیے۔ صاحبین کا نقطہ نظر ہے کہ میت کے دادا کی موجودگی میں بہن بھائی وراثت سے محروم نہیں رہتے بلکہ وارث بنتے ہیں۔ لفظ "والد" کے معنی میں تعمیم نہیں ہے بلکہ تخصیص ہے جس کا اطلاق صرف باپ پر ہوتا ہے۔ جس طرح لفظ "ولد" کا اطلاق صرف مذکر اولاد پر ہوتا ہے، اسی طرح لفظ "والد" کا اطلاق بھی صرف باپ پر ہوتا ہے۔

بعض سورتوں کے مختلف نام:

سوال: بعض سورتوں کے ایک سے زائد نام ہیں، وہ سورتیں کون کون سی ہیں؟

جواب: قرآن کریم کی وہ سورتیں جن کے نام ایک سے زائد ہیں وہ تعداد میں سینتیس ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) سورۃ فاتحہ

سورۃ فاتحہ کے پچیس نام ہیں:

(۱) ام القرآن (۲) السبع المثانی (۳) فاتحۃ الکتاب (۴) فاتحۃ القرآن (۵) ام الکتاب (۶) الحمد (۷) القرآن العظیم (۸) الکنز (۹) الوافیۃ (۱۰) الکافیہ (۱۱) الاساس (۱۲) النور (۱۳) سورۃ الحمد (۱۴) سورۃ الشکر (۱۵) سورۃ الحمد الاولی (۱۶) سورۃ الحمد القصریٰ (۱۷) الراقیۃ (۱۸) الشفاء (۱۹) الشافیۃ (۲۰) سورۃ الصلوٰۃ (۲۱) سورۃ الدعاء (۲۲) سورۃ السوال (۲۳) سورۃ تعلیم المسئلۃ (۲۴) سورۃ المناجات (۲۵) سورۃ التفویض۔

(۲) سورۃ بقرہ:

سورۃ بقرہ کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ بقرہ (ii) سنام القرآن (iii) فسطاط القرآن۔

(۳) سورۃ آل عمران:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ طیبہ (ii) سورۃ آل عمران (iii) سورۃ الزہرا۔

(۴) سورۃ مائدہ:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ العقود (ii) سورۃ المنقذہ (iii) سورۃ المائدہ۔

(۵) سورۃ الانفال:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ الانفال (ii) سورۃ البدر۔

(۶) سورۃ برأت:

اس کے تیرہ نام ہیں:

(۱) سورۃ برأت (۲) سورۃ الفاضحۃ (۳) سورۃ العذاب (۴) سورۃ التوبہ (۵) سورۃ المقشقشہ (۶) سورۃ المنقرہ (۷) سورۃ المثیرہ (۸) سورۃ الحافرہ (۹) سورۃ المبعثرہ (۱۰) سورۃ المخزیۃ (۱۱) سورۃ المنکلہ (۱۲) سورۃ المشردہ (۱۳) سورۃ المدمدمہ۔

(۷) سورۃ النحل:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ النحل (ii) سورۃ النعم

(۸) سورۃ الاسراء:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الاسراء (ii) سورۃ سبحان (iii) سورۃ بنی اسرائیل

(۹) سورۃ الکہف:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الکہف (ii) سورۃ اصحاب کہف (iii) سورۃ الحائلۃ

(۱۰) سورۃ طٰہٰ:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ طہٰ (ii) سورۃ الکلیم

(۱۱) سورۃ الشعراء:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الشعراء (ii) سورۃ النحل (iii) سورۃ سلیمان

(۱۲) سورۃ السجدہ:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ السجدہ (ii) سورۃ المضاجع

(۱۳) سورۃ فاطر:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ الملائکۃ (ii) سورۃ فاطر

(۱۴) سورۃ یٰسین:

اس کے پانچ نام ہیں:

(i) سورۃ قلب القرآن (ii) سورۃ یٰسین (iii) سورۃ الحمد (iv) سورۃ مدافعہ (v) سورۃ قاضیہ

(۱۵) سورۃ زمر:

اس کے چار نام ہیں:

(i) سورۃ طول (ii) سورۃ زمر (iii) سورۃ غافر (iv) سورۃ المؤمن

(۱۶) سورۃ فصلت:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ فصلت (ii) سورۃ سجدہ (iii) سورۃ مصابیح

(۱۷) سورۃ الجاثیۃ:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الجاثیۃ (ii) سورۃ الشریعۃ (iii) سورۃ الدھر

(۱۸)سورۃ محمد:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ محمد (ii) سورۃ قتال

(۱۹)سورۃ ق:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ ق (ii) سورۃ الباسقات

(۲۰)سورۃ قمر:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ قمر (ii) سورۃ مبیضہ (iii) سورۃ اقترب

(۲۱)سورۃ رحمٰن:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ رحمٰن (ii) سورۃ عروس القرآن

(۲۲)سورۃ مجادلہ:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ مجادلہ (ii) سورۃ ظہار

(۲۳)سورۃ الحشر:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ الحشر (ii) سورۃ بنی نضیر

(۲۴)سورۃ الممتحنہ:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الممتحنہ (ii) سورۃ امتحان (iii) سورۃ المرأۃ

(۲۵)سورۃ الصف:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ الصف (ii) سورۃ الحواریین

(۲۶) سورۃ الطلاق:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ الطلاق (ii) سورۃ النساء القصریٰ

(۲۷) سورۃ التحریم:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ التحریم (ii) سورۃ المتحرم (iii) سورۃ لم تحرم

(۲۸) سورۃ ملک:

اس کے سات نام ہیں:

(۱) سورۃ ملک (۲) سورۃ تبارک (۳) سورۃ مانعہ (۴) سورۃ المنجیہ (۵) سورۃ مجادلہ (۶) سورۃ واقیہ (۷) سورۃ الممانعہ

(۲۹) سورۃ المعارج:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ المعارج (ii) سورۃ الواقعہ (iii) سوال السائل

(۳۰) سورۃ نباء:

اس کے چار نام ہیں:

(i) سورۃ نبا (ii) سورۃ عم (iii) سورۃ التساؤل (iv) سورۃ المعصرات

(۳۱) سورۃ لم یکن:

اس کے چھ نام ہیں:

(i) سورۃ لم یکن (ii) سورۃ اہل کتاب (iii) سورۃ بینہ (iv) سورۃ قیامہ (v) سورۃ البریۃ (iv) سورۃ الانفاک

(۳۲) سورۃ ارأیت الذی:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الکافرون (ii) سورۃ المقشقشہ (iii) سورۃ العبادہ

(۳۴) سورۃ النصر:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ النصر (ii) سورۃ التودیع

(۳۵) سورۃ تبت:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ تبت (ii) سورۃ المسد

(۳۶) سورۃ الاخلاص:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الاخلاص (ii) سورۃ التوحید (iii) سورۃ الاساس

(۲۷) سورۃ فلق اور سورۃ الناس:

دونوں سورتوں کے دو دو نام ہیں:

(i) سورۃ فلق و سورۃ الناس (ii) معوذتین

قرآن میں استعمال ہونے والے حروف تہجی کی تفصیل:

الف:۴۸۸۷۲۔ب:۱۴۲۸۔ت:۱۱۰۹۵۔ث:۱۲۷۶۔ج:۳۲۷۳۔ح:۳۷۹۳۔خ:۲۴۱۶۔د:۵۶۰۲۔ذ:۴۶۷۷۔ر۱۱۷۹۳۔ز:۱۵۹۰۔س:۵۸۹۔ش:۲۲۵۳۔ص:۲۰۱۲۔ض:۱۲۰۷۔ط:۱۲۷۷۔ظ:۸۴۲۔ع:۹۲۲۰۔غ:۲۲۰۸۔ف:۸۴۹۹۔ق:۶۸۱۳۔ک:۹۵۰۰۔ل:۳۴۳۲۔م:۳۶۵۶۰۔ن:۴۰۱۹۰۔و:۲۵۵۳۶۔ھ:۱۹۰۷۰۔لا:۳۷۲۰۔ی:۴۵۹۱۹

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ

باب 6: سورۃ مائدہ سے متعلق روایات

2969 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِّسْعَرٍ وَّغَيْرِهِ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَوْ عَلَيْنَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا) لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنِّيْ اَعْلَمُ اَيَّ يَوْمٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اُنْزِلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں: ایک یہودی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا ہے: اے امیر المؤمنین! اگر

2969۔ اخرجه البخاری (۱۱۹/۸): کتاب التفسیر: باب: (الیوم اکملت لکم دینکم) (المائدۃ: ۳)، حدیث (٤٦٠٦)، و تقدم فی کتاب المغازی: باب: حجة الوداع، حدیث (٤٤٠٧)، و مسلم (۲۳۱۲/٤): کتاب التفسیر: باب: حدیث (۳، ۳۰۱۷/٤) و النسائی (۲۵۱/٥): کتاب مناسك الحج باب: ما ذکر من یوم عرفة، حدیث (۳۰۰۲)، (۱۱٤/۸): کتاب الایمان و شرائعة: باب: زیادة الایمان، حدیث (۵۰۱۲)، و احمد (۲۸/۱)، و الحمیدی (۱۹/۱)، حدیث (۳۱)، و ابن حمید ص (٤٠) حدیث (۳۰).

یہ آیت ہم پر نازل ہوئی ہوتی۔

''آج کے دن ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا' اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے راضی ہو گئے''۔

تو ہم لوگ اس دن کو عید کا دن قرار دیتے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ پتا ہے کہ یہ کس دن نازل ہوئی تھی؟ یہ آیت عرفات کے دن نازل ہوتی تھی جب جمعہ کا دن تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2970 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ اَبِیْ عَمَّارٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا) وَعِنْدَهٗ يَهُوْدِيٌّ فَقَالَ لَوْ اُنْزِلَتْ هٰذِهٖ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَا يَوْمَهَا عِيْدًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنَّهَا نَزَلَتْ فِیْ يَوْمِ عِيْدٍ فِیْ يَوْمِ جُمُعَةٍ وَّيَوْمِ عَرَفَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ عمار بن ابوعمار بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی:

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا' اور تم پر اپنی تمام نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے راضی ہو گیا''

اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس یہودی موجود تھا اس نے کہا: اگر یہ آیت ہم لوگوں پر نازل ہوئی ہوتی' تو ہم اس دن کو عید کا دن قرار دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت جس دن نازل ہوئی تھی اس دن دو عیدیں تھی' ایک جمعہ کا دن تھا اور دوسرا عرفات کا دن تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

ایک ممتاز آیت مبارکہ:

سورۃ مائدہ ۱۶ رکوعات، ۱۲۰ آیات، ۳۶۲۵ کلمات اور ۱۲۴۲۲ حروف پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ میں دسترخوان کا ذکر ہے' جس وجہ سے اس کا نام ''المائدہ'' رکھا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا، میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین منتخب کیا''۔

تفسیر ومفہوم:

کمال دین سے مراد ہے کہ نزول قرآن کریم کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا ہے اور وہ لوگوں کو شریعت و دین سے سرفراز کرنا تھا۔ اتمام نعمت سے مراد ہے کہ اب مزید کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس ارشاد گرامی میں دین کی نسبت مومنوں کی طرف کرنے اور نعمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دین کو غلبہ مسلمانوں کی محنت، تبلیغ اور کوشش سے حاصل ہوتا ہے جبکہ عطاء نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

کمال دین سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کا دین نامکمل و ناقص تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کا دین ان کے ظاہری زمانہ میں تو مکمل تھا لیکن بعد میں ہر قوم نے اس میں ترمیم کر کے ناقص بنا دیا تھا یعنی دین کو ناقص اقوام کے اعتبار سے کہا جاتا ہے مثلاً بچے کا لباس عمر کے لحاظ سے کامل ہوتا ہے لیکن زمانہ شباب کے اعتبار سے ناقص ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کی امت آخری امت ہے اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے جو دین اسلام کہلاتی ہے۔ یہ دین و شریعت ہر اعتبار سے مکمل ہے اور تا قیامت مکمل رہے گی حتیٰ کہ اسی پر عمل معیار نجات ہے۔

نزول آیت کا زمانہ اور وقت:

یہ آیت ۱۰ھ کو مقام عرفہ میں جمعۃ المبارک کے دن، جبل رحمت کے پاس اور نماز عصر کے بعد نازل ہوئی تھی۔ گویا حجۃ الوداع کا موقع تھا کہ ایک لاکھ سے زائد مسلمان حاضر تھے، بابرکت دن تھا، بابرکت مقام تھا اور قبولیت دعا کا وقت تھا کہ یہ آیت مبارکہ نازل کی گئی۔

اس آیت کی فضیلت واہمیت احادیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ ایک یہودی حضرت فاروق اعظم یا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اگر یہ آیت ہمارے نبی علیہ السلام پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو بطور عید منایا کرتے۔ ان بزرگوں نے جواب دیا: تم ایک عید کی بات کرتے ہو اس آیت مبارکہ کے نزول کے دن ہماری دو عیدیں تھیں:

(۱) یوم عرفہ (۲) یوم جمعۃ المبارک۔

الغرض ہمیں نئی عید منانے یا تقریب منعقد کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ہم اس آیت کی اہمیت وعظمت کو خوب جانتے ہیں کہ اس کے نزول کے دن ہماری دو عیدیں تھیں۔ بعد میں خواہ ایک عید آگے پیچھے ہو جاتی ہے لیکن ایک عید (قیام عرفہ، حج) باقاعدگی سے منعقد کی جاتی ہے، جس میں لاکھوں مسلمان شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور تا قیامت یہ اعزاز حاصل کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

2971 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: يَمِيْنُ الرَّحْمٰنِ مَلْاٰى سَحَّاءُ لَا يُغِيضُهَا اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ قَالَ اَرَاَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَمِيْنِهٖ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ وَبِيَدِهِ الْاُخْرٰى الْمِيزَانُ يَرْفَعُ وَيَخْفِضُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَتَفْسِيْرُ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ) وَهٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَتْهُ الْاَئِمَّةُ نُؤْمِنُ بِهٖ كَمَا جَآءَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّفَسَّرَ اَوْ يُتَوَهَّمَ هٰكَذَا قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ مِنْهُمْ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّابْنُ عُيَيْنَةَ وَابْنُ الْمُبَارَكِ اَنَّهٗ تُرْوٰى هٰذِهِ الْاَشْيَاءُ وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا يُقَالُ كَيْفَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: رحمان کا دایاں ہاتھ خزانے سے بھرا ہوا ہے' وہ ہمیشہ اسے خرچ کرتا رہتا ہے۔ دن اور رات کے (یعنی مسلسل) خرچ کرنے سے' کسی بھی وقت اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اس بات پہ غور کیا ہے۔ اس نے جب سے زمین آسمان کو پیدا کیا۔ اس وقت سے خرچ کر رہا ہے' اور پھر بھی اس کے دستِ عنایت میں کوئی کمی نہیں آئی' اس کا عرش پانی پر ہے۔ اور اس کے دوسرے ہاتھ میں میزان ہے۔ جسے وہ جھکاتا اور بلند کرتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ حدیث اس آیت کی تفسیر میں ہے۔

''یہودیوں نے یہ کہا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے حالانکہ ان (یہودیوں) کے اپنے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔''

اس حدیث کے بارے میں آئمہ نے یہ بات بیان کی ہے' اس پر ایمان لایا جائے گا جیسا کہ یہ منقول ہے۔ اس کی کوئی وضاحت نہیں کی جائے گی اور اس بارے میں اپنے ذہن سے کوئی بات بیان نہیں کی جائے گی۔

کئی ائمہ نے یہ بات بیان کی ہے: جن میں سفیان ثوری، امام مالک، ابن عیینہ، ابن مبارک شامل ہیں۔ (جو یہ فرماتے ہیں) اس طرح کی روایت کو نقل کر دیا جائے گا۔ ان پر ایمان رکھا جائے گا' لیکن یہ وضاحت نہیں کی جائے گی کہ اس سے مراد کیا ہے؟

شرح

اللہ تعالیٰ کا فیاض و کریم ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

2971۔ اخرجه مسلم (۳/۷۴۴ ـ الابی): كتاب الزكاة: باب: الحث على النفقة و تبشير المنفعة بالخلفة، حديث (۹۹۳/۳٦)، و ابن ماجه (۷۱/۱): كتاب المقدمة: باب: فيما انكرته الجهمية، حديث (۱۹۷).

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُاللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ط غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا م بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ لا يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ط (المائدہ:۶۴)

''اور یہود نے کہا: اللہ کا ہاتھ بند ہو چکا ہے، ان لوگوں کے ہاتھ بند ہوں! یہ بات کہنے کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے''۔

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یوں ہے کہ جب باذن خداوندی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جہاں مسلمانوں نے آپ کے استقبال کی صورت میں اظہار مسرت کیا تھا وہاں یہود نے بغض وعداوت کا مظاہرہ بھی کیا تھا۔ مشیت خداوندی سے رزق میں کمی واقع ہوگئی اور پیداوار میں قلت آ گئی جبکہ لوگوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ روزی میں کمی پیدا کرنے کی حکمت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ○ (الاعراف:۹۴)

''ہم جس بستی میں کسی نبی کو بھیجتے ہیں تو وہاں کے لوگوں پر تنگی اور بیماری مسلط کر دیتے ہیں تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں''۔

رزق میں کمی کا منشاء یہود کی اصلاح اور انہیں ڈھیلا کرنا تھا لیکن وہ تکبر وغرور کا پہاڑ بن گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف گفتگو کر کے گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالترتیب ان کی گفتگو کا جواب دیا گیا ہے۔ پہلے تو انہیں جواب دیا گیا: رب کرے کہ ان کے ہاتھ بند ہو جائیں پھر ان پر لعنت کی گئی اور بعد ازاں عظمت باری تعالیٰ بیان ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جیسے چاہے خرچ کرتے ہیں۔

حدیث باب میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے' جس سے اللہ تعالیٰ کی فیاضی وجوادی اور بندہ نوازی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ اللہ تعالیٰ کے پاس رزق کثیر ہے جس سے دوستوں اور دشمنوں سب کو نوازتا ہے۔

☆ اس کی فیاضی وجوادی اور فضل وکرم کا دریا شب وروز بہہ رہا ہے' جس سے سب لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

☆ جس طرح زمین وآسمان کا زمانہ تخلیق سے لے کر اب تک کا حساب لگانا دشوار ہے بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کی فیاضی و جوادی اور خرچ کرنے کا حساب لگانا بھی ممکن نہیں ہے۔

☆ زمین وآسمان کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ کی حکومت پانی پر موجود تھی۔

☆ اللہ تعالیٰ کی فیاضی حکمت پر مبنی ہے اور تنگی بھی جس کا تصور حقیقی انسانی عقل میں نہیں آ سکتا۔

فائدہ نافعہ: وہ امور جو انسان کی صفت بن سکتے ہوں، ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا متشابہات کہلاتے ہیں۔ حدیث باب متشابہات کا ذخیرہ ہے۔ متشابہات پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور اس کی تفصیل وگہرائی تک رسائی ناممکن ہے۔ لہٰذا ایسی روایات بیان کرتے وقت تفصیل سے اجتناب کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2972 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ سَعِيْدٍ

الْجُرَيْرِيّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرَسُ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) فَاَخْرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهُ مِنَ الْقُبَّةِ فَقَالَ لَهُمْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ انْصَرِفُوْا فَقَدْ عَصَمَنِي اللّٰهُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا نَصْرُ ابْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرَسُ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيهِ عَنْ عَآئِشَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پہلے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

"اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا"

تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا سر مبارک خیمے سے باہر نکالا اور لوگوں سے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم لوگ واپس چلے جاؤ! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری (حفاظت کا وعدہ) کرلیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

اس روایت کو بعض راویوں نے جریری کے حوالے سے عبداللہ بن شقیق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: پہلے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ انہوں نے اس کی سند میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حفاظت الٰہی میں:

ارشاد ربانی ہے:

يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (المائدہ:۶۷)

"اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا ہے، اسے بیان فرمادیں! اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو اللہ کا پیغام آپ نے نہ پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچالے گا۔ بیشک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے بطور معلم انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرنے کا سلسلہ شروع کیا، حضرت آدم علیہ السلام اس سلسلہ کے پہلے اور حضرت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ بطور نصاب انہیں کتب و صحائف عنایت فرمائے گئے اور ان پر لوگوں کو تبلیغ کرنا فرض قرار دیا گیا۔ ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو بغیر خوف و خطر کے اللہ تعالیٰ کا پیغام توحید و احکام

مکمل طور پر پہنچا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام توحید دینے اور تبلیغ احکام کا سلسلہ اپنے گھر سے شروع کیا پھر دوستوں اور دشمنوں سب کو تبلیغ فرمائی۔ دوران تبلیغ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھروں کی بارش کی گئی، قاتلانہ حملے کیے گئے اور ناشائستہ جملے کسے گئے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے یہ سب کچھ برداشت کرلیا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رب العالمین ہیں اور محب اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ محبوب کو گزند پہنچے تو رب کائنات نے اعلان فرمایا: اے محبوب! میں آپ کو دشمنوں سے بچاؤں گا یعنی جس طرح قرآن کریم تحریف سے محفوظ ہے کہ وہ حفاظت خداوندی میں ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچا سکتا' کیونکہ آپ حفاظت خداوندی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ مقام ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی اے محبوب! ہم نے آپ کا ذکر بلند کردیا''۔ یہی وجہ ہے کہ اذان، اقامت اور نماز وغیرہ میں ذکر خداوندی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہے۔

سوال: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حفاظت خداوندی میں تھے تو طائف میں پتھروں کی بارش کر کے زخمی کیوں کیے گئے، کفار مکہ ویہود مدینہ نے آپ کو کیوں ستایا اور غزوہ احد کے موقع پر آپ کا دانت مبارک کیوں شہید کیا گیا؟

جواب: بلاشبہ یہ واقعات درست ہیں لیکن ان کا تعلق مندرجہ بالا آیت کے نزول سے قبل زمانہ سے ہے، لہٰذا یہ اعتراض ناقابل توجہ ہے۔

2973 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَمَّا وَقَعَتْ بَنُو اِسْرَآئِيلَ فِى الْمَعَاصِى نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا فَجَالَسُوهُمْ فِى مَجَالِسِهِمْ وَوَاكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَّلَعَنَهُمْ (عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ) قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَاْطُرُوْهُمْ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا

قول امام دارمی: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ يَزِيْدُ وَكَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ لَا يَقُوْلُ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ اَبِى الْوَضَّاحِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَبَعْضُهُمْ يَقُوْلُ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ

◄► حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب بنی اسرائیل

2973- اخرجه ابوداؤد (٢/ ٥٢٤، ٥٢٥): كتاب الملاحم: باب: الامر و النهى، حديث (٤٣٣٦)، و ابن ماجه (٢/ ١٣٢٧): كتاب الفتن: باب: الامر بالمعروف و النهى عن المنكر، حديث (٤٠٠٦).

گناہوں میں مبتلا ہوئے' تو ان کے علماء نے انہیں رد کنے کی کوشش کی' لیکن وہ لوگ باز نہیں آئے۔اس کے باوجود ان کے علماء ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتے رہے۔ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک جیسے کر دیئے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی ان لوگوں پر لعنت کی' اس کی وجہ یہ تھی: انہوں نے نافرمانی کی تھی اور حد سے تجاوز کیا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے' پہلے آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' تم لوگ اس وقت تک نجات نہیں پا سکتے۔جب تک تم ظالم کو ظلم سے روکو گے نہیں۔

عبداللہ بن عبدالرحمان (امام دارمی) نے یہ بات بیان کی ہے۔یزید نے یہ بات بیان کی ہے۔سفیان ثوری نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت محمد بن مسلم کے حوالے سے' علی کے حوالے سے' ابوعبیدہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند منقول ہے۔

بعض راویوں نے اسے ابوعبیدہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر روایت کیا ہے۔

2974 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ لَمَّا وَقَعَ فِيْهِمُ النَّقْصُ كَانَ الرَّجُلُ فِيْهِمْ يَرٰى اَخَاهُ عَلَى الذَّنْبِ فَيَنْهَاهُ عَنْهُ فَاِذَا كَانَ الْغَدُ لَمْ يَمْنَعْهُ مَا رَاٰى مِنْهُ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهٗ وَشَرِيْبَهٗ وَخَلِيْطَهٗ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَّنَزَلَ فِيْهِمُ الْقُرْاٰنُ فَقَالَ (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ) فَقَرَاَ حَتّٰى بَلَغَ (وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ) قَالَ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ لَا حَتّٰى تَاْخُذُوْا عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ فَتَاْطُرُوْهُ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ وَاَمْلَاهُ عَلَيَّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ اَبِي الْوَضَّاحِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

◆◆ ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب بنی اسرائیل کے درمیان خامیاں آنا شروع ہوئیں تو ان میں سے کوئی ایک شخص اپنے کسی بھائی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تھا' تو اسے روکتا تھا' لیکن جب اگلا دن آتا تھا' تو اسے گناہ کرتے دیکھ کر اسے روکتا نہیں تھا' کیونکہ اس نے اس دوسرے شخص کے ساتھ کھانا ہوتا تھا' پینا ہوتا تھا' میل جول رکھنا ہوتا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیئے، ان لوگوں کے بارے میں (قرآن) کی یہ آیت نازل ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا' ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت کی گئی' یہ اس وجہ سے ہے' جو انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔''

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کو تلاوت کیا اور یہاں تک تلاوت کیا:

''اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ' اس کے نبی اور اس کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے' اس پر ایمان لاتے' تو کفار کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔''

راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ پہلے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: نہیں! تم اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتے' جب تک تم ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے حق کی طرف نہ لے آؤ۔

اس روایت کو بندار نے ایک اور سند کے ہمراہ' ابوعبیدہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

تبلیغ دین کے لیے خوب محنت کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ ۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ○ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

(المائدہ: ۷۸-۸۱)

''حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کی زبان سے بنی اسرائیل کے کافر لوگوں پر لعنت بھیجی گئی، ان کی نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے جو بری بات کرتے باہم ایک دوسرے کو منع نہ کرتے، وہ یقیناً بہت برے کام کرتے تھے۔ ان میں تم بہت سے لوگوں کو دیکھو گے جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں، بہت بری چیز ہے جو انہوں نے آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے''۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور نبی پر اور جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیں''۔

آیات واحادیث کا مفہوم:

مندرجہ آیات اور احادیث باب میں کئی اہم تاریخی امور بیان کر کے امت محمدی کو اپنی اصلاح کرنے اور دوسروں کو تبلیغ کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

☆ کفار ومشرکین اپنے افعال وکردار کے باعث لعنت کے لائق ہیں، آخرت میں ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔
☆ ان لوگوں کی اپنے ہم خیال اور ہم عقیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی ہے جبکہ دوسرے لوگوں سے عداوت ودشمنی ہے۔
☆ ان لوگوں سے مراد یہود مدینہ اور مشرکین مکہ ہیں جنہوں نے خفیہ طور پر معاونت ودوستی کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ دونوں طاقتیں ہمہ وقت اسلام کے خلاف برسر پیکار رہا کرتی تھیں۔
☆ کفار ومشرکین مسلمانوں کے خیر خواہ اور دوست نہیں ہو سکتے، لہٰذا مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ انہیں اپنا دوست ہرگز نہ بنائیں۔
☆ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ انجام دیتے ہوئے تبلیغ اسلام خوب کریں' کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ تبلیغ کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر کیا جائے تا کہ کفار، بے دین اور مشرکین اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔
☆ خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین میں جذبہ تبلیغ اسلام کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کے نتیجہ میں اسلام جزیرۃ العرب تک محدود نہ رہا بلکہ دور دراز ممالک میں پہنچ گیا تھا۔
☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان سے جن لوگوں پر لعنت فرمائی تھی وہ ''اصحاب ایلہ'' تھے جو منع ہونے کے باوجود حیلوں بہانوں سے ہفتہ کے دن بھی مچھلی کا شکار کیا کرتے تھے۔
☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جن لوگوں پر لعنت کی گئی وہ ''اصحاب مائدہ'' تھے، جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے بھرا ہوا دستر خوان اتارا اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ دوسرے دن کے لیے بچا کر نہ رکھیں لیکن انہوں نے نافرمانی کرتے ہوئے نعمتوں کو دوسرے دن کے لیے بچا کر رکھنا شروع کر دیا۔ اس کے سبب ان پر لعنت کی گئی جن کی تعداد پانچ ہزار تھی۔

2975 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ اَبِىْ مَيْسَرَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَالَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِى الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَنَزَلَتِ الَّتِىْ فِى الْبَقَرَةِ (يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ) الْاٰيَةَ فَدُعِىَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِى الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَنَزَلَتِ الَّتِىْ فِى النِّسَاءِ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى) فَدُعِىَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِى الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَنَزَلَتِ الَّتِىْ فِى الْمَائِدَةِ (اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ) اِلٰى قَوْلِهِ (فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ) فَدُعِىَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ انْتَهَيْنَا انْتَهَيْنَا

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مُرْسَلٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِىْ مَيْسَرَةَ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اللّٰهُمَّ

2975- اخرجه ابوداؤد (۳۴۹/۲): كتاب الاشربة: باب: في تحريم الخمر، حديث (۳۶۷۰)، والنسائي (۲۸۶/۸): كتاب الاشربة: باب: تحريم الخمر، حديث (۵۵۴۰)، واحمد (۵۳/۱).

بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ انہوں نے کہا: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہم پر واضح نازل کر دے تو سورۃ البقرۃ کی یہ آیت نازل ہوئی:

''لوگ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت سنائی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر دعا کی، اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم نازل کر دے۔ تو سورۃ النساء میں موجود یہ آیت نازل ہوئی:

''اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو انہوں نے پھر یہ کہا: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم نازل کر دے۔ تو سورۃ المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

''شیطان یہ چاہتا ہے کہ وہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے۔''

یہ آیت یہاں تک ہے ''تو کیا تم باز آ جاؤ گے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو انہوں نے کہا: ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔

یہی روایت اسرائیل کے حوالے سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل کر دے۔

اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور یہ روایت محمد بن یوسف کی نقل کردہ روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

حرمت شراب کا حکم تدریجاً نازل ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا (النحل:٦٧)

''اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم شراب اور کھانے کی عمدہ اشیاء تیار کرتے ہو''۔

اس آیت میں آئندہ شراب حرام کرنے کا لطیف اشارہ تھا لیکن استحساناً اس کا ذکر ترک کر دیا گیا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں انگور کا استعمال کثرت سے ہوتا تھا لیکن خمر کے ذکر نہ کرنے میں بھی کوئی حکمت مضمر تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اللھم بین لنا فی الخمر بیان شفاء (اے اللہ! تو ہمارے لیے شراب کے بارے میں تسلی بخش حکم نازل کر دے) آپ کی دعا کا مقصد حرمت شراب کے حکم کا نزول تھا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (البقرہ:۲۱۹)

''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں حد دریافت کرتے ہیں؟ آپ انہیں فرمادیں کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور کچھ فوائد بھی ہیں، ان کا گناہ ان کے فوائد سے بڑا ہے۔ وہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں؟ آپ فرمادیں جو زائد ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہیں نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو''۔

اس آیت میں شراب کی خرابیاں اور اس کے فوائد بتائے گئے ہیں لیکن ابھی حرام نہیں قرار دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت سنائی گئی تو انہوں نے پھر یہی دعا کی: اے پروردگار! شراب کے بارے میں کوئی تسلی بخش حکم نازل کردے! اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ (البقرہ:۴۳)

''اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو''۔

اس آیت میں صرف نماز کے وقت شراب حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تھا لیکن مکمل طور پر شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پھر دعا کی: اے اللہ! تو شراب کے بارے میں واضح اور تسلی بخش حکم نازل فرمادے۔ اس پر یہ ارشاد ربانی نازل ہوا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (المائدہ:۹۰،۹۱)

''اے ایمان والو! بیشک شراب، جوا، بت اور پانسے پلید ہیں اور شیطان کے کام ہیں پس تم ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔ بیشک شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تم میں دشمنی اور بغض ڈال دے۔ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکے، پس کیا تم باز آنے والے ہو؟''

ان آیات میں شراب کو قطعی حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ آیات سنائی گئیں تو ان کی تسلی وتشفی ہوگئی۔ آیت کے آخری حصہ: فھل انتم منتھون کے جواب میں انہوں نے یوں کہا: نعم! نحن منتھون ہاں! ہم رکنے والے ہیں۔

فائدہ نافعہ: احکام خداوندی کو بتدریج نافذ کرنے میں کئی حکمتیں ہیں:

☆ احکام کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور عمل کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

☆ لوگوں کے لیے پریشانی نہیں ہوتی بلکہ مؤثر ترین طریقہ ہے۔

☆ اس پر عمل کرنے میں آسانی ہونے کے علاوہ تبلیغ کرنے میں بھی سہولت ہوتی ہے۔

سوال: بظاہر شراب نوشی اور جوئے سے انسان کو سکون حاصل ہوتا ہے، کیونکہ نشہ سے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے اور جوئے میں جیت کی صورت میں مال ہاتھ آتا ہے۔ پھر انہیں نقصان دہ کیوں قرار دیا گیا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ نیز ان کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: شراب اور جوئے کا سکون وقتی ہے جبکہ ان کے نقصانات مستقل اور دائمی ہیں، وقتی فائدہ یا سکون کالعدم ہوتا ہے۔ تاہم ان کے نقصان بے شمار ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) شراب نوشی سے انسان کی عقل بے کار ہو جاتی ہے اور نشئی مسلمانوں کے لیے غلط جملے استعمال کرتا ہے، جس سے باہم نفرت اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ یہ نفرت قتل و غارت تک بھی پہنچا دیتی ہے۔ اسی طرح جوئے میں ہارنے کی وجہ سے جب مال دوسرے شخص کے ہاتھ میں جاتا ہے، تو اس سے عداوت و نفرت پیدا ہوتی ہے۔

(۲) شراب اور جوئے کی وجہ سے وقت ضائع ہوتا ہے جو واپس نہیں آسکتا۔ علاوہ ازیں انسان ذکر الٰہی کی دولت سے محروم رہتا ہے جبکہ مسلمان کو ہمہ وقت ذکر و فکر میں مصروف رہنا چاہیے۔

(۳) شراب نوشی اور جوئے کے نشہ میں مصروفیت کی وجہ سے انسان نمازوں کی ادائیگی سے محروم ہو سکتا ہے جبکہ ترک نماز گناہ کبیرہ اور اس کا انکار کفر ہے۔

(۴) شراب خور اور جوئے سے سرشار شخص محض ان دو گناہوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ زنا کاری کا بھی ارتکاب کر لیتا ہے اور یہ زنا اپنی ماں اور بہن سے بھی ممکن ہوتا ہے۔

2976 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

متنِ حدیث: مَاتَ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ فَلَمَّا حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَالَ رِجَالٌ كَيْفَ بِاَصْحَابِنَا وَقَدْ مَاتُوْا يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ فَنَزَلَتْ (لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّآمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ اَيْضًا

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے کچھ اصحاب رضی اللہ عنہم شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔ جب شراب کو حرام قرار دیا گیا، تو کچھ افراد نے یہ کہا: ہمارے ان ساتھیوں کا کیا انجام ہوگا؟ جو ایسی حالت میں فوت ہوئے، جبکہ وہ شراب پیا کرتے تھے؟ تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، اس چیز کے بارے میں، جو وہ پہلے کھا چکے ہوں، جبکہ (بعد میں) انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی اور ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو شعبہ نے ابواسحاق کے حوالے سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

2977 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذَلِكَ بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ الْبَرَاءُ

متنِ حدیث: مَاتَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ فَلَمَّا نَزَلَ تَحْرِيْمُهَا قَالَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ بِاَصْحَابِنَا الَّذِيْنَ مَاتُوْا وَهُمْ يَشْرَبُوْنَهَا فَنَزَلَتْ (لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوْا) الْاٰيَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کچھ افراد کا انتقال ایسی حالت میں ہوا کہ وہ لوگ شراب پیا کرتے تھے' جب اس کی حرمت کا حکم نازل ہوا' تو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ افراد نے یہ کہا: ہمارے ان ساتھیوں کا کیا انجام ہوگا؟ جو ایسی حالت میں انتقال کر گئے کہ وہ شراب پیا کرتے تھے؟ تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2978 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِي رِزْمَةَ عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الَّذِيْنَ مَاتُوْا وَهُمْ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ فَنَزَلَتْ (لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوْا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ان لوگوں کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ جو ایسی حالت میں وصال کر چکے ہیں کہ وہ شراب پی لیا کرتے تھے؟ (یہ واقعہ اس وقت پیش آیا) جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تھا۔ تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس چیز کے بارے میں' جو وہ پہلے کھا چکے ہوں گے' جبکہ بعد میں انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی ہو' ایمان لائے ہوں اور نیک اعمال کیے ہوں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2979 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ

2978۔ اخرجه احمد (١/٢٣٤، ٢٧٢، ٢٩٥، ٣٠٤).

2979۔ اخرجه مسلم (١٩١٠/٤): كتاب الفضائل: باب: من فضائل عبد الله بن مسعود و امه رضي الله عنهما، حديث (٢٤٥٩/١٠٩).

اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متن حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوْا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ) قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ مِنْهُمْ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

''ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں ہے' جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، اس چیز کے بارے میں جو کہ وہ پہلے کھا چکے ہوں' جبکہ بعد میں انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی ہو' ایمان لے آئے ہوں اور نیک اعمال کیے ہوں۔''

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم بھی ان لوگوں میں سے ایک ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حرمت شراب سے قبل شراب نوشی گناہ نہ ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۝ (المائدہ:۹۳)

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے، ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کھایا جبکہ وہ ڈرتے رہے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور انہوں نے اچھے کام کیے ہوں۔ پھر وہ ڈرتے رہے اور ایمان رکھتے ہوں، پھر وہ ڈرتے ہوں اور اچھے کام کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے''۔

اس آیت کے دو شان نزول ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام حرمت شراب سے قبل وفات پا چکے تھے، پھر شراب حرام قرار دیئے جانے پر کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ ہمارے وہ بھائی جو حرمت شراب سے قبل دنیا سے رخصت ہو گئے تھے، آخرت میں ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حرمت شراب کا حکم نازل ہونے پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے ان بھائیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا جو حرمت شراب کے زمانہ سے قبل دنیا سے رخصت ہو گئے تھے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

اس آیت میں تین اہم امور بیان کیے گئے ہیں:

(۱) یہ آیت ان صحابہ کرام کے بارے میں نازل کی گئی ہے جو حرمت شراب سے قبل وفات پا گئے، فتح مکہ کے سال شراب حرام قرار دی گئی تھی۔ صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے ان مسلمان بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو حرمت شراب سے قبل دنیا سے رخصت ہو گئے تھے مثلاً غزوہ احد کے موقع پر بعض صحابہ شراب نوشی کے بعد میدان میں اترے تھے پھر وہ جام شہادت نوش کر گئے تھے۔ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس سوال کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ اگر وہ ایماندار ہوں، گناہوں سے اجتناب کرتے ہوں اور اعمال خیر کرتے ہوں تو حرمت شراب سے قبل وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں تو محض شراب نوشی کی وجہ سے ان سے مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔

(۲) آخری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت ان صحابہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جو حرمت شراب کے بعد بقید حیات رہے۔ ان سے متعلق یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایماندار ہوں، شراب نوشی نہ کریں، خدا سے ڈریں اور اعمال صالحہ کریں تو فلاح پا جائیں گے۔

(۳) ایمان اور عمل دونوں مسلسل ترقی پذیر رہتے ہیں، انسان کو چاہیے کہ ہمہ وقت ایمان اور اعمال خیر میں ترقی کر کے مرتبہ ''احسان'' تک پہنچے، کیونکہ رب کائنات ایسے لوگوں سے بہت محبت فرماتا ہے اور انہیں اپنا محبوب بنالیتا ہے۔

فائدہ نافعہ: آیت اور احادیث باب کا خلاصہ ہمارے بیان کردہ مضمون میں آچکا ہے لہٰذا مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: زیر بحث آیت میں لفظ ''تقویٰ'' تین بار استعمال ہوا ہے جبکہ ایک لفظ کو بار بار استعمال کرنا اصول فصاحت و بلاغت کے منافی ہے۔ پھر اس تکرر کی کیا وجہ ہے؟

جواب: (۱) اس لفظ کے تکرار سے مراد تقویٰ کی اہمیت بیان کرنا اور لوگوں میں اسے اپنانے کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔

(۲) پہلی بار تقویٰ کا مقصد کفر سے احتراز کرنا، دوسری بار تقویٰ سے مراد کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنا اور تیسری بار تقویٰ سے منشا صغیرہ گناہوں سے پرہیز کرنا ہے۔

(۳) پہلی بار تقویٰ سے مراد صفت تقویٰ کا ابتدائی مرتبہ ہے، دوسری بار تقویٰ سے مراد اس پر ثابت قدم رہنا ہے اور تیسری بار تقویٰ سے مراد لوگوں پر ظلم وستم کرنے سے بچنا ہے۔

2980 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ أَبُو حَفْصٍ الْفَلَّاسُ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي إِذَا أَصَبْتُ اللَّحْمَ انْتَشَرْتُ لِلنِّسَاءِ وَأَخَذَتْنِي شَهْوَتِي فَحَرَّمْتُ عَلَيَّ اللَّحْمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا)

حکم حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ مُرْسَلًا لَيْسَ فِيهِ عَنِ ابْنِ

عَبَّاسٍ وَّرَوَاهُ خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! جب میں گوشت کھاتا ہوں' تو خواتین کی طلب زیادہ ہو جاتی ہے، شہوت غالب آ جاتی ہے، اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو پاکیزہ چیزیں حلال قرار دی ہیں انہیں حرام قرار نہ دو' اور حد سے تجاوز نہ کرو! بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے جو حلال پاکیزہ رزق تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بعض راویوں نے اسے عثمان بن سعد کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

خالد حذاء نے اسے عکرمہ کے حوالے سے ''مرسل'' طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

اللہ کی حلال اشیاء کو حرام کرنے کی ممانعت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ○ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ○ (المائدہ: ۸۷، ۸۸)

''اے ایمان والو! تم اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام نہ کرو اور نہ حد سے بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تم کھاؤ اللہ کے عطا کردہ حلال وطیب رزق کو اور تم اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو''۔

ان آیات کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! جب میں گوشت کھاؤں تو مجھ پر شہوت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور جماع کی طرف طبیعت مائل ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کھانا حرام قرار دے لیا ہے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام قرار دینے سے منع کیا گیا ہے۔

حلال اشیاء کو حرام قرار دینے کی صورتیں:

حلال اشیاء کو حرام قرار دینے کی چند صورتیں اور ان کا حکم درج ذیل ہے:

(ا) انسان جن حلال اشیاء کو حرام قرار دے تو ان کی حرمت کا اعتقاد بھی رکھتا ہو، ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے'

کیونکہ یہ صورت صراحتاً احکام خداوندی میں مداخلت ہے۔

(۲) کوئی شخص نذر مان لے کہ وہ فلاں حلال چیز کو اپنے استعمال میں نہیں لائے گا یا اس نے کسی حلال چیز کو اپنی ذات پر حرام سمجھ لیا ہو اور اس کا خیال ہو کہ فلاں چیز کو شریعت میں حرام ہونا چاہیے تھا لیکن اس کے نہ کرنے کے باوجود میں نے اسے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا ہے۔ ایسی صورت میں وہ شخص کافر تو نہیں ہوگا مگر سخت گناہگار ہوگا۔

(۳) کوئی شخص کسی حلال وطیب چیز کو کسی عذر کی وجہ سے اپنے اوپر حرام سمجھ لیتا ہے اور اس سے چند ایام تک اجتناب کرے بشرطیکہ وہ اسے حلال ہی قرار دیتا ہو تو ایسی صورت میں وہ گناہگار نہیں ہوگا۔

فائدہ نافعہ: جب کوئی شخص کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دے لے یا اس کو استعمال میں نہ لانے کی قسم کھالے، ایسی صورت میں اس چیز کو استعمال میں لانا اور قسم توڑنا ضروری ہے جبکہ اس پر قسم توڑنے کا کفارہ دینا واجب ہوگا۔

2981 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا مُنْصُوْرُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا) قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ عَامٍ فَسَكَتَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ عَامٍ قَالَ لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

''اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لیے حج کرنا لازم ہے۔ اس شخص پر جو وہاں تک پہنچنے کی سبیل رکھتا ہو''

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال؟ نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ لوگوں نے پھر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا' تو یہ (ہر سال کرنا) فرض ہو جاتا۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے بارے میں ''غریب'' ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس بارے میں احادیث منقول ہیں۔

2982 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

2982۔ اخرجه البخاري (۱۳۰/۸): كتاب التفسير: باب: (لا تسئلوا عن اشياء ان تبد لكم تسوكم) (المائدة: ۱۰۱)، حديث (۴۶۲۱)، و مسلم (۱۸۳۲/۴): كتاب الفضائل: باب: توقيره صلى الله عليه وسلم و ترك اكثار سواله عما لا ضرورة اليه، حديث (۲۳۵۹/۱۳۵)، و الدارمي (۳۰۶/۲): كتاب الرقاق: باب: لو تعلمون ما اعلم، و احمد (۲۰۶/۳، ۲۱۰، ۲۶۸).

اَخْبَرَنِيْ مُوْسٰى بْنُ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ

متن حدیث: قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبِىْ قَالَ اَبُوْكَ فُلَانٌ فَنَزَلَتْ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَاۤءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے عرض کی: میرا والد کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ فلاں شخص ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں، تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں دریافت نہ کرو کہ اگر انہیں تمہارے سامنے ظاہر کیا جائے، تو تمہیں برا لگے۔"

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

فضول گفتگو سے احتراز کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ (المائدہ: ۱۰۱)

"اے ایمان والو! تم ایسی اشیاء کے بارے میں سوال مت کرو کہ وہ ظاہر کی جائیں تو تم بری محسوس کرو اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان اشیاء کے بارے میں دریافت کرو گے تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ نے ان (سوالات) سے درگزر فرمایا اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا بردبار ہے"۔

اس آیت کے دو شان نزول احادیث باب میں بیان کیے گئے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے مسلسل تین یا چار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ نے ہر بار خاموشی اختیار فرمائی مگر آخری بار سوال کرنے پر فرمایا: حج زندگی میں ایک بار فرض ہے، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ضرورت سے زائد سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ فضول سوال کرنے کی وعید کے حوالے سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: اعظم المسلمین جرما من سئل عن شئی لم یحرم فحرم من اجل مسئلته یعنی مسلمانوں میں بڑا مجرم وہ شخص ہے، جس نے کسی حلال چیز کے بارے میں سوال کیا اور وہ حرام قرار دی گئی"۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت نے جن اشیاء کو حلال یا حرام قرار دیا ہے ان پر عمل کرو اور جن امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا ہے ان کے بارے میں سوالات کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان احکام کے بارے میں مجھ سے سوالات مت کرو جن کو میں نے چھوڑ دیا ہے' کیونکہ تم سے پہلے لوگ انبیاء کرام سے کثرت سوالات اور ان کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔ (سنن ابن ماجہ، جلد ثانی ص ۳۱)

زمانہ کے اعتبار سے سوالات کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) زمانہ نزول قرآن میں سوالات کرنا جن کے جواب میں ایسے احکام نافذ ہو سکتے ہیں جو مشقت پر مبنی ہوں یا ان پر عمل کرنا دشوار ہو۔ پھر ان کے نزول کے بعد ان پر عمل کرنے میں سستی ہوگی تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤاخذہ ہوگا۔ لہٰذا فضول سوالات ممنوع ہیں۔

(۲) زمانہ نزول قرآن کے بعد علماء سے سوالات کرنا خواہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں لیکن فضول ہونے کی وجہ سے منع ہیں' کیونکہ اس بات کا خطرہ ہے کہ کوئی شخص اس وجہ سے اعمال خیر کرنے سے محروم ہو جائے اور علماء کی توہین کی وجہ سے سزا کا حقدار بن جائے۔

(۳) لوگ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی قریشی رضی اللہ عنہ کے نسب پر شک کرتے اور مختلف قسم کی باتیں بناتے تھے' جو ان پر ناگوار گزرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! میرے والد کا نام کیا ہے؟ آپ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ تمہارے والد ''حذافہ'' ہیں۔ اگر بالفرض معاملہ اور ہوتا تو ''حذافہ'' والد نہ ہوتے تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بے قصور ہونے کے باوجود تاحیات پریشان رہتے اور موردالزام ٹھہرائے جاتے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ نافعہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریعت میں خود مختار ہیں جس چیز کو آپ چاہیں حلال قرار دے دیں اور جس کو چاہیں حرام قرار دے دیں۔ کسی حکم کے بارے میں آپ ہاں فرما دیں تو وہ فرض ہو جائے۔ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، یہی صحابہ کا عقیدہ و نظریہ تھا۔ کسی کے نسب کی صحت کی وضاحت صرف نبی غیب دان ہی کر سکتے ہیں' کیونکہ نبی براہ راست اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے اسے پڑھا کر دنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا ہر سوال کرنا ممنوع ہے یا مخصوص سوالات ہیں؟

جواب: فضول سوالات یا علماء سے امتحاناً سوالات کرنا ممنوع و حرام ہے۔ تاہم شرعی احکام پر مشتمل سوالات کرنا تاکہ ان پر عمل کیا جائے حرام نہیں ہے۔ اس کے جواز کے سلسلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: شِفَاءُ الْعَيِّ السُّوَالُ 'یعنی درماندہ کا علاج سوال ہے۔ ارشاد ربانی ہے: فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ 'یعنی اگر تمہیں کسی معاملہ میں علم نہ ہو تو علماء سے دریافت کرو'۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ ہر سوال حرام نہیں ہے'۔

2983 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ

بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّيْقِ

متن حدیث: اَنَّهُ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَئُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا ظَالِمًا فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰی يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ ابْنِ اَبِیْ خَالِدٍ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَرْفُوْعًا وَّرَوٰی بَعْضُهُمْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَوْلَهُ وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ

◆◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اے لوگو تم یہ آیت تلاوت کرتے رہو:

''اے ایمان والو! تم پر لازم ہے کہ اپنی فکر کرو جب تم ہدایت حاصل کر چکے ہو تو گمراہ شخص تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

(حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا) میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں گے اور اس کے ہاتھ نہیں روکیں گے' تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

کئی راویوں نے اسے اسماعیل بن ابوخالد کے حوالے سے' اسی کی مانند ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

جبکہ بعض راویوں نے اسے اسماعیل کے حوالے سے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

2984 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الطَّالَقَانِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا عُتْبَةُ بْنُ اَبِیْ حَكِيْمٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ اللَّخْمِیُّ عَنْ اَبِیْ اُمَيَّةَ الشَّعْبَانِیِّ قَالَ

متن حدیث: اَتَيْتُ اَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیَّ فَقُلْتُ لَهُ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ قَالَ اَيَّةُ اٰيَةٍ قُلْتُ قَوْلُهُ تَعَالٰی (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْهَا خَبِيْرًا سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰی اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَّهَوًی مُتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِیْ رَاْیٍ بِرَاْيِهِ فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعِ الْعَوَامَّ فَاِنَّ مِنْ وَّرَائِكُمْ اَيَّامًا الصَّبْرُ فِيْهِنَّ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ مِثْلُ اَجْرِ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَزَادَنِیْ غَيْرُ عُتْبَةَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنَّا اَوْ مِنْهُمْ قَالَ بَلْ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ

2984۔ اخرجه ابوداؤد (۲/ ۵۲۶): كتاب الملاحم: باب: من الامر و النهی، حديث (۴۳۴۱)، و ابن ماجه (۲/ ۱۳۳۰): كتاب الفتن: باب: قوله تعالى: (يايها الذين امنوا عليكم انفسكم) (المائدة: ۱۰۵)، حديث (۴۰۱۴).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ ابوامیہ شیبانی بیان کرتے ہیں، میں حضرت ابوثعلبہ خشنی کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے ان سے کہا: اس آیت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے دریافت کیا: کون سی آیت کے بارے میں؟ میں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں:

''اے لوگو تم اپنی فکر کرو جب تم ہدایت حاصل کر چکے ہو تو گمراہ ہونیوالا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

تو حضرت ابوثعلبہ خشنی نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم نے اس کے بارے میں ایسے شخص سے سوال کیا ہے' جو اس سے واقف ہے۔ میں نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: تم نیکی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، یہاں تک کہ جب تم یہ صورتحال دیکھو کہ کنجوس شخص کی اطاعت کی جانے لگے' خواہش نفس کی پیروی کی جانے لگے' دنیا کو ترجیح دی جانے لگے' ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے' تو ایسی صورت میں تم صرف اپنی فکر کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو' کیونکہ اس کے بعد جو دن آئیں گے' ان میں صبر کرنا اسی طرح ہوگا' جیسے انگارے پر ہاتھ رکھ دینا۔ ان ایام میں عمل کرنے والے شخص کو ایسے پچاس آدمیوں جتنا اجر ملے گا' جو تمہارے عمل کی مانند عمل کرتے ہوں گے۔

عبداللہ بن مبارک نے یہ بات بیان کی ہے، عتبہ کے علاوہ دیگر راویوں نے یہ اضافی بات نقل کی ہے۔

عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! وہ پچاس آدمی جن کا ذکر کیا گیا' ہم میں سے (شمار) ہوں گے یا ان میں سے ہوں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ پچاس آدمی تم میں سے ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

اصلاح احوال کی کوشش کے بعد آدمی کا معذور ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (المائدہ:۱۰۵)

''اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو' جب تم راہ راست پر ہو گے تو کوئی گمراہ شخص تمہیں گمراہ نہیں کر سکتا''۔

اس آیت کا ایک نظر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی فکر دامن گیر ہونی چاہیے اور دوسرے لوگوں کی اصلاح احوال ضروری نہیں ہے۔ ہر انسان نے اپنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے، لہٰذا ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے'' مقولہ درست ہے۔ اس آیت کا یہ مفہوم درست نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح مفہوم وہ ہے جو احادیث باب میں زبان نبوت سے بیان کیا گیا ہے۔ روایات میں جو تفسیر بیان کی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خود بھی برائیوں سے بچنا چاہیے اور اعمال صالحہ کرنے چاہییں بلکہ دوسروں کو بھی اعمال صالحہ کرنے اور اعمال سیئہ سے اجتناب کرنے کی تبلیغ کرنی چاہیے۔ دوسروں کو اعمال صالحہ کرنے اور برائیوں سے روکنے کی تبلیغ کرنا واجب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلغوا عنی ولو کان اية ''یعنی تم پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہو'' ایک روایت میں ہے

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی برائی کو دیکھو اسے اپنی طاقت (ہاتھ) سے روکو، اگر اس کی ہمت نہ ہو تو زبان سے روکو اور اگر اس کی بھی قوت نہ ہو تو کم از کم اسے دل سے برا خیال کرو۔ یہ ایمان کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔ قرآن وسنت میں امت محمدیہ کی فضیلت اور خصائص کے حوالے سے جو امور بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی فکر کے ساتھ دوسروں کی اصلاح احوال کی کوشش کرنا چاہیے اور اس کے عواقب ونتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینے چاہییں۔

2985 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِیْ شُعَیْبِ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ بَاذَانَ مَوْلٰی اُمِّ هَانِیٍٔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ) قَالَ بَرِیَٔ مِنْهَا النَّاسُ غَیْرِیْ وَغَیْرَ عَدِیِّ بْنِ بَدَّاءٍ وَّكَانَا نَصْرَانِیَّیْنِ یَخْتَلِفَانِ اِلَی الشَّامِ قَبْلَ الْاِسْلَامِ فَاَتَیَا الشَّامَ لِتِجَارَتِهِمَا وَقَدِمَ عَلَیْهِمَا مَوْلًی لِبَنِیْ هَاشِمٍ یُقَالُ لَهٗ بُدَیْلُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ بِتِجَارَةٍ وَّمَعَهٗ جَامٌ مِّنْ فِضَّةٍ یُرِیْدُ بِهِ الْمَلِكَ وَهُوَ عُظْمُ تِجَارَتِهٖ فَمَرِضَ فَاَوْصٰی اِلَیْهِمَا وَاَمَرَهُمَا اَنْ یُّبَلِّغَا مَا تَرَكَ اَهْلَهٗ قَالَ تَمِیْمٌ فَلَمَّا مَاتَ اَخَذْنَا ذٰلِكَ الْجَامَ فَبِعْنَاهُ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ اقْتَسَمْنَاهُ اَنَا وَعَدِیُّ بْنُ بَدَّاءٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا اِلٰی اَهْلِهٖ دَفَعْنَا اِلَیْهِمْ مَا كَانَ مَعَنَا وَفَقَدُوا الْجَامَ فَسَاَلُوْنَا عَنْهُ فَقُلْنَا مَا تَرَكَ غَیْرَ هٰذَا وَمَا دَفَعَ اِلَیْنَا غَیْرَهٗ قَالَ تَمِیْمٌ فَلَمَّا اَسْلَمْتُ بَعْدَ قُدُوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ تَاَثَّمْتُ مِنْ ذٰلِكَ فَاَتَیْتُ اَهْلَهٗ فَاَخْبَرْتُهُمُ الْخَبَرَ وَاَدَّیْتُ اِلَیْهِمْ خَمْسَ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَّاَخْبَرْتُهُمْ اَنَّ عِنْدَ صَاحِبِیْ مِثْلَهَا فَاَتَوْا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُمُ الْبَیِّنَةَ فَلَمْ یَجِدُوْا فَاَمَرَهُمْ اَنْ یَّسْتَحْلِفُوْهُ بِمَا یُقْطَعُ بِهٖ عَلٰی اَهْلِ دِیْنِهٖ فَحَلَفَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ) اِلٰی قَوْلِهٖ (اَوْ یَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ) فَقَامَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ فَحَلَفَا فَنُزِعَتِ الْخَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ مِّنْ عَدِیِّ بْنِ بَدَّاءٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّلَیْسَ اِسْنَادُهٗ بِصَحِیْحٍ

توضیح راوی: وَّاَبُو النَّضْرِ الَّذِیْ رَوٰی عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِیْثَ هُوَ عِنْدِیْ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِیُّ یُكْنٰی اَبَا النَّضْرِ وَقَدْ تَرَكَهٗ اَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِیْثِ وَهُوَ صَاحِبُ التَّفْسِیْرِ

قولِ امام بخاری: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ یَقُوْلُ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِیُّ یُكْنٰی اَبَا النَّضْرِ وَلَا نَعْرِفُ لِسَالِمٍ اَبِی النَّضْرِ الْمَدَنِیِّ رِوَایَةً عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ مَّوْلٰی اُمِّ هَانِیٍٔ وَّقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَیْءٌ مِّنْ هٰذَا عَلَی الْاِخْتِصَارِ مِنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس آیت کے بارے میں یہ بات نقل کرتے

ہیں:

''(ارشاد باری تعالیٰ ہے) اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی ایک کو موت آجائے' تو تمہارے درمیان گواہی کا حکم ہے۔''

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میرے اور عدی بن بداء کے علاوہ سب لوگ اس سے بری ہو گئے۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) یہ دونوں حضرات اسلام قبول کرنے سے پہلے عیسائی تھے' اور شام آیا جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ دونوں حضرات تجارت کی غرض سے شام گئے ہوئے تھے، وہاں بنو ہاشم کا غلام ان دونوں کے پاس آیا، اس کا نام بدیل بن ابومریم تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے آیا تھا، اس کے پاس چاندی کا بنا ہوا ایک مرتبان تھا، وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ کو یہ برتن پیش کرے' کیونکہ یہ اس کے سامان تجارت میں سب سے بڑی چیز تھی لیکن وہ غلام بیمار ہو گیا' تو اس نے ان دونوں حضرات کو یہ تلقین کی' یعنی وصیت کی اور یہ کہا: وہ جو کچھ چھوڑ کر جائے گا وہ اس کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ حضرت تمیم داری بیان کرتے ہیں، جب اس غلام کا انتقال ہو گیا' تو ہم نے اس برتن کو ایک ہزار درہم میں بیچ دیا اور وہ رقم آپس میں تقسیم کر لی پھر واپس آکر ہم نے وہ سامان اس کے اصل مالکوں تک پہنچا دیا لیکن اس سامان میں پیالہ نہیں تھا۔ انہوں نے ہم سے اس پیالے کے بارے میں دریافت کیا: تو ہم نے کہا: اس مرحوم نے تو یہی کچھ چھوڑا تھا۔ اس نے اس کے علاوہ ہمیں اور کوئی چیز نہیں دی تھی۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ آنے کے بعد جب میں نے اسلام قبول کیا' تو میں نے اپنے گناہ کا ازالہ کرنا چاہا۔ میں اس غلام کے مالکوں کے گھر گیا' انہیں یہ ساری بات بتائی اور انہیں پانچ سو درہم دے کر یہ بھی بتا دیا کہ میرے ساتھی کے پاس بھی اتنی ہی رقم ہے' تو وہ لوگ عدی کو لے کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گواہ طلب کیے مگر وہ ان کے پاس نہیں تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی: عدی سے اس کے دین کی سب سے عظیم ترین چیز کی قسم لے لیں۔ تو عدی نے قسم اٹھالی تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''اے ایمان والو! تمہارے درمیان گواہی ہونی چاہیے۔''

تو عمرو بن عاص اور ایک اور صاحب کھڑے ہوئے' اور انہوں نے گواہی دی کہ وہ پیالہ بدیل کے پاس تھا اور عدی نے جھوٹ کہا ہے' تو عدی بن بداء سے زبردستی پانچ سو درہم لیے گئے۔

یہ ''حدیث غریب'' ہے۔ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ اس روایت کو محمد بن اسحاق کے حوالے سے نقل کرنے والے راوی ابونضر کا نام محمد سائب کلبی ہے۔ اہل علم نے ان سے احادیث روایت کرنا ترک کر دیا تھا۔ یہ صاحب تفسیر کے بڑے ماہر ہیں۔

میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' محمد بن سائب کی کنیت ابونضر ہے۔

ہمارے علم کے مطابق سالم ابونضر نے ابوصالح جوام ہانی کے غلام ہیں' ان سے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔

یہی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' اس سے مختصر طور پر دوسری سند کے ہمراہ منقول ہے۔

2986 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنِ ابْنِ اَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَهْمٍ مَعَ تَمِیْمٍ الدَّارِیِّ وَعَدِیِّ بْنِ بَدَّاءٍ فَمَاتَ السَّهْمِیُّ بِاَرْضٍ لَّیْسَ فِیْهَا مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمْنَا بِتَرِکَتِهٖ فَقَدُوْا جَامًا مِّنْ فِضَّةٍ مُّخَوَّصًا بِالذَّهَبِ فَاَحْلَفَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَکَّةَ فَقِیْلَ اشْتَرَیْنَاهُ مِنْ عَدِیٍّ وَّتَمِیْمٍ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ اَوْلِیَاءِ السَّهْمِیِّ فَحَلَفَا بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَاَنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ قَالَ وَفِیْهِمْ نَزَلَتْ (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِکُمْ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَّهُوَ حَدِیْثُ ابْنِ اَبِیْ زَائِدَةَ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، بنوسہم سے تعلق رکھنے والا ایک شخص حضرت تمیم داری اور عدی بن بداء کے ہمراہ روانہ ہوا۔ راستے میں ایک ایسی جگہ پر اس سہمی شخص کا انتقال ہوگیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ جب بقیہ دونوں صاحبان اس کا ترکہ لے کر آئے' تو اس میں چاندی کا بنا ہوا ایک برتن نہیں تھا جس پر سونے کا کام ہوا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں سے قسم لی۔ بعد میں وہ برتن مکہ میں مل گیا' تو بتایا گیا کہ ہم نے تو یہ برتن تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ تو اس سہمی شخص کے پسماندگان میں سے دو آدمی اٹھے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا: ہماری شہادت ان دونوں کی شہادت کے مقابلے میں (ثابت ہونے کی زیادہ حقدار ہے) اور یہ برتن ان کے ساتھی کا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''اے ایمان والو! تمہارے درمیان گواہی ہونی چاہیے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' اور یہ وہ حدیث ہے' جو ابن ابی زائدہ کے حوالے سے' منقول ہے۔

شرح

غیر مسلم وصی کی قسم کے مطابق کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف خیانت نمایاں ہونے پر فیصلہ ورثاء کی قسموں سے تبدیل ہو جائے گا

ارشاد خداوندی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ۙ وَلَا نَکْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ ○ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓی اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَیْنَآ ۤ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ ذٰلِکَ

2986۔ اخرجه البخاری (۵/۴۸۰): کتاب الوصایا: باب: قول اللہ عزوجل (یایها الذین امنوا شهدة بینکم) (المائدة: ۱۰۶)، حدیث (۲۷۸۰)، و ابوداؤد (۲/۳۳۱): کتاب الاقضیة: باب: شهادة اهل الذمة و من الوصیة من السفر، حدیث (۳۶۰۵)۔

اَدْنٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَاۤ اَوْ یَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠ (المائدہ:۱۰۶تا۱۰۸)

''اے ایمان والو! تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں کسی کو موت آئے وصیت کرتے وقت تم میں سے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں سے دو جب تم ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے، ان دونوں کو نماز کے بعد روکو وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں کچھ شک پڑے، ہم حلف کے بدلے کچھ مال نہ خریدیں گے اگر چہ قریب کا رشتہ دار ہو اور اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے، ایسا کریں تو ہم ضرور گناہگاروں میں ہیں۔ پھر اگر پتہ چلے کہ وہ کسی گناہ کے سزاوار ہوئے تو ان کی جگہ دو اور کھڑے ہوں ان میں سے کہ اس گناہ یعنی جھوٹی گواہی نے ان کا حق لے کر ان کو نقصان پہنچاؤ جو میت سے زیادہ قریب ہوں تو اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی زیادہ ٹھیک ہے ان دو کی گواہی سے اور ہم حد سے نہ بڑھے، ایسا ہو تو ہم ظالموں میں ہوں۔ یہ قریب تر ہے اس سے کہ گواہی جیسی چاہیے ادا کریں یا ڈریں کہ کچھ قسمیں رد کر دی جائیں ان کی قسموں کے بعد اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللہ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا''۔

ان آیات کا شان نزول احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے، ان کا اختصار یہ ہے کہ قبیلہ بنوسہم کا ایک شخص حضرت بدیل بن ابی مریم رضی اللہ عنہ اپنا تجارتی سامان لے کر ملک شام پہنچا، اس وقت وہاں تمیم داری اور عدی بن بداء بھی موجود تھے۔ سہمی کا اچانک انتقال ہو گیا اس کے سامان میں چاندی کا ایک پیالہ تھا جس پر سونے کا کام کیا گیا تھا۔ تمیم داری اور عدی دونوں نے پیالہ ایک ہزار درہم میں فروخت کر کے دونوں نے رقم باہم تقسیم کر لی۔ پھر دونوں حضرت بدیل رضی اللہ عنہ کا سامان لے کر مدینہ آئے اور ورثاء کو مرحوم کا سامان فراہم کیا گیا تو اس میں چاندی کا پیالہ موجود نہیں تھا' کیونکہ مرحوم نے اپنے تمام سامان کی لسٹ بنا کر سامان میں رکھ دی تھی۔ ورثاء نے لسٹ کے مطابق سامان چیک کیا تو پیالہ موجود نہیں تھا۔ یہ مسئلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے دونوں آدمیوں سے حلف لیا جبکہ ورثاء کی کوششوں سے مکہ معظمہ سے پیالہ دستیاب ہو گیا اور متعلقہ لوگوں نے کہا: ہم نے یہ پیالہ تمیم داری اور عدی بن ابی مریم سے خریدا ہے۔ اس پر سہمی کے ورثاء میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی اور کہا: ہماری قسم زیادہ معتبر ہے' کیونکہ سامان ہمارے قریشی شخص کا تھا، لہٰذا ہم زیادہ حقدار ہیں۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

(۱) حضرت بدیل بن ابی مریم رضی اللہ عنہ نے وصال سے قبل اپنے سامان کی لسٹ تیار کر کے اپنے سامان میں رکھ دی تھی تاکہ جب یہ امانت ورثاء کے پاس پہنچے تو اس کے مطابق وہ سامان وصول کر سکیں۔ تمیم اور عدی نے سامان سے پیالہ نکال لیا لیکن لسٹ پر ان کی نظر نہ پڑی۔ ورثاء کو سامان پیش کیا گیا تو پیالہ موجود نہیں تھا' کیونکہ لسٹ میں پیالہ درج تھا۔ تمیم و عدی سے پیالہ کے بارے میں دریافت کرنے پر انہوں نے انکار کیا اور ساتھ ہی اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے قسمیں کھائیں تو فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔ اس موقع پر پہلی آیت نازل ہوئی۔ جب پیالہ دستیاب ہوا اور صورت حال سامنے آئی تو دوسری اور تیسری آیات نازل ہوئیں۔ ورثاء کی قسموں کے بعد دوسرا فیصلہ کر دیا گیا۔

(۲) شرعی نقطہ نظر سے کسی بھی معاملہ میں گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اور منکر پر قسم لازم ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں ورثاء کے

پاس چونکہ گواہ موجود نہیں تھے جبکہ تمیم وعدی نے اپنے آپ کو خیانت سے پاک وصاف ثابت کرنے کے لیے قسمیں کھائیں۔ مکہ کے سنار سے چاندی کا پیالہ دستیاب ہونے پر ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا: ہم نے مرحوم سے پیالہ خرید لیا تھا اور ہم نے پہلے خریدنے کا ذکر اس لیے نہیں کیا تھا کہ ہمارے پاس خریدنے کے گواہ موجود نہیں تھے جبکہ ورثاء نے بیع کا انکار کیا' کیونکہ ان کے پاس لسٹ بطور دلیل موجود تھی۔ تاہم ان کے پاس گواہ نہیں تھے جس پر انہوں نے قسمیں کھائیں تو فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔

سوال: آیات واحادیث میں بیان کردہ مسئلہ میں غیر مسلموں کی طرف سے کیونکہ اس زمانہ میں تمیم وعدی دونوں عیسائی تھے) خیانت وگڑبڑ ثابت ہوتی ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ اگر ایسی خیانت کسی مسلمان کی طرف سے ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی مسلمان سے ایسی خیانت یا گڑبڑ متوقع نہیں ہے۔ اگر غلطی سے کسی مسلمان سے ایسی حرکت سرزد ہو جائے تو اس کا فیصلہ اجتہاد کے دائرہ میں رہتے ہوئے کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

2987 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خِلَاسِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اُنْزِلَتِ الْمَائِدَةُ مِنَ السَّمَآءِ خُبْزًا وَّلَحْمًا وَّاُمِرُوْا اَنْ لَّا يَخُونُوْا وَلَا يَدَّخِرُوْا لِغَدٍ فَخَانُوْا وَادَّخَرُوْا وَرَفَعُوْا لِغَدٍ فَمُسِخُوا قِرَدَةً وَّخَنَازِيرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ سند: قَدْ رَوَاهُ اَبُوْ عَاصِمٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خِلَاسٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ مَوْقُوفًا وَّلَا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ بْنِ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوبَةَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ بْنِ قَزَعَةَ وَلَا نَعْلَمُ لِلْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ اَصْلًا

◆◆ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: آسمان سے ایسا دستر خوان نازل کیا گیا جس پر روٹی اور گوشت موجود تھے۔ ان لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس میں خیانت نہ کریں اور اسے کل کے لیے سنبھال کر نہ رکھیں لیکن ان لوگوں نے اس میں خیانت کی اور اسے اگلے دن کے لیے بھی سنبھال کر رکھ لیا جس کے نتیجے میں ان کے چہرے مسخ کر کے ان کی شکلیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دی گئیں۔

اس روایت کو ابوعاصم اور دیگر راویوں نے سعید بن ابوعروبہ کے حوالے سے' قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' خلاس کے حوالے سے' حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

یہ روایت حسن نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اس روایت کے ''مرفوع'' ہونے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

شرح

حواریوں پر مائدہ کا نزول ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ قَدْ جَاۗءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ (المائدہ:۱۲تا۱۵)

''اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو بیشک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ تو ان کی کسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیے، اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں اور بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں۔ اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں کے تو انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو۔ بیشک احسان کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں، تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک بیر اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتا دے گا جو کچھ کرتے تھے۔ اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب''۔

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے مشہور نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا: کیا اللہ تعالیٰ ہمارے لیے آسمان سے کھانے کا دسترخوان اتار سکتا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ اگر ایمان دار ہو تو اللہ تعالیٰ کو نہ آزماؤ اور مجھ سے معجزہ کا مطالبہ نہ کرو۔ انہوں نے کہا یہ مطالبہ کر کے نہ تو ہم اللہ تعالیٰ کو آزماتے ہیں اور نہ آپ سے معجزہ طلب

کرتے ہیں بلکہ ہمارا قصد اپنے آپ کو مطمئن کرنا ہے۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی: اے پروردگار! تو ہمارے لیے آسمان سے کھانوں کا دستر خوان نازل کر دے کہ وہ ہمارے لیے اور ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید کا دن قرار پائے اور تیری طرف سے میری حقانیت وصداقت کی علامت ہو۔ اس کے بعد منکرین پر ایسا عذاب نازل کر کہ اس جیسا عذاب کسی قوم پر نازل نہ کیا گیا ہو۔

سوال یہ ہے کہ پھر مائدہ اترا تھا یا نہیں؟ اس بارے میں مفسرین کے دو اقوال ہیں: ایک قول کے مطابق خوان نعمت نازل ہوا تھا اور بنی اسرائیل اس سے خوب لطف اندوز ہوئے تھے۔ بالآخر انہوں نے عام کھانے کا مطالبہ کر دیا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق مائدہ نازل نہیں ہوا تھا۔ حضرت امام حسن بصری اور حضرت امام مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ بھی نزول خوان کا انکار کرتے ہیں۔

اس بارے میں جمہور مفسرین ومحدثین کا اتفاق ہے کہ بنی اسرائیل پر مائدہ نازل کیا گیا تھا جو روٹی اور گوشت پر مشتمل تھا' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں، آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور نزول مائدہ کی دعا کی تھی اور یہ بعید از عقل ہے کہ نبی علیہ السلام دعا کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول نہ فرمائے۔ نزول مائدہ کے وقت بنی اسرائیل کو ہدایت کی گئی تھی کہ تم نے خیانت نہیں کرنی اور دوسرے دن کے لیے ذخیرہ نہیں کرنا ہے لیکن یہ قوم بڑی نافرمان تھی، انہوں نے خیانت کی اور دوسرے دن کے لیے ذخیرہ کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں سزا یہ دی گئی کہ ان کی شکلیں بندروں اور خنزیروں کی بنا دی گئیں۔

2988 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ يُلَقَّى عِيْسٰى حُجَّتَهُ فَلَقَّاهُ اللّٰهُ فِیْ قَوْلِهٖ (وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقَّاهُ اللّٰهُ (سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِیْ بِحَقٍّ) الْاٰيَةَ كُلَّهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، (اللہ تعالیٰ) قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دلیل سکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے۔''

''جب اللہ تعالیٰ یہ فرمائے گا: اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں دونوں کو معبود بنالو۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ بات نقل کی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں یہ جواب القاء کرے گا (تم یہ کہو) تو پاک ہے' مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ کی طرف سے قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال اور اس کا جواب:

ارشاد خداوندی ہے:

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَ اُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِىْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِىْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِىْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(المائدہ:۱۱۶تا۱۱۸)

''اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا؟ عرض کرے گا: پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اور اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا، تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بیشک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا، میں نے تو ان سے نہ کہا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب اور تمہارا بھی رب۔ میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے''۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتوں کے سامنے انبیاء علیہم السلام سے سوالات ہوں گے اور وہ اپنی اپنی امتوں کے سامنے جواب دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال ہوگا کہ بے شمار لوگوں نے آپ کو معبود قرار دے رکھا تھا، تو آپ نے انہیں تعلیم دی تھی کہ میں اور میری والدہ دونوں معبود ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ جواب دیا جائے گا: اے پروردگار! تو معبودِ حقیقی ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' تو پھر میں شریک بنانے کی قابل نفرت حرکت کیسے کر سکتا تھا؟ اگر میں نے ایسی بات کی ہوتی تو وہ تیرے علم میں ہوتی' کیونکہ تو ان امور کو بھی جانتا ہے جو میرے دل میں ہیں جبکہ میں انہیں ذاتی طور پر نہیں جانتا۔ تاہم میں نے تو لوگوں کو وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ معبود حقیقی ہے، تم اسی کی عبادت کرو جو میرا پروردگار ہے اور تمہارا بھی۔ میں ان کے احوال سے مطلع رہا جب تک ان میں موجود رہا یعنی میری موجودگی میں لوگوں نے نہ مجھے معبود قرار دیا تھا اور نہ میری والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو۔ جب تو نے مجھے زمین سے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا، انہوں نے مجھے اور میری والدہ کو معبود قرار دے لیا تھا۔ اے پروردگار! اگر تو انہیں معاف کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں عذاب دے تو زبردست حکمت کا مالک ہے۔

سوال: یہ سوال و جواب قرآن کریم میں بیان کرنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں یہ سوال و جواب بیان کرنے کے دو مقاصد ہیں:

(۱) نصاریٰ (عیسائیوں) کو اس بات سے خبردار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود حقیقی ہے اور وہ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔ لہٰذا تم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا بیٹا قرار دے کر معبود اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اس کی بیوی قرار دے کر معبود ہونے کا عقیدہ رکھتے ہو یہ درست نہیں ہے۔ لہٰذا اس نظریہ سے اظہار برأت ضروری ہے۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب دنیا میں بیان کرنے سے عیسائی حضرات کو اس بات سے متنبہ کرنا مقصود ہے کہ وہ قیامت کے دن کی ذلت وخواری سے بچنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہرگز ہرگز معبود نہ مانیں بلکہ اس سے تائب ہو کر محض اللہ تعالیٰ کو معبود حقیقی ہونے کا عقیدہ رکھیں اور اسلام کے دامن سے وابستہ ہو جائیں تاکہ انہیں دارین میں کامیابی حاصل ہو سکے۔

فائدہ نافعہ: ان آیات اور حدیث باب میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی بلکہ انہیں دشمنوں سے بچانے کے لیے آسمان پر اٹھا لیا گیا، آج بھی آسمان چہارم پر تشریف فرما ہیں۔ قرب قیامت میں آپ آسمان سے نزول فرمائیں گے، شریعت محمدیہ کے مطابق زندگی گزاریں گے، نکاح فرمائیں گے، اولاد ہوگی اور وصال ہوگا۔ پھر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے۔ زمین میں نزول کے بعد آپ قرآن کا مطالعہ کریں گے اور قیامت کے دن ان سے کیے جانے والے سوال اور اپنے جواب سے مطلع ہو جائیں گے۔

سوال: اللہ تعالیٰ قلب سے پاک ہے تو پھر اس کے لیے ''دل'' کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

جواب: بلاشبہ اللہ تعالیٰ ''دل'' سے پاک ہے لیکن یہاں مشابہت، مشاکلت کے لیے استعمال کی گئی ہے یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ''نفس'' استعمال ہوا تو اللہ تعالیٰ کے لیے بھی یہی لفظ بطور استعارہ ومجاز استعمال کیا گیا ہے۔

فائدہ نافعہ: ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام تلامیذ الٰہی ہیں، وہ ذاتی طور پر کچھ بھی نہیں جانتے مگر اللہ تعالیٰ کی عطاء سے سب کچھ جانتے ہیں یعنی ان کا علم عطائی ہے جبکہ اللہ کا علم حقیقی وذاتی ہے۔ اس طرح دونوں علموں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے، لہٰذا اسے شرک قرار دینا جہالت و بے دینی ہے۔

2989 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ حُيَيٍّ عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

آثارِ صحابہ: قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتِ الْمَائِدَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

آثارِ صحابہ: وَرُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتْ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ بَعْدَ الْمَائِدَةِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، سب سے آخر میں نازل ہونیوالی سورت سورۃ المائدہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونیوالی سورت سورۃ الفتح ہے۔ یہ سورہ مائدہ کے بعد نازل ہوئی۔

شرح

نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی آخری سورۃ:

آیات کے اعتبار سے سب سے پہلے سورۃ علق کی پہلی تین آیات اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ٥ الخ پہلی وحی کے طور پر نازل ہوئیں۔ سورتوں کے اعتبار سے سورۃ المدثر، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ المطففین بالترتیب نازل ہوئیں۔ نازل ہونے والی سب سے آخری آیت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا بروایت مشہور۔
(۲) یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ (النساء) بروایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
(۳) وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ قف (البقرۃ:۲۸۱) بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی آخری سورۃ کون سی ہے؟ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق دو اقوال ہیں:

(۱) آخری نازل ہونے والی سورۃ مائدہ ہے۔
(۲) آخری نازل ہونے والی سورۃ نصر ہے۔
دوسرا قول زیادہ معتبر اور حقیقت کے قریب ترین ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ

باب 7: سورۃ انعام سے متعلق روایات

2990 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ نَاجِیَةَ بْنِ كَعْبٍ عَنْ عَلِیٍّ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی (فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ نَاجِیَةَ اَنَّ اَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ وَلَمْ یَذْكُرْ فِیْهِ عَنْ عَلِیٍّ وَّهٰذَا اَصَحُّ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ابوجہل نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: ہم آپ ﷺ کو جھوٹا قرار نہیں دیتے، ہم اس

چیز کی تکذیب کرتے ہیں' جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

''بے شک یہ لوگ تمہاری تکذیب نہیں کرتے، بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔''

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے' ابواسحاق کے کے حوالے سے ناجیہ کے حوالے سے' منقول ہے۔

''ابوجہل نے نبی اکرم ﷺ سے کہا'': اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے' اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی وتشفی دیئے جانا:

سورۃ الانعام بیس (۲۰) رکوعات، ۱۶۵ آیات، ۳۶۲۵ کلمات اور ۱۴۳۱۰ حروف پر مشتمل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۝

(الانعام:۳۳)

''بیشک ہم اس بات سے آگاہ ہیں کہ ان کی باتیں آپ کو پریشان کرتی ہیں، وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے ہیں بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ اعلان نبوت کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع کیا تو رؤساء ومشرکین مکہ آپ کا تمسخر اڑاتے اور آپ کی ہر بات کی تکذیب کرتے۔ ان ظالم لوگوں میں سے ابوجہل تکذیب وعداوت میں پیش پیش تھا۔ ابوجہل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم لوگ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ ان امور کی تکذیب کرتے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس موقع پر متعدد آیات مبارکہ نازل کی گئیں جن میں سے ایک یہ آیت بھی تھی۔ ان آیات میں دشمنوں سے پیش آنے والی پریشان کن صورتحال کے بارے میں تسلی وتشفی دی گئی ہے کہ اے محبوب! آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے، یہ باطل پرست لوگ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ حقیقت میں ہمارے احکام کی تکذیب کرتے ہیں' کیونکہ آپ حقانیت کے ترجمان اور ہمارے مبعوث کردہ ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل دوسری روایت میں یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ کفار قریش کے دو مشہور سرداروں ابوجہل اور اخنس بن شریق کی ملاقات ہوئی۔ اس موقع پر اخنس نے ابوجہل سے کہا کہ اس وقت ہمارے سوا تیسرا شخص موجود نہیں ہے، آپ مجھے سچ سچ بتائیں کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں یا نہیں؟ اس پر ابوجہل نے قسم کھا کر کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں مگر ہمارے انکار کی وجہ یہ ہے کہ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو قصی میں تمام خوبیاں جمع ہو جائیں اور قبیلہ قریش اس سے محروم رہ جائے تو یہ امر ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے' کیونکہ حجاج کو پانی پلانے، بیت اللہ کی تولیت اور کلید برداری کا اعزاز ان کے پاس ہے۔ پھر اب اگر ہم نبوت بھی ان کی تسلیم کرلیں تو قریش کے پاس کیا چیز باقی رہ جاتی ہے؟ گویا کفار قریش اور مشرکین مکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت وصداقت کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ آیات باری تعالیٰ کا انکار کرتے تھے۔

2991 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ فَلَمَّا نَزَلَتْ (اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاتَانِ اَهْوَنُ اَوْ هَاتَانِ اَيْسَرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"تم فرما دو! وہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے کی طرف سے تم پر عذاب بھیج دے۔"

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تیری ذات کی پناہ مانگتا ہوں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی:

"یا وہ تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے' یا ایک دوسرے سے لڑا دے۔"

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں ہلکے عذاب ہیں (راوی کو شک ہے) شاید یہ الفاظ ہیں: یہ دونوں آسان ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2992 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِیْ مَرْيَمَ الْغَسَّانِيِّ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ) فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهَا كَائِنَةٌ وَّلَمْ يَاْتِ تَاْوِيْلُهَا بَعْدُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے یہ بات نقل کرتے ہیں (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

"تم یہ فرما دو! وہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے اوپر کی طرف سے' یا تمہارے نیچے کی طرف سے' تمہارے اوپر عذاب نازل کرے۔"

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"یہ ہوگا کیونکہ اس کے بعد اس کی تاویل (یعنی اس حکم کو منسوخ قرار دینے کا حکم) نہیں آئی"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

2991- اخرجه البخاری (۱۴۱/۸): کتاب التفسیر: باب: (قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم) (الانعام: ۶۵)، حدیث (۴۶۲۸) طرفاه فی (۷۳۱۳، ۷۴۰۶)، واحمد (۳۰۹/۳)، والحمیدی (۵۳۰/۲)، حدیث (۱۲۵۹)۔

2992- اخرجه احمد (۱۷۰/۱)۔

شرح

کفار کے حق میں نازل شدہ آیت کا حکم عام ہونا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط (الانعام:۶۵)

''آپ فرمادیں اللہ اس پر قادر ہے کہ کوئی عذاب تمہارے اوپر سے اتار دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے بھیج دے یا تمہیں گروہوں کی شکل میں باہم لڑا دے اور تمہارے بعض کے ہاتھوں سے بعض کو سختی کا مزا چکھا دے''۔

یہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن احادیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا حکم عام ہے جو مسلمانوں کو بھی شامل ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں''۔ آپ کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی طرح یہ عذاب مسلمانوں پر بھی نازل ہوسکتا ہے۔ تاہم ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کوئی بھی عذاب نازل نہ فرمائے تو اس کی مشیت ہے۔

اس سلسلے میں ایک دوسری حدیث بھی موجود ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں چل رہے تھے کہ مسجد بنی معاویہ کے پاس سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی پھر ہم نے بھی دو رکعت نماز ادا کی۔ اس موقع پر آپ دعا میں مصروف ہوگئے اور تادیر دعا کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی ہیں، دو قبول کرلی گئی ہیں اور تیسری سے روکا گیا ہوں۔ قبول شدہ دو دعائیں یہ ہیں:

(۱) اے اللہ! میری امت کو غرقاب نہ کیا جائے۔

(۲) میری امت کو قحط سالی اور بھوک سے ہلاک نہ کیا جائے۔ تیسری دعا جس سے روکا گیا ہے، وہ یہ ہے: اے اللہ! میری امت کو باہم جنگ و جدال سے ہلاک نہ کیا جائے۔

دوسری حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مذکور میں بیان کردہ پہلے دو عذاب ابھی تک نازل نہیں ہوئے اور ان کا وقوع یقینی ہے جو کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو ان سے محفوظ رکھے۔

2993 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

2993۔ اخرجه البخاری (۱۰۹/۱): کتاب الایمان: باب: ظلم دون ظلم، حدیث (۳۲)، و اطرافه فی (۳۳۶۰، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۴۷۷۶، ۶۹۱۸، ۶۹۳۷)؛ و مسلم (۳۹۰/۱ - الابی): کتاب الایمان: باب: صدق الایمان و اخلاصه، حدیث (۱۲۴/۱۹۷)، و احمد (۳۷۸/۱، ۴۲۴، ۴۴۴).

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَیُّنَا لَا یَظْلِمُ نَفْسَهٗ قَالَ لَیْسَ ذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا مَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ (یَا بُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو شامل نہیں کیا۔''

تو یہ بات مسلمانوں پر بہت گراں گزری تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون ایسا شخص ہے؟ جو اپنے اوپر ظلم نہیں کرتا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد یہ نہیں ہے، اس سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے وہ بات نہیں سنی؟ جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہی تھی (جس کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے)

''اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا! بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

ظلم سے ظلم عظیم مراد ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ (الانعام: ۸۲)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (کفر و شرک) کے ساتھ نہ ملایا، وہی لوگ ثابت قدم اور ہدایت یافتہ ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر و توضیح حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ لفظ ''عدل'' کا معنی ہے: وضع الشیء عرفی محله یعنی کسی چیز کو اس کے مناسب محل میں رکھنا یا استعمال کرنا۔ اس کی ضد ظلم ہے، جس کا معنی ہے: وضع الشیء فی غیر محله یعنی کسی چیز کو غیر مناسب جگہ میں رکھنا۔ مشکیزے کا دودھ نامناسب وقت میں استعمال کرنے پر کہا جاتا ہے: ظلمت السقاء یعنی میں نے مشکیزے پر زیادتی کی ہے۔ استعمال شدہ دودھ کو ''ظلیم'' کہا جاتا ہے۔ اسی زمین کو بے موقع کھودنے کو کہا جاتا ہے: ظلمت الارض یعنی میں نے زمین پر زیادتی کی جبکہ جگہ کو ''ارض مظلومة'' کہا جاتا ہے۔ پھر لفظ ''ظلم'' حق سے تجاوز کرنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا خواہ وہ تجاوز اعتقادی یا عملی اور قلیل ہو یا کثیر۔ پھر لفظ ''ظلم'' کا اطلاق گناہ پر ہونے لگا خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، شرک ہو یا نفاق۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان تمام معانی میں استعمال ہوا ہے۔ صحابہ کرام نے آیت میں استعمال ہونے والے لفظ ''ظلم'' سے عملی گناہ مراد لیا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ ظلم سے مراد ظلم اعتقادی ہے۔

2994 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ اَبِیْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ

متن حدیث: كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَائِشَةَ ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ) (وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ) وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْظِرِيْنِيْ وَلَا تُعْجِلِيْنِيْ اَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى) (وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ) قَالَتْ اَنَا وَاللّٰهِ اَوَّلُ مَنْ سَاَلَ عَنْ هٰذَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا ذَاكَ جِبْرِيْلُ مَا رَاَيْتُهٗ فِي الصُّوْرَةِ الَّتِيْ خُلِقَ فِيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَاَيْتُهٗ مُنْهَبِطًا مِّنَ السَّمَآءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا كَتَمَ شَيْئًا مِّمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ (يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ) وَمَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ (قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَمَسْرُوْقُ بْنُ الْاَجْدَعِ يُكْنٰى اَبَا عَائِشَةَ وَهُوَ مَسْرُوْقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَذَا كَانَ اسْمُهٗ فِي الدِّيْوَانِ

◆◆ مسروق بیان کرتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھا تھا' تو انہوں نے فرمایا: اے ابو عائشہ! تین چیزیں ایسی ہیں' جن میں سے ایک بھی کوئی کہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بہت بڑی جھوٹی بات کی نسبت کی۔ جو شخص یہ کہے: حضرت محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کا دیدار کیا ہے' تو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات کی نسبت کی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

''بصارت اس کا ادراک نہیں کر سکتی وہ بصارت کا ادراک کر سکتا ہے وہ لطف رکھنے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

(دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''کسی انسان کے بس میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کلام کرے البتہ وحی کے ذریعے یا حجاب کے پیچھے سے اللہ اس سے کلام کر سکتا ہے۔''

مسروق بیان کرتے ہیں، میں ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا، میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، میں نے کہا: اے ام المؤمنین! آپ ذرا غور فرمائیں کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ (آپ جلدی نہ کیجئے)

کیا اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد نہیں فرمائی ہے:

2994۔ اخرجه البخاری (۳۶۱/۶): کتاب بدء الخلق: باب: اذا قال احدکم "آمین". و الملائکة فی السماء، حدیث (۳۲۳۵)، و مسلم (۱/ ۵٤۱، ۵٤۲): کتاب الایمان: باب: معنی قول اللہ عزوجل، (و لقد رء اہ نزلة اخری)، و هل رای النبی صلی اللہ علیه وسلم ربه لیلة الاسراء، حدیث (۱۷۷/۲۸۷)، واحمد (۲٤۱/۲۳۶/٦).

''تو اس نے اسے دوسری مرتبہ اترتے ہوئے دیکھا۔''

(دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اور اس نے اسے افق مبین میں دیکھا ہے۔''

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اس بارے میں سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تھا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: وہ جبرائیل علیہ السلام تھے انہیں۔ جس طرح پیدا کیا گیا ہے (میں نے) انہیں اس شکل میں صرف دو دفعہ دیکھا ہے۔

میں نے دیکھا: انہوں نے آسمان اور زمین کے درمیان پوری جگہ کو گھیر لیا تھا۔

(پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) اور جو شخص یہ کہے: حضرت محمد ﷺ نے اس چیز میں سے کچھ چھپایا ہے' جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا ہے' تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی طرف بہت بڑے جھوٹ کی نسبت کی' کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے:

''اے رسول! تم اس چیز کی تبلیغ کر دو' جو تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔''

اور جو شخص یہ کہے: وہ (یعنی نبی اکرم، یا وہ شخص خود) جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا' تو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بہت بڑے جھوٹ کی نسبت کی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''آسمانوں اور زمینوں میں موجود کوئی شخص غیب نہیں جانتا صرف اللہ جانتا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

مسروق بن اجدع کی کنیت ابو عائشہ ہے۔ یہ صاحب مسروق بن عبدالرحمٰن ہیں۔

دیوان میں ان کا نام اسی طرح ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا سب نگاہوں کو پانا جبکہ نگاہوں کا اللہ تعالیٰ کو نہ پانا:

ارشاد ربانی ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (الانعام: ۱۰۳)

''اسے نگاہیں نہیں پا سکتیں جبکہ وہ نگاہوں کو پا سکتا ہے۔ وہ بڑا باریک بین باخبر ہے''۔

لفظ ''ادراک'' کا معنی ہے پانا، حاصل کرنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: ادرك الصلوة یعنی فلاں آدمی نے نماز پالی۔ ادرك القطار یعنی اس شخص نے ریل کار کو پالیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سے ''احاطہ'' مراد لیا ہے۔

اس آیت اور حدیث باب کی روشنی میں ایک اہم مسئلہ ہے' جس میں اختلاف پایا جاتا ہے، وہ ہے رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ۔ بعض مفسرین و محدثین کا موقف ہے کہ دنیا میں نہ تو کسی نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور نہ کوئی اسے دیکھ سکتا ہے۔ انہوں نے اسی آیت اور حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ جمہور مفسرین اور محدثین کا نقطہ نظر ہے کہ اس دنیا فانی میں عام شخص تو اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں

دیکھ سکتا لیکن معراج کی رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کا کئی بار شرف حاصل کیا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رایت ربی فی احسن صورة یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کو بہترین صورت میں ملاحظہ کیا۔ علاوہ ازیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک سو ایک بار زیارت کا شرف حاصل کیا۔ جمہور کی طرف سے بعض محدثین ومفسرین کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ان دلائل سے عام آدمی کا تذکرہ ہے نہ کہ خاص کا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خاص ہی نہیں بلکہ اخص ہے۔ نیز معجزہ معراج بیداری میں ہوا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت باری تعالیٰ کا شرف حاصل کیا۔ اس کے علاوہ آپ کو منامی (خواب میں) کئی معراج بھی ہوئے جن کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر سے جدا نہیں ہوئے تھے۔ آپ کا جسمانی و بیداری معراج برحق ہے، جس کی تصریح قرآن وسنت میں موجود ہے۔

2995 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ الْحَرَشِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَكَّائِيُّ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَى اُنَاسٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ اَنَاْكُلُ مَا نَقْتُلُ وَلَا نَاْكُلُ مَا يَقْتُلُ اللّٰهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيَاتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کچھ افراد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور بولے: ہم اس جانور کو کھا سکتے ہیں جسے ہم مارتے ہیں اور ہم اسے نہیں کھا سکتے جسے اللہ تعالیٰ نے مارا ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

"جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اس میں سے کھالو اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔"

یہ آیت یہاں تک ہے "اگر تم ان کی پیروی کرو تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔"

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

بعض راویوں نے اسے سعید بن جبیر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2995۔ اخرجه ابوداؤد (۲/ ۱۱۱): كتاب الذبائح: باب: من ذبائح اهل الكتاب، حديث (۲۸۱۹).

شرح

مردار کی حرمت پر سوال اور اس کا جواب:

ماکول اللحم دموی جانور کے حلال ہونے کی دو شرائط ہیں:

(۱) جانور کو چھری وغیرہ سے ذبح کرنا، کیونکہ دم مسفوح جو انسانی صحت کے لیے نہایت مضر ہے کہ وہ مکمل طور پر خارج ہو جائے۔

(۲) جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔ دونوں شرائط میں سے اگر ایک بھی نہ پائی جائے تو وہ جانور حرام ہوگا۔ قربانی کی دو اقسام ہیں:

پہلی تو وہ ہے جو ہر سال دسویں ذوالحجہ کو سنت ابراہیمی کے طور پر جانور ذبح کیا جاتا ہے۔ دوسری عام قربانی ہے کہ گوشت کھانے کے لیے سال بھر میں کسی بھی وقت جانور ذبح کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال ماکول اللحم جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے۔ وہ جانور جس پر ذبح کے وقت عمداً اللہ کا نام نہ لیا یا غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، وہ حرام ہے اور اس کا کھانا ممنوع ہے۔

حدیث باب میں ایک اہم شبہ کا جواب دیا گیا ہے، شبہ یہ تھا کہ ہم اپنے مارے ہوئے جانور کو جائز سمجھ کر کھا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے مارے ہوئے جانور کو حرام قرار دے کر نہیں کھا سکتے۔ یہ عجیب بات ہے جو عقل و دانش میں نہیں آ سکتی؟ یہی شبہ صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ دراصل یہ کفار و مشرکین کی طرف سے اعتراض تھا، جس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں دیا گیا ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ○ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ○ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ○ (الانعام:۱۱۸تا۱۲۱)

''تم کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اگر تم اس کی آیات مانتے ہو۔ اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بیشک بہت سے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے، چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور بیشک وہ حکم عدولی ہے۔ بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو

تو اس وقت تم مشرک ہو"۔

ان آیات میں مشرکین کے سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلت وحرمت کے احکام تفصیلاً بیان کیے جاچکے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ احکام کو اپنائیں اور کفار ومشرکین کی باتوں پر کان نہ دھریں' کیونکہ شیطان انہیں اعتراضات کرنے اور لڑائی کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ تاہم مجبوری اور اضطراری حالت میں بقدرِ ضرورت حرام چیز کا استعمال بھی جائز ہو جاتا ہے۔

2996 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ دَاوُدَ الْاَوْدِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَى الصَّحِيفَةِ الَّتِي عَلَيْهَا خَاتَمُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَقْرَاْ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ (قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ) الْاٰيَةَ اِلٰى قَوْلِهِ (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ کسی ایسے صحیفے کو دیکھے جس پر حضرت محمد ﷺ کی مہر لگی ہوئی ہو' تو وہ ان آیات کو پڑھ لے:

"تم فرمادو! تم لوگ آگے آؤ! میں تمہارے سامنے اس چیز کی تلاوت کروں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام قرار دیا ہے۔"

یہ آیت یہاں تک ہے "تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

احکام عشرہ پر مشتمل آیات مبارکہ:

ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام: ۱۵۲تا۱۵۳)

"اور تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ لیکن اچھے طریقے سے حتیٰ کہ وہ سن شباب کو پہنچ جائے اور ناپ تول میں پورا پورا کر کے انصاف کرو۔ ہم کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ جب تم بات کرو تو انصاف پر مبنی ہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو، یہ تمہیں تاکید فرمائی کہ کہیں تم نصیحت مانو۔ اور یہ ہے میرا

سیدھا راستہ تم اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ یہ تمہیں حکم فرمایا: کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے"۔

ان آیات اور حدیث باب میں دس اہم احکام بیان کیے گئے ہیں جن کی وجہ سے ان آیات کی اہمیت عیاں ہو جاتی ہے۔ وہ دس احکام درج ذیل ہیں:

(۱) عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا
(۲) والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا
(۳) غربت وافلاس کے سبب اولاد کو قتل نہ کرنا
(۴) برائی اور بے حیائی کے کاموں سے احتراز کرنا
(۵) کسی شخص کو ظلماً قتل نہ کرنا
(۶) کسی یتیم کا مال ظلماً نہ کھانا
(۷) کسی چیز کے ماپ تول میں کمی سے کام نہ لینا
(۸) فیصلہ کرتے وقت یا شہادت کے دوران ظلم نہ کرنا
(۹) اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کو پورا کرنا
(۱۰) صراط مستقیم کو ترک کر کے دوسرا راستہ اختیار نہ کرنا

2997 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ) قَالَ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَّرَوَاهُ بَعْضُهُمْ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"یا تمہارے پروردگار کی کوئی نشانی آ جائے۔"

اس سے مراد سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

بعض راویوں نے اسے نقل کیا ہے اور "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

2998 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ

2997- اخرجه احمد (۳/۳۱، ۹۸)، و عبد بن حميد، حديث (۹۰۲).

2998- اخرجه مسلم (۱/۵۳۴ - الابی): كتاب الايمان: باب: بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الايمان، حديث (۱۵۸/۲۴۹)، و احمد (۴۴۵).

اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: ثَلَاثٌ اِذَا خَرَجْنَ لَمْ (يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ) اَلْاٰيَةَ الدَّجَّالُ وَالدَّابَّةُ وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنَ الْمَغْرِبِ اَوْ مِنْ مَغْرِبِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَازِمٍ هُوَ الْاَشْجَعِيُّ الْكُوْفِيُّ وَاسْمُهُ سَلْمَانُ مَوْلٰى عَزَّةَ الْاَشْجَعِيَّةِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب وہ نکل آئیں گی اس وقت کسی شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا، وہ شخص جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔ دجال، دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے نکل آنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوحازم نامی راوی اشجعی کوفی ہیں۔ ان کا نام سلمان ہے۔ یہ عزۃ اشجعیہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

شرح

قیامت کی ایک نشانی مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○ (المائدہ:۱۵۸)

"کس کے انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا تمہارے رب کا عذاب یا تمہارے رب کی ایک نشانی آئے۔ جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔ تم فرماؤ: رستہ دیکھو ہم بھی دیکھتے ہیں"۔

اس آیت کی تفسیر و توضیح احادیث باب میں کی گئی ہے۔ ان میں تین علامات قیامت بیان کی گئی ہیں:

(۱) خروج دجال (۲) خروج دابۃ الارض (۳) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔

احادیث باب کے مطابق آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا، علامات قیامت میں سے بڑی علامت ہے۔ اس کے ظاہر ہونے پر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور کسی کافر کا کلمہ طیبہ پڑھنا معتبر نہیں ہوگا یعنی کسی کا ایمان معتبر نہیں ہوگا۔ مغرب سے طلوع آفتاب کے بعد ایک سو بیس (۱۲۰) سال تک دنیا قائم رہے گی۔

فائدہ نافعہ: جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تو بہ اور ایمان لانے کا دروازہ بند ہو جائے گا لیکن بقول علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ بعد یہ حکم تبدیل ہو جائے گا کہ توبہ کا دروازہ کھل جائے گا اور ایمان لانا معتبر ہوگا۔ بعض محدثین و مفسرین فرماتے ہیں:

آفتاب کے مغرب سے طلوع پر توبہ وایمان کا غیر معتبر ہونے کا مدار مشاہدہ پر ہوگا یعنی جس نے اپنی آنکھوں سے طلوع آفتاب دیکھا ہوگا اس کی توبہ وایمان غیر معتبر ہوگا اور جس نے نہ دیکھا ہوگا اس کا معتبر ہوگا۔

سوال: آیت میں ان علامات قیامت کی واضح طور پر نشاندہی کیوں نہیں کی گئی جن کے ظہور کے بعد کفار کا ایمان لانا معتبر نہیں ہوگا اور مسلمانوں کے لیے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا جبکہ احادیث باب میں وہ علامات ثلاثہ بیان کر دی گئی ہیں؟

جواب: (۱) احادیث مبارکہ قرآن کی تفسیر ہیں اور دونوں وحی کا درجہ رکھتی ہیں خواہ قرآن وحی جلی و متلو ہے اور احادیث وحی خفی اور غیر متلو ہے۔

(۲) قرآن کی طرح حدیث بھی احکام شرعی میں حجت ہے، کیونکہ یہ کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۳) لوگوں کو اس بات سے خبردار کرنا مقصود تھا کہ قیامت برپا ہونے کے قرب کی وجہ سے توبہ کا دروازہ کسی وقت بھی بند ہو سکتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو ہمہ وقت صراط مستقیم پر چلنے اور اعمال صالحہ کرنے کی عادت بنانی چاہیے اور گناہوں سے تائب رہنا چاہیے۔

2999 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ اِذَا هَمَّ عَبْدِىْ بِحَسَنَةٍ فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَاِذَا هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوْهَا فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا بِمِثْلِهَا فَاِنْ تَرَكَهَا وَرُبَّمَا قَالَ لَمْ يَعْمَلْ بِهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ حَسَنَةً ثُمَّ قَرَاَ (مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اس کا فرمان حق ہے جب میرا بندہ کسی ایک نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو تم اس کو ایک نیکی کے طور پر نوٹ کر لو اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو تم اس کو دس گنا کے طور پر نوٹ کر لو اور جب وہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو تم اسے نوٹ نہ کرو اور اگر وہ اسے کر لے تو تم اسے ایک برائی کے طور پر نوٹ کرو اگر وہ اسے چھوڑ دے (بعض اوقات راوی نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں)

اگر وہ اس پر عمل نہ کرے تو تم اسے بھی ایک نیکی کے طور پر نوٹ کرو۔

پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

''جو شخص نیکی کرے گا اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2999۔ اخرجه البخاري (۱۳/۴۷۳): كتاب التوحيد: باب: قول الله تعالىٰ، (يريدون ان يبدلوا كلم الله) (الفتح: ۱۵)، حديث (۷۵۰۱)، ومسلم (۱/۳۹۷ - الابي): حديث (۲۰۳/۱۲۸)، واحمد (۲/۲۴۲).

شرح

عمل صالح کا کریمانہ اور گناہ کا انصاف پر مبنی قانون:

ارشاد ربانی ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ○

(المائدہ: ۱۶۰)

''جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے دس نیکیوں کا اجر ملے گا اور جو شخص کسی معصیت کا ارتکاب کرتا ہے، اس کی سزا اس کے برابر ہے اور اس سلسلہ میں لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں کی گئی ہے۔ حدیث باب بھی حدیث قدسی ہے، جس کا مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جبکہ اسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ نیکی اور گناہ کے حوالے سے اس میں ایک خوبصورت ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی نیکی کا قصد کرتا ہے لیکن کسی وجہ سے نیکی نہیں کر پاتا تو اس کے لیے ایک نیکی کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اگر نیکی کر لیتا ہے تو اس کے لیے دس نیکیوں کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ کسی گناہ کرنے کا قصد کرتا ہے مگر خوف خدا کی وجہ سے گناہ کو عملی جامہ نہیں پہنا تا تو اس کے نامہ اعمال میں گناہ نہیں لکھا جاتا بلکہ اس کے لیے ایک نیکی کا ثواب لکھا جاتا ہے جبکہ کسی مانع کی وجہ سے گناہ نہ کرنے سے نہ ثواب لکھا جاتا ہے نہ گناہ اگر وہ گناہ۔ کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس کے لیے ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ یہ ضابطہ بیان کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

سوال: اس آیت اور حدیث میں ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر بیان کیا گیا ہے جبکہ دوسری روایات میں ایک نیکی کا ثواب ستر یا سو بلکہ اس سے بھی زیادہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: روایات میں تحدید عدد مقصود نہیں ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ ایک نیکی کا کم از کم اجر دس نیکیوں کے مساوی ہے اور اس سے زائد بھی ہے لیکن زائد کا تعین نہیں ہے، کیونکہ ستر یا سو وغیرہ والی روایات میں بھی تحدید عدد مراد نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ

باب 8: سورۃ اعراف سے متعلق روایات

3000 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا) قَالَ

3000- اخرجه احمد (۳/۱۲۵، ۲۰۹).

حَمَّادٌ هٰكَذَا وَاَمْسَكَ سُلَيْمَانُ بِطَرَفِ اِبْهَامِهِ عَلٰى اُنْمُلَةِ اِصْبَعِهِ الْيُمْنٰى قَالَ فَسَاخَ الْجَبَلُ (وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْوَرَّاقُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ حَمَّادِ ابْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ (نبی اکرم ﷺ) کے بارے میں نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''جب اس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی' تو اسے ٹکڑے' ٹکڑے کر دیا۔''

حماد نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، اس طرح اس کے بعد سلمان نامی راوی نے انگوٹھے کے کنارے کو دائیں ہاتھ کی انگلی پر رکھ کر فرمایا: تو وہ پہاڑ پھٹ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر گئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف حماد بن مسلمہ کے حوالے سے' منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

عبدالوہاب نے یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

سورۃ الاعراف ۲۴ رکوعات' ۲۰۵ آیات' ۴۸۴۲ کلمات اور ۱۳۴۶۴ حروف پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ مکی ہے مگر آیت: ۱۶۳ کے بعد کی پانچ یا آٹھ آیات مدنی ہیں۔

کوہ طور پر تجلی باری تعالیٰ کا ظہور:

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۴۳)

''اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی، اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں؟ فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش ہو کر۔ پھر جب ہوش ہوا بولا: پاکی ہے تجھے' میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دینے کے لیے چالیس ایام تک کوہ طور پر طلب فرمایا، مدت پوری ہونے پر باہم لطف وکرم اور شفقت بھری باتیں ہوئیں جس کے نتیجہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اشتیاق ملاقات بڑھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت ادب سے شرف زیارت حاصل کرنے کے لیے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے، آپ کی طرف سے دیدار کرنے پر اصرار ہوا تو جواب ملا: اے پیارے موسیٰ! آپ سامنے والے پہاڑ کو دیکھیں، اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو آپ مجھے دیکھ سکیں گے ورنہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر نہایت معمولی تجلی فرمائی تو وہ جل کر ریزہ ریزہ ہوگیا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر زمین پر گر گئے۔ حدیث باب میں تجلی کی مقدار بیان کی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے سے چھوٹی انگلی (خنصر) کے سرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بیان فرمائی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ جب معمولی تجلی فرمانے سے پہاڑ دھنس گیا یا ریزہ ریزہ ہوگیا یا جل کر سرمہ بن گیا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ جیسے اولی العزم پیغمبر بے ہوش ہوکر گر گئے تو پھر اس خالق ومالک کی شایان تجلی فرمانے کا کیا عالم ہوگا؟

اس واقعہ سے چند امور ثابت ہوئے:

☆ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت کا مالک ہے، جس کے مقابل کوئی بھی نہیں ہوسکتا اور وہ ہر اعتبار سے وحدہ لاشریک ہے۔

☆ مقبول بندوں کا اللہ کی بارگاہ میں بہت بلند مقام ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ سے دنیا میں گفتگو کرنا اور زیارت سے مشرف ہونا ممکن ہے لیکن یہ اعزاز معراج کی رات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔

3001 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَبِي اُنَيْسَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ الْجُهَنِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ) فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْاَلُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِيْنِهٖ فَاَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُوْنَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَفِيْمَ الْعَمَلُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَاِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلَهُ اللّٰهُ النَّارَ

3001۔ اخرجه مالك (٨٩٨/٢): كتاب القدر: باب: النهي عن القول بالقدر، حديث (٢)، و ابوداؤد (٦٣٩/٢): كتاب السنة: باب: القدر، حديث (٤٧٠٣)، (٤٧٠٤)، و احمد (٤٤/١)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَمُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ لَّمْ يَسْمَعْ مِنْ عُمَرَ وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُهُمْ فِىْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بَيْنَ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ وَّبَيْنَ عُمَرَ رَجُلًا مَجْهُوْلًا

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا:

''اور جب تمہارے پروردگار نے آدم کی اولاد کو ان کی پشتوں میں سے لیا اور انہیں ان کے اپنے بارے میں گواہ بناتے ہوئے دریافت کیا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! ہے، ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں (ایسا اس لیے کیا) تا کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو: ہم تو اس سے غافل تھے۔''

تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا، میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا، آپ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا' تو ان کی پشت پر دایاں دستِ قدرت پھیرا اور اس میں سے ان کی ذریت کو نکال دیا، پھر ارشاد فرمایا:

میں نے ان لوگوں کو جنت کے لیے اور اہل جنت کا سا عمل کرنے کے لیے پیدا کیا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور اس میں سے کچھ ذریت کو نکالا اور فرمایا: میں نے ان لوگوں کو جہنم کے لیے اور اہل جہنم کا سا عمل کرنے کے لیے پیدا کیا ہے' تو ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! عمل کیوں کیا جائے؟ راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے' تو اسے اہل جنت کا سا عمل کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ شخص مرتا ہے' تو اہل جنت کا سا عمل کر رہا ہوتا ہے' اور پھر وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے' اور جب وہ کسی بندے کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے' تو اس سے اہل جہنم کا سا عمل لیتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ مرتا ہے' تو اہل جہنم کا سا عمل کر رہا ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کر دیتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

مسلم بن یسار نامی راوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

بعض راویوں نے اس کی سند میں مسلم بن یسار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک شخص کا تذکرہ کیا ہے' جو مجہول ہے۔

3002 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهٗ فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهٖ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَىْ كُلِّ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ وَبِيْصًا مِّنْ نُوْرٍ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلٰى اٰدَمَ فَقَالَ اَىْ رَبِّ مَنْ هٰؤُلَاۤءِ قَالَ هٰؤُلَاۤءِ ذُرِّيَّتُكَ فَرَاٰى رَجُلًا مِّنْهُمْ فَاَعْجَبَهٗ وَبِيْصُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقَالَ اَىْ رَبِّ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اٰخِرِ

الْأُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ يُقَالُ لَهُ دَاوُدُ فَقَالَ رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمْرَهُ قَالَ سِتِّينَ سَنَةً قَالَ أَيْ رَبِّ زِدْهُ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعِينَ سَنَةً فَلَمَّا قُضِيَ عُمْرُ آدَمَ جَائَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ أَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَوَلَمْ تُعْطِهَا ابْنَكَ دَاوُدَ قَالَ فَجَحَدَ آدَمُ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ وَنَسِيَ آدَمُ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ وَخَطِئَ آدَمُ فَخَطِئَتْ ذُرِّيَّتُهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' تو اِن کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت میں سے ہر ایک جان نیچے گر پڑی جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک ان کی اولاد میں پیدا کرنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی پیشانی میں نور کی چمک رکھ دی پھر ان لوگوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا اور انہیں بتایا گیا: اے آدم علیہ السلام یہ تیری اولاد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی پیشانی کی چمک حضرت آدم علیہ السلام کو پسند آئی تو انہوں نے دریافت کیا: اے میرے پروردگار! یہ کون شخص ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد میں بعد کے زمانے میں ایک شخص پیدا ہوگا' جس کا نام داؤد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: اے میرے پروردگار! تو نے اس کی عمر کتنی مقرر کی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ساٹھ سال۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! میری عمر میں سے چالیس برس کا اس کی عمر میں اضافہ کر دے۔

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ختم ہوگئی' تو موت کا فرشتہ ان کے پاس آیا' تو حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں؟ تو فرشتے نے کہا: کیا آپ نے وہ اپنے صاحبزادے حضرت داؤد کو نہیں دے دیئے تھے؟ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تو حضرت آدم علیہ السلام نے اس بات کا انکار کر دیا یہی وجہ ہے: ان کی اولاد بھی انکار کر دیتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو یہ بات بھلا دی گئی' تو ان کی اولاد بھی بھول جاتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی' تو ان کی اولاد سے بھی خطا ہو جاتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

عالم ارواح میں الست کی وضاحت:

ارشاد خداوندی ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ ۚ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَى ۛ شَهِدْنَا ۛ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ○ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ○ (الاعراف:۱۷۲ تا ۱۷۳)

''اے میرے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں، ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی یا کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد بچے رہے، تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہل باطل نے کیا''۔

احادیث باب میں ان آیات کی تفسیر وتوضیح کی گئی ہے' جس میں چند امور کی نشان دہی کی گئی ہے جو درج ذیل ہیں:

اول: مذکورہ آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم کو ان کی پشت سے برآمد کیا جبکہ احادیث باب سے اولاد آدم کی پشت سے ذریت کو برآمد کرنے کا ذکر ہے۔ اس طرح یہ تو تعارض ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداء اللہ تعالیٰ نے ذریت کو پشت آدم سے برآمد کیا اور بعد ازاں ذریت کو اولاد آدم کی پشت سے برآمد کیا۔ لہٰذا تعارض باقی نہ رہا۔

دوم: آیات واحادیث میں مسئلہ تقدیر کی وضاحت بھی ہے کہ تقدیر کی دو جانبیں ہوتی ہیں ایک کا تعلق ذات باری کے ساتھ ہوتا ہے کہ ازل سے یہ طے شدہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ کسی واقعہ کے پیش آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے' کیونکہ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا علم کامل نہیں رہے گا جبکہ اس ذات کا علم کامل ہے اور نقص سے پاک ہے۔ مسئلہ تقدیر کی جانب ثانی کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے کہ انہیں دونوں راستوں سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ شعور ودانش سے کام لیتے ہوئے نیکی واطاعت کا راستہ اختیار کرے گی تو اس کا نتیجہ جنت کی شکل میں سامنے آئے گا۔ اگر انہوں نے نافرمانی وگناہ کا راستہ اختیار کیا تو جہنم کی شکل میں نتیجہ سامنے آئے گا۔

سوم: عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ذریت، پشت آدم سے برآمد کی گئی تھی وہ محض ارواح کی شکل میں نہیں تھی بلکہ مثالی اجسام کی صورت میں تھی' کیونکہ ایک روایت میں: ''کامثال الذر'' کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ وہ ارواح اجسام مثالی یعنی چیونٹیوں کی صورت میں تھیں، جن میں سے بعض کے رنگ سفید اور بعض کے سیاہ تھے۔ رنگ کا اظہار اجسام پر ہوتا ہے نہ کہ ارواح پر، خواہ وہ اجسام مثالی ہوں یا حقیقی ہوں۔

چہارم: عالم ارواح میں ذریت آدم سے جو ''عہد الست'' لیا گیا تھا، اس کا اہم مقصد توحید باری تعالیٰ اور ربوبیت خداوندی کا اقرار تھا تا کہ قیامت کے دن اولاد آدم یہ بہانہ سازی یا عذر پیش نہ کر سکے کہ ہمیں پیغام توحید نہیں پہنچا تھا یا ہمارے آباؤ اجداد شرک میں مبتلا تھے تو ان کی اتباع میں ہم سے بھی شرک صادر ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں انسان کی پیدائش کے وقت ان کے کانوں میں اذان و اقامت کہنے کا مقصد بھی ''عہد الست'' کی یاد دہانی ہے۔

سوال: جب تمام لوگوں نے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ کے حضور اقرار وعہد کر لیا تھا تو پھر دنیا میں اس کی خلاف ورزی کیوں کی؟

جواب: عالم ارواح میں ذات باری تعالیٰ اور تجلی خداوندی کا رعب اس قدر تھا کہ کسی میں مجال انکار نہیں تھا جبکہ دنیا میں' یہ معاملہ نہیں ہے، جس وجہ سے کفار ومشرکین نے عہد شکنی کی اور خلاف ورزی پر کمر بستہ ہو گئے۔

سوال: ''عہد الست'' کہاں لیا گیا تھا؟

جواب: (۱) یہ عہد عالم ارواح میں لیا گیا تھا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارنے کے بعد وادی نعمان (میدان عرفات) میں لیا گیا تھا۔

سوال: انسان اس وقت بے شعور تھا، پھر عہد و پیمان کیسے لیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت شعور عطا کر دیا تھا، اسی لیے تو اس نے اقرار عہد کیا تھا۔

سوال: حدیث باب میں ہے: زدہ من عمری اربعین سنة جبکہ دوسری روایت میں ہے: جعلت لابنی داؤد ستین سنة یعنی ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے چالیس سال اور دوسری میں ہے ساٹھ سال اپنی عمر حضرت داؤد علیہ السلام کو دی تو یہ تعارض ہوا؟

جواب: (۱) حضرت آدم علیہ السلام نے پہلے چالیس سال کی عمر عنایت کی پھر اس پر بیس سال عمر کا اضافہ کیا تھا۔

(۲) چالیس سال والی روایت راجح ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے بارے میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ھذا الحدیث حسن جبکہ ساٹھ سال والی روایت کے بارے میں فرمایا: ھذا حدیث غریب۔

3003 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا حَمَلَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا اِبْلِيْسُ وَكَانَ لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ سَمِّيهِ عَبْدَ الْحَارِثِ فَسَمَّتْهُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَعَاشَ وَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ وَّحْيِ الشَّيْطَانِ وَاَمْرِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ قَتَادَةَ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ عُمَرُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب سیدہ حوا رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں تو شیطان نے ان کے گرد چکر لگایا جس کے نتیجے میں ان کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ شیطان نے ان سے کہا: آپ اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا' تو وہ بچہ زندہ رہا۔ یہ چیز شیطان کی طرف سے اشارے اور اس کی ہدایت کی وجہ سے تھی۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس حدیث کے ''مرفوع'' ہونے کو صرف عمر بن ابراہیم کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض راویوں نے اسے عبدالصمد کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور ''مرفوع'' کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

عمر بن ابراہیم بصرہ کے رہنے والے ایک بزرگ آدمی ہیں۔

3003۔ اخرجه احمد (۱۱/۵)۔

شرح

تمام امور میں اللہ تعالیٰ کا مؤثر حقیقی ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ○ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ (الاعراف:۱۸۹تا۱۹۰)

''وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑ و بنایا کہ اس سے چین پائے، پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ایک ہلکا سا پیٹ رہ گیا تو اس کے ساتھ چلتی رہی، پھر جب بوجھل پڑی دونوں نے اپنے رب سے دعا کی ضرور اگر تو ہمیں جیسا چاہیے بچہ دے گا تو بیشک ہم شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اس نے انہیں جیسا چاہا بچہ عطا فرمایا، انہوں نے اس کی عطا میں اس کے ساجھی ٹھہرا لیے تو اللہ تعالیٰ کو برتری ہے ان کے شرک سے''۔

آیات قرآنی اور حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم پر تین احسانات کا ذکر کیا ہے تا کہ وہ اس کا شکر ادا کرے۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی سے پیدا کیا ہے اور کسی حیوان سے پیدا نہیں کیا یعنی اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز بخشا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جوڑا بھی اسی جنس سے بنایا تا کہ باہم ملاپ سے راحت وسکون حاصل کریں' کیونکہ جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اور غیر جنس کی طرف میلان نہیں ہوتا۔

(۳) جوڑے کے ملاپ سے اولاد جیسی نعمت عطا فرمائی جو تا حیات والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سکون اور سہارا بنتی ہے۔

اس بات میں شک نہیں ہے کہ ہر نعمت من جانب اللہ ہوتی ہے اور غیر کا اس میں عمل دخل ہرگز نہیں ہوتا۔ یہ بھی ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ تمام امور میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے لیکن اس کی عنایت سے انبیاء، صالحین اور اولیاء کی دعاؤں میں بھی تاثیر ہے۔ان کی دعاؤں اور چاہنے سے اللہ تعالیٰ معاملات حل فرما دیتا ہے۔ مثلاً اولاد ہونا، نرینہ اولاد ہونا، باران رحمت کا نزول ہونا، رزق میں وسعت ہونا، دین ودنیا کی دولت میسر آنا اور دارین کی فلاح حاصل ہونا۔ اس سلسلے میں حدیث قدسی کے الفاظ ہیں: لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (او کما قال علیه السلام) یعنی جب نیک بندہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتا ہے۔

فائدہ نافعہ: بتوں کی تردید میں وارد ہونے والی آیات اور روایات کو بنیاد بنا کر انبیاء کرام، اولیاء، صالحین، علماء ربانیین اور شہداء کو پتھروں (بتوں) کی طرح غیر مؤثر قرار دینا جہالت وگمراہی ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَنْفَالِ

باب 9: سورۃ الانفال سے متعلق روایات

3004 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ جِئْتُ بِسَيْفٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَفٰى صَدْرِىْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اَوْ نَحْوَ هٰذَا هَبْ لِىْ هٰذَا السَّيْفَ فَقَالَ هٰذَا لَيْسَ لِىْ وَلَا لَكَ فَقُلْتُ عَسٰى اَنْ يُّعْطٰى هٰذَا مَنْ لَّا يُبْلِىْ بَلَائِىْ فَجَائَنِى الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّكَ سَاَلْتَنِىْ وَلَيْسَ لِىْ وَاِنَّهٗ قَدْ صَارَ لِىْ وَهُوَ لَكَ قَالَ فَنَزَلَتْ (يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ مُصْعَبٍ اَيْضًا

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

◆◆ مصعب بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، غزوۂ بدر کے موقع پر میں اپنی تلوار لے کر آیا، میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی طرف سے میرا سینہ ٹھنڈا کردیا ہے' یا اس کی مانند کوئی لفظ کہے، تو آپ ﷺ مجھے یہ تلوار ہبہ کردیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ نہ مجھے ملے گی نہ تمہیں ملے گی۔ تو میں نے سوچا کہ شاید یہ کسی ایسے شخص کو دی جائے گی جو میری طرح کی صورتحال میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد (نبی اکرم ﷺ یا آپ ﷺ کا قاصد) میرے پاس آیا اور نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: تم نے یہ مجھ سے جس وقت مانگی تھی اس وقت یہ میری نہیں تھی' اب یہ میری ہوگئی ہے لہٰذا یہ تمہیں ملی۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی:

''لوگ تم سے مالِ غنیمت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو سماک بن حرب نے بھی مصعب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3004۔ اخرجه مسلم (۱۳٦۷/۳): كتاب الجهاد و السير: باب: الانفال، حديث (۳۳، ۳٤، ۱۷٤۸)، (۱۸۷۷/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل سعد بن ابي وقاص رضي الله عنه، حديث (٤۳، ۱۳/٤٤ ۲٤)، و ابوداؤد (۸٦/۲): كتاب الجهاد: باب: في النفل، حديث (۲۷٤۰)، و احمد (۱۷۸/۱، ۱۸۱، ۱۸۵)، وابن حميد ص (۷٤)، حديث (۱۳۲).

شرح

مالِ غنیمت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہونا:

سورۃ انفال دس رکوعات، ستتر (۷۷) آیات، ۱۶۳۱ کلمات اور ۶۲۹۴ حروف پر مشتمل ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (الانفال:۱)

''لوگ آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیں: مالِ غنیمت اللہ اور رسول کے لیے ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو''۔

انفال کا معنی ومفہوم:

لفظ ''انفال''، نفل کی جمع ہے، جس کے معنی ومفہوم میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) اموالِ غنیمت مراد ہے۔

(۲) مسلمان انفرادی طور پر مشرکین کی جو چیز حاصل کرلیں یا چھین لیں مثلاً غلام، سواری، کپڑے اور تلوار وغیرہ۔

(۳) انفال سے مراد خمس ہے۔

(۴) اموالِ غنیمت سے زائد وہ چیز ہے جو امیرِ وقت لشکر کے کسی فرد یا بعض افراد کو بطور ترغیب وانعام دیتا ہے۔

(۵) وہ اموال مراد ہیں جو مشرکین اور دشمن کے مسلمانوں کے ہاتھ آتے ہیں مثلاً اشیاء خورد ونوش، ہتھیار، سواریاں، غلام، اسلحہ اور تلواریں وغیرہ۔

موقع کی مناسبت سے ان میں سے کوئی بھی معنی مراد لیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت کے متعدد شانِ نزول بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمان مجاہدین تین حصوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ ایک گروپ دشمن کے مقابل تھا جنہوں نے مشرکین کے حملہ کو پسپا کردیا تھا اور انہوں نے دشمن کو میدان چھوڑنے اور مکہ جانے پر مجبور کردیا تھا۔ دوسرا گروہ مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھا اور انہوں نے دشمن کے اموال کو ایک جگہ میں جمع کرلیا تھا۔ تیسرا گروہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ودفاع کی خدمات انجام دے۔ اختتام جنگ پر یہ نتیجہ سامنے آیا کہ چودہ مسلمان شہید، ستر کافر مارے گئے اور ستر مشرکین قیدی بنالیے گئے۔ اب مالِ غنیمت تقسیم کرنے کا موقع آیا تو مجاہدین کا ہر گروہ اپنی اپنی خدمات کے نتیجہ میں اموالِ غنیمت پر اپنا استحقاق ظاہر کرنے لگا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر ان کے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کے عوض انہوں نے سعید بن العاص کو واصلِ جہنم کیا اور اس کی تلوار لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے، وہ چاہتے تھے کہ یہ تلوار انہیں مل جائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار اموالِ غنیمت میں جمع کرانے کا حکم دیا۔ پھر بعد میں مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے قبل یا بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار انہیں عنایت فرما دی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

غزوہ بدر کے وقوع کی وجہ اور واقعہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قافلہ ابوسفیان کے آنے کا علم ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشاورت کی تو صحابہ نے مختلف مشورے دیئے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض کیا۔ اس موقع پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں یا برک الغماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم اطاعت کریں گے۔ آپ نے مجاہدین کو میدان بدر میں جمع کیا، وہاں قریش کے پانی پلانے والے ملے جن میں ایک سیاہ فام غلام تھا۔ مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا اور اس پر زور دے کر دریافت کیا کہ ابوسفیان کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: ابوسفیان کے بارے میں تو مجھے علم نہیں ہے، تاہم اس کے دوست ابوجہل، شیبہ، عتبہ اور امیہ بن خلف وہاں موجود ہیں۔ صحابہ نے اس غلام کو پیٹا اور قافلہ ابوسفیان کے بتانے پر مجبور کیا، اس نے پھر کہا: ابوسفیان کا تو مجھے علم نہیں ہے لیکن اس کے ساتھی ابوجہل، شیبہ، عتبہ اور امیہ بن خلف وہاں موجود ہیں۔ صحابہ نے یہ جواب سن کر پھر اسے پکڑ کر پیٹا اور ابوسفیان کے بارے میں دریافت کیا۔ پاس کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے اور آپ نے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ عجیب بات ہے کہ جب غلام سچ بول رہا ہے، تو تم اسے سزا دیتے ہو اور جب وہ جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، تو اسے چھوڑ دیتے ہو؟ آپ نے ہر کافر کے گرنے کی جگہ کی نشاندہی فرما دی۔ پھر کوئی کافر بتائے گئے مقام سے متجاوز نہ ہوا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۱۷۷۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں انکساری سے یوں دعا کر رہے تھے: اے اللہ! اگر تو نے اس موقع پر مسلمانوں کی مدد نہ کی اور مسلمانوں کو ہلاک کر دیا تو تا قیامت زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے کامیابی و نصرت سے نوازنے کا وعدہ کر لیا ہے، تو وہ آپ کو ضرور کامیابی سے ہمکنار کرے گا اور آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ اس موقع پر آپ کے کندھے سے کپڑا گر گیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کپڑا پکڑ کر نہایت ادب سے آپ کے کندھے پر رکھ دیا۔

غزوۂ بدر کا نتیجہ:

غزوہ بدر اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ تھا جس میں مسلمانوں کی تعداد طالوت کے مطابق تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی جبکہ دشمن کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی۔ فریقین میں مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی معاونت کے لیے فرشتے بھی نازل کر دیئے تھے۔
اس غزوہ کے موقع پر بڑے بڑے رؤسا قریش اور کفار واصل جہنم ہوئے مثلاً ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف وغیرہ۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے پیشگی ان کے گرنے کی جو نشاندہی فرمائی تھی تو ان مقامات سے کوئی ایک انچ بھی آگے پیچھے نہیں ہوا تھا۔ اس موقع پر چودہ مسلمان کام آئے جبکہ ستر کفار مارے گئے اور ستر قیدی بنائے گئے۔

غزوۂ بدر کے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک:

غزوۂ بندر کے نتیجہ میں ستر مشرکین قتل ہوئے تھے اور ستر کو قیدی بنایا گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قیدیوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے بارے میں مشاورت کی۔ صحابہ کی مختلف آراء سامنے آئیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یہ قیدی جس جس مسلمان کے رشتہ دار ہیں اس کے سپرد کیے جائیں اور وہ انہیں اپنے ہاتھ کے ساتھ قتل کرے تاکہ دشمن کو آئندہ مسلمانوں کے مقابل آنے کی جرأت نہ ہو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں اسلحہ وغیرہ کی شدید ضرورت ہے۔ لہٰذا ان قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ آپ نے اعلان کر دیا ہر قیدی فدیہ دے کر چھوٹ سکتا ہے۔ جو قیدی فدیہ ادا کرنے سے قاصر ہے وہ چار چار مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو وہ آزاد ہو سکتا ہے۔

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو قیدیوں کے خورد و نوش اور دیگر ضروریات کو پیش نظر رکھنے کی ہدایات جاری فرمائیں۔

مسئلہ مالِ غنیمت کا خلاصہ:

دشمن سے مقابلہ اور جنگ کے نتیجہ میں دشمن کا جو بھی ساز و سامان، اسلحہ، سواریاں اور غلام وغیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں، یہ سب کی سب اشیاء مالِ غنیمت میں شامل ہوں گی۔ اس مال سے پانچواں حصہ اللہ اور رسول کا ہے جبکہ باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں گے۔ اگر کسی مجاہد کو کوئی کنیز میسر آتی تو وہ بغیر نکاح کے اس کے ساتھ جماع کرنے کا مجاز ہوتا تھا۔ غلام ملنے کی صورت میں اس سے خدمت لینے یا اسے فروخت کرنے کی بھی اجازت تھی۔

3005 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَدْرٍ قِيْلَ لَهٗ عَلَيْكَ الْعِيرَ لَيْسَ دُوْنَهَا شَیْءٌ قَالَ فَنَادَاهُ الْعَبَّاسُ وَهُوَ فِیْ وَثَاقِهٖ لَا يَصْلُحُ وَقَالَ لِاَنَّ اللّٰهَ وَعَدَكَ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَقَدْ اَعْطَاكَ مَا وَعَدَكَ قَالَ صَدَقْتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ غزوۂ بدر سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ سے کہا گیا: آپ ﷺ قافلے کا بھی تعاقب کریں کیونکہ اس قافلے کے ساتھ حفاظتی دستے کے طور پر کوئی نہیں تھا۔

3005۔ اخرجه احمد (۱/۲۲۸، ۳۱٤، ۳۲٦)۔

راوی بیان کرتے ہیں، تو حضرت عباس نے بلند آواز میں کہا: وہ اس وقت بندھے ہوئے تھے، یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ انہوں نے یہ بھی کہا: اس کی وجہ یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے: یہ دو میں سے ایک گروہ (پر آپ ﷺ غالب آجائیں گے) تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز آپ ﷺ کو عطا کر دی ہے، جس کا اس نے آپ ﷺ کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کہا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3006 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ زُمَيْلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ

متنِ حدیث: نَظَرَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ وَّأَصْحَابُهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّبِضْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ وَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ آتِنِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِي الْأَرْضِ فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ حَتَّى سَقَطَ رِدَاؤُهُ مِنْ مَنْكِبَيْهِ فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ الْتَزَمَهُ مِنْ وَّرَائِهِ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ كَفَاكَ مُنَاشَدَتَكَ رَبَّكَ إِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى (إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ) فَأَمَدَّهُمُ اللَّهُ بِالْمَلَائِكَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عُمَرَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي زُمَيْلٍ

توضیحِ راوی: وَأَبُو زُمَيْلٍ اسْمُهُ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ وَإِنَّمَا كَانَ هَذَا يَوْمَ بَدْرٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی، ایک مرتبہ (غزوۂ بدر کے موقع پر) نبی اکرم ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور نبی اکرم ﷺ کے اصحاب تین سو سے کچھ زیادہ تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے قبلہ کی طرف رُخ کیا، آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور پروردگار سے التجا کرنے لگے، اے اللہ! تو نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر دے۔ اے اللہ! اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور قبلہ کی طرف کیے، اسی طرح آپ ﷺ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر آپ ﷺ کے کندھوں سے گر گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کی چادر کو پکڑ کر اسے آپ ﷺ کے کندھوں پر رکھا اور پھر آپ ﷺ کو پیچھے کی طرف سے

3006۔ اخرجه مسلم (۱۳۸۳/۳): كتاب الجهاد والسير: باب: الامداد بالملائكة من غزوة بدر و اباحة الغنائم، حديث (۱۷۶۳/۵۸)، و ابوداؤد (۶۸/۲): كتاب الجهاد: باب: في فداء الاسير بالمال، حديث (۲۶۹۰)، و احمد (۳۰/۱، ۳۲)، و عبد بن حميد ص (۴۱)، حديث (۳۱).

بھیج لیا اور عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے بڑی التجا کرلی ہے اس نے آپ ﷺ کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا‘ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اور جب تم اپنے پروردگار سے مدد مانگ رہے تھے‘ تو اس نے تمہاری دُعا کو قبول کیا (اور یہ فرمایا) میں تمہاری طرف ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں‘ جو آگے پیچھے ہوں گے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے‘ ہم اس روایت کو صرف عکرمہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں جسے انہوں نے ابوزمیل سے نقل کیا ہے۔ ابوزمیل نامی راوی کا نام سماک حنفی ہے۔ یہ غزوۂ بدر کا واقعہ ہے۔

شرح

دعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے غزوہ بدر کے موقع پر فرشتوں کی آمد:

ارشاد ربانی ہے:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ٥ (الانفال:۹)

''یاد کرو اس وقت کو جب تم اپنے پروردگار سے مدد کے لیے پکار رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک میں ایک ہزار مسلسل فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد کرنے والا ہوں''۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی دعا کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ غزوہ بدر کے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی اور گڑگڑا کر مجاہدین کی کامیابی کے لیے دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اس دعا کی قبولیت کا ذکر مذکورہ آیت میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ میں کامیابی کا وعدہ فرمایا اور فرشتوں کے ذریعے مجاہدین کی مدد فرمائی چونکہ مجاہدین تعداد میں دشمن کے مقابل کم تھے، اس لیے ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے مدد کی گئی۔

اس طویل اور عجز وانکسار پر مشتمل دعا کے موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے مدد کرنے اور نصرت سے سرفراز کرنے کا وعدہ کرلیا ہے‘ تو وہ ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گا اور کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔ اس موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلسل ایک ہزار فرشتے بھیج کر مدد کرنے کا ذکر ہے۔ فرشتوں کی آمد سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہوگئے، دشمن کی نظروں میں مجاہدین کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ جنگ کے موقع پر مشرکین نے مسلمانوں کی طاقت کے سامنے نہ ٹھہر سکے‘ ستر قتل ہوئے جن میں بڑے بڑے سردار اور مشہور شخصیات شامل تھیں۔ علاوہ ازیں ستر قیدی بنا لیے گئے اور باقی دشمن میدان چھوڑ کر مکہ کی طرف بھاگ نکلے جو مکہ پہنچے بغیر نہ رکے۔

سوال: یہاں فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے جبکہ سورۃ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار بتائی گئی ہے۔ اس طرح

آیات میں تعارض ہوا؟

جواب: مواقع کے اعتبار سے فرشتوں کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر فرشتوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ غزوہ احد میں نازل ہونے والے فرشتوں کی تعداد تین ہزار بلکہ پانچ ہزار فرشتے نازل کرنے کا مشروط طور پر وعدہ کیا گیا تھا۔

سوال: کثیر تعداد میں فرشتوں کے نازل کرنے میں کیا حکمت ہے حالانکہ ہزاروں دشمنوں کو ختم کرنے کے لیے ایک فرشتہ ہی کافی ہوتا ہے؟

جواب: کثرت سے فرشتوں کے نزول کی حکمت اس ارشاد خداوندی میں بیان کی گئی ہے: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ اللہ نے فرشتوں کے نزول کو تمہارے لیے خوشخبری اور دلوں کو اطمینان بخشنے کا ذریعہ بنایا ہے کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ مطلب یہ ہے فرشتے عملی طور پر لڑتے نہیں ہیں بلکہ مجاہدین کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں، مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن اور دشمن کے دلوں کو مرعوب کرتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا آیت سے تعجب انگیز استنباط کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (الانفال: ۷)

"اور جب اللہ نے تم سے وعدہ کرلیا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارے لیے ہے۔ تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ غیر مسلح گروہ تمہارے لیے ہو، اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ حق کو اپنے کلمات سے ثابت کردے اور کفار کی جڑ اکھاڑ دے"۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ دور اندیش اور نکتہ خیز ذہن کے مالک تھے۔ حالت کفر میں غزوۂ بدر کے نتیجہ میں گرفتار ہونے والے قیدیوں میں شامل تھے غزوہ بدر کے بعد کچھ لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور مشاورت عرض کیا: یارسول اللہ! اب اس کامیابی کے بعد ہم تجارتی قافلہ یعنی ابوسفیان کے قافلہ پر بھی قبضہ کرسکتے ہیں۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب اللہ نے آپ لوگوں سے ایک قافلہ کا وعدہ کیا تھا اس پر کامیابی حاصل کرلی ہے تو اب تجارتی قافلہ پر قبضہ کرنے کا جواز نہیں بنتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس بات کا علم ہوا تو فرمایا: میرے چچا عباس بالکل درست کہتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ نے اپنے صحابہ کو تجارتی قافلہ پر حملہ آور ہونے سے منع کردیا تھا۔

فائدہ نافعہ: علمی گفتگو یا نصیحت آمیز نکات پر مشتمل گفتگو کسی کی ملک نہیں ہے بلکہ ہر انسان سے اس کا صدور ممکن ہے۔ نصیحت آموز بات خواہ کافر سے بھی حاصل ہو، اس کے اخذ کرنے اور اس کو معمول بہ بنانے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ ثابت ہوا اگر شاگرد استاد کو، مرید اپنے پیر کو، اولاد اپنے والدین کو اور مقتدی اپنے امام کو اچھا مشورہ دے اس کو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

3007 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ يُوسُفَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ابْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ أَمَانَيْنِ لِأُمَّتِي (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ) فَإِذَا مَضَيْتُ تَرَكْتُ فِيهِمُ الْإِسْتِغْفَارَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

توضیح راوی: وَإِسْمَعِيلُ بْنُ مُهَاجِرٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ

◄► ابو بردہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے بارے میں دو طرح کی امان مجھ پر نازل کی ہے (اس نے فرمایا ہے)

''اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کو عذاب دے' جبکہ تم ان میں موجود ہو اور وہ انہیں عذاب نہیں دے گا' جب تک وہ مغفرت طلب کرتے رہیں گے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب میں رخصت ہو جاؤں گا' تو قیامت تک کے لیے تمہارے درمیان استغفار چھوڑ جاؤں گا۔

یہ ''حدیث غریب'' ہے۔ اسماعیل بن مہاجر نامی راوی کو علم حدیث میں ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی برکت سے عذاب سے محفوظ ہونا

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ (الانفال:۳۳)

''اور اللہ کی شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ انہیں عذاب میں گرفتار کرے حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں اور اللہ تعالیٰ کی یہ بھی شان نہیں ہے کہ بخشش مانگنے والوں پر عذاب نازل کرے''۔

اس سے ماقبل آیت میں کفار و مشرکین کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ اگر ہم لوگ غلطی پر ہیں اور آپ حق پر ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عذاب کیوں نازل نہیں کیا جاتا تاکہ ہمارا وجود ختم ہو جائے؟ اس آیت میں اس اہم سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم لوگوں پر نزول عذاب نہ ہونا، اس کی بارگاہ میں تمہاری مقبولیت کی علامت نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی برکت ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں اور کفار سب کے لیے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

اعلان نبوت کے بعد جب کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تو آپ اہل طائف کو دعوت اسلام دینے کے لیے تشریف لے گئے۔ انہوں نے بھی آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اپنے

نوجوانوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے آپ پر پتھروں کی بارش کر دی' آپ کے جسم مبارک کو زخمی کر دیا اور خون سے جوتے بھر گئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! اگر آپ پسند کرتے ہیں تو میں منکرین دعوت کو ہلاک کر دوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زحمت بنا کر نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اگر آج ان لوگوں نے میری دعوت کو قبول کرنے کے بجائے ٹھکرا دیا ہے' تو میں بالکل مایوس نہیں ہوں بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان لوگوں کی آنے والی نسلیں ضرور اسلام قبول کریں گی اور بتوں کی عبادت کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ریاضت کریں گی۔

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پہلی امتوں کے لوگ جب ایک گناہ میں مبتلا ہوتے تھے تو ان پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا تھا لیکن امت محمدیہ کثیر گناہوں میں مبتلا ہے مگر عذاب سے محفوظ ہے۔ اس کی وجہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور آپ کے وجود مسعود کی برکت ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرما رکھا ہے کہ آپ کی امت پر پہلی امتوں جیسا عذاب نہیں نازل کیا جائے گا۔

3008 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ رَجُلٍ لَّمْ يُسَمِّهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ (وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ) قَالَ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ سَيَفْتَحُ لَكُمُ الْاَرْضَ وَسَتُكْفَوْنَ الْمُؤْنَةَ فَلَا يَعْجِزَنَّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ رَوَاهُ اَبُوْ اُسَامَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَّحَدِيْثُ وَكِيعٍ اَصَحُّ

توضیح راوی: وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ لَمْ يُدْرِكْ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ وَّقَدْ اَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے منبر پر یہ آیت تلاوت کی:

''اور جہاں تک تم سے ہو سکے ان کے مقابلے کے لیے قوت تیار کرو۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یاد رکھنا قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی (پھر فرمایا) یاد رکھنا اللہ تمہارے لیے زمین کو فتح کر دے گا' اور تم لوگ محنت مشقت سے محفوظ ہو جاؤ گے' اس وقت کوئی شخص اپنے تیروں سے غافل نہ ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راویوں نے اس روایت کو اُسامہ بن زید کے حوالے سے' صالح بن کیسان سے نقل کیا ہے۔ ابواسامہ اور دیگر راویوں نے اسے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' جبکہ وکیع کی نقل کردہ روایت درست ہے۔ صالح بن کیسان نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے۔

شرح

دشمن کے مقابلہ کے لیے حسب طاقت تیاری کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال:٦٠)

''اے مسلمانو تم ان (دشمنوں) کے لیے حسب طاقت ہتھیار تیار رکھو''۔

حدیث باب میں آیت مذکورہ بالا کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر یہ آیت تلاوت فرما کر یوں خطاب فرمایا: اے میرے صحابہ! عنقریب فتوحات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، تم محنت سے بے نیاز ہو جاؤ گے اور تم تیراندازی کو ہرگز نظر انداز نہ کرو۔

اس آیت میں لفظ ''قوۃ'' استعمال ہوا ہے جو دور حاضر کے تمام اسلحہ جات اور ہتھیاروں کا مصداق بن سکتا ہے یعنی تمام جنگی ساز وسامان مثلاً ایٹمی قوت، ٹینک، جنگی طیاروں، آب دوز کشتیوں، بندوقوں، توپوں، آہن پوش کروزوں اور میزائلوں پر اس کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

اس حدیث اور آیت میں مسلمانوں کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے بھرپور تیاری کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ یہ قوت اور تیاری مسلمانوں کے لیے عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔اس سلسلے میں چند روایات درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے تو وہ غور وفکر کر رہے تھے، آپ نے دریافت فرمایا: تم لوگ کس معاملہ میں غور وفکر کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں۔ آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں غور وفکر نہ کرو بلکہ اس کی مخلوق کے بارے میں غور وفکر کرو۔

(کنز العمال، رقم الحدیث ۵۷۱۴)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وخوض کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں غور وفکر نہ کرو۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک گھڑی غور وفکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (جامع الصغیر، رقم الحدیث ۵۸۹۷)

آیت مذکورہ کے آخری حصہ میں جہاد کے لیے گھوڑے باندھنے اور تیار کرنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ جہاد کے لیے گھوڑے تیار کرنے کی فضیلت بھی احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! سب سے افضل کون سا عمل ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پھر دریافت کیا: سب سے افضل غلام کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ غلام ہے جو اس کے مالک کے ہاں زیادہ نفیس اور زیادہ مہنگا ہو۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۵۱۸)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں:

(۱) گھوڑا انسان کے لیے باعث اجر ہے۔

(۲) گھوڑا انسان کے گناہوں کی پردہ پوشی کا سبب ہے۔

(۳) گھوڑا انسان کے لیے باعث معصیت ہے۔

جو گھوڑا باعث اجر وثواب ہے وہ ہے جسے انسان نے اللہ کی راہ میں باندھا اور چراگاہ میں اس کی رسی دراز رکھی۔ وہ چراگاہ میں جہاں تک چرے گا اس کی نیکیاں شمار ہوں گی۔ اگر وہ اس کی رسی کاٹ دے گا وہ جتنی جگہوں میں چرے گا اور لید کرے گا وہ سب اس کی نیکیاں شمار ہوں گی۔ اگر گھوڑا دریا کے کنارے سے گزرے اور وہ پانی پی لیتا ہے خواہ مالک پانی پلانے کا قصد نہ بھی کرے وہ بھی اس کی نیکیوں میں شمار ہوگا۔ جو شخص سوال سے احتراز کرنے کے لیے گھوڑا اور سواری میں اللہ اور اس کے بندے کے حقوق کو نظر انداز نہ کرے وہ اس کے لیے باعث ستر ہوگا۔ جو گھوڑا انسان کے لیے باعث معصیت ہے وہ ہے جو تکبر وغرور کے لیے رکھا ہوا ہو یا ریاکاری کے لیے رکھا ہو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۸۶۰)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے بعد سب سے زیادہ محبت گھوڑوں سے تھی۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۳۵۶۶)

(۴) حضرت ابو وہب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم انبیاء کرام کے ناموں پر نام رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ تم گھوڑوں کو باندھ کر رکھو، ان کی پیشانیوں اور ان کی رانوں کو ملو۔ دین کی سربلندی اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے انہیں رکھو نہ کہ زمانہ جاہلیت کے بدلے لینے کے لیے۔ تم ایسے گھوڑے رکھو جن کے ماتھے، ہاتھ اور پاؤں سرخ اور سفید ہوں یا ان کے ماتھے، ہاتھ اور پاؤں سیاہ ہوں۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۵۴۳)

دور رسالت میں مجاہدین گھوڑوں کو جہاد کے لیے استعمال کرتے تھے لیکن عصر حاضر میں ان کی جگہ طیاروں، ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں نے لی ہے۔ تاہم گھوڑوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اساس یہی ہیں۔ زمانہ کی تبدیلی کے باوجود مجاہدین امن کے زمانہ میں گھوڑوں کو اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ عصر جدید میں ٹینکوں، طیاروں اور میزائلوں کے حصول اور تیاری میں گھوڑوں جیسا اجر وثواب ہے۔

سوال: اسلحہ جات کے ذریعے دشمن کو مرعوب کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: مسلمانوں کی قوت اور اسلحہ جات کی تیاری سے دشمن کو مرعوب کرنے کے کئی فوائد ہیں:

(۱) دشمن مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے سے پرہیز کرے گا۔

(۲) دشمن مرعوب ہو کر مسلمانوں کی ماتحتی قبول کرے گا۔

(۳) دشمن مسلمانوں کی حکومت کے تحت ذمی کی حیثیت سے رہنا پسند کرے گا۔

(۴) دشمن مسلم دشمن قوتوں کا ساتھ دینے سے پرہیز کرے گا۔

(۵) اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کر کے جزیہ دینے کو پسند کرے گا۔

(۶) یہ مرعوبیت دشمن کے قبول اسلام کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

3009 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَّجِیْءَ بِالْاَسَارٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ هٰؤُلَآءِ الْاَسَارٰی فَذَكَرَ فِی الْحَدِيْثِ قِصَّةً طَوِيْلَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفَلِتَنَّ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا بِفِدَاءٍ اَوْ ضَرْبِ عُنُقٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا سُهَيْلَ ابْنَ بَيْضَاءَ فَاِنِّیْ قَدْ سَمِعْتُهٗ يَذْكُرُ الْاِسْلَامَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَمَا رَاَيْتُنِیْ فِیْ يَوْمٍ اَخْوَفَ اَنْ تَقَعَ عَلَیَّ حِجَارَةٌ مِّنَ السَّمَآءِ مِنِّیْ فِیْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ حَتّٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سُهَيْلَ ابْنَ الْبَيْضَاءِ قَالَ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ بِقَوْلِ عُمَرَ (مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰی حَتّٰی يُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ) اِلٰی اٰخِرِ الْاٰيَاتِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَّاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، غزوۂ بدر کے دن جب قیدیوں کو لایا گیا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ان قیدیوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پورا قصہ اس حدیث میں نقل کیا ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان میں سے کوئی بھی شخص صرف فدیہ دے کر یا گردن کٹوا کر واپس جا سکے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! سہیل بن بیضاء کا استثناء کر لیں کیونکہ میں نے اسے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: اس دن مجھے اپنے بارے میں سب سے زیادہ اس بات کا خوف ہوا کہ میرے اوپر آسمان سے پتھر برسنا نہ شروع ہو جائیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: لیکن نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: سہیل بن بیضاء کا حکم مستثنیٰ ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے کے مطابق قرآن کا حکم نازل ہوا۔

''نبی کے لیے یہ بات مناسب نہیں تھی کہ وہ قیدیوں کو اپنے ہاں رکھے جب تک خونریزی نہ کر لے۔''

یہ آیت آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ ابوعبیدہ نے اپنے والد سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

3010 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنِیْ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ سُوْدِ الرُّؤُسِ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانَتْ تَنْزِلُ نَارٌ مِّنَ السَّمَآءِ فَتَاْكُلُهَا قَالَ سُلَيْمَانُ الْاَعْمَشُ فَمَنْ يَقُوْلُ هٰذَا اِلَّا اَبُوْ هُرَيْرَةَ الْاٰنَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَّقَعُوْا فِي الْغَنَائِمِ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ لَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، تم سے پہلے کسی بھی اُمت کے لیے مالِ غنیمت کو حلال قرار نہیں دیا گیا۔ پہلے زمانے میں آسمان سے آگ نازل ہوتی تھی اور اسے ختم کر دیتی تھی۔

سلیمان اعمش نے یہ بات بیان کی ہے۔ یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کون کہہ سکتا ہے؟

راوی بیان کرتے ہیں: غزوۂ بدر کے موقع پر لوگوں نے مالِ غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا تھا حالانکہ وہ ابھی ان کے لیے حلال قرار نہیں دیا گیا تھا' تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

''اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے بارے میں پہلے سے طے شدہ فیصلہ نہ ہوتا تو تمہیں اُسے لینے کی وجہ سے عظیم عذاب لاحق ہوتا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اعمش سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

اللہ کی طرف سے پیشگی آنے والا نوشتہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ط تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ق وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ٥ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ٥ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (الانفال: ۶۷ تا ۶۹)

''نبی کی شایانِ شان نہیں ہے کہ اس کے لیے قیدی موجود ہوں حتیٰ کہ وہ پورے طریقے سے قتل کر دیئے جائیں۔ تم دنیا کا ساز و سامان جبکہ اللہ تعالیٰ آخرت کو پسند کرتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی جانب سے پیشگی نوشتہ نہ آیا ہوتا تو جو مال تم نے حاصل کیا ہے اس کی وجہ سے بھاری عذاب نازل ہوتا۔ جو کچھ تم نے غنیمت سے پایا ہے، اس کو حلال سمجھ کر کھاؤ، اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے''۔

ان آیات کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے حلال نہیں تھا۔ اسی طرح مالِ غنیمت امت محمدیہ کے لیے حلال قرار دیا گیا ہے جبکہ پہلی امتوں کے لیے حلال نہیں تھا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء کرام پر اور امت محمدی کو دیگر امتوں پر حلت مالِ غنیمت کی وجہ سے برتری حاصل

ہے۔

آیات مبارکہ اور احادیث باب میں قیدیوں کے ساتھ سلوک کرنے کی بھی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا تھا: یارسول اللہ! آپ کو قیدیوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ اس بارے میں اپنے صحابہ سے مشاورت فرمائیں۔ آپ نے صحابہ سے مشاورت کی تو کچھ نے انہیں قتل کر دینے کا مشورہ دیا جن میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام نمایاں ہے۔ کچھ صحابہ نے مشورہ دیا کہ فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے، ان لوگوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام سرفہرست تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور قیدیوں میں اعلان کر دیا کہ فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کر سکتے ہیں۔ تاہم جو فدیہ بھی ادا نہیں کر سکتے وہ چار چار مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر رہائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درس وتدریس اور لکھنے پڑھنے کے عمل سے کتنی محبت تھی۔ تاہم تاریخ اسلام میں غزوہ بدر کے نتیجہ میں گرفتار ہونے والے پہلے قیدی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے ساتھ حسن سلوک مثالی بلکہ مہمانوں جیسا تھا۔ ایسی خدمت خلق، دشمن سے حسن اخلاق اور ان کی مہمان نوازی کی مثال تاریخ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔

قیدیوں کے بارے میں صحابہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشاورت فرمانے اور صحابہ کی طرف سے مشورہ دینے کے حوالے سے ایک جامع روایت صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنالیا۔ جب انہیں قید کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قیدیوں سے فدیہ وصول کر کے چھوڑ دینے کا مشورہ دیا' کیونکہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عنایت فرمادے اور وہ دولت ایمان سے مالا مال ہو جائیں۔ علاوہ ازیں ہمیں جنگی ساز وسامان کی بھی ضرورت ہے اور اس صورت میں ہماری بظاہر معاونت بھی ہو جائے گی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس بارے میں میرا مشورہ اس سے مختلف ہے کہ قیدی جس کا رشتہ دار اس کے سپرد کیا جائے اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے تا کہ دشمن کو آئندہ مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ ہو۔ اس طرح سرداران قریش بھی مرعوب ہو جائیں گے اور مسلمانوں سے لڑائی کرنے سے احتراز کریں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مطابق تھی اور کثیر صحابہ کی رائے بھی یہی تھی۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنسو بہا رہے تھے وجہ بکاء دریافت کی گئی تو آپ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا عذاب قریب آچکا تھا اس لیے میں آنسو بہا رہا ہوں۔ اس موقع پر یہ آیات نازل کی گئیں جن میں قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

سوال: ان آیات واحادیث باب کے مطالعہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اور بعض صحابہ کی رائے جو قیدیوں سے فدیہ وصول کرنے کی تھی' کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب فرمایا گیا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شایان شان نہیں ہوسکتا؟

جواب (۱) اس عتاب کے مخاطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا اجلہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو ضعیف

العقیدہ اور نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

(۲) انبیاء سابقین اور امم سابقہ کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے لیے مالِ غنیمت حلال قرار دیا گیا تھا، تو پھر عتاب کیسا؟

(۳) کتاب من اللہ سبق کا مصداق وہ وحی غیر متلو ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام لائے تھے یعنی پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اختیار دیا گیا تھا' لہٰذا منشاء خداوندی کی مخالفت کی وجہ سے گرفت نہیں کی گئی۔ فِيمَا اَخَذْتُمْ اور مِمَّا غَنِمْتُمْ سے مراد زر فدیہ ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ

باب 10: سورہ توبہ سے متعلق روایات

3011 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ وَّسَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَوْفُ بْنُ اَبِيْ جَمِيْلَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَارِسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَا حَمَلَكُمْ اَنْ عَمَدْتُّمْ اِلَى الْاَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِيْ وَاِلٰى بَرَائَةٌ وَّهِيَ مِنَ الْمِئِيْنَ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوْا بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُمُوْهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَاْتِيْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ تَنْزِلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ فَكَانَ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الشَّيْءُ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰؤُلَآءِ الْاٰيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَاِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ الْاٰيَةَ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ مَا اُنْزِلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَتْ بَرَائَةٌ مِّنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا فَظَنَنْتُ اَنَّهَا مِنْهَا فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا اَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ اَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَوَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَوْفٍ عَنْ يَّزِيْدَ الْفَارِسِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

توضیح راوی: وَّيَزِيْدُ الْفَارِسِيُّ هُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ قَدْ رَوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ غَيْرَ حَدِيْثٍ وَّيُقَالُ هُوَ يَزِيْدُ بْنُ هُرْمُزَ وَيَزِيْدُ الرَّقَاشِيُّ هُوَ يَزِيْدُ بْنُ اَبَانَ الرَّقَاشِيُّ وَهُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَلَمْ يُدْرِكِ ابْنَ عَبَّاسٍ اِنَّمَا رَوٰى عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّكِلَاهُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ وَيَزِيْدُ الْفَارِسِيُّ اَقْدَمُ مِنْ يَّزِيْدَ الرَّقَاشِيِّ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا: کس چیز نے آپ کو اس بات کی ترغیب دی کہ آپ سورہ انفال کو جو مثانی میں سے ہے' سورہ توبہ کے ساتھ ملا دیں' جو دو سو آیات والی سورت ہے (آپ نے ان

3011- اخرجه ابوداؤد (۲۶۸/۱): كتاب الصلاة: باب: من جهر بها، حديث (۷۸٦)، واحمد (۵۷/۱، ٦۹).

دونوں کو ملا دیا اور ان دونوں کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی سطر نہیں لکھی اور آپ نے اسے سبع طوال میں شامل کر دیا؟ آپ کو کس چیز نے اس بات کی ترغیب دی؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نبی اکرم ﷺ پر جس طرح مختلف زمانہ آتا رہا اسی اعتبار سے آپ ﷺ پر مختلف سورتیں نازل ہوتی رہیں اور یہ کئی سورتیں ہیں۔ جب بھی نبی اکرم ﷺ پر کوئی چیز نازل ہوتی' تو آپ ﷺ کسی لکھنے والے کو بلاتے اور یہ ارشاد فرماتے: ان آیات کو فلاں سورۃ میں رکھ دو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر ہے' اور جب آپ ﷺ پر کوئی آیت نازل ہوتی' تو آپ ﷺ یہ ارشاد فرماتے: اس آیت کو فلاں سورۃ میں رکھ دو جس میں اس چیز کا ذکر ہے۔ سورۃ انفال ان سورتوں میں سے ہے' جو مدینہ منورہ میں ابتدائی دور میں نازل ہوئی اور سورۃ براۃ نازل ہونے کے اعتبار سے قرآن پاک کی آخری سورتوں میں سے ہے' اور اس کا مضمون اس کے مضمون کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اس لیے میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اس کا حصہ ہوگی۔ اسی دوران نبی اکرم ﷺ کا انتقال ہوگیا' لیکن نبی اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے یہ بات واضح نہیں کی کہ یہ اس سورۃ کا حصہ ہے۔ اسی لیے میں نے ان دونوں کو ساتھ ملا دیا اور ان دونوں کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی سطر نہیں لکھی اور میں نے اسے سبع طوال میں شامل کر دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یزید فارسی نامی راوی تابعین کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے دوسری روایت نقل کی ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام یزید بن ہرمز ہے۔

یزید رقاشی نامی راوی کا نام یزید بن ابان رقاشی ہے۔ یہ بھی تابعین کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں' لیکن انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

یہ دونوں صاحبان بصرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

یزید فارسی' یزید رقاشی سے پہلے زمانے کے ہیں۔ (یعنی عمر میں بڑے ہیں)

شرح

سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے کی وجہ:

اس سورۃ کے تیرہ نام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) سورۃ برأت (۲) سورۃ الفاضحہ (۳) سورۃ العذاب (۴) سورۃ توبہ (۵) سورۃ المقشقشہ (۶) سورۃ المنقرۃ (۷) سورۃ الحافرۃ (۸) سورۃ المثیرۃ (۹) سورۃ المبعثرۃ (۱۰) سورۃ المخزیۃ (۱۱) سورۃ المنکلۃ (۱۲) سورۃ المشردۃ (۱۳) سورۃ المدمدمۃ (الاتقان للسیوطی جلد اول ص ۲۷)

یہ سورۃ ایک سو تیس (۱۳۰) آیات، سولہ (۱۶) رکوع، چار ہزار آٹھ سو نوے (۴۸۹۰) کلمات اور دس ہزار چار سو اسی (۱۰۴۸۰) حروف پر مشتمل ہے۔

آیات کے اعتبار سے سورتوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) سبع طول: اس میں سات بڑی سورتیں آجاتی ہیں جو سورۃ بقرہ سے لے کر سورۃ توبہ تک ہیں۔

(۲) مئون: اس میں وہ سورتیں آتی ہیں جو سو یا سو سے کچھ زائد آیات پر مشتمل ہیں۔

(۳) مثانی: یہ لفظ مثنیٰ کی جمع ہے، اس سے مراد ہے: پھیری جانے والی سورتیں یعنی وہ سورتیں جو سو سے کم آیات پر مشتمل ہوں۔

(۴) مفصلات: وہ سورتیں ہیں جو چھوٹی چھوٹی آیات پر مشتمل ہیں۔ یہ سورۃ ق سے لے کر سورۃ الناس تک ہیں۔

فائدہ نافعہ: سورۃ الانفال پچھتر (۷۵) آیات پر مشتمل ہے۔ لہٰذا وہ مثانی میں شامل ہیں جبکہ سورۃ برأت ایک سو انتیس (۱۲۹) آیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ''مئون'' میں داخل ہے۔ دونوں سورتوں کی مجموعی تعداد آیات دو سو چار (۲۰۴) ہونے کی وجہ سے ''سبع طول'' میں شمار ہوں گی۔

حدیث باب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک اہم سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ سوال یہ تھا کہ سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے کی وجہ کیا ہے حالانکہ تمام قرآن میں ہر سورت کے آغاز میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے؟

اس اہم سوال کا جواب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نزول قرآن کا سلسلہ ۲۳ سال تک جاری رہا جب حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر دربار نبوت میں حاضر ہوتے تو جہاں یہ پیغام خداوندی عرض کرتے کہ اس آیت کو فلاں سورت کی فلاں آیت کے بعد رکھیں وہاں یہ بھی گزارش کرتے کہ یہاں سے نئی سورت کا آغاز ہوا چاہتا ہے اور یہاں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی جائے یعنی ہر سورت کے آغاز میں تسمیہ کا بھی نزول ہوتا تھا۔ پھر اسی ترتیب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدام (کاتبین وحی) سے لکھوا لیتے تھے۔ گویا تسمیہ کا نزول اور ترتیب میں اس کے رکھنے کا مقصد دونوں سورتوں کے مابین امتیاز و فرق کرنا تھا۔ سورۃ توبہ کے نزول کے وقت بسم اللہ نازل نہیں ہوئی، نہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے لکھنے کا کہا اور نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبین وحی سے لکھوائی بلکہ دونوں سورتوں کے مابیان جگہ خالی چھوڑی گئی تاکہ دونوں کے درمیان فرق ہو جائے۔

خواہ سورۃ انفال مدنی زندگی کے آغاز میں نازل ہوئی جبکہ سورۃ برأت مدنی دور کے آخری حصہ میں نازل ہوئی لیکن دونوں کے درمیان مضامین کے اعتبار سے مطابقت و مناسبت موجود ہے۔ دور رسالت میں دونوں سورتوں کو ''قرینتین'' (ملی ہوئی سورتیں) کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے دونوں سورتوں کو تسمیہ کی فصل کے بغیر لکھا جاتا ہے۔ دور عثمانی میں جب قرآن کریم کو ایک قرأت کے مطابق ترتیب دیا گیا تو اس موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی باہمی مشاورت سے دونوں سورتوں کے مابین تسمیہ نہیں لکھی گئی بلکہ جگہ خالی چھوڑی گئی تھی۔

سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے مابین مناسبت:

سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے مابین اسلامی ریاست کے خارجی و داخلی احکام، صلح و جنگ کے اصول، مؤمنین و منافقین اور کفار

کے احکام اور معاہدوں اور مواثیق کے احکام کی تفصیل کے اعتبار سے مناسبت موجود ہے۔ علاوہ ازیں دونوں سورتوں میں مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے کی ممانعت، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب، منافقین کی سازشوں سے آگاہ کرنے کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ توبہ میں سورۃ انفال کے مضامین واحکام بطور تتمہ بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: سورۃ انفال کا مثانی سے تعلق ہے جبکہ سورۃ برأت مئون سے متعلق ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ دونوں کے درمیان بسم اللہ رکھ کر امتیاز نہیں کیا گیا؟ آپ نے اس سورۃ کو سبع طوال میں کیوں درج کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ایک عرصہ تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر لمبی لمبی سورتوں کا نزول ہوتا رہا۔ جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو کاتب وحی کو طلب کر کے لکھنے کا حکم دیتے اور ساتھ ہی فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھنے کا بھی حکم صادر فرماتے۔ سورۃ انفال کا نزول مدنی دور کے آغاز میں اور سورۃ برأت کا نزول مدنی دور کے بالکل اختتام میں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ انفال اور سورۃ برأت کے امتیاز کو بیان نہ فرمایا تھا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا تھا۔ تاہم دونوں کے قصص ومضامین یکساں تھے، اس وجہ سے ہم نے خیال کیا کہ سورۃ برأت، سورۃ انفال کا حصہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر فصل بھی نہ کی گئی۔ (المستدرک ج جلد ۲ ص ۲۲۱)

نزول کے اعتبار سے سورۃ برأت کا نمبر ۱۱۳ ہے۔ یہ سورۃ غزوۂ تبوک کے موقع پر ۹ھ میں نازل ہوئی۔ جس میں بیت اللہ کا حج فرض قرار دیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں تاریخ اسلام میں ۹ھ میں مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج ادا کیا۔ آئندہ سال یعنی ۱۰ھ میں مسلمانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پہلا اور آخری حج ادا کیا۔

اس سورۃ کا بیشتر حصہ غزوہ تبوک کے موقع پر نازل ہوا، اس موقع پر مسلمانوں کی مالی حالت بہتر نہیں تھی۔ اس عسرت کے زمانہ میں غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہو کر منافقین نے خوب اپنی منافقت کا مظاہرہ کیا۔ ان کی اس قابل مذمت حرکت کا انکشاف بھی سورۃ برأت میں کیا گیا ہے۔

3012 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ شَبِيبِ بْنِ غَرْقَدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ حَدَّثَنَا اَبِيْ

متن حدیث: اَنَّهُ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ اَیُّ يَوْمٍ اَحْرَمُ اَیُّ يَوْمٍ اَحْرَمُ اَیُّ يَوْمٍ اَحْرَمُ قَالَ فَقَالَ النَّاسُ يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا اَلَا لَا يَجْنِیْ جَانٍ اِلَّا عَلٰى نَفْسِهٖ وَلَا يَجْنِیْ وَالِدٌ عَلٰى وَلَدِهٖ وَلَا وَلَدٌ عَلٰى وَالِدِهٖ اَلَا اِنَّ الْمُسْلِمَ اَخُو الْمُسْلِمِ فَلَيْسَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ مِّنْ اَخِيْهِ شَیْءٌ اِلَّا مَا اَحَلَّ مِنْ نَّفْسِهٖ اَلَا وَاِنَّ كُلَّ رِبًا فِی الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ لَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ غَيْرَ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ اَلَا وَاِنَّ كُلَّ دَمٍ كَانَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ

مَوْضُوعٌ وَّاَوَّلُ دَمٍ وُضِعَ مِنْ دِمَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ كَانَ مُسْتَرْضَعًا فِي بَنِي لَيْثٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ اَلَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَّلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ اَلَا وَاِنَّ حَقَّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدَةَ

◆◆ سلیمان بن عمرو بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ بات بتائی ہے: وہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر آپ ﷺ نے وعظ ونصیحت کی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے' کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے' کون سا دن واضح حرمت والا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: لوگوں نے جواب دیا: حج اکبر کا دن یارسول اللہ ﷺ ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری جانیں' تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تمہارے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں۔ جس طرح یہ دن اس شہر میں' اس مہینے میں قابل احترام ہے۔ خبردار! ہر زیادتی کرنے والا اپنے ساتھ ہی زیادتی کرتا ہے۔ والد اپنے بیٹے کے جرم کا ذمہ دار نہیں ہوگا' اور بیٹا اپنے والد کے جرم کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ یادرکھنا ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے' تو کسی بھی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کی صرف وہی چیز جائز ہوگی جسے وہ اپنی ذات کے حوالے سے' بھی جائز سمجھتا ہو' اور یادرکھو! زمانہ جاہلیت کا ہر سود معاف ہے۔ تمہارے اصل مال تمہاری ملکیت شمار ہوں گے' اور نہ تم زیادتی کرو اور نہ تمہارے ساتھ زیادتی کی جائے۔ عباس بن عبدالمطلب نے جو سود دیا ہے وہ سارے کا سارا معاف ہے' اور یہ بھی یادرکھنا کہ زمانہ جاہلیت کا ہر خون معاف ہے۔ زمانہ جاہلیت کا سب سے پہلا خون جو میں معاف کررہا ہوں' وہ حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے' جو بنولیث کے ہاں دودھ پینے کے لیے بھیجے گئے تھے' تو ہذیل قبیلے والوں نے انہیں قتل کردیا تھا۔ یادرکھو! خواتین کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو! کیونکہ وہ تمہارے زیر ملکیت ہیں۔ تم انہیں (مارنے پیٹنے کی) کوئی اجازت نہیں رکھتے ماسوائے اس صورت کے کہ وہ واضح طور پر بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کے بستر الگ کردو' اور انہیں مارو' لیکن اس میں زیادتی نہ کرو۔ اگر وہ تمہاری بات مان جائیں تو تم ان کے خلاف بہانے تلاش نہ کرو۔ یہ بات یادرکھو تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے' اور تمہاری بیویوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارا حق تمہاری بیویوں پر یہ ہے: وہ تمہارے بستر کے پاس ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو (یعنی گھر میں نہ آنے دے) اور وہ تمہارے گھر میں ان لوگوں کو اندر نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو' اور یہ بات یادرکھو! ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے لباس اور کھانے کے معاملے میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابواحوص نے شبیب بن غرقدہ کے حوالے سے اُسے روایت کیا ہے۔

3013 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَوْمِ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ فَقَالَ يَوْمُ النَّحْرِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے حج اکبر کے دن کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ قربانی کا دن ہے۔

3014 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

آثارِ صحابہ: قَالَ يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

اسنادِ دیگر: لِاَنَّهُ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوْفًا وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهُ اِلَّا مَا رُوِیَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوْفًا

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: حج اکبر کا دن قربانی کا دن ہے۔

(امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) یہ روایت محمد بن اسحاق کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے: یہ روایت دیگر حوالوں سے ابواسحاق کے حوالے سے حارث کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ''موقوف'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

ہمارے علم کے مطابق کسی نے بھی اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا' ماسوائے اس روایت کے جسے محمد بن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ شعبہ نے اس روایت کو ابواسحاق' عبداللہ بن مرہ' حارث کے حوالے حضرت علی سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

حج اکبر اور حج اصغر:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (برأت:۳)

''اور سب لوگوں کے ملیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے حج اکبر کے دن بیشک اللہ مشرکین سے بری ہے اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم نے اعراض کیا تو خوب جان لو کہ بیشک تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ آپ کفار کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں''۔

ہر مسلمان، عاقل، بالغ اور صاحب نصاب جو بیت اللہ تک جانے کی قوت رکھتا ہو، اس پر زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ قوت ہونے کے باوجود حج نہ کرنا یا تاخیر سے کام لینا گناہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضیت حج کا اعلان کیا تو ایک صحابی نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ نے سکوت اختیار فرمایا: صحابی نے تین بار سوال کیا تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اس کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے تم گناہگار ہوتے۔ لہٰذا تم بلاوجہ سوالات نہ کیا کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ اپنے نبی کی مخالفت کرنے اور کثرت سوالات کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔

سوال: دریافت طلب یہ بات ہے کہ حج اکبر اور حج اصغر کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: (۱) ایام حج میں مخصوص ارکان و مناسک کے ادا کرنے کو حج اکبر کہا جاتا ہے اور عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔

(۲) ایام حج میں مخصوص ارکان و مناسک کی صورت میں جمعہ کے دن ادا کیے جانے والے کو حج اکبر اور جمعہ کے علاوہ کسی دن میں ادا کیے جانے والے حج کو ''حج اصغر'' کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حج اکبر اور حج اصغر کے بارے میں اقوال اسلاف:

حج اکبر اور حج اصغر کے بارے میں اسلاف کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) حضرت علی اور حضرت امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے: حج اکبر یوم نحر ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حج اکبر یوم النحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

(۳) حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج اکبر یوم نحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج اکبر اور حج اصغر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: حج اکبر یوم نحر ہے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمار اور حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: حج اکبر یوم النحر ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار اقوال نقل فرمائے ہیں:

(i) حج اکبر یوم عرفہ ہے۔

(ii) حج اکبر یوم نحر ہے۔

(iii) حج اکبر یوم طواف زیارت ہے۔

(iv) ایام حج میں ادا کیا جانے والا حج اکبر ہے۔

ان اقوال میں تعارض نہیں ہے کیونکہ موقع کی مناسبت سے ہر حج، حج اکبر ہے۔

عام طور پر لوگ جمعۃ المبارک کے دن ادا کیے جانے والے حج کو حج اکبر کہتے ہیں، یہ حقیقت کے قریب تر ہے خواہ اس پر نقلی دلیل موجود نہیں ہے۔اس کی وجہ "آوازہ خلق نقارہ خدا است" ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا تصور کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے۔ اسی طرح جس چیز کو مسلمان برا خیال کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بری ہوتی ہے۔علاوہ ازیں اس روایت سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل الایام، یوم عرفہ ہے اور جب یہ جمعہ کے دن آئے تو یہ بغیر جمعہ ستر حج سے افضل ہے۔(اتحاف السادۃ المتقین، ج۴ص۴۷)

جمعۃ المبارک کے دن کو سید الایام قرار دیا گیا ہے اور ایک روایت کے مطابق اسے مسلمانوں کے لیے "یوم العید" بھی قرار دیا گیا ہے۔یوم جمعۃ المبارک کی فضیلت کے بارے میں چند ایک روایات پیش کی جاتی ہیں، جن سے یوم جمعہ کے دن ادا کیے جانے والے حج کو "حج اکبر" کا درجہ حاصل ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔علاوہ ازیں دوسری اور تیسری حدیث باب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم موعود قیامت کا دن ہے، یوم مشہود یوم عرفہ ہے اور شاہد یوم الجمعہ ہے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعۃ المبارک سے بہتر کوئی دن نہیں جس میں آفتاب طلوع ہوا ہو یا غروب ہوا ہو۔اس دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں جو بھی دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کا دن سید الایام ہے، اس میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن وہ جنت سے باہر نکالے گئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمعۃ المبارک کے دن سب مسلمانوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع کے نکات:

۹ھ میں مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج ادا کیا۔۱۰ھ میں ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پہلا اور آخری حج ادا کیا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج کے موقع پر دنیا بھر سے آئے مسلمانوں سے تاریخی خطاب فرمایا جو خطبہ "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہے۔اس خطبہ کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

انسان کی عزت و ناموس اور جان و مال کا تحفظ:

فرمایا: اے لوگو! تمہاری عزتیں، تمہارا خون اور تمہارا مال و دولت اسی طرح محترم ہے جس طرح آج کا دن، آج کا شہر اور یہ

مہینہ محترم ہے۔

زیادتی کا ذمہ دار ظالم:

فرمایا: جنایت کا مرتکب خود ذمہ دار ہے اور دوسرا شخص ذمہ دار نہیں ہے' یعنی جو شخص دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے، اس کی تلافی اسی کے ذمہ ہے، نہ کہ دوسرے شخص کے ذمہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ مقتول کے عوض قاتل کے باپ یا اس کی اولاد کو قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ قاتل اپنے فعل کا ذمہ دار ہے نہ کہ دوسرا شخص۔

اخوت اسلامی کا رشتہ:

فرمایا: سنو! ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے' کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر لے۔ یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ اپنے قبضہ میں کرے اور نہ اپنے استعمال میں لائے' کیونکہ یہ حرکت رشتہ اخوت کے منافی اور قابل نفرت ہے۔

سود کا خاتمہ:

فرمایا: اے لوگو! بیشک زمانہ جاہلیت کا سود ختم کیا جاتا ہے، تمہارے لیے صرف اصل اموال ہیں۔ تم کسی پر ظلم نہ کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرنے پائے۔ علاوہ عباس بن عبدالمطلب کے سود کے پس وہ تمام کا تمام ختم کیا جاتا ہے۔

فائدہ نافعہ: اس اقتباس کے ترجمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زبان نبوت سے جب سود ختم کرنے کا اعلان ہوا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سود کو ختم نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ باقی رکھا گیا تھا حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سمیت سب کے سود کو ختم کر دیا تھا۔ اس روایت میں ''غیر ربا العباس'' جو الفاظ (غیر حرف استثناء کے ساتھ) درست نہیں ہیں۔ صحیح تعبیر صحیح مسلم کے الفاظ میں استعمال ہوئے ہیں: **وربا الجاهلية موضوع و اول ربا اضع، ربانا: ربا عباس بن عبدالمطلب، فانه موضوع كله** (صحیح مسلم، کتاب الحج رقم الحدیث ۱۴۷) زمانہ جاہلیت کا سود ختم کیا جاتا ہے، پہلا سود جسے میں ختم کرنا چاہتا ہوں ہمارا سود یعنی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سود ہے۔ پس یہ تمام کا تمام ختم کیا جاتا ہے۔

اگر سود باقی رکھا جاتا تو لوگوں پر زیادتی اور ظلم ہوتا اور اگر اصل مال بھی ختم کیا جاتا تو مالکوں پر ظلم ہوتا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض سود کے خاتمہ اور اصل رقم مالکوں کو واپس کرنے کا اعلان کر کے سب کو ظلم وستم سے بچالیا۔ دیگر امراض کی طرح زمانہ جاہلیت میں سودی کاروبار بھی عروج پر تھا اور اسلام نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ سودی کاروبار میں بہت سی قباحتیں ہیں مثلاً ظلم وزیادتی، کدورت و عداوت پیدا ہونا، صلہ رحمی کا انقطاع اور قتل وغارت کی نوبت آنا۔

خونی مطالبہ کا خاتمہ:

فرمایا: سنو! زمانہ جاہلیت کا خونی مطالبہ ختم کیا جاتا ہے، زمانہ جاہلیت کا پہلا خونی مطالبہ جو میں ختم کرنا چاہتا ہوں، وہ حارث

بن عبدالمطلب کا خون ہے۔ وہ بنولیث میں دودھ پیتا تھا، ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔

فائدہ نافعہ: قریش کے مشہور خاندان ''عبدالمطلب'' کا ''ایاس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب'' نامی شیر خوار بچہ تھا، جو قبیلہ لیث میں رضاعت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ایک دن قبیلہ ہذیل کے ایک شخص نے بچے پر پتھر پھینکا جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک ہوگیا۔ خاندان عبدالمطلب ایک زمانہ سے اس بچے کے خون کا مطالبہ کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کی طرح زمانہ جاہلیت کے خون کے مطالبہ کا بھی خاتمہ کر دیا اور سب سے قبل اپنے خاندان کے بچے ایاس بن ربیعہ کے خون کا مطالبہ ختم کیا تھا۔

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا:

فرمایا: سنو! میں تمہیں عورتوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، وہ تمہارے ماتحت ہیں لیکن تمہاری مملوک نہیں ہیں۔ تمہیں ان پر صرف احتساب حاصل ہے۔ اگر وہ نافرمانی کریں تو تم ہلکی سزا یا تادیب کر سکتے ہو، پھر اگر وہ اطاعت کریں تو ان پر سختی نہ کرو اور نہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو۔ تم انہیں بلاوجہ پریشان نہ کرو۔

فائدہ نافعہ: عورتیں بھی مردوں کی طرح انسان ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ضروری ہے۔ اگر عورت سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے مارے بغیر تادیب کی اجازت ہے۔ تاہم بلاوجہ اسے پریشان کرنا یا بات بات پر طلاق دینے کی دھمکی دینا، انسانی وقار کے منافی ہے، جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

حقوق زوجین:

فرمایا: تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا تمہاری عورتوں پر حق یہ ہے کہ (تمہاری عدم موجودگی میں) وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں اور جن لوگوں کو تم ناپسند کرتے ہو، انہیں تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں۔ تمہاری عورتوں کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کے لیے لباس اور کھانے کا اہتمام کرو۔

فائدہ نافعہ: زوجین کا باہم تعلق ورشتہ چولی دامن کا ہے۔ دونوں اپنے اپنے حقوق وفرائض کو پیش نظر رکھیں اور ظلم وزیادتی سے مکمل احتراز کریں تو گھر جنت نظیر بن سکتا ہے ورنہ دنیا میں جہنم ہے۔

3015 **سند حدیث:** حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ وَّعَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متن حدیث: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَرَاءَةٌ مَعَ اَبِىْ بَكْرٍ ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَا يَنْبَغِى لِاَحَدٍ اَنْ يُّبَلِّغَ هٰذَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِىْ فَدَعَا عَلِيًّا فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

◄◄ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سورہ براۃ (توبہ) کو بھجوایا پھر انہیں بلوایا اور ارشاد فرمایا: اس کی تبلیغ کرنے کے لیے یہ مناسب ہے کہ میرے خاندان کا کوئی فرد ایسا کرے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ سورۃ انہیں دی (اور انہیں اعلان کرنے کی ہدایت کی)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3016 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الْحَكَمِ ابْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ وَّاَمَرَهُ اَنْ يُّنَادِيَ بِهٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ ثُمَّ اَتْبَعَهُ عَلِيًّا فَبَيْنَا اَبُوْ بَكْرٍ فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ اِذْ سَمِعَ رُغَاءَ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَصْوَاءِ فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ فَزِعًا فَظَنَّ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ عَلِيٌّ فَدَفَعَ اِلَيْهِ كِتَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ عَلِيًّا اَنْ يُّنَادِيَ بِهٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ فَانْطَلَقَا فَحَجَّا فَقَامَ عَلِيٌّ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ فَنَادٰى، ذِمَّةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ بَرِيْئَةٌ مِّنْ كُلِّ مُشْرِكٍ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّلَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّكَانَ عَلِيٌّ يُنَادِيْ فَاِذَا عَيِيَ قَامَ اَبُوْ بَكْرٍ فَنَادٰى بِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (حج کے موقع پر امیر بنا کر) بھیجا اور انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ ان کلمات کا اعلان کروا دیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابھی راستے میں تھے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کی مخصوص آواز سنی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تیزی سے باہر آئے۔ وہ یہ سمجھے کہ شاید نبی اکرم ﷺ تشریف لائے ہیں' لیکن اس پر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا مکتوب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی تھی: ان کلمات کا اعلان وہ کریں۔ پھر یہ دونوں حضرات روانہ ہو گئے۔ ان دونوں نے حج کیا' تو ایام تشریق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' اور انہوں نے یہ اعلان کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہر مشرک سے بری الذمہ ہیں۔ تم لوگ ۴ ماہ تک اس علاقے میں گھوم پھر سکتے ہو۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا' اور کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکے گا' اور جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے رہے، یہاں تک کہ جب وہ تھک گئے' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' اور انہوں نے بھی یہ اعلان کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے' جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

3017 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْنَا عَلِيًّا بِاَيِّ شَيْءٍ بُعِثْتَ فِي الْحَجَّةِ قَالَ بُعِثْتُ بِاَرْبَعٍ اَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّمَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَهُوَ اِلٰى مُدَّتِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ عَهْدٌ فَاَجَلُهٗ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُّؤْمِنَةٌ وَّلَا يَجْتَمِعُ الْمُشْرِكُوْنَ وَالْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ مِّنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ عَنْ عَلِيٍّ

فی الباب: وَّفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اُثَيْعٍ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ كِلْتَا الرِّوَايَتَيْنِ يُقَالُ عَنْهُ عَنِ ابْنِ اُثَيْعٍ وَّعَنِ ابْنِ يُثَيْعٍ وَّالصَّحِيْحُ هُوَ زَيْدُ بْنُ يُثَيْعٍ وَّقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَوَهِمَ فِيْهِ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ اُثَيْلٍ وَّلَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ

◆◆ زید بن یثیع بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا حج کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کو کن چیزوں کے ہمراہ بھیجا گیا تھا' تو انہوں نے جواب دیا: مجھے چار چیزوں کے ہمراہ بھیجا گیا تھا ایک یہ کہ بیت اللہ کا طواف کوئی برہنہ شخص نہیں کر سکے گا' جس شخص کا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو وہ اپنی مخصوص مدت تک ہوگا' اور جس شخص کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا کوئی معاہدہ نہیں ہے' تو اس کی مدت چار ماہ ہے (ایسے لوگ اپنا بندوبست خود کر لیں) اور جنت میں صرف مومن داخل ہوگا' اور اس سال کے بعد (حج کے موقع پر) مشرکین اور مسلمان اکٹھے نہیں ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت ابن عیینہ کے حوالے سے' منقول ہے' جسے انہوں نے ابو اسحاق سے نقل کیا ہے۔

سفیان ثوری نے اسے ابو اسحاق کے حوالے سے' ان کے بعض اساتذہ کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہونے کا ذکر ہے۔

نصر بن علی اور دیگر راویوں نے اسے اپنی سند کے حوالے سے زید بن یثیع کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

علی بن خشرم نے اپنی سند کے حوالے سے زید بن اثیع کے حوالے سے حضرت علی سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن عیینہ کے حوالے سے یہ دونوں روایات منقول ہیں۔ ان کے حوالے سے راوی کا نام ابن اثیع بھی نقل کیا گیا ہے اور ابن یثیع بھی نقل کیا گیا ہے۔ تاہم صحیح لفظ زید بن یثیع ہے۔

شعبہ نے ابو اسحاق کے حوالے سے زید سے دوسری روایت نقل کی ہے۔ تاہم انہوں نے اس میں وہم کیا اور راوی کا نام زید بن اثیل ذکر کر دیا ہے۔ اس بارے میں ان کی متابعت نہیں کی گئی ہے۔

شرح

بڑے حج کے دن کا اعلان:

حج فرض ہونے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے روانہ فرمایا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی اونٹنی پر سوار کر کے روانہ کیا تا کہ وہ اعلانات برأت کریں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قافلہ حجاج کے پاس پہنچے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا آپ امیر کی حیثیت سے آئے ہیں یا مامور؟ جواب میں فرمایا: امیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ مامور کی حیثیت سے آیا ہوں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۂ برأت کے اعلانات کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ حج کے موقع پر آپ خود یا آپ کا کوئی قریبی عزیز اعلانات برأت کریں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ حج کے موقع پر انہوں نے چار اعلانات کیے جو درج ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی شخص کے درمیان عہد و پیمان تھا تو وہ مقررہ میعاد تک برقرار رہے گا، جس کے لیے کوئی عہد نہیں ہے، اسے چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے۔

(۲) جنت میں صرف مومن ہی داخل ہو سکے گا۔

(۳) آئندہ سال سے کوئی شخص عریاں حالت میں بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکے گا۔

(۴) آئندہ سال سے مشرکین کو حج نہیں کر سکیں گے یعنی کفار کو حج کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

حج سے فراغت پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے میرے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تھا، کیا حج میں تبدیلی کے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا تھا؟ فرمایا کوئی نیا حکم نازل نہیں ہوا تھا سوائے اس کے اعلانات برأت میں خود کروں یا اپنے کسی قریبی عزیز کے ذریعے کراؤں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے قریبی عزیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانات کے لیے منتخب کیا تھا۔

3018 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهُ بِالْاِيْمَانِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُو الْهَيْثَمِ اسْمُهٗ سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدٍ الْعُتْوَارِيُّ وَكَانَ يَتِيْمًا فِيْ حِجْرِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کا مسجد میں آنے کا معمول ہے' تو تم اس کے بارے میں ایمان کی گواہی دو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ کی مساجد کو وہ شخص آباد کرتا ہے' جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو''

حضرت ابوسعید خدری' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں' تاہم اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''یتعاهد المسجد'' (یعنی باقاعدگی سے مسجد آتا ہے)''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابوہیثم نامی راوی کا نام سلیمان بن عمرو بن عبدالعتواری ہے۔ یہ یتیم تھے' اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے زیر پرورش تھے۔

شرح

مساجد کی تعمیر مسلمان ہی کر سکتے ہیں:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ○ (التوبہ:۱۸)

''بے شک مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، وہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے علاوہ کسی سے ڈرتے نہیں ہیں، پس وہ عنقریب ہدایت حاصل کرلیں گے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ مشرکین مکہ اپنی جاہلانہ اور مشرکانہ رسومات ادا کرنے کو عبادت و تعمیر مسجد حرام قرار دیتے تھے اور اس پر فخر بھی کیا کرتے تھے کہ وہ بیت اللہ کے متولی و نگران بھی ہیں۔ اس آیت میں ان کی اس فکر و نظریہ کی تردید کی گئی ہے کہ مشرکین میں یہ لیاقت نہیں ہے کہ وہ مسجد حرام اور بیت اللہ کی تولیت و آبادکاری کی خدمات انجام دیں' کیونکہ یہ عقائد و افکار کے اعتبار سے نجس ہیں اور نجس لوگ یہ خدمات انجام دینے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ ان اداروں کی آبادکاری، تولیت اور تعمیر کی خدمات وہ لوگ انجام دے سکتے ہیں جو خوش عقیدہ اور اعمال صالحہ کے جامع ہیں۔

تعمیر کا معنی ومفہوم:

لفظ تعمیر کا معنی ہے: عمر الدار، اس نے مکان تعمیر کیا، عمر المنزل یعنی اس نے گھر بسایا اور آباد کیا۔ تعمیر مسجد کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(۱) مسجد کی تعمیر کرنا، اس کے کسی ٹوٹے پھوٹے حصہ کی مرمت کرنا اور زیارت کرنا

(۲) مسجد کو آباد کرنا، اس کی زیبائش کرنا، اس کی صفائی کرنا، اس میں روشنی کا اہتمام کرنا۔ علاوہ ازیں مسجد کو دنیوی باتوں سے محفوظ رکھنا اور اس میں ذکر و عبادت کرنا اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کرنا ہے۔

اس مفہوم کے اعتبار سے وقف جگہ، تعمیر مسجد اور اس کی آبادکاری کی خدمات صرف مسلمان ادا کر سکتے ہیں' کیونکہ وہ حسن عقائد اور اعمال صالحہ کے سبب اس کے اہل ہیں۔ اس کے برعکس مشرکین اور کفار ان خدمات کے اہل ہرگز نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ مشرکانہ عقائد و رسومات کی وجہ سے نجس ہیں اور نجس لوگ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے۔

مسجد کے لیے غیر مسلموں سے چندہ لینے کے بارے میں مذاہب آئمہ:

مسجد کی تعمیر و ترقی اور آبادکاری کے لیے کیا غیر مسلموں سے چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیر مسلم کا مسجد کے لیے جگہ وقف کرنا جائز ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمان کی طرح محض ذمی تعمیر مسجد کے لیے جگہ وقف کرے تو جائز ہے لیکن دیگر کفار و مشرکین کی طرف سے جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ جواز نفع مسلمان ہے۔ تاہم یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں کے لیے وقف کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تعمیر مسجد میں کفار کی طرف سے حصہ لینا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ ابوالحسن علی بن محمد شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سورۂ توبہ کی آیت ۱۸ کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(۱) کفار کی طرف سے تعمیر مساجد جائز نہیں ہے' کیونکہ مساجد محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور ان کو صرف ایمان کے ساتھ تعمیر کیا جا سکتا ہے۔

(۲) کفار کے لیے مسجدوں میں داخلہ ممنوع ہے اور وہ زیارت کے لیے اور عبادت کے لیے مساجد میں نہیں آ سکتے۔

(حاشیہ دسوقی علی شرح کبیر ج ۴ ص ۸۷)

(۳) حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ کفار کی طرف سے تعمیر مساجد جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں علامہ دسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

کفار و ذمی کا تعمیر مسجد کرنا جائز نہیں (ایضاً)

(۴) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفار کی طرف سے مساجد تعمیر کرنا روا نہیں ہے۔ چنانچہ اس بارے میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

ذمی کا اس چیز کے لیے وقف کرنا صحیح ہے جو اس کے اور ہمارے دونوں کے نزدیک عبادت ہو۔ اس لیے ذمی کا حج اور مسجد کی غرض سے وقف کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ وہ محض ہمارے لیے عبادت گاہ ہے ذمی کے لیے نہیں ہے۔ ذمی کی جانب سے گرجا کے

لیے وقف کرنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ وہ محض اس کے نزدیک تو عبادت ہے لیکن ہمارے لیے عبادت نہیں ہے۔ تاہم مسجد قدس کے لیے اس کی طرف سے وقف کرنا جائز ہے کیونکہ مسجد قدس اس کے لیے اور ہمارے لیے عبادت ہے''۔

(منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج۵ص۱۸۹)

خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وہ کام جس کے لیے وقف کرنا ہے فی نفسہ ثواب کا کام ہو یعنی واقف کے نزدیک بھی وہ ثواب کا کام ہو اور واقع میں بھی ثواب کا کام ہو۔ اگر ثواب کا کام نہیں تو وقف صحیح نہیں الخ۔ اگر نصرانی نے حج وعمرہ کے لیے وقف کیا جب بھی وقف صحیح نہیں ہے کہ اگرچہ یہ کار ثواب ہے مگر اس کے اعتقاد میں ثواب کا کام نہیں الخ۔ ذمی نے اپنے گھر کو مسجد بنایا اور اس کی شکل صورت بالکل مسجد کی سی کردی اور اس میں نماز پڑھنے کی مسلمانوں کو اجازت بھی دے دی اور مسلمانوں نے اس میں نماز پڑھی بھی جب بھی مسجد نہیں ہوگی اور اس کے مرنے کے بعد میراث جاری ہوگی۔ یونہی اگر گھر کو گرجا وغیرہ بنادیا جب بھی اس میں میراث جاری ہوگی۔

(بہار شریعت حصہ۱۰ ص۲۹)

تعمیر مسجد کے امور جواز:

تعمیر مسجد کے جواز کا انحصار امور خمسہ پر ہے:

ایمان باللہ:

اس لیے کہ مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں رکھتا، اس کا عبادت گاہ تعمیر کرانا بھی جائز نہیں ہے۔

ایمان بالآخرت:

جو شخص آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، اس کا کوئی عمل محرک عبادت نہیں ہوسکتا۔

قیام صلوٰۃ:

جو شخص تارک نماز ہو اس کا عمل تعمیر مسجد بھی درست نہیں ہوگا۔ اس لیے یہ بات مضحکہ خیز ہے کہ جو خود نماز نہ پڑھے اور دوسروں کے لیے عبادت گاہ تعمیر کرائے۔

ادائیگی زکوٰۃ:

نماز کی طرح زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی مسجد کی زینت ہے، کیوں نمازیوں میں مساکین، غرباء اور مسافرین لوگ ہوتے ہیں جو زکوٰۃ کے حقدار ہوتے ہیں۔

اللہ کے علاوہ کسی سے خوف نہ کرنا:

تعمیر مسجد کے جواز کا انحصار اس پر بھی ہے کہ اللہ سے خوف کیا جائے کیونکہ بعض اوقات مسجد کی ترقی اور تعمیر میں غیر مسلم اور

منافق لوگ حائل ہو جاتے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، وہ ان لوگوں کی مخالفت کو کسی خاطر میں لائے بغیر ان کا مقابلہ کرتا ہے اور ان کے مذموم مقاصد کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

ایمان بالرسول ذکر نہ کرنے کی وجہ:

جن امور خمسہ پر تعمیر مسجد کا انحصار ہے۔ ان میں ایمان بالرسول کو کیوں نظر انداز کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان باللہ، ایمان بالرسول کو بھی مستلزم ہے لہٰذا اسے الگ سے ذکر کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں تھی۔ اس سلسلے میں ایک ارشاد خداوندی ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (الفتح:۲۹) یعنی جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو "رسول اللہ" تسلیم نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو تسلیم نہ کیا؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں نماز کا ذکر ہے جبکہ نماز سے قبل اذان اور اقامت پڑھی جاتی ہے اور ان دونوں میں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا ذکر موجود ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس بحث میں نماز کا ذکر موجود ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بارے میں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: تم اس طرح نماز ادا کرو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اس روایت کے مطابق نماز کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر موجود ہے۔ لہٰذا اسے الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

تعمیر مساجد میں حصہ لینے کی فضیلت:

جس طرح قرآن وسنت میں نماز کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اسی طرح تعمیر مساجد کے بھی فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) جب مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر کے بارے میں لوگوں نے بہت سے اعتراضات کیے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: آپ لوگوں نے بہت سے اعتراضات کیے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس کا گھر بنائے گا۔

(جامع الاصول: رقم الحدیث ۸۷۱۹)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس دن سات آدمیوں کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا جس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا:

(۱) سلطان عادل

(۲) جس نے اللہ کی عبادت میں جوانی گزاری ہوگی

(۳) جس شخص کا دل مسجد سے باہر آنے کے بعد بھی مسجد سے متعلق ہوگا

(۴) وہ دو شخص جو اللہ کی محبت میں اکٹھے ہوئے اور اس کی محبت میں الگ ہوئے

(۵) جس شخص نے علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو بہائے

(۶) جس شخص کو کسی خوبصورت عورت نے دعوت زنا دی تو اس نے خوف خدا کی وجہ سے انکار کر دیا

(۷) وہ شخص جو اس قدر چھپا کر صدقہ وخیرات کرے کہ دائیں ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۳)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے، تو اسے ایک نماز کا اجر ملتا ہے، جو محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اسے پچیس نمازوں کا اجر ملتا ہے اور جو جامع مسجد میں نماز پڑھتا ہے اسے پانچ سو نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ جو شخص مسجد اقصیٰ اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھتا ہے اسے پچاس ہزار نمازوں کا جبکہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے والے کو ایک لاکھ نماز کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۴۱۳)

کسی شخص کو مسجد کی حفاظت کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ (سنن دارمی، رقم الحدیث ۱۳۲۳)

(۵) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ اندھیروں میں چل کر مساجد تک جاتے ہیں انہیں قیامت کے دن نور تام کی خوشخبری سنا دو۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث ۵۸۰۰)

مسجد کے احکام وآداب:

مسجد کے آداب واحکام کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت تحیۃ المسجد نماز (نوافل) ادا کرنی چاہیے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے قبل دو رکعت ادا کرے۔

(۲) بدبودار کوئی چیز کھا کر مسجد میں نہیں جانا چاہیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بدبودار درخت کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، اس لیے جس چیز سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

(۳) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ہاں تمام اعمال اچھے اور برے پیش کیے گئے تو میں نے ان میں سے سب سے زیادہ اچھا اس چیز کو دیکھا جو راستے سے دور کردی گئی ہو۔ سب سے زیادہ بری چیز یہ دیکھی کہ بلغم کو مسجد میں دفن کیے بغیر چھوڑ دینا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۵۵۴)

(۴) مسجد میں آنے کا نیت کے مطابق ثواب دیا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جس نیت سے مسجد میں آتا ہے اسی کے مطابق اسے حصہ (ثواب) دیا جاتا ہے۔

(۵) مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا منع ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھو تو تم کہو: اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ جب تم کسی شخص کو اپنی گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرتے ہوئے دیکھو تو تم کہو: اللہ کرے کہ وہ تیری چیز دستیاب نہ ہو۔ (سنن دارمی، رقم الحدیث ۱۴۰۱)

(۶) مسجد میں دنیوی گفتگو کرنا منع ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجد میں دنیوی گفتگو کریں گے، تم ان کے پاس نہ بیٹھنا اور اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
(مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۷۴۳)

(۷) حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر ''بطحا'' نامی کھلی جگہ بنوا دی

تھی اور آپ نے فرمادیا تھا: جو شخص بجھارتیں ڈالنا چاہتا ہو، پہیلیاں ڈالنا چاہتا یا اشعار پڑھنا چاہتا ہو وہ اس مقام میں چلا جائے۔

(مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۲۴۴)

(۸) بچوں، پاگلوں اور برے لوگوں کو مسجد میں آنے سے روکا جائے گا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں، اپنے پاگلوں، اپنے برے لوگوں، اپنی خرید وفروخت، اپنے لڑائی جھگڑوں، اپنی آوازوں، اپنی تلواروں اور اپنی حدود قائم کرنے کو مسجد سے دور رکھو۔ جمعہ کے دن بکثرت تم مسجد میں آؤ اور مسجد کے پاس وضو کرنے کی جگہ بناؤ۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶)

ان روایات میں صراحت سے آداب واحکام مساجد بیان کیے گئے جنہیں ہمہ وقت پیش نظر رکھنا از بس ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

3019 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ) قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ اُنْزِلَ فِى الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ مَا اُنْزِلَ لَوْ عَلِمْنَا اَىُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهٗ فَقَالَ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّقَلْبٌ شَاكِرٌ وَّزَوْجَةٌ مُّؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى اِيْمَانِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

قولِ امام بخاری: سَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ فَقُلْتُ لَهٗ سَالِمُ بْنُ اَبِى الْجَعْدِ سَمِعَ مِنْ ثَوْبَانَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ لَهٗ مِمَّنْ سَمِعَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعَ مِنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّذَكَرَ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ جو سونے اور چاندی کا خزانہ جمع کرتے ہیں۔''

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر میں شریک تھے۔ آپ ﷺ کے بعض اصحاب نے یہ بات بیان کی ہے' سونے اور چاندی کے بارے میں تو آیت نازل ہوگئی ہے' اگر ہمیں یہ علم ہوتا کہ کون سا مال بہتر ہے؟ تو ہم اسے اختیار کر لیتے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے زیادہ اب فضیلت والا (مال) وہ زبان ہے' جو ذکر کرتی ہو' وہ دل ہے' جو شاکر ہو' وہ بیوی ہے' جو مومن ہو جو آدمی کی اس کے ایمان کے معاملے میں مدد کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا: میں نے ان سے کہا: سالم بن

3019۔ اخرجه ابن ماجه (۵۹٦/۱): كتاب النكاح: باب: فضل افضل النساء حديث (۱۸۵٦)، و احمد (۲۷۸/۵، ۲۸۲)۔

ابوالجعد نامی راوی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا: پھر انہوں نے کون سے صحابی سے احادیث سنی ہیں، تو امام بخاری نے جواب دیا: انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں۔ پھر امام بخاری نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی ذکر کیا۔

شرح

لسان ذاکر، قلب شاکر اور مومن بیوی بہترین متاع حیات ہونا:

فرمان خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (التوبہ: ۳۴)

''اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، پس آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ مال و دولت کو صحیح اور جائز طریقہ سے کمانا کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ بری بات تو یہ ہے کہ اس کمائی ہوئی دولت کو اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے مطابق خرچ نہ کی جائے۔ یعنی زکوٰۃ اور عشر ادا نہ کرنا اور جہاد کے لیے صرف نہ کرنا۔ وہ دولت جس سے اللہ کا حق ادا نہ کیا جائے وہ آخرت میں مالک کے لیے وبالِ جان بن جائے گی جس سے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ اس کی وعید اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں صاف الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ وہ دولت ایک طرف عذاب کا باعث بنے گی اور دوسری طرف اسے گرم کر کے مالک کے پہلوؤں کو داغا جائے گا۔ علاوہ ازیں وہ مال بچھوؤں اور سانپوں کی شکل میں مالک سے چمٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا وہ مال ہوں جس کی تو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ناجائز کمایا ہوا مال یا وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہوگی آخرت میں باعث عذاب ہوگا۔

یہ آیت دراصل حالت سفر میں نازل ہوئی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں سونا اور چاندی جمع کرنے سے روک دیا گیا ہے، تو پھر ہمارے لیے نافع و مفید دولت کی وضاحت بھی فرما دی جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا کہ بہترین دولت تین امور ہیں:

(۱) لسان ذاکر (۲) قلب شاکر (۳) مومن بیوی۔

لسان ذکر:

زبان، انسان کے لیے اعظم الاعضاء ہے اور رئیس الاعضاء بھی۔ اس کا صحیح استعمال مفید ہے اور غلط استعمال باعث ندامت و مواخذہ ہے۔ اس کو تلاوت قرآن، درس و تدریس اور وعظ نصیحت، ذکر الٰہی اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہونا چاہیے۔ تاہم گالی گلوچ، بدکلامی، غیبت و چغلی کھانے کے لیے ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ پر قابو پانے کی ضمانت دیتا ہے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، زبان سے کافر کلمہ طیبہ

پڑھ لیتا ہے، تو وہ جنتی بن جاتا ہے اور اسی کے ذریعے مسلمان (معاذ اللہ) اسلام کا انکار کر دے تو جہنمی بن جاتا ہے۔

قلب شاکر:

لسان کی طرح قلب بھی رئیس الاعضاء ہے۔ یہ عظیم صفت کا حامل ہے کہ کائنات میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں سماجاتا ہے۔ انسان تاحیات اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کا بھی شکر ادا کرتا رہے، اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا، اسی طرح اس کی نعمتوں کا شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ تاہم پھر بھی شکر نہ کرنے سے کرنا بہتر ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ یعنی اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ عنایت کروں گا۔

مومن بیوی

دنیا کی بہترین دولت کا حصہ مومن بیوی کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ زوجین اگر اپنے اپنے حقوق و فرائض کے دائرہ میں رہتے ہوئے زندگی گزاریں تو گھر جنت نظیر بن جاتا ہے، ورنہ جہنم سے کم نہیں ہوتا۔ خواہ اسلام نے عورت پر کمائی کرنا لازم قرار نہیں دیا لیکن شوہر کی کمائی ہوئی دولت کی وہ نگران و محافظ ہوتی ہے۔ شوہر کی خدمت کرنا، اولاد کی پرورش کرنا، گھر کی نگہبانی کرنا او عصمت کی حفاظت کرنا، اس پر فرض ہے۔

نمازی، تقویٰ کی پیکر اور مومن بیوی یقیناً شوہر کے لیے اللہ کی بہترین نعمت ثابت ہوتی ہے۔ ایک دفعہ صحابہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تعظیمی سجدہ کی اجازت طلب کی تو آپ نے جواب میں فرمایا: اگر میری امت میں سجدہ تعظیمی کی اجازت ہوتی تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے لیکن میری شریعت میں اس کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ اس روایت سے زوجین بالخصوص شوہر کے حقوق کا پتہ چلتا ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مال کا باعث عذاب نہ ہونا:

وہ دولت جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو یا وہ مال جو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو، مالک کے لیے باعث عذاب ہوگا۔ تاہم زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت میں مال مالک کے لیے باعث عذاب نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ۔ تو صحابہ کرام پر شاق گزری۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہارے معاملہ کو ہلکا کرواتا ہوں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آیت آپ کے صحابہ پر شاق گزری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے زکوٰۃ اس لیے فرض قرار دی گئی ہے تا کہ تمہارا مال پاک ہو جائے اور تمہارے بعد والوں کے لیے وراثت واجب ہے۔ (المستدرک للحاکم ج۲ ص ۳۳۳)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم نے اپنے مال کا حق ادا کر دیا جو تم پر فرض تھا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۸۴)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہو وہ خواہ سات زمینوں کے نیچے ہو وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا نہیں کی وہ خواہ ظاہر ہو پھر بھی وہ کنز ہے۔

(۴) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں سونے کے کڑے پہنتی تھی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ کنز تو نہیں ہے؟ (جس پر عذاب وارد ہوا ہے؟) آپ نے جواب میں فرمایا: جو مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچ گیا ہو اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو، وہ کنز نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۵۶۴)

زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مال جمع کرنے میں اختلاف صحابہ

زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد دولت جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ مؤقف تھا کہ وہ کنز جس کی اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے اور عذاب کی وعید سنائی ہے، کا مصداق وہ کنز ہے، جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو۔ جس کنز کی زکوٰۃ ادا کی گئی ہو تو وہ مذموم نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ جو دولت بھی ذخیرہ کی جائے خواہ اس کی زکوٰۃ ادا کی گئی ہو یا نہ وہ اس کنز کا مصداق ہے۔ انہوں نے اس آیت کے ظاہری مضمون سے استدلال کیا ہے کہ سونا چاندی جمع کرنے والوں کے اجسام داغے جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن ابی ہذیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے صاحب نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا اور چاندی کے لیے ہلاکت ہو! میرے صاحب نے کہا کہ پھر وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نے فرمایا ہے کہ سونے چاندی کے لیے ہلاکت ہو؟ پھر ہم کس مال کو حاصل کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لسان ذاکر، قلب شاکر اور آخرت میں مدد کرنے والی بیوی۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۶۳۱۳)

حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے مقام الربذہ (جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے) میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حیرانگی کے عالم میں دریافت کیا: حضور! یہاں قیام کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں ملک شام میں تھا پھر میرا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اس آیت کے بارے میں اختلاف ہوا: اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (التوبہ: ۳۴) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میرا مؤقف تھا کہ یہ آیت ہمارے اور اہل کتاب کے بارے میں اتری ہے۔ ہمارے دونوں کے مابین بحث ہو گئی، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس میری شکایت بھیج دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مجھے مدینہ طیبہ طلب کیا۔ مدینہ پہنچنے پر لوگ میرے پاس ہجوم کی شکل میں جمع ہو گئے گویا انہوں نے پہلی بار مجھے دیکھا ہو۔ لوگوں کی اس کیفیت نے مجھے دلبرداشتہ کیا اور اس بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارش کی تو انہوں نے فرمایا: تم مدینہ طیبہ کے قریب جہاں چاہو قیام پذیر ہو جاؤ، تو میں یہاں آ کر ٹھہر گیا ہوں۔

احنف بن قیس کا بیان ہے کہ میں مدینہ طیبہ میں آیا، قریش کی ایک جماعت میں بیٹھ گیا۔ وہاں ایک ایسا شخص آیا جس کا چہرہ اور جسم سخت تھا اور اس نے موٹا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ قریش کے پاس کھڑا ہوا اور کہا: دولت جمع کرنے والوں کو اس گرم پتھر کی خوشخبری دو جس کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور وہ کسی کے پستان کے سر پر رکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے کندھے کی باریک ہڈی سے خارج ہو جائے گا۔ پھر وہ کندھے کی باریک ہڈی پر رکھا جائے گا جو اس کے پستان کے سر سے نکل آئے گا۔ وہ اسی طرح مسلسل حرکت کرتا رہے گا۔ لوگوں نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور کسی کو بھی جواب دیتے ہوئے میں نے نہیں سنا حتیٰ کہ وہ واپس پلٹ گیا۔ میں نے اس کے پیچھے جانے کی کوشش کی تو وہ ایک ستون کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے خیال کیا شاید ان لوگوں نے آپ کی گفتگو کو ناپسند کیا ہو، اس پر اس نے جواب دیا: ان لوگوں کو شعور نہیں ہے۔ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا اور میرے حاضر ہونے پر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم احد پہاڑ دیکھ رہے ہو؟ میں آفتاب کی طرف دیکھا اور میں نے خیال کیا کہ شاید آپ مجھے کسی کام کے لیے روانہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے پسند نہیں ہے کہ اس سے تین دینار سے زیادہ میں اپنے پاس رکھوں اور میں وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں۔ پھر یہ لوگ دنیا کو جمع کرنے میں مصروف ہیں اور انہیں شعور نہیں ہے۔ میں نے دریافت کیا آپ کا قریشی لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہے، اس لیے نہ تو آپ ان کے پاس جاتے ہیں اور نہ ان سے سوال کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا: قسم بخدا! میں ان سے نہ دنیوی سوال کروں گا اور نہ دینی سوال کروں گا حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ جاؤں۔ (مسند امام احمد ج ۵ ص ۱۶۰) اس روایت اور اس مضمون کی دیگر روایات سے استدلال کرتے ہوئے بعض صحابہ نے دنیوی دولت جمع کرنے سے احتراز کیا تھا اور ان لوگوں کے رئیس حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔

3020 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَزِيدَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ غُطَيْفِ بْنِ اَعْيَنَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هٰذَا الْوَثَنَ وَسَمِعْتُهُ يَقْرَاُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةٌ (اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ) قَالَ اَمَا اِنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا اَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ

توضیح راوی: وَغُطَيْفُ بْنُ اَعْيَنَ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ فِي الْحَدِيثِ

◄◄ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے گلے میں سونے کی بنی ہوئی صلیب موجود تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عدی! اس بت کو اپنے سے دور کر دو۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر میں نے آپ ﷺ کو سورہ توبہ کی یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

''انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور مذہبی پیشواؤں کو معبود بنالیا۔''

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن ان کا معاملہ یہ تھا کہ جب وہ مذہبی پیشوا ان کے لیے کسی چیز کو حلال قرار دیتے تھے تو یہ اسے حلال سمجھ لیتے تھے اور جب وہ لوگ ان کے لیے کسی چیز کو حرام قرار دیتے تھے تو یہ بھی اسے حرام سمجھ لیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف عبدالسلام بن حرب کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اس کے راوی عطیف بن اعین علم حدیث میں معروف نہیں ہیں۔

شرح

آئمہ واولیاء کی ذاتی تحلیل وتحریم کو تسلیم کرنے کی مذمت:

ارشاد خداوندی ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (التوبۃ:۳۱)

''وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے علاوہ اُپنے علماء اور اپنے مقتداؤں کو خدا مان لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم تھا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ پاک ہے اس چیز سے جس کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ مشہور شخصیت حاتم طائی کا بیٹا حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو پہلے عیسائی تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی گردن میں صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عدی! تم صلیب اتاردو! ساتھ ہی آپ نے سورۃ برأت کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس پر عدی بن حاتم نے عرض کیا: ہم تو اپنے علماء اور پیشواؤں کو معبود نہیں مانتے اور نہ ان کی پرورش کرتے ہیں۔ پھر یہ ارشاد خداوندی کیسے درست ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ خواہ ان کی عملی طور پر عبادت نہیں کرتے تھے لیکن ان کی حلال کردہ یا حرام کردہ اشیاء کو وہ حلال اور حرام تسلیم کرتے تھے ان کا یہ اختیار تسلیم کرنا بھی عبادت کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کا ماحاصل یہ ہے کہ جس طرح غیر اللہ کی عبادت کرنا حرام ہے اسی طرح غیر اللہ کی طرف سے حلال یا حرام قرار دی ہوئی چیز کو تسلیم کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے، جس سے احتراز واجتناب ضروری ہے۔

سوال: ابن حزم وغیرہ لکھتے ہیں کہ آئمہ فقہ کی تقلید بھی اس آیت کے زمرے میں آتی ہے جو حرام ہے، کیونکہ تقلید کا مطلب یہی ہے کہ کسی کی بات کو بغیر دلیل کے تسلیم کرنا اور اسے معمول بہ بنانا؟

جواب: آئمہ فقہ اور مجتہدین اس آیت کے زمرے میں ہرگز نہیں آتے اور جن لوگوں نے کھینچا تانی کر کے اس آیت میں لانے کی لا حاصل کوشش کی ہے، یہ ان کے ذہن کی ناہمواری اور تنقید برائے مخالفت کا نتیجہ ہے۔ حقیقت پر مبنی بات یہ ہے کہ ان کی تقلید من حیث ھو ھو نہیں کی جاتی بلکہ من حیث نائب الشریعت کی جاتی ہے۔ اس کے جواز کے دلائل قرآن وسنت میں بکثرت مذکور ہیں۔ علاوہ ازیں خواہ تقلید کا معنیٰ ہے کسی دلیل کے بغیر بات کو تسلیم کرنا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مسئلہ پر ان بزرگوں نے قرآن وسنت سے دلائل کے انبار لگا دیئے جو ان کی کتب میں موجود ہیں۔ دور جدید میں اس بات پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے کہ تقلید کے بغیر قرآن وسنت کی گہرائی سے مسائل واحکام کا استنباط کرنا ناممکن ہے، کیونکہ آئمہ اربعہ بالخصوص حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پایہ کا آج تک کوئی صاحب تقویٰ اور صاحب علم وفضل پیدا نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت داتا گنج بخش، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت شاہ رکن عالم ملتانی اور حضرت ایشان رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مقتدر اولیاء ان کی مقلد ہونے پر فخر کرتے ہیں۔

قرآن وسنت کے مقابل مذہبی پیشواؤں کو ترجیح دینے کی مذمت:

قرآن وحدیث کے مقابل کسی مذہبی پیشوا کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ اس کی بات کو تسلیم کیا جائے۔ اس لیے کہ قرآن کلام الٰہی ہے جو ذات باری کی طرح بے مثل ہے۔ حدیث حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے جو آپ کی ذات کی طرح بے مثال ہے۔ لہٰذا اس کا مقابل ہو ہی نہیں سکتا جس کی بات کو تسلیم کیا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہودیوں نے اپنے احبار اور عیسائیوں نے اپنے رہبانوں کی عبادت کی تھی؟ اس آیت کا صحیح مصداق کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ان لوگوں نے اپنے پیشواؤں کی عبادت نہیں کی تھی لیکن ان کی حلال کردہ یا حرام کردہ اشیاء کو ضرور تسلیم کیا تھا یعنی جن حلال چیزوں کو انہوں نے حرام قرار دیا اور حرام چیزوں کو حلال قرار دیا انہوں نے اسے تسلیم کر لیا اور یہی بات اپنے پیشواؤں کو خدا ماننا ہے۔ (احکام القرآن للجصاص ج ۸ص ۵۴)

حدیث باب سے بھی اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ قرآن وحدیث کے مقابل کسی پیشوا کی بات کو تسلیم کرنا، گمراہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آئمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہی بات لوگوں کو ذہن نشین کروائی ہے مثلاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے کسی قول کے مخالف حدیث صحیح دستیاب ہو جائے تو میرے قول کو ترک کر دو اور حدیث پر عمل کرو اور یہی میرا مذہب ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر میرا قول کسی حدیث سے متصادم ہو تو میرے قول کو دیوار پر مار دو اور حدیث پر عمل کرو۔ آئمہ اربعہ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش نازل فرمائے کہ انہوں نے کثیر پیشواؤں کے اقوال کے خلاف احادیث پر خود عمل کیا ہے اور لوگوں کو اس کا درس دیا ہے۔ اس طرح انہوں نے عملی طور پر گمراہی کی جڑ کاٹ دی ہے۔ فی زمانہ قیامت یہ ہے کہ کسی محترم شخصیت کے سامنے قرآن وحدیث کی دلیل پیش کی جائے جس سے اس کی بات یا عمل متصادم ہو وہ اسے تسلیم کرنے کے بجائے تاویلات کا نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیتی ہے۔ اس طرز عمل کے نتیجہ میں دین کو نہیں بلکہ گمراہی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گمراہی، بے عملی، ہٹ دھرمی اور جہالت ایسے امراض ہیں جن کا علاج نہیں ہو سکتا۔

نبی کے سوا کسی بشر کا معصوم نہ ہونا:

اہل سنت و جماعت کے مطابق انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کے علاوہ کوئی بشر معصوم نہیں ہے۔ صحابہ کرام، اولیاء اور صالحین اللہ تعالیٰ کی مشیت سے محفوظ ہو سکتے ہیں لیکن معصوم نہیں ہیں۔ اس بارے میں بطور دلیل چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) مروان بن الحکم کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں موجود تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کیا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج تمتع کے قصد سے احرام باندھا اور یوں کہا: میں کسی کے کہنے پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک نہیں کر سکتا۔

(۲) حضرت سالم رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ جائز ہے۔ سائل نے کہا: آپ کے والد گرامی تو حج تمتع سے منع کیا کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب میں فرمایا: آپ یہ بتائیں میرے والد ایک کام سے منع کرتے ہوں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کرنے کا حکم دیتے ہوں تو میں باپ کی بات مانوں گا یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ اس نے کہا: اس صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا جائے گا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۸۲۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کیا گیا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اہل خانہ کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اہل خانہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے بلکہ آپ نے یوں فرمایا تھا: کافر میت پر اس کے اہل خانہ کے رونے سے اس کے عذاب میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ ارشاد ربانی کافی ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (الانعام: ۱۶۴)

(۴) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو طلب کیا پھر انہیں نذر آتش کروا دیا۔ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو انہیں نذر آتش نہ کرواتا، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے عذاب کی مثل عذاب نہ دو لیکن میں انہیں قتل کروا دیتا، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کردو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۹۲۲)

(۵) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک زانیہ حاملہ عورت کو رجم کرنے کا قصد کیا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو بچہ شکم مادر میں ہے اسے قتل کرنے کا آپ کے پاس کیا جواز ہے؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

(۶) نکاح کے چھ ماہ بعد ایک عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ

نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس خاتون کو رجم کرنا درست نہیں ہے کیونکہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے: خواتین دو سال تک بچوں کو دودھ پلائیں۔ (البقرہ:۲۳۳) حمل اور دودھ چھڑانے کی کل مدت تیس ماہ ہے۔ (الاحقاف:۱۵) یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

3021 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا بَكْرٍ حَدَّثَهٗ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الْغَارِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ يَنْظُرُ اِلٰى قَدَمَيْهِ لَاَبْصَرَنَا تَحْتَ قَدَمَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا يُعْرَفُ مِنْ حَدِيْثِ هَمَّامٍ تَفَرَّدَ بِهٖ وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هَمَّامٍ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی: میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی، ہم اس وقت غارِ ثور میں موجود تھے، اگر کوئی شخص اپنے پاؤں کی طرف نظر کرے تو ہمیں اپنے پاؤں کے نیچے دیکھ لے گا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! ایسے دو افراد کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

یہ روایت ہمام نامی راوی سے منقول ہے۔

حبان بن ہلال اور دیگر راویوں نے اسے ہمام نامی راوی کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

نبی وصدیق حفاظت خداوندی میں:

ارشاد ربانی ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (التوبۃ:۴۰)

3021۔ اخرجه البخاري (۱۱/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب المهاجرين و فضلهم، حديث (۳۶۵۳)، و طرفاه في (۳۹۲۲، ۴۶۶۳)، و مسلم (۱۸۵۴/۴): كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب: من فضائل ابي بكر الصديق رضي الله عنه، حديث (۲۳۸۱/۱)، و احمد (۴/۱)، و عبد بن حميد ص (۳۰)، حديث (۲).

''اگر تم نے ان (رسول کریم) کی مدد نہ کی تو بیشک اللہ نے ان کی مدد کی جب کفار نے انہیں (وطن سے) نکال دیا تھا درانحالیکہ وہ دونوں میں سے دوسرے تھے، جب غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے: تم غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے' تو اللہ نے ان پر طمانیت قلب اتاری اور ان کی ایسے لشکر سے مدد کی جسے تم دیکھ نہیں سکتے۔ کفار کی باتوں کو نیچا کر دیا اور اللہ کا دین ہی بلند و بالا ہے اور اللہ غالب وحکمت والا ہے''۔

اس آیت میں ہجرت مدینہ کے ابتدائی سفر کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مظالم ڈھانے کی انتہا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ انبیاء سابقین بھی اقوام کے مظالم کی وجہ سے ہجرت کرتے رہے تھے۔

ہجرت کی اجازت ملنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر سفر کا آغاز کیا۔ آپ مکہ سے نکل کر غار ثور میں پہنچے۔ کوہ ثور میں دو غار ہیں: ایک کشادہ ہے' جس میں چار پانچ آدمی آرام کر سکتے ہیں اور اس میں ٹھنڈی ریت موجود ہے۔ دوسرا غار تنگ ہے' جس میں بمشکل دو آدمی ٹھہر سکتے ہیں اور چھپ سکتے ہیں۔

دونوں غار استعمال میں رہے چھپنے کے لیے تنگ غار جبکہ آرام کرنے کے لیے کشادہ غار۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے کندھوں پر سوار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوہ ثور کے غار تک لے گئے۔ پھر غار کے منہ پر آپ کو کھڑا کر کے اندر داخل ہوئے، اسے خوب صاف کیا تا کہ کوئی موذی جانور آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ غار کو صاف کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اندر تشریف لے آئیں۔ کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں نکلے اور تلاش کرتے ہوئے غار کے منہ کے پاس پہنچ گئے۔ اندر کی طرف سے کفار صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کفار ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اے صدیق! تم غم مت کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بن دیا اور کبوتری نے اس میں انڈے دے دیئے۔ کفار صورتحال کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا اور کبوتری کے انڈے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس غار میں نہیں ہیں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کفار غار کے منہ سے واپس پلٹ آئے۔

غار میں داخل ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ کر بیٹھ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہو کر ان کی گود میں سر اقدس رکھ کر آرام فرما ہو گئے۔ اسی دوران ایک سانپ نے سوراخ سے نکلنے کی کوشش کی تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو سکے، اس نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو رکاوٹ خیال کرتے ہوئے کاٹ لیا۔ اس کے زہر کی وجہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور چند قطرے جسد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرے، آپ بیدار ہوئے اور رونے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے، آپ نے اپنا لعاب دہن پاؤں پر لگایا تو درد ختم ہو گیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں قیام اور خدمت ایسی نیکی تھی کہ حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ تاحیات یہ تمنا کرتے رہے کہ کاش! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میری زندگی بھر کی نیکیاں لے لیں اور یہ ایک نیکی مجھے دے دیں۔

بوقت ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفاقت کا انتخاب:

ہجرت کا آغاز کرتے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر عنایت کر کے اپنی چارپائی پر لٹا دیا اور مختلف اشیاء پر مشتمل ایک فہرست تھماتے ہوئے فرمایا: یہ لوگوں کی امانتیں ہیں، لوگوں کو واپس کر کے مدینہ آ جانا۔ پھر سفر ہجرت کی رفاقت کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اور سفر کا آغاز کیا۔ اس سفر کے پہلے مرحلہ میں غار ثور میں پہنچے جہاں تین ایام تک قیام رہا۔

قیام غار کے دوران حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کفار مکہ کی سرگرمیوں سے مطلع کرتے، آپ کے غلام عامر بن فہیرہ دن بھر بکریاں چراتے پھر شام کے وقت غار ثور کے پاس پہنچ جاتے اور صاحبزادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا شام کے وقت کھانا پہنچاتی رہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہم غار میں ہیں، کسی دشمن نے ہمارے قدموں کے نشانات دیکھ لیے تو وہ ہم تک پہنچ سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا ان دونوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۶۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے وقت غار ثور میں پہنچے اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! غار میں پہلے مجھے جانے دیں، آپ نے اجازت دے دی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے، ٹٹول ٹٹول کر غار کے سوراخوں کا جائزہ لیا، پھر اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر ان کو بند کیا۔ تاہم ایک سوراخ باقی رہ گیا جس پر اپنی ایڑی رکھ دی۔ پھر بارگاہ رسالت میں اندر تشریف لانے کے لیے عرض کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا کپڑا کہاں ہے؟ آپ نے تمام صورتحال عرض کر دی۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی: اے اللہ! ابوبکر کو جنت میں بھی میری رفاقت سے نوازنا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۳ ص ۲۴۰)

دخول غار، اس کی صفائی اور سوراخوں کو بند کرنے کے حوالے سے واقعہ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس میں جو بھی سوراخ تھے ان میں اپنی انگلیاں داخل کر دیں اور بڑے سوراخ میں ران تک اپنی ٹانگ داخل کر دی۔ پھر عرض کیا: یارسول اللہ! اب آپ غار میں تشریف لے آئیں، میں نے آپ کے لیے جگہ تیار کر لی ہے۔ رات بھر سانپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں ڈنگ مارتا رہا، انہوں نے بڑی تکلیف میں رات گزاری۔ صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! یہ کیا ہوا؟ ان کی پوری ٹانگ سوجی ہوئی تھی۔ عرض کیا: یارسول اللہ! یہ سانپ کے بار بار ڈسنے کا اثر ہے۔ فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے آپ کی نیند اور آرام میں خلل ڈالنا پسند نہیں کیا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس ان کی ٹانگ پر پھیرا تو وہ درست ہوگئی۔ (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ج ۱ ص ۱۰۲)

حضرت امام ابن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین ایام تک غار میں رہے۔ قریش نے آپ کو واپس لانے والے کے لیے ایک سو اونٹ بطور انعام دینے کا اعلان کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ دن بھر قریش مکہ کی باتیں سنتے اور رات کے وقت جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کر دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے واپس جانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ دن بھر بکریاں چرانے کے بعد غار کے منہ پر بکریاں لے آتے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی آمد و رفت کے نشانات مٹ جاتے۔ تین دن تک شام کے وقت حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا پہنچاتی رہیں۔ غار ثور میں تین دن تک قیام کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۹۹)

کفار مکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے میں ناکام ہوگئے تو کھوجی لایا گیا تاکہ آپ کو تلاش کرنے کا سراغ لگایا جاسکے۔ کھوجی پاؤں کے نشانات پر چلتا ہوا غار ثور تک پہنچا پھر رک گیا۔ اسے معلوم نہیں ہورہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں ہیں یا یہاں سے کسی دوسری جگہ روانہ ہوگئے ہیں۔ مکڑی کا جالا اور کبوتری کے انڈے اس بات کو ظاہر کررہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں موجود نہیں ہیں۔ پھر دشمن واپس چلے گئے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۷۵)

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وجوہات:

انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل الخلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کی افضلیت کی کثیر وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) مندرجہ بالا آیت کے مطابق جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غمگین ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے ابوبکر! آپ غم نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں تسلی دینا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

(۲) قریش مکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے مختلف منصوبے بنا رہے تھے، اس دوران رات کی تاریکی میں اپنی رفاقت کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کرنا، آپ کے ایمان، خلوص اور فضیلت کی دلیل ہے۔

(۳) سفر ہجرت جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم سے اختیار کیا تھا اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایسی ہستی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعتماد تھا۔

(۴) ارشاد خداوندی میں صراحت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت بیان کی گئی ہے جبکہ دیگر صحابہ کی صحابیت احادیث سے ثابت ہے۔

(۵) اکثر مواقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی نیابت سے نوازا تھا' مثلاً پہلا حج آپ کی قیادت میں ادا کیا گیا، ہجرت کے موقع پر رفاقت کے لیے آپ کا انتخاب کیا گیا اور وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے متفقہ طور پر آپ کو اپنا امام و مقتدا تسلیم کرلیا۔

(۶) کسی بھی صحابی کی صحابیت کے انکار سے نص قطعی کا انکار لازم نہیں آتا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے انکار سے نص قطعی کا انکار لازم آتا ہے' کیونکہ آپ کی صحابیت نص قطعی سے ثابت ہے۔

(۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے آپ کے رفیق کو دیکھ کر معلوم کرلیا تھا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہو سکتے ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔

(۸) آیت مذکورہ سے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت ثابت ہوتی ہے وہاں آپ کی نیابت وخلافت بھی ثابت ہوتی ہے۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خواہ ابتداءً صحابہ میں خلافت کے حوالے سے قدرے اختلاف ہوا تھا لیکن بعد میں سب کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہو گیا تھا۔

(۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں سفر ہجرت کے دوران میں بالخصوص غار ثور میں انوار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب وذہن پر منقش ہوئے وہ آپ کا ہی حصہ ہو سکتا تھا۔

(۱۰) قبول اسلام سے لے کر وفات تک عروج دین وترقی اسلام کے حوالے سے آپ کی خدمات اتنی کثیر ہیں کہ کوئی دوسرا صحابہ آپ کے سامنے عشر عشیر بھی نہیں ہو سکتا۔

(۱۱) زمانہ خلافت میں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو روشن کردیا تو تدوین قرآن کے حوالے سے آپ کی خدمت ایک تاریخی کارنامہ ہے جو صرف اور صرف آپ کا حصہ ہو سکتا تھا۔

3022 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ عَلَيْهِ فَقَامَ اِلَيْهِ فَلَمَّا وَقَفَ عَلَيْهِ يُرِيْدُ الصَّلٰوةَ تَحَوَّلْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِيْ صَدْرِهٖ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعَلٰى عَدُوِّ اللّٰهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ الْقَائِلِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا يَعُدُّ اَيَّامَهٗ قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ حَتّٰى اِذَا اَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ اَخِّرْ عَنِّيْ يَا عُمَرُ اِنِّيْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ قَدْ قِيْلَ لِيْ (اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ) لَوْ اَعْلَمُ اَنِّيْ لَوْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ غُفِرَ لَهٗ لَزِدْتُ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ وَمَشٰى مَعَهٗ فَقَامَ عَلٰى قَبْرِهٖ حَتّٰى فُرِغَ مِنْهُ قَالَ فَعُجِبَ لِيْ وَجُرْاَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ

3022- اخرجه البخاري (۲۷۰/۳): كتاب الجنائز: باب: ما يكره من الصلاة على المنافقين و الا ستغفار للمشركين، حديث (۱۳۶۶)، وطرفاه في (۴۶۷۱)، و النسائي (۶۷/۴): كتاب الجنائز: باب: الصلاة على المنافقين، حديث (۱۹۶۶)، و احمد، (۱۶/۱) و عبد بن حميد ص (۳۵) حديث (۱۹).

وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ اِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى نَزَلَتْ هَاتَانِ الْاٰيَتَانِ (وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ فَمَا صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ عَلٰى مُنَافِقٍ وَّلَا قَامَ عَلٰى قَبْرِهٖ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: جب عبداللہ بن اُبی کا انتقال ہوا' تو نبی اکرم ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی دعوت دی گئی۔ نبی اکرم ﷺ اٹھ کر اس کی طرف جانے لگے۔ جب نبی اکرم ﷺ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے' تو میں مڑا اور آپ ﷺ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ ادا کریں گے؟ اس نے فلاں فلاں دن یہ یہ بات کہی تھی۔ میں نے وہ ساری باتیں گنوادیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے۔ جب میں نے اپنی بات پر بہت زیادہ اصرار کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! میرے سامنے سے ہٹ جاؤ، مجھے اختیار دیا گیا' تو میں نے اختیار قبول کر لیا۔ مجھ سے یہ کہا گیا:

''تم ان کے لیے دعائے مغفرت کرو' یا دعائے مغفرت نہ کرو' اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ بھی دعائے مغفرت کرو' تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے یہ پتہ ہو کہ ستر مرتبہ مغفرت طلب کرنے سے اس کی بخشش ہو جائے گی' تو میں اس سے زیادہ مرتبہ ایسا کر لوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ اس کے جنازے کے ساتھ گئے اور اس کے دفن ہونے تک شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مجھے خود پر حیرت ہوئی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے کس جرأت کا مظاہرہ کیا۔ باقی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یہ دو آیات نازل ہو گئیں۔

''ان میں سے جو بھی شخص مر جائے تم نے کبھی بھی اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کرنی اور اس کی قبر پر کھڑے نہیں ہونا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی منافق کی نماز جنازہ ادا نہیں کی اور کسی منافق کی قبر پر کھڑے نہیں ہوئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3023 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ مَاتَ اَبُوْهُ فَقَالَ

اَعْطِنِىْ قَمِيصَكَ اُكَفِّنْهُ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ فَاَعْطَاهُ قَمِيصَهٗ وَقَالَ اِذَا فَرَغْتُمْ فَاٰذِنُوْنِىْ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يُّصَلِّىَ جَذَبَهٗ عُمَرُ وَقَالَ اَلَيْسَ قَدْ نَهَى اللّٰهُ اَنْ تُصَلِّىَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ فَقَالَ اَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ (اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ) فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ) فَتَرَكَ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، عبداللہ بن ابی کا بیٹا "عبداللہ" نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اس کا والد فوت ہو گیا تھا اس نے عرض کی، آپ ﷺ مجھے اپنی قمیص عنایت کریں تاکہ میں اس قمیص میں اسے (یعنی اپنے باپ کو) کفن دوں اور آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ ادا کیجئے اور اس کے لیے دعائے مغرت کیجئے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی قمیص اسے عطا کر دی اور ارشاد فرمایا: جب تم (نہلا دھلا کر کفن دے کے) فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا۔ جب نبی اکرم ﷺ اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے اٹھنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دامن کھینچا اور عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے اسبات سے منع نہیں کیا کہ آپ ﷺ منافقوں کی نماز جنازہ ادا کریں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے دو باتوں کا اختیار دیا گیا ہے کہ تم ان کے لیے دعائے مغفرت کرو یا دعائے مغفرت نہ کرو۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"اب ان میں سے جو بھی شخص فوت ہو تم نے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کرنی اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا ہے۔"

تو نبی اکرم ﷺ نے ان (منافقین) کی نماز جنازہ ادا کرنا ترک کر دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

منافق کی نماز جنازہ پڑھنے، دعائے مغفرت کرنے اور کفن دفن میں حصہ لینے کی ممانعت:

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (التوبۃ:۸۴) اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (التوبۃ:۸۰)

"(اے محبوب!) آپ ان (منافقوں) کی میت پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بیشک

3023۔ اخرجه البخاری (۱۶۵/۳): کتاب الجنائز: باب: الکفن فی القمیص الذی یکف اولا یکف و من کفن بغیر قمیص، حدیث (۱۲۶۹)، و اطرافه فی (۴۶۷۰، ۴۶۷۲، ۵۷۹۶) ومسلم (۲۱۴۱/۴): کتاب صفات المنافقین و احکامهم، حدیث (۲۷۷۴/۳)، (۱۸۶۵/۴): کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل عمر رضی الله عنه، حدیث (۲۴۰۰/۲۵)، و النسائی (۳۶/۴): کتاب الجنائز: باب: القمیص فی الکفن، حدیث (۱۹۰۰)، و ابن ماجه (۴۸۷/۱) کتاب الجنائز: باب: من الصلاة علی اهل القبلة، حدیث (۱۵۲۳)، و احمد (۸/۲)۔

انہوں نے اللہ اوراس کے رسول کا انکار کیا جبکہ فسق (نافرمانی) کی حالت میں وہ مرے ہیں۔آپ ان (منافقوں) کے لیے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں۔اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی بخشش کی دعا کریں گے تو اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

سورۃ توبہ کی آیت ۸۴ کا شان نزول:

ان دونوں آیات کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ان کا اختصار یہ ہے کہ سرزمین مدینہ منورہ میں اہل کتاب اور مسلمانوں کے علاوہ ایک گروہ منافقین کا بھی موجود تھا۔یہ گروہ بارہ افراد پر مشتمل تھا جو ہمہ وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف گندی زبان استعمال کرتا تھا۔اس کا رئیس عبداللہ بن ابی تھا۔ابوجہل لعین کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی طرح عبداللہ بن ابی کا بیٹا ''عبداللہ'' بھی پکا اور سچا مسلمان تھا۔غزوہ تبوک سے واپسی پر رئیس المنافقین فوت ہو گیا۔اس کا بیٹا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میرے باپ کے کفن میں شامل کرنے کے لیے اپنا کرتا مبارک عنایت فرمادیں۔آپ نے از راہ شفقت اسے کرتا عنایت کر دیا۔دوسری یہ التجا کی کہ ان کی نماز جنازہ بھی آپ پڑھائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بھی تیار ہو گئے' کیونکہ ابھی تک ان کی نماز جنازہ پڑھانے کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔تاہم سورۃ توبہ کی آیت اسی (۸۰) نازل ہو چکی تھی، جس میں منافقین کے لیے دعا بخشش کرنے یا نہ کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آزاد رکھا گیا تھا۔جب آپ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا وعدہ کر لیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اصرار کی حد تک نماز جنازہ نہ پڑھانے کے بارے میں عرض کرتے رہے۔آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان پر تشریف لے گئے۔اس موقع پر سورۃ توبہ کی آیت چراسی (۸۴) نازل ہوئی جس میں منافقوں، مشرکوں اور کافروں کی نماز جنازہ پڑھنے، ان کے لیے استغفار کرنے اور ان کے کفن دفن میں حصہ لینے سے بھی منع کر دیا گیا۔

سوال: اسلامی تعلیمات کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ بھی عبادت سے کم نہیں ہے۔دریافت طلب یہ امر ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد منافقین کو جہاد میں شریک ہونے سے منع کیوں کیا گیا تھا؟

جواب: منافقین کا مسلمانوں کے ساتھ معاونت ومطابقت کا معاملہ مخالفت کی صورت میں سامنے آیا بالخصوص غزوہ تبوک کے موقع پر یہ گروہ مختلف بہانے بنا کر مسلمانوں سے پیچھے رہ گیا اور گھروں میں بیٹھا رہا۔مسلمانوں کی واپسی پر یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مختلف حیلوں اور بہانوں سے جہاد میں عدم شرکت کے عذر پیش کرنے لگے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ہمدردانہ رویہ ترک کرنے، بائیکاٹ کرنے اور انہیں آئندہ جہاد میں شریک ہونے سے ممانعت کا حکم نازل کیا۔اس ممانعت سے مقصود محض ان سے علیحدگی، عدم موافقت اور اظہار نفرت تھا۔علاوہ ازیں مسلمانوں کو تاکیداً حکم دیا گیا کہ وہ منافقین کی نماز جنازہ نہ پڑھیں، ان کے کفن دفن میں حصہ نہ لیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت سے اجتناب کریں۔

عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی وجوہات:

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مدینہ طیبہ میں منافقین کا گروہ بارہ افراد پر مشتمل تھا، جن کا قائد رئیس المنافقین عبداللہ

بن ابی تھا۔ اس کے مرنے پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق نہ صرف اس کے کفن کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا عنایت فرمایا تھا بلکہ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی۔ سوال یہ ہے کہ اس کی منافقت واضح ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ اس کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) خواہ عبداللہ بن ابی منافق بلکہ رئیس المنافقین تھا لیکن وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرتا، روزے رکھتا اور دیگر اسلامی معمولات بجالاتا تھا۔ اس طرح وہ بظاہر مسلمان تھا اور ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۲) اس کا بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پکا سچا مسلمان اور عاشق رسول تھا، اس کی حوصلہ افزائی فرمانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

(۳) رئیس المنافقین کی قوم کے ساتھ حسن سلوک اور تالیف القلوب کے پیش نظر نماز جنازہ پڑھائی گئی جس کے نتیجہ میں اس کی قوم کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔

(۴) ابتداً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین اور کفار کے ساتھ جہاد کا حکم دیا گیا تھا اور منافقین کے بارے میں ابھی واضح حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

(۵) جس شخص کا دین کے ساتھ معمولی سا بھی تعلق تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ مشفقانہ رویہ اختیار فرماتے تھے تاکہ کفار و مشرکین کو یہ بات کہنے کا موقع نہ ملے کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔

(۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا کرتا عبداللہ بن ابی کے عذاب میں ہرگز تخفیف نہیں کرے گا لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اس وجہ سے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے۔

مشرکین کے لیے دعائے استغفار کی ممانعت کے باوجود عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی وجوہات:

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار و مشرکین کے لیے استغفار کرنے کی واضح ممانعت ہجرت سے قبل فرمادی تھی، عبداللہ بن ابی کی وفات ۹ھ میں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کے نو سال بعد عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟

جواب: (۱) ایسے استغفار کی ممانعت کی گئی تھی جس کا مقصد مغفرت کا حصول ہو لیکن عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ یا استغفار کا مقصد مغفرت کا حصول نہیں تھا بلکہ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دلجوئی اور اس کی قوم کی تالیف القلوب مقصود تھی۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اختیار دیا گیا تھا جبکہ نماز جنازہ میں بھی استغفار کرنا ہی مقصود ہوتا ہے۔

(۳) استغفار کرنے کی ممانعت سے مراد اس شخص کے حق میں ہے جو حالت شرک میں مرا ہو اور یہ ممانعت اس کو شامل نہیں ہے جو اظہار دین کرتا ہوا مرا ہو۔

عبداللہ بن ابی کے حق میں استغفار کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کے منافی نہ ہونا:

قرآن کریم میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ستر بار یا اس سے بھی زائد مرتبہ مغفرت کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ سوال یہ ہے کہ آپ کی دعا کی عدم قبولیت آپ کی شان محبوبیت کے منافی تو نہیں ہے؟

اس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کے منافی تو تب ہو جب استغفار سے مراد حصول مغفرت ہو لیکن یہاں استغفار سے مراد تالیف القلوب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دلجوئی ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّـآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (الکہف:۲۹)

''آپ فرمادیں کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔ بیشک ہم نے ظالم لوگوں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے، جس کی چار دیواری ان کو گھیرے ہوئے ہے''۔

اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ایمان اختیار کرنے کی طرح کفر اختیار کرنے کی بھی اجازت حاصل ہے حالانکہ کفر اختیار کرنے کی صورت میں عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت ماقبل آیت سے اس طرح مربوط ہے کہ مال دار مشرکین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ فقراً کو اپنے پاس سے بھگا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا: آپ ان کی طرف التفات نہ فرمائیں اور ان لوگوں سے یہ کہیں کہ دین حق اللہ کی طرف سے ہے، اگر تم نے اس کو قبول کر لیا تو تم کو نفع ہوگا اور اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا تو تم کو نقصان ہوگا۔ یہ جو فرمایا ہے: ''جو پسند کرے کفر کرے'' قرآن کریم میں کثیر مقامات میں امر کا لفظ طلب فعل کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: اس جگہ امر کا صیغہ تہدید اور وعید کے لیے استعمال ہوا ہے تخییر کے لیے نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۸۴)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

اس آیت میں امر اور تخییر اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ یہاں مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان مالدار کافروں کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور کفر کا حکم دینا مراد نہیں ہے بلکہ یہ ان کو رسوا کرنے سے کنایہ ہے۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۶۷)

میت کی تدفین کے بعد قبر پر ذکر الٰہی کرنے سے اذان بر قبر پر استدلال ہونا:

میت کی تدفین کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر ٹھہرتے تھے اور میت کے حق میں دعا کرتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ اسے منکر ونکیر کے سوالات کے جواب میں ثابت قدم رکھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میت کی تدفین سے فراغت پر اس کی قبر پر رکے رہتے تھے اور فرماتے تھے: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت

قدم رہنے کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی میت کو اپنے ہاتھ کے ساتھ قبر میں اتارا، پھر ان کی قبر پر مٹی ہموار کردی۔ آپ نے کہا: سبحان اللہ! ہم بھی تادیر سبحان اللہ! کہتے رہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ تادیر سبحان اللہ کیوں کہتے رہے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: نیک آدمی پر قبر تنگ ہوگئی تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کشادہ کردی۔ (مسند احمد، ج ۱ص ۳۶۰)

اس روایت سے علماء نے اذان برقبر کے بارے میں استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ قبر پر استغفار کرنا بھی ذکر الٰہی ہے اور اذان بھی ذکر الٰہی ہے، لہٰذا اس مفہوم کے اعتبار سے دونوں ہم معنی ہیں۔

سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر استدلال:

زیر بحث آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مشرک کی قبر پر کھڑا ہونے سے منع کیا گیا۔ روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر انور کی زیارت کی اجازت طلب کی جو آپ کو دے دی گئی۔ اگر بالفرض وہ مشرکہ ہوتیں تو اجازت ہرگز نہ ملتی۔ علاوہ ازیں حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا توحید پر تھیں اور بذریعہ وحی آپ کو اس کی صحت سے مطلع کیا گیا تھا۔ یہ اعتراض درست نہیں ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ توحید پر ہوتیں اور مشرکہ نہ ہوتیں تو طلب اجازت کے بغیر آپ ان کی قبر پر تشریف لے جاتے۔ آپ کے اجازت طلب کرنے میں دراصل حکمت اپنے علم کو مقرر اور ثابت کرنا تھا۔ (روح المعانی ج ۱۰ص ۱۵۵)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عبداللہ بن ابی کے کفن کے لیے قمیص عطا کرنے کی وجوہات:

زیر بحث حدیث میں مذکور ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی وفات پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور کفن قمیض عطا کی گئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کفن کے لیے اپنی قمیص کیوں عنایت کی جبکہ اس کا نفاق بھی کھلا ہوا تھا؟ اس عنایت کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی طرح رئیس المنافقین کا بیٹا عبداللہ بھی مسلمان، صحابی رسول اور نہایت مخلص تھا جس کی دلجوئی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا عنایت کیا تھا۔

(۲) صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی طرف سے عبداللہ بن ابی کو عمرہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی لیکن اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرتے ہوئے عمرہ کرنے سے انکار کردیا تھا تاکہ اس کا بدلہ ہو جائے۔

(۳) اس موقع پر قمیص دینے سے انکار کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے منافی تھا، کیونکہ آپ کی طرف سے کسی سائل کو محروم نہیں کیا گیا تھا۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ خصوصی حکم نازل ہو چکا تھا: وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ (الضحیٰ

:۱۰)''آپ سائل کو نہ جھڑکیں''۔اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے آپ نے قمیض عنایت کرنے سے انکار نہ کیا۔

(۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی سوال کیا گیا، آپ نے اس سے انکار نہ فرمایا بشرطیکہ وہ چیز آپ کے پاس موجود ہوتی۔

(۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ دراز قد تھے، غزوہ بدر کے موقع پر انہیں عبداللہ بن ابی کی قمیض کے سوا کسی کی قمیض پوری نہیں آتی تھی، عبداللہ بن ابی نے اپنی قمیص اتار کر انہیں پیش کردی تھی۔ اس کے مرنے پر اس کے کفن کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں کرتا عنایت کردیا تھا تاکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیئے ہوئے کرتے کا بدلہ ہو جائے۔

اس سلسلے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر عباس اور دوسرے قیدی پیش کیے گئے۔ عباس پر کپڑا نہیں تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کرتا تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن عبداللہ بن ابی کے علاوہ کسی کا کرتا ان کے ناپ کا نہیں تھا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی کی قمیص لے کر انہیں پہنا دی۔ یہ قمیص اتار کر پیش کرنا، عبداللہ بن ابی کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان تھا، اس کے مرنے پر اس کے کفن میں شامل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا عنایت کرکے اس کا بدلہ اتار دیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۰۰۸)

(۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس کے عذاب کو دور نہیں کرسکتی، مجھے یقین ہے اس کے قبیلہ کے لوگ اسلام قبول کریں گے۔ چنانچہ اس احسان کے نتیجہ میں ایک ہزار آدمی کفر سے تائب ہوکر اسلام میں د[اخل ہوئے]

(۸) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار خصوصیات سے نوازا گیا تھا، ان میں سے ایک یہ بھی کہ آپ کی زبان اقدس سے کبھی لفظ "لا" (حرف نفی، انکار) جاری نہیں ہوا تھا خواہ سائل مسلم ہوتا یا غیر مسلم۔

3024 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ اَبِیْ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ تَمَارٰی رَجُلَانِ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ فَقَالَ رَجُلٌ هُوَ مَسْجِدُ قُبَاءَ وَقَالَ الْاٰخَرُ هُوَ مَسْجِدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ مَسْجِدِیْ هٰذَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ عِمْرَانَ بْنِ اَبِیْ اَنَسٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ مِّنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ وَرَوَاهُ اُنَيْسُ بْنُ اَبِیْ يَحْيٰی عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ

3024۔ اخرجه مسلم (۱۰۱۵/۲): كتاب الحج: باب: بيان ان المسجد الذى اس على التقوى۔، حديث (۱۳۹۸/۵۱۴)، والنسائى (۳۶/۲): كاب المساجد: باب: ذكر المسجد الذى اسس حديث (۶۹۷)، و احمد (۸/۳) وابن ابى شيبة (۳۷۲/۲) و الحاكم (۳۳۴/۲) عن و كيع عن اسامة بن زيد و ابن حبان فى (صحيحه) (۴۸۳/۴): كتاب الصلاة: باب: المساجد، حديث (۱۶۰۶).

سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، دوآدمیوں کے درمیان اس مسجد کے بارے میں بحث ہوگئی جس کی بنیاد پہلے دن تقویٰ پر رکھی گئی تھی (کہ اس سے مراد کون سی مسجد ہے؟) ایک شخص نے کہا: اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ دوسرے نے کہا: اس سے مراد مسجد نبوی ﷺ ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد میری مسجد ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اور عمران بن ابوانس سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیگر سند سے بھی منقول ہے۔

انیس بن ابویحییٰ نامی راوی نے اپنے والد کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔

3025 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ اَبِىْ مَيْمُوْنَةَ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِىْ اَهْلِ قُبَاءَ (فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ) قَالَ كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْمَاءِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

''اس میں وہ لوگ ہیں جو اچھی طرح سے پاکیزگی حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

راوی بیان کرتے ہیں: وہ لوگ پانی کے ذریعے استنجاء کیا کرتے تھے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوایوب انصاری، حضرت انس بن مالک اور حضرت محمد بن عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3025- اخرجه ابوداؤد (۱۱/۱) كتاب الطهارة: باب : الاستنجاء بالماء، حديث (٤٤)، وابن ماجه (۱۲۸/۱): كتاب الطهارة و سننها: باب: الاستنجاء بالماء، حديث (۳۵۷).

شرح

اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کا مصداق:

ارشاد خداوندی ہے:

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ (التوبۃ:۱۰۸)

''(اے محبوب!) آپ ان (مسجد ضرار) میں ہرگز کھڑے نہ ہوں، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روز اول سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے یعنی مسجد قبا اس لائق ہے کہ آپ اس میں تشریف فرما ہوں۔ اس میں ایسے لوگ موجود ہیں جو طہارت کامل کو پسند کرتے ہیں۔ خوب پاک وصاف لوگوں کو اللہ پسند کرتا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر وتوضیح احادیث باب میں کی گئی ہے۔ پہلی حدیث باب کا مصداق مسجد نبوی اور دوسری حدیث کا مصداق مسجد قبا ہے۔

سوال: احادیث باب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پہلی حدیث کا مصداق مسجد قبا اور دوسری روایت کا مصداق مسجد نبوی ہے، اس طرح ان دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: حقیقت میں دونوں روایات میں تعارض نہیں ہے، وہ اس طرح کہ کے شان نزول کے اعتبار سے اس آیت کا مصداق مسجد قبا ہے اور الفاظ کے عموم کے اعتبار سے اس کا مصداق مسجد نبوی بلکہ دنیا کی ہر مسجد مراد ہے' جس کی بنیاد حسن نیت اور تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

آیت اور احادیث کا اختصار یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں سے دریافت فرمایا: آپ لوگوں نے پاک وصاف ہونے کا کون سا طریقہ اختیار کر رکھا ہے' جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے کوئی خاص معمول یا طریقہ اختیار نہیں کر رکھا بلکہ استنجاء کے وقت ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی بھی استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پس یہی بات ہے' جس وجہ سے تمہاری تعریف کی گئی ہے، لہٰذا تم اس کا التزام کرو''۔

مسجد نبوی اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی فضیلت:

مسجد نبوی اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے فوائد وفضائل احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے اپنے گھر نماز ادا کی اسے ایک نماز کا ثواب عطا کیا جاتا ہے، جس نے محلہ کی مسجد میں نماز ادا کی اسے پچیس نمازوں کا ثواب دیا جاتا ہے، جو جامع مسجد

میں نماز پڑھتا ہے اسے پانچ سو نمازوں کا ثواب ملتا ہے، جو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھتا ہے اسے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب دیا جاتا ہے، جس نے میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھی اسے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جس نے مسجد حرام میں نماز ادا کی اسے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۴۱۳)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں اس طرح چالیس نمازیں ادا کیں کہ ان میں سے کوئی فوت نہ ہو، اس کے لیے آگ سے نجات، عذاب سے نجات اور نفاق سے نجات لکھی جاتی ہے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۲۱)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے اور میرا منبر حوض پر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۵۲۴۳)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۷)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری وفات کے بعد حج کر کے میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۳۴۹۷)

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ (کتاب المجروحین لابن حبان ج ۳ ص ۷۳)

مسجد قبا کی فضیلت:

مسجد اقصیٰ، مسجد حرام اور مسجد نبوی کی طرح مسجد قبا کی فضیلت بھی احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ میں مسجد قبا میں تشریف لے جاتے تھے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی معمول تھا۔

(۲) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہل قبا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے مسجد تعمیر ہونی چاہیے۔ آپ نے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا: تم لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو اور وہ اونٹنی پر سوار ہو، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اونٹنی پر سوار ہوئے جبکہ اونٹنی نے کوشش کی لیکن وہ اٹھ نہ سکی۔ وہ آ کر اپنی جگہ میں بیٹھ گئے۔ پھر حسب حکم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار ہوئے، اسے اٹھا کر چلانے کی کوشش کی لیکن وہ چلانے میں کامیاب نہ ہو سکے پھر وہ بھی واپس آ کر بیٹھ گئے۔ بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اونٹنی پر سوار ہوئے اور اسے اٹھا کر چلانے میں کامیاب ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اونٹنی کی مہار ڈھیلی چھوڑ دو تا کہ وہ آسانی سے گھوم سکے اور جہاں تک اونٹنی گھومے وہاں تک مسجد بناؤ کیونکہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۲۰۳۳)

(۳) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد قبا میں نماز کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۴۱۱)

مسجد ضرار کی مذمت:

خواہ تعمیر مسجد کا مقصد مسلمانوں میں اجتماعیت واتحاد اور عبادت وریاضت ہوتا ہے لیکن تاریخ میں ایک مسجد ایسی بھی تعمیر کی گئی تھی جس کا مقصد مسلمانوں میں افتراق وانتشار کی فضا قائم کرنا اور شیطان کو خوش کرنا تھا۔ اس مسجد کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے اور اس کا نام ''مسجد ضرار'' تھا جو مدینہ طیبہ میں منافقوں نے تعمیر کی تھی۔ یہ مسجد منافقین نے جمعۃ المبارک کے دن مکمل کی تھی۔ انہوں نے تین ایام تک جمعہ، ہفتہ اور اتوار نمازیں پڑھیں جبکہ پیر کے دن یہ مسجد گرادی گئی تھی۔

منافقوں نے جب یہ مسجد مکمل کی تو بزعم خویش افتتاح کرانے کے لیے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کے خطرناک منصوبہ سے بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا تھا اور اس مسجد میں جانے اور نماز پڑھانے سے منع کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں اس مسجد کی تعمیر کے مذموم مقاصد سے بھی آپ کو مطلع کر دیا گیا کہ یہ مسجد مسلمانوں میں انتشار پھیلانے، اللہ ورسول کے خلاف لڑنے والوں کے لیے کمین گاہ کے طور پر استعمال کرنے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائی گئی ہے۔

پانی سے استنجاء کرنے کی اہمیت:

پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت استنجاء صرف ڈھیلوں یا صرف پانی سے یا دونوں سے کیا جا سکتا ہے۔ استنجاء کے وقت ڈھیلوں اور پانی دونوں کا استعمال کرنا افضل ہے۔ اس کی اہمیت وفضیلت زیر بحث آیت میں بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس بارے میں احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت (التوبۃ: ۱۰۸) اہل قبا کے حق میں نازل ہوئی اور وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ ج ۱ص ۱۰۵)

(۲) حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے یوں فرمایا: میں نے اللہ سے سنا ہے کہ وہ تمہاری طہارت حاصل کرنے کی تعریف کرتا ہے، تم لوگ کس طرح طہارت حاصل کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! ہمیں اس بارے میں زیادہ علم تو نہیں ہے مگر ہمارے ہمسائے بیت الخلاء سے فارغ ہو کر اپنی سرینوں کو پانی سے خوب صاف کرتے ہیں اور ہم بھی ان کی طرح طہارت حاصل کرتے ہیں۔ (المستدرک للحاکم ج ۱ص ۱۵۵)

3026 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِى الْخَلِيْلِ كُوْفِىٌّ عَنْ عَلِىٍّ قَالَ

3026- اخرجه النسائى (٤/ ٩١): كتاب الجنائز: باب: النهى عن الاستغفار للمشركين حديث (٢٠٣٦)، و احمد (١/ ٩٩، ١٣٠) من طريق ابى الخليل عن على رضى الله عنه

متن حدیث: سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْهِ وَهُمَا مُشْرِكَانِ فَقُلْتُ لَهُ أَتَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْكَ وَهُمَا مُشْرِكَانِ فَقَالَ أَوَلَيْسَ اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَهُوَ مُشْرِكٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے ایک شخص کو سنا جو اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کر رہا تھا حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے تو میں نے اس سے کہا: کیا تم اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہو حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے؟ تو اس نے کہا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے دعائے مغفرت نہیں کی تھی؟ حالانکہ وہ بھی مشرک تھا۔ میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

''نبی کے لیے اور اہلِ ایمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کریں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اس بارے میں سعید بن مسیب نے اپنے والد کے حوالے سے' حدیث نقل کی ہے۔

شرح

کفار و مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی ممانعت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○ (التوبۃ: ۱۱۳، ۱۱۴)

''نبی اور مومنوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں جبکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ جہنمی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے عرفی باپ کے لیے استغفار کرنا اس وعدہ کی بنا پر تھا جو انہوں نے کیا تھا۔ جب ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے' تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔ بیشک ابراہیم بہت نرم دل بہت بردبار تھے''۔

ان آیات کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام جب عازم ہجرت ہو کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہونے لگے تو اپنے عرفی باپ سے یہ بات کہی کہ میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔ یہ دعا ان کی ظاہری زندگی میں کرنے کا وعدہ تھا۔ کافر کے حق میں ظاہری زندگی میں استغفار کرنے کا مطلب اس کی ہدایت اور صراط مستقیم پر آنا ہے۔ اس طرح کی دعا آج بھی کی جا سکتی ہے۔ جب کسی مشرک کی وفات حالت کفر و شرک میں ہو جائے

تو اس کے حق میں دعا کرنا منع وحرام ہے' کیونکہ دنیا سے جانے کے بعد اس کی مغفرت وبخشش کا معاملہ ختم ہو گیا بلکہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرک کے حق میں دعا واستغفار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اپنے اعزا واقارب کے حق میں استغفار کرتے تھے، انہیں اس سے منع کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں پہلا واقع ابوطالب کا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے منع نہ کیا جائے گا میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا' اس موقع پر یہ دونوں آیات نازل ہوئیں۔

ابوطالب کے ایمان کا مسئلہ:

والد گرامی حضرت عبداللہ پیدائش سے قبل انتقال فرما گئے۔ چھ سال کی عمر میں والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، آٹھ سال کی عمر ہونے پر دادا جان عبدالمطلب کا وصال ہوا پھر تا دیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کی زیر کفالت رہے۔ اعلان نبوت کے وقت بھی ابوطالب بقید حیات تھے۔ لوگوں بالخصوص قریش کی طرف سے بے حد مخالفت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے اور آپ کی معاونت بھی۔ ایک دفعہ کفار مکہ اور قریش مکہ ابوطالب کے پاس آئے اور بطور شکایات کہا: آپ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں کہ وہ ہمارے خداؤں، معبودوں اور مذہب کی مخالفت نہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہونے پر ابوطالب نے کفار کے خداؤں کی مخالفت نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پر جوش اعلان کیا: اے چچا! قسم بخدا اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے تو پھر خاموشی اختیار کرنے کا کہا جائے تو میں اپنا پروگرام ہرگز ترک نہیں کروں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت اور دفاع کے حوالے سے ابوطالب کی خدمات مسلمہ ہیں لیکن ان کے ایمان کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھ کر وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی مسیب بن حزن کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ابوطالب کی وفات کے وقت ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں میں آپ کی اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کروں گا! ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ دونوں نے کلمہ طیبہ پڑھنے سے منع کرتے ہوئے کہا: اے ابوطالب! کیا آپ عبدالمطلب کی ملت کو ترک کرنا پسند کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! جب تک اللہ تعالیٰ مجھے منع نہ کر دے میں آپ کے حق میں استغفار کرتا رہوں گا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ الخ نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۳)

اس سے ماقبل آیات میں بقید حیات کفار اور منافقین کے حق میں استغفار کرنے کی ممانعت کی گئی تھی جبکہ اس آیت میں مردہ کفار کے حق میں استغفار کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

سوال: اس آیت کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے، درست نہیں ہے' کیونکہ ابوطالب کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی جبکہ سورۃ توبہ مدنی زندگی کے آخر میں نازل ہوئی تھی؟

جواب: (ا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حسب وعدہ قبل از ہجرت سے لے کر مدنی زندگی کے آخری مہینوں تک استغفار کرتے رہے ہوں۔ پھر یہ آیت نازل ہونے پر استغفار ترک کر دیا ہو۔

(۲) سورۃ توبہ کے مدنی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی اکثر آیات بعد از ہجرت اور مدینہ میں نازل ہوئی ہوں جبکہ بعض آیات قبل از ہجرت اور مکی زندگی میں نازل ہوئی ہوں۔

ایمان ابی طالب کے حوالے سے ایک اعتراض اور اس کا جواب:

ایمان ابی طالب کے حوالے سے ایک اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جب ابوطالب کا آخری وقت آیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: اے چچا! لا الہ الا اللہ پڑھ لو میں قیامت کے دن آپ کے حق میں شفاعت کروں گا؟ انہوں نے جواب میں کہا: اے بھتیجے! اگر میرے بعد خاندان کے لوگوں کی طرف سے آپ پر یہ طعنہ نہ ہوتا کہ ابوطالب نے موت کے خوف سے کلمہ پڑھ لیا تھا تو میں ضرور کلمہ پڑھ لیتا اور کلمہ بھی آپ کو خوش کرنے کے لیے پڑھتا۔ یہ بات کہہ کر ابوطالب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ دنیا سے رخصت ہوتے وقت ان کے ہونٹوں نے حرکت کی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کان لگا کر سنا پھر اعلان کیا: قسم بخدا! یارسول اللہ! آپ جو کلمہ پڑھانا چاہتے تھے، انہوں نے پڑھ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: میں نے نہیں سنا۔ (سیرت ابن ہشام ج۱ص ۲۳۸)

اس حدیث کے کئی جواب دیئے گئے ہیں:

(۱) اس روایت کا راوی مجہول ہے' جس وجہ سے یہ قابل استدلال نہیں ہے۔

(۲) یہ روایت اس زمانہ سے متعلق ہے جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے

(۳) اس روایت کے آخری حصہ میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا: میں نے نہیں سنا۔

(۴) یہ روایت اس صحیح روایت سے متصادم ہے جو بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کی آخرت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے انہیں دیکھا کہ وہ ٹخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۸۸۳، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۰۹)

فائدہ نافعہ: امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان ابی طالب اور مسئلہ ایمان یزید بن معاویہ پر سکوت ہے یعنی ہم انہیں کافر یا صاحبان ایمان نہیں کہیں گے بلکہ خاموشی اختیار کریں گے۔

سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے حوالے سے ایک اعتراض اور اس کا جواب:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے حوالے سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ ایماندار نہیں بلکہ مشرکہ تھیں

(معاذ اللہ) اور اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا جاتا ہے۔ وہ روایت یوں ہے کہ ایک دفعہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں قبرستان گئے، آپ نے ہمیں بیٹھنے کا حکم دیا تو ہم بیٹھ گئے۔ آپ چند قبور کے پاس سے گزر کر ایک قبر کے پاس پہنچے اور وہاں تا دیر دعا کرتے رہے، پھر آپ رونے لگے اور آپ کی آواز سن کر ہم بھی رونے لگے۔ پھر آپ ہمارے پاس آئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا! یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے رونے پر مجبور کیا اور آپ کو دیکھ کر ہم بھی گھبرا کر رونے لگے تھے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: آپ لوگوں نے جس قبر کے پاس مجھے مناجات کرتے ہوئے ملاحظہ کیا تھا، وہ میری والدہ آمنہ بنت وہب کی قبر تھی، میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کی قبر انور کی زیارت کی اجازت طلب کی جو مجھے دے دی گئی۔ پھر میں نے ان کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی جس کی مجھے اجازت نہ دی گئی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: نبی اور مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں خواہ ان کے رشتہ دار و اقارب ہوں"۔ پس بیٹے کے دل میں اپنی والدہ کے بارے میں جو رقت ہوتی ہے وہ میرے دل میں اپنی والدہ کی پیدا ہوئی جس وجہ سے میں نے رونا شروع کر دیا تھا۔ (المستدرک للحاکم ج۲ص۳۳۶)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وہب (رضی اللہ عنہا) مشرکہ تھیں اور مسلمان نہ تھیں۔ (معاذ اللہ) اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) اس آیت کا صحیح شان نزول ابوطالب کے حق میں بیان ہوا ہے، جس کی تفصیل سطور مذکورہ میں گزر چکی ہے جو بخاری و مسلم کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے۔

(۲) اس روایت کی سند میں ابن جریج مدلس اور ایوب بن ہانی ضعیف ہیں، جس وجہ سے یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

(۳) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک قبرستان میں نہیں تھی بلکہ ابواء مقام پر ایک ہی تھی۔

(۴) جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت نہ ملنے کا تعلق ہے اس بارے میں صحیح اور قابل استدلال روایت درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی تو آپ روئے اور پاس والے لوگ بھی رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت طلب کی جو مجھے دے دی گئی۔ پھر میں نے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی جو مجھے نہ دی گئی۔ پس تم لوگ زیارت قبور کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۲۳۴)

اس روایت میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت دی گئی لیکن استغفار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ استغفار کرنا معصیات کو مستلزم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کو گناہگار لوگوں میں شمار کیا جائے پھر گناہوں کی معافی کے لیے استغفار و مناجات کی ضرورت پیش آئے۔

مشرکین کے حق میں دعا مغفرت کرنے کی وجوہات:

مستشرقین، مشرکین اور کفار کی طرف سے اسلام پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ شدت پسند مذہب ہے' جس کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کے لیے استغفار و دعا کرنی چاہیے جبکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار و مشرکین کے حق میں استغفار و دعا کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے پروردگار! میری قوم کی مغفرت کر' کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (مجمع الزوائد ج۶ص ۱۱۷)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دانتوں میں سے ایک نچلا دانت شہید ہوگیا اور آپ نے اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر' کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (مجمع الزوائد ج اص ۴۴۱)

(۳) ایک مشہور روایت میں ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر جب کفار روانہ ہوگئے اور مسلمان خواتین مجاہدین کی معاونت کے لیے آئیں، ان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ انہوں نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی حالت میں دیکھا تو آپ سے لپٹ گئیں اور پانی سے زخم صاف کرنے لگیں جبکہ خون مسلسل بہہ رہا تھا۔ انہوں نے چٹائی کا ایک حصہ جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی تو خون بند ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم پر بہت غضبناک ہوگا جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو زخمی کر دیا۔ پھر آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما، کیونکہ یہ جانتے نہیں ہیں۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۳۷۳)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں اپنی طرف سے نہیں کیں بلکہ انبیاء سابقین کی طرف سے بطور حکایت یا نقل فرمائی ہیں۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: گویا میں اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ انبیاء سابقین میں سے اس نبی کی حکایت کر رہے تھے جس کو ان کی قوم نے نقصان پہنچایا تھا۔ آپ اپنے چہرہ انور سے خون صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر، کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (مسند احمد، ج اص ۴۳۲)

دوسرا جواب یہ ہے کہ مردہ کفار و مشرکین کے حق میں دعا کرنا منع ہے، کیونکہ ان کے کفر و شرک کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوتا ہے۔ تاہم بقید حیات مشرکین و کفار کے حق میں استغفار و دعا کرنا جائز ہے' کیونکہ ایسی دعا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں حق کی طرف آنے اور ہدایت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے جواز میں اب بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بقید حیات کفار و مشرکین کے بارے میں دعا کی تھی نہ کہ مردہ کفار کے لیے۔

زندہ کفار و مشرکین کے حق میں استغفار و دعا کرنے کا جواز:

بقید حیات کافر والدین، اساتذہ، دوست واحباب اور عزیز و اقارب کے حق میں استغفار و دعا کرنا جائز ہے لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کے بارے میں استغفار و دعا کرنا منع ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مسلمان اپنے مردوں کے حق میں استغفار کیا کرتے تھے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے مردوں کے بارے میں استغفار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ انہیں زندہ مشرکین کے حق میں استغفار کرنے سے منع نہیں کیا گیا، حتیٰ کہ وہ دنیا سے رخصت ہو جائیں۔

بقید حیات مشرکین کے بارے میں استغفار کرنے کے بارے میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ثقیف کے تیروں نے بھون کر رکھ دیا ہے، آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ آپ نے جواب دیا: اے پروردگار! ثقیف کو ہدایت عطا کر۔ (مسند احمد، ج ۲ ص ۳۴۳)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ طفیل اور اس کے ساتھیوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! دوس نے کفر اختیار کر لیا اور اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، آپ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ پس کہا گیا اب دوس ہلاکت کا شکار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت عطا کر اور ان کو یہاں لے آ"۔ (دلائل النبوت ج ۲ ص ۷۹)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما! پھر آئندہ صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ (مسند احمد، ج ۲ ص ۹۵)

آذر کے حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کرنے کی وجہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مردہ مشرکین کے بارے میں استغفار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے عرفی باپ آذر کے حق میں استغفار کیا تھا لیکن جب اس کے بارے میں انکشاف ہو گیا کہ وہ اسلام قبول نہیں کرے گا تو آپ اس سے بیزار ہو گئے تھے۔ آپ کو اس کے ایمان نہ لانے کی وجہ بذریعہ وحی معلوم ہوئی یا آذر کے کفر پر مرنے کے سبب۔

بروز قیامت آذر کی شفاعت کرنے کی وجہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے عرفی باپ آذر سے دنیا میں بیزار ہو گئے تھے لیکن قیامت کے دن ان کے حق میں شفاعت کریں گے۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے عرفی باپ آذر سے قیامت کے دن اس حالت میں ملاقات ہوگی کہ ان کا چہرہ خاک آلود اور سیاہ ہوگا۔ آپ ان سے فرمائیں گے کہ کیا میں آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کریں؟ آپ کے عرفی باپ کہیں گے کہ میں آج آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں قیامت کے دن کسی معاملہ میں شرمندہ نہیں کروں گا اور اس سے زیادہ شرمندگی کیا ہو سکتی ہے کہ میرے عرفی باپ جنت سے دور رہیں؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا: میں نے جنت کو کفار پر حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر حکم ہوگا: اے ابراہیم! آپ

ملاحظہ کریں کہ آپ کے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ آپ دیکھیں گے تو آذر مسخ شدہ گندگی میں بجو کی شکل میں ہوگا۔ پھر اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینکا جائے گا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۳۵۰)

سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس اصول سے لاعلم نہیں تھے کہ مشرکین کی مغفرت ناممکن ہے۔ پھر آپ نے اپنے عرفی باپ آذر کی قیامت کے دن شفاعت کیوں کریں گے جبکہ دنیا میں اپنے عرفی باپ سے بیزار بھی ہو گئے تھے؟

اس کے کئی جوابات ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے عرفی باپ آذر کی قیامت کے دن شفاعت نہیں کریں گے بلکہ عذر پیش کریں گے کہ کوئی مشرک جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے عرفی باپ آذر سے بیزار ہو گئے تھے، اس روایت میں دعا (شفاعت) کرنے سے مراد عذاب میں تخفیف کرنا ہے ورنہ آخرت میں مشرک کی مغفرت ناممکن ہے۔

3027 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا حَتّٰى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوكَ اِلَّا بَدْرًا وَّلَمْ يُعَاتِبِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرٍ اِنَّمَا خَرَجَ يُرِيدُ الْعِيرَ فَخَرَجَتْ قُرَيْشٌ مُغِيثِينَ لِعِيرِهِمْ فَالْتَقَوْا عَنْ غَيْرِ مَوْعِدٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَعَمْرِي اِنَّ اَشْرَفَ مَشَاهِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ لَبَدْرٌ وَّمَا اُحِبُّ اَنِّي كُنْتُ شَهِدْتُهَا مَكَانَ بَيْعَتِي لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حَيْثُ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ ثُمَّ لَمْ اَتَخَلَّفْ بَعْدُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوكَ وَهِيَ اٰخِرُ غَزْوَةٍ غَزَاهَا وَآذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِالرَّحِيلِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَحَوْلَهُ الْمُسْلِمُونَ وَهُوَ يَسْتَنِيرُ كَاسْتِنَارَةِ الْقَمَرِ وَكَانَ اِذَا سُرَّ بِالْاَمْرِ اسْتَنَارَ فَجِئْتُ فَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَبْشِرْ يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ بِخَيْرِ يَوْمٍ اَتٰى عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَمِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اَمْ مِنْ عِنْدِكَ قَالَ بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ تَلَا هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ (لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ) حَتّٰى بَلَغَ (اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ) قَالَ وَفِينَا اُنْزِلَتْ اَيْضًا (اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ) قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِي اَنْ لَّا اُحَدِّثَ اِلَّا صِدْقًا وَّاَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي كُلِّهِ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ

3027۔ اخرجه البخاری (۷۱۷/۷): كتاب المغازی: باب: حديث كعب بن مالك حديث (۴۴۱۸) مطولاً، طرفه من (۲۷۵۷، ۳۵۵۶، ۳۸۸۹،۔۔۔) و مسلم (۲۱۲۰/۴): كتاب التوبة: باب: حديث توبة كعب و صاحبه حديث (۲۷۶۹/۵۳) مطولاً، و ابوداؤد (۲۶۲/۲): كتاب الطلاق، باب: فيما عنی به الطلاق، حديث (۲۲۰۲)، (۲۷۸۱، ۳۳۱۷، ۱۷۷۳)۔ والنسائی (۱۰۴/۶): كتاب الطلاق: باب: طلاق العبد، حديث (۳۴۲۶) والحديث (۳۴۲۴، ۳۴۲۵)، وابن ماجه (۴۴۶/۱): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء في الصلاة، حديث (۱۳۹۳)، و احمد (۴۵۶/۳، ۴۵۹، ۴۵۵، ۴۵۴)، (۳۹۰/۶، ۳۸۷)۔

فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ فَقُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ قَالَ فَمَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ نِعْمَةً بَعْدَ الْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِي نَفْسِي مِنْ صِدْقِي رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ صَدَقْتُهُ أَنَا وَصَاحِبَايَ وَلَا نَكُوْنُ كَذَبْنَا فَهَلَكْنَا كَمَا هَلَكُوا وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَّا يَكُوْنَ اللّٰهُ أَبْلَى أَحَدًا فِي الصِّدْقِ مِثْلَ الَّذِي أَبْلَانِي مَا تَعَمَّدْتُ لِكَذِبَةٍ بَعْدُ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَّحْفَظَنِي اللّٰهُ فِيمَا بَقِيَ

اسنادِدیگر: قَالَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِخِلَافِ هٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَدْ قِيْلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَمِّهِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ كَعْبٍ وَّقَدْ قِيْلَ غَيْرُ هٰذَا وَرَوٰى يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ

◆◆ عبدالرحمٰن بن کعب اپنے والد (حضرت کعب بن مالک) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے جس بھی غزوہ میں شرکت کی ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی نبی اکرم ﷺ سے پیچھے نہیں رہا، یہاں تک کہ غزوہ تبوک کا موقع آ گیا' البتہ غزوۂ بدر میں' میں شریک نہیں ہوا تھا' لیکن نبی اکرم ﷺ نے ایسے کسی شخص پر بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تھا جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوا تھا' کیونکہ نبی اکرم ﷺ تو اصل میں قریش کے قافلے کے تعاقب میں نکلے تھے' اور قریش اپنے قافلے کی مدد کے لیے نکلے تھے' تو باقاعدہ کسی منصوبے کے بغیر ان کا سامنا ہو گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہ بات ارشاد فرمائی ہے' اور مجھے اپنی زندگی کی قسم! لوگ یہ سمجھتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے جن غزوات میں شرکت کی ان میں سب سے زیادہ فضیلت غزوۂ بدر کو حاصل ہے' لیکن بہرحال میری یہ خواہش نہیں ہے کہ شب عقبہ کی بیعت میں شرکت کرنے کی بجائے کاش میں غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہوتا (وہ شب عقبہ) جب ہم نے اسلام پر ثابت قدم رہنے کا عہد کیا تھا۔ اس کے بعد میں کبھی بھی کسی جنگ میں نبی اکرم ﷺ سے پیچھے نہیں رہا، یہاں تک کہ غزوہ تبوک کا موقع آ گیا اور یہ وہ آخری غزوہ ہے' جس میں نبی اکرم ﷺ نے شرکت کی۔

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو روانگی کا حکم دیا۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) اس کے بعد انہوں نے طویل حدیث نقل کی ہے۔

(آگے چل کر وہ یہ فرماتے ہیں)۔

میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے اردگرد مسلمان موجود تھے، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمک رہا تھا، جب آپ ﷺ کسی بات پر خوش ہوتے تھے' تو وہ اسی طرح چمکتا تھا، میں آیا اور آ کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے کعب بن مالک! تمہیں اپنی پیدائش کے بعد آنے والے سب سے بہترین دن کی مبارک ہو۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' یا آپ ﷺ کی طرف سے ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے ان آیات کی تلاوت کی:

''اللہ تعالیٰ نے نبی پر' مہاجرین پر اور انصار پر بڑا اکرم کیا' جنہوں نے تنگی کے موقع پر نبی کی پیروی کی''۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت یہاں تک تلاوت کی:

''بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

حضرت کعب بیان کرتے ہیں، یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

''اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''

حضرت کعب بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی، اے اللہ کے نبی ﷺ! میری توبہ میں یہ بات شامل ہے کہ اب میں جب بھی بات کروں گا' تو سچ بولوں گا' اور میں اپنا تمام مال صدقے کے طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس میں سے کچھ مال اپنے پاس رہنے دو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہوگا۔ تو میں نے عرض کی، خیبر میں جو میرا حصہ ہے میں اسے اپنے پاس رکھتا ہوں۔

حضرت کعب بیان کرتے ہیں، اسلام قبول کرنے کے بعد میرے نزدیک اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر سب سے بڑی نعمت یہ کی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سچ بولا۔ میں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سچ بولا اور میرے دو ساتھیوں نے بھی اور ہم جھوٹ بول کر ہلاکت کا شکار ہونے والوں میں شامل نہیں ہوئے' جیسا کہ دیگر لوگ ہو گئے تھے' اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کے حوالے سے' کسی بھی شخص کو اس طرح کی آزمائش میں مبتلا نہیں کیا جس طرح مجھے آزمائش میں مبتلا کیا۔ اس کے بعد میں نے کبھی بھی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ باقی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔

امام زہری کے حوالے سے' یہ روایت اس سے مختلف سند کے ساتھ منقول ہے۔

ایک قول کے مطابق یہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ایک قول اس سے مختلف ہے۔

یونس بن یزید نامی راوی نے اس روایت کو زہری کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مالک کے حوالے سے نقل کیا ہے: ان کے والد نے حضرت کعب بن مالک کے حوالے سے' انہیں یہ حدیث سنائی ہے۔

شرح

غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ کا واقعہ:

ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ

الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبۃ: ۱۱۷تا۱۱۹)

''بیشک اللہ نے نبی پر فضل کیا اور ان مہاجرین و انصار پر بھی جنہوں نے تنگی کے وقت نبی کی پیروی کی جبکہ اس کے بعد قریب تھا کہ ایک جماعت کے دل اپنی جگہ سے ہل جاتے پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ بیشک وہ ان پر، بہت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔ اس نے ان تین پیچھے رہنے والوں کی توبہ قبول کی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ زمین وسیع ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہوگئیں۔ انہوں نے اس بات کا یقین کر لیا تھا کہ ان کے لیے اللہ کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ پھر اس نے ان کی توبہ قبول کی تا کہ وہ اس پر ثابت قدم رہیں۔ بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔

ان آیات کی مختصر مگر جامع تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے توبہ قبول کرنے کی وجوہات:

غزوہ تبوک کے موقع پر بعض لوگوں نے حیلے بہانے بنا کر جنگ میں شرکت نہ کرنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی جو آپ نے عنایت فرما دی۔ اس سے ماقبل آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں خطاب ہوا تھا:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (التوبۃ: ۴۳)

''اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ان لوگوں کو (پیچھے رہنے کی) کیوں اجازت دی ہے''۔

اگر پہلے آپ کو منع کیا گیا ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت دینا مکروہ تنزیہی یا ترک اولیٰ یا ترک افضل ہوتا۔ اس مسئلہ کا اصل حل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر حال پر عمل کرنے کے پابند ہیں جبکہ باطنی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوتا ہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حضرمی اور ایک کندی شخص کے مابین فیصلہ کیا تو دونوں کی طرف سے یہی دعویٰ تھا کہ آپ نے میرے خلاف فیصلہ کیا ہے جبکہ حق میرا تھا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ظاہر کے مطابق عمل کرتا ہوں اور باطن اللہ کے سپرد کر دیتا ہوں۔ (تحفۃ الطالب بہ معرفت احادیث مختصر ابن حاجب ص ۱۴۵)

اس مقام پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد کی بنا پر اجازت دی تھی۔ اگر بالفرض اجتہادی خطا ہوتب بھی ایک نیکی کے حقدار قرار پاتے ہیں اور اجتہاد صواب کی صورت میں دو نیکیوں کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول کرنے سے مراد آپ کے درجات کی بلندی ہے۔ احکام باری تعالیٰ پر عمل کی غرض سے توبہ و استغفار کرنا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے: قسم بخدا! میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۲۵)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو،

کیونکہ میں ہر روز سو بار توبہ کرتا ہوں۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۰۸۱)

(۳) حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور میں اللہ سے ایک دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی، رقم الحادیث ۴۴۷)

فائدہ نافعہ: یہاں غفلت سے مراد امت کو وعظ و نصیحت، خورد و نوش اور دیگر عوارض بشریہ پیش آنے کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ کامل نہ رہنا ہے۔

سوال: توبہ و استغفار کرنا ارتکاب معصیت کو مستلزم ہوتا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں؟

جواب: اس شبہ کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار ہوتے ہیں لیکن کوشش کے باوجود کما حقہ عبادت نہیں کر پاتے اور اس تقصیر کے باعث اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

(۲) انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے گناہوں اور ان کی تعلیم کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

(۳) بتقاضائے بشریت خورد و نوش، غور و فکر، غزوات میں شرکت، امت سے گفت و شنید اور وظیفہ زوجیت وغیرہ امور میں شامل ہونے کے سبب اپنے عالی مرتبہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ نہ رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول کرنے سے مراد آپ پر فضل و کرم اور درجات و مراتب میں ترقی ہے۔

مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کرنے کی وجوہات:

توبہ و استغفار وہ شخص کرتا ہے جو معصیت کا مرتکب ہو، یہاں مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی توبہ قبول کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اس شبہ کے کئی جوابات ہیں:

(۱) غزوہ تبوک کا سفر پر مشقت اور پر صعوبت تھا، اس دوران میں مسلمانوں کو مختلف وساوس آتے تھے۔ جب کسی کے دل میں وسوسہ گزرتا تو وہ توبہ کرتا اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے دعا بھی کرتا، ان کی بکثرت توبہ کی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) اس سفر کے دوران میں مسلمانوں سے کچھ معصیات کا ارتکاب ہوا ہوگا جو مصائب و مشکلات برداشت کرنے کی وجہ سے اللہ کی طرف سے معاف فرما دیئے گئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نبی کی توبہ قبول کی اور ان مہاجرین و انصار کی بھی جنہوں نے نبی کی پیروی کی۔ حقیقت میں مہاجرین و انصار کے گناہ معاف کیے گئے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین میں عالی مرتبہ ہونے کی وجہ سے شامل کیا گیا ہے۔

(۳) انسان زندگی بھر لغزشوں، تسامح اور سہو کا شکار رہتا ہے جن کا تعلق صغائر یا ترک افضل اور خلاف اولیٰ سے ہے۔ غزوہ تبوک کے سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے سختیاں اور تکلیفیں برداشت کیں تو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا کہ یہ

مصائب و تکالیف ان کی لغزشوں اور تسامح وغیرہ کے لیے کفارہ بن گئیں۔ یہ تکالیف و مشکلات ان کے خلوص کے سبب توبہ کے قائم مقام ہو گئیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آیت کا مضمون بیان کر دیا جس میں نبی اور مہاجرین و انصار سب کو شامل کیا گیا ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۶۲)

غزوہ تبوک کی تنگی کی کیفیت:

آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کو بہت سی تکالیف اور مشکلات سے دو چار ہونا پڑا تھا لیکن ایسے حالات میں بھی انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض نہیں کیا تھا بلکہ پیروی کی جو ان کی شایان شان تھا۔ سوال یہ ہے کہ اس مقدس سفر میں مسلمانوں کو پیش آنے والی مشقتوں اور سختیوں کی تفصیل کیا ہے؟ اس کے جواب میں چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے سفر میں ہمیں مختلف مشکلات کا سامنا تھا مثلاً سواری، پانی اور زادراہ۔ سواری کی مشکل یہ تھی کہ ایک اونٹ پر دس مسلمان باری باری سوار ہوتے تھے۔ پانی کی مشکل اس حد تک تھی کہ اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی نچوڑ کر پیتے تھے' زادراہ کی مشکل اس حد تک تھی کہ گٹھلی چوس کر پھر پانی پی کر گزارا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ان کے پاس جلے ہوئے جوتے جوناک پکڑ کر منہ میں ڈالے جاتے تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۹۹)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں غزوہ تبوک کے سفر میں تھے، لوگوں کا زادراہ ختم ہو گیا حتیٰ کہ بعض مسلمانوں نے اپنی سواریوں کو ذبح کرنے کا قصد کر لیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگوں کے باقی ماندہ زادراہ کو جمع کر کے اس پر آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جس مسلمان کے پاس جو چیز بھی بطور زادراہ باقی تھی، وہ جمع کر لی گئیں۔ گٹھلی چوس کر پھر پانی پی کر لوگ گزارا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے بچے ہوئے زادراہ جمع کر کے ان پر دعا کی تو وہ پر ہو گئے۔ اس موقع پر آپ نے یوں دعا کی: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو شخص ان شہادتوں پر یقین رکھتے ہوئے اللہ سے ملاقات کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (البدایۃ والنھایۃ ج ۳ ص ۶۰۳)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ لشکر سے متعلق تنگی کی تفصیل بیان کریں؟ اس پر آپ نے فرمایا: ہم لوگ شدید گرمی کے موسم میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم ایسی جگہ ٹھہرے جہاں پانی نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں پیاس لگی، ہم نے خیال کیا کہ ہماری گردنیں ٹوٹ جائیں گی حتیٰ کہ ایک شخص دوسرے آدمی سے پانی طلب کرتا تو مایوسی کے علاوہ کوئی چیز حاصل نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ شخص اپنے اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی نچوڑ کر پیتا تھا اور باقی ماندہ اپنے سینہ پر ڈال لیتا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دعا کریں! آپ نے فرمایا: اے صدیق! آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ پانی چاہتے ہیں؟ جواب دیا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور ابھی ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ باران رحمت کا نزول شروع ہو گیا اور لوگوں نے اپنے برتن بھر لیے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۲۷)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار توبہ قبول کرنے کی وجہ:

مذکورہ بالا آیات پر ایک نظر ڈالی جائے تو ان میں تکرار معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت کے آغاز میں فرمایا: اللہ نے نبی کی توبہ قبول کی اور مہاجرین اور انصار کی۔ اس آیت کے اختتام میں بھی توبہ قبول کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد پھر فرمایا: اس نے ان کی توبہ قبول کی۔ اس طرح یہ تکرار ہے جو فصاحت و بلاغت کے منافی ہے جبکہ قرآن کریم کلام خداوندی اور فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عبارت میں تکرار ہرگز نہیں ہے اور ہر مضمون اپنی اپنی جگہ پر مناسب و برمحل اور فصاحت و بلاغت کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔ وہ اس طرح کہ پہلی بار گناہوں کا ذکر کیے بغیر توبہ کا ذکر کیا، دوبارہ ان کے گناہوں کا ذکر کر کے توبہ قبول کرنے کا ذکر ہوا جس سے صحابہ کی عظمت و شان اجاگر کرنا مقصود ہے اور تیسری بار توبہ قبول کرنے کا ذکر کرنے سے مسلمانوں کے قلوب کو شاداں وفرحاں کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بار بار توبہ قبول کرتا ہے۔

بندہ جب تک اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی ان کے گناہ معاف کر کے توبہ قبول کرتا رہتا ہے بشرطیکہ بندہ بصدق دل سے آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ بھی کرتا رہے۔ اس مضمون کی تائید میں چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہوں سے توبہ کرنے والے کی مثال اس آدمی کی ہے، جس سے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو اور جو شخص گناہ سے استغفار کرے جبکہ وہ مرتکب معصیت بھی ہوتا ہو، اس کی مثال اس شخص کی ہے جو اپنے پروردگار سے مذاق کرتا ہو۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۷۱۷۸)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ایک بندہ گناہ کرتا ہے اور یوں کہتا ہے: اے اللہ! میرے گناہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے۔ وہ بندہ دوبارہ گناہ کرتا ہے پھر کہتا ہے: اے میرے رب! میرے گناہ بخش دے، پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت کرتا ہے۔ وہ بندہ تیسری بار گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! میرے گناہ بخش دے! پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور اس کو معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت کرتا ہے، تو جو چاہے کر میں نے تجھے بخش دیا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۲)

مخلفین تبوک کا تعارف اور ان کی توبہ کا واقعہ:

کسی عذر کے بغیر تین آدمی قصداً غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے، ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

(۱) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ: مدینہ طیبہ کے مشہور قبیلہ خزرج کے بنوسلمہ خاندان سے آپ کا تعلق تھا، بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ بدر اور تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مشہور شعراء میں سے ایک تھے۔ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ آپ کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔

(۲) حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ: آپ کا انصار مدینہ اور بنوواقف خاندان سے تعلق تھا۔ تبوک کے علاوہ تمام غزوات

میں شریک ہوئے۔ آیات لعان آپ کے واقعہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

(۳) حضرت مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ: مدینہ منورہ کے معروف قبیلہ اوس اور خاندان بنوعمرو بن عوف سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

غزوہ تبوک کے مخلفین میں سے ایک حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ غزوہ تبوک میں عدم شرکت، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حق گوئی، مسلمانوں کی طرف سے معاشرتی مقاطعہ اور اپنی قبولیت توبہ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ بدر اور غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوا۔ غزوہ بدر کے موقع پر پیچھے رہ جانے والوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب نہیں فرمایا لیکن غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے لوگوں پر خوب عتاب فرمایا تھا۔ غزوۂ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان کے باوجود میں پیچھے رہ گیا تھا، اس موقع پر مالی اعتبار سے میں خوب خوشحال تھا، جہاد میں شرکت کے لیے میرے پاس دو اونٹ تھے جبکہ اس سے قبل کسی غزوہ کے موقع پر میرے پاس نہیں تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو غزوہ میں شرکت کے بارے میں تیاری کا بھی حکم دیا تھا۔ اس موقع پر مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ لوگوں کے دلوں میں جذبہ جہاد خوب اجاگر ہو چکا تھا، کسی مسلمان کا بھی ارادہ پیچھے رہنے کا نہیں تھا' کیونکہ ہر ایک جانتا تھا کہ پیچھے رہنے کی صورت میں بذریعہ وحی راز فاش ہو جائے گا۔ اس موقع پر درختوں کے سائے زیادہ اور پھل خوب تیار ہو چکے تھے۔ میں روزانہ تیاری کا سوچتا پھر ارادہ بدل لیتا تھا، میں یہ بھی خیال کرتا کہ جب بھی روانہ ہونا چاہوں گا بغیر کسی رکاوٹ کے روانہ ہو سکوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر ایک صبح روانہ ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت موسم گرما میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ میں مسلسل تذبذب کا شکار رہا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکا، کبھی یہ سوچتا کہ سواری کا انتظام ہے میں جلدی سے انہیں جا ملوں گا لیکن لشکر دور نکل چکا تھا اور جہاد میں شرکت میرے مقدر میں نہیں تھی۔ لشکر کے روانہ ہونے کے بعد مدینہ میں صرف ان لوگوں سے ملاقات ہوتی جو جہاد میں شرکت سے معذور تھے یا منافق لوگ تھے۔ تبوک پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنوسلمہ کے ایک شخص نے جواب دیا: یارسول اللہ! انہیں دو چادروں اور دو پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے بری بات کہی ہے۔ یارسول اللہ! قسم بخدا! ہم اس کے بارے میں خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں تو میری پیشانی پر مسرت رقص کرنے لگی۔ جھوٹی باتیں بنانے کا سوچنے لگا، رات کو اپنے اہل خانہ سے بھی باتیں بنانے کا مشورہ کرتا رہا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے بچ سکوں۔ جب آپ کی تشریف آوری کا وقت قریب آیا تو تمام حیلے بہانے اور عذر ذہن سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ حاضری کے وقت جھوٹ کو پاس نہیں آنے دوں گا' سچ سچ بات عرض کر دوں گا اور اسی میں بھلائی ہے۔ صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی' حسب معمول آپ مسجد میں آئے اور نوافل ادا فرمائے۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہوئے۔ آخر میں آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جو غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہوئے تھے، وہ حیلے بہانے بنانے لگے اور قسمیں کھا کر آپ کو

خوش کرنے لگے۔ آپ نے بظاہر ان کا عذر قبول کر کے اعراض فرمایا۔ ان کی تعداد اسی سے زائد تھی۔ آپ نے ان کے عذر کو قبول کیا، ان سے بیعت لی اور ان کے حق میں استغفار بھی کیا لیکن حسب معمول ان کا باطنی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا حتیٰ کہ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ جب میں نے سلام عرض کیا تو آپ ناراضگی کے انداز میں مسکرا دیئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: جہاد میں عدم شرکت کی وجہ کیا ہے؟ کیا تمہارے پاس سواری نہیں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں دنیادار کسی شخص کے سامنے ہوتا تو حیلے بہانے سے اسے مطمئن کر لیتا لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ کے سامنے جھوٹا عذر اور جھوٹ ہرگز نہیں چل سکتا، کیونکہ بذریعہ وحی آپ کو حقیقت حال سے مطلع کر دیا جائے گا، آپ اور اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے۔ اگر میں آپ سے حقیقت پر مبنی اور سچی بات عرض کروں گا تو خواہ وقتی طور پر آپ ناراض ہوں گے لیکن مجھے امید ہے کہ آپ عنقریب راضی بھی ہو جائیں گے۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قسم بخدا! میرا کوئی عذر نہیں تھا، پیچھے رہنے کے وقت میں خوشحال بھی تھا اور میرے پاس سواری بھی موجود تھی۔ آپ نے فرمایا: اس آدمی نے سچ بولا ہے۔ پھر فرمایا: تم یہاں سے اٹھ جاؤ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں خود فیصلہ کر دے۔ میں وہاں سے اٹھا اور بنوسلمہ کے کچھ لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: قسم بخدا! ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس سے قبل آپ سے کوئی گناہ ہوا ہو، آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی عذر کیوں نہیں پیش کر دیا جس طرح دوسرے لوگوں نے عذر پیش کیا تھا اور آپ کی طرف سے استغفار کرنے سے آپ کا گناہ معاف ہو جاتا؟ وہ مجھ سے اس بارے میں اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ آپ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہو کر کوئی عذر پیش کر دوں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ میرے جیسا معاملہ کسی اور سے بھی پیش آیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: دو شخصوں سے پیش آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی آپ کی طرح حکم دیا ہے۔ میں نے ان دونوں کے نام دریافت کیے تو انہوں نے کہا: وہ مرارہ بن ربیع عامری اور ہلال بن امیہ واقفی ہیں۔ ان کا نام سن کر میں پھر اپنے خیال میں آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ وہ ہم سے گفتگو کریں۔ سب لوگوں نے ہم سے معاشرتی مقاطع کر لیا جو ہمارے لیے قیامت سے کم نہیں تھا۔ ہم تینوں آدمی لوگوں کے لیے اجنبی ہو گئے اور زمین بھی ہمارے لیے اجنبی ہو گئی تھی۔ اسی حال میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ میرے دوسرے دو ساتھی اپنے گھروں میں بند ہو گئے اور گھروں میں اس عتاب کی وجہ سے روتے رہتے تھے لیکن میں ان سے طاقتور تھا۔ میں گھر سے باہر آ جاتا، بازاروں میں گھومتا، نمازوں میں شامل ہوتا مگر کوئی بھی آدمی مجھ سے گفتگو نہیں کرتا تھا۔ نماز سے فراغت پر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام بھی عرض کرتا تھا، پھر دل میں خیال کرتا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دیا ہے یا نہیں؟ پھر آپ کے پاس نماز پڑھتا اور دوران نماز میں آپ کی جانب بھی دیکھتا تھا، آپ میری طرف دیکھتے لیکن جب میں آپ کو دیکھتا تو آپ اعراض فرماتے تھے۔ ایک دفعہ میں بازار گیا تو وہاں ملک شام کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو غلہ فروخت کرنے کے لیے آیا تھا، وہ یہ بات کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو کعب بن مالک سے میری ملاقات کرا دے؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا خط دیا جس میں تحریر تھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے اور اللہ نے تمہیں ذلیل و رسوا کر دیا ہے! آپ ہمارے پاس آ جائیں ہم آپ کی دلجوئی کریں گے۔ میں نے اس خط کو نذر آتش کر دیا۔ جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے تو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے یہ پیغام دیا کہ میں اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرلوں۔ میں نے دریافت کیا کہ میں اسے طلاق دے دوں یا ویسے ہی الگ ہو جاؤں؟ جواب ملا کہ ویسے ہی الگ ہو جاؤ اور اس سے قرابت نہ کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دوسرے ساتھیوں کو بھی یہی حکم دیا تھا۔ انہوں نے بھی اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ تاہم دوسرے ساتھیوں کی بیویوں کو اپنے اپنے شوہر کی خدمت کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔

جب پچاس دن پورے ہو گئے تو میں ایک دن فجر کی نماز اپنے گھر کی چھت پر ادا کر رہا تھا، فراغت نماز پر تنگ دلی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی تھی۔ میں نے اچانک سلع پہاڑ سے کسی پکارنے والے کی صدا سنی وہ کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو! میں اسی وقت سجدہ میں گر گیا، معلوم ہو گیا کہ اب کشادگی ہوگی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد اعلان کیا کہ ہماری توبہ قبول ہوگئی ہے۔ پھر ہر طرف سے لوگ آ کر مجھے اور میرے ساتھیوں کو مبارک دینے لگے۔ قبیلہ اسلم کے شخص نے مجھے پکار کر خوشخبری دی تو میرے پاس کپڑوں کا ایک جوڑا تھا جو میں نے اسے دے دیا اور اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی ورنہ وہ بھی میں اسے اس خوشی میں فراہم کر دیتا۔

میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہوا اور لوگ بھی گروہ در گروہ مبارک باد دینے کے لیے میرے پاس آ رہے تھے۔ میں مسجد میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں لوگوں کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ سب سے پہلے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ کر اٹھے، مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔ جب میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: مبارک ہو! تمہاری زندگی بھر کا کوئی دن اس دن سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ قبولیت توبہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قبولیت توبہ کی خوشی میں، میں اپنا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: حسب ضرورت مال اپنے پاس رکھ لو اور باقی اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دو۔

قسم بخدا! میں ہمیشہ سچ بولوں گا، کیونکہ صداقت میں عزت اور دارین کی کامیابی ہے۔

(ماخوذ از صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۶۷۵، سنن کبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۸۱۰)

3028 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ

متنِ حدیث: اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ قَالَ بَعَثَ اِلَيَّ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ فَقَالَ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَدْ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ بِقُرَّاءِ الْقُرْاٰنِ يَوْمَ الْيَمَامَةِ وَاِنِّيْ لَاَخْشٰى اَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا فَيَذْهَبَ قُرْاٰنٌ كَثِيْرٌ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ كَيْفَ اَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ

3028- اخرجه البخاري (٨/ ١٩٤)، كتاب التفسير: باب: لقد جاء كم رسول- حديث (٤٦٧٩)، واحمد (١/ ١٠، ١٣)، (٥/ ١٨٨).

يُرَاجِعُنِي فِي ذٰلِكَ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهُ صَدْرَ عُمَرَ وَرَاَيْتُ فِيْهِ الَّذِيْ رَاٰى قَالَ زَيْدٌ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّكَ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلَ عَلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ يُرَاجِعُنِيْ فِيْ ذٰلِكَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهُ صَدْرَهُمَا صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ اَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْعُسُبِ وَاللِّخَافِ يَعْنِي الْحِجَارَةَ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ فَوَجَدْتُ اٰخِرَ سُوْرَةِ بَرَاءَةٌ مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عبید بن سباق بیان کرتے ہیں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی: جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ کہا: جنگ یمامہ میں قرآن پاک کے بہت سے حافظ شہید ہو گئے ہیں اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر اسی طرح مختلف جگہوں پر حفاظ کرام شہید ہوتے رہے' تو قرآن پاک کا بڑا حصہ ضائع ہوسکتا ہے' اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن پاک کو (کتابی شکل میں) اکٹھا کرنے کا حکم دیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں وہ کام کیسے کرسکتا ہوں' جو نبی اکرم ﷺ نے نہیں کیا، تو عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ زیادہ بہتر ہے۔ وہ مسلسل اس بارے میں میرے ساتھ بات کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس کے بارے میں وہی شرح صدر عطا کیا' جو شرح صدر عمر کو عطا کیا تھا اور میری بھی اس بارے میں وہی رائے ہوگئی جو عمر کی رائے تھی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نوجوان ہو' سمجھدار ہو' ہم تم پر کوئی الزام عائد نہیں کرتے (یعنی تمہارا کردار قابل تعریف ہے) تم نبی اکرم ﷺ کے لیے وحی کی کتابت بھی کرتے رہے ہو' تو اس لیے تم قرآن پاک کو تلاش کرو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ کی قسم! اگر مجھے وہ یہ حکم دیتے کہ میں ایک پہاڑ کو اس کی جگہ سے منتقل کر دوں تو وہ میرے لیے اس سے زیادہ بوجھل نہ ہوتا۔ میں نے ان سے کہا: آپ حضرات ایک ایسا کام کیوں کرنا چاہ رہے ہیں' جو نبی اکرم ﷺ نے نہیں کیا' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل میرے ساتھ اس بارے میں بات کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس بارے میں وہی شرح صدر عطا کر دیا جو ان دونوں حضرات کو عطا کیا تھا' تو میں نے قرآن پاک کو تلاش کرنا شروع کیا۔ میں نے اسے چمڑے کے مختلف ٹکڑوں' کھجور کے پتوں' پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کیا۔

سورہ توبہ کی آخری آیت مجھے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ملی (وہ آیت یہ ہے)

''تمہارے پاس رسول آیا ہے' جو تم سے ہی تعلق رکھتا ہے تمہارا مشقت کا شکار ہونا اسے گراں گزرتا ہے وہ تمہاری بھلائی کا حریص ہے' اور مومنوں کے لیے مہربان اور رحم کرنے والا ہے' اگر تم پھر بھی منہ پھیر لو' تو اے رسول! تم فرمادو کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے میں نے اسی پر توکل کیا اور وہ عظیم عرش کا پروردگار ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دورِ صدیقی میں تدوین قرآن کی خدمت

جب وحی نازل ہوتی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی میں سے کسی کو طلب کرتے اور نازل شدہ آیت یا سورۃ لکھوا لیتے تھے۔ یہ قرآن مختلف اشیاء درختوں کے پتوں، کھجور کی شاخوں اور باریک وسفید پتھروں میں تحریر تھا۔ تیئس سالوں میں نزول قرآن کا سلسلہ مکمل ہوا تو اس کی تحریر بھی مکمل تھی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ یمامہ لڑی گئی جس میں کثیر تعداد میں حفاظ قرآن جام شہادت نوش کر گئے۔ موقع کی مناسبت سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قرآن کریم کو یکجا تدوین (جمع) کرنے کا مشورہ دیا کہ حفاظ قرآن کے اٹھ جانے سے قرآن ضائع جانے کا امکان ہے۔ آپ نے جواب دیا: جو کام دورِ رسالت میں نہیں ہوا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کیا، میں وہ کیسے کرسکتا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل اس مسئلہ پر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا اور وہ اس اہم خدمت کے لیے تیار ہوگئے۔ آپ نے اس اہم خدمت کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا جو کاتب وحی ہونے کے علاوہ جوان ہمت بھی تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو طلب کر کے انہیں تدوین وجمع قرآن کا حکم دیا، انہوں نے بھی ابتداء یہی بات کہتے ہوئے انکار کر دیا تھا کہ جو کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کروایا وہ میں کیسے کرسکتا ہوں؟ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ بھی روشن کر دیا اور ان پر اصل صورتحال اور ضرورت آشکار ہوگئی۔ وہ ذہنی طور پر جمع قرآن کی خدمت انجام دینے کے لیے بھی تیار ہوگئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں مختلف اشیاء پر تحریر شدہ قرآن کو نہایت احتیاط سے یکجا کرنے کا حکم دیا۔ وہ بخوشی جمع قرآن کی خدمت انجام دیتے رہے حتیٰ کہ تائید ایزدی سے اس اہم مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔ سورۃ توبہ کی آخری آیت: لَقَدْ جَآءَ کُمْ الخ، دستیاب نہیں ہو رہی تھی بالآخر یہ بھی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے دستیاب ہوگئی۔ اس طرح دور صدیقی میں مختلف اشیاء پر تحریر شدہ قرآن یکجا جمع کیا گیا اور سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا۔

3029 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: اَنَّ حُذَيْفَةَ قَدِمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَكَانَ يُغَازِي اَهْلَ الشَّامِ فِيْ فَتْحِ اَرْمِينِيَةَ وَاَذْرَبِيجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَرَاٰى حُذَيْفَةُ اخْتِلَافَهُمْ فِي الْقُرْاٰنِ فَقَالَ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَدْرِكْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ يَخْتَلِفُوْا فِي الْكِتَابِ كَمَا اخْتَلَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَاَرْسَلَ اِلٰى حَفْصَةَ اَنْ اَرْسِلِيْ اِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكِ فَاَرْسَلَتْ حَفْصَةُ اِلٰى عُثْمَانَ بِالصُّحُفِ فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّسَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنِ انْسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلَاثَةِ مَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ حَتّٰى نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ بَعَثَ عُثْمَانُ اِلٰى كُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِّنْ تِلْكَ الْمَصَاحِفِ الَّتِيْ نَسَخُوْا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِيْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُّ اٰيَةً مِّنْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا (مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ) فَالْتَمَسْتُهَا فَوَجَدْتُّهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ اَوْ اَبِيْ خُزَيْمَةَ فَاَلْحَقْتُهَا فِيْ سُوْرَتِهَا قَالَ الزُّهْرِيُّ فَاخْتَلَفُوْا يَوْمَئِذٍ فِي التَّابُوْتِ وَالتَّابُوْهِ فَقَالَ الْقُرَشِيُّوْنَ التَّابُوْتُ وَقَالَ زَيْدٌ التَّابُوْهُ فَرُفِعَ اخْتِلَافُهُمْ اِلٰى عُثْمَانَ فَقَالَ اكْتُبُوْهُ التَّابُوْتُ فَاِنَّهٗ نَزَلَ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَاَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ كَرِهَ لِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ نَسْخَ الْمَصَاحِفِ وَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اُعْزَلُ عَنْ نَّسْخِ كِتَابَةِ الْمُصْحَفِ وَيَتَوَلَّاهَا رَجُلٌ وَّاللّٰهِ لَقَدْ اَسْلَمْتُ وَاِنَّهٗ لَفِيْ صُلْبِ رَجُلٍ كَافِرٍ يُرِيْدُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَّلِذٰلِكَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يَّا اَهْلَ الْعِرَاقِ اكْتُمُوا الْمَصَاحِفَ الَّتِيْ عِنْدَكُمْ وَغُلُّوْهَا فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ (وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) فَالْقُوا اللّٰهَ بِالْمَصَاحِفِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَبَلَغَنِيْ اَنَّ ذٰلِكَ كَرِهَهٗ مِنْ مَقَالَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رِجَالٌ مِّنْ اَفَاضِلِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ الزُّهْرِيِّ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ

◆◆ امام زہری بیان کرتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ آرمینیا اور آذربائیجان فتح کرنے کے لیے اہل عراق کے ساتھ مل کر اہل شام کے ساتھ جنگ کر رہے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے درمیان قرآن پاک کے بعض مقامات کے بارے میں اختلاف دیکھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! آپ اس امت کو سنبھال لیجئے اس سے پہلے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں اس طرح اختلاف کرنے لگیں جس طرح یہود و نصاریٰ کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ آپ اپنا مصحف ہمیں بھیج دیں تاکہ ہم اس کی مختلف نقلیں تیار کر لیں۔ پھر ہم وہ آپ کو واپس کر دیں گے تو سیدہ

3029- اخرجه البخاری (٢٦/٦): كتاب الجهاد و السير: باب: قول الله عزوجل (من المومنين رجال صدقوا ما عهدوا الله عليه) (الاحزاب: ٢٣)، حديث (٢٨٠٧)، و اطرافه من (٤٠٤٩، ٤٦٧٩، ٤٧٨٤، ٤٩٨٦، ٤٩٨٨، ٤٩٨٩، ٧١٩١، ٧٤٢٥)، واحمد (١٨٨/٥، ١٨٩)، و عبد بن حميد ص (١٠٩)، حديث (٢٤٦)

حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا قرآن پاک کا نسخہ بھجوایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلوایا (اور یہ ہدایت کی) تم لوگ اس کی مختلف نقلیں تیار کرو، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قریش سے تعلق رکھنے والے تین افراد کے بارے میں فرمایا: جس معاملے میں آپ تینوں اور زید بن ثابت کے درمیان اختلاف ہو جائے' تو آپ نے اس لفظ کو قریش کی لغت کے مطابق لکھنا ہے' کیونکہ یہ انہی کی زبان پر نازل ہوا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب قرآن پاک کی وہ نقلیں تیار ہو گئیں' تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں دور دراز کے علاقوں میں بھجوا دیا۔

امام زہری بیان کرتے ہیں، خارجہ بن زید نے یہ بات بیان کی ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سورہ احزاب کی ایک آیت مجھے نہیں ملی جو میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سن رکھی تھی اور آپ ﷺ نے اس کی تلاوت کی تھی۔

"اہلِ ایمان میں سے بعض لوگ وہ ہیں' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کیا ان میں سے بعض نے اپنی نذر کو پورا کر لیا اور بعض انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے اس کی تلاش شروع کی' تو مجھے یہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس ملی (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) ابوخزیمہ کے پاس ملی تو میں نے اس کو اس سورۃ میں شامل کر دیا۔

امام زہری بیان کرتے ہیں، ان حضرات نے قرآن پاک میں استعمال ہونے والے لفظ "تابوت" اور "تابوہ" کے بارے میں اختلاف کیا' تو قریشیوں نے کہا یہ لفظ "تابوت" ہے' جبکہ حضرت زید نے یہ فرمایا: یہ لفظ "تابوہ" ہے۔

یہ اختلافی معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا' تو انہوں نے فرمایا، اس کو لفظ "تابوت" لکھو کیونکہ قرآن پاک قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے۔

امام زہری بیان کرتے ہیں، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھے یہ بات بتائی ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار گزری کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی نقل تیار کریں۔ انہوں نے یہ فرمایا: مسلمانو! مجھے قرآن پاک کی نقل تیار کرنے سے الگ رکھا گیا ہے' اور یہ کام اس شخص کو سونپا گیا ہے' جو میرے اسلام قبول کرنے کے وقت ایک کافر کی پیٹھ میں تھا (یعنی یہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' جب میں نے اسلام قبول کیا تھا) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔

یہی وجہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے، اے اہل عراق! تم اپنے پاس موجود قرآن پاک کو سنبھال کر رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

"جو شخص جس چیز کو چھپائے گا وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی ہوئی چیز کو ساتھ لے کر آئے گا۔"

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) تم اپنے مصحف کو ساتھ لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانا۔

امام زہری بیان کرتے ہیں: مجھے یہ بات پتہ چلی ہے' نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اکابر صحابہ کرام ﷡ کو حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ کی یہ بات پسند نہیں آئی۔

(امام ترمذی ﷫ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت زہری سے منقول ہے' اور ہم اسے صرف انہی کے حوالے سے' منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا امت کو ایک قرأت پر جمع کرنا:

عرب کے سات مشہور قبائل کی لغات پر قرآن نازل کیا گیا پھر اس میں سات قرأتوں میں پڑھنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں شام والوں کی عراق والوں کے ساتھ آرمینیہ اور آذربائیجان فتح کرنے کے لیے جنگ لڑی گئی، اس جنگ میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے دوران جنگ لوگوں کو مختلف انداز میں تلاوت قرآن کرتے ہوئے سنا۔ واپسی پر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس تجوبہ اور قرآن میں اختلاف سے آگاہ کیا، ساتھ ہی مشورہ دیا کہ قرآن پر امت کو متفق کرنے کی کوشش کی جائے ورنہ دیگر آسمانی کتب کی طرح قرآن بھی قابل یقین نہیں رہے گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو یکجا کیا، ایک قرأت کے مطابق جمع کروایا، سورتوں کے درمیان تسمیہ لکھوائی جو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی تھی اور دوسری قرأتوں کی گنجائش کو ختم کر دیا۔ اس طرح دور عثمانی میں امت کو ایک قرأت پر متفق کرنے کے لیے ایک نسخہ مدون کیا گیا جو مرکز میں رکھا گیا اور اس کی نقول دیگر مقامات پر روانہ کی گئیں۔ اس نسخہ کے علاوہ دیگر نسخوں کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی، اس لیے تلف کرنے کے لیے وہ نذرِ آتش کر دیے گئے اور ممکنہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ يُوْنُسَ

باب 11: سورہ یونس سے متعلق روایات

3030 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ صُهَيْبٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ) قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ نَادٰى مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَوْعِدًا يُرِيْدُ اَنْ يُّنْجِزَكُمُوْهُ قَالُوْا اَلَمْ يُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا وَيُنْجِنَا مِنَ النَّارِ وَيُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ قَالَ فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا اَعْطَاهُمُ اللّٰهُ شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلَيْهِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ مَرْفُوْعًا رَوَاهُ سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَوْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ

عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

''وہ لوگ' جنہوں نے اچھائی کی ان کے لیے اچھائی بھی ہوگی اور اس میں مزید اضافہ بھی ہوگا۔''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے' تو ایک شخص یہ اعلان کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لیے ایک وعدہ ہے' اور اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرماتا ہے: وہ اسے پورا کر دے' تو وہ لوگ کہیں گے: کیا اس نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کر دیا' اور ہمیں جہنم سے نجات نہیں دے دی اور جنت میں داخل نہیں کر دیا (اب کیا باقی رہ گیا ہے؟) نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ حجاب کو ہٹائے گا۔ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے انہیں' جو چیزیں بھی عطا کی تھیں' ان میں سے کوئی بھی چیز ان لوگوں کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب نہیں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کر لیں۔

یہ حماد بن سلمہ سے اسی طرح منقول ہے۔ کئی راویوں نے اسے حماد بن سلمہ کے حوالے سے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

سلیمان بن مغیرہ نامی راوی نے اس روایت کو ثابت کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالے سے' ان کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں اس بات کا تذکرہ نہیں کیا: یہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

اس سورت میں مشہور پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ ہے، جس مناسبت سے اس کا نام ''سورہ یونس'' تجویز ہوا۔ یہ سورت مکی ہے جو گیارہ (۱۱) رکوع، ایک سو دس (۱۱۰) آیات، ایک ہزار پانچ سو بیاسی (۱۵۸۲) کلمات اور چھ ہزار پانچ سو سڑسٹھ (۶۵۶۷) حروف پر مشتمل ہے۔

جنت میں سب سے بڑی نعمت دیدار خداوندی کا حصول:

ارشاد خداوندی ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (یونس:۲۶)

''جن لوگوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے اچھی جزا ہے اور اس کے علاوہ بھی، ان کے چہروں پر نہ سیاہی مسلط ہوگی اور نہ رسوائی۔ وہی جنت والے ہیں، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نیکوکار لوگوں کو اعمال صالحہ کا اجر عنایت کیا جائے گا، انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا اور جنت کی ہر نعمت سے سرفراز کیا جائے گا۔ پھر آخر میں جنت کی سب سے بڑی اور بے مثال نعمت

''دیدارِ خداوندی'' سے نوازا جائے گا۔ آخرت یعنی جنت میں یہ نعمت ہر مسلمان کو میسر ہوگی لیکن دنیا میں یہ دولت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھی گئی تھی جو شب معراج میں آپ کو حاصل ہوئی۔

دیدارِ خداوندی میں مذاہب:

آخرت میں یعنی اہل جنت کو دیدارِ خداوندی حاصل ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ کا موقف ہے کہ دیدارِ خداوندی ناممکنات میں سے ہے، لہٰذا یہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ دیدار کے لیے دیدار کرانے والے کا مقابل ہونا اور دیکھنے والے کی بصری شعاعیں اس سے متصل ہونا شرائط ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے۔ اہل حق کا کہنا ہے کہ آخرت میں یعنی جنت میں دیدارِ خداوندی کی دولت سب مسلمانوں کو حاصل ہوگی، جہاں تک مذکورہ شرائط کا تعلق ہے، ذات باری تعالیٰ ان شرائط سے بری ہے، کیونکہ آخر وہ بھی تو دیکھتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ بغیر سمت و جہت کے دیکھ سکتا ہے' تو وہ ان شرائط کے بغیر اپنا دیدار کروا بھی سکتا ہے۔

جنت کی وجہ تسمیہ اور اس کے نام:

لفظ ''جنت'' کا لغوی معنیٰ ہے: باغ۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: مسلمانوں کی آرامگاہ ہے' جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ چونکہ باغ کے پھلوں کے انواع واقسام کی نعمتیں اس میں موجود ہوں گی، بلکہ اس سے بھی زیادہ نعمتیں ہوں گی جن کے بارے میں انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس لیے اسے ''جنت'' کہا جاتا ہے۔

جنت کے سات نام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) دارالسلام (۲) دارالجلال (۳) جنت عدن (۴) جنت الماویٰ (۵) جنت الخلد (۶) جنت الفردوس (۷) جنت النعیم۔

قیامت کے دن مسلمانوں کی عزت افزائی:

حدیث پاک میں ہے: الدنیا مزرعة الاخرة یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ کھیت میں جو چیز بوئی جاتی ہے وہی پیدا ہوتی ہے اور دوسری چیز پیدا نہیں ہوسکتی۔ انسان دنیا میں جو اعمال کرتا ہے، آخرت میں ان کی جزا وسزا حاصل کرے گا یعنی اعمال صالحہ کرنے کا اجر وثواب حاصل کرے گا اور اعمال سیئہ کرنے کی سزا بھگتے گا۔ پھر نیک عمل کا اجر دس گنا سے لے کر ستر (۷۰) گنا بلکہ سات سو گنا تک عطا ہوگا مثلاً کوئی شخص اپنے گھر میں نماز ادا کرتا ہے' تو ایک نماز کا، مسجد میں باجماعت پڑھتا ہے' تو ستائیس نمازوں کا، مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ میں ادا کرتا ہے' تو پچاس ہزار نمازوں کا اور مسجد حرام میں پڑھتا ہے' تو ایک لاکھ نمازوں کا اجر وثواب ملے گا۔ ہاں یہی عبادت رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں کی جائے تو اس اجر وثواب میں کئی گناہ اضافہ ہوجاتا ہے۔

مسلمان جو عمل صالحہ کرتا ہے، اس کا آخرت میں یہ اجر وثواب محض سمجھانے یا ترغیب کے لیے بیان کیا گیا ہے، ورنہ ایسے اجر سے نوازا جائے گا جس کا تصور اس کے کبھی ذہن میں بھی نہیں آیا ہوگا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط کی تفسیر میں فرمایا: جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہوجائیں گے تو

ایک منادی یہ اعلان کرے گا: تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس ایک وعدہ ہے! اہل جنت کہیں گے: کیا اللہ نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا، کیا اس نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں دی اور کیا اس نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ ملائکہ کہیں گے کیوں نہیں! فرمایا: پھر حجاب اٹھا دیا جائے گا اور اہل جنت دیدار خداوندی سے سرفراز ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۸۷)

یاد رہے یہاں "حجاب" سے مراد معروف "حجاب" نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے جلال وانوار کا حجاب ہے کہ اگر وہ یہاں دنیا میں کھول دیئے جائیں تو منتہائے نظر تک مخلوق کو جلا کر راکھ کر دیں۔

3031 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ عَنْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ (لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا) قَالَ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهَا اَحَدٌ مُنْذُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهَا اَحَدٌ غَیْرُكَ مُنْذُ اُنْزِلَتْ فَهِیَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ یَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰی لَهٗ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ رُفَیْعٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَلَیْسَ فِیْهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

◆◆ عطاء بن یسار ایک مصری شخص کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں، وہ صاحب فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا۔

"ان لوگوں کے لیے دنیاوی زندگی میں خوشخبری ہے۔"

تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جب سے میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا ہے' اس کے بعد کبھی بھی کسی نے مجھ سے اس بارے میں سوال نہیں کیا اور نبی اکرم ﷺ نے بھی یہ بات ارشاد فرمائی تھی، جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے تمہارے علاوہ اور کسی نے بھی اس بارے میں مجھ سے سوال نہیں کیا۔ یہ آیت سچے خوابوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہیں مسلمان دیکھتا ہے (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) جو اسے دکھائے جاتے ہیں۔

ایک اور سند کے ہمراہ عطاء بن یسار کے حوالے سے' مصر سے تعلق رکھنے والے ایک فرد کے حوالے سے' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' اسی طرح کی روایت منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوصالح کے حوالے سے' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

تاہم اس کی سند میں عطاء بن یسار سے منقول ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ اس بارے میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

دنیا میں مومن کو خواب کے ذریعے خوشخبری ملنا:

ارشاد خداوندی ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(یونس: ۶۴)

''ان کے لیے دنیا اور آخرت کی زندگی میں خوشخبری ہے۔ اللہ کا فیصلہ تبدیل نہیں ہوتا۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ ایک مصری شخص نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: جب سے میں نے اس آیت کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو تمہارے علاوہ کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔ جب میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا تھا کہ جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے تمہارے علاوہ کسی نے مجھ سے اس بارے میں سوال نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد نیک خواب ہیں یا دنیا کی زندگی میں اچھے خواب (یعنی بشارت ہیں) اور آخرت میں اس سے مراد بشارت جنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: یہ اچھے خواب ہیں جن کے ذریعے مومن کو بشارت دی گئی ہے، یہ نبوت کا چالیسواں حصہ ہیں۔ جو آدمی یہ خواب دیکھے وہ (دوسروں کو) خبر دے سکتا ہے اور جس نے اس کے علاوہ کوئی چیز دیکھی وہ شیطان کی جانب سے ہے جو غم میں مبتلا کرنے والی ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ بائیں جانب تھوک دے اور اس بارے میں کسی کو مطلع نہ کرے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۷۰۴۴)

3032 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا اَغْرَقَ اللّٰهُ فِرْعَوْنَ قَالَ (اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِيْلَ) فَقَالَ جِبْرِيْلُ يَا مُحَمَّدُ فَلَوْ رَاَيْتَنِيْ وَاَنَا اٰخُذُ مِنْ حَالِ الْبَحْرِ فَاَدُسُّهٗ فِيْ فِيْهِ مَخَافَةَ اَنْ تُدْرِكَهُ الرَّحْمَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

3032- اخرجه احمد (۱/ ۲۴۵، ۳۰۹)، و عبد بن حميد ص (۲۲۲)، حديث (۶۶۴).

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ فرعون کو ڈبونے لگا تو وہ بولا: میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ اس ذات کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں، تو حضرت جبرائیل نے یہ بات بتائی: اے حضرت محمد ﷺ! کاش آپ اس وقت مجھے دیکھ رہے ہوتے کہ جب میں سمندر کا کیچڑ حاصل کر کے اسے اس کے منہ میں ٹھونس رہا تھا۔ اس اندیشے کے تحت کہ کہیں رحمت اس تک نہ پہنچ جائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

3033 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِیْ عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ وَّعَطَاءُ ابْنُ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: ذَكَرَ اَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ ذَكَرَ اَنَّ جِبْرِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَدُسُّ فِیْ فِیْ فِرْعَوْنَ الطِّيْنَ خَشْيَةَ اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ اَوْ خَشْيَةَ اَنْ يَّرْحَمَهُ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں یہ بات ذکر کی' وہ فرعون کے منہ میں مٹی ٹھونس رہے تھے۔ اس اندیشے کے تحت کہ کہیں وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' نہ پڑھ لے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نہ کر دے۔ (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اس اندیشے کے تحت کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف سے فرعون کے منہ میں کیچ ٹھونسنا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝ (سورۂ یونس: ۹۰ تا ۹۲)

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو عبور کرا دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے دشمنی و بغاوت سے تعاقب کیا۔ جب وہ غرق ہونے لگا تو اس نے کہا: میں اس پر ایمان لایا جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ (فرمایا:) اب

3033- اخرجه احمد (۱/ ۲۴۰، ۳۴۰)۔

(ایمان) جبکہ قبل ازیں تو نافرمان اور فسادی لوگوں میں سے تھا؟ پس آج سے ہم تیرے جسم کو محفوظ رکھیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے نشانِ عبرت ثابت ہو۔ اور بیشک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔''

ان آیات کی تفسیر احادیث باب میں کی گئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے دریا عبور کرنے کے لیے راستہ بنادیا اور وہ بحفاظت گزر گئے' فرعون اپنا لشکر لے کر ان کے تعاقب میں دریا میں بنائے ہوئے راستہ سے گزرنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اسے غرقاب کیا، اس نے اس وقت کہا: میں اس اللہ پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد! اگر اس وقت آپ دیکھتے تو میری حالت یہ تھی کہ میں نے کالی کیچ لے کر فرعون کے منہ میں ٹھونس دی تاکہ رحمت باری تعالیٰ اس کی طرف متوجہ نہ ہوسکے اور اس کے ایمان ونجات کا سامان نہ بن جائے۔

فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہات:

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور وہ حسب حکم مصر سے بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے جبکہ فرعون اور اس کا لشکر ان کے تعاقب کے لیے نکلا۔ راستہ میں دریا پڑتا تھا، اب آگے دریا ہے اور پیچھے دشمن، اس حالت میں اللہ کے حکم سے دریا نے راستہ بنادیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو لے کر بحفاظت دریا کو عبور کرلیا۔ فرعون اپنے لشکر کو لے کر اسی بنائے گئے خشک راستہ سے دریا عبور کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا کا راستہ ختم ہوگیا، فرعون اور فرعونی لشکر غرق ہونے لگا۔ اس موقع پر فرعون نے اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہوئے کہا: میں اس خدا پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی طرف سے اس کے ایمان کو مسترد کردیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ فرعون کے ایمان کو قبول کرنے کے بجائے مسترد کیوں کیا گیا؟

اس اہم سوال کے متعدد جوابات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- دراصل فرعون نزول عذاب کے وقت ایمان لایا تھا جبکہ اس وقت ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (المؤمن: ۸۴تا۸۵)

''پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہا: ہم اللہ پر ایمان لائے جو وحدہ ہے اور ہم نے ان کا انکار کیا جن کو ہم اس کا شریک ٹھہراتے تھے۔ پس ان کے ایمان نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا وہ قانون ہے جو اس سے پہلے اس کے بندوں پر گزر چکا ہے اور وہاں کافروں نے سخت نقصان اٹھایا۔''

۲- فرعون، اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھ کر وقتی طور پر ایمان لایا تھا اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے جلال وربوبیت کا اقرار نہیں تھا بلکہ جان بچانا تھا۔

۳- ایمان کی تکمیل کے لیے محض اقرار توحید کافی نہیں ہوتا بلکہ ایمان رسالت بھی ضروری ہوتا ہے، فرعون نے صرف لَآ اِلٰـہَ

اِلَّا اللّٰهُ کہا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا اعتراف نہیں کیا تھا۔اس لیے اس کا ایمان قبول نہ کیا گیا۔کوئی شخص لاکھوں بار اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا رہے لیکن جب تک اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ پڑھے گا وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

فرعون کے منہ میں مٹی ڈالنے کے حوالے سے ایک اشکال اور اس کا جواب

جب فرعون غرق ہونے لگا تو اس نے کلمہ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر ایمان لانے کی کوشش کی اور نیکی کے معاملہ میں اس کی معاونت کی بجائے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں گارا ڈال کر رکاوٹ کیوں پیدا کی؟ ایمان لانے میں رکاوٹ ڈالنا کفر ہے،تو کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے کفر پر رکھنا چاہتے تھے؟ ایمان کے مسئلہ میں معاونت ونرمی اختیار کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے یوں فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ٥ (طٰہٰ:۴۴)

''پس تم دونوں فرعون سے نرم لہجہ میں گفتگو کرو شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے ڈر جائے۔''

اس ارشاد گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی چاہتا تھا کہ فرعون ایمان لے آئے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جائے کہ وہ اس کے منہ میں مٹی ڈالے تا کہ وہ ایمان نہ لائے؟

ان تمام شبہات اور اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ فرعون زندگی بھر اللہ کی نشانیوں کے انکار اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گستاخیوں کی وجہ سے اس درجہ تک پہنچ چکا تھا کہ اس کا توبہ کرنا اور ایمان لانا قابل قبول نہیں ہوسکتا تھا۔ چونکہ شیطان کی طرح فرعون بھی راندہ درگاہ ہو چکا تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا گیا تا کہ اس کے منہ میں مٹی ڈال کر اعلان کردیں کہ اس کی توبہ قابل قبول ہے اور نہ ایمان۔

صداقتِ قرآن کی تاریخی شہادت:

فرعون کے غرق ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا: اس کے جسم کو تا قیامت محفوظ رکھا جائے گا تا کہ اسے دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کریں کہ یہ وہی شخص ہے،جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا لیکن اب بے جان ومردہ حالت میں پڑا ہوا ہے۔اس کی لاش مصر میں محفوظ ہے جو آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔مصر پر مختلف ادوار میں غیر مسلموں کی حکومت بھی قائم رہی لیکن کسی میں ہمت نہیں ہوئی کہ اس کی لاش کو ضائع کرسکے۔یہ لاش آج بھی صداقت قرآن اور صداقتِ رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ هُوْدٍ

باب 12: سورۂ ہود سے متعلق روایات

3034 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَّعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ وَّكِيْعِ بْنِ حُدُسٍ عَنْ عَمِّهٖ اَبِىْ رَزِيْنٍ قَالَ

3034۔ اخرجه ابن ماجه (۱/ ۶۴): مقدمة: باب فيما انكرت الجهمية، حديث (۱۸۲)، و احمد (۴/ ۱۱، ۱۲).

متن حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ خَلْقَهُ قَالَ كَانَ فِيْ عَمَاءٍ مَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ وَّمَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ وَّخَلَقَ عَرْشَهُ عَلَى الْمَآءِ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ قَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ الْعَمَاءُ اَىْ لَيْسَ مَعَهُ شَىْءٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَكِيْعُ بْنُ حُدُسٍ وَّيَقُوْلُ شُعْبَةُ وَاَبُوْ عَوَانَةَ وَهُشَيْمٌ وَّكِيْعُ بْنُ عُدُسٍ وَّهُوَ اَصَحُّ

توضیح راوی: وَاَبُوْ رَزِيْنٍ اسْمُهُ لَقِيْطُ بْنُ عَامِرٍ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◄► حضرت ابورزین بیان کرتے ہیں، میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، وہ ایک بادل میں تھا جس کے نیچے بھی ہوا تھی اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس نے اپنے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔

احمد نامی راوی بیان کرتے ہیں: یزید نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے (حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ) ''العماء'' سے مراد ایسی چیز ہے جس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ ہو۔

امام ترمذی بیان کرتے ہیں: حماد بن سلمہ نے سند میں راوی کا نام اسی طرح نقل کیا ہے، وکیع بن حدس جبکہ شعبہ نامی راوی نے اور ابوعوانہ نے اور ہشیم نے اسے وکیع بن عدس سے نقل کیا ہے اور یہ زیادہ درست ہے۔

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ کا نام لقیط بن عامر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

آغاز کائنات کی تفصیل:

سورہ ھود مکی ہے جو دس رکوع، ایک سو تئیس (۱۲۳) آیات، ایک ہزار چھ سو پچیس الفاظ (۱۶۲۵) اور چھ ہزار نو سو پانچ (۶۹۰۵) حروف پر مشتمل ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (ھود: ۷)

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ کس کا عمل اچھا ہے۔ اور اگر آپ ان سے کہیں کہ تم مرنے کے بعد یقیناً زندہ کیے جاؤ گے تو کافر ضرور یہ بات کہیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان ہوئی ہے۔ حدیث باب سے ملتی جلتی ایک صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ ان روایات کا اختصار یہ ہے کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قبیلہ بنوتمیم کے کچھ غریب لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کے پاس اس وقت نوازنے کے لیے کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ آپ نے انہیں فرمایا: اے بنوتمیم! تمہیں خوشخبری ہو (برکتوں اور دعاؤں کی) ان لوگوں نے دوبار عرض کیا: ہمیں کسی چیز سے نوازیں؟ آپ کے چہرہ انور پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہوئے۔ پھر یمن کے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا: اے اہل یمن! خوشخبری قبول کرو! انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم خوشخبری قبول کرتے ہیں، ہم حصول مال کے لیے نہیں بلکہ حصول دین کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہمیں کائنات کے آغاز کے بارے میں بتائیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

كان الله ولم يكن شيء غيره، وكان عرشه على الماء وكتب في الذكر كل شيء وخلق السموٰت والارض (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۱۹۱)

''صرف اللہ موجود تھا اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا، اس نے ہر چیز لکھ دی تھی۔ آسمانوں اور زمینوں کو اسی نے پیدا کیا۔''

علاوہ ازیں سطور ذیل میں ہم اس آیت اور حدیث کی وضاحت دیگر دلائل وشواہد کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

سات آسمانوں اور سات زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنا:

مذکورہ آیت میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور سات زمینوں کو چھ ایام میں پیدا فرمایا تھا۔ چھ دنوں سے مراد تقدیراً چھ ایام ہیں یا چھ ایام کا دورانیہ ہے، کیونکہ اس وقت ایام ولیالی کا وجود نہیں تھا کہ ان کا اندازہ لگایا جاسکے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن زمین کو پیدا کیا، اتوار کے دن اس میں پہاڑ پیدا کیے، پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا، منگل کے دن ناپسندیدہ اشیاء کو پیدا کیا، بدھ کے دن نور پیدا کیا، جمعرات کے دن حیوانات پھیلا دیئے اور جمعہ کے دن بعد نماز عصر (حضرت) آدم (علیہ السلام) کی تخلیق فرمائی۔

(مسند امام احمد، ج: ۳، رقم الحدیث: ۸۳۴۹)

عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے حوالے سے احادیث مبارکہ:

ایک زمانہ ایسا تھا کہ عرش الٰہی پانی کے اوپر تھا اور اس بارے میں کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کرنے سے ہزار سال قبل مخلوق کی تقدیر لکھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۱۹۱)

۲- حضرت رزین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کہاں تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ عماء میں تھا یعنی نہ اس کے اوپر ہوا تھی اور نہ اس کے نیچے ہوا تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

(مسند امام احمد، ج: ۴، ص: ۱۱)

فائدہ نافعہ: اس روایت میں حرف ''ما'' میں دو احتمال ہیں:

(۱) ما موصولہ ہو: اس صورت میں اس کا معنیٰ ہوگا کہ بادل کے اوپر ہوا تھی اور اس کے نیچے بھی ہوا تھی۔

(۲) ما نافیہ ہو: اس صورت میں معنیٰ ہوگا: نہ بادل کے اوپر ہوا تھی اور نہ اس کے نیچے ہوا تھی۔

عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے حوالے سے علماء کے مختلف اقوال:

یہ مضمون روایات میں مذکور ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے قبل عرش الٰہی پانی پر تھا، اس کے مفہوم میں علماء کی مختلف آراء ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کعب بن احبار نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سبز یاقوت پیدا کیا پھر اس کو نظر ہیبت سے دیکھا تو وہ لرزتا ہوا پانی بن گیا، پھر ہوا کو پیدا کیا اور اس کی پشت پر پانی رکھا، پھر عرش کو پانی پر رکھا۔ حضرت ابوبکر اصم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عرش پانی کے ساتھ ملصلق ہے' کیونکہ اس لحاظ سے عرش اب بھی پانی پر ہے۔ علامہ زمخشری نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت عرش کے نیچے پانی کے سوا اور کوئی مخلوق نہیں تھی اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عرش اور پانی کو آسمانوں اور زمینوں سے پہلے پیدا کیا۔

۲- امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اس کا عرش پانی پر تھا''۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی عجیب و غریب قدرت کے اظہار کے لیے فرمایا، کیونکہ کسی عمارت کو بنانے والا اپنی عمارت کو سخت زمین پر پانی سے دور رکھ کر بناتا ہے، تا کہ اس کی عمارت منہدم نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پانی پر بنایا تا کہ عقل والے اس کی قدرت کے کمال کو جان لیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلالت ہے، کیونکہ عرش تمام آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ بڑا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کو پانی پر قائم کیا ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ بغیر کسی ستون کے کسی وزنی چیز کو رکھنے پر قادر نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے پانی کو بھی بغیر کسی سہارے کے قائم کیا۔ نیز عرش کے پانی پر ہونے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ عرش پانی کے ساتھ ملصق ہے، یہ اس طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے آسمان زمین کے اوپر ہے۔ (تفسیر کبیر، ج:۶، ص:۱۹۲، ۳۲۰)

۳- علامہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عرش اور پانی کے درمیان کوئی حائل نہیں تھا، ایسا نہیں ہے کہ عرش پانی کی پیٹھ پر رکھا ہوا تھا۔ (تفسیر بیضاوی، ج:۱، ص:۱۲۵)

۴- امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، کعب احبار سے روایت ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سبز یاقوت کو پیدا کیا، پھر اس کو نظر ہیبت سے دیکھا تو وہ پانی ہو گیا، پھر اس نے پانی پر اپنا عرش رکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اس وقت نہ آسمان تھا نہ زمین تھی۔

حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے اور جو چیز ہمیں قطعی طور پر معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے' اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی، پھر اس نے اپنے علم ازلی کے مطابق اپنے ارادہ اور اپنی قدرت سے جو چاہا پیدا کیا۔ ہم جانتے ہیں کہ عرش، کرسی،

پانی، ہوا یا زمین یا آسمان، ان میں سے کوئی چیز بھی ازل میں نہیں تھی، کیونکہ ان میں سے ہر چیز ممکن ہے اور ہر ممکن حادث ہے اور حوادث کا ازل میں ہونا محال ہے۔ ہم کو یہ معلوم ہے کہ اس طرح تخت اجسام کو اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح عرش کا اللہ کو اٹھانا محال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا لازم آئے گا اور: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ (طٰہٰ:۵) کے محامل واضح ہیں اور اس کی تاویلات صحیحہ ہیں۔ البتہ شریعت نے کسی تاویل یا محمل کو معین نہیں فرمایا، اس لیے اس میں توقف کرنا چاہیے اور صرف اس پر ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج:۹، ص:۹، المفہم، ج:۶، ص:۶۷۰)

۵- علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں پانی سے مراد وہی پانی ہے جو عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر ہے اور عرش سے مراد وہی عرش معروف ہے اور عرش کے پانی پر ہونے کا معنیٰ عام ہے خواہ عرش پانی سے متصل ہو یا منفصل۔

۶- علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا۔ ان تمام روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ ہر چیز کی اولیت اضافی ہے اور ہر وہ چیز جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے، اس کا معنیٰ ہے: اس کو اپنی بعد والی چیزوں کے اعتبار سے پہلے پیدا کیا ہے اور ہر چیز کو ذکر میں لکھ دیا ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کل کائنات کی تقدیر کو لوح محفوظ میں ثابت کر دیا۔

نیز کہا: تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کا عمل نیک ہے یعنی یہ آسمان اور زمین عبث پیدا نہیں کیے گئے بلکہ اس سے مقصود انسانوں اور جنات کی آزمائش ہے کہ ان میں سے کون نیک عمل کرتا ہے۔ نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ قرآن وسنت کے مطابق اخلاص سے عمل کیے جائیں۔ فرائض، واجبات اور سنتوں پر عمل کیا جائے اور محرمات اور مکروہات کو ترک کیا جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے شخص کے پاس سے گزرے، فرمایا: اے سونے والے! اٹھ اور عبادت کر۔ اس نے کہا: اے روح اللہ! میں عبادت کر چکا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: تم نے کیا عبادت کی ہے؟ اس نے جواب دیا: میں نے دنیا کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: تم سو جاؤ، تم عابدین پر فائق ہو۔

ضحاک نے کہا: اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تاکہ وہ آزمائے تم میں سے کون زیادہ شکر کرنے والا ہے۔ مقاتل نے کہا: تم میں سے کون اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم میں سے کون اللہ تعالیٰ کی زیادہ اطاعت کرنے والا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: تم میں سے کون زیادہ اچھی عقل والا ہے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے زیادہ بچنے والا ہے اور اللہ کی اطاعت میں زیادہ جلدی کرنے والا ہے۔ (عمدۃ القاری، ج:۱۵، ص:۱۰۹، الجامع لاحکام القرآن، ج:۹، ص:۱۰، جامع البیان، رقم الحدیث:۱۳۹۰۸)

۷- علامہ ابوالعلاء ہمدانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ پہلے عرش کو پیدا کیا یا پہلے قلم کو؟ اکثر کے نزدیک پہلے عرش کو پیدا کیا۔ امام ابن جریر اور ان کے متبعین نے کہا: پہلے قلم کو پیدا کیا۔ امام ابن حازم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سو سال کی مسافت پر لوح کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ عرش پر تھا پھر اس نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے قلم سے فرمایا: تو لکھ! اس نے کہا: میں کیا لکھوں؟ فرمایا: قیامت تک مخلوق کے متعلق میرا علم لکھ۔ سبحان کی تفسیر میں انہوں

نے کہا: عرش کو قلم سے پہلے پیدا کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: تو لکھ! اس نے دریافت کیا: میں کیا لکھوں؟ حکم دیا: تو تقدیر لکھ۔ اس نے قیامت تک ہونے والی تمام چیزیں لکھ دیں۔ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ابتداء عرش، پانی اور ہوا سے کی اور زمین کو پانی سے پیدا کیا۔ (فتح الباری، شرح صحیح بخاری، ج:۶ص:۲۸۹)

3035 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُمْلِيْ وَرُبَّمَا قَالَ يُمْهِلُ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ نَحْوَهٗ وَقَالَ يُمْلِيْ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدِ الْجَوْهَرِيُّ عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَقَالَ يُمْلِيْ وَلَمْ يَشُكَّ فِيْهِ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔

"بے شک اللہ تعالیٰ موقع دیتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کی گرفت کرتا ہے تو پھر اسے بالکل نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"اور اسی طرح تمہارے پروردگار کی گرفت ہے جب اس نے اس بستی پر گرفت کی جو ظالم تھی۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

ابواسامہ نامی راوی نے اسے برید نامی راوی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں۔

"وہ موقع دیتا ہے۔"

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں۔

"وہ موقع دیتا ہے" (اس لفظ میں راوی کو شک نہیں ہے)۔

3035۔ اخرجه البخاری (۲۰۵/۸): كتاب التفسير: باب: (و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى۔) (هود: ۱۰۲)، حديث (۴۶۸۶) ومسلم (۱۹۹۷/۴): كتاب البر و الصلة و الاداب: باب: تحريم الظلم، حديث (۲۵۸۳/۶۱)، و ابن ماجه (۱۳۳۲/۲): كتاب الفتن: باب: العقوبات، حديث (۴۰۱۸)۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ظالم کو مہلت دینا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ○ (ھود:۱۰۲)

''اور آپ کے پروردگار کی ایسی پکڑ ہے جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں۔ بیشک اس کی پکڑ دردناک سخت ہے۔''

اس آیت اور حدیث باب میں اللہ تعالیٰ کا قانون امہال بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کی گرفت جلدی سے نہیں کرتا بلکہ انہیں مہلت دیتا ہے۔ پھر وہ جب حد کو عبور کرتے ہیں اور بغاوت کی انتہا کر دیتے ہیں تو اچانک اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بخاری و مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں: ان اللہ یملی الظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے حتیٰ کہ جب اس کا مؤاخذہ کرتا ہے تو اسے چھوڑتا ہے۔

ظالم دو قسم کے ہو سکتے ہیں:

(۱) اہل ایمان: ظالم اگر مسلمان ہو تو اسے مہلت دینے کا مقصد ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اپنے پروردگار کو خوش کرلے اور آخرت کے عذاب سے اپنے آپ کو محفوظ کرلے۔

(۲) اہل کفر: ظالم اگر کافر ہو تو اسے مہلت دینے کا مقصد ہے کہ وہ مزید گناہوں، ظلم و زیادتی اور بغاوت و سرکشی کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے آخرت میں عذاب الٰہی کا مستحق قرار پائے۔

کفار کو سزا دینا عدل کا تقاضا ہونا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار، مشرکین اور منافقین کو دنیا میں ہلاک کرنا یا آخرت میں عذاب دینا، ان پر ظلم و زیادتی ہرگز نہیں ہے بلکہ عدل و حکمت کا تقاضا ہے۔ اس مسئلہ کے چند ایک محامل درج ذیل ہیں:

۱- ان لوگوں کے کفر اور معصیت کی وجہ سے انہیں عذاب میں مبتلا کرنا ظلم و زیادتی ہرگز نہیں ہے بلکہ انہوں نے اس سزا کا سامان خود فراہم کیا ہے۔

۲- ایک نافرمان شخص کو محض اس کی نافرمانی کے مطابق سزا دینا عین عدل کا تقاضا ہے، کیونکہ ظلم و زیادتی تو تب ہو جب ایک شخص کو دو کے یا اس سے بھی زائد افراد کے برابر عذاب و سزا میں مبتلا کیا جائے۔

۳- مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کو بھی ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے لیکن دونوں کے درمیان لطیف سا فرق یہ ہے کہ مسلمان نعمتوں کو استعمال میں لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے جبکہ کفار نعمتوں کو تو استعمال میں لاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حقدار قرار پاتے ہیں۔

3036 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِیُّ هُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ) سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ فَعَلٰى مَا نَعْمَلُ عَلٰى شَیْءٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ اَوْ عَلٰى شَیْءٍ لَّمْ يُفْرَغْ مِنْهُ قَالَ بَلْ عَلٰى شَیْءٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ وَجَرَتْ بِهِ الْاَقْلَامُ يَا عُمَرُ وَلٰكِنْ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرٍو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

''ان میں سے کچھ لوگ خوش بخت ہیں اور کچھ بد بخت''

میں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا، میں نے عرض کی، اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم عمل کس بنیاد پر کریں؟ ایک ایسی صورت کے بارے میں جو طے ہو چکی ہے؟ یا ایسی صورتحال کے بارے میں جو ابھی طے نہیں ہوئی؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ایک ایسی چیز کے بارے میں سوچ کر کرو جو طے ہو چکی ہے، قلم جاری ہو چکے ہیں' لیکن ہر شخص کے لیے وہ چیز آسان کر دی جاتی ہے' جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اسے عبدالملک بن عمرو نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

انسان کی نیک بختی اور بد بختی کا طے شدہ ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ○ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ○ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ○ (ھود: ۱۰۸-۱۰۵)

''جب وہ (قیامت کا) دن آئے گا اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بات نہیں کر سکے گا۔ ان میں سے بعض بد بخت ہوں گے اور بعض نیک بخت ہوں گے۔ پس جو بد بخت ہوں گے وہ جہنم میں جائیں گے، ان کے لیے اس میں چیخ و

3036۔ اخرجه ابن حمید ص (۳۶)، حدیث (۲۰)۔

پکار ہوگی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین باقی رہیں گے مگر جتنا آپ کا پروردگار چاہے گا۔ بیشک آپ کا پروردگار جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ ضرور کرتا ہے اور نیکوکار لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ پس وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین باقی رہیں گے۔ مگر جتنا آپ کا پروردگار چاہے گا۔ یہ مسلسل عطاء ہے۔"

قرآن کریم اور حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے نیکوکار اور بدکار لوگوں کا انجام اور نتیجہ طے شدہ (تقدیر کے مطابق) ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! ہم اعمال کس بنیاد پر کرتے ہیں یعنی جب معاملہ طے شدہ ہے تو ہم عمل کیوں کرتے ہیں اور ان کا فائدہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اعمال خیر یا بد کرنا بھی طے شدہ ہے جس کے مطابق یہ کیے جاتے ہیں۔ ہر ایک کا نیک بخت اور جنتی ہونا یا بد بخت اور جہنمی ہونا بھی تقدیر کے مطابق ہے۔

وقوعِ قیامت پر دلیل:

جس طرح دنیا دار العمل ہے اسی طرح آخرت دار الجزاء ہے اور انسان دنیا میں جو عمل کرتا ہے آخرت میں اس کی جزاء یا سزا کا حقدار ہوگا۔ موجودہ عالم کو عالم دنیا اور آخرت کو عالم قیامت یا عالم جزاء وسزا کہا جاتا ہے۔ قرآنی فیصلہ کے مطابق آخرت کا وقوع اور قیامت کا قیام یقینی ہے جس کا منکر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں کچھ لوگ ظلم وستم کرتے ہیں اور سزا کے بغیر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض مظلوم ہوتے ہیں اور وہ بغیر جزاء کے دنیا سے چل بستے ہیں۔ یہ ضروری اور عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزاء دی جائے تو اس کے لیے الگ جہان ہونا چاہیے تھا جس میں عدل وانصاف اور جزاء وسزا کا نظام قائم کیا جاسکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلا عالم ختم کیا جائے تاکہ اعمال کا خاتمہ ہوجائے، کیونکہ جب تک یہ جہاں موجود ہے اعمال کا سلسلہ جاری رہتا ہے مثلاً کوئی شخص مسجد تعمیر کرواتا ہے، یہ صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب بعد از موت بھی جاری رہتا ہے۔ اسی طرح جو سینما گھر کی شکل میں دنیا میں فحاشی کا اڈہ کھول دیتا ہے تو مرنے کے بعد بھی اس کا گناہ اس کے نامہ اعمال میں مسلسل لکھا جاتا ہے۔ عالم دنیا کو ختم کرنے کے بعد جزاء وسزا کے لیے ایک نیا جہان قائم کرنا بھی ضروری ہے اور اسی کا نام قیامت ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ عالم دنیا کی تخلیق فرمائی اسی طرح اسے ختم کرنے کی بھی قوت رکھتا ہے۔ پھر اسی طرح عالم آخرت یا قیامت قائم کرنے کی بھی قوت رکھتا ہے۔

قیامت کے دن لوگوں کا سعید وشقی ہونے میں منحصر ہونا:

مذکورہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن دو قسم کے لوگ ہوں گے سعید اور شقی۔ سوال یہ ہے کہ جو پاگل یا بچے ہوں گے کیا یہ تیسری قسم ہوگی یا ان دونوں اقسام میں داخل ہوں گے؟

اس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ ان سے خارج ہوں گے، کیونکہ اہل محشر سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے حساب لیا جائے گا۔

سوال: اہل اعراف کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ نہ جنت میں جائیں گے اور نہ دوزخ میں جائیں گے۔ کیا یہ بھی ان دو قسم

کے لوگوں سے خارج ہوں گے یا ان میں داخل ہوں گے؟

جواب: پاگلوں اور بچوں کی طرح اہل اعراف بھی ان دونوں اقسام کے لوگوں سے خارج ہیں، کیونکہ ان کی صراحت قرآن میں نہیں ہے۔

سوال: سعید وہ لوگ ہوں گے جن کا ثواب زیادہ ہوگا اور شقی وہ لوگ ہوں گے جن کا عذاب زیادہ ہوگا۔ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کا ثواب اور عذاب برابر ہوگا۔ کیا یہ لوگ بھی ان دونوں قسموں میں داخل ہوں گے یا نہیں؟

جواب: قرآنی مضمون کے مطابق صرف دو قسم کے لوگ ہوں گے مسلمان اور کفار جبکہ تیسری قسم کا تصور نہیں ہے، لہٰذا یہ لوگ بھی ان سے خارج ہوں گے۔

سعید اور شقی لوگوں کی وضاحت احادیث مبارکہ سے:

قرآن کریم کی طرح احادیث مبارکہ میں بھی سعید و شقی لوگوں کی وضاحت موجود ہے، اس سلسلے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں بتائیں ہم لوگ جو اعمال کرتے ہیں یہ طے شدہ ہیں یا ابتداء ہیں (یعنی یہ تقدیر میں لکھے جا چکے ہیں یا نہیں)؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ان سے فراغت ہو چکی ہے۔ اے ابن خطاب! ہر عمل آسان کیا جا چکا ہے اور سعید لوگ سعادت کے لیے عمل کرتے ہیں اور جو شقی لوگ ہیں وہ شقاوت کے لیے عمل کرتے ہیں۔ (مسند امام احمد، ج:۲، ص:۵۲)

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، آپ نے فرمایا: ہر آدمی کا ٹھکانہ لکھا ہوا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اسی پر اعتماد کر لیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم عمل بھی کرتے رہو اور انسان کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا گیا ہے۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیات تلاوت کیں:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ (اللیل:۱۰-۵)

''جس شخص نے اللہ کی راہ میں اپنا مال پیش کیا وہ اللہ سے ڈرا اور نیک بات کی تصدیق کی، اس کے لیے عنقریب ہم اعمال آسان کر دیں گے۔ اور جس شخص نے کنجوسی کی اور اللہ سے بے پرواہ رہا اور اس نے اچھی بات کی تکذیب کی، ہم عنقریب اس کے لیے برے اعمال آسان کر دیں گے۔'' (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۷۸)

۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سچے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی تخلیق چالیس دن تک اپنی ماں کے بطن میں جمع رہتی ہے۔ پھر چالیس ایام کے بعد وہ جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر چالیس دن کے بعد وہ خون گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ پھر اللہ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ پھر اسے چار چیزیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے: وہ اس کا رزق لکھتا ہے، اس کی موت و حیات لکھتا ہے،

اس کے اعمال لکھتا ہے کہ وہ اچھے اعمال کرے گا یا برے اور اس کے سعید یا شقی ہونا بھی لکھ دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں ہے، تم میں سے کوئی شخص اہل جنت کے اعمال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر نوشتہ غالب آ جاتا ہے اور اس کا خاتمہ اہل جہنم کے عمل پر ہوتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص اہل جہنم کا کام کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر نوشتہ غالب آ جاتا ہے، وہ اہل جنت کا کام شروع کر دیتا ہے اور اسے جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۷۰۸)

۴- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ آپ کے دست اقدس میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ ان کتابوں کے بارے میں جانتے ہو کہ یہ کیسی ہیں؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اس بارے میں نہیں جانتے، آپ اس بارے میں ہمیں بتادیں۔ آپ نے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے، جس میں اہل جنت کے نام درج ہیں اور ان کے آباؤ اجداد کے نام بھی ہیں حتیٰ کہ قبائل کے نام بھی۔ پھر آخر میں کل تعداد بھی درج ہے، جس میں کمی واضافہ نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ رب العٰلمین کی جانب سے ہے، جس میں اہل جہنم کے نام درج ہیں، ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبائل کے نام بھی ہیں۔ پھر اس کے آخر میں کل تعداد بھی لکھی گئی ہے، جس میں کمی بیشی کا امکان نہیں ہوسکتا۔ آپ کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! جب سب کچھ لکھا جاچکا ہے، تو پھر ہم عمل کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: تم اعمال صالحہ کرتے رہو اور اعمال صالحہ کے پاس رہو، کیونکہ اہل جنت کا خاتمہ اعمال صالحہ پر کیا جاتا ہے خواہ انہوں نے زندگی میں کیسے ہی اعمال کیے ہوں۔ اہل جہنم کا خاتمہ اہل جہنم کے اعمال پر کیا جاتا ہے کہ خواہ وہ زندگی میں کیسے ہی اعمال کرتے رہے ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کتابوں کو ایک طرف رکھ دیا اور فرمایا: تمہارا پروردگار نوشتہ سے فارغ ہوگیا ہے، اب ایک فریق جنتی ہے اور ایک فریق جہنمی ہے۔ (مسند امام احمد، ج:۲، ص:۱۶۷)

ایک شبہ کا ازالہ:

عموماً ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان کے جنتی یا جہنمی اور سعید یا شقی ہونے کے بارے میں لکھا جاچکا ہے، تو پھر ہمیں عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم کے مطابق جانتا تھا کہ بندے کیا کرنے والے ہیں، لہٰذا اپنے علم ازلی کے مطابق تقدیر لکھ دی یعنی جس طرح لوگ کرنے والے تھے اس کے مطابق نوشتہ ہے اور یہ ہرگز نہیں ہے کہ جس طرح تقدیر لکھی جاچکی ہے لوگ اس طرح اعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی اور تقدیر لوگوں کے اعمال کے مطابق ہے۔ اعمال صالحہ یا غیر صالحہ کرنے میں انسان کو شعور و اختیار دیا گیا ہے۔

تقدیر کی تعریف اور اس کی اقسام:

انسان کو زندگی بھر کئی نشیب و فراز، راحت و غم، صحت و بیماری، کشادگی و تنگی اور کامرانی و ناکامی امور سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان تمام امور کا تعلق تقدیر سے ہے۔ انسان کو اعمال کرنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کرے یا نہ کرے مثلاً نماز، روزہ اور حج کرسکتا ہے اور

نہیں بھی کرتا۔ تاہم اعمال خیر کی جزاء اور اعمال سیہ کی سزا کی وضاحت بھی کردی گئی ہے۔

تقدیر کی دو اقسام ہیں:

۱- تقدیر مبرم: یہ وہ تقدیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے مطابق ہے اور اس میں تبدیلی ناممکن ہے، کیونکہ اس میں تبدیلی اللہ تعالیٰ کے جہل کو مستلزم ہے، جو محال ہے۔

۲- تقدیر معلق: یہ وہ تقدیر ہے، جس میں تبدیلی ممکن ہوتی ہے مثلاً دعا اور صدقہ وغیرہ سے یہ تبدیل ہوسکتی ہے۔

تقدیر پر ایمان رکھنا ضروری ہے، اس کا انکار گمراہی و بے دینی اور کفر ہے۔ اثبات تقدیر کے حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقتور مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہاں کمزور مسلمان سے زیادہ پسندیدہ ہے، ہر مسلمان میں خیر موجود ہے، جو چیز تمہارے لیے نافع ہو اس کی خواہش کرو اور عاجز مت بنو۔ اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو یہ بات مت کہو کہ اگر میں فلاں کام کر لیتا تو اس میں مبتلا نہ ہوتا مگر یوں کہو کہ یہ اللہ کی تقدیر ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کیونکہ لفظ "اگر" شیطانی عمل کے لیے معاون ہے۔ (مسند امام احمد، ج:۱،ص:۲۹۳)

۲- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا، آپ نے فرمایا: اے بیٹا! میں تمہیں چند باتوں کی تلقین کرتا ہوں! تم دین خداوندی کی حفاظت کرو تو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تو تم اللہ کی رضا کو پالو گے۔ تم سوال ہمیشہ اللہ سے کرو، اور مدد صرف اسی سے طلب کرو، کیونکہ فائدہ صرف اسی کی طرف سے پہنچ سکتا ہے اور اس کے علاوہ کائنات کی کوئی ذات فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اگر وہ ذات تمہیں ضرر نہ پہنچائے تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث:۱۲۹۸۸)

۳- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس پر ایمان نہ لائے کہ ہر اچھی اور بری چیز تقدیر سے متعلق ہے۔ اس بات پر یقین کرو کہ جو بھی پریشانی آتی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی وہ اسے پہنچ نہیں سکتی۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث:۲۱۴۴)

فائدہ نافعہ: مذکورہ بالا بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تقدیر میں تبدیلی نہیں ہوتی اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر میں تبدیلی ممکن ہے۔ ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ پہلی قسم کی روایات سے مراد تقدیر مبرم ہے۔ بالکل تبدیل نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کی روایت سے مراد تقدیر معلق ہے جو دعا اور صدقہ سے تبدیل ہو جاتی ہے۔

تقدیر پر ایمان رکھنا:

اسلامی تعلیمات اور اسلامی عقائد کے مطابق تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کا انکار گمراہی اور کفر ہے۔ اس بارے میں قرآن وسنت میں کثیر دلائل ہیں، اس سلسلہ میں چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قدریہ (منکرین تقدیر) اس

امت کے مجوسی ہیں۔ اگر یہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرو۔

۲-حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور میری امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص مر جائے تو اس کی نماز میں شرکت نہ کرو، ان میں سے کوئی بیمار ہو اس کی عیادت نہ کرو۔ یہ لوگ دجال کے ساتھی ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں دجال کے ساتھ ملا دے گا۔

فائدہ نافعہ: منکرین تقدیر اور مجوسیوں کے عقائد و افکار یکساں ہیں، اس لیے انہیں اس امت کے مجوسی قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً مجوسی دو خداؤں کے قائل ہیں:

(۱) یزداں: جو نیکیوں کو پیدا کرتا ہے۔

(۲) اہرمن: جو برائیوں کو پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح منکرین تقدیر بھی دو خداؤں کے قائل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ (۲) انسان: وہ اپنے افعال کو خود پیدا کرتا ہے۔

تقدیر میں بحث کرنے کی ممانعت:

ماقبل بحث سے ثابت ہوا کہ تقدیر برحق ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ تقدیر میں بحث کرنا بھی حرام و ممنوع ہے۔ اس بارے میں چند روایات درج ذیل ہیں:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہما السلام کی آپس میں بحث ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: آپ ہی وہ ذات ہیں جن کے ذنب (خطاء اجتہادی) کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے باہر نکالا گیا اور بدقسمت بنایا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ! آپ وہی شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے نوازا، کیا آپ مجھے اس چیز کے بارے میں ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے قبل لکھ دیا تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۷۳۸)

۲-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا کہ جو شخص تقدیر میں بحث کرتا ہے قیامت کے دن اس سے اس بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ جو شخص اس میں بحث نہ کرے گا، اس سے اس بارنے میں سوال بھی نہیں ہوگا۔

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، گویا آپ کے رخساروں پر انار نچوڑے گئے ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو اس میں بحث کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا میں اس میں بحث کے لیے تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگ اس میں بحث کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ میں تمہیں اس میں بحث نہ کرنے کی قسم دیتا ہوں۔

(مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث: ۶۰۴۵)

سعادت وشقاوت کا مفہوم:

اعمال صالحہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو جانا سعادت ہے جبکہ اس کا الٹ شقاوت ہے۔سعادت کی دو اقسام ہیں:

(۱)سعادت دنیوی: وہ ہے جو دنیوی امور سے متعلق ہو مثلاً تجارت میں منافع وغیرہ۔

سعادت دنیوی کی تین اقسام ہیں:

(i)روح کی سعادت: جو ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

(ii)بدن کی سعادت: اس کا حصول صحت، قوت، مفید غذاؤں اور دواؤں سے ممکن ہوتا ہے۔

(iii)سعادت خارجی: جو انسان کے نیک مطلوب ومقصد پر حاصل ہوتی ہے۔

۲-سعادت اخروی: یہ انسان کی منزل مقصود یعنی جنت ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

قرآن کریم میں کہا گیا ہے: ''جب تک آسمان وزمین قائم رہیں گے۔''

آسمان وزمین کا قیام دائمی نہیں ہے بلکہ ایک وقت آئے گا کہ یہ زوال پذیر ہو جائیں گے جس سے ثابت ہوتا ہے کفار و مشرکین کو جہنم میں عذاب بھی دائمی نہیں ہوگا بلکہ وقتی ہوگا جبکہ دیگر نصوص سے ثابت ہے کہ جہنم میں کفار کا عذاب وقتی یا عارضی نہیں ہے بلکہ مستقل ہے۔اس اہم شبہ یا اعتراض کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں:

(i) آیت میں آسمان وزمین سے مراد دنیوی آسمان وزمین مراد نہیں بلکہ اخروی مراد ہیں جو جنت و دوزخ سے متعلق ہوں گے۔اہل جنت، جنت میں فضا یا خلا کے نیچے نہیں ہوں گے بلکہ مشیت ایزدی سے کوئی سائبان ہوگا جو ہمیشہ و دائمی ہوگا، کیونکہ عربی زبان میں سائبان کو آسمان بھی کہا جاتا ہے۔

آخرت کے آسمان وزمین، دنیوی آسمان وزمین سے مختلف ہوں گے اس پر یہ آیت دلیل ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ابراہیم:۴۸)

جس دن زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی۔

جنت و دوزخ کے آسمان وزمین، دنیوی آسمان وزمین سے مختلف اور مستقل ہوں گے تو اہل جنت اور اہل جہنم کا قیام بھی مستقل ہوگا جو خلود و دوام کی صفت سے متصف ہوگا۔

(ii)اگر اس آیت سے دنیوی آسمان وزمین مراد ہوں پھر بھی یہ آیت اہل جنت اور اہل جہنم کے قیام، دوام وخلود کے منافی نہیں ہے، کیونکہ اہل عرب کا طریقہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا دوام بیان کرتے ہیں تو آسمان وزمین کے قیام کو استعمال کرتے ہیں اور قرآن کریم بھی اہل عرب کے اسلوب پر نازل ہوا ہے۔اس طرح آسمان وزمین کے قیام سے مراد خلود و دوام ہے، جس سے اہل جنت اور اہل جہنم کے قیام کا بھی دوام وخلود ثابت ہوتا ہے۔

(iii) یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مقدم کے ثبوت سے تالی کا ثبوت وابستہ ہوتا ہے جبکہ مقدم کی نفی تالی کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی مثلاً ہم یہ بات کہیں: اگر یہ انسان ہے تو پھر حیوان ہے، یہ قضیہ درست ہے مگر یہ درست نہیں ہوسکتا کہ اگر یہ انسان نہیں ہے تو پھر حیوان بھی نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ ممکن ہے وہ انسان نہ ہو لیکن گھوڑا ہو۔ علی ھذا القیاس جب تک آسمان وزمین قائم ہیں، وہ دوزخ میں رہیں گے، یہ اس بات کو ہرگز مستلزم نہیں ہے کہ آسمان وزمین معدوم ہو جانے سے وہ جہنم میں موجود نہ ہوں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

مستشرقین کی طرف سے یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ جب کفار زمانہ متناہی تک جرم کرتے رہے تو ان کی سزا بھی زمانہ متناہی ہونا چاہیے نہ کہ زمانہ غیر متناہی؟

جواب: کفار کو جو غیر متناہی زمانہ یعنی دائمی سزا دینے کا بیان ہوا ہے یہ ان کی دائمی نیت کے مطابق ہے، کیونکہ کفر کو اختیار کرنے کا ارادہ ان کا مستقل تھا نہ کہ عارضی و وقتی تھا۔

اس مقام پر مستشرقین کی طرف سے ایک یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ کفار کو عذاب میں مبتلا کرنا غیر نافع وغیر مفید ہونے کی وجہ سے قبیح ہے یعنی اس عذاب سے نہ اللہ تعالیٰ کو فائدہ ہے، کیونکہ وہ تو مستغنی و بے پرواہ ہے اور نہ ہی اس سے مسلمانوں کا کوئی نفع و فائدہ ہے؟

جواب: (i) اس دلیل کے اعتبار سے کفار کو بالکل عذاب نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ دلیل کو دائمی عذاب سے خاص کرنا درست نہیں ہے۔

(ii) کفار ومشرکین کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل اور ان کے جرم کے عین مطابق ہے، جس میں نفع وضرر کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔

غیر مسلموں کو دائمی عذاب دینے کے دلائل:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کفار ومشرکین کو دائمی عذاب دیا جائے گا، جس میں انقطاع نہیں ہوگا، اس سلسلے میں قرآن وسنت کے کثیر دلائل موجود ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:۴۸)

''بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جسے چاہے گا، اسے معاف کردے گا۔''

۲- ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ (النساء:۵۶)

''بیشک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا، ہم انہیں عنقریب عذاب میں مبتلا کریں گے، جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم انہیں نئی کھالوں سے بدل ڈالیں گے تا کہ وہ عذاب چکھیں۔''

۳-ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ○ (البقرۃ:۱۶۲-۱۶۱)

''بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر کی حالت میں وہ مرے تو ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔''

اہل جنت کے جنت میں اور اہل جہنم کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کے بارے میں احادیث مبارکہ:

مسلمان ہمیشہ جنت میں اور کفار و مشرکین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ وہ مسلمان جو بطور سزا جہنم میں ڈالے جائیں گے، ان کو وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس مضمون کے حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک منادی یوں اعلان کرے گا: اے اہل جنت! تم ہمیشہ صحت مند رہو گے اور کبھی علیل نہیں ہو گے، تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور تمہیں موت نہیں آئے گی، تم ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے اور کبھی تنگدست نہیں ہو گے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۸۳۷)

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اسے جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک منادی یہ اعلان کرے گا: اے اہل جنت! وہ سر اٹھا کر منادی کی جانب دیکھیں گے۔ منادی کہے گا: کیا تمہیں علم ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور سب اس کو دیکھیں گے۔ پھر منادی اعلان کرے گا: اے اہل جہنم! وہ اپنے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے، منادی سوال کرے گا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور سب لوگ اسے دیکھ لیں گے۔ پھر مینڈھے کی شکل میں وہ ذبح کی جائے گی۔ پھر منادی اعلان کرے گا: اے اہل جنت! تم ہمیشہ رہو گے اور اب موت نہیں ہے۔ اے اہل نار! تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور اب موت نہیں ہو گی۔

۳-ارشاد ربانی ہے:

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰىۚ (الدخان:۵۶)

''وہ اس (جنت) میں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے۔''

ان روایات و آیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ اہل جنت دائمی طور پر جنت میں رہیں گے، انہیں پریشانی، موت اور مرض لاحق نہیں ہوگا۔ اسی طرح کفار و مشرکین اسلام اور اللہ تعالیٰ کے انکار و عداوت کے نتیجہ میں جہنم میں ڈالے جائیں گے، یہ ان کا عذاب دائمی ہوگا، ان کے اجسام جل جانے کی صورت میں انہیں نئے اجسام فراہم کیے جائیں گے اور ان کے عذاب میں کمی نہیں ہوگی۔

3037 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ عَالَجْتُ امْرَاَةً فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَاِنِّيْ اَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُوْنَ اَنْ اَمَسَّهَا وَاَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللّٰهُ لَوْ سَتَرْتَ عَلٰى نَفْسِكَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَاَتْبَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَدَعَاهُ فَتَلَا عَلَيْهِ (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ هٰذَا لَهٗ خَاصَّةً قَالَ لَا بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَهٰكَذَا رَوٰى اِسْرَآئِيْلُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ وَرِوَايَةُ هٰؤُلَآءِ اَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ الثَّوْرِيِّ وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى النَّيْسَابُوْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ الْاَعْمَشِ وَسِمَاكٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ الْاَعْمَشَ وَقَدْ رَوٰى سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں، ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آبادی سے باہر ایک عورت کے ساتھ تعلق قائم کیا اور صحبت کرنے کے علاوہ اس کے ساتھ سب کچھ کیا۔ اب میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوں، آپ ﷺ میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارا پردہ رکھا تھا۔ اگر تم بھی اپنی ذات کا پردہ رکھتے تو یہ زیادہ بہتر تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر وہ شخص چلا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کے پیچھے ایک اور شخص کو بھیجا اور اسے بلوایا پھر اس کے سامنے یہ آیت تلاوت کی:

''تم دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو بے شک نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے''۔

3037۔ اخرجه احمد (١/٤٠٦)۔

تو حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی، کیا یہ حکم صرف اس شخص کے لیے خاص ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا' بلکہ سب لوگوں کے لیے (عام حکم ہے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو اسرائیل نامی راوی نے سماک کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' علقمہ اور اسود کے حوالے سے' اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

جبکہ شعبہ نے اسے سماک کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' اسود کے حوالے سے' عبداللہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

سفیان ثوری نے سماک کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

ان تمام حضرات کی نقل کردہ روایت ثوری کی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

محمد بن یحییٰ نیشاپوری نے محمد بن یوسف کے حوالے سے' سفیان ثوری کے حوالے سے' اعمش اور سماک کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

محمود بن غیلان نے فضل بن موسیٰ کے حوالے سے' سفیان کے حوالے سے' سماک کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے' تاہم انہوں نے اس کی سند میں اعمش سے منقول ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

سلیمان تیمی نے اس روایت کو ابوعثمان نہدی کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

3038 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ مُّعَاذٍ

متنِ حدیث: قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا لَقِىَ امْرَاَةً وَّلَيْسَ بَيْنَهُمَا مَعْرِفَةٌ فَلَيْسَ يَاْتِى الرَّجُلُ شَيْئًا اِلٰى امْرَاَتِهٖ اِلَّا قَدْ اَتٰى هُوَ اِلَيْهَا اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يُجَامِعْهَا قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَىِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ) فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّاَ وَيُصَلِّىَ قَالَ مُعَاذٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِىَ لَهٗ خَاصَّةً اَمْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَّةً قَالَ بَلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَّةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ

3038- اخرجه احمد (۲۴۴/۵)۔

توضیح راوی: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي لَيْلٰى لَمْ يَسْمَعْ مِنْ مُعَاذٍ وَّمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ مَاتَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ وَقُتِلَ عُمَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي لَيْلٰى غُلَامٌ صَغِيْرٌ ابْنُ سِتِّ سِنِيْنَ وَقَدْ رَوٰى عَنْ عُمَرَ وَرَآهُ وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے' جو کسی عورت سے ملتا ہے حالانکہ ان کے درمیان پہلے کوئی جان پہچان نہیں ہے' اور کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ جو تعلق قائم کرتا ہے وہ اس کے ساتھ سب کچھ کر لیتا ہے' البتہ اس کے ساتھ صحبت نہیں کرتا۔

راوی بیان کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو، بے شک نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں، یہ نصیحت ان لوگوں کے لیے ہے' جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو یہ ہدایت کی: وہ وضو کر کے نماز ادا کرے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ اس کے لیے مخصوص ہے' یا سب اہلِ ایمان کے لیے عام ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمام اہلِ ایمان کے لیے عام ہے۔

اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ نامی راوی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے' کیونکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ہوا تھا اور جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اس وقت عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ ابھی چھ سال کے بچے تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' احادیث نقل کی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی کی ہوئی ہے۔

شعبہ نامی راوی نے اس حدیث کو عبدالملک بن عمر کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

3039 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةَ حَرَامٍ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنْ كَفَّارَتِهَا فَنَزَلَتْ (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) فَقَالَ الرَّجُلُ اَلِي هٰذِهِ يَا

3039۔ اخرجه البخاری (۱۲/۲): كتاب اموافيت الصلاة: باب: الصلاة كفارة حديث (۵۲۶) طرفه في (۴۶۸۷)، مسلم (۲۱۱۵/۴): كتاب التوبة: باب: قوله تعالیٰ (ان الحسنت يذهبن السيات)، (هود: ۱۱۴)، حديث (۳۹، ۴۰/۲۷۶۳)، و ابن ماجه (۴۴۷/۱): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء من ان الصلاة كفارة، حديث (۱۳۹۸)، و حديث (۴۲۵۴)، و احمد (۳۸۵/۱، ۴۳۰) وابن خزيمة (۱۶۱/۱)، حديث (۳۱۲)۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَكَ وَلِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمَّتِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ابوعثمان نہدی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا جو اس کے لیے حرام تھا۔ پھر وہ شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس کے کفارے کے بارے میں دریافت کیا؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

"دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو۔"

اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ میرے لیے مخصوص ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے بھی ہے اور میری امت کا جو بھی فرد اس پر عمل کرے اس کے لیے بھی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3040 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِى الْيَسَرِ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَتْنِيْ امْرَاَةٌ تَبْتَاعُ تَمْرًا فَقُلْتُ اِنَّ فِي الْبَيْتِ تَمْرًا اَطْيَبَ مِنْهُ فَدَخَلَتْ مَعِي فِي الْبَيْتِ فَاَهْوَيْتُ اِلَيْهَا فَتَقَبَّلْتُهَا فَاَتَيْتُ اَبَا بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ قَالَ اسْتُرْ عَلٰى نَفْسِكَ وَتُبْ وَلَا تُخْبِرْ اَحَدًا فَلَمْ اَصْبِرْ فَاَتَيْتُ عُمَرَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اسْتُرْ عَلٰى نَفْسِكَ وَتُبْ وَلَا تُخْبِرْ اَحَدًا فَلَمْ اَصْبِرْ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اَخَلَفْتَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فِيْ اَهْلِهِ بِمِثْلِ هٰذَا حَتّٰى تَمَنّٰى اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ اَسْلَمَ اِلَّا تِلْكَ السَّاعَةَ حَتّٰى ظَنَّ اَنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَالَ وَاَطْرَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلًا حَتّٰى اَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ) اِلٰى قَوْلِهِ (ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ) قَالَ اَبُو الْيَسَرِ فَاَتَيْتُهُ فَقَرَاَهَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصْحَابُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِهٰذَا خَاصَّةً اَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً قَالَ بَلْ لِلنَّاسِ عَامَّةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ ضَعَّفَهُ وَكِيْعٌ وَغَيْرُهُ وَاَبُو الْيَسَرِ هُوَ كَعْبُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ وَرَوٰى شَرِيْكٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِثْلَ رِوَايَةِ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ وَوَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ ایک خاتون کھجوریں خریدنے کے لیے میرے پاس آئی تو میں نے اس سے کہا: گھر کے اندر اس سے زیادہ اچھی کھجوریں پڑی ہوئی ہیں، تو وہ میرے ساتھ گھر کے اندر داخل ہوئی، میں اس کی طرف بڑھا اور میں نے اس کا بوسہ لے لیا، پھر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس واقعے کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے

فرمایا: تم اپنی ذات پر پردہ رکھو! توبہ کرواور اس کے بارے میں کسی کو نہ بتانا' لیکن مجھ سے صبر نہیں ہوا۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اوران سے اس بات کا تذکرہ کیا' تو آپ نے فرمایا: تم اپنی ذات پر پردہ رکھو! اور توبہ کرواور اس کے بارے میں کسی کو بتانا' لیکن مجھ سے صبر نہیں ہوا اور میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور اس بات کا تذکرہ آپ ﷺ کے سامنے کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (کیا تم نے اللہ کی راہ میں جانے والے شخص کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی کے ساتھ یہ حرکت کی ہے) (راوی بیان کرتے ہیں)، یہاں تک ابوالیسر نے یہ آرزو کی کہ کاش وہ اسی وقت اسلام لائے ہوتے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ جہنمی ہیں۔

(حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے خاصی دیر تک اپنے سر کو جھکائے رکھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی طرف یہ وحی نازل کی گئی۔

"دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو۔ بے شک نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں یہ نصیحت ان کے لیے ہے' جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔"

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو آپ ﷺ نے یہ آیت میرے سامنے تلاوت کی' تو آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! یہ حکم اس کے لیے مخصوص ہے؟ یا سب لوگوں کے لیے عام ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ سب کے لیے عام ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

قیس بن ربیع نامی راوی کو وکیع اور دیگر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ کا نام کعب بن عمرو ہے۔

شریک نامی راوی نے اس روایت کو عثمان بن عبداللہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ جس طرح قیس بن ربیع نے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

نیکیوں کے سبب گناہوں کا مٹنا:

ارشاد ربانی ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ ۝ (ھود:۱۱۴)

"دن کے دونوں طرفوں اور رات کے کچھ حصہ میں نماز قائم کریں۔ بیشک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ ان لوگوں

کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے، جن کا اختصار یہ ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو نیکی کرنے کے سبب اس کی غلطی مٹ جاتی ہے مثلاً کسی غیر محرم عورت کا بوسہ لے لیتا ہے، تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ کوئی نیکی کرے۔ روایات میں موجود ہے کہ ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک، ایک رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک، ایک حج سے لے کر دوسرے حج تک، ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک انسان سے جو غلطیاں یا گناہ سرزد ہوتے ہیں، وہ ان اعمال صالحہ کی وجہ سے معاف ہو جاتے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے احتراز کیا جائے۔ اگر کوئی شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے مثلاً زنا کاری اور قتل وغیرہ تو محض نیک اعمال کرنے سے ایسا گناہ نہیں مٹتا، کیونکہ اس کی شریعت نے سزا مقرر کی ہوئی ہے جو بھگتنا ہو گی۔

نماز کی اہمیت وفضیلت:

اس آیت میں لفظ "حسنات" سے مراد ہر نیک عمل ہے، جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی حاصل ہو سکتی ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ۔ لفظ "السَّيِّاٰتِ" سے مراد ہر برا عمل ہے، جس کے مرتکب ہونے سے انسان گھن کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص دانستہ یا نادانستہ طور پر کسی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، تو اس کے بعد کوئی عمل صالحہ کر لیتا ہے مثلاً نماز پڑھ لیتا ہے، اس کی برکت سے وہ معاف ہو جاتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملہ میں پریشان ہوتے یا فکر مند ہوتے، تو نماز ادا فرماتے تھے۔

دن کی دونوں طرفوں کے بارے میں اقوال صحابہ وتابعین:

زیر مطالعہ آیت میں "طَرَفَيِ النَّهَارِ" الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعنی دن کی دونوں طرفوں میں نماز قائم کرو۔ اس آیت میں دونوں طرفوں سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں صحابہ کرام اور تابعین کے مختلف اقوال ہیں:

۱۔ حضرت امام مجاہد اور محمد بن کعب رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دن کی دونوں طرفوں سے مراد نماز فجر، نیز ظہر اور نماز عصر ہیں۔

۲۔ حضرت ابن عباس، حضرت حسن اور حضرت ابن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ دونوں طرفوں سے مراد نماز فجر اور نماز مغرب ہیں۔

۳۔ حضرت امام ضحاک اور قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد نماز فجر اور نماز عصر ہے۔

۴۔ حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: دن کی دونوں طرفوں کے بارے میں اولیٰ یہی ہے کہ فجر اور مغرب کے اوقات مراد لیے جائیں۔

وجوب وتر کے بارے میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تائید:

خواہ "طَرَفَيِ النَّهَارِ" کی مراد میں متعدد اقوال ہیں لیکن سب سے قریب اور اولیٰ قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز فجر اور نماز

عصر لی جائے، اس لیے دونوں طرفوں میں سے ایک طرف طلوع شمس ہے اور دوسری جانب غروب شمس ہے۔ طرف اول سے فجر کی نماز اور طرف ثانی سے نماز مغرب مراد لینا درست نہیں ہے، کیونکہ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ میں رات کا کچھ حصہ بھی شامل ہے۔ لہٰذا مناسب ترین یہی ہے کہ نماز فجر اور نماز عصر مراد ہوں۔

اس بحث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز فجر اجالے میں ادا کرنا بھی مستحب ہے، اس طرح طرف نہار واضح ہو جائے گا۔ اس سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ نماز فجر کو اجالا میں پڑھنا چاہیے جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز فجر کو تاریکی میں ادا کرنا افضل ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر موسم میں نماز عصر تاخیر سے پڑھنا بھی مستحب ہے، اور نماز عصر مؤخر کرنے سے اس کا وقت غروب شمس کے قریب پہنچ جائے گا۔

اسی آیت میں فرمایا گیا ہے: زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ لفظ "زُلَفًا" جمع ہے اس سے مراد رات کے تین قریبی اوقات ہیں، اس لیے کہ جمع کے کم از کم افراد تین ہیں۔ وہ تین افراد یہ ہو سکتے ہیں:

(۱) نماز مغرب۔ (۲) نماز عشاء۔ (۳) تیسرا وقت بھی ان دو وقتوں کے قریب ہونا چاہیے، وہ نماز وتر ہو سکتی ہے۔ جس سے نماز وتر کا وجوب ثابت ہے، کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مؤقف ہے جبکہ دیگر آئمہ فقہ کے نزدیک نماز وتر سنت ہے۔

نماز پنجگانہ کی برکت سے گناہ معاف ہونے کے حوالہ سے احادیث مبارکہ:

جمہور صحابہ اور تابعین کا مؤقف ہے کہ نماز پنجگانہ ادا کرنے کی برکت سے انسان کے گناہ اس طرح دھل جاتے ہیں جس طرح پانی سے میل کچیل دھل جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا، اس دوران ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں، آپ مجھ پر حد جاری کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی، نماز کا وقت آنے پر اس نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ جب آپ نے نماز سے فراغت حاصل کی تو وہ شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم نافذ کریں! آپ نے دریافت کیا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے نماز ادا کی ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا گناہ معاف کر دیا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۸۲۳)

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: میں نے مدینہ کے ایک حصہ میں ایک عورت کو گرا لیا، اس کے ساتھ جماع کے علاوہ سب کچھ کیا اور میں حاضر خدمت ہوا ہوں کہ میرے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کا پردہ رکھا تھا کاش آپ بھی اپنا پردہ رکھتے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ وہ شخص روانہ ہو گیا، آپ نے اسے طلب فرمایا اور اس کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۖ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (هود: ۱۱۴) لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ حکم اس کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے جواب دیا: نہیں! یہ حکم سب کے لیے ہے۔

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بتاؤ تم میں سے کسی شخص کے دروازہ کے سامنے نہر جاری ہو اور وہ اس میں ایک دن میں پانچ بار غسل کرے تو اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے جواب دیا: نہیں! آپ نے فرمایا: پنجگانہ نمازوں کی بھی ایسی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو ان کے سبب معاف کر دے گا۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۴۶۱)

۴- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ پانی کا ایک برتن طلب کیا تین مرتبہ پانی انڈیل کر اپنے ہاتھوں کو دھویا، پھر دایاں ہاتھ برتن میں داخل کر کے پانی حاصل کیا اور کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، تین بار اپنے چہرے کو دھویا، تین بار اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا، اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھوئے اور کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میرے وضو جیسا وضو کیا، پھر اس نے دو رکعت نماز ادا کی جس میں کوئی بات نہ کی ہو، تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۱۳۹)

نفلی نماز سے گناہ معاف ہونا:

نماز پنجگانہ کی طرح نوافل ادا کرنے سے بھی گناہ معاف کیے جاتے ہیں، اس سلسلے میں چند روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان المبارک میں قیام کیا، اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۷۵۹)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا، اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۲۲۰۶)

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھا، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۷۶۰)

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: جس شخص نے حج کیا، دوران حج اس نے جماع نہ کیا، نہ جماع کرنے کی باتیں کی ہوں، نہ کوئی گناہ کیا ہو تو حج کے بعد وہ اس طرح گھر پلٹتا ہے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا جس طرح پیدا ہوتے وقت اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں تھا۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۸۸۹)

۵- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا افضل عمل ہے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بتائیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں

قتل کیا جاؤں تو اس سے میرے تمام گناہ معاف جائیں گے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! بشرطیکہ بوقت قتل تم صبر کرنے والے ہو، ثواب کی نیت ہو، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو اور دشمن سے پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا: کیا اللہ کی راہ میں قتل ہونا میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس شرط کے ساتھ کہ تم صبر کرنے والے ہو، ثواب کی نیت ہو، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو اور دشمن سے پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو ماسوا قرض کے، یہ بات حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھ سے ابھی کہی ہے۔ (مؤطا امام مالک، رقم الحدیث: ۹۳۳)

۶- حضرت ابن شماسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ قریب المرگ ہونے کی وجہ سے رو رہے تھے، انہوں نے کہا: جب میں مسلمان ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اپنا دست اقدس بڑھائیں تاکہ میں بیعت کرنے کی سعادت حاصل کروں؟ آپ نے اپنا دست اقدس دراز کیا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا ارادہ ہے کہ میں کچھ شرائط عائد کرلوں! آپ نے فرمایا: تم کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میری مغفرت کردی جائے! آپ نے فرمایا: اے عمرو! تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، ہجرت کرنے سے پہلے گناہ مٹ جاتے ہیں اور حج کرنے سے پہلے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: ۲۵۱۵)

اعمال صالحہ سے گناہ صغیرہ یا کبیرہ مٹنے میں مذاہب:

سابقہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اعمال صالحہ کرنے سے کبیرہ گناہ مثلاً ترک فرض اور ارتکاب حرام وغیرہ مٹ جاتے ہیں یا صرف گناہ صغیرہ مثلاً ترک واجب اور ارتکاب مکروہ تحریمی مٹتے ہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعمال صالحہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں جبکہ کبیرہ گناہ توبہ سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے معاف ہوتے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۳۳)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اعمال صالحہ سے صغائر معاف ہوتے ہیں اور کبائر اعمال صالحہ سے معاف نہیں ہوتے۔ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جو حدیث میں مذکور ہے یہی اہل سنت کا مذہب ہے، کیونکہ کبائر کی معافی توبہ سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض و رحمت سے ہوتی ہے۔ حضرت امام ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نماز، روزہ اور حج کبائر کا کفارہ نہیں ہوسکتے، کبائر کا کفارہ صرف توبہ ہے۔ علامہ ابن البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ کبائر کا کفارہ محض توبہ ہے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج:اص:۶۵۴)

۲- فرقہ مرجئہ وغیرہ کا مؤقف ہے کہ اعمال صالحہ سے انسان کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ ہوں۔ ان

کی دلیل یہ ہے کہ سب سے بڑی نیکی ایمان ہے اور سب سے بڑا گناہ کفر ہے، ایمان لانے سے جب کفر کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو پھر اس سے چھوٹے درجے کے گناہ بھی بغیر توبہ کے محض اعمال صالحہ سے مٹنے چاہئیں۔

اہل سنت کی طرف سے اس فرقہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ محض عقلی وقیاسی دلیل جبکہ اس کے مقابل نص قطعی یعنی قرآن کا فیصلہ ہے: نماز نہ پڑھنے، زکوٰۃ نہ دینے، سود کھانے، قتل کرنے اور مال یتیم کھانے سے انسان کو عذاب دیا جائے گا۔ یہ مضمون احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں صبر کرنے کا بھی حکم ہے اور ایک معنیٰ کے لحاظ سے نماز کی مشقت پر صبر کرنا مراد ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا (طٰہٰ:۱۳۲)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کریں اور اس کی مشقت پر صبر سے کام لیں۔''

علاوہ ازیں نص قطعی کے مقابل قیاس مردود ہوتا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ يُوْسُفَ

باب 13: سورۂ یوسف سے متعلق روایات

3041 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيُّ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِنَّ الْكَرِيْمَ ابْنَ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ جَائَنِي الرَّسُوْلُ اَجَبْتُ ثُمَّ قَرَاَ (فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِیْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ) قَالَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى لُوْطٍ اِنْ كَانَ لَيَاْوِیْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ اِذْ قَالَ (لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ) فَمَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ نَبِيًّا اِلَّا فِیْ ذِرْوَةٍ مِّنْ قَوْمِهٖ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَعَبْدُ الرَّحِيْمِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو نَحْوَ حَدِيْثِ الْفَضْلِ بْنِ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ بَعْدَهٗ نَبِيًّا اِلَّا فِیْ ثَرْوَةٍ مِّنْ قَوْمِهٖ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الثَّرْوَةُ الْكَثْرَةُ وَالْمَنَعَةُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ الْفَضْلِ بْنِ مُوْسٰى وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "وہ معزز شخص جو ایک انتہائی معزز شخص کے صاحبزادے ہیں' جو انتہائی معزز شخص کے صاحبزادے تھے جو انتہائی معزز شخص کے صاحبزادے تھے' وہ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے، جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام قید میں رہے' اگر میں اتنا عرصہ قید میں رہتا (پھر

3041۔ اخرجه البخاري في (الادب المفرد) ص (۱۷۷)، حديث (۶۰۹)، ص (۲۶۱)، حديث (۹۰۲)، واحمد (۲/۳۲۲، ۳۴۶، ۳۸۴، ۳۸۹، ۴۱۶)۔

میرے پاس حکمران کا) قاصد آتا تو میں اس کے ساتھ چلا جاتا، پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''جب اس کے پاس قاصد آیا' تو اس نے کہا: تم اپنے آقا کے پاس جاؤ اور دریافت کرو! ان عورتوں کا کیا معاملہ تھا' جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔''

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ حضرت لُوط علیہ السلام پر رحم کرے، انہوں نے ایک زبردست ستون کی پناہ حاصل کرنا چاہی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد جس بھی نبی کو مبعوث کیا اسے اس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

مَا بَعَثَ اللّٰهُ بَعْدَهُ نَبِيًّا اِلَّا فِيْ ثَرْوَةٍ مِّنْ قَوْمِهٖ

(اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد جس بھی نبی کو مبعوث کیا اسے اس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا۔)

محمد بن عمرو نامی راوی بیان کرتے ہیں، لفظ ''ثَرْوَةٍ'' کا مطلب کثرت ہے' اور قوت ہے۔

(امام ترمذی بیان کرتے ہیں:) فضل بن موسیٰ نامی راوی کی روایت کے مقابلے میں یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

۱- حضرت یوسف علیہ السلام کی خاندانی عظمت وشان:

سورہ یوسف مکی ہے جو بارہ رکوع، ایک سو گیارہ (۱۱۱) آیات، ایک ہزار سات سو چھہتر (۱۷۷۶) کلمات اور سات ہزار نو سو چھیانوے (۷۹۹۶) حروف پر مشتمل ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ○ (یوسف:۵۰)

اور بادشاہ نے کہا: یوسف کو میرے پاس لے آؤ، جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے دریافت کرو ان عورتوں کا حال جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، بیشک میرا پروردگار ان کی سازش سے باخبر ہے۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا: من اکرم الناس ؟ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا: اتقاھم للہ! وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پرہیزگار ہے۔ پھر عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہماری مراد دینی فضیلت مقصود نہیں ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی، حضرت یعقوب علیہ السلام کے لختِ جگر، حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور اللہ

کے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے تھے۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام اپنی خاندانی عظمتوں کے مظہر وامین تھے۔ صحابہ نے عرض کیا: ہماری مراد یہ بھی نہیں ہے، اس میں کوئی شک نہیں حضرت یوسف علیہ السلام لوگوں میں سے زیادہ معزز اور اسلاف میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: آپ لوگ لوگوں کے قبائل کی حیثیت کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں جن کے مختلف درجات ہوتے ہیں جس طرح کان سے برآمد ہونے والی دھاتیں مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں۔ قبائل کی حالت بھی یہی ہے: **خیارھم فی الجاھلیت خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا** یعنی جو لوگ زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے، وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دینی علم حاصل کریں۔ حاضرین ومخاطبین اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ قبیلہ قریش سب سے زیادہ معزز ہے اور اب حالت اسلام میں معزز قبیلہ کا سراغ لگانا چاہتے تھے کہ اب سب سے زیادہ محترم قبیلہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس حقیقت کو یوں آشکار کیا گیا کہ جو لوگ پہلے معزز تھے وہی اب بھی صاحب فضیلت ہیں لیکن ایک شرط ہے کہ وہ دینی و مذہبی سوچ رکھتے ہوں۔ اس سلسلے میں بطور مثال سادات کرام کو پیش کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ بھی اس شرط سے مقید ہوں۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۸۳)

علم دین کی برکت سے قیامت کے دن علماء کی بخشش ہونا:

علم دین کی برکت اور فضیلت کے سبب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کی مغفرت فرما دے گا۔ اس بات کا ثبوت واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی ملتا ہے۔ ساقی حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر معلوم کر کے بادشاہ کے پاس پہنچا تو انہیں یہ تعبیر بہت پسند آئی اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کیا۔ اس سے علم کی عظمت وفضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جب علم کی برکت سے دنیوی مصیبت سے نجات حاصل ہو جاتی ہے' تو آخرت کے مصائب سے بھی یقیناً نجات حاصل ہوگی۔

علم دین کی فضیلت کے بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء کرام کو جمع کرے گا اور انہیں یوں فرمائے گا: میں نے تمہارے دلوں میں علم وحکمت کی دولت اس لیے نہیں رکھی تھی کہ میں تمہیں عذاب دوں، تم لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۸۸۹۴)

۲- حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کو اٹھائے گا پھر ان سے یوں مخاطب ہوگا: میں نے اپنا علم تمہیں اس لیے نہیں دیا تھا کہ تمہیں عذاب میں مبتلا کروں، جاؤ میں نے تم کو بخش دیا۔ (مجمع الزوائد، ج:۱، ص:۱۲۶)

۳- حضرت ثعلبہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل وکرم فرمانے کے لیے اپنی نشست پر جلوہ گر ہوگا تو وہ علماء سے یوں مخاطب ہوگا: میں نے اپنا علم وحکمت تمہیں اس لیے دیا تھا کہ میں تمہاری مغفرت کر دوں اور میں بے نیاز ہوں۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۳۸۱)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین فرمانا:

جب بادشاہ کی طرف سے اس کا قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے قید خانہ سے نکلنے سے انکار کر دیا جب تک عائد شدہ تہمت سے برأت حاصل نہ ہو جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس جواب کی خوب تحسین فرمائی۔ اس سلسلے میں احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے طلب کیا جاتا تو میں فوراً پہنچ جاتا اور اپنے بے قصور ہونے کی حجت تلاش نہ کرتا۔ (جامع البیان، جز:۳، ص:۳۰۷)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔ آپ نے پھر فرمایا: اگر میں قید خانہ میں اتنا عرصہ ٹھہرا رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام ٹھہرے رہے، پھر قاصد مجھے بلانے کے لیے آتا تو میں ضرور چلا جاتا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ (یوسف:۵۰) (المعجم الکبیر، ج:۹، رقم الحدیث:۱۷۱۴)

۳- حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر اور ان کے کرم پر تعجب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے جب ان سے موٹی تازہ گایوں کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں کبھی جواب نہ دیتا اور جواب کے لیے میں یہ شرط عائد کرتا کہ وہ پہلے مجھے قید خانہ سے رہا کریں۔ مجھے حضرت یوسف کے صبر اور کرم پر تعجب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے کہ جب ان کے پاس قاصد آیا تھا اگر میں ہوتا تو دروازہ کے پاس پہنچ جاتا مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے رہائی کے لیے یہ ارادہ کیا کہ ان کی حجت ظاہر ہو جائے۔

(مسند احمد، ج:۳، رقم الحدیث:۸۳۲۷)

جیل سے رہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے توقف کرنے کی وجوہات:

جب بادشاہِ وقت کی طرف سے قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور پیشی کا پیغام لایا تو آپ نے قید خانہ سے رہائی حاصل کرنے کے لیے توقف سے کام لیا۔ اس کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- سلطان وقت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ آپ کا بے قصور ہونا ان عورتوں سے دریافت کیا جائے، کیونکہ یہ آپ کی انتہائی درجہ کی پارسائی اور پاک دامن ہونے کو نمایاں کرتا ہے۔ اس لیے بالفرض اگر آپ میں ذرہ بھر بھی برائی میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہوتا تو وہ عورتیں دوبارہ آپ پر الزام عائد کر سکتی تھیں۔

۲- اگر آپ بادشاہ کے طلب کرنے پر ان کے پاس فوراً پہنچ جاتے تو بادشاہ کے دل میں آپ پر لگائی گئی تہمت کی تاثیر باقی رہتی جبکہ بادشاہ کی تفتیش و تحقیق سے آپ کا پارسا اور بے گناہ ہونا واضح ہو گیا۔

۳- جو شخص عرصہ چودہ سال جیل میں رہا ہو، پھر اچانک اسے رہائی کا پروانہ تھمایا جائے تو وہ یقیناً بے خودی کے عالم میں بلا تردد باہر آنے کی کوشش کرے گا لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے صبر و تحمل اور بردباری کی تصویر بن کر جو توقف

کا مظاہرہ کیا، اس سے یقینی طور پر آپ کی طہارت واحتیاط اور بے گناہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۴- ساقی کی وساطت سے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنے کے نتیجہ میں آپ کو مزید سات یا نو سال قید میں رہنا پڑا تھا، پھر قاصد کے ذریعے ملنے والے اپنی پیشی کے پیغام کو بالکل اہمیت نہ دی۔ اس سے ایک طرف بادشاہ کے حکم کو اہمیت نہ دینا اور دوسری طرف آپ کی پاک دامنی ثابت ہوتی ہے، یہ طرزِ عمل یقیناً نبی کی شایان شان ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین اور جیل بھرو تحریک کی ممانعت:

خاتم الانبیاء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی جگہ میں ہوتا اور بادشاہ کی طرف سے قاصد کے ذریعے رہائی کا پیغام ملنے پر فوراً رہا ہو جاتا۔ آپ کے اس ارشاد گرامی میں ایک طرف حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ صابر وشاکر اور اپنے معاملہ میں نہایت محتاط ثابت ہوئے، دوسری طرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیل بھرو تحریک منع ہے، جس طرح کہ ہمارے دور کے سیاستدان وقتی حکومت سے نجات حاصل کرنے کے لیے خود گرفتاری پیش کرتے اور کارکنوں کو گرفتاریاں پیش کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ تاہم نبی خواہ آزاد فضا میں ہو یا جیل خانہ میں وہ حقوق اللہ، حقوق العباد اور تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی جیل خانہ میں نہایت مؤثر انداز میں اپنی قوم کو پیغام خداوندی پہنچاتے رہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی سنت یوسفی پر عمل کرتے ہوئے جیل میں تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے اور رہائی کا پروانہ ملنے پر آپ نے قید خانہ کو ترجیح دی اور رہائی کے لیے چند شرائط عائد کیں جو تسلیم کیے جانے پر آپ نے رہائی اختیار فرمائی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا تہمت لگانے والی عورتوں کے ناموں کا تعین نہ کرنا:

دور رسالت میں جب کسی صحابی سے غلطی سرزد ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا نام لیے بغیر عمومی حکم بیان کر دیتے تھے۔ یہ اسلوب یا طرزِ عمل اعلیٰ اخلاق کا مظہر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے تہمت لگانے والی عورتوں بالخصوص عزیز مصر کی بیوی جس نے اس معاملہ میں اہم کردار ادا کیا تھا پھر سلطان سے شکایت لگانے میں بھی پیش پیش تھی، کا بھی نام تک نہیں لیا۔ آپ کے اس طرز اسلوب سے آپ کے اخلاق کریمانہ کا پتہ چلتا ہے۔

زنانِ مصر کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش کرنے کی وجوہات:

زنانِ مصر کا حسن مثالی اور مشہور تھا، حضرت یوسف علیہ السلام سراپا حسن تھے، وہ آپ پر فریفتہ ہوئیں، بالخصوص عزیز مصر کی بیوی اس بارے میں پیش پیش تھی۔ سوال یہ ہے کہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت کیوں عائد کی تھی؟ اس کی کئی وجوہات تھیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- زنانِ مصر جب بار بار کوشش کرنے کے باوجود اپنے مقصد کی تکمیل میں کامیاب نہ ہو سکیں، تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت عائد کر دی۔

۲-زنانِ مصر میں سے ہر عورت آپ علیہ السلام کے ذریعے اپنی خواہش کی تکمیل چاہتی تھی لیکن اپنے مقصد میں ناکام ہونے کی وجہ سے انتقامی کارروائی کرتے ہوئے آپ پر برائی کی تہمت عائد کردی۔

۳-عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بار بار دعوت دینے کے باوجود مقصد کی تکمیل میں ناکامی ہوئی: اولاً حکم خداوندی کی خلاف ورزی تھی، ثانیاً شریف النفس شخص کی طرف سے ایسی خواہش کی تکمیل ناممکن ہوتی ہے، ثالثاً عزیز مصر کے حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت سے دنیوی احسانات تھے مثلاً آپ کی پرورش کرنا وغیرہ، رابعاً عزیز مصر نے اپنا بیٹا قرار دے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی پرورش کی تھی تو کسی ذی شعور نوجوان بالخصوص نبی علیہ السلام سے بعید ہے کہ جس عورت کو اپنے بچپن کے زمانہ میں اپنی ماں کے قائمقام قرار دیتا رہا ہو، پھر جوان ہونے پر اس سے برائی کا ارتکاب کرے۔

عزیز مصر کی بیوی کا اقرار اور حصحص الحق کا مفہوم:

ایک مجلس میں عزیز مصر نے عورتوں سے دریافت کیا: اس وقت کیا صورتحال پیش آئی تھی جب تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی؟

اس ارشاد کے دو مصداق یا محمل ہو سکتے ہیں:

۱-ہر عورت نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

۲-زنانِ مصر نے مجموعی طور پر عزیز مصر کی بیوی کی خواہش کی تکمیل کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کو مائل کرنے کی کوشش کی تھی جس میں انہیں ناکامی ہوئی۔

اس مجلس میں عزیز مصر کی بیوی بھی موجود تھی، اس نے اسلوب گفتگو پر غور کیا کہ تفتیش و تحقیق پر مبنی ہے تو اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا: میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خود اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جس میں بری طرح ناکامی ہوئی۔

اس مقام پر "حصحص الحق" الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ جن کا مفہوم و مطلب ہے: اب صورتحال مبہم نہیں رہی بلکہ واضح ہو گئی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے پارسا و پاک دامن ہونے کے دلائل:

حضرت یوسف علیہ السلام کے پارسا اور پاک دامن ہونے پر کثیر دلائل ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱-عزیز مصر کی بیوی نے معاملہ کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: میں خود انہیں اپنی طرف مائل کرتی تھی۔

۲-انہوں نے یہ بھی کہا: حضرت یوسف علیہ السلام سچے لوگوں میں سے ہیں۔ (یوسف:۵۱)

۳-عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کی پارسائی اور پاک دامنی کی شہادت بایں الفاظ پیش کر چکی تھیں: سبحان اللہ! آپ بشر

نہیں بلکہ معزز فرشتہ ہیں۔(یوسف:۳۱)

۴-انہوں نے دوبارہ اعتراف حقیقت کرتے ہوئے کہا: سبحان اللہ! ہم نے آپ (حضرت یوسف علیہ السلام) میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔(یوسف:۵۱)

۵-حضرت یوسف علیہ السلام اپنے اس قول میں صادق تھے: اس عورت نے مجھے اپنے نفس کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔(یوسف:۲۶)

۶-عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی یوں بیان کی:
میں نے آپ کو اپنی طرف مائل کیا تھا لیکن آپ محفوظ رہے۔(یوسف:۳۲)

۷-اس نے دوبارہ اعتراف حقیقت کرتے ہوئے کہا: اب تو حق واضح ہو گیا ہے کہ میں خود انہیں اپنی طرف مائل کرتی تھی۔
(یوسف:۵۱)

۸-اگر بالفرض حضرت یوسف علیہ السلام نے جرم کا ارتکاب کیا ہوتا (معاذ اللہ) تو آپ تفتیش کے لیے عزیز مصر کے پاس پیغام ہرگز نہ بھیجتے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی پارسائی و طہارت کا پکا یقین تھا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الرَّعْدِ

باب 14: سورہ رعد سے متعلق روایات

3042 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْوَلِيْدِ وَكَانَ يَكُوْنُ فِيْ بَنِيْ عِجْلٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
متنِ حدیث: اَقْبَلَتْ يَهُوْدُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا اَبَا الْقَاسِمِ اَخْبِرْنَا عَنِ الرَّعْدِ مَا هُوَ قَالَ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ مَعَهُ مَخَارِيْقُ مِنْ نَّارٍ يَّسُوْقُ بِهَا السَّحَابَ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالُوْا فَمَا هٰذَا الصَّوْتُ الَّذِيْ نَسْمَعُ قَالَ زَجْرُهٗ بِالسَّحَابِ اِذَا زَجَرَهٗ حَتّٰى يَنْتَهِيَ اِلٰى حَيْثُ اُمِرَ قَالُوْا صَدَقْتَ فَاَخْبِرْنَا عَمَّا حَرَّمَ اِسْرَآئِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ قَالَ اشْتَكٰى عِرْقَ النَّسَا فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا يُّلَائِمُهٗ اِلَّا لُحُوْمَ الْاِبِلِ وَاَلْبَانَهَا فَلِذٰلِكَ حَرَّمَهَا قَالُوْا صَدَقْتَ
حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ کچھ یہودی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی، اے ابوالقاسم! آپ ہمیں "رعد" کے بارے میں بتائیے کہ وہ کیا چیز ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جسے بادلوں پر مقرر کیا گیا ہے، اس کے پاس آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ بادلوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق لے کر جاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی، وہ آواز کیا ہوتی ہے جسے آپ سنتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے

3042- اخرجه احمد (۱/ ۲۷٤).

فرمایا: یہ اس فرشتے کی بادلوں کو ڈانٹنے کی آواز ہوتی ہے' جب وہ انہیں ڈانٹ کر کہتا ہے کہ وہ وہاں تک جائیں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ تو ان یہودیوں نے کہا: آپ ﷺ نے ٹھیک بتایا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: آپ ﷺ ہمیں اس چیز کے بارے میں بتایئے جسے حضرت اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے اپنی ذات پر حرام قرار دے دیا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہیں ''عرق النساء'' کی بیماری لاحق ہو گئی تھی تو انہیں اس کے لیے مناسب چیز صرف اونٹ کا گوشت اور اونٹ کا دودھ ملی تھی' تو اسی وجہ سے انہوں نے اسے حرام قرار دے دیا تھا۔ یہودیوں نے کہا، آپ نے ٹھیک بتایا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

سورہ رعد مکی ہے جو چھ رکوع، ۴۵ یا ۴۶ آیات، آٹھ سو پچپن کلمات (۸۵۵) اور تین ہزار چھپن (۳۰۵۶) حروف پر مشتمل ہے۔

گرج کی حقیقت:

ارشاد ربانی ہے:

(الف) وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ○ (الرعد:۱۳)

(ب) كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ (آل عمران:۹۳)

(الف) اور گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے۔ وہ کڑک بھیجتا ہے' تو اسے ڈالتا ہے' جس پر چاہے اور وہ اللہ میں جھگڑتے ہیں۔ اور اس کی پکڑ سخت ہے۔

(ب) سب کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے مگر وہ جو یعقوب نے جو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تورات نازل ہونے سے پہلے۔ آپ فرمائیں کہ تم تورات لا کر پڑھو اگر تم سچے ہو۔

(الف) گرج کی حقیقت:

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دفعہ کچھ یہودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ''رعد'' کی حقیقت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو بادل پر تعینات ہے اور اس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہے' جس کے ساتھ وہ بادل کو ہانک کر وہاں لے جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ انہوں نے پھر سوال کیا: یہ جو ہم آواز سنتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: دراصل فرشتہ بادل کو مطلوبہ جگہ پر لے جانے کے لیے اسے جھڑکتا ہے۔ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کی تصدیق و

تصویب کی جس سے واضح ہوتا ہے کہ سابقہ کتب سماوی میں بھی یہ مضمون اسی طرح مذکور تھا۔

فائدہ نافعہ: فلاسفہ اور سائنسدان گرج اور بجلی کے ظاہری پہلو کو بیان کرتے ہیں جبکہ شریعت اس کے باطنی پہلو کو واضح کرتی ہے۔ دونوں پہلوؤں میں تضاد و تعارض نہیں ہے جیسے گرمی کی شدت کا بظاہر تعلق سورج سے ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ جہنم کے اثرات سے ہے۔

''الرعد'' اس آواز کو کہا جاتا ہے جو اجسام سماویہ کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے اور بادل میں سنائی دیتی ہے یعنی دو بادلوں کے ٹکرانے سے گرج اور چمک کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ الصواعق، الصاعقۃ کی جمع ہے۔ جس کا معنیٰ ہے: آسمان کی گڑگڑاہٹ ہے جو بارش کے وقت بجلی کی صورت میں بادلوں سے زمین کی طرف اترتی ہے۔ اس کو بجلی بھی کہا جاتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب بادل زمین کے قریب ہوتے ہیں اور یہ آگ جس چیز پر گرتی ہے اسے جلا دیتی ہے۔

اس آیت کا شان نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے متکبرین میں سے ایک متکبر شخص کو بلانے کے لیے اس کے پاس اپنا خادم بھیجا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ متکبر شخص تکبر و غرور کی وجہ سے نہیں آئے گا۔ آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور اسے بلانے کی کوشش کرو، وہ خادم اس کے پاس گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا، تو اس نے کہا: اللہ کیا چیز ہے؟ وہ سونے یا چاندی یا پیتل کا بنا ہوا ہے؟ خادم نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے پیشگی عرض کیا تھا کہ وہ تکبر کی وجہ سے نہیں آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اسے دوبارہ لاؤ۔ وہ خادم دوبارہ اسے بلانے کے لیے گیا، پھر اس نے پہلے والی بات کہی اور واپس آکر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیا۔ آپ نے خادم کو تیسری بار متکبر شخص کو بلانے کے لیے روانہ کیا، اس نے تیسری بار بھی پہلی جیسی بات کہی، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس کے سر پر بجلی گرا دی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(مجمع الزوائد، ج:۷، ص:۴۷۹)

(ب) حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے حرام کردہ اشیاء:

اس آیت کی تفسیر اور مفہوم حدیث باب کے آخری حصہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نزول تورات سے قبل بنی اسرائیل پر ہر چیز حلال تھی سوائے ان اشیاء کے جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے خود اپنے اوپر حرام قرار دے لی تھیں۔ یہود نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: وہ کونسی اشیاء ہیں جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے آپ پر حرام قرار دے لی تھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام عرق النساء کے مرض میں مبتلا ہوئے (یہ مرض کی وجہ سے چڈوں سے ٹخنوں تک جسم متاثر ہوتا ہے اور درد میں گرفتار ہو جاتا ہے) تو اونٹ کا گوشت اور دودھ انہیں نقصان دہ تھا، آپ نے ان دونوں اشیاء کو اپنے آپ پر حرام قرار دے لیا تاکہ تکلیف میں اضافہ نہ ہو، خواہ آپ کو یہ اشیاء پسند بھی تھیں، پھر آپ کی اولاد نے بھی ان کو اپنے آپ پر حرام قرار دے لیا تھا۔ یہود نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سن کر کہا: آپ نے صحیح جواب دیا ہے۔ قرآن کریم تمام آسمانی کتب وصحائف کی جامع ہے جس میں تمام کتب کے مضامین موجود ہیں۔

3043 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ مُحَمَّدٍ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ (وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ) قَالَ الدَّقَلُ وَالْفَارِسِيُّ وَالْحُلْوُ وَالْحَامِضُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ زَيْدُ بْنُ اَبِىْ اُنَيْسَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَ هٰذَا

توضیح راوی: وَسَيْفُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ اَخُو عَمَّارِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّعَمَّارٌ اَثْبَتُ مِنْهُ وَهُوَ ابْنُ اُخْتِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے۔

''اور ہم نے کھانے میں انہیں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد پھل کا عمدہ ہونا یا ہلکا ہونا اور میٹھا ہونا یا کڑوا ہونا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

زید بن ابوانیسہ نامی راوی نے اسے اعمش سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

اس کے راوی سیف بن محمد' عمار بن محمد کے بھائی ہیں' جبکہ عمار ان سے زیادہ مستند ہیں اور یہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں۔

شرح

بعض پھلوں کا بعض سے افضل ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَفِى الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ (الرعد:۴)

اور زمین میں ایک دوسرے کے پاس قطعات ہیں، انگوروں کے باغ ہیں اور کھیت ہیں۔ ایک جڑ سے نکلے ہوئے کھجور کے درخت اور الگ الگ بھی ہیں جبکہ سب کو ایک پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اور ہم بعض پھلوں کو بعض پر کھانے میں لذت کے اعتبار سے ترجیح دیتے ہیں۔ بیشک ان میں نشانیاں ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو شعور رکھتے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی:

وَفِى الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ: زمینیں مختلف ہیں جو باہم متصل ہیں لیکن ان کی تاثیر مختلف ہے مثلاً بعض زرخیز ہیں اور بعض بنجر، بعض سخت اور بعض نرم، بعض پہاڑی ہیں اور بعض جنگلی، بعض پتھریلی ہیں اور بعض ریتلی، بعض نخلستان ہیں اور بعض ریگستان، بعض ایسی ہیں جن میں فصلیں پیدا ہوتی ہیں اور بعض میں باغات، بعض میں پھلدار درخت پیدا ہوتے ہیں اور بعض میں سادہ درخت۔

صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ: صنوان سے مراد ہے: ایک ایسی جڑ ہے، جس سے کئی درخت پیدا ہوتے ہیں۔ غیر صنوان: اس سے مراد وہ مختلف جڑیں ہیں جن سے مختلف درخت پیدا ہوتے ہیں۔

يُسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ: ایک پانی سے سیراب ہونے والے درخت شکل و صورت، قد و جسامت، کانٹا و پھل، رنگ و نسل، مٹھاس و ذائقہ اور انواع و اقسام کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔

زمینوں، درختوں اور پھلوں سے توحید باری تعالیٰ پر دلائل:

زمین کا وجود اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ وہ اس طرح آسمان و زمین کی خاص نسبت و وضع ہے اور اس نسبت اور وضع کے لیے کسی مرجح کا ہونا ضروری ہے اور اس کا قدیم و واجب کی صفت سے متصف ہونا بھی ضروری ہے، وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ زمین سے وجود باری تعالیٰ اور اس کی توحید و وحدانیت پر اس طرح بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ زمین ہمہ وقت گردش میں ہے، یہ گردش کسی ذات کی طرف سے ہے جو مخصص، واجب اور قدیم ہے، وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔

درختوں کے وجود سے ذات باری تعالیٰ اور اس کی توحید و وحدانیت پر استدلال اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ زمین میں بیج بویا جاتا ہے، جس سے کونپل پھوٹتی ہے، جس کا ایک حصہ جڑ ہوتا ہے جو زمین میں گھس جاتا ہے جبکہ دوسرا حصہ تنا ہوتا ہے جو شاخیں بن کر دائیں بائیں اور بلندی کی طرف پھیلتی ہیں۔ درخت محض لکڑی ہے جسے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی طبیعت ایک ہونے کے باوجود جس کا کچھ حصہ جڑ بن کر زمین میں گھس رہا ہے جبکہ دوسرا حصہ تنا کی شکل اختیار کر کے شاخیں بن جاتا ہے، جس کے لیے کسی مرجح کا ہونا ضروری ہے اور وہ قدیم و واحد کی صفت سے بھی متصف ہو اور وہ ذات باری ہے۔

پھلوں سے توحید و وجود باری تعالیٰ پر استدلال یوں کیا جا سکتا ہے کہ پھل اپنے ذائقوں، خوشبوؤں، رنگوں اور جسامت کے اعتبار سے دوسرے پھلوں سے ممتاز و مختلف ہوتے ہیں۔ جن کے لیے کسی مخصص کا ہونا ضروری ہے جو قدیم و واحد ہو، وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔

اس آیت کی تفسیر کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض کھجوریں دقل اور بعض فارسی ہیں۔ بعض کھجوریں کھٹی ہیں اور بعض کھجوریں میٹھی ہیں۔

(تاریخ بغداد، ج:۹، ص:۲۲۶)

زمین کے مختلف حصوں سے توحید باری تعالیٰ پر دلیل:

جس طرح پھلوں اور درختوں سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال کیا جاتا ہے، اسی طرح زمین کے مختلف طبقات اور حصوں سے بھی ذات باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ زمین کی حقیقت ایک ہے، اس کے طبقات مختلف ہیں یعنی بعض بنجر ہیں اور بعض زرخیز، بعض پتھریلے ہیں اور بعض ریتلے، بعض پہاڑ ہیں اور بعض جنگل، بعض خشک ہیں اور بعض سمندر، بعض شیریں ہیں اور بعض کڑوے۔ جب زمین کی ماہیت ایک ہے، تو اس میں یہ اوصاف پیدا کرنے والی کوئی مخصوص ذات ہے، جس کا قدیم و واحد ہونا بھی ضروری ہے، وہ ذات باری تعالیٰ ہے جو واجب ہے اور واحد بھی۔

پھلوں کے ذائقوں سے توحید باری تعالیٰ پر دلیل:

جس طرح زمین وآسمان اور درختوں سے وجود باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت پر استدلال کیا جاتا ہے، اسی طرح پھلوں کے ذائقوں سے بھی یہ استدلال کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح ایک زمین سے برآمد ہونے والا پانی مختلف ذائقے رکھتا ہے یعنی میٹھا ہوتا ہے اور کڑوا بھی، اسی طرح زمین سے پیدا ہونے والے درختوں کے پھل بھی مختلف ہوتے ہیں مثلاً جسامت وکیفیت، رنگوں اور ذائقوں کے اعتبار سے یکساں نہیں بلکہ مختلف ہوتے ہیں، پھلوں میں یہ ذائقے پیدا کرنے والی کوئی مخصوص ذات ہے، جس کا قدیم وواحد ہونا بھی ضروری ہے، وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَام

باب 15: سورہ ابراہیم سے متعلق روایات

3044 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: اُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ عَلَيْهِ رُطَبٌ فَقَالَ مَثَلُ (كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ تُؤْتِىٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا) قَالَ هِىَ النَّخْلَةُ (وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ) قَالَ هِىَ الْحَنْظَلُ

اختلافِ سند: قَالَ فَاَخْبَرْتُ بِذٰلِكَ اَبَا الْعَالِيَةِ فَقَالَ صَدَقَ وَاَحْسَنَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ اَبِى الْعَالِيَةِ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِثْلَ هٰذَا مَوْقُوْفًا وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهُ غَيْرَ حَمَّادِ ابْنِ سَلَمَةَ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ وَّحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ وَّلَمْ يَرْفَعُوْهُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَ حَدِيْثِ قُتَيْبَةَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک خوشہ پیش کیا گیا جس پہ تازہ کھجوریں لگی ہوئی تھیں تو نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''پاک کلمے کی مثال اس پاکیزہ درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ مضبوط ہوتی ہے اور اس کی شاخ بلندی پر ہوتی ہے وہ اپنا پھل اپنے پروردگار کے حکم کے تحت دیتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد کھجور کا درخت ہے (پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی)

''اور خبیث کلمے کی مثال اس خبیث درخت کی طرح ہے، جو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جاتا ہے اور اسے قرار حاصل نہیں ہوتا۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد "حنظلہ" ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں، میں نے یہ روایت ابوالعالیہ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے ٹھیک کہا ہے اور کیا خوب بیان کیا ہے؟

قتیبہ نے یہ روایت ابوبکر کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند نقل کی ہے جس کا مفہوم یہی ہے تاہم انہوں نے اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا اور اس میں ابوالعالیہ کا قول ذکر نہیں کیا' یہ روایت اس سے زیادہ مستند ہے' جسے حماد بن سلمہ نے نقل کیا ہے۔

کئی راویوں نے اس روایت کو "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق حماد بن سلمہ کے علاوہ اور کسی نے بھی اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

معمر، حماد بن زید اور دیگر حضرات نے اسے نقل کیا ہے' لیکن انہوں نے اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

احمد بن عبدہ نے حماد بن زید کے حوالے سے' شعیب کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قتیبہ کی مانند روایت کی ہے' تاہم انہوں نے اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

شرح

سورہ ابراہیم مکی ہے جو سات (۷) رکوع، باون (۵۲) آیات، آٹھ سو اکتیس (۸۳۱) کلمات اور تین ہزار چار سو چونتیس (۳۴۳۴) حروف پر مشتمل ہے۔

کارآمد اور بے کار درخت کی مثالیں:

ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ○ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ ۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ○ (ابراہیم:۲۴تا۲۶)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ پاکیزہ کی مثال کس طرح بیان کی ہے، وہ ایک پاکیزہ درخت ہے' جس کی جڑ زمین میں مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ وہ ہمہ وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل دیتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لیے مثال بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ناپاک کلمہ کی مثال اس پلید درخت کی ہے' جس کو زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا ہو اس کے لیے مضبوطی نہیں ہے۔

ان آیات اور حدیث باب میں اچھے درخت کی مثال کھجور کے درخت سے اور برے درخت کی مثال اندرائن سے بیان کی گئی ہے، کھجور خواہ کسی بھی نسل کی ہو بہرحال اس کا ذائقہ بہترین ہوتا ہے۔ اس کے مقابل اندرائن کی بو بھی کڑوی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی

کڑوا ہوتا ہے۔

شجرہ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہونا:

مندرجہ آیات میں "شجرہ طیبہ" سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ اس سلسلہ میں چند روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال کھجور کے درخت کی ہے، اگر تم کسی مومن کو اپنا دوست بناؤ تو وہ تمہیں فائدہ دے گا، اگر تم اس سے مشورہ کرو گے تو وہ تمہیں نفع دے گا اور اگر تم اس کے پاس بیٹھو گے تو وہ فائدہ دے گا گویا اس سے ہر حالت میں نفع ہے۔ اسی طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز نافع ہے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ۹۰۷۲)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی مثال اس درخت کی ہے، جس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوتی ہیں اور ایمان اس کی جڑ ہے جبکہ نماز اصل ہے، زکوٰۃ شاخیں ہیں، روزے اس کے پتے ہیں، باری تعالیٰ کی راہ میں تکلیف برداشت کرنا اس کی روئیداد ہے اور حرام امور سے اجتناب کرنا اس کا پھل ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن، ج:۹، ص:۳۱۴)

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں ایک درخت ایسا ہے، جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مومن کی مثل ہے، تم بتاؤ وہ کون سا درخت ہوسکتا ہے؟ لوگوں نے جنگل کے مختلف درختوں کے بارے میں سوچا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ وہ کھجور کا درخت ہوسکتا ہے، پھر (کم سن ہونے کی وجہ سے بزرگوں کی موجودگی میں بتانے سے) مجھے حیاء آئی، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ خود فرمائیے گا کہ وہ کونسا درخت ہے؟ آپ نے خود جواب دیا: وہ کھجور کا درخت ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۱۱)

۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک تھال پیش کیا گیا، آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ○ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ ۢبِاِذْنِ رَبِّهَا (ابراہیم: ۲۵-۲۴) پھر آپ نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ○ (ابراہیم: ۲۶)

۵- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بے حیائی اور بے ہودہ باتیں کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جب تک امین کو خائن اور خائن کو امین قرار نہ دیا جائے، بے ہودگی اور بے حیائی عام نہ ہو جائے، رشتہ داروں سے قطع رحمی نہ ہو جائے اور پڑوس برے نہ ہو جائیں، قیامت نہیں آئے گی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے بیشک مسلمان کی مثال سونے کے ٹکڑے کی طرح ہے، اس کا مالک اس پر پھونک مارے تو اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور نہ کمی ہوتی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ مؤمن کی مثال کھجور کے درخت کی ہے، جس کا پھل نفاست کے ساتھ کھایا جاتا ہے، نفاست کے ساتھ رکھا جاتا ہے اور گر جانے کی صورت میں نہ ٹوٹتا ہے اور نہ خراب ہوتا ہے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۶۸۷۲)

کھجور کے درخت اور مومن میں مشابہت کی وجوہات:

کھجور کے درخت اور مومن کے درمیان کئی وجوہات سے مشابہت ہے، جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوتی ہیں، اسی طرح مومن کے ایمان کی جڑیں اس کے دل میں مضبوط ہوتی ہیں۔

۲۔ جس طرح کھجور کے تنے اور شاخیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں، اسی طرح مومن کے ایمان کی شاخیں یعنی اعمال صالحہ کو فرشتے آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں۔

۳۔ جس طرح کھجور کے درخت کا پھل ہمہ وقت اور ہر موسم میں دستیاب ہوتا ہے کبھی تازہ اور کبھی خشک چھواروں کی شکل میں، اسی طرح مومن کامل کا ہر عمل باعث اجر و ثواب ہوتا ہے مثلاً اس کا بولنا اور خاموشی، اس کا سونا اور جاگنا، اس کا چلنا اور ٹھہرنا، اس کا کھانا اور پینا، اس کا عبادت و ریاضت میں مصروف ہونا اور تقویٰ وغیرہ۔

۴۔ جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز مفید و نافع ہوتی ہے مثلاً پھل کھانے کے کام آتا ہے، اس کے تنا سے شہتیر بناتے ہیں اور اس کے پتوں سے ٹوپیاں، پنکھے، چٹائیاں اور چنگیریاں وغیرہ تیار کرتے ہیں، اسی طرح مومن کا ہر عمل باعث ثواب ہوتا ہے مثلاً اسے کوئی نعمت دستیاب ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت میں ہو تب بھی صبر کرتا ہے۔

۵۔ کھجور کے درخت کی ایک خاصیت یہ ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت درجہ کی عقیدت رکھتا ہے اور محبت کرتا ہے۔ جب مسجد نبوی تعمیر کی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوتے اور خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر شریف تیار کیا گیا تو وہ اس تنا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت و رفاقت سے محروم ہونے کی وجہ سے بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا۔

اس سلسلے میں ایک مشہور روایت سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کے تنوں کے شہتیروں کی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تو تنا سے ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر تیار کیا گیا تو آپ منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دینے لگے، اس وقت ہم نے کھجور کے ستون کے رونے کی آواز سنی جس طرح بچے والی اونٹنی بچے کے فراق میں روتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون پر دست کرم پھیرا تو اس نے رونا بند کر دیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۵۸۵)

اسی طرح مسلمان کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت ہے، کیونکہ آپ کی محبت کا نام ایمان ہے، جس سے مسلمان کا دل خالی نہیں ہو سکتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک میں اس کے باپ، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(سنن نسائی، رقم الحدیث: ۵۰۱۴، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۴)

شجر طیبہ سے مراد شجر معرفت ہونا:

آیت میں مذکور شجر طیبہ سے مراد شجر معرفت ہے، کیونکہ اس کی اصل ثابت ہونے سے مراد ہے مومن کے دل پر تجلیات الٰہی کا ورود ہے۔ آسمان میں اس کی شاخیں ہونے سے مراد ہے کہ وہ احکام خداوندی کا احترام کرتا ہے، اس کی مخلوق پر شفقت کرتا ہے، ان پر مہربانی کرتا ہے اور ان کی غلطیوں کو معاف کرتا ہے، ان کے شر کو دور کرتا ہے اور ان کی بھلائی کی سعی کرتا ہے۔ کھجور کا درخت ہمہ وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل دیتا ہے سے مراد ہے، مومن دنیا کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو تلاش کرتا ہے، اس کے احکام پر مقدور بھر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر وقت حقانیت پر قائم رہتا ہے۔ پھر اپنے اعمال صالحہ انجام دینے میں ترقی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے خوش ہوتا ہے۔

ناپاک کلمہ اور ناپاک درخت کے مصداق میں مشابہت کی وجوہات:

آیات میں مذکور ناپاک کلمہ اور ناپاک درخت کے درمیان کئی اعتبار سے مشابہت ہے، جن میں سے چند ایک صورتیں درج ذیل ہیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کے مطابق اس سے مراد حنظلہ ہے۔ حضرت انس اور حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول بھی یہی ہے۔

۲- حضرت ابن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ناپاک درخت سے مراد کافر ہے، کیونکہ کافر کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور نہ اس کا کوئی عمل اللہ کی طرف بلند ہوتا ہے۔ نیز اس کے عمل کی جڑ زمین میں مضبوط نہیں ہوتی اور نہ آسمان میں اس کی شاخیں ہیں۔

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اس سے مراد لہسن کا پودا ہے۔

۴- ابو الطیسان، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ ایک مثال ہے اور ایسا کوئی دوسرا درخت پیدا نہیں کیا گیا۔

۵- حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد "الکشوثی" ہے یہ ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے، جس کی شاخیں تو ہوتی ہیں لیکن جڑیں نہیں ہوتیں۔

3045 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْبَرَاءِ

3045- اخرجه البخاری (۲۸٤/۳): كتاب الجنائز: باب: ما جاء من عذاب القبر، و قول تعالیٰ (اذ الظلمون فی غمرت الموت...) (الانعام: ۹۳)، حديث (۱۳٦۹)، و طرفه فی (٤٦۹۹)، و مسلم (۲۲۰۱/٤): كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها: باب: عرض مقعد الميت من الجنة او النار عليه و اثبات عذاب القبر و التعوذ منه، حديث (۲۸۷۱/۷۳)، و ابوداؤد (٦۵۱/۲): كتاب السنة: باب: المسالة من القبر و عذاب القبر، حديث (٤۷۵۰)، والنسائی (۱۰۱/٤): كتاب الجنائز: باب: عذاب القبر، حديث (۲۰۵۷)، و ابن ماجه (۱٤۲۷/۲): كتاب الزهد: باب: ذكر القبر و البلی، حديث (٤۲٦۹)، و احمد (۲۸۲/٤)، (۲۹۱/٤).

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ) قَالَ فِي الْقَبْرِ اِذَا قِيْلَ لَهُ مَنْ رَّبُّكَ وَمَا دِيْنُكَ وَمَنْ نَّبِيُّكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے:

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قول پر ثابت قدم رکھے گا ان کی دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) اس سے مراد قبر ہے' جب اس (مردے) سے دریافت کیا جائے گا' تمہارا پروردگار کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے' تمہارے نبی کون ہیں؟

امام ترمذی فرماتے ہیں: (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو دارین میں ثابت قدم رکھنا:

ارشاد خداوندی ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ (ابراہیم: ۲۷)

''اللہ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھے گا اور ظالم لوگوں کو پھسلا دے گا۔ اور اللہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔''

اس آیت اور حدیث باب میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیاوی زندگی میں پیش آنے والی بلیات، عالم برزخ میں کیے جانے والے سوالات کے وقت اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں کے وقت ثابت قدم رکھے گا۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جس طرح کفار دنیا میں، عالم برزخ میں اور قیامت کے دن ثابت قدم نہیں رہیں گے، ان کے مقابل اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا میں، عالم برزخ میں، فرشتوں کی طرف سے سوالات کے وقت اور قیامت کے دن ہر پریشانی میں ثابت قدم رکھے گا۔

فرشتوں کی طرف سے قبر میں سوالات اور ان کے جوابات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت اور محبت سے قبر میں فرشتوں کی طرف سے کیے جانے والے سوالات اور جوابات سے بھی اپنی امت کو آگاہ فرما دیا۔ قبر میں انسان سے تین سوالات ہوتے ہیں:

۱- من ربك؟ (تیرا رب کون ہے؟)

۲-ما دینك؟ (تیرادین کیا ہے؟)

۳-من نبیك؟ (تیرانبی کون ہے؟)

مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان سوالات کے آسانی اور ثابت قدم رہتے ہوئے جواب دے دیتا ہے لیکن کافر یا منافق یا برائے نام مسلمان جواب دیتے وقت گھبرائے گا اور جوابات ثابت قدم رہتے ہوئے نہیں دے سکے گا۔

قبر میں سوالات وجوابات کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ، عذاب قبر سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس سے دریافت کیا جائے گا: تیرارب کون ہے؟ وہ جواب دے گا: میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۲-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، جب کوئی مسلمان فوت ہوتا ہے، تو اسے اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے، اس سے سوال کیا جاتا ہے: تیرارب کون ہے؟ تیرادین کیا ہے؟ اور تیرانبی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ اسے جوابات دینے میں ثابت قدم رکھتا ہے، وہ جواب میں کہتا ہے: میرارب اللہ ہے، میرادین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر اس کی قبر وسیع کردی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے۔ بعد ازاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۖ (ابراہیم:۲۷)

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث:۹۱۴۵)

۳-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک انصاری کی نماز جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں گئے، جب لحد تیار کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف فرما ہو گئے اور ہم بھی آپ کے اطراف میں بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ اس وقت آپ کے دست اقدس میں لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے، آپ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ پھر فرمایا: جب لوگ اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں تو میت ضرور اس کے قدموں کی آواز سنتی ہے۔ اس سے یوں کہا جاتا ہے: اے شخص! تیرارب کون ہے؟ تیرادین کون ہے؟ اور تیرانبی کون ہے؟ ہناد کہتے ہیں کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: تیرارب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرارب اللہ ہے۔ پھر وہ سوال کرتے ہیں: تیرادین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرادین اسلام ہے۔ پھر وہ سوال کرتے ہیں: وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے: وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں: تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نے کتاب میں پڑھا ہے، میں ان پر ایمان لایا اور میں نے ان کی تصدیق کی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہے: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ پھر آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ میرے بندے نے درست کہا ہے، اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو، جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دو۔ پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی۔ منتہائے نظر تک اس کی قبر کشادہ کردی جاتی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی موت کا تذکرہ کیا کہ اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے یوں کہتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے: ہائے افسوس! مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر اس سے سوال کرتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ پھر جواب میں کہتا ہے: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ سوال کرتے ہیں: وہ کون سی شخصیت ہے جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی؟ وہ جواب دیتا ہے: افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان کی طرف سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بکا ہے، اس کے لیے جہنم کا بستر بچھادو، اسے جہنم کا لباس پہنادو اور اس کے لیے جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو۔ پھر اس کے پاس جہنم کی تپش، جہنم کی گرم ہوائیں آنا شروع ہو جاتی ہیں اور قبر تنگ کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی ایک جانب کی پسلیاں دوسری طرف نکل آئیں گی، پھر اس پر اندھا اور گونگا (فرشتہ) مقرر کیا جاتا ہے' جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوتا ہے، اس کی ایک ضرب پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ ڈھیر ہو جائے۔ پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے کافر چیخ اٹھے گا، جس کی آواز کو جنات اور انسانوں کے علاوہ سب لوگ سنتے ہیں۔ وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں دوبارہ روح ڈالی جائے گی۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۳۳)

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے' تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟ پس وہ جو دنیا میں کہتا ہے وہ کہے گا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُـحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وہ کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تم یہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر کو ستر ضرب ستر وسیع کیا جاتا ہے، پھر اس کی قبر کو روشن کیا جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: تم سو جاؤ، وہ کہتا ہے کہ میں اپنے اہل خانہ کو جا کر خبر دے دوں! فرشتے اس سے کہتے ہیں تم اس دلہن کی طرح سو جاؤ جسے وہی بیدار کرتا ہے جو اسے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے قبر سے اٹھائے گا۔ اگر وہ منافق ہو تو کہتا ہے: میں نے لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنا میں نے وہی کہہ دیا تھا، میں نہیں جانتا۔ فرشتے اسے کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو یہی جواب دے گا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ وہ اس پر تنگ ہو جائے اور آپس میں مل جائے، زمین تنگ ہو کر مل جائے گی۔ پھر اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جائیں گی۔ پھر اسے عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے قبر سے اٹھائے گا۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۱۱۷)

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی شکل دکھائی دیتی ہے' تو وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے: مجھے نماز پڑھنے دو۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲۷۲)

۶۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک میت کی تدفین سے فارغ ہوئے تو اس کی قبر پر ٹھہرے رہے اور یوں فرمایا: تم اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی درخواست کرو، کیونکہ اب اس سے سوال ہوگا۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۲۲۱)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد مسلمان اور کافر و منافق کے مابین سوالات، منادی کے اعلان،

قبر کی وسعت وتنگی اور راحت وعذاب کے اعتبار سے مختلف معاملہ پیش آتا ہے۔

قبر میں سوالات وجوابات اس امت کی خصوصیات سے ہونا:

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تدفین کے بعد میت سے سوالات ہوتے ہیں لیکن سوالات ہونا امت محمدی کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس کے دلائل سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار ہو کر نجار کے باغ کی طرف جا رہے تھے کہ خچر نے اچانک ٹھوکر کھائی، قریب تھا کہ وہ آپ کو زمین پر گرا دیتا اور وہاں چند قبور تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ان قبروں کے بارے میں کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں جانتا ہوں۔ آپ نے دریافت کیا: یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے جواب دیا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔ آپ نے فرمایا: اس امت کو قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، اگر درمیان میں یہ بات نہ ہوتی کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تمہیں عذاب قبر سنوا دیتا جس کو میں سن رہا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یوں مخاطب ہوئے: تم لوگ عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ طلب کرو! ہم نے کہا: ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: تم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو! ہم نے پھر کہا: ہم عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: ظاہری وباطنی فتنوں سے تم اللہ کی پناہ طلب کرو! ہم نے کہا: ظاہری وباطنی فتنوں سے ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: تم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو! ہم نے کہا: دجال کے فتنہ سے ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۶۷)

علامہ ابن البر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر میں آزمائش میں محض اس امت کو مبتلا کیا جاتا ہے، اور قبر میں سوال وجواب بھی اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔

۲- حضرت امام ابوعبداللہ ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ میت سے سوال ہونا اس امت کا خاصہ ہے، کیونکہ پہلی امتوں کے پاس جب ان کے نبی اللہ تعالیٰ کا پیغام لاتے اور قوم انکار کرتی تو وہ ان سے الگ ہو جاتے جبکہ قوم پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا تھا۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے، ارشاد خداوندی ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۷) ''اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' ان سے عذاب روک لیا گیا، آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا حتیٰ کہ جہاد کی برکت سے لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام ان کے دلوں میں راسخ ہو جائے، پھر انہیں مہلت دی گئی۔ نفاق کا ظہور ہوا، کچھ لوگ کفر کو چھپاتے اور ایمان کو نمایاں کرتے جبکہ مسلمانوں کے مابین ان کا پردہ رہتا۔ جب وہ فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قبروں میں امتحان لینے والے بھیجے تا کہ سوال کے سبب ان کا پردہ چاک ہو اور خبیث، طیب سے ممتاز ہو جائے۔ جو دنیا میں ثابت قدم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ قبر میں بھی اسے ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہی پر برقرار رکھتا ہے۔ (التذکرہ، ج: ۱، ص: ۲۲۹)

جن مسلمانوں کو عذاب قبر اور آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے:

کچھ لوگوں کو عذاب قبر اور حساب و آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ وہ پانچ قسم کے لوگ ہیں جن سے متعلق احادیث مبارکہ سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱-حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شب و روز سرحد کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزوں اور قیام (نماز) سے افضل ہے اور جب وہ اسی حال میں فوت ہو جائے تو اس کا وہ عمل اسی طرح جاری رہتا ہے جس پر وہ عمل پیرا ہوتا تھا، اس کا رزق جاری رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (شرح السنۃ، رقم الحدیث: ۲۶۱۷)

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مرض کی حالت میں مرا وہ شہادت کی موت مرا اور وہ قبر کے حساب سے محفوظ رہے گا اور اسے صبح و شام جنت کا رزق دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۶۱۵)

۳-حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے کہ شہید کے علاوہ سب مسلمانوں سے قبر میں امتحان لیا جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اس کے سر پر تلواروں کا چلنا ان کے امتحان کے لیے کافی ہے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۲۰۵۲)

۴-حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید کی چھ خصوصیات ہیں:

(۱) اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(۲) اس کو جنت میں ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔

(۳) اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

(۴) اس کے سر پر وقار کا تاج سجایا جاتا ہے، جس کا ایک یاقوت دنیا اور مافیہا سے افضل ہے۔

(۵) اس کا بڑی آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے نکاح کر دیا جاتا ہے۔

(۶) اس کے ستر (۷۰) رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (مسند احمد، ج:۴، ص:۱۳۱)

۵-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک نے ایک قبر پر خیمہ نصب کر لیا اور اسے علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے، پس وہاں کسی شخص کی قبر تھی جو سورہ الملک کی تلاوت کر رہا تھا حتیٰ کہ اس نے اس سورت کی تلاوت مکمل کی۔ وہ شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے ایک قبر پر خیمہ نصب کیا تھا اور مجھے علم نہیں تھا کہ یہاں کوئی قبر موجود ہے، اس میں ایک شخص سورہ ملک کی تلاوت کر رہا تھا حتیٰ کہ اس نے سورت ختم کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت مانعہ اور منجیہ ہے جو عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۲۸۰۱)

۶-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کی رات یا دن میں فوت ہو جائے، اللہ تعالیٰ اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھتا ہے۔ (مسند احمد، ج:۲، ص:۱۶۹)

اعمال صالحہ کا آخرت میں مفید ہونا:

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمان کے اعمال صالحہ آخرت میں مفید ہوتے ہیں۔ مفسرین کرام نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات (خواب میں) عجیب منظر دیکھا ہے کہ میری امت کے ایک شخص کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آیا، اس نے اپنے والدین کے ساتھ جو نیکی کی تھی اس نے ملک الموت کو واپس بھیج دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو ملاحظہ کیا جو عذاب قبر میں مبتلا ہے، اس کے وضو نے اسے عذاب سے بچالیا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسے شیاطین تنگ کر رہے تھے، اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر آیا جس نے اسے شیاطین کے چنگل سے چھڑا لیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کی وجہ سے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور وہ جب بھی حوض کے پاس آتا اسے منع کر دیا جاتا، اس کے روزے اس کے پاس آئے اور انہوں نے اسے سیراب کر دیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام کا حلقہ ہے جب وہ ان کے پاس جاتا ہے تو اسے دھتکار دیا جاتا ہے، اس کے پاس غسل جنابت آیا جس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھا دیا۔ میں نے ایک ایسا امتی دیکھا ہے، جس کے دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے تاریکی تھی اور وہ ان اندھیروں میں حیران و پریشان تھا، اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آیا۔ میں نے ایک ایسا امتی دیکھا جو مومنوں سے بات کرتا تھا لیکن کوئی مومن اس سے بات نہیں کرتا تھا، اس کا صلہ رحم آیا تو اس نے کہا: اے مومنو! تم اس سے باتیں کرو، سب نے اس سے باتیں کیں۔ اپنی امت کا ایک ایسا شخص دیکھا جو اپنے چہرے سے اپنے ہاتھوں کے ذریعے آگ کے شعلوں کو دور کر رہا ہے، اس کے پاس اس کا صدقہ آیا جو شعلوں اور اس کے چہرہ کے درمیان حجاب بن گیا اور اس کے سر پر سایہ فگن ہو گیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا جسے عذاب کے فرشتوں نے پکڑا ہوا تھا، اس کے پاس اس کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر آیا اسے ان کے ہاتھوں سے چھڑا دیا اور رحمت کے فرشتوں کے ہاتھوں دے دیا۔ میں نے اپنا ایک ایسا امتی دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا تھا، اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب تھا، اس کے اچھے اخلاق آئے اور انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کی بارگاہ میں پہنچا دیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں تھا، اس کے پاس اس کا تقویٰ و خوف خدا آیا اور اس نے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں تھما دیا۔ میں نے اپنا ایک ایسا امتی دیکھا جو دوزخ کے کنارے پر تھا، اس کا خدا سے لرزنا آیا جس نے اسے جہنم کے کنارے سے دور کر دیا۔ میں نے ایک ایسا امتی دیکھا جسے دوزخ میں پھینکنے کے لیے اوندھا کیا گیا تھا، پھر اس کے پاس اس کے آنسو آئے جنہوں نے اسے جہنم میں گرانے سے نجات دلائی۔ میں نے ایک ایسا امتی دیکھا کہ وہ پل صراط پر کھڑا ہے اور اس پر کپکپی طاری ہے، اس کا حسن ظن اس کے پاس آیا جس نے منزل مقصود کی طرف اسے روانہ کیا اور کپکپی ختم کر دی۔ میں نے ایک ایسا امتی دیکھا جو پل صراط پر گھسٹ گھسٹ کر چل رہا تھا، اس کے پاس وہ درود شریف آیا جو وہ مجھ پر پڑھا کرتا تھا اس نے اسے کھڑا کر دیا اور وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے اپنا ایک ایسا امتی دیکھا جو جنت کے دروازے پر پہنچا تو دروازہ اس پر بند کر دیا گیا، اس کے پاس کلمہ شہادت آیا جس نے اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول کر اسے اس میں داخل کر دیا۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۳۵۹۲)

3046 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ

متنِ حدیث: قَالَ تَلَتْ عَائِشَةُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ) قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ يَكُوْنُ النَّاسُ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّرُوِیَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عَائِشَةَ

◆◆ مسروق بیان کرتے ہیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی:

''جس دن اس زمین کو دوسری زمین میں تبدیل کر دیا جائے گا۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صراط پر ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور دیگر حوالے سے بھی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

شرح

ایک زمین دوسری زمین سے تبدیل کے وقت لوگوں کے منتقل ہونے کی جگہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (ابراہیم:۴۸)

''جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی، اور سب لوگ اللہ کے حضور حاضر ہوں گے جو واحد اور غالب ہے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ زمین، زمین سے اور آسمان، آسمان سے تبدیلی کی کیفیت کیا ہوگی اور اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں:

۱- آسمان اور زمین کی تبدیلی ذوات کے اعتبار سے ہوگی۔

۲- ان میں تبدیلی صفات کے لحاظ سے ہوگی۔

۳- دونوں کی تبدیلی کی کیفیت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

جہاں تک دونوں کی تبدیلی کے وقت لوگوں کے موجود ہونے کا تعلق ہے، اس کے بھی دو جواب ہیں:

۱- لوگ پل صراط پر ہوں گے۔

3046- اخرجه مسلم (۲۱۵۰/۴): كتاب صفات المنافقين و احكامهم: باب: في البعث و النشور، و صفة الارض يوم القيامة، حديث (۲۷۹۱/۲۹)، و ابن ماجه (۱۴۳۰/۲): كتاب الزهد: باب: ذكر البعث، حديث (۴۲۷۹)، و الدارمي (۳۲۸/۲، ۳۲۹): كتاب الرقاق: باب: قول الله تعالىٰ: (يوم تبدل الارض غير الارض و السموات ــــ)، (ابراهيم:۴۸)، و احمد (۳۵/۶، ۱۳۴، ۲۱۸)، و الحميدي (۱۳۲/۱)، حديث (۲۸۴).

۲- پل صراط کے پاس تاریکی میں ہوں گے۔
۳- یہ تبدیلی دو نفخوں کے درمیان ہوگی جب مخلوق صفحۂ ہستی پر موجود نہیں ہوگی۔

زمین کی تبدیلی کے حوالے سے صحابہ اور تابعین کے اقوال:

آیت اور حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن آئے گا یہ زمین دوسری زمین سے تبدیل ہو جائے گی۔ اس تبدیلی کے بارے میں صحابہ اور تابعین کے مختلف اقوال ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علامات قیامت کے حوالے سے ایک روایت بیان کی ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے گرایا جائے گا اور زمین کو رنگے ہوئے چمڑے کی صورت میں پھیلایا جائے گا۔

۲- عمرو بن میمون نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ یہ زمین دوسری زمین سے تبدیل کی جائے گی جو چاندی کی طرح شفاف ہوگی اور اس پر کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا۔

۳- حضرت ابو صالح رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ تبدیلی کے وقت زمین یہی رہے گی مگر اس کی صفات تبدیل کی جائیں گی جس میں زیادتی و کمی کر دی جائے گی۔ اس کے پہاڑ، ٹیلے، درخت اور وادیاں ختم کر دی جائیں گی۔ پھر ان کو چمڑے کی صورت میں پھیلا دیا جائے گا۔

۴- حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابو ہریرہ اور قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے کہ اس زمین کو سفید چپاتی کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے گا، مسلمان پاؤں کے نیچے سے اٹھا کر اسے تناول کریں گے۔ بعض لوگوں نے کہا: حساب سے فراغت ہونے تک مسلمان اسے کھائیں گے۔

زمین کی تبدیلی سے متعلق احادیث مبارکہ:

اس زمین کو دوسری زمین سے تبدیلی کے بارے میں چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱- حضرت مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ ارشاد ربانی پڑھا: "يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ" جس دن زمین دوسری زمین سے تبدیل کی جائے گی اور آسمان بھی۔ (ابراہیم: ۴۸) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: یارسول اللہ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پل صراط پر ہوں گے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۹۱)

۲- حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ الخ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: "وہ زمین چاندی کی طرح سفید ہوگی جس پر نہ حرام خون گرایا جائے گا اور نہ اس پر گناہ کیا جائے گا۔" (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۰۳۲۳)

۳- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز لوگوں کا حشر ایسی زمین پر ہوگا جو میدے کی روٹی کی طرح سفید ہوگی اور اس پر کسی کے گھر کی علامت موجود نہیں ہوگی۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۹)

زمین کو تبدیل کرنے کی وجہ:

متفق علیہ کی روایت کے مطابق بروز قیامت لوگوں کا حشر ایسی زمین پر ہوگا جو میدہ کی روٹی کی مثل سفید ہوگی جس پر کسی گھر کا نشان تک نہ ہوگا۔ حضرت علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس سے مراد ہے کہ اس دن زمین مکمل طور پر ہموار ہوگی۔ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس سے مراد ہے کہ اس زمین پر پہاڑ، چٹان اور کسی عمارت کی علامت نہیں ہوگی۔ علامہ جمرہ نے کہا: اس تبدیلی میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلیل ہے، قیامت کی ہولناکیوں کے حوالے سے جزوی طور پر علم فراہم کرنا بھی مقصود ہے تاکہ سامعین کو بصیرت حاصل ہو اور اچانک منظر سامنے آنے سے مسلمان گھبرا نہ جائیں۔ اس روایت کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ زمین موجودہ زمین سے بڑی ہوگی، جو ظلم و گناہ سے پاک ہوگی، اللہ تعالیٰ مومنین پر جو تجلی فرمائے گا ایسی زمین پر ہوگی جو شایان شان ہوگی، اس زمین پر اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی حکومت ہوگی۔ اس حدیث کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ دنیوی زمین معدوم ہو جائے گی اور نئی زمین آجائے گی۔ بعض کے نزدیک زمین کا مادہ تبدیل کیا جائے گا۔ بعض کا قول ہے کہ زمین یہی رہے گی لیکن اس کی صفات تبدیل ہو جائیں گی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ پہاڑوں اور ٹیلوں کو ختم کر کے زمین کو ہموار کر کے پھیلا دیا جائے گا۔ متفق علیہ کی روایت میں جو ہے کہ زمین روٹی کی طرح ہوگی، اس کا مصداق محشر کی زمین ہے۔ جس روایت میں پہاڑوں، ٹیلوں، وادیوں اور درختوں کو گرا کر ریزہ ریزہ کرنے کا ذکر ہے، اس کا مصداق موجودہ زمین ہے، جس میں قیامت کے دن تبدیلی ہو جائے گی۔ محشر کے دن زمین کا روٹی میں تبدیل ہونا جسے لوگ کھائیں گے، کا مصداق دوسری زمین ہوگی جو اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے مختلف حیثیت کی حامل ہوگی۔

آسمان کی تبدیلی سے متعلق آیات قرآنی:

قیامت کے دن جس طرح زمین تبدیل ہوگی اسی طرح آسمان بھی تبدیل ہوگا۔ آسمان کی تبدیلی کے حوالے سے چند آیات قرآنی سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ○ (التکویر: ۱۱) اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا۔

۲- وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ○ (المرسلت: ۹) اور جب آسمان چیرا جائے گا۔

۳- يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ○ (المعارج: ۸) جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبا کی طرح ہوگا۔

۴- فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ○ (الرحمٰن: ۳۷) جس دن آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔

زمین کو دوبارہ تبدیل کیے جانے کی تفصیل:

آسمان و زمین میں تبدیلی دوبارہ ہوگی۔ پہلی بار تبدیلی صور پھونکنے کے وقت ہوگی۔ اس موقع پر ستارے انتشار کا شکار ہو جائیں گے، آفتاب و ماہتاب کو گہن لگ جائے گا، آسمان پگھلے ہوئے تانبا کی طرح ہو جائے گا، لوگوں کے سروں سے الگ ہو جائے گا، پہاڑ حرکت میں آ جائیں گے، زمین میں تموج پیدا ہو جائے گا، سمندر آگ کی شکل اختیار کر جائیں گے، تمام زمین پھٹ جائے گی، اس کی ہیئت میں تبدیلی آ جائے گی۔ پھر صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ بے ہوش ہو کر گر جائیں گے، زمین کو پھیلایا جائے گا اور آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا۔ موجودہ آسمان کو دوسرے آسمان سے تبدیل کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ○ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْکِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○ (الزمر:۶۹-۶۸)

”اور جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں میں سب بے ہوش ہو جائیں گے، مگر جن کو اللہ چاہے گا۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور تمام نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

زمین کو چمڑے کی شکل میں پھیلایا جائے گا اور اسے اسی حالت میں لوٹایا جائے گا جس طرح قبروں میں لوگ ہوں گے یا اس کی پشت پر ہوں گے۔ دوسری بار زمین کی تبدیلی اس وقت ہوگی جب لوگ محشر میں ہوں گے اور اس تبدیلی کو ”الساحرۃ“ کا نام دیا جائے گا اور اسی زمین پر لوگوں کا حساب لیا جائے گا۔ یہ زمین سفید چاندی کی شکل میں ہوگی جس پر حرام خون نہیں گرایا جائے گا، اس پر ظلم و زیادتی اور گناہ نہیں ہوگا اور لوگ پل صراط جو جہنم کی پشت پر ہوگی، سے اتر کر جنت میں جا رہے ہوں گے۔ دوزخی لوگ جہنم میں گر جائیں گے۔ انبیاء حوضوں پر موجود ہوں گے اور لوگ وہاں پانی پی رہے ہوں گے۔ اس وقت زمین سفید میدہ سے تیار شدہ روٹی کی صورت میں ہوگی اور اسے توڑ کر کھائیں گے۔ اہل جنت کو جنت میں بیل اور مچھلی کی کلیجی کا سالن دیا جائے گا۔

(التذکرہ فی امور الآخرۃ، ج:۱، ص:۳۰)

آسمان کے تبدیل ہونے سے متعلق اقوال:

اس مقام کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی بار زمین کی صفات تبدیل کر کے رنگے ہوئے چمڑے کی طرح پھیلائی جائے گی اور دوسری تبدیلی کے وقت اس کی ذات اور مادہ تبدیل کیا جائے گا یعنی پہلے وہ مٹی تھی لیکن اب سفید روٹی کی صورت میں ہوگی۔ علی هذا القیاس آسمان میں بھی تبدیلی ہوگی۔ علامہ قرطبی کے مطابق جب آفتاب لپیٹا جائے گا تو ستارے منتشر ہو کر جھڑ جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور علامہ ابن الانباری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: آسمان دھواں کی شکل اختیار کر جائے گا اور سمندر آگ میں تبدیل ہو جائیں گے۔ ایک قول کے مطابق آسمان کو وثیقہ کی طرح لپیٹ دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

يَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (الانبیاء:۱۰۴)

جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جس طرح دستاویزات کو لپیٹا جاتا ہے۔

قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس جگہ یہ زمین ہے اسی جگہ میدان حشر منعقد ہوگا لیکن زمین کی ذات، مادہ اور صفات میں تبدیلی کی جائے گی۔ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ سمندر آگ میں تبدیل ہو جائیں گے یعنی یہی سمندر آگ بن جائیں گے لیکن یہ درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ جنت و دوزخ تو اس وقت بھی موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْحِجْرِ

باب 16: سورہ حجر سے متعلق روایات

3047 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ الْحُدَّانِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَتِ امْرَاَةٌ تُصَلِّیْ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْنَاءَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَكَانَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يَكُوْنَ فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ لِئَلَّا يَرَاهَا وَيَسْتَاْخِرُ بَعْضُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ فَاِذَا رَكَعَ نَظَرَ مِنْ تَحْتِ اِبْطَيْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ)

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهٰذَا اَشْبَهُ اَنْ يَكُوْنَ اَصَحَّ مِنْ حَدِيْثِ نُوحٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں، ایک عورت جو نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کیا کرتی تھی وہ بہت خوبصورت تھی۔ بعض لوگ اسی وجہ سے آگے ہو جاتے تھے کہ پہلی صف میں شامل ہو جائیں تا کہ اس عورت کو نہ دیکھ سکیں جب کہ بعض لوگ پیچھے رہتے تھے تا کہ وہ آخری صف میں رہیں تا کہ جب وہ رکوع میں جائیں تو اپنی بغل میں سے دیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے (اس بارے میں) یہ آیت نازل کی:

"اور ہم تم میں سے آگے ہونے والوں کو جانتے ہیں اور پیچھے رہنے والوں کو بھی جانتے ہیں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جعفر بن سلیمان نے اس روایت کو عمرو بن مالک کے حوالے سے ابوجوزاء سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت ابن عباس ﷺ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا اور زیادہ مناسب یہی ہے یہ روایت نوح نامی راوی کی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہو۔

3047۔ اخرجه النسائی (۱۱۸/۲): کتاب الامامة: باب: المنفرد خلف الصف، حدیث (۸۷۰)، و ابن ماجه (۳۳۲/۱): کتاب اقامة الصلاة و السنة فیها، حدیث (۱۰۴۶)، و احمد (۳۰۵/۱)، و ابن خزیمة (۹۷/۳)، حدیث (۱۶۹۶)، (۹۸/۳)، حدیث (۱۶۹۷)۔

شرح

سورہ حجر مکی ہے جو چھ رکوع، بانوے (۹۲) آیات، چھ سو چوّن (۶۵۴) کلمات اور دو ہزار سات سو پچھتر (۲۷۷۵) حروف پر مشتمل ہے۔

آگے ہونے والوں اور پیچھے ہونے والوں کی مثال:

ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝ (الحجر:۲۴)

''اور بیشک ہم جانتے ہیں تم میں سے ان لوگوں کو جو آگے ہونے والے ہیں اور پیچھے ہونے والے ہیں۔''

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے، وہ اس طرح ہے کہ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتی تھی جو نہایت خوبصورت تھی۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی نظروں کو اس سے بچانے کے لیے آگے والی صف میں کھڑا ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ بعض صحابہ پیچھے والی صف میں کھڑے ہوتے اور رکوع کی حالت میں اپنی بغلوں کے نیچے سے اس عورت کی طرف دیکھتے تھے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل کی گئی جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو بلکہ سب لوگوں کی نیتوں کو جانتا ہے خواہ وہ آگے کھڑے ہوں یا پیچھے کھڑے ہوں، وہ نماز میں ہوں یا نماز میں نہ ہوں، وہ زندہ ہوں یا دنیا سے رخصت ہو چکے ہوں اور خواہ وہ حضرات ہوں یا خواتین ہوں۔

مستقدمین اور مستاخرین کی تفسیر میں اقوال اسلاف:

الفاظ مستقدمین اور مستاخرین کی تفسیر میں اسلاف کے متعدد اقوال، جن میں سے چند ایک سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور علامہ ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مستقدمین سے مراد فوت شدہ لوگ اور مستاخرین سے مراد زندہ لوگ ہیں۔

۲- حضرت عکرمہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: مستقدمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو آج تک پیدا ہو چکے ہیں اور مستاخرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔

۳- حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہما نے کہا: مستقدمین سے مراد نیک لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد نافرمان و گناہگار لوگ ہیں۔

۴- حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: مستقدمین سے مراد جہاد کے اگلی صف والے لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد پچھلی صف والے لوگ ہیں۔

۵- امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مستقدمین سے مراد سابقہ امتوں کے لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ ہیں۔

۶-علامہ قرطبی نے کہا: مستقدمین سے مراد جہاد میں حصہ لینے والے لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد جہاد میں شامل نہ ہونے والے لوگ ہیں۔

۷-علامہ شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مستقدمین سے مراد اول خلق لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد آخر خلق لوگ ہیں۔

۸-حدیث باب کے مطابق مستقدمین سے مراد پہلی صفوں کے لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد آخری صفوں کے لوگ ہیں۔

اس مقام پر کون سا قول زیادہ معتبر ہے؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ تاہم آخر قول اس آیت کا شان نزول ہے جو کتب احادیث میں مذکور ہے۔

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اولیٰ بات یہ ہے کہ مستقدمین سے مراد فوت شدہ لوگ ہوں اور مستاخرین سے مراد زندہ لوگ ہوں، کیونکہ ماقبل میں فرمایا گیا ہے: ''اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی روح قبض کرتے ہیں اور ہم ہی سب کے بعد باقی ہیں۔'' اس کے مابعد میں فرمایا گیا ہے: ''اور بیشک آپ کا پروردگار سب لوگوں کو جمع کرے گا، بیشک وہ بہت حکمت والا نہایت علم والا ہے۔'' ان دونوں آیات میں لوگوں کو پیدا کرنے، مارنے اور دوبارہ زندہ کر کے جمع کرنے کا مضمون بیان ہوا ہے، تو یہ نہیں ہوسکتا کہ درمیان والی آیت میں آگے والی صفوں کے لوگ یا پیچھے والی صفوں کے لوگ مراد ہوں، کیونکہ ضمنی طور پر کوئی مضمون بیان کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فوت شدگان اور زندہ لوگوں کے بارے میں خوب جانتا ہے اور ان سب کو حساب کے لیے قیامت کے دن جمع کرے گا، نیک لوگوں کو جزا اور برے لوگوں کو سزا دے گا۔ یہ نتیجہ پہلی صفوں یا آخری صفوں میں کھڑے ہونے والے لوگوں کے بارے میں نکالنا درست نہیں ہوسکتا۔ (جامع البیان، ج:۱۴،ص:۳۵)

پہلی صف میں نماز پڑھنے کے فضائل

حدیث باب میں پہلی صف میں نماز ادا کرنے کا تذکرہ بھی ہوا ہے، خواہ صحابہ کا آگے والی صفوں میں کھڑا ہونے کا مقصد نظروں کی حفاظت تھا لیکن پہلی صفوں میں نماز ادا کرنے کی اہمیت اور فضیلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس بارے میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کے لیے بہترین صف (زیادہ ثواب والی) پہلی ہے اور بدترین صف (کم ثواب والی) آخری ہے۔ عورتوں کے لیے بہترین صف آخری ہے اور بدترین صف پہلی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث:۱۵۶۱)

۲-حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کندھوں کو پکڑ کر فرمایا کرتے تھے کہ تم سیدھے کھڑے ہو اور ٹیڑھے کھڑے نہ ہو ورنہ تمہارے دل بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ تم میں شعور و بلوغ والے لوگ میرے قریب ہوں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں اور پھر ان کے قریب والے لوگ کھڑے ہوں۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۹۷۶)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان پڑھنے اور پہلی صف میں کھڑا ہونے کا ثواب کتنا ہے، پھر قرعہ اندازی کے سوا اس میں موقع میسر نہ آئے، وہ ضرور اس مقصد کے لیے

قرعہ اندازی کریں۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ظہر کی نماز ادا کرنے میں کتنا ثواب ہے' تو وہ ہر حالت میں اس کی طرف سبقت کرنے کی کوشش کریں۔ (مؤطا امام مالک، رقم الحدیث: ۱۸۱)

فائدہ نافعہ: رکوع و سجود والی نمازوں میں پہلی صف میں اور امام سے دائیں جانب کھڑا ہونے کا ثواب زیادہ ہے جبکہ پیچھے والی صف میں کھڑا ہو کر نماز ادا کرنے کا ثواب کم ہے۔ جو شخص پہلی صف میں کھڑا ہوگا، وہ مسجد میں پہلے آئے گا اور پہلے آنے والا ثواب کا حقدار بھی زیادہ ہوتا ہے۔ تاہم نماز جنازہ میں پہلی صف کی بجائے آخری صف میں کھڑا ہونے کا ثواب زیادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

3048 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ جُنَيْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ بَابٌ مِّنْهَا لِمَنْ سَلَّ السَّيْفَ عَلٰى اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ

◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جہنم کے سات دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ اس شخص کے لیے ہے' جو میری امت کے کسی فرد پر تلوار کھینچ لے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) محمد ﷺ کی امت پر۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف مالک بن مغول نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

جہنم کے سات دروازوں کی تفصیل

ارشاد خداوندی ہے:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿ (الحجر: ۴۴)

"اس (جہنم) کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے لیے ان گمراہوں میں سے تقسیم کیا ہوا حصہ ہے۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جہنم کے سات دروازے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ جہنم: اس میں گناہگار مسلمان داخل ہوں گے اور سزا بھگتنے کے بعد انہیں نکال لیا جائے گا۔

۲۔ لظی: اس میں نصاریٰ داخل ہوں گے۔

۳۔ حطمہ: اس میں یہود داخل ہوں گے۔

3048۔ اخرجه احمد (۲/ ۹٤).

۴-سعیر: اس میں صابی لوگ داخل ہوں گے۔

۵-سقر: اس میں مجوسی (آتش پرست) داخل ہوں گے۔

۶-جحیم: اس میں کفار ومشرکین داخل ہوں گے۔

۷-حاویۃ: اس میں منافقین (نقلی مسلمان) داخل ہوں گے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: بعض اہل جہنم ایسے ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ ہوگی، بعض لوگوں کے کمربند تک آگ ہوگی اور بعض کی ہنسلی تک آگ ہوگی۔ اعمال کے لحاظ سے ان کی منازل ہوں گی۔ اس آیت کی تفسیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝ ہر دروازے پر ستر ہزار آگ کے شامیانے ہوں گے، ہر شامیانے میں ستر ہزار خیمے ہوں گے، ہر خیمہ میں ستر ہزار آگ کے تنور ہوں گے، ہر تنور میں ستر ہزار آگ کی کھڑکیاں ہوں گی، ہر کھڑکی میں آگ کی ستر ہزار چٹانیں ہوں گی، ہر چٹان پر آگ کے ستر ہزار پتھر ہوں گے، ہر پتھر پر ستر ہزار بچھو ہوں گے، ہر بچھو کی ستر ہزار دُمیں ہوں گی، ہر دُم میں ستر ہزار ہڈیاں ہوں گی، ہر ہڈی میں ستر ہزار زہر کے ڈنگ ہوں گے اور ستر ہزار آگ کو بھڑکانے والے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: جو شخص جہنم میں داخل ہوگا، وہ چار لاکھ پہریداروں سے گزر کر جائے گا، ان کے چہرے کالے ہوں گے، ان کے کھلے ہوئے مونہوں پر داڑھی موجود ہوگی، ان کے دلوں سے مہربانی نکالی گئی ہوگی اور ان میں سے کسی ایک کے دل میں بھی رائی کے برابر رحم نہیں ہوگا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج:۷، ص:۲۲۶۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا: جہنم کے دروازے ایک دوسرے کے اوپر تہہ بہ تہہ ہیں، اس موقع پر آپ نے ایک ہاتھ دوسرے کے اوپر رکھ لیا۔ (جامع البیان، رقم الحدیث:۱۶۰۱۴)

جمہور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ سب سے اوپر والا طبقہ جہنم ہے، جس میں امت محمدیہ کے گناہگار لوگ ہوں گے، یہ ایک وقت تک خالی ہو جائے گا اور اس کے خالی دروازے کھڑکھڑاتے رہیں گے۔ دوسرے طبقہ کا نام لظی ہے، تیسرے طبقہ کا نام حطمہ، چوتھے کا سعیر، پانچویں کا سقر، چھٹے کا جحیم اور ساتویں کا حاویہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جہنم کے سات حصوں کی تفصیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ پہلا حصہ مشرک لوگوں کے لیے ہے، دوسرا ان لوگوں کے لیے ہے جو ذات باری تعالیٰ میں شک کرتے تھے، تیسرا حصہ اللہ تعالیٰ سے غافلین کے لیے ہے، چوتھا حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو احکام خداوندی کے خلاف اپنی خواہشات کو ترجیح دیتے تھے، پانچواں حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے غیض کو اللہ کے غیض پر ترجیح دیتے تھے، چھٹا حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی رغبت کو اللہ کی رغبت کے مقابل میں ارجح تصور کرتے تھے اور ساتواں حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے احکام سے بغاوت کرتے تھے۔

3049 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اُمُّ الْقُرْاٰنِ وَاُمُّ الْكِتَابِ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِیْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: سورہ فاتحہ "اُم القرآن" ہے "اُم الکتاب" ہے اور سبع مثانی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3050 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ حُرَیْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰی عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ

متن حدیث: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِی التَّوْرَاةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ مِثْلَ اُمِّ الْقُرْاٰنِ وَهِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَهِیَ مَقْسُوْمَةٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ

اسانید دیگر: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى اُبَیٍّ وَّهُوَ یُصَلِّیْ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَطْوَلُ وَاَتَمُّ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ عَبْدِ الْحَمِیْدِ بْنِ جَعْفَرٍ هٰكَذَا رَوٰى غَیْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، تورات میں اور انجیل میں اللہ تعالیٰ نے اُم القرآن جیسی کوئی سورۃ نازل نہیں کی یہی سبع مثانی ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم ہے اور میرا بندہ جو مانگتا ہے وہ اسے ملے گا"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالعزیز بن محمد کی نقل کردہ روایت لمبی اور مکمل ہے اور یہ عبدالحمید کی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

کئی راویوں نے علاء بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے اسے اسی طرح نقل کیا ہے۔

3049۔ اخرجه البخاری (۲۳۲/۸): كتاب التفسير: باب: (ولقد اتيناك سبعا من المثانی و القرء ان العظيم) (الحجر: ۸۷)، حديث (۴۷۰۴)، و ابوداؤد (۴۶۱/۱): كتاب الصلاة: باب: فاتحة الكتاب، حديث (۱۴۵۷)، و الدارمی (۴۴۶/۲): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل فاتحة الكتاب، و احمد (۴۴۸/۲)۔

3050۔ اخرجه النسائی (۱۳۹/۲): كتاب الافتتاح: باب: تاويل قول الله عزوجل (ولقد اتيناك سبعا من المثانی و القرء ان العظيم) (الحجر: ۸۷)، حديث (۹۱۴)، و الدارمی (۴۴۶/۲): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل فاتحة الكتاب، و عبد الله بن احمد (۱۱۴/۵)، وابن خزيمة (۲۵۲/۱)، حديث (۵۰۰، ۵۰۱)، و عبد بن حميد ص (۸۶)، حديث (۱۶۵)۔

شرح

سورہ فاتحہ کا نام اور اس کی فضیلت:

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ○ (الحجر:۸۷)

''اور بیشک ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیات اور قرآن عظیم عطا کیا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ سورہ فاتحہ کے متعدد نام ہیں جن میں سے ایک ''سبع مثانی'' ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ سورت جس کی تلاوت بار بار اور دہرا کر کی جاتی ہے۔ نیز نماز کی ہر رکعت میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے خواہ وہ فرض ہو یا سنت یا نوافل۔

یہ سورۃ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے۔ شروع سورت سے لے کر اِیَّاكَ نَعْبُدُ تک اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا ذکر ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے اس کے حقوق وعبادات ادا کرنے کا معاہدہ کرتا ہے۔ پھر وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ○ سے تا آخر سورت بندے کی طرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معروضات پیش کی گئی ہیں، جن میں بندہ سراپا ادب بن کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہے بالخصوص صراط مستقیم کی ہدایت حاصل کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی درخواست کرتا ہے۔

سورہ فاتحہ کی فضیلت کے حوالے سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، اچانک ایک دھماکہ کی آواز سنائی دی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے جو اس سے قبل کبھی نہیں کھلا تھا، وہاں سے گزر کر ایک فرشتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے دو انوار سے نوازا ہے جن سے پہلے کسی نبی کو نہیں نوازا گیا تھا۔ ان میں سے ایک سورہ فاتحہ ہے اور دوسرا سورہ بقرہ ہے۔

سورہ فاتحہ کا شان نزول:

اس سورت کا شان نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ کے دو مشہور قبائل بنونضیر اور بنوقریظہ کے لیے سات قافلے ایسے آئے جن کے پاس قیمتی سامان تھا جس میں جواہر، کپڑے اور خوشبو تھی۔ جب مسلمانوں کو اس سامان کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ مال ہمیں مل جاتا تو ہماری مالی حالت مستحکم ہو جاتی اور ہم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت بھی حاصل کرتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ سات آیات نازل فرمائیں اور مسلمانوں کو بتا دیا کہ سات قافلوں پر مشتمل سامان سے بہتر یہ سات آیات ہیں جو ہماری طرف سے تمہیں دی جا رہی ہیں۔ تم لوگ اس دنیوی سامان کی طرف رشک کی نظر سے نہ دیکھو جو ہم نے کفار کو دیا ہے۔ (اسباب النزول للواحدی، رقم الحدیث:۵۵۶)

السبع المثانی کے مفہوم میں اقوال:

اس آیت میں سورہ فاتحہ کا ایک نام ''سبع مثانی'' ہے۔ سبع کا معنیٰ ہے: سات، مثانی مَثنیٰ کی جمع ہے، جس کا معنیٰ ہے: دو، دو۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد ہے: سات آیات یا سات سورتیں یا سات فوائد، کیونکہ اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو معنی کا تعین کر سکے۔ اس کے مطلوبہ معنیٰ کے بارے میں مفسرین کے پانچ اقوال ہیں:

۱- صحابہ میں سے حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین میں سے حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت امام مجاہد، حضرت قتادہ اور حضرت عطار حمہم اللہ تعالیٰ کے قول کے مراد ''سبع مثانی'' سے مراد ''سورہ فاتحہ'' ہے۔ یہ مفہوم مراد لینے کی متعدد وجوہات ہیں:

(i) اسے سبع اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں سات آیات ہیں اور مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ اسے ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

(ii) یہ سورت دو حصوں میں تقسیم ہے، اس کا پہلا نصف اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق ہے جبکہ دوسرا نصف حصہ بندے سے متعلق ہے۔ اس بارے میں واضح روایت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سورہ فاتحہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کی گئی ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۹۵)

''سبع مثانی'' سے مراد ''سورہ فاتحہ'' ہو، تو اس پر بطور دلیل چند احادیث پیش کی جا سکتی ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (سورہ فاتحہ) ام القرآن ہے اور ام القرآن سبع مثانی ہے۔ (مسند احمد، ج:۲، ص:۴۴۸)

۲- حضرت ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھنے میں مصروف تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا، میں خاموش رہا۔ نماز مکمل کر کے میں حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا: میں نے تمہیں طلب کیا تھا، کیوں نہیں آئے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نماز میں مصروف تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا:

اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (الانفال:۲۴) ''تم اللہ اور رسول کی بات مانو جب وہ تمہیں طلب کریں۔''

آپ نے فرمایا: مسجد سے نکلنے سے قبل میں تمہیں ایک سورت کی تعلیم دوں گا جو قرآن کی سب سے بڑی (عظیم) سورت ہے، آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مسجد سے باہر نکلنے والے تھے کہ میں نے وہ سورت سکھانے کے بارے میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ فاتحہ) سبع مثانی ہے اور یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا۔

۳- حضرت زیاد بن ابی مریم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: سبع مثانی سے مراد وہ سات معانی ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

(i) امر۔ (ii) نہی۔ (iii) بشارت۔ (iv) انذار۔ (v) مثالوں کا بیان۔ (vi) نعمتوں کا شمار۔ (vii) پہلی امتوں کی خبر دینا۔

۴- حضرت طاؤس، حضرت ضحاک اور حضرت ابو مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے مطابق مثانی سے مراد ہے: پورا قرآن۔ حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قرآن کریم کو مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کی گئی ہے۔ حضرت علامہ ابن

الانباری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: قرآن کریم کو مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں قصص، مواعظ، اخبار اور آداب کو بیان کیا گیا ہے۔

۵- حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس (ایک روایت)، حضرت سعید بن جبیر (دوسری روایت) اور حضرت امام مجاہد (دوسری روایت) کے مطابق "سبع مثانی" سے مراد سبع طوال (سات لمبی سورتیں) ہیں، وہ یہ ہیں: (i) سورۃ بقرہ، (ii) سورۃ آل عمران۔ (iii) سورۃ النساء۔ (iv) سورۃ المائدہ۔ (v) سورۃ الانعام۔ (vi) سورۃ الاعراف۔ ساتویں سورت کے بارے میں تین اقوال ہیں: (i) سورۃ یونس۔ (ii) سورۃ التوبہ۔ (iii) سورۃ الانفال اور سورۃ البرأۃ کا مجموعہ ہے۔ ایک قول کے مطابق ان سات سورتوں کو مثانی اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان میں فرائض، حدود اور امثال بیان کی گئی ہیں۔ علامہ ماوردی کے قول کے مطابق ان سورتوں کو مثانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں آیات کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے۔

۶- علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: قرآن کریم کی جملہ سورتیں خواہ وہ بڑی ہوں یا چھوٹی وہ مثانی ہیں، کیونکہ ان میں قصص اور اخبار کو دہرایا گیا ہے۔

آیت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب:

زیر بحث آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور قرآن عظیم عطا فرمایا۔ اس پر اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ یہاں دو چیزوں کا ذکر ہے سبع مثانی اور قرآن عظیم، ان میں واؤ عاطفہ استعمال ہوئی ہے جو تغائر کو چاہتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ سورہ فاتحہ اور چیز ہے جبکہ قرآن اور چیز ہے، دونوں ایک چیز نہیں ہے حالانکہ دونوں میں مغائرت نہیں ہے؟

اس اعتراض کا جواب کئی اعتبار سے دیا گیا ہے:

۱- سورہ فاتحہ، قرآن عظیم کی جز ہے جبکہ کل اور جز میں من وجہ مغائرت ہوتی ہے اور اتنی مغائرت عطف کی صحت کے لیے درست ہوتی ہے۔

۲- واؤ عاطفہ کئی معانی کے لیے آتی ہے جن میں سے ایک جمع کے لیے بھی ہے، اس طرح ان میں مغائرت نہیں ہے بلکہ اتحاد ہے اور دونوں ایک چیز کے دو نام ہیں۔

۳- سبع مثانی اور قرآن عظیم میں مغائرت نہیں ہے بلکہ مقصود دوسری سورتوں کے مقابل سورہ فاتحہ کی فضیلت بیان کرنا ہے یعنی اس سورت کی فضیلت دوسری سورتوں سے زیادہ ہے۔

۴- اس آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا کیا ہے، جس کو یہ دولت میسر ہو اسے کسی دوسری چیز کی طرف دیکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔

متاع دنیا کی رغبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا اور اس کا جواب:

بعض نام نہاد مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں متاع دنیا کی رغبت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی

ناپاک جسارت کی ہے جو آپ کے مرتبہ و مقام کے شایان شان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلے میں چند ایک مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

شیخ شوکانی نے کہا: یعنی آپ دنیا کی مزین چیزوں کی طرف رغبت سے نظر اٹھا کر نہ دیکھیں اور نہ ان کی تمنا کریں۔

(شیخ محمد بن علی شوکانی: فتح القدیر، ج:۳، ص:۱۹۶)

نواب صدیق حسن بھوپالی نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دینی نعمتیں عطا کی ہیں ان کی وجہ سے آپ کو جلد زائل ہونے والی دنیا کی لذات سے مستغنی کر دیا ہے، لہٰذا آپ دنیا کی مزین چیزوں کی طرف رغبت سے نظر اٹھا کر نہ دیکھیں اور نہ تمنا کریں۔ (فتح البیان، ج:۷، ص:۱۹۵)

شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ مودودی کی عبارات بھی ان سے ملتی جلتی ہیں جو طوالت کے خوف سے نقل نہیں کی گئیں۔

وہ نبی جن کے سر پر خالق کائنات کی طرف سے لولاک، خاتم النبیین، ورفعنا لک ذکرک، امام المرسلین اور رحمۃ للعالمین کا تاج سجایا گیا ہو، ان کے بارے میں کوئی مطیع و اطاعت گزار اور عاشق و محب امتی ایسا مضمون لکھنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

اس آیت میں بظاہر خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رغبت دنیا و مافیہا سے منع کیا گیا ہے لیکن حقیقت میں یہاں امت کی تعریض مقصود ہے اور امت کو رغبت دنیا سے منع کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں بطور دلیل یہ آیت پیش کی جا سکتی ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (الزمر:۶۵)

اگر (بالفرض محال) آپ نے بھی ارتکاب شرک کیا تو آپ کے بھی ضرور سب عمل ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی سامان عیش و عشرت کی رغبت رکھتے تھے اور آپ کو اس سے منع کیا گیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں خواہ بظاہر خطاب آپ سے ہے لیکن حقیقت میں امت سے تعریضاً خطاب کیا گیا ہے یعنی امت کو چاہیے کہ دنیوی سامان عیش و عشرت کی طرف توجہ دینے اور رغبت رکھنے سے احتراز کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی متاع دنیا سے عدم رغبت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو متاع دنیا اور سامان عیش و عشرت سے مستغنی فرما دیا تھا، آپ تمول و دولت کے مقابل مفلسی اور فقر کو ترجیح دیتے تھے اور صابر کی حیثیت سے رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا وہ میرے لیے مکہ کی پتھریلی زمین کو سونا میں تبدیل کر دے، تو میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھے یہ پسند ہے کہ میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ جس دن بھوکا رہوں تو عجز و انکسار سے تجھ سے سوال کروں اور تیرا ذکر کروں۔ جب میرا پیٹ بھرا

ہوتو میں تیرا شکر بجالاؤں اور تیری حمد کروں۔(المعجم الکبیر، رقم الحدیث:۷۸۳۵)

۲- حضرت عقبہ حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز عصر ادا کی، سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تیزی سے اپنے گھر تشریف لے گئے، پھر واپس تشریف لائے۔ ہم لوگوں نے آپ کے اس طرح جانے اور واپس آنے پر تعجب کیا، آپ نے ہمارے چہروں پر آثار تعجب دیکھ کر فرمایا: مجھے نماز میں یاد آیا کہ ہمارے پاس سونے کا ٹکڑا موجود ہے، میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ شام ہونے، یا رات ہونے تک یہ ٹکڑا ہمارے پاس موجود رہے، میں نے اس سونے کے ٹکڑے کو تقسیم کردینے کا حکم دیا ہے۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث:۱۲۲)

۳- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر آرام فرما تھے، چٹائی پر بستر نہیں تھا، آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کے خشک پتے تھے، آپ کے پاؤں کے پاس درخت قرظ کے پتے تھے، سرہانے کی طرف تازہ کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور میں نے آپ کے جسم پر چٹائی کے نشانات ملاحظہ کیے تو رو پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے عمر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ سامان عیش وعشرت میں ہیں جبکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو پھر یہ حالت! آپ نے فرمایا: اے عمر! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت ہے۔

امت کو سامان عیش وعشرت ترک کرنے کا درس:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامان عیش وعشرت سے مستغنی کیا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا درس اپنی امت کو بھی دیا تھا۔ اس سلسلہ میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولاد آدم کے لیے ان چیزوں کے علاوہ کوئی حق نہیں ہے: رہائش کے لیے گھر ہو، اس کے پاس اتنا کپڑا ہو کہ وہ اپنی شرمگاہ چھپا سکے، کھانے کے لیے روٹی ہو اور پینے کے لیے پانی ہو۔(مسند احمد، ج:۱، ص:۶۲)

۲- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک وہ مسلمان کامیاب ہے، جسے بقدر ضرورت رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس پر قانع بنادیا ہو۔(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۴۱۳۸)

۳- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب مسلمان کا بہترین سامان (دولت) وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر اپنے دین کی حفاظت کے لیے پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں میں پہنچ جائے گا۔

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کی اتنی اجازت نہیں دی جتنی بذریعہ قرآن تغنی کی دی ہے۔ سفیان کا کہنا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن کے سبب دوسری اشیاء سے مستغنی رہے۔

۵- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے متعلقین میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل رشک وہ مسلمان ہے، جس کے پاس دولت کم ہو، نمازی زیادہ ہو، اپنے رب کی بہتر طریقہ سے عبادت کرتا ہو،

تنہائی میں اس کی ریاضت کرتا ہو، لوگوں میں گم نہ ہوتا ہو، اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اس کے پاس روزی بقدرِ ضرورت ہو اور وہ اس پر صبر کرتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیاں ملا کر یوں فرمایا: اس کی موت جلدی واقع ہوگی، اس پر رونے والے قلیل ہوں گے اور اس کی میراث قلیل ہوگی۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۷۸۲۹)

دین ودنیا کا امتزاج، اسلام کا امتیاز:

اسلام میں نہ تو محض دنیوی دولت جمع کرنے کو ترجیح حاصل ہے اور نہ رہبانیت اختیار کرنے کو امتیاز حاصل ہے بلکہ ان (دونوں کے) امتزاج کو پسند کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیوی اشیاء میں سے عورتیں اور خوشبو مجھے دی گئی ہیں اور نماز (میں) میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۲۲۹۵)

۲۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو بھائی بھائی بنایا۔ ایک دفعہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ملاقات کے لیے گئے تو انہیں دیکھا کہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا میلے کچیلے کپڑوں میں ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ گھر آئے تو انہوں نے اپنے بھائی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کرایا، کھانا ان کے سامنے رکھ دیا اور کہا: کھاؤ! کیونکہ میں روزہ سے ہوں۔ اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور کہا: جب تک آپ میرے ساتھ نہیں شامل ہوں گے میں کھانا نہیں کھاؤں گا! پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بھی کھانا کھایا۔ رات کا وقت ہونے پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نماز میں مصروف ہو گئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انہیں آرام کرنے (سونے) کا حکم دیا تو وہ سو گئے۔ کچھ دیر بعد وہ پھر نماز کے لیے اٹھے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے دوبارہ انہیں سونے کا حکم دیا۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب اٹھو! دونوں نے نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہارے پروردگار کا تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، سب حق والوں کو ان کا حق دو۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ سارا واقعہ عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے درست کہا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج: ۱، ص: ۱۸۸)

3051 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ لَيْثِ بْنِ اَبِیْ سُلَيْمٍ عَنْ بِشْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ (لَنَسْاَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) قَالَ عَنْ قَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ لَيْثِ بْنِ اَبِیْ سُلَيْمٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَى عَبْدُ اللهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ لَيْثِ بْنِ اَبِیْ سُلَيْمٍ عَنْ بِشْرٍ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◄◄ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو (اللہ تعالیٰ) کے اس فرمان کے بارے میں ہے:

''ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے اس چیز کے بارے میں جو وہ عمل کرتے تھے۔''

(نبی اکرم ﷺ) فرماتے ہیں، اس سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے لیث نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

عبداللہ بن ادریس نے اسے لیث بن ابوسلیم کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے، تاہم انہوں نے اس کے ''مرفوع'' ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

لوگوں سے اعمال کی باز پرس ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ○ فَوَ رَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الحجر: ۹۱ تا ۹۳)

''ان لوگوں نے قرآن کو جھوٹا قرار دیا، پس آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ان سے ضرور باز پرس کریں گے جو کچھ وہ کرتے رہے۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں کی گئی ہے۔ یہاں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن انسان سے کلمہ طیبہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے اسے تسلیم کیا تھا یا نہیں اور کیا تھا تو اس کے مطابق زندگی گزاری تھی یا نہیں۔ اس کی وجہ دوسری روایت میں بیان کی گئی ہے کہ جس نے ایمان واخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس کے اخلاص کے بارے میں دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اخلاص یہ ہے کہ کلمہ طیبہ انسان کو حرام کاموں سے روک دے۔ (صحیح مسلم، ج:۱،ص:۴۸)

سوال: اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرہ ذرہ سے آگاہ ہے، تو پھر قیامت کے دن انسان سے سوال کرنا فضول ہے، کیونکہ سوال کا مقصود حصول علم ہوتا ہے جو اسے پیشگی حاصل ہے؟

جواب: قیامت کے دن انسان سے سوال کرنا حصول علم پر مبنی نہیں ہوگا بلکہ مقصد زجر وتوبیخ اور قیام عدل وانصاف ہوگا۔

سوال: زیر بحث آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان سے قیامت کے دن کلمہ طیبہ کے بارے میں سوال ہوگا جبکہ دوسری آیت میں ہے: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ○ (الرحمٰن: ۳۹) ''پس اس دن انسانوں اور جنوں سے ان کے گناہوں کے

بارے میں سوال نہیں ہوگا۔" اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سوال نہیں ہوگا۔ اس طرح دونوں آیات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) قیامت کا دن طویل ترین ہوگا، اس کے بعض اوقات میں سوال ہوگا اور بعض اوقات میں سوال نہیں ہوگا، لہٰذا تعارض نہ رہا۔

(۲) وہاں حصول معلومات کے لیے سوال نہیں ہوگا بلکہ زجر وتوبیخ اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے کیا جائے گا۔

عِضِيْنَ کا معنیٰ ومفہوم:

لفظ "عِضِيْنَ" کا معنی ہے: ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

بعض نے کہا اس سے مراد کہانت ہے۔ بعض نے کہا: یہ امم سابقہ کے قصص ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (البقرہ:۸۵)

"کیا پس تم کتاب (قرآن کریم) کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو۔"

جس طرح ثبون ثبة کی اور ظبون ظبة کی جمع ہے، اسی طرح عضون عضبة کی جمع ہے۔ عضو اور تعضية کا معنیٰ ہے: اعضاء کا تجزیہ کرنا۔ امام کسائی کا موقف ہے: عضون عضو یاعضة سے بنا ہے، عضة ایک درخت کا نام ہے۔ جب عضو کو اصل قرار دیا جائے تو یہ ناقص یائی ہے جبکہ لام کلمہ محذوف ہوگا۔ عضيت الشئى کا معنیٰ ہوگا: کسی شئی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا جبکہ ہر ٹکڑا عضة کہلائے گا اور تعضية کا معنیٰ ہے: تجزیہ کرنا۔ عضيت الجزور والشاة کا معنیٰ ہوگا: میں نے اونٹ یا بکری کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ٥ کا معنی ہوگا: ان لوگوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ لوگ قرآن کے بعض حصے کو تسلیم اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ یہ منکر قرآن کریم کے بارے میں مختلف باتیں بناتے ہیں اور اس کو کہانت، سحر، کذب اور شعر قرار دیتے ہیں۔

قیامت کے دن گنا ہگار مسلمانوں سے سوال کی نوعیت:

ارشاد ربانی ہے: "آپ کے پروردگار کی قسم ہم ان سب لوگوں سے ضرور سوال کریں گے۔" اکثر علماء کا خیال ہے کہ ان لوگوں سے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

قیامت کے دن کفار کے مقابل گنا ہگار مسلمانوں سے سوال کی کیفیت مختلف ہوگی۔ اس سلسلے میں چند ایک احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ عہد کیا ہے جو میرا امتی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ لے کر آئے گا، اس کے ساتھ کسی دوسری چیز کو نہ ملایا ہوگا تو اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ دوسری چیز کیا ملا سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: دنیا کی حرص، دنیا کو جمع کرنا اور دنیا کی وجہ سے ممانعت کرنا۔ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح گفتگو کریں گے اور ظالموں جیسا عمل کریں گے۔

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ) لوگوں کو خداوند تعالیٰ کی ناراضگی سے بچاتا ہے بشرطیکہ وہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دیں۔ اگر وہ دنیا کو دین پر ترجیح دیں تو ان کا کلمہ طیبہ پڑھنا رد کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ (نوادر الاصول، ج:۲،ص:۷۲)

۳-حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! اخلاص سے کیا مراد ہے؟ آپ نے جواب دیا: اخلاص کا معیار اللہ کی حرام کردہ اشیاء سے اجتناب کرنا ہے۔ (الجامع الصغیر، رقم الحدیث:۸۸۹۶)

نیز یہ آیت اپنے عموم پر دلالت کرتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ قیامت کے دن گناہگار مسلمانوں اور کفار سے سوال کرنے کی کیفیت مختلف ہوگی۔ تاہم وہ مسلمان مستثنیٰ ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

قیامت کے دن کفار سے سوال کی کیفیت:

کیا قیامت کے دن مسلمانوں کی طرح کفار سے بھی حساب لیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے، صحیح بات یہی ہے کہ مسلمانوں کی طرح کفار سے بھی حساب لیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں دلائل درج ذیل ہیں:

۱-اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَھُمْ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ ○ (الغاشیۃ:۲۶،۲۵) بیشک ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے۔ پھر بیشک ان کا حساب لینا بھی ہمارے ذمہ میں ہے۔

۲-وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت:۲۴) انہیں ٹھہراؤ، بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔

سوال: قیامت کے دن مسلمانوں کی طرح کفار سے حساب نہیں لیا جائے گا، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-وَلَا یُسْــئَلُ عَــنْ ذُنُــوْبِھِــمُ الْمُجْرِمُوْنَ ○ (القصص:۷۸) مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

۲-فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِہٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ○ (الرحمٰن:۳۹) انسان ہو خواہ جن اس دن کسی کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

۳-وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ ج (البقرۃ:۱۷۴) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔

۴-کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ○ (المطففین:۱۵) حق بات تو یہ ہے اس دن وہ اپنے پروردگار کے دیدار سے ضرور محروم رہیں گے۔

ان آیات ودلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کفار سے سوال نہیں ہوگا اور نہ حساب لیا جائے گا؟

جواب: (۱) قیامت کے دن لوگوں کو کئی مواقع پیش آئیں گے۔ بعض مواقع پر اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا، نہ سوال کرے گا اور نہ حساب لے گا۔ یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہوگا: لمن الملك اليوم؟ آج حکومت کس کی ہے؟ پھر

اعلان ہوگا: اللہ الواحد القھار۔ ”صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو واحد ہے اور سب پر غالب ہے۔“
قیامت کے دن جب مخلوق کو پریشانی سے نجات دلانے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر جائیں گے اور اپنے پروردگار کو راضی کر لیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں سے کلام ہوگا، سوال ہوگا اور حساب بھی لیکن مسلمانوں سے شفقت سے کلام کرے گا اور کفار سے غضب کی حالت میں۔ اسی طرح سوال اور حساب بھی مسلمانوں سے نرمی کے انداز میں اور کفار سے نہایت سختی سے لیا جائے گا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: اللہ تعالیٰ اعمال کو معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں فرمائے گا، کیونکہ اعمال سے تو وہ آگاہ ہے لیکن زجر و توبیخ کرنے اور عدل و انصاف کی وضاحت کے لیے سوال فرمائے گا۔ اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ○ (التکاثر: ۸) اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

3052 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِى الطَّيِّبِ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ (اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ فِىْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ) قَالَ لِلْمُتَفَرِّسِيْنَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔
”مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔“
پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:
”بے شک اس میں دانشوروں کے لیے نشانیاں ہیں۔“
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ”غریب“ ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔
بعض اہل علم نے اس کی تفسیر میں یہ بات بیان کی ہے: اس آیت ”بے شک اس میں دانشوروں کے لیے نشانیاں ہیں“ سے مراد یہ ہے: وہ لوگ جو فراست رکھتے ہیں۔

شرح

مومن کی فراست سے ڈرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

دیا: پہلے بڑھئی تھا لیکن اب میں لوہار ہوں۔

یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ ایک دفعہ مذحج کی ایک قوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی جس میں اشتر بھی موجود تھا۔ آپ نے اسے سر سے پاؤں تک اسے ایک نظر دیکھا پھر دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ مالک بن الحارث ہے۔ اس پر آپ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے میں بھی ملاحظہ کر رہا ہوں کہ اس کے سبب مسلمانوں پر ایک شدید مصیبت آنے والی ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں میں جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ یاد رہے اس شخص کا شمار قاتلین عثمان میں ہوتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بازار گئے، وہاں ایک عورت کو دیکھا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: آپ لوگوں میں سے بعض اوقات ایسا شخص ہمارے پاس آتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں زنا کا اثر موجود ہوتا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی نزول وحی کا سلسلہ جاری ہے؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا: نہیں! یہ تو فراست و برہان ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج:۱، ص:۴۰)

حضرت امام الحرمین ابوالمعالی بن ابومحمد الجوینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ فجر کی نماز پڑھانے کے بعد درس دیا پھر مسجد میں بیٹھ گئے۔ اسی دوران صوفیاء کی ایک جماعت کہیں دعوت پر جاتی ہوئی دکھائی دی۔ امام جوینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ صوفیاء کا محض مقصد حیات کھانا پینا اور رقص کرنا ہے۔ صوفیاء کی جماعت دعوت سے واپس آئی تو امام جوینی اب بھی اسی جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے امام جوینی سے دریافت کیا: اے فقیر! آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو حالت جنابت میں فجر کی نماز پڑھائے، مسجد میں بیٹھ کر علوم اسلامیہ کا درس دے اور لوگوں کی غیبت کرنے کا بھی مرتکب ہوتا ہو؟ امام الحرمین کو یاد آ گیا کہ انہیں رات کو احتلام ہوا تھا پھر حالت جنابت میں انہوں نے لوگوں کو فجر کی نماز بھی پڑھا دی ہے۔

(ملا علی قاری، مرقات شرح مشکوٰۃ، ج:۳، ص:۱۹)

فراست مومن کے بارے میں احادیث مبارکہ:

فراستِ مومن کا مضمون احادیث نبویہ میں بھی بیان ہوا ہے۔ اس حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں جو فراست سے لوگوں کو پہچان لیتے ہیں۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث:۲۹۶)

۲۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی توفیق سے لب کشائی کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج:۲، ص:۶۱۴)

۳۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ

وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ○

(حلیۃ الاولیاء، ج:۱۰، ص:۲۸۱)

۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں میں زیادہ فراست والے تین آدمی گزرے ہیں:

(i) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کی خاتون جس نے اپنے والد گرامی سے یوں کہا تھا:

یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ○ (القصص:۲۶)

اے میرے والد گرامی! آپ انہیں اجرت پر تعینات کر لیں، بیشک بہترین آدمی ہے، جس کو آپ اجرت پر رکھیں، وہی ہے جو طاقتور اور امانتدار ہے۔

دریافت کیا: اس کی طاقت اور امانت کا تمہیں کیسے علم ہوا؟ جواباً عرض کیا: یہ کنویں پر آئے جس پر بھاری پتھر تھا جو انہوں نے اٹھا لیا تھا۔ میں ان کے آگے چل رہی تھی انہوں نے مجھے پیچھے کر دیا تھا۔

(ii) دوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا آدمی ہے، جس نے یوں کہا تھا: وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ (یوسف:۲۱) "اور مصر کے جس شخص نے (راہگیروں سے) خریدا تھا، اس نے اپنی بیوی سے کہا: اعزاز و اکرام سے ان کی رہائش کا اہتمام کرو، شاید ہم کو نفع پہنچائیں یا ہم ان کو اپنا بیٹا بنا لیں۔"

(iii) تیسرے شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث:۸۸۲۹)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ النَّحْلِ

باب 17: سورۂ نحل سے متعلق روایات

3053 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ عَنْ يَحْيَى الْبَكَّاءِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ فِيْ صَلَاةِ السَّحَرِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا وَيُسَبِّحُ اللّٰهَ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ قَرَاَ (يَتَفَيَّاُ ظِلَالُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ) الْاٰيَةَ كُلَّهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، ظہر سے پہلے اور زوال ہو جانے کے بعد چار رکعت اسی طرح شمار کی جاتی ہیں۔ جس طرح اتنی رکعات تہجد کی نماز میں ادا کی ہوں۔

3053- اخرجه ابن حميد ص (۳۸)، حديث (۲٤).

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اس وقت میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہوتی ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''ان کا سایہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کرنے کے لیے دائیں اور بائیں جھک رہا ہوتا ہے۔''

آپ ﷺ نے یہ پوری آیت تلاوت فرمائی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف علی بن عاصم نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

سورہ نحل مکی ہے جو سولہ (۱۶) رکوع، ایک سو تیس (۱۳۰) آیات، ایک ہزار آٹھ سو اکتالیس (۱۸۴۱) کلمات اور چھ ہزار سات سو سات (۶۷۰۷) حروف پر مشتمل ہے۔

زوال کے بعد تمام مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ وَھُمْ دٰخِرُوْنَ ○

(النحل:۴۸)

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس کا سایہ اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جانب کو جھکتا ہے اور اس وقت وہ اللہ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔''

تین اوقات میں ہر قسم کی نماز مکروہ ہے۔

(۱) طلوع آفتاب کے وقت۔ (۲) زوال آفتاب کے وقت۔ (۳) غروب آفتاب کے وقت۔

اس آیت اور حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ زوال کے بعد اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کی اطاعت و عبادت میں مصروف ہو جاتی ہے خواہ وہ ذی روح ہو یا غیر ذی روح ہو۔ تاہم سب کا انداز عبادت و ریاضت مختلف ہے۔ یہ چار رکعت نماز ہے جو زوال کے بعد اور نماز ظہر سے قبل ادا کی جاتی ہے، کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے کہ یہ چار رکعت نماز ثواب میں نماز تہجد کے برابر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ چار رکعات اہتمام سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس نماز کو دوسری نمازوں کی طرح ایک مستقل نماز قرار دیتے ہیں اور انہوں نے اپنے مؤقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

تمام مخلوق بالخصوص انسانوں اور جنات کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرنا ہے، زوال کا وقت آنے پر تھوڑی دیر کے لیے عبادت میں انقطاع ہو گیا اور جونہی یہ وقت ختم ہوا تو پوری مخلوق اپنے اپنے انداز میں عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئی۔ انسان کو خصوصیت سے درس دیا جا رہا ہے کیونکہ (اس کے سر پر نیابت و خلافت کا تاج سجایا گیا ہے) اسے بہر حال اللہ تعالیٰ کی

عبادت وریاضت اور اطاعت میں شاغل رہنا چاہیے۔

ہر چیز کے سایہ کے سجدہ کرنے کی وضاحت:

اس آیت اور حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ جو بھی چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر دائیں بائیں جھکتی ہے۔ اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیزیں بھی پیدا کی ہوئی ہیں جو سایہ نہیں رکھتیں مثلاً ملائکہ، جنات، ہوا اور خوشبو وغیرہ۔

اس سوال کے کئی جوابات ہیں:

۱- اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو سایہ رکھتی ہو مثلاً کثیف و مادی جسم رکھتی ہو جبکہ ملائکہ، ہوا اور جنات لطیف اجسام ہیں جبکہ خوشبو اعراض سے متعلق ہے۔

۲- اہل عرب کے ہاں سایہ کے لیے دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں: (i) ظل، (ii) فے۔ دونوں کے مابین لطیف سا فرق بھی ہے، وہ یہ کہ دوپہر سے قبل سائے کو ظل اور دوپہر کے بعد کے سائے کو فے کہتے ہیں۔ تاہم دونوں کا ایک دوسرے پر اطلاق بھی ہوتا ہے۔

۳- متقدمین کا مؤقف ہے یہاں سجدہ ریز ہونے سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کہنا ہے کہ تمام اشیاء خواہ جمادات ہوں یا حیوانات اطاعت بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! تیرا سایہ تو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے لیکن تو سجدہ نہیں کرتا! یہ تیرا بدترین عمل ہے۔

3054 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عِيْسٰى بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ قَالَ حَدَّثَنِىْ اُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اُصِيْبَ مِنَ الْاَنْصَارِ اَرْبَعَةٌ وَّسِتُّوْنَ رَجُلًا وَّمِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ سِتَّةٌ فِيْهِمْ حَمْزَةُ فَمَثَّلُوْا بِهِمْ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَئِنْ اَصَبْنَا مِنْهُمْ يَوْمًا مِثْلَ هٰذَا لَنُرْبِيَنَّ عَلَيْهِمْ قَالَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ) فَقَالَ رَجُلٌ لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفُّوْا عَنِ الْقَوْمِ اِلَّا اَرْبَعَةً

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

◆◆ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب غزوہ اُحد کے موقع پر انصار کے 64 افراد شہید ہوئے اور مہاجرین کے چھ افراد شہید ہوئے جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے تو (کفار) نے ان کا مثلہ کیا تھا تو انصار نے یہ کہا، اگر اب کبھی ہمارا ان سے سامنا ہوا تو ہم انہیں اس سے دُگنی سزا دیں گے۔

3054۔ اخرجه عبدالله بن احمد (۱۳۵/۵)۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب فتح مکہ کا موقع آیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"اگر تم نے بدلہ لینا ہے' تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے' اور اگر تم صبر سے کام لو' تو یہ (صبر کرنا) صبر کرنے والوں کے لیے زیادہ بہتر ہے۔"

ایک شخص نے یہ کہا، آج کے بعد قریش نہیں رہیں گے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار آدمیوں کے علاوہ اور کسی کو قتل نہیں کرنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

بدلہ لینے کی صورت میں ظلم سے تجاوز نہ کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (النحل:۱۲۶)

"اور اگر تم سزا دو تو اتنی سزا دو جتنی تمہیں تکلیف دی گئی ہو۔ اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہترین چیز ہے۔"

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر دشمن کے ہاتھوں چونسٹھ انصار اور چھ مہاجرین (کل ستر) صحابہ کرام شہید ہوئے، شہداء میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مشرکین نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو بھی بگاڑ دیا تھا۔ اس ظلم وستم کی بنا پر ایک انصاری صحابی نے اعلان کیا کہ جونہی ہمیں موقع ملا تو ہم قریش کو بالکل نہیں چھوڑیں گے یعنی انہیں صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں بتایا گیا ہے کہ مظلوم کو ظالم سے بدلہ لینے کا حق حاصل ہے لیکن یہ انتقام ظلم کے مطابق ہونا چاہیے اور اس میں تجاوز نہیں ہونا چاہیے۔ نیز انتقام کا ایک پہلو صبر کرنا اور دشمن کو معاف کرنا بھی ہے۔ معاف کرنا اور صبر کی صورت اختیار کرنا انتقامی کارروائی سے بہتر ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر دشمن سے انتقام لینے کا بہترین موقعہ تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: اے میرے صحابہ! تم اپنے ہاتھ روک لو سوائے چار لوگوں کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ظلم کے برابر بھی قریش مکہ اور مشرکین سے بدلہ نہیں لیا گیا تھا۔

سوال: وہ چار لوگ کون تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کرنے سے مستثنیٰ قرار دیا تھا؟

جواب: وہ چار لوگ یہ تھے:

(۱) عکرمہ بن ابی جہل۔ (۲) عبداللہ بن خطل۔ (۳) مقیس بن صبابہ۔ (۴) عبداللہ بن سعد۔

ظالم سے انتقام کے بجائے صبر اختیار کرنے کی فضیلت:

اس آیت اور حدیث باب میں مسلمانوں کو خصوصیت سے یہ درس دیا گیا ہے کہ وہ انتقام لینے کے بجائے صبر و معافی کا راستہ اختیار کریں تو بہتر ہے، صبر کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ اگر تم ظالم سے انتقام لو تو یہ تمہارا حق ہے لیکن اس میں ظلم سے تجاوز نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ یہ بھی ظلم کی صورت بن جائے گی۔ اس کے برعکس معاف کر دینا اور صبر کا راستہ اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔ صبر اختیار کرنے کی فضیلت اور صورت کو ترجیح دی گئی ہے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں صبر کی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (الشوریٰ: ۴۳-۳۹)

"اور جو لوگ ظلم و ستم کا شکار ہوتے ہیں، وہ بدلہ لیتے ہیں۔ برائی کا بدلہ برائی برابر برابر ہوتا ہے، پس جو شخص معاف کرے اور صبر کرے تو اس کا ثواب اللہ کے پاس ہے۔ بیشک وہ (اللہ) ظالم لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ جس شخص نے ظلم کے بعد بدلہ لیا تو ان کے لیے (مزید) گرفت کا کوئی حق نہیں ہے۔ جواز تو ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں بغاوت کرتے ہیں، ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جس شخص نے صبر کیا اور معاف کیا تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ اور تم صبر اور نماز کے ساتھ صبر حاصل کرو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

انتقام نہ لینے اور صبر کرنے کی اہمیت اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں:

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظالموں اور مخالفین سے ظلم و زیادتی کا انتقام نہیں لیتے تھے بلکہ انہیں معاف کرتے اور صبر و تحمل کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند حقوق ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے بارے میں نہ کسی سے بدلہ لیتے اور نہ ناراض ہوتے تھے لیکن جو شخص کسی شرعی حد کو توڑتا تو آپ اس سے شدید ناراض ہوتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو

امور میں سے ایک کے اختیار کرنے کا کہا جاتا تو آپ آسان کام کو پسند فرماتے بشرطیکہ وہ ناجائز نہ ہوتا۔
(صحیح البخاری، رقم الحدیث:۳۵۶۰)

۲۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً سخت مزاج نہیں تھے، نہ درشت گفتگو فرماتے تھے، نہ بالتکلف سخت مزاج تھے، نہ بازار میں شور کرتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ آپ معاف کر دیتے تھے۔(مسند احمد، ج:۶،ص:۱۷۴)

۳۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کی طرف سے سخت ایذاء پہنچی تھی کہ آپ کا سامنے والا نچلا دانت مبارک شہید ہو گیا اور چہرہ انور خون آلود ہو گیا۔اس موقع پر بعض صحابہ نے آپ کو دشمن کے خلاف دعا کرنے کا مشورہ دیا، آپ کی طرف سے یہ جواب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لعنت کرنے والا یا زحمت بنا کر نہیں بلکہ دعا کرنے والا اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر! یا میری قوم کو ہدایت عطا کر، کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں ہیں۔اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مجھے زخمی کر کے جو ظلم وستم کیا ہے، یہ انہیں معاف کر، کیونکہ یہ مجھے جانتے نہیں ہیں' ورنہ سب دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔غزوہ خندق کے موقع پر نماز عصر چھوٹ جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے خلاف بددعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔دانت مبارک شہید کیے جانے اور چہرہ انور زخمی کرنے پر آپ نے معاف کر دیا تھا، کیونکہ یہ حق ذات تھا لیکن نماز فوت ہو جانے پر دشمن کو معاف نہیں کیا تھا، کیونکہ یہ معاملہ حقوق اللہ سے متعلق تھا۔

۴۔بعض یہود علماء جو مسلمان ہو چکے تھے، کا بیان ہے کہ نبوت کی تمام علامات میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھتے ہی معلوم کر لی تھیں لیکن دو علامات معلوم نہ ہو سکیں:

(۱) حلم۔ (۲) بردباری۔

یہ علامات معلوم کرنے کے لیے میں نے آپ کو مدت مقررہ تک ادھار میں کھجوریں فروخت کیں، پھر مدت پوری ہونے سے تین دن پہلے رقم کا تقاضا کیا، میں نے آپ کی قمیص پکڑ کر سخت غصہ کی حالت میں گھور کر کہا: اے محمد! آپ میرا حق ادا نہیں کرتے؟ اللہ کی قسم! اے اولاد عبدالمطلب! تم لوگ سخت نادہندہ ہو۔اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو میری موجودگی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات کہتا ہے؟ قسم بخدا! اگر مجھے تیری قوم سے معاہدہ کا خیال نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تیری گردن اڑا دیتا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی دیکھتے رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! مجھے اور اس شخص کو کوئی اور بات کہنے کی ضرورت تھی، تم مجھے اچھی طرح قرض ادا کرنے کا کہتے اور اس شخص کو اچھی طرح قرض کا تقاضا کرنے کا کہتے۔اے عمر! جاؤ ان کا قرض ادا کر دو اور بیس صاع مزید ادا کرو۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا۔میں نے کہا: اے عمر! میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے نبوت کی تمام علامات معلوم کر چکا تھا لیکن دو علامات دیکھنا چاہتا تھا۔پہلی علامت یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غضب پر غالب رہتا ہے اور دوسری یہ کہ شدت غضب آپ میں حلم کے اضافہ کا باعث بنتا ہے۔اب میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ معبود حقیقی

ہے، اسلام دین حق ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہیں۔

۵- ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے زور سے آپ کی چادر کھینچی کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گیا۔ وہ آپ سے یوں مخاطب تھا: اے محمد! آپ مجھے ان دو اونٹوں پر طعام لا دیں، کیونکہ یہ طعام آپ نہ اپنے مال سے لاد کر دیں گے اور نہ اپنے ماں باپ کے مال سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! پھر تین بار استغفار کی۔ آپ نے فرمایا: ہم اس وقت تک اونٹوں پر غلہ لاد کر نہیں دیں گے جب تک تم مجھے چادر کھینچنے کا بدلہ نہیں دو گے؟ اس نے جواب دیا: قسم بخدا! میں آپ کو بدلہ نہیں دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر کھجوریں لاد دو اور دوسرے پر جو لاد دو۔ ایک روایت میں ہے: اس شخص نے جب زور سے چادر مبارک کھینچی تو آپ نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرائے پھر اسے غلہ سے نوازنے کا حکم دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تحمل و بردباری اور عفو و درگزر کی صفات کمال درجہ کی پائی جاتی تھیں۔ آپ کے حسن اخلاق، نرم مزاجی، تحمل اور درگزر کے نتیجہ میں سخت مزاج، سنگ دل اور وحشیوں کی طرح متنفر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع بن کر جانثاری کا مظاہرہ کرنے لگے۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا اور آپ پر ظلم کرنا کفر ہے، اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ ظالم لوگوں کا مؤاخذہ کرے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیونکر معاف کیا؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کرنا اور ایذاء رسانی کفر ہے، اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ ایسے مرتکب لوگوں کا وہ خواہ مؤاخذہ کرے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کیا، اس کی کئی وجوہات ہیں:

(i) ایسی حرکت کا مرتکب مسلمان بھی ہو سکتا ہے، جس طرح اعرابی حاضر خدمت ہوا اور آپ نے اسے معاف کر دیا، کیونکہ یہاں اس کا سخت مزاج ہونا درمیان میں عذر موجود تھا۔

(ii) ایسی حرکت کا ارتکاب منافق کی طرف سے ہوا جس کے متعدد واقعات ہیں، اسے معاف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انتقام یا مؤاخذہ کی صورت میں کفار کو یہ اعتراض کرنے کا بہانہ ملتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو معاف نہ کیا اور ان سے بدلہ لیا۔

(iii) ایسی حرکت کا ارتکاب اگر کافر کی طرف سے ہو تو اس کے دو پہلو ہو سکتے ہیں:

(۱) اپنی ذات سے متعلق ہونے کی وجہ سے آپ معاف بھی کر سکتے ہیں (جس طرح آپ نے کیا) کیونکہ آپ سراپا رحمت بن کر تشریف لائے۔

(۲) حق اللہ ہونے کی وجہ سے انتقام کی دعا بھی فرما سکتے ہیں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ

باب 18: سورہ بنی اسرائیل سے متعلق روایات

3055 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: حِيْنَ اُسْرِيَ بِيْ لَقِيْتُ مُوْسٰى قَالَ فَنَعَتَهٗ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهٗ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّاْسِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْئَةَ قَالَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰى قَالَ فَنَعَتَهٗ قَالَ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِي الْحَمَّامَ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ وَاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ قَالَ وَاُتِيْتُ بِاِنَائَيْنِ اَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَّالْاٰخَرُ خَمْرٌ فَقِيْلَ لِيْ خُذْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ لِيْ هُدِيْتَ لِلْفِطْرَةِ اَوْ اَصَبْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب مجھے معراج کروائی گئی تو میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کا حلیہ بیان کیا کہ وہ ایک ایسے شخص ہیں (راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے سر کے بال گھنگھریالے تھے یوں جیسے وہ شنوءہ قبیلے کے فرد ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کا حلیہ بیان فرمایا: وہ درمیانے قد کے مالک اور سرخ رنگ کے مالک تھے یوں جیسے وہ ابھی "دیماس" سے باہر آئے ہوں (راوی کہتے ہیں) یعنی حمام سے۔

(نبی اکرم ﷺ) نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی، میرے سامنے دو برتن لائے گئے جن میں سے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی مجھ سے کہا گیا: آپ ان دونوں میں سے جسے چاہیں حاصل کر لیں تو میں نے دودھ کو لیا اور اس کو پی لیا، تو یہ کہا گیا: آپ کی فطرت کی طرف رہنمائی کی گئی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) آپ فطرت تک پہنچ گئے اگر آپ شراب لیتے تو آپ کی امت گمراہی کا شکار ہو جاتی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3056 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

3055- اخرجه البخاری (۶/۴۹۳، ۴۹۴): كتاب احاديث الانبياء: باب: قول الله تعالىٰ: (و هل اتك حديث موسى) (طه:۹)، حديث (۳۳۹۴) و اطرافه من (۳۴۳۷، ۴۷۰۹، ۵۵۷۶، ۵۶۰۳) ومسلم (۱/۵۳۱ - الابی): كتاب الايمان: باب: الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم الى السموات و فرض الصلوات، حديث (۱۶۸/۲۷۲)، و مسلم، حديث (۱۶۸/۹۲)، و النسائی (۸/۳۱۲): كتاب الاشربة: باب: منزلة الخمر، حديث (۵۶۵۷)، و الدارمی (۲/۱۱۰): كتاب الاشربة: باب: ما جاء في الخمر، واحمد (۲/۲۸۱، ۵۱۲).

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِالْبُرَاقِ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهِ مُلْجَمًا مُسْرَجًا فَاسْتَصْعَبَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ اَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا فَمَا رَكِبَكَ اَحَدٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ قَالَ فَارْفَضَّ عَرَقًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کو جس رات معراج کے لیے لے جایا گیا' تو اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں براق لایا گیا جس میں لگام بھی پڑی ہوئی تھی اور اس پر زین بھی رکھی ہوئی تھی۔ اس نے آپ ﷺ کے سامنے شوخی کی' تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے کہا: کیا تم حضرت محمد ﷺ کے ساتھ اس طرح کر رہے ہو؟ تم پر ایسا کوئی شخص سوار نہیں ہوا' جوان سے زیادہ اللہ کی بارگاہ میں معزز ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں: تو اسے (یعنی براق کو) پسینہ آ گیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف عبدالرزاق نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

3057 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ تُمَيْلَةَ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ جُنَادَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَمَّا انْتَهَيْنَا اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ جِبْرِيْلُ بِاِصْبَعِهِ فَخَرَقَ بِهِ الْحَجَرَ وَشَدَّ بِهِ الْبُرَاقَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب ہم بیت المقدس پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام نے اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ کیا اور اس کے ذریعے پتھر میں سوراخ کر کے اس کے ذریعے براق کو باندھ دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3058 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَذَّبَتْنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ ذَرٍّ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب قریش نے میری بات کو جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کر دیا' اور میں ان لوگوں کو اس کی نشانیاں بتانے لگا

3056۔ اخرجه احمد (۳/ ۱٦٤)، و عبد بن حمید ص (۳٥۷)، حدیث (۱۱۸٥).

3058۔ اخرجه البخاری (۷/ ۲۳٦): کتاب مناقب الانصار: باب: حدیث الاسراء و قول الله تعالیٰ: (سبحن الذی اسری بعبده لیلا)، (الاسراء: ۱)، حدیث (۳۸۸٦)، و طرف من (٤۷۱۰)، ومسلم (۱/ ٥۳٥ ـ الابی): کتاب الایمان: باب: ذکر المسیح ابن مریم و المسیح الدجال، حدیث (۲۷٦/ ۱۷۰)، و احمد (۳/ ۳۷۷).

اور میں اس وقت اس کی طرف دیکھ رہا تھا (یعنی بیت المقدس کو دیکھ رہا تھا)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت مالک بن صعصہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ احادیث منقول ہیں۔

شرح

سورہ بنی اسرائیل مکی ہے جو بارہ رکوع، ایک سو گیارہ (۱۱۱) آیات، ایک ہزار پانچ سو تینتیس (۱۵۳۳) کلمات اور چھ ہزار چار سو (۶۴۰۰) حروف پر مشتمل ہے۔

معراجِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے چند روایات:

ارشاد خداوندی ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ○ (بنی اسرائیل:۱)

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے خاص بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تا کہ ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے۔''

یہ آیت احادیث باب میں بیان کیے جانے والے مضمون ''معجزہ معراج'' کی اصل ہے۔ واقعہ معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں ہجرت سے قبل پیش آیا تھا۔ روایات معراج تواتر کی حیثیت رکھتی ہیں جن کے روات کی تعداد پچیس بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور تمام روایات ان کی متفقہ ہیں۔ ان کا انکار صرف ملحد یا زندیق ہی کر سکتا ہے۔

پہلی حدیث باب میں چند انبیاء علیہم السلام کے حلیہ جات بیان کیے گئے ہیں:

۱- حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسم چھریرہ تھا اور ان کے جسم کے بال قبیلہ شنوءہ کے لوگوں جیسے تھے یعنی نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ گھنگھریالے تھے۔

۲- حضرت عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد، سفید رنگ اور جسم بالکل تروتازہ تھا گویا ابھی غسل کر کے فارغ ہوئے ہوں۔

۳- حضرت ابراہیم علیہ السلام خوبصورت تھے اور شکل وصورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہہ تھے۔

اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے تحیۃ المسجد پڑھ کر نکلے تو حضرت جرائیل علیہ السلام نے آپ کے حضور دو پیالے پیش کیے جن میں سے ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں سے دودھ کا پیالہ پسند فرمایا، جس پر حضرت جرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: آپ نے فطرت اسلام کو پالیا ہے۔

دوسری اور تیسری احادیث باب میں اس موقع پر استعمال ہونے والی سواری کی تفصیل ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا نام ''براق'' تھا، جو برق سے بنا ہے اور اس کا معنیٰ ہے: بجلی۔اس کی تیز رفتاری اور سرعت بجلی کی مثل تھی اور اس کا ایک قدم منتہاء نظر پر ہوتا تھا۔یہ جانور گھوڑے کی شکل کا تھا جو گدھے سے بلند اور خچر سے قدرے چھوٹا تھا۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جرائیل علیہ السلام یہ سواری جنت سے لائے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو کر نہایت سرعت کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچے،سواری اس حلقہ (کنڈے) سے باندھ دی جس کے ساتھ پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔پھر آپ نے مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد نوافل ادا کیے۔

چوتھی حدیث باب میں واپسی پر بیت المقدس کے منکشف ہونے کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔معراج سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معجزہ کے ایک ایک پہلو کو تفصیل سے بیان کیا۔قریش مکہ اور کفار مکہ کی طرف سے آپ پر یہ اعتراض کیا گیا: اے محمد! اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو بیت المقدس کے دروازوں، حجرات اور محرابوں کی تفصیل بتائیں؟ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا تو آپ نے دیکھ کر ان کے تمام اعتراضات کے جوابات بیان کر دیئے۔تسلی بخش اور حقیقت پر مبنی جوابات ملنے کے باوجود وہ ایمان نہ لائے، کیونکہ ان کی سرداریاں اور تکبر وغرور درمیان میں رکاوٹ بن گیا تھا۔

اسراء، معراج اور اعراج کی تفصیل:

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے مقام ومرتبہ کے مطابق معراج سے نوازا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء اور قائد الانبیاء ہیں، اس لیے شایان شان معجزات سے نوازے گئے تھے۔آپ کو ایک ایسا معجزہ عطا کیا گیا جو کئی معجزات کا جامع ہے۔

معجزہ معراج کے کئی حصے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو ''اسراء'' کہا جاتا ہے، کیونکہ آیت اسراء میں اسے ''اسـری'' کے لفظ سے بیان کیا گیا۔یہ حصہ نص قطعی سے ثابت ہے، لہٰذا اس کا منکر کافر ہے۔

۲-مسجد اقصیٰ سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک کے سفر کو ''معراج'' کہا جاتا ہے، جس کا معنیٰ سیڑھی کے ہیں۔روایات سے اشارات ملتے ہیں کہ آسمانوں پر جانے کے لیے آپ کے لیے سیڑھی لائی گئی تھی۔علاوہ ازیں سواری کا ذکر بھی ہے، چونکہ یہ سفر ''عرج'' کے لفظ کے ساتھ روایات میں بیان ہوا ہے اس لیے اسے ''معراج'' کہا جاتا ہے۔

۳-سفر معراج کا وہ حصہ جو حضرت جرائیل علیہ السلام کے بغیر طے کیا گیا یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے لامکان تک ''اعراج'' کہلاتا ہے، کیونکہ روایات میں اس سفر کے لیے یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔

آیت کو لفظ ''سبحان'' سے شروع کرنے کی وجوہات:

آیت اسراء کو لفظ ''سبحان'' سے آغاز کیوں کیا گیا؟ اس کی کثیر وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، وہاں سے آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک پھر لامکان تک جانا اور وہاں سے

واپس آنا عادۃً محال معلوم ہوتا ہے؟اس سوال کا جواب دینے کے لیے لفظ "سبحان" استعمال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کرنا محال و ناممکن نہیں ہے۔

۲-معجزہ معراج "جامع المعجزات" ہے، جس کے ضمن میں بے شمار معجزات موجود ہیں، اسے یقینی قرار دینے کے لیے لفظ "سبحان" سے شروع کیا گیا ہے۔

۳-اس طویل سفر کے دوران کئی آتشیں کورے آتے ہیں جن کا عبور کرنا کسی بشر کی طاقت سے باہر ہے؟ اس اہم سوال کا جواب دینے کے لیے آیت کا آغاز لفظ "سبحان" سے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آتشیں کوروں سے بحفاظت نہ گزار سکے۔

۴-یہ طویل ترین سفر نہایت قلیل ترین وقت میں طے کرنا عقلاً بشر کے لیے ناممکن و محال ہے؟ اس کا جواب لفظ "سبحان" سے دیا گیا ہے کہ یہ سفر قلیل ترین وقت میں طے نہ کرانا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔

۵-سفر "معراج" عظیم نبی کا عظیم معجزہ ہے، جس کو شایان شان طریقہ سے بیان کرنے کے لیے لفظ "سبحان" لایا گیا، تا کہ اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ اس معجزہ سے نوازنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

لفظ "عبد" کے معانی و مفاہیم:

لفظ "عبد" واحد ہے اور اس کی جمع "عباد" آتی ہے۔ یہ لفظ کثیر معانی و مفاہیم کے لیے استعمال ہوتا ہے، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-لفظ "عبد" سے مراد "عبد شرعی" ہو یعنی ایسا غلام جس کی خرید و فروخت جائز ہو لیکن اسلام نے احترام انسانیت کی بنیاد پر غلامی کا سلسلہ بتدریج ختم کر دیا ہے اور اس وقت دنیا کے کسی حصہ میں بھی غلام بنانے کا رواج باقی نہیں رہا۔

لفظ "عبد" بمعنی غلام درج ذیل آیات میں بھی استعمال ہوا ہے:

(i) وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ (البقرہ:۱۷۸) غلام کو غلام کے بدلے (قتل کیا جائے گا)

(ii) ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ (النحل:۷۵) اللہ غلام مملوک کی مثال بیان کرتا ہے کہ اسے کسی چیز پر بھی قدرت حاصل نہیں ہوتی۔

۲-لفظ "عبد" کا معنیٰ ہے: اطاعت گزار، عبادت گزار اور اپنے اختیار کے بغیر محض اضطراری طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔ چنانچہ اس ارشاد خداوندی میں یہی معنیٰ مراد ہے۔

اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ (مریم:۹۳)

آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی ہے وہ اللہ (رحمٰن) کی عبادت کرنے والا ہے۔

۳-عبد سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے اختیار سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو ان (غیر اللہ) کا عبد قرار دے رکھا ہو۔ ان کے بارے میں یوں ارشاد ربانی ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ٥

(الفرقان:۱۷)

اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کرے گا اور ان کو بھی جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے، پھر اللہ ان سے فرمائے گا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود گمراہ ہو گئے تھے۔

۴-عبد سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے اختیار کی بنا پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو اللہ کا عبد قرار دیتے ہیں مگر ان کی عبادت ناقص ہے۔ان کے بارے میں قرآن کریم میں یوں مذکور ہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ٥ (المائدہ:۱۱۸)

اگر تو انہیں عذاب دے پس بیشک وہ تیرے بندے ہیں۔اور اگر تو انہیں معاف کرے پس تو غالب حکمت والا ہے۔

۵-وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے اختیار سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں،ان کی عبادت کامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے،وہ اللہ تعالیٰ کے مثالی بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے عبد ہونے پر نازل کرتا ہے پھر انہیں فخر سے اپنے بندے قرار دیتا ہے۔

ان دو آیات میں یہی لوگ مراد ہیں:

(i) اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر:۴۲) بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں ہے۔

(ii) سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (بنی اسرائیل:۱) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

آیت میں لفظ ''عبد'' استعمال کرنے کے بارے میں چند اعتراضات کے جوابات:

اس آیت میں لفظ ''عبد'' استعمال کرنے کے حوالے سے چند علمی نکات سوال وجواب کی شکل میں درج ذیل ہیں:

سوال: (۱) اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لفظ رسول یا نبی استعمال کرنے کے بجائے لفظ ''عبد'' کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

جواب: نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے پاس آتے ہیں اور عبد وہ ہوتا ہے جو بندوں کی طرف سے اللہ کے پاس جاتا ہے۔یہاں موقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے پاس آنے کا نہیں ہے بلکہ بندوں کی طرف سے اللہ کے پاس جانے کا ہے،اس لیے لفظ ''عبد'' استعمال کیا گیا ہے۔

سوال: (۲) اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا (آل عمران:۳۹) (اے زکریا!) بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو کلمۃ اللہ (حضرت عیسیٰ) کے مصدق ہوں گے،سردار ہوں گے اور عورتوں سے دور رہنے والے ہوں گے۔

اس آیت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے لفظ ''سید'' استعمال ہوا ہے اور آیت اسریٰ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ ''عبد'' استعمال ہوا ہے،اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: سیادت، مالکیت اور سلطانیت درحقیقت صفات باری تعالیٰ ہیں۔ بندے پر ان صفات کا اطلاق مجازی طور پر ہوتا ہے۔ بندے کی صفت حقیقی ہو اور اللہ کی نہ ہو وہ محض عبدیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند فرمایا: اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مجازی و مستعار صفت کے ساتھ نہ ہو بلکہ حقیقی صفت کے ساتھ ہو۔

سوال: (۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ ''عبد'' کے بجائے ''عبدہٗ'' کیوں استعمال کیا ہے؟

جواب: لفظ ''عبد'' کا اطلاق عام بندے پر ہوتا ہے جو دنیا میں عربوں کھربوں کی تعداد میں موجود ہیں لیکن لفظ ''عبدہٗ'' کا اطلاق خاص بندے پر ہوتا ہے جو محض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے یعنی لفظ ''عبد'' اضافت کی وجہ سے مطلق نہیں رہا بلکہ خاص ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں دوسرے مقام میں فرمایا گیا ہے:

(i) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (الکہف:۱) تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے خالص بندے پر کتاب نازل کی۔

(ii) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ط (زمر:۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

سوال: اللہ تعالیٰ نے آیت اسراء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ ''اسـریٰ'' (اللہ نے سیر کرائی) استعمال فرمایا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:

(i) وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا (الاعراف:۱۴۳) اور جب موسیٰ اپنے مقرر کردہ مقام میں آئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ (الصّفّٰت:۹۹) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بیشک میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں۔

خود جانے اور لے جانے میں کیا فرق ہے؟

جواب: خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، امام المرسلین کے منصب پر فائز ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے مقتدی ہیں۔ لے جانے اور آنے میں امام اور مقتدی کے مراتب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

سبحان اللہ کہنے کے فضائل:

سبحان اللہ کہنے کے فضائل احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپ پر نثار ہوں! اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کلام کون سا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے پسند کیا ہے:

سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:۱۸۸۹)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمات ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزان پر بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۸۰۶)

فائدہ نافعہ: اس حدیث میں دو کلمات سے مراد دو فقرات (جملے) ہیں۔

۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یوں کہتا ہے: سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ تو اس کے لیے جنت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۱۸۹۰)

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس شخص نے ایک دن میں سو بار یوں کہا: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، اس کے تمام گناہ معاف کیے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۶۹۱)

۵- حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ چار کلام ہیں:

(۱) سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ (۲) وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ (۳) وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (۴) وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

مسجد اقصیٰ سے ہو کر آسمانوں کی طرف سفر کرنے میں حکمتیں:

قرآن وسنت کی تصریحات کے مطابق سفر معراج کا آغاز مسجد حرام سے ہوا، وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری مسجد اقصیٰ میں پہنچی، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور پھر وہاں سے یکے بعد دیگرے تمام آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام سے آسمانوں کا براہ راست سفر کیوں نہیں کیا اور آپ نے مسجد اقصیٰ میں پہنچ کر آسمانوں کی طرف سفر کیوں کیا تھا؟

جواب: مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ جا کر وہاں سے آسمانوں کا سفر کرنے میں کئی حکمتیں ہیں، جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج سے واپسی پر اپنے صحابہ سے تمام واقعہ بالتفصیل بیان کر دیا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ کا ذکر چھوڑ کر آسمانوں کا تذکرہ کرتے تو مشرکین واقعہ کو دلچسپی سے نہ سنتے، کیونکہ انہوں نے مسجد اقصیٰ تو کئی بار دیکھی ہوئی تھی لیکن آسمانوں کی معلومات سے محروم تھے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے جو شخصیت رات کے قلیل ترین حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں جا کر واپس آ سکتی ہے وہ آسمانوں کے اوپر جا کر بھی واپس آ سکتی ہے۔ علاوہ ازیں مخالفین کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ نہیں دیکھی، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آپ سے تصدیق کرنے کے لیے مسجد اقصیٰ کی علامات کے بارے میں استفسارات کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مسجد اقصیٰ منکشف کر کے آپ کے سامنے کر دی اور آپ نے لوگوں کے سوالات کے جواب دے دیئے۔ اس سلسلے میں مشہور حدیث ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا تو میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کران کواس کی نشانیاں بتا رہا تھا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث:۱۵۰۹۹)

۲-اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد و پیان اور میثاق لیا تھا کہ آپ لوگوں میں سے جس کے زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو اس پر ضرور ہوگا کہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے، پھر اس میثاق پر انہیں گواہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی کا بھی اعلان کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جس نبی کو بھی دنیا میں بھیجا اس سے وعدہ لیا کہ تمہاری زندگی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا تم پر ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اپنی امت سے بھی آپ کی اطاعت کا عہد لے گا۔

حضرت امام سدی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو بھی نبی دنیا میں بھیجا اس سے اس بات کا پکا عہد لیا کہ اس کے زمانہ میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم آجائیں تو ان پر ایمان لانا اور مدد کرنا ضروری ہوگا۔ وہ اپنی امت سے بھی عہد لے گا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے۔

عہد میثاق کی تکمیل اور ایفا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شب معراج میں آسمانوں کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا آغاز مسجد اقصیٰ سے کیا گیا تھا۔ اس موقع پر تمام انبیاء کرام مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے، سب نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی اور آپ امام الانبیاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ الغرض تمام انبیاء و مرسلین مقتدی بنے اور آپ امام بنے۔ اس طرح عالم ارواح کے عہد کی تکمیل ہوئی۔

۳-انبیاء کرام کی امامت کرانا، ان کی طرف سے واقعہ معراج کی تصدیق کرنا، معراج بیداری میں ہونا اور حیات انبیاء حق ہونے پر دلیل ہے۔

چنانچہ اس بارے میں تفاسیر میں مذکور ہے ابوسفیان نے پوری کوشش کی کہ قیصر روم کی نگاہوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کم کردے، ان ہی باتوں کے دوران اس کو واقعہ معراج یاد آیا، اس نے قیصر روم سے کہا: اے بادشاہ! کیا میں آپ کو ایسی بات نہ سناؤں جس سے اس شخص کا جھوٹ واضح ہوجائے، اس نے پوچھا: وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ وہ ایک رات ہماری زمین ارض حرم سے نکل کر تمہاری اس مسجد، بیت المقدس میں پہنچے اور اسی رات کو صبح سے پہلے ہمارے پاس حرم میں واپس پہنچ گئے، بیت المقدس کا بڑا عابد جو بادشاہ کے سرہانے کھڑا ہوا تھا وہ کہنے لگا: مجھے اس رات کا علم ہے، قیصر نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور پوچھا: تمہیں اس رات کا کیسے علم ہے؟ اس نے کہا: میں ہر رات کو سونے سے پہلے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیا کرتا تھا، اس رات کو میں نے ایک دروازہ کے علاوہ سارے دروازے بند کر دیئے، وہ دروازہ بند نہیں ہوا، اس وقت وہاں جتنے کارندے دستیاب تھے سب نے پوری کوشش کی مگر وہ دروازہ بند نہیں ہوا، ہم اس دروازہ کو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں سکے، یوں لگتا تھا جیسے ہم کسی پہاڑ کے ساتھ زور آزمائی کر رہے ہوں۔ ہم نے کہا: صبح کو بڑھئیوں کو بلا کر دکھائیں گے کہ اس میں کیا نقص پیدا ہو گیا ہے، اور اس رات کو

دروازہ یونہی کھلا چھوڑ دیا۔ صبح کو ہم نے دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ میں جو پتھر تھا، اس میں سوراخ تھا اور پتھر میں سواری کے باندھنے کا نشان تھا، میں نے اپنے اصحاب سے کہا: گزشتہ رات کو وہ دروازہ اس لیے بند نہیں ہو سکا تھا کہ اس دروازہ سے ایک نبی کو آنا تھا، اور اس رات ہماری اس مسجد میں نبیوں نے نماز پڑھی ہے۔

۴- سب انبیاء کرام اپنی اپنی قبور اور اپنے اپنے مقام سے چل کر اس مسجد میں پہنچے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا، آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا پھر محفل معراج میں اپنی شایان خطبات پیش کیے۔ یہ تمام امور حیات انبیاء، معراج بحالت بیداری اور صالحین کے تصرف پر دلالت کرتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سے مسجد اقصیٰ میں ملاقات کی، بعض کی دوران سفر مختلف آسمانوں میں ملاقات کی اور بعض کو ان کی قبور میں بھی ملاحظہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ ایک ذات کا بیک وقت مختلف مقام پر موجود ہونا عقلاً اور عادتاً محال ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انبیاء کا اعجاز ہے اور معجزہ وہی ہوتا ہے جو عادتاً ممکن نہ ہو اور عقل بھی اسے قبول نہ کرے۔

مولوی اشرف علی تھانوی اس سوال اور جواب کی تفصیل یوں تحریر کرتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ آسمانوں میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا۔ سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصل جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی عنصری جسم سے جس کو صوفیہ جسد مثالی کہتے ہیں، روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن اس کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت ومشیت حق۔ (نشر الطیب، ص:۶۵)

رات کے قلیل ترین حصہ میں معراج ہونا:

آیت اسراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرانے کی مدت کا بھی ذکر ہے، وہ لفظ "لیلاً" کی تنوین (جو برائے تقلیل ہے) کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ سفر معراج پانچ مراحل میں طے ہوا:

(۱) براق کے ذریعے مسجد اقصیٰ تک۔

(۲) معراج (سیڑھی) کے ذریعے آسمان تک۔

(۳) فرشتوں کے پروں پر سوار ہو کر ساتویں آسمان تک۔

(۴) حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پروں پر سوار ہو کر سدرۃ المنتہیٰ تک۔

(۵) زفرف پر سوار ہو کر قاب قوسین تک۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو براق، معراج (سیڑھی)، فرشتوں کے پروں، حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پروں اور زفرف کے ذریعے سفر طے کرانے میں حکمت کیا تھی جبکہ اللہ تعالیٰ ان وسائل کے بغیر سفر طے کرانے کی بھی قدرت رکھتا ہے؟

جواب: ان وسائل وذرائع کو استعمال کرنے سے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان اور قدر ومنزلت کا اظہار

ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ان ذرائع کے بغیر بھی سفر طے کرانے پر قادر ہے۔

ایک روایت کے مطابق مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک سفر براق کے ذریعے طے ہوا تھا، پھر مسجد اقصیٰ سے لے کر جہاں تک بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا معراج (سیڑھی) کے ذریعے سفر طے کرایا گیا۔ اس نورانی سیڑھی کے زمین سے لے کر آسمانوں تک سفر کرانے کے لیے سات ڈنڈے تھے، آٹھواں ڈنڈا ساتویں آسمان سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک تھا، مقام مستوی جہاں قلم کے چلنے کی آواز سنائی دیتی ہے نواں ڈنڈا تھا اور دسواں ڈنڈا وہاں سے لے کر عرش اعظم تک تھا۔

سوال: سفر معراج کی زمانی مدت کتنی تھی اور کیا یہ سفر طے زمانی کے طور پر کرایا گیا تھا؟

جواب: سفر معراج مکہ مکرمہ سے لے کر جہاں تک بھی اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) سال کی مسافت پر مشتمل تھا اور ایک قول کے مطابق پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) سال کی مسافت پر مشتمل تھا۔ یہ سفر طے زمانی کی شکل میں نہیں کرایا گیا تھا۔ تاہم بعض اقوال صوفیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ طے زمانی کی شکل میں یہ سفر کرایا گیا تھا۔

سوال: ایک لحہ میں طویل ترین اور دشوار گزار سفر طے کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے لیے روح کی حیثیت رکھتے ہیں، جب آپ اس سے نکل گئے تو کائنات جسد بے روح کی مثل ہوگئی، لیل ونہار کی آمد ورفت، آفتاب و ماہتاب اور ستاروں اور سیاروں کی گردش بھی مکمل طور پر رک گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدس سفر سے واپس تشریف لائے تو کائنات میں دوبارہ روح پیدا ہوگئی اور پورا نظام بحال ہوگیا۔ لیل و نہار کی آمد ورفت، شمس وقمر، سیاروں اور ستاروں کی گردش حسب سابق شروع ہوگئی۔

سوال: اس جواب پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ براق، فرشتوں کے پر، سیڑھی، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں جانا، وہاں انبیاء کرام کی آمد، نماز ادا کرنا، خطبات پیش کرنا، آسمانوں کا سفر جہاں تک بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا طے کرنا، آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنا، جنت کی سیر کرنا اور جہنم کا معائنہ کرنا وغیرہ امور کا تعلق بھی کائنات کے ساتھ ہے، اس سے یہ لازم آتا ہے کہ کائنات کی بعض اشیاء زندہ ہوں اور بعض مردہ ہوں؟

جواب: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اس کے لیے ایسا کرنا ناممکن ومحال نہیں ہے، کیونکہ جو ذات ان اشیاء کو عدم سے وجود میں لا سکتی ہے وہ ان میں تصرف کرنے پر بھی قادر ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کے مطابق آصف بن برخیا ملکہ بلقیس کا تخت جو ایک ماہ کی مسافت سے پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتے ہیں، تو مبداء کائنات، خاتم الانبیاء، امام المرسلین، محبوب رب العالمین، عالم ما کان وما یکون، وارث جنت، شافع محشر، تاجدار مدینہ، باعث سکون قلب وسینہ، شب اسراء کے دولہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لامکان پر جاکر قلیل ترین وقت میں واپس آنا بھی قابل اعتراض اور محال نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نشانیاں دکھانا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت اسراء میں مقصد معراج وسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ شب معراج میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانیاں دکھائی گئیں اور

وہ نشانیاں کیا تھیں؟ وہ نشانیاں کثیر تھیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے لیکن ان میں سے چند ایک نشانیاں درج ذیل ہیں:

(۱) مسجد اقصیٰ ہے جو انبیاء سابقین کا قبلہ رہی ہے۔

(۲) اسی مسجد میں تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

(۳) اسی مسجد میں انبیاء علیہم السلام نے شب معراج خطبات پیش کیے تھے۔

(۴) یہاں بکثرت درخت ہیں۔

(۵) یہاں بکثرت نہریں ہیں۔

(۶) یہ مسجد ان تین مساجد میں سے ایک ہے، جن کی طرف رخت سفر باندھنے کی اجازت ہے۔

(۷) اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

(۸) یہ مسجد دنیا کی دوسری مسجد ہے۔

(۹) اس مسجد کی تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی جبکہ اس کی تجدید حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی۔

(۱۰) یہ ان چار مساجد میں سے ایک ہے، جن میں دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔

(۱۱) یہاں وہ پتھر موجود ہے، جس کے حلقہ میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے۔

(۱۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مسجد میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی جس کی پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص کی قرأت کی تھی۔

(۱۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والوں کی کل دس صفیں تھیں جن میں سے سات انبیاء علیہم السلام کی اور تین صفیں مرسلین علیہم السلام کی تھیں جبکہ فرشتے بھی شامل ہوئے تھے۔

(۱۴) آپ اسی مسجد سے آسمان کی طرف عازم سفر ہوئے تھے۔

(۱۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے ہوئے اور واپسی پر آسمانوں میں مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی۔

(۱۶) رات کے قلیل ترین حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو معجزہ معراج اور سفر معراج کرایا گیا۔

(۱۷) واپسی تک آپ کے وضو کا پانی اور بستر گرم تھا۔

(۱۸) اسی مسجد کے قرب وجوار میں میدان حشر منعقد ہوگا جس میں لوگوں سے حساب لیا جائے گا۔

(۱۹) کفار و مشرکین کی طرف سے مسجد اقصیٰ کے بارے میں سوالات کیے گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مسجد آپ کے سامنے منکشف کی گئی اور اسے دیکھ کر جواب عنایت فرمائے۔

(۲۰) مسجد اقصیٰ کا ایک دروازہ کھلا رہتا ہے، جس سے روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو شخص اس دروازے سے مسجد میں آتا ہے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

(۲۱) مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں چالیس سال کا زمانی فاصلہ ہے۔

(۲۲) مسجد اقصیٰ کا ہر ستون زبان حال سے دعا کرتا تھا کہ یا اللہ! تو ہمیں تمام انبیاء علیہم السلام کی زیارت سے مشرف فرما۔

(۲۳) آپ نے مختلف مقامات پر مختلف فرشتے دیکھے جو عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔

(۲۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی سیر کی اور اس کے محلات کو ملاحظہ کیا جو آپ کی امت کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔

(۲۵) اللہ تعالیٰ کی بلاواسطہ زیارت کا شرف حاصل کیا۔

(۲۶) آپ اور آپ کی امت کو نمازوں اور روزوں کا تحفہ عنایت کیا گیا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہم السلام کو تمام نشانیاں دکھائی گئیں خواہ ان کا تعلق آسمانوں کے ساتھ تھا یا زمین کے ساتھ۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (الانعام:۵) ایسے ہی ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھائیں''۔ اس کے برعکس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نشانیاں دکھائی گئیں ایسا کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو نشانیاں دکھائی گئی ہیں وہ توحید سے متعلق تھیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نشانیاں دکھائی گئی تھیں وہ معراج سے متعلق تھیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بعض نشانیاں دکھائی گئی تھیں وہ ان تمام نشانیوں سے بڑھ کر تھیں جو حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دکھائی گئی تھیں۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ (النجم:۱۸) ''بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ کیں''۔

معجزہ معراج کی تاریخ:

یہ ایک قطعی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی زندگی میں معجزہ معراج سے نوازا گیا تھا۔ تاہم اس کے وقوع کے سال مہینہ اور رات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ واقعہ معراج کے سال کے بارے میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) نبوت کے تیسرے سال

(۲) نبوت کے پانچویں سال۔

(۳) نبوت کے چھٹے سال

(۴) نبوت کے دسویں سال

(۵) نبوت کے گیارھویں سال

(۶) نبوت کے بارھویں سال

(۷) نبوت کے تیرھویں سال۔ سال معراج کی طرح وقوع معراج کے مہینہ کے بارے میں بھی متعدد اقوال ہیں:

(۱) ربیع الاول میں (۲) رمضان المبارک میں (۳) ماہ شوال میں

(۴) ربیع الآخر میں (۵) ماہ رجب میں آخری قول زیادہ معتبر ہے۔

وقوع معراج کے مہینہ کی طرح اس کی رات کے بارے میں بھی مختلف اقوال ہیں:

(۱) رجب کی ستائیسویں شب میں

(۲) جمعہ کی شب میں

(۳) ہفتہ کی شب میں

(۴) پیر کی شب میں۔ پہلا قول زیادہ معتبر ہے۔ (شرح شفا علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۴۴، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۰۶)

واقعہ معراج کا مقام آغاز:

اس بات میں اتفاق ہے کہ واقعہ معراج مکی زندگی اور ہجرت سے قبل پیش آیا تھا لیکن اس کے مقام آغاز کے بارے میں دو روایات ہیں:

(۱) حطیم کعبہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا شق صدر کیا۔ (الحدیث)

(۲) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا گھر: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد ان (ام ہانی) کے گھر سوئے ہوئے تھے کہ آپ کو معراج کرائی گئی اور اسی رات آپ واپس لوٹ آئے۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۸۔۹)

روایات میں تطبیق:

ان روایات میں تطبیق یوں پیش کی جا سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پھوپھی زاد ہمشیرہ حضرت ام ہانی (فاختہ بنت ابی طالب) رضی اللہ عنہا کے گھر میں محو استراحت تھے پھر وہاں سے اٹھے اور حطیم کعبہ میں تشریف لے آئے۔ اس طرح واقعہ معراج کے آغاز کی نسبت دونوں مقامات کی طرف کر دی گئی۔

علاوہ ازیں ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے جہاں سے واقعہ معراج کا آغاز ہوا۔ اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ گہرے تعلق اور رشتہ کی بنا پر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا گھر آپ کا ہی گھر ہوا لہٰذا روایات میں تعارض باقی نہ رہا۔

واقعہ معراج کی تفصیل احادیث کی روشنی میں:

واقعہ معراج کتب احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے، جو جامعیت کے ساتھ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

شق صدر ہونا:

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے واقعہ معراج بیان کرتے

ہوئے فرمایا: میں حطیم کعبہ میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا (فرشتہ) میرے پاس آیا اور اس نے یہاں سے یہاں تک میرا سینہ چاک کیا۔ (یہاں سے یہاں تک کا مطلب حلقوم سے ناف تک ہے) میرا دل نکالا گیا جو ایمان وحکمت سے لبریز طشت میں رکھ کر دھویا گیا پھر دل اپنی جگہ میں رکھ دیا گیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۸۸۷)

ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے کہ تین فرشتے حاضر ہوئے اور آپ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لے گئے۔ ان فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جنہوں نے حلقوم سے لے کر ناف تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ چاک کیا، پھر دل کو آب زمزم سے دھویا، پیٹ کو صاف کیا گیا، ایمان وحکمت سے لبریز سونے کا طشت لایا گیا، ایمان و حکمت کو سینہ میں بھر دیا گیا اور دل کو اپنے مقام پر رکھ کر دوبارہ بند کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۷۵۱۷)

فائدہ نافعہ: اگر انسان کا دل اپنے مقام سے اٹھا لیا جائے تو اس کا زندہ رہنا ناممکن ہوتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بے کینہ کئی بار چاک کیا گیا مثلاً بچپن کے زمانہ میں جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں زیر پرورش تھے، اعلان نبوت کے وقت اور سفر معراج کے وقت یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ در معجزہ اور خصوصیات سے متعلق ہے۔ اس سے آپ کا بے مثل اور بے مثال ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر نبی خواہ کتنا ہی پارسا اور قدر ومنزلت کا حامل ہو لیکن نبی علیہ السلام کی خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

براق پر سوار ہونا اور سفر معراج کا آغاز:

معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے براق لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری کے لیے حاضر ہوئے اور اس پر سوار ہو کر آپ نے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ اس سلسلہ میں دو روایات زیادہ مشہور ہیں:

۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ایک ایسی سواری پیش کی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بلند تھی اور اس کا رنگ سفید تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ وہ براق تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! انتہاء نظر پر اس کا قدم پڑتا تھا، اس پر مجھے سوار کیا گیا اور جبرئیل (علیہ السلام) لے کر روانہ ہوئے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۸۸۷)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ شب معراج میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں براق پیش کیا گیا جس کو لگام ڈالی گئی تھی اور زین چڑھائی ہوئی تھی۔ اس نے آپ کے حضور شوخی سے اچھلنا شروع کر دیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شوخی کر رہے ہو اور آج تک آپ سے بڑھ کر کوئی تم پر سوار نہیں ہوا! تب براق نے اچھلنا بند کر دیا اور پسینہ سے شرابور ہو گیا۔ (جامع الترمذی، رقم الحدیث ۳۱۳۱)

فائدہ نافعہ: براق کا اچھلنا کودنا گستاخی یا نافرمانی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اظہار مسرت اور خوشی کی وجہ سے تھا جو انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی وجہ سے محسوس ہو رہی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حالت نماز میں ملاحظہ کرنا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے براق پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں کثیف احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شب مجھے معراج سے سرفراز کیا گیا اس رات کثیف احمر کے پاس سے گزر ہوا تو میں نے دیکھا کہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۴۳۷۴)

فائدہ نافعہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام دنیا سے جانے کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور عالم برزخ میں ان کا محبوب ترین عمل نماز ادا کرنا ہوتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے جو مسلمان نماز نہ پڑھے اس سے بڑھ کر کوئی بد بخت کوئی نہیں ہو سکتا۔ شیطان نے ایک سجدہ نہ کیا تو وہ راندہ درگاہ ہوا اور جو شخص تا حیات نماز کا تارک رہے وہ یقیناً اس کا گہرا دوست ہے۔

دائیں اور بائیں جانب سے پکارنے والے دو مردوں اور عورت کی طرف توجہ نہ کرنے کا نتیجہ:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شایان شان سے براق پر سوار ہوئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے لگام تھامی اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں دائیں اور بائیں جانب سے دو مردوں نے اور سامنے سے اپنے بازو پھیلانے والی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر اپنی طرف متوجہ کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن آپ نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دائیں طرف سے پکارنے والا شخص یہودی تھا اگر آپ اس کی طرف التفات کرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی۔ بائیں جانب سے صدا دینے والا شخص نصاری تھا اگر آپ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تو آپ کی امت عیسائی بن جاتی۔ دونوں بازو پھیلا کر آپ کو پکارنے والی عورت دنیا تھی اگر آپ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تو آپ کی امت دنیا کو دین پر ترجیح دیتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانا اور ان کے خطبات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تیز رفتاری سے براق کے ذریعے سفر طے کیا اور بیت المقدس پہنچے۔ آپ کی سواری پتھر کے اس حلقہ کے ساتھ باندھی گئی جس کے ساتھ انبیاء سابقین اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ انبیاء اور ملائکہ نے مسجد اقصیٰ میں آپ کا استقبال کیا اور آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔ نماز کے اختتام پر انبیاء علیہم السلام نے خطبات پیش کیے جن میں سے چند ایک خطبات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے خطاب میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے کہا:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے حکومت عنایت کی مجھے زبور عطا کی لوہے کو میرے لیے موم کر دیا پہاڑوں اور پرندوں کو میرے لیے مسخر کر دیا۔ اس نے مجھے نبوت و حکمت سے نوازا اور فیصلہ کرنے کا ملکہ عطا کیا۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے خطاب میں فرمایا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہواؤں' جنات' انسانوں اور ان شیاطین کو مسخر کر دیا جو عمارتیں اور مجسمے تیار کرتے تھے۔ اس نے مجھے پرندوں کی بولیاں سکھائیں اور میرے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ نیز اس نے مجھے ایسی سلطنت دی کہ میرے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔

۳- حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے خطاب میں فرمایا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم سے نوازا۔ مجھے اس قابل بنایا کہ میں مادرزاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو درست کروں۔ اس کے حکم سے میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں' مجھے آسمان پر اٹھایا' مجھے کفار سے نجات دلائی اور میری والدہ محترمہ کو شیطان سے محفوظ رکھا۔

۴- حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اپنے خطاب میں فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا' مجھے اپنا عظیم ملک عطا فرمایا' مجھے ڈرنے والی امت عطا کی' مجھے اطاعت کیے جانے کے قابل بنایا' مجھے آگ سے محفوظ رکھا اور آگ کو میرے لیے سلامتی والی بنا دیا۔

۵- امام الانبیاء وخاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطاب میں فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا۔ تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنایا' مجھے قرآن جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے' اس نے میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا' میری امت کو وسط قرار دیا' میری امت کو اول وآخر بنایا' میرا سینہ کھول دیا' مجھ سے بوجھ کو دور کر دیا' میرا ذکر بلند کیا اور مجھے اول وآخر بنایا۔

دودھ کو پسند کرنا اور شراب سے اجتناب کرنا:

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانے اور آسمان کی طرف روانہ ہونے سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین برتن پیش کیے گئے' جن میں سے ایک میں دودھ' دوسرے میں پانی اور تیسرے میں پانی تھا۔ آپ نے تھوڑی مقدار میں پانی اور دودھ نوش کیا جبکہ شراب سے مکمل اجتناب کیا۔ آپ سے عرض کیا گیا: آپ نے شراب نہ پی کر اچھا کیا' کیونکہ عنقریب آپ کی امت پر شراب حرام ہو جائے گی اور اگر بالفرض آپ شراب نوش کر لیتے تو آپ کی امت سے جذبہ اطاعت ختم ہو جاتا۔

آسمانوں کا سفر اور وہاں مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہونا:

مسجد اقصیٰ سے فراغت پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رفاقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں کے سفر کا آغاز کیا۔ آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلا آسمان آ گیا' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پہلے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان کی طرف سے دریافت کیا گیا آپ کون ہیں؟ جواب دیا گیا: جبرئیل' دریافت کیا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' پوچھا گیا وہ خود آئے ہیں یا انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا گیا: انہیں بلایا گیا ہے۔ دربان کے دروازہ کھولنے پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ زمین وآسمان بلکہ ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ پہلے آسمان کے بعد دوسرے آسمان کی طرف سفر شروع ہوا' آناً فاناً دوسرا آسمان آ گیا' اس کا

دروازہ کھلوانے کے لیے بھی پہلے آسمان کی طرح سوالات و جوابات ہوئے' دوسرے آسمان میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ یہاں سے فارغ ہو کر تیسرے آسمان پر پہنچے جہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا۔ علی ھذا القیاس چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے' پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام' چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔

سدرۃ المنتہیٰ کی طرف سفر اور وہاں نہروں کو ملاحظہ کرنا:

ساتویں آسمان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رفاقت میں سدرۃ المنتہیٰ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ''سدرۃ'' بیری کے درخت کو کہا جاتا ہے' جس کے پھل مٹکوں کی طرح اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مثل ہیں۔

یہی مقام شہداء کی روحوں' مختلف فرشتوں کی رہائش اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رہائش کا ہے۔ یہ مقام مسلمانوں کی روحوں کا بھی ہے۔ یہاں سے اوپر نہ کوئی فرشتہ جا سکتا ہے اور نہ روح۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نہریں ملاحظہ کیں جن میں سے دو ظاہری تھیں اور دو باطنی تھیں۔ دو ظاہری نہریں دریائے نیل اور دریائے فرات تھیں اور باطنی وہ تھیں جو جنت کی طرف جاتی تھیں۔ قیامت کے دن دریائے نیل اور دریائے فرات کا رخ بھی جنت کی طرف ہو جائے گا۔

سدرۃ المنتہیٰ سے مقام استواء کی طرف سفر:

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ کوئی روح جا سکتی ہے اور نہ کوئی فرشتہ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے بذریعہ رفرف (سبز تخت) سفر کیا۔ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ساتھ جانے کا حکم دیا تو انہوں نے جواباً عرض کیا: اگر میں یہاں سے ایک بال بھی آگے بڑھوں تو تجلیات ربانی مجھے جلا کر خاکستر بنا دے گی' لہٰذا میں آگے جانے سے قاصر ہوں۔

حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وھو مقام جبرائیل و کان قد بقی ھناك عند عروجه علیه السلام الیل مستوی العرش وقال لو دنوت انملة لاحترقت (روح البیان' ج' ص' ۲۲۴)

یہ مقام جبرئیل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کی طرف عروج کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وہیں رک گئے اور کہا: اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں گا۔

حضرت علامہ نیشا پوری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ان جبرئیل تخلف عنه فی مقام وقال لو دنوت انملة لاحترقت ۔ (غرائب القرآن' ج ۶' ص ۲۰۲)

ایک مقام میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور انہوں نے کہا: اگر میں ایک انگلی کا اندازہ بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں''۔

لامکان میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری، زیارت کا اعزاز اور نمازوں کا تحفہ عطا ہونا:

سدرۃ المنتہیٰ سے عرش اعظم اور لامکان کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شروع ہوا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، زیارت باری تعالیٰ کا شرف حاصل ہوا، گفتگو ہوئی، براہ راست وحی وصول کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چوبیس گھنٹے (شب و روز) میں امت کے لیے پچاس نمازوں کا تحفہ ملا۔ واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گزارش کی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپ اور آپ کی امت کو کیا تحفہ عطا کیا ہے؟ فرمایا: شب و روز میں پچاس نمازوں کا تحفہ عطا کیا ہے، عرض کیا: اے رحمۃ للعالمین! آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نمازوں میں تخفیف کے بارے میں عرض کریں! اس لیے کہ میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں، آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور نمازوں میں تخفیف کے بارے میں عرض کیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے دریافت کیا: کتنی نمازیں باقی رکھی گئی ہیں؟ فرمایا: پینتالیس نمازیں باقی رہ گئی ہیں اور پانچ نمازیں کم ہوئی ہیں، آپ نے پھر مشورہ دیا کہ آپ کی امت پینتالیس نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ لہٰذا نمازوں کی تخفیف کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیں، آپ پھر گئے اور پانچ نمازیں کم ہو گئیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہے اور نمازوں میں تخفیف ہوتی رہی حتیٰ کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ آخری بار بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ آپ کی قوم پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ لہٰذا مزید تخفیف کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں، آپ نے جواب میں فرمایا: مزید نمازوں کی تخفیف کے لیے بارگاہ ایزدی میں جاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان بھی ہوا کہ اے محبوب! آپ کی امت پانچ نمازیں ادا کرے گی تو ہم انہیں پچاس نمازوں کا ثواب عطا کریں گے۔

فائدہ نافعہ: یہاں دو امور کھل کر سامنے آتے ہیں:

(۱) نماز تحفۂ معراج ہے، یہ عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین ہے اور اسی کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دین کا ستون قرار دیا ہے۔

(۲) ابتداء امت محمدی پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار مشورہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بارگاہ ایزدی میں حاضری اور التجا کرنے کے نتیجہ میں نمازوں میں تخفیف کی گئی اور پانچ باقی رکھی گئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد بھی انبیاء و صالحین تصرف فرماتے ہیں اور مخلوق کے بوجھ کو ہلکا کر سکتے ہیں۔

واقعہ معراج پر کفار کے اعتراضات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے جوابات:

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو صبح کے وقت آپ نے اپنی صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کی تفصیل بیان کی۔ جب قریش مکہ اور کفار و مشرکین مکہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے خوب آپ کا مذاق اڑایا۔ ابوجہل نے اس بارے

میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی بات کی' استہزاء کے انداز میں اس واقعہ پر تنقید بھی کی اور ان کے تاثرات سننے کی بھی کوشش کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے' تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس واقعہ کی صحت پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا' کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور نبی کی زبان سے صداقت کے سوا کوئی بات نہیں نکل سکتی۔

کفار و مشرکین کی طرف سے اس واقعہ کے حوالے سے مختلف سوالات کیے گئے' جن کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکت جوابات فراہم کر دیے۔ بطور اعتراض آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد اقصیٰ کی علامات مثلاً اس کے دروازوں اور حجرات وغیرہ کی تفصیل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے پیش کر دی گئی اور آپ نے دیکھ کر اس کی تفصیل بیان فرما دی لیکن انہوں نے حقیقت کو تسلیم نہ کیا بلکہ مخالفت وعداوت پر اڑے رہے۔

علاوہ ازیں ملک شام میں گئے ہوئے ایک قافلہ کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا' جس کی علامت آپ نے بیان کر دی اور اس کے مکہ میں پہنچنے کے بارے میں بھی دن کا تعین کر دیا' مشرکین اس دن قافلہ کی آمد کا انتظام کرنے لگے' غروب آفتاب کے قریب تک قافلہ کو پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس دن کو طویل کر دیا تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حرف نہ آئے۔ قافلہ کے پہنچ جانے پر اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو حسب معمول غروب ہونے کی اجازت دے دی۔

3059 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عِکْرِمَةَ

متن حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِهٖ (وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ) قَالَ هِیَ رُؤْیَا عَیْنٍ اُرِیَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ اِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ (وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ) هِیَ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اور ہم نے تمہیں' جو خواب دکھائے وہ لوگوں کے لیے آزمائش تھے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا ظاہری آنکھ کے ساتھ خواب دیکھنا ہے' جب آپ ﷺ کو بیت المقدس تک لے جایا گیا۔

(ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اور وہ درخت' قرآن میں جس پر لعنت کی گئی ہے''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) یہ زقوم کا درخت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3059- اخرجه البخاری (۸/ ۲۵۰): کتاب التفسیر: باب: (وما جعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنة للناس)، (الاسراء: ۶۰)، حدیث (۴۷۱۶) وطرفه من (۶۶۱۳)، واحمد (۱/ ۲۲۱).

شرح

واقعہ معراج بیداری میں پیش آیا یا خواب میں؟:

ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا۠ (بنی اسرائیل:۶۰)

''اور جب ہم نے آپ سے فرمایا: بیشک آپ کا پروردگار لوگوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہم نے آپ کو (شب معراج میں) جلوہ دکھایا تھا' وہ لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا' اور اسی طرح وہ درخت بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ اور ہم انہیں ڈرا رہے ہیں' ہمارا ڈرانا ان کی سرکشی میں اضافہ کر رہا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ کفار کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ اگر آپ واقعی رسول اللہ ہیں تو آپ ہمیں آسمان پر چڑھ کر دکھائیں' پھر ہم بھی آپ کی صداقت کو تسلیم کر لیں گے؟ اس پر یہ آیت نازل کی گئی جس میں انہیں جواب دیا گیا ہے کہ تمہارے اس مطالبہ کا جواب پہلے ہی آچکا ہے کہ ''شب معراج'' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے سدرۃ المنتہٰی تک' پھر مقام استواء بلکہ لامکان تک آپ کی رسائی ہو چکی ہے۔ اب تمہارا یہ مطالبہ کرنا فضول ہے۔

سوال: واقعہ معراج بیداری میں پیش آیا تھا یا خواب میں؟

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے' بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت امیر معاویہ' حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہم کا موقف ہے کہ واقعہ معراج خواب میں پیش آیا تھا' انہوں نے زیر بحث آیت سے استدلال کیا ہے۔ جمہور صحابہ' تابعین' تبع تابعین' آئمہ اور صالحین امت کا نقطہ نظر ہے واقعہ معراج بیداری میں پیش آیا تھا' انہوں نے کثیر روایات و آیات سے استدلال کیا ہے۔

فرمائشی معجزات عطا نہ کرنے کی وجوہات:

جب خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے باذن الٰہی اعلان نبوت فرمایا تو مشرکین نے ایک طرف آپ کی مخالفت کا بازار گرم کیا اور دوسری آپ سے اس دعویٰ پر مختلف معجزات دکھانے کا بھی مطالبہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی کثیر وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مطلوبہ و فرمائشی معجزات دکھا دیے جاتے' وہ ایمان نہ لاتے تو سنت الٰہیہ کے مطابق ان پر عذاب نازل ہو جاتا اور اس امت پر خواہ اجابت ہو یا امت دعوت (دشمن و کفار) پر نزول عذاب درست نہیں ہے' کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھی کہ ان لوگوں میں سے بعض مسلمان ہو جائیں گے یا ان کی اولاد و نسل سے لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔

۲- کفار و مشرکین کے فرمائشی معجزات اس لیے نہیں دکھائے گئے کہ ان کے آباء و اجداد نے بھی ایسے مطالبات کیے تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی فرمائش پوری کرنے پر بھی وہ ایمان نہیں لائے تھے اور اب ان کی اولاد بھی اپنے اسلاف کی تقلید میں ایمان نہیں لائے گی۔

۳- انبیاء سابقین کی امتیں معجزات دیکھنے کے باوجود کفر و شرک پر ڈٹی رہیں اور انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اب ان کی اولاد کو معجزات دکھانا عبث (فضول عمل) تھا اور اللہ تعالیٰ عبث فعل کرنے سے پاک ہے۔

سوال: جمہور امت کے مطابق واقعہ معراج بیداری میں ہوا لیکن بعض لوگوں کا مؤقف ہے یہ معجزہ معراج خواب میں پیش آیا تھا' ان کے دلائل کا جواب کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عتبہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ معراج کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سچا خواب تھا۔ (جامع البیان' رقم الحدیث ۱۶۶۲۸)

۲- بعض آل ابی بکر کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر مجھ سے غائب نہیں ہوا تھا' آپ کی روح کو سیر کرائی گئی تھی۔ (جامع البیان' رقم الحدیث ۱۶۶۳)

۳- حضرت امام ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کا انکار نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ اس کی تائید اس ارشاد ربانی سے ہوتی ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (بنی اسرائیل: ۶۰)

اور جو جلوہ ہم نے آپ کو (شب معراج میں) دکھایا تھا' اس کو لوگوں کے لیے محض آزمائش بنا دیا''۔ اس آیت میں لفظ رؤیا استعمال ہوا ہے جو خواب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے' ارشاد ربانی ہے:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى ؕ (الصّٰفٰت: ۱۰۲)

''اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں' آپ بتائیں آپ کی کیا رائے ہے؟''

جواب: جمہور کا مؤقف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بیداری میں ہوئی۔ جہاں تک بعض لوگوں کے دلائل کا تعلق ہے' اس کا جواب سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

۱- حضرت عتبہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کے سوال اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جواب کا تعلق ایسے زمانہ سے ہے کہ دونوں مسلمان نہیں ہوئے تھے' لہٰذا اس دور کی روایت بھی معتبر نہیں ہو سکتی۔

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود مجھ سے غائب نہیں ہوا تھا' اس روایت کا تعلق ایسے زمانہ سے ہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں نہیں آئی تھیں' کیونکہ اس وقت

ان کی عمر ساڑھے چار سال تھی۔

۳- جہاں تک آیت القرآن کا تعلق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ ''رؤیا'' نینداور بیداری دونوں حالتوں کو شامل ہوتا ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے لفظ ''رؤیا'' سے ''معراج بحالت خواب'' پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

شجرۃ الزقوم کا مفہوم:

آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک درخت ایسا ہے کہ قرآن کریم میں اس پر لعنت فرمائی گئی ہے یعنی جہنم میں ایک ایسا درخت ہے، جس پر لعنت کی گئی ہے۔ چند کفار نے قرآن کے اس مضمون پر اعتراض کیا۔ ابوجہل نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جہنم کی آگ ہو پھر اس میں سرسبز وشاداب درخت ہو۔ دوسرے کافر نے کہا:

لفظ ''زقوم'' یمنی لفظ ہے جو کھجور اور مکھن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، تو ان پر لعنت کا کیا مطلب ہوا؟ تیسرے شخص نے ازراہ مذاق یوں کہا: اے پروردگار! تو ہمارے گھر کے صحن کو ''زقوم'' سے بھر دے۔ ان لوگوں کا رد اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ فرمایا:

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۶۳)

''ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنادیا ہے۔''

لفظ ''زقوم'' سے مراد ''تھوڑ'' کا درخت ہے، جو جہنم کی تہہ میں موجود ہے اور یہ اہل جہنم کی خوراک ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ شجر زقوم کا ایک قطرہ بھی اہل دنیا پر گرایا جائے تو ان کی زندگیاں ناقص ہوجائیں۔

شجرۃ زقوم کو ملعون کہنے کی وجوہات:

آیت میں کہا گیا ہے کہ درخت زقوم پر قرآن کریم میں لعنت کی گئی ہے حالانکہ قرآن مجید میں اس پر لعنت کرنا مذکور نہیں ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس اہم شبہ کے کئی جوابات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- ملعون بمعنی راندہ ہوا ہونا یا رحمت باری تعالیٰ سے دور ہونا ہے اور یہ درخت اچھی صفات اور خوبیوں سے دور ہے۔

۲- اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت اس درخت کو کھاتے وقت اس پر لعنت کریں گے۔

۳- ملعون بمعنی مذمت شدہ ہونا ہے، قرآن کریم میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔

۴- جس طعام کا ذائقہ مکروہ یا نقصان دہ ہو، اسے ملعون قرار دیا گیا ہے۔

۵- ملعون کا مطلب ہے: اس درخت کے کھانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

3060 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ قُرَشِيٌّ كُوْفِيٌّ حَدَّثَنَا اَبِي عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ (وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا) قَالَ تَشْهَدُهُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ

3060- اخرجه ابن ماجه (۱/۲۲۰): كتاب الصلاة: باب: وقت صلاة الفجر، حديث (۶۷۰)، و احمد (۲/۴۷۴).

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَى عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے۔

''اور فجر کے وقت کی تلاوت' بے شک فجر کی تلاوت میں حاضری ہوتی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے شریک ہوتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

علی نامی راوی نے اسے ابوصالح کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

علی نامی راوی نے علی بن مسہر کے حوالے سے' اعمش کے حوالے سے' اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شرح

نمازِ فجر کی قرأت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝

(بنی اسرائیل: ۷۸)

آپ نماز قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی چھا جانے تک اور فجر کی نماز میں قرأت کریں' بیشک فجر کی نماز میں قرأت قرآن فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں مذکور ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رات اور دن میں فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے اور ان کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ نمازِ فجر کے وقت دن کے فرشتوں کی اور نمازِ عصر کے وقت رات کے فرشتوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ نمازِ فجر میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے اور اس وقت کلامِ الٰہی سننے کے لیے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

دلوک کا معنی و مفہوم:

لفظ ''دلوک'' دلک سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: سورج کا غروب کی طرف مائل ہونا' ہتھیلیوں کا ملنا' کیونکہ لوگ نصف النہار کے وقت اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر آفتاب کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق آفتاب کے نصف النہار سے لے کر غروب کی طرف میلان تک ''دلوک'' ہے۔

زجاج کے قول کے مطابق نصف النہار سے میلان بھی دلوک ہے اور غروب کی طرف میلان بھی دلک ہے۔ کلامِ عرب میں

دلوک کا معنی ہے: زوال' آفتاب کا نصف النہار سے زائل ہونا دلوک ہے اور افق سے زائل ہونا بھی دلوک ہے۔

پانچ نمازوں کی فرضیت:

لفظ "دلوک" کی تفسیر میں دو اقوال ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن قتیبہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے: آفتاب کا غروب ہونا۔ اس کے دلائل قوی نہیں ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابو برزہ' حضرت سعید بن جبیر' حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لوک سے مراد ہے: آفتاب کا نصف النہار سے زائل ہونا۔ ان قول کے دلائل قوی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض صحابہ کی دعوت کی۔ آفتاب کے زوال کے وقت وہ باہر آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! آپ باہر آئیں' وہ دلوک آفتاب کا وقت تھا۔

۲- حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کی اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (جامع البیان' ج۱۵' ص۱۷)

۳- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام دلوک شمس کے وقت میرے پاس آئے جبکہ آفتاب نصف النہار سے زائل ہو چکا تھا اور انہوں نے مجھے نماز ظہر پڑھائی۔

۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب تحریر کیا جس میں انہوں نے کہا: آپ نماز ظہر اس وقت پڑھیں جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہو جائے' نماز عصر اس وقت ادا کریں جب آفتاب صاف و سفید ہو جائے اور پیلا نہ ہوا ہو' نماز مغرب آفتاب کے غروب ہونے پر ادا کریں' نماز عشاء اس وقت ادا کریں جب نیند کا غلبہ ہونے لگے اور نماز فجر اس وقت ادا کریں جب ستارے موجود ہوں اور ان کا جال بنا ہوا ہو۔ (مؤطا امام مالک' رقم الحدیث ۷)

۵- علامہ ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق دلوک شمس سے مراد ہے غروب آفتاب تک کا وقت جس میں نماز ظہر اور نماز عصر دونوں آجاتی ہیں' رات کے اندھیرے تک میں نماز مغرب اور نماز عشاء دونوں آجاتی ہیں۔ پھر فرمایا: وقرآن الفجر میں نماز فجر آ گئی۔ اس طرح اس آیت مبارکہ سے پانچ وقت کی فرض نمازیں ثابت ہو جاتی ہیں۔ (زاد المسیر' ج۴' ص۷۲)

فائدہ نافعہ: ان دلائل سے نماز پنجگانہ کی فرضیت قرآن کریم سے ثابت ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ان میں سے کسی ایک نماز کا انکار نص قطعی کا انکار ہے' جس کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اوقات نماز کا ثبوت احادیث مبارکہ سے اور مذاہب آئمہ:

نماز پنجگانہ کی فرضیت کی طرح ان کے اوقات بھی احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ صلوات خمسہ' ان کے اوقات مستحبہ اور مذاہب آئمہ اربعہ کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

نماز ظہر کا وقت:

آئمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زوال کا وقت ختم ہوتے ہی نماز ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے لیکن وقت نماز ظہر کے اختتام اور وقت نماز عصر کے آغاز میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (سایہ اصلی کے علاوہ) ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں آئمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس مجھے دو دن نماز پڑھائی۔ پہلے دن نماز ظہر اس وقت پڑھائی کہ زوال کے بعد سایہ تسمہ کے برابر تھا۔ نماز عصر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا تھا' نماز مغرب غروب آفتاب ہونے پر پڑھائی جس وقت لوگ روزہ افطار کرتے ہیں' نماز عشاء شفق (غروب آفتاب کے بعد ایک سفیدی نمایاں ہوتی ہے جسے شفق کہا جاتا ہے) کے غروب ہونے پر پڑھائی اور نماز فجر اس وقت پڑھائی جب فجر روشن ہو گئی اور جب سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن نماز ظہر اس وقت ادا کی کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل تھا یعنی جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھی تھی' دوسرے دن نماز عصر اس وقت ادا کی کہ ہر چیز کا سایہ دو مثل تھا' نماز مغرب پہلے وقت میں ادا کی' نماز عشاء تہائی رات گزرنے پر ادا کی اور دوسرے دن نماز فجر اس وقت ادا کی جب فجر کی روشنی خوب پھیل چکی تھی۔ نماز کے اختتام پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے یوں مخاطب ہوئے: اے محمد! آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کے یہ اوقات ہیں اور آپ کا وقت نماز ان اوقات کے درمیان ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۰۷۵۲)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی مذکور ہے' جس میں ایک مثل سایہ ہونے پر نماز عصر ادا کرنے کا ذکر نہیں ہے جبکہ یہ الفاظ دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ بہر حال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کو دوسری روایات پر ترجیح حاصل ہے۔

(۲) اسی روایت میں مذکور ہے کہ دوسرے دن نماز ظہر اس وقت پڑھی جس وقت پہلے دن نماز عصر ادا کی تھی' اس طرح یہ روایت ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں صراحت ہے کہ نماز ظہر کا وقت ایک مثل سایہ ہو جانے کے بعد بھی باقی رہتا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وقت الظهر مالم يحضر العصر**

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۳۶۰)

(۳) ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًاο (النساء: ۱۰۳)

"بیشک نماز اپنے مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے"۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک نماز محض اپنے وقت میں پڑھی جا سکتی ہے اور دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جا سکتی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے اذان کہنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا: وقت ٹھنڈا ہونے دو'اس نے پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈا ہونے دو' مؤذن نے تیسری بار اذان کہنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا: وقت ٹھنڈا ہونے دو یہاں تک سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت' دوزخ کے سانسوں میں سے ایک ہے۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۵۳۹)

یہ روایت دو طریقوں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کی دلیل بنتی ہے:

(۱) ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہنے کی اجازت دی جبکہ نماز اس کے بعد پڑھی گئی' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ظہر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔

(۲) گرمی کی شدت میں ایک مثل سایہ ہونے کے بعد کمی آتی ہے' یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اسے ٹھنڈا کرنے کا حکم دیتے رہے۔

۲-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زوال شمس کے بعد انسان کا سایہ اس کی طوالت کے مساوی ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو جائے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث ۱۷۲)

اس روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ چیز کا سایہ ایک مثل ہونے کے بعد بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے: امم سابقہ کے مقابلہ میں تمہارا زمانہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک ہے۔ اہل تورات (یہود) کو تورات عنایت کی گئی وہ (فجر سے) ظہر تک عمل کرتے ہوئے تھک گئے تو انہیں ایک قیراط مزدوری دی گئی' اہل انجیل (نصاریٰ) کو انجیل دی گئی انہوں نے (نماز ظہر سے) نماز عصر تک کام کیا' وہ بھی تھک گئے انہیں بھی ایک قیراط مزدوری دی گئی۔ ہمیں قرآن دیا گیا۔ ہم نے (نماز عصر سے) نماز مغرب تک کام کیا تو ہمیں دو قیراط مزدوری دی گئی۔ اس پر یہود اور نصاریٰ نے اعتراض کیا: اے پروردگار! تو نے انہیں دو قیراط دیے ہیں اور ہمیں ایک ایک قیراط مزدوری دی ہے جبکہ ہم نے ان سے زیادہ وقت کام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جواب دیا جاتا ہے: کیا میں نے تمہیں بتائی ہوئی مزدوری سے کچھ کم کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا: یہ تو میرا فضل ہے جسے پسند کروں عنایت کروں۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۵۵۷)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز عصر سے نماز مغرب تک کا وقت قلیل ہے اور یہ تب ہوگا جب نماز ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے تک تسلیم کیا جائے۔

نماز عصر کا وقت:

نماز عصر کا وقت بھی اسی اختلاف کی بنیاد پر متفرع ہوتا ہے' وہ اس طرح کہ آئمہ ثلاثہ کے مطابق نماز عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر شروع ہوتا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے پر عصر کا وقت شروع ہوتا

ہے۔سب آئمہ کے نزدیک غروب آفتاب سے نماز عصر کا وقت ختم اور نماز مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

نماز مغرب کا وقت:

اس بات میں تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ غروب آفتاب سے نماز مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو شفق کے غروب ہونے تک باقی رہتا ہے۔تاہم شفق کی تعریف میں اختلاف ہے۔آئمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مطابق شفق سے مراد سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد افق کے کناروں پر چھا جاتی ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق کے کناروں پر نمایاں ہوتی ہے' اس کے غائب ہونے سے نماز مغرب کا وقت ختم اور نماز عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

نماز عشاء کا وقت:

البناء علی ھذا الاختلاف آئمہ ثلاثہ کے نزدیک شفق یعنی سفیدی کے غروب ہونے سے مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق شفق یعنی سرخی کے غائب ہونے سے نماز مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور نماز عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔اس بات پر بھی آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ نماز عشاء کا مستحب وقت نصف شب تک ہے جبکہ اس کا جواز طلوع فجر تک ہے۔

نماز فجر کا وقت:

فجر صادق کے طلوع ہونے سے نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے' یہ وہ وقت ہوتا ہے جب سحری کھانا ختم ہو جاتی ہے اور طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر اس وقت پڑھائی تھی جب فجر صادق کی روشنی خوب پھیل چکی تھی۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اس وقت نماز فجر ادا کرنا مستحب و مسنون ہے۔آپ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز فجر اجالے میں ادا کرو اس کا ثواب زیادہ ہے۔آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ نماز فجر اول وقت میں ادا کرنا مستحب ہے' انہوں نے امامت جبرئیل علیہ السلام والی حدیث سے استدلال کیا ہے' جس میں پہلے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اول وقت (تاریکی میں) نماز فجر پڑھائی تھی۔

3061 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ) قَالَ يُدْعٰى اَحَدُهُمْ فَيُعْطٰى كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهٖ وَيُمَدُّ لَهٗ فِيْ جِسْمِهٖ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا وَّيُبَيَّضُ وَجْهُهٗ وَيُجْعَلُ عَلٰى رَاْسِهٖ تَاجٌ مِّنْ لُؤْلُؤٍ يَّتَلَاْلَاُ فَيَنْطَلِقُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَيَرَوْنَهٗ مِنْ بَعِيْدٍ فَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ ائْتِنَا بِهٰذَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ هٰذَا حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ فَيَقُوْلُ اَبْشِرُوْا لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ مِثْلُ هٰذَا قَالَ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُسَوَّدُ وَجْهُهٗ وَيُمَدُّ لَهٗ فِيْ جِسْمِهٖ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا

عَلٰى صُوْرَةِ اٰدَمَ فَيُلْبَسُ تَاجًا فَيَرَاهُ اَصْحَابُهُ فَيَقُوْلُوْنَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا اللّٰهُمَّ لَا تَأْتِنَا بِهٰذَا قَالَ فَيَأْتِيهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ اَخْزِهِ فَيَقُوْلُ اَبْعَدَكُمُ اللّٰهُ فَاِنَّ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ مِثْلَ هٰذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَالسُّدِّيُّ اسْمُهُ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا: ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ہمراہ بلائیں گے۔''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: کسی شخص کو بلایا جائے گا' اور اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' اور اس کا جسم ساٹھ گز لمبا کر دیا جائے گا پھر اس کے چہرے کو روشن کیا جائے گا' اور اس کے سر پر موتیوں سے بنا تاج رکھا جائے گا' جو جھلملا رہا ہوگا پھر وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف جائے گا' تو وہ ساتھی اسے دور سے دیکھیں گے' اور کہیں گے: اے اللہ! ہمیں بھی یہ عطا کر اور ہمارے لیے اس میں برکت رکھ دے، یہاں تک کہ وہ شخص ان لوگوں کے پاس آئے گا' اور ان سے کہے گا: تم لوگوں کو خوشخبری ہو' تم میں سے ہر شخص کو اس کی مانند ملے گا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جہاں تک کافر کا تعلق ہے' تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا' اور اس کا جسم ساٹھ گز لمبا کر دیا جائے گا جتنا حضرت آدم علیہ السلام کا قد تھا۔ پھر اس کافر کو (عذاب والا) تاج پہنایا جائے گا اس کے ساتھی اسے دیکھیں گے' تو یہ کہیں گے: ہم اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ! تو یہ ہمیں عطا نہ کر۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وہ شخص ان لوگوں کے پاس جائے گا' تو وہ لوگ یہ کہیں گے اے اللہ! تو اسے رسوا کر دے' تو وہ شخص کہے گا: اللہ تعالیٰ تمہیں دور کرے' تم میں سے ہر شخص کو اس کی مانند ملے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ اس کے راوی سدی کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن ہے۔

شرح

قیامت کے دن لوگوں کو اپنے پیشواؤں کے ساتھ بلائے جانا:

ارشاد خداوندی ہے:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۱تا۷۲)

جس دن ہم لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے' جن لوگوں کو ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے وہ اپنے نامہ اعمال پڑھیں گے جن میں ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ جو شخص دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ (درست راستہ سے) زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا''۔

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے' اچھے پیشوا اور اس کے ساتھیوں کی صفات اور برے پیشوا کی قباحتیں اور اس

کے ساتھیوں کی علامات بھی بیان کی گئی ہیں۔

نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیشوا کا چہرہ روشن ہوگا' نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ہوگا' جسم ساٹھ ہاتھ کے برابر ہوگا' چمکدار موتیوں کا تاج اس کے سر پر سجایا جائے گا اور اس کے ساتھیوں کو بھی ان صفات کے حامل ہونے کی خوشخبری سنائی جائے گی۔اس کے برعکس برے پیشوا کا چہرہ سیاہ' قد ساٹھ ہاتھ کا' نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں' سر پر کانٹوں کا تاج ہوگا اور لوگ اس سے اظہار نفرت کریں گے۔لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کریں گے۔

امام کے معنیٰ و مفہوم میں اقوال:

ارشاد ربانی میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ اٹھایا جائے اور پکارا جائے گا۔سوال یہ ہے کہ اس امام (پیشوا) سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے کثیر اقوال ہیں' جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق امام سے مطلق امام مراد ہے خواہ وہ امام ہدایت ہو یا امام ضلالت ہو۔

۲-ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امام سے مراد ہے: اس کے اعمال صالحہ ہوں۔

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مطابق: اس سے مراد ان کے نبی ہیں۔

۴-حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے مطابق امام سے مراد کتاب ہے۔

۵-اس کا مصداق نامہ اعمال ہے' اس کی تائید حدیث باب سے ہوتی ہے۔

۶-حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق اس سے مراد ہر زمانہ کا امام ہے خواہ وہ پیشوائے ہدایت ہو یا پیشوائے ضلالت' لوگوں کو اس کے ساتھ پکارا جائے گا۔

۷-حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق امام سے مراد آئمہ مذاہب ہیں مثلاً حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' قدری اور معتزلی وغیرہ۔

۸-محمد بن کعب کے مطابق امام سے مراد امہات ہیں یعنی قیامت کے دن لوگوں کو اپنی ماؤں کے ساتھ پکارا جائے گا۔اس میں تین حکمتیں مضمر ہیں:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ

(۲) حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا شرف ظاہر کرنا

(۳) اولاد الزنا کو خواری و ذلت سے محفوظ رکھنا۔

اس بارے میں مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم اپنے ناموں اور اپنے باپوں پکارے جاؤ گے' لہٰذا تم اچھے نام رکھو۔

۹-ابو سہل کے مطابق قیامت کے دن لوگوں کو یوں پکارا جائے گا: نمازی کہاں ہیں' روزہ دار کہاں ہیں' چغل خور کہاں ہیں اور دف بجانے والے کہاں ہیں؟

ہمارے نزدیک اس آیت میں لفظ ''امام'' کا صحیح ترین مصداق ہے: نامہ اعمال جس کی تائید وتصدیق حدیث باب سے ہوتی ہے۔

کفار کا دنیا اور آخرت میں اندھا ہونے کا مفہوم:

آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ''جو شخص دنیا میں اندھا ہوگا' وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا''۔
اس کی تفسیر ومفہوم میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں' جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:
۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بے شمار اشیاء کو پیدا کیا' جو شخص اس کی معرفت سے اندھا رہا وہ دار آخرت میں بھی اس کی معرفت سے محروم رہے گا۔
۲- حسن کے مطابق جو شخص دنیا میں اپنے کفر کے سبب اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی اٹھایا جائے گا' اس لیے قبولیت کی جگہ دنیا ہے نہ کہ آخرت۔
۳- آخرت میں اندھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ عذاب سے بچنے اور ثواب کے حصول کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔
۴- جو شخص دنیا میں آیات ربانی کو دیکھنے سے اندھا رہا وہ آخرت کی نشانیوں کو دیکھنے سے بھی اندھا رہے گا' کیونکہ وہ زیادہ غیب و نامعلوم ہوں گی۔
۵- حضرت ابوبکر وراق رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق جو شخص دنیا میں حجت باری تعالیٰ سے اندھا ہے وہ آخرت میں جنت سے اندھا رہے گا۔
۶- ابن الانباری کے مطابق جو آدمی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہے وہ آخرت میں اس کی ہدایت سے محروم رہے گا۔
۷- حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے مطابق جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں حق باری تعالیٰ سے اندھا ہے اور وہ اس کا شکر ادا نہیں کرتا وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے تقرب سے محروم رہے گا۔
۸- جو شخص دنیا میں گمراہ ہے وہ آخرت میں زیادہ گمراہ ہوگا۔
۹- جو شخص دنیا میں بصیرت سے اندھا ہے وہ آخرت میں بھی بصارت سے اندھا ہوگا۔

3062 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ يَزِيْدَ الزَّعَافِرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: فِيْ قَوْلِهِ (عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) سُئِلَ عَنْهَا قَالَ هِيَ الشَّفَاعَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَدَاوُدُ الزَّعَافِرِيُّ هُوَ دَاوُدُ الْاَوْدِيُّ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ عَمُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِدْرِيْسَ

3062- اخرجه احمد (۲/ ۴۴۱، ۵۲۸، ۴۴۴، ۴۷۸)۔

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں یہ فرمایا ہے:
''عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔''
نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد شفاعت ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ اس کا راوی زعافری یہ داؤد بن یزید بن عبداللہ ہے۔ یہ عبداللہ بن ادریس کا چچا ہے۔

شرح

مقام محمود سے مراد شفاعت کبریٰ ہونا:

فرمانِ خداوندی ہے:
وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل: ۷۹)
اور رات کے مختصر حصہ میں آپ نماز تہجد ادا کریں جو بالخصوص آپ کے لیے زائدہ ہے' عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا''۔

''مقام محمود'' کا معنی ہے قابل تعریف اور بلند درجہ اور آیت میں اس سے مراد شفاعت کبریٰ ہے۔ یہ وہ سفارش ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کریں گے اور سب لوگ آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنے اعمال کے سبب پریشان ہوں گے' حساب کتاب کا آغاز نہ ہوگا' لوگ جمع ہو کر مختلف انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں حساب کتاب شروع کیا جائے لیکن وہ اپنا اپنا عذر بیان کرتے ہوئے معذرت کریں گے۔ بالآخرت سب لوگ امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوں گے اور آپ شفاعت کریں گے جبکہ سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بھی کر رہے ہوں گے۔

تہجد کا معنی ومفہوم:

ابن قتیبہ کے مطابق تہجدت کا معنی ہے: بیدار ہونا۔ لفظ ہجد کا معنی ہے: سونا' آرام کرنا۔ آیت میں یہ لفظ باب تفعل سے استعمال ہوا ہے' جس کا خاصہ ہے سلب ماخذ۔ اس طرح تہجد کا مطلب ہوا: نیند کو ختم کرنا' نیند کو زائل کرنا' بیدار ہونا۔ جو شخص رات بھر بیدار رہے پھر رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھے وہ نماز تہجد نہیں ہوگی' کیونکہ اس کے لیے سونا ضروری تھا جو نہیں پایا گیا۔ اس آیت میں نماز تہجد پڑھنے کا حکم دیا گیا جو شخص رات بھر نوافل میں مصروف رہا' وہ نماز تہجد نہیں کہلائے گی' کیونکہ اس کے لیے سونا شرط تھا جو مفقود ہے۔ لہٰذا اسے نماز تہجد کہنا درست نہیں ہوگا۔

نماز تہجد کی تعداد رکعات:

نماز تہجد کی کتنی رکعات ہیں؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وتر مع تہجد مختلف

رکعات ادا فرمائی ہیں۔ کسی روایت میں سات رکعات کسی روایت میں نو رکعات اور کسی روایت میں تیرہ رکعات کا ذکر ہے۔ ان احادیث مبارکہ میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ابتداء آپ نے زیادہ رکعات نماز تہجد پڑھیں اور آخر عمر میں کم رکعات ادا فرمائیں۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں اور بوڑھوں کے لیے گنجائش بھی رکھی ہے۔ آپ تین رکعات وتر اور باقی رکعات نماز تہجد کے نوافل ادا فرماتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ جس کو یقین ہو کہ وہ تہجد کے وقت بیدار ہو جائے گا وہ نماز وتر بھی نماز تہجد تک موخر کرے ورنہ وہ نماز عشاء کے ساتھ ہی نماز وتر پڑھ کر سوئے۔ نماز تہجد کا وقت نماز عشاء کا آخری وقت یعنی سحری کا وقت ہے۔ نماز تہجد کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات ہیں۔ اس نماز کی ادائیگی کے لیے نیند (سونا) شرط ہے۔

نماز تہجد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض نہ ہونا:

یہ بات کہنا درست نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی اور امت کے لیے مسنون ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے لیے یہ نماز نفل ہے لیکن دونوں کے لیے نوافل کی حیثیت میں فرق ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ میں بظاہر خواہ خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس میں امت بھی داخل ہے۔

یہ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مستقل حیثیت سے فرض نہیں تھی اس کی کئی وجوہات ہیں: (i) نوافل پر فرائض کا اطلاق درست نہیں ہے اگر یہ مجازاً ہو تو پھر بھی بلا ضرورت تاویل درست نہیں ہے۔ (ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۱۴۲۰)

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پانچ نمازیں فرض ہیں مگر ان کا ثواب پچاس نمازوں کا ہے کیونکہ میرا قول تبدیل نہیں ہو سکتا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۳۴۹)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ابتداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کا قیام فرض تھا لیکن پانچ نمازیں فرض ہونے پر نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی اسی طرح زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد صدقہ کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد دوسرے روزوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۸۹)

شفاعت کبریٰ احادیث کی روشنی میں:

مقام محمود کے چار معانی ہے:

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ عطا کرنا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوائے حمد عطا ہونا۔

(۳) دوزخ سے مسلمانوں کو نکالنے کے لیے شفاعت کی اجازت ہونا

(۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش اعظم پر اپنے ساتھ بٹھانا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۷۶)

شفاعت کبریٰ کے حوالے سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قیامت کے دن لوگ مختلف گروپوں میں تقسیم ہوں گے ہر گروپ اپنے نبی کی پیروی کرے گا وہ شفاعت کرنے کے لیے التجا کرے گا اور بالآخر سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت تک رسائی حاصل کریں گے جبکہ اسی دن آپ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا۔ (سنن نسائی رقم الحدیث ۲۵۸۵)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ارشاد خداوندی کے بارے میں دریافت کیا گیا: عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا آپ نے جواب میں فرمایا: یہ مقام (درجہ) ہے جس پر فائز ہو کر میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد شفاعت ہے۔

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن آفتاب غروب ہو جائے گا کانوں تک لوگ پسینہ میں ہوں گے اسی حالت میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کناں ہوں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے لوگوں میں فیصلہ ہو جائے گا۔ بعد ازاں آپ جنت کے حلقہ کو پکڑ لیں گے اللہ تعالیٰ اس وقت آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا اور تمام اہل محشر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و تحسین میں رطب اللسان ہوں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۰۴۰)

۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی مثل بے قرار ہوں گے۔ جمع ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور شفاعت کے لیے کہیں گے کہ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کریں! وہ جواب دیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ خلیل اللہ ہیں لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور شفاعت کرنے کا کہیں گے وہ کہیں گے میں اس کے لیے نہیں ہوں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو روح اللہ ہیں لوگ ان کے پاس جائیں گے اور شفاعت کرنے کے بارے میں عرض کریں گے تو وہ لوگوں سے کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا میں ہی اس کے لیے ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا جو مجھے دے دی جائے گی میرے قلب میں حمد باری تعالیٰ پر مشتمل ایسے کلمات ڈالے جائیں گے جو اس وقت مجھے یاد نہیں ہیں۔

میں سجدہ میں گر جاؤں گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا: اے محمد! آپ زمین سے اپنا سر اٹھائیں اور جو بات کہیں گے قبول کی جائے گی سوال کریں جو پورا کیا جائے گا اور شفاعت کریں جو قبول کی جائے گی! میں عرض کروں گا: اے پروردگار! میری امت میری امت! حکم ہوگا کہ آپ جائیں اپنے اس امتی کو جہنم سے نکال لیں جس کے دل میں جو کے برابر بھی ایمان ہے میں جاؤں گا اور

اسی طرح کروں گا۔ واپسی پر انہی کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا' حکم ہوگا! اے محمد! آپ سجدہ سے سر اٹھائیں اور کہیں آپ کی بات سنی جائے گی' سوال کیجیے جو پورا کیا جائے گا اور شفاعت کریں جو قبول کی جائے گی۔ میں عرض گزار ہوں گا۔ اے پروردگار! میری امت' میری امت! حکم ہوگا اے محمد! جائیں آپ کے جس امتی کے دل میں جو یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے اس کو جہنم سے نکال لیں۔ پھر تیسری بار بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا' اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا' مجھے کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھائیں کہیں آپ کی بات سنی جائے گی' سوال کریں عطا کیا جائے اور شفاعت کریں جو قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! میری امت! میری امت! اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا جس کے دل میں رائی کے ادنیٰ دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے جہنم سے نکال لیں۔ میں جاؤں گا ایسا ہی کروں گا۔ پھر چوتھی بار سجدہ ریز ہوں گا' اللہ کی طرف سے حکم ہوگا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں سنا جائے گا' سوال کریں عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں جو قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے پروردگار! تو مجھے اس شخص کے بارے میں اجازت دے جس نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا ہو! حکم ہوگا: میری عزت' میرے جلال میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا ہوگا میں اسے جہنم سے نکال لوں گا۔ (سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث ۱۱۲۴۳)

اقسام شفاعت:

قیامت کے دن امت کے حق میں جو شفاعت کی جائے گی' اس کی متعدد اقسام ہیں۔ ابن عطیہ کے مطابق شفاعت کی مشہور دو اقسام ہیں:

(i) شفاعت عامہ

(ii) گناہگاروں کے حق میں شفاعت' یہ شفاعت دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ علماء بھی کریں گے۔

علامہ نقاش کے مطابق شفاعت کی تین اقسام ہیں:

۱- شفاعت کبریٰ

۲- دخول جنت کے لیے شفاعت کرنا

۳- گناہ کبیرہ کے مرتکب لوگوں کے حق میں شفاعت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: اس دعوت کاملہ اور کھڑی ہونے والی نماز کے پروردگار! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جنت میں اعلیٰ درجہ اور فضیلت عطا کر اور انہیں مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے' تو اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہوگی۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۴۷۱۹)

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق شفاعت کی پانچ اقسام ہیں:

(i) شفاعت عامہ

(ii) ایک جماعت کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کے لیے شفاعت کرنا

(iii) وہ گناہگار امتی جو ارتکاب معصیات کے سبب دوزخ کے حقدار قرار پا چکے ہوں گے ان کے بارے میں شفاعت تاکہ وہ عذاب سے رہائی پا کر جنت میں داخل ہو سکیں۔

(iv) وہ لوگ جو گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء علیہم السلام، ملائکہ اور نیکوکار مسلمانوں کی شفاعت کے سبب دوزخ سے نکالے جائیں گے۔

(v) اہل جنت کے درجات میں اضافہ کے لیے شفاعت کرنا۔

3063 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّسِتُّونَ نُصُبًا فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْعَنُهَا بِمِخْصَرَةٍ فِي يَدِهِ وَرُبَّمَا قَالَ بِعُوْدٍ وَّيَقُوْلُ (جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا) جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

فی الباب: وَفِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ میں موجود چھڑی کے ذریعے انہیں توڑنا شروع کیا۔ (راوی نے بعض اوقات لفظ "عود" استعمال کیا ہے)۔

نبی اکرم ﷺ یہ پڑھ رہے تھے:

"حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے والی چیز ہے"

آپ ﷺ نے یہ آیت بھی تلاوت فرمائی:

"حق آ گیا اور باطل نہ تو آغاز میں کچھ کر سکتا ہے اور نہ ہی دوبارہ سے کر سکتا ہے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی حدیث منقول ہے۔

3063۔ اخرجه البخاری (۱۴۵/۵): کتاب المظالم: باب: هل تکسر الدنان التی فیها خمر او تخرق الزقاق ؟، حدیث (۲۴۷۸)، اطرافه فی حدیث (۴۲۸۷، ۴۷۲۰)، و مسلم (۱۴۰۸/۳): کتاب الجهاد و السیر: باب: ازالة الاصنام من حول الکعبة، حدیث (۱۷۸۱/۸۷)، و احمد (۳۷۷/۱)، و الحمیدی (۴۶/۱)، حدیث (۸۶)۔

شرح

حق کا غالب آنا اور باطل کا مٹ جانا:

ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○ (بنی اسرائیل:۸۱)

آپ فرمادیں! حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل مٹنے والا تھا''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ حق و اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور باطل یعنی کفر ختم ہو جائے گا یا مغلوب ہو جائے گا۔ یہ آیت مکہ معظمہ کے حالات کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور اس کا عملی مظاہرہ فتح مکہ کے موقع پر ظاہر ہوا۔ اہل مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی تھی اور کعبہ میں کفار کی طرف سے نصب شدہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے گر گئے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ترجمان حق پر یہی الفاظ تھے:

(قُلْ) جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

بعض روایات کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں چھڑی تھی جو بتوں کو مارتے اور وہ گرتے جاتے تھے اس طرح تمام بت گر گئے اور زبان مبارک پر یہی آیت تھی۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مکروہ و ناپسند چیز کا توڑنا واجب ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ محض ذوق کی تکمیل کے لیے اہل خانہ، احباب، اساتذہ اور مشائخ وغیرہ کی تصاویر اتارنا یا اتروانا گناہ نہیں ہے، پھر انہیں گھر میں نمایاں حیثیت سے رکھنا یا دیواروں پر لٹکانا بھی جائز نہیں ہے۔

افسوس! صد افسوس! ہمارے ہاں چھپنے والے اکثر اشتہارات خواہ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں یا محفل نعت خوانی کے یا اولیاء کرام کے اعراس کے ہوں یا مدارس کے سالانہ پروگرام کے ہوں وہ مشائخ و علماء قرأ و نعت خوان حضرات اور ممتاز شخصیات کی تصاویر سے مزین ہوتے ہیں۔ کاش علماء کرام اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے منصب عالی کے مطابق اصلاح فرمائیں اور ایسی خرافات سے معاشرے کو پاک و صاف کرنے کی کوشش فرمائیں۔

3064 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ قَابُوسَ بْنِ اَبِىْ ظَبْيَانَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ (وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

3064۔ اخرجه احمد (۲۲۳/۱)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے۔ پھر آپ ﷺ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا اور آپ ﷺ پر یہ آیت نازل کی گئی:

''تم یہ کہو: اے میرے پروردگار! تو مجھے سچائی کی جگہ داخل کر اور سچائی کی جگہ سے نکال اور اپنی طرف سے میرا طاقتور مددگار پیدا کر دے''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

بوقت ہجرت مژدہ جانفزاء:

ارشاد ربانی ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا○

(بنی اسرائیل:۸۰)

''اور آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے پروردگار! تو مجھے سچائی کے راستہ میں داخل کر اور مجھے سچائی کے راستہ سے نکال اور تو اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا کر جو میرے لیے معاون ثابت ہو''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں بھی مکہ مکرمہ کے حوالے سے مضمون بیان ہوا ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت اور دشمن کے مظالم سے بچنے کا وقت قریب آ چکا ہے، یہ ہجرت کلی نہیں ہے بلکہ جزوی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اس میں تشریف لائیں گے۔ دخول سے مراد مکہ میں دخول اور خروج سے مراد مکہ سے خروج ہے۔ دخول کو خروج پر مقدم کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ مکہ میں دوبارہ آمد خروج کی طرح یقینی ہے۔ تاریخ اعلان کر رہی ہے کہ یہ دعا حرف بحرف پوری ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی تو اہل مدینہ نے آپ کا خوب استقبال کیا، آٹھ سال تک جنگ وجدال کا بازار گرم رہنے کے بعد آپ فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے پھر دس سال تک اسلام کو ایسی سیاسی قوت حاصل ہوگئی کہ جزیرۃ العرب میں کوئی قوت ایسی نہیں تھی جو مسلمانوں سے آنکھوں میں آنکھیں ملا سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا اللہ تعالیٰ کے دستور کے تابع ہونا:

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو آپ کا استقبال اور مسلمانوں کا جذبہ دیکھ کر یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرنے لگے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہا: اے ابوالقاسم! انبیاء کا مقام ملک شام ہے، اکثر انبیاء وہیں جلوہ گر ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مسکن بھی وہاں تھا اور اگر آپ بھی وہاں چلے جاتے ہیں تو ہم بھی آپ کی پیروی کریں گے اور آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ وہاں جانے میں محض رومیوں کی مخالفت سے آپ ڈرتے ہیں۔ اگر آپ اللہ

تعالیٰ کے واقعی رسول برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو رومیوں سے محفوظ رکھے گا۔ یہود کی اس گفتگو کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر ملک شام روانہ ہونے کے یہ مقام ذوالحلیفہ پر پہنچے کیونکہ آپ کی خواہش تھی کہ یہود اسلام میں داخل ہو جائیں۔ تاہم اس موقع پر یہ آیت نازل ہوگئی جس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

3065 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِي زَائِدَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِي هِنْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَتْ قُرَيْشٌ لِيَهُوْدَ اَعْطُوْنَا شَيْئًا نَسْاَلُ هٰذَا الرَّجُلَ فَقَالَ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ قَالَ فَسَاَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي وَمَا اُوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا) قَالُوْا اُوْتِيْنَا عِلْمًا كَثِيْرًا اُوْتِيْنَا التَّوْرَاةَ وَمَنْ اُوْتِيَ التَّوْرَاةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا فَاُنْزِلَتْ (قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، قریش نے یہود سے کہا: تم ہمیں کوئی چیز بتاؤ! جس کے بارے میں ہم ان صاحب سے سوال کریں تو انہوں نے کہا: تم ان سے روح کے بارے میں دریافت کرو۔ انہوں نے آپ ﷺ سے روح کے بارے میں دریافت کیا: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"لوگ تم سے روح کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تم یہ فرما دو! روح میرے پروردگار کے امر کا نتیجہ ہے اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"

تو انہوں نے کہا: ہمیں تو بہت زیادہ علم دیا گیا ہے۔ تورات دی گئی ہے اور جس شخص کو تورات دی گئی ہو اس شخص کو بہت زیادہ بھلائی دی گئی تو یہ آیت نازل کی گئی۔

"تم یہ فرما دو! اگر سمندر میرے پروردگار کے کلمات کے لیے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائے گا۔"

یہ آیت کے آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3066 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ اَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرْثٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّاُ عَلٰى عَسِيْبٍ

3065۔ اخرجه احمد (۱/۲۵۵)۔

3066۔ اخرجه البخاری (۱/۲۷۰): کتاب العلم : باب: قوله (و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا)، حدیث (۱۲۵) و اطرافه من (۴۷۲۱، ۷۲۹۷، ۷۴۵۶، ۷۴۶۲): کتاب صفات المنافقین و احکامهم، باب: سوال الیهود النبی صلی اللہ علیه وسلم عن الروح و قوله تعالیٰ: ويسئلونك عن الروح) (الاسراء: ۸۵)، الآية، حديث (۲۷۹۴/۳۲)، و احمد (۱/۳۸۹/۴۴۴)۔

فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ سَأَلْتُمُوْهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوْهُ فَإِنَّهُ يُسْمِعُكُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ فَقَالُوْا لَهُ يَا أَبَا الْقَاسِمِ حَدِّثْنَا عَنِ الرُّوْحِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً وَّرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَآءِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُوْحَى إِلَيْهِ حَتّٰى صَعِدَ الْوَحْيُ ثُمَّ قَالَ (الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا)

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ کے کھیت سے گزر رہا تھا، نبی اکرم ﷺ اپنی لاٹھی کے ذریعے ٹیک لگا کر چل رہے تھے۔ آپ ﷺ کا گزر کچھ یہودیوں کے پاس سے ہوا۔ انہوں نے کہا: اگر تم ان سے سوال کرو (تو ٹھیک رہے گا) تو کسی نے کہا: تم ان سے سوال نہ کرو' کیونکہ وہ تمہیں کوئی ایسا جواب دے سکتے ہیں' جو تمہیں پسند نہ آئے' تو ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: اے ابوالقاسم! آپ ہمیں روح کے بارے میں بتائیں۔ نبی اکرم ﷺ کچھ دیر کے لیے کھڑے رہے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھالیا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب وحی مکمل ہوگئی' تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

''روح میرے پروردگار کے اَمر کا نتیجہ ہے' اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مشرکین اور یہود کا روح کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہونا:

(الف) وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۸۵)

(ب) قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝ (الکہف: ۱۰۹)

(الف) اور وہ (یہود و مشرکین) آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ فرمادیں کہ روح میرے پروردگار کا امر ہے اور تم اس بارے میں بہت کم علم دیے گئے ہو''۔

(ب) آپ فرمادیں کہ اگر میرے پروردگار کی تعریف لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے پروردگار کی تعریف مکمل نہیں ہوگی کہ اس سے قبل سیاہی ختم ہو جائے گی' خواہ اس کی مثل سیاہی اور لائی جائے''۔

ان آیات کا شان نزول احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ مشرکین مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت معلوم کرنے کے لیے باہم مشاورت کی جس میں یہ فیصلہ کیا کہ جس کلام کو آپ کلام الٰہی قرار دیتے ہیں' اس کا بھی جائزہ لیا جائے۔ چونکہ وہ خود تو معارف انبیاء سے ناواقف تھے لیکن انہوں نے اسی ارادہ سے ایک وفد مدینہ روانہ کیا۔ وفد نے علماء یہود سے رابطہ کیا جنہوں نے انہیں تین سوالات سکھائے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں تو دو سوالوں کے جواب دیں گے لیکن ایک

سوال کا جواب نہیں دیں گے۔ اگر آپ نبی برحق نہیں ہیں تو سب سوالات کے جوابات دیں گے یا کسی کا جواب بھی نہیں دیں گے۔
وہ تین سوال یہ تھے:

(۱) قدیم زمانہ کے ان نوجوانوں کے احوال بتائیں جو وقت کے بادشاہ سے خوفزدہ ہو کر ایک غار میں جا چھپے تھے؟

(۲) اس بادشاہ کے حالات بیان کریں جس نے مشرق و مغرب کا سفر کیا تھا؟

(۳) روح کی حقیقت بیانِ کریں؟ یہ وفد علماء یہود سے یہ تین سوالات سیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تینوں سوالات پیش کیے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ پہلے دو سوالات کے جوابات سورہ کہف میں دیے گئے ہیں جبکہ تیسرے سوال کا جواب سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت میں دیا گیا ہے۔ بتایا یہ گیا ہے کہ یہ لوگ روح کی حقیقت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو آپ انہیں جواب میں فرما دیں کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے' جس کے بارے میں تمہیں نہایت قلیل علم دیا گیا ہے۔ وہ قلیل یہی ہوسکتا ہے کہ جب روح جسم سے جدا ہوتی ہے' تو تم صاحب روح چیز کو مردہ قرار دے دیتے ہو۔ محض اتنا علم زمین و آسمان اور باطنی حقائق کو معلوم کرنے کے لیے کافی نہیں ہوسکتا۔

اس آیت کے آخر میں یہود پر یہ چوٹ کی گئی ہے کہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ہم حاملان تورات ہیں اور تورات معارف وعلوم کا سرچشمہ ہے' لہٰذا ہم بھی علوم و معارف کے جامع ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ بھی جہالت ہے' لہٰذا ہم بھی علوم و معارف کے جامع ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ جہالت پر مبنی ہے' کیونکہ تورات علوم ربانی کے مقابلہ میں ایک ذرہ بھی نہیں ہے' پھر ایسے تمام علوم کا سرچشمہ قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

روح کا معنی و مفہوم:

لفظ "روح" قرآن وحدیث میں کئی بار استعمال ہوا ہے۔ اس کا اطلاق ہر اس جسم پر ہوسکتا ہے' جس کے ساتھ حیات یا جسم قائم ہے۔ علاوہ ازیں روح کا اطلاق وحی' قرآن' جبرئیل اور رحمت پر بھی ہوتا ہے۔

علامہ ابوبکر انباری کے مطابق روح اور نفس دونوں ایک چیز کے دو نام ہیں لیکن لفظ روح مذکر اور لفظ نفس مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ فراط کے مطابق روح سے مراد وہ چیز ہے' جس وجہ سے انسان زندہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اس کا علم نہیں رکھتا۔ ابوالہیثم کے مطابق روح انسان کے سانس کا نام ہے اور جب سانس ختم ہو جائے تو انسان ختم ہو جاتا ہے جبکہ آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں پھر بند کر دی جاتی ہیں۔

جمہور کا مؤقف ہے کہ روح کا معنی معلوم ہے:

(۱) وہ خون ہے (۲) وہ جسم لطیف ہے اور اس کے اعضاء ہوتے ہیں۔

اشعری کے مطابق روح وہ سانس ہے جو آ رہا اور جا رہا ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ حیات ہے۔ علامہ میر سید شریف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق روح لطیف چیز ہوتی ہے۔ جو علم وادراک حاصل ہوتا ہے' وہ عالم امر سے نازل ہوئی ہے اور حیوان پر سوار ہوتی ہے جبکہ عقول اس کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہوتی ہیں۔

روح کی موت کا مسئلہ:

کیا روح پر موت کا تسلط ہوتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا مؤقف ہے کہ روح پر بھی موت طاری ہوتی ہے' کیونکہ ہر چیز نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور روح بھی ایک چیز ہے' لہٰذا اس کو بھی موت آئے گی۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ○ (الرحمٰن: ۲۶ تا ۲۷)

''ہر وہ چیز فنا ہونے والی ہے جو زمین میں موجود ہے۔ صرف آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہے گی''۔

۲- كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط (القصص: ۸۸)

''اس کے چہرے (ذات) کے سوا ہر چیز ہلاک ہو جائے گی''۔

جب فرشتوں پر بھی موت کا تسلط ہوگا تو روح پر بھی موت کا آنا یقینی امر ہے۔

جمہور علماء کا نقطہ نظر ہے کہ روح پر موت کا تسلط نہیں ہوگا' کیونکہ روح کو پیدا ہی بقاء کے لیے کیا گیا ہے۔ موت فقط اجسام وابدان پر طاری ہوتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں یہ مضمون گزرا ہے کہ موت کے بعد جب ارواح اور اجسام کا تعلق دوبارہ قائم ہوگا تو اس پر عذاب وثواب مرتب ہوگا جو مستقل اور دائمی ہوگا۔ اگر ارواح پر بھی موت کا تسلط ہوتا تو ان پر دائمی عذاب وثواب مرتب ہونے کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ لا وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(آل عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۰)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے تم ہرگز انہیں مردہ گمان نہ کرو' بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں ان کے پروردگار کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل سے خوش ہیں۔ اور وہ ان لوگوں کے بارے میں بھی اظہار مسرت کر رہے ہیں جو ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے' اس لیے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

موت کا مطلب یہ ہے کہ ارواح کا ابدان سے الگ ہو جانا' اجسام کا موت کا مزہ چکھنا یہی ہے' تو ارواح پر بھی موت طاری ہو جاتی ہے۔ اگر اس کے علاوہ موت کا مفہوم ہے یعنی ارواح کا معدوم ہو جانا تو یہ درست نہیں ہے' کیونکہ ارواح کے لیے عدم نہیں ہے۔ (الروح ص ۴۳)

روح کے حادث ومعدوم ہونے کا مسئلہ:

کیا روح حادث ومعدوم ہوتی ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ بھی علماء کے ہاں مختلف فیہ ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ روح قدیم وغیر حادث ہے' امر الٰہی ہے اور غیر مخلوق ہے۔ جس طرح قدرت' سمع اور بصر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہونے اور اس کی صفات ہونے

کی وجہ سے قدیم وغیر مخلوق اور غیر حادث ہیں' اسی طرح روح کی حیثیت اس سے مختلف نہیں ہے۔

صحیح ترین مؤقف یہ ہے کہ روح حادث و مخلوق ہے' اس کے کثیر دلائل ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (الانعام:۱۰۲) "اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے"۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز مخلوق ہے اور جو چیز مخلوق ہو وہ حادث و معدوم ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ روح مخلوق اور حادث ہے۔

۲- رب کائنات نے حضرت زکریا علیہ السلام سے فرمایا:

وَّ قَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا ○ (مریم:۹)

"میں اس سے قبل آپ کو پیدا کر چکا ہوں جبکہ آپ کوئی چیز نہیں تھے"۔

یہ گفتگو روح اور جسم دونوں سے کی گئی ہے' کیونکہ جسم میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہے کہ وہ بات کو سمجھ سکے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اس سے قبل حضرت زکریا علیہ السلام کی روح موجود نہیں تھی۔

۳- ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ○ (الدھر:۱)

"انسان پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ وہ کوئی بھی چیز نہیں تھا"۔

۴- وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (صٰفٰت:۹۶)

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا"۔

اگر روح بالفرض قدیم یا قابل ذکر چیز ہوتی تو یقیناً اس کا وجود پہلے سے موجود ہوتا۔

جسم سے جدا ہونے کے بعد روح کا مسکن:

جب موت کے سبب روح اور جسم کا تعلق ختم ہو جاتا ہے' تو روح کا مستقر و مسکن کیا ہے؟ یہ مسئلہ بھی علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے چند مشہور ترین درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: مومنوں کی ارواح اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت میں ہوں گی خواہ وہ شہید ہوں یا غیر شہید' بشرطیکہ ارتکاب کبائر یا قرض اسے داخل ہونے سے روک نہ لے۔

۲- ارواح جنت کے صحن میں دروازے کے پاس ہوں گی' ان کے پاس جنت کا رزق اور خوشبو آتے ملے گی۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: روح آزاد ہوتی ہے جہاں چاہے آ جا سکتی ہے۔

۴- ایک جماعت کا نقطہ نظر ہے: ارواح قبروں کے صحنوں میں ہوں گی۔

۵- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مسلمانوں کی روحیں جنت میں ہوں گی اور کفار کی ارواح جہنم میں ہوں گی۔

۶- حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفار کی ارواح ساتویں زمین کے نیچے سجین میں ہوتی ہیں اور مومنوں کی ارواح

ساتویں آسمان پر مقام علیین میں ہوتی ہیں۔

۷- ایک جماعت نے کہا: مومنوں کی ارواح حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں طرف ہوں گی اور کافروں کی ارواح حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب ہوں گی۔

۸- مسلمانوں کی ارواح چاہ زمزم ہوں گی اور کفار کی ارواح قبور میں مقید ہوں گی۔

نفس اور روح میں فرق:

کیا نفس اور روح دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا ان میں فرق بھی ہے؟ اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا مؤقف ہے کہ لفظ نفس کا اطلاق روح اور جسم کے مجموعہ پر ہوتا ہے اور فقط روح پر بھی۔ اس کا اطلاق روح اور جسم کے مجموعہ پر ہو تو اس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

۱- فَتُوبُوْٓا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (البقرہ:۵۴)

''پس تم اپنے خالق کی طرف توبہ کرو اور خود اپنے آپ کو قتل کرو''۔

۲- وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ (التوبۃ:۴۱)

''اپنے مالوں اور اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرو''۔

لفظ ''نفس'' کا اطلاق محض روح پر ہو تو اس کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱- يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر:۲۷تا۲۸)

''اے مطمئن روح! تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جا' اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو''۔

۲- وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (النازعات:۴۰)

''اور جس نے روح کو خواہش سے روکا۔

۳- اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (یوسف:۵۳)

بیشک روح برائی پر ابھارنے والی ہے۔

روح کا اطلاق نہ صرف جسم پر ہوتا ہے اور نہ نفس اور جسم کے مجموعہ پر لیکن لفظ نفس کا اطلاق صرف روح یا روح اور جسم کے مجموعی پر ہو سکتا ہے۔ (الروح ص ۲۰۸)

اقسام نفس اور ان کی تعریفات:

نفس کی تین اقسام ہیں' جن کی تعریفات درج ذیل ہیں:

۱- نفس امارہ: یہ وہ روح ہے جو طبیعت کی جانب مائل کرتی ہے' شہوات حسیہ کی ترغیب دیتی ہے اور دل کو جانب تنزل کھینچتی ہے جبکہ تمام اخلاق مذمومہ کا محور ہے۔

۲۔نفس لوامہ: یہ وہ روح ہے، جس کی جبلت ظلمانی کے سبب کسی معصیت کا صدور ہوتا ہے یا غفلت کے باعث اس سے برائی کا صدور ہو جاتا ہے، جس وجہ سے وہ اپنے آپ پر ملامت کرتی ہے اور معصیت سے تائب ہوتی ہے۔

۳۔نفس مطمئنہ: یہ وہ روح ہے جو عقل و دانش کے نور سے روشن، صفات مذمومہ سے منزہ اور اخلاق حسنہ سے متصف ہوتی ہے۔

عالم خلق اور عالم امر:

غیر مسلم جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معاملہ میں استفسار کرتے تو آپ نے بروقت وحی کی روشنی میں اس طریقے سے جواب دیا کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک دفعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک کھیت سے گزر رہا تھا، آپ درخت کی شاخ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔پاس سے چند یہودی گزرے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تم ان سے روح کے بارے میں سوال کرو، اس نے جواباً کہا: تمہیں سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ دوسرے نے کہا: آپ تمہیں ایسا جواب دیں گے جو تمہیں برا محسوس نہیں ہوگا۔انہوں نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے جواب نہ دیا۔اس وقت آپ نے اپنا چہرہ انور آسمان کی طرف کیا ہوا تھا، میں محسوس کر لیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۝

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۷۲۱)

''اور وہ لوگ (یہودی) آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔آپ فرما دیں کہ روح میرے رب کا امر ہے، جس کے بارے میں تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے''۔

''میرے رب کا امر ہے'' سے مراد ہے کہ روح کا تعلق عالم خلق سے نہیں بلکہ عالم ملکوت سے ہے۔علامہ قرطبی کے مطابق روح اس امر سے متعلق ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔بعض علماء کے مطابق عالم امر وہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کسی چیز کو لفظ کن سے پیدا کرتا ہے اور عالم خلق وہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مادہ سے پیدا کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم ہونا:

کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم حاصل تھا یا نہیں؟ اس بارے میں بعض علماء نے توقف و سکوت اختیار کیا ہے لیکن جمہور علماء کا مؤقف ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم حاصل تھا۔اس سلسلہ میں چند دلائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ روح کو عذاب کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ وہ جسم میں ہوتی ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت کا علم نہیں دیا تھا، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو علم عطا کیا اور اس پر دوسروں کو مطلع کرنے کی اجازت نہ دی ہو۔(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۸، ص ۴۰۳)

۲- علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ دیا گیا ہو کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ محبوب رب العالمین اور کائنات کے سردار ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ سکھا دیا جس کا آپ کو علم نہ تھا اور یہ آپ پر رب کائنات کا فضل عظیم ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج ۲، ص ۲۰۱)

۳- حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عقل و دانش سے روح کا علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا علم ایک ایسے نور سے حاصل ہوتا ہے جو نور عقل سے بلند و اشرف ہے اور یہ نور محض علم نبوت و رسالت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس نور کا تعلق عقل کے ساتھ ایسا ہے جیسا عقل کا وہم و خیال کے ساتھ ہوتا ہے۔ (احیاء العلوم، ج ۴، ص ۱۱۲)

اللہ تعالیٰ کے علوم و معارف کا اندازہ لگانا ناممکن اور محاسن و صفات بیان کرنا محال ہونا:

یہود مدینہ کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے کہ ہمارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی جانے والی آسمانی کتاب تورات تمام علوم و معارف کا سرچشمہ ہے اور اس کا مطالعہ کرنے سے ہم تمام علوم کے حامل ہو گئے ہیں۔ اس کتاب کے علوم، علوم باری تعالیٰ کے سامنے ایسے ہیں جس طرح ایک قطرہ کی حیثیت سمندر کے سامنے ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو صاف صاف الفاظ میں سورہ کہف کی آیت نمبر ۱۰۹ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے دریاؤں اور سمندروں کی سیاہی تیار کی جائے، تمام درختوں کے قلم بنا لیے جائیں جبکہ تمام ملائکہ، جنات اور انسان اللہ تعالیٰ کے محاسن و اوصاف اور کمالات لکھنا شروع کر دیں تو تاحیات عشر عشیر بھی نہیں لکھ پائیں گے خواہ سیاہی، قلم اور لکھنے والے ان کی مثل مزید لائے جائیں۔

تیرے اوصاف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم اور قلم ٹوٹ گئے

3067 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَوْسِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفًا مُشَاةً وَّصِنْفًا رُكْبَانًا وَّصِنْفًا عَلٰى وُجُوهِهِمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَمْشُونَ عَلٰى وُجُوهِهِمْ قَالَ اِنَّ الَّذِي اَمْشَاهُمْ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوهِهِمْ اَمَا اِنَّهُمْ يَتَّقُونَ بِوُجُوهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَّشَوْكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا

3067- اخرجه احمد (۲/ ۳۵۴، ۳۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: قیامت کے دن لوگوں کو تین قسموں میں اٹھایا جائے گا' کچھ لوگ پیدل ہوں گے' کچھ سوار ہوں گے' کچھ لوگ چہروں کے بل چل رہے ہوں گے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! وہ لوگ چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جوذات ان کو پاؤں کے بل چلانے پر قدرت رکھتی ہے' وہ اس بات پر بھی قدرت رکھتی ہے کہ انہیں چہروں کے بل چلائے۔ یادرکھنا! وہ لوگ اپنے چہروں کے ذریعے بلندی اور کانٹے سے بچ کر (چلیں گے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

وہیب نامی راوی نے طاؤس کے صاحبزادے کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

3068 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا وَّتُجَرُّوْنَ عَلٰى وُجُوهِكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے' اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''تمہیں (قیامت کے دن) پیدل' سوار' چہروں کے بل چلنے کی حالت میں اٹھایا جائے گا''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

قیامت کے دن کفار کا منہ کے بل چلنا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۹۷)

اور اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت سے نوازے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو آپ اللہ کے سوا اس کا مددگار نہیں پائیں گے۔ ہم قیامت کے دن انہیں مونہوں کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے ہوں گے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے' جب وہ بجھنے لگے گی تو ہم اسے مزید بھڑکا دیں گے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ قیامت کے دن تین حالتوں میں لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے:

(۱) پیدل چلتے ہوئے

(۲) سواری کی حالت میں

(۳) مونہوں کے بل چلتے ہوئے۔

ایک صحابی نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کفار مونہوں کے بل کیسے چلیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ جس طرح پیدل چلانے پر قادر ہے اسی طرح مونہوں کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ سنو! وہ مونہوں کے بل چلیں گے لیکن ٹیلوں اور کانٹوں سے بچتے ہوئے۔

سوال: اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کفار مونہوں کے بل چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے جبکہ وہ گونگے اور بہرے بھی ہوں گے۔ دوسرے مقام پر ہے کہ قیامت کے دن وہ دیکھتے' بولتے اور سنتے ہوئے ہوں گے۔ ان کے دیکھنے پر یہ آیت دلیل ہے۔

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝ (الکہف:۵۳)

"اور مجرمین دوزخ کو دیکھیں گے تو وہ گمان کریں گے کہ وہ اس میں جھونکے جانے والے ہیں اور وہ اس سے بچنے کی صورت نہیں پائیں گے"۔

ان کے سننے کے بارے میں یہ آیت دلیل ہے:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝ (الفرقان:۱۲)

"اور جب جہنم انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور چنگھاڑنا سنیں گے"۔

ان کے بولنے پر یہ آیت دلیل ہے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ (الانعام:۲۳)

"اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے! ہم لوگ مشرک نہیں تھے"۔

جواب: (۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان کے اندھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں دیکھ پائیں گے جس کے دیکھنے سے انہیں خوشی ہو' ان کے بہرہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں سنیں گے کہ اس سے انہیں دلی طور پر خوشی ہو اور ان کے گونگا ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی بات نہیں کر پائیں گے جس سے انہیں مسرت حاصل ہو۔

(۲) وہ اللہ تعالیٰ کا جمال دیکھنے سے اندھے' اس کا کلام سننے سے بہرے اور اس کے ساتھ ہمکلام ہونے سے گونگے ہوں گے۔

(۳) کفار اس وقت اندھے' بہرے اور گونگے ہوں گے جب انہیں جہنم میں داخل ہونے کے لیے کہا جائے گا۔ اس بارے ارشاد خداوندی ہے:

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ (المومنون:۱۰۸)

''اللہ فرمائے گا اسی میں دھتکارے پڑے رہو اور مجھ سے گفتگو نہ کرو''۔

3069 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ وَيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَاَبُو الْوَلِيْدِ وَاللَّفْظُ لَفْظُ يَزِيْدَ وَالْمَعْنٰى وَاحِدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ

متنِ حدیث: اَنَّ يَهُوْدِيَّيْنِ قَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ نَسْاَلُهٗ فَقَالَ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ فَاِنَّهٗ اِنْ سَمِعَهَا تَقُوْلُ نَبِيٌّ كَانَتْ لَهٗ اَرْبَعَةُ اَعْيُنٍ فَاَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَاهُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَمْشُوا بِبَرِيْءٍ اِلٰى سُلْطَانٍ فَيَقْتُلَهٗ وَلَا تَاْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوْا مُحْصَنَةً وَّلَا تَفِرُّوا مِنَ الزَّحْفِ شَكَّ شُعْبَةُ وَعَلَيْكُمْ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ خَاصَّةً لَّا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالَا نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمَا اَنْ تُسْلِمَا قَالَا اِنَّ دَاوُدَ دَعَا اللّٰهَ اَنْ لَّا يَزَالَ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ نَبِيٌّ وَّاِنَّا نَخَافُ اِنْ اَسْلَمْنَا اَنْ تَقْتُلَنَا الْيَهُوْدُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو یہودیوں میں سے ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: تم ہمارے ساتھ ان نبی کے پاس چلو تا کہ ہم ان سے سوال کریں تو اس نے کہا: تم نبی نہ کہو کیونکہ اگر انہوں نے اس بات کو سن لیا کہ تم نے انہیں ''نبی'' کہا ہے تو وہ خوشی سے پھیل جائیں گے۔ پھر وہ دونوں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان دونوں نے نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا۔

''اور ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں عطا کی تھیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس سے مراد یہ احکام ہیں) تم کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ تم زنا نہ کرو تم اس شخص کو قتل نہ کرو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے البتہ حق کا معاملہ مختلف ہے تم چوری نہ کرو تم جادو نہ کرو تم کسی بے گناہ کو قتل کروانے کے لیے حاکم کے پاس نہ لے جاؤ تم سود نہ کھاؤ تم کسی پاکدامن عورت پر زنا کا الزام نہ لگاؤ دشمن سے مقابلے کے وقت تم راہِ فرار اختیار نہ کرو۔

شعبہ نامی راوی کو یہ شک ہے (شاید روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں)

اے یہودیوں کے گروہ! تمہارے لیے یہ خاص حکم ہے کہ تم ہفتے کے دن کے بارے میں زیادتی نہ کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں: تو ان دونوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور ان دونوں نے یہ عرض کی: ہم یہ گواہی دیتے ہیں آپ واقعی ہی نبی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: پھر تم دونوں اسلام قبول کیوں نہیں کرتے؟ ان دونوں نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی: نبی ہمیشہ ان کی اولاد میں آئے۔ ہمیں یہ اندیشہ ہے؟ اگر ہم نے اسلام قبول کر لیا تو یہودی ہمیں قتل کر دیں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو مشہور معجزات:

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ فَاسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۱۰۱)

''اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن معجزات دیئے' سو آپ بنی اسرائیل سے دریافت فرمائیں' جب ان کے پاس موسیٰ آئے تو فرعون نے موسیٰ سے کہا: اے موسیٰ! میں آپ کو ضرور جادو کیا ہوا گمان کرتا ہوں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے جانے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات کا ذکر ہے جو یہ ہیں:

(۱) عصاء موسوی (۲) ید بیضاء (۳) پانی کا سیلاب (۴) ٹڈی دل (۵) چیچڑی یا جوؤں کی کثرت (۶) مینڈک (۷) خون (۸) قحط سالی (۹) پھلوں میں کمی

اس آیت کی تفسیر جو حدیث باب میں کی گئی ہے' روشن نشانیوں سے مراد احکام ہیں۔ حدیث باب میں زبان نبوت سے بیان کردہ احکام درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا (۲) زنا کا ارتکاب نہ کرنا (۳) ناحق کسی کو قتل نہ کرنا (۴) چوری نہ کرنا (۵) جادو نہ کرنا (۶) کسی کو قتل کروانے کی سفارش نہ کرنا (۷) سود نہ کھانا (۸) کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگانا (۹) دشمن سے مقابلہ کرتے وقت راہ فرار اختیار نہ کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قرآنی معجزات:

جس طرح کرامت ولی کی ولایت کی دلیل ہوتی ہے اسی طرح معجزہ نبی کی نبوت کی دلیل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو معجزات سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیر معجزات سے نوازا تھا۔ قرآن کریم میں آپ کے جن معجزات کو بیان کیا گیا ہے' ان میں سے مشہور ترین درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر گرہ پڑ گئی تھی جس کے نتیجہ میں وہ صاف گفتگو نہ کر پاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی گرہ ختم کر دی اور وہ نہایت تسلسل و روانی سے گفتگو کرنے لگے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کی لاٹھی کو اژدھا میں تبدیل کر دیا تھا اور آپ اسے پکڑتے تو وہ لاٹھی بن جاتا تھا۔

(۳) آپ کے حکم سے آپ کی لاٹھی نے اژدھا کی شکل اختیار کر کے فرعون کے جادوگروں کی لاٹھیوں' رسیوں اور سانپوں کو نگل لیا تھا۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا دست اقدس اپنی بغل میں رکھتے تو وہ سفید ہو جاتا اور پھر اپنی پہلی حالت میں آ جاتا تھا۔

(۵) قبطیوں پر طوفان کا امڈ آنا۔

(۶) جوؤں کی کثرت۔

(۷) مینڈکوں کی کثرت۔

(۸) خون کی کثرت۔

(۹) ٹڈیوں کی کثرت۔

(۱۰) دریا کا بنی اسرائیل کو راستہ فراہم کرنا۔

(۱۱) پتھر پر لاٹھی مارنے سے چشمے پھوٹ نکلنا۔

(۱۲) پہاڑوں کا بطور سائبان سایہ آور ہونا۔

(۱۳) آپ اور بنی اسرائیل کے لیے من وسلویٰ کا نزول ہونا۔

(۱۴) آل فرعون پر پھلوں کی کمی اور قحط سالی کا عذاب مسلط ہونا۔

(۱۵) قوم کے طعام واموال کو برباد کرنا۔

(۱۶) قوم بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جن نو معجزات کی طرف اشارہ ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) قحط سالی کا تسلط ہونا (۵) پھلوں میں کمی ہونا (۵) طوفان وغرقابی (۶) جوؤں کی کثرت (۷) ٹڈیوں کی کثرت (۸) مینڈکوں کی کثرت (۹) کثرت خون۔

سوال: آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب! آپ بنی اسرائیل سے دریافت کریں اور اس سے سوال کریں! اس کا مصداق کیا ہے؟

جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وگفتگو صداقت پر مبنی ہے۔

(۲) وہ لوگ آپ پر ایمان لائیں، اعمال صالحہ کریں اور معاونت کریں۔

(۳) آپ کے حکم سے آپ کی لاٹھی نے اژدھا کی شکل اختیار کر کے فرعون کے جادوگروں کی لاٹھیوں، رسیوں اور سانپوں کو نگل لیا تھا۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا دست اقدس اپنی بغل میں رکھتے تو وہ سفید ہو جاتا اور پھر اپنی پہلی حالت میں آ جاتا تھا۔

(۵) قبطیوں پر طوفان کا امڈ آنا۔

(۶) جوؤں کی کثرت۔

(۷) مینڈکوں کی کثرت۔

(۸) خون کی کثرت۔

(۹) ٹڈیوں کی کثرت۔

(۱۰) دریا کا بنی اسرائیل کو راستہ فراہم کرنا۔

(۱۱) پتھر پر لاٹھی مارنے سے چشمے پھوٹ نکلنا۔

(۱۲) پہاڑوں کا بطور سائبان سایہ آور ہونا۔

(۱۳) آپ اور بنی اسرائیل کے لیے من وسلویٰ کا نزول ہونا۔

(۱۴) آل فرعون پر پھلوں کی کمی اور قحط سالی کا عذاب مسلط ہونا۔

(۱۵) فرآن اور اس کی قوم کے طعام واموال کو برباد کرنا۔

(۱۶) قوم بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جن نو معجزات کی طرف اشارہ ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) قحط سالی کا تسلط ہونا (۴) پھلوں میں کمی ہونا (۵) طوفان وغرقابی (۶) جوؤں کی کثرت

(۷) ٹڈیوں کی کثرت (۸) مینڈکوں کی کثرت (۹) کثرت خون۔

سوال: آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب! آپ بنی اسرائیل سے دریافت کریں اور اس سے سوال کریں! اس کا مصداق کیا ہے؟

جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وگفتگو صداقت پر مبنی ہے۔

(۲) وہ لوگ آپ پر ایمان لائیں، اعمال صالحہ کریں اور معاونت کریں۔

(۳) آپ کے زمانہ کے بنی اسرائیل ان کی اولاد ہیں جن کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم بنی اسرائیل کے مابین پیش آنے والے واقعات ومعجزات کا تذکرہ کرتے اور تسلیم کرتے تھے۔

3070 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّهُشَيْمٍ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ) قَالَ نَزَلَتْ بِمَكَّةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

3070ـ اخرجه البخارى (۲۵۷/۸): كتاب التفسير: باب: (ولاتجهر بصلاتك ولا تخافت بها) (الاسراء: ۱۱۰)، حديث (۴۷۲۲)، واطرافه في (۷۴۹۰، ۷۵۲۵، ۷۵۴۷)، ومسلم (۳۳۶/۲ ـ الابى): كتاب الصلاة: باب: التوسط من القرائة في الصلاة الجهرية بين الجهر و الاسرار اذا خاف من الجهر المفسدة، حديث (۴۴۶/۱۴۵)، و النسائى (۱۷۷/۲، ۱۷۸): كتاب الافتتاح: باب: قوله عزوجل (ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها) (الاسراء: ۱۱۰)، حديث (۱۰۱۱، ۱۰۱۲)، واحمد (۲۳/۱، ۲۱۵)، وابن خزيمة (۳۹/۳) [illegible]

وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْاٰنِ سَبَّهُ الْمُشْرِكُوْنَ وَمَنْ اَنْزَلَهُ وَمَنْ جَآءَ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ) فَيَسُبُّوا الْقُرْاٰنَ وَمَنْ اَنْزَلَهُ وَمَنْ جَآءَ بِهٖ (وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) عَنْ اَصْحَابِكَ بِاَنْ تُسْمِعَهُمْ حَتّٰى يَاْخُذُوْا عَنْكَ الْقُرْاٰنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: یہ آیت

''اور تم اپنی نماز میں اپنی آواز زیادہ بلند نہ کرو اور بالکل پست بھی نہ رکھو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی: نبی اکرم ﷺ جب بلند آواز میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے' تو مشرکین قرآن کو ''اسے نازل کرنے والی اور لانے والی ذات کو برا کہا کرتے تھے''۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''تم بلند آواز میں تلاوت نہ کرو۔''

یعنی ایسا نہ ہو کہ اس کے جواب میں وہ لوگ قرآن کو' اسے نازل کرنے والے کو اور اس کے لانے والے کو برا کہیں (اور یہ حکم بھی نازل کیا)

''اور تم بالکل پست بھی نہ رکھو۔''

یعنی ایسا نہ ہو کہ تم اپنے ساتھیوں کو بھی تلاوت نہ سنا سکو۔ (اتنی آواز رکھو) کہ وہ تم سے قرآن سیکھ سکیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3071 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا) قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ اِذَا صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْاٰنِ فَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ اِذَا سَمِعُوْهُ شَتَمُوا الْقُرْاٰنَ وَمَنْ اَنْزَلَهُ وَمَنْ جَآءَ بِهٖ فَقَالَ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ) اَیْ بِقِرَائَتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ فَيَسُبُّوا الْقُرْاٰنَ (وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) عَنْ اَصْحَابِكَ (وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''اور تم اپنی تلاوت کو اتنا بلند نہ کرو اور اسے بالکل پست بھی نہ رکھو' بلکہ درمیان کا راستہ اختیار کرو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں روپوشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ جب آپ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تھے' تو بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ مشرکین جب یہ تلاوت سنتے تھے' تو وہ قرآن کو' اسے نازل کرنے والے کو اور اسے لے کر آنے والے کو' برا کہا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا کہ تم تلاوت اتنی بلند آواز میں نہ کرو کہ وہ مشرکین کو سنائی دے اور وہ قرآن کو برا کہیں' اور اس کو بالکل پست بھی نہ رکھو کہ تمہارے

ساتھیوں تک نہ پہنچے بلکہ تم درمیان کا راستہ اختیار کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

آیت: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کا شانِ نزول:

ارشادِ ربانی ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ج وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ (بنی اسرائیل:۱۱۰)

''آپ کہہ دیں کہ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جس نام سے بھی اسے پکارو گے اس کے تمام نام اچھے ہیں۔ اور آپ نماز میں نہ بلند آواز سے قرأت کریں اور نہ پست آواز میں بلکہ ان دونوں کا درمیانہ راستہ اختیار کریں''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بلند آواز سے قرأت کرتے تو مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ، قرآن کریم، حضرت جبرائیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز سے نہیں بلکہ پست (درمیانی) آواز سے قرأت کرنے کا حکم دیا تا کہ ان کی زبان سے توہین نہ ہو۔

آیت کا شانِ نزول:

اس آیت کے شانِ نزول میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا کر رہے تھے، آپ سجدہ کے دوران کہہ رہے تھے: یا رحمٰن! یا رحیم! مشرکین مکہ نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک خدا کی دعوت دیتے ہیں لیکن اس وقت دو خداؤں کو پکار رہے ہیں۔ ہم تو صرف یمامہ کے خدا کو جانتے ہیں، اس سے ان کی مراد مسیلمہ کذاب تھی، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- ضحاک کا قول ہے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رحمٰن کا ذکر بہت کم کرتے ہیں جبکہ ہماری کتاب (تورات و انجیل) میں اس کا بکثرت ذکر ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۳- میمون بن مہران کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آغاز اسلام میں لکھا کرتے تھے۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ! اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل:۳۰) پھر آپ نے یوں لکھنا شروع کر دیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مشرکین مکہ نے کہا: رحیم کے بارے میں تو ہم جانتے ہیں لیکن رحمٰن کیا ہے؟ اس بارے میں ہمیں علم نہیں ہے تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ج۵، ص۹۸)

نماز میں بلند آواز اور پست آواز سے قرأت کرنے کے محامل ومصادیق:

آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں نہ بلند آواز سے قرآن کی قرأت کی جائے اور نہ پست آواز سے بلکہ ان دونوں کا درمیانہ راستہ اختیار کیا جائے۔ اس آیت کے محامل ومصادیق میں متعدد اقوال ہیں:

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک صحابی تشہد بلند آواز سے پڑھتے تھے' اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔

۲- مکی زندگی میں دوران نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم با آواز قرأت کرتے تو مشرکین توہین کے مرتکب ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پست آواز میں قرأت شروع کردی تو صحابہ سماعت قرأت سے محروم ہو گئے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے اس آیت کا مصداق یہ ہے کہ دن کے وقت نمازوں میں بلند آواز سے قرأت نہ کی جائے اور رات کے وقت نمازوں میں پست آواز میں قرأت نہ کی جائے۔

۴- حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی قرأت کرتے تو پست آواز سے کرتے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قرأت بلند آواز سے کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پست آواز میں قرأت کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا: میں اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہوں اور اس کو میری حاجت کا علم ہے۔ آپ سے کہا گیا: آپ بہتر کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا: میں شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کرتا ہوں۔ آپ سے بھی کہا گیا کہ آپ بھی درست کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قدرے بلند آواز سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قدرے پست آواز میں قرأت کرنے کا کہا گیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث ۱۷۲۱۱)

3072 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِي النَّجُوْدِ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِحُذَيْفَةَ ابْنِ الْيَمَانِ اَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ لَا قُلْتُ بَلٰى قَالَ اَنْتَ تَقُوْلُ ذَاكَ يَا اَصْلَعُ بِمَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ قُلْتُ بِالْقُرْاٰنِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ الْقُرْاٰنُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ مَنِ احْتَجَّ بِالْقُرْاٰنِ فَقَدْ اَفْلَحَ قَالَ سُفْيَانُ يَقُوْلُ فَقَدِ احْتَجَّ وَرُبَّمَا قَالَ قَدْ فَلَجَ فَقَالَ (سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى) قَالَ اَفَتَرَاهُ صَلّٰى فِيْهِ قُلْتُ لَا قَالَ لَوْ صَلّٰى فِيْهِ لَكُتِبَتْ عَلَيْكُمُ الصَّلٰوةُ فِيْهِ كَمَا كُتِبَتِ الصَّلٰوةُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ حُذَيْفَةُ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَابَّةٍ طَوِيْلَةِ الظَّهْرِ مَمْدُوْدَةٍ هٰكَذَا خَطْوُهُ مَدُّ بَصَرِهٖ فَمَا زَايَلَا ظَهْرَ الْبُرَاقِ حَتّٰى رَاَيَا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَوَعْدَ الْاٰخِرَةِ اَجْمَعَ ثُمَّ رَجَعَا عَوْدَهُمَا عَلٰى بَدْئِهِمَا قَالَ وَيَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّهٗ رَبَطَهٗ لِمَ اَيَفِرُّ مِنْهُ وَاِنَّمَا سَخَّرَهٗ لَهٗ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

3072- اخرجه احمد (٥/٣٨٧، ٣٩٠، ٣٩٢، ٣٩٤)، و الحميدى (١/٢١٣)، حديث (٤٤٨).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► زربن حبیش بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ نے بیت المقدس میں کوئی نماز ادا کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ میں نے کہا: جی ہاں کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ارے او گنجے! کیا تم یہ بات کہہ رہے ہو؟ تم کس بنیاد پر یہ بات کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا: قرآن کی دلیل کے ساتھ' میرے اور آپ کے درمیان (فیصلہ کرنے والی چیز) قرآن ہے' تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص قرآن سے دلیل پیش کرتا ہے وہ واقعی دلیل پیش کرتا ہے۔

(یہاں راوی نے بعض اوقات یہ الفاظ نقل کیے ہیں)

وہ کامیاب ہو جاتا ہے' تو زربن حبیش نے کہا (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وہاں نماز بھی ادا کی تھی؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر نبی اکرم ﷺ نے اس میں نماز ادا کی ہوتی' تو تم پر بھی اس (بیت المقدس) میں نماز پڑھنا لازم ہو جاتا' جس طرح مسجد حرام میں نماز پڑھنا لازم ہے۔ پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک لمبی پیٹھ والا جانور لایا گیا' جو اتنا لمبا تھا اور جہاں تک نظر جاتی تھی وہاں اس کا ایک قدم ہوتا تھا۔ پھر وہ دونوں حضرات یعنی (حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ) براق کی پشت پر رہے، یہاں تک کہ ان دونوں نے جنت' جہنم اور آخرت میں جن چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے ''ان سب کو دیکھ لیا'' پھر یہ دونوں واپس تشریف لے آئے' تو ان کی واپسی بھی اسی طرح تھی جیسے وہ دونوں گئے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا: لوگ یہ کہتے ہیں' (حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یا نبی اکرم ﷺ) نے اسے باندھ دیا تھا' تو ایسا کیوں کرنا تھا۔ کیا وہ انہیں چھوڑ کر بھاگ جاتا؟ جبکہ غیب اور شہادت کا علم رکھنے والی ذات نے اس جانور کو ان کے لیے مسخر کیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

معراج کے حوالے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا دو باتوں کا انکار کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ○ (بنی اسرائیل:۱)

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص الخاص بندے کو رات کے قلیل ترین حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

سیر کرائی' جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تا کہ آپ کو ہم اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب کا اصل موقع و محل سورہ بنی اسرائیل کا آغاز تھا جہاں معجزہ معراج بیان ہوا ہے لیکن یہاں اس روایت کا بیان کرنا شاذ قرار پائے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے دو امور کا انکار کیا ہے:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں نہ تحیۃ المسجد نماز ادا کی تھی اور نہ جاتے ہوئے یا واپسی پر انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی تھی بلکہ جیسے گئے تھے ویسے ہی یعنی براق پر بیٹھے بٹھائے واپس آ گئے تھے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں براق سے اتر کر نہ صرف خود نماز ادا کی تھی بلکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی پڑھائی تھی اور ابتداء پچاس نمازوں کا تحفہ بھی لائے تھے خواہ بار بار حاضری' عرض کرنے سے تخفیف ہونے سے پانچ نمازیں باقی رہ گئی تھیں جو آج تک مسلمان باقاعدگی سے ادا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کی تفصیل کتب احادیث میں مذکور ہے۔

(۲) دوسری چیز جس کا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دونوں براق پر سوار تھے' یہ سفر اسی طرح جاتے ہوئے اور واپسی پر طے ہوا تھا' براق سے اتر کر مسجد اقصیٰ کے پاس پتھر کے حلقہ میں اسے باندھا نہیں گیا تھا۔ یہ بات بھی حقیقت کے خلاف ہے' جس کا ذکر معتبر کتب احادیث میں موجود ہے۔ براق کی کیفیت کا بھی آپ انکار کرتے ہیں بہرحال براق کے باندھنے کا تعلق عالم اسباب کے ساتھ تھا۔ علاوہ ازیں مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کا سفر بذریعہ براق نہیں بلکہ بذریعہ سیڑھی تہہ ہوا تھا' اسی لیے اسے معراج کا نام دیا جاتا ہے۔ ان دونوں امور کے انکار کے باعث اس روایت کو شاذ قرار دیا جائے گا' کیونکہ اس روایت کو درست تسلیم کر لینے کی وجہ سے بہت سی خرابیاں لازم آئیں گی' جو ہرگز ہرگز درست نہیں سکتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

3073 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ قَالَ فَيَفْزَعُ النَّاسُ ثَلَاثَ فَزَعَاتٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَبُونَا آدَمُ فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ فَيَقُولُ إِنِّي أَذْنَبْتُ ذَنْبًا أُهْبِطْتُ مِنْهُ إِلَى الْأَرْضِ وَلَكِنِ ائْتُوا نُوحًا فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُ إِنِّي دَعَوْتُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ دَعْوَةً فَأُهْلِكُوا وَلَكِنِ اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ إِنِّي كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْهَا كَذِبَةٌ إِلَّا مَا حَلَّ بِهَا عَنْ دِينِ اللّٰهِ وَلَكِنِ ائْتُوا مُوسَى فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ إِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا وَلَكِنِ ائْتُوا عِيسَى فَيَأْتُونَ

3073- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱٤٤۰): كتاب الزهد: باب ذكر الشفاعة، حديث (٤۳۰۸)، واحمد (۳/ ۲).

عِيْسٰى فَيَقُوْلُ اِنِّىْ عُبِدْتُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا قَالَ فَيَاْتُوْنَنِىْ فَاَنْطَلِقُ مَعَهُمْ قَالَ ابْنُ جُدْعَانَ قَالَ اَنَسٌ فَكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاٰخُذُ بِحَلْقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ فَاُقَعْقِعُهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيُقَالُ مُحَمَّدٌ فَيَفْتَحُوْنَ لِىْ وَيُرَحِّبُوْنَ بِىْ فَيَقُوْلُوْنَ مَرْحَبًا فَاَخِرُّ سَاجِدًا فَيُلْهِمُنِى اللّٰهُ مِنَ الثَّنَاءِ وَالْحَمْدِ فَيُقَالُ لِىَ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَقُلْ يُسْمَعْ لِقَوْلِكَ وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِىْ قَالَ اللّٰهُ (عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) قَالَ سُفْيَانُ لَيْسَ عَنْ اَنَسٍ اِلَّا هٰذِهِ الْكَلِمَةُ فَاٰخُذُ بِحَلْقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ فَاُقَعْقِعُهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: قیامت کے دن میں تمام اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا' اور میں یہ بات غرور کے طور پر نہیں کہہ رہا میرے ہاتھ میں "لواء الحمد" ہوگا' اور یہ بات غرور کے طور پر نہیں کہہ رہا اس دن ہر ایک نبی' حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ ہر نبی' میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا' اور میں وہ سب سے پہلا فرد ہوں گا جس کے لیے زمین کو شق کیا جائے گا' اور یہ بات غرور کے طور پر نہیں کہہ رہا۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: لوگ تین مرتبہ گھبراہٹ کا شکار ہوں گے' تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے' اور کہیں گے آپ ہمارے والد ہیں۔ آپ خدا کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تو حضرت آدم علیہ السلام یہ کہیں گے: مجھ سے ایک ذنب سرزد ہوا جس کی وجہ سے مجھے زمین پر اتار دیا گیا' تم لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے' تو وہ یہ کہیں گے' میں نے روئے زمین والوں کے لیے دعائے ضرر کی جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کا شکار ہو گئے' تم لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے' تو وہ کہیں گے' میں نے تین مرتبہ خلافِ واقعہ بات کی تھی۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خلافِ واقعہ بات کی تھی اس کے ذریعے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی تائید کی تھی (حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کہیں گے) تم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ: تو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ یہ کہیں گے: میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے' تو وہ یہ کہیں گے: اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری عبادت شروع ہوگئی تھی تم لوگ حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ!

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: وہ لوگ میرے پاس آئیں گے' اور میں انہیں ساتھ لے کر چل پڑوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' یہ منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے جب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جنت کے دروازے کی کنڈی پکڑ کر اسے کھٹکھٹاؤں گا' تو دریافت کیا جائے گا: کون صاحب ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا حضرت محمد ﷺ ہیں' تو وہ لوگ میرے لیے دروازہ کھول دیں گے' اور مجھے خوش آمدید کہیں گے۔ وہ لوگ کہیں گے آپ کو خوش آمدید ہے' تو اس وقت میں سجدے میں چلا جاؤں گا اس وقت اللہ تعالیٰ حمد وثناء کے الفاظ مجھے الہام کرے گا' اور مجھ سے یہ کہا جائے گا: تم اپنا سر اٹھاؤ! مانگو' دیا جائے گا شفاعت کرو! قبول کی جائے گی اور تمہاری بات کو سنا جائے گا۔ یہ وہی "مقامِ محمود" ہے' جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ

ارشاد فرمایا ہے:

"عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔"

سفیان نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صرف یہ والا جملہ منقول ہے۔

"میں جنت کے دروازے کی کنڈی پکڑ کر اسے کھٹکھٹاؤں گا۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بعض راویوں نے اس حدیث کو ابونضرہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے طویل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

شفاعت کبریٰ کے حوالے سے ایک روایت:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ماقبل روایت کی طرح یہ روایت بھی آیت نمبر ۷۹ کے تحت آنی چاہیے تھی جہاں عطاء مقام محمود اور شفاعت کبریٰ کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس روایت کا اختصار یہ ہے کہ قیامت کے دن چار امور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا جائے گا۔

(۱) آپ اولاد آدم کے سردار ہوں گے۔

(۲) لواء حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔

(۳) آپ کی قبر انور شق ہوگی آپ سب سے قبل باہر آئیں گے۔

(۴) شفاعت کبریٰ کے مجاز آپ ہوں گے اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس کی قدرے تفصیل یوں ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب شروع نہ ہونے اور گھبراہٹ کی وجہ سے لوگ پریشان ہوں گے وہ جمع ہو کر حضرت آدم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرنے کا عرض کریں گے تاکہ حساب کتاب کا عمل شروع ہو سکے ان کی طرف سے عذر کی وجہ سے شفاعت نہ کرنے کا اعلان ہوگا۔ بالآخر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جائیں گے۔ حکم ہوگا! اے محبوب! اپنا سر اقدس اٹھائیں کہیں آپ کی بات سنی جائے گی آپ سوال کریں وہ پورا کیا جائے گا اور آپ شفاعت کریں جو قبول کی جائے گی۔ آپ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا جائے گا: اے پروردگار! جب تک میری امت کی بخشش نہیں ہوگی میں راضی نہیں ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا: اے محبوب! آپ کے جس امتی میں رائی کے ایک دانہ کے برابر ایمان ہے اسے جہنم سے نکال کر جنت میں لے جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود پر فائز کیے جائیں گے اور آپ کی شفاعت کبریٰ اہل محشر کے حق میں قبول کی جائے گی جس کا

ذکر اس آیت میں ہے:

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ

باب 19: باب سورہ کہف سے متعلق روایات

3074 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ اَنَّ مُوْسٰى صَاحِبَ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ لَيْسَ بِمُوْسٰى صَاحِبِ الْخَضِرِ قَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ سَمِعْتُ اُبَیَّ بْنَ كَعْبٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قَامَ مُوْسٰى خَطِيْبًا فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ فَسُئِلَ اَیُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا اَعْلَمُ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِیْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ اَیْ رَبِّ فَكَيْفَ لِیْ بِهٖ فَقَالَ لَهٗ احْمِلْ حُوْتًا فِیْ مِكْتَلٍ فَحَيْثُ تَفْقِدُ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهٗ فَتَاهُ وَهُوَ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ فَجَعَلَ مُوْسٰى حُوْتًا فِیْ مِكْتَلٍ فَانْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يَمْشِيَانِ حَتّٰى اَتَيَا الصَّخْرَةَ فَرَقَدَ مُوْسٰى وَفَتَاهُ فَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فِی الْمِكْتَلِ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمِكْتَلِ فَسَقَطَ فِی الْبَحْرِ قَالَ وَاَمْسَكَ اللّٰهُ عَنْهُ جِرْيَةَ الْمَآءِ حَتّٰى كَانَ مِثْلَ الطَّاقِ وَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا وَّكَانَ لِمُوْسٰى وَلِفَتَاهُ عَجَبًا فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتِهِمَا وَنُسِّیَ صَاحِبُ مُوْسٰى اَنْ يُّخْبِرَهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ مُوْسٰى قَالَ لِفَتَاهُ (اٰتِنَا غَدَآئَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا) قَالَ وَلَمْ يَنْصَبْ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِیْ اُمِرَ بِهٖ قَالَ (اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا) قَالَ مُوْسٰى (ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا) قَالَ يَقُصَّانِ اٰثَارَهُمَا قَالَ سُفْيَانُ يَزْعُمُ نَاسٌ اَنَّ تِلْكَ الصَّخْرَةَ عِنْدَهَا عَيْنُ الْحَيَاةِ وَلَا يُصِيْبُ مَاؤُهَا مَيِّتًا اِلَّا عَاشَ قَالَ وَكَانَ الْحُوْتُ قَدْ اُكِلَ مِنْهُ فَلَمَّا قُطِرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ عَاشَ قَالَ فَقَصَّا اٰثَارَهُمَا حَتّٰى اَتَيَا الصَّخْرَةَ فَرَاٰى رَجُلًا مُسَجًّى عَلَيْهِ بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوْسٰى فَقَالَ اَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا مُوْسٰى اِنَّكَ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ لَا اَعْلَمُهٗ وَاَنَا عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهٗ فَقَالَ مُوْسٰى (هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا وَّكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا) قَالَ لَهُ الْخَضِرُ (فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْاَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا) قَالَ نَعَمْ فَانْطَلَقَ الْخَضِرُ وَمُوْسٰى يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ بِهِمَا

3074- اخرجه البخاری (۲۰۲/۱): كتاب العلم: باب: ما ذكر من ذهاب موسى صلى الله عليه وسلم فی البحر الی الخضر، حديث (۷۴)، و اطرافه من (۷۸، ۱۲۲، ۲۲۶۷، ۲۷۲۸، ۳۲۷۸، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۴۷۲۵، ۴۷۲۶، ۴۷۲۷، ۶۶۷۲، ۷۴۷۸)، و مسلم (۱۸۴۷/۴): كتاب الفضائل: باب: من فضائل الخضر عليه السلام، حديث (۱۷۰/۲۳۸۰)، و ابوداؤد (۶۴۰/۲): كتاب السنة: باب: من القدر، حديث (۴۷۰۷)، و احمد (۱۱۸/۵، ۱۱۹/۱۱۸/۵، ۱۱۶، ۱۲۱)، عبد الله بن احمد (۱۱۸/۵، ۱۲۲)، و عبد بن حميد ص (۸۷)، حديث (۱۶۹).

سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمَاهُمْ اَنْ يَحْمِلُوْهُمَا فَعَرَفُوا الْخَضِرَ فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَعَمَدَ الْخَضِرُ اِلٰى لَوْحٍ مِّنْ اَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ اِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا (لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا) ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِيْنَةِ فَبَيْنَمَا هُمَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ وَاِذَا غُلَامٌ يَّلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَ الْخَضِرُ بِرَاْسِهٖ فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهٖ فَقَتَلَهُ قَالَ لَهُ مُوْسٰى (اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا) قَالَ وَهٰذِهٖ اَشَدُّ مِنَ الْاُوْلٰى (قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا اَتَيَا اَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ) يَقُوْلُ مَائِلٌ فَقَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهٖ هٰكَذَا (فَاَقَامَهُ) فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى قَوْمٌ اَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا وَلَمْ يُطْعِمُوْنَا (لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوَدِدْنَا اَنَّهُ كَانَ صَبَرَ حَتّٰى يَقُصَّ عَلَيْنَا مِنْ اَخْبَارِهِمَا قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاُوْلٰى كَانَتْ مِنْ مُّوْسَى نِسْيَانٌ قَالَ وَجَآءَ عُصْفُوْرٌ حَتّٰى وَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ ثُمَّ نَقَرَ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ مَا نَقَصَ عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا مِثْلُ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنَ الْبَحْرِ

آثارِ صحابہ: قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَّكَانَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ يَّقْرَاُ وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَّكَانَ يَقْرَاُ وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوَاهُ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ اَبَا مُزَاحِمٍ السَّمَرْقَنْدِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِيْنِيِّ يَقُوْلُ حَجَجْتُ حَجَّةً وَّلَيْسَ لِيْ هِمَّةٌ اِلَّا اَنْ اَسْمَعَ مِنْ سُفْيَانَ يَذْكُرُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ الْخَبَرَ حَتّٰى سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَّقَدْ كُنْتُ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ سُفْيَانَ مِنْ قَبْلِ ذٰلِكَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ الْخَبَرَ

◆◆ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ کہا، نوف بکالی یہ بیان کرتا ہے، بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ والے حضرت موسیٰ نہیں تھے' جو حضرت خضر رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تھے' تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے دشمن نے غلط کہا ہے۔ میں نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ

دے رہے تھے‘ تو ان سے دریافت کیا گیا: کون شخص سب سے زیادہ علم رکھتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں‘ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا کہ انہوں نے اس بات کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں کی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی: میرا ایک بندہ ایسا ہے‘ جو دو سمندروں کے ملنے کی جگہ موجود ہے اس کے پاس تم سے زیادہ علم ہے‘ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: اے میرے پروردگار! میں اس تک کیسے پہنچوں؟ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: تم ایک برتن میں مچھلی لو! جس جگہ پر تم مچھلی کو کھو دو گے وہ بندہ وہیں ہوگا‘ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام چل پڑے ان کے ساتھ ایک نوجوان ساتھی بھی تھے‘ جو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام یوسع تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی اس برتن کے اندر موجود رہی وہ اور ان کے ساتھی چلتے رہے، یہاں تک کہ یہ دونوں حضرات ایک چٹان کے پاس آئے‘ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سو گئے۔ اس دوران مچھلی نے اس برتن میں حرکت کی اور برتن سے نکل کر سمندر میں گر گئی۔ راوی بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پانی کے بہاؤ کو روک دیا یہاں تک کہ وہ ایک طاق کی مانند ہو گیا اور مچھلی کے لیے راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (دریا کی صورتحال پر) بہت حیران ہوئے۔ پھر یہ دونوں حضرات اس دن کے بقیہ حصے میں اور اس کے بعد والی رات میں چلتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کو یہ بات بھلا دی گئی کہ وہ انہیں بتائیں (مچھلی اب برتن میں موجود نہیں ہے) اگلے دن صبح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے یہ کہا: تم ہمارے کھانے کا سامان لے آؤ! ہمیں اس سفر کے دوران کافی تھکاوٹ ہو گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ کا احساس اس وقت تک نہیں ہوا تھا‘ جب تک وہ اس جگہ سے آگے نہیں نکل گئے تھے‘ جس کے بارے میں انہیں حکم دیا گیا تھا‘ تو ان کے ساتھی نے کہا (یہ الفاظ قرآن کے ہیں)

"اس نے کہا: آپ نے ملاحظہ فرمایا؟ جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے‘ تو میں مچھلی کو بھول گیا تھا اور شیطان نے مجھے یہ بات بھلا دی تھی کہ (میں اس کا تذکرہ کروں یا میں اسے یاد رکھوں) اور مچھلی نے سمندر میں حیرت انگیز طریقے سے ایک راستہ بنا لیا تھا۔"

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (اس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ہے)

"وہی تو ہم چاہتے تھے‘ پھر یہ دونوں اپنے نشانِ قدم پر واپس لوٹے"

(راوی بیان کرتے ہیں:) پھر یہ دونوں حضرات اپنے نشانِ قدم پر واپس آئے۔

سفیان نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، لوگ یہ کہتے ہیں: اس چٹان کے پاس آبِ حیات کا چشمہ ہے۔ اس کا پانی جس مردے کو لگتا ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی بیان کی ہے، اس مچھلی کا کچھ حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھا چکے تھے‘ لیکن جب اس پر اس پانی کے قطرے ٹپکائے گئے‘ تو وہ زندہ ہو گئی۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر یہ دونوں حضرات الٹے قدموں واپس چلتے ہوئے اس چٹان کے پاس آئے‘ تو وہاں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے اوپر چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے سلام کیا‘ تو وہ بولا: اس جگہ پر سلام کہاں سے آ گیا؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ اس نے دریافت کیا: بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو وہ بولا: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام! آپ کو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ایک ایسا علم عطا کیا گیا ہے، جس سے میں واقف نہیں ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا علم عطا کیا گیا ہے، جس کے بارے میں آپ نہیں جانتے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا (جس کا ذکر قرآن میں ہے)

''کیا میں آپ کی پیروی کر سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے بھی وہ علم سکھائیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی ہے، تو اس نے کہا تم میرے ساتھ صبر سے کام نہیں لے سکو گے، اور تم ایسی چیز کے بارے میں صبر کر بھی کیسے سکتے ہو؟ جس کے بارے میں آپ کو علم ہی نہ ہو، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے، اگر اللہ نے چاہا اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔''

تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے کہا:

''اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، تو آپ مجھ سے ایسی کسی چیز کے بارے میں دریافت نہیں کریں گے، جب تک میں خود اس کا آپ کے سامنے تذکرہ نہ کر دوں۔''

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں سمندر کے کنارے چل پڑے۔ ان دونوں کے پاس سے ایک کشتی گزری۔ ان دونوں نے ان سے کہا: ان دونوں کو بھی سوار کر لیں۔ وہ لوگ حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان گئے اور کسی معاوضے کے بغیر ان دونوں کو سوار کر لیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا ایک تختہ اُکھیڑ دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: ان لوگوں نے ہمیں کسی معاوضے کے بغیر سوار کر لیا ہے، اور آپ نے ان کی کشتی توڑ دی ہے (آگے کے الفاظ قرآن کے ہیں)۔

''تا کہ کشتی والوں کو ڈبو دیں۔ آپ نے بہت غلط حرکت کی ہے، تو خضر نے کہا: کیا میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر سے کام نہیں لے سکیں گے، تو موسیٰ نے کہا: آپ میرا اس چیز کے بارے میں مؤاخذہ نہ کریں جو میں بھول گیا تھا اور میرے معاملے کو پریشانی کا شکار نہ کریں۔''

پھر یہ دونوں حضرات کشتی سے اُتر گئے۔ یہ دونوں ساحل پر چلتے ہوئے جا رہے تھے۔ وہاں ایک بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑا اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے اسے جھٹکا دے کر قتل کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا (یہ الفاظ قرآن کے ہیں)

''کیا آپ نے ایک پاک صاف جان کو کسی جان کے بدلے کے بغیر قتل کر دیا ہے؟ آپ نے قابل انکار حرکت کی ہے، تو خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر سے کام نہیں لے سکیں گے۔''

نبی اکرم ﷺ یہ فرماتے ہیں: یہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ شدید (وارننگ) تھی۔

(یہاں سے قرآن کے الفاظ ہیں)

''موسیٰ نے کہا: اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا، تو پھر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے گا آپ کو میری طرف سے یہ عذر پہنچ گیا ہے، پھر یہ دونوں چلتے رہے، یہاں تک کہ یہ دونوں ایک بستی میں آئے اور

انہوں نے اس بستی والوں سے کھانے کے لیے کچھ مانگا تو ان بستی والوں نے ان دونوں کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا
ان دونوں نے وہاں ایک دیوار کو پایا جو گرنے والی تھی''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: یعنی وہ گرنے والی تھی' تو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اس طرح کیا (یعنی اسے کھڑا کر دیا) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: یہ وہ لوگ ہیں' ہم ان کے پاس آئے تھے' انہوں نے ہمیں اپنا مہمان بھی نہیں بنایا اور کچھ کھانے کے لیے بھی نہیں دیا (آگے کے الفاظ قرآن کے ہیں)

''اگر آپ چاہتے تو اس کام کا ان سے معاوضہ لے سکتے تھے' تو خضر نے کہا میرے اور آپ کے درمیان یہی فرق ہے'
اب میں آپ کو ان واقعات کی حقیقت کے بارے میں بتاؤں گا جس پر آپ صبر سے کام نہیں لے سکے تھے۔''

نبی اکرم ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے؟ ہماری تو یہ خواہش تھی کہ وہ صبر سے کام لیتے تا کہ ان دونوں کے مزید واقعات کے بارے میں ہمیں پتہ چلتا۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے: پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہوئی تھی' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی بیان کی ہے: اس دوران ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی پھر اس نے اپنی چونچ سمندر میں ڈالی تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: میرے علم اور آپ کے علم کی' اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں' وہ حیثیت بھی نہیں ہے' جو اس چڑیا (کے منہ میں آنے والے پانی کی) سمندر کے مقابلے میں ہے۔

سعید بن جبیر نامی راوی یہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی اس طرح تلاوت کیا کرتے تھے۔
''اور اس کے پار ایک ایسا حکمران ہے' جو ہر ٹھیک کشتی کو غصب کر لیتا ہے۔''
اور اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔
''جہاں تک لڑکے کا تعلق ہے' تو وہ کافر تھا۔''
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

زہری نے اس روایت کو عبید اللہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

ابو اسحاق ہمدانی راوی نے اس روایت کو سعید بن جبیر کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے شیخ ابو مزاحم سمرقندی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ وہ فرماتے ہیں، میں نے علی بن مدینی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' میں نے ایک حج صرف اس نیت سے کیا تھا کہ میں سفیان سے اس حدیث کو سنوں گا' تو میں نے سفیان کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے فرمایا: عمرو بن دینار نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے۔ میں یہ روایت اس سے پہلے بھی سفیان کی زبانی سن چکا تھا' لیکن اس وقت انہوں نے اس میں اس خبر کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

شرح

تعارف سورہ:

اصحاب کہف کے واقعہ کی وجہ سے سورہ کا نام ''سورۃ الکہف'' تجویز کیا گیا ہے۔ سورۃ الکہف مکی ہے جو بارہ رکوع' ایک سو اکیس (۱۳۱) آیات' ایک ہزار پانچ سو سڑسٹھ (۱۵۶۷) کلمات اور چھ ہزار چار سو ساٹھ (۶۴۶۰) حروف پر مشتمل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر سے ملاقات:

ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰـهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا○ (الکہف:۶۰)

''اور جب حضرت موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا: میں مسلسل چاہتا رہوں گا یہاں تک کہ میں دو سمندروں کے سنگم میں پہنچ جاؤں یا کئی سال تک چلتا رہوں''۔

اس آیت سے مشہور پیغمبر اسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلیمی سفر کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے مشہور نبی ہیں لیکن یہود نے اس واقعہ میں اپنے نبی کی قصر شان تصور کرتے اس واقعہ کو ایک فرضی موسیٰ کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ نوف بکالی ایک تابعی ہیں جو کعب احبار کی بیوی کے بیٹے تھے اور انہوں نے کعب احبار کے ہاں پرورش و تربیت پائی تھی۔ کعب احبار وہی مشہور یہود ہیں جن کو کتب سماوی پر کمال درجہ کا عبور حاصل تھا۔ نوف بکالی نے ان سے یہ بات سیکھی تھی کہ قرآن کریم میں جس موسیٰ کا واقعہ بیان ہوا ہے یہ وہ موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف آئے تھے جن کے والد کا نام عمران تھا' بلکہ یہ دوسرے موسیٰ ہیں جن کے والد کا نام میشان تھا۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نوف بکالی کی یہ بات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی تو انہوں نے سختی سے اس کی تردید کی اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حقیقت پر مبنی واقعہ تفصیلاً بیان کیا اور نوف بکالی کو اللہ تعالیٰ کا دشمن بھی قرار دیا۔ بلاخوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ نے آسمانی کتب میں تبدیلی کر کے ان کا حلیہ بدل دیا تھا اور مکمل طور پر انہیں کلام الٰہی نہیں رہنے دیا تھا۔ انہوں نے حسب معمول قرآن پر بھی حملہ آور ہونے کی ناپاک کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے' کیونکہ قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام ''عمران'' تھا۔ آپ کا پورا نسب نامہ یوں ہے: موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہت بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ جب آپ پیدا ہوئے تو والد گرامی ''عمران'' کی عمر اس وقت ستر (۷۰) سال تھی اور ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔

جب بنی اسرائیل مصر سے نکلے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر اسی (۸۰) سال تھی۔ ریان بن ولید نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزانوں کا والی بنایا تھا' وہ آپ کی دعوت پر مسلمان ہو گیا تھا' اس کی وفات کے بعد قابوس بن مصعب بادشاہ بنا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں بھی دعوت اسلام دی تھی لیکن اس نے قبول اسلام سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے بعد وہ بھی مر گیا' اس کے بعد اس کا بھائی ولید بن مصعب بن ریان بادشاہ وقت بنا' عرصہ دراز تک اس کی حکومت قائم رہی حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کا زمانہ بھی آ گیا اور یہ طویل ترین عمر اور حکومت فرعون کی تھی جس کی عمر چار سو (۴۰۰) سال تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال مقام ''تیہ'' میں ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی (۱۲۰) سال تھی۔

(۲) آپ کی عمر ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال تھی۔

حضرت یوشع بن نون کا تعارف:

وہ شخصیت جن کے پاس علوم و معارف کا فیضان حاصل کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام باذن اللہ گئے تھے' وہ حضرت یوشع بن نون تھے۔ آپ کا پورا نسب نامہ یوں ہے:

یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف بن اسحاق بن ابراھیم الخلیل علیھم السلام۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پر آپ کا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ (الکہف:۶۰) فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ (الکہف:۶۲)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے فرمایا۔ پس جب دونوں نے تجاوز کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان (شاگرد) سے فرمایا:

ان آیات میں فتیٰ سے مراد حضرت یوشع بن نون ہیں۔

قرآن کریم کی طرح احادیث مبارکہ میں بھی حضرت یوشع بن نون کا ذکر ہے' جس بارے میں چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوشع بن نون کی نبوت پر تمام اہل کتاب متفق ہیں' اس لیے کہ ایک جماعت جس کا نام ''سامرہ'' ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون کے سوا کسی کو نبی تسلیم نہیں کرتی' کیونکہ ان کی نبوت کی صراحت تورات میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ وہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے منکر ہیں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی برحق ہیں۔ تا قیامت ان پر لعنت کا نزول ہوتا رہے گا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء میں سے ایک نبی جہاد کے لیے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے اپنی قوم میں یہ اعلان کیا: میرے ساتھ جہاد میں وہ شخص روانہ نہ ہو جس کی ابھی شادی ہوئی ہو اور وہ

شب زفاف گزارنے کی خواہش رکھتا ہو نہ وہ شخص جائے جو تعمیر مکان میں مصروف ہوا بھی اس نے چھت نہ ڈالی ہو وہ شخص بھی نہ جائے جس کے پاس بکریاں ہوں یا حاملہ اونٹنیاں ہوں اور وہ ان کے بچوں کا منتظر ہو۔ نماز عصر کے وقت وہ بستی کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے سورج سے یوں کہا: تو بھی حکم کا پابند ہے اور ہم بھی حکم کے پابند ہیں۔ اے پروردگار! تو سورج کو کچھ وقت کے لیے روک لے، سورج کو روک لیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح میں کامرانی عطا کی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۱۲۴)

اس روایت میں جہاد کے لیے روانہ ہونے والے نبی سے مراد حضرت یوشع بن نون ہیں۔

نبی آخرالزمان اور معجزہ رد شمس:

اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کثیر معجزات سے نوازا، آپ کے معجزات میں سے ایک ''رد شمس'' ہے۔ آپ کے اس عظیم معجزہ کے حوالہ سے روایات کا خلاصہ یوں ہے کہ ایک سفر سے واپسی کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مقام پر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا کر کے ان کے رانوں پر سر اقدس رکھ کر آرام فرما ہو گئے۔ آفتاب حسب معمول قریب الغروب ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی غروب ہونے والے آفتاب کی طرف دیکھتے ہیں اور نماز کی ادائیگی کا فکر دامنگیر ہوتا ہے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کی طرف دیکھتے ہیں اور اس میں خلل بھی ناپسند ہے۔ اسی کشمکش میں آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چند قطرے جسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرے۔ آپ بیدار ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آنسو بہانے کی وجہ دریافت کی؟ آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے نماز عصر ادا فرمائی تھی مگر میں نے ابھی تک نماز عصر ادا نہیں کی اور سورج قریب الغروب ہے جبکہ نماز بھی ایسی فوت ہو رہی جس کی تاکید رب کائنات نے بایں الفاظ بیان کی ہے: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۔تمام نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز (نماز عصر) کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب ہونے والے آفتاب کی طرف اشارہ کیا تو وہ عصر کے وقت پر آ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی اور حسب معمول سورج غروب ہو گیا۔

سوال: یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی کہ غروب ہونے والا آفتاب انگلی کے اشارہ سے پلٹ کر عصر کے وقت پر آ جائے؟

جواب: واقعی عموماً کسی شخص سے ایسے امر کے صدور کو عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن یہاں اشارہ نبوی ہے اور آفتاب کا پلٹ کر عصر کے وقت پر آنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جبکہ معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو عقل و دانش میں نہ آ سکے۔

بعض لوگوں نے اس معجزہ نبوی کا انکار کیا ہے مگر محدثین نے اس واقعہ کو اپنی تصانیف میں درج کر کے ان کا منہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں معجزہ معراج میں بھی اس سوال کا جواب موجود ہے جو اہل فہم کے لیے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معجزہ الشمس کی تحقیق میں کشف ابلس فی حدیث رد الشمس کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔

حضرت یوشع بن نون کو فتی کہنے کی وجوہات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں مختلف آیات میں لفظ ''فتی'' استعمال ہوا ہے، اس لفظ

کے استعمال کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت یوشع بن نون رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہا کرتے تھے' آپ کی خدمت کیا کرتے تھے اور ان کے نوجوان ہونے کی وجہ سے لفظ ''فتیٰ'' استعمال کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں اس لفظ سے مراد نوجوان ہوتا ہے۔

۲- حضرت یوشع بن نون رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد تھے جو حصول علم اور خدمت کے لیے ہمہ وقت حاضر رہا کرتے تھے' اس لیے انہیں ''فتیٰ'' کہا گیا ہے۔ بہر حال وہ آزاد تھے۔

۳- وہ خادم غلام کے قائمقام ہونے کی وجہ سے فتیٰ کہلاتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ (یوسف:۶۲)

''اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خدام سے فرمایا: تم ان کی پونجی ان کی بوریوں میں رکھ دو''۔

حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف:

حضرت خضر علیہ السلام کے نام میں چار اقوال ہیں:

(۱) للیا (۲) خضرون (۳) ازمیاہ (۴) اللیسع

آپ کا لقب ''خضر'' ہے اور اس لقب سے ملقب ہونے کی چار وجوہات ہیں:

(۱) آپ جہاں بیٹھتے وہاں خشک گھاس ہری ہو جاتی تھی۔

(۲) آپ جب نماز ادا کرتے تو اطراف کی جگہ سبز ہو جاتی تھی۔

(۳) جب زمین پر بیٹھتے تو زمین میں سبزہ اگ آتا تھا۔

(۴) جب آپ سفید پوستین پر نماز ادا کرتے تو نیچے سے سبزہ اگنا شروع ہو جاتا تھا۔

آپ کی کنیت ابوالعباس تھی۔

سوال: کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی تھے؟

جواب: اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء انہیں ولی قرار دیتے ہیں لیکن جمہور علماء کے نزدیک نبی ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے جب ایک لڑکے کو قتل کر دیا تو فرمایا: وما فعلتهٗ عن امری ۔ یہ کام میں نے اپنی رضی سے نہیں کیا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا یہ عمل وحی سے متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا۔ وحی محض نبی کی طرف اتر سکتی ہے اور غیر نبی کی طرف وحی نہیں آتی۔ علاوہ ازیں تکوینی امور میں حضرت خضر علیہ السلام کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تھا' یہی وجہ ہے کہ اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس گئے تھے۔ یہ بات درست نہیں ہے کہ کسی معاملہ میں غیر نبی کا علم نبی کے علم سے زائد ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات:

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خاص حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم ہوا کہ آپ فیضان عرفان حاصل کرنے کے لیے خضر علیہ السلام کے پاس جائیں۔ چنانچہ حکم الٰہی کی بجا آوری میں آپ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ اس

بارے میں بخاری شریف میں ہے کہ ان دونوں نے وہاں حضرت خضر علیہ السلام کو سمندر کے وسط میں ایک سبز جزیرہ میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اس کا ایک پلو ان کے سر کے اوپر تھا اور دوسرا پیروں کے نیچے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے چادر سے اپنا چہرہ نکال کر کہا: ہماری زمین میں سلامتی کہاں ہے؟ پھر اپنا سر بلند کر کے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا: اے بنی اسرائیل کے نبی علیہ السلام! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ میں اس شرط پر آپ کی اتباع کروں کہ آپ مجھے اللہ کا دیا ہوا علم سکھا دیں۔ پھر وہ دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۷۲۶)

حیات خضر کا مسئلہ:

کیا حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بعض علماء کرام ان کی حیات کا انکار کرتے ہیں اور جمہور کا مؤقف ہے کہ آپ حیات ہیں تا قیامت زندہ رہیں گے۔ تا قیامت ان کی زندگی کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی حیات کے بارے میں دعا کی تھی۔

(۲) آپ نے آب حیات نوش کیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ یہ خضر ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی دو بیویاں ہیں: ایک سیاہ اور ایک سفید یعنی ایک رات اور ایک دن۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، صحابہ کرام جمع تھے ایک شخص آیا جس کی داڑھی طویل تھی مہندی سے رنگین تھی۔ جسم گورا بھاری تھا۔ لوگوں سے گزرتا ہوا صحابہ کے درمیان میں کھڑا ہو گیا پھر کہا: ہر مصیبت میں تعزیت کریں، ہر جانے والی چیز کا عوض ہے، ہر جانے والے کا خلیفہ ہے اور تم اللہ کی طرف توجہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائش میں دیکھتا ہے اور مصیبت زدہ وہ آدمی ہے جس پر جبر کیا جائے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو بتایا یہ شخص حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

ابن عساکر کی روایت کے مطابق حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام ہر سال بیت المقدس میں روزے رکھتے ہیں، باقاعدگی سے ہر سال حج کرتے ہیں اور بکثرت آب زمزم نوش کرتے ہیں جو آئندہ سال تک کافی ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام دونوں ہر سال حج کرتے ہیں، باہم ملاقات کرتے ہیں، ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں اور یہ الفاظ کہتے ہوئے الگ ہو جاتے ہیں:

ماشاء اللّٰه لایسوق الخیر الا اللّٰه ماشاء اللّٰه لاحول ولا قوة الا باللّٰه

ابن عساکر کی روایت کے مطابق خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک میت پر نماز جنازہ پڑھانے لگے تو اچانک ہاتف غائب نے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے ہم سے پہلے نماز نہ پڑھنا۔ یہ بات سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

توقف کیا حتیٰ کہ وہ شخص صفوں کو عبور کرتا ہوا صف اول میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کا آغاز کرتے ہوئے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ ہاتف غائب نے بآواز بلند کہا: ''اگر تو اس کو عذاب دے تو لوگوں نے تیری نافرمانی کی ہے اور اگر تو اسے معاف کر دے تو یہ تیری رحمت کا محتاج ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے اس شخص کی طرف دیکھا' جب قبر پر مٹی ڈالی گئی تو اس نے یوں کہا: اے قبر والے! اگر تو راستہ میں گری ہوئی چیز کا اعلان کرنے والا یا ٹیکس وصول کرنے والا یا خازن یا کاتب یا سپاہی نہیں تھا تو تیرے لیے خوشخبری ہے''۔ یہ بات سن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو طلب کیا' تا کہ ہم ان سے نماز اور اس گفتگو کے بارے میں استفسار کریں۔ اسے تلاش کرنے سے وہ شخص اچانک غائب ہو گیا اور اس کے پاؤں کے نشانات ایک ایک ہاتھ کے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! یہ شخص وہ تھا جس کے بارے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا یعنی حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

فائدہ نافعہ: حضرت خضر علیہ السلام علمی محافل' دینی مدارس' خانقاہوں اور سمندر کے کناروں پر دیکھے گئے ہیں یعنی انہیں دینی وعلمی مشاغل سے خاص انس ومحبت ہے۔

3075 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَبَّاسِ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ الْغُلَامُ الَّذِىْ قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ يَوْمَ طُبِعَ كَافِرًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''وہ لڑکا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ فطری طور پر کافر تھا''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے لڑکے کا کافر ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۝ (الكهف:٨٠)

''اور لڑکا کہ اس کے والدین مومن تھے پس ہمیں یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ ان کو نافرمانی اور کفر میں مبتلا کر دے گا''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں جو لڑکا ہلاک ہوا تھا' وہ نافرمان وکافر تھا

3075۔ اخرجه مسلم (٤/٢٠٥٠): كتاب القدر: باب: معنى كل مولود يولد على الفطرة و حكم موت اطفال الكفار و اطفال المسلمين، حديث (٢٩/٢٦٦١)، و ابوداؤد (٢/٦٣٩): كتاب السنة: باب: من القدر، حديث (٤٧٠٥، ٤٧٠٦)، و عبد الله بن احمد (٢/٣١٢، ٣١٨).

جبکہ اس کے والدین نیک اور مسلمان تھے۔ اس بات کا قوی امکان تھا کہ لڑکا اپنے والدین کی نافرمانی کرے گا' انہیں پریشان کرے گا یا انہیں گمراہ کرے گا۔ لہٰذا آپ نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں وہ لڑکا کافر تھا' اگر زندہ رہتا تو اپنے والدین کو بھی کافر یا اللہ تعالیٰ کا باغی بنا دیتا۔ تاہم آپ نے والدین کے لیے نرینہ اور نیک اولاد کی دعا بھی کر دی تھی تاکہ صالح اولاد کا جو مقصد ہوتا ہے' اس کی تکمیل ہو سکے۔

ایک روایت کے مطابق وہ لڑکا کافر تھا جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے پکڑ کر زمین پر گرایا پھر چھری سے اسے ذبح کر دیا اور وہ لڑکا ابھی بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔

ترمذی کی روایت کے مطابق دونوں سمندر کے کنارے کشتی سے اترے' حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھا' اپنے ہاتھ سے اس کا سر پکڑا اور اس کی گردن جسم سے اکھاڑ دی۔ (جامع ترمذی' رقم الحدیث ۳۱۴۹)

بعض علماء کا خیال ہے کہ وہ لڑکا بالغ تھا جو دو بستیوں کے درمیان ڈاکے ڈالتا تھا جبکہ اس کا باپ ایک بستی کا رئیس تھا اور والدہ دوسری بستی کی رئیسہ تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو پکڑتے ہی زمین پر گرالیا اور اس کی گردن جسم سے جدا کر دی تھی۔

اس لڑکے کے نام میں دو قول ہیں:

(۱) اس کا نام شمعون تھا۔

(۲) اس لڑکے کا نام حیسون تھا۔

سہیلی کے مطابق اس کے باپ کا نام ازیر تھا اور اس کی والدہ کا نام سھوی تھا۔ وہب کے مطابق اس لڑکے کے باپ کا نام سلام اور ماں کا نام رحمی تھا۔ وہ نابالغ لڑکا تھا' یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے معصوم قرار دیا تھا۔ قرآن کریم میں اس لڑکے کے لیے لفظ "غلام" استعمال ہوا ہے اور اہل عرب کے ہاں عموماً اس کا اطلاق نابالغ لڑکے پر ہوتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشف کے ذریعے اس کا کفر معلوم کر لیا تھا اور اس کے دل پر کفر کی مہر لگی ہوئی تھی۔ ایک قول کے مطابق اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کو کفر میں مبتلا کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے علاوہ نابالغ لڑکے کو قتل کرنا درست نہیں ہے۔

ابن جبیر کے مطابق وہ لڑکا بالغ ہو چکا تھا' وہ کافر تھا لیکن اس کے والدین مومن تھے جبکہ ایمان و کفر مکلفین کی صفات سے ہیں' کیونکہ غیر مکلف پر ایمان و کفر کا اطلاق درست نہیں ہے لیکن والدین کے اعتبار سے اس پر کفر اور ایمان کا اطلاق درست ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج۱۰' ص۳۹۶)

3076 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرَ لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلَى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَاهْتَزَّتْ تَحْتَهُ خَضْرَاءَ

3076- اخرجه البخاري (٤٩٩/٦): كتاب احاديث الانبياء: باب حديث (الخضر مع موسى عليهما السلام، حديث (٣٤٠٢)، و احمد (٣١٢/٢، ٣١٨).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: (حضرت خضر علیہ السلام کا نام) خضر اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بنجر زمین پر بیٹھے تھے تو وہ ان کے نیچے آنے کی وجہ سے سرسبز و شاداب ہو گئی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

خضر کی وجہ تسمیہ:

اس روایت میں حضرت خضر علیہ السلام کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے اس بارے میں سطور سابقہ میں بھی بیان کیا جا چکا ہے اور اس کی ایک وجہ زیر بحث حدیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ ایک دفعہ بنجر زمین میں تشریف فرما تھے تو نیچے آنے والی جگہ سرسبز و شاداب ہو گئی تھی۔

لفظ "خضر" کا معنی ہے: سبزہ زار، سبز مقام، شاداب۔ اس کا تلفظ یوں ہے: خَضَر، خِضِر، خُضُر۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ آپ کا تعلق انسانوں یا ملائکہ یا جنات سے ہے؟ اس بارے میں مختلف آراء ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کا تعلق انسانوں سے ہے، کیونکہ رب کائنات نے اسے اشرف المخلوقات قرار دیا ہے۔

3077 سند حدیث: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ الْجَزَرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ يُوْسُفَ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ (وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا) قَالَ ذَهَبٌ وَّفِضَّةٌ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ ابْنُ مُسْلِمٍ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ يُوْسُفَ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ مَكْحُوْلٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سیدہ اُم درداء رضی اللہ عنہا حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے:

"اور اس کے نیچے (ان دونوں بھائیوں) کا خزانہ ہے"

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) وہ سونا چاندی تھا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ اسی کی مانند منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

دیوار کے نیچے یتیم بچوں کا خزانہ مدفون ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ ۝ (الکہف:۸۲)

''اور رہی دیوار وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ موجود تھا جبکہ ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ پس آپ کے پروردگار نے چاہا کہ جب وہ جوان ہوں گے تو اپنا خزانہ نکال لیں گے اپنے رب کی رحمت سے یہ عمل میں نے خود اپنی طرف سے نہیں کیا تھا۔ یہ ان امور کی حقیقت و تفصیل ہے' جن پر آپ صبر نہیں کر پائے تھے''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام انتہائی مسرت کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کی رفاقت اختیار کی تھی' رفاقت کے لیے حضرت خضر علیہ السلام نے ایک ضابطہ اخلاق بھی مقرر کیا تھا مگر اس کی پرواہ کیے بغیر حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل معترض رہے۔ تیسری اور آخری پیشکش کے موقع پر خود گزارش کی کہ اگر میں اب اعتراض کروں تو مجھے اپنی رفاقت سے محروم کر دینے میں آپ مجاز ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انصاف پسند اور استاد کے آداب بھی بجالاتے تھے۔

کھانے کے بارے میں سوال کا ضابطہ:

مقام کی مناسبت سے دریافت طلب یہ بات ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا شمار اولوالعزم اور انبیاء کبار میں ہوتا ہے' ان کا بستی والوں سے کھانا طلب کرنا یعنی سوال کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا' کیونکہ ایسا طرز عمل ہے جو ان کی شایانِ شان نہیں تھا لیکن انہوں نے ایسا کیا ہے؟ اس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی شخص مسافر ہو اور کھانے کی سخت ضرورت ہو تو سوال کرنا جائز ہے بلکہ حالت اضطراری ہو تو کھانے کا سوال کرنا واجب ہوتا ہے۔

مشہور صحابی حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ خطیر رقم کے مقروض ہو گئے۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ سے سوال کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ صدقہ کا مال آنے تک ہمارے پاس ٹھہریں تاکہ کوئی دولت پیش کرنے کا حکم دیا جائے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ کسی کے لیے سوال کرنا درست نہیں ہے۔

(۱) مقروض سوال کر سکتا ہے تاکہ قرضہ کی ادائیگی یقینی ہو سکے۔

(۲) وہ شخص جس کا مال کسی آفت کی نذر ہو کر ختم ہو جائے۔

(۳) فاقہ زدہ آدمی جس کے فاقہ کی تین آدمی گواہی دیں۔ وہ فاقہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے سوال کر سکتا ہے۔ اے

قبیصہ! ان شخصوں کے علاوہ کسی شخص کا سوال کرنا حرام ہے۔

احادیث نبویہ میں بلا عذر شرعی سوال کرنے کی مذمت و وعید بیان ہوئی ہے۔ بلاضرورت سوال کرنا حرام و قابل مؤاخذہ جرم ہے۔ جو شخص تندرست ہو کسب و کمائی پر قادر ہو تو اس کے سوال کے بارے میں دو قول ہیں:

(۱) اس کا سوال کرنا حرام ہے۔

(۲) اس کا سوال کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ اس میں تین امور پائے جائیں:

(۱) سائل اپنے آپ کو ذلیل وخوار نہ کرے۔

(۲) رو کر اور گڑگڑا کر سوال نہ کرے۔

(۳) سائل مسؤل کو ایذاء کی حد تک پریشان نہ کرے۔

سائل اگر مسافر ہو اس کے پاس زادراہ موجود نہ ہو اور بھوک کے ہاتھوں بھی وہ مجبور ہو تو اس کا سوال کرنا جائز ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام اسی زمرے میں آتے ہیں' کیونکہ دونوں بزرگ حالت سفر میں تھے' دونوں کے پاس زادراہ بھی موجود نہیں تھا اور بھوک کے ہاتھوں بھی لاچار تھے۔

حسب ضرورت دولت جمع کرنے کا جواز ہونا:

اسلام تمام معاملات میں افراط و تفریط سے پاک ضابطہ اخلاق پیش کرتا ہے' وہ میانہ روی ہے' جس میں تمام کے حقوق کا تحفظ ہے۔ واقعہ موسیٰ و خضر علیہما السلام میں مذکور ہے کہ اہل بستی نے جب کھانا دینے سے انکار کر دیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے شکستہ دیوار کو از سرِ نو تعمیر کر دیا۔ اس موقع پر حسب معمول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گزارش کی کہ تعمیر دیوار کا معاوضہ بھی وصول کیا جا سکتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مزدوری وصول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے: **الکاسب حبیب اللہ** یعنی مزدوری کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے''۔

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے ایک ٹیلہ کی چوٹی پر قریش کے ایک طاقتور شخص کو ملاحظہ کیا۔ صحابہ نے باہم گفتگو کرتے ہوئے کہا: کاش! اس شخص کی قوت اللہ کی راہ میں صرف ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب انگیز انداز میں فرمایا: کیا قتل کیے جانے والا شخص ہی اللہ کی راہ میں ہوتا ہے؟ جو شخص اپنے اہل خانہ کو سوال سے روکنے کے لیے طلب رزق حلال میں نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتا ہے اور جو شخص اپنی ذات کو سوال سے بچانے کے لیے طلب رزق حلال میں نکلتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔ جو شخص طلب دنیا کے لیے نکلتا ہے وہ شیطانی راہ میں ہوتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق' ج ۵' ص ۲۷۱)

زیادہ نقصان کے تحفظ کے لیے کم نقصان برداشت کرنا:

واقعہ موسیٰ و خضر علیہما السلام میں یہ بھی ہے کہ دونوں بزرگوں کے سفر کے دوران میں دریا آ گیا' مالک کشتی نے سراپا ادب بن کر انہیں اپنی کشتی پر سوار کر لیا مگر جب کشتی دریا کے وسط میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا تختہ توڑ کر اسے ناقص بنا دیا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے اس عمل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: اس عمل سے میرا مقصود کشتی اور سواروں کو غرق کرنا نہیں تھا بلکہ کشتی کا تحفظ کرنا تھا' کیونکہ دریا کے دوسرے کنارے پر ایک ظالم بادشاہ موجود ہے جو درست اور قابل رشک کشتی کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔

اس مقام پر سوال یہ ہے کیا کسی غریب شخص کی مملوک چیز کو نقصان پہنچانا درست ہے؟ پھر نبی علیہ السلام سے ایسی حرکت کا صدور درست نہیں ہے' کیونکہ وہ معصوم ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کے حکم سے کیا تھا' کہ کشتی بان غریب آدمی ہے اور ظالم بادشاہ کے قبضہ سے اس کی کشتی محفوظ رہے' کیونکہ ناقص چیز پر قبضہ نہیں کیا جاتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو امور میں سے ایک کے اختیار کرنے کا کہا جاتا تو آپ آسان ترین کا انتخاب فرماتے بشرطیکہ وہ ناجائز نہ ہوتا' اگر وہ ناجائز ہوتا تو آپ لوگوں سے زیادہ اس سے اجتناب فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا ماسوائے اللہ کی حدود کو پامال کرنے میں۔ ایسی صورت میں آپ رضاء الٰہی کے لیے انتقام لیتے تھے۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۶۸۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے لیے آسانی کی صورت پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو' بشارت دو متنفر نہ کرو۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۶۱۲۵)

اس بحث کا ماحاصل یہ ہے کہ زیادہ نقصان سے بچنے کے لیے کم نقصان قبول کر لینا بہتر ہے۔

یتیم کا معنی و مفہوم اور اس کے احکام:

قرآن کریم میں مذکور قصہ موسیٰ و خضر علیہما السلام کے ضمن میں ہے کہ دونوں بزرگوں نے جو شکستہ دیوار تعمیر کی تھی وہ دو یتیم بچوں کی تھی جو نابالغ تھے۔ لفظ یتیم کا اطلاق محض نابالغ لڑکے پر ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احتلام ہونے کے بعد کوئی یتیم نہیں رہتا اور صبح سے شام تک خاموشی اختیار کرنا کوئی عبادت نہیں ہے۔ (المسند الجامع' رقم الحدیث ۱۰۱۶۰)

نابالغ بچہ پر شرعی احکام لاگو نہیں ہوتے' کیونکہ نفاذ احکام کے لیے مکلّف ہونا شرط ہے اور مکلّف وہی ہوتا ہے جو بالغ ہو۔ شرعی نقطہ نظر سے نابالغ کی خرید و فروخت بھی منع ہے۔

یتیم سے نیکی کرنے کا اجر و ثواب:

یتیم کی معاونت اور مدد کرنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے' اس سلسلے میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سے جس نے یتیم کو اپنے پاس رکھا' اسے کھلایا اور اسے پلایا' اللہ تعالیٰ اسے یقیناً جنت میں داخل کرے گا مگر اس نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جانا قابل معافی ہو۔ (جامع الاصول رقم الحدیث ۲۲۱)

۲-حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا جبکہ دونوں درمیان میں کشادگی رکھی۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۵۱۵۰)

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ گھر وہ ہے جس میں یتیم کی عزت کی جاتی ہو۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۳۴۳۴)

۴-حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنے سخت دل ہونے کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے تو تم یتیم پر رحم کرو اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اسے کھانا کھلاؤ اس طرح تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔ (مجمع الزوائد رقم الحدیث ۱۳۵۰۸)

۵-حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک لڑکا اٹھ کر گیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری یتیمی کے نقصان کی تکمیل فرمائے اور تمہیں اپنے والد گرامی کا جانشین بنائے! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! میں نے دیکھ لیا جو کچھ تم نے اس لڑکے کے ساتھ کیا ہے۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اس لڑکے پر ترس (رحم) آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! مسلمانوں میں جو شخص کسی یتیم کی کفالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے ہر بال کے عوض درجہ عطا کرے گا اس کو ہر بال کے بدلے نیکی عطا کرے گا اور ہر بال کے عوض اس کا گناہ معاف کرے گا۔ (مجمع الزوائد رقم الحدیث ۱۳۵۱۸)

۶-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: یارسول اللہ! میں یتیم بچوں کو کس وجہ سے سزا دے سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: جس وجہ سے تم اپنے بچوں کو سزا دے سکتے ہو سوائے اس کے تم اپنا مال اس کے مال کے ذریعے بچانا چاہتے ہو حتیٰ کہ اس کے مال سے استغناء حاصل ہو جائے۔

۷-حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور سیاہ رخساروں والی عورت جنت میں ان دو انگشت کی طرح ہوں گے اور وہ عورت بڑے منصب پر فائز ہو خوبصورت ہو اور اس نے اپنی ذات کو یتیم بچوں کے لیے وقف کر رکھا ہو یہاں تک کہ وہ بچے فوت ہو گئے یا اس سے الگ ہو گئے۔

۸-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے قبل میں جنت کا دروازہ کھولوں گا تو ایک عورت میرے ساتھ جنت میں داخل ہونا چاہے گی میں اس سے دریافت کروں گا کہ تم کون ہو؟ وہ جواب میں عرض گزار ہو گی میں وہ عورت ہوں جس نے یتیم بچوں کی پرورش کی تھی۔

یتیم بچوں کے نام اور بستی کا نام:

قصہ موسیٰ وخضر علیہما السلام میں مذکور ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے بستی میں جو شکستہ دیوار تعمیر کی تھی وہ دو یتیم بچوں کی تھی۔ اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ ان یتیم بچوں کے نام اور بستی کا نام کیا تھا؟ انسانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کا باپ نہ ہو اور حیوانات میں یتیم سے مراد وہ ہے جس کی ماں نہ ہو۔ دونوں یتیم بچوں کے نام یہ تھے:

(۱) صریم (۲) اصرم۔

اس بستی کا نام ''مدینہ'' تھا۔

اس بارے میں ایک مشہور حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس شہر کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو دوسرے شہروں کو نگل جائے گا۔ (یعنی اس کی فضیلت وعظمت دوسرے شہروں پر غالب رہے گی۔ لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ طیبہ ہے جو (بدعقیدہ) لوگوں کو اس طرح نکال باہر کرے گا جس طرح بھٹی لوہے کا زنگ ختم کر دیتی ہے۔

مدفون خزانہ کا مصداق:

قصہ مذکورہ میں یہ بھی ہے کہ تعمیر کی جانے والی دیوار کے نیچے یتیم بچوں کا خزانہ تھا جو ان کے والد نے جمع پونجی کے طور پر دفن کر دیا تھا تاکہ جوان ہونے پر وہ بچے خزانہ نکال کر اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ اس موقع پر دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس خزانہ کا مصداق کیا چیز ہے؟ اس کے مصداق میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے تین حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مدفون خزانہ سونے کی تختی تھی جس کی ایک جانب یہ تحریر تھی: اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے پھر وہ رنج وغم کا مظاہرہ کرتا ہے اس شخص پر تعجب ہے جو جہنم پر یقین رکھتا ہے پھر وہ ہنستا بھی ہے اس شخص پر تعجب ہے جو موت پر یقین رکھتا ہے پھر وہ خوش بھی ہوتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو رزق پر یقین رکھتا ہے پھر وہ خود کو مشقت میں مبتلا کرتا ہے اس شخص پر تعجب ہے جو حساب پر یقین رکھتا ہے پھر وہ غفلت بھی برتتا ہے اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا کے انقلاب کو دیکھتا ہے پھر اس پر مطمئن ہوتا ہے۔ میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندے اور رسول ہیں۔ اس تختی کی دوسری طرف یہ عبارت تحریر تھی: میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں ہے میں ایک ہوں میرا کوئی شریک نہیں ہے میں نے خیر وشر کو پیدا کیا ہے اس کے لیے خوشی ہو جسے میں نے خیر کے لیے پیدا کیا اس خیر کو اس کے ہاتھوں سے جاری کیا۔ اس کے لیے تباہی ہو جس کو میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور اس شر کو اس کے ہاتھوں جاری کیا۔

۲۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: وہ خزانہ سونا اور چاندی تھا۔ (الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۸۲۳)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق خزانہ سے مراد علم کا خزانہ تھا۔ مجاہد کے مطابق اس سے مراد وہ صحائف

ہیں جن میں علوم ومعارف تھے۔

یتیم بچوں کے باپ کا تعارف:

اس قصہ کے ضمن میں قرآن کریم میں مذکور ہے کہ ان یتیم بچوں کا باپ ایک نیک مرد تھا۔ اس نے اپنی جائز اور حلال کمائی سے دولت زیر دیوار دفن کر دی تھی کہ بڑے ہو کر بچے اسے نکال کر اپنی ممکنہ ضروریات پوری کر سکیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے مطابق بچوں کا باپ لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتا تھا اور بروقت مالکوں کو واپس کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق اللہ تعالیٰ نے باپ کے اعمال صالحہ کے سبب لڑکوں کی دولت کی حفاظت کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کوئی نیکی بیان نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ باپ کی نیکی کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے حسن سلوک فرماتا ہے۔ اس طرح اولاد اور اولاد کی اولاد سب لوگ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث ١٢٨٨٢)

حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ان بچوں اور باپ صالح کے درمیان سات اباء واجداد کا فاصلہ تھا۔ حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اللہ تعالیٰ مرد صالح کی نیکی کے سبب اس کی اولاد، اولاد کی اولاد اور اہل محلّہ کی حفاظت کرتا ہے۔

(زاد المسیر ج٣، ص٣٣٦)

حضرت علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ بچوں کے باپ کا نام کاشح اور ان کی والدہ کا نام دینا تھا' یہ بات پشت کے لحاظ سے ساتویں یا دسویں باپ تھے۔ آیت قرآنی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرد صالح اور اس کی اولاد کی حفاظت کرتا ہے خواہ باپ دور کا ہو۔ ایک روایت کے مطابق مرد صالح کی سات پشتوں تک حفاظت کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ○ (الاعراف:١٩٦)

(آپ کہہ دیں!) بیشک میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے' جس نے مجھ پر کتاب اتاری اور وہ صالحین کا مددگار ہے۔

سوال: مرد صالح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شکستہ دیوار تعمیر کروادی تھی مگر بچوں کو کیسے معلوم ہوا کہ اس دیوار کے نیچے انکا خزانہ موجود ہے اور بوقت ضرورت اسے نکال کر استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟

جواب: (١) نسل درنسل بچوں کو خزانہ کا علم ہو گیا ہو۔

(٢) نسل درنسل وصی کی طرف سے انہیں خزانہ کا علم ہو گیا ہو۔

(٣) خواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس خزانہ کی نشاندہی کی گئی ہو۔

3078 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ بَشَّارٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

3078- اخرجه ابن ماجه (١٣٦٤/٢): كتاب الفتن ؛ باب: فتنة الدجال و خروج عيسىٰ بن مريم و خروج ياجوج و ماجوج، حديث (٤٠٨٠)؛ و احمد (٥١٠/٢، ٥١١).

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّدِّ قَالَ يَحْفِرُونَهُ كُلَّ يَوْمٍ حَتّٰى إِذَا كَادُوْا يَخْرِقُوْنَهُ قَالَ الَّذِيْ عَلَيْهِمُ ارْجِعُوْا فَسَتَخْرِقُوْنَهُ غَدًا فَيُعِيْدُهُ اللّٰهُ كَأَشَدِّ مَا كَانَ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ مُدَّتَهُمْ وَأَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَبْعَثَهُمْ عَلَى النَّاسِ قَالَ الَّذِيْ عَلَيْهِمُ ارْجِعُوْا فَسَتَخْرِقُوْنَهُ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَاسْتَثْنٰى قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ فَيَجِدُوْنَهُ كَهَيْئَتِهِ حِيْنَ تَرَكُوْهُ فَيَخْرِقُوْنَهُ فَيَخْرُجُوْنَ عَلَى النَّاسِ فَيَسْتَقُوْنَ الْمِيَاهَ وَيَفِرُّ النَّاسُ مِنْهُمْ فَيَرْمُوْنَ بِسِهَامِهِمْ فِي السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ مُخَضَّبَةً بِالدِّمَاءِ فَيَقُوْلُوْنَ قَهَرْنَا مَنْ فِي الْأَرْضِ وَعَلَوْنَا مَنْ فِي السَّمَاءِ قَسْوَةً وَعُلُوًّا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نَغَفًا فِيْ أَقْفَائِهِمْ فَيَهْلِكُوْنَ فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ إِنَّ دَوَابَّ الْأَرْضِ تَسْمَنُ وَتَبْطَرُ وَتَشْكَرُ شَكَرًا مِنْ لُحُوْمِهِمْ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِثْلَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو (یاجوج ماجوج) کی دیوار کے بارے میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: وہ اسے روزانہ کھودتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ اسے توڑنے کے قریب ہوتے ہیں' تو ان کا امیر انہیں یہ کہتا ہے: تم واپس چلو! کل ہم اسے توڑ دیں گے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تو اللہ تعالیٰ اسے اگلے دن پہلے سے زیادہ مضبوط کر دیتا ہے، یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھیجنے کا ارادہ کرے گا' تو پھر ان کا امیر ان سے کہے گا: تم لوگ واپس چلو اگر اللہ نے چاہا تو ہم کل اسے توڑ دیں گے۔ اب یہاں اس نے ''انشاء اللہ'' کہہ دیا نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر جب وہ لوگ آئیں گے' تو اس دیوار کو اسی حالت میں پائیں گے' جس میں وہ چھوڑ کر گئے تھے' اور نکل کر ان پر حملہ کر دیں گے۔ وہ سب چشموں کا پانی پی جائیں گے۔ لوگ ان سے ڈر کر بھاگیں گے۔ وہ لوگ اپنے نیزوں کا رُخ آسمان کی طرف کریں گے۔ جب وہ نیزے واپس آئیں گے' تو ان پر خون لگا ہوگا۔ وہ لوگ یہ کہیں گے: ہم نے زمین والوں پر بھی قابو پالیا اور آسمان والوں پر بھی غالب آ گئے ہیں۔ ان کا یہ جملہ ان کی سختی اور غرور کی وجہ سے ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا' جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اس کے بعد ان کا گوشت کھا کر زمین کے تمام جانور موٹے تازے ہو جائیں گے' اور شکر گزار ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے اس حوالے سے ہی جانتے ہیں۔

شرح

قوم یاجوج و ماجوج کا روزانہ سدِ سکندری کھودنا:

ارشادِ ربانی ہے:

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰى أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا○ (الکہف: ۹۴)

''انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج و ماجوج زمین میں فساد برپا کیے ہوئے ہیں تو کیا ہم آپ کو کچھ سامان فراہم کردیں کہ آپ ان کے اور ہمارے درمیان مضبوط دیوار تعمیر کردیں''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ یاجوج و ماجوج نہایت ظالم قوم تھی۔ جو ظلم وستم میں اپنی مثال آپ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سکندر ذوالقرنین نے انہیں ایک مضبوط ترین دیوار میں بند کردیا تھا۔ وہ اس دیوار سے آزادی حاصل کرنے کے لیے سارا دن دیوار کو چاٹتے رہتے ہیں۔ رات ہونے پر ان کا سردار انہیں چاٹنے سے روک دیتا ہے اور آرام کرنے کا حکم دیتا ہے جبکہ دیوار گرنے کے بالکل قریب ہو جاتی ہے۔ جب دوسرا دن ہوتا ہے تو قدرت کی طرف سے حسب سابق دیوار مکمل ہو جاتی ہے۔ قیامت کے نزدیک ایک شام کے وقت دیوار کو چاٹنا بند کریں گے تو وہ کہیں گے انشاء اللہ ہم اسے کل گرالیں گے۔ وہ دیوار مکمل نہیں ہوگی بلکہ سوراخ ہونے کے قریب ہوگی اور دوسرے دن آغاز کرتے ہی اسے دھڑام سے گرادیں گے۔ پھر یاجوج و ماجوج آزاد ہوں گے تو انسانوں، حیوانوں، پھلوں، سبزیوں اور فصلوں وغیرہ کو خوب نقصان پہنچائیں گے۔ وہ آسمان کی طرف تیراندازی بھی کریں گے اور تیر خون سے آلودہ ہو کر ان کے پاس واپس آئیں گے۔ پھر وہ یہ اعلان کریں گے کہ ہم نے پوری دنیا بلکہ آسمانوں کو فتح کر کے اپنے زیرنگیں کرلیا ہے۔ مشیت الٰہی سے ان پر عذاب نازل ہوگا، وہ ہلاک ہو جائیں گے، ان کے اجسام پھول جائیں گے اور درندے ان کا گوشت کھا کر خوش ہوں گے۔ پھر آسمان سے شدید بارش ہوگی اور پانی ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دے گا۔

ذوالقرنین کا تعارف اور اس کی وجہ تسمیہ:

ذوالقرنین ایک صالح اور نیک شخص تھا جو جذبہ جہاد سے سرشار تھا، وہ ممالک کو فتح کرتا ہوا مغرب، مشرق، جنوب اور شمال یعنی پوری زمین پر پہنچا۔ لوگوں کو قوم یاجوج و ماجوج کے مظالم سے بچانے کے لیے انہیں ایک مضبوط ترین دیوار (سد سکندری) میں بند کردیا تھا۔ یہ شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا، آپ پر ایمان لایا تھا، آپ کی رفاقت میں بیت اللہ کا طواف کیا تھا اور آپ کی پیروی کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اقتدار سے نوازا گیا تھا، ان کی حکومت پوری روئے زمین پر تھی، وہ نبی نہیں تھے بلکہ مرد صالح تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ حکمران جن کی حکومت پوری زمین پر تھی، وہ چار تھے۔ ان میں سے دو مسلمان تھے اور دو کفار تھے۔ دو مسلمانوں کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت سلیمان بن داؤد (۲) سکندر ذوالقرنین۔

دو کفار حکمرانوں کے نام یہ ہیں:

(۱) نمرود (۲) بخت نصر۔

یاد رہے! پانچویں شخص امت محمدی میں سے ہوں جن کا نام حضرت امام مہدی علیہ السلام ہوگا۔ آپ کو ''ذوالقرنین'' کہنے کی متعدد وجوہات ہیں:

(۱)ان کے سر کے دونوں اطراف میں سینگ کے مشابہ کوئی چیز تھی۔
(۲) یہ دو ممالک یعنی روم اور فارس کا بادشاہ تھا۔
(۳) یہ فتوحات کرتا ہوا مشارق ومغارب میں پہنچ گیا تھا۔
(۴)ان کے سر پر بالوں کی دومینڈھیاں تھیں۔
(۵)اس نے خواب دیکھا تھا کہ اس نے سورج کے دوسینگوں پر قبضہ کرلیا ہے۔اس کے خواب کی تعبیر یہ بیان کی گئی کہ وہ تمام دنیا کو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک فتح کرے گا۔
(۶)ان کے عمامہ کے نیچے دوسینگ تھے۔
۷-انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی تو قوم نے آپ کا ایک جانب سے سر پھاڑ دیا اور دوبارہ دعوت دینے پر دوسری طرف سے بھی سر پھاڑ دیا تھا۔
۸-آپ کے والدین نہایت مہربان نیک شریف النفس اور کریم الطرفین تھے۔
۹-آپ کی زندگی میں دوقرن یعنی دوصدیاں گزر گئی تھیں اس لیے انہیں ذوالقرنین کہتے ہیں۔
۱۰-آپ علوم ظاہری وباطنی کے جامع تھے۔

یاجوج وماجوج احادیث نبوی کی روشنی میں:

قوم یاجوج ماجوج کا واقعہ جس طرح قرآن کریم میں بیان ہوا ہے اسی طرح احادیث نبوی میں بھی بیان ہوا ہے۔اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کی حالت میں (گھر) واپس تشریف لائے اور فرمارہے تھے:عرب کے لیے شر کے سبب ہلاکت ہے جو قریب پہنچ چکا ہے۔آج یاجوج ماجوج سد سکندری سے اتنا کھل چکے ہیں کہ آپ نے انگوٹھا اور ساتھ والی انگلی کو ملا کر دائرہ کی شکل بنائی۔حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:یارسول اللہ! کیا ہم نیک لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاکت کا شکار ہوجائیں گے؟ آپ نے جواب دیا:ہاں! جب امور خبیثہ کی بھرمار ہوجائے گی۔(صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۸)

۲-حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ پھر یاجوج وماجوج خمر کے پہاڑ کے پاس جائیں گے اور یہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے۔وہ یہ اعلان کریں گے کہ ہم نے اہل زمین کو ہلاک کردیا ہے اور اب اہل آسمان کو قتل کرتے ہیں۔پھر وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں خون آلودہ کرکے واپس کرے گا۔(صحیح مسلم) رقم الحدیث ۷۴۴۰)

۳-حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو بھیجے گا۔وہ ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ پھسلتے ہوئے آئیں گے ان کی جماعت بحیرہ طبرستان سے گزرے گی جو وہاں کا تمام پانی پی جائے گی جب دوسری جماعت وہاں پہنچے گی تو وہ کہے گی کہ کسی زمانہ میں یہاں پانی ہوا کرتا تھا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی محصور ہوجائیں گے یہاں تک

کہ کسی کے ہاں بیل کی سری بھی سو دینار سے بہتر ہوگی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے رفقاء دعا کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں کیڑا تخلیق کرے گا۔ پھر صبح کے وقت وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اللہ کے نبی (حضرت عیسیٰ) علیہ السلام اور ان کے اصحاب زمین میں اتریں گے لیکن زمین میں ایک بالشت کے برابر بھی جگہ ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی شکل میں پرندے بھیجے گا جو ان کو وہاں سے اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا وہاں پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے باران رحمت کا نزول ہوگا جس کے نتیجہ میں زمین پاک وصاف ہو جائے گی اور آئینہ کی طرح شفاف ہوگی۔ پھر زمین کو حکم ہوگا جو اپنے پھل اور اپنی برکتیں اگل دے گی۔ ان کی ایک جماعت ایک انار کھانے سے سیر ہو جائے گی۔ ایک دودھ والی گائے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی۔ ایک دودھ والی بکری ایک خاندان کے لیے کافی ہوگی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ہوا چلے گی جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی اور مومنوں کی ارواح قبض کر لی جائیں گی جبکہ برے لوگ بقید حیات رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جفتی کریں گے اور ان لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۳۲۱)

یاجوج وماجوج کے بارے میں علماء کی آراء:

یاجوج اور ماجوج کا تعلق کس سے ہے؟ اس بارے میں علماء کی مختلف آراء اور اقوال ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) ضحاک کے مطابق یاجوج وماجوج ترک سے متعلق ہیں۔

(۲) کعب کے مطابق یاجوج کا تعلق ترک سے ہے اور ماجوج دیلم سے متعلق ہیں۔

(۳) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج ایک قوم ہے اور ماجوج دوسری قوم ہے۔ ان میں سے ہر ایک چار لاکھ افراد پر مشتمل ہے، جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے، تو اس کی صلب سے ایک ہزار نر کی تولید ہوتی ہے اور وہ سب کے سب مسلح ہوتے ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جن اور انس دس میں سے ایک اور یاجوج وماجوج دس میں سے نو کی نسبت سے ہیں۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق یاجوج وماجوج کے افراد کا قد ایک بالشت یا دو بالشت ہے مگر ان میں سے طویل ترین تین بالشت کے ہیں۔

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح کے تین بیٹے تھے:

۱- سام: ان کی پشت سے عرب، روم اور فارس پیدا ہوئے۔

۲- حام: ان کی پشت سے قبطی، بربر اور حبشی پیدا ہوئے۔

۳- یافث: ان سے ترک، ثقالبہ، یاجوج اور ماجوج پیدا ہوئے۔

۴-سعید بن بشیر قتادہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: یاجوج اور ماجوج بائیس (۲۲) قبائل ہیں۔ حضرت سکندر ذوالقرنین نے اکیس (۲۱) قبائل کو دیوار میں بند کر دیا تھا لیکن ایک آزاد ہے کیونکہ یہ اس وقت موجود نہیں تھا بلکہ لڑائی کے لیے گیا ہوا تھا۔

۵-حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق یاجوج و ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں لیکن حضرت اماں حوا رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا نہیں ہوئے اور وہ ہمارے علاتی بھائی ہیں۔

3079 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنِ ابْنِ مِيْنَاءَ عَنْ اَبِيْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ فَضَالَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ نَادٰى مُنَادٍ مَنْ كَانَ اَشْرَكَ فِيْ عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلّٰهِ اَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ

◆◆ حضرت ابوسعد بن ابوفضالہ رضی اللہ عنہ انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو جمع کرے گا جو ایک ایسا دن ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اس دن ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتے ہوئے اس میں کسی کو اللہ کا شریک کیا تو وہ اپنے ثواب کو اللہ کی بجائے اس دوسرے شخص سے طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف محمد بن بکر نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا بھاگی داری والی عبادت سے بے نیاز ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکہف:۱۱۰)

"آپ فرمادیں بیشک میں تمہاری مثل بشر ہوں کہ میری طرف وحی نازل کی جاتی ہے۔ بیشک تمہارا معبود ایک ہے۔ پس جو شخص اپنے پروردگار سے ملاقات کی امید رکھتا ہے پس اسے چاہیے کہ وہ اچھا عمل کرے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے"۔

3079- اخرجه ابن ماجه (۲/۱٤۰٦): كتاب الزهد: باب: الرياء و السمعة، حديث (٤٢٠٣)، و احمد (۳/٤٦٦)، (٤/٢١٥).

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔اس آیت میں دو مضامین بیان کیے گئے ہیں:

۱-اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ بنانا لفظ ''شرک'' کا لغوی معنی ہے: برابر' مساوی۔اس کا اصطلاحی و شرعی معنی ہے: کسی کو ذات' صفات' اعمال اور احکام میں اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھنا۔قرآن وسنت میں اس کی وعید بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (شرک) گناہ کو معاف نہیں کرے گا باقی گناہوں میں سے جسے پسند کرے گا معاف کر دے گا۔اسی کو شرک جلی کہا جاتا ہے جو نا قابل معافی جرم ہے اور مشرک کا ہمیشہ ہمیشہ ٹھکانا جہنم ہے۔

شرک کی دوسری قسم ہے: شرک خفی مثلاً ریا کاری۔ایک روایت میں میں ریا کاری کو شرک اصغر قرار دیا گیا ہے۔یہ بھی گناہ ہے لیکن قابل معافی ہے۔مسلسل شرک اصغر کے ارتکاب سے انسان شرک اکبر تک پہنچ جاتا ہے' لہٰذا شرک اکبر یا شرک جلی کی طرح شرک اصغر یا مشرک خفی سے بھی احتراز از بس ضروری ہے۔

۲-عمل صالحہ کا خلوص پر مبنی ہونا: ہر وہ عمل جو خلوص وللّٰہیت پر مبنی ہو وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اور قابل قبول بھی۔عمل صالح وہی ہوسکتا ہے جو ریا کاری سے پاک' شرک اصغر سے محفوظ اور محض حسن نیت کی بنیاد پر کیا جائے۔وہ عمل خواہ عبادت ہو یا جہاد' قومی خدمت ہو یا لوگوں سے حسن معاملہ' ایفاء عہد ہو یا مہمان نوازی یا ادا ءقرض ہو۔

بشر کا معنی ومفہوم:

لفظ ''بشر'' کا معنی ہے: انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس کے تاہم چہرہ' سر اور جسم کے اوپر والی کھال کو ''بشرۃ'' کہا جاتا ہے۔

لفظ ''بشر'' تین حروف پر مشتمل ہے۔ب' ش اور ر۔اسی مادہ سے لفظ ''شرب'' بنا ہے' جس کا معنی ہے: پینا' نوش کرنا' اس کا مقلوب ہے: شبر' جس کا معنی ہے: بالشت۔اس کا ایک مقلوب ہے: ربش' جس کا معنی ہے: مختلف رنگوں والا۔اس کا ایک مقلوب ہے: برش' جس کا معنی ہے: سرخ اور سیاہ مخلوط رنگ۔لفظ ''بشر'' کا معنی ہے: انسان مگر اس میں تذکیر و تانیث اور واحد' تثنیہ اور جمع مساوی ہیں۔انسان کا ظاہری بدن یعنی چہرہ' سر اور اوپر والا جسم ''بشرۃ'' کہا جاتا ہے۔جس چیز کے بارے میں خوشخبری دی جائے اسے بشارت کہا جاتا ہے اور زوجین کے ملاپ کو مباشرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔بارانِ رحمت برسانے والی ابتدائی ہواؤں کو المبشر ات اور خوبصورت چہرے والے کو البشیر کہتے ہیں۔

ایک قول کے مطابق انسان کے ظاہر جسم کو ''بشرۃ'' اور اس کی کھال کے باطن کو ''الادمہ'' کہا جاتا ہے۔انسان کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کھال نمایاں ہوتی ہے اور اس کے برعکس دوسرے حیوانات کی کھال پر بال موجود ہوتے ہیں اور کھال بالوں کے نیچے چھپی ہوئی ہوتی ہے۔اس لفظ کے معنی میں تذکر و تانیث اور واحد' تثنیہ اور جمع سب مساوی ہوتے ہیں۔قرآن کریم میں انسان کے ظاہری بدن اور جسم کو ''بشر'' سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے: وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا (الفرقان:۵۴) اور خدا وہی ہے' جس نے پانی (منی) سے انسان کو پیدا کیا''۔

مشرکین اپنے زمانہ کے انبیاء علیہم السلام کا مقام و مرتبہ کم کرنے کے لیے انہیں ''بشر'' کہا کرتے تھے۔اس سلسلہ میں چند ایک ارشادات خداوندی حسب ذیل ہیں:

۱-اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (المومن:۴۷) کیا ہم اپنی مثل دو بشروں پر ایمان لائیں؟
۲- مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (یٰسین:۱۵) آپ لوگ محض ہماری مثل بشر ہیں۔
۳-اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ (القمر:۲۴) کیا ہم اپنوں میں سے ایک بشر کی پیروی کریں؟
۴-اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (المدثر:۲۵) یہ محض بشر کا قول ہے۔
۵-قَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا (التغابن:۶) کفار نے کہا: کیا بشر ہم کو ہدایت دے سکتا ہے؟

مشرکین و کفار انبیاء علیہم السلام کے علوم و معارف' غیر معمولی صلاحیتوں اور بے مثل خصوصیات سے ناواقف تھے جس کی بنا پر وہ انہیں اپنے جیسے انسان قرار دیتے تھے۔ اس کے برعکس دوسرے لوگ خواہ تمام انسانوں کو برابر تصور کرتے تھے لیکن بعض امور میں ممتاز ہونے پر انہیں اپنے آپ سے افضل قرار دیتے تھے۔ اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی اے محبوب! آپ فرما دیں: بیشک میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ پھر خود ہی اعلان فرمایا: يُوْحٰٓى اِلَيَّ (الکہف:۱۱۰) ''میری طرف وحی نازل کی جاتی ہے''۔ یعنی خواہ بظاہر میں تمہارے جیسا بشر ہوں لیکن میں تم سے ممتاز ہوں' کیونکہ میں نبوت کے منصب پر فائز ہوں' میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی کا نزول ہوتا ہے اور میں تمہارے برابر نہیں ہوں بلکہ افضل و اعلیٰ ہوں۔

زنانِ مصر نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں یوں اعلان کیا تھا:
حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا حاشا للہ! یہ محض بشر نہیں ہے'
مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف:۳۱) یہ تو معزز فرشتہ ہے۔

ان خواتین نے منصب نبوت و رسالت کو پہچان لیا تھا اور حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کو افضل و اعلیٰ قرار دیا تھا۔

انبیاء علیہم السلام کو محض بشر قرار دینے پر کفار کا رد:

مشرکین اور کفار انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر قرار دیتے تھے' کیونکہ وہ منصب نبوت و رسالت کو سمجھنے سے عاری و قاصر تھے۔ چنانچہ قرآن کریم کفار کا قول نقل کرتا ہے:

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ (الانبیاء:۳)
اور ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشی کی یہ تو محض تمہاری مثل بشر ہے' کیا تم دیکھنے کے باوجود جادو میں جا رہے ہو''۔

مشرکین و کفار نے دو امور کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کر دیا تھا:

(۱) آپ محض ہماری مثل بشر ہیں اور بشر نبی نہیں ہو سکتا' کیونکہ ثبوت نبوت کے لیے دلائل اور معجزات کا ہونا ضروری ہے۔ اگر بالفرض کوئی فرشتہ بھی نبی بن کر آ جائے تو اس کا چہرہ نبوت کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ دلائل کی بنیاد پر اسے تسلیم کیا جائے گا ورنہ انکار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۲) وہ (کفار) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو بھی تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کے معجزات کو محض جادو قرار

دیتے تھے اور قرآن کو خود ساختہ کلام قرار دیتے تھے۔ یہ بھی ان کی جہالت تھی' کیونکہ قرآن کریم نے اپنے بے مثل اور کلام الٰہی ہونے کا اعلان کرتے ہوئے انہیں چیلنج دیا تھا کہ اس کلام عالی شان کی مثل تم ایک سورت بنالاؤ یا ایک آیت بنالاؤ؟ اہل عرب میں ادباء' شعراء' فصاحت و بلاغت کے حاملین اور مصنفین کی کمی نہیں تھی' لیکن انہوں نے قرآن کے چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ علاوہ ازیں چودہ صدیوں کا طویل ترین عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک قرآن کا یہ چیلنج برقرار ہے لیکن مخالفین میں ہمت نہیں ہے۔

کفار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار اس لیے بھی کرتے تھے کہ آپ تو ہماری مثل بشر ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی نبی و رسول بھیجنا ہی تھا تو کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا؟ یہ محض ان کا ذہنی مفروضہ تھا' کیونکہ اگر ان کے پاس فرشتہ بھی نبی یا رسول بن کر آتا تو وہ اس پر بھی طعن و تشنیع سے باز نہ آتے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کا انکشاف بایں الفاظ کیا ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۝ (الانعام:۹)

''اور اگر ہم فرشتے کو رسول بناتے تو اسے مرد کی صورت میں بھیجتے اور ہم ان پر وہی شبہ ڈالتے جو وہ کر رہے''۔

انبیاء علیہم السلام کا نوع بشر سے ہونا اللہ کا احسان اعظیم ہے:

انبیاء علیہم السلام کا نوع بشر سے ہونا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان عظیم ہے' کیونکہ جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس سے استفادہ کرتی ہے۔ اگر بالفرض فرشتہ نبی بن کر آتا تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی تھیں:

(۱) وہ فرشتہ کی شکل میں آتا' تو لوگ خوفزدہ ہو جاتے اور اس کے پاس نہ جاتے جس وجہ سے استفادہ و تبلیغ اور محبت وانس کا سلسلہ قائم نہ رہ سکتا۔

(۲) اگر فرشتہ انسانی شکل میں آتا تو کفار کی طرف سے یہی طعن ہوتا' اس کی مخالفت کی جاتی اور ایمان لانے سے انکار کر دیتے۔

اس بحث سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام نوع انسانی سے آئے' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں پر احسان عظیم اور فضل جمیل ہے۔ قرآن کریم نے اسی حقیقت کا انکشاف حسب ذیل آیات میں کیا ہے:

۱- لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبۃ:۱۲۸) بیشک تمہارے پاس تم ہی سے ایک عظیم رسول آئے۔

۲- لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران:۱۶۴) بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان عظیم فرمایا جب اس نے ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

۳- هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (الجمعۃ:۲) (اللہ) وہی ہے' جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے عظیم رسول بھیجا ہے۔

۴- رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (البقرۃ:۱۲۹) اے ہمارے پروردگار! تو ان میں سے ایک عظیم نبی بھیج دے۔

۵- وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (یوسف:۱۰۹) ہم نے آپ سے قبل محض مردوں کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی نازل کرتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو بشر قرار دینے کی وجہ:

اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار معجزات' کمالات' خصوصیات' امتیازات اور فضائل سے نوازا ہے۔ ان میں سے ایک عجز وانکسار ہے۔ آپ اپنے صحابہ میں گھل مل کر سفر کرتے' نشست و برخواست کرتے' کھاتے پیتے' گفت وشنید فرماتے تھے۔ اسی عجز کی وجہ سے آپ نے اپنی ذات کو ''بشر'' قرار دیتے ہوئے فرمایا:

انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۴۰۱)

''بیشک میں تمہاری مثل بشر ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔ پس جب میں بھول جاؤں پس تم مجھے یاد کرادیا کرو''۔

ایک مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں محض بشر ہوں' میرے ہاں مخالف لوگ بھی آتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کوئی شخص اپنی چرب لسانی کی وجہ سے بظاہر سچا ثابت کرتا ہوا مجھ سے غلط فیصلہ کرالے۔ پس اگر بالفرض میں ایک کا حق دوسرے کو فراہم کردوں تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے' خواہ وہ اسے حاصل کرلے یا اسے چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث ۱۷۱۱)

نبی اور رسول دونوں کا بشر ہونا:

نبی اور رسول انسانوں میں ہوتے ہیں' اس سلسلہ میں متکلمین کی تعریفات حسب ذیل ہیں:

۱- علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

النبی انسان بعثه اللّٰه تبلیغ ما اوحی الیه و کذا الرسول (شرح مقاصد' ج ۵' ص ۵)

نبی وہ انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے اور اس کی طرف وحی کرتا ہے' اور یا اسی طرح رسول ہے۔

۲- علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

النبی انسان بعثه لتبلیغ ما اوحی الیه و کذا الرسول (المسائرہ مع المسامرہ' ص ۲۰۷)

نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ اس کی طرف کی ہوئی وحی کی تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے اور اسی طرح رسول ہے۔

۳- علامہ میر سید شریف علی جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الرسول انسان بعثه اللّٰه الی الخلق لتبلیغ الاحکام (کتاب التعریفات' ص ۸۱)

رسول وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے۔

۴- علامہ محمد سفارینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وھو انسان اوحی الیه بشرع وان لم یومر بتبلیغه فان امر بتبلیغه فھو رسول ایضًا علی المشھور** (لوامع الانوار البھیۃ ج ۱' ص ۴۸)

نبی وہ انسان ہے' جس پر شریعت کی وحی نازل کی جائے خواہ اسے تبلیغ شریعت کا حکم نہ دیا گیا ہو' اور اگر اسے تبلیغ شریعت

کا حکم دیا گیا ہو تو مشہور مذہب کے مطابق وہ رسول ہے۔

۵-علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

والرسول انسان بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام الشرعیة (النبراس ص۷۹)

رسول وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احکام شرعیہ کے لیے لوگوں کی طرف بھیجا ہو۔

۶-علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔

عقیدہ: انبیاء صرف بشر تھے اور مرد نہ کہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (بہار شریعت ج اص ۹)

۷-صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ یہ وحی کبھی فرشتہ کی معرفت آتی ہے کبھی بے واسطہ۔

(کتاب العقائد ص۸)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ:

زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے۔ کیا کھانا' پینا' جماع کرنا' بیٹا ہونا' باپ ہونا' کفو ہونا' سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں؟ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے اگر کوئی بشریت کی بنا پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مساوات کا دعویٰ کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی میرا جھنڈا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے)؟

الجواب: مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر و بین غیر محتاج تذییل' لہٰذا صرف ان اجمالی کلمات پر اقتصار ہوتا ہے عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے: قَالُوْا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کافر بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے' وہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لیے کہ ان کی رسالت سے منکر تھے: مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو۔ واقعی جب ان خبثاء کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ ہیں جو وحی نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا ہی سا بشر جانیں۔ زید کو قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سوجھا اور یُوْحٰۤی اِلَیَّ نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا۔ زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت جبریل علیہ السلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا۔ لہٰذا ارشاد فرماتا ہے: وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا

لَجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَا یَلْبِسُوْنَ اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں' ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کور باطنوں کا دھوکہ ہے۔ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں:

ہمسری با اولیاء بر داشتند　　　انبیاء را ہمچو خود پنداشتند

ان کا کھانا پینا سونا یہ افعال بشری اس لیے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں: حاشا لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی ' ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت و تعلیم امت کے لیے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جیسے ان کا سہو ونسیان' حدیث میں ہے: انی لا انسی ولکن یستن بی میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تا کہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو' امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احوال بشری کھانا پینا سونا جماع اپنے نفس کریم کے لیے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لیے ان افعال میں حضور کی اقتدا کریں' کیا نہیں دیکھتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی۔ یہ نہ فرمایا: میں نے انہیں دوست رکھا اور فرمایا تمہاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف صلی اللہ علیہ وسلم۔ معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے' تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لیے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ انہیں اوصاف جلیلہ و فضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بے چارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے' عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تواضع و تانیس امت و سد غلو نصرانیت ہے۔ اول' دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمد یہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ یہاں اس غلو کے سد باب کے لیے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو کہ میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہاں یوحی الی رسول ہوں' دفع افراط نصرانیت کے لیے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لیے دوسرا کلمہ' اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا تم فرما دو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں۔ انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے: اشهد ان محمدا عبدہ ورسولہ بندے ہیں خدا نہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں' شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے۔ اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دعویٰ مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلا وجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر و ضلال نہ بکے ہوں۔ پھر کہاں یہ اور کہاں دعویٰ

مساوات کہ کفر خالص ہے اور اس کا اولیاء کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افتراء اور کج فہمی ہے۔ حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اکابر انبیاء تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے۔ شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاء و مرسلین سے فرمایا: بِھٰذَا فَضَلَکُمْ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم' ان وجوہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس منہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے حاشا ولی نہ ہوگا' شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال و نظائر رضی اللہ عنہ وقت ورود تجلی خاص شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کو درخت میں سے سنائی دیا: یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا' کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔ کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا' اسی نے وہاں فرمایا: یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اسی نے یہاں بھی فرمایا سبحانی ما اعظم شانی ۔ ثابت ہو تو یہ بھی: لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت بایزید نے یہ بظاہر لوائی ارفع من لواء محمد کہا تھا تو حقیقت میں یہ اللہ کا کلام تھا اور فرما رہا تھا: میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے بلند ہے۔ جیسے شجر موسیٰ سے اللہ کا کلام سنا گیا تھا اسی طرح یہاں بایزید سے اللہ کا کلام سنا گیا)۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶' ص ۱۴۳ تا ۱۴۵)

خصائص نبوت بیان کیے بغیر محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا درست نہ ہونا:

یہ ایک علمی وتہذیبی ضابطہ ہے کہ جب آپ کسی معزز معروف شخصیت کا تعارف کرائیں گے تو اس کے عمومی نہیں بلکہ خصوصی اوصاف کو بیان کریں گے جو دوسرے لوگوں سے اسے ممیز و ممتاز کر دیں مثلاً صدر مملکت یا وزیر اعظم کا تعارف پیش کرنا مقصود ہو تو انہیں محض بشر یا مرد نہیں کہیں گے بلکہ انہیں پاکستانی کہیں گے اس سے بھی بڑھ کہیں گے کہ یہ صدر مملکت اور ملک کے وزیر اعظم ہیں۔ بلاتشبیہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کراتے ہوئے محض بشر یا مرد نہیں کہیں گے' کیونکہ ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے' اس لیے بشر اور مرد ہونے میں آپ کی تخصیص نہیں ہے۔ یہ اوصاف تمام مومنوں بلکہ ہر انسان خواہ مسلمان ہو یا کافر سب میں مشترک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں امام الانبیاء' صاحب المعراج' رحمۃ للعالمین' امام القبلتین اور محبوب رب العالمین وغیرہ الفاظ استعمال کریں گے جو آپ کی ذات کو دوسروں سے ممتاز و ممیز کرتے ہیں اور آپ کی شایان شان بھی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان سے گزر رہے تھے کہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام علیکم دار قوم مومنین یقیناً ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں' میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو دیکھوں! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: انتم اصحابی! تم تو میرے

صحابہ ہو ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک (دنیا میں) نہیں آئے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۴۳۰۶)

صحابہ کرام اور تا قیامت آنے والے مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی بھائی ہیں لیکن صحابہ کرام کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے صحابہ قرار دیا ہے بھائی نہیں فرمایا' کیونکہ انہیں بھائی کہنے میں امتیاز نہیں تھا اور دینی بھائی تو قیامت تک آتے رہیں گے لیکن صحابہ مخصوص وممتاز ہیں۔

علامہ باجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے دینی بھائی ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ ان کا وہ درجہ ومرتبہ بیان فرمایا ہے جو اس سے زائد ہے اور ان کے ساتھ خاص ہے جبکہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کو حاصل نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں دینی بھائی قرار دیا ہے۔ علامہ عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمام مومن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی بھائی ہیں لیکن آپ کے صحابہ وہ ہیں جو آپ کی صحبت ومعیت میں رہنے کا امتیاز رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کرے وہ نہایت عمدہ طریقہ سے پیش کرے' کیونکہ تمہیں علم نہیں ہے کہ یہ درود کب آپ پر پیش کیا جائے؟ لہٰذا تم یوں درود پیش کرو:

اللّٰهم اجعل صلوتك و رحمتك و بركاتك على سيدالمرسلين و امام المتقين و خاتم النبيين محمد عبدك و رسولك امام الخيروقائد الخير و رسول الرحمة ۔ اللّٰهم ابعثه مقامًا محمودًا يغبطه الاولون والاخرون (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۹۰۶)

اے اللہ! تو اپنا درود' اپنی رحمت اور اپنی برکات نازل کر رسولوں کے سردار' متقین کے امام' آخری نبی محمد جو تیرے بندے' تیرے رسول ہیں' خیر کے امام وقائد' رسول رحمت ہیں۔ اے اللہ! تو انہیں ایسے مقام پر فائز کر جس پر اولین و آخرین رشک کریں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۹۰۶)

ان روایات واحادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو محض بشر اور مرد کے الفاظ واوصاف سے یاد کرنا درست نہیں ہے۔ تاہم آپ کے شایان شان اوصاف کے ضمن میں ان الفاظ کا استعمال درست ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بشر کہلانے کی وجہ:

قرآن کریم کی کسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں فرمایا اور کسی حدیث میں نہیں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو محض بشر کہا ہو۔ سوال یہ ہے کہ سورۃ الکہف کی آیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بشر کیوں کہا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند علم وقدرت پر مشتمل معجزات دیکھے مثلاً جو کچھ تم کھا کر آتے ہو یا گھر میں جمع کر کے آتے ہو میں اسے جانتا ہوں' آپ نے چند مردے زندہ کیے اور مٹی سے پرندے بنا کر اڑا دیے۔ تو انہوں نے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نادر معجزات سے نوازا گیا مثلاً علم ما کان وما یکون عطا کرنا' انگلی کے اشارہ سے قریب الغروب آفتاب کا عصر کے وقت پر آنا' آسمان پر تیرتے ہوئے چاند کا آپ کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہو کر پہاڑ کے اوپر گرنا' پتھروں کا آپ پر درود وسلام پیش کرنا' کھجور کے تنے میں جان پیدا ہونا' ہرنی کا حاضر

خدمت ہو کر کلمہ طیبہ پڑھنا' اونٹ کا اپنے مالک کے ظلم کی شکایت کرنا' آپ کا اشارہ پا کر درخت کا حاضر ختم ہونا اور رات کے قلیل ترین وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور وہاں سے لامکان تک سفر کرنا پھر واپس آنا' یہ ایسے معجزات ہیں کہ آپ کی امت آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دے کر گمراہ ہو سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو بشر کہہ کر بتا دیا کہ خواہ میں ان معجزات کا حامل ہوں لیکن خدا یا خدا کا بیٹا ہرگز نہیں ہوں۔

ریاکاری سے عبادت کرنے کی ممانعت ہونا:

اس آیت کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ وہ عمل زیادہ قابل قبول ہے جو ریاکاری سے پاک ہو' ریاکاری اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے مثلاً نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اور جہاد وغیرہ۔ طاؤس کے مطابق اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور یہ بات پسند کرتا ہوں کہ لوگ اس عمل سے مطلع ہوں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان' رقم الحدیث ۱۷۶۸۴)

ریاکاری کی مذمت کے بارے میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں سب سے بہتر شریک ہوں' جس شخص نے کوئی عمل خیر کیا اس نے اس میں میرے غیر کو شامل کیا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں' وہ عمل اسی کے لیے ہے' جس کو اس نے شریک کیا۔ (تفسیر امام ابن حاتم' رقم الحدیث ۱۳۰۲۱)

۲- حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: جو شخص اللہ کے لیے نماز ادا کرتا ہے اور وہ پسند کرے کہ اس کی نماز کے بارے میں اس کی تعریف کی جائے' ایک شخص اللہ تعالیٰ کے لیے روزے رکھتا ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ اس کے روزوں کی تعریف کی جائے؟

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: ایسے شخص کو کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں سب سے بہتر شریک ہوں' جس نے میرے غیر کو اس میں شامل کیا وہ کام اس کا ہوگا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

(جامع البیان' رقم الحدیث ۱۷۶۵۶)

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ آیت جندب بن زہیر عامری کے بارے میں نازل ہوئی ہے' اس نے کہا تھا: میں ایک عمل اللہ کے لیے کرتا ہوں پھر اس پر کوئی شخص مطلع ہو جائے تو مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ طیب ہے' وہ طیب کے علاوہ کسی چیز کو پسند نہیں کرتا اور جس عمل میں اس کے غیر کو شامل کیا جائے اسے وہ قبول نہیں کرتا۔ (اسباب النزول للواحدی' رقم الحدیث ۶۰۴)

۴- حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے مجھے اپنی امت کے بارے میں شرک اور شہوت خفیہ کا خطرہ ہے۔ میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کا ارتکاب کرے گی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: سنو! میری امت سورج' چاند' پتھروں اور بتوں کی عبادت نہیں کرے گی لیکن ریاکاری کے

کام کرے گی۔ میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! شہوت خفیہ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ایک شخص روزہ کی حالت میں صبح بیدار ہوگا پھر اس پر شہوت غالب آئے گی وہ روزہ توڑ کر جماع کرے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث ۱۳۰۲۰)

۵-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے: قیامت کے دن سب سے پہلے شہید سے حساب لیا جائے گا' اسے پیش کیا جائے گا۔ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا جائے گا اور وہ نعمتوں کو پہچان لے گا۔ اللہ اس سے سوال کرے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے عوض کیا کام کیا؟ وہ عرض کرے گا: اے الہ العالمین! میں نے تیری راہ میں جہاد کیا جس کے نتیجہ میں شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ تو نے جہاد اس لیے کیا تھا کہ تمہیں بہادر کہا جائے' سو یہ ہو چکا۔ پھر حکم دیا جائے گا تو اسے گھسیٹ کر منہ کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

پھر حساب کے لیے اس شخص کو پیش کیا جائے گا جس نے علم پڑھا ہوگا' اسے پڑھایا ہوگا اور قرآن کی تعلیم حاصل کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں پہچان جائے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے عوض کیا کام کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے علم حاصل کیا' اسے پڑھایا اور قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے' تو نے علم اس مقصد کے لیے پڑھا تھا کہ تمہیں بہت بڑا عالم کہا جائے اور قرآن تو نے اس لیے پڑھا تھا کہ تمہیں بہت بڑا قاری کہا جائے' سو یہ کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے بھی منہ کے بل دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

پھر حساب کے لیے ایسے شخص کو پیش کیا جائے گا جسے تمام اقسام کی دولت سے نوازا گیا ہوگا' اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کرائے گا اور وہ انہیں پہچان جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت کرے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے عوض کیا عمل کیا تھا؟ وہ جواب میں عرض کرے گا: اے الہ العالمین! جن راستوں میں دولت خرچ کرنا تجھے پسند ہے میں نے اپنی دولت ان راستوں میں خرچ کردی تھی اور یہ دولت بھی تیری رضا کے لیے خرچ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا ہے' تو نے دولت اس مقصد کے لیے خرچ کی تھی کہ تجھے سخی کہا جائے۔ سو یہ ہوگیا۔ پھر حکم ہوگا تو اسے گھسیٹ کر منہ کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (شرح السنۃ، رقم الحدیث ۴۱۴۳)

اخلاص کا لغوی و شرعی معنی:

اخلاص کے معنی و مفہوم میں کئی اقوال ہیں:

۱-میر سید شریف علی بن محمد جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق لغوی اعتبار سے اخلاص کا معنی ہے: عبادت و ریاضت کے وقت ریاکاری کو قریب نہ آنے دینا۔ شریعت یا اصطلاح میں اس سے مراد ہے دل کو ملاوٹ کے شائبہ سے پاک رکھنا جو دل کی صفا کو مکدر بنا دیتی ہے۔

۲-علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وہ چیز جس میں دوسری چیز کی ملاوٹ نہ ہو اسے خالص کہا جاتا ہے' مسلمانوں کے اخلاص سے مراد یہ ہے کہ وہ اس تشبیہ سے پاک ہیں جس کا یہودی دعویٰ کرتے ہیں اور وہ اس تثلیث سے بھی پاک ہیں جس کا نصاریٰ (عیسائی) دعویٰ کرتے ہیں۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے اللہ کے سوا انسان ہر چیز سے بری ہو جائے۔ (المفردات، ج ۱، ص ۲۰۶)

۳- قاضی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق لوگوں کی وجہ سے ترک عمل ریا کہلاتا ہے اور لوگوں کی وجہ سے عمل کرنے کو شرک کہتے ہیں جبکہ اخلاص یہ ہے کہ انسان ان دونوں کی نفی کرے اور اپنے عمل پر کسی کو مطلع نہ کرے۔

۴- ایک قول کے مطابق اعمال کو زنگ اور تکدرات سے خالی کرنے کا نام اخلاص ہے۔

۵- ایک قول کے مطابق اللہ اور بندے کے درمیان خفیہ عمل کا نام اخلاص ہے، جس کا علم فرشتہ کو بھی نہیں ہوتا کہ وہ لکھنے نہ پائے اور نہ شیطان کو اس کا علم ہوتا ہے کہ وہ اسے فاسد کر دے اور نہ خواہش کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کو اس کی طرف مائل کر دے۔

فائدہ نافعہ: صدق اور اخلاص کے مابین کیا فرق ہے؟ اس کا جواب نہایت آسان اور عام فہم ہے۔ صدق بمنزل اصل اور اخلاص اس کی فرع ہے، صدق متبوع ہے جبکہ اخلاص تابع ہے اور صدق مقدم ہے جبکہ اخلاص مؤخر ہے۔ (التعریفات ص ۱۵)

صوفیاء کے نزدیک اخلاص کی حقیقت:

اخلاص کی تعریف اور حقیقت کے بارے میں صوفیاء کے مختلف اقوال ہیں:

۱- فعل کو مخلوق کی نظروں سے بچانے کا نام اخلاص ہے۔

۲- محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت کرنے کا نام اخلاص ہے۔

۳- حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اسرار میں سے ایک سر کا نام اخلاص ہے، میں اپنے بندوں میں سے جسے پسند کرتا ہوں اس کے دل میں یہ رکھ دیتا ہوں۔

۴- حذیفہ المرعشی کے مطابق اخلاص سے مراد ہے کہ بندے کے افعال کا ظاہر و باطن کے اعتبار سے مساوی ہونا۔

۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاص کے بارے میں سوال کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا: اخلاص کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رب کائنات سے یہی سوال کیا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: اخلاص میرے اسرار میں سے ایک سر ہے جو میں اپنے بندے کے دل میں ودیعت رکھ دیتا ہوں۔

۶- حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اخلاص کی تین علامات ہیں:

(۱) عام لوگوں کی مدح و مذمت برابر ہونا۔

(۲) اپنے اعمال کو بھول جانا۔

(۳) آخرت میں اجر و ثواب کے تصور کو بھول جانا۔

۷- رویم کے مطابق عمل میں اخلاص سے مراد یہ ہے کہ دارین میں اس کے صلہ کا طالب نہ ہونا اور نہ فرشتوں سے کسی حصہ کا ارادہ رکھنا۔

۸- عوام کے اخلاص سے مراد یہ ہے کہ ان کے اعمال میں ان کے نفس کا کوئی حصہ نہ ہو اور خواص کا اخلاص یہ ہے کہ ان کے اعمال پر ان کی نظر نہ پڑے اور نہ وہ اپنے اعمال کو شمار میں لائیں۔

اخلاص کی فضیلت اور ریا کاری کی مذمت احادیث کی روشنی میں:

اخلاص فی الاعمال کی فضیلت اور ریا کاری کی مذمت و وعید کے بارے میں کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۵۶۴)

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری حدیث کو سنا' اسے یاد رکھا اور اسے دوسروں تک پہنچایا۔ کیونکہ بعض اوقات کوئی شخص اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچا دیتا ہے۔ تین امور پر مسلمان کے دل میں کھوٹ نہیں ہوسکتا:

(۱) عمل میں محض اللہ کے لیے اخلاص ہونا

(۲) آئمہ مسلمانوں کے بارے میں خیر خواہی کا جذبہ ہونا

(۳) مسلمانوں کی جماعت سے التزام ہونا' کیونکہ ان کی دعا دوسرے لوگوں کو بھی شامل ہوتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۳۲)

۳- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یمن روانہ کیا گیا تو انہوں نے اس موقع پر عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت ارشاد فرمایئے گا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عبادت میں اخلاص پیدا کرو تو تمہارے لیے عمل قلیل بھی کافی ہوگا۔ (المستدرک للحاکم رقم الحدیث ۷۳۱۴)

۴- حضرت جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سنایا اللہ تعالیٰ اسے سنائے اور جس نے ریا کاری کی اللہ تعالیٰ اسے دکھائے گا یعنی جس شخص نے لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے خوار کرے گا اور جس آدمی نے لوگوں کو سنانے کے لیے عمل کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی فضیحت لوگوں کو سنائے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۹۸۷)

۵- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں دوسری امتوں پر چند درجوں کی خوشخبری سنا دو' پس جس آدمی نے آخرت کا عمل دنیا کے قصد سے کیا تو اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ رقم الحدیث ۲۲۰)

۶- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے ہم اس وقت مسیح الدجال کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں مسیح الدجال سے بڑے خطرہ کے بارے میں نہ بتاؤں جو مجھے تمہارے بارے میں ہے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شرک خفی (ریا کاری) ہے۔ جب کوئی شخص نماز میں مصروف ہو پھر وہ دیکھتا ہے کہ کوئی آدمی اسے دیکھ رہا ہے' تو وہ اپنی نماز کو زیادہ

مزین کرتا ہے۔ (شعب الایمان رقم ۶۸۳۲)

۷- حضرت ابوسعید بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین سب کو جمع کرے گا تو ایک منادی ندا کرے گا' جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل میں اس کے غیر کو شریک کیا' وہ اپنے عمل کا ثواب اسی سے طلب کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ شرکاء کے شرک سے بے پرواہ ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۷۳۰۱)

۸- حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر زیادہ خطرہ شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ریا کاری۔ جب لوگوں کو ان کے اعمال کا اجر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: تم جاؤ ان لوگوں سے جا کر اپنے اعمال کا اجر وصول کرو جن کو دکھا کر تم عمل کرتے تھے۔ پس تم دیکھو! کیا تمہیں ان سے اجر ملے گا؟ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۸)

۹- حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد میں گئے تو انہوں نے مسجد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر روتے ہوئے ملاحظہ کیا۔ ان سے دریافت کیا: آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا تھا: تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے اور جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کیا۔ اللہ تعالیٰ نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں سے محبت کرتا ہے جو چھپ کر رہتے ہیں' جب وہ چھپ جاتے ہیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا اور اگر وہ موجود ہوں تو انہیں کوئی پہچانتا نہیں ہے' ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں اور وہ گرد آلود اندھیرے سے محفوظ ہوتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۸۹)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ

باب 20: سورہ مریم سے متعلق روایات

3080 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى نَجْرَانَ فَقَالُوْا لِىْ اَلَسْتُمْ تَقْرَئُوْنَ يَا اُخْتَ هَارُوْنَ وَقَدْ كَانَ بَيْنَ عِيْسٰى وَمُوْسٰى مَا كَانَ فَلَمْ اَدْرِ مَا اُجِيْبُهُمْ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَلَا اَخْبَرْتَهُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَ بِاَنْبِيَائِهِمْ وَالصَّالِحِيْنَ قَبْلَهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اِدْرِيْسَ

3080- اخرجه مسلم (۳/۱۶۸۵): كتاب الآداب: باب: النهى عن التكنى بابى القاسم و بيان ما يستحب من الاسماء، حديث (۲۱۳۵/۹)، و احمد (۲۵۲/۴).

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے مجھے نجران بھیجا۔ وہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا: آپ لوگ اس آیت کو اس طرح تلاوت نہیں کرتے؟ ''اے ہارون کی بہن!'' جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تو بہت زیادہ زمانی فاصلہ ہے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے سمجھ نہیں آئی کہ میں انہیں کیا جواب دوں؟ جب میں واپس نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور انہیں بتایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے انہیں بتانا تھا کہ وہ لوگ اپنے سے پہلے انبیاء اور صالحین کے ناموں پر اپنے بچوں کا نام رکھا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف ابن ادریس نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

سورہ مریم مکی ہے جو چھ رکوع' ننانوے (۹۹) آیات' نوسو باسٹھ (۹۶۲) کلمات اور تین ہزار تین سو دو (۳۳۰۲) حروف پر مشتمل ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت ہارون رضی اللہ عنہ کی بہن کیسے ہوسکتی ہیں؟

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (مریم:۲۸)

''اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ بدکردار تھا اور نہ تمہاری ماں بدچلن تھی''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معیرہ رضی اللہ عنہ کو نجران بھیجا تھا۔ وہاں کے عیسائیوں نے آپ سے سوال کیا: کیا آپ قرآن میں پڑھتے ہیں؟ اے ہارون کی بہن! یعنی کیا قرآن میں اس طرح نہیں؟ حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان طویل زمانی فاصلہ ہے۔ پھر حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن کیسے ہیں؟ حالانکہ ان کے درمیان بھی طویل زمانی فاصلہ موجود ہے؟ آپ ان کے اس سوال کا جواب نہ دے سکے' جب مدینہ طیبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اہل نجران کا سوال عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس سوال کا جواب یوں ارشاد فرمایا:

(۱) وہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور دیگر نیکوکار لوگوں کے ناموں پر اپنے بچوں کے نام تجویز کرتے تھے یعنی یہاں ہارون سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی مراد نہیں ہیں بلکہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی مراد ہیں۔

(۲) حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں اور عربی زبان میں خاندان کا فرد ظاہر کرنے کے لیے لفظ اخ یا اخت سے رشتہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے: واذكر اخا عاد۔ اس لیے کہ حضرت ہود علیہ السلام عاد کے خاندان سے تھے۔

(۳) حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت ہارون کی نسل سے بھی ہوں اور ان کا حقیقی بھائی بھی ہارون ہو۔

(۴) بنی اسرائیل میں ایک نیکوکار شخص مشہور تھا' حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے تقویٰ وطہارت کو بیان کرنے کے لیے ان کی بہن کہا گیا ہے۔

(۵) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں ایک ہارون نامی شخص فسق و فجور میں مشہور تھا۔ حالات کے پیش آپ کو عار دلانے کے لیے ان کی بہن بتایا گیا ہے۔

3081 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ اَبُو الْمُغِیْرَةِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ) قَالَ یُؤْتَی بِالْمَوْتِ كَاَنَّهٗ كَبْشٌ اَمْلَحُ حَتّٰی یُوْقَفَ عَلَی السُّوْرِ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَیُقَالُ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَیَشْرَئِبُّوْنَ وَیُقَالُ یَا اَهْلَ النَّارِ فَیَشْرَئِبُّوْنَ فَیُقَالُ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ فَیُضْجَعُ فَیُذْبَحُ فَلَوْلَا اَنَّ اللّٰهَ قَضٰی لِاَهْلِ الْجَنَّةِ الْحَیَاةَ فِیْهَا وَالْبَقَاءَ لَمَاتُوْا فَرَحًا وَّلَوْلَا اَنَّ اللّٰهَ قَضٰی لِاَهْلِ النَّارِ الْحَیَاةَ فِیْهَا وَالْبَقَاءَ لَمَاتُوْا تَرَحًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"انہیں حسرت کے دن سے ڈراؤ"۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، موت کو سیاہ وسفید رنگ والے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا' اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان موجود دیوار پر کھڑا کر کے کہا جائے گا: اے جنت والو! وہ دیکھیں گے۔ پھر آواز دی جائے گی: اے جہنم والو! وہ لوگ جھانک کر دیکھیں گے۔ پھر کہا جائے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ جواب دیں گے: جی ہاں یہ موت ہے۔ پھر اس کو لٹایا جائے گا' اور ذبح کر دیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو دائمی زندگی اور بقا نصیب نہ کی ہوتی' تو وہ لوگ اس خوشی سے ہی مر جاتے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کو دائمی زندگی اور بقا نصیب نہ کی ہوتی' تو وہ لوگ اس افسوس میں ہی مر جاتے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

کفار کے لیے قیامت کا دن پچھتاوے کا دن ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

3081- اخرجه البخاری (۲۸۲/۸): کتاب التفسیر: باب: (و انذرهم یوم الحسرة) (مریم: ۳۹)، حدیث (۴۷۳۰)، و مسلم (۲۱۸۸/۴): کتاب الجنة وصفة نعیمها و اهلها: باب: النار یدخلها الجبارون و الجنة یدخلها الضعفاء، حدیث (۲۸۴۹/۴۰)، و احمد (۴۲۳/۲)، (۹/۳)، و عبد بن حمید ص (۲۸۶)، حدیث (۹۱۴)۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (مریم:۳۹)

''اور آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرائیں جب فیصلہ ہو چکا ہوگا حالانکہ وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لائیں گے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے' جس کا اختصار یہ ہے کہ موت کو چت کبرا مینڈھا کی شکل میں پیش کیا جائے گا' جہنم اور جنت کے درمیان اسے دیوار پر کھڑا کیا جائے گا۔ اہل جنت اور اہل جہنم کو پکارا جائے گا' وہ گردنیں لمبی کر کے اس کی طرف دیکھیں گے۔ ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ سب کہیں گے ہم اسے جانتے ہیں کہ یہ موت ہے' پھر اسے لٹا کر ذبح کیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے بطور انعام دائمی بقا نہ لکھی ہوتی تو وہ یہ منظر دیکھ کر مر جاتے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے لیے بطور سزا دائمی بقا نہ لکھی ہوتی تو وہ بھی یہ منظر دیکھ کر ہلاک ہو جاتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے کفار کو ڈرائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ترک نہ کریں اور غیر اللہ کے سامنے پیشانی نہ جھکائیں۔ یوم حسرت سے مراد قیامت کا دن ہے' جو کفار کے لیے حسرت کا باعث ہوگا اور انہیں اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا کہ ان کے لیے جنت تیار کی گئی تھی لیکن ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے جنت مومنوں کو دی گئی ہے اور جہنم ان کے لیے مقدر کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جہنمی لوگ جنت میں اپنا گھر دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ کاش! اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دیتا اور اس بات کی انہیں حسرت ہوگی۔ جب جنتی لوگوں کو جہنم میں ان کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تو وہ کہیں گے: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم اس میں داخل کیے جاتے' یہ دیکھنا ان کے لیے باعث مسرت و شکر ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص جہنم میں اس وقت تک داخل نہیں ہوگا جب تک وہ جنت میں اپنا ٹھکانا نہیں دیکھ لے گا۔ کوئی شخص جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوگا جب تک وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا نہیں دیکھ لے گا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۴۱)

فیصلہ شدہ دن کے مصادیق و محامل:

زیر بحث آیت میں فرمایا گیا ہے: ''جس دن فیصلہ ہو چکا ہوگا' کا مصداق و محمل کیا ہے؟ اس کے متعدد محامل و مصادیق ہیں:

۱- دنیا میں تبلیغ پوری ہو چکی ہے' عذاب و ثواب کے تمام دلائل بیان کیے جا چکے ہیں اور کفار غفلت کا شکار ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے۔

۲- دنیا کو ختم کرنے اور مکلف کرنے کا سلسلہ ختم کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

۳- اس کا مصداق اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو مینڈھے کی شکل میں پیش کیا جائے گا' ایک منادی اعلان کرے گا: اے جنتیو! وہ اپنی گردنیں بلند کر کے دیکھیں گے' انہیں کہا جائے گا کہ تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور سب اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ پھر منادی اعلان کرے گا: اے جہنمیو! وہ گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے' وہ سوال کرے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ جواب دیں

گے: ہاں! یہ موت ہے سب اسے ملاحظہ کریں گے پھر اس مینڈھے کو ذبح کیا جائے گا۔ پھر اعلان ہوگا: اے اہل جنت! اب تمہارے لیے دوام ہے موت نہیں ہے۔ پھر اعلان ہوگا: اے اہل جہنم! اب تمہارے لیے دوام ہے موت نہیں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۴۹)

3082 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ

متنِ حدیث: عَنْ قَتَادَةَ فِيْ قَوْلِهِ (وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا) قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِيْ رَاَيْتُ اِدْرِيْسَ فِي السَّمَآءِ الرَّابِعَةِ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ وَهَمَّامٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَ الْمِعْرَاجِ بِطُوْلِهِ وَهٰذَا عِنْدَنَا مُخْتَصَرٌ مِّنْ ذَاكَ

◆◆ قتادہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''اور ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھالیا''

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جب مجھے معراج کروائی گئی تو میں نے حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ اس روایت کو سعید نامی راوی نے ہمام نے اور دیگر کئی راویوں نے قتادہ کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ جس میں واقعہ معراج تفصیل کے ساتھ منقول ہے۔ ہمارے نزدیک یہ روایت اسی میں سے مختصر طور پر نقل کی گئی ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مرتبہ حاصل ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم: ۵۷)

''اور ہم نے انہیں بلند مقام کی طرف اٹھالیا''۔

3082۔ اخرجه احمد (۳/ ۲۶۰)۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں کی گئی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر اٹھالیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں شب معراج آسمان چہارم پر پہنچا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

سوال: کیا یہ درست ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی ایک فرشتہ سے دوستی تھی اور وہ آپ کو اپنے پروں میں چھپا کر آسمان چہارم میں لے گیا؟

جواب: یہ بات درست نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے آپ کو آسمان چہارم پر اٹھالیا تھا' جس کی تفصیل قرآن و سنت اور تفاسیر میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا تعارف:

آپ انبیاء علیہم السلام سے مشہور نبی ہیں' آپ کا اصل نام "اخنوخ" تھا۔ درس و تدریس سے شغف ہونے کے باعث لقب "ادریس" سے مشہور تھے بلکہ لقب اسم گرامی پر بھی غالب آ گیا تھا۔ حضرت آدم اور حضرت شیث علیہما السلام کے بعد پہلے شخص ہیں جن کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حیات مستعار سے تین سو اٹھارہ (۳۱۸) سال پائے اور آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے خط کھینچا تھا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام طویل القامت' سفید رنگ کے تھے۔ سینہ چوڑا تھا' جسم پر بال کم تھے اور سر کے بال لمبے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر ظلم اور اپنے احکام کے خلاف بغاوت و سرکشی دیکھی تو انہیں آسمان ششم میں اٹھالیا' کیونکہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (المستدرک للحاکم ج ۲' ص ۵۴۹)

حضرت ادریس علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام سے قبل نبوت دی گئی تھی اور دونوں کے مابین ایک ہزار سال کا زمانی فاصلہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت ادریس اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ تھا۔ آپ کا نام اخنوخ بن یرد بن مہلا ییل بن انوش بن قینان بن شیث بن آدم علیہم السلام تھا۔ وہب بن منبہ کی روایت کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔

مشہور ہے کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے نہیں بلکہ ان کے باپ کے دادا تھے۔ اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام لمک بن متوشلخ بن اخنوخ کے بیٹے تھے۔ آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے ستاروں اور ریاضی میں غور و خوض کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان میں تصرف کے معجزات سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ پہلے نبی ہیں جنہوں نے اپنے قلم کو استعمال کرتے ہوئے خط کھینچا' کپڑوں کی سلائی کی' کیونکہ آپ درزی تھے اور سلے ہوئے کپڑے زیب تن کیے تھے اور جانوروں کی کھالوں سے جسم پوشی کرتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ کو سب سے پہلے نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر تیس صحائف نازل کیے گئے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے آلات حرب و ضرب ایجاد کیے تھے اور بنو قبیل کے خلاف جنگ میں استعمال کیے تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ناپ تول کے آلات ایجاد کیے۔ (روح المعانی ج ۱۶' ص ۱۶)

حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان چہارم یا آسمان ششم میں وفات پانا:

حضرت ادریس علیہ السلام آسمان چہارم میں ہیں یا آسمان ششم میں؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اسی طرح اس بات میں بھی مختلف روایات ہیں کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے یا بقید حیات ہیں۔ متفق روایت کے مطابق شب معراج میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان چہارم پر آپ سے ملاقات کی انہوں نے آپ کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا تھا۔

ہلال بن یساف کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے میری موجودگی میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا یعنی ہم نے حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مقام کی طرف اٹھالیا تھا'' ۔اس کا کیا مفہوم ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل کی تھی کہ میں روزانہ تمہارے اتنے اعمال بلند کروں گا جتنے اعمال اولاد آدم علیہ السلام کے ہیں اور تم زیادہ اعمال کرنے کو پسند کرو۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس ان کا ایک دوست فرشتہ آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی نازل کی ہے کہ تم ملک الموت کو کہو کہ وہ میری روح قبض کرنے میں تاخیر سے کام لیں تاکہ میں زیادہ اعمال کر سکوں۔ وہ فرشتہ آپ کو اپنے پروں میں بٹھا کر آسمانوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ آسمان چہارم میں پہنچا تو ملک الموت زمین پر اتر رہے تھے۔ فرشتہ نے حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں وہی بات کہی جو حضرت ادریس علیہ السلام نے ان سے کہی تھی۔ ملک الموت نے دریافت کیا: حضرت ادریس علیہ السلام کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: وہ میری بیٹھ پر ہیں۔ ملک الموت نے اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا: مجھے تو حضرت ادریس علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لیے آسمان چہارم پر بھیجا گیا ہے' میں اسی سوچ و بچار میں تھا کہ میں ان کی روح کو آسمان چہارم پر کیسے قبض کروں گا حالانکہ وہ زمین پر موجود ہیں۔ پھر آسمان چہارم پر حضرت ادریس علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔ (جامع البیان رقم الحدیث ۱۷۹۱۷)

حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کی تفسیر و مفہوم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمانوں پر اسی طرح اٹھایا گیا تھا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا تھا لیکن آپ کی روح قبض نہیں کی گئی۔ اس کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(۱) حضرت ادریس علیہ السلام ابھی تک بقید حیات ہیں' یہ محل نظر ہے۔

(۲) آپ کو آسمانوں پر اٹھایا گیا ہو اور وہاں ان کی روح بھی قبض کر لی گئی ہو' یہ صورت حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت سے متضاد نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان ششم میں لے جایا گیا اور وہاں آپ کی روح قبض کر لی گئی۔ متفق کی روایت کے مطابق آپ کو آسمان چہارم میں اٹھایا گیا تھا۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کا دوسرا نام حضرت

ادریس علیہ السلام ہیں۔ حدیث معراج میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی طرح استقبال کرتے ہوئے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو لیکن نیک بیٹا کو مرحبا ہو نہیں کہا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے نہیں ہیں مگر یہ قطعی دلیل نہیں ہوسکتی۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ انکساری کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہا ہو اور بیٹا نہ کہا ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ا ص ۱۵۸)

حضرت ادریس علیہ السلام کا جنت میں زندہ ہونا:

اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے اور اب بھی وہاں موجود ہیں جبکہ انہیں جنت سے نکالا نہیں جائے گا۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح اولاد آدم کے اعمال اوپر چڑھائے جاتے ہیں اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کے اعمال بھی اوپر چڑھائے جاتے تھے۔ حضرت ملک الموت کو حضرت ادریس علیہ السلام سے محبت ہوگئی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی اجازت حاصل کی جو انہیں دے دی گئی۔ انسانی صورت میں وہ زمین پر آنے جانے لگے اور ان کی رفاقت میں رہنے لگے۔ جب حضرت ادریس علیہ السلام کو علم ہوا کہ یہ فرشتہ اور ملک الموت ہیں تو ایک دن آپ نے فرمایا: مجھے آپ سے ایک کام ہے؟ دریافت کیا: کیا کام ہے؟ کہا: آپ مجھے موت کا ذائقہ چکھائیں، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی تکلیف کا علم ہو جائے اور میں اس کی تیاری شروع کردوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا: تم ایک لحہ کے لیے ان کی روح قبض کرلو! پھر انہیں اپنی حالت میں چھوڑ دینا۔ حضرت ملک الموت نے حسب حکم اسی طرح کیا، پھر ملک الموت نے دریافت کیا: آپ نے موت کو کیسا پایا ہے؟ آپ نے جواب مین فرمایا: میں نے جتنا سنا تھا اس سے زیادہ سخت پایا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ مجھے جہنم کا معائنہ کرائیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آپ کو جہنم کا معائنہ کرایا پھر فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ آپ مجھے جنت کی سیر کرائیں؟ حضرت ملک الموت نے جنت کی سیر کرائی، آپ جنت میں داخل ہو کر گھومنے لگے، حضرت عزرائیل علیہ السلام نے جنت سے باہر آنے کا کہا لیکن حضرت ادریس علیہ السلام نے جواب دیا: قسم بخدا! میں جنت سے باہر نہیں آؤں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خود مجھے جنت سے باہر آنے کا حکم فرمائے۔ دونوں کے مابین کشیدگی پیدا ہوگئی۔ دونوں کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ نے حضرت ملک الموت سے دریافت کیا: آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے پورا واقعہ سنا دیا۔ پھر حضرت ادریس علیہ السلام سے دریافت کیا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ارشاد خداوندی ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران:۱۸۵) ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے''۔ سو میں موت کا ذائقہ چکھ چکا ہوں۔ فرمان خداوندی ہے: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم:۷۱) تم میں سے ہر شخص جہنم پر وارد ہوگا''۔ میں جہنم پر وارد ہو چکا ہوں۔ رب کائنات نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا: وَمَاهُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (الحجر:۸)
وہ جنت سے باہر نہیں نکالے جائیں گے۔ پس قسم بخدا! میں جنت سے باہر نہیں نکلوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خود مجھے جنت سے باہر نکلنے کا حکم صادر فرما دے۔ پھر ہاتف غائب کی طرف سے آواز آئی: یہ میرے اذن سے جنت میں داخل ہوئے ہیں، انہوں نے جو کچھ کیا ہے میرے حکم سے کیا ہے اور ان کا راستہ چھوڑ دو''۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۴۳)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ بہت پہلے کا ہے تو پھر آپ کو قرآنی آیات کا علم کیسے ہوا جو انہوں نے فرشتہ کے جواب میں بطور دلیل پیش کر دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ادریس علیہ السلام کو ان آیات کا علم بذریعہ وحی دیا گیا تھا یعنی ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، ہر شخص کو جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے اور جو شخص جنت میں داخل ہوگا اسے وہاں سے نکالا نہیں جائے گا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے مفہوم اور ان کی زندگی کے بارے میں اقوال مفسرین:

حضرت ادریس علیہ السلام کو بلندی کی طرف اٹھایا گیا، اس کے مفہوم میں متعدد اقوال ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱-اس سے مراد مراتب و درجات کی بلندی مراد ہے۔

۲-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ چوتھے آسمان میں ہیں۔

۳-آپ کو شرف نبوت اور مقام قرب عطا کیا گیا۔

۴-آپ چھٹے آسمان میں ہیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی حیات:

ممات اور مقام قیام میں بھی مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:

۱-چھٹے آسمان پر آپ کی روح قبض کر لی گئی تھی۔

۲-آپ چوتھے آسمان میں بقید حیات ہیں۔

۳-آپ جنت میں بقید حیات ہیں۔

۴-چار انبیاء بقید حیات ہیں:

(۱) حضرت خضر (۲) حضرت الیاس (۳) حضرت ادریس (۴) حضرت عیسیٰ علیہم السلام۔

اول الذکر دونوں آسمان میں ہیں اور موخر الذکر دونوں زمین میں ہیں۔

۵-چوتھے آسمان میں آپ کی روح قبض کی گئی تھی۔

3083 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِجِبْرِيْلَ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

3083- اخرجه البخاري (۳۰۲/۶): كتاب بدء الخلق: باب: ذكر الملائكة، حديث (۳۲۱۸)، و اطرافه من (۴۷۳۱، ۷۴۵۵)، و احمد (۲۳۱/۱، ۲۳۳، ۳۵۷)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے یہ کہا: کیا وجہ ہے کہ تم ہمارے پاس جتنا آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟

راوی بیان کرتے ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی:

''ہم صرف آپ ﷺ کے پروردگار کے حکم کے مطابق نازل ہوتے ہیں' ہمارے آگے اور ہمارے پیچھے' جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے حکم کا مامور ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ (مریم: ۶۴)

''اور ہم محض آپ کے پروردگار کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ ہمارے آگے' ہمارے پیچھے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے''۔

اس آیت کا شان نزول اور تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل وحی لے کر حاضر ہوتے رہے۔ ایک موقع ایسا آیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چند ایام تک وحی پیش کرنے سے تاخیر کر دی تو کفار کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا گیا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور اس صورتحال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پریشان ہوئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے جبرائیل! آپ نے آنے میں تاخیر کیوں کی ہے؟ اس موقع پر ہدایت نازل کی گئی جس میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مامور ہیں اور جب انہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے' تو وہ حاضر ہوتے ہیں۔

یہ آیت جنت کے مضمون کے ضمن میں لائی گئی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو جنت ضرور ملے گی لیکن اس کا ایک وقت مقرر ہے' اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے احوال سے آگاہ ہے اور اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ قیامت قائم کی جائے' لوگوں کا حساب ہو پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق مسلمان جنت میں داخل ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے یوں فرمایا: آپ ہم سے ملاقات کرنے کے لیے جتنی بار آتے ہیں اس سے زیادہ بار (یعنی بلا تاخیر کثرت سے) کیوں نہیں آتے؟ اس

سوال کے جواب میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی' جس میں بتایا گیا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی مرضی سے حاضر خدمت نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مامور ہیں اور یہ حکم جلدی ہو یا تاخیر سے ہو وہ حاضر خدمت ہو جاتے ہیں۔

3084 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ السُّدِّيِّ قَالَ سَاَلْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا) فَحَدَّثَنِيْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَرِدُ النَّاسُ النَّارَ ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ مِنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ فَاَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَالرِّيْحِ ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِيْ رَحْلِهٖ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ كَمَشْيِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ السُّدِّيِّ وَلَمْ يَرْفَعْهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ مُّرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ (وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا) قَالَ يَرِدُوْنَهَا ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ السُّدِّيِّ بِمِثْلِهٖ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قُلْتُ لِشُعْبَةَ اِنَّ اِسْرَآئِيْلَ حَدَّثَنِيْ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ مُّرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شُعْبَةُ وَقَدْ سَمِعْتُهٗ مِنَ السُّدِّيِّ مَرْفُوْعًا وَّلٰكِنِّيْ عَمْدًا اَدَعُهٗ

◆◆ سدی بیان کرتے ہیں، میں نے مرہ ہمدانی سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا:

''تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہوگا''

تو انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو یہ حدیث سنائی: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سب لوگ جہنم پر سے گزریں گے' اور وہ اس میں سے اپنے اعمال کے حساب سے گزریں گے' جو سب سے پہلے مرتبے کے ہوں گے وہ بجلی کے کوندے کی طرح گزریں گے' پھر بعد والے ہوا کی طرح گزریں گے' پھر گھوڑے کی رفتار سے گزریں گے' پھر اونٹ کے سوار کی طرح گزریں گے' پھر انسان کے عام دوڑنے کی طرح گزریں گے' اور پھر پیدل چلنے کی طرح گزریں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ اس کو شعبہ نے سدی کے حوالے سے نقل کیا ہے' لیکن اس کو ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں:

''تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہوگا''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں، لوگ اس پر آئیں گے' اور پھر اپنے اعمال کے حساب سے اس پر سے گزریں گے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی سدی سے منقول ہے۔

3084- اخرجہ الدارمی (۳۲۹/۲): کتاب الرقاق: باب: ورود النار و احمد (۴۳۳/۱، ۴۳۴).

عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں، میں نے شعبہ سے دریافت کیا: اسرائیل نے یہ روایت سدی کے حوالے سے' مرہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے' تو شعبہ نے جواب دیا: میں نے یہ روایت ''مرفوع'' روایت کے طور پر سنی ہے' لیکن میں نے جان بوجھ کر اسے چھوڑ دیا ہے (یعنی اسے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا)۔

شرح

ہر شخص کا جہنم کے اوپر سے گزرنا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم: ۷۱)

''اور بیشک تم میں سے ہر شخص کو جہنم کے اوپر سے گزرنا ہوگا' اس سلسلہ میں آپ کے پروردگار کی طرف سے قطعی فیصلہ شدہ ہے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ ہر انسان خواہ مسلمان یا کافر اور خواہ مرد یا عورت سب کو دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہوگا' کیونکہ جنت میں جانے کے لیے راستہ جہنم کے اوپر ہوگا اور وہ پل صراط ہے جو جہنم کی پشت پر بچھایا جائے گا۔ اعمال کے اعتبار سے لوگوں کے گزرنے کی رفتار مختلف ہوگی:

(۱) بعض لوگ بجلی کی رفتار سے گزریں گے۔

(۲) بعض لوگ ہوا کی رفتار سے گزریں گے۔

(۳) بعض لوگ گھوڑے کی رفتار سے گزریں گے۔

(۴) بعض لوگ اونٹ کی رفتار سے۔

(۵) بعض دوڑنے والے شخص کی رفتار سے گزریں۔

(۶) بعض لوگ پیدل چلنے والے شخص کی رفتار سے گزریں گے۔

(۷) بعض لوگ لڑکھڑاتے گزریں گے۔

(۸) کفار و مشرکین ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکیں گے کہ وہ جہنم میں گر جائیں گے اور وہ دائمی طور پر اس میں رہیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جہنم کے اوپر پل بچھایا جائے گا۔ شفاعت کی اجازت مل جائے گی اور انبیاء علیہم السلام عرض گزار ہوں گے: اے اللہ! سلامت رکھ' اے اللہ! سلامت رکھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پل صراط کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ایک پھسلواں جگہ ہوگی اس کے دندانے کانٹوں کی طرح نوک دار ہوں گے۔ وہ لوہے کے کانٹوں کی طرح ہوں گے اور سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی مثل ہوں گے۔ بعض مسلمان پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے' بعض بجلی کی رفتار سے' بعض آندھی کی طرح' بعض پرندوں کی رفتار سے' بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح' بعض اونٹوں کی رفتار سے۔ یہ

سب لوگ بسلامت گزر جائیں گے۔ بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے یہ راستہ (پل صراط) عبور کریں گے۔ بعض کانٹوں سے زخمی ہوکر دوزخ میں گر جائیں گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو مسلمان نجات حاصل کر کے جنت میں جائیں گے وہ اپنے ان بھائیوں کے بارے میں جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے' کو چھڑانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کریں گے جس طرح کوئی شخص کسی سے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے کسی سے تنازع کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں نے ہمارے ساتھ روزے رکھے' ہمارے ساتھ نمازیں پڑھیں اور ہمارے ساتھ حج کیے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں کہا جائے گا ان لوگوں میں سے جن کو تم پہچانتے ہو انہیں جہنم سے نکال لو' ان لوگوں پر جہنم کی آگ حرام کی جائے گی۔ پھر اہل جنت کثیر تعداد میں جہنم سے مسلمانوں کو نکال لیں گے' ان میں سے بعض کو نصف پنڈلیوں تک اور بعض کو گھٹنوں تک آتش دوزخ نے جلا ڈالا ہوگا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث ۴۵۸۱)

فائدہ نافعہ: اس آیت اور روایت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کفار کی طرح مسلمانوں کو بھی جہنم میں داخل کیا جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو دوزخ کے پاس لے جایا جائے گا اور پل صراط پر گزارا جائے گا پھر انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ تاہم کفار و مشرکین جہنم میں داخل کیے جائیں گے' وہ دائمی طور پر اس میں رہیں گے' ان کی شفاعت و سفارش نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

مسلمانوں کے دخول جہنم سے مراد بخار میں مبتلا ہونا ہے:

بعض علماء کا نقطہ نظر ہے کہ مسلمانوں کے دخول جہنم کے بارے میں جو بیان ہوا ہے اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انہیں عملی طور پر جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں (دنیا میں) بخار میں مبتلا کیا جائے گا اور بخار ہی ان کے حق میں دخول جہنم کے مترادف ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابو ریحانہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار دوزخ کی بھٹی ہے اور یہ مومن کے لیے آگ کا حصہ ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۲' ص ۲۷۰)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار میں مبتلا ایک شخص کی عیادت کی اور میں بھی اس موقع پر موجود تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض سے یوں مخاطب ہوئے تمہیں خوشخبری ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ میری آگ ہے' جس مسلمان کو میں اس میں مبتلا کرتا ہوں اس کے لیے یہ آخرت کی آگ کا حصہ بن جاتا ہے۔

(مسند احمد' ج ۲' ص ۴۴۰)

۳- ابوالنظر اسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے تین بچے وفات پا جائیں اور وہ ان پر صابر رہے تو یہ اس کے لیے جہنم سے ڈھال بن جائیں گے۔ ایک خاتون نے عرض کیا: یارسول اللہ! جس شخص کے دو بچے وفات پا جائیں اور وہ ان پر صبر کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: دو بچوں والے شخص کا بھی یہی حکم ہے۔

(مؤطا امام مالک' رقم الحدیث ۲۳۵)

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی اولاد اور اس کے اقارب پر مسلسل مصائب کا تسلط ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں ہوگا۔

(المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۴۶)

۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کی جان اس کے مال اور اس کی اولاد پر مصائب کا تسلط ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔

(الاستذکار رقم الحدیث ۱۱۷۶۱)

3085 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنِّیْ قَدْ اَحْبَبْتُ فُلَانًا فَاَحِبَّهُ قَالَ فَيُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ ثُمَّ تَنْزِلُ لَهُ الْمَحَبَّةُ فِیْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ (اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا) وَاِذَا اَبْغَضَ اللّٰهُ عَبْدًا نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنِّیْ اَبْغَضْتُ فُلَانًا فَيُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ ثُمَّ تَنْزِلُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِی الْاَرْضِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر وہ آسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں: پھر اس شخص کی محبت اہل زمین میں نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مراد یہی ہے۔

"بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت قائم کردے گا۔"

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: میں فلاں بندے کو ناپسند کرتا ہوں پھر وہ آسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں: پھر اس شخص کے لیے زمین میں ناپسندیدگی نازل ہو جاتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت عبدالرحمٰن کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ابوصالح کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

3085- اخرجه مالك (۹۵۳/۲): كتاب الشعر: باب: ماجاء في المتحابين في الله، حديث (۱۵)، و البخاري (۴۶۹/۱۳): كتاب التوحيد: باب: كلام الرب مع جبريل و نداء الله الملائكة، حديث (۷۴۸۵)، و مسلم (۲۰۳۰/۴): كتاب البر و الصلة و الآداب: باب: اذا احب الله عبدا حببه الى غيره، حديث (۲۶۳۷/۱۵۷)، واحمد (۲۶۷/۲، ۳۴۱، ۴۱۳، ۵۰۹)

حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

شرح

صالح مومن سے تمام مخلوق کا محبت کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم:۹۶)

''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی محبت (مخلوق کے دلوں میں) ڈال دے گا''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے' اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور اسے اپنے قرب سے نوازتا ہے' تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: اے جبرئیل میں فلاں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو! حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمانوں میں اس کا اعلان کر دیتے ہیں پھر اہل زمین کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ اسی طرح آسمانوں اور زمین کی مخلوق اس بندے سے محبت کرنا شروع کر دیتی ہے۔ روز بروز لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور مخلوق اس کی اطاعت گزار و فرمانبردار بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی لوگ دلی طور پر حضور غوث اعظم' حضرت داتا گنج بخش ہجویری' حضرت خواجہ معین الدین چشتی' حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشان' حضرت مجدد الف ثانی' حضرت میاں میر قادری' حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی' علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی' حضرت خواجہ غلام دستگیر قصوری' حضرت امام احمد رضا خان بریلوی' حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی' حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری' حضرت شیر ربانی شرقپوری اور دیگر اولیاء و صالحین سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے میں سعادت تصور کرتے ہیں۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ جس بندے سے نفرت کرتا ہے اس کے بارے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: اے جبرئیل! میں فلاں بندے سے نفرت کرتا ہوں' تم بھی اس سے اظہار نفرت کرو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمانوں اور زمین میں اس کی نفرت کا اعلان کر دیتے ہیں۔ تمام مخلوق کے دلوں میں اس کی نفرت ڈال دی جاتی ہے اور تمام اہل آسمان و اہل زمین اس سے نفرت کرنا شروع کر دیتے ہیں مثلاً فرعون' نمرود' شداد' بخت نصر' ابوجہل' عتبہ' شیبہ اور یزید پلید وغیرہ لوگوں سے آج بھی اظہار نفرت کرتے ہیں۔

3086 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَمِعْتُ خَبَّابَ بْنَ الْاَرَتِّ

3086۔ اخرجه البخاری (۳۷۲/٤): کتاب البیوع: باب: ذکر القین و الحداد، حدیث (۲۰۹۱)، و اطرافه من (۲۲۷۵، ۲٤۲۵، ٤۷۳۲، ٤۷۳۳، ٤۷۳٤، ٤۷۳۵، ۳۷۳۵)، ومسلم (۲۱۵۳/٤): کتاب صفات المنافقین و احکامهم، حدیث (۲۷۹۵/۳۵)، و احمد (۱۱۰/۵، ۱۱۱)

متن حدیث: يَقُوْلُ جِئْتُ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ اَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِّيْ عِنْدَهٗ فَقَالَ لَا اُعْطِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَقُلْتُ لَا حَتّٰى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَاِنِّيْ لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوْثٌ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اِنَّ لِيْ هُنَاكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَاَقْضِيْكَ فَنَزَلَتْ (اَفَرَاَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا) الْاٰيَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ مسروق بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، میں عاص بن وائل سہمی کے پاس آیا تا کہ اس سے اپنی رقم کی وصولی کر سکوں تو وہ بولا: میں تمہیں اس وقت تک ادائیگی نہیں کروں گا' جب تک (حضرت) محمد (ﷺ) کا انکار نہیں کرتے تو میں نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا' جب تک تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہو جاتے۔ اس نے کہا: کیا جب میں مر جاؤں گا' تو مجھے پھر زندہ کیا جائے گا؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو اس نے کہا: پھر تو مجھے وہاں بھی مال اور اولاد مل جائیں گے' تو میں تمہیں اس وقت ادائیگی کر دوں گا' تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

''تم نے اس شخص کو دیکھا ہے؟ جو ہماری آیات کا انکار کرتا ہے' اور یہ کہتا ہے: مجھے مال اور اولاد ضرور دیئے جائیں گے''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

خوشحال متکبر کفار کی مذمت و وعید:

ارشاد خداوندی ہے:

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ○ (مریم: ۷۷)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور اس نے کہا: میں تب بھی مال اور اولاد دیا جاؤں گا''۔

اس آیت کا شانِ نزول اور کفار کی مذمت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے عاص بن وائل سے قرضہ لینا تھا۔ میں اپنے قرضہ کا تقاضا کرنے کے لیے اس کے پاس گیا۔ قرض کا تقاضا کرنے پر عاص بن وائل نے کہا: میں تمہارا قرض اس شرط پر ادا کروں گا کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کریں! میں نے جواب میں کہا: تم مر کر زندہ کیے جاؤ تب بھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں کروں گا۔ چونکہ کفار مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو محال و ناممکن تصور کرتے ہیں' اس لیے عاص بن وائل نے کہا: کیا میں مر کر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے جواب میں کہا: ہاں ایسا ہو گا۔ اس نے کہا: دوبارہ زندہ کیے جانے پر بھی میرے پاس دولت اور اولاد ہو گی اور میں اس وقت بھی آپ کا قرض ادا کر سکوں گا۔ اس پر یہ

آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں کفار کے عقیدۂ آخرت، تکبر وغرور اور ان کی دولت ومال کی مذمت کی گئی ہے۔

فائدہ نافعہ: کفار کے عقائد ونظریات بے بنیاد اور غلط ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال بھی قابل نفرت ہیں، لہٰذا انہیں بنیاد بنا کر کوئی امید رکھنا درست نہیں ہوسکتا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ طٰهٰ

باب 21: سورہ طٰہٰ سے متعلق روایات

3087 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ اَبِى الْاَخْضَرِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ اَسْرٰى لَيْلَةً حَتّٰى اَدْرَكَهُ الْكَرٰى اَنَاخَ فَعَرَّسَ ثُمَّ قَالَ يَا بِلَالُ اكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَةَ قَالَ فَصَلّٰى بِلَالٌ ثُمَّ تَسَانَدَ اِلٰى رَاحِلَتِهٖ مُسْتَقْبِلَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ وَكَانَ اَوَّلَهُمْ اسْتِيْقَاظًا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَىْ بِلَالُ فَقَالَ بِلَالٌ بِاَبِىْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخَذَ بِنَفْسِى الَّذِىْ اَخَذَ بِنَفْسِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتَادُوْا ثُمَّ اَنَاخَ فَتَوَضَّاَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ صَلّٰى مِثْلَ صَلَاتِهٖ لِلْوَقْتِ فِىْ تَمَكُّثٍ ثُمَّ قَالَ (اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ)

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

توضیح راوی: وَصَالِحُ بْنُ اَبِى الْاَخْضَرِ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ وَغَيْرُهٗ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے، تو رات کے وقت سفر کرتے ہوئے آپ ﷺ کو آرام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور وہیں رات کے وقت پڑاؤ کرلیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال! آج رات ہمارے لیے تم نے پہرہ دینا ہے (یعنی فجر کے وقت اٹھا دینا ہے)

راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نوافل ادا کرنے شروع کیے پھر وہ اپنی سواری کے ساتھ ٹیک لگا کر مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اسی دوران ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئے۔ ان سب لوگوں میں سے کوئی بھی بیدار نہیں ہوا۔ اُن میں سے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: اے بلال! (تم نے تو ہمیں جگانا تھا) تو حضرت بلال نے

3087۔ اخرجه مسلم (۶۱۸/۲ - الابی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: قضاء الصلاة الفائتة و استحباب تعجيل قضائها، حديث (۶۸۰/۳۰۹)، و ابوداؤد (۱۷۲/۱): كتاب الصلاة: باب: من نام عن صلاة او نسيها، حديث (۴۳۵)، والنسائي (۲۹۵/۱، ۲۹۶): كتاب المواقيت: باب: اعادة من نام عن الصلاة لوقتها من الغد، حديث (۶۱۸، ۶۱۹)، و ابن ماجه (۲۲۷/۱): كتاب الصلاة: باب: من نام عن الصلاة او نسيها، حديث (۶۹۷)۔

عرض کی، میرے والد آپ ﷺ پر قربان ہوں' یارسول اللہ ﷺ! مجھے بھی اسی ذات نے روک لیا تھا جس نے آپ ﷺ کو روک لیا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہاں سے روانہ ہو جاؤ! پھر (کچھ آگے جا کر) نبی اکرم ﷺ نے اپنے جانوروں کو بٹھایا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے یہ نماز اسی طرح ادا کی' جس طرح نماز کو اس کے وقت میں ادا کرتے تھے' یعنی ٹھہر' ٹھہر کر نماز ادا کی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔ کئی حفاظ نے زہری کے حوالے سے' سعید بن مسیب کے حوالے سے نقل کیا ہے' نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایسا ہوا۔ ان حفاظ نے اس کی سند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

اس روایت کے راوی صالح کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان اور دیگر محدثین نے اس شخص کے حافظے کے حوالے سے' اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

اس صورت کے آغاز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طٰہٰ کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے' جس وجہ سے سورہ کا نام ''سورۂ طٰہٰ'' تجویز کیا گیا ہے۔ یہ صورت مکی ہے جو آٹھ (۸) رکوع، ایک سو چونتیس (۱۳۴) آیات، ایک ہزار تین سو ایک (۱۳۰۱) الفاظ اور پانچ ہزار دو سو بیالیس (۵۲۴۲) حروف پر مشتمل ہے۔

جب نماز بھول کر یا نیند غالب آنے پر رہ جائے تو یاد آنے پر یا بیدار ہونے پر ادا کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ○ (طٰہٰ: ۱۴)

''بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں پس آپ میری عبادت کریں اور میری یاد کے لیے نماز قائم کریں۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس لوٹے تو پوری رات سفر کی وجہ سے رات کے آخری حصہ میں ایک مقام پر قیام کیا۔ آپ محو استراحت ہو گئے او حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بیدار رہنے اور صبح کی نماز کے لیے بیدار (بذریعہ اذان) کرنے کا حکم دیا لیکن ان پر نیند نے غلبہ حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بیدار ہوئے۔ حضرت بلال اور دیگر صحابہ کو بیدار کیا اور وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتی نماز کی طرح نماز ادا فرمائی پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۔

یہاں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان عمداً نماز ترک نہیں کر سکتا تاہم سہواً یا سونے کی وجہ سے چھوٹ جائے تو اس کے یاد آنے یا بیدار ہونے پر حسب معمول نماز ادا کی جائے اور اگر متعدد لوگ ہوں تو جماعت ادا کی جائے۔ بصورت دیگر انفرادی طور پر

بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے کے فضائل:

جو شخص دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار سے کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے وہ مسلمان ہے اور وہ دائمی جہنمی نہیں رہتا بلکہ جنتی بن جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کی فضیلت کے حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ایمانوں کو تازہ رکھو! عرض کیا گیا یارسول اللہ! ہم کس چیز کے ذریعے اپنے ایمانوں کو تازہ رکھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کی کثرت سے۔ (مسند احمد، ج ۲، ص ۳۵۹)

۲- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے خلوص سے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ پڑھا جنت میں داخل ہوگا۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! خلوص کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان سے دور رہنا۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۲۲۵۷)

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا زیادہ حق دار کون ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میرا یہی گمان تھا کہ تم سے پہلے یہ سوال کوئی نہیں کرے گا، پھر فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت کا زیادہ حق دار وہ شخص ہوگا جس نے اخلاص قلب کے ساتھ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ پڑھا ہوگا۔

۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک سواری پر سوار تھے تو آپ نے تین بار فرمایا: اے معاذ بن جبل! انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اطاعت کے لیے حاضر ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صدق دل کے ساتھ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام قرار دے گا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس بارے میں لوگوں کو خوشخبری نہ سنادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح لوگ اس پر اعتماد کرلیں گے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۲۸)

۵- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کی شہادت پیش کرنا جنت کی چابیاں ہیں۔ (مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۶)

۶- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا: بہترین ذکر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔

۷- حضرت عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: مجھے ایک کا علم دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی وہ دل سے پڑھے گا پھر تادم مرگ اس پر قائم رہے گا تو اس پر جہنم حرام قرار پائے گا۔ وہ کلمہ ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ۔

(المستدرک للحاکم، ج ۱، ص ۷۲)

۸- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ اس وقت

سفید چادر اوڑھے محو آرام تھے، جب میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر دنیا سے رخصت ہو جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! خواہ وہ شخص زنا کرے اور چوری کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ میرے عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ الفاظ دہرائے۔ آخری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔

(سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۱۱۶)

عمداً ترک نماز سے اس کی قضا واجب ہونا:

جو شخص عمداً تارک نماز ہو، اس پر بھی نماز کا قضا کرنا واجب ہے اور ترک نماز کے سبب وہ گناہگار ہوگا۔ یہ جمہور فقہاء کا مؤقف ہے۔ داؤد ظاہری کا مؤقف ہے اس پر نماز کا قضا کرنا واجب نہیں ہے تاہم عمداً تارک صلوٰۃ گناہگار ہوگا۔ بھول کر یا سونے سے نماز چھوڑ جانے سے آدمی گناہگار نہیں ہوگا' کیونکہ اس صورت میں وہ مرفوع القلم تصور ہوگا۔ جمہور فقہاء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۔ اور تم نماز قائم کرو۔ نماز وقت میں پڑھی جائے یا وقت گزرنے کے بعد، آیت کا تقاضا ہے کہ اس کی قضا واجب ہے۔ اسی طرح بھولنے اور سونے والے پر بھی نماز کا قضا کرنا واجب ہے خواہ وہ گناہگار نہیں ہوگا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَام

باب 22: سورہ انبیاء سے متعلق روایات

3088 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِى الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ الْوَيْلُ وَادٍ فِىْ جَهَنَّمَ يَهْوِىْ فِيْهِ الْكَافِرُ اَرْبَعِيْنَ خَرِيفًا قَبْلَ اَنْ يَّبْلُغَ قَعْرَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ویل'' جہنم میں ایک وادی ہے کافر شخص اس میں چالیس برس تک گرتا رہے گا' تو اس کی گہرائی میں پہنچے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف ابن لہیعہ کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

جہنم کی وادی ویل کی گہرائی:

ارشاد خداوندی ہے:

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۴)

انہوں نے کہا: ہائے افسوس! بے شک ہم ظلم کرنے والے ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جس طرح اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت تیار کر رکھی ہے اور اس کی وسعت کا اندازہ لگانا انسانی طاقت سے باہر ہے اسی طرح کفار و مشرکین کے لیے دائمی مقام تیار کر رکھا ہے جسے جہنم کہا جاتا ہے۔ اس کی ایک وادی کا نام ''ویل'' ہے، اس کی وسعت کا اندازہ لگانا بھی دشوار ہے تاہم زبان نبوت سے اس کی وسعت یوں بیان کی گئی ہے کہ اگر کسی کافر و مشرک کو اس کے کنارے سے پھینکا جائے تو وہ چالیس سال کے طویل ترین عرصہ میں اس کی گہرائی تک پہنچ سکے گا۔

3089 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوْسَى الْبَغْدَادِيُّ وَالْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْاَعْرَجُ بَغْدَادِيٌّ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ غَزْوَانَ اَبُوْ نُوحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ يُكَذِّبُوْنَنِيْ وَيَخُوْنُوْنَنِيْ وَيَعْصُوْنَنِيْ وَاَشْتُمُهُمْ وَاَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ اَنَا مِنْهُمْ قَالَ يُحْسَبُ مَا خَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوْكَ وَعِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَّا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ دُوْنَ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ قَالَ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَعَلَ يَبْكِي وَيَهْتِفُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَقْرَاُ كِتَابَ اللّٰهِ (وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّاِنْ كَانَ مِثْقَالَ) الْاٰيَةَ فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلِهٰٓؤُلَآءِ شَيْئًا خَيْرًا مِّنْ مُّفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُكُمْ اَنَّهُمْ اَحْرَارٌ كُلُّهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَزْوَانَ وَقَدْ رَوٰى اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَزْوَانَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس کچھ غلام ہیں جو میرے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں میری نافرمانی کرتے ہیں اور میں بھی انہیں گالیاں دے دیتا ہوں ان کی پٹائی کر دیتا ہوں۔ آپ ﷺ مجھے بتائیں (آخرت میں) میرا اور ان کا انجام اس حوالے سے کیا ہوگا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ تمہارے ساتھ جو خیانت کرتے ہیں جو تمہاری نافرمانی کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور تم جو انہیں سزا دیتے ہو اس کا حساب لیا جائے گا۔ اگر تمہاری دی ہوئی سزا ان لوگوں کی زیادتی کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر برابر چھوٹ جائے گا نہ تمہیں کچھ ملے گا نہ ان پر کچھ عائد ہوگا اور اگر تمہاری ان کو دی ہوئی سزا ان لوگوں کی کی ہوئی زیادتی سے کم ہوگی تو تمہیں اضافی (اجر و ثواب) مل جائے گا اور اگر تمہاری انہیں دی جانے والی سزا ان کے جرم سے

3089- اخرجه احمد (۶/ ۲۸۰)۔

زیادہ ہوئی' تو پھر اس اضافی سزا کا تم سے قصاص لیا جائے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: وہ شخص اٹھ کر ایک طرف ہوتے ہوئے' واپس جانے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اللہ کی کتاب میں یہ نہیں پڑھا:

''قیامت کے دن ہم انصاف کا ترازو قائم کریں گے' اور کسی بھی شخص پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا' خواہ وہ رائی کے دانے کے وزن جتنا ہو۔''

اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! مجھے اپنے لیے اور ان کے لیے اس سے بہتر کوئی چیز محسوس نہیں ہوئی کہ ان سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ میں آپ ﷺ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں' یہ سب آزاد ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف عبدالرحمٰن نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے اسے عبدالرحمٰن نامی راوی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

اس سورہ میں انبیاء علیہم السلام کے احوال بالتفصیل بیان ہوئے ہیں جس وجہ سے اس کا نام ''سورۃ الانبیاء'' تجویز ہوا۔ یہ سورہ مکی ہے جو سات (۷) رکوع، ایک سو بارہ (۱۱۲) آیات، ایک ہزار ایک سو اڑسٹھ (۱۱۶۸) کلمات اور چار ہزار آٹھ سو نوے (۴۸۹۰) حروف پر مشتمل ہے۔

قیامت کے دن میزان عدل قائم کیے جانا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○ (الانبیاء: ۴۷)

اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو رکھیں گے، کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں ہوگا اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر ہوگا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں''۔

میزان میں اعمال وزن کرنا احادیث کی روشنی میں:

قیامت کے دن قیام میزان اور اس میں اعمال کا وزن کرنا حق ہے اور اس بارے میں قرآن وسنت کے کثیر دلائل موجود ہیں۔

اس مسئلہ سے متعلق چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یوں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میرے پاس دو غلام ہیں جو میری تکذیب کرتے ہیں، میری خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ میں انہیں برا کہتا ہوں، انہیں سزا دیتا ہوں اور میرا آخرت میں ان کے ساتھ کیسے معاملہ ہوگا؟ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جو تمہاری تکذیب کرتے ہیں، خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں اور نافرمانی کرتے ہیں، کو تمہاری سزا کے ساتھ وزن کیا جائے گا۔ اگر تمہاری سزا ان کے جرائم کے مطابق ہوگی تو معاملہ صاف ہو جائے گا اور اس صورت میں نہ تمہیں ثواب ہوگا اور نہ عتاب۔ اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے کم ہوگی تو تمہارے لیے ثواب وفضیلت ہوگی اور اگر تمہاری طرف سے دی جانے والی سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ آپ کی گفتگو (جواب) سن کر وہ شخص رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ آیت پڑھی: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ (الانبیاء: ۴۷)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے سو کسی شخص پر بالکل زیادتی نہیں ہوگی اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوئی تو ہم اسے لے آئیں گے۔

اس شخص نے کہا اب ان غلاموں سے نجات حاصل کرنے کا میرے لیے یہی طریقہ ہے کہ میں انہیں آزاد کردوں اور ساتھ ہی اس نے ان کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ (مسند احمد، ج ۶، ص ۲۸۰)

۲۔ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک شخص کو الگ کھڑا کرے گا، اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر پیش کیے جائیں گے جو منتہاء بصر تک پھیلے ہوئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تم ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ وہ عرض کرے گا: میرے پروردگار! نہیں۔ ارشاد خداوندی ہوگا کیا تمہارا کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میرا کوئی عذر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں؟ ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی موجود ہے، آج تم پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر ایک پرچی نکالی جائے گی جس پر یہ عبارت تحریر ہوگی: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا: تم یہ پرچی اپنی میزان میں رکھو! وہ شخص عرض کرے گا: اے پروردگار! ان رجسٹروں کے مقابل اس پرچی کا کیا وزن ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر گناہوں کے رجسٹر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچی دوسرے پلڑے میں رکھی جائے گی، رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور پرچی والا پلڑا بھاری ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے نام کا مقابلہ وزن کے لحاظ سے کوئی چیز نہیں کرسکتی۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۳۰۰)

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، اس کے پاس ایک فرشتہ موجود ہوگا۔ اگر اس کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوا تو وہ بلند آواز سے اعلان کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص اس طرح کامیاب ہوا کہ وہ نامراد نہیں ہوگا۔ اگر اس کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوا تو فرشتہ بلند آواز سے اعلان کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص ایسا ناکام ہوا ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

(اتحاف السادۃ المتقین، ج ۱، ص ۴۷۴)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میزان کے دو پلڑے ہیں، ایک پلڑا ایسا ہوگا جس میں نیکیوں اور

برائیوں کو وزن کیا جائے گا، نیکیوں کو خوبصورتی سے میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا' وہ پلڑا بھاری ہوگا پھر جنت میں اس کے مرتبہ میں رکھ دیا جائے گا۔ پھر مسلمان سے کہا جائے گا کہ تم اپنے عمل کے مطابق جنت میں چلے جاؤ۔ وہ اعمال کی پہچان کی وجہ سے جنت میں پہنچ جائے گا۔ ایک شخص کے گناہوں کو بری صورت میں میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا، وہ پلڑا ہلکا ہوگا اور باطل ہلکا ہی ہوا کرتا ہے، پھر اسے جہنم میں پھینکا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ دوزخ میں جا کر اپنے اعمال سے مل جاؤ اور وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں اپنا ٹھکانہ پہچان لے گا اور اس عذاب کو بھی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تیار کیا ہے۔

(شعب الایمان، رقم الحدیث ۲۸۲)

میزان میں اعمال وزن کرنے کی وجوہات:

قیامت کے دن میزان عدل قائم کرنے اور اس پر لوگوں کے اعمال وزن کیے جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی وابدی کے مطابق جانتا ہے کہ کس کے اعمال زیادہ ہیں اور کس کے کم ہیں، کس کے برے ہیں اور کس کے اچھے ہیں تو پھر میزان عدل قائم کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی وابدی کے مطابق تمام مخلوق کے اعمال سے آگاہ ہے خواہ وہ اعمال صالحہ ہوں یا اعمال سیئہ لیکن اس کے باوجود قیامت کے دن ان کا وزن کیا جائے گا، اس کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے گا کہ ان پر ظلم و زیادتی نہیں ہوئی بلکہ انصاف کی بنیاد پر انہیں ثواب یا عذاب دیا گیا ہے۔

۲۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا انہیں اس حقیقت کا علم ہو جائے گا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم و مہربانی ہے۔

۳۔ لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہی ہو جائے کہ ان کے گناہ کس قدر زیادہ ہیں اور نیکیاں کس قدر کم ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں معاف کر کے احسان و مہربانی کی ہے۔

۴۔ لوگوں کو اس بات سے مطلع کرنا مقصود ہو کہ ان کے گواہ انبیاء، اولیاء، صالحین، شہداء اور علماء کی شفاعت کی وجہ سے معاف کیے گئے ہیں۔

میزان عدل میں کامیابی کے لیے حقوق العباد کی ادائیگی کی ضرورت واہمیت:

قیامت کے دن میزان قائم کیے جانے اور اس پر اعمال کے وزن کرنے کا جو نظریہ اسلام نے پیش کیا ہے اس کے کئی مقاصد ہو سکتے ہیں لیکن کلیدی مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں ایسے اعمال و امور انجام دے جو اس کے لیے آخرت میں مفید و نافع ہوں مثلاً اسلامی عقائد کی اصلاح، حقوق اللہ یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج ادا کرنا۔ علاوہ ازیں حقوق العباد یعنی والدین سے حسن سلوک، ہمسایوں کے حقوق، اعزاء و اقارب سے صلہ رحمی، غرباء کی مالی و اخلاقی معاونت اور حسب طاقت قرض حسنہ سے کسی کی مدد کرنا وغیرہ۔ امور سیئہ مثلاً زنا کاری، چغل خوری، شراب نوشی، سود، چوری چکاری، رزق حرام کا حصول اور جھوٹ وغیرہ سے مکمل اجتناب کرے۔

اس سلسلے میں چند ایک احادیث مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حقوق والوں کو ان کے حقوق دیئے جائیں گے حتیٰ کہ سینگوں والی بکری سے بغیر سینگوں کے بکری کا بدلہ لیا جائے گا۔ (المعجم الکبیر، ج 23، ص ۳۶۴)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ مسلمانوں نے جواباً عرض کیا: ہمارے ہاں مفلس وہ شخص ہے، جس کے پاس درہم و دینار نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نمازوں، روزوں اور زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت عائد کی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ پس اس کی نیکیاں ان کو دی جائے گی، ان کے حقوق سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے۔ پھر اس شخص کو جہنم میں پھینکا جائے گا۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۸۲)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقوق العباد معاف ہونا:

اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے قیامت کے دن اپنے حقوق لوگوں کو معاف کر دے گا لیکن حقوق العباد معاف نہیں کرے گا، کیونکہ وہ عباد سے متعلق ہوتے ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حقوق العباد بھی معاف کر دے گا۔ اس بارے میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قیامت کے دن ایک مسلمان اپنے مقروض کو پکڑ کر اسے کہے گا: میں نے اس شخص سے قرض وصول کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اپنے بندوں کا حق معاف کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ قرض خواہ کو راضی کرے گا اور مقروض کو معاف کر دے گا۔ (حسن الظن باللہ، رقم الحدیث ۱۱۶)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی لوگ جہنم میں داخل ہو جائیں گے جبکہ جن لوگوں کے ذمہ حساب رہ گا وہ باقی رہ جائیں گے۔ عرش کے نیچے ایک منادی یہ اعلان کرے گا: اے اہل محشر! تم باہم ایک دوسرے کو معاف کر دو اور تمہارا ثواب ہمارے ذمہ ہے۔

(مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۳۵۵)

۳- حسن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ہم نے آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے والدین نثار ہوں، آپ کس وجہ سے ہنستے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: میرے دو امتی اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے جن میں سے ایک عرض کرے گا: اے پروردگار! میرے اس بھائی سے میرا بدلہ لے دے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا: تم اپنے اس بھائی پر ظلم کرنے کا بدلہ دو۔ وہ عرض گزار ہوگا، اب میری نیکیوں میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ وہ شخص (مظلوم) عرض کرے گا: پھر میرے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور چشمان مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عظیم یوم ہوگا اور لوگ اس بات کو پسند کریں گے کہ ان کے گناہ ان سے ہٹا دیئے جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ طالب حق سے فرمائے گا: تم اپنا سر اٹھا کر جنتوں کی طرف دیکھو۔ وہ شخص اپنا سر اٹھا کر دیکھے گا اور عرض کرے گا: اے پروردگار! میں جنت میں چاندی اور سونے کے محلات دیکھ رہا ہوں جن میں موتی جڑے گئے ہیں۔ کیا یہ کسی نبی کے لیے ہیں یا کسی صدیق کے لیے ہیں یا پھر کسی شہید کے لیے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا: یہ اس شخص کے لیے ہیں جو ان کی قیمت ادا کرسکتا ہے۔ وہ شخص عرض کرے گا: اے پروردگار! ان کی قیمت کون ادا کرسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کہے گا: تم ان کی قیمت ادا کرسکتے ہو۔ وہ پھر دریافت کرے گا: اے رب کائنات! ان کی قیمت کیا ہے؟ حکم ہوگا: تم اپنے بھائی کا ظلم معاف کردو۔ وہ عرض کرے گا: میں نے انہیں معاف کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم اپنے بھلائی کو اپنے ساتھ لو اور اسے جنت میں داخل کردو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو! باہم صلح سے رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسلمانوں کے درمیان صلح کرادے گا۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۸۷۵۸)

وزن کیے جانے والوں کی اقسام:

وزن کیے جانے کے اعتبار سے آخرت میں لوگ تین قسم کے ہوں گے:

۱۔ متقین: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے کبیرہ گناہ نہیں ہوں گے، ان کے اعمال صالحہ روشن پلڑے میں رکھے جائیں گے۔ ان کے صغائر کا وزن نہیں ہوگا اور تاریک پلڑا خالی ہوگا۔ کبائر سے اجتناب کی وجہ سے صغائر معاف کردیئے جائیں گے۔

۲۔ مخلطین: یہ وہ مسلمان لوگ ہیں جن کے اعمال صالحہ کے علاوہ کبائر بھی ہوں گے۔ ان کے اعمال صالحہ روشن پلڑے میں اور برائیاں تاریک پلڑے میں رکھی جائیں گی۔ اگر ان کے اعمال صالحہ کثیر اور برائیاں قلیل ہوں گی تو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا خواہ اعمال صالحہ کا وزن معمولی سا زیادہ ہوگا۔ اگر ان کی برائیاں زیادہ اور اعمال صالحہ کم ہوں گے تو انہیں جہنم میں سزا دی جائے گی خواہ برائیوں کا وزن معمولی سا زیادہ ہوگا۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف بھی کرسکتا ہے۔ اگر ان کے اعمال صالحہ اور برائیوں کا وزن برابر ہوگا تو انہیں نہ جنت میں بھیجا جائے گا اور نہ جہنم میں بلکہ مقام اعراف میں رکھا جائے گا۔ یہ صورت تب ہے جب برائیوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا۔ اگر برائیوں کا تعلق حقوق العباد سے ہوگا تو پھر ان کی نیکیاں زیادہ ہوں گی تو نیکیوں کا ثواب بقدرے حقوق کم کردیا جائے گا، اگر ان کی نیکیاں دینے اور ثواب کم کرنے کے باوجود حقوق العباد پورے نہ ہوتے ہوں گے تو اس صورت میں حق داروں کے گناہ ان کے پلڑے میں ڈال دیئے جائیں گے۔

۳۔ کفار ومشرکین: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال صالحہ نہیں ہوں گے بلکہ تاریک پلڑے میں ان کے گناہ رکھے جائیں گے اور روشن پلڑا فارغ ہوگا۔ ان کے کفر وشرک کے نتیجہ میں اللہ کے حکم سے انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

فائدہ نافعہ: مسلمان خواہ کتنے گناہگار ہوں گے بالآخر ان کی مغفرت ہوجائے گی اور ان کا دائمی مقام جنت ہوگا۔ ان کی مغفرت شفاعت کی وجہ سے ہوگی یا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کا یقینی ودائمی مقام جنت ہوگا۔ نیک لوگوں کا وزن ان کی عزت افزائی کے لیے اور کفار کے اعمال کا وزن ان کی عزت افزائی کے لیے کیا جائے گا۔

اس بارے میں دو مشہور روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہوں گے جو نہ انبیاء ہوں گے اور نہ شہداء مگر قیامت کے دن قرب الٰہی کی وجہ سے انبیاء وشہداء ان کی تحسین فرمائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی رضا کے لیے لوگوں سے محبت کریں گے، ان کا لوگوں سے رشتہ ناطہ نہیں ہوگا اور نہ کوئی مالی مفاد، ان کے چہرے نورانی ہوں گے، وہ نور پر فائز ہوں گے اور انہیں کوئی خوف لاحق نہیں ہوگا جبکہ لوگ خوفزدہ ہوں گے۔ جب لوگ غمگین ہوں انہیں غم نہیں ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ الخ۔ (مشکوٰۃ، رقم الحدیث ۵۰۱۲)

۲- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا: جو لوگ میری ذات سے محبت کرنے والے ہیں وہ نور کے منبروں پر فائز ہوں گے اور ان کی انبیاء واولیاء تحسین فرمائیں گے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج۵، ص۱۲۱)

3090 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الْاُمَوِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَام فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ قَوْلِهِ (اِنِّيْ سَقِيْمٌ) وَلَمْ يَكُنْ سَقِيْمًا وَّقَوْلُهُ لِسَارَّةَ اُخْتِيْ وَقَوْلِهِ (بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا)

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی کسی چیز کے بارے میں خلاف ظاہر بات نہیں کی' سوائے تین چیزوں کے۔ ایک ان کا یہ کہنا ''میں بیمار ہوں'' حالانکہ وہ اس وقت بیمار نہیں تھے۔ دوسرا ان کا ''حضرت سارہ کے بارے میں یہ کہنا' یہ میری بہن ہے'' اور تیسرا ان کا یہ کہنا ''یہ کام ان میں سے بڑے بت نے کیا ہے''۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ مذکور نہیں' یہ ابن اسحاق کی ابوزناد سے نقل ہونے کے اعتبار سے غریب روایت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3090- اخرجه البخاری (٤٧٩/٤): كتاب البيوع: باب: شراء المملوك من الحربي و هبته و عتقه، حديث (٢٢١٧)، و اطرافه في (٢٦٣٥، ٣٣٥٧، ٣٣٥٨، ٥٠٨٤، ٦٩٥٠)، و احمد (٤٠٣/٢)، و اخرجه مسلم (١٨٤٠/٤ - ١٨٤١)، كتاب الفضائل: باب: فضائل ابراهيم الخليل، حديث (٢٣٧١/١٥٤) من طريق محمد بن سيرين عن ابي هريرة

شرح

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین خلاف واقعہ باتوں کا تذکرہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۶۳)

آپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے فرمایا: اسی نے یہ کام کیا ہوگا، ان میں سے کا بڑا یہ ہے سوان سے یہ پوچھو اگر یہ بول سکتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع پر خلاف واقع گفتگو کی تھی جو جھوٹ پر ہرگز مبنی نہیں تھی بلکہ اس کو توریہ یا تعریض کا نام دیا جاسکتا ہے، جس کے جواز کی قرآن وسنت میں کثیر دلیلیں موجود ہیں۔ وہ مقامات ثلاثہ درج ذیل ہیں:

۱- نمرودیوں کے میلے میں عدم شرکت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا میں علیل ہوں جبکہ آپ علیل نہیں تھے۔

۲- جب نمرود کی طرف سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کے رشتہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے انہیں اپنی بہن قرار دیا تھا۔

۳- نمرودیوں کی طرف سے بتوں کو توڑنے کے بارے میں جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ممکن ہے کہ بڑے بت نے یہ فریضہ انجام دیا ہو لہٰذا آپ لوگ اس بارے میں اس سے سوال کرو۔

ان تینوں مقامات پر آپ نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ توریہ وتعریض مراد لیا تھا۔ پہلی صورت کی وجہ یہ ہے کہ غیر شرعی اور مشرکانہ رسومات سے عام آدمی کا دل دہل جاتا ہے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ دوسری صورت میں آپ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی اسلامی بہن قرار دیا تھا اور مقصود ان کی عصمت کی حفاظت کرنا تھا۔ تیسری صورت میں آپ کا مقصود نمرودیوں کی زبان سے ان کے معبودان باطلہ کی تکذیب کرانا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت ورسالت عطا ہونا:

سورۂ انبیاء میں مختلف انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر بھی ہوا ہے۔ آپ کا زمانہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے زمانے سے قبل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو نبوت ورسالت سے نوازا گیا۔ اس سلسلہ میں ارشادِ خداوندی ہے: قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔ (البقرہ: ۲۵۶) بیشک ہدایت گمراہی سے واضح ہوگئی۔

رشد کے مفہوم میں تین اقوال ہیں:

۱- اس سے مراد نبوت: اس پر دلیل یہ ارشادِ خداوندی ہے: ہم ان کے بارے میں خوب جاننے والے تھے کہ انہیں نبوت کے ساتھ مختص کریں گے اور یہ نبوت کا حق ادا کریں گے۔

۲-رشد سے مراد ہدایت: اس کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے:

فَإِنْ آنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوٓا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ (النساء:٦)

پس اگر تم یتیموں میں ہدایت پاؤ تو ان کے اموال ان کے سپرد کر دو۔

۳-اس سے مراد نبوت و ہدایت کا مجموعہ: منصب نبوت کا حق دار وہ انسان ہوتا ہے جو ذات و صفات باری تعالیٰ کا علم رکھتا ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی تربیت اس طرح کر سکے گا کہ قوم بھی ذات و صفات باری تعالیٰ سے مطلع ہو سکے گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ کرنا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسی قوم کی طرف مبعوث کیے گئے تھے جو اپنے آباء واجداد کی طرح انسانوں اور حیوانات کی تصاویر بنا کر ان کی پرستش کرتی تھی۔آپ نے اپنی قوم کو توحید باری تعالیٰ اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا درس دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! تم اور تمہارے اسلاف (آباء واجداد) سب گمراہ ہو، اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی تصاویر کو معبود گردانتے ہو اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہو۔عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے علاوہ کسی کو معبود قرار دینا اور اسے سجدہ کرنا گمراہی و بے دینی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ایک دن آپ اپنی قوم کے بت خانہ میں تشریف لے گئے، چھوٹے بتوں کے ٹکڑے کر دیئے اور بڑے بت کے سامنے تیشہ رکھ کر واپس تشریف لے آئے۔

قوم نے آپ سے دریافت کیا: کیا ہمارے خداؤں کے ساتھ توڑ پھوڑ کا معاملہ آپ نے کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: آلہ ضرب بڑے بت کے پاس پڑا ہے، ممکن ہے اس نے یہ کردار ادا کیا ہو۔لہٰذا آپ اس سے اس بارے میں دریافت کر سکتے ہیں اگر وہ بول سکتا ہے۔لوگوں نے عرض کیا: آپ کو اس بات کا علم ہے کہ وہ گفتگو نہیں کر سکتے۔آپ نے قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم پر اور تمہارے باطل خداؤں پر لعنت ہے جو بات کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

بتوں کو توڑنے کے بعد بڑے بت کی طرف نسبت کرنے کی وجوہات:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے بتوں کو توڑ دیا تو قوم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سوال کیا: اے ابراہیم! کیا آپ نے ہمارے بتوں کو توڑا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ○ (مریم: ١٤)

اور آپ کتاب میں ابراہیم کا ذکر کریں، بے شک آپ سچے نبی تھے۔یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو خود توڑا اور توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کیوں کی تھی؟ اس اہم سوال کے متعدد جوابات ہیں۔

۱-اس نسبت سے آپ کا مقصد بتوں کے عجز اور ان کے غیر معبود ہونے کو ثابت کرنا تھا۔چنانچہ انہوں نے اپنے بتوں کے عجز کا اعتراف کر لیا تھا کہ وہ بول نہیں سکتے۔

۲-خواہ قوم تمام بتوں کو معبود قرار دیتے ہوئے ان کی عبادت کرتی تھی مگر بڑے بت کی خصوصیت سے عبادت کرتی تھی۔آپ نے بتوں کو توڑنے کی نسبت اس کی طرف کر کے اس کی توہین اور غیر معبود ہونا بیان کیا۔

۳-اس کا بطلان واضح کرنا مقصود تھا کہ جو بت اپنا دفاع نہیں کرسکتا اور اپنے معبود ہونے کا اعلان نہیں کرسکتا تو وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے؟

۴-حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جواب میں فاعل کا ذکر نہیں کیا بلکہ اسے مبہم رکھتے ہوئے جواب دیا اور اصل عبارت یوں تھی: بَلْ فَعَلَهٗ مَنْ فَعَلَهٗ یعنی یہ کام اس نے کیا جس نے یہ کیا۔

۵-قوم کی طرف سے جب بتوں کے توڑنے کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا تو آپ کی طرف سے جواب دیا گیا: بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ یعنی بڑے بت نے غصہ میں آکر چھوٹے بتوں کا صفایا کردیا ہو۔

قرآن وسنت میں استعمال تعریض کا جواز:

قابل اعتراض، تشنیع اور کذب پر مبنی کلام تعریض سے مراد لینے کی گنجائش موجود ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-ارشادِ خداوندی ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ۔ (الزمر: ۶۵)

اگر آپ نے (بالفرض) شرک کا ارتکاب کیا تو آپ کے اعمال ضرور ضائع ہوجائیں گے۔

اس آیت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شرک کی نسبت موجود ہے لیکن یہاں حقیقت میں امت مراد ہے۔

۲-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من عرض عرضنا له (سنن کبریٰ، ج۸، ص۴۳) جس شخص نے کسی معاملہ میں تعریض (تہمت) لگائی تو ہم بھی اسے تعریضاً حد لگائیں گے یعنی اس پر حد جاری کرنے کے بجائے تعزیر نافذ کریں گے۔

۳-حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں شامل ہوتے تو اس کا توریہ کسی دوسرے غزوہ سے کرتے (مطلب یہ ہے کہ جہاں جانے کا ارادہ ہوتا اس کے بجائے دوسری جگہ کا کنایۃً ذکر کرتے) حتیٰ کہ غزوۂ تبوک کا موقع آگیا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۸۶۹)

۴-ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے جنت میں داخل کردے! آپ نے فرمایا: اے فلاں شخص کی اولاد! جنت میں بوڑھی عورت نہیں جائے گی، وہ عورت رونے لگی۔ آپ نے فرمایا: کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ○ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ○ عُرُبًا اَتْرَابًا ○ (الواقعہ: ۳۵ تا ۳۷)

ہم نے انہیں اہل جنت کی بیویاں بنایا ہے، ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے۔ محبت کرنے والیاں اور ہم عمر۔

(شمائل ترمذی، رقم الحدیث ۲۴۱)

۵-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس

نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے سواری عنایت فرمائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اونٹنی کے بچہ پر سوار کرتا ہوں۔اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا وہ تو مجھے گرادے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۹۹۸)

۶-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے زاہر بن حرام نامی ایک شخص دیہات میں رہتا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کوئی چیز بطور تحفہ پیش کرتا۔جب وہ اپنے دیہات کی طرف روانہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی چیز اسے عنایت فرماتے اور یوں گفتگو فرماتے: زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کرتا تھا مگر بدشکل تھا۔ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاں اس وقت تشریف لے گئے جب وہ سودہ فروخت کررہا تھا۔آپ اس کے پیچھے سے اس طرح بغلگیر ہوئے کہ وہ آپ کو پہچان نہ سکا۔اس نے کہا: کون ہے؟ مجھے چھوڑ دیجئے۔اس نے مڑ کر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور پھر اس نے اپنی پشت کو آپ کے سینہ سے چپکا دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے تھے: یہ ہمارا غلام کون خریدے گا؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے کھوٹا پائیں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے ہاں کھوٹے نہیں ہو۔(مسند احمد، ج۳، ص۱۶۱)

۷-ایک مرسلاً روایت میں مذکور ہے ام ایمن نامی ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرا شوہر آپ کو طلب کرتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا وہ کون ہے؟ کیا وہی ہے، جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! قسم بخدا! اس کی آنکھوں میں سفیدی نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی آنکھوں میں یقینی طور پر سفیدی موجود ہے۔اس نے پھر عرض کیا: نہیں! خدا کی قسم۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کی آنکھ میں سفیدی ہوتی ہے۔(سبل الہدیٰ والارشاد، ج۷، ص۱۱۴)

3091 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَّوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ وَّاَبُوْ دَاوُدَ قَالُوْا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَوْعِظَةِ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَاَ (كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ اَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَاِنَّهُ سَيُؤْتٰى بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِىْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ رَبِّ اَصْحَابِىْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِىْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ فَيُقَالُ هٰٓؤُلَآءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف سند: وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ نَحْوَهُ

قول امام ترمذی: اَبُوْ عِيْسٰى: كَاَنَّهٗ تَاَوَّلَهٗ عَلٰى اَهْلِ الرِّدَّةِ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ وعظ کہنے کے لیے کھڑے ہوئے' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں برہنہ جسم اور ختنے کے بغیر حالت میں اٹھایا جائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''جس طرح ہم نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح ہم دوبارہ پیدا کریں گے یہ ہم پر لازم وعدہ ہے۔''

آپ ﷺ نے اس آیت کو آخر تک تلاوت کیا پھر ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ میری اُمت کے کچھ افراد کو لایا جائے گا' اور انہیں پکڑ کر بائیں طرف لے جایا جائے گا' تو میں کہوں گا: میرے پروردگار! یہ میرے ساتھی ہیں' تو کہا جائے گا: کیا آپ نہیں جانتے؟ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا نئی چیز ایجاد کی تھی؟ تو میں وہی بات کہوں گا' جو ایک نیک بندے (حضرت مسیح علیہ السلام) نے کہی تھی (جس کا ذکر قرآن میں ہے)

''جب تک میں ان میں موجود تھا میں ان پر گواہ تھا اور جب تو نے مجھے موت دے دی' تو اب تو ان کا نگہبان ہے' اور تو ہر چیز پر گواہ ہے' تو انہیں عذاب دیتا ہے' تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت کر دے''

یہ آیت آخر تک ہے۔

پھر یہ کہا جائے گا: یہ لوگ جب آپ ﷺ سے جدا ہوئے تھے' تو یہ لوگ ایڑیوں کے بل گھوم کر مرتد ہو گئے تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ مغیرہ بن نعمان کے حوالے سے' منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اسے سفیان ثوری نے بھی مغیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد وہ لوگ ہیں' جو مرتد ہو گئے تھے۔

شرح

حیاتِ ثانیہ کا حیاتِ اولیٰ کی مثل ہونا:

ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۴)

جس دن ہم دستاویزی کاغذوں کی طرح آسمانوں کو لپیٹ دیں گے جس طرح ہم نے آغاز میں پیدا کیا تھا ہم اسی طرح اسے دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے جو ہم ضرور پورا کریں گے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ کسی بھی چیز کا اول وجود تشکیل دینا دشوار ہے' کیونکہ اس کا خاکہ تک موجود

نہیں ہوتا لیکن اس کی مثل دوبارہ تخلیق کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پہلی تخلیق کے مطابق پیدا کرے گا جس میں قطعاً دشواری پیش نہیں آئے گی۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَجِّ

باب 23: سورہ حج سے متعلق روایات

3092 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَتْ (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِيْمٌ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ) قَالَ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَهُوَ فِیْ سَفَرٍ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ يَوْمٍ ذٰلِكَ فَقَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذٰلِكَ يَوْمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِاٰدَمَ ابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ فَقَالَ يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ تِسْعُ مِائَةٍ وَّتِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَوَاحِدٌ اِلَى الْجَنَّةِ قَالَ فَاَنْشَاَ الْمُسْلِمُوْنَ يَبْكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا فَاِنَّهَا لَمْ تَكُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهَا جَاهِلِيَّةٌ قَالَ فَيُؤْخَذُ الْعَدَدُ مِنَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنْ تَمَّتْ وَاِلَّا كُمِّلَتْ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ وَمَا مَثَلُكُمْ وَالْاُمَمِ اِلَّا كَمَثَلِ الرَّقْمَةِ فِیْ ذِرَاعِ الدَّابَّةِ اَوْ كَالشَّامَةِ فِیْ جَنْبِ الْبَعِيْرِ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُو اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرُوْا ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُو اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرُوْا ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُو اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرُوْا قَالَ لَا اَدْرِیْ قَالَ الثُّلُثَيْنِ اَمْ لَا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔"

یہ آیت یہاں تک ہے۔

"اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہوگا۔"

راوی بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی' تو اس وقت آپ ﷺ سفر کی حالت میں تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کونسا (یعنی قیامت کا دن کونسا) دن ہے۔ لوگوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے یہ فرمائے گا: جہنم

3092- اخرجه احمد (٤/ ٤٣٢، ٤٣٥)، و الحميدی (٢/ ٣٦٧)، حديث (٨٣١)۔

میں جانے والوں کو وہاں بھیج دو! وہ عرض کریں گے: اے میرے پروردگار! کتنے لوگ جہنم میں جانے والے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: (ہر ایک ہزار میں سے) نو سو ننانوے لوگ جہنم میں جائیں گے' اور ایک جنت میں جائے گا (راوی بیان کرتے ہیں:) مسلمانوں نے رونا شروع کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حوصلہ رکھو! کیونکہ ہر نبوت سے پہلے جاہلیت موجود رہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جاہلیت کے ان لوگوں کے ذریعے تعداد کو پورا کر دیا جائے گا۔ اگر یہ مکمل ہو گئے' تو ٹھیک ہے' ورنہ منافقین کے ذریعے اس کو مکمل کیا جائے گا' تمہاری اور دوسری اُمتوں کی مثال اسی طرح ہے' جیسے کسی جانور کے ہاتھ کے اندرونی حصہ میں گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے' یا جس طرح کسی اونٹ کے پہلو میں کوئی تل ہوتا ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: مجھے یہ امید ہے کہ تم لوگ اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو گے۔ تو لوگوں نے تکبیر کہی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ امید ہے کہ تم لوگ اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہو گے' تو لوگوں نے تکبیر کہی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ امید ہے کہ تم لوگ اہل جنت کا نصف حصہ ہو گے۔ تو لوگوں نے تکبیر کہی۔

راوی بیان کرتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں یا نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دو تہائی کے بارے میں بھی یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ یہی روایت دیگر حوالے سے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے حوالوں سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3093 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَتَفَاوَتَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ فِي السَّيْرِ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهٗ بِهَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ) اِلٰى قَوْلِهٖ (عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ) فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ اَصْحَابُهٗ حَثُّوا الْمَطِيَّ وَعَرَفُوْا اَنَّهٗ عِنْدَ قَوْلٍ يَقُوْلُهٗ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ اَيُّ يَوْمٍ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذَاكَ يَوْمٌ يُنَادِي اللّٰهُ فِيْهِ اٰدَمَ فَيُنَادِيْهِ رَبُّهٗ فَيَقُوْلُ يَا اٰدَمُ ابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ فَيَقُوْلُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعُ مِائَةٍ وَّتِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ فَيَئِسَ الْقَوْمُ حَتّٰى مَا اَبْدَوْا بِضَاحِكَةٍ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بِاَصْحَابِهٖ قَالَ اعْمَلُوْا وَاَبْشِرُوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّكُمْ لَمَعَ خَلِيقَتَيْنِ مَا كَانَتَا مَعَ شَيْءٍ اِلَّا كَثَّرَتَاهُ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَمَنْ مَاتَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ وَبَنِيْ اِبْلِيْسَ قَالَ فَسُرِّيَ عَنِ الْقَوْمِ بَعْضُ الَّذِيْ يَجِدُوْنَ فَقَالَ اعْمَلُوْا وَاَبْشِرُوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّامَةِ فِيْ جَنْبِ الْبَعِيرِ اَوْ كَالرَّقْمَةِ فِيْ ذِرَاعِ الدَّابَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ سفر کے دوران لوگ آگے پیچھے تھے، نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز میں یہ دو آیات تلاوت کیں۔

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی عظیم چیز ہے۔"

یہ آیت یہاں تک ہے:

"لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہوگا۔"

جب نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے آپ ﷺ کی آواز سنی' تو انہوں نے اپنی سواریوں کو تیز کر دیا۔ انہیں یہ اندازہ ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ کوئی بات ارشاد فرمائیں گے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو؟ (اس آیت میں جس دن کا تذکرہ ہوا ہے) یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب کرے گا' اور ان کا پروردگار انہیں مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمائے گا: اے آدم! جہنم میں جانے والوں کو بھجوا دو۔ وہ عرض کریں گے: اے میرے پروردگار! جہنم میں جانے والے کتنے لوگ ہیں؟ تو وہ فرمائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم میں جانے والے ہیں اور ایک جنت میں جائے گا۔

(راوی بیان کرتے ہیں) یہ سن کر لوگ مایوس ہو گئے، یہاں تک کہ کوئی بھی ہشاش بشاش نہیں رہا۔ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم عمل کرتے رہو اور خوشخبری حاصل کرو۔ اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے' تمہارے ساتھ دو طرح کی مخلوق ایسی ہے کہ وہ دونوں جس کے ساتھ ہوں اس کی تعداد کو زیادہ کر دیں گے۔ ایک یاجوج و ماجوج اور دوسرا اولادِ آدم علیہ السلام کے وہ لوگ جو ابلیس کے ماننے والے تھے' اور مر چکے ہیں (یعنی اس دنیا سے گزر چکے ہیں)۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس پر لوگوں کی پریشانی ختم ہوئی جو لاحق ہو گئی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ عمل کرتے رہو اور خوشخبری حاصل کرو اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے لوگوں کے درمیان تمہاری مثال اسی طرح ہے' جیسے کسی اونٹ کے پہلو میں تل ہوتا ہے' یا جیسے کسی جانور کے ہاتھ کے اندر کی طرف گوشت ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سورۂ حج مکی ہے جو دس (۱۰) رکوع، اٹھہتر (۷۸) آیات، ایک ہزار دو سو اکانوے (۱۲۹۱) کلمات اور پانچ ہزار دو سو پینتیس (۵۲۳۵) حروف پر مشتمل ہے۔

قیامت کے دن دشوار گزار پہلو:

ارشادِ خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ○ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ○ (الحج:۱تا۲)

اے لوگو! تم اپنے پروردگر سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ سنگین ہے، جس دن دودھ پلانے والی (اپنے) بچے کو بھلا دے گی جسے اس دن دودھ پلایا ہوگا۔ ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا، تم لوگ انہیں مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت تر ہے۔

ان آیات کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ان آیات اور روایات میں قیامت کے دن کی پریشانی اور سنگینی کے دو پہلو بیان کیے گئے ہیں:

۱- ایک سنگین پہلو آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اس دن زمین و آسمان برقرار نہیں رہیں گے، لوگوں کے دلوں سے صلہ رحمی خارج ہو جائے گی حتیٰ کہ حاملہ عورت کا حمل بھی برقرار نہ رہ سکے گا بلکہ وہ ضائع ہو جائے گا یعنی ماں اپنی اولاد کو بھلا دے گی جبکہ وہ نفسی نفسی کا وظیفہ میں مشغول ہوگی۔

۲- قیامت کے دن کی سنگینی کا دوسرا پہلو روایات باب میں بیان کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ آپ اپنی اولاد سے جہنمی وفد جہنم کی طرف روانہ کر دیں۔ وہ عرض کریں گے کتنی تعداد پر مشتمل وفد جہنم کی طرف روانہ کروں؟ جواب دیا جائے گا: نوسوننانوے فی ہزار (۹۹۹) جبکہ ایک فی ہزارہ کے حساب سے یعنی ایک فرد جنت میں بھیج دیں۔

تقویٰ کا معنی ومفہوم:

سورۃ الحج کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت سے مسلمانوں کو اہل تقویٰ کے خطاب سے نوازا ہے۔ صاحب تقویٰ وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے مکمل احتراز کرتا ہے اور وہ ہمہ وقت صفات تقویٰ یعنی امانت ودیانت اور شرافت وصداقت کا پیکر دکھائی دیتا ہے تاکہ قیامت کے دن اچانک پیش آنے والی پریشانیوں کا مقابلہ کر سکے۔

کفار اور مسلمانوں کے درمیان عددی نسبت:

کفار اور مسلمانوں کے درمیان قیامت کے دن عددی نسبت یہ ہوگی کہ ہزار میں سے نوسوننانوے (۹۹۹) کفار جہنمی ہوں گے جبکہ ایک شخص جنتی ہوگا۔ ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے آگے بڑھ گئے پھر آپ نے سورۂ حج کی پہلی دو آیات کی تلاوت کی، صحابہ تلاوت سننے کے بعد اپنی سواریوں پر سوار ہو کر آپ کے قریب پہنچ گئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: تمہیں

اس بات کا علم ہے کہ وہ کون سا دن ہوگا؟ صحابہ کرام نے جواب میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: وہ جس میں حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ آپ اہل جہنم کو دوزخ میں بھیج دیں۔ آپ عرض کریں گے: اے الہ العالمین! وہ لوگ کون ہیں؟ حکم ہوگا: ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنمی ہیں جبکہ ایک جنتی ہوگا۔ یہ جواب سن کر صحابہ پریشان ہوئے اور انہوں نے ہنسنا ترک کر دیا۔ اس بارے میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو فرمایا: تم اچھے عمل کرو اور خوش رہو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ تمہارے ساتھ دو قسم کے لوگ ہیں وہ جس چیز کے ساتھ بھی ہوں اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے:

(۱) یاجوج وماجوج

(۲) جو اولادِ آدم اور اولادِ ابلیس سے ہلاک ہوئے۔

آپ کی یہ گفتگو سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پریشانی دور ہوگئی اور وہ خوش ہوگئے۔ پھر آپ نے فرمایا: قسم بخدا! لوگوں کے مقابلے میں تمہاری مثال اس طرح ہے، جس طرح حیوانات کے ہاتھ میں تل ہو یا اونٹ کے پہلو میں تل موجود ہو۔

3094 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِنَّمَا سُمِّيَ الْبَيْتَ الْعَتِيقَ لِاَنَّهُ لَمْ يَظْهَرْ عَلَيْهِ جَبَّارٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: (بیت اللہ کا نام) بیت العتیق اس لیے رکھا گیا ہے، کیونکہ کوئی ظالم حکمران اس پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت زہری کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" روایت کے طور پر منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

بیت اللہ کی صفت عتیق کا معنی ومفہوم:

ارشادِ ربانی ہے:

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ (الحج:۳۳)

تمہارے لیے ان (مویشیوں) میں مقررہ وقت تک فوائد ہیں پھر ان کا مقام ذبح قدیم گھر کے پاس ہے۔

بیت اللہ کی صفات میں سے ایک "عتیق" ہے، جس کے معنی ومفہوم میں متعدد اقوال ہیں:

(i) آزاد ہونا: اس کی وجہ تسمیہ حدیث نبوی میں بیان کی گئی ہے کہ آج تک کوئی سرکش شخص اس پر غلبہ حاصل نہیں کر سکا۔ جب اصحاب فیل نے اس گھر کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو وہ خود ہلاک ہو گئے لیکن بیت اللہ کو معمولی سا بھی نقصان نہیں پہنچ سکے تھے۔

(ii) قدیم و پرانا ہونا: بیت اللہ کی یہ صفت اس لیے ہے کہ زمین پر قدیم اور پرانا اللہ تعالیٰ کا گھر "بیت اللہ" ہے، کیونکہ یہ گھر سب سے قبل تعمیر کیا گیا تھا جس کی تصریح قرآن وسنت میں موجود ہے۔

(iii) واجب التکریم: روئے زمین پر یہ وہ مقدس اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، جس کی تکریم و تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اس کا طواف عبادت، باعث مغفرت اور سبب بخشش ہے۔

جانوروں کی قربانی کرنے کا طریقہ کار:

تین قسم کے حیوانات ہیں جن کی قربانی کی جا سکتی ہے۔

۱- بکری: یہ کم از کم ایک سال کی ہونی چاہیے۔ یہ ایک شخص کی طرف سے بطور قربانی جائز ہے اور اس میں شرکت ممنوع ہے۔ اس میں بکرا، دنبہ، چھترا اور ان کی مؤنثات بھی داخل ہیں۔

۲- گائے: اس کی عمر کم از کم دو سال ہونی چاہیے۔ اس میں سات آدمی شامل ہو سکتے ہیں اور عقیقہ کرنے والے لوگ بھی اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ بچھڑا، بھینسا سب کا حکم یکساں ہے۔

۳- اونٹ: اس کی عمر کم از کم پانچ سال کی ہونی چاہیے اور اس میں بھی گائے کی طرح سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ اونٹنی کا بھی یہی حکم ہے۔

جانوروں کے ذبح کرنے میں دنیوی اور دینی دونوں قسم کے فوائد ہیں۔ دنیوی فوائد یہ ہیں کہ جانوروں کی خرید وفروخت سے تجارت کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور کھانے کے لیے نفیس وعمدہ گوشت میسر آتا ہے۔ ان کے دینی منافع یہ ہیں کہ انسان کو رضا الٰہی حاصل ہوتی ہے، زمین پر ان کے خون کا پہلا قطرہ گرنے سے قبل ذابح (مالک) کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

قربانی کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر:۲) پس آپ اپنے پروردگار کے لیے نماز ادا کریں اور قربانی کریں"۔

جانور کی قربانی کرنے اور اس کے ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو قبلہ رخ لٹا کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَإِلَيْكَ پڑھتے ہوئے تیز دھار آلہ یعنی چھری وغیرہ سے اس کے حلقوم کی کم از کم تین رگیں کاٹ دی جائیں کہ جانور کے جسم سے تمام خون خارج ہو جائے۔

حجاج کرام اور مسافروں پر قربانی واجب نہ ہونا:

حجاج کرام خواہ مکی ہوں یا خارجی اور مسافروں پر قربانی واجب نہیں ہے۔ تاہم حج تمتع یا حج قران کی وجہ سے حجاج پر قربانی واجب ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک ہی سفر میں دو عبادات یعنی حج و عمرہ کو جمع کرتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے:

مسافروں پر قربانی واجب نہیں ہے اور نہ حجاج پر جبکہ وہ محرم ہوں خواہ وہ اہل مکہ میں سے ہوں۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج۵، ص۲۹۳)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حجاج پر قربانی واجب نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اور متقدمین رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔ حجاج کرام کو درحقیقت ہدی پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور قربانی کی صورت میں اسے ہدی بنا دیتا ہے۔ جو لوگ حجاج نہیں ہوتے، اہل منیٰ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے انہیں قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج۱۲، ص۴۵)

قربانی کے اوقات میں مذاہب آئمہ:

وہ مسلمان جو مقیم، صاحب نصاب ہو اور قربانی کے ایام پالے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ سوال یہ ہے کہ قربانی کے ایام کتنے ہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا مؤقف ہے کہ قربانی کے تین ایام ہیں:

(۱) دسویں ذوالحجہ (۲) گیارہویں ذوالحجہ (۳) بارہویں ذوالحجہ۔

انہوں نے اس ارشاد خداوندی سے استدلال کیا ہے: فی ایام معلومات، یہ جمع کا صیغہ ہے اور جمع کے کم از کم افراد تین ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی روایات سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قربانی کے چار ایام ہیں: دسویں ذی الحجہ اور تین ایام اس کے بعد والے ہیں۔

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے۔ نماز عید سے قبل قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید ادا کی اور ملاحظہ کیا کہ کچھ لوگوں نے نماز عید سے قبل قربانیاں کر لی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: جس شخص نے نماز عید سے قبل قربانی کی اس کی قربانی نہیں ہے بلکہ وہ گوشت ہے اور وہ دوبارہ اور اللہ کا نام لے کر قربانی کرے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۹۸۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تیس اونٹوں کو اپنے ہاتھ کے ساتھ (ذبح) کیا ہے۔ آپ نے مجھے حکم دیا تو باقی اونٹوں کو میں نے نحر کیا تھا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۷۶۴)

3095 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ وَإِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ

عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: قَالَ لَمَّا اُخْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَخْرَجُوا نَبِيَّهُمْ لَيَهْلِكُنَّ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ) الْاٰيَةَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّهُ سَيَكُوْنُ قِتَالٌ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّغَيْرُهُ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّقَدْ رَوَاهُ بَطْرٌ يَحِدَةٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ مُرْسَلًا وَّلَيْسَ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم ﷺ کو مکہ سے نکالا گیا' تو حضرت ابوبکر ﷛ نے کہا: ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکال دیا' یہ ضرور ہلاکت کا شکار ہوں گے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''جن لوگوں کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے انہیں اجازت دی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے: ان کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔''

حضرت ابوبکر ﷛ بیان کرتے ہیں، اس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ عنقریب جنگ ہوگی۔

(امام ترمذی ﷫ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی اور دیگر راویوں نے اسے سفیان کے حوالے سے' اپنی سند کے ہمراہ سعید بن جبیر سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ کا تذکرہ نہیں ہے۔

محمد بن بشار نے بھی اسے اپنی سند کے ہمراہ' سعید بن جبیر کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے' اور اس میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ کا ذکر نہیں ہے۔

3096 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ

متن حدیث: لَمَّا اُخْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ قَالَ رَجُلٌ اَخْرَجُوا نَبِيَّهُمْ فَنَزَلَتْ (اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ) النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ

◆◆ حضرت سعید بن جبیر ﷛ بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم ﷺ کو مکہ سے نکالا گیا' تو ایک صاحب بولے: ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکال دیا ہے' تو یہ آیت نازل ہوئی:

3095- اخرجه النسائي (٦/٢) كتاب الجهاد: باب: وجوب الجهاد، حديث (٣٠٨٥)، و احمد (٢١٦/١).

"جن لوگوں کے ساتھ جنگ کی جائے ان کو اجازت دی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے: ان لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے' بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہے' وہ لوگ جنہیں ناحق طور پر ان کی آبادی (یعنی بستی) سے نکالا گیا۔"

اس سے مراد نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب ہیں۔

شرح

جواز جہاد کی وجہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ (الحج:۳۹)

جن لوگوں سے قتال کیا جاتا ہے، کو جہاد کی اجازت دی جاتی ہے' کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ کفار کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں (کفار مکہ) نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اذن للذین یقاتلون الخ۔ اب مجھے معلوم ہو گیا کہ اب جہاد ہو گا۔ (جامع البیان، رقم الحدیث ۱۹-۹۸)

اس آیت سے قبل متعدد آیات میں مسلمانوں کو صبر وتحمل اور درگزر کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ قبل از ہجرت کی صورت حال تھی۔ ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کی افرادی قوت اور سیاسی طاقت میں اضافہ ہوا تو انہیں اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے دشمن سے اجازت جہاد کے سلسلہ میں یہ سب سے پہلی آیت نازل ہوئی۔ پھر اس آیت کے حکم کی تائید میں متعدد آیات نازل ہوئیں۔

مدنی زندگی میں حسب سابق کفار نے مسلمانوں کو سکون سے نہ بیٹھنے دیا، کبھی کسی مسلمان کو شہید کر دیا جاتا، پھر کبھی ان کے مویشیوں پر قبضہ جما لیا جاتا اور ان پر حملہ آور ہونے کی آئے روز دھمکی دی جاتی تھی۔ ایسے حالات سے نمٹنے اور اسلام کی سربلندی کے لیے مسلمانوں کو کفار سے جہاد کی اجازت دی گئی۔ پھر مسلمانوں اور کفار کے درمیان غزوات وسرایا کا طویل ترین سلسلہ شروع ہو گیا۔ جہاد کی اجازت اور مسلمانوں کی طرف سے عملی مظاہرہ کے نتیجہ میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسلامی حکومت قائم ہو گئی، اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا، مکہ معظمہ فتح ہو گیا، یہود کو مدینہ سے نکال باہر کیا گیا اور اسلام ایک مضبوط ترین طاقت بن گیا اور کفر مغلوب ہو گیا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُؤْمِنُوْنَ

باب 24: سورہ مومنون سے متعلق روایات

3097 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ يُّونُسَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ سُمِعَ عِنْدَ وَجْهِهٖ كَدَوِيِّ النَّحْلِ فَاُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا فَمَكَثْنَا سَاعَةً فَسُرِّيَ عَنْهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَ عَلَيَّ عَشْرُ اٰيَاتٍ مَنْ اَقَامَهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَرَاَ (قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ) حَتّٰى خَتَمَ عَشْرَ اٰيَاتٍ

اختلافِ سند: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ يُّونُسَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ يُّونُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ سَمِعْتُ اِسْحٰقَ بْنَ مَنْصُوْرٍ يَّقُوْلُ رَوٰى اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّعَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ يُّونُسَ ابْنِ سُلَيْمٍ عَنْ يُّونُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَمَنْ سَمِعَ مِنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَدِيْمًا فَاِنَّهُمْ اِنَّمَا يَذْكُرُوْنَ فِيْهِ عَنْ يُّونُسَ بْنِ يَزِيْدَ وَبَعْضُهُمْ لَا يَذْكُرُ فِيْهِ عَنْ يُّونُسَ بْنِ يَزِيْدَ وَمَنْ ذَكَرَ فِيْهِ يُوْنُسَ بْنَ يَزِيْدَ فَهُوَ اَصَحُّ وَكَانَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ رُبَّمَا ذَكَرَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ يُوْنُسَ بْنَ يَزِيْدَ وَرُبَّمَا لَمْ يَذْكُرْهُ وَاِذَا لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ يُوْنُسَ فَهُوَ مُرْسَلٌ

◆◆ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا، جب نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ کے پاس سے اس طرح آواز محسوس ہوتی تھی جیسے شہد کی مکھی بھنبھناتی ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی، ہم رکے رہے، جب آپ ﷺ کی یہ کیفیت ختم ہوئی' تو آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رُخ کر کے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی:

''اے اللہ! ہمیں مزید عطا کر اور ہمارے لیے کمی نہ کر، تو ہمیں عزت عطا کر ہمیں ذلت کا شکار نہ کرنا' ہمیں عطا کر، ہمیں محروم نہ رکھنا' ہمیں غالب کر دے، ہمیں مغلوب نہ کرنا ہمیں راضی کر دے، اور ہم سے بھی راضی ہو جا۔''

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

''مجھ پر دس ایسی آیات نازل ہوئی ہیں' جو شخص ان پر عمل کرے گا' وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

3097۔ اخرجه احمد (۱/ ۳۴)، و عبد بن حميد ص (۳۵) حديث (۱۵)

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:
''اہل ایمان کامیاب ہو گئے''
پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے اگلی دس آیات تلاوت کیں۔
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔
میں نے اسحاق بن منصور کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، احمد بن حنبل، علی بن مدینی، اسحاق بن ابراہیم نے عبدالرزاق کے حوالے سے یونس بن سلیم کے حوالے سے یونس بن یزید کے حوالے سے زہری کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جس شخص نے عبدالرزاق سے پہلے زمانے میں یہ حدیث سنی تھی انہوں نے اس کی سند میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ یونس بن یزید سے منقول ہے، تاہم بعض راویوں نے اس کی سند میں یہ تذکرہ نہیں کیا کہ یہ یونس بن یزید سے بھی منقول ہے۔ جن لوگوں نے اس کی سند میں یونس بن یزید سے منقول ہونے کا تذکرہ کیا ہے وہ زیادہ مستند ہے، کیونکہ عبدالرزاق بعض اوقات اس حدیث میں یونس بن یزید کا تذکرہ کر دیتے ہیں اور بعض اوقات ان کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس میں یونس کا تذکرہ نہیں کریں گے تو یہ روایت ''مرسل'' شمار ہوگی۔

شرح

سورہ مؤمنون مکی ہے جو چھ (۶) رکوع، اٹھارہ (۱۸) آیات، ایک ہزار آٹھ سو چالیس (۱۸۴۰) کلمات اور چار ہزار آٹھ سو ایک (۴۸۰۱) حروف پر مشتمل ہے۔

سات احکام پر عمل جنت کی ضمانت ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (المؤمنون:۱تا۱۱)

بیشک مومنوں نے کامیابی حاصل کی۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں۔ وہ لوگ فضول باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ وہ لوگ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوا اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں کے پس بیشک وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ اور جس نے ان کے علاوہ کسی اور کو

طلب کیا، پس وہی لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ اپنی امانتوں اور وعدہ کی پاسداری کرنے والے ہیں اور وہ لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ وہی لوگ وارث ہیں۔ وہی لوگ جنت کے وارث بنتے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیات میں بیان کردہ سات احکام کی اہمیت وفضیلت حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ جو ان پر عمل پیرا ہوگا، اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ وہ سات احکام جو ان آیات میں بیان کیے گئے، درج ذیل ہیں:

۱۔ نماز میں خضوع وخشوع کرنا (۲) فضول باتوں سے پرہیز کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) شرمگاہ کی حفاظت کرنا (۵) امانت کی پاسداری کرنا (۶) وعدہ کی پاسداری کرنا (۷) نمازوں کی پابندی کرنا۔

ان امور کی تفصیلی بحث ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱۔ خشوع کا معنی ومفہوم:

خشوع کا معنی ہے پست ہونا اور جھکنا۔ جب کوئی شخص جھک جائے یا اپنا سر جھکا لے تو کہا جاتا ہے خشع فلان۔ لفظ خشوع، لفظ خضوع کے قریب المعنی ہونے کی وجہ سے مترادف ہے۔ جسم کے ساتھ عاجزی سے اطاعت کرنے کو خضوع کہا جاتا ہے۔ جسم، آواز اور بصر میں خشوع پایا جاتا ہے یعنی بدن کو جھکانا، آواز کو پست کرنا اور نظر کو جھکانا خشوع ہے۔ خشوع اور خضوع میں لطیف سا فرق ہے۔ خشوع کا اطلاق ظاہری اعضاء سے عاجزی اختیار کرنے پر اور خضوع کا اطلاق دل سے عاجزی اختیار کرنے پر ہوتا ہے۔

مدارج خشوع:

خشوع کے تین درجات ہیں:

۱۔ حکم کے سامنے سرنگوں ہونا: حکم کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے ظاہر وباطن کے ساتھ مطابقت کرنا یعنی حکم شرعی کے مقابل اپنی خواہش اور رائے کو ظاہر نہ کرنا۔

۲۔ دل کو ریا کاری سے پاک رکھنا، مکشوف شئی کی حفاظت کرنا اور عجز وانکسار سے دل کو مضبوط کرنا۔

۳۔ نفس وعمل کی آفات کا انتظار کرنا اور ہر صاحب فضل کی فضیلت دیکھنا۔ نفس وعمل میں عیوب ونقائص کے ظہور ہونے کی وجہ سے تکبر وغرور کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان میں عجز وانکسار کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ صاحب فضیلت کی رعایت سے حقوق العباد کی پاسداری کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، جس کے نتیجہ میں خشوع کا وصف ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں خشوع کا اطلاق مختلف معانی پر ہونا:

قرآن کریم میں لفظ ''خشوع'' کا اطلاق پانچ معانی پر ہوتا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ خشوع بمعنی عجز وانکسار: یہ معنی درج ذیل آیت سے نمایاں ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ:۱۰۸)

اور رحمٰن کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی۔

۲۔خشوع بمعنی پرسکون ومؤدب ہونا: اس کا استعمال درج ذیل آیت میں ہوا ہے:

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ (المؤمنون: ۲)

وہ لوگ جو پرسکون اور ادب سے نماز پڑھتے ہیں۔

۳۔خشوع بمعنی خوف: اس کی مثال درج ارشاد ربانی ہے:

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ○ (الانبیاء: ۹۰)

اور وہ خوف وخشیت سے ہماری عبادت کرتے ہیں ور وہ ہم سے ڈرنے والے ہیں۔

۴۔خشوع بمعنی تواضع: اس کی مثال یہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ (البقرہ: ۴۵)

بے شک یہ نماز ان پر ضرور بھاری ہے جو تواضع کرنے والے ہیں۔

۵۔خشوع بمعنی خشک چیز: اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَتَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً (حم السجدہ: ۳۹)

اور تم زمین کو خشک دیکھتے ہو۔

خشوع کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی میں:

خشوع وخضوع کی اہمیت اور فضیلت احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا مگر وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۶۴)

۲۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے سنا: نماز کا وقت آنے پر جو شخص بہترین وضو کرے، نماز میں خشوع کرے اور رکوع کرے تو ایسی نماز پہلے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے بشرطیکہ وہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ہے۔(کنز العمال، رقم الحدیث ۱۹۰۳۹)

۳۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال یوں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اس کی راہ میں کون جہاد کرنے والا ہے، جس طرح روزہ رکھنے والا، نماز ادا کرنے والا، خشوع کرنے والا، رکوع کرنے والا اور سجدہ کرنے والا ہے۔(سنن نسائی، رقم الحدیث ۳۱۲۷)

۴۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں؟ قسم بخدا! مجھ پر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ خشوع مخفی ہے۔ بے شک میں تمہیں اپنی پس پشت بھی ضرور دیکھتا ہوں۔(مسند احمد، رقم الحدیث، ج۲، ص۱۱۱)

۵-حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی رات کے وقت بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اگر تم اس وقت ذکر خداوندی کر سکتے ہو تو کرو۔

۶-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز استسقاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب میں کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام لباس میں، انکساری کرتے ہوئے اور گڑگڑاتے ہوئے عیدگاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنسو بہانے اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرنے میں مصروف رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی طرح نماز استسقاء ادا فرمائی تھی۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۱۸۶)

۷-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے سامنے تلاوت قرآن کرو، میں نے عرض کیا: میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں! جبکہ قرآن کریم آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے غیر سے قرآن سنوں۔ میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء تلاوت کی اور جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ الخ تو آپ نے رک جانے کا حکم دیا جبکہ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۸۰۰)

۸-حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں دیکھا کہ آپ کے رونے کی وجہ سے سینہ سے اس طرح آواز آ رہی تھی جس طرح چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۲۱۲)

خشوع کے بارے میں آثار واقوال صحابہ وتابعین:

نماز و غیر نماز میں خشوع و خضوع اور عجز وانکسار کی اہمیت وفضیلت کے بارے میں چند ایک آثار واقوال صحابہ وتابعین ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے خشوع اختیار کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے سربلندی عطا کرے گا۔ جو شخص تکبر وغرور کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے ذلیل وخوار کرے گا۔

۲-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ملاحظہ کیا کہ حالت نماز میں وہ اپنی گردن جھکائے ہوئے ہے۔ آپ اس سے یوں مخاطب ہوئے: اے فلاں نمازی! اپنی گردن اوپر اٹھاؤ کیونکہ خشوع گردن میں نہیں بلکہ دل میں ہے۔

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سورۂ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ کی ابتدائی چھ آیات تلاوت کرنے کے بعد جب اس آیت پر پہنچے: يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا پھر آگے تلاوت نہ کر سکے بلکہ زمین پر گر گئے۔
(حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۳۰۵)

۴-حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دل میں خشوع کی صورت یہ ہے: تم مسلمانوں کے لیے نرم دل بن جاؤ اور دوران نماز دائیں بائیں التفات نہ کرو۔

۵-حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نفاق کے خشوع سے اللہ تعالیٰ کی

پناہ طلب کرو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ! نفاق کا خشوع کیا ہوتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: جسم میں خشوع ہوتا ہے اور دل میں نفاق ہوتا ہے۔ (انوار الاصول، ج ۲، ص ۱۷۲)

۶- حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ نماز کو اطمینان وسکون سے ادا کرنا خشوع ہے۔

۷- حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے حالت نماز میں جھولتے ہوئے دیکھا تو آپ نے مجھے نہایت سختی سے ڈانٹا' قریب تھا کہ میری نماز باطل ہو جاتی۔ پھر آپ نے فرمایا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے جب تم میں کوئی شخص حالت نماز میں ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے اعضاء کو اطمینان وسکون سے رکھے اور حالت نماز میں آگے پیچھے حرکت نہ کرے' کیونکہ نماز میں اعضاء کو ساکن رکھنا نماز کا حصہ ہے۔ (انوار الاصول، ج ۲، ص ۱۷۱)

۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی طرف ملتفت رہتا ہے جب تک وہ حالت وضو میں ہوتا ہے یا جب تک اپنی توجہ ادھر ادھر نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۴۵۴۴)

۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حالت نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اگر اس شخص کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی ہوتا۔

۱۰- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حالت نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: (یہ کیفیت) شیطان کا اچکنا اور چھیننا ہے، بندہ کی نماز سے اتنا حصہ شیطان اچک لیتا ہے۔

۱۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تم حالت نماز میں ہوتے ہو تو تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے' جس سے تم مناجات کرتے ہو' لہٰذا تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ رب العلمین فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس طرف التفات کرتا ہے؟ میں تیرے لیے اس چیز سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۴۵۴۴)

۱۲- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: تم حالت نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے سے بچاؤ' کیونکہ التفات کرنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر تم نے (بالفرض) ایسا کرنا ہی ہے' تو نوافل میں کرو، فرائض میں مت کرو۔

۱۳- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ حالت نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں پلٹیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۶۳۱۸)

۱۴- حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب حالت نماز میں ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ لکڑی کا ستون کھڑا ہو۔

۱۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص حالت نماز میں آسمان کی طرف التفات کرتا ہے' تو کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اس کی نظر واپس نہ پلٹے۔

حالت نماز میں وجوب خشوع وخضوع پر قرآنی دلائل:

دوران نماز آدمی پر خشوع وخضوع واجب ہے، اس بارے میں چند ایک قرآنی دلائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ۔ (طٰہٰ: ۱۴)

اور مجھے یاد رکھنے کے لیے تم نماز قائم کرو۔

غفلت اور عدم توجہ سے نماز ادا کرنا نماز میں خشوع وخضوع کے منافی ہے۔

۲- وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ ۔ (الاعراف: ۲۰۵)

اور تم غافل لوگوں سے نہ ہونا۔

اس آیت کا تقاضا ہے کہ حالت نماز میں اللہ تعالیٰ سے غفلت نہ برتی جائے۔

۳- اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا٥ (محمد: ۲۴)

کیا وہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟

اس آیت کا تقاضا ہے کہ یادِ الٰہی سے غفلت نہ برتی جائے خواہ حالت نماز میں ہو یا غیر حالت نماز میں۔

۴- حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء: ۴۳)

(تم اس وقت تک نماز نہ ادا کرو) جب تک تمہیں معلوم نہ ہو جائے جو تم کہتے ہو۔

اس آیت کا تقاضا ہے کہ افکار وتصورات میں ڈوب کر نماز نہیں پڑھنا چاہیے بلکہ خالی الذہن اور اللہ کو اپنے سامنے یا خود کو اس کی بارگاہ میں حاضر تصور کرتے ہوئے نماز ادا کرنا چاہیے۔

نماز میں وجوب خشوع وخضوع احادیث کی روشنی میں:

نماز میں خشوع وخضوع کے وجوب کے بارے میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو سوائے بھوک اور پیاس کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کو سوائے قیام اور بیدار رہنے کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۶۹۰)

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو نماز برائی اور بے حیائی کے امور سے نہ روکے، وہ اللہ تعالیٰ سے دور رہے گا۔ (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۲۵۸)

۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جس شخص کو نماز نیکی کا حکم نہ دے اور برائی سے نہ روکے وہ اللہ تعالیٰ سے دور رہتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۸۵۴۳)

۴- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن کو سوائے قیام وتھکاوٹ کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور ان کی نماز غافل کی نماز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کے لیے نماز سے اتنا حصہ ہے جتنا اس نے سمجھ کر

ادا کی۔ (امام غزالی، ج۱،ص۱۵۳)

۵۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جس شخص کی نماز میں خشوع نہیں ہے اس کی نماز نہیں ہے۔

۶۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی سمت بلغم پڑا ہوا دیکھا تو آپ پر گراں گزرا، آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اسے اپنے دست اقدس سے کھرچ کر صاف کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: جو شخص نماز ادا کرتا ہے، وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے اور پروردگار اس کے اور کعبہ کے درمیان ہوتا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے ہرگز نہ تھوکے مگر اپنی دائیں جانب یا بائیں جانب یا قدموں کے نیچے ورنہ اسے اپنی چادر سے مل دے۔ (صحیح مسلم، رقم ۵۵۱)

خشوع کے فوائد و ثمرات:

انسان میں خشوع و خضوع کے کثیر فوائد ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) خوف خدا پیدا ہونا۔

(۲) ایمان اور حسن اسلام کا مظہر ہونا۔

(۳) بندے کے نیک اور استقامت کی دلیل ہونا۔

(۴) عبودیت خداوندی کا اعلان کرنا اور ماسوا اللہ سے احتراز کرنا۔

(۵) گناہوں کا مٹنا اور ثواب میں اضافہ ہونا۔

(۶) عذاب وسزا سے نجات حاصل ہونا۔

(۷) دخول جنت میں کامیابی حاصل ہونا۔

(۸) قیامت کے دن مدارج و مراتب بلند ہونا۔

(۹) انسانی نظروں کا عجز کی وجہ سے جھکنا۔

(۱۰) انسانی دل سے سختی دور ہونا۔

(۱۱) اخروی فلاح حاصل ہونا۔

(۱۲) شیطان کا قریب نہ آنا۔

۲۔لغو کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات میں دوسرا حکم یہ بیان ہوا ہے کہ لغو امور یا لغو باتوں سے پرہیز کرنا ہے۔

ابن فارس کے مطابق لفظ "لغو" کے دو معانی ہیں:

(۱) ایسا کام یا ایسی بات جو قابل شمار نہ ہو مثلاً اونٹ کے وہ بچے جو بطور دیت نہ دیئے جا سکتے ہوں۔

(۲) وہ چیز ہے جس سے دل لگی کی جائے۔ ابن اثیر کے مطابق وہ کام یا وہ بات جو ساقط کرنے کے لائق ہو لغو کہا جاتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال لصاحب والامام يخطب صه فقد لغا ۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۰۹۰)

جس شخص نے اپنے ساتھی سے خاموش رہنے کا کہا حالانکہ امام خطبہ دے رہا ہو، پس بے شک اس نے لغو بات کی۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

من مس الحصى فقد لغا ۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۸۵۷)

جس نے نماز جمعہ کے دوران کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کا ارتکاب کیا۔

علامہ مناوی کے مطابق لفظ جو بات زبان پر بغیر قصد کے جاری ہو وہ لغو کہلاتی ہے۔ علامہ جرجانی کے مطابق جو کلام ساقط الاعتبار ہو یا جس کلام سے کوئی حکم ثابت نہ ہوتا ہو، وہ لغو ہے۔ علامہ راغب اصفہانی کے مطابق جو کلام نا قابل شمار ہو یا جو بات آدمی بے سوچے سمجھے کرتا ہے، وہ لغو ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق جو بغیر قصد کے قسم کھائی جائے وہ یمین لغو کہلاتی ہے مثلاً کوئی شخص بات بات پر قسم کھاتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق یمین لغو وہ ہوتی ہے جو انسان ایسی قسم کھائے جو اس کے اعتقاد کے مطابق ہو مگر واقع کے مطابق نہ ہو، کیونکہ ایسی قسم کا نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ کفارہ۔

۳- زکوٰۃ کا معنی ومفہوم:

سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات میں تیسرا حکم یہ بیان ہوا ہے کہ وہ لوگ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔

لفظ "زکوٰۃ" کے دو معانی ہیں:

(۱) ہر مستحسن عمل زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ یہ معنی قرآن کریم میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

(i) **قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى** ۔ (الاعلیٰ: ۱۴)

جس نے اپنا باطن صاف کیا وہ کامیاب ہوا۔

(ii) **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا** (التوبۃ: ۱۰۳)

آپ ان کے اموال سے صدقہ لے کر انہیں پاک کریں اور ان کے باطن کو صاف کریں۔

(iii) **فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ** (النجم: ۳۲)

پس تم اپنی تعریف وتوصیف نہ کرو۔

۲- لفظ "زکوٰۃ" کا دوسرا معنی ہے نصاب مال پر سال گزرنے کے بعد اس سے اڑھائی فیصد مساکین، غرباء اور یتیموں وغیرہ کو دینے کے لیے الگ کرنا۔

اس مقام پر زکوٰۃ کا پہلا معنی مراد ہے" کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی تھی جبکہ یہ سورت مکی ہے۔ اس کا مفہوم یہی بنتا ہے کہ ظاہر و باطن کو پاک وصاف کر کے اپنی ذات کو بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے قابل بنانا۔

۴- بغیر نکاح کے کنیزوں سے جماع کے جواز کی وجہ:

سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات میں چوتھا حکم یہ بیان ہوا ہے کہ وہ لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں لیکن نکاح

کی صورت میں بیویوں سے یا مالک بن جانے کی صورت میں لونڈیوں سے بھی جماع کر سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ نکاح کی صورت میں بیوی سے جماع کرنے کا جواز تو واضح ہے لیکن کنیزوں سے نکاح کے بغیر بشرطیکہ وہ مملوکہ ہوں، سے جواز جماع کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح یعنی دو شخصوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنا جواز جماع کی علت ہے۔ یہ نکاح بیک وقت چار عورتوں سے جائز ہے مگر پانچویں عورت سے منع ہوگا خواہ ایجاب وقبول اور دو گواہوں کی موجودگی کی شرط بھی پائی جائے، اسی طرح بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے اور کسی غیر مسلم خاتون سے بھی ان شرائط سے جماع حرام ہے۔ ایک مسلمان خاتون سے گواہوں کے ایجاب وقبول کی شرائط سے نکاح کے باوجود حیض ونفاس کی حالت میں اس سے جماع حرام رہے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ کسی عورت سے جواز جماع کے لیے دو گواہ اور ایجاب وقبول کی شرائط علت نہیں ہیں بلکہ علت اللہ تعالیٰ کی اجازت ہے، اگر اس کی اجازت نہ ہو تو نکاح کے باوجود جماع درست نہ ہو اور اگر اجازت ہو تو نکاح کے بغیر بھی کنیزوں سے جماع جائز ہو سکتا ہے۔

سوال: کیا عصر حاضر میں بھی دشمن کے قیدیوں کو غلام یا کنیز بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عصر حاضر میں دشمن مسلمان قیدیوں کو غلام یا کنیز نہیں بناتے بلکہ اسے انسانی وقار کے منافی تصور کرتے ہوئے اس سے اجتناب کرتے ہیں۔ اسلام سب سے بڑا مذہب اور انسانی وقار کا علمبردار ہے، وہ اس معاملہ میں بھلا کیسے پیچھے رہ سکتا تھا۔ اسلام بھی عصر حاضر میں دشمن کے قیدیوں کو غلام اور کنیز بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ (محمد: ۴)

پس جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنوں پر وار کرو حتیٰ کہ تم ان کا اچھی طرح سے خون بہاؤ، پھر انہیں مضبوطی سے گرفتار کر لو۔ پھر خواہ ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں بلا معاوضہ آزاد کر دو یا ان سے مالی یا جانی فدیہ وصول کر کے انہیں آزاد کر دو۔

۶.۵- امانت داری اور ایفاء عہد کا حکم:

سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات میں پانچواں اور چھٹا حکم یہ بیان ہوا ہے: وہ لوگ اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔

مہذب اور باوقار زندگی گزارنے کے لیے دیگر امور کے علاوہ دو امور کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے:۔

(۱) امانت داری کی رعایت کرنا

(۲) ایفاء عہد۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴿ (بنی اسرائیل: ۳۴)

تم اپنا وعدہ پورا کرو، کیونکہ وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایفاء عہد میں غفلت کرنے والے کی وعید کے بارے میں فرمایا: جو شخص اپنے وعدہ کا ایفاء نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ہے۔
عہد کی مشہور چھ اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:
(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا عہد۔
(۲) اللہ تعالیٰ کا انبیاء اور کتب سماوی کے ذریعے انسانوں سے احکام پر عمل کرنے کا عہد۔
(۳) نذر مان کر عبادت کو اپنے آپ پر لازم کرنے کا عہد۔
(۴) کسی معاملہ میں فریقین کے درمیان جو شرائط طے ہو جاتی ہیں ان کو پیش نظر رکھنے کا عہد۔
(۵) مسلمان حکومتیں، غیر مسلم حکومتوں سے باہمی دلچسپی کے امور میں طے شدہ معاہدہ کا عہد مثال کے طور پر تجارت، صنعت وحرفت اور ثقافت کے بارے میں۔
(۶) اسلامی حکومت کا ذمیوں سے جزیہ وصول کرنے اور ذمیوں کی طرف سے جزیہ پیش کرنے کا عہد۔

۷-نماز کی ادائیگی میں سستی اور غفلت برتنے کی ممانعت و وعید:

سورۂ مومنوں کی ابتدائی آیات میں ساتواں حکم یہ بیان ہوا ہے کہ وہ لوگ نماز پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔ اس بارے میں وہ سستی سے کام نہیں لیتے اور وقت گزرنے کے بعد نماز نہیں پڑھتے۔ نماز کی ادائیگی میں سستی سے کام لینے اور وقت گزرنے کے بعد ادا کرنے کی وعید میں کثیر روایات موجود ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:
۱-حضرت ذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکمران مسلط کیے جائیں گے جو وقت گزرنے پر نماز ادا کریں گے یا وقت ضائع کر کے ادا کریں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس وقت میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نماز بروقت ادا کرنا، پھر اگر ان سے مل کر نماز پڑھو گے تو وہ نماز تمہارے لیے نفلی ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۲۵۷)
۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد زرّیں میں جو عبادت کرنے کے معمولات تھے میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا۔ دریافت کیا گیا نماز کے بارے میں بھی؟ جواب میں کہا: نماز کے بارے میں بھی بہت سی چیزوں کو تم ضائع کر چکے ہو۔
نماز کے بارے میں غفلت وسستی کی مذمت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:
۱- فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○ (الماعون: ۴تا۶)
ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز میں بھولتے ہیں اور جو ریاکاری سے کام لیتے ہیں۔
۲- وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (النساء: ۱۴۲)

منافق لوگ نماز کے لیے بہت سستی سے کھڑے ہوتے ہیں، وہ لوگوں کو دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

یعنی عدم توجہ، سستی و کاہلی اور وقت گزرنے کے بعد یا مکروہ وقت شروع ہونے یا بروقت لیکن ریاکاری سے نماز ادا کرنا منافقوں کا طریقہ ہے جو قابل مؤاخذہ ہے۔

3098 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ النَّضْرِ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُهَا الْحَارِثُ بْنُ سُرَاقَةَ اُصِيْبَ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهُ سَهْمٌ غَرَبٌ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَخْبِرْنِيْ عَنْ حَارِثَةَ لَئِنْ كَانَ اَصَابَ خَيْرًا احْتَسَبْتُ وَصَبَرْتُ وَاِنْ لَمْ يُصِبِ الْخَيْرَ اجْتَهَدْتُّ فِي الدُّعَاءِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جَنَّةٌ فِيْ جَنَّةٍ وَّاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى وَالْفِرْدَوْسُ رَبْوَةُ الْجَنَّةِ وَاَوْسَطُهَا وَاَفْضَلُهَا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، سیدہ ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کا بیٹا حارث بن سراقہ غزوۂ بدر میں شہید ہوا تھا۔ اسے ایک نامعلوم تیر لگا تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: آپ ﷺ مجھے حارثہ کے بارے میں بتائیں۔ اگر تو وہ بھلائی تک پہنچ گیا ہے، تو میں ثواب کی اُمید رکھوں اور صبر سے کام لوں اور اگر وہ بھلائی تک نہیں پہنچ پایا تو پھر میں اس کے لیے بھرپور دعا کروں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اُم حارثہ! وہ جنت میں ایک باغ میں ہے۔ تمہارا بیٹا فردوسِ اعلیٰ تک پہنچ گیا ہے، اور فردوس جنت کا بلند ٹیلہ ہے یہ اس کا بالائی اور سب سے بہترین حصہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

فردوس جنت کا بلند ترین درجہ:

فردوس رومی یا حبشی زبان کا لفظ ہے جو فارسی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ فارسی زبان میں اس سے مراد ایسا باغ ہے جو درختوں کے وسیع ہونے سے وسیع تر ہو جاتا ہے۔ تاہم قبطی زبان میں فردوس انگور کی بیل کو کہا جاتا ہے۔ قاموس اور منتہی الارب کے مطابق فردوس سے مراد ایسی نہر ہے، جس کے کناروں پر سبزہ اگا ہو اور ایسے باغ کو بھی کہتے ہیں جس کے ہر حصہ میں پھل اور پھول ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جنت کے درجات اور ہر دو درجات کے مابین فاصلہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

3098- اخرجه البخاری (۳۰۵/۷): کتاب المغازی: باب: فضل من شهد بدراً، حدیث (۳۹۸۲) عن طریق حمید عن انس عنه به، و احمد (۲۱۰/۳، ۲۶۰، ۲۸۳)۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجات ہیں جن میں سے ایک درجہ ایسا ہے جو مجاہدین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ ہر دو درجات کے درمیان زمین وآسمان کا فاصلہ ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کے بارے میں سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو، اس لیے کہ یہ جنت کا وسط اور بلند ترین ہے۔ اس کے اوپر عرش رحمٰن ہے، جس سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۷۹۰)

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کی پھوپھی حضرت ربیع رضی اللہ عنہا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، کیونکہ غزوۂ بدر کے موقع پر ان کا بیٹا حارث شہید ہو گیا تھا، وہ پانی بھرنے میں مصروف تھا کہ اچانک دشمن کا تیر لگا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ عرض کیا: یارسول اللہ! میرا بیٹا جنت میں پہنچا ہے یا نہیں؟ پہلی صورت میں صبر کروں گی اور دوسری صورت میں، میں اس کے لیے دعا کرتی رہوں گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام حارث! جنت میں بہت سے باغات ہیں، آپ کے بیٹے نے جنت کا اعلیٰ درجہ "فردوس" حاصل کیا ہے جو جنت کے ایک ٹیلہ پر واقع ہے۔

3099 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ وَهْبٍ الْهَمْدَانِيِّ

متن حدیث: اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ) قَالَتْ عَائِشَةُ اَهُمِ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمِ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ

اسنادِ دیگر: قَالَ وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا:

"اور وہ لوگ جو (اللہ کی راہ میں جتنا ہو سکتا ہے) اتنا دیتے ہیں اور پھر بھی ان کے دل ڈر رہے ہوں گے"۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: کیا یہ وہ لوگ ہوں گے، جو پہلے شراب پیا کرتے تھے اور چوری کیا کرتے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صدیق کی بیٹی! اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جو نماز پڑھیں گے، روزے رکھیں گے، صدقہ کریں گے، اور انہیں یہ ڈر ہوگا کہ شاید ان کا یہ عمل قبول نہیں ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں، جو بھلائی میں سبقت لے جاتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت عبدالرحمٰن بن سعید کے حوالے سے، ابوحازم کے حوالے سے، حضرت

3099۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱٤۰٤): كتاب الزهد: باب: التوقي على العمل، حديث (٤۱۹۸)، و احمد (۱۵۹/٦، ۲۰۵) و الحميدي (۱۳۲/۱)، حديث (۲۷۵)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

بھلائیوں کی طرف ترقی کرنے والے مؤمنین:

ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝ (المومنون: ۵۷ تا ۶۱)

بے شک وہ لوگ اپنے پروردگار کے جلال سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنے پروردگار کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ اور وہ لوگ جو کچھ دیتے ہیں اللہ سے خوفزدہ دلوں سے دیتے ہیں، اس یقین کے ساتھ کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں، وہی لوگ نیکی کے کاموں میں جلدی کرنے والے ہیں اور وہی سب سے زیادہ نیکی کی طرف بڑھنے والے ہیں۔

ان آیات کی تفسیر وتشریح حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا یہ دینے والے وہ لوگ ہیں جو چوری کرتے ہیں اور شراب نوشی کرتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! نہیں، یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور صدقہ خیرات کرتے ہیں جبکہ وہ خوفزدہ رہتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال ناقابل قبول قرار نہ دیئے جائیں۔ یہی لوگ اعمال صالح انجام دینے میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں۔

ان آیات اور حدیث میں ان مومنوں کا ذکر خیر ہے جو اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرتے ہیں اور ان کے چار اوصاف خصوصیت سے بیان کیے گئے ہیں:

(۱) رب کائنات کے جلال و ہیبت سے خوفزدہ رہنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی آیات کو تسلیم کرنا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔

(۴) بیم و امید کی حالت میں ہونا یعنی وہ جب بھی کوئی عمل صالحہ کرتے ہیں تو انہیں یہی دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ وہ عمل اللہ تعالیٰ کے حضور قابل ہوگا یا کہ نہیں؟

3100 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ اَبِيْ شُجَاعٍ عَنْ اَبِي السَّمْحِ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ) قَالَ تَشْوِيْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعَالِيَةُ حَتّٰى تَبْلُغَ وَسَطَ رَأْسِهِ وَتَسْتَرْخِي شَفَتُهُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (ارشادِ باری تعالیٰ ہے)

''اور وہ اس میں بدشکل ہو رہے ہوں گے''۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: آگ انہیں بھون دے گی اور ان کا اوپر کا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان میں پہنچ جائے گا' اور نیچے والا ہونٹ لٹک کر ناف تک پہنچ جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

بگڑے ہوئے چہروں والے لوگ:

ارشادِ خداوندی ہے:

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ○ (المومنون:۱۰۴)

آگ ان کے چہروں کو جلا دے گی اور وہ اس میں پریشان کن حالت میں ہوں گے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ قیامت کے دن میزان عدل پر وزن کرتے وقت جن لوگوں کے گناہ زیادہ ہوں گے انہیں جہنم کی آگ میں سزا دی جائے گی اور آگ ان کے چہروں کو اس طرح جھلس دے گی کہ ان کے اوپر والا ہونٹ اوپر کی طرف اٹھ جائے گا حتیٰ کہ نصف سر تک پہنچ جائے گا۔ نیچے کا ہونٹ نیچے کی جانب لٹک جائے گا حتیٰ کہ وہ ناف تک پہنچ جائے گا۔

قیامت کے دن تین قسم کے لوگ ہوں گے:

۱- کفار: یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے دائمی طور پر جہنم میں ڈالے جائیں گے' وہاں سے کبھی بھی نہیں نکالے جائیں گے اور ان کے عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔

۲- مؤمنون: یہ نیکوکار ہوں گے تو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ گناہگار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں اپنے فضل وکرم سے معاف فرما دے گا اور اگر چاہے گا تو جہنم میں بقدرِ معصیت سزا دے گا پھر انہیں وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

۳ منافقون: یہ لوگ دو وجہیں ہونے کی وجہ سے ایک طرف اپنے آپ کو مسلمانوں کے ساتھ ملاتے ہیں اور بظاہر اسلامی اعمال ورسومات انجام بھی دیتے ہیں لیکن دلی طور پر اپنے آپ کو کفار کے ساتھ ملاتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے لیے کفار سے بھی

زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں کفار کے ساتھ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ یاد رہے یہاں منافقوں سے مراد وہ خاص لوگ ہیں جو دورِ رسالت میں موجود تھے' کیونکہ بعد والے منافقوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ النُّوْرِ

باب 25: سورہ نور سے متعلق روایات

3101 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَخْنَسِ اَخْبَرَنِىْ عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ مَرْثَدُ بْنُ اَبِىْ مَرْثَدٍ وَّكَانَ رَجُلًا يَحْمِلُ الْاَسْرٰى مِنْ مَكَّةَ حَتّٰى يَاْتِىَ بِهِمُ الْمَدِيْنَةَ قَالَ وَكَانَتِ امْرَاَةٌ بَغِىٌّ بِمَكَّةَ يُقَالُ لَهَا عَنَاقُ وَّكَانَتْ صَدِيْقَةً لَّهٗ وَاِنَّهٗ كَانَ وَعَدَ رَجُلًا مِّنْ اُسَارٰى مَكَّةَ يَحْمِلُهٗ قَالَ فَجِئْتُ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى ظِلِّ حَائِطٍ مِّنْ حَوَائِطِ مَكَّةَ فِىْ لَيْلَةٍ مُّقْمِرَةٍ قَالَ فَجَآءَتْ عَنَاقُ فَاَبْصَرَتْ سَوَادَ ظِلِّىْ بِجَنْبِ الْحَائِطِ فَلَمَّا انْتَهَتْ اِلَىَّ عَرَفَتْهُ فَقَالَتْ مَرْثَدٌ فَقُلْتُ مَرْثَدٌ فَقَالَتْ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا هَلُمَّ فَبِتْ عِنْدَنَا اللَّيْلَةَ قَالَ قُلْتُ يَا عَنَاقُ حَرَّمَ اللّٰهُ الزِّنَا قَالَتْ يَا اَهْلَ الْخِيَامِ هٰذَا الرَّجُلُ يَحْمِلُ اَسْرَاكُمْ قَالَ فَتَبِعَنِىْ ثَمَانِيَةٌ وَّسَلَكْتُ الْخَنْدَمَةَ فَانْتَهَيْتُ اِلٰى كَهْفٍ اَوْ غَارٍ فَدَخَلْتُ فَجَآءُوْا حَتّٰى قَامُوْا عَلٰى رَاْسِىْ فَبَالُوْا فَظَلَّ بَوْلُهُمْ عَلٰى رَاْسِىْ وَاَعْمَاهُمُ اللّٰهُ عَنِّىْ قَالَ ثُمَّ رَجَعُوْا وَرَجَعْتُ اِلٰى صَاحِبِىْ فَحَمَلْتُهٗ وَكَانَ رَجُلًا ثَقِيْلًا حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى الْاِذْخِرِ فَفَكَكْتُ عَنْهُ كَبْلَهٗ فَجَعَلْتُ اَحْمِلُهٗ وَيُعْيِيْنِىْ حَتّٰى قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْكِحُ عَنَاقًا فَاَمْسَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَىَّ شَيْئًا حَتّٰى نَزَلَتْ (اَلزَّانِىْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَّحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَرْثَدُ (اَلزَّانِىْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ) فَلَا تَنْكِحْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے' اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، ایک شخص تھا جس کا نام مرصد بن ابومرصد تھا۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جو مکہ مکرمہ سے قیدیوں کو لا کر مدینہ منورہ لایا کرتا تھا۔ مکہ میں ایک فاحشہ عورت تھی جس کا نام عناق تھا۔ وہ اس شخص کی سہیلی تھی۔ ایک مرتبہ اس شخص نے مکہ کے قیدیوں میں سے ایک شخص کے ساتھ طے کیا کہ وہ اسے سوار کر کے لے جائے گا۔ مرصد بیان کرتے ہیں: میں آیا اور مکہ کی ایک دیوار کی اوٹ میں ٹھہر گیا۔ یہ چاندنی رات تھی۔ اسی دوران عناق وہاں آئی۔ اس نے دیوار کے پہلو میں میرا ہیولیٰ دیکھا۔ جب وہ مجھ تک پہنچی تو پہچان گئی۔ وہ بولی: مرصد ہو؟ میں نے کہا: مرصد ہوں۔ وہ بولی:

3101۔ اخرجه ابوداؤد (۱/۶۲۵): كتاب النكاح: باب: فی قوله تعالیٰ: (الزانی لا ينكح الا زانية)، حديث (۲۰۵۱)، و النسائی (۶/۶۶): كتاب النكاح: باب: تزويج الزانية، حديث (۳۲۲۸)

خوش آمدید۔ آؤ! آج رات ہمارے ہاں ٹھہرو۔ مرصد بیان کرتے ہیں، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دے دیا ہے۔ تو وہ عورت بولی: اے خیمے والو! یہ شخص تمہارے قیدیوں کو لاد کر لے جائے گا۔ حضرت مرصد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، آٹھ آدمی میرے پیچھے لگے، میں خندمہ (پہاڑ کی طرف) بھاگا اور ایک غار تک پہنچ گیا اور اس میں داخل ہو گیا۔ وہ لوگ بھی آئے، وہ لوگ آ کر میرے سر پر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے وہاں پیشاب کیا۔ ان کا پیشاب میرے سر پر آ کر گرا' لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں میری طرف سے اندھا کر دیا۔ مرصد بیان کرتے ہیں، وہ لوگ واپس چلے گئے۔ میں اپنے ساتھی کے پاس واپس آیا۔ میں نے اسے (سواری پر) لادا۔ وہ ایک بھاری بھرکم شخص تھا۔ میں اسے لے کر اذخر آیا۔ میں نے وہاں اس کی بیڑیاں کھولیں اور اسے سوار کیا۔ اس نے مجھے تھکا دیا، یہاں تک کہ میں مدینہ منورہ آیا' تو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں عناق کے ساتھ شادی کر لوں؟ نبی اکرم ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے، تو یہ آیت نازل ہوئی:

> ''زنا کرنے والا مرد صرف زنا کرنے والی عورت یا مشرک عورت کے ساتھ شادی کر سکتا ہے' اور زنا کرنے والی عورت کے ساتھ صرف زنا کرنے والا مرد یا مشرک مرد شادی کرے' یہ بات اہلِ ایمان کے لیے حرام قرار دی گئی ہے (کہ وہ ایسی عورت کے ساتھ) شادی کریں۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے مرصد! زنا کرنے والا مرد صرف زنا کرنے والی عورت یا مشرک عورت کے ساتھ شادی کر سکتا ہے' اور زنا کرنے والی عورت کے ساتھ صرف زنا کرنے والا مرد یا مشرک شادی کر سکتے ہیں' لہٰذا تم اس عورت کے ساتھ شادی نہ کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

سورۂ نور مدنی ہے جو نو (۹) رکوع، چوہتر (۷۴) آیات، ایک ہزار تین سو سولہ (۱۳۱۶) آیات اور پانچ ہزار نو سو اسی (۵۹۸۰) حروف پر مشتمل ہے۔

زنا کے حرام ہونے کی وجہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً٘ وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ٘ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ○ (النور: ۳)

زانی شخص صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور مومنوں پر یہ (نکاح) حرام قرار دیا گیا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف

لے لائے تو کفار مکہ نے اپنے مسلمان رشتہ داروں کو قیدی بنالیا تھا کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ نہ جاسکیں۔ ایسے ماحول میں حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ وہ بہادر وشجاع اور طاقتور صحابی تھے جو رات کی تاریکی میں کسی مسلمان قیدی کو آزاد کراتے پھر اسے اٹھا کر مدینہ طیبہ پہنچا دیتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے پروگرام کے تحت وہ چاندنی رات میں مکہ کی دیوار کے ساتھ کھسکتے ہوئے ایک سایہ میں پہنچے، عناق نامی عورت نے اسے دور سے دیکھا تو وہ اس کے پاس پہنچی اور انہیں دعوت زنا دیتے ہوئے خوش آمدید کہا۔ مرثد نے جواب دیا: زنا حرام ہے، لہٰذا یہ کام نہ ممکن ہے۔ اس پر عناق ناراض ہوئی اور اس نے اہل مکہ میں باآواز اعلان کیا: اے اہل مکہ! مرثد قیدیوں کو چھڑوانے کے لیے مکہ میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ اعلان سنتے ہی آٹھ آدمیوں نے اس کا پیچھا کیا اور وہ دوڑ کر خندمہ پہاڑ کی طرف دوڑ پڑا پھر وہاں ایک غار میں داخل ہوا۔ آنے والے آٹھ آدمیوں نے غار کے منہ پر کھڑے ہو کر اس پر پیشاب کیا اور سب کا پیشاب اس کے سر پر گرا۔ پھر دشمن اندھے ہو کر واپس پلٹ گئے۔

مرثد لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر غار سے نکلے اور مطلوبہ قیدی کے پاس گئے، اس کی بیڑیاں توڑیں اور اسے اٹھا کر مکہ سے باہر لے آئے۔ قیدی بھاری تھا کچھ راستہ اس نے خود طے کیا اور کچھ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ پر سوار ہو کر حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں عناق سے نکاح کرسکتا ہوں؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مرثد! زانی صرف زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کرسکتا ہے اور زانیہ سے صرف زانی یا مشرک نکاح کرسکتا ہے۔ پس تم اس (عناق) سے نکاح نہیں کرسکتے۔

اس آیت اور حدیث میں زنا کو بدترین عمل قرار دیا گیا ہے، مسلمانوں پر حرام قرار دیا گیا ہے اور اس سے روکنے کے لیے ماقبل آیت میں اس کی سزا بھی بیان کی گئی ہے۔

فائدہ نافعہ: کافر مرد وزن سے نکاح کسی حال میں بھی درست نہیں ہوسکتا لیکن مسلمان شخص کا زانیہ کے ساتھ اور عورت کا زانی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ حدیث باب میں ممانعت مشورے پر محمول ہے یعنی عناق کے مسلمان ہو جان کی صورت میں حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کا نکاح بھی ممکن و جائز تھا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کو جو فرمایا تھا کہ عناق کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں بھی اس سے نکاح نہ کرو، اس کا مصداق مشورہ ہے۔ یاد رہے حضرت مرثد رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور بدری صحابی ہیں جو ۳ھ میں غزوۂ احد کے موقع پر شہید ہوئے۔

زنا کا معنی ومفہوم:

لفظ ''زنا'' کا لغوی معنی ہے بلندی پر چڑھنا، سائے کا کم ہونا، پیشاب کو روکنا۔ چنانچہ ایک مشہور روایت کے الفاظ ہیں:

لایصلی احدکم وھو زناء۔

تم میں سے کوئی شخص پیشاب روک کر نماز نہ پڑھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص پیشاب اور پاخانہ روک کر نماز نہ پڑھے۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۲۰۷۲)

علامہ راغب اصفہانی کے مطابق زنا کا لغوی معنی ہے کسی چیز پر چڑھنا جبکہ اس کا شرعی معنی ہے شہوت انگیز اندام نہانی میں حشفہ کو داخل کرنا جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ (تاج العروس، ج ۱۰، ص ۱۶۵)

زنا کی تعریف میں مذاہب آئمہ اربعہ:

کیا زنا کی تعریف میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ کسی عورت کی قبل میں کسی شبہ کے بغیر وطی کرنا حرام ہے اور اسی طرح اس کی دبر میں جماع کرنا بھی زنا ہے، کیونکہ یہ بھی ایسی عورت کی فرج میں وطی ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں اور نہ شبہ ملکیت میں ہے۔

اس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ (النساء: ۱۵)

تمہاری وہ عورتیں جو بے حیائی کا کام کرتی ہیں۔

دبر میں جماع کرنا بھی بے حیائی کا کام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قوم لوط کے عمل کے بارے میں فرماتا ہے:

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ (الاعراف: ۸۰)

کیا تم بے حیائی کا فعل کرتے ہو؟

جب کوئی شخص اپنی محرمہ سے نکاح کرے تو اس کا نکاح متفقہ طور پر باطل ہے۔ اگر وہ اسی حالت میں جماع بھی کر لیتا ہے، تو کیا اس پر حد جاری ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ اس بارے میں دو قول ہیں:

(۱) حضرت امام مالک، حضرت امام حسن، حضرت جابر بن زید، حضرت امام شافعی، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام اسحاق اور حضرت امام ابوایوب وغیرہ رحمہم اللہ کے نزدیک حد واجب ہوگی، کیونکہ یہ زنا کی ہی صورت ہے۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ حد واجب نہیں ہے، کیونکہ یہ ایسی وطی کی صورت ہے جس میں شبہ پایا گیا ہے اور شبہ کی وجہ سے حد جاری نہیں ہوتی۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو شخص اپنا حشفہ ایسی عورت کی فرج میں داخل کرے جو طبعی طور پر مشتہی ہو اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ اگر زانی محصن ہو تو اس کی حد رجم ہے اور اس کے ساتھ کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔ اگر زانی غیر محصن ہو تو اس کی حد کوڑے اور شہر بدر کرنا ہے۔ یہ حد مرد اور عورت دونوں کی ہے۔

محصن ہونے کی تین شرائط ہیں:

(۱) مکلف ہونا (۲) حریت یعنی آزاد ہونا (۳) نکاح صحیح ہونا۔

۳-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زنا کی تعریف یوں ہے: ایسے فرد کی فرج میں عمداً جماع کرنا جو متفقہ طور پر اس کی ملک میں نہ ہو۔ فرج کی قید سے غیر فرج میں جماع خارج ہو گیا اور فرد کی قید سے جانور سے جماع کرنا خارج ہو گیا، کیونکہ جانور سے وطی کرنے سے حد جاری نہیں ہوتی بلکہ تعزیر ہے۔

۴-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زنا کی جامع مانع تعریف یوں ہے: جو شخص دار العمل میں احکام اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت کی قبل میں جماع کرے درانحالیکہ وہ قبل حقیقتاً ملکیت، ملکیت کے شبہ، حق ملک اور حقیقتاً نکاح اور شبہ نکاح اور ملک کے موضع اشتباہ کے شبہ سے خالی ہو۔

حد زنا کی متفقہ شرائط:

زانی پر حد جاری کرنے کے لیے متفقہ طور پر بارہ (۱۲) شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور وہ شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) بالغ ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) مسلمان ہونا (۴) مختار ہونا (۵) عورت سے زنا کرنا (۶) عورت کا قابل وطی ہونا

(۷) زنا کرنے میں شبہ نہ ہونا (۸) حرمت زنا کا علم ہونا (۹) عورت کا غیر حربی ہونا (۱۰) عورت کا زندہ ہونا

(۱۱) عورت کی قبل میں مرد کے ذکر کا حشفہ کی مقدار چھپ جانا (۱۲) دار الاسلام ہونا۔

احصان کا معنی ومفہوم:

آئمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر زانی محصن ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور زانی غیر محصن ہو تو اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ اس لیے ضروری ہوا کہ ''احصان'' کا معنی ومفہوم سمجھا جائے۔

احصان کا لغوی معنی ہے: منع کرنا۔ ہر عورت اسلام، پاکدامنی، حریت اور نکاح مسنونہ سے محصنہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہر پاک دامن اور ہر منکوحہ عورت محصنہ ہے۔ حاملہ عورت بھی محصنہ ہو سکتی ہے' کیونکہ حمل اس کے محصنہ ہو کے لیے رکاوٹ و مانع ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ کنیز کا احصان اس کا منکوحہ ہونا ہے۔ **محصنین غیر مسافحین** کی تفسیر میں امام زجاج لکھتے ہیں: مرد کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا، پاک دامن ہونا اور فرج کا احصان سے رکنا ہے۔ **احصنت فرجھا** سے مراد ہے زنا سے باز رہنا، پاک دامن ہونا۔ **والمحصنت من النساء** سے مراد ہے عورتوں کا شادی شدہ ہونا۔

احناف کے نزدیک وہ احصان جس کا رجم میں اعتبار کیا جاتا ہے، کی سات شرائط ہیں:

(۱) عاقل (۲) بالغ (۳) صاحب حریت (۴) اسلام (۵) نکاح صحیح (۶) زوجین کا ان صفات پر ہونا

(۷) نکاح صحیح کے بعد شوہر کا جماع کرنا۔

زنا کے حرام ہونے اور دنیا و آخرت میں اس کی سزا قرآن کی روشنی میں:

زنا حرام قطعی ہے اور اس کی دنیا و آخرت میں سزا قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں چند آیات حسب ذیل ہیں:

۱- وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۳۲)

تم زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک یہ بے حیائی کا فعل ہے اور برا راستہ ہے۔

۲- اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (النور: ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، ان پر شرعی حد نافذ کرنے پر تمہیں رحم نہ آئے، اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔

۳- يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الممتحنة: ۱۲)

اے نبی! جب آپ کے پاس مومن خواتین ان امور پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی، وہ چوری نہیں کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ ایسا بہتان باندھیں گی جس کو وہ خود اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے گھڑ لیں اور نہ کسی نیک کام کے بارے میں حکم عدولی کریں گی تو آپ انہیں بیعت میں قبول کر لیں اور ان کے لیے بخشش طلب کریں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے۔

۴- وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ (الفرقان: ۶۸ تا ۶۹)

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا کا ارتکاب نہیں کرتے، اور جو شخص یہ کام کرے گا اسے سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دونا کر دیا جائے گا اور وہ ذلت والے عذاب میں ہمیشہ رہے گا۔

زنا کی حرمت، مذمت اور دارین میں اس کی سزا احادیث کی روشنی میں:

قرآن کریم کی طرح زنا کی حرمت، مذمت اور دنیا و آخرت میں اس کی سزا احادیث مبارکہ میں بھی بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات نہیں کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا:

(۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) متکبر فقیر۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۷)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہیں:

(i) علم اٹھالیا جائے گا (ii) جہالت برقرار رہے گی (iii) شراب نوشی عام ہوگی (iv) زنا عام ہو جائے گا۔
(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۰۴۲)

۳- حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت خوشبو استعمال کر کے لوگوں کے پاس سے گزرے کہ لوگ اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوں، وہ زانیہ ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۱۷۳)

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے زنا کا ارتکاب کیا یا شراب نوشی کی تو اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کو نکال لیتا ہے، جس طرح انسان اپنی قمیص سے اپنا سر نکال لیتا ہے۔
(المستدرک للحاکم، ج ۱، ص ۲۲)

۵- حضرت میمونہ بنت حارثہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت اس وقت تک اچھے حال میں رہے گی جب تک ان کی اولاد میں زنا کی کثرت نہیں ہوگی اور جب ان کی اولاد میں زنا کی کثرت ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کر دے گا۔ (مسند احمد، ج ۶، ص ۳۳۳)

۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت کوئی شخص زنا کا مرتکب ہوتا ہے وہ مومن نہیں رہتا، جس وقت کوئی شخص شراب نوشی کرتا ہے وہ مومن نہیں رہتا، جس وقت کوئی شخص چوری کرتا ہے وہ مومن نہیں رہتا اور جس وقت کوئی شخص کسی کو لوٹتا ہے جبکہ لوگ اس کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہوں وہ مومن نہیں رہتا۔
(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۹۳۶)

۷- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص زنا کا مرتکب ہوتا ہے اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۲۲۴۷)

۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: جس قوم میں خیانت عام ہو جائے اس کے دلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے، جس قوم میں زنا کی کثرت ہو جائے ان میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے، جس قوم میں ناپ تول میں کمی عام ہو جائے ان کا رزق منقطع ہو جاتا ہے، جس قوم میں ناحق فیصلے ہوں ان میں خونریزی عام ہو جاتی ہے اور جس قوم میں عہد شکنی عام ہو جائے اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ (المؤطا امام مالک، رقم الحدیث ۱۰۳۰)

۹- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم زنا کاری سے بچتے رہو، کیونکہ اس کی چار علامات ہیں:

(۱) اس سے چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے۔

(۲) رزق منقطع ہو جاتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔

(۴) دوزخ کی سزا خلود ہوتا ہے۔

۱۰-حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عرب کی ہلاک ہونے والی خواتین! مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف زنا کاری اور شہوت خفیہ (ریا کاری) کا ہے۔

۱۱-حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

(۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا حکمران (۳) متکبر فقیر۔

۱۲-حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

(۱) متکبر فقیر (۲) بوڑھا زانی (۳) اپنے عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے اولا۔

۱۳-حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نصف رات کا وقت ہوتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ایک منادی اعلان کرتا ہے کوئی ہے دعا کرنے والا اس کی دعا قبول کی جائے، کوئی ہے سائل اسے عطا کیا جائے، کوئی ہے مصیبت زدہ اس کی مصیبت دور کی جائے اور ہر دعا کرنے والے کی دعا قبول کی جاتی ہے سوائے اس عورت کے جو پیسے لے کر زنا کراتی ہے اور سوا اس شخص کے جو ظالمانہ ٹیکس وصول کرتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، رقم الحدیث ۱۱۶۳)

۱۴-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا فقر پیدا کرتا ہے۔

۱۵-حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا کار لوگوں کے چہروں پر آگ بڑھک رہی ہوگی۔ (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث ۳۵۲۴)

۱۶-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص زنا کا عادی ہو وہ بت پرست کی مثل ہے۔

۱۷-حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کی بیویوں کی حرمت جہاد میں شامل نہ ہونے والوں کے لیے ان کی ماؤں کی طرح ہے۔ مجاہد جس شخص کے پاس اپنی بیوی چھوڑ کر جائے وہ اس میں خیانت کرے تو قیامت کے دن اسے کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جتنی چاہے گا وصول کر سکے گا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۸۹۷)

۱۸-حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے سوال کیا: تمہارا زنا کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ حرام ہے، اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ یہ تا قیامت حرام ہے۔ پھر آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: دس عورتوں سے زنا کرنا معمولی گناہ ہے اس سے کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث ۳۵۴۷)

۱۹-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا، نہ اسے پاک کرے گا اور دوزخی لوگوں کے ساتھ اسے دوزخ میں

داخل کردے گا۔

حدزنا میں عورت کا ذکر مقدم اور مرد کا ذکر مؤخر کرنے کی وجہ:

چوری وغیرہ کے معاملہ میں تجویز کی گئی سزا میں مرد کا ذکر مقدم اور عورت کا ذکر مؤخر ہے' مثلاً چوری کے حوالے سے ارشادِ خداوندی ہے:

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ: ۳۸)

چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو۔

زنا کاری کے مسئلہ کی سزا میں عورت کا ذکر مقدم اور مرد کا ذکر مؤخر کیا گیا ہے۔ اس کی توجیہ کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چوری وغیرہ امور میں مرد پیش قدمی کرتا ہے' جس وجہ سے اس کا ذکر مقدم کیا گیا ہے۔ زنا کاری کے سلسلہ میں اصل محرک عورت ہوتی ہے، اس لیے اس کی سزا میں عورت کو مرد سے مقدم رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

3102 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ

متنِ حدیث: قَالَ سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلاعِنَيْنِ فِيْ اِمَارَةِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا فَمَا دَرَيْتُ مَا اَقُوْلُ فَقُمْتُ مِنْ مَكَانِيْ اِلٰى مَنْزِلِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ فَاسْتَاْذَنْتُ عَلَيْهِ فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهُ قَائِلٌ فَسَمِعَ كَلامِيْ فَقَالَ لِيَ ابْنَ جُبَيْرٍ ادْخُلْ مَا جَآءَ بِكَ اِلَّا حَاجَةٌ قَالَ فَدَخَلْتُ فَاِذَا هُوَ مُفْتَرِشٌ بَرْدَعَةَ رَحْلٍ لَّهُ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُتَلاعِنَانِ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ نَعَمْ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ سَاَلَ عَنْ ذٰلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ اَحَدَنَا رَاٰى امْرَاَتَهُ عَلٰى فَاحِشَةٍ كَيْفَ يَصْنَعُ اِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِاَمْرٍ عَظِيْمٍ وَّاِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلٰى اَمْرٍ عَظِيْمٍ قَالَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الَّذِيْ سَاَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيْتُ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ فِيْ سُوْرَةِ النُّوْرِ (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ) حَتّٰى خَتَمَ الْاٰيَاتِ قَالَ فَدَعَا الرَّجُلَ فَتَلاهُنَّ عَلَيْهِ وَوَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ وَاَخْبَرَهُ اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْاَةِ وَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَاَخْبَرَهَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ فَقَالَتْ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا صَدَقَ فَبَدَاَ بِالرَّجُلِ فَشَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْاَةِ فَشَهِدَتْ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ

غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰادِقِينَ ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں، مصعب بن زبیر کی حکومت کے زمانے میں لعان کرنے والوں کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا گیا: کیا ان کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی؟ تو مجھے سمجھ نہیں آیا کہ میں کیا جواب دوں؟ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر گیا۔ میں نے ان کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی تو مجھے بتایا گیا: وہ آرام فرما رہے ہیں۔ انہوں نے میری آواز سنی، انہوں نے وہیں سے مجھے آواز دی اے ابن جبیر! اندر آ جاؤ! تم اس وقت کسی کام سے ہی آئے ہو گے۔ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں اندر داخل ہوا' تو وہ کجاوے کے نیچے بچھایا جانے والا ٹاٹ زمین پر بچھا کر اس پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے دریافت کیا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا لعان کرنے والوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی؟ تو انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ! ہاں اس بارے میں سب سے پہلے فلاں بن فلاں نے سوال کیا تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ ایک شخص اپنی بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھتا ہے' تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ اگر وہ اس بارے میں بات کرتا ہے' تو وہ بہت بڑا الزام لگاتا ہے' اور اگر وہ خاموش رہتا ہے' تو بہت بڑی بات پر خاموش رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد وہ پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میں نے آپ ﷺ سے جس چیز کے بارے میں سوال کیا تھا' میں اس میں مبتلا ہو گیا ہوں (راوی بیان کرتے ہیں:) تو اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی یہ آیات نازل کیں۔

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہوتی ہے۔''

آپ ﷺ نے اس کی تمام آیات کی تلاوت کی۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اس کے سامنے یہ آیات تلاوت کیں۔ آپ ﷺ نے اسے وعظ و نصیحت کی اور اسے بتایا: دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہوتا ہے۔ اس نے عرض کی، نہیں! اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے' میں نے اس عورت کے بارے میں جھوٹ نہیں بولا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کی طرف رُخ کیا۔ آپ ﷺ نے اسے بھی وعظ و نصیحت کی اور اسے یہ بتایا: دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں آسان ہے' تو وہ عورت بولی، نہیں! اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اس شخص نے ٹھیک نہیں کہا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے مرد سے آغاز کیا اور اس مرد نے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اس بات کی گواہی دی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے' اور پانچویں مرتبہ یہ کہا: اگر وہ جھوٹا ہو' تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کی طرف رُخ کیا' تو اس عورت نے بھی چار مرتبہ اس بات کی گواہی دی کہ وہ شخص جھوٹ کہہ رہا ہے' اور پانچویں مرتبہ یہ کہا: اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اگر مرد نے سچ کہا ہو۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی۔

اس بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3103 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنِیْ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ السَّحْمَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةَ وَاِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ قَالَ فَقَالَ هِلَالٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى اَحَدُنَا رَجُلًا عَلٰى امْرَاَتِهٖ اَيَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْبَيِّنَةَ وَاِلَّا فَحَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ قَالَ فَقَالَ هِلَالٌ وَّالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنِّيْ لَصَادِقٌ وَّلَيُنْزِلَنَّ فِيْ اَمْرِيْ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِيْ مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ) فَقَرَاَ حَتّٰى بَلَغَ (وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ) قَالَ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمَا فَجَاءَا فَقَامَ هِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ (اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ) قَالُوْا لَهَا اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّاَتْ وَنَكَسَتْ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ سَتَرْجِعُ فَقَالَتْ لَا اَفْضَحُ قَوْمِيْ سَائِرَ الْيَوْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصِرُوْهَا فَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْاَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيْكِ بْنِ السَّحْمَاءِ فَجَاءَتْ بِهٖ كَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضٰى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَكَانَ لَنَا وَلَهَا شَاْنٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ

اختلافِ سند: وَهٰكَذَا رَوٰى عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنی بیوی پر الزام لگایا کہ اس کے شریک بن سحماء کے ساتھ (ناجائز تعلقات ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یا تو ثبوت پیش کرو ورنہ تم پر حد جاری ہوگی۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر کوئی شخص کسی شخص کو بیوی کے پاس دیکھتا ہے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈنے چل پڑے گا' لیکن نبی اکرم ﷺ یہی فرماتے رہے: یا ثبوت پیش کرو! ورنہ تم پر حد جاری ہوگی۔ ہلال نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے' میں سچ کہہ رہا ہوں اور میرے اس معاملے کے بارے میں ضرور کوئی حکم نازل ہوگا' جس کی وجہ سے مجھ پر حد جاری نہیں ہوگی' تو یہ آیت نازل ہوئی:

3103- اخرجه البخاری (۳۳۵/۵): كتاب الشهادات: باب: اذا ادعى او قذف فله ان يلتمس البينة، و ينطلق لطلب البينة، حديث (۲۶۷۱)، و ابوداؤد (۶۸۴/۱): كتاب الطلاق: باب: في اللعان، حديث (۲۲۵۴)، و ابن ماجه (۶۶۸/۱): كتاب الطلاق: باب: اللعان، حديث (۲۰۶۷)، و اخرجه احمد (۲۷۳/۱)، من طريق عكرمة عن ابن عباس به.

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہوتی ہے۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے یہ آیات تلاوت کی اور یہاں تک تلاوت کی:

''اور پانچویں مرتبہ (وہ عورت یہ کہے گی) اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اگر وہ مرد سچا ہے۔''

راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ مڑے پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کو بلایا۔ وہ دونوں آئے پھر ہلال بن اُمیہ کھڑے ہوئے' انہوں نے گواہی دی۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے' تو تم دونوں میں سے کون توبہ کرنا چاہے گا؟ پھر وہ خاتون کھڑی ہوئی اس نے بھی گواہی دی' جب وہ اس مقام پر پہنچی ''پانچویں مرتبہ (وہ عورت یہ کہے گی) کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ مرد سچا ہے'' تو لوگوں نے اس عورت سے کہا: یہ چیز عذاب کو واجب کر دے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، وہ عورت ہچکچائی، اس نے اپنا سر جھکا لیا، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اب وہ اپنی بات سے رجوع کرے گی' لیکن اس عورت نے کہا: میں اپنی قوم کو کبھی رسوائی کا شکار نہیں کروں گی۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس عورت کا دھیان رکھنا! اگر اس نے سیاہ آنکھوں' بھاری کولہوں اور موٹی رانوں والے بچے کو جنم دیا تو وہ شریک بن سحماء کی اولاد ہو گا (راوی بیان کرتے ہیں:) تو اس عورت نے ایسے ہی بچے کو جنم دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس بارے میں اللہ کی کتاب کا حکم نازل نہ ہو چکا ہوتا' تو ہمارا اس کے ساتھ سلوک مختلف ہوتا (یعنی ہم اس پر حد جاری کر دیتے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو ہشام بن حسان سے منقول ہے۔

عباس بن منصور نے اس روایت کو عکرمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

ایوب نے اسے عکرمہ کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

آیاتِ لعان کا شانِ نزول:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

رَّحِیْمٌ ○ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ○ وَیَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ○ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَآ اِنْ کَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (النور: ۴ تا ۹)

اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت عائد کریں پھر اس پر وہ چار گواہ پیش نہ کر سکیں پس تم انہیں اسی (۸۰) کوڑے مارو، ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں ہوگی اور وہی لوگ فاسق ہیں مگر وہ لوگ جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں۔ پس بے شک اللہ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔ اور جو لوگ جو اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں حالانکہ ان کے پاس سوائے ان کے گواہ موجود نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار بار اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے کہ بے شک وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔ اور پانچویں بار وہ یہ کہے کہ بے شک اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بے شک وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ اور پانچویں بار وہ یہ کہے کہ بے شک اس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار نازل ہو اگر وہ (شوہر) سچے لوگوں میں سے ہو۔

سورۃ النور کی آیت چار (۴) تا نو (۹) لعان کے بارے میں نازل ہوئیں اور ان کا شانِ نزول احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کا اختصار یہ ہے کہ جو شخص کسی پر زنا کی تہمت عائد کرے تو اس کے ذمہ چار گواہ پیش کرنا ہے ورنہ اس پر حد قذف لگائی جائے گی۔ یہ معاملہ عام لوگوں کا ہے، کیونکہ زنا دیکھنے والا چار گواہ پیش کرنے سے قاصر رہے گا، وہ خاموشی اختیار کر لے گا اور اس طرح وہ حد قذف سے محفوظ رہے گا۔ تاہم اس بارے میں شوہر کا معاملہ مختلف ہے، کیونکہ وہ اپنے گھر کے ماحول سے آگاہ ہوتا ہے اور قرائن و آثار اس کے سامنے ہوتے ہیں جو دوسرے کے سامنے نمایاں نہیں ہو سکتے۔ علاوہ ازیں شوہر ایسی حالت میں اپنی اہلیہ کو چھوڑ کر گواہوں کی تلاش میں نہیں جا سکتا اور نہ ہی ایسے موقع پر غیرت گوارا کر سکتی ہے کہ شوہر چار آدمیوں کو بطور گواہ پیش کرے۔

یہی وجہ ہے کہ دورِ رسالت میں ایسے صرف دو واقعات پیش آئے کہ شوہروں کی طرف سے اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت عائد کی گئی اور دونوں مواقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شوہروں کو چار گواہ پیش کرنے کا حکم دیا گیا، ان کی طرف سے اس سلسلے میں قاصر ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گواہوں کی پیشی کا مسلسل مطالبہ ہوتا رہا۔ اسی موقع پر آیات لعان نازل کی گئیں جن میں عورت پر عائد کی جانے والی زنا کی تہمت کے احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں حتیٰ کہ شوہر کی طرف سے بیوی پر زنا کی تہمت کے احکام کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

جس پر حد قذف نافذ ہو چکی ہو اس کی شہادت کے بارے میں مذاہب آئمہ:

جس شخص نے کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت عائد کی پھر اس بارے میں چار گواہ بھی پیش نہ کر سکے تو اس کے بارے میں تین احکام بیان ہوئے ہیں:

(۱) اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں۔

(۲) اسے مردود الشہادت قرار دیا جائے۔

(۳) وہ فاسق قرار دیا جائے۔

توبہ کی صورت میں استثناء کا تعلق سزا کے ساتھ نہیں یعنی اگر کسی عورت پر تہمت عائد کرنے والا شخص رجوع کر لیتا ہے کہ مجھ سے جھوٹ سرزد ہوا ہے لہٰذا میں رجوع کرتا ہوں، تب بھی اسے اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ موقع کی مناسبت سے دریافت طلب بات یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اس کی شہادت قابل قبول ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت قاضی شریح، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت حسن بصری اور حضرت امام سفیان ثوری رحمہم اللہ کا مؤقف ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ان کی شہادت کو کبھی قبول نہ کرو۔ استثناء کا تعلق فسق سے ہے یعنی توبہ کے بعد وہ فاسق نہیں رہے گا۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی و حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا مؤقف ہے کہ اس کی شہادت قابل قبول ہوگی، کیونکہ استثناء کا تعلق توبہ قبول نہ کرنے کے ساتھ ہے یعنی تہمت عائد کرنے کے بعد توبہ کی جائے گی۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر، شبل بن معبد اور نافع رضی اللہ عنہم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر زنا کی تہمت عائد کی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو اسی اسی (۸۰'۸۰) کوڑے لگوائے تھے' کیونکہ وہ اپنے مؤقف کے ثبوت کے لیے چار گواہ پیش کرنے سے قاصر رہے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو ان میں سے توبہ کرے گا اس کی شہادت قابل قبول ہوگی۔ اس موقع پر حضرت شبل اور حضرت نافع رضی اللہ عنہما نے رجوع کرتے ہوئے اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے مؤقف پر برقرار رہے۔

لعان کا معنیٰ ومفہوم:

لفظ ''لعان'' سے بنا ہے۔ علامہ زبیدی کے مطابق اگر بعض کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس کا معنی ہے خیر سے دور کرنا، دھتکار کرنا۔ جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف کی جائے تو اس سے مراد بددعا ہے۔ لعان کا مفہوم یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت عائد کرے تو امام وقت زوجین کے درمیان لعان کرائے گا۔ لعان کا آغاز مرد سے کیا جائے گا، شوہر کھڑا ہو کر چار بار یوں کہے گا: میں اس بات پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اس عورت نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اس تہمت عائد کرنے میں سچا ہوں۔ پانچویں بار وہ یوں کہے گا: اگر وہ زنا کی تہمت عائد کرنے میں جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اسی طرح عورت کھڑی ہو اور چار بار یوں کہے گی: میں اللہ تعالیٰ کو اس معاملے میں گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ اس شخص نے مجھ پر جھوٹی تہمت عائد کی ہے اور پانچویں بار وہ یوں کہے گی: اگر یہ شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ لعان سے فراغت پر زوجین میں علیحدگی ہو جائے گی۔ یہ علیحدگی قاضی کرائے گا اور زوجہ شوہر کے لیے دائمی حرام ہوگی۔ بیوی کے حاملہ ہونے کی صورت میں بچہ عورت کے سپرد کیا جائے گا۔ (تاج العروس، ج۹، ص۳۳۵)

لعان کی وجہ تسمیہ:

دوران لعان مرد لفظ ''لعان'' استعمال کرتا ہے اور عورت لفظ ''غضب'' استعمال کرتی ہے، اس کا عنوان ''لعان'' قائم کیا گیا ہے جبکہ آیت میں لعنت اور غضب دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قاضی ''لعان'' کا آغاز مرد کی طرف سے کراتا ہے، مرد کی جانب قوی ہے اور لعان کرنے یا نہ کرنے کا مدادا مرد ہے۔ علاوہ ازیں لعان کے بارے میں مرد کی بجائے عورت کا جرم بڑا ہے۔ لعان کے مسئلہ میں اگر مرد جھوٹا ہو تو اس پر حد قذف نافذ کی جائے گی اور اگر عورت جھوٹی ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔

لعان کے شرعی مفہوم میں مذاہب آئمہ:

لعان کا شرعی مفہوم متعین کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے لعان سے مراد ایسی شہادات ہیں جو قسموں سے مؤکد ہوں اور لعنت سے مقرون ہوں۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ لعان دو قسموں کا نام ہے جو لفظ شہادت سے مؤکد ہوں۔ علاوہ ازیں اس میں اہلیت بھی شرط ہے مثلاً مسلمان اور اس کی غیر مسلم بیوی یا کافر اور کافرہ یا غلام اور اس کی زوجہ کے مابین بھی لعان درست ہوگا۔

۳- حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک لعان میں اہلیت شرط ہے لہٰذا اس کا مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد اور حد قذف کے نفاذ سے محفوظ ہونا ضروری ہے۔

زانی کو از خود قتل کرنے میں مذاہب آئمہ:

جب کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ حالت زنا میں دیکھے تو وہ اسے از خود قتل کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- جمہور فقہاء کا مؤقف ہے کہ اس صورت میں قاتل پر قصاص لازم آئے گا بشرطیکہ وہ چار گواہ پیش نہ کر سکے اور ورثاء مقتول نے بھی اعتراف زنا نہ کیا ہو۔ اس میں زانی کا شادی شدہ ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ دنیا بھر کا ضابطہ ہے کہ اس کے سچا ہونے کی صورت میں آخرت میں اس کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً حضرت سعد کے جواب میں فرمایا: تلوار کافی گواہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: نہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ نشہ اور غیرت میں آ کر دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کریں گے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جو شخص سلطان وقت کی اجازت کے بغیر کسی شادی شدہ زانی کو از خود قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا' کیونکہ وہ نفاذ حد کا مجاز نہیں ہے۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص پر قصاص واجب نہیں ہے۔

لعان کے بعد زوجین میں تفریق کے مسئلہ میں اقوال فقہاء:

جب شوہر کی طرف سے بیوی پر زنا کی تہمت عائد کی جائے اور زوجین میں لعان ہونے کے بعد تفریق ہو جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ لعان کے بعد زوجین میں ازخود تفریق ہو جائے گی یا قاضی کرائے گا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق عورت کے لعان سے فارغ ہوتے ہی زوجین کے مابین تفریق ہو جائے گی۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جونہی شوہر لعان سے فارغ ہوگا، زوجین میں ازخود تفریق ہو جائے گی۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زوجین کے لعان سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان سے فراغت پر قاضی زوجین میں تفریق کرائے گا۔

۴- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(i) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔

(ii) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔

(iii) لعان سے فراغت پر زوجین میں تفریق نہیں ہوتی بلکہ سلطان وقت کے تفریق کرانے سے تفریق ہوگی۔

مذکورہ مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ازراہ دلائل اقوی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں زوجین کے لعان کا واقعہ درج ہے پھر رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا ذکر ہے: ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا یعنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے مابین تفریق کروادی تھی۔

(ii) حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ لعان کی تفصیل کے بعد انہوں نے بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں عرض کیا: كذبت عليها يارسول الله! ان امسكتها فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۳۰۸)

یارسول اللہ! (بعد از لعان) اگر اب میں اسے (بیوی کو) اپنے نکاح میں رکھوں تو میں جھوٹا ہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فیصلہ کرنے سے قبل ہی انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد الگ کر دیا تھا۔

لعان کے بعد بچہ لاحق کرنے اور اس کی نفی کے بارے میں اقوال آئمہ:

زوجین میں لعان کے بعد بیوی حاملہ ہونے کی صورت میں بچہ کے لاحق کرنے اور اس کے نسب کی نفی کے بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں:

۱- جمہور فقہاء، تابعین او آئمہ اربعہ کے مطابق بچہ ماں کے سپرد کیا جائے گا، وہ باہم وارث ہوں گے اور اس کے نسب کی نفی کر دی جائے گی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں

میں ایک شخص نے لعان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فریقین میں تفریق کروادی تھی اور بچہ ماں کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

۲- حضرت عامر، حضرت شعبی، حضرت امام محمد بن ابی ذئب اور بعض اہل مدینہ رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ بچہ کے نسب کی نفی نہیں کی جائے گی، کیونکہ مشہور روایت کے مطابق بچہ اس کا ہوتا ہے، جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے۔

اس مقام پر بچہ کے نسب کی نفی کے وقت میں بھی آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق دنوں کا تعین نہیں ہے۔

(۲) حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق بچہ کی پیدائش کے سات دن بعد تک انکار معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔

(۳) حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق بچہ کی پیدائش سے چالیس ایام بعد تک انکار معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔

(۴) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق بچہ کی پیدائش کے فوراً بعد انکار معتبر ہوگا جبکہ بعد میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

3104 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَاْنِى الَّذِىْ ذُكِرَ وَمَا عَلِمْتُ بِهٖ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىَّ خَطِيْبًا فَتَشَهَّدَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَشِيْرُوْا عَلَىَّ فِىْ اُنَاسٍ اَبَنُوْا اَهْلِىْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِىْ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ وَاَبَنُوْا بِمَنْ وَّاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ وَلَا دَخَلَ بَيْتِىْ قَطُّ اِلَّا وَاَنَا حَاضِرٌ وَّلَا غِبْتُ فِىْ سَفَرٍ اِلَّا غَابَ مَعِى فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ ائْذَنْ لِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ اَضْرِبَ اَعْنَاقَهُمْ وَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِى الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ اُمُّ حَسَّانَ ابْنِ ثَابِتٍ مِّنْ رَهْطِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ فَقَالَ كَذَبْتَ اَمَا وَاللّٰهِ اَنْ لَوْ كَانُوْا مِنَ الْاَوْسِ مَا اَحْبَبْتَ اَنْ تُضْرَبَ اَعْنَاقُهُمْ حَتّٰى كَادَ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ شَرٌّ فِى الْمَسْجِدِ وَمَا عَلِمْتُ بِهٖ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ ذٰلِكَ الْيَوْمِ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِىْ وَمَعِىْ اُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا اَىْ اُمُّ تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ فَسَكَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِيَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَانْتَهَرْتُهَا فَقُلْتُ لَهَا اَىْ اُمُّ تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ فَسَكَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَانْتَهَرْتُهَا فَقُلْتُ لَهَا اَىْ اُمُّ تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا اَسُبُّهٗ اِلَّا فِيْكِ فَقُلْتُ فِىْ اَىِّ شَىْءٍ قَالَتْ فَبَقَرَتْ لِىَ الْحَدِيْثَ قُلْتُ وَقَدْ كَانَ هٰذَا قَالَتْ نَعَمْ وَاللّٰهِ

لَقَدْ رَجَعْتُ اِلٰى بَيْتِىْ وَكَاَنَّ الَّذِىْ خَرَجْتُ لَهٗ لَمْ اَخْرُجْ لَا اَجِدُ مِنْهُ قَلِيْلًا وَّلَا كَثِيْرًا وَّوُعِكْتُ فَقُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلْنِىْ اِلٰى بَيْتِ اَبِىْ فَاَرْسَلَ مَعِى الْغُلَامَ فَدَخَلْتُ الدَّارَ فَوَجَدْتُّ اُمَّ رُوْمَانَ

3104- اخرجه البخارى (٣٤٥/٨): كتاب التفسير : باب : (ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة فى الذين امنوالهم عذاب اليم فى الدنيا و الاخرة... والله غفور رحيم)الاية، حديث (٤٧٥٧)، و مسلم (١٢١/٩، ١٢٢ - نووى): كتاب التوبة: باب: فى حديث الافك و قبول توبة القاذف، حديث (٥٨ - ٢٧٧٠)، و ابوداؤد (٧٧٧/٢): كتاب الادب: باب: من قبلة الرجل ولده ، حديث (٥٢١٩)، و اخرجه احمد (٥٩/٦، ١٩٤، ١٩٧)، من طريق هشام بن عروة عن عروة عن عائشة به.

فِي السُّفْلِ وَابُوْ بَكْرٍ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ فَقَالَتْ اُمِّيْ مَا جَآءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ قَالَتْ فَاَخْبَرْتُهَا وَذَكَرْتُ لَهَا الْحَدِيْثَ فَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مَا بَلَغَ مِنِّيْ قَالَتْ يَا بُنَيَّةُ خَفِّفِيْ عَلَيْكِ الشَّأنَ فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ حَسْنَاءُ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ اِلَّا حَسَدْنَهَا وَقِيْلَ فِيْهَا فَإِذَا هِيَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مَا بَلَغَ مِنِّيْ قَالَتْ قُلْتُ وَقَدْ عَلِمَ بِهِ اَبِيْ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ وَاسْتَعْبَرْتُ وَبَكَيْتُ فَسَمِعَ اَبُوْ بَكْرٍ صَوْتِيْ وَهُوَ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ فَنَزَلَ فَقَالَ لِاُمِّيْ مَا شَأْنُهَا قَالَتْ بَلَغَهَا الَّذِيْ ذُكِرَ مِنْ شَأْنِهَا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ اَقْسَمْتُ عَلَيْكِ يَا بُنَيَّةُ اِلَّا رَجَعْتِ اِلٰى بَيْتِكِ فَرَجَعْتُ

وَلَقَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِيْ فَسَأَلَ عَنِّيْ خَادِمَتِيْ فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا اِلَّا اَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتّٰى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَأْكُلَ خَمِيْرَتَهَا اَوْ عَجِيْنَتَهَا وَانْتَهَرَهَا بَعْضُ اَصْحَابِهِ فَقَالَ اَصْدِقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَسْقَطُوْا لَهَا بِهِ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا اِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلٰى تِبْرِ الذَّهَبِ الْاَحْمَرِ

فَبَلَغَ الْاَمْرُ ذٰلِكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَشَفْتُ كَنَفَ اُنْثٰى قَطُّ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَقُتِلَ شَهِيْدًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَتْ وَاَصْبَحَ اَبَوَايَ عِنْدِيْ فَلَمْ يَزَالَا حَتّٰى دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَقَدِ اكْتَنَفَنِيْ اَبَوَايَ عَنْ يَّمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ فَتَشَهَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ يَا عَآئِشَةُ اِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ سُوْءًا اَوْ ظَلَمْتِ فَتُوْبِيْ اِلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ قَالَتْ وَقَدْ جَائَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهِيَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ فَقُلْتُ اَلَا تَسْتَحْيِيْ مِنْ هٰذِهِ الْمَرْاَةِ اَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا فَوَعَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَفَتُّ اِلٰى اَبِيْ فَقُلْتُ اَجِبْهُ قَالَ فَمَاذَا اَقُوْلُ فَالْتَفَتُّ اِلٰى اُمِّيْ فَقُلْتُ اَجِيْبِيْهِ قَالَتْ اَقُوْلُ مَاذَا قَالَتْ فَلَمَّا لَمْ يُجِيْبَا تَشَهَّدْتُ فَحَمِدْتُ اللّٰهَ وَاَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قُلْتُ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّيْ لَمْ اَفْعَلْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنِّيْ لَصَادِقَةٌ مَا ذَاكَ بِنَافِعِيْ عِنْدَكُمْ لِيْ لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ وَاُشْرِبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَلَئِنْ قُلْتُ اِنِّيْ قَدْ فَعَلْتُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ لَمْ اَفْعَلْ لَتَقُوْلُنَّ اِنَّهَا قَدْ بَائَتْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِهَا وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلَكُمْ مَثَلًا قَالَتْ وَالْتَمَسْتُ اسْمَ يَعْقُوْبَ فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهِ اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ حِيْنَ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾

قَالَتْ وَاُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَاعَتِهٖ فَسَكَتْنَا فَرُفِعَ عَنْهُ وَاِنِّيْ لَاَتَبَيَّنُ السُّرُوْرَ فِيْ وَجْهِهٖ وَهُوَ يَمْسَحُ جَبِيْنَهُ وَيَقُوْلُ الْبُشْرٰى يَا عَآئِشَةُ فَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَرَائَتَكِ قَالَتْ فَكُنْتُ اَشَدَّ مَا كُنْتُ غَضَبًا فَقَالَ لِيْ اَبَوَايَ قُوْمِيْ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ وَلَا اَحْمَدُهُ وَلَا اَحْمَدُكُمَا وَلٰكِنْ اَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِيْ اَنْزَلَ بَرَائَتِيْ لَقَدْ سَمِعْتُمُوْهُ فَمَا اَنْكَرْتُمُوْهُ وَلَا غَيَّرْتُمُوْهُ

وَكَانَتْ عَآئِشَةُ تَقُوْلُ اَمَّا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِدِيْنِهَا فَلَمْ تَقُلْ اِلَّا خَيْرًا وَّاَمَّا اُخْتُهَا حَمْنَةُ

فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي يَتَكَلَّمُ فِيهِ مِسْطَحٌ وَّحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَّالْمُنَافِقُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ وَهُوَ الَّذِي كَانَ يَسُوسُهُ وَيَجْمَعُهُ وَهُوَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ هُوَ وَحَمْنَةُ قَالَتْ فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ لَّا يَنْفَعَ مِسْطَحًا بِنَافِعَةٍ أَبَدًا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى هٰذِهِ الْآيَةَ (وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ (أَنْ يُّؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ) يَعْنِي مِسْطَحًا إِلَى قَوْلِهِ (أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلَى وَاللّٰهِ يَا رَبَّنَا إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَعَادَ لَهُ بِمَا كَانَ يَصْنَعُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ وَمَعْمَرٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَطْوَلُ مِنْ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَأَتَمُّ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب میرا واقعہ لوگوں میں مشہور ہوا' تو مجھے اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی نبی اکرم ﷺ میرے بارے میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: اما بعد ایسے لوگوں کے بارے میں تم لوگ مجھے مشورہ دو' جنہوں نے میری بیوی پر الزام لگایا ہے' اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی میں کبھی کوئی بری بات نہیں دیکھی اور انہوں نے جس شخص کے بارے میں الزام لگایا ہے' اللہ کی قسم! میں اس کے بارے میں کبھی کسی برائی کو نہیں جانتا۔ وہ کبھی بھی میرے گھر میں میری عدم موجودگی میں نہیں آیا۔ جب میں کسی سفر کی وجہ سے گھر میں موجود نہیں تھا' تو میرے ساتھ وہ بھی (مدینہ منورہ سے) غیر موجود تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے اجازت دیں میں ان لوگوں کی گردن اُڑا دوں' تو خزرج قبیلے کا ایک شخص کھڑا ہوا۔ حسان بن ثابت کی والدہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں وہ شخص بولا: تم غلط کہہ رہے ہو، اللہ کی قسم! اگر ان لوگوں کا تعلق اوس قبیلے سے ہوتا' تو تم نے کبھی یہ آرزو نہیں کرنی تھی کہ تم ان کی گردنیں اُڑا دو (راوی کہتے ہیں)، یہاں تک کہ قریب تھا اوس اور خزرج قبیلے کے درمیان مسجد میں ہی لڑائی شروع ہو جائے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ اس دن شام کے وقت' میں اور اُم مسطح باہر نکلیں (یعنی رفع حاجت کے لیے) درمیان میں اُم مسطح کو ٹھوکر لگی تو ان کے منہ سے نکلا: مسطح ہلاک ہو جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے ان سے کہا: یہ کیا بات ہوئی۔ آپ اپنے بیٹے کو برا کہہ رہی ہیں؟ تو وہ خاموش رہیں۔ پھر انہیں دوبارہ ٹھوکر لگی تو انہوں نے پھر یہ کہا: مسطح برباد ہو جائے۔ تو میں نے انہیں ڈانٹا۔ میں نے ان سے کہا: اے امی جان! آپ اپنے بیٹے کو برا کہہ رہی ہیں؟ تو وہ خاموش رہیں۔ پھر انہیں ٹھوکر لگی تو انہوں نے پھر یہ کہا: مسطح برباد ہو جائے۔ میں نے پھر انہیں ڈانٹا' تو پھر میں نے ان سے کہا: اے امی جان! آپ اپنے بیٹے کو برا کہہ رہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں اسے صرف تمہاری وجہ سے برا کہہ رہی ہوں۔ میں دریافت کیا: میں نے کیا: کیا مطلب؟ تو انہوں نے مجھے سارا واقعہ بتایا۔ میں نے کہا: کیا ایسا ہو چکا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: جی

ہاں۔"اللہ کی قسم" میں اپنے گھر واپس آئی اور میں جس مقصد کے لیے باہر نکلی تھی اس کی مجھے ذرا بھی ضرورت نہ رہی۔ پھر مجھے بخار ہو گیا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی، آپ ﷺ مجھے میرے والد کے گھر بھیج دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے میرے ساتھ ایک لڑکا بھیج دیا۔ میں جب (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے گھر میں داخل ہوئی' تو سیدہ اُم رومان رضی اللہ عنہا نیچے تھیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اوپر قرآن پڑھ رہے تھے (والدہ نے) دریافت کیا: بیٹی کیسے آئی ہو؟ تو میں نے ان کے سامنے پورا واقعہ بیان کیا اور یہ بھی بتایا: یہ بات لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے۔ انہیں بھی اس سے بہت تکلیف ہوئی۔ اسی طرح جیسے مجھے ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا: میری بیٹی تم گھبرانا نہیں۔ اللہ کی قسم! جو بھی عورت اپنے شوہر کو اچھی لگتی ہو' وہ مرد اس سے محبت کرتا ہو' اور اس کی سوکنیں بھی ہوں' تو عورتیں اس سے حسد کرتی ہیں اور ایسی عورت کے بارے میں اس طرح کی باتیں کی جاتی ہیں (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) اس کا مطلب تھا کہ اس کا اتنا افسوس انہیں نہیں ہوا جتنا مجھے ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا: کیا میرے والد بھی اس بارے میں جانتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ میں نے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ بھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ اس پر مجھے اور زیادہ افسوس ہوا اور میں رونے لگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری آواز سن لی۔ وہ اس وقت گھر کے اوپری حصے پر موجود تھے' اور تلاوت کر رہے تھے۔ وہ نیچے اترے، انہوں نے میری والدہ سے دریافت کیا: اسے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس کے بارے میں جو بات مشہور ہوئی ہے وہ اسے پتہ چل گئی ہے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، انہوں نے فرمایا: اے میری بیٹی! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اپنے گھر واپس چلی جاؤ۔ تو میں واپس آ گئی۔ نبی اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے، آپ ﷺ نے میری خادمہ سے میرے بارے میں دریافت کیا: تو اس نے جواب دیا: مجھے ان میں صرف اس ایک عیب کا علم ہے کہ یہ صرف (آٹا گوندھ کر) سو جاتی ہیں اور بکری آ کر اس آٹے کو کھا جاتی ہے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے کہ کون سا لفظ استعمال ہوا ہے) اس پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھی نے اس خادمہ کو ڈانٹا اور بولے: تم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے سامنے سچی بات کہنے کہو۔ انہوں نے اس خادمہ کو برا بھلا کہا تو وہ خادمہ یہی بولی اللہ کی ذات پاک ہے، اللہ کی قسم! میں ان (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کے بارے میں وہی علم رکھتی ہوں' جو سنار خالص اور سرخ سونے کے بارے میں رکھتا ہے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) جن صاحب کے بارے میں یہ الزام لگایا گیا جب ان تک یہ بات پہنچی تو وہ یہ بولے سبحان اللہ! میں نے کبھی بھی کسی عورت کا ستر بے پردہ نہیں کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں بعد میں وہ صاحب اللہ کی راہ میں شہید ہوئے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اگلے دن میرے والدین میرے ہاں آ گئے اور وہ سارا دن میرے پاس رہے۔ وہ میرے پاس ہی موجود تھے۔ جب عصر کے بعد نبی اکرم ﷺ بھی تشریف لے آئے، میرے والدین اس وقت میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اگر تم نے برائی کا ارتکاب کیا ہے' یا اپنے اُوپر ظلم کیا ہے' تو تم اللہ سے توبہ کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اس دوران ایک انصاری عورت آ کر دروازے پر بیٹھ گئی، وہ (اندر آنے کی اجازت کی طلبگار تھی) میں نے عرض کی: کیا آپ ﷺ کو اس عورت کا خیال نہیں ہے؟ کہ یہ کسی کو کہہ دے گی' لیکن نبی اکرم ﷺ نے وعظ ونصیحت جاری رکھی تو میں اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئی اور میں نے انہیں

کہا: آپ انہیں جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا: میں کیا جواب دوں؟ میں اپنی والدہ کی طرف متوجہ ہوئی اور میں نے کہا: آپ انہیں جواب دیں تو انہوں نے کہا میں کیا جواب دوں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ان دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثناء بیان کی اور پھر میں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں نے ایسا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہہ رہی ہوں تو آپ لوگوں کے سامنے یہ بات میرے لیے فائدہ مند نہیں ہوگی کیونکہ بات آپ لوگوں سے کی جا چکی ہے اور وہ آپ کے دلوں کے اندر اُتر گئی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے ایسا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا تو آپ لوگ یہ کہیں گے تم نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا ہے (میں نے کہا) اللہ کی قسم! مجھے اپنے لیے اور آپ کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال ہی سمجھ آتی ہے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے حضرت یعقوب کا نام لینا چاہا لیکن وہ مجھے یاد نہیں آسکا جو انہوں نے یہ کہا تھا (جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے)

"تو ہی بہتر ہے اور تم لوگ جو کہہ رہے ہو اس بارے میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد لی جا سکتی ہے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اسی دوران نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا تو ہم لوگ خاموش ہو گئے۔ جب آپ ﷺ کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ کے چہرے سے خوشی کے آثار واضح تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا پسینہ پونچھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت کا حکم نازل کردیا ہے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اس وقت شدید ترین غصے کی حالت میں تھی۔ میرے والدین نے مجھ سے کہا: نبی اکرم ﷺ کے سامنے (تعظیم کے طور پر کھڑی ہو جاؤ) تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کے لیے کھڑی نہیں ہوں گی اور نہ ہی میں ان کی تعریف کروں گی اور نہ ہی میں آپ دونوں کی تعریف کروں گی بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گی جس نے میری برأت کا حکم نازل کیا ہے کیونکہ آپ لوگوں نے اس بات کو سن کر نہ اس کا انکار کیا نہ اسے روکنے کی کوشش کی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جہاں تک زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دینداری کی وجہ سے انہیں محفوظ رکھا انہوں نے صحیح بات کہی لیکن جہاں تک ان کی بہن حمنہ کا تعلق ہے تو وہ ہلاک ہونے والوں میں شامل تھی۔ اس بارے میں کلام کرنے والوں میں مسطح، حسان بن ثابت اور منافق عبداللہ بن اُبی شامل تھے۔ وہ اس بارے میں طرح طرح کی باتیں کیا کرتے تھے اور ان سب میں وہی بنیادی شخص تھا جس نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس نے اور حمنہ نے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اب مسطح کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"تم میں سے جو لوگ فضیلت اور گنجائش رکھتے ہیں وہ یہ ہرگز قسم نہ اٹھائیں۔"

اس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

"اس بات کی کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے۔"

یہاں مراد "مسطح" ہے (یہ آیت یہاں تک ہے)
"کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کر دے اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جی ہاں! اللہ کی قسم! اے ہمارے پروردگار! ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ تو ہماری مغفرت کر دے" (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسطح کے ساتھ وہی پہلے کا سا سلوک شروع کر دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور ہشام بن عروہ سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

یونس بن یزید، معمر اور دیگر راویوں نے اسے زہری کے حوالے سے، عروہ بن زبیر کے حوالے سے، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص لیثی، عبید اللہ بن عبداللہ کے حوالے سے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے اور یہ ہشام بن عروہ کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ طویل اور مکمل ہے۔

3105 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَ عُذْرِیْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ وَتَلَا الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا نَزَلَ اَمَرَ بِرَجُلَيْنِ وَامْرَاَةٍ فَضُرِبُوْا حَدَّهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب میری برأت کا حکم نازل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے اس بات کا تذکرہ کیا۔ قرآن کی (اس سے متعلق آیات کی تلاوت کی) جب یہ حکم نازل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت دو مردوں اور ایک عورت پر حد جاری کی گئی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف محمد بن اسحاق کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

3105۔ اخرجہ ابوداؤد (۲/۵۶۷ ۔ ۵۶۸): کتاب الحدود: باب: فی حد القذف، حدیث (۴۴۷۴)، و ابن ماجہ (۲/۸۵۷): کتاب الحدود: باب: حد القذف، حدیث (۲۵۶۷)، و اخرجہ احمد (۶/۳۵، ۶۱)، من طرق محمد بن اسحاق عن عبد اللّٰہ بن ابی بکر عن عمرۃ عن عائشۃ بہ

شرح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان:

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ○ لَوْلَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ○ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ○ وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○ (النور: ۱۱ تا ۲۰)

بیشک وہ لوگ جنہوں نے تم میں سے تہمت لگائی، تم اسے اپنے لیے شر خیال نہ کرو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ہر آدمی کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا، وہ شخص جس نے اس (تہمت) میں تم سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان کیوں نہیں کیا اور یہ بات کیوں نہیں کہی کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔ اس پر انہوں نے چار گواہ کیوں پیش نہیں کیے؟ پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی دنیا اور آخرت میں جس چیز کا تم نے چرچا کیا تھا تو تمہیں ضرور بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ جب تم یہ اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے مونہوں سے بیان کرتے رہے، جس کا تمہیں علم نہیں تھا اسے تم معمولی خیال کرتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ سنگین بات تھی، تم نے اسے سنتے ہی یہ بات کیوں نہ کہی کہ ایسی بات کہنا ہمارے لیے مناسب نہیں ہے۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات کبھی نہ کرنا اگر تم مسلمان ہو۔ اللہ تمہیں آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ بہت جاننے والا حکمت والا ہے۔ بیشک وہ لوگ جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں سنگین عذاب ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ کا تم پر فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور بے شک اللہ بہت رحم کرنے والا مہربان ہے۔

اس سے قبل آیات میں زنا کی سزا بیان کی گئی ہے، پھر زنا کی تہمت لگانے کی سزا بیان ہوئی کہ اگر تہمت عائد کرنے والا چار عینی گواہ پیش نہ کر سکے تو الزام عائد کرنے والے کو اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی جائے گی جسے حد قذف کہا جاتا ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ زنا کی تہمت کا الزام ہلکا ہے مگر اس کے مقابل سزا زیادہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سزا کی تہمت معمولی بات نہیں ہے بلکہ اس کے مقابلے میں اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔

ان دس آیات اور احادیث باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت بیان کی گئی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق یا غزوہ مریسیع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول قرعہ اندازی کے مطابق رفاقت سفر کے لیے ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا تھا۔ غزوہ سے فراغت پر مدینہ طیبہ کی جانب سفر کے دوران ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، اس قیام کے دوران حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قافلہ سے الگ ہو کر قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئیں۔ قافلہ کی جگہ واپس آنے پر انہیں محسوس ہوا کہ ان کا ہار گم ہو گیا ہے جو انہوں نے اپنی ہمشیرہ سے عاریۃً لیا تھا۔ آپ پھر قضاء حاجت کی جگہ پہنچیں۔ ادھر قافلہ روانہ ہو گیا۔ آپ کا ہودج خدام نے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور آپ ان دنوں میں کم وزن تھیں یا ہودج اٹھانے والے متعدد ہونے کی وجہ سے آپ کا کسی کو علم نہ ہو سکا۔ جب آپ مقام قافلہ پر واپس آئیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور آپ اس خیال سے اسی مقام پر بیٹھ گئیں کہ جونہی میری عدم موجودگی کا علم ہو گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خدام کو یہاں بھیجیں گے۔ رات کا وقت تھا اور یہاں بیٹھے بیٹھے آپ کی آنکھ لگ گئی۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ قافلہ کے آخر میں چلنے کے لیے تعینات تھے اور قافلہ کی چھوٹ جانے والی چیز کو اٹھاتے اور متعلقہ شخص کی خدمت میں پہنچا دیتے تھے۔ قافلہ روانہ ہو جانے پر انہوں نے ملاحظہ کیا کہ کوئی شخص بیٹھا ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے آپ کے پاس اپنا اونٹ بٹھا لیا، اس کے پاؤں پر اپنے قدم رکھ کر کھڑے ہو گئے تا کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا آسانی سے سوار ہو جائیں اور انہیں قافلہ کے ساتھ ملا دیا جائے۔ اس موقع پر نہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے کوئی بات کی اور نہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ان سے گفتگو کرنے کی ضرورت محسوس کی حتیٰ کہ اونٹ ٹھہرنے ہوئے قافلہ میں شامل ہو گیا۔

اس موقع کو بھی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ حسب معمول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کا الزام عائد کر دیا۔ اس سے قبل اپنے مطلق العنان ہونے کی وجہ سے مہاجرین کے بارے میں دو باتیں کہہ چکا تھا:

(۱) مہاجرین سے مالی تعاون بند کیا جائے۔

(۲) مدینہ سے ذلیل لوگوں کو نکال باہر کیا جائے۔

اس الزام عائد کرنے میں رئیس المنافقین پیش پیش تھا لیکن زبان دوسرے لوگوں کی استعمال کرواتا تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر وہ مجالس جماتا' واقعہ ہذا کو موضوع سخن بناتا' اس نے سلسلہ میں دو حضرات اور ایک خاتون کو خوب استعمال کیا۔ ان تینوں کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت مسطح رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

دوسری طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے بارے میں مطمئن تھے اور اعزاء واقارب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی تسلی دیتے رہے حتیٰ کہ سورۂ نور کی از گیارہ تا بیس دس آیات نازل ہوئیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور صداقت کو بیان کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ان دس آیات کی تلاوت فرما کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کو بیان فرمایا جبکہ مذکورہ تین افراد (دو حضرات اور ایک خاتون) کو حد قذف لگانے کا حکم دیا۔ پھر انہیں حسب حکم حد قذف لگائی گئی۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی حد قذف سے اس لیے بچ گیا تھا کہ وہ نہایت چالاک وشاطر شخص تھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنی تحریک کے لیے دوسرے لوگوں کو خوب استعمال کیا تھا جبکہ خود پس پردہ رہا تھا۔

سفر کے لیے بیوی کے انتخاب میں مذاہب آئمہ:

جب کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے وہ قرعہ اندازی کرے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا مؤقف ہے کہ شوہر قرعہ اندازی کے ذریعے کسی بیوی کا انتخاب کرے گا۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رفاقت سفر کے لیے ازواجِ مطہرات میں قرعہ اندازی کرتے تھے۔ اس روایت پر تین انبیاء علیہم السلام کا عمل تھا:

(۱) حضرت یونس

(۲) حضرت زکریا

(۳) حضور اقدس حضرت محمد علیہم السلام۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شوہر اس بات کا مجاز ہے کہ ازواج میں سے جس کو پسند کرے بغیر قرعہ اندازی کے اس کا انتخاب کر سکتا ہے، کیونکہ وہ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ کون سی بیوی سفر کے لیے موزون ہے اور کون سی گھر کے انتظام کے لیے مناسب ہے۔

نزول وحی سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ:

واقعہ افک کے ضمن میں نزول وحی سے قبل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت وصداقت کل علم تھا یا نہیں؟ اس بارے میں ہمارا اہل سنت کا مؤقف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی ایک ایک جزی کا علم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے بارے میں فیصلہ کن انداز میں یوں فرمایا:

فواللہ ماعلمت علی اھلی الا خیرا وقد ذکر وا رجلا ماعلمت علیہ الا خیرا ۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۷۵۰)
قسم بخدا! مجھے اپنی اہلیہ کے بارے میں خیر کے سوا کسی چیز کا علم نہیں ہے اور انہوں (لوگوں) نے جس کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس بارے میں خیر کے سوا کوئی علم نہیں ہے۔

واقعہ افک کے ضمن میں چند ایک اعتراضات جو علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہیں، کا جائزہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت، پاکدامنی اور صداقت کا علم تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان کی طرف میلان اور توجہ کم کیوں کر دی تھی؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلان وتوجہ میں کمی لاعلمی کی بناء پر نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کا تقاضا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی شکل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان نہیں ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ کم رکھیں تاکہ دشمنان اسلام کو یہ بات کہنے کا موقع میسر نہ آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی تہمت سے نفرت نہیں ہے۔

۲- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی کا علم تھا تو آپ نے اپنے صحابہ سے استصواب کیوں کروایا تھا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چال چلن کے بارے میں وضاحت کیوں طلب کی تھی؟

جواب: اس استصواب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چال چلن کی وضاحت لاعلمی کی بناء پر نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ دشمنانِ اسلام کو یہ بات کہنے کا موقع نہ ملے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ پر تہمت لگی تو آپ نے تحقیق وتفتیش سے کام نہیں لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے صحابہ سے استصواب بھی کرایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوکن سے کچھ استفسار بھی کیا تھا تاکہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی مزید واضح ہو جائے۔

۳- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم تھا تو آپ نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے یہ کیوں فرمایا تھا: اگر آپ سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو؟

جواب: یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی کی بناء پر نہیں کہی تھی بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بالفرض محال آپ سے کوئی گناہ ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو، اس بارے میں قرآن کریم میں بھی ہمیں مثال ملتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝ (زخرف: ۸۱)

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ فرمادیں اگر (بالفرض محال) رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرتا۔

۴- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا تھا: آپ لوگوں نے

یہ بات سنی ہے اور دلوں میں یہ بات قرار پکڑ چکی ہے اور تم نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے۔ اگر میں تم سے کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو تم ہرگز میری تصدیق نہ کرو گے۔ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک آپ کی پاک دامنی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تھا؟

جواب: خواہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رخِ سخن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھا لیکن حقیقت اس کے مخاطب منافقین لوگ تھے جو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں پیش پیش تھے۔ وہ عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء تھے۔

۵- جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت، پاکدامنی اور صداقت کا علم تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر غمگین و پریشان کیوں ہوئے تھے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غمگین اور پریشان ہونے کی وجہ لاعلمی نہیں تھا بلکہ بے گناہ پر تہمت عائد کرنا تھا۔ نیز زیادہ پریشانی اس بات کی تھی کہ کچھ مسلمان بھی منافقین کے ساتھ مل کر اس نا کردہ گناہ کو حقیقت کا رنگ دے کر سرِ عام بیان کرنے لگے تھے۔

ہر نبی کی بیوی کا بدکاری سے پاک ہونا:

ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش انبیاء علیہم السلام کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بھی بد چلن یا بدکردار نہیں تھی۔

اس بارے میں چند ایک دلائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ کسی نبی علیہ السلام کی بیوی نے بدکاری نہیں کی تھی۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کی زوجہ کو پاکدامن قرار دے رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاک دامن ہونے کا بھی علم تھا۔

۲- حضرت امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عَنِ الضحاك مابغت امرأة نبي قط۔ (جامع البیان، رقم الحدیث ۲۶۷۱۰)

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

۳- اشرس خراسانی کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کا ارتکاب نہیں کیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر، رقم الحدیث ۱۱۷۲۲)

۴- کثیر مفسرین نے اس حدیث کا اپنی تفاسیر میں ذکر کیا ہے مثلاً امام فخر الدین رازی، علامہ خازن، علامہ قرطبی، حافظ ابن کثیر اور علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت و پاک دامنی پر کتب اہل سنت سے دلائل:

ہر نبی ہر خوبی میں اپنے زمانہ کے لوگوں سے ممتاز ہوتا ہے' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی قوم کے لیے معلم و مبلغ بن کر آتا ہے اور اس کی شایانِ شان یہی ہے کہ وہ خود اور ان کے اہل خانہ ہر ایسے عیب سے پاک و منزہ ہوں جس کی طرف انگشت نمائی کی

جاتی ہو یا قابلِ مذمت و نفرت ہو۔

سوال: حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں، جب ان کا کافر ہونا جائز قرار پاتا ہے تو فاجرہ یا بدکار ہونا بھی جائز ہونا چاہیے کیونکہ یہ کفر سے کم درجہ ہے؟

جواب: (۱) کفار کے ہاں کفر قابلِ نفرت چیز نہیں ہے لیکن بیوی کا بدکار ہونا ان کے نزدیک بھی موجب نفرت ہے۔

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا برائیوں، قابلِ نفرت امور اور حرام سے ہمہ وقت اپنے دامن کو محفوظ رکھتی تھیں۔ پھر منافقین کی طرف سے اس عائد کردہ تہمت کے بارے میں بھی مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے بارے میں حسنِ ظن سے تجاوز نہ کرے۔

(۳) یہ تہمت منافقین اور دشمن کی طرف سے عائد کی گئی تھی اور دشمن کے تمام تصورات حقائق کے منافی اور کذب پر مشتمل ہوتے ہیں۔

(۴) جب قرآن اور نزولِ وحی سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی ثابت ہو گئی تو منافقین اور ان کے متبعین زلت و خواری کی وجہ سے اپنا منہ چھپانے پر مجبور ہو گئے۔

ایک دفعہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے واقعہ افک کے بارے میں اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا کیا آپ کو اس کے بارے میں علم ہے؟ بیوی نے جواب میں کہا آپ بتائیں کہ اگر آپ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا قصد کر سکتے تھے؟ انہوں نے جواب میں کہا ہرگز نہیں۔ پھر کہا اگر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ہرگز ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مجھ سے افضل ہیں جبکہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ آپ سے افضل ہیں تو ان کے بارے میں اس فاحشہ کا تصور کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ (مدارالتنزیل، ج۳، ص۳۴۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و کمالات:

قرآن و سنت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کثیر فضائل و کمالات بیان ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے کامل مرد گزرے ہیں اور عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہیں۔ عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر اس طرح ہے، جس طرح "ثرید" کو دوسرے کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا تھا: عائشہ کو دیگر عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے، جس طرح ثرید کھانے کو دیگر کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

۳- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرائیل ہیں جو آپ کو سلام

کہتے ہیں! میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جن کو میں نہیں دیکھ سکتی۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۴۷)

۴- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا آپ مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں۔ میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا، وہ یہ کہتا تھا یہ آپ کی زوجہ ہے۔ میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم ہی تھیں۔ پھر میں یہ کہتا: اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کر دے۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۷۰۹۳)

۵- حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں تھے تو آپ باری باری ازواجِ مطہرات کے پاس جاتے اور یوں فرماتے تھے: کل میں کس کے پاس ہوں گا، کل میں کس کے ہاں ہوں گا؟ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جانے کے زیادہ حریص تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میری باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرسکون ہو گئے۔

۶- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: بے شک میں جانتا ہوں جب آپ مجھ سے راضی ہوتی ہیں اور جب آپ مجھ سے ناراض ہوتی ہیں۔ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم کیسے ہو جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آپ مجھ سے راضی ہوتی ہیں تو رب محمد کی قسم کہتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو رب ابراہیم کی قسم کہتی ہو۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! میں صرف آپ کے اسم گرامی کو چھوڑتی ہوں۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۲۲۸)

۷- حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ہمشیرہ اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا، وہ گم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لیے اپنے صحابہ کو روانہ کیا پھر نماز کا وقت ہونے پر انہوں نے بغیر وضو کے نماز ادا کی۔ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس بارے میں بطور شکایت عرض کیا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت التیمم نازل فرمائی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ (عائشہ) کو جزاء خیر سے نوازے کہ آپ پر جب بھی کوئی آفت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے نجات کی کوئی راہ ضرور نکال دی اور مسلمانوں کو برکت سے نوازا۔

۸- حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسلمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیے اور تحائف بھیجنے کے لیے اس بات کے انتظار میں رہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ان کے حجرے میں تشریف فرما ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا میری سہیلیاں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہو جایا کریں۔ انہوں نے کہا: اے ام سلمہ! قسم بخدا! مسلمان اپنے تحائف اور ہدایا پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے ہیں اور ہم بھی اسی بات کو پسند کرتے ہیں جس طرح حضرت عائشہ اچھائی کو پسند کرتی ہیں۔ پس تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ آپ

لوگوں کو حکم دیں کہ آپ جہاں بھی تشریف فرما ہوں یا جس زوجہ کی بھی باری میں ہوں، آپ کے حضور تحائف پیش کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بات عرض کی تو آپ نے مجھ سے اعراض کیا۔ میری طرف چہرہ انور کرنے پر میں نے دوبارہ یہ بات عرض کی تو آپ نے پھر اعراض کیا۔ پھر تیسری بار عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! آپ مجھے عائشہ کے بارے میں اذیت نہ دو، قسم بخدا! عائشہ کے علاوہ کسی زوجہ کے بستر پر مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۷۷۵)

۹- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وفات سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سینہ کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔ میں نے اپنا کان آپ کے منہ کے پاس کر کے سنا کہ آپ یوں کہہ رہے تھے: اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۴۴)

۱۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ۔ پھر عرض کیا گیا: مردوں میں سے کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے باپ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

۱۲- حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو علم الفرائض پر عبور حاصل تھا؟ انہوں نے جواب میں کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار کو آپ سے علم الفرائض واحکام ومسائل دریافت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۳- حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے زیادہ ہوگا۔

۱۴- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی نو (۹) خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) فرشتہ میری تصویر لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح کے لیے حاضر ہوا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مجھ سے نکاح کیا جب میری عمر سات سال تھی۔

(۳) میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر (۹) برس کی تھی۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آنے والی خواتین میں سے صرف میں کنواری تھی۔

(۵) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ایک بستر میں ہوتے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہو جاتی تھی۔

(۶) قرآن کریم کی آیات میرے بارے میں نازل ہوئیں کہ اگر وہ نازل نہ ہوتیں تو امت ہلاک ہو جاتی۔

(۷) میں نے خود جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ہے، میرے علاوہ کسی زوجۃ النبی نے انہیں نہیں دیکھا۔

(۸) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس وقت ہوا کہ آپ میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔

(۹) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی تو میرے حجرے میں فرشتہ اور میرے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

(المستدرک للحاکم، ج ۲، ص ۱۹۱)

۱۵- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی ازواج مطہرات میں سے کون کون سی جنت میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے عائشہ! آپ بھی ان میں سے ہیں۔

(المعجم الکبیر، ج ۲۳، ص ۹۹)

۱۶- حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے، آپ نے وہ سب درہم تقسیم کر دیے حتیٰ کہ ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ آپ کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ روزے سے ہیں، اگر آپ نے ایک درہم بچالیا ہوتا تو میں آپ کی افطاری کے لیے گوشت تیار کر لیتی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر آپ پہلے مشورہ دیتیں تو ایسا ہونا ممکن تھا۔ (حلیۃ الاولیا، ج ۲، ص ۴۷)

حدیث افک سے ثابت ہونے والے احکام ومسائل:

حدیث افک سے کثیر مسائل واحکام ثابت ہوتے ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- خواتین کو رفاقت سفر بنانا جائز ہونا۔

۲- رفاقت سفر کے لیے ازواج میں قرعہ اندازی جائز ہونا۔

۳- غزوات میں عورتوں کی شمولیت جائز ہونا۔

۴- عورتوں کا اونٹ پر سواری جائز ہونا۔

۵- دوران سفر مرد کا عورت کی خدمت کرنا جائز ہونا۔

۶- لشکر کے لیے امیر مقرر کرنا جائز ہونا۔

۷- دوران سفر عورتوں کا ہار استعمال میں لانا جائز ہونا۔

۸- غیر محرم عورت کو کجاوے میں بٹھانا جائز ہونا۔

۹- مریض کی عیادت کرنا جائز ہونا۔

۱۰- عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر جنگل میں قضاء حاجت جائز ہونا۔

۱۱- بغیر مطالبہ کے قسم کھانا جائز ہونا۔

۱۲- میکے جانے کے لیے بیوی کا اپنے شوہر سے اجازت جائز ہونا۔

۱۳- حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی دیانت ثابت ہونا۔

۱۴- قرآنی آیات سے استدلال جائز ہونا۔

۱۵- نیکی کے معاملہ میں صدقہ وخیرات جائز ہونا۔

۱۶-توبہ کی ترغیب جائز ہونا۔
۱۷-فتنہ کو ہوا دینے کے بجائے اس کا خاتمہ جائز ہونا۔
۱۸-لوگوں کی غلطی سے درگزر جائز ہونا۔
۱۹-دوبارہ یا تازہ نعمت ملنے پر اللہ کا شکر بجالانا۔
۲۰-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت و پاکدامنی ثابت ہونا۔
۲۱-قرآن کا فیصلہ قطعی فیصلہ ہونا۔
۲۲-خانگی امور میں کسی سے مشاورت جائز ہونا۔
۲۳-صبر جمیل کی دارین میں تحسین جائز ہونا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی، ج۲، ص ۳۶۸)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ

باب 26: سورہ فرقان سے متعلق روایات

3106 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَّاصِلٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ اَنْ تَزْنِیَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ' جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی، پھر کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس خوف سے اپنی اولاد کو قتل کردو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہوگی۔ راوی بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: پھر کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔

3106۔ اخرجه البخاری (۱۰/۴۴۸): کتاب الادب؛ باب: قتل الولد خشية ان ياكل معه، حديث (۶۰۰۱)، و مسلم (۱/۳۵۷ ۔ نووی): کتاب الايمان: باب: کون الشرك اقبح الذنوب و بيان اعظمها بعده، حديث (۱۴۲ ۔ ۸۶)، و ابوداؤد (۱/۷۰۵): کتاب الطلاق: باب: فی تعظيم الزنا، حديث (۲۳۱۰)، و النسائی (۷/۹۰): کتاب تحريم الدم: باب: ذکر اعظم الذنب، حديث (۴۰۱۵)، و اخرجه احمد (۱/۴۳۴)، من طريق عمرو بن شرحبيل عن عبد الله بن مسعود به

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3107 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ اَبُوْ زَيْدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَّاصِلٍ الْاَحْدَبِ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مِنْ اَجْلِ اَنْ يَّاْكُلَ مَعَكَ اَوْ مِنْ طَعَامِكَ وَاَنْ تَزْنِىَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ قَالَ وَتَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا)

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّالْاَعْمَشِ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ وَاصِلٍ لِاَنَّهُ زَادَ فِىْ اِسْنَادِهٖ رَجُلًا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَّاصِلٍ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ وَهٰكَذَا رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ وَّاصِلٍ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَمْرَو بْنَ شُرَحْبِيْلَ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ جبکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے' اور یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں) تمہارے کھانے میں سے کھائے گی' اور یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں، انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

"اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور کسی ایسی جان کو قتل نہیں کرتے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے' اور وہ زنا نہیں کرتے' جو شخص ایسا کرے گا' وہ گناہ تک پہنچے گا' اور اس کو قیامت کے دن دگنا عذاب دیا جائے گا' اور وہ رسوائی کے ساتھ اس میں ہمیشہ رہے گا"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس کی سند میں ایک راوی کا اضافہ ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس کی سند میں عمرو بن شرحبیل کا تذکرہ نہیں ہے۔

شرح

سورۂ فرقان مکی ہے جو چھ (۶) رکوع، ستتر (۷۷) آیات، آٹھ سو بہتر (۸۷۲) کلمات اور تین ہزار سات سو تریسٹھ (۳۷۶۳) حروف پر مشتمل ہے۔

بالترتیب تین بڑے گناہوں کا تذکرہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ (الفرقان: ۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا۔

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں زبان نبوت سے بیان کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تین بڑے گناہوں کے بارے میں استفسار کیا گیا تو زبان نبوت سے بالترتیب تین بڑے گناہ یہ بتائے گئے:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک کرنا، یہ عقل و نقل کے منافی ہے۔ وہ اس طرح کہ خالق کے ساتھ عبادت میں مخلوق کو شامل کرنا عقل کے منافی ہے' کیونکہ عقل کا تقاضا ہے کہ خالق، خالق رہے اور مخلوق، مخلوق رہے یعنی مخلوق کا کوئی فرد معبود نہیں ہو سکتا اور ایسی جسارت کو شرک کہا جاتا ہے۔ شرک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اس گناہ کا مرتکب اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا مجرم ہے اور وہ دائمی طور پر جہنم میں رہے گا۔

(۲) دوسرا کبیرہ گناہ اولاد کو اس لیے قتل کرنا ہے کہ وہ کھانے میں شریک ہوگی' حالانکہ رازق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی اولاد کو اسی وجہ سے قتل کر دیتے تھے یا زندہ درگور کر دیتے تھے۔ چونکہ اسلام حقوق انسانیت کا سب سے بڑا علمبردار ہے، اس لیے اس نے ظالمانہ نظام کو ختم کر دیا تھا حتیٰ کہ غیر مسلم بھی اس قبیح عمل سے باز آ گئے۔

انبیاء علیہم السلام کثرت اولاد اور صالح اولاد کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اعلان قرآن ہے: رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ (آل عمران: ۳۸)

اے میرے پروردگار! تو مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی کثرت امت پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔ ایک روایت کے مطابق قیامت کے دن لوگوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اسی (۸۰) صفیں امت محمدی کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی۔

اسلام کی نظر میں ایک انسان کو ناجائز قتل کرنا تمام انسانوں کے قتل کے برابر جرم ہے۔ الغرض! قتل انسانیت اللہ تعالیٰ کے ہاں

بہت بڑا گناہ، معیوب عمل اور قابل مواخذہ حرکت ہے۔

(۳) تیسرا بڑا گناہ "زنا" ہے۔ یہ ایسا قبیح عمل اور قابل مؤاخذہ جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی سزا رجم اور کوڑوں کی صورت میں تجویز کی گئی ہے۔ یہ عمل قبیح ہر ایک سے اور ہمہ وقت جرم عظیم ہے لیکن ہمسائے کی بیوی سے زنا کرنا عام عورت سے زنا کرنے کی نسبت بڑا جرم ہے یعنی اسلامی حق اور ہمسائے کے حق میں خیانت کی وجہ سے دوگنا گناہ اور جرم ہوا۔

یہ ایک ایسا قابل نفرت اور باعث سزا فعل ہے، جس کو طبعاً انسان پسند نہیں کرتا۔ اس قبیح حرکت کی وجہ سے آدمی لوگوں اور اللہ تعالیٰ کا مجرم قرار پاتا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الشُّعَرَاءِ

باب 27: سورۃ شعراء سے متعلق روایات

3108 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْاَشْعَثِ اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَّا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلُوْنِيْ مِنْ مَالِيْ مَا شِئْتُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَّهٰكَذَا رَوٰى وَكِيْعٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ نَحْوَ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيِّ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"اور تم اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈراؤ"۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبدالمطلب کی صاحبزادی صفیہ! اے محمد ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ! اے عبدالمطلب کی اولاد! میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے حوالے سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ میرے مال میں سے تم جو چاہو مانگ سکتے ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3108- اخرجه احمد (۱۳٦/۲، ۱۸۷)، و مسلم (۸۲/۲ - النووی) کتاب الایمان: باب: فی قوله تعالیٰ: (وانذر عشیرتك الاقربین)، حدیث (۲۰۵ - ۳۵۰)، و النسائی (۲۵۰/٦): کتاب الوصایا: باب: اذا اوصی لعشیرته الاقربین، حدیث (۳٦٤۸)، من طریق هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة به.

وکیع اور دیگر راویوں نے ' ہشام بن عروہ کے حوالے سے ' ان کے والد کے حوالے سے ' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے ' جیسے محمد بن عبدالرحمٰن طفاوی نے نقل کی ہے۔ بعض راویوں نے اسے ہشام بن عروہ کے حوالے سے ' ان کے والد کے حوالے سے ' نبی اکرم ﷺ سے '' مرسل '' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ اور اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3109 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) جَمَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَخَصَّ وَعَمَّ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا يَا مَعْشَرَ بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا يَا مَعْشَرَ بَنِيْ قُصَيٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا يَا مَعْشَرَ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكِ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِنَّ لَكِ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ يُعْرَفُ مِنْ حَدِيْثِ مُوْسٰى ابْنِ طَلْحَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

'' تم اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈراؤ۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے قریش کو اکٹھا کیا اور ان کے ہر خاص و عام فرد کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

'' اے قریش کے گروہ! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر تمہارے بارے میں کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ اے عبدمناف کی اولاد کے افراد! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ! کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مقابلے میں تمہارے لیے کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ اے قصی کی اولاد کے افراد! اپنے آپ کو جہنم سے

3109- اخرجه البخاري في الادب المفرد ص ٢٣، حديث (٤٨)، و مسلم (١/٢ ٨ - نووي): كتاب الايمان. باب: بيان ان من مات على الكفر، حديث (٣٤٨ - ٢٠٤) و النسائي (٦/٢٤٨): كتاب الوصايا: باب: اذا اوصى لعشيرته الاقربين، حديث (٣٦٤٤)، و اخرجه احمد (٣٣٣/٢، ٣٦، ٥١٩)، من طريق موسى بن طلحة عن ابي هريرة به.

بچاؤ‘ کیونکہ میں تمہارے بارے میں کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں۔ اے عبدالمطلب کی اولاد کے افراد! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ‘ کیونکہ میں تمہارے حوالے سے کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں۔ اے محمد ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ‘ کیونکہ میں تمہارے لیے کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ میری تمہارے ساتھ رشتے داری ہے‘ جس کا فائدہ میں تمہیں پہنچاؤں گا۔“

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔ اس سند کے حوالے سے ”غریب“ ہے۔ یہ صرف موسیٰ بن طلحہ سے منقول ہونے کے حوالے سے‘ جانی گئی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے‘ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ جس کا مضمون یہی ہے۔

3110 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ زَيْدٍ عَنْ عَوْفٍ عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَشْعَرِیُّ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَ (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُصْبُعَيْهِ فِیْ اُذُنَيْهِ فَرَفَعَ مِنْ صَوْتِهٖ فَقَالَ يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ يَّا صَبَاحَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ مُوْسٰی

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَوْفٍ عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی وَهُوَ اَصَحُّ

قولِ امام بخاری: ذَاكَرْتُ بِهٖ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ مُوْسٰی

◆◆ اشعری بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

”اور تم اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈراؤ۔“

تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں رکھیں اور بلند آواز میں فرمایا:

”اے عبدمناف کی اولاد! خطرہ ہے۔“

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس حوالے سے ”غریب“ ہے‘ جو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

بعض راویوں نے اسے اوس کے حوالے سے‘ قسامہ بن زہیر کے حوالے سے‘ نبی اکرم ﷺ سے ”مرسل“ روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا اور یہی زیادہ درست ہے۔

میں نے اس بارے میں امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: تو ان کے علم میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

سورۂ شعراء مکی ہے جو گیارہ (۱۱) رکوع، دوسو ستائیس (۲۲۷) آیات، ایک ہزار دو سو ستائیس (۱۲۲۷) کلمات اور پانچ ہزار پانچ سو بیالیس (۵۵۴۲) حروف پر مشتمل ہے۔

اپنے قریبی لوگوں سے تبلیغ کا آغاز کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ (الشعراء: ۲۱۴)

اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرائیں۔

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ان روایات کا اختصار یہ ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان، اولاد عبدالمطلب اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم کو جمع کیا پھر انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام توحید پہنچایا۔ تین سال تک خفیہ تبلیغ کے دوران اپنے اقرباء اور احباب کو پیغام اسلام دیتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرماتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور عبادت کے لائق وہی ہے۔ اس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت کرنا مثلاً بتوں، آفتاب اور ماہتاب وغیرہ کی عبادت کرنا شرک ہے جبکہ شرک ایسا گناہ ہے جو رب کائنات کبھی معاف نہیں کرے گا۔

یہاں تبلیغ کا ضابطہ زریں بیان کیا گیا ہے کہ تبلیغ کا آغاز اپنے اقارب سے کرنا چاہیے، پھر دوست احباب کو پیغام دیا جائے اور پھر دور کے متعلقین و متوسلین سے تبلیغ کی جائے۔ اس ضابطہ تبلیغ کے نتائج دوررس اور مؤثر ترین ثابت ہو سکتے ہیں۔

عشیرہ کا معنی و مفہوم اور الاقرب فالاقرب کو ترجیح حاصل ہونا:

اس آیت میں رشتہ داروں کو کبائر سے بچاتے ہوئے انہیں عذاب جہنم سے محفوظ کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ ان اقرباء کے لیے لفظ "عشیرۃ" استعمال کیا گیا ہے، جس کا معنی ہے خاندان کے لوگ خواہ وہ کثیر ہوں یا قلیل ہوں۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشیرہ سے مراد بنو ہاشم اور اہل قریش ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دینے اور اپنی نبوت کا اعلان کرنے کے لیے لوگوں کو ایک مقام پر جمع کیا اور خود کوہ صفا کی بلندی پر کھڑے ہو کر لوگوں سے اپنی امانت و صداقت کا اعتراف کرانے کے بعد جہاں بتوں کی پرستش ترک کرنے اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا پیغام دیا وہاں اپنی نبوت و رسالت کا بھی اعلان کیا۔ آپ کا پیغام سن کر اکثر لوگ انکار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر اتر آئے اور ہمہ وقت آپ کی مخالفت کرنا ان کا محبوب ترین مشغلہ قرار پا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا سلسلہ الاقرب فالاقرب کے ضابطہ کے مطابق شروع کیا پھر تاحیات اس پر کاربند رہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ

وہ اپنے باپ کے پیٹھ پھیرنے (وفات) کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرے۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۵۲)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میری نیکی کا زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری والدہ۔ اس نے پھر عرض کیا: اس کے بعد نیکی کا زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں۔ تیسری بار بھی استفسار کرنے پر جواب دیا: تیری ماں۔ چوتھی بار دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے والد۔(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۷۰۶)

۳- حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص ثواب کی نیت سے اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتا ہے تو اسے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۵)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ انسان کی نیکی کی زیادہ حق دار والدہ ہے، پھر والد ہے پھر درجہ بدرجہ اہل خانہ ہیں اور پھر باپ کے احباب ہیں۔ بہر حال ان کے ساتھ نیکی کرنے سے کسی کو اجر و ثواب محروم نہیں رکھا جاتا۔

ایک خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواص وعوام کو عذاب جہنم سے بچانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواص وعوام کو عذاب آخرت سے ڈراتے تھے۔ حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: خبردار! میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان امور کی تبلیغ کروں جن کا تمہیں علم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چیزوں کا علم دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: میں نے اپنے بندے کو حلال دولت سے نوازا، میں نے اپنے تمام بندوں کو اس حالت میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہیں۔ بے شک ان کے پاس شیاطین آئے اور انہوں نے انہیں دین سے دور کر دیا، جو امور میں نے ان پر حلال کیے تھے تو انہوں نے ان (لوگوں) پر حرام کر دیے، انہوں نے میرے ساتھ شرک کی تعلیم دی حالانکہ میں نے جواز شرک پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کو دیکھا اور اہل کتاب کے کچھ لوگوں کے سوا تمام اہل عرب وعجم سے وہ ناراض ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہیں آزمائش کے لیے نہیں بھیجا اور تمہارے سبب دوسروں کی آزمائش بھی ہوگی۔ میں نے تمہیں ایسی کتاب دی جسے پانی ضائع نہیں کر سکتا، تم اسے نیند اور بیداری میں پڑھو گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش کو جلانے کا حکم دیا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! وہ لوگ تو میرا سر پھاڑ دیں گے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس طرح نکال دیں جس طرح انہوں نے آپ کو نکالا ہے۔ آپ ان سے جہاد کریں کہ ہم آپ کی مدد کریں گے۔ آپ خرچ کریں اور ہم آپ پر خرچ کریں گے، آپ ایک لشکر روانہ کریں ہم پانچ گنا لشکر روانہ کریں گے۔ آپ اپنے اطاعت گزاروں کو ساتھ ملا کر ہمارے نافرمان لوگوں سے جنگ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے:

(۱) سلطان عادل جو نیکی کی توفیق رکھتا ہو اور صدقہ کرتا ہو۔

(۲) جو شخص رحم دل ہو، اپنے اقارب اور عام لوگوں کے لیے بھی دل میں نرم گوشہ رکھتا ہو۔

(۳) وہ شخص جو پاک دامن اور صاحب عیال ہونے کے باوجود دوسروں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے۔

پانچ قسم کے لوگ جہنمی ہیں:

(۱) وہ ضعیف لوگ جن کے پاس عقل نہ ہو جو تمہارے اطاعت گزار ہوں اور اپنے اہل خانہ کے لیے کوئی سعی نہ کریں۔

(۲) وہ خائن جو پوشیدہ طور پر لالچی ہو اور معمولی چیز میں بھی ارتکاب خیانت کرتا ہو۔

(۳) وہ دھوکہ باز جو ہر صبح و شام تمہارے ساتھ دھوکہ کرے۔

(۴) وہ شخص جو بخل اور جھوٹ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرے۔

(۵) وہ شخص جو بدخواہ اور فحش کلام ہو۔ (سنن کبریٰ، ج۹، ص۶۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقارب کو دعوت دینا اور انہیں عذاب سے ڈرانا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقارب میں سے تیس افراد کو جمع کیا اور ان کی خوب تواضع و مدارت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیغام دیتے ہوئے فرمایا: تم میں سے جو بھی میرے دین پر قائم ہوگا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ میرے اہل میں سے میرا جانشین ہوگا۔ کسی شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تو سمندر ہیں، آپ کے ساتھ کون کھڑا ہوسکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار یہ کلام اپنے اہل بیت پر پیش کیا تو آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں۔ (تفسیر ابن، ج۳، ص۳۸۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کی دعوت کا اہتمام کیا، انہوں نے اونٹ کا گوشت تناول کیا، پانی پیا اور طعام سے خوب سیر ہوئے مگر کھانا اصل حالت میں باقی رہا' گویا اسے کسی نے ہاتھ بھی نہ لگایا ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مہمانوں کے لیے شہد طلب کیا اور ان کے سامنے پیش کیا، سیر ہو کر پینے کے باوجود شہد بھی بچا رہا۔ دعوت کے اختتام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین سے یوں مخاطب ہوئے: اے بنو عبدالمطلب! مجھے خصوصیت سے آپ لوگوں کے لیے معبوث کیا گیا ہے اور عمومیت سے عام لوگوں کے لیے معبوث کیا گیا ہے، آپ لوگوں نے میری نبوت کی دلیل (طعام و شہد میں برکت کا معجزہ) دیکھ لی ہے۔ آپ لوگوں میں سے جو میرے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ میرا بھائی اور میرا رفیق ہوگا۔ راوی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام سن کر کوئی شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑا نہ ہوا، میں آپ کی جانب کھڑا ہوا اور میں سب سے کم عمر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: آپ بیٹھ جاؤ۔ آپ نے اس سوال کا تین بار اعادہ کیا تو میں ہر بار آپ کے سامنے کھڑا ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہی حکم ہوتا تم بیٹھ جاؤ۔ تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دست اقدس میں لے کر بیعت کیا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۳۷۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے قرابت داروں کو آخرت سے نفع پہنچانا:

اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مختار، خاتم المرسلین اور امام الانبیاء کے منصب پر فائز فرما کر معبوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت میں اپنے قرابت داروں کو نفع پہنچائیں گے۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے قبل میں اپنی

امت میں سے اپنے قرابت داروں کی شفاعت کروں گا۔ پھر ان میں سے جو قریب ہوں گے، پھر جو ان کے قریب ہوں گے۔ پھر میں انصار کی شفاعت کروں گا، پھر ان کی جو مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری اطاعت کی، پھر اہل یمن کی، پھر باقی اہل عرب کی، پھر اعاجم کی شفاعت کروں گا۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۳۴۱۴۵)

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ نہ تمہیں عذاب دے گا اور نہ تمہاری اولاد کو۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۱۱۶۸۵)

۳- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے یہ سوال کیا کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو جہنم میں داخل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عنایت کر دیا۔

۴- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بر سر منبر یوں فرما رہے تھے: ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو یہ بات کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت آپ کی امت کو نفع نہیں پہنچائے گی، بے شک میری قرابت دنیا اور آخرت میں مجھ سے ملی ہوئی ہے۔ اے لوگو! جب تم لوگ میرے حوض پر آؤ گے تو میں تمہارا پیشوا ہوں گا۔

۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے یہ سوال کیا: میں جس کو بھی نکاح کا رشتہ دوں اور جس سے بھی نکاح کا رشتہ لوں وہ اہل جنت سے ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۳۴۱۴۸)

۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھ سے میرے اہل بیت کے بارے میں یہ وعدہ کر لیا ہے کہ جس نے توحید کا اقرار کیا ہوگا اسے عذاب جہنم نہ دوں گا۔ (ایضاً، ۳۴۱۵۶)

۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میرے اہل بیت کے ساتھ کوئی نیکی کی ہوگی قیامت کے دن میں اس کا اسے صلہ دوں گا۔

۸- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اولاد عبدالمطلب کے ساتھ نیکی کی ہوگی دنیا میں اسے اس کا صلہ نہ ملا ہوگا تو قیامت کے دن جب وہ مجھ سے ملے گا تو مجھ پر واجب ہوگا کہ میں اس کا صلہ دوں۔
(المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۱۴۶۹)

۹- حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ابوطالب آپ کا دفاع کرتا تھا، کیا آپ نے اسے نفع دیا ہے اور وہ آپ کی وجہ سے غضب ناک ہو جاتا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نیچے والے طبقہ میں ہوتے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۶۳)

نفع رسانی کی نفی پر مشتمل روایات کے محامل:

کچھ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اس بات کو لے کر بعض لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبور محض اور غیر نافع ہونے کا عقیدہ بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ

یہ عقیدہ تو حدیث باب سے بھی ثابت ہوتا ہے؟

اس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث باب اور دوسری روایات جن سے بظاہر یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے، کا مصداق ذاتی طور پر نفع یا ضرر رسانی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی شخصیت یا چیز ذاتی طور پر نافع یا مضر نہیں ہو سکتی کیونکہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کی مشیت سے کسی میں عطائی طور پر نفع یا ضرر رسانی کی تاثیر پیدا ہو سکتی ہے۔

بطور دلیل حضرت عباس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی جا سکتی ہے کہ ان کا بیان ہے میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرما رہے تھے: اے حجر اسود! میری نظر میں تو بھی دوسرے پتھروں کی طرح پتھر ہے، تو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے مگر میں تجھے بوسہ اس لیے دے رہا ہوں کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔

محدثین اور شارحین نے تصریح کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجر اسود کو آنکھیں اور زبان عطا کرے گا، وہ بوسہ دینے والے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کرے گا یعنی ذاتی طور پر حجر اسود بھی بوسہ دینے والے کو نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان لیکن اللہ تعالیٰ کی عطاء سے اس میں تاثیر پیدا ہوگی اور زبان عطا ہوگی، وہ بوسہ دینے والے کے حق میں سفارش کرے گا۔

(مؤطا امام مالک، رقم الحدیث ۸۳۵)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ النَّمْلِ

باب 28: سورہ نمل سے متعلق روایات

3111 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَوْسِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مَعَهَا خَاتَمُ سُلَيْمَانَ وَعَصَا مُوْسٰى فَتَجْلُو وَجْهَ الْمُؤْمِنِ وَتَخْتِمُ اَنْفَ الْكَافِرِ بِالْخَاتَمِ حَتّٰى اِنَّ اَهْلَ الْخُوَانِ لَيَجْتَمِعُوْنَ فَيَقُوْلُ هَاهَا يَا مُؤْمِنُ وَيُقَالُ هَاهَا يَا كَافِرُ وَيَقُوْلُ هٰذَا يَا مُؤْمِنُ وَيَقُوْلُ هٰذَا يَا كَافِرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ فِىْ دَابَّةِ الْاَرْضِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی۔

3111- اخرجه احمد (۲/۲۹۵، ۴۹۱)، و ابن ماجه (۱۳۵۱/۲): كتاب الفتن: باب: دابة الارض، حديث (۴۰۶۶)، من طريق علي بن زيد عن اوس بن خالد عن ابي هريرة به.

(قیامت سے پہلے) ایک جانور نکلے گا جس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا وہ اس کے ذریعے مومن کے چہرے کو روشن کردے گا' اور کافر کی ناک پر مہر لگا دے گا، یہاں تک کہ لوگ ایک دسترخوان پر اکٹھے ہوں گے' تو کوئی شخص (اس واضح نشانی کی وجہ سے کہے گا) اے مومن! اور کہا جائے گا: اے کافر! مومن یہ کہے گا: اے کافر! اور کافر یہ کہے گا: اے مومن!

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے جو ''دابۃ الارض'' کے بارے میں ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوامامہ اور حضرت حذیفہ بن اُسید (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

سورۂ نمل مکی ہے جو سات (۷) رکوع، چرانوے (۹۴) آیات، ایک ہزار ایک سو انچاس (۱۱۴۹) الفاظ اور چار ہزار سات سو ستاسٹھ (۴۷۶۷) حروف پر مشتمل ہے۔

قیامت کے قریب زمین سے ایک سیاہ جانور کا نکلنا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ۝

(النمل:۸۲)

اور جب ان پر ہمارا قول واقع ہو جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے گفتگو کرے گا، بے شک لوگ ہماری نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

محدثین اور مفسرین دابۃ الارض کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے قریب مکہ کے پہاڑ سے ایک جانور برآمد ہوگا جو ساٹھ گز طویل ہوگا، اس کا چہرہ انسانوں جیسا ہوگا، پاؤں اونٹ جیسے ہوں گے، اس کی گردن گھوڑے جیسی، سرین ہرن کی مثل، اس کی دم چیل کی طرح، اس کے ہاتھ بندر کی طرح ہوں گے، اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا جس سے مومنوں کی پیشانی پر لفظ ''مومن'' لکھے گا، اس کے دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی جس کے ساتھ کفار کی پیشانی پر لفظ ''کافر'' لکھے گا اور وہ انسانوں کی طرح گفتگو کرے گا۔

دابۃ الارض کے خروج کی تفصیل کثیر روایات میں بیان کی گئی ہے جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو کسی شخص کا ایمان لانا مفید نہیں ہوگا:

(۱) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا (۲) دجال کی آمد (۳) دابۃ الارض کا خروج۔

۲۔حضرت عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مکہ معظمہ کے پاس ایک جنگل میں لے گئے جہاں خشک زمین تھی جس کے اطراف میں ریت تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اس جگہ سے دابۃ الارض نکلے گا۔(سنن ابن ماجہ،رقم الحدیث ۴۰۶۷)

۳۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:دابۃ الارض (زمین سے) نکلے گا،اس کے ہاتھ میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور اس کے پاس موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا عصا ہوگا۔وہ اس کے ذریعے مومن کی پیشانی روشن کرے گا اور کافر کی پیشانی پر نشان لگائے گا۔یہاں تک کہ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر اس کے پاس جمع ہو جائیں گے کہ وہ بتائے گا یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔

۴۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دابۃ الارض کے خروج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:اس کا دہر میں تین بار خروج ہوگا۔وہ ایک جنگل کے آخری حصہ سے برآمد ہوگا اور اس کا ذکر مکہ میں داخل نہیں ہوگا پھر طویل عرصہ تک چھپا رہے گا۔دوسری بار اس کا خروج ہوگا تو اس کا ذکر جنگل میں پھیل جائے گا اور اس کی شہرت مکہ میں بھی ہوگی۔لوگ مسجد حرام میں جمع ہوں گے اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اونٹنی کا بچہ بلبلا رہا ہوگا،اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہا ہوگا،اس کو دیکھ کر کچھ لوگ منتشر ہو جائیں گے اور مومن وہاں ٹھہرے رہیں گے جو جان لیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو قاصر نہیں کر سکتے۔اونٹنی کا بچہ ابتداء کرے گا،ان کے چہروں کو روشن کرے گا اور روشن چہرے ستاروں کی مثل ہو جائیں گے۔وہ زمین میں پھرے گا،کوئی شخص اس کو پکڑ نہیں سکے گا اور بھاگ کر کوئی اس سے محفوظ نہیں ہو سکے گا حتیٰ کہ جو شخص اس سے بچنے کے لیے نماز میں مصروف ہوگا وہ اس کے پاس آئے گا اور یوں کہے گا:اے فلاں شخص!اب تو نماز پڑھ رہا ہے،اس کی پشت کی جانب سے آکر اس کی پیشانی پر نشان لگائے اور واپس پلٹ جائے گا۔لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں گے۔مومن،کافر سے کہہ رہا ہوگا:اے کافر!میرا حق ادا کر۔

(تفسیر ابن کثیر،ج۳،ص۴۱۲)

دابۃ الارض کے جاء خروج میں اقوال:

یہ بات تو یقینی اور علامات قیامت سے ہے کہ دابۃ الارض کا خروج ہوگا لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ کہاں سے نکلے گا؟اس بارے میں مشہور چار اقوال ہیں:

(۱)وہ تہامہ کی کسی وادی سے برآمد ہوگا۔

(۲)وہ اجیاد کی گھاٹی کی ایک چٹان سے برآمد ہوگا۔

(۳)وہ کوہ صفا سے نکلے گا۔

(۴)وہ بحر سدوم سے نکلے گا۔

اللہ تعالیٰ کے قول واقع ہونے کا معنی ومفہوم:

آیت میں اللہ تعالیٰ کے قول واقع ہونے کا تذکرہ ہے،اس کے مفہوم مطلب میں متعدد اقوال جن میں سے چند ایک مشہور

درج ذیل ہیں:

۱- جب ان پر ہمارا غضب واقع ہوگا۔

۲- جب ان کے بارے میں ہمارا یہ قول ثابت ہو جائے گا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۳- جب لوگ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع نہیں کریں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا۔

۴- علماء کی وفات کے سبب علم اٹھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا قول واقع ہو جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مصاحف اٹھا لیے جائیں اور لوگوں کے دلوں سے قرآن اٹھا لیا جائے۔

۵- لوگ زمانہ جاہلیت کی طرح قصہ و کہانیوں میں پڑ جائیں گے، اشعار خوانی کو اپنا وطیرہ بنالیں گے اور قرآن کریم کو بھول جائیں گے۔

۶- بکثرت بیت اللہ کا طواف کریں، اس سے قبل کہ اسے اٹھا لیا جائے اور لوگ اس کی جگہ کو بھول جائیں۔ قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کریں گے اس سے قبل کہ اسے اٹھا لیا جائے۔

۷- لوگوں پر عذاب واجب ہونا ہے، آزمائش کی وجہ سے لوگوں پر عذاب مؤخر کر دیا جاتا ہے اور مخصوص وقت آنے پر عذاب ان پر نازل کیا جاتا ہے۔

۸- جب زمین پر ایمان والے باقی نہیں رہیں گے تو قیامت قائم ہو جائے گی اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْقَصَصِ

باب 29: سورہ قصص سے متعلق روایات

3112 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ حَدَّثَنِي اَبُوْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ،

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِعَمِّهِ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ لَوْلَا اَنْ تُعَيِّرَنِيْ بِهَا قُرَيْشٌ اَنَّ مَا يَحْمِلُهُ عَلَيْهِ الْجَزَعُ لَاَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا (جناب ابو طالب) سے یہ فرمایا:

آپ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں میں اس کی وجہ سے قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دوں گا' تو انہوں نے کہا: اگر مجھے قریش کے بارے میں یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ بعد میں یہ کہیں گے: میں نے موت کے خوف کی وجہ سے یہ کہا ہے' تو میں یہ کلمہ پڑھ کے

3112- اخرجه احمد (۲/ ۴۳۴، ۴۴۱)، و مسلم (۱/ ۲۴۶ - نووی): كتاب الايمان: باب: الدليل على صحة اسلام من حضره الموت، حديث (۴۲ - ۲۵)، من طريق يزيد بن كيسان عن ابی حازم الاشجعی عن ابی هريرة به.

آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل کی۔

''تم جسے چاہتے ہو اسے ہدایت نہیں دیتے' بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔''

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے اس روایت کو ہم صرف یزید بن کیسان سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

سورۂ قصص مکی ہے جو نو (۹) رکوع، پچاسی (۸۵) آیات، ایک ہزار چار سو چون (۱۴۵۴) الفاظ اور چار ہزار گیارہ (۴۰۱۱) حروف پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے راہِ ہدایت عطا کرتا ہے:

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ○ (القصص: ۵۶)

بے شک تو جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جب ابوطالب کا آخری وقت آیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے اور فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ طیبہ پڑھ لیں، میں قیامت کے دن اس کلمہ کی گواہی دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا: اے بھتیجے! اگر درمیان میں لوگوں کے طعنہ دینے کی بات نہ ہوتی تو میں اس کلمہ کے ذریعے آپ کا دل ٹھنڈا کرتا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں بتایا گیا ہے کہ واعظ و مبلغ کے چاہنے سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چاہنے سے کسی کو ہدایت اور ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

ایمان ابوطالب کے حوالے سے آیات اوا حادیث مبارکہ:

حضرت علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نے آپ کے دفاع اور تحریک اسلامی کے فروغ کے لیے مخلصانہ معاونت کی تھی لیکن ان کے ایمان کے بارے میں متعدد علماء کرام کی تصریحات موجود نہیں ہیں بلکہ انہوں نے سکوت کا دامن تھاما ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ وغیرہ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس موقع پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یوں مخاطب ہوئے: اے چچا! آپ کلمہ طیبہ پڑھ لیں تو میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آپ کی شفاعت کروں گا۔ ابوجہل نے کہا: ابا جان! کیا کلمہ پڑھ کر آپ ملت عبدالمطلب سے اعراض کرنا پسند کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل انہیں کلمہ طیبہ پڑھنے کی ترغیب دیتے رہے۔ انہوں نے عرض کیا: میں عبدالمطلب کی ملت پر ہوں اور کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کردیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! میں آپ کے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سلسلہ میں منع فرمادے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ (التوبۃ: ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے حق میں بخشش طلب کریں۔

زیر تبصرہ آیت قرآنی بھی ابوطالب کے حق میں نازل کی گئی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی تشفی دی گئی ہے کہ آپ کی ترغیب و تبلیغ سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ یہ دولت تو اسے میسر آتی ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

ابوطالب سے متعلق تفسیر آیت کے ضمن میں مفسرین اہل سنت کی تصریحات:

زیر بحث آیت کی تفسیر کے ضمن میں ابوطالب کے بارے میں مفسرین کی تصریحات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

امام زجاج کے مطابق ملت اسلامیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ اپنی موت کے وقت اپنے خاندان سے یوں مخاطب ہوئے تھے: اے بنو عبدالمطلب! آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور ان کی تائید و تصدیق کر کے دارین کی فلاح حاصل کریں۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! آپ دوسرے لوگوں کو نصیحت کر رہے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کر رہے؟ عرض کیا: اے بھتیجے! آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! یہ دنیا میں آپ کا آخری دن ہے، آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان کیوں نہیں ہوجاتے کہ میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کروں گا۔ اس پر ابوطالب نے جواب دیا: اے بھتیجے! مجھے اس بات کا علم ہے کہ آپ سچے ہیں مگر میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں موت سے گھبرا کر اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا، اگر یہ بات درمیان میں نہ ہوتی تو میں کلمہ پڑھ کر آپ کا دل ٹھنڈا کرتا۔ مجھے آپ کی خیر خواہی کا احساس ہے مگر میں عبدالمطلب، ہاشم اور عبد مناف کی ملت پر مرنا پسند کروں گا۔ (امام فخرالدین رازی، تفسیر کبیر، ج۹، ص۵)

جمہور مفسرین کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے میرے چچا! آپ کلمہ طیبہ پڑھ لیں، میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کی شفاعت کروں گا۔ ابوطالب نے جواب میں کہا: مجھے اس بات کا علم ہے کہ آپ سچے ہیں مگر میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ یہ بات کہی جائے ابوطالب نے موت سے گھبرا کر کلمہ پڑھ لیا تھا۔

صحیحین کی روایات کے مطابق یہ آیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ وہ آپ کا

دفاع کرتے رہے، آپ کی تائید وحمایت کرتے رہے اور آپ سے طبعی محبت وشفقت کرتے رہے۔ جب ان کا آخری وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت ایمان واسلام دی لیکن تقدیر غالب آگئی اور وہ مسلمان ہونے کے بجائے کفر پر جمے رہے۔
(تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص۴۳۲)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ایمان ابوطالب کا مسئلہ اختلافی ہے اور یہ بات کہنا درست نہیں ہے کہ تمام مفسرین یا مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ بعض مفسرین کے علاوہ اہل تشیع کے نزدیک ابوطالب مسلمان تھے اور حالت اسلام میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس بات پر آئمہ اہل بیت کا اتفاق ہے اور ابوطالب کے قصائد بھی اس امر کی شہادت فراہم کرتے ہیں۔ جو لوگ ان کے اسلام نہ لانے پر اجماع نقل کرتے ہیں، اس سے اہل تشیع مستثنیٰ ہیں۔ ابوطالب کے اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے ان پر تنقید نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کے بارے میں کوئی فضول بحث کرنا چاہیے، جس سے علویوں کو ذہنی اذیت پہنچتی ہے۔ (روح المعانی، ج۲، ص۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آخری وقت آنے پر ابوطالب کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے، میں نے کان لگا کر سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا وہ کیا کہہ رہے تھے؟ جواباً عرض کیا: وہ یہی پڑھ رہے تھے جس کی آپ نے انہیں دعوت دی تھی۔ آپ نے فرمایا: میں نے تو نہیں سنا۔

ایمان ابی طالب کے بارے میں مفسرین کی رائے:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیق چچا ابوطالب صاحب ایمان تھے یا نہیں؟ اس بارے میں مختلف روایات اور اقوال ہیں جس وجہ سے حتمی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ بعض اہل سنت اور اکثر اہل تشیع اس بات کے قائل ہیں کہ وہ صاحب ایمان تھے مگر اس بارے میں حق بات یہی ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے۔ بعض اہل تشیع مصنفین نے ان کے ایمان پر کتب تصنیف کیں مگر محتاط پہلو سکوت ہے۔

ایک شیعہ شاعر کہتا ہے:

الم تعلموا انا وجدنا محمدا — نبیا کموسیٰ خط اول الکتب
الاان احمد قد جاء ھم — بحق ولم یاتھم بالکذب

(i) آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ ہم نے محمد کو موسیٰ کی طرح نبی پایا جن کا ذکر پہلی کتب میں موجود ہے۔ (ii) خبردار! احمد ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں اور وہ جھوٹ لے کر نہیں آئے۔ (مجمع البیان، جز۴، ص۴۴۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایت دینے اور ہدایت نہ دینے کے بارے میں آیات کے محامل:

قرآن کریم کی بعض آیات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم ہدایت ثابت ہوتی ہے مثلاً ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (القصص: ۵۶)

بے شک آپ جس کو پسند کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

بعض آیات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ثابت ہوتی ہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (الشوریٰ: ۵۲)

بے شک آپ سیدھی راہ کی رہنمائی کرتے ہیں۔

ان دونوں آیات میں تعارض ہے؟

اس کے کثیر جوابات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-نفی کی آیت سے ذاتی ہدایت مراد ہے اور ثبوت کی آیت سے عطائی ہدایت مراد ہے۔

۲-نفی والی آیت سے مراد ہے کہ آپ کسی کے دل میں ذاتی طور پر ہدایت پیدا نہیں کر سکتے اور ثبوت والی آیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہدایت آپ نافذ فرماتے ہیں۔

۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلقاً ہدایت نہیں فرماتے بلکہ کسباً ہدایت کرتے ہیں۔

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً ہدایت نہیں کرتے ظاہری ہدایت کرتے ہیں۔

۵-آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارادۃ الطریق کرتے ہیں اور ایصال الطریق اللہ کا کام ہے۔

۶-تبلیغ و ترغیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے اور تاثیر پیدا کرنا اللہ کا کام ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْعَنْكَبُوْتِ

باب 30: سورہ عنکبوت سے متعلق روایات

3113 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ سَعْدٍ

متنِ حدیث: قَالَ اُنْزِلَتْ فِیَّ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ فَذَكَرَ قِصَّةً وَّقَالَتْ اُمُّ سَعْدٍ اَلَيْسَ قَدْ اَمَرَ اللّٰهُ بِالْبِرِّ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا وَّلَا اَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى اَمُوْتَ اَوْ تَكْفُرَ قَالَ فَكَانُوْا اِذَا اَرَادُوْا اَنْ يُّطْعِمُوْهَا شَجَرُوْا فَاهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَّاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِیْ) اَلْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► مصعب بن سعد اپنے والد حضرت سعد (بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میرے بارے میں چار آیات نازل ہوئیں۔ انہوں نے پورا قصہ ذکر کیا ہے (جس میں یہ مذکور ہے)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے یہ کہا تھا: کیا (اللہ تعالیٰ نے) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم نہیں دیا؟ اللہ کی قسم! جب

3113- اخرجه البخاری فی الادب المفرد ص ۱۶، حدیث (۲٤)، و مسلم (۱۸۷۷/۴ - ۱۸۸۷) کتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم: باب: فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه، حدیث (٤٤ - ۱۷٤۸)، و اخرجه احمد (۱۸۱/۱، ۱۸۵)، و عبد بن حمید ص ٧٤، ٧٥، حدیث (۱۳۲)، من طریق مصعب بن سعد عن سعد بن ابی وقاص به.

تک تم دوبارہ کفر اختیار نہیں کرتے اس وقت تک میں کچھ کھاؤں گی نہیں، پیوں گی نہیں، یہاں تک کہ مر جاؤں گی۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب لوگ انہیں کچھ کھلانے کی کوشش کرتے تھے تو زبردستی ان کا منہ کھولتے تھے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اگرچہ وہ تمہیں مجبور کرنے کی کوشش کریں کہ تم کسی کو میرا شریک ٹھہراؤ۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سورۂ عنکبوت مکی ہے جو سات (۷) رکوع، سڑسٹھ (۶۷) آیات، سات سو اسی (۷۸۰) کلمات اور چار ہزار ایک سو پینتالیس (۴۱۴۵) حروف پر مشتمل ہے۔

نافرمانی کے کاموں میں کسی کی اطاعت نہ کرنا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ط اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (العنکبوت: ۸)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اور اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک بنائیں جس کا تجھے علم نہیں ہے اس معاملہ میں تو ان کی اطاعت نہ کر۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ اولاد پر والدین کی اطاعت واجب ہے بشرطیکہ معصیت پر مشتمل نہ ہو۔ اگر والدین اولاد کو شرک باللہ یا دوسرے کسی گناہ مثلاً ترک نماز کا حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب نہیں بلکہ عدم اطاعت لازم ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے: لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق یعنی گناہ میں مخلوق کی اطاعت ضروری نہیں ہے۔

ایک روایت کے مطابق جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ کی والدہ نے کہا: اے سعد! جب تک آپ اسلام کو ترک کر کے کفر اختیار نہیں کر لیتے میں نہ کھانا کھاؤں گی، نہ پانی پیوں گی حتیٰ کہ مر جاؤں گی؟ آپ نے والدہ کو جواب دیتے ہوئے کہا: اماں جان! اسلام نے ہمیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا درس دیا ہے لیکن کفر و شرک اختیار کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا میں اسلام ترک کر کے کفر اختیار نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اطاعت والدین کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی میں:

اطاعت والدین کی فضیلت واہمیت کثیر احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی جن میں سے چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ فرمایا: پھر تم ان کی خدمت کرو، یہی تمہارے لیے جہاد ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۷۸۲)

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کیا کرتا تھا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے انہیں طلاق دینے کا حکم دیا، میں نے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بارے میں عرض کیا تو آپ نے مجھے فرمایا: تم اسے (بیوی کو) طلاق دے دو۔ (مسند احمد، ج ۲، ص ۴۲)

۳- حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں اور میں حصول اجازت کے لیے حاضر ہوا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہاری والدہ حیات ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: پھر ان کی خدمت کرو، کیونکہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۷۸۱)

۴- حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے مقام جعرانہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا، اس وقت میں لڑکا تھا اور گوشت اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا۔ ایک خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھا دی۔ میں نے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، رقم الحدیث ۱۲۹۵)

۵- حضرت طلحہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا قصد رکھتا ہوں، آپ نے دریافت فرمایا: کیا آپ کی ماں زندہ ہیں؟ میں نے جواب میں عرض کیا: یارسول اللہ! جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی خدمت کا التزام کرو، کیونکہ ان کے پاؤں تلے جنت ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۸۱۶۲)

۶- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

(المعجم الصغیر، رقم الحدیث ۳۶۴۲)

۷- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے کیا میری توبہ ممکن ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تمہاری والدہ موجود ہیں؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! نہیں! پھر دریافت کیا: کیا تمہاری خالہ بقید حیات ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: ان کے ساتھ نیکی کرو۔ (مسند احمد، ج ۲، ص ۱۴)

۸- حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری والدہ میرے پاس آئیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

میں مشرکہ تھیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میری والدہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں، کیا میں ان سے مل سکتا ہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں تم ان سے مل سکتے ہو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۶۲۰)

۹- حضرت ابواسید بن مالک ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! کوئی ایسی نیکی ہے جو والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ کی جاسکتی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں! ان کی نماز جنازہ میں شامل ہونا، ان کے لیے استغفار کرنا، ان سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنا، ان کے رشتہ داروں سے میل جول رکھنا اور ان کے احباب کی عزت وتکریم کرنا۔ (سنن داری، رقم الحدیث ۲۵۱۰)

۱۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے حسن سلوک کا زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تمہاری والدہ، دوسری بار دریافت کرنے پر فرمایا: تیری والدہ، تیسری بار استفسار کرنے پر بھی آپ نے یہی جواب دیا۔ چوتھی بار سوال کرنے پر جواب میں فرمایا: تمہارا والد۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۴۸)

۱۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا گیا کس کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین یا ان دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا ہو پھر ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر لیا ہو۔ (مسند احمد، ج۲، ص۳۴۶)

3114 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ عَنْ حَاتِمِ بْنِ اَبِىْ صَغِيْرَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قَوْلِهِ (وَتَاْتُوْنَ فِىْ نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ) قَالَ كَانُوْا يَخْذِفُوْنَ اَهْلَ الْاَرْضِ وَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ حَاتِمِ بْنِ اَبِىْ صَغِيْرَةَ عَنْ سِمَاكٍ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ اَخْضَرَ عَنْ حَاتِمِ بْنِ اَبِىْ صَغِيْرَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ

◆◆ سیدہ اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بیان کرتی ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے:

''اور تم اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو۔''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) وہ لوگ زمین والوں پر کنکریاں پھینکا کرتے تھے' اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے ہم اس روایت کو صرف حاتم بن ابوصغیرہ کی سماک سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

یہی روایت احمد نامی راوی نے سلیم نامی راوی کے حوالے سے' حاتم سے اسی کی مانند نقل کی ہے۔

3114- اخرجه احمد (٦/ ٣٤١، ٤٢٤).

شرح

قوم لوط کا اپنی محافل میں قابل اعتراض حرکتیں کرنا:

ارشادِ خداوندی ہے:

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ (العنکبوت: ۲۹)

کیا تم مردوں سے اپنی خواہشات کی تکمیل کرتے ہو اور راستہ منقطع کرتے ہو؟ اور تم اپنی مجالس میں بے حیائی کے امور انجام دیتے ہو؟ ان کی قوم کا ایک ہی جواب تھا اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر عذاب لے آؤ۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب اور دیگر روایات میں بیان کی گئی ہے۔ یہ قوم احکام خداوندی کی باغی، اپنے نبی (حضرت لوط علیہ السلام) کی بے ادب و نافرمان اور مجالس میں قابل نفرت حرکات کی مرتکب ہوتی تھی۔ قوم لوط کی قابل نفرت اور نامعقول حرکات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) مسافروں سے مذاق کرنا (۲) مسافروں پر لکڑی پھینک کر ان کی توہین کرنا (۳) گوز مار کر ہنسی مذاق کرنا (۴) مرغوں اور مینڈھوں کو لڑانا (۵) ایک دوسرے سے مذاق کرنا (۷) لڑکوں سے بدفعلی کرنا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قوم لوط مسافروں اور اجنبی لوگوں کو پکڑ کر ان سے بے حیائی کا ارتکاب کرتی تھی جس وجہ سے لوگوں کے لیے سفر کرنا اور راستوں کو عبور کرنا آسان نہیں رہا تھا' بلکہ لوگ اپنے گھروں میں ٹھہرے رہنے میں عافیت تصور کرتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ لوگوں کو قتل کرتے، ان کا ساز و سامان چھینتے، ان سے ہنسی مذاق کرتے، کنکریاں مارتے اور ان سے شرارتیں کرتے حتیٰ کہ عمل معکوس کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔

قوم لوط کے برسر مجلس بے حیائی کرنے کے بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ: وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ (العنکبوت: ۲۹) کی تفسیر و توضیح بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ مسافروں کو کنکریاں مارتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۱۰۰۱)

۲۔ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قوم لوط کے مرد مردوں کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کرتے اور اس سلسلہ میں خواہش کے متمنی ہوتے تھے۔

۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم لوط کے لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے، ہر ایک کے سامنے کنکریوں کا بھرا ہوا کٹورا ہوتا تھا اور وہ مسافروں کو کنکریاں مارتے تھے۔ فرمایا تم لوگ کنکریاں مارنے سے پرہیز کرو' کیونکہ اس سے دشمن ہلاک ہوتا ہے اور شکار ہوتا ہے لیکن اس حرکت سے آنکھ پھوٹ سکتی ہے اور

دانت ٹوٹ سکتا ہے۔ (مسند احمد، ج۵،ص۳۴)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وہ لوگ اپنی محافل میں گوز لگاتے اور ایک دوسرے کو تھپڑ رسید کرتے تھے۔ (المستدرک للحاکم، ج۲،ص۴۰۹)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ قوم لوط بے حیائی کے علاوہ بہت سے برے کاموں کا ارتکاب کرتی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے، گوز لگاتے، مسافروں پر کنکر پھینکتے، چوسر اور شطرنج کھیلتے، مختلف رنگوں کے کپڑے زیب تن کرتے، مرغ لڑاتے، مینڈھے لڑاتے، مہندی سے انگلیاں رنگتے، مرد عورتوں کا لباس اور عورتیں مردوں کا لباس زیب تن کرتے، مسافروں سے ٹیکس وصول کرتے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے اور لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کرتے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج۱۳،ص۳۰۳)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الرُّوْمِ

باب 31: سورہ روم سے متعلق روایات

3115 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ فِيْ مُنَاحَبَةِ (الم غُلِبَتِ الرُّوْمُ) اَلَا احْتَطْتَ يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّ الْبِضْعَ مَا بَيْنَ ثَلَاثٍ اِلٰى تِسْعٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے سورہ روم کے نزول کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا، اے ابوبکر! تم نے شرط لگانے میں زیادہ وقت کیوں نہیں رکھا' کیونکہ لفظ (بضع) تین سے لے کر نو تک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

یہ حدیث زہری سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے جسے انہوں نے عبید اللہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

3116 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰى فَارِسَ فَاَعْجَبَ ذٰلِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَنَزَلَتْ (الم غُلِبَتِ الرُّوْمُ) اِلٰى قَوْلِهِ (يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ) قَالَ فَفَرِحَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِظُهُوْرِ الرُّوْمِ عَلٰى فَارِسَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

كَذَا قَرَاَ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ غَلَبَتِ الرُّوْمُ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب غزوۂ بدر کا موقع آیا' تو رومی اہلِ فارس پر غالب آ گئے' یہ بات اہلِ ایمان کو بہت اچھی لگی تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''الٓمّٓ رومی مغلوب ہو گئے۔''

یہ آیت یہاں تک ہے۔

''اہلِ ایمان اللہ کی مدد سے خوش ہوئے۔''

راوی بیان کرتے ہیں: رومیوں کے ایرانیوں پر غالب آنے کی وجہ سے اہلِ ایمان خوش ہوئے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

نصر بن علی نے اس (آیت) کو اسی طرح تلاوت کیا ہے۔

''رومی غالب آ گئے۔''

3117 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيِّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِىْ عَمْرَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِىْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِىْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ) قَالَ غُلِبَتْ وَغَلَبَتْ كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّظْهَرَ اَهْلُ فَارِسَ عَلَى الرُّوْمِ لِاَنَّهُمْ وَاِيَّاهُمْ اَهْلُ الْاَوْثَانِ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّظْهَرَ الرُّوْمُ عَلٰى فَارِسَ لِاَنَّهُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَذَكَرُوْهُ لِاَبِىْ بَكْرٍ فَذَكَرَهُ اَبُوْ بَكْرٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا اِنَّهُمْ سَيَغْلِبُوْنَ فَذَكَرَهُ اَبُوْ بَكْرٍ لَّهُمْ فَقَالُوْا اجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ اَجَلًا فَاِنْ ظَهَرْنَا كَانَ لَنَا كَذَا وَكَذَا وَاِنْ ظَهَرْتُمْ كَانَ لَكُمْ كَذَا وَكَذَا فَجَعَلَ اَجَلًا خَمْسَ سِنِيْنَ فَلَمْ يَظْهَرُوْا فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا جَعَلْتَهُ اِلٰى دُوْنَ قَالَ اُرَاهُ الْعَشْرَ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ وَّالْبِضْعُ مَا دُوْنَ الْعَشْرِ قَالَ ثُمَّ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ بَعْدُ قَالَ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ) قَالَ سُفْيَانُ سَمِعْتُ اَنَّهُمْ ظَهَرُوْا عَلَيْهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِىْ عَمْرَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

''الٓمّٓ رومی مغلوب ہو گئے۔''

3117۔ اخرجه احمد (۲۷۶/۱، ۳۰۴).

راوی بیان کرتے ہیں: اسے غَلَبَت بھی پڑھا جا سکتا ہے اور غُلِبَت بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

مشرکین کو یہ بات پسند تھی کہ ایرانی رومیوں پر غالب آئیں اس کی وجہ یہ تھی' ایرانی اور مشرکین دونوں بت پرست تھے' جبکہ مسلمانوں کو یہ بات پسند تھی کہ رومی ایرانیوں پر غالب آئیں کیونکہ رومی بھی اہل کتاب تھے۔ مشرکین نے اس کا تذکرہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ (رومی) عنقریب غالب آجائیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ مشرکین کے سامنے کیا' تو انہوں نے کہا: کوئی مدت مقرر کر لیں اگر ہم غالب آگئے' تو ہمیں یہ ملے گا' اور اگر آپ غالب آگئے' تو آپ کو یہ کچھ ملے گا (یعنی آپ شرط لگالیں) تو انہوں نے اس کی مدت پانچ سال مقرر کی۔ اس دوران رومی غالب نہیں آئے۔ انہوں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اسے آخری حد تک کیوں نہیں مقرر کیا۔ راوی بیان کرتے ہیں، میرا خیال ہے حدیث میں ''دس'' کے الفاظ ہیں۔

ابوسعید نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔ عربی زبان میں لفظ ''بِضع'' کا مطلب دس سے کم (یعنی ۹) تک ہوتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس کے بعد رومی غالب آئے۔ راوی بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''الٓمّٓ رومی مغلوب ہوگئے۔''

یہ آیت یہاں تک ہے۔

''اللہ کی مدد کی وجہ سے اہلِ ایمان خوش ہوگئے وہ جسے چاہتا ہے اس کی مدد کرتا ہے۔''

سفیان نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، میں نے یہ روایت سنی ہے رومی غزوۂ بدر کے آس پاس ان پر غالب آئے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے ہم اسے صرف سفیان ثوری کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں جسے انہوں نے حبیب بن ابوعمرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

3118 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ حَدَّثَنِىْ ابْنُ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ نِيَارِ بْنِ مُكْرَمٍ الْاَسْلَمِىِّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِىْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِىْ بِضْعِ سِنِيْنَ) فَكَانَتْ فَارِسُ يَوْمَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَاهِرِيْنَ لِلرُّوْمِ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُحِبُّوْنَ ظُهُوْرَ الرُّوْمِ عَلَيْهِمْ لِاَنَّهُمْ وَاِيَّاهُمْ اَهْلُ كِتَابٍ وَّفِىْ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى (وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ) وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُحِبُّ ظُهُوْرَ فَارِسَ لِاَنَّهُمْ وَاِيَّاهُمْ لَيْسُوا بِاَهْلِ كِتَابٍ وَّلَا اِيْمَانٍ بِبَعْثٍ فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَصِيْحُ فِىْ نَوَاحِىْ مَكَّةَ (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِىْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِىْ بِضْعِ سِنِيْنَ) قَالَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ لِاَبِىْ بَكْرٍ فَذٰلِكَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ زَعَمَ صَاحِبُكَ اَنَّ الرُّوْمَ سَتَغْلِبُ فَارِسَ فِىْ بِضْعِ سِنِيْنَ اَفَلَا نُرَاهِنُكَ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ بَلٰى وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الرِّهَانِ فَارْتَهَنَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّالْمُشْرِكُوْنَ وَتَوَاضَعُوا الرِّهَانَ وَقَالُوْا لِاَبِىْ بَكْرٍ كَمْ تَجْعَلُ الْبِضْعُ ثَلَاثُ سِنِيْنَ اِلٰى تِسْعِ

سِنِيْنَ فَسَمِّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ وَسَطًا تَنْتَهِيْ اِلَيْهِ قَالَ فَسَمَّوْا بَيْنَهُمْ سِتَّ سِنِيْنَ قَالَ فَمَضَتِ السِّتُّ سِنِيْنَ قَبْلَ اَنْ يَّظْهَرُوْا فَاَخَذَ الْمُشْرِكُوْنَ رَهْنَ اَبِيْ بَكْرٍ فَلَمَّا دَخَلَتِ السَّنَةُ السَّابِعَةُ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰى فَارِسَ فَعَابَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْمِيَةَ سِتِّ سِنِيْنَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ وَاَسْلَمَ عِنْدَ ذٰلِكَ نَاسٌ كَثِيْرٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ نِيَارِ بْنِ مُكْرَمٍ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي الزِّنَادِ

◆◆ حضرت نیار بن مکرم اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''الٓمٓ رومی مغلوب ہو گئے' زمین کے کچھ حصے میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے' کچھ ہی برسوں میں۔''

راوی بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت اہل فارس رومیوں پر غالب آچکے تھے' اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ رومی غالب ہوں کیونکہ مسلمان اور رومی دونوں اہل کتاب تھے۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

''جس دن اللہ تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے اہل ایمان خوش ہوئے' وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے' وہ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔''

قریش یہ چاہتے تھے کہ ایرانی غالب رہیں۔ ایرانی اور قریش اہل کتاب نہیں تھے' اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ کے نواحی علاقہ میں بلند آواز میں یہ آیت پڑھی:

''الٓمٓ رومی مغلوب ہو گئے ہیں زمین کے کچھ حصے میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے چند ہی برسوں میں۔''

تو کچھ قریشیوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا' آپ ہمارے ساتھ شرط لگالیں آپ کے آقا نے یہ کہا ہے: رومی عنقریب چند برسوں کے اندر ایرانیوں پر غالب آجائیں گے' تو کیوں نہ ہم اس بارے میں شرط لگالیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: یہ شرط کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے شرط لگالی۔ انہوں نے شرط کا معاوضہ طے کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، آپ کتنا عرصہ مقرر کرتے ہیں' کیونکہ عربی زبان میں لفظ ''بِضْعَ'' تین سال سے لے کر نو سال کے لیے استعمال ہوتا ہے' تو آپ ہمارے اور اپنے درمیان اس کا درمیانی حصہ آخری حد مقرر کرلیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: تو ان لوگوں نے چھ سال کی مدت مقرر کرلی۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب چھ سال گزر گئے اور اہل روم غالب نہیں آئے' تو مشرکین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شرط کا طے شدہ حصہ وصول کرلیا۔ جب ساتواں سال شروع ہوا' تو اہل روم ایرانیوں پر غالب آگئے' تو چند مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا: آپ نے چھ سال کا عرصہ کیوں مقرر کیا تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ''بِضْعَ'' بیان فرمایا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس موقع پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور حضرت نیار بن مکرم رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف عبدالرحمٰن نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

سورۂ روم مکی ہے جو چھ (۶) رکوع، ستاون (۵۷) آیات، آٹھ سو انیس (۸۱۹) کلمات اور تین ہزار پانچ سو تیس (۳۵۳۰) حروف پر مشتمل ہے۔

غلبت کی قرأت درست نہ ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ○ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○

(الروم: ۱ تا ۵)

الف، لام، میم۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ قریب کی زمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب وہ (دوبارہ) غالب ہوں گے۔ چند سالوں میں پہلے اور بعد حکم اللہ کا ہو گا اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ وہ اللہ کی مدد سے جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

ان پانچ آیات میں سے دوسری آیت کا پہلا لفظ ہے: غُلِبَتْ یعنی فعل ماضی مجہول۔ دوسری روایت کے مطابق یہ لفظ غَلَبَتْ یعنی فعل معروف ہے جو درست نہیں ہے، کیونکہ قراء سبع میں سے کسی نے بھی اس قرأت کو پسند نہیں کیا۔

ایرانیوں پر رومیوں کے غالب آنے سے متعلق احادیث مبارکہ:

رومیوں کے ایرانیوں پر غالب آنے سے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: مشرکین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ایرانی، رومیوں پر غلبہ حاصل کر لیں، کیونکہ دونوں میں قدر مشترک بت پرست ہونا تھا۔ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ رومی لوگ ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیں کیونکہ مسلمان اور رومیوں کے درمیان قدر مشترک اہل کتاب ہونا تھا۔ مسلمانوں نے اپنا نظریہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: عنقریب رومی، ایرانیوں پر غلبہ حاصل کریں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ بات مشرکین سے بیان کر دی۔ مشرکین نے آپ سے کہا: آپ ہمارے اور اپنے درمیان مدت مقرر کر لیں، اگر ہم لوگ غالب آ گئے تو ہمیں فلاں فلاں چیز مل جائے گی اور اگر آپ لوگ غالب آ گئے تو ان چیزوں کے حق دار آپ ہوں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پانچ سال کی مدت مقرر کی اور اس مدت

میں رومی، ایرانیوں پر غالب نہ آسکے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! آپ نے اتنی قلیل مدت کیوں مقرر کی تھی؟ (قرآن کریم میں بضع سنین کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کا اطلاق تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے) اس کے بعد رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کیا تھا۔

(التاریخ الکبیر للبخاری، رقم الحدیث ۲۶۲۰)

۲- نیار بن مکرم الاسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں سورۂ الروم کی ابتدائی آیات کا نزول ہوا، اس زمانہ میں ایرانیوں کو رومیوں پر غلبہ حاصل تھا۔ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل ہو کیونکہ مسلمان اور رومی دونوں اہل کتاب تھے اور آخرت پر بھی ان کا ایمان تھا۔ اس کے برعکس قریش چاہتے تھے کہ ایرانیوں کو رومیوں پر غلبہ حاصل ہو کیونکہ قریش اور ایرانی اہل کتاب نہیں تھے، نہ ہی آخرت پر دونوں یقین رکھتے تھے۔ یہ آیت نازل ہوئی تو آئندہ دن صبح کے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ابتدائی چار آیات کی تلاوت کرنے لگے، قریش نے آپ سے کہا: یہ چار آیات آپ اور ہمارے درمیان مشترک ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے شرط طے کی کہ بضع سنین کا اطلاق تین سے لے کر نو (۹) پر ہوتا ہے اور اس کی متوسط مدت چھ سال ہوسکتی ہے۔ پھر چھ سال کا عرصہ گزرنے پر رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل نہ ہو سکا۔ اس طرح مشرکین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شرط جیت لی۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ لوگوں نے چھ سال کی مدت کے بجائے زیادہ مدت کا تعین کیوں نہیں کر لیا؟ پھر ساتواں سال شروع ہونے پر رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیا، مسلمانوں نے چھ سال کی مدت مقرر کرنے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ اس پر آیت بضع سنین نازل ہوئی جس میں بتایا گیا ہے کہ بضع سنین کا اطلاق نو پر بھی ہوسکتا ہے اور اس مدت میں کثیر تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث ۱۶۶)

۳- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: الٓمٓ ۝ غلبت الروم۔ مشرکین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کے علم میں ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ رومی، ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میرے نبی نے یہ بات صحیح کہی ہے۔ قریش نے کہا: کیا آپ اس بات پر شرط لگانا پسند کریں گے؟ پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے ایرانیوں پر غالب آنے کے بارے میں مدت مقرر کر دی اور وہ مدت چھ سال تھی۔ مدت شرط قلیل ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے صدیق! آپ کو کس چیز نے یہ مدت مقرر کرنے پر مجبور کیا ہے؟ آپ نے جواب میں عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید نے۔ آپ نے مزید فرمایا: آپ لوگ دوبارہ باہم گفتگو کریں اور مدت مقرر کرنے میں اضافہ کریں۔ دوبارہ شرط لگائی گئی اور مدت مقرر کی گئی۔ مدت مکمل ہونے سے قبل رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ رومیوں نے غلبہ حاصل کرنے کے بعد مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے۔ جیتنے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی اونٹنیاں لے کر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: آپ اونٹنیوں کو صدقہ کردیں کیونکہ یہ تم پر حرام ہیں۔
چنانچہ آپ نے اونٹنیوں کو صدقہ کر دیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، رقم الحدیث، ۱۷۳۴۸)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ لُقْمَانَ

باب 32: سورہ لقمان سے متعلق روایات

3119 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ لَا تَبِيْعُوا الْقَيْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَلَا خَيْرَ فِىْ تِجَارَةٍ فِيْهِنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَّفِىْ مِثْلِ هٰذَا اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا يُرْوٰى مِنْ حَدِيْثِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ

توضیح راوی: وَالْقَاسِمُ ثِقَةٌ وَّعَلِيُّ بْنُ يَزِيْدَ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ

قولِ امام بخاری: قَالَهُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، گانے بجانے والی کنیزوں کی خرید و فروخت نہ کرو اور نہ ہی کنیزوں کو گانا بجانا سکھاؤ کیونکہ ان کی تجارت میں بھلائی نہیں ہے اور ایسی کنیزوں کی قیمت حرام ہے۔

اسی طرح کی صورتحال کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

''اور بعض لوگ وہ ہیں، جو کھیل کود کی چیزوں کو خرید لیتے ہیں، تا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کردیں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ یہ قاسم کے حوالے سے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

قاسم ثقہ ہیں، جبکہ علی بن یزید نامی راوی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

یہ بات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔

شرح

سورۂ لقمان مکی ہے جو چار (۴) رکوع، چونتیس (۳۴) آیات، پانچ سو اڑتالیس (۵۴۸) الفاظ اور دو ہزار ایک سو دس (۲۱۱۰) حروف پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والے امور کا تذکرہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ (لقمان: ۶)

لوگوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو غافل کرنے والی باتیں خریدتے ہیں تاکہ وہ اللہ کی راہ میں نادانی کے ساتھ روکیں اور راہِ خدا کا مذاق اڑائیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔

اس آیت کے دو شانِ نزول بیان کیے گئے ہیں:

۱- رئیس مکہ نضر بن حارث بغرض تجارت ایران جایا کرتا تھا، واپسی پر سلاطین ایران کے قصوں پر مشتمل کتب خرید لاتا تھا اور مکہ پہنچ کر یوں اعلان کرتا: اے اہل مکہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپ لوگوں کو عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں' آؤ میں آپ لوگوں کو رستم، اسفندیار اور سلاطین کے قصے سناتا ہوں۔ علاوہ ازیں اس نے گانے والی کنیز بھی خرید رکھی تھی جو اپنی مسحور کن اور پر کشش آواز کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی تھی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا ہے کہ قصے کہانیاں، رنگ ناچ اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی تفریحات حرام ہیں۔ لہٰذا ان سے اجتناب واحتراز ضروری ہے۔

۲- یہ آیت معاملات سے متعلق نازل ہوئی ہے' جس میں بتایا گیا ہے کہ گانے والی کنیزوں کی خرید وفروخت یا خریدنے کے بعد انہیں گانا سکھانا اور حرام امور کی خرید وفروخت سے اجتناب از بس ضروری ہے' کیونکہ اس خرید وفروخت سے یادِ الٰہی میں غفلت پیدا ہوتی ہے۔

غناء کی تحریم وممانعت قرآن کی روشنی میں:

غناء کی تحریم وممانعت قرآن سے ثابت ہے، اس سلسلہ میں چند آیات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- زیر بحث آیت سے غناء کی تحریم ثابت ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں تاکید مزید حدیث باب سے ثابت ہوتی ہے۔

۲- وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (بنی اسرائیل: ۶۴)

تو ان میں سے جس کو بھی اپنی آواز کے ساتھ بہکا سکتا ہے بہکا لے۔

مفسر شہیر حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اس آیت سے مراد غناء اور مزامیر ہیں جن سے احتراز ضروری ہے۔

۳- وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ○ (النجم: ۶۱) حالانکہ تم کھیل میں پڑے ہوئے ہو۔

حضرت عبد اللہ بن رضی اللہ عنہ کے مطابق اس آیت سے مراد غناء ہے یعنی غنا (گانا) کی حرمت وممانعت ثابت ہے۔

غناء کی تحریم وممانعت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں:

کثیر احادیث وآثار سے "غناء" کی تحریم وممانعت ثابت ہے جن میں سے چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مزامیر توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔
(کنز العمال، رقم الحدیث ۴۰۷۸۹)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آوازیں ملعون اور مردود ہیں، میں ان سے

منع کرتا ہوں:

(۱) مزامیر اور شیطان کی آواز جو نغمہ خوشی کے وقت ہو۔

(۲) مصیبت کے وقت رونے پیٹنے اور گریبان پھاڑنے کی آواز۔

۳۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اس کے پاس گانے والی کنیز تھی، اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۴۰۲۳۹)

۴۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ علامات پائی جائیں گی تو ان پر بلاؤں کا نزول ہوگا۔ ان پندرہ علامات کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پندرہ علامات یہ ہیں:

(۱) مالِ غنیمت کو ذاتی دولت بنانا (۲) امانت کو مالِ غنیمت بنانا (۳) زکوٰۃ کو جرمانہ خیال کرنا (۴) شوہر کا اپنی بیوی کی اطاعت کرنا (۵) ماں کی نافرمانی کرنا (۶) دوست سے نیکی کرنا (۷) اور باپ سے بے وفائی کرنا (۸) مساجد میں آوازیں بلند ہونا (۹) سب سے حقیر شخص کو سردار بنانا (۱۰) کسی شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کرنا (۱۱) سرعام شراب نوشی کرنا (۱۲) ریشم کا استعمال عام ہونا (۱۳) گانوں کا عام ہونا (۱۴) آلات موسیقی کا عام ہونا (۱۵) بعد میں آنے والے لوگوں کا پہلے لوگوں کو برا کہنا۔ اس وقت تم سرخ آندھیوں یا زمین میں دھنس جانے اور یا مسخ ہونے کا انتظار کرنا ہو۔

۵۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی گانے والی عورت کے پاس بیٹھے گا اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (الجامع الصغیر، رقم الحدیث ۸۴۲۸)

۶۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گانا سنا قیامت کے دن اس کو روحانیین کی آواز سننے کی اجازت نہیں ہوگی۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! روحانیین کون ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ جنت کے قاری ہیں۔

وہ اشعار جن کا مطلقاً سماع جائز ہے:

وہ اشعار جن کے مضامین قرآن وسنت سے متضاد نہ ہوں ان کا سننا یا پڑھنا جائز ہے۔ ایسے اشعار دورِ رسالت میں سنے گئے اور تا عصر حاضر سنے جارہے ہیں۔

۱۔حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن خندق کھود رہے تھے اور آپ کی زبان سے یہ منظوم کلام سنا گیا تھا:

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا نہ ہم ہدایت یافتہ ہوتے نہ ہم خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

پس تو ہم پر طمانیت نازل کر اور دشمن کے مقابلہ میں ہمیں ثابت قدم رکھ۔

ان الاولی قد بغوا علینا ان ارادوا فتنة ابینا

بیشک پہلے لوگوں نے ہماری مخالفت کی، اگر وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کریں تو ہم انکار کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعر کے آخری لفظ ''ابینا'' پر آواز بلند کرتے جس سے ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۸۰۳)

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر مہاجرین و انصار خندق کھود رہے تھے، اپنی پشتوں پر مٹی اٹھا کر دوسرے مقام پر منتقل کر رہے تھے اور ان کی زبانوں پر یہ منظوم کلام جاری تھا:

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد مابقینا ابدا

اے اللہ! بے شک اچھائی صرف آخرت کی اچھائی ہے۔ تو انصار اور مہاجرین میں برکت فرما۔

۳-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کی نو خیز خواتین نے ان اشعار کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا تھا:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، مدینہ کے جنوب کی گھاٹیوں سے۔

وجب الشکر علینا مادعی للہ داعی

ہم پر شکریہ بجالانا ضروری ہے جب تک کوئی دعا کرنے والا اللہ سے دعا کرتا ہے۔

۴-وہ اشعار جو وعظ و نصیحت اور جنت و جہنم وغیرہ مضامین پر مشتمل ہوں' ان کا پڑھنا اور سننا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شاعر سے یہ اشعار سماعت فرمائے تھے:

اذا ماقال لی ربی اما استحییت تعصینی

جب میرا پروردگار مجھے فرمائے گا کہ تجھے حیاء نہیں آتی کہ تو میری نافرمانی کرتا ہے؟

وتخفی الذنب من خلق وبالعصیان تاتینی

تو میری مخلوق سے گناہ چھپاتا ہے اور تو گناہ کر کے میرے پاس آتا ہے۔

موسیقی کے ساتھ سماع میں مذاہب آئمہ:

کیا موسیقی کے ساتھ سماع جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اہل حجاز اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ مکروہ ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ حرام ہے۔ آپ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت امام سعید بن منصور رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں میری امت کو مسخ کر کے بندر اور

خنزیر بنا دیا جائے گا، مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ نماز ادا کرتے ہوں گے، روزے رکھتے ہوں گے اور حج کرتے ہوں گے۔ صحابہ نے استفسار کیا: یارسول اللہ! اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آلات موسیقی، گانے بجانے میں مصروف ہوں گے، شراب نوشی کریں گے اور لہو ولعب میں رات گزاریں گے۔ وہ جب صبح بیدار ہوں گے تو مسخ ہو کر بندر اور خنزیر بن چکے ہوں گے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج۲۱، ص۲۶۳)

غناء اور سماع کے بارے میں حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ:

مسئلہ: راگ یا مزامیر کرانا یا سننا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ اس فعل کا مرتکب فاسق ہے یا نہیں؟

جواب: مزامیر یعنی آلات لہو ولعب بروجہ لہو ولعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء وعلماء دونوں فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح اون کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرات علیہ سادات بہشت کبرائے سلسلہ عالیہ چشت رضی اللہ عنہم وعنا کی طرف اس کی نسبت محض باطل وافترا ہے۔ حضرت سیدی فخر الدین رازی قدس سرہ کہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدنیا والدین محمد احمد رضی اللہ عنہ کے اجلۂ خلفاء سے ہیں جنہوں نے خاص عہد کرامت مہد حضور ممدوح میں بلکہ خود بحکم حضور والا مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تالیف فرمایا۔ اپنے اسی رسالہ میں فرماتے ہیں: سمع بعض المغلوبين السماع مع المزامير في غلبات الشوق واماسماع مشائخنا رضى الله عنهم فبرئ عن هذا التهمة وهو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من كمال صنعة الله تعالىٰ یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبہ حال وشوق میں سماع مع مزامیر سنا اور ہمارے پیران طریقت رضی اللہ عنہم کا سننا اس تہمت سے بری ہے۔ وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی جل وعلاء سے خبر دیتے ہیں انتہی۔ بلکہ خود حضور ممدوح رضی اللہ عنہ نے اپنے ملفوظات شریفہ فوائد الفواد وغیرہا میں جابجا حرمت مزامیر کی تصریح فرمائی بلکہ حضور والا صرف تالی کو بھی منع فرماتے کہ مشابہ لہو ہے بلکہ ایسے افعال میں عذر غلبہ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیان باطل کو راہ نہ ملے۔ والله يعلم المفسد من المصلح فرضى الله عن الائمة ما انصحهم للامة ۔ یہ سب امور ملفوظات اقدس میں مذکور وماثور، فوائد الفواد شریف میں صاف تصریح فرمائی کہ مزامیر حرام است کما نقل احمد عنه رضى الله عنه سيدى الشيخ المحقق مولانا عبدالحق المحدث الدهلوى رحمة الله عليهم وعلينا بهم آمين ۔ حضور ممدوح کے یہ ارشادات عالیہ ہمارے لیے سند کافی اور ان اہل ہوا وہوس مدعیان چشتیت پر حجت وافی ہاں جہاد کا طبل سحری کے نقارہ حمام کا بوق اعلان نکاح کا بے جلاجل دف جائز ہیں کہ یہ آلات لہو ولعب نہیں، یوں ہی یہ بھی ممکن کہ بعض بندگان خدا جو ظلمات نفس وکدورت شہوت سے یک لخت بری ومنزہ ہو کر فانی فی اللہ وباقی باللہ ہو گئے کہ لا يقولون الا الله ولا يسمعون الا الله بل لا يعلمون الا الله بل ليس هناك الا الله ان میں کسی نے بحالت غلبہ حال خواہ عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہنچ کر ازانجا کہ اون کی حرمت بعینہا نہیں وانما الاعمال بالنيات وانما لكل امرى مانوى بعد وثوق تام واطمينان كامل كه حالاً ومآلاً فتنه منعدم احياناً اس

پر اقدام فرمایا ہو اور لہٰذا فاضل محقق آفندی شامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی ردالمختار میں زیر قول درمختار (ومن ذلك رأى من الملاهي) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبه فلاباس به كما اذا ضرب في ثلثة اوقات لتذكير ثلاث نفخات الصور الخ فرماتے ہیں هذا ايفيد ان الة اللهو ليست بحرمة بعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الاترى ان ضرب تلك الا لة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امور اهم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كے لا يحرم بركتهم فانهم السادة الاخيار امدنا الله تعالىٰ بامداد اتهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم ۔

اقوال بلکہ یہاں ایک اور وجہ ادق واعق ہے صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حضور پرنور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب العزۃ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: لايزال عبدى يتقرب الى بالنوافل حتّٰى احبه فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصر به ويده التى يبطش بها ورجله التى يمشى بها یعنی میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے انتہیٰ ۔اب کہئے کون کہتا اور کون سنتا ہے آواز تو شجرہ طور سے آتی ہے مگر لا واللہ پیڑ نے نہ کہا انی انا الله رب العالمين گفتہ او گفتۂ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔ یہی حال سننے کا ہے و لله الحجة البالغة مگر اللہ اللہ یہ عباد اللہ کبریت احمر و کوہ یاقوت ہیں اور نادر احکام شرعیہ کی بنا نہیں تو اون کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہو سکتا كما افاده المولى المحقق حيث اطلق سيدى كمال الدين محمد بن الهمام رحمة الله تعالىٰ عليه فى اخر الحج من فتح القدير فى مسئله الجواز به مدعیان خامکار اون کے مثل ہیں نہ بے بلوغ مرتبہ محفوظیت نفس پر اعتماد جائز۔ فانها الكذب مايكون اذا حلفت فكيف اذا وعدت رجما بالغيب کسی کو ایسا ٹھہرا لینا صحیح ۔ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اس کا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کریں۔ هذا هو الانصاف فى امثال الباب والله الهادى الى سبيل الصواب ۔ سماع مجرد بے مزامیر اس کی چند صورتیں ہیں ۔اول رنڈیوں ڈومنیوں محل فتنہ امردوں کا گانا ۔دوم جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب وزنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امرد کی بالتعیین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا اگرچہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب احباء کو حیاء و عار آئے ۔سوم بطور لہو ولعب سنا جائے اگرچہ اس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو۔ تینوں صورتیں ممنوع ہیں۔ الاخيرتان ذاتا والاولى ذريعة حقيقة ایسا ہی گانا لهوالحديث ہے ۔اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف حدیث: كل لعاب ابن ادم حرام الا الثلثة کافی ہے ۔ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محل فتنہ نہ لہو ولعب مقصود نہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سادے عاشقانہ گیت غزلیں ذکر باغ و بہار وخط و خال و رخ و زلف و حسن و عشق

وہجر ووصل ووفائے عشاق وجفائے معشوق وغیر ہا امور عشق وتغزل پر مشتمل سنے جائیں تو فساق وفجار واہل شہوات دنیہ کو اس سے بھی روکا جائے گا۔ وذلك من باب الاحتياط القاطع والنصح الناصح وسد الذرائع المخصوص به هذا الشرع البارع والدين الفارع ۔ اسی طرح حدیث الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل ناظر ۔ رواه ابن ابي الدنيا ذم الملاهي عن ابن مسعود والبيهقي في شعب الايمان عن جابر رضي الله عنهم عن النبي صلى الله عليه وسلم اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہیے تو دور نہیں۔ گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دلی بات کو ابھارتا ہے جب دل میں بری خواہش بے ہودہ آلائشیں ہوں تو انہیں کو ترقی دے گا اور جو پاک مبارک ستھرے دل شہوات سے خالی اور محبت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مملو ہیں ان کے اس شوق محمود اور عشق مسعود کو افزائش دے گا: وحكم المقدمة حكم ماهي مقدمة له انصافا ۔ ان بندگان خدا کے حق میں ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے: ليس في القدر المذكور من السماع ما يحرم بنص ولا اجماع وانما الخلاف في غير ماعين والنزاع في مابين وقد قال بجواز السماع من الصحابة والتابعين جم غفير (الى ان قال) اما سماع السادة الصوفية رضي الله عنهم فعمزل عن هذا الخلاف بل ومرتفع عن درجة الاباحة الى رتبة المستحب كما صرح به غير واحد من المحققين ۔ یہ اس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر اشعار حمد ونعت ومنقبت ووعظ وپند وذکر آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی ہیں تو اس کے منع پر تو شرح سے اصلاً دلیل نہیں۔ حضور پر نور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی زمانہ صحابہ وتابعین بلکہ عہد اقدس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں رائج رہنا خوش الحال رجال کے جواز پر دلیل لائح انجشہ رضی اللہ عنہ کے حدی پر حضور والاصلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے انکار نہ فرمایا بلکہ عورات رويدك يا انجشه لا تكسر الفواريد ارشاد ہوا کہ ان کی دلکش ودل نواز تھی عورتیں نرم ونازک شیشاں ہیں جنہیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے۔ فرض مدار کار تحقق وتوقع فتنہ ہے جہاں فتنہ ثابت وہاں حکم حرمت' جہاں توقع واندیشہ وہاں بنظر سد ذریعہ حکم ممانعت' جہاں نہ یہ نہ وہ بلکہ بہ نیت محمود استحباب موجود۔ بحمد اللہ چند سطروں میں تحقیق نفیس ہے کہ انشاء اللہ العزیز حق اس سے متجاوز نہیں۔ نسال الله سوى الصراط من دون تفريط ولا افرط الله اعلم بالصواب ۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۵۶-۵۴، مطبوعہ دار العلوم امجدیہ، کراچی)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ السَّجْدَةِ

باب 33: سورہ سجدہ سے متعلق روایات

3120 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِیُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) نَزَلَتْ فِيْ انْتِظَارِ الصَّلٰوةِ الَّتِىْ تُدْعَى الْعَتَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت
"ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں۔"
یہ آیت اس نماز کے بارے میں نازل ہوئی جسے شام کی نماز کہا جاتا ہے (یعنی عشاء کی نماز)۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

سورۂ سجدہ مکی ہے جو تین (۳) رکوع، تیس (۳۰) آیات، تین سو اسی (۳۸۰) کلمات اور ایک ہزار پانچ سو اٹھارہ (۱۵۱۸) حروف پر مشتمل ہے۔

نیک لوگوں کی علامات:

ارشادِ خداوندی ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(السجدۃ:۱۶)

اور ان کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ خوف و امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور وہ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر دو احادیث میں بیان کی گئی ہے اور دونوں کا مصداق الگ ہے۔

(۱) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق نمازِ تہجد ہے۔

(۲) حدیث باب میں اس کا مصداق نماز مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھ کر نماز عشاء کا انتظار کرنا ہے۔ دونوں روایات میں تعارض نہیں ہے کیونکہ نماز تہجد آیت کا اعلیٰ وارفع مصداق ہے اور نماز عشاء کا انتظار کرنا کم درجہ کا مصداق ہے۔ دونوں صورتوں میں قدر مشترک بستروں سے الگ تھلگ ہونا ہے۔

اس آیت اور حدیث باب میں عابدین کاملین کی تین علامات بیان کی گئی ہیں:

(i) ان لوگوں کو راحت و آرام اور بستروں سے محبت نہیں ہے بلکہ عبادت و ریاضت سے محبت ہے۔

(ii) ہمہ وقت ان کی حالت بیم و خوف میں ہوتی ہے۔

(iii) وہ لوگ بخل و کنجوسی سے کام نہیں لیتے بلکہ صدقہ و خیرات کے علاوہ ان کا دستر خوان ہمہ وقت بچھا رہتا ہے۔

تتجافی اور مضاجع کا معنی ومفہوم:

اس آیت میں استعمال ہونے والے دو الفاظ وضاحت طلب ہیں:

(i) تتجافی: یہ لفظ باب تفاعل سے فعل مضارع معروف کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ اس کا معنی ہے ارتفاع، بلند ہونا یعنی اعضاء کا بستروں کو نہ چھونا اوران سے الگ رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، ذکر وفکر، تلاوت قرآن، درس وتدریس اور قیام صلوٰۃ میں مصروف رہنا۔ (ii) مضاجع: یہ لفظ ''مضجع'' کی جمع ہے' جس کا معنی ہے خواب گاہ، بستر۔ لفظ ''جنوب'' 'جنب کی جمع ہے' جس کا معنی ہے پہلو، کروٹ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور امام ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق نماز یا غیر نماز میں ذکر الٰہی کرنے کے لیے اپنے بستروں سے الگ رہنے کا نام ہے۔

جمہور فقہاء محدثین کے مطابق رات کے نوافل (تہجد) پڑھنے کے لیے اپنی خواب گاہ اور بستروں سے الگ ہونے کا نام ہے۔

نمازِ تہجد کی تعداد رکعات:

نمازِ تہجد امت کے لیے مسنون ہے اوراس کی اہمیت وفضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ نمازِ تہجد کم از کم چار رکعات اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں۔ نماز تہجد کا عادی نماز عشاء کے وتروں کو نماز تہجد کے بعد ادا کرے گا۔ اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رمضان المبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کرنے پر جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیرہ رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعات ادا کرتے، ان کے حسن وطول کا نہ پوچھو، پھر چار رکعات پڑھتے ان کے حسن وطول کا نہ پوچھو اور بعد میں تین رکعت (وتر) ادا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ وتر ادا کرنے کے بعد آرام فرما ہو جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۷۳۸)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رات کے وقت نماز کے لیے بیدار ہو تو وہ دو مختصر رکعات ادا کرے پھر وہ جتنی چاہے طویل نماز ادا کرے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۳۱۴)

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تیرہ رکعات ادا کرتے تھے جن میں وتر اور صبح کی دو سنتیں بھی شامل تھیں۔

۴۔ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کی تعداد رکعات کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی دو رکعات کے علاوہ

سات رکعات، نو رکعات اور گیارہ رکعات ادا فرماتے تھے۔

نمازِ تہجد اور رات کے دیگر نوافل کی فضیلت:

نمازِ تہجد اور رات کے دیگر نوافل کے فضائل احادیث میں بیان کیے گئے ہیں جن میں سے چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آیت: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدہ:۱۶) نمازِ عشاء کے انتظار کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق سفر تھا، میں صبح کے وقت آپ کے قریب ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کسی ایسے عمل کی تعلیم دیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور دوزخ سے محفوظ رکھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: آپ نے مجھ سے ایسی عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے جو اس پر آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان کرے۔ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں نیکی کی بابت نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے اور انسان کا نصف شب کے وقت نماز ادا کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ الخ۔

۳- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: جس شخص نے نمازِ عشاء باجماعت ادا کی گویا اس نے نصف رات تک نماز پڑھی اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے تمام رات قیام میں گزاری۔

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل محرم کے روزے ہیں کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۴۲۹)

۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا پر جلوہ گر ہوتا ہے، جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اعلان کرتا ہے: کوئی شخص ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی شخص ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عنایت کروں اور کوئی شخص ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دوں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۱۴۵)

۶- حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم سلام پھیلاؤ، تم کھانا کھلاؤ، تم رشتہ داروں سے مل کر رہو اور رات کو اٹھ کر نماز ادا کرو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ پھر تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۶۹۷)

3121 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهٖ

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ اللهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَّتَصْدِيْقُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں پتہ چلا ہے، اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے:

"میں نے اپنے بندوں کے لیے وہ چیز تیار کی ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے اس کے بارے میں سنا نہیں اور کسی انسان کے ذہن میں اس کا خیال بھی نہیں آیا" اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں (ان الفاظ میں موجود ہے)۔

"کوئی شخص یہ نہیں جانتا اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز پوشیدہ رکھی گئی ہے؟ جو اس چیز کی جزا ہو گی جو وہ عمل کرتے تھے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3122 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ طَرِيْفٍ وَّعَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ ابْنُ اَبْجَرَ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَرْفَعُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام سَاَلَ رَبَّهُ فَقَالَ اَىْ رَبِّ اَىُّ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَدْنٰى مَنْزِلَةً قَالَ رَجُلٌ يَّاْتِيْ بَعْدَمَا يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهُ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ كَيْفَ اَدْخُلُ وَقَدْ نَزَلُوْا مَنَازِلَهُمْ وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ اَتَرْضٰى اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ مَا كَانَ لِمَلِكٍ مِّنْ مُّلُوْكِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَىْ رَبِّ قَدْ رَضِيْتُ فَيُقَالُ لَهُ فَاِنَّ لَكَ هٰذَا وَمِثْلَهُ وَمِثْلَهُ وَمِثْلَهُ فَيَقُوْلُ رَضِيْتُ اَىْ رَبِّ فَيُقَالُ لَهُ فَاِنَّ لَكَ هٰذَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهِ فَيَقُوْلُ رَضِيْتُ اَىْ رَبِّ فَيُقَالُ لَهُ فَاِنَّ لَكَ مَعَ هٰذَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَالْمَرْفُوْعُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا۔ انہوں نے سوال کیا: اے میرے پروردگار! جنت میں سب

3121۔ اخرجه البخاری (۳۶۶/۶): کتاب بدء الخلق: باب: ما جاء فی صفة الجنة و انها مخلوقة، حدیث (۳۲۴۴) و اطرافه فی (۴۷۷۹، ۴۷۸۰، ۷۴۹۸)، و مسلم (۲۱۴۷/۴): کتاب الجنة و صفة نعیمها و اهلها: باب: ۰۰۰، حدیث (۲۸۲۴/۲)، و الحمیدی (۴۸۰/۲)، حدیث (۱۱۳۳) من طریق الاعرج عن ابی هریرة به۔ ۳۱۹۸ ۔ اخرجه مسلم (۵۸۱/۱ ۔ ابی): کتاب الایمان: باب: ادنی اهل الجنة منزلة فیها، حدیث (۳۱۲، ۱۸۹/۳۱۳)، و الحمیدی ۳۳۵/۲۰ حدیث (۷۶۱) من طریق الشعبی عن المغیرة بن شعبة به۔

سے کم مرتبہ کس کا ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا ہوگا' جو تمام جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا' اور اسے کہا جائے گا: اب تم اندر داخل ہو جاؤ! تو وہ یہ کہے گا: میں اس کے اندر کیسے داخل ہو سکتا ہوں؟ جبکہ سب لوگوں نے اپنا گھر اور اپنے حصے کی جگہ کو حاصل کر لیا ہے' تو اسے کہا جائے گا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ تمہیں وہ کچھ دیا جائے' جو دنیا کے کسی بھی بادشاہ کے پاس ہوتا تھا' تو وہ کہے گا: جی ہاں! میں راضی ہوں۔ اس سے کہا جائے گا: تمہیں یہ ملا اور اس کی مانند مزید ملا' تو وہ کہے گا: میں راضی ہو گیا میرے پروردگار! تو اسے کہا جائے گا: تمہیں یہ ملا اور اس کا دس گنا مزید ملا' تو وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں راضی ہو گیا۔ تو اسے کہا جائے گا: اس کے ساتھ جو تمہارے نفس کی خواہش ہو' اور جو تمہاری آنکھوں کو اچھا لگے وہ (بھی تمہارا ہوا)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض حضرات نے اس حدیث کو شعبی کے حوالے سے' حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا' تاہم اس کا ''مرفوع'' ہونا درست ہے۔

شرح

اعلیٰ درجہ کے جنتیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک:

ارشادِ ربانی ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (السجدہ: ۱۷)

پس کوئی نہیں جانتا اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کو، اس کے اعمال کی جزا میں کس نعمت کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر ایک حدیث قدسی میں یوں بیان کی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا کھٹکا پیدا ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مضمون قرآن کی اس آیت میں بیان ہوا ہے۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اہل جنت میں سے سب سے کم درجہ والا شخص کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے یوں جواب دیا گیا: وہ شخص ہوگا جو جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا۔ وہ عرض کرے گا: اے الٰہ العالمین! اب تمام لوگ اپنے اپنے مقام میں پہنچ چکے ہیں، تو میں کہاں جاؤں؟ اسے جواب دیا جائے گا: کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہے کہ میں تمہیں پانچ سلطنتوں کے برابر جنت میں جگہ دیتا ہوں؟ وہ خوش ہو کر عرض کرے گا: اے الٰہ العالمین! میں اس بات پر خوش ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ بھی سوال کیا تھا: اے الٰہ العالمین! جنت میں جانے والے لوگوں میں سب سے اعلیٰ مرتبہ کس شخص کا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا: وہ شخص ہوگا جس کے لیے میں نے جنت تیار کی ہو گی، اس کے لیے اس میں کرامت کا پودا میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہوگا، اسے کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور

نہ کسی انسان کے دل میں اس کا کھٹکا پیدا ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا مضمون قرآن کریم کی اس آیت میں بیان ہوا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ

باب 34: سورہ احزاب سے متعلق روایات

3123 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا صَاعِدٌ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ اَخْبَرَنَا قَابُوسُ بْنُ اَبِيْ ظَبْيَانَ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ اَرَاَيْتَ قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ) مَا عَنٰى بِذٰلِكَ قَالَ قَامَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يُّصَلِّيْ فَخَطَرَ خَطْرَةً فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ مَعَهٗ اَلَا تَرٰى اَنَّ لَهٗ قَلْبَيْنِ قَلْبًا مَعَكُمْ وَقَلْبًا مَعَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ قابوس بن ابوظبیان اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس سے کیا مراد ہے؟

''اللہ تعالیٰ نے کسی بھی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔''

تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، آپ ﷺ کو کوئی خیال آیا (اس کی طرف توجہ کی وجہ سے آپ ﷺ نماز بھول گئے) تو منافقین جو آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے انہوں نے یہ کہا: کیا تم لوگوں نے غور کیا؟ ان صاحب کے دو دل ہیں' ایک دل تمہارے ساتھ ہے' اور ایک دل ان لوگوں کے ساتھ ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اللہ تعالیٰ نے کسی بھی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

سورۂ احزاب مدنی ہے جو نو (۹) رکوع، تہتر (۷۳) آیات، ایک ہزار دو سو اسی (۱۲۸۰) کلمات اور پانچ ہزار سات سو نوے (۵۷۹۰) حروف پر مشتمل ہے۔

3123۔ اخرجه احمد (۱/۲٦۷)، و ابن خزيمة (۲/۳۹)، حديث (۸٦۵) من طريق ابی ظبيان عن ابن عباس به.

زمانہ جاہلیت کی تین غلط باتیں:

ارشادِ خداوندی ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِی السَّبِيْلَ ○

(الاحزاب:۴)

اللہ تعالیٰ نے کسی شخص میں دو دل نہیں بنائے اور تم اپنی جن بیویوں سے ظہار کرتے ہو ان کو اس نے تمہاری مائیں نہیں بنایا۔ اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا قرار دیا ہے، یہ محض تمہاری زبان کی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہ سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت حصین بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس آیت کی تفسیر کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو آپ کے دل میں کوئی کھٹکا پیدا ہوا، تو آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے منافقوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دل ہیں، ایک دل صحابہ کے ساتھ ہے اور ایک دل ہمارے ساتھ ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت اور حدیث میں تین باتوں کو زمانہ جاہلیت کی باتیں قرار دے کر ان سے احتراز کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ وہ تین باتیں درج ذیل ہیں:

(i) شجاع و بہادر آدمی کو "دو دلا" کہنا درست نہیں ہے جبکہ رب کائنات نے کسی شخص کے دل میں دو دل نہیں بنائے۔

(ii) بیوی سے ظہار کرنے کی صورت میں بیوی ماں نہیں بن جاتی بلکہ ماں تو وہی ہے، جس کا کسی نے دودھ پیا ہو۔

(iii) کسی کو منہ بولا بیٹا قرار دینے سے وہ لڑکا حقیقی بیٹا ہرگز نہیں بن جاتا بلکہ باپ وہی ہوتا ہے، جس کا وہ نطفہ ہوتا ہے۔

کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہ بنانے کے محامل:

قابوس بن ابی الظبیان کے والد گرامی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد خداوندی، اللہ نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں بنائے۔ (الاحزاب:۴) کا مفہوم دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے کہ یکا یک آپ کے دل میں یہ خیال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے منافقین نے کہا آپ میں دو دل ہیں جن میں سے ایک ہمارے ساتھ ہے اور دوسرا دل اپنے صحابہ کے ساتھ ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں بتایا گیا ہے کہ منافقین کا یہ بات کہنا کہ آپ کے سینہ میں دو قلب ہیں، یہ غلط بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے اندر دو دل پیدا نہیں کیے۔

حدیث باب کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں ایک خیال آیا جو بلاقصد آپ کی زبان ترجمان حق پر بھی جاری ہو گیا تو منافقین نے یہ بات کہنا شروع کر دی کہ آپ کے سینہ میں دو دل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کر کے ان کی

بات کو غلط قرار دیا۔

اس آیت کی تفسیر میں مشہور چار اقوال ہیں:

(i) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ جو ایک شخص کا لڑکا ہو وہ دوسرے کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

(ii) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ایک شخص کوئی بات سنتا ہے تو وہ اسے یاد بھی رکھ سکتا ہے اور اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے دو دل ہیں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے اس تصور کو باطل قرار دیا کہ کسی شخص کے اندر دو دل ہوتے ہیں۔

(iii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بات کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ کے قلب اطہر میں کوئی خیال آیا تو ساتھ نماز پڑھنے والے منافقین نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دل ہیں، ایک ہمارے ساتھ ہے اور دوسرا صحابہ کے ساتھ ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(iv) حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق بنوفہر میں ایک ایسا شخص موجود تھا جو کہتا تھا کہ میرے اندر دو دل ہیں اور میں ان دونوں کے ذریعے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل عمل کرتا ہوں، اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

قلب کے مصداق کے بارے میں مفسرین کے اقوال:

قلب کی وضاحت کے بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ - دل دولمتوں کے درمیان میں ہے ایک لمۃ شیطان کا ہے اور دوسرا لمۃ فرشتہ کا ہے۔ وہ خیالات کا مرکز ہے، کفر و ایمان کا مکان ہے، گناہوں سے توبہ اور گناہوں پر اصرار کی جگہ ہے اور اطمینان و خوف کا محور ہے۔

☆ - قلب صنوبری شکل میں گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر پیدا کیا ہے۔ یہ روح و علم کا محور ہے اور انسان اس میں اتنے علوم وفنون محفوظ کر سکتا ہے جو کئی مجلدات پر مشتمل کتاب میں بھی نہیں آسکتے۔

☆ - ایک قلب میں ایمان و کفر، ہدایت و گمراہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور انحراف جمع نہیں ہو سکتے یعنی متضاد اشیاء دل میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

☆ - انسانی جسم کا جو عضو سب سے قبل تخلیق کیا گیا تھا وہ دل ہے اور یہ روح کا مکان ہے۔ سب سے پہلے روح کا تعلق دل کے ساتھ ہوا پھر جگر کے ساتھ اور اس کے بعد باقی اعضاء کے ساتھ۔

ظہار کی تعریف، اس کا حکم اور کفارہ:

ظہار کا لغوی معنی ہے بیوی کو کسی کے ساتھ مشابہت دینا۔ ظہار کی فقہی واصطلاحی تعریف ہے بیوی یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا کسی محرم کی پشت یا عضو سے تشبیہ دینا۔ جب کوئی شوہر اپنی بیوی سے کہتا ہے تو مجھ پر میری ماں کے پیٹ کی طرح یا اس کی ران کی

طرح ہے' تو یہ ظہار ہوگا۔ اسی طرح شوہر اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تو مجھ پر میری بہن یا پھوپھی یا رضاعی ماں یا کسی دوسری محرم کی پشت سے اپنی زوجہ کو تشبیہ دی تو یہ بھی ظہار کی شکل ہوگی۔

ظہار کا شرعی حکم یہ ہے کہ جب تک شوہر کفارہ ظہار ادا نہ کرے وہ اپنی بیوی سے جماع کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ کفارۂ ظہار یہ ہے کہ کوئی غلام آزاد کیا جائے، جو شخص غلام آزاد نہ کرسکتا ہو وہ مسلسل دو مہینوں کے روزے رکھے گا۔ جو شخص دو ماہ کے روزے نہ رکھ سکتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

شوہر کا طلاق کی نیت کے بغیر اپنی بیوی کو ماں، بہن کہنے کا شرعی مسئلہ:

شوہر کا طلاق کی نیت کے بغیر اپنی بیوی کو ماں، بہن اور بیٹی کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی مگر ایسا کہنا ناپسندیدہ و مکروہ ہے۔ اس مسئلہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہن کہا تھا۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۳۱۶۲)

۲-حضرت ابوتمیم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ وہ اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا یہ میری بہن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کو مکروہ قرار دیتے ہوئے آئندہ ایسی بات کہنے سے منع کیا۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث، ۲۲۱۱)

علامہ قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو نے فلاں کام کیا تو تو میری ماں ہے اور اس کی مراد یہ تھی کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی تو اس کا یہ قول باطل ہے، اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا یعنی اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

(فتاویٰ قاضی خاں علی ھامش الھندیہ، ج، ص ۵۱۹)

علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا کہا تو میری ماں کی مثل ہے اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی یا ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس نے جو بھی نیت کی وہی حکم نافذ ہوگا۔ اگر اس نے کوئی نیت نہ کی یا تشبیہ کا ذکر نہ کیا تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔ (الدر المختار مع ردالمحتار، ج ۵، ص ۱۰۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا گیا کہ شوہر نے حالت غصہ میں اپنی بیوی کو ماں، بہن کہہ دیا لیکن وہ نان ونفقہ اسے دیتا رہا' بیوی اس کے نکاح میں رہے گی یا بحکم شرع خارج ہو جائے گی؟

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

زوجہ کو ماں، بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں، بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہا: تو میری ماں، بہن ہے، سخت گناہ و ناجائز ہے مگر اس سے نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ درمختار میں ہے:

اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا تو ادنیٰ درجہ کا حکم متعین ہوگا یعنی عزت اور کرامت کا، اور اس کا اپنی بیوی

کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ تو میری ماں ہے یا یہ کہنا اے میری بیٹی اور اے میری بہن اور اس کی مثل۔
ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا ماں بہن کی جگہ ہے، تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا۔ اب جب تک کفارہ نہیں دے گا، عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا بہ نظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بہ نگاہ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہو گیا۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، اس کی طاقت نہ ہو تو لگا تار دو مہینے کے روزے رکھے، اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے، اور ان میں کوئی نیت نہ تھی، تو یہ لفظ لغو ومہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ (امام احمد رضا خاں، فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۶۳۱)

منہ بولے بیٹے کو اصل باپ کے نام سے پکارنا:

جب کوئی شخص کسی بچے کو از راہ شفقت اپنا بیٹا کہہ کر پکارے تو وہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں بن سکتا بلکہ اسے اصل باپ کے ساتھ پکارا جائے گا۔ اسی حقیقت کو مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور ان کو "زید بن محمد" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس بارے میں یہ ارشاد ربانی نازل ہوا:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الاحزاب: ۵)

تم اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر کے بلاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ انصاف پر مبنی بات ہے۔

زمانہ جاہلیت میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ جو شخص کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیتا تھا تو لوگ بھی اسے اس کے نام سے منسوب کر کے پکارتے تھے، اسلام نے اس رسم کو بھی ختم کر دیا اور حقیقت پر مبنی حکم نافذ کر دیا کہ ہر بچے کو اس کے اصل باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے اور کہا جائے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا تعلق یمن کے مشہور قبیلہ بنو قضاعہ اور ان کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ قبیلہ بنی طے کے خاندان بنو معن سے متعلق تھیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ابھی کم عمر تھے کہ والدہ ماجدہ انہیں لے کر میکہ گئیں، اس موقع پر بنو قین کے نوجوان لوٹ مار کر کے واپس آ رہے تھے، انہوں نے خیمہ کے سامنے سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اغوا کر لیا پھر مکہ کے مشہور عکاظ بازار میں فروخت کرنے کی نیت سے پیش کر دیا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے انہیں چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بطور ہبہ (تحفہ) پیش کر دیا۔ اس کے برعکس ان کے والد گرامی حارثہ بن شراحیل ان کے اغواء ہونے پر بہت پریشان تھے

اور بکثرت گریہ وزاری کرتے تھے۔

حج کے موقع پر قبیلہ کلب کے لوگ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ گئے، انہوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں پہچان لیا۔ حج سے واپسی پر قبیلہ کے لوگوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے دستیاب ہونے، رہائش گاہ اور زیر پرستی رہنے والی ذات کے بارے میں تفصیلاً بتایا۔ والد گرامی حارثہ اور چچا کعب دونوں انہیں آزاد کرانے کے لیے فدیہ کی رقم لے کر مکہ معظمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں، دونوں بھائی مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے پسر عبدالمطلب! اے قوم کے سردار کے بیٹے! آپ لوگ حرم محترم کے باسی ہیں، غلاموں کو آزاد کرتے ہیں، قیدیوں کو آزاد کراتے ہیں۔ ہم بھی اپنے بیٹے کی آزادی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم پر احسان فرمائیں اور فدیہ وصول کر کے ہمارے بچے کو آزاد فرما دیں۔ آپ نے استفسار کیا: تمہارا بچہ کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: اس کا نام زید بن حارثہ ہے۔ فرمایا: اسے بلالو اور اسے اختیار دو کہ وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرتا ہے تو اسے فدیہ ادا کیے بغیر اپنے ساتھ لے جاؤ اور اگر وہ میرے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے تو میں اسے تمہارے ساتھ جانے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا اور نہ اس کے عوض فدیہ وصول کر سکتا ہوں۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور دریافت کیا: کیا تم انہیں جانتے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں! یہ میرے والد ہیں اور یہ چچا ہیں۔ فرمایا: تمہیں علم ہے کہ میں کون ہوں؟ تم میرے حسن سلوک کو بھی جانتے ہو، اب تم مجھے اختیار کر لو یا ان کے ساتھ جانا پسند کر لو۔

اس موقع پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے والد اور چچا تو آپ ہیں لہٰذا کسی دوسرے کو آپ پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ کے باپ اور چچا نے کہا: اے زید! تم پر افسوس! تم آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو اور اپنے گھر والوں پر غیر کو ترجیح دے رہے ہو؟ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی سیرت دیکھی ہے جس پر غیر کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کی یہ محبت دیکھی تو انہیں اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا: اے لوگو! تم اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ زید میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا کعب دونوں بخوشی واپس چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کہا جانے لگا حتیٰ کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ الخ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا قرار دیا تو اپنی پھوپھی زاد ہمشیرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کر دی۔ اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی کنیز حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے کیا تھا جن کے بطن سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے کر علیحدگی اختیار کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے کر دی جن کے بطن سے زید بن زید اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ حضرت

زید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے کر درّۃ بنت ابی لہب بن عبدالمطلب سے شادی کر لی۔ بعدازاں انہیں طلاق دے کر ہند بنت العوام سے شادی کر لی۔

غزوۂ بدر کے علاوہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں شامل ہوئے اور غزوۂ موتہ میں جام شہادت نوش کیا۔ غزوۂ موتہ کے موقع پر آپ امیر لشکر تھے۔ اس کے علاوہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا خلیفہ و جانشین مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس لشکر میں بھی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو شامل ہونے کا حکم دیا تو انہیں ہمیشہ امیر لشکر بنا کر روانہ کیا۔ اگر وہ بقید حیات ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے جانشین ہوتے۔

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ (حضرت زید رضی اللہ عنہ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئے تھے اور آپ نے انہیں ہمارا امیر تعینات کیا تھا۔ حضرت امام واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلا لشکر القروہ کی طرف روانہ ہوا، دوسرا لشکر الجموم کی طرف گیا، تیسرا لشکر العیص کی جانب، چوتھا لشکر الطرف کی جانب، پانچواں لشکر احسمیٰ کی طرف، چھٹا لشکر ام قرفہ کی طرف اور ساتواں لشکر غزوۂ موت کی طرف روانہ ہوا۔ پچیس (۲۵) سال کی عمر میں غزوۂ موتہ میں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ قرآن کریم میں صراحتاً حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی مذکور ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے یوں فرمایا: اے زید! تم میرے آزاد کردہ غلام ہو، تمہاری ابتداء مجھ سے ہے اور تم میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہو۔

(تاریخ دمشق، رقم الحدیث ۴۵۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! بے شک زید بن حارثہ امارت کے لائق ہیں اور بے شک وہ میرے ہاں تمام لوگوں سے محبوب تر ہیں۔ (ایضاً، رقم الحدیث ۴۵۸۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ میں آئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ دروازے کی طرف بڑھے، ان کے گلے سے اپنا گلا ملایا اور ان کو بوسہ دیا۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث ۲۷۳۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا وظیفہ مجھ سے زیادہ مقرر فرمایا، میں نے اس زیادتی کی وجہ دریافت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تم سے زیادہ محبوب ہیں اور تمہارے باپ سے حضرت اسامہ کا والد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں زیادہ محبوب ہے۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۴، ص ۴۹۴)

3124 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ سُمِّيْتُ بِهٖ لَمْ يَشْهَدْ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَكَبُرَ عَلَيَّ فَقَالَ اَوَّلُ مَشْهَدٍ شَهِدَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِبْتُ عَنْهُ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ اَرَانِي اللّٰهُ مَشْهَدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا بَعْدُ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ قَالَ فَهَابَ اَنْ يَّقُوْلَ غَيْرَهَا فَشَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ مِّنَ الْعَامِ الْقَابِلِ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا اَبَا عَمْرٍو اَيْنَ قَالَ وَاهًا لِرِيْحِ الْجَنَّةِ اَجِدُهَا دُوْنَ اُحُدٍ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ فَوُجِدَ فِيْ جَسَدِهٖ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ مِنْ بَيْنِ ضَرْبَةٍ وَّطَعْنَةٍ وَّرَمْيَةٍ فَقَالَتْ عَمَّتِي الرُّبَيِّعُ بِنْتُ النَّضْرِ فَمَا عَرَفْتُ اَخِي اِلَّا بِبَنَانِهٖ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيلًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ' جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا' وہ غزوۂ بدر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں: میرے لیے یہ بات بڑی قابل افسوس تھی۔ یہ وہ پہلی جنگ تھی جس میں نبی اکرم ﷺ شریک ہوئے' اور میں اس میں شریک نہیں ہوا۔ اللہ کی قسم! اب اگر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کسی جنگ میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کردے گا' جو میں کروں گا۔ انہوں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اگلے سال غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ ان کی ملاقات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ہوئی' تو وہ بولے' اے ابوعمرو! کہاں کا ارادہ ہے؟ تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہ اس طرف اُحد کے دوسری جانب سے مجھے جنت کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) پھر انہوں نے جنگ میں شرکت کی اور شہید ہوگئے۔ ان کے جسم میں اَسّی سے زیادہ زخموں کے نشان تھے۔ میری پھوپھی ربیع بنت نضر نے کہا: میں نے اپنے بھائی کو صرف ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو سچ ثابت کیا' ان میں سے بعض اپنی نذر کو پورا کر چکے ہیں' کچھ انتظار کر رہے ہیں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3125 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عَمَّهٗ غَابَ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِيْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالًا لِّلْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ كَيْفَ اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ هٰٓؤُلَآءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ وَاَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰٓؤُلَآءِ يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَلَقِيَهٗ سَعْدٌ فَقَالَ يَا اَخِي مَا فَعَلْتَ اَنَا مَعَكَ فَلَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اَصْنَعَ مَا صَنَعَ فَوُجِدَ فِيْهِ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ مِنْ ضَرْبَةٍ بِسَيْفٍ وَّطَعْنَةٍ بِرُمْحٍ وَّرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ فَكُنَّا نَقُوْلُ فِيْهِ وَفِيْ اَصْحَابِهٖ نَزَلَتْ (فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى

3124- اخرجه احمد (۳/ ۱۹٤)، ومسلم (٦/ ٦٤٢، ٦٤٣ - ابی) كتاب الامارة: باب: ثبوت الجنة للشهيد، حديث (١٤٨ - ١٩٠٣) من طريق سليمان بن المغيرة عن ثابت عن انس بن مالك به

نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ) قَالَ يَزِيْدُ يَعْنِي هٰذِهِ الْاٰيَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاسْمُ عَمِّهٖ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کے چچا غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے کہا یہ سب سے پہلی جنگ تھی جس میں نبی اکرم ﷺ نے مشرکین کے ساتھ مقابلہ کیا تھا اور میں اس میں شامل نہیں ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے ساتھ کسی جنگ میں دوبارہ شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کر دے گا' جو میں کروں گا (حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب غزوۂ احد کا موقع آیا اور مسلمان اِدھر اُدھر بکھر گئے' تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! ان لوگوں نے جو کیا' یعنی مشرکین نے جو کیا' میں اس سے تیری بارگاہ میں برأت پیش کرتا ہوں اور ان لوگوں نے جو کیا' یعنی ان کے ساتھیوں نے جو کیا' اس بارے میں' میں تیری بارگاہ میں معذرت پیش کرتا ہوں۔ پھر وہ آگے بڑھے تو ان کی ملاقات حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے کہا: اے میرے بھائی تم نے کیا کہا؟ میں آپ کے ساتھ ہوں (حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) لیکن میں وہ جوہر نہیں دکھا سکا جو انہوں نے دکھائے (حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) ان کے جسم پر اَسّی سے زیادہ تلوار اور نیزوں وغیرہ کے زخم تھے۔

ہم یہ سمجھتے تھے' ان کے اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"ان میں سے بعض لوگوں نے اپنی نذر کو پورا کر لیا اور کچھ لوگ منتظر ہیں۔"

یزید نے یہ بات بیان کی ہے: اس سے مراد یہ آیت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا کا نام حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ تھا۔

3126 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ يَحْيٰى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ مُوْسٰى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلْتُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ اَلَا اُبَشِّرُكَ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَاِنَّمَا رُوِيَ هٰذَا عَنْ مُوْسٰى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْهِ

◄► موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں، میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں خوشخبری سناؤں؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' طلحہ ان لوگوں میں شامل ہے' جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا۔

3126۔ اخرجه ابن ماجه (۴٦/۱): المقدمة: باب: فضل طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه، حديث (۱۲٦)، من طريق موسى بن طلحة عن معاوية بن ابي سفيان به.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ اس حدیث کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یہی روایت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کے والد (حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔

3127 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ مُوْسَى وَعِيْسٰى ابْنَىْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْهِمَا طَلْحَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِاَعْرَابِيٍّ جَاهِلٍ سَلْهُ عَمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ مَنْ هُوَ وَكَانُوْا لَا يَجْتَرِئُوْنَ عَلٰى مَسْاَلَتِهٖ يُوَقِّرُوْنَهٗ وَيَهَابُوْنَهٗ فَسَاَلَهُ الْاَعْرَابِيُّ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ اِنِّىْ اطَّلَعْتُ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ وَعَلَيَّ ثِيَابٌ خُضْرٌ فَلَمَّا رَاٰنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ قَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذَا مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يُوْنُسَ بْنِ بُكَيْرٍ

◆◆ موسیٰ بن طلحہ اور عیسیٰ بن طلحہ اپنے والد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں ایک دیہاتی جو ناواقف تھا' اس سے یہ کہا گیا: تم نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کرو، وہ کون سے لوگ ہیں' جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا (حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود تو نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے' کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کرتے تھے' اور (احترام کے طور پر) آپ ﷺ سے ڈرتے تھے۔ دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کیا' تو آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے پھر سوال کیا' تو آپ ﷺ نے پھر اسے کوئی جواب نہیں دیا (حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) اسی دوران میں مسجد کے دروازے سے اندر آیا، میں نے اس وقت بہتر لباس پہنا ہوا تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ جس نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا تھا' جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کر لیا؟ اس شخص نے عرض کی: میں ہوں! یارسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ (طلحہ) ان لوگوں میں شامل ہے' جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف یونس بن بکیر کے حوالے سے' منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

صحابہ کرام کا اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرنا:

ارشادِ ربانی ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ (الاحزاب: ۲۳)

مومنوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔ سو کچھ نے اپنی نذر

یوں پوری کردی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں۔ اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔
اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس آیت میں جس وعدۂ خداوندی کا تذکرہ ہے وہ یہ ہے:
وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۝ (الاحزاب:۱۵)
اور بے شک انہوں نے اللہ سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، کیونکہ اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

غزوۂ بدر میں عدم شرکت پر حسب معمول منافقین نے نفاق کی بنیاد پر زبانی کلامی اظہار افسوس کیا تھا کہ اگر ہم لڑائی میں شریک ہوتے تو ایسا کردیتے ویسا کردیتے لیکن غزوۂ احزاب کا موقع آیا تو انہوں نے پھر شرکت نہ کی۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے غزوۂ بدر میں عدم شرکت کی وجہ سے واقعی دلی طور پر اظہار افسوس کیا اور آئندہ کسی غزوہ میں اس کوتاہی کے ازالہ کرنے کا پختہ وعدہ کیا تھا۔ بعض مسلمانوں میں غزوہ میں شریک نہ ہونے والے لوگوں میں حضرت انس بن نضر اور ان کے رفقاء تھے جنہیں بے حد افسوس ہوا تھا۔ آئندہ سال غزوہ احد میں یہ لوگ شریک ہوئے جن میں سے بعض نے جامِ شہادت نوش کیا لیکن بعض اس منصب پر فائز ہونے کے متمنی تھے۔ غزوۂ احد میں حضرت انس بن نضر اور حضرت سعد بن معاذ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کا مقابلہ ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان کے جسم پر اسی (۸۰) سے زائد تلوار کے زخم آئے تھے جبکہ نیزوں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ ان کے ہاتھوں کے پوروں کے ذریعے ان کی نعش پہچانی گئی تھی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کے عہد وپیمان کی تعریف کی گئی ہے۔

غزوۂ احزاب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے وعدوں کے محامل:

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھا کہ دشمن کے مختلف گروہ کفار، مشرکین مکہ اور منافقین اجتماعی طور پر مدینہ پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ غزوۂ احزاب (غزوۂ خندق) کے موقع پر ان کے لیے آزمائش ہے اور اس آزمائش کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی اشارہ کردیا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا۔
(البقرہ:۲۱۴)

کیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہوگے حالانکہ تم پر ایسی آزمائشوں کا نزول نہیں ہوا جو تم سے پہلے لوگوں پر ہوا تھا، ان پر مصائب آئیں اور وہ جھنجھوڑ دیے گئے۔

علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق مسلمانوں کو اپنی کامیابی (فتح) اور دخول جنت کا یقین تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بطور پیشین گوئی فرمایا: نویں یا دسویں تاریخ کو کفار کی مختلف جماعتیں تم پر حملہ آور ہوں گی۔ انہوں نے دیکھا کہ مقررہ تاریخ میں حملہ آور ہونے کے لیے جماعتیں جمع ہو چکی ہیں تو انہوں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو ہم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ حق تھا۔ ایک

روایت کے مطابق خندق کھودنے کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کدال کی پہلی ضرب لگائی شام کا علاقہ دیکھ لیا، دوسری ضرب لگانے پر فارس کے علاقہ جات اور تیسری ضرب پر یمن کے علاقہ جات ملاحظہ کر لیے۔ زیر بحث آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے اپنے خطوں میں دشمن کے مقابل فتح ونصرت ضرور حال ہوگی، یہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پختہ وعدہ ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یقین دہانی کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ ان کی مدد کی جائے گی اور وہ علاقوں کو ضرور فتح کریں گے۔ (البحر المحیط، ج۸، ص۴۶۸)

مجاہدین کو مردوں سے تعبیر کرنے کی وجہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ آئندہ جب بھی دشمن سے مقابلہ کا موقع آیا اور کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوئے تو وہ استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ثابت قدم رہیں گے۔ یہ وعدہ ان نفوس قدسیہ سے کیا گیا تھا: حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ، حضرت سعید بن زید، حضرت حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت انس بن نضر وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ نذر مانی تھی جب بھی دشمن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوں گے تو وہ ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ ودفاع کرتے ہوئے نہایت ثابت قدم ہو کر قتال کریں گے حتیٰ کہ وہ جام شہادت نوش کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب ان لوگوں سے وعدہ لیا گیا' تو انہیں (مسلمانوں کو) مردوں سے تعبیر کیا گیا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کثیر ہے مثلاً جمادات اور نباتات وغیرہ۔ ان میں سے پہلا درجہ حیوانات کا ہے، دوسرا درجہ انسانوں کا ہے پھر انسانوں میں بھی اعلیٰ درجہ مردوں کا ہے، اور مردوں میں سے زیادہ بلند مرتبہ ایسے مردوں کا ہے جو ہمت وطاقت کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔

نذر ماننا مکروہ ہونے کے باوجود نذر ماننے کی تحسین کرنے کی وجہ:

زیر بحث آیت میں لفظ "نحب" استعمال ہوا ہے' جس سے مراد ایسی نذر ہے' جس کا پورا کرنا واجب ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: قضی فلان لحبه یعنی فلاں شخص نے اپنی نذر پوری کر دی۔ اور معصیت کے بارے میں نذر ماننا درست نہیں ہے' کیونکہ نذر اس کام کی مانی جا سکتی ہے جو عبادت مقصودہ کی جنس سے ہو اور اس کی تکمیل واجب ہوتی ہے۔ اس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (الحج:۲۹) اور انہیں چاہیے کہ وہ اپنی نذریں پوری کریں۔

اس مقام پر سوال یہ ہے کہ جہاد کے بارے میں نذر ماننے والے مومنوں کی تحسین کی گئی ہے جبکہ ایسی نذر ماننے کو مکروہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی، محض بخیل شخص نذر مان کر عبادت کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۱۲۴)

اس سوال کا جواب یہ ہے:

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو عبادت کی نذر ماننے سے منع فرمایا ہے' جس کا دل عبادت کے لیے خوش نہ ہو مگر وہ جبراً اور تکلفاً عبادت کرتا ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ اس کا کوئی کام کر دے تو وہ اس کے عوض اُس کی عبادت کرے گا حالانکہ عبادت محض اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔

(۳) اس روایت میں ایسے شخص کو نذر ماننے سے منع کیا گیا ہے کہ جس کا یہ نظریہ ہو کہ نذر کے ذریعے تقدیر ٹل جاتی ہے۔ تاہم جو محض رضاءِ الٰہی کے لیے نذر مانی گئی ہو، اس کی ممانعت نہیں ہے۔

(۴) اس آیت میں ان مومنوں کی نذر کا بیان ہے جنہوں نے محض رضاء الٰہی کے لیے نذر مانی تھی۔

جہاد کی نذر پوری کرنے والے صحابہ کے مصادیق ومحامل:

جہاد کی نذر ماننے اور اسے پورا کرنے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالے سے کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد سے واپس پلٹے تو راستہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مقتول حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب: ۲۳)

مومنوں میں کچھ ایسے ہمت والے لوگ ہیں جنہوں نے اس وعدہ کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا، ان میں سے بعض نے اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اس کے منتظر ہیں اور انہوں نے (اس میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء ہیں، تم ان کے پاس جاؤ اور ان کی زیارت کرنے کی سعادت حاصل کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تا قیامت جو شخص بھی ان کو سلام کرے گا یہ اسے جواب دیں گے۔ (کنز العمال، ج۱۰، ص۳۸۱)

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ وہ زمین پر اس آدمی کو چلتے ہوئے دیکھے جس نے اپنی نذر پوری کر دی ہے تو وہ طلحہ کو دیکھ لے۔ (مسند ابو یعلی، رقم الحدیث ۴۸۹۸)

۳- حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا، انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں نے شہید کیا تھا، ان کی نعش کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے اور فرمایا: کاش اس لڑائی سے بیس سال قبل میں دنیا سے رخصت ہو گیا ہوتا۔ آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے شہید کر دیا تھا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی بھی اطلاع دی جن کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے شہید کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جنگوں سے کام آنے والے سب لوگ شہید تھے اور ان کا اجتہاد برحق تھا مگر جمہور علماء اسلام کا موقف ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد برحق تھا۔ (مسند ابو یعلی، رقم الحدیث ۴۸۹۸)

۴- حضرت ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا، جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ زمین پر کسی شہید کو دیکھے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ (الکشف مع البیان، ج۸، ص۲۴)

3128 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

متنِ حدیث: قَالَتْ لَمَّا اُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَخْيِيْرِ اَزْوَاجِهٖ بَدَاَ بِىْ فَقَالَ يَا عَآئِشَةُ اِنِّىْ ذَاكِرٌ لَكِ اَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ اَنْ لَّا تَسْتَعْجِلِىْ حَتّٰى تَسْتَاْمِرِىْ اَبَوَيْكِ قَالَتْ وَقَدْ عَلِمَ اَنَّ اَبَوَاىَ لَمْ يَكُوْنَا لِيَاْمُرَانِىْ بِفِرَاقِهٖ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ (يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ) حَتّٰى بَلَغَ (لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا) فَقُلْتُ فِىْ اَىِّ هٰذَا اَسْتَاْمِرُ اَبَوَىَّ فَاِنِّىْ اُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَفَعَلَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا اَيْضًا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی ازواج کو اختیار دیں تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پہل کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک معاملہ رکھنے لگا ہوں تم نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا، بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کرنا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ بات جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے نبی اکرم ﷺ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت نہیں کریں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے نبی! تم اپنی ازواج سے یہ کہہ دو! اگر تم لوگ دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو' تو آگے آؤ۔''

آپ ﷺ نے یہ آیت یہاں تک پڑھی:

''تم میں سے جو نیکی کرنے والی ہیں۔ ان کے لیے عظیم اجر ہے۔''

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے عرض کی: کیا میں اس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ میں اللہ' اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو حاصل کرنا چاہتی ہوں۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) نبی اکرم ﷺ کی دیگر ازواج نے بھی ویسا ہی کیا جو میں نے کیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت زہری کے حوالے سے' عروہ کے حوالے سے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

3128- اخرجه البخاری (۳۸۰/۸): کتاب التفسیر: باب: (وان کنتن تردن الله و رسوله۔اجرا عظیما)، حدیث (۴۷۸۶)، ومسلم (۳۳۵/۵ ۔ نووی) کتاب الطلاق: باب: بیان ان تخییر امراته لا یکون طلاقاً الا بالنیة، حدیث (۱۴۷۵/۲۲)، و النسائی (۵۵/۶): کتاب النکاح: باب: ما افترض الله عزوجل علی رسوله صلی الله علیه وسلم وحرمه علی خلقه لیزیده ان شاء الله قربة الیه، حدیث (۳۲۰۱)، و اخرجه احمد (۷۷/۶، ۱۰۳، ۱۵۲، ۲۱۱، ۲۴۸)، من طریق الزهری عن ابی سلمة عن عائشة به۔

شرح

زبانِ نبوی سے ازواجِ مطہرات کوطلاق کا اختیار دینا اور ازواج کا آپ کو اختیار کرنا:

ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ (الاحزاب:۲۸)

''اے نبی! آپ اپنی ازواج کو فرمادیں اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو پسند کرتی ہو تو تم آؤ میں تمہیں دنیا کی دولت دیتا ہوں اور میں تمہیں بہتر طریقہ سے رخصت (فراغت) کرتا ہوں''۔

اس آیت اور اس کے مابعد کی دو آیات کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنوقریظہ اور بنونضیر کی فتوحات کے نتیجہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدنی میں اضافہ ہوا، ازواجِ مطہرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آمدن کے مطابق اخراجات بھی زیادہ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے سادگی اپنانے کا حکم دیا گیا تھا اور آمدنی کے اضافہ کے ساتھ مسلمانوں کے مصارف میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ اپنی ازواج میں اعلان فرادیں کہ وہ طلاق یا آپ دونوں امور میں سے ایک کو اختیار کرلیں۔ ساتھ ہی ایک ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے علیحدگی اختیار کرلی۔ دو امور میں سے ایک اختیار کرنے کے بارے میں سب سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ وہ اس بارے میں اپنے والدین سے بھی مشورہ کرسکتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے والدین سے مشورہ کیے بغیر علیحدگی اختیار کرنے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا اور بعد ازاں دیگر ازواج النبی رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے آپ کی اقتداء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر ازواج کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نان ونفقہ میں اضافہ کرنے کا مطالبہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ کے لیے علیحدگی اختیار کرلی تو یہ آیات نازل ہوئیں، جن میں ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا کہ وہ قناعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو یا علیحدگی اختیار کریں۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے عطا کردہ نفقہ پر قناعت کرتے ہوئے بخوشی آپ کو اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کو خوش کرلیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ لوگ حضور اقدس کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کررہے تھے اور انہیں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی، ایسے ماحول میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں اندر جانے کی اجازت دے دی گئی، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی جو انہیں بھی دے دی گئی۔ آپ داخل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پریشانی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور ازواجِ مطہرات آپ کے اردگرد بیٹھی ہوئی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دل میں خیال کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات کروں گا کہ آپ ہنس پڑیں گے اور آپ کی

پریشانی زائل ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش آپ ملاحظہ فرماتے کہ بنت خارجہ مجھ سے نان ونفقہ کا مطالبہ کرتیں تو میں ان کی گردن مروڑ دیتا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا: آپ لوگ جو ازواج کو میرے اردگرد بیٹھی ہوئی دیکھ رہے ہو یہ مجھ سے نان ونفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن مروڑنے لگے اور کہہ رہے تھے کہ آپ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی چیز کا مطالبہ کرتی ہیں جو آپ کے پاس نہیں ہے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: قسم بخدا! آئندہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس موجود نہ ہو۔ ایک ماہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات سے علیحدگی اختیار کر کے بالاخانہ میں رہائش پذیر رہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ازواجِ مطہرات کو طلاق کا اختیار دینے کی کیفیت اور وجہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ازواجِ مطہرات کو جو طلاق کا اختیار دیا گیا تھا، اس کی کیفیت مختلف تھی۔ حضرت قتادہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کے مطابق آپ کی جانب سے انہیں اختیار یہ دیا گیا تھا کہ وہ دنیا کو اختیار کر لیں یا آخرت کو اختیار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل رہیں مگر انہیں اپنے آپ پر طلاق واقع کر لینے کا اختیار حاصل نہیں تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت شعبی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے آپ پر طلاق واقع کر کے علیحدگی اختیار کر لیں یا قناعت کرتے ہوئے آپ کی رفاقت وآخرت کو پسند کر لیں یعنی انہیں اپنے آپ پر طلاق واقع کر لینے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں نو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن موجود تھیں:

(۱) حضرت عائشہ بنت صدیق اکبر (۲) حضرت حفصہ بنت عمر (۳) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان (۴) حضرت سودہ بنت زمعہ (۵) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ (۶) حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب (۷) حضرت میمونہ بنت الحارث (۸) حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ (۹) حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ازواجِ مطہرات کو طلاق کا اختیار دینے کی مشہور چار وجوہات تھیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیوی ملک اور آخرت کی نعمتوں میں انتخاب کا اختیار دیا گیا تو آپ نے آخرت کو اختیار کیا۔ پھر آپ کی طرف سے ازواجِ مطہرات کو بھی طلاق یا قناعت کی بنا پر رفاقت نبوی کا اختیار دیا گیا تاکہ ازواج کا حال بھی آپ کے حال کے مطابق ہو جائے۔

(۲) ازواجِ مطہرات ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئیں کہ آپ سے اچھے کپڑوں، اچھے زیورات اور پرتکلف نان ونفقہ کا مطالبہ کریں۔

(۳) ازواجِ مطہرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کھائی تو آپ نے ایک مہینہ ان سے الگ رہنے کا حلف اٹھا لیا۔

(۴) ازواجِ مطہرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی اشیاء کا مطالبہ کیا جو آپ کے پاس موجود نہیں تھیں۔ مثلاً حضرت

میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یمن کے حلوں کا مطالبہ کیا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے سحولی کپڑوں کا مطالبہ کیا' حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دھاری دار چادروں کا مطالبہ کیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مصری کپڑوں کا مطالبہ کیا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خیبر کی چادر کا مطالبہ کیا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے سر پر استعمال ہونے والے کپڑوں کا مطالبہ کیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی بھی چیز کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۱۹ص ۱۶۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تفصیل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (۱) وہ ازواجِ مطہرات جن کا آپ سے نکاح ہوا اور باقاعدہ ان کی رخصتی ہوئی۔ (۲) وہ ازواجِ مطہرات جن سے آپ کا نکاح ہوا اور رخصتی کے بعد ان کو طلاق دے دی گئی۔ (۳) وہ ازواجِ مطہرات جن سے آپ کا نکاح ہوا لیکن ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

پہلی قسم کی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد (سب سے پہلی زوجہ) (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق (۴) حضرت حفصہ بنت عمر (۵) حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ (۶) حضرت جویریہ بنت الحارث (غزوہ مریسیع کے موقع پر قیدی بن کر آئیں (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت زینب بنت خزیمہ (۹) حضرت ریحانہ بنت زید (آپ بنو قریظہ یا بنو نضیر سے متعلق تھیں، وہ قیدی بنائی گئیں اور انہیں آزاد کیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آئیں) (۱۰) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان (۱۱) حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب (حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں، قیدی بنا کر لائی گئیں اور انہیں آزاد کر کے نکاح کیا گیا) (۱۲) حضرت میمونہ بنت الحارث (۱۳) حضرت فاطمہ بنت ضحاک (۱۴) حضرت اسماء بنت النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

دوسری قسم کی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد ستائیس (۲۷) تک پہنچتی ہے جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ریحانہ بنت زید (۲) حضرت الکلابیہ (۳) حضرت اسماء بنت النعمان (۴) حضرت ملیکہ بنت کعب (۵) حضرت اسماء بنت الصلت السلمیہ (۶) حضرت ام شریک ازدیہ (۷) حضرت خولہ بنت ہذیل (۸) حضرت شراف بنت خالد (۹) حضرت لیلیٰ بنت الخطیم (۱۰) حضرت عمرہ بنت المعاویہ الکندیہ (۱۱) حضرت الجندعیہ بنت جندب (۱۲) حضرت الغفاریہ (۱۳) حضرت ہند بنت یزید (۱۴) حضرت صفیہ بنت بشامہ (۱۵) حضرت اُم ہانی (فاختہ بنت ابی طالب) (۱۶) حضرت ضباعہ بنت عامر (۱۷) حضرت حمزہ بنت عون المزنی (۱۸) حضرت سودہ قریشہ (۱۹) حضرت امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب (۲۰) حضرت عزہ بنت ابی سفیان بن حرب (۲۱) حضرت کلبیہ (۲۲) المرأۃ العربیہ (ایک عربی النسل خاتون) (۲۳) حضرت درہ بنت ابی سلمہ (۲۴) حضرت امیہ بنت شراحیل (۲۵) حضرت حبیبہ بنت سہیل (۲۶) حضرت فاطمہ بنت شریح (۲۷) حضرت عالیہ بنت ظبیان رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ص ۳۲۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت نو ازواجِ مطہرات اور دو کنیزیں آپ کے گھر موجود تھیں۔

3129 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ رَبِيبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) فِي بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ فَدَعَا فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ وَّعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ اَنْتِ عَلٰى مَكَانِكِ وَاَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عَطَاءٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ

حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے صاحبزادے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی:

''اے اہل بیت! بے شک' اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنے کا ارادہ کرتا ہے' اور تمہیں اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں اپنی چادر میں لے لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کے پیچھے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی چادر میں لیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں' تو ان سے گندگی کو دور کردے اور انہیں اچھی طرح پاک کردے۔''

تو سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنا مقام ہے، تم بھلائی کی جگہ پر ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عطاء کے حوالے سے' حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے طور پر ''غریب'' ہے۔

3130 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمُرُّ بِبَابِ فَاطِمَةَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ اِذَا خَرَجَ اِلٰى صَلَاةِ الْفَجْرِ يَقُوْلُ الصَّلٰوةَ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ (اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ

3130۔ اخرجه احمد (۲۵۹/۳، ۲۸۵)، و عبد بن حميد (۳۶۷، ۳۶۸)، حديث (۱۲۲۳)، من طريق علی بن زيد عن انس بن مالك به

بْنِ سَلَمَةَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي الْحَمْرَاءِ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَأُمِّ سَلَمَةَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا چھ ماہ تک یہ معمول رہا' آپ ﷺ فجر کی نماز ادا کرنے کے لیے جاتے ہوئے' جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو یہ ارشاد فرماتے تھے:

''اے اہل بیت! نماز کا (وقت) ہو گیا ہے۔''

(ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اہل بیت! بے شک اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف حماد بن سلمہ سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابوحمراء رضی اللہ عنہ، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

دعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چارتن کا اہل بیت میں شامل ہونا:

ارشاد ربانی ہے: إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (الاحزاب:۳۳)

''اے رسول کے گھر والو! بیشک اللہ پسند کرتا ہے کہ تم سے نجاست کو دور کر دے اور وہ تمہیں خوب صاف ستھرا کرے''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت میں ''اہل البیت'' کے الفاظ استعمال ہوئے جن سے مراد ''ازواجِ مطہرات'' ہیں اور ان میں چہارتن یعنی حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شامل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العزت کے حضور دعا کی جو قبول کر لی گئی۔

اس کے علاوہ دعا کرنے کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

(۱) اس آیت کا اولین مصداق ''ازواجِ مطہرات'' تھیں جن میں چہارتن شامل نہیں تھے اور چہارتن کو ان کے ساتھ ملانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی دعا کی جس کے نتیجہ میں یہ افراد بھی آیت کے مصداق میں شامل کر لیے گئے۔

(۲) جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہارتن کو اپنی چادر میں چھپایا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی چادر میں داخل ہونا چاہتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر رہو جو خیر پر مبنی ہے۔ اس موقع پر اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت تطہیر سے امہات المومنین مراد ہونا:

آیت تطہیر کا اولین مصداق ازواجِ مطہرات ہیں۔ ان کی عظمت یوں بیان کی گئی ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب:۳۲)

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے دو حصے کیے تو مجھے بہترین حصہ میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واصحاب الیمین و اصحاب الشمال (دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے) میں دائیں ہاتھ والے لوگوں میں سے ہوں اور دائیں ہاتھ والوں میں سب سے بہتر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہی کی تین اقسام فرمائیں: فاصحاب المیمنة والسابقون الاولون، میں سابقوں میں سے ہوں اور سابقون میں سے بھی سب سے افضل۔ پھر ثالث سے قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا اور اس بارے میں یہ ارشاد ربانی نازل ہوا: وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (الحجرات:۱۳) اور ہم نے تمہیں گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا تاکہ تمہاری پہچان ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

آیت تطہیر سے مراد اہل بیت اطہار ہونا:

آیت تطہیر کا ایک مصداق اہل بیت اطہار ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اعلان کیا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم انہیں تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۲۶۸۰)

(۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں محض ایک بشر ہوں، میرے پاس جلد اللہ کا سفر آئے گا اور میں اس کی دعوت کو قبول کروں گا۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں: (۱) کتاب اللہ جو ہدایت و نور ہے، اسے مضبوطی کے ساتھ تھامو، پھر آپ نے قرآن کریم کی ترغیب دلائی۔ (۲) وہ میری اولاد و اہل بیت ہیں، میں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ کے اہل بیت اطہار کون لوگ ہیں؟ کیا ازواجِ مطہرات اہل بیت نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں مگر اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ پھر سوال کیا گیا: وہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: وہ آل علی، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۸۱۷۵)

آیت تطہیر سے مراد ازواجِ مطہرات اور اولاد رسول ہونے پر احادیث مبارکہ:

آیت تطہیر کا مصداق ازواجِ مطہرات اور اولاد رسول ہونا احادیث سے ثابت ہے جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) غزوہ بنو المصطلق کے موقع پر بعض منافقین کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت عائد کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی برأت اور پاک دامن ہونے کے بارے میں فرمایا:

اے مسلمانو! تم میں سے میری مدد کون کرے گا جس کی اذیت میری بیوی تک پہنچی ہے؟ قسم بخدا! مجھے اپنی بیوی کے بارے

میں سوا خیر کے کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۷۰)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی سے جماع کرتے وقت یہ دعا کرے: بسم اللہ! اے اللہ تو شیطان کو ہم سے دور رکھ، جو چیز (بچہ) تو ہمیں جو عنایت کرے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ، پھر جوان کے ہاں بچہ پیدا ہوگا شیطان اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۹۱۹)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی اہل بیت ہیں مگر ایسی اہل بیت نہیں ہیں جن پر زکوٰۃ وخیرات حرام ہے کیونکہ وہ اہل بیت آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

حضرت فاطمہ اور ازواجِ مطہرات کی افضلیت کے بارے میں محاکمہ:

قرآن کریم نے صراحتاً ازواجِ مطہرات کو بے مثل خواتین قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔ (الاحزاب: ۳۲) دوسری جگہ ان کی عظمت وفضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں مسلمانوں کی مائیں قرار دیا ہے: وازواجه امهاتكم یعنی نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں''۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی اور جنتی خواتین کی سردار قرار دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات کی فضیلت زیادہ ہے یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عظمت زیادہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات امہات المومنین اور عام عورتوں کی مثل نہ ہونے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں لیکن بعض حیثیات سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواجِ مطہرات سے افضل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے جسم کا ٹکڑا قرار دیا اس لحاظ سے وہ خلفاء اربعہ سے بھی افضل ہیں۔ (تفسیر روح المعانی ج۲۲ ص۶)

3131 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

متنِ حدیث: قَالَتْ لَوْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِّنَ الْوَحْيِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ) يَعْنِيْ بِالْاِسْلَامِ (وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ) يَعْنِيْ بِالْعِتْقِ فَاَعْتَقْتَهُ (اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا) وَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجَهَا قَالُوْا تَزَوَّجَ حَلِيْلَةَ ابْنِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ) وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَنَّاهُ وَهُوَ صَغِيْرٌ فَلَبِثَ حَتّٰى صَارَ رَجُلًا يُّقَالُ لَهٗ زَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ) فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانٍ وَّفُلَانٌ اَخُوْ فُلَانٍ (هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ) يَعْنِيْ اَعْدَلُ

3131- اخرجه احمد (۶/ ۲۴۱، ۲۶۶) من طريق داؤد بن ابى هند عن الشعبى عن عائشة به.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رُوِیَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَوْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِّنَ الْوَحْيِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ) هٰذَا الْحَرْفُ لَمْ يُرْوَ بِطُوْلِهٖ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَضَّاحٍ الْكُوْفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر نبی اکرم ﷺ نے وحی میں سے کوئی چیز چھپانا ہوتی' تو آپ ﷺ اس آیت کو چھپاتے۔

''اور جب تم نے اس شخص سے یہ کہا: جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا تھا اور تم نے بھی احسان کیا تھا۔''

(نبی اکرم ﷺ کا احسان یہ تھا) کہ آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

''تم اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم اپنے دل میں اس چیز کو پوشیدہ رکھتے تھے' جسے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دینا تھا اور تم لوگوں سے ڈر رہے تھے' حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔''

یہ آیت یہاں تک ہے:

''اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے جب اس خاتون کے ساتھ شادی کی' تو لوگوں نے کہا: انہوں نے اپنے بیٹے کی بیوی کے ساتھ شادی کر لی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے' کسی شخص کے والد نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے ان صاحب کو ''اپنا منہ بولا بیٹا'' بنایا تھا' جب وہ چھوٹے تھے' اس کے بعد یہی صورتحال رہی، یہاں تک کہ وہ بڑے ہو گئے اور انہیں زید بن محمد کہا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے (اس مسئلے کے بارے میں) یہ حکم نازل کیا:

''تم ایسے لوگوں کو ان کے حقیقی باپ کے حوالے سے' بلاؤ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ انصاف کے زیادہ قریب ہے' اگر تمہیں ان لوگوں کے حقیقی باپ کے بارے میں علم نہ ہو' تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے آزاد کردہ غلام ہیں''

(یہ کہنا) فلاں' فلاں کا آزاد کردہ غلام ہے' فلاں' فلاں کا (دینی بھائی) ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انصاف کے زیادہ قریب ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ ''حدیث غریب'' ہے۔ یہی روایت داؤد کے حوالے سے' شعبی کے حوالے سے' مسروق کے حوالے سے' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وحی میں سے اگر کسی چیز کو چھپانا ہوتا تو آپ ﷺ اس آیت کو چھپاتے۔

''جب تم نے اس شخص سے یہ کہا جس پر اللہ نے انعام کیا تھا اور تم نے بھی اس پر انعام کیا تھا''

یہ قصہ پوری طوالت کے ساتھ روایت نہیں کیا گیا۔

یہی روایت عبداللہ کے حوالے سے عبداللہ بن ادریس کے حوالے سے داؤد سے منقول ہے۔

3132 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: لَوْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِّنَ الْوَحْيِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اگر کسی چیز کو چھپانا ہوتا' تو آپ ﷺ اس آیت کو چھپاتے۔

''اور جب تم نے اس شخص سے یہ کہا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور تم نے بھی اس پر انعام کیا تھا''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3133 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: قَالَ مَا كُنَّا نَدْعُو زَيْدَ ابْنَ حَارِثَةَ اِلَّا زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ (اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پہلے ہم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے، یہاں تک کہ قرآن کا یہ حکم نازل ہوا۔

''تم ایسے لوگوں کو ان کے حقیقی باپ کے حوالے سے بلاؤ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انصاف کے زیادہ قریب ہے''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3134 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ) قَالَ مَا كَانَ لِيَعِيْشَ لَهٗ فِيْكُمْ وَلَدٌ ذَكَرٌ

3133۔ اخرجه البخاری (۳۷۷/۸): كتاب التفسير: باب: (ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله) حديث (٤٧٨٢)، و مسلم (۲۷۹/۸ - ابی): كتاب فضائل الصحابة۔ رضی الله عنهم باب: فضل زيد بن حارثة، و اسامة بن زيد رضی الله عنهما، حديث (۲٤۲٥،٦۲)، و اخرجه احمد (۷۷/۲)، من طريق موسى بن عقبة عن سالم بن عبد الله عن عبد الله بن عمر به۔

◆◆ عامر شعبی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی شخص کے والد نہیں ہیں۔''

شعبی کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے: ان کا کوئی بھی بیٹا تمہارے درمیان زندہ نہیں رہا۔

شرح

متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کرنے کے بارے میں آیات کا شانِ نزول:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ قبیلہ کعب کے فرد تھے، جب وہ قریب البلوغ ہوئے تو والدہ محترمہ انہیں لے کر میکے گئیں، دشمن نے قبیلہ پر حملہ کر دیا۔ جہاں انہوں نے مال و دولت لوٹا وہاں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بھی لوٹ کر لے گئے اور انہیں مکہ معظمہ کے عکاظ بازار میں فروخت کر دیا۔

حکیم بن حرام نے انہیں چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو بطور ہدیہ (تحفہ) پیش کر دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے آپ کے حضور انہیں بطور خادم پیش کر دیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد آپ کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان تھے، قبیلہ کے لوگوں نے حج کے موقع پر انہیں پہچان لیا اور واپسی پر حارثہ کو اس سے مطلع کر دیا۔ حارثہ اپنے بھائی کعب کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ میں آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے اپنے بیٹے زید کو اپنے ساتھ لے جانے اور معاوضہ پیش کرنے کے بارے میں کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ زید کو بلا کر اس سے پوچھ لو کہ وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرتا ہے یا نہیں؟ بصورت اوّل بغیر معاوضہ کے انہیں تم اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔ بصورت دیگر میں انہیں تمہارے ساتھ جانے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔ پھر زید کو طلب کیا گیا، ان سے دریافت کیا گیا کہ تم انہیں جانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! یہ ایک میرے والد ہیں اور دوسرے میرے چچا ہیں۔ پھر انہیں ان کے ساتھ جانے کا اختیار دیا گیا لیکن انہوں نے یہ بات کہتے ہوئے ساتھ جانے سے انکار کر دیا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا دونوں محروم ہو کر واپس پلٹ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حطیم کعبہ میں لے جا کر اعلان کیا: آج کے بعد زید میرا بیٹا ہے۔

بعد ازاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کرنے کی کوشش کی، چونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ پر غلامی کا داغ تھا تو حضرت زینب اور ان کے بھائیوں نے اس کو پسند نہ کیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۝ (الاحزاب:۳۶)

"کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب کسی معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کر دیں تو پھر اس میں اختیار ہو، پس جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی بیشک وہ کھلی گمراہی میں ہے"۔

اس آیت کے مطابق حضرت زینب اور ان کے بھائی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کے لیے رضامند ہو گئے تو یہ نکاح ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش سے حضرت زینب اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے درمیان نکاح ہو گیا مگر دونوں کی طبیعت میں اتحاد کی بجائے تفاوت تھا اور دونوں میں نبھا دشوار ہونے لگا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرتے تو آپ انہیں سمجھاتے کہ تم اس نکاح کو نبھانے کی کوشش کرو، کیونکہ طلاق کی صورت میں مخالفین کو طعنہ زنی کا موقع میسر آ جائے گا۔ ارشاد خداوندی: امسک علیک زوجک واتق اللہ کا بھی یہی مفہوم ہے۔

وقت کے تقاضا کے مطابق حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فارغ ہو گئے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا عدت گزارنے لگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے دلجوئی کرنے اور ان کی پریشانی دور کرنے کے لیے سوچنے لگے اور بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ عدت پوری ہونے پر ان سے نکاح کر لیا جائے، کیونکہ متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کرتے ہی مخالفین کی طرف سے طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے جو درست نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مخالفین کے منہ بند کرنے اور مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ (الاحزاب: ۴۰) "(حضرت) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے"۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بالغ بیٹا نہیں اور آپ کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ رسول خدا اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی باپ نہیں ہیں کہ ان کی بیوی آپ کی حقیقی بہو ہونے کی وجہ سے آپ کا اس سے نکاح منع ہو لہٰذا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح درست ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس میں کیا مضائقہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صاحبزادہ حد بلوغ کو نہیں پہنچا مگر پوری امت آپ کی روحانی اولاد ہے اور سابقہ امتوں کے مومن آپ کے روحانی پوتے ہیں جبکہ تمام انبیاء و رسل کی نبوت کا فیضان آپ صلی اللہ علیہ

وسلم سے جاری ہوا کہ اول و آخر اور خاتم النبیین بھی آپ ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ اور مقتدی ہیں' کیونکہ امام الانبیاء کے منصب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات فائز ہے۔

3135 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أُمِّ عُمَارَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ

متنِ حدیث: اَنَّهَا اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا اَرٰى كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا لِلرِّجَالِ وَمَا اَرَى النِّسَاءَ يُذْكَرْنَ بِشَيْءٍ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّاِنَّمَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیدہ اُمّ عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' انہوں نے عرض کی: کیا وجہ ہے کہ میں یہ دیکھتی ہوں' ہر چیز مردوں کے لیے ہے' مجھے عورتوں کے بارے میں نظر نہیں آیا کہ ان کا کسی حوالے سے ذکر کیا گیا ہو؟ تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

قرآن کریم میں مردوں کے ساتھ خواتین کا ذکر دوش بدوش ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۳۵)

''بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، اطاعت شعار مرد اور اطاعت شعار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی پسند مرد اور عاجزی پسند عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے''۔

اس کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ بعض ازواجِ مطہرات نے ذکر کیا کہ قرآن کریم میں مردوں کا تذکرہ بکثرت موجود ہے اوران کے مقابل خواتین کا ذکر نہیں ہے یا بعض صالح خواتین نے خیال کیا کہ سورہ احزاب کے چوتھے رکوع میں محض ازواجِ مطہرات کا تذکرہ تو موجود ہے لیکن عام خواتین کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مختلف اوصاف کے اعتبار سے مردوں کا تذکرہ ہے اوران کے دوش بدوش عام خواتین کا تذکرہ بھی ہوا۔ علاوہ ازیں احکام خداوندی کے لیے خواہ تذکیر کے صیغے استعمال ہوئے ہیں مگر عمل کے اعتبار سے ان میں خواتین بھی شامل ہیں۔ مذکر کے صیغے محض مردوں کی فضیلت کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا وغیرہ۔

3136 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ) فِيْ شَاْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ جَآءَ زَيْدٌ يَّشْكُو فَهَمَّ بِطَلَاقِهَا فَاسْتَاْمَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی۔

"تم اپنے من میں اس چیز کو چھپا رکھتے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور تم لوگوں سے ڈر گئے تھے۔"

یہ آیت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے ان کی شکایت کرتے ہوئے انہیں طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ مانگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اس کے الفاظ قرآن میں یوں استعمال ہوئے ہیں:

"تم اپنی بیوی کو روکے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3137 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ (فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا) قَالَ فَكَانَتْ تَفْخَرُ عَلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ زَوَّجَكُنَّ اَهْلُوْكُنَّ وَزَوَّجَنِي اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

3136۔ اخرجه البخاری (۳۸۳/۸): کتاب التفسیر: باب: (وتخفی فی نفسك ما الله مبدیه، و تخشی الناس، و الله احق ان تخشاه)، حدیث (۴۷۸۷)، من طریق ثابت عن انس بن مالك به.

"جب زید نے اس عورت سے اپنی غرض کو پورا کر لیا تو ہم نے اس عورت کی شادی تمہارے ساتھ کر دی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ خاتون اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کی دیگر ازواج کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں: تم لوگوں کی شادی تمہارے گھر والوں نے کی ہے اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر سے کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3138 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَآئِيلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ

متنِ حدیث: قَالَتْ خَطَبَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَذَرْتُ إِلَيْهِ فَعَذَرَنِي ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ) الْآيَةَ قَالَتْ فَلَمْ أَكُنْ أَحِلُّ لَهُ لِأَنِّي لَمْ أُهَاجِرْ كُنْتُ مِنَ الطُّلَقَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ السُّدِّيِّ

◆◆ سیدہ اُمِ ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عذر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے میرے عذر کو قبول کیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"اے نبی! ہم نے تمہارے لیے ان بیویوں کو حلال قرار دیا ہے، جن کے مہر تم ادا کر دیتے ہو اور ان عورتوں کو بھی (حلال) قرار دیا ہے، جو تمہاری ملکیت میں ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال فے کے طور پر عطا کیں اور (اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے) تمہارے چچا کی بیٹیوں کو، تمہاری پھوپھی کی بیٹیوں کو، تمہارے ماموں کی بیٹیوں کو اور تمہاری خالہ کی بیٹیوں کو، جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ہر مومن عورت کو (تمہارے لیے حلال قرار دیا ہے) اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کر دے۔"

سیدہ اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: یوں میں نبی اکرم ﷺ کے لیے حلال نہیں ہوتی تھی، کیونکہ میں نے ہجرت نہیں کی تھی، میں ان لوگوں میں سے تھی، جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ ہم اس روایت کو صرف سدی کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تعارف:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طلاق کے بعد ۵ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ

عنہا سے نکاح کیا اور نکاح کے وقت ان کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی۔

آپ وہ خاتون ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی تھی۔ آپ کا شمار ان خواتین میں ہوتا ہے جو بکثرت صدقہ وخیرات اور اعمال صالحہ کرنے والی تھیں۔ اصل نام ''برہ'' تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نام تبدیل کر کے ''زینب'' رکھا اور ان کی کنیت ''ام الحکم'' تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سب خواتین سے زیادہ صادقہ، نیکوکارہ، اللہ سے ڈرنے والی، امانتدار اور صدقہ وخیرات کرنے والی تھیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب منافقین کی طرف سے مجھ پر تہمت عائد کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرے چال چلن کے بارے میں دریافت کیا' کیونکہ تمام ازواجِ مطہرات میں میرے مقابل یہی تھیں۔ انہوں نے جواباً عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے قبل فرمایا تھا کہ تم میں سے جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں وہ سب سے پہلے مجھے ملے گی، ہم ایک دوسرے کے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے اور سب سے طویل ہاتھ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تھے، کیونکہ آپ سب سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنے والی اور سخی تھیں۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۵۲)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ۲۰ ہجری میں وصال ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ وصال کے وقت آپ کی عمر پچاس یا ترپن سال تھی۔

سوال: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں متعدد ازواجِ مطہرات موجود تھیں تو پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیوں کیا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاوقدر اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا تھا۔ سابقہ انبیاء اور رسل کی سیرت سے بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض درست نہیں ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے حرم میں تین سو ازواج اور تین سو کنیزیں تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حرم میں تین سو ازواج اور سات سو کنیزیں تھیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۷۰)

دنیا کی عبادات میں سے نکاح ایسی عبادت ہے جو جنت میں بھی مسلمان کو حاصل ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں صرف تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے: (۱) خوشبو (۲) عورتیں (۳) نماز۔

بکثرت ذکر الٰہی کرنے کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی میں:

ہمہ وقت ذکر اللہ کرنا اور بکثرت اللہ کو یاد کرنے کی فضیلت واہمیت قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا کہ قیامت کے دن سب سے افضل درجہ کس کا ہوگا؟

آپ نے جواب میں فرمایا: بکثرت ذکر اللہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کا۔ میں نے پھر دریافت کیا: یارسول اللہ! ان کا درجہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی بلند ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جو شخص کفار و مشرکین سے جہاد کرتا ہوا زخمی ہو کر خون میں نہا جائے، بکثرت ذکر کرنے والے کا درجہ اس سے بھی اونچا ہوگا۔ (مسند امام احمد، رقم الحدیث:۱۴۰۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ پر بہت سے احکام لازم ہوتے ہیں، آپ مجھے ایک کے انتخاب کا حکم دیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں اور اس کا التزام کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہمیشہ ذکر اللہ میں رطب اللسان رہو۔

(۳) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں تمہارے ان اعمال کی خبر نہ دوں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل، سب سے پاکیزہ، درجات کو بلند کرنے والے، تمہارے ہاں سونا چاندی صدقہ کرنے سے بہتر اور جہاد فی سبیل اللہ میں گردنیں کاٹ دینے یا گردنیں کٹوا دینے سے بہتر ہوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں! ضرور ارشاد فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ اللہ کا بکثرت ذکر ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز عذاب خداوندی کو روکنے والی نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۷۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی مرد کے باپ نہ ہونے کا مفہوم:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور عدت پوری ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا تھا جس کے جواز میں کوئی قباحت نہیں تھی لیکن مخالفین کی طرف سے اس مسئلہ پر طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا تھا جس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بیٹے نہیں ہیں بلکہ متبنّٰی ہیں جن پر ممانعت نکاح والا قانون جاری نہیں ہوتا۔ ظاہری زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالغ صاحبزادہ موجود نہیں تھا۔ آپ کے نسبی صاحبزادے چار تھے جو عالم شیرخوارگی میں وصال کر گئے تھے۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت قاسم (۲) حضرت ابراہیم (۳) حضرت طیب (۴) حضرت مطہر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

آیت قرآنی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے حقیقی باپ نہیں تھے۔ تاہم چار صاحبزادیاں تھیں جو سن شباب کو پہنچیں اور ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت فاطمہ (۲) حضرت رقیہ (۳) حضرت ام کلثوم (۴) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔ بعض محققین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور دو بیٹے تھے: (۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ: یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ''ابوالقاسم'' بھی ان کی وجہ سے تھی۔ (۲) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ: آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں

صاحبزادے زمانہ اسلام یعنی اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور باقی اولاد اعلان نبوت سے قبل پیدا ہوئی۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرنے کی تفصیل:

جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عدت طلاق پوری کر لی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پیغام نکاح لے کر ان کے پاس پہنچے اور کہا: اے زینب! آپ کو مبارک ہو، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ پیغام نکاح کا جواب دیتے ہوئے کہا: میرے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہوگا وہ مجھے منظور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم واجازت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لیا، آپ نے ان کے ولیمہ میں حاضرین کی گوشت اور روٹی سے تواضع کی۔

نکاح کے سلسلہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور عموماً فخر سے دوسری ازواجِ مطہرات سے کہا کرتی تھیں: آپ لوگوں کا نکاح آپ کے گھر والوں نے زمین پر کیا ہے، مگر میرا نکاح رب کائنات نے آسمانوں پر کیا ہے۔ نکاح کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند ایک خصوصیات حسب ذیل ہیں:

(۱) مہر واجب نہ ہونا (۲) ولی کی اجازت لازم نہ ہونا (۳) گواہوں سے مستغنی ہونا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح آسمانوں میں اللہ تعالیٰ نے کیا جس میں ان امور ثلاثہ کا التزام نہیں کیا گیا تھا' کیونکہ یہ امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت قرآن کی روشنی میں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات اور منفرد کمالات سے ایک ''خاتم النبیین'' ہونا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نیا نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ مسئلہ قرآن کریم کی کثیر آیات سے ثابت ہے اور اس بارے میں چند ایک آیات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) زیر بحث آیت ہے جس میں صراحت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی قرار دیا گیا ہے۔

(۲) وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا (سبا:۲۸)

''(اے محبوب!) اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے''۔

(۳) اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ؕ (المائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کا انتخاب کیا ہے''۔

(۴) وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۷)

''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

(۵) قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعًا (الاعراف:۱۵۸)

''(اے محبوب!) آپ فرما دیں! اے لوگو! بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

مسئلہ ختم نبوت احادیث کی روشنی میں:

قرآن کریم کی طرح احادیث مبارکہ میں بھی "مسئلہ ختم نبوت" کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) کی مثال اس شخص کی ہے جس نے اپنا گھر بنا کر مکمل کیا اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس میں آیا تو اس اینٹ کو لگا کر گھر کو مکمل کر دیا۔ (مسند احمد ج۳ ص۹)

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔ (پھر آپ نے فرمایا:) میری امت میں تیس (۳۰) کذاب پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی خیال کرے گا۔ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۳۹۵۲)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس آدمی کی ہے جس نے خوبصورت محل تعمیر کروایا مگر اس کے ایک حصہ میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی، لوگ اس گھر میں داخل ہو کر اسے دیکھتے ہیں لیکن ایک اینٹ کی جگہ چھوڑنے پر اظہار تعجب کرتے ہیں کہ اس نے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی؟ آپ نے فرمایا: قصر نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں اور میں آخری نبی ہوں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۸۶)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ وجوہات کی بنا پر دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے:

(۱) مجھے جوامع الکلم عنایت کیے گئے (۲) رعب سے میری مدد کی گئی (۳) میرے لیے اموالِ غنیمت حلال کیا گیا (۴) تمام روئے زمین کو میرے لیے جائے نماز بنایا گیا (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا (۶) مجھ پر سلسلہ نبوت ختم کیا گیا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۵۵۳)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک نبوت اور رسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، پس میرے بعد کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ رسول۔ (مسند احمد ج۳ ص۲۶۷)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں سلطنت چلانے کا اہتمام انبیاء علیہم السلام کرتے تھے، جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا تھا، بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میرے بعد کثیر خلفاء ہوں گے۔

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا: ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق قرار پائیں گے۔

(۸) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک میں اللہ کے حضور اس وقت بھی آخری نبی تھا جبکہ (حضرت) آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ (المعجم الکبیر ج۱۸، رقم الحدیث ۲۵۳)

(۹) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پیدائش کے اعتبار سے سب انبیاء سے اول ہوں اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخری ہوں۔ (مسند البزاز، رقم الحدیث ۲۳۶۵)

(۱۰) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں، اس پر فخر نہیں اور میں آخری نبی ہوں اس پر فخر نہیں ہے۔

(۱۱) حضرت ابوقتیلہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے۔ تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو، پانچ نمازیں ادا کرو، ایک مہینہ کے روزے رکھو، احکام کی اطاعت کرو اور اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (المعجم الکبیر، ج۲۲، رقم الحدیث ۲۹۷)

(۱۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج بیت المقدس میں پہنچے تو اپنی سواری اس پتھر کے حلقہ سے باندھ دی جس کے ساتھ دوسرے انبیاء باندھا کرتے تھے۔ فرشتوں کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کی، نماز کے بعد انبیاء علیہم السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ محمد رسول اللہ ہیں جو آخری نبی ہیں۔

3139 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدٌ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ بَهْرَامَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نُهِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَصْنَافِ النِّسَاءِ اِلَّا مَا كَانَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَ (لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ) وَاَحَلَّ اللّٰهُ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ (وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ) وَحَرَّمَ كُلَّ ذَاتِ دِيْنٍ غَيْرَ الْاِسْلَامِ ثُمَّ قَالَ (وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ) وَقَالَ (يَا اَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ اللَّاتِىْ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ) اِلٰى قَوْلِهٖ (خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ) وَحَرَّمَ مَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنْ اَصْنَافِ النِّسَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ بَهْرَامَ قَالَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَذْكُرُ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ لَا بَاْسَ بِحَدِيْثِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ بَهْرَامَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہجرت کرنے والی مومن عورتوں کے علاوہ دیگر تمام اقسام کی خواتین کے ساتھ نکاح کرنے سے نبی اکرم ﷺ کو منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اس کے بعد تمہارے لیے خواتین (کے ساتھ شادی کرنا) حلال نہیں ہے اور نہ ہی یہ کہ اپنی ازواج کی جگہ دوسری

ازواج لے آؤ' خواہ ان (دوسری عورتوں) کی خوبصورتی تمہیں پسند آئے' البتہ تمہاری ملکیت میں جو (خواتین آتی ہیں) ان کا حکم مختلف ہے۔"

تو اللہ تعالیٰ نے مومن عورتیں نبی اکرم ﷺ کے لیے حلال قرار دیتے ہوئے (ارشاد فرمایا)

"اور مومن عورت کو (بھی تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے) اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کر دیتی ہے۔"

اسلام کے علاوہ اور کسی بھی دین کی پیروکار عورت کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

"جو شخص ایمان کا انکار کرے' تو اس کا عمل برباد ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والا ہو گا۔"

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"اے نبی! ہم نے تمہارے لیے تمہاری وہ بیویاں حلال قرار دی ہیں' جن کے مہر تم ادا کر دیتے ہو' اور وہ (کنیزیں حلال قرار دی گئی ہیں) جو تمہاری ملکیت میں آتی ہیں' جو اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کے طور پر تمہیں عطا کی ہیں۔"

یہ آیت یہاں تک ہے:

"یہ حکم صرف تمہارے لیے ہے' عام مومنین کے لیے نہیں ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ تمام اقسام کی خواتین کو حرام قرار دیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ ہم اسے صرف عبدالحمید سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

میں نے احمد بن حسن کو یہ کہتے ہوئے سنا، امام احمد بن حنبل نے یہ بات بیان کی ہے' عبدالحمید بن بہرام کی نقل کردہ روایت میں کوئی حرج نہیں ہے وہ روایت جو انہوں نے شہر بن حوشب سے نقل کی ہے۔

3140 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَتْ عَائِشَةُ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اُحِلَّ لَهُ النِّسَاءُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عطاء بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی، نبی اکرم ﷺ کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک آپ ﷺ کے لیے تمام خواتین کو حلال قرار نہیں دے دیا گیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3140- اخرجه احمد (٦/٤١، ٢٠١)، والحميدى (١/١١٥)، حديث (٢٣٥)، و النسائي (٦/٥٦): كتاب النكاح: باب: ما افترض الله عزوجل على رسوله صلى الله عليه وسلم و حرمه على خلقه ليزيده ان شاء الله قربة به، حديث (٣٢٠٤)، من طريق عمرو عن عطاء عن عائشة به.

شرح

ارشادربانی: لايحل لك النساء من بعد کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کی تفصیل:

سورہ الاحزاب تین آیات (از ۵۰ تا ۵۲) میں ان عورتوں کی تفصیل بیان ہوئی ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جائز ہے یا ممنوع ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیت: لا يحل لك النساء من بعد آپ کے حق میں منسوخ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس بارے میں دو قول ہیں: (ا) منسوخ ہے (۲) منسوخ نہیں ہے۔ ایک قول کے مطابق جس طرح سورہ البقرہ کی آیت ۲۳۴ ناسخ تلاوت میں مقدم ہے جبکہ منسوخ آیت (سورہ البقرہ: ۲۴۰) تلاوت میں مؤخر ہے بالکل اسی طرح یہاں بھی ناسخ آیت تلاوت میں مقدم ہے' جبکہ منسوخ آیت تلاوت میں مؤخر ہے۔ اس مقام پر یہ مضمون بیان کیا جارہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چار قسم کی عورتیں حلال ہیں اور ان کے علاوہ حلال نہیں ہیں۔ اس بحث کے ضمن میں کسی آیت کو ناسخ و منسوخ قرار دینے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے حوالے سے چار احکام بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حکم اول: ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ

''اے نبی! بے شک ہم نے آپ کے لیے وہ بیویاں حلال قرار دے دی ہیں جن کو آپ نے مہر ادا کر دیا ہے''۔

یہ ارشاد ربانی اس زمانہ میں نازل ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں چار سے زائد بیویاں موجود تھیں اور یہ تعداد ازواج آپ کی خصوصیات سے ہے' کیونکہ عام مسلمان کے لیے بیک وقت چار بیویوں سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

حکم ثانی: ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

''اور وہ عورتیں جو آپ کی مملوکہ ہیں اور جن کو اللہ نے آپ پر لوٹا دیا ہے''۔

مطلب یہ ہے کہ کنیزیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال قرار دی گئی ہیں مثلاً حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہ غزوہ خیبر کے موقع پر بطور کنیز مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں اور انہیں آزاد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔

حکم ثالث: ارشاد رب العالمین ہے:

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ

''آپ کے لیے آپ کے چچا کی بیٹیاں، پھوپھیوں، ماموں اور خالاؤں کی بیٹیاں حلال قرار دی گئی ہیں جنہوں نے آپ کی رفاقت میں ہجرت کی ہو''۔

مطلب یہ ہے کہ ددھیالی اور ننھیالی عورتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آسکتی ہیں بشرطیکہ انہوں نے آپ کی رفاقت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی ہو۔

حکم رابع: فرمان ربانی ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا

''اور کوئی بھی مسلمان عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کردے اور اگر نبی بھی اس کے ساتھ نکاح کی تمنا رکھتے ہوں تو وہ بھی حلال ہے''۔

یعنی مہر کے بغیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرنے کے مجاز ہیں۔اس کے بعد قرآن کریم نے اعلان کیا کہ یہ خصوصیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔تاہم عام مسلمانوں کے احکام ان سے مختلف ہیں جو شریعت مطہرہ نے بالتفصیل بیان کردیئے ہیں۔

3141 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَشْهَلُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَاهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى بَابَ امْرَاَةٍ عَرَّسَ بِهَا فَاِذَا عِنْدَهَا قَوْمٌ فَانْطَلَقَ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَاحْتُبِسَ ثُمَّ رَجَعَ وَعِنْدَهَا قَوْمٌ فَانْطَلَقَ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَرَجَعَ وَقَدْ خَرَجُوا قَالَ فَدَخَلَ وَاَرْخَى بَيْنِي وَبَيْنَهُ سِتْرًا قَالَ فَذَكَرْتُهُ لِاَبِي طَلْحَةَ قَالَ فَقَالَ لَئِنْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ لَيَنْزِلَنَّ فِي هٰذَا شَيْءٌ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْحِجَابِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَعَمْرُو بْنُ سَعِيْدٍ يُقَالُ لَهُ الْاَصْلَعُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا، آپ ﷺ اپنی اس اہلیہ کے دروازے کے پاس تشریف لائے جن کے ساتھ آپ ﷺ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی وہاں کچھ لوگ موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے۔آپ ﷺ نے اپنا کوئی کام کیا آپ ﷺ اس کی وجہ سے کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو وہ لوگ جا چکے تھے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے گھر کے اندر چلے گئے۔آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرادیا۔راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس بات کا تذکرہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کیا' تو انہوں نے فرمایا: جو تم کہہ رہے ہو' اگر ایسا ہی ہوا ہے تو اس بارے میں ضرور کوئی حکم نازل ہو جائے گا (حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) تو حجاب کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوگئی۔

یہ روایت اس سند کے حوالے سے ''حسن غریب'' ہے۔عمرو بن سعید کو ''اصلع'' بھی کہا جاتا ہے۔

3142 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بِاَهْلِهٖ قَالَ فَصَنَعَتْ اُمِّىْ اُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِىْ تَوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَنَسُ اذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ لَهٗ بَعَثَتْ بِهٰذَا اِلَيْكَ اُمِّىْ وَهِىَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ اُمِّىْ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا مِنَّا لَكَ قَلِيْلٌ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ لِىْ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا وَّمَنْ لَقِيْتَ فَسَمّٰى رِجَالًا قَالَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰى وَمَنْ لَقِيْتُ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ عَدَدُ كَمْ كَانُوْا قَالَ زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ قَالَ وَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ هَاتِ التَّوْرَ قَالَ فَدَخَلُوْا حَتّٰى امْتَلَاَتِ الصُّفَّةُ وَالْحُجْرَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَحَلَّقْ عَشَرَةٌ عَشَرَةٌ وَّلْيَاْكُلْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّمَّا يَلِيْهِ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا قَالَ فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَّدَخَلَتْ طَائِفَةٌ حَتّٰى اَكَلُوْا كُلُّهُمْ قَالَ فَقَالَ لِىْ يَا اَنَسُ ارْفَعْ قَالَ فَرَفَعْتُ فَمَا اَدْرِىْ حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ اَكْثَرَ اَمْ حِيْنَ رَفَعْتُ قَالَ وَجَلَسَ مِنْهُمْ طَوَائِفُ يَتَحَدَّثُوْنَ فِىْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَّزَوْجَتُهٗ مُوَلِّيَةٌ وَّجْهَهَا اِلَى الْحَائِطِ فَثَقُلُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلٰى نِسَائِهٖ ثُمَّ رَجَعَ فَلَمَّا رَاَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَجَعَ ظَنُّوا اَنَّهُمْ قَدْ ثَقُلُوْا عَلَيْهِ قَالَ فَابْتَدَرُوا الْبَابَ فَخَرَجُوا كُلُّهُمْ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَرْخَى السِّتْرَ وَدَخَلَ وَاَنَا جَالِسٌ فِى الْحُجْرَةِ فَلَمْ يَلْبَثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى خَرَجَ عَلَىَّ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَهُنَّ عَلَى النَّاسِ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِىِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنَاهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ الْجَعْدُ قَالَ اَنَسٌ اَنَا اَحْدَثُ النَّاسِ عَهْدًا بِهٰذِهِ الْاٰيَاتِ وَحُجِبْنَ نِسَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَالْجَعْدُ هُوَ ابْنُ عُثْمَانَ وَيُقَالُ هُوَ ابْنُ دِيْنَارٍ وَّيُكْنَى اَبَا عُثْمَانَ بَصْرِىٌّ وَّهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ رَوٰى عَنْهُ يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَّشُعْبَةُ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے (سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) کے ساتھ شادی کی اور آپ ﷺ اپنی اہلیہ کو رخصت کروا کے لے آئے، تو میری والدہ سیدہ اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا نے حیس تیار کیا اور اسے ایک برتن میں ڈال کر فرمایا: اے انس! اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور آپ ﷺ سے عرض کرنا: یہ میری والدہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے، انہوں نے آپ کو سلام بھی کہا ہے اور یہ عرض کی ہے: یارسول اللہ ﷺ! یہ ہماری طرف سے

3142- اخرجه مسلم (۱۰۵۱/۳): كتاب النكاح: باب: زواج زينب بنت جحش و نزول الحجاب و اثبات و ليمة العرس، حديث (۱٤۲۸/۹٤)، و النسائى (۱۳٦/٦): كتاب النكاح: باب: الهدية لمن عرس، حديث (۳۳۸۷)، و احمد (۱٦۳/۳)، من طريق ابى عثمان عن انس به.

حقیر سا تحفہ آپ ﷺ کے لیے ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے عرض کی: میری والدہ نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے اور انہوں نے یہ عرض کی ہے: یہ ہماری طرف سے آپ ﷺ کے لیے حقیر سا تحفہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے رکھ دو۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جاؤ اور فلاں شخص کو، فلاں شخص کو، اور فلاں شخص کو اور جو بھی تمہیں ملے اسے میرے پاس بلا کر لے آؤ۔ نبی اکرم ﷺ نے کچھ افراد کے نام بھی لیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جن لوگوں کے نام لیے تھے اور جو شخص مجھے ملا میں ان سب کو بلا کے لے آیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: اس وقت آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: تین سو کے قریب افراد تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا: اے انس! وہ پیالہ لے آؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ سارے لوگ اندر آ گئے، یہاں تک کہ وہ چبوترہ اور کمرہ بھر گئے۔ ان لوگوں کا بیٹھنا نبی اکرم ﷺ کو گراں محسوس ہو رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی تمام ازواج کے ہاں جا کر انہیں سلام کیا پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے ہیں، تو انہوں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ ان کا بیٹھنا نبی اکرم ﷺ پر گراں گزر رہا ہے، تو وہ تیزی سے دروازے کی طرف گئے اور سب لوگ وہاں سے باہر نکل گئے۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے پردہ گرا دیا۔ نبی اکرم ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ میں حجرے میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ پر یہ آیات نازل ہو چکی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان آیات کو لوگوں کے سامنے تلاوت کیا۔

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، البتہ اگر کھانے کے لیے تمہیں اندر آنے کی اجازت دی جائے، تو داخل ہو سکتے ہو۔"

"لیکن اس طرح نہیں کہ کھانے کی جلد آمد کے منتظر ہو"۔

یہ آیت آخر تک ہے۔

جعد نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان آیات کے بارے میں سب سے پہلے مجھے پتہ چلا تھا اور پھر نبی اکرم ﷺ کی ازواج نے پردہ کرنا شروع کر دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

جعد نامی راوی جعد بن عثمان ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ جعد بن دینار ہیں، ان کی کنیت ابوعثمان بصری ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ ثقہ ہیں۔ ان سے یونس بن عبید، شعبہ اور حماد بن زید نے احادیث روایت کی ہیں۔

3143 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُجَالِدٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ بَيَانٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

متن حدیث: قَالَ بَنٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ مِّنْ نِسَائِهٖ فَاَرْسَلَنِىْ فَدَعَوْتُ قَوْمًا اِلَى الطَّعَامِ فَلَمَّا اَكَلُوْا وَخَرَجُوْا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْطَلِقًا قِبَلَ بَيْتِ عَائِشَةَ فَرَاٰى رَجُلَيْنِ جَالِسَيْنِ فَانْصَرَفَ رَاجِعًا قَامَ الرَّجُلَانِ فَخَرَجَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنَاهُ) وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ بَيَانٍ

وَرَوٰى ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک خاتون کے ساتھ شادی کی (وہ رخصت ہو کر آ گئیں) تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے بھیجا۔ میں لوگوں کو دعوت کے لیے بلا لایا جب ان لوگوں نے کھانا کھا لیا تو وہ لوگ چلے گئے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے دیکھا تو ان میں سے دو لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ اُٹھے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف چل دیے۔ پھر وہاں سے آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو وہ دونوں آدمی بھی اُٹھ کر باہر نکل گئے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اے ایمان والو! نبی (اکرم ﷺ) کے گھروں میں صرف اسی وقت داخل ہو' جب تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے اور اس میں بھی کھانے کی طلب ظاہر نہ کرو۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور بیان سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ثابت نے اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کی تقریب اور آیت حجاب کا نزول:

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب:۵۳)

''اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے، کھانا تیار ہونے کا انتظار نہ کرو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے تم اسی وقت جاؤ۔ پھر جب کھانے سے فراغت حاصل کر لو تو جلدی چلے جاؤ اور باتوں میں دل نہ لگاؤ، بیشک تمہارے عمل سے نبی کو اذیت پہنچتی ہے، پس آپ تم سے حیا کرتے ہیں اور اللہ حق

بات بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا، پس تم نبی کی ازواج سے کوئی چیز طلب کرو تو پس پردہ سے مانگو، یہ انداز تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔ تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم رسول اللہ کو اذیت دو اور تم ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی نکاح نہ کرو۔ بیشک اللہ کے نزدیک یہ بہت اہم بات ہے"۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کا واقعہ اور آیت حجاب کے نزول کا مضمون قرآن وسنت میں بیان کیا گیا ہے۔
اس سلسلہ میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی خدمت میں نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، کاش آپ ازواجِ مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیں، تو اس موقع پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۷۹۰)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل سے شادی فرمائی اور میری والدہ نے حیس (ایسا کھانا ہے جو گھی، کھجور اور ستو ملا کر بنایا جاتا ہے اور اہل عرب کے ہاں معروف ہے) تیار کیا پھر اسے ایک تھال میں ڈالا اور حکم دیا: اے انس! یہ کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ یہ کھانا میری والدہ ام سلیم نے آپ کے لیے بھیجا ہے اور وہ سلام بھی پیش کرتی ہیں اور عرض کرتی ہیں: یا رسول اللہ! یہ ہماری طرف سے تھوڑا سا کھانا ہے قبول فرمائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں کھانا لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میری والدہ آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتی ہیں اور عرض گزار ہیں کہ یہ ہماری طرف سے تھوڑا سا کھانا ہے۔ آپ نے حکم دیا: اے انس! کھانا رکھ دو اور فلاں فلاں لوگوں کو بلا لاؤ، آپ نے کئی لوگوں کے نام گنوا دیئے، میں حسب حکم مذکورہ لوگوں میں سے جو ملے ان کو بلا لایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کتنے لوگ تھے؟ جواب دیا: ایک اندازے کے مطابق تین سو لوگ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس وہ تھال لاؤ، پھر مسلمان آئے حتیٰ کہ مسجد کا چبوترہ اور حجرہ بھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس دس افراد پر مشتمل گروہ آتا جائے اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھانا کھائے۔ لوگ گروہ در گروہ آتے گئے اور کھانا کھاتے رہے حتیٰ کہ سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! تم کھانا اٹھا لو۔ مجھے علم نہیں ہے کہ پہلے لایا گیا کھانا زیادہ تھا یا اب اٹھایا جانے والا کھانا زیادہ تھا۔ کھانا کھانے کے بعد کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، آپ بھی تشریف فرما تھے اور ان کی گفتگو کرنا آپ کی طبیعت پر گراں گزری جب کہ ازواجِ مطہرات دیوار کی طرف اپنے چہرے کر کے تشریف فرما تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اپنی ازواجِ مطہرات کو سلام کیا پھر اندر تشریف لے آئے۔ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ ہمارا بیٹھنا آپ کی طبیعت پر بار گراں بنا ہوا ہے۔ وہ لوگ دروازوں کی طرف لپکے اور گھر سے نکل گئے۔ آپ گھر میں تشریف فرما ہوئے تو پردہ ڈال دیا۔ آپ کے گھر میں آتے وقت میں گھر میں موجود تھا، آپ تھوڑی دیر رکے پھر میرے پاس آئے اور اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ نے باہر لوگوں کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ الخ۔

ان آیات کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات نے پردے کا التزام کر لیا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۴۲۸)

حضرت زینب بنت جحش کا ولیمہ، ولیمہ کی شرعی حیثیت اور تاریخ وجوب حجاب:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواجِ مطہرات سے نکاح کے موقع پر ولیمہ کیا لیکن مختصر۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے پر آپ نے وسیع ترین دعوت ولیمہ کا اہتمام فرمایا تھا جس میں تین سو سے زائد لوگ شامل ہوئے اور بطور کھانا حیس اور گوشت وروٹی سے تواضع کی گئی۔

سوال یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے اس موقع پر حیس یعنی کھجور، گھی اور ستو پر مشتمل کھانے سے حاضرین کی تواضع کی گئی تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ شرکاءِ تقریب کی گوشت اور روٹی سے تواضع کی گئی تھی۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟ دونوں روایات میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ دونوں کھانوں سے حاضرین کی خدمت کی گئی تھی۔

دعوت ولیمہ واجب ہے یا سنت ومستحب؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولیمہ واجب ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ولیمہ مسنون ومستحب ہے۔

دوسری ازواجِ مطہرات کے مقابلے میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ کا زیادہ اہتمام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نکاح بذریعہ وحی ہوا تھا جس کے لیے مجلس، گواہ، ولی اور مہر وغیرہ مقرر نہیں ہوا تھا۔

دعوت ولیمہ کا انعقاد جماع کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے باعث کیا جاتا ہے۔ دعوت ولیمہ میں حسب طاقت لوگوں کو بلایا جا سکتا ہے اور مسنون یہ ہے کہ تقریب ولیمہ نکاح کے دوسرے دن منعقد کی جائے۔

غزوہ بنوقریظہ کے بعد ذوالقعدہ ۵ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

تقریب ولیمہ کے موقع پر حجاب کا حکم نازل ہوا اور اس کے بعد ازواجِ مطہرات نے حجاب کا التزام کر لیا۔

ازواجِ مطہرات کا حسب ضرورت گھروں سے خروج جائز ہونا:

کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے لیے ازواجِ مطہرات کا گھروں سے خروج جائز تھا۔ ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (الاحزاب: ۳۳) اور عورتیں اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خواتین اپنے گھروں میں بند رہیں اور باہر بالکل نہیں نکل سکتیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حجاب کا التزام اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے عورتیں اپنی دینی یا دنیوی ضرورت کے لیے گھروں سے باہر نکلیں تو یہ جائز ہے مثلاً حج وعمرہ اور بیمار کی عیادت وغیرہ کے لیے خروج جائز ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کسی کام کے عزم سے گھر سے باہر آئیں، وہ ایک باوقار وجسیم خاتون تھیں، جو شخص انہیں دیکھتا تو پہچان لیتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: اے سودہ! قسم بخدا! آپ ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتیں، آپ دیکھنے کے بعد گھر سے نکلا کریں، وہ فوراً واپس آ گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے گھر میں تشریف فرما تھے، آپ رات کا کھانا تناول کر رہے تھے اور آپ کے دست اقدس میں ایک ہڈی

تھی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں کسی اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر آئی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے یوں کہا ہے۔ راویہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں اس وقت اللہ نے آپ پر وحی نازل کی پھر وحی کی کیفیت باقی نہ رہی اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ہڈی رکھ دی اور فرمایا: تم (عورتوں) کو اپنی ضرورتوں کے مطابق گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۱۴۰۹)

پردہ کی اوٹ میں ازواجِ مطہرات سے سوال کا جواز دیگر عورتوں کو بھی شامل ہونا:

زیر بحث آیات میں جہاں ازواجِ مطہرات سے پردہ کی اوٹ میں کوئی چیز لینے دینے کی اجازت ہے وہاں دینی احکام و مسائل دریافت کرنے کی بھی اجازت ہے۔ یہ حکم تمام اسلامی خواتین کے لیے یکساں ہے۔ عصر حاضر میں بنکوں، دفاتر، ہوائی جہازوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں خواتین وحضرات مشترکہ طور پر کام کرتے ہیں بلکہ عموماً گپ شپ بھی ہوتی رہتی ہے۔ بعض لوگ اس عمل کو اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں سمجھتے مگر یہ طرزِ عمل اس آیت سے متصادم ضرور ہے۔ ارشاد ربانی سے متضاد ہونے کی وجہ سے یقیناً یہ صرف معیوب ہی نہیں بلکہ حرام ہے، جس سے احتراز از بس ضروری ہے۔

وہ چیز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچنے کا سبب بنی:

مذکورہ آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دو اور نہ آپ کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات سے تم نکاح کر سکتے ہو۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی تھی؟ مسلمانوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچنے کے دو اسباب تھے۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ اس نے یوں کہا ہے: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جاتا ہے تو میں ازواجِ مطہرات میں سے ایک زوجہ کے ساتھ نکاح کروں گا۔ اس شخص کی اس بات نے آپ کو ذہنی و قلبی اذیت پہنچائی تھی۔

(۲) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی دعوت ولیمہ کے موقع پر بعض لوگوں کی طویل نشست، طویل گفتگو اور بیہودہ اسلوب گفتار سے بھی آپ کو اذیت پہنچی تھی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کو اذیت دینا، اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے کے مترادف ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتا ہے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

امہات المؤمنین کو آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہونے کا اعزاز حاصل ہونا:

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات آپ کے نکاح میں باقی رہتی ہیں یا نکاح زائل ہو جاتا ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء کا مؤقف ہے کہ آپ کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات آپ کے نکاح میں باقی رہتی ہیں اور کوئی امتی ان سے نکاح کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ برقول ثانی یعنی وصال نبوی سے ازواجِ مطہرات کا نکاح باطل ہونے کی صورت میں ان پر عدت گزارنا واجب ہے یا نہیں؟ اس میں بھی دو قول ہیں: (۱) ان پر عدت گزارنا واجب ہے۔ (۲) ان پر عدت گزارنا واجب نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات بدستور آپ کے نکاح میں باقی

رہتی ہیں۔ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کا غیر سے نکاح کا انتظار کرنا حرام ہے اور امتی کا ان میں کسی سے نکاح کرنے کی کوشش کرنا حرام اور قابل مؤاخذہ جرم ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ورثاء درہم و دینار تقسیم نہیں کریں گے، کیونکہ اپنی ازواج کو خرچہ اور عامل کو معاوضہ دینے کے بعد جو وراثت ہوگی وہ صدقہ ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۹۷۴)

(۲) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے: قیامت کے دن ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے سبب اور نسب کے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۲۶۳۴)

عورتوں پر محارم اور باندیوں سے پردہ واجب نہ ہونا:

عورتوں پر ان کے محارم اور کنیزوں سے پردہ واجب نہیں ہے۔ تاہم ازواجِ مطہرات اور اجنبی خواتین سے پردہ کی اوٹ میں کسی چیز کا لینا یا دینا یا گفتگو کرنا جائز ہے۔ امہات المؤمنین کے والدین، ان کی اولاد، بھتیجے، چچا اور ماموں سب محارم میں شامل ہیں جن سے پردہ ضروری نہیں ہے۔

کسی شخص کے چچا کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

یا عمر! اما شعرت ان عم الرجل صنو ابیہ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۹۸۳)

اے عمر! کیا تمہیں علم ہے کہ شخص کا چچا اس کے باپ کے قائم مقام ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ محارم عورت کا چہرہ، اس کا سر، اس کی پنڈلیوں اور اس کے بازوؤں کو دیکھنا جائز ہے مگر اس کا پیٹ، اس کی پشت اور رانوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ محارم کے دیکھنے کے جواز کی وجہ بکثرت گھروں میں ان کی آمد ورفت ہے۔

عورتوں کے لیے اپنی کنیزوں اور غلاموں سے پردہ واجب نہیں ہے یعنی دوسرے محارم کی طرح انہیں بھی دیکھنا جائز ہے۔ روایات سے ثابت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے غلاموں کو دیکھنا جائز قرار دیتی تھیں۔

3144 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ اَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ الْاَنْصَارِيَّ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ الَّذِىْ كَانَ اُرِىَ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهُ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِىْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ بَشِيْرُ بْنُ سَعْدٍ اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

3144- اخرجه مالك (١/١٦٥، ١٦٦): كتاب قصر الصلاة من السفر: باب: ما جاء من الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (٦٧)، و مسلم (٢/٢٦٧الابي): كتاب الصلاة: باب: الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد، حديث (٦٥/٤٠٥)، و ابوداؤد (١/٣٢٢): كتاب الصلاة: باب: الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد، حديث (٩٨٠)، حديث (٩٨١)، والنسائي (٣/٤٥): كتاب السهو: باب: الامر بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (١٢٨٥)، و احمد (٤/١١٨، ١١٩)، (٥/٢٧٣)، و الدارمي (١/٣١٠): كتاب الصلاة: باب: الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، وعبد بن حميد ص (١٠٦)، حديث (٢٣٤)، و ابن خزيمة (١/٣٥١، ٣٥٢)، حديث (٧١١).

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَمَنَّيْنَا اَنَّهُ لَمْ يَسْاَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ وَّالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عُلِّمْتُمْ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِىْ حُمَيْدٍ وَّكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ وَيُقَالُ ابْنُ جَارِيَةَ وَبُرَيْدَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جنہیں نماز کے لیے اذان دینے کا طریقہ خواب میں سکھایا گیا تھا' انہوں نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' یہ بات نقل کی ہے۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم آپ ﷺ پر درود بھیجیں تو ہم آپ ﷺ پر کیسے درود بھیجیں؟ نبی اکرم ﷺ کچھ دیر خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے یہ آرزو کی کہ بشیر نے آپ ﷺ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہ پڑھو!

''اے اللہ تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر! جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل کیا اور تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر! جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تمام جہانوں میں برکت نازل کی' بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے۔''

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) سلام پڑھنے کا طریقہ تمہیں سکھایا جاچکا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ اور ایک قول کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے اور فرشتوں کے درود پیش کرنے کا مفہوم:

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (الاحزاب:۵۶)

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجو اور بکثرت سلام پیش

کرو"۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثنا بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر درود بھیجنے سے مراد ہے ان کا تزکیہ نفوس وقلوب کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے امتیوں (مسلمانوں) پر صلوٰۃ فرمانے سے مراد ہے خیر وبرکت کی دعا کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتوں کے صلوٰۃ پیش کرنے سے مراد بلندی درجات کی دعا کرنا ہے۔ مسلمانوں پر فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے سے مراد ہے: مسلمانوں کے لیے مغفرت اور بخشش کی دعا کرنا۔

(المفردات ج ۲ ص ۳۷۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے جو یہ فرمایا گیا ہے کہ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ آپ پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ امام مبرد کے مطابق لفظ "صلوٰۃ" کا اصل معنی ہے: رحمت نازل کرنا۔ فرشتوں کے صلوٰۃ پیش کرنے سے مراد ہے: وہ مسلمانوں کے لیے اللہ سے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مشہور روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز سے فراغت پر اپنی جگہ بیٹھا رہے، وہ جب تک بے وضو نہ ہو جائے فرشتے اس کے لیے یہ دعا کرتے رہتے ہیں: اے پروردگار! تو اس کی مغفرت کر، اے پروردگار! تو اس پر رحم کر! (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۵۹)

صلوٰۃ کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کرنے کے بھی تین مفاہیم ہیں:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت وسلامتی کی دعا کرنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت وحفاظت کی دعا کرنا۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا، آپ کی اطاعت کرنا اور آپ کے حضور سر تسلیم خم کرنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے فضائل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے فضائل پر مشتمل بکثرت روایات موجود ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ کوئی مجلس منعقد کریں جس میں نہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں تو یہ مجلس قیامت کے دن سبب ندامت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں معاف کر دے اور چاہے تو مؤاخذہ کرے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدث: ۳۳۸۰)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۴۰۸)

(۳) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کوئی شخص درود شریف پیش کیے بغیر دعا کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے عجلت سے کام لیا ہے، پھر آپ نے اسے یا دوسرے شخص کو طلب کیا

اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے فراغت حاصل کرے تو وہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۲۸۴)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے، میری روح مجھے اس کی جانب متوجہ کرتی ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (مسند احمد، ج ۲ص ۵۲۷)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے میری قبر پر درود بھیجا وہاں اللہ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کا درود میرے سامنے پیش کرتا ہے، وہ درود اس کے لیے دنیا اور آخرت میں کافی ہوتا ہے، قیامت کے دن میں اس کے لیے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ (تاریخ بغداد ج ۳ص ۲۹۱)

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں چکر کاٹتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔ (المستدرک للحاکم ج ۲ص ۴۲۱)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کتاب میں مجھ پر درود تحریر کیا جب تک کتاب میں میرا نام موجود رہے گا اس کے لیے فرشتے مغفرت کرتے رہیں گے۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۱۸۵۶)

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے سامنے میرا ذکر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے۔ (ایضاً رقم الحدیث: ۴۹۴۵)

(۹) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل دن جمعۃ المبارک کا دن ہے، اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی، اسی میں ان کا وصال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی روز بے ہوشی ہوگی۔ اس دن تم بکثرت مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ قبر انور میں متاثر ہو چکے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اللہ نے مٹی پر حرام قرار دے دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۰۸۵)

(۱۰) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کے حضور بکثرت درود شریف پیش کرتا ہوں اور میں اپنی دعاؤں میں کتنا درود شریف پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جتنا تم پسند کرو، میں نے پھر عرض کیا: میں اپنی دعاؤں کا چوتھائی حصہ درود شریف پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جتنا تم پسند کرو اور زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: نصف حصہ درود شریف پیش کروں گا۔ آپ نے فرمایا: جتنا تم پسند کرو، اگر زیادہ کرو تو اس میں تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں دو تہائی درود شریف پیش کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر اس سے زیادہ پڑھو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی جملہ دعاؤں کی جگہ درود شریف پیش کروں گا۔ آپ نے فرمایا: تب تو تمہارے تمام کام درست ہو جائیں گے اور تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (مجمع الزوائد، ج ۱ص ۱۶۰)

(۱۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہر جمعۃ المبارک میں مجھ پر بکثرت درود

شریف پڑھا کرو، اس لیے کہ میری امت کی طرف سے درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، جو شخص بکثرت مجھ پر درود شریف پڑھنے والا ہوگا وہ قیامت کے دن میرے زیادہ قریب ہوگا۔ (سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۳ ص ۲۴۹)

(۱۲) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف پیش نہ کرے۔ (جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۱۴)

(۱۳) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جمعۃ المبارک میں بکثرت مجھ پر درود شریف پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو شخص مجھ پر درود شریف پیش کرتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ بندہ جہاں بھی ہو۔ میں نے دریافت کیا: کیا آپ کے وصال کے بعد بھی؟ جواب دیا: ہاں میری وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ نے مٹی پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔ (جلاء الافہام، رقم الحدیث: ۱۱۰)

(۱۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر درود پیش کرتا ہے تو فرشتہ اسے لے کر اللہ کے حضور پہنچا دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم اس بندے کی قبر پر جا کر اس قدر استغفار کرو جس سے بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ (زہر الفردوس ج ۴ ص ۲)

دعا کے اول و آخر میں درود شریف پڑھنے کی فضیلت:

دعا سے قبل اور بعد میں درود شریف پڑھنے سے وہ فوراً درجہ قبولیت حاصل کر لیتی ہے، اس بارے میں بکثرت روایات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے، اس کا کوئی حصہ بھی اوپر نہیں جاتا حتیٰ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر تم درود شریف پڑھ لو۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۴۸۶)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دعا زمین و آسمان کے مابین حجاب میں ہوتی ہے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا جائے، پھر وہ حجاب پھٹ جاتا ہے اور دعا درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے دعا قبول نہیں ہوتی۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۷۲۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور میں نماز میں مصروف تھے، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے۔ جب میں بیٹھا تو اللہ کی حمد و ثنا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا۔ میں نے اپنے لیے دعا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سوال کرو، تمہیں دیا جائے گا۔ (شرح السنہ، رقم الحدیث ۱۴۰۱)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: جب تم دعا کرو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیج کر دعا کرو، کیونکہ درود قبول کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت مہربان ہے کہ اس کا کچھ حصہ قبول کیا جائے اور کچھ حصہ رد کر دیا جائے۔

بعض مواقع اور مقامات پر درود شریف پڑھنے کی فضیلت

بعض مواقع اور مقامات پر درود شریف پڑھنے کی فضیلت بھی روایات میں بیان ہوئی ہے اور اس سلسلہ میں چند ایک احادیث

حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرے اور یہ دعا کرے: اللھم افتح لی ابواب رحمتك (اے اللہ! تو میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) جب وہ مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھے: اللھم اجرنی من الشیطان (اے اللہ! تو مجھے شیطان سے محفوظ رکھ) (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۷۷۳)

(۳) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صبح کے وقت مجھ پر دس بار درود پڑھا پھر شام کے وقت دس بار مجھ پر درود شریف پڑھا، قیامت کے دن اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہوگی۔
(المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۵۲۷)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کام کی ابتدا اللہ کے نام سے نہ ہو اور مجھ پر درود شریف نہ پڑھا گیا ہو، وہ ناتمام رہتا ہے اور ہر قسم کی برکت سے خالی رہتا ہے۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب تم مسجد سے گزرو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرو۔

(۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کے پاس صدقہ کرنے کے لیے کوئی چیز موجود نہ ہو تو وہ یہ دعا پڑھے: اللھم صل علی محمد عبدك و رسولك وصل علی المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات یہ دعا اس کے لیے صدقہ بن جائے گی۔

(۷) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کا کان بجنے لگے تو وہ مجھ پر درود شریف پیش کرے پھر یوں دعا کرے: اللہ اسے خیر کے ساتھ یاد کرے جو مجھے یاد کرتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۹۵۸)

(۸) حضرت عثمان بن ابی حرب الباہلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی حدیث بیان کرنے کا قصد رکھتا ہو پھر وہ اسے بھول جائے تو اسے چاہیے کہ وہ مجھ پر درود شریف پیش کرے، کیونکہ درود شریف کی برکت سے اسے وہ حدیث یاد آ جائے گی۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۴۱۶۶۴)

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاندنی رات اور روشن دن میں مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھو، کیونکہ وہ درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو کوئی چیز بھول جائے تو وہ مجھ پر درود پڑھے اسے وہ چیز یاد آ جائے گی۔ (الامام سخاوی، القول البدیع ص: ۳۲۶)

درود شریف پڑھنے کے مستحب مواقع اور مقامات:

بعض مواقع اور مقامات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا مستحب و محمود ہے، ان میں سے مشہور مواقع اور مقامات حسب ذیل ہیں:

(۱) جمعہ کے دن (۲) جمعہ کی رات میں (۳) ہفتہ کے دن (۴) اتوار کے دن (۵) جمعرات کے دن (۶) صبح کے وقت (۷) شام کے وقت (۸) دخول مسجد کے وقت (۹) خروج مسجد کے وقت (۱۰) روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت (۱۱) صفا پہاڑی پر چڑھتے وقت (۱۲) مروہ پہاڑی پر چڑھتے وقت (۱۳) خطبہ جمعہ کے دوران (۱۴) مؤذن کے کلمات اذان کا جواب دینے کے بعد (۱۵) اقامت کے وقت (۱۶) دعا کے آغاز، وسط اور اختتام پر (۱۷) دعاء قنوت کے بعد (۱۸) حج وعمرہ کے دوران، تلبیہ کے بعد (۱۹) لوگوں سے ملاقات کے وقت (۲۰) لوگوں کو الوداع کرتے وقت (۲۱) آغاز وضو کے وقت (۲۲) کان میں بھنبھناہٹ کے وقت (۲۳) کوئی چیز بھول جانے کے وقت (۲۴) وعظ وتبلیغ کے وقت (۲۵) تدریس علوم اسلامیہ کے وقت (۲۶) تدریس الحدیث کے آغاز اور اختتام کے وقت (۲۷) استفتا یا فتویٰ لکھتے وقت (۲۸) تصنیف وتالیف کے وقت (۲۹) منگنی کے وقت (۳۰) نکاح پڑھاتے وقت (۳۱) کوئی رسالہ یا مقالہ ترتیب دیتے وقت (۳۲) ہر نیک کام سے قبل (۳۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیتے وقت (۳۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنتے وقت (۳۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھتے وقت۔

اذان سے قبل اور اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کا مسئلہ:

درود وسلام بر نبی خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز واستحباب میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ اذان جمعہ کے علاوہ ہر اذان کے آغاز میں تھوڑی سی فصل کے ساتھ اور اذان کے اختتام پر درود وسلام پڑھنا مستحب ومحمود ہے۔ دور حاضر میں عالم اسلام بالخصوص پاک و ہند کے مؤذنین اذان سے قبل اور اذان کے بعد مختلف جملوں اور الفاظ سے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ دوسرے امور کی طرح خواہ دور رسالت میں اذان سے قبل اور بعد میں مروجہ درود وسلام نہیں پڑھا جاتا تھا جس وجہ سے بعض فقہاء نے اسے بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔ تاہم اذان کے بعد باقاعدہ درود شریف کا آغاز سلطان ناصر الدین یوسف بن ایوب کے زمانہ سے ہوا۔ علامہ محمد بن علی الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں رقم طراز ہیں:

اذان کے بعد سلام پڑھنے کا آغاز ۷۸۱ھ ربیع الآخر بروز پیر بعد از اذان عشاء ہوا، پھر جمعۃ المبارک کی اذان کے بعد سلام پڑھا گیا۔ اس کے دس سال بعد نماز مغرب کے علاوہ باقی تمام نمازوں میں دو بار سلام پڑھا جانے لگا۔ (الدر المختار مع رد المختار ج ۲ ص ۵۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء:

زیر بحث آیت کے حوالے سے سوال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم کیا ہے؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ زندگی بھر ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کرنا فرض ہے۔ انہوں نے زیر بحث آیت سے استدلال کیا ہے اور درود شریف کا امر تسلسل درود شریف پیش کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔

(۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ نماز کے آخری تشہد میں درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

(۳) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو اقوال ہیں: (۱) درود شریف فرض ہے۔ (۲) درود شریف واجب ہے۔

(۴) حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ درود شریف پڑھنا واجب ہے یعنی اگر ایک محفل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ایک بار سے زیادہ ہو تو ایک بار درود شریف پڑھنا واجب اور ہر بار ذکر کرنا مستحب و مستحسن ہے۔

درود ابراہیمی کی فضیلت اور اس میں تشبیہ کی وضاحت:

مختلف فقرات اور مختلف الفاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی کثیر تعداد میں درود شریف ہیں جن میں سے ہر ایک کی منفرد شان وفضیلت ہے۔ ان کے جواز اور پڑھنے میں کسی کو بھی اعتراض نہیں ہے لیکن افضل درود، درود ابراہیمی ہے جو زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے نماز میں رکھا گیا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر میں اور میرے فرشتے درود پڑھتے ہیں لہٰذا تم بھی آپ پر درود پڑھو مگر ہم جواباً عرض کرتے ہیں: **اللھم صل علی محمد** (اے اللہ! تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج) تو یہ ہماری طرف سے درود تو نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا؟

جواب: امت مقام مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کما حقہ واقف نہیں ہے اور مرتبہ و مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف واقف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس بنا پر شایان شان درود پیش کرنے کے لیے اس کی بارگاہ میں عرض کر دیا جاتا ہے۔

اعتراض: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصلاح وتربیت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش انبیاء دنیا میں بھیجے۔ سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے درود ابراہیمی کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جبکہ دیگر اولوالعزم انبیاء علیہم السلام بھی موجود ہیں؟

جواب: (۱) انبیاء کرام علیہم السلام میں سے خلت خداوندی کے منصب پر جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام فائز ہیں جنہوں نے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت مسلمہ کے معزز لقب سے یاد کیا ہے۔ اس پر درج ذیل آیات شاہد ہیں:

(i) هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ (الحج:۷۸)

"اس سے پہلے ابراہیم نے تمہارا نام "مسلمین" رکھا۔

(ii) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (البقرہ:۱۲۸)

"اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں مسلمین (اطاعت شعار) اور ہماری اولاد کو بھی اپنا اطاعت شعار بنا"۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ منصب عطا کر دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا کو شرف قبولیت عطا کیا اور انہیں منصب خلت پر فائز کر دیا۔ ایک روایت میں ہے اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو اپنا رضی اللہ عنہ بناتا مگر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے خلیل ہیں۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۶۵۴)

سوال: تشبیہ کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے اقویٰ وافضل ہو لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے، مشبہ، مشبہ بہ سے افضل واقویٰ نہیں ہے یعنی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وفضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ ہے؟

جواب: (۱) یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اکثریہ ہے یعنی بعض اوقات مشبہ، مشبہ بہ سے اقوی وافضل ہو سکتا ہے۔

(۲) اس روایت میں کاف تعلیل کے لیے نہیں ہے بلکہ تشبیہ کے لیے ہے یعنی اے اللہ! تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ نازل کر، کیونکہ تو نے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ نازل کی تھی۔

(۳) اس روایت میں محض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلوٰۃ سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم کی صلوٰۃ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

3145 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ عَوْفٍ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَّخِلَاسٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سَتِيرًا مَا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ اسْتِحْيَاءً مِّنْهُ فَآذَاهُ مَنْ آذَاهُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ فَقَالُوْا مَا يَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ وَّاِمَّا اُدْرَةٌ وَّاِمَّا آفَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَرَادَ اَنْ يُّبَرِّئَهٗ مِمَّا قَالُوْا وَاِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام خَلَا يَوْمًا وَّحْدَهٗ فَوَضَعَ ثِيَابَهٗ عَلٰى حَجَرٍ ثُمَّ اغْتَسَلَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ اِلٰى ثِيَابِهٖ لِيَاْخُذَهَا وَاِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهٖ فَاَخَذَ مُوْسٰى عَصَاهُ فَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ حَجَرُ ثَوْبِيْ حَجَرُ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَلَاٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا اَحْسَنَ النَّاسِ خَلْقًا وَّاَبْرَاَهٗ مِمَّا كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ قَالَ وَقَامَ الْحَجَرُ فَاَخَذَ ثَوْبَهٗ وَلَبِسَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ اَثَرِ عَصَاهُ ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شرمیلے اور باپردہ آدمی تھے۔ ان کے اس شرمیلے پن کی وجہ سے ان کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہیں ہوتا تھا' تو بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے اس حوالے سے انہیں اذیت پہنچائی۔ وہ لوگ یہ کہنے لگے: یہ اپنے بدن کو اس لیے اہتمام کے ساتھ ڈھانپ کے رکھتے ہیں' کیونکہ ان کی جلد میں کوئی عیب ہے' یا انہیں برص ہے' یا ان کے خصیے بڑھے ہوئے ہیں' یا کوئی اور عیب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس چیز سے بری ظاہر کرے' جو ان لوگوں نے بیان کی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا نہا رہے تھے، انہوں نے اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے اور غسل کرنا شروع کر دیا۔ جب وہ فارغ ہوئے اور اپنے کپڑوں کی طرف آئے تا کہ ان کپڑوں کو حاصل کریں تو وہ پتھر ان کے کپڑوں کو لے کر چل پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پکڑی اور پتھر کے پیچھے بھاگے۔ وہ یہ کہہ رہے

3145- اخرجه البخاري (۶/۵۰۲): كتاب احاديث الانبياء: باب (۲۸)، حديث (۳۴۰۴)، و طرفه في حديث (۴۷۹۹)، و احمد (۲/۳۹۲، ۵۱۴، ۵۳۵).

تھے: اے پتھر! میرے کپڑے! اے پتھر میرے کپڑے!، یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کے کچھ افراد کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے انہیں برہنہ دیکھا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سب سے خوبصورت جسم کے مالک ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس چیز سے بری ظاہر کر دیا جوان لوگوں نے کہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر وہ پتھر ٹھہر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر انہیں پہنا اور اپنے عصا کے ذریعے پتھر کو مارنا شروع کیا۔ اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے تین (راوی کو شک ہے) چار یا شاید پانچ نشانات اس پتھر پر موجود تھے (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے)۔

''اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی' تو اللہ تعالیٰ نے اسے' اس چیز سے بری ظاہر کر دیا' جوان لوگوں نے کہا تھا' تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل احترام تھا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' اور ایک سند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا اور رسانی کے اسباب:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝

(الاحزاب:۶۹)

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تو اللہ نے موسیٰ کو ان کی تہمت سے محفوظ رکھا اور وہ (موسیٰ) اللہ کے ہاں معزز تھے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ بنی اسرائیل کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کئی دفعہ اذیت دی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت درجہ کے شرمیلے تھے اور آپ ہمہ وقت کپڑوں میں ملبوس رہتے تھے۔ قوم نے خیال کیا کہ ہمہ وقت کپڑے میں ملبوس رہنے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ برص کے مرض میں مبتلا ہیں یا آپ کے خصیوں میں پانی بھر گیا ہے یعنی آپ میں مردانہ کمزوری ہے۔ ایک دفعہ آپ نے تنہائی میں کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے اور غسل فرمانے لگے، جب غسل سے فراغت پر کپڑے پکڑنے لگے تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر آبادی کی طرف دوڑنے لگا آپ بھی اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے آبادی کے پاس پہنچ گئے، لوگوں نے آپ کے تمام جسم کو دیکھ لیا اور آپ کی ذات کے بارے میں جن خدشات کا اظہار کرتے تھے آپ ان سے مکمل طور پر بری ومحفوظ تھے۔

(۲) جب بنی اسرائیل کو قوم عمالقہ سے لڑنے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے لڑنے سے صاف انکار کر دیا اور کہا: آپ اور آپ کا

رب جائیں اور عمالقہ سے لڑیں۔ اس طرح قوم کی طرف سے آپ کو اذیت پہنچی۔

(۳) منافقین نے بعض ازواجِ مطہرات کے بارے میں مختلف قسم کی افواہیں اور باتیں پھیلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی تھی۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ منافقین کا طرزِ عمل اختیار کر کے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دیں کیونکہ نبی کو اذیت دینے والوں کا انجام برا ہوتا ہے۔

منافقوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچنا اور آپ کا ان سے بدلہ نہ لینا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو اس بات کی خصوصیت سے ہدایت کی جارہی ہے کہ تمہاری گفتار اور کردار قابل تحسین ہونا چاہیے۔ ایسا طرزِ عمل ہرگز اختیار نہ کیا جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کے منافی ہو یا اس سے آپ کو اذیت پہنچتی ہو۔

مسلمانوں کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اذیت پہنچی تھی، اس بارے میں دو قول ہیں:

(۱) بعض مسلمانوں نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کہنا شروع کر دیا تھا۔

(۲) بعض مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کاری پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کی رضا کی نہیں ہوسکتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کاری پر اعتراض کا ذکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ حنین کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے دوران بعض مجاہدین کو ترجیح دیتے ہوئے زیادہ مال عطا فرمایا مثلاً اقرع بن حابس اور عیینہ کو سو سو اونٹ عنایت فرمائے اور بعض عرب سرداروں کو بھی قدرے زیادہ نوازا۔ اس موقع پر ایک شخص نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: قسم بخدا! اس تقسیم میں عدل نہیں ہے اور نہ اس تقسیم میں رضا الٰہی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ میں نے دل میں قصد کیا کہ قسم بخدا! میں اس ردعمل کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور عرض کروں گا۔ اس بارے میں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو کون عدل کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ انہیں اس سے بھی زیادہ اذیت دی گئی تھی، تو انہوں نے صبر سے کام لیا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۱۵۰)

غزوۂ حنین کے موقع پر اموالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا اس کا نام المعتب بن قشیر تھا جو قبیلہ بنو عمرو بن عوف سے متعلق اور منافق تھا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۷۹)

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر معترض شخص منافق تھا تو اس گستاخی کی پاداش میں اسے قتل کیوں نہیں کیا گیا تھا؟

جواب: (۱) اس کا طعن واعتراض ثابت نہیں ہوا تھا۔

(۲) اس کے طعن واعتراض پر شہادت شرعی قائم نہیں ہوئی تھی۔

(۳) حضرت عمر اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما نے اس منافق کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: معاذ اللہ! بعد میں آنے والے لوگ کہیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بھی معاف نہ کیا اور انہیں قتل کروا دیا تھا۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام کا ظاہری و باطنی عیوب سے پاک ہونا:

نبی اپنے زمانہ کے لوگوں سے ہر اعتبار سے افضل واعلیٰ ہوتا ہے۔ وہاں جہاں ظاہری عیوب سے پاک ہوتا ہے وہاں باطنی امراض سے بھی منزہ ہوتا ہے۔ اس بارے میں کثیر روایات موجود ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم بنی اسرائیل عریانی حالت میں نہانے اور ایک دوسرے کی طرف عمداً دیکھتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام الگ اور تنہائی میں غسل کرتے تھے۔ بنی اسرائیل نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت موسیٰ ہمارے ساتھ مل کر غسل نہیں کرتے جس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ ان میں کوئی جسمانی عیب موجود ہے اور وہ عیب خصیوں کا غیر معمولی لمبا ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے اور خود تنہائی میں نہانا شروع کر دیا، کپڑے پکڑنے لگے تو پتھر نے دوڑنا شروع کر دیا، پتھر آگے آگے اور آپ پیچھے دوڑ رہے تھے، زبان پر یہ الفاظ تھے: میرے کپڑے میرے کپڑے حتیٰ کہ پتھر لوگوں کے پاس پہنچ گیا اور انہوں نے آپ کے جسم کو ملاحظہ کیا اور کہا: آپ میں کوئی جسمانی عیب موجود نہیں ہے۔ آپ نے پتھر سے اپنے کپڑے لیے اور اس پر اپنی لاٹھی سے ضرب لگائی۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۳۳۹)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تنہائی میں کپڑے اتار کر غسل کرنا جائز ہے مگر حیا کا تقاضا ہے کہ تنہائی میں بھی کپڑا باندھ کر غسل کرنا چاہیے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میدان میں عریانی حالت میں غسل کر رہا ہے۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ حیادار ہے، وہ پردہ کرنے والا ہے، وہ حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص غسل کرنا چاہے وہ پردے میں کرے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۴۰۴)

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم عجمی ممالک کو فتح کرو گے، وہاں تم حمام دیکھو گے اور جب تم ان میں داخل ہونے کا قصد کرو گے تو کپڑا باندھ کر داخل ہونا۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۷۴۸)

ہر نبی ظاہری وباطنی اور روحانی اعتبار سے کامل ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے مقصد آپ کے کامل ہونے اور معجزہ کا اظہار ہے۔ اس سے آپ کا بے عیب ہونا بھی ثابت کرنا مقصود تھا۔ بنی اسرائیل نے جب پتھر کی مدد اور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے آپ کا بے عیب ہونا دیکھ لیا تو ان کی زبانیں بند ہوگئیں۔ اس واقعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقار، بنی اسرائیل کی ذلت اور قدرت خداوندی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک دفعہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دونوں ایک پہاڑ پر چڑھے، وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کا وصال ہوگیا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام عائد کر دیا کہ انہوں نے حضرت ہارون کو قتل کر دیا ہے جو ہم سے زیادہ شفقت ومحبت کرتے تھے اور ان باتوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کا جسم اٹھا کر لانے اور ان کے انتقال کی اطلاع بنی اسرائیل کو دینے کا حکم فرمایا۔ بنی اسرائیل نے حضرت

ہارون علیہ السلام کا جسم مبارک دیکھ کر اندازہ لگالیا کہ آپ طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم بنی اسرائیل کے الزام قتل سے محفوظ و بری قرار دیا۔(جامع البیان،رقم الحدیث:۲۱۸۸۸)

وجیہا کا معنی ومفہوم:

زیر بحث آیت میں فرمایا گیا ہے:وہ(حضرت موسیٰ علیہ السلام)اللہ تعالیٰ کے ہاں وجیہ تھے"۔

لفظ"وجیہ"سے مراد ایسا شخص ہے جس کا چہرہ کسی کے ہاں قدر ومنزلت کا حامل ہو کہ اس کے اکرام واحترام کی وجہ سے اس کی بات ردنہ کی جاتی ہو۔

اس کے معنی ومفہوم میں کثیر اقوال ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆ مقبول شخصیت،مستجاب الدعوات،جس کا ہر مطالبہ پورا کر دیا گیا ہو اور جس کا جسم سب سے بلند ہو۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے جو بھی سوال کیا ہو،اسے پورا کر دیا ہو۔

☆ جو شخص قدر ومنزلت کا حامل ہو،اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند مرتبہ ہو اور تعریف وتحسین کے لائق ہو۔

☆ وہ شخص ہے جو نیکی میں معروف،سیرت وکردار میں بے مثل اور اخلاق میں قابل تحسین ہو۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ سَبَأٍ

باب 35:سورہ سبا سے متعلق روایات

3146 سندِ حدیث:حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَكَمِ النَّخَعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَبْرَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُسَيْكٍ الْمُرَادِيِّ قَالَ

متنِ حدیث:اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اُقَاتِلُ مَنْ اَدْبَرَ مِنْ قَوْمِيْ بِمَنْ اَقْبَلَ مِنْهُمْ فَاَذِنَ لِيْ فِيْ قِتَالِهِمْ وَاَمَّرَنِيْ فَلَمَّا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهٖ سَاَلَ عَنِّيْ مَا فَعَلَ الْغُطَيْفِيُّ فَاُخْبِرَ اَنِّيْ قَدْ سِرْتُ قَالَ فَاَرْسَلَ فِيْ اَثَرِيْ فَرَدَّنِيْ فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ ادْعُ الْقَوْمَ فَمَنْ اَسْلَمَ مِنْهُمْ فَاقْبَلْ مِنْهُ وَمَنْ لَّمْ يُسْلِمْ فَلَا تَعْجَلْ حَتّٰى اُحْدِثَ اِلَيْكَ قَالَ وَاُنْزِلَ فِيْ سَبَاٍ مَا اُنْزِلَ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا سَبَاٌ اَرْضٌ اَوِ امْرَاَةٌ قَالَ لَيْسَ بِاَرْضٍ وَّلَا امْرَاَةٍ وَّلٰكِنَّهٗ رَجُلٌ وَّلَدَ عَشَرَةً مِّنَ الْعَرَبِ فَتَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَّتَشَاءَمَ مِنْهُمْ اَرْبَعَةٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ تَشَاءَمُوْا فَلَخْمٌ وَّجُذَامُ وَغَسَّانُ وَعَامِلَةُ وَاَمَّا الَّذِيْنَ تَيَامَنُوْا فَالْاَزْدُ وَالْاَشْعَرِيُّوْنَ وَحِمْيَرٌ وَّكِنْدَةُ وَمَذْحِجٌ وَّاَنْمَارٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اَنْمَارٌ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْهُمْ خَثْعَمُ وَبَجِيْلَةُ

اسنادِ دیگر:وَرُوِيَ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث:قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى:هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

3146۔ اخرجه ابوداؤد(۲/۴۳۰):كتاب الحروف والقراءات:باب:(۱)حديث(۳۹۸۸)۔

◆◆ حضرت فروہ بن مسیک مرادی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری قوم کے جن افراد نے اسلام قبول کرلیا ہے میں ان لوگوں کے ساتھ مل کر ان سے جنگ نہ کروں جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کی مجھے اجازت دی اور مجھے ان کا امیر مقرر کیا۔ جب میں آپ ﷺ کے پاس سے اُٹھ کر آ گیا' تو آپ ﷺ نے میرے بارے میں دریافت کیا: غطیفی کہاں ہے؟ تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ میں روانہ ہو چکا ہوں۔ حضرت فروہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلوایا۔ جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو آپ ﷺ اپنے چند اصحاب کے درمیان موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی قوم کو دعوت دو! ان میں سے جو اسلام قبول کرلے اس کے اسلام کو قبول کرو اور جو اسلام قبول نہ کرے اس کے بارے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو' جب تک میں تمہیں دوسرا حکم نہ دوں۔

راوی بیان کرتے ہیں: سورہ سبا کا کچھ حصہ اس وقت نازل ہو چکا تھا۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! سبا سے مراد کیا ہے؟ یہ کوئی علاقہ ہے' یا کوئی خاتون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کوئی علاقہ یا کوئی خاتون نہیں ہے' یہ ایک مرد تھا جو عرب تھا اور اس کے ہاں دس بچے ہوئے ان میں سے چھ کو اس نے مبارک سمجھا اور چار کو منحوس سمجھا۔ جن لوگوں کو اس نے منحوس قرار دیا وہ یہ ہیں: لخم' جذام' غسان اور عاملہ۔ جن لوگوں کو اس نے مبارک سمجھا وہ یہ ہیں: ازد' اشعری' حمیر' کندہ' مذحج' انمار۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! انمار کون ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ جن کی شاخیں خثعم اور بجیلہ ہیں۔

یہی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

سورہ سبا مکی ہے جو چھ (۶) رکوع، پچپن (۵۵) آیات، آٹھ سو تینتیس (۸۳۳) کلمات اور ایک ہزار پانچ سو بارہ (۱۵۱۲) حروف پر مشتمل ہے۔

''سبا'' کا تعارف:

سبا ایک شخص کا لقب ہے جو قحطانی قبائل کا جد امجد تھا۔ اس کا اصل نام عبدالشمس تھا، نام کی بجائے لقب سے مشہور ہوا، یہ لوگوں سے جنگیں کرتا اور انہیں قیدی بنا تا تھا۔ سبا سے دس عرب قبائل وجود میں آئے جن میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے:

(۱) ازد (۲) اشعرون (۳) حمیر (۴) کندہ (۵) مذحج (۶) انمار۔ ان میں سے چار شام میں آباد ہوئے: (۱) لخم (۲) خذام (۳) غسان (۴) عاملہ۔

3147 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: قَالَ اِذَا قَضَى اللّٰهُ فِى السَّمَآءِ اَمْرًا ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهٖ كَاَنَّهَا سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ فَاِذَا (فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ) قَالَ وَالشَّيَاطِيْنُ بَعْضُهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی معاملے میں فیصلہ ظاہر کرتا ہے تو فرشتے اپنے پَر مارتے ہیں اس کے اس فرمان کے سامنے سَر کو جھکاتے ہوئے یوں جیسے کسی پتھر پر زنجیر ماری جاتی ہے۔ پھر جب ان کے دلوں سے یہ خوف ختم ہوتا ہے تو وہ یہ کہتے ہیں: تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ پھر وہ جواب دیتے ہیں: حق فرمایا ہے، وہ بلند مرتبے کا مالک عظیم ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: شیاطین اوپر نیچے اکٹھے ہوتے ہیں (تاکہ فرشتوں سے اس بات کو سن سکیں)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3148 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِىْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ اِذْ رُمِىَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ لِمِثْلِ هٰذَا فِى الْجَاهِلِيَّةِ اِذَا رَاَيْتُمُوْهُ قَالُوْا كُنَّا نَقُوْلُ يَمُوْتُ عَظِيْمٌ اَوْ يُوْلَدُ عَظِيْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ لَا يُرْمٰى بِهٖ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّ رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ اِذَا قَضٰى اَمْرًا سَبَّحَ لَهٗ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ اَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحُ اِلٰى هٰذِهِ السَّمَآءِ ثُمَّ سَاَلَ اَهْلُ السَّمَآءِ السَّادِسَةِ اَهْلَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالَ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ ثُمَّ يَسْتَخْبِرُ اَهْلُ كُلِّ سَمَاءٍ حَتّٰى يَبْلُغَ الْخَبَرُ اَهْلَ السَّمَآءِ الدُّنْيَا وَتَخْتَطِفُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَيَرْمُوْنَ فَيَقْذِفُوْنَهٗ اِلٰى اَوْلِيَائِهِمْ فَمَا جَاءُوْا بِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَّلٰكِنَّهُمْ يُحَرِّفُوْنَهٗ وَيَزِيْدُوْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رِجَالٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ اپنے کچھ اصحاب کے درمیان تشریف فرما

3147- اخرجه البخاري (۳۹۸/۸): كتاب التفسير: باب: (حتى اذا فزع عن قلوبهم قالوا: ماذا قال ربكم قالو الحق-) حديث (۴۸۰۰) و طرفه في (۴۷۰۱، ۷۴۸۱)، وابو داؤد (۴۳۰/۲): كتاب الحروف و القرأت، باب (۱)، حديث (۳۹۸۹)، و ابن ماجه (۶۹/۱، ۷۰) كتاب المقدمة: باب فيما انكرته الجهمية، حديث (۱۹۴)

تھے، اس دوران کوئی تارا ٹوٹا جس سے روشنی پھیل گئی۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زمانہ جاہلیت میں تم ایسی صورتحال کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟ جب تم اسے دیکھتے تھے۔ انہوں نے عرض کی: ہم یہ کہتے تھے کہ کسی بڑے آدمی کا انتقال ہو گیا ہے یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ستارہ کسی کے مرنے یا کسی کے پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا، بلکہ ہمارا پروردگار جب کسی معاملے کا فیصلہ ظاہر کرتا ہے' تو عرش کو اُٹھانے والے فرشتے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پھر آسمان والے فرشتے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پھر درجہ بدرجہ مختلف آسمانوں والے فرشتہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں:، یہاں تک کہ وہ تسبیح اس آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر چھٹے آسمان والے ساتویں آسمان والوں سے دریافت کرتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر وہ لوگ انہیں بتاتے ہیں۔ پھر ہر آسمان والے دوسرے آسمان والوں سے اس خبر کے بارے میں جانتے ہیں، یہاں تک کہ یہ خبر آسمانِ دنیا والے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر شیاطین چوری چھپے اسے سننے کی کوشش کرتے ہیں' تو انہیں یہ ستارا مارا جاتا ہے' پھر وہ اپنے ساتھیوں (یعنی کاہنوں) تک وہ بات پہنچاتے ہیں' تو ان کی جو بات پوری ہوتی ہے وہ دراصل حق ہوتی ہے' لیکن یہ لوگ درمیان میں کچھ تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اس میں کچھ اضافہ کر دیتے ہیں (اس لیے ان کی بعض باتیں ثابت نہیں بھی ہوتیں)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت زہری کے حوالے سے' امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' انصار کے کچھ افراد سے منقول ہیں۔ وہ یہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے' اس کے بعد انہوں نے سابقہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے' جس کا مفہوم اس جیسا ہے۔

اس روایت کو حسین بن حریث نے ولید بن مسلم کے حوالے سے' امام اوزاعی سے نقل کیا ہے۔

شرح

حکم الٰہی کے نزول کے وقت فرشتوں کی کیفیت:

ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ○ (سبا:۲۳)

''اور اس کے ہاں اس کی شفاعت نافع ثابت ہوگی' جسے شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی حتیٰ کہ جب شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو وہ دریافت کریں گے کہ آپ کے پروردگار نے کیا کہا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ اس نے حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند و بالا ہے''۔

اس آیت کے دوسرے حصہ میں نزول وحی کے وقت فرشتوں کی کیفیت واضح کی گئی ہے۔ فرشتے نزول وحی کے وقت اپنے آپ میں عجز و انکسار کی وجہ سے خوف خداوندی محسوس کرتے ہیں اور جس طرح پتھر پر لوہے کی زنجیر کھینچنے سے آواز پیدا ہوتی ہے وہ

بھی ایسی آواز سنتے ہیں۔ پھر اوپر نیچے کے ملائکہ باہم گفتگو کرتے ہیں، نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ وہ جواب میں کہتے ہیں کہ اس نے حق بات کہی ہے۔ اس طرح اوپر والے فرشتے نیچے والے فرشتوں کو حکم خداوندی سے مطلع کرتے ہیں۔

سوال: قیامت کے دن بعض مقبولان بارگاہ خداوندی اپنے عقیدت مندوں کے حق میں سفارش کریں گے اور مشرکین کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ بت ان کے حق میں سفارش کریں گے تو پھر فرق کیا ہوا؟

جواب: قیامت کے دن ازخود کوئی سفارش نہیں کر سکے گا، اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء علیہم السلام اپنے امتیوں اور صالحین اپنے عقیدت مندوں کے حق میں سفارش کریں گے، یہ سفارش حق ہے۔ بتوں کو نہ سفارش کی اجازت ملے گی اور نہ وہ سفارش کر سکیں گے۔ اس طرح انبیاء علیہم السلام کی سفارش اور بتوں کی سفارش کے مابین زمین وآسمان کا فرق ہے۔ الغرض بت اپنے پرستگان کے حق میں ہرگز ہرگز سفارش نہیں کر سکیں گے۔ انبیاء کی سفارش حق اور بتوں کی باطل ہے۔

سوال: پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم خداوندی نازل ہوتے وقت فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں اور دوسری حدیث باب سے ان کا باہوش ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: دونوں روایات میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ فرشتے تسبیح وتحلیل میں اس قدر منہمک اور مصروف ہوتے ہیں کہ انہیں وحی کے نزول کا ادراک تک نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے وحی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے استفسار کرتے ہیں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمَلَائِكَةِ

باب 36: سورہ ملائکہ سے متعلق روایات

3149 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا مِّنْ ثَقِيْفٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ كِنَانَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ) قَالَ هٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّكُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے اس آیت کے بارے میں یہ فرمایا ہے:

"پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنا دیا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تھا پھر ان میں سے کچھ لوگ

3149۔ اخرجہ احمد (۷۸/۳)۔

اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے اور کچھ میانہ روی اختیار کرنے والے تھے اور کچھ بھلائی کی طرف سبقت لے جانے والے تھے۔''

نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: یہ سب لوگ ایک ہی مرتبے کے حامل ہیں اور یہ سب جنت میں ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ''حدیث غریب حسن'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

سورۃ الفاطر کو سورہ ملائکہ بھی کہا جاتا ہے جو پانچ (۵) رکوع، چھیالیس (۴۶) آیات، نوسوستر (۹۷۰) الفاظ اور تین ہزار ایک سوتیس (۳۱۳۰) حروف پر مشتمل ہے۔

امت محمدیہ کی اقسام ثلاثہ اور ان کا جنتی ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ (الفاطر: ۳۲)

''پھر ہم نے قرآن مجید کا وارث بنایا ان لوگوں کو جن کا ہم نے اپنے بندوں کے لیے انتخاب کیا، پس بعض ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ کی اجازت سے امور خیر میں سبقت لے جاتے ہیں۔ یہی زیادہ فضیلت والے لوگ ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے آخری آسمانی کتاب قرآن کریم اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری، یہ کتب سماوی کی تصدیق کرنے والی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے یہ کتاب امت محمدیہ کو ملی۔ مسرور زمانہ کے ساتھ امت محمدیہ کی تین اقسام ہوگئیں۔

(۱) غافل: یعنی اپنے فرائض وواجبات کے تارک اور محرمات کے مرتکب لوگ۔

(۲) خیر الامور اوسطھا کو اختیار کرنے والے یعنی جو فرائض وواجبات کو بروقت ادا کرنے اور محرمات سے احتراز کرنے والے لوگ۔

(۳) اعمال صالحہ میں سبک رو یعنی وہ لوگ جو فرائض کے ساتھ واجبات کو بھی ادا کرتے ہیں اور محرمات سے احتراز کے ساتھ مکروہات سے بھی اجتناب کرنے والے ہوں گے۔

یہ تین قسم کے لوگ جنت میں جائیں گے لیکن ان کے دخول جنت کی کیفیت مختلف ہوگی اور جنت میں ان کے درجات بھی مختلف ہوں گے۔ سابق بالخیرات بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، میانہ روی اختیار کرنے والے معمولی حساب دینے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے اور حق تلفی کرنے والے لوگ آخرت میں پریشان ہوں گے آخر وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے۔

شرح ترمذی شریف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

علامہ محمد یسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز

شرح جامع ترمذی شریف

6

تصنیف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شرح

محمد لیسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

شرح جامع ترمذی شریف

مترجم ____ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

پروف ریڈنگ ____ ملک محمد یونس

کمپوزنگ ____ ورڈز میکر

باہتمام ____ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ____ مارچ 2018ء

سرورق ____ اے ایف ایس ایڈورٹائزر
0322-7202212

طباعت ____ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ____ روپے فی جلد

هو القادر

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے۔ تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہو گا۔

ترتیب

كِتَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ يٰسٓ

باب 37: سورہ یٰسین سے متعلق روایات

3150 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِيْرٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَتْ بَنُوْ سَلِمَةَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَدِيْنَةِ فَاَرَادُوا النُّقْلَةَ اِلٰى قُرْبِ الْمَسْجِدِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اٰثَارَكُمْ تُكْتَبُ فَلَا تَنْتَقِلُوْا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ

توضیح راوی: وَاَبُوْ سُفْيَانَ هُوَ طَرِيْفٌ السَّعْدِيُّ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنوسلمہ قبیلے کے لوگ مدینہ منورہ کے کنارے پر آباد تھے۔ انہوں نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا' تو یہ آیت نازل ہوئی۔

"بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے' اور جو وہ آگے بھیجیں گے' اور جو پیچھے رکھیں گے اس کو نوٹ کریں گے۔"

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بے شک تمہارے قدموں کے نشانات نوٹ کیے جاتے ہیں اس لیے تم منتقل نہ ہو۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور سفیان ثوری سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

ابوسفیان نامی راوی طریف سعدی ہیں۔

شرح

سورہ یٰسین مکی ہے جو پانچ (۵) رکوع، تراسی (۸۳) آیات، سات سو انتیس (۷۲۹) کلمات اور تین ہزار (۳۰۰۰) حروف پر مشتمل ہے۔

اعمال و آثار دونوں کا لکھے جانا:

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ (یٰسین: ۱۲)

"بیشک ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھتے ہیں جو کچھ انہوں نے آگے بھیج دیے اور وہ اعمال لکھتے ہیں جو انہوں نے پیچھے چھوڑ دیے ہیں اور ہم نے ہر چیز کا احاطہ کر کے لوح محفوظ میں منضبط کر دیا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اعمال سے مراد امورِ خیر اور آثار سے مراد اعمال کے نتائج ہیں مثلاً معلم

شب و روز محنت کر کے شاگرد تیار کرتا ہے اور مصنف محنت شاقہ سے تصانیف تیار کرتا ہے۔ یہ شاگرد اور تصانیف اعمال ہیں اور لوگوں کا ان سے استفادہ کرنا آثار ہیں۔

یہ ضابطہ اعمال صالحہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اعمال بد کو بھی شامل ہے۔ ایک مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرتا ہے اسے اس کے ایجاد کرنے کا اور اس پر عمل پیرا ہونے والے لوگوں کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا۔ اسی طرح کوئی شخص برا طریقہ ایجاد کرتا ہے اسے اس کے ایجاد کرنے کا اور اسے اپنانے والے لوگوں کے برابر سزا دی جائے گی۔

آثار میں امور خیر کی طرف اٹھنے والے قدم بھی شامل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد کی طرف اٹھنے والے ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انصار کے مشہور قبیلہ بنوسلمہ کے کچھ لوگ مسجد نبوی شریف سے فاصلے پر رہائش پذیر تھے، رات کی تاریکی اور بارش وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں نماز کے لیے آنے جانے کی پریشانی تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مکان فروخت کر کے مسجد نبوی کے پاس رہائش اختیار کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کی رہائش وہاں ہی بہتر ہے کیونکہ جتنے قدم زیادہ چل کر تم آؤ گے ہر قدم کے عوض نیکی لکھی جاتی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کا سب سے زیادہ ثواب اس شخص کو ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے آتا ہے، اس کے بعد زیادہ ثواب کا حقدار وہ شخص ہے جو اس کے بعد دور کا راستہ طے کر کے مسجد میں آتا ہے اور جو شخص مسجد میں پیشگی آ کر نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے تو اسے اس شخص سے زیادہ ثواب عطا کیا جاتا ہے جو اپنی نماز ادا کر کے سو جاتا ہے۔

3151 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَدْرِيْ يَا اَبَا ذَرٍّ اَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ فَتَسْتَاْذِنُ فِي السُّجُوْدِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَاَنَّهَا قَدْ قِيْلَ لَهَا اطْلُعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا قَالَ ثُمَّ قَرَاَ وَذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَهَا قَالَ وَذٰلِكَ فِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ میں سورج غروب ہونے کے فوراً بعد مسجد میں داخل ہوا، نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو (یہ سورج) کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ جاتا ہے اور سجدے کی

اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت مل جاتی ہے (جب قیامت آنے والی ہوگی) تو اس سے کہا جائے گا: تم اسی طرف سے طلوع ہو جاؤ! جہاں سے آئے ہو تو سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو جائے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''وہ اپنی مخصوص ڈگر پر چلتا ہے۔''

راوی بیان کرتے ہیں: یہ حضرت عبداللہ کی قرأت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

آفتاب کا اپنے محور پر چلتے رہنا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ؀ (یٰسین: ۳۸)

''آفتاب اپنی مقررہ جگہ پر چلتا رہتا ہے یہ بہت غالب علم والے کا تیار کردہ نظام ہے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ مسجد نبوی شریف میں اس وقت پہنچا کہ آفتاب اس وقت غروب ہو رہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا: اے ابوذر! غروب ہونے کے بعد آفتاب کہاں جاتا ہے؟ میں نے جواباً کہا: اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک ایسے مقام پر جاتا ہے جہاں سجدہ کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے جو اسے دے دی جاتی ہے وہ سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اسے حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع ہو اور وہ اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع ہوگا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا یعنی سورج اپنے محور کے گرد گھومتا ہے۔

آفتاب کے مستقر کے کثیر محامل:

آفتاب اپنے مستقر پر سفر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قرب قیامت میں یہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ مستقر کے کثیر محامل ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) آفتاب تا قیامت اپنے مستقر پر اپنا سفر جاری رکھے گا اور قیامت آنے پر اس کی حرکت ختم ہو جائے گی، کیونکہ اس سے مراد ظرف زمان ہے۔

(۲) زمین کے ایک خطہ میں آفتاب چلتا رہتا ہے، رات آنے پر زمین کے دوسرے خطہ پر ظاہر ہو کر اپنا سفر شروع کر دیتا ہے اور اس کی حرکت تا قیامت منقطع نہیں ہوگی۔

(۳) آفتاب سال بھر اپنے مستقر پر چلتا رہتا ہے اور دوسرے سال کا آغاز ہوتے ہی اس کا نیا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

(۴) مستقر سے مراد ظرف زمان نہیں بلکہ ظرف مکان ہے۔ موسم گرما میں آفتاب نہایت بلندی پر ہوتا ہے اور موسم سرما میں اس کے مقابل پستی میں ہوتا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الصَّافَّاتِ

باب 38: سورہ صافات سے متعلق روایات

3152 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمٍ عَنْ بِشْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ دَاعٍ دَعَا اِلٰى شَيْءٍ اِلَّا كَانَ مَوْقُوْفًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَازِمًا بِهٖ لَا يُفَارِقُهٗ وَاِنْ دَعَا رَجُلٌ رَجُلًا ثُمَّ قَرَاَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی دعوت دینے والا کسی چیز کی طرف دعوت دیتا ہے تو اسے قیامت کے دن ٹھہرالیا جائے گا' اور وہ چیز اس کے ساتھ ہوگی اس سے الگ نہیں ہوگی اگرچہ کسی شخص نے کسی ایک ہی شخص کو دعوت دی ہو۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا:

''انہیں ٹھہرالو! ان لوگوں سے سوال کیا جائے گا کیا وجہ ہے تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے تھے؟''

شرح

سورہ صافات مکی ہے جو پانچ (۵) رکوع، ایک سو بیاسی (۱۸۲) آیات، آٹھ سو نوے (۸۹۰) کلمات اور تین ہزار آٹھ سو چھبیس (۳۸۲۶) حروف پر مشتمل ہے۔

جہنمیوں سے قیامت کے دن ایک سوال:

ارشاد ربانی ہے:

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝ (الصافات: ۲۴، ۲۵)

''اور انہیں ٹھہراؤ' بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں کو حکم دے گا کہ تم مشرکین اور ان کے ہمنواؤں کو جمع کرو انہیں جہنم کا راستہ دکھاؤ اور انہیں ہانک کر اس کی طرف پہنچاؤ۔ پھر قدرے روک کر ان

3152- اخرجه الدارمی (۱/۱۳۱)، باب: من سن سنة حسنة او سيئة

سے دریافت کرو: جس طرح تم لوگ دنیا میں باہم مدد کرتے تھے اب کیوں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ ان لوگوں سے اس کا کوئی جواب نہیں بن پڑے گا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو آیات کی تلاوت فرمائی۔

3153 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (وَاَرْسَلْنَاهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ) قَالَ عِشْرُوْنَ اَلْفًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا۔

''اور ہم نے اسے ایک لاکھ افراد یا اس سے بھی زیادہ کی طرف مبعوث کیا۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ (ایک لاکھ سے) بیس ہزار زیادہ تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ ''حدیث غریب'' ہے۔

شرح

حضرت یونس علیہ السلام کے امتیوں کی تعداد:

ارشادِ ربانی ہے:

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ○ (الصافات:۱۴۷)

''اور ہم نے انہیں (حضرت یونس علیہ السلام کو) ایک لاکھ یا اس سے زیادہ افراد کی طرف رسول بنا کر بھیجا''۔

حضرت یونس علیہ السلام کا تعلق حضرت لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی اولاد و امجاد سے ہے۔ آپ ملک شام کے باسی تھے اور بعلبک کے عمال سے بھی تعلق تھا۔ ایک روایت کے مطابق آپ زمانہ کم سنی میں وصال فرما گئے پھر والدہ محترمہ کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت الیاس علیہ السلام کی دعا سے زندہ کر دیا۔ باذن اللہ چالیس سال کی عمر میں وہ نبوت سے سرفراز کیے گئے۔ آپ بنی اسرائیل کے مشہور عابدوں میں سے ایک تھے۔ دین کی حفاظت کی غرض سے ملک شام سے چل کر دریا دجلہ کے کنارے پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اہل نینوئی کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔ کھانا کھانے سے قبل تین سو رکعات پڑھا کرتے تھے اور ہر رات سونے سے قبل بھی تین سو رکعات نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اہل نینوئی میں گناہوں کی کثرت ہونے پر آپ کو ان کا رسول بنایا گیا تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام دیا اور اس کے عذاب سے ڈرایا لیکن قوم نے آپ کی تکذیب کی۔ پھر

آپ کو پتھر مار مار کر وہاں سے نکال دیا۔ آپ مسلسل تین بار قوم کے پاس اصلاح وتہذیب کے لیے گئے تو قوم نے تینوں بار ہی آپ کی تکذیب کی۔ آپ نے اہل نینوی کے لیے بددعا کی اور تین ایام کے اندر ان پر نزول عذاب کی اطلاع ملنے پر آپ اپنی اہلیہ اور بچوں کو لے کر ایک محفوظ مقام پر چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم یونس علیہ السلام (بنی اسرائیل) پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا، پھر ان کی منت وسماجت اور معافی کے سبب عذاب دور کر دیا۔ آپ چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے، باذن اللہ مچھلی نے آپ کو خراش تک نہ آنے دی اور نہ آپ کی کسی ہڈی کو نقصان پہنچایا۔ آپ چالیس ایام تک جنات اور مچھلیوں کی تسبیح وتہلیل کی آواز سماعت کرتے رہے۔

چالیس ایام کے بعد مچھلی کے پیٹ سے آپ کو نجات عطا کی۔ آپ کی خوراک اور دودھ وغیرہ کا بکری کے ذریعے انتظام کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح کی نماز کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی، نماز ظہر کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کی، نماز عصر کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ قبول کی۔ نماز مغرب کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی بشارت دی اور نماز عشاء کے وقت حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دی تھی اور انہوں نے شکر الٰہی بجالاتے ہوئے چار رکعت نماز ادا کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پانچوں نمازیں میری امت پر فرض کر دیں تاکہ میری امت کا کفارہ بن جائیں۔

حضرت یونس علیہ السلام طویل زمانہ بقید حیات نہ رہ سکے۔ ان کے وصال کے بعد آپ کے شاگرد رشید حضرت شعیا علیہ السلام قوم کی راہنمائی کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ جاری تھا کہ بنی اسرائیل سے ایک نبی دنیا سے رخصت ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کے بعد حضرت شعیا علیہ السلام نبی بنے۔ قوم بنی اسرائیل کی راہنمائی کرنے لگے اور انہوں نے لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خبر دی تھی جو بغیر باپ کے کنواری ماں کے بطن سے تولد ہوں گے، آپ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری سنائیں گے اور یہ بھی اعلان کریں گے کہ آپ کا نام احمد ہوگا۔

زیر بحث آیت اور حدیث کے مطابق حضرت یونس علیہ السلام کی امت کے افراد کی تعداد ایک لاکھ اور کچھ زائد ہوگی۔

سوال: امت کی تعداد ایک لاکھ افراد اور کچھ زائد شک کو ظاہر کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم قطعی ہے اور شک وشبہ سے بلند ہے؟

جواب: (۱) اس مقام پر لفظ ''او'' تشکیک کے لیے نہیں ہے بلکہ ''بھی'' کے معنی کے ساتھ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام ایک بڑی امت کی طرف مبعوث کیے گئے جس کے افراد کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زائد تھی۔

(۲) یہاں لاکھ سے مقررہ تعداد مراد نہ ہو بلکہ کثرت امت مراد ہو۔

حضرت یونس علیہ السلام کے فضائل وکمالات:

دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے فضائل وکمالات بھی احادیث نبوی میں بیان کیے گئے ہیں، اس سلسلہ میں چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عباد بن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور میرے بھائی انبیاء علیہم السلام کے مابین کسی کو فضیلت نہ دو اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ یونس بن متی پر کسی کو فضیلت دے۔

(تاریخ دمشق، رقم الحدیث ۱۳۶۸۸)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص یہ بات مت کہے میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۴۱۳)

(۳) حضرت عثمان بن اسود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقام غم الروحا پر ستر (۷۰) انبیاء علیہم السلام سوار ہو کر گزرے جنہوں نے عبائیں زیب تن کی ہوئی تھیں اور ان کی زبان پر یہ نغمہ تھا: لبیک، لبیک، ان میں حضرت یونس بن متی بھی تھے جو یوں تلبیہ کہہ رہے تھے: اے مصائب و مشکلات کو حل کرنے والے لبیک، لبیک۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وادی ازرق پر تشریف لے گئے پھر آپ نے فرمایا: گویا میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی سے اترتے وقت یہ نغمہ پڑھ رہے تھے: اَللّٰهُمَّ لبیك، اَللّٰهُمَّ لبیك (اے پروردگار! میں حاضر ہوں، اے پروردگار! میں حاضر ہوں۔) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا: میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام کو ملاحظہ کر رہا ہوں کہ ان پر دو سفید عبائیں ہیں اور وہ بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں: اَللّٰهُمَّ لبیك، اَللّٰهُمَّ لبیك (پہاڑ بھی ان کے جواب میں تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی جواب میں یوں فرما رہا ہے: لبیک (اے یونس! میں بھی تیرے ساتھ موجود ہوں۔)

3154 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ (وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبَاقِيْنَ) قَالَ حَامٌ وَّسَامٌ وَّيَافِثُ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: يُقَالُ يَافِثُ وَيَافِتُ بِالتَّاءِ وَالثَّاءِ وَيُقَالُ يَفِثُ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ بَشِيْرٍ

◄► حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے۔

''اور ہم نے اس کی ذریت کو باقی رہنے دیا۔''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: (وہ ذریت) حام سام یافث تھے۔

ایک قول کے مطابق ان کا نام یافت اور ایک قول کے مطابق یافث اور ایک قول کے مطابق یفث ہے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف سعید بن بشیر کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

3155 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَامٌ أَبُو الْعَرَبِ وَحَامٌ أَبُو الْحَبَشِ وَيَافِثُ أَبُو الرُّومِ

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، سام عربوں کے جد امجد ہیں۔ حام حبشیوں کے جد امجد ہیں جبکہ یافث رومیوں کے جد امجد ہیں۔

شرح

پوری کائنات کا حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں کی اولاد ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ ○ (الصافات: ۷۷)

''اور ہم نے ان (حضرت نوح علیہ السلام) کی اولاد کو باقی رہنے والا بنایا''۔

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ طوفان نوح کے موقع پر کشتی پر سوار لوگوں کے علاوہ سب لوگ ہلاک ہوگئے پھر پوری کائنات کی نسل حضرت نوح علیہ السلام کے تین فرزندوں سے چلی۔ اس ارشاد ربانی کا یہی مفہوم ہے۔ حدیث باب میں آپ علیہ السلام کے صاحبزادگان کے اسماء گرامی یہ بیان ہوئے ہیں: (۱) حام (۲) سام (۳) یافث۔

نوٹ: لفظ یافث کو تین طریقوں سے پڑھا اور لکھا جاتا ہے: (۱) یافث (۲) یافت (۳) یفث۔

دوسری حدیث باب کے مطابق اہل عرب کے جد امجد سام، اہل حبش کے جد امجد حام اور رومیوں کے جد امجد یافث ہیں۔ مؤرخین کی رائے کے مطابق سام کی نسل سے اہل عرب و فارس اور حام کی نسل سے افریقی ممالک کے سیاہ فام جبکہ یافث کی نسل سے ترک، منگول اور یاجوج و ماجوج مخلوق وجود میں آئی۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ ص

باب 39: سورہ ص سے متعلق روایات

3156 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ يَحْيَى قَالَ عَبْدٌ هُوَ ابْنُ عَبَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ مَرِضَ أَبُو طَالِبٍ فَجَاءَتْهُ قُرَيْشٌ وَجَاءَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَ أَبِي طَالِبٍ مَجْلِسُ رَجُلٍ فَقَامَ أَبُو جَهْلٍ كَيْ يَمْنَعَهُ وَشَكَوْهُ إِلَى أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي مَا تُرِيدُ مِنْ قَوْمِكَ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ مِنْهُمْ كَلِمَةً وَاحِدَةً تَدِينُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّي إِلَيْهِمُ الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ قَالَ كَلِمَةً وَاحِدَةً قَالَ كَلِمَةً

3156۔ اخرجہ احمد (۱/۲۲۷، ۲۲۸، ۳۶۲)۔

وَاحِدَةً قَالَ يَا عَمِّ قُولُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ قَالَ فَنَزَلَ فِيهِمُ الْقُرْاٰنُ (ص وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ) اِلٰى قَوْلِهٖ (مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ وقَالَ يَحْيَى بْنُ عِمَارَةَ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ نَحْوَهٗ عَنِ الْاَعْمَشِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب جناب ابوطالب بیمار ہوئے' تو قریش ان کے پاس آئے۔ نبی اکرم ﷺ بھی ان کے پاس آئے۔ اس وقت جناب ابوطالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ابوجہل اٹھا تا کہ نبی اکرم ﷺ کو وہاں بیٹھنے سے منع کرے۔ راوی بیان کرتے ہیں: ان لوگوں نے ابوطالب کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی شکایت کی' تو ابوطالب نے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ ﷺ اپنی قوم سے کیا چاہتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ان سے یہ چاہتا ہوں کہ یہ کلمہ پڑھیں۔ یہ لوگ عربوں کے حاکم بن جائیں گے' اور عجمی جزیہ لے کر ان کے پاس آیا کریں گے۔ ابوطالب نے دریافت کیا: ایک کلمہ؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک کلمہ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے میرے چچا! یہ لوگ یہ مان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے' تو انہوں نے کہا: ایک خدا؟ ہم نے کسی دوسرے مذہب میں یہ بات نہیں سنی۔ یہ ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں، تو ان لوگوں کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

''ص اس قرآن کی قسم! جو نصیحت سے لبریز ہے' کفر کرنے والے لوگ صرف تکبر اور مخالفت کا شکار ہیں۔''

یہ آیت یہاں تک ہے:

''ہم نے یہ بات کسی دوسرے مذہب میں نہیں سنی یہ اپنی طرف سے بنائی ہوئی بات ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یحییٰ بن سعید نے سفیان کے حوالے سے' اعمش کے حوالے سے' اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

یحییٰ بن عمارہ نے یہ بات بیان کی ہے، بندار نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے' سفیان کے حوالے سے' اعمش سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شرح

سورہ ص مکی ہے جو پانچ (۵) رکوع، اٹھاسی (۸۸) آیات، سات سو اکتیس (۷۳۱) کلمات اور تین ہزار چھ سو ساٹھ (۳۶۶۰) حروف پر مشتمل ہے۔

ایک کلمہ جس سے عرب و عجم اطاعت گزار بن جائیں:

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی موافقت و مخالفت کی پرواہ کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کے اقرار جبکہ بتوں کی پوجا پاٹ ترک کرنے کا نہایت استقلال کے ساتھ پیغام دیتے رہے۔ اس اہم مقصد کے حصول میں کسی ذات و طاقت کو رکاوٹ نہیں بننے دیا تھا۔

جب ابوطالب ضعیف ہو گئے اور وہ بستر مرگ پر موجود تھے، رؤسا قریش ان کے پاس آئے اور انہوں نے شکوہ کرتے ہوئے کہا: آپ اپنے بھتیجے اور ہمارے درمیان کوئی اعتدال کی راہ نکال دیں کہ ہماری مخالفت موافقت میں اور عداوت دوستی میں تبدیل ہو جائے۔ اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ ہمارے خداؤں کو وہ برا نہ کہیں۔ یہ گفتگو سننے کے بعد ابوطالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور کہا: اے بھتیجے! یہ آپ کے ہم قبیلہ اور قریشی بھائی ہیں۔ آپ ان کے ساتھ مصالحت کی راہ نکالنے کی کوشش کریں اور مخالفت سے احتراز کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رؤساء قریش اور آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں، گزارش کی گئی کہ آپ ہمارے معبودوں کی مخالفت نہ کریں اور نہ ان کی توہین کریں۔ آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تمام اہل عرب عجم قریش کا احترام کریں اور ان کی اطاعت کریں۔ یہ تب ہو سکتا ہے کہ ہم ایک کلمہ پر جمع ہو جائیں، وہ کلمہ توحید ہے اور سب نے آپ کی بات مانتے ہوئے اقرار کیا۔ پھر آپ کی طرف سے کلمہ پڑھنے کی دعوت دی گئی: لا الہ الا اللہ۔ اب ان پر سناٹا چھا گیا۔ اپنے اقراری بیان کا انکار کر دیا۔

رؤساء قریش اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے، آپ نے اپنے چچا سے فرمایا: اے چچا! اگر آپ یہ کلمہ پڑھ لیتے ہیں تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی سفارش کروں گا مگر حاضرین کی مداخلت کے نتیجہ میں ابوطالب بھی کلمہ پڑھنے سے محروم رہے اور اسی حالت میں وہ دنیا سے رخت سفر باندھ گئے۔ سورۂ ص کی ابتدائی آیات اور احادیث باب میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

3157 سند حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: أَتَانِي اللَّيْلَةَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ أَحْسَبُهُ قَالَ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ أَوْ قَالَ فِي نَحْرِي فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فِي الْكَفَّارَاتِ وَالْكَفَّارَاتُ الْمُكْثُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَالْمَشْيُ عَلَى الْأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ وَإِسْبَاغُ الْوُضُوءِ فِي الْمَكَارِهِ وَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَمَاتَ بِخَيْرٍ وَكَانَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَإِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ قَالَ وَالدَّرَجَاتُ إِفْشَاءُ السَّلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلَاةُ

3157- اخرجه احمد (۱/۳۶۸)، و عبد بن حمید ص (۲۲۸)، حدیث (۶۸۲)۔

بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ ذَكَرُوْا بَيْنَ اَبِىْ قِلَابَةَ وَبَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ رَجُلًا وَّقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ اللَّجْلَاجِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گزشتہ رات (خواب میں) میرا پروردگار میرے پاس بہترین صورت میں آیا۔ (راوی کو شک ہے کہ شاید حدیث میں خواب کا ذکر ہے) تو اس نے فرمایا: اے محمد! کیا تم جانتے ہو؟ ملاء اعلیٰ کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنی چھاتی میں محسوس کیا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اپنے حلق میں محسوس کیا جس سے مجھے پتہ چل گیا کہ آسمان اور زمین میں کیا کچھ ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا: اے محمد! کیا تم یہ جانتے ہو کہ مقرب فرشتے کس کے بارے میں بحث کر رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ وہ کفارات کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں اور کفارات یہ ہیں: نماز کے بعد مسجد میں ٹھہر جانا (زیادہ قدموں کے ساتھ چل کر) باجماعت نماز کے لیے آنا' جب طبیعت آمادہ نہ ہو اس وقت اچھی طرح وضو کرنا' جو شخص یہ کام کرے گا' وہ بھلائی کے ساتھ زندہ رہے گا' اور بھلائی کے ساتھ مرے گا' اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا' جیسے وہ اپنی پیدائش کے وقت تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: اے محمد! جب تم نماز پڑھ لو تو یہ دعا مانگو:

"اے اللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں (کہ تو مجھے یہ توفیق عطا کر) بھلائی کے کام کرنے کی' برائی سے بچنے کی' مسکینوں کے ساتھ محبت کرنے کی اور جب تو اپنے بندوں کے بارے میں آزمائش کا ارادہ کرے' تو مجھے کسی آزمائش میں مبتلا کیے بغیر اپنی بارگاہ میں لے جانا۔"

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: درجات (ان کاموں سے حاصل ہوتے ہیں) سلام پھیلانا' دوسروں کو کھانا کھلانا اور رات کے وقت' اس وقت نماز ادا کرنا جب لوگ سو چکے ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بعض راویوں نے ابوقلابہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان ایک اور راوی کا تذکرہ کیا ہے۔

قتادہ نے اسے ابوقلابہ کے حوالے سے' خالد کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

3158 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ اللَّجْلَاجِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِىْ رَبِّىْ فِىْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ وَسَعْدَيْكَ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ رَبِّ لَا اَدْرِىْ فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَىَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَىَّ فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ وَسَعْدَيْكَ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ

3158- اخرجه احمد (۱/۳۶۸)

الْاَعْلٰی قُلْتُ فِي الدَّرَجَاتِ وَالْكَفَّارَاتِ وَفِي نَقْلِ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَاِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ فِي الْمَكْرُوْهَاتِ وَانْتِظَارِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَمَنْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ عَاشَ بِخَيْرٍ وَّمَاتَ بِخَيْرٍ وَّكَانَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اختلاف روایت: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطُوْلِهٖ وَقَالَ اِنِّي نَعَسْتُ فَاسْتَثْقَلْتُ نَوْمًا فَرَاَيْتُ رَبِّي فِي اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میرا پروردگار میرے پاس بہترین شکل میں آیا۔ اس نے فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کی: اے میرے پروردگار! میں حاضر ہوں اور تیری فرمانبرداری کے لیے تیار ہوں۔ پروردگار نے دریافت کیا: ملاء اعلیٰ کس بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: اے میرے پروردگار مجھے علم نہیں ہے۔ پھر پروردگار نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں محسوس کیا جس سے مجھے مشرق اور مغرب کے درمیان میں موجود ہر چیز کا پتہ چل گیا پھر اس نے فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں اور تیری فرمانبرداری کے لیے تیار ہوں' اے میرے پروردگار! پروردگار نے فرمایا: ملاء اعلیٰ کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: درجات اور کفارات کے بارے میں اور زیادہ قدموں کے ساتھ چل کر باجماعت نماز کی طرف جانے کے بارے میں' ناپسندیدہ صورتحال کے وقت اچھی طرح وضو کرنے کے بارے میں' نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کے بارے میں' بات کر رہے ہیں۔ جو شخص باقاعدگی کے ساتھ ان اعمال کو سرانجام دیتا رہے گا وہ بھلائی کے ساتھ زندہ رہے گا' اور بھلائی کے ساتھ مرے گا' اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا' جیسے اپنی پیدائش کے دن تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث نقل کی ہیں۔

یہی روایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طویل حدیث کے طور پر منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

''میں سو گیا اور گہری نیند سو گیا پھر میں نے اپنے پروردگار کو (خواب میں) بہترین شکل میں دیکھا تو اس نے ارشاد فرمایا: ملاء اعلیٰ کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟''

3159 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ اَبُوْ هَانِئٍ الْيَشْكُرِيُّ حَدَّثَنَا جَهْضَمُ بْنُ

عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ اَبِيْ سَلَّامٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَايِشٍ الْحَضْرَمِيِّ اَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ يَخَامِرَ السَّكْسَكِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: قَالَ احْتُبِسَ عَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى كِدْنَا نَتَرَائٰى عَيْنَ الشَّمْسِ فَخَرَجَ سَرِيْعًا فَثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَوَّزَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهٖ فَقَالَ لَنَا عَلٰى مَصَافِّكُمْ كَمَا اَنْتُمْ ثُمَّ انْفَتَلَ اِلَيْنَا ثُمَّ قَالَ اَمَا اِنِّيْ سَاُحَدِّثُكُمْ مَا حَبَسَنِيْ عَنْكُمُ الْغَدَاةَ اِنِّيْ قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّاْتُ وَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِيْ فَنَعَسْتُ فِيْ صَلَاتِيْ فَاسْتَثْقَلْتُ فَاِذَا اَنَا بِرَبِّيْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا اَدْرِيْ رَبِّ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ فَرَاَيْتُهٗ وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ فِي الْكَفَّارَاتِ قَالَ مَا هُنَّ قُلْتُ مَشْيُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَالْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِي الْمَكْرُوْهَاتِ قَالَ ثُمَّ فِيْمَ قُلْتُ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَلِيْنُ الْكَلَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ قَالَ سَلْ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَاِذَا اَرَدْتَ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُ اِلٰى حُبِّكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا حَقٌّ فَادْرُسُوْهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قولِ امام بخاری: سَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ اللَّجْلَاجِ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَايِشٍ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَهٰذَا غَيْرُ مَحْفُوْظٍ هٰكَذَا ذَكَرَ الْوَلِيْدُ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَايِشٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوٰى بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَايِشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اَصَحُّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَايِشٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف نہیں لائے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہمیں سورج نکلتا ہوا نظر آجاتا۔ نبی اکرم ﷺ تیزی کے ساتھ باہر تشریف لائے، نماز کے لیے اقامت کہی گئی، نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی، آپ ﷺ نے مختصر نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے بلند آواز میں ہم سے فرمایا: تم جس حالت میں ہو ویسے ہی رہو! پھر آپ ﷺ نے ہماری طرف رُخ کیا اور ارشاد فرمایا: میں تمہیں

بتاتا ہوں جس وجہ سے میں آج صبح نہیں آسکا۔ گزشتہ رات میں بیدار ہوا، میں نے وضو کیا اور جتنا مقدر میں تھا نماز ادا کی۔ پھر میں نماز کے دوران ہی سو گیا، یہاں تک کہ گہری نیند میں چلا گیا' تو میں نے اپنے پروردگار کو بہترین شکل میں دیکھا۔ اس نے فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں' اے میرے پروردگار! اس نے فرمایا: ملاء اعلیٰ کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: میں نہیں جانتا۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ بیان کی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر میں نے پروردگار کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی' تو ہر چیز میرے سامنے روشن ہو گئی اور میں نے اسے پہچان لیا' پھر اس نے فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کی میں حاضر ہوں' اے میرے پروردگار! اس نے فرمایا: ملاء اعلیٰ کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: کفارات کے بارے میں۔ اس نے فرمایا: اس سے کیا مراد ہے؟ میں نے عرض کی: زیادہ قدموں کے ساتھ چل کر بھلائی کی طرف جانا' نماز کے بعد مساجد میں بیٹھنا اور جب طبیعت آمادہ نہ ہو اس وقت اچھی طرح وضو کرنا۔ اس نے فرمایا: پھر کس چیز کے بارے میں۔ میں نے عرض کی: کھانا کھلانے' نرم گفتگو کرنے' رات کے وقت نوافل ادا کرنے' جب لوگ سو رہے ہوں' کے بارے میں (بات کر رہے ہیں) تو پروردگار نے فرمایا: تم یہ دعا مانگو، اے میرے اللہ! میں تجھ سے بھلائی کے کام سرانجام دینے' برائی کو نہ کرنے' مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت کر دے اور مجھ پر رحم کر اور جب تو لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے' تو مجھے آزمائش میں مبتلا کیے بغیر موت دے دینا۔ میں تجھ سے تیری محبت اور جس سے تو محبت کرتا ہے' اس شخص کی محبت اور اس عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں' جو تیری محبت کے قریب کر دے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حق ہے اسے نوٹ کر لو اور پھر اس کی تعلیم حاصل کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے کہا: (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ اس روایت سے زیادہ مستند ہے' جسے ولید بن مسلم نے عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

انہوں نے یہ بات بیان کی، خالد نے اسے عبدالرحمٰن بن عائش حضرمی کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، اس کے بعد انہوں نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے' لیکن یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔

ولید نے اپنی روایت میں اسی طرح ذکر کیا ہے کہ یہ عبدالرحمٰن بن عائش کے حوالے سے' منقول ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' جبکہ بشر بن بکر نے اسے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے حوالے سے' اس سند کے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن بن عائش کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے' اور یہ زیادہ درست ہے۔

عبدالرحمٰن بن عائش نے نبی اکرم ﷺ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

شرح

ملاء اعلیٰ اور ان کے محبوب کام:

ارشاد خداوندی ہے:

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ (ص:۶۹)

''جب ملائکہ مقربین بحث کر رہے تھے تو مجھے اس کا علم نہیں تھا''۔

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ان کا اختصار یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح نماز فجر کے بعد اپنا ایک نورانی خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو بہترین صورت میں دیکھا اور اس نے مجھ سے دریافت کیا: اے محمد! کیا آپ کو علم ہے کہ ملائکہ مقربین کس مسئلہ میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے مابین رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوا کہ بتاؤ ملائکہ مقربین کس معاملے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے جواب میں عرض کیا: کفارات کے بارے میں اور وہ کفارات یہ ہیں:

(۱) نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرے رہنا (۲) باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے پیدل مسجد کی طرف جانا (۳) ناگوار حالتوں میں کامل وضو کرنا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: اے محمد! جب آپ نماز ادا کریں تو یہ دعا کیا کریں:

اَللّٰهُمَّ انی اسئلك فعل الخيرات و ترك المنكرات وحب المساكين واذا اردت بعبادك فتنة فاقبضنى اليك غير مفتون .

اے اللہ! بیشک میں تجھ سے عمل صالح کرنے، عمل بد ترک کرنے اور مساکین سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں، اور جب تو اپنے بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرنے کا قصد کرے تو آزمائش سے قبل مجھے اپنے پاس بلا لے۔

ملاء الاعلیٰ کا مفہوم:

لفظ ''ملاء'' کا معنی ہے: بھرنا، پر کرنا۔ الاعلیٰ سے مراد ہے: بلند شخص، اونچی ذات۔ اس کا مقابل ہے: ملاء الاسفل یعنی کم درجہ کا شخص، کم درجہ کا آدمی۔ ان کا تعلق ملائکہ سے بھی ہو سکتا ہے اور انسانوں سے بھی۔ صورت اوّل اس سے مراد آسمانی یا اعلیٰ درجہ کے فرشتے ہیں یعنی وہ اولوالعزم فرشتے ہیں؛ جن سے اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام کا مشورہ کیا تھا۔ زمین کے بسنے والے اور زمین پر تعینات فرشتے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ صورت ثانی کی مثال یہ ہے کہ کوئی محفل منعقد ہو، نقیب اس میں شامل ہونے والی اہم شخصیت کے آنے کی حاضرین کو خوشخبری سناتا ہے اور اس کی آمد پر لوگ پرتپاک انداز میں استقبال کرتے ہیں اور بار بار ہر نظر اس کی طرف اٹھتی ہے۔ کسی تقریب میں عام شخص آئے تو نہ اس کا تعارف کرایا جاتا ہے نہ اس کے آنے کی خوشخبری سنائی جاتی ہے اور

نہ اس کی طرف نظریں اٹھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صورت اور ہاتھوں کی وضاحت:

احادیث باب میں بیان کیے گئے خواب کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی صورت اور اس کے ہاتھوں کا بھی ذکر ہوا ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ صورت اور ہاتھوں سے پاک ہے۔ پھر اس کا مفہوم کیا ہوگا؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور متقدمین کا مؤقف ہے کہ بلا تاویل اللہ تعالیٰ کی صورت اور ہاتھوں سے مراد اس کی شایان شان صورت اور ہاتھ ہیں جس کی مثال مخلوق میں موجود نہیں ہے۔ علماء متاخرین کا نقطہ نظر ہے کہ یہاں دونوں امور میں تاویل کی جائے گی تا کہ مخالفین کی طرف سے حدوث کا سوال نہ کیا جا سکے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہاں صورت سے مراد اللہ تعالیٰ کی صورت نہیں ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل صورت مراد ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں سے اس ذات کے ہاتھ مراد ہیں جو مظہر خداوندی ہے یعنی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ۔

زمین و آسمان کی ہر چیز کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا ہونا:

احادیث باب کے مضمون سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کی ہر چیز کا علم حاصل ہے خواہ اس چیز کا تعلق آسمانوں کے ساتھ ہو یا زمین کے ساتھ ہو۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ دونوں روایات میں لفظ "ما" استعمال ہوا ہے جو عمومیت کا فائدہ دیتا ہے' جبکہ ایک روایت میں لفظ "کل" استعمال ہوا ہے جو بالیقین عموم پر دلالت کرتا ہے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم میں بھی اس کی صراحت ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط (النساء: ۱۱۳) "اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے"۔

اس آیت میں بھی لفظ "ما" استعمال ہوا ہے جو یقینی طور پر عمومیت کا تقاضا کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی پر اعتراض اور اس کا جواب:

حدیث باب سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی ثابت ہوتا ہے' جس کا انکار کوئی صاحب عقل نہیں کر سکتا۔ تاہم منکرین علم کلی کی طرف سے اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب تک دست قدرت پشت انور پر رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم باقی رہا اور جب دست قدرت اٹھ گیا تو علم بھی زائل ہو گیا۔ مثلاً جب بجلی کا بٹن دباتے ہیں تو بلب سے کمرہ روشن ہو جاتا ہے اور جب بٹن اوپر اٹھا لیا جاتا ہے' تو روشنی زائل ہو جاتی ہے اور کمرہ میں تاریکی چھا جاتی ہے۔ اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ٥ (طٰہٰ: ۱۱۴) اور (اے محبوب!) آپ یوں دعا کریں: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ کر"۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ عطاء علم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے واپس لے لیا گیا۔

(۲) وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ٥ (الضحیٰ: ۴) (اے محبوب!) آپ کی بعد والی ساعت پہلی ساعت سے بہتر ہے۔)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ علم دیا جانا اس آیت کا مصداق ہے اور کم علم ہونا اس کے منافی ہے۔

(۳) احادیث باب میں علم کلی کی صراحت ہے لیکن منکرین اپنے مؤقف کے مطابق وہ روایات پیش کریں جن سے ان روایات کی نفی ہوتی ہو۔

(۴) منکرین علم رسالت کا یہ کہنا کہ دست قدرت رکھے جانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم حاصل ہو گیا اور اس کے اٹھا لینے سے علم جاتا رہا بالکل منافقین کے اس قول کے مطابق ہے: فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ○ (البقرہ:۱۷) پس جب آگ نے ان کے اردگرد کی چیزوں کو روشن کر دیا، تو اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انہیں ایسے اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں سکتے"۔

ایک شبہ کا ازالہ:

شبہ یہ ہے کہ آیت مبارکہ: وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم کل پر استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ امتیوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں مساوات لازم آئے گی جو درست نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ:۱۵۱) اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کے بارے میں تم نہیں جانتے تھے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ "ما" عموم کے لیے نہیں مجازاً مخصوص کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کو بقدر ضرورت احکام شرعیہ کی تعلیم دیں اور یہاں "ما" عموم کے لیے نہیں ہے۔

اس مفہوم پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے:

لا صلوة لمن لم یقرا بفاتحة الکتاب (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۴۷)

"جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے"۔

لا نفی جنس کے لیے استعمال ہوتا ہے یہاں معنی یہ ہونا چاہیے کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر کوئی نماز نہ ہو لیکن نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے۔ اس حدیث میں لفظ "لا" نفی جنس کے لیے نہیں بلکہ مجازاً نفی کمال پر محمول ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الزُّمَرِ

باب 40: سورہ زمر سے متعلق روایات

3160 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ یَحْیَی بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ) قَالَ الزُّبَیْرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُكَرَّرُ عَلَیْنَا الْخُصُوْمَةُ بَعْدَ الَّذِیْ كَانَ بَیْنَنَا فِی الدُّنْیَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ اِنَّ الْاَمْرَ اِذًا لَشَدِیْدٌ

3160- اخرجه احمد (۱۶۴/۱)، (۱۶۷/۱)، و الحمیدی (۳۳/۱، ۳۴)، حدیث (۶۰، ۶۲).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

''پھر بے شک تم لوگ قیامت کے دن اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آپس میں بحث کرو گے۔''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ بحث و مباحثہ دنیا میں تو ہمارے درمیان موجود ہے تو کیا یہ دوبارہ ہمارے درمیان ہوگا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر تو معاملہ بہت شدید ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سورہ زمر مکی ہے جو آٹھ (۸) رکوع، پچھتر (۷۵) آیات، ایک ہزار ایک سو بانوے (۱۱۹۲) کلمات اور چار ہزار (۴۰۰۰) حروف پر مشتمل ہے۔

قیامت کے دن کفار سے دوبارہ آویزش ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ○ (الزمر: ۳۰،۳۱)

''بیشک آپ پر موت آنی ہے اور بیشک یہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر بیشک قیامت کے دن تم اپنے پروردگار کے حضور جھگڑو گے''۔

نبی کریم کی موت اور کفار کی موت میں فرق:

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور کفار کی موت کے لیے ایک جیسا صیغہ استعمال ہوا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ اور کفار کو مردہ کہا جاتا ہے؟ اس کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ میت اور کفار کے لیے لفظ میتون استعمال ہوا ہے یعنی دونوں جگہ میں لفظ میت نکرہ ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ایک نکرہ کو دوبارہ نکرہ لایا جائے تو نکرہ ثانی نکرہ اول کا غیر ہوگا۔ اس قاعدہ کے مطابق کفار کی موت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے مختلف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت قلیل وقت تک موت طاری ہوئی، غسل دیا گیا، کفن دیا گیا اور قبر میں تدفین عمل میں لائی گئی مگر آپ حیات دنیوی سے بھی زیادہ قوی زندگی کے ساتھ دائمی حیات ہیں۔ اس کے برعکس کفار دائمی مردہ بلکہ ان کی حیات بھی مردہ ہونے سے تعبیر کی جاسکتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بارے میں مفسرین کے اقوال:

مفسرین کرام نے بھی اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت آنی یعنی نہایت قلیل وقت کے لیے تھی

پھر حیات دائمی عطا کی گئی اور اب بھی آپ مستقل حیات سے متصف ہیں۔ اس بارے میں مفسرین کے چند اقوال ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا ذکر اس لیے کیا تا کہ آپ کی امت اختلاف نہ کرے جس طرح پہلی امتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی موت کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا انکار کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے آپ کی وفات پر استدلال کیا تھا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال قریب آیا تو ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جمع ہوئے، آپ نے ہماری طرف دیکھا، آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، آپ نے فرمایا: تمہیں خوش آمدید ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ رکھے، تم پر وہ رحم فرمائے، میں تم لوگوں کو اس کی اطاعت کرنے اور اس سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اب وقت فراق آ گیا ہے، یہ وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا ہے، سدرۃ المنتہیٰ اور جنت کی طرف جانے کا وقت ہے۔ میرے گھر کے لوگ مجھے غسل دیں گے وہ مجھے کفن انہیں کپڑوں میں دیں یا اگر پسند کریں حلہ یمانیہ میں۔ پس جب تم غسل کے بعد کفن پہنا دو تو مجھے اسی تخت پر میرے حجرے میں میری لحد کے کنارے رکھ دینا، پھر تھوڑی دیر کے لیے میرے حجرے سے باہر نکل جانا، سب سے قبل میرے دوست حضرت جبرائیل علیہ السلام میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر آپ لوگ گروہ در گروہ آ کر میری نماز جنازہ پڑھنا۔ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی بات سن کر رونے لگے اور وہ یوں کہنے لگے: یارسول اللہ! آپ ہمارے رب کے رسول ہیں، ہماری جماعت کی شمع ہیں اور ہمارے معاملات کی برہان ہیں۔ جب آپ روانہ ہو جائیں گے تو ہم اپنے معاملات میں کس طرف رجوع کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں آپ لوگوں کو صاف و شفاف راستہ پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی روز روشن کی طرح ہے، اس راہنمائی کے بعد وہی شخص گم ہوگا جو ہلاکت کا شکار ہو، میں نے تمہارے لیے دو ناصح چھوڑے ہیں' جن میں سے ایک ناطق ہے اور دوسرا ساکت ہے۔ جو ناطق ہے وہ قرآن ہے اور جو ساکت ہے وہ موت ہے۔ جب تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنا، جب تمہارے دل سخت ہو جائیں تو مردوں کے احوال پر غور کرنا۔ پھر آپ علیل ہو گئے، دردِ سر کا عارضہ لاحق ہوا، اٹھارہ روز تک بیمار رہے۔ مسلمان عیادت کرتے رہے، پھر پیر کے دن آپ کا وصال ہو گیا، اسی دن آپ کی بعثت ہوئی تھی، حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دیا۔ بدھ کی شب نصف گزر چکی تھی کہ آپ کی تدفین کی گئی۔ ایک قول کے مطابق منگل کی شب تدفین ہوئی۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۳۹۹۶)

(۳) حضرت سابط رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی مصیبت لاحق ہو وہ میری مصیبت کو یاد کرے کیونکہ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۶۷۱۸)

(۴) علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاء کی موت ایک آن کے لیے ہوتی ہے، پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے،

اس پر بہت سی شرعی براہین قائم ہیں۔ (خزائن العرفان علی کنز الایمان ص ۲۳۷ء)

(۵) حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حقیقتاً ایک آن کے لیے نہ کہ ہمیشہ کے لیے ورنہ قرآن کریم شہداء کے بارے میں فرماتا ہے: بل احیاء ولکن لا تشعرون ۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے"۔

خیال رہے کہ موت کی دو صورتیں ہیں: روح کا جسم سے الگ ہونا اور روح کا جسم میں تصرف چھوڑ دینا، پرورش ختم کر دینا، انبیاء کی موت پہلے معنی میں ہے یعنی خروج روح عن الجسم اور عوام کی موت پہلے دوسرے دونوں معنی میں ہے۔ لہٰذا نبی کی روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے جس بنا پر ان کا دفن کفن وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے مگر ان کی روح ان کے جسم کی پرورش کرتی رہتی ہے۔ اسی لیے ان کے جسم گلتے نہیں اور زائرین کو پہچانتے ہیں، ان کا سلام سنتے ہیں، ان کی فریاد رسی اور مشکل کشائی کرتے ہیں۔

(نور العرفان علی کنز الایمان ص: ۳۶ء)

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث کی روشنی میں:

ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں بقید حیات ہوتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں آ جا سکتے ہیں اور اپنی امت میں تصرف کرتے ہوئے ان کی معاونت و راہنمائی کرتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تائید میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں' جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا ہے، تم مجھ پر اس میں بکثرت درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دے دیا ہے کہ وہ انبیاء (علیہم السلام) کے اجسام کو کھائے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۰۸۵)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔ (حیات الانبیاء للبیہقی ص: ۳)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہوں گے جب کہ وہ امام عادل ہوں گے وہ صلیب کو ضرور توڑیں گے، وہ خنزیر کو ضرور ہلاک کریں گے، وہ لڑنے والے لوگوں کے مابین ضرور صلح کرائیں گے، وہ کینہ اور بغض کو ضرور ختم کریں، ان کی خدمت میں ضرور مال پیش کیا جائے گا لیکن وہ قبول نہیں کریں گے۔ پھر اگر وہ میرے روضہ (قبر انور) پر کھڑے ہو کر پکاریں گے: یا محمد! تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔ (المطالب العالیہ، رقم الحدیث ۴۵۷۴)

(۴) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت کی قوت عطا کی ہے، وہ میری قبر (روضہ اطہر) پر تعینات ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری رقم الحدیث: ۸۹۰۲)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) جس آدمی نے جمعۃ المبارک کے دن یا جمعہ کی رات کو مجھ پر سو بار درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات کو پورا کرے گا جن میں سے ستر (۷۰) آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ تعینات کر دیتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں میرے پاس پیش کرتا ہے جس طرح تمہارے ہاں ہدیے اور تحائف آتے ہیں۔ میرے وصال کے بعد بھی میرا علم اسی طرح رہے گا، جس طرح میری حیات میں ہے۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۲۲۳۲)

(۶) حضرت سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایام حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اذان نہ ہوئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نہیں نکلے تھے اور انہیں نماز کے وقت کا اس آواز سے پتہ چلتا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے آتی تھی۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۵۹۵۱)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر (روضہ اطہر) کے پاس درود شریف پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود بھیجا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

(کنز العمال، رقم الحدیث ۲۱۶۵)

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبور میں نہیں چھوڑا جاتا مگر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور نماز ادا کرتے ہیں حتیٰ کہ صور پھونکا جائے گا۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۲۲۳۰)

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث واقوال صالحین کی روشنی میں:

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مزید احادیث اور تصریحات علماء ربانیین سے مزید واضح ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں چند دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام کی ارواح قبض کرنے کے بعد دوبارہ لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار کے سامنے شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

(۲) ہمارے متکلمین اور محققین کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے ناراض ہوتے ہیں۔ جو امتی درود شریف پیش کرتا ہے آپ اسے سنتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے اور زمین ان کے اجسام کو نہیں کھاتی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت آدم علیہ السلام کو آسمان اول پر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو آسمان دوم پر، حضرت یوسف علیہ السلام کو آسمان سوم پر، حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان چہارم پر، حضرت ہارون علیہ السلام آسمان پنجم پر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان ششم پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان ہفتم پر ملاحظہ کیا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۶۴)

(۳) حضرت خراش بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ حیات اس لیے بہتر ہے کہ میں تمہیں وعظ ونصیحت کرتا ہوں اور میری وفات

اس لیے بہتر ہے کہ ہر پیر اور ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ نیک اعمال پر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہوں اور برے اعمال دیکھ کر میں تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الوفا لابن الجوزی، ص ۸۱۰)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ کے فرشتے زمین پر سیاحت کرتے ہیں تاکہ وہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچائیں۔ (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ا ص ۹۲)

(۵) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو' کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں فرشتے مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، جو شخص بھی مجھ پر درود پیش کرتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ ہم نے دریافت کیا: کیا آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے جواب دیا: ہاں میری وفات کے بعد بھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

(۶) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے: انبیاء علیہم السلام روحوں کے قبض کیے جانے کے بعد اپنے پروردگار کے پاس شہداء کی مثل زندہ ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کو دیکھا، ان کی امامت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ ہمارا درود اور سلام ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور آپ کا فرمان حق ہے۔

(۷) انبیاء علیہم السلام کی موت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں۔ ہر چند وہ زندہ اور موجود ہیں اور ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے کہ وہ بھی زندہ وموجود ہیں۔ ہماری نوع انسان میں سے کوئی شخص انہیں نہیں دیکھتا سوائے اولیاء اللہ کے جن کو اللہ نے با کرامت مخصوص کیا ہے۔

(۸) موت عدم محض کا نام نہیں ہے وہ صرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور خوش وخرم ہوتے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے۔ جب شہداء کو حیات حاصل ہے' تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے زیادہ حقدار ہیں۔ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی اور شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے اور آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھے سلام کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۲۰۰۰)

سلام کا جواب دینے کے لیے روح اقدس کو لوٹائے جانے پر اشکال اور اس کے جوابات:

گزشتہ روایت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ہر امتی کے سلام پیش کرنے کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کو لوٹانا بار بار تکلیف موت ہے جو آپ کی شان محبوبیت کے منافی ہے یعنی امتیوں پر ایک موت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی موتوں کا طاری ہونا لازم آتا ہے؟

اس اشکال کے متعدد جوابات ہیں جو حسب ذیل ہیں:

اول: الفاظ حدیث: الا رد اللہ علی روحی، جملہ حالیہ واقع ہو رہا ہے اور لفظ "قد" یہاں مقدر ہے، جس طرح اس ارشاد خداوندی میں: حصرت صدورھم کی ماضی سے قبل لفظ "قد" مقدر ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام پیش کرتا ہے وہ اس حال میں سلام عرض کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ روح لوٹا چکا ہوتا ہے۔ یعنی "رد اللہ" کا جملہ ماضی کے معنی کے ساتھ ہے، اشکال تو تب ہوتا کہ یہ جملہ حال یا استقبال کے معنی کے ساتھ ہوتا جس سے بار بار روح کا لوٹنا لازم آتا اور اس بار بار عمل سے آپ پر تکلیف کا تسلط ہونا لازم آتا۔

ثانی: یہ اشکال تب ہے جب الفاظ حدیث اپنے اصل معنی میں مستعمل ہوں لیکن یہاں لفظ "رد" صیرورت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جس طرح اس آیت میں: قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ (الاعراف: ۸۹) لفظ "عدنا" لفظ "صرنا" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ثالث: یہاں روح اقدس لوٹانے سے مراد روح کو متوجہ کرنا ہے یعنی عالم برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد الٰہی میں مشغول ہیں تو امتی کے سلام کا جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ روح اقدس کو متوجہ کر دیتا ہے۔

رابع: یہاں رد روح سے مراد امتی کے سلام کا جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ آپ کے نطق کو متوجہ کر دیتا ہے۔

خامس: یہاں روح سے مراد فرحت وخوشی ہے۔ جس طرح اس آیت میں ہے: فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۔ (الواقعہ: ۸۹)

سادس: یہاں رد روح سے مراد "اسلام" کے اجر وثواب کو آپ کی جانب لوٹانا ہے۔

سابع: یہاں روح سے مراد وہ معزز فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قبر اطہر کے پاس تعینات کیا ہے۔

ثامن: یہاں روح سے مراد رحمت باری تعالیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ میں امت کے لیے ودیعت رکھی گئی ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور جھگڑنے والوں کے محامل:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور مختلف گروہ باہم جھگڑا کریں گے، اس کی کئی صورت ہو سکتی ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام کا اپنی امتوں سے جھگڑا ہوگا، انبیاء فرمائیں گے یا الٰہ العالمین! ہم نے انہیں تبلیغ کی، تیرے احکام پہنچائے بالخصوص پیغام توحید دیا مگر امتیں اس کا انکار کریں گی۔ انبیاء علیہم السلام کی حمایت میں بطور گواہ امت محمدی کو پیش کیا جائے گا اور اس امت کی تائید سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔

(۲) کفار باہم تنازع کریں گے، اللہ تعالیٰ کے حضور عوام کہیں گے کہ دنیا میں ہمارے ان سرداروں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، کفر اختیار کرنے اور توحید کا انکار کرنے کی ترغیب تھی جبکہ ان کے مقابل سرداران کفار اس حقیقت کا انکار کریں گے۔

(۳) مسلمان گروہ اپنے معاملات کے بارے میں جھگڑا کریں گے، کچھ اپنے آپ کو مظلوم اور دوسروں کو ظالم قرار دیں گے جبکہ مقابل لوگ اس کا انکار کر کے اپنے آپ کو بے گناہ اور مظلوم ہونے کی حیثیت سے پیش کریں گے۔

(۴) مختلف جانور ذات باری تعالیٰ کے سامنے جھگڑا کریں گے، ایک گروہ اپنے آپ کو مظلوم اور دوسروں کو ظالم قرار دیں

کے جبکہ دوسرا اگر وہ بھی کچھ اس سے ملتا جلتا تقاضا کرے گا۔

اس بارے میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

(۱) جب یہ آیت نازل ہوئی: ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ○ (الزمر: ۳۱) "بیشک تم قیامت کے دن اپنے پروردگار کے سامنے جھگڑا کرو گے"۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم دنیا کے بعد آخرت میں بھی جھگڑا کریں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کیا: پھر تو معاملہ بہت گھمبیر ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نے کسی دوسرے شخص کی عزت مجروح کی یا اس پر ظلم کیا وہ آج (دنیا میں) معاف کرالے۔ اس سے قبل کہ وہ دن آ پہنچے کہ اس کے پاس درہم و دینار نہ ہوگا۔ اگر اس کے پاس کوئی عمل صالح ہوگا تو ظلم کے عوض وہ وصول کیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیک عمل نہ ہوگا تو مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۴۴۹)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں علم ہے کہ مفلس کون شخص ہے؟ صحابہ کرام نے جواباً عرض کیا: ہمارے ہاں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم و دینار یا مزید کوئی سامان نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت عائد کی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا پھر اسے بھی اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اگر ان کے حقوق مکمل ہونے سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اسے جہنم میں پھینکا جائے گا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۶۵۸۱)

(۴) حضرت عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ظالم حاکم کو پیش کیا جائے گا، اس کی رعایا اس سے جھگڑا کرے گی، وہ اس پر غلبہ حاصل کرے گی، پھر اس سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ تم ارکان جہنم میں سے ایک رکن کو پر کردو۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۰۰)

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ قیامت کے دن لوگ باہم تنازع کریں گے حتیٰ کہ روح اور جسم کا باہم جھگڑا ہوگا، روح، جسم سے مخاطب ہوگی: تو نے یہ امور انجام دیے تھے۔ جسم، روح سے کہے گا: تو نے یہ منصوبہ تیار کیا تھا اور تو نے اس بات کا حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے ایک فرشتہ بھیجے گا جو ان سے یوں مخاطب ہوگا: تم دونوں کی مثال یوں ہے کہ ایک دیکھنے والا اپاہج شخص ہو اور دوسرا نابینا ہو۔ وہ دونوں ایک باغ میں جائیں، اپاہج نے نابینا سے کہا: یہاں کثیر تعداد اور مختلف انواع کے پھل ہیں مگر میں ان تک پہنچ نہیں سکتا۔ تب نابینا نے کہا: تو مجھ پر سوار ہو جا اور پھلوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑ لو۔ اپاہج اندھے پر سوار ہو جاتا ہے اور پھل توڑ لیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ روح اور جسم دونوں نے بیک زبان جواب دیا: وہ دونوں مجرم قرار پائیں گے۔ تب فرشتہ نے کہا: دونوں نے خود اپنے خلاف فیصلہ دے دیا

ہے۔یعنی روح کے لیے جسم سواری کی حیثیت رکھتا ہے اور روح جسم کے لیے سوار کی حیثیت رکھتا ہے۔(امام ابن کثیر تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۸)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حقداروں کو ان کے حقوق ضرور ادا کیے جائیں گے یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری کا بدلہ لیا جائے گا۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مظلوم کا ظالم سے، صادق کا کاذب سے، ہدایت یافتہ کا گمراہ سے اور ضعیف کا طاقتور سے جھگڑا ہوگا۔ حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: مسلمان کا کفار سے جھگڑا ہوگا۔

(۸) حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب اس آیت کا نزول ہوا تو مسلمانوں نے یوں کہا: ہم کیسے جھگڑا کرسکیں گے جبکہ ہم باہم بھائی بھائی ہیں جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو مسلمانوں نے اعلان کیا تھا: اس قتل کے بارے میں ہمارا جھگڑا ہوگا۔(جامع البیان جز ۲۴ ص ۳)

سوال: زیر بحث آیت اور احادیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن جھگڑا ہوگا۔ ایک ارشاد ربانی ہے: لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ (ق:۲۸) (اللہ قیامت کے دن فرمائے گا) اے لوگو! تم میرے پاس جھگڑا نہ کرو'۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن جھگڑا نہیں ہوگا۔ اس طرح تو آیات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) قیامت کا دن طویل ترین ہوگا، اس کے کسی حصہ میں جھگڑا ہوگا اور کسی حصہ میں جھگڑا نہیں ہوگا۔ دونوں آیات کا مصداق ایک وقت نہیں بلکہ مختلف اوقات ہیں، لہٰذا آیات میں تعارض نہ ہوا۔

(۲) اس کی دلیل یہ دو مختلف آیات ہیں:

(i) فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ (القصص:۶۶) ''لوگ ایک دوسرے سے سوال نہیں کریں گے''۔

اس آیت سے قیامت کے دن عدم سوال معلوم ہوتا ہے۔

(ii) وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ (الصافات:۲۷)

''اور لوگ ایک دوسرے پر پلٹ کر سوال کریں گے''۔

اس آیت سے سوال کرنا ثابت ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن ہمہ وقت سوالات کا سلسلہ جاری نہیں رہے گا بلکہ کسی وقت سوالات ہوں گے اور کسی وقت نہیں ہوں گے۔

3161 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ وَّسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ

متنِ حدیث: قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ (يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى

3161- اخرجه احمد (۶/ ۴۵۴، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱)، و عبد بن حميد ص (۴۵۶)، حديث (۱۵۷۷).

اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا) وَلَا يُبَالِي

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ثَابِتٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ وَشَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ يَرْوِىْ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ وَاُمُّ سَلَمَةَ الْاَنْصَارِيَّةُ هِىَ اَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيْدَ

◆◆ سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا:

''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے' تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دے گا''

(حدیث کے یہ الفاظ بھی ہیں) اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف ثابت کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں جسے انہوں نے شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے' جبکہ شہر بن حوشب نے سیدہ اُم سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

سیدہ اُم سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا ہی اسماء بنت یزید ہیں۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کی وسعت:

ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (الزمر:۵۳)

''آپ کہہ دیں: اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر ظلم کر چکے ہو، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بیشک اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا، بیشک وہ نہایت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جب لوگوں سے کبائر یا صغائر گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں نا امید نہیں ہونا چاہیے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے معافی کے خواستگار ہوں، پھر انہیں نا امید نہیں ہونا چاہیے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور رحمت کاملہ سے انہیں معاف کر دے گا''۔

کبائر وصغائر گناہ خواہ عمداً کیے ہوں یا سہواً، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے اور توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے' کیونکہ شیطان کے علاوہ اس کی رحمت کا امیدوار ہر شخص ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو۔ کفر اور شرک جیسے گناہوں کا مرتکب شخص بھی سچے دل سے تائب ہوتا ہے' تو دنیا میں اس کے یہ گناہ بھی قابل معافی ہیں، تاہم حالت کفر وشرک میں کوئی مر جائے تو اس کی معافی ناممکن ومحال ہے۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی بخشش اور ان کا قبول اسلام:

کفر وشرک اور قتل وزنا وغیرہ گناہ زندگی میں توبہ کرنے سے معاف ہوسکتا ہے اس سلسلے میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی بخشش اور قبول اسلام کا واقعہ بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے جنہوں نے حالت کفر وشرک میں دوسرے گناہوں کے علاوہ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا بھی ارتکاب کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کو طلب فرمایا اور انہیں دعوت اسلام دی، انہوں نے عرض کیا: اے محمد! آپ مجھے کس دین کی دعوت دے رہے ہیں جبکہ آپ خود فرماتے ہیں: جس شخص نے کفر وشرک اور قتل وزنا کا ارتکاب کیا اسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور اسے ہمیشہ اس میں رکھا جائے گا جبکہ میں یہ سب کچھ کر چکا ہوں؟ کیا اب بھی میرے لیے نجات کا کوئی راستہ باقی ہے؟ اس سلسلہ میں رب کائنات کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان: ۷۰) "مگر جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور اچھے کام کیے۔ پس یہ وہی لوگ ہیں کہ اللہ نے جن کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ تبدیل کردیا اور اللہ نہایت بخشش کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے"۔

اس پر وحشی نے کہا: اے محمد! اس حکم میں نہایت سخت شرط لگائی گئی ہے کہ وہ تائب ہو، ایمان لائے پھر وہ اچھے کام بھی کرے۔ ممکن ہے کہ میں اس شرط پر پورا نہ اتر سکوں۔ اس پر اللہ کا یہ ارشاد نازل ہوا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ج (النساء: ۴۸) "بیشک اللہ صرف شرک معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جو چاہے گا معاف کردے گا"۔

وحشی نے پھر کہا: اے محمد! اس فرمان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت وبخشش مشیت باری تعالیٰ پر موقوف ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میری مغفرت ہو جائے، کیا اس کے علاوہ بھی معافی کی کوئی صورت ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (الزمر: ۵۳) "اے میرے وہ بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو، بیشک اللہ تمام گناہ معاف کردے گا، بیشک وہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے"۔

اس پر وحشی نے کہا: اب معاملہ ٹھیک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم سے بھی وحشی کی طرح گناہ سرزد ہو جائے، تو ہمارے لیے بھی یہی حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حکم عام ہے جو تمام مسلمانوں کو شامل ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۱۴۸۰)

قنوط کا معنی اور عفو ومغفرت کے درمیان فرق:

زیر بحث آیت میں لفظ "لا تقنطوا" استعمال ہوا ہے، اس کا مصدر لفظ "قنوط" ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے: سب سے بڑی ناامیدی۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے: رحمت باری تعالیٰ سے مکمل طور پر مایوس ہو جانا، یہ صورت تب پیش آتی ہے جب فطرت سلیمہ اور ایمان باللہ کی صلاحیت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غرغرہ موت تک توبہ کی مہلت دی گئی ہے۔ اس

آیت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمام گناہوں کی معافی ومغفرت کا وعدہ ہے خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ، خواہ ان کی تعداد سمندر کی جھاگ کے برابر ہو، ریت کے ذروں کے برابر ہو، درختوں کے پتوں کے برابر ہو، آسمان کے ستاروں کے برابر ہو اور مخلوق کے سانسوں کے برابر ہو، پھر مغفرت کے طریق کار میں بھی عمومیت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر سزا کے معاف کر دے یا سزا دے کر معاف کر دے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انبیاء، ملائکہ، اولیاء، صالحین اور علماء ربانیین وغیرہ کی شفاعت کے نتیجہ میں مغفرت کر دے۔

عفو اور مغفرت میں فرق ہے۔ عفو کا معنی ہے: گناہوں کو مٹانا، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ (ہود ۱۱۴) ''بیشک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں''۔

مغفرت کا معنی ہے: عذاب کو دور کر دینا، رحمت کا معنی ہے: اجر وثواب عطا کرنا۔ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ (النجم ۳۲) ''وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی سے بچتے ہیں، سوائے چھوٹے گناہوں کے، بیشک آپ کا پروردگار بہت مغفرت کرنے والا ہے''۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے پروردگار! جب تو مغفرت کرے تو سب کی مغفرت کر اور تیرا کون سا بندہ ہے جس نے کوئی بھی گناہ نہ کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے مایوس ہونے کی ممانعت:

رحمت باری تعالیٰ اور مغفرت خداوندی نہ محدود ہے اور نہ مشروط۔ اس کی وسعت وغیر مشروطیت اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل و کرم کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن واحادیث میں کثیر دلائل موجود ہیں' جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: اگر مجھے اس آیت (الزمر ۵۳) کے عوض دنیا اور مافیہا دیا جائے تو مجھے پسند نہیں ہوگا۔ کسی صحابی نے سوال کیا: یارسول اللہ! جو شخص مشرک ہو؟ آپ نے سکوت اختیار کیا، پھر آپ نے تین بار فرمایا: مشرکین کے علاوہ۔ (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۲۲۳۶۲)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ کچھ مشرکین نے بہت سے قتل کیے تھے اور بہت سے زنا کیے تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! آپ جس دین کی ہمیں دعوت دیتے ہیں یہ بہت اچھا ہے۔ کاش! آپ ہمیں یہ واضح کر دیں کہ ہماری بداعمالیوں کا ازالہ بھی ممکن ہے یا نہیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم الخ۔

(۳) حضرت عمر بن عبسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک معمر شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاٹھی ٹیکتا ہوا حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے کئی بار عہد شکنی کی ہے اور بہت سے گناہ کیے ہیں، تو کیا میری مغفرت ممکن ہے؟ آپ نے دریافت کیا: کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں تو اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری عہد شکنیوں اور گناہوں کی مغفرت کر دی گئی ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۷۲۳۵)

(۴) حرب بن شریح کا بیان ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: میں آپ پر نثار جاؤں! وہ شفاعت جس کا تذکرہ اہل عراق کرتے ہیں آیا یہ حق ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: آپ کس کی شفاعت کا ذکر کر رہے ہیں؟ میں نے جواب میں کہا: شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے جواب دیا: قسم بخدا! میرے چچا محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کی شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا: اے محمد! کیا آپ راضی ہوگئے ہیں؟ میں عرض کروں گا: اے رب العلمین! میں راضی ہوں۔ پھر انہوں (ابوجعفر) نے کہا: اے اہل عراق کی جماعت! آپ یہ بات کہتے ہیں، قرآن کریم کی سب سے زیادہ امید افزا آیت ہے: یا عبادی الذین الخ۔ (کنزالعمال، رقم الحدیث ۳۹۷۵۸)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمائے گا: اے جبرائیل! تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو: ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کردیں گے اور پریشان نہیں ہونے دیں گے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۰۲)

(۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے انسانوں کو قتل کیا تھا، پھر اس میں خوف پیدا ہوا۔ اس نے کسی عابد (راہب) سے دریافت کیا: کیا اس کی توبہ ممکن ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس شخص نے اسے بھی قتل کردیا۔ پھر دریافت کرنے کے لیے نکلا کہ اس کی مغفرت ممکن ہے یا نہیں؟ کسی عالم (راہب) نے اسے جواب دیا: ہاں، مگر فلاں بستی میں جاؤ، بستی کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں اسے موت نے آلیا، اس نے آخری وقت اپنا سینہ بستی کی طرف کرلیا۔ پھر رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان جھگڑا ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایک طرف زمین کو سکڑنے کا حکم دیا اور دوسری طرف زمین کو وسیع ہونے کا حکم دیا۔ پھر اللہ نے فرشتوں سے فرمایا: تم دونوں اطراف سے فاصلہ ناپ لو، تو بستی کی جانب ایک بالشت زمین قریب تھی تو اس کی مغفرت کردی گئی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۴۷۰)

اللہ تعالیٰ کو خنزیروں اور بندروں کا خالق کہنے کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی ذات وصفات اور شان وعظمت کے لائق الفاظ استعمال کرنا چاہیے۔ ایسے الفاظ جو اس کی شایان شان نہ ہوں، ان کا استعمال کرنا درست نہیں ہے بلکہ گناہ ہے اور بے ادبی پر جسارت ہے۔

خواہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے' لیکن اس کی طرف اچھی اشیاء کی نسبت کرنا اس کی شایان شان ہے مثلاً انبیاء، ملائکہ، صالحین، اولیاء اور جنت وغیرہ کا خالق ہے' لیکن خنزیروں اور بندروں وغیرہ کا خالق کہنا خواہ غلط تو نہیں ہے' لیکن درست نہیں ہے۔

(۱) امام المتکلمین علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہ بات کہی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور یوں نہ کہا جائے کہ وہ غلاظتوں، بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے''۔

(شرح المقاصد ج۳ ص۲۷۵)

(۲) حضرت علامہ جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی ذات پر لفظ شریر کا اطلاق درست نہیں ہے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ پر یہ اطلاق درست نہیں کہ وہ بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے جبکہ وہ ان کا خالق ہے۔

(۳) علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ غلاظتوں، بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے، حالانکہ متفقہ طور پر یہ چیزیں اسی کی مخلوق ہیں''۔

(۴) امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ خالق الاجسام ہے مگر اس کو کیڑے مکوڑوں اور بندروں کا خالق کہنا درست نہیں بلکہ ایسے الفاظ سے اس کی تقدیس واجب ہے''۔

(۵) زیر بحث آیت اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے اس کی شان و جلالت کے مطابق الفاظ استعمال میں لائے جائیں۔ بیہودہ، فضول، مہمل اور ذات کے منافی الفاظ ہرگز استعمال میں نہ لائے جائیں۔

علی ہذا القیاس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی شایان شان الفاظ استعمال کیے جائیں اور دوسرے الفاظ سے مکمل اجتناب و احتراز کیا جائے۔ مثلاً بندہ اور بشر وغیرہ الفاظ خواہ غلط نہیں ہیں لیکن آپ کی شایان شان نہ ہونے کی وجہ سے استعمال نہ کیے جائیں۔ آپ کے تعارف کے لیے: امام الانبیاء، قائد المرسلین، خاتم الانبیاء، مصدر کائنات، شافع محشر، رحمۃ للعالمین، مالک کون و مکان اور عالم ما کان و ما یکون وغیرہ الفاظ استعمال میں لائے جائیں۔

آیت اور حدیث کا مفہوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشعار کی روشنی میں:

زیر بحث آیت اور حدیث کا مفہوم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے منظوم کلام میں بھی بیان کیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

الا صاحب الذنب لا تقنطن ۔۔۔ فـــان الا لـــه رؤف رؤف

ولا تـــرحـــلـــن بـــلاعـــدة ۔۔۔ فان الطريق مخوف مخوف

(i) اے گناہگار شخص! تو ناامید مت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بہت مہربان ہے۔

(ii) بغیر زادِ راہ کے کبھی سفر نہ کر، کیونکہ راستہ بہت خطرناک ہے۔

3162 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ وَسُلَيْمَانُ الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ يَهُوْدِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ

3162- اخرجه البخاري (۸/۴۱۲): كتاب التفسير: باب: (و ما قدروا الله حق قدره)، حديث (۴۸۱۱)، و اطرافه (۷۴۱۴، ۷۴۱۵، ۷۴۵۱، ۷۵۱۳)، و مسلم (۴/۲۱۴۷): كتاب صفات المنافقين و احكامهم: باب: صفة القيامة و الجنة و النار، حديث (۲۷۸۶/۱۹)، و احمد (۱/۴۲۹، ۴۵۷).

عَلٰی اِصْبَعٍ وَّالْاَرَضِیْنَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَّالْجِبَالَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَّالْخَلَائِقَ عَلٰی اِصْبَعٍ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ قَالَ فَضَحِكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ (وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ)

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا فُضَیْلُ بْنُ عِیَاضٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَبِیْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فَضَحِكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا وَّتَصْدِیْقًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک یہودی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: اے حضرت محمد ﷺ! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں کو ایک انگلی اور تمام زمینوں کو ایک انگلی اور تمام پہاڑوں کو ایک انگلی اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی کے ذریعے تھامنا ہے اور پھر یہ فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے اطراف کے دانت ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں پہچانا جو اس کو پہچاننے کا حق ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ اس کی بات کی تصدیق کرنے کے لیے اور اس پر خوشی ظاہر کرنے کے لیے مسکرا دیے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3163 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُدَیْنَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَّ یَهُوْدِیٌّ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا یَهُوْدِیُّ حَدِّثْنَا فَقَالَ كَیْفَ تَقُوْلُ یَا اَبَا الْقَاسِمِ اِذَا وَضَعَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ عَلٰی ذِهْ وَالْاَرْضَ عَلٰی ذِهْ وَالْمَاءَ عَلٰی ذِهْ وَالْجِبَالَ عَلٰی ذِهْ وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلٰی ذِهْ وَاَشَارَ اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ بِخِنْصَرِهٖ اَوَّلًا ثُمَّ تَابَعَ حَتّٰی بَلَغَ الْاِبْهَامَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ صَحِیْحٌ لَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاَبُوْ كُدَیْنَةَ اسْمُهٗ یَحْیَی بْنُ الْمُهَلَّبِ

قولِ امام بخاری: قَالَ رَاَیْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ شُجَاعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّلْتِ

3163- اخرجه احمد (۲۰۱/۱)، (۳۲۴/۱).

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک یہودی نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا، نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: اے یہودی! ہمیں کوئی بات بتاؤ' تو اس نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ ﷺ کیسے یہ کہہ سکتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو اس پر زمین کو اس پر اور پانی کو اس پر پہاڑوں کو اس پر اور ساری مخلوق کو اس پر رکھے گا۔

محمد بن صلت نے اپنی سب سے چھوٹی انگلی سے اشارہ کیا' پھر اس کے بعد یکے بعد دیگرے' تمام انگلیوں کے ذریعے اشارہ کرتے ہوئے انگوٹھے تک پہنچے۔

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں پہچانا جیسے اسے پہچاننے کا حق ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے ہم اسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے حوالے سے' صرف اسی سند کے ہمراہ جانتے ہیں۔

ابوکدینہ کا یحییٰ بن مہلب ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام بخاری کو دیکھا، انہوں نے اس روایت کو حسن بن شجاع کے حوالے سے' محمد بن صلت سے نقل کیا ہے۔

3164 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِىْ عَمْرَةَ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَتَدْرِىْ مَا سَعَةُ جَهَنَّمَ قُلْتُ لَا قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ مَا تَدْرِىْ حَدَّثَتْنِىْ عَائِشَةُ اَنَّهَا سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهٖ (وَالْاَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ) قَالَتْ قُلْتُ فَاَيْنَ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ مجاہد بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو' جہنم کتنی وسیع ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں' تو انہوں نے فرمایا: ہاں اللہ کی قسم! تم جان بھی نہیں سکتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا:

''قیامت کے دن روئے زمین اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہوگی اور آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ یارسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جہنم کے پُل پر ہوں گے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں) اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔

3164- اخرجه احمد (١١٦/٦).

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3165 سند حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ

متن حدیث: اَنَّهَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَالسَّمٰوَاتُ مَطْوِیَّاتٌ بِیَمِیْنِهٖ) فَاَیْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ یَا عَائِشَةُ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"اور زمین قیامت کے دن اس کے دست قدرت میں ہوگی اور آسمان اُسکے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: تو اہلِ ایمان اس وقت کہاں ہوں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! وہ پل صراط پر ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا تذکرہ:

ارشاد ربانی ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ ۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ (الزمر: ۶۷)

"اور انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح کہ قدر کرنے کا حق ہے، قیامت کے دن تمام زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، وہ ان چیزوں سے پاک ہے جن کو وہ اس کا شریک بناتے ہیں"۔

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ پہلی روایت کے مطابق یہودی عالم نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعتراف کرتے ہوئے بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں عرض کیا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی سے، پہاڑوں کو دوسری انگلی سے، زمینوں کو تیسری انگلی سے اور عام مخلوق کو چوتھی انگلی سے پکڑے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر اس کی تصدیق وتائید کی۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ دوسری روایت کے مطابق ایک یہودی نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا مضمون بیان کرتے ہوئے کہا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنی انگلی پر رکھے گا، زمینوں کو اس کے اوپر، پانی کو اس کے اوپر، پہاڑوں کو اس کے اوپر اور دیگر مخلوق کو اس کے اوپر اس کا یہ مضمون سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ آپ کی مسکراہٹ کا مقصد اس بات

کی تصدیق کرتا تھا کہ یہ مضمون یہودی کتاب میں بھی موجود ہے۔

اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن کسی معاون یا بھاگیداروں کی ضرورت ہرگز نہیں ہوگی، کیونکہ دنیا کا نظام بہترین طریقے سے وہ چلا رہا ہے اور چلاتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء جسمانی کا ثبوت اور اس کی وجوہات

زیر بحث آیت اور روایات سے اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء جسمانی ثابت ہوتے ہیں بلکہ وہ ان سے پاک ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ ایسی آیات اور احادیث کی تاویل نہ کی جائے بلکہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے مشابہت سے پاک ہے۔

☆ انگلیوں سے مراد مخلوق کی انگلیاں ہوں یا اعضاء خداوندی سے مراد وہ اشیاء ہیں جو اس کی قدرت کے تحت داخل ہیں۔

☆ جن آیات اور احادیث صحیحہ میں اعضاء جسم بیان ہوئے ہیں ان کو ان تک منحصر رکھا جائے اور ان کے علاوہ تفسیر وتشریح کے طور پر ہرگز بیان نہ کیے جائیں۔

☆ ان روایات سے بھی اللہ تعالیٰ کی انگلیاں ثابت نہیں ہوتیں بلکہ یہودی کے کلام سے یا ان کی کتاب سے ثابت ہوتی ہیں۔

☆ ہاتھوں اور انگلیوں سے مراد قدرت خداوندی ہے اور اس کا بے نیاز ہونا ہے۔

☆ ان اعضاء کے معانی ومطالب کو حروف مقطعات کی طرح اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دینا چاہیے کہ وہ خود ان کے بارے میں بہتر جانتے ہیں۔

☆ اعضاء پر مشتمل الفاظ کی اس طرح تاویل کی جائے کہ نہ تو اسلامی عقائد سے متصادم ہو اور نہ غیر مسلموں کی طرف سے باعث اعتراض ہو۔

3166 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: كَيْفَ اَنْعَمُ وَقَدِ الْتَقَمَ صَاحِبُ الْقَرْنِ الْقَرْنَ وَحَنٰى جَبْهَتَهٗ وَاَصْغٰى سَمْعَهٗ يَنْتَظِرُ اَنْ يُّؤْمَرَ اَنْ يَّنْفُخَ فَيَنْفُخَ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ فَكَيْفَ نَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رَوَاهُ الْاَعْمَشُ اَيْضًا عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں کیسے آرام سے ہو سکتا ہوں؟

جبکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے اپنا منہ صور کے ساتھ لگایا ہوا ہے اس نے اپنا سر جھکایا ہوا ہے اور اپنے کان لگائے ہوئے ہیں اور وہ انتظار کر رہا ہے کہ اسے اس میں پھونک مارنے کا حکم دیا جائے تو وہ اس میں پھونک مار دے۔ مسلمانوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم کیا پڑھا کریں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہ پڑھا کرو: "ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے وہ بہترین کارساز ہے ہم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔"

سفیان نامی راوی نے بعض اوقات یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"اور ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

اعمش نے اسے عطیہ کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

3167 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ عَنْ اَسْلَمَ الْعِجْلِیِّ عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ اَعْرَابِیٌّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الصُّوْرُ قَالَ قَرْنٌ یُنْفَخُ فِیْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِیْثِ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک دیہاتی نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! صور کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک سینگ (یا باجہ) ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے ہم اس روایت کو صرف سلیمان تیمی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

قیامت کے دن صور پھونکا جانا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ○ (الزمر: ۶۸)

"اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ چاہے گا، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے"۔

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ علامات قیامت بلکہ قیامت برپا ہونے کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جس کے نتیجہ میں سب لوگ بے ہوش ہو کر گر جائیں گے۔

3167- اخرجه الدارمی (۲/۳۲۵): كتاب الرقاق: باب: فی نفخ الصور، و احمد (۲/۱۶۲، ۱۹۲).

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار پریشانی کرتے ہوئے فرمایا: مجھے کیسے چین آسکتا ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سینگ اپنے منہ سے لگا رکھا ہے، اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہیں، دنیا کان لگا کر حکم خداوندی کا منتظر ہے کہ اسے کب صور پھونکنے کا حکم ملتا ہے کہ وہ پھونک دیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! صور پھونکتے وقت ہمیں کیا کہنا چاہیے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم یوں کہو: حسبنا اللہ و نعم الوکیل و توکلنا علی اللہ (اللہ ہمارے لیے کافی ہے، وہ بہترین کارساز ہے اور ہمارا بھروسہ اس پر ہے)

خواہ یہاں سوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے ہوا تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے مخاطبین تا قیامت آنے والے لوگ ہیں۔ دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صور کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: وہ ایک سینگ ہوگا' جس میں پھونکا جائے گا۔

یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ صور دو دفعہ پھونکا جائے گا۔ جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ بے ہوش ہو کر گر جائیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے۔ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔ نفخہ اول اور نفخہ ثانی سے بھی محض قدرت خداوندی کا اظہار مقصود ہے۔

3168 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ يَهُوْدِيٌّ بِسُوقِ الْمَدِيْنَةِ لَا وَالَّذِىْ اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ قَالَ فَرَفَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَدَهُ فَصَكَّ بِهَا وَجْهَهُ قَالَ تَقُوْلُ هٰذَا وَفِيْنَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ) فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ رَفَعَ رَاْسَهُ فَاِذَا مُوْسٰى اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِىْ اَرَفَعَ رَاْسَهُ قَبْلِىْ اَمْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ ایک یہودی نے مدینہ منورہ کے بازار میں کہا: اس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فوقیت دی ہے۔ اس پر ایک انصاری نے ہاتھ اٹھایا اور اس یہودی کو طمانچہ رسید کردیا' اور بولا: تم نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں یہ بات کہہ رہے ہو؟ (جب یہ معاملہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (پہلے یہ آیت پڑھی)

3168۔ اخرجه البخاری (٥/٨٥): كتاب الخصومات: باب: ما يذكر من الاشخاص و الملازمة و الخصومة بين المسلم و اليهودى، حديث (٢٤١١)، و اطرافه من (٣٤٠٨، ٣٤١٨، ٣٤٧٦، ٤٨١٣، ٥٠٦٢، ٦٥١٧، ٦٥١٨، ٧٤٢٨، ٧٤٧٢)، ومسلم ((١٨٤٤/٤): كتاب الفضائل: باب: من فضل موسى عليه الصلاة والسلام، حديث (١٦٠، ١٦١/٢٣٧٣)، و ابوداؤد (٦٢٩/٢): كتاب السنة: باب من التخيير بين الانبياء عليهم الصلاة و السلام، حديث (٤٦٧١)، و ابن ماجه (١٤٢٨/٢): كتاب الزهد: باب: ذكر البعث، حديث (٤٢٧٤)، و احمد (٢٦٤/٢، ٤٥٠).

''اور جب صور میں پھونک ماری جائے گی' تو آسمان اور زمین میں موجود ہر چیز بے ہوش ہو کے گر جائے گی ماسوائے ان کے' جنہیں اللہ چاہے گا' پھر اس میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی' تو وہ لوگ اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سب سے پہلے اپنا سر اٹھاؤں گا' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت عرش کے ایک پائے کو تھامے ہوئے ہوں گے۔ مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے مجھ سے پہلے اپنا سر اٹھا لیا تھا یا وہ ان لوگوں میں شامل ہیں' جن کا اللہ تعالیٰ نے استثناء کیا ہے' اور جو شخص یہ کہے: میں حضرت یونس سے بہتر ہوں' تو اس نے غلط کہا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

تفضیل انبیاء کا مسئلہ اور مثبت انداز اختیار کرنا:

ارشاد خداوندی ہے: **تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض** ''بعض رسولوں کو ہم نے بعض رسولوں پر فضیلت عطا کی ہے''۔ بلاشبہ تفضیل انبیاء کا مسئلہ حق ہے لیکن اس کے انداز و بیان میں کسی نبی یا رسول کی تنقیص کا پہلو ہرگز نہ نکلتا ہو۔ زیر بحث حدیث میں یہود کا جارحانہ انداز ان کا اپنا معاملہ تھا لیکن اس کے مقابل انصاری کا انداز اور طمانچہ رسید کرنا بھی قابل تعریف نہیں ہے' کیونکہ اس میں حضرت یونس علیہ السلام کی تنقیص کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان سب سے زیادہ ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام وغیرہ انبیاء بالترتیب درجہ وفضیلت رکھتے ہیں۔

سوال: اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل وارفع ہیں مگر حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یونس علیہ السلام پر آپ کو فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ممانعت عجز وانکساری کی بنا پر فرمائی ہے مگر حقیقت میں معاملہ برعکس ہے۔

(۲) انصاری صحابی کے انداز سے حضرت یونس علیہ السلام کے تنقیص کا پہلو نکلتا ہے، ایسی تفضیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

3169 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اِسْحٰقَ اَنَّ الْاَغَرَّ اَبَا مُسْلِمٍ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يُنَادِيْ مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ

3169۔ اخرجه مسلم (۲۸۱/۹ ۔ الابی): كتاب الجنة وصفة نعيمها و اهلها: باب: (في دوام نعيم اهل الجنة)، حديث (۲۸۳۷/۲۲) والدارمی (۳۳٤/۲): كتاب الرقائق: باب: ما يقال لاهل الجنة اذا دخلوها و اخرجه احمد (۳۱۹/۲)، (۳۸/۳ ۔ ۹۵)، و عبد بن حميد: ص (۲۹۲): حديث (۹٤۲).

لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى (وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ)

اختلاف سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى ابْنُ الْمُبَارَكِ وَغَيْرُهٗ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الثَّوْرِيِّ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا: اب تمہارے لیے زندگی ہے' تم کبھی بھی نہیں مرو گے' اب تمہارے لیے صحت ہے' اب تم کبھی بھی بیمار نہیں ہو گے' اب تمہارے لیے جوانی ہے' تم کبھی بھی بوڑھے نہیں ہو گے' اب تمہارے لیے نعمتیں ہیں' تم کبھی بھی تکلیف میں مبتلا نہیں ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''اور یہ وہ جنت ہے' جس کا تمہیں وارث بنایا گیا ہے اس چیز کے عوض میں جو تم عمل کرتے تھے۔''

ابن مبارک اور دیگر محدثین نے اس روایت کو ثوری کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

شرح

اہل جنت کو جنت میں حیات ابدی، صحت وتندرستی، جوانی اور فرحت وخوشحالی حاصل ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ (الزمر: ۷۴)

''اور اہل جنت کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا کہ اس نے ہمیں جنت کا وارث بنا دیا تاکہ جنت میں جہاں چاہیں ہم ٹھہر سکیں۔ پس نیکوکاروں کا اجر کتنا اچھا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کی مشہور خوبیاں بیان کی ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) ہمیشہ زندہ رہنا (۲) ہمیشہ صحت وتندرست رہنا (۳) ہمیشہ نوجوان رہنا (۴) ہمیشہ خوشحال ہونا۔

یاد رہے اس حدیث میں اہل جنت کی چار مشہور خوبیاں بیان ہوئی ہیں ورنہ ان کی خوبیاں کثیر تعداد میں ہیں جو کتب کلام میں موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابٌ وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُؤْمِنِ

باب 41: سورہ مومنون سے متعلق روایات

3178 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ

وَالْاَعْمَشِ عَنْ ذَرٍّ عَنْ يُسَيْعٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

متن حدیث: اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَاَ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: دعا' عبادت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''تمہارا پروردگار یہ فرماتا ہے: تم مجھ سے دعا مانگو! میں تمہاری دعا قبول کروں گا' بے شک وہ لوگ جو میری بندگی سے تکبر کرتے ہوئے (منہ موڑتے ہیں) عنقریب وہ جہنم میں رسوا ہو کر داخل ہوں گے''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سورہ مؤمن مکی ہے جو پانچ (۵) رکوع، پچاسی (۸۵) آیات، ایک ہزار ایک سو ننانوے (۱۱۹۹) کلمات اور چار ہزار نو سو ساٹھ (۴۹۶۰) حروف پر مشتمل ہے۔

دعا عین عبادت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

(۱) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرہ:۱۸۶)

''اور جب میرے بندوں میں سے کوئی بندہ آپ سے سوال کرے تو میں قریب ہوں' میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں' جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ مجھ سے دعا کریں اور مجھ پر ایمان لائیں، شاید کہ وہ کامیاب ہو جائیں''۔

(۲) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ○ (المؤمن:۶۰)

''اور تمہارے پروردگار نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل کیے جائیں گے''۔

3170- اخرجه البخاري في الادب المفرد ص (۲۱۰)، حديث (۷۲۱) و ابوداؤد (۴۴۶/۱): كتاب الصلاة: باب: الدعاء، حديث (۱۴۷۹)، و ابن ماجه (۱۲۵۸/۲): كتاب الدعاء: باب: فضل الدعاء و اخرجه احمد (۲۶۷/۴ - ۲۷۱ - ۲۷۶ - ۲۳۷).

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بطور خلاصہ بیان کی گئی ہے کہ مسلمان کو ایک تو دعا کرنے کا التزام کرنا چاہیے اور یہ دعا بھی اللہ تعالیٰ سے کی جائے۔ دعا کا التزام اس لیے کیا جائے کہ دعا عین عبادت بلکہ عبادت کا مغز ہے اور انسان کو محض عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

دعا سے معروف معنی مراد ہے یا عبادت مراد ہے؟:

آیت اور حدیث میں لفظ ''دعا'' سے مراد معروف معنی ہے یا عبادت مراد ہے؟ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ دعا سے مراد معروف معنی ہے۔ انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد خداوندی: وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ کے مفہوم میں فرمایا: ہر عبادت دعا میں منحصر ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر سے کام لیتے ہیں وہ بہت جلد ذلت سے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۸۲۷)

اکثر مفسرین بلکہ جمہور کے نزدیک لفظ ''دعا'' اپنے معروف معنی میں استعمال ہوا ہے۔

دعا کی فضیلت واہمیت:

جس طرح عبادت قابل ترغیب اور قابل فضیلت ہے اسی طرح دعا کی عظمت وفضیلت اور ترغیب بھی احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔
(المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۳۲۲۰)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ہاں دعا سے زیادہ کسی چیز میں فضیلت نہیں ہے۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۸۶۷)

(۳) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ بہت حیا کرنے والا، بہت مہربان ہے اور جب بندہ دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں خالی لوٹانے میں حیا کرتا ہے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے دست سوال دراز نہیں کرتا، وہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سوال کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور سب سے عمدہ عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔
(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۷۱)

(۶) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر محض دعا سے ٹل سکتی ہے، عمر میں صرف نیکی سے اضافہ ہو سکتا ہے اور انسان گناہوں کے سبب رزق سے محروم ہوتا ہے۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۸۷۲)

(۷) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہیں دشمن سے نجات دے اور تمہارے رزق میں اضافہ کرے؟ پھر آپ نے خود ہی جواب میں فرمایا: تم شب و روز اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے رہو، کیونکہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔ (مسند ابویعلی، رقم الحدیث: ۱۸۱۲)

(۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے لیے رحمت کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر مصیبت کا نزول ہو یا نہ ہو بہرحال دعا تمہارے لیے نافع ہے۔ اے اللہ کے بندو! تم دعا کا التزام کرو۔ (المستدرک للحاکم ج ا ص ۴۹۸)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ نے فرمایا: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۶۷۵)

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا پروردگار ہر رات آسمان دنیا پر جلوہ گر ہوتا ہے، رات کے تہائی حصہ کے بعد وہ اعلان کرتا ہے: کوئی ہے مجھ سے دعا کرنے والا میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی ہے مجھ سے سوال کرنے والا کہ میں اس کو عطا کروں؟ کوئی ہے مجھ سے مغفرت کا طلبگار کہ میں اس کی مغفرت کروں؟

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۷۴۹۴)

(۱۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کس وقت دعا قبول کی جاتی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۳۹۴۸)

دعا کی قبولیت کی شرائط اور اس کے قبول نہ ہونے کی وجوہات:

بعض اوقات مسلمان دعا کرتا ہے مگر وہ قبول نہیں ہوتی، کیونکہ اس کی قبولیت کی کچھ شرائط اور تقاضے ہیں، جن کی تکمیل ضروری ہے۔ اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرو کہ تمہیں اس کی قبولیت کا یقین ہو۔ خبردار! اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں کرتا اور اس کی توجہ لہو و لعب کی طرف ہو۔

(المعجم بالاوسط، رقم الحدیث: ۵۱۰۵)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ مشکلات اور مصائب کی حالت میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے تو وہ راحت کے زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعا کیا کرے۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو نہایت کمزور اور ضعیف ہو چکا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کیا تم اللہ تعالیٰ سے دعا یا سوال کیا کرتے تھے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں، میں یہ دعا کرتا تھا: اے اللہ! اگر تو آخرت میں مجھے سزا دینے والا ہے، تو تو مجھے دنیا میں یہ سزا دے دے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سُبْحَانَ اللهِ! جب تم اس کو برداشت رکھنے کی قوت نہیں رکھتے تو اس کی دعا کیوں کی؟ تمہیں یوں دعا کرنی چاہیے: اے اللہ! تو ہمیں دنیا میں اچھائی عطا کر اور آخرت میں بھی اچھائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ کر۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا کر دی۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۶۸۸)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت تک قبول نہیں کی جاتی جب تک وہ دعا کرنے میں عجلت سے کام نہ لے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۸۵۳)

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دعا اور آسمان کے مابین حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا جائے۔ جب درود شریف پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب زائل ہو جاتا ہے اور دعا قبول کی جاتی ہے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش نہ کیا جائے دُعا قبول نہیں ہوتی۔

(المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۷۲۵)

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کا قصد کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے جو اس کی شان و عظمت کے مطابق ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرے اور پھر دعا کرے تو اس کا قبول ہونا یقینی ہوتا ہے۔

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعا زمین و آسمان کے مابین معلق رہتی ہے اور اس کا کوئی حصہ اوپر نہیں جاتا حتیٰ کہ تم درود شریف پڑھ لو۔ (جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۴۸۶)

(۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نماز میں مصروف تھا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ نماز سے فراغت پر میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کیا پھر اپنے لیے دعا کی۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ فرمایا: تم سوال کرو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ (جلاء الافہام، رقم الحدیث: ۱۴۰۱)

(۹) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے یہ پانچ کلمات پڑھتے ہوئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا: لا الٰہ الا اللّٰہ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی، لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۸۶۳۴)

(۱۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: تم میں سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے یا اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ دعا گناہ یا رشتہ کے منقطع پر مشتمل نہ ہو۔

(۱۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی:

(۱) روزہ دار جب افطاری کے وقت دعا کرے (۲) امام عادل کی دعا (۳) مظلوم کی دعا۔ اللہ تعالیٰ ان تینوں دعاؤں کو آسمان کے اوپر بلند کر دیتا ہے، ان کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب کائنات فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تیری اعانت ضرور کروں گا خواہ قدرے دیر سے۔

(۱۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا کے قبولیت میں شک نہیں ہے: (۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) والدین کی دعا اولاد کے حق میں۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۲۴۶۲)

(۱۳) حضرت ابوزہیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں باہر نکلے ہمارا ایک ایسے شخص کے پاس سے گزر ہوا جو گڑگڑا کر رو رہا تھا، آپ اس کے پاس کھڑے ہو کر اس کی دعا سننے لگے، پھر آپ نے فرمایا: اگر اس نے دعا پر مہر ثبت کر دی تو اس کی قبولیت یقینی ہو جائے گی۔ کسی نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کس چیز سے مہر ثبت ہوگی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: آمین! کہنے سے۔ اگر اس نے اپنی دعا آمین پر ختم کی تو اس کی قبولیت یقینی ہے۔ پھر سائل روانہ ہو گیا۔ آپ دعا کرنے والے شخص کے پاس آئے تو فرمایا: اے فلاں شخص! تم اپنی دعا آمین پر ختم کرو اور خوشخبری وصول کرو۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۹۳۸)

(۱۴) قبولیت دعا کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ دعا کرنے والا نافرمان اور احکام خداوندی کو پس پشت ڈالنے والا نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ (البقرہ:۱۸۶)

"جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے، تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ مجھ سے دعا کریں"۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ حم السَّجْدَةِ

باب 42: سورہ حم سجدہ سے متعلق روایات

3171 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: اخْتَصَمَ عِنْدَ الْبَيْتِ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ اَوْ ثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ قَلِيْلٌ فِقْهُ قُلُوْبِهِمْ كَثِيْرٌ شَحْمُ بُطُوْنِهِمْ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَتَرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ مَا نَقُوْلُ فَقَالَ الْاٰخَرُ يَسْمَعُ اِذَا جَهَرْنَا وَلَا يَسْمَعُ اِذَا اَخْفَيْنَا وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنْ كَانَ يَسْمَعُ اِذَا جَهَرْنَا فَاِنَّهٗ يَسْمَعُ اِذَا اَخْفَيْنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ

3171- اخرجه البخاري (۲۲۴/۸): كتاب التفسير: باب: (و ذلكم ظنكم الذي ظننتم بربكم ارداكم فاصبحتم من الخاسرين)، حديث (۴۸۱۷)، وطرفه من (۷۵۲۱)، و مسلم (۲۱۴۱/۴): كتاب صفات المنافقين و احكامهم: باب :-، حديث (۲۷۷۵/۵)، واحمد (۴۲۳/۱)، والحميدي (۴۷/۱)، حديث (۸۷).

سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، بیت اللہ کے قریب تین آدمیوں کی بحث ہوگئی۔ ان میں سے دو قریشی تھے اور ایک ثقفی تھا یا دو ثقفی تھے اور ایک قریشی تھا۔ ان میں عقل کم تھی اور ان کے پیٹ میں چربی زیادہ تھی۔ ان میں سے ایک نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے ہم جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو سنتا ہے؟ تو دوسرے نے کہا: اگر ہم بلند آواز میں کہیں تو سن لیتا ہے اگر پست آواز میں کہیں تو نہیں سنتا ہے۔ تیسرے نے کہا: اگر وہ بلند آواز کو سن لیتا ہے تو پھر اسے پست آواز کو بھی سن لینا چاہیے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"اور تم (کسی گناہ کا ارتکاب کرتے وقت) پردہ نہیں کرتے (یعنی یہ بھی نہیں سوچتے) کہ تمہارے کان تمہارے خلاف گواہی دیں گے تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں (بھی تمہارے خلاف گواہی دیں گی)"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3172 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنْتُ مُسْتَتِرًا بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَجَآءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ كَثِيْرٌ شَحْمُ بُطُوْنِهِمْ قَلِيْلٌ فِقْهُ قُلُوْبِهِمْ قُرَشِيٌّ وَّخَتَنَاهُ ثَقَفِيَّانِ اَوْ ثَقَفِيٌّ وَّخَتَنَاهُ قُرَشِيَّانِ فَتَكَلَّمُوْا بِكَلَامٍ لَّمْ اَفْهَمْهُ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَتَرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ كَلَامَنَا هٰذَا فَقَالَ الْاٰخَرُ اِنَّا اِذَا رَفَعْنَا اَصْوَاتَنَا سَمِعَهُ وَاِذَا لَمْ نَرْفَعْ اَصْوَاتَنَا لَمْ يَسْمَعْهُ فَقَالَ الْاٰخَرُ اِنْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا سَمِعَهُ كُلَّهُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ) اِلٰى قَوْلِهٖ (فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں خانہ کعبہ کے پردے کے پیچھے چھپا ہوا تھا، اسی دوران تین آدمی آئے جن کے پیٹ میں چربی زیادہ تھی اور ان کے دماغ میں عقل کم تھی۔ ان میں سے ایک قریشی تھا اور دو اس کے داماد تھے جو ثقفی تھے یا ایک ثقفی تھا اور دو اس کے داماد تھے جو قریشی تھے۔ انہوں نے کوئی بات کی جس کو میں سمجھ نہیں سکا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے! اللہ تعالیٰ ہمارے اس کلام کو سن لیتا ہے؟ تو دوسرے نے کہا: اگر ہم بلند آواز میں یہ بات کریں تو وہ اس کو سن لے گا اور اگر ہم بلند آواز میں نہیں کرتے تو اس کو نہیں سنے گا۔ تیسرے نے کہا: اگر وہ کچھ حصے کو سن سکتا ہے تو پھر وہ ساری بات کو

3172۔ اخرجہ احمد (۱/۳۸۱، ۴۲۶، ۴۴۲، ۴۴۴)۔

سن سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اور تم (کسی گناہ کا ارتکاب کرتے وقت) پردہ نہیں کرتے' (یعنی یہ بھی نہیں سوچتے) کہ تمہارے کان تمہارے خلاف گواہی دیں گے' تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں (بھی تمہارے خلاف گواہی دیں گی)''۔

یہ آیت یہاں تک ہے:

''تو تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

محمود بن غیلان نے اس روایت کو اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

شرح

سورہ سجدہ مکی ہے جو چھ (۶) رکوع، ترپن (۵۳) آیات، آٹھ سو نو (۸۰۹) کلمات اور تین ہزار چار سو چھ (۳۴۰۶) حروف پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہر بات کو سننا اور ہر عمل سے باخبر ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ○ وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ○

(حم السجدہ: ۲۲،۲۳)

''اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں مگر تمہارا یہ گمان تھا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے نہیں جانتا اور تمہارا اپنے پروردگار کے بارے میں یہی گمان ہے جس نے تمہیں ہلاک کر دیا، پس تم گھاٹے والوں سے ہو گئے''۔

ان آیات کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق بیت اللہ کے پاس تین شخصوں کا مباحثہ ہوا جن میں سے دو قریشی اور ایک ثقفی یا ایک قریشی دو ثقفی تھے، ان کے پیٹوں کی چربی زیادہ اور دلوں کے فہم معمولی تھے۔ دورانِ گفتگو ایک شخص نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ ہماری باتوں کو سن رہا ہے؟ دوسرے نے جواباً کہا: ہماری بلند آواز کی گفتگو سنتا ہے' لیکن پست آواز کی نہیں سنتا اور تیسرے نے کہا: وہ ہماری ہر بات کو سن رہا ہے خواہ بلند آواز سے ہو یا چپکے سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اس موقع پر نازل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ خواہ کانوں اور آنکھوں سے پاک ہے' لیکن وہ ہر چیز کو سنتا ہے اور ہر عمل سے باخبر ہے' کیونکہ یہ سننا یا نہ دیکھنا یا

اعمال سے باخبر نہ ہونا عیب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ بطن مادر میں موجود بچے کی حرکت سے بھی باخبر ہے بل میں موجود چیونٹی کی بات بھی سنتا ہے بلکہ کائنات کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔

اعضاء انسانی کے نطق کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

جب انسان اپنے اعضاء کو احکام خداوندی کے خلاف اور امور ممنوع کے لیے استعمال کرتا ہے تو یہ اعضاء قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ اچانک ہنسنے لگے۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا آپ لوگوں کو علم ہے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں بندہ کی پروردگار کے ساتھ گفتگو پر ہنسا تھا۔ بندہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! کیا تو نے مجھے ظلم سے محفوظ نہیں رکھا تھا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیوں نہیں۔ بندہ عرض کرے گا: آج میں اپنے خلاف اپنے نفس کو شہادت پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا: آج تیری ذات کی تیرے خلاف شہادت ہوگی اور کراماً کاتبین اس بارے میں گواہ قرار پائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس کے منہ کو لگام دی جائے گی۔ پھر اس کے اعضاء کو گفتگو کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ اعضاء اس کے افعال کو بیان کریں گے۔ بندہ اپنے اعضاء سے کہے گا: تم دور ہو جاؤ، کیونکہ میں تمہارے لیے جھگڑ رہا تھا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۷۳۰)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے پروردگار کو دیکھ سکیں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: نصف النہار کے وقت جب بادل موجود نہ ہوں تو کیا تم آفتاب کو دیکھنے میں دقت محسوس کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم اسے دیکھنے میں اتنی دقت محسوس کرو گے جتنی آفتاب یا ماہتاب کو دیکھتے وقت محسوس کرتے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا: اے فلاں شخص! کیا میں نے تجھے عزت سے سرفراز نہیں کیا تھا، کیا میں نے تجھے سرداری نہیں عنایت کی تھی، کیا میں نے تجھے بیوی سے نہیں نوازا تھا، کیا میں نے گھوڑوں اور لونڈیوں کو تیرے تابع نہیں کیا تھا اور کیا میں نے تجھے سربراہ جیسی ٹھاٹھ باٹھ نہیں دی تھی؟ بندہ عرض کرے گا: کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا: کیا تجھے مجھ سے ملاقات کی امید تھی؟ بندہ عرض کرے گا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں بھی تجھے آج اسی طرح بھلا دوں گا' جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی دوسرے شخص سے ملاقات ہوگی، اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تجھے عزت، سرداری اور بیوی سے نہیں نوازا تھا؟ کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ تیرے لیے مسخر نہیں کیے تھے؟ کیا میں نے تجھے سربراہ جیسی ٹھاٹ باٹھ نہیں دی تھی؟ وہ جواب میں عرض کرے گا: کیوں نہیں اے رب العالمین! اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا: کیا تجھے مجھ سے ملاقات کی توقع تھی؟ وہ جواب میں عرض کرے گا: نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تجھے آج اسی طرح بھلا دیتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا

تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ تیسرے شخص سے ملاقات کرے گا اور اس سے بھی اسی طرح کی گفتگو ہوگی۔ وہ عرض گزار ہوگا: اے میرے پروردگار! میں تجھ پر ایمان لایا، تیری کتاب پر ایمان لایا، تیرے رسول پر ایمان لایا، میں نے نماز قائم کی، روزہ رکھا اور زکوۃ دی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالائے گا۔ پھر اس شخص کے بارے میں اعلان کیا جائے گا: ابھی ہم تیرے خلاف گواہ روانہ کرتے ہیں، وہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف گواہ کون ہو سکتے ہیں؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا کر اسے خاموش کر دیا جائے گا۔ پھر اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا: اب تم گفتگو کرو! اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں ان امور کی تفصیل بتائیں گی جو اس نے کیے ہوں گے۔ یہ اس لیے ہوگا کہ وہ خود اپنا عذر پیش کرے، یہ شخص منافق ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے غضب ناک ہوگا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۷۳۰)

اعضاء انسانی کے نطق کی کیفیت:

قرآن و سنت کی تصریحات کے مطابق قیامت کے دن اعضاء انسانی، انسان کے بارے میں اپنی زبان حال کے ساتھ گواہی پیش کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ اعضاء انسانی کے نطق کی کیفیت کیا ہوگی؟

اس بارے میں متعدد اقوال ہیں؛ جن میں سے تین مشہور اقوال حسب ذیل ہیں:

واحد: رب العالمین اعضاء انسانی کو فہم، قدرت اور نطق کی صفات سے نوازے گا جو اس طرح شہادت پیش کریں گے جس طرح عینی گواہ انسان کسی واقعہ کی شہادت پیش کرتا ہے۔

ثانی: رب کائنات کی طرف سے اعضاء میں آوازیں اور حروف پیدا کیے جائیں گے جو معانی پر دلالت کریں گے جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے درخت میں گفتگو کا ملکہ پیدا کیا گیا تھا۔

ثالث: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعضاء انسانی میں ایسی علامات پیدا کی جائیں گی جو انسان سے صدور افعال پر دلالت کریں گی۔

آخری دونوں اقوال قرآن کے منافی ہیں۔ تاہم پہلا قول حقیقت پر مبنی ہے۔ اعضاء انسانی میں نطق کی کیفیت پیدا ہونا، ان کی اپنی خصوصیات اور تصرف کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں مشیت باری تعالیٰ کو دخل ہے۔ عموماً زبان بولتی ہے، کان سنتے ہیں، آنکھیں دیکھتی ہیں، ہاتھ پکڑتے ہیں اور پاؤں چلتے ہیں۔ یہ سب معاملات اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہیں؛ کیونکہ اگر مشیت باری تعالیٰ ہو تو کان دیکھنے لگیں اور زبان سننے لگے۔ الغرض اعضاء میں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

مکہ معظمہ کا ایک پتھر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یوں عرض کرتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ! (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۳۶۲۶)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی معیت میں کھانا تناول فرماتے تو کھانے سے تسبیح کی آواز سماعت فرماتے تھے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۳۶۳۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عازم سفر ہوتے تو راستے کے درخت، پتھر، پہاڑ اور جانور اظہار محبت کرتے ہوئے یوں عرض

کرتے: الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔

اعضاء ثلاثہ (کان، آنکھ اور کھال) کی تخصیص کی وجہ

قیامت کے دن انسان کے خلاف گواہی دینے والے تین اعضاء بیان ہوئے ہیں۔ کان، آنکھ اور کھال۔ سوال یہ ہے کہ اعضاء انسانی تو اور بھی ہیں پھر ان کے تخصیص کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ کہ حواس پانچ ہیں:

(۱) قوت سامعہ (۲) قوت باصرہ (۳) قوت شامہ (۴) قوت ذائقہ (۵) قوت لامسہ۔

قوت لامسہ آلہ کھال ہے اس لیے جو چیز لمس کرتی ہے تو وہ اس چیز کا ادراک کرتی ہے کہ یہ سخت ہے یا زم، گرم ہے یا سرد۔ اس طرح اس میں قوت ذائقہ کا ادراک بھی آ جاتا ہے خواہ کامل نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے کمزور ہونے کی وجہ سے اس کے مدرکات پر حلال وحرام کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

اعضاء جن کے خلاف گواہی دیں گے، ان سے یوں مخاطب ہوں گے: اللہ تعالیٰ نے ہمیں قوت گویائی دی ہے اور ہم سے صدور نطق ہونے لگا ہے۔ تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی گویائی دی تھی اور دوبارہ زندہ کیے جانے پر بھی قوت گویائی دی ہے جبکہ ہمیں صرف ابھی قوت گویائی عطا کی ہے اس پر تعجب کی کیا بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کو بندوں کے اعمال کا علم نہ ہونے کے گمان کی مذمت:

آیت کے مطابق یہ گمان قابل مذمت ہے کہ بندوں کے اعمال کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہے، کیونکہ قیامت سے قبل اور قیامت کے بعد بھی کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے علم میں ہے۔ احادیث باب سے بھی اسی نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ خواہ انسان بلند آواز سے گفتگو کرے یا پست آواز میں، رات کے اندھیرے میں کوئی کام کرے یا دن کے اجالے میں، کوئی اچھا کام کرے یا برا، مرد کام کرے یا عورت تو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھے اعمال کرنے والوں کو جزا اور برے کام کرنے والوں کو سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور صفات کے تقاضوں کے اعتبار سے بے مثل ہے۔ اس کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی اہمیت فضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تین دن قبل آپ سے یہ سنا تھا: تم میں سے ہر ایک کو اس حال میں موت آنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

(۲) یزید بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں علیل ہو گیا، حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے، انہوں نے سوال کیا: تمہارا اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا گمان ہے؟ میں نے جواب دیا: جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو اپنے آپ کو ہلاکت کے قریب خیال کرتا ہوں مگر میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ! گھر والوں نے بھی یوں کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ! حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا: میں

نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ ہوتا ہوں، وہ میرے بارے میں جو چاہے گمان اختیار کرے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۷۷۴۸)

(۳) اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں حسن ظن رکھنے والوں سے متعلق ارشاد ربانی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ○ (البقرہ:۴۶)

''نجات یافتہ لوگوں کا گمان ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے والے ہیں اور بیشک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں''۔

3173 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ حَزْمٍ الْقُطَعِيُّ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ (اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا) قَالَ قَدْ قَالَ النَّاسُ ثُمَّ كَفَرَ اَكْثَرُهُمْ فَمَنْ مَاتَ عَلَيْهَا فَهُوَ مِمَّنِ اسْتَقَامَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ يَقُوْلُ رَوٰى عَفَّانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ حَدِيْثًا

حدیثِ دیگر: وَيُرْوٰى فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَعْنَى اسْتَقَامُوْا

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''بے شک وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں''۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کچھ لوگوں نے یہ بات کہی اور پھر ان میں سے اکثر نے اس کا انکار کر دیا تو جو شخص اسی بات پر مرے گا وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جس نے استقامت اختیار کی''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام ابوزرعہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے، عفان نے عمرو بن علی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس آیت میں مذکور لفظ ''استقامت'' کے مفہوم کی وضاحت کے لیے نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اقوال منقول ہیں۔

شرح

تا وفات ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ٥ (حم السجدہ:۳۰)

"بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (جو یوں کہتے ہیں) تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو، تم جنت کی خوشخبری سنو جو تمہارے لیے تیار کی گئی ہے"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ اہل ایمان استقامت اختیار کرتے، فرشتوں کی طرف سے انہیں خوف نہ کرنے کا پیغام دیا جاتا ہے اور انہیں جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے جو تیار شدہ ہے۔ اس گفتگو کی تفصیل قدرے یوں ہے کہ عقائد میں سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، انبیاء، آسمانی کتب، ملائکہ، قضا وقدر، قیام میزان، قیام یوم حساب اور جنت ودوزخ وغیرہ پر پختہ یقین۔ عبادات میں سے نماز، زکوۃ، روزہ اور حج بیت اللہ کی بجا آوری۔ اسی طرح معاملات میں مسلمان کا کھرا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس طرح عقائد، عبادات اور معاملات میں اصولوں کی پابندی از بس ضروری ہے اور اسی کا نام استقامت ہے۔ ایسی صفات کے حامل لوگوں کے لیے اطمینان وطمانیت اور جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

استقامت کا معنی ومفہوم:

قرآن کریم کا اسلوب بیان اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس کے ایک چیز بیان کرنے سے اس کی ضد بھی واضح ہو جاتی ہے۔ ماقبل آیات میں کفار کی وعید کا ذکر تھا اور اس آیت میں مسلمانوں کے وعدہ کا ذکر ہے۔ پھر اس آیت میں مسلمانوں کے اس وعدہ کی تحسین فرمائی گئی ہے: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر قائم رہے"۔

اسلام کے تمام عقائد افراط وتفریط سے پاک اور اعتدال پر مبنی ہیں۔ مستقیم وہ راستہ ہے جو متوسط ہو، اس میں نہ دہریوں کی طرح ذات باری کا انکار ہے اور نہ مشرکین کی طرح متعدد خداؤں کا اقرار ہے بلکہ ایک خدا کا اقرار واثبات ہے۔ اس میں نہ قدریہ کی طرح انسان کو اپنے افعال کا خالق قرار دیا گیا ہے اور نہ جبریہ کی طرح اسے پتھر کی طرح مجبور محض کہا گیا ہے بلکہ اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن بندہ ان کا سبب ہے۔ اس میں نہ برہموں کی طرح مکمل طور پر نبوت کا انکار کیا گیا ہے اور نہ قادیانیوں کی طرح تا قیامت اس کے اجراء کو لازم گردانا گیا ہے بلکہ نبوت کو ضروری قرار دیا گیا ہے لیکن امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی ضرورت کو عدم محض قرار دیا گیا ہے۔ اس میں نہ روافض کی طرح صحابہ کی تنقیص وتذلیل لازم قرار دی گئی ہے اور نہ ناصبہ کی طرح اہل بیت اطہار کی مذمت لازمی رکھی گئی ہے بلکہ صحابہ اور اہل بیت کو اپنے اپنے مقام پر رکھتے ہوئے قابل احترام اور لائق تحسین کہا گیا ہے۔

استقامت کا مفہوم زبان نبوت سے:

سطور بالا میں خواہ استقامت کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے مگر اس کی تفسیر زبان نبوت سے منفرد انداز سے بیان کی گئی ہے:

(۱) حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسلام کے بارے میں آپ مجھے ایسی بات کی تعلیم فرمائیں جس کے بارے میں کسی سے سوال کرنے کی مجھے ضرورت محسوس نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: تم یوں کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر () ثابت قدم رہو۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۳۸)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (فصلت: ۳۰) پھر فرمایا: لوگوں نے کہا: ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر ان میں بکثرت کافر ہو گئے، جو شخص اس پر ثابت قدم رہا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا، وہ ان لوگوں میں سے ہو گا جو اس بات پر ثابت قدم رہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۸۸)

(۳) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بڑھاپے کا شکار ہو گئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ج ۷ ص ۲۸۶)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مستقیم رہو اور تم مکمل طور پر استقامت ہرگز حاصل نہیں کر سکو گے۔ خبردار! تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور صرف مؤمن ہمیشہ باوضو رہ سکتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۷۷)

استقامت کا مفہوم آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی واضح ہوتا ہے، اس سلسلہ میں چند اقوال درج ذیل ہیں:

(i) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حم السجدہ: ۳۰) کے بارے میں فرمایا: یہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتے اور نہ کوئی دوسرا گناہ کرتے ہیں۔

(ii) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت برسر منبر تلاوت کی اور فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اطاعت باری تعالیٰ پر مستقیم رہتے ہیں اور لومڑی کی طرح دھوکہ دینے کے لیے صراط مستقیم سے ادھر ادھر نہیں ہوتے۔

(iii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ تم تمام فرائض کی ادائیگی میں مستقیم رہو۔

(iv) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ آیت تلاوت کرنے کے بعد یوں دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! تو ہمارا رب ہے، تو ہمیں استقامت عطا کر۔

(v) حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس آیت کے بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) جس طرح تم اپنے اقوال میں مستقیم ہو اسی طرح اپنے اعمال میں بھی مستقیم رہو۔

(۲) احکام دین پر تادم موت اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کے لیے مستقیم رہو۔

(۳) جس طرح تم جلوت میں مستقیم ہو اسی طرح خلوت میں بھی مستقیم رہو۔

(vi) حضرت قاضی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: دنیا سے بے رغبتی کرو اور آخرت میں رغبت کرو۔

حصول استقامت دشوار ہونا:

زیر بحث آیت اور حدیث میں حصول استقامت کا درس دیا گیا ہے، اس کا حصول خواہ خواص کے لیے آسان ہے لیکن عوام کے لیے دشوار ضرور ہے۔ مجموعی طور پر حصول استقامت دشوار ہے۔

خواص مسلمانوں کے نزدیک استقامت کا مفہوم ہے:

''کفر، فسق، جہل، بدعت اور ہوائے نفسانیہ کا جہنم کی پشت پر علم، عمل، خلق اور حال کے اعتبار سے شریعت پر استقامت کا پل''۔

جس طرح پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، اسی طرح شریعت پر عمل کرنا بھی بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے معاشرہ میں دیور اور بھابھی کے درمیان پردہ کو لازم نہیں سمجھا جاتا، مخلوط تعلیم کو شیر مادر کا درجہ حاصل ہے، سرکاری اداروں میں خواتین و حضرات فرائض انجام دیتے ہیں اور مخلوط اجتماعات کو معیوب نہیں سمجھا جاتا اور ذرائع آمد و رفت (بسوں اور ہوائی جہازوں) میں خواتین و حضرات کی نشستیں مخلوط ہوتی ہیں۔ ان غیر شرعی امور کے بھیانک نتائج اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں جن کو پڑھ کر متشرع مسلمان کا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

عوام مسلمانوں کے نزدیک ''صراط مستقیم'' کا مفہوم یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کا ہر حکم تسلیم کرنا اس پر عمل کرنا اور ہر اس امر سے رکنا جس سے منع کیا گیا ہے۔

الغرض! جس طرح استقامت کا حصول مشکل ہے اسی طرح اس پر عمل کرنا بھی دشوار تر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین۔

صالحین پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی بارش:

اولیاء، صالحین اور مشائخ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے نفس کو اس قدر اپنا مطیع و تابع فرمان بنا لیتے ہیں کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ یاد الٰہی میں بسر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی انہیں انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالیٰ:

(i) حضرت داؤد بن یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خواب میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو میں نے آپ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ابدال کون لوگ ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچی ہو اور وکیع بھی ان لوگوں میں سے ہیں۔

(ii) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: علم، حفظ، اسناد اور خوف خدا میں وکیع کی مثل میں نے کوئی شخص نہیں

دیکھا۔

(iii) حضرت علی بن عثام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وکیع بن جراح علیل ہو گئے۔ ہم ان کی عیادت کے لیے گئے، وکیع نے کہا: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ میرے خواب میں آئے، انہوں نے اپنے جوار میں مجھے مدفون ہونے کی خوشخبری دی اور میں ان کے پاس جانے والا ہوں۔

(۲) حضرت ثابت بن اسلم البنانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! اگر تو کسی کو قبر میں نماز ادا کرنے کی دولت عطا کرے تو یہ مجھے عطا کرنا۔ یہ دعا آپ کے حق میں قبول ہوئی کہ وفات کے بعد انہیں قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا گیا۔

(۳) حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ:

(i) حضرت عفان بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات سے بیس سال قبل کسی نے انہیں خواب میں دیکھا اور انہیں کہا گیا: تم یحییٰ بن سعید کو یہ خوشخبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن امان میں رکھے گا۔

(ii) حضرت زہیر بن نعیم رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو قمیص زیب تن کی ہوئی تھی اس کے کندھے پر یہ عبارت تحریر تھی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریر ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان جہنم کی آگ سے نجات یافتہ ہے۔

(۴) حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

(i) حضرت مثنیٰ بن صباح رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرصہ چالیس سال تک کسی کے لیے برا لفظ استعمال نہیں کیا اور میں نے بیس سال تک نماز عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔

(ii) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے "وہب" نامی شخص کو اللہ تعالیٰ حکمت سے نوازے گا۔

(۵) حضرت سلیمان بن طرخان رحمہ اللہ تعالیٰ:

(i) حضرت ابراہیم بن اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص سے بطور عاریہ پوستین حاصل کی پھر اسے واپس لوٹا دی، اس شخص کا کہنا ہے: مجھے اس پوستین سے مستقل خوشبو محسوس ہوتی رہی۔

(ii) حضرت رقیہ بن مصقلہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ مجھے خواب میں زیارت باری تعالیٰ کا اعزاز حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں سلیمان بن طرخان کا اکرام کروں گا' کیونکہ اس نے محض میرے لیے عرصہ چالیس سال نماز عشاء کے وضو سے فجر کی

نماز ادا کی۔

(۶) حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ:

(i) حضرت ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا، میں نے دریافت کیا: اے ابوعبداللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ آپ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سونے کی کرسی پر بٹھایا اور مجھ پر موتی بکھیر دیئے۔

(ii) حضرت مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ مجھے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، میں نے آپ سے حضرت امام شافعی کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص میری سنت اور میری محبت کو پسند کرتا ہے وہ محمد بن ادریس شافعی کی مجلس کا التزام کرے، کیونکہ وہ مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں۔

(علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۲۶۲)

بَاب وَمِنْ سُورَةِ حٰمٓ عٓسٓقٓ

باب 43: سُورَةِ حٰمٓ عٓسٓقٓ سے متعلق روایات

3174 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ طَاوُسًا قَالَ

متنِ حدیث: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ (قُلْ لَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَعَلِمْتَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ فَقَالَ اِلَّا اَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ طاؤس بیان کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا:

"تم فرما دو! میں اس (تبلیغ) کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا' البتہ قرابت کے حوالے سے جو محبت (کا تقاضا ہوتا ہے اس کی تم سے توقع رکھتا ہوں)"۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ رشتے دار حضرت محمد ﷺ کی آل تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا: کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ نبی اکرم ﷺ کا قریش کی ہر ذیلی شاخ کے ساتھ کوئی نہ کوئی رشتے داری کا تعلق تھا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری تمہارے ساتھ جو رشتے داری ہے' تم اس کے حوالے سے صلہ رحمی کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

شرح

سورہ حٰمٓ عٓسٓقٓ مکی ہے جو پانچ (۵) رکوع، ترپن (۵۳) آیات، آٹھ سو بیاسی (۸۸۲) کلمات اور تین ہزار پانچ سو اٹھاسی (۳۵۸۸) حروف پر مشتمل ہے۔

مودت فی القربٰی کا مفہوم:

ارشادِ خداوندی ہے:

3174- اخرجه البخاري (۶۰۸/۶): كتاب المناقب: باب: قول الله تعالى (يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر و انثى—) (الحجرات: ۱۳)، حديث (۳۴۹۷)، و طرفه من (۴۸۱۸)، و احمد (۲۲۹/۱)، (۲۸۶/۱).

ذٰلِكَ الَّذِىْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○ (الشوریٰ ۲۳)

''اسی چیز کی اللہ اپنے بندوں کوخوشخبری دیتا ہے جوایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔ آپ فرما دیں کہ میں اس پرتم سے کوئی اجرت نہیں لیتا سوائے قرابت کی محبت کے، جوشخص اچھا کام کرے گا ہم اس کی نیکی کو اور بڑھا دیں گے، بیشک اللہ بخشنے والا بہت قدر دان ہے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ناطہ قریش کی تمام شاخوں سے تھا، آپ نے لوگوں کو ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا درس دیا۔

قوم کو وعظ ونصیحت اور ان کی تعلیم وتربیت کرنا نبی کے فرائض میں داخل ہوتا ہے۔ نبی اپنی قوم کو تبلیغ کرنے میں نہ تو کمی چھوڑتا ہے اور نہ اس سلسلہ میں کوئی رکاوٹ برداشت کرتا ہے۔ قوم سے ان کی تربیت وتبلیغ کا صلہ رقم کی صورت میں وصول نہیں کرتا بلکہ اپنے اعزاء واقارب سے محبت کی شکل میں وصول کرتا ہے، کیونکہ اقارب سے محبت نبی سے محبت ہے اور نبی سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔

قرابت سے رحم کی قرابت مراد ہونا:

اس آیت میں قرابت سے مراد رحم کی قرابت مراد ہے یعنی تبلیغ رسالت کا صلہ اقارب نبوی سے محبت ومودت کرنا قرار دیا گیا ہے۔ اس بات کی تائید احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے، اس بارے میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آیت میں قربیٰ سے مراد آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں فرمایا: آپ لوگوں نے عجلت سے کام لیا ہے ورنہ قریش کے ہر رحم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت موجود تھی، کیونکہ آپ نے فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کی وجہ سے تم لوگ میرے ساتھ میل جول رکھو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۸۱۳) مطلب یہ ہے کہ جن آیات میں تبلیغ رسالت کے اجر وصول کرنے کی نفی کی گئی ہے، ان سے مراد معروف اجر ہے مثلاً سونا وچاندی، مال ودولت اور درہم ودینار۔ جن آیات سے تبلیغ رسالت کے صلہ کا جواز ثابت ہوتا ہے اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے اہل قرابت سے محبت ومودت کرنا ہے۔

۲- ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم لوگوں سے محض یہی سوال کیا ہے کہ میرے ساتھ جو تمہاری قرابت ہے اس سبب سے تم مجھ سے محبت رکھو، اور تمہارے اور میرے درمیان جو قرابت ہے اس کی حفاظت کرو۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۱۲۲۳۳)

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: قریش کی تمام شاخوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت تھی، اعلان نبوت پر قریش نے آپ کی تکذیب کی تھی اور آپ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ آپ نے اس موقع پر

اعلان کیا: اے میری قوم! تم نے میری اطاعت کا انکار کیا ہے، تمہارے اور میرے درمیان جو قرابت ہے اس کی حفاظت کرو۔ تمہارے علاوہ دوسرے قبائل اس کی حفاظت کرنے اور میری مدد کرنے کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔

اہل بیت اطہار کے فضائل:

اہل بیت کے فضائل و کمالات احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں، اس سلسلہ میں چند روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ کے قرابت دار کون لوگ ہیں؟ جن سے محبت کرنا ہم پر ضروری ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے مراد ہیں۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۲۲۵۹)

۲- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اس کے محبوب ہیں۔ (الجامع الصغیر، رقم الحدیث: ۹۰۸۹)

۳- حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۲۳۰)

۴- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! تم میں میرے اہل بیت کشتی نوح کی مثل ہیں، جو شخص اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس شخص نے اسے ترک کر دیا وہ ہلاک ہو گیا۔
(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۲۶۳۷)

۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ذات باری تعالیٰ سے محبت کرو، کیونکہ وہ تمہیں روزی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۲۶۳۹)

۶- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار تھے اور یوں فرما رہے تھے: اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم ان سے وابستہ رہے کبھی گمراہ نہیں ہو گے:
(۱) کتاب اللہ، (۲) میری عترت و میرے اہل بیت۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۲۶۸۰)

اہل بیت سے محبت کرنا:

اہل بیت سے محبت کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اس بارے میں چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے تم جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت حاصل کر لو گے۔

۲- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! میرے اہل بیت کشتی نوح کی مثل ہیں، جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس پر سوار نہ ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔ (المعجم الصغیر، رقم الحدیث: ۳۹۱)

۳- حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز مغرب ادا کی تو ہم مسجد میں ٹھہر گئے تا کہ نماز عشاء بھی ادا کر کے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء پڑھانے کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو ہمیں مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا: آپ لوگ ابھی تک یہاں بیٹھے ہوئے ہیں؟ ہم نے عرض کیا: ہم نے خیال کیا کہ نماز عشاء پڑھ کر گھر جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: بہت خوب! آپ نے اپنا چہرہ انور آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: ستارے آسمان کی امان ہیں اور جب ستارے نہیں ہوں گے آسمان پھٹ جائے گا، میں اپنے صحابہ کے لیے امان ہوں اور جب میں روانہ ہو جاؤں گا تو وہ فتنوں کا شکار ہو جائیں گے۔ میرے صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں اور جب وہ چلے جائیں گے تو میری امت بدعات اور فتنوں کا شکار ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۰۷)

3175 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَازِعِ قَالَ حَدَّثَنِي شَيْخٌ مِّنْ بَنِي مُرَّةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَأُخْبِرْتُ عَنْ بِلَالِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ فَقُلْتُ إِنَّ فِيهِ لَمُعْتَبَرًا فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ مَحْبُوسٌ فِي دَارِهِ الَّتِي قَدْ كَانَ بَنَى قَالَ وَإِذَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنْهُ قَدْ تَغَيَّرَ مِنَ الْعَذَابِ وَالضَّرْبِ وَإِذَا هُوَ فِي قُشَاشٍ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلَّهِ يَا بِلَالُ لَقَدْ رَأَيْتُكَ وَأَنْتَ تَمُرُّ بِنَا تُمْسِكُ بِأَنْفِكَ مِنْ غَيْرِ غُبَارٍ وَأَنْتَ فِي حَالِكَ هَذَا الْيَوْمَ فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتَ فَقُلْتُ مِنْ بَنِي مُرَّةَ ابْنِ عَبَّادٍ فَقَالَ أَلَا أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَنْفَعَكَ بِهِ قُلْتُ هَاتِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصِيبُ عَبْدًا نَكْبَةٌ فَمَا فَوْقَهَا أَوْ دُونَهَا إِلَّا بِذَنْبٍ وَمَا يَعْفُو اللَّهُ عَنْهُ أَكْثَرُ قَالَ وَقَرَأَ (وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ)

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

◆◆ عبداللہ بیان کرتے ہیں، بنو مرہ کے ایک بزرگ آدمی نے مجھے یہ بات بتائی: میں کوفہ آیا تو مجھے بلال بن ابوبردہ کے بارے میں بتایا گیا تو میں نے کہا: اس کے انجام میں تو عبرت پائی جاتی ہے پھر میں اس کے پاس گیا تو وہ اپنے اسی گھر میں قید تھا جو اس نے خود بنایا تھا۔ اسے اذیت پہنچانے کی وجہ سے اور مار پیٹ کی وجہ سے اس کی شکل وصورت تبدیل ہو چکی تھی۔ اس کے بدن پر ایک پرانا سا لباس تھا۔ میں نے (اس کی یہ حالت دیکھ کر) کہا: الحمدللہ! اے بلال! مجھے تمہارا وہ وقت بھی یاد ہے جب تم ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور وہاں کوئی غبار نہیں ہوتا تھا لیکن تم ناک پر رومال رکھ لیتے تھے اور آج تمہاری یہ حالت ہے۔ اس نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں عباد کا بیٹا ہوں اور بنو مرہ سے تعلق رکھتا ہوں تو بلال نے کہا: میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمہیں بہت نفع پہنچائے تو میں نے کہا سناؤ تو اس نے کہا: ابوبردہ نے

اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''بندے کو جو بھی چھوٹی یا بڑی تکلیف لاحق ہوتی ہے' وہ اس کے کسی گناہ کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے' اور وہ گناہ تو بہت زیادہ ہیں' جو اللہ تعالیٰ ویسے ہی معاف کر دیتا ہے۔''

راوی بیان کرتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے (یا شاید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے) یہ آیت تلاوت کی:

''اور تمہیں' جو مصیبت لاحق ہوتی ہے' تو یہ تمہارے اپنے اعمال کے نتیجے میں ہوتی ہے' اور وہ بہت سے گناہوں سے درگزر کر لیتا ہے۔''

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ ''حدیث غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

لوگوں کے اعمال بد کے نتیجہ میں مصائب کا نزول ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (الشوریٰ: ۳۰)

اور جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے، وہ تمہارے ہاتھوں کا نتیجہ ہوتی ہے اور اللہ بہت گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ زندگی میں نشیب و فراز اور تنگدستی و فراخی سے خواتین و حضرات، نوجوانوں و بوڑھوں اور معصوم بچوں کو بھی گزرنا پڑتا ہے۔ یہ بڑوں کی نافرمانی، احکام خداوندی سے بغاوت اور نافرمانی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تاہم یہ شرعی فیصلہ ہے کہ دنیا میں لاحق ہونے والے مصائب و مشکلات، کفارۂ سیئات بن جاتی ہیں' جن کا آخرت میں مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

فائدہ نافعہ:

مؤرخین کے مطابق قاضی بلال، خالد بن عبداللہ قسری کا گہرا دوست تھا، جب ہشام نے خالد کو عراق کا گورنر تعینات کیا تو اس نے ۱۰۹ھ میں بلال کو بصرہ کا قاضی تعینات کر دیا۔ یہ تاریخ اسلام کا پہلا قاضی تھا جس نے بے اعتدالیوں اور ناانصافیوں پر مشتمل فیصلے کیے تھے۔ پھر یوسف بن عمر بصرہ کا گورنر تعینات ہوا تو اس نے خالد اور اس کے ساتھیوں کو خوب سزائیں دیں اور ۱۲۰ھ میں قاضی بلال کو بھی قتل کروا دیا تھا۔

مسلمانوں پر مصائب و مشکلات کا نزول کفارۂ سیئات ہونا:

مسلمانوں پر مصائب و مشکلات کا نزول ان کے لیے کفارۂ سیئات بن جاتا ہے، اس سلسلہ میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی

پریشانی لاحق ہوتی ہے خواہ تھکاوٹ، مرض، غم یا کانٹا چبھنے کی شکل میں وہ اس کے لیے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث:۵۶۴۱)

۲-حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو تکلیف بھی لاحق ہوتی ہے، وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے حتیٰ کہ اسے جو کانٹا بھی چبھتا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث:۵۶۴۰)

۳-حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں تمہیں قرآن کریم کی اس آیت کے بارے میں نہ بتاؤں جو سب سے افضل ہے؟ پھر خود ہی فرمایا: ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت: مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ الخ سب سے افضل ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جو بھی تمہیں مصیبت آئے یا سزا ملے یا دنیا میں کوئی بھی مشکل پیش آتی ہے، وہ تمہارے ہاتھوں اور اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی دوبارہ سزا نہیں دے گا اور اللہ جس کو دنیا میں معاف کر دے آخرت میں اس کو سزا نہیں دے گا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث:۱۶۸۹۹)

۴-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بندے کے گناہ اس قدر کثیر ہوں کہ اس کے اعمال ان کا کفارہ نہ بن سکتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے کسی پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ وہ پریشانی اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔ (جامع المسانید، رقم الحدیث:۷۰۹۸)

۵-حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: مؤمن کو جو بھی جسمانی تکلیف لاحق ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث:۸۳۶)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الزُّخْرُفِ

باب 44: سورہ زخرف سے متعلق روایات

3176 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ وَيَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ اَبِي غَالِبٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ اِلَّا اُوتُوا الْجَدَلَ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ حَجَّاجِ بْنِ دِيْنَارٍ

توضیح راوی: وَحَجَّاجٌ ثِقَةٌ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ وَاَبُوْ غَالِبٍ اسْمُهُ حَزَوَّرٌ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کوئی بھی قوم ہدایت حاصل کر لینے کے بعد اس وقت تک گمراہی کا شکار نہیں ہوتی جب تک ان کے درمیان جھگڑا نہیں ہو جاتا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

3176- اخرجه ابن ماجه (۱۹/۱) كتاب المقدمة: باب: اجتناب البدع والجدل، حديث (٤٨)، و احمد (٢٥٢/٥، ٢٥٦)

"وہ لوگ یہ بات تمہارے سامنے صرف اس لیے بیان کرتے ہیں: تاکہ بحث کریں اور وہ لوگ بحث کرنے والے ہیں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف حجاج بن دینار کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

حجاج ثقہ ہے اور مقارب الحدیث ہے۔

ابو غالب نامی راوی کا نام حزور ہے۔

شرح

سورہ زخرف مکی ہے جو سات (۷) رکوع، انانوے (۸۹) آیات، آٹھ سو تینتیس (۸۳۳) کلمات اور تین ہزار چار سو (۳۴۰۰) حروف پر مشتمل ہے۔

ہدایت کے بعد گمراہ ہونے والوں کو حق کی دعوت دینا دشوار ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ○ (الزخرف: ۵۸)

"اور انہوں نے کہا: کیا ہمارا معبود بہتر ہے یا وہ؟ اس مثال کو بیان کرنے سے ان کا مقصد محض جھگڑنا ہے۔ بلکہ وہ ایک جھگڑالو قوم ہے۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مدینہ طیبہ کے نصاریٰ نعرے بلند کرنے لگے، خوشی سے شادیانے بجانے لگے اور بغلیں بجانے لگے کہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی مثال قرآن میں بیان کر کے ان کی عظمت و شان کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اس آیت کے چند ایک مطالب ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قوم قریش! اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی بھی عبادت کی گئی ہے اس میں بہتری نہیں ہے، اس پر کفار نے کہا: کیا آپ یہ بات نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نبی اور اللہ کے صالح بندے تھے جبکہ اللہ کے علاوہ اس کی بھی عبادت کی گئی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں ابن مریم کا تذکرہ ہے، جس سبب نصاریٰ لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج:۴، ص:۱۳۲)

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کی بھی عبادت کی گئی، اس میں بہتری نہیں ہے۔ کفار نے معارضہ کرتے ہوئے کہا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بھی تو عبادت کی گئی ہے تو کیا اس میں بھی کوئی خیر نہیں ہے؟ وہ خوشی سے اچھلنے کودنے لگے اور شور مچاتے ہوئے کہنے لگے کہ آپ کو ہم نے خاموش کرا دیا ہے اور ہمارے معارضے کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: میں نے پہلے بھی کہا اور اب بھی اعلان کرتا ہوں کہ غیر

اللہ کی عبادت میں ہرگز خیر نہیں ہے۔ یقیناً حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی عبادت میں بھی کوئی خیر نہیں ہے، آپ کی عبادت کرنے والوں کے لیے کوئی اجر و ثواب نہیں ہے۔ آپ نے یہ اعلان نہیں فرمایا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی مؤاخذہ ہوگا۔ آپ کے اعلان سے ابن مریم علیہ السلام کی عظمت و شان پر کوئی الزام نہیں عائد کیا گیا تھا۔ تاہم کفار کی طرف سے آپ کے اعلان پر اظہار مسرت کرنا، بغلیں بجانا اور نعرے بازی کرنا فضول تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کرے گا کہ آپ نے دنیا میں اپنی اور اپنی والدہ کی عبادت کرنے کی لوگوں کو دعوت دی تھی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے: یا اللہ العٰلمین! میں نے نہ اپنی عبادت اور نہ اپنی والدہ (مریم) کی عبادت کرنے کی لوگوں کو دعوت دی تھی اور اگر بالفرض میں نے ایسا کیا ہوتا تو یقیناً اس کا تجھے علم ہوتا۔ اے پروردگار! تو خوب جانتا ہے کہ یہ بات میرے دل میں نہیں تھی، نہ میں نے یہ بات لوگوں سے کہی تھی۔ میں نہیں جانتا جو بات تیرے دل میں ہے مگر تو ضرور جانتا ہے جو بات میرے دل میں ہے۔ (المائدہ:۱۱۶)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الدُّخَانِ

باب 45: سورہ دُخان سے متعلق روایات

3177 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْجُدِّيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ وَمَنْصُوْرٍ سَمِعَا اَبَا الضُّحٰى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ قَاصًّا يَقُصُّ يَقُوْلُ اِنَّهٗ يَخْرُجُ مِنَ الْاَرْضِ الدُّخَانُ فَيَاْخُذُ بِمَسَامِعِ الْكُفَّارِ وَيَاْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ قَالَ فَغَضِبَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ ثُمَّ قَالَ اِذَا سُئِلَ اَحَدُكُمْ عَمَّا يَعْلَمُ فَلْيَقُلْ بِهٖ قَالَ مَنْصُوْرٌ فَلْيُخْبِرْ بِهٖ وَاِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ فَلْيَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ فَاِنَّ مِنْ عِلْمِ الرَّجُلِ اِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ اَنْ يَّقُوْلَ اللّٰهُ اَعْلَمُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ (قُلْ مَآ اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰى قُرَيْشًا اسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ قَالَ اللّٰهُمَّ اَعِنِّىْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ فَاَحَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى اَكَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ وَقَالَ اَحَدُهُمَا الْعِظَامَ قَالَ وَجَعَلَ يَخْرُجُ مِنَ الْاَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَاَتَاهُ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ اِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ فَهٰذَا لِقَوْلِهٖ (يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ) قَالَ مَنْصُوْرٌ هٰذَا لِقَوْلِهٖ (رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ) فَهَلْ يُكْشَفُ عَذَابُ الْاٰخِرَةِ قَدْ مَضَى الْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَالدُّخَانُ وَقَالَ اَحَدُهُمُ الْقَمَرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الرُّوْمُ

قولِ امام ترمذی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاللِّزَامُ يَعْنِىْ يَوْمَ بَدْرٍ

3177۔ اخرجه البخاری (۸/۳۷۰): كتاب التفسير: باب: سورة الروم، حديث (٤٧٧٤) و طرفه في (٤٨٢٤)، و مسلم (٤/٢١٥٥): كتاب صفات المنافقين و احكامهم باب: الدخان، حديث (٢٧٩٨/٣٩)، و احمد (١/٣٨٠، ٤٣١، ٤٤١)، و الحميدي (١/٦٣، ٦٤)، حديث (١١٦)

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مسروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا: ایک واعظ نے تقریر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے، زمین سے ایک دھواں نکلے گا' جو کفار کی سماعتوں کو ختم کر دے گا' اور مؤمن کو اس کے نتیجے میں زکام کی سی کیفیت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ غصے میں آ گئے، وہ پہلے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے' پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: جب آدمی سے کسی ایسی چیز کے بارے میں دریافت کیا جائے جسے وہ جانتا ہو' تو وہ اپنے علم کے مطابق جواب دیدے۔ یہاں منصور نامی راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے' لیکن جب انسان سے کسی ایسی چیز کے بارے میں دریافت کیا جائے' جس کا اسے علم نہ ہو' تو وہ کہہ دے: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے' کیونکہ آدمی کے علم میں یہ بات شامل ہے کہ جب اس سے کسی ایسی چیز کے بارے میں دریافت کیا جائے' جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا تو وہ یہ کہہ دے کہ اللہ بہتر جانتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے یہ فرمایا ہے:

"تم یہ فرما دو! میں اس بات پر تم سے اُجر طلب نہیں کرتا اور میں اپنی طرف سے بات نہیں بناتا۔"

نبی اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ قریش نافرمانی کر رہے ہیں' تو آپ ﷺ نے یہ دُعا کی تھی:

"اے اللہ ان لوگوں کے خلاف' قحط سالی کے سات سالوں کے ذریعے' میری مدد کر' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے سات سال تھے۔"

تو ان لوگوں کو قحط سالی نے اپنی گرفت میں لے لیا اور ان کی سب چیزیں ختم ہو گئیں، یہاں تک کہ لوگ کھالیں اور مردہ جانور کھانے لگے۔ بعض راویوں نے یہاں ہڈیوں کا ذکر کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: (ان لوگوں کو یہ محسوس ہوتا تھا) جیسے زمین سے دھواں نکل کر جا رہا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: ابوسفیان نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور بولا: آپ ﷺ کی قوم ہلاکت کا شکار ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لیے دعا کیجئے' یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے۔

"تو اس دن کا انتظار کرو جب آسمان دھواں ظاہر کرے گا' جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔"

منصور نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وہ یہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم سے عذاب کو دور کر دے ہم تو مؤمن ہیں۔"

تو کیا آخرت کا عذاب دور کیا جائے گا؟

(حضرت عبداللہ نے فرمایا) بطشہ' لزام اور دُخان ظاہر ہو چکے ہیں۔

ایک راوی نے یہ بات نقل کی ہے، چاند سے متعلق نشانی ظاہر ہو چکی ہے' اور ایک نے کہا ہے، رومیوں سے متعلق نشانی ظاہر ہو چکی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: لزام سے مراد غزوۂ بدر ہے۔

وہ یہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سورہ دخان مکی ہے جو چار (۴) رکوع، انسٹھ (۵۹) آیات، تین سو چھیالیس (۳۴۶) الفاظ اور ایک ہزار چار سو اکتیس (۱۴۳۱) حروف پر مشتمل ہے۔

دھوئیں کی پیشین گوئی پوری ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ o (الدخان:۱۰)

"پس آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان واضح طور پر دھواں لائے گا۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مطابق پانچ پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں:

(۱) دھویں کے بارے میں پیشین گوئی جو مذکورہ آیت میں ہے۔ (۲) شق القمر کی پیشین گوئی جو سورہ القمر کے آغاز میں مذکور ہے۔ (۳) رومیوں کے دوبارہ غالب آنے کی پیشین گوئی جس کا ذکر سورۃ الروم کے آغاز میں ہے۔ (۴) شدید گرفت کی پیشین گوئی جس کا تذکرہ مذکورہ آیت سے متصل آیات میں ہے۔ (۵) وبال مسلط ہونے کی خبر جس کا ذکر سورۃ الفرقان کے آخر میں ہے۔ گویا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق دھواں چھا جانے کی پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے۔

دخان مبین کے بارے میں دو اقوال ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ پیشین گوئی پیش آ چکی ہے، جس کی تفصیل ابھی گزری ہے۔

۲- حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے مطابق یہ علامات قیامت میں سے ایک ہے جو قرب قیامت میں پیش آئے گی۔

سوال یہ ہے کہ ان دونوں اقوال میں تعارض ہے، تو ان میں تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ہے واضح دھواں جس کا ذکر سورۃ الدخان میں ہے۔ ایک ہے عام دھواں جس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے بلکہ احادیث مبارکہ میں مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ دھویں دو ہیں: (۱) گزر چکا ہے۔ (۲) باقی ہے جو قرب قیامت میں پیش آئے گا، جس سے زمین و آسمان کی درمیانی فضا بھر جائے گی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق علامات قیامت دس ہیں، جن میں ایک دھویں کا چھا جانا بھی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم کسی چیز میں بحث کر رہے تھے، آپ نے ہم سے دریافت کیا: تم لوگ کس چیز کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم قیامت کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دس علامات نہ پائی جائیں گی

اور وہ دس علامات یہ ہیں: (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃ الارض (۴) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) نزول عیسیٰ علیہ السلام (۶) یاجوج و ماجوج کا خروج (۷) تین بار زمین کا دھنسا مغرب میں (۸) مشرق میں (۹) جزیرۃ العرب میں (۱۰) آگ کا برآمد ہونا جو ہانک کر لوگوں کو میدان حشر میں لے جائے گی۔

3178 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَلَهُ بَابَانِ بَابٌ يَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهُ وَبَابٌ يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهُ فَاِذَا مَاتَ بَكَيَا عَلَيْهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ (فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَمُوْسٰى بْنُ عُبَيْدَةَ وَيَزِيْدُ بْنُ اَبَانَ الرَّقَاشِيُّ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ہر مؤمن کے لیے دو دروازے ہیں، ایک کے ذریعے اس کے اعمال اوپر جاتے ہیں اور ایک کے ذریعے اس کا رزق نیچے آتا ہے' جب مؤمن کا انتقال ہو جاتا ہے' تو وہ دونوں اس پر روتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''نہ ان پر آسمان رویا اور نہ ہی زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ ''حدیث غریب'' ہے ہم اس روایت کے ''مرفوع'' ہونے کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

موسیٰ بن عبید اللہ اور یزید بن ابان رقاشی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

شرح

مرنے والے پر زمین و آسمان کا رونا:

ارشاد خداوندی ہے:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝ (الدخان: ۲۹)

''پس ان کی ہلاکت پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔''

اس آیت کی تشریح حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ تاریخ عالم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نہایت نافرمان، گستاخ اور اللہ تعالیٰ کی باغی گزری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش کے مطابق آپ کو حکم دیا کہ اپنے اطاعت گزار لوگوں کو لے کر دشمن سے رات کی تاریکی میں کوچ کر جائیں۔ چنانچہ آپ کے کوچ کر جانے کے بعد نافرمان اور بدکردار لوگوں پر

عذابِ الٰہی نازل ہوا تو وہ ہلاک ہو گئے اور حرفِ غلط کی طرح ان کا نام ونشان مٹ گیا۔ ان کی ٹھاٹھ باٹھ باقی رہی نہ مخالفت اور نہ نام ونشان۔

حدیث میں آیت کے مفہومِ مخالف سے استدلال کیا گیا ہے کہ کفار کی ہلاکت پر زمین وآسمان نہیں روتے مگر مسلمان کی وفات پر زمین وآسمان بھی روتے ہیں۔

اس سلسلہ میں چند دلائل حسبِ ذیل ہیں:

۱- اہلِ عرب کے ہاں یہ معمول ہے کہ جب ان کا کوئی سردار مرتا ہے تو وہ کہتے ہیں: ہمارے سردار کی موت اتنی بڑی مصیبت ہے کہ اس کے غم میں آسمان وزمین، شب وروز، تاریکی واُجالا اور گرم وسرد ہوائیں بھی آنسو بہا رہی ہیں۔ الغرض! آسمان وزمین کی مخلوق آنسو بہا رہی ہے۔

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں: (۱) اس کے رزق نازل ہونے کا، (۲) اس کے عمل خیر اوپر جانے کا۔ جب اس کی وفات ہوتی ہے تو دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ (تاریخ بغداد، ج:۱۱، ص:۲۱۳)

۳- حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمان کی وفات پر زمین وآسمان چالیس روز تک روتے رہتے ہیں۔ حضرت ابو یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کے اس قول پر تعجب ہوا، تو انہوں نے فرمایا: آپ اس بات پر کیوں تعجب کرتے ہیں زمین اس شخص پر کیوں نوحہ خوانی نہ کرے حالانکہ بندۂ مؤمن زمین پر رکوع وسجود کر کے اسے آباد رکھتا ہے اور آسمان اس کی موت پر کیوں نہ روئے جبکہ اس کی تسبیح وتہلیل کی صدائیں آسمان پر بلند ہوتی تھیں۔ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: زمین پر جس جگہ مؤمن نماز ادا کرتا ہے، وہ جگہ اس کی وفات پر آنسو بہاتی ہے اور جہاں سے اس کے اعمالِ صالحہ اوپر بلند ہوتے ہیں وہاں سے آسمان اس کی موت پر روتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، جز:۱۶، ص:۱۳۰)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَحْقَافِ

باب 46: سورۃ احقاف سے متعلق روایات

3179 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَيَّاةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ اَخِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا اُرِيْدَ عُثْمَانُ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا جَاءَ بِكَ قَالَ جِئْتُ فِي نَصْرِكَ قَالَ اخْرُجْ اِلَى النَّاسِ فَاطْرُدْهُمْ عَنِّي فَاِنَّكَ خَارِجٌ خَيْرٌ لِي مِنْكَ دَاخِلٌ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ كَانَ اسْمِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فُلَانٌ فَسَمَّانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ وَنَزَلَ

3179- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۲۳۰): كتاب الادب: باب: تغيير الاسماء، حديث (۳۷۳۴)، و احمد (۵/۴۵۱)، و عبد بن حميد ص (۱۸۰) حديث (۴۹۸).

فِيَّ آيَاتٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ نَزَلَتْ فِيَّ (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) وَنَزَلَتْ فِيَّ (قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ) إِنَّ لِلّٰهِ سَيْفًا مَغْمُودًا عَنْكُمْ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَدْ جَاوَرَتْكُمْ فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا الَّذِي نَزَلَ فِيهِ نَبِيُّكُمْ فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي هٰذَا الرَّجُلِ أَنْ تَقْتُلُوهُ فَوَاللّٰهِ إِنْ قَتَلْتُمُوهُ لَتَطْرُدُنَّ جِيرَانَكُمُ الْمَلَائِكَةَ وَلَتَسُلُّنَّ سَيْفَ اللّٰهِ الْمَغْمُودَ عَنْكُمْ فَلَا يُغْمَدُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَقَالُوا اقْتُلُوا الْيَهُودِيَّ وَاقْتُلُوا عُثْمَانَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ

عبدالملک بن عمیر' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بھتیجے کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیے جانے کا موقع آیا' تو حضرت عبداللہ بن سلام آئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: آپ کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگوں کے پاس جا کر انہیں مجھ سے دور رکھیں۔ آپ کا اندر رہنے کے مقابلے میں باہر رہنا میرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں، پھر حضرت عبداللہ بن سلام باہر لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا: میرا نام زمانہ جاہلیت میں فلاں تھا، نبی اکرم ﷺ نے میرا نام عبداللہ رکھا، میرے بارے میں اللہ کی کتاب کی آیات بھی نازل ہوئیں۔ یہ آیت میرے بارے میں ہی نازل ہوئی:

''اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس بات کی گواہی دی جو اس کی مانند ہے' اور وہ تو ایمان لے آیا مگر تم نے تکبر اختیار کیا بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نصیب نہیں کرتا''

یہ آیت بھی میرے بارے میں نازل ہوئی:

''تم یہ فرما دو! میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے' اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔''

(پھر حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا) بے شک! اللہ تعالیٰ کی تلوار میان میں ہے' اور تمہارے اس شہر میں فرشتے تمہارے ساتھ ہوتے ہیں' یہ وہ شہر ہے' جس میں تمہارے نبی تشریف لاتے تھے' تو ان صاحب (یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) کو قتل کرنے کے حوالے سے' اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ کی قسم! اگر تم نے انہیں شہید کر دیا تو فرشتے تمہارا پڑوس چھوڑ دیں گے' اور اللہ تعالیٰ کی تلوار تمہارے لیے نکل آئے گی جو ابھی میان میں ہے' اور پھر اس کے بعد قیامت تک میان میں نہیں ڈالی جائے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں، تو ان لوگوں نے کہا: اس یہودی کو بھی مار دو' اور عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی مار دو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شعیب بن سفیان نے اسے عبدالملک بن عمیر کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن سلام کے پوتے کے حوالے سے' ان کے

داوا حضرت عبداللہ بن سلام کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

شرح

سورۃ الاحقاف مکی ہے جو چار (۴) رکوع، چھ سو چوالیس (۶۴۴) کلمات اور دو ہزار چار سو (۲۴۰۰) حروف پر مشتمل ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک گواہ سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۠

(الاحقاف: ۱۰)

''اور بنی اسرائیل سے ایک گواہ ایمان لے آیا جبکہ تم تکبر میں مبتلا رہے، بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جب بلوائیوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے، آپ نے اندر آنے کی وجہ دریافت کیا تو عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں بلوائیوں کے ہاتھوں آپ کی حفاظت اور دفاع کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم یہاں اندر آنے کی بجائے باہر جا کر بلوائیوں کو سمجھاؤ اور یہاں آپ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بلوائیوں کے پاس گئے اور ان سے یوں مخاطب ہوئے: آپ لوگوں کو علم ہونا چاہیے کہ زمانہ جاہلیت میں میرا نام حصین تھا، میں مسلمان ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام ''عبداللہ بن سلام'' تجویز فرمایا، سورہ احقاف کی آیت: ۱۰ میرے حق میں نازل ہوئی اور بنی اسرائیل کے گواہ کے ایمان لانے سے مراد بھی میں ہوں اور سورۃ الرعد کی آخری آیت بھی میرے حق میں نازل ہوئی۔ اس اعزاز و شان کے حامل ہونے کی وجہ سے میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم لوگ خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے اور ان کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنے سے باز آ جاؤ اور تم میان میں محفوظ اللہ تعالیٰ کی تلوار کو نکال کر غضب خداوندی کو دعوت دینے کی ہرگز کوشش نہ کرو لیکن وہ لوگ باز نہ آئے اور وہ اپنے مذموم عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میدان میں کود پڑے۔

3180 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ اَبُوْ عَمْرٍو الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِیْعَةَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰی مَخِیْلَةً اَقْبَلَ وَاَدْبَرَ فَاِذَا مَطَرَتْ سُرِّیَ عَنْهُ قَالَتْ فَقُلْتُ لَهٗ فَقَالَ وَمَا اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی (فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا)

3180- اخرجه البخاری (۳۴۷/۶): كتاب بدء الخلق: باب: ما جاء من قوله (و هو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمته) (الاعراف ۵۷)، حدیث (۳۲۰۶)، وطرفه من (۴۸۲۹)، و مسلم (۲۸۵/۳، ۲۸۶ ابی)، كتاب صلاة الاستسقاء: باب: التعوذ عن رؤیة الریح و الغیم و الفرح بالمطر حدیث (۱۴، ۸۹۹/۱۵)، و ابن ماجه (۱۲۸۰/۲): كتاب الدعاء: باب: ما یدعو به الرجل اذا رای السحاب و المطر حدیث (۳۸۹۱)، و احمد (۲۴۰/۶).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ جب بادل دیکھتے تھے (تو بے چینی کے عالم میں) کبھی اندر آتے تھے کبھی باہر تشریف لایا کرتے تھے لیکن جب بارش شروع ہو جاتی تھی تو آپ ﷺ خوش ہو جایا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے نہیں معلوم (ہو سکتا ہے) یہ وہی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جب انہوں نے بادل کو اپنی وادی کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو بولے: یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

گھن گرج والے بادل سے نزول عذاب کا امکان ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ط بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ط رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (الاحقاف:۲۴)

''پس جب قوم عاد نے عذاب دیکھا جو بادل کی شکل میں ان کے میدانوں کی طرف سے آ رہا تھا، انہوں نے بخوشی کہا: یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ بلکہ یہ وہ عذاب ہے جسے تم نے عجلت سے طلب کیا تھا، یہ سخت آندھی ہے جس میں شدید عذاب ہے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب گھن گرج سے بادل چھا جاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چین سے نہ بیٹھتے بلکہ آپ نماز یا اوراد و وظائف میں مصروف ہو جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: اس بادل سے قوم عاد کی مثل عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ پھر جب نزول بارش کا سلسلہ شروع ہو جاتا تو آپ کو اطمینان و سکون حاصل ہو جاتا تھا۔

سوال: ارشاد ربانی ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط یعنی اے محبوب! آپ کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہیں ہے کہ وہ انہیں عذاب میں مبتلا کرے'' تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بادلوں سے نزول عذاب کا تصور کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب: اس آیت میں نفی ایسے عذاب کی ہے جو تباہ کن اور تہس نہس کرنے والا ہو نہ کہ مطلق عذاب کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ شدید اور تباہ کن عذاب نہیں آئے گا لیکن معمولی اور لوگوں کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے تا قیامت عذاب آتا رہے گا۔

قوم عاد پر نزول عذاب:

قوم عاد نے احکام خداوندی سے بغاوت کی، اپنے نبی کی مخالفت کی اور بے راہ روی و نافرمانی میں اپنی مثال آپ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سخت آندھی کی شکل میں عذاب نازل ہوا جس کے نتیجہ میں ان کی سواریاں، مویشی اور مال و متاع سب کچھ تباہ ہو گیا لیکن حضرت ہود علیہ السلام اور ایماندار لوگ اس عذاب سے محفوظ رہے۔ تاہم آندھی اس قدر شدید اور غضب خداوندی کا مظہر تھی کہ قوم عاد کو اٹھا اٹھا کر پٹخ رہی تھی، پتھروں سے انہیں کچل رہی تھی اور وہ ریت کے نیچے دفن ہو کر اپنے اجسام کو معدوم کر رہے تھے۔ یہ عذاب بدھ کی شام کو شروع ہوا پھر سات رات اور آٹھ دن تک باقی رہا جس نے قوم عاد کا صفایا کر دیا تھا۔ ایسے عذاب سے اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو محفوظ رکھا ہے اور یہ انعام بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے امت محمدی کو میسر آیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے باد صبا سے میری مدد کی ہے اور قوم عاد کو باد بور سے ہلاک کر دیا تھا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۹۰۰)

آندھیوں کا تذکرہ احادیث کی روشنی میں:

نافرمانی اور معصیت کے سبب آندھی کی صورت میں لوگوں پر عذاب نازل ہوا، اس کا تذکرہ قرآن و احادیث میں موجود ہے۔ مذکورہ آیت کے علاوہ اس آیت میں بھی اس عذاب کا صاف صاف ذکر ہے: اِنَّـآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ○ (القمر ۱۹) "بیشک ہم نے ان پر منحوس دن میں مسلسل چلنے والی آندھی بھیجی تھی۔"

اسی طرح اس عذاب کا ذکر احادیث میں بھی مذکور ہے، اس سلسلہ میں چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آندھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے آثار سے ہے، آندھی رحمت ہو سکتی ہے اور عذاب بھی۔ تم آندھی کو برا مت کہو، تم اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر طلب کرو اور اس کے شر سے پناہ طلب کرو۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۷۲۷)

۲- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آندھی کو برا مت کہو، تم یوں کہو اے اللہ! ہم اس کی خیر کا تجھ سے سوال کرتے ہیں، اس بارے میں ہم خیر کا سوال کرتے ہیں جس چیز کا اس کو حکم دیا گیا ہے، ہم اس آندھی کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور جو شر اس میں موجود ہے یا جس شر کا اس کو حکم دیا گیا ہے اس سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔ (مسند احمد، جلد ۵، ص ۱۲۳)

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک شخص نے آندھی پر لعنت کی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آندھی پر لعنت مت کرو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔ جو شخص ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو لعنت کے قابل نہ ہو تو وہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹتی ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۹۰۸)

3181 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ

متن حدیث: قَالَ قُلْتُ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ

مِنْكُمْ اَحَدٌ قَالَ مَا صَحِبَهُ مِنَّا اَحَدٌ وَّلٰكِنْ قَدِ افْتَقَدْنَاهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَّهُوَ بِمَكَّةَ فَقُلْنَا اغْتِيلَ اَوِ اسْتُطِيرَ مَا فُعِلَ بِهٖ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ حَتّٰى اِذَا اَصْبَحْنَا اَوْ كَانَ فِيْ وَجْهِ الصُّبْحِ اِذَا نَحْنُ بِهٖ يَجِيْءُ مِنْ قِبَلِ حِرَاءَ قَالَ فَذَكَرُوْا لَهُ الَّذِيْ كَانُوْا فِيْهِ فَقَالَ اَتَانِيْ دَاعِي الْجِنِّ فَاَتَيْتُهُمْ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِمْ فَانْطَلَقَ فَاَرَانَا اٰثَارَهُمْ وَاٰثَارَ نِيْرَانِهِمْ قَالَ الشَّعْبِيُّ وَسَاَلُوْهُ الزَّادَ وَكَانُوْا مِنْ جِنِّ الْجَزِيْرَةِ فَقَالَ كُلُّ عَظْمٍ يُذْكَرُ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِيْ اَيْدِيْكُمْ اَوْفَرَ مَا كَانَ لَحْمًا وَّكُلُّ بَعْرَةٍ اَوْ رَوْثَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْتَنْجُوْا بِهِمَا فَاِنَّهُمَا زَادُ اِخْوَانِكُمُ الْجِنِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ علقمہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: (جنات) کی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی رات میں آپ میں سے کوئی ایک ساتھ تھا' تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کے ساتھ نہیں تھا۔ ہوا یہ کہ ایک مرتبہ رات کے وقت ہم نے نبی اکرم ﷺ کو غیر موجود پایا۔ آپ ﷺ اس وقت مکہ میں تھے' تو ہم یہ سمجھے کہ شاید کسی نے آپ ﷺ کو پکڑ لیا ہے' یا آپ ﷺ کو اغواء کر لیا گیا ہے۔ وہ رات کاٹنی بہت مشکل تھی۔ جب صبح ہوگئی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جب صبح قریب تھی تو اسی دوران نبی اکرم ﷺ غار حرا سے تشریف لے آئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنی پریشانی کا مذکرہ کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جنوں کا ایک نمائندہ میرے پاس آیا تھا' تو میں ان لوگوں کے پاس چلا گیا تھا' تو میں نے ان کے سامنے قرأت کی۔"

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے ہمیں ان جنات کے نشانات' آگ کے نشانات دکھائے۔

شعبی نامی راوی نے یہ بات نقل کی ہے، (نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں یہ بات بھی منقول ہے) ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے زادِ راہ مانگا، وہ جزیرہ کے رہنے والے جنات تھے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا جائے گا وہ تمہارے ہاتھوں میں آجائے گی اور اس پر پہلے سے زیادہ گوشت لگا ہوگا' اور ہر اونٹ کی مینگنی یا گوبر تمہارے جانوروں کے لیے چارے کی حیثیت رکھے گا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم ان دو چیزوں کے ذریعے استنجا نہ کرو' کیونکہ یہ تمہارے بھائی جنات کی خوراک ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3181۔ اخرجه مسلم (۲/۲ ۳۴ ۔ الابی): كتاب الصلاة: باب: الجهر بالقراءة في الصبح و القراءة على الجنة، حديث (۱۵۰/۴۵۰)، و ابوداؤد (۱/ ۶۹): كتاب الطهارة: باب: الوضوء بالنبيذ، حديث (۸۵)، و احمد (۱/ ۴۳۶)، وابن خزيمة (۱/ ۴۴)، حديث (۸۲).

شرح

جنات کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ○ (احقاف:۲۹)

''(اے محبوب!) آپ یاد کریں اس وقت کو جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو تمہاری طرف راغب کیا جو آپ سے بغور قرآن سنتے تھے۔ جب وہ حاضر ہو گئے تو کہنے لگے: خاموشی اختیار کرو، جب قرآن کی تلاوت مکمل ہو گئی تو وہ اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے اور انہیں ڈرانے لگے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ لیلۃ الجن کے بارے میں دو مختلف روایات ہیں، پہلی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے جنات کے پاس تشریف لے گئے جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ روایات میں تطبیق کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

اولاً: لیلۃ الجن (جنات سے ملاقات) کا واقعہ متعدد بار پیش آیا کسی موقع پر آپ اکیلے تھے اور کسی موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی آپ کی رفاقت میں تھے۔

ثانیاً: لیلۃ الجن کے موقع پر ابتداء حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے مگر جنات سے ملاقات کے وقت آپ اکیلے تشریف لے گئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ الگ بٹھا دیئے گئے تھے۔

یہاں روایات میں ایک دوسرا اختلاف بھی ہے کہ ایک روایت میں ہے جس جانور کی ہڈی پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے وہ پُر گوشت ہو جاتی ہے اور جنات اسے کھاتے ہیں جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ جس جانور کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے تو اس کی ہڈی پُر گوشت آ جاتا ہے جو جنات کھاتے ہیں۔ اس اختلاف کی تطبیق کی دو صورتیں ہیں:

(الف) ہر روایت کے راوی نے آدھی آدھی بات محفوظ (یاد) رکھی ہے یعنی مذبوحہ اور مردار دونوں جانوروں کی ہڈیوں پر گوشت آ جاتا ہے۔

(ب) صحیح مسلم کی روایت کو ترجیح حاصل ہے، جس میں تصریح ہے کہ مذبوحہ جانور کی ہڈی پر گوشت آ جاتا ہے۔

سوال: انسانوں کی طرح جنات بھی مکلف ہیں اور ان کا وجود انسانوں کے وجود سے مقدم ہے تو پھر تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل ان (جنات) کی تعلیم و تربیت کا طریقہ کار کیا تھا؟

جواب: ممکن ہے کہ اس زمانہ میں نبوت و رسالت کی بعثت کا سلسلہ جاری ہو لیکن خلیفہ فی الارض حضرت آدم علیہ السلام کی آمد پر وہ موقوف و منقطع ہو گیا ہو۔ فی الحال جنات، انسانوں کے تابع ہیں۔

سوال: عصر حاضر میں جنات، انسانوں سے کس طرح علمی فیضان حاصل کرتے ہیں؟

جواب: جس طرح انسان، انسانوں سے علمی فیضان حاصل کرتا ہے بالکل اسی طرح جنات بھی انسانوں سے علمی فیضان حاصل کرتے ہیں۔ یہ حصول روحانی طور پر بھی ہو سکتا ہے اور جسمانی طور پر اور باقاعدہ تعلیمی اداروں میں داخل ہو کر بھی۔

فائدہ نافعہ:

انسانوں کی طرح جنات کا وجود بھی حق ہے، ان کا انکار کفر ہے۔ ان میں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں مسلمان بھی اور کافر بھی، نمازی بھی بے نمازی بھی، معصیت کار بھی نیکوکار بھی، سنی بھی وہابی بھی، انبیاء وصالحین کے عاشق بھی اور گستاخ بھی۔ یہ ناری مخلوق ہے جو مختلف شکلوں میں متشکل ہو سکتی ہے۔

جنات کا فجر کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سننا:

جنات فجر کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تلاوت قرآن سن کر خوشی سے جھوم جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ عکاظ بازار میں جانے کا ارادہ کیا تو اس دوران زمین کے شیاطین (جنات) اور آسمان کی خبروں کے مابین کوئی چیز حائل ہو گئی تھی۔ اوپر سے ان (جنات) پر آگ کے گولے برسائے جاتے تھے تاکہ وہ آسمانی خبروں سے مطلع ہو کر زمین میں رہنے والے لوگوں کو گمراہ نہ کر سکیں۔ پھر جنات باہم دریافت کرتے کہ آسمانوں پر جائے بغیر واپس کیوں آ جاتے ہو؟ وہ اپنے مقابل کے جنات کو جواب دیتے: زمین و آسمان کے مابین کوئی چیز حائل ہو چکی ہے، وہ جواب میں کہتے کہ تم لوگ زمین کے مشارق و مغارب کا چکر لگاؤ اور معلوم کرو کہ کون سی چیز حائل ہوئی ہے؟ کہیں وہ چیز تو حائل نہیں ہوئی جو ظہور پذیر ہوئی ہے۔ وہ جنات زمین کے چپہ چپہ کا چکر کاٹنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ اس وقت ایک کھجور کے درخت کے پاس تشریف فرما تھے اور اپنے صحابہ کو فجر کی نماز پڑھانے لگے۔ نماز میں آپ کی تلاوت سن کر جنات بہت متاثر ہوئے اور باہم کہنے لگے کہ درحقیقت یہی چیز زمین و آسمان کے درمیان رابطہ میں حائل ہوئی ہے۔ پھر وہ مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو انہوں نے یوں کہا:

''ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، جو سیدھی راہ دکھاتا ہے، ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں بناتے۔''

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (الجن:۱)

آپ فرمادیں! میری طرف یہ وحی نازل کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سن کر کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنات کے مقولہ کی وحی نازل کی گئی۔ (مسند احمد، ج:۱، ص:۲۵۲)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 47: سورۃ محمد سے متعلق روایات

3182 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حدیثِ دیگر: وَيُرْوٰى عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ

وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تم اپنے ذنب اور مومنین و مومنات کے ذنب کے لیے مغفرت طلب کرو۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ایک دن میں (یعنی روزانہ) اللہ تعالیٰ سے ستر مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' جس میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

''میں روزانہ اللہ تعالیٰ سے ایک سو مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔''

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ (جس کے یہ الفاظ ہیں)

''میں روزانہ ایک سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔''

اس روایت کو محمد بن عمرو نے ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' روایت کیا ہے۔

شرح

سورہ محمد مدنی ہے جو چار (۴) رکوع، انتالیس (۳۹) آیات، پانچ سو اٹھاون (۵۵۸) کلمات اور دو ہزار چار سو پچھتر (۲۴۷۵) حروف پر مشتمل ہے۔

3182۔ اخرجه البخاري (۱۱/۱۰۴): كتاب الدعوات: باب: استغفار النبي صلى الله عليه وسلم في اليوم و الليلة، حديث (۶۳۰۷)، و ابن ماجه (۲/۱۲۵۴): كتاب الادب: باب: الاستغفار، حديث (۳۸۱۵)، و احمد (۲/۲۸۲، ۳۴۱، ۴۵۰)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت استغفار کرنا:

ارشاد خداوندی ہے: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۝ (سورہ محمد:۱۹)

''آپ اس حقیقت کو جان لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔آپ اپنے خلاف اولیٰ امور، ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لیے استغفار کریں۔اور اللہ تم سب لوگوں کی آمدورفت کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں کی گئی ہے۔ایک روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں ستر (۷۰) بار استغفار کیا کرتے تھے۔دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں سو (۱۰۰) بار استغفار کیا کرتے تھے۔

سوال: ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستر بار اور دوسری روایت کے مطابق سو بار روزانہ استغفار کیا کرتے تھے۔اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: اس کے متعدد جوابات ہیں:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل امت کی ترغیب وتعلیم کے لیے ہوتا ہے، آپ نے پہلے ستر بار فرمایا پھر مزید ترغیب کے لیے سو بار استغفار کا تذکرہ کیا ہو۔

۲- یہاں استغفار کی معین تعداد مراد نہ ہو بلکہ کثرت استغفار مراد ہو۔

سوال: استغفار ذنب کے لیے ارتکاب معصیت ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف معصوم ہیں بلکہ امام المعصومین ہیں۔لہٰذا آپ کا استغفار کرنا چہ معنی دارد؟

جواب: اس کے متعدد جوابات ہیں:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذنوب کے لیے استغفار نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ترغیب وتعلیم امت کے لیے کرتے تھے۔

۲- یہاں استغفار سے مراد معروف معنیٰ نہیں ہے بلکہ بلندی درجات اور رحمت باری تعالیٰ سے ڈھانپنا ہے۔

۳- یہاں استغفار کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنیٰ مراد ہے: عجز وانکسار اور تقصیر کا اعتراف کرنا۔

۴- یہاں استغفار کا حقیقی معنیٰ بھی مراد ہو سکتا ہے' لیکن اس کے لیے ذنوب کا ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ کثرت استغفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں شامل تھا۔

3183 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا شَيْخٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ) قَالُوْا وَمَنْ يُّسْتَبْدَلُ بِنَا قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَنْكِبِ سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وَقَوْمُهٗ هٰذَا وَقَوْمُهٗ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ أَيْضًا هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک دن نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''اور اگر تم منہ پھیر لو تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔''

تو لوگوں نے عرض کی، ہماری جگہ اور کون سے لوگ آئیں گے؟ راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ اور اس کی قوم کے لوگ' یہ اور اس کی قوم کے لوگ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ''حدیث غریب'' ہے۔ اس کی سند کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن جعفر نامی راوی نے اس روایت کو علاء بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے۔

3184 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَنْبَأَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ نَجِيحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ ذَكَرَ اللّٰهُ إِنْ تَوَلَّيْنَا اسْتُبْدِلُوا بِنَا ثُمَّ لَمْ يَكُونُوا أَمْثَالَنَا قَالَ وَكَانَ سَلْمَانُ بِجَنْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخِذَ سَلْمَانَ وَقَالَ هٰذَا وَأَصْحَابُهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ مَنُوطًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ

توضیح راوی: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ نَجِيحٍ هُوَ وَالِدُ عَلِيِّ ابْنِ الْمَدِينِيِّ وَقَدْ رَوَى عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ الْكَثِيرَ

اسنادِ دیگر: وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ مُعَلَّقٌ بِالثُّرَيَّا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کہ اگر ہم منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ ہماری جگہ انہیں لے آئے گا' اور وہ ہماری مانند نہیں ہوں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں موجود تھے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے زانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ اور اس کے ساتھی، اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' اگر ایمان اوراوج ثریا پر بھی ہو' تو فارس کے کچھ لوگ اس تک پہنچ جائیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن جعفر نامی راوی علی بن مدینی کے والد ہیں۔

علی بن حجر نے عبداللہ بن جعفر کے حوالے سے' بہت سی روایات نقل کی ہیں اور علی نے ہی یہ حدیث ہمیں سنائی ہے' جو اسماعیل بن جعفر کے حوالے سے' عبداللہ بن جعفر کے حوالے سے' منقول ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں
”ثریا کے ساتھ لٹکا ہوا۔“

شرح

ایمان ثریا کے پاس ہو تب بھی فارس کے بعض لوگوں کا اسے حاصل کر لینا:

ارشاد باری تعالی ہے:

هٰٓاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ۚ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يَّبۡخَلُ‌ ۚ وَمَنۡ يَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا يَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ‌ ؕ وَاللّٰهُ الۡغَنِىُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ‌ ۚ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ (سورہ محمد: ۳۸)

”ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جن کو اس بات کی دعوت دی گئی ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ تم میں سے بعض لوگ بخل سے کام لیتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ اپنی جان سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم اس کے محتاج ہو۔ اور اگر تم نے دین حق سے اعراض کیا تو اللہ تمہاری جگہ میں دوسری قوم لے آئے گا پھر وہ تمہاری مثل نہیں ہوں گے۔“

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: سلمان فارسی اور ان جیسے دوسرے لوگ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اعتبار سے امت کی دو اقسام ہیں:

(۱) جزیرۃ العرب کے لوگ جن کی طرف بعثت براہ راست ہوئی اور آپ نے انہیں براہ راست پیغام توحید ورسالت دیا۔

(۲) ان لوگوں کے علاوہ لوگ ہیں، جن کی طرف آپ کی بعثت بالواسطہ ہوئی اور پہلے لوگوں کے واسطہ سے انہیں اعلان توحید ورسالت پہنچا تھا۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

والذی نفسی بیده! لو کان الایمان منوطا بالثریا لتناوله رجال من فارس ۔

”یعنی اگر علم ثریا ستارے کے پاس بھی ہوگا تو فارس (اہل عجم) سے کچھ ایسے لوگ ہوں گے جسے وہ ضرور حاصل کر لیں گے۔“

بعض محدثین اور فقہاء کے نزدیک اس سے مراد درج ذیل لوگ ہو سکتے ہیں:

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، (۲) مکی بن ابراہیم، (۳) حضرت ابوعبیدہ قاسم بن سلام بروی، (۴) حضرت حافظ زکریا بن یحیٰی، (۵) حضرت امام ابوزرعہ رازی، (۶) حضرت امام ابوحاتم الرازی، (۷) حضرت حافظ نعیم بن حماد مروزی، (۸) اسحاق

بن ابراہیم مروزی، (۹) حضرت زہیر بن حرب، (۱۰) حضرت قتیبہ بن سعید بلخی، (۱۱) حضرت ابوزکریا یحییٰ بن موسیٰ البلخی، (۱۲) حضرت امام ابوداؤد، (۱۳) حضرت امام ترمذی، (۱۴) حضرت امام ابن ماجہ، (۱۵) حضرت حافظ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مندہ، (۱۶) حضرت حافظ ابوالقاسم طبرانی، (۱۷) حضرت ابوحاتم محمد بن حبان البستی، (۱۸) حضرت ابن السنی ابوبکر دینوری، (۱۹) حضرت حافظ ابونعیم اصبہانی، (۲۰) حضرت امام بیہقی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

جہاد کی غرض سے انفاق فی سبیل اللہ اور لہو ولعب میں خرچ کرنے میں فرق:

اس آیت کے ابتدائی الفاظ میں جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے خرچ کرنے کی عظمت وفضیلت بیان کر کے اس کی ترغیب دی گئی ہے۔لہو سے مراد ایسا عمل ہے جس کے انفاق سے نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ آخرت میں وہ نافع ہوگا۔

دونوں میں خرچ کرنے میں چند وجوہ سے فرق ہے:

۱- زکوٰۃ کے لیے نصاب مال ہے اور اس نصاب مال پر سال گزرنا بھی ضروری ہے' لیکن دوسرے امور مثلاً قربانی کرنا اور صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے مگر اس پر سال گزرنا ضروری نہیں ہے۔

۲- لوگوں کے پاس جو مال و دولت ہے، درحقیقت وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہے مگر دولت سے اپنی ضروریات پوری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔علاوہ ازیں جہاد میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لینے سے منع کیا گیا ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ کل دولت کو اس کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم نہیں دے رہا مگر وہ تو ضروریات پوری کرنے کے بعد باقی بچے ہوئے زائد مال سے حسب طاقت فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مستغنی اور لوگوں کے محتاج ہونے کا مفہوم

اللہ تعالیٰ کے مستغنی (بے نیاز) اور مخلوق کے محتاج ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو دشمن سے جہاد کرنے اور اس کے خلاف مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی مخلوق کی ضروریات پوری کرتا ہے۔پھر اس کی راہ میں خرچ کرنے یا جہاد کی غرض سے خرچ نہ کرنے سے وہ خوش نہیں ہوتا۔جو لوگ جہاد کرنے میں سستی سے کام لیتے ہیں اللہ ان سے خوش نہیں ہوتا۔اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ میں مالی معاونت سے بخل کرنے والے سے بھی اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْفَتْحِ

باب 48: سورۃ الفتح سے متعلق روایات

3185 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَكَلَّمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ ثُمَّ كَلَّمْتُهُ فَسَكَتَ ثُمَّ كَلَّمْتُهُ

3185۔ اخرجه مالك (۱/ ۲۰۳، ۲۰۴): كتاب القرآن: باب: ما جاء من القرآن، حديث (۹)، و البخاری (۸/ ۴۴۶): كتاب التفسير (انا فتحنالك فتحا مبينا)، حديث (۴۸۳۳)، و احمد (۱/ ۳۱).

فَسَکَتَ فَحَرَّکْتُ رَاحِلَتِیْ فَتَنَحَّیْتُ وَقُلْتُ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ کُلَّ ذٰلِکَ لَا یُکَلِّمُکَ مَا اَخْلَقَکَ بِاَنْ یَّنْزِلَ فِیْکَ قُرْاٰنٌ قَالَ فَمَا نَشِبْتُ اَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا یَصْرُخُ بِیْ قَالَ فَجِئْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ لَقَدْ اُنْزِلَ عَلَیَّ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ سُوْرَۃٌ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ مِنْھَا مَا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ وَرَوَاہُ بَعْضُھُمْ عَنْ مَالِکٍ مُرْسَلًا

◆◆ زید بن اسلم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، ایک دفعہ ایک سفر میں ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک تھے، میں نے نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات کی، آپ ﷺ نے مجھے جواب نہ دیا، میں نے دوبارہ بات کی' تو آپ ﷺ پھر خاموش رہے، میں نے پھر بات کی' تو آپ ﷺ پھر خاموش رہے، میں نے اپنی سواری کو حرکت دی اور ایک طرف ہٹ گیا، میں نے سوچا اے خطاب کے بیٹے تمہاری ماں تمہیں روئے، تم نے نبی اکرم ﷺ کو تین دفعہ مخاطب کیا اور نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ بھی جواب نہیں دیا۔ تمہارے بارے میں مناسب یہی ہے کہ (تمہارے بارے میں) قرآن نازل ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد ہی میں نے کسی شخص کو بلند آواز میں خود کو مخاطب کرتے ہوئے سنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! گزشتہ رات مجھ پر ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے کہ میرے نزدیک یہ ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے' جس پر سورج طلوع ہوتا ہے (یعنی پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے)۔

(وہ سورت یہ ہے:)

''بے شک ہم نے تمہیں واضح فتح نصیب کی ہے۔''

یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

بعض راویوں نے اسے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

سورہ فتح مدنی ہے جو چار (۴) رکوع، انتیس (۲۹) آیات، پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) کلمات اور دو ہزار چار سو (۲۴۰۰) حروف پر مشتمل ہے۔

صلح حدیبیہ مسلمانوں کی فتح مبین ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ○ (سورۃ الفتح: ۱)

''بیشک ہم نے آپ کو واضح فتح سے نوازا ہے۔''

ہجرت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں عازم عمرہ ہوئے۔ اسلامی قافلہ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچا تو کفار مکہ نے انہیں مکہ کی طرف جانے سے روک لیا۔ اس موقع پر کفار مکہ اور مسلمانوں میں طویل ترین مذاکرات ہوئے جس کا نتیجہ فریقین میں صلح کی صورت میں سامنے آیا۔ اس موقع پر فریقین کی گفتگو "صلح حدیبیہ کی دفعات" کے نام سے میں لائی گئی۔ صلح حدیبیہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف معلوم ہوتی تھیں، جس وجہ سے مسلمان بہت پریشان تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: کیوں نہیں۔ پھر عرض کیا: کیا ہمارے شہداء جنت میں اور دشمن کے مقتولین جہنم میں نہیں جائیں گے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! اسی طرح ہے۔ عرض کیا: پھر ہمیں دشمن کی زبردستی قبول کر کے اپنے دین کو ذلیل نہیں کرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! میں رسول خدا ہوں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہرگز نہیں کر سکتا، وہ میرا مددگار ہے اور مجھے ضائع نہیں فرمائے گا۔ پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نے بیت اللہ کے طواف کرنے کا ہم سے وعدہ نہیں فرمایا تھا؟ فرمایا: اے عمر! میں نے وعدہ تو کیا تھا' کیا اسی سال کرنے کا بھی میں نے ذکر کیا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بھی اس بارے میں گفتگو کی۔ انہوں نے بھی آپ کو مطمئن کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عمرہ کی شکل میں بیت اللہ کا طواف کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس سال کا ذکر نہیں فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آپ پر ہمیں پورا یقین ہے اور اس پر ایمان ہے۔ اس موقع پر سورۃ الفتح نازل ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طلب کر کے انہیں سنائی۔ جس میں مسلمانوں کو کامیابی کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ زبان نبوت سے اعلان کے مطابق مسلمانوں نے حلق یا قصر کرانے کے بعد اپنی قربانیاں ذبح کر دیں اور احرام کھول دیے۔ پھر مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

فتح مبین سے مراد مکہ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سورۃ میں جس فتح مبین کی مسلمانوں کو خوشخبری سنائی گئی ہے، اس سے مراد کونسی فتح ہے؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) فتح مکہ، (۲) فتح روم، (۳) صلح حدیبیہ کی فتح، (۴) دلائل وشواہد سے اسلام کی فتح، (۵) اسلحہ سے اسلام کی فتح، (۶) اسلام وکفر کے مابین اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق وباطل کا فیصلہ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ لوگ فتح مکہ کو "فتح" سے تعبیر کرتے ہیں، اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ فتح مکہ بھی فتح تھی مگر ہم حدیبیہ "بیعت رضوان" کو فتح قرار دیتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ہم چودہ سو جان نثار موجود تھے، حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ فتح کسی لڑائی کے بغیر حاصل تھی۔

حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد حدیبیہ کے موقع پر اونٹوں کو ذبح کرنا اور سروں کو مونڈنا ہے۔ فتح

حدیبیہ میں عظیم نشانیاں ہیں۔ حدیبیہ کا پانی ختم ہو گیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمائی تو آپ کی برکت سے پانی کناروں تک آ گیا تھا اور آپ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے خوب پانی پیا۔

3186 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: قَالَ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ) مَرْجِعَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ اٰيَةٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَرَاَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا هَنِيْئًا مَرِيْئًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ لَكَ مَاذَا يُفْعَلُ بِكَ فَمَاذَا يُفْعَلُ بِنَا فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ (لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ) حَتّٰى بَلَغَ (فَوْزًا عَظِيْمًا)

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِيْهِ عَنْ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

"تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے گزشتہ ذنب اور بعد والے ذنب کی مغفرت کر دے۔"

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی اکرم ﷺ حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے' جو میرے نزدیک زمین پر موجود ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی' تو لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ کو بہت' بہت مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ آخرت میں کیا سلوک ہوگا' لیکن ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟ (راوی بیان کرتے ہیں:) تو نبی اکرم ﷺ (نے ارشاد فرمایا:) پھر یہ آیت نازل ہوئی:

"تاکہ وہ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ایسی جنات میں داخل کرے جن میں نہریں بہتی ہیں۔"

یہ آیت یہاں تک ہے: "عظیم کامیابی ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں مجمع بن جاریہ سے حدیث منقول ہے۔

شرح

آپ کے پچھلوں اور اگلوں کے گناہ معاف اور مسلمانوں کو جنت کی خوشخبری سنانا:

ارشادِ خداوندی ہے:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

3186- اخرجه مسلم (٤٢٨/٦ - الابی): كتاب الجهاد: باب: صلح الحديبية فی الحديبية، حديث (١٧٨٦/٩٧)، واخرجه الامام احمد (١٢٢/٣ - ١٣٤ - ١٧٣ - ١٩٧ - ٢١٥ - ٢٥٢)، و عبد بن حميد: ص ٣٥٨: حديث (١١٨٨).

وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝ (الفتح: ۳،۲)

''تاکہ اللہ آپ کے پہلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دے، اپنی نعمت آپ پر مکمل کر دے، آپ کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور اللہ آپ کو مکمل کامیابی (فتح) سے ہمکنار کرے۔''

اس آیت کی تشریح و تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو چار امور حاصل ہو گئے:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلاف (آباؤ اجداد) اور اخلاف (اولاد و نسل) سب کی مغفرت و بلندی درجات کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

۲- خداوند کی نعمتوں کی تکمیل کا مژدہ سنایا گیا ہے یعنی مستقبل قریب میں توحید و رسالت، قرآن اور دین اسلام کو ایسا غلبہ حاصل ہوگا' جس کو تنزل نہیں ہوگا۔

۳- طلوع اسلام سے لے کر تا حال بلکہ مستقبل میں بھی آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں لوگ صراط مستقیم کو اختیار کرتے رہیں گے۔

۴- آپ کی نبوت و صداقت کے نتیجہ میں حقیقی فتح و نصرت آپ کے قدم چومے گی۔

گناہوں کے چار درجے ہو سکتے ہیں:

(۱) معصیت: نافرمانی

(۲) سیئہ: برائی

(۳) خطیہ: غلطی

(۴) ذنب: گناہ، کوتاہی

یاد رہے گناہوں کا سب سے کم درجہ ''ذنب'' ہے۔

آیت: لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ میں یہ خوشخبری سنائی گئی ہے کہ مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا نوجوان سب کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ بالخصوص صلح حدیبیہ کے موقع پر موجود وہ خوش قسمت لوگ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کرنے کا اعزاز حاصل کیا' جسے تاریخ میں ''بیعت رضوان'' کہا جاتا ہے۔ اس بیعت کی سعادت حاصل کرنے والوں کو بھی اہل جنت سے ہونے کی بشارت دی گئی۔

آیت: وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ الخ میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ منافقین کفار سے زیادہ مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہیں، لہٰذا کفار کی طرح انہیں بھی جہنم میں داخل کیا جائے گا اور دائمی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

معاہدہ صلح حدیبیہ کی شرائط:

کفار مکہ اور مسلمانوں کے مابین حدیبیہ کے مقام پر منعقد ہونے والے معاہدہ کی مشہور شرائط درج ذیل تھیں:

۱- مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر مدینہ واپس چلے جائیں گے، آئندہ سال عمرہ کرنے کے مجاز ہوں گے اور اپنے ساتھ فقط

تلوار لاسکیں گے جو میان میں ہوگی۔

۲۔ جو مسلمان مکہ سے مدینہ چلا جائے گا، مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اسے واپس مکہ بھیج دیں۔

۳۔ کوئی شخص ہتھیار لے کر مکہ میں داخل نہیں ہوگا مگر تلوار جو میان میں ہوگی۔

۴۔ اہل مکہ میں سے کسی شخص کو مکہ سے نکالا نہیں جائے گا خواہ وہ آپ کی اتباع کرنا چاہتا ہو۔

۵۔ آپ کے صحابہ میں سے جو مکہ میں رہنا چاہے گا تو اسے منع نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ یہ معاہدہ دس سال تک قائم رہے گا۔

۷۔ دس سال تک فریقین جنگ نہیں کریں گے۔

معاہدہ صلح حدیبیہ کی شرائط سے حاصل ہونے والے فوائد:

فریقین کی تحریر کردہ شرائط معاہدہ حدیبیہ بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں لیکن ان سے دوررس فوائد ونتائج حاصل ہوئے، جن میں چندایک درج ذیل ہیں:

۱۔ سفر حدیبیہ کے نتیجہ میں بیعت رضوان منعقد ہوئی جس سے مقام عثمان، مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بیعت کی سعادت حاصل کرنے والے لوگوں کی عظمت وشان سامنے آئی۔

۲۔ اس سے صحابہ کرام کا مقام ومرتبہ اوران کی اطاعت واتباع کا جذبہ پروان چڑھا جوتا قیامت کم نہیں ہوسکتا۔

۳۔ سفر حدیبیہ کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت ورفاقت میں چودہ سو (۱۴۰۰) صحابہ تھے اور دو سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں دس ہزار (۱۰۰۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جن کا راستہ کوئی طاقت بھی نہ روک سکی۔

۴۔ کفار کی طرف سے جو یہ شرط رکھی گئی تھی کہ مکہ سے جو مسلمان مدینہ جائے گا، اسے واپس کیا جائے گا۔ انہیں نقصان اٹھا کر یہ شرط واپس لینا پڑی، جس کے نتیجہ میں وہ خوب ذلیل وخوار ہوئے۔

۵۔ صلح حدیبیہ کے سیاسی اثرات یہ مرتب ہوئے کہ مدینہ طیبہ کے اطراف میں رہنے والے یہود ونصاریٰ کو اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انصاف پسند اور صلح جو آدمی ہیں لیکن آپ کے مقابل کفار قریش جو اپنے آپ کو متولی کعبہ بھی کہلاتے ہیں اور ہٹ دھرم لوگ ہیں۔ اس معاہدہ کے نتیجہ میں غزوات کا وسیع ترین سلسلہ شروع ہوا، کیونکہ کفار مکہ معاہدہ حدیبیہ کی شرائط ختم کر کے پھر مسلمانوں کے مقابلہ میں آگئے تھے۔ ۷ھ میں غزوہ خیبر اور غزوہ موتہ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا اور اسلام پورے جزیرۃ العرب میں پھیل گیا۔

۶۔ اس موقع پر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار سے لڑائی کرنے کا حکم نہیں آیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ دشمن کے مقابلہ میں آنے کے سلسلہ میں مسلمانوں کو آزمانا چاہتا تھا، ان سے امتحان لینا چاہتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کی تربیت دینا چاہتا تھا۔

۷- اگر یہ معاہدہ صلح میں تبدیل نہ ہوتا تو مسلمانوں کو حدود حرم میں، حالت احرام میں اور حرم کے مہینہ (ذوالقعدہ) میں دشمن سے لڑنا پڑتا جو درست نہیں تھا۔

۸- مسلمانوں کو اس بات کا درس دینا مقصود تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک پہلو اسوۂ حسنہ اور قابل عمل ہے اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری مسلمانوں کے لیے از بس ضروری ہے۔

۹- اس معاہدہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذہن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کے قریب ترین تھا اور وہ ایک لمحہ بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

۱۰- اس معاہدہ کے نتیجہ میں حضرت عثمان غنی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمت وشان اور فضیلت حاصل ہوئی، کیونکہ انہیں جنت کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔

۱۱- قریش مکہ نے پہلی دفعہ مسلمانوں کی سیاسی حیثیت اور اپنا فریق تسلیم کیا تھا۔ کفار کی طرف سے مدینہ طیبہ کو اسلامی ریاست کے طور پر بھی تسلیم کیا گیا۔

بیعت رضوان کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے اعلان خوشخبری:

حدیبیہ کے نتیجہ میں بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا اور بیعت کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لیے خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کے دو اعلان تاریخی حیثیت کے حامل ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ○ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○ (الفتح: ۱۸-۲۰)

"بیشک اللہ مومنوں سے خوش ہوا جبکہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، پس اس نے معلوم کر لیا جو چیز ان کے دلوں میں تھی۔ پس اللہ نے ان پر سکون نازل کیا اور عنقریب انہیں فتح سے سرفراز فرمائے گا۔ اور انہیں بہت سی غنیمتیں حاصل ہوں گی۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اس نے تم سے بہت سی غنیموں کا وعدہ کر رکھا ہے جو تم حاصل کرو گے، پس اس نے یہ تمہیں جلدی عطا کی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے دور رکھا، تاکہ مسلمانوں کے لیے ایک علامت بن جائے اور وہ تمہیں صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔"

۲- دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الفتح: ۱۰)

''بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے تھے بیشک وہ اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ پس جو شخص عہد شکنی کرتا ہے، وہ اپنے ہی نفس کے خلاف عہد شکنی کرتا ہے۔ اور جو شخص اپنا وعدہ پورا کرتا ہے، عنقریب اللہ اسے اس کا بہترین اجر عطا فرمائے گا۔''

ان آیات میں وہ نفوسِ قدسیہ جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر شرف بیعت حاصل کیا، ان کی بیعت کو اللہ سے بیعت کرنا قرار دیا گیا ہے۔ پھر انہیں اطمینان قلوب کی دولت اور اموال غنیمت سے نوازنے کا بھی اللہ کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں انہیں دشمن کے مقابلہ میں فتح حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا اجر عظیم عطا کیے جانے کا بھی وعدہ کیا گیا ہے۔

مسئلہ بیعت رضوان احادیث کی روشنی میں:

جس طرح قرآن کریم میں بیعت رضوان کا مضمون بیان ہوا ہے، اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی بیان ہوا ہے۔ اس بارے میں چند ایک روایات و آثار حسب ذیل ہیں:

۱- یزید بن ابی عبید (سلمہ بن اکوع کے آزاد کردہ غلام) کا بیان ہے کہ میں نے سلمہ سے دریافت کیا: جب آپ لوگوں نے حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل کیا تو یہ بیعت کس سلسلہ میں کی گئی تھی؟ انہوں نے جواب میں کہا: موت پر۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۹۶۰)

۲- حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس دن لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر رہے تھے اور آپ ان سے بیعت لے رہے تھے تو میں آپ کے سر اقدس سے درخت کی ٹہنی دور کر رہا تھا۔ ہم اس دن چودہ سو لوگ تھے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت نہیں کی تھی مگر اس بات پر کی تھی کہ آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگیں گے نہیں۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۸۵۸)

۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر ہم چودہ سو لوگ تھے، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس کیکر کے درخت کے نیچے پکڑا ہوا تھا۔

سوال: کسی روایت میں مقصد بیعت آپ کو تنہا چھوڑ کر نہ بھاگنا قرار دیا گیا اور کسی روایت میں موت پر یعنی تا مرگ دشمن سے ڈٹ کر لڑنا قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح تعارض ہوا؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ سے دشمن کے مقابلہ میں نہ بھاگنے پر بیعت لی ہو اور بعض سے موت پر یعنی تا وقت دشمن کا مقابلہ کرنے پر بیعت لی ہو۔

3187 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ

متنِ حدیث: أَنَّ ثَمَانِينَ هَبَطُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ مِنْ جَبَلِ التَّنْعِيمِ عِنْدَ

صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يَقْتُلُوهُ فَأُخِذُوا أَخْذًا فَأَعْتَقَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ) الْآيَةَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اسّی افراد صبح کی نماز کے وقت تنعیم پہاڑ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر (حملہ کرنے کے لیے) اترے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کو شہید کر دیں۔ ان سب کو پکڑ لیا گیا، پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے (اس بارے میں یہ) آیت نازل کی:

''اور وہی وہ ذات ہے جنہوں نے ان لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا شر انگیزی کرنے والوں کے مقاصد کو خاک میں ملانا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ (الفتح: ۲۴)

''اللہ وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اہل مکہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف آ رہے ہیں، تو انہوں نے پوری طاقت سے انہیں روکنے اور مکہ میں داخل نہ ہونے کا پختہ پروگرام بنایا۔ قریش مکہ نے اپنے ہم خیال قبائل کی مدد سے مکہ معظمہ کی طرف آنے والے اسلامی قافلہ سے جنگ کرنے کا پروگرام بنایا۔ ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کی معیت میں حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر مقیم ہو گئے، اور اپنی طرف سے بطور سفیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں روانہ کیا تاکہ وہ رؤساء مکہ سے ملاقات کر کے ان کی سوچ کا جائزہ لیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی واپسی میں تاخیر ہو گئی جس کے نتیجہ میں یہ خبر گردش کرنے لگی کہ کفار مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے؟ یہ خبر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے تادم مرگ دشمن سے لڑنے پر صحابہ سے بیعت لی اور اس بیعت کو بیعت رضوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس موقع پر رات کی تاریکی میں جبل تنعیم سے دشمن کے ستر افراد اترے اور انہوں نے اسلامی کیمپ میں گھسنے کی کوشش کی لیکن پہرے داروں کی کوشش سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ انہیں گرفتار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

3187۔ اخرجه مسلم (۳/۱۴۴۲): كتاب الجهاد والسير: باب: قول الله تعالىٰ (وهو الذى كف ايديهم). الآية، حديث (۱۸۰۸/۱۳۳)، ابوداؤد (۲/۶۷): كتاب الجهاد: باب: فى المن على الاسير بغير فداء، حديث (۲۶۸۸)، و احمد (۳/۱۲۲، ۱۲۴، ۲۹۰) وعبد بن حميد (۳۶۳)، حديث (۱۲۰۸).

پیش کر دیا گیا۔ آپ نے صلح کے پیش نظر انہیں معاف کر کے رہا کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

3188 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيهِ

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى) قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللَّهُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا اِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ بْنِ قَزَعَةَ قَالَ وَسَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ مَرْفُوعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◈ طفیل بن ابی اپنے والد (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

(ارشاد باری تعالیٰ ہے)۔

"اور اس نے تقویٰ کی بات پر انہیں قائم رکھا۔"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "حدیث غریب" ہے ہم اس روایت کے "مرفوع" ہونے کو صرف حسن بن قزع کی روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

میں نے امام ابوزرعہ سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا' تو انہیں صرف اسی سند کے حوالے سے "مرفوع" ہونے کا علم تھا۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو ادب پر ثابت قدم رکھنا:

ارشاد خداوندی ہے:

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○

(الفتح:۲۶)

"جب کفار نے اپنے دلوں میں زمانہ جاہلیت کی مثل تعصب کو جگہ دی تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر طمانیت اتارا، اللہ نے انہیں کلمہ تقویٰ پر مضبوط رکھا اور وہی اس کے زیادہ حقدار تھے۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

3188۔ اخرجه عبد الله بن احمد في الزوائد (۱۳۸/۵)۔

حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کا اپنے جذبات پر قابو پانا:

صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی لمحات ایسے بھی آئے کہ مسلمانوں کو اپنے جذبات پر قابو پانا دشوار ہو گیا تھا لیکن تائید ایزدی سے وہ بے قابو نہ ہوئے بلکہ پورے سفر میں اطمینان وسکون کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ مثلاً کفار کی طرف سے اصرار ہوا کہ مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں گے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلیم کر لیا۔ معاہدہ تحریر کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے پر بھی ان کی طرف سے اعتراض کیا گیا۔ علاوہ ازیں اسم گرامی "محمد" کے ساتھ "رسول اللہ" کے الفاظ پر بھی اعتراض کیا گیا۔ ان امور پر مخالفت کفار مکہ کی ضد اور ہٹ دھرمی تھی لیکن صحابہ کرام نے دلوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے سب کچھ برداشت کر لیا۔ پھر مسلمانوں نے حرمت کے مہینے، حالت احرام میں اور حدود حرم میں لڑائی کرنا گوارا نہ کیا۔ مسلمانوں نے اپنے نبی وقائد صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لب کشائی کرنا بھی شعائر اللہ کی بے ادبی خیال کیا۔ صحابہ کرام نے اس صبر آزما موقع پر بردباری وبرداشت کا تاریخی مظاہرہ جو کیا تھا، اس کا تذکرہ سورۃ الفتح کی آیت ۲۶ میں موجود ہے۔

حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہ ملنے کی وجوہات:

حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں (صحابہ کرام) کو دشمن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قتال کی اجازت نہ دیئے جانے کی کئی وجوہات تھیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ صحابہ کرام قتال کے قصد سے نہیں آئے تھے بلکہ ان کا محض مقصد عمرہ کرنا تھا۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلح جو اور امن پسند شخصیت کے مالک تھے، اس لیے آپ نے مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہیں دی تھی۔

۳۔ یہ مہینہ (ذوالقعدہ) بھی حرمت کا تھا، صحابہ حالت احرام میں تھے اور مقام حدود حرم تھا۔

۴۔ مشرکین مکہ کی پشتوں میں ایسے لوگ موجود تھے، جو آئندہ مسلمان ہونے والے تھے۔ اگر قتال کو جائز وحلال قرار دیا جاتا تو گویا مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمان قتل ہو جاتے۔

"كَلِمَةُ التَّقْوٰى" کے مفہوم کے بارے میں اقوال:

"كَلِمَةُ التَّقْوٰى" کے معنی ومفہوم کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ جمہور صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے مطابق كَلِمَةُ التَّقْوٰى سے مراد: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا وظیفہ کرنا ہے۔

۲۔ بعض صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کے مطابق اس سے مراد ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔

۳۔ حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے مطابق اس سے مراد ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

۴۔ حضرت عطاء بن ابی رباح اور حضرت امام مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ کے مطابق اس سے مراد ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

۵- حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَلِمَةُ التَّقْوٰی سے مراد ہے: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْحُجُرَاتِ

باب 49: سورۃ الحجرات سے متعلق روایات

3189 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ جَمِيْلٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ

متنِ حدیث: أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ اسْتَعْمِلْهُ عَلٰى قَوْمِهِ فَقَالَ عُمَرُ لَا تَسْتَعْمِلْهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَتَكَلَّمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ مَا أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِيْ فَقَالَ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ) قَالَ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا تَكَلَّمَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُسْمِعْ كَلَامَهُ حَتّٰى يَسْتَفْهِمَهُ قَالَ وَمَا ذَكَرَ ابْنُ الزُّبَيْرِ جَدَّهُ يَعْنِيْ أَبَا بَكْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ مُرْسَلٌ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، اقرع بن حابس نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سفارش کی' اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ اسے اس کی قوم کا گورنر مقرر کر دیں' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اسے گورنر مقرر نہ کریں۔ ان دونوں حضرات نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں آپس میں بحث شروع کی، یہاں تک کہ ان کی آواز بلند ہوگئی' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارا مقصد صرف میری مخالفت کرنا ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا۔ راوی بیان کرتے ہیں: اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔"

راوی بیان کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی نبی اکرم ﷺ کے سامنے کوئی بات کرتے تھے' تو ان کی بات سنائی نہیں دیتی تھی۔ جب تک اسے غور سے سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے جدامجد یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا (کہ ان کا طرزِ عمل کیا تھا؟)

3189- اخرجه البخاري (۸/۴۵۷): كتاب التفسير: باب: (ان الذين ينادونك من وراء الحجرات اكثرهم لا يعقلون)، حديث (۴۸۴۷)، والنسائي (۸/۲۲۶): كتاب الادب القضاة: باب: استعمال الشعراء، حديث (۵۳۸۶)، و احمد (۴/۶۰۴).

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔
بعض راویوں نے اسے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے "مرسل" طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

سورہ حجرات مدنی ہے جو دو (۲) رکوع، اٹھارہ (۱۸) آیات، تین سو بیالیس (۳۴۲) کلمات اور ایک ہزار چار سو چھہتر (۱۴۷۶) حروف پر مشتمل ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ (الحجرات:۲)

"اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ تم آپ کے ساتھ بلند آواز سے گفتگو کرو، ورنہ تمہارے اعمال تباہ ہو جائیں گے اور تمہیں اس کا علم بھی نہیں ہوگا۔"

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ان کو ان کی قوم کا امیر تعینات فرما دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انہیں امیر نہ بنائیں، اس طرح دونوں کے مابین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! آپ بلاوجہ میری مخالفت کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ مناسب بات عرض کرتا ہوں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت اس طرح ہو گئی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات
کرتے تو سمجھ میں نہیں آتی تھی یعنی پست آواز ہونے کی وجہ سے ان سے بات بار بار دریافت کی جاتی تھی۔ حضرت ثابت بن قیس
رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ بنوتمیم کا ایک قافلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! قعقاع بن معبد کو امیر تعینات کر دیں، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
عرض کیا: یارسول اللہ! انہیں امیر تعینات نہ کریں بلکہ اقرع بن حابس کو امیر مقرر کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فطری طور پر بلند
آواز تھے، انہوں نے اپنی آواز پر پایا، وہ روتے تھے اور ڈرتے تھے کہ کہیں اس آیت کا مصداق میں نہ قرار پاؤں۔ علماء کرام کا
کہنا ہے کہ آج بھی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت ان آداب کو پیش نظر رکھتے ہوئے درود و سلام عرض کیا
جائے۔

بلند آواز سے بولنے کو دو مرتبہ منع کرنے کا الگ الگ مصداق:

اللہ تعالیٰ یا رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ فرمانا ہی مسلمانوں کے لیے کافی تھا، تو پھر دو دفعہ ممانعت فرمانے کی کیا وجہ ہے؟ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱- دوسری ممانعت پہلی ممانعت کی تاکید کے لیے ہے۔

۲- مقام رسالت یا نبی علیہ السلام کی قدر و منزلت کے پیش نظر دو بار ممانعت کی گئی ہے۔

۳- پہلی ممانعت کا مصداق یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرما رہے ہوں تو آپ کے سامنے ایسے گفتگو نہ کرو کہ تمہاری آواز آپ کی آواز سے بلند ہو جائے۔ دوسری ممانعت کا مصداق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوں پھر آپ کے حضور عام لوگوں سے گفتگو کی طرح بلند آواز سے گفتگو کرنے کی ممانعت ہے۔

اپنی عرض پیش کرنے اور کلمات حمد و نعت بلند آواز سے ادا کرنے کا جواز:

جمہور مفسرین کے مطابق بارگاہِ رسالت میں اپنی عرض پیش کرنے اور حمد و نعت کے وقت آواز بلند ہونا، اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر کفار اور مسلمانوں کا بھرپور مقابلہ ہوا مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار ہو کر کفار کی طرف دوڑا رہے تھے۔ میں نے آپ کے خچر کی لگام تھامی اور اسے تیز دوڑنے سے روکا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عباس! اصحاب سمرہ (کیکر کے درخت والے) کو آواز دیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز شخص تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے بلند آواز سے یوں پکارا: اصحاب سمرہ کہاں ہیں؟ میری یہ آواز سن کر وہ لوگ تیزی سے پلٹے جس طرح اچانک گائے اپنے بچوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اصحاب سمرہ یا لبیک یا لبیک کہتے ہوئے دوڑ کر حاضر خدمت ہوئے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۷۵)

حضرت عثمان بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو اہل مدینہ خواتین و حضرات سب لوگ اپنے مکانوں پر چڑھ گئے جبکہ بچے بچیاں گلی بازاروں میں پھیل گئے اور وہ بلند آواز سے پکار رہے تھے: يَا رَسُوْلَ اللهِ! يَا مُحَمَّدُ! يَا رَسُوْلَ اللهِ! (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۰۱۴)

اس طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ کی موجودگی میں منبر پر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پیش کرتے اور آپ اس کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی موجودگی میں مؤذن اذان پڑھتا، جس میں آپ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

ان دلائل و شواہد سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بلند آواز سے پڑھنے کی ہرگز ممانعت نہیں ہے۔

3190 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ

عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ

متن حدیث: عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ فِیْ قَوْلِہٖ (اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ) قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ حَمْدِیْ زَیْنٌ وَّاِنَّ ذَمِّیْ شَیْنٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ اللّٰهُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں یہ نقل کرتے ہیں:

''بے شک وہ لوگ جو تمہیں حجرے کے باہر سے بلاتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔''

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا: یارسول اللہ ﷺ! میری تعریف' خوبی اور میری مذمت' رسوائی ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تو اللہ کی شان ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

گھر کے باہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز سے پکارنے کی ممانعت:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (الحجرات: ۵-۴)

''بیشک وہ لوگ جو حجرات کے پیچھے سے آپ کو پکارتے ہیں، وہ بیوقوف ہیں۔ اور اگر وہ صبر سے کام لیتے حتیٰ کہ آپ ان کے پاس خود تشریف لے آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔''

ان آیات کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ قبیلہ بنو تمیم کا وفد جو ستر افراد پر مشتمل تھا، عین دوپہر کے وقت مدینہ طیبہ میں پہنچا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر میں آرام فرما تھے۔ وفد کے سربراہ اقرع بن حابس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو با آواز بلند اور چلا چلا کر یوں پکارنا شروع کیا: اے محمد! باہر آئیں، اے محمد! باہر آئیں۔ یہ آواز سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، وہ آپ سے یوں مخاطب ہوا: یا محمد! ان حمدی زین وان ذمی شین یعنی اے محمد! میرا تعریف کرنا مزین کرتا ہے اور میرا مذمت کرنا عیب دار کرتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

سوال: اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے' تو پھر قرآن کریم میں آپ کے آداب پر مشتمل آیات کا موجود ہونا

3190۔ تفردبه الترمذی انظر تحفة (۴۳/۲)، حدیث (۱۸۲۹) من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه ابن جریر الطبری فی تفسیرہ (۳۸۱/۱۱)، برقم: (۳۱۶۷۶) عن البراء بن عازب.

چہ معنی دارد؟

جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے جانے کے باوجود پہلی سے زیادہ قوی زندگی کے ساتھ حیات ہیں، اپنے امتیوں میں تصرف فرماتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں اپنے خدام کے پاس آتے ہیں اور جاتے ہیں۔

(۲) روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت آج بھی ان آداب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۳) آپ کے نائبین (علماء و مشائخ) بھی ان آداب کے حقدار ہیں۔ لہٰذا ان سے گفتگو کرتے وقت اور ان کے ہاں بیٹھتے وقت ان آداب کو پیش نظر رکھنا ازبس ضروری ہے۔

3191 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِسْحٰقَ الْجَوْهَرِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ زَيْدٍ صَاحِبُ الْهَرَوِيِّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ جَبِيْرَةَ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا يَكُوْنُ لَهُ الْإِسْمَانِ وَالثَّلَاثَةُ فَيُدْعَى بِبَعْضِهَا فَعَسَى أَنْ يَكْرَهَ قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ)

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: أَبُوْ جَبِيْرَةَ هُوَ أَخُوْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ بْنِ خَلِيْفَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَأَبُوْ زَيْدٍ سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ صَاحِبُ الْهَرَوِيِّ بَصْرِيٌّ ثِقَةٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا أَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِيْ جَبِيْرَةَ بْنِ الضَّحَّاكِ نَحْوَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوجبیرہ بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم میں سے بعض لوگوں کے دو نام ہوتے تھے، بعض کے تین نام ہوتے تھے، بعض اوقات ان میں سے کسی ایک نام کے ذریعے بلایا جاتا' تو وہ آدمی اس نام کو ناپسند کرتا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں، تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"ایک دوسرے کو (برے) القاب سے نہ بلاؤ۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوجبیرہ' حضرت ثابت بن ضحاک بن خلیفہ انصاری کے بھائی ہیں اور ابوزید نامی راوی سعید بن ربیع ہیں' جو ہروی کے شاگرد ہیں۔ یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور ثقہ ہیں۔

اس روایت کو ابوسلمہ نے بشر بن مفضل کے حوالے سے' داؤد بن ابوہند کے حوالے سے' شعبی کے حوالے سے' ابوجبیرہ بن ضحاک سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

3191۔ اخرجه ابوداؤد (۷۰۹/۲): كتاب الادب: باب في الالقاب، حديث (۴۹۶۲)، و ابن ماجه (۱۲۳۱/۲): كتاب الادب: باب: الالقاب، حديث (۳۷۴۱)، و احمد (۲۶۰،۶۹/۴)، (۳۸۰/۵).

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارنے کی ممانعت:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الحجرات:۱۱)

"اے ایمان والو! مردوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو۔ اسی طرح نہ عورتوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ کا مذاق اڑائے ممکن ہے وہ گروہ ان سے بہتر ہو۔ تم ایک دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرو اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو۔ ایمان کے بعد فاسق کہلانا بہت برا نام ہے۔ اور جو لوگ توبہ نہ کریں پس وہی لوگ ظالم ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات میں انسانی حقوق و آداب کے بارے میں تفصیلاً گفتگو کی گئی ہے۔ آیت گیارہ (۱۱) میں تین امور سے منع کیا گیا ہے: (۱) کسی مسلمان سے استہزاء کرنا اور تمسخر کرنا۔ (۲) کسی پر لعن طعن کرنا۔ (۳) کسی کو برے القاب سے پکارنا۔

لقب دراصل نام کے علاوہ عرف ہوتا ہے جو کسی خوبی یا 'امی کی وجہ سے پکارا جائے۔ برے لقب سے کسی کو پکارنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ ایسے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ حضرت ابو جبیرۃ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ قرآنی آیت ارے بارے میں نازل ہوئی، کیونکہ مدینہ منورہ میں تقریباً ہر شخص کے دو یا تین نام تھے، اس میں مسلمانوں کی تادیب کرتے ہوئے اور عار دلاتے ہوئے برے ناموں اور القاب سے پکارنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس ممانعت کا مقصد لوگوں کو تحقیر و تذلیل سے نجات دلانا اور اچھے ناموں اور القاب سے پکارنے کا درس دینا ہے۔ علاوہ ازیں برے ناموں اور برے القاب سے پکارنے کے نتیجہ میں معاشرہ میں کئی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ تاہم اچھے ناموں اور اچھے القاب سے پکارنا مہذب اور تعلیم یافتہ معاشرے کی علامت ہے۔

فائدہ نافعہ:

مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی کو اصل نام یا اچھے لقب سے پکارا جائے۔ ایک عورت کا نام عاصیہ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اس کا نام تبدیل کر دیا۔ فرمایا: آج کے بعد آپ کا نام عاصیہ نہیں بلکہ جمیلہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو اصل ناموں یا اچھے القاب و کنیت سے پکارتے تھے مثلاً ابوبکر، صدیق، عتیق، ابو تراب، ابو ہریرہ، فاروق، اسد اللہ اور

سیف اللہ وغیرہم۔

برے القاب یا برے نام سے کسی کو پکارنا گناہ کبیرہ ہے، جس وجہ سے یہ حرام ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے، صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے والدین کو گالیاں دیتا ہے اور دوسرا پہلے کے والدین کو گالیاں دیتا ہے، اس طرح اس نے اپنے والدین کو گالی دی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۶۲۸)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کو اس کے گناہ پر شرمندہ کیا، وہ شخص اس وقت تک دنیا سے رخصت نہیں ہوگا جب تک وہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۵۰۵)

3192 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْمُسْتَمِرِّ بْنِ الرَّيَّانِ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ قَرَاَ اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىُّ (وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ) قَالَ هٰذَا نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوحَى اِلَيْهِ وَخِيَارُ اَئِمَّتِكُمْ لَوْ اَطَاعَهُمْ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُوْا فَكَيْفَ بِكُمُ الْيَوْمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: قَالَ عَلِىُّ بْنُ الْمَدِيْنِىِّ سَاَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدِ الْقَطَّانَ عَنِ الْمُسْتَمِرِّ بْنِ الرَّيَّانِ فَقَالَ ثِقَةٌ

◆◆ ابونضرہ بیان کرتے ہیں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی:

"تم لوگ یہ بات جان لو تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات ماننے لگ جائے تو تم مشکل کا شکار ہو جاؤ گے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تمہارے نبی ہیں جن کی طرف وحی کی گئی ہے

تمہارے بہترین پیشوا (یعنی صحابہ کرام) اگر وہ نبی علیہ السلام بہت سے معاملات میں ان کی بات ماننے لگ جائیں تو وہ لوگ مشکل کا شکار ہو جائیں تو تمہارا عالم کیا ہوگا؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

علی بن مدینی نے یہ بات بیان کی ہے، میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے مستمر بن ریان نامی راوی کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ثقہ ہیں۔

3192۔ تفردبه الترمذی انظر تحفة (۳ ۴۷)، حديث (۴۳۸۳)، من اصحاب الكتاب الستة، و ذكره السيوطى فى (الدر المنثور) (۶/۹۳-۹۱)، وعزاه لعبد بن حميد وللترمذى وصححه، ولابن مردويه عن ابى نضرة عن ابى سعيد الخدرى.

شرح

اپنی رائے پر قرآن وسنت کو ترجیح دینے کا درس:

ارشادِ ربانی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ○ (الحجرات:۶)

"اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص خبر لے کر آئے تو تم اس کی تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں ناواقفیت کی بناء پر لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ، پھر اپنے کیے پر تمہیں پریشانی اٹھانا پڑے۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس آیت کا شانِ نزول یوں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو عامل بنا کر قبیلہ بنوالمصطلق کے پاس روانہ کیا تا کہ ان سے زکوٰۃ وصول کرے، قبیلہ کے لوگوں کو مقررہ تاریخ میں عامل کے آنے کا علم تھا، لہٰذا وہ اس کے استقبال کے لیے اپنی بستی سے باہر نکلے۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو بستی کے باہر کھڑے ہوئے دیکھا تو اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ شاید کسی پرانی دشمنی کے بدلے مجھے قتل کرنے کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے اجتماع کو دور سے دیکھ کر واپس آ گئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے یہ بات سنتے ہی حالات کا جائزہ لینے کے لیے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور خصوصی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: صورتحال کا جائزہ لینے اور تحقیق کے بعد کوئی اقدام کرنا ورنہ خاموشی اختیار کرنا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے نتیجہ میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا گمان غلط ثابت ہوا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی شخص خبر لائے اس کی تحقیق کیے بغیر کوئی اقدام ہرگز نہ کریں، کیونکہ اس سے بعد میں پریشانی بھی لاحق ہو سکتی ہے۔

فاسق کی شہادت کا شرعی حکم:

اس آیت کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ فاسق کی خبر وشہادت قابل قبول ہے، لیکن اسے عملی جامہ پہنانے یا کوئی اقدام کرنے سے قبل اس کی تحقیق از بس ضروری ہے۔ فاسق وہ شخص ہے جو اعلانیہ شریعت کے خلاف کسی فعل یا کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہو۔ اگر اس کی شہادت یا خبر قابل قبول نہ ہوتی تو تحقیق کا کیا مطلب ہے؟

آئمہ احناف کے نزدیک فاسق کی شہادت قابل قبول ہے اور اس کی خبر بھی قابل اعتماد ہے، خواہ اس کا نیک ہونا معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس کے نیک ہونے کی تحقیق کرنا واجب ہے۔ تحقیق کے لیے ثبوتِ فسق ضروری ہے۔ جس شخص کا فسق ونیک ہونا مشکوک ہو، اس کے بارے میں نہ تحقیق کی ضرورت ہے اور نہ اسے مردود الشہادت قرار دیا جائے گا۔ فاسق کی دو اقسام ہیں:

۱-فاسق غیر متاول: یہ وہ شخص ہے، جو بغیر تاویل کے کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

۲-فاسق متاول: وہ شخص ہے جو کسی تاویل سے کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

بعض اصولی اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فاسق کو مردود الشہادت قرار دیتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض اس کی شہادت کو قابل قبول قرار دیتے ہیں۔

3193 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا فَالنَّاسُ رَجُلَانِ بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيْمٌ عَلَى اللّٰهِ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ وَالنَّاسُ بَنُو اٰدَمَ وَخَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ قَالَ اللّٰهُ (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ يُضَعَّفُ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ وَّغَيْرُهُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ هُوَ وَالِدُ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانۂ جاہلیت کا فخر اور اپنے آباء واجداد کی وجہ سے تکبر کرنے کو ختم کر دیا ہے۔ اب لوگ دو طرح کے ہیں' ایک وہ جو نیک پرہیزگار ہوں، اللہ کی بارگاہ میں معزز ہوں اور وہ جو گناہگار، بدبخت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے حیثیت ہوں۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مذکر اور ایک مؤنث سے پیدا کیا ہے' اور تمہارے مختلف خاندان اور قبائل بنائے ہیں' تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو بے شک اللہ تعالیٰ علم رکھنے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "حدیث غریب" ہے۔ ہم اس کو صرف عبداللہ بن دینار کے حوالے سے' ابن عمر سے نقل کردہ صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

عبداللہ بن جعفر کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ یحییٰ بن معین اور دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

یہ عبداللہ بن جعفر' علی بن مدینی کے والد ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں، اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن

عباس ؓ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3194 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْاَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَلَّامِ بْنِ اَبِيْ مُطِيْعٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْحَسَبُ الْمَالُ وَالْكَرَمُ التَّقْوٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ سَمُرَةَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سَلَّامِ بْنِ اَبِيْ مُطِيْعٍ

◆ حضرت سمرہ ؓ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: حسب (مال کے حوالے سے ہے) اور عزت (تقویٰ کے حوالے سے ہے)۔

یہ حدیث حضرت سمرہ ؓ سے منقول ہونے کے حوالے سے "حسن صحیح غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جسے سلام بن ابومطیع نے نقل کیا ہے۔

شرح

نسب وخاندان پر اترانا ممنوع ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ (الحجرات: ۱۳)

"اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف اقوام اور قبائل میں تقسیم کیا تاکہ تم پہچانے جاؤ۔ بیشک تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب باخبر ہے۔"

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہیں۔ اس آیت اور روایات میں آدابِ معاشرت، حقوقِ معاشرت اور مساواتِ معاشرت کا درس دیا گیا ہے۔ اس بات کی بھی ہدایت کی گئی ہے کہ کسی شخص کو اپنے نسب اور خاندانی شرافت پر اترانے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ کسی کو حقیر، معمولی اور کم درجہ خیال کرنا تکبر کی علامت ہے جبکہ تکبر اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ علاوہ ازیں کسی بھی معاملہ میں اترانا عداوت، فساد اور نفرت کا سبب بنتا ہے۔

اسلام کی نظر میں سب مسلمان برابر ہیں، کلمہ گو ہونے کے باعث سب مسلمان مساواتِ اسلامی کے سبب یکساں ہیں خواہ مرد ہو یا عورت، اس کا رنگ سفید ہو یا سیاہ، خواہ کسی بھی خاندان سے متعلق اور خواہ ان کی زبان و ملک بھی مختلف ہوں۔ اسلام

3194۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱٤۱۰) كتاب الزهد: باب الورع و التقوى، حديث (٤٢١٩)، و احمد (۵/۱۰).

رشتہ کی بناء پر سب کلمہ گو بھائی بھائی ہیں۔ البتہ تقویٰ کی بناء پر کسی کو فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔

اسلام میں ذات پات کے تصور کی نفی احادیث کی روشنی میں:

اسلام میں ذات پات کے امتیاز کی نفی کی گئی ہے، کیونکہ اس کا طرۂ امتیاز قانون مساوات ہے، جو سب کے حقوق کا جامع ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خبردار! تم میں سے کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل نہیں ہے۔ البتہ تقویٰ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔

۲۔ حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایام تشریق کے وسط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سننے والے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ آپ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے، تم غور سے سنو! کسی عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے، نہ کسی گورے کو سیاہ فام پر اور نہ کسی سیاہ فام کو گورے پر برتری حاصل ہے۔ برتری فقط تقویٰ کی بناء پر ہے۔ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں! یارسول اللہ! آپ نے پیغام خداوندی پہنچا دیا ہے۔ (مسند احمد، ج:۵، ص:۴۱۱)

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے دور جاہلیت کی عیب جوئی اور آباؤ اجداد پر فخر ختم کر دیا ہے۔ تم سب لوگ اولاد آدم ہو۔ آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، مؤمن صاحب تقویٰ اور فاجر و درشت خو بھی۔ لوگ اپنے خاندانی افراد پر فخر سے باز آ جائیں، ایسے لوگ جہنم کا ایندھن ہیں۔ ورنہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں حشرات الارض سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔ (شعب الایمان، ج:۴، ص:۲۸۶)

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرماتے ہوئے یوں کہا:

اے لوگو! تمہارا خالق ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر برتری حاصل ہے، کسی گورے کو کالے پر اور نہ کسی کالے کو گورے پر برتری حاصل ہے مگر تقویٰ کی بناء پر۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے زیادہ محترم وہ شخص ہے جو متقی ہے۔ خبردار! کیا میں نے تمہیں پیغام خداوندی پہنچا دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں! فرمایا: پھر حاضرین، غیر حاضر لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیں۔ (شعب الایمان، ج:۴، ص:۲۸۹)

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بروز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جو تمہیں حکم دیا تھا وہ وعدہ تم نے ضائع کر دیا، تم لوگوں نے اپنے اپنے نسب کو بلند کیا، آج میں نسب بلند کروں گا۔ متقی لوگ کہاں ہیں؟ متقی لوگ کہاں ہیں؟ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کی عیب جوئی اور اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو تم سے ختم کر دیا ہے۔ لوگ دو قسم کے ہیں: (۱) مؤمن و صاحب تقویٰ، (۲) فاجر و درشت خو۔ سب لوگ اولاد آدم ہیں اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

۷- حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار علامات ہیں جنہیں وہ ترک نہیں کر سکتی: (۱) نسب پر فخر کرنا (۲) نسب پر طعن کرنا (۳) ستاروں سے بارش طلب کرنا (۴) میت پر نوحہ کرنا۔ (ایضاً ص ۲۹)

ان روایات سے متعدد امور ثابت ہوئے:

۱- سب کلمہ گو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

۲- سب لوگ اولاد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، لہٰذا سب برابر ہیں۔

۳- اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے مٹی سے پیدا کیا۔

۴- اللہ تعالیٰ کے ہاں سب لوگ برابر ہیں لیکن تقویٰ کی بناء پر برتری حاصل ہو سکتی ہے۔

۵- رنگ اور نسب کی وجہ سے کسی کو برتری حاصل نہیں ہے۔

۶- اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو زیادہ پرہیزگار ہیں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ ق

باب 50: سورۃ ''ق'' سے متعلق روایات

3195 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ

متنِ حدیث: أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ تَقُولُ (هَلْ مِنْ مَزِيدٍ) حَتّٰى يَضَعَ فِيهَا رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهُ فَتَقُولُ قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جہنم مسلسل یہی کہتی رہے گی: کیا اور لوگ ہیں؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھ دے گا تو وہ یہ کہے گی: بس! بس! تیری عزت کی قسم (اتنا ہی کافی ہے) پھر اس کا ایک حصہ دوسرے کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3195- اخرجه البخاري ([illegible]) كتاب الايمان و النذور، باب: الحلف بعزة الله و صفاته، و كلماته، حديث (٦٦٦١) ومسلم (٢١٨٧/٤) كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها، حديث (٢٨٤٨/٣٧)، و احمد (١٣٤/٣، ١٤١، ٢٢٩، ٢٣٤)، و عبد الله بن احمد (٢٧٩/٣)، و عبد بن حميد ص (٣٥٦) حديث ([illegible])

شرح

سورہ ق کی ہے جو تین (۳) رکوع، پینتالیس (۴۵) آیات، تین سو پچانوے (۳۹۵) کلمات اور ایک ہزار چار سو نوے (۱۴۹۰) حروف پر مشتمل ہے۔

جہنم کی بے پناہ وسعت و گہرائی:

ارشاد ربانی ہے:

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍo (ق:۳۰)

"جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو پر ہوگئی ہے؟ وہ جواب دے گی: کیا کچھ مزید لوگ ہیں؟"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اسلامی عقائد میں سے جنت وجہنم بھی ہیں' جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کا انکار کفر ہے۔ یہ دونوں وجود میں آ چکے ہیں، جنت تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور جہنم تمام زمینوں کے نیچے ہے۔ دونوں کی وسعت کو اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ تاہم دونوں کی وسعت اس آیت اور حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

لطیفہ:

یورپ کی ایک یونیورسٹی میں ہفت روزہ مجلس مذاکرہ منعقد ہوا کرتا تھا، جس میں کثیر تعداد میں پروفیسر حضرات شامل ہوا کرتے تھے اور یہ مذاکرہ اتوار کے روز منعقد ہوتا تھا، تاکہ تعطیل ہونے کی وجہ سے کثیر تعداد میں اہلِ علم وفن اس میں حصہ لے سکیں۔ مجلس مذاکرہ کے شرکاء (پروفیسر حضرات) میں سے ایک مسلمان تھا باقی یہودی اور عیسائی لوگ تھے۔ یہ سب کے سب عربی دان یعنی عربی کے پروفیسر تھے۔ ایک دن دوران مذاکرہ یہ بات سامنے آئی کہ قرآن کا چیلنج ہے کہ لوگ اس کی مثل ایک آیت بھی بنا کر لانے سے قاصر ہیں، یہ کیا بات ہوئی؟ ہم عربی دان ہیں، عربی کے پروفیسر ہونے کی وجہ سے اس میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور عربی زبان میں کتب ومقالات تصنیف کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم قرآن کی مثل ایک آیت بھی نہ بنا سکیں؟ مسلمان پروفیسر صاحب نے مشاورت کے انداز میں گفتگو کرتے ہوئے کہا: آپ لوگ بھی اپنی اپنی آسمانی کتاب کے مطابق جنت اور جہنم کی وسعت پر ایمان ویقین رکھتے ہیں، آپ لوگ آئندہ مجلس تک جنت ودوزخ کی وسعت کے بارے میں نہایت مختصر اور جامع فقرات بنا کر لائیں تو پھر ہم معلوم کر لیں گے کہ ہم ایک آیت کے مقابلہ میں کوئی آیت بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ ہفتہ بھر پروفیسر حضرات فقرات بناتے رہے پھر انہوں نے آئندہ مجلس مذاکرہ میں وہ فقرات پیش کر دیے: (۱) ان جهنم لوسيعة جدًا، (۲) ان جهنم لفسيحة جدًا وغیرہما۔

مسلمان پروفیسر نے ان فقرات کے مقابل زیر بحث آیت پیش کی اور اعلان کیا: آپ لوگ کسی کو ثالث مقرر کر کے کلام کی جامعیت اور قابل مقابلہ ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کروا سکتے ہیں۔ حقائق کا مطالعہ کرنے کے بعد سب نے اس بات کا اقرار کیا کہ

قرآن کی مثل آیت بنانا ناممکن ومحال ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الذَّارِيَاتِ

باب 51: سورة الذاريات سے متعلق روایات

3196 سندِحدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سَلَّامٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِی النَّجُوْدِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ رَبِيْعَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ عِنْدَهُ وَافِدَ عَادٍ فَقُلْتُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ وَافِدِ عَادٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا وَافِدُ عَادٍ قَالَ فَقُلْتُ عَلَى الْخَبِيْرِ سَقَطْتَ اِنَّ عَادًا لَمَّا اُقْحِطَتْ بَعَثَتْ قَيْلًا فَنَزَلَ عَلٰى بَكْرِ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَسَقَاهُ الْخَمْرَ وَغَنَّتْهُ الْجَرَادَتَانِ ثُمَّ خَرَجَ يُرِيْدُ جِبَالَ مَهْرَةَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَمْ اٰتِكَ لِمَرِيْضٍ فَاُدَاوِيَهُ وَلَا لِاَسِيْرٍ فَاُفَادِيَهُ فَاسْقِ عَبْدَكَ مَا كُنْتَ مُسْقِيَهُ وَاسْقِ مَعَهُ بَكْرَ بْنَ مُعَاوِيَةَ يَشْكُرُ لَهُ الْخَمْرَ الَّتِیْ سَقَاهُ فَرُفِعَ لَهُ سَحَابَاتٌ فَقِيْلَ لَهُ اخْتَرْ اِحْدَاهُنَّ فَاخْتَارَ السَّوْدَاءَ مِنْهُنَّ فَقِيْلَ لَهُ خُذْهَا رَمَادًا رِمْدِدًا لَا تَذَرُ مِنْ عَادٍ اَحَدًا وَذُكِرَ اَنَّهُ لَمْ يُرْسَلْ عَلَيْهِمْ مِنَ الرِّيْحِ اِلَّا قَدْرُ هٰذِهِ الْحَلْقَةِ يَعْنِیْ حَلْقَةَ الْخَاتَمِ ثُمَّ قَرَاَ (اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ) اَلْاٰيَةَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سَلَّامٍ اَبِی الْمُنْذِرِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِی النَّجُوْدِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ حَسَّانَ وَيُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ بْنُ يَزِيْدَ

حدیثِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمَانَ النَّحْوِیُّ اَبُو الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ اَبِی النَّجُوْدِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَزِيْدَ الْبَكْرِیِّ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا هُوَ غَاصٌّ بِالنَّاسِ وَاِذَا رَايَاتٌ سُوْدٌ تَخْفُقُ وَاِذَا بِلَالٌ مُتَقَلِّدٌ السَّيْفَ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَا شَاْنُ النَّاسِ قَالُوْا يُرِيْدُ اَنْ يَبْعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَجْهًا فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ نَحْوًا مِّنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ بِمَعْنَاهُ قَالَ وَيُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ بْنُ حَسَّانَ اَيْضًا

◆◆ ابو وائل ربیعہ قبیلے کے ایک شخص کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، وہ صاحب بیان کرتے ہیں، میں مدینہ منورہ آکر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ ﷺ کے سامنے عاد قبیلے کے ایک قاصد کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ کہا: میں اللہ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں عاد قبیلے کے قاصد کی مانند ہو جاؤں تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: عاد قبیلے کے قاصد کا کیا معاملہ ہے؟ تو میں نے کہا: آپ ﷺ نے ایسے شخص سے پوچھا ہے جو اس بات سے واقف ہے عاد قبیلے میں جب

3196۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۹۴۱): كتاب الجهاد: باب: الرايات و الالوية، حديث (۲۸۱۶)، و احمد (۳/۴۸۱)، و احمد (۳/۴۸۱، ۴۸۲) من طريق عاصم بن ابی النجود عن الحارث بن حسان به.

قحط پڑ گیا' تو انہوں نے "عیل" نامی آدمی کو بھیجا، اس نے بکر بن معاویہ کے ہاں پڑاؤ کیا' تو بکر نے اسے شراب پلائی اور دو کنیزوں کا گانا سنایا۔ پھر وہ وہاں سے نکلا اور "مہرہ" کے پہاڑوں کی طرف چل دیا۔ اس نے یہ کہا: اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اس لیے حاضر نہیں ہوا کہ کسی بیمار کی دوا دارو کروں یا قیدی کا فدیہ ادا کروں تو اپنے بندوں کو جو چاہے پلا اور اس کے ساتھ بکر بن معاویہ کو بھی پلا۔ ان مناجات کے ذریعے اس نے بکر بن معاویہ کا شراب پلانے کا شکریہ ادا کیا۔

تو اس کے سامنے کئی بدلیاں آئیں۔ اس سے کہا گیا: تم اس میں سے کسی ایک کو اختیار کرلو! تو اس نے ان میں سے (زیادہ) سیاہ والی بدلی کو اختیار کیا۔ اس سے کہا گیا: اب تم جلی ہوئی راکھ لے لو' جو عاد قبیلے کے کسی فرد کو نہیں چھوڑے گی۔

انہوں نے یہ بھی ذکر کیا' ان لوگوں پر اتنی ہوا چھوڑی گئی تھی' جو اس حلقے کے برابر تھی۔ ان کی مراد انگوٹھی کا حلقہ تھی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"جب ہم نے ان پر تیز چلنے والی ہوا کو بھیجا جس نے کسی بھی چیز کو نہیں چھوڑا وہ جس چیز پر سے گزرتی تھی اسے بوسیدہ (ہڈیوں کی طرح) تباہ و برباد کر دیتی تھی۔"

یہی روایت کئی راویوں نے سلام ابوالمنذر کے حوالے سے' عاصم کے حوالے سے' ابووائل کے حوالے سے' حارث بن حسان سے نقل کی ہے۔

ایک قول کے مطابق ان کا نام حارث بن یزید ہے۔

حارث بن یزید بصری بیان کرتے ہیں، میں مدینہ منورہ آیا، میں مسجد میں داخل ہوا' تو وہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہاں سیاہ جھنڈے لہرا رہے تھے' اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ میں نے دریافت کیا: ان لوگوں کا کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ عمرو بن العاص کو کسی خاص سمت میں روانہ کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے طویل حدیث نقل کی ہے' جو سفیان بن عیینہ کی نقل کردہ روایت کے مطابق ہے۔

ایک قول کے مطابق یہاں راوی کا نام حارث بن حسان ہے۔

شرح

سورہ ذاریات مکی ہے جو تین (۳) رکوع، ساٹھ (۶۰) آیات، تین سو ساٹھ (۳۶۰) کلمات اور ایک ہزار دو سو ستاسی (۱۲۸۷) حروف پر مشتمل ہے۔

قوم عاد پر انگوٹھی کے حلقہ کے برابر ہوا چھوڑے جانا:

ارشاد ربانی ہے:

وَفِىْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَىْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝

(الذاریات:۴۲-۴۱)

''اور عاد کے واقعہ میں بھی سامان عبرت ہے، اور یاد کرو جب اللہ نے ان پر سخت ہوا بھیجی، اس کا جس چیز پر بھی گزر ہوتا تھا اسے چورے کی مثل بنا دیتی تھی۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم مکمل طور پر نافرمانی اور معصیات پر اتر آئی تھی، اس نے کفر کے سوا سب امور یعنی عقائد، عبادات اور معاملات وغیرہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا مؤاخذہ کیا گیا، تین سال تک ان پر بارش نہ ہوئی تو تنگ آ کر انہوں نے ستر افراد پر مشتمل ایک وفد مکہ مکرمہ روانہ کیا تاکہ وہ وہاں نزول بارش کے لیے دعا کرے۔ اس زمانہ میں کعبہ کی عمارت موجود نہیں تھی لیکن اس کے آثار موجود تھے، کیونکہ طوفان نوح کے نتیجہ میں یہ عمارت شہید ہو گئی تھی۔ طوفان نوح کے بعد یہ پہلی قوم ہے جس پر عذاب نازل کیا گیا اور وہ اس کے سبب ہلاکت کا شکار ہوئی۔

قوم عاد کا وفد ایک مہینہ تک مکہ میں ٹھہرا رہا، مشہور رئیس معاویہ بن بکر کا مہمان رہا، انواع و اقسام کے کھانوں کے علاوہ شراب نوشی کے مزے لوٹتا رہا، کنیزوں سے اشعار عشقیہ سنتا رہا اور عیاشی کرتا رہا۔ ان کے قیام میں طوالت کے سبب میزبان تنگ آ گئے تو انہوں نے حصول نجات کے لیے اشعار نظم کر کے لونڈیوں کو دے دیئے جن کے ذریعے ان کی بدحالی کو بیان کیا گیا اور ارکان وفد کو اپنے فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی۔ جب لونڈیوں نے تازہ ترین صورتحال کے بارے میں مزے لے لے کر اشعار سنائے تو وفد ہوش میں آیا، وہ حرم شریف میں گیا اور نزول باراں کی دعا کی۔ اس وفد کا امیر قیل بن عنز تھا۔ انہوں نے جونہی دعا کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین قسم کے بادل بھیجے گئے تھے: (۱) سفید، (۲) سرخ، (۳) سیاہ۔ آسمان سے یہ آواز سنائی گئی کہ ان تینوں بادلوں میں سے ایک کا انتخاب کر لیں، انہوں نے سیاہ بادل کا انتخاب کیا جو عذاب کا تھا۔ پھر سخت آندھی کی شکل میں ان پر عذاب آیا جو آٹھ دن اور سات رات تک باقی رہا۔ اس عذاب نے ان کو اور ان کی بستیوں کو تباہ کر دیا تھا۔ اس واقعہ کا ذکر ان آیات اور حدیث باب میں کیا گیا ہے۔

اس آیت میں لفظ ''الرمیم'' استعمال کیا گیا ہے، جس سے مراد ہے: وہ خشک گھاس جو چور چور ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: جو چیز بوسیدہ ہو کر ختم ہو جائے اس کو ''الرمیم'' کہا جاتا ہے۔ ابو العالیہ کے مطابق وہ پتھر جو رگڑنے کے بعد ریزہ ریزہ ہو جائے، اسے ''الرمیم'' کہا جاتا ہے۔ وہ ہڈی جو بوسیدہ ہو کر ختم ہو جائے، اسے ''رمیم'' کہا جاتا ہے۔ الغرض! عذاب خداوندی جو تند و تیز آندھی کی شکل میں قوم عاد پر نازل ہوا، اس نے قوم عاد کے اجسام کو ختم کر کے ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الطُّوْرِ

باب 52: سورۂ طور سے متعلق روایات

3197 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ رِشْدِيْنَ بْنِ كُرَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: قَالَ اِدْبَارُ النُّجُومِ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَاِدْبَارُ السُّجُوْدِ الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ عَنْ رِشْدِيْنَ بْنِ كُرَيْبٍ

قولِ امام بخاری: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّرِشْدِيْنَ بْنِ كُرَيْبٍ اَيُّهُمَا اَوْثَقُ قَالَ مَا اَقْرَبَهُمَا وَمُحَمَّدٌ عِنْدِىْ اَرْجَحُ قَالَ وَسَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هٰذَا فَقَالَ مَا اَقْرَبَهُمَا وَرِشْدِيْنُ بْنُ كُرَيْبٍ اَرْجَحُهُمَا عِنْدِىْ قَالَ وَالْقَوْلُ عِنْدِىْ مَا قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ وَّرِشْدِيْنُ اَرْجَحُ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاَقْدَمُ وَقَدْ اَدْرَكَ رِشْدِيْنُ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّرَاٰهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، (سورۂ طور میں استعمال ہونے والے الفاظ)

''ستاروں کے بعد'' سے مراد (فجر کی) دو سنتیں ہیں سجود کے رخصت ہونے سے مراد مغرب کے بعد والی سنتیں ہیں۔

یہ ''حدیث غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو ''مرفوع'' ہونے کو صرف اسی حوالے سے جانتے ہیں' جسے محمد بن فضیل نے رشدین بن کریب سے نقل کیا ہے۔

میں نے امام بخاری سے محمد اور رشدین بن کریب کے بارے میں دریافت کیا: ان دونوں میں سے کون زیادہ مستند ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: دونوں ایک ہی مرتبے کے ہیں تاہم میں محمد (بن فضیل) کو ترجیح دیتا ہوں۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں) اس کے بعد میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن (یعنی امام دارمی) سے یہی سوال کیا: تو انہوں نے بھی یہی فرمایا: دونوں ایک ہی مرتبے کے ہیں تاہم میرے نزدیک رشدین بن کریب زیادہ قابل ترجیح ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: میرے نزدیک امام ابومحمد (دارمی) کی رائے درست ہے' اور محمد (بن فضیل) کے مقابلے میں رشدین نامی راوی مقدم ہیں۔ رشدین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا ہے' اور ان کی زیارت کی ہے۔

شرح

سورہ طور مکی ہے جو دو (۲) رکوع، انچاس (۴۹) آیات، آٹھ سو بارہ (۸۱۲) کلمات اور پندرہ سو (۱۵۰۰) حروف پر مشتمل ہے۔

ادبار النجوم اور ادبار السجود کا مفہوم:

ارشادِ خداوندی ہے:

۱- وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (الطور:۴۹)

3197- تفرد به الترمذی التحفة (۵/۲۰۲)، حديث (۶۳۴۸) من اصحاب الكتب الستة، وذكره السيوطي في الدر المنثور (۶/۱۵۲) و عزاه لابن جرير و ابن ابي حاتم عن ابن عباس۔

۲-وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِo (ق: ۴۰)

۱-''اور رات کے کچھ حصہ میں اللہ کی پاکی بیان کریں اور ستاروں کے پیٹھ پھیرتے وقت بھی۔''

۲-''اور رات کے کچھ حصہ میں اللہ کی پاکی بیان کریں اور نماز کے بعد بھی۔''

ان آیات کی تفسیر و مفہوم حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ان دونوں آیات میں استعمال ہونے والے لفظ ''اَدْبَارَ'' کا مصداق و مفہوم الگ الگ ہے۔ پہلی آیت میں لفظ ''اَدْبَارَ'' سے مراد نماز فجر کے بعد کی دو سنت ہیں۔ دوسری آیت میں لفظ ''اَدْبَارَ'' سے مراد ہے: نماز مغرب کے بعد کی دو سنتیں۔ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اَدْبَارَ السُّجُوْدِ سے مراد ہے: فرض نمازیں۔ مطلب یہ ہے کہ فرض نمازوں کے بعد وہ تسبیحات پڑھی جائیں گی جو روایات ماثورہ میں بیان ہوئی ہیں۔ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ سے مراد نماز فجر کی دو سنت اور ان کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحات ہیں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ وَالنَّجْمِ

باب 53: سورۃ النجم سے متعلق روایات

3198 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى قَالَ انْتَهٰى اِلَيْهَا مَا يَعْرُجُ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا يَنْزِلُ مِنْ فَوْقٍ قَالَ فَاَعْطَاهُ اللّٰهُ عِنْدَهَا ثَلَاثًا لَمْ يُعْطِهِنَّ نَبِيًّا كَانَ قَبْلَهُ فُرِضَتْ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ خَمْسًا وَّاُعْطِيَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِاُمَّتِهِ الْمُقْحِمَاتُ مَا لَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ (اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى) قَالَ السِّدْرَةُ فِي السَّمَآءِ السَّادِسَةِ قَالَ سُفْيَانُ فَرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَشَارَ سُفْيَانُ بِيَدِهٖ فَاَرْعَدَهَا وَقَالَ غَيْرُ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ اِلَيْهَا يَنْتَهِيْ عِلْمُ الْخَلْقِ لَا عِلْمَ لَهُمْ بِمَا فَوْقَ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے (راوی بیان کرتے ہیں:) اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں زمین کی جانب سے چڑھنے والی چیزیں اس مقام تک ہی پہنچتی ہیں اور اس مقام سے زمین کی جانب چیزیں منتقل کی جاتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ایسی چیزیں عطا کیں جو کسی اور کو نہیں دی گئیں۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں' سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطا کی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے (افراد کے) تمام کبیرہ گناہ معاف کر دیئے گئے' اس شرط کے ساتھ کہ وہ کسی شخص کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی:

3198- اخرجه مسلم (۱/۵۳۷، ۵۳۸ الابی): كتاب الايمان: باب: من سدرة المنتهى، حديث (۲۷۹/۱۷۳)، والنسائی (۱/۲۲۳) كتاب الصلاة: باب فرض الصلاة، حديث (۴۵۱)، و احمد (۱/۳۸۷، ۴۲۲) عن مرة عن عبد الله به.

''جب سدرۃ کو اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپا۔''

انہوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے، سدرۃ چھٹے آسمان میں ہے۔

صفیان نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، اس کو ڈھانپنے والی چیز سونے کے پروانے تھے' پھر انہوں نے ہاتھ کے ذریعے اشارہ کر کے فرمایا: وہ اس طرح اُڑ رہے تھے۔

مالک بن مغول نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، وہاں تک جا کر مخلوق کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے اوپر کیا ہے؟ مخلوق کو اس کے بارے میں علم نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سورہ نجم مکی ہے جو تین (۳) رکوع، باسٹھ (۶۲) آیات، تین سو (۳۰۰) کلمات اور چودہ سو (۱۴۰۰) حروف پر مشتمل ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ سے متعلق چند امور:

سورۃ النجم میں سدرۃ المنتہیٰ سے متعلق مضمون بیان ہوا ہے، اس سے متعلق چند اہم امور کی وضاحت حسب ذیل کی جاتی ہے:

۱- سدرۃ المنتہیٰ کی وجہ تسمیہ: لفظ ''سدرہ'' سے مراد ہے: بیری کا درخت۔ لفظ المنتہیٰ کا معنیٰ ہے: سرحد، باڈر۔ ساتویں آسمان کے اوپر ایک مقام ہے جو سدرۃ المنتہیٰ (باڈر کی بیری) کہلاتا ہے۔

حدیث باب میں اس کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی گئی ہے: (۱) جو چیز زمین سے اوپر کو جاتی ہے یا اوپر سے زمین کی طرف آتی ہے، وہ ایک مقام پر رک جاتی ہے۔ اس مقام کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ (۲) مخلوق کا علم اس بیری کے پاس جا کر رک جاتا ہے اور اوپر نہیں جاتا۔ اس لیے اسے سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں۔

۲- سدرۃ المنتہیٰ کا مقام: سدرۃ المنتہیٰ کے مقام کے بارے میں متعدد اقوال ہیں: (i) حدیث باب کے مطابق سدرۃ المنتہیٰ چھٹے آسمان پر واقع ہے۔ (ii) حضرت انس رضی اللہ عنہ اور جمہور کے مطابق یہ ساتویں آسمان کے اوپر ہے، اسی وجہ سے اس کے لیے لفظ ''منتہیٰ'' استعمال کیا گیا ہے۔

۳- سدرہ پر موجود اشیاء: سوال یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ پر کون سی اشیاء چھائی ہوئی ہیں؟ اس بارے میں قرآن یوں انکشاف کرتا ہے: اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ۝ یعنی جب اس سدرہ کو لپیٹ رہی تھیں وہ اشیاء جو لپیٹ رہی تھیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق سدرہ پر سونے کے پتنگے چھائے ہوئے ہیں، پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا اور اسے حرکت دی کہ اس پر پتنگے چھائے ہوئے ہیں۔

۴- سدرہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین اشیاء دی گئیں:

(i) وہاں آپ کو پانچ نمازوں کا تحفہ دیا گیا۔

(ii) وہاں آپ کو سورۃ البقرہ کی آخری آیات یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے تا آخر عنایت کی گئیں۔

(iii) وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری سنائی گئی کہ جلدی یا بدیر آپ کی امت کے کبائر بھی معاف کر دیئے جائیں گے بشرطیکہ وہ شرک سے بچتی رہے۔

3199 اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَاَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ (فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى) فَقَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ مَسْعُوْدٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى جِبْرِيْلَ وَلَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ شیبانی بیان کرتے ہیں، میں نے زر بن حبیش سے اس بارے میں دریافت کیا:

''تو وہ کمان کے دو کناروں کی طرح، بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔''

تو انہوں نے فرمایا، مجھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا جن کے **600** پر تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

3200 سند حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ

متن حدیث: لَقِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا بِعَرَفَةَ فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ فَكَبَّرَ حَتّٰى جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا بَنُوْ هَاشِمٍ فَقَالَ كَعْبٌ اِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهٗ وَكَلَامَهٗ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَّمُوْسٰى فَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ فَقَالَتْ لَقَدْ تَكَلَّمْتَ بِشَيْءٍ قَفَّ لَهٗ شَعْرِي قُلْتُ رُوَيْدًا ثُمَّ قَرَاْتُ (لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى) فَقَالَتْ اَيْنَ يُذْهَبُ بِكَ اِنَّمَا هُوَ جِبْرِيْلُ مَنْ اَخْبَرَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ اَوْ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا اُمِرَ بِهٖ اَوْ يَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ) فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ وَلٰكِنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَمْ يَرَهٗ فِيْ صُوْرَتِهٖ اِلَّا مَرَّتَيْنِ مَرَّةً عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَمَرَّةً فِيْ جِيَادٍ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ

اسناد دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى دَاوُدُ ابْنُ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

وَحَدِيْثُ دَاوُدَ اَقْصَرُ مِنْ حَدِيْثِ مُجَالِدٍ

◆◆ امام شعبی بیان کرتے ہیں، میدان عرفات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ملاقات کعب احبار سے ہوئی تو

3199- اخرجه البخاري (٤٧٦/٨): كتاب التفسير : باب: فكان قاب قوسين او ادنى ، حديث (٤٨٥٦)، و مسلم (٥٣٨/١، ٥٣٩ الابي) كتاب الايمان: باب: من ذكر سدرة المنتهى، حديث (١٧٤/٢٨٠) و احمد (٣٩٨/١، ٤١٢/١، ٤٦٠).

انہوں نے ان سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا: اور پھر بلند آواز میں تکبیر کہی، یہاں تک کہ ان کی آواز پہاڑوں میں گونجنے لگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بنو ہاشم ہیں' تو حضرت کعب احبار نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دیدار عطا کیا، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دو مرتبہ کلام کیا اور حضرت محمد ﷺ نے اس کا دو مرتبہ دیدار کیا۔

مسروق بیان کرتے ہیں، بعد میں' میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے دریافت کیا: کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کا دیدار کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: تم نے بہت بڑی بات کہی ہے' جس کی وجہ سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: ذرا ٹھہریں جلدی نہ کریں۔ پھر میں نے یہ آیت تلاوت کی:

''تو اس نے اپنے پروردگار کی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔''

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہاری عقل کہاں چلی گئی ہے؟ اس سے مراد (حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا ہے)۔ تمہیں کس نے کہا ہے؟ حضرت محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کا دیدار کیا ہے' یا حضرت محمد ﷺ نے (لوگوں سے) کوئی ایسی چیز چھپائی جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں تبلیغ کرنے کا حکم دیا تھا' یا یہ کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ان پانچ چیزوں کا علم بھی تھا۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے' وہی بارش نازل کرتا ہے۔''

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا): وہ شخص بہت بڑا بہتان لگائے گا' جو ان باتوں کا قائل ہو گا البتہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا (جس کا ذکر اس آیت میں ہے) نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب' ایک مرتبہ ''جیاد'' کے مقام پر جب ان کے 600 پر تھے' اور انہوں نے افق کو بھر دیا تھا۔

داؤد بن ابو ہند نے شعبی کے حوالے سے' مسروق کے حوالے سے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

داؤد نامی راوی کی روایت مجالد نامی راوی کی روایت کے مقابلے میں مختصر ہے۔

3201 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نَبْهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الْبَصْرِيُّ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ اَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَاَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ قُلْتُ اَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُوْلُ (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ) قَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ اِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِىْ هُوَ نُوْرُهُ وَقَالَ اُرِيَهُ مَرَّتَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3201- تفردبه الترمذی انظر التحفة (۱۲۳/۵)، حدیث (۶۰۴۰)، من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه الطبری فی تفسیره (۱۱/۵۱۴)، برقم (۳۲۴۸۸).

◆◆ عکرمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضرت محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کا دیدار کیا ہے۔ میں نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے:

''بصارت اس کا ادراک نہیں کر سکتی لیکن وہ بصارت کا ادراک کر سکتا ہے۔''

تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو! یہ اس وقت ہے' جب وہ اپنے نور کے ساتھ تجلی کرے جو اس کا نور ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) میرا خیال ہے۔ انہوں نے یہ فرمایا تھا: حضرت محمد ﷺ نے دو مرتبہ اپنے پروردگار کا دیدار کیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3202 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ (وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى) (فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى) (فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''اور جب اس نے اسے دوسری مرتبہ اترتے دیکھا تھا سدرۃ المنتہیٰ کے قریب۔''

''اور اس نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو بھی اس نے وحی کرنی تھی۔''

''اور وہ کمان کے دو کناروں کی طرح ہو گئے، بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اپنے پروردگار کا دیدار کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

3203 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَابْنُ أَبِيْ رِزْمَةَ وَأَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ (مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى) قَالَ رَآهُ بِقَلْبِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ عکرمہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، (ارشادِ باری تعالیٰ ہے)

3202۔ تفردبه الترمذى انظر تحفة (٢٧٥/٥)، حديث (٦٥٦٣)، من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه الطبرى فى تفسيره (٥١٤/١١) برقم (٣٢٤٨٩).

3203۔ تفردبه الترمذى انظر تحفة (١٤١/٥)، حديث (٦١٢١)، من اصحاب الكتب الستة، واخرجه ابن جرير الطبرى فى تفسيره (٥١٠/٦)، برقم: (٣٢٤٥٩) عن ابن عباس

"ان کے دل نے اس چیز کو جھٹلایا نہیں' جو انہوں نے دیکھا"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار اپنے دل کی آنکھوں کے ذریعے کیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

3204 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ لَوْ أَدْرَكْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَمَّا كُنْتَ تَسْأَلُهُ قُلْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ فَقَالَ قَدْ سَأَلْتُهُ فَقَالَ نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر میں نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پاتا تو میں آپ ﷺ سے ایک سوال کرتا۔ انہوں نے دریافت کیا: تم کیا سوال کرتے؟ تو میں نے کہا: میں آپ ﷺ سے سوال کرتا کہ کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کا دیدار کیا؟ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کیا تھا' تو آپ ﷺ نے جواب دیا تھا:

"وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

3205 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى وَابْنُ أَبِي رِزْمَةَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ

متنِ حدیث: عَنْ عَبْدِ اللهِ (مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى) قَالَ رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلَ فِي حُلَّةٍ مِنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَأَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ عبدالرحمن بن یزید حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

(ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"اس نے جو دیکھا اس کے دل نے اسے جھٹلایا نہیں۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایک ریشمی جوڑے میں دیکھا، انہوں نے آسمان اور زمین کے درمیانی حصے کو بھر دیا ہوا تھا۔

3204۔ اخرجه مسلم (١/١٦١ - ابی): كتاب الايمان: باب: في قوله صلى الله عليه وسلم ، نور انى اراه و من قوله: رايت نوراً، حديث (٢٩١، ١٧٨/٢٩٢)، و احمد (١٤٧/٥، ١٧٠، ١٧٥، ١٥٧).

3205۔ اخرجه احمد (١/٣٩٤، ٤١٨) عن عبد الرحمن بن يزيد عن عبد الله بن مسعود فذكره.

(امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں رؤیت باری تعالیٰ کا اعزاز حاصل ہونا:

کیا شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا اعزاز حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ اس بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بیداری میں کرائی گئی اور آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے رؤیت باری تعالیٰ کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ اس سلسلہ میں کثیر دلائل ہیں، جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ٥: لفظ "دَنَا" کا معنیٰ ہے: وہ قریب ہوا۔ لفظ "تَدَلّٰی" کا معنیٰ ہے: وہ زیادہ قریب ہوا۔ سوال یہ ہے کہ یہ دونوں فعل ماضی واحد مذکر غائب کے صیغے ہیں، تو ان کی ضمیر "هُوَ" سے مراد کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس ضمیر سے مراد ایک ہی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا پھر وہ مزید قریب ہوا۔ اس قرب کا اندازہ لگانا اور کیفیت معلوم کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ تاہم اس قرب سے رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہو جاتا ہے۔

امام زجاج کے مطابق لفظ "دَنَا" کا معنیٰ ہے: وہ قریب ہوا۔ لفظ "تَدَلّٰی" کا معنیٰ ہے: وہ زیادہ قریب ہوا۔ جمہور کے مطابق "تَدَلّٰی" کا معنیٰ ہے: کسی چیز کے قریب نازل ہونا۔

"دَنَا" اور "تَدَلّٰی" کی ضمیروں کی مراد کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ پہلی ضمیر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری ضمیر سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے قریب ہوئے۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شب معراج اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ حضرت قتادہ اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب حضرت جبرائیل علیہ السلام زمین سے افق اعلیٰ پر متمکن ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب کے مفہوم اور محمل میں علماء کا اختلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد زمان و مکان اور جگہ کا قرب ہرگز مراد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ تاہم اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام اور شان و عظمت ہے۔ یہی تاویل حسب ذیل حدیث کی بھی کی جاتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا پروردگار ہر شب کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے۔ اس کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا کو قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے کہ میں اس کو وہ چیز عطاء کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے استغفار کرے میں اس کی بخشش کروں؟ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۱۴۵)

سوال: نازل ہونا اور قریب ہونا وغیرہ الفاظ جسم ہونے کا تقاضا کرتے ہیں، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا

جسم موجود ہو حالانکہ وہ اس سے پاک ہے؟

جواب: ایسے الفاظ تو قرآن کریم اور حدیث میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

(i) وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ (الفجر:۲۲) اور آپ کا رب آئے گا اور فرشتے جماعت در جماعت آجائیں گے۔

(ii) فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ (النحل:۲۶)

''پس اللہ ان عمارتوں کی بنیادوں پر آیا۔''

(iii) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ ہوتا ہوں، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ تنہائی میں مجھے یاد کرے تو میں بھی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہوں، اگر وہ جماعت (مجلس) میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں، جب وہ ایک بالشت میری طرف بڑھتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔ (مسند احمد، ج:۲، ص:۴۱۳)

۲- فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝: پس وہ دو کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔ اس آیت میں لفظ ''قَابَ'' مقدار یا اندازہ کے معنیٰ میں ہے۔ لفظ ''قَوْسَيْنِ'' قَوْسٌ کی تثنیہ ہے، اس کا معنیٰ ہے: کمان۔ اس مقام پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون کس کے قریب ہوا؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں:

۱- حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے۔

۳- حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے۔

فائدہ نافعہ:

''قَابَ قَوْسَيْنِ'' کے الفاظ سے یہ مضمون نمایاں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ واحد ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:

(i) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء:۸۰) جو رسول کی اطاعت کرتا ہے، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(ii) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ: جب آپ نے کنکریاں پھینکیں، آپ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

(iii) اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط (الفتح:۱۰)

بیشک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں، بیشک وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

(iv) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (التوبہ:۶۲)

اور اللہ اور اس کے رسول زیادہ حقدار ہیں کہ لوگ انہیں راضی رکھیں۔

(v) لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (الحجرات:۱)

تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

۳-فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝: پھر اللہ نے اپنے معزز بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی تھی۔

اس ارشاد خداوندی کے مفہوم میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں:

(i) شب معراج اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا واسطہ وحی کی۔

(ii) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب وحی کی جو ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی تھی۔

(iii) اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کی جو وحی کی تھی۔

۴-رؤیت باری کے بارے میں کثیر اقوال ہیں:

(i) آپ کے قلب نے اس کی تکذیب نہ کی جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا۔

(ii) دل سے مراد خود دل ہے، کیونکہ وہ تمام عقائد وافکار کا محل ہے۔

(iii) صاحب دل، دل والا اور جسم کو دل سے اس لیے تعبیر کیا، کیونکہ دل جسم کا قطب ہے۔

آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اس بارے میں پانچ اقوال ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے پروردگار کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

(ii) حضرت امام سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ نے خواب میں اپنے رب کو دیکھا۔

(iii) محمد بن کعب نے فرمایا: ہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں! میں نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دو بار دیکھا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ (النجم:۱۱)

(iv) حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے جلال کو دیکھا۔ حضرت ابوالعالیہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں نے دریا کو دیکھا، میں نے دریا کے پار حجاب کو دیکھا اور میں نے حجاب کے پار نور کو دیکھا، میں نے اس کے سوا نہیں دیکھا۔

(v) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین کو ان کی اصل صورت میں دیکھا۔

یاد رہے کہ شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار بیداری میں اپنے پروردگار کو دیکھا۔ کم از کم دس بار زیارت باری تعالیٰ کا آپ نے شرف حاصل کیا۔

3208 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو

بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ

متن حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ) قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاَيُّ عَبْدٍ لَكَ لَا اَلَمَّا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زَكَرِيَّا بْنِ اِسْحٰقَ

◆◆ عطاء حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے):

''وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں اور بے حیائی سے بھی' البتہ صغیرہ گناہوں (کا معاملہ مختلف ہے)''۔

راوی بیان کرتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! اگر تو نے مغفرت کرنی ہے' تو سب گناہوں کی مغفرت کر دے تیرا کون سا بندہ ایسا ہے' جو گناہ نہیں کرتا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف زکریا بن اسحاق کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

ہر انسان کا گناہگار ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝

(النجم: ۳۲)

''جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، بیشک آپ کا پروردگار بہت بخشش فرمانے والا ہے۔ وہ تمہارے بارے میں زیادہ جانتا ہے' جب سے اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں تھے، پس تم اپنے پرہیزگار ہونے کا دعویٰ مت کرو، وہ زیادہ جانتا ہے کہ صاحب تقویٰ کون ہے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ نیکوکار لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی سے محفوظ رہتے ہیں مگر صغیرہ گناہوں کا ارتکاب اس سے مستثنیٰ ہے جو کبھی کبھار ہوتے رہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور نیکیوں کے باعث معاف فرما دیتا ہے، کیونکہ ایسی معصیات سے انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ کوئی محفوظ نہیں ہے۔

3208- تفرد به الترمذی انظر تحفة (۹۷/۵)، حدیث (۵۹۴۹)، من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه ابن جریر فی تفسیره (۵۲۷/۱۱)، برقم (۳۲۵۶۷) عن ابن عباس.

اس آیت میں "اللَّمَمَ" استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے کبھی کبھار کوئی کام کرنا یعنی انسان سے کبھی کبھار صغیرہ گناہ کا صدور اس کی عظمت کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ایسا ہونا ممکن ہے بلکہ انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمیہ بن الصلت کا شعر پڑھ کر اس حقیقت کو یوں واضح کیا:

ان تغفر اَللّٰھُمَّ تغفر جمًّا   وای عبد لك لا الما

اے اللہ! اگر تو بخشش کرے تو تمام گناہ معاف کردے، کیونکہ چھوٹے گناہ ہر بندے سے صادر ہو جاتے ہیں۔

"اللَّمَمَ" کا مفہوم احادیث کی روشنی میں

انسان کی عظمت و شان اور کمال و فضیلت اسی میں ہے کہ کبائر کی طرح صغائر کے ارتکاب سے بھی اپنے دامن کو محفوظ رکھے، کیونکہ گناہوں کے ارتکاب کی طرح ان کے اسباب سے احتراز بھی از بس ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۳۲)

"اور تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، کیونکہ یہ عمل برا ہے اور بہت برا راستہ ہے۔"

اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مدینہ کے آخری حصہ میں، میں ایک عورت سے بغلگیر ہوا، میں نے زنا کاری کے سوا اس کے ساتھ سب کچھ کیا اور اب میں حاضر خدمت ہوں جو پسند کریں فیصلہ کریں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے عیب پر پردہ رکھا تھا تو کاش! تم بھی اپنے عیب پر پردہ رکھتے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو مثبت یا منفی میں کوئی جواب نہ دیا۔ اور وہ اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ آپ نے اسے طلب کیا پھر اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ (ھود:۱۱۴)

"اور تم دن کی دونوں طرفوں اور رات کے قریب نماز ادا کرو۔ بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔"

کسی صحابی نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! یہ حکم خاص ہے یا سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حکم سب کے لیے ہے۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:۴۴۶۸)

۲- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان نماز کا وقت پائے پھر وہ اچھی طرح وضو کرے اور اس نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرے تو وہ نماز اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔ یہ مغفرت ہر زمانہ میں ہوتی رہے گی۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:۴۸۶)

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: یہ بات بتاؤ کہ تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے نہر جاری ہو اور وہ ایک دن میں اس میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کے جسم پر میل باقی نہیں رہے گی۔ آپ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال بھی اسی طرح ہے اور

ان کی وجہ سے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۲۸)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک، ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک اور ایک حج (یا عمرہ) سے لے کر دوسرے حج تک درمیان میں انسان سے جو چھوٹے چھوٹے گناہ صادر ہو جاتے ہیں ان کی بخشش کر دی جاتی ہے۔

"اَللَّمَمَ" کا مفہوم آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین کی روشنی میں

آیت میں لفظ "اَللَّمَمَ" استعمال ہوا ہے، اس کا مفہوم مختلف اقوال میں بیان ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں چند اقوال حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اَللَّمَمَ" سے مراد ہے: انسان کسی معصیت کا ارتکاب کرے پھر اس کا ارتکاب نہ کرے۔

۲۔ حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَللَّمَمَ سے مراد ہے کہ کوئی شخص زنا کا ارتکاب کرے پھر توبہ کرے دوبارہ وہ زنا نہ کرے یا کوئی شخص چوری کرے یا شراب نوشی کرے پھر وہ توبہ کرے تو دوبارہ ان امور کا ارتکاب نہ کرے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَللَّمَمَ سے مراد ہے: شرک کے علاوہ ہر قسم کا گناہ کرنا۔

۴۔ امام کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اَللَّمَمَ کی دو اقسام ہیں: (i) وہ گناہ ہے جس کی حد نہ بیان کی گئی ہو اور نہ آخرت میں عذاب کا ذکر ہو۔ (ii) وہ کبیرہ گناہ ہے جس کا انسان بار بار ارتکاب کرتا ہے پھر توبہ بھی کرتا رہتا ہے۔

۵۔ عطاء بن ابی رباح نے کہا: "اَللَّمَمَ" وہ گناہ ہے، جس کا ارتکاب انسان کبھی کبھار کرتا ہے۔

۶۔ حضرت سعید بن مسیب نے کہا: اَللَّمَمَ سے مراد ہے: وہ گناہ ہے جس کا انسان کے دل میں خیال نہ آئے لیکن درست نہیں، کیونکہ ایسے گناہ کے بارے میں انسان سے پوچھا نہیں جائے گا۔

صغائر و کبائر کی تعریفات اور اس بارے میں احادیث مبارکہ:

آئمہ تفسیر و حدیث نے "اَللَّمَمَ" کی مختلف تعریفیں کی ہیں:

۱۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(i) ایسا گناہ ہے جس کا انسان قصد نہ کرے، نہ اسے مؤکد کرے اور نہ اس کا ارادہ کرے۔

(ii) ایسا گناہ ہے جس کے ارتکاب کے بعد انسان کو ندامت لاحق ہو۔

(iii) صغیرہ ایسا گناہ ہے جو کسی بے حیائی کے فعل پر مشتمل نہ ہو۔

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبیرہ گناہوں کی تعریفیں یوں کی ہیں:

(i) وہ گناہ ہے جسے حلال جاننے سے لزوم کفر ہو۔

(ii) ایسا گناہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر عذاب کی وعید سنائی ہو۔

(iii) ہر گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ اللہ کی نعمتیں کثیر ہیں اور اس سے کسی نہ کسی نعمت کی مخالفت لازم آئے گی۔

اس سلسلہ میں چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبائر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ (۲) کسی شخص کو ناحق قتل کردینا۔ (۳) والدین کی نافرمانی کرنا۔ پھر فرمایا: جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا، سب سے بڑا گناہ ہے۔

۲۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ اشیاء تم پر حرام کردی ہیں: (۱) ماں کی نافرمانی کرنا، (۲) حق چیز سے روکنا اور ناحق چیز طلب کرنا، (۳) بچیوں کو زندہ درگور کرنا۔ فرمایا: یہ امور مکروہ ہیں: (i) فضول گفتگو کرنا (ii) سوالات کی بوچھاڑ کرنا (iii) مال ضائع کرنا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۹۷۵)

انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کے بارے میں احادیث مبارکہ:

انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کا مضمون جس طرح قرآن میں بیان کیا گیا ہے، اسی طرح احادیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

اس بارے میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حافظ ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: جو فرشتہ متعین کیا گیا ہے، وہ نطفہ کو اپنی ہتھیلی میں لے کر کہتا ہے: اے اللہ! اس کی تخلیق ہوگی یا نہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہو کہ اس کی تخلیق کی جائے گی تو پھر وہ یوں کہتا ہے: اے پروردگار! اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کا نشان کیسا ہے؟ اس کی موت کب واقع ہوگی؟ حکم ہوتا ہے: تو لوح محفوظ میں دیکھ لے، وہ لوح محفوظ پر اپنی نظر ڈالتا ہے تو اس کا رزق، اس کا نشان، اس کی بات اور اس کا عمل لکھا ہوا دستیاب ہو جاتا ہے۔ وہ فرشتہ اس کے مدفن سے مٹی لیتا ہے اور اسے نطفہ میں ملا کر گوندھتا ہے۔ یہ سب مضمون اس ارشاد ربانی کا مصداق ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ○ (طٰہٰ: ۵۵)

''ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، ہم تمہیں اس میں لوٹا دیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔''

۲۔ حضرت امام ابن المنذر، حضرت عطاء خراسانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: انسان کے مدفن کی مٹی کو فرشتہ نطفہ پر چھڑکتا ہے۔ یہ اس ارشاد خداوندی کا مصداق ہے: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ یعنی ہم تمہیں اس سے نکالیں گے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود پر اس کے مدفن کی مٹی چھڑکی جاتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۲، ص:۲۸۰)

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود کی ناف میں وہ مٹی موجود ہوتی ہے جس سے اس کی تخلیق کی جاتی ہے۔ ارذل عمر میں اسے اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا تھا۔ میں، ابوبکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں جبکہ دفن بھی اسی میں کیے جائیں گے۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۲۶۷۳)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ انسان کا اصل نطفہ اور مٹی ہے، اگر یہ اپنے اصل کو یاد رکھے تو کبھی بھول کر بھی اللہ تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے بغاوت نہ کرے۔

بَاب وَمِنْ سُورَةِ الْقَمَرِ

باب 54: سورۂ قمر سے متعلق روایات

3207 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى فَانْشَقَّ الْقَمَرُ فِلْقَتَيْنِ فِلْقَةٌ مِنْ وَرَاءِ الْجَبَلِ وَفِلْقَةٌ دُونَهُ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوا يَعْنِي (اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ)

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ہم لوگ منیٰ میں موجود تھے، چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے کی طرف ہو گیا اور ایک ٹکڑا اس کے آگے کی طرف ہو گیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا: "تم گواہ ہو جاؤ۔"

(راوی بیان کرتے ہیں) اسی حدیث کا ذکر (اس آیت میں ہے)

"قیامت قریب آ گئی ہے' اور چاند دو ٹکڑے ہو چکا ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3208 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَأَلَ أَهْلُ مَكَّةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةً فَانْشَقَّ الْقَمَرُ بِمَكَّةَ مَرَّتَيْنِ فَنَزَلَتْ (اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ) إِلَى قَوْلِهِ (سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ) يَقُولُ ذَاهِبٌ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اہل مکہ نے نبی اکرم ﷺ سے کسی معجزے کا مطالبہ کیا' تو مکہ میں دو مرتبہ چاند دو ٹکڑے ہوا۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

3207- اخرجه البخاري (۷۳۰/۶): كتاب المناقب: باب: سوال المشركين ان يريهم النبي صلى الله عليه وسلم آية فاراهم انشقاق القمر، حديث (۳۶۳۶)، طرفه من (۳۸۶۹، ۳۸۷۱، ۴۸۶۴، ۴۸۶۵)، ومسلم (۲۱۵۸/۴): كتاب صفات المنافقين و احكامهم: باب انشقاق القمر، حديث (۲۸۰۰/۴۴)، و احمد (۳۷۷/۱، ۴۴۷، ۴۵۶) من طريق ابي معمر عن عبد الله به.

3208- اخرجه البخاري (۷۳۰/۶): كتاب المناقب: باب: سوال المشركين ان يريهم النبي صلى الله عليه وسلم آية فاراهم انشقاق القمر، حديث (۳۶۳۷)، و اطرافه من (۳۸۶۸، ۴۸۶۷، ۴۸۶۸)، ومسلم (۲۱۵۹/۴): كتاب صفات المنافقين و احكامهم: باب انشقاق القمر، حديث (۲۸۰۲/۴۶)، و احمد (۱۶۵/۳، ۲۰۷، ۲۲۰، ۲۷۵) و عبد الله بن احمد في الزوائد (۲۷۸/۳)، و عبد بن حميد ص (۳۵۶) حديث (۱۱۸٤) كلهم عن قتادة عن انس به.

"قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو چکا ہے۔"
یہ آیت یہاں تک ہے: "جاری رہنے والا جادو"
راوی بیان کرتے ہیں: آیت میں استعمال ہونے والے لفظ "مستمر" سے مراد جانے والا ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3209 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوْا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا: "تم گواہ ہو جاؤ۔"
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3210 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنْفَلَقَ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوْا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"تم لوگ گواہ ہو جاؤ۔"
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3211 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِیْرٍ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ كَثِیْرٍ عَنْ حُصَیْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْهِ

متنِ حدیث: قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی صَارَ فِرْقَتَیْنِ عَلٰی هٰذَا الْجَبَلِ وَعَلٰی هٰذَا الْجَبَلِ فَقَالُوْا سَحَرَنَا مُحَمَّدٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَئِنْ كَانَ سَحَرَنَا فَمَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّسْحَرَ النَّاسَ

3211- اخرجه احمد (۸۱/۴) عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه به

كُلِّهِمْ

اسنادِ دیگر قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَقَدْ رَوٰی بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ حُصَیْنٍ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ نَحْوَهٗ

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں چاند شق ہو گیا، یہاں تک کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک پہاڑ کے اِس طرف تھا اور دوسرا پہاڑ کے اُس طرف تھا' تو لوگوں نے کہا، حضرت محمد ﷺ نے ہم پر جادو کر دیا ہے' تو ان میں سے کسی نے یہ کہا: اگر انہوں نے ہم پر جادو کیا ہے' تو یہ سارے لوگوں پر جادو کرنے کی طاقت تو نہیں رکھتے۔

بعض راویوں نے اس کو حصین کے حوالے سے' جبیر بن محمد کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' ان کے دادا حضرت جبیر بن مطعم کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

سورہ قمر مکی ہے جو تین (۳) رکوع، پچپن (۵۵) آیات، تین سو بیالیس (۳۴۲) کلمات اور ایک ہزار چار سو تین (۱۴۰۳) حروف پر مشتمل ہے۔

معجزہ شق القمر کا تذکرہ

ارشادِ ربانی ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ٥ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ٥ وَ كَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ٥ (القمر: ۳-۱)

"قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اگر (کفار) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور وہ یہ بات کہتے ہیں: یہ تو وہی جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ انہوں نے تکذیب کی، اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور ہر کام اپنے وقت مقررہ پر ہے۔"

ان آیات کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ رؤساء مکہ ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور نضر بن حارث وغیرہ جمع ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اگر آپ واقعی نبی برحق ہیں تو کوئی آسمانی معجزہ دکھائیں، آپ نے فرمایا: آسمانی معجزہ کیا دیکھنا چاہتے ہو؟ جواب دیا: چاند پر تصرف کر کے دکھائیں؟ آپ نے آسمان پر تیرنے والے چاند کی طرف انگلی کا اشارہ کیا تو وہ دو ٹکڑے ہو کر پہاڑ پر گر پڑا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر تکذیب کرتے ہوئے اسے جادو کا کرشمہ قرار دیا۔

علامہ ابن حجر نے اپنے استاذ عراقی کے حوالے سے اس معجزہ پر اجماع نقل کرتے ہوئے اپنے منظوم کلام میں فرمایا:

(۱) فصار فرقتین فرقة علت   وفرقة للطود منه نزلت

(۲) وذاک مرتین بالاجماع والنص والتواتر والسماع

جب اس معجزہ پر اجماع امت ہے تو اس کا انکار کفر ہے، کیونکہ یہ نص اور تواتر کا انکار ہے جو کفر ہے۔

علاوہ ازیں معجزہ شق القمر احادیث مبارکہ اور کتب سیر میں بالتفصیل بیان کیا گیا ہے مثلاً مدارج النبوت، شواہد النبوت، حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین، سیرت رسول عربی اور غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کتب میں۔

قرب قیامت کے بارے میں احادیث مبارکہ:

ان آیات کے آغاز میں قیامت کے قریب ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ وقوع وقیام قیامت حق ہے اور اس کا انکار کفر ہے، کیونکہ اس بارے میں نصوص موجود ہیں۔ یہ مسئلہ احادیث مبارکہ میں بھی بیان کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سابقہ امتوں کے مقابلہ میں تمہاری مدت اتنی ہے جتنی نماز عصر سے لے کر نماز مغرب تک۔ (المعجم الصغیر، رقم الحدیث: ۵۳)

اس روایت کا مطلب یہ ہے امت محمدی کی عمریں کم ہوں گی، اسی بنیاد پر اس کے اعمال بھی کم ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بے حساب اجر سے نوازے گا۔

۲- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی مثل قریب قریب بھیجا گیا ہے، آپ نے یہ بات انگشت شہادت اور انگشت وسطی دونوں کو ملا کر ارشاد فرمائی۔

(مسند احمد، ج:۵، ص:۳۴۸)

مشرکین کا چاند کے ٹکڑے دیکھ کر تکذیب کرنا:

معتبر روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ مشرکین مکہ کے مطالبہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے، اپنے سر کی آنکھوں سے ٹکڑے دیکھنے کے باوجود کفار نے اس کا انکار کر دیا تھا اور اس معجزہ کو سابقہ جادو کا تسلسل قرار دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عہد رسالت میں چاند دو ٹکڑے ہوا تھا اور قریش نے اس بارے میں کہا: یہ کبشہ کے بیٹے کا جادو معلوم ہوتا ہے، تم مسافروں سے اس بارے میں دریافت کرو؟ انہوں نے مسافروں سے سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: ہاں! ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مسند طیالسی، رقم الحدیث: ۲۹۶)

3212 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّاَبُوْ بَكْرٍ بُنْدَارٌ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زِيَادِ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْزُوْمِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ جَآءَ مُشْرِكُو قُرَيْشٍ يُخَاصِمُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَدَرِ فَنَزَلَتْ (يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، قریش کے مشرکین تقدیر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بحث کرنے کے لیے آئے' تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''جس دن انہیں آگ میں ان کے چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا' اور یہ کہا جائے گا جہنم کا ذائقہ چکھ لو! بے شک ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے مطابق پیدا کیا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

تقدیر کا ذکر قرآن میں موجود ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ o اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ o (القمر:۴۹،۴۸)

''جس دن انہیں جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا (یہ بات کہی جائے گی:) تم جہنم کا عذاب چکھو۔ بیشک ہم نے ہر چیز اندازے کے مطابق بنائی ہے۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ دیگر اسلامی عقائد کی طرح تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کا انکار نص کا انکار ہے جو کفر ہے۔ اس بارے میں احادیث حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مشرکین تقدیر کے بارے میں بحث کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں: تم دوزخ کا عذاب چکھو۔ بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے۔

۲- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے ہے حتیٰ کہ عاجز اور قادر ہونا بھی تقدیر سے ہے۔

مسئلہ تقدیر احادیث کی روشنی میں:

تقدیر کے حوالے سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں' جن میں سے چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ یہ بات کہتے ہیں کہ نیکی اور بدی ہمارے اختیار میں ہے، انہیں میری شفاعت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا، نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں۔

(الکامل لابن عدی، ج:۳، ص:۳۸۸)

۲- حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو فرقے ایسے ہیں' جن کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے: (۱) مرجئہ، (۲) قدریہ

۳- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں

جو تقدیر باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں، اگر وہ علالت کا شکار ہو جائیں تو تم ان کی عیادت نہ کرو، اگر وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ میں شمولیت نہ کرو اور ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۹۲)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جس چیز پر عبداللہ بن عمر قسم کھاتا ہے وہ یہ ہے: اگر ان لوگوں کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہیں لاتے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۸)

تقدیر کے بارے میں اقوال علماء اہل سنت:

تقدیر کی شرعی حیثیت اور اس کی اصلیت و کیفیت کے بارے میں علماء اہل سنت کے کثیر اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبیؒ نے کہا:

"اشیاء کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ کو ان کی مقدار اور احوال کا علم تھا، بعد ازاں اپنے علم ازلی کے مطابق اشیاء کو تیار کیا۔ اس طرح عالم سفلی اور عالم علوی میں ہر چیز اس کے علم، قدرت اور قصد سے ہوتی ہے۔ اس میں مخلوق کو کوئی دخل نہیں ہے، مخلوق کو محض کسب حاصل ہوتا ہے۔ مخلوق جب کسب کرتی ہے اور کوئی کام انجام دیتی ہے وہ اسے صرف اللہ کی توفیق و قدرت اور اس کے الہام سے ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے، جس طرح کہ قرآن و سنت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ منکرین تقدیر کا یہ تصور باطل ہے کہ اعمال کی ہم تخلیق کرتے ہیں اور ہماری اجل اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔"

۲۔ حضرت علامہ قاضی بیضاویؒ نے کہا:

"ہم نے ہر شئی کو تقدیر اور حکمت کے تقاضا کے مطابق مرکب کیا ہے یا ہر چیز کو اس کے وقوع سے قبل لوح محفوظ میں تحریر کر دیا اور مقدر کر دیا تھا۔"

۳۔ حضرت علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمود القونویؒ نے کہا:

"اس کائنات میں مخلوق معین اندازہ پر مبنی ہے جو اس کی حکمت بالغہ کے تقاضا پر موقوف ہے۔ یہ سب کچھ فقط اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے، کیونکہ علم کلام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی تخلیق میں حکمت کی رعایت کی ہے مگر حکمت کی رعایت اس پر واجب ہرگز نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ مصلحت و حکمت ہمیں معلوم ہو، اس لیے کہ کفار و مشرکین کو پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے اور بدکار لوگوں کو دوزخ میں پھینکنے میں کیا مصلحت ہے؟ کفار اور جہنم کو پیدا کرنے میں یقیناً کوئی حکمت ہے خواہ اس کا ہمیں علم نہیں ہے۔"

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الرَّحْمٰنِ

باب 55: سورة الرحمٰن سے متعلق روایات

3213 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ وَاقِدٍ اَبُوْ مُسْلِمٍ السَّعْدِیُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَرَاَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰى اٰخِرِهَا فَسَكَتُوْا فَقَالَ لَقَدْ قَرَاْتُهَا عَلَى الْجِنِّ لَيْلَةَ الْجِنِّ فَكَانُوْا اَحْسَنَ مَرْدُوْدًا مِّنْكُمْ كُنْتُ كُلَّمَا اَتَيْتُ عَلٰى قَوْلِهٖ (فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ) قَالُوْا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ

توضیحِ راوی: قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ كَاَنَّ زُهَيْرَ بْنَ مُحَمَّدٍ الَّذِیْ وَقَعَ بِالشَّامِ لَيْسَ هُوَ الَّذِیْ يُرْوٰى عَنْهُ بِالْعِرَاقِ كَاَنَّهٗ رَجُلٌ اٰخَرُ قَلَبُوْا اسْمَهٗ يَعْنِیْ لِمَا يَرْوُوْنَ عَنْهُ مِنَ الْمَنَاكِيْرِ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ الْبُخَارِیَّ يَقُوْلُ اَهْلُ الشَّامِ يَرْوُوْنَ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ مَنَاكِيْرَ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ يَرْوُوْنَ عَنْهُ اَحَادِيْثَ مُقَارِبَةً

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے ان کے سامنے سورۃ الرحمٰن شروع سے لے کر آخر تک تلاوت کی‘ تو وہ لوگ خاموش رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں نے جنات سے ملاقات کے دوران اسے جنوں کے سامنے تلاوت کیا تھا‘ تو انہوں نے تمہارے مقابلے میں بہتر ردعمل دیا تھا۔ میں جب بھی ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کرتا تھا:

”تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔“

تو وہ جنات یہ کہتے: اے ہمارے پروردگار! تیری نعمتوں میں سے کوئی ایسی چیز نہیں‘ جس کو ہم جھٹلا سکیں‘ ہر طرح کی حمد تیرے لیے ہی مخصوص ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ”حدیث غریب“ ہے۔ ہم اس روایت کو صرف ولید بن مسلم کی زہیر بن محمد سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، شام کے رہنے والے زہیر بن محمد وہ شخص نہیں ہیں‘ جن کے حوالے سے عراق میں روایات نقل

3213- تفردبه الترمذی انظر التحفة (۲/۳۰۹)، حدیث (۳۰۱۷)، من اصحاب الکتاب الستة، و اخرجه الحاکم فی المستدرک (۲/۴۷۳) وقال: صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه، ووافقه الذهبی، وذکره السیوطی فی الدر المنثور (۶/۱۸۹)، و عزاه للترمذی و ابن المنذر و ابی الشیخ فی العظمة و للحاکم و صححه و لابن مردویه و للبیهقی فی (الدلائل) عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنه

کی جاتی ہیں، بلکہ یہ کوئی دوسرے صاحب ہیں۔ ان کا نام تبدیل کر دیا جاتا ہے کیونکہ ان کے حوالے سے منکر روایات منقول ہیں۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اہل شام نے ان کے حوالے سے ایسی روایات نقل کی ہیں جو منکر ہونے کے قریب ہوتی ہیں۔ اہل عراق نے ان سے ایسی روایات نقل کی ہیں جو (درست) ہونے کے قریب ہوتی ہیں۔

شرح

سورہ رحمٰن مکی ہے جو تین (۳) رکوع، اٹھہتر (۷۸) آیات، تین سو اکاون (۳۵۱) کلمات اور ایک ہزار چھ سو چھبیس (۱۶۲۶) حروف پر مشتمل ہے۔

انسانوں کو آیات مبارکہ کے جواب کی ترغیب دینا:

ارشاد خداوندی ہے:

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ (الرحمٰن:۱۳)

اے انس و جن! تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ یہ آیت سورۃ الرحمٰن میں بار بار دوہرائی گئی ہے بلکہ اکتیس بار لائی گئی ہے۔ اس آیت میں جو سوال کیا گیا ہے، اس کا جواب یہ ہے:

لا بشیء من نعمك ربنا! نكذب، فلك الحمد! اے ہمارے پروردگار! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، پس ہم تو تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے سورۃ الرحمٰن تلاوت کی تو وہ خاموشی سے سماعت کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے لیلۃ الجن میں جنات کے سامنے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کی تو وہ جواب کے لحاظ سے تم سے اچھے تھے، میں نے ان کے سامنے جب بھی یہ آیت تلاوت کی تو انہوں نے فوراً یوں جواب دیا:
نہیں! ہمارے پروردگار! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، ہم تیری نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں!

سوال: بعض قرآنی آیات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ان کا فوراً جواب دیا جائے لیکن مسلمان سن کر جواب دینے کی بجائے سکوت اختیار کرتا ہے۔ کیا یہ خاموشی بارگاہ الٰہی کے آداب کی وجہ سے ہے یا اس کا کوئی اور سبب ہے؟

جواب: بعض قرآنی آیات طلب جواب کا تقاضا کرتی ہیں بالخصوص سورۃ الرحمٰن کی آیت: فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ اس آیت کا جواب وہ دیا جائے جو جنات نے دیا تھا۔ فرض نماز میں اس آیت کا جواب دل میں دیا جائے، نفلی نماز میں زبان سے بھی دیا جا سکتا ہے اور خارج نماز بلند آواز سے جواب دیا جائے۔

''فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ'' کے مخاطبین:

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

اے جن وانس! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

اس سورت سے قبل کسی آیت میں جنات کا تذکرہ نہیں ہے، اس سورت کے بعد کئی آیات میں ان کا تذکرہ موجود ہے بالخصوص اس آیت کا اعادہ کر کے ان کا بار بار تذکرہ کیا گیا ہے۔ انسانوں کے ساتھ جنات کا تذکرہ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ یہ بھی انسانوں کی طرح مکلف ہوتے ہیں، ان میں مسلمان اور کافر ہوتے ہیں، نیک و بد ہوتے ہیں، صالحین اور بدمعاش ہوتے ہیں، فرمانبردار اور نافرمان ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرگزار اور بے شکرے ہوتے ہیں۔ علیٰ هذا القیاس ان پر نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج فرض ہوتا ہے۔

آلاء کا مفہوم، آلاء اور النعماء کا امتیاز:

لفظ "آلاء" اَلْـیٌ، اِلْیٌ کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ ہے: نعمت۔ حدیث میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تفکروا فی آلاء الله ولا تفکروا فی الله (المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۶۳۱۵)

"تم اللہ کی نعمتوں میں غور وفکر کرو اور اللہ کی ذات میں غور وفکر نہ کرو۔"

وہ چیز جس کے ساتھ بغیر عوض اور بغیر غرض کے کسی کو فائدہ پہنچانے کا ارادہ کیا جائے، اسے نعمت کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک آلاء اور نعماء میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک دونوں کے مابین تساوی کی نسبت ہے۔ تاہم بعض علماء دونوں میں فرق کرتے ہیں کہ آلاء عام نعمتوں کو اور نعماء خاص نعمتوں کو کہا جاتا ہے۔ اس طرح ان کے نزدیک ان دونوں الفاظ کے مابین تساوی کی نسبت نہیں ہے بلکہ عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ بعض علماء کے مطابق آلاء سے مراد ظاہری نعمت ہے اور نعماء سے باطنی نعمت مراد ہے مثلاً عقل اور معرفت۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ط (لقمان: ۲۰)

"اور اس (اللہ) نے تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کیں۔"

ظاہری اور باطنی نعمتوں میں فرق:

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں، جن کا شمار کرنا ناممکن و محال ہے۔ وہ نعمتیں ظاہری ہیں اور باطنی بھی۔ دونوں نعمتوں کے درمیان فرق سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

۱- ظاہری اور باطنی نعمتوں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمت اسلام ہے جبکہ باطنی نعمت وہ ہے جو اعمال بد کا نتیجہ ہو مثلاً بداعمالیوں پر پردہ۔

۲- ظاہری نعمتیں دنیوی نعمتیں ہیں اور باطنی نعمتیں اخروی نعمتیں ہیں۔

۳- صحت اور محاسن اخلاق وغیرہ انسان کے لیے ظاہری نعمتیں ہیں، اس کے برعکس باطنی نعمتیں ہیں مثلاً عقل و معرفت وغیرہ۔

۴- ظاہری نعمتیں وہ ہیں جو آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہیں جیسے دولت، مرتبہ اور منصب وغیرہ۔ باطنی نعمتیں وہ ہیں جو نظر نہ آئیں جیسے انسان کا دل اور دماغ وغیرہ۔

۵- ظاہری نعمتیں فصاحت و بلاغت، ہنسنا و مسکرانا اور شیریں لہجہ میں گفتگو کرنا، باطنی نعمت انسانی دل کا پاک و صاف ہونا وغیرہ۔

۶- ظاہری نعمت خوبصورت شکل وصورت اور دیدہ زیب لباس ہے۔ باطنی نعمتیں گھر میں آسائش اور استعمال کی اشیاء ہیں۔

۷- ظاہری نعمت صالح اولاد ہے اور باطنی نعمت تصانیف اور شاگرد وغیرہ۔

۸- ظاہری نعمتیں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود اسے عطا کی ہوں' جبکہ باطنی نعمتیں وہ ہیں جو اس کی اولاد کو دی گئی ہوں۔

۹- ظاہری نعمت اقتدار ہے اور باطنی نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے افتقار ہے۔

۱۰- ظاہری نعمتیں عبادات اور علم ہے، اس کے برعکس باطنی نعمت خفیہ عبادت اور عرفان وغیرہ۔

امام ابواسحاق احمد بن محمد النیشاپوری دونوں قسموں کی نعمتوں میں فرق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

۱- ظاہری نعمت قوت عبادت کا حصول ہے اور باطنی نعمت خلوص و اخلاص ہے۔

۲- ظاہری نعمت زبان سے ذکر باری تعالیٰ کرنا ہے' جبکہ باطنی نعمت دل سے ذکر باری تعالیٰ کرنا ہے۔

۳- ظاہری نعمت تلاوت قرآن ہے' جبکہ باطنی نعمت معارف قرآن کا حصول ہے۔

۴- ظاہری نعمت دن کی روشنی ہے جس کی بدولت انسان معاش حاصل کرتا ہے' جبکہ باطنی نعمت رات کی تاریکی جس میں آرام وسکون حاصل کرتا ہے۔

۵- ظاہری نعمت زبان سے تلاوت قرآن کرنا ہے اور باطنی نعمت اس کے احکام پر غور وفکر کرنا ہے۔

۶- پیدائش کے بعد انسان کو جو نعمتیں ملتی ہیں وہ ظاہری ہیں اور جو پیدائش سے قبل حاصل ہوں وہ باطنی ہیں۔

۷- شہادت ناطقہ ظاہری نعمت ہے' جبکہ سعادت سابقہ نعمت باطنی ہے۔

۸- انواع واقسام کی نعمتیں ظاہری ہیں جبکہ کسی کو معاف کرنا نعمت باطنی ہے۔

۹- مشقت کا بوجھ کم ہونا ظاہری نعمت ہے' جبکہ سینہ روشن ہونا اور مرتبہ بلند ہونا باطنی نعمت ہے۔

۱۰- فتوحات عطا ہونا ظاہری نعمتیں ہیں اور دشمن کو شکست سے دوچار کرنا باطنی نعمت ہے۔

۱۱- دولت واولاد ظاہری نعمتیں ہیں جبکہ رشد وہدایت باطنی نعمتیں ہیں۔

۱۲- درست اور حق بات کہنا ظاہری نعمت ہے' جبکہ درست کام کرنا باطنی نعمت ہے۔

۱۳- وہ مصائب ومشکلات اور امراض جو گناہوں کا کفارہ بن سکیں ظاہری نعمتیں ہیں۔ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا بندے کو سزا نہ دینا باطنی نعمتیں ہیں۔

۱۴- انسان کا نسبی اور سسرالی تعلق ظاہری نعمتیں ہیں جبکہ نصف رات کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا قبول کرنا اور بخشش

فرمانا باطنی نعمتیں ہیں۔

۱۵۔ مسلمانوں کا دنیا پر غلبہ و فتح پانا اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمتیں ہیں جبکہ نیکیوں میں سبقت لے جانا باطنی نعمت ہے۔ (علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، ج:۱۱، ص:۶۱۱)

سوال: سورۃ الرحمٰن میں آیت: فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ کا اکتیس بار اعادہ کیا گیا ہے، اس اعادہ کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اس آیت کے بار بار اعادہ اور متعدد بار لانے کے کئی مقاصد ہو سکتے ہیں مگر سب سے بڑا اور اہم فائدہ اس سورت کے مضامین لوگوں کو ذہن نشین کرانا ہے۔ یہ قاعدہ بھی ہے کہ کسی چیز کی اہمیت کے پیش نظر اس کا تذکرہ متعدد بار کیا جاتا ہے مثلاً عبادات میں سے نماز کو زیادہ اہمیت حاصل ہے' تو اس کا تذکرہ سیکڑوں بار کیا گیا ہے' جبکہ اس کے مقابل روزہ، زکوٰۃ اور حج کا تذکرہ اتنی بار نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں انس و جن کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اہمیت بتانا اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دینا بھی مقصود ہے۔

انسانوں اور جنوں کے لیے تخلیق کے اعتبار سے نعمت باری تعالیٰ:

قرآن کریم میں عالم کبیر کی تخلیق کا ذکر کیا، زمین و آسمان اور ان کے مابین اشیاء کی تخلیق کا بھی تذکرہ کیا پھر توحید پر دلائل و شواہد پیش کیے گئے۔ پھر عالم صغیر کی تخلیق کا تذکرہ ہوا تو انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی ذات زیر بحث لائی گئی۔ اس بارے میں سورۃ الرحمٰن میں ارشاد خداوندی ہے:

"اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے بنایا، جن (جنات) کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔"

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ "الانسان" سے مراد ہے: حضرت آدم علیہ السلام کی ذات۔ لفظ "صلصال" سے مراد ہے: ایسی ریت جس میں مٹی ملی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صلصال سے مراد ہے: عمدہ و نفیس گیلی مٹی جس سے پانی خشک ہو گیا ہو، وہ پھٹنا شروع ہو جائے اور اسے ہلانے سے وہ بجنا شروع کر دے۔ لفظ "الفخار" سے مراد ہے: ٹھیکرا پکانے سے پہلے۔ مطلب یہ ہے کہ روح پھونکنے سے قبل حضرت آدم علیہ السلام بجنے والے ٹھیکرے کی مثل تھے۔

لفظ "الجان" کا معنیٰ ہے: جن، اس سے مراد ابلیس ہے جو جنات کا باپ ہے' جس طرح حضرت آدم علیہ السلام انسانوں کے باپ ہیں۔ ایک قول کے مطابق لفظ "الجان" لفظ "جن" کی جمع ہے۔ لفظ "مارج" کا معنیٰ ہے: شعلہ یعنی ایسی صاف و شفاف آگ جس میں معمولی دھواں بھی نہ ہو۔ ابلیس کو "الجان" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ناری مخلوق یعنی جنات اس سے پیدا ہوئے ہیں۔

جن و انس کی تخلیق کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ (الرحمٰن:۱۶) یعنی اے انسانوں اور جنات! جب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک ذات (انسانوں کو حضرت آدم علیہ السلام سے اور جنات کو ابلیس لعین) سے پیدا کیا ہے' تو تم اس کی نعمت وحدانیت کو تسلیم نہیں کرتے حالانکہ زمین و آسمان اور ان کے مابین کی ہر چیز اپنی زبان حال یا قال سے اس کی توحید کا

اعلان کر رہی ہے۔

سوال: اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصل مقصود انسانوں پر اپنی نعمتوں کو گنوانا ہے تو پھر جنات کی تخلیق کی بحث کیوں چھیڑ دی ہے؟

جواب: آیت مبارکہ: "فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥" سے مراد محض انسانوں کو نعمتیں گنوانا اور اللہ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دینا نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ جنات کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی نعمتوں کا گنوانا اور انہیں شکر بجالانے کی ترغیب دینا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْوَاقِعَةِ

باب 56: سورۃ واقعہ سے متعلق روایات

3214 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: يَقُوْلُ اللّٰهُ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِىَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَئُوْا اِنْ شِئْتُمْ (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِىَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) وَفِى الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ يَّسِيْرُ الرَّاكِبُ فِىْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَّا يَقْطَعُهَا وَاقْرَئُوْا اِنْ شِئْتُمْ (وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ) وَمَوْضِعُ سَوْطٍ فِى الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَاقْرَئُوْا اِنْ شِئْتُمْ (فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیز تیار کی ہے جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں ہے، کسی کان نے اس کے بارے میں سنا نہیں ہے اور کسی انسان کے ذہن میں اس کا خیال نہیں آ سکتا۔ (نبی اکرم ﷺ یا شاید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں)

اگر تم چاہو تو یہ آیت تلاوت کر سکتے ہو:

"کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز پوشیدہ رکھی گئی ہے؟ یہ اس چیز کا بدلہ ہے جو وہ عمل کرتے تھے۔"

(نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:)

جنت میں درخت اتنا بڑا ہوتا ہے کہ کوئی سوار اس کے سائے میں ایک سو سال تک چلتا رہے تو اسے پار نہیں کر سکتا۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت تلاوت کر سکتے ہو:

"اور پھیلے ہوئے سائے ہیں۔"

(نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:)

جنت میں تھوڑی سی جگہ دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت تلاوت کر سکتے ہو:

"جس شخص کو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا گیا' وہ کامیاب ہو گیا اور دنیاوی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سورہ واقعہ مکی ہے جو تین (۳) رکوع، ننانوے (۹۹) آیات، تین سو اٹھہتر (۳۷۸) کلمات اور ایک ہزار نو سو تین (۱۹۰۳) حروف پر مشتمل ہے۔

جنتیوں کو جنت کی لازوال اور بے مثال نعمتیں میسر آنا:

اللہ تعالیٰ کے احسانات، مہربانیوں اور نعمتوں کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ اہل جنت کے لیے اس کی چند نعمتوں کا تذکرہ حدیث باب (حدیث قدسی) میں کیا گیا ہے۔ جنتیوں کے لیے جنت میں ایسی بے مثال نعمتیں تیار و میسر ہوں گی جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی ہوں گی، نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہوگا۔ یہ سب کچھ ان اعمال کا نتیجہ ہوگا جو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے انجام دیتے تھے۔

یہ مضمون درج ذیل آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

"پس کوئی شخص نہیں جانتا اس نعمت کے بارے میں جو ان کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھی گئی ہے، یہ نتیجہ ہوگا ان اعمال کا جو وہ (دنیا) میں کرتے رہے تھے۔"

3215 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا وَاِنْ شِئْتُمْ فَاقْرَءُوْا (وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3215۔ اخرجه البخاري (۳۶۸/۶): كتاب بدء الخلق: باب: ما جاء من صفة الجنة و انها مخلوقة. حديث (۳۲۵۱)، و احمد (۱۳۵/۳، ۱۶۴، ۱۱۰، ۱۸۵، ۲۰۷)، و عبد بن حميد ص (۳۵۶)، حديث (۱۱۸۳).

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

بے شک جنت میں درخت اتنا بڑا ہوتا ہے کہ کوئی سوار شخص ایک سو سال تک چلتا رہے تو اسے پار نہیں کر سکے گا۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت تلاوت کر سکتے ہو:

"اور پھیلے ہوئے سائے ہیں اور بہتے ہوئے پانی ہیں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

جنت میں طویل سایہ والا درخت:

ارشادِ ربانی ہے:

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ (الواقعہ: ۳۰) "اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں۔"

اہل جنت کو جنت میں بے شمار نعمتیں میسر ہوں گی، ان میں سے ایک نعمت یہ بھی ہوگی کہ جنت میں ایک طویل و عریض درخت ہوگا' جس کا حسین سایہ بھی طویل ہوگا اور اس کی طوالت کا یہ عالم ہوگا کہ تیز رفتار اونٹ سوار اس سایہ کو سو سال میں بھی طے نہیں کر پائے گا۔

3216 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِی الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: فِیْ قَوْلِهٖ (وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ) قَالَ ارْتِفَاعُهَا كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَمَسِيْرَةُ مَا بَيْنَهُمَا خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ

مذاہبِ فقہاء: وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَارْتِفَاعُهَا كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ قَالَ ارْتِفَاعُ الْفُرُشِ الْمَرْفُوْعَةِ فِی الدَّرَجَاتِ وَالدَّرَجَاتُ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں (جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے)

"اور اونچے بچھونے (یعنی بیٹھنے کی جگہ یا تخت)"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وہ اتنے بلند ہوں گے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ ہے' اور ان دونوں کے درمیان

فاصلہ 100 برس کی مسافت کے برابر ہے۔

یہ "حدیث غریب" ہے ہم اسے صرف رشدین کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچھونے اتنی بلندی پر ہوں گے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

ان بلند بچھونوں سے مراد درجات کی بلندی ہے اور درجات کا یہ عالم ہے کہ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

شرح

جنت میں اونچے بستر میسر ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ۝ (الواقعہ: ۳۴)

"اور بلند و بالا بستروں میں۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حدیث باب سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب یمین کو جنت میں جو بستر میسر ہوگا وہ طوالت کے لحاظ سے اتنا ہوگا جتنا فاصلہ (مسافت) زمین و آسمان کا ہے یعنی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر۔ سوال یہ ہے اتنا طویل بستر نہ قابل استعمال ہوسکتا ہے، نہ خوبصورت اور نہ مفید؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بستر اتنا طویل نہیں ہوگا بلکہ قدر و منزلت اور فضیلت کے اعتبار سے اصحاب یمین اور ان کے نیچے والے درجہ میں پانچ سو سال کی مسافت فاصلہ ہوگا یا ان درجات کی اونچائی (طوالت) اتنی ہوگی، جن میں بستر رکھے گئے ہوں گے۔

3217 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: (وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ) قَالَ شُكْرُكُمْ تَقُوْلُوْنَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا وَبِنَجْمِ كَذَا وَكَذَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ لَا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِسْرَآئِيْلَ

اختلافِ سند: وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

3217- اخرجه احمد (۷۹/۱، ۱۰۸)، و عبد الله بن احمد (۱۳۱/۱).

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اور تم نے اپنا حصہ یہ مقرر کیا ہے کہ تم جھٹلاتے ہو۔''

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے)

یعنی تمہارا شکر کرنا یہ ہے: تم آگے سے یہ کہتے ہو: ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے اور فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔ ہم اس حدیث کے ''مرفوع'' ہونے کو صرف اسرائیل کی روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

سفیان ثوری نے عبدالاعلیٰ کے حوالے سے ابوعبدالرحمٰن سلمی کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے تاہم انہوں نے اسے ''مرفوع'' کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

شرح

انسان کا شکر گزار بننے کے بجائے تکذیب کے در پے ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ○ (الواقعہ: ۸۲)

اور تم نے محض تکذیب کو اپنا رزق بنالیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انسان پر اتنے احسانات، انعامات اور مہربانیاں ہیں کہ تاحیات اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا رہے تو ایک نعمت کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔ انسان اپنی کمزوریوں اور غفلتوں کی وجہ نافرمان واقع ہوا ہے، اسے اس بات کا علم بھی ہے کہ شکر بجالانے سے رزق میں اضافہ ہوگا اور اس سلسلہ میں کوئی وقت بھی نہیں برداشت کرنا پڑے گی لیکن وہ اپنی ضد کی وجہ سے ''تکذیب'' کے راستے کو ترک نہیں کرتا۔ اس آیت میں قرآن کریم نے بھی انسان کی اس کمزوری کی خوب گرفت کر کے اسے باری تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالانے کی ترغیب دی ہے۔

3218 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيُّ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبَانَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فِي قَوْلِهِ (اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً) قَالَ اِنَّ مِنَ الْمُنْشَآتِ اللَّائِي كُنَّ فِي الدُّنْيَا عَجَائِزَ عُمْشًا رُمْصًا

3218۔ تفردبه الترمذي انظر التحفة (۱ ۳۳۱ ٤): حديث (۲٦۷٦) من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه الطبري في التفسير (۱۱/ ٦٤٠، ٦٤١)، برقم (۳۳۳۹٤، ۳۳۳۹٥، ۳۳۳۹٦) عن انس بن مالك.

علم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسٰی بْنِ عُبَيْدَةَ

توضیح راوی: وَمُوْسٰی بْنُ عُبَيْدَةَ وَيَزِيْدُ بْنُ اَبَانَ الرَّقَاشِیُّ يُضَعَّفَانِ فِی الْحَدِيْثِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''ہم نے ان کی بہترین نشوونما کی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ان کی نشوونما بہترین اس حوالے سے ہے کہ وہ دنیا میں بوڑھی تھیں، ان کی آنکھیں کمزور تھیں، ان کی آنکھوں سے پانی بہتا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ''حدیث غریب'' ہے۔ ہم اس کے ''مرفوع'' ہونے کو صرف موسیٰ بن عبیدہ کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

موسیٰ بن عبیدہ اور یزید بن ابان رقاشی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

شرح

جنتی لوگوں کی بیویوں کی صفات:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ (الواقعہ: ۳۵)

''بیشک ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا۔''

جنت میں جنتی نوجوانوں کی طرح ان کی بیویوں کو بھی خصوصیات، حسن و جمال اور رعنائی سے بہرہ ور کیا جائے گا۔ کسی بھی شخص کی بیوی میں عیب، علالت، کمزوری اور بڑھاپا وغیرہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور احسان و انعام سے ہر عورت توانا، حسن و جمال کا پیکر، ظاہری و باطنی خوبیوں کی جامع، نوجوان و دوشیزہ صفات سے متصف ہوگی۔

ان کے بارے میں ایک مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

''محبت کرنے والیاں اور ہم عمر، جو اصحاب یمین کے لیے ہوں گی۔'' (الواقعہ: ۳۸،۳۷)

الغرض! جنت میں عورتوں کے لیے خصوصیات اور خوبیاں ہی ہوں گی جبکہ حسن و رعنائی کے منافی نام کی بھی کوئی چیز نہیں ہو گی۔

3219 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَّالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ

3219- تفردبه الترمذی انظر التحفة (۵/۱۰۷)، حدیث (۶۱۷۵) من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه الحاکم فی المستدرک (۴۷۶/۲)، وقال: صحیح علی شرط البخاری و لم یخرجاه، و وافقه الذهبی۔

وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اختلاف سند: وَرَوٰى عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ نَحْوَ هٰذَا وَرُوِىَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِىْ مَيْسَرَةَ شَىْءٌ مِّنْ هٰذَا مُرْسَلًا وَرَوٰى اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ شَيْبَانَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَاشِمُ بْنُ الْوَلِيْدِ الْهَرَوِىُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے بالوں میں سفیدی آ گئی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سورہ ہود، سورہ واقعہ، سورہ مرسلات، سورہ نبا، اور سورہ تکویر نے میرے بالوں کو سفید کر دیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے حوالے سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ علی بن صالح نے اس روایت کو ابواسحاق کے حوالے سے ابومیسرہ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

ابواسحاق کے حوالے سے ابومیسرہ کے حوالے سے اس روایت کا کچھ حصہ ''مرسل'' کے طور پر منقول ہے۔

ابوبکر بن عیاش نے ابواسحاق کے حوالے سے عکرمہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے شیبان کی ابواسحاق سے نقل کردہ روایت کی مانند نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

یہ روایت ہاشم بن ولید ہروی نے ابوبکر بن عیاش کے حوالے سے نقل کی ہے۔

شرح

تلاوت قرآن کی تاثیر:

قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے، جو تمام آسمانی کتب وصحائف کی جامع ہے، ہر قسم کی تبدیلی سے پاک ہے، اس کے بے مثل ولاجواب ہونے کا چیلنج آج بھی برقرار ہے، روئے زمین پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، دنیا کی ہر زبان میں اس کا ترجمہ وتفسیر کی گئی ہے، معصوم بچوں سے لے کر سو سال کے بوڑھوں تک اسے زبانی یاد کر سکتے ہیں، پوری نوع انسانیت کی رہبر وپیشوا ہے، نزول کو صدیاں بیت جانے کے باوجود اس کے مضامین اور احکام ومسائل تروتازہ ہیں۔ قرآن کی دیگر خوبیوں کے علاوہ اس کی تاثیر آج بھی روز اوّل کی طرح موجود ہے، اس تاثیر کا تذکرہ حدیث باب میں کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی ریش مبارکہ میں چند سفید بال ملاحظہ کیے اور چہرہ انور پر کمزوری کے آثار نمایاں تھے۔ صورتحال ملاحظہ کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے اور نہایت ادب

نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی ریش مبارک میں سفیدی آگئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

''سورہ ھود، سورہ واقعہ، سورہ مرسلات، سورہ نباء اور سورہ تکویر نے میرے بالوں کو سفید کردیا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں چند مخصوص سورتوں کے نام لیے ہیں، جس کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں:

ان سورتوں میں اقوام کی ہلاکت، ان پر آسمانی بلیات کے نزول، گناہوں پر گرفت، عذاب جہنم کی شدت اور بداعمالیوں کے نتیجہ میں قیامت کے دن مؤاخذہ کا تذکرہ موجود ہے۔ اس طرح ان سورتوں کا ہر مضمون پرتاثیر ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَدِيْدِ

باب 57: سورۂ حدید سے متعلق روایات

3220 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ

متنِ حدیث: حَدَّثَ الْحَسَنُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَّاَصْحَابُهٗ اِذْ اَتٰى عَلَيْهِمْ سَحَابٌ فَقَالَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا فَقَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا الْعَنَانُ هٰذِهٖ رَوَايَا الْاَرْضِ يَسُوْقُهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِلٰى قَوْمٍ لَّا يَشْكُرُوْنَهٗ وَلَا يَدْعُوْنَهٗ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا الرَّقِيْعُ سَقْفٌ مَّحْفُوْظٌ وَّمَوْجٌ مَّكْفُوْفٌ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ كَمْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ سَمَائَيْنِ مَا بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ مَا بَيْنَ كُلِّ سَمَائَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ الْعَرْشَ وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَآءِ بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَآئَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الَّذِیْ تَحْتَكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا الْاَرْضُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الَّذِیْ تَحْتَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ تَحْتَهَا اَرْضًا اُخْرٰى بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ اَرَضِيْنَ بَيْنَ كُلِّ اَرْضَيْنِ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ رَجُلًا بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ (هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: قَالَ وَيُرْوٰى عَنْ اَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ وَّعَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ قَالُوْا لَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

مذاہبِ فقہاء: وَفَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالُوْا اِنَّمَا هَبَطَ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَسُلْطَانِهٖ

3220ـ تفردبه الترمذي انظر التحفة (٣١٨/٩)، حديث (١٢٢٥٣) من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه الطبري في تفسيره (٦٧٠/١١)، برقم (٣٣٥٩٣) عن سعيد عن قتادة.

وَعِلْمُ اللّٰهِ وَقُدْرَتُهُ وَسُلْطَانُهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَهُوَ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا وَصَفَ فِي كِتَابِهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے پاس اصحاب تشریف فرما تھے، اسی دوران بادل آ گئے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ یہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ بادل ہے' جو زمین کو سیراب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ان لوگوں کی طرف بھیجتا ہے' جو اس کا شکر ادا نہیں کرتے ہیں اور اس کی عبادت نہیں کرتے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ جانتے ہو کہ تمہارے اوپر کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بلند چھت ہے' جس کے ذریعے حفاظت کی گئی ہے' اور یہ موج کی طرح ہے' جس کا کوئی ستون نہیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم لوگ یہ جانتے ہو کہ تمہارے اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ لوگوں نے عرض کی، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے اور اس کے درمیان 500 برس کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم لوگ جانتے ہو اس پر کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس پر دو آسمان ہیں' جن دونوں کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) پھر نبی اکرم ﷺ نے اسی طرح سات آسمان گنوائے اور یہ بات بیان کی کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے' جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم لوگ یہ جانتے ہو کہ اس سے اوپر کیا ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ (اس کے بعد) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس پر عرش ہے' اور ساتویں (آسمان سے اتنا اوپر ہے) جتنا ساتواں آسمان زمین سے (دور ہے)۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ یہ جانتے ہو کہ تمہارے نیچے کیا ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ زمین ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم لوگ یہ جانتے ہو اس سے نیچے کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کے نیچے ایک اور زمین ہے' اور ان دونوں کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہے' یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے سات زمینیں گنوائیں جن میں سے' ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر تم نیچے کی طرف کوئی رسی پھینکو تو وہ اللہ تعالیٰ پر ہی گرے گی۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے' اور وہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔''

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہ روایت ایوب' یونس بن عبید اور علی بن زید کے حوالے سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے یہ بات بیان کی ہے، حسن بصری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

بعض اہل علم نے اس حدیث کی وضاحت بیان کی ہے: وہ رسی اللہ تعالیٰ کی قدرت' بادشاہت میں گرے گی۔ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی قدرت اور اس کی بادشاہت ہر جگہ موجود ہے' اور وہ خود عرش پر موجود ہے جیسا کہ اس نے خود اپنی کتاب میں یہ بات بیان کی ہے۔

شرح

سورہ حدید مکی ہے جو چار (۴) رکوع، انتیس (۲۹) آیات، پانچ سو چوالیس (۵۴۴) کلمات اور دو ہزار چار سو تہتر (۲۴۷۳) حروف پر مشتمل ہے۔

زمین وآسمان کے چند احوال:

ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (الحدید:۳)

''وہی اول وآخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں اچھوتے انداز میں بیان کی گئی ہے۔ مضمون کے حوالے سے چند اہم امور کی سطور ذیل میں وضاحت کی جاتی ہے:

۱- سورہ حدید کے مکی یا مدنی ہونے کی وضاحت:

سورہ حدید مکی ہے یا مدنی؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک سورہ حدید مدنی ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ ابن عطیہ کے قول کے مطابق اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ سورت مدنی ہے مگر اس کی ابتدائی آیات مکی آیات کے مشابہ ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: رب کائنات کا اسم اعظم سورہ الحدید کی ابتدائی چھ آیات میں ہے اور ان کو پڑھ کر دعا کی جاتی ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک سورۃ الحدید مکی ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی ابتدائی آیات پڑھ کر متاثر ہوئے اور مسلمان ہوئے۔ اس واقعہ کی تفصیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے قبول اسلام کا واقعہ میں یوں بیان کی: میں قبول اسلام سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف و دشمن تھا، ایک دن دوپہر کے وقت سخت گرمی کے موسم میں میں تنہا جا رہا تھا کہ کسی نے مجھ سے دریافت کیا: اے عمر! اتنی سخت گرمی میں آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا: بانی اسلام کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا: آپ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں، آپ کے گھر میں عجیب حادثہ پیش آ چکا ہے، دریافت کیا: کیا حادثہ پیش آیا ہے؟ جواب ملا: تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ میں آگے جانے کی بجائے اپنی ہمشیرہ کے گھر

گیا، دروازے کے ساتھ کان لگا کر اندر کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ اندر کوئی کلام پڑھا جا رہا ہے۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ہمشیرہ اور بہنوئی کو جونہی میرے آنے کا علم ہوا انہوں نے کلام کو تیزی کے ساتھ چھپا دیا اور دروازہ کھول دیا۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے بچنے کے لیے اصل صورتحال بتانے سے گریز کیا۔ میں نے بہنوئی کی خوب پٹائی کی، پھر بہن کو بھی معاف نہ کیا اور وہ دونوں خوب زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے۔ میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ تم نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر کے نیا دین کیوں اختیار کیا؟ اگر آپ لوگ یہ دین ترک کر کے اپنے پہلے دین پر آ جائیں تو تمہاری بچت ہو سکتی ہے ورنہ نہیں؟ انہوں نے دوٹوک جواب دیتے ہوئے کہا: خواہ ہمیں قتل بھی کر دیا جائے ہم اس دین کو ہرگز ہرگز ترک نہیں کر سکتے۔ ان کے جواب اور بے تحاشا سزا نے مجھے بہت متاثر کیا۔ آخر میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں بھی تو وہ کلام دیکھوں اور پڑھوں جس کے پڑھنے والے اپنا دین تبدیل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ میں نے ہمشیرہ اور بہنوئی سے کہا: آپ لوگ مجھے بھی وہ کلام دکھائیں جو آپ پڑھ رہے تھے، انہوں نے کہا: اے عمر! آپ پلید ہیں اور پلید لوگ اس کلام کو چھو کر نہیں پڑھ سکتے۔ اگر آپ اس کلام کی تلاوت کرنا چاہتے ہیں تو پہلے غسل کریں! میں نے غسل کیا اور ان کے پاس آیا تو انہوں نے سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات مجھے تھما دیں، میں نے ان کا مطالعہ کیا تو ایک انقلاب محسوس کیا اور اس کلام کی تاثیر کا نتیجہ ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت (دارارقم) میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

میرے اسلام قبول کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دارارقم میں موجود صحابہ کرام نے خوب اظہار مسرت کیا تھا۔ ایک مسلمان نے مجھے خوشخبری سناتے ہوئے کہا: اے عمر! آپ کو خوشخبری ہو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی: اے اللہ! دونوں عمروں میں سے ایک عمر کے اسلام قبول کرنے کے سبب اسلام کو غلبہ عطا فرما۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعثت نبوی کے چھٹے سال اسلام قبول کیا تھا اور سورۃ الحدید کی پہلی دس آیات کی تلاوت آپ کے قبول اسلام کا سبب بنیں۔ اس سے ثابت ہوا ہے کہ سورۃ الحدید مکی ہے۔

جمہور مفسرین کی طرف سے اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ سورۃ الحدید کی پہلی دس آیات کے علاوہ پوری سورت مدنی ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ کا تمام اہل زمین پر کرم ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صحابہ سے دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: یہ زمین کو پانی فراہم کرنے والے اونٹ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہانک کر لا رہا ہے اور ایسے لوگوں پر بارش نازل کرے گا جو اس کے شکر گزار نہیں اور نہ اس کے طالب ہوتے ہیں۔

۳- آسمان کی وضاحت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا: جو چیز تمہارے سروں کے اوپر ہے، کیا تم اسے جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ ایک مضبوط چھت ہے جس

کا مادہ سیال (مائع) چیز ہے جس طرح دریا کی موجیں روک دی گئی ہوں۔ آسمان کی حقیقت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:
ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ (حٰمٓ السجدہ: ۱۱) ''پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان بالکل دھواں کی شکل میں تھا۔''

۴- زمین و آسمان کے مابین فاصلہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا: کیا تمہیں علم ہے کہ زمین و آسمان کے مابین کتنا فاصلہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: زمین و آسمان کے مابین پانچ سو سال کی مسافت (فاصلہ) ہے۔

۵- آسمان کے اوپر کیا چیز ہے؟:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا: تمہیں علم ہے کہ آسمان کے اوپر کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: آسمان کے اوپر آسمان ہے اور اس کے اوپر مزید آسمان ہیں، اس طرح آپ نے سات آسمان شمار کروائے۔ یہ بھی فرمایا: ہر دو آسمانوں کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

۶- زمین کے نیچے کیا چیز ہے؟:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا: کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ زمین کے نیچے کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: اس زمین کے نیچے بھی زمین ہے۔

۷- زمین کے بعد کیا چیز ہے؟:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا: تمہیں اس بات کا علم ہے کہ نیچے والی زمین کے نیچے کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس زمین کے نیچے بھی زمین ہے حتیٰ کہ آپ نے سات زمینیں گنوائیں۔ پھر فرمایا: ہر دو زمینوں کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

۸- رسی کا اللہ پر لٹکنا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کی وضاحت کے ضمن میں فرمایا: قسم بخدا! اگر تم زمین سے نیچے کی طرف رسی لٹکاؤ تو وہ رسی ذات باری تعالیٰ پر لٹکے گی۔ اس کا تذکرہ سورۃ الحدید کی آیت تین (۳) میں ہے: ''وہی اول و آخر ہے، وہی ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔''

ذات باری تعالیٰ کے اوّل و آخر اور ظاہر و باطن ہونے کے معانی و مفاہیم:

حکماء کے نزدیک تقدم کی چھ اقسام ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱- تقدم بالتاثیر:
اس میں مقدم، مؤخر میں ما ٔثر ہوتا ہے مگر مقدم، مؤخر کے لیے علت تامہ نہیں ہوتا مثلاً قلم کی حرکت کے لیے ہاتھ کی حرکت مقدم ہے۔

۲- تقدم طبعی:
اس میں مقدم، مؤخر میں ما ٔثر نہیں ہوتا' مثلاً عدد ایک کا عدد دوم پر تقدم۔

۳- تقدم بالشرف:
کسی ذات کا دوسری ذات پر مقدم ہونا، عزت وفضیلت کا سبب ہو مثلاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدم تمام انبیاء علیہم السلام، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تقدم دیگر (تمام) صحابہ پر اور حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ کا تقدم تمام اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ پر۔

۴- تقدم بالترتیب:
وہ تقدم ہے جس میں ترتیب کو پیش نظر رکھا جائے مثلاً امام کا تقدم پہلی صف پر، پہلی صف کا تقدم دوسری صف پر اور دوسری صف کی تقدیم تیسری صف پر۔

۵- تقدم بالزمان:
وہ ہے جس کا متقدم پہلے زمانہ میں ہو اور متأخر دوسرے زمانہ میں ہو مثلاً طوفان نوح کا زمانہ ہمارے زمانہ سے مقدم ہے۔

۶- تقدیم بعض علی البعض:
وہ ہے جس میں زمانہ کے بعض اجزاء بعض اجزاء پر مقدم ہوں مثلاً پہلی صدی کا دوسری صدی پر مقدم ہونا، دوسری صدی کا تیسری صدی پر مقدم ہونا اور تیسری صدی کا چوتھی صدی پر مقدم ہونا۔

☆ پوری کائنات (دنیا) ذات باری تعالیٰ کی محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا محتاج الیہ ہے، اللہ تعالیٰ سب سے اوّل ہے اور تمام مخلوق اس کے بعد ہے۔

☆ قرب قیامت میں تمام اشیاء ختم ہو جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا: آج کس کی حکومت ہے؟ پھر خود ہی جواب دے گا: آج میری حکومت ہے۔ یہ ذات باری تعالیٰ کا آخر ہونا ہے۔

☆ دلائل وشواہد خواہ عقلی ہوں یا نقلی، کے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ واضح ہے۔ اس طرح یہ اس کا ظاہر ہونا ہے۔

☆ ذات باری تعالیٰ انسانی حواس خمسہ سے خفیہ ہے، یہ اس کا باطن ہونا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو اول ہے، کیونکہ تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اور تو آخر ہے، کیونکہ تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔ اے اللہ! تو ظاہر ہے، کیونکہ تیرے اوپر کوئی بھی چیز نہیں ہے اور تو

باطن ہے، کیونکہ تیرے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔ اے اللہ! تو ہمارا قرض ادا کردے اور تو ہم کو فقر سے بے نیاز کردے۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۸۷۳)

حضرت امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اول وآخر اور ظاہر وباطن کے معانی میں تین اقوال ہیں:

(۱) احسن قول کے مطابق ''الاول'' سے مراد ہے: وہ ذات جس کی ابتداء نہ ہو۔ لفظ ''الآخر'' سے مراد ہے: وہ ذات جس کی انتہاء نہ ہو۔ ''الظاہر'' سے مراد ہے: وہ ذات جو بلا حجاب ہو۔ الباطن سے مراد ہے: وہ ذات جو بلا اقتراب ہو۔

(۲) ''الاول'' کا معنیٰ ہے: ابتداء، آغاز۔ الآخر کا معنیٰ ہے: انباء یعنی خبر دینا، مطلع کرنا۔ الظاہر کا معنیٰ ہے: کسی ذات کا دلائل سے نمایاں ہونا۔ الباطن کا معنیٰ ہے: کسی ذات کا ادراکات سے پوشیدہ ہونا۔

(۳) ''الاول'' کا معنیٰ ہے: قدیم ہونا۔ الآخر سے مراد ہے: وہ موجود ہے۔ ''الظاہر'' سے مراد ہے: کسی ذات کا غالب ہونا۔ الباطن کا معنیٰ ہے: کسی ذات کا مخلوق پر رفیق ولطیف ہونا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُجَادَلَةِ

باب 58: سورۃ المجادلہ سے متعلق روایات

3221 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ رَجُلًا قَدْ اُوْتِيتُ مِنْ جِمَاعِ النِّسَاءِ مَا لَمْ يُؤْتَ غَيْرِيْ فَلَمَّا دَخَلَ رَمَضَانُ تَظَاهَرْتُ مِنِ امْرَاَتِيْ حَتّٰى يَنْسَلِخَ رَمَضَانُ فَرَقًا مِّنْ اَنْ اُصِيْبَ مِنْهَا فِيْ لَيْلَتِيْ فَاَتَتَابَعَ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى اَنْ يُّدْرِكَنِي النَّهَارُ وَاَنَا لَا اَقْدِرُ اَنْ اَنْزِعَ فَبَيْنَمَا هِيَ تَخْدُمُنِيْ ذَاتَ لَيْلَةٍ اِذْ تَكَشَّفَ لِيْ مِنْهَا شَيْءٌ فَوَثَبْتُ عَلَيْهَا فَلَمَّا اَصْبَحْتُ غَدَوْتُ عَلٰى قَوْمِيْ فَاَخْبَرْتُهُمْ خَبَرِيْ فَقُلْتُ انْطَلِقُوْا مَعِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُخْبِرَهُ بِاَمْرِيْ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَفْعَلُ نَتَخَوَّفُ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْنَا قُرْاٰنٌ اَوْ يَقُوْلَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَةً يَبْقٰى عَلَيْنَا عَارُهَا وَلٰكِنِ اذْهَبْ اَنْتَ فَاصْنَعْ مَا بَدَا لَكَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ خَبَرِيْ فَقَالَ اَنْتَ بِذَاكَ قُلْتُ اَنَا بِذَاكَ قَالَ اَنْتَ بِذَاكَ قُلْتُ اَنَا بِذَاكَ قَالَ اَنْتَ بِذَاكَ قُلْتُ اَنَا بِذَاكَ وَهَا اَنَا ذَا فَاَمْضِ فِيَّ حُكْمَ اللّٰهِ فَاِنِّيْ صَابِرٌ لِذٰلِكَ قَالَ اَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ فَضَرَبْتُ صَفْحَةَ عُنُقِيْ بِيَدِيْ فَقُلْتُ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَمْلِكُ غَيْرَهَا قَالَ صُمْ شَهْرَيْنِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ اَصَابَنِيْ مَا اَصَابَنِيْ اِلَّا فِي الصِّيَامِ قَالَ فَاَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قُلْتُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ بِتْنَا لَيْلَتَنَا هٰذِهٖ وَحْشٰى مَا لَنَا عَشَاءٌ قَالَ اذْهَبْ اِلٰى صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِيْ زُرَيْقٍ فَقُلْ لَهٗ فَلْيَدْفَعْهَا اِلَيْكَ فَاَطْعِمْ عَنْكَ مِنْهَا وَسْقًا سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ثُمَّ اسْتَعِنْ بِسَائِرِهٖ عَلَيْكَ وَعَلٰى

عِيَالِكَ قَالَ فَرَجَعْتُ اِلَى قَوْمِى فَقُلْتُ وَجَدْتُ عِنْدَكُمُ الضِّيقَ وَسُوءَ الرَّاْىِ وَوَجَدْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّعَةَ وَالْبَرَكَةَ اَمَرَ لِىْ بِصَدَقَتِكُمْ فَادْفَعُوْهَا اِلَىَّ فَدَفَعُوْهَا اِلَىَّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ لَمْ يَسْمَعْ عِنْدِىْ مِنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ قَالَ وَيُقَالُ سَلَمَةُ بْنُ صَخْرٍ وَيُقَالُ سَلْمَانُ بْنُ صَخْرٍ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ ثَعْلَبَةَ وَهِىَ امْرَاَةُ اَوْسِ بْنِ الصَّامِتِ

◆◆ حضرت سلمہ بن صخر انصاری بیان کرتے ہیں، میں ایک ایسا شخص تھا جسے عورتوں کے ساتھ صحبت کرنے کی ایسی طاقت عطا کی گئی تھی جو کسی دوسرے شخص کو نہیں دی گئی تھی۔ جب رمضان کا مہینہ آیا تو میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کر لیا تا کہ رمضان (کسی غلطی کے بغیر) گزر جائے، ایسا نہ ہو کہ میں رات کے وقت صحبت کروں اور صبح صادق کا وقت ہو جائے اور میں اسے ختم نہ کر سکوں لیکن ہوا یہ کہ ایک رات وہ میری خدمت کر رہی تھی، اس کے جسم کے کسی حصے سے کپڑا اٹھا تو میں نے اس کے ساتھ صحبت شروع کر دی۔ میں یہ عمل کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح صادق کا وقت ہو گیا۔ صبح میں اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا: تم میرے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے پاس چلو تا کہ میں آپ کو اس عمل کے بارے میں بتاؤں تو ان لوگوں نے کہا: نہیں۔

اللہ کی قسم! ہمیں تو اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہمارے بارے میں قرآن کا کوئی حصہ نازل نہ ہو جائے۔ یا نبی اکرم ﷺ ہمارے لیے کوئی ایسی بات نہ فرما دیں جو ہمارے لیے بعد میں ندامت یا رسوائی کا باعث ہو۔ تم خود نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جو مناسب سمجھو عرض کر دو۔ راوی بیان کرتے ہیں، میں وہاں سے نکل کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا واقعہ بیان کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے ایسا ہی کیا ہے؟ تو میں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ اسی طرح دریافت کیا: تو میں نے عرض کی: جی ہاں۔ اب میں حاضر ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ کا حکم مجھ پر جاری کریں، میں اسے برداشت کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ایک غلام آزاد کرو۔ میں نے اپنی گردن پر ہاتھ مارتے ہوئے عرض کی، اس اللہ کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے، میں اپنی گردن کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم مسلسل دو ماہ روزے رکھو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ پہلی خرابی ہی روزوں کی وجہ سے آئی ہے کہ میں روزے میں اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکا)۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، ہم گزشتہ رات خود بھوکے رہے ہیں کیونکہ ہمارے پاس رات کا کھانا نہیں تھا تو نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا: جو شخص بنو زریق سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہے اس کے پاس جاؤ اور اسے کہو! تم کو زکوٰۃ دیدے۔ تم اسے ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ، جو باقی بچے وہ اپنے اوپر خرچ کر لو۔

راوی بیان کرتے ہیں، میں اپنی قوم کے افراد کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا: میں نے تمہارے پاس تنگی پائی اور غلط

تجویز پائی۔ مجھے نبی اکرم ﷺ کے پاس کشادگی اور برکت نصیب ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تم لوگ اپنی زکوٰۃ مجھے دیدو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

امام بخاری یہ کہتے ہیں، سلیمان بن یسار نے سلمہ بن صخر نامی راوی سے خود کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

ایک قول کے مطابق: سلمہ بن صخر نامی راوی کا نام سلمان بن صخر بھی ہے۔

اس بارے میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ سے بھی روایت منقول ہے۔ یہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔

شرح

سورہ مجادلہ مدنی ہے جو تین (۳) رکوع، بائیس (۲۲) آیات، چار سو تہتر (۴۷۳) کلمات اور ایک ہزار نو سو بانوے (۱۹۹۲) حروف پر مشتمل ہے۔

آیات ظہار کا شان نزول:

ارشاد ربانی ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (المجادلہ: ۱-۴)

"بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو آپ اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور وہ اللہ سے شکایت کر رہی تھی۔ اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ تم لوگوں میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، وہ درحقیقت ان کی مائیں نہیں ہیں (بلکہ) ان کی مائیں تو وہ ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا۔ اور بیشک وہ ضرور بری اور جھوٹی باتیں کرتے ہیں۔ اور بیشک اللہ بہت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہ رجوع کرنا چاہیں جس کے بارے میں وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں تو عمل زوجیت سے قبل ان پر ایک غلام آزاد کرنا ہے، یہ وہ چیز ہے جس کی تمہیں وصیت کی جاتی ہے، اور اللہ جانتا ہے جو کام تم کرتے ہو۔ جو شخص عمل زوجیت سے قبل یہ نہ پائے تو وہ عمل زوجیت سے پہلے دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھے۔ جو شخص اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے، یہ حکم اس لیے ہے کہ تم اللہ اور

اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یہ اللہ کی بیان کردہ حدود ہیں۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

ان آیات اور حدیث باب میں ظہار کی تعریف، اس کا حکم اور اس کا کفارہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مضمون کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

۱- ظہار کی تعریف:

شوہر کا اپنی بیوی کو اپنی ماں یا کسی اور محرم کی پشت یا اس کے کسی دوسرے عضو کے ساتھ تشبیہ دینے کو ظہار کہا جاتا ہے۔ یہ درحقیقت زمانہ جاہلیت کی طلاق ہے جس کی اصل برقرار رکھتے ہوئے اس کے حکم کو کفارہ کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے۔

۲- ظہار کا شرعی حکم:

جب شوہر اپنی زوجہ سے ظہار کرتا ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن جب تک اس کا کفارہ ادا نہ کر دے وہ اس پر حرام قرار پاتی ہے۔ شوہر کا اس سے بوس و کنار، چھونا اور عمل زوجیت جائز نہیں ہوگا۔

۳- ظہار کا کفارہ:

ظہار کرنے سے بیوی پر طلاق تو واقع نہیں ہوتی لیکن جب تک کفارہ ادا نہ کیا جائے وہ شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔ ظہار کا کفارہ ہے: ایک غلام آزاد کرنا یا دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

طلاق کی نیت سے بیوی کو ماں بہن کہنے سے طلاق واقع نہ ہونا:

جب شوہر طلاق کی نیت سے اپنی بیوی کو ماں بہن کہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس سلسلہ میں چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱- جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا: یہ میری بہن ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۵۸)

۲- حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ اس نے اپنی بیوی کو کہا اے میری بہن! آپ نے اسے مکروہ تصور کیا اور آئندہ ایسا کہنے سے منع کیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۲۱۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ یہ ظہار نہیں تھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے حرام قرار دیتے ہوئے اس کا کفارہ ادا کرنے کا حکم ارشاد فرماتے۔ یاد رہے شوہر کا اپنی بیوی کو بہن یا بیٹی قرار دینے کا ایک ہی حکم ہے۔

۳- علامہ قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اگر شوہر نے اپنی زوجہ سے کہا: اگر تو نے فلاں کام انجام دیا تو میری ماں ہے، اس سے اس کا مقصد یہ کہ ایسا کہنے سے اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی تو اس کا یہ قول باطل ہے، اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی یعنی نہ بیوی حرام ہوگی اور نہ کفارہ واجب ہوگا۔

۴- علامہ محمد بن علی حصکفی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

جب کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا: تو مجھ پر میری والدہ کی مثل ہے یا تو میری ماں کی مثل ہے، اس سے اس کی نیت اس کے معزز ہونے یا طلاق کی، کی تو اس کی نیت درست قرار پائے گی۔ جس چیز کی اس نے نیت کی وہی حکم لاگو ہوگا۔ اگر اس نے بالکل نیت نہ کی یا تشبیہ کا ذکر نہ کیا تو اس کے کلام کو لغو قرار دیا جائے گا۔

حضرت علامہ محمد امین ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

جب شوہر نے اپنی بیوی سے تشبیہ کے بغیر کہا: تو میری ماں ہے' تو اس کا یہ قول باطل قرار پائے گا خواہ اس نے طلاق کی نیت کی بھی ہو۔

۵- اگر شوہر نے تشبیہ کا ذکر کیے بغیر اپنی بیوی سے کہا: تو میری ماں ہے، تب بھی یہ کلام لغو قرار پائے گا۔ ظہار کی تعریف میں تشبیہ کی قید احترازی لگائی گئی ہے۔ اگر شوہر نے بیوی سے تشبیہ کے بغیر کہا: تو میری ماں ہے یا بہن ہے یا بیٹی ہے' تو یہ ظہار نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس پر ظہار کا حکم بھی نہیں لگے گا یعنی حرمت و کفارہ کا وجوب۔

کفارہ ظہار سے متعلق احادیث مبارکہ:

جب شوہر اپنی بیوی سے ظہار کا مرتکب ہوتا ہے' تو کفارہ ادا کرنے تک زوجہ اس پر حرام رہے گی مگر طلاق واقع نہیں ہوگی اور اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

کفارہ ظہار کے مسئلہ سے متعلق چند احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت سلمہ بنت صخر رضی اللہ عنہا نے کفارہ ظہار ادا کرنا تھا، ان کے پاس دولت نہیں تھی کہ وہ غلام خرید کر آزاد کر سکے اور نہ وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے کی طاقت رکھتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: بنو زریق سے صدقہ کا مال لے کر مسکینوں کو کھلا دو۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۰۶۲)

۲- حضرت خولہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ان کے شوہر حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے ان سے ظہار کیا تھا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بطور شکایت عرض کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے تکرار کرتے رہے اور یوں فرماتے رہے: تم خوف خدا کرو، وہ تمہارا عم زاد بھی ہے۔ میں بھی اس مسئلہ کے بارے میں بحث کرتی رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کردی: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا (المجادلہ: ۱) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (شوہر) سے کہو کہ وہ غلام آزاد کرے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: وہ اس کی قوت نہیں رکھتا۔ فرمایا: اسے کہو کہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے، حضرت خولہ نے عرض کیا: بوڑھا ہونے کی وجہ سے وہ روزے رکھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا، فرمایا: اسے کہو کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اس میں صدقہ کرنے کی بھی بالکل طاقت نہیں ہے۔ راویہ کا بیان ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا بھرا ہوا ٹوکرا پیش کیا گیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کی اس ٹوکرے سے مدد کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم نے اچھی بات کی ہے، تم یہ ٹوکرا

لے جاؤ اور مسکینوں کو کھلا دو اور اپنے عم زاد کی طرف واپس لوٹ جاؤ۔ اس ٹوکرے میں دو سو چالیس (۲۴۰) کھجوریں تھیں۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۲۱۳)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ظہار کیا، انہوں نے اس بارے میں بطور شکایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ جب میں بوڑھی ہوگئی اور میری ہڈی بھی کمزور ہوگئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کیا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ایک غلام آزاد کرو، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس اتنی طاقت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر تم دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھو، عرض کیا: جس دن میں کھانا نہ کھاؤں تو میری بصارت کمزور ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو، عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس اتنا طعام نہیں ہے۔ تاہم آپ کی مدد سے یہ ممکن ہو سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ صاع کے ساتھ ان کی معاونت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی پندرہ صاع کی معاونت ہوئی تو انہوں نے اس سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیا۔ (سنن دارمی، ج ۳، ص ۳۱۵)

۱۔ کفارۂ ظہار میں مذاہب آئمہ:

آئمہ احناف کے نزدیک کفارہ ظہار یہ ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ مظاہر کفارہ سے قبل اپنی بیوی سے عمل زوجیت نہیں کر سکتا۔ کفارہ میں ترتیب ضروری ہے، غلام آزاد کرنے یا دو مہینوں کے روزے رکھنے کی صورت تو واضح ہے۔ اس میں آئمہ فقہ کا اتفاق ہے' لیکن کھانا کھلانے کی صورت میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ہمارے آئمہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے مطابق کھانا کھلانے کی صورت میں بھی مظاہر کھانا کھلانے کے بعد عمل زوجیت کر سکتا ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفارہ ادا کرنے کے بعد جماع کیا جائے۔ تاہم صاحب ہدایہ مسکینوں کو جماع سے قبل کھانا کھلانے کی قید تسلیم نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں:

کفارہ ظہار کے قصد سے مظاہر دو مہینے کے روزے رکھ رہا ہو تو درمیان میں عمل زوجیت کر لیا تو نئے سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے۔ کھانا کھلانے کی صورت میں مظاہر کفارہ ظہار ادا کرنا چاہتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا اور ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ان کی قیمت دے گا۔ اگر ایک مسکین کو ساٹھ دن کھانا کھلایا تو یہ درست ہے، اگر ایک مسکین کو ایک دن میں ساٹھ مسکینوں کا طعام فراہم کر دیا یہ درست نہیں ہوگا بلکہ ایک مسکین کا طعام متصور ہوگا اور اگر مظاہر نے کچھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے بعد عمل زوجیت کر لیا تو مسکینوں کو کھانا کھلانے کا اعادہ ضروری نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے یا روزے رکھنے کے لیے جماع سے قبل کی قید لگائی ہے' لیکن مسکینوں کو کھانا کھلانے کے لیے یہ قید نہیں لگائی۔

(علامہ المرغینانی، ہدایہ مع نصب الرایہ، ج ۳، ص ۳۵۹)

۲۔ فقہاء حنبلیہ کا مؤقف:

آئمہ حنابلہ کے نزدیک کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنے اور یا دو ماہ کے روزے رکھنے کی صورت میں عمل جماع سے قبل

تسلسل کی قید پیش نظر رکھی جائے گی لیکن کھانا کھلانے کی صورت میں تسلسل کی قید نہیں ہے۔ اگر مظاہر مسکینوں کو کھانا کھلانے کے دوران اپنی بیوی سے جماع کر لیتا ہے تو نئے سرے سے کھانا کھلانا واجب نہیں ہے۔

۳۔ فقہاء مالکیہ کا مؤقف:

آئمہ مالکیہ دو مہینوں کے روزوں کی صورت میں تسلسل کی قید کو لازم قرار دیتے ہیں یعنی مظاہر کے کچھ روزے باقی تھے تو اس نے رات کے وقت اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر لیا تو اس پر از سر نو دو مہینوں کے روزے رکھنا واجب ہوگا۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی صورت میں کھانا کھلانے کے دوران مظاہر اپنی بیوی سے جماع کر لیتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ نئے سرے سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

انہوں نے حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ جماع سے قبل کفارہ ادا کیا جائے۔ اس میں صراحت ہے کہ کسی صورت میں بھی کفارہ ادا کیا جائے خواہ غلام آزاد کرنے یا روزے رکھنے یا مسکینوں کو کھانا کھلانے کی صورت ہو مگر یہ جماع سے قبل ہو۔

۴۔ فقہاء شافعیہ کا مؤقف:

آئمہ شوافع کا مؤقف ہے کہ کفارہ ظہار میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے قبل عمل زوجیت کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح غلام آزاد کرنے یا دو مہینوں کے روزے رکھنے سے پہلے جماع حرام ہے، کیونکہ تینوں صورتیں کفارہ ظہار کی ہیں اور تینوں کا حکم بھی یکساں ہے۔ انہوں نے اس ضابطہ سے استدلال کیا ہے کہ مطلق جب مقید کی جنس سے ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے مثلاً باب شہادت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق: ۲) "تم اپنے آپ سے دو نیک آدمیوں کو گواہ بناؤ"

3222 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ الْاَشْجَعِيُّ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ الثَّقَفِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلْقَمَةَ الْاَنْمَارِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (يَا اَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً) قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرٰى دِينَارًا قُلْتُ لَا يُطِيقُوْنَهُ قَالَ فَنِصْفُ دِينَارٍ قُلْتُ لَا يُطِيقُوْنَهُ قَالَ فَكَمْ قُلْتُ شَعِيرَةٌ قَالَ اِنَّكَ لَزَهِيدٌ قَالَ فَنَزَلَتْ (ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ) الْاٰيَةَ قَالَ فَبِيْ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قول امام ترمذی: وَمَعْنٰی قَوْلِهٖ شَعِيرَةٌ يَعْنِي وَزْنَ شَعِيرَةٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَبُو الْجَعْدِ اسْمُهٗ رَافِعٌ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

3222 اخرجه ابن حميد ص (۵۹، ۶۰) حديث (۹۰).

"اے ایمان والو! جب تم رسول سے کوئی بات سرگوشی میں کرو (یعنی کوئی مسئلہ دریافت کرو) تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کر دیا کرو۔"

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ایک دینار (صدقہ مقرر کرنے کے بارے میں) تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کی: وہ اس کی طاقت نہیں رکھیں گے تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: پھر نصف دینار؟ میں نے عرض کی: لوگ اس کی بھی طاقت نہیں رکھیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: پھر کتنا ہونا چاہیے؟ میں نے عرض کی: کچھ جو ہونے چاہئیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے تو بہت کم کر دیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر یہ آیت نازل ہوئی:

"تو کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ دو۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے تخفیفی حکم نازل کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ایک "جو" سے مراد ایک "جو" کے وزن جتنا سونا ہے۔ ابو جعد نامی راوی کا نام رافع ہے۔

شرح

سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ و خیرات کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؀ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؀ (المجادلۃ: ۱۲-۱۳)

"اے ایمان والو! جب رسول (کریم) سے سرگوشی کرنے کا ارادہ کرو تو تم اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے اور نہایت پاکیزہ ہے۔ اگر تمہیں کچھ دستیاب نہ ہو، پس بیشک اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔ کیا تم لوگ اپنی سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ کرنے سے گھبرا گئے ہو، پس جب تم نے نہ کیا تو اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی، پس تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو تم کرتے ہو۔"

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ یہاں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم سے سرگوشی (علیحدگی میں راز کی بات) کرنا چاہے تو وہ اس سے قبل اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ وخیرات ... رقم کی مقدار متعین نہیں کی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی میں فرمایا: ''تمہاری رائے کے مطابق صدقہ کی مقدار کتنی ہونی چاہیے، کیا ایک دینار کافی ہو؟'' عرض کیا: یارسول اللہ! یہ صدقہ زیادہ ہے، کیونکہ لوگ اتنی طاقت نہیں رکھتے، فرمایا: کیا نصف دینار کافی ہوگا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا: لوگ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ دریافت فرمایا: پھر کتنی مقدار کا تعین کیا جائے؟ عرض کیا: جو کے ایک دانے کی مقدار سونا (نصف گرام سونا)، فرمایا: تم نے بہت کم مقدار کا تعین کیا ہے۔''

اس صدقہ کا مقصد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ کم سے کم سرگوشی کرنے کی کوشش کریں تاکہ آپ کا قیمتی وقت احکام کے نفاذ، اصلاح قوم اور امت کی تعلیم وتربیت کے لیے صرف ہو۔

فائدہ نافعہ:

اس حکم پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا اور باقی صحابہ کرام کو عمل کا موقعہ میسر نہیں آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امت کے لیے تخفیف کا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی، جس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔

حدیث معراج کے مطابق حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بھی نمازوں میں تخفیف کے حوالے سے امت محمدیہ کے لیے آسانی کا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی تو ان کا مقصد بھی پورا ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پچاس نمازوں میں تخفیف کر کے پانچ نمازیں باقی رکھی گئیں اور ثواب پچاس نمازوں کے برابر عنایت کرنے کا اعلان ہوا۔ **ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔**

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ کرنے میں حکمتیں:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس صدقہ کرنے میں کئی حکمتیں ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- بارگاہِ رسالت کا ادب واحترام، عظمت وفضیلت نبوی اور رضاء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کا درس دینا مقصود ہے۔

خدا کی رضاء چاہتے ہیں دو عالم   خدا چاہتا ہے رضائے محمد

۲- اس صدقہ سے فقراء ومساکین کی معاونت کرنا۔

۳- مسلمانوں کو درس دینا مقصود ہے کہ وہ لایعنی وفضول سوالات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔

۴- جب بعض مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرتے تو دوسرے مسلمان خیال کرتے شاید وہ لوگ آپ کی تنقیص کرتے ہیں، اس طرح انہیں ذہنی پریشانی ہوتی تو اس سلسلہ کو ختم کرنے یا کم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

۵- مسلمانوں کی طرف سے بکثرت سوالات کرنے کا سلسلہ شروع ہوا جس سے آپ کو مشقت برداشت کرنا پڑتی، کیونکہ

تنفیذ احکام، تعلیم وتربیت امت، اصلاح عقائد وعبادات اور اصلاح معاملات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد تھا۔

۶- یہ بات واضح ہو جائے کہ کن لوگوں کو دنیا سے محبت ہے اور کن کو آخرت سے محبت ہے۔

۷- اہل ثروت لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب سرگوشیاں کرتے تھے لیکن فقراء اس سعادت سے محروم رہتے تھے۔ آپ سے سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ لازم کرنے سے متمول لوگوں کی سرگوشیوں میں کمی واقع ہوگئی اور فقراء کو یہ سعادت بر آنے لگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی سے قبل صحابہ کی طرف سے صدقہ نہ کرنے کی وجہ:

اس مقام پر مخالفین کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کیا جاتا ہے کہ انہوں نے صدقہ نہ دے کر اس بات کا ثبوت دیا کہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت ومحبت نہیں تھی؟

اس اہم طعن کے متعدد جوابات ہیں:

۱- یہ حکم نافذ ہوتے ہی منسوخ ہو گیا۔

۲- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غریب تھے اور وہ صدقہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

۳- یہ حکم ایک دن تک نافذ رہا پھر منسوخ ہو گیا، صحابہ کو اس پر عمل کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔

۴- یہ حکم ایک رات دن باقی رہا پھر منسوخ ہو گیا۔

۵- قرآن کے اسرار ورموز اور احکام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے عمل نہیں کیا۔

3223 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ يَهُوْدِيًّا اَتَى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِه فَقَالَ السَّامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ الْقَوْمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا قَالَ هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ سَلَّمَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا رُدُّوهُ عَلَيَّ فَرَدُّوهُ قَالَ قُلْتَ السَّامُ عَلَيْكُمْ قَالَ نَعَمْ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا عَلَيْكَ مَا قُلْتَ قَالَ (وَاِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک یہودی نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے پاس آیا اور بولا:

"السام علیکم" (تمہیں موت آئے) لوگوں نے اسے سلام کا جواب دیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے سمجھا کہ اس نے

3223- اخرجه البخاري في الادب المفرد ص (٣٢١)، حديث (١١١٢)، وابن ماجه (١٢١٩/٢): كتاب الادب: باب: رد السلام على اهل الذمة، حديث (٣٦٩٧)، واحمد (١٤٠/٣، ٢١٤، ٢٣٤، ١٤٤، ١٩٢، ٢٨٩).

کیا کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کی، اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ اس نے سلام کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ اس نے یہ کہا ہے۔ اسے واپس میرے پاس لے کر آؤ۔ لوگ اسے واپس لے کر آئے تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم نے السام علیکم کہا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! تو اس وقت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اہل کتاب میں سے کوئی تمہیں سلام کرے تو جواب میں (عَلَيْكَ مَا قُلْتَ کہہ دیا کرو)۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے کہا: تم نے جو کہا ہے وہ تم پر بھی نازل ہو (یعنی تمہیں بھی موت آئے)۔ راوی بیان کرتے ہیں: اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"جب وہ تمہارے پاس آکر تمہیں ان الفاظ کے ذریعے سلام کرتے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تم پر سلام نازل نہیں کیا۔" (یعنی اللہ تعالیٰ نے سلام کرنے کے لیے جن الفاظ کا حکم دیا ہے اُس سے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

السلام کی بجائے السام کہنے میں یہود کی مذہبی شرارت:

ارشادِ ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ (المجادلۃ: ۸)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشی کرنے سے روکا گیا تھا، پھر وہ اسی کے درپے ہوئے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ وہ گناہ، سرکشی اور رسول کی نافرمانی کرنے کی سرگوشی کرتے ہیں اور جب وہ آپ کی خدمت میں آتے ہیں تو وہ ان الفاظ سے آپ کو سلام کرتے ہیں جن الفاظ کے ساتھ اللہ نے آپ کو سلام نہیں بھیجا۔ اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے اس کہنے پر اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا؟ ان کے لیے جہنم کافی ہے وہ اس میں داخل ہوں گے۔ پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ملاقات کے وقت اسلامی تعلیم کا ضابطہ یہ ہے کہ آنے والا السلام علیکم کہے اور سننے والا "وعلیکم السلام" کے الفاظ سے جواب دے۔ سلام کہنے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے اور عداوت و کدورت ختم ہوتی ہے۔ جو بھی مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہ آداب کو بجالاتا ہوا نہایت عقیدت ومحبت سے "السلام علیکم" کے الفاظ عرض کرتا۔ یہود و نصاریٰ کو سلام کا یہ طریقہ پسند نہ آیا، وہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو ایسے الفاظ سے سلام پیش کرتے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا۔ اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں الفاظ

سلام کیا گیا ہے: سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ وہ لوگ (کفار) آپ کو بایں الفاظ سلام کرتے: السام علیک ۔ جس کا مطلب ہے: تم پر ہلاکت ہو، گویا یہ بددعا ہے۔ حدیث باب کے مطابق ایک یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سلام کیا تو آپ نے سن کر صحابہ سے فرمایا: تم لوگ انہیں پیشگی سلام نہ کرو، اگر یہ سلام کریں تو تم بھی یوں کہہ کر جواب دو: **علیك ما قلت** (تجھ پر بھی وہی ہو جو تو نے کہا)

اس سلسلے میں مزید دو روایات حسب ذیل ہیں:

• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دفعہ یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں الفاظ سلام کیا: **السام علیك یا ابا القاسم**۔ آپ نے ان کے جواب میں فرمایا: وعلیکم۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ناراض ہوکر کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں سنا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے سنا ہے۔ میں نے بھی انہیں وہی جواب دے دیا ہے جو جواب انہیں دینا چاہیے اور وہ یہ جواب ہمیں نہیں دیتے۔

• حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ یہودی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: **السام علیك یا ابا القاسم**! آپ نے جواب میں فرمایا: وعلیکم۔ میں نے یوں کہا: السام علیکم، اللہ تمہارے ساتھ ایسا ایسا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! ٹھہرو، اللہ تعالیٰ بدزبانی کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: کیا تمہیں علم نہیں ہے میں بھی ان پر وہی جواب لوٹا دیتا ہوں جو وہ کہتے ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں: تم پر بھی وہی چیز (ہلاکت) نازل ہو، تب یہ آیت نازل ہوئی: بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور یہ لوگ (یہود) کہتے ہیں: **السام علیك** اور **السام** سے مراد موت ہے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۹۲۴)

ذمی لوگوں کو سلام کا جواب دینے میں مذاہب آئمہ:

ذمی وہ کافر لوگ ہیں جو مسلمانوں کی حکومت کے زیرسایہ رہتے ہوں، حکومت کی طرف سے ان کی جان و مال اور عزت کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی گئی ہو اور حکومت کی طرف سے ان پر ٹیکس بھی عائد کیا گیا ہو۔

یہ بات تو عیاں ہے کہ یہود و نصاریٰ کو پیشگی سلام نہ کیا جائے اور ان کی طرف سے سلام کرنے کی صورت میں **وعلیکم** کے الفاظ سے جواب دیا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ ذمی لوگ سلام کریں تو ان کو جواب دیا جائے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت امام شعبی اور حضرت امام قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ ان کے سلام کا جواب دیا جائے گا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے جواب کو واجب قرار دیا ہے۔ حضرت اشہب، حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے سوال کا جواب دینا واجب ہے، تاہم اگر جواب دینا ہو تو یوں دیا جائے: **وعلیك**۔ علامہ ابن طاؤس کے قول کے مطابق جواب میں یوں کہا جائے: **علاك السلام** یعنی تم سے سلامتی رفع ہوگئی ہے۔ بعض احناف کا موقف

ہے کہ انہیں یوں جواب دیا جائے: السلام (سین کی زیر کے ساتھ یعنی تم پر پتھروں کا نزول ہو) ان تمام اقوال میں سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول سنت کے زیادہ قریب ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَشْرِ

باب 59: سورۃ الحشر سے متعلق روایات

3224 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ

متنِ حدیث: حَرَّقَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ)

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے باغات جلوادیے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درخت کٹوادیے تھے۔ یہ "بویرہ" کے مقام کی بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"تم نے کھجور کے جن درختوں کو کاٹ دیا یا جنہیں ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت تھا تاکہ وہ گناہگاروں کو رسوا کردے۔"

(امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3225 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا) قَالَ اللِّينَةُ النَّخْلَةُ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ قَالَ اسْتَنْزَلُوْهُمْ مِنْ حُصُونِهِمْ قَالَ وَأُمِرُوْا بِقَطْعِ النَّخْلِ فَحَكَّ فِي صُدُوْرِهِمْ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ قَطَعْنَا بَعْضًا وَتَرَكْنَا بَعْضًا فَلَنَسْأَلَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَنَا فِيمَا قَطَعْنَا مِنْ أَجْرٍ وَهَلْ عَلَيْنَا فِيمَا تَرَكْنَا مِنْ وِزْرٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا) الْآيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اختلافِ سند: وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ حَبِيبِ ابْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي بِذٰلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

قَالَ أَبُوْ عِيسَى: سَمِعَ مِنِّي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ هٰذَا الْحَدِيثَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''تم نے جن کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا یا جن کو ان کی جگہ قائم رہنے دیا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یہاں آیت میں استعمال ہونے والے لفظ ''لینہ'' سے مراد کھجور کا درخت ہے۔

(ارشاد باری تعالیٰ ہے)'' تاکہ وہ فاسق لوگوں کو رسوا کردے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ان مسلمانوں نے ان یہودیوں کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ان لوگوں کو کھجوروں کے درخت کاٹنے کا حکم دیا گیا' تو ان کے ذہن میں کھٹک پیدا ہوئی' تو کچھ لوگوں نے کہا، بعض درخت کاٹ دیئے ہیں اور بعض چھوڑ دیئے ہیں۔ اس بارے میں ہم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے دریافت کریں گے کہ جن درختوں کو ہم نے کاٹا ہے' اس کے بارے میں اللہ سے کوئی اجر پائیں گے؟ یا جو درخت ہم نے چھوڑ دیئے اس کے بارے میں کوئی گناہ ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

''تم نے کھجور کے جو درخت کاٹ دیئے یا جن کو ان کی بنیادوں پر کھڑا چھوڑ دیا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بعض راویوں نے اس کو حفص بن غیاث کے حوالے سے' سعید بن جبیر سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ روایت عبداللہ بن عبدالرحمٰن (امام دارمی) نے ہارون بن معاویہ کے حوالے سے' حفص بن غیاث کے حوالے سے' حبیب بن ابی عمرہ کے حوالے سے' سعید بن جبیر کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے۔

شرح

سورہ حشر مدنی ہے جو تین (۳) رکوع، چوبیس (۲۴) آیات، سات سو پینتالیس (۷۴۵) کلمات اور ایک ہزار سات سو بارہ (۱۷۱۲) حروف پر مشتمل ہے۔

صحابہ کا بنو نضیر کے بعض درختوں کو کاٹنا اور بعض کو باقی رکھنا:

ارشاد ربانی ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (الحشر: ۵)

''کھجوروں کے درخت جو تم نے کاٹ دیئے یا جن درختوں کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا، سو وہ اللہ کے حکم سے ہوا تاکہ وہ فاسق لوگوں کو ذلیل کرے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ۴ھ کو ربیع الاول کے مہینہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ

سمیت مقام "البویرہ" پہنچے اور وہاں موجود بنونضیر کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا، کیونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غزوۂ احد کے موقع پر کفار مکہ کی خوب معاونت کی تھی۔ بنونضیر کے قلعہ بند ہونے پر مسلمانوں نے ان کے چھ درخت کاٹ ڈالے اور چھ جلا ڈالے۔ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ایک درخت کاٹا گیا تھا اور ایک جلایا گیا تھا۔

ایک روایت کے مطابق جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کی بستی کے پاس پہنچے تو وہ قلعوں میں بند ہو گئے اور آپ نے ان کے درخت کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا، مسلمانوں کی طرف سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ نے خود فساد کی مذمت کی ہے اور اس سے منع بھی کیا ہے پھر درختوں کے کاٹنے کا جلانے کا حکم بھی دے رہے ہیں؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ

بعض صحابہ نے تذلیل کی بناء پر درخت کاٹ دیے اور بعض نے فساد کی بناء پر چھوڑ دیے تھے۔ بعض مسلمانوں کا درختوں کو کاٹنا اور جلانا بھی درست تھا اور بعض کا درختوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دینا بھی صحیح تھا، کیونکہ یہ صحابہ کا اجتہاد تھا جنہوں نے درخت کاٹے اور جلائے تھے ان کا مقصد دشمن کی ذلت تھی اور جنہوں نے چھوڑ دیے تھے ان کا مقصد فساد سے احتراز کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! جو ہم نے کارروائی کی ہے اس کا ہمیں ثواب ملے گا یا مؤاخذہ ہوگا؟ تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

"تم لوگوں نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیے ہیں یا جن کو تم نے اپنی جڑوں پر چھوڑ دیا، سو وہ اللہ کے اذن سے ہوا، تاکہ وہ فاسقوں کو ذلیل و خوار کرے۔"

سوال: دشمن کے درخت کاٹنے، جلانے اور انہیں باقی رکھنے کی کارروائی صحابہ کرام کے اجتہاد سے ہوئی، دریافت طلب یہ بات ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد کرنے کا کیا مطلب ہوا؟

جواب: یہ بات کہنا کہ ہر مجتہد حق پر ہوتا ہے، غلط ہے، اس لیے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کا اجتہاد درست نہیں تھا، درحقیقت یہ ساری کارروائی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی بنیاد پر ہوئی تھی اور آپ کا اجتہاد حق ہے۔ دشمن کے اموال کے بارے میں قرآن کا حکم کوئی واضح نہیں تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر دشمن کے درختوں کے بارے میں صحابہ کرام کو کارروائی کرنے کا حکم دیا ہے۔ یاد رہے آپ کا اجتہاد: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ کا آئینہ دار ہے۔

3226 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ بَاتَ بِهٖ ضَيْفٌ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ اِلَّا قُوْتُهٗ وَقُوْتُ صِبْيَانِهٖ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ

3226۔ اخرجه البخاري (۱٤۹/۷): كتاب مناقب الانصار: باب: قوله الله عزوجل: (ويؤثرون على انفسهم و لو كان بهم خصاصة) (الحشر:۹)، حديث (۳۷۹۸) وطرفه في (٤۸۸۹)، و من الادب المفرد ص (۲۱۸)، حديث (۸٤۷)، و مسلم (۱٦۲٤/۳)، كتاب الشربة: باب: اكرام الضيف و فضل ايثاره، حديث (۲۰٥٤/۱۷۳).

نَوِّمِي الصِّبْيَةَ وَاَطْفِئِي السِّرَاجَ وَقَرِّبِي لِلضَّيْفِ مَا عِنْدَكِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ)

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک انصاری کے ہاں ایک مہمان رات کے وقت ٹھہرا، اس انصاری کے پاس صرف اپنے اور اپنے بچوں کے لیے خوراک تھی۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا: تم بچوں کو سلا دو، چراغ بجھا دو (اور جو کچھ بھی تمہارے پاس کھانے کے لیے ہے) اسے مہمان کے قریب کر دو تو اس واقعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''اور وہ دوسروں کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود ان کو فاقہ لاحق ہو جائے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دوسرے لوگوں کو اپنے آپ پر ترجیح دینا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (الحشر:۹)

''اور (یہ دولت) ان لوگوں کے لیے ہے جو دار ہجرت میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں وہ ان سے محبت کرتے ہیں جس نے ان کی طرف ہجرت کی اور وہ اپنے دلوں میں اس کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے اور وہ دوسروں (دوسرے لوگوں) کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں خود اس کی سخت ضرورت ہو اور جن کو ان کے نفسوں کے بخل سے بچایا گیا، سو وہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس مقام پر اصل مضمون یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کی یہ شان ہے جہاں وہ اپنے اہل خانہ کی ضروریات پوری کرتے ہیں وہاں وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کی ضرورتوں کو بھی پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک شب کو ایک مہمان آیا، بچوں کے کھانا کے علاوہ گھر میں کوئی چیز موجود نہیں تھی، عام دستور یہ تھا کہ میزبان، مہمان کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ آپ نے اپنی زوجہ سے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر (بھوکے) سلا دو اور ان کا کھانا مہمان کے لیے لے آئیں اور جونہی کھانا ہمارے پاس رکھ دیا جائے تو درست کرنے کے بہانے چراغ گل کر دیا جائے، چنانچہ حسب حکم زوجہ باوفا نے ایسا ہی کیا۔ آپ خالی ہاتھ برتن کی طرف لاتے اور واپس لے جاتے اور خالی منہ ہلاتے رہے جبکہ مہمان نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھالیا۔ یہ واقعہ پیش آنے پر قرآن کریم کی یہ

آیت نازل ہوئی: ''وہ دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود فاقہ سے ہوں''۔

جب حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے طلحہ! مبارک ہو! آپ کی رات والی مہمان نوازی اللہ تعالیٰ کو پسند آئی ہے اور آپ کی تعریف فرمائی ہے۔

سوال: اپنی تمام دولت صدقہ کرنا تو منع ہے، کیونکہ ایسی صورت میں وہ غیر کا محتاج ہوگا اور دست سوال دراز کرے گا جو حرام ہے؟

جواب: حالات کے اعتبار سے لوگ مختلف قسم کے ہوتے ہیں، کوئی صبر کرنے والے ہوتے ہیں مثلاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر گھر کا تمام سامان اللہ کی راہ میں پیش کر دیا تھا' تو ان کے لیے یہ ممانعت نہیں ہے۔ جن لوگوں میں صبر اور جذبہ ایثار کم ہو، وہ گھر کا تمام سامان خرچ نہیں کرتے تا کہ فاقہ پر نوبت نہ آئے اور دست سوال نہ دراز کرنا پڑے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُمْتَحِنَةِ

باب 60: سورۃ الممتحنہ سے متعلق روایات

3227 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ هُوَ ابْنُ الْحَنَفِیَّةِ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ یَقُوْلُ

متنِ حدیث: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَیْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ فَقَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰی تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ فِیْهَا ظَعِیْنَةً مَعَهَا کِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَخَرَجْنَا تَتَعَادٰی بِنَا خَیْلُنَا حَتّٰی اَتَیْنَا الرَّوْضَةَ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِیْنَةِ فَقُلْنَا اَخْرِجِی الْکِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِیْ مِنْ کِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْکِتَابَ اَوْ لَتُلْقِیَنَّ الثِّیَابَ قَالَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا قَالَ فَاَتَیْنَا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَةَ اِلٰی نَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ بِمَکَّةَ یُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ اَمْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا یَا حَاطِبُ قَالَ لَا تَعْجَلْ عَلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ کُنْتُ امْرَاً مُلْصَقًا فِیْ قُرَیْشٍ وَّلَمْ اَکُنْ مِنْ اَنْفُسِهَا وَکَانَ مَنْ مَعَکَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ یَحْمُوْنَ بِهَا اَهْلِیْهِمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِمَکَّةَ فَاَحْبَبْتُ اِذْ فَاتَنِیْ ذٰلِکَ مِنْ نَّسَبٍ فِیْهِمْ اَنْ اَتَّخِذَ فِیْهِمْ یَدًا یَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِیْ وَمَا فَعَلْتُ ذٰلِکَ کُفْرًا وَّلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِیْنِیْ وَلَا رِضًا بِالْکُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقَالَ

3227۔ اخرجه البخاری (۱۶۶/۶، ۱۶۷): کتاب الجهاد والسیر: باب: الجاسوس و قول الله عزوجل: (لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء) حدیث (۳۰۰۷)، واطرافه فی (۳۰۸۱، ۳۹۸۳، ۴۲۷۴، ۴۸۹۰، ۶۲۵۹، ۶۹۳۹)، و مسلم (۱۹۴۱/۴): کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل اهل بدر رضی الله عنهم و قصة حاطب بن ابی بلتعة، حدیث (۲۴۹۴/۱۶۱)، و ابوداؤد (۴۷/۳): کتاب الجهاد: باب فی الجاسوس اذکان مسلماً، حدیث (۲۶۵۰)، و احمد (۷۹/۱)، و الحمیدی (۲۷/۱)، حدیث (۴۹).

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعْنِی یَا رَسُولَ اللّٰهِ اَضْرِبُ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا فَمَا یُدْرِیكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ قَالَ وَفِیهِ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ السُّورَةُ (یَا اَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّی وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَاءَ) السُّورَةَ

قَالَ عَمْرٌو وَقَدْ رَاَیْتُ ابْنَ اَبِی رَافِعٍ وَّكَانَ كَاتِبًا لِعَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ

فی الباب: وَفِیهِ عَنْ عُمَرَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

اختلافِ روایت: وَرَوٰی غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَةَ هٰذَا الْحَدِیثَ نَحْوَ هٰذَا وَذَكَرُوا هٰذَا الْحَرْفَ وَقَالُوا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَتُلْقِیَنَّ الثِّیَابَ وَقَدْ رُوِیَ اَیْضًا عَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِیثِ ذَكَرَ بَعْضُهُمْ فِیهِ فَقَالَ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے مجھے زبیر اور مقداد بن اسود کو بھیجا اور فرمایا: تم لوگ روانہ ہو جاؤ اور خاخ کے باغ تک پہنچو، وہاں ایک عورت ہوگی جس کے پاس ایک خط ہوگا، تم وہ اس سے لے کر میرے پاس آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے خاخ کے باغ تک پہنچے تو وہاں ہمیں ایک عورت مل گئی، ہم نے اس کو کہا: وہ خط ہمیں دیدو۔ وہ بولی، میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے اسے کہا: یا تو تم خط نکال کر دو گی یا پھر اپنے کپڑے اتارو گی (یعنی جامہ تلاشی دو گی) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اس عورت نے اپنے بالوں کی چوٹی میں سے وہ خط نکال دیا۔

ہم وہ خط لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ خط حاطب بن ابوبلتعہ کی جانب سے ان مشرکین مکہ کے نام تھا جس میں انہیں نبی اکرم ﷺ کے کسی راز کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: آپ ﷺ میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں، میں ایک ایسا شخص ہوں جو قریش کے ساتھ رہا ہوں، میں ان کا فرد نہیں ہوں۔ آپ کے ساتھ جتنے بھی مہاجرین ہیں ان کی رشتہ داریاں ہیں جس کی وجہ سے ان کے اہل خانہ اور مکہ میں موجود ان کے اموال کی حفاظت کریں گے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ چونکہ میرا ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق نہیں ہے تو ان پر کوئی احسان کر دوں جس کی وجہ سے وہ میرے قریبی رشتہ داروں کا خیال رکھیں۔ میں نے یہ عمل کفر کی وجہ سے یا اپنے دین سے مرتد ہونے کی وجہ سے یا اسلام قبول کرنے کے بعد کفر سے راضی ہونے کی وجہ سے نہیں کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے ٹھیک کہا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ بدر میں شریک ہوا ہے، تمہیں کیا معلوم؟ شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا ہو: اب تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: اسی بارے میں یہ سورۃ نازل ہوئی تھی:

''اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ''

عمرو نامی راوی بیان کرتے ہیں، میں نے ابن ابو رافع کی زیارت کی ہے، وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سیکریٹری تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات منقول ہیں۔

کئی راویوں نے اسے سفیان کے حوالے سے نقل کیا اور انہوں نے اس میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: یا تو تم خط نکال دو گی' یا اپنے کپڑے اتار دو گی۔

جبکہ بعض راویوں نے اس روایت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' اور انہوں نے اس میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں: یا تو تم خط نکال دو گی' یا ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔

شرح

سورہ ممتحنہ مدنی ہے جو دو (۲) رکوع، تیرہ (۱۳) آیات، تین سو اڑتالیس (۳۴۸) الفاظ اور ایک ہزار پانچ سو دس (۱۵۱۰) حروف پر مشتمل ہے۔

خفیہ طور پر فتح مکہ کی تیاری:

ارشاد ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝ (الممتحنہ:۱)

''اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو جبکہ وہ اس حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس آ چکا ہے۔ وہ رسول اور تم لوگوں کو اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان رکھتے ہو، اگر تم میرے راستہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کے لیے نکلے ہو تو تم ان کی طرف دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو، اور میں خوب جانتا ہوں جس کو تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا، اور تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا وہ راہِ راست سے بھٹکا ہوا ہے۔''

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ اور مسلمانوں

کے مابین جو معاہدہ ہوا تھا، مسلمانوں کی طرف سے اس کا احترام کیا گیا اور کبھی بھی اس کی خلاف ورزی نہیں ہوئی لیکن قریش مکہ کی جانب سے اس معاہدہ کی دھجیاں اڑا دی گئیں۔ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی ایک مثال یہ ہے کہ جب بنو بکر اور بنو خزاعہ قبائل کے مابین جنگ ہوئی تو کفار مکہ نے بنو خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی سیاسی و مالی معاونت کی تھی۔ بنو خزاعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے، وہ مدینہ طیبہ پہنچے اور قریش مکہ کی اس حرکت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ صورتحال سامنے آنے پر آپ ناراض ہوئے اور دل ہی دل میں قریش کو سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس طرح آپ کے حکم سے مسلمانوں نے نہایت رازداری سے فتح مکہ کی تیاری شروع کر دی۔ آپ نے اس موقع پر یوں دعا کی: ''اے پروردگار! جاسوس کو اندھا کر دے اور ہماری خبروں کو قریش تک پہنچنے سے روک دے۔''

مسلمان فتح مکہ کی تیاری خفیہ طور پر کرنے میں مصروف تھے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط کے ذریعے مسلمانوں کی تیاری کے بارے میں قریش مکہ کو اطلاع دی اور یہ بھی بتایا کہ تم لوگ ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ یہ خط راز داری سے ایک عورت کے ذریعے مکہ روانہ کر دیا۔ ادھر وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خط کے بارے میں مطلع کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم کو مقام روضہ خاخ پر روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں ایک اونٹ سوار عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے اور وہ خط میرے پاس لے آؤ۔ اصحاب ثلاثہ مذکورہ مقام پر پہنچے، اونٹ سوار عورت سے خط کا مطالبہ کیا اور عورت نے اپنے سر کے بالوں سے خط نکال کر دے دیا۔ وہ اصحاب خط لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے کفار مکہ کے نام تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہم کی تیاری کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی۔ یہ خط دیکھ کر آپ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے یوں مخاطب ہوئے: اے حاطب! ترسیل خط والا کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میرے بارے میں فیصلہ جلدی سے نہ کریں، میں اس کی وضاحت کرتا ہوں۔ میں ایسا شخص ہوں جو قریش کے ساتھ معلق ہوں، میں ان کے خاندان کا فرد نہیں ہوں، آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی ان سے قرابت داریاں ہیں، وہ رشتہ داری کی وجہ سے ان کے اہل و عیال اور مال و دولت جو مکہ میں رہ گئی ہے ان کی حفاظت کریں گے۔ میں نے سوچا جب یہ چیز میرے ہاتھ سے نکل گئی، قریش مکہ سے نسبی ناطہ منقطع ہو گیا تو ان کے ساتھ حسن سلوک کون کرے گا، تو میں قریش کے ساتھ کوئی احسان کروں تا کہ وہ بھی میرے اقرباء کے ساتھ احسان کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب نے بالکل درست کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت کے مطابق غصے ہوئے اس موقع پر بھی عرض کیا: یارسول اللہ! اگر اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! حاطب بدری صحابہ میں شمار ہوتے ہیں جن کی بخشش کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔ اس موقع پر سورۂ ممتحنہ نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو خصوصیت سے یہ درس دیا گیا ہے: ''تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ہرگز اپنا دوست نہ بناؤ۔''

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدری صحابہ کی بخشش کرنے کا جو وعدہ کیا گیا ہے، وہ کس آیت یا حدیث میں مذکور ہے؟

جواب: ان صحابہ کا تذکرہ اسی حدیث کے ان الفاظ میں مذکور ہے: ما ثبت باقتضاء النص یعنی ان الفاظ میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

3228 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْتَحِنُ اِلَّا بِالْاٰيَةِ الَّتِي قَالَ اللّٰهُ (اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ) الْاٰيَةَ

حدیثِ دیگر: قَالَ مَعْمَرٌ فَاَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُوسٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ امْرَاَةٍ اِلَّا امْرَاَةً يَمْلِكُهَا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ صرف اس آیت کی وجہ سے امتحان لیا کرتے تھے، جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

"جب مؤمن عورتیں تمہارے پاس بیعت کرنے کے لیے آئیں۔"

معمر بیان کرتے ہیں، طاؤس کے صاحبزادے نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے)

نبی اکرم ﷺ کے دستِ مبارک کو کسی بھی عورت نے نہیں چھوا، ماسوائے اس عورت کے، جس کے آپ ﷺ مالک تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3229 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ شَهْرَ بْنَ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَتْنَا اُمُّ سَلَمَةَ الْاَنْصَارِيَّةُ قَالَتْ

متنِ حدیث: قَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ النِّسْوَةِ مَا هٰذَا الْمَعْرُوفُ الَّذِي لَا يَنْبَغِي لَنَا اَنْ نَعْصِيَكَ فِيهِ قَالَ لَا تَنُحْنَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ بَنِي فُلَانٍ قَدْ اَسْعَدُونِي عَلٰى عَمِّي وَلَا بُدَّ لِي مِنْ قَضَائِهِنَّ فَاَبٰى عَلَيَّ فَاَتَيْتُهُ مِرَارًا فَاَذِنَ لِي فِي قَضَائِهِنَّ فَلَمْ اَنُحْ بَعْدَ قَضَائِهِنَّ وَلَا عَلٰى غَيْرِهِ حَتَّى السَّاعَةَ وَلَمْ يَبْقَ مِنَ النِّسْوَةِ امْرَاَةٌ اِلَّا وَقَدْ نَاحَتْ غَيْرِي

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

3228۔ اخرجه البخاري (۲۱۶/۱۳): كتاب الاحكام: باب: بيعة النساء حديث (۷۲۱۴)، ومسلم (۱٤۰۰۹): كتاب الامارة: باب: كيفية بيعة النساء، حديث (۱۸٦٦/۸۸)، ابوداؤد (۱۳۳/۳): كتاب الخراج والامارة والفيء: باب: ما جاء في البيعة، حديث (۲۹٤۱)، وابن ماجه (۹۵۹/۲، ۹٦۰): كتاب الجهاد: باب: بيعة النساء، حديث (۲۸۷۵)، واحمد (۱۱٤/٦، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱٦۳، ۲۷۰)۔

3229۔ اخرجه ابن ماجه (۵۰۳/۱): كتاب الجنائز: باب: في النهي عن النياحة، حديث (۱۵۷۹)، و احمد (۳۲۰/٦)۔

فی الباب: وَفِيهِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

توضیح راوی: قَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أُمُّ سَلَمَةَ الْأَنْصَارِيَّةُ هِيَ أَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيدَ بْنِ السَّكَنِ

سیدہ ام سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ایک عورت نے عرض کی، اس معروف سے مراد کیا ہے؟ جس کے حوالے سے ہمارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم اس بارے میں آپ ﷺ کی نافرمانی کریں۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نوحہ نہ کرنا۔

(سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! بنو فلاں نے میرے چچا کے انتقال پر نوحہ کیا تھا تو میں اس کا بدلہ دینا چاہتی ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے کئی مرتبہ اس کی اجازت مانگی تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس کا بدلہ دینے کی اجازت دے دی۔

سیدہ ام سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، اس کے بعد میں نے کبھی کسی کے انتقال پر خواہ وہ بھائی ہو یا کوئی اور ہو اس پر نوحہ نہیں کیا جبکہ ان بیعت کرنے والی خواتین واحد عورت کسی نے کسی کو وفات پر نوحہ ضرور کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

ایک روایت کے مطابق یہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

عبد بن حمید کہتے ہیں: اُم سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا ہی اسماء بنت یزید بن سکن ہیں۔

3230 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنِ الْأَغَرِّ بْنِ الصَّبَّاحِ عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي نَصْرٍ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ) قَالَ كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتُسْلِمَ حَلَّفَهَا بِاللَّهِ مَا خَرَجْتُ مِنْ بُغْضِ زَوْجِي مَا خَرَجْتُ إِلَّا حُبًّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"جب مؤمن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو تم ان کا امتحان لو"

راوی بیان کرتے ہیں، جب کوئی خاتون آپ ﷺ کے پاس آتی تو آپ ﷺ اس سے اللہ کی قسم! لیتے کہ میں اپنے شوہر سے کسی ناراضگی کی وجہ سے مکہ نکل کر نہیں آئی ہوں میں صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے آئی ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "حدیث غریب" ہے۔

شرح

عورتوں سے بیعت اور امتحان لینا:

ارشاد خداوندی ہے:

۱-یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْیَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ (الممتحنہ:۱۰)

۲-یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الممتحنہ:۱۲)

۱-"اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایماندار عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو، اللہ ان کے ایمان کے بارے میں زیادہ جانتا ہے۔ پس اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کفار کی طرف مت جانے دو۔ نہ مؤمن عورتیں کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار مؤمنات کے لیے حلال ہیں، تم وہ خرچ واپس کر دو جو کفار نے مؤمنات پر کیا۔ مؤمن عورتوں سے نکاح کرنے میں تمہارے لیے کوئی حرج نہیں ہے جب تم ان کے مہر ادا کر دو۔ تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور جو تم نے ان عورتوں کے مہر میں جو کچھ خرچ کیا ہے وہ واپس لے لو اور کفار نے جو کچھ خرچ کیا وہ واپس لے لیں۔ یہ اللہ کا ایسا حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔ اور اللہ بہت جاننے والا حکمت والا ہے۔"

۲-"اے نبی! جب آپ کے پاس مؤمن عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی، وہ چوری نہیں کریں گی، وہ زنا کا ارتکاب نہیں کریں گی، وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بہتان نہیں گھڑیں گی، نہ وہ دستور کے مطابق آپ کی نافرمانی کریں گی اور آپ ان کے لیے اللہ سے بخشش دستور طلب کریں۔ بیشک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔"

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ پہلی آیت میں دار الحرب سے دار الہجرت میں آنے والی مسلمان عورتوں سے امتحان لینے کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے ایمان کے استحکام کی غرض سے ہجرت کی ہے یا کسی اور مقصد کے پیش نظر؟ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان خواتین سے امتحان چھ امور کی بناء پر لیا

کرتے تھے جو دوسری آیت میں مذکور ہیں۔ وہ چھ باتیں یہ ہیں: (۱) شرک کا ارتکاب نہ کرنا، (۲) چوری نہ کرنا، (۳) زنا کا ارتکاب نہ کرنا، (۴) بہتان کی اولاد نہ لانا، (۵) بچوں کو قتل نہ کرنا، (۶) مشروع امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیعت لیتے تو عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے تھے۔ آپ زبانی اقرار کرواتے یا کپڑا پکڑا کر بیعت لیتے تھے۔

مہاجر عورتوں سے امتحان لینے کا طریقہ کار:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر خواتین سے امتحان لیتے تھے کہ ان کی ہجرت کا اصل مقصد کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان سے امتحان لینے کی کیفیت کیا تھی؟ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ امتحان (آزمانے) کی کیفیت یہ ہوا کرتی تھی جو مسلمان عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو اس بات پر حلف لیتے تھے کہ وہ اپنے شوہر سے ناراض ہو کر یا ایک خطہ سے دوسرے خطہ میں منتقل ہونے یا آب و ہوا کی تبدیلی یا کسی آفت ومصیبت سے نجات حاصل کرنے یا طلب دنیا کے لیے نہیں آئی بلکہ وہ محض اسلام اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لیے آئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سبیعہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے ایسا ہی حلف لیا پھر انہیں واپس جانے سے روک لیا، ان کے کافر شوہر کو مہر کی شکل میں جتنا خرچ ہوا تھا اسے ادا کر دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔ جو مرد حضرات مکہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے انہیں واپس کر دیتے تھے مگر خواتین کا امتحان لینے کے بعد انہیں واپس جانے سے منع کر دیتے تھے اور اس کے مشرک شوہر کو مہر کا خرچ دے دیتے تھے۔

مکہ سے ہجرت کی غرض سے مدینہ آنے والی مسلمان عورتیں:

مذکورہ آیت کا شان نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ مکہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں اور دونوں ہی مشرکہ تھیں، ہجرت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان سے نکاح منقطع ہو گیا۔ پھر ان دونوں میں سے ایک سے معاویہ بن سفیان نے نکاح کیا جبکہ دوسری کا نام کلثوم بنت عمرو تھا، جس سے ابوجہم بن حذافہ نے نکاح کر لیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۷۳۳)

امام شعبی کے مطابق مکہ میں حضرت زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ابوالعاص بن الربیع کے عقد میں تھیں اور وہ مسلمان تھیں۔ وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں جبکہ ابوالعاص مکہ میں حالت شرک میں تھا۔ جب وہ مدینہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ واپس بھیج دیا تھا۔

اسلام سے مرتد ہو کر مدینہ سے مکہ جانے والی عورتیں:

جس طرح مکہ سے مدینہ طیبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خواتین نے اسلام قبول کیا پھر وہ واپس نہ آئیں، اسی طرح کچھ بدقسمت و ناعاقبت اندیش ایسی عورتیں بھی تھیں جو اسلام سے مرتد ہو کر مدینہ طیبہ سے مکہ (کفار کی طرف) مکہ واپس چلی گئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ایسی خواتین کی تعداد چھ ہے، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) ام الحکم بنت ابی سفیان: یہ عیاض بن شداد فہری کی بیوی تھی۔ (۲) فاطمہ بنت ابی امیہ: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔ (۳) بروع بنت عقبہ: یہ حضرت شماس بن عثمان کی بیوی تھی۔ (۴) عزہ بنت عبدالعزیز: یہ حضرت عمرو بن عبدود کی زوجہ تھی۔ (۵) ہند بنت ابی جہل: یہ ہشام بن ابی العاص بن وائل رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ (۶) ام کلثوم بنت جرول: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھی۔

یہ تمام خواتین اسلام سے مرتد ہو کر مدینہ طیبہ سے کفار کی طرف عازم سفر ہو گئی تھیں۔

سوال: کیا فریقین کے سابق شوہروں کو ان کے ادا کردہ مہر کی رقم اب بھی واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا مؤقف ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، لہٰذا اب واجب نہیں ہے۔ بعض علماء اس حکم کو غیر منسوخ قرار دیتے ہیں، لہٰذا ان کے نزدیک اب بھی یہ حکم نافذ العمل اور واجب ہے۔ حضرت امام ابوبکر رازی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق یہ حکم منسوخ ہے اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے: وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ: ۱۸۸) "اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ۔"

علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی اس حکم کا ناسخ ہے: "کسی مسلمان کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔" (احکام القرآن للجصاص، ج: ۳، ص: ۴۴۱)

نوحہ ماتم کرنا حرام ہونا:

میت پر چیخ و پکار کرنا، زور زور سے رونا اور اس کے مبالغہ آمیز کمالات بیان کرتے ہوئے آہ و بکاہ کرنا ممنوع و حرام ہے۔ ہجرت کر کے آنے والی خواتین سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چھ امور کا اقرار کراتے تھے (امتحان لیتے) ان میں سے ایک چیز یہ بیان ہوئی ہے:

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ "یعنی مشروع امور میں وہ آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔"

حدیث باب میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا اور اسماء بنت یزید والی روایت میں نوحہ کرنے کا اذن حاصل کرنے والی خاتون کو وقتی اجازت سے میت پر جواز نوحہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ کسی بھی قانون میں تبدیلی کے وقت پیش آنے والی پیچیدگی کو حکمت عملی اور کسی مصلحت کے تحت حل کیا جاتا ہے، جس سے اصل قانون ہرگز متاثر نہیں ہوتا۔

بَابٌ وَمِنْ سُوْرَةِ الصَّفِّ

باب 61: سورۃ صف سے متعلق روایات

3231 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ

3231 اخرجه الدارمي (۲/ ۲۰۰): كتاب الجهاد: باب: الجهاد في سبيل الله افضل العمل، و احمد (۵/ ۴۵۲).

متن حدیث: قَالَ قَعَدْنَا نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرْنَا فَقُلْنَا لَوْ نَعْلَمُ اَيَّ الْاَعْمَالِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ لَعَمِلْنَاهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَرَاَهَا عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَقَرَاَهَا عَلَيْنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ يَحْيٰى فَقَرَاَهَا عَلَيْنَا اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ فَقَرَاَهَا عَلَيْنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَرَاَهَا عَلَيْنَا ابْنُ كَثِيْرٍ

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ خُوْلِفَ مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ فِىْ اِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ وَرَوٰى ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِىْ مَيْمُوْنَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ اَوْ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَرَوَى الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ نَحْوَ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ كَثِيْرٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے، ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے، ہم نے یہ کہا: اگر ہم کو اس بات کا علم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے تو ہم وہ عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"آسمان اور زمین میں موجود ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے ہو۔"

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ہمارے سامنے تلاوت کی۔

ابوسلمہ نامی راوی بیان کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ آیت ہمارے سامنے تلاوت کی۔

یحییٰ نامی راوی بیان کرتے ہیں، ابوسلمہ نامی راوی نے یہ آیت ہمارے سامنے تلاوت کی تھی۔

ابن کثیر نامی راوی بیان کرتے ہیں، امام اوزاعی نے یہ آیت ہمارے سامنے تلاوت کی تھی۔

عبداللہ (امام دارمی) بیان کرتے ہیں، ابن کثیر نامی راوی نے یہ آیت ہمارے سامنے تلاوت کی تھی۔

اس حدیث کی سند میں محمد بن کثیر نامی راوی سے اختلاف کیا گیا ہے جو اوزاعی سے منقول ہے۔

امام ابن مبارک نے اس روایت کو امام اوزاعی کے حوالے سے یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے ہلال بن ابومیمونہ کے حوالے سے عطا بن یسار کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے یا شاید ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ولید بن مسلمہ نے اس روایت کو امام اوزاعی کے حوالے سے نقل کیا ہے جیسے محمد بن کثیر نے نقل کیا ہے۔

شرح

سورہ صف مکی ہے جو دو (۲) رکوع، چودہ (۱۴) آیات، دوسو اکیس (۲۲۱) کلمات اور نو سو چھبیس (۹۲۶) حروف پر مشتمل ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت:

ارشاد ربانی ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الصف:۱،۲)

''زمین وآسمان کی ہر چیز نے اللہ کی تسبیح بیان کی، اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! جو عمل تم نہیں کرتے وہ (دوسروں کو) کیوں کہتے ہو۔''

ان آیات کی تشریح حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ کثیر صحابہ کی باہم گفتگو ہوئی کہ اگر ہمیں اس بات کا علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ تو ہم تاحیات اسے اپنے معمولات کا حصہ بنالیں اور اسے کرتے ہوئے اپنی زندگیاں ختم کرلیں۔

اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو جواب میں سورہ صف نازل ہوئی، جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک بہترین عمل اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ اس مقام پر جہاد کے کئی مطالب ومفاہیم ہو سکتے ہیں:

۱- اعلاء کلمۃ الحق کے لیے سعی وکوشش کرنا۔

۲- اعلاء اسلام کے لیے دشمن سے جہاد کرنا۔

۳- مسلمانوں کی اصلاح وتربیت کے لیے وعظ وتبلیغ کرنا۔

۴- اشاعت اسلام کے لیے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری کرنا۔

۵- سلطان وقت کے سامنے کلمہ حق کہنا۔

۶- کسی سے مغلوب ہوئے بغیر ہمیشہ حق بات کہنا۔

کائنات میں ہمہ وقت تسبیح وتہلیل کا سلسلہ جاری رہنا:

کائنات میں ہمہ وقت آسمان وزمین کی ہر چیز ذکر باری تعالیٰ میں مصروف رہتی ہے اور یہ ذکر تسبیح وتہلیل کی شکل میں ہوتا ہے۔ سورہ صف میں ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ ''آسمانوں کی ہر چیز نے اللہ کی تسبیح بیان کی اور زمین کی بھی ہر چیز نے۔''

سورہ جمعہ میں تسبیح باری تعالیٰ بیان کرنے کے لیے مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے: یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

الْاَرْضِ یعنی آسمانوں کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور زمین کی بھی ہر چیز اس کی تسبیح خواں رہتی ہے۔

سورۃ الاعلیٰ میں تسبیح بیان کرنے کے لیے امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ٥ "آپ اپنے پروردگار اعلیٰ کی تسبیح بیان کریں۔"

ان مختلف صیغوں سے زمین و آسمان کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے کا یہی مطلب بنتا ہے پوری کائنات میں ذکر الٰہی کرنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

فائدہ نافعہ:

مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک ہمہ وقت زمین کے کسی نہ کسی خطہ میں نماز کا وقت موجود ہوتا ہے اور نماز کے وقت میں اذان پڑھی جاتی ہے جبکہ نماز ذکر الٰہی اور ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ روئے زمین میں ہمہ وقت ذکر الٰہی اور ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حدیث باب کی خصوصیت واہمیت:

محدثین کے ہاں اس حدیث کی اہمیت اور خصوصیت اس سے عیاں ہے کہ اس کی تشریح میں انہوں نے یادگار کتب تصنیف فرمائی ہیں، جن میں انہوں نے مسلسلات بیان کی ہیں، ان میں سے چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) مسلسلات لعبد الحرمین الدمیاطی (۲) مسلسلات لابن جوزی (۳) مسلسلات لضیاء المقدسی (۴) مسلسلات لشمس الدین السخاوی (۵) مسلسلات کبیری (۶) جیاد المسلسلات للسیوطی (۷) مسلسلات لحسین بن علی (۸) مسلسلات شمس الدین مجید بن طیب (۹) مسلسلات الحافظ محمد احمد بن عقیلہ (۱۰) اعلی المسلسلات لحافظ مرتضی زبیدی (۱۱) مسلسلات لعبد اللہ محمد بن احمد (۱۲) الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین لشاہ ولی اللہ دھلوی وغیرہ۔

بَاب وَمِنَ الْجُمُعَةِ

باب 62: سورۃ الجمعہ سے متعلق روایات

3232 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ الدِّيلِيُّ عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُنْزِلَتْ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَتَلَاهَا فَلَمَّا بَلَغَ (وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ) قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِنَا فَلَمْ يُكَلِّمْهُ قَالَ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ فِيْنَا قَالَ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَلْمَانَ يَدَهُ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِّنْ هٰٓؤُلَاۗءِ

توضیح راوی: ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ مَدَنِيٌّ وَثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ شَامِيٌّ وَاَبُو الْغَيْثِ اسْمُهُ سَالِمٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُطِيْعٍ مَدَنِيٌّ ثِقَةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ هُوَ وَالِدُ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے جب سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تلاوت کی۔ جب آپ ﷺ اس آیت پر پہنچے:

''اوران میں سے بعد میں آنے والے لوگ جو ابھی ان سے ملے بھی نہیں ہیں۔''

تو ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہیں' جو ابھی ہم سے ملے بھی نہیں ہیں۔

تو نبی اکرم ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں، اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے درمیان موجود تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر رکھا اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے' اگر ایمان ثریا ستارے پر ہو' تو ان میں سے کچھ لوگ وہاں بھی پہنچ جائیں گے۔

ثور بن زید مدنی ہیں جبکہ ثور بن یزید شامی ہیں۔ ابوالغیث نامی راوی کا نام سالم ہے' اور یہ عبداللہ بن مطیع کے آزاد کردہ غلام ہیں' یہ مدنی ہیں اور ثقہ ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ''حدیث غریب'' ہے۔

عبداللہ بن جعفر نامی راوی علی بن مدینی کے والد ہیں۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

یہ روایت دیگر سند کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

سورہ جمعہ مدنی ہے جو دو (۲) رکوع، گیارہ (۱۱) آیات، ایک سو اسی (۱۸۰) کلمات اور سات سو اڑتالیس (۷۴۸) حروف پر مشتمل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرب وعجم کی طرف مبعوث ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ○ (الجمعہ ۲-۴)

''وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی پہلوں سے نہیں ملے، اور وہ غالب بڑی حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے اسے عنایت کرتا ہے۔ اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ان آیات میں آپ کی امت دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے (۱) امیین اس سے مراد عرب کے وہ لوگ ہیں جو بعثت نبوی کے وقت جزیرۃ العرب کے باسی تھے، ان کی اکثریت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تھی اور وہ سب کے سب ناخواندہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ (۲) غیر امیین: اس سے مراد تمام اہل عجم ہیں، ان کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پہلی امت کے واسطہ سے ہوئی تھی۔

حدیث باب میں اہل فارس (جو غیر عربی وعجمی ہیں) کی خوب علمی عظمت بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اپنا دست اقدس رکھتے ہوئے یوں فرمایا: ''والذی نفسی بیدہ! لو کان الایمان بالثریا لتناولہ رجال من ھؤلاء۔'' ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ایمان ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہو تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اسے ضرور حاصل کر لیں۔''

جمہور محدثین کی رائے ہے کہ اس حدیث کے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، کیونکہ آپ فارسی الاصل ہیں۔ علاوہ ازیں ''آخرین'' سے مراد تمام غیر عرب لوگ مراد ہیں' جن میں فارس (ایران) کے لوگ بھی شامل ہیں۔ یہ ملک سب سے قبل فتح ہو کر سلطنت اسلامیہ کا حصہ بنا جبکہ روم اس وقت مفتوح ہو کر سلطنت اسلامیہ کا حصہ نہیں بنا تھا۔

سوال: بعض اہل علم ومؤرخین کے مطابق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فارس (ایران) کے باشندے نہیں تھے بلکہ کابل کے رہنے والے تھے اور کابل ہندوستان کا علاقہ ہے نہ کہ فارس کا جبکہ حدیث میں ''فارس'' کا لفظ استعمال ہوا ہے؟

جواب: (۱) امام الآئمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کابل کے نہیں بلکہ فارس کے باشندے تھے۔

(۲) کابل کے بعض علاقہ جات فارس سے متصل ہیں مثلاً ہرات وغیرہ جس وجہ سے آپ کو کابل کا باشندہ قرار دیا جاتا ہے۔

فائدہ نافعہ:

حضرت امام ابوبکر رازی، حضرت امام فخر الدین رازی، حضرت امام مسلم نیشاپوری، حضرت امام حاکم نیشاپوری اور حضرت امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم نیشاپوری رحمہم اللہ تعالیٰ سب مفسرین ومحدثین فارس کے باشندے تھے جنہوں نے تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ علوم وفنون کی تدریس واشاعت میں تاریخی خدمات انجام دیں۔

3233 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَیْنٌ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: قَالَ بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَائِمًا اِذْ قَدِمَتْ عِیْرُ الْمَدِیْنَةِ

فَانْفَتَلُوا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَنَزَلَتْ الْاٰيَةُ (وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا)

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے، اسی دوران مدینہ منورہ میں (تجارتی قافلہ) آ گیا' تو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اس کی طرف چلے گئے، یہاں تک کہ صرف بارہ افراد وہاں رہ گئے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''اور جب انہوں نے تجارت اور دلچسپی کی چیز دیکھی تو اس کی طرف چلے گئے اور تمہیں کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ کے پاس جو چیز ہے اس کا تجارت اور تماشا سے بہتر ہونا:

اعلان خداوندی ہے:

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ (الجمعۃ: 11)

''اور جب لوگوں نے کوئی تجارتی قافلہ یا تماشا دیکھا تو اس کی طرف دوڑ گئے اور آپ کو (حالت خطبہ میں) تنہا چھوڑ گئے، آپ فرما دیں: جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ تماشا اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ سب سے بڑھ کر رزق دینے

3233- اخرجہ البخاری (۲/ ۴۹۰): کتاب الجمعۃ: باب: اذا نفر الناس عن الامام من صلاۃ الجمعۃ فصلاۃ الامام و من بقی جائزۃ، حدیث (۹۳۶) من طریق سالم بن ابی الجعد عن جابر بہ و اطرافہ من (۲۰۵۸، ۲۰۶۴، ۴۸۹۹)، ومسلم (۳/ ۱۲۲۷ی): کتاب الجمعۃ: باب: من قولہ تعالیٰ: (واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا و ترکوک قائما)، حدیث (۳۸/ ۸۶۳)، و احمد (۳/ ۳۰۲، ۳۷۰)، عبد بن حمید ص (۳۳۵)، حدیث (۱۱۱۰)، (۱۱۱۱)، وابن خزیمۃ (۳/ ۱۶۱، ۱۶۲)، حدیث (۱۸۲۳) عن سالم بن الجعد و ابی سفیان عن جابر بہ۔

والا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ آغاز اسلام میں نماز عیدین کی طرح نماز جمعہ کا خطبہ بھی نماز کے بعد پڑھا جاتا تھا۔ ایک دفعہ واقعہ پیش آیا کہ نماز جمعہ سے فراغت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے اسی دوران ایک تجارتی قافلہ مدینہ میں داخل ہوا، انہوں نے ڈھول باجوں کے ساتھ تجارت کا اعلان کر دیا، چونکہ مسلمان نماز سے فارغ ہو چکے تھے لہٰذا انہوں نے موقع کو غنیمت تصور کرتے ہوئے خطبہ کی سماعت سے اٹھے اور تجارت میں مشغول ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں صرف بارہ لوگ باقی رہ گئے۔ باقی رہنے والے لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ یہ صورتحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر گراں گزری، اس موقع پر سورۂ جمعہ کی آخری آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو آئندہ ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے بلکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ مال تجارت سے بہتر ہے اور رزق رساں صرف اللہ کی ذات ہے۔

چونکہ یوم جمعہ ہر ہفتہ آتا ہے اور آئندہ ایسی حرکت پر قابو پانے کے لیے خطبہ جمعہ کو نماز سے قبل رکھ دیا گیا اور نماز عیدین کا خطبہ حسب سابق نماز کے بعد باقی رکھا گیا۔

نماز جمعہ کی وجہ تسمیہ:

لفظ "جمعہ" جمع سے بنا ہے جس کا معنی ہے: لوگوں کا اکٹھا ہونا، چونکہ اس نماز کے لیے لوگ دوسری (پنجگانہ) نمازوں سے زیادہ اکٹھے ہوتے ہیں بلکہ اچھا خاصا اجتماع ہوتا ہے جس وجہ سے "جمعہ" کہا جاتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تمہیں علم ہے کہ جمعہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اس بارے میں اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے تین یا چار بار اس بات کا اعادہ کیا، پھر فرمایا: یہ وہ مقدس دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم (علیہ السلام) کی تخلیق ہوئی، اس دن جو مسلمان بہترین وضو کر کے مسجد میں جائے، امام کے نماز پڑھ لینے تک وہ خاموشی سے بیٹھا رہے تو اس کا یہ عمل اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک صغیرہ گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گا بشرطیکہ اس نے خون ریزی کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ (مسند امام احمد، ج ۵، ص ۴۳۰)

ابوسلمہ کا بیان ہے کہ شروع میں اس دن کو یوم "العروبہ" کہا جاتا تھا اور کعب بن لؤی نے سب سے پہلے اس کا نام "الجمعہ" رکھا۔ ایک قول کے مطابق انصار نے اس کا نام "یوم جمعہ" رکھا تھا۔

حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مدینہ تشریف لانے سے قبل اور فرضیت نماز سے پہلے انصار مدینہ جمع ہوئے، انہوں نے مشاورت کی کہ یہود کا ہفتہ میں ایک مقدس "یوم السبت" ہے جس میں وہ عبادت کرتے ہیں اور اسی طرح نصاریٰ کا بھی ہر ہفتہ ایک مقدس یوم "اتوار" ہے جس میں وہ عبادت و ریاضت کرتے ہیں، ہمارے لیے بھی ایک دن عبادت کے لیے ہونا چاہیے جس میں سب مسلمان جمع ہو کر اپنے پروردگار کی خوب عبادت کریں، چنانچہ انہوں نے "یوم العروبہ" کا تعین کیا۔ اس طرح مسلمان جمع ہوئے تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں دو رکعت نماز ادا کی

اور انہوں نے لوگوں کو خطبہ بھی دیا جو وعظ و نصیحت پر مشتمل تھا۔

نماز جمعہ کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی میں:

نماز جمعہ کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جمعہ کے دن ہر بالغ مسلمان پر غسل کرنا لازم ہے، وہ مسواک کرے اور وہ خوشبو استعمال کرے اگر دستیاب ہو۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۸۸۰)

نوٹ: اس روایت میں جمعہ کے دن لزوم و وجوب غسل سے مراد باقاعدگی یا اہتمام ہے، کیونکہ یہ غسل فرض نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔ اس مفہوم کی وضاحت درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا تو بہتر ہے اور اس دن غسل کرنا افضل ہے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۳۷۷)

۲۔ حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر نماز جمعہ باجماعت ادا کرنا واجب ہے سوائے چار لوگوں کے: (۱) غلام، (۲) عورت، (۳) بچہ، (۴) بیمار۔

نوٹ: مذکورہ چار لوگوں کی طرح مسافر اور نابینا بھی فرضیت جمعہ کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

۳۔ حضرت ابو الجعد الضمری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کاہلی کی وجہ سے تین بار نماز جمعہ ترک کی تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔''

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غسل جنابت کی مثل جمعہ کے دن غسل کیا، پھر پہلی ساعت میں نماز ادا کرنے کے لیے روانہ ہوا گویا اس نے ایک اونٹ صدقہ کیا، جو دوسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک گائے صدقہ کی، جو تیسری ساعت میں گیا اس نے گویا سینگوں والا مینڈھا صدقہ کیا، جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے ایک مرغی صدقہ کی اور جو پانچویں ساعت میں مسجد کی طرف روانہ ہوا گویا اس نے مرغی کا ایک انڈا صدقہ کیا۔ پھر جب امام برآمد ہوتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۸۵۰)

۵۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جمعۃ المبارک کی پہلی اذان اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام منبر پر بیٹھا کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی یہی معمول تھا۔ تاہم جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عہد ہمایوں آیا تو لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا، تو مقام زوراء میں تیسری اذان کا اضافہ کیا گیا۔

۶۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو آپ کے عین سامنے مسجد کے دروازے پر اذان پڑھی جاتی تھی۔ یہ سلسلہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی

تھا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۰۸۸)

۷-حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے زمانہ میں بہترین دن جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم (علیہ السلام) پیدا ہوئے، اسی روز ان کا انتقال ہوا، اسی روز صور پھونکا جائے گا، اسی دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، اسی دن تم کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ جو بھی تم درود و سلام پڑھتے ہو وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر ہمارا درود شریف کیسے پیش کیا جائے گا' جبکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کو کھائے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۶۳۶)

۸-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے ارشاد فرماتے تھے: آپ منبر پر جلوہ افروز ہوتے اور جب مؤذن اذان سے فراغت حاصل کرتا تو آپ کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے اور سکوت اختیار کیے رکھتے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۰۹۲)

اذان اول یا اذان ثانی پر سعی واجب ہوتی ہے؟:

جمعۃ المبارک کے موقع پر اذان اول سے سعی واجب ہوتی ہے یا اذان ثانی پر؟ اس بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) دل سے نیت کرنا، (۲) نماز جمعہ کے لیے غسل کرنا، (۳) اذان پر لبیک کہہ کر مسجد میں جانا، (۴) درمیانی رفتار سے نماز کے لیے مسجد میں جانا۔

ذکر اللہ کے معنی میں تین اقوال ہیں:

(۱) جمعۃ المبارک کی نماز، (۲) امام کی وصیت، (۳) نماز ادا کرنے کا وقت۔

نماز کے وقت خرید و فروخت کرنے کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) یہ ممانعت نماز کے وقت سے لے کر نماز سے فراغت تک ہے۔ (۲) خطبہ کی اذان سے لے کر نماز سے فراغت تک ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اذان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شروع کی تھی تا کہ لوگ خطبہ سننے کے لیے تیار ہو جائیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔ پہلی نماز کے بعد خرید و فروخت حرام نہیں ہے۔

نماز جمعہ کے بعد کاروبار واجب نہ ہونا:

اس آیت سے ہرگز یہ حکم ثابت نہیں ہوتا کہ نماز جمعہ کے بعد کاروبار کرنا واجب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماقبل آیت میں نماز جمعہ کے بعد کاروبار کرنے کی ممانعت کی گئی تھی اور جب کسی ممانعت والے حکم کے بعد جواز کی صورت پیدا کی جائے اس کی حیثیت وجوب کی نہیں ہوتی بلکہ اباحت کی ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ (المائدہ:۱)

''تمہارے لیے مویشی چار پائے حلال قرار دیے گئے ہیں، سوائے ان کے جن کی تلاوت کی جائے مگر حالت احرام

میں شکار کرنے والے نہ بننا۔"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت احرام میں شکار کرنا منع ہے اور دوسری آیت سے احرام کھولنے کے بعد شکار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (المائدہ:۲) "اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔"

اس آیت میں ممانعت کے بعد شکار کرنے کا دوبارہ حکم دیا جا رہا ہے جو وجوب پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہاں استحباب مراد ہے۔

اللہ کا فضل طلب کرنے کا مفہوم:

اس آیت میں نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ اس فضل سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں اسلاف وفقہاء کے مختلف اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عراک بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نماز جمعہ سے فراغت پر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یوں دعا کیا کرتے تھے:
"اے پروردگار! میں نے تیرے حکم پر عمل کیا، تیرا فرض ادا کیا اور تیرے حکم پر عمل کرتا ہوا زمین پر پھیل گیا۔ اب تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا کر اور تو بہترین رزق عطا کرنے والا ہے۔"

۲۔ حضرت سعید بن مسیب اور حضرت امام حسن بصری رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد ہے: علم کی طلب اور نفل نماز ادا کرنا۔

۳۔ حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ارشاد خداوندی: وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ سے مراد ہے: ہفتہ کے دن کام کرنا۔

۴۔ امام مقاتلؒ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نماز جمعہ کے بعد طلب رزق کو جائز قرار دیا ہے۔ لہٰذا جو شخص پسند کرے اسے طلب کرے اور جو چاہے نہ طلب کرے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس آیت میں اللہ کی طرف سے طلب دنیا کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اس سے مراد ہے: بیماروں کی عیادت کرنا، نماز جنازہ میں شامل ہونا اور مسلمان بھائیوں سے ملاقات کرنا۔

۶۔ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: بکثرت ذکر کرنے سے مراد ہے: چلتے پھرتے، بیٹھتے اٹھتے اور لیٹے ہوئے ذکر اللہ میں مشغول رہنا۔

۷۔ حضرت امام ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ نماز جمعہ کے بعد مسجد سے نکل جائے پھر چاہے تو بیٹھا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل تلاش کرنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ وہ طلب رزق کرے یا اولاد صالح یا علم نافع یا دیگر امور میں سے کوئی طلب کرے۔

۸۔ فضل کے تین مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(i) نماز جمعہ کے بعد نفلی نماز میں مشغول ہونا، (ii) رزق حلال کی طلب کرنا، (iii) اللہ تعالیٰ سے جنت اور اس کی رضا کا طالب ہونا۔

جمعہ اور عید دونوں ایک دن آجائیں تو ان کے ادا کرنے کا حکم

نماز جمعہ ایک عظیم عبادت ہے اور نماز عید بھی ایک اہم عبادت ہے، ان دونوں کا ایک دن میں جمع ہونا ناممکنات سے نہیں ہے اور ملک وملت کے لیے نحوست بھی نہیں ہے، جس طرح اکثر جہلاء کا خیال ہے۔ دونوں نمازوں کا ایک دن میں جمع ہونا باعث رحمت ہے اور دونوں اپنے اپنے اوقات میں پڑھی جائیں گی۔ اس سلسلہ میں چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ اور نماز عیدین میں ان دو سورتوں کی قرأت کرتے تھے:

(۱) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ○ (۲) هَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ○ بعض اوقات یہ دونوں نمازیں ایک دن میں جمع ہو جاتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نمازوں میں ان سورتوں کی قرأت کرتے تھے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۴۲۳)

۲- حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: جس دن دو عیدیں جمع ہوئیں کیا اس دن آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: ہاں! حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے سوال کیا: پھر آپ نے کس طرح کیا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھائی اور جمعہ کے بارے میں رخصت عطا کر دی کہ جو شخص چاہے ادا کرے اور جو چاہے ادا نہ کرے۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۱۰)

بعض فقہاء نے اسی روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا: دونوں (جمعہ اور عید) نمازیں ایک دن میں جمع ہونے کی صورت میں نماز عید پڑھی جائے گی اور نماز جمعہ ساقط ہو جائے گی۔ حضرت امام شافعی، حضرت امام نخعی اور حضرت امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی موقف ہے۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔

جمہور فقہاء کا موقف ہے کہ دونوں نمازیں ایک دن میں جمع ہونے کی صورت میں دونوں واجب ہوں گی اور ان میں سے ایک کے ادا کرنے سے دوسری ساقط نہیں ہوگی، جس طرح عید کے دن ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی۔

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے دن دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں۔ جو شخص چاہے نماز عید، جمعہ سے کافی ہوگی اور ہم تو نماز جمعہ ادا کریں گے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۰۷۳)

فائدہ نافعہ:

نماز جمعہ ادا کرنے سے نماز عید کافی نہیں ہوتی بلکہ اس روایت کا تعلق ابتداء اسلام کے ساتھ ہے، جو لوگ مدینہ طیبہ کے بالائی علاقہ سے آتے تھے ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم روا رکھا پھر اسے ختم کر دیا تھا۔ اب جو شخص نماز عید ادا

کرلیتا ہے اور وہ نماز جمعہ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی نماز جمعہ ساقط نہیں ہوگی بلکہ وہ نماز ظہر ادا کرے گا جو نماز جمعہ کے قائمقام ہے۔

چھٹی اتوار کی ہونی چاہیے یا جمعۃ المبارک کی؟

پاکستان میں چھٹی اتوار کے روز ہونا چاہیے یا جمعۃ المبارک کے دن؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ بعض علماء کا مؤقف ہے کہ پاکستان میں ہفتہ وار تعطیل بروز اتوار ہونی چاہیے۔ ان کے متعدد دلائل ہیں:

(i) قرآن کا اعلان ہے کہ نماز جمعہ کے بعد زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ فضل کا مطلب تجارت اور کاروبار کرنا ہے۔ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن تعطیل نہ کی جائے بلکہ اتوار میں کی جائے۔ سوال یہ ہے کہ جمعۃ المبارک میں تعطیل کرنا منع ہے اور تجارت و کاروبار کرنا واجب ہے' تو پھر کونسی صورت اختیار کی جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عین نماز جمعہ کے وقت کاروبار کرنا منع ہے اور نماز سے فراغت پر اس کی اجازت دی گئی ہے، اور یہ قانون ہے کہ ممانعت کے بعد جس معاملہ کو جائز قرار دیا جائے وہ واجب نہیں ہوتا بلکہ اباحت کی صورت مراد ہوتی ہے۔ اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ محض فضل کا معنیٰ تجارت و کاروبار نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے: حصول رزق اور طلب علم۔

(ii) اتوار کے دن تعطیل کے جواز کے قائلین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یورپی اور مغربی ممالک میں اتوار کی تعطیل ہوتی ہے، اگر ہم جمعۃ المبارک کی تعطیل کریں تو ہفتہ میں دو دن ہمارا تجارت و کاروبار متاثر ہوگا جو ملک و ملت کے مفاد میں نہیں ہوسکتا بلکہ نقصان ہوگا، کیونکہ جمعۃ المبارک کی چھٹی ہماری وجہ سے اور اتوار کی تعطیل یورپی ممالک کی چھٹی کی وجہ سے۔

۲۔ بعض علماء کا مؤقف ہے کہ ہفتہ وار تعطیل نہیں ہونا چاہیے، اگر دنیا کی روٹین کے مطابق تعطیل کرنا ضروری سمجھا جائے تو یہ جمعۃ المبارک کی ہونا چاہیے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(i) یہود و نصاریٰ اپنی ہفتہ وار تعطیل اپنے اپنے مقدس دنوں میں کرتے ہیں، جن میں وہ عبادت و ریاضت کرتے ہیں مثلاً یہودی ہفتہ کے دن اور نصاریٰ اتوار کے دن تعطیل کرتے ہیں۔ علی ھذا القیاس مسلمانوں کو بھی اپنے مقدس و محترم یوم میں تعطیل کرنا چاہیے، وہ جمعۃ المبارک کا دن ہے۔

(ii) دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں جمعۃ المبارک میں تعطیل کی جاتی ہے' تو ہمیں بھی ان سے اظہار یکجہتی کی بناء پر جمعۃ المبارک کی تعطیل کرنا چاہیے۔

(iii) اتوار کے دن تعطیل کرنے سے نصاریٰ (عیسائیوں) سے مشابہت لازم آئے گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں سے مشابہت کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

(الف) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور انصار کے بوڑھے لوگوں کے پاس گئے' اور ان کی داڑھیاں سفید تھیں۔ آپ ان سے یوں مخاطب ہوئے: اے انصار کی جماعت! تم اپنی داڑھیوں کو

سرخ اور زرد رنگ میں رنگو۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اہل کتاب شلوار استعمال کرتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے، آپ نے فرمایا: تم شلوار پہنو اور تہبند باندھو اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اہل کتاب موزے استعمال کرتے ہیں اور اس پر جوتا نہیں پہنتے، آپ نے فرمایا: تم موزے پہنو اور اس کے اوپر جوتے پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اہل کتاب داڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ (مسند احمد، ج:۵،ص:۲۶۵)

(ب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود و نصاریٰ اپنے بالوں کو رنگتے تھے تو تم ان کی مخالفت کرو۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:۴۲۰۳)

نماز جمعہ کے بارے میں احکام و مسائل:

نماز جمعۃ المبارک کے بارے میں چند اہم اور ضروری احکام و مسائل حسب ذیل:

☆ نماز جمعہ فرض عین ہے اور اس کا منکر کافر ہے، کیونکہ اس کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے۔

☆ آدائے نماز جمعہ کی سات شرائط ہیں:

(۱) مصر (شہر) ہونا: اس کے ثبوت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: جامع شہر کے بغیر نہ جمعہ درست ہے اور نہ (تکبیرات) تشریق۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مصر (شہر) کی تعریف یوں ہے:

ایسا بڑا شہر ہے جس میں گلیاں، بازار اور اس کے مضافات ہوں۔ اس میں ایسا حاکم موجود ہو جو ظالم سے مظلوم کو بدلہ لے کر دینے پر قادر ہو اور اس میں ایسا اہل علم ہو جو پیش آمدہ مسائل شرعی کی صحیح راہنمائی کر سکتا ہو۔

(۲) سلطان وقت یا اس کے نائب کا نماز جمعہ پڑھانا: ہاں مسلمان جس شخص کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرنا پسند کریں تو نماز جمعہ درست ہو جائے گی۔ یاد رہے بوجہ عذر تعیین مسلمین قائمقام تعیین سلطان ہے۔

(۳) نماز جمعہ کے لیے وقت نماز ظہر ہونا۔

(۴) نماز جمعہ سے قبل خطبہ ہونا: یہ دو خطبے ہوں گے جن کے درمیان معمولی وقفہ ہوگا۔

(۵) جماعت کے سامنے خطبہ دینا: خلاصہ کی تصریح کے مطابق ایک آدمی کا ہونا بھی کافی ہے۔

(۶) نماز جمعہ کے لیے جماعت کا ہونا: وہ امام کے علاوہ تین آدمی بھی ہو سکتے ہیں۔

(۷) اذن عام ہونا یعنی مسجد میں آنے کے لیے کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہونا خواہ کوئی واقف ہو یا ناواقف ہو۔ تاہم خطرہ کی صورتحال کے پیش نظر گارڈ وغیرہ کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُنَافِقِيْنَ

باب 63: سورۃ المنافقون سے متعلق روایات

3234 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَآئِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ مَعَ عَمِّي فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيِّ ابْنَ سَلُولٍ يَقُولُ لِأَصْحَابِهِ (لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا) وَ (لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ) فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي فَذَكَرَ ذٰلِكَ عَمِّي لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ فَحَلَفُوا مَا قَالُوا فَكَذَّبَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَهُ فَأَصَابَنِي شَيْءٌ لَمْ يُصِبْنِي قَطُّ مِثْلُهُ فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ عَمِّي مَا أَرَدْتَ إِلَّا أَنْ كَذَّبَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَقَتَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ) فَبَعَثَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ صَدَّقَكَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں اپنے چچا کے ساتھ موجود تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو اپنے ساتھیوں سے یہ کہتے ہوئے سنا (جس کے الفاظ قرآن نے نقل کیے ہیں)

"اللہ کے رسول کے ساتھ جو لوگ ہیں تم ان پر خرچ نہ کرو تا کہ وہ لوگ آپ کو چھوڑ جائیں۔"

(اس نے یہ بھی کہا جس کا ذکر قرآن میں ہے)

"جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو عزت دار لوگ ذلیل لوگوں کو اس میں سے نکال دیں گے۔"

میں نے اس بات کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا، میرے چچا نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلایا، میں نے آپ ﷺ کو یہ بات بتائی۔ نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا تو انہوں نے اس بات کی قسم اٹھائی کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی' تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے غلط قرار دیا اور ان کی تصدیق کر دی۔ اس کے نتیجے میں مجھے جو افسوس ہوا' ایسا افسوس مجھے کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں گھر میں بیٹھ گیا اور میرے چچا نے کہا: تم صرف یہ چاہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ تمہیں غلط قرار دیں اور تم سے ناراض ہو جائیں؟

(حضرت زید بن ارقم بیان کرتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

3234- اخرجه البخاری (۸/۵۱۲): كتاب التفسير: باب: قوله (اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول اللّٰه) الى (لكاذبون)، حديث (۴۹۰۰)، واطرافه في (۴۹۰۱، ۴۹۰۳، ۴۹۰۴)، ومسلم (۴/۲۱۴۰): كتاب صفات المنافقين و احكامهم: باب (-)، حديث (۲۷۷۲/۱)، و عبد بن حميد ص (۱۰۳)، حديث (۲۶۲).

"جب منافق تمہارے پاس آئے۔"

تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلوایا اور یہ آیت تلاوت کر کے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کردی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3235 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَبِىْ سَعْدٍ الْاَزْدِيِّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ

متنِ حدیث: قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَعَنَا اُنَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ فَكُنَّا نَبْتَدِرُ الْمَاءَ وَكَانَ الْاَعْرَابُ يَسْبِقُوْنَا اِلَيْهِ فَسَبَقَ اَعْرَابِيٌّ اَصْحَابَهُ فَيَسْبِقُ الْاَعْرَابِيُّ فَيَمْلَاُ الْحَوْضَ وَيَجْعَلُ حَوْلَهُ حِجَارَةً وَّيَجْعَلُ النِّطْعَ عَلَيْهِ حَتّٰى يَجِيْءَ اَصْحَابُهُ قَالَ فَاَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَعْرَابِيًّا فَاَرْخٰى زِمَامَ نَاقَتِهِ لِتَشْرَبَ فَاَبٰى اَنْ يَّدَعَهُ فَانْتَزَعَ قِبَاضَ الْمَآءِ فَرَفَعَ الْاَعْرَابِيُّ خَشَبَتَهُ فَضَرَبَ بِهَا رَاْسَ الْاَنْصَارِيِّ فَشَجَّهُ فَاَتٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ رَاْسَ الْمُنَافِقِيْنَ فَاَخْبَرَهُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِهِ فَغَضِبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ ثُمَّ قَالَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهٖ يَعْنِى الْاَعْرَابَ وَكَانُوْا يَحْضُرُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الطَّعَامِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِذَا انْفَضُّوا مِنْ عِنْدِ مُحَمَّدٍ فَاْتُوْا مُحَمَّدًا بِالطَّعَامِ فَلْيَاْكُلْ هُوَ وَمَنْ عِنْدَهُ ثُمَّ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ قَالَ زَيْدٌ وَّاَنَا رِدْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ فَاَخْبَرْتُ عَمِّىْ فَانْطَلَقَ فَاَخْبَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَفَ وَجَحَدَ قَالَ فَصَدَّقَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَّبَنِىْ قَالَ فَجَآءَ عَمِّىْ اِلَيَّ فَقَالَ مَا اَرَدْتَ اِلَّا اَنْ مَقَتَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَّبَكَ وَالْمُسْلِمُوْنَ قَالَ فَوَقَعَ عَلَيَّ مِنَ الْهَمِّ مَا لَمْ يَقَعْ عَلٰى اَحَدٍ قَالَ فَبَيْنَمَا اَنَا اَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ قَدْ خَفَقْتُ بِرَاْسِىْ مِنَ الْهَمِّ اِذْ اَتَانِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَكَ اُذُنِىْ وَضَحِكَ فِىْ وَجْهِىْ فَمَا كَانَ يَسُرُّنِىْ اَنَّ لِىْ بِهَا الْخُلْدَ فِى الدُّنْيَا ثُمَّ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ لَحِقَنِىْ فَقَالَ مَا قَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَا قَالَ لِىْ شَيْئًا اِلَّا اَنَّهُ عَرَكَ اُذُنِىْ وَضَحِكَ فِىْ وَجْهِىْ فَقَالَ اَبْشِرْ ثُمَّ لَحِقَنِىْ عُمَرُ فَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ قَوْلِىْ لِاَبِىْ بَكْرٍ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُوْرَةَ الْمُنَافِقِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں شریک ہوئے، ہمارے ساتھ کچھ دیہاتی لوگ بھی تھے، ہم نے پانی تک جلدی پہنچنے کی کوشش کی تو دیہاتی لوگ ہم سے پہلے اس تک پہنچ چکے تھے، ایک دیہاتی اپنے ساتھیوں سے آگے نکل گیا۔ اس دیہاتی نے آگے پہنچ کر حوض کو بھر دیا اور اس کے اردگرد پتھر رکھ دیے۔ اس پر چمڑا رکھ دیا تاکہ اس کے ساتھی آجائیں، اس سے پہلے کوئی دوسرا پانی استعمال نہ کر سکے۔ ایک انصاری شخص اس کے پاس گیا، اس نے

اپنی اونٹنی کی مہار کو ڈھیلا کیا تاکہ اونٹنی پانی پی سکے' تو اس دیہاتی نے اسے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر اس انصاری نے اس پانی پر موجود رکاوٹ کو ہٹا دیا۔ اس دیہاتی نے ایک لکڑی اٹھائی اور اس انصاری کے سر پر ماردی جس کے نتیجے میں اس انصاری کا سر پھٹ گیا۔ وہ انصاری عبداللہ بن اُبی کے پاس آیا (اور اسے یہ واقعہ سنایا) یہ بات سن کر عبداللہ بن ابی نے یہ کہا: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو' جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہیں' تاکہ وہ نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ عبداللہ بن ابی کی مراد یہ دیہاتی لوگ تھے۔ یہ لوگ کھانے کے وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس آ جایا کرتے تھے۔ عبداللہ بن ابی کے کہنے کا مطلب یہ تھا: کھانا اس وقت لے کر جایا کرو' جب یہ لوگ چلے جائیں' تاکہ ہم لوگ اور ہمارے ساتھی ہی کھائیں۔ عبداللہ بن اُبی نے بعد میں یہ بھی کہا: جب ہم مدینہ واپس جائیں گے' تو وہاں سے عزت دار لوگ ان ذلیل لوگوں کو (یعنی دیہاتیوں کو) باہر نکال دیں گے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اس سفر کے دوران میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں، میں نے خود عبداللہ بن ابی کی زبانی یہ بات سنی تھی۔ میں نے یہ بات اپنے چچا کو بتائی اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات بتائی تو نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو بلایا' تو اس نے قسم اٹھا کر اس بات سے انکار کر دیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس کی بات کی تصدیق کی اور مجھے غلط قرار دیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میرے چچا میرے پاس آئے اور بولے: تم صرف یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تم سے ناراض ہوں اور وہ تمہیں غلط قرار دیں اور مسلمان بھی (تم سے ناراض ہوں اور تمہیں غلط قرار دیں؟) حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اس بات سے مجھے جتنا افسوس ہوا تھا اتنا مجھے کبھی کسی چیز سے نہیں ہوا تھا۔

میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور افسوس کی وجہ سے میں نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا۔ اسی دوران نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے میرا کان کھینچا اور مسکرانے لگے تو اس سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ شاید اس بات سے بھی نہ ہوتی کہ مجھے دنیا میں ہمیشہ رہنے دیا جاتا۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور بولے: نبی اکرم ﷺ نے تم سے کیا فرمایا ہے؟ تو میں نے جواب دیا: آپ ﷺ نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ آپ ﷺ نے صرف میرا کان کھینچا' اور مسکرا دیے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے، میں نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ اگلے دن نبی اکرم ﷺ نے سورۃ المنافقون کی آیات تلاوت کیں۔

''(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سورہ منافقین مدنی ہے جو دو (۲) رکوع، گیارہ (۱۱) آیات، ایک سو اسی (۱۸۰) کلمات اور سات سو چھہتر (۷۷۶) حروف پر مشتمل ہے۔

سورہ منافقین کا شان نزول:

ارشاد ربانی ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (المنافقون: ۱)

"(اے محبوب!) جب آپ کے پاس منافق لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں: بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے اس بات کی بیشک منافق لوگ ضرور جھوٹے ہیں۔"

جب غزوہ بنوالمصطلق پیش آیا تو اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے نوازا۔ اس غزوہ کے اختتام پر مسلمانوں میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری صحابی کا باہم تنازع ہو گیا، اس موقع پر مہاجر نے مہاجرین کو معاونت کے لیے پکارا اور انصاری نے انصار کو مدد کے لیے بلایا، مہاجرین نے مہاجر کی مدد کی اور انصار نے انصاری کی معاونت کی اور اس تنازع کے موقع پر انصاری کو چوٹ لگی تھی۔ یہ تنازع جنگل کی آگ کی طرح بڑی تیزی سے پھیل گیا۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: یہ زمانہ جاہلیت کا کیسا نعرہ ہے اسے ترک کر دو، اس سے بدبو آتی ہے۔ اس ہدایت پر معاملہ ختم ہو گیا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے حسب معمول موقع کو غنیمت تصور کیا اور اپنی منافقانہ چال سے لوگوں سے یوں مخاطب ہوا تم لوگوں نے مہاجرین کو سر پر چڑھا رکھا ہے، تم لوگوں نے اپنے اموال اور قیمتی دولتیں ان میں تقسیم کر دیں اور اب تمہاری روٹیوں پر پلنے والے ہر معاملہ میں تم سے آنکھیں دکھاتے ہیں۔ اگر تم لوگوں نے اب بھی ان سے دست تعاون نہ کھینچا تو یہ لوگ تمہاری نیندیں حرام کر دیں گے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی زہر آلود یہ گفتگو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی سنی، وہ جو شیلے نوجوان تھے، انہوں نے یہ باتیں اپنے چچا کو بتائیں اور چچا اس گفتگو کو ہضم نہ کر سکے، انہوں نے فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول حضرت زید رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور جدید پیش آنے والی صورتحال کے بارے میں تحقیق کی، اس بارے میں دریافت کیا: اے لڑکے بتاؤ! تم کہیں جھوٹ تو نہیں بول رہے؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تمام گفتگو میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے۔ آپ نے دوبارہ دریافت کیا: اے زید! کیا تمہیں کوئی شبہ نہیں ہو گیا؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے پھر پہلے والا جواب دیا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو طلب کیا اور اس سے ان باتوں کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے حسب معمول اور حسب عادت جھوٹی قسم کھا کر کہا: اس نے ہرگز ہرگز یہ بات نہیں کہی، زید کذب بیانی سے کام لے رہا ہے، آپ کو اس کی گفتگو پر قدرے یقین ہو گیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بدظنی ہو گئی۔ اس موقع پر سورہ منافقین نازل ہوئی جس سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

صداقت ثابت ہوگئی اور منافقین کا کذب بھی کھل کر سامنے آ گیا۔

سورہ کا نام المنافقون ہے جس کا مادہ ''نفق'' ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: زمین میں سرنگ لگانا، جنگلی چوہے کی طرح ایک سوراخ سے داخل ہونا اور دوسرے سے باہر نکل آنا۔

نفاق کا اصطلاحی معنیٰ ہے: ایک طریقہ سے اسلام میں داخل ہونا پھر دوسرے طریقہ سے نکل جانا، منافق انسان زبان کے ذریعے دین میں داخل ہوتا ہے اور دل سے دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ نفاق سے مراد ہے: سازش، دھوکہ۔

سوال: رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین کر لیا لیکن حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی سچی بات پر بدظن ہو گئے، اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تھا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کے ظاہری حکم کے مطابق تحقیق کر کے اصل صورتحال کو معلوم کرنے کی کوشش فرمائی اور وہ مشہور عدالتی قانون ہے کہ مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہے اور منکر پر قسم اٹھانا ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق کے وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس گواہ نہیں تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

سوال: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی گفتگو سن کر اپنے چچا کو بتائی، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خوب تحقیق کی۔ گویا یہ چغلی ہے اور چغلی کھانا حرام ہے؟

جواب: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی کی گفتگو سن کر بالواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی یہ چغلی ہرگز نہیں تھی، کیونکہ چغلی کی تعریف یہ ہے کہ کسی ایک فریق کی بات سن کر دوسرے فریق تک پہنچائی جائے کہ فریقین میں تنازع یا فساد کی فضا پیدا ہو جائے۔ یہ گفتگو پہنچانے کا مقصد منافقین کے نفاق سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا تھا۔

سوال: اس سورت کا نام منافقین تجویز کیا گیا ہے، اس میں منافقین کی کونسی علامات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: اس سورت میں منافقین کی مشہور علامات جو بیان کی گئی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) جھوٹ بولنا (۲) جھوٹی قسم کھانا (۳) دل میں کفر رکھتے ہوئے ایمان کا دعویٰ کرنا (۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا (۵) لوگوں کو ایمان لانے سے روکنا (۶) بہادری کا دعویٰ کرتے ہوئے بزدلی کا مظاہرہ۔

3236 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ مُنْذُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ قَالَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ (لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ) قَالَ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَحَلَفَ مَا قَالَهٗ فَلَامَنِيْ قَوْمِيْ وَقَالُوْا مَا اَرَدْتَ

3236۔ اخرجه البخاري (۸/۵۱۵): كتاب التفسير: باب: قوله (ذلك بانهم امنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون). حديث (۴۹۰۲)، واحمد (۴/۳۶۸، ۳۷۰)، و عبد الله بن احمد في الزوائد (۴/۳۷۰).

إِلَّا هٰذِهِ فَاَتَيْتُ الْبَيْتَ وَنِمْتُ كَئِيبًا حَزِينًا فَاَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اَتَيْتُهُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں، میں نے چالیس برس پہلے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ حدیث سنی تھی غزوۂ تبوک کے موقع پر عبداللہ بن اُبی نے یہ کہا تھا: جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو وہاں سے عزت دار لوگ ذلیل لوگوں کو باہر نکال دیں گے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور آپ ﷺ کو یہ بات بتائی تو عبداللہ بن ابی نے اس بات کی قسم اٹھائی کہ اس نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ میری قوم کے افراد نے مجھے ملامت کی اور بولے: اس بات کے ذریعے تمہارا یہی مقصد تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں گھر آ کر بہت غمگین حالت میں سو گیا پھر اگلے دن نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے' یا میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، یہ آیت نازل ہوئی تھی:

''یہ وہی لوگ ہیں' جو یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو' جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے قریب ہیں' تاکہ وہ ان کو چھوڑ جائیں''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3237 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ

متنِ حدیث: كُنَّا فِي غَزَاةٍ قَالَ سُفْيَانُ يَرَوْنَ اَنَّهَا غَزْوَةُ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَالَلْمُهَاجِرِينَ وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَالَلْاَنْصَارِ فَسَمِعَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ قَالُوا رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَسَعَ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ فَسَمِعَ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ ابْنُ سَلُولٍ فَقَالَ اَوَقَدْ فَعَلُوهَا وَاللّٰهِ لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دَعْنِي اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهُ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو فَقَالَ لَهُ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَا تَنْقَلِبُ حَتّٰى تُقِرَّ اَنَّكَ الذَّلِيلُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَزِيزُ فَفَعَلَ

3237- اخرجه البخاري (٦٣١/٦): كتاب المناقب: باب: ما ينهى من دعوى الجاهلية، حديث (٣٥١٨) وطرفه من (٤٩٠٥، ٤٩٠٧)، و مسلم (١٩٩٨/٤): كتاب البر و الصلة و الآداب: باب: نصر الاخ ظالماً او مظلوماً، حديث (٢٥٨٤/٦٣)، و احمد (٣٩٢/٣، ٣٣٨، ٣٨٥)، و الحميدي (٥١٩/٢، ٥٢٠)، حديث (١٢٣٩)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم ایک غزوہ میں شریک ہوئے۔ سفیان نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، علماء نے یہ بات بیان کی ہے، یہ غزوۂ بنو مصطلق کی بات ہے۔

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں): ایک مہاجر نے ایک انصاری کو دھکا دیا تو مہاجر نے کہا: اے مہاجرین میری مدد کے لیے آئیں۔ انصاری نے کہا: اے انصار میری مدد کے لیے آئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات سنی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کیا زمانہ جاہلیت کی طرح بلا رہے ہو؟ لوگوں نے عرض کی، ایک مہاجر نے ایک انصاری کو دھکا دیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو یہ بری چیز ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) بعد میں عبداللہ بن اُبی نے یہ بات سنی تو وہ بولا، کیا انہوں نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی قسم! جب ہم مدینہ واپس لوٹیں گے تو اس وقت عزت دار لوگ ذلیل لوگوں کو باہر نکال دیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو! ورنہ لوگ کہیں گے حضرت محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کروا دیتے ہیں۔

عمرو کے علاوہ دیگر راویوں نے یہ بات نقل کی ہے، عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ نے اپنے والد سے یہ کہا تھا، اللہ کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک تم اس بات کا اقرار نہیں کرتے کہ تم ذلیل ہو اور نبی اکرم ﷺ معزز ہیں تو عبداللہ بن ابی نے ایسا ہی کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نیکوکار اور صالحین کی توہین کرنا منافقوں کا طریقہ:

ارشاد ربانی ہے:

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ (المنافقون: ۷)

"یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے: تم ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو نبی اللہ کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں، آسمانوں اور زمینوں کے خزانے اللہ کے لیے ہیں مگر منافقین (اس حقیقت) کو نہیں سمجھتے۔"

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے اپنے نفاق کی بناء پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ذلیل (معاذ اللہ) اور اپنے آپ کو معزز قرار دے کر گستاخی کا ارتکاب کیا تھا۔ پھر اس سے اس بارے میں دریافت کرنے پر اس نے جھوٹی قسم کھا کر انکار کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسب معمول اس موقع پر بھی عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں تا کہ اس گستاخ کی گردن اڑا دوں؟ فرمایا: نہیں! آپ ایسا مت کریں کہ دشمن کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم) نے اپنے ساتھیوں کو بھی معاف نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس کی قدرت اور حکمت کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ رئیس المشرکین ابوجہل کا بیٹا فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوگیا، کائنات نے یہ منظر دیکھا کہ دنیا کا سب سے بڑا دشمن (ابوجہل) تکبر وغرور اور کفر کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بنا لیکن اس کا بیٹا عکرمہ مسلمان ہو کر عاشق رسول اور جنت کا حقدار۔اسی طرح رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اپنے نفاق اور کفر کی وجہ سے عذاب الٰہی کا حقدار قرار پایا اور اس کا بیٹا ''عبداللہ بن عبداللہ'' دولت ایمان سے مالا مال ہوا اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا۔

غزوہ بنوالمصطلق سے واپسی پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ رئیس المنافقین سے انتقام لیتے ہوئے یوں مخاطب ہوئے: ''قسم بخدا! تو اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک اس بات کا اقرار نہ کر لے کہ تو ذلیل ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں۔''

جھوٹ بولنا منافقین کا شعار ہونا:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کذب بیانی منافقین کا شعار اور ان کی علامت ہے۔اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین علامات ہیں:

(۱) جب وہ بات کرتا ہے' تو جھوٹ بولتا ہے۔

(۲) جب وہ کوئی وعدہ کرتا ہے' تو اس کے خلاف کرتا ہے۔

(۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۹)

۲-حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں چار علامات پائی جائیں، وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک ہوگی اس میں نفاق کی ایک علامت ہوگی حتیٰ کہ وہ اسے ترک کر دے۔وہ چار علامات یہ ہیں:

(۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔

(۲) جب وہ بات کرتا ہے' تو جھوٹ بولتا ہے۔

(۳) جب وہ کسی سے وعدہ کرتا ہے' تو اسے پورا نہیں کرتا۔

(۴) جب وہ کسی سے جھگڑتا ہے' تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۴)

سوال: پہلی حدیث میں منافق کی تین علامات بیان کی گئی ہیں جبکہ دوسری میں چار علامات منافق بیان ہوئی ہیں، یہ تو روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) یہاں تعداد علامات بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ کثرت علامات مقصود ہیں۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں سے نفرت دلانے کے لیے پہلے تین علامات منافق بیان کی ہوں پھر مزید گناہوں سے نفرت دلانے کے لیے چار علامات بیان فرمائی ہوں۔

فائدہ نافعہ:

برادران یوسف نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے جھوٹ بولا، ان سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی اور انہوں نے امانت میں خیانت بھی کی مگر وہ منافق نہیں تھے۔ تاہم وہ مرتکب الکبائر تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھار کسی شخص میں یہ علامات پائی جائیں وہ منافق نہیں ہے۔ ان علامات کو بیان کرنے کا اصل مقصد امت کو کبائر کے ارتکاب سے منع کرنا ہے۔

منافقوں کا اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنانا:

سورۃ المنافقین میں منافقوں کی جھوٹی قسموں کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا۔''

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس سلسلہ میں عرض کیا گیا تو آپ نے اسے طلب کیا اور اس سے گستاخی کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے جھوٹی قسم کھاتے ہوئے صاف الفاظ میں انکار کر دیا۔ اس موقع پر قرآن کی آیت نازل ہوئی جس میں اس گستاخ کے ڈھول کا پول کھول دیا گیا۔

3238 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ جَنَابٍ الْكَلْبِيُّ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

آثارِ صحابہ: قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يُبَلِّغُهُ حَجَّ بَيْتِ رَبِّهِ اَوْ تَجِبُ عَلَيْهِ فِيهِ الزَّكَاةُ فَلَمْ يَفْعَلْ يَسْاَلِ الرَّجْعَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا ابْنَ عَبَّاسٍ اتَّقِ اللّٰهَ اِنَّمَا يَسْاَلُ الرَّجْعَةَ الْكُفَّارُ قَالَ سَاَتْلُو عَلَيْكَ بِذٰلِكَ قُرْاٰنًا (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ) اِلٰى قَوْلِهِ (وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ) قَالَ فَمَا يُوْجِبُ الزَّكَاةَ قَالَ اِذَا بَلَغَ الْمَالُ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَصَاعِدًا قَالَ فَمَا يُوْجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالْبَعِيْرُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ حَيَّةَ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ وَقَالَ هٰكَذَا رَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ جَنَابٍ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ جَنَابٍ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ حَيَّةَ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيْثِ

❖❖ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ بیت اللہ کے حج سے ...

3238۔ اخرجه عبد بن حميد ص (٢٣١)، حديث (٦٩٣)۔

سکتا ہو اس مال پر زکوۃ واجب ہوتی ہو اور پھر وہ شخص حج نہ کرے یا اس مال کی زکوۃ ادا نہ کرے اور پھر جب وہ شخص مرنے لگے گا تو وہ یہ آرزو کرے گا' کاش میں دنیا میں واپس چلا جاؤں۔ اس پر ایک شخص نے کہا: اے عبداللہ بن عباس! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ دنیا میں واپس جانے کی آرزو کفار کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اس بارے میں تمہارے سامنے قرآن کی آیت پڑھتا ہوں۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی:

""اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں جو شخص ایسا کرے گا' وہ خسارہ پانے والا ہوگا' اور جو رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو! اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی ایک کے پاس موت آئے۔"

یہ آیت یہاں تک ہے "اور تم جو عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔"

اس شخص نے دریافت کیا: کتنے مال پر زکوۃ واجب ہوتی ہے' تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جب مال دوسو درہم ہو جائے یا اس سے زیادہ ہو جائے۔ اس شخص نے دریافت کیا: حج کب واجب ہوتا ہے؟ تو حضرت عبداللہ نے جواب دیا: جب زاد سفر اور سواری میسر ہو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔ سفیان بن عیینہ اور دیگر راویوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے' اور ابو جناب کے حوالے سے' ضحاک کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ ان حضرات نے اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

یہ روایت عبدالرزاق کی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

ابو جناب نامی راوی کا نام یحییٰ بن ابوحیہ ہے' اور حدیث میں یہ مستند نہیں ہیں۔

شرح

عبادات میں سستی کرنے والے کا موت کے وقت مہلت طلب کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (المنافقون: ۹-۱۱)

"اے ایمان والو! تمہاری دولت اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے نہ روکے۔ جس شخص نے ایسا کیا، وہی لوگ

گھاٹے والے ہیں۔ جو کچھ ہم نے تمہیں رزق دیا ہے، وہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، موت آنے سے پہلے، وہ شخص یہ بات عرض کرے گا کہ کاش! تو مجھے کچھ دنوں کی مہلت دے دے تاکہ میں صدقہ کر کے نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں۔ موت کا وقت آنے پر اللہ اسے ہرگز مہلت نہیں دے گا۔ اللہ خوب جاننے والا ہے کہ تم کیا کرنے والے ہو۔"

ان آیات کی تشریح حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایمان کے لقب سے پکارا ہے، جس کا مطلب یہ ہے اس عظیم اور بے مثل دولت کے مقابل کوئی دولت نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں کفر و نفاق عذاب کا باعث ہوں گے۔ قیامت کے دن کفار و مشرکین سے شرک اور کفر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ○

(الاحقاف: ۲۰)

"پس آج تمہیں ذلت والا عذاب چکھایا جائے گا، کیونکہ تم زمین پر ناحق تکبر کرتے تھے۔"

اللہ کے ذکر کا معنیٰ و مفہوم:

ذکر الٰہی کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں:

(۱) حج اور زکوٰۃ (۲) تلاوت قرآن (۳) دائمی ذکر الٰہی (۴) پنجگانہ نمازیں (۵) تمام فرائض و واجبات۔

جو شخص عبادات یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی ادائیگی میں کاہلی سے کام لیتا رہا ہو جب اس کی وفات کا وقت آتا ہے تو وہ طالب مہلت ہوتا ہے لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت نہیں دی جاتی۔

فرضیت حج کی شرط میں مذاہب آئمہ:

نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر بالاتفاق گناہ ہے لیکن فرضیت حج کی شرط میں آئمہ فقہ کا اختلاف؟ اس شرط کے بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے جو شخص زادراہ، سواری اور دیگر اخراجات کی طاقت رکھتا ہو، تو اس پر اسی سال حج کرنا ضروری ہے۔ اگر اسی سال حج کیے بغیر مر گیا تو وہ سخت گناہگار ہوگا۔

۲۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ جب کسی شخص کو زادراہ، سواری اور دیگر اخراجات پر قدرت حاصل ہو، اسی سال حج کی ادائیگی ضروری نہیں ہے۔ اگر وہ آئندہ کسی سال میں حج ادا کرے تو وہ گناہگار نہیں ہوگا، کیونکہ حج مطلقاً فرض ہے جس میں کوئی قید یا شرط نہیں ہے۔ ۸ھ میں حج فرض ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں حج ادا کیا تھا، اگر حج فوراً فرض ہو جاتا ہے تو آپ آئندہ سال تک حج کو مؤخر نہ فرماتے بلکہ اسی سال فریضہ حج ادا کرتے۔

بَابٌ وَمِنْ سُوْرَةِ التَّغَابُنِ

باب 64: سورۃ التغابن سے متعلق روایات

3239 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّسَاَلَهٗ رَجُلٌ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ) قَالَ هٰٓؤُلَاءِ رِجَالٌ اَسْلَمُوْا مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ وَاَرَادُوْا اَنْ يَّاْتُوا النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَبٰى اَزْوَاجُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اَنْ يَّدَعُوْهُمْ اَنْ يَّاْتُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَوُا النَّاسَ قَدْ فَقِهُوْا فِى الدِّيْنِ هَمُّوْا اَنْ يُّعَاقِبُوْهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے، ایک شخص نے ان سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا:

"اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد تمہارے دشمن ہیں تم ان سے بچو۔"

تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں' جو مکہ کے رہنے والے تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا، وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے' مگر وہ اپنی بیویوں اور بچوں کی وجہ سے نہیں آئے۔ جب وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور انہوں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر چکے ہیں' تو انہوں نے یہ ارادہ کیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"اے ایمان والو! تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد تمہارے دشمن ہیں' تو ان سے بچو۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

سورہ تغابن مدنی ہے جو دو (۲) رکوع، اٹھارہ (۱۸) آیات، دو سو اکتالیس (۲۴۱) کلمات اور ایک ہزار ستره (۱۰۱۷) حروف پر مشتمل ہے۔

3239- تفرد به الترمذي كما في التحفة (۵/۱۱۴، ۱۴۲)، حديث (۶۱۲۳) من اصحاب الكتب الستة. واخرجه ابن جرير في تفسيره (۱۲/۱۱۷)، برقم (۳۴۱۹۸).

حقوق اللہ کی راہ میں اہل وعیال رکاوٹ بنیں تو وہ دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں:

ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ (التغابن: ۱۴)

"اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض لوگ تمہارے دشمن ہیں سو ان سے ہوشیار رہیں۔ اگر تم (انہیں) معاف کردو، درگزر کرو اور بخش دو تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔"

اس آیت کا شان نزول دو طرح سے بیان کیا جاتا ہے:

(i) جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو شب و روز اپنے مظالم کا نشانہ بناتے ہوئے تنگ کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں اجازت دے دی گئی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ یہ اجازت ملنے پر مسلمان عازم ہجرت ہوتے' تو ان کے اہل وعیال اس فراق و ہجرت سے انہیں روکنے کی کوشش کرتے۔ اس موقع پر مسلمانوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(ii) حضرت عطاء بن رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق یہ آیت حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ان کے اہل وعیال مدینہ منورہ کے باسی تھے، جب حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کسی غزوہ میں شرکت کا قصد کرتے تو وہ انہیں روکنے کی کوشش کرتے۔ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

فائدہ نافعہ:

گھر کے سربراہ کو اہل وعیال کسی نیک عمل سے روکیں یا برائی کے ارتکاب کرنے پر مجبور کریں، ان کا یہ عمل اظہار محبت کی بناء پر نہیں ہوگا بلکہ اسے عداوت پر محمول کیا جائے گا۔ لہٰذا وہ نہ تو نیکی کو ترک کرے اور نہ برائی کا ارتکاب کرے۔

اہل وعیال کا والدین کے لیے آزمائش ہونا:

اولاد خواہ نیک ہو یا بد وہ والدین کے لیے آزمائش ہوتی ہے، اس بارے میں چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سرخ لباس زیب تن کیے ہوئے اور لڑکھڑاتے ہوئے منبر کی طرف بڑھ رہے تھے، منبر کے قریب پہنچنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ روک کر انہیں اٹھایا پھر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے: تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں۔ میں نے بچوں کو لڑکھڑاتے ملاحظہ کیا تو میں صبر نہ کر سکا اور خطبہ منقطع کر کے اٹھالیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۱۰۹)

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اہل جنت سے یوں مخاطب ہوگا اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے: اے اللہ العالمین! ہم تیری اطاعت کے لیے حاضر ہیں، وہ فرمائے گا: کیا تم خوش ہو؟ وہ جواب

میں عرض کریں گے: اے اللہ العالمین! ہم کیوں خوش نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں ایسی نعمتوں سے نوازا ہے جس سے دوسری مخلوق محروم ہے۔ پھر پروردگار فرمائے گا: میں نے تمہارے لیے اپنی رضا حلال کر دی ہے اور اس کے بعد میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۸۲۹)

اس حدیث سے ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی ایسی نعمت ہے، جس کے مقابلہ میں کوئی نعمت نہیں ہو سکتی اور یہ نعمت اہل جنت کو عطا کی جائے گی۔ مسلمانوں کو جہاں حصول جنت کی دعا کرنا چاہیے وہاں رضاء خداوندی کی بھی دعا کرنا چاہیے۔

یہ مضمون قرآن کریم میں بایں الفاظ بیان ہوا ہے:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (التغابن: ۱۵)

''بیشک تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں، اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔''

اس ارشاد میں واضح اور صریح الفاظ میں اس حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے کہ کثرت اموال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے یا وہ اولاد جو دینی تعلیم سے محروم ہو، وہ والدین کے لیے فتنہ اور پریشانی کا باعث ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ التَّحْرِيْمِ

باب 65: سورۃ تحریم سے متعلق روایات

3240 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي ثَوْرٍ

متنِ حدیث: قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ لَمْ اَزَلْ حَرِيْصًا اَنْ اَسْاَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْاَتَيْنِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا) حَتّٰى حَجَّ عُمَرُ وَحَجَجْتُ مَعَهُ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَتَوَضَّاَ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ الْمَرْاَتَانِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَانِ قَالَ اللّٰهُ (اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ) فَقَالَ لِيْ وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكَرِهَ وَاللّٰهِ مَا سَاَلَهُ عَنْهُ وَلَمْ يَكْتُمْهُ فَقَالَ هِيَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ

قَالَ ثُمَّ اَنْشَاَ يُحَدِّثُنِي الْحَدِيْثَ فَقَالَ كُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَجَدْنَا قَوْمًا تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ فَتَغَضَّبْتُ عَلَى امْرَاَتِي يَوْمًا فَاِذَا هِيَ تُرَاجِعُنِي فَقَالَتْ مَا تُنْكِرُ مِنْ ذٰلِكَ فَوَاللّٰهِ اِنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ وَتَهْجُرُهُ اِحْدَاهُنَّ الْيَوْمَ اِلَى اللَّيْلِ قَالَ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي قَدْ خَابَتْ مَنْ فَعَلَتْ ذٰلِكَ مِنْهُنَّ وَخَسِرَتْ قَالَ وَكَانَ مَنْزِلِي بِالْعَوَالِي فِي بَنِي اُمَيَّةَ وَكَانَ لِي

جار من الأنصار كنا نتناوب النزول إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فينزل يوما فيأتيني بخبر الوحي وغيره وأنزل يوما فآتيه بمثل ذلك قال وكنا نحدث أن غسان تنعل الخيل لتغزونا قال فجاءني يوما عشاء فضرب على الباب فخرجت إليه فقال حدث أمر عظيم قلت أجاءت غسان قال أعظم من ذلك طلق رسول الله صلى الله عليه وسلم نساءه قال فقلت في نفسي قد خابت حفصة وخسرت قد كنت أظن هذا كائنا

قال فلما صليت الصبح شددت علي ثيابي ثم انطلقت حتى دخلت على حفصة فإذا هي تبكي فقلت أطلقكن رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت لا أدري هو ذا معتزل في هذه المشربة قال فانطلقت فأتيت غلاما أسود فقلت استأذن لعمر قال فدخل ثم خرج إلي قال قد ذكرتك له فلم يقل شيئا قال فانطلقت إلى المسجد فإذا حول المنبر نفر يبكون فجلست إليهم ثم غلبني ما أجد فأتيت الغلام فقلت استأذن لعمر فدخل ثم خرج إلي فقال قد ذكرتك له فلم يقل شيئا قال فانطلقت إلى المسجد أيضا فجلست ثم غلبني ما أجد فأتيت الغلام فقلت استأذن لعمر فدخل ثم خرج إلي فقال قد ذكرتك له فلم يقل شيئا

قال فوليت منطلقا فإذا الغلام يدعوني فقال ادخل فقد أذن لك فدخلت فإذا النبي صلى الله عليه وسلم متكئ على رمل حصير قد رأيت أثره في جنبيه فقلت يا رسول الله أطلقت نساءك قال لا قلت الله أكبر لقد رأيتنا يا رسول الله وكنا معشر قريش نغلب النساء فلما قدمنا المدينة وجدنا قوما تغلبهم نساؤهم فطفق نساؤنا يتعلمن من نسائهم فتغضبت يوما على امرأتي فإذا هي تراجعني فأنكرت ذلك فقالت ما تنكر فوالله إن أزواج النبي صلى الله عليه وسلم ليراجعنه وتهجره إحداهن اليوم إلى الليل قال فقلت لحفصة أتراجعين رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت نعم وتهجره إحدانا اليوم إلى الليل فقلت قد خابت من فعلت ذلك منكن وخسرت أتأمن إحداكن أن يغضب الله عليها لغضب رسوله فإذا هي قد هلكت فتبسم النبي صلى الله عليه وسلم قال فقلت لحفصة لا تراجعي رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا تسأليه شيئا وسليني ما بدا لك ولا يغرنك إن كانت صاحبتك أوسم منك وأحب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فتبسم أخرى فقلت يا رسول الله أستأنس قال نعم قال فرفعت رأسي فما رأيت في البيت إلا أهبة ثلاثة قال فقلت يا رسول الله ادع الله أن يوسع على أمتك فقد وسع على فارس والروم وهم لا يعبدونه فاستوى جالسا فقال أفي شك أنت يا ابن الخطاب أولئك قوم عجلت لهم طيباتهم في الحياة الدنيا قال وكان أقسم أن لا يدخل على نسائه شهرا فعاتبه الله في ذلك وجعل له كفارة اليمين قال الزهري فأخبرني عروة عن عائشة قالت فلما مضت تسع وعشرون دخل علي النبي صلى الله عليه وسلم بدأ بي قال يا عائشة إني ذاكر لك شيئا فلا تعجلي حتى تستأمري أبويك قالت ثم قرأ هذه الآية ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك﴾ الآية قالت علم والله أن أبوي لم يكونا يأمراني بفراقه فقلت أفي هذا أستأمر أبوي فإني أريد الله ورسوله والدار الآخرة قال معمر فأخبرني أيوب أن عائشة قالت له يا رسول الله لا تخبر أزواجك أني اخترتك

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا بَعَثَنِي اللَّهُ مُبَلِّغًا وَلَمْ يَبْعَثْنِي مُتَعَنِّتًا

حکم حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میری بڑے عرصے سے یہ خواہش تھی کہ میں ان دو خواتین کے بارے میں دریافت کروں جو نبی اکرم ﷺ کی ازواج تھیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

''اگر تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو تو یہ مناسب ہے تم دونوں کے ذہن (ایک ہی بات کی طرف) مائل ہو گئے تھے۔''

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے لیے روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ حج کے لیے گیا۔ سفر کے دوران میں برتن کے ذریعے ان پر پانی انڈیل رہا تھا اور وہ وضو کر رہے تھے۔ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ ﷺ کی ازواج میں سے وہ دو خواتین کون سی تھیں؟ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''اگر تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو تو یہ مناسب ہے تم دونوں کے ذہن (ایک ہی بات کی طرف) مائل ہو گئے تھے۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے ابن عباس! تم پر حیرت ہے۔ زہری بیان کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناپسندیدگی کا اظہار اس لیے کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس بارے میں ان سے پہلے دریافت کیوں نہیں کیا تھا؟ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بات چھپائی نہیں تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ عائشہ اور حفصہ تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے پورا واقعہ سنایا اور بتایا: قریش کے لوگ اپنی بیویوں پر غالب تھے۔ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو ہمیں ایسی قوم سے سامنا کرنا پڑا جن کی عورتیں ان پر غالب تھیں۔

ہماری عورتوں نے بھی ان کی عورتوں سے سیکھنا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو اس نے مجھے پلٹ کر جواب دیا۔ مجھے اس بات پر بہت غصہ آیا کہ اس نے مجھے پلٹ کر جواب دیا تو اس نے کہا: آپ مجھ سے اس بات پر ناراض ہو رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی ازواج بھی انہیں جواب دے دیتی ہیں اور ان میں سے ایک تو ایسی ہیں جو سارا دن ان سے بات نہیں کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے دل میں سوچا ان خواتین میں سے جو بھی ایسا کرتی ہے وہ رسوا ہو جائے گی اور خسارے کا شکار ہو جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میرا گھر بنو امیہ کے محلے میں نواحی علاقے میں تھا۔ میرا ایک انصاری پڑوسی تھا، ہم لوگ باری باری نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاتا تھا، جو نئی وحی کے نازل ہونے یا کوئی دوسری اطلاع ہوتی تھی تو وہ مجھ تک لے آتا تھا۔ ایک دن میں حاضر ہوتا تھا اور اسی طرح اسے آکر بتا دیا کرتا

تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اس زمانے میں ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ غسان ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اپنے گھوڑے تیار کر رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک دن وہ انصاری رات کے وقت آیا، اس نے میرے دروازے کو بجایا، میں نکل کر باہر آیا' تو وہ بولا: ایک بہت بڑا سانحہ رونما ہو گیا ہے۔ میں نے کہا، کیا غسان آ گئے ہیں؟ اس نے کہا، اس سے بھی بڑا سانحہ۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے دل میں سوچا اب تو حفصہ خسارے کا شکار ہو گئی۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ ایسا ہی ہو گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اگلے دن جب میں نے صبح کی نماز ادا کی' تو میں نے چادر اوڑھی اور میں حفصہ کے ہاں گیا' تو وہ رو رہی تھی۔ میں نے کہا، کیا نبی اکرم ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا، مجھے نہیں معلوم۔ آپ ﷺ علیحدہ ہو کر بالا خانے میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں اس سیاہ فام غلام کے پاس آیا اور بولا: عمر کے لیے اندر آنے کی اجازت مانگو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، وہ اندر گیا اور باہر آ گیا اور بولا: میں نے آپ کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا مگر نبی ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں چل کر مسجد میں آ گیا۔ وہاں منبر کے آس پاس کچھ لوگ بیٹھے رو رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا پھر میری کیفیت نے غلبہ پایا، میں اس غلام کے پاس آیا اور میں نے کہا، عمر کے لیے اندر آنے کی اجازت مانگو۔ وہ اندر گیا اور باہر آیا اور بولا: میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے آپ کا تذکرہ کیا ہے' مگر آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں واپس مسجد میں آ گیا اور بیٹھ گیا پھر میری کیفیت نے مجھ پر غلبہ پایا۔ میں اس غلام کے پاس آیا اور بولا: عمر کے لیے اندر آنے کی اجازت مانگو۔ وہ اندر گیا اور باہر نکل کر آیا اور کہا، میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے آپ کا تذکرہ کیا ہے، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں وہاں سے لوٹ کر واپس آنے لگا تو اسی دوران اس غلام نے مجھے بلایا اور بولا: آپ اندر چلے جائیں، نبی اکرم ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں اندر داخل ہوا' تو نبی اکرم ﷺ ایک چٹائی سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے اس چٹائی کے نشان آپ ﷺ کے پہلو پر دیکھے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں' تو میں نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہماری حالت دیکھیں۔ ہم قریشی لوگ اپنی بیویوں پر غالب تھے۔ ہم مدینہ منورہ آئے' تو یہاں ہمارا واسطہ ایسی قوم سے پڑا جہاں خواتین غالب تھیں' تو ہماری خواتین نے بھی ان کی عورتوں سے سیکھنا شروع کر دیا۔ ایک دن میں اپنی بیوی پر غصہ ہوا' تو اس نے پلٹ کر جواب دیا۔ مجھے اس پر بڑا غصہ آیا' تو وہ بولی آپ کس بات پر غصہ کر رہے ہیں، اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ کی ازواج بھی انہیں جواب دے دیتی ہیں اور ان میں سے ایک تو شام تک آپ ﷺ سے لاتعلق رہتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حفصہ سے دریافت کیا: کیا تم نبی اکرم ﷺ کو پلٹ کر جواب دیتی ہو؟ تو اس نے کہا، جی ہاں۔ اور ہم میں سے ایک تو نبی اکرم ﷺ سے سارا دن ناراض رہتی ہے۔ میں نے کہا، وہ ذلیل اور رسوا ہو گئی۔ میں نے کہا، کیا تم خود کو اس

بات سے محفوظ ہو کہ رسول ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر غضب نازل کرے گا' اور وہ ہلاکت کا شکار ہو سکتی ہے؟ اس بات پر نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے حفصہ سے کہا: تم نبی ﷺ کو پلٹ کر جواب نہ دیا کرو اور نبی اکرم ﷺ سے کوئی چیز نہ مانگا کرو۔ تم نے جو مانگنا ہوتا ہے مجھ سے کہا کرو اور تمہاری سوکن تمہیں غلط فہمی کا شکار نہ کرے' جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے نزدیک تم سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ عزیز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی اکرم ﷺ دوبارہ مسکرا دیئے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں بیٹھا رہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے پورے کمرے کے اندر صرف تین چمڑے نظر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اللہ سے دعا کریں! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت کو کشادگی نصیب کرے۔ اس نے اہل فارس اور اہل روم کو تو کشادگی نصیب کی ہوئی ہے حالانکہ وہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے' تو نبی اکرم ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! کیا تم شک کا شکار ہو، یہ وہ لوگ ہیں' جنہیں دنیاوی زندگی میں ہی نعمتیں دے دی گئی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ آپ ﷺ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جائیں گے' تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر عتاب کیا اور آپ ﷺ کے لیے قسم توڑنے کا کفارہ مقرر کیا۔

زہری بیان کرتے ہیں، عروہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' یہ بات نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں: جب 29 دن گزر گئے' تو نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور سب سے پہلے میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے نزدیک ایک چیز ذکر کرنے لگا ہوں، تم اس بارے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرنا، بلکہ پہلے اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''اے نبی! تم اپنی ازواج سے یہ کہہ دو۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ یہ بات جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے کبھی بھی نبی اکرم ﷺ سے علیحدگی اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دیں گے۔ میں نے عرض کی، کیا میں اس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔

معمر نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، ایوب نامی راوی نے مجھے بتایا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے یہ کہا تھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اپنی کسی بھی زوجہ کو یہ نہ بتایئے گا کہ میں نے آپ ﷺ کو اختیار کیا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تبلیغ کرنے کے لیے مبعوث کیا ہے تنگی کرنے کے لیے مجھے مبعوث نہیں کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

شرح

سورہ تحریم مدنی ہے جو دو (۲) رکوع، بارہ (۱۲) آیات، دو سو انچاس (۲۴۹) کلمات اور ایک ہزار ساٹھ (۱۰۶۰) حروف پر مشتمل ہے۔

سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کا شانِ نزول:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۗ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ (التحریم: ۳-۱)

''اے نبی محترم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال قرار دی ہے، آپ اپنی ازواج کی رضا چاہتے ہیں۔ اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔ بیشک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ بتا دیا ہے، اللہ تمہارا مددگار ہے، وہ خوب جاننے والا خوب حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی زوجہ سے راز کی بات کی، پس اس نے راز کی خبر دے دی اور اللہ نے اسے ظاہر کر دیا، نبی نے کچھ بتا دیا اور کچھ بتانے سے احتراز کیا، پھر نبی نے انہیں خبر کا افشاء کر دیا تو اس نے عرض کیا: آپ کو کس نے اس کی خبر دی ہے؟ نبی نے جواب دیا: مجھے علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔''

ان آیات کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں شامل تھا کہ نماز عصر کے بعد سب ازواج مطہرات کے ہاں تھوڑا تھوڑا وقت تشریف لے جاتے تھے۔ آپ حسب معمول ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، انہوں نے آپ کی خدمت میں شہد پیش کیا جو آپ نے تناول فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا اور انہوں نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: آپ جس زوجہ کے ہاں تشریف لائیں گے تو ہم کہیں گے کہ آپ نے مغافیر (گوند) نوش کیا ہے' جبکہ بدبودار چیز سے آپ کو نفرت بھی ہے۔ جب آپ کسی زوجہ کے ہاں تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے وہی بات کہہ دی۔ اس پر آپ نے فرمایا: میں نے زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا) کے ہاں سے مغافیر (گوند) نہیں کھائی بلکہ شہد نوش کیا ہے۔ اب میں شہد نوش نہیں کروں گا، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ جو اشیاء اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال قرار دیں، آپ انہیں اپنے لیے حرام قرار نہ دیں، کیونکہ آپ کے لیے ہمیشہ حلال رہیں گی۔

سوال: بات محض ایک راز کے افشاء کی تھی تو پھر اسے اتنی اہمیت دینے میں کیا حکمت ہے مثلاً اللہ آپ کا کارساز ہے، ملائکہ،

حضرت جبرائیل اور مسلمان بھی پشت پناہ ہیں؟

جواب: کسی گھر کو جلانے کے لیے ایک چنگاری ہی کافی ہوتی ہے، اگر اس پر ابتداءً قابو پالیا گیا تو درست ہے ورنہ وہ ایسی بے قابو ہوگی کہ پورے گھر کو جلا کر خاکستر بنا دے گی۔ یہاں بھی ازواج مطہرات کے دو گروہ متصادم تھے۔ چنانچہ آئندہ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر آپ تمام ازواج مطہرات کو طلاق کے ذریعے فارغ کردیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بہتر ازواج آپ کو فراہم کر دے گا۔

سوال: ایک روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں سے شہد نوش کیا تو جبکہ حیلہ کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سے شہد نوش فرمایا جبکہ ان کے متصادم حیلہ کرنے والی حضرت عائشہ، حضرت صفیہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (i) دونوں روایات میں دو الگ الگ واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

(ii) پہلی روایت راجح اور دوسری مرجوح ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ ن وَالْقَلَمِ

باب 66: سورۃ ن والقلم سے متعلق روایات

3241 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَدِمْتُ مَكَّةَ فَلَقِيْتُ عَطَاءَ ابْنَ اَبِىْ رَبَاحٍ فَقُلْتُ لَهٗ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّ اُنَاسًا عِنْدَنَا يَقُوْلُوْنَ فِى الْقَدَرِ فَقَالَ عَطَاءٌ لَقِيْتُ الْوَلِيْدَ بْنَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَقَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهٗ اكْتُبْ فَجَرٰى بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِ وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ عبدالواحد بن سلیم بیان کرتے ہیں، میں مکہ آیا، میری ملاقات عطا بن ابی رباح سے ہوئی، میں نے ان سے کہا اے ابومحمد! ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو تقدیر کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، تو عطا نے بتایا میری ملاقات حضرت ولید بن عبادہ سے ہوئی تھی تو انہوں نے یہ بتایا تھا، میرے والد حضرت عبادہ بن صامت نے مجھے یہ حدیث سنائی تھی، وہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور پھر اس سے فرمایا: تم لکھ دو! تو اس نے ابد تک ہونے والی ہر چیز لکھ

اس حدیث میں پورا واقعہ مذکور ہے۔ (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔
اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

سورہ قلم مکی ہے جو دو (۲) رکوع، باون (۵۲) آیات، تین سو دو (۳۰۲) کلمات اور ایک ہزار دو سو چھپن (۱۲۵۶) حروف پر مشتمل ہے۔

قلم کا معنیٰ و مفہوم:

لفظ ''قلم'' کے معنیٰ و مفہوم میں متعدد اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(i) تقدیر لکھنے والا قلم: حضرت عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ مکہ میں حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے دریافت کیا: اے ابومحمد! ہمارے ہاں لوگ تقدیر کا انکار کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے سب سے قبل ''قلم'' پیدا کیا اور اسے حکم دیا: تو لکھ جو کچھ تا قیامت ہونے والا ہے، تو قلم نے سب کچھ لکھ دیا۔

(ii) ملائکہ کے قلم: اس سے مراد فرشتوں کے قلم ہیں، جن سے وہ لوگوں کے اعمال صالحہ اور معاملات تحریر کرتے ہیں۔

(iii) لوگوں کے عام قلم: اس سے مراد لوگوں کے عام قلم مراد ہیں، جن کے ساتھ انسانی تاریخ تحریر کی جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد رب العالمین ہے:

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۝ یعنی اللہ نے قلم کے ذریعے (انسان کو) علم سکھایا۔

سوال: یہاں ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے قبل ''قلم'' کو پیدا کیا جبکہ دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے روح یا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (i) روح یا نور محمدی کی تخلیق اول حقیقی طور پر ہے باقی اشیاء یعنی قلم وغیرہ کی تخلیق اول اضافی طور پر ہے۔

(ii) یہاں ابد سے تا قیامت زمانہ مراد نہیں ہے بلکہ طویل زمانہ مراد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کی غرض سے راز کی بات کرنا اور ان کا اس راز کا افشاء کرنا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی زوجہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے دلجوئی کرتے ہوئے راز کی بات کی جو انہوں نے اس کا افشاء کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت امام عبدالرحمٰن بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دو راز کی باتیں کی تھیں: (۱) میں نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے جماع اپنے آپ پر حرام کر لیا ہے۔ (۲) میرے بعد تمہارے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور عائشہ کے والد (حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ) حکمران بنیں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: ۱۸۹۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میرے بعد عمر اور ابوبکر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوں گے۔ یہ راز کی بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دی تھی۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَاقَّةِ

باب 67: سورۃ حاقہ سے متعلق روایات

3242 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِىْ قَيْسٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَيْرَةَ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

متنِ حدیث: زَعَمَ اَنَّهُ كَانَ جَالِسًا فِى الْبَطْحَاءِ فِىْ عِصَابَةٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِيْهِمْ اِذْ مَرَّتْ عَلَيْهِمْ سَحَابَةٌ فَنَظَرُوْا اِلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا اسْمُ هٰذِهِ قَالُوْا نَعَمْ هٰذَا السَّحَابُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُزْنُ قَالُوْا وَالْمُزْنُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَنَانُ قَالُوْا وَالْعَنَانُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ كَمْ بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ مَا نَدْرِىْ قَالَ فَاِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا اِمَّا وَاحِدَةٌ وَّاِمَّا اثْنَتَانِ اَوْ ثَلَاثٌ وَّسَبْعُوْنَ سَنَةً وَّالسَّمَآءُ الَّتِىْ فَوْقَهَا كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّدَهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ كَذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ فَوْقَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ اَعْلَاهُ وَاَسْفَلِهِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ اِلَى السَّمَآءِ وَفَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ اَوْعَالٍ بَيْنَ اَظْلَافِهِنَّ وَرُكَبِهِنَّ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ فَوْقَ ظُهُوْرِهِنَّ الْعَرْشُ بَيْنَ اَسْفَلِهِ وَاَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ اِلَى السَّمَآءِ وَاللّٰهُ فَوْقَ ذٰلِكَ قَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِيْنٍ يَقُوْلُ اَلَا يُرِيْدُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ اَنْ يَحُجَّ حَتّٰى نَسْمَعَ مِنْهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ سند: وَرَوَى الْوَلِيْدُ بْنُ اَبِىْ ثَوْرٍ عَنْ سِمَاكٍ نَحْوَهُ وَرَفَعَهُ وَرَوٰى شَرِيْكٌ عَنْ سِمَاكٍ بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَوَقَفَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ الرَّازِىُّ

◆◆ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ وہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بطحاء کے مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران ان لوگوں پر سے ایک بادل گزرا، لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم لوگ جانتے ہو اس کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں، اسے سحاب کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مزن" بھی کہتے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا: مزن بھی کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: عنان

3242- اخرجه ابوداؤد (كتاب السنة: باب: في الجهمية، حديث (٤٧٢٣)، (٤٧٢٤)، (٤٧٢٥)، و ابن ماجه (٦٩/١) المقدمة باب: فيما انكرته الجهمية، حديث (١٩٣)، و احمد (٢٠٦/١، ٢٠٧)، من طريق الاحنف بن قيس عن العباس بن عبد المطلب به

بھی کہتے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا: عنان بھی کہتے ہیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں سے دریافت کیا: کیا تم لوگ جانتے ہو آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ لوگوں نے عرض کی: نہیں، اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کے درمیان (یہاں راوی کو شک ہے) اکہتر، بہتر یا شاید تہتر برس (کی مسافت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں) کا فاصلہ ہے اور اس سے اوپر جو آسمان ہے (ان دونوں کے درمیان) اتنا ہی فاصلہ ہے، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے ساتوں آسمانوں کے بارے میں یہی بات ارشاد فرمائی، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ساتویں آسمان پر ایک سمندر ہے، جس کی گہرائی اور اوپر والے حصے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اس سمندر پر آٹھ فرشتے ہیں، ان کے پاؤں اور ٹخنوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان فاصلہ ہے، ان کی پشت پر عرش ہے، جس کے نیچے والے حصے اور اوپر والے حصے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے، جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے، اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی اوپر ہے۔

عبد بن حمید بیان کرتے ہیں، میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے، عبدالرحمٰن بن سعد حج کرنے کیوں نہیں جاتے تاکہ ان سے (براہِ راست) ہی یہ حدیث سن لی جائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ولید بن ابوثور نے سماک کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کی ہے، اور اس کو حدیث ''مرفوع'' کے طور پر نقل کیا ہے، اور شریک نے سماک کے حوالے سے اس حدیث کا بعض حصہ نقل کیا ہے، اور اس کو ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

عبدالرحمٰن نامی راوی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سعد رازی ہیں۔

3243 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ الرَّازِيُّ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِيهِ قَالَ رَاَيْتُ رَجُلًا بِبُخَارٰى عَلٰى بَغْلَةٍ وَّعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ وَيَقُوْلُ كَسَانِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بیان کرتے ہیں، ان کے والد نے انہیں بتایا ہے: انہوں نے بخارا میں ایک شخص کو ایک خچر پر سوار دیکھا جس نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا، اس شخص نے یہ بتایا: نبی اکرم ﷺ نے یہ عمامہ مجھے پہنایا ہے۔

شرح

سورہ حاقہ مکی ہے جو دو (۲) رکوع، باون (۵۲) آیات، دو سو چھپن (۲۵۶) کلمات اور ایک ہزار چار سو اسی (۱۴۸۰) حروف پر مشتمل ہے۔

آٹھ پہاڑی بکروں کا قصہ:

ارشادِ ربانی ہے:

وَالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآئِهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ؕ (الحاقۃ: ۱۷)

''اور فرشتہ اس کے کناروں پر ہوگا، اور اس دن آٹھ فرشتے آپ کے پروردگار کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔''

۲۱ آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ آیت کی تفسیر دو طریقہ سے بیان کی گئی ہے: (۱) مخصوص فرشتے عرش الٰہی کے اطراف میں ہوں گے اور ان کے اوپر مزید فرشتے ہوں گے۔ حاملین عرش اور دوسرے فرشتوں میں فرق ہے۔ (۲) حاملین فرشتے اپنے سروں پر عرش الٰہی اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

حاملین عرش الٰہی ملائکہ کی تعداد آٹھ ہونے پر دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب یہ چار فرشتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مزید چار فرشتوں سے ان کی تائید فرمائے گا، پھر وہ آٹھ فرشتے ہو جائیں گے۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آٹھ فرشتے ہوں گے، جن کے قدم ساتویں زمین تک اور ان کے سر عرش کے اوپر ہوں گے جبکہ وہ سر جھکائے ہوئے تسبیح خواں ہوں گے۔ (تفسیر کبیر للرازی، جلد: ۱۰، ص: ۲۶)

فائدہ نافعہ:

زمین و آسمان کے درمیان مسافت (فاصلہ) اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا نہیں ہے بلکہ دیگر معتبر روایات کے مطابق پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

ساتویں آسمان کے اوپر سمندر ہے جس کی تہہ اور بالائی سطح کے مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے مابین ہے۔ اس سمندر کے اوپر آٹھ عدد پہاڑی بکرے ہیں کہ ان کے پاؤں اور گھٹنوں کے مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے۔

عقیدہ قطعیہ:

جس طرح اللہ تعالیٰ اعضاء یعنی ہاتھ، پاؤں، آنکھ، سر اور کانوں سے پاک ہے اسی طرح وہ جہات ستہ (دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اوپر اور نیچے) سے بھی پاک ہے لیکن وہ ہر جگہ موجود ہے۔

اسلاف کی تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت:

دوسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین تمام اسلاف کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے خوب عقیدت و محبت تھی۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ سَاَلَ سَائِلٌ

باب 68: سورۃ المعارج سے متعلق روایات

3244 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ اَبِي

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ (كَالْمُهْلِ) قَالَ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَإِذَا قَرَّبَهُ إِلَى وَجْهِهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيهِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (جو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں ہے) پگھلے ہوئے تانبے کی مانند"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں، اس سے مراد تیل کی تلچھٹ ہے یعنی جب وہ جہنمی اسے اپنے منہ کے قریب کرے گا' تو اس کے منہ کی کھال اس میں گر جائے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "حدیث غریب" ہے۔ ہم اسے صرف رشدین کی نقل کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

سورہ معارج مکی ہے جو دو (۲) رکوع، چوالیس (۴۴) آیات، دو سو سولہ (۲۱۶) کلمات اور آٹھ سو اکسٹھ (۸۶۱) حروف پر مشتمل ہے۔

سورہ معارج کی تفسیر:

ارشاد باری ہے:

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ (المعارج: ۸)

"جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی مثل ہو جائے گا۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جس طرح جہنمیوں کا کھانا زقوم اور تلچھٹ کی مثل ہوگا، اسی طرح قیامت کے دن آسمان بھی ایسی کیفیت اختیار کر جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اس دن ہر چیز میں انقلاب کی صورت ہوگی حتیٰ کہ آسمانوں میں بھی تبدیلی آ چکی ہوگی۔ اس دن آسمان تلچھٹ کی شکل اختیار کر جائے گا اور جب جہنمی لوگ اپنا چہرہ اس کے قریب کریں گے تو اس کا گوشت الگ ہو کر گر جائے گا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْجِنِّ

باب 69: سورۃ جن سے متعلق روایات

3245 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

3245- اخرجه البخاری (۲/۲۹۵): كتاب الاذان: باب: الجهر بقراءة صلاة الفجر، حديث (۷۷۳)، وطرف (۴۹۲۱)، و مسلم (۱/۳۳۱): كتاب الصلاة: باب: الجهر بالقراءة في الصبح و القراءة على الجن، حديث (۴۴۹/۱۴۹)، و احمد (۱/۲۵۲).

خبر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

متن حدیث: قَالَ مَا قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْجِنِّ وَلَا رَاٰهُمْ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَّقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ اِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا مَا لَكُمْ قَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ فَقَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ اِلَّا اَمْرٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ قَالَ فَانْطَلَقُوْا يَضْرِبُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا يَبْتَغُوْنَ مَا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَانْصَرَفَ اُولٰٓئِكَ النَّفَرُ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدًا اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَّهُوَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اسْتَمَعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ قَالَ فَهُنَالِكَ رَجَعُوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا (اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ) وَاِنَّمَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے نہ تو جنات کے سامنے تلاوت کی اور نہ ہی آپ ﷺ نے انہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ اپنے چند اصحاب کے ہمراہ عکاظ کے میلے کی طرف جا رہے تھے، اس دوران شیاطین اور آسمان کی طرف سے آنے والی اطلاعات کے درمیان رکاوٹ آ چکی تھی اور ان شیاطین پر شہاب ثاقب چھوڑے جا رہے تھے، وہ شیاطین اپنی قوم میں واپس آئے اور بولے: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے اور آسمان کے درمیان رکاوٹ آ گئی ہے اور ہمارے اوپر شہاب ثاقب چھوڑے جا رہے ہیں، تو کچھ جنات نے کہا ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی نئی چیز رونما ہوئی ہے، تم لوگ روئے زمین کا جائزہ لو کہ وہ کون سی چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، پھر وہ لوگ پوری روئے زمین کا جائزہ لینے کے لیے چل پڑے کہ وہ کون سی چیز ہے جو ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ بن گئی ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ وادی تہامہ کی طرف بھی آئے جہاں نبی اکرم ﷺ تھے، آپ ﷺ اس وقت ایک کھجور کے باغ میں تھے اور آپ ﷺ عکاظ کے میلے کی طرف جا رہے تھے، آپ ﷺ اس وقت اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے جب ان شیاطین نے قرآن کو سنا تو اسے غور سے سننے لگے اور بولے: اللہ کی قسم! یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ بنی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، وہاں سے وہ لوگ اپنی قوم میں واپس چلے گئے اور بولے: اے ہماری قوم (اس کے بعد کے الفاظ قرآن کے ہیں)

"بے شک ہم نے قرآن پاک کو بہت حیرت انگیز چیز کے طور پر سنا ہے، وہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں ہم کسی کو بھی اپنے پروردگار کا شریک نہیں سمجھتے۔"

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ سورۃ نازل کی۔

''تم یہ فرمادو! میری طرف یہ بات وحی کی گئی ہے جب جنات کے ایک گروہ نے غور سے سنا۔''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) نبی اکرم ﷺ کی طرف جنات کی یہ بات وحی کی گئی تھی۔

3246 متن حدیث: وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَوْلُ الْجِنِّ لِقَوْمِهِمْ (لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا) قَالَ لَمَّا رَاَوْهُ يُصَلِّيْ وَاَصْحَابُهُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ فَيَسْجُدُوْنَ بِسُجُوْدِهٖ قَالَ تَعَجَّبُوْا مِنْ طَوَاعِيَةِ اَصْحَابِهٖ لَهٗ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ (لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا)

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات منقول ہے، یہ قول جنوں کا ہے (جسے قرآن نے نقل کیا ہے)

''تو جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو وہ جنات اکٹھے ہوکر (اس کے گرد جمع ہو گئے)''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی نماز کی پیروی کر رہے تھے اور نبی اکرم ﷺ کے سجدے میں جانے کے ساتھ ہی سجدے میں جا رہے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ لوگ اس بات پر بہت حیران ہوئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی کس طرح پیروی کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

''تو جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو وہ جنات اکٹھے ہوکر (اس کے گرد جمع ہو گئے)''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3247 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: قَالَ كَانَ الْجِنُّ يَصْعَدُوْنَ اِلَى السَّمَآءِ يَسْتَمِعُوْنَ الْوَحْيَ فَاِذَا سَمِعُوا الْكَلِمَةَ زَادُوْا فِيْهَا تِسْعًا فَاَمَّا الْكَلِمَةُ فَتَكُوْنُ حَقًّا وَّاَمَّا مَا زَادُوْهُ فَيَكُوْنُ بَاطِلًا فَلَمَّا بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنِعُوْا مَقَاعِدَهُمْ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِاِبْلِيْسَ وَلَمْ تَكُنِ النُّجُوْمُ يُرْمٰى بِهَا قَبْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُمْ اِبْلِيْسُ مَا هٰذَا اِلَّا مِنْ اَمْرٍ قَدْ حَدَثَ فِي الْاَرْضِ فَبَعَثَ جُنُوْدَهٗ فَوَجَدُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا يُّصَلِّيْ بَيْنَ جَبَلَيْنِ اُرَاهُ قَالَ بِمَكَّةَ فَلَقُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ هٰذَا الَّذِيْ حَدَثَ فِي الْاَرْضِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، پہلے جنات آسمان کی طرف جاتے تھے اور وہاں سے وحی کو سن لیتے

3247- اخرجه احمد (١/ ٢٧٤، ٣٢٣)

تھے، جب وہ کوئی بات سنتے تھے تو اس میں نو چیزوں کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیتے تھے۔ اس لیے انہوں نے جو بات سنی ہوتی تھی اس میں سے کوئی بات سچ ثابت ہو جاتی تھی لیکن جو انہوں نے اضافہ کیا ہوتا تھا وہ بات غلط ثابت ہوتی تھی۔ جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو ان کی یہ سہولت ختم ہو گئی۔ انہوں نے ابلیس کے سامنے اس بات کا ذکر کیا کہ اس سے پہلے تو انہیں کبھی ستاروں کے ذریعے نہیں مارا گیا تو ابلیس نے ان سے کہا: زمین میں کوئی نئی صورتحال رونما ہوئی ہے جس کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔ پھر اس نے اپنے لشکر (مختلف سمت) میں بھیجے تو ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو دو پہاڑوں کے درمیان وضو کرتے ہوئے پایا (راوی کہتے ہیں) میرا خیال ہے حدیث میں "مکہ" کے بھی الفاظ ہیں۔ پھر وہ جنات ابلیس سے ملے اور اسے اس بارے میں بتایا تو وہ بولا: یہی وہ واقعہ ہے جو زمین میں نیا رونما ہوا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سورہ جن مکی ہے جو دو (۲) رکوع، اٹھائیس (۲۸) آیات، دو سو پچاسی (۲۸۵) کلمات اور تین سو ستر (۳۷۰) حروف پر مشتمل ہے۔

سورہ جن کا شانِ نزول

ارشاد ربانی ہے:

وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ۝ (الجن: ۱۹)

"اور بیشک جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جماعت بن کر اس پر پل پڑتے۔"

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جنات ناری مخلوق ہیں، ان کا وجود برحق ہے اور ان کا انکار کفر ہے۔ ان میں مرد ہیں اور خواتین بھی، ان میں سلسلہ تناسل جاری رہتا ہے، ان میں مسلمان ہیں اور کافر بھی، نیکوکار ہیں اور بدکار بھی، عشاق رسول ہیں اور منکرین نبوت بھی اور ان میں نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری نہیں ہوا۔ وہ انسانوں کے انبیاء سے تعلیمات اخذ کرتے ہیں۔ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں، وہ ہمیں دیکھتے ہیں لیکن ہم میں طاقت نہیں ہے کہ انہیں اصل حالت میں دیکھ سکیں، کیونکہ ان کا جسم لطیف ہے اور ہمارا کثیف ہے۔

بہت سے جنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت ایمان سے مالا مال ہوئے اور آپ بھی ان کے اجتماع میں تبلیغ کی غرض سے چھ بار تشریف لے گئے۔ قرآن کریم کی یہ مستقل سورت جنات کے بارے میں نازل ہوئی ہے بلکہ اس کا نام بھی "سورۃ الجن" ہے۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جنات آسمان کے پاس جا کر ملائکہ کی باتیں سن کر اور بہت کی باتیں اپنی طرف سے اس کے ساتھ ملا کر زمین میں لوگوں کو بتا دیا کرتے تھے مگر آپ کی بعثت کے بعد ان کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ آتشیں گولہ کے ذریعے آسمان کے پاس جانے سے انہیں روک دیا گیا۔ اس نئی پیدا ہونے والی صورتحال سے وہ بہت پریشان

ہوئے اور اس کا سراغ لگانے لگے۔ غور وفکر اور زمینی حقائق کا جائزہ لیتے ہوئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ اس وقت نماز فجر میں قرأت قرآن کر رہے تھے اور وہ تلاوت قرآن سن کر اصل حقیقت سے آگاہ ہوگئے۔

جنات کے بارے میں اقوال:

جنات کی اصلیت اور حقیقت کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

جنات تمام انسانوں کو پہچانتے ہیں اور وہ اپنی طرف سے انسانوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق جنات ابلیس کی اولاد ہیں، جیسے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ دونوں میں مسلمان ہیں اور کافر بھی، ثواب وعقاب میں دونوں مساوی ہیں اور فریقین میں سے جو مؤمن ہے وہ ولی ہے اور جو کافر ہو وہ شیطان ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق جنات ''الجان'' کی اولاد ہیں، یہ شیاطین نہیں ہیں، ان میں کچھ مؤمن ہیں اور کچھ کافر بھی، ابلیس کی اولاد ہیں اور ان پر شیطان کے ساتھ ہی موت کا تسلط ہوگا۔

ان کی اصلیت کی طرح اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ مؤمن جنات جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ بعض علماء کا خیال ہے کہ جنات ''الجان'' کی اولاد ہیں مگر ابلیس کی ذریت نہیں ہیں، وہ ایمان کی برکت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ بعض علماء کا مؤقف ہے کہ جنات ابلیس کی اولاد ہیں۔ ان کے بارے میں دو قول ہیں: (۱) اہل ایمان ہونے کی وجہ سے یہ جنت میں داخل ہوں گے۔ (۲) وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، خواہ انہیں جہنم سے دور کیا جائے گا۔

بعض اطباء کا خیال ہے کہ جنات کچھ بھی نہیں کھاتے، کیونکہ یہ بسیط ہیں اور ان کی خوراک نہیں ہے، لیکن ان کی یہ بات درست نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنات کی خوراک ہڈی ہے۔

جنات کو دیکھنا ممکن ہے اور فرشتوں کی طرح ان کو اصل صورت میں دیکھنا ناممکن نہیں ہے۔ یہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنات کی ایک جماعت نے اسلام قبول کرلیا ہے، اگر تم سانپوں میں سے کسی کو گھروں میں دیکھو تو اسے تین بار گھر سے نکل جانے کے لیے خبردار کرو، اگر وہ پھر بھی سانپ دکھائی دے تو اسے مار ڈالو، کیونکہ وہ شیطان ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنات گھروں میں سانپوں کی شکل میں رہتے ہیں، اگر تم انہیں دیکھو تو تین بار ڈراؤ، اگر وہ نکل جائیں تو درست ہے ورنہ انہیں مار ڈالو کہ وہ شیطان ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا یا نہیں؟:

دریافت طلب یہ بات ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا یا نہیں؟ اس بارے میں دو قسم کی ملی جلی

روایات وارد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے سامنے تلاوت قرآن کی تھی لیکن انہیں دیکھا نہیں تھا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ عکاظ بازار کے ارادہ سے روانہ ہوئے، اس اثناء میں جنات اور آسمانی خبروں کے مابین کوئی چیز مانع ہوگئی، ان پر آگ کے گولے پھینکے جانے لگے، پھر جنات واپس پلٹنے لگے۔ وہ باہم ایک دوسرے سے دریافت کرتے کہ اب کیا معاملہ پیش آیا ہے؟ ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان کوئی چیز مانع ہوگئی ہے، ہم پر گولوں کی بارش ہونے لگی ہے؟ انہیں جواب دیا گیا: تمہارے اور آسمانی خبروں کے مابین وہی صورتحال مانع ہوئی ہے جواب پیش آئی ہے، تم لوگ زمین کے مشارق و مغارب کا سفر کرو تو سب کچھ تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ پھر جنات تہامہ وادی میں گئے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے درخت کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس وقت عکاظ بازار کا ارادہ کیے ہوئے تھے، آپ صحابہ کو فجر کی نماز پڑھانے میں مصروف تھے۔ جب جنات نے تلاوت قرآن سنی تو انہوں نے یوں کہا: یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے مابین حائل ہے۔

پھر جنات اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے انہیں یوں کہا:

''اے ہماری قوم! ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، جو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں بناتے۔'' (الجن: ۱، ۲)

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (الجن: ۱)

''(اے محبوب!) آپ فرمادیں! میری جانب وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے تلاوت قرآن سنی ہے۔''

کچھ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا۔ اس بارے میں ایک مشہور روایت پیش کی جاتی ہے۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ لوگوں میں سے کوئی شخص اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب آپ نے جنات سے ملاقات کی؟ انہوں نے جواب دیا: ہم میں سے کوئی شخص اس رات آپ کے ساتھ نہیں تھا۔ تاہم ایک رات ہم نے آپ کو نہ پایا تو ہمارا یہی خیال تھا کہ کسی دشمن نے آپ کو دھوکہ دیا ہے یا آپ کے ساتھ کوئی پریشان کن واقعہ پیش آیا ہے۔ ہم نے وہ رات نہایت پریشانی میں گزاری تھی، صبح ہونے پر ہم نے آپ کو غار حراء کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر ہم نے آپ کے بارے میں پریشانی بیان کی، آپ نے فرمایا: میرے پاس دعوت کی غرض سے ایک جن آیا، پھر میں ان کے ساتھ چلا گیا، میں نے ان کے سامنے تلاوت قرآن کی، وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے، آگ اور ان کے نشانات آپ نے ہمیں دکھائے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ سے صبح کا کھانا طلب کیا۔ ایک روایت کے مطابق یہ جزیرہ کے جن تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہڈی جب تمہارے ہاتھوں میں آئے گی پھر اس پر اللہ کا نام لیا جائے گا تو وہ گوشت سے بھر جائے گی، اسی طرح گوبر تمہارے جانوروں کی خوراک ہے۔ اے مسلمانو! تم ان دونوں اشیاء سے استنجاء نہ کرو، کیونکہ یہ تمہارے جنات بھائیوں کی خوراک ہیں۔ (مسند احمد)

(۳۳۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عبداللہ! کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک مشکیزہ میں پانی ہے، فرمایا: وہ پانی مجھ پر ڈالو، آپ نے وضو کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۸۵)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو تلاوت قرآن سنائی تھی اور انہیں بھی یقین تھا۔

سوال: روایات دو قسم کی ہوئیں بعض سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رات کے وقت اکیلے تھے کہ جنات کو تلاوت قرآن سنائی اور انہیں دیکھا نہیں تھا۔ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جس رات جنات کو پیغام توحید دینے کے لیے گئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے انہیں دیکھا بھی تھا۔ یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: روایات میں دو الگ الگ واقعات بیان ہوئے ہیں، بعض میں بیان ہوا ہے کہ آپ اکیلے جنات کو دعوت دینے کے لیے گئے تھے، انہیں تلاوت قرآن بھی سنائی لیکن انہیں دیکھا نہیں تھا۔ دوسرے واقعہ میں ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے اور آپ نے پیغام توحید دیتے وقت ان کو دیکھا بھی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنات کو دیکھنے کے دلائل وشواہد:

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور اس سلسلہ میں چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے جن نے یوں عرض کیا:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝ (النمل: ۳۹)

''ایک طاقتور جن نے عرض کیا: میں وہ تخت آپ کی نشست برخواست ہونے سے پہلے لے آؤں گا اور بیشک میں اس پر قدرت رکھتا ہوں ا نتدار ہوں۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام کی، جنات پر بھی حکومت تھی، وہ باقاعدگی سے آپ کی کچہری میں حاضر ہوا کرتے تھے اور آپ انکو مختلف امور کا حکم دیتے تھے۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک طاقتور جن نے رات کے وقت مجھ پر حملہ کیا تاکہ وہ میری نماز فاسد کردے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی، میں نے قصد کیا کہ اسے مسجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتیٰ کہ لوگ صبح کے وقت اسے دیکھتے، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی: اے میرے پروردگار! تو مجھے ایسا ملک عنایت کر جو میرے بعد اور کسی کو عطا نہ ہو، پھر آپ نے اسے ناکام واپس کردیا تھا۔
(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۶۱)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُدَّثِّرِ

باب 70: سورۃ المدثر سے متعلق روایات

3248 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي حَدِيْثِهٖ بَيْنَمَا اَنَا اَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ رَاْسِي فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَآءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي فَدَثَّرُوْنِي فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ) قَبْلَ اَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيْرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرٍ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ سَلَمَةَ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا سلسلہ رک جانے کا تذکرہ کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں یہ بات ارشاد فرمائی: ایک دن میں جا رہا تھا، میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی، میں نے اپنا سر اٹھا کے دیکھا تو وہی فرشتہ نظر آیا جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، مجھ پر رعب کی کیفیت طاری ہوگئی اور میں واپس آگیا اور میں نے (خدیجہ سے کہا) مجھے اوڑھنے کے لیے دو، مجھے اوڑھنے کے لیے کچھ دو، تو انہوں نے مجھے اوڑھنے کے لیے کچھ دیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"اے چادر اوڑھنے والے! اٹھو اور اپنی (قوم کو ڈراؤ)۔"

یہ آیات یہاں تک ہیں "اور گندگی سے دور رہو۔"

(راوی بیان کرتے ہیں:) یہ نماز کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یحییٰ بن ابوکثیر نے اسے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابوسلمہ نامی راوی کا نام عبداللہ ہے۔

3248۔ اخرجه البخاری (۳۷/۱): کتاب بدء الوحی: باب: (۳)، حدیث (٤)، و اطرافه فی (۳۲۳۸، ٤۹۲۲، ٤۹۲۳، ٤۹۲٤، ٤۹۲۵، ٤۹۲٦، ٤۹٥٤، ٦۲۱٤)، ومسلم (۱/۹۳ الابی): کتاب الایمان: باب: بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث (۲٥٦/۱٦۱)، و احمد (۳۰٦/۳، ۳۹۲، ۳۲٥، ۳۷۷).

شرح

سورہ مدثر مکی ہے جو دو (۲) رکوع، پچپن (۵۵) آیات، دوسو پچپن (۲۵۵) کلمات اور آٹھ ہزار دس (۸۰۱۰) حروف پر مشتمل ہے۔

پہلی پانچ آیات کا شانِ نزول:

ارشادِ ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ۝ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ۝ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ۝ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ۝ (المدثر: ۱تا۵)

''اے چادر اوڑھنے والے! آپ اٹھیں اور لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں، اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کریں، اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھیں اور بتوں کو ترک کردیں۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ابتداءً اس سورت کی پانچ آیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئیں، پھر کسی حکمت کی بناء پر کچھ دنوں تک سلسلہ وحی منقطع ہوگیا۔ ایک دفعہ ایک جنگل میں آپ کو آواز سنائی دی تو آپ نے سر اقدس اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام دکھائی دیے جو زمین و آسمان کے مابین کرسی پر موجود ہیں، بتقاضا بشریت آپ پر ہیبت طاری ہوگئی، پریشان سے گھر تشریف لائے اور کپڑوں میں لپٹ گئے۔ اس موقع پر سورہ مدثر کی ابتدائی پانچ آیات کا نزول ہوا اور باقی آیات بعد میں نازل ہوئیں۔

''المدثر'' کے لقب سے مخاطب کرنے کی وجوہات:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''المدثر'' کے لقب سے یاد فرمایا ہے، اس کی کثیر وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- رؤساء قریش اور مشرکین مکہ مثلاً ابوجہل، ولید بن مغیرہ، ابولہب، ابوسفیان، نضر بن حارث، اُمیہ بن خلف اور عاص بن وائل وغیرہ نے متفقہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر (جادوگر) قرار دیا تھا، آپ کو اس کا علم ہوا تو بہت پریشان ہوئے، گھر تشریف لائے اور چادر اوڑھ کر آرام فرما ہوگئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورہ مدثر کی پہلی پانچ آیات نازل فرمائیں، جن میں آپ کو ''مدثر'' کے لقب سے مخاطب کیا گیا۔

۲- جو آدمی کپڑے میں لپٹا ہوا ہو وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے، پہلی وحی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''غار حراء'' میں تھے یعنی گوشہ گمنامی میں تھے، آپ کو خطاب کیا گیا کہ لوگوں کو پیغام توحید دیں اور انہیں دعوت اسلام پیش کریں۔

۳- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ''غار حراء'' میں تھا کہ مجھے یہ آواز سنائی دی: یا محمد! آپ ''رسول اللہ'' ہیں۔ میں نے اپنے دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ آئی، پھر آسمان کی طرف دیکھا تو (حضرت) جبرائیل (علیہ السلام) زمین و آسمان کے درمیان ایک تخت پر تشریف

فرماتے، انہیں دیکھتے ہی مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی، پریشانی کے عالم میں گھر پہنچا، میں نے اہل خانہ سے چادر اوڑھانے اور جسم پر پانی ڈالنے کا کہا۔ پھر جبرائیل (علیہ السلام) نازل ہوئے اور یوں مخاطب ہوئے: یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝

۴- اے چادر اوڑھنے والے! آپ بستر سے اٹھیں اور لوگوں کو پیغام توحید دیں، تاکہ وہ بتوں سے نفرت کریں اور معبود حقیقی کی عبادت کریں۔

۵- اے محبوب! آپ لوگوں کو پیغام توحید اور پیغام حق دیں۔

۶- آپ عزم صمیم سے اپنی قوم کو پیغام توحید دیں اور ایمان لانے کی ترغیب دیں۔

اللہ کی بڑائی بیان کرنے کے مطالب ومفاہیم:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی بڑائی بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے کئی مطالب ومفاہیم ہیں:

۱- آپ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہیں، یہ آیت نازل ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا" کہا۔ ان الفاظ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے معلوم کرلیا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی ہے۔

۲- مشرکین اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو برا عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ صاحب اولاد ہے اور اس کے غیر کی عبادت بھی جائز ہے، سے لوگوں کو نفرت دلائی جائے اور اللہ کے معبود حقیقی ہونے کا پیغام دیا جائے۔

۳- آپ اللہ تعالیٰ کی نفلی عبادت کریں، چنانچہ اعلان نبوت سے قبل آپ لوگوں سے الگ ہوکر اور غار حراء میں جاکر اس کی عبادت وریاضت کرتے تھے۔

لباس پاک رکھنے کے مطالب ومفاہیم:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا لباس صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے متعدد مطالب ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق اس آیت کا مطلب ہے: اے محبوب! آپ اپنا لباس عہد شکنی اور معصیت سے ہرگز آلودہ نہ کریں۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس ستھرا رکھنے کا حکم دینے کا مقصد یہ ہے کہ حسن و وقار کے سبب لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کا پیغام دین اسلام توجہ سے سنیں۔

۳- آپ عہد شکنی اور تکبر و فخر کا لباس زیب تن نہ کریں۔

۴- آپ اپنے اخلاق واطوار نفیس رکھیں، تاکہ آپ کی تعلیم بھی بے مثل ہو۔

۵- آپ طویل وعریض لباس زیب تن نہ فرمائیں تاکہ وہ نجاست آلود نہ ہو۔

۶- اے نبوت کی چادر زیب تن کرنے والے! آپ بے قراری، بے صبری، غضب اور کینہ کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔

3248 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: قَالَ الصَّعُودُ جَبَلٌ مِنْ نَارٍ يَتَصَعَّدُ فِيهِ الْكَافِرُ سَبْعِينَ خَرِيفًا ثُمَّ يَهْوِي بِهِ كَذَلِكَ فِيهِ أَبَدًا

حکم حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ وَقَدْ رُوِيَ شَيْءٌ مِنْ هَذَا عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْقُوفٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، ''صعود'' جہنم کا ایک پہاڑ ہے، جس پر کافر کو ستر برس تک چڑھایا جائے گا، پھر اتنے ہی عرصے تک اسے نیچے کی طرف لڑھکایا جائے گا۔ ایسا اُس کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

یہ ''حدیث غریب'' ہے ہم اس روایت کے ''مرفوع'' ہونے کو صرف ابن لہیعہ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اس روایت کا کچھ حصہ عطیہ کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ''موقوف'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

شرح

کافر کو آگ کے پہاڑ پر چڑھانا:

ارشادِ ربانی ہے:

سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ○ (المدثر: ١٧)

''عنقریب میں اسے (کافر کو) آگ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ لفظ ''صعود'' کی تفسیر میں دو اقوال ہیں:

۱- یہ ایک دشوار گزار گھاٹی جس پر چڑھنا مشکل ہے۔

۲- یہ ایک آگ کی گھاٹی کا نام ہے، جب انسان اس پر اپنا ہاتھ رکھتا ہے تو یہ پگھل جاتی ہے اور ہاتھ اٹھانے سے اپنی اصل حالت میں آجاتی ہے، جب انسان اس پر اپنا قدم رکھتا ہے تو وہ پگھل جاتی ہے اور اس کے اٹھانے سے وہ پھر اصل حالت میں آجاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے جس کی بلندی ستر (۷۰) سال پھر اس کی پستی بھی اتنے سالوں کی ہے۔

3250 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ

متن حدیث: قَالَ نَاسٌ مِنَ الْيَهُودِ لِأُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ يَعْلَمُ نَبِيُّكُمْ كَمْ عَدَدُ خَزَنَةِ جَهَنَّمَ قَالُوا لَا نَدْرِي حَتَّى نَسْأَلَ نَبِيَّنَا فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ غُلِبَ أَصْحَابُكَ الْيَوْمَ قَالَ وَبِمَا غُلِبُوا قَالَ سَأَلَهُمْ يَهُودُ هَلْ يَعْلَمُ نَبِيُّكُمْ كَمْ عَدَدُ خَزَنَةِ جَهَنَّمَ قَالَ فَمَا قَالُوا قَالَ قَالُوا لَا نَدْرِي حَتَّى نَسْأَلَ نَبِيَّنَا قَالَ أَفَغُلِبَ قَوْمٌ سُئِلُوا عَمَّا لَا يَعْلَمُونَ فَقَالُوا لَا نَعْلَمُ حَتَّى نَسْأَلَ نَبِيَّنَا لَكِنَّهُمْ قَدْ

3250- اخرجه احمد (٣٦١/٣) عن الشعبي عن جابر بن عبد الله به.

سَأَلُوا نَبِيَّهُمْ فَقَالُوا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً عَلَيَّ بِاَعْدَاءِ اللّٰهِ اِنِّي سَائِلُهُمْ عَنْ تُرْبَةِ الْجَنَّةِ وَهِيَ الدَّرْمَكُ فَلَمَّا جَاءُوا قَالُوا يَا اَبَا الْقَاسِمِ كَمْ عَدَدُ خَزَنَةِ جَهَنَّمَ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا فِي مَرَّةٍ عَشَرَةٌ وَفِي مَرَّةٍ تِسْعَةٌ قَالُوا نَعَمْ قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُرْبَةُ الْجَنَّةِ قَالَ فَسَكَتُوا هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالُوا خُبْزَةٌ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُبْزُ مِنَ الدَّرْمَكِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ مُجَالِدٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کچھ یہودیوں نے کچھ صحابہ کرام سے کہا: تمہارے نبی یہ جانتے ہیں کہ جہنم کے نگران کتنے ہیں؟ تو صحابہ نے جواب دیا: ہمیں نہیں معلوم، ہم آپ ﷺ سے یہ دریافت کریں گے۔ پھر ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور اس نے عرض کی: اے حضرت محمد ﷺ! آج آپ ﷺ کے اصحاب مغلوب ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: وہ کس وجہ سے مغلوب ہو گئے؟ تو اس شخص نے بتایا: یہودیوں نے ان سے دریافت کیا تھا کہ کیا آپ ﷺ کے نبی یہ بات جانتے ہیں کہ جہنم کے نگران کتنے (فرشتے ہیں)؟ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: پھر ان لوگوں نے کیا جواب دیا؟ اس شخص نے بتایا: ان لوگوں نے یہ جواب دیا: ہمیں اس بارے میں پتہ نہیں ہے، ہم اس بارے میں اپنے نبی ﷺ سے دریافت کریں گے' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو کیا اس قوم کو مغلوب قرار دیا جائے گا؟ جس سے ایسی چیز کے بارے میں دریافت کیا گیا' جس کے بارے میں انہیں علم نہیں تھا تو انہوں نے جواب میں کہا ہمیں اس بات کا علم نہیں ہے، ہم اس بارے میں اپنے نبی ﷺ سے دریافت کریں گے (حالانکہ دوسری طرف) ان (یہودیوں) کا اپنا حال یہ ہے: انہوں نے اپنے نبی سے سوال کیا اور کہا: ظاہری آنکھوں سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کروائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ان دشمنوں کو میرے پاس لے کر آؤ! میں ان سے جنت کی مٹی کے بارے میں دریافت کروں گا' جو آٹے کی ہے۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) جب وہ آئے' تو ان لوگوں نے کہا: اے ابوالقاسم! جہنم کے نگران کتنے (فرشتے) ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اتنے اور اتنے ہیں (راوی نے ایک مرتبہ 10 کا عدد ذکر کیا ہے' اور ایک مرتبہ 9 کا عدد ذکر کیا ہے) ان لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں، ایسا ہی ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا: جنت کی مٹی کس چیز سے بنی ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں، وہ لوگ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر بولے: اے ابوالقاسم! کیا وہ روٹی کی ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: روٹی میدے سے بنتی ہے۔

ہم اس روایت کو صرف اسی حوالے سے جانتے ہیں' جو مجالد سے منقول ہے۔

شرح

جہنم کے فرشتوں کی تعداد انیس ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ (المدثر ۳۰)

"اس پر انیس فرشتے تعینات ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ انیس فرشتوں کے معانی ومفاہیم متعدد ہیں:

(۱) اہل جہنم پر انیس فرشتے تعینات ہیں۔ (۲) یہ فرشتے انیس اقسام کے ہیں۔ (۳) فرشتوں کی انیس صفیں ہیں۔ (۴) جہنم کے محافظ انیس فرشتے ہیں، جن میں سے ایک مالک ہے، ان کی آنکھیں بجلی کی طرح روشن، داڑھیں گائے کے سینگ کی مثل، ان کے بال قدموں تک ہیں، ان کے منہ سے آگ شعلے برآمد ہوتے ہیں، ان کے کندھوں کے مابین ایک سال کی مسافت کا فاصلہ ہے، ان کی ہتھیلی میں ربیعہ ومضر دونوں قبائل آسکتے ہیں، نرمی اور رحم ان سے نکال لیا گیا ہے، وہ ستر ہزار لوگوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑ سکتے ہیں اور جہاں چاہیں انہیں جہنم میں پھینکنے کی قوت رکھتے ہیں۔

جب یہ آیت نازل کی گئی تو ابوجہل نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاون انیس فرشتے ہیں، وہ ان انیس فرشتوں سے تمہیں ڈرا رہے ہیں۔ اس کے برعکس تم جم غفیر ہو، تم میں سے ایک سو آدمی ایک فرشتہ کو پکڑ لیں پھر تم جہنم سے آزاد ہو کر جنت میں جا سکتے ہو۔ بعدازاں ابوالاشدین نے یوں کہا: اے اہل قریش! قیامت کے دن میں تمہارے آگے پل صراط کی جانب روانہ ہوں گا، میں اپنے دائیں کندھے کی طاقت سے نصف فرشتوں اور بائیں کندھے کی قوت سے باقی فرشتوں کو جہنم میں گرادوں گا۔ پھر ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فرشتوں کو دوزخ کے محافظ تعینات کرنے کی حکمتیں:

قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ انیس فرشتے جہنم پر بطور محافظ تعینات کیے گئے ہیں، ان کے تعینات کرنے کی چند ایک حکمتیں حسب ذیل ہیں:

۱- فرشتے معصوم عن المعصیات ہیں اور سب سے زیادہ عبادت وریاضت کی مشقت برداشت کرتے ہیں۔

۲- فرشتوں کی قوت انسانوں وجنات سے زیادہ ہے۔

۳- جہنم کے داروغہ جہنم کے عذاب یافتہ لوگوں میں شمار نہیں ہوتے، اس لیے کہ اگر وہ ان کی جنس سے تسلیم کر لیے جائیں تو ممکن ہے مشرکین اور کفار کے عذاب کو دیکھ کر ان کے قلوب واذہان میں نرمی اور مہربانی کا جذبہ پیدا ہو جائے، جو مشیت خداوندی کے منافی ہے۔

سوال: مشرکین قرآن کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ جہنم کی حفاظت انیس فرشتوں کے سبب کرنا، عقل کے منافی ہے کیونکہ فرشتوں کی تعداد بیس یا اس سے زائد کیوں نہیں بتائی گئی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ذات طاقت مطلقہ کی حامل ہے، وہ جہنم کے محافظ جتنے چاہے فرشتے تعینات کر سکتا ہے، اس کی مثال یوں بھی بیان کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کیے ہیں اور سات ہی زمینیں پیدا کی ہیں، خواہ ان کی تعداد کی حکمت ہماری عقل میں نہ آئے تو ہمیں اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

سوال: جہنم کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس ہے، پھر تا قیامت آنے والے لوگوں (کفار ومشرکین) کی تعداد کا جائزہ لیں تو

عقل میں نہیں آسکتا کہ وہ لوگوں پر کیسے قابو پائیں گے؟

جواب: انیس فرشتوں کی تعداد اور طاقت تو بہت زیادہ ہے، بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ایک فرشتہ ہی تا قیامت آنے والے لوگوں پر قابو پانے کے لیے کافی ہے۔

3251 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ اَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْقُطَعِيُّ وَهُوَ اَخُوْ حَزْمِ بْنِ اَبِيْ حَزْمٍ الْقُطَعِيُّ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَالَ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ) قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا اَهْلٌ اَنْ اُتَّقٰى فَمَنِ اتَّقَانِيْ فَلَمْ يَجْعَلْ مَعِيْ اِلٰهًا فَاَنَا اَهْلٌ اَنْ اَغْفِرَ لَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَسُهَيْلٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيْثِ وَقَدْ تَفَرَّدَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ ثَابِتٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے اس آیت کے بارے میں یہ فرمایا:

"وہی اس بات کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی اس بات کا اہل ہے کہ اس سے مغفرت طلب کی جائے"۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں اس بات کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، جو شخص مجھ سے ڈرے گا اور کسی دوسرے کو میرے ساتھ معبود قرار نہیں دے گا تو میں اس بات کا اہل ہوں کہ اس شخص کی مغفرت کر دوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ سہیل نامی راوی مستند نہیں ہے۔ سہیل نامی راوی اس حدیث کو نقل کرنے میں منفرد ہے۔ یہ اس نے ثابت سے نقل کی ہے۔

شرح

اللہ سے ڈرنا اور اس کا بخشش کرنا:

وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ (المدثر: ٥٦)

"اور وہ محض اللہ کے چاہنے سے نصیحت کر سکیں گے، وہی اس کا حقدار ہے کہ اس سے خوف کیا جائے اور بخشش کرنا بھی اسی کے لائق ہے۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ یہ حدیث قدسی ہے کہ جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اس کا بندوں پر حق ہے، جو لوگ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تو ان کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دے۔ مطلب

3251- اخرجه ابن ماجه (١٤٣٧/٢): كتاب الزهد: باب: ما يرجى من رحمة الله يوم القيامة، حديث (٤٢٩٣)، و الدارمي (٣٠٣،٣٠٢/٢): كتاب الرقاق: باب: تقوى الله، و احمد (١٤٢/٣، ٢٤٣).

چاہیے کہ اس سے ڈرنا اور شرک سے دور رہنا بندے پر ضروری ہے اور اس کے صلہ میں مغفرت و بخشش کرنا اور گناہ معاف کرنا اللہ کے لطف و کرم پر ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْقِيَامَةِ

باب 71: سورۃ قیامہ سے متعلق روایات

3252 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ اَبِي عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ يُرِيْدُ اَنْ يَحْفَظَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ) قَالَ فَكَانَ يُحَرِّكُ بِهِ شَفَتَيْهِ وَحَرَّكَ سُفْيَانُ شَفَتَيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يُحْسِنُ الثَّنَاءَ عَلٰى مُوسَى بْنِ اَبِي عَائِشَةَ خَيْرًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا تو آپ ﷺ زبان کو حرکت دے کر اس کو پڑھتے تھے اور اسے یاد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

"تم اس کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو تا کہ تم جلدی اس کو سیکھ لو۔"

راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ اس کے لیے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ پھر اس راوی نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر یہ بات بتائی۔ سفیان نامی راوی نے بھی اپنے ہونٹوں کو حرکت دی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

علی نے یہ بات بیان کی ہے، یحییٰ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے، سفیان ثوری نے موسیٰ بن ابو عائشہ کی تعریف کی ہے۔

شرح

سورۂ قیامت مکی ہے جو دو (۲) رکوع، چالیس (۴۰) آیات، ننانوے (۹۹) کلمات اور چھ سو باون (۶۵۲) حروف پر مشتمل ہے۔

3252- اخرجه البخاری (۳۹/۱): كتاب بدء الوحي: باب: (٤)، حديث (٥)، و اطرافه في (٤٩٢٧، ٤٩٢٨، ٥٠٤٤، ٧٥٢٤)، و مسلم (۳۳۸، ۳۳۹ - ابی): كتاب الصلاة: باب: الاستماع للقراءة، حديث (١٤٧، ٤٤٨/١٤٨)، و النسائی (١٤٩/٢): كتاب الافتتاح: باب جامع ما جاء في القرآن، حديث (٩٣٥)، و احمد (٢٢٠/١، ٣٤٣)، و الحميدی (٢٤٢/١)، حديث (٥٢٧).

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم ازخود یاد ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ○ (القیامۃ:۱۶تا۱۹)

"(اے محبوب!) آپ جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، بیشک اس کا جمع کرنا اور آپ کو اس (قرآن) کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے، سو جب ہم اس کی تلاوت کرلیں تو آپ پڑھے ہوئے کی پیروی کریں۔ پھر اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔"

ان آیات کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ابتداءً جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام الفاظ وحی سناتے یا پڑھتے تو آپ بھی تیز رفتاری سے اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر اسے محفوظ کرنے کی کوشش کرتے لیکن محبوب کا اتنا تکلف بھی باری تعالیٰ کو گوارہ نہیں تھا اور یہ تکلف ترک کرنے کے لیے یہ آیات نازل کی گئیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے: زمانہ قدیم سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ یہ روایت بیان کرتے وقت شیخ اپنے تلامذہ کے سامنے اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتا تھا لیکن بعد میں یہ تسلسل جاری نہ رہ سکا۔ حضرت سفیانؒ نے بھی اپنے ہونٹوں کو تیزی سے حرکت دے کر اپنے تلامذہ کو دکھایا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس تکلف کا مقصد کلام الٰہی کا تحفظ، من وعن اپنی قوم تک پہنچانا تھا مگر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور قرآن کا اعجاز ہے کہ بغیر کسی تکلف کے آپ کے ذہن مبارک میں محفوظ ہوجاتا تھا۔

فائدہ نافعہ:

اس حدیث اور آیات مبارکہ سے اس مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ قرآن کی حفاظت رب کائنات نے اپنے ذمہ کرم میں لے رکھی ہے، تاقیامت اس میں ایک حرف بلکہ حرکت کی بھی تبدیلی نہیں آسکتی۔ اب بھی پانچ پانچ سال کے بچے حافظ قرآن دکھائی دیتے ہیں اور اتنی ضخیم کتاب صرف چھ مہینہ کے نہایت قلیل عرصہ میں زبانی یاد کرلیتے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن کی طرح حدیث بھی حجت ہے اور اس سے بھی اسلامی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔

3253 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي شَبَابَةُ عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ ثُوَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى جِنَانِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَخَدَمِهٖ وَسُرُرِهٖ مَسِيْرَةَ اَلْفِ سَنَةٍ وَاَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهٖ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

3253۔ اخرجه احمد (۲/۱۳ ـ ٦٤)، و عبد بن حمید ص ۲٦۰، حدیث (۸۱۹)، عن ثویر بن فاختة عن ابن عمر به.

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ)

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ مِثْلَ هَذَا مَرْفُوعًا وَرَوَى عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبْجَرَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَوْلَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَرَوَى الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَوْلَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا ذَكَرَ فِيهِ عَنْ مُجَاهِدٍ غَيْرَ الثَّوْرِيِّ حَدَّثَنَا بِذَلِكَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ

توضیح راوی: وَثُوَيْرٌ يُكْنَى أَبَا جَهْمٍ وَأَبُو فَاخِتَةَ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ عِلَاقَةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جنت میں سب سے زیادہ کم تر مرتبہ اس شخص کا ہوگا' جو اپنے باغات' اپنی بیویوں' اپنے خدام اور اپنے پلنگوں کو ایک ہزار برس کی مسافت کے فاصلے سے دیکھ سکے گا' اور ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہوگا' جو صبح وشام اس کا دیدار کرے گا۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''اس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے' جو اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ''حدیث غریب'' ہے، کئی راویوں نے اسے اسرائیل کے حوالے سے' اسی طرح ''مرفوع'' حدیث کے طور پر منقول کیا ہے۔ عبدالملک نامی راوی نے ثویر کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

اشجعی نے سفیان کے حوالے سے' مجاہد کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' ان کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

ہمارے علم کے مطابق صرف ثوری نے اس روایت کے مجاہد سے منقول ہونے کا ذکر کیا ہے۔

ابوکریب نے عبیداللہ اشجعی کے حوالے سے سفیان سے اسے نقل کیا ہے۔

ثویر نامی راوی کی کنیت ابوجہم ہے' جبکہ ابوفاختہ کا نام سعید بن علاقہ ہے۔

شرح

اہل جنت کو صبح وشام دیدار خداوندی کی دولت حاصل ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ۝ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (القیامۃ: ۲۲،۲۳)

''بہت سے چہرے اس دن پر رونق ہوں گے اور اپنے پروردگار کے دیدار سے بہرہ ور ہوں گے۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اہل جنت میں سے جو کم درجہ کے لوگ ہوں گے وہ ایک ہزار سال کی مسافت تک اللہ کی مختلف نعمتوں کو دیکھ سکیں گے مثلاً اپنے باغات، اپنی بیویوں، اپنے خدام اور اپنی کنیزوں کو۔ ان کے برعکس جو لوگ اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں گے وہ دیگر بے شمار نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے علاوہ صبح و شام دیدار خداوندی کا بھی اعزاز حاصل کریں گے۔ اہل جنت کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ عَبَسَ

باب 72: سورۂ عبس سے متعلق روایات

3254 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ هٰذَا مَا عَرَضْنَا عَلٰى هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: اُنْزِلَ (عَبَسَ وَتَوَلّٰی) فِیْ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ الْاَعْمٰى اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرْشِدْنِیْ وَعِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مِّنْ عُظَمَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِضُ عَنْهُ وَيُقْبِلُ عَلَى الْاٰخَرِ وَيَقُوْلُ اَتَرٰى بِمَا اَقُوْلُ بَاْسًا فَيَقُوْلُ لَا فَفِیْ هٰذَا اُنْزِلَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ سند: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اُنْزِلَ (عَبَسَ وَتَوَلّٰی) فِیْ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ

◆◆ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، یہ آیات "عَبَسَ وَتَوَلّٰی" حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا کے بارے میں نازل ہوئی تھی وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور بولے: یارسول اللہ ﷺ! میری راہنمائی کیجئے۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس مشرکین کا ایک بڑا سردار بیٹھا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ نہیں کی اور اس شخص کی طرف متوجہ رہے۔ اور فرمایا: کیا تمہیں اس میں کوئی غلط بات نظر آتی ہے؟ تو اُس نے جواب دیا: نہیں! تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "حدیث غریب" ہے۔

بعض راویوں نے اسے ہشام بن عروہ کے حوالے سے اُن کے والد سے نقل کیا ہے۔ جس میں ان کا یہ بیان ہے۔

سورۂ عبس حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اس راوی نے اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

3254۔ تفردبه الترمذی انظر التحفة الاشراف (۲۱۹/۱۲)، حدیث (۱۷۳۰۵) من اصحاب الكتب الستة، واخرجه ابن جرير فی تفسيره (۱۲/۱۲)، برقم (۳۶۳۱۸) عن عائشة به

شرح

سورہ عبس مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، بیالیس (۴۲) آیات، ایک سوتیئس (۱۲۳) کلمات اور پانچ سو پینتیس (۵۳۵) حروف پر مشتمل ہے۔

ابتدائی آیات کا پس منظر اور شان نزول:

ارشاد ربانی ہے:

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ٭ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ٭ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی ٭ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ٭ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ٭ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ٭ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ٭ (عبس:۱تا۷)

''چیں بچیں ہوئے اور انہوں نے منہ پھیر لیا کہ ان کے ہاں ایک نابینا شخص آیا، آپ کو کیا علم کہ وہ پاکیزگی حاصل کرتا یا وہ نصیحت قبول کرتا تو نصیحت اس کے لیے مفید ہوتی۔ جس شخص نے بے پرواہی سے کام لیا تو آپ اس کے درپے ہیں اور آپ کے لیے ضرر رساں نہیں ہے اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ اور عباس بن عبدالمطلب وغیرہ کو دعوت اسلام دینے لگے، اس سلسلہ میں آپ بہت حریص و متمنی تھے کہ ان کے قبول اسلام کے نتیجہ میں ان کے متعلقین بھی اسلام قبول کر لیں گے جس وجہ سے اسلام کو ترقی و سربلندی حاصل ہوگی۔ اس دوران حضرت عبداللہ بن ام مکتوم (نابینا صحابی و مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم) حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے مجھے بھی تعلیم ارشاد فرمائیں، ایک آیت پڑھانے کا اصرار کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا، چہرہ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں تھے اور دوسری جانب متوجہ ہوگئے تب آپ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (جامع البیان، ج:۳۰، ص:۶۵)

تیوری چڑھانے پر عتاب کی وجہ:

ایک دفعہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم رؤساء مشرکین کو دعوت اسلام دے رہے تھے، اس اثناء میں نابینا صحابی رسول حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے قرآن کی ایک آیت کی تعلیم ارشاد فرمائیے، دعوت میں دخل آپ پر گراں گزرا، تو آپ نے اعراض کرتے ہوئے تیوری بھی چڑھائی تھی، جس بارے میں آپ کو خبردار کیا گیا تھا کہ ایسا عمل ظہور میں نہیں آنا چاہیے۔

اس بارے میں علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالیٰ بالتفصیل لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرت ابن ام مکتوم کی دخل اندازی سے ناگواری ہوئی تھی، اس کا اگر تمام روئے زمین کے لوگوں کی نیکیوں کے ساتھ وزن کیا جائے تو اس کا وزن زیادہ ہوگا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کافر سرداروں کو نصیحت اور ان کو اسلام کی طرف راغب کر رہے تھے، اس توقع پر کہ وہ اسلام قبول کر لیں اور ان کے اسلام

لانے سے ان کو بہت لوگوں کے اسلام لانے کی توقع تھی اور جب وہ لوگ اسلام لے آتے تو اسلام کی بہت زیادہ تقویت ہوتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ اجر وثواب ہوتا، اور جب حضرت عمرو بن ام مکتوم کے درمیان میں سوال کرنے سے آپ کی وہ نصیحت منقطع ہوگئی تو جس اجر وثواب کی آپ کو توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی، سواس وجہ سے اس موقع پر آپ کا منقبض اور تنگ دل ہونا کوئی بعید چیز نہیں ہے، نیز آپ کے چہرے پر جو ناگواری کے تاثرات آئے اور ماتھے پر بل ظاہر ہوئے اور آپ نے پیٹھ موڑی، یہ ایسے امور ہیں' جن کا تعلق مشاہدہ کرنے اور دیکھنے سے ہے، اور حضرت عمرو بن ام مکتوم نابینا تھے، انہوں نے آپ کے یہ تاثرات نہیں دیکھے، اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے ان سے سرد مہری کا سلوک کیا، اور آپ کافر سرداروں کی طرف تبلیغ اسلام کی طرف متوجہ تھے اور اگر آپ ان سے بے رخی اختیار کرتے تو نہ صرف ان کے اسلام لانے کی توقع نہ رہتی بلکہ ان کی وجہ سے ان کی قوم کے اور دیگر لوگوں کے اسلام لانے کی توقع بھی ختم ہو جاتی اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم کفار کو اسلام کی دعوت دیں خواہ اس کوشش میں ہماری جانیں چلی جائیں اور ہمارا تمام مال خرچ ہو جائے اور اس کوشش میں اگر ہم کسی مسلمان کی طرف توجہ نہ کریں یا اس سے بے رخی برتیں تو اس عظیم مقصد کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور تبلیغ اسلام کے بلند پایہ کام کے مقابلہ میں یہ کوئی قابل ملامت چیز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد کا منصب عطا فرمایا ہے، اور انبیاء علیہم السلام بعض اوقات اپنے اجتہاد سے کوئی کام اللہ تعالیٰ سے اذن لیے بغیر کر لیتے ہیں، وہ کام اپنی جگہ پر صحیح ہوتا ہے' لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ سے اس کام کی اجازت نہیں لی ہوتی، اس لیے اللہ تعالیٰ اس کام پر عتاب فرماتا ہے، جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر اپنی قوم سے ناراض ہو کر ان کے علاقہ سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا، اگرچہ یہ کام حضرت یونس علیہ السلام کے بجائے کوئی شخص کرتا تو اس کی حمد وثناء کی جاتی۔"

(علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، ج ۱۲، ص ۵۷۰)

سوال: حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا اصل نام کیا تھا؟

جواب: مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کے نام کی طرح ان کے اپنے نام میں بھی اختلاف ہے۔ اس بارے میں دو اقوال ہیں: (۱) عمرو، (۲) عبداللہ۔

3255 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ تُحْشَرُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا فَقَالَتِ امْرَاَةٌ اَيُبْصِرُ اَوْ يَرٰى بَعْضُنَا عَوْرَةَ بَعْضٍ قَالَ يَا فُلَانَةُ

3255- انفردبه الترمذي ينظر التحفة الاشراف (۱۷۲/۵)، حديث (۶۲۳۵) من اصحاب الكتب الستة، وذكره السيوطي (۵۲۳/۶)، وعزاه لعبد بن حميد، و الترمذي و الحاكم وصححاه، ولابن مردويه، وللبيهقي في (البعث) عن ابن عباس

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَيْضًا

فی الباب: وَفِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم لوگوں کو قیامت کے دن برہنہ پاؤں برہنہ جسم' ختنے کے بغیر اٹھایا جائے گا' تو ایک خاتون نے عرض کی: تو کیا لوگ ایک دوسرے کے ستر کی طرف دیکھیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے فلاں عورت۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے):

''اس دن ہر شخص کی یہ حالت ہوگی جو اسے دوسرے سے بے پرواہ کردے گی۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، اسے بھی سعید بن جبیر نے نقل کیا ہے' اور اس میں یہ مذکور ہے: یہ روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

شرح

قیامت کے دن نفسی نفسی کا عالم ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ○ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ ○ (عبس: ۳۳تا۳۷)

''پس جب کانوں کو بہرہ کرنے والی گھڑی آئے گی، اس دن ہر شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا، اپنی ماں اور اپنے باپ سے بھی، اپنی بیوی بیٹوں سے بھی، اس دن ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی جو اسے بے پرواہ کردے گی۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ لفظ ''صَآخَّةُ'' سخت و شدید صدا کو کہا جاتا ہے' جس سے کان بہرے ہو جائیں، یہاں اس سے مراد دوسری بار صور پھونکنا ہے' جس کی خوفناک اور شدید آواز سے مردے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ لوگ عریانی حالت میں ہوں گے، دریافت کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے لیے اس دن ایک مشغلہ ہوگا' جس وجہ سے غیر کی طرف دیکھنے کی توجہ نہیں ہوگی۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

باب 73: سورۂ تکویر سے متعلق روایات

3256 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَحِيْرٍ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ ابْنُ يَزِيدَ الصَّنْعَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ

متن حدیث: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حدیث دیگر: وَرَوَى هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ وَغَيْرُهُ هٰذَا الْحَدِيثَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ قیامت کے بارے میں یوں جان لے جیسے آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو اسے سورۂ تکویر، سورۂ انفطار اور سورۂ انشقاق کی تلاوت کرنی چاہیے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہشام بن یوسف اور دیگر راویوں نے اس روایت کو اسی سند کے حوالے سے نقل کیا ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ قیامت کو یوں جان لے جیسے وہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو اسے سورۂ تکویر پڑھنی چاہیے۔

ان راویوں نے اس روایت میں سورۂ انفطار اور سورۂ انشقاق کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

سورۂ تکویر مکی ہے جو ایک (1) رکوع، انتیس (29) آیات، ایک سو چار (104) کلمات اور پانچ سو تینتیس (533) حروف پر مشتمل ہے۔

قیامت کے دن کا منظر دیکھنے کا طریقہ

ارشاد خداوندی ہے:

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝ (التکویر: 14)

"ہر شخص کو علم ہو جائے گا جو کام اس نے کیا ہوگا۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں کی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ قیامت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہ ان تین سورتوں کا بکثرت مطالعہ کرے: (1) إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ (2) إِذَا السَّمَاءُ

3288- اخرجه احمد (2/27، 36، 37، 100)، عن عبد الله بن بحير الصنعاني القاص، عن عبد الرحمن بن يزيد الصنعاني عن ابن عمر.

انفطرت٥ (۳) اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ٥"

ان سورتوں میں قیامت کے دن کی منظر کشی کی گئی ہے، لہٰذا جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ ایک نظر قیامت کے دن کو اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کرے وہ ان تین سورتوں کا مطالعہ کرے۔ ان سورتوں میں دوبارہ صور پھونکے جانے، لوگوں کے قبروں سے اٹھنے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جمع ہونے، میزان عدل قائم ہونے، لوگوں سے حساب کتاب لینے، لوگوں کے جنتی یا جہنمی ہونے اور جنت یا جہنم میں داخل کیے جانے کے مضامین بیان کیے گئے ہیں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ

باب 74: سورۂ مطففین سے متعلق روایات

3257 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَاَ خَطِيْئَةً نُكِتَتْ فِيْ قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَاِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ عَادَ زِيْدَ فِيْهَا حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهٗ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ (كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جب کوئی بندہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے۔ پھر اگر وہ اسے چھوڑ دے اور توبہ استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ اسی گناہ کا ارتکاب کرے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ سیاہی اس کے دل پر چھا جاتی ہے یہی وہ "ران" ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (ان الفاظ میں کیا ہے)

"ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا اس وجہ سے جو انہوں نے عمل کیے ہیں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سورہ مطففین مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، چھتیس (۳۶) آیات، ایک سو انہتر (۱۶۹) کلمات اور سات سو تیس (۷۳۰) حروف پر مشتمل ہے۔

3257۔ اخرجه ابن ماجه (۱۴۱۸/۲): كتاب (الزهد): باب: ذكر الذنوب، حديث (۴۲۴۴)، واخرجه احمد (۲۹۷/۲)، عن محمد بن عجلان، عن القعقاع بن حكيم، عن ابي صالح، عن ابي هريرة به.

زنگ آلود دل کا قبول حق سے مانع ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

كَلَّا بَلْ سكته رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (المطففین: ۱۴)

''ایسا ہرگز نہیں ہے یعنی قرآن پہلے لوگوں کی باتوں کا بے ضبط مجموعہ نہیں ہے، بلکہ ان کے اعمال بد کے سبب ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں۔''

اس کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے، یہ روایت مشہور حدیث ہے جس کا اختصار یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، جو ذکر باری تعالیٰ، استغفار اور توبہ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ شخص گناہوں کا سلسلہ جاری رکھتا ہے تو دل پر سیاہ نقطہ مستقل لگ جاتا ہے اور بار بار ارتکاب معصیت کے سبب اس میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ دل کو گھیر لیتا ہے۔ پھر وہ دل حق و باطل کے مابین امتیاز نہیں کر سکتا اور اسی کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے: كَلَّا بَلْ سكته رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○

مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح بیان کیا ہے:

(۱) امام فراء لکھتے ہیں: جس شخص کے گناہوں میں اضافہ ہو جائے تو وہ اس کے دل کا احاطہ کر لیتے ہیں اور اس کے دل کا رنگ بھی کہا جاتا ہے۔ (۲) حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جب کوئی شخص ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کی مثل یوں ہے: اس نے اپنی ہتھیلی کی ایک انگلی بند کر لی، دوبارہ گناہ کرنے کی مثل یہ ہے: اس نے اپنی ہتھیلی کی دوسری انگلی بھی بند کر لی اور اس کے بعد پھر مرتکب معصیت ہوتا ہے تو اس کی مثل یہ ہے: اس نے اپنی ہتھیلی کی تمام انگلیاں بند کر لیں۔

3258 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَمَّادٌ هُوَ عِنْدَنَا مَرْفُوْعٌ

متنِ حدیث: (يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ) قَالَ يَقُوْمُوْنَ فِي الرَّشْحِ اِلٰى اَنْصَافِ اٰذَانِهِمْ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حماد نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، ہمارے نزدیک یہ حدیث ''مرفوع'' ہے۔

(ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''جس دن لوگ تمام جہانوں کے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس وقت وہ ایسی حالت میں کھڑے ہوں گے کہ ان کا پسینہ ان کے نصف کان تک آ رہا ہوگا۔

3259 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ) قَالَ يَقُوْمُ اَحَدُهُمْ

فِی الرَّشْحِ اِلٰی اَنْصَافِ اُذُنَیْہِ

حکم حدیث: قَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

فی الباب: وَفِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"جس دن تمام لوگ تمام جہانوں کے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے۔"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس دن کوئی شخص نصف کان تک پسینے میں ڈوبا ہوا کھڑا ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے، اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

میدان حشر میں لوگوں کا پسینے سے شرابور ہونا

ارشاد خداوندی ہے:

یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (المطففین: ۶)

"جب سب لوگ رب کائنات کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔"

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ میدان حشر میں لوگ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہوں گے، اپنے نامہ اعمال کھلنے سے پریشان ہوں گے، اپنی بداعمالیوں اور نافرمانیوں کے باعث خوفزدہ ہوں گے اور قیامت کی ہولناکیوں و شدت گرمی کی وجہ سے ان کے جسموں سے پسینہ بہہ رہا ہوگا حتیٰ کہ لوگ کانوں تک پسینے میں شرابور ہوں گے۔

بروز قیامت شدت گرمی سے لوگوں کے مختلف احوال:

قیامت کے دن میدان حشر میں شدت گرمی کی وجہ سے لوگوں کے مختلف احوال ہوں گے، اس بارے میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث باب کی تفسیر میں صریح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ لوگ قیامت کے دن نصف کانوں تک اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۹۳۸)

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کے لیے قیامت کا دن آسان (مختصر) کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ دنیا میں جتنے وقت میں نماز ادا کرتا تھا، اس سے بھی کم وقت میں وہ دن گزر جائے گا۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۷۳۳۴)

۳- حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا کہ قیامت کے دن آفتاب لوگوں کے قریب کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ان سے ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا، پھر لوگ اپنے اعمال کے مطابق

اپنے پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ کسی کا پسینہ ٹخنوں تک، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا کوکھوں تک ہوگا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ پسینہ ان کے منہ تک ہوگا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

(المعجم الکبیر، ج ۲۰، ص ۴۰۲)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: مؤمن کے لیے قیامت کا دن نماز کے وقت کی مقدار (آسان مختصر) کر دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں دلیل یہ ارشادِ ربانی ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ (یونس: ۶۲،۶۳)

''خبردار! بیشک اللہ کے ولیوں کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو لوگ ایمان لائے اور وہ (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے رہے۔''

سوال: قیامت کے دن لوگ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کس مقصد کے لیے کھڑے ہوں گے؟

جواب: اس بارے میں متعدد اقوال ہیں، جن میں سے تین مشہور اقوال درج ذیل ہیں:

(i) لوگ اپنی قبور سے نکل کر کھڑے ہوں گے۔

(ii) دوسرے لوگوں سے اپنے دنیاوی حقوق حاصل کرنے کے لیے کھڑے ہوں گے۔

(iii) فیصلہ کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوں گے۔

تعظیم مخلوق کے لیے قیام کی ممانعت ہونا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں لوگ تعظیم عبودیت کی غرض سے کھڑے ہوں گے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ بندے کا بندوں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے، بعض روایات سے اس کا عدم جواز اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ عدم جواز کے سلسلہ میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لاٹھی ٹیکتے ہوئے باہر تشریف لائے، ہم آپ (کی تعظیم) کے لیے کھڑے ہوگئے، آپ نے فرمایا: تم لوگ اس طرح نہ کھڑے ہوا کرو جس طرح بعض عجمی دوسرے عجمیوں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۸۳۶)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام کے ہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا، صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ انہیں علم تھا کہ آپ کو یہ (عمل) پسند نہیں ہے۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث ۵۲۳)

قیام تعظیمی کی ممانعت کی وجوہات:

مذکورہ روایات سے بندوں کا بندوں کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ اس ممانعت کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کی چند وجوہات حسب ذیل ہیں:

جابروں اور متکبرین کی عادت کے سبب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قیام تعظیمی کو ناپسند کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے عام عرب کی عادت پر قائم رہنے کو پسند کیا' کیونکہ وہ نشست و برخواست، خورد و نوش اور لباس میں تکلف سے کام نہیں لیتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور میری امت کے متقین تکلف سے بری ہیں۔

(اتحاف السادۃ المتقین، ج ۶، ص ۲۳۲)

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق: کسی کی تعظیم کے لیے قیام کرنا یا عدم قیام کا حکم زمانہ، اشخاص اور احوال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک مشہور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں، اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔'' یہ وعید و مذمت اس شخص کے لیے بیان ہوئی ہے جو تکبر و غرور کی وجہ سے اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔ تاہم حصول ثواب کی نیت سے کسی بڑے، صاحب علم اور صاحب تقویٰ وغیرہ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز بلکہ باعث اجر ہے۔

علماء اور اصحاب فضیلت کے لیے قیام تعظیمی جائز ہونا:

اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اصحاب فضیلت اور علماء کے لیے قیام تعظیمی جائز ہے۔ اس بارے میں چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے' جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری توبہ قبول کرنے کا اعلان کیا تو حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور خوشی سے دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے، مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک بھی دی۔ قسم بخدا! حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوا مہاجرین میں سے کوئی شخص کھڑا نہیں ہوا تھا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۵۳)

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب بنو قریظہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو طلب کیا، وہ ایک دراز گوش پر سوار ہو کر آئے اور ان کے قریب آنے پر آپ نے فرمایا: تم اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۲۶۲)

۳- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے حاضر ہوتے ہی دروازہ کھٹکھٹایا، آپ برہنہ پشت ان کی طرف بڑھے اور چادر گھسیٹ رہے تھے۔ قسم بخدا! میں نے نہ اس سے قبل اور نہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ پشت دیکھا۔ آپ نے انہیں بوسہ دیا اور گلے لگایا۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۲۷۳۲)

۴- حضرت عمر بن سائب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، اسی دوران آپ کے رضاعی والد گرامی آئے، آپ نے ان کے لیے اپنا کپڑا بچھایا، وہ اس کپڑے پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ محترمہ آئیں تو آپ نے اس کپڑے کو ان کے لیے بھی بچھایا تو وہ بھی اس پر تشریف فرما ہو گئیں پھر آپ کے رضاعی بھائی حاضر ہوئے تو آپ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے سامنے بٹھا لیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۵۱۴۵)

۵- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے اجلال اور تعظیم کا حصہ یہ ہے کہ جس مسلمان کے بال سفید ہو گئے ہوں، اس کی تعظیم کی جائے اور سلطان عادل کی بھی تعظیم کی جائے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۸۴۳)

۶- حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اصحاب تقویٰ لوگوں میں سے تھے، جب وہ یمن سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو گئے، انہیں گلے لگایا اور فرمایا: مہاجر سوار کے لیے خوش آمدید۔ (اسد الغابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۴، ص ۶۸)

۷- حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب وہ حبشہ سے عازم ہجرت ہو کر مدینہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، آپ نے انہیں گلے لگایا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ (ایضاً، ج ۱، ص ۵۴۲)

۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم حاضر ہوتے تھے، آپ گفتگو فرماتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی زوجہ مطہرہ کے ہاں تشریف لے جاتے۔ (شعب الایمان، ج ۶، ص ۴۶۷)

۹- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں سے حسب مراتب سلوک کرو۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۸۴۲)

۱۰- حضرت ابن السرح رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے بڑوں کا احترام نہ کیا اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۹۴۳)

۱۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے نشست و برخواست اور سیرت کے اعتبار سے حضرت فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہا سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا، جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تشریف لاتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کو بوسہ دیتے اور انہیں اپنی مجلس میں بٹھاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں، آپ کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی مجلس میں بٹھاتی تھیں۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۵۲۱۷)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ

باب 75: سورۃ انشقاق سے متعلق روایات

3260 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اِبْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ (فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ) اِلٰى قَوْلِهٖ (يَسِيْرًا) قَالَ ذٰلِكَ الْعَرْضُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اختلاف سند: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَسْوَدِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس شخص سے حساب کے دوران پوچھ گچھ کی جائے گی وہ ہلاکت کا شکار ہو جائے گا۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے تو یہ ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے جس شخص کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا'' یہ آیت یہاں تک ہے'' آسان''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد پیش ہونا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

محمد بن ابان اور دیگر راویوں نے اسے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

3261 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: قَالَ مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس شخص سے سختی سے حساب لیا گیا اسے عذاب دیا جائے گا۔

یہ ''حدیث غریب'' ہے' جس کے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہونے کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حساب لیتے وقت عدل وانصاف پیش نظر ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ (الانشقاق: ۹-۷)

''جس شخص کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے اہل خانہ سے خوشی خوشی پلٹے گا۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ قیامت کے دن انبیاء وشہداء کے سوا تمام لوگوں سے حساب لیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں گے۔ تاہم صحابہ، اولیاء، صالحین، جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اہل تقویٰ سے ہلکا پھلکا حساب لیا جائے گا جبکہ دیگر لوگوں سے سختی سے حساب لیا جائے گا۔ قیامت کے دن حساب لیتے وقت کسی پر ظلم و زیادتی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اپنے فضل سے مجرم کو معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو اسے سزا دے گا۔ مسلمان کی سزا وقتی ہوگی مگر اس کے مقابل اللہ ورسول کے باغی اور کفار کی سزا مستقل ودائمی ہوگی۔ جس مسلمان کو گناہوں کی پاداش میں جہنم میں پھینکا جائے گا بالآخر اسے سزا کے بعد نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا لیکن کافر لوگ دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے۔

آسان حساب کا مسئلہ احادیث کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے آسان حساب لیا جائے گا، گناہگاروں سے قدرے سختی سے اور کفار سے نہایت سختی سے حساب لیا جائے گا اور اس سبب انہیں جہنم میں پھینکا جائے گا۔ آسان حساب کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کوئی نئی بات سنتیں جو سمجھ میں نہ آتی تو اس بارے میں سوال کرتیں اور اسے سمجھ لیتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی سے حساب لیا جائے گا، اسے عذاب دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝ (الانشقاق: ۸)

''پس اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اس کا مطلب ہے حساب کو پیش کرنا مگر جس سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۰۳)

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے کسی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سنی: اے پروردگار! مجھ سے آسان حساب لینا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آسان حساب کونسا ہوتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے نامہ اعمال کو دیکھے، اس سے درگزر کرے، جس سے اس دن حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور مؤمن پر دنیا میں جو مصیبت آتی ہے، اللہ تعالیٰ اس مشقت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے حتیٰ کہ اسے جو کانٹا لگتا ہے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ۲۷۰)

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: یہ آیت اسود بن عبدالاسد کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم عام ہے جو مسلمان اور کافر دونوں کو شامل ہے۔ جب (کافر) اپنے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال لینے کے لیے ہاتھ دراز کرے گا تو فرشتہ اسے کھینچ کر اس کے بائیں ہاتھ میں تھما دے گا اور اس کا دایاں ہاتھ پس پشت کر دے گا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْبُرُوْجِ

باب 76: سورۃ البروج سے متعلق روایات

3262 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْيَوْمُ الْمَوْعُوْدُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ وَالْيَوْمُ الْمَشْهُوْدُ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّاهِدُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَمَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰى يَوْمٍ اَفْضَلَ مِنْهُ فِيْهِ سَاعَةٌ لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ يَّدْعُو اللّٰهَ بِخَيْرٍ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهٗ وَلَا يَسْتَعِيْذُ مِنْ شَىْءٍ اِلَّا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ الْاَسَدِيُّ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: وَمُوْسَى بْنُ عُبَيْدَةَ الرَّبَذِيُّ يُكْنٰى اَبَا عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُهٗ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ عَنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ وَمُوْسَى بْنُ عُبَيْدَةَ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّغَيْرُهٗ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ''یوم الموعود'' سے مراد قیامت کا دن ہے، یوم مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے، شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے، اس سے زیادہ فضیلت والے کسی اور دن پر سورج طلوع یا غروب نہیں ہوا (یعنی کوئی دن اس سے افضل نہیں ہے) اس (جمعہ کے دن) میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کوئی بندہ مومن اللہ تعالیٰ سے اس وقت، جس بھی بھلائی کے بارے میں دعا مانگ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرتا ہے اور جس چیز سے پناہ مانگ رہا ہو اللہ تعالیٰ اس چیز سے پناہ دیتا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

موسیٰ بن عبیدہ ربذی نامی راوی کی کنیت ابوعبدالعزیز ہے۔ یحییٰ اور دیگر محدثین نے ان کے حافظے کے حوالے سے کلام کیا ہے۔

شعبہ ثوری اور دیگر ائمہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے،

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف موسیٰ بن عبیدہ کی نقل کے حوالے سے جانتے ہیں۔

موسیٰ بن عبیدہ کو حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ یحییٰ بن سعید اور دیگر محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

سورہ بروج مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، بائیس (۲۲) آیات، ایک سو نو (۱۰۹) کلمات اور چار سو اڑتیس (۴۳۸) حروف پر مشتمل ہے۔

یوم موعود، یوم شاہد اور یوم مشہود کی وضاحت:

ارشاد ربانی ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ۝ (البروج: ۳-۱)

"برجوں والے آسمان کی قسم، اس دن کی قسم جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور حاضر اور جس کو حاضر کیا جائے گا۔"

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ چار امور کی قسم کھائی گئی ہے: (۱) بڑے بڑے ستاروں کے آسمان کی، (۲) وعدہ کیے ہوئے دن (قیامت) کی، (۳) یوم شاہد (دیکھنے والے) کی، (۴) یوم مشہود (دیکھے ہوئے) کی۔

یوم شاہد اور یوم مشہود کا تعین حدیث باب میں کیا گیا ہے۔ وعدہ کیا ہوا دن سے مراد ہے: قیامت کا دن۔ دیکھے ہوئے دن سے مراد ہے: عرفہ کا دن۔ دیکھنے والے دن سے مراد ہے: جمعۃ المبارک کا دن۔ مطلب یہ ہے کہ جمعۃ المبارک کا دن تمام ایام سے افضل واعلیٰ ہے، کیونکہ اس میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں جو بھی دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ اس گھڑی کے تعین میں مختلف اقوال ہیں مگر اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ گھڑی نماز عصر سے نماز مغرب کے درمیان میں ہے۔

بروج کے معانی ومفاہیم:

لفظ "بروج" برج کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: محل، بلند عمارت، گنبد اور ستارے۔ علماء ہیئت کے مطابق آسمان نو ہیں، جن میں سے سات آسمان ایک ایک سیارہ سے مزین ہیں اور ان سات سیاروں کے نام یہ ہیں: (۱) قمر (۲) زحل (۳) عطارد (۴) شمس (۵) مشتری (۶) مریخ (۷) زہرہ۔

بروج کے مطالب ومفاہیم کے بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆ بروج کی قسم کھانے کی وجہ ان کی عجب انداز میں تخلیق ہے جس میں متعدد حکمتیں ہو سکتی ہیں، کیونکہ بروج میں آفتاب حرکت اور دورہ کرتا ہے، جس سے کائنات کو بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

☆ بروج بڑے بڑے ستاروں کو کہا جاتا ہے، ان کے ظہور کے باعث انہیں بروج کہا جاتا ہے، کیونکہ بروج کا لغوی معنی ہے: ظاہر و باہر ہونا۔

☆ بروج کے مختلف حصوں میں چاند کی منازل ہیں، ان کی قسم کھانے کی وجہ ان میں چاند کا دورہ کرنا ہے اور چاند کے دورہ سے علامات عجیبہ وجود میں آتی ہیں۔

☆ بروج سے مراد ہے: محلات یا قلعے۔ یہ محلات آسمان میں ہیں۔

☆ بروج سے مراد ہے: خوبصورت مخلوق۔

☆ بروج سے مراد ہے: منازل۔ یہ بارہ برج ہیں جو ستاروں، آفتاب اور ماہتاب کی منازل ہیں۔ قمر برج میں دو ایام اور تہائی یوم تک حرکت کرتا رہتا ہے، یہ اٹھائیس (۲۸) ایام ہیں اور دو شب تک چھپا رہتا ہے۔ سورج بارہ برجوں میں ایک ماہ تک دورہ کرتا رہتا ہے اور ان بارہ بروج کے نام یہ ہیں:

(۱) الحمل: بکری کا بچہ اور موسم بہار کے بروج میں سے ایک برج۔

(۲) الثور: بیل۔ (۳) الجوزا: ایسی سیاہ بکری جس میں سفیدی بھی ہو۔

(۴) السرطان: کیکڑا، کینسر۔ (۵) الاسد: شیر۔ (۶) السنبلہ: گچھا یا گندم کا خوشا۔

(۷) المیزان، ترازو۔ (۸) العقرب: بچھو۔ (۹) القوس: کمان۔

(۱۰) الجدی: پہلے سال کا بکری کا بچہ۔ (۱۱) الدلو: ڈول۔ (۱۲) الحوت: مچھلی۔

انگریزی کے بارہ مہینوں میں ستاروں کا بروج میں گردش کرنا:

انگریزی کے بارہ مہینوں میں ستارے بروج میں گردش کرتے ہیں جس کا جدول درج ذیل ہے:

۱- اپریل: الحمل	۲- مئی: الثور
۳- جون: الجوزاء	۴- جولائی: السرطان
۵- اگست: الاسد	۶- ستمبر: السنبلہ
۷- اکتوبر: المیزان	۸- نومبر: العقرب
۹- دسمبر: القوس	۱۰- جنوری: الجدی
۱۱- فروری: الدلو	۱۲- مارچ: الحوت

یوم شاہد اور یوم مشہود کے مصادیق قرآن وسنت کی روشنی میں:

زیر بحث آیت میں استعمال ہونے والے دو مشہور الفاظ ہیں: (۱) لفظ ''شاہد'' کا معنیٰ ہے: حاضر، موجود۔ لفظ ''مشہود'' کا معنیٰ ہے: حاضر کیا ہوا، حاضر شدہ۔ ان دونوں الفاظ کے مصداق میں اختلاف ہے۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے مطابق ''شاہد'' سے مراد ہے: یوم جمعہ۔ یوم مشہود سے مراد ہے: عرفہ کا دن۔ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہد سے مراد ہے: ہر رات اور ہر دن۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزرنے والا ہر دن بندے سے یوں ندا کرتا ہے: اے اولاد آدم! میں نومولود ہوں، تم مجھ میں جو عمل کرو گے میں اس پر گواہ ہوں، تم مجھ میں امور خیر انجام دو تو کل میں تمہارے بارے میں گواہی دوں گا، میرے گزر جانے کے بعد تم مجھے کبھی نہیں پاؤ گے۔ ہر آنے والی رات بھی یہی اعلان کر کے گزر جاتی ہے۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۳۴۱۶)

حضرت سعید بن جبیر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہم کے نزدیک ''شاہد'' سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے، چنانچہ اس پر دلائل درج ذیل آیات ہیں:

۱- وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا○ (النساء:۷۹)

اور اللہ کافی شاہد (گواہ) ہے۔

۲- قُلْ اَىُّ شَىْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِىْ وَ بَيْنَكُمْ ۚ (الانعام:۱۹)

آپ فرمائیں: سب سے بڑی گواہی کس کی ہو سکتی ہے؟ پھر فرمائیں: اللہ کی، وہ میرے اور تمہارے درمیان شاہد (گواہ) ہے۔

ایک قول کے مطابق تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے حق میں گواہ ہوں گے جبکہ ان کی امتیں مشہود قرار پائیں گی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ (النساء:۴۱)

اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر امت کے لیے گواہ لائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک قول کے مطابق ''شاہد'' سے مراد ''ذات مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے، یہ درج ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے:

۱- فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا○ (النساء:۴۱)

''(اے محبوب!) اس وقت آپ کی کیا شان ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ پیش کریں گے اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔''

۲- يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا○ (الاحزاب:۴۵)

''اے نبی! بیشک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر (دنیا میں) بھیجا ہے، ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرسنانے والا۔''

۳- وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ:۱۴۳)

''اور رسول تم پر گواہ قرار پائیں گے۔''

ایک قول کے مطابق انبیاء علیہم السلام شاہد ہوں گے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مشہود ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں انبیاء سے یوں خطاب فرمایا تھا:

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ○ (آل عمران:۸۱)

''پھر (اللہ نے) فرمایا: پس تم (اس پر) گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دولت خوبصورت اور خوش ذائقہ ہے،

مسلمان کتنا خوش نصیب ہے جو اپنی دولت مسکین، یتیم اور مسافر کو دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۴۶۵)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن تم بکثرت مجھ پر درود پڑھا کرو، اس لیے کہ یہ یوم مشہود ہے اور اس دن فرشتے پیش ہوتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۶۳۷)

3263 سندِ حدیث: حدثنا محمود بن غيلان وعبد بن حميد المعنى واحد قالا حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن ثابت البناني عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن صهيب قال

متنِ حدیث: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى العصر همس والهمس في قول بعضهم تحرك شفتيه كانه يتكلم فقيل له انك يا رسول الله اذا صليت العصر همست قال ان نبيا من الانبياء كان اعجب بامته فقال من يقوم لهؤلاء فاوحى الله اليه ان خيرهم بين ان انتقم منهم وبين ان اسلط عليهم عدوهم فاختاروا النقمة فسلط عليهم الموت فمات منهم في يوم سبعون الفا قال وكان اذا حدث بهذا الحديث حدث بهذا الحديث الاخر قال كان ملك من الملوك وكان لذلك الملك كاهن يكهن له فقال الكاهن انظروا لي غلاما فهما او قال فطنا لقنا فاعلمه علمي هذا فاني اخاف ان اموت فينقطع منكم هذا العلم ولا يكون فيكم من يعلمه قال فنظروا له على ما وصف فامروه ان يحضر ذلك الكاهن وان يختلف اليه فجعل يختلف اليه وكان على طريق الغلام راهب في صومعة قال معمر احسب ان اصحاب الصوامع كانوا يومئذ مسلمين قال فجعل الغلام يسال ذلك الراهب كلما مر به فلم يزل به حتى اخبره فقال انما اعبد الله قال فجعل الغلام يمكث عند الراهب ويبطئ عن الكاهن فارسل الكاهن الى اهل الغلام انه لا يكاد يحضرني فاخبر الغلام الراهب بذلك فقال له الراهب اذا قال لك الكاهن اين كنت فقل عند اهلي واذا قال لك اهلك اين كنت فاخبرهم انك كنت عند الكاهن قال فبينما الغلام على ذلك اذ مر بجماعة من الناس كثير قد حبستهم دابة فقال بعضهم ان تلك الدابة كانت اسدا قال فاخذ الغلام حجرا فقال اللهم ان كان ما يقول الراهب حقا فاسالك ان اقتلها قال ثم رمى فقتل الدابة فقال الناس من قتلها قالوا الغلام ففزع الناس وقالوا لقد علم هذا الغلام علما لم يعلمه احد قال فسمع به اعمى فقال له ان انت رددت بصري فلك كذا وكذا قال له لا اريد منك هذا ولكن ارايت ان رجع اليك بصرك اتؤمن بالذي رده عليك قال نعم قال فدعا الله فرد عليه بصره فآمن الاعمى فبلغ الملك امرهم فبعث اليهم فاتي بهم فقال لاقتلن كل واحد منكم قتلة لا اقتل بها صاحبه فامر بالراهب والرجل الذي كان اعمى فوضع المنشار على مفرق احدهما فقتله وقتل الاخر بقتلة اخرى ثم امر بالغلام فقال انطلقوا به الى جبل كذا وكذا فالقوه من راسه فانطلقوا به الى ذلك الجبل فلما انتهوا به الى ذلك المكان الذي ارادوا ان يلقوه منه جعلوا يتهافتون

3263۔ اخرجه مسلم (۲۲۹۹/۴): كتاب الزهد و الرقاق: باب: قصة اصحاب الاخدود و الساحر و الراهب و الغلام، حديث (۳۰۰۵/۷۳)، واحمد (۱۶/۶) عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن صهيب به.

مِنْ ذٰلِكَ الْجَبَلِ وَيَتَرَدَّوْنَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا الْغُلَامُ قَالَ ثُمَّ رَجَعَ فَأَمَرَ بِهِ الْمَلِكُ أَنْ يَنْطَلِقُوْا بِهِ إِلَى الْبَحْرِ فَيُلْقُوْنَهُ فِيْهِ فَانْطُلِقَ بِهِ إِلَى الْبَحْرِ فَغَرَّقَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَهُ وَأَنْجَاهُ فَقَالَ الْغُلَامُ لِلْمَلِكِ إِنَّكَ لَا تَقْتُلُنِيْ حَتّٰى تَصْلُبَنِيْ وَتَرْمِيَنِيْ وَتَقُوْلَ إِذَا رَمَيْتَنِيْ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ قَالَ فَأَمَرَ بِهِ فَصُلِبَ ثُمَّ رَمَاهُ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ قَالَ فَوَضَعَ الْغُلَامُ يَدَهُ عَلٰى صُدْغِهِ حِيْنَ رُمِيَ ثُمَّ مَاتَ فَقَالَ أُنَاسٌ لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا الْغُلَامُ عِلْمًا مَا عَلِمَهُ أَحَدٌ فَإِنَّا نُؤْمِنُ بِرَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ قَالَ فَقِيْلَ لِلْمَلِكِ أَجَزِعْتَ أَنْ خَالَفَكَ ثَلَاثَةٌ فَهٰذَا الْعَالَمُ كُلُّهُمْ قَدْ خَالَفُوْكَ قَالَ فَخَدَّ أُخْدُوْدًا ثُمَّ أَلْقٰى فِيْهَا الْحَطَبَ وَالنَّارَ ثُمَّ جَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ مَنْ رَجَعَ عَنْ دِيْنِهِ تَرَكْنَاهُ وَمَنْ لَمْ يَرْجِعْ أَلْقَيْنَاهُ فِيْ هٰذِهِ النَّارِ فَجَعَلَ يُلْقِيْهِمْ فِيْ تِلْكَ الْأُخْدُوْدِ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْهِ (قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ) حَتّٰى بَلَغَ (الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ) قَالَ فَأَمَّا الْغُلَامُ فَإِنَّهُ دُفِنَ فَيُذْكَرُ أَنَّهُ أُخْرِجَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَأُصْبُعُهُ عَلٰى صُدْغِهِ كَمَا وَضَعَهَا حِيْنَ قُتِلَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب عصر کی نماز ادا کر لیتے تھے' تو اس کے بعد آہستہ آواز میں کچھ پڑھا کرتے تھے (راوی نے یہ بات بیان کی ہے) یہاں حدیث میں استعمال ہونے والے الفاظ ''ھمس'' سے مراد ہونٹوں کو حرکت دینا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی، یارسول اللہ ﷺ! جب آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھ لی تو آپ ﷺ نے ہونٹوں کو کچھ حرکت دی تھی' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک نبی کو اپنی امت کی کثرت پر فخر ہوا' تو انہوں نے یہ سوچا ان کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی پر یہ وحی کی: آپ ان لوگوں کو اختیار دیں کہ میں ان لوگوں کو بالکل ختم کر دوں یا پھر ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دوں تو ان لوگوں نے بالکل ختم ہونے کو اختیار کیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر موت مسلط کر دی، یہاں تک کہ ایک ہی دن میں ان کے ستر ہزار افراد انتقال کر گئے۔

راوی بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بیان کی' تو اس کے ساتھ ایک اور بات بیان کی، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پہلے زمانے میں ایک بادشاہ ہوتا تھا، اس بادشاہ کے پاس ایک کاہن ہوتا تھا جو اسے غیب کی خبریں بتایا کرتا تھا۔ کاہن نے کہا: مجھے کوئی سمجھدار لڑکا تلاش کر کے دو (راوی کو شک ہے شاید یہاں یہ الفاظ ہیں) تیز طرار لڑکا تلاش کر کے دو' جسے میں اپنا یہ علم سکھا سکوں' کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں مر گیا' تو یہ علم ختم ہو جائے گا' اور اس کو جاننے والا کوئی نہیں رہے گا' تو لوگوں نے اس کے مطلوبہ اوصاف کے مطابق لڑکا تلاش کر کے دے دیا اور اس لڑکے سے یہ کہا: تم روزانہ اس کاہن کے پاس جایا کرو۔ اس کے پاس آتے جاتے رہو۔ اس لڑکے نے اس کاہن کے پاس آنا جانا شروع کر دیا۔ اس لڑکے کے راستے میں ایک عبادت خانہ تھا جس میں ایک راہب رہتا تھا۔

معمر نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، میرا خیال ہے' ان دنوں عبادت خانوں میں مسلمان لوگ ہی ہوا کرتے تھے۔

وہ لڑکا جب بھی اس عبادت خانے کے پاس سے گزرتا تھا' تو اس راہب سے دین کی باتیں سیکھا کرتا تھا' اس راہب نے

اس لڑکے کو بتایا: میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔ اس حوالے سے اس لڑکے نے اس راہب کے پاس زیادہ دیر ٹھہرنا شروع کر دیا اور کاہن کے پاس تھوڑا وقت گزارنا شروع کر دیا۔ کاہن نے اس کے گھر والوں کو یہ پیغام بھیجا کہ اب یہ لڑکا یہاں کم آتا ہے۔ لڑکے نے یہ بات راہب کو بتائی تو راہب نے اس لڑکے سے کہا: ایسا کرو اگر تم سے تمہارے گھر والے دریافت کریں کہ تم کہاں رہ گئے تھے؟ تو تم کہنا کہ میں کاہن کے پاس گیا تھا۔ اگر کاہن یہ دریافت کرے تو تم کہنا کہ میں گھر پر تھا۔ وہ لڑکا اسی طرح کرتا رہا، یہاں تک کہ اس کا گزر ایک دن کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا جو کسی جانور کی وجہ سے وہاں سے گزر نہیں سکتے تھے (بعض راویوں نے یہ بات بیان کی ہے) وہ جانور شیر تھا۔ اس صورتحال میں اس لڑکے نے ایک پتھر کو اٹھایا اور بولا: اے اللہ! اگر راہب کی بتائی ہوئی بات سچ ہے تو میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو اس جانور کو قتل کر دے۔ اس لڑکے نے وہ پتھر اس جانور کو مارا تو وہ مر گیا۔ لوگوں نے حیران ہو کر دریافت کیا: اس جانور کو کس نے مار دیا؟ تو دوسرے لوگوں نے بتایا: اس لڑکے نے مارا ہے۔ اس پر وہ لوگ بہت حیران ہوئے اور بولے: اس کے پاس تو ایسا علم ہے جو کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ جب اس بات کا تذکرہ ایک نابینا شخص نے سنا تو وہ بولا: اے لڑکے! اگر تم میری بینائی لوٹا دو تو میں تمہیں اتنا مال دیدوں گا' تو اس لڑکے نے اس سے کہا: میری تم سے صرف یہ فرمائش ہے کہ اگر تمہاری بینائی لوٹ آئے تو تم اس ذات پر ایمان لے آنا جس نے تمہاری بینائی کو لوٹایا ہو گا۔ اس شخص نے کہا: ٹھیک ہے۔ اس لڑکے نے دعا کی' تو اس شخص کی بینائی واپس آ گئی اور وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا۔ جب اس بات کی اطلاع بادشاہ تک پہنچی تو اس نے ان سب لوگوں کو بلوا لیا (جو مسلمان ہوئے تھے) اور بولا: میں تم سب کو مختلف طریقوں سے قتل کروں گا۔ بادشاہ نے راہب اور اس شخص کو' جس کی بینائی واپس آئی تھی، آرے کے ذریعے چیرنے کا حکم دیا۔ دوسروں کو دوسرے طریقے سے قتل کروایا۔ اس لڑکے کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر وہاں سے نیچے پھینک دو۔ جب وہ اسے لے کر اس مقام پر پہنچے جہاں سے اسے نیچے گرانا تھا' تو وہ لوگ خود وہاں سے نیچے گرنے لگے اور اس لڑکے کے علاوہ سب لوگ مارے گئے۔ وہ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس آیا' تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ وہ لوگ اسے لے کر سمندر کی طرف روانہ ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب لوگوں کو غرق کر دیا' اور وہ لڑکا زندہ رہ گیا۔ وہ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس آیا اور بولا: تم مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتے' جب تک تم مجھے باندھنے کے بعد تیر نہیں مارتے اور تیر مارتے ہوئے یہ نہیں پڑھتے:

''اس اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں یہ کام کر رہا ہوں' جو اس لڑکے کا پروردگار ہے۔''

تو بادشاہ کے حکم کے مطابق اس لڑکے کو باندھ دیا گیا اور تیر چلاتے وقت وہی جملہ کہا گیا جو لڑکے نے بتایا تھا۔ جب وہ تیر اس لڑکے کو لگا تو اس نے اپنی کنپٹی پر ہاتھ رکھا اور اس لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے کہا: اس لڑکے کو ایسا علم حاصل ہوا' جو کسی کے پاس نہیں تھا' تو ہم بھی اس کے معبود پر ایمان لاتے ہیں۔ بادشاہ سے کہا گیا: تم تو اس بات سے ڈر رہے تھے کہ تین لوگ تمہارے مخالف ہو گئے ہیں اب تو پورا جہان تمہاری مخالفت کر رہا ہے' تو اس بادشاہ نے خندق کھدوائی' اس میں لکڑیاں جمع کروا کر ان میں آگ لگوا دی اور پھر سب لوگوں کو جمع کر کے بولا: جو شخص اپنے نئے دین کو چھوڑ دے گا ہم اس کو چھوڑ دیں گے' اور جو اپنے

دین پر قائم رہے گا ہم اس کو آگ میں ڈال دیں گے اور پھر وہ ان لوگوں کو آگ میں ڈالنے لگا۔

اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''خندق والے لوگ ہلاک ہو گئے جس میں ایندھن والی آگ تھی۔''

یہ آیت یہاں تک ہے ''جو غالب اور حمد والا ہے۔''

راوی نے یہ بات بیان کی ہے، اس لڑکے کو دفن کیا گیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق اس کی لاش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نکل آئی تھی اور اس نے اس وقت بھی اپنی کنپٹی پر انگلی رکھی ہوئی تھی جس طرح اس وقت رکھی تھی جب اسے قتل کیا گیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

کثرت مجمع پر تکبر کرنا تباہی کا باعث ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبۃ: ۲۵-۲۷)

''بیشک اللہ نے بہت جگہوں میں تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے۔ پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر، پھر وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا توبہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ سورہ بروج کی ابتدائی آیات میں اصحاب الاخدود کا مضمون بیان ہوا ہے۔ ان کے تفصیلی واقعہ بیان کرنے سے قبل چار امور کی قسم کھائی گئی ہے۔ ان قسموں کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے:

۱- بڑے ستاروں والے آسمان کی قسم: جس طرح زمین اس پر کیے جانے والے نیک یا برے عمل کی گواہ بن جاتی ہے، اسی طرح آسمان بھی اس کے زیر سایہ ہونے والے گناہوں کا گواہ بن جاتا ہے۔ آسمان کے بڑے بڑے ستارے گویا کیمرے ہیں جو نیک اور برے افعال کا ریکارڈ محفوظ کر رہے ہیں، جن کی جزا یا سزا قیامت کے دن بھگتنا ہوگی۔

۲- یوم قیامت کی قسم: رات کی طرح دن کے وقت بھی کیے جانے والے اعمال صالحہ یا اعمال سیئہ کا ریکارڈ محفوظ کیا جا رہا ہے، جس کا نتیجہ قیامت کے دن سامنے آئے گا۔

۳۔شاہد (کسی چیز کو دیکھنے والے) کی قسم: اصحاب اخدود کو سزا دیتے وقت جو لوگ (ظالم) موقع پر حاضر تھے، کی قسم کھانے کا مقصد ان کا قلبی طور پر مطمئن ہونا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں پر ظلم وستم نہیں ہوگا بلکہ انصاف سے کام لیا جائے گا۔ برے شخص کے ہاتھ اور پاؤں اس دن اس کے خلاف ارتکاب برائی کے بارے میں گواہی دیں گے۔

۴۔مشہود (جسے دیکھا گیا ہو) کی قسم: ظالم لوگ مسلمانوں کی سزا دیکھ کر مطمئن ہو گئے تھے کہ قیامت کے دن انہیں بھی انصاف فراہم کیا جائے گا۔

چار امور کے بارے میں قسم کھانے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ اصحاب اخدود کا ناس ہو جو مسلمانوں کی سزا کے وقت موجود تھے، اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور انہوں نے مسلمانوں میں کوئی عیب یا نقص نہیں پایا تھا۔

اصحاب اخدود کے واقعہ کا اختصار یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں کسی کافر بادشاہ کے پاس ایک کاہن رہتا تھا، جب وہ بوڑھا ہوا تو اپنے قائمقام میں اپنی خوبیاں منتقل کرنے کا قصد کیا۔ اس نے سلطان وقت سے کہا: ایک باشعور اور ہوشیار لڑکے کا اہتمام کریں تاکہ اپنا علم اور خوبیاں اس کی طرف منتقل کر دی جائیں، چنانچہ سلطان وقت کی طرف سے ایک ہوشیار لڑکے کا انتظام کیا گیا اور اس کی کاہن کے پاس آمدورفت شروع ہوگئی، لڑکے کے راستہ میں راہب رہتا تھا جو اپنے وقت میں دین حق کا علمبردار تھا۔ لڑکے کی راہب کے پاس آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوگیا، ایک دن لڑکا کاہن کے پاس جا رہا تھا کہ راستہ بند تھا، لوگوں کا رش لگا ہوا تھا اور آگے بڑھا تو معلوم ہوا کہ ایک شیر ہے جو راستہ میں رکا ہوا ہے، لوگوں کا راستہ رکا ہوا ہے اور لوگ پیش آنے والی صورتحال سے پریشان ہیں، لڑکے نے یہ دعا کی: اے پروردگار! اگر راہب صادق ہے تو میرے پتھر مارنے سے شیر مر جائے، پھر اس نے شیر پر پتھر پھینکا جس کے نتیجہ میں وہ مر گیا۔ اس طرح راستہ کھل گیا اور لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری ہوگیا، لوگ لڑکے سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے خیال کیا کہ لڑکے کے پاس کوئی خاص قسم کا علم ہے جس سے وہ عوام کو متاثر کر سکتا ہے۔ جنگل کی آگ کی طرح اس واقعہ کی شہرت ہوگئی، یہ بات سلطان وقت کے وزیر کے پاس پہنچی جو نابینا تھا۔ وہ لڑکے سے یوں مخاطب ہوا: اگر آپ میری آنکھیں درست کر دیں تو میں تمہیں دولت سے نواز دوں گا، لڑکے نے جواباً کہا: مجھے دولت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر آپ مسلمان ہونے کا وعدہ کریں تو میں دعا کے ذریعے تمہیں بینا کر سکتا ہوں۔ وزیر نے مسلمان ہونے کا وعدہ کیا تو لڑکے کی دعا سے وہ بینا ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اس واقعہ کی اطلاع بادشاہ تک پہنچی تو اس نے لڑکے، راہب اور نابینا (جواب بینا ہو چکا تھا) کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ نابینا وزیر اور راہب کو فوراً ہلاک کر دیا اور لڑکے کے بارے میں حکم دیا کہ پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر اسے نیچے گرایا جائے تاکہ وہ ہلاک ہو جائے۔ سلطان وقت کے حکم کے مطابق لڑکے کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کے باوجود وہ زندہ رہا اور اس وجہ سے بادشاہ بہت پریشان ہوا۔ لڑکے نے بادشاہ سے کہا: اے سلطان وقت! اگر آپ مجھے شہید کرنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ پڑھ کر مجھے تیر مارو، چنانچہ اس طرح کیا گیا تو لڑکا بھی شہید ہو گیا۔

اصحاب اخدود کے واقعہ کی تفصیل:

اصحاب اخدود کا مختصر واقعہ مذکور ہوا مگر اس کی تفصیل بھی روایات میں بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک تفصیلی روایت

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ گزرا ہے جس کا ایک جادوگر تھا۔ جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے یوں کہا: اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں تو میرے پاس ایک لڑکا بھیجا جائے تا کہ میں اسے جادو سکھا دوں۔ سلطانِ وقت نے اس کی بات پر عمل کرتے ہوئے اس کے پاس ایک لڑکا بھیجنے کا اہتمام کیا۔ لڑکا بوڑھے جادوگر کے پاس باقاعدگی سے جانے لگا، اس کے راستہ میں ایک راہب رہتا تھا، لڑکا راہب کے پاس جاتا، اس سے اچھی اچھی باتیں سنتا اور جادوگر کے پاس تاخیر سے پہنچتا تو وہ اسے سزا دیتا۔ لڑکے نے یہ صورتحال راہب سے بیان کی تو اس نے لڑکے سے کہا: اب جب تمہیں تاخیر سے پہنچنے پر جادوگر سزا دے تو اس کو بتا دینا کہ اہلِ خانہ نے مجھے روک لیا تھا اور گھر والوں سے خوف ہونے کی صورت میں انہیں کہہ دینا کہ ساحر نے مجھے روک لیا تھا۔ ساحر اور راہب کے پاس لڑکے کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ ایک بہت بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا، اس موقع پر لڑکے نے خیال کیا کہ میں آزماتا ہوں کہ ساحر افضل ہے یا راہب؟ اس نے ایک پتھر اٹھاتے ہوئے کہا: اے پروردگار! اگر تیرے نزدیک ساحر کے عمل سے زیادہ راہب کا عمل زیادہ پسند ہے تو اس جانور کو ہلاک کر دے تا کہ لوگ باآسانی گزر سکیں، پھر اس نے پتھر مارا جس کے نتیجہ میں وہ قوی درندہ ہلاک ہوگیا، راستہ کھل گیا اور لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ پھر لڑکا راہب کے پاس پہنچا، پیش آنے والا واقعہ انہیں بتایا۔ راہب نے کہا: اے بیٹا! آج آپ مجھ سے افضل بن چکے ہیں، تمہارا مقام بہت اونچا ہوگیا ہے جہاں تک میں ملاحظہ کر رہا ہوں کہ عنقریب آپ ایک پریشانی سے دوچار ہوں گے، جب تم مصیبت کا شکار ہو گے تو میرے بارے میں کسی کو ہرگز نہ بتانا۔ اب لڑکا مادرزاد اندھے اور برص کے مرض والے مریض کو صحت یاب کرنے لگا حتیٰ کہ اس نے تمام امراض کا علاج کرنا شروع کر دیا۔ بادشاہ کا ایک ساتھی نابینا تھا، جب اس نے مریضوں کے شفایاب ہونے کی خبر سنی تو وہ بھی بہت سی دولت لے کر پہنچا اور کہا: اگر آپ مجھے شفایاب کر دیں تو میں سب اشیاء پیش کر دوں گا۔ لڑکے نے جواب دیا: میں کسی کو شفایاب نہیں کر سکتا، کیونکہ شفا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر آپ ایمان لے آئیں گے تو میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کروں گا تو وہ تمہیں شفایاب کر دے گا۔ یہ جواب سن کر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسے شفایاب کر دیا۔ اب وہ (سابقہ نابینا) بادشاہ کے پاس گیا اور حسبِ معمول اس کے پاس بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا: تمہاری بینائی کیسے بحال ہوئی ہے؟ اس نے جواب میں کہا: میرے رب نے میری بینائی بحال کی ہے، بادشاہ نے دریافت کیا: کیا میرے علاوہ بھی کوئی تیرا رب ہے؟ اس نے جواب میں کہا: ہاں! میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے اسے قید کرا دیا اور اسے مسلسل اذیت دیتا رہا حتیٰ کہ اس نے لڑکے کے بارے میں بتا دیا۔ یہ صورتحال سامنے آنے پر بادشاہ نے لڑکے کو طلب کیا اور اس سے دریافت کیا: اے بیٹا! تمہارے جادو کی تاثیر اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تم مادرزاد اندھوں کو بینا، برص کے مرض والوں کو شفایاب اور دوسرے امراض سے صحت یاب کر دیتے ہو؟ لڑکے نے جواب میں کہا: میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں اور نہ صحت یاب کر سکتا ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ شفایاب کرتا ہے اور صحت یاب بھی۔ اس پر بادشاہ نے لڑکے پر عتاب مسلط کر دیا حتیٰ کہ اس نے راہب کا پتہ بتا دیا۔ پھر راہب کو پیش کیا گیا اور اس سے کہا گیا: اے راہب! تم اپنا دین چھوڑ دو! راہب نے انکار کر دیا، اس نے آرا منگوا کر اس کے سر کے

درمیان میں رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اپنے مصاحب کو طلب کیا اور اس سے کہا: تم اپنے دین سے پھر جاؤ، اس نے بھی انکار کر دیا، پھر اس کے سر پر بھی آرا رکھ کر اسے چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر لڑکے کو طلب کیا اور اسے بھی اپنا دین چھوڑنے کا کہا، اس نے بھی دین چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے لڑکے کو چند افراد کے سپرد کرتے ہوئے کہا: تم اس لڑکے کو پہاڑ کی بلندی پر لے جاؤ، اگر یہ لڑکا اپنا دین تبدیل کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دو، وہ لوگ لڑکے کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے اور لڑکے نے یوں دعا کی: اے اللہ! تو مجھے ان لوگوں سے بچا لے۔ اسی وقت ایک خطرناک زلزلہ آیا تو وہ لوگ پہاڑ سے گر گئے اور لڑکا بسلامت بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے لڑکے سے دریافت کیا: جو لوگ تمہارے ساتھ گئے تھے، ان کا کیا بنا؟ لڑکے نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے ان سے مجھے بچا لیا۔ بادشاہ نے دوبارہ لڑکے کو اپنے چند افراد کے سپرد کیا اور کہا: تم اس لڑکے کو کشتی میں سوار کرو، جب کشتی سمندر کے وسط میں پہنچ جائے تو اس سے دین تبدیل کرنے کا کہا جائے، اگر یہ اپنا دین تبدیل کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے سمندر میں پھینک دیا جائے۔ حسب حکم وہ لوگ لڑکے کو کشتی میں بٹھا کر روانہ ہوئے تو لڑکے نے یوں دعا کی: اے اللہ! تو مجھے ان سے بچا لے۔ وہ کشتی الٹ گئی، سوار سب غرق ہو گئے لڑکا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا: تمہار ے ساتھ والے لوگوں کا کیا بنا؟ اس نے جواب میں کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا ہے۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا: آپ مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتے جب تک میرے کہنے پر عمل نہ کرو گے، بادشاہ نے وہ عمل دریافت کیا تو لڑکے نے کہا: تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائے، مجھے ایک درخت پر سولی دینے کے لیے لٹکا دیا جائے پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکال کر تیر کمان کے چلہ میں رکھا جائے، پھر یوں کہا جائے: اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا پروردگار ہے، پھر وہ تیر مجھے مارا جائے۔ اس طرح وہ تیر مجھے ہلاک کر دے گا۔ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا، لڑکے کو ایک درخت پر لٹکایا، اس کے ترکش سے ایک تیر لے کر کمان کے چلہ میں رکھا پھر کہا: اس رب کے نام سے جو لڑکے کا پروردگار ہے۔ تب وہ تیر لڑکے کی کنپٹی میں پیوست ہو گیا، لڑکے نے تیر کی جگہ کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ اس پر تمام لوگوں نے کہا: ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ اس بارے میں بادشاہ کو علم ہوا تو اس سے کہا گیا: کیا تم نے دیکھا کہ جس بارے میں تم ڈرتے تھے، اللہ نے وہی تمہارے ساتھ کیا ہے، سب لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام گلیوں کے دہانوں میں خندقیں کھودی جائیں، چنانچہ خندقیں کھودی گئیں اور حسب حکم ان میں آگ جلا دی گئی اور کہا: جو شخص اپنے دین سے نہ پھرے اسے اس خندق میں ڈال دیا جائے۔ لوگ آگ کی خندقوں میں داخل کر دیئے گئے، آخر میں ایک عورت آئی جس کے پاس ایک بچہ تھا، وہ اس میں گرنے سے قدرے جھجکی، اس کے بچے نے کہا: اے والدہ محترمہ! آپ ثابت قدم رہیں، کیونکہ آپ حق پر ہیں۔ (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۱۶۶)

سوال: اس روایت میں ہے کہ راہب نے لڑکے سے کہا: جب تمہیں جادوگر سے خوف ہو تو کہہ دینا: مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا، جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہہ دینا: مجھے ساحر نے روک لیا تھا، یہ بات صراحتاً جھوٹ بولنے کی ترغیب وتلقین ہے جو حرام ہے؟

جواب: بوقت ضرورت جھوٹ بولنا جائز ہے بالخصوص دین وایمان کی حفاظت کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ جھوٹ کے جواز پر دلیل یہی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کی مدح میں یہ واقعہ بیان فرمایا اور اسے باقی رکھا اور کذب بیانی کی اصلاح نہیں فرمائی۔

سوال: بادشاہ کی طرف سے جب لڑکے کو اذیت دی گئی تو اس نے راہب کا پتہ بتادیا تھا جبکہ راہب نے اس سے تاکید کی تھا: خواہ آپ شدید سے شدید مصیبت میں گرفتار ہو جائیں مگر میرا پتہ کسی کو ہرگز نہ بتانا جبکہ لڑکے نے حالت مصیبت میں راہب کا پتہ بتا کر اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس سے وعدہ کی خلاف ورزی کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے حالانکہ روایات سے اس کی حرمت کا ثبوت ملتا ہے؟

جواب: (۱) لڑکا نابالغ ہونے کی وجہ سے غیر مکلف تھا اور اس پر احکام شرعی نافذ نہیں ہو سکتے تھے۔ (۲) حالت مصیبت میں راہب کا پتہ نہ بتانے کی تاکید تو لڑکے کو کی گئی تھی لیکن لڑکے نے اس کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ اس طرح وعدہ کی مخالفت لازم نہیں آتی۔

سوال: اس روایت میں ہے کہ جب بادشاہ لڑکے کو قتل کرنے پر ناکام ہوا تو اس مقصد کی کامیابی کے لیے لڑکے نے بادشاہ کو طریقہ بتایا، جس پر عمل کرنے کی وجہ سے لڑکا ہلاک ہو گیا۔ اس طرح لڑکے نے اپنی ہلاکت پر بادشاہ کی معاونت کی، جو حرام ہے؟

جواب: بادشاہ کی راہنمائی کے نتیجہ میں خواہ لڑکے نے جام شہادت نوش کیا تھا لیکن اس کے سبب بے شمار لوگ مسلمان ہو گئے اور وہ ثابت قدم بھی رہے۔

رخصت کے مقابلہ میں عزیمت اختیار کرنا:

انبیاء، اولیاء اور صالحین مصیبت کے وقت رخصت پر عمل کرنے کی بجائے راہ عزیمت اختیار کرتے ہیں۔ رخصت کے مقابل عزیمت کی راہ اختیار کرنا، اعلیٰ درجہ کا جہاد اور کمال ایمان کی علامت ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ط اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ o (لقمان: ۱۷)

"اے میرے پیارے بیٹے! تم نماز ادا کرو، نیکی کا حکم دو، برائی سے منع کرو اور مصیبت کے وقت صبر کرو۔ بیشک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا جہاد ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۰۱۱)

۳- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروا رہی تھی کہ آپ کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیں؟ آپ نے فرمایا:

تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ خواہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تمہیں نذر آتش کر دیا جائے۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی، ج:۷، ص:۳۰۴)

ایمان پر دل مطمئن ہو تو جان کے خطرہ کے وقت کلمہ کفر کہنے کی رخصت ہونا:

جب انسان کو ایسی صورتحال پیش آ جائے کہ جان جانے کا خطرہ ہو تو وہ کلمہ کفر کہہ سکتا ہے بشرطیکہ ایمان پر اس کا دل مطمئن ہو۔ اس مسئلہ کے بارے میں چند ایک دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- ارشاد ربانی ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (النحل:۱۰۶)

"جس شخص نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، ہاں! جو لوگ کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا، وہ سات لوگ تھے: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر صدیق (۳) حضرت بلال (۴) حضرت خباب (۵) حضرت عمار (۶) حضرت سمیہ (۷) حضرت صہیب رضی اللہ عنہم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع آپ کے چچا نے کیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دفاع ان کی قوم (خاندان) نے کیا جبکہ باقی پانچوں کو مشرکین مکہ نے گرفتار کر لیا اور انہیں لوہے کی گرم زرہوں سے عذاب دیا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب نے ان سے موافقت کر لی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے پاس قوم آئی جو انہیں چمڑے پر ڈال کر لے گئی۔ پھر شام کے وقت ابوجہل آیا اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں بکنے لگا، پھر اس نے اس کی اندام نہانی میں نیزہ مارا جو ان کے منہ سے نکل آیا۔ اس طرح تاریخ اسلام میں جام شہادت نوش کرنے والی یہ پہلی خاتون ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے موافقت اختیار کرنے کی بجائے عزیمت پر عمل کرنے کو پسند کیا، مشرکین نے ان کے گلے میں رسی ڈال کر بچوں کو پکڑا دی جو انہیں گلی بازاروں میں گھماتے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ احد احد کا نعرہ بلند کرتے تھے۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:۷۰۸۳)

۳- حضرت محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا اور انہیں اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا نہ کہا اور ان کے معبودوں کی تعریف نہ کی۔ رہائی ملنے پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت کیا: اے عمار! تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یا رسول اللہ! مشرکین نے مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ میں نے آپ کو برا بھلا کہا اور ان کے بتوں کی تعریف کی۔ آپ نے دریافت کیا: تم اپنے دل کو کیسا محسوس کرتے ہو؟ عرض

کیا: یارسول اللہ! میرا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔ فرمایا: مشرکین اگر تمہیں دوبارہ مجبور کریں تو دوبارہ ایسا کہہ دینا۔ (المستدرک للحاکم، ج:۳، ص:۳۹۲)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کا قصد کیا تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: آپ لوگ میرے پاس سے منتشر ہو جائیں اور تم میں سے جو شخص طاقت رکھتا ہے رات کے آخری حصہ تک ٹھہر جائے اور جس میں قوت نہیں ہے وہ رات کے پہلے حصہ میں روانہ ہو جائے اور جب تمہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ میں وہاں قیام پذیر ہو گیا ہوں تو تم بھی مجھے وہاں آن ملنا۔ صبح ہونے پر مشرکین نے حضرت بلال، حضرت خباب، حضرت عمار اور قریش کی کنیز جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھی، کو گرفتار کر لیا۔ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: تم کفر اختیار کر لو! انہوں نے انکار کر دیا، انہوں نے آپ کو لوہے کی گرم زرہوں سے اذیتیں دیں، انہیں گھسیٹا گیا جبکہ وہ احد، احد کا نعرہ بلند کرتے رہے۔ دشمنوں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو کانٹوں پر گھسیٹا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جان بچانے کے لیے دشمنوں کے کہنے پر کلمہ کہا اور قریش کی مسلمہ کنیز کے جسم میں ابوجہل نے چار کیلیں پیوست کیں پھر پتھریلی زمین پر گھسیٹا۔ حضرت بلال، حضرت عمار اور حضرت خباب رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: جب تم نے کلمہ کفر زبان سے نکالا تو تمہارے دل کی کیا کیفیت تھی؟ کیا تم نے دل سے کلمہ کفر کہا تھا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (الدر المنثور، ج:۵، ص:۱۷۰)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْغَاشِيَةِ

باب 77: سورۂ غاشیہ سے متعلق روایات

3264 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ (اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄◄ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: **مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جنگ کرتا رہوں، جب تک وہ یہ اعتراف نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، جب وہ یہ مان لیں گے تو وہ اپنی جانوں اور اپنے مال کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے البتہ ان کا حق باقی رہے گا، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔**

3264- اخرجه احمد (۳/۳۰۰)، و مسلم (۱/۱۸۰ - ابی): كتاب الايمان: باب: الامر بقتال الناس حتى يقولوا: لا اله الا الله، حديث (۳۵ - ۲۱)، عن ابي الزبير عن جابر فذكره.

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''بے شک تم نصیحت کرنیوالے ہو تم ان پر زبردستی کرنے والے کے طور پر مسلط نہیں ہو۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سورہ غاشیہ مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، چھبیس (۲۶) آیات، بانوے (۹۲) کلمات اور تین سو اکاسی (۳۸۱) حروف پر مشتمل ہے۔

نبی کا کام وعظ و نصیحت کرنا ہوتا ہے نہ کہ مجبور کر کے مسلمان بنانا:

ارشاد ربانی ہے:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ○ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ○ (الغاشیۃ: ۲۲،۲۱)

''پس آپ نصیحت کرتے رہیں، بیشک آپ ہی نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ انہیں جبراً مسلمان بنانے والے نہیں ہیں۔''

نبی چالیس سال کی عمر میں اللہ کے حکم سے اعلان نبوت کرتا ہے، اپنی قوم کو توحید و نبوت کا پیغام دیتا ہے اور اس پیغام کے سلسلہ میں کسی بھی رکاوٹ کو برداشت نہیں کرتا۔ کسی نبی نے رخصت پر عمل نہیں کیا بلکہ تاحیات عزیمت پر عمل پیرا رہا ہے۔ وہ اپنی قوم کی اصلاح و تربیت کے لیے شب و روز کوشاں رہتا تھا اور قوم کو وعظ و نصیحت اس کا اوڑھنا بچھونا ہوتا تھا۔

نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے باذن خداوند چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کیا، اپنی قوم کو جمع کیا اور صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر یوں خطاب کیا:

اے میری قوم! اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر جرار تم پر حملہ آور ہونے والا ہے' تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ لوگوں نے بیک زبان کہا: ہم آپ کی تصدیق کریں گے، کیونکہ آپ صادق وامین ہیں۔ آپ نے فرمایا: خبردار! یہ بات یاد رکھو کہ عبادت کے لائق صرف ایک ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے، اس کے علاوہ جس کی بھی تم عبادت کرتے ہو وہ عبادت کے لائق ہرگز نہیں ہے۔ تم بتوں کی عبادت چھوڑ کر محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کیونکہ وہ ہی معبود حقیقی ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور تم مجھ پر ایمان لاؤ فلاح یاب ہو جاؤ گے۔ یہ اعلان سن کر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت و عداوت پر اتر آئے، آپ کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کی تبلیغی کاوش میں رکاوٹ ڈالنے لگے بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کو قتل کرنے کی ناپاک کوشش کرنے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کو توحید و رسالت کی مسلسل دعوت دیتے رہے مگر قوم کی طرف سے مخالفت و عداوت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اہل مکہ سے مایوس ہو کر آپ نے طائف کا رخ کیا، وہاں کے باشندوں کو دعوت توحید و رسالت کا پیغام دیا، ان لوگوں

نے بھی آپ کی مخالفت کی اور اپنے نوجوان لڑکوں کو آمادہ کیا جنہوں نے آپ پر پتھروں کی بارش کی، جسم مبارک زخمی ہو گیا اور جوتوں میں خون بھر گیا۔ آپ نے اہل طائف کے حق میں دعا خیر فرمائی اور واپس مکہ تشریف لے آئے۔ ایسے ماحول میں تیرہ (۱۳) سال گزارنے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف عازم ہجرت ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب و روز اپنی قوم کی تعلیم و تربیت، وعظ و نصیحت اور تبلیغی سلسلہ جاری رکھا جس کے نتیجہ میں لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ آپ کی تبلیغی کاوشوں سے مدینہ طیبہ ایک ننھی منی اسلامی ریاست وجود میں آئی پھر اسلام کو اس قدر غلبہ حاصل ہوا کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر اگر آپ چاہتے تو دشمنوں سے انتقام لے سکتے تھے لیکن آپ نے عام معافی کا اعلان کر دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْفَجْرِ

باب 78: سورۃ الفجر سے متعلق روایات

3265 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّاَبُوْ دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ عِصَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ فَقَالَ هِيَ الصَّلٰوةُ بَعْضُهَا شَفْعٌ وَّبَعْضُهَا وِتْرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ خَالِدُ بْنُ قَيْسٍ الْحُدَّانِيُّ عَنْ قَتَادَةَ اَيْضًا

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "شفع" اور "وتر" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد نماز ہے کیونکہ بعض نمازیں جفت ہیں اور بعض طاق ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "حدیث غریب" ہے۔

ہم اس کو صرف قتادہ سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

خالد بن قیس حدانی نے بھی اسے قتادہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

3265۔ اخرجه احمد (٤/٤٣٧، ٤٣٨، ٤٤٢) عن عمران بن حصین۔

شرح

سورہ فجر مکی ہے جو دو (۲) رکوع، تیس (۳۰) آیات، ایک سو سینتیس (۱۳۷) کلمات اور پانچ سو ستانوے (۵۹۷) حروف پر مشتمل ہے۔

طاق اور جفت کا مفہوم:

ارشاد ربانی ہے:

وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِۙ (الفجر:۳)

"جفت اور طاق کی قسم۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ شفع سے مراد جفت اور وتر سے مراد طاق عدد ہے۔ اگر طاق سے مراد یوم عرفہ لیا جائے تو اس کی فضیلت میں کثیر روایات ہیں، جن میں سے چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دوزخ سے اتنے لوگوں کو آزاد نہیں کرتا جتنے یوم عرفہ میں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قریب ہوتا ہے اور ان کے سبب فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔ پھر فرماتا ہے: ان لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۳۴۸)

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام دنوں سے افضل دن عرفہ کا دن ہے۔ (الاتحاف، ج:۴، ص:۲۷۴)

۳۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ سے زیادہ شیطان کو غصہ میں نہیں دیکھا گیا سوائے بدر کے، کیونکہ وہ رحمت باری تعالیٰ کے نزول اور مسلمانوں کے گناہوں کی مغفرت کو دیکھتا ہے۔

(موطا امام مالک، رقم الحدیث: ۹۸۲)

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یوم عرفہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ حجاج کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور گرد و غبار سے اٹے ہوئے ہیں، یہ دور دراز علاقہ جات سے دعائیں کرتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں، میں تمہیں گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں نے ان کی بخشش کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ سے زیادہ کسی یوم میں لوگ جہنم سے آزاد نہیں کیے جاتے۔ (صحیح ابن خزیمہ، ج:۴، ص:۲۶۳)

اگر جفت سے مراد یوم نحر لیا جائے تو اس کی فضیلت میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا چیز ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں، پھر پوچھا گیا: ان کا ہمارے لیے کیا ثواب ہے؟ فرمایا: ان کے ہر بال

کے عوض ایک نیکی ہے، دریافت کیا گیا: اون والے جانور کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ۷۳۲۷)

۲۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ، یوم النحر اور ایام التشریق اہل اسلام کے لیے عید کے دن ہیں اور یہ خورد ونوش کے ایام ہیں۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۴۱۹)

۳۔ حضرت جبلہ بن سحیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کیا قربانی کرنا واجب ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔ انہوں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: کیا تم میں عقل و دانش ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۱۲۴)

۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولاد آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کے دن خون گرانے سے بہتر نہیں ہے، بیشک قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، اپنے بالوں اور اپنے کھروں کے ساتھ آئے گا۔ جانور کے خون کا پہلا قطرہ گرنے سے قبل قربانی اللہ کی بارگاہ میں درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۲۶)

۵۔ حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز دن "یوم النحر" ہے، پھر دوسرا دن ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانچ یا چھ اونٹنیاں پیش کی گئیں، ان میں سے ہر ایک آپ کے قریب آرہی تھی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قربانی کی ابتداء کریں۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۷۶۵)

شفع سے مراد جفت اور الوتر سے مراد طاق کے علاوہ ان میں چند ایک عقلی احتمالات درج ذیل ہیں:

۱۔ شفع سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا ہوں' جبکہ الوتر سے ذات باری تعالیٰ مراد ہو۔

۲۔ شفع سے تمام مخلوق مراد ہو جس طرح ارشاد خداوندی ہے: وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ (النباء: ۸) الوتر سے ذات باری تعالیٰ مراد ہو۔ اس سلسلہ میں ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اللہ وتر ہے اور وتر چیز کو وہ پسند فرماتا ہے۔

۳۔ شفع سے مراد جفت نمازیں ہوں مثلاً نماز فجر، نماز ظہر، نماز عصر اور نماز عشاء، جبکہ الوتر سے مراد طاق نماز ہو مثلاً نماز مغرب۔

۴۔ شفع اور وتر دونوں سے دنیا کی ہر چیز مراد ہو خواہ وہ جفت ہو یا طاق ہو۔

اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ میں زوج اور فرد کے پروردگار کی قسم کھاتا ہوں۔

۵۔ الشفع سے مراد بارہ برج ہوں' جبکہ الوتر سے مراد سات سیارے ہوں۔

۶۔ الشفع سے مراد جنت کے آٹھ دروازے ہوں' جبکہ الوتر سے مراد دوزخ کے سات ہوں۔

۷۔ الشفع سے مراد دن اور رات دونوں ہوں' جبکہ الوتر سے مراد فقط دن ہو۔

۸- الشفع سے مراد تیس دن کا مہینہ ہو جبکہ الوتر سے مراد انتیس (۲۹) دن کا مہینہ ہو۔

۹- الشفع سے مراد نماز کے دو سجدے ہوں' جبکہ الوتر سے مراد نماز کا رکوع ہو۔

۱۰- الشفع سے مراد دو ہونٹ ہوں' جبکہ الوتر سے مراد زبان ہو۔

۱۱- الشفع سے مراد قوم عاد کے عذاب کے آٹھ ایام ہوں' جبکہ الوتر سے ان کی سات راتیں مراد ہوں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا

باب 79: سورۃ الشمس سے متعلق روایات

3266 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَذْكُرُ النَّاقَةَ وَالَّذِيْ عَقَرَهَا فَقَالَ (اِذِ انْبَعَثَ اَشْقَاهَا) انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَارِمٌ عَزِيْزٌ مَنِيْعٌ فِيْ رَهْطِهِ مِثْلُ اَبِيْ زَمْعَةَ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ النِّسَاءَ فَقَالَ اِلَامَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ وَلَعَلَّهُ اَنْ يُضَاجِعَهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهِ قَالَ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ فَقَالَ اِلَامَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور اس اونٹنی کے پاؤں کاٹنے والے کے بارے میں یہ بات بیان کی، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

''جب انہوں نے اپنے سب سے بد بخت شخص کو بھیجا۔''

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) ان میں سے بد بخت بد باطن اور طاقتور شخص اٹھا جو ابو زمعہ کی مانند تھا۔

پھر میں نے نبی اکرم ﷺ کو خواتین کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح کیوں مارتا ہے' جس طرح غلاموں کو مارتے ہیں' حالانکہ اسی دن کے آخری حصے میں' اس نے اس عورت کے ساتھ لیٹنا ہوتا ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو ہوا خارج ہونے پر ہنسنے کے بارے میں فرمایا: کوئی شخص ایسی چیز پر کیوں ہنستا ہے؟ جو وہ خود کرتا ہے۔

3266- اخرجه البخاری (۵۷۵/۸)فی کتاب التفسیر : باب : سورة والشمس و ضحاها، حدیث (۴۹۴۲)، ومسلم (۲۱۹۱/۴): کتاب الجنة و صفة نعیمها و اهلها : باب : النار یدخلها الجبارون، و الجنة یدخلها الضعفاء، حدیث (۲۸۵۵/۴۹)، و ابن ماجه (۶۳۸/۱): کتاب النکاح: باب: ضرب النساء، حدیث (۱۹۸۳)، و الدارمی (۱۴۷/۲): کتاب النکاح: باب: النهی عن ضرب النساء، واحمد (۱۷/۴)، و الحمیدی (۲۵۸/۱)، حدیث (۵۶۹).

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سورہ شمس مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، پندرہ (۱۵) آیات، چوّن (۵۴) کلمات اور دو سو چھیالیس (۲۴۶) حروف پر مشتمل ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا قاتل:

ارشاد ربانی ہے:

اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰٮهَا ۝ (الشمس:۱۲)

"جب (اس قوم کا) سب سے بڑا بدبخت شخص اٹھا۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جس شخص نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں، اس کا نام قدار بن سالف تھا۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے حدیث باب میں تین امور کا تذکرہ کیا ہے:

(۱) ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ کے دوران ایسے شخص کا تذکرہ کیا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰٮهَا ۝ پھر آپ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: اس اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا شخص بدخو، طاقتور اور اپنے کنبے کا سردار تھا جس طرح ابوزمعہ ہے۔

ابوزمعہ روایت بیان کرنے والے صحابی کا دادا ہے جس کا نام "اسود" تھا، مکہ کا باسی تھا، اسلام کا مذاق اڑاتا تھا اور بحالت کفر مکہ میں ہی مرا تھا۔ اس کے ایک بیٹے کا نام "زمعہ" تھا جو راوی صحابی کا باپ ہے۔ یہ غزوہ بدر کے موقع پر بحالت کفر قتل ہوا۔ راوی کا نام حضرت عبداللہ بن زمعہ بن اسود رضی اللہ عنہ تھا جو جلیل القدر صحابی تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔

(۲) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے تذکرہ کے ضمن میں فرمایا: تم میں سے وہ شخص کیا چاہتا ہے جو اپنی بیوی کو غلام کی طرح پیٹتا ہے؟ ممکن ہے کہ دن کے آخری حصہ میں وہ اس سے بہتر ہو یعنی تم اپنی بیویوں پر ظلم کرتے ہوئے ان کو مت پیٹو (وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں، لہٰذا ان کا احترام کرو!)

(۳) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خروج ریح کے وقت ہنسی مذاق سے نفرت دلاتے ہوئے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص پہلے خود ریح خارج کرتا ہے پھر دوسرے کے ریح خارج کرنے پر کیوں ہنستا ہے؟ (یعنی دوسرے شخص کا مذاق اڑانا احترام انسانیت کے منافی ہے۔ لہٰذا اس سے احتراز ازبس ضروری ہے)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشَى

باب 80: سورۂ لیل سے متعلق روایات

3287 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ سَعْدِ ابْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: قَالَ كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فِي الْبَقِيْعِ فَاَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ وَجَلَسْنَا مَعَهُ وَمَعَهُ عُوْدٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الْاَرْضِ فَرَفَعَ رَاْسَهُ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ اِلَّا قَدْ كُتِبَ مَدْخَلُهَا فَقَالَ الْقَوْمُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَاِنَّهُ يَعْمَلُ لِلسَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاءِ فَاِنَّهُ يَعْمَلُ لِلشَّقَاءِ قَالَ بَلِ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَاِنَّهُ يُيَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاءِ فَاِنَّهُ يُيَسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاءِ ثُمَّ قَرَاَ (فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم لوگ جنت البقیع میں ایک جنازے میں شریک تھے۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے، ہم بھی آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے، نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ ﷺ اس کے ذریعے زمین کریدنے لگے، پھر آپ ﷺ نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر شخص کا (آخرت میں) مخصوص ٹھکانہ طے کیا جا چکا ہے' تو حاضرین نے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اس لکھے ہوئے پر اکتفاء نہ کریں جو شخص اہلِ سعادت ہے وہ سعادت جیسا عمل کرے اور جو شخص بدبخت ہے وہ بدبختوں کا سا عمل کرے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ تم لوگ عمل کرو! ہر شخص کے لیے وہ چیز آسان کر دی جاتی ہے' جو اس کا نصیب ہے۔ اہل سعادت کے لیے سعادت والا عمل آسان کر دیا جاتا ہے' اور بدبختوں کے لیے بدبختی والا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"جو شخص عطا کرے، پرہیزگاری اختیار کرے اور اچھائی کی تصدیق کرے' تو ہم اس کے لیے آسانی کو آسان کر دیں گے' اور جو شخص بخل سے کام لے اور بے نیازی اختیار کرے اور اچھائی کی تکذیب کرے' ہم اس کے لیے تنگی کو آسان کر دیں گے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سورہ والیل مکی ہے جوایک (۱) رکوع، اکیس (۲۱) آیات، اکہتر (۷۱) کلمات اور تین سودس (۳۱۰) حروف پر مشتمل ہے۔

تقدیر کے دونوں پہلوؤں کی وضاحت

ارشاد ربانی ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی ○ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ○ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی ○ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ○ (واللیل: ۵تا۱۰)

''پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا۔ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا۔ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے۔ جس نے بخل کیا' اللہ سے بے پرواہ رہا اور نیک باتوں کی تکذیب کی۔ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) فراہم کریں گے۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ تقدیر کے دو پہلو ہیں اور اس روایت میں دونوں پہلو نہایت جامعیت سے بیان کردیے گئے ہیں:

(۱) ایک کا تعلق ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہے جو بایں الفاظ بیان کردیا گیا ہے: ''کوئی بھی زندہ شخص نہیں ہے مگر اس کا ٹھکانہ لکھا جاچکا ہے۔''

(۲) صحابہ کرام کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! جب ہمارا ٹھکانہ لکھا جاچکا ہے' جس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی تو پھر ہمیں کام سے دستبردار ہوجانا چاہیے، کیونکہ کوئی کام خواہ نیک ہو یا برا، اس کے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے؟ اس اہم سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقدیر کا دوسرا پہلو بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم اپنے اپنے کام کرتے رہو اور کام کرنا تقدیر کے منافی نہیں ہے۔ نیک آدمی جب اچھا کام کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ وہ کام اس کے لیے آسان کردیتا ہے۔ اسی طرح برا آدمی جب کوئی برائی کرتا ہے' تو اس کے لیے برا کام آسان کردیا جاتا ہے۔ اس جواب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ والیل کی مذکورہ آیات تلاوت فرمائیں۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص احکام خداوندی کو اپناتا ہے اور نافرمانی سے اجتناب کرتا ہے، توحید و رسالت پر ایمان رکھتا ہے اور شرک سے بچتا ہے، اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور وعید سے اجتناب کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے احکام شرعیہ پر عمل کرنا آسان کردیتا ہے اور حقانیت اسلام کے لیے اس کا سینہ کھول دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا مصداق:

پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے' تو اسے گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا مصداق یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ وعشر اور صدقہ فطر ادا کرے، کسی مقروض کا قرض ادا کرنے میں معاونت کرے، کسی

غریب ویتیم کی مالی امداد کرے، غلام آزاد کرے، جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بہت سے غلام آزاد کیے تھے۔
علاوہ ازیں وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے معصیات اور نافرمانیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

حسنیٰ کے کثیر مصداق:

اس آیت میں لفظ ''حسنیٰ'' استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے: خوبی، عمدگی، سچائی، نیکی اور حسن وغیرہ۔ اس لفظ کے کثیر مصداق ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(i) حسنیٰ سے مراد ہو کلمہ طیبہ ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کی تصدیق کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرنے کے علاوہ توحید ورسالت کی تائید وتصدیق بھی نہایت ضروری ہے، کیونکہ محض راہ خدا میں خرچ کرنا اور گناہوں سے بچنا، آخرت میں نافع نہیں ہوگا۔

(ii) حسنیٰ سے مراد بدنی عبادات مثلاً نماز و روزہ اور مالی عبادات مثلاً زکوۃ اور حج وغیرہ ہوں۔

(iii) حسنیٰ سے مراد یہ ہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اتنا عنایت کرتا ہے کہ بندے کے گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔ اس آیت میں یہ مضمون بیان ہوا ہے: وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ج (سبا: ۳۹) یعنی تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، اللہ اس کا پورا بدل عطا کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دن جب صبح کے وقت بندے نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو دو فرشتے زمین پر اترتے ہیں، ان میں سے ایک یہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا کر جبکہ دوسرا یوں دعا کرتا ہے: اے اللہ! بخیل کے مال کو ہلاک کر دے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۴۴۲)

(iv) حسنیٰ سے مراد جنت یا اجر وثواب ہو۔

(v) حسنیٰ سے مراد ہر اچھی اور قابل ستائش خصلت ہو۔

یُسریٰ کے متعدد مصادیق میں اقوال:

لفظ حسنیٰ کی طرح لفظ ''یُسریٰ'' کے مصداق میں بھی متعدد اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(i) بعض عبادات مثلاً روزہ اور حج کی ادائیگی میں مسلمان کو دشواری پیش آتی ہے لیکن جب اسے یقین ہو جائے کہ ان کے عوض اسے جنت میسر ہوگی تو اس کے لیے دشواری، آسانی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

(ii) نیک اعمال کرنے والے کو عمدہ اوصاف سے متصف کر کے سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

(iii) جب کسی شخص کو مال کی اشد ضرورت ہو جبکہ اسے مال رشوت آسانی سے میسر بھی ہو، پھر وہ اس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دامن کش ہو جاتا ہے تو اسے اتنا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے جتنا اس زنا سے بچنے والے کو عطا کیا جاتا ہے جو قریب الزنا ہونے کے باوجود محض خوف خداوندی سے اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ وَالضُّحٰی

باب 81: سورۃ الضحیٰ سے متعلق روایات

3268 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ الْبَجَلِيِّ

متنِ حدیث: قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَارٍ فَدَمِيَتْ اُصْبُعُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ قَالَ وَاَبْطَاَ عَلَيْهِ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ قَدْ وُدِّعَ مُحَمَّدٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ

◆◆ حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک غار میں موجود تھا، آپ ﷺ کی انگلی سے خون جاری ہوا تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا:

”تم صرف ایک انگلی ہو جس میں سے خون نکلا ہے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس صورتحال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔“

راوی بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کچھ عرصے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے تو مشرکین نے یہ کہا: حضرت محمد ﷺ کو چھوڑ دیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

”تمہارے پروردگار نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے اور وہ بیزار نہیں ہوا ہے۔“

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

شعبہ اور ثوری نے اسے اسود بن قیس کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

سورہ ضحیٰ مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، گیارہ (۱۱) آیات، اسی (۸۰) کلمات اور ایک سو ستتر (۱۷۷) حروف پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ چھوڑنا

ارشادِ خداوندی ہے:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ (الضحیٰ: ۳)

3268- اخرجه البخاري (۱۱/۳): كتاب التهجد: باب: ترك القيام للمريض، حديث (۱۱۲۵)، وطرفه في (۴۹۵۰، ۴۹۵۱، ۴۹۸۳)، و مسلم (۱۴۲۱/۳): كتاب الجهاد و السير: باب: ما لقي النبي صلى الله عليه وسلم من اذى المشركين و المنافقين حديث (۱۷۹۶/۱۱۲)، و احمد (۳۱۲/۴، ۳۱۳)، و الحميدي (۳۴۲/۲)، حديث (۷۷۷).

"آپ کے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑا اور نہ وہ بیزار ہوا۔"

اس آیت اور حدیث باب میں دو اہم امور بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک لشکر جرار کے ساتھ حالت سفر میں تھے کہ اچانک لڑکھڑانے کی وجہ سے انگلی مبارک پتھر سے ٹکرائی اور وہ زخمی ہونے کی وجہ سے خون آلود ہوگئی۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ شعر جاری ہوگیا:

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

نہیں ہے تو مگر ایک ایسی انگلی جو خون آلود ہوگئی ہے، اور راہ خدا میں ہے وہ جس سے تو نے ملاقات کی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا جو اچانک مشیت الٰہی سے ایک مختصر عرصہ تک منقطع ہوگیا۔ تازہ پیش آنے والی اس صورتحال کے سبب دشمنان دین اور مشرکین نے کہنا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ دیا ہے اور وہ ان سے بیزار ہوگیا ہے۔ (معاذ اللہ) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى ۝ یعنی اے رسول محترم! آپ کو چھوڑنے اور بیزار ہونے کی خبر تو آپ کے دشمنوں نے پھیلائی ہے، جس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ جہاں تک میرا آپ سے تعلق ہے، وہ حسب سابق قائم ہے کیونکہ ہم نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ سے بیزار ہوئے ہیں۔ تاخیر وحی یا انقطاع وحی کا واقعہ کئی بار پیش آیا جس میں کئی حکمتیں اور اسرار تھے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ اَلَمْ نَشْرَحْ

باب 82: سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ سے متعلق روایات

3269 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهٖ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ اِذْ سَمِعْتُ قَائِلًا يَقُوْلُ اَحَدٌ بَيْنَ الثَّلَاثَةِ فَاُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ فِيْهَا مَاءُ زَمْزَمَ فَشَرَحَ صَدْرِيْ اِلٰى كَذَا وَكَذَا قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَا يَعْنِيْ قَالَ اِلٰى اَسْفَلِ بَطْنِيْ فَاسْتُخْرِجَ قَلْبِيْ فَغُسِلَ قَلْبِيْ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ اُعِيْدَ مَكَانَهٗ ثُمَّ حُشِيَ اِيْمَانًا وَّحِكْمَةً وَّفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ وَفِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ

3269۔ اخرجه البخاری (۳۴۸/۶، ۳۴۹، ۳۵۰): كتاب بدء الخلق: باب: ذكر الملائكة، حديث (۳۲۰۷) و الحديث طرفه في (۳۳۹۳، ۳۴۳۰، ۳۸۸۷)، و مسلم (۵۲۲/۱ ابی): كتاب الايمان: باب: الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم الى السموات و فرض الصلوات، حديث (۲۶۴/۱۶۴)، (۲۶۵/۱۶۴)، و النسائي (۲۱۷/۱): كتاب الصلاة: باب: فرض الصلاة، حديث (۴۴۸)، و احمد (۲۰۷/۴، ۲۰۸، ۲۱۰)، و ابن خزيمة (۱۵۳/۱)، حديث (۳۰۱)، (۱۵۶/۱)، حديث (۳۰۲).

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ' جو ان کی قوم کے ایک فرد ہیں، کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: میں بیت اللہ کے نزدیک موجود تھا اور اس وقت سونے اور جاگنے کی کیفیت کے درمیان تھا کہ اس دوران میں نے کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا، وہ تین افراد میں سے ایک تھا' پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں آب زم زم تھا پھر میرے سینے کو یہاں تک کھول دیا گیا۔

قتادہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت کیا: اس سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: پیٹ کے نیچے والے حصے تک (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) پھر انہوں نے میرا دل باہر نکالا، میرے دل کو آب زم زم سے دھویا اور پھر اس کو واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا اور پھر سے ایمان اور حکمت کے ذریعے بھر دیا گیا۔

اس حدیث میں طویل قصہ منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ہشام دستوائی اور ہمام نے اسے قتادہ سے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

سورہ انشراح مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، آٹھ (۸) آیات، اٹھائیس (۲۸) کلمات اور ایک سو تیس (۱۳۰) حروف پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرح صدر کا وصف عطا ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ (الم نشرح ۱)

''کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ عمومی حکم بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ''یعنی اللہ تعالیٰ جس سے خیر کا قصد کرتا ہے، اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا کرتا ہے۔''

یہ معاملہ تو امتی کا بیان ہے۔ اپنے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ومقام تو یہ ہے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انشراح صدر فرما دیا تھا جس کے نتیجہ میں آپ نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر آسمانوں، جنت ودوزخ، مشارق ومغارب اور لوگوں کے قلوب واذہان بلکہ قیامت کے دن کے تفصیلی احوال بیان کر دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ومعارف کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں لگا سکتا۔ معجزہ شق صدر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں

فتنہ ہے، جو کئی بار پیش آیا۔

سوال: حدیث باب سے سونے کے برتن کا جواز ثابت ہوتا ہے جبکہ اس کی حرمت پر نص قطعی موجود ہے؟

جواب: (i) حدیث باب میں بیان کردہ واقعہ مکہ میں پیش آیا تھا جبکہ سونا کے برتن کی حرمت کا حکم مدینہ طیبہ میں نازل ہوا تھا۔

(ii) بلاشبہ دنیا میں سونے کے برتن کا استعمال حرام ہے لیکن اس شب پیش آنے والے واقعات کا تعلق آخرت سے ہے اور آخرت میں سونے کے برتنوں کی عام اجازت ہوگی۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کتنی بار ہوا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر تین بار ہوا:

۱-دواڑھائی سال کی عمر میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں زیر پرورش تھے۔

۲-اعلان نبوت سے پہلے تقریباً چالیس سال کی عمر میں۔

۳-شب معراج کے موقع پر جس کا تذکرہ حدیث باب میں ہے۔

شرح صدر کا مفہوم:

اس آیت میں لفظ "شرح" استعمال ہوا ہے جس کا لغوی معنیٰ ہے: وسیع کرنا، نرم کرنا اور کھولنا۔ جب کفار و مشرکین کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن وتشنیع کی بوچھاڑ کی جاتی تو آپ کا سینہ پریشانی کی وجہ سے تنگ ہو جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ وسیع کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سینہ میں نور داخل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے فراخ کر دیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (الانعام: ۱۲۵)

"پس اللہ تعالیٰ جسے ہدایت عطا کرنے کا قصد کرتا ہے، تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔"

صحابہ کرام کی طرف سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! سینہ کے فراخ ہونے کی کوئی علامت بھی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں! جب انسان دھوکہ سے نکل کر دائمی راحت کے گھر میں داخل ہو جاتا ہے اور موت کا وقت آنے سے قبل موت کی تیاری کرتا ہے۔ (کنز العمال، ج: اول، ص: ۷۰۶)

شرح صدر اور بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہونا:

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی طور پر نبی تھے بلکہ عالم ارواح میں بھی آپ صفت نبوت سے متصف تھے۔ اس بارے میں اور شق صدر کے حوالے سے کثیر احادیث و آثار ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-عتبہ بن عبد السلمی کا بیان ہے کہ کسی شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ کی نبوت کی پہلی

علامت کیا تھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں بنوسعد بن بکر کے ہاں اپنی دایہ کے پاس موجود تھا، ان کا بیٹا اور میں دونوں بکریاں چرانے گئے، ہم نے اپنے ساتھ کھانا نہیں لیا تھا، میں نے کہا: اے بھائی! آپ جائیں اور اپنی ماں کے پاس سے کھانا لے آئیں، میرا بھائی کھانا لینے چلا گیا اور میں بکریوں کو چراتا رہا۔ گدھ کی مثل دو سفید پرندے میرے پاس آئے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: ہاں! پھر وہ دونوں میرے قریب ہوئے، دونوں نے مجھے پکڑ کر پیٹھ کے بل زمین پر لٹا دیا، انہوں نے میرا سینہ چاک کیا، اس سے دو سیاہ ٹکڑے نکالے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا: تم برف کا ٹھنڈا پانی لاؤ، انہوں نے اس پانی سے میرے پیٹ کو دھویا، پھر اس نے ٹھنڈا پانی طلب کیا، پھر چھری طلب کی، جس سے ایک ٹکڑا کاٹ کر نکال دیا۔ انہوں نے ٹھنڈا پانی میرے دل پر چھڑکا۔ پھر کہا: ان کے دل کو سیو اور اس پر نبوت کی مہر لگا دو۔ پھر دونوں میں سے ایک نے دوسرے کو کہا: ان کو ایک پلڑے میں رکھو اور ان کی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھو، پھر میں اپنے اوپر ہزاروں افراد کو دیکھ رہا تھا اور مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا کہ ان میں سے بعض مجھ پر گر پڑیں گے۔ ان میں سے کسی ایک نے کہا: اگر ان کا امت کے ساتھ وزن کیا جائے تو ان کا وزن بھاری نکلے گا۔ پھر میں اپنی رضاعی ماں کے پاس گیا اور یہ تمام واقعہ بیان کیا، انہوں نے مجھ پر کسی اختلاط آنے کا خطرہ محسوس کیا تو انہوں نے کہا: میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں، وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئیں اور مجھے اپنے پیچھے پالان پر سوار کر لیا حتیٰ کہ ہم اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔ میری رضاعی ماں نے کہا: کیا میں نے اپنی امانت پیش کر دی اور اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے؟ پھر انہوں نے میرے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان کیا، یہ واقعہ سن کر میری والدہ ہرگز خوفزدہ نہ ہوئیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(المعجم الکبیر، ج: ۱۷، رقم الحدیث: ۳۲۳)

۲- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور وہ سوال کرنے میں بہت حریص بھی تھے جبکہ وہ سوال بھی ایسے امور کے بارے میں کرتے تھے کہ دوسرے لوگ نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ کی نبوت کا آغاز کب ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے تو سنو! میں دس سال کی عمر میں ایک صحرا سے گزر رہا تھا، میں نے اپنے اوپر دو آدمیوں کی گفتگو سنی، دونوں میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا: کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا: ہاں! دونوں نے مجھے پکڑ لیا پھر میرا پیٹ چاک کیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام سونے کے طشت میں پانی لانے میں مصروف ہوئے جبکہ حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پیٹ کو دھو رہے تھے۔ پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ان کا سینہ شق کرو۔ چنانچہ جب میرا سینہ چیرا گیا تو مجھے بالکل تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ (مجمع الزوائد، رقم الحدیث: ۱۳۸۳۳)

پھر ایک نے دوسرے سے میرا دل چیرنے کا کہا، میرا دل چیرا گیا، پھر یوں کہا: اس سے کینہ اور حسد نکال ڈالو، پھر خون کے لوتھڑے جیسی کوئی چیز نکال کر پھینکی گئی۔ پھر کہا: ان کے دل کو شفقت اور رحمت سے پر کر دو، پھر چاندی جیسی کوئی چیز داخل کی، ان کے پاس سفوف تھا جو چھڑکا گیا (میرا انگوٹھا نرمی سے دبایا اور کہا: اب آپ جا سکتے ہیں۔ پھر چھوٹوں کے لیے میرے دل میں

رفت اور بڑوں کے لیے بہت نرمی تھی۔ (دلائل النبوۃ، رقم الحدیث: ۱۶۶)

۳۔ ایک مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! آپ کو کب نبی ہونے کا یقین ہوا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شق صدر کے مذکورہ واقعہ سے اپنی نبوت پر استدلال کیا، آپ کو بچپن میں نبوت عطا ہوئی لیکن چالیس برس کی عمر میں اعلان نبوت کیا۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا، وہ آپ کے پیچھے محو خواب ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص موجود تھا، پھر آپ نے اپنی پشت کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے عزیز من! تم کب آئے تھے؟ عرض کیا: ایک ساعت کا وقت ہو گیا۔ آپ نے دریافت کیا: کیا تم نے میرے پاس کوئی شخص دیکھا ہے؟ عرض کیا: ہاں! میں نے ایک شخص کو خدمت اقدس میں موجود پایا تھا۔ آپ نے فرمایا: وہ آدمی حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ مخلوق میں سے جو شخص حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا، البتہ نبی کے ساتھ یہ معاملہ پیش نہیں آئے گا مگر تمہیں آخر عمر میں نابینا بنا دیا جائے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے یوں دعا کی: اے اللہ! انہیں تاویل کا علم عطا کر، دین کی سمجھ عطا کر اور اسے اہل ایمان سے بنا۔

(المستدرک، ج:۶، رقم الحدیث: ۶۳۸۷)

فائدہ نافعہ:

اس روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اسرار و رموز اور تفسیر و تاویل کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما المعروف تفسیر مقباس القرآن آپ کا عظیم الشان شاہکار ہے جو چودہ صدیوں سے عوام و خواص کے لیے مفید و نافع اور فیض رساں ثابت ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ دعا نبوت کا نتیجہ تھا۔ پھر آپ زندگی کے آخری حصہ میں نابینا بھی ہو گئے تھے؛ کیونکہ انہوں نے براہ راست حضرت جبریل علیہ السلام کی زیارت کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ زیارت جبریل علیہ السلام نبی علیہ السلام کی نظروں کو متاثر نہیں کر سکتی، گویا یہ نبوت کی قوت ہے یا نبی کا معجزہ ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی خواہ بشر ہوتا ہے مگر عام بشر نہیں ہوتا بلکہ بے مثل بشر ہوتا ہے۔ نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر قرار دینا یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا نظریہ ہے۔

بعض انبیاء علیہم السلام کو بچپن میں نبوت و رسالت سے سرفراز کیے جانا:

خواہ اللہ تعالیٰ کا عام دستور یہی ہے کہ اس کے حکم سے نبی چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کرتا ہے، کیونکہ قوم اس کے بچپن اور جوانی کی عادات و اطوار سے واقف ہوتی ہے اور انہیں حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چالیس سال سے قبل نبی، نبی نہیں ہوتا بلکہ نبی تو پیدائش سے قبل بھی وصف نبوت سے متصف ہوتا ہے۔ بعض انبیاء علیہم السلام نے اپنے بچپن میں اعلان نبوت کیا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام دو تین سال کی عمر میں وصف نبوت سے متصف تھے۔ چنانچہ اس حقیقت کو قرآن کریم نے بایں الفاظ واضح کیا ہے:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ط وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ (مریم: ۱۲)

"اے یحییٰ! آپ مضبوطی کے ساتھ کتاب کو پکڑ لیجئے اور ہم نے انہیں بچپن میں نبوت عطا کی۔"

اس آیت میں جہاں یہ عقیدہ واضح ہوتا ہے کہ نبی اپنے بچپن سے وصف نبوت سے موصوف ہوتا ہے، وہاں یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ نبوت کسبی نہیں ہوتی اور نہ استحقاق کی بناء پر ملتی ہے بلکہ یہ ایک عطائی وصف ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، اسے اس سے نواز دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس آیت میں لفظ "الحکم" سے مراد "نبوت" ہے اور تین سال کی عمر میں انہیں (حضرت یحییٰ علیہ السلام) نبوت سے نوازا گیا تھا۔ (معالم التنزیل، ج: ۳، ص: ۲۲۷)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ التِّيْنِ

باب 83: سورۃ التین سے متعلق روایات

3270 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا بَدَوِيًّا اَعْرَابِيًّا يَقُوْلُ

متنِ حدیث: سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَرْوِيْهِ يَقُوْلُ مَنْ قَرَاَ (وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ) فَقَرَاَ (اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ) فَلْيَقُلْ بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِنَّمَا يُرْوٰى بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ هٰذَا الْاَعْرَابِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَلَا يُسَمّٰى

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جو شخص سورۃ التین کی تلاوت کرے اور یہ آیت پڑھے:

"کیا اللہ تعالیٰ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے۔"

تو اس شخص کو یہ کہنا چاہیے، ہاں میں بھی اس بات پر گواہ ہوں۔

یہ حدیث اسی دیہاتی کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جس میں اس دیہاتی کا نام مذکور نہیں ہے۔

شرح

سورہ والتین مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، آٹھ (۸) آیات، چونتیس (۳۴) کلمات اور ایک سو پچاس (۱۵۰) حروف پر مشتمل ہے۔

قرآن کی جواب طلب آیات کا جواب دینا:

ارشاد خداوندی ہے:

3270۔ اخرجه ابوداؤد (۱/ ۲۳٤): كتاب الصلاة: باب: مقدار الركوع و السجود، حديث (۸۸۷)، و احمد (۲/ ۲٤۹)۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ○ (والتین:۸)

''کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ جو شخص سورہ والتین تلاوت کرے تو اس کی آخری آیت کے جواب میں یوں کہے: بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ۔ کیوں نہیں میں بھی ان گواہوں میں سے ہوں جو (اللہ کو) احکم الحاکمین تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن کریم کی بعض آیات جواب طلب ہیں، ان کا جواب دینا مستحب ہے۔ بحالت نماز دل میں جواب دیا جائے گا اور خارج نماز میں زبان سے جواب دیا جا سکتا ہے۔ سورہ رحمٰن میں کثیر تعداد میں جواب طلب آیات ہیں۔ علماء کرام جواب طلب آیات کے جوابات آسانی سے دے سکتے ہیں مگر اقراء وحفاظ جواب دینے سے قاصر ہیں۔

''التین'' اور ''الزیتون'' کا معنیٰ اور طبی فوائد:

۱- التین: التین مشہور پھل ہے اور اسے انجیر کہا جاتا ہے۔ یہ عمدہ ولذیذ ہے جس میں فالتو مادہ نہیں ہوتا۔ اس میں نفیس غذائیت ہوتی ہے، زود ہضم اور نفع بخش دوا ہے۔ یہ طبیعت کو نرم کرتا ہے، بلغم کو سخت کرنے کے بعد خارج کرتا ہے، گردوں کو شفاف کرتا ہے، مثانہ کی پتھری کو توڑتا ہے، جگر اور تلی کے سدوں کو کشادہ کرتا ہے اور جسم انسانی کو قوت بخش اور فربہ کرتا ہے۔

التین (انجیر) ترکی، یونان، جنوبی فرانس اور سپین میں پایا جاتا ہے، وہاں سے دنیا کے مختلف مقامات میں درآمد کیا جاتا ہے۔ یہ قبض کشا ہے، اس کا دودھ بواسیری مسوں کے لیے نافع ہے، بلغم کو پکا کر خارج کرتا ہے، پیشاب آور ہے اور پسینہ کھل کر آتا ہے۔

اس بارے میں ایک مشہور روایت ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انجیر پھل طباق میں رکھ کر پیش کیا گیا، آپ نے تناول فرمایا اور اپنے صحابہ کو تناول کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا: یہ پھل جنت سے نازل ہوا ہے، کیونکہ اس میں گٹھلی نہیں ہے اور جنت کے پھل بغیر گٹھلی کے ہوتے ہیں۔ تم اسے کھاؤ، کیونکہ یہ بواسیر کے لیے قاطع ہے اور گٹھیا کے درد کے لیے مفید ہے۔ (الکشف والبیان، ج:۱۰، ص:۲۸۸)

۲- الزیتون: التین کی طرح ''الزیتون'' بھی مشہور پھل ہے جو ساحلی ممالک میں پایا جاتا ہے یعنی فلسطین، یونان اور سپین وغیرہ میں۔ اس کا پھل چکناہٹ دار ہوتا ہے، اس سے تیل برآمد کیا جاتا ہے جسے ''روغن زیتون'' کہا جاتا ہے۔ یہ جوڑوں کے درد کے لیے نافع، پیٹ کے کیڑوں کو خارج کرتا ہے اور پتے کی پتھری کو خارج کرتا ہے۔ زیتون کے درخت کا ذکر قرآن کریم میں بایں الفاظ ہوا ہے:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ○ (المؤمنون:۲۰)

''اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے، جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن بھی ہے۔''

زیتون کا تیل سالن کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ طور سینا کے [illegible] اور اس کے گردونواح میں عمدہ ونفیس قسم کا زیتون

پایا جاتا ہے۔

زیتون کے بارے میں بھی حدیث موجود ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: زیتون کی مسواک عمدہ ہے، جو ایک بابرکت درخت کی ہے، منہ کی بدبو کو ختم کرتی ہے اور منہ کو خوشبودار بناتی ہے۔ یہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مسواک ہے۔

''التین'' اور ''الزیتون'' کے مفہوم بارے اقوال مفسرین:

''التین'' اور ''الزیتون'' کے مطالب و مفاہیم میں مفسرین کے کثیر اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: التین سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی مسجد ہے، جو جودی پہاڑ پر تعمیر کی گئی تھی جبکہ زیتون سے مراد مسجد قدس ہے۔

☆ علامہ ابن زید نے کہا: ''التین'' سے مراد مسجد دمشق ہے اور ''الزیتون'' سے مراد مسجد بیت المقدس ہے۔

☆ ضحاک کا قول ہے: ''التین'' سے مراد مسجد حرام اور ''الزیتون'' سے مراد مسجد اقصیٰ ہے۔

☆ محمد بن کعب نے کہا: ''التین'' سے مراد اصحاب الکہف کی مسجد ہے' جبکہ ''الزیتون'' سے مراد مسجد ایلیاء ہے۔

☆ کعب الاحبار نے کہا: ''التین'' سے مراد دمشق ہے' جبکہ ''الزیتون'' سے مراد بیت المقدس ہے۔

☆ فراء نے کہا: ''التین'' سے مراد حلوان ہے ہمذان تک طویل پہاڑی سلسلہ ہے' جبکہ ''الزیتون'' سے مراد ملک شام کے پہاڑ ہیں۔

☆ عکرمہ سے منقول ہے: ''التین'' اور ''الزیتون'' دونوں سے مراد ملک شام کے دو پہاڑ ہیں۔

صحیح ترین قول یہ ہے کہ ''التین'' اور ''الزیتون'' دو درخت ہیں جو پھل آور ہیں۔ ان سے پہاڑ، مسجد یا کوئی ملک مراد لینا مجازی معنی کے اعتبار سے ممکن ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم زیتون کھاؤ اور اس کا تیل استعمال میں لاؤ، کیونکہ یہ بابرکت درخت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، جز: ۲۰، ص: ۱۰۰)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ اقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ

باب 84: سورۃ العلق سے متعلق روایات

3271 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ

3271- اخرجه البخاری (۸/۵۹۵): كتاب التفسير: باب: (كلالئن لم ينته لنسفعا بالناصية ناصية كاذبة خاطئة)، حديث (۴۹۵۸)، واحمد (۱/۲۴۸، ۲۵۶، ۳۲۹، ۳۶۸).

متن حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ) قَالَ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ لَئِنْ رَاَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّي لَاَطَاَنَّ عَلٰى عُنُقِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ فَعَلَ لَاَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عِيَانًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اور ہم بھی اپنے مددگاروں (یعنی فرشتوں) کو بلا لیں گے''۔

ابوجہل نے یہ کہا تھا، اگر اب میں نے حضرت محمد ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو میں ان کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس نے ایسا کیا' تو اسے فرشتے سب کے سامنے پکڑ لیں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3272 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَجَاءَ اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ اَلَمْ اَنْهَكَ عَنْ هٰذَا اَلَمْ اَنْهَكَ عَنْ هٰذَا اَلَمْ اَنْهَكَ عَنْ هٰذَا فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَبَرَهُ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا بِهَا نَادٍ اَكْثَرُ مِنِّيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ) فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَاللّٰهِ لَوْ دَعَا نَادِيَهُ لَاَخَذَتْهُ زَبَانِيَةُ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نماز ادا کر رہے تھے، اسی دوران ابوجہل آیا اور بولا: کیا میں نے آپ کو اس سے منع نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے آپ کو اس سے منع نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے آپ کو اس سے منع نہیں کیا تھا؟ نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے' تو آپ ﷺ نے اسے ڈانٹا' تو ابوجہل بولا: کیا آپ (ﷺ) جانتے ہیں؟ میری مجلس میں سب سے زیادہ لوگ ہوتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اُسے چاہیے کہ وہ اپنے حامیوں کو بلا لے' ہم بھی اپنے مددگاروں (یعنی فرشتوں) کو بلا لیں گے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اللہ کی قسم! اگر وہ اپنے ساتھیوں کو بلاتا' تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی اسے پکڑ لیتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

سورۃ العلق مکی ہے جوایک (۱) رکوع، انیس (۱۹) آیات، بہتر (۷۲) کلمات اور ایک سوستر (۱۷۰) حروف پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سپاہیوں سے مراد ملائکہ ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ (العلق: ۱۷، ۱۸)

''اسے چاہیے کہ وہ اپنے مددگاروں کو بلالے، ہم بھی عنقریب جہنم پر مقرر کردہ فرشتوں کو بلائیں گے۔''

ان آیات مبارکہ کی تفسیر احادیث باب میں کی گئی ہے۔ آیات کا شانِ نزول یوں بیان کیا گیا ہے:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ''سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝'' کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ مشہور دشمن رسول ابوجہل نے کہا: قسم بخدا! اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بیت اللہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو میں ان کی گردن کچل دوں گا۔ جب اس بات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا: اگر وہ ایسا کر پاتا تو ضرور اسے فرشتے علانیہ طور پر پکڑ لیتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، اچانک ابوجہل آیا اس نے یوں بکا: کیا میں نے آپ کو اس سے منع نہیں کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فراغت پر واپس ہوئے تو اسے خوب ڈانٹا۔ ابوجہل نے آپ سے کہا: آپ کو اس بات کا علم ہے کہ مکہ میں مجھ سے بڑا کوئی سردار نہیں ہے! اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں ابوجہل کو چیلنج دیا گیا ہے کہ وہ اپنی محفل کے جلیسوں کو بلالے اور ہم اپنے سپاہیوں کو لے آئیں گے۔ اگر وہ اپنی محفل کے لوگوں کو لے آتا تو اللہ تعالیٰ کے سپاہی یعنی فرشتے انہیں ضرور پکڑ کر موت کے منہ میں دھکیل دیتے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْقَدْرِ

باب 85: سورۃ قدر سے متعلق روایات

3273 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَامَ رَجُلٌ اِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَعْدَ مَا بَايَعَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ سَوَّدْتَ وُجُوهَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْ يَا مُسَوِّدَ وُجُوهِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ لَا تُؤَنِّبْنِيْ رَحِمَكَ اللّٰهُ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيَ بَنِيْ اُمَيَّةَ عَلٰى مِنْبَرِهٖ

3273- تفرد به الترمذي انظر التحفة (۶۴/۳)، حديث (۳۴۰۷) من اصحاب الكتب الستة، واخرجه ابن جرير الطبري في تفسيره (۶۵۳/۱۲)، برقم (۳۷۷۱۴) عن القاسم بن الفضل عن عيسى بن مازن عن الحسن بن علي رضي الله عنهما.

فَسَاءَهُ ذَلِكَ فَنَزَلَتْ (إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ) يَا مُحَمَّدُ يَعْنِي نَهْرًا فِي الْجَنَّةِ وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ) يَمْلِكُهَا بَعْدَكَ بَنُو أُمَيَّةَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ الْقَاسِمُ فَعَدَدْنَاهَا فَإِذَا هِيَ أَلْفُ شَهْرٍ لَا يَزِيدُ يَوْمٌ وَلَا يَنْقُصُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ الْقَاسِمِ ابْنِ الْفَضْلِ وَقَدْ قِيلَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَازِنٍ وَالْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ هُوَ ثِقَةٌ وَثَّقَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَيُوسُفُ بْنُ سَعْدٍ رَجُلٌ مَجْهُولٌ وَلَا نَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

◆◆ یوسف بن سعد بیان کرتے ہیں، جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا: آپ نے اہلِ ایمان کے چہرے سیاہ کر دیے ہیں۔

(راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ استعمال ہوئے) اے اہلِ ایمان کے چہروں کو سیاہ کرنے والے شخص!

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، تم مجھے الزام نہ دو' کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو خواب میں بنوامیہ کے لوگ منبر پر دکھائی دیے۔ آپ ﷺ کو یہ بات پسند نہیں آئی تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"بے شک ہم تم کو نہر عطا کریں گے۔"

یعنی اے حضرت محمد! ہم تمہیں جنت میں نہر عطا کریں گے' اور یہ آیت نازل ہوئی:

"بے شک ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا ہے' اور تمہیں کیا معلوم شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔"

(اس سے مراد یہ ہے) اے حضرت محمد! آپ کے بعد بنوامیہ اس کے مالک ہوں گے۔

قاسم نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، جب ہم نے ان کا شمار کیا' تو (بنوامیہ کی حکومت کے دن) پورے ایک ہزار دن تھے' جس میں ایک دن بھی کم اور زیادہ نہیں تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "حدیث غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں' جو قاسم بن فضل سے منقول ہے۔ ایک سند کے مطابق یہ روایت قاسم بن فضل کے حوالے سے' یوسف بن مازن سے منقول ہے۔ قاسم بن فضل حدانی ثقہ ہیں۔ یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ یوسف بن سعد نامی راوی مجہول ہے۔ ہم ان الفاظ میں اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

سورۃ القدر مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، پانچ (۵) آیات، تیس (۳۰) کلمات اور ایک سو اکیس (۱۲۱) حروف پر مشتمل ہے۔

اہل بیت کے فرد سے گستاخی کا جواب:

ارشاد ربانی ہے:

إِنَّآ أَنزَلْنَـٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ (القدر: ۱تا۳)

''بیشک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں اتارا، آپ کو کیا علم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر تو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ منصب اقتدار پر فائز ہوئے، چھ ماہ کے بعد آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ایک شخص حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس نے زبان طعن دراز کرتے ہوئے کہا: آپ نے بیعت کر کے مسلمانوں کا منہ کالا کر دیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: آپ پر اللہ رحم کرے! آپ مجھ پر ملامت نہ کریں، کیونکہ بنوامیہ کے مختلف بادشاہ منبر پر چڑھتے اور اترتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے ہیں، خواہ آج بنوامیہ کی حکومت ہے مگر یہ ہمیشہ نہیں رہے گی بلکہ ان کے بعد بنوہاشم کی حکومت قائم ہو جائے گی۔

نوٹ: یہ حدیث آیت مذکورہ کی تفسیر ہرگز نہیں ہو سکتی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں معاندین نے خوب گڑبڑ کی ہے۔ یہ گڑبڑ یوسف بن سعد جیسے لوگوں کی سعی کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ کاش! حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اس روایت کو نقل نہ فرماتے۔

3274 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ وَعَاصِمٍ هُوَ ابْنُ بَهْدَلَةَ سَمِعَا زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ وَزِرُّ بْنُ حُبَيْشٍ يُكْنَى أَبَا مَرْيَمَ يَقُولُ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ أَخَاكَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ يَغْفِرُ اللَّهُ لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَقَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَلَكِنَّهُ أَرَادَ أَنْ لَا يَتَّكِلَ النَّاسُ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِي أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ قَالَ قُلْتُ لَهُ بِأَيِّ شَيْءٍ تَقُولُ ذَلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْآيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بِالْعَلَامَةِ أَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ زر بن حبیش بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ تو یہ کہتے ہیں، جو شخص پورا سال رات کے وقت نوافل ادا کرتا رہے وہی شب قدر کو حاصل کر سکتا ہے تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن کی مغفرت کرے۔ وہ یہ بات جانتے تھے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے لیکن وہ یہ چاہتے تھے: لوگ اسی پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں، پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی اور کوئی استثناء نہیں کیا' شب قدر سے مراد ستائیسویں رات ہے۔

زر بن حبیش کہتے ہیں، میں نے ان سے کہا: اے ابومنذر! آپ کس بنیاد پر یہ بات کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: اس نشانی کی وجہ سے جو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بتائی ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس علامت کی وجہ سے کہ جب اس دن سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی شعاع نہیں ہوتی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

شب قدر کی گردش اور اس کا تعین:

کیا شب قدر سال بھر میں گردش کرتی رہتی ہے یا صرف رمضان تک محدود ہے، پھر رمضان بھر میں گردش کرتی رہتی ہے یا آخری عشرہ میں، پھر کیا آخری عشرہ کی طاق راتوں میں گردش کرتی رہتی ہے یا اس کے لیے ستائیسویں شب متعین ہے؟

اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

۱- شب قدر سال بھر میں گردش کرتی رہتی ہے۔

۲- شب قدر رمضان بھر میں گردش کرتی رہتی ہے، کئی لوگوں نے پہلے اور دوسرے عشرہ میں بھی شب قدر پانے کا دعویٰ کیا ہے۔

۳- رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں شب قدر گردش کرتی ہے۔

۴- رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر گردش کرتی ہے۔

۵- رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔

ان پانچ اقوال میں سے چوتھا قول زیادہ حقیقت کے قریب ہے، کیونکہ اس میں ستائیسویں شب بھی آ جاتی ہے اور طاق راتوں میں شب بیداری کی سعادت حاصل کرنے، عبادت کرنے سے نامہ اعمال میں خوب اضافہ ہو جاتا ہے اور خوش قسمت لوگوں کو بخشش و مغفرت کا پروانہ بھی دستیاب ہو جاتا ہے۔

بعض مقامات اور بعض اوقات میں عبادت کا ثواب زیادہ ہونا:

اللہ تعالیٰ نے بعض مقامات اور بعض اوقات میں خوب برکت رکھی ہے کہ ان میں جو بھی عبادت کی جائے تو اس کا اجر وثواب بے پناہ دیا جاتا ہے مثلاً مسجد حرام (مکہ) میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نماز کے برابر ہے، مسجد نبوی و مسجد اقصیٰ میں ایک نماز کا ثواب

پچاس ہزار نماز کے برابر ہے اور مسجد قبا میں دو نوافل کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ علاوہ ازیں مقامی مسجد کی بجائے علاقہ کی جامع مسجد میں نماز ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔

مقدس مقامات کی طرح محترم اوقات میں عبادت ادا کرنے سے بھی ثواب میں اضافہ ہو جاتا ہے مثلاً دن کی نسبت رات میں نماز ادا کرنا، رات کے ابتدائی حصہ کی بجائے آخری حصہ میں نماز ادا کرنا، دن کے آخری حصہ کی بجائے پہلے حصہ میں نوافل ادا کرنا، دوسری راتوں کی بجائے پندرہ شعبان کی شب میں عبادت کرنا، دوسرے مہینوں کی بجائے رمضان المبارک میں کوئی بھی عمل خیر کرنا، جمعۃ المبارک کے دن نوافل ادا کرنا، رمضان کے آخری عشرہ بالخصوص طاق راتوں میں بالخصوص ستائیسویں شب یعنی شب قدر میں عبادت کرنے کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔

شب قدر کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہونا:

اہل سنت و جماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کی ہر چیز کا علم دیا گیا ہے، کیونکہ یہی آپ کی شایان شان ہے۔ دیگر امور کے علاوہ شب قدر کا بھی آپ کو علم دیا گیا تھا لیکن اس کے بتانے کی آپ کو اجازت نہ تھی۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر کی خبر دینے کے لیے باہر تشریف لائے، راستہ میں دو شخص باہم تنازع کر رہے تھے آپ ان کا تنازع ختم کرانے کے لیے ان کے پاس ٹھہر گئے پھر صحابہ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے آرہا تھا تو راستہ میں دو آدمی باہم لڑ رہے تھے جس وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی، ممکن ہے یہ تمہارے حق میں بہتر ہو، پس تم اس کو انیسویں، ستائیسویں اور پچیسویں شب میں تلاش کرو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۰۲۳)

۲- حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا: ہم نے رمضان المبارک کے درمیانے عشرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اعتکاف کیا، آپ رمضان المبارک کے بیسویں دن باہر آئے اور ہمیں خطبہ دیا، آپ نے فرمایا: مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی پھر بھلا دی گئی، اب تم لوگ اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، میں نے خواب دیکھا کہ پانی اور گارا میں سجدہ ریز ہوں۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اعتکاف کیا وہ واپس پلٹ جائے، ہم واپس لوٹ گئے، ہمیں آسمان پر کوئی بادل دکھائی نہیں دیتا تھا، پھر اچانک بادل چھا گئے، نزول بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا، مسجد کی چھت ٹپکنے لگی، ان دنوں میں مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی، نماز کے لیے اقامت کہی گئی، میں نے ملاحظہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ ریز ہیں حتیٰ کہ میں نے آپ کی پیشانی مبارک پر مٹی کا نشان ملاحظہ کیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۳۸۲)

ان روایات کے شارحین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ صرف اسی سال دو آدمیوں کے تنازع کی نحوست کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر اٹھالی گئی اور آئندہ سال پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس کا علم دے دیا گیا تھا۔ کثیر امور لوگوں

سے مخفی رکھے گئے ہیں اوران کے اخفاء میں کئی حکمتیں ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے ولی کو مخفی رکھا گیا ہے تا کہ لوگ ہر معزز شخص کا احترام کریں، جمعہ کے دن کی اس گھڑی کو مخفی رکھا گیا ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے تا کہ لوگ پورا دن عبادت ودعا میں گزاریں، موت کا وقت مخفی رکھا گیا ہے کہ لوگ اس کی تیاری کے لیے اعمال صالحہ سرانجام دیں اور اعمال بد سے اجتناب کریں، قیامت کو مخفی رکھا گیا ہے تا کہ لوگ اس دن کی کامیابی کے لیے شب وروز محنت کریں اور شب قدر کو مخفی رکھا گیا ہے تا کہ لوگ اس کے حصول کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرہ بالخصوص اس کی طاق راتوں میں خوب عبادت وریاضت کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت وبخشش کا پروانہ حاصل کریں۔

شب قدر کی فضیلت واہمیت:

مقدس ومحترم راتوں میں سے ایک شب قدر ہے، اس کی فضیلت واہمیت قرآن وسنت میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے چند فضائل درج ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں اور اپنی امت کی عمروں کا جائزہ لیا تو آپ کی امت کی عمریں پہلی امتوں کے مقابلہ میں نہایت کم سامنے آئیں، آپ کچھ رنجیدہ ہوئے کہ میری امت اعمال خیر کے لحاظ سے پیچھے رہ جائے گی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پریشانی دور کرنے کے لیے سورہ قدر نازل فرمادی، جس میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ آپ کا امتی شب قدر کو بیداری وعبادت میں گزارے گا تو اس کے لیے یہ رات ہزار رات کی عبادت سے افضل واعلیٰ ہے۔

(موطا امام مالک، رقم الحدیث: ۷۱۰)

۲- حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو ایک ہزار سال تک ہتھیاروں سے لیس ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہا، اس پر صحابہ کرام نے اظہار تعجب کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝

(القدر: ۳-۱)

"بیشک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں اتارا، تمہیں کیا علم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔" (تفسیر ابن کثیر، ج: ۴، ص: ۵۹۳)

۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شب قدر میری امت کو عطا کی ہے اور اس سے قبل کسی امت کو یہ عطا نہیں کی گئی۔

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزے رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا، اللہ اس کے سابقہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۲۲۰۶)

۵- ایک روایت میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایسے چار شخصوں کا تذکرہ کیا جنہوں نے ایک لمحہ

بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی تھی اور اسی (۸۰) سال تک وہ مسلسل عبادت میں مصروف رہے، ان کے نام گنوائے: (۱) حضرت ایوب (۲) حضرت زکریا (۳) حضرت حزقیل (۴) حضرت یوشع بن نون علیہم السلام۔ یہ بات سن کر صحابہ کرام متعجب ہوئے، اس موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے صحابہ کو بنی اسرائیل کے افراد پر متعجب نہیں ہونا چاہیے کہ انہوں نے اسی (۸۰) سال عبادت میں گزار دیئے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اس سے بہتر چیز عنایت کی ہے، پھر سورہ القدر کی یہ آیات تلاوت کیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ خوش ہوگئے۔

سوال: کیا شب قدر میں عبادت کر کے انسان ہزار ماہ کی نمازوں (فرائض وواجبات) سے بری الذمہ ہوسکتا ہے؟ اسی طرح کعبہ میں ایک نماز پڑھ کر لاکھ نمازوں اور مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پڑھ کر پچاس ہزار نمازوں سے آزاد ہوسکتا ہے؟

جواب: (۱) شب قدر کی نفلی عبادت ہزار مہینوں کے فرائض وواجبات کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح مسجد حرام میں ایک نماز ادا کر کے لاکھ نمازوں سے اور مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پڑھ کر پچاس ہزار نمازوں سے انسان ہرگز آزاد نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ان روایات سے کثرت ثواب، گناہوں کی مغفرت اور بلندی درجات مراد ہے۔ (۲) فضیلت امت مراد ہے۔

شب قدر میں عبادت کا طریقہ کار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قام لیلة القدر ایماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه "یعنی جس نے شب قدر میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے پہلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔" یہاں قیام سے مراد خضوع وخشوع کے ساتھ نوافل ادا کرنا ہے اور مغفرت وبخشش کے لیے گڑگڑا کر دعا کرنا ہے۔ علاوہ ازیں تلاوت قرآن، ذکر الٰہی، درود وسلام، تصنیف وتالیف اور وعظ وتقریر میں مصروف ہونا بھی قیام کی صورتیں ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس شب میں بیس نوافل پڑھے جائیں اور دو، دو رکعت کر کے پڑھیں۔ جو شخص شب قدر میں قیام کی نیت سے دس آیات قرآنی کی تلاوت کرے گا، اسے شب قدر کی برکات سے محروم نہیں رکھا جائے گا۔ علامہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس شب میں کم از کم نوافل دو، زیادہ سے زیادہ ایک ہزار ہیں اور متوسط درجہ کے ایک سو ہیں۔ ان کی ہر رکعت میں تین بار سورہ القدر اور تین بار سورہ اخلاص کی قرأت کی جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنی ہمت وطاقت کے مطابق نوافل، تلاوت قرآن، ذکر خداوندی اور درود شریف وغیرہ میں مصروف ہونا چاہئیں۔ تارک نماز شخص اس رات میں توبہ کرے اور نوافل وغیرہ کی بجائے اپنی فوت شدہ نمازیں حسب طاقت پڑھے جبکہ باقی ماندہ نمازیں ہر روز نماز پنجگانہ کے ساتھ پڑھتا رہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہوجائیں۔

سوال: جس طرح شب قدر میں قیام وعبادت کا ثواب ہزار مہینوں کے برابر ہے، اگر کوئی شخص اس رات میں کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو کیا اسے سزا بھی اسی حساب سے دی جائے گی؟

جواب: جس شخص کو شب قدر کے تعین کا یقینی علم ہو، پھر وہ اس کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے کسی گناہ کا ارتکاب کرے،

اسے دوسری راتوں میں گناہ کرنے سے زیادہ سزا ملے گی۔ ایک سزا گناہ کرنے کی اور دوسری اس کے تقدس کو پامال کرنے کی۔ تاہم جس شخص کو شب قدر کے تعین کا قطعی علم نہ ہو، اگر وہ گناہ کا ارتکاب کرے تو اسے اس کی نسبت کم سزا دی جائے گی۔

شب قدر کو مخفی رکھنے کی وجوہات:

اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت محمدیہ سے شب قدر مخفی رکھی گئی ہے، اس کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ جس طرح لوگوں کی نظروں سے "ولی اللہ" کو پوشیدہ رکھا گیا ہے تاکہ عوام ہر شخص کا احترام کریں، اسی طرح شب قدر کو مخفی رکھا ہے تاکہ مسلمان اس کے حصول کے لیے متعدد راتیں میں عبادت و ریاضت کر کے اپنے اعمال خیر میں اضافہ کر سکیں۔

۲۔ اگر شب قدر کا تعین کر دیا جاتا تو نیک لوگ اس رات میں عبادت کر کے ہزار ماہ کی عبادت کا ثواب حاصل کر لیتے لیکن بدکردار اور گناہوں کے عادی لوگ اس رات میں بھی گناہ کر کے اپنی دنیا و آخرت تباہ کر کے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر لیتے۔

۳۔ شب قدر مخفی ہونے کی وجہ سے مسلمان رمضان المبارک کی ہر رات بالخصوص آخری عشرہ کی طاق راتوں میں عبادت کر کے اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح ان کے اعمال صالحہ میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: اے فرشتو! تم نے اولاد آدم کے بارے میں کہا تھا کہ وہ زمین میں خون ریزیاں کریں گے اور گناہوں کا ارتکاب کریں گے۔ انہوں نے شب قدر کا یقینی علم نہ ہونے کے باوجود بذریعہ عبادت اپنے نامہ اعمال میں اضافہ کر لیا ہے، پھر اگر انہیں اس شب کا علم ہوتا تو ان کی عبادت و ریاضت کا تم خود اندازہ لگا سکتے ہو۔

شب قدر میں زمین پر فرشتوں کے نزول کی حکمتیں:

قرآن وسنت کے مطالعہ سے یہ حقیقت مترشح ہو کر سامنے آتی ہے کہ شب قدر کا آغاز ہوتے ہی زمین پر فرشتوں کے نزول کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو شب بھر یعنی طلوع آفتاب تک جاری رہتا ہے، یہ فرشتے عبادت و ریاضت اور قیام میں مصروف لوگوں کے حق میں دعا مغفرت کرتے ہیں اور ان سے مصافحہ بھی کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس شب میں زمین پر فرشتوں کے نزول میں کیا حکمتیں ہیں؟ زمین پر فرشتوں کے نزول میں کئی حکمتیں ہیں، جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ فرشتوں کے نزول کا مقصد امت محمدیہ کی عبادت و ریاضت اور ان کے اعمال صالحہ کو ملاحظہ کرنا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا تھا کہ اہل جنت کے پاس فرشتوں کا نزول ہوگا، اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ٥ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (الرعد: ۲۳،۲۴)

"ان کے پاس ملائکہ ہر دروازے سے آئیں گے، وہ یوں کہیں گے: تم پر سلامتی ہو۔"

شب قدر میں اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو نزول کا حکم دے کر ایک طرح اس وعدہ کا ایفاء کرتا ہے اور دوسری طرف اس شب میں عبادت و ریاضت کی سعادت حاصل کرنے والے لوگوں کی قدر افزائی بھی فرماتا ہے۔

۳- ایک وقت فرشتوں نے رب العزت سے عرض کیا تھا:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ (مریم: ۶۴)

''اور ہم صرف حکم خداوندی سے (زمین پر) نزول کرتے ہیں۔''

گویا اس شب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو زمین پر نزول کا حکم دیا جاتا ہے، تاکہ قیام میں مصروف لوگوں کی عزت افزائی ہو اور ان کے حق میں فرشتے مغفرت و بخشش کی دعا کریں۔

''روح'' کے مفہوم میں متعدد اقوال:

سورۃ القدر میں فرشتوں کے نزول کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ ''روح'' کے نزول کا بھی ذکر ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس مقام پر ''روح'' کا مصداق کیا ہے؟ اس کے کثیر مصادیق ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- ایک مخصوص مخلوق ہے، جو فرشتوں کے ساتھ شب قدر میں نزول کرتی ہے اور اس کے سامنے تمام زمین و آسمان ایک لقمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۲- ایک مخصوص فرشتہ ہے، جسے صرف شب قدر میں فرشتے دیکھتے ہیں۔

۳- ایک معزز و محترم اور بزرگ فرشتہ کا نام ہے۔

۴- رحمت باری تعالیٰ کو کہا جاتا ہے، جس طرح ارشاد خداوندی ہے:

لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ (یوسف: ۸۷)

''تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔''

۵- کراماً کاتبین ہیں جو مسلمانوں کے اعمال صالحہ لکھتے ہیں۔

۶- رئیس الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام شب قدر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ زمین میں نزول کرتے ہیں، ان کے پاس چار جھنڈے ہوتے ہیں جو مختلف مقامات پر گاڑ دیتے ہیں: (۱) کعبہ کی چھت پر (۲) روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر (۳) بیت المقدس پر (۴) طور سیناء کی مسجد پر۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے حکم سے فرشتے زمین میں پھیل جاتے ہیں، جہاں بھی کوئی مسلمان عبادت و ریاضت میں مصروف ہو، وہاں پہنچ جاتے ہیں، جس گھر میں کتا یا خنزیر یا شراب یا تصاویر ہوں یا زنا کاری ہوتی ہو، اس میں داخل نہیں ہوتے۔ زمین پر آنے کے بعد فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، تقدیس و تسبیح، ورد کلمہ طیبہ اور امت محمدی کے لیے مغفرت کی دعا میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ فجر کا وقت ہونے پر فرشتے آسمانوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں، پہلے آسمان کے فرشتوں سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ دریافت کرتے ہیں: آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم دنیا (زمین) میں گئے تھے، کیونکہ آج امت محمدی کی شب قدر تھی، وہ سوال کرتے ہیں: آج اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجات کے بارے میں کیا کیا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کو بخش دیا ہے اور

بدکاروں کے حق میں شفاعت قبول کر لی ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ لَمْ يَكُنْ

باب 86: سورۃ لم یکن سے متعلق روایات

3275 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ قَالَ ذٰلِكَ اِبْرَاهِيْمُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:

"اے مخلوق میں سب سے بہتر"

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے افضل ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ (البینۃ: ۷)

"بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے، وہ تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔"

قرآن وسنت کے مطالعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ومقام سب انبیاء سے افضل وارفع ہے۔ کسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا خیر البریۃ" کے الفاظ سے یاد کیا تو آپ نے فوراً فرمایا: ذالك ابراهيم یعنی اس وصف کے مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

سوال: یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وفضیلت سب انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہے، تو پھر آپ نے "خیر البریۃ" کا مصداق حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو کیوں قرار دیا؟

جواب: (۱) عجز وانکسار کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "خیر البریۃ" کا مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرار دیا

3275- اخرجه مسلم (۱۸۳۹/۴): كتاب الفضائل : باب: من فضائل ابراهيم الخليل صلى الله عليه وسلم ، حديث (۲۳۶۹/۱۵۰)، و ابوداؤد (۲/۸/۴): كتاب السنة: باب: من التخيير بين الانبياء عليهم الصلاة و السلام، حديث (۴۶۷۲)، و احمد (۱۲۸/۳، ۱۸۱).

تھا۔

(۲) آپ نے اس وقت اس وصف کا مصداق جد الانبیاء حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو قرار دیا تھا جب آپ کو اس بات کا علم نہیں تھا میں افضل الانبیاء ہوں۔

اولیاء وصالحین کا فرشتوں سے افضل ہونا:

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء وصالحین فرشتوں سے افضل واعلیٰ ہیں، اس مسئلہ پر مزید دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں جو فرشتوں کا مرتبہ ہے، کیا تم اس سے اظہار تعجب کرتے ہو، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بروز قیامت بندہ مؤمن کا مرتبہ ومقام اللہ کی بارگاہ میں فرشتوں سے عظیم تر ہوگا۔ اس بارے میں تم یہ آیت پڑھ سکتے ہو:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحٰتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ○ (البینۃ: ۷)

''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے، وہی لوگ تمام مخلوق سے عظیم تر ہیں۔'' (تفسیر کبیر، ج: ۱۱، ص: ۲۲۸)

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مخلوق سے زیادہ معظم کون ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نے یہ آیت تلاوت نہیں کی؟ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحٰتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ○ (الدر المنثور، ج: ۸، ص: ۵۳۸)

۳- ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، بعض فرشتوں کو انسان کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے، حضرت جبریل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں وحی لاتے ہیں، حضرت میکائیل علیہ السلام انسانوں کو رزق مہیا کرتے ہیں، حضرت عزرائیل علیہ السلام لوگوں کی روح قبض کرتے ہیں، ملائکہ سیاحین ذاکرین کی رپورٹ اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں، بعض ملائکہ ہمہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پیش کرنے میں مصروف ہیں، کراماً کاتبین مسلمانوں کے اعمال صالحہ لکھنے پر مامور ہیں، بعض فرشتے ماں کے رحم میں بچے کی تصویر تیار کرتے ہیں، بعض فرشتے میدان جہاد میں مسلمانوں کی معاونت کرتے ہیں، بعض فرشتے سرکش جنات سے مسلمانوں کی حفاظت کرتے ہیں، کثیر تعداد میں فرشتے شب قدر اور دوسری مقدس راتوں مثلاً پندرہ (۱۵) شعبان اور شب عید میں آسمانوں سے نزول کرتے ہیں وہ قیام وعبادت میں مصروف لوگوں کے حق میں دعا مغفرت کرتے ہیں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ إِذَا زُلْزِلَتْ

باب 87: سورۃ زلزال سے متعلق روایات

3276 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوْبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متن حدیث: قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا) قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا تَقُوْلُ عَمِلَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی۔"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ یہ جانتے ہو؟ اس کی خبریں بتانے سے کیا مراد ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کی خبریں یہ ہوں گی: وہ ہر مرد اور عورت کے بارے میں یہ گواہی دے گی' اس نے اس زمین کی پشت پر جو عمل کیا تھا وہ زمین یہ کہے گی: اس شخص نے فلاں' فلاں دن یہ کام کیا تھا' تو یہ اس کا اطلاع دینا ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

سورہ زلزال مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، آٹھ (۸) آیات، ترپن (۵۳) کلمات اور ایک سو انچاس (۱۴۹) حروف پر مشتمل ہے۔

قیامت کے دن زمین کا اس پر ہونے والے واقعات بیان کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ (زلزال:۴)

"اس دن زمین اپنی تمام خبریں بیان کرے گی۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین ہر اس واقعہ کو بیان کرے گی جو اس کی پشت پر مرد و زن نے کیا ہوگا خواہ وہ اچھا ہوگا یا قابل نفرت۔

سوال: زمین بے زبان اور بے شعور ہے، پھر یہ قیامت کے دن کیسے ان واقعات کو بیان کرے گی جو اس کی پشت پر ہوئے ہوں گے؟

جواب: (۱) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو زبان و شعور سے نوازے گا اور وہ گفتگو کرے گی۔ (۲) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے قیامت کے دن زمین کو حیوان ناطق بنا دے گا اور وہ واقعات کو فر فر بیان کر دے گی۔ (۳) زمین سے جو بھی چیز صادر ہو گی وہ گفتگو کے قائم مقام ہو گی۔

فائدہ نافعہ:

زمین کا بولنا ناممکنات میں سے نہیں ہے، اس کے جواز کی مثالیں ہمیں ملتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کعبہ آپ کے مولد کی طرف جھک گیا تھا، چاند نے آپ کو سلامی پیش کی تھی، چاند آپ کا کھلونا بنا، آپ کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہوا، پتھر نے آپ پر درود و سلام پیش کیا، قریب الغروب آفتاب عصر کے وقت پر آیا اور آپ کی مٹھی میں کنکروں نے کلمہ پڑھ کر رسالت محمدی کی گواہی دی تھی۔

قیامت کے دن مؤمن اور کافر پر ظلم نہ ہونا:

قیامت کے دن زمین مسلمان اور کافر کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے گواہی دے گی، مسلمان نے جو نیکی کی ہوگی اس کی جزا پائے گا اور کافر نے جو برائی کی ہوگی اس کی سزا بھگتے گا۔ اس دن کسی انسان پر ظلم و زیادتی ہرگز نہیں ہوگی۔

اس بارے میں چند ایک شواہد درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ (النساء: ۴۰)

"بیشک اللہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔"

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے، وہ کھانا کھانے سے رک گئے اور کہا: یا رسول اللہ! کیا ہمیں اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: تم جو ناگوار امور دیکھتے ہو، وہ تمہاری معمولی برائی کا بدلہ ہے، ذرہ برابر جو تم نے نیکی کی ہوگی وہ آخرت کے لیے محفوظ کر لی جاتی ہے اور قیامت کے دن تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ (جامع البیان، رقم الحدیث: ۲۹۲۲۲)

۳- محمد بن کعب القرظی کا بیان ہے کہ دنیا میں کافر جو ذرہ برابر نیکی کرتا ہے، اسے مال و دولت اور اہل و اولاد کی صورت میں یہاں ہی بدلہ دے دیا جاتا ہے، جب وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوتی۔ اگر کسی مؤمن نے دنیا میں معمولی برائی کی ہوگی، تو دنیا میں ہی اسے اس کی سزا دی جاتی ہے۔ اسے مال و دولت اور اہل و اولاد میں نقص و کمی سزا دی جاتی ہے حتیٰ کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے، تو اس کے پاس کوئی برائی نہیں ہوتی۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ اَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ

باب 88: سورۃ التکاثر سے متعلق روایات

3277 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ أَبِيهِ

متن حدیث: أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ (أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ) قَالَ يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَالِي مَالِي وَهَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ أَوْ أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ

ختم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مطرف بن عبداللہ نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے، نبی اکرم ﷺ نے تلاوت کی:
"کثرت تمہیں غفلت کا شکار کردے گی۔"
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدم کا بیٹا یہ کہتا ہے: یہ میرا مال یہ میرا مال۔ تمہارا مال تو وہ ہے جسے تم صدقہ کرکے آگے بھیج دو یا کھا کر ختم کردو یا پہن کر پرانا کردو۔
(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سورۂ تکاثر مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، آٹھ (۸) آیات، اٹھائیس (۲۸) کلمات اور ایک سو بیس (۱۲۰) حروف پر مشتمل ہے۔

ناجائز طریقہ سے دولت جمع کرنے کی ممانعت:

ارشاد ربانی ہے:
اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ (التکاثر:۱) "دولت کے جمع کرنے نے تمہیں غافل بنادیا۔"
اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ کثرت مال کی طلب اس صورت میں منع ہے کہ اسے ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جائے مثلاً رشوت، چوری اور ڈاکہ زنی وغیرہ۔ یا جائز طریقہ یعنی تجارت اور مزدوری وغیرہ کے ذریعے دولت حاصل کی جائے لیکن اس سے اللہ کا حق یعنی زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ کیا جائے بلکہ کنجوسی کرتے ہوئے اسے اس طرح محفوظ کرلیا جائے کہ اس سے نہ خود استفادہ کیا جائے اور نہ دوسرے کو استفادہ کا موقع دیا جائے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ آیت قریش کے دو مشہور قبائل بنو عبد مناف اور بنو سہم کے بارے میں نازل ہوئی، کیونکہ وہ باہم ایک دوسرے پر اپنی برتری جتاتے ہوئے کہا کرتے تھے: سیادت وشرف ہمارے پاس ہے، کیونکہ ہم کثرت سے ہیں اور ہماری اکثریت ہی ہمارا شرف ہے، پھر ان میں سے یکے بعد دیگرے مر کر سب ختم ہوگئے۔

اس بارے میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:
۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابن آدم کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ دوسری وادی کی تمنا کرے گا، اس کا منہ صرف مٹی بھر سکتی ہے اور اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۴۸)
۲- حضرت مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے سورۂ تکاثر تلاوت کی پھر فرمایا: آدم کا بیٹا کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، اے ابن آدم! تیرا مال تو صرف وہ ہے جو تُو نے کھالیا یا اسے پہن کر بوسیدہ کردیا یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۹۵۸)

3278 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ الرَّازِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي قَيْسٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: قَالَ مَا زِلْنَا نَشُكُّ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ حَتّٰى نَزَلَتْ اَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ مَرَّةً عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي قَيْسٍ هُوَ رَازِيٌّ وَعَمْرُو بْنُ قَيْسٍ الْمُلَائِيُّ كُوْفِيٌّ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم قبر کے عذاب کے بارے میں شک کا شکار رہے، یہاں تک کہ یہ سورۃ نازل ہوئی:

"کثرت تمہیں غافل کر دے گی۔"

ابوکریب نے ایک مرتبہ یہ روایت عمرو بن ابوقیس کے حوالے سے نقل کی ہے۔ یہ صاحب رازی ہیں جبکہ عمرو بن قیس ملائی کوفی ہیں۔ انہوں نے ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے منہال بن عمرو سے روایات نقل کی ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

سورۃ التکاثر سے عذاب قبر حق ہونے کا ثبوت

ارشادِ ربانی ہے:

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ٥ (التکاثر: ۲) "حتیٰ کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔"

انسان طلب مال میں مصروف ہو کر آخرت سے غافل ہو گیا، وہ نماز جنازہ کی صورت میں قبرستان جا کر بھی حصول دولت اور تجارت کی باتیں کرتا ہے، یہ تفسیر ہرگز درست نہیں ہے۔ اس کی صحیح ترین تفسیر یہ ہے کہ انسان دنیا کی دولت حاصل کرنے میں اتنا حریص ہے کہ مرنے تک اس کے جمع کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

زیارت قبور کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

اس آیت سے جہاں عذاب قبر حق ہونا ثابت ہوتا ہے، وہاں زیارت قبور کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔ یہ جواز محض مردوں کے لیے ہے جبکہ عورتوں کے لیے ممانعت برقرار ہے۔ اس بارے میں چند روایات و آثار حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبول کی اجازت عنایت فرمائی ہے۔

3278- تفردبه الترمذی انظر التحفة (۳۷۳/۷)، حديث (۱۰۰۹۵) من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه الطبری فی تفسيره (۶۷۹/۱۲)، برقم: (۳۷۸۷۵) عن علی رضی الله عنه

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آپ لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا، اب تم ان کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ عمل آخرت کو یاد دلاتا ہے۔

۳- مشہور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خواہش کے مطابق والدہ محترمہ کی قبر مبارک کی زیارت کرنے کی اجازت دی گئی، اب تم لوگ بھی زیارت کرو، کیونکہ اس سے آخرت یاد آتی ہے۔

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت فرمائی، اس موقع پر آپ نے آنسو بہائے، آپ کے پاس موجود صحابہ نے بھی آنسو بہائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی والدہ ماجدہ کے لیے دعا مغفرت کی اجازت طلب کی جو نہیں دی گئی، پھر میں نے ان کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے مل گئی۔ تم زیارت قبور کیا کرو، کیونکہ اس سے موت یاد آتی ہے۔

۵- روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے، جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا، اسے سلام کرے تو وہ اسے پہچان کر اسے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کرتا ہے۔

۷- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں زیارت قبور کے لیے گیا اور اہل قبور کو سلام کیا اور کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں سلام کرتے ہوئے دیکھا۔

۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبور کے پاس گزرے تو اہل قبور کی طرف چہرہ انور کر کے انہیں فرمایا: السلام علیکم!

۹- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا، اب تم زیارت قبور کر سکتے ہو، کیونکہ یہ تمہیں آخرت یاد دلاتی ہے۔

3279 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنْ أَبِيهِ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ) قَالَ الزُّبَيْرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَأَيُّ النَّعِيمِ نُسْأَلُ عَنْهُ وَإِنَّمَا هُمَا الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ سَيَكُونُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

3279- اخرجه ابن ماجه (۱۳۹۲/۲): كتاب الزهد: باب: معيشة اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ، حديث (٤١٥٨)، و احمد (١٦٤/١)، و الحميدى (٣٣/١)، حديث (٦١).

"پھر تم سے اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور دریافت کیا جائے گا"

تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہم سے کون سی نعمتوں کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، ہمارے پاس تو یہی دو سیاہ چیزیں ہیں، کھجور اور پانی' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب نعمتیں آ جائیں گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

3280 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (ثُمَّ لَتُسْاَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ) قَالَ النَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ اَىِّ النَّعِيمِ نُسْاَلُ فَاِنَّمَا هُمَا الْاَسْوَدَانِ وَالْعَدُوُّ حَاضِرٌ وَّسُيُوفُنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ سَيَكُوْنُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عِنْدِىْ اَصَحُّ مِنْ هٰذَا وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ اَحْفَظُ وَاَصَحُّ حَدِيْثًا مِّنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

"پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا"

تو لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! کونسی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا؟ ہمارے پاس تو یہی دو سیاہ چیزیں (یعنی پانی اور کھجور) ہیں۔ دشمن ہمارے سر پر موجود ہیں اور ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر رکھی ہوئی ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب تمہیں یہ مل جائیں گی۔

ابن عیینہ کی محمد بن عمرو کے حوالے سے نقل کردہ روایت میرے نزدیک زیادہ مستند ہے۔ سفیان بن عیینہ' ابوبکر بن عیاش کے مقابلے میں بڑے حافظ الحدیث ہیں اور ان کی روایات زیادہ مستند ہیں۔

3281 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَرْزَمٍ الْاَشْعَرِىِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُسْاَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِى الْعَبْدَ مِنَ النَّعِيمِ اَنْ يُّقَالَ لَهُ اَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ وَنُرْوِيَكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَالضَّحَّاكُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَرْزَبٍ وَّيُقَالُ ابْنُ عَرْزَمٍ وَّابْنُ عَرْزَمٍ اَصَحُّ

3280- تفرد به الترمذی انظر التحفة (۲۱/۱۱)، حدیث (۱۵۱۲۱) من اصحاب الکتب الستة، واخرجه ابن جریر فی تفسیرہ (۶۸۲/۱۲)، برقم (۳۷۸۹۸) عن محمود بن لبید.

3281- تفرد به الترمذی انظر التحفة (۱۱۶/۱۰)، حدیث (۱۳۵۱۱) من اصحاب الکتب الستة، واخرجه ابن جریر فی التفسیر (۶۸۲/۱۲)، برقم: (۳۷۸۹۹)، عن ابی هریرة.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: قیامت کے دن انسان سے سب سے پہلے اس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (راوی بیان کرتے ہیں: یعنی بندے سے نعمتوں کے بارے میں دریافت کیا جائے گا)۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اس سے یہ کہا جائے گا' کیا ہم نے تمہارے جسم کو صحت عطا نہیں کی تھی؟ کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈے پانی کے ذریعے سیراب نہیں کیا تھا؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "حدیث غریب" ہے۔

ضحاک نامی راوی ابن عبدالرحمٰن بن عرزب ہیں اور ایک قول کے مطابق ابن عرزم ہیں۔ ابن عرزم لفظ درست ہے۔

شرح

امت محمدی کو خوشحالی کی بشارت ملنا:

ارشاد ربانی ہے:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ○ (التکاثر: ۸)

"پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔"

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس قابل ذکر نعمتیں نہیں ہیں سوائے دو معمولی چیزوں کے: (۱) کھجوریں (۲) پانی۔ دشمن سے ہمارا مقابلہ اور ہتھیار ہمارے کندھوں پر ہیں، پھر ہم سے قیامت کے دن کن نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن نعمتوں کے بارے میں تم لوگوں سے پوچھا جائے گا، وہ نعمتیں عنقریب تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے میسر ہوں گی۔

سوال: قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں سوال صرف کفار سے ہوگا یا یہ سوال مسلمانوں سے بھی ہوگا؟

جواب: بظاہر آیت کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں سوال غیر مسلموں سے ہوگا، دوزخ میں داخل کرنے کے بعد ان سے دریافت کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں دولت سے نوازا گیا تھا تو تم نے اس کی نعمتوں کا شکر کیوں ادا نہ کیا؟ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سوال محض غیر مسلموں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ مسلمانوں سے بھی کیا جائے گا۔ کفار و مشرکین سے یہ سوال ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت کے علاوہ آنکھ، کان اور عقل وغیرہ نعمتوں سے سرفراز فرمایا تو تم نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہ ادا کیا؟ علاوہ ازیں مسلمانوں سے دخول جنت کے بعد یہ سوال ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان، دولت، اولاد اور جنت وغیرہ نعمتوں سے نوازا کیا تم نے اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا؟

مسلمانوں سے بھی سوال ہونے کے دلائل:

قیامت کے دن جہاں نعمتوں کے بارے میں غیر مسلموں سے سوال ہوگا، وہاں مسلمانوں سے بھی اس بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس بارے میں چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روٹی کا جو ٹکڑا تمہاری بھوک ختم کر دے، اتنا کپڑا جو تمہاری شرمگاہ کے لیے پردہ بن جائے، غار جو تمہیں گرمی یا سردی سے بچائے، ان کے علاوہ باقی نعمتوں کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۱)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے، آپ کی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان سے دریافت کیا: تم اس وقت گھر سے باہر کیوں نکلے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! بھوک کے سبب، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں بھی اسی وجہ سے گھر کے باہر آیا ہوں۔ پھر فرمایا: تم میرے ساتھ آؤ، آپ انہیں لے کر ایک انصاری کے گھر پہنچے، اس وقت وہ انصاری صحابی گھر میں موجود نہیں تھے، اس کی بیوی نے آپ کو دیکھا تو عرض کیا: وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے کے لیے گئے ہیں، اس گفتگو کے دوران انصاری بھی گھر آ گئے، انصاری صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے، کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! آج سے پہلے میرے گھر میں اتنے معظم و بزرگ مہمان کبھی نہیں آئے۔ پھر انصاری نے پکی کھجوریں اور چھوارے مہمانوں کی خدمت میں پیش کیے اور عرض کیا: آپ یہ تناول فرمائیں۔ پھر وہ اپنی بکری ذبح کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ والی بکری ذبح کرنے سے منع کیا۔ انہوں نے اپنی بکری ذبح کی، اس کا گوشت تیار کیا، کھانا تیار کر کے پیش کیا۔ آپ نے اپنے دونوں جان نثار صحابہ کو ساتھ لے کر کھانا تناول فرمایا، پانی نوش کیا اور خوب سیر ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! قیامت کے دن آج کی ان نعمتوں کے بارے میں تم سے سوال ہوگا، تم لوگ گھروں سے خالی پیٹ نکلے اور گھروں میں داخل ہونے سے پہلے نعمتیں میسر آ گئیں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۰۳۸)

قیامت کے دن جن نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا کا تذکرہ احادیث و آثار کی روشنی میں:

قیامت کے دن انسان سے نعمتوں کے بارے میں یقینی طور پر سوال ہوگا، اس بارے میں کثیر روایات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو طلب کرے گا، اسے اپنے سامنے کھڑا کرے گا، اس کی عزت کے بارے میں اس سے اس طرح سوال کرے گا، جس طرح اس کی دولت کے بارے میں سوال کرے گا۔ (المعجم الصغیر، رقم الحدیث: ۱۸)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ○ (التکاثر: ۸) صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کس نعمت کے بارے میں ہم سے سوال ہوگا، ہمارے پاس تو معمولی چیزیں ہیں: کھجور اور پانی

جبکہ تلوار ہمارے کندھوں پر ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: بیشک یہ سوال ضرور ہوگا۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۳۵۷)

۳- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کا ان امور میں حق ہے: (۱) رہائش کے لیے گھر (۲) کپڑا جس سے ستر پوشی ہو سکے (۳) پانی (۴) روٹی کا ٹکڑا۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۳۴۱)

۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ابن آدم دو قدم کا فاصلہ بھی نہیں طے کر سکے گا کہ اس سے ان پانچ امور کے بارے میں سوال ہوگا: (۱) اس نے اپنی عمر عزیز کن امور میں بسر کی۔ (۲) اس نے اپنی جوانی کن امور میں گزاری۔ (۳) اس نے اپنی دولت کہاں خرچ کی۔ (۴) اس نے اپنے علم پر کس قدر عمل کیا۔ (۵) اس نے اپنی دولت کیسے جمع کی؟ (معجم الصغیر، رقم الحدیث: ۷۶۰)

۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندہ سے سب سے قبل یہ سوال ہوگا: (۱) کیا ہم نے تجھے صحتمند جسم نہیں عطا کیا تھا؟ (۲) کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں فراہم کیا تھا؟

(المستدرک للحاکم، ج۴، ص: ۱۳۸)

قیامت کے دن انسان سے سوال کے بارے میں صحابہ اور تابعین کے اقوال بھی ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- مکحول نے کہا: وہ چار امور ہیں: (۱) سیر ہو کر کھانا (۲) پانی پینا (۳) سایہ دار مکان (۴) میٹھی نیند۔

۲- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ کھانے پینے کی جگہ ہے۔

۳- امام مجاہد نے فرمایا: دنیا کی چھوٹی بڑی ہر لذت ہے۔

۴- حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ دو امور ہیں: (۱) صبح کا کھانا (۲) رات کا کھانا۔

۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چار امور کے بارے میں قیامت کے دن انسان سے سوال ہوگا: (۱) کان (۲) آنکھ (۳) مال (۴) اولاد۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْكَوْثَرِ

باب 89: سورۃ الکوثر سے متعلق روایات

3282 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ

متنِ حدیث: عَنْ اَنَسٍ (اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ) اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ نَهْرًا فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ قُلْتُ مَا هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰذَا

3282- اخرجه البخاري (۱۱/۴۷۲): كتاب الرقاق: باب: في الحوض و قول الله تعالى: (انا اعطيناك الكوثر)، حديث (۶۵۸۱) و الحديث معقد في البخاري (ايضا رقم (۴۹۶۴))، و ابوداؤد (۲۳۷/۴)، كتاب السنة: باب: من الحوض، حديث (۴۷۴۸)، واحمد (۲۰۷/۳، ۱۹۱/۳، ۱۶۴، ۲۳۱، ۲۳۲)، و عبد بن حميد ص (۳۵۹)، حديث (۱۱۸۹).

الْكَوْثَرُ الَّذِي أَعْطَاكَهُ اللَّهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"بے شک ہم نے تمہیں کوثر عطا کی"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے ہیں۔ میں نے دریافت کیا: جبرائیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ تو وہ بولے: یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3283 سند حدیث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: بَيْنَا أَنَا أَسِيرُ فِي الْجَنَّةِ إِذْ عُرِضَ لِي نَهَرٌ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ قُلْتُ لِلْمَلَكِ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِي أَعْطَاكَهُ اللَّهُ قَالَ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَى طِينَةٍ فَاسْتَخْرَجَ مِسْكًا ثُمَّ رُفِعَتْ لِي سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَرَأَيْتُ عِنْدَهَا نُورًا عَظِيمًا

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جنت میں جا رہا تھا اسی دوران میرے سامنے ایک نہر آئی جس کے دونوں کناروں کے گرد موتیوں کے خیمے تھے۔ میں نے فرشتے سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا: یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کی ہے۔ پھر اس فرشتے نے اس میں ہاتھ مارا اور اس کی مٹی نکالی تو وہ مشک کی تھی۔ پھر اسی دوران میرے سامنے "سدرۃ المنتہیٰ" آ گیا تو میں نے اس کے قریب ایک عظیم نور دیکھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

3284 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: الْكَوْثَرُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَجْرَاهُ عَلَى الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ تُرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَاؤُهُ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَأَبْيَضُ مِنَ الثَّلْجِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کوثر جنت میں ایک نہر

3284- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۵۰): كتاب الزهد: باب صفة الجنة، حديث (۴۳۳۴)، و الدارمي (۲/۳۳۷، ۳۳۸)، كتاب الرقاق: باب من الكوثر، و احمد (۲/۶۷، ۱۵۸، ۱۱۲)

ہے جس کے دونوں کناروں پر سونے کے خیمے ہیں، اس کا پانی موتیوں اور یاقوت پر بہتا ہے، اس کی مٹی مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حوض کوثر کی کیفیت

ارشاد ربانی ہے:

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿ (الکوثر:۱)

''بیشک ہم نے آپ کو ''حوض کوثر'' عطا کیا۔''

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن خصوصیات سے نوازا گیا ہے، ان میں سے حوض کوثر کی عنایت بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں جنت کی سیر کی تو وہاں ایک ایسی نہر دیکھی جس کے کنارے موتی کے گنبد کے تھے، آپ نے جبریل علیہ السلام سے اس نہر کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا: یہ کوثر ہے جو اللہ کی طرف سے آپ کو عطا کی گئی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس نہر کے کنارے سونے کے ہیں، اس کی مٹی مشک سے زیادہ معطر، اس کا بہاؤ موتی اور یاقوت پر ہے، اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

لفظ ''الکوثر'' کی تفسیر میں اقوال مفسرین:

لفظ ''الکوثر'' کی تفسیر میں مفسرین کے کثیر اقوال ہیں، جن میں چند ایک اقوال حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، اچانک آپ کو اونگھ آ گئی، مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل کی گئی ہے، آپ نے سورۃ الکوثر تلاوت فرمائی پھر فرمایا: رب کائنات نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس میں خیر کثیر ہے، یہ ایسا حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت جمع ہوگی، اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں، ان میں سے ایک انسان وہاں سے برآمد ہوگا، میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! یہ شخص میرا امتی ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا آپ نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے دین میں نیا کام نکالا تھا؟ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۹۰۰)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: کوثر سے مراد ہے: خیر کثیر۔ اسلام، قرآن، دنیا و آخرت میں تحسین اور جنت کی سب نعمتیں خیر کثیر ہیں۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۴۹۶۶)

۳۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، آپ نے شہداء احد پر نماز

جنازہ پڑھی، پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: میں حوض کی طرف تمہارا قائد ہوں گا، تمہارے حق میں گواہ ہوں گا۔ قسم بخدا! اب بھی میں اپنے حوض کوثر کو ملاحظہ کر رہا ہوں، بیشک مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں۔ بیشک قسم بخدا! مجھے اپنے بعد تمہارے شرک میں ملوث ہونے کا خوف نہیں ہے مگر مجھے تمہارے بارے میں یہ خوف ہے کہ تم دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۲۲۳)

۴- ہلال بن یساف نے کہا: ''الکوثر'' سے مراد: (۱) کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) (۲) دین کی سوجھ بوجھ (۳) پنجگانہ نمازیں۔

۵- امام ثعلبی نے فرمایا: ''الکوثر'' سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں، جن سے آپ کی امت راہنمائی حاصل کرتی رہے گی۔

۶- کوثر سے مراد: جذبہ ایثار و قربانی ہے۔

۷- الکوثر سے مراد ہے: (۱) نبوت (۲) کتاب (قرآن کریم)

۸- الکوثر سے مراد ہے: (۱) آپ کے صحابہ کرام (۲) امت محمدی (۳) آپ کے متبعین۔

۹- الکوثر سے مراد ہے: (۱) قرآن کا آسان ہونا (۲) احکام شرعیہ میں آسانی ہونا۔

۱۰- الکوثر سے مراد ہے: ذکر مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت و بلندی۔

۱۱- الکوثر سے مراد ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا نور جس نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے الگ کر دیا۔

سورۃ الکوثر کا شان نزول:

سورۃ الکوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات پر مشتمل ہے، اس کے کثیر شان نزول ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب کعب بن اشرف کی مدینہ میں آمد ہوئی تو قریش اس کے پاس پہنچے اور یوں کہا: ہمارے ہاتھ میں حرم کا انتظام و انصرام ہے اور ہم آب زمزم پلاتے ہیں جبکہ تم اہل مدینہ کے رئیس ہو، آپ لوگ خود فیصلہ کریں کہ ہم بہتر ہیں یا یہ شخص جو ہم سے منقطع ہو چکا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ ہم سے افضل ہے؟ اس موقع پر کعب بن اشرف نے جواب میں کہا: آپ لوگ اس سے افضل ہیں، تو سورہ الکوثر نازل ہوئی۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو 'ابتر' کہنے کی جسارت کی تھی، وہ عاص بن وائل سہمی تھا۔

۳- ابن زید نے یوں کہا: وہ شخص یوں کہا کرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جڑ کٹ گئی اور ان کی نسل آگے نہیں بڑھ سکے گی۔

۴- عقبہ بن معیط کہا کرتا تھا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل منقطع ہو گئی اور آپ ابتر ہیں۔ (معاذ اللہ)

۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد بالترتیب یوں پیدا ہوئی:

(۱) حضرت قاسم (۲) حضرت زینب (۳) حضرت عبداللہ (۴) حضرت ام کلثوم (۵) حضرت فاطمہ (۶) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہم۔ ہجرت سے قبل مکہ میں سب سے قبل حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس موقع پر عاص بن وائل سہمی نے کہا: ان کی نسل کا خاتمہ ہو گیا اور یہ ابتر ہیں، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور جواب یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (الکوثر:۳) (تاریخ دمشق الکبیر، ج:۳، ص:۲۹)

۶- محمد بن علی کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی جب اتنی عمر ہوئی کہ وہ سواری پر سوار ہو سکیں، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا، عاص بن وائل نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج صبح ابتر ہو گئے ہیں، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر نازل فرمائی۔ ایک روایت کے مطابق ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہنے کی جسارت کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں یہ سورت نازل فرمائی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث:۱۹۵۱۶)

اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کرنا:

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل رشک مرتبہ و مقام ہے مگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار و مشرکین کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر وارد کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات وہ خود دے کر اپنا دفاع کرتے رہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔ اس سلسلہ میں چند ایک شواہد حسب ذیل ہیں:

۱- جب کفار مکہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر (مقطوع النسل) کہا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے جواب دیتے ہوئے ''سورۃ الکوثر'' نازل فرمائی، جس میں آپ کا مرتبہ و مقام بھی بیان کیا گیا ہے اور دشمنوں کا منہ توڑ جواب بھی ہے۔

۲- جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اپنی قوم سے پہلا خطاب فرمایا، جس میں توحید باری تعالیٰ اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کا پیغام دیا، تو آپ کو صادق و امین کہنے والے لوگ آپ کے جانی دشمن بن گئے، وہ عداوت و ایذاء رسانی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، حتیٰ کہ ابولہب نے جسارت کرتے ہوئے کہا: ''تبالك'' تمہارے لیے ہلاکت ہو، آپ نے اس مذموم مقصد کے لیے ہمیں جمع کیا تھا، اس کے جواب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں اللہ تعالیٰ نے ''سورۃ اللھب'' نازل کردی، جس میں خصوصیت سے ابولہب اور اس کی بیوی دونوں کی خوب مذمت کی گئی ہے۔

۳- جب کفار اور دشمنوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ قرار دیا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے فرمایا:

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝ (سبا:۸)

''بلکہ آخرت کے منکر لوگ عذاب اور دور کی گمراہی میں (گرفتار) ہیں۔''

۴- مشہور دشمن رسول ولید بن مغیرہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون (دیوانہ) کہا گیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

بایں الفاظ مدافعت کی گئی:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۝ (القلم ۲)

''(اے محبوب!) آپ اپنے رب کے فضل وکرم سے مجنون نہیں ہیں۔''

۵- جب کفار مکہ کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا قرار دیا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں جواب دیا

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ۝ (الصافات ۳۷)

''بل آپ سچا دین لے کر آئے، جس نے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔''

۶- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو دردناک عذاب کی وعید سناتے ہوئے یوں فرمایا گیا:

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ۝ (الصافات ۳۸)

''بیشک تم دردناک عذاب چکھنے والے ہو۔''

۷- کفار کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا گیا: رسول کو کیا ہوا کہ یہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی خوب گرفت کی گئی اور آپ کا دفاع یوں کیا گیا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ ط (الفرقان ۲۰)

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے، وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔''

۱- سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام ومرتبہ:

نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو مقام ومرتبہ ہے، اس کی مثال پوری کائنات میں نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود وسلام پیش کرنے کا حکم دیا گیا' تو اپنے فرشتوں کو ساتھ لے کر خود بھی اس عمل میں شامل ہوا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود پیش کرو اور سلام بھی جس طرح سلام پیش کرنے کا حق ہے۔''

محض درود بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا عمل ہے، جس کو نہایت اہتمام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، فرشتوں کو اس میں شامل کیا گیا ہے، مسلمانوں کو ایمان کے لقب سے مخاطب کر کے اس کا حکم دیا گیا ہے بلکہ ذات باری تعالیٰ خود بھی اس میں شامل ہوئی ہے۔

۲- ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر ذات خداوندی ہونا:

اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر، ذکر خداوندی ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جعلت تمام الایمان بذکرک معی وقال ایضاً جعلتک ذکراً من ذکری فمن ذکرک ذکرنی .

(کتاب الشفا للسیوطی، ج اول، ص ۱۲)

"میں نے کمال ایمان کو اس امر پر موقوف کردیا ہے کہ (اے محبوب!) میرے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر بھی ہو۔ یہ بھی فرمایا: میں نے آپ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے، جو شخص آپ کا ذکر کرے گا، اس نے میرا ہی ذکر کیا۔"

اس روایت میں کائنات کی بلند ترین حقیقت کو ٹھوس اور واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، وہ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ذکر خداوندی ہونا ہے۔ یہ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عملی طور پر بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔ چنانچہ رب کائنات نے اس حقیقت کو یوں عملی شکل دی ہے:

کلمہ طیبہ میں اپنے نام کے ساتھ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی رکھا، اذان میں اپنے اسم گرامی کے ساتھ اسم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل کیا' اقامت میں اپنے ذکر کے ساتھ ذکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیا، نماز میں اپنی حمد وثناء کے ساتھ ذکر مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو داخل کیا، بیت المعمور پر اپنے نام کے ساتھ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو ملایا۔

قرآن کریم میں بھی اس حقیقت کو جلی الفاظ میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ یعنی اے محبوب! ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کردیا۔

۳- اطاعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم، اطاعت خدا ہونا:

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی محبت ہے، جہاں آپ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ "یعنی جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے، پس بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔"

اس آیت میں اطاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت ربانی قرار دیا گیا ہے، بلکہ اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اطاعت خداوندی نہیں ہوسکتی، کیونکہ نمونہ واسوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو قرار دیا گیا ہے۔ اس مضمون کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس طرح آپ کی اطاعت، اطاعت خداوندی ہے بالکل اسی طرح آپ کی معصیت و نافرمانی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی قرار پاتی ہے۔ الحاصل آپ کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، آپ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، آپ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم اور آپ سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔

۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے آداب بجالانے کا حکم دینا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاں امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلاح عقائد، پابندی اعمال اور صحت معاملات کا حکم دیا گیا ہے وہاں بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کو بجالانے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ

لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○

''اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کرو، اور آپ کے پاس چلا کر مت بولو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں جبکہ تم کو اس کا علم بھی نہ ہو۔''

اس آیت میں مسلمانوں کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کا درس دیا گیا ہے اور اس اہم درس کی اہمیت بھی بیان کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی بات عرض کرنا ہو تو آدابِ نبوی کے پیشِ نظر تمہاری آواز آپ کی آواز سے بلند نہیں ہونی چاہیے بلکہ پست ہونی چاہیے۔ پھر جس طرح آپس میں بے تکلف ماحول میں مزاح، مذاق اور چلا کر گفتگو کرتے ہو ایسی گفتگو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کرنے سے گریز کیا جائے۔ اس سلسلہ میں بے احتیاطی ایمان و اعمال کی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔

خواہ اس حکم کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے لیکن دائمی کتاب کا یہ حکم بھی دائمی اور تا قیامت آنے والے مسلمانوں کے لیے ہے۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی بارگاہ میں حاضری کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اور حاضری کے مبارک لمحات میں آداب کو پیشِ نظر رکھنا نہایت ضروری ہے ورنہ ناقابلِ تلافی نقصان ہونے کا امکان ہے۔

۵- اعمال میں آئیڈیل شخصیت ہونا:

بلاشبہ انبیاء علیہم السلام کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت زیادہ ہے مگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پوری امت کے لیے آئیڈیل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ''یعنی بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ تمہارے لیے نمونۂ عمل ہے۔'' اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آپ کا اسوۂ حسنہ اپنانے کا درس دیا گیا ہے اور اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کی اطاعت میں اصلاحِ عقائد و اعمال اور درستیٔ معاملات پر توجہ دینا چاہیے کیونکہ یہی صورت قابلِ قبول و قابلِ صد ستائش ہو سکتی ہے۔ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، معمولات اور معاملات بالکل ترو تازہ ہیں، جن پر عمل انسان کی دارین میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر لوگ اولیاء، صالحین اور اقطاب کے درجات پر فائز ہوئے، ہو رہے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔

۶- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض ہونا:

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے، جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض ہے اور اس کے بغیر ایمان ناقص و نامکمل ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

(۱) لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین○

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اس کے ہاں اس کے باپ، اس کی اولاد اور تمام

لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔"

(ii) دوسری روایت میں مزید اس حقیقت کو بایں الفاظ واضح کیا گیا ہے:

ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان ان یکون اللہ ورسوله احب الیه مما سواهما وان یحب المرء لا یحبه الا للہ وان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یقذف فی النار .

(صحیح بخاری، ج:۲، ص:۷)

"جس شخص میں تین علامات ہوں گی، وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا: (۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) اسے محض اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے محبت ہو۔ (۳) کفر کی طرف لوٹ جانا اسے اتنا ناپسند ہو جتنا آگ میں پھینکا جانا اسے ناپسند ہو۔" (ایضاً)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا نام ایمان ہے۔ اس کی علامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا ہے۔ آپ کے اسوۂ حسنہ اور سنتوں پر عمل کرنے سے انسان میں للّٰہیت اور خوشنودی باری تعالیٰ کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

۷- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم فرض عین ہونا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کو امت پر فرض قرار دیا گیا ہے اور آپ کی ادنیٰ توہین و تکذیب کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

(i) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ (القرآن)

"(اے محبوب!) بیشک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، تم رسول کریم کی تعظیم و توقیر بجالاؤ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔"

(ii) فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (القرآن)

"پس وہ لوگ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے، آپ کی تعظیم بجالائے، آپ کی مدد کی اور جو نور آپ پر اتارا گیا، اس کی اتباع کی تو وہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔"

ان آیات میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر بجالانا امت پر فرض عین ہے اور آپ کی توہین کفر ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی امداد و نصرت اور اطاعت و فرمانبرداری بھی واجب و ضروری ہے۔ امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ثابت ہوا جملہ فرائض فروع ہیں　　اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

(حدائق بخشش، ص۱۰۵)

۸-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر عبادت ہونا

ذکر خداوندی کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی عبادت ہے، یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ، اذان، اقامت اور نماز وغیرہ میں اپنے ذکر کے ساتھ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بھی شامل کیا۔ چنانچہ زبان نبوت سے بایں الفاظ یہ حقیقت بیان کی گئی ہے:

ذکر الانبیاء من العبادۃ وذکر الصالحین کفارۃ السیئات ۔ (فتح الکبیر، ج:۲،ص:۲۰)

''انبیاء کا ذکر خیر عبادت ہے اور صالحین کا ذکر گناہوں کو مٹانے والا ہے۔''

جب عام انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت قرار پاتا ہے، تو ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یقیناً عبادت و ریاضت ہے۔ جب اولیاء وصالحین کے ذکر خیر سے معصیات کا خاتمہ ہوتا ہے' تو افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر یقیناً مغفرت و بخشش کا باعث ہے۔

۹-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کے لیے رحمت بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا گیا۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝ (القرآن)

''اور (اے محبوب!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

صاحب روح المعانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

میرے نزدیک مختار مسلک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے ہر ہر فرد کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ فرشتوں، انسانوں اور جنات سب کے لیے رحمت ہیں۔ اس امر میں جن وانس کے مؤمن وکافر کے مابین کوئی فرق نہیں اور رحمت ہر ایک کے حق میں الگ الگ اور متفاوت نوعیت رکھتی ہے۔ (روح المعانی، ج:۱۷،ص:۹۷)

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالموں کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق فیض الٰہی کا واسطہ ہیں اور اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول المخلوقات ہے، کیونکہ حدیث قدسی شریف میں ہے: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے: اللہ تعالیٰ معطی ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کائنات کے ذرہ ذرہ کے لیے سراپا رحمت بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے وسیلہ سے مصائب دور ہوتی ہیں، دعائیں قبول کی جاتی ہیں، مسلمانوں کو ہر میدان میں کامرانی حاصل ہوتی، پریشانیوں کا مداوا ہوتا ہے، بیماروں کو شفا ملتی ہے، بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا شرف حاصل

ہوتا اور ہر مسلمان کی دلی مراد پوری ہوتی ہے۔

۱۰-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات دائمی سے سرفراز کرنا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن انعامات و کمالات کی بارش کی گئی ان میں سے ایک آپ کو حیات ابدی سے سرفراز کرنا بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

(i) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (البقرہ:۱۵۴)

''اور جو اللہ کی راہ میں شہید کیے جائیں، انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔''

(ii) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(آل عمران:۱۶۹تا۱۷۰)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے جائیں تم انہیں مردہ ہرگز گمان نہ کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اللہ کی طرف سے انہیں رزق دیا جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت پر خوش ہوتے ہیں، وہ خوش ہوتے ہیں ان لوگوں کے سبب جو پیچھے رہنے کے سبب ابھی انہیں ملے نہیں ہیں، ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

ان آیات کی تفسیر میں حضرت امام سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بظاہر یہ آیات کریمہ شہداء (غیر انبیاء) کی حیات پر دلالت کرتی ہیں لیکن درحقیقت انبیاء علیہم السلام بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شامل ہیں۔ اس لیے کہ دلائل و واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام شہید ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں [illegible] دت کا درجہ پایا اور ''مَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ'' کے عموم میں بلاشبہ آپ داخل ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ''يُقْتَلُ'' قتل سے ماخوذ ہے اور قتل کے معنی ہیں ''اماتت'' یعنی مار ڈالنا۔ قتل اور اماتت کے معنی [illegible] ایک باریک فرق ہے جسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

امام راغب اصفہانی قتل کے معنی بیان کرتے ہوئے اس فرق کو ظاہر فرماتے ہیں۔ مفردات راغب میں ہے: (قتل) اصل القتل ازالة الروح عن الجسد كالموت لكن اذا اعتبر بفعل الموت لذالك يقال قتل واذا اعتبر بفوت الحيات يقال موت یعنی قتل کے اصل معنی جسم سے روح کو زائل کرنے کے ہیں جیسے موت! لیکن جب متولی اور متصرف ازالہ کے فعل کا اعتبار کیا جائے تو قتل کہا جائے گا اور جب فوت حیات کا اعتبار کیا جائے تو موت کہا جائے گا۔

قتل میں چونکہ فاعل کا فعل معتبر ہوتا ہے اور فعل کا اختیار عبد کے لیے بھی حاصل ہے، اس لیے قتل کی اسناد عبد کی طرف صحیح ہے اور عبد کو قاتل کہا جاتا ہے۔ بخلاف اماتت کے کہ اس میں فعل مذکور معتبر نہیں بلکہ فوت حیات کا اعتبار ہے اور

عبد کا اختیار فعل سے متجاوز ہو کر فوت حیات تک نہیں پہنچتا۔ بندہ صرف اتنا کر سکتا ہے کہ اپنی طرف سے کوئی فعل واقع کر دے مثلاً کسی کو تلوار مار دے یا زہر کھلا دے یا کسی کے بدن کے ٹکڑے کر دے مگر اس کے بدن سے حیات کو زائل کرنا بندے کے اختیار میں نہیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے منسلک ہے۔ اس لیے بندہ قاتل ہو سکتا ہے ممیت نہیں ہو سکتا۔ حیات کا فوت ہونا قدرت خداوندی سے ہی متعلق ہے۔ اس لیے اماتت کی اسناد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو سکتی ہے۔ ازالہ حیات صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور ممیت اس کے سوا کوئی نہیں۔"

ان آیات اور تفسیر سے نمایاں طور پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ شہداء سے زیادہ مضبوط حیثیت سے انبیاء علیہم السلام بالخصوص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

(i) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمعۃ المبارک کے دن بکثرت درود شریف پیش کرنے کی ترغیب دی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کے وصال کے بعد بھی ہم کثرت درود کا سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مٹی پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

(ii) شب معراج میں تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے مقامات سے اٹھے، مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے، ان کی مجلس ہی جس میں ان کے خطابات ہوئے، وہ مقتدی بنے، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم امام بنے اور سب نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

(iii) شب معراج میں قائد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری (براق) پر سفر کا آغاز کرتے ہیں، نہایت سرعت وتیزی سے سواری سفر طے کرتی ہے، آپ کا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقدس قبر کے پاس سے ہوتا ہے، آپ انہیں ملاحظہ کرتے ہیں کہ وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے ہیں۔

(iv) شب معراج میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ سے فراغت کے بعد آسمان کی طرف سفر کا آغاز فرماتے ہیں، مختلف آسمانوں میں مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوتی ہے، وہ انبیاء آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں، باہم گفتگو ہوتی ہے، لامکان پر رسائی کے بعد ذات باری تعالیٰ سے بلاحجاب وواسطہ کے ملاقات ہوتی ہے۔ رب العلمین کی طرف سے امت کو پچاس نمازوں کا تحفہ ملتا ہے، واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے، ان کی مشاورت سے دوبارہ بلکہ بارہا مرتبہ بارگاہ صمدیت میں حاضری کا اعزاز حاصل ہوتا ہے، نمازوں میں تخفیف کے بارے میں عرض کیا جاتا ہے، ہر حاضری پر پانچ نمازوں کی تخفیف ہوتی ہے، دس حاضریوں کے نتیجہ میں پچاس سے کم ہو کر پانچ نمازیں باقی رہ جاتی ہیں، پھر اعلان ہوتا ہے کہ پانچ نمازیں ادا کرنے کا ثواب پچاس نمازوں کا ملے گا۔

الغرض! ان شذرات، اقتباسات اور نورانی قطعات سے جہاں نبوت و رسالت کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے، وہاں "حیات انبیاء" کا مسئلہ بھی تیر کی طرح انسانی عقل و دانش میں راسخ ہو جاتا ہے، جس کا انکار کوئی ذی شعور انسان ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا۔ اس مضمون سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام دنیا سے جانے کے بعد بھی قوم کی ایسی معاونت وامداد کر سکتا ہے کہ پوری

قوم سالہا سال کی دعاؤں سے وہ نتائج حاصل نہیں کر سکتی۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون یعنی انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں وہ اپنی قبور میں نماز ادا کرتے ہیں۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علیّ نائیًا بلغته ۔

جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے، میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے، وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

۳۔ حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

لقد رایتنی لیالی الحرة وما فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم غیری وما یاتی وقت الصلوٰة الا وسمعت الاذان من القبر ۔ (دلائل النبوت للنعیم، ص:۴۹۶)

بیشک جنگ حرہ کے زمانہ میں میں نے اپنے آپ کو اس کیفیت میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی شخص بھی موجود نہیں تھا، انہی ایام میں ہر نماز کے وقت میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان کی آواز سنتا تھا۔

۴۔ حضرت سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایام حرہ کے دوران مسجد نبوی میں نہ اذان ہوتی تھی اور نہ اقامت:

ولم یبرح سعید بن المسیب المسجد وکان لایعرف وقت الصلوٰة الا بهمهمة یسمعها من قبر النبی صلی الله علیه وسلم ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص:۵۴۵)

حضرت سعید بن میتب مسجد میں ٹھہرے رہے اور وہ ہر نماز کے وقت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان کی آواز سنتے تھے۔

۵۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انه صلی الله علیه وسلم حی فی قبره کسائر الانبیاء فی قبورهم وهم احیاء عند ربهم وان لارواحهم لعلقاً بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی فهم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون والله سبحانه وتعالیٰ اعلم باحوال ارباب الکمال ۔

(شرح شفاء، ج:۲، ص:۱۴۲)

بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں اللہ کے ہاں زندہ ہیں، بیشک ان کی ارواح کا تعلق عالم علوی اور عالم سفلی سے اسی طرح قائم ہے جیسا کہ دنیا میں تھا، وہ اس معاملہ میں قلب کے اعتبار سے عرشی، قالب کے لحاظ سے فرشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ارباب کمال کے احوال کو بہتر جانتا

ہے۔

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شعر میں یوں فرماتے ہیں:

تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ　　　مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ النَّصْرِ

باب 90: سورۃ النصر سے متعلق روایات

3285 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ عُمَرُ يَسْاَلُنِىْ مَعَ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَتَسْاَلُهُ وَلَنَا بَنُوْنَ مِثْلُهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ اِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَاَلَهُ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ) فَقُلْتُ اِنَّمَا هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اِيَّاهُ وَقَرَاَ السُّوْرَةَ اِلٰى اٰخِرِهَا فَقَالَ لَهُ عُمَرُ وَاللّٰهِ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ روایت: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَتَسْاَلُهُ وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِثْلُهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ہمراہ مجھ سے بھی سوال کیا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ان سے کہا: آپ ان سے سوال کرتے ہیں' حالانکہ یہ ہمارے بچوں کی طرح ہیں' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے ان سے کہا: اس کا جو مرتبہ ہے آپ کو پتہ چل جائے گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا:

"جب اللہ کی مدد اور فتح آ گئی"

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا) اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دینا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا گیا ہے۔ پھر انہوں نے اس پوری سورۃ کو پڑھا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! اس بارے میں مجھے بھی یہی علم ہے' جو تم جانتے ہو۔

3285۔ اخرجه البخاری (٦/ ٧٢): كتاب المناقب: باب: علامات النبوة من الاسلام - حديث (٣٦٢٧)، و اطرافه (٤٢٩٤، ٤٤٣٠، ٤٩٦٩، ٤٩٧٠)، و احمد (١/ ٣٣٧).

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

محمد بن بشار نے اس روایت کو اسی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اس سے سوال کر رہے ہیں؟ حالانکہ اس کے جتنے ہمارے بچے ہیں۔

شرح

سورۃ النصر مدنی ہے جو ایک (۱) رکوع، تین (۳) آیات، انیس (۱۹) کلمات اور اناسی (۷۹) حروف پر مشتمل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب وصال کی اطلاع ملنا:

ارشاد ربانی ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝ (النصر:۱)

"جب اللہ کی مدد اور کامیابی آ گئی۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے اس کی تلاوت کی، تلاوت سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، آپ سے رونے کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب دیا: اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کا اشارہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید وتصدیق فرما دی۔ حدیث باب کے مطابق سے حضرت فاروق اعظم اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس سورت کا یہی مفہوم سمجھا ہے۔

فتح کا محمل ومفہوم:

جمہور مفسرین کا مؤقف ہے کہ اس سورت میں جس فتح کا ذکر ہوا ہے، اس سے مراد "فتح مکہ" ہے، جو کفار مکہ کے خلاف بہت بڑی کامیابی تھی۔ اس مفہوم پر اعتراض یہ ہے کہ یہاں "فتح" سے مراد "فتح مکہ" لینا درست نہیں ہے بلکہ دیگر غزوات میں کامیابی مراد ہو سکتی ہے، کیونکہ یہاں لفظ "اِذَا" استعمال ہوا ہے جو مستقبل کے لیے آتا ہے حالانکہ "فتح مکہ" کا واقعہ ۸ ہجری میں پیش آ چکا تھا جبکہ یہ نازل ہونے والی آخری سورت ہے جو ۱۰ ہجری میں نازل ہوئی؟ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہاں لفظ "اِذَا" لفظ "اِذْ" کے معنیٰ کے ساتھ ہے جو ماضی کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت "فتح مکہ" کا اعادہ کیا گیا ہے۔

سورت سے حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کرنا:

مفسرین کی تصریحات کے مطابق قبل ازیں قلیل تعداد میں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے تھے لیکن فتح مکہ کے بعد کثیر تعداد میں اسلام میں داخل ہونے لگے حتیٰ کہ دو سال میں مسلمانوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی، حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ۱۰ ہجری میں صرف حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔

سورہ نصر سے محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر استدلال کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں چند ایک دلائل حسب ذیل ہیں:

ا- حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب سورہ نصر نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنی امت میں اپنی عمر کے چالیس سال گزارے جبکہ میری عمر کے بیس سال گزر چکے ہیں اور اسی سال میں رفیق اعلیٰ کے حضور پہنچ جاؤں گا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سن کر رونا شروع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تشفی دیتے ہوئے فرمایا: آپ پریشان نہ ہوں، کیونکہ ہمارے خاندان سے سب سے قبل آپ مجھے ملیں گی۔ آپ کی اس تسلی پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مسکرانے لگیں۔ (تفسیر علامہ ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: ۱۹۵۲۱)

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنے وصال کی خبر دی گئی ہے، گویا اس سال میری وفات واقع ہو جائے گی۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۱۹۰۷)

☆ جب فوج در فوج لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے' تو پھر حسب سابق شب و روز تبلیغ و ترغیب کی بھی ضرورت باقی نہیں رہی تھی' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی حیات ظاہری کی تکمیل کا اشارہ پا لیا تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی حیات ظاہری کی کچھ علامات بیان کر دی گئی تھیں، جن سے آپ نے بھی تکمیل حیات طیبہ کا اندازہ لگا لیا تھا۔

حمد و تسبیح اور استغفار کے مطالب و مفاہیم:

ا- حمد: اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور انعامات کے اعتراف میں اس کا ذکر خیر کرنا، اس کی ثناء بیان کرنا، خوبیوں کا تذکرہ کرنا اور اس کا شکر کرنا۔

۲- تسبیح: اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا ان امور سے جو اس کی شایان شان نہیں ہو سکتے یعنی صفات کمالیہ، عالیہ کا تذکرہ کرنا۔

۳- استغفار: یہ باب استفعال کا مصدر ہے، جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش طلب کرنا۔

سوال: سورہ نصر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے' جبکہ آپ نہ صرف معصوم عن المعصیات ہیں بلکہ امام المعصومین ہیں، پھر آپ کو استغفار کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔

جواب: اس اہم سوال کے متعدد جوابات ہیں:

(i) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے انعامات و نعمتوں کی انتہاء نہیں ہے جن کا شکر زبان سے ادا کیا جا سکے، خواہ نعمتوں کا کما حقہ شکر ادا کرنا ممکن نہیں ہے پھر بھی کسی حد تک شکر باری تعالیٰ ادا کرنے کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(ii) یہاں استغفار سے مراد مغفرت معصیات نہیں ہے بلندی درجات ہے۔

(iii) خواہ بظاہر استغفار کرنے کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے مگر حقیقت میں یہ حکم آپ کی امت کو دیا گیا ہے۔
(iv) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اے محبوب! آپ جتنی کثرت سے استغفار کریں گے، ہم اتنے ہی زیادہ آپ کے درجات بلند کریں گے۔
(v) استغفار کا تعلق ان امور سے ہے جو اعلان نبوت سے قبل آپ سے صادر ہوئے تھے۔
(vi) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ مسلسل ترقی پذیر رہے، اگلے درجہ میں ترقی کرنے کے شکریہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بکثرت استغفار کی کیفیت:

تسبیح وتحمید اور استغفار کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں شامل تھا، سورہ نصر کے نزول کے بعد ان میں مزید کثرت فرمادی تھی اور ان امور میں مشغول ہونا آپ کو بہت مرغوب تھا۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ سورہ نصر کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں یہ کلمات پڑھے:

سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ .

اے ہمارے پروردگار تو پاک ہے، میں تیری حمد بیان کرتا ہوں، تو میری مغفرت کردے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۹۶۷)

۲- حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ سورہ نصر کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح و استغفار میں اضافہ کردیا تھا، آپ کھڑے بیٹھے اور آتے جاتے ان کلمات کا ورد کرتے تھے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ، پھر آپ سورہ نصر کی تلاوت فرماتے، آپ مجھے بھی یہ کلمات پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ (جامع البیان، رقم الحدیث: ۲۹۵۷۸)

۳- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ان الفاظ کا ورد کرتے تھے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ یہ الفاظ بکثرت کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ بہت جلد میں اپنی امت میں ایک علامت ملاحظہ کروں گا، اس علامت کے دیکھنے پر میں بکثرت یہ پڑھوں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ، پس میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے، جو یہ ہے: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ○ (النصر:۱)

۴- حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک میرے دل پر (رحمت باری تعالیٰ کا) حجاب آجاتا ہے اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو بار استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۰۲)

۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! میں ایک دن میں اللہ تعالیٰ سے ستر (۷۰) بار سے زائد استغفار کرتا ہوں اور توبہ بجالاتا ہوں۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۵۴)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ تَبَّتْ يَدَا

باب 91: سورۂ لہب سے متعلق روایات

3286 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَاَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الصَّفَا فَنَادَى يَا صَبَاحَاهُ فَاجْتَمَعَتْ اِلَيْهِ قُرَيْشٌ فَقَالَ اِنِّىْ (نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيدٍ) اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنِّىْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ الْعَدُوَّ مُمَسِّيكُمْ اَوْ مُصَبِّحُكُمْ اَكُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِىْ فَقَالَ اَبُوْ لَهَبٍ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا تَبًّا لَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک دن نبی اکرم ﷺ صفاء پہاڑی پر چڑھے اور آپ ﷺ نے بلند آواز میں پکارا: ''خطرہ ہے''

قریش آپ ﷺ کے پاس اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ڈرا رہا ہوں کہ زبردست عذاب آنے والا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے' اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ دشمن شام کے وقت یا صبح کے وقت تم پر حملہ کرے گا؟' تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ تو ابولہب بولا: کیا آپ (ﷺ) نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا؟ آپ (ﷺ) کے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

(راوی بیان کرتا ہے) تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاکت کا شکار ہو جائے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سورہ لہب مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، پانچ (۵) آیات، تیئس (۲۳) کلمات اور اکہتر (۷۱) حروف پر مشتمل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب:

ارشاد خداوندی ہے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ٥ (اللھب: ۱)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔''

3286۔ اخرجه البخاری (۳۶۰/۸): كتاب التفسير: باب: (و انذر عشيرتك ، الاقربين) حديث (۴۷۷۰)، واطرافه فی (۴۸۰۱)، (۴۹۷۱)، و مسلم (۶۲۵/۱ ابی): كتاب الايمان : باب: من قوله تعالىٰ: (وانذر عشيرتك الاقربين) حديث (۲۰۸/۳۵۶)، و احمد (۲۸۱/۱، ۳۰۷).

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو پیغام اسلام دینے کے لیے "صفا" پہاڑی پر جلوہ افروز ہوئے، آپ نے فرمایا: اے صبح کے وقت آنے والی آفت! آپ کی صدا سن کر لوگ جمع ہو گئے، آپ نے اعلان کیا: اگر میں تمہیں یہ بات کہوں کہ شام کے وقت یا صبح کے وقت ایک عظیم لشکر تم پر حملہ آور ہونے والا ہے، تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے؟ سب نے ہاں میں جواب دیا، کیونکہ آپ صادق وامین ہیں، اگلے ہی لمحہ میں آپ نے اعلان کیا: تم لوگ بتوں کی عبادت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کیونکہ عبادت کے لائق صرف اسی کی ذات ہے۔ یاد رکھو! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، تم ایمان لاؤ فلاح پا جاؤ گے۔ آپ کا اعلان سن کر ابولہب لعین نے کہا: آپ کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، آپ ہلاک ہو جائیں، کیا تم نے محض اس مقصد کے لیے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد عالی نازل فرمایا، جس میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنے والے ابولہب کو خود جواب دیا: اے ابولہب! تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور تو ہلاک ہو جائے۔

ابولہب کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کی وجہ:

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا، اس کا مطلب شعلہ آتش، حسن و جمال کی وجہ سے اسے ابولہب کنیت سے پکارا جاتا تھا، اس کی شہرت کی بنیاد پر قرآن نے اسے کنیت کے ساتھ یاد کیا ہے، اس کی والدہ کا نام خزاعیہ تھا۔ قرآن کریم میں اس کا نام ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا، جس کا معنیٰ ہے عزیٰ کا بندہ، عزیٰ بت کا نام ہے، جس کی زمانہ جاہلیت میں عبادت کی جاتی تھی، یہ بت تین مشہور بتوں میں سے ایک تھا، عزیٰ کی طرح لات اور منات بتوں کی بھی پرستش کی جاتی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ابولہب کی عداوت کی وجہ درحقیقت وہ واقعہ ہے جو اعلان نبوت سے قبل پیش آیا تھا، وہ واقعہ یہ ہے کہ ابوطالب بن عبدالمطلب اور ابولہب بن عبدالمطلب دونوں کے مابین تنازع ہو گیا، ابولہب ابوطالب کو گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اچانک پاس سے گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا، وہ آپ سے یوں مخاطب ہوا: کیا ہم دونوں آپ کے چچا نہیں ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: قسم بخدا! میرے دل میں کبھی تمہاری محبت نہیں رہی ہے، یہ جواب سن کر ابولہب غضبناک ہوا، اپنے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عداوت رکھنے لگا، غزوہ بدر کے موقع پر وہ شامل نہ ہوا بلکہ اپنی جگہ بدیل نامی شخص کو بھیج دیا تھا اور جب اسے جنگ بدر کے نتیجہ میں عبرت ناک شکست کی اطلاع ملی تو وہ غم و پریشانی کی وجہ سے واصل جہنم ہو گیا۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج:٦، ص:١٣٩)

ابولہب کا عبرت ناک انجام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر جب توحید باری تعالیٰ اور اپنی نبوت کا اعلان کیا، تو ابولہب نے عداوت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: آپ کے دونوں ہاتھ ٹوٹ پڑیں، کیا آپ نے اس مقصد کے لیے ہمیں جمع کیا تھا، اس کے جواب میں کلام الٰہی نازل ہوا، جس میں اس کی بے ادبی کا جواب یوں دیا گیا: "اے ابولہب! تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور تو ہلاک ہو جائے۔"

غزوہ بدر کے بعد سات ایام تک ابولہب بقید حیات رہا، پھر وہ چیچک کے مرض میں مبتلا ہو گیا، اس مرض سے نفرت کی وجہ سے اس کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا، اسے ایک خالی گھر میں ڈال دیا گیا، وہ اسی گھر میں مرا، گھن کرتے ہوئے لوگ اس کے پاس نہیں جاتے تھے، تین ایام تک اس کی لاش پڑی رہی، قریش کے ایک نوجوان نے اس کے لڑکوں کو عار دلاتے ہوئے کہا: تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارے گھر میں تمہارے باپ کی بدبودار لاش پڑی ہے جبکہ تم اسے دفن کرنے کا نام نہیں لیتے؟ انہوں نے جواب دیا: ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ لاش کو ہاتھ لگانے سے ہم بھی مرض میں گرفتار نہ ہو جائیں، قریشی نوجوان نے کہا: تم باپ کی لاش کو دفن کرنے کی کوشش کرو میں بھی اس بارے میں تمہاری معاونت کروں گا۔ ابورافع کے مطابق غسل دیے بغیر ابولہب کی لاش اٹھا کر دیوار کے پاس ایک گڑھے میں پھینکی گئی اور اس کے اوپر پتھر ڈال دیئے گئے۔ (امام ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۶۰)

عتبہ بن ابی لہب کا عبرت آموز انجام:

ابولہب وہ دشمن رسول تھا کہ اس کی عداوت اپنی ذات تک محدود نہیں تھی بلکہ اس کی بیوی اور اولاد بھی گستاخ رسول تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ابولہب کی طرح اس کی بیوی اور اولاد کو بھی آنے والے لوگوں کے لیے نشان عبرت بنا دیا تھا، ان کے لیے دنیا اور آخرت کی ذلت و خواری مقدر کر دی تھی۔ ابولہب کے دو بیٹے تھے: (۱) عتبہ (۲) عتیبہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں ان دونوں کے نکاح میں تھیں، ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کے سبب اپنے بیٹوں کو طلاق دینے کا حکم دیا، جس پر انہوں نے بلا تاخیر عمل کر کے دکھایا۔

ایک مشہور روایت میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا عتیبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم رب العٰلمین اعلان نبوت کر دیا، دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے برادر عتبہ بن ابی لہب کے عقد میں تھیں، جب ابولہب کے جواب میں رب کائنات نے سورۃ اللھب نازل کی تو ابولہب غضب ناک ہوا، اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ آپ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے کر فارغ کر دیں۔ ابولہب کی بیوی اروی بنت حرب نے اس موقع پر یوں کہا: اے میرے بیٹو! تم دونوں اپنی بیویوں کو طلاق دے دو، دونوں بیٹوں نے والدین کے کہنے پر طلاق دے دی، جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق ملی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو عتیبہ نے آپ سے کہا: میں آپ کے دین کا انکار کرتا ہوں، آپ کی بیٹی کو طلاق دیتا ہوں، وہ نہ مجھ سے محبت کرتی ہے نہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، پھر وہ گستاخی پر اتر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہو کر قمیص مبارک پھاڑ دی۔ وہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف روانہ ہوا، آپ نے اس سے فرمایا: اے اللہ! میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو اس پر کتا مسلط کر دے، وہ قریش کے تاجروں کے ساتھ روانہ ہوا، قافلہ رات کے وقت ایک مقام (الزرقاء) پر ٹھہرا، رات کے وقت ان کے پاس شیر آیا جو ان میں گھومتا رہا، عتیبہ نے اس موقع پر یوں پکارا: ہائے میری ماں کا عذاب! قسم بخدا! یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا، مجھے چیر کھائے گا جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے بارے میں بددعا کی تھی، پھر شیر لوگوں سے گزرتا ہوا اس کے پاس پہنچا اور اسے پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ (المعجم الکبیر، ج ۲۲، ص ۴۳۶)

مفسر شہیر علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ابولہب کے تین بیٹے تھے: (۱) عتیبہ (۲) عتبہ (۳) معتب۔ عتبہ بن ابی لہب اور معتب بن ابی لہب دونوں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے ایمان کو مخفی رکھا گیا، آپ نے ان کے حق میں دعا بھی کی تھی، دونوں جنگ حنین اور جنگ طائف میں شریک ہوئے تھے۔

(امام آلوسی، روح المعانی، جز:۳۰، ص:۴۷)

ابولہب کی بیوی کی مذمت اور اس کے لیے جہنم کی وعید:

سورت اللھب میں ابولہب کی طرح اس کی بیوی کی بھی مذمت بیان کی گئی ہے، کیونکہ وہ بھی اپنے شوہر کی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و مخالفت میں پیچھے نہیں تھی، اس کا نام اروی بنت حرب بن اُمیہ تھا، یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھی، ایک روایت کے مطابق آنکھوں سے نابینا تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق جب سورۃ اللھب نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی آئی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ راستہ چھوڑ دیں، آپ نے فرمایا: عنقریب میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے گی، یہ گفتگو سن کر وہ بولی: اے ابوبکر! آپ کے نبی نے میری ہجو کی ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ شعر کہتے ہیں اور نہ شعر خوانی کرتے ہیں، اس نے کہا: اے ابوبکر! آپ ہمیشہ ان کی تائید و تصدیق کرتے ہیں، اس کے واپس جانے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے آپ کو نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! مجھے ایک فرشتہ نے چھپا رکھا تھا۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ابولہب کی بیوی اس حالت میں اٹھائی جائے گی کہ اس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا ہوگا اور اس کے گلے میں سخت رسی کا پھندا ہوگا۔ ایک قول کے مطابق ابولہب کی بیوی جہنم میں اس حالت میں ہوگی کہ لکڑیوں کا گٹھا اس کے سر پر جبکہ زنجیروں کا پھندا اس کے گلے میں ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ آتش جہنم کی آگ کی وجہ سے انسان کا گوشت، کھال بلکہ تمام جسم جل جائے گا تو ابولہب کی بیوی کے گٹھے کی لکڑیاں اور اس کی رسی کیسے باقی رہے گی؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ جس طرح رب کائنات جسم کے جلے ہوئے گوشت اور کھال کو دوبارہ پیدا کر دے گا، اسی طرح وہ لکڑیوں اور رسی کو بھی دوبارہ وجود بخش دے گا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْإِخْلَاصِ

باب 92: سورۃ اخلاص سے متعلق روایات

3287 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعْدٍ هُوَ الصَّغَانِيُّ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

3287 اخرجه احمد (۱۳۳/۵) عن ابی العالیة عن ابی بن کعب فذکرہ

متن حدیث: اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْسُبْ لَنَا رَبَّكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ) وَالصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ لِاَنَّهٗ لَيْسَ شَىْءٌ يُوْلَدُ اِلَّا سَيَمُوْتُ وَلَا شَىْءٌ يَمُوْتُ اِلَّا سَيُوْرَثُ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَمُوْتُ وَلَا يُوْرَثُ (وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ) قَالَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَبِيْهٌ وَّلَا عِدْلٌ وَّلَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَىْءٌ

حدیث دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اَبِىْ جَعْفَرٍ الرَّازِىِّ عَنِ الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ اٰلِهَتَهُمْ فَقَالُوْا انْسُبْ لَنَا رَبَّكَ قَالَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

فَذَكَرَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اُبَىِّ بْنِ كَعْبٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ سَعْدٍ

توضیح راوی: وَاَبُوْ سَعْدٍ اسْمُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُيَسَّرٍ وَّاَبُوْ جَعْفَرٍ الرَّازِىُّ اسْمُهٗ عِيْسٰى وَاَبُو الْعَالِيَةِ اسْمُهٗ رُفَيْعٌ وَّكَانَ عَبْدًا اَعْتَقَتْهُ امْرَاَةٌ سَابِيَةٌ

◄► حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مشرکین نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: آپ ﷺ ہمارے سامنے اپنے پروردگار کا نسب بیان کریں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''تم یہ فرما دو اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔''

یہاں ''صمد'' سے مراد وہ ذات ہے' جس نے کسی کو جنم نہ دیا ہو' اور اس کو جنم نہ دیا گیا ہو' کیونکہ جس چیز کو جنم دیا گیا ہو وہ مر بھی جاتی ہے اور جو چیز مر جاتی ہے اس کا کوئی وارث بھی ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نہ تو مرے گا' اور نہ ہی کوئی اس کا وارث بنے گا۔

''اور اس کا کوئی بھی ہمسر نہیں ہے۔''

راوی بیان کرتے ہیں، یعنی کوئی اس کے مشابہ نہیں ہے، کوئی اس کے برابر نہیں ہے' اور کوئی اس کے مثل نہیں ہے۔

حضرت ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے مشرکین کے باطل معبودوں کا ذکر کیا' تو انہوں نے کہا، آپ ﷺ ہمارے سامنے اپنے پروردگار کا نسب بیان کریں۔

راوی بیان کرتے ہیں، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سورۃ کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے۔

''تم فرما دو! اللہ ایک ہے۔''

اس کے بعد انہوں نے حسب سابق روایت نقل کی ہے' اور اس میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ روایت ابوسعد کی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

ابوسعد نامی راوی کا نام محمد بن میسر ہے۔

ابوجعفر نامی راوی کا نام عیسیٰ ہے۔

ابوالعالیہ نامی راوی کا نام رفیع ہے۔

یہ ایک غلام تھے، انہیں ایک سابی عورت نے آزاد کیا تھا۔

شرح

سورہ اخلاص مکی ہے جو ایک (۱) رکوع، چار (۴) آیات، پندرہ (۱۵) کلمات اور اڑتالیس (۴۸) حروف پر مشتمل ہے۔

رب کائنات کے اوصاف عالیہ:

ارشاد خداوندی ہے:

اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ o (الاخلاص:۲،۳)

"اللہ بے نیاز ہے، اس کی اولاد نہیں ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔"

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مشرکین کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ آپ اپنے رب کا نسب نامہ بیان کریں، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی، اس میں توحید باری تعالیٰ کی صراحت ہے: اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس کی اولاد نہیں ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ جو شخص اولاد جنتا ہے، وہ بڑھاپے میں اولاد کا محتاج ہوتا ہے اور جو جنا جاتا ہے وہ والدین کا محتاج ہوتا ہے۔ الغرض اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا تعارف بیان کیا گیا ہے کہ وہ واحد و یکتا اور بے نیاز ہے، وہ والدین و اولاد سے پاک ہے۔ لہٰذا وہ نسب نامہ سے بھی پاک ہے۔

فائدہ نافعہ:

قرآن کریم میں تین نہایت مختصر سورتیں نازل کی گئی ہیں:

(۱) سورۃ اخلاص: اس میں ذات باری تعالیٰ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

(۲) سورۃ الکوثر: اس میں شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی گئی ہے۔

(۳) سورۃ العصر: اس میں مخلوق خداوندی کی اصلاح کا مضمون بیان کیا گیا۔

گویا سورۃ اخلاص میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تشریح ہے، سورۃ الکوثر میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی وضاحت ہے اور سورۃ العصر میں شریعت محمدیہ کا خلاصہ بیان ہوا ہے۔

سورۃ اخلاص کی فضیلت و اہمیت:

سورہ اخلاص کی فضیلت میں کثیر احادیث مبارکہ وارد ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا جو اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تھا، وہ کسی سورت کو ملانے کے بعد سورہ اخلاص کی اہتمام سے قرأت کرتا تھا، جب لشکر واپس (مدینہ میں) پہنچا تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا: اس شخص سے دریافت کرو کہ وہ ایسا

کیوں کرتا تھا؟ پوچھنے پر اس نے جواب دیا: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی صفات (توحید) کا تذکرہ ہے، اس لیے میں اسے بکثرت پڑھنا پسند کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث:۷۳۷۵)

۲- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو ہر رات میں تہائی قرآن کی تلاوت کرے؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی میں بھی طاقت نہیں ہے کہ وہ ہر رات تہائی قرآن کی تلاوت کرے، آپ نے فرمایا: سورہ اخلاص کی (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝) کی ایک بار تلاوت کا ثواب تہائی قرآن کی تلاوت کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:۱۸۵۵)

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اولاد آدم نے میری تکذیب کی جو اس کے لیے روا نہیں تھا، اس نے مجھے گالی دی جو اس کے لیے جائز نہیں تھا۔ اولاد آدم کا میری تکذیب کرنا یہ ہے کہ اس نے کہا: میں اسے دوبارہ پیدا نہیں کرسکوں گا' جس طرح اسے پہلے پیدا کیا تھا جبکہ پہلی بار اسے پیدا کرنا دوسری بار پیدا کرنے سے میرے لیے آسان نہیں تھا، اس کا مجھے گالی دینا اس کا یوں کہنا ہے: اللہ نے بیٹا بنالیا جبکہ میری شان تو یہ ہے: "اَلْاَحَدُ الصَّمَدُ" یعنی میں اکیلا ہوں اور بے نیاز ہوں، حالانکہ میری اولاد ہے نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرا شریک (برابر) ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث:۴۹۷۴)

سورہ اخلاص کا امتیاز:

بعض دیگر سورتوں کی طرح سورہ اخلاص کے بھی متعدد امتیازات ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(i) سورہ اخلاص کی تلاوت کا ثواب تہائی قرآن کی تلاوت کے برابر ہے۔

(ii) اس میں توحید باری کا مضمون بزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا گیا ہے، جو اسلامی عقائد کی اساس ہے۔

(iii) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اگر بالفرض باقی قرآن نہ بھی نازل کیا جاتا تو محض سورہ اخلاص ہی تمام قرآن کے قائمقام ہونے کے لیے کافی ووافی ہوتی۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ

باب 93: معوذتین سے متعلق روایات

3288 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو الْعَقَدِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اسْتَعِيذِیْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا

3288- احمد (۶/۶۱، ۲۰۶، ۲۳۷، ۲۱۵، ۲۵۲)، و ابن حمید ص (۴۳۹)، حدیث (۱۵۱۷)، عن ابی سلمة عن عائشة

فَإِنَّ هٰذَا هُوَ الْغَاسِقُ إِذَا وَقَبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے چاند کی طرف دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو! کیونکہ یہی وہ اندھیرا کرنیوالا ہے جب وہ تاریکی کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سورہ فلق: یہ سورہ مدنی ہے جو ایک (۱) رکوع، پانچ (۵) آیات، تیئس (۲۳) کلمات اور انہتر (۶۹) حروف پر مشتمل ہے۔

سورۃ الناس: یہ سورہ مدنی ہے جو ایک (۱) رکوع، چھ (۶) آیات، بیس (۲۰) کلمات اور اناسی (۷۹) حروف پر مشتمل ہے۔

قمر کے غروب ہونے پر اس کا غاسق ہونا

ارشاد ربانی ہے:

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ (الفلق:۳)

"اور اندھیری شب کے شر سے جب وہ چھا جائے۔"

اس آیت کی تفسیر و توضیح حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ لفظ "غَاسِقٍ" ثلاثی مجرد از باب ضرب یضرب صحیح کا اسم فاعل ہے، جس کا معنیٰ ہے:

(۱) رات کے وقت جب شفق غائب ہو جائے اور تاریکی میں اضافہ ہو جائے۔

(۲) چاند گہن کی وجہ سے اس (چاند) کی روشنی ماند پڑ جائے اور تاریکی چھا جائے۔

چاندنی رات میں جب سورج غروب ہو جائے تو رات تاریکی میں ڈوب جاتی ہے۔ نیز جن راتوں میں چاند دکھائی نہیں دیتا، ان میں رات بھر تاریکی چھائی رہتی ہے۔

ذات باری تعالیٰ سے طلب پناہ کے لیے وقت صبح کی قید کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

(i) یہ وقت نہایت بابرکت ہوتا ہے، جس میں جو بھی دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ○ (آل عمران:۱۷) یعنی وہ لوگ بوقت سحر استغفار کرتے ہیں۔

(ii) صبح کا وقت استجابت کے لیے موزوں تر ہے، اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○ (بنی اسرائیل:۷۸) بیشک صبح کے وقت تلاوت کرنے سے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور دعا کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو کر "آمین" کہتے ہیں۔

(iii) صبح کے وقت مظلوم، لاچار اور بے سہارا لوگ پناہ کے طالب ہوتے ہیں تا کہ انہیں کشادگی حاصل ہو سکے۔

(۱۷) اس وقت کمزور و ناتواں لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی ناتوانی ختم کرنے کی التجاء کرتے ہیں اور احکم الحاکمین کے سامنے گڑگڑا کر اپنی تمنا پیش کرتے ہیں جو قبول کر لی جاتی ہے۔

قرآنی آیات یا سورتوں سے دم کرنے کا ثبوت:

بلاشبہ کلام الٰہی پڑھ کر امراض کی شفاء کے لیے دم کرنا جائز ہے، اس بارے میں کثیر روایات ہیں: جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام ایک سفر میں تھے، ان کا گزر ایک قبیلہ کے پاس سے ہوا، قبیلہ کے لوگوں سے کہا: آپ لوگ ہماری دعوت کریں، انہوں نے مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا، اچانک قبیلہ کے رئیس کو بچھو نے ڈس لیا، قبیلہ کے لوگوں نے اس کے علاج کی بہت کوشش کی مگر اسے افاقہ نہ ہوا، کسی شخص کے مشورہ سے وہ لوگ صحابہ کرام کے پاس حاضر ہوئے اپنا پریشان کن مسئلہ عرض کیا، صحابہ میں سے ایک شخص نے فرمایا: قسم بخدا! اگر میں دم کروں تو رئیس کو ضرور شفاء حاصل ہو جائے لیکن کروں گا نہیں، کیونکہ آپ لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، اگر تم اس دم کرنے کا معاوضہ پیش کرو گے تو میں دم کروں گا، انہوں نے بکریوں کا ریوڑ بطور معاوضہ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۹۰۲)

راوی کا بیان ہے کہ وہ صحابی مذکورہ قبیلہ کے رئیس کے پاس گئے، انہوں نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اسے دم کیا، جس کے نتیجہ میں وہ صحت یاب ہو گیا، حسب وعدہ اہل قبیلہ نے انہیں بکریوں کا ریوڑ (جو تیس بکریوں پر مشتمل تھا) پیش کر دیا، صحابہ نے بکریوں کو باہم تقسیم کرنے کا مشورہ کیا مگر دم کرنے والے صحابی نے کہا: ہم انہیں تقسیم نہیں کر سکتے، ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتحال عرض کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت ملنے پر ہم ایسا کر سکتے ہیں، صحابہ کرام سفر سے واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، دوران سفر پیش آنے والے واقعہ کے بارے میں عرض کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں دم کے بارے میں کیسے علم ہوا؟ تم لوگوں نے درست کیا ہے، بکریوں کو تقسیم کر لو اور ان میں سے میرا حصہ بھی رکھ لیا جائے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۷۴۹)

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر آرام فرماتے وقت سورہ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت کر کے اپنی ہتھیلیوں پر دم کر لیتے تھے، پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرہ انور پر پھیرتے، پھر ہاتھ جسم کے جس حصہ تک پہنچتا پھیرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں دم کر کے اپنی ہتھیلیوں کو آپ کے جسم مبارک پر پھیروں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۱۹۲)

سوال: ان روایات سے دم کرنے بلکہ اس کا معاوضہ وصول کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، لیکن بعض احادیث سے اس کی ممانعت بھی ثابت ہوتی ہے؟

جواب: ممانعت والی روایات منسوخ ہیں یا ان سے مراد ایسا دم ہے جو شرکیہ کلمات کے ساتھ کیا جائے۔

3289 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنِي

قَیْسٍ وَهُوَ ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: قَالَ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیَّ اٰیَاتٍ لَمْ یُرَ مِثْلُهُنَّ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَةِ وَ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسی آیات نازل کی ہیں: جن کی مثال کبھی نظر نہ آئی (وہ یہ ہیں:)

"تم یہ فرمادو! میں تمام لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔"

یہ سورۃ آخر تک ہے اور یہ (درج ذیل) سورۃ ہے۔

"تم یہ فرمادو" یہ سورۃ آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سورہ الناس کی فضیلت واہمیت

ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ (الناس:۱)

"آپ کہئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ طلب کرتا ہوں۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جس طرح سورۃ الفلق میں متعدد شرور یعنی اندھیرے کے شر، جادو کرنے والوں کے شر اور مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کی تعلیم تھی، اسی طرح سورۃ الناس میں بھی شیطانی وساوس سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

معوذتین (دونوں سورتیں) ایک ساتھ نازل ہوئیں، جو گیارہ آیات پر مشتمل ہیں، ان کا شان نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ لبید یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر انگیزی کی ناپاک کوشش کی، آپ کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں، آپ کو شریر انسان کی طرف سے سحر کرنے کا موقع ومحل بھی بتادیا گیا، تھوڑی سی کوشش سے دیگر اشیاء کے ساتھ ایک تانت برآمد ہوئی جس پر گیارہ گرہیں تھیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے معوذتین کی تلاوت شروع کردی، ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی گئی اور گیارہ آیات کی تلاوت مکمل ہونے پر تمام گرہیں کھل گئیں اور تلاوت قرآن کی برکت سے لبید کا سحر غیر مؤثر ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جو انسان پیدا ہوتا ہے اس کے دل میں (شیطانی) وساوس جنم لیتے

ہیں، جب وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اسے نجات حاصل ہو جاتی ہے، اگر وہ غفلت کا شکار ہو تو وساوس کا دوبارہ تسلط ہو جاتا ہے اور قرآنی الفاظ "الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ۵" سے یہی مراد ہے۔ (المستدرک، ج ۲، ص ۵۴۱)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھ پر چند آیات ایسی اتاری ہیں جو بے مثل ہیں، وہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی آیات ہیں۔

3290 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَنَفَخَ فِيهِ الرُّوحَ عَطَسَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِإِذْنِهِ فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ يَا آدَمُ اذْهَبْ إِلَى أُولَئِكَ الْمَلَائِكَةِ إِلَى مَلَإٍ مِنْهُمْ جُلُوسٍ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالُوا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى رَبِّهِ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ بَنِيكَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ اللّٰهُ لَهُ وَيَدَاهُ مَقْبُوضَتَانِ اخْتَرْ أَيَّهُمَا شِئْتَ قَالَ اخْتَرْتُ يَمِينَ رَبِّي وَكِلْتَا يَدَيْ رَبِّي يَمِينٌ مُبَارَكَةٌ ثُمَّ بَسَطَهَا فَإِذَا فِيهَا آدَمُ وَذُرِّيَّتُهُ فَقَالَ أَيْ رَبِّ مَا هَؤُلَاءِ فَقَالَ هَؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ فَإِذَا كُلُّ إِنْسَانٍ مَكْتُوبٌ عُمْرُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَإِذَا فِيهِمْ رَجُلٌ أَضْوَؤُهُمْ أَوْ مِنْ أَضْوَئِهِمْ قَالَ يَا رَبِّ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا ابْنُكَ دَاوُدُ قَدْ كَتَبْتُ لَهُ عُمْرَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ يَا رَبِّ زِدْهُ فِي عُمْرِهِ قَالَ ذَاكَ الَّذِي كَتَبْتُ لَهُ قَالَ أَيْ رَبِّ فَإِنِّي قَدْ جَعَلْتُ لَهُ مِنْ عُمْرِي سِتِّينَ سَنَةً قَالَ أَنْتَ وَذَاكَ قَالَ ثُمَّ أُسْكِنَ الْجَنَّةَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أُهْبِطَ مِنْهَا فَكَانَ آدَمُ يَعُدُّ لِنَفْسِهِ قَالَ فَأَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ قَدْ عَجَّلْتَ قَدْ كُتِبَ لِي أَلْفُ سَنَةٍ قَالَ بَلَى وَلَكِنَّكَ جَعَلْتَ لِابْنِكَ دَاوُدَ سِتِّينَ سَنَةً فَجَحَدَ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ وَنَسِيَ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ قَالَ فَمِنْ يَوْمِئِذٍ أُمِرَ بِالْكِتَابِ وَالشُّهُودِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رِوَايَةِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان میں روح پھونکی تو ان کو چھینک آ گئی تو انہوں نے الحمدللہ کہا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اذن کے تحت یہ حمد بیان کی تھی۔ ان کے پروردگار نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، تم ان فرشتوں کے پاس جاؤ! یعنی فرشتوں کا جو گروہ بیٹھا ہوا ہے اور (اُن سے) یہ کہو:

"تم لوگوں کو سلام ہو" تو انہوں نے جواب دیا: آپ پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام اپنے

3290- تفرد به الترمذي انظر التحفة (۴۷۱/۹)، حديث (۱۲۹۵۵) من اصحاب الكتب الستة، واخرجه الحاكم في المستدرك (۳۲۵/۲)، و قال: صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه، و اقره الذهبي۔

پروردگار کے پاس واپس آئے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا: جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی دونوں مٹھیوں کو بند کر لیا اور فرمایا: ان دونوں میں سے تم جسے چاہو اختیار کر لو' تو انہوں نے عرض کی: میں اپنے پروردگار کے دائیں ہاتھ کو اختیار کرتا ہوں (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) حالانکہ میرے پروردگار کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں اور برکت والے ہیں۔ پھر پروردگار نے اسے کھولا تو اس میں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت موجود تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: اے میرے پروردگار یہ کون لوگ ہیں؟ تو پروردگار نے فرمایا: تمہاری اولاد ہے' اس میں ہر ایک کی عمر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھی ہے' تو ان لوگوں کے درمیان ایک صاحب تھے' جو انتہائی روشن چہرے کے مالک تھے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جو سب سے زیادہ روشن چہرے کے مالک تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: اے میرے پروردگار! یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد میں سے ایک شخص ''داؤد'' ہے، میں نے اس کی عمر چالیس برس مقرر کی ہے' تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! اس کی عمر میں اضافہ کر دے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تو اس کی عمر مقرر کر چکا ہوں' تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: میں اپنی عمر کے ساٹھ سال اسے دیتا ہوں' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری یہ خواہش پوری ہوئی۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جتنے عرصے تک اللہ کو منظور تھا حضرت آدم علیہ السلام جنت میں ٹھہرے' پھر انہیں وہاں سے نیچے اتار دیا گیا۔ وہ اپنی عمر کا حساب رکھتے رہے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: یہاں تک کہ جب موت کا فرشتہ ان کے پاس آیا' تو حضرت آدم علیہ السلام نے اسے کہا: تم جلدی آ گئے ہو، میرے نصیب میں تو ایک ہزار سال لکھے گئے تھے' تو اس فرشتے نے کہا: جی ہاں! مگر آپ نے اس میں سے اپنی اولاد کو ساٹھ سال دے دیئے تھے' تو حضرت آدم علیہ السلام نے اس بات کا انکار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اولاد بھی انکار کر دیتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام یہ بات بھول گئے' یہی وجہ ہے: ان کی اولاد بھی بھول جاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس دن سے یہ حکم ہوا (کہ جب کوئی لین دین کیا جائے) تو اسے لکھا جائے اور اس پر گواہ مقرر کیا جائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت دوسری سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ اسے زید بن اسلم نے ابوصالح کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

شرح

نسیان و بھول موروثی کمزوری ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ ۢ بَنِىْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الاعراف: ۱۷۲)

''اور یاد کریں اس وقت کو جب آپ کے پروردگار نے اولاد آدم سے نسل در نسل ان کی اولاد پیدا کی۔''

اس آیت کا مفہوم مطلب حدیث باب میں واضح کیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی تو چیونٹیوں سے بھی معمولی شکل میں ان کے سامنے ظاہر فرمائی گئی، حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا اے پروردگار! یہ کونسی مخلوق ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا گیا: یہ آپ کی اولاد ہیں اور اولاد آدم کی عمروں کا تعین اسی وقت کر دیا گیا تھا۔ اس موقع پر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر کے ساٹھ سال اپنے بیٹے حضرت داؤد علیہ السلام کو دینے کا اعلان کیا لیکن بعد میں اس معاملہ کو بھول گئے، جس کے نتیجہ میں اولاد آدم بھی بھولتی ہے، گویا نسیان و سہو انسان کی موروثی کمزوری چلی آ رہی ہے۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام سے خطاء اجتہادی یا سہو نہ ہوتا تو زمین اولاد آدم وانسان کی خوبصورت سے محروم رہتی۔ اب انسانی نسیان و سہو پر قابو پانے اور تنازعات کو ختم کرنے کے لیے معاملات تحریری طور پر طے کرنے کا لوگوں کو حکم دیا گیا ہے۔

3291 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْاَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيدُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ فَعَادَ بِهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ فَعَجِبَ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ قَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمِ الْحَدِيدُ قَالُوْا يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْحَدِيدِ قَالَ نَعَمِ النَّارُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمِ الْمَاءُ قَالُوْا يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمِ الرِّيحُ قَالُوْا يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الرِّيحِ قَالَ نَعَمِ ابْنُ اٰدَمَ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ بِيَمِينِهِ يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ حرکت کرنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور انہیں یہ حکم دیا: وہ زمین کو تھامے رکھیں۔ فرشتے پہاڑوں کی طاقت پر بہت حیران ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: اے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں پہاڑوں سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں لوہا ہے۔ انہوں نے عرض کی: اے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں لوہے سے بھی زیادہ کوئی طاقتور چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں آگ ہے۔ انہوں نے عرض کی: اے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں آگ سے بھی طاقتور کوئی چیز ہے؟ پروردگار نے فرمایا: ہاں! پانی ہے۔ انہوں نے عرض کی: اے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں پانی سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ پروردگار نے فرمایا: ہاں! ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کی: اے پروردگار! آپ کی مخلوق میں ہوا سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ تو اس نے فرمایا: ہاں آدم علیہ السلام کا بیٹا جب وہ اس طرح دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو یعنی (اس صدقے کو) بائیں ہاتھ سے بھی پوشیدہ رکھے۔

3291- اخرجه احمد (۳/ ۱۲٤)، و عبد بن حميد ص (۳٦٥)، حديث (۱۲/٥) عن سليمان بن ابي سلمان عن انس فذكره.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اس روایت کے مرفوع ہونے کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

پہاڑ کے سبب زمین کا توازن برقرار رکھنا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ (لقمان:۱۰)

''اور اس (اللہ) نے زمین میں پہاڑ ڈال دیے تا کہ وہ تمہیں، جنبش نہ ہونے دیں۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ انسان کی تخلیق عناصر اربعہ (مٹی، پانی، آگ اور ہوا) سے ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں زمین جیسا بخل، پانی جیسا پھیلاؤ، آگ جیسا تکبر اور ہوا جیسا تجاوز پایا جاتا ہے۔ جسمانی طور پر خواہ انسان عناصر اربعہ سے کمزور ہے لیکن اخلاقی طور پر اقوی ہے۔ اس لیے کہ وہ زمین کو پامال کرتا ہے، پانی پر کنٹرول کر لیتا ہے، آگ کو بجھا دیتا ہے اور ہوا پر قابو پا لیتا ہے۔ اندرونی و داخلی امور پر کنٹرول کرنا انسان کے لیے دشوار ہوتا ہے لیکن خارجی امور پر قابو پانا آسان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی علمی مجلس میں اپنا فی الضمیر پیش کرنے کے لیے بلاتکلف گفتگو شروع کر دیتا ہے۔ غصہ کے وقت باشعور انسان اپنے آپ پر قابو پا کر اپنے طاقتور ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے، کیونکہ کسی کو گرا لینا قوت نہیں ہے۔ انسان اپنی طاقت کا مظاہرہ دائیں ہاتھ سے صدقہ دے کر بھی کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو اس کا علم نہ ہو۔

فائدہ نافعہ:

مؤخر الذکر دو احادیث مبارکہ اپنے موضوع و مقام سے غیر متعلق معلوم ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا باب وعنوان قائم نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ یہ الحاقی روایات ہوں اور اس مقام کی کسی حد تک مناسبت سے یہاں درج کی گئی ہوں۔

كِتَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

دعاؤں کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

دعا کے فضائل قرآن وحدیث کی روشنی میں:

قرآن وحدیث میں جابجا دعاؤں کا تذکرہ ہوا ہے، دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے، دعاؤں کی تفصیل بیان ہوئی ہے، دعا نہ کرنے والوں سے اظہار ناراضگی ہوئی ہے اور دعا کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ چند ایک فضائل دعا حسب ذیل ہیں:

۱- ارشاد ربانی ہے:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۝ (البقرہ:۱۸۶)

''اور (اے محبوب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں' جب وہ مجھ سے دعا کریں، پس انہیں چاہیے کہ وہ مجھ سے دعا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں تا کہ وہ کامیاب ہو جائیں۔''

۲- ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۝ (البقرہ:۲۰۱)

''اوران میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا اور آخرت میں اچھائی عطا کر اور ہمیں آتشِ جہنم سے محفوظ رکھ۔''

۳- ارشاد رب العالمین ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۝ (غافر:۶۰)

''اور تمہارے رب نے فرمایا: تم لوگ مجھ سے دعا کرو میں ضرور قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری عبادت سے منہ پھیرتے ہیں وہ عنقریب ذلت وخواری کی حالت میں جہنم میں ڈالے جائیں گے۔''

۴- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدعاء هو العبادة، ثم قرا: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ○ (غافر: ٦٠) (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ٣٣٤٧)

"دعا عین عبادت ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور تمہارے رب نے فرمایا: تم لوگ مجھ سے دعا کرو میں ضرور قبول کرتا ہوں، بیشک جو لوگ میری عبادت سے منہ پھیرتے ہیں، وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔"

۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس شیء اکرم علی اللہ تعالیٰ من الدعاء (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ٣٣٧٠)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز کوئی چیز نہیں ہے۔"

۶- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ١٨١٤)

"تقدیر کو صرف دعا ہی بدل سکتی ہے اور نیکی کے علاوہ کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کر سکتی۔"

۷- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا:

قال اللہ: یا ابن آدم، انک ما دعوتنی ورجوتنی غفرت لک علیٰ ما کان فیک ولا ابالی، یا ابن آدم لو بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لک ولا ابالی، یا ابن آدم انک لو اتیتنی بقراب الارض خطایاثم لقیتنی لاتشرک بی شیئاً لأتیتک بقرابها مغفرةً (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ١٢٣٤٦)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! جب تو مجھ سے دعا کرے گا، مجھ سے امید رکھے گا کہ جو کچھ بھی تو کرے میں بخش دوں گا تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک بھی پہنچ جائیں، پھر تو بخشش کا طالب ہو میں بخش دوں گا، مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ زمین کی وسعت کے برابر بھی ہوں تو میرے پاس اس حالت میں آئے کہ کسی کو شریک نہ بنایا ہو، تو میں تیرے یہ کثیر گناہ بھی بخش دوں گا۔"

۸- حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دعوة المرء المسلم لاخیه، بظهر الغیب مستجابة، عند راسه ملک موکل، کلما دعا لاخیه بخیر، قال الملک الموکل به، آمین ولک بمثل . (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ٢٧٣٣)

"مسلمان کی اپنے بھائی کے حق میں اس کی عدم موجودگی میں کی جانے والی دعا قبول کی جاتی ہے اس کے سر کے قریب ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جب وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس کے جواب میں کہتا ہے: آمین! تجھے بھی ایسا ہی نصیب ہو۔"

۹- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا عبادی! انی حرمت الظلم علیٰ نفسی وجعلته بینکم محرمًا فلا تظالموا، یا عبادی! کلکم

ضال الا من هديته فاستهدوني اهدكم، يا عبادي! كلكم جائع الا من اطعمته، فاستطعموني اطعمكم، يا عبادي! كلكم عار الا من كسوته فاستكسوني اكسكم، يا عبادي! انكم تخطئون بالليل والنهار، وانا اغفر الذنوب جميعاً، فاستغفروني اغفرلكم . (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۷۷)

"اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم حرام قرار دیا ہے، لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے کہ جسے میں ہدایت عنایت کروں، تو تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تمہیں ہدایت عنایت کروں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جسے میں کھانا کھلاؤں، تم مجھ سے کھانا طلب کرو، میں تمہیں کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جسے میں لباس پہناؤں، اس لیے تم مجھ سے لباس طلب کرو، میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو، میں گناہ بخشتا ہوں، تم مجھ سے گناہوں کی بخشش طلب کرو، میں تمہیں بخشش دوں گا۔"

۱۰- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فتح له منكم باب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة، وما سئل الله شيئاً يعطى احب اليه من ان يسأل العافية: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل، فعليكم عباد الله، بالدعاء . (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث: ۲۵۲۶)

"تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھولا گیا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھولے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیا جاتا ہے، اس کے ہاں زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ گناہوں کی معافی طلب کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا اس اس مصیبت کے لیے مفید ہے جو ختم ہو چکی ہے اور اس مصیبت کے لیے بھی جو ابھی تک باقی ہے۔"

۱۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انه من لم يسأل الله يغضب عليه (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۳۷۳)

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔"

۱۲- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن مسلم يدعو بدعوة ليس فيها اثم ولا قطيعة رحم الا اعطاه الله بها احدى ثلاث: اما ان تجعل له دعوته، واما ان يدخرها له في الأخرة، واما ان يصرف عنه من السوء مثلها، قالوا: اذا نكثر، قال: الله اكثر . (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۹۱۷)

"جب مسلمان ایسی دعا کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عنایت کرتا ہے: (۱) اس کی دعا فوراً قبول کر لی جاتی ہے۔ (۲) یا وہ دعا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ کر لی جاتی ہے۔ (۳) یا اس سے اس کی تکلیف کو دور کر دیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر تو ہم بکثرت

دعائیں کریں گے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی زیادہ قبول کرنے والا ہے۔"

۱۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیده، ان العبد لیدعو الله تعالیٰ وهو علیه غضبان، فیعرض عنه، ثم یدعوه، فیقول الله تعالیٰ لملائکته: ابی عبدی ان یدعو غیری یدعونی فاعرض عنه اشهدکم انی قد استجبت له . (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث: ۲۵۳۵)

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! بندہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں پکارتا ہے کہ وہ اس سے ناراض ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرتا ہے۔ وہ بندہ تب بھی اللہ تعالیٰ کو پکارے جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے بندے نے میرے غیر کو پکارنے سے انکار کر دیا ہے، وہ مجھے پکارے جا رہا ہے حالانکہ میں نے اس سے اعراض کر لیا تھا۔ لہٰذا میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے۔"

قرآن وحدیث کی دعاؤں کے فضائل کا خلاصہ:

قرآن وسنت میں چار قسم کی دعائیں مذکور ہیں: (۱) وہ دعائیں ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام شب وروز اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہے۔ (۲) وہ دعائیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگنے کا خصوصیت سے حکم دیا گیا۔ (۳) وہ دعائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نازل فرمائیں۔ (۴) وہ دعائیں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سکھائیں۔ ان دعاؤں کے فضائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) دعا کرنا حکم خدا پر عمل کرنا ہے۔ (۲) دعا کرنا سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (۳) دعا کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ (۴) دعا کرنا بہترین عبادت ہے۔ (۵) دعا عبادت کا مغز ہے۔ (۶) دعا رحمت کی چابی ہے۔ (۷) دعا کائنات کا نور ہے۔ (۸) دعا دین کا ستون ہے۔ (۹) دعا مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ (۱۰) دعا کے سبب مصائب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ (۱۱) دعا بندے کو بارگاہ الٰہی کا مقبول بناتی ہے۔ (۱۲) دعا حصول برکات کا ذریعہ ہے۔ (۱۳) دعا اللہ تعالیٰ کے حضور معزز ترین چیز ہے۔ (۱۴) دعا آرام وسکون کا ذریعہ ہے۔ (۱۵) دعا سے امراض دور ہوتے ہیں۔ (۱۶) دعا ایک بہترین لشکر ہے۔ (۱۷) دعا حصول عافیت کا ذریعہ ہے۔ (۱۸) دعا کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ (۱۹) دعا سے رحمت خداوندی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (۲۰) دعا دارین میں کامیابی کا سبب ہے۔ (۲۱) دعا کے ذریعے بندہ جنت کا حقدار بنتا ہے۔ (۲۲) دعا کرنے والے کے جواب میں فرشتے آمین کہتے ہیں۔ (۲۳) دعا کرنے والے کی آواز کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ (۲۴) دعا کرنے والے کو عابد کے برابر ثواب دیا جاتا ہے۔ (۲۵) دعا سے بندے کا اللہ پر یقین مستحکم ہوتا ہے۔ (۲۶) دعا بندے کو عجز وانکسار کا مجسمہ بناتی ہے۔ (۲۷) دعا سے اللہ تعالیٰ بندے پر خوش ہوتا ہے۔ (۲۸) دعا قرب خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ (۲۹) دعا سے صفت عبدیت کا اظہار ہوتا ہے۔ (۳۰) دعا سے انسان میں عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ (۳۱) دعا کرنے والے کو حالت عبادت میں لکھا جاتا ہے۔ (۳۲) دعا سے اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔

دعا کرنے کے مخصوص اوقات:

کسی وقت بھی دعا کی جائے قابل قبول ہوتی ہے لیکن کچھ اوقات ایسے ہیں جن میں دعا جلدی قبول کی جاتی ہے۔اس سلسلہ میں چند اوقات کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

(۱) فرض نماز سے فراغت پر (۲) قرآن کریم کی تکمیل پر (۳) حالت سجدہ میں (۴) دشمن کے مقابل میدان جہاد میں (۵) باران رحمت کے نزول کے وقت (۶) کعبہ پر نظر پڑتے وقت (۷) علمی وروحانی مجلس میں (۸) دل پر رقت طاری ہوتے وقت (۹) دوتہائی رات گزرنے پر (۱۰) باوضو خشوع وخضوع سے دو رکعت نوافل ادا کرنے کے بعد (۱۱) رمضان میں سحری کے وقت (۱۲) رمضان میں افطاری کے وقت (۱۳) شب قدر میں (۱۴) نو ذی الحجہ کو میدان عرفات کے قیام کے دوران میں (۱۵) ماہ رمضان کے شب وروز میں (۱۶) شب جمعہ وروز جمعہ میں (۱۷) بروز جمعہ بعد نماز عصر تا غروب آفتاب (۱۸) مسجد کی طرف روانہ ہوتے وقت (۱۹) اذان کے اختتام پر (۲۰) اذان واقامت کے درمیان میں (۲۱) امام کے ولا الضالین کہتے وقت (۲۲) حالت رکوع میں (۲۳) تلاوت قرآن کے بعد (۲۴) ختم قرآن کے وقت (۲۵) مرغ کی بانگ سنتے وقت (۲۶) آب زمزم نوش کرتے وقت (۲۷) ذکر وفکر کی مجلس کے دوران (۲۸) مسلمان کی روح نکلتے وقت (۲۹) آفتاب کے زوال پذیر ہوتے وقت (۳۰) سورہ اخلاص کی تلاوت کے بعد (۳۱) شب برات میں (۳۲) رجب کی چاندرات میں (۳۳) رات کو سونے سے قبل (۳۴) عیدالفطر کی رات میں (۳۵) شب عیدالاضحیٰ میں (۳۶) صحیح بخاری کے مطالعہ کے دوران جب اصحاب بدر پہنچے (۳۷) معلم کسی کتاب کا آغاز کراتے وقت (۳۸) کسی کتاب کی تکمیل کے وقت (۳۹) اذان کے اختتام پر (۴۰) کسی وظیفہ یا ذکر کے اختتام پر (۴۱) مزارات پر حاضری کے وقت (۴۲) روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت (۴۳) ریاض الجنۃ میں نوافل کے بعد (۴۴) حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نوافل کے بعد۔

دعا کی قبولیت کے مقامات

جس طرح کسی بھی وقت میں دعا کی جاسکتی ہے،اسی طرح کسی بھی مقام پر دعا کرنا جائز ہے لیکن بعض مقامات پر کی جانے والی دعا جلدی اور یقینی قبول ہوتی ہے۔ان میں سے چند ایک مقامات حسب ذیل ہیں:

(۱) مطاف کعبہ میں (۲) حجر اسود، بیت اللہ اور ملتزم کے درمیان میں (۳) خانہ کعبہ کے قریب رکن شامی اور رکن یمانی کے مابین ملتزم کے مقابل مستجار ہیں۔ (۴) بیت اللہ کے اندر (۵) میزاب رحمت کے نیچے (۶) حجر اسود کے قریب (۷) حطیم کعبہ کے اندر (۸) رکن یمانی کے قریب (۹) مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس (۱۰) آب زمزم کے کنویں کے قریب (۱۱) مقام صفا پر (۱۲) مقام مروہ پر (۱۳) صفا ومروہ کے دوران میلین اخضرین سے گزرتے ہوئے (۱۴) میدان عرفات میں قیام کے دوران (۱۵) مزدلفہ میں بالخصوص مشعر الحرام کے قریب (۱۶) میدان منیٰ میں (۱۷) جمروں کو کنکریاں مارتے وقت تینوں مقامات میں (۱۸) جب کعبہ پر نظر پڑے (۱۹) مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے وقت (۲۰) جہاں ایک دعا قبول ہو، وہاں دوسری دعا کرنا (۲۱) اولیاء وصالحین کی مجلس صحبت میں (۲۲) مواجہہ شریف میں حاضری کے وقت (۲۳) منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب

(۲۴) مسجد نبوی شریف کے ستونوں کے قریب (۲۵) مسجد قبا میں نوافل کے آخر میں (۲۶) مسجد الفتح میں بروز بدھ نماز ظہر اور نماز عصر کے درمیان (۲۷) مدینہ طیبہ کی ہر اس مسجد میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو (۲۸) مدینہ طیبہ کے ہر اس کنویں کے پاس جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو (۲۹) جبل احد کے پاس (۳۰) مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ کے ہر اس مقام پر جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے (۳۱) جنت المعلیٰ کے مزارات کے پاس (۳۲) جنت البقیع کے مزارات کے پاس (۳۳) مزار غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس (۳۴) مزار حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس (۳۵) مزارات اولیاء وصالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے پاس (۳۶) مزارات علماء ومشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے قریب (۳۷) مرکزی مسجد میں پہنچنے پر (۳۸) مزارات والدین کے پاس (۳۹) مزارات اساتذہ پر حاضری کے وقت۔

وہ لوگ جن کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں:

بعض وہ خوش قسمت لوگ ہیں، جن کی دعائیں اللہ تعالیٰ یقینی طور پر قبول کرتا ہے بلکہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں کی دعائیں بھی قبول کی جاتی ہیں، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) انبیاء ومرسلین علیہم السلام (۲) اولیاء وصالحین رحمہم اللہ تعالیٰ (۳) والدین کی دعا اپنی اولاد کے حق میں (۴) اولاد کی دعا اپنے والدین کے حق میں (۵) حجاج کرام اور معتمرین کی دعائیں اپنے لیے اور دوسروں کے حق میں حتیٰ کہ وہ گھر واپس آ جائیں۔ (۶) مسلمان کی دعا جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں (۷) بیابان میں اذان واقامت کے ساتھ تنہا نماز پڑھنے والے کی دعا (۸) مریض کی دعا اپنے اور عیادت کرنے والوں کے حق میں (۹) مجاہد فی سبیل اللہ کی دعا گھر واپس لوٹنے تک (۱۰) سلطان عادل کی دعا اپنی رعایا کے حق میں (۱۱) مظلوم کی دعا ظالم کے حق میں (۱۲) مسافر کی دعا اپنے گھر واپس لوٹنے تک (۱۳) روزہ دار کی دعا اپنے اور دوسروں کے حق میں (۱۴) اللہ تعالیٰ کے خوف سے گناہ ترک کرنے والے کی دعا (۱۵) بکثرت ذکر الٰہی کرنے والے کی دعا (۱۶) دوران جہاد ثابت قدم رہنے والے کی دعا (۱۷) بے سہارا ولاچار شخص کی دعا (۱۸) رات کے آخری حصہ میں قیام کے بعد کی جانے والی دعا (۱۹) مجلس ذکر کے برخواست ہونے سے قبل مانگی جانے والی دعا (۲۰) پریشان حال اور شکستہ دل لوگوں کی دعا (۲۱) والدین کے فرمانبردار کی دعا والدین اور اپنے حق میں (۲۲) نیک وصالح آدمی کی دعا (۲۳) مصیبت میں مبتلا شخص کی دعا (۲۴) باعمل علماء ومشائخ کی دعا اپنے اور مریدین کے حق میں (۲۵) اساتذہ کی دعا اپنے تلامذہ کے حق میں (۲۶) دینی طلباء کی دعا اپنے اور دوسروں کے حق میں (۲۷) مجمع عام کی دعا ملک وملت کے حق میں (۲۸) رمضان المبارک میں سحری کرنے والوں کی دعا اپنے اور دوسروں کے حق میں (۲۹) افطاری کرنے والوں کی دعا اپنے اور دوسروں کے حق میں (۳۰) تحفظ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نفاذ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھر سے نکلنے والے قائدین اور کارکنوں کی دعا۔

اوراد ووظائف اور درود شریف کی طرح دعا کے بھی کچھ آداب ہیں، جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے دعا کی جائے تو دعا جلدی اور یقین کی حد تک قبول کی جاتی ہے۔ چند ایک آداب دعا حسب ذیل ہیں:

(۱) جسم کا پاک ہونا (۲) لباس کا پاک ہونا (۳) کھانا، پینا اور لباس حلال کمائی کا ہونا (۴) جاء دعا کا پاک ہونا (۵) دعا سے قبل خفیہ طور پر صدقہ وخیرات کرنا (۶) جن لوگوں کے حقوق واجب الادا ہوں، ان سے معاف کرائے یا انہیں ادا کرے (۷) پوشیدہ طور پر دعا کرنا (۸) دعا سے قبل گزشتہ کی توبہ کرنا (۹) باوضو ہو کر دعا کرنا (۱۰) قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا (۱۱) دو زانو بیٹھ عاجزی سے دعا کرنا (۱۲) دعا سے قبل تحمید وتصلیہ پڑھنا (۱۳) دعا سے اول وآخر درود شریف پڑھنا (۱۴) دعا کا آغاز اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے کرنا (۱۵) دعا کا آغاز اپنی ذات سے کرنا پھر اس میں دوسروں کو شامل کرنا (۱۶) دوران دعا انبیاء بالخصوص امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لانا (۱۷) دعا میں حضور غوث پاک، حضرت امام ابوحنیفہ اور حضور داتا صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کا وسیلہ لانا (۱۸) دعا کے وقت زندگی میں کی گئی بڑی نیکی کو بطور وسیلہ پیش کرنا (۱۹) دعا کے وقت صفات باری تعالیٰ، آسمانی کتب، انبیاء، ملائکہ، اولیاء، صالحین، سادات کرام اور مشائخ کا ذکر بطور وسیلہ کرنا (۲۰) دونوں ہاتھ کشادہ، بلند اور کپڑے سے باہر رکھنا (۲۱) دعا میں خشوع وخضوع کی کیفیت پیدا کرنا (۲۲) دوران دعا آخرت پہلے اور دنیا بعد میں مانگنا (۲۳) دعا ایمان ویقین کے ساتھ مانگنا (۲۴) دعا صرف نیکی کی کرنا (۲۵) قرآن وحدیث میں مذکور دعاؤں سے انتخاب کرنا (۲۶) دعا کسی بھی زبان میں مانگی جاسکتی ہے مگر افضل عربی میں ہونا (۲۷) اجتماعی دعا کا جامع اور مختصر ہونا (۲۸) خشیت باری تعالیٰ، حصول جنت، اعمال صالحہ کی قوت اور صحت وتندرستی کی دعا کرنا (۲۹) اطاعت خداوندی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کرنا (۳۰) دعا کو اپنی ذات تک محدود نہ رکھنا بلکہ ملک وملت کی خوشحالی واستحکام کو بھی شامل کرنا (۳۱) دعا میں اپنے مشائخ، اساتذہ، والدین، اعزاء واقارب اور اہل خانہ کو شامل کرنا۔

اذکار ودعوات

ماقبل سے ربط:

کتاب التفسیر کے بعد کتاب الدعوات لائی گئی ہے، دونوں کے درمیان تقدیم وتاخیر کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح تلاوت قرآن، قرآن فہمی اور احکام قرآن پر عمل کرنا بہترین عبادت ہے، اسی طرح اذکار اور دعوات بھی افضل ترین ریاضت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر ومنزلت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ایک مشہور حدیث قدسی کا مفہوم یوں ہے کہ جو شخص تلاوت قرآن میں مشغولیت کی وجہ سے زیادہ نہیں مانگ سکتا، تو اللہ تعالیٰ اسے مانگنے والوں سے زیادہ عنایت کرتا ہے۔ نیز جس طرح تلاوت قرآن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اخبات ونیازمندی کا ذریعہ ہے، اسی طرح اذکار ودعوات بھی اس کے حضور عجز وانکسار کا سبب ہیں بلکہ ایسے لوگوں کو بایں الفاظ قرآن خوشخبری سناتا ہے: وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ (الحج: ۳۴) اے محبوب! ہمہ تن تصویر انکسار بننے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔

خواہ عنوان میں محض ''دعوات'' کا لفظ استعمال ہوا ہے مگر اذکار کا لفظ بھی ملحوظ ہے۔ دعوات دعا کی جمع ہے جس کا معنی ہے: حاصل کرنا، طلب کرنا۔ لفظ ''اذکار'' ذکر کی جمع ہے جس کا معنی ہے: یاد کرنا، ورد کرنا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْ

تُمْ ﴿وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ (البقرہ ۱۵۲)"پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، تم میرا شکر ادا کرو اور نافرمانی نہ کرو"۔ علاوہ ازیں جس طرح نماز میں تلاوت قرآن (قرأت) کی جاتی ہے، اسی طرح دوران نماز اذکار اور دعائیں بھی کی جاتی ہیں، کیونکہ اسماء باری تعالیٰ، تسبیح وتہلیل اور دعاؤں کا سلسلہ موجود ہے جو مختلف انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور گزگڑا کر کی تھیں۔

فائدہ نافعہ:

نماز میں تلاوت قرآن (قرأت) کی جاتی ہے لیکن تلاوت نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ خارج نماز بھی تلاوت کی جا سکتی ہے، اسی طرح اذکار اور دعائیں بھی نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ خارج نماز میں بھی مانگی جا سکتی ہیں۔

اذکار ودعوات کی اقسام:

محدثین کرام نے اذکار ودعوات کی دس (۱۰) اقسام بیان کی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱،۲۔تسبیح وتحمید:

تسبیح سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا، سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا ہے جبکہ تحمید سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کے کمالات اور خوبیوں کو بیان کرنا۔ تسبیح وتحمید دونوں کے مجموعہ سے مراد ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ کی پاکی اور ثنا بیان کرنا۔ یہ وظیفہ معرفت ربانی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس وظیفہ کی فضیلت زبان نبوت سے یوں بیان کی گئی ہے: یہ دو جملے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور ترازو پر بھاری ہیں یعنی ان کا اللہ تعالیٰ کے حضور اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔

۳۔تہلیل:

اس سے مراد ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا، یہ وہ مقدس کلمات ہیں جو انسان کو شرک جلی وخفی سے نجات دیتے ہیں اور جنتی ہونے کا حقدار بنا دیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے آخری کلمات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یہاں تہلیل سے مراد پورا کلمہ طیبہ مراد ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

۴۔تکبیر:

اس سے مراد ہے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا۔ اس ذکر کو ذکر اعظم کہا جا سکتا ہے، کیونکہ اس اعلان کی وجہ سے انسان تمام معبودان باطلہ کے خاتمہ کا اظہار کرتا ہے اور اپنے دل سے اقرار کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کو بڑا تصور کرتا ہے۔

۵۔فوائد طبی:

ان سے مراد ایسے اذکار ووظائف ہیں جو مسلمان کے لیے روحانی یا جسمانی طور پر نافع مفید ہوں، خواہ وہ فوائد خلقت کے اعتبار سے ہوں یا اعضاء وجوارح کے لحاظ سے ہوں، خواہ جاہ اولاد واموال کے سبب ہوں۔ آنکھوں کا نور، کانوں کی سماعت، دل کی حرکت، زبان کا ذائقہ اور دماغ جیسا کیمرہ وغیرہ سب ذکر الٰہی کے وقت ذات باری کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

۶-اظہار نیاز مندی وفروتنی:

انسان کا بڑا اعزاز یہ ہے کہ عجز و نیاز مندی کی تصویر بن کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دے اور رب کا ہو جائے۔ اس بارگاہ میں انسان جتنا اپنے آپ کو جھکاتا ہے، اتنا ہی معزز و محترم بنتا ہے۔ شیطان تکبر و غرور کی وجہ سے راندہ درگاہ اور ذلیل و خوار ہوا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام عجز و نیاز مندی کے سبب مقبول بارگاہ ہوئے۔ زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حقیقت کا یوں اعلان کیا گیا ہے: من تواضع اللہ رفعہ اللہ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے عجز و انکسار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ، مقام بلند کرتا ہے۔ علاوہ ازیں انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت و ریاضت کرنا ہے، چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ وَالْجِنَّ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ یعنی ہم نے انسان کو محض اپنی ریاضت و عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

۷-توکل وللہیت:

اس ذکر کا مطلب یہ ہے عقائد و افکار، عبادات اور معاملات میں خلوص کا مقصد رضائے خداوندی ہو بلکہ ہر معاملہ میں انسان اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین کرے۔ جب انسان اپنے امور کے حوالے سے محض اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے' تو وحدہٗ لاشریک اس کے تمام کام ایسے پایۂ تکمیل کو پہنچا دیتا ہے کہ اسے محسوس بھی نہیں ہوتا کہ ایسا ہو جائے گا۔

۸-استغفار:

اس کا مطلب ہے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا اور توبہ کرنا۔ اپنے گناہوں کا اعتراف، آئندہ نہ کرنے کا عہد اور بخشش طلب کرنا توبہ کے مشہور ارکان ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے' تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اپنے فرشتوں میں اظہار مسرت کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے: اے فرشتو! دیکھو یہی انسان ہے جس کی عدم تخلیق کا تم نے مشورہ دیا تھا، تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اپنے بندے کی مغفرت کر دی ہے اور اس سے راضی ہو گیا ہوں۔

۹-اللہ تعالیٰ کے اسماء سے حصول برکت:

جس طرح ذات باری تعالیٰ بے مثل و بابرکت ہے، اسی طرح اسماء باری تعالیٰ بھی بے مثل و بابرکت ہیں۔ جب اسماء الٰہی کا ذکر کر کے خداوند تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کی رحمت انسان کی طرف متوجہ ہوتی ہے' تو اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔

۱۰-درود شریف:

اذکار و دعوات میں ممتاز ترین ایک ذکر یا دعا درود شریف ہے، جس کو اپنانے کے لیے اپنے فرشتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ خود بھی شامل ہوا اور مسلمانوں کو خصوصیت سے اس کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو تم بھی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام بھیجو جیسا کہ سلام پیش کرنے کا حق ہے۔

بھی وہ درود پاک ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کرنے کے لیے فرشتے شب و روز مشغول ہیں اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب تک یہ وظیفہ اعظم نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نماز بھی قبول نہیں کرتا۔

اذکار متعدد ہونے کی وجوہات:

اس مقام پر دریافت طلب یہ بات ہے کہ اذکار متعدد و کثیر کیوں ہیں؟ اس کے کئی جوابات ہیں:

☆ ہر ذکر میں خاص حکمت و راز ہے، محض ایک ذکر کافی نہیں ہے بلکہ مختلف مقاصد اور مواقع کے لیے کثیر اذکار ہونے چاہئیں۔

☆ اگر بالفرض ایک ذکر ہو تو لوگوں کے ہاں اس کی اہمیت نہ ہو اور متعدد اذکار کی وجہ سے اس کی اہمیت کو واضح کرنا بھی مقصود ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ الدُّعَاءِ

باب 1: دُعا کی فضیلت

3292 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِى الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الدُّعَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ

توضیح راوی: وَعِمْرَانُ الْقَطَّانُ هُوَ ابْنُ دَاوَرَ وَيُكْنٰى اَبَا الْعَوَّامِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے زیادہ عزیز اور کوئی چیز نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اس روایت کے "مرفوع" ہونے کو صرف عمران نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

عمران نامی راوی داؤد کے صاحبزادے ہیں، ان کی کنیت ابوعوام ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عمران سے منقول ہے۔

3292- اخرجه ابن ماجه (١٢٥٨/٢): كتاب الدعاء: باب: فضل الدعاء رقم (٣٨٢٩).

بَابُ مِنْهُ

باب 2: بلا عنوان

3293 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: دُعا عبادت کا مغز ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس حوالے سے "غریب" ہے ہم اسے صرف ابْنِ لَهِيعَةَ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

3294 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ ذَرٍّ عَنْ يُسَيْعٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَاَ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ مَنْصُوْرٌ وَّالْاَعْمَشُ عَنْ ذَرٍّ وَّلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ذَرٍّ

توضیحِ راوی: هُوَ ذَرُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَمْدَانِيُّ ثِقَةٌ وَّالِدُ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: دُعا ہی عبادت ہے۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"تمہارے پروردگار نے یہ فرمایا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا' بے شک جو تکبر کرتے ہوئے میری بندگی چھوڑتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں رسوا ہو کر داخل ہوں گے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

منصور نے اس روایت کو اعمش کے حوالے سے ذر سے نقل کیا ہے۔ ہم اس روایت کو صرف ذر کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔ یہ صاحب ذر بن عبداللہ ہمدانی ہیں اور ثقہ ہیں۔ یہ عمر بن ذر کے والد ہیں۔

3294۔ اخرجه ابوداؤد (۱/۴٦٦) كتاب الصلاة: باب: الدعاء رقم (۱۴۷۹)، و ابن ماجه (۲/۱۲۵۸): كتاب الدعاء: باب: فضل الدعاء برقم (۳۸۲۸).

بَابُ مِنْهُ

باب 3: بلاعنوان

3295 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ اَبِى الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ لَّمْ يَسْاَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى وَكِيْعٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِى الْمَلِيْحِ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاَبُو الْمَلِيْحِ اسْمُهُ صَبِيْحٌ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُهُ وَقَالَ يُقَالُ لَهُ الْفَارِسِىُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ حُمَيْدٍ اَبِى الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ سے مانگتا نہیں' اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) وکیع نے کئی راویوں کے حوالے سے' ابوالملیح کے حوالے سے' اس روایت کو نقل کیا ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

ابوالملیح نامی راوی کا نام صبیح ہے۔ میں نے امام بخاری کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے انہیں فارسی کہا جاتا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3296 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مَرْحُوْمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا اَبُوْ نَعَامَةَ السَّعْدِىُّ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِىِّ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزَاةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَكَبَّرَ النَّاسُ تَكْبِيْرَةً وَّرَفَعُوْا بِهَا اَصْوَاتَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَصَمَّ وَلَا غَائِبٍ هُوَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رُءُوْسِ رِحَالِكُمْ ثُمَّ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَلَا اُعَلِّمُكَ كَنْزًا مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

3295- اخرجه ابن ماجه (١٢٥٨/٢): كتاب الدعاء: باب: فضل الدعاء رقم (٣٨٢٧).

3296- اخرجه البخارى (٥٣٧/٧): كتاب المغازى: باب: غزوة خيبر، حديث (٤٢٠٢)، (١٩١/١١): كتاب الدعوات باب: الدعاء اذا علا عقبه، حديث (٦٣٨٤)، و الحديث اطرافه فى (٦٤٠٩، ٦٦١٠، ٧٣٨٦)، و مسلم (٣١/٩ - النووى) كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار: باب: استحباب خفض الصوت بالذكر، حديث (٤٥ - ٤٦ - ٤٧/٢٧٠٤)، و ابوداؤد (٤٧٨/١): كتاب الصلاة باب: فى الاستغفار، حديث (١٥٢٦ - ١٥٢٧ - ١٥٢٨)، و ابن ماجه (١٢٥٦/٢) كتاب الادب: باب: ما جاء فى (لا حول و لا قوة الا بالله)، حديث (٣٨٢٤) و احمد (٣٩٤/٤، ٣٩٩، ٤٠٠، ٤٠٢، ٤٠٣، ٤٠٧، ٤١٧، ٤١٨)، و ابن خزيمة (١٤٩/٤) حديث (٢٥٦٣)، و عبد بن حميد ص (١٩١) حديث (٥٤٢) من طريق ابى عثمان النهدى عن ابى موسى الاشعرى، فذكره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلٍّ وَاَبُوْ نَعَامَةَ السَّعْدِيُّ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ عِيْسٰى

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنگ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ ہم واپس آ رہے تھے اور ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو لوگوں نے تکبیر کہنی شروع کی۔ انہوں نے بلند آواز میں تکبیر کہی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا پروردگار بہرہ یا غیر موجود نہیں ہے وہ تمہارے اور تمہاری سواریوں کے سر کے درمیان ہے (یعنی تمہارے بہت قریب ہے)۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہیں جنت کے خزانے کی تعلیم دوں؟ (وہ یہ ہے) "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

ابوعثمان نہدی کا نام عبدالرحمٰن بن مُل ہے۔

ابونعامہ سعدی کا نام عمرو بن عیسیٰ ہے۔

شرح

فضائل دعا:

ان روایات میں دعا کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان احادیث کی وضاحت بالترتیب سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- پہلی حدیث میں دعا کو محبوب ترین چیز قرار دیا گیا ہے۔ دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب چیز اس لیے ہے کہ اس کا محبوب ترین عبادت نماز کے ساتھ گہرا تعلق ہے کیونکہ قیام میں قرأت کی شکل میں، تشہد میں درود شریف اور دعوات ماثورہ کی صورت میں نمازی دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ دعا اللہ تعالیٰ کے حضور محبوب ترین چیز اس لیے بھی ہے کہ اس میں لوگوں کی مشکل کشائی کا سامان موجود ہے پھر عابد اور معبود کے درمیان خاص تعلق بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ o کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: هٰذا بيني و بين عبدي و لعبدي ما سال "یعنی یہ الفاظ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہیں اور میرے بندے کے لیے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرتا ہے۔" گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب ترین عبادت نماز میں فاتحہ وغیرہ کی صورت میں دعاؤں کا وسیع سلسلہ شامل کر کے اس کو بھی محبوب ترین چیز بنا دیا ہے۔

۲- دوسری حدیث میں دعا کو نماز کا مغز قرار دیا گیا ہے۔ دعا نماز کا مغز اس طرح ہے کہ کمال درجہ کے عجز و انکسار کا نام عبادت ہے اور ہر عبادت عجز و نیاز مندی کا مجموعہ ہوتی ہے جبکہ دعا میں بھی انتہائی درجہ کی نیاز مندی ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ o وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ o "نیک لوگ رات میں بہت کم سوتے

ہیں اور آخری شب میں استغفار کرتے ہیں۔'' متقی لوگ جہاں ہمہ وقت بالخصوص رات کے وقت عبادت وریاضت میں مشغول رہتے ہیں، وہاں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر توبہ واستغفار کرنا بھی ان کے معمولات کا حصہ ہوتا ہے۔

۳۔ تیسری حدیث میں ''دعا'' کو عین عبادت قرار دیا گیا ہے۔ دعا کو عین عبادت قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ انسان یہ خیال نہ کرے کہ میرا کام محض دعا کرنا ہے اور عبادت کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس روایت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دعا بھی عبادت ہے۔ لہٰذا کوئی شخص دعا اور عبادت میں امتیاز نہ کرے اور ایک کو دوسری پر فوقیت نہ دے بلکہ دونوں کو اہمیت دے یعنی عبادت بھی بجالائے اور دعا بھی کرے۔ علاوہ ازیں دونوں میں عجز و نیاز مندی کا علاقہ بھی ہے، جو کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔

۴۔ چوتھی حدیث میں دعا کی فضیلت واہمیت بیان کرتے ہوئے انسان کو اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، جو شخص اس سے نہیں مانگتا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان بندہ ہونے کے ناطے سے اللہ تعالیٰ کا اس قدر محتاج ہے کہ وہ کسی معاملہ میں بھی اپنے معبود سے مستغنی نہیں ہو سکتا، پھر عابد و معبود کے مابین تعلق کا تقاضا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے تاکہ مراسم بندگی میں انقطاع نہ ہو۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے' تو پروردگار اس سے بہت خوش ہوتا ہے اور اپنے فرشتوں میں اظہار مسرت کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے کہ اے ملائکہ! میرے بندے نے مجھ سے سوال کر کے واضح کر دیا کہ کائنات میں میرے سوا کوئی بھی عنایت وسوال کے لائق نہیں ہے، تم گواہ ہو جاؤ! میں اپنے بندے سے خوش ہوں، اسے وہ عنایت کروں گا جو اس نے طلب کیا بلکہ اس کے علاوہ مزید اپنی نعمتوں سے نوازوں گا، کیونکہ اسے خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے مجھے حیاء آتی ہے۔

۵۔ پانچویں روایت میں دو مسائل کو واضح کیا گیا ہے: (ا) ذکر بالجہر اور ذکر بالخفی دونوں جائز ہیں لیکن ذکر خفی افضل ہے، کیونکہ اس میں ریاکاری نہیں ہوتی۔ (۲) لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کو جنت کا خزانہ قرار دیا گیا ہے یعنی اس ذکر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاکر کو جنت اور جنت کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔ اس ذکر میں ایک طرف ذات باری تعالیٰ کو متصرف حقیقی قرار دیا گیا ہے اور دوسری طرف شیطان کے شر سے تحفظ کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الذِّكْرِ

باب 4: ذکر کی فضیلت

3297 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

3297- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۲٤٦): كتاب الادب: باب: فضل الذكر، حديث (۳۷۹۳) من طريق عمرو بن قيس عن عبد الله بن بسر، فذكره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اسلام کی تعلیمات بہت زیادہ ہیں۔ آپ ﷺ مجھے کسی ایسی چیز کے بارے میں بتائیں' جسے میں باقاعدگی سے اختیار کرلوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری زبان ہروقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''حسن غریب'' ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 5: بلاعنوان

3298 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِى الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِى سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِى فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهٖ فِى الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يَنْكَسِرَ وَيَخْتَضِبَ دَمًا لَكَانَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ اَفْضَلَ مِنْهُ دَرَجَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ دَرَّاجٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کن بندوں کا درجہ زیادہ ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی خواتین کا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص سے بھی زیادہ ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ (مجاہد) اپنی تلوار کے ساتھ کفار اور مشرکین کو قتل کرتا رہے، یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور خون آلود ہو جائے' تو بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے درجے کے اعتبار سے اس سے زیادہ فضیلت رکھتے ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف دراج کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

بَابُ مِنْهُ

باب 6: بلاعنوان

3299 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ هُوَ ابْنُ

3298۔ اخرجه احمد (۷۵/۳) من طريق بن لهيعة عن دراج، عن ابى الهيثم عن ابى سعيد الخدرى، فذكره.

3299۔ اخرجه ابن ماجه (۱۲٤٥/۲): كتاب الادب: باب: فضل الذكر، حديث (۳۷۹۰) و احمد (۱۹٥/٥) من طريق عبد الله بن سعيد بن ابى هند، عن زياد بن ابى زياد، مولى ابن عياش، عن ابى بحرية، عن ابى الدرداء، فذكره، و اخرجه احمد (۱۹٥/٥)، (٤٤٧/٦) من طريق موسى بن عقبة، عن زياد بن ابى زياد مولى ابن عياش عن ابى الدرداء، فذكره، ليس فيه (ابو بحرية).

ابی ہند عَنْ زِيَادٍ مَوْلَى ابْنِ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي بَحْرِيَّةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

متن حدیث: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ قَالُوا بَلَى قَالَ ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى قَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا شَيْءٌ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ مِثْلَ هَذَا بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنْهُ فَأَرْسَلَهُ

◆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہے اور تمہارے پروردگار کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور تمہارے درجات کی بلندی کے لیے سب سے زیادہ بہترین ہے اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور تمہارے لیے دشمن کا سامنا کرنے سے زیادہ بہتر ہے جب تم انہیں قتل کرو اور وہ تمہیں قتل کریں۔ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اس کے ذکر کے علاوہ کوئی دوسری چیز نجات نہیں دیتی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بعض راویوں نے اس روایت کو عبداللہ بن سعید کے حوالے سے اسی کی مانند اسی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے جبکہ بعض راویوں نے اس حوالے سے اسے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

فضائل ذکر:

تینوں ابواب میں ایک ایک حدیث منقول ہے، جن میں فضیلت ذکر بیان کی گئی ہے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱،۲- ایک صحابی رسول عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس میں ہمہ وقت ورد جان بناؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللهِ "یعنی زبان ہمیشہ ذکر خداوند سے تر رہے۔" اس روایت میں سوالیہ عبارت میں "شرائع الاسلام" سے مراد ہے: نفلی اعمال ہیں، کیونکہ فرائض وواجبات میں تبدیل کا سوال کرنا لایعنی ہے۔ اس لیے کہ ان میں تبدیلی بھی نہیں ہوسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب میں فرمایا گیا: تم ہمیشہ ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہو۔ نوافل اعمال میں سب سے افضل عمل ذکر الٰہی ہے، اس کے سبب انسان بارگاہ خداوندی میں ایسی قدر ومنزلت اور مقبولیت حاصل کرسکتا ہے کہ اس کے علاوہ حاصل نہیں ہوسکتی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ذکر الٰہی کی اہمیت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ما من شيء انجى من عذاب الله من ذكر الله، قالوا: ولا الجهاد في سبيل الله یعنی ذکر الٰہی کے علاوہ

عذابِ خداوندی سے کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی حتیٰ کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی۔ گویا ذکرالٰہی کی عظمت وفضیلت جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ میں ریاکاری کا امکان ہوسکتا ہے مگر ذکرالٰہی میں ریاکاری کا امکان ہرگز نہیں ہوسکتا۔

۳- تیسری روایت کے مطابق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ شخص سب سے معزز ومحترم اور محبوب ہوگا جو بکثرت ذکرالٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے جو شخص ذکرالٰہی میں ہمہ وقت شاغل رہتا ہے، وہ اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور وہ دنیا میں معصیات سے محفوظ رہتا ہے۔ ایسا انسان جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کے ساتھ بکثرت اعمال صالحہ ہوتے ہیں۔ ایسا شخص اس لازوال دولت کی وجہ سے قیامت کے دن اپنے پروردگار کے ہاں نہایت محترم ومحبوب ہوگا۔ علاوہ ازیں ارشاد خداوندی ہے: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ "پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔ تم میرا شکر کرو اور نافرمانی نہ کرو۔" جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیے بغیر اسے یاد کرتا ہے تو قیامت کے دن حسب وعدہ اللہ تعالیٰ بھی اسے فراموش نہیں کرے گا اور اسے بہترین صلہ سے نوازے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَوْمِ يَجْلِسُوْنَ فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مَا لَهُمْ مِنَ الْفَضْلِ

باب 7: جو لوگ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، اُن کی فضیلت کیا ہے؟

3300 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَغَرِّ اَبِيْ مُسْلِمٍ اَنَّهٗ شَهِدَ عَلٰى اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

متنِ حدیث: مَا مِنْ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَآئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَغَرَّ اَبَا مُسْلِمٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰى اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے گواہی دے کر نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بیان کی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب بھی کچھ لوگ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت انہیں

3300- اخرجه مسلم (۹/۲۷ - النووی) کتاب الذکر و الدعاء، والتوبة والاستغفار، باب: فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن و علی الذکر، حدیث (۳۹/۲۷۰۰)، و ابن ماجه (۲/۱۲٤٥): کتاب الادب: باب: فضل الذکر، حدیث (۳۷۹۱)، و احمد (۳/۳۳، ٤۹، ۹۲، ۹٤)، و عبد بن حمید ص (۲۷۲)، حدیث (۸٦۱) من طریق ابی اسحاق عن الاغر ابی مسلم، عن ابی هریرة و ابی سعید الخدری، فذکره.

ہوا نہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس (موجود فرشتوں میں) ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3301 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مَرْحُومُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا اَبُوْ نَعَامَةَ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا يُجْلِسُكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ قَالَ اللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَمَا كَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّيْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا يُجْلِسُكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ لِمَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِهٖ فَقَالَ اللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ قَالُوْا اللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ لِتُهْمَةٍ لَّكُمْ اِنَّهٗ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ نَعَامَةَ السَّعْدِيُّ اسْمُهٗ عَمْرُو بْنُ عِيْسٰى وَاَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلٍّ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد تشریف لائے تو دریافت کیا: آپ لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا: ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اللہ کی قسم! کیا آپ لوگ صرف اسی لیے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم صرف اسی مقصد کے لیے یہاں بیٹھے ہیں' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی تہمت کی وجہ سے آپ لوگوں سے قسم نہیں لی۔ ایسا کوئی شخص نہیں ہوگا' جو نبی اکرم ﷺ سے اتنا قریب ہو' جتنا میں قریب تھا اور وہ مجھ سے کم روایت نقل کرتا ہو (لیکن میں تمہیں یہ حدیث سنا رہا ہوں)

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے حلقے کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے دریافت کیا: تم لوگ کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے اور اس نے جو ہمیں اسلام کی طرف ہدایت نصیب کی اور اس کے ذریعے احسان کیا' اس بات پر اس کی حمد بیان کرنے کے لیے بیٹھے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اللہ کی قسم! کیا تم لوگ صرف اسی مقصد کے لیے بیٹھے ہو؟ تو ان لوگوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! ہم صرف اسی مقصد کے لیے بیٹھے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: میں نے کسی الزام کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی۔ ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے

3301- اخرجه مسلم (٢٧/٩ - النووی): کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب: فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن، حدیث (٢٧٠١/٤٠)، و النسائی (٢٤٩/٨): کتاب آداب القضاة: باب: کیف یستحلف الحاکم، و احمد (٩٢/٤) من طریق ابی سعید الخدری عن معاویة بن ابی سفیان، فذکره.

مجھے بتایا: اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم لوگوں پر فخر کر رہا ہے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ابونعامہ سعدی کا نام عمرو بن عیسیٰ ہے اور ابوعثمان نہدی کا نام عبدالرحمن بن مل ہے۔

شرح

اجتماعی ذکر کی فضیلت:

اس باب میں دو احادیث مبارکہ منقول ہیں، جن میں اجتماعی ذکر کی عظمت وفضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ یہاں ذکر سے مراد عام ہے۔ ذکر الٰہی، ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، درس وتدریس کا حلقہ، علمی مذاکرہ، صالحین کی مجلس تربیت، طلباء کا اپنے اسباق کا اعادہ، حلقہ تلاوت قرآن، حلقہ درس قرآن، مجلس درس حدیث اور اہل علم کا تربیتی حلقہ۔ جب انسان آداب کو ملحوظ خاطر رکھتا ہوا ایسی نشست میں شامل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہے۔ مجلس میں خلاف آداب حرکت یا چلا کر ذکر کرنا ممنوع ہے۔ ایک مشہور روایت میں ایسے عمل کی ممانعت شدت سے وارد ہے۔ ایک مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چلا کر ذکر الٰہی کر رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یوں مخاطب ہوئے: **ایها الناس! اربعوا علی انفسکم انکم لیس تدعون اصم ولا غائباً، انکم تدعون سمیعا قریبا وهو معکم** (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۰۴) "اے لوگو! تم نرمی اختیار کرو، تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں سناتے، تم خوب سننے والے حاضر کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔"

جب لوگ ریاکاری سے احتراز کرتے ہوئے محض رضائے الٰہی سے ا[illegible]ی ذکر کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنے مقرب ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ فخریہ طور پر اپنے فرشتوں میں کرتا ہے۔ اس طرح ذاکرین کا پورا حلقہ بارگاہ خداوندی میں ایک خاص مقام حاصل کر لیتا ہے۔ پھر ان کی یہ شان ہو جاتی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا یہ مرتبہ ہے:

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَوْمِ يَجْلِسُوْنَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ

باب 8: جو لوگ بیٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے

3302 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْاَمَةِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

3302ـ اخرجه احمد (۲/۴۴۶، ۴۵۳)، و ابوداؤد (۲/۶۸۰): کتاب الادب، باب: کراهية ان يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله، حديث (۴۸۵۵)، و البيهقي في شعب الايمان، حديث (۵۴۶)، و النسائي في عمل اليوم والليلة (۶/۱۰۷)، حديث (۱۰۲۳۸/۲)، و اخرجه الحاكم (۱/۴۹۶)، و قال: صحيح الاسناد، و لم يخرجاه، و صالح ليس بالساقط، و تعقبه الذهبي بقوله: صالح ضعيف

متنِ حدیث: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنَى قَوْلِهِ تِرَةً يَعْنِي حَسْرَةً وَنَدَامَةً وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْعَرَبِيَّةِ التِّرَةُ هُوَ الثَّأْرُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کچھ لوگ کسی مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے اور اس کے اور اپنے نبی علیہ السلام پر درود نہیں بھیجتے' تو یہ بات (قیامت کے دن) ان کے لیے نقصان کا باعث ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا' اور اگر چاہے گا' تو ان کی مغفرت کر دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''ترۃ'' کا مطلب حسرت اور ندامت ہے۔ عربی زبان کے بعض ماہرین نے اس کا مطلب بربادی بیان کیا ہے۔

شرح

ذکرِ الٰہی سے محروم حلقہ کی وعید و مذمت

ذاکرین کی مجلس کو اللہ تعالیٰ اپنا خاص قرب عنایت کرتا ہے، ان سے خوش ہوتا ہے، اپنے ملائکہ میں ان کا تذکرہ بطور فخر کرتا ہے، ان پر اپنے خصوصی انعامات کی بارش نازل کرتا ہے اور ان کی قدر و منزلت میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس وہ مجلس جس کے ارکان ذکرِ الٰہی اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کرنے سے محروم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر انہیں قابلِ سزا اور مذمت قرار دیتا ہے، ضیاعِ وقت اور فضول نشست و برخواست کے نتیجہ میں وہ مجرم قرار پاتے ہیں، اللہ تعالیٰ چاہے' تو انہیں معاف کر دے یا انہیں سزا دے۔ ثابت ہوا کہ ہر مجلس کی روح ذکرِ خداوندی اور ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر اس سے محروم مجلس قبرستان کی حیثیت رکھتی ہے جس سے نہ خود کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور نہ دوسروں کو۔

انسان غفلت کی نیند سو کر، انجمنِ غافلاں میں بیٹھ کر، جہلاء و بے عمل لوگوں میں نشست کر کے یا فضول گفتگو میں جو وقت ضائع کرتا ہے آخرت میں وہ باعثِ حسرت ہوگا۔ علاوہ ازیں ضائع شدہ دولت تو دوبارہ کمائی جا سکتی ہے مگر ضائع شدہ قیمتی وقت کی صورت میں دوبارہ ہاتھ نہیں آ سکتا۔ لہٰذا عقلمندی کا تقاضا ہے کہ باشعور شخص ایک لمحہ بھی ضائع کرنے سے احتراز کرے۔

بَابُ مَا جَاءَ اَنَّ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِ مُسْتَجَابَةٌ

باب 9: مسلمان کی دُعا مستجاب ہوتی ہے

3303 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْعُو بِدُعَاءٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا سَاَلَ اَوْ كَفَّ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهُ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص جو بھی دعا مانگتا ہے تو یا اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے جو اس نے مانگی ہو یا اس کی مانند اس شخص سے کسی برائی کو (یعنی کسی نقصان کو) روک دیتا ہے۔ جب تک آدمی کسی گناہ یا قطع رحمی کے بارے میں دُعا نہ کرے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

مسلمان کی دعا کا ضرور قبول ہونا:

دعا سے متعلق دو امور کا ذہن نشین ہونا از بس ضروری ہے۔ پہلی چیز دعا کا قبول ہونا اور دوسری مانگی ہوئی چیز کا مل جانا۔ مطلوبہ چیز میسر آنے پر جہلاء کہتے ہیں کہ دعا قبول ہوگئی ہے اور اس کے میسر نہ آنے پر کہتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ ان کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے، کیونکہ مسلمان جو بھی دعا کرتا ہے وہ رد نہیں کی جاتی بلکہ قبول کی جاتی ہے۔ جہاں تک مطلوبہ چیز کا میسر آنا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت پر مبنی ہوتی ہے، جو معاملہ بندے کے حق میں بہتر ہو اس کے لیے تجویز کیا جاتا ہے۔ مطلوبہ چیز بر محل نہ سہی بوقت ضرورت اسے فراہم کی جاتی ہے یا اس کے عوض ایسی مصیبت کو بندے سے دور کیا جاتا ہے جو اس پر نازل ہونے والی ہوتی ہے یا اس کی کسی مشکل کو دور کر دیا جاتا ہے جو اس پر مسلط ہونے والی ہوتی ہے۔ مسلمان کی ہر دعا قبول کی جاتی ہے، کیونکہ اس کا رد کرنا اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان نہیں ہے۔ البتہ معصیت و نافرمانی اور قطع رحمی پر مبنی دعا قابل قبول نہیں ہوتی، پہلی بات یہ ہے کہ مسلمان ایسی دعا کرتا ہی نہیں مگر کر لینے کی صورت میں وہ رد کر دی جاتی ہے۔ بعض اوقات بندے کی دعا قبول کر کے اس کا اجر اس کے نامہ اعمال میں تحریر کر دیا جاتا ہے یا وہ دعا آخرت کے لیے ذخیرہ کر لی جاتی ہے۔ آخرت میں بندے کو اس کا صلہ ملنے پر وہ یوں کہے گا: يا ليته لم يعجل له شيء من دعائه (کنز العمال، جلد ثانی، ص: ۵۷) ''کاش! اس کی دعا کے سبب جلدی سے اسے کچھ بھی نہ دیا گیا ہوتا۔''

3303۔ اخرجه احمد (۳/ ۳۶۰)، عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ فذکرہ۔

اس بات کو ایک مثال کے ذریعے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ بلا تشبیہ کسی کا ایک بچہ ہو جو بخار کا شکار ہو، عین دو پہر کے وقت کوئی قلفی فروخت قلفی کی آواز لگاتا ہے، آواز سن کر بچہ قلفی کھانے کا مطالبہ کرتا ہے، باپ فرطِ محبت سے اس کا مطالبہ رد نہیں کرتا، اپنے رمز شناس نوکر کو قلفی لانے کے لیے بھیجتا ہے، نوکر قلفی لانے کے لیے جاتا ہے' لیکن وہ واپس نہیں آتا جبکہ بچہ بھی اپنا مطالبہ بھول جاتا ہے، باپ بچے کو اس وقت تک ٹھنڈی چیز ہرگز نہیں دے گا جب تک ڈاکٹر اس کی اجازت نہیں دے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا تو قبول کر لیتا ہے' لیکن مطلوبہ چیز بروقت عنایت نہیں کرتا بلکہ جب اسے اس کی شدید حاجت ہوتی ہے عنایت کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرہ:۱۸۶) ''دعا کرنے والے کی میں دعا قبول کرتا ہوں' جب مجھ سے وہ دعا کرتا ہے۔''

3304 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَطِيَّةَ اللَّيْثِيُّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَسْتَجِيبَ اللهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكُرَبِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ مصیبت میں اس کی دُعا قبول کرے' تو وہ راحت کے دوران بھی بکثرت دُعا کیا کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ ''حدیث غریب'' ہے۔

شرح

بے غرض تعلق آڑے وقت کام آنا:

مدرس ہو یا مصنف جلسوں میں جانا پسند نہیں کرتا، کیونکہ تدریس اور تصنیف کا سفر کے ساتھ کوئی علاقہ نہیں ہے، جب سفر پر جانے کی وجہ سے تدریس کا ناغہ ہو جائے تو طلباء کا علمی نقصان ہوتا ہے، ایک ناغہ چالیس روز کی برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح تصنیف و تالیف کے لیے چلنے والا قلم سفر کی وجہ سے انتشار کا شکار ہو جاتا ہے، اسے دوبارہ اپنی حالت پر لانے کے لیے کافی وقت ضائع کرنا پڑتا ہے۔ تاہم کچھ لوگوں سے بے غرض تعلق قائم ہوتا ہے، دوست و احباب فون کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں، خیرو عافیت معلوم کرتے ہیں، گاہے بگاہے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے، جلسہ میں شرکت کی دعوت سے انکار ناممکن ہو جاتا ہے، محض اشارے سے بات مان لی جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اوقات بے غرض تعلق آڑے وقت کام آتا ہے۔

اس روایت میں قبولیت دعا کا ایک خوبصورت نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔ جو لوگ محض مشکلات و مصائب کے وقت اللہ تعالیٰ کے

3304- اخرجه الحاكم (١/٥٤٤)، و صححه، و وافقه الذهبي، و ذكره المنذري في (الترغيب و الترهيب) (٢/٤٧٣)، و عزاه للترمذي و الحاكم عن ابي هريرة

حضور دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں، ان کا ذات باری کے ساتھ تعلق کمزور ہوتا ہے، اس کے برعکس ان لوگوں کا جو پریشانی کے علاوہ خوشحالی و یسرت کی حالت میں بھی دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھائے رکھتے ہیں، ہمہ وقت دعا کی وجہ سے ان کا رابطہ ربوبیت مضبوط ہوتا ہے اور ان کی دعا کی قبولیت فوری و یقینی ہوتی ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ شب و روز، عسرت و یسرت اور سفر و حضر کی حالت میں دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھے تا کہ ان کی قبولیت کے سلسلہ میں بھی انقطاع نہ آئے۔

3305 سند حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ الْأَنْصَارِيُّ قَال سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ قَال سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسَى بْنِ إِبْرَاهِيْمَ وَقَدْ رَوَى عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ إِبْرَاهِيْمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ" ہے اور سب سے زیادہ فضیلت والی دعا "الحمدللہ" ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ضعیف ہے ہم اسے صرف موسیٰ بن ابراہیم کے حوالے سے جانتے ہیں۔
علی بن مدینی اور دیگر راویوں نے اسے موسیٰ بن ابراہیم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

بہترین ذکر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہونا:

اس روایت کا تعلق جامع الکلم سے ہے، اپنے اندر جامعیت کی شان لیے ہوئے ہے، خیر الکلام کا نمونہ ہے اور علم و حکمت کا سرچشمہ ہے۔ اس حدیث سے شرک جلی اور شرک خفی کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ اس میں کلمہ طیبہ کو افضل الذکر قرار دیا ہے، جس میں توحید و رسالت کے اقرار کا مضمون بیان ہوا ہے، جو اسلامی عقائد و افکار کی اساس ہے، اس کے پڑھنے سے جنت کا ٹکٹ مل جاتا ہے اور اس کے انکار سے انسان جہنمی بن جاتا ہے۔ اس حدیث میں دوسرا مضمون افضل الدعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بیان کیا گیا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

(۱) وہ ہے جس سے انسان کا دماغ شان خداوندی سے لبریز ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں کامل نیازمندی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

3305۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۲٤۹): كتاب الادب: باب: فضل الحامدين، حديث (۳۸۰۰)، و اخرجه النسائي في عمل اليوم و الليلة (۲۰۸۰۶): باب افضل الذكر و افضل الدعاء، حديث (۱۰۶۶۷) من طريق طلحة بن خراش عن جابر فذكره

(۲) وہ دعا ہے جس کے ذریعے دنیا اور آخرت کی خیر طلب کی جاتی ہے اور ہر قسم کے شر سے حفاظت کی درخواست کی جاتی ہے۔ سورہ فاتحہ ایسی دعا ہے جس میں دونوں خوبیاں موجود ہیں، کیونکہ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کمال مہربانی سے خود سکھائی ہے، یہ ایسی کامل و جامع دعا ہے جو اپنی مثال آپ ہے، اتنی مقبول ہے کہ اسے نماز میں لازم قرار دیا گیا ہے اور درود ابراہیمی کی طرح اسے بھی نماز کا حصہ بنایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس دعا میں دنیوی فتنوں کی حفاظت اور آخرت کی سعادتوں کا سامان موجود ہے۔ یہ دعا عابد و معبود، خالق و مخلوق اور رازق و مرزوق کے تعلق کو مضبوط تر کرتی ہے۔

3306 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ

توضیحِ راوی: وَالْبَهِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ "حدیث غریب" ہے ہم اسے صرف یحییٰ بن زکریا کے حوالے سے جانتے ہیں۔

"بہی" نامی راوی کا نام عبداللہ ہے۔

شرح

ہر حالت میں ذکر اللہ کرنا:

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر حالت و کیفیت میں ذکر الٰہی کرنا جائز ہے اور مسنون بھی۔ اس روایت میں دو عموم بیان ہوئے ہیں: (۱) ذکر کی عمومیت ہے، جو تلاوت قرآن کو بھی شامل ہے۔ (۲) احوال کی عمومیت ہے جو حالت جنابت و طہارت، باوضو بے وضو، چلتے پھرتے اور کھڑے بیٹھے سب کو شامل ہے۔ تاہم دوسری روایت کی بنا پر محدثین کرام حالت جماع، حالت جنابت اور حالت استنجاء میں تلاوت قرآن کو مستثنیٰ کرتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ علی هذا القياس ان احوال میں ذکر الٰہی بھی زبان کے ساتھ ممنوع ہے۔

3306۔ اخرجه احمد (۷۰/۶، ۱۵۳)، و مسلم (۲۸۲/۱۰): كتاب الحيض: باب: ذكر الله تعالى فى حالة الجنابة و غيرها، حديث (۳۷۳)، و ابوداؤد (۵/۱): كتاب الطهارة: باب: الرجل يذكره الله عزوجل على غير طهر، حديث (۱۸)، و ابن ماجه (۱۱۰/۱): كتاب الطهارة و سننها: باب: ذكر الله عزوجل على الخلاء، حديث (۳۰۲)، و ابن خزيمة (۱۰۴/۱)، حديث (۲۰۷)، و الحلية (۹۰/۱)، من طريق البهي عن عروة عن عائشة فذكره.

بَابُ مَا جَاءَ اَنَّ الدَّاعِيَ يَبْدَأُ بِنَفْسِهِ

باب 10: دُعا مانگنے والا سب سے پہلے اپنے لیے دُعا مانگے

3307 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قَطَنٍ عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا ذَكَرَ اَحَدًا فَدَعَا لَهُ بَدَاَ بِنَفْسِهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

وَاَبُوْ قَطَنٍ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ الْهَيْثَمِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب کسی کے لیے دُعا کرنے لگتے' تو پہلے اپنے لیے کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

ابوقطن نامی راوی کا نام عمرو بن ہیثم ہے۔

شرح

دعا کا آغاز اپنے آپ سے کرنا:

اللہ تعالیٰ سے جب بھی دعا کی جائے خواہ انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اس کا آغاز اپنے آپ سے کرنا چاہیے، کیونکہ یہ مسنون طریقہ ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح دعا کیا کرتے تھے، اپنے آپ کو چھوڑ کر دوسروں کے حق میں دعا کرنے والے کی حیثیت سائل کی نہیں ہوگی بلکہ وکیل کی ہوگی۔ مثلاً یوں دعا کرے: رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ قبرستان جائے تو یوں دعا کی جائے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔ ''اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو، اللہ مجھے اور تمہیں بخش دے، تم ہم سے پہلے گئے ہم بھی تمہارے بعد آنے والے ہیں''۔

اپنے آپ کو چھوڑ کر دوسروں کے لیے دعا کرنے کی صورت میں تکبر و غرور بھی پایا جاتا ہے کہ سائل تو بے قصور ہے، اسے اپنی معافی و بخشش کی ضرورت نہیں ہے، یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ دعا کا تقاضا یہ ہے کہ سائل اپنے آپ کو قصوروار اور مجرم کی حیثیت سے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے، یہ صورت تب ہوگی جب سائل دعا کا آغاز اپنی ذات سے کرے گا۔ اس طرح سائل میں انکساری کا پہلو واضح ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کو نہایت پسند ہے اور وہ اس کی دعا کو بھی جلدی قبول کرے گا۔

3307- اخرجه ابوداؤد (۴/۳۳): كتاب الحروف والقراءات، حديث (۳۹۸۴)، عن سعيد بن جبير عن ابن عباس عن ابي بن كعب فذكره.

بَابُ مَا جَاءَ فِي رَفْعِ الْأَيْدِي عِنْدَ الدُّعَاءِ

باب 11: دُعا کے وقت ہاتھ بلند کرنا

3308 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عِيْسَى الْجُهَنِيُّ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ الْجُمَحِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى فِيْ حَدِيْثِهٖ لَمْ يَرُدَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ عِيْسٰى

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَفَرَّدَ بِهٖ وَهُوَ قَلِيْلُ الْحَدِيْثِ وَقَدْ حَدَّثَ عَنْهُ النَّاسُ وَحَنْظَلَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ الْجُمَحِيُّ ثِقَةٌ وَثَّقَهُ يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ

◆◆ سالم بن عبداللہ اپنے والد حضرت (عبداللہ رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب دُعا میں ہاتھ اُٹھاتے تھے' تو انہیں اس وقت تک نیچے نہیں لاتے تھے' جب تک ان دونوں کو اپنے چہرۂ مبارک پر پھیر نہیں لیتے تھے۔

محمد بن مثنیٰ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس وقت تک لوٹاتے نہیں تھے' جب تک اپنے چہرۂ مبارک پر پھیر نہیں لیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف حماد بن عیسیٰ کے حوالے سے جانتے ہیں اور وہ اسے نقل کرنے میں منفرد ہیں۔ یہ صاحب قلیل الحدیث ہیں۔ بہت سے لوگوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

حنظلہ بن ابوسفیان نامی راوی ثقہ ہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان نے ان کی توثیق کی ہے۔

شرح

بوقت دعا ہاتھوں کو اٹھانا:

احوال کی دو اقسام ہیں: (۱) احوال متواردہ: وہ احوال جو مسلسل پیش آتے ہیں، وہ اذکار وادعیہ ہیں' جن میں ہاتھوں کا اٹھانا مسنون نہیں ہے مثلاً صبح وشام، سونے و جاگنے، دخول دار، زیارت قبور اور دخول مسجد وغیرہ کی دعائیں۔ (۲) احوال خاصہ: اس سے مراد وہ دعائیں ہیں' جن میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے مثلاً نماز کے اختتام پر، تلاوت قرآن سے فراغت پر اور طواف بیت اللہ

3308- اخرجه عبد بن حميد ص (٤٤)، حديث (٣٩)، و تفرديه الترمذي من اصحاب الكتاب الستة من طريق سالم بن عبد الله عن ابيه عن عمر، و سنده ضعيف: حماد بن عيسىٰ بن عبيدة الجهني، قال الحافظ في التقريب (١٩٧/١): ضعيف.

کے موقع پر کی جانے والی دعاؤں میں۔

اس طرح دعا کی بھی دو اقسام ہیں:

(۱) دعا رغبت: یہ وہ دعا ہے جو دنیا و آخرت کی بھلائی اور خیر کے لیے مانگی جاتی ہے، اس میں سائل اپنے ہاتھ سیدھے پھیلاتا ہے جس طرح گداگر کسی سے کوئی چیز مانگتے وقت پھیلاتا ہے، دعا کے اختتام پر پھیلے ہوئے ہاتھ چہرے پر پھیر لیتا ہے، دعا رغبت میں ہاتھ پھیلانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ انہیں سینے تک بلند کیا جائے، دونوں کو کشادہ رکھا جائے اور اختتام پر دونوں ہاتھوں کے ظاہر کو چہرے پر پھیرا جائے تاکہ رحمت باری تعالیٰ کو سمیٹا جا سکے۔

(۲) دعا رہبت: یہ وہ دعا ہے جس کے ذریعے مستقبل میں پیش آنے والی کسی آفت کو روکا جاتا ہے، اس میں ہاتھوں کو پشت کی طرف بلند کیا جاتا ہے جبکہ ہتھیلیاں نیچے ہوتی ہیں اور اس کے اختتام پر بھی ہاتھ چہرے پر پھیرے جاتے ہیں۔

اس مسئلہ کے جواز کے لیے تیس احادیث مبارکہ مروی ہیں جو تواتر کے درجہ کی ہیں۔ دعا کے اختتام پر ہاتھ چہرے پر اس لیے پھیرے جاتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کو حاصل کیا جا سکے، کیونکہ حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ مجھ سے مانگنے والے اپنے بندے کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دوں۔

سوال: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیه فی شیء من دعائه الافی الاستسقاء ''یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے علاوہ کسی موقع پر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔'' اس سے ثابت ہوا کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا خلاف سنت ہے؟

جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح استسقاء میں اپنے ہاتھوں کو چہرے تک بلند کرتے تھے، دعا میں اس طرح بلند نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے سینہ تک اٹھاتے تھے۔

(۲) چونکہ عام روایات میں ہاتھوں کو بلند کرنے کا ذکر ہے، لہٰذا ان روایات کو ترجیح حاصل ہوگی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّسْتَعْجِلُ فِیْ دُعَائِهٖ

باب 12: جو شخص اپنی دُعا کی (قبولیت میں) جلد بازی کا مظاہرہ کرے

3309 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ عُبَيْدٍ مَوْلٰی ابْنِ اَزْهَرَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

3309۔ اخرجه مالك في الموطا (۲۱۳/۱) كتاب القرآن: باب: ما جاء في الدعاء، حديث (۲۹)، و احمد (۳۹٦/۲)، و البخاري (۱٤٥/۱۱): كتاب الدعوات: باب: يستجاب للعبد ما لم يعجل، حديث (٦۳٤۰)، و مسلم (۲۰۹٦/٤) كتاب الذكر و الدعاء والتوبة و الاستغفار: باب: بيان انه يستجاب للداعي ما لم يعجل، حديث (۹۲ ۔ ۲۷۳٥) و ابوداؤد (۷۸/۲): كتاب الصلاة: باب الدعاء، حديث (۱٤۸٤)، و ابن ماجه (۱۲٦٦/۲): كتاب الدعاء: باب: يستجاب لاحدكم ما لم يعجل، حديث (۳۸٥۳)، من طريق ابي عبيد عن ابي هريرة به.

متن حدیث: يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ يَقُولُ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عُبَيْدٍ اسْمُهُ سَعْدٌ وَّهُوَ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَزْهَرَ وَيُقَالُ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَزْهَرَ هُوَ ابْنُ عَمِّ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آدمی کی دُعا ضرور مستجاب ہوتی ہے' جب تک وہ جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ نہ کہے: میں نے دعا مانگی' لیکن میری دُعا قبول ہی نہیں ہوئی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوعبید نامی راوی کا نام سعد ہے' اور یہ عبدالرحمٰن بن ازہر کے غلام ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

قبولیت دعا میں عجلت پسندی استحقاق کو کھو دیتا ہے:

بندہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے وہ قبول کر لی جاتی ہے، بعض اوقات اس کا فوری طور پر اظہار نہیں ہوتا بلکہ تاخیر سے ہوتا ہے، اس میں بھی قدرت کی طرف سے کوئی مصلحت وحکمت ہوتی ہے جو سائل کے لیے مفید و نافع ہوتی ہے۔ جلد بازی کے سبب دعا کا استحقاق باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا سائل کو چاہیے کہ ہمہ وقت دعا کرنے کی طرف متوجہ رہے مگر اس کے عدم قبول کا تصور ہرگز نہ کرے اور نہ اس کا عقیدہ رکھے، کیونکہ جلدی مچانے سے اس کا استحقاق ختم ہو جاتا ہے۔

ایک مشہور روایت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! جلدی مچانا کیا چیز ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: سائل کا یہ کہنا ہے: میں نے کئی بار دعا کی جو قبول نہیں کی گئی، پھر میں نے تھک ہار کر دعا مانگنا چھوڑ دی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۲۲۲۷)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے ہمہ وقت کھلے رہتے ہیں، اس کی رحمت کی بارش کا ہر وقت نزول ہوتا ہے اور محرومی بالکل نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس صرف شیطان ہوتا ہے، جو دائمی راندۂ درگاہ ہے۔

ماحصل و فائدہ:

اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے میں جلد بازی سے ہرگز کام نہیں لینا چاہیے، کیونکہ اس سے انسان استحقاق قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔

ہے، ذات باری کے علاوہ کسی سے دعا بھی نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی اس کا کوئی حقدار ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدُّعَاءِ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَى

باب 13: صبح اور شام کی دُعائیں

3310 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُولُ فِي صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ وَكَانَ أَبَانُ قَدْ أَصَابَهُ طَرَفُ فَالِجٍ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ أَبَانُ مَا تَنْظُرُ أَمَا إِنَّ الْحَدِيثَ كَمَا حَدَّثْتُكَ وَلٰكِنِّي لَمْ أَقُلْهُ يَوْمَئِذٍ لِيُمْضِيَ اللّٰهُ عَلَيَّ قَدَرَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

◄► حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص روزانہ صبح اور شام کے وقت تین تین مرتبہ یہ دُعا پڑھ لے اُسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔

''اس اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، جس کے اسم کے ہمراہ کوئی چیز زمین میں اور کوئی چیز آسمان میں نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔''

اس روایت کے راوی ابان کو ایک طرف فالج ہوگیا۔ ایک شخص نے حیرانگی سے ان کی طرف دیکھا تو ابان نے اس سے کہا: تم کیا دیکھ رہے ہو؟ وہ واقعی یہی حدیث ہے، جو میں نے تمہارے سامنے بیان کی تھی، لیکن میں نے ایک دن اس دُعا کو پڑھا نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ مجھ پر نافذ کر دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

آفات ارضی وسماوی سے محفوظ رہنے کا وظیفہ:

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سماوی وارضی بلیات سے محفوظ رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے ایک وظیفہ بتایا جو درج ذیل ہے:

3310۔ اخرجه احمد (۶۲/۱)، و ابوداؤد (۳۲۳/۴): کتاب الادب: باب: ما یقول اذا اصبح، حدیث (۵۰۸۸)، و ابن ماجه (۱۲۷۳/۲): کتاب الدعاء: باب: ما یدعو به الرجل اذا اصبح و اذا امسى، حدیث (۳۸۶۹) من طریق ابان بن عثمان عن عثمان بن عفان فذکرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ جو شخص صبح وشام یہ وظیفہ پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے تمام سماوی وارضی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس روایت کے موثر ہونے کے بارے میں حضرت ابان رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد گرامی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ان پر فالج کا حملہ ہوا، اس روایت کے بیان کرنے پر ان کی طرف ایک شخص توجہ سے دیکھنے لگا (کہ انہوں نے اس روایت سے خود استفادہ کیوں نہیں کیا کہ ان پر فالج کا حملہ ہے؟) حضرت ابان رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے یوں مخاطب ہوئے: یہ حدیث اسی طرح ہے جس طرح میں نے بیان کی ہے، اس بارے میں نہ میں نے غلط بیانی سے کام لیا اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے، یہ روایت بالکل درست ہے' لیکن میں نے فالج کے حملہ کے دن یہ دعا نہیں پڑھی تھی تا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنا حکم نافذ فرمادے۔

3311 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِیْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ اَبِیْ سَعْدٍ سَعِیْدِ بْنِ الْمَرْزُبَانِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ حِیْنَ یُمْسِیْ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا كَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّرْضِیَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص شام کے وقت یہ پڑھ لے:

''میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے' اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں (یعنی اس پر ایمان رکھتا ہوں)۔''

تو اللہ تعالیٰ پر یہ لازم ہوگا کہ وہ اس شخص کو راضی کرے (یعنی اسے بخش دے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

ذاکر کو قیامت کے دن مسرت حاصل ہونا:

اس مستند روایت کے مطابق جو شخص صبح وشام تین تین بار یہ وظیفہ پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ہمہ وقت خوش وخرم رکھتا ہے، قیامت کے دن اسے اپنی رضامندی سے کثیر اجر وثواب سے نوازے گا اور ہر لحاظ سے اسے خوش کرے گا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

3311- تفرد به الترمذی من طریق ثوبان، و اخرجه ابوداؤد (٣١٨/٤): کتاب الادب: باب: ما یقول اذا اصبح، حدیث (٥٠٧٢)، و ابن ماجه (١٢٧٢/٢): کتاب الدعاء: باب: ما یدعو به الرجل اذا اصبح و اذا امسی، حدیث (٣٨٧٠)، من طریق ابی عقیل عن سابق بن ناجیة عن ابی سلام خادم النبی صلی الله علیه وسلم فذکره.

رضیت باللہ ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمد نبیًا یعنی میں اللہ کے پروردگار ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر ایمان لایا۔

اس جامع مگر نہایت مختصر ذکر میں ایمانیات کا سمندر موجزن ہے، اتفاق کی بات ہے کہ یہ ذکر قبر میں کیے جانے والے تینوں سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔اس سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے ماؤں سے بھی زیادہ پیار ہے، آپ کی تاحیات یہی خواہش رہی کہ امت کے اعمال خیر بڑھ جائیں، معصیات سے دور رہے، قیامت کے دن اسے رضائے خداوندی حاصل ہو جائے اور آخرت میں کثیر اجر وثواب سے نوازی جائے۔

3312 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمْسَى قَالَ اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ اُرَاهُ قَالَ فِيْهَا لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَمْ يَرْفَعْهُ

◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ شام کے وقت یہ پڑھا کرتے تھے:

''ہماری شام ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں بھی شام ہوگئی۔ ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔''

راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے'اور حمد بھی اسی کے لیے مخصوص ہے'اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے (اے اللہ) میں تجھ سے'اس رات میں موجود بھلائی اور اس کے بعد میں آنے والی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں اس رات میں موجود شر اور اس کے بعد آنے والے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں کاہلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور برے بڑھاپے سے تیری پناہ مانگتا ہوں'میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت بھی یہی کلمات پڑھا کرتے تھے (تاہم ان میں یہ پڑھا کرتے تھے)

3312۔ اخرجه احمد (۱/ ۴۴۰)، ومسلم (۴/ ۲۰۸۹): كتاب الذكر و الدعاء والتوبة و الاستغفار: باب: التعوذ من شر ما عمل و من شر ما لم يعمل، حديث (۷۶ ۔ ۲۷۲۳)، و ابوداؤد (۴/ ۳۱۷، ۳۱۸): كتاب الادب: باب: ما يقول اذا اصبح، حديث (۵۰۷۱) من طريق عبد الرحمن بن يزيد عن عبد الله بن مسعود فذكره.

"ہماری صبح ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں بھی صبح ہوگئی، ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، تاہم اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

شرح

صبح وشام کی جامع دعا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام اہتمام سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اصبنا وامسی الملك للہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہ لاشریك لہ ۔راوی کے خیال کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بھی فرمائے:

لہ الملك ولہ الحمد وھو علٰی کل شیء قدیر ۔ اسئلك خیر ما فی ھذہ اللیلۃ وخیر مابعدھا واعوذبك من شر ھٰذہ اللیلۃ وشر مابعدھا واعوذبك من الکسل وسوء الکبر واعوذبك من عذاب النار وعذاب القبر ۔

اس دعا کے متعدد امتیازات ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے تمام کائنات کی ملکیت کا اقرار ہے، توحید باری تعالیٰ، اس کی حمد وثنا، شب وروز کی برکات کا سوال، ان برائیوں سے احتراز ہے جو دارین کی سعادتوں سے محرومی کا سبب بن سکتی ہیں۔ عذاب قبر اور عذاب جہنم سے حفاظت کا بھی سوال ہے۔ الغرض یہ ایک ایسی جامع دعا ہے جس میں دنیوی واخروی تمام امور کا تذکرہ موجود ہے۔

فائدہ نافعہ:

اس دعا کا تعلق ان دعاؤں سے ہے جو صبح وشام مانگی جاتی ہیں، یہ مقدس دعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شبانہ روز معمولات میں شامل تھی اور اس طرح یہ دعا کرنا مسنون ہے۔ صبح وشام کی قید لگانے کی وجہ یہ ہے کہ صبح کا وقت دن بھر کے اوقات میں زیادہ بابرکت ہے، جس میں دعا کر کے بندہ دن بھر کی برکتیں سمیٹتا ہے۔ اسی طرح شام کا وقت رات بھر کے اوقات کی اساس اور زیادہ بابرکت ہے، جس میں دعا کر کے سائل رات بھر کی برکات کو سمیٹتا ہے۔

3313 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

3313۔ اخرجه ابوداؤد (۳۱۷/٤): کتاب الادب : باب: ما یقول اذا اصبح، حدیث (۵۰۶۸)، و ابن ماجه (۱۲۷۲/۲): کتاب الدعاء: باب: ما یدعو به الرجل اذا اصبح و اذا امسی، حدیث (۳۸۶۸)، من طریق سهیل عن ابیه عن ابی هریرة فذکره.

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ اَصْحَابَهُ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ وَاِذَا اَمْسٰى فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے، آپ ﷺ فرماتے تھے: جب تم صبح کرو تو یہ پڑھو۔

"اے اللہ! تیری مرضی سے ہم نے صبح کی' تیری مرضی سے ہم شام کریں گے' تیری مرضی سے ہم زندہ ہیں' تیری مرضی سے ہی ہم مریں گے' اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔"

اور جب شام ہو تو آدمی یہ پڑھے:

"اے اللہ! تیری مرضی سے ہم نے شام کی' تیری مرضی سے ہم صبح کریں گے' تیری مرضی سے ہم زندہ ہیں' تیری مرضی سے ہم مریں گے' اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

صبح و شام کی ایسی دعا جو صحابہ کرام کو سکھائی گئی:

دوسری بے شمار نعمتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے لیے دو اہم نعمتیں یہ بھی ہیں: (۱) رات کے بعد صبح صادق کا طلوع ہونا: اس وقت میں مسلمان بیدار ہو کر اپنے معبود حقیقی کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں' پھر حصول رزق کے لیے زمین پر پھیل جاتے ہیں، اس موقع پر بطور شکر یہ دعا پڑھی جاتی ہے:

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۔

(۲) دن کے اختتام اور رات کے آغاز کا وقت: اس موقع پر مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو کر اس کی نعمت کا شکر بجا لاتے ہیں، انہیں دن کی تھکان سے نجات اور آرام و سکون کی نوید ملتی ہے، کھانے سے فراغت پر نماز ادا کرتے ہیں، اپنی آرام گاہوں میں محو استراحت ہوتے وقت بطور شکر خداوندی یہ دعا کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ لَكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ ۔

ہر دن صبح و شام یہ دعائیں پڑھی جاتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سکھائی تھیں، وہ نہایت اہتمام کے ساتھ یہ پڑھتے تھے، پھر ان کی وساطت سے ہمیں میسر آئیں اور ہمیں بھی انہیں اپنا کر دارین کی فلاح کا سامان کرنا چاہیے۔

فائدہ نافعہ:
صبح وشام اور لیل ونہار کی آمد ورفت کا سلسلہ لوگوں کو زندگی کے ختم ہونے اور موت کے آنے کا احساس دلاتا ہے، جس کے نتیجہ میں مسلمان کو اعمال صالحہ کی طرف راغب ہونے اور معصیات سے احتراز کرنے کا پیغام ملتا ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 14: بلاعنوان

3314 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ الثَّقَفِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِيْ بِشَيْءٍ اَقُوْلُهُ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ قَالَ قُلْهُ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَيْتَ وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے کسی ایسی چیز کے بارے میں بتائیں جسے میں صبح وشام پڑھ لیا کروں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ پڑھا کرو۔

"اے اللہ! اے غیب اور شہادت کا علم رکھنے والے' آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے' ہر چیز کے پروردگار' اور اس کے مالک' میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ میں اپنی ذات کے شر سے' شیطان کے شر سے اور اس کے شرک (یا اس کے شریک ہونے) سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے صبح کے وقت' شام کے وقت اور جب تم سونے لگو اس وقت پڑھ لیا کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سکھائی جانے والی دعا:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حصول علم کا ذوق جنون کی حد تک تھا۔ یہ وصف خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ، صحابہ کبار اور عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں درجہ بدرجہ پایا جاتا تھا۔ یہ وصف خلیفہ اول، افضل البشر، امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں کمال درجہ کا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے صبح وشام پڑھی جانے والی دعائیں ارشاد فرمایئے تاکہ میں پڑھ سکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس دعا کی تعلیم دی:

3314- اخرجه احمد (۱/۹) عن ليث عن مجاهد عن ابي بكر الصديق فذكره

اَللّٰهُمَّ! عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ! اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَ شِرْكِهِ ۔

خواہ یہ دعا زبانِ نبوت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سکھائی گئی تھی لیکن اس کا حکم عام ہے، قیامت تک آنے والے تمام مسلمان یہ دعا پڑھ سکتے ہیں اور یہ دعا صبح وشام میں پڑھی جا سکتی ہے۔ یہ دعا بظاہر ایک دعا ہے مگر حقیقت میں کئی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 15: بلاعنوان

3315 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ شَدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى سَيِّدِ الْاِسْتِغْفَارِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ وَاَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَعْتَرِفُ بِذُنُوْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ لَا يَقُوْلُهَا اَحَدُكُمْ حِيْنَ يُمْسِيْ فَيَاْتِيْ عَلَيْهِ قَدَرٌ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَلَا يَقُوْلُهَا حِيْنَ يُصْبِحُ فَيَاْتِيْ عَلَيْهِ قَدَرٌ قَبْلَ اَنْ يُّمْسِيَ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ اَبْزٰى وَبُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ

توضیح راوی: وَعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ هُوَ ابْنُ اَبِيْ حَازِمٍ الزَّاهِدُ

◆◆ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا میں سید الاستغفار کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں (اس کے الفاظ یہ ہیں)

"اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے' تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' تو نے مجھے پیدا کیا ہے' میں تیرا بندہ ہوں' میں تجھ سے کیے ہوئے عہد و پیمان پر قائم ہوں' جہاں تک مجھ سے ہو سکے اور جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے اس کے شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تیری جو نعمتیں مجھ پر ہیں' میں ان کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا

3315۔ انفرد به الترمذی بروایة من طریق عثمان بن ربیعة عن شداد بن اوس، و للحدیث طریق آخر من طریق بشیر بن کعب العدوی عن شداد بن اوس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: سید الاستغفار ان یقول: اللهم — الحدیث، و من هذا الطریق اخرجه البخاری (۱۰/۱۰۰): کتاب الدعوات: باب: افضل الاستغفار حدیث (۶۳۰۶).

ہوں تو میرے گناہوں کی مغفرت کر دے کیونکہ گناہوں کی مغفرت صرف تو ہی کر سکتا ہے۔"

(نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا)

اگر کوئی شخص شام کے وقت یہ دعا پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے انتقال کر جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھے اور شام سے پہلے انتقال کر جائے تو اس کے لیے بھی جنت واجب ہو جائے گی۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن بزی رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول کی ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

یہی روایت دوسری سند کے حوالے سے شداد بن اوس سے منقول ہے۔

عبدالعزیز بن ابو حازم نامی راوی ابن ابی حازم زاہد ہیں۔

شرح

سیدالاستغفار (معافی مانگنے کی دعا):

صحابہ کرام میں ادعیہ یاد کرنے اور ان کو شبانہ روز معمولات میں شامل کرنے کا بے حد شوق تھا، وہ اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مقصد کے لیے سوالات کرتے جبکہ آپ انہیں جوابات سے نوازتے تھے۔ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کیے بغیر ازراہ شفقت دعاؤں کی تعلیم دیتے تھے، ایک دفعہ آپ کی نظر انتخاب حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ پر پڑی، انہیں ازخود سیدالاستغفار کی تعلیم ارشاد فرمائی اور وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ وَاَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَعْتَرِفُ بِذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ۔

صبح وشام پڑھی جانے والی اس دعا کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اہتمام کے ساتھ دعائے سیدالاستغفار پڑھے گا، اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور اسی روز فوت ہو جانے کی صورت میں اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

دعا سیدالاستغفار سے مغفرت ہونے کی وجوہات:

جو شخص صبح وشام دعا سیدالاستغفار اہتمام سے پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور مغفرت فرمائے جانے کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

۱- استغفار ایک خوبصورت دعا ہے، جب کوئی عمل خیر کیا جائے رحمت خداوندی اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے، فرشتے بھی

اس کے حق میں دعا کرتے ہیں، اسے مؤمنین کے زمرہ میں شامل کیا جاتا ہے اور اس کی اس طرح مغفرت کی جاتی ہے، جس طرح توبہ کرنے سے نفاق وکفر سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ فرشتوں کی دعاؤں سے انسان فرشتہ صفت بن جاتا ہے، اس میں فرشتوں کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں، فرشتوں کی طرح وہ معصیات سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کے گناہوں پر قلم عفو پھیر دیا جاتا ہے۔

۳۔ بکثرت استغفار سے انسان روحانی کمالات کا مظہر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لطف ومہربانی کا حقدار قرار پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص سے گناہ صادر ہوا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا، عرض گزار ہوا: اے پروردگار! مجھ سے گناہ کا صدور ہوا مجھے معاف کر دے، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: ''اے ملائکہ! میرے بندے کو اس بات کا علم ہے کہ کوئی ذات بھی موجود ہے جو ارتکاب معصیات کا مؤاخذہ کر سکتی ہے اور معاف بھی کر سکتی ہے، یاد رکھو! میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا اور اس کے گناہ بخش دیئے ہیں۔'' (مشکوٰۃ شریف، رقم الحدیث: ۲۳۳۳)

استغفار کے معانی ومفاہیم:

استغفار کے کثیر معانی ومفاہیم ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) رب کائنات کی توحید وعبودیت کا اقرار کرنا۔

(۲) اپنے گناہوں اور معصیات کا اعتراف کرنا۔

(۳) اپنے آپ کے لیے گناہوں سے محفوظ رہنے کی دعا کرنا۔

(۴) ہر نعمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب کرنا۔

(۵) معصیات اور تقصیرات کی نسبت اپنی طرف کرنا۔

(۶) دار آخرت کے لیے مغفرت طلب کرنا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدُّعَاءِ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ

باب 16: سوتے وقت کی دُعا

3316 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ تَقُوْلُهَا اِذَا اَوَیْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ

3316۔ اخرجه البخاری (۱۱۲/۱۱): كتاب الدعوات: باب: اذا بات طاهرا، حديث (۶۳۱۱)، و مسلم (۲۰۸۱/۴): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار: باب: ما يقول عند النوم و اخذ المضجع، حديث (۵۶ ـ ۲۷۱۰) من طريق سعد بن عبيدة عن البراء بن عازب بنحوه.

فَإِنْ مِتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ وَقَدْ أَصَبْتَ خَيْرًا تَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ قَالَ الْبَرَاءُ فَقُلْتُ وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ قَالَ فَطَعَنَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي ثُمَّ قَالَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْبَرَاءِ وَرَوَاهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ وَأَنْتَ عَلَى وُضُوءٍ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھاؤں؟ جنہیں تم اس وقت پڑھ لیا کرو جب تم اپنے بستر پر (سونے کے لیے جاؤ) اگر تم اس رات میں انتقال کر گئے تو تم دین اسلام پر مرو گے اور اگر تم صبح تک زندہ رہے تو تمہیں بھلائی نصیب ہوگی، تم یہ کلمات پڑھو۔

"اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا میں تیری طرف متوجہ ہو گیا میں نے اپنے معاملات تجھے سونپ دیئے۔ تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے میں نے اپنی پشت کو تیری پناہ میں دیا۔ تیرے علاوہ اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اور کوئی نجات کی جگہ نہیں ہے تو نے جو کتاب نازل کی ہے اور جس نبی کو تو نے بھیجا ہے میں ان پر ایمان لاتا ہوں۔"

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس دعا کو پڑھتے ہوئے (میں نے کہا:)

"میں تیرے رسول پر ایمان لاتا ہوں جسے تو نے بھیجا ہے" تو نبی اکرم ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: یہ پڑھو۔

"میں تیرے اس نبی پر ایمان لاتا ہوں جسے تو نے بھیجا ہے۔"

یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

اس بارے میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

منصور بن معتمر نے سعد بن عبیدہ کے حوالے سے حضرت براء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔

"جب تم (سونے کے لیے) اپنے بستر پر جاؤ اور تم باوضو حالت میں ہو تو یہ کلمات پڑھو۔"

شرح

سوتے وقت کے اذکار جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سکھائے گئے:

نوم کو موت کی بہن کہا جاتا ہے، کیونکہ نائم مردے کی طرح دنیا و مافیہا سے بالکل غافل ہوتا ہے۔ اس طرح نوم (نیند) بیداری اور موت کے مابین ایک حالت ہے، جس طرح مرنے والا کلمہ طیبہ پڑھ کر دنیا سے رخصت ہو تو وہ جنت میں جاتا ہے اور اسی طرح سونے سے قبل اذکار کی تعلیم دی تاکہ نائم کے لیے مفید و نافع ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو بھی سوتے وقت کے اذکار کی تعلیم دی اور فرمایا: اگر آپ رات کو سونے سے قبل ذکر پڑھیں گے، پھر اس رات فوت ہو جانے کی صورت میں خاتمہ بالایمان ہوگا اور باعافیت صبح کرنے پر صبح بالخیر ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تعلیم فرمادہ ذکر (دعا) حسب ذیل ہے:

۱- اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ لَا مَلْجَاً وَلَا مَنْجٰى مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ.

ایک روایت میں ہے کہ جو بستر پر جانے سے قبل وضو کرے، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھے، بعد ازاں سونے سے پہلے اس نے کوئی بات نہ کی ہو، پھر اگر وہ اسی حالت میں وفات پا جائے تو اس کی موت فطرت پر ہوگی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہ اس دعا کی تعلیم حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو دی تھی مگر اس کا حکم عام ہے یعنی جو شخص بھی یہ دعا پڑھے گا وہ اس کا مصداق بنے گا۔ یہ ذکر بھی ایک نہیں بلکہ کئی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔

3317 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اِسْحٰقَ ابْنِ اَخِىْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اضْطَجَعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجٰى مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اُوْمِنُ بِكِتَابِكَ وَبِرَسُوْلِكَ فَاِنْ مَاتَ مِنْ لَيْلَتِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

◄► حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص دائیں

3317- اخرجه النسائی فی الکبری (۱۹۲/۶) (۱۰۶۰۷ - ۷): کتاب عمل الیوم و اللیلة: باب: وما یقول من یفزع فی منامه، حدیث (۱۰۶۰۷ - ۷) و ذکره المنذری فی (الترغیب و الترهیب) (۴۶۵/۱، ۴۶۶)، حدیث (۸۷۴)، و عزاه للترمذی، من طریق یحیی بن اسحاق ابن اخی رافع عن رافع فذکره.

پہلو کے بل لیٹے اور پڑھے

''اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا' میں نے اپنا رُخ تیری طرف کر لیا' میں نے اپنی پشت کو تیری پناہ میں دیا' میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا' تیرے علاوہ اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ میں تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا۔''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) اگر وہ شخص اسی رات میں انتقال کر گیا' تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

3318 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب سونے لگتے تو آپ ﷺ یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جس نے ہمیں کھلایا' جس نے ہمیں پلایا' جس نے ہمیں کفایت نصیب کی' جس نے ہمیں پناہ گاہ نصیب کی' کتنے ہی لوگ ایسے ہیں' جن کے لیے کفایت کرنے والا کوئی نہیں ہے' اور انہیں پناہ دینے والا کوئی نہیں ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 17: بلاعنوان

3319 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْوَصَّافِيِّ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

3318- اخرجه مسلم (٢٠٨٥/٤): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار: باب: ما يقول عند النوم و اخذ المضجع، حديث (٦٤ - ٢٧١٥)، و ابوداؤد (٣١٢/٤): كتاب الادب: باب ما يقال عند النوم (٥٠٥٣)، و الحديث ليس في البخاري كما جزم بذلك الحافظ المزي في (تحفة الاشراف) (١١٧/١)، من طريق حماد بن سلمة عن ثابت عن انس۔

3319- اخرجه احمد (١٠/٣)، من طريق عبيد الله بن الوليد الوصافي عن عطية العوفي عن ابي سعيد الخدري به و قال المنذري في الترغيب و الترهيب بعد ان اورده (٤٧١/١)، حديث (٨٨٤): قال السلمي: عبيد الله هذا و اه، عليه عصام بن قدامة و هو ثقة خرجه البخاري في تاريخه من طريق بنحوا.

متن حدیث: قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيْمَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوْبَهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ وَإِنْ كَانَتْ عَدَدَ وَرَقِ الشَّجَرِ وَإِنْ كَانَتْ عَدَدَ رَمْلِ عَالِجٍ وَإِنْ كَانَتْ عَدَدَ أَيَّامِ الدُّنْيَا

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ الْوَصَّافِيِّ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْوَلِيْدِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص بستر پر لیٹ کر (سوتے وقت) یہ پڑھے:

''میں اس اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں' جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' وہ حی اور قیوم ہے' اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔

جو شخص تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے گا' تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں' اگرچہ وہ درختوں کے پتوں جتنے ہوں' اگرچہ وہ ریت کے ذروں جتنے ہوں' اگرچہ وہ دُنیا کے ایام کی تعداد جتنے ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں' جو عبیداللہ بن ولید وصافی سے منقول ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 18: بلاعنوان

3320 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

متن حدیث: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ أَوْ تَبْعَثُ عِبَادَكَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب سونے لگتے تھے' تو آپ ﷺ اپنا دست مبارک اپنے سر کے نیچے رکھتے تھے' پھر یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچانا' جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) دوبارہ زندہ کرے گا''۔

3320- اخرجه احمد (۳۸۲/۵)، و الحمیدی (۲۱۰/۱، ۲۱۱)، حدیث (٤٤٤)، من طریق ربعی بن حراش عن حذیفة بن الیمان فذکرہ.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3321 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ هُوَ السَّلُوْلِيُّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ يُوْسُفَ بْنِ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَسَّدُ يَمِيْنَهُ عِنْدَ الْمَنَامِ ثُمَّ يَقُوْلُ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اختلافِ سند: وَرَوَى الثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ لَمْ يَذْكُرْ بَيْنَهُمَا اَحَدًا وَّرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ وَرَجُلٌ اٰخَرُ عَنِ الْبَرَاءِ وَرَوٰى اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْبَرَاءِ وَعَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کو سوتے وقت سر کے نیچے رکھتے تھے پھر یہ پڑھتے تھے:

''اے میرے پروردگار! تو اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچانا جب تو اپنے بندوں کو زندہ کرے گا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ابواسحاق کے حوالے سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے ان دونوں کے درمیان کسی فرد کا ذکر نہیں کیا۔

شعبہ نے اسے ابواسحاق کے حوالے سے ابوعبیدہ اور ایک اور شخص کے حوالے سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

اسرائیل نے اسے ابواسحاق کے حوالے سے عبداللہ بن یزید کے حوالے سے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور ابواسحاق کے حوالے سے ابوعبیدہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

بَابٌ مِّنْهُ

باب 19: بلاعنوان

3322 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ

3321- اخرجه النسائي في الكبرى (١٨٩/٦): كتاب عمل اليوم والليلة: باب: ما يقول اذا اوى الى فراشه، حديث (١٠٥٩٤) من طريق ابي اسحاق، عن ابي بردة عن البراء بن عازب فذكره. و من طريق عبد الله بن يزيد عن البراء بن عازب اخرجه ابوداؤد (٣١٠/٤، ٣١١) كتاب الادب: باب: ما يقال عند النوم، حديث (٥٠٤٥)، و اخرجه الترمذي في الشمائل ص (٢١٦)، حديث (٢٥٥)، و قال الحافظ في الفتح (١١٩/١١): و سنده صحيح.

3322- اخرجه مسلم (١١٧/٩ - الابي): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة، باب: ما يقول عن النوم و اخذ المضجع، حديث (٢٧١٠/٥٦)، وابو داؤد (٧٣٢/٢): كتاب الادب: باب: ما يقول عند النوم، حديث (٥٠٥١).

سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

متن حدیث: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا أَخَذَ أَحَدُنَا مَضْجَعَهُ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ وَرَبَّ الْأَرَضِينَ وَرَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَفَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَالظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَالْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ ہدایت کرتے تھے: ہم میں سے کوئی شخص جب سونے لگے تو وہ یہ پڑھے:

"اے اللہ! اے آسمانوں کے پروردگار! اور زمین کے پروردگار! ہمارے پروردگار اور ہر چیز کے پروردگار! دانے اور گٹھلی کو چیرنے والے، تورات، انجیل اور قرآن کو نازل کرنے والے، ہر شر والی چیز کے شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں، تو اسے پیشانی سے پکڑ لے، تو ہی اول ہے، تجھ سے پہلے کوئی نہیں تھا، تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی نہیں ہوگا، تو ہی ظاہر ہے، تیرے اوپر کوئی نہیں ہے، تو ہی باطن ہے، تجھ سے نیچے کوئی نہیں ہے، میرا قرض ادا کردے اور مجھے فقر سے بے نیاز کردے (یعنی میرا فقر ختم کردے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 20: بلاعنوان

3323 سند حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

متن حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ عَنْ فِرَاشِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَلْيَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ إِزَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ بَعْدُ فَإِذَا اضْطَجَعَ فَلْيَقُلْ بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ فَإِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ فَإِذَا اسْتَيْقَظَ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي فِي جَسَدِي وَرَدَّ عَلَيَّ رُوحِي وَأَذِنَ لِي بِذِكْرِهِ

3323- اخرجه البخاری (۱۳۰/۱۱): كتاب الدعوات، الباب الثالث عشر، حديث (۶۳۲۰)، باب: التوحيد، باب: السؤال باسماء الله تعالىٰ والاستعاذة بها، حديث (۷۳۹۳)، و الادب المفرد ص (۳۵۳)، حديث (۱۲۱۴)، و اخرجه مسلم (۱۱۹/۹ الابی): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب: ما يقول عند النوم و اخذ المضجع، حديث (۲۷۱۴/۶۴)، و ابوداؤد (۷۳۲/۲): كتاب الادب: ما يقول عند النوم، حديث (۵۰۵۰)، وابن ماجه (۱۲۷۵/۲): كتاب الدعاء باب: ما يدعو به اذا اوى الى فراشه حديث (۳۸۷۴).

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّعَائِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلاف روایت: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَقَالَ فَلْيَنْفُضْهُ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جب کوئی شخص اپنے بستر سے اُٹھ کر جائے' تو جب وہ اس بستر پر واپس آئے' تو اپنے تہبند کے پلو سے' اُسے تین مرتبہ جھاڑ لے کیونکہ اسے یہ نہیں معلوم ہوگا کہ اس کے جانے کے بعد وہاں کون سی چیز آئی تھی' پھر جب وہ لیٹ جائے' تو یہ دُعا پڑھے:

''اے میرے پروردگار! میں تیرے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیری ہی وجہ سے اس کو اٹھاؤں گا' اگر تو میری جان کو روک لے' تو اس پر رحم کرنا اور اگر اسے واپس کر دے' تو اس کی حفاظت کرنا' اسی طرح جیسے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) آدمی بیدار ہوتے وقت یہ پڑھے:

''ہر طرف کی حمد و ثناء' اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جس نے میرے جسم میں مجھے عافیت عطا کی اور میری روح کو واپس کر دیا' اور مجھے اپنا ذکر کرنے کی توفیق دی۔''

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض راویوں نے اس میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: فَلْيَنْفُضْهُ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ

شرح

سوتے وقت کے اذکار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت و مہربانی کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سوتے وقت کچھ عملیات کی تعلیم ارشاد فرمائی جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ذکر منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيَ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجٰى مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ وَبِرَسُوْلِكَ ۔ دائیں پہلو لیٹ کر یہ ذکر پڑھا جائے اور اسی رات موت آنے کی صورت میں جنت میں داخل ہوگا۔

۲-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ ۔

۳- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ذکر مذکور ہے:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۔

یہ ذکر سونے سے قبل تین بار پڑھنے کا حکم ہے۔

۴- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مذکور ہے:

اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَجْمَعُ اَوْ تَبْعَثُ عِبَادَکَ ۔

سوتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر اقدس کے نیچے اپنا دایاں دست اقدس رکھتے پھر یہ دعا پڑھتے تھے۔

۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ذکر مذکور ہے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ! وَرَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ! فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی! وَمُنَزِّلَ التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْآنِ! اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ ذِیْ شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ، اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ، وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ، وَاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ، وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ، اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ ۔

اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے چند اوصاف بیان کیے گئے ہیں یعنی وہ اول و آخر، ظاہر و باطن، خالق ارض و سماء، منزل کتب سماویہ اور فقر سے نجات دے کر خوشحالی عطا کرنے والا ہے۔

محدثین کرام نے جمیع مصائب و آلام سے نجات اور معاشی خوشحالی کے لیے اس دعا کو مجرب قرار دیا ہے۔

۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ذکر بھی منقول ہے:

بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ فَاِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْھَا وَاِنْ اَرْسَلْتَھَا فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ ۔

صبح بیدار ہوتے وقت حسب ذیل دعا پڑھی جائے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَرَدَّ رُوْحِیْ وَاَذِنَ لِیْ بِذِکْرِہٖ ۔

۷- طبرانی کے حوالے سے صبح و شام کے اذکار میں سے ایک درج ذیل ہے:

الحمد للہ الذی تواضع کل شیء لعظمتہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الذی ذل کل شیء لعزتہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الذی اخضع کل شیء لملکہ ۔ (الدعا للطبرانی، رقم الحدیث: ۳۲۵)

جو شخص صبح و شام یہ دعا پڑھے گا، اس کے نامہ اعمال میں لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں پھر اسی رات یا دن میں فوت ہو جانے کی صورت میں فرشتوں کی معاونت سے (باعزت) جنت میں داخل ہوگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ عِنْدَ الْمَنَامِ

باب 21: سوتے وقت قرآن پاک کی تلاوت کرنا

3324 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَاَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَاُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو آپ ﷺ اپنی دونوں ہتھیلیاں جمع کر کے ان میں پھونک مارتے تھے۔ آپ ﷺ سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھ کر دم کرتے تھے پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے جسم پر جہاں تک ہوسکتا تھا، پھیر لیتے تھے۔ پہلے آپ ﷺ اپنے سر پر، اپنے چہرے پر اور جسم کے آگے والے حصے پر پھیرتے تھے۔ آپ ﷺ یہ عمل تین مرتبہ کیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

شرح

سوتے وقت سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھنے کی اہمیت

حدیث باب سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن سے "دم" کرنا جائز ہے، دوسری روایت سے اس کا معاوضہ لینا بھی ثابت ہوتا ہے۔ تینوں سورتوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سورہ اخلاص کی تلاوت تہائی قرآن کے مساوی ہے اور اس میں صرف توحید باری تعالیٰ کا مضمون بیان ہوا ہے جو اسلامی عقائد کی اساس ہے۔ معوذتین کی وجہ یہ ہے کہ ان میں آسیب، رقیہ (منتر) اور سحر کا تحفظ ہے۔ یہ سورتیں چھوٹی ہیں جو عموماً ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہیں یا ان کا ذکر کرنا دشوار نہیں ہے۔ ان سورتوں کے ساتھ سورۃ الکافرون کو بھی یاد کر کے ملانا چاہیے، کیونکہ چہار قل کی فضیلت واہمیت احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔

3324۔ اخرجه البخاری (۱۰/۲۱۹، ۲۲۰): کتاب الطب: باب: النفث من لرقية، حديث (۵۸۴۸)، و ابوداؤد (۴/۳۱۳): کتاب الادب: باب: ما يقال عند النوم، حديث (۵۰۵۶)، و ابن ماجه (۲/۱۲۷۵): کتاب الدعاء: باب: ما يدعو به اذا اوى الى فراشه، حديث (۳۸۷۵)، و عبد بن حميد ص (۴۳۱)، حديث (۱۴۸۴).

بَابُ مِنْهُ

باب 22: بلاعنوان

3325 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِي شَيْئًا اَقُوْلُهُ اِذَا اَوَيْتُ اِلٰى فِرَاشِي قَالَ اقْرَاْ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ فَاِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِّنَ الشِّرْكِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْيَانًا يَقُوْلُ مَرَّةً وَّاَحْيَانًا لَا يَقُوْلُهَا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ حِزَامٍ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَهٰذَا اَصَحُّ وَرَوٰى زُهَيْرٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَهٰذَا اَشْبَهُ وَاَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ قَدِ اضْطَرَبَ اَصْحَابُ اَبِي اِسْحٰقَ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَوْفَلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ هُوَ اَخُو فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ

◆◆ حضرت فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے کسی ایسی چیز کے بارے میں بتائیں! جسے میں رات سوتے وقت پڑھ لیا کروں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سورۂ کافرون پڑھا کرو کیونکہ یہ شرک سے برأت کا اظہار ہے۔

شعبہ نامی راوی نے بعض اوقات یہ الفاظ نقل کیے ہیں، میرے استاد نے اس روایت میں بعض اوقات "ایک مرتبہ" کا لفظ نقل کیا ہے اور بعض اوقات نقل نہیں کیا۔

حضرت فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

زہیر نے اس حدیث کو ابواسحاق کے حوالے سے فروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔ یہ زیادہ مناسب ہے اور شعبہ کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

ابواسحاق کے شاگردوں نے اس حدیث کو روایت کرنے میں اضطراب کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

عبدالرحمٰن بن نوفل نے اسے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

یہ عبدالرحمٰن حضرت فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

3325۔ اخرجه ابوداؤد (۳۱۳/٤): كتاب الادب: باب: ما يقال عن النوم حديث (٥٠٥٥)، و الدرمي (٤٥٩/٢): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل (قل يا ايها الكافرون) و احمد (٤٥٦/٥)۔

شرح

سوتے وقت سورۃ الکافرون پڑھنے کی فضیلت

سورۃ الکافرون ایک امتیازی شان کی حامل ہے، سورۃ اخلاص کی طرح اس میں اخلاص الاعتقاد واخلاص العبادت کا تذکرہ ہے اور پہلی حدیث کو اس روایت کے ساتھ ملایا جائے تو چہار قل کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونے سے قبل سورۃ الکافرون پڑھنے کا حکم دیا تھا، چونکہ یہ حکم خاص نہیں ہے بلکہ عام ہے' لہٰذا ہر مسلمان سوتے وقت اس کی تلاوت کی سعادت حاصل کرسکتا ہے۔

3326 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُونُسَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَاَ بِ تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ وَتَبَارَكَ

اسنادِ دیگر: هٰكَذَا رَوٰى سُفْيَانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَدْ رَوٰى زُهَيْرٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ قُلْتُ لَهُ سَمِعْتَهُ مِنْ جَابِرٍ قَالَ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ جَابِرٍ اِنَّمَا سَمِعْتُهُ مِنْ صَفْوَانَ اَوِ ابْنِ صَفْوَانَ وَقَدْ رَوٰى شَبَابَةُ عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ نَحْوَ حَدِيْثِ لَيْثٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے' جب تک سورۂ تنزیل سجدہ' اور سورۂ ملک نہیں پڑھ لیتے تھے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر راویوں نے اس حدیث کو اسی طرح لیث کے حوالے سے' ابوزبیر کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

زہیر نے اس حدیث کو ابوزبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے دریافت کیا: آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی زبانی نہیں سنی میں نے یہ صفوان یا ابن صفوان کی زبانی سنی ہے۔

شبابہ نے اس روایت کو مغیرہ بن مسلم کے حوالے سے' ابوزبیر کے حوالے سے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے' جیسے لیث نے نقل کیا ہے۔

شرح

سورۃ السجدۃ اور سورۃ الملک کی تلاوت کرنا:

دوسری سورتوں کی طرح سونے سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ السجدہ اور سورۃ الملک کی بھی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ان سورتوں کی تخصیص شاید اس لیے ہے کہ سورۃ السجدہ میں عبادت و ریاضت کی اہمیت وفضیلت بیان ہوئی ہے جبکہ سورۃ ملک قبر میں صاحب قبر کی معاون و رفیق ہونے کا اعزاز رکھتی ہے۔

ایک روایت کے مطابق ان دونوں سورتوں کی تلاوت کے صلہ میں ستر نیکیاں عطا کی جاتی ہیں، ستر برائیاں ختم کی جاتی ہیں اور ستر درجات بلند کیے جاتے ہیں۔ ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سورۃ الم تنزیل اور سورۃ الملک کی تلاوت کرنے سے شب قدر میں عبادت و ریاضت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

3327 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِىْ لُبَابَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَاَ الزُّمَرَ وَبَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اَخْبَرَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ اَبُوْ لُبَابَةَ هٰذَا اسْمُهٗ مَرْوَانُ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ وَّسَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ سَمِعَ مِنْهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک سورۂ زمر اور سورۂ بنی اسرائیل کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں) امام بخاری نے مجھے یہ بتایا ہے، اس روایت کے راوی ابولبابہ کا نام مروان ہے اور یہ عبدالرحمن بن زیاد کے غلام ہیں انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث کا سماع کیا ہے اور حماد بن زید نے ان سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

3328 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بِلَالٍ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَاَ الْمُسَبِّحَاتِ وَيَقُوْلُ فِيْهَا اٰيَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ اٰيَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

3327- تفردبه الترمذي انظر التحفة (۱۲/۳۰۳)، حديث (۱۷۶۰۱) من اصحابك الكتب الستة، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۲/۴۳۴)، و قال الشيخ الالباني في السلسلة الصحيحة (۲/۲۴۳)، حديث (۶۴۱)، اسناده جيد، سكت عليه الحاكم و الذهبي و رجاله ثقات.

◆◆ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے' جب تک مسبحات کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔ آپ ﷺ یہ فرماتے تھے: ان میں ایک ایسی آیت بھی ہے' جو ایک ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

سورۂ زمر، سورۂ بنی اسرائیل اور مسبحات کی تلاوت کرنا:

چار قل، سورہ زمر اور سورۃ الملک کی طرح سوتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ بنی اسرائیل کی بھی تلاوت کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ اس موقع پر سورہ مسبحات کی بھی تلاوت کرتے تھے، مسبحات سے مراد وہ سورتیں ہیں' جن کی ابتداء سبح یا سبحان یا یسبح سے ہوتی ہے، وہ سات سورتیں ہیں:

(۱) سورہ بنی اسرائیل (۲) سورہ حدید (۳) سورہ حشر (۴) سورہ صف (۵) سورہ جمعہ (۶) سورہ تغابن اور (۷) سورۃ الاعلیٰ۔

ان سورتوں کی الگ الگ فضیلت وشان اور خصوصیات ہیں۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 23: بلاعنوان

3329 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنْظَلَةَ

متن حدیث: قَالَ صَحِبْتُ شَدَّادَ بْنَ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ سَفَرٍ فَقَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا اَنْ نَّقُوْلَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْاَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْاَمْرِ وَاَسْاَلُكَ عَزِيْمَةَ الرُّشْدِ وَاَسْاَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْاَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَّقَلْبًا سَلِيْمًا وَّاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّاْخُذُ مَضْجَعَهٗ يَقْرَاُ سُوْرَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَكًا فَلَا يَقْرَبُهٗ شَيْءٌ يُّؤْذِيْهِ حَتّٰى يَهُبَّ مَتٰى هَبَّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَالْجُرَيْرِيُّ هُوَ سَعِيْدُ بْنُ اِيَاسٍ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْجُرَيْرِيُّ وَاَبُو الْعَلَاءِ اسْمُهٗ يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ

◆◆ بنو حنظلہ قبیلے کے ایک صاحب کہتے ہیں، میں ایک دن حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک سفر میں شریک

3329۔ اخرجه احمد (۱۲۵/۴) عن شداد بن اوس فذکره۔

تھا۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ سکھاؤں؟ جو نبی اکرم ﷺ ہمیں سکھایا کرتے تھے۔ تم یہ پڑھا کرو:

''اے اللہ! میں تجھ سے کام (یعنی معاملات) کی مضبوطی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کا سوال کرتا ہوں اور اچھی طرح سے عبادت کرنے کا سوال کرتا ہوں۔ میں تجھ سے سچی زبان' درست (نظریات رکھنے والا) دل مانگتا ہوں۔ میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں' جو تیرے علم میں ہے' اور میں تجھ سے ہر اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں' جو تیرے علم میں ہے' اور میں ہر اس چیز سے تیری مغفرت طلب کرتا ہوں جسے تو جانتا ہے۔ بے شک تو غیوب کا علم رکھنے والا ہے۔''

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو مسلمان سوتے وقت اللہ تعالیٰ کی کتاب کی کوئی ایک سورۃ پڑھے گا' تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتے کو مقرر کر دے گا' تو تکلیف دینے والی کوئی بھی چیز اس کے بیدار ہونے تک اس کے پاس نہیں آئے گی' خواہ وہ جب بھی بیدار ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

جریری نامی راوی کا نام سعید بن ایاس ہے' یا وہ ابو مسعود جریری ہیں۔

ابوالعلاء نامی راوی کا نام یزید بن عبداللہ بن شخیر ہے۔

شرح

کسی بھی سورت کی تلاوت نافع ہونا

حدیث باب کے مطابق سونے سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَاَسْئَلُكَ عَزِیْمَةَ الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَقَلْبًا سَلِیْمًا وَّاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ .

علاوہ ازیں رات کو سونے سے پہلے جو بھی سورت تلاوت کی جائے قاری کے لیے نافع ہو گی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کے لیے ایک فرشتہ تعینات کیا جاتا ہے، جو سونے والے کی نگرانی کرتا ہے کہ کوئی چیز اسے نقصان نہ پہنچا سکے اور اس کے بیدار ہونے تک فرشتہ اپنی خدمات انجام دیتا رہتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی التَّسْبِیْحِ وَالتَّكْبِیْرِ وَالتَّحْمِیْدِ عِنْدَ الْمَنَامِ

باب 24: سوتے وقت سبحان اللہ' اللہ اکبر اور الحمدللہ پڑھنا

3330 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْخَطَّابِ زِیَادُ بْنُ یَحْیَی الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ عَبِیْدَةَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

3330۔ اخرجه عبد الله بن احمد من الزوائد (۱۲۳/۱)، عن عبيدة عن علي به.

متن حدیث: قَالَ شَكَتْ إِلَيَّ فَاطِمَةُ مَجَلَ يَدَيْهَا مِنَ الطَّحِينِ فَقُلْتُ لَوْ أَتَيْتِ أَبَاكِ فَسَأَلْتِهِ خَادِمًا فَقَالَ أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنَ الْخَادِمِ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضْجَعَكُمَا تَقُولَانِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَأَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ مِنْ تَحْمِيدٍ وَتَسْبِيحٍ وَتَكْبِيرٍ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَوْنٍ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے مجھ سے یہ شکایت کی کہ چکی پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں' تو میں نے ان سے کہا: اگر تم اپنے والد محترم سے کوئی خادم مانگ لو تو بہتر ہوگا (وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کسی خادم کے لیے کہا) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ایک ایسی چیز کے بارے میں بتاتا ہوں' جو تم دونوں (میاں بیوی) کے لیے خادم (مل جانے سے زیادہ) فضیلت رکھتی ہے، تم لوگ سوتے وقت 33 مرتبہ الحمد للہ' 33 مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور 34 مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث میں پورا واقعہ منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے' جو ابن عون سے منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

3331 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: قَالَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْكُو مَجْلًا بِيَدَيْهَا فَأَمَرَهَا بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ کے سامنے چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھ چھل جانے کی شکایت کی' تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں سبحان اللہ پڑھنے' اللہ اکبر پڑھنے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنے کا حکم دیا۔

شرح

تسبیحات فاطمہ پڑھنے کی فضیلت:

خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دن بھر گھریلو کام کاج کرتیں مثلاً خانہ صفائی، کھانا تیار کرنا، پانی بھرنا، کپڑوں کی دھلائی، چکی سے آٹا پیسنا، مہمان نوازی اور دیگر امور۔ آپ گھریلو امور انجام دینے سے تھک جاتی تھیں اور چکی سے آٹا پیسنے

کے سبب ہاتھوں پر چھالے پڑ جاتے تھے۔ آپ اکثر ان امور کو انجام دینے کی وجہ سے تھکاوٹ بالخصوص چکی پینے کی وجہ سے چھالوں کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کرتیں اور وہ خاموش ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ دو غلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسب معمول اپنی تھکاوٹ بالخصوص چکی پینے سے ہاتھوں کو پڑنے والے چھالوں کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا، انہوں نے فرمایا: آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس پریشانی کا ذکر کریں، آپ کے پاس غلام موجود ہیں ممکن ہے کہ چکی پینے کے لیے کوئی غلام عنایت فرما دیں، آپ دار نبوت میں حاضر ہوئیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود نہیں تھے، اشارۃً آنے کا مقصد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کر کے واپس آ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے ان کی آمد و رفت کو ملاحظہ کیا، گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کی وجہ دریافت کی، انہوں نے تفصیل سے ان کے آنے کی وجہ عرض کر دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آنے کی وجہ دریافت کی، وہ خاموش رہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقصد تفصیل سے عرض کر دیا، آپ نے غلام دینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا: میں یہ غلام نہیں دے سکتا، یہ ان یتیم بچوں کو دوں گا جن کے باپ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ تاہم آپ سونے سے قبل سُبْحَانَ اللہِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار اور اَللہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار پڑھا کریں تو تھکاوٹ نام کی کوئی چیز آپ کے قریب نہیں آئے گی۔

ان تسبیحات کو تسبیحات فاطمہ کہا جاتا ہے، جو اولیاء و صالحین کے معمولات میں شامل رہی ہیں اور ہیں۔ ان تسبیحات کو تسبیحات فقراء بھی کہا جاتا ہے، نماز سے فراغت پر تا ہنوز مسلمان یہ تسبیحات فاطمہ پڑھتے ہیں اور تا قیامت انہیں پڑھتے رہیں گے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 25: بلاعنوان

3332 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَلَّتَانِ لَا يُحْصِيهِمَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ اَلَا وَهُمَا يَسِيْرٌ وَمَنْ يَعْمَلُ بِهِمَا قَلِيْلٌ

3332- اخرجه البخاري في الادب المفرد ص (۳۵۵)، حديث (۱۲۲۱)، و ابوداؤد (۸۱/۲): كتاب الصلاة: باب: التسبيح بالحصى، حديث (۱۵۰۲)، و يوجد من ابوداؤد ايضا (۵۰۶۵)، و النسائي (۷٤/۳): كتاب السهو: باب: عدد التسبيح بعد التسليم، حديث (۱۳٤۸) و يوجد من النسائي ايضا (۱۳۵۵)، و ابن ماجه (۲۹۹/۱): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: ما يقال بعد التسليم حديث (۹۲٦)، و احمد (۱٦۰/۲)، (۲۰٤/۲)، و الحميدي (۲٦۵/۱)، حديث (۵۸۳)، و ابن حميد ص (۱۳۹، ۱٤۰)، حديث (۳۵٦).

يُسَبِّحُ اللّٰهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَيَحْمَدُهُ عَشْرًا وَيُكَبِّرُهُ عَشْرًا قَالَ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُهَا بِيَدِهِ قَالَ فَتِلْكَ خَمْسُونَ وَمِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَأَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فِي الْمِيزَانِ وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ تُسَبِّحُهُ وَتُكَبِّرُهُ وَتَحْمَدُهُ مِائَةً فَتِلْكَ مِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَأَلْفٌ فِي الْمِيزَانِ فَأَيُّكُمْ يَعْمَلُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ أَلْفَيْنِ وَخَمْسَ مِائَةِ سَيِّئَةٍ قَالُوا فَكَيْفَ لَا يُحْصِيهَا قَالَ يَأْتِي أَحَدَكُمُ الشَّيْطَانُ وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ فَيَقُولُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا حَتَّى يَنْفَتِلَ فَلَعَلَّهُ لَا يَفْعَلُ وَيَأْتِيهِ وَهُوَ فِي مَضْجَعِهِ فَلَا يَزَالُ يُنَوِّمُهُ حَتَّى يَنَامَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ هٰذَا الْحَدِيثَ وَرَوَى الْأَعْمَشُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ مُخْتَصَرًا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَأَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: دو خصلتیں (ایسی ہی) ہیں اگر کوئی مسلمان اختیار کرلے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ یہ دونوں آسان بھی ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمدللہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا۔

راوی بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا: آپ ﷺ اپنی انگلیوں پر اس کو گن رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زبان سے پڑھنے کے حساب سے (روزانہ) ایک سو پچاس ہوں گے لیکن میزان میں یہ ایک ہزار پانچ سو ہوں گے (کیونکہ نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:) جب تم سونے لگو! تو ایک سو مرتبہ سبحان اللہ اللہ اکبر اور الحمدللہ (یعنی انہیں 33'33 مرتبہ پڑھ لو) تو یہ زبان سے پڑھنے میں ایک سو ہوں گے اور میزان میں ایک ہزار ہوں گے تو تم میں سے کون ایسا شخص ہے؟ جو روزانہ دو ہزار پانچ سو گناہ کرتا ہو (لیکن وہ اس عمل کے ذریعے روزانہ دو ہزار پانچ سو نیکیاں حاصل کرے گا) لوگوں نے عرض کی: ہم بھلا کیوں اس کا خیال نہیں رکھیں گے؟ (یعنی اس کو ان شاء اللہ باقاعدگی سے کریں گے)۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں کسی ایک شخص کے پاس شیطان آتا ہے۔ آدمی اس وقت نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے: فلاں فلاں چیز یاد کرو! یہاں تک کہ اس آدمی کی توجہ منتشر ہو جاتی ہے تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی وہ کام نہ کرے۔ پھر جب آدمی سونے لگتا ہے تو شیطان اُس کے پاس آتا ہے اور اسے سلاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آدمی سو جاتا ہے (اس لیے تم نے اس معاملے میں احتیاط کرنی ہے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شعبہ اور ثوری نے اسے عطاء بن سائب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اعمش نے اس حدیث کو عطاء بن سائب کے حوالے سے مختصر طور پر نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

3333 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا عَثَّامُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

متنِ حدیث: قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيْحَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ انگلیوں پر گنتے ہوئے سبحان اللہ پڑھ رہے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اعمش سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3334 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ سَمُرَةَ الْاَحْمَسِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ الْمُلَائِيُّ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ يُسَبِّحُ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَيَحْمَدُهُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَيُكَبِّرُهُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَعَمْرُو بْنُ قَيْسٍ الْمُلَائِيُّ ثِقَةٌ حَافِظٌ

اختلافِ روایت: وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْحَكَمِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَرَوَاهُ مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنِ الْحَكَمِ فَرَفَعَهُ

◄► حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (نماز کے بعد چند وظائف) پڑھنے والا شخص محروم نہیں رہتا' وہ ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ پڑھے' 33 مرتبہ الحمدللہ پڑھے اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

عمرو بن قیس ملائی نامی راوی حافظ اور ثقہ ہیں۔

شعبہ نے اس حدیث کو حکم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

منصور بن معتمر نے اسے حکم کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

3335 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ اَفْلَحَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

3334۔ اخرجه مسلم (۵۲۲/۲، ۵۲۳): كتاب المساجد و مواضع الصلاة باب: استحباب الذكر بعد الصلاة و بيان صفته، حديث (۱۴۴، ۱۴۵/۵۹۶)، و النسائي (۷۵/۳): كتاب السهو: باب: نوع آخر من عدد التسبيح حديث (۱۳۴۹)۔

متن حدیث: قَالَ اُمِرْنَا اَنْ نُسَبِّحَ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَنَحْمَدَهُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَنُكَبِّرَهُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ قَالَ فَرَاٰى رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ اَمَرَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُسَبِّحُوْا فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَتَحْمَدُوا اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَتُكَبِّرُوْا اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاجْعَلُوْا خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ وَاجْعَلُوا التَّهْلِيْلَ مَعَهُنَّ فَغَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَهُ فَقَالَ افْعَلُوْا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کی ہدایت ملی۔ راوی کہتے ہیں: ایک انصاری نے خواب میں دیکھا اور بتایا: (خواب میں فرشتے نے پوچھا) نبی اکرم ﷺ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے: تم 33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں (تو وہ فرشتہ بولا:) تم اسے 35 مرتبہ پڑھو اور اس کے ساتھ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی پڑھو۔ اگلے دن وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بارے میں بتایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ ایسا کرو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دو وظائف کی وجہ سے دخول جنت کا پروانہ ملنا:

ان روایات میں دو وظائف کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص اہتمام کے ساتھ انہیں پڑھے گا، وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا اور وہ وظائف حسب ذیل ہیں:

۱- (i) ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ دس بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ دس بار اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ دس بار۔

(ii) ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۳ بار۔

(iii) ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ بار۔

۲- رات کے وقت سونے سے پہلے حسب ذیل وظیفہ پڑھنا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ بار۔

فائدہ نافعہ:

اکثر لوگ تسبیحات کو شمار کرنے کے لیے تسبیح (مالا) استعمال کرتے ہیں، اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے' لیکن انگلیوں کے پوروں پر گننا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں ریاکاری نہیں ہے۔

3335۔ اخرجه النسائي (۷٦/۳): كتاب السهو: باب: نوع آخر من عدد التسبيح، حديث (۱۳۵۰)، و الدارمي (۳۱۲/۱): كتاب الصلاة: باب التسبيح من دبر الصلاة، و احمد (۱۸٤/۵، ۱۹۰)، و عبد بن حميد ص (۱۰۹)، حديث (۲٤۵)، و ابن خزيمة (۳۷۰/۱) حديث (۷۵۲).

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدُّعَاءِ إِذَا انْتَبَهَ مِنَ اللَّيْلِ

باب 26: رات کے وقت بیدار ہونے پر پڑھی جانے والی دُعا

3336 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي أَوْ قَالَ ثُمَّ دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ فَإِنْ عَزَمَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلّٰى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

3337 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ يُصَلِّي كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ سَجْدَةٍ وَيُسَبِّحُ مِائَةَ أَلْفِ تَسْبِيحَةٍ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص رات کے وقت بیدار ہو کر یہ پڑھے:

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے حمد اسی کے لیے مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا"

پھر وہ یہ پڑھے:

"اے میرے پروردگار میری مغفرت کر دے۔"

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) پھر وہ شخص جو دُعا مانگے گا وہ دُعا قبول ہو گی اگر وہ ہمت کر کے وضو کر کے نماز بھی ادا کرے تو اس کی نماز بھی قبول ہو گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

مسلمہ بیان کرتے ہیں عمیر بن ہانی روزانہ ایک ہزار نوافل ادا کیا کرتے تھے اور ایک لاکھ مرتبہ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

3336۔ اخرجه البخاری (۴۷/۳، ۴۹): كتاب التهجد: باب: فضل من تعار من الليل فصلي، حديث (۱۱۵۴)، و ابوداؤد (۳۱۴/۴): كتاب الادب: باب: ما يقول الرجل اذا تعار من الليل، حديث (۵۰۶۰)، و ابن ماجه (۱۲۷۶/۲): كتاب الدعاء: باب ما يدعو به اذا انتبه من الليل، حديث (۳۸۷۸)، و الدارمي (۲۹۱/۲): كتاب الاستيذان: باب: ما يقول اذا انتبه من نومه، و احمد (۳۱۳/۵).

بَابُ مِنْهُ

باب 27: بلاعنوان

3338 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَّوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ وَّاَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ وَعَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالُوْا حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَبِيْعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْاَسْلَمِيُّ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ اَبِيْتُ عِنْدَ بَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُعْطِيْهِ وَضُوْئَهُ فَاَسْمَعُهُ الْهَوِيَّ مِنَ اللَّيْلِ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَاَسْمَعُهُ الْهَوِيَّ مِنَ اللَّيْلِ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کے دروازے کے پاس رات کے وقت موجود رہتا تھا۔ میں آپ ﷺ کو وضو کا پانی دیا کرتا تھا۔ میں رات کے وقت آپ ﷺ کو پست آواز میں "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" پڑھتے ہوئے سنتا تھا اور پست آواز میں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" پڑھتے ہوئے سنتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

بَابُ مِنْهُ

باب 28: بلاعنوان

3339 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ قَالَ اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَا نَفْسِيْ بَعْدَ مَا اَمَاتَهَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3338- اخرجه البخاری من المفرد ص (٣٥٦)، حديث (٢٢٣)، والنسائي (٢٠٩/٣): كتاب قيام الليل و تطوع النهار، باب: ذكر ما يستفتح به القيام، حديث (١٦١٨)، و ابن ماجه (١٢٧٦/٢): كتاب الدعاء: باب: ما يدعو به اذا انتبه من الليل، حديث (٣٨٧٩)... و احمد (٥٧/٤).

3339- اخرجه البخاری (١١٧/١١): كتاب الدعوات: باب: ما يقول اذا نام، حديث (٦٣١٢)، طرفه من (٦٣١٤، ٦٣٢٤، ٧٣٩٤) ومن الادب المفرد ص (٣٥٢)، حديث (١٢٠٩)، و ابوداؤد (٣١١/٤): كتاب الادب: باب: ما يقال عند النوم، حديث (٥٠٤٩)، و ابن ماجه (١٢٧٧/٢): كتاب الدعاء: باب: ما يدعو به اذا انتبه من الليل، حديث (٣٨٨٠)، و الدارمی (٢٩١/٢): كتاب الاستئذان: باب: ما يقول اذا انتبه من نومه، و احمد (٣٨٥/٥، ٣٨٧، ٣٩٧، ٣٩٩، ٤٠٧).

◄► حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب سونے لگتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میں تیرے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے سوتا ہوں اور اٹھوں گا۔''

جب آپ ﷺ بیدار ہوتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جس نے مجھے نیند دینے کے بعد بیداری عطا کی اور اسی کی بارگاہ میں دوبارہ اکٹھے ہونا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سونے کے بعد رات میں اٹھنے کی دعائیں:

رات میں سونے کے بعد بڑبڑاتے ہوئے یا کم خوابی یا نیم بیداری کی حالت میں کوئی دعا کرتا ہے، تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے اور باوضو ہو کر نماز پڑھنے والے کی نماز قبول کی جاتی ہے۔ وہ دعائیں درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ .

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے:

۲- (i) سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، (ii) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

۳- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے:

(i) رات کو سوتے وقت کی دعا: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا

(ii) جب بیدار ہو تو یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَا نَفْسِىْ بَعْدَ مَا اَمَاتَهَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ .

بَابُ مَا جَآءَ مَا يَقُوْلُ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ اِلَى الصَّلٰوةِ

باب 29: آدمی جب رات کے وقت نوافل ادا کرنے کے لیے (اُٹھے) تو کیا پڑھے؟

3340 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِىُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ الْيَمَانِىِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيَّامُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِي لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نصف رات کے وقت نوافل ادا کرنے کے لیے اُٹھتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ حمد تیرے لیے مخصوص ہے تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے حمد تیرے لیے مخصوص ہے تو آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے حمد تیرے لیے مخصوص ہے تو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے اور ان میں موجود ہر چیز کا بھی پروردگار ہے تو حق ہے تیرا کیا ہوا وعدہ حق ہے تیری بارگاہ میں حاضری حق ہے جنت حق ہے جہنم حق ہے قیامت حق ہے اے اللہ! میں نے تیری بارگاہ میں سر کو جھکا دیا تجھ پر ایمان لایا میں نے تجھ پر توکل کیا میں تیرا فرمانبردار ہوا میں تیری مدد سے کسی سے اختلاف کرتا ہوں تجھے ہی حاکم تسلیم کرتا ہوں تو میری مغفرت کر دے ہر اس چیز کی جو میں پہلے کر چکا ہوں آئندہ کروں گا جو چھپ کر کی ہے جو علانیہ طور پر کی ہے تو میرا معبود ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 30: بلاعنوان

3341 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ بْنِ اَبِي لَيْلٰى حَدَّثَنِي اَبِي

3340- اخرجه مالك (١/٢١٥، ٢١٦): كتاب القرآن: باب: ما جاء في الدعاء حديث (٣٤)، و البخاري (٣/٥): كتاب التهجد: باب: (١) التهجد بالليل، حديث (١١٢٠)، و اطرافه في (٦٣١٧، ٧٣٨٥، ٧٤٤٢، ٧٤٩٩) ومن الادب المفرد ص (٧٠٤)، حديث (٢٠٤)، و مسلم (٣/١٠٤، ١٠٥، ١٠٦ - الابي): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: الدعاء من صلاة الليل و قيامه حديث (١٩٩/٧٦٩)، و ابوداؤد (١/٢٠٥): كتاب الصلاة: باب: ما يستفتح به الصلاة من الدعاء، حديث (٧٧١)، (٧٧٢) والنسائي (٣/٢٠٩): كتاب قيام الليل و تطوع النهار: باب: ما يستفتح به القيام، حديث (١٦١٩)، و ابن ماجه (١/٤٣٠): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء في الدعاء اذا قام الرجل من الليل، حديث (١٣٥٥)، و الدارمي (١/٣٤٨): كتاب الصلاة باب: الدعاء عند التهجد، و احمد (١/٢٩٨، ٣٠٨، ٣٥٨، ٣٦٦)، و الحميدي (١/٢٣١)، حديث (٤٩٥)، و ابن خزيمة (٢/١٨٤)، حديث (١١٥١)، (١١٥٢)، و ابن حميد ص (٢١١)، حديث (٦٢١).

حَدَّثَنِيْ ابْنُ اَبِيْ لَيْلَى عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَلِيٍّ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: لَيْلَةً حِيْنَ فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِكَ تَهْدِيْ بِهَا قَلْبِيْ وَتَجْمَعُ بِهَا اَمْرِيْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعَثِيْ وَتُصْلِحُ بِهَا غَائِبِيْ وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِيْ وَتُزَكِّيْ بِهَا عَمَلِيْ وَتُلْهِمُنِيْ بِهَا رُشْدِيْ وَتَرُدُّ بِهَا اُلْفَتِيْ وَتَعْصِمُنِيْ بِهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ اللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ اِيْمَانًا وَّيَقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْفَوْزَ فِي الْعَطَاءِ وَنُزُلَ الشُّهَدَاءِ وَعَيْشَ السُّعَدَاءِ وَالنَّصْرَ عَلَى الْاَعْدَاءِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُنْزِلُ بِكَ حَاجَتِيْ وَاِنْ قَصُرَ رَاْيِيْ وَضَعُفَ عَمَلِي افْتَقَرْتُ اِلٰى رَحْمَتِكَ فَاَسْاَلُكَ يَا قَاضِيَ الْاُمُوْرِ وَيَا شَافِيَ الصُّدُوْرِ كَمَا تُجِيْرُ بَيْنَ الْبُحُوْرِ اَنْ تُجِيْرَنِيْ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ الثُّبُوْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقُبُوْرِ اللّٰهُمَّ مَا قَصُرَ عَنْهُ رَاْيِيْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ نِيَّتِيْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْاَلَتِيْ مِنْ خَيْرٍ وَّعَدْتَّهُ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ خَيْرٍ اَنْتَ مُعْطِيْهِ اَحَدًا مِّنْ عِبَادِكَ فَاِنِّيْ اَرْغَبُ اِلَيْكَ فِيْهِ وَاَسْاَلُكَهُ بِرَحْمَتِكَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ اللّٰهُمَّ ذَا الْحَبْلِ الشَّدِيْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِيْدِ اَسْاَلُكَ الْاَمْنَ يَوْمَ الْوَعِيْدِ وَالْجَنَّةَ يَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِيْنَ الشُّهُوْدِ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ الْمُوْفِيْنَ بِالْعُهُوْدِ اِنَّكَ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ وَّاَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِيْنَ مُهْتَدِيْنَ غَيْرَ ضَالِّيْنَ وَلَا مُضِلِّيْنَ سِلْمًا لِّاَوْلِيَائِكَ وَعَدُوًّا لِّاَعْدَائِكَ نُحِبُّ بِحُبِّكَ مَنْ اَحَبَّكَ وَنُعَادِيْ بِعَدَاوَتِكَ مَنْ خَالَفَكَ اللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَاءُ وَعَلَيْكَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا فِيْ قَلْبِيْ وَنُوْرًا فِيْ قَبْرِيْ وَنُوْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِيْ وَنُوْرًا عَنْ يَّمِيْنِيْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِيْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِيْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِيْ وَنُوْرًا فِيْ سَمْعِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَصَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ شَعْرِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَشَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ لَحْمِيْ وَنُوْرًا فِيْ دَمِيْ وَنُوْرًا فِيْ عِظَامِيْ اللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا وَّاَعْطِنِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا سُبْحَانَ الَّذِيْ تَعَطَّفَ الْعِزَّ وَقَالَ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِيْ لَبِسَ الْمَجْدَ وَتَكَرَّمَ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِيْ لَا يَنْبَغِي التَّسْبِيْحُ اِلَّا لَهٗ سُبْحَانَ ذِي الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ سُبْحَانَ ذِي الْمَجْدِ وَالْكَرَمِ سُبْحَانَ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِثْلَ هٰذَا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلَى اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَمْ يَذْكُرْهُ بِطُوْلِهٖ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک رات میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا، آپ ﷺ نے نوافل ادا کرنے کے بعد یہ دُعا مانگی۔

3341- تفرد به الترمذي انظر التحفة (۵/۱۸۴)، حديث (۶۲۹۲) من اصحابك الكتب الستة، و ذكره المتقي الهندي (۲/۱۷۲)، حديث (۳۶۰۸)، و عزاه للطبراني و للبيهقي في الدعوات عن ابن عباس۔

"اے اللہ! میں تجھ سے تیری وہ رحمت مانگتا ہوں جس کے ذریعے تو میرے دل کو ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور میرے معاملات کو سمیٹ دے' میری مشکلات کو آسان کر دے' اس کے ذریعے میرے غائب کی اصلاح کر دے' اس کے ذریعے میرے شاہد کو بلند کر دے' اس کے ذریعے میرے عمل کا تزکیہ کر دے' اس کے ذریعے مجھے ہدایت الہام کر دے' اس کے ذریعے میری الفت لوٹا دے' اس کے ذریعے مجھے ہر برائی سے بچا' اے اللہ! مجھے ایسا ایمان اور یقین عطا کر دے' جس کے بعد کفر نہ ہو اور ایسی رحمت عطا کر دے' جس کے ذریعے میں دُنیا اور آخرت میں تیری طرف سے عطا کردہ بزرگی کے شرف تک پہنچ جاؤں۔ اے اللہ! میں تجھ سے عطا میں (اور ایک روایت کے مطابق قضاء میں) کامیابی کا سوال کرتا ہوں' شہداء کے مرتبے کا' سعادت مند لوگوں کی طرح زندہ رہنے کا' دُشمن کے خلاف مدد کا سوال کرتا ہوں' اے اللہ! میں اپنی حاجت تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں' اگرچہ میری عقل کمزور ہے' اور عمل ضعیف ہے' لیکن میں تیری رحمت کا محتاج ہوں۔ اے تمام کاموں کو پورا کرنے والے' اے سینوں کو شفا دینے والے' میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ جس طرح تو سمندروں کے درمیان نجات نصیب کرتا ہے اسی طرح مجھے جہنم کے عذاب سے' بربادی کی دُعا سے' قبر کی آزمائش سے نجات نصیب کر۔ اے اللہ! جس بھی بھلائی کے بارے میں میری سوچ کمزور ہے' میری نیت اس تک نہیں پہنچی' میرا سوال اس کے بارے میں نہیں ہو سکا اور تو نے اس بھلائی کا اپنی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ بھی وعدہ کیا ہو وہ بھلائی جو تو اپنے بندوں میں سے کسی کو بھی عطا کرے گا میں تیری بارگاہ میں اس کا طلبگار ہوں اور میں وہ بھلائی تیری رحمت کے وسیلے سے مانگتا ہوں۔ اے تمام جہانوں کے پروردگار! اے اللہ! اے زبردست قوت کے مالک! اے درست فیصلہ کرنے والے! میں قیامت کے دن امن کے حصول کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور آخرت میں مقرب فرشتوں کے ہمراہ جنت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں' جو رکوع کرنے والے ہیں اور سجدہ کرنے والے ہیں' اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں' بے شک تو رحم کرنے والا اور مہربان ہے' تو جو ارادہ کرتا ہے وہ تو کر لیتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں ہدایت یافتہ اور دوسروں کو ہدایت دینے والا بنا دے' ہمیں گمراہ یا دوسروں کو گمراہ کرنے والا نہ بنا۔ ہمیں اپنے دوستوں کے ساتھ محبت کرنے والا اور اپنے دشمنوں کا دشمن بنا دے۔ ہم تیری محبت کی وجہ سے ہر اس شخص سے محبت رکھیں' جو تجھ سے محبت رکھتا ہے' اور تیری دشمنی کی وجہ سے ہر اس شخص کو دشمن رکھیں جو تیری مخالفت کرتا ہے۔ اے اللہ! یہ میری دُعا ہے' جسے قبول کرنا تیرا کام ہے۔ یہ ایک ادنیٰ سی کوشش ہے' اور بھروسہ تیری ذات پر ہی کیا جا سکتا ہے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے۔ میری قبر میں نور کر دے۔ میرے آگے نور کر دے۔ میرے پیچھے نور کر دے۔ میرے دائیں طرف نور کر دے۔ میرے بائیں طرف نور کر دے۔ میرے اوپر نور کر دے۔ میرے نیچے نور کر دے۔ میری سماعت کو نور کر دے۔ میری بصارت کو نور کر دے۔ میرے بالوں کو نور کر دے۔ میری چمڑے کو نور کر دے۔ میرے گوشت کو نور کر دے۔ میرے خون کو نور کر دے۔ میری ہڈیوں کو نور کر دے۔ اے اللہ! میرے نور میں اضافہ کر دے۔ مجھے نور عطا کر دے۔ مجھے نور والا بنا دے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے عزت کی چادر کو اوڑھ لیا اور اسے اپنے ساتھ مخصوص کر لیا۔ پاک ہے وہ' جس نے بزرگی کے لباس کو پہن کر اس کے ذریعے اپنی عزت ظاہر کی۔ پاک ہے وہ ذات جس کے علاوہ کوئی تسبیح کے لائق نہیں ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو فضل کرنے والا ہے' جو بزرگی کا مالک ہے' اور رحم والا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو جلال اور اکرام والا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ "حدیث غریب" ہے۔ ہم اسے ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شعبہ اور سفیان ثوری نے اسے سلمہ بن کہیل کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس روایت کا بعض حصہ نقل کیا ہے۔ مکمل روایت ذکر نہیں کی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی الدُّعَاءِ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ بِاللَّيْلِ

باب 31: رات کے وقت نوافل کے آغاز میں دُعا مانگنا

3342 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهٗ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَاتَهٗ فَقَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں، میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ جب رات کے وقت نوافل ادا کرنے لگتے تھے تو آپ ﷺ نماز کے آغاز میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: آپ ﷺ جب رات کی نماز ادا کرنے لگتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

"اے اللہ! اے جبرائیل علیہ السلام، میکائیل، اسرافیل کے پروردگار! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! اے غیب اور شہادت کا علم رکھنے والے! تیرے بندے جس چیز کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں تو بندوں کے درمیان اس چیز کے بارے میں فیصلہ کرے گا تو مجھے اس حق کے بارے میں ہدایت پر ثابت قدم رکھ! جس کے بارے میں تیرے اذن کے ساتھ اختلاف کیا جاتا ہے بے شک تو ہی صراطِ مستقیم پر (چلا سکتا ہے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3342- اخرجه مسلم (۳/۱۰۷، ۱۰۸ - الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: الدعاء فى صلاة الليل و قيامه، حديث (۷۷۰/۲۰۰)، و ابوداؤد (۱/۲۰٤): كتاب الصلاة: باب: ما يستفتح به الصلاة من الدعاء، حديث (۷٦۷)، و النسائى (۳/۲۱۲): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: باى شىء تستفتح صلاة الليل، حديث (۱٦۲٥)، و ابن ماجه (۱/٤۳۱): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء فى الدعاء اذا قام الرجل من الليل، حديث (۱۳٥۷)، و احمد (٦/۱٥٦)، و ابن خزيمة (۲/۱۸٥): حديث (۱۱٥۳).

بَابٌ مِنْهُ

باب 32: بلا عنوان

3343 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّي وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِي لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا اِنَّهُ لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ اٰمَنْتُ بِكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ فَاِذَا رَكَعَ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعِظَامِي وَعَصَبِي فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِينَ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ فَاِذَا سَجَدَ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ فَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ثُمَّ يَكُونُ اٰخِرَ مَا يَقُولُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالسَّلَامِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو پہلے یہ پڑھتے تھے:

''میں اپنا رخ اس ذات کی طرف کر رہا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو ٹھیک پیدا کیا ہے' اور میں مشرک نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز' میری قربانی' میری زندگی' میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے' جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے' اور میں مسلمان ہوں۔ اے اللہ! تو بادشاہ ہے' تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' تو میرا پروردگار ہے' میں تیرا بندہ ہوں' میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے' میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں' تو میرے تمام گناہوں کو بخش دے' بے شک گناہوں کو صرف تو ہی بخش سکتا ہے' تو مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت نصیب فرما اور اچھے اخلاق کی طرف صرف تو ہی رہنمائی کر سکتا ہے' تو مجھ سے برے اخلاق کو دور کر دے' مجھ سے برے اخلاق کو صرف تو ہی دور کر سکتا ہے۔ میں تجھ پر ایمان لایا' تیری ذات برکت والی ہے' بلند و برتر

ہے میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔''

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب نبی اکرم ﷺ رکوع میں جاتے تو یہ پڑھا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں نے تیرے لیے رکوع کیا' میں تجھ پر ایمان لایا' میں نے تیرے سامنے سر تسلیم خم کیا' میری سماعت' بصارت' مغز' ہڈیاں' پٹھے سب تیری بارگاہ میں جھک گئے۔''

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب آپ ﷺ سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تو یہ پڑھا کرتے تھے:

''اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے لیے مخصوص ہے۔ اتنی جتنی آسمانوں اور زمین کو اور ان میں موجود ساری جگہ کو بھر دے اور اتنی جتنی اس چیز کو بھر دے جو تو چاہے۔''

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) نبی کریم ﷺ جب سجدے میں جاتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میں نے تیرے لیے سجدہ کیا' تجھ پر ایمان لایا' تیرے لیے خود کو جھکا دیا' میرا چہرہ اس ذات کے لیے سربسجود ہے' جس نے اسے پیدا کیا' اسے شکل و صورت عطا کی' اسے سماعت اور بصیرت نصیب کی' تو اللہ تعالیٰ کی ذات برکت والی ہے' جو سب سے بہترین خالق ہے۔''

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) اس کے بعد نبی اکرم ﷺ تشہد میں سلام پھیرنے سے پہلے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں نے جو کچھ پہلے کیا جو بعد میں کروں گا' جو چھپ کر کیا یا جو اعلانیہ طور پر کیا ان سب کی مغفرت کر دے۔ اس کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے' تو آگے کرنے والا ہے' تو پیچھے کرنے والا ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3344 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ سَلَمَةَ وَيُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنِ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ حَدَّثَنِىْ عَمِّىْ وَقَالَ يُوْسُفُ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ حَدَّثَنِى الْاَعْرَجُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّىْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِىْ فَاغْفِرْ لِىْ ذُنُوْبِىْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِىْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِىْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّىْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّىْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِىْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ فَاِذَا رَكَعَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِىْ وَبَصَرِىْ وَعِظَامِىْ وَعَصَبِىْ فَاِذَا رَفَعَ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَآءِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَىْءٍ بَعْدُ فَاِذَا سَجَدَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ

سَجَدْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ فَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ثُمَّ يَقُولُ مِنْ آخِرِ مَا يَقُولُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے' تو اس میں یہ دُعا پڑھتے۔

"میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو ٹھیک طور پر پیدا کیا' میں مشرک نہیں ہوں بے شک میری نماز' میری قربانی' میری زندگی' میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے' مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے' اور میں مسلمان ہوں۔ اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' تو میرا پروردگار ہے میں تیرا بندہ ہوں' میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں' تو میرے تمام گناہوں کو بخش دے' تیرے علاوہ اور کوئی گناہوں کی بخشش نہیں کرسکتا تو مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت نصیب کر' اچھے اخلاق کی ہدایت صرف تو ہی نصیب کرسکتا ہے' اور تو مجھ سے برے اخلاق کو دُور کر دے' مجھ سے برے اخلاق کو صرف تو ہی دور کرسکتا ہے۔ میں حاضر ہوں تیرا فرمانبردار ہوں' ہر طرح کی بھلائی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تیری طرف کوئی شر نہیں جا سکتا۔ میں تیری مدد سے (سب کام کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں) تیری ذات برکت والی ہے' تو بلند و برتر ہے میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں' میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔"

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب نبی اکرم ﷺ رکوع میں جاتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے:

"اے اللہ! میں نے تیرے لیے رکوع کیا' تجھ پر ایمان لایا' تیری بارگاہ میں سر تسلیم خم کیا۔ میری سماعت' میری بصارت' میری ہڈیاں میرے پٹھے تیری بارگاہ میں جھکے ہوئے ہیں۔" (حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب آپ ﷺ سر اٹھاتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے:

"اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے لیے مخصوص ہے اتنی جتنی آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان والی جگہ کو بھر دے اور اس کے بعد ہر اس چیز کو بھر دے جسے تو چاہے۔"

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے:

"اے اللہ! میں نے تیرے لیے سجدہ کیا' میں تجھ پر ایمان لایا' تیرے لیے اسلام قبول کیا' میرا چہرہ اس ذات کے لیے سربسجود ہے' جس نے اسے پیدا کیا' اسے شکل و صورت عطا کی' اسے سماعت اور بصارت عطا کی' تو اللہ کی ذات برکت والی ہے' جو سب سے بہترین خالق ہے۔"

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) پھر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ آخر میں تشہد کے دوران سلام پھیرنے سے پہلے یہ پڑھا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں جو پہلے کر چکا ہوں' جو بعد میں کروں گا' جو چھپ کر کیا' جو کچھ اعلانیہ کیا' ان سب کی مغفرت کر دے اور جو میں نے اپنے معاملے میں اسراف کیا (اسکی بھی مغفرت کر دے) تو اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہے' تو آگے کرنے والا ہے' تو پیچھے کرنے والا ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔''

(امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3345 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى ابْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَيَصْنَعُ ذٰلِكَ اَيْضًا اِذَا قَضَى قِرَائَتَهُ وَاَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ وَيَصْنَعُهَا اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَاِذَا قَامَ مِنْ سَجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ فَكَبَّرَ وَيَقُولُ حِينَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ بَعْدَ التَّكْبِيرِ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَنْتَ رَبِّي وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِي لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ وَلَا مَنْجَا وَلَا مَلْجَاَ اِلَّا اِلَيْكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ ثُمَّ يَقْرَاُ فَاِذَا رَكَعَ كَانَ كَلَامُهُ فِي رُكُوعِهِ اَنْ يَقُولَ اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَاَنْتَ رَبِّي خَشَعَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يُتْبِعُهَا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ فَاِذَا سَجَدَ قَالَ فِي سُجُودِهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَاَنْتَ رَبِّي سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِينَ وَيَقُولُ عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِي لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَبَعْضِ اَصْحَابِنَا وَاَحْمَدُ لَا يَرَاهُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ الْكُوفَةِ وَغَيْرِهِمْ يَقُولُ هٰذَا فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ وَلَا يَقُولُهُ فِي الْمَكْتُوبَةِ

سَمِعْتُ اَبَا اِسْمٰعِيْلَ يَعْنِي التِّرْمِذِيَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ يُوْسُفَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ الْهَاشِمِيَّ يَقُوْلُ وَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ هٰذَا عِنْدَنَا مِثْلُ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں، جب آپ ﷺ فرض نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے' تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اُٹھاتے (یعنی رفع یدین کرتے) پھر جب آپ ﷺ قرأت مکمل کرتے تو ایسا ہی کرتے پھر جب آپ ﷺ رکوع میں جانے لگتے تو ایسا ہی کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو ایسا ہی کرتے البتہ نماز کے دوران بیٹھ کر آپ ﷺ ایسا نہیں کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ دو سجدے کرنے کے بعد کھڑے ہوتے' تو پھر اسی طرح رفع یدین کرتے اور تکبیر کہتے جب آپ ﷺ نماز کا آغاز کرتے تو تکبیر کہنے کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

''میں نے اپنا رُخ اس ذات کی طرف کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا اور میں مشرک نہیں ہوں بے شک میری نماز' میری قربانی' میری زندگی' میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے' جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے' اور میں مسلمان ہوں۔ اے اللہ! تو بادشاہ ہے' تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' تو برحق ہے' تو میرا پروردگار ہے' میں تیرا بندہ ہوں' میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے' میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں' تو میرے تمام گناہوں کی مغفرت کردے' بے شک صرف تو ہی گناہوں کی بخشش کرسکتا ہے۔ مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت نصیب کر' اچھے اخلاق کی ہدایت صرف تو ہی نصیب کرسکتا ہے' تو مجھ سے بُرے اخلاق کو دور کردے' مجھ سے بُرے اخلاق کو صرف تو ہی دور کرسکتا ہے۔ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تیرا فرمانبردار ہوں' میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں' تیری طرف رجوع کرتا ہوں' تیری ذات کے علاوہ اور کوئی جائے نجات اور جائے پناہ نہیں ہے۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔''

پھر نبی اکرم ﷺ تلاوت کرتے تھے' اور جب آپ ﷺ رکوع میں جاتے تھے' تو رکوع میں آپ ﷺ یہ پڑھا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں نے تیرے لیے رکوع کیا' میں تجھ پر ایمان لایا' تیرے لیے اسلام قبول کیا' تو میرا پروردگار ہے' میری سماعت' میری بصارت' میرا مغز' میری ہڈیاں' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکی ہوئی ہیں' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تھے' تو آپ ﷺ ''سمع الله لمن حمده'' پڑھتے پڑھتے اور اس کے بعد یہ پڑھتے:

''اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! آسمانوں اور زمین جتنی بھری ہوئی حمد تیرے لیے ہے' اس کے بعد ہر وہ چیز جو تو چاہے اس کی جتنی بھری ہوئی حمد تیرے لیے مخصوص ہے۔''

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میں نے تیرے لیے سجدہ کیا' تجھ پر ایمان لایا' میں نے تیرے لیے اسلام قبول کیا' تو میرا پروردگار ہے' میرا چہرہ اس ذات کی بارگاہ میں سربسجود ہے' جس نے اسے پیدا کیا' جس نے اسے سماعت اور بصارت نصیب کی' اللہ تعالیٰ کی ذات برکت والی ہے' جو سب سے بہترین خالق ہے۔''

نبی اکرم ﷺ جب نماز ختم کرنے لگتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:
"اے اللہ! میں نے جو پہلے کیا' جو بعد میں کروں گا' جو چھپ کر کیا' جو اعلانیہ طور پر کیا' تو اس کی مغفرت کر دے تو میرا معبود ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔"
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔
امام شافعی اور ہمارے اصحاب (یعنی محدثین) کے نزدیک اس پر عمل کیا جائے گا۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام احمد بن حنبل اس بات کے قائل نہیں ہیں۔
میں نے امام ابو اسماعیل ترمذی کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا، محمد بن اسماعیل (بخاری) نے یہ بات بیان کی ہے، میں نے سلیمان بن داؤد ہاشمی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، انہوں نے اس حدیث کو ذکر کیا اور بولے: ہمارے نزدیک یہ روایت زہری کی حدیث کی مانند ہے' جسے انہوں نے سالم کے حوالے سے' ان کے والد سے نقل کیا ہے۔

شرح

رات کے وقت نوافل کے وقت کی جانے والی دعائیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آغاز نوافل کے وقت یہ دعا منقول ہے:
اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيَّامُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ .

۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء نوافل میں یہ دعا منقول ہے:
اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

۳- نماز کے اختتام پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ دعا منقول ہے:
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِكَ تَهْدِيْ بِهَا قَلْبِيْ وَتَجْمَعُ بِهَا اَمْرِيْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعْثِيْ وَتُصْلِحُ بِهَا غَائِبِيْ وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِيْ وَتُزَكِّيْ بِهَا عَمَلِيْ وَتُلْهِمُنِيْ بِهَا رَشَدِيْ وَتَرُدُّ بِهَا اُلْفَتِيْ وَتَعْصِمُنِيْ بِهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ، اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ اِيْمَانًا وَّيَقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِي

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْفَوْزَ فِی الْعَطَاءِ وَنُزُلَ الشُّهَدَاءِ وَعَيْشَ السُّعَدَاءِ وَالنَّصْرَ عَلَى الْاَعْدَاءِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُنْزِلُ بِكَ حَاجَتِیْ وَاِنْ قَصُرَ رَأْيِیْ الخ

۴-(i) نماز کے آغاز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ الخ

(ii) رکوع میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعِظَامِیْ وَعَصَبِیْ .

(iii) رکوع سے سر اٹھاتے وقت یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ وَمِلْأَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ .

(iv) حالت سجدہ میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ فَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ .

(v) آخری قعدہ میں تشہد کے بعد اور سلام پھیرنے سے پہلے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ .

۵-(i) نماز کے آغاز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ الخ

(ii) حالت رکوع میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَعِظَامِیْ وَعَصَبِیْ .

(iii) رکوع سے اٹھ کر قومہ میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمَاءِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ .

(iv) حالت سجدہ میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ فَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝

(vi) آخری قعدہ میں تشہد کے بعد اور سلام پھیرنے سے قبل یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ .

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرائض کی ادائیگی میں بھی یہی دعائیں پڑھتے تھے۔

آپ نماز کے آغاز میں، رکوع میں، رکوع سے اٹھ کر قومہ میں، سجدہ میں اور آخری قعدہ میں سلام پھیرنے سے قبل مذکورہ دعائیں پڑھتے تھے۔

(i) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آغاز نماز میں یہ دعا منقول ہے:

وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْكَ لَهٗ الخ

(ii) حالت رکوع میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَاَنْتَ رَبِّیْ خَشَعَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَظْمِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

(iii) رکوع کے بعد حالت قومہ میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمَاءِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ .

(iv) حالت سجدہ میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ فَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ○

(v) نماز سے فراغت پر یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ .

فائدہ نافعہ:

نوافل اور فرائض نماز میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت، سجدہ میں جاتے اور سجدہ سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کے ساتھ منسوخ ہے، البتہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا جائز اور مسنون ہے۔

روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے منقول دعاؤں میں استغفار، توبہ اور گناہوں کی معافی سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ ہرگز نہیں ہیں، کیونکہ آپ تو امام المعصومین (انبیاء علیہم السلام) ہیں۔ تاہم ایسی دعاؤں کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں:

(i) آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں۔

(۱) امت کو ایسی دعائیں کرنے کی ترغیب دینا مقصود ہو۔

بَابُ مَا يَقُولُ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ

باب 33: سجدہ تلاوت میں کیا پڑھا جائے؟

3346 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ خُنَيْسٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ اَبِي يَزِيْدَ قَالَ قَالَ لِيَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ اَبِي يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ رَاَيْتُنِي اللَّيْلَةَ وَاَنَا نَائِمٌ كَاَنِّي كُنْتُ اُصَلِّي خَلْفَ شَجَرَةٍ فَسَجَدْتُ فَسَجَدَتِ الشَّجَرَةُ لِسُجُوْدِي وَسَمِعْتُهَا وَهِيَ تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ لِي جَدُّكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَةً ثُمَّ سَجَدَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُوْلُ مِثْلَ مَا اَخْبَرَهُ الرَّجُلُ عَنْ قَوْلِ الشَّجَرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک درخت کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ رہا ہوں، جب میں سجدے میں گیا تو میرے سجدہ کرنے کے ساتھ درخت بھی سجدے میں چلا گیا، میں نے اسے سنا وہ یہ پڑھ رہا تھا:

"اے اللہ! اس کی وجہ سے میرے لیے اپنی بارگاہ میں اجر لکھ لے اور اس کی وجہ سے میرے بوجھ کو ختم کردے اور اسے میرے لیے ذخیرے کے طور پر محفوظ کر لے' اسے میری طرف سے اسی طرح قبول کر لے جیسے تو نے اپنے بندے حضرت داؤد علیہ السلام سے قبول کیا تھا۔"

ابن جریج نامی راوی بیان کرتے ہیں، تمہارے دادا نے مجھے یہ بتایا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان کیا ہے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے آیت سجدہ تلاوت کی' پھر آپ ﷺ سجدے میں چلے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا، آپ ﷺ نے سجدے میں وہی کلمات پڑھے جو اس شخص نے درخت کے کلمات کے طور پر بیان کیے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ "حدیث غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3347 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِي

الْعَالِيَةِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :

متن حدیث: فِي سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ سَجَدَ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى : هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب رات کے وقت سجدۂ تلاوت کرتے تھے تو یہ پڑھتے تھے۔

''میرا چہرہ اس ذات کی بارگاہ میں سربسجود ہے' جس نے اسے پیدا کیا جس نے اسے سماعت اور بصارت عطا کی اپنی مدد اور اپنی قوت (کے تحت عطا کی)۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سجدہ تلاوت میں پڑھی جانے والی دعائیں:

قرآن کریم میں آیات سجدہ چودہ (۱۴) ہیں، ان کی تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے، یہ سجدہ اوقات مکروہہ کے علاوہ کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے، اس کے لیے شرائط نماز والی ہیں۔ سجدہ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر ادا وجوب کی نیت سے سجدہ میں چلا جائے، اس میں تسبیحات (تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى) مسنون ہیں، اس میں نہ تشہد ہے اور نہ سلام۔ سات اعضاء کا زمین پر رکھنے کا نام سجدہ ہے، وہ سات اعضاء یہ ہیں: دونوں پاؤں، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور چہرہ۔

سجدہ تلاوت میں احادیث باب میں مذکور دعائیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ .

(ii) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ

فائدہ نافعہ:

نماز ارکان اسلام میں سے ایک ہے، یہ ہر مسلمان عاقل بالغ مرد و عورت پر فرض ہے، اس کا منکر کافر اور اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے، تارک صلوٰۃ شیطان سے بھی بڑا مجرم ہے، کیونکہ اس نے ایک سجدہ نہیں کیا تھا مگر یہ روزانہ کئی سجدے نہیں کر رہا اور بے نمازی سے تو وہ درخت افضل ہے کہ غیر مکلف ہونے کے باوجود اپنے پروردگار کے حضور سربسجود ہے یا جھکا ہوا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ مَا يَقُولُ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ

باب 34: جب آدمی گھر سے نکلے تو کیا پڑھے؟

3348 سندِحدیث: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ يَعْنِي إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ يُقَالُ لَهُ كُفِيتَ وَوُقِيتَ وَتَنَحَّى عَنْهُ الشَّيْطَانُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص یہ پڑھے۔

(راوی کہتے ہیں یعنی) جب وہ اپنے گھر سے نکلے۔

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔"

تو اس شخص سے یہ کہا جاتا ہے، تمہاری کفایت ہوگئی تمہیں بچالیا گیا اور پھر شیطان (اس گھر سے دُور رہتا ہے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بَابٌ مِنْهُ

باب 35: بلاعنوان

3349 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ نَزِلَّ أَوْ نَضِلَّ أَوْ نَظْلِمَ أَوْ نُظْلَمَ أَوْ نَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ جب گھر سے تشریف لے جاتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

3348۔ اخرجه ابوداؤد (۳۲۵/۴): كتاب الادب: باب: ما جاء فيمن دخل ... ما يقول، حديث (۵۰۹۵)۔

3349۔ اخرجه ابوداؤد (۳۲۵/۴): كتاب الادب: باب: ما جاء فيمن دخل بيته ما يقول، حديث (۵۰۹۴)، و النسائي (۲۶۸/۸): كتاب الاستعاذة: باب الاستعاذة من الضلال، حديث (۵۴۸۶)، و ابن ماجه (۱۲۷۸/۲): كتاب الدعاء: باب: ما يدعو به الرجل اذا خرج من بيته، حديث (۳۸۸۴)، و احمد (۳۰۶/۶، ۳۱۸، ۳۲۱)، و الحميدي (۱۴۵/۱) حديث (۳۰۳)، و ابن ماجه ص (۴۴۳)، حديث (۱۵۳۶)۔

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے (ہم گھر سے نکلتے ہیں) میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا۔ اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ مانگتے ہیں کہ ہم پھسل جائیں یا ہم گمراہ ہو جائیں یا ہم زیادتی کریں یا ہم پر زیادتی کی جائے یا ہم جہالت کا مظاہرہ کریں یا ہمارے خلاف جہالت کا مظاہرہ کیا جائے۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

گھر سے نکلتے وقت پڑھی جانے والی دعائیں:

احادیث باب میں گھر سے نکلتے وقت دو دعائیں مذکور ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(i) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ! لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ .

گھر سے نکلنے والا شخص جب یہ دعا پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے جواب میں کہتے ہیں: كُفِيتَ وَوُقِيتَ (تو کفایت کیا گیا اور بچایا گیا) یعنی اللہ تعالیٰ تیرے کام درست کرے گا اور تیری حفاظت کرے گا۔

(ii) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ! اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا .

جب انسان گھر سے برآمد ہوتے وقت ان دعاؤں میں سے کوئی پڑھتا ہے، وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں پیش کرتا ہے، وہ کسی بھی حادثہ یا نہ کردہ گناہ سے محفوظ رہتا ہے اور اسے کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

گھر میں داخل ہونے کی دعا

گھر سے نکلنے کی طرح گھر میں داخل ہونے کے لیے علماء و مشائخ نے بطور درود شریف پڑھنا تجویز کیا ہے اور بعض نے اپنے گھر کے دروازے پر بایں الفاظ درود شریف لکھایا ہوا ہے:

يَا دَاخِلَ الدَّارِ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہر درود فضیلت والا ہے، گھر میں داخل ہوتے وقت کوئی بھی درود پڑھا جا سکتا ہے، درود بہترین دعا بھی ہے اور تعلق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر بھی۔ ہر درود کی فضیلت ہے مگر افضل درود، درود ابراہیمی ہے، اس کی تعلیم زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دی گئی ہے اور اس کا انتخاب نماز کے لیے کیا گیا ہے جو افضل عبادت ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

۱- فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (النور: ۶۱)

''پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے (گھر والوں) پر سلام کہا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت و پاکیزہ دعا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو تمہارے لیے واضح کرتا ہے تا کہ تم سمجھ سکو۔''

۲۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ۔ (سنن ابی داود، رقم الحدیث: ۵۰۹۶)

گھر میں داخل ہونے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس حدیث میں مذکور دعا کی جائے پھر اہل خانہ کو السلام علیکم کہا جائے، اس کے نتیجہ میں گھر کا ماحول خیر و برکت اور امن و سکون کا گہوارہ بنا رہے گا۔

فائدہ نافعہ:

گھر سے نکلتے وقت محض ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کہنا بھی باری تعالیٰ کی پناہ و حفاظت کے لیے کافی و وافی ہوسکتا ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ السُّوْقَ

باب 36: بازار میں داخل ہونے کی دعا

3350 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا اَزْهَرُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَاسِعٍ قَالَ قَدِمْتُ مَكَّةَ فَلَقِيَنِیْ اَخِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَحَدَّثَنِیْ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَّمَحَا عَنْهُ اَلْفَ اَلْفِ سَيِّئَةٍ وَّرَفَعَ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَّهُوَ قَهْرَمَانُ اٰلِ الزُّبَيْرِ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا الْحَدِيْثَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص بازار میں داخل ہو کر یہ دعا پڑھ لے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی ساری اس کے

3350۔ اخرجه ابن ماجه (۷۵۲/۲): كتاب التجارات: باب: الاسواق و دخولها (۲۲۳۵)، و الدارمی (۲۹۳/۲): كتاب الاستيذان: باب: ما يقول اذا دخل السوق، و احمد (۴۷/۱)، و عبد بن حميد ص (۳۹، ۴۰)، حديث (۲۸).

لیے مخصوص ہے' حمد اس کے لیے مخصوص ہے' وہی زندگی دیتا ہے' وہی موت دیتا ہے' وہ زندہ ہے' جو کبھی نہیں مرے گا۔ بھلائی اس کے دست قدرت میں ہے' اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے' اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف کر دیتا ہے' اور اس کے دس لاکھ درجات بلند کر دیتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

اس روایت کو عمرو بن دینار نے جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے خزانچی تھے' سالم بن عبداللہ کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا گیا ہے۔

3351 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَّالْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَّهُوَ قَهْرَمَانُ اٰلِ الزُّبَيْرِ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ فِي السُّوْقِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَّمَحَا عَنْهُ اَلْفَ اَلْفِ سَيِّئَةٍ وَّبَنٰى لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ هٰذَا هُوَ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ

اختلافِ سند: وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ عمرو بن دینار' جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے خزانچی ہیں' وہ سالم بن عبداللہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص بازار میں یہ پڑھ لے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے' حمد اسی کے لیے مخصوص ہے' وہ زندگی دیتا ہے وہ موت دیتا ہے' وہ زندہ ہے' جو کبھی نہیں مرے گا' بھلائی اس کے دست قدرت میں ہے' اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دس لاکھ نیکیاں عطا کرتا ہے' اس کے دس لاکھ گناہ معاف کر دیتا ہے' اور اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے راوی عمرو بن دینار بصرہ کے رہنے والے بزرگ ہیں۔ بعض محدثین نے ان کے

3351- اخرجه ابن ماجه (۱۲٤٦/۲): كتاب الادب: باب: فضل لا اله الا الله، حديث (۳۷۹٤)، عبد بن حميد ص (۲۹۳، ۲۹٤) حديث (۹٤۳، ۹٤٤، ۹٤٥).

بارے میں کلام کیا ہے۔

یحییٰ بن سلیم طائفی نے عمران بن مسلم' عبداللہ بن دینار' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حوالہ ذکر نہیں کیا۔

شرح

بازار میں داخل ہونے کی دعا اور اس کی فضیلت

دخول بازار کے وقت پڑھی جانے والی دعا دو صحابہ سے منقول ہے جو درج ذیل ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .

اس دعا کی فضیلت یہ ہے کہ پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں دس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی، اس کے دس لاکھ گناہ معاف کیے جائیں گے اور دس لاکھ درجات بلند کیے جائیں گے۔ دوسری روایت کے مطابق اس فضیلت کے ساتھ جنت میں اس کا گھر بھی بنایا جائے گا۔ اتنی فضیلت کسی اور دعا کی بیان نہیں ہوئی۔

احادیث مبارکہ کے مطابق روئے زمین کی افضل ترین جگہیں مساجد ہیں، جن میں عبادت و ریاضت کی جاتی ہے اور بدترین جگہیں بازار ہیں۔ بازار میں شیطان لحہ بہ لحہ اور قدم بقدم حملہ آور ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں کذب بیانی، کم تول، دھوکہ بازی اور ظلم وزیادتی وغیرہ عام ہوتی ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح امت کے لیے یہ دعا تجویز فرمائی، اس کی فضیلت بیان کر کے قوم کو اس کی ترغیب دی ہے۔ جو شخص بازار میں داخل ہونے سے پہلے یا سودا خریدنے سے قبل یا دکان کھولنے سے قبل یہ دعا پڑھے گا، وہ ان روایات کی فضیلت کا مصداق قرار پائے گا۔ اصلاح معاشرہ، حلال روزی کے حصول اور حرام سے اجتناب کے لیے یہ دعا نہایت مجرب ہے۔

فائدہ:

اس دعا کی فضیلت میں جو دس لاکھ نیکیاں لکھنے، دس لاکھ گناہ معاف کرنے اور دس لاکھ درجات بلند کرنے کا تذکرہ ہوا ہے، اس سے مراد تحدید نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الْعَبْدُ اِذَا مَرِضَ

باب 37: جب کوئی شخص بیمار ہو جائے' تو کیا پڑھے؟

3352 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ

3352- اخرجه عبد بن حميد ص (۴۳، ۴۴)، حديث (۳۸).

عَبَّاسٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَغَرِّ اَبِیْ مُسْلِمٍ

متن حدیث: قَالَ اَشْهَدُ عَلٰی اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَّقَهُ رَبُّهُ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَكْبَرُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ قَالَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِيْكَ لِیْ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لِیَ الْمُلْكُ وَلِیَ الْحَمْدُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِیْ وَكَانَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَهَا فِیْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَغَرِّ اَبِیْ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ سَعِيْدٍ بِنَحْوِ هٰذَا الْحَدِيْثِ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں گواہی دے کر یہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، جو شخص یہ پڑھ لے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کرتا ہے' اور فرماتا ہے: میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' اور میں سب سے بڑا ہوں۔'' جب بندہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے صرف وہی معبود ہے' تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے صرف میں ہی معبود ہوں۔ جب بندہ یہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی معبود ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے صرف میں ہی معبود ہوں اور میرا کوئی شریک نہیں ہے۔

جب بندہ یہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں' بادشاہی اس کے لیے مخصوص ہے' اور حمد بھی اسی کے لیے مخصوص ہے' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں' بادشاہی میرے لیے مخصوص ہے' اور حمد بھی میرے لیے مخصوص ہے۔

جب بندہ یہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' اور میری مدد کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: جو شخص بیماری کے دوران ان کلمات کو پڑھے اور پھر اس کا انتقال ہو جائے' تو وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شعبہ نے اسے ابواسحاق کے حوالے سے' اغر ابومسلم کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اسی روایت کی مانند نقل کیا ہے۔ حدیث کا مضمون یہی ہے' تاہم انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

یہ بات محمد بن بشار نے اپنی سند کے حوالے سے بیان کی ہے۔

شرح

حالت بیماری میں پڑھی جانے والی دعا اور اس کی فضیلت

حالت مرض میں پڑھی جانے والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

جب بندہ کہتا ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، تو اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتا ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا وَاَنَا اَكْبَرُ، جب بندہ کہتا ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا وَحْدِىْ، جب بندہ کہتا ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا وَحْدِىْ لَا شَرِيْكَ لِىْ، جب بندہ کہتا ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا لِىَ الْمُلْكُ وَلِىَ الْحَمْدُ، جب بندہ کہتا ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

یہ دعا مریض بندے اور اللہ تعالیٰ کے تائیدی وخوبصورت مکالمہ پر مشتمل ہے، جو بندہ اپنے آخری مرض میں یہ دعا پڑھتا ہے تو اس کی برکت سے اسے جہنم کی آگ نہیں جلاتی۔ صحت کی حالت میں بھی یہ دعا پڑھنی چاہیے، بالخصوص مرض کی حالت میں تو بالکل کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ کوئی علم نہیں ہے کہ کون سا آخری مرض ثابت ہو۔

یہ دعا اس لیے بھی خوبصورت اور بروقت قبولیت کے زیادہ لائق ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً توحید، مالک الملک، حمد وثنا اور قوت وطاقت کے مالک ہونے پر مشتمل ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَاٰى مُبْتَلًى

باب 38: کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا

3353 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ مَوْلٰى اٰلِ الزُّبَيْرِ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: مَنْ رَاٰى صَاحِبَ بَلَاءٍ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ عَافَانِىْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِىْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا اِلَّا عُوْفِىَ مِنْ ذٰلِكَ الْبَلَاءِ كَائِنًا مَا كَانَ مَا عَاشَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

توضیح راوی: وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَهْرَمَانُ اٰلِ الزُّبَيْرِ هُوَ شَيْخٌ بَصْرِىٌّ وَّلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِىِّ فِى الْحَدِيْثِ وَقَدْ

3353- تفردبه الترمذی انظر التحفة (۹/۹ ۰ ۴)، حدیث (۱۲۶۹۰) من اصحابك الكتب الستة، و ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد، و عزاه للبزار و للطبرانی فی الصغير والاوسط بنحوه، و قال و اسناده حسن عن ابی هريرة.

تَفَرَّدَ بِاَحَادِيْثَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

قول امام باقر رحمۃ اللہ علیہ: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ اَنَّهُ قَالَ اِذَا رَاٰی صَاحِبَ بَلَاءٍ فَتَعَوَّذَ مِنْهُ يَقُوْلُ ذٰلِكَ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَا يُسْمِعُ صَاحِبَ الْبَلَاءِ

◈ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جب کوئی شخص کسی کو آزمائش میں مبتلا دیکھے تو یہ دُعا پڑھ لے:

"ہر طرح کی حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جس نے مجھے اس چیز سے عافیت عطا کی ہے، جس میں تمہیں مبتلا کیا ہے اور مجھے (عافیت عطا کرنے کے حوالے سے) بہت سی مخلوق پر فضیلت دی ہے۔"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں، تو وہ شخص جب تک زندہ رہے گا، اس وقت تک وہ اس آزمائش میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ "حدیث غریب" ہے اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

عمرو بن دینار نامی راوی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی آل کے خزانچی ہیں۔ یہ بصرہ کے رہنے والے بزرگ ہیں اور علم حدیث میں مستند تسلیم نہیں کیے گئے۔ انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر کے حوالے سے، بہت سی روایات نقل کی ہیں، جن میں یہ منفرد ہیں۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، یہ بات نقل کی گئی ہے، وہ یہ فرماتے ہیں: جب کوئی آدمی کسی شخص کو کسی آزمائش میں مبتلا دیکھے تو دل میں یہ دُعا پڑھے، اس کی آواز اس شخص تک نہ پہنچے جو آزمائش میں مبتلا ہے (ورنہ اسے تکلیف ہوگی)۔

3354 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ السِّمْنَانِیُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُطَرِّفُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدِيْنِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِیُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ رَاٰی مُبْتَلًى فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا لَمْ يُصِبْهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◈ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص کسی شخص کو آزمائش میں مبتلا دیکھ کر یہ پڑھ لے:

"ہر طرح کی حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جس نے مجھے اس چیز سے عافیت عطا کی ہے، جس میں تمہیں مبتلا کیا ہے اور (اس آزمائش سے بچانے کے حوالے سے) مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا کی ہے۔"

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو وہ آزمائش اس شخص کو لاحق نہیں ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

مصیبت میں مبتلا شخص کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا اور اس کی فضیلت

جب کوئی شخص کسی مرض میں مبتلا ہو جہاں وہ کسی ڈاکٹر یا حکیم کے پاس جا کر علاج کرانے کا اہتمام کرتا ہے وہاں روحانی طریقہ علاج اپنانا چاہیے مثلاً فالج' بخار' جذام' برص اور دیگر امراض کا علاج دوائیوں کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے بھی کرنا چاہیے۔

احادیث باب میں مذکور دُعا حسب ذیل ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا،

اس دعا کی برکت سے مرض مصیبت سے نجات حاصل ہو جائے گی''۔

سوال: کیا یہ دعا مریض پڑھے یا دوسرا شخص بھی پڑھ سکتا ہے؟

جواب: یہ دعا مریض پڑھ سکتا ہے اور دوسرا شخص بھی پڑھ سکتا ہے۔ یہ دعا بلند آواز میں پڑھی جا سکتی ہے اور پست آواز سے بھی۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ

باب 39: محفل سے اُٹھتے وقت کی دُعا

3355 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ اَبِی السَّفَرِ الْكُوْفِیُّ وَاسْمُهٗ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْهَمْدَانِیُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِیْ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيْهِ لَغَطُهٗ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِیْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ وَعَائِشَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ سُهَيْلٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص کسی محفل میں بیٹھا ہو جہاں بہت سی لغو باتیں ہوئی ہوں' تو وہ شخص وہاں سے اٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے:

''تو پاک ہے اے اللہ! حمد تیرے لیے مخصوص ہے' میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔

3355- اخرجه احمد (۳۶۹/۲، ۴۹۴) عن سهيل بن ابی صالح عن ابيه عن ابی هريرة به.

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو اس محفل میں جو غلطی بھی ہوئی ہوگی اس کو بخش دیا جائے گا۔

اس بارے میں حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ ہم اس روایت کے سہیل سے منقول ہونے کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

3356 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: كَانَ يُعَدُّ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةُ مَرَّةٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَقُومَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ محفل سے اٹھنے سے پہلے سو مرتبہ یہ کلمات پڑھتے تھے۔

"اے میرے پروردگار! تو مجھے بخش دے تو میری توبہ قبول کر لے بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا ہے اور مغفرت کرنے والا ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

محفل سے اٹھتے وقت مانگی جانے والی دعائیں اور ان کی فضیلت:

محفل سے اٹھتے وقت مانگی جانے والی دو دعائیں ہیں، جو احادیث باب میں مذکور ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ.

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ.

3356- اخرجه البخاري في الادب المفرد ص (۱۸۱)، حديث (۶۲۲)، و ابوداؤد (۸۵/۲)- كتاب الصلاة: باب في الاستغفار، حديث (۱۵۱۶)، و ابن ماجه (۱۲۵۳/۲) كتاب الادب: باب في الاستغفار، حديث (۳۸۱۴)، و احمد (۲۱/۲)، و عبد بن حميد ص (۲۵۱)، حديث (۷۸۶).

مجلس میں انسان عمداً یا سہواً بعض اوقات ایسی گفتگو کر جاتا ہے، جس سے حاضرین کی یا ان میں سے بعض کی دل آزاری ہوتی ہے یا وہ شرعی طور پر قابل مؤاخذہ ہوتی ہے، وہ اگر محفل برخواست ہونے سے قبل ان دعاؤں میں سے کوئی بھی پڑھ لیتا ہے، تو وہ اس کی کوتاہی کا کفارہ بن جاتی ہے اور اس دعا کو دعائے کفارہ بھی کہا جاتا ہے۔ پہلی دعا ایک بار اور دوسری دعا ایک سو بار پڑھنے کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں اس دعا کے پڑھنے کے صلہ میں اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

ہماری اس تقریر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی تعلیمات کس قدر اصلاح معاشرہ کے بے نافع' لوگوں کی عزت و آبرو کی محافظ اور تعمیر اخلاقیات کے لیے مؤثر ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الْكَرْبِ

باب 40: پریشانی کے وقت پڑھی جانے والی دعا

3357 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو عِنْدَ الْكَرْبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْحَكِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ پریشانی کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' جو بردبار ہے' اور حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' جو عظیم عرش کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے' اور کریم عرش کا پروردگار ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3357- اخرجه البخاری (۱۴۹/۱۱): كتاب الدعوات: باب: الدعاء عند الكرب، حديث (۶۳۴۵)، و طرفه فی (۶۳۴۶، ۷۴۲۶، ۷۴۳۱)، و من الادب المفرد ص (۲۰۶)، حديث (۷۰۷)، و مسلم (۲۰۹۲/۴): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، حديث (۸۳/ ۲۷۳۰)، و ابن ماجه (۱۲۷۸/۲): كتاب الدعاء: باب: الدعاء عند الكرب، حديث (۳۸۸۳)، و احمد (۲۲۸/۱، ۲۵۴، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۸۰، ۲۸۴، ۳۳۹، ۳۵۶، ۲۶۸)، و ابن حميد ص (۲۲۰، ۲۲۱)، حديث (۶۵۷، ۶۵۸، ۶۶۰).

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3358 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ الْمُغِيْرَةِ الْمَخْزُوْمِيُّ الْمَدِيْنِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ الْفَضْلِ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَهَمَّهُ الْاَمْرُ رَفَعَ رَاْسَهُ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَاِذَا اجْتَهَدَ فِي الدُّعَاءِ قَالَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب پریشان ہوتے تھے تو آپ ﷺ اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھا کر یہ دُعا پڑھتے تھے:

"عظیم اللہ تعالیٰ کی ذات (ہر طرح کے عیب سے) پاک ہے۔"

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب نبی اکرم ﷺ دُعا میں زیادہ کوشش کرتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

"اے حی! اے قیوم"

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ "حدیث غریب" ہے۔

شرح

پریشانی کے وقت پڑھی جانے والی دعائیں:

جب کوئی شخص کسی پریشانی یا مشکل میں مبتلا ہو، تو وہ احادیث باب میں موجود دونوں دعاؤں میں سے کوئی بھی دعا پڑھ سکتا ہے، جس کے نتیجہ میں اسے اس سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ وہ دو دعائیں حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ .

(ii) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

ان دعاؤں میں توحید باری تعالیٰ، عرش عظیم کے مالک، زمین و آسمان کے مالک، باری تعالیٰ کے عظیم و برتر اور ازلی و ابدی ہونے کے اوصاف و کمالات بیان کیے گئے ہیں، جن کے ساتھ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور مصیبت سے نجات دیتا ہے۔

3358۔ تفردبه الترمذی انظر التحفة (۴۶۷/۹)، حدیث (۱۲۹٤۱) وذکر البغوی فی شرح السنة (۱۲۵/۳)، حدیث (۱۳۲۶) و قال: وهو حدیث غریب عن ابی هریرة

بَابُ مَا جَآءَ مَا يَقُولُ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا

باب 41: پڑاؤ کے وقت پڑھی جانے والی دعا

3359 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ السُّلَمِيَّةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذَلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

اختلافِ سند: وَرَوَى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ هَذَا الْحَدِيثَ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ الْأَشَجِّ فَذَكَرَ نَحْوَ هَذَا الْحَدِيثِ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ وَيَقُولُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ خَوْلَةَ قَالَ وَحَدِيثُ اللَّيْثِ أَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَجْلَانَ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سیدہ خولہ بنت حکیم سلمیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص کسی جگہ پڑاؤ کرے اور پھر یہ کلمات پڑھ لے:

"میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا ہے۔"

(نبی اکرم ﷺ) فرماتے ہیں: تو اسے کوئی بھی چیز اس وقت تک نقصان نہیں پہنچائے گی جب تک وہ اس پڑاؤ سے روانہ نہیں ہو جاتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ انہیں یعقوب بن عبداللہ کے حوالے سے اس روایت کا پتہ چلا ہے انہوں نے اس روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

اس روایت کو ابن عجلان نے یعقوب بن عبداللہ کے حوالے سے سعید بن مسیب کے حوالے سے سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

تاہم لیث کی نقل کردہ روایت ابن عجلان کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

3359- اخرجه مالك (٩٧٨/٢): كتاب الاستئذان: باب: ما يؤمر به من الكلام في السفر، حديث بعيد (٣٤)، و مسلم (٢٠٨٠/٤): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار: باب: من سوء القضاء و درك الشقاء وغيره، حديث (٢٧٠٨/٥٤)، و احمد (٣٧٧/٦)، و ابن خزيمة (١٥٠/٤، ١٥١)، حديث (٢٥٦٦، ٢٥٦٧).

شرح

دوران سفر کسی مقام پر پڑاؤ ڈالتے وقت پڑھی جانے والی دعا:

دوران سفر کسی مقام پر پڑاؤ ڈالتے وقت پڑھی جانے والی دعا حضرت خولہ بنت حکیم سلمیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بایں الفاظ منقول ہے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

زمانہ جاہلیت میں دوران سفر جب لوگ کسی مقام پر پڑاؤ ڈالتے تھے، تو مقامی جنات کے سردار کی پناہ طلب کرتے اور اس سے مدد حاصل کرتے تھے، جس وجہ سے جنات کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ اس بارے میں قرآن کریم کا تاریخی ارشاد یوں ہے:

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ (الجن:٦)

"بعض لوگ ایسے تھے، جو جنات سے پناہ حاصل کرتے تھے، جس وجہ سے جنات کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔"

حدیث باب کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مذکورہ کی تعلیم دے کر اپنی امت کو متبادل طریقہ اختیار کرنے کا حکم دے کر زمانہ جاہلیت کے طریقہ سے اجتناب کرنے کا درس دیا ہے۔ اس دعا سے تین فوائد حاصل ہوں گے:

(i) مقام نزول میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔

(ii) بندے کا کلام الٰہی سے رابطہ مضبوط ہوگا۔

(iii) بندے کا اپنے خالق سے تعلق مضبوط تر ہوگا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا خَرَجَ مُسَافِرًا

باب 42: جب کوئی شخص سفر کے لیے نکلے تو کیا پڑھے

3360 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بِشْرٍ الْخَثْعَمِيِّ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ قَالَ بِاِصْبَعِهٖ وَمَدَّ شُعْبَةُ اِصْبَعَهٗ قَالَ اللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اللّٰهُمَّ اصْحَبْنَا بِنُصْحِكَ وَاقْلِبْنَا بِذِمَّةٍ اللّٰهُمَّ ازْوِ لَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: كُنْتُ لَا اَعْرِفُ هٰذَا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ عَدِيٍّ حَتّٰى حَدَّثَنِيْ بِهٖ سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ

3360- اخرجه النسائي (٢٧٣/٨): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من كآبة المنقلب، حديث (٥٥٠١)، و احمد (٤٠١/٢).

شُعْبَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب سفر کے لیے روانہ ہوتے اور سواری پر بیٹھ جاتے تو آپ ﷺ اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے۔

(شعبہ نامی راوی نے اپنی انگلی کو اُٹھا کر دکھایا) پھر آپ ﷺ یہ دُعا پڑھتے۔

"اے اللہ! تو ہی سفر میں میرا ساتھی ہے' اور میری غیر موجودگی میں میرے گھر والوں کا نگہبان ہے۔ اے اللہ! تو اپنی مہربانی ہمارے شامل حال رکھنا' ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھنا' اے اللہ! ہمارے لیے سفر کو مختصر کر دینا اور اسے آسان کر دینا' اے اللہ! میں سفر کی مشقت' کوئی بھی غم اور نامراد واپس آنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

اس روایت کو سوید بن نضر نے عبداللہ بن مبارک کے حوالے سے' شعبہ کے حوالے سے' اسی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے' اور اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔ ہم اس روایت کو صرف ابن ابی عدی کی شعبہ کے حوالے سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

3361 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْاَهْلِ اللّٰهُمَّ اصْحَبْنَا فِي سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِي اَهْلِنَا اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ وَمِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّيُرْوٰى الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ اَيْضًا وَّمَعْنٰى قَوْلِهِ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ اَوِ الْكَوْرِ وَكِلَاهُمَا لَهُ وَجْهٌ يُقَالُ اِنَّمَا هُوَ الرُّجُوْعُ مِنَ الْاِيْمَانِ اِلَى الْكُفْرِ اَوْ مِنَ الطَّاعَةِ اِلَى الْمَعْصِيَةِ اِنَّمَا يَعْنِي مِنَ الرُّجُوْعِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْخَيْرِ اِلٰى شَيْءٍ مِّنَ الشَّرِّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب سفر کرتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے:

"اے اللہ! سفر میں تو ہی میرا ساتھی ہے' اور میری غیر موجودگی میں میرے گھر والوں کا رکھوالا ہے۔ اے اللہ! ہمارے اس سفر میں ہمارے ساتھ رہنا اور ہماری غیر موجودگی میں ہمارے گھر والوں کا بھی خیال رکھنا' اے اللہ! میں سفر کی

3361۔ اخرجہ مسلم (۹۷۹/۲): کتاب الحج: باب: ما یقول اذا رکب الی سفر الحج وغیرہ، حدیث (۱۳۴۳/۴۲۶)، و النسائی (۲۷۲/۸، ۲۷۳): کتاب الاستعاذۃ: باب: الاستعاذۃ من الحور بعد الکور، حدیث (۵۴۹۸، ۵۴۹۹) و یوجد فی الحدیث (۵۵۰۰)، و ابن ماجہ (۱۲۷۹/۲): کتاب الدعاء: باب: ما یدعو بہ الرجل اذا سافر، حدیث (۳۸۸۸)، و الدارمی (۲۰۸۷/۲) کتاب الاستئذان: باب: الدعاء فی السفر، و احمد (۸۲/۵، ۸۳)، و ابن خزیمۃ (۱۳۸/۴)، حدیث (۲۵۳۳)، و عبد بن حمید ص (۱۸۲، ۱۸۳)، حدیث (۵۱۰، ۵۱۱).

مشقت' پریشانی' نامراد واپس آنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور مظلوم کی بددعا اور اپنے اہل خانہ یا مال کے بارے میں کسی بھی برے منظر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق اس میں یہ الفاظ ہیں: اَلْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ

حدیث کے یہ الفاظ: اَلْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ اَوِ الْكَوْرِ

یہ دونوں الفاظ منقول ہیں اور اس سے مراد یہ ہے: ایمان کو چھوڑ کر کفر کی طرف لوٹ جانا' یا فرمانبرداری کو چھوڑ کر معصیت کی طرف لوٹ جانا' یعنی بھلائی سے برائی کی طرف لوٹنا۔

شرح

سفر پر روانہ ہوتے وقت پڑھی جانے والی دعا:

سفر پر روانہ ہوتے وقت پڑھی جانے والی دو دعائیں ہیں، جو احادیث باب میں مذکور ہیں:

(i) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ، اَللّٰهُمَّ اَصْحَبْنَا بِنُصْحِكَ وَاقْلِبْنَا بِذِمَّةٍ، اَللّٰهُمَّ ازْوِلَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ .

(ii) حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ، اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنَا فِيْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِيْ اَهْلِنَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ وَمِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ .

مسافران دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا محافظ ونگہبان بنانے کا اعلان کرتا ہے، اپنی ذات اور اہل خانہ کو اسی کی پناہ میں پیش کرتا ہے اور ہر پریشانی سے اسے نجات دہندہ تسلیم کرتا ہے۔ اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ لمحہ بہ لمحہ اور قدم بقدم مسافر کی حفاظت کرتا ہے، مسافر حادثات اور متوقع مصائب سے محفوظ رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر سلامتی وصحت کے ساتھ واپس پلٹ آتا ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا قَدِمَ مِنَ السَّفَرِ

باب 43: جب آدمی سفر سے واپس آئے' تو کیا پڑھے؟

3362 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ

3362- اخرجه احمد (۲۸۱/۴، ۲۸۹، ۲۹۸، ۳۰۰) عن الربيع بن البراء بن عازب عن ابيه

الرَّبِيعَ بْنَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ قَالَ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَى الثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ الْبَرَاءِ وَرِوَايَةُ شُعْبَةَ أَصَحُّ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

◄► حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہ دُعا پڑھتے تھے:

''ہم لوٹنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے' اپنے پروردگار کی حمد بیان کرنے والے ہیں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سفیان ثوری نے اس حدیث کو ابواسحاق کے حوالے سے' حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں ربیع بن براء کا ذکر نہیں کیا تاہم شعبہ کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3363 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ

متنِ حدیث: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى جُدْرَانِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے ہوئے مدینہ منورہ کی دیواریں ملاحظہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُونٹنی کی رفتار تیز کر دیتے تھے' اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے جانور پر سوار ہوتے' تو اس کی رفتار کو بھی تیز کر دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا مدینہ منورہ سے محبت کی وجہ سے کیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

سفر سے گھر واپس پہنچنے پر پڑھی جانے والی دعا

سفر سے گھر واپسی پر پڑھی جانے والی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے

3363- اخرجه البخاري (۷۲۶/۳): كتاب العمرة: باب: من اسرع ناقته اذا بلغ ناقته، حديث (۱۸۰۲)، طرفه في (۱۸۸۶)، و احمد (۱۵۹/۳)

اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۔

پہلی حدیث باب میں منقول دعا کے یہ الفاظ ہیں اور دوسری روایت سے محض وطن کی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک روایت میں وطن سے محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اس مشہور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حب الوطن من الایمان یعنی وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔

الغرض! مندرجہ بالا دعا کر کے بندہ بسلامتی وصحت گھر پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کے معبود حقیقی ہونے کا اعلان کرتا ہے، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا وَدَّعَ اِنْسَانًا

باب 44: کسی شخص کو رخصت کرتے وقت دی جانے والی دعا

3364 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ السُّلَمِیُّ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَدَّعَ رَجُلًا اَخَذَ بِيَدِه فَلَا يَدَعُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ يَدَعُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَاٰخِرَ عَمَلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب کسی شخص کو رخصت کرتے تھے تو آپ ﷺ اس کا ہاتھ تھام لیتے تھے اور اسے اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نبی اکرم ﷺ سے نہیں چھڑوا لیتا تھا۔ پھر نبی اکرم ﷺ یہ دعا دیتے تھے:

''میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے اعمال کے خاتمے کا اللہ تعالیٰ کو امین بناتا ہوں''۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے اور یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

3365 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى الْفَزَارِیُّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ خُثَيْمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ سَالِمٍ

متنِ حدیث: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اُدْنُ مِنِّیْ اُوَدِّعْكَ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَدِّعُنَا فَيَقُوْلُ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ سَالِمِ بْنِ

3364- اخرجه ابن ماجه (۲/۹۴۳): كتاب الجهاد: باب: تشييع الغزاة و وداعهم، حديث (۲۸۲۶).

3365- اخرجه احمد (۲/۷) عن حنظلة عن سالم عن ابن عمر.

عَبْدِ اللّٰهِ

⇔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جس شخص نے سفر پر جانا ہوتا' وہ اس سے یہ فرماتے تھے: تم میرے پاس آؤ! تاکہ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں' جس طرح نبی اکرم ﷺ ہمیں رخصت کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ یہ دعا دیتے تھے:

''میں تمہارے دین' تمہاری امانت اور تمہارے اعمال کے خاتمے کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو سالم بن عبداللہ سے منقول ہے۔

3366 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِيْدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِیْ قَالَ زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى قَالَ زِدْنِیْ قَالَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ قَالَ زِدْنِیْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ قَالَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

⇔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں سفر پر جارہا ہوں آپ ﷺ مجھے زادِ راہ عنایت کیجئے (یعنی کوئی دُعا دیجئے) تو نبی اکرم ﷺ نے دُعا دی: اللہ تعالیٰ! تمہیں تقویٰ کا زادِ راہ عطا کرے۔ اس نے عرض کی: مجھے مزید عطا کیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ تمہاری مغفرت بھی کرے۔ اس نے عرض کی مزید عنایت کیجئے، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے دعا کی: تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بھلائی کو آسان کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3367 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِیُّ الْكُوْفِیُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ اَخْبَرَنِیْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِيْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِیْ قَالَ عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالتَّكْبِيْرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا اَنْ وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ اللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

⇔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں سفر پر جارہا ہوں، آپ ﷺ

3366۔ اخرجه ابن خزيمة (۱۳۸/٤)، حديث (۲۵۳۲) عن ثابت عن انس بن مالك.

3367۔ اخرجه ابن ماجه (۹۲٦/۲): كتاب الجهاد: باب: فضل الحرس و التكبير في سبيل الله، حديث (۲۷۷۱)، و احمد (۳۲٥/۲، ۳۳۱، ٤٤۳، ٤٧٦)، و ابن خزيمة (١٤٩/٤)، حديث (۲٥٦١).

مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پرہیزگاری لازم اختیار کرو، ہر بلندی پہ چڑھتے ہوئے تکبیر کہنا۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) جب وہ شخص واپس چلا گیا' تو آپ ﷺ نے دعا کی:

''اے اللہ! اس شخص کے لیے زمین کی مسافت کو کم کر دینا اور یہ سفر اس کے لیے آسان کر دینا''

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

کسی کو رخصت کرتے وقت پڑھی جانے والی دعائیں

کسی شخص کو رخصت کرتے وقت پڑھی جانے والی دعائیں احادیث باب میں مذکور ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَاٰخِرَ عَمَلِكَ

(ii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ دعا بھی منقول ہے:

اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ

(iii) حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ

(iv) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اَطْوِلَهُ الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ

ان دعاؤں میں الوداع کہنے والا رخصت ہونے والے کے حق میں دعا کرتے ہوئے اسے، اس کے دین، اس کی امانت اور اس کے خاتمہ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہے۔ نیز اسے تقویٰ بطور زادِ راہ دینے، گناہوں کی مغفرت کرنے اور سفر آسان کرنے کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دعا کو قبول کر کے رخصت ہونے والے کے سفر کو آسان، حادثہ سے محفوظ اور منزل تک رسائی کے لیے اپنے امن میں رکھتا ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَكِبَ النَّاقَةَ

باب 45: سواری پر سوار ہوتے وقت کی دُعا

3368 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ

متنِ حدیث: قَالَ شَهِدْتُ عَلِيًّا اُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا فَلَمَّا

3368- اخرجه ابوداؤد (۳/۳٤): کتاب الجهاد: باب: ما یقول الرجل اذا رکب، حدیث (۲٦۰۲)، و احمد (۱/۹٦، ۹۷، ۱۱۵، ۱۲۸)، و عبد بن حمید ص (۵۸، ٦۰)، حدیث (۸۸)، (۸۹).

اسْتَوٰی عَلٰی ظَهْرِهَا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ (سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ) ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا وَّاللّٰهُ اَكْبَرُ ثَلَاثًا سُبْحَانَكَ اِنِّیْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ قُلْتُ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِكْتَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرُكَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں، میں حضرت علی ڈاٹنڈ کے پاس موجود تھا، ان کے لیے سواری کا جانور لایا گیا تاکہ وہ اس پر سوار ہوں۔ جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو یہ دعا پڑھی:

”پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لیے مسخر کیا ہے ورنہ ہم تو اس پر قابو پانے والے نہیں تھے اور بے شک ہم نے اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

اس کے بعد حضرت علی ڈاٹنڈ نے تین مرتبہ الحمدللہ کہا اور پھر یہ پڑھا: ”تو پاک ہے (اے اللہ) میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو میری مغفرت کردے کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔“

(راوی بیان کرتے ہیں:) تو پھر حضرت علی ڈاٹنڈ مسکرا دیے۔ میں نے دریافت کیا: اے امیرالمومنین! آپ ڈاٹنڈ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا جس طرح میں نے اب کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ مسکرا دیے تھے تو میں نے عرض کی تھی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کس بات پر مسکرا دیے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: تمہارا پروردگار اپنے بندے کی اس بات کو بہت پسند کرتا ہے جب وہ یہ کہتا ہے: اے میرے پروردگار! میرے گناہوں کو بخش دے تیرے علاوہ گناہوں کو اور کوئی بخش نہیں سکتا۔“

اس بارے میں حضرت ابن عمر ڈاٹنڈ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

3369 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَارِقِیِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَافَرَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ كَبَّرَ ثَلَاثًا وَّيَقُوْلُ (سُبْحَانَ

3369- اخرجه مسلم (۹۷۸/۲): كتاب الحج: باب: مايقول اذا ركب الى الحج، وغيره، حديث (۱۳۴۲/۴۲۵)، و ابوداؤد (۳۳/۳): كتاب الجهاد: باب: ما يقول الرجل اذا سافر، حديث (۲۵۹۹)، و الدارمی (۲۸۷/۲): كتاب الاستيذان: باب: الدعاء اذا سافر، و الدارمی (۲۹۰/۲): كتاب الاستيذان، باب: ما يقول اذا قفل من السفر، و احمد (۱۴۴/۲، ۱۵۰)، و ابن خزيمة (۱۴۱/۴)، حديث (۲۵۴۲)، و ابن حميد ص (۲۶۳)، حديث (۸۳۳).

اَلَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ) ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا مِنَ الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا الْمَسِیْرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَ الْاَرْضِ اللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَھْلِ اللّٰھُمَّ اصْحَبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَھْلِنَا وَکَانَ یَقُوْلُ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَھْلِهٖ اٰیِبُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِنْ ھٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب سفر پر روانہ ہونے لگتے اور اپنی سواری پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ تکبیر کہتے اور یہ دعا پڑھتے:

"پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لیے مسخر کیا ہے ورنہ ہم اس پر قابو پانے والے نہیں تھے اور بے شک ہم نے اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ یہ دعا کرتے تھے:

"اے اللہ! میں اس سفر کے دوران تجھ سے نیکی اور پرہیزگاری اور ایسے عمل کا سوال کرتا ہوں جس سے تو راضی ہو۔ اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان کر دے اور ہمارے لیے زمین کی مسافت کو سمیٹ دے۔ اے اللہ! اس سفر کے دوران تو ہی ہمارا ساتھی ہے اور ہماری غیر موجودگی میں ہمارے گھر والوں کا تو ہی نگہبان ہے۔ اے اللہ! اس سفر میں تو ہمارے ساتھ رہنا اور ہماری غیر موجودگی میں ہمارے گھر والوں کا خیال رکھنا۔"

نبی اکرم ﷺ جب سفر سے واپس اپنے گھر تشریف لاتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"اگر اللہ نے چاہا تو ہم لوٹنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اپنے پروردگار کی حمد بیان کرنے والے ہیں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن غریب" ہے۔

شرح

سواری پر سوار ہوتے وقت پڑھی جانے والی دعائیں:

جب کوئی شخص سفر کا آغاز کرتے وقت سواری پر سوار ہونے کا ارادہ کرے، تو احادیث باب میں مذکور دعاؤں میں سے کوئی دعا بھی پڑھ سکتا ہے۔ وہ دعائیں درج ذیل ہیں:

(i) حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تین بار، پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، بعد ازاں یہ پڑھے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ○ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ○

پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳ بار، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳ بار، پھر یہ دعا پڑھے: سُبْحَانَکَ اِنِّیْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔

( ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳ بار، سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ○ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○، اَللّٰھُمَّ اسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا مِنَ الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی، اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا الْمَسِیْرَ وَاطْوِعَنَّا بُعْدَ الْاَرْضِ، اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ، اَللّٰھُمَّ اصْحَبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَھْلِنَا ۔

سواری سے مراد ہر وہ چیز ہے جو سفر کے لیے استعمال کی جائے خواہ وہ جانور ہو یا غیر مثلاً اونٹ، گھوڑا، خچر، گدھا، کشتی، بائی سائیکل، موٹر سائیکل، کار، رکشہ، بس، بحری جہاز اور ہوائی جہاز وغیرہ۔

اس دعا میں سواری کو مسخر کرنے، گناہوں کو بخشنے، سفر کو آسان کرنے اور اہل خانہ کے محافظ ہونے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جبکہ باری تعالیٰ کی کبریائی اور حمد وثناء کا بھی تذکرہ ہے۔ اس لیے اس دعا کے کرنے والے سے اللہ تعالیٰ اظہار مسرت کرتا ہوا خوش ہوتا ہے۔

بَابُ مَا ذُکِرَ فِیْ دَعْوَۃِ الْمُسَافِرِ

باب 46: مسافر کی دُعا کا تذکرہ

3370 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَۃُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَۃُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ

حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ ھِشَامٍ الدَّسْتُوَائِیِّ عَنْ یَحْیَی ابْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَہٗ وَزَادَ فِیْہِ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَکَّ فِیْھِنَّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ جَعْفَرٍ الرَّازِیُّ ھٰذَا الَّذِیْ رَوٰی عَنْہُ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ یُقَالُ لَہٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ الْمُؤَذِّنُ وَلَا نَعْرِفُ اسْمَہٗ وَقَدْ رَوٰی عَنْہُ یَحْیَی ابْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ غَیْرَ حَدِیْثٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تین طرح کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں، مظلوم کی دعا' مسافر کی دعا اور والد کی اپنی اولاد کے حق میں کی جانے والی دعا۔

علی بن حجر نے اسماعیل بن ابراہیم' ہشام دستوائی' یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔ تاہم انہوں نے اس روایت میں یہ الفاظ اضافی نقل کیے ہیں۔

''ایسی مستجاب دعائیں جن کی قبولیت کا اثر ظاہر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابوجعفر رازی نامی وہ راوی جس کے حوالے یحییٰ بن ابوکثیر نے حدیث روایت کی ہے اس کو ابوجعفر مؤذن بھی کہا جاتا ہے۔ ہمیں اس کے نام کا علم نہیں۔ یحییٰ بن ابوکثیر نے اس کے حوالے سے دوسری روایات بھی نقل کی ہیں۔

شرح

مسافر کی دعا قبول ہونا:

حدیث باب کے مطابق تین لوگوں کی دعا ضرور قبول کی جاتی ہے: (۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) باپ کی دعا اولاد کے حق میں۔

مظلوم کی دعا کے دو پہلو ہو سکتے ہیں: پہلا یہ کہ وہ ظلم سے بچنے کے لیے ظالم کے بارے میں بددعا کرے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ظالم کی ہدایت کے لیے دعا کرے۔ مسافر کی دعا کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) وہ سفر کی سہولیات باہم پہنچانے والوں کے حق میں دعائے خیر کرے۔ (۲) حالت سفر میں پیش آنے والی اذیت و تکلیف سے نجات کے لیے دعا کرے۔ اسی طرح باپ کی دعا کی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) باپ اولاد کی فرمانبرداری، حکم بجا آوری اور خدمات کے اعتراف میں ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا خیر کرے۔ (۲) اولاد کی نافرمانی، اذیت رسانی اور بدگوئی کے نتیجہ میں دعائد کرے۔ بہرکیف دعا کیسی بھی ہو ان تین لوگوں کی دعا اللہ تعالیٰ ضرور قبول کرتا ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا هَاجَتِ الرِّيحُ

باب 47: آندھی کے وقت پڑھی جانے والی دعا

3371 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ اَبُوْ عَمْرٍو الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَى الرِّيحَ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ جب تیز چلتی ہوئی ہوا کو دیکھتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی' اس میں موجود بھلائی اور جس بھلائی کے ہمراہ اسے بھیجا گیا ہے اس کا سوال

3371- اخرجه مسلم (۲/۶۱۶): كتاب صلاة الاستسقاء: باب: التعوذ عند روية الريح و الغيم و الفرح بالمطر، حديث (۱۵/۸۹۹).

کرتا ہوں اور تجھ سے اس کے شر اس میں موجود شر اور جس شر کے ہمراہ اسے بھیجا گیا ہے اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

اس بارے میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ الرَّعْدَ

باب 48: بادل کی گرج سن کر پڑھی جانے والی دُعا

3372 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ اَبِیْ مَطَرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ وَالصَّوَاعِقِ قَالَ اللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سنتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"اے اللہ! تو ہمیں اپنے غضب کے ذریعے ہلاک نہ کرنا تو ہمیں اپنے عذاب کے ذریعے ہلاک نہ کرنا اس سے پہلے ہمیں عافیت عطا کر دینا۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ "حدیث غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

آندھی اور بادل کی گرج کے وقت پڑھی جانے والی دعائیں:

آندھی یا طوفان آنے کے وقت پڑھی جانے والی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ۔

بادل کی گرج کے وقت پڑھی جانے والی یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔ (المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: ۷۹۱۲)

تند و تیز ہوائیں کبھی رحمت خداوندی یا عذاب خداوندی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں، جب تک وہ آ کر تھم نہ جائیں، جالال

3372- اخرجه البخاري في الادب المفرد ص (۲۱۲)، حديث (۷۲۸)، و احمد (۲/۱۰۰) عن سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه.

خداوندی کے اظہار سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے کہ کیا علم وہ رحمت خداوندی یا عذاب خداوندی کا ذریعہ بنتی ہیں۔

روایات میں مذکور ہے کہ جب آندھی آتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سکون سے نہ بیٹھتے تھے، کبھی اندر تشریف لے جاتے، کبھی باہر آتے، کبھی آگے بڑھتے، کبھی پیچھے آتے، کبھی آسمان کی طرف چہرۂ انور اٹھا کر دیکھتے، کبھی نماز میں مصروف ہو جاتے، کبھی محض سجدہ میں سر اقدس رکھتے۔ الغرض آپ سکون سے نہ بیٹھتے، اس پریشانی کے سلسلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دریافت کرتیں تو جواب میں فرماتے: اے صدیقہ! آسمان پر بادل دیکھ کر مجھے یہ خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کہ قوم عاد کی طرح اس سے عذاب خداوندی کا نزول نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر دعا بھی فرمایا کرتے تھے:

اے اللہ! اس ہوا کو ہمارے لیے رحمت بنا، عذاب نہ بنا! اس کو ہمارے لیے ریاح بنا، ریح نہ بنا۔

علاوہ ازیں اس موقع پر پڑھی جانے والی حسب ذیل دعائیں بھی ہیں:

(i) اَللّٰهُمَّ اَسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ ۔

(ii) اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهٖ ۔

(iii) اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيًّا مَرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ رَائِثٍ ۔

(iv) اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰرَامِ وَالْاٰجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِةِ الشَّجَرِ ۔

(v) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا ۔

(vi) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَمِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ!

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

باب 49: پہلی کے چاند کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا

3373 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سُفْيَانَ الْمَدِيْنِيُّ حَدَّثَنِيْ بِلَالُ بْنِ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَهْلِلْهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب پہلی کا چاند دیکھتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے

3373۔ اخرجه الدارمي (۲/۴): كتاب الصوم: باب ما يقال عند روية الهلال، و احمد (۱/۱۶۲)، و عبد بن حميد ص ۱۰۲، حديث (۱۰۲).

''اے اللہ! اسے بھلائی' ایمان' سلامتی اور اسلام کے ہمراہ ہم پر طلوع کرنا۔''

(پھر چاند کو مخاطب کر کے یہ فرماتے تھے)

''میرا اور تمہارا پروردگار' اللہ تعالیٰ ہے۔''

(امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

پہلی رات کے چاند کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا:

جس طرح ایک مہینہ کی عمر انتیس یا تیس دن کی ہوتی ہے اسی طرح چاند کی عمر بھی اتنی ہوتی ہے، چاند کا آغاز مہینہ کے آغاز یعنی پہلی رات سے ہوتا ہے، ہر مہینہ خیر و برکت لیے ہوئے ہوتا ہے، کوئی مہینہ منحوس نہیں ہوتا، کوئی چاند دیوتا یا معبود نہیں ہو سکتا، مہینہ اور چاند سے بہت سے اسلامی احکام متعلق ہوتے ہیں، پہلی رات کے چاند کو اہتمام سے دیکھنا مسنون ہے اور اس کو دیکھتے وقت دعا خیر کرنا بھی مسنون ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رؤیت ہلال کی یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ .

رؤیت ہلال کے وقت یہ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس مہینہ اور چاند کو مخلوق کے لیے امن و سلامتی کا محور و گہوارہ بنا دیتا ہے۔

اس دعا کے علاوہ رؤیت ہلال کی مزید دعائیں منقول ہیں' جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى، رَبُّنَا وَرَبُّكَ .

(ii) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الشَّهْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ الْقَدَرِ وَمِنْ سُوْءِ الْحَشْرِ .

(iii) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الشَّهْرِ، فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَنُوْرَهٗ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ .

(الطبرانی، رقم الحدیث ۹۰۹)

(iv) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هِلَالَ يُمْنٍ وَّرُشْدٍ، وَاٰمَنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَكَ فَعَدَلَكَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ .

(۷) حضرت عثمان بن ابی عاتکہ رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ ادْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالسَّكِيْنَةِ الْعَافِيَةِ وَالرِّزْقِ الْحَسَنِ .

(عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی، رقم الحدیث ۶۳۵)

(۷۱) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ شَهْرَ بَرَكَةٍ وَّنُوْرٍ وَّاَجْرٍ وَّمُعَافَاتٍ، اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قَاسِمٌ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْهِ خَيْرًا فَاقْسِمْ لَنَا فِيْهِ مِنْ خَيْرِ كَمَا قَسَمْتَ فِيْهِ بَيْنَ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ . (مصنف ابن شیبہ، رقم الحدیث: ۹۷۳۳)

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الْغَضَبِ

باب 50: غصے کے وقت کیا پڑھا جائے؟

3374 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى عُرِفَ الْغَضَبُ فِىْ وَجْهِ اَحَدِهِمَا فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَّوْ قَالَهَا لَذَهَبَ غَضَبُهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ

اختلافِ سند: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ وَهٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ

توضیح راوی: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ لَيْلٰى لَمْ يَسْمَعْ مِنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ مَاتَ مُعَاذٌ فِىْ خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقُتِلَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ لَيْلٰى غُلَامٌ ابْنُ سِتِّ سِنِيْنَ هٰكَذَا رَوٰى شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَرَآهُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ لَيْلٰى يُكْنٰى اَبَا عِيْسٰى وَاَبُوْ لَيْلٰى اسْمُهُ يَسَارٌ وَرُوِىَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى قَالَ اَدْرَكْتُ عِشْرِيْنَ وَمِائَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے سامنے دو آدمی لڑ پڑے۔ ان میں سے ایک کے چہرے پر شدید غصے کی کیفیت کا اظہار ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے ایک ایسے کلمے کے بارے میں پتہ ہے اگر یہ شخص اسے پڑھ لے تو اس کا یہ غصہ ختم ہو جائے گا۔ وہ کلمہ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" ہے۔

اس بارے میں حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3374۔ اخرجه ابوداؤد (۲۴۸/۴): كتاب الادب : باب : ما يقال عند الغضب، حديث (۴۷۸۰)، و احمد (۲۴۰/۵، ۲۴۴)، و عبد بن حميد ص (۶۸)، حديث (۱۱۱) عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن معاذ بن جبل.

محمد بن بشار نے اسے عبدالرحمن کے حوالے سے سفیان سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

یہ روایت مرسل ہے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نامی راوی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا' کیونکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ہوگیا تھا اور جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس وقت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ چھ سال کے بچے تھے۔

شعبہ نے حکم کے حوالے سے' عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' احادیث روایت کی ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی کی ہے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی کنیت ابوعیسیٰ تھی (جبکہ ان کے والد ابولیلیٰ کا نام) یسار تھا۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا یہ قول منقول ہے، میں نے ایک سوبیس انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے۔

شرح

غصہ کے وقت پڑھی جانے والی دعا:

غصہ کے سبب انسان نیم جنونی حالت کا شکار ہو جاتا ہے، اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا اور قوت عاقلہ کمزور ہو جاتی ہے۔ غصہ پر قابو پانے کے دو طریقے ہیں: (۱) دعا کرنا ہے، جو یہ ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔

(۲) حالت تبدیل کرنا مثلاً کھڑا ہے' تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے' تو لیٹ جائے یا غصہ کے وقت پانی نوش کرلے۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو شخصوں کی باہم سخت کلامی ہوگئی، ایک کی ناک غصہ کی وجہ سے سرخ ہوگئی جبکہ دوسرا غضبناک ہوگیا، قریب تھا کہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صورتحال کا جائزہ لیا اور فرمایا: میں ایک کلمہ ایسا جانتا ہوں کہ یہ شخص وہ کلمہ کہہ لے' تو اس کا غصہ ختم ہو جائے۔ پھر فرمایا: وہ کلمہ یہ ہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ .

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَاٰى رُؤْيَا يَكْرَهُهَا

باب 51: ناپسندیدہ ڈراؤنا خواب دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا

3375 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ

3375ـ اخرجه البخاری (۱۲/۳۸۵): كتاب التعبير: باب: الرويا الصادقة، حديث (۶۹۸۵)، طرفه من (۷۰۴۵)، و احمد (۳/۸)

أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متن حدیث: إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يُحِبُّهَا فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللهِ فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِمَا رَأَى وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا يَكْرَهُهُ فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِاَحَدٍ فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَابْنُ الْهَادِ اسْمُهُ يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ الْمَدِيْنِيُّ وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ رَوَى عَنْهُ مَالِكٌ وَالنَّاسُ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، جب کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اسے پسند آئے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔ اس شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور جسے چاہے اسے وہ خواب سنا دے لیکن جب وہ اس کے برعکس کوئی خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو وہ شیطان کی طرف ہوگا۔ وہ اس خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور کسی کے سامنے اس کا کوئی تذکرہ نہ کرے تو وہ خواب اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

اس بارے میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

ابن الہاد نامی راوی کا نام یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن الہاد مدنی ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ ثقہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بہت سے افراد نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

خطرناک خواب دیکھتے وقت پڑھی جانے والی دعا:

انسان کو ملے جلے خواب آتے ہیں، وہ خواب اچھے ہو سکتے ہیں اور برے بھی، اچھے خواب کو نبوت کا چالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے، اسے بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے' جبکہ اس کے برعکس برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اسے دوسروں سے بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خواب صحابہ کرام کو بیان کرتے تھے، صحابہ کرام بھی اپنے اچھے خواب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کرتے تھے۔ حضرت امام سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ''کتاب الرؤیا'' اس موضوع پر پہلی اور آخری کتاب ہے، لہٰذا اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا رَاَى الْبَاكُوْرَةَ مِنَ الثَّمَرِ

باب 52: موسم کا پہلا پھل دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا

3376 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ النَّاسُ اِذَا رَاَوْا اَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوْا بِهِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثِمَارِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا اللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ وَاِنِّيْ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَاِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَاَنَا اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ قَالَ ثُمَّ يَدْعُوْ اَصْغَرَ وَلِيْدٍ يَرَاهُ فَيُعْطِيْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں کا یہ معمول تھا: جب موسم کا پہلا پھل اتارتے تو وہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آتے۔ نبی اکرم ﷺ اسے لے کر یہ دعا پڑھتے تھے:

"اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت نصیب کر اور ہمارے شہر میں برکت نصیب کر، ہمارے صاع میں برکت نصیب کر اور ہمارے مد میں برکت نصیب کر۔ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے، میں بھی تیرا بندہ تیرا خلیل تیرا نبی ہوں، انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے تجھ سے دعا کی تھی میں وہی دعا مدینہ منورہ کے لیے کرتا ہوں، جو انہوں نے تجھ سے مکہ مکرمہ کے لیے کی تھی (یعنی اس کی مانند عطا کرنے کی دعا کرتا ہوں)۔"

راوی بیان کرتے ہیں: اس کے بعد نبی اکرم ﷺ وہاں موجود سب سے کم سن بچے کو بلاتے اور پھر وہ پھل اسے عطا کر دیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نیا پھل دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا:

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک عظیم ترین نعمت پھل ہے، دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جب نیا موسمی پھل تیار

3376۔ اخرجہ مالک (۲/۸۸۵): كتاب الجامع: باب: الدعاء للمدينة و اهلها، حديث (۲)، ومسلم (۲/۱۰۰۰): كتاب الحج: باب فضل المدينة و دعاء النبي صلى الله عليه وسلم فيها بالبركة، حديث (۱۳۷۳/۴۷۳)، و البخاري في الادب المفرد ص (۱۱۱) حديث (۳۶۲)، و ابن ماجه (۲/۱۱۰۵): كتاب الاطعمة: باب: اذا اتي باول الثمرة، حديث (۳۳۲۹)، و الدارمي (۲/۱۰۶-۱۰۷): كتاب الاطعمة: باب: الباكورة.

ہوتا، تو صحابہ کرام نہایت عقیدت ومحبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے، آپ اسے قبول کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثِمَارِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا .

جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی تھی:

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (ابراہیم:۳۷)

''(اے اللہ!) تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف اور انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما۔''

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پھلوں پر دعا کرتے، چھوٹے بچوں کو طلب فرماتے، وہ پھل ان میں تقسیم فرماتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ حرمین شریفین میں بارہ مہینے بالکل تازہ پھل میسر ہوتا ہے حالانکہ سرزمین حجاز میں کھجور کے علاوہ کوئی پھل پیدا نہیں ہوتا، دنیا کے کسی بھی ملک میں پیدا ہونے والا پھل وہاں دستیاب ہوتا ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا

باب **53**: کھانا کھانے کے بعد پڑھی جانے والی دعا

3377 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُمَرَ وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ حَرْمَلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ فَجَاءَتْنَا بِاِنَاءٍ فِيْهِ لَبَنٌ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى يَمِيْنِهِ وَخَالِدٌ عَلٰى شِمَالِهِ فَقَالَ لِيَ الشَّرْبَةُ لَكَ فَاِنْ شِئْتَ اٰثَرْتَ بِهَا خَالِدًا فَقُلْتُ مَا كُنْتُ اُوْثِرُ عَلٰى سُؤْرِكَ اَحَدًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ الطَّعَامَ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَيْرُ اللَّبَنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ فَقَالَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَرْمَلَةَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَمْرُو بْنُ حَرْمَلَةَ وَلَا يَصِحُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں داخل ہوا، میرے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ہمارے پاس دودھ کا برتن لے کر آئیں، نبی اکرم ﷺ نے اس

3377- اخرجه ابوداؤد (۳۳۹/۳): كتاب الاشربة: باب: ما يقول اذا شرب اللبن، حديث (۳۷۳۰)، و احمد (۲۲۰/۱، ۲۲۵، ۲۸۴)، و الحميدي (۲۲۵/۱): حديث (۴۸۲)۔

میں سے پیا۔ میں نبی اکرم ﷺ کے دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پینے کی باری تو تمہاری ہے' لیکن اگر تم چاہو تو خالد کے لیے ایثار کر سکتے ہو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی بچی ہوئی چیز کے بارے میں کسی کے لیے ایثار نہیں کر سکتا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو کوئی چیز کھانے کے لیے عطا کرے' تو اس شخص کو چاہیے وہ یہ دعا پڑھے:

"اے اللہ! میرے لیے اس میں برکت عطا کر اور مجھے اس سے بہتر کھانا نصیب کر۔"

جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو دودھ پینے کے لیے دے تو وہ یہ دعا پڑھے:

"اے اللہ! تو ہمارے لیے اس میں برکت عطا کر اور ہمیں مزید یہ عطا کر۔"

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: "دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے' جو کھانے اور پینے دونوں کے لیے کافی ہو۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔ بعض راویوں نے اسے علی بن زید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے راوی کا نام عمر بن حرملہ نقل کیا ہے' جبکہ بعض راویوں نے عمرو بن حرملہ نقل کیا ہے' لیکن یہ درست نہیں ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا فَرَغَ مِنَ الطَّعَامِ

باب 54: کھانے سے فارغ ہونے پر پڑھی جانے والی دعا

3378 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھا دیا جاتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

"ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے ایسی حمد جو بہت زیادہ ہو' جس میں برکت موجود ہو' اور ہمارا پروردگار اس سے بے نیاز نہ ہو اور استغناء اختیار نہ کرے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3378- اخرجه البخاری (۴۹۳/۲): كتاب الاطعمة: باب: ما يقول اذا فرغ من طعامه، حديث (۵۴۵۸، ۵۴۵۹)، و ابوداؤد (۳۶۶/۳): كتاب الاطعمة: باب: ما يقول الرجل اذا طعم، حديث (۳۸۴۹)، و ابن ماجه (۱۰۹۲/۲، ۱۰۹۳): كتاب الاطعمة: باب: ما يقال اذا فرغ من الطعام، حديث (۳۲۸۴)، و الدارمی (۹۵/۲): كتاب الاطعمة: باب: الدعاء بعد الفراغ من الطعام، و احمد (۲۵۲/۵، ۲۵۶)۔

3379 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَّاَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ رِيَاحِ بْنِ عَبِيْدَةَ قَالَ حَفْصٌ عَنِ ابْنِ اَخِي اَبِيْ سَعِيْدٍ وَقَالَ اَبُوْ خَالِدٍ عَنْ مَوْلًى لِاَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَوْ شَرِبَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب کچھ کھاتے یا کچھ پیتے تو یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جس نے ہمیں کھانے کے لیے دیا اور جس نے ہمیں پینے کے لیے دیا اور جس نے ہمیں مسلمان بنایا۔''

3380 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ مَرْحُوْمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ اَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مَرْحُوْمٍ اسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ مَيْمُوْنٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص کھائے اور یہ پڑھے:

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جس نے یہ چیز مجھے کھانے کے لیے دی اور میری کسی قدرت اور طاقت کے بغیر مجھے یہ رزق عطا کیا ہے۔''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) اس شخص کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابومرحوم نامی راوی کا نام عبدالرحیم بن میمون ہے۔

3379- اخرجه ابوداؤد (۳۶۶/۳): كتاب الاطعمة: باب: ما يقول الرجل اذا طعم، حديث (۳۸۵۰)، و ابن ماجه (۱۰۹۲/۲): كتاب الاطعمة: باب: ما يقال اذا فرغ من الطعام، حديث (۳۲۸۳)، و احمد (۳۲/۳، ۹۸)، و عبد بن حميد ص (۲۸٤)، حديث (۹۰۷).

3380- اخرجه ابوداؤد (٤۲/٤): كتاب اللباس: باب: (۲۰۰۰)، حديث (٤۰۲۳)، و ابن ماجه (۱۰۹۳/۲): كتاب الاطعمة: باب: ما يقال اذا فرغ من الطعام، حديث (۳۲۸۵)، و الدارمی (۲۹۲/۲): كتاب الاستئذان: باب: ما يقول اذا لبس ثوبا، و احمد (٤۳۹/۳).

شرح

کھانا کھانے کے بعد اور دودھ پینے کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں:

کھانے پینے کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، ہر نعمت کا تقاضا ہے کہ کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے، جب کوئی نعمت استعمال کی جائے اس کے بعد بطور شکر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں مزید عطا کرتا ہے، جو بھی چیز کھائی جائے اس کے بعد بطور شکر خداوندی یوں دعا کی جائے:

(i) اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ۔

(ii) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

دودھ پینے کے بعد بطور شکر باری تعالیٰ یوں دعا کی جائے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ۔

علاوہ ازیں کھانا کھانے کے بعد مزید دعائیں بھی پڑھی جاتی ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں:

(i) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ ۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۰۲۳)

یہ دعا پڑھنے والے کو سنت پر عمل کا اجر و ثواب ملے گا اور اس کے سابقہ گناہ بھی معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(ii) حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَ وَاَسْقَيْتَ وَاَغْنَيْتَ وَاَقْنَيْتَ وَهَدَيْتَ وَاَحْيَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا اَعْطَيْتَ ۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی، رقم الحدیث: ۴۶۵)

(iii) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا ۔ (الصحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۱۴۲)

(iv) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ ۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۰۴۲)

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ نَهِيْقَ الْحِمَارِ

باب 55: گدھے کے رینکنے کی آواز سن کر کیا پڑھے؟

3381 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْاَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهَا رَاَتْ مَلَكًا وَّاِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِنَّهٗ رَاٰى شَيْطَانًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو' کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھ کر یہ آواز نکالتا ہے' اور جب تم گدھے کی رینکنے کی آواز سنو تو شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ اس (گدھے نے) شیطان کو دیکھا ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مرغوں کی بانگ اور گدھے کے رینکنے کی آواز سن کر پڑھی جانے والی دعا:

رات خواہ بڑی ہو یا چھوٹی مرغ ایک ہی وقت میں بانگ دیتے ہیں، صبح صادق سے قدرے پہلے وہ بانگ دیتے ہیں، بعد ازاں دوبارہ صبح صادق کے بعد، انہیں وقت کا علم فرشتوں کو دیکھ کر ہوتا ہے' تو بانگ شروع کر دیتے ہیں، جس طرح گدھا قبیح جانور تصور کیا جاتا ہے، اسی طرح اس کی آواز کو بھی قبیح قرار دیا جاتا ہے، وہ شیطان کو دیکھ کر رینکتا ہے، اس کی آواز کو دل و دماغ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا، قرآن کریم گدھے کی آواز کو بدترین آواز قرار دیتا ہے، قیام قیامت کے وقت بھی لوگوں کو یہ آواز سنائی دے گی، انسان تو انسان ہیں جانور بھی گدھے اور اس کی آواز سے گھن کرتے ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ التَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّحْمِيْدِ

باب 56: سبحان اللہ پڑھنے' اللہ اکبر پڑھنے' اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کی فضیلت

3382 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ الْكُوْفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِیُّ عَنْ حَاتِمِ بْنِ اَبِیْ صَغِيْرَةَ عَنْ اَبِیْ بَلْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَا عَلَى الْاَرْضِ اَحَدٌ يَّقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِلَّا كُفِّرَتْ

3381- اخرجه البخاری (۶/۴۰۳): كتاب بدء الخلق: باب: خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال، حديث (۳۳۰۳)، و مسلم (۴/۲۰۹۲): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار: باب: استحباب: الدعاء عند صياح الديكة، حديث (۲۷۲۹/۸۲)، و ابوداؤد (۴/۳۲۷): كتاب الادب: باب: ما جاء في الديك و البهائم، حديث (۵۱۰۲)، و في الادب المفرد، للبخاري ص (۳۶۰)، حديث (۱۲۴۱)، و احمد (۲/۳۲۱، ۳۰۶، ۳۶۴) من طريق الاعرج عن ابي هريرة به.

3382- اخرجه احمد (۲/۱۵۸، ۲۱۱، ۲۱۰) عن عبد الله بن عمرو.

عَنْهُ خَطَايَاهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِىْ بَلْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

توضیح راوی: وَاَبُوْ بَلْجٍ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ اَبِىْ سُلَيْمٍ وَيُقَالُ ابْنُ سُلَيْمٍ اَيْضًا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ عَنْ حَاتِمِ بْنِ اَبِىْ صَغِيْرَةَ عَنْ اَبِىْ بَلْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِىْ بَلْجٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، روئے زمین پر موجود جو بھی شخص یہ کلمہ پڑھ لے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔''

تو اس شخص کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے' اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ شعبہ نے اس روایت کو ابوبلج کے حوالے سے' اسی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

ابوبلج نامی راوی کا نام یحییٰ بن ابوسلیم ہے' اور ایک قول کے مطابق یحییٰ بن سلیم ہے۔

محمد بن بشار نے اسی سند کے ہمراہ ابوبلج کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

محمد بن بشار نے اسی روایت کو ایک اور سند کے ہمراہ نقل کیا ہے' جو ابوبلج سے منقول ہے' تاہم انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور نقل نہیں کیا۔

شرح

اذکارِ خمسہ کا تعارف:

روایات کے مطابق اذکار پانچ ہیں، جن کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

(i) تسبیح و تقدیس: اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو عیوب و نقائص سے پاک تسلیم کرتے قرار دیتے ہوئے یوں کہنا: سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ اس جملہ کا تعلق صفات باری تعالیٰ سے ہے۔

(ii) تکبیر: اس سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی کو بیان کرتے ہوئے یوں کہنا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ (یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے) اس جملہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات ثبوتیہ سے ہے۔

(iii) تہلیل: اس سے مراد ہے: توحید باری تعالیٰ کا اقرار کرتے ہوئے یوں کہنا: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے) یہ جملہ ان تمام حجابات کو رفع کرتا ہے جو توحید باری تعالیٰ کی معرفت کے لیے رکاوٹ بنتے ہیں۔

(iv) تحمید: اس سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کو بیان کرتے ہوئے یوں کہنا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (تمام خوبیوں کی مالک ذات باری تعالیٰ ہے)

(v) حوقلہ: اس کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کے لیے قوت وطاقت کو تسلیم کرتے ہوئے یوں کہنا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (طاقت وقوت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے) اس فقرے کے ذریعے انسان غیر اللہ کی حقیقی طاقت کا انکار اور ذات باری تعالیٰ کی قوت وطاقت کا اقرار کرتا ہے۔

تہلیل، تکبیر اور حوقلہ کی فضیلت:

زیر آسمان ایک چوتھائی حصہ زمین ہے جبکہ تین چوتھائی پانی (سمندر) ہے، سمندر کا پانی اتنا جھاگ چھوڑتا ہے کہ انسان اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا، پانی کی کثرت اور سمندر کی وسعت جھاگ کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر انسان اتنا گناہگار ہو کہ اس کے گناہ روئے زمین کو تا آسمان بھر دیں اور یہ کثرت سمندر کے جھاگ کے برابر ہو جائے، جب وہ کلمہ طیبہ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھے گا تو اس کے تمام گناہ کافور ہو جائیں گے۔ یہ فضیلت دو چار بار ان اذکار کو پڑھنے سے حاصل نہیں ہوگی بلکہ عجز وانکسار کا مجسمہ بن کر تا حیات ان کو وظیفہ بنانے اور رطب اللسان رہنے سے مسلمان اس روایت کا مصداق بن سکتا ہے۔ یاد رہے ان اذکار ثلاثہ کا بیک وقت پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ سعادت وقفہ وقفہ سے پڑھ کر بھی حاصل کی جا سکتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے آسانی کا راستہ پسند کرتا ہے۔

3383 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مَرْحُومُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا اَبُو نَعَامَةَ السَّعْدِيُّ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ

متن حدیث: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَكَبَّرَ النَّاسُ تَكْبِيرَةً وَرَفَعُوا بِهَا اَصْوَاتَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَصَمَّ وَلَا غَائِبٍ هُوَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رُؤُسِ رِحَالِكُمْ ثُمَّ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَلَا اُعَلِّمُكَ كَنْزًا مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

توضیح راوی: وَاَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلٍّ وَاَبُو نَعَامَةَ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ عِيسَى

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنَى قَوْلِهِ هُوَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رُؤُسِ رِحَالِكُمْ اِنَّمَا يَعْنِي عِلْمَهُ وَقُدْرَتَهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں شریک ہوئے، جب ہم واپس آ رہے تھے جب ہم مدینہ منورہ کے پاس پہنچے تو لوگوں نے بلند آواز میں تکبیر کہی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا پروردگار بہرا نہیں ہے یا غیر موجود نہیں ہے۔ وہ تمہارے اور تمہاری سواریوں کے سروں کے درمیان ہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہیں' جنت کے خزانے کی تعلیم نہ دوں؟ (وہ یہ کلمہ ہے)

"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوعثمان نہدی کا نام عبدالرحمٰن بن مُل ہے۔

ابونعامہ نامی راوی کا نام عمرو بن عیسیٰ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان (تمہارے اور تمہاری سواریوں کے سروں کے درمیان ہے) اس سے مراد ہے: یعنی علم اور قدرت کے حوالے سے' تمہارے اتنے قریب ہے۔

شرح

ذکر کی کیفیت میں میانہ روی اختیار کرنا اور حوقلہ کی فضیلت:

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی بھی ذکر بلند آواز سے کیا جا سکتا ہے اور پست آواز سے بھی لیکن میانہ روی کی فضیلت زیادہ ہے، کیونکہ فرمایا گیا ہے: خیر الامور اوسطھا یعنی میانہ روی بہترین طریقہ ہے۔ بلند آواز سے وظیفہ کرنے سے انسان جلدی تھک جاتا ہے، اس میں ریاکاری کا بھی اندیشہ ہے، پست آواز میں ذکر کرنے سے دوسروں کو پیغام نہیں ملے گا، میانہ روی یا میانہ آواز سے ذکر کرنے سے ذاکرین کا لوگوں کو پیغام ملے گا، ریاکاری سے حفاظت بھی ہوگی۔ لہٰذا کوئی بھی ذکر یا وظیفہ کرنا مقصود ہو تو میانہ روی سے کرنا چاہیے، علماء ومشائخ نے بھی اسی صورت کو ترجیح دی ہے اور خود بھی اسے ہی اپنایا ہے۔

اس حدیث میں دوسرا اہم مسئلہ "حوقلہ" کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مسلمان دیگر اذکار کی طرح حوقلہ (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) کا وظیفہ بھی کرسکتا ہے، کیونکہ دیگر اذکار کی طرح اس کی بھی فضیلت بیان کی گئی ہے، اسے جنت کا خزانہ قرار دیا گیا ہے، یہ اس لیے کہ اس میں اپنی قدرت کی نفی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اثبات واقرار کیا گیا ہے۔ بعض علماء نے اسے (حوقلہ کو) تکبیر سے بھی افضل قرار دیا ہے۔

3384 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِىْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَقْرِءْ اُمَّتَكَ مِنِّى السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَآءِ وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ وَّاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

3384- تفردبه الترمذی انظر التحفة (۷/۷۶)، حدیث (۹۳۶۵) من اصحابك الكتب الستة،و ذكره المنذری فی الترغيب و الترهيب (۲/۴۰۷، ۴۰۸)، حديث (۲۲۹۴)، و عزاه للترمذی و الطبرانی فی الصغير و الاوسط عن ابن مسعود

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جس رات مجھے معراج کروائی گئی میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اے محمد (ﷺ)! آپ اپنی اُمت کو میرا سلام کہیں اور انہیں بتادیں کہ جنت کی مٹی بہت بہترین ہے۔ اس کا پانی بہت میٹھا ہے۔ جنت ایک ہموار میدان ہے اس میں درخت لگانے کا طریقہ یہ ہے: یہ کلمہ پڑھا جائے:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ والحمدللّٰه و لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ"

"اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔"

اس بارے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر کی فضیلت:

شب معراج میں سب انبیاء علیہم السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی، انہوں نے آپ کی امت کے نام سلام ارسال کیا، اپنے پیغام میں کہا: جنت کی مٹی نہایت زرخیز ہے، اس کا پانی شیریں ہے لیکن وہ چٹیل ہے۔ تسبیح، تحمید اور تکبیر کے اذکار سے اس میں پودے لگائے جا سکتے ہیں۔

جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس پیغام سے متعدد امور سامنے آتے ہیں: (۱) امت محمدی کی عظمت و فضیلت ہے کہ انہیں انبیاء کرام علیہم السلام "سلام" ارسال کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بارگاہ رب العزت میں اس امت کا فرد بنانے کی التجا کرتے ہیں۔ (۲) انبیاء کرام سلطنت خداوندی کے وزیر ہوتے ہیں، جنت کی سیر کرتے ہیں، اس کی خوبیوں سے آگاہ ہوتے ہیں، اسے مزین کرنے اور اپنے نام منتقل کرنے کا طریقہ جانتے ہیں۔ (۳) سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کا ذکر کرنے کے نتیجہ میں ذاکر کے لیے جنت میں پودے لگ جاتے ہیں۔

پودے ہمیشہ اپنی زمین میں لگائے جاتے ہیں، جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ ذاکر جنت کا مالک پہلے بنتا ہے اس میں پودے بعد میں لگتے ہیں۔ ان اذکار میں ترتیب ضروری نہیں، کسی کو بھی پہلے پڑھا جا سکتا ہے، نہ ہی ان کا بیک وقت پڑھنا ضروری ہے اور جب بھی وقت میسر ہو اس کی مناسبت سے کوئی بھی ذکر کیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ بات قطعی ہے کہ ان اذکار سے ذاکر جنت کا مالک

بن جاتا ہے، اپنے نام کے جنت میں پودے لگا سکتا ہے لیکن تاحیات ان وظائف میں رطب اللسان رہنے سے مسلمان اس حدیث کا مصداق قرار پا سکتا ہے۔

3385 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُوسَى الْجُهَنِيُّ حَدَّثَنِي مُصْعَبُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجُلَسَائِهِ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّكْسِبَ اَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَاَلَهُ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِهِ كَيْفَ يَكْسِبُ اَحَدُنَا اَلْفَ حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ اَحَدُكُمْ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ تُكْتَبُ لَهُ اَلْفُ حَسَنَةٍ وَّتُحَطُّ عَنْهُ اَلْفُ سَيِّئَةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ مصعب بن سعد اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم لوگ ایک ہزار نیکیاں بھی نہیں کما سکتے؟ تو آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے لوگوں میں سے کسی شخص نے دریافت کیا: ہم میں سے کوئی ایک شخص ایک ہزار نیکیاں کیسے کما سکتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک سو مرتبہ "سبحان اللہ" پڑھے اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے ایک ہزار گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سُبْحَانَ اللّٰهِ پڑھنے کی فضیلت:

نیکی کے اجر وثواب کے حوالے سے قرآن کریم میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جو شخص ایک نیکی کرتا ہے، اسے دس نیکیوں کے برابر ثواب دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں مذکور ہے نمازی جب گھر سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف روانہ ہوتا ہے، تو اسے ہر قدم پر دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں اور دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ قرآن وسنت کے اس ضابطہ کے مطابق جو شخص ایک دن میں سو بار "سُبْحَانَ اللّٰهِ" پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ایک ہزار نیکیوں کا ثواب عطا کرتا ہے اور اس کے ایک ہزار گناہ معاف کر دیتا ہے۔ نیز حدیث معراج میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار مشورہ دینے کے نتیجہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتے رہے، نمازوں میں تخفیف ہوتی رہی، پانچ نمازیں باقی رہنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہوا: اے محبوب! آپ کا جو امتی یہ پانچ نمازیں پڑھے گا، ہم اسے پچاس نمازوں کا ثواب عطا کریں گے۔

3385۔ اخرجه مسلم (۲۰۷۳/٤): كتاب الذكر الدعاء و الاستغفار: باب: فضل التهليل و التسبيح والدعاء، حديث (۲٦۹۸/۳۷)، و احمد (۱/۱۷٤، ۱۸۰، ۱۸۵)، و ابن حميد ص (۷٦)، حديث (۱۳٤)، و الحميدى (۱/٤۳)، حديث (۸۰).

3386 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جو شخص یہ کلمہ پڑھے:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهٖ" تو اس شخص کے لیے جنت میں کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔ ہم اسے صرف ابوزبیر کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

3387 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جو شخص یہ کلمہ پڑھے:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهٖ"

تو اس شخص کے لیے جنت میں کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھنے کی فضیلت

احادیث باب کے مطابق جو شخص "سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهٖ" کا وظیفہ کرتا ہے اس کے لیے جنت میں کھجور کا درخت لگ جاتا ہے، اس درخت کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ درخت اہل عرب کے ہاں محبوب و پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ اس ذکر کے نتیجہ میں ذاکر جنت کا مالک پہلے بنتا ہے اور اس میں اس کے نام کا درخت بعد میں لگتا ہے، کیونکہ غیر کی زمین میں درخت نہیں لگایا جا سکتا۔ نیز ان احادیث کا مصداق بننے کے لیے ضروری ہے کہ اس وظیفہ کو تاحیات معمولات میں شامل کیا جائے۔

3386۔ تفردبه الترمذی انظر التحفة (۲/۲۹۲)، حدیث (۲۶۸۰) من اصحابك الكتب الستة، و اخرجه ابن حبان في صحيحه (۳/۱۰۹)، حديث (۸۲۶)، و النسائي في عمل اليوم و الليلة، (۶/۲۰۷)، حديث (۱۰۶۶۳ ـ ۱)، و الحاكم (۱/۵۰۱)

3388 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوْبُهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص یہ پڑھے:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ"

جو شخص اسے ایک سو مرتبہ پڑھے تو اس شخص کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کی مانند ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ کا روزانہ وظیفہ کرنے کا ثواب:

جو شخص سو بار ایک دن میں "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ" کا وظیفہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے خواہ گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں۔ سمندر کے جھاگ کا اندازہ لگانا مشکل ہے، اس سے مراد کثیر گناہ ہیں یعنی کسی شخص کے گناہ خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں، یہ وظیفہ ایک دن میں سو بار کرنے سے اس کے گناہ کافور ہو جاتے ہیں، اس وظیفہ کے نتیجہ میں ذاکر کو اس قدر قرب خداوندی حاصل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قرب کے باعث اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ایک دن میں سو بار یہ وظیفہ پڑھنے میں تعمیم ہے، خواہ وہ یکبارگی یہ ذکر مکمل کرے یا وقفہ وقفہ سے۔ اس حدیث کا مصداق بننے کے لیے بھی یہ وظیفہ مسلسل معمولات میں شامل کرنا ضروری ہے۔

3389 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

3388۔ اخرجه مالك (۲۰۹/۱): كتاب القرآن: باب: ما جاء من ذكر الله تبارك و تعالى، حديث (۲۱)، و البخاري (۲۱۰/۱۱): كتاب الدعوات: باب: فضل التسبيح، حديث (٦٤٠٥)، و مسلم (۲۰۷۱/٤): كتاب الذكر الدعاء و التوبة والاستغفار: باب: فضل التهليل والتسبيح والدعاء، حديث (۲٦۹۱/۲۸)، و ابن ماجه (۱۲۵۳/۲): كتاب الادب: باب: فضل التسبيح، حديث (۳۸۱۲)، و احمد (۳۰۲/۲، ۳۷۵، ۵۱۵).

3389۔ اخرجه البخاري (۲۱۰/۱۱): كتاب الدعوات: باب: فضل التسبيح، حديث (٦٤٠٦)، و طرفاه في (٦٦٨۲، ۷۵٦۳)، و مسلم (۲۰۷۲/٤): كتاب الذكر و الدعاء والتوبة والاستغفار: باب: فضل التهليل و التسبيح و الدعاء، حديث (۲٦۹٤/۳۱)، و ابن ماجه (۱۲۵۱/۲): كتاب الادب: باب: فضل التسبيح، حديث (۳۸۰٦)، و احمد (۲۳۲/۲).

متن حدیث: كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو کلمات زبان سے پڑھنے میں آسان ہیں لیکن میزان میں بہت وزنی ہوں گے۔ رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، وہ یہ ہیں:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ کی فضیلت

دو جملے ایسے ہیں، جن کا ثواب کثیر ہے، وہ دو جملے یہ ہیں: (۱) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ (۲) سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ۔ جو جملہ تسبیح و تحمید پر مشتمل ہو، وہ انسان کے لیے معرفت خداوندی کے حصول کا خزینہ ہے، انسانی زندگی کا مقصد بھی معرفت باری تعالیٰ ہے، اس معرفت کے بغیر قرب خداوندی حاصل نہیں ہو سکتا، معرفت قرب خداوندی کا ذریعہ ہے، جب تک یہ قرب حاصل نہ ہوتا کوئی مسلمان کامل نہیں ہو سکتا اور قرب ربانی کے باعث کثیر خوبیاں حاصل ہوتی ہیں۔ جو شخص ان خوبیوں والے جملوں کو اپنا وظیفہ بناتا ہے، وہ بھی قرب خداوندی کے سبب خوبیوں کا جامع ہو جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں ثواب کثیر کا حقدار بن جاتا ہے۔

3390 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

متن حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَ لَهُ عِدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

حدیث دیگر: وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ

3390- اخرجه مالك (۲۰۹/۱): كتاب القرآن: باب: ما جاء في ذكر الله تبارك و تعالىٰ، حديث (۲۰)، و البخاري (۳۹۰/۶): كتاب بدء الخلق: باب: صفة ابليس و جنوده، حديث (۳۲۹۳)، و طرفه في (٦٤٠٣)، و مسلم (۲۰۷۱/٤): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار: باب: فضل التهليل والتسبيح و الدعاء، حديث (۲٦۹۱/۲۸)، و ابن ماجه (۱۲٤۸/۲): كتاب الادب: باب: فضل لا اله الا الله، حديث (۳۷۹۸)، و احمد (۳۰۲/۲، ۳٦۰، ۳۷۵).

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص یہ کلمہ روزانہ سو مرتبہ پڑھے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اس کے لیے مخصوص ہے حمد اس کے لیے مخصوص ہے وہی زندگی دیتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''

تو یہ عمل اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔ اس شخص کے لیے ایک سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے ایک سو گناہ مٹا دیے جائیں گے اور وہ شخص اس دن شیطان سے محفوظ رہے گا۔ اس دن کسی بھی شخص کا عمل اس کے اس عمل سے زیادہ فضیلت والا نہیں ہوگا ماسوائے اس کے جس نے اس کلمے کو اس سے زیادہ پڑھا ہوگا۔

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے۔

جو شخص ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ'' ایک سو مرتبہ پڑھ لے اس کو بخش دیا جاتا ہے اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3391 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِي سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت یہ کلمہ سو مرتبہ پڑھے:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ''

تو قیامت کے دن کسی بھی شخص کا عمل (اس دن میں) اس شخص کے اس عمل سے زیادہ فضیلت والا نہیں ہوگا ماسوائے اس شخص کے جس نے اس کی مانند یا اس سے زیادہ اس کلمے کو پڑھا ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3391۔ اخرجہ مسلم (۲۰۷۱/۴): کتاب الذکر و الدعاء و التوبۃ و الاستغفار، باب: فضل التھلیل و التسبیح و الدعاء، حدیث (۲۶۹۲/۲۹)، و ابوداؤد (۳۲٤/۴): کتاب الادب: باب: ما یقول اذا اصبح، حدیث (۵۰۹۱)۔

شرح

کلمہ توحید کی فضیلت:

کلمہ چہارم بایں الفاظ ہے: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
اس میں توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کا مضمون بیان ہوا ہے اور کلمہ طیبہ میں بھی توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدی کا مضمون ہے۔ سورہ اخلاص میں خواہ توحید باری تعالیٰ کا مضمون بیان ہوا ہے' لیکن زبان نبوت سے، بالکل اسی طرح حدیث باب میں توحید باری تعالیٰ بیان ہوئی مگر زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے، تو معلوم ہوا کہ جس طرح اذان، نماز اور اقامت وغیرہ میں رسالت محمدی کو الگ نہیں کیا گیا، یہاں بھی یہی اتصال مقصود ہے خواہ الفاظ مختلف ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کلمہ توحید ورسالت پڑھنے والے کو پانچ انعامات سے نوازتا ہے:

(۱) دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب۔ (۲) اس کے لیے سو نیکیوں کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (۳) اس کے ایک سو گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ (۴) اس دن وہ شخص شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ (۵) قیامت کے دن اسے سب سے زیادہ قرب خداوندی حاصل ہوگا۔

یہ وظیفہ ایک نشست میں کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ مختلف نشستوں میں بھی کیا جا سکتا ہے، اس حدیث کا مصداق بننے کے لیے وظیفہ کو مستقل معمولات میں شامل کرنا ضروری ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی التزام کیا جائے یعنی توحید ورسالت کو الگ الگ نہ سمجھا جائے اور حمد ونعت کو الگ الگ نہ قرار دیا جائے۔

دوسری حدیث باب کا مضمون ماقبل احادیث کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے، لہٰذا یہاں اعادہ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

3392 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ذَاتَ يَوْمٍ لِاَصْحَابِهٖ قُوْلُوْا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ مَنْ قَالَهَا مَرَّةً كُتِبَتْ لَهٗ عَشْرًا وَّمَنْ قَالَهَا عَشْرًا كُتِبَتْ لَهٗ مِائَةً وَّمَنْ قَالَهَا مِائَةً كُتِبَتْ لَهٗ اَلْفًا وَّمَنْ زَادَ زَادَهُ اللّٰهُ وَمَنِ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ غَفَرَ لَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک دن نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا، تم یہ سو مرتبہ پڑھا کرو:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ"

3392۔ تفرد به الترمذي انظر التحفة (۲۳۱/۶)، حديث (۸٤٤٦) الخطيب البغدادي في (تاريخ بغداد) (۲۰۱/۸)، ترجمة (٤٣١٤)، من طريق عطاء عن عبد الله بن عمر۔

جو شخص اسے ایک مرتبہ پڑھتا ہے اسے ایک سو نیکیاں ملتی ہیں اور جو اسے ایک سو مرتبہ پڑھتا ہے اسے ایک ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔ جو شخص اسے زیادہ پڑھے گا' تو اللہ تعالیٰ اسے مزید عطا کرے گا' اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے گا' تو وہ اس کی مغفرت کر دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو بار پڑھنے کی فضیلت:

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار درود شریف پیش کرنے والے کو دس نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے، دس بار درود شریف پیش کرنے والے کو سو نیکیاں عطا کی جاتی ہیں اور سو بار درود پیش کرنے والے کو ہزار نیکیوں سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص ایک بار ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ'' پڑھتا ہے اسے دس نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے، جو دس بار اس کا وظیفہ کرتا ہے اسے سو نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے اور جو سو بار اس کا ذکر کرتا ہے اسے ہزار نیکیوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ جو شخص سو بار سے زائد یہ ذکر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اسی حساب سے نیکیوں کا ثواب عنایت کرتا ہے اور جو شخص اپنے گناہوں کی مغفرت کا طالب ہوتا ہے' تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے جو شخص اس ذکر کی تعداد میں جتنا اضافہ کرتا جائے گا، اسے اسی اصول کے مطابق ثواب عطا کیا جاتا ہے اور اس کی مانگی ہوئی ہر دعا قبول کی جاتی ہے۔ اس ذکر کی فضیلت اور دعا کی قبولیت کی وجہ ایک ہی جملہ میں تسبیح اور تحمید کا جمع ہونا ہے۔

3393 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِيرٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ الْحِمْيَرِيُّ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ حُمْرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ مَرَّةٍ وَمَنْ حَمِدَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَمَلَ عَلَى مِائَةِ فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ قَالَ غَزَا مِائَةَ غَزْوَةٍ وَمَنْ هَلَّلَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَعِيلَ وَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ لَمْ يَأْتِ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ أَحَدٌ بِأَكْثَرَ مِمَّا أَتَى بِهِ إِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ عَلَى مَا قَالَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے' اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص روزانہ سو مرتبہ صبح کے وقت اور سو مرتبہ شام کے وقت ''سبحان اللہ'' پڑھ لے' تو اسے ایک سو مرتبہ حج کرنے کا ثواب ملے گا۔ جو شخص صبح کے وقت سو مرتبہ اور شام کے وقت سو مرتبہ ''الحمد للہ'' پڑھ لے' تو اسے اتنا ثواب ملے گا' جیسے اس نے اللہ

3393- تفردبه الترمذي انظر التحفة (٦/٣١٧)، حديث (٨٧١٩) من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه النسائي في الكبرى (٦/٢٠٥): كتاب عمل اليوم و الليلة: باب: من اوى الي فراشه فلم يذكر الله تعالىٰ، حديث (١٠٦٥٧) عن عبد الله بن عمرو.

کی راہ میں (جہاد میں شرکت کے لیے) گھوڑے فراہم کیے ہوں، بلکہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس نے ایک سو جنگوں میں شرکت کی ہو۔ جو شخص صبح کے وقت سو مرتبہ اور شام کے وقت سو مرتبہ "لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھ لے تو اسے اتنا ثواب ملے گا' جیسے اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک سو غلام آزاد کیے ہوں۔ جو شخص صبح کے وقت سو مرتبہ اور شام کے وقت سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لے' تو اس دن اس شخص کے عمل سے زیادہ فضیلت والا اور کسی کا عمل نہیں ہوگا' ماسوائے اس شخص کے جس نے اتنی ہی مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ پڑھا ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3394 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْاَسْوَدِ الْعِجْلِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ تَسْبِيْحَةٌ فِيْ رَمَضَانَ اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ تَسْبِيْحَةٍ فِيْ غَيْرِهٖ

◆◆ زہری بیان کرتے ہیں، رمضان کے مہینے میں ایک تسبیح (یا ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا) رمضان کے علاوہ میں ایک ہزار تسبیح پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

شرح

روزانہ سو بار تسبیح، تحمید، تہلیل یا تکبیر کا ذکر کرنے کی فضیلت:

پہلی حدیث باب میں روزانہ سو بار تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر کا ذکر کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(i) جو شخص صبح و شام سو بار تسبیح یعنی "سُبْحَـــانَ اللّٰهِ" کا وظیفہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے سو حجوں کے برابر ثواب عطا کرتا ہے' جبکہ ایک بار حج کرنے کی وجہ سے حاجی گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے گویا ابھی وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

(ii) جو شخص صبح و شام سو بار تحمید یعنی "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کا وظیفہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر و ثواب عطا کرتا ہے کہ اس نے سو گھوڑے بمع ساز و سامان جہاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کیے ہوں۔

(iii) جو شخص صبح و شام سو بار تہلیل یعنی "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا ذکر کرے تو اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے سو غلام آزاد کرنے کا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے، ایسے ایک غلام کی آزادی یقیناً ایک قبیلہ کی آزادی کے برابر ہوتی ہے۔ اس سے سو غلاموں کی آزادی کے ثواب کا حساب لگایا جا سکتا ہے۔

(iv) جو شخص صبح و شام سو بار تکبیر یعنی "اَللّٰهُ اَكْبَـــرُ" کا ذکر کرتا ہے، اسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنا قرب حاصل ہوگا جو دوسرے کسی شخص کو حاصل نہیں ہو سکے گا۔ تاہم جس شخص نے اس سے زیادہ یہ ذکر کیا ہوگا، وہ اس سے مستثنیٰ ہوگا۔

یہ اذکار و وظائف بیک وقت بھی کیے جا سکتے ہیں اور وقفہ سے بھی، ان میں ترتیب بھی ضروری نہیں ہے، کسی بھی وظیفہ کو مقدم

یا مؤخر کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اس عظیم الشان روایت کا مصداق بننے کے لیے ان اذکار کا مستقل (مسلسل) معمولات میں شامل کرنا ضروری ہے۔

دوسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ ماہ رمضان کا آغاز ہونے پر نیک اعمال کے ثواب میں بھی انقلاب آجاتا ہے، ایک نیکی کا ثواب ستر یا سات سو نیکیوں سے بھی تجاوز کر کے ہزار تک پہنچ جاتا ہے، جو شخص رمضان المبارک میں ایک بار "سُبْحَانَ اللهِ" پڑھتا ہے، اسے ہزار نیکیوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ بعض روایات کے مطابق رمضان میں نفلی نماز کا ثواب بڑھا کر فرض نماز کے برابر کردیا جاتا ہے۔

3395 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْخَلِيلِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَزْهَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كَتَبَ اللهُ لَهُ أَرْبَعِينَ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَالْخَلِيلُ بْنُ مُرَّةَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ

◆◆ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جو شخص گیارہ مرتبہ یہ کلمات پڑھے:

"میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہی ایک معبود ہے وہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے وہ بیوی بچوں سے پاک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔"

تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص کے نامۂ اعمال میں چالیس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ "حدیث غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اس روایت کا راوی خلیل بن مرہ محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں یہ شخص "منکر الحدیث" ہے۔

شرح

ایک ذکر کا ثواب چار کروڑ نیکیوں کے برابر ہونا

جو شخص ایک دن میں دس مرتبہ یہ ذکر کرتا ہے: "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ" اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے چار کروڑ کے برابر ثواب عطا کیا

3395- اخرجه احمد (۱۰۳/۴) عن الازهر بن عبد الله عن تميم الداري فذكره.

جاتا ہے۔

اس ذکر میں اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی، اس کی توحید، عدم شریک، بے نیاز، والدین واولاد سے پاک ہونے اور ہمسر سے پاک ہونے کی گواہی کا مضمون بیان ہوا ہے، جو فضیلت کے اعتبار سے سورہ اخلاص کے مشابہ ہو گیا، جس کی تین بار تلاوت سے پورے قرآن کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے، اس طرح یہ ذکر دس بار کرنے سے چار کروڑ نیکیوں کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بمطابق حساب: 1000x40,000 = 4,00,00,000)

3396 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّیُّ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ اُنَیْسَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ فِیْ دُبُرِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَهُوَ ثَانٍ رِجْلَیْهِ قَبْلَ اَنْ یَّتَكَلَّمَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَتْ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَّمُحِیَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَیِّئَاتٍ وَّرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَّكَانَ یَوْمَهٗ ذٰلِكَ كُلَّهٗ فِیْ حِرْزٍ مِّنْ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَّحُرِسَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَلَمْ یَنْبَغِ لِذَنْبٍ اَنْ یُّدْرِكَهٗ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ اِلَّا الشِّرْكَ بِاللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص فجر کی نماز کے بعد اس طرح بیٹھے جس طرح نماز میں تشہد کے دوران بیٹھا جاتا ہے' اور پھر کسی سے بات کرنے سے پہلے دس مرتبہ یہ کلمات پڑھ لے:

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے' بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے' حمد اسی کے لیے مخصوص ہے' وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے' اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں)

تو اس شخص کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ وہ شخص اس دن ہر ناپسندیدہ صورتحال سے محفوظ رہتا ہے۔ شیطان سے بچا رہتا ہے' اور اس دن اسے کوئی گناہ ہلاکت کا شکار نہیں کرے گا سوائے اس چیز کے کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک قرار دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

3396۔ اخرجه احمد (۲۲۷/٤) عن عبد الرحمن بن غنم عن ابی ذر فذکرہ۔

شرح

فجر کی نماز کے بعد چوتھے کلمہ کا دس بار ذکر کرنے کی فضیلت:

فجر کی نماز کے بعد کسی گفتگو سے قبل دوزانو بیٹھ کر حسب ذیل ذکر پڑھا جائے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .

جو شخص دس بار یہ ذکر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے چھ انعامات سے سرفراز فرماتا ہے: (۱) اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (۲) اس کے دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ (۳) اس کے دس درجات بلند کیے جاتے ہیں۔ (۴) وہ پورے دن میں کسی بھی حادثہ سے محفوظ رہتا ہے۔ (۵) وہ اس دن شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ (۶) اس دن اس سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا جبکہ شرک اس سے مستثنیٰ ہے۔

اس عظیم فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ یہ ذکر توحید باری تعالیٰ، کائنات اس کی ملکیت، حمد وثنا، حیات وممات کے مالک ہونے اور کائنات کی ہر چیز پر اس کے قادر ہونے کی صفات پر مشتمل ہے۔ جو ذکر ان صفات پر مشتمل ہو، وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہوتا ہے۔ پھر ذاکر کے لیے ثواب بھی اس کی شایان شان ہونا چاہیے تھا اور وہ یہی ہوسکتا ہے جو مذکور ہوا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ جَامِعِ الدَّعَوَاتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب **57**: نبی اکرم ﷺ سے منقول جامع دُعائیں

3397 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِمْرَانَ الثَّعْلَبِيُّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُوْ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ قَالَ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ سَاَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِيْ اِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى قَالَ زَيْدٌ فَذَكَرْتُهٗ لِزُهَيْرِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِسِنِيْنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ قَالَ زَيْدٌ ثُمَّ ذَكَرْتُهٗ لِسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَرَوٰى شَرِيْكٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ وَاِنَّمَا اَخَذَهٗ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہما اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے

3397- اخرجه ابوداؤد (۷۹/۲): كتاب الصلاة: باب: الدعاء، حديث (۱۴۹۳، ۱۴۹۴)، و ابن ماجه (۱۲۶۷/۲): كتاب الدعاء: باب: اسم الله الاعظم، حديث (۳۸۵۷)، و احمد (۳۴۹/۵، ۳۵۰، ۳۶۰).

ہوئے سنا:

"اے اللہ! میں تجھ سے اس چیز کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں' جو میں نے اس بات کی گواہی دی ہے' تو اللہ ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' تو ایک ہے' تو بے نیاز ہے' جس نے کسی کو جنم نہیں دیا' جس کو جنم نہیں دیا گیا' جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔"

راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے وسیلے سے سوال کیا ہے وہ اسم اعظم کہ جس کے وسیلے سے دُعا مانگی جائے' تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے' اور جب اس کے وسیلے سے کچھ مانگا جائے' تو اللہ تعالیٰ وہ چیز عطا کر دیتا ہے۔

زید نامی راوی بیان کرتے ہیں، چند برس بعد میں نے اس روایت کا تذکرہ زہیر بن معاویہ سے کیا' تو انہوں نے بتایا: ابواسحاق نے مالک بن مغول کے حوالے سے' روایت مجھے بیان کی ہے۔

زید نامی راوی بیان کرتے ہیں، پھر میں نے اس کا تذکرہ سفیان سے کیا' تو انہوں نے یہ مالک کے حوالے سے' حدیث مجھے سنائی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شریک نے اس روایت کو' جو ابواسحاق کے حوالے سے' ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' ان کے والد سے منقول ہے۔

ابواسحاق نے اس روایت کو مالک بن مغول سے نقل کیا ہے۔

شرح

اسم اعظم کے بارے میں سوال اور اس کا جواب:

احادیث مبارکہ میں مذکور تمام دعاؤں کی تین اقسام کی جا سکتی ہیں: (۱) وہ دعائیں ہیں جو نماز سے متعلق ہیں۔ (۲) وہ دعائیں ہیں جو خاص اوقات یا خاص مواقع یا حالات سے متعلق ہیں۔ (۳) وہ دعائیں ہیں' جن کا تعلق نہ نماز سے ہے اور نہ خاص مواقع یا حالات سے ہے بلکہ وہ عمومی نوعیت کی دعائیں ہیں۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ آئندہ احادیث مبارکہ میں تیسری قسم سے متعلق دعائیں بیان کر رہے ہیں، جو "جامع الدعوات" ہیں یعنی وہ مختصر ہونے کے باوجود جامع و ہمہ گیر ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اسم اعظم کیا ہے؟ اس بارے میں حدیث باب میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اسماء گرامی ہیں' جن کے ذریعے جو بھی دعا کی جائے قبول کی جاتی ہے، تجلیات ربانی کے مظہر ہوتے ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کا وظیفہ اعظم رہے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں اسم اعظم کا تعین نہیں کیا گیا، اس مسئلہ کو مبہم رکھا گیا ہے' جس طرح شب قدر اور جمعۃ المبارک کے دن قبولیت دعا کی گھڑی کو مخفی رکھا گیا ہے۔ تاہم احادیث مبارکہ کو پیش نظر رکھ کر اور غور وفکر کے بعد اسم اعظم کا تعین کیا جائے تو وہ تین

ہو سکتے ہیں:

(۱)(الف)وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ0 (البقرہ:۱۶۳)

(ب)الٓمّٓ0 اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ0 (آل عمران کی ابتدائی آیات)(حدیث:۱۴۰۰)

(۲)لَكَ الْحَمْدُ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

(۳)اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ0 وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ0

علاوہ ازیں اسم اعظم کے بارے میں مشہور دس اقوال حسب ذیل ہیں:

۱-مَالِكُ الْمُلْكِ

۲-اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

۳-اَللّٰهُمَّ (حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ)

۴-لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ (حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ)

۵-اَللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

۶-الٓمّٓ

۷-اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ0 وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ0

۸-لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (علامہ ابن جزری رحمہ اللہ تعالیٰ)

۹-ذات باری تعالیٰ کو کسی بھی نام کے ساتھ ایسے پکارا جائے کہ اس کے غیر کا تصور ذہن میں نہ آئے۔

۱۰-روایات میں منقول اسماء باری تعالیٰ، تمام اسم اعظم ہیں۔

حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیس اسم اعظم شمار کرائے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

۱-لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ0

۲-اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ0 وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ0

۳-وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ0 الٓمّٓ0 اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ0

۴-يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

۵-يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ

۶-اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

۷-اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللهَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰی كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ

۸-يَا رَبِّ يَا رَبِّ

۹-اَللهُ اَللهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

۱۰-اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ

۱۱-کلمہ توحید (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ)

۱۲-هُوَ

۱۳-اَللهُ

۱۴-يَا رَبَّنَا، پانچ مرتبہ

۱۵-بِسْمِ اللهِ

۱۶-لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ

۱۷-يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، تین بار

۱۸-يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

۱۹-يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا كَاشِفَ السُّوْءِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ يَا اِلٰهَ الْعٰلَمِيْنَ بِكَ اُنْزِلُ حَاجَتِیْ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهَا فَاقْضِهَا ۔

3398 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِیْ عَلِيٍّ الْجَنْبِيِّ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ

متنِ حدیث: قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّیْ اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُهُ قَالَ ثُمَّ صَلّٰی رَجُلٌ اٰخَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَحَمِدَ اللهَ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا الْمُصَلِّیْ ادْعُ تُجَبْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَاهُ حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِیْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيِّ

3398۔ تفردبه الترمذی انظر التحفة (۲۰۲/۱۰)، حدیث (۱۴۰۳۱) من اصحابك الکتب الستة،واخرجه الحاکم (۴۹۳/۱)، وقال: هذا مستقیم الاسناد تفرد به صالح المری و هو احد زهاد اهل البصرة، و لم یخرجاه، و قال الذهبی: صالح متروك.

توضیح راوی: وَاَبُوْ هَانِئٍ اسْمُهُ حُمَيْدُ ابْنُ هَانِئٍ وَّاَبُوْ عَلِيِّ الْجَنْبِيُّ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ

◆◆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے، ایک شخص (مسجد کے) اندر آیا اس نے نماز ادا کی' پھر دعا کی:

''اے اللہ! میری مغفرت کر دے اور مجھ پر رحم کر۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نمازی شخص! تم نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے' جب تم نماز ادا کر لو' تو بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی حمد بیان کرو پھر مجھ پر درود بھیجو پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔

راوی بیان کرتے ہیں، اس کے بعد ایک اور شخص نے نماز ادا کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نمازی شخص! تم دعا مانگو' تمہاری دعا قبول ہو گی۔

حیوۃ بن شریح نے اسے ابو ہانی خولانی سے نقل کیا ہے۔

ابو ہانی کا نام حمید بن ہانی ہے، ابو علی جنبی کا نام عمرو بن مالک ہے۔

3399 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ اَنَّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُوْ فِىْ صَلَاتِهٖ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِلَ هٰذَا ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِتَحْمِيْدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لْيَدْعُ بَعْدُ بِمَا شَاءَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو نماز کے دوران دعا مانگتے ہوئے سنا، اس شخص نے نبی اکرم ﷺ پر درود نہیں بھیجا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا، پھر آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اس کو یہ فرمایا' یا کسی دوسرے شخص کو فرمایا: جب کوئی شخص دعا مانگے' تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے' پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3400 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ زِيَادٍ الْقَدَّاحِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِىْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ (وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

3499۔ اخرجه ابوداؤد (۷۷/۲): كتاب الصلاة: باب: الدعاء، حديث (۱۴۸۱)، و النسائي (۴۴/۳): كتاب السهو: باب: التمجيد و الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم في الصلاة، حديث (۱۲۸۴)، احمد (۱۸/۶) و ابن خزيمة (۳۵۱/۱)، حديث (۷۰۹، ۷۱۰)۔

وَّاحِدٌ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) وَفَاتِحَةِ اٰلِ عِمْرَانَ (الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄◄ سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیات میں ہے:

''اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

(اور دوسری) سورہ آل عمران کی ابتدائی یہ آیت

''الم اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں وہ حی اور قیوم ہے۔''

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حمد وصلوٰۃ سے دعا کا آغاز کرنا:

احادیث باب کا اختصار یہ ہے کہ نماز کے اختتام پر دعا ضرور مانگنی چاہیے، کیونکہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ تاہم دعا کا آغاز تحمید وصلوٰۃ سے کرنا چاہیے۔ عجلت سے نماز پڑھنے والے شخص نے حسب عادت دعا میں بھی عجلت دکھائی اور حمد وصلوٰۃ کے بغیر دعا مانگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آداب دعا کی تعلیم دی اور فرمایا: نماز اطمینان کے ساتھ ادا کرنے کے بعد دوزانو بیٹھ جاؤ، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجالاؤ، مجھ پر درود پڑھو پھر جو چاہو دعا کرو۔

دوسرا شخص مسجد میں حاضر ہوا، اس نے نہایت اطمینان سے نماز ادا کی، اپنی دعا کا آغاز حمد وصلوٰۃ سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحسین فرمائی اور فرمایا: اب تم جو چاہو دعا مانگ سکتے ہو۔ بعض روایات وآثار صحابہ میں مذکور ہے کہ جس دعا کا آغاز واختتام صلوٰۃ یعنی درود سے ہو، وہ اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے۔ جس کا کھانا پینا حلال کا ہو، لباس حلال کی کمائی کا ہو، عجز وانکسار کی تصویر بن کر دعا کرے، دعا کا آغاز تحمید تصلیہ سے کرے اور دعا کے اختتام پر درود شریف پڑھے، وہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درجہ قبولیت ضرور حاصل کرتی ہے۔

تیسری حدیث باب پر بحث ماقبل حدیث کی تشریح کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

3401 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ وَهُوَ رَجُلٌ صَالِحٌ حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ

3401- اخرجه ابوداؤد (۲/ ۸۰): کتاب الصلاة: باب الدعاء، حدیث (۱۴۹۶)، وابن ماجه (۲/ ۱۲۶۷): کتاب الدعاء: باب: اسم الله الاعظم، حدیث (۳۸۵۵)، و الدارمی (۲/ ۴۵۰): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل اول سورة البقرة، و احمد (۶/ ۴۶۱)، و عبد بن حمید ص (۴۵۶)، حدیث (۱۵۷۸).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: سَمِعْتُ عَبَّاسًا الْعَنْبَرِیَّ يَقُوْلُ اكْتُبُوْا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيِّ فَاِنَّهٗ ثِقَةٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو تمہیں اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ دُعا ضرور قبول ہوگی۔ یہ بات یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کسی غافل اور لاپرواہ دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ "حدیث غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

میں نے عباس عنبری کو کہتے ہوئے سنا ہے: عبداللہ بن معاویہ جمحی کے حوالے سے احادیث نوٹ کرلیا کرو کیونکہ وہ "ثقہ" ہیں۔

شرح

یقین کی کیفیت اور حضورِ قلب سے دعا مانگنا:

دعا کی اہمیت کے حوالے سے ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ○ (البقرہ:۱۸۶)

"اور جب میرے بندے مجھ سے دعا کرتے ہیں تو بیشک میں قریب ہوں، میں ہر دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ پس لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ مجھ سے دعا کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ان کی راہنمائی کی جاسکے۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر دعا کو اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور اسے شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔ تاہم آدابِ دعا روایات میں مذکور ہیں کہ اکل وشرب اور لباس حلال کی کمائی کا ہو اور اس کا آغاز تحمید وتصلیہ سے ہو۔ حدیث باب میں مزید آدابِ دعا بیان کیے گئے ہیں کہ دعا کرتے وقت تردد وتذبذب کی کیفیت نہیں ہونی چاہیے بلکہ یقین کی حد تک ہونی چاہیے، دعا کرتے وقت کاہلی و سستی نہیں ہونی چاہیے بلکہ حضورِ قلب سے دعا کرنی چاہیے، ایسی ہی دعا قبول کی جاتی ہے اور ایسی دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔

3402 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَعَافِنِیْ فِیْ

3402۔ تفردبه الترمذی انظر التحفة (۱۲/۲۳۵)، حدیث (۱۷۳۷٤) من اصحابك الكتب الستة، و اخرجه الحاكم (۱/۵۳۰)، وقال: هذا حدیث صحیح الاسناد ان سلم سماع طیب من عروة ولم یخرجاه، وقال الذهبی: و بكر قال النسائی: لیس بثقة

بَصَرِیْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

قولِ امام بخاری: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا یَقُوْلُ حَبِیْبُ بْنُ اَبِیْ ثَابِتٍ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ شَیْئًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ یہ دُعا مانگا کرتے تھے:

''اے اللہ! مجھے جسمانی طور پر عافیت نصیب کر، میری بصارت میں عافیت نصیب کر اور اسے میرا وارث بنا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' جو بڑا بردبار اور کرم کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے' جو عظیم عرش کا پروردگار ہے ہر طرح کی حمد وثناء اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام بخاری کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، حبیب بن ابوثابت نے عروہ بن زبیر سے کوئی بھی حدیث نہیں سنی ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

شرح

جسمانی امراض اور نظر کی حفاظت کی جامع دعا:

جسمانی عافیت اور تحفظ بصارت کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ جَسَدِیْ وَعَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

یہ دعا نہایت جامع ہے کیونکہ جسمانی امراض سے عافیت اور بصارت کے تحفظ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی، حلیم وکریم صفات، تسبیح باری تعالیٰ، عرش عظیم کے مالک ہونے، تحمید باری تعالیٰ اور رازق کائنات کے اوصاف پر مشتمل ہے۔ نیز جو شخص جسمانی اعتبار سے رو بصحت، آفات وامراض سے محفوظ ہو اور بصارت بھی بحال ہو، تو وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

3403 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَتْ فَاطِمَةُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسْاَلُهٗ خَادِمًا فَقَالَ لَهَا قُوْلِیْ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَكَ شَیْءٌ اقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ

الْفَقْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلاف روایت: وَهٰكَذَا رَوٰى بَعْضُ اَصْحَابِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَ هٰذَا وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آپ ﷺ سے کوئی خادم مانگیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم یہ پڑھو۔

"اے اللہ! اے سات آسمانوں کے پروردگار! اے عظیم عرش کے پروردگار! اے ہمارے پروردگار! اے ہر چیز کے پروردگار! اے تورات' انجیل اور قرآن نازل کرنے والے! اے دانے اور گٹھلی کو چیرنے والے' میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں' جو تیرے قبضۂ قدرت میں ہے' تو سب سے پہلے ہے' تجھ سے پہلے اور کچھ نہیں ہے' تو سب کے بعد ہے تیرے بعد اور کچھ نہیں ہوگا' تو ظاہر ہے تجھ سے زیادہ ظاہر اور کوئی نہیں ہے' تو باطن ہے تجھ سے زیادہ باطن اور کوئی نہیں ہے' تو میرا قرض ادا کردے اور مجھے غربت سے بے نیاز کردے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

اعمش کے بعض شاگردوں نے اسے اعمش کے حوالے سے' ابوصالح سے مرسل روایت کے طور پر نقل کیا ہے' انہوں نے اس کی سند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

قرض سے نجات اور محتاجی سے بے نیازی کی دعا:

ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور امور خانہ داری انجام دینے میں محتاجی سے بے نیازی حاصل کرنے کے لیے حصول غلام کا مطالبہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دعا سکھائی جو خصوصیت سے محتاجی سے بے نیازی اور قرض کی ادائیگی کے لیے نافع و مجرب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے وہ دعا یوں منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنَزِّلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاَغْنِنِيْ مِنَ الْفَقْرِ .

یہ مضمون گزشتہ صفحات میں بھی گزر چکا ہے، لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم خواتین کے لیے امور خانہ داری کے

حوالے سے یہ پیغام ضرور ہے کہ وہ اپنا فریضہ اور ذمہ داری تصور کرتے ہوئے گھریلو خدمات خود انجام دیں، ممکن ہو تو یہ دعا بھی پڑھا کریں، دن بھر گھریلو امور انجام دینے کے باوجود انہیں تھکاوٹ نہیں ہوگی، غیر کی محتاجی سے بے نیازی حاصل ہوگی، قرض (بصورت مقروض ہونے کے) سے نجات حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی حاصل ہوگی۔

3404 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَّا يُسْمَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں ایسے دل سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس میں خشیت نہ ہو ایسی دعا سے تیری پناہ مانگتا ہوں' جو قبول نہ ہو' اور ایسے نفس سے تیری پناہ مانگتا ہوں' جو سیر نہ ہو' ایسے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں' جو نفع نہ دے' میں ان چاروں چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

چار امور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی دعا:

زیر نظر حدیث میں چار امور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کا درس دیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَّا يُسْمَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ

3404- تفردبه الترمذی. انظر التحفة (۲۹۰/۶)، حدیث (۸۶۲۹) من هذا الطريق و اخرجه مسلم (۲۰۸۸/۴)، حدیث (۷۳ - ۲۷۲۲)، و النسائی (۲۶۰/۸)، حدیث (۵۴۵۸)، من طریق زید بن ارقم.

اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ الْاَرْبَعِ .

امور اربعہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جو دل خشیت سے خالی وہ شیطانی تصورات کا محور ہوتا ہے، اور انسان کے لیے نہایت خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ جو دعا سنی نہ جائے، وہ عدم قبول کا شکار ہو کر غیر مفید ثابت ہوتی ہے۔ جو نفس سیر نہ ہوتا ہو، وہ تکبر و غرور کا مرکز ثابت ہوتا ہے، ہمہ وقت انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے اکساتا ہے اور آدمی کو رحمت باری سے محروم کرتا ہے۔ وہ علم جو نافع و مفید نہ ہو، وہ شیطانی علم ہے، وہ انسان کے لیے مضر ہوتا ہے اور لوگوں میں تنازع و انتشار کا سبب بنتا ہے۔ اس مضمون کی ترجمانی اس شعر میں کی گئی ہے:

علم دین قرآن است و تفسیر و حدیث ہر کہ بجز ایں خواند گردد خبیث

نیز غیر مفید علم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے، لہٰذا اس سے اجتناب از بس ضروری ہے۔

3405 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ شَبِيبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ يَا حُصَيْنُ كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ اِلٰهًا قَالَ اَبِيْ سَبْعَةً سِتَّةً فِي الْاَرْضِ وَوَاحِدًا فِي السَّمَآءِ قَالَ فَاَيُّهُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ قَالَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ قَالَ يَا حُصَيْنُ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَسْلَمْتَ عَلَّمْتُكَ كَلِمَتَيْنِ تَنْفَعَانِكَ قَالَ فَلَمَّا اَسْلَمَ حُصَيْنٌ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِي الْكَلِمَتَيْنِ اللَّتَيْنِ وَعَدْتَنِيْ فَقَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے دریافت کیا: اے حصین! تم آج کل کتنے معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟ تو میرے والد نے جواب دیا: سات کی، ان میں سے چھ زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تم حقیقی طور پر اُمید اور خوف کس سے رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اس خدا سے جو آسمان میں ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حصین اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تمہیں دو ایسے کلمات سکھاؤں گا' جو تمہیں نفع دیں گے۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت حصین رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے' تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ دو کلمات سکھائیں جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم یہ پڑھا کرو:

3405۔ تفردبه الترمذی انظر التحفة (۸/۱۷۵)، حدیث (۱۰۷۹۷) من اصحابك الكتب الستة، و اخرجه الحاكم في المستدرك بزيادة فيه من طريق ربعي بن جراس عن عمران بن حصين عن ابيه (۱/۵۱۰)، وقال: صحيح على شرط الشيخين و لم يخرجاه، ووافقه الذهبي

"اے اللہ! تو مجھے ہدایت نصیب کر اور مجھے میری ذات کے شر سے محفوظ رکھ۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

حصول ہدایت اور شرِ نفس سے پناہ خواہی کی دعا:

حدیث باب میں نہایت مختصر مگر جامع دعا کی تعلیم ارشاد فرمائی گئی ہے، یہ دعا دو جملوں پر مشتمل ہے: (۱) ہدایت طلبی (۲) شر نفس سے پناہ خواہی۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو راہ ہدایت کی معرفت اور شر نفس سے پناہ کی دولت سے نوازتا ہے تو وہ یقیناً دارین میں کامرانی کی منازل حاصل کر لیتا ہے۔ یہ دعا حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ .

3406 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ عَمْرٍو مَوْلَی الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: قَالَ كَثِيْرًا مَا كُنْتُ اَسْمَعُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ عَمْرٍو

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے اکثر نبی اکرم ﷺ کو ان کلمات کے ذریعے دعا کرتے ہوئے سنا:

"اے اللہ! میں شدید غم، پریشانی، عاجز ہو جانے، سستی، کنجوسی، قرض کی زیادتی اور لوگوں کے غلبے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے، جو عمرو بن ابوعمرو سے منقول ہے۔

3406- اخرجه البخاری (۱۸۲/۱۱): كتاب الدعوات: باب: الاستعاذة من الجبن و الكسل، كسالی و كسالی و احد، حديث (۶۳۶۹)، و فی الادب المفرد ص (۲۳۸)، حديث (۸۱۰)، ص (۱۹۸)، حديث (۶۷۹)، و ابوداؤد (۹۰/۲): كتاب الصلاة: باب: من الاستعاذة، حديث (۱۵۴۱)، و النسائی (۲۵۷/۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من الهم، حديث (۵۴۵۰)، (۲۶۵/۸)، كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من الهم، حديث (۵۴۵۰)، (۲۶۵/۸)، كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من ضلع الدين، حديث (۵۴۷۶)، (۲۷۴/۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من غلبة الرجال، حديث (۵۵۰۳)، و احمد (۱۲۲/۳، ۲۲۰، ۲۲۶، ۲۴۰).

3407 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَفِتْنَةِ الْمَسِيْحِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

"اے اللہ! میں کاہلی، بڑھاپے، بزدلی، کنجوسی، دجال کے فتنے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مختلف کوتاہیوں اور مصائب سے پناہ حاصل کرنے کی دعا

احادیث باب میں گیارہ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی گئی ہے:

(۱) غم (۲) ملال (۳) قرض (۴) دشمن کا غلبہ (۵) کمزوری (۶) بخل (۷) کاہلی (۸) بزدلی (۹) بڑھاپا (۱۰) فتنہ دجال (۱۱) عذاب قبر۔

ان میں سے پہلی چار چیزوں کا تعلق دنیوی حیات سے ہے، جو انسان کو دنیوی لذائذ و لطائف سے محروم کر دیتی ہیں، طاقت وصلاحیتوں کو معطل کر دیتی ہیں اور آخرت کی کامیابیوں کے لیے مانع بن جاتی ہیں۔ ان کے بعد والی چار کمزوریوں کے نتیجہ میں انسان اپنی شجاعت و بہادری جیسی صفات سے محروم ہو جاتا ہے، جرأت مندانہ اقدام کرنا طاقت سے باہر ہو جاتا ہے اور دنیوی و اُخروی امور میں فلاح یابی بھی نہیں ہوتی۔ ان سے آخر والی تین کمزوریاں سب سے زیادہ پریشانی کا سبب بنتی ہیں، ہمت ہارنے والی اور ناتواں کرنے والی ہیں۔

چونکہ یہ گیارہ کمزوریاں انسان کے لیے آزمائش، مصائب اور پریشانیوں کا سامان بنتی ہیں، اس لیے ان سے پناہ طلب کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

(i) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ .

(ii) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَفِتْنَةِ الْمَسِيْحِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ .

3407۔ اخرجه النسائي (۲۵۷/۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من الهم، حديث (۵٤۵۱)، (۲٦۰/۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من الكسل، حديث (۵٤۵۷)، (۲۷۱/۸): كتاب الاستعاذة، باب: الاستعاذة من شر الكبر، حديث (۵٤۹۵)، واحمد (۱۷۹/۳، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۳۵، ٤٦٤)، وابن حميد ص (٤۱۱) حديث (۱۳۹۷).

بَابُ مَا جَآءَ فِی عَقْدِ التَّسْبِیحِ بِالْیَدِ

باب 58: انگلیوں پر تسبیح گننا

3408 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی بَصْرِیٌّ حَدَّثَنَا عَثَّامُ بْنُ عَلِیٍّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

متنِ حدیث: رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْقِدُ التَّسْبِیحَ بِیَدِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیْثِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَرَوٰی شُعْبَةُ وَالثَّوْرِیُّ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ بِطُوْلِهٖ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ یُسَیْرَةَ بِنْتِ یَاسِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدیثِ دیگر: قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ اعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُّسْتَنْطَقَاتٌ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے ہاتھ پر (یعنی انگلیوں پر) تسبیح گنتے ہوئے دیکھا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے جو اعمش کے حوالے سے عطاء سے منقول ہے۔

شعبہ اور ثوری نے اس حدیث کو عطاء بن سائب کے حوالے سے طویل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

اس بارے میں سیدہ یسیرہ بنت یاسر رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے خواتین کے گروہ! پوروں کے ذریعے تسبیح پڑھا کرو کیونکہ (قیامت کے دن) ان سے حساب لیا جائے گا اور انہیں گویائی دی جائے گی۔

شرح

انگلیوں کے پوروں پر تسبیحات شمار کرنا:

انگلیوں کے پوروں پر تسبیحات شمار کرنے کو "عقد انامل" کہا جاتا ہے، اس کا جواز حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عمل عقد انامل ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کو اپنائے ہوئے تھے اور خواتین کو بھی اس کا حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواتین سے یوں مخاطب ہوئے:

"تم تسبیح تہلیل اور تقدیس کا التزام کرو، انگلیوں کے پوروں پر ان کو شمار کرو، کیونکہ پوروں کو قوت گویائی حاصل ہوگی

اور اس سلسلہ میں غافل ہو کر رحمت کو مت بھولو۔"

علاوہ ازیں تسبیحات وغیرہ کو گٹھلیوں اور کنکریوں پر شمار کرنا بھی درست ہے۔ اس بارے میں دو احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک عورت کے پاس گئے، جو گٹھلیوں یا کنکریوں پر تسبیحات پڑھ رہی تھی۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۸۹)

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے جبکہ اس وقت ان کے سامنے چار ہزار گٹھلیاں تھیں اور وہ ان پر تسبیحات شمار کر رہی تھیں۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۷۵)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ تسبیح و تہلیل اور تقدیس و حوقلہ وغیرہ کا انگلیوں کے پوروں، گٹھلیوں اور کنکریوں پر شمار کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں خواتین و حضرات میں رائج تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ دور حاضر میں تسبیح و تہلیل، تقدیس اور حوقلہ وغیرہ کا شمار "مالا" پر کیا جاتا ہے، یہ بدعت و حرام نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔

سوال: کیا حالت نماز میں بھی "عقد انامل" جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں علماء کرام کے دو اقوال ہیں: (i) حالت نماز میں عقد انامل بلا کراہت جائز ہے۔ (ii) معمولی کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

فائدہ نافعہ:

گٹھلیوں اور کنکریوں پر تسبیحات وغیرہ کے شمار کی بجائے "عقد انامل" کی صورت افضل ہے، کیونکہ اس میں ریاکاری کا تصور نہیں ہے اور "انامل" قیامت کے دن "تسبیحات خواندہ" کے حق میں گواہی دیں گی۔

3409 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا قَدْ جُهِدَ حَتَّى صَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهُ أَمَا كُنْتَ تَدْعُو أَمَا كُنْتَ تَسْأَلُ رَبَّكَ الْعَافِيَةَ قَالَ كُنْتُ أَقُولُ اللَّهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّكَ لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ أَفَلَا كُنْتَ تَقُولُ اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

3409- اخرجه مسلم (٢٠٦٨/٤، ٢٠٦٩): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار باب: كراهة الدعاء بتعجيل العقوبة في الدنيا، حديث (٢٦٨٨/٢٣)، و احمد (١٠٧/٣، ٢٨٨).

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ ایک شخص کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے جو بیماری کی وجہ سے سوکھ کر کانٹا ہو چکا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا: تم کیا دعا مانگا کرتے تھے؟ کیا تم اپنے پروردگار سے عافیت نہیں مانگتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: میں تو یہ دعا مانگا کرتا تھا، اے اللہ! تو نے جو عذاب مجھے آخرت میں دینا ہے وہ مجھے دنیا میں ہی دیدے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! تم تو اس کی طاقت نہیں رکھتے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تم نے یہ کیوں نہیں کہا؟ "اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3410 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ فِيْ قَوْلِهٖ ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً﴾ قَالَ فِي الدُّنْيَا الْعِلْمُ وَالْعِبَادَةُ وَفِي الْاٰخِرَةِ الْجَنَّةُ

◆◆ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: "اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر" کے بارے میں یہ کہتے ہیں: دنیا کی بھلائی سے مراد علم اور عبادت ہے اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت ہے۔

شرح

دنیا اور آخرت کے لیے طلب خیر اور جہنم سے پناہ حاصل کرنے کی دعا:

کسی بیمار کی عیادت کرنا حق مسلم ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم امت اور ایک صحابی کی قسمت جگانے کے لیے اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، مریض آخرت کی بجائے دنیا کی تکلیف سے نجات کی دعا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح کرتے ہوئے ایسی دعا سے احتراز کرنے اور دنیا و آخرت کے لیے رحمت و مغفرت اور آتش جہنم سے تحفظ کی دعا تعلیم ارشاد فرمائی۔

دنیا و آخرت کی بہتری اور جہنم سے پناہ حاصل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

3410۔ تفردبه الترمذي وذكره السيوطي في الدر المنثور (۴۱۹/۱) في تفسير سورة البقرة آية (۲۰۱)، وعزاه لابن ابي شيبة و عبد بن حميد و ابن جرير و الذهبي في فضل العلم و البيهقي في الشعب عن الحسن۔

اس دعا میں دارین کی بھلائی اور عذاب جہنم سے پناہ طلب کی گئی ہے، یہ مختصر مگر جامع دعا ہے، حالت علالت وصحت میں مانگی جاسکتی ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پسند ہے۔ دنیا میں عذاب دیئے جانے کی دعا ہرگز نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ انسان میں اس کی برداشت نہیں ہے بلکہ مغفرت ورحمت کی دعا کرنا چاہیے، رحمت باری تعالیٰ بندے کے گناہوں کو نہیں دیکھتی، مغفرت اس کے گناہوں پر غالب آجاتی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

3411 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْاَحْوَصِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو اللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، پرہیزگاری، پاکدامنی اور خوشحالی کا سوال کرتا ہوں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ہدایت وتقویٰ اور عفاف وغنا کے حصول کی دعا:

ہدایت: صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا۔ التقی: اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچتے ہوئے حرام وممنوعات سے احتراز کرنا۔ عفاف: برے اور ناپسندیدہ قول وفعل سے بچنا۔ غنی: متمول ومالدار ہونا، شریعت کی اصطلاح میں دل کا بے نیاز ہونا۔ دل کا چین روح غنا ہے اور اموال واسباب اس کے منافی نہیں ہے۔ اگر کسی کو قلبی راحت کا سامان بھی میسر اور دولت بھی ہاتھ میں آجائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بشرطیکہ دولت کے مصارف شرعی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہدایت وتقویٰ اور عفاف وغنا کے حصول کی دعا یوں منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى ۔

یہ دعا نہایت جامع مگر مختصر، مجرب اور نافع ومفید ہے۔ اس کا شمار احادیث جوامع الکلم میں ہوتا ہے، جن کے الفاظ مختصر اور معانی وفوائد کثیر ہیں۔

3411- اخرجه مسلم (٤/٢٠٨٧): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، حديث (٧٢/٢٧٢١)، و البخاري في الادب المفرد ص (١٩٩)، حديث (٦٨١)، و ابن ماجه (٢/١٢٦٠): كتاب الدعاء: باب: دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث (٣٨٣٢)، و احمد (١/٣٨٩، ٤١١، ٤١٦، ٤٣٤، ٤٤٣).

فائدہ نافعہ:

حدیث باب میں امور اربعہ کی ترتیب میں ایک علمی نکتہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہدایت کو پہلے رکھا گیا ہے، کیونکہ خیر کا مرکز و اساس یہی ہے۔ دوسرے درجہ میں تقویٰ بیان کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ہدایت کے بعد ہی میسر آ سکتا ہے۔ تیسرے درجہ میں ''عفاف'' کو رکھا گیا ہے، کیونکہ پاک دامنی تقویٰ میں داخل ہے' لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو الگ بیان کیا گیا ہے۔ چوتھے درجہ میں ''غنیٰ'' کو بیان کیا گیا ہے، کیونکہ اس کے حصول کی ترغیب سے نمایاں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی انسانی ضروریات کا کفیل ہو سکتا ہے۔

3412 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبِيعَةَ الدِّمَشْقِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَائِذُ اللّٰهِ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

قَالَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ دَاوُدَ يُحَدِّثُ عَنْهُ قَالَ كَانَ أَعْبَدَ الْبَشَرِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا (سوال کرتا ہوں) جو تجھ سے محبت کرتا ہے' اور اس عمل کا (سوال کرتا ہوں) جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی محبت میرے نزدیک میری اپنی ذات' میرے گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ' پسندیدہ کر دے۔''

راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے' جب ان کے حوالے سے' کوئی بات بیان کیا کرتے تھے' تو یہ فرمایا کرتے تھے: وہ سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3412۔ تفردبه الترمذي انظر التحفة (۸/۲۲۵)، حديث (۱۰۹٤۲) من اصحابك الكتب الستة، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۲/۴۳۳)، و قال: صحيح الاسناد و لم يخرجاه، و قال الذهبي: بل عبد الله هذا قال احمد: احاديثه موضوعة.

شرح

محبت خداوندی کے حصول کی دعا:

اسلامی عقائد وافکار کی اساس ایمان باللہ ہے، اس کا تقاضا ہے کہ انسان اس کی محبت میں اس قدر فولاد ہو جائے کہ ارکان اسلام اس کی رضا کے لیے بجالائے، منہیات وممنوعات سے احتراز میں اس کی خوشنودی کارفرما ہو، اس کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، سونا جاگنا بلکہ زندہ رہنا اور مرنا سب کچھ اس کی رضامندی کے لیے ہو۔

انسان کی کسی سے دوستی یا دشمنی، کسی بھی معاملہ میں معاونت یا عدم تعاون، کوئی خدمت یا عمل صالحہ میں اسے خوش کرنا مقصود ہو۔ اس کے احکام پر عمل کرنے اور فروغ میں جن بھی مصائب سے دوچار ہونا پڑے، اس سے خوش ہو جائے کہ یہ محبوب کی راہ میں تکلیف پہنچی ہے، اس سلسلہ میں کانٹا لگے یا جان لیوا حادثہ پیش آئے تو بھی اظہار مسرت کرے کہ جان بھی تو اسی کا تحفہ ہے جو اس نے خود ہی قبول فرمالیا ہے، اس میں بھی گھاٹے والی کوئی بات نہیں ہے کہ ناقص زندگی کے بعد کامل زندگی میسر آ گئی۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے، جو اولوالعزم پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالے سے ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَهْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا ارشاد فرمائی، انبیاء علیہم السلام) دیگر لوگوں سے زیادہ محب الٰہی ہوتے ہیں، وہ تاحیات احکام خداوندی کی اپنی اپنی قوم میں تبلیغ کرتے رہے، اپنے فریضہ کی ادائیگی میں انہیں آرے سے چیرا گیا اور انہیں بے دردی سے شہید کیا گیا لیکن وہ اس کڑے امتحان میں بھی رضاء الٰہی پر خوش رہے۔

3413 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ الْخَطْمِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فِیْ دُعَائِهٖ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِیْ حُبُّهٗ عِنْدَكَ اللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّیْ فِيْمَا تُحِبُّ اللّٰهُمَّ وَمَا زَوَيْتَ عَنِّیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِّیْ فِيْمَا تُحِبُّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ جَعْفَرٍ الْخَطْمِيُّ اسْمُهٗ عُمَيْرُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ خُمَاشَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ یہ دُعا مانگا کرتے تھے:

---

34 تفردبہ ال- منذی انظر التحفۃ (۱۸۶/۷)، حدیث (۹۶۷۶) من اصحابك الکتب الستۃ، وذکرہ المتقی الھندی فی الکنز (۲/...) حدیث (۳۶۳۲)، و عزاہ للمصنف عن عبد اللہ بن یزید

"اے اللہ! مجھے اپنی محبت نصیب کر اور اس شخص کی محبت نصیب کر جس سے محبت رکھنا تیری بارگاہ میں مجھے فائدہ دے۔ اے اللہ! جو تو نے مجھے عطا کیا ہے تو اسے میرے لیے اس چیز کے بارے میں قوت بنا دے جسے تو پسند کرتا ہے اور جو تو نے مجھے عطا نہیں کیا ہے جسے میں پسند کرتا تھا تو اسے میرے لیے اس چیز کی طرف یکسوئی کا ذریعہ بنا دے جسے تو پسند کرتا ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ابو جعفر خطمی کا نام عمیر بن یزید بن خماشہ ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے استعمال کا شایان شان مصرف بنانے کی دعا:

حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِيْ حُبُّهٗ عِنْدَكَ، اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ، اَللّٰهُمَّ مَا زَوَيْتَ عَنِّيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ .

اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے محبت کائنات کی ہر چیز سے محبوب ہوتی ہے، قرآن کریم نے اس حقیقت کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (بقرہ:۱۶۵) "یعنی ایمان والے لوگ محبت باری تعالیٰ میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔" اہل اسلام اپنی جان، مال اور اولاد سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں، تو پھر ذات باری تعالیٰ کے ساتھ تو ان کی محبت اس سے بھی زیادہ ہے۔

اس دعا سے اس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عنایت کردہ مال کے مصارف بھی شرعی اصولوں کے مطابق ہونے چاہئیں مثلاً زکوٰۃ، صدقہ فطر، عشر ادا کرنا، یتیموں کی کفالت کرنا، دینی طلباء کی معاونت کرنا، اولاد کی پرورش کرنا، ضروریات ازواج کی تکمیل کرنا اور مہمانوں کی تواضع کرنا وغیرہ۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ جس طرح روحانی دولت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، اسی طرح دنیوی دولت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے روحانی مقام سے متاثر ہو کر ایک عقیدت مند دور سے حاضر ہوا، چند روز اس کا قیام آپ کی خانقاہ میں رہا، آپ کی ٹھاٹھ اور ہمہ وقت اجراء لنگر دیکھ کر وہ دلی طور پر وسوسہ کا شکار ہو گیا، اس نے خیال کیا کہ میں تو روحانیت کا مرکز تصور کرتے ہوئے طالب روحانیت بن کر حاضر ہوا تھا لیکن یہاں تو دنیوی دولت کے علاوہ کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ روانگی کے وقت اس نے خانقاہ کے دروازے پر لکھ دیا: نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد یعنی یہ دنیا سے محبت رکھتا ہے، اس لیے ولی نہیں ہو سکتا۔ موقع ملنے پر خدام نے حضرت خواجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اس

واقعہ کے بارے میں عرض کیا، آپ نے خدام سے فرمایا: مہمان کی عبارت کے نیچے یہ لکھ دیں: وگر دارد برائے دوست دارد۔ یعنی اگر دولت اللہ تعالیٰ کے لیے رکھتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ایسا شخص ولی (بزرگ) ہوسکتا ہے۔

3414 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُو اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ اَوْسٍ عَنْ بِلَالِ بْنِ يَحْيَى الْعَبْسِيِّ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ اَبِيهِ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ

متنِ حدیث: قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلِّمْنِي تَعَوُّذًا اَتَعَوَّذُ بِهِ قَالَ فَاَخَذَ بِكَتِفِي فَقَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي وَمِنْ شَرِّ لِسَانِي وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّي يَعْنِي فَرْجَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ بِلَالِ بْنِ يَحْيَى

◆◆ حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے کوئی ایسا تعوذ (کا کلمہ) بتائیں جس کے ذریعے میں (اللہ تعالیٰ کی) پناہ مانگا کروں۔ راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ تھاما اور ارشاد فرمایا، تم یہ پڑھا کرو:

"اے اللہ! میں اپنی سماعت کے شر سے اپنی بصارت کے شر سے اپنی زبان کے شر سے اپنے ذہن کے شر سے اور اپنی منی کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ کی مراد یہ تھی شرمگاہ کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو سعد بن اوس نے بلال بن یحییٰ سے نقل کی ہے۔

شرح

کان، آنکھ، زبان، دل اور شرمگاہ کے شر سے پناہ طلب کرنے کی دعا:

جسمانی اعضاء بالخصوص سمع و بصر، لسان و قلب اور شرمگاہ کا شر ان اعضاء کو احکام خداوندی کے خلاف استعمال کرنا ہے مثلاً سمع کا شر کسی کی غیبت اور چغلی وغیرہ سننا، بصر کا شر غیر محرم عورت وغیرہ کی طرف دیکھنا، لسان کا شر کسی کی غیبت کرنا اور چغلی کھانا

3414- اخرجه البخاری فی الادب المفرد ص (۱۹٦)، حدیث (٦٦٨)، و ابوداؤد (۹۲/۲): كتاب الصلاة: باب: فی الاستعاذة، حدیث (۱۵۵۱) و النسائی (۲۵۵/۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من شر السمع و البصر، حدیث (٥٤٤٤)، (۲۵۹/۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من شر السمع و البصر، حدیث (٥٤٥٥)، (۲٦۰/۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من شر البصر، حدیث (٥٤٥٦)، (۲٦۷/۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من شر الذكر، حدیث (٥٤٨٤)، واحمد (٤۲۹/۳).

ہے، قلب کا شر وساوس کا شکار ہو کر دوسروں کو ہمیشہ حقیر و ذلیل تصور کرنا۔ ہے اور شرمگاہ کا شر اس کا زنا وغیرہ کے لیے استعمال کرنا ہے۔

یہ اعضاء احکام خداوندی کے مطابق استعمال ہوں تو کامل مؤمن کا مظہر ثابت ہوتے ہیں اور اگر احکام شرعیہ کے خلاف استعمال ہوں تو شیطانی اعمال کا مظہر بن جاتے ہیں، جن کے شر سے بچنے کی دعا کی گئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

ان اعضاء کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، خوف وخشیت اور تحفظ و پناہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی حفاظت کے لیے دعا کی ترغیب دی گئی ہے۔

حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِیْ وَمِنْ شَرِّ لِسَانِیْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِیْ وَمِنْ شَرِّ مَنِیِّیْ يَعْنِیْ فَرْجَهٗ .

3415 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ نَائِمَةً اِلٰى جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَقَدْتُهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَسْتُهٗ فَوَقَعَتْ يَدِیْ عَلٰى قَدَمَيْهِ وَهُوَ سَاجِدٌ وَّهُوَ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَائِشَةَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِيْهِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں سوئی ہوئی تھی' رات کے کسی وقت میں نے آپ ﷺ کو غیر موجود پایا' میں نے اپنے ہاتھ کے ساتھ ٹٹولا تو میرا ہاتھ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر پڑا' آپ ﷺ اس وقت سجدے کی حالت میں تھے' اور یہ دُعا مانگ رہے تھے:

''میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ مانگتا ہوں اور تیرے عذاب سے تیری معافی کی پناہ مانگتا ہوں' میں تیری تعریف اس طرح نہیں کرسکتا جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3415- اخرجه مالك (۲۱٤/۱): كتاب القرآن: باب: ما جاء في الدعاء حديث (۳۱)، و النسائي (۲۲۲/۲): كتاب التطبيق باب: الدعاء في السجود نوع آخر، حديث (۱۱۳۰).

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔
قتیبہ نے یہ روایت اپنی سند کے ہمراہ نقل کی ہے تاہم اس میں یہ الفاظ اضافی ہیں۔
''میں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں میں تیری حقیقی تعریف نہیں کرسکتا۔''

شرح

بندہ سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کا حق ادا نہ ہونا:

جس طرح انسان پر زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی مسلسل بارش برستی رہتی ہے تو اس کی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں ہوسکتا، اسی طرح زندگی بھر بندہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے میں مصروف رہے تو اس کی تعریف کا کروڑواں حصہ بھی بیان نہیں کرسکتا، اس طرح یہ نتیجہ سامنے آیا کہ انسانی جسم کے ہر بال کو کروڑوں منہ لگا دیئے جائیں، ہر منہ ہمہ وقت تعریف میں رطب اللسان رہے تب بھی باری تعالیٰ کے ایک وصف کی بھی تعریف نہیں ہوسکتی۔ اس روایت میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ ذکر بایں الفاظ منقول ہے:

اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ .

یاد رہے یہ دعا بھی تعلیم امت کے لیے ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورانی زبان سے کماحقہ اللہ تعالیٰ کی تعریف نہیں کرسکتے تو امت کو کیسے اس کی ہمت ہوسکتی ہے؟ تاہم اس کی تعریف نہ کرنے سے کرنا بہتر ہے۔ لہٰذا بندہ کو چاہیے کہ کھاتے پیتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے اور نشست و برخواست یعنی ہر وقت وصف باری تعالیٰ میں مشغول رہے۔

فائدہ نافعہ:

مستعاذ بہ (وہ ذات جس کی پناہ طلب کی جائے) پر حرف ب لایا جاتا ہے اور **مستعاذ منہ** (جس ذات سے پناہ طلب کی جائے) پر حرف من لایا جاتا ہے، اردو زبان میں ب کا معنیٰ ''کی'' اور من کا معنیٰ ''سے'' ہے مثلاً اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ میں پناہ طلب کرتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے۔ یہ علمی نکتہ ذہن نشین رہنا چاہیے تاکہ تعوذ کے ترجمہ کرنے میں غلطی سے بچا جاسکے۔

3416 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ الْمَكِّیِّ عَنْ طَاوُسٍ الْيَمَانِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ

بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ انہیں یہ دعا اس طرح سکھاتے تھے: جس طرح آپ ﷺ ان لوگوں کو قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔

''اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3417 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَاىَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَاَنْقِ قَلْبِىْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا اَنْقَيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِىْ وَبَيْنَ خَطَايَاىَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

3416۔ اخرجه مالك (۲۱۵/۱): كتاب القرآن: باب: ما جاء في الدعاء، حديث (۳۳)، مسلم (۵۱۴/۲ ۔ الابي): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: ما يستعاذ منه في الصلاة، حديث (۵۹۰/۱۳۴)، و ابوداؤد (۹۱،۹۰/۲): كتاب الصلاة: باب: في الاستعاذة، حديث (۱۵۴۲)، و ابوداؤد (۲۵۹/۱): كتاب الصلاة: باب: ما يقول بعد التشهد، حديث (۹۸۴) و النسائي (۱۰۴/۴): كتاب الجنائز: باب: التعوذ من عذاب القبر، حديث (۲۰۶۳)، (۲۷۶۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من فتنة الممات حديث (۵۵۲۲)، و احمد (۲۴۲/۱، ۲۵۸، ۲۹۸، ۳۱۱).

3417۔ اخرجه البخاري (۱۸۵/۱۱): كتاب الدعوات: باب: الاستعاذة من فتنة الغنى، حديث (۶۳۷۶)، (۱۸۰/۱۱): كتاب الدعوات: باب: التعوذ من المأثم و المغرم، حديث (۶۳۶۸)، و مسلم (۵۱۳/۲ ۔ ابي): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: ما يستعاذ منه في الصلاة، حديث (۵۸۹/۱۲۹)، و ابوداؤد (۹۱/۲): كتاب الصلاة: باب: في الاستعاذة، حديث (۱۵۴۳)، و النسائي (۵۱/۱): كتاب الطهارة: باب: الوضوء على الثلج، حديث (۶۱)، (۱۷۶/۱): كتاب المياه: باب: الوضوء بماء الثلج و البرد، حديث (۳۳۳)، (۲۶۲/۸)، كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من شر فتنة القبر، حديث (۵۴۷۷)، (۲۶۶/۸) كتاب الاستعاذة باب: الاستعاذة من شر فتنة الغنى، حديث (۵۴۷۷)، و ابن ماجه (۱۲۶۲/۲): كتاب الدعاء باب: ما تعوذ منه رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (۳۸۳۸)، و احمد (۵۷/۶)، (۲۰۷/۶)، و عبد بن حميد ص (۴۳۳)، حديث (۱۴۹۲).

"اے اللہ! میں جہنم کی آزمائش سے اور جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے' قبر کی آزمائش سے اور خوشحالی کے شر سے اور غربت کے شر سے اور دجال کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو میری خطاؤں کو اولوں اور برف کے پانی سے دھو دے اور میرے دل کو خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جیسے تو سفید کپڑے کو میل سے پاک کر دیتا ہے' اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے جتنا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ رکھا ہے۔ اے اللہ! میں کاہلی' بڑھاپے' گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

پناہ طلبی کے لیے دو جامع دعائیں:

فتن: کا معنیٰ ہے: سونے کو آگ میں تپا کر کھوٹ کو الگ کرنا۔ قرآن وسنت میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات کئی معانی کے لیے استعمال ہوئے ہیں مثلاً آزمائش وامتحان، مصیبت وآفت، فسادات انگریزی الہند، تکلیف دینے میں تختۂ مشق بنانا، مصیبت کا مسلط ہونا، ایذا اور رسائی اور دکھ میں مبتلا کرنا۔ لفظ **مسیح**: بروزن فعیل ہے، اس وزن پر آنے والے الفاظ کبھی اسم فاعل کے معنی میں آتے ہیں اور کبھی اسم مفعول کے معنیٰ میں۔ **مسح الشیء** کا معنیٰ ہے: ہاتھ پھیرنا، صاف کرنا۔ لفظ **المسیح**: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے، اسم فاعل یعنی **الماسح** کے معنیٰ میں ہے، آپ جب کسی مریض پر اپنا دست اقدس پھیرتے تھے تو وہ روبصحت ہو جاتا تھا، یہ لفظ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لقب کے طور پر استعمال ہوتا ہے' تو بغیر کسی صفت کے آتا ہے۔ لفظ **المسیح**: دجال کا بھی لقب ہے، اس وقت یہ اسم مفعول کے معنیٰ میں استعمال ہوگا یعنی مسح کے مفہوم میں: ہاتھ پھیرا ہوا، صاف کیا ہوا۔ دجال کے لیے یہ لقب مطلق استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ صفت ضرور استعمال ہوتی ہے۔ دونوں میں یوں بھی فرق بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح ہدایت ہیں اور دجال مسیح ضلالت ہوگا، اس بات کی وضاحت کتب یہود میں بھی کی گئی ہے۔ دجال کے خروج کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے، دجال کا تعاقب کریں گے، کوشش بسیار سے اس پر قابو پا کر اسے قتل کریں گے، اس کے فتنہ سے اہل زمین کو نجات دلائیں گے اور زمین کو امن وسکون کا گہوارہ بنائیں گے۔

فتنوں سے پناہ کے لیے احادیث باب میں دو دعائیں مذکور ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَاَنْقِ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا اَنْقَيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ ۔

الفاظ حدیث: "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ" سے مراد دعا کی اہمیت وفضیلت بیان کرنا ہے ورنہ قرآن منـــزل من اللہ ہے اور دعا کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔

ان دعاؤں میں بارہ اشیاء سے پناہ طلب کی گئی ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱،۲- فتنہ قبر اور عذاب سے پناہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق قبر میں جانے کے بعد بھی انسان کو ایسی آزمائش سے دوچار ہونا پڑے گا' جس طرح زندگی میں فتنہ دجال سے پریشانی لاحق ہوئی ہوگی، تاہم اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کلمہ طیبہ کی برکت سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (ابراہیم:۲۷) "اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ثابت قدم اور محفوظ رکھے گا۔" اس کے برعکس ظالموں کو اور کفار کو اس آزمائش میں یقیناً مبتلا کرے گا۔ قبر میں آزمائش یقینی ہے، جمہور کے نزدیک اس کا منکر کافر ہے اور اسی لیے اس سے پناہ طلب کی گئی ہے۔

۳،۴- فتنہ جہنم اور عذاب جہنم سے پناہ: فتنہ جہنم انسان کو دنیا میں پیش آتا ہے، جو آدمی کی گمراہی کا سبب بنتا ہے، اس کے نتیجہ میں عذاب جہنم بھگتنا پڑے گا۔ یہ دونوں عذاب ایک نہیں ہیں بلکہ مختلف ہیں، فتنہ جہنم دنیا سے متعلق ہے اور عذاب جہنم آخرت سے متعلق ہے۔

۵،۶،۷،۸- فتنہ دجال، کسل، ہرم اور مغرم سے پناہ کا ذکر گزشتہ احادیث کی توضیحات کے ضمن میں آچکا ہے، لہٰذا اعادہ تحصیل حاصل ہوگا۔

۹،۱۰- فتنہ غنیٰ وفقر سے پناہ: جب کوئی شخص صاحب غنا اور متمول ہو جائے تو دولت کے مصارف شرعی نہ بنائے، وہ دولت اس کے لیے فتنہ سے کم نہیں ہے۔ اس کا اسراف شیطانی اخوت کا مظہر بن جاتا ہے اور خود فضولیات کا شکار ہو کر اللہ تعالیٰ کا باغی قرار پاتا ہے۔

اسی طرح فقر وفاقہ بھی انسان کے لیے فتنہ ثابت ہوتا ہے، فقر کی حالت میں قناعت کا راستہ اختیار کرے تو ولایت کے درجہ میں پہنچ سکتا ہے، اگر نافرمانی کا راستہ اختیار کرے تو انسان کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: كاد الفقر ان يكون كفرًا "یعنی بعض اوقات فقر انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔" معلوم ہوا غنا اور فقر دونوں انسان کے لیے فتنہ بن سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان سے پناہ مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۱۱- موت وحیات کے فتنہ سے پناہ: انسان زندگی کے کسی بھی حصہ میں شیطانی تسلط کا شکار ہو کر فتنہ میں مبتلا ہو سکتا ہے، یہ دنیا

خوشحالی و تنگ دستی، جوانی و بڑھاپا، سفر و حضر، صحت و مرض بلکہ آخری وقت میں بھی غلبہ پا سکتی ہے۔ اس لیے اس سے پناہ طلبی کا درس دیا گیا ہے۔

۱۲۔ گناہ کے فتنہ سے پناہ: بنیادی طور پر انسان خطاؤں، غلطیوں اور نافرمانیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس حرکت سے شیطان خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ بندے کی نافرمانی پر ناراض ہوتا ہے، اسے بار بار تنبیہ کرتا ہے تاکہ وہ مجتنب ہو جائے، بغاوت کا راستہ ترک کر دے، صراط مستقیم کی شاہراہ پر گامزن ہو جائے اور اپنے اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ بن جائے۔ چونکہ دیگر فتنوں کی طرح معصیت (گناہ) بھی ایک فتنہ ہے، لہٰذا اس سے بھی پناہ مانگنے کا انسان کو درس دیا گیا ہے۔

3418 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَارُونُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

متنِ حدیث: عِنْدَ وَفَاتِهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو وصال کے وقت یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! میری مغفرت کر دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

وفات کے وقت مانگی جانے والی دعا

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو امت سے انتہائی درجہ کا پیار ہے، قدم قدم پر اپنی امت کو یاد رکھا، اس کی تربیت و تعلیم کی طرف توجہ فرمائی، قبر میں کیے جانے والے سوالات و جوابات بتائے، قیامت کے دن کیے جانے والے اہم سوالات و جوابات کی تعلیم دی، قرب خداوندی حاصل کرنے کے اصول سکھائے، ممکنہ فتنوں سے محفوظ رہنے کے ضوابط بتائے، صاف ستھری زندگی گزارنے کی تعلیم دی اور زندگی میں لحہ بہ لحہ پڑھی جانے والی دعائیں سکھائیں حتیٰ کہ وفات کے وقت پڑھی جانے والی دعا بھی امت کو سکھا دی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے وفات کے وقت پڑھی جانے والی دعا یوں منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى

آدمی کی وفات کے وقت تا حد نگاہ فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے اصولوں کے پابند ہیں، حکم خداوندی کے بغیر

3418۔ اخرجه مالك (۲۳۸/۱): كتاب الجنائز: باب: جامع الجنائز، حديث (٤٦) و البخاري (۷۴٥/۷): كتاب المغازي: باب: مرض النبي صلى الله عليه وسلم ووفاته، حديث (٤٤٤٠) و طرفه في (٥٦٧٤)، و مسلم (١٨٩٣/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: في فضل عائشة رضي الله عنها، حديث (٨٥/٢٤٤٤)، و احمد (۲۳۱/٦)۔

حرکت نہیں کرتے، ان سے بھول کر بھی نافرمانی نہیں ہو سکتی، ان کو ملأ اعلیٰ کہا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے ذات باری تعالیٰ کو رفیق اعلیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ وقت تنگی کا ہوتا ہے، اس لیے موقع کی مناسبت سے نہایت مختصر مگر جامع دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کرنے، رحم فرمانے اور اپنی بارگاہ میں باعزت حاضری کی التجا کی گئی ہے۔

سوال: حدیث باب میں مذکور دعا میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے کا ذکر ہے، مغفرت ذنوب اور توبہ تو گنہگار شخص کی ہوتی ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور معصوم ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی لغزش سے پاک ہیں تو پھر مغفرت طلب کرنے کا کیا مطلب ہوا؟

جواب: (i) مغفرت سے مراد امت کے گناہوں کی مغفرت و توبہ ہے نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ مراد ہیں۔ (ii) آپ نے یہ دعا تعلیم امت کے لیے مانگی تھی نہ کہ اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے۔

3419 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُوْلُ اَحَدُكُمُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ لِيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ فَاِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، کوئی شخص یہ نہ کہے:

"اے اللہ! اگر تو چاہے تو میری مغفرت کر دے اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر۔"

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) آدمی کو مانگتے ہوئے پورا یقین ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دعا میں عزم بالیقین ہونا:

تذبذب اور بے یقینی کی کیفیت میں دعا نہیں کرنی چاہیے بلکہ عزم بالجزم اور یقینی کیفیت میں دعا کرنی چاہیے، ایسی کیفیت میں دعا کرنا بارگاہ خداوندی کے شایان شان ہے، حالت غیر یقینی یا تذبذب کی کیفیت میں دعا کرنا درست نہیں ہے، ایسی دعا جسم بغیر روح کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ ایسی دعا بارگاہ صمدیت کے لائق نہ ہونے کی وجہ سے رد کر دی جاتی ہے۔ اس دعا کے مسترد ہونے کی وجہ قبولیت کے لائق نہ ہونا ہے، ذات باری تعالیٰ کی عطا میں شک کرنا اس کے معبود حقیقی ہونے کے عقیدہ کے منافی ہے

3419- اخرجه مالك (۲۱۳/۱): كتاب القرآن: باب: ما جاء في الدعاء، حديث (۲۸)، و البخاري (۱۴۴/۱۱): كتاب الدعوات: باب: يعزم المسالة فانه لا تكره له ، حديث (۶۳۳۹) طرفه في (۷۴۷۷)، و ابوداؤد (۷۷/۲): كتاب الصلاة: باب: الدعاء حديث (۱۴۸۳)، و ابن ماجه (۱۲۶۷/۲): كتاب الدعاء: باب: لا يقول الرجل: اللهم اغفر لي ان شئت، حديث (۳۸۵۴)، و احمد (۲۴۳/۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۴۸۶، ۵۳۰)، و الحميدي (۴۲۷/۲)، حديث (۹۶۳).

اور ایسی فکر کا حامل شخص اس کی رحمت کاملہ سے محروم رہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول یہ دعا درست نہیں ہے:

اَللّٰھُمَّ اغفرلی ان شئت، اَللّٰھُمَّ ارحمنی ان شئت

3420 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ وَّعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ وَمَنْ يَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِيَهٗ وَمَنْ يَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرُّ اسْمُهٗ سَلْمَانُ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِیٍّ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِیْ سَعِيْدٍ وَّجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَّرِفَاعَةَ الْجُهَنِیِّ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ وَعُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ہمارا پروردگار روزانہ جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے' تو اس وقت آسمان دُنیا پر خاص توجہ کرتا ہے' پھر یہ فرماتا ہے:

"کون مجھ سے دعا مانگتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں' کون مجھ سے کچھ مانگتا ہے کہ میں اسے عطا کروں' کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوعبداللہ اغر کا نام سلمان ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3421 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الثَّقَفِیُّ الْمَرْوَزِیُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ

3420ـ اخرجه مالك (۱/۲۱٤): كتاب القرآن: باب: ما جاء في الدعاء حديث (۳۰)، و البخاری (۳/۳۵، ۳٦): كتاب التهجد: باب: الدعاء و الصلاة من آخر الليل، حديث (۱۱٤۵)، و طرفه في (٦۳۲۱، ۷٤۹٤)، و مسلم (۳/۸٤ ـ الابي): كتاب صلاة المسافرين (و قصرها: باب: الترغيب في الدعاء و الذكر في آخر الليل و الاجابة منه، حديث (۱٦۸/۷۵۸)، و ابوداؤد (۲/۳٤): كتاب الصلاة: باب: باب: ای الليل افضل، حديث (۱۳۱۵)، (٤/۲۳٤): كتاب السنة: باب: في الرد على الجهمية، حديث (٤۷۳۳)، و ابن ماجه (۱/٤۳۵): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء في ای ساعات الليل افضل، حديث (۱۳٦٦)، و الدارمي (۱/۳٤٦، ۳٤۷): كتاب الصلاة: باب: ينزل الله الى السماء و احمد (۲/۲٦٤، ۲٦۷، ٤۸۷، ۵۰٤)، و في الادب المفرد (۲۲۳)، حديث (۷٦۰).

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ

متن حدیث: قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ وَّابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ الدُّعَاءُ فِيْهِ اَفْضَلُ اَوْ اَرْجٰى اَوْ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، عرض کی گئی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری حصے میں کی جانے والی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بھی نقل کی گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: رات کے آخری حصے میں کی جانے والی دعا زیادہ فضیلت رکھتی ہے' (راوی کو شک ہے یا شاید) اس کے قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہوتی ہے۔

یا اسی کی مانند ہے کوئی دوسرا لفظ ہے۔

شرح

دعا کی قبولیت کے دو بہترین اوقات:

جب انسان عزم بالجزم اور یقینی کیفیت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے وہ قبول کی جاتی ہے، کیونکہ بندہ ایسی ذات کے دروازے کا انتخاب کرتا ہے جس سے ناامیدی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم دو اوقات ایسے ہیں' جن میں جو بھی دعا کی جائے وہ قبول کی جاتی ہے:

(۱) رات کے آخری تہائی حصہ میں: اللہ تعالیٰ ہر رات میں اس وقت آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے: ہے کوئی شخص معافی کا طلب گار کہ میں اس کے گناہ معاف کر دوں، کوئی ہے رزق کی وسعت کا طالب کہ میں اس کے رزق میں اضافہ کر دوں۔ اس وقت رحمت باری تعالیٰ جوش زن ہوتی ہے اور مانگی جانے والی ہر دعا قبول کی جاتی ہے۔ یہ وقت رات کے آخری تہائی حصہ سے شروع ہو کر صبح صادق تک ہے، اولیاء و صالحین اس وقت میں خصوصیت سے عبادت وریاضت کرتے ہیں' مغفرت ورحمت کے طالب ہوتے ہیں اور ان کی ہر دعا قبول کی جاتی ہے۔

(۲) فرض نمازوں سے فراغت کا وقت: جب بندہ فرض نماز سے فراغت پر دعا کرتا ہے وہ یقینی طور پر قبول کی جاتی ہے؛

3421۔ تفردبه الترمذی انظر التحفة (۱۷۳/٤)، حدیث (٤٨٩٢) من اصحاب الكتب الستة، و ذکر المنذری فی الترغیب و الترهیب (٤٨٦/٢)، حدیث (٢٤٥٥)، عن ابی امامة، و عزاه للترمذی، و قال: حدیث حسن.

کیونکہ مزدور کام کرنے کے بعد مزدوری کا حقدار قرار پاتا ہے، دنیا کی کوئی عدالت اس کی مزدوری کو چیلنج نہیں کر سکتی اور نہ مزدوری کو رد کر سکتی ہے۔ لہٰذا فریضہ عبادت ادا کرنے کے بعد بندہ اس چیز کا حقدار بن جاتا ہے کہ وہ جو بھی دعا کرے وہ قبول کر لی جائے، کیونکہ وہ اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ عبادت وریاضت انجام دینے پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ عابد کو اجر سے نوازا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

3422 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عُمَرَ الْهِلَالِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي السَّلِيلِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

متن حدیث: أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ سَمِعْتُ دُعَاءَكَ اللَّيْلَةَ فَكَانَ الَّذِي وَصَلَ إِلَيَّ مِنْهُ أَنَّكَ تَقُولُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي وَبَارِكْ لِي فِيمَا رَزَقْتَنِي قَالَ فَهَلْ تَرَاهُنَّ تَرَكْنَ شَيْئًا

توضیح راوی: وَأَبُو السَّلِيلِ اسْمُهُ ضُرَيْبُ بْنُ نُفَيْرٍ وَيُقَالُ ابْنُ نُقَيْرٍ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے گزشتہ رات آپ ﷺ کی دعا سنی تھی' مجھ تک اس میں سے جو حصہ پہنچا' وہ یہ تھا کہ آپ ﷺ یہ پڑھ رہے تھے:

''اے اللہ! میرے ذنب کی مغفرت کر دے اور میرے لیے میرے رزق میں کشادگی کر دے اور جو رزق تو نے مجھے عطا کیا ہے اس میں میرے لیے برکت پیدا کر دے''۔

(راوی بیان کرتے ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے دیکھا کہ ان میں کوئی چیز باقی رہ گئی ہو۔

ابو سلیل نامی راوی کا نام ضریب بن نفیر ہے۔ ایک قول کے مطابق ضریب بن نقیر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شرح

ایک مختصر مگر جامع دعا جو تمام امور پر مشتمل ہے:

انسان کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ اپنا گھر وسیع ہونے کے باوجود اس میں گنجائش نہیں پاتا، گھر میں دل قرار نہیں پکڑتا، کھانا کھا کر کبھی کسی چوک میں کھڑا ہو کر گپ شپ لگاتا ہے، کبھی کسی دکان میں بیٹھتا ہے، کبھی دوست واحباب کی مجلس کا صدر نشین بنتا ہے، جب نیند مسلط ہوتی ہے تو گھر کا رخ کرتا ہے، اہل خانہ انتظار بسیار کے بعد نیند کی آغوش میں جا چکے ہوتے ہیں، جہان بھر کے لوگوں کی غیبت کرنے، چغلی کھانے اور بدگوئی سننے کے بعد گناہوں کی پوٹلی لے کر رات گئے گھر جا کر سوتا ہے، صبح نماز فجر کا وقت ختم ہونے پر بیدار ہوتا ہے، ناشتہ کر کے محنت ومزدوری کے لیے روانہ ہو جاتا ہے اور رات کو گھر واپس آنے کے بعد پھر پہلی رات والا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح مسلسل چوبیس گھنٹے کے معمول میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتا ہے، اس میں نہ دنیوی کوئی کام

کیا اور نہ دینی۔ صحیح بات یہ ہے کہ اگر مالی نقصان ہوتا تو محنت سے کما کر پورا کیا جا سکتا تھا لیکن سونے سے زیادہ قیمتی وقت ضائع ہونے کے بعد ہرگز واپس نہیں آ سکتا۔ اس سے مستزاد یہ ہے کہ اہل خانہ سے ہم آہنگی بھی باقی نہیں رہتی، گھر افتراق و انتشار کا محور بن جاتا ہے مگر گھر کا سربراہ ہے کہ گھریلو فرائض سے پہلوتہی کرتے ہوئے اپنی انانیت کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہے۔ کاش ہر انسان اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے، اہل خانہ کے حقوق وفرائض پہچانے، اہل خانہ کی خدمت کی اہمیت سے آگاہی حاصل کرے، اہل خانہ سے یکجہتی کے فوائد پر غور کرے، گھر کو انتشار وافتراق کا گہوارہ بننے سے بچائے۔ اس کا حل صرف اور صرف اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مضمر ہے، اس کو اپنانے سے اپنی اصلاح ہو سکتی ہے، اپنا قیمتی وقت بچ سکتا ہے، گھر جنت نظیر بن سکتا ہے، اہل خانہ کے حقوق کی ادائیگی کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹا ہوا رابطہ بحال ہو سکتا ہے، اپنوں اور غیروں کی نظروں کا تارہ بن سکتا ہے اور بے کار شخص کارآمد بلکہ عابد وزاہد بن سکتا ہے۔

حدیث باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا رَزَقْتَنِیْ

3423 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ وَّهُوَ ابْنُ يَزِيْدَ الْحِمْصِيُّ عَنْ بَقِيَّةَ بْنِ الْوَلِيْدِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ اللّٰهُمَّ اَصْبَحْنَا نُشْهِدُكَ وَنُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ بِاَنَّكَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اللّٰهُ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا اَصَابَ فِیْ يَوْمِهٖ ذٰلِكَ وَاِنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِیْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا اَصَابَ فِیْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ مِنْ ذَنْبٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ مسلم بن زیاد بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، جو شخص صبح کے وقت یہ دعا مانگے:

"اے اللہ! ہم تجھے گواہ بناتے ہیں، تیرے عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کو گواہ بناتے ہیں، تیرے تمام فرشتوں کو گواہ بناتے ہیں، تیری ساری مخلوق کو گواہ بناتے ہیں، اس بات پر کہ (ہم یہ اعتراف کرتے ہیں) کہ تو اللہ ہے' تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، صرف تو ہی معبود ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے' اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔"

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں) تو اس شخص نے اس دن میں جو بھی گناہ کیے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی بخشش کر دے گا' اور اگر وہ شخص شام کے وقت یہ دعا مانگے گا' تو اس شخص نے اس رات میں جو گناہ کیا ہو گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔

3423۔ اخرجه ابوداؤد (٤/ ٣٢٠): كتاب الادب: باب: ما يقول اذا اصبح، حديث (٥٠٧٨)، و البخاری فی الادب المفرد ص (٣٥١)، حديث (١٢٠٥) عن مسلم بن زياد عن انس فذكره.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ "حدیث غریب" ہے۔

شرح

صبح وشام کا ایک ایسا ذکر جس سے پیشگی گناہ معاف ہو جاتے ہیں

صبح وشام کے اذکار میں سے ایک ذکر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اَصْبَحْنَا نُشْهِدُكَ وَنُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتِكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ بِاَنَّكَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اللّٰهُ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ ۔

یہ ذکر صبح کے وقت اسی طرح پڑھا جائے گا لیکن شام کے وقت "اَصْبَحْنَا" کی جگہ لفظ "اَمْسَيْنَا" پڑھا جائے گا۔ اس ذکر میں آدمی ذات باری تعالیٰ، حاملان عرش ملائکہ، دیگر ملائکہ اور تمام مخلوق کو گواہ بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی، اس کے وحدہ لاشریک اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے حق ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اس ذکر کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص صبح کے وقت یہ ذکر پڑھتا ہے تو دن بھر میں اس سے صادر ہونے والے گناہوں اور رات کے وقت پڑھنے سے شب بھر میں اس سے صادر ہونے والے گناہوں کو اللہ تعالیٰ پیشگی معاف کر دیتا ہے۔

الغرض! اس ذکر کی برکت اور خصوصیت سے اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے پیشگی گناہ معاف کر دیتا ہے۔

سوال: اس خوبصورت ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایڈوانس دن بھر کے گناہ معاف کر دیتا ہے، ان معاف کیے جانے والوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں یا کبیرہ بھی؟

جواب: اس میں دو قول ہیں:

(i) اس جامع مگر مختصر ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہ معاف کرتا ہے جبکہ کبائر کی مغفرت توبہ کرنے سے ہوتی ہے۔

(ii) اس حدیث میں کسی گناہ کی تخصیص نہیں ہے، لہٰذا اس ذکر کی برکت سے صغائر و کبائر دونوں قسم کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

3424 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِيْ عِمْرَانَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: قَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ لِاَصْحَابِهِ اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا

3424 تفردبه الترمذی انظر التحفة (۱۱۶/۱۰)، حدیث (۱۳۵۱۲) من اصحاب الکتب الستة، من طریق ابی السلیل عن ابی هریرة

وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِیْ عِمْرَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ اکثر جب کسی محفل سے اٹھتے تھے تو اپنے ساتھیوں کے لیے دعا کرتے تھے۔

''اے اللہ! ہمارے لیے اپنی وہ خشیت نصیب کر دے جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں وہ اطاعت نصیب کر دے جس کے ذریعے تو ہمیں جنت تک پہنچا دے اور وہ یقین نصیب کر دے جس کے ذریعے تو دنیاوی مصیبتیں ہمارے لیے آسان کر دے اور ہمیں سماعت' بصارت اور قوت (میں طاقت کے اعتبار سے) اضافہ نصیب کر! جب تک تو ہمیں زندہ رکھتا ہے۔ اور اسے ہمارا وارث بنا دے' ہمیں ان لوگوں پر غلبہ دے' جو ہمارے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کریں اور ان لوگوں کے خلاف ہماری مدد کر! جو ہم سے دشمنی رکھیں تو ہماری مصیبت کو دین میں نازل نہ کرنا' اور دنیا کو ہماری سب سے بڑی خواہش نہ بنا دینا' اور (اسے) ہمارا مبلغ علم نہ بنا دینا اور ہم پر ایسا شخص مسلط نہ کرنا جو ہم پر رحم نہ کرے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بعض محدثین نے اس روایت کو خالد بن ابوعمران کے حوالے سے نافع کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

شرح

مجلس میں شامل ساتھیوں کے لیے دعا کرنا:

کسی دینی و مذہبی مجلس کے برخواست ہونے سے قبل سب شرکاء کے لیے دعائے خیر و برکت کرنا مسنون ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مُصِيبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا ۔

یہ دعا مثبت و منفی یعنی طلب و عدم طلب کے نو اجزاء پر مشتمل ہے، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) ایسی خشیت عطا کر جو نافرمانی کے لیے مانع ہو۔ (۲) ایسے اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا کر جو دخول جنت کا باعث ہوں۔ (۳) مصائب کو برداشت کرنے پر اتنا ثواب عطا کر کہ ان کا برداشت کرنا آسان ہو۔ (۴) تاحیات سمع و بصر کی حفاظت کر کہ ہم کسی کے محتاج نہ ہوں۔ (۵) ہمیں اتنی قوت عطا کر کہ ہم ظالم کے ظلم کا بدلہ چکا سکیں۔ (۶) ہمیں اتنی قوت عطا کر کہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ (۷) ہمیں ایسے امور کی توفیق عطا نہ کر جو دین کے نقصان کا سبب بنیں۔ (۸) ہماری کوشش کو حصول دنیا تک محدود نہ رکھ کہ ہمارا علم دنیا کی نذر ہو جائے۔ (۹) ہم پر کسی ایسے ظالم و جابر کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کر سکے۔

3425 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الشَّحَّامُ قَالَ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: سَمِعَنِیْ اَبِیْ وَاَنَا اَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْكَسَلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ یَا بُنَیَّ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قُلْتُ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُهُنَّ قَالَ الْزَمْهُنَّ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهُنَّ:

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

◆◆ مسلم بن ابوبکر بیان کرتے ہیں میرے والد نے مجھے سنا میں یہ دعا مانگ رہا تھا۔

''اے اللہ! میں شدید غم، سستی، قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

تو انہوں نے فرمایا: میرے بیٹے تم نے یہ دعا کس سے سنی ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے تو انہوں نے فرمایا: تم ان کو لازم پکڑ لو! کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو میں نے یہ کلمات پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

شرح

فکر کاہلی اور عذاب قبر سے پناہ کی دعا

حقوق و فرائض میں کوتاہی اور اعمال صالحہ انجام دینے میں سستی ایسا جرم ہے جو عذاب قبر کا سبب بنتا ہے، ان سے اجتناب کرنے کی دعا مانگی گئی ہے۔ حضرت مسلم بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْكَسَلِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ .

فکر کاہلی عذاب قبر کا سبب بنتی ہے، اس لیے اسے مقدم اور عذاب قبر کو مؤخر کیا گیا ہے۔ ایک مشہور روایت کے مطابق ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبور سے ہوا، آپ ان کے پاس رک گئے، فرمایا: ان قبور والوں کو عذاب ہو رہا، یہ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ معمولی کوتاہی کی وجہ سے ہو رہا ہے، ان میں سے ایک پیشاب کی چھینٹوں سے اجتناب نہیں کرتا تھا اور

3425۔ تفرد به الترمذی انظر التحفة (۹/۵۷)، حدیث (۱۱۷۰۰) من اصحاب الكتب الستة، و ذكره المتقی الهندی فی الكنز (۲/۲۰۳)، حدیث (۳۷۶۳)، و عزاه للترمذی عن ابی بكرة.

دوسرا لوگوں کی غیبت کرتا تھا۔ آپ نے کھجور کی تازہ چھڑی لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے، ایک ٹکڑا ایک قبر پر رکھ دیا اور دوسرا دوسری قبر پر۔ پھر فرمایا: اب ان کے عذاب میں تخفیف ہو گئی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ ''نبی کو پس دیوار کا علم نہیں ہے'' باطل محض ہے، علاوہ ازیں آپ علیہ السلام عذاب کا سبب اور اس کی تخفیف کا علاج بھی جانتے ہیں۔

3426 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِذَا قُلْتَهُنَّ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَاِنْ كُنْتَ مَغْفُوْرًا لَكَ قَالَ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ وَّاَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِيْهِ بِمِثْلِ ذٰلِكَ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ فِىْ اٰخِرِهَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ تم اگر انہیں پڑھ لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا۔ اگرچہ تمہاری پہلے ہی مغفرت ہو چکی ہو (پھر بھی تمہیں یہ کلمات ضرور پڑھنے چاہئیں)۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ پڑھو۔

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہ بلند اور عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ بردبار اور کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے جو عظیم عرش کا پروردگار ہے''۔

علی بن خشرم بیان کرتے ہیں: علی بن حسین نے اپنے والد کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے اور انہوں نے اس کے آخر میں یہ کلمات اضافی نقل کیے ہیں۔

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو اسحاق نے حارث کے حوالے سے نقل کی ہے۔

3426- تفرد به الترمذی انظر التحفة (۳۵۳/۷)، حديث (۱۰۴۰) من اصحاب الكتب الستة، و ذكره الهيثمی فی مجمع الزوائد (۱۸۳/۱۰)، و عزاه للطبرانی من طريق زيد بن ارقم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يا علی الا اعلمك كلمات ـــ فذكره، وقال و فيه حبيب بن اخو حمزة الزيات، و هو ضعيف.

شرح

ایک ایسا ذکر جس سے بے گناہ لوگوں کی بخشش ہونا:

جس طرح ایک کمرے میں ایک بلب کی بجائے چند بلب روشن کیے جائیں تو روشنی میں اضافہ ہو جاتا ہے، اسی طرح پانچ نمازوں کی برکت سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک پھر عاشورہ وعرفہ کے روزوں کی برکات وفیوض سے ایمان کی جلا میں اضافہ ہوتا ہے اور اُسے قوت وطاقت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ .

اس ذکر کی برکت سے بخشے ہوئے انسان کی بھی بخشش ہو جاتی ہے یعنی اس کے نامہ اعمال میں اضافہ ہو جاتا ہے، ایمان کو قوت حاصل ہوتی ہے اور درجہ کو بلندی عطا ہوتی ہے۔

3427 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: دَعْوَةُ ذِى النُّوْنِ اِذْ دَعَا وَهُوَ فِىْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِىْ شَىْءٍ قَطُّ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهٗ

اختلافِ سند: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ مَرَّةً عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِيْهِ وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اَبِيْهِ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ وَهُوَ اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِىْ اِسْحٰقَ فَقَالُوْا عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ نَحْوَ رِوَايَةِ ابْنِ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعْدٍ وَّكَانَ يُوْنُسُ بْنُ اَبِىْ اِسْحٰقَ رُبَّمَا ذَكَرَ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ اَبِيْهِ وَرُبَّمَا لَمْ يَذْكُرْهُ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے اس وقت انہوں نے جو دعا مانگی تھی جو بھی شخص جس بھی مسئلے میں وہ دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا۔ (وہ دعا یہ ہے)

"(اے اللہ) تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے میں ظالم ہوں"

محمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں محمد بن یوسف نامی راوی نے ایک مرتبہ ابراہیم بن محمد کے حوالے سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نقل

3427 اخرجه احمد (۱/ ۱۷۰) عن ابراهيم بن محمد بن سعد عن ابيه عن سعد فذكره

کیا ہے۔انہوں نے اس کی سند میں ابراہیم کے والد کا تذکرہ نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کئی راویوں نے اس حدیث کو یونس بن ابواسحاق کے حوالے سے ابراہیم بن محمد کے حوالے سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔انہوں نے اس کی سند میں ابراہیم بن محمد کے والد سے یہ بات مذکور ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

بعض محدثین نے' جوابواحمد زبیری ہیں' اسے یونس بن ابواسحاق سے نقل کیا ہے۔انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ ابراہیم بن محمد کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔جیسا کہ محمد بن یوسف نے روایت کیا ہے۔

یونس بن ابواسحاق نامی راوی بعض اوقات اس حدیث میں ابراہیم بن محمد کے والد سے منقول ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں اور بعض اوقات ان کا تذکرہ نہیں کرتے۔

شرح

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کا پریشانی میں کامیاب ہونا

مشہور پیغمبر اسلام حضرت یونس علیہ السلام ایک دفعہ سمندر کے کنارے تشریف فرما تھے کہ ایک بڑی مچھلی نے آپ کو زندہ نگل لیا، آپ کئی ایام تک اس کے پیٹ میں معتکف رہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایک دعا سکھائی گئی، وہ دعا جس کے نتیجہ میں آپ کو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوگئی اور مچھلی نے آپ کو اُگل دیا۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (الانبیاء: ۸۷)

خواہ یہ دعا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یونس علیہ السلام کو تعلیم دی گئی تھی، اس کے پڑھنے سے آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے لیکن یہ دعا محض آپ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو بھی شخص کسی پریشانی سے نجات کے لیے یہ پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے۔

اس دعا کی فضیلت یوں بیان کی جاتی ہے کہ کسی بھی مصیبت میں فجر کی سنتوں اور فرضوں کے مابین چالیس ایام تک سو بار اس طرح پڑھی جائے کہ اول وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھا جائے، تو مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی۔

سوال: اس دعا میں جہاں اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے اور اس کی تقدیس کا مضمون بیان ہوا ہے، وہاں حضرت یونس علیہ السلام کا ظالم ہونا بھی ثابت ہوتا ہے (معاذ اللہ) جبکہ آپ اولوالعزم پیغمبر اور معصوم ہیں؟۔

جواب: اس آیت میں لفظ ''ظالم'' حد سے بڑھنے کے معنیٰ میں ہے یا معمولی وحقیر کے معنیٰ میں ہے۔لہٰذا اس سے نبی کا ظالم ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ نبی معصوم عن المعصیات ہوتا ہے۔

3428 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي رَافِعٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً غَيْرَ وَاحِدٍ مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

اسنادِ دیگر: قَالَ يُوسُفُ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے 99 نام ہیں یعنی ایک کم سو جو شخص انہیں یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

یوسف نامی راوی نے اس روایت کو عبدالاعلیٰ کے حوالے سے ہشام کے حوالے سے محمد بن سیرین کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

شرح

اسمائے خداوندی یاد کرنے کی فضیلت:

جس طرح چالیس احادیث مبارکہ زبانی یاد کرنے والے کو جنتی ہونے کا پروانہ فراہم کیا جاتا ہے، اسی طرح اسماءِ خداوندی یاد کرنے والے کو بھی دخول جنت کا ٹکٹ عطا کیا جاتا ہے۔ اسماء الحسنیٰ کا وظیفہ دخول جنت کا ذریعہ ہے۔ اس کے کثیر اسباب ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- اسماء الحسنیٰ سے ذات باری تعالیٰ کی معرفت کاملہ حاصل ہوتی ہے، یہ صفات باری تعالیٰ کے ترجمان اور مظہر ہونے کا مکمل نصاب ہیں۔

۲- یہ اسماء گرامی بارگاہ ذات باری تعالیٰ کے ترجمان ہونے کی وجہ سے نہایت عظمت کے حامل ہیں، ان کا وظیفہ نامہ اعمال میں اضافہ کا سبب اور نزول رحمت کا ذریعہ ہے۔

3428- تفردبه الترمذي انظر التحفة (۱۰/۳۹۳)، حديث (۱٤٦٧٤) من هذا الطريق و سياتي برقم (۳۵۰۸) من طريق الاعرج عن ابي هريرة بنحوه

۳- یہ اسماء گرامی اللہ تعالیٰ کو نہایت پسند، ان کا یاد کرنا مقبول اور خصوصی اجر وثواب کا باعث ہیں۔

فائدہ نافعہ:

اسماء الحسنٰی کی فضیلت کے حوالے سے یہ حدیث متفق علیہ ہے' جبکہ اس بارے میں مابعد والی حدیث صحیحین میں موجود نہیں ہے۔

سوال: اِس روایت میں اسماء الحسنٰی کی تعداد ننانوے بیان کرنے کے بعد دوبارہ ایک کم سو کہنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: (i) اہل عرب کے ہاں گنتی کا ایک طریقہ کسر کو ترک کرنے کا تھا، خواہ وہ نو (۹) کا عدد ہوتا مثلاً ایک روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ساٹھ سال بیان ہوئی ہے اور اس میں کسر (تین کا عدد = 3) چھوڑا گیا ہے۔ یہاں مجازی طور پر سو نام شمار کر کے ایک کو کم کر دیا گیا تا کہ ننانوے اسماء ثابت ہو جائیں۔ (ii) یہاں یہ جملہ بطور تاکید لایا گیا ہے۔

سوال: احصَی الشیء کا لغوی معنیٰ ہے: مقدار معلوم کرنا، شمار کرنا اور اس حدیث میں کونسا معنی مراد ہے؟

جواب: (i) یہاں یاد کرنا مراد ہے، بخاری ومسلم میں اسی روایت میں **حفظها** اور **یحفظها** الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔

(ii) فرفر نہ پڑھنا بلکہ ہر نام الگ الگ کر کے پڑھنا، گویا پڑھنے والا انہیں گن رہا ہو۔

(iii) اسماء کو پہچاننا، ان کے معانی میں غور کرنا اور ان کے حقائق ورموز معلوم کرنا۔

(iv) اسماء الحسنٰی کو یاد کرنا، ان کے مفاہیم میں تدبر کرنا اور ان کے متقاضی پر عمل پیرا ہونا۔

سوال: حدیث میں "دَخَلَ الْجَنَّةَ" ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے حالانکہ اس کا نتیجہ تو مستقبل میں سامنے آئے گا یعنی قیام قیامت کے بعد دخول جنت ہوگا؟

جواب: اسماء الحسنٰی کے زبانی یاد کرنے، انہیں اپنے معمولات میں شامل کرنے کا نتیجہ خواہ آخرت میں سامنے آئے گا لیکن یہ اس قدر یقینی ہے کہ تشکیک وشبہات سے بلند وبالا ہے، اس لیے فعل ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

3429 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْجُوْزَجَانِيُّ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اسْمًا مِائَةً غَيْرَ وَاحِدٍ مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ

3429- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۲۶۹، ۱۲۷۰): كتاب الدعاء: باب: اسماء الله عزوجل، حديث (۳۸۶۱).

الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ الْمُحْصِی الْمُبْدِئُ الْمُعِیْدُ الْمُحْیِی الْمُمِیْتُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِیَ الْمُتَعَالِی الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّئُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِی الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِی الْبَدِیْعُ الْبَاقِی الْوَارِثُ الرَّشِیْدُ الصَّبُوْرُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

اختلاف سند: حَدَّثَنَا بِهٖ غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ صَالِحٍ وَّلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ صَفْوَانَ بْنِ صَالِحٍ وَّهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَعْلَمُ فِیْ كَبِیْرِ شَیْءٍ مِّنَ الرِّوَایَاتِ لَهٗ اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ ذِكْرَ الْاَسْمَاءِ اِلَّا فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ وَقَدْ رَوٰی اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ هٰذَا الْحَدِیْثَ بِاِسْنَادٍ غَیْرِ هٰذَا عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ فِیْهِ الْاَسْمَاءَ وَلَیْسَ لَهٗ اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ کے 99 نام ہیں جو شخص انہیں یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (وہ اسماء یہ ہیں)

وہ اللہ تعالیٰ جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے صرف وہی معبود ہے جو رحمن ہے، رحیم ہے، بادشاہ ہے، برائیوں سے پاک ہے، سلامتی عطا کرنے والا ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، غالب ہے، زبردست ہے، بڑائی والا ہے، پیدا کرنے والا ہے، بنانے والا ہے، شکل وصورت عطا کرنے والا ہے، بخشش کرنے والا ہے، زبردست ہے، بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے، رزق عطا کرنے والا ہے، راستے کھولنے والا ہے، علم رکھنے والا ہے، تنگی پیدا کرنے والا ہے، کشادگی پیدا کرنے والا ہے، پست کرنے والا ہے، بلند کرنے والا ہے، عزت دینے والا ہے، ذلت دینے والا ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، فیصلہ کرنا والا ہے، انصاف کرنے والا ہے، مہربان ہے، باخبر ہے، بردبار ہے، عظمت والا ہے، مغفرت کرنے والا ہے، شکر قبول کرنے والا ہے، بلند ہے، بڑا ہے، حفاظت کرنے والا ہے، قوت دینے والا ہے، کفایت کرنے والا ہے، جلیل ہے، کریم ہے، نگران ہے، دعا قبول کرنے والا ہے، وسعت عطا کرنے والا ہے، حکمت والا ہے، مہربان ہے، بزرگی والا ہے (قیامت کے دن) زندہ کرنے والا ہے، گواہ ہے، حق ہے، کارساز ہے، زبردست ہے، قوت والا ہے، مددگار ہے، لائق حمد ہے، شمار میں رکھنے والا ہے، آغاز میں پیدا کرنے والا ہے، دوبارہ زندگی دینے والا ہے، زندگی دینے والا ہے، موت دینے والا ہے، خود زندہ ہے، بذات خود قائم ہے، اور سب کچھ اس سے قائم ہے، پانے والا ہے، بزرگی والا ہے، ایک ہے، بے نیاز ہے، قدرت والا ہے، اقتدار والا ہے، آگے کرنے والا ہے، پیچھے کرنے والا ہے، اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، والی ہے، بلند و برتر ہے، بھلائی کرنے والا ہے، توبہ قبول کرنے والا ہے، انتقام لینے والا ہے، معاف کرنے والا ہے، مہربان ہے، حقیقی بادشاہ ہے، جلال واکرام والا ہے، انصاف کرنے والا ہے، جمع کرنے والا ہے، غنی ہے، غنی کردینے والا ہے، روکنے والا ہے، ضرر پہنچانے والا ہے، نفع دینے والا ہے، نور ہے،

ہدایت دینے والا ہے، بے مثال ایجاد کرنے والا ہے، باقی ہے، وارث ہے، ہدایت نصیب کرنے والا ہے، برداشت کرنے والا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ کئی راویوں نے اسے صفوان بن صالح کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق یہ صرف صفوان سے منقول ہے اور محدثین کے نزدیک یہ صاحب ثقہ ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

ہمارے علم کے مطابق جن روایات میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کا تذکرہ ہوا ہے ان میں سے صرف یہی ایک روایت ایسی ہے جس کی سند مستند ہے۔

آدم بن ایاس نے اس روایت کو دیگر حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ اس میں ایسے اسماء کا ذکر کیا ہے جن کی سند مستند نہیں ہے۔

3430 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَلَيْسَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ ذِكْرُ الْاَسْمَاءِ، وَهُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: رَوَاهُ اَبُو الْيَمَانِ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ الْاَسْمَاءَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے 99 نام ہیں، جو شخص ان ناموں کو یاد کرلے گا وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ان اسماء کا تذکرہ نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس روایت کو ابویمان نے شعیب بن ابوحمزہ کے حوالے سے ابوزناد کے حوالے سے نقل کیا ہے تاہم اس میں ان اسماء کا ذکر نہیں ہے۔

شرح

اسماء الحسنٰی اور ان کے معانی وفضائل:

اسماء الحسنٰی کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

3430- اخرجه البخاری (٤١٧/٥): كتاب الشروط: باب: ما يجوز من الاشتراط و الثنيا من الاقرار، حديث (٢٧٣٦)، طرفاه في (٧٣٩٢، ٦٤١٠)، و مسلم (٢٠٦٢/٤): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب: في اسماء الله تعالى و فضل من احصاها، حديث (٢٦٧٧/٥)، و احمد (٢٥٨/٢)، و الحميدي (٤٧٩/٢)، حديث (١١٣٠).

(i) ننانوے ہیں، جس طرح حدیث باب سے عیاں ہے۔
(ii) سو سے زائد ہیں، حضرت امام جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دلائل الخیرات میں ایک سو پانچ (۱۰۵) لکھے ہیں۔
(iii) ہزار سے زائد ہیں، جن میں سے ننانوے مشہور ہیں اور باقی غیر مشہور ہیں۔
حدیث باب کے مطابق ننانوے اسماء الحسنیٰ، ان کے معانی و مطالب اور فضائل حسب ذیل ہیں:
اللہ: اسم ذات ہے: الف کو گرادیں تو للہ خدا کے معنیٰ میں ہے، لام کو گرادیں لـہ تب بھی خدا کے معنیٰ میں ہے اور دوسرا لام گرادیں ہ' پھر بھی خدا کے معنیٰ میں۔

فائدہ نافعہ:
لفظ "اللہ" اسماء الحسنیٰ میں شامل نہیں ہے، کیونکہ یہ باری تعالیٰ کا اسم ذات ہے، جامع ترمذی کے برصغیر (پاک و ہند) کے نسخہ میں اسماء الحسنیٰ میں سے ایک اسم "اَلْاَحَدُ" چھوٹ گیا تھا پھر ننانوے کا عدد پورا کرنے کے لیے ان میں لفظ "اللہ" کو شامل کیا گیا تھا۔
فضیلت: جو شخص ہزار بار اس کو پڑھے گا صاحب یقین ہو جائے گا اور جو آدمی روزانہ ہر نماز کے بعد سو بار پڑھے گا صاحب کشف بن جائے گا۔
۱-اَلرَّحْمٰنُ: دنیا اور آخرت میں بہت بخشنے والا۔
فضیلت: یہ اسماء الحسنیٰ میں سے پہلا ہے، اس میں علمیت کی شان موجود ہے اور ذات باری تعالیٰ کے غیر پر اس کا اطلاق درست نہیں ہے۔ جو شخص فجر کی نماز کے بعد دو سو اٹھانوے (۲۹۸) مرتبہ پڑھے گا خدا اس پر رحم فرمائے گا، جو روزانہ ہر نماز کے بعد "اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ" سو بار وظیفہ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا دل نسیان، غفلت اور شقاوت سے پاک کردے گا پھر اسے نور کی روشنی سے بھردے گا۔
۲-اَلرَّحِیْمُ: بہت مہربان!
فضیلت: لفظ رحمٰن اور رحیم دونوں کا مادہ "رحمت" ہے، رحمٰن میں حروف زیادہ ہیں جبکہ رحیم میں کم ہیں، ضابطہ کثـــرت الحروف تدل علی کثرت المعانی کے مطابق رحمٰن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے یعنی اللہ تعالیٰ دنیا میں مسلم و کافر دونوں پر مہربان ہے، رحیم کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے یعنی اللہ تعالیٰ آخرت میں صرف مسلمانوں پر مہربان ہوگا۔ اسی مناسبت سے یہ جملہ کہا جاتا ہے: رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَرَحِیْمُ الْاٰخِرَۃِ۔
جو شخص ہر روز اس اسم کو پانچ سو (۵۰۰) بار پڑھنے کا وظیفہ بنائے گا، اللہ کی مخلوق اس پر مہربان ہوگی۔ جو آدمی صبح کی نماز کے بعد اس مبارک اسم کو پڑھے گا، تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس سے پیار کرے گی۔
۳-اَلْمَلِکُ: سلطان ظاہر و باطن! یہ لفظ قرآن کریم میں پانچ بار آیا ہے۔
فضیلت: جو شخص ہر روز نوے (۹۰) بار اس مبارک اسم کا وظیفہ پڑھے گا، وہ دولتمند ہو جائے گا۔ جو شخص اس اسم کے ساتھ

سم مبارک "اَلْقُدُّوْسُ" کو ملا کر وظیفہ پڑھے گا، اگر وہ صاحب اقتدار ہے تو اس کے اقتدار کو استحکام حاصل ہوگا، اگر وہ صاحب اقتدار نہ ہو تو اس کا دل اطاعت کی طرف مائل رہے گا اور لوگوں میں ہر دلعزیز ہو جائے گا۔

۴-اَلْقُدُّوْسُ: بہت پاک! یہ لفظ قرآن کریم میں دو بار استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: جو شخص ہر روز اس اسم مبارک کا ہزار بار وظیفہ پڑھے گا، وہ مخلوق کا محتاج نہیں رہے گا۔ جو شخص نماز جمعہ کے بعد اس اسم سے اسم "اَلسُّبُّوْحُ" کو اس اسم کے ساتھ ملا کر روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھائے گا، وہ فرشتہ صفت بن جائے گا اور اس کا دل ہر قسم کی کدورت سے پاک ہو جائے گا۔

۵-اَلسَّلَامُ: سلامت رکھنے والا! یہ لفظ قرآن میں ایک بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص روزانہ صبح کی نماز کے بعد اس اسم مبارک کا ہزار بار وظیفہ پڑھے گا، اس کے علم میں اضافہ ہوگا۔ جو شخص ایک سو اکتیس (۱۳۱) بار پڑھ کر کسی مریض پر دم کرے گا، مریض صحت یاب ہو جائے گا۔

۶-اَلْمُؤْمِنُ: امن دینے والا! یہ نام قرآن کریم میں صرف ایک بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص ہر روز تین بار اس اسم مبارک کو پڑھے گا، وہ ہر قسم کے خوف سے محفوظ رہے گا۔ جو شخص اس کا وظیفہ پڑھے گا اور لکھ کر اپنے پاس رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے مال کو شر شیطان سے محفوظ رکھے گا۔

۷-اَلْمُهَيْمِنُ: نگہبان! یہ اسم قرآن مجید میں ایک بار استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: جو شخص اس اسم کو انتیس (۲۹) مرتبہ پڑھے گا، وہ غم سے محفوظ رہے گا۔ جو ہمیشہ اس کا وظیفہ بنائے گا، تمام مصائب سے مامون رہے گا۔ جو شخص غسل کرنے کے بعد اسے ڈیڑھ سو (۱۵۰) بار پڑھے گا، وہ غیوب سے باخبر رہے گا۔

۸-اَلْعَزِيْزُ: غالب و بے مثل! یہ اسم قرآن میں بانوے (۹۲) بار آیا ہے۔

فضیلت: رات کے آخری حصہ میں لوگ جمع ہو کر اس اسم مبارک کو دو ہزار بار پڑھیں، تو بارش نازل ہوگی۔ جو شخص اس کا وظیفہ بنائے، وہ ہر دلعزیز ہوگا اور دشمن پر غالب رہے گا۔ جو شخص نماز عشاء کے بعد دو ہزار یا دو سو بار يَا عَزِيْزُ يَا عَزِيْزُ اَدْعُوْ بِلُطْفِكَ يَا عَزِيْزُ کا وظیفہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر التفات فرماتا ہے۔

۹-اَلْجَبَّارُ: نقصان کو پورا کرنے والا! یہ اسم قرآن میں ایک دفعہ آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص مسبعات عشر کے بعد اکیس (۲۱) مرتبہ اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، وہ ظالموں کے ظلم، غیبت اور چغلی کھانے سے محفوظ رہے گا۔ جو شخص اپنی انگوٹھی پر نقش بنوا کر استعمال میں لائے گا، وہ لوگوں میں ہر دلعزیز اور باوقار ہو جائے گا۔

۱۰-اَلْمُتَكَبِّرُ: بزرگ و بے مثل! یہ اسم قرآن مجید میں ایک بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص اپنی بیوی سے مباشرت سے قبل دس بار اس اسم مبارک کو پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے نیک و صالح فرزند عطا کرے گا۔ جو شخص اپنے کام کا آغاز کرنے سے پہلے اکیس (۲۱) بار اسے پڑھے گا، اس کے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی۔

۱۱-اَلْخَالِقُ: پیدا کرنے والا!

فضیلت: جو شخص رات کو سونے سے پہلے اس اسم مبارک کو پڑھے گا، اس کی بخشش کر دی جاتی ہے، اس کا دل روشن ہو جاتا ہے اور تمام مقاصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص مستقل طور پر اس کو اپنے شبانہ روز کے معمولات میں شامل کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک ایسا فرشتہ پیدا کرتا ہے جو تا قیامت عبادت کرتا رہے گا، جس کا ثواب صاحب وظیفہ کے نامہ اعمال میں شامل کیا جائے گا۔

۱۲-اَلْبَارِئُ: پیدا کرنے والا!

فضیلت: جو شخص ہفتہ میں اس اسم مبارک کو ایک سو بار پڑھے گا، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے قبر میں نہیں چھوڑے گا بلکہ ریاض فردوس میں منتقل کر دیتا ہے۔ جو شخص جمعۃ المبارک کے دن دس بار اس کا وظیفہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے نیک فرزند عطا کرے گا۔ جو طبیب مستقبل طور پر اس اسم کا وظیفہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ میں شفا دے دیتا ہے۔

۱۳-اَلْمُصَوِّرُ: صورت بنانے والا!

فضیلت: جب بانجھ خاتون سات دن روزہ رکھے، افطاری کے وقت یہ اسم مبارک اکیس (۲۱) بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے استعمال میں لائے، اللہ تعالیٰ اسے نرینہ اور صالح بیٹا عطا کرے گا۔ جو شخص بکثرت اس اسم کا وظیفہ پڑھے گا، اس کی تمام مشکلات آسان ہوں گی اور مصائب سے نجات حاصل ہو گی۔

۱۴-اَلْغَفَّارُ: گناہ بخشنے والا! یہ اسم قرآن کریم میں پانچ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: جو شخص جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار یَا غَفَّارُ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کر دیتا ہے اور آخرت کی منازل آسان کر دیتا ہے۔ جو شخص یَا غَفَّارُ کا مستقل وظیفہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے، نفسانی خواہشات سے دور رکھتا ہے اور اسے ایمان کامل کی دولت میسر آئے گی۔

۱۵-اَلْقَهَّارُ: غالب! یہ اسم قرآن کریم میں چھ بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص بکثرت اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل سے دنیا کی محبت نکال دیتا ہے، اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے۔ جو شخص دفاع مشکل کے قصد سے سو (۱۰۰) بار اس کو پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مشکل حل کر دیتا ہے۔ جو شخص فرائض اور سنتوں کے درمیان دشمن کو مقہور کرنے کے ارادہ سے سو (۱۰۰) بار اس اسم کو پڑھے گا، دشمن مغلوب ہو گا۔

۱۶-اَلْوَهَّابُ: بہت دینے والا! یہ اسم قرآن کریم میں تین بار استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: جو شخص فقر و فاقہ سے نجات کے لیے ہمیشہ اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، اسے کشادگی کی ایسی دولت حاصل ہو گی کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا۔ جو شخص نماز چاشت کے بعد آیت سجدہ تلاوت کر کے اپنا سر سجدہ میں رکھ کر "اَلْوَهَّابُ" کا وظیفہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے مخلوق سے بے نیاز کر دے گا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص تنگ دست چاشت کے وقت چار رکعت نماز (نفل) ادا کرے، پھر اپنا سر سجدہ میں رکھ کر ایک سو چار (۱۰۴)

بار "اَلْوَهَّابُ" کا وظیفہ پڑھے یا عدم فرصت کی وجہ سے پچاس (۵۰) بار پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اسے مالدار بنادے گا۔

۱۷-اَلرَّزَّاقُ: رزق دینے والا!

فضیلت: جو شخص صبح صادق کے وقت روبقبلہ ہوکر اپنے گھر کے چاروں کونوں میں دس دس مرتبہ یا دو دو سو (۲۰۰،۲۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اور دائیں کونے سے اس کی ابتداء کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مفلسی دور کر کے اسے خوشحال بنادے گا۔ جو شخص اپنے گھر میں ہر روز اس کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا، وہ کسی کا محتاج نہیں رہے گا۔ جو شخص فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس (۴۱) ایام تک ساڑھے پانچ سو (۵۵۰) بار ہر روز یہ اسم مبارک پڑھے گا بشرطیکہ کوئی ناغہ نہ کیا جائے اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف بھی پڑھے، وہ مالدار بن جائے گا۔ جو شخص عشاء کی نماز کے بعد ننگا سر کے اکتالیس (۴۱) بار ہر روز یارزاق ترزق من تشاء یا رزاق اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اسے رزق میں فراخی عطا کرے گا۔ جو شخص پانچ سو سینتالیس (۵۴۷) بار اس کا وظیفہ پڑھے گا، اس کا رزق کشادہ ہوگا اور کبھی مفلسی نہیں آئے گی۔ جو شخص ہر روز ایک ہزار (۱۰۰۰) بار علیحدگی میں یہ وظیفہ پڑھے گا، اسے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا۔

۱۸-اَلْفَتَّاحُ: کھولنے والا! یہ اسم قرآن کریم میں ایک بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص فجر کی نماز کے بعد اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر ستر (۷۰) بار اس اسم مبارک کو پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل سے زنگ کو دور کردے گا۔ جو شخص مسلسل اس کا وظیفہ پڑھے گا' اس کے دل سے کدورت ختم ہو جائے گی اور دل روشن ہو جائے گا۔

۱۹-اَلْعَلِيْمُ: جاننے والا! یہ اسم قرآن کریم میں ایک سو ستاون (۱۵۷) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص اس اسم کو بکثرت پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے دین و دنیا کی معرفت سے نوازتا ہے، جو شخص نماز سے فراغت پر سو (۱۰۰) بار "یَا عَالِمَ الْغَيْبِ" پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے صاحب کشف بنا دیتا ہے، کسی معاملہ میں استخارہ کرنے والا شب جمعہ میں نماز عشاء کے بعد مسجد میں سو (۱۰۰) بار پڑھ کر سو جائے، تو اس پر مطلوبہ صورتحال منکشف ہو جائے گی، جو شخص خفیہ امور کے بارے میں آگاہی چاہتا ہو وہ ستر (۷۰) بار سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ پڑھے پھر یَا عَلِيْمُ عَلِّمْنِيْ يَا خَبِيْرُ اَخْبِرْنِيْ يَا مُبِيْنُ بَيِّنْ لِيْ ایک سو (۱۰۰) بار پڑھے، اول و آخر درود شریف بھی پڑھے، پھر لیٹ جائے، پھر بیدار ہونے پر کسی مجلس میں جائے تو اپنے مقصد کا اشارہ پالے گا۔

۲۰-اَلْقَابِضُ: تنگی کرنے والا!

فضیلت: جو شخص چالیس (۴۰) دن تک چار یا چالیس (۴۰) نوالوں پر یہ اسم مبارک لکھ کر کھائے گا، وہ بھوک اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

۲۱-اَلْبَاسِطُ: کشادگی دینے والا!

فضیلت: جو شخص سحری کے وقت دس بار یَا بَاسِطُ بِحَقِّ یَا جِبْرِئِیْلُ دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھے گا پھر اپنے ہاتھ چہرے پر

پھیرے گا، کسی معاملہ میں وہ کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ ہر مقصد کے حصول کے لیے یہ اسم ہر نماز کے بعد ایک سو چالیس (۱۴۰) بار پڑھنے کا وظیفہ بنائے۔

۲۲-اَلْخَافِضُ: پست وخوار کرنے والا!

فضیلت: جب کوئی شخص تین روزے رکھے پھر چوتھے دن میں چند افراد ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ کریں، تو وہ دشمن پر فتح یاب ہوگا۔ جو شخص اس اسم کا پانچ سو (۵۰۰) بار وظیفہ پڑھے، تو وہ دشمن کے حملہ سے محفوظ رہے گا اور حفاظت خداوندی اس کے شامل حال ہوگی۔

۲۳-اَلرَّافِعُ: درجہ بلند کرنے والا!

فضیلت: دوپہر یا آدھی رات کے وقت جو شخص اس اسم مبارک کا وظیفہ سو (۱۰۰) بار پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں میں ہردلعزیز بنادیتا ہے، اسے کشادگی عطا کرتا ہے اور لوگوں سے بے نیاز کردیتا ہے۔ جو شخص ہر روز بیس (۲۰) بار یہ وظیفہ پڑھے گا، اپنا مقصد حاصل کرے گا۔

۲۴-اَلْمُعِزُّ: عزت دینے والا!

فضیلت: جو شخص نماز عشاء کے بعد دوشنبہ کی شب یا شب جمعہ ایک سو چالیس (۱۴۰) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، تو سب لوگوں کی نظر میں اس کی عزت وقدر بڑھ جائے گی، وہ باری تعالیٰ کی پناہ میں رہے گا اور اپنے خالق کے علاوہ کسی سے خوفزدہ نہیں ہوگا۔

۲۵-اَلْمُذِلُّ: ذلیل وخوار کرنے والا!

فضیلت: جس شخص کو کسی کے حسد یا ظلم کا خوف ہو، وہ پچھتر (۷۵) یا اکیس (۲۱) بار "اَلْمُذِلُّ" کا وظیفہ پڑھے، پھر یوں دعا کرے: اے الٰہ العالمین! فلاں شخص کے شر سے محفوظ فرما، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے امن اور حفاظت میں رکھے گا۔ جو شخص سات سو ستر (۷۷۰) بار کسی بھی مقرر وقت میں یَا مُذِلُّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ بِقَهْرِ عَزِیْزِ سُلْطَانِكَ کا وظیفہ پڑھے گا، دشمن دفع ہوجائے گا اور اسے روپوش تصور کرنے والا ہلاک ہوجائے گا۔

۲۶-اَلسَّمِیْعُ: سننے والا! یہ اسم قرآن کریم میں پینتالیس (۴۵) بار استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: جو شخص جمعرات کے دن نماز چاشت کے بعد پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ پڑھے گا، ایک قول کے مطابق ایک سو (۱۰۰) بار پڑھے گا اور دوران وظیفہ کسی سے گفتگو بھی نہ کرے پھر دعا کرے، تو اس کی مانگی ہوئی ہر دعا قبول ہوگی۔

۲۷-اَلْبَصِیْرُ: دیکھنے والا! یہ اسم قرآن کریم میں بیالیس (۴۲) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص حسن اعتقاد کے ساتھ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان ایک سو ایک (۱۰۱) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، تو اللہ تعالیٰ نظر رحمت کے ساتھ اس کی طرف ملتفت ہوتا ہے۔ جو شخص ہر روز عصر کے وقت سات سو (۷۰۰) بار اس وظیفہ کو پڑھے گا، وہ ناگہانی (حادثاتی) موت سے محفوظ رہے گا۔ جو شخص جمعہ کا دن خطبہ شروع ہونے سے پہلے سو (۱۰۰) بار

پڑھے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں منظور ہوگا۔

۲۸-اَلْحَکَمُ: فیصلہ کرنے والا!

فضیلت: جو شخص شب جمعہ جبکہ ایک روایت کے مطابق نصف رات کے وقت اس اسم مبارک کا اس قدر وظیفہ پڑھے کہ بے ہوش ہو جائے، اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو خزانہ اسرار بنا دے گا۔ جو شخص پنجگانہ نمازوں میں سے ہر نماز کے بعد اسی (۸۰) بار اس کا ذکر کرے گا، وہ کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔

۲۹-اَلْعَدْلُ: انصاف کرنے والا! یہ اسم قرآن کریم میں بائیس (۲۲) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص ہر شب جمعہ میں روٹی کے ٹکڑے پر "اَلْعَدْلُ" بیس (۲۰) بار لکھ کر کھائے گا، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کا مطیع بنا دے گا۔ جو شخص نماز مغرب کے بعد ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ پڑھے گا، وہ آسمانی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

۳۰-اَللَّطِيْفُ: باریک بین!

فضیلت: جو شخص فقر و فاقہ میں مبتلا ہو یا حالت سفر میں بے یار و مددگار ہو یا غمخوار یا علیل ہو جبکہ کوئی معاون میسر نہ ہو یا لڑکی ہو جس سے نکاح کرنے کی کوئی درخواست نہ کرتا ہو، ان صورتوں میں اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے پھر سو (۱۰۰) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے، تو اس کی ہر مشکل حل ہو جائے گی۔ جو شخص لڑکیوں کے نکاح کے مسئلہ میں، امراض سے صحت کی شکل میں اور یا کسی بھی آفت میں مبتلا ہو، ہر روز وضو کے بعد دوگانہ نوافل ادا کرے پھر سو بار اس اسم مبارک کا وظیفہ کرنے سے ہر مقصد حاصل ہوگا۔

۳۱-اَلْخَبِيْرُ: باخبر! یہ اسم قرآن کریم میں پینتالیس (۴۵) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص نفس امارہ کے تسلط میں ہو، وہ ہر روز "اَلْخَبِيْرُ" کا وظیفہ پڑھے تو اسے نجات حاصل ہو جائے گی۔ استخارہ کے لیے تین سو (۳۰۰) یا ایک سو ایک (۱۰۱) بار یا اکیس (۲۱) بار "يَا خَبِيْرُ اَخْبِرْنِيْ" کا وظیفہ اکتالیس دن پڑھے، مزید ضرورت پڑنے پر مزید ایام میں تین سو (۳۰۰) بار پڑھ کر سو جائے، نیک یا بد کا اشارہ مل جائے گا۔

۳۲-اَلْحَلِيْمُ: بردباری کرنے والا! یہ اسم قرآن کریم میں گیارہ (۱۱) بار استعمال کیا گیا ہے۔

فضیلت: جو شخص اس اسم مبارک کو کاغذ پر لکھ کر پھر اسے دھو کر اس کا پانی کھیتی میں چھڑکے گا، تو کھیتی ہر آفت سے محفوظ رہے گی، بکمال طریقہ سے تیار ہوگی اور اس میں برکت ہوگی۔ جو شخص ہر روز نو (۹) دفعہ ظہر کی نماز کے بعد اس اسم کا وظیفہ پڑھے گا، وہ لوگوں کی نظر میں معزز تصور ہوگا۔ جو شخص اس وظیفہ کو ہر روز اہتمام سے پڑھے گا، وہ ہر مقصد میں کامیاب اور ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

۳۳-اَلْعَظِيْمُ: بزرگ و برتر! یہ اسم قرآن کریم میں نو (۹) بار استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: جو شخص صدق دل یا زبان سے اس اسم مبارک کا اہتمام سے وظیفہ پڑھے گا، وہ لوگوں کی نظر میں محبوب ہوگا۔ جو شخص سات (۷) بار اس اسم کو پڑھ کر پانی پر دم کرے اور وہ پانی پی لے تو اس کے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔

۳۴-اَلْغَفُوْرُ: بخشنے والا! یہ اسم قرآن کریم میں اکانوے (۹۱) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص بخار یا دردسر میں مبتلا ہو، مریض یا غمگین ہو، وہ اس اسم مبارک کو کاغذ پر لکھ کر پھر روٹی پر اس کا نقش جذب کر کے کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو شفا اور نجات دے گا۔ جو شخص بکثرت اس کا وظیفہ پڑھے گا، اس کے دل کی سیاہی ڈھل جائے گی اور صاف وشفاف ہوگا۔ ایک حدیث کے مطابق جو شخص سجدہ کی حالت میں تین (۳) بار "یَا رَبِّ اغْفِرْلِیْ" پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ جو شخص دردسر یا غم یا مرض کا شکار ہو، وہ "یَا غَفُوْرُ" کی مقطعات تین بار لکھ کر کھالے تو شفایاب ہوگا۔

۳۵-اَلشَّكُوْرُ: شکر قبول کرنے والا!

فضیلت: جو شخص تنگیٔ معاش یا قلبی پریشانی یا آنکھ کی تاریکی میں مبتلا ہو، وہ اکیس (۲۱) بار اس اسم مبارک کو پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لے یا آنکھوں پر ملے تو اسے شفاء حاصل ہوگی۔ جو شخص کشائش رزق کے لیے اس کا وظیفہ پڑھے گا، وہ مالدار ہو جائے گا۔ جو شخص پانچ ہزار (۵۰۰۰) بار ہر روز اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، قیامت کے دن اسے بلند مقام حاصل ہوگا۔

۳۶-اَلْعَلِيُّ: بلند مرتبے والا! یہ اسم قرآن کریم میں آٹھ (۸) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص اس اسم مبارک کا مستقل وظیفہ پڑھے گا، اگر وہ حقیر ہوگا تو بزرگ بن جائے گا، اگر غریب ہوگا تو غنی بن جائے گا، وہ سفر کی تنگی میں ہوگا تو بسلامت وطن پہنچ جائے گا اور اگر سوجن میں ہوگا تو صحت یاب ہو جائے گا۔

۳۷-اَلْكَبِيْرُ: سب سے بڑا! یہ اسم قرآن مجید میں چھ (۶) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا وہ حقیر ہوگا تو معزز بن جائے گا، صاحب اقتدار ہوگا تو سلطنت کو استحکام حاصل ہوگا، مہمات میں مشغول ہو تو کامیاب ہوگا۔ بیمار پر نو (۹) بار دم کرنے سے شفا حاصل ہوگی اور سو (۱۰۰) بار پڑھنے سے لوگوں میں ہر دلعزیز ہو جائے گا۔

۳۸-اَلْحَفِيْظُ: حفاظت کرنے والا! یہ اسم قرآن کریم میں تین (۳) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص اس اسم مبارک کو لکھ کر اپنے دائیں بازو پر باندھے گا، وہ پانی میں ڈوبنے، آگ میں جلنے اور بدنظری سے محفوظ رہے گا۔ جب کسی بیمار پر چالیس (۴۰) ہفتہ تک ستر ستر (۷۰،۷۰) بار ہر روز دم کیا جائے، وہ صحت یاب ہو جائے گا۔ جو شخص دوسرے شہر یا گاؤں میں حصول روزی کے لیے گیا ہو وہ غیب سے رزق کا طالب ہو تو قبلہ رو ہو کر اکتالیس (۴۱) بار مغرب کے بعد یَا حَافِظُ یَا حَفِيْظُ یَا رَقِيْبُ یَا مُجِيْبُ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ پڑھے گا تو اسے غیب سے روزی حاصل ہو جائے گی۔

۳۹-اَلْمُقِيْتُ: قوت دینے والا! یہ اسم قرآن کریم میں ایک (۱) بار آیا ہے۔

فضیلت: جب کسی کی آنکھ درد کی وجہ سے سرخ ہو جائے یا بچہ روئے یا لڑکا بدخوئی کرے تو دس بار اس اسم مبارک کو پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لے تو آنکھ درست ہو جائے اور بچے کی اصلاح ہو جائے گی۔ جب حالت روزہ میں کسی شخص کو ہلاکت کا خوف لاحق ہو تو وہ سو (۱۰۰) بار پھول پر پڑھ کر سونگھے تو اس کی قوت روزہ بحال ہو جائے گی۔

۴۰-اَلْحَسِيْبُ: حساب لینے والا! یہ اسم قرآن مجید میں تین (۳) بار استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: جب کوئی شخص کسی حاسد، چور، دشمن، ہمسایہ، چشم زخم اور یا بدنظری سے خوف زدہ ہو، وہ ایک ہفتہ ستر ستر (۷۰، ۷۰) بار حَسْبِیَ اللّٰہُ الْحَسِیْبُ پڑھے اور پنج شنبہ کو اس کا آغاز کرے تو ہفتہ مکمل نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے حفاظت کرے گا۔

۴۱-اَلْجَلِيْلُ: بزرگ وقدرت والا!

فضیلت: جو شخص اس اسم مبارک کو لکھ کر اپنے پاس رکھے یا پانی میں دھو کر پئے گا، تمام لوگ اس کی تعظیم کریں گے۔ جو آدمی اسے دس بار پڑھ کر اپنے سامان پر پھونک مارے گا، وہ چوری سے محفوظ رہے گا۔

۴۲-اَلْكَرِيْمُ: بخشش کرنے والا! یہ اسم قرآن کریم میں تین (۳) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص سونے سے قبل اس اسم مبارک کو پڑھے گا، اس کے بیدار ہونے تک فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو عزت و بزرگی عطا کر اور معزز بنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ وظیفہ بکثرت پڑھا کرتے تھے اور ثابت ہے کہ اس وظیفہ کے نتیجہ میں آپ کو "کرم اللہ وجہہ" کہا جاتا ہے۔

۴۳-اَلرَّقِيْبُ: محافظ ونگہبان! یہ اسم قرآن کریم میں تین (۳) بار آیا ہے۔

فضیلت: جب کوئی شخص اس اسم مبارک کو سات (۷) یا ستر (۷۰) بار پڑھ کر اپنی بیوی، اولاد اور مال پر دم کرے گا، تو وہ دشمن، آفت اور دیو پری کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ جو آدمی کسی پھوڑے پھنسی پر تین دفعہ پڑھ کر دم کرے گا، تو شفاء حاصل ہوگی۔

۴۴-اَلْمُجِيْبُ: دعا قبول کرنے والا! یہ اسم قرآن میں دو (۲) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص اس اسم کو پڑھے گا، اس کی دعا جلدی قبول ہوگی اور مشکل آسان ہو جائے گی۔ جو اسے لکھ کر اپنے پاس رکھے گا، وہ امن وسکون میں رہے گا۔ اس کو تین بار پڑھ کر درد سر والے کو دم کرنے سے درد سر کا خاتمہ ہو جائے گا۔

۴۵-اَلْوَاسِعُ: وسعت والا! یہ اسم قرآن میں نو (۹) بار آیا ہے۔

فضیلت: بچھو کے ڈسے ہوئے شخص کو ستر (۷۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر دم کرنے سے زہر غیر مؤثر ہو جائے گا۔ جو شخص مسلسل اس کا وظیفہ بنائے گا، اللہ تعالیٰ اسے قناعت کی دولت سے سرفراز کرے گا۔ جو شخص وسعت رزق کے لیے اس کا وظیفہ پڑھے گا، وہ صاحب دولت ہو جائے گا۔

۴۶-اَلْحَكِيْمُ: استوار کار! یہ اسم قرآن کریم میں بانوے (۹۲) بار آیا ہے۔

فضیلت: جس شخص کو کسی معاملہ میں دشواری پیش آتی ہو، اس اسم مبارک کا مسلسل وظیفہ کرنے سے وہ دشواری ختم ہو جائے گی اور مقصد حاصل ہوگا۔ جو شخص نماز ظہر کے بعد نوے (۹۰) بار یہ وظیفہ پڑھے گا تو مخلوق میں سرخرو قرار پائے گا۔

۴۷-اَلْوَدُوْدُ: بہت محبوب! یہ اسم قرآن کریم میں دو (۲) بار استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: جو مظلوم عورت اس اسم مبارک کا نقش بنا کر اپنے بازو پر باندھے گی، شوہر اس کا مطیع ومحب ہو جائے گا۔ جو

پریشان حال مرد اس کے نقش کو اپنے بازو پر باندھے گا، اس کی بیوی فرمانبردار بن جائے گی۔ اگر زوجین کی محبت عداوت میں تبدیل ہو چکی ہو تو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس کا وظیفہ طعام پر پڑھ کر جانب ناموافق والے کو کھلا دیا جائے تو دونوں میں محبت پیدا ہو جائے گی۔ جس شخص کا لڑکا نافرمان ہو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اس کا وظیفہ شیرینی پر پڑھ کر دو رکعت نوافل ادا کرے اور شیرینی اسے کھلا دے تو وہ فرمانبردار بن جائے گا۔

۴۸-اَلْمَجِیْدُ: بزرگ و برتر!

فضیلت: جو شخص آبلہ، جذام، سوزاک یا برص کے مرض میں مبتلا ہو تو وہ ایام بیض کے روزے رکھے اور افطاری کے وقت اس اسم کا وظیفہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے نوش کرے تو شفایاب ہو گا۔ جو شخص اپنے ساتھیوں سے عزت حاصل کرنا چاہے وہ ہر روز صبح کے وقت ننانوے (۹۹) بار اس اسم کا وظیفہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے تو اسے عزت و حرمت حاصل ہو گی۔ جو شخص اس کا وظیفہ اپنے مستقل معمولات میں شامل کرے گا، وہ بزرگ ہو گا اور جو آدمی موسم گرما میں یہ پڑھے گا' اسے پیاس نہیں ستائے گی۔

۴۹-اَلْبَاعِثُ: اٹھانے والا!

فضیلت: جو شخص اس اسم مبارک کو سات بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کر کے کسی حاکم وقت کے پاس جائے گا تو وہ مہربان ہو گا۔ جو شخص اپنا مردہ دل زندہ کرنے کا خواہشمند ہو تو وہ سوتے وقت سو بار اس کو پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کا دل زندہ کر دے گا اور اسے روشن کر دے گا۔

۵۰-اَلشَّهِیْدُ: ظاہر و باطن سے واقفیت والا! یہ اسم قرآن میں اٹھارہ (۱۸) بار آیا ہے۔

فضیلت: جس شخص کا لڑکا نافرمان ہو یا لڑکی غیر صالحہ ہو، عین صبح کے وقت اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر آسمان کی طرف چہرہ کر کے اکیس (۲۱) بار "یَا شَهِیْدُ" پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ لڑکے کو صالح کر دے گا۔ جو شخص مسلسل اس کا وظیفہ رکھے گا، وہ معصیات سے احتراز کرنے والا بن جائے گا۔

۵۱-اَلْحَقُّ: صادق و سچا! یہ اسم قرآن کریم میں دس (۱۰) بار آیا ہے۔

فضیلت: جس شخص کا سامان چوری ہو جائے، وہ ایک کاغذ کے چاروں کونوں پر یہ اسم گرامی لکھے، درمیان میں سامان کا نام لکھے، نصف رات کے وقت اسے ہتھیلی پر رکھ کر اپنی نظر آسمان کی طرف کر کے اس کے واسطہ سے دعا کرے تو گمشدہ سامان دستیاب ہو جائے گا یا اس کا کچھ حصہ مل جائے گا۔ جو قیدی نصف رات کے وقت برہنہ سر ایک سو آٹھ (۱۰۸) بار اس وظیفہ کو پڑھے گا، اسے قید سے نجات حاصل ہو گی۔

۵۲-اَلْوَکِیْلُ: کارساز! یہ اسم قرآن کریم میں چودہ (۱۴) بار آیا ہے۔

فضیلت: جب آگ، بجلی، پانی یا طوفانی ہوا کا خوف ہو تو اس اسم مبارک کے وظیفہ سے امان حاصل ہو گا۔ خوف و ہراس اور پریشانی کے موقع پر اس وظیفہ کے نتیجہ میں سکون حاصل ہو گا۔ جو شخص عصر کے وقت ہر روز یہ وظیفہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت ہو گی۔ جو آدمی بکثرت یہ وظیفہ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی خواہشات پر نہیں چھوڑے گا بلکہ اس کے تمام

کام درست کر دے گا۔ جو شخص افعال بد سے اجتناب کی غرض سے یہ وظیفہ پڑھے گا اور پانی پر دم کر کے پیئے گا تو اسے ان سے چھٹکارہ مل جائے گا۔

۵۳-اَلْقَوِیُّ: قوت والا!

فضیلت: جب دشمن طاقتور ہو، اس کا دفاع دشوار ہو تو کچھ مقدار میں خمیری آٹا لے کر ایک ہزار ایک سو (۱۱۰۰) چنوں کے برابر گولیاں بنائے، ہر گولی پر یَا قَوِیُّ کا وظیفہ پڑھ کر، دشمن کے دفاع کی نیت سے ایک ایک گولی مرغ کے سامنے پھینکے حتیٰ کہ اس طرح سب گولیاں ختم ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ دشمن کو مغلوب کر دے گا۔ نسیان کا مریض جمعہ کی دوسری گھڑی میں یہ وظیفہ پڑھے تو اس کا نسیان ختم ہو جائے گا۔

۵۴-اَلْمَتِیْنُ: قوی و مضبوط!

فضیلت: جب کسی شخص کا دشمن قوی ہو اور وہ حملہ آور ہونا چاہتا ہو تو اس اسم مبارک کا وظیفہ کرنے سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

۵۵-اَلْوَلِیُّ: دوست و مددگار!

فضیلت: جو شخص بکثرت اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، اسے لوگوں کے دلوں پر آگاہی حاصل ہوگی اور وہ خدا تعالیٰ کا ولی بن جائے گا۔ زوجین میں ناچاقی کی صورت ہو تو اس کا بکثرت وظیفہ کرنے سے اللہ تعالیٰ دونوں کے دلوں کو قریب کر دے گا۔

۵۶-اَلْحَمِیْدُ: قابل تعریف!

فضیلت: جو شخص اس اسم کا وظیفہ پڑھے گا، وہ اعمال صالحہ کا عادی بن جائے گا۔ جس آدمی پر بد زبانی اور فحش گوئی غالب ہو، اس اسم کے وظیفہ سے اس کی عادت بد کی اصلاح ہو جائے گی۔

۵۷-اَلْمُحْصِیُ: گھیرنے والا!

فضیلت: جو شخص شب جمعہ میں اس اسم کا وظیفہ ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے گا، وہ عذاب قبر اور عذاب قیامت سے محفوظ رہے گا۔ جو آدمی یہ وظیفہ دس بار پڑھے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔

۵۸-اَلْمُبْدِیُٔ: پیدا کرنے والا!

فضیلت: جس عورت کو اسقاط حمل کا خوف ہو یا تا دیر حمل رہتا ہو، اس کا شوہر سحری کے وقت یہ وظیفہ پڑھ کر اپنی شہادت کی انگلی شکم پر پھیر دے تو اسقاط حمل نہیں ہوگا۔ یہ وظیفہ بکثرت اور مسلسل کرنے سے کوئی چیز ضرر نہیں دے گی اور صدق و صواب کے علاوہ کوئی چیز زبان سے نہیں نکلے گی۔

۵۹-اَلْمُعِیْدُ: دوبارہ پیدا کرنے والا!

فضیلت: جب کوئی شخص کسی غائب آدمی کے احوال سے آگاہی یا اسے واپس لانا چاہے تو سونے سے قبل گھر کے چاروں کونوں میں اس اسم کو ستر ستر (۷۰، ۷۰) بار پڑھے، پھر یوں دعا کرے: یَا مُعِیْدُ! فلاں آدمی کو میرے پاس واپس پھیر! ایک ہفتہ

نہیں گزرے گا کہ غائب شخص واپس آ جائے گا۔

۶۰- اَلْمُحْیِیْ: زندہ کرنے والا!

فضیلت: جس شخص کو درد یا ریح یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خوف ہو، وہ سات (۷) بار یَامُحْیِیْ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے گا۔ جو شخص پورے جسم کے درد میں گرفتار ہو، وہ سات ایام تک سات سات (۷،۷) بار پڑھ کر دم کرے گا تو صحت یاب ہوگا۔ جو شخص اسے ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) بار مسلسل پڑھے گا، اس کا دل زندہ رہے گا اور جسم میں قوت پیدا ہوگی۔

۶۱- اَلْمُمِیْتُ: مارنے والا!

فضیلت: جس شخص کا نفس مطیع نہ ہو تو وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسم "اَلْمُمِیْتُ" پڑھتا ہوا سو جائے، اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو مطیع بنا دے گا۔ جو آدمی اس اسم کو سات (۷) بار پڑھ کر دم کرے گا، اس پر جادو اثر انداز نہیں ہوگا۔

۶۲- اَلْحَیُّ: ازل سے ابد تک زندہ!

فضیلت: بیمار شخص ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس اسم کا وظیفہ پڑھے گا تو وہ شفایاب ہو جائے گا، کوئی دوسرا آدمی مریض پر پڑھے گا تو وہ روبصحت ہو جائے گا اور اسے روحانی قوت حاصل ہوگی۔ کسی اہم مقصد کی غرض سے اپنے نام کے اعداد کے مطابق ایک وقت میں یہ وظیفہ پڑھے: یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ، اول و آخر درود شریف بھی شامل کرے تو مقصد کی تکمیل ہو گی۔ کسی دنیوی مشکل سے نجات کے لیے تین روزے رکھے یا روزے رکھے بغیر ایک ہزار (۱۰۰۰) بار سفید کاغذ پر "یَا حَیُّ" لکھے، پھر کاٹ کر ہر اسم کو الگ الگ کرے اور گندم کے آٹے میں گولیاں بنا کر تین ایام تک مچھلیوں کو کھلائے تو مقصد میں کامیابی ہوگی۔

۶۳- اَلْقَیُّوْمُ: قائم رکھنے والا! یہ اسم قرآن کریم میں تین (۳) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص سحری کے وقت بلند آواز سے اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوگی اور یہ ہر دلعزیز بن جائے گا۔ اس کا بکثرت وظیفہ کرنے سے ہر مقصد پورا ہوگا۔ گناہوں کے سبب مردہ دل شخص ہر روز اکتالیس (۴۱) بار یہ وظیفہ: یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا پڑھے گا تو اس کا دل زندہ ہو جائے گا۔

۶۴- اَلْوَاجِدُ: بے نیاز!

فضیلت: جو شخص کھانا کھاتے وقت ہر لقمہ کے ساتھ یہ اسم مبارک پڑھے گا، اس کا کھانا پیٹ میں جاتے ہی نور بن جائے گا اور باطنی مرض سے شفاء حاصل ہوگی۔

۶۵- اَلْمَاجِدُ: بزرگی والا! یہ اسم قرآن کریم میں چار (۴) بار استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: جو شخص تنہائی میں اس اسم مبارک کا اتنی کثرت سے وظیفہ پڑھے کہ وہ بے ہوش ہو جائے، تو اس کا دل انوار الٰہی کا مظہر بن جائے گا۔ بکثرت وظیفہ کرنے والا لوگوں میں ہر دلعزیز بن جائے گا۔ جو شخص دس بار شربت پر پڑھ کر نوش کرے، اسے

مرض لاحق نہیں ہوگا۔

۶۶-اَلْوَاحِدُ: یکتا!

فضیلت: جو شخص حراساں یا خوف زدہ ہو، وہ اس اسم مبارک کو ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے گا تو اس کے دل سے خوف ختم ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا مقرب بن جائے گا۔ نرینہ اولاد سے محروم شخص اس اسم کا وظیفہ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے صالح فرزند عطا کرے گا۔

۶۷-اَلْاَحَدُ: یکتا!

فضیلت: جو شخص اس اسم مبارک کو نو (۹) بار پڑھ کر کسی حاکم کے دربار میں جائے گا، اسے عزت حاصل ہوگی۔ سانپ کے ڈسے ہوئے شخص پر ایک سو ایک (۱۰۱) بار "اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ" پڑھ کر دم کیا جائے تو زہر ختم ہو جائے گا۔ جو شخص تنہائی میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ وظیفہ پڑھے گا، وہ فرشتہ صفت انسان بن جائے گا۔

۶۸-اَلصَّمَدُ: بے نیاز!

فضیلت: جو شخص نصف شب یا سحری کے وقت سجدہ کے بعد ایک سو پندرہ (۱۱۵) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے، تو وہ صادق القال والحال ہو جائے گا اور کسی ظالم کے ہاتھوں گرفتار نہیں ہوگا۔ جو شخص فقر کی حالت میں اس کا وظیفہ پڑھے گا، اس کا فقر دور ہو جائے گا۔ جو شخص باوضو اسے پڑھے گا، وہ کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ جو آدمی ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس کا وظیفہ پڑھے گا، وہ دشمن پر غالب رہے گا۔

۶۹-اَلْقَادِرُ: قوت والا! یہ اسم قرآن کریم میں بارہ (۱۲) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص دوران وضو ہر عضو دھوتے وقت "اَلْقَادِرُ" کا وظیفہ پڑھے گا، وہ دشمن پر غالب رہے گا اور کسی ظالم کے ہاتھوں گرفتار نہیں ہوگا۔ جسے کوئی مشکل درپیش ہو، اکتالیس (۴۱) بار اس کا وظیفہ کرنے سے وہ آسان ہو جائے گی۔

۷۰-اَلْمُقْتَدِرُ: قدرت ظاہر کرنے والا!

فضیلت: کوئی کاہل و غافل شخص اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے، تو اس کی غفلت ختم ہو جائے گی۔ جو شخص نیند سے بیدار ہوتے وقت بیس (۲۰) بار ہر روز پڑھے گا تو اس کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوگی۔ جو شخص اس اسم کو ہر روز بیس (۲۰) بار پڑھے گا، رحمت باری تعالیٰ اس کے شامل حال ہوگی۔

۷۱-اَلْمُقَدِّمُ: آگے کرنے والا!

فضیلت: جو شخص دوران معرکہ اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا تو اسے دشمن کے ہاتھوں زخم نہیں لگیں گے، جو آدمی بکثرت پڑھے گا اس کا نفس تابعدار قرار پائے گا اور جو شخص نو (۹) بار کسی میٹھی چیز پر پڑھ کر کسی کو کھلائے گا تو لوگ اس سے محبت کریں گے۔

۷۲-اَلْمُؤَخِّرُ: پیچھے کرنے والا!

فضیلت: جو شخص ہر نماز کے بعد اس اسم کا سو (۱۰۰) بار وظیفہ پڑھے گا، تو محبت خداوندی اس کے دل میں راسخ ہو جائے گی۔ جو آدمی ہر روز اس کا وظیفہ پڑھے گا، اس کے تمام کام درست انجام پائیں گے۔ جو آدمی یہ وظیفہ اکتالیس (۴۱) بار پڑھے گا، اس کا نفس مطیع ہوگا۔ جو بکثرت اسے پڑھے گا، اس کا دشمن مغلوب رہے گا۔ جو آدمی اڑتالیس (۴۸) بار ہر روز یہ پڑھے گا، تو اس کا ہر مقصد پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔

۷۳-اَلْاَوَّلُ: سب سے پہلا!

فضیلت: جو شخص نرینہ اولاد سے محروم ہو، وہ اکتالیس (۴۱) دن تک چالیس (۴۰) بار ہر روز بعد از نماز عشاء اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا تو اسے صالح فرزند عطا ہوگا۔ جب کوئی شخص غنا یا فرزند صالح کے حصول یا غائب کو حاضر کرنے بلکہ کسی بھی مقصد کے لیے چالیس (۴۰) شب جمعہ، ہر شب جمعہ میں بعد نماز عشاء ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس کا وظیفہ پڑھے گا' تو اس کے تمام مقاصد کی تکمیل ہوگی۔ جو شخص ہر روز گیارہ (۱۱) بار اس کا وظیفہ پڑھے گا، لوگ اس سے نرم دلی سے پیش آئیں گے۔ جو آدمی سو بار اس کا وظیفہ پڑھے گا، اس کی بیوی اس سے محبت کا مظاہرہ کرے گی۔

۷۴-اَلْاٰخِرُ: سب سے آخری!

فضیلت: جو شخص کوئی عمل صالح کیے بغیر زندگی کے آخری حصہ میں ہو، اس اسم مبارک کا وظیفہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بالخیر فرمائے گا۔ جو شخص دوران سفر یا کسی کے ہاں بطور مہمان کے یہ وظیفہ پڑھے گا تو وہاں تعظیم وعزت کی دولت میسر آئے گی۔ جو آدمی اسے دفع دشمن کے ارادہ سے پڑھے گا تو مقصد میں کامیابی ہوگی۔

۷۵-اَلظَّاهِرُ: آشکارا! یہ اسم قرآن کریم میں ایک بار آیا ہے۔

فضیلت: اگر کوئی نابینا نماز اشراق کے بعد پانچ سو (۵۰۰) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں روشن کرے گا۔ اگر کوئی شخص اس کو گھر کی چار دیواری پر تحریر کرے گا، تو دیوار تادیر سلامت رہے گی۔ جو شخص سرمہ پر گیارہ (۱۱) بار دم کر کے آنکھوں میں استعمال کرے گا، تو لوگوں میں ہر دلعزیز ہو جائے گا۔ جو شخص بروز جمعہ پانچ سو (۵۰۰) بار پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو روشن کرے گا۔

۷۶-اَلْبَاطِنُ: پوشیدہ!

فضیلت: جو شخص تینتیس (۳۳) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، وہ اہل معرفت سے ہوگا۔ جو آدمی ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) بار پڑھے گا، وہ لوگوں میں محبوب تر ہو جائے گا۔ جو شخص دل میں یا زبان سے بعد نماز عشاء یا بعد نماز فجر اس کا وظیفہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) بار ہر روز کرے گا، وہ واقف اسرار خداوندی ہوگا۔ جو شخص کسی کے پاس امانت رکھے یا زمین میں کوئی چیز دفن کرے اور اس کے ساتھ لفظ "اَلْبَاطِنُ" بھی لکھ دے، تو کوئی اس میں خیانت نہیں کر سکے گا۔ جو شخص ہر روز نماز کے بعد اس کا اسی (۸۰) بار وظیفہ پڑھے گا، وہ واقف رموز حقیقت ہوگا۔

۷۷-اَلْوَالِي: مالک وکارساز! یہ اسم قرآن مجید میں ایک (۱) بار آیا ہے۔

فضیلت: جس شخص کو آفت یا بارش کی وجہ سے اپنے یا غیر کے گھر کے گر جانے کا خوف ہو، وہ ایک کورا پیالہ لے کر اس پر یہ اسم مبارک پڑھے یا لکھے، پھر اس آبخورے میں پانی لے کر گھر کی دیواروں پر چھڑکے تو گھر سالم رہے گا۔ جب کسی کو مطیع کرنا مقصود ہو تو گیارہ (۱۱) بار اس مقصد کی نیت سے یہ وظیفہ پڑھا جائے، وہ مطیع ہو جائے گا۔ جو شخص اپنا یا کسی دوسرے کا گھر کسی بھی آفت سے محفوظ رکھنا چاہتا ہو، وہ تین سو (۳۰۰) بار "اَلْوَالِیْ" کا وظیفہ پڑھے، وہ گھر محفوظ رہے گا۔

۷۸-اَلْمُتَعَالِیْ: بہت بلند!

فضیلت: جو شخص کسی بھی پریشانی سے نجات کے لیے اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، اس کا مقصد پورا ہوگا۔ جو زانیہ عورت ایام حیض میں اس وظیفہ کو پڑھے گی، وہ کار بد سے نجات حاصل کرے گی۔ جو آدمی یکشنبہ کی شب میں غسل کر کے آسمان کی طرف منہ کر کے تین (۳) بار یہ وظیفہ پڑھے گا' اس کی دلی دعا قبول ہوگی۔

۷۹-اَلْبَرُّ: بڑا سلوک کرنے والا! یہ اسم قرآن کریم میں ایک (۱) بار استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: کسی بھی اہم مقصد کے حصول کے لیے بالخصوص مرض سے شفا کے لیے اس اسم مبارک کا وظیفہ مجرب ہے۔

۸۰-اَلتَّوَّابُ: بہت توبہ قبول کرنے والا!

فضیلت: جو شخص توبۃ النصوح کے ارادہ سے نماز چاشت کے بعد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا' اس کی توبہ قبول ہوگی۔ جو شخص بکثرت اس کا وظیفہ پڑھے گا، اس کے تمام کام اصلاح پذیر قرار پائیں گے۔ جو شخص نماز چاشت کے بعد یہ وظیفہ پڑھے گا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ، اس کے گناہ معاف کیے جائیں گے۔ جو آدمی اکتالیس (۴۱) ایام میں آٹھ سو (۸۰۰) بار پڑھے گا' اسے ظاہری و باطنی نعمت میسر آئے گی۔

۸۱-اَلْمُنْتَقِمُ: انتقام لینے والا!

فضیلت: جو شخص دشمن کا مقابلہ نہ کر پائے، وہ تین جمعوں تک اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے تو دشمن مغلوب ہو جائے گا یا دوست بن جائے گا۔ جو شخص نصف رات کے وقت کسی بھی مقصد کے لیے یہ وظیفہ پڑھے گا، اس کے مقصد کی تکمیل ہوگی۔ جو شخص نماز عشاء کے بعد یا صبح کے بعد چالیس (۴۰) ایام تک ہر روز ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ وظیفہ: "یَا قَھَّارُ یَا مُذِلُّ یَا مُنْتَقِمُ" ظالم کے خلاف پڑھے گا تو ظالم ہلاک ہو جائے گا۔ ایسا شخص جس کی آنکھوں میں درد ہو، اس وظیفہ کو پڑھنے کی وجہ سے درد ختم ہو جائے گا۔

۸۲-اَلْعَفُوُّ: معاف کرنے والا! یہ اسم قرآن مجید میں پانچ (۵) بار استعمال ہوا ہے۔

فضیلت: صاحب کثیر المعصیات اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ جو شخص تین (۳) ہفتے تک اس کا وظیفہ پڑھے گا، لوگوں میں ہر دلعزیز ہوگا اور اس کے تمام دشمن دوست بن جائیں گے۔

۸۳-اَلرَّؤُوْفُ: بہت مہربان! یہ اسم قرآن کریم میں دس (۱۰) بار آیا ہے۔

فضیلت: جو شخص کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھوں چھٹکارا دلانا چاہتا ہو، وہ دس (۱۰) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے تو اللہ کی

بارگاہ میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ جو شخص مستقل طور پر اس وظیفہ کو اپنے معمولات میں شامل کرے گا، ظالم اس پر مہربان ہوگا اور لوگ دوست بن جائیں گے۔

۸۴-مَالِكُ الْمُلْكِ: تمام جہان کا بادشاہ!

فضیلت: جو شخص اس اسم مبارک کا وظیفہ مستقل بنیادوں پر پڑھے گا، وہ غنی بن جائے گا اور دارین میں فلاح یاب ہوگا۔ کوئی غریب شخص یہ وظیفہ پڑھے گا: يَا مَالِكَ الْمُلْكِ وَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، وہ مالدار بن جائے گا اور صاحب کمال بھی۔

۸۵-ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ: بہت بزرگی اور بخشش والا!

فضیلت: کچھ علماء کرام اس اسم کو "اسم اعظم" قرار دیتے ہیں۔ جو شخص سو (۱۰۰) بار یہ وظیفہ پڑھ کر پانی پر دم کرے گا: يَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِيَدِكَ الْخَيْرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، پھر وہ پانی کسی مریض کو پلائے گا تو وہ شفایاب ہوگا۔ اگر کسی کے دل میں حزن وملال ہو، اس وظیفہ کی برکت سے وہ مسرور ہوگا۔

۸۶-اَلْمُقْسِطُ: انصاف کرنے والا!

فضیلت: جو شخص اس اسم مبارک کا وظیفہ سو (۱۰۰) بار کرے گا، وہ شر شیطان اور وسوسے سے محفوظ رہے گا۔ جو شخص کسی بھی مقصد کی برآری کے لیے سات سو (۷۰۰) بار پڑھے گا، وہ مقصد پورا ہوگا۔ جو آدمی کسی تکلیف میں ستر (۷۰) بار یہ وظیفہ پڑھے گا، وہ نجات پائے گا۔ جو اسے کاغذ پر لکھ کر کھائے گا، وہ شر شیطان سے مامون ومحفوظ رہے گا۔

۸۷-اَلْجَامِعُ: اکٹھا کرنے والا!

فضیلت: جس آدمی کے اعزاء واقارب، دوست واحباب اور عقیدتمند انتشار کا شکار ہو گئے ہوں، وہ چاشت کے وقت اس اسم مبارک کو آسمان کی طرف منہ کر کے دس (۱۰) بار پڑھے، ہر بار ایک انگلی بند کرتا جائے اور آخر میں اپنا ہاتھ چہرے پر پھیرے تو زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ سب لوگ متحد ومتفق ہو جائیں گے۔ جس شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے، وہ یہ وظیفہ پڑھے: يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اَجْمِعْ عَلَيَّ حَاجَتِيْ تو اس کی وہ چیز دستیاب ہو جائے گی۔

۸۸-اَلْغَنِيُّ: بے پرواہ!

فضیلت: جو شخص طمع کی مصیبت میں مبتلا ہو، وہ اپنے تمام اعضاء پر لفظ "اَلْغَنِيُّ" لکھے اور اپنا ہاتھ پیچھے کو لائے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دور کر دے گا۔ جو شخص ستر (۷۰) بار یہ وظیفہ ہر روز پڑھے گا، اس کے مال میں اتنی برکت ہوگی کہ کبھی محتاج نہیں ہوگا۔ جو آدمی جمعرات کے دن ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، وہ دولتمند ہو جائے گا۔ جو شخص درد کی حالت میں اس کا ورد کرے گا، اس کا درد جاتا رہے گا۔

۸۹-اَلْمُغْنِيُّ: بے پرواہ کرنے والا!

فضیلت: جو شخص دس جمعوں تک اس طرح اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے کہ ہر جمعہ میں ہزار (۱۰۰۰) بار ورد ہو، وہ مخلوق سے بے پرواہ ہو جائے گا۔ کوئی مفلس شخص فجر کی سنت وفرض کے مابین دوسو (۲۰۰) بار، دوسو (۲۰۰) بار نماز ظہر میں، دوسو (۲۰۰) بار

نماز عصر میں، دوسو بار نماز مغرب میں اور تین سو بار نماز عشاء کے بعد پڑھے گا، وہ غنی ہو جائے گا۔ جو شخص ایک سو بار یہ وظیفہ ہر روز پڑھے گا، اسے صفائی قلب حاصل ہوگی۔ جو آدمی وسعت رزق کے لیے ہر روز پڑھے گا، اس کا مقصد (غنی ہو) پورا ہوگا۔ جسم کے کسی حصہ میں درد ہو، اس اسم کا دم کر کے ہاتھ کے ساتھ متاثرہ پر ملے تو درد ختم ہو جائے گا۔

۹۰-اَلْمَانِعُ: بچانے والا!

فضیلت: زوجین میں خفگی و نزاع کی صورت پیدا ہو جائے، بستر پر جانے سے قبل بیس (۲۰) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ کرنے سے، نزاع ختم ہو جائے گا اور زوجین باہم حسب سابق محبت کریں گے۔ غریب آدمی دس جمعوں تک یہ وظیفہ مسلسل پڑھتا رہے تو مالدار ہو جائے گا۔

۹۱-اَلضَّارُّ: ضرر پہنچانے والا!

فضیلت: جس شخص کو ایک حال میسر ہو، وہ جمعہ کی راتوں میں سو (۱۰۰) بار اس اسم کا وظیفہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے اس مقام پر ثابت رکھتے ہوئے ایسے دوسرے مقام پر ترقی سے سرفراز فرمائے گا کہ اس سے آگے ظاہری کمال کا کوئی مرتبہ نہیں ہوگا۔ جو شخص لوگوں کی نظر میں حقیر تصور کیا جاتا ہے، وہ اس کا وظیفہ ایام بیض اور شب جمعہ میں بعد نماز عشاء سو (۱۰۰) بار پڑھے گا تو محترم بن جائے گا۔

۹۲-اَلنَّافِعُ: نفع دینے والا!

فضیلت: کشتی میں بیٹھتے وقت جو شخص اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے گا، اسے کوئی آفت نہیں پہنچے گی۔ جو کسی بھی کام کے آغاز میں یہ وظیفہ اکتالیس (۴۱) بار پڑھے گا، اس کا وہ کام حسب خواہش انجام پائے گا۔ جو شخص ماہ رجب میں یہ وظیفہ پڑھے گا، اس پر اسرار خداوندی منکشف ہوں گے۔ جو شخص چار دن حسب خواہش یہ وظیفہ پڑھے گا، کسی غم میں مبتلا نہیں ہوگا۔ جو شخص سفر حج کے دوران یہ وظیفہ پڑھے گا، وہ بسلامتی گھر واپس آئے گا۔

۹۳-اَلنُّوْرُ: روشنی والا!

فضیلت: جو شخص شب جمعہ میں سات سو (۷۰۰) بار سورۃ النور کی تلاوت کرے گا، پھر ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ وظیفہ پڑھے گا، اس کا دل روشن ہوگا۔ جو شخص صبح کے وقت یہ وظیفہ مسلسل طور پر کرے گا، اس کے دل میں نور روشن ہوگا۔

۹۴-اَلْهَادِیُ: راہنما!

فضیلت: جو شخص آسمان کی طرف چہرہ کر کے اپنے ہاتھ اٹھا کر اس اسم مبارک کا بکثرت وظیفہ پڑھے، پھر اپنے ہاتھ چہرے اور آنکھوں پر پھیرے تو اسے اہل معرفت کا مقام حاصل ہوگا اور اسرار خداوندی اس پر منکشف ہوں گے۔ جو آدمی نماز عشاء کے بعد گیارہ سو (۱۱۰۰) بار یہ وظیفہ پڑھے گا: "یَا هَادِیُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" اس کی ہر حاجت پوری ہوگی۔

۹۵-اَلْبَدِيْعُ: پیدا کرنے والا!

فضیلت: جو شخص کسی غم یا مہم میں مبتلا ہو، ستر ہزار (۷۰۰۰۰) بار یہ وظیفہ پڑھے: یَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وہ اسے

انجام پائے گا۔ جو شخص عشاء کی نماز کے بعد باوضو اس وظیفہ کو اتنی کثرت سے پڑھے کہ نیند غالب آجائے، اپنا دلی منشاء خواب میں دیکھ لے گا۔ دنیوی و دینی فوائد و کمالات کے حصول کے لیے بارہ سو (۱۲۰۰) بار یہ وظیفہ مجرب ہے: یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ۔ محبت میں عروج مقصود ہو تو مصری منہ میں رکھ کر بعد نماز عشاء مگر وتر سے قبل ایک ہی مقام پر کھڑے ہو کر چھ سو (۶۰۰) بار یہ وظیفہ پڑھے: یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ تو مقصد حاصل ہوگا۔ دشمن کی ہلاکت مقصود ہو تو کوئی تر چیز منہ میں رکھ کر یہ وظیفہ پڑھا جائے: "یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالطَّرْقِ" تو مقصد پورا ہوگا۔

۹۶-اَلْبَاقِیْ: ہمیشہ رہنے والا!

فضیلت: جو شخص بعد نماز عشاء جمعہ کی شب میں سو (۱۰۰) بار اس اسم مبارک کو پڑھے گا، اس کے تمام اعمال قبول ہوں گے اور کسی سے اسے تکلیف نہیں پہنچے گی۔ دشمن کو مغلوب کرنا مقصود ہو تو بعد دوگانہ نفل یا بعد از نماز ظہر سو (۱۰۰) بار اس کا وظیفہ کرنے سے دشمن مغلوب ہوگا یا مطیع۔ جو شخص آفتاب نکلنے سے قبل تا حیات سو (۱۰۰) بار اس وظیفہ کو پڑھے گا، اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گی اور آخرت میں اس کی بخشش ہوگی۔

۹۷-اَلْوَارِثُ: مالک!

فضیلت: جو شخص طلوع آفتاب کے وقت اس اسم کا وظیفہ سو (۱۰۰) بار پڑھے گا، اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ جو شخص یہی وظیفہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھے گا، اس کے تمام کام بخیر و خوبی انجام پائیں گے اور وہ امن و حفاظت میں رہے گا۔ جو شخص اس وظیفہ کو اپنے معمولاتِ شبانہ روز میں شامل کرے گا، اس کی عمر دراز ہوگی۔

۹۸-اَلرَّشِیْدُ: راہنما!

فضیلت: جس شخص کو اپنے امور کی تدبیر ٹھیک معلوم نہ ہو، وہ نماز عشاء کے بعد یہ وظیفہ ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے گا تو اس کو تدبیر ٹھیک معلوم ہو جائے گی، باطن روشن ہوگا۔ جو شخص مستقل بنیاد پر اس کا وظیفہ پڑھے گا، اس کے تمام مقاصد کی تکمیل ہوگی۔

۹۹-اَلصَّبُوْرُ: بردبار!

فضیلت: جو شخص درد، تکلیف یا مصیبت میں مبتلا ہو، وہ تینتیس (۳۳) بار اس اسم مبارک کا وظیفہ پڑھے تو اسے ان سے نجات حاصل ہوگی اور اطمینان کی دولت میسر آئے گی۔ دشمن سے مغلوب شخص نصف شب میں یا نصف النہار میں یہ وظیفہ پڑھے گا تو دشمن کی زبان بندی، سلطان کی خوشنودی اور غم کے خاتمہ کی دولت حاصل ہوگی۔ جو شخص کسی معاملہ میں فکر یا تردد کا شکار ہو، ہزار (۱۰۰۰) بار اس کا وظیفہ کرنے سے اسے اس سے خلاصی ملے گی۔

سوال: حدیث ترمذی اسماء الحسنیٰ کی تعداد ننانوے (۹۹) بیان کی گئی ہے جبکہ قرآن و حدیث میں ان کے علاوہ بھی اسماء مذکور ہیں مثلاً اَلْمُحِیْطُ، اَلْکَافِیْ، اَلْعَلَّامُ، ذُوالطَّوْلِ، ذُوالْمَعَارِجِ، اَلْمَوْلٰی، اَلنَّصِیْرُ، اَلْحَنَّانُ، اَلْمَنَّانُ، اَلدَّائِمُ وغیرہ؟

جواب: حدیث میں جو اسماء الحسنیٰ کی تعداد ننانوے (۹۹) بیان ہوئی ہے، اس سے حصر مراد نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث باب میں مذکور ننانوے اسماء الحسنیٰ کے علاوہ بھی قرآن و حدیث سے اسماء الحسنیٰ

اخذ کیے ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱)اَلرَّبُّ، (۲)اَلْاَکْرَمُ، (۳)اَلْاَعْلٰی، (۴)اَلْحَافِظُ، (۵)اَلْخَلَّاقُ، (۶)اَلسَّاتِرُ، (۷)اَلْاُسْتَاذُ، (۸)اَلشَّاکِرُ، (۹)اَلْعَادِلُ، (۱۰)اَلْعَزَّامُ، (۱۱)اَلْغَالِبُ، (۱۲)اَلنَّاظِرُ، (۱۳)اَلْخَالِقُ، (۱۴)اَلْقَدِیْرُ، (۱۵)اَلْقَرِیْبُ، (۱۶)اَلْقَاهِرُ، (۱۷)اَلْکَفِیْلُ، (۱۸)اَلْکَافِیْ، (۱۹)اَلْمُنِیْرُ، (۲۰)اَلْمُحِیْطُ، (۲۱) اَلْمَلِکُ، (۲۲)اَلْمَوْلٰی، (۲۳)اَلنَّصِیْرُ، (۲۴)اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ، (۲۵)اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ، (۲۶) اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ، (۲۷)ذُوالْفَضْلِ، (۲۸)ذُوالطَّوْلِ، (۲۹)ذُوالْقُوَّةِ، (۳۰)ذُوالْمَعَارِجِ، (۳۱) ذُوالْعَرْشِ، (۳۲)رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ، (۳۳)قَابِلُ التَّوْبَةِ، (۳۴)فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ، (۳۵)مُخْرِجُ الْحَیِّ مِنَ الْمَیِّتِ، (۳۶)اَلْحَنَّانُ، (۳۷)اَلْمَنَّانُ، (۳۸)اَلْمُغِیْثُ۔

مندرجہ بالا اسماء الحسنٰی کے معانی ومطالب حسب ذیل ہیں:

(۱) پالنے والا (۲) زیادہ مہربان وبخشنے والا (۳) بلندوبالا (۴) نگہبان (۵) بہت پیدا کرنے والا (۶) چھپانے والا (۷) معلم (۸) شکر قبول کرنے والا (۹) انصاف کرنے والا (۱۰) بلندعزم (۱۱) چھا جانے والا (۱۲) دیکھنے والا (۱۳) پیدا کرنے والا (۱۴) قدرت والا (۱۵) نزدیک (۱۶) غلبہ پانے والا (۱۷) کفالت کرنے والا (۱۸) کارساز (۱۹) روشن کرنے والا (۲۰) احاطہ کرنے والا (۲۱) بادشاہ (۲۲) آقا (۲۳) مددکرنے والا (۲۴) سب سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا (۲۵) سب سے زیادہ رحم کرنے والا (۲۶) بہترین پیدا کرنے والا (۲۷) صاحب فضل (۲۸) صاحب طوالت (۲۹) صاحب طاقت (۳۰) صاحب عروج (۳۱) صاحب عرش (۳۲) (۳۳) توبہ قبول کرنے والا (۳۴) اپنے معاملات میں خودمختار (۳۵) مردے سے زندہ نکالنے والا (۳۶) مہربان (۳۷) بہت احسان کرنے والا (۳۸) مددگار۔

سوال: اسماء الحسنٰی میں سے دو مشہور ترین اسماء ہیں: اَلْخَالِقُ اور اَلْبَارِئُ، دونوں میں معنٰی کے لحاظ سے کیا فرق ہے؟

جواب: حضرت علامہ محمد الحمو درحمہ اللہ تعالیٰ "اَلْخَالِقُ" کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

هو المبدع للخلق والمخترع له على غير مثال سبق قال سبحانه و تعالى هل من خالق غير الله یعنی الخالق وہ ذات ہے جو مخلوق کو عدم سے وجود میں لانے والی اور ان کو بغیر کسی نمونہ اور مثال کے پیدا کرنے والی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا پیدا کرنے والا ہے۔

البارئ کی تعریف میں علامہ محمد الحمو درحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

خلقهم خلقا مستويا ليس فيه اختلاف ولا تنافر ولا نقص ولا عيب ولا خلل الرياء من ذالك كله یعنی وہ ذات جس نے ہر چیز کو بالکل درست بنایا ہے، اس میں سے کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے، کوئی فرق نہیں ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔

ان مفاہیم پر ایک نظر ڈالنے سے دونوں کے مابین فرق عیاں ہوجاتا ہے، جو اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

3431 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ اَنَّ حُمَيْدًا الْمَكِّيَّ مَوْلٰى ابْنِ عَلْقَمَةَ حَدَّثَهُ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ اَبِيْ رَبَاحٍ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ الْمَسَاجِدُ قُلْتُ وَمَا الرَّتْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب تم جنت کے باغات میں سے گزرو تو کچھ کھا پی لیا کرو! میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جنت کے باغات سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مساجد' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہاں کچھ کھانے پینے سے کیا مراد ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3432 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ الْبُنَانِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب تم جنت کے باغات میں سے گزرو تو کھا پی لیا کرو۔ انہوں نے عرض کی جنت کے باغات سے مراد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر کے حلقے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے جو ثابت کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

مساجد اور مجالس ذکر سے استفادہ کرنا:

بلاشبہ مساجد اور مجالس ذکر جنت کے مرغزار کی حیثیت رکھتے ہیں، ان سے استفادہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ان سے استفادہ کرنا مسلمانوں کا حق بھی ہے۔

3431- تفرد به الترمذي انظر التحفة (۱۰/۲۶۰)، حديث (۱٤۱۷۵) من اصحاب الكتب الستة، وذكره المنذري في الترغيب و الترهيب (۲/٤۲۲)، حديث (۲۳۲۳)، و عزاه للترمذي، و قال: قال الحافظ: وهو مع غرائب حسنة الاسناد

3432- اخرجه احمد (۳/۱۵۰) عن محمد بن ثابت البناني عن ابيه عن انس۔

مساجد اور مجالس ذکر سے استفادہ کی کئی صورتیں ہیں:

۱- تحیۃ المسجد نوافل ادا کرنا۔

۲- مسجد میں تلاوت قرآن کرنا۔

۳- درس قرآن وحدیث میں شرکت کرنا۔

۴- درس وعظ ونصیحت میں شامل ہونا۔

۵- مجلس حمد ونعت میں شرکت کرنا۔

۶- مجلس فقہ وتصوف میں شامل ہونا۔

۷- سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنا۔

فائدہ نافعہ:

مساجد اور مجالس ذکر کی طرح دینی مدارس سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ اسلام کے قلعے ہیں، جہاں سے مذہبی جرنیل اور قائدین پیدا ہوتے ہیں، وہاں سے اسلامی علوم وفنون میں مہارت حاصل کر کے سکالرز، مدرسین اور مفتیان کرام پیدا ہوتے ہیں۔

بَابُ مِنْهُ

باب 59: بلاعنوان

3433 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّهٖ اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمْ مُصِيْبَةٌ فَلْيَقُلْ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اللّٰهُمَّ عِنْدَكَ احْتَسَبْتُ مُصِيْبَتِىْ فَاْجُرْنِىْ فِيْهَا وَاَبْدِلْنِىْ مِنْهَا خَيْرًا فَلَمَّا احْتُضِرَ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ اللّٰهُمَّ اخْلُفْ فِىْ اَهْلِىْ خَيْرًا مِّنِّىْ فَلَمَّا قُبِضَ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ احْتَسَبْتُ مُصِيْبَتِىْ فَاْجُرْنِىْ فِيْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَرُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ سَلَمَةَ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْاَسَدِ

◄◄ اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے

3433- اخرجه ابن ماجه (۵۰۹/۱): كتاب الجنائز : باب : ما جاء فى الصبر على المصيبة، حديث (۱۵۹۸)، و احمد (۲۷/۴).

یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کسی کو کوئی مصیبت لاحق ہو تو وہ یہ پڑھ لے۔

''بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ! میں اپنی اس مصیبت کا تجھ سے اجر چاہتا ہوں' تو مجھے اس کا اجر نصیب کر اور مجھے اس کے بدلے میں بہتری عطا کر دے۔''

جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے دعا کی۔

''اے اللہ! میرے بعد میری بیوی کو مجھ سے بہتر شخص عطا کرنا''

راوی بیان کرتے ہیں جب ان کا انتقال ہوا تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ پڑھا۔

''بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی اس مصیبت کے اجر کی طلب گار ہوں' تو (اے اللہ!) مجھے اس کا اجر عطا کر۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد تھا۔

شرح

مصیبت و پریشانی کے وقت پڑھی جانے والی دعا:

انسان کی ایک حالت نہیں رہتی بلکہ کبھی حالت مسرت میں ہوتا ہے اور کبھی پریشانی و مصیبت میں، حالت مصیبت میں پڑھنے کی دعا حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ جب صالحین اور صابرین کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ یوں کہتے ہیں:

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ (البقرہ:۱۵۶) ''بیشک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

حدیث باب میں اس آیت کے ساتھ اس دعا کی بھی تعلیم و ترغیب دی گئی ہے:

اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِيْبَتِيْ فَأْجُرْنِيْ فِيْهَا وَاَبْدِلْنِيْ مِنْهَا خَيْرًا ۔

علاوہ ازیں ایسے موقع پر یہ دعا بھی کی جا سکتی ہے:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ''یعنی ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے جو بہترین کارساز ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مصیبت کے وقت یہ پڑھا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کی تلافی کرے گا اور آخرت میں اس کا اچھا صلہ عطا کرے گا۔ اس چیز کے ضائع ہونے کی صورت میں اس سے بہتر عنایت فرمائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب کسی بھی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اسے ایک عرصہ بعد وہ یاد آئے درمیان میں طویل مدت گزر جائے، پھر وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ پڑھے، تب بھی اسے یہی اجر و ثواب ملے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق مسلمان کو جو تکلیف پہنچے خواہ کانٹا لگے، تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے عوض اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، جلد ثانی، ص ۸۴۳)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ کوئی بھی تکلیف پہنچتے وقت یہ خیال کرے کہ اب بھی اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں میرے شامل حال ہیں جو ضائع ہونے والی چیز سے بہتر ہیں، ایسی سوچ کے نتیجہ میں بھی مشکلات آسان ہو جائیں گی۔

3434 سند حدیث: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ثُمَّ أَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ أَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ فَإِذَا أُعْطِيتَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَأُعْطِيتَهَا فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ أَفْلَحْتَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ سَلَمَةَ بْنِ وَرْدَانَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ فضیلت رکھتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے پروردگار سے دنیا و آخرت میں عافیت اور معافی کا سوال کرو! پھر وہ شخص اگلے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ فضیلت رکھتی ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے اسی کی مانند جواب دیا پھر وہ شخص تیسرے دن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اسے یہی جواب دیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہیں دنیا میں عافیت دیدی جائے اور آخرت میں بھی دے دی جائے تو تم کامیاب ہو گئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف سلمہ بن وردان سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

دنیا اور آخرت کی عافیت کے لیے دعا کرنا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حصول علم، عملی جذبہ اور دارین میں کامیابی کا ذوق مثالی تھا۔ وہ بار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

3434۔ اخرجه ابن ماجه (۱۲۶۵/۲) كتاب الدعاء: باب: الدعاء بالعفو و العافية، حديث (۳۸۴۸)، و البخاري في الادب المفرد ص (۱۸۵)، حديث (۶۳۹)

خدمت میں حاضر ہوکر دنیا اور آخرت کو بہتر بنانے کے لیے سوالات کرتے تھے، یہ سوالات فضول نوعیت کے نہیں ہوتے تھے جن سے منع کیا گیا ہے بلکہ اپنی اصلاح کے لیے کرتے تھے اور انہیں دربار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر سوال کا جواب ملتا تھا۔ حدیث باب کے مطابق شمع رسالت کا ایک پروانہ تین دن تک حاضر خدمت ہوتا رہا، اس کا ایک ہی سوال تھا کہ بہترین دعا کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں جواب ملتا رہا کہ تم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی خیر و عافیت کی دعا کرو، کیونکہ اس دعا میں دارین کی فلاح ہے۔ خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے سوالات کے جواب اور اس کے جذبات کے پیش نظر یہ جواب تجویز فرمایا تھا لیکن اس کا حکم مخصوص نہیں ہے بلکہ عام ہے اور تا قیامت آنے والے مسلمانوں کے لیے ایک اہم پیغام اور درس بھی ہے جس پر عمل پیرا ہوکر عافیت حاصل کرسکتے ہیں۔

اس روایت میں مذکور الفاظ **عافیة** اور **معافات** باب مفاعلہ کے مصادر ہیں اور ان کا معنیٰ ہے: **عافاہ اللہ عافیة و معافاة** یعنی خیریت و عافیت سے رکھنا، امراض و مصائب سے محفوظ رکھنا، عذاب سے حفاظت کرنا اور آخرت کی فلاح ہے۔ اس طرح دنیوی و اخروی تمام امور کے بارے میں یہ ایک جامع دعا قرار پاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: یارسول اللہ! عافیت کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ جواب دیا گیا: دنیا میں عافیت سے مراد جسمانی صحت، رزق میں وسعت، عیب پوشی اور اطاعت کی قوت کا حصول ہے۔ آخرت میں عافیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت، جہنم سے حفاظت اور دخول جنت کا پروانہ حاصل ہونا ہے۔

3435 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَىُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِى اللّٰهُمَّ اِنَّكَ عُفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّىْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ فلاں رات "شب قدر" ہے تو آپ ﷺ کا کیا خیال ہے مجھے کیا پڑھنا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم یہ پڑھو۔

"اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے مہربان ہے معافی کو پسند کرتا ہے تو مجھے معاف کردے۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3435۔ اخرجه ابن ماجه (١٢٦٥/٢): كتاب الدعاء: باب: الدعاء بالعفو و العافية، حديث (٣٨٥٠)، احمد (١٧١/٦، ١٨٢، ١٨٣، ٢٠٨)

شرح

شب قدر میں مانگی جانے والی مختصر اور جامع دعا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بہت پیار ہے، آپ شب و روز اس کی اصلاح اور دارین میں کامیابی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ آپ کی طرف سے ممتاز ایام اور امتیازی شان کی حامل راتوں کے لیے دعائیں تجویز فرمائی گئیں تاکہ حصول جنت کی منزل قریب تر ہو جائے۔ شب قدر جسے ہزار راتوں کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے، اس مقدس شب میں خصوصی دعا کے بارے میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوال کرتی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس رات کے نورانی لمحات میں مانگنے کے لیے یہ دعا تجویز کی جاتی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّىْ

شب قدر میں یہ دعا کی جائے اور زمین میں نزول کرنے والے فرشتے جواب میں آمین کہہ دیں، تو اس کی قبولیت میں شک باقی نہیں رہتا۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ شب بھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی قبولیت دعا کا مسلسل اعلان ہوتا رہتا ہے، کوئی بدقسمت ہی ہوگا' جس کی دعا قبول نہ ہوتی ہو۔

اس دعا میں بھی عافیت کا مضمون بیان ہوا ہے، اس میں گناہوں کی معافی، مغفرت و عافیت اور آخرت میں کامیابی کی نوید کا بھی اشارہ موجود ہے۔ اس دعا کے نتیجہ میں گناہوں کی مغفرت، عذاب جہنم سے تحفظ اور دخول جنت کا پروانہ حاصل ہو جاتا ہے کہ غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک نزول رحمت باری تعالیٰ کا تسلسل، خالق کائنات کی طرف سے اعلان مغفرت، فرشتوں کی طرف سے مصافحہ اور قیام کرنے والوں کے حق میں خصوصی دعاؤں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس رات میں قیام کے باعث مسلمان گناہوں سے ایسے پاک وصاف ہو جاتا ہے کہ گویا ابھی وہ پیدا ہوا ہو۔

3436 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِىْ شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ سَلِ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَمَكَثْتُ اَيَّامًا ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِىْ شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللّٰهَ فَقَالَ لِىْ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَلِ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ قَدْ سَمِعَ مِنَ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

3436۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد ص (۲۱۳)، حدیث (۷۳۳)، واحمد (۲۰۹/۱)، و الحمیدی (۲۱۹/۱)، حدیث (۴۶۱)۔

◆◆ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے کسی ایسی چیز کی تعلیم دیں جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آپ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگیں۔ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) کچھ دن بعد میں پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے کسی ایسی چیز کی تعلیم دیں جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے حضرت عباس! اے اللہ کے رسول کے چچا! آپ اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت مانگیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ عبداللہ بن حارث نامی راوی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے اس کا سماع کیا ہے۔

3437 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْكُوْفِيُّ عَنْ إِسْرَآئِيلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ وَّهُوَ الْمُلَيْكِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُّسْأَلَ الْعَافِيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ الْمُلَيْكِيِّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ سے جو بھی چیزیں مانگی جاتی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ اس سے عافیت مانگی جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف ابوعبدالرحمٰن بن ابوبکر ملیکی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

دعاءِ عافیت افضل دعا ہونا:

ان روایات میں بھی دعاءِ عافیت کو افضل دعا قرار دیا گیا ہے، اس کی افضلیت و برتری کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱- صحت و تندرستی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔

۲- اس کی وجہ سے انسان کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

۳- اعمال صالحہ کرنے اور عبادات انجام دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

3437- تفرد به الترمذی انظر التحفة (۲۴۶/۶)، حدیث (۸۵۰۴) من اصحاب الکتب الستة، واخرجه الحاکم (۴۹۸/۱)، و قال: حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه، و قال الذهبی: الملیکی ضعیف.

۴- انسان ہمہ وقت اپنی ذات کو ریاضت میں مصروف رکھتا ہے۔

۵- انسان بخوشی دوسروں کے کام آتا ہے۔

۶- مسلمان اپنے فرائض کو باآسانی انجام دے کر اللہ کا شکر بجالاتا ہے۔

۷- دارین میں فلاح و کامرانی کی ضمانت ہے۔

3438 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ اَبِى الْوَزِيْرِ حَدَّثَنَا زَنْفَلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَمْرًا قَالَ اَللّٰهُمَّ خِرْ لِىْ وَاخْتَرْ لِىْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زَنْفَلٍ

توضیحِ راوی: وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ، يُقَالُ لَهُ زَنْفَلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَرَفِىُّ وَكَانَ يَسْكُنُ عَرَفَاتٍ وَتَفَرَّدَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ

◆◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کسی کام کا ارادہ کر لیتے تو یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! میرے لیے خیر کر دے اور (اس کام کو) میرے لیے اختیار کر لے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف زنفل راوی کے حوالے سے جانتے ہیں جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اسے زنفل عرفی کہا جاتا ہے اس نے عرفات میں سکونت اختیار کی تھی۔

یہ اس حدیث کو نقل کرنے میں منفرد ہے اس کی متابعت نقل نہیں کی گئی ہے۔

شرح

استخارہ کی ایک مختصر مگر جامع دعا:

کسی اہم مہم یا مقصد انجام دینے سے قبل اس بارے میں استخارہ کرنا مسنون ہے، اس کی تفصیلی بحث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو رکعت نوافل نماز اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص کی قرأت کرے، باقی نماز حسب معمول پڑھ کر سلام پھیر دے۔ افضل ہے کہ سات بار استخارہ کیا جائے۔ نوافل ادا کرنے کے بعد رو بقبلہ بیٹھ کر دعائے استخارہ پڑھی جائے، اس موقع پر درج ذیل دعاؤں میں سے کوئی بھی پڑھی جا سکتی ہے:

۱- اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا

3438- تفرد به الترمذی انظر التحفة (۳۱۵/۵)، حديث (۶۶۳۸) من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه البغوی فی شرح السنة (۵۲۷/۲)، حديث (۱۰۱۲)، و ذكره كلام الترمذی بعده

اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَعَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَعَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ .

۲- اَللّٰهُمَّ خِرْلِيْ وَاخْتَرْلِيْ .

یہ دونوں یا ایک دعا پڑھنے سے قبل اور بعد سورہ فاتحہ اور گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھے، پھر سو جائے، خواب میں سبزی یا سفیدی دیکھے تو اس کام کو بہتر ہونے کی طرف اشارہ سمجھے اور سیاہی یا سرخی دیکھنے کی صورت میں اس کام کے برا ہونے کی طرف اشارہ خیال کرے۔ استخارہ خود بھی کر سکتا ہے اور دوسرے آدمی سے بھی کرا سکتا ہے لیکن استخارہ کرنے والے کا متشرع، نمازی اور صاحب تقویٰ ہونا ضروری ہے ورنہ اس کا مثبت نتیجہ سامنے نہیں آئے گا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ .

فائدہ نافعہ:

انسان کوئی بھی اہم کام کرنا چاہے مثلاً اولاد کی شادی یا کوئی کاروبار تو اس کا اچھا یا برا انجام معلوم کرنے کے لیے مسنون طریقہ ہے کہ استخارہ کیا جائے، اس سلسلہ میں نوافل کے بعد بہتر ہے کہ مذکورہ دعاؤں میں سے پہلی دعا پڑھی جائے جو کئی دعاؤں کا مجموعہ ہے اور حصول مقصد کے لیے اہم بھی ہے۔

استخارہ کی صورت میں بندہ کی فرشتوں سے مشابہت ہو جاتی ہے، جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کے لیے ہمہ تن منتظر رہتے ہیں، اسی طرح بندہ بھی اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کرتا ہے، اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیتا ہے اور خالق کائنات کی طرف سے اشارہ ملنے پر اسے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔

3439 سند حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا اَبَانُ هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا يَحْيٰى اَنَّ زَيْدَ بْنَ سَلَّامٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: اَلْوُضُوْءُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَاُ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَّالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَّالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَّالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3439- اخرجه مسلم (۲/۴ ابی): كتاب الطهور: باب: فضل الوضوء، حديث (۲۲۳/۱)، و ابن ماجه (۱۰۲/۱): كتاب الطهارة و سننها: باب: الوضوء شطر الايمان، حديث (۲۸۰) والدارمي (۱۶۷/۱): كتاب الصلاة: باب: ما جاء في الطهور، و احمد (۵/۲ ،۳۴ ،۳۴۳ ،۳۴۴).

◄► حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ وضو نصف ایمان ہے الحمد للہ پڑھنا میزان کو بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ پڑھنا زمین و آسمان کے درمیان (جگہ کو نیکیوں یا انوار سے) بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے، صدقہ برہان ہے، صبر ضیاء ہے، قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے۔ ہر آدمی جب نکلتا ہے تو اپنا سودا کرتا ہے یا وہ خود کو آزاد کروالیتا ہے یا خود کو غلام بنالیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ایک مختصر اور جامع ذکر:

بلاشبہ دعا کی طرح ذکر بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے، جس طرح تسبیح پر مشتمل ذکر اللہ تعالیٰ کی ذات سے عیوب و نقائص کو پاک قرار دیتا ہے بالکل اسی طرح اس کی حمد و ثناء پر مشتمل ذکر بھی ایک مثالی اور رضائے خداوندی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، پھر اگر تسبیح و تحمید پر مشتمل ذکر ہو تو وہ یقیناً ایک جامع اور بے مثال ذکر قرار پاتا ہے، اس کے نتیجہ میں ذات باری تعالیٰ کی معرفت اور رضا کا حصول یقینی ہو جاتا ہے۔

حدیث باب آٹھ اہم امور پر مشتمل ہے، جس میں تسبیح و تحمید بھی موجود ہیں اور ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- اَلْوُضُوْءُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ: (وضو نصف ایمان ہے): ایک روایت میں نماز کو جنت کی چابی اور طہارت کو نماز کی چابی قرار دیا گیا ہے۔ نماز کو ارکان اسلام میں دوسرا رکن بھی قرار دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں وضو کی جگہ لفظ "الطهور" استعمال ہوا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ یعنی "صفائی نصف ایمان ہے۔" طہارت کو نماز کی شرط بھی قرار دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کھانے سے قبل اور بعد میں بھی ہاتھ دھونے کی ترغیب دی گئی ہے۔ قرآن کو پکڑ کر تلاوت قرآن کرنے اور طواف بیت اللہ کے لیے بھی طہارت (وضو) ضروری ہے۔ طہارت کا تقاضا ہے انسان ہمہ وقت باوضو رہے، ذکر و ورد میں مصروف عمل رہے اور فضول گفتگو سے مکمل اجتناب کرے۔ ہمہ وقت باوضو رہنے کی وجہ سے انسان میں فرشتوں کا وصف پیدا ہو جاتا ہے اور قرب خداوندی کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ ہمہ وقت باوضو رہنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان نماز کا اس قدر عادی اور پابند بن جاتا ہے کہ کوئی نماز فوت نہیں ہوتی۔

۲- وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ: (اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میزان کو بھر دے گی) اس جملہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کی فضیلت و اہمیت بیان ہوئی ہے، یہ ذکر خواہ نہایت مختصر ہے لیکن فضیلت و ثواب کے اعتبار سے بہت اونچا ہے۔ یہ بھی ایک دو بار "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" پڑھنے کی فضیلت نہیں ہے بلکہ ہمہ وقت اس ذکر کو اپنے معمولات میں شامل کرنے اور رطب اللسان رہنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ طریقہ اختیار کر لیا جائے تو آخرت میں اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جب اسے میزان عدل کے پلڑے میں رکھا جائے گا، تو اسے وزنی بنادے گا، انسان کے اعمال صالحہ میں اضافہ کا سبب بنے گا اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ثابت ہو

گا۔

۳-سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ اَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: (سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا ذکر آسمانوں اور زمین کو بھر دے گا) دونوں اذکار میں سے ہر ایک کی فضیلت بھی بہت زیادہ ہے مگر جب دونوں اذکار کو جمع کیا جائے تو اس کی عظمت وفضیلت میں مزید اضافہ ہوگا۔ تسبیح وتحمید کا مجموعی طور پر ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو اتنا اجر و ثواب دیا جاتا ہے کہ تمام آسمان اور زمینیں بھر جائیں۔ یاد رہے یہ ثواب ایک دو بار ان کا ذکر کرنے کے نتیجہ میں حاصل نہیں ہوگا بلکہ شب و روز کے اکثر اوقات میں مصروف رہنے کا اجر ہو سکتا ہے، اس عظیم ذکر سے انسان معرفت ذات باری تعالیٰ اور بارگاہ خداوندی میں وہ مقام حاصل کر لیتا ہے کہ جو بھی دعا کرتا ہے قبول کی جاتی ہے۔

۴-وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ: (نماز نور ہے) اس فقرہ میں نماز کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے، نماز ارکان اسلام میں سے دوسرا اہم رکن ہے، اسے دین کا ستون بھی کہا گیا ہے، نماز مؤمن کی معراج ہے اور قرب خداوندی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ قرآن کریم کا اعلان ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ یعنی نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ نماز کو جنت کے دروازہ کی چابی بھی قرار دیا گیا ہے۔

باقاعدگی سے نماز پنجگانہ ادا کرنے سے مسلمان گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے کہ اس کے ذمہ ایک گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔ نماز حقوق اللہ کو بجالانے اور انسانی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے، قیامت کے دن سب سے پہلے انسان سے نماز کے بارے میں سوال ہوگا۔

۵-اَلصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ: (صدقہ دلیل ہے) اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے لوگ پیدا کیے ہیں: (i) امیر (ii) غریب۔ امراء کو اپنے فضل وکرم سے دنیوی دولت سے نوازا اور ان پر زکوٰۃ، عشر اور صدقہ فطر واجب قرار دیا، تاکہ غرباء کی مالی معاونت اور امداد کا سامان پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دیا جانے والا صدقہ وزکوٰۃ محفوظ ہو جاتا ہے اور آخرت میں اس کا صلہ دیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے صدقہ مصیبت کو دور کرتا ہے اور ایک حدیث کے مطابق جو مال بطور صدقہ دیا جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پرورش کرتا رہتا ہے جس طرح تمہارے ہاں گھوڑے کا بچہ پرورش کرتا ہے، پھر قیامت کے دن اس کا اجر وثواب اسے دیا جائے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر خرچ کرتا ہے، ان کی ضروریات پوری کرتا ہے تو قیامت کے دن اس بندے کی ضروریات اللہ تعالیٰ پوری کرے گا۔

۶-وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ: (صبر روشنی ہے) اس جملہ میں مصائب ومشکلات کے وقت صبر کے دامن کو تھامنے کا درس دیا گیا ہے۔ انسان کی حالت یکساں نہیں ہوتی بلکہ کبھی خوشحال ہوتا ہے اور کبھی تنگدست ہوتا ہے، کبھی صحت کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی مرض کی حالت میں، جو انسان مشکلات اور مصائب کی حالت میں بے صبری کا مظاہرہ کرنے کی بجائے صبر وتحمل اور بردباری سے کام لیتا ہے، تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا ایسا اجر عظیم، جس پر دوسرے لوگ بھی رشک کریں گے۔ قرآن کریم میں صابرین کی فضیلت یوں اجاگر کی گئی ہے: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (البقرہ:۱۵۳) بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مشائخ وعلماء اور آئمہ وفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں عزیمت کی راہ کو اختیار کیے رکھا اور کبھی صبر کے دامن کو نہیں چھوڑا۔ اس سلسلہ میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور صالحین واولیاء کے بے شمار واقعات ہیں۔

۷- وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ: (قرآن کریم آدمی کی حمایت یا مخالفت میں حجت ہے) قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آخری کتاب ہے، اس کے بعد کوئی کتاب نہ آئے گی، اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا، یہ تغیر وتبدل سے پاک ہے، اس کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں، اس کو پڑھنا پڑھانا، اس پر عمل کرنا عبادت ہے۔ اس پر ایمان رکھتے ہوئے اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ عظیم اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ تاہم جو شخص قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہوگا، قرآن اس کے بارے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور شکایت کرے گا، جس کے نتیجہ میں اسے سزا دی جائے گی۔

۸- كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَايِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا: لوگ صبح کرتے ہیں، پس ہر انسان اپنے نفس کا سودا کرتا ہے: یا تو وہ اسے آزاد کرنے والا ہوتا ہے یا اس کو ہلاک کرنے والا ہوتا ہے، انسان اہل جنت کے کام کر کے جنت حاصل کر سکتا ہے اور جہنمی لوگوں کے اعمال کر کے جہنم میں بھی جا سکتا ہے۔ لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ اہل جنت کے امور اختیار کر کے جنت میں جانے کا سامان کرے اور اعمال بد سے احتراز کر کے جہنم سے بچنے کی کوشش کرے۔

3440 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلتَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهُ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا دُوْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سبحان اللہ پڑھنا نصف میزان ہے اور الحمدللہ پڑھنا اسے بھر دیتا ہے جبکہ لا الہ الا اللہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے غریب ہے۔ اس کی سند قوی نہیں ہے۔

3441 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ جُرَيٍّ النَّهْدِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ قَالَ

3440- تفرد به الترمذي انظر التحفة من اصحاب الكتب الستة، ينظر تحفة الاشراف (٨٨٦٣)، و ذكره المنذري في الترغيب و الترهيب (٣٩٧/٢)، حديث (٢٢٦٩)، وعزاه للترمذي و قال: حديث غريب، عن عبد الله بن عمرو.

3441- تفرد به الترمذي ينظر التحفة الاشراف (١٥٥٤١) من اصحاب الكتب الستة، و ذكره المنذري في الترغيب و الترهيب (٤١١/٢)، حديث (٢٣٠١)، و عزاه للترمذي، وقال: حسن.

متن حدیث: عَنْهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِي اَوْ فِي يَدِهِ التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهُ وَالتَّكْبِيْرُ يَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ

◆◆ جری نہدی بنوسلیم قبیلے کے ایک فرد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے میرے ہاتھوں پر یہ الفاظ گنوائے تھے۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ تھے) اپنے ہاتھ کے ذریعے گنوائے تھے سبحان اللہ پڑھنا نصیب میزان ہے۔ الحمد للہ پڑھنا اسے بھر دیتا ہے اللہ اکبر پڑھنا آسمان اور زمین کے درمیان جگہ کو بھر دیتا ہے۔ روزہ نصف صبر ہے اور پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

شعبہ اور سفیان ثوری نے اسے ابواسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر کے ذکر کی فضیلت:

کوئی صحابی نقل دین میں عمداً خیانت ہرگز نہیں کرسکتا، صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں اس کی تربیت اس انداز سے ہوتی ہے کہ خلاف دین کوئی عمل کرنا تو دور کی بات ہے وہ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا، کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل وصادق ہیں۔

احادیث باب میں چھ (۶) امور کی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے:

(۱،۲) تسبیح سے منفی معرفت کا حصول ہوتا ہے، اس کی فضیلت اپنی جگہ پر درست ہے کہ یہ نصف میزان کو بھر دیتا ہے، تحمید کا ذکر پوری میزان کو بھر دیتا ہے یعنی تسبیح کی نسبت اس کا ثواب دوگنا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے مثبت معرفت کا حصول ہوتا ہے۔ (۳) کلمہ طیبہ کے ذکر سے مثبت ومنفی دونوں اعتبار سے معرفت حاصل ہوتی ہے، لہٰذا اس کا ثواب پہلی دونوں اقسام سے زائد ہے، اس کی وجہ سے بندے اور خالق کائنات کے مابین پردہ اٹھ جاتا ہے، انسان جو بھی دعا کرتا ہے وہ براہ راست اس کی بارگاہ میں پہنچ جاتی ہے۔ (۴) تکبیر کے ذکر کی فضیت پہلے تینوں اذکار سے زیادہ ہے، یہ ذکر زمین وآسمان کو بھر دیتا ہے یعنی اس کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ (۵) روزہ کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، کیونکہ حالت روزہ میں کھانے، پینے اور جماع کے مواقع میسر ہونے کے باوجود مسلمان اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھتا ہے اور ان امور سے احتراز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو خوش کرتا ہے، چونکہ یہ سارا کام ایمان کا ہے، اسی لیے روزے کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ (۶) صفائی اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت پسند ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی عبادت اس کے بغیر کرنے کی اجازت نہیں ہے، نجاست وغلاظت سے احتراز کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نظافت کے پسندیدہ ہونے کی وجہ سے مساجد کو زمین کے بہترین مقامات قرار دیے گئے ہیں اور آخری روایت میں طہارت کو

نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔

3442 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ وَكَانَ مِنْ بَنِي اَسَدٍ عَنِ الْاَغَرِّ بْنِ الصَّبَّاحِ عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَكْثَرُ مَا دَعَا بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ فِي الْمَوْقِفِ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِي نَقُولُ وَخَيْرًا مِمَّا نَقُولُ اللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي وَاِلَيْكَ مَآبِي وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِي اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيءُ بِهِ الرِّيحُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ عرفہ کی شام میدان عرفات میں نبی اکرم ﷺ نے اکثر یہی دعا کی۔

"اے اللہ! حمد تیرے لیے ہے جیسے حمد بیان کریں اور وہ حمد جو ہمارے بیان کرنے سے بھی بہتر ہو۔ اے اللہ میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت تیرے لیے ہے۔ میں نے تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ میری میراث تیرے لیے ہے اے اللہ! میں قبر کے عذاب، ذہن کے وسوسے، معاملات کے بکھرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! ہوا جو شر لے کر آتی ہے میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے غریب ہے۔ اس کی سند قوی نہیں ہے۔

شرح

وقوفِ عرفہ کی جامع دعا:

مشہور روایت کے مطابق انبیاء علیہم السلام کا ترکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ان کا ترکہ دولت نہیں ہوتی بلکہ علم وحکمت ہوتی ہے، جس سے پوری امت استفادہ کرتی ہے، کیونکہ ہر نبی اپنی امت کا روحانی باپ بھی ہوتا ہے۔

ایام حج میں عرفہ کے موقع پر مسنون دعائیں درج ذیل ہیں' جو مسنون ہے، وہ مندرجہ ذیل ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِي تَقُولُ وَخَيْرًا مِمَّا نَقُولُ: اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَمَمَاتِي وَاِلَيْكَ مَآبِي وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِي. اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ وَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيءُ بِهِ الرِّيحُ .

3442- اخرجه ابن خزيمة (٤/٢٦٤)، حديث (٢٨٤١)، من طريق الاغر بن الصباح، عن خليفة بن حصين، فذكره.

ان دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد نماز، قربانی اور حیات وموت کا مالک اللہ تعالیٰ کو قرار دیا گیا ہے، جائے رجوع بھی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ عذاب قبر، شیطانی وساوس اور دیگر امور میں اللہ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں طوفانی اندھیری کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔ یاد رہے کہ یہ دعا تعلیم امت کے لیے کی گئی ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم وحفاظت خداوندی میں تھے اور ان کو اُمور کا ہرگز خطرہ نہیں تھا۔

3443 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ اُخْتِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ اَبِیْ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ

متنِ حدیث: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَجْمَعُ ذٰلِكَ كُلَّهُ تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے بہت سی دعائیں کیں لیکن ہمیں وہ یاد نہیں ہوسکیں تو ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ نے بہت سی دعائیں کی ہیں لیکن ہم انہیں یاد نہیں رکھ سکے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی اس دعا کی جانب نہ کروں جو ان سب کو شامل ہو؟ تم یہ کہو:

"اے اللہ! ہم تجھ سے ہر وہ بھلائی مانگتے ہیں جو بھلائی تجھ سے تیرے نبی حضرت محمد ﷺ نے مانگی ہے اور ہم ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے نبی حضرت محمد ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔ بے شک تو ہی حقیقی مددگار ہے۔ (بھلائی کو) پہنچانا تیرے ہی ذمے ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

ایک جامع اور آسان ترین دعا:

کائنات میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہے جو ماثورہ دعائیں مانگنے سے قاصر ہیں، بالخصوص اہل عجم کے لیے یہ امر نہایت دشوار ہے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے ہر معاملہ میں آسانی کی راہیں تلاش کی ہیں، یہاں بھی آپ نے امت کے لیے جامع مگر آسان ترین دعا تجویز فرمائی ہے تاکہ لوگ اسے بآسانی یاد کرسکیں اور مانگ بھی سکیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے مطابق عظیم دعا یہ ہے:

3443 اخرجه البخاري في الادب المفرد (٦٨٦)، من طريق ثابت بن عجلان، عن ابي عبد الرحمن، فذكره.

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ.

اس دعا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی دعا کرنے، ہر شر وفساد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے، اسی ذات کو حقیقی مددگار ماننے اور اسے ہی قوت وطاقت کا سرچشمہ تسلیم کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ گویا چند فقرات میں سب امور شامل کیے گئے ہیں۔

3444 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ اَبِىْ كَعْبٍ صَاحِبِ الْحَرِيْرِ حَدَّثَنِىْ شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِاُمِّ سَلَمَةَ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ عِنْدَكِ قَالَتْ كَانَ اَكْثَرُ دُعَائِهِ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا اَكْثَرَ دُعَائَكَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ قَالَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ اِنَّهُ لَيْسَ اٰدَمِيٌّ اِلَّا وَقَلْبُهُ بَيْنَ اُصْبُعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللهِ فَمَنْ شَاءَ اَقَامَ وَمَنْ شَاءَ اَزَاغَ فَتَلَا مُعَاذٌ (رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا)

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَالنَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ وَاَنَسٍ وَّجَابِرٍ وَّعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَنُعَيْمِ بْنِ هَمَّارٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں میں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: اے ام المومنین! نبی اکرم ﷺ جب آپ کے پاس ہوتے تھے تو آپ ﷺ کون سی دعا بکثرت مانگا کرتے تھے؟ تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا نبی اکرم ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے۔

''اے دلوں کو پھیر دینے والی ذات! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھنا۔''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ اکثر یہ دعا مانگتے ہیں:

''اے دلوں کو پھیرنے والی ذات! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھنا۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ! ہر شخص کا ذہن اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے وہ جسے چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔

اس کے بعد معاذ نامی راوی نے یہ آیت تلاوت کی:

''اے ہمارے پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت نصیب کی ہے تو پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث منقول ہیں۔

3444- اخرجه احمد (٦/٢٩٤، ٣٠١، ٣١٥)، و عبد بن حميد (٤٤٣)، حديث (١٥٣٤)، من طريق شهر به حوشب، فذكره.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

دین پر استقامت کی مختصر اور آسان دعا:

کسی بھی دعا کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، تاہم دین پر ثابت قدم رہنے کی دعا یقیناً ممتاز ترین ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مطابق اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِيْنِكَ!

پھر اس دعا کی اہمیت بھی زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روایت میں بیان کی گئی ہے کہ انسان کا دل جو اعظم الاعضاء اور رئیس الاعضاء کی حیثیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے دست قدرت کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، وہ جب چاہے اسے سیدھا رکھتا ہے اور جب چاہے اسے ٹیڑھا کر سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے قلب و دل کو دین پر ثابت رکھنے کی دعا کرتے رہنا چاہیے تاکہ تادم آخر یہ دولت حاصل رہے اور آخرت میں کامرانی حاصل ہو جائے۔

اس دعا سے ملتی جلتی قرآن کریم میں یہ دعا مذکور ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (آل عمران ۸)

(اے ہمارے پروردگار! ہدایت فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر، تو ہمیں اپنی رحمت عطا کر، کیونکہ تو ہی بہت زیادہ دینے والا ہے)

دونوں دعاؤں کا مطلب و مفہوم نہایت قریب ہے، کیونکہ اس آیت میں بھی ہدایت کے بعد اللہ تعالیٰ سے قلوب کے استقامت، رحمت و مہربانی عطا کرنے کی التجا کی گئی ہے، نیز اسے حقیقی عنایات کا سرچشمہ بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

3445 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ ظُهَيْرٍ حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متن حدیث: شَكَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ الْمَخْزُوْمِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَنَامُ اللَّيْلَ مِنَ الْاَرَقِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰی فِرَاشِكَ فَقُلِ اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضَلَّتْ كُنْ لِّیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيْعًا اَنْ يَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اَوْ اَنْ يَّبْغِیَ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِیِّ

3445- تفرد به الترمذي ينظر تحفة الاشراف (۲/۷۵) من اصحاب الكتب الستة، وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد (۱۰/۱۲۹)، وعزاه للطبراني في الاوسط وقال: و رجاله رجال الصحيح الا ان عبد الرحمن بن سابط لم يسمع من خالد بن الوليد.

توضیح راوی: وَالْحَكَمُ بْنُ ظُهَيْرٍ قَدْ تَرَكَ حَدِيثَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَيُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! میں خوف کی وجہ سے رات سو نہیں سکتا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو یہ پڑھو۔

''اے اللہ! اے سات آسمانوں اور ہر اس چیز کے پروردگار جس پر ان آسمانوں نے سایہ کیا ہوا ہے۔ اے تمام زمینوں اور ہر اس چیز کے پروردگار جو اس پر چلتی ہیں۔ اے تمام شیاطین کے پروردگار اور ان کے پروردگار! جنہیں ان شیاطین نے گمراہ کیا ہے تو میرے لیے اپنی ساری مخلوق کے شر سے (بچنے کی) پناہ بن جا! ان میں سے کوئی بھی مجھ پر زیادتی نہ کر سکے مجھ پر ظلم نہ کر سکے۔ تیری پناہ زبردست ہے تیری ثناء بزرگ و برتر ہے۔ تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ صرف تو ہی معبود ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے حکم بن ظہیر نامی راوی کی روایات کو بعض محدثین نے متروک قرار دیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

شرح

نیند نہ آنے کی جامع دعا:

بعض اوقات مسلمان دنیوی ماحول سے اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے، رات کے وقت نیند سے بھی محروم ہو جاتا ہے، کوشش بسیار کے باوجود اسے مستقل طور پر یہ نعمت میسر نہیں آتی، پھر وہ خواب آور انگریزی گولیوں کا استعمال شروع کر دیتا ہے، یہ گولیاں اس کا حقیقی علاج نہیں بلکہ مرض کا باعث بنتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کا حقیقی علاج اور سکون اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھا گیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مطابق نیند نہ آنے کا علاج یہ دعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا أَظَلَّتْ وَرَبَّ الْأَرَضِيْنَ وَمَا أَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضَلَّتْ كُنْ لِّيْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيْعًا أَنْ يَّفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ مِّنْهُمْ، أَوْ أَنْ يَّبْغِيَ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔

یہ دعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خواب گاہ میں لیٹنے سے قبل پڑھی جائے، نہایت مجرب ہے۔

3446 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُكْتِبُ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنِ الرُّحَيْلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ أَخِيْ زُهَيْرِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَرَبَهُ أَمْرٌ قَالَ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی مشکل درپیش ہوتی تو آپ یہ پڑھتے تھے۔

''اے حی! اے قیوم! میں تیری رحمت کے وسیلے سے تیری مدد مانگتا ہوں۔''

3447 سندِ حدیث: وَبِإِسْنَادِهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: أَلِظُّوا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَنَسٍ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ

اسی سند کے ہمراہ یہ بات بھی منقول ہے نبی اکرم ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے۔

''یا ذالجلال و الاکرام'' (پڑھنے) کو لازم پکڑلو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔

یہی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

3448 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلِظُّوا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ

اسنادِ دیگر: وَإِنَّمَا يُرْوَى هَذَا عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا أَصَحُّ وَمُؤَمَّلٌ غَلِطَ فِيهِ فَقَالَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ وَلَا يُتَابَعُ فِيهِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

''یا ذالجلال و الاکرام'' پڑھنے کو لازم پکڑلو''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ یہ روایت حماد بن سلمہ کے حوالے سے حمید کے حوالے سے حسن بصری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے اور یہی درست ہے۔

مؤمل نامی راوی نے اس روایت میں غلطی کی ہے۔ انہوں نے یہ بیان کیا ہے یہ حماد کے حوالے سے حمید کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس بارے میں ان کی متابعت نہیں کی گئی ہے۔

3446۔ تفردبه الترمذي ينظر تحفة الاشراف (٣٠٣/١) من اصحاب الكتب الستة، وذكره المتقي الهندي في الكنز (٦٥٩/٢)، حديث (٥٠٠٢)، وعزاه لابن البخاري، عن انس، و حديث الظوا بياذا الجلال، ذكره المتقي في الكنز حديث (٣٢١٨) و عزاه للترمذي.

شرح

مشکلات کے وقت صفات باری تعالیٰ پر مشتمل دعا کرنا:

جس طرح والدین ناراض ہوں تو اولاد آداب کے دامن کو تھام کر انکساری سے معافی کی طالب ہو یا معلم ناراض ہو تو تلامذہ عجز وانکسار کی تصویر بن کر معافی طلب کریں یا مرشد کامل ناراض ہوں تو مریدین نافرمانی سے معذرت کرتے ہوئے معافی کے طلب گار ہوں، یقیناً والدین اپنی اولاد سے، معلم اپنے تلامذہ سے اور شیخ طریقت اپنے مریدین سے خوش ہو جائیں گے۔ پھر معافی مانگنے والوں کی طرف سے جائز مطالبہ پیش کیا جائے تو وہ یقیناً تسلیم کر لیا جائے گا اور مطلوبہ سہولیات یا عنایات انہیں فراہم کی جائیں گی۔ بلاتشبیہ اسی طرح مشکلات اور مصائب کے وقت جو دعا اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل ہو، وہ بھی قبول کر لی جاتی ہے۔

احادیث ابواب میں صفات باری تعالیٰ پر مشتمل چند دعاؤں کی ترغیب دی گئی ہے، وہ دعائیں حسب ذیل ہیں:

(الف) يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ ! بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

(ب) يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعا کرتے وقت ان صفات باری تعالیٰ کا التزام کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ دعا کی قبولیت یقینی ہو سکے۔

3449 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَنْ اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ طَاهِرًا يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى يُدْرِكَهُ النُّعَاسُ لَمْ يَنْقَلِبْ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ يَسْاَلُ اللّٰهَ شَيْئًا مِّنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا اَيْضًا عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِيْ ظَبْيَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄◄ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''جو شخص باوضو ہو کر اپنے بستر پر جائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ اسے اونگھ آ جائے تو وہ اس رات کے جس بھی حصے میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جس بھی بھلائی کے بارے میں سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے وہ

3449۔ تفردبه الترمذی ینظر تحفة الاشراف (۱۷۲/٤) من اصحاب الكتب الستة، و ذكره المنذری فی الترغیب و الترهیب (٤٦٣/١)، حدیث (٨٦٩)، و عزاه للترمذی عن شهر بن حوشب عن ابی امامة، وقال: حدیث حسن.

عطا کردے گا''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

یہی روایت شہر بن حوشب کے حوالے سے ابوظبیہ کے حوالے سے عمرو بن عبسہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

باوضو سونے والے کا کروٹ بدلتے وقت پڑھی جانے والی دعا کی فضیلت:

جو شخص سونے کے ارادہ سے وضو کرتا ہے، ذکر الٰہی یا دعائیں کرتا ہوا سو جاتا ہے، اونگھ آنے پر وہ کروٹ بدلتا ہے، پھر بھی وہ دعا ہی مانگتا ہے، تو ایسا آدمی اپنا اوڑھنا بچھونا ہی دعاؤں کو بنالیتا ہے، یہ شخص جو بھی دعا کرتا ہے خواہ دنیوی معاملات کے بارے میں یا اخروی فلاح کے حوالے سے ہو، اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول کرتا ہے۔ اس کی دعا قبول کیے جانے کی وجہ فرشتوں کے ساتھ مشابہت ہے یعنی جس طرح فرشتے ہمہ وقت عبادت میں مصروف رہتے ہیں، اسی طرح اس نے بھی اپنے آپ کو عبادت و ریاضت کا خوگر بنالیا ہے۔

3450 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِى الْوَرْدِ عَنِ اللَّجْلَاجِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَّدْعُو يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ فَقَالَ اَىُّ شَىْءٍ تَمَامُ النِّعْمَةِ قَالَ دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا اَرْجُو بِهَا الْخَيْرَ قَالَ فَاِنَّ مِنْ تَمَامِ النِّعْمَةِ دُخُوْلَ الْجَنَّةِ وَالْفَوْزَ مِنَ النَّارِ وَسَمِعَ رَجُلًا وَّهُوَ يَقُوْلُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ فَقَالَ قَدِ اسْتُجِيبَ لَكَ فَسَلْ وَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَّهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ الصَّبْرَ فَقَالَ سَاَلْتَ اللّٰهَ الْبَلَاءَ فَسَلْهُ الْعَافِيَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری مکمل نعمت کا سوال کرتا ہوں''

تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا مکمل نعمت سے مراد کیا ہے؟ اس شخص نے عرض کی وہ دعا جو میں مانگوں اور میں اس کے ذریعے بھلائی چاہتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ مکمل نعمت جنت میں داخل ہو جانا اور جہنم سے بچ جانا۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو سنا جو ''یا ذالجلال والاکرام'' پڑھ رہا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری

3450- اخرجه البخاري في الادب المفرد (٧٣٢)، و احمد (٢٣١/٥، ٢٣٥)، من طريق سعيد الجريري، عن ابي الورد بن ثمامة، عن اللجلاج، فذكره.

دعا قبول ہوگی تم مانگو۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو سنا جو یہ کہہ رہا تھا۔

''اے اللہ! میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے آزمائش کا سوال کیا ہے تم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت احمد بن منیع نے اسماعیل بن ابراہیم کے حوالے سے جریری سے اسی سند کے ہمراہ نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

مصائب پر صبر کی بجائے عافیت کی دعا کرنا:

مسلمان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان دعا کرنی چاہیے۔ مصائب پر صبر کی دعا کرنے میں خواہ حرج نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے مصائب کے خاتمہ اور عافیت کی دعا کرنا افضل و پسندیدہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو مصائب پر قوتِ صبر کی دعا کر رہا تھا، آپ نے اسے ایسی دعا کرنے سے منع کیا اور ساتھ ہی عافیت و جنت کی دعا کرنے کی ترغیب بھی دی۔ مصیبت پر صبر کی بجائے عافیت طلب کرنا نہایت عمدہ ہے، اس نعمت کی وجہ سے انسان کسی کا محتاج نہیں رہتا اور تمام امور و معاملات کو ازخود بآسانی انجام دے لیتا ہے۔

3451 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِذَا فَزِعَ اَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُلَقِّنُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَّلَدِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِيْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

جب کوئی شخص سوتے ہوئے ڈر جائے تو وہ یہ پڑھے۔

3451- اخرجه ابوداؤد (١٢/٤): كتاب الطب: باب: اكيف الرقى، حديث (٣٨٩٣)، و احمد (١٨١/٢)، من طريق محمد بن اسحاق، عن عمرو بن شعيب، عن ابيه فذكره.

''میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے، اس کے عذاب سے، اس کے بندوں کے شر سے، شیطان کے وسوسوں اور اس کے میرے پاس آنے سے، اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں۔''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) جب وہ یہ پڑھ لے گا تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی اس اولاد کو اس کی تعلیم دیا کرتے تھے جو بالغ ہو چکی تھی اور جو ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے ان کے لیے اس دعا کو لکھ کر (تعویذ کے طور پر) ان کے گلے میں ڈال دیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

شرح

خواب میں ڈر جانے کی صورت میں مانگی جانے والی دعا:

شبانہ روز کے تمام امور کے بارے میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دعائیں موجود ہیں، مواقع کے مطابق انسان ان دعاؤں کو پڑھ کر حصول مقصد میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ حالت خواب میں ڈر جانے کی صورت میں آنکھ کھلنے پر حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۔

اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے غضب و عذاب اور عباد و شیاطین کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے۔ جو شخص یہ دعا پڑھتا ہے، اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

3452 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِىْ رَاشِدٍ الْحُبْرَانِىِّ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقُلْتُ لَهٗ حَدِّثْنَا مِمَّا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَلْقٰى اِلَىَّ صَحِيْفَةً فَقَالَ هٰذَا مَا كَتَبَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا اِنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِىْ مَا اَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ رَبَّ كُلِّ شَىْءٍ وَّمَلِيْكَهٗ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِىْ سُوْءًا اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3452- اخرجه البخاري في الادب المفرد (۱۲۰۸)، و احمد (۱۹۶/۲) من طريق محمد بن زياد الالهاني، عن ابي راشد الحبراني، فذكره.

ابوراشد حبرانی بیان کرتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا میں نے ان سے کہا: آپ مجھے ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہو تو انہوں نے صحیفہ میری طرف بڑھایا اور فرمایا: یہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے لکھوا کر دیا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں۔ میں نے اسے پڑھا تو اس میں یہ تحریر تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے ایسی دعا تعلیم کریں جسے میں صبح کے وقت اور شام کے وقت پڑھ لیا کروں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! تم یہ پڑھا کرو!

''اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اے غیب اور شہادت کا علم رکھنے والے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' تو ہر شے کا پروردگار ہے اور اس کا مالک ہے۔ میں اپنی ذات کے شر سے، شیطان کے شر سے اس کے شریک ہونے سے اپنی ذات کے ساتھ کوئی برائی کرنے سے، یا کسی مسلمان کے ساتھ کوئی برائی کرنے سے، تیری پناہ مانگتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

صبح اور شام کے وقت پڑھی جانے والی ایک جامع دعا:

صبح کے وقت بیدار ہونے پر اور رات کے وقت نیند کی آغوش میں جانے سے قبل مختلف اذکار اور دعائیں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے' لیکن ان مواقع پر پڑھی جانے والی ایک جامع دعا ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حسب ذیل ہے:

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّهُ اِلٰى مُسْلِمٍ .

یہ دعا اللہ تعالیٰ کے خالق ارض وسما، عالم الغیب والشہادہ اور تمام اشیاء کے پروردگار ہونے کے علاوہ اپنے نفس کے شر، شر شیطان، شرک کرنے اور کسی برائی کی نسبت کسی مسلمان کی طرف کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ گویا یہ ایک مختصر مگر جامع دعا اور ذکر ہے۔

3453 سند حدیث: **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ**

متن حدیث: **قُلْتُ لَهُ اَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَرَفَعَهُ اَنَّهُ قَالَ لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ**

3453- اخرجه البخاری (۱۵۲/۸): کتاب التفسير: باب: انما حرم ربی الفواحش۔)، حدیث (۴۶۳۷)، و مسلم (۲۱۱۳/۴): کتاب التوبة: باب: غيرة الله تعالى، و تحريم الفواحش، حديث (۳۲، ۳۳، ۳۴/ ۲۷۶۰)، و احمد (۳۸۱/۱، ۴۲۵، ۴۳۲)، و الدارمی (۱۴۹/۲): کتاب النكاح: باب: الغيرة من طريق شقيق ابی وائل، فذكره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں میں نے ابووائل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے (عمرو بن مرہ کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا: کیا آپ نے خود حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! انہوں نے "مرفوع" حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے۔ (نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہے)

"اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیور اور کوئی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے فحاشی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔ خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی ہوں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے خود اپنی تعریف کی ہے"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ غیور ہونا:

اس روایت میں ذات باری تعالیٰ کا سب سے زیادہ باحیاء اور غیور ہونا بیان کیا گیا ہے، اس کی دو وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں: (۱) اس نے فحاشی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی (۲) اسے اپنی تعریف بہت پسند ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی تعریف خود بیان کی ہے۔

اس روایت کا تقاضا ہے کہ بندہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں رطب اللسان رہے، نیز باحیاء ہونے کا مظاہرہ کرے تاکہ اپنے خالق و مالک کو خوش کرے۔

3454 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ

توضیح راوی: وَاَبُو الْخَيْرِ اسْمُهٗ مَرْثَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيُّ

3454۔ اخرجه البخاري (٣٧٠/٢): كتاب الاذان: باب: الدعاء قبل السلام، حديث (٨٣٤)، و طرفاه في: (٦٣٢٦، ٧٣٨٨)، و مسلم (٢٠٧٨/٤): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار: باب: استحباب خفض الصوت بالذكر، حديث (٤٨/٢٧٠٥)، و ابن ماجه (١٢٦١/٢): كتاب الدعاء: باب: فضل الدعاء، حديث (٣٨٣٥)، و النسائي (٥٣/٣): كتاب السهو: باب: الدعاء بعد الذكر، حديث (١٣٠٢)، و احمد (٣/١، ٧) و ابن خزيمة (٢٩/٣، ٣٠)، حديث (٨٤٥، ٨٤٦)، من طريق يزيد بن ابي حبيب، عن ابي الخير، عن عبد الله بن عمرو بن العاص، فذكره.

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ ﷺ مجھے ایسی دعا تعلیم کریں جسے میں اپنی نماز میں مانگا کروں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یہ پڑھا کرو۔

''اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے اور گناہوں کی مغفرت صرف تو ہی کر سکتا ہے' تو اپنی بارگاہ سے میری مغفرت کر دے مجھ پر رحم کر دے بے شک تو مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

یہ وہ روایت ہے جو لیث بن سعد سے منقول ہے۔ ابوالخیر نامی راوی کا نام مرثد بن عبداللہ یزنی ہے۔

شرح

قعدہ آخیرہ میں پڑھی جانے والی ایک جامع دعا:

چار رکعت والی نماز میں پہلا قعدہ واجب اور دوسرا فرض ہے، دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا واجب ہے۔ آخری قعدہ میں تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے درود ابراہیم اور ادعیہ ماثورہ میں سے کسی کا انتخاب مسنون ہے۔ عموماً درج ذیل دعا پڑھی جاتی ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ○

حدیث باب کے مطابق حسب ذیل دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ○

اس دعا کا مورد خواہ مخصوص ہے' لیکن حکم عام ہے اور تا قیامت آنے والے لوگ اسے پڑھتے رہیں گے۔ یہ دعا زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سکھائی گئی تھی۔ یاد رہے یہ دونوں دعائیں یا دونوں میں سے ایک یا مزید کسی دعا کا انتخاب کرنا اور پڑھنا سب کچھ صحیح ہے۔

3455 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِيْ وَدَاعَةَ قَالَ جَاءَ الْعَبَّاسُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهُ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ

3455- اخرجه احمد (۱/ ۲۱۰) من طريق المطلب عن وداعة، عن العباس فذكره.

فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَّخَيْرِهِمْ نَسَبًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

مطلب بن ابووداعہ بیان کرتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' یوں ظاہر ہو رہا تھا' جیسے انہوں نے کوئی ناگوار بات سنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ پر سلامتی نازل ہو' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ''محمد'' ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا' تو مجھے ان میں سے سب سے بہترین حصے میں رکھا پھر اس نے اس کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا' تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا' پھر اس نے اس کے قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلے میں رکھا پھر اس نے اس قبیلے کے مختلف گھرانے بنائے تو مجھے سب سے بہترین گھرانے اور سب سے بہترین نسب میں رکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

حسب ونسب کے اعتبار سے افضل نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر اعتبار سے بے مثال بنایا ہے، آپ کا حسب ونسب بے مثال، خاندان بے مثال، قبیلہ بے مثال اور گھرانہ بے مثال۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کو مقتدی بنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنایا۔ کوئی نبی روح اللہ بنا، کوئی کلیم اللہ بنا اور کوئی خلیل اللہ بنا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب اللہ بنایا۔ رسولوں کو کتب عنایت فرمائیں، جو سب کی سب تغیر وتبدل کا شکار ہوگئیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب چودہ صدیوں کا طویل ترین عرصہ گزرنے کے باوجود اصل حالت میں آج بھی موجود ہے اور تا قیامت محفوظ رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسب ونسب، قبیلہ و خاندان اور گھرانے کے لحاظ سے بے مثال وافضل ہونے کو برسر منبر بیان فرمایا۔

3456 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَجَرَةٍ يَابِسَةِ الْوَرَقِ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ فَقَالَ اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَتُسَاقِطُ مِنْ ذُنُوْبِ الْعَبْدِ كَمَا تَسَاقَطَ وَرَقُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

3456- تفردبه الترمذی ينظر تحفة الاشراف (٨٩٤)من اصحاب الكتب الستة، وذكره المتقی الهندی فی الكنز (٦٦٣/١)، حديث (٢٠١٢)، وعزاه للترمذی عن انس.

توضیح راوی: وَلَا نَعْرِفُ لِلْاَعْمَشِ سَمَاعًا مِنْ اَنَسٍ اِلَّا اَنَّهُ قَدْ رَاٰهُ وَنَظَرَ اِلَيْهِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ ایک ایسے درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے خشک ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا عصا مبارک اس پر مارا تو اس کے پتے جھڑنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ' سُبْحَانَ اللّٰهِ' وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' اَللّٰهُ اَكْبَرُ (پڑھنے سے) بندے کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ اعمش نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہو تا ہم اعمش نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہوئی ہے۔

شرح

اذکار اربعہ کی برکت سے درخت کے پتوں کی طرح گناہ جھڑنا:

اس روایت میں اذکار اربعہ یعنی تحمید و تسبیح اور تہلیل و تکبیر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان میں سے ہر ایک ذکر کی انفرادی فضیلت اوراق گزشتہ میں بیان کی گئی ہے اور مجموعی فضیلت یقیناً زیادہ ہوگی۔ ان اذکار کو مجموعی طور پر اپنانے کی صورت میں درخت کے پتوں کے گرنے کی طرح انسان کے گناہ گر جاتے ہیں، بعض اوقات درخت پر ایک پتہ بھی باقی نہیں رہتا بالکل اسی طرح ان اذکار کی برکت سے ذاکر کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ یاد رہے یہ اجر و ثواب ایک دو بار اذکار اربعہ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان کو اپنے مستقل معمولات میں شامل کرنے کی وجہ سے ممکن ہو سکتا ہے۔

سوال: درخت کے پتوں کی طرح اذکار اربعہ کرنے سے ذاکر کے گناہ گرتے ہیں، ان گناہوں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں یا کبیرہ؟

جواب: یہاں مطلق گناہوں کا ذکر ہے، جن کا اطلاق صغائر اور کبائر دونوں پر ہو سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ذاکر کے صغائر و کبائر دونوں قسم کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، کیونکہ رحمتِ حق بها نامي جويد بها نمي جويد۔

3457 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْجُلَاحِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ شَبِيبٍ السَّبَائِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ عَلٰى اِثْرِ الْمَغْرِبِ بَعَثَ اللّٰهُ مَسْلَحَةً يَحْفَظُونَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ مُوجِبَاتٍ وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ مُوبِقَاتٍ وَكَانَتْ لَهُ بِعَدْلِ عَشْرِ رِقَابٍ مُؤْمِنَاتٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ

3457۔ اخرجه النسائي في عمل اليوم و الليلة كما في التحفة (۱۸۸/۷ ٤)۔

توضیح راوی: وَلَا نَعْرِفُ لِعُمَارَةَ سَمَاعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► حضرت عمارہ بن شبیب سبائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے جو شخص یہ کلمہ دس مرتبہ مغرب کی نماز کے بعد پڑھے۔

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے، حمد اسی کے لیے مخصوص ہے، وہ زندگی دیتا ہے، وہ موت دیتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے فرشتے کو مقرر کر دیتا ہے جو صبح تک شیطان سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے نامۂ اعمال میں دس ایسی نیکیاں لکھ دیتا ہے جو رحمت کو واجب کر دیتی ہیں اور اس کے دس ایسے گناہ معاف کر دیتا ہے جو ہلاکت کو لازم کر دیتے ہیں اور اس شخص کو دس مؤمن غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف لیث بن سعد سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

شرح

کلمہ توحید کی فضیلت:

اس روایت میں توحید باری تعالیٰ کی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے، اس کلمہ میں مثبت ومنفی دونوں پہلوؤں پر بحث کی جاتی ہے اور دونوں کے ذریعے معرفت باری تعالیٰ کا حصول ہوتا ہے۔ اس کلمہ کی برکت سے آدمی کے نامہ اعمال میں دس ایسی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جن کی وجہ سے جنت واجب ہو جاتی ہے، دس ہلاک کن گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور دس مسلمان غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

بَابُ فِيْ فَضْلِ التَّوْبَةِ وَالْاِسْتِغْفَارِ وَمَا ذُكِرَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ لِعِبَادِهِ

باب 60: توبہ کرنے' استغفار کرنے کی فضیلت' اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر رحمت کرنے کا تذکرہ

3458 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِى النَّجُوْدِ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ الْمُرَادِيَّ اَسْاَلُهٗ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا زِرُّ فَقُلْتُ ابْتِغَاءَ الْعِلْمِ فَقَالَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا يَطْلُبُ فَقُلْتُ اِنَّهٗ حَكَّ فِىْ صَدْرِى الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ بَعْدَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَكُنْتُ امْرَاً مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَسْاَلُكَ هَلْ سَمِعْتَهٗ يَذْكُرُ فِىْ ذٰلِكَ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ كَانَ يَاْمُرُنَا اِذَا كُنَّا سَفْرًا اَوْ مُسَافِرِيْنَ اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ لٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ فَقُلْتُ هَلْ سَمِعْتَهٗ يَذْكُرُ فِى الْهَوٰى شَيْئًا قَالَ نَعَمْ كُنَّا مَعَ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ نَادَاهُ أَعْرَابِيٌّ بِصَوْتٍ لَهُ جَهْوَرِيٍّ يَا مُحَمَّدُ فَأَجَابَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِنْ صَوْتِهِ هَاؤُمُ فَقُلْنَا لَهُ وَيْحَكَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ فَإِنَّكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ نُهِيتَ عَنْ هٰذَا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَغْضُضُ قَالَ الْأَعْرَابِيُّ الْمَرْءُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَا زَالَ يُحَدِّثُنَا حَتّٰى ذَكَرَ بَابًا مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ مَسِيْرَةُ سَبْعِيْنَ عَامًا عَرْضُهُ أَوْ يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ عَرْضِهِ أَرْبَعِيْنَ أَوْ سَبْعِيْنَ عَامًا قَالَ سُفْيَانُ قِبَلَ الشَّامِ خَلَقَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ مَفْتُوْحًا يَعْنِيْ لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► زر بن حبیش بیان کرتے ہیں: میں حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ ان سے موزوں پر مسح کا مسئلہ دریافت کروں۔ انہوں نے دریافت کیا اے زر! تم کس کام سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا: علم کے حصول کے لیے۔ انہوں نے فرمایا فرشتے اپنے پَر علم کے طلب گار کے لیے بچھا دیتے ہیں اس کی طلب سے راضی ہونے کی وجہ سے میں نے کہا میرے ذہن میں موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں کھٹک ہے کہ پاخانہ کرنے اور پیشاب کرنے کے بعد (ایسا کیا جا سکتا ہے؟) آپ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے تعلق رکھتے ہیں تو اس لیے میں آپ سے یہ دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کو اس حوالے سے کچھ ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟ تو حضرت صفوان نے جواب دیا جی ہاں نبی اکرم ﷺ ہمیں یہ ہدایت کرتے تھے جب ہم سفر کی حالت میں ہوں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) مسافر ہوں تو ہم تین دن اور تین راتوں تک اپنے موزے نہ اتاریں البتہ جنابت کی وجہ سے حکم مختلف ہوگا' پاخانہ کرنے پیشاب کرنے یا سونے کے بعد (انہیں اتارنا ضروری نہیں ہے)

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں میں نے دریافت کیا: کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کو خواہش نفس کے بارے میں کچھ ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے ہم آپ ﷺ کے پاس ہی موجود تھے۔ اسی دوران ایک دیہاتی نے آپ ﷺ کو بلند آواز میں پکارا اے حضرت محمد ﷺ نبی اکرم ﷺ نے اسے اتنی ہی بلند آواز میں جواب دیا ''ادھر آجاؤ'' تو ہم نے اس دیہاتی سے کہا تمہارا ستیاناس ہو تم اپنی آواز کو پست رکھو تم نبی اکرم ﷺ کے سامنے موجود ہو اور تمہیں اس بات سے منع کیا گیا ہے۔ (کہ تم نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنی آواز بلند کرو) تو وہ دیہاتی بولا: اللہ کی قسم! میں تو اپنی آواز کم نہیں کروں گا پھر اس دیہاتی نے دریافت کیا آدمی بعض اوقات کچھ لوگوں کو پسند کرتا ہے' لیکن ان کے ساتھ شامل نہیں ہو پاتا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی جس سے محبت رکھتا ہے قیامت والے دن اس کے ساتھ ہوگا۔

اس کے بعد وہ ہمیں احادیث سناتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مغرب کی سمت میں ایک دروازے کا تذکرہ کیا جس کی چوڑائی ستر برس کی مسافت جتنی ہوگی۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس کی چوڑائی میں کوئی سوار چالیس برس تک (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ستر برس تک چلتا رہے' تو (دوسرے کنارے تک پہنچے گا)

سفیان نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: یہ شام کی سمت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے کو اس دن پیدا کیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا یہ کھلا ہوا ہے یعنی توبہ کے لیے کھلا ہوا ہے اور یہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک سورج مغرب کی طرف سے طلوع نہیں ہو جاتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3459 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ الْمُرَادِيَّ فَقَالَ مَا جَآءَ بِكَ قُلْتُ ابْتِغَاءَ الْعِلْمِ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ الْمَلَآئِكَةَ تَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا يَفْعَلُ قَالَ قُلْتُ لَهُ اِنَّهُ حَاكَ اَوْ حَلَّ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ مِّنَ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَهَلْ حَفِظْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ كُنَّا اِذَا كُنَّا فِيْ سَفَرٍ اَوْ مُسَافِرِيْنَ اُمِرْنَا اَنْ لَّا نَخْلَعَ خِفَافَنَا ثَلَاثًا اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَّلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ قَالَ فَقُلْتُ فَهَلْ حَفِظْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْهَوٰى شَيْئًا قَالَ نَعَمْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَنَادَاهُ رَجُلٌ كَانَ فِيْ اٰخِرِ الْقَوْمِ بِصَوْتٍ جَهْوَرِيٍّ اَعْرَابِيٌّ جِلْفٌ جَافٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ مَهْ اِنَّكَ قَدْ نُهِيْتَ عَنْ هٰذَا فَاَجَابَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ صَوْتِهٖ هَاؤُمُ فَقَالَ الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ قَالَ زِرٌّ فَمَا بَرِحَ يُحَدِّثُنِيْ حَتّٰى حَدَّثَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُهٗ مَسِيْرَةُ سَبْعِيْنَ عَامًا لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ مِنْ قِبَلِهٖ وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا) اَلْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► زر بن حبیش بیان کرتے ہیں: میں حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے دریافت کیا: تم کیوں آئے ہو؟ میں نے جواب دیا علم کے حصول کے لیے انہوں نے بتایا مجھے اس حدیث کا پتہ چلا ہے کہ فرشتے علم کے طلب گار کے عمل سے راضی ہو کر اپنے پَر اس کے لیے بچھا دیتے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں میں نے کہا موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں میرے ذہن میں کچھ الجھن ہے' تو کیا آپ کو اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی حدیث یاد ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں جب ہم سفر میں ہوں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جب ہم مسافر ہوں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم تین دن تک اپنے موزے نہ اتاریں البتہ جنابت لاحق ہو جائے تو پھر اتاریں گے لیکن پاخانہ یا پیشاب یا سونے کے بعد (وضو کرتے ہوئے انہیں اتارنے کی ضرورت نہیں ہے)

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں میں نے دریافت کیا: کیا خواہش نفس کے بارے میں آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی حدیث یاد ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں موجود تھے' ایک شخص آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز سے پکارا وہ شخص سب سے پیچھے تھا وہ ایک دیہاتی تھا جو سخت مزاج اور بدتمیز قسم کا شخص تھا۔ اس

نے کہا: اے حضرت محمد ﷺ اے حضرت محمد ﷺ لوگوں نے اس سے کہا چپ کرو! تمہیں اس طرح (بلانے سے) منع کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے اتنی ہی اونچی آواز میں کہا ''ادھر آ جاؤ'' اس شخص نے کہا: کوئی شخص کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان کے ساتھ شامل نہیں ہو پاتا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی جس شخص کے ساتھ محبت کرتا ہے قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا۔

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں اس کے بعد حضرت صفوان ہمارے سامنے احادیث بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی: اللہ تعالیٰ نے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر برس کی مسافت جتنی ہے یہ توبہ کے لیے ہے۔ یہ بند نہیں ہوگا۔ اس وقت تک جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''جس دن تمہارے پروردگار کی ایک نشانی ظاہر ہوگی۔ اس وقت کسی شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

توبہ واستغفار کی فضیلت:

توبہ اور استغفار کا لغوی واصطلاحی مفہوم: لفظ ''توبہ'' کا لغوی معنیٰ ہے: رجوع کرنا، لوٹنا، واپس آنا، پہلی حالت کی طرف لوٹنا مثلاً **تاب العبد الی اللّٰہ** یعنی مصائب ومشکلات سے دلبرداشتہ ہو کر بندے نے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی۔ **تاب اللّٰہ علی عبدہ** یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کی جانب نظر رحمت کی۔ توبہ کا اصطلاحی مفہوم ہے کہ جب بندہ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے نادم و پریشان ہو، اپنے کیے ہوئے گناہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم صمیم کرے۔

توبہ کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں: (۱) عام لوگ: عوام اور گناہگار لوگوں کی توبہ کا طریقہ تو یہی ہے جو اصطلاحی معنیٰ کے طور پر بیان ہوا ہے، اس توبہ سے صغائر و کبائر سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ یہ توبہ زبانی جمع وخرچ کی طرح نہ کی گئی ہو بلکہ عمیق قلب سے کی گئی ہو۔ (۲) خاص لوگ: اولیاء وصالحین ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے اپنی لو لگائے ہوتے ہیں لیکن محفوظ و غیر معصوم ہوتے ہیں، دنیا میں رہتے ہوئے بعض اوقات ان کی توجہ ذات باری تعالیٰ سے ہٹ جاتی ہے، یاد آنے یا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پھر وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، یہی توجہ الی اللہ ہی ان لوگوں کی توبہ ہے جس پر فرشتے بھی ناز کرتے ہیں۔

لفظ ''استغفار'' کا لغوی معنیٰ ہے: چھپانا، ڈھانپنا مثلاً کہا جاتا ہے: **غفر الشیب بالخضاب** یعنی فلاں نے خضاب سے بالوں کی سفیدی کو چھپا دیا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا، معافی مانگنا مثلاً **استغفر اللّٰہ ذنوبہ** یعنی فلاں شخص نے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کی۔

توبہ کی طرح استغفار کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) عوام کی استغفار: گناہگار اور عوام کا استغفار یہ ہے کہ کوئی گناہ صادر ہونے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے شامل حال ہو جائے اور اسے مغفرت و بخشش کا پروانہ مل جائے۔ (۲) خواص کی استغفار: خواص یعنی اولیاء و صالحین خواہ محفوظ ہوتے ہیں لیکن معصوم نہیں ہوتے، دنیا کی نحوست کی وجہ سے ان کی توجہ ذات باری تعالیٰ سے ہٹ جائے یا خلاف مستحب کوئی فعل صادر ہو جائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں اور اپنا رابطہ مع اللہ بحال کر لیتے ہیں۔

توبہ و استغفار میں فرق: بلاشبہ توبہ و استغفار میں چولی دامن کا تعلق ہے لیکن ان کے مابین لطیف سا فرق بھی ہے۔ توبہ کو تقدم ذاتی یا زمانی حاصل ہوتا ہے جبکہ استغفار اس کا نتیجہ ہے۔ مثلاً کسی شخص سے کوئی گناہ صادر ہو جائے تو وہ فوراً توبہ کرتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے: حدیث باب میں چار مضامین بیان ہوئے ہیں: ۱- فضیلت علم: علم ایک لازوال دولت ہے، جو قیامت کے دن بھی نافع ہوگا، اس پر عمل کی وجہ سے بندہ کو قرب الٰہی کی دولت حاصل ہوتی ہے، اس کی تدریس واشاعت عبادت ہے، اس کے طالبین کے پاؤں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور صراط مستقیم کی طرف جانے کا راہنما ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ پر بے شمار انعامات فرمائے گئے، ان میں سے ایک موزوں پر مسح ہے، یہ سہولت صرف امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تجویز کی گئی ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ باوضو موزے زیب پا کیے گئے ہوں، وضو فاسد ہونے پر دوبارہ وضو کرنا مقصود ہو تو تمام اعضاء وضو دھوئے جائیں گے مگر پاؤں سے اتارے بغیر موزوں پر سر کی طرح مسح کیا جائے گا، اس طرح وضو کامل ہو جائے گا۔ موزوں پر مسح کرنے کی سہولت مقیم کے لیے ایک دن رات ہے اور مسافر کے لیے تین دن تین رات ہے۔

موزوں پر مسح کرنے میں مذاہب: موزوں پر مسح کرنے کے جواز و عدم جواز کے اعتبار سے تین مذاہب ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا مذہب: آئمہ اربعہ (حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت تین دن تین رات ہے اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة ایام ولیالیهن للمسافر ویوما ولیلة للمقیم** (الصحیح لمسلم، ج: اول، ص: ۱۲۵)

۲- **فقال: للمسافر ثلاث وللمقیم یوم** (جامع ترمذی، جلد اول، ص: ۱۳)

۳- کثیر صحابہ سے روایت ہے: **بالمسح علی الخفین ثلاثة ولیالیهن للمسافر ویوم ولیلة للمقیم**

(مسند امام احمد، ج: ۶، ص: ۲۷)

دوسرا مذہب: اہل بدعت اور اہل روافض کے نزدیک مطلقاً مسح علی الخفین ناجائز ہے۔

تیسرا مذہب: بعض مالکیہ کا موقف ہے کہ حالت سفر میں جائز ہے اور حالت اقامت میں ناجائز ہے۔

سوال: کیا موزوں پر مسح کرنا افضل ہے یا پانی سے پاؤں دھونا افضل ہے؟

جواب: اس بات میں تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ پاؤں کو پانی سے دھونا، موزوں پر مسح کرنے سے افضل ہے۔ حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پاؤں کو دھونا افضل ہے، کیونکہ موزوں پر مسح کرنا رخصت ہے جبکہ پاؤں دھونا عزیمت ہے۔ حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر موزے زیب پا نہ کیے ہوں تو پاؤں کا دھونا ضروری ہے اور اگر موزے پہنے ہوں تو مسح کیا جائے۔

۳- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت ایمان ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی محبت کو روح ایمان قرار دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے آداب کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے، آپ کی بارگاہ کے آداب کے تقاضوں کو پورا کرتے تھے، پست آواز میں آپ سے گفتگو کرتے اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ سے سماعت کرتے تھے۔ آج بھی ہمیں حکم ہے کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سلام و دیگر معروضات پیش کریں۔

۴- انسان کثیر کوتاہیوں اور کمزوریوں کے مجموعہ کا نام ہے، جب کوئی گناہ صادر ہو جائے تو فوراً توبہ و استغفار کرنا چاہیے تاکہ آخرت میں مؤاخذہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، یہ دروازہ شب و روز کھلا ہوا ہے۔ اگر نافرمانی پوشیدہ ہوئی ہو تو توبہ بھی پوشیدہ کرنی چاہیے اور معصیت کا صدور اعلانیہ ہوا تو توبہ بھی اعلانیہ ہونا چاہیے۔ انسان کا آخری وقت آنے پر جب سکرات موت کا تسلط ہو جائے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور جب آفتاب مشرق کی بجائے مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا، توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

3460 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک اس پر نزع کا عالم طاری نہیں ہو جاتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3460۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱٤۲۰): كتاب الزهد: باب: ذكر التوبة، حديث (٤۲۵۳)، و اخرجه احمد (۲/۱۳۲ - ۱۵۳)، و عبد بن حميد ص (۲٦۷) حديث (۸٤۷)، عن عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان عن ابيه عن مكحول، عن جبير بن نفير عن ابن عمر به.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عبدالرحمن نامی راوی سے منقول ہے۔

شرح

توبہ کی قبولیت کا وقت کب تک؟:

انسان کی لکھی گئی زندگی کا جب آخری لمحہ آتا ہے، تو حلق کی نالی سے عجیب و غریب آواز آنا شروع ہو جاتی ہے، زندگی کی امید ختم ہو جاتی ہے، تاحد نظر فرشتے دکھائی دیتے ہیں، آنکھوں میں خاص قسم کی حرکت شروع ہو جاتی ہے، ایک نیا جہان منکشف ہوتا ہے اور اس وقت کو "نزع" کہا جاتا ہے۔ اس وقت توبہ کرنا اور ایمان لانا معتبر نہیں ہوگا، کیونکہ ایمان بالغیب مطلوب ہے جو معدوم ہے۔

غرغر الروح کا مطلب ہے: نزع کے وقت انسانی حلق سے اٹک اٹک کر نکلنے والی آواز، جو زندگی کے ختم ہونے کا اعلان ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: ایسے لوگوں کی توبہ قابل قبول نہیں ہوتی، جو گناہ کرتے رہتے ہیں حتی کہ ان میں سے کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہوتی ہے یعنی دوسرے جہاں کی اشیاء نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں، وہ اس وقت کہتا ہے: اب میں توبہ کرتا ہوں اور ان لوگوں کا ایمان بھی قابل قبول نہیں ہوگا جو حالت کفر میں دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

3461 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ اَحَدِكُمْ مِنْ اَحَدِكُمْ بِضَالَّتِهٖ اِذَا وَجَدَهَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي الزِّنَادِ

اسناد دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ مَكْحُوْلٍ بِاِسْنَادٍ لَهٗ عَنْ اَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی گمشدہ سواری کو پا لیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے جو ابو زناد سے

3461- اخرجه مسلم (٢١٠٢/٤): كتاب التوبة: باب: في الحض على التوبة و الفرح بها، حديث (٢٦٧٥/٢)، و ابن ماجه (١٤١٩/٤): كتاب الزهد: باب: ذكر التوبة، حديث (٤٢٤٧)، عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة به.

منقول ہے۔

یہی روایت مکحول کے حوالے سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

شرح

بندے کے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا بے حد خوش ہونا:

حدیث باب نہایت مختصر ہے مگر تفصیلی حدیث متفق ہے، جو حسب ذیل ہے:

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کی توبہ سے اس مسافر سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے' جو (دوران سفر) کسی غیر آباد سنسان زمین میں اتر گیا ہو، جو سامان حیات سے خالی اور اسباب ہلاکت سے پر ہو، اور اس کے ساتھ بس اس کی سواری کی اونٹنی ہو، اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو، پھر وہ (آرام کرنے کے لیے) اینٹ پر سر رکھ کر لیٹ جائے، پھر اسے نیند آ جائے، پھر جب اس کی آنکھ کھلے' تو وہ دیکھے کہ اس کی اونٹنی غائب ہے، پھر وہ اس کی تلاش میں سرگرداں پھرے، یہاں تک کہ گرمی اور پیاس کی شدت سے جاں بلب ہو جائے، اور سوچنے لگے کہ اب میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں اسی جگہ جا کر سو جاؤں، یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے۔ پھر وہ بازو پر سر رکھ کر مرنے کے ارادے سے لیٹ گیا، مگر جب اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس کی اونٹنی پورے ساز و سامان کے ساتھ اس کے پاس موجود ہے، اس وقت وہ مسافر جتنا خوش اپنی اونٹنی کے ملنے سے ہوگا خدا کی قسم! مؤمن بندے کی توبہ سے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی کے اس طرح مل جانے سے وہ اتنا خوش ہوا کہ اس کی زبان بہک گئی، اور اس نے کہا: اللهم! انت عبدى، وانا ربك! اے اللہ عزوجل! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں! (حالانکہ وہ کہنا یہ چاہتا تھا: اللهم! انت ربى، وانا عبدك الٰہی! تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخطأ من شدہ الفرح فرط مسرت سے اس کی زبان بہک گئی۔

اس روایت میں گنہگاروں کے لیے نوید سحر ہے کہ اگر عمداً یا سہواً گناہوں کا صدور ہو جائے یا بغاوت کا راستہ اختیار کر لیا، تو ناامید نہیں ہونا چاہیے بلکہ توبہ کا راستہ اختیار کرنے میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ نیز گناہوں سے توبہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اتنا خوش ہوتا ہے کہ کسی دوسرے معاملہ میں اتنا خوش نہیں ہوتا۔

3482 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَاصِّ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِي

3461- اخرجه مسلم (۲۱۰۵/٤): كتاب التوبة: باب: سقوط الذنوب بالاستغفار، توبة، حديث (۹ - ۲۷٤۸/۱۰)، و اخرجه احمد (٥/٤١٤)، و عبد بن حميد ص (۱۰۵)، حديث (۲۳۰)، عن ابي صرمة، عن ابي ايوب الانصاري به.

صِرْمَةَ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ

متن حدیث: اَنَّـهُ قَالَ حِیْنَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَدْ كَتَمْتُ عَنْكُمْ شَیْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَوْلَا اَنَّكُمْ تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ وَيَغْفِرُ لَهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الرِّجَالِ عَنْ عُمَرَ مَوْلٰى غُفْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے' جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے تم سے ایک روایت چھپا رکھی تھی میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر تم لوگ گناہ نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق کو پیدا کر دے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

یہی روایت محمد بن کعب قرظی کے حوالے سے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ انصاری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ محمد بن کعب کے حوالے سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

شرح

باری تعالیٰ کی شانِ غفاریت کا توبہ کرنے والوں کی طرف ہمہ وقت متوجہ رہنا:

حدیث باب میں گناہگاروں کے لیے مغفرت ذنوب کی خوشخبری ہے لہٰذا مسلمان خواہ کتنا گناہگار ہو، اسے رحمت باری تعالیٰ سے مایوس ہرگز نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ رحمت باری تعالیٰ سے ناامید ہونا گناہ ہے۔

سوال: اس روایت کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ گناہ کرنا قابل مؤاخذہ عمل نہیں بلکہ گناہ کرنے کی ترغیب بھی ثابت ہوتی ہے جبکہ شرعی نقطہ نظر سے یہ درست نہیں ہے؟

جواب: (۱) تخلیق انسان کا مقصد یوں بیان ہوا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذاریات ۵۶) ''اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔'' جب تخلیق انسان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرنا ٹھہرا تو پھر گناہ کرنا یا اللہ تعالیٰ کے احکام کی بغاوت کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(۲) گناہوں کا صدور معیوب چیز ہے، اللہ تعالیٰ معیوب امور کے ارتکاب کرنے والوں سے خوش نہیں ہوتا بلکہ ناراض ہو کر مواخذہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

(۳) اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی انسان معصوم نہیں ہے۔ اگر انسان مکمل طور پر گناہوں سے بچا رہے تو وہ محفوظ کہلائے گا اور اگر اس سے عمداً یا سہواً کوئی گناہ صادر ہو جائے تو اسے مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ رحمت باری تعالیٰ کی امید رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے سے بے حد محبت ہے، اس کی مغفرت وبخشش اور توبہ کے دروازے ہمہ وقت کھلے ہیں۔

(۴) اسی شبہ کی بناء پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو تاحیات بیان نہ کیا کہ لوگ بغاوت اور گناہوں پر جری ہو جائیں گے، آخری عمر میں کتمان علم کی وعید سے بچتے ہوئے یہ روایت بیان فرما دی۔

(۵) اگر اس روایت کا ظاہری مفہوم مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث نہ کیے جاتے، جنہوں نے اپنی امتوں کو گناہوں والی زندگی چھوڑ کر نیکیوں والی زندگی اختیار کرنے کا درس دیا۔ علاوہ ازیں اگر انسان سے شر اور معصیت کا مادہ ہی ختم کر دیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کی غفاری اور ستاری کا مظہر ہونا مخلوق کے سامنے نہ آ سکتا۔

(۶) اللہ تعالیٰ کی صفات غفاری، ستاری اور رحمت کے مظہر اتم بننے کے لیے گناہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے مگر گناہوں کے لیے ان صفات کا ہونا ضروری ہے۔

(۷) خالق کے لیے کسی مخلوق کا ہونا ضروری نہیں ہے لیکن مخلوق کے لیے خالق کا ہونا ضروری ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت سے مخلوق وجود میں آئی ہے۔

فائدہ نافعہ:

یہ روایت عوام کی محفل میں بیان کرنے سے احتراز کرنا چاہیے لیکن خواص (علماء، فضلاء، مدرسین اور مصنفین ومحققین وغیرہ) کی مجلس میں بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

3463 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ اِسْحٰقَ الْجَوْهَرِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ فَائِدٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ بَكْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ فِيْكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً

3463- تفرد به الترمذي من اصحاب الكتب الستة، وذكره المنذري في الترغيب و الترهيب (٢/٢٦٤)، حديث (٢٤٠٤) و عزاه للترمذي عن انس بن مالك فذكره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے! جب تک تم مجھ سے دعا مانگتے رہو گے جب تک تم مجھ سے امید رکھو گے میں تمہاری مغفرت کرتا رہوں گا۔ خواہ تمہارا عمل جو بھی ہو۔ میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں اور پھر تم مجھ سے مغفرت طلب کرو تو میں تمہیں بخش دوں گا اور میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تم روئے زمین جتنے گناہ لے کر میری بارگاہ میں آؤ اور پھر تم اس حالت میں میری بارگاہ میں آؤ کہ تم کسی کو میرا شریک نہ سمجھتے ہو تو میں اتنی ہی مغفرت کے ہمراہ تم سے ملوں گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

عظیم سے عظیم تر گناہ معاف کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے دشوار نہ ہونا:

یہ حدیث قدسی ہے یعنی اس کا مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسے زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خواہ انسان کپڑوں کی طرح گناہوں میں گھرا ہوا ہو یا اس کے گناہ آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے ہوں یا اس کے گناہ زمین بھر ہوں، تو اللہ تعالیٰ کے لیے ان گناہوں کو بخشنا ہرگز دشوار نہیں ہے۔ جس طرح ذات باری تعالیٰ محدود نہیں ہے، اسی طرح اس کی صفات کاملہ بھی محدود نہیں ہیں۔ اس کی صفات ستاری اور غفاری ہمہ وقت حرکت میں رہتی ہیں۔ جونہی کسی انسان سے معصیت کا صدور ہوا، وہ تائب ہوا اور مغفرت باری تعالیٰ کا طالب ہوا، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ کتنے ہی کثیر ہوں۔

گناہوں کی معافی کے لیے ایک شرط عائد کی گئی ہے کہ انسان نے شرک کا ارتکاب نہ کیا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا۔ تاہم اس کے علاوہ جو بھی گناہ ہوں گے، وہ معاف فرما دے گا۔

بَاب خَلَقَ اللّٰهُ مِائَةَ رَحْمَةٍ

باب 61: اللہ تعالیٰ کا ایک سو رحمتیں پیدا کرنا

3464 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَوَضَعَ رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ

3464- اخرجه مسلم (٢١٠٨/٤): كتاب التوبة: باب: في سعة رحمة الله تعالى و انها سبقت غضبه ، حديث (٢٧٥٢/١٨)، و احمد (٣٣٤/٢ ، ٤٨٤).

خَلْقِه يَتَرَاحَمُوْنَ بِهَا وَعِنْدَ اللّٰهِ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ رَحْمَةً

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ سَلْمَانَ وَجُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ نے 100 رحمتیں پیدا کی ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت اپنی مخلوق کے درمیان رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور 99 رحمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

شرح

رحمت باری تعالیٰ کا بے پایاں ہونا:

ایک فیصد رحمت باری تعالیٰ دنیا میں نازل کی گئی ہے، جس کے نتیجہ میں جنات، انسان، چارپائے، درندے اور کیڑے مکوڑے ایک دوسرے سے مہربانی کا برتاؤ کرتے ہیں جبکہ ننانوے فیصد رحمتیں آخرت میں مسلمانوں کے لیے رکھی گئی ہیں۔ یہ ننانوے فیصد رحمتیں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں مسلمانوں کے لیے مخصوص کر دی ہیں، جن میں دوسرے لوگوں کا حصہ ہرگز نہیں ہوگا، کیونکہ آخرت میں ذات باری تعالیٰ صرف مسلمانوں پر مہربان ہوگی۔

محدثین کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ننانوے فیصد یا ایک فیصد سے مراد تحدید نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے، کیونکہ رحمت باری تعالیٰ کا سمندر بے کراں ہے، جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

فائدہ نافعہ:

مسلمان خواہ کتنا سیاہ کار ہو، اسے رحمت باری تعالیٰ اور مغفرت سے محروم نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ محروم ہونے کا نظریہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو محدود تصور کرنے کے مترادف ہے، جو مسلمان کی شایانِ شان ہرگز نہیں ہوسکتا۔

3465 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ

3465- اخرجه مسلم (٤/٢١٠٩): كتاب التوبة: باب: في سعة رحمة الله تعالى و انها سبقت غضبه، حديث (٢٣/٢٧٥٥)، و احمد (٤/٣٣٤، ٣٩٧، ٣٨٤).

فِي الْجَنَّةِ اَحَدٌ وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنَ الْجَنَّةِ اَحَدٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اگر بندہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں موجود عذاب کا پتہ چل جائے تو اسے جنت کی امید ہی نہ رہے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پتہ چل جائے تو کوئی بھی شخص جنت سے ناامید نہ ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے ہم اسے صرف علاء کی ان کے والد کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

عقوبتِ باری تعالیٰ کا بے پایاں ہونا:

رحمت باری تعالیٰ کی طرح عقوبت باری تعالیٰ بھی بے پایاں ہے۔ پہلی حدیث اللہ تعالیٰ کی صفات مغفرت، ستاری اور غفاری کی مظہر اتم ہے جبکہ یہ روایت صفات قہاری، جباری اور کبریائی کی مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات غفاری وقہاری کو قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے:

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ٥ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ٥ (الحجر: ۴۹، ۵۰)

''اے محبوب! میرے بندوں میں اس بات کا اعلان کر دیں کہ میں بہت معاف کرنے والا' بہت مہربان ہوں اور بیشک میرا عذاب بھی بہت دردناک ہے۔''

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت غفاری وستاری حق ہیں اور صفت قہاری بھی حق ہے، کوئی مسلمان ان صفات کا ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ دنیا کی بڑی سے بڑی تکلیف عذاب باری تعالیٰ کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتی۔

فائدہ نافعہ:

مسلمان خواہ کتنا ہی عابد و زاہد اور صاحب تقویٰ ہو لیکن صفت قہاری کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب اپنی کوتاہیوں کی فہرست پر ایک نظر ڈالے گا، وہ یقیناً یکدم لرز جائے گا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی صفات قہاری و جباری کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے اور غفاری وستاری کو بھی، اس سے مؤمن دنیا میں کثیر معصیات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

3466 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

3466- اخرجه ابن ماجه (۶۷/۱): كتاب المقدمة: باب: فيما انكرته الجهمية، حديث (۱۸۹)، (۱۴۳۵/۲): كتاب الزهد باب: ما يرجى رحمة الله يوم القيامة، حديث (۴۲۹۵)، و احمد (۴۳۳/۲)۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: إِنَّ اللَّهَ حِينَ خَلَقَ الْخَلْقَ كَتَبَ بِيَدِهِ عَلَى نَفْسِهِ إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا' تو اس نے اپنے دستِ قدرت کے ذریعے اپنے اوپر یہ بات لازم کی۔ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ جائے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

رحمتِ باری تعالیٰ کا غضبِ خداوندی پر غالب آنا:

گزشتہ احادیث میں ذات باری تعالیٰ کی صفات غفاری وقہاری کا ذکر ہوا، جن کا کنارہ وانتہاء نہیں ہے۔ اس حدیث میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کی صفت قہاری یعنی غضب پر غالب آ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے: جب صفات غفاری وقہاری کا موازنہ ومقابلہ کیا جائے تو صفت غفاری، صفت قہاری پر غالب آ جاتی ہے۔ یہ امر مسلمانوں کے لیے بہت بڑا مژدہ ہے کہ انہیں اپنے گناہوں کے باعث رحمت خداوندی اور مغفرت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس بارے میں واضح ارشاد خداوندی ہے: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ یعنی ''رحمتِ خداوندی سے ناامید نہ ہو جاؤ۔''

جہاں تک رحمتِ خداوندی کا غضبِ باری تعالیٰ پر غالب آنے کا تعلق ہے، اس بارے میں ارشادات خداوندی حسب ذیل ہیں:

۱- عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ (الاعراف: ۱۵۶)

''میں اپنا عذاب اس پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام چیزوں کو محیط ہے۔''

۲- وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝ (الفاطر: ۴۵)

''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کیے پر پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن ایک مقرر میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے۔ پھر جب ان کا وعدہ آئے گا، تو بیشک اللہ کے سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔''

۳- كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ (الانعام: ۵۴)

''تمہارے پروردگار نے رحمت کو اپنے ذمہ کرم پر لازم کرلیا ہے۔''

3467 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى الثَّلْجِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَغْدَادَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ صَاحِبُ

3467- تفردبه الترمذی انظر التحفة (۲۴۸/۱)، حدیث (۹۳۶) من ثابت عن انس ، و اخرجه احمد (۱۲۰/۳)، و ابن ماجه (۱۲۶۸/۲)، حدیث (۳۸۵۸)، من طرق انس بن سیرین عن انس بن مالك فذكره.

اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَرْبِيٍّ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ وَثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متن حدیث: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَرَجُلٌ قَدْ صَلَّى وَهُوَ يَدْعُو وَيَقُولُ فِي دُعَائِهِ اللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُونَ بِمَ دَعَا اللّٰهَ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِي اِذَا دُعِيَ بِهِ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهِ اَعْطٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اس وقت ایک شخص وہاں نماز ادا کر رہا تھا وہ دعا مانگ رہا تھا اور دعا میں یہ پڑھ رہا تھا۔

"اے اللہ! تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو بڑا احسان کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اے جلال اور اکرام والے۔"

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں پتہ ہے اس نے کیا دعا مانگی ہے؟ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم کے وسیلے سے دعا مانگی ہے کہ جب اس کے وسیلے سے دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے اور جب اس کے وسیلے سے کچھ مانگا جائے تو اللہ تعالیٰ وہ چیز عطا کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ثابت کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کے حوالے سے غریب ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

ایک عظیم دعا جو ضرور قبول کی جاتی ہے

ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوتے ہیں، نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں پھر گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں، جس میں صفات باری تعالیٰ کو استعمال کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا سن کر اس صحابی کی تحسین فرماتے ہیں اور مزید برآں یہ فرماتے ہیں کہ ایسی دعا اللہ تعالیٰ فوراً قبول کرتا ہے۔ وہ دعا حسب ذیل ہے:

اَللّٰهُمَّ! لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ! اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔

اس دعا میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات باری تعالیٰ کے تین صفات اسماء گرامی استعمال کیے ہیں: (۱) مَنَّانُ (بہت احسان کرنے والا) (۲) بَدِيعُ (پیدا کرنے والا) (۳) ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (کرم و احسان والا)۔ اس روایت کے مطابق ان اسماء گرامی میں ایک اسم گرامی اسم اعظم ہے۔ اس کی تفصیلی بحث "کتاب الدعوات" کے آغاز میں گزر چکی ہے۔

بَاب قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ

باب 62: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو''

3468 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا رِبْعِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهُ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَاَظُنُّهُ قَالَ اَوْ اَحَدُهُمَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَرِبْعِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيمَ هُوَ اَخُو اِسْمٰعِيلَ بْنِ اِبْرَاهِيمَ وَهُوَ ثِقَةٌ وَّهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ

مذاہب فقہاء: وَيُرْوٰى عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ اِذَا صَلَّى الرَّجُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً فِي الْمَجْلِسِ اَجْزَاَ عَنْهُ مَا كَانَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے رمضان کا مہینہ آ جائے اور پھر وہ پورا گزر بھی جائے لیکن اس شخص کی مغفرت نہ ہو سکے۔ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے اس کے ماں باپ کا بڑھاپا آئے اور وہ دونوں ماں باپ اسے جنت میں داخل نہ کروا سکیں۔ (یعنی وہ ماں باپ کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکے)

عبدالرحمٰن بن اسحاق نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔ میرا خیال ہے حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

''ماں باپ یا ان دونوں میں سے کوئی ایک''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

یہ روایت حسن ہے اور اس سند کے حوالے سے غریب ہے۔

ربعی بن ابراہیم نامی راوی اسماعیل بن ابراہیم کے بھائی ہیں۔ یہ ثقہ ہیں اور یہی ابن علیہ ہیں۔

اہل علم سے یہ بات روایت کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص کسی محفل میں (نبی اکرم ﷺ کا نام لینے پر) ایک مرتبہ درود بھیج دے تو اب وہ اس محفل میں جتنی بار بھی نام لے گا تو ایک مرتبہ درود پڑھنا کافی ہوگا۔

3468۔ اخرجہ احمد (۲/ ۲۵۴) عن سعید بن ابی سعید عن ابی ہریرۃ فذکرہ۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پیش کرنے کی فضیلت واہمیت:

قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود وسلام پیش کرنے کا نہایت مؤثر انداز میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (الاحزاب:۵۶)

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (محترم صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) آپ پر درود بھیجو اور خوب سلام پیش کرو۔''

لفظ ''درود'' فارسی زبان کا لفظ ہے، اس کے لیے عربی زبان میں ''صلوٰۃ'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: دعا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: نماز۔ نماز میں مسلمان کمال درجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا ہے، رکوع اور سجدہ نماز کی روح ہیں یعنی نماز میں عجز وانکسار کی خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ صلوٰۃ بمعنی درود ہو تو اس کے مفہوم میں بھی کمال درجہ کی معنوی خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ گویا جس طرح مؤمن اپنے پروردگار کو خوش کرنے کے لیے نماز ادا کرتا ہے، اسی طرح اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام پیش کرنے کی جہاں فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر درود وسلام نہ پڑھنے کی وعید بیان کی گئی ہے۔ حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور درود وسلام پیش کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قسم کے لوگوں کے حق میں بددعا فرمائی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آمین! کہا، ایسی دعا کی قبولیت میں کوئی شک نہیں رہتا۔ آپ نے یوں بددعا فرمائی:

(i) اے اللہ! ذلیل وخوار کر اس شخص کو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔

(ii) اے اللہ! ذلیل وخوار کر اس آدمی کو جس نے ماہ رمضان پایا اور اپنی مغفرت نہ کروالی ہو۔

(iii) اے اللہ! ہلاک کر اس شخص کو جس نے اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے کے عالم میں پایا ہو، پھر انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کرایا ہو۔

فائدہ نافعہ:

خواہ درود وسلام کی حیثیت یکساں ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کر کے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فائدہ نہیں پہنچاتے، کیونکہ آپ ہمارے فائدہ کے ہرگز محتاج نہیں ہیں۔ جس طرح نماز پڑھ کر ہم اللہ تعالیٰ کو فائدہ نہیں پہنچاتے، کیونکہ اس میں ہمارا اپنا فائدہ ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا ہی اپنی عبادت کے لیے کیا ہے۔ علاوہ ازیں ہم آپ کی خدمت میں درود وسلام کا ہدیہ خود پیش نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے۔

درود و سلام پیش کرنے میں حکمتیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام پیش کرنے میں کثیر حکمتیں ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- عقیدہ توحید کی حفاظت ہونا: درود و سلام پیش کرنے سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے، کیونکہ اس دعا سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رحمت باری تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

۲- قبولیت دعا کی صلاحیت پیدا ہونا: اللہ تعالیٰ کے حضور جو بھی دعا کرنا مقصود ہو تو اس سے قبل اور بعد میں درود شریف پڑھنے سے، اس میں قبولیت کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

۳- قیامت کے دن قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہونا: درود شریف پیش کرنے سے آدمی کو قیامت کے دن قرب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگا۔

۴- نیکیوں میں اضافہ ہونا: درود شریف پیش کرنے سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

روایات سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دس نیکیاں عطا کرتا ہے۔

۵- گناہ معاف ہونا اور درجات بلند ہونا: بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بار درود شریف پیش کرنے سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور آدمی کے دس درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

درود شریف پڑھنے میں مذاہب آئمہ:

اس بات میں سب آئمہ کا اتفاق ہے کہ مذکورہ آیت اور حدیث کے مطابق زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ ایک سے زائد بار درود شریف پڑھنے کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا فرض ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا مسنون ہے اور اس کے چھوٹ جانے سے نماز ہو جاتی ہے۔ جب کسی مجلس میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو، ایک بار درود شریف پڑھنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، ہر بار ذکر سن کر درود شریف پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

امت پر احسانات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر احسانات کا جائزہ لیا جائے تو دل چاہتا ہے کہ تاحیات صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ پر درود و سلام پیش کرتے رہیں، آپ کے چند ایک احسانات حسب ذیل ہیں:

۱- پیدائش کے وقت سربسجود ہو کر دعا فرمائی: رَبِّ هَبْ لِيْ أُمَّتِيْ یعنی اے پروردگار میری امت کی بخشش کر دے!

۲- وصال کے وقت بلکہ قبر انور میں بھی آپ امت کی بخشش کی دعا کرتے رہے۔

۳- شب معراج میں بارگاہ خداوندی میں اپنی امت کی بخشش کی درخواست پیش کی۔

۴-امت کی تبلیغ واصلاح کی غرض سے طائف کا سفر اختیار فرمایا، وہاں کے غنڈوں نے آپ پر پتھروں کی بارش کر دی، آپ سراپا لہولہان ہو گئے پھر بھی اصلاح احوال کی دعا فرماتے رہے۔

۵-آپ نے اپنا آبائی وطن مکہ معظمہ ترک کر دیا، ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے پھر تا حیات بلکہ بعد از وصال اسی شہر کو اپنا مسکن بنائے رکھا۔

۶-امت کی خاطر آپ نے مکہ مکرمہ میں اپنے اعزاء واقارب کو چھوڑنے کی قربانی دی۔

۷-غزوۂ احد کے موقع پر امت کے دفاع میں آپ کا دانت مبارک شہید ہوا۔

۸-قیامت کے دن اپنی امت بلکہ جمیع الناس کی شفاعت فرمائیں گے۔

3469 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: الْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

◆◆ عبداللہ بن علی اپنے والد (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود شریف نہ پڑھنے والے کا بخیل ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور آپ کے ساتھ عقیدت ومحبت کا تقاضا ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر سنا جائے تو درود وسلام کا ہدیہ پیش کیا جائے۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر سن کر درود شریف نہ پڑھے، وہ سب سے بڑا بخیل ہے۔ حدیث باب میں درود شریف نہ پڑھنے والے کو بخیل قرار دیا گیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس کی جائے گی لیکن بخیل شخص اس خوشبو سے بھی محروم رہے گا، بخیل سے مراد وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دولت سے نوازا ہو، پھر وہ اپنی ذات پر کھل کر خرچ کرے اور نہ لوگوں پر۔ تاہم اس مقام پر بخیل سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس پیارے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہو، وہ آپ کے حضور درود وسلام نہ پیش کرے۔ دنیوی بخیل سے درود شریف نہ پڑھنے والا بخیل زیادہ قابل مذمت ہے۔

3469- اخرجہ احمد (۱/۱ ۲۰) عن علی بن حدین بن علی بن ابی طالب عن ابیہ حسین بن علی بن ابی طالب فذکرہ۔

درود شریف نہ پڑھنے کی وعیدیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھنے کے بارے میں کثیر وعیدیں وارد ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- ایسے شخص کے حق میں ذلت وخواری اور ہلاکت کی بددعا کی گئی۔

۲- ایسا آدمی نہایت شقی وبدبخت ہے۔

۳- ایسے شخص کا دین ناقص وناممکل ہے۔

۴- ایسا آدمی جنت کا راستہ بھول جائے گا۔

۵- قیامت کے دن زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا۔

۶- ایسا شخص بخیل وظالم ہے۔

۷- قیامت کے دن قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا۔

بَابُ فِي دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 63: نبی اکرم ﷺ کی دعا

3470 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِي عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ بَرِّدْ قَلْبِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ اَللّٰهُمَّ نَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

"اے اللہ! میرے دل کو برف، اولوں اور ٹھنڈے پانی کے ذریعے دھو دے! اے اللہ! میرے دل کو خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح تو سفید کپڑے کو میل سے پاک کر دیتا ہے"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

3470۔ تفردبه الترمذي انظر التحفة (۲۸٦/٤)، حديث (۵۱۷۵) من اصحاب الكتب الستة، من طريق عطاء بن السائب، و اخرجه احمد (۳۵٤/٤)، و البخاري و مسلم و النسائي، بنحوه من طريق مجزاة بن زاهر عن عبد الله بن ابي اوفى فذكره.

شرح

دل کے سکون اور گناہوں کے مٹانے کی دعا:

قلب (دل) رئیس الاعضاء ہے، اس پر پورے جسم کی صحت کا دارومدار ہے، اگر یہ صحیح ہوا تو تمام جسم صحیح ہوگا، اگر اسے صحت وسکون حاصل نہ ہوا تو پورا جسم علیل و بے سکون ہوگا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صحت وسکون کے لیے خصوصیت سے دعا تجویز فرمائی تاکہ دیگر اعضاء بلکہ پورا جسم سکون وصحت سے رہے اور انسان اطمینان قلب کے ساتھ درس وتدریس، تصنیف و تالیف، وعظ وتبلیغ اور عبادت وریاضت کی خدمات انجام دیتا رہے۔

دعاء صحت قلب حسب ذیل ہے:

اَللّٰهُمَّ! بَرِّدْ قَلْبِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ، اَللّٰهُمَّ! نَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ.

یہ دعا دو جملوں پر مشتمل ہے، پہلے جملہ میں دل کو پرسکون رکھنے کے لیے اسے ٹھنڈا کرنے کی التجاء کی گئی ہے' جبکہ دوسرے فقرے میں اسے گناہوں اور میل کچیل سے پاک وصاف کرنے کی التجاء کی گئی ہے۔

بَاب

باب 64: بلاعنوان

3471 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الْقُرَشِيِّ الْمُلَيْكِيِّ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ الْعَافِيَةَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الْقُرَشِيِّ

توضیح راوی: وَهُوَ الْمَكِّيُّ الْمُلَيْكِيُّ وَهُوَ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَقَدْ رَوٰى إِسْرَائِيْلُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حدیثِ دیگر: مَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَافِيَةِ

سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْكُوْفِيُّ عَنْ اِسْرَآئِيلَ بِهٰذَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جس شخص کے لیے دعا کے دروازے کو کھول دیا گیا اس کے لیے رحمت کے دروازوں کو کھول دیا گیا اور اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ اس سے عافیت مانگی جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے۔ دعا اس چیز کے بارے میں بھی فائدہ دیتی ہے جو نازل ہو چکی ہو اور اس کے بارے میں فائدہ دیتی ہے جو نازل نہ ہوئی ہو اس لیے اے اللہ کے بندو! تم دعا کو لازم پکڑلو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف عبدالرحمٰن بن ابوبکر قرشی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں اور یہ علم حدیث میں ضعیف ہیں۔

بعض اہل علم نے انہیں ان کے حافظے کے حوالے سے ضعیف قرار دیا ہے۔

اسرائیل نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے حوالے سے موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''اللہ تعالیٰ سے جو بھی چیزیں مانگی جاتی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ چیز عافیت ہے''۔

قاسم بن دینار کوفی نے یہ روایت اسحاق بن منصور کے حوالے سے اسرائیل سے نقل کی ہے۔

شرح

دعا کا دروازہ کھلنے سے رحمت کا دروازہ کھلنا:

جو شخص تقویٰ و طہارت، عبادت و ریاضت، اذکار و وظائف، وعظ و تبلیغ، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف وغیرہ خدمات انجام دینے کے نتیجہ میں حضور قلب و توجہ الی اللہ سے دعا کی قبولیت کے وقت کو معلوم کر لیتا ہے، وہ جب اس سہانے وقت میں سراپا عجز و انکسار بن کر دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو فوراً قبول کر لیتا ہے۔ اگر مرنے کے بعد بھی معصیت کا جال اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے تو وہ عادی و مشاق ہونے کے سبب اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو کر دعا میں مصروف ہو جاتا ہے، جہاں اس کے لیے دعا کی قبولیت کا دروازہ کھلے گا وہاں رحمت (جنت) کا دروازہ بھی کھل جائے گا۔ حدیث باب میں بھی اسی حقیقت کو مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب دعا کی قبولیت کا دروازہ کھلتا ہے تو ساتھ ہی رحمت باری تعالیٰ کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔ خواہ یہ دعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے فرمائی ہے لیکن حقیقت میں تعلیم امت مقصود ہے۔

دعا میں عافیت طلبی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہونا:

ہر وہ دعا جو اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے، اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے مگر عافیت کی دعا کرنے سے زیادہ خوش ہوتا ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ عافیت کی دعا فوراً قبول کی جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے خوش اسلوبی سے قبول کرتا ہے۔

عافیت کا مطلب ہے صحت وسلامتی، امراض سے شفاء اور خیر وسکون وغیرہ۔ اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ سے امراض و آفات کے بارے میں پیشگی عافیت کی دعا کرنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، کیونکہ امراض و مصائب میں مبتلا ہونے کے بعد تو سب لوگ دعا کرتے ہیں۔ پیشگی دعا کرنے سے ذات باری تعالیٰ پر زیادہ ایمان و یقین کا اظہار ہوتا ہے اور ایسی صورت اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

3472 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا بَکْرُ بْنُ خُنَیْسٍ عَنْ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِیِّ عَنْ رَبِیعَةَ بْنِ یَزِیدَ عَنْ اَبِی اِدْرِیسَ الْخَوْلَانِیِّ عَنْ بِلَالٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَاِنَّ قِیَامَ اللَّیْلِ قُرْبَةٌ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ وَتَکْفِیرٌ لِلسَّیِّئَاتِ وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِیْثِ بِلَالٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَا یَصِحُّ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ

قولِ امام بخاری: قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ یَقُوْلُ مُحَمَّدٌ الْقُرَشِیُّ هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعِیْدٍ الشَّامِیُّ وَهُوَ ابْنُ اَبِیْ قَیْسٍ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ وَقَدْ تُرِکَ حَدِیْثُهٗ وَقَدْ رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ مُعَاوِیَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمَکْفَرَةٌ لِلسَّیِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ لِلْاِثْمِ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ اِدْرِیْسَ عَنْ بِلَالٍ

◆◆ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تم رات کے وقت نوافل ضرور ادا کیا کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور آدمی گناہوں سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ برائیوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کر دیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے ہم اس روایت کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا محمد قرشی نامی راوی محمد بن سعید شامی ہیں جو ابن ابی قیس ہیں اور یہ محمد بن حسان ہیں' جن کی حدیث کو متروک قرار دیا گیا ہے۔

معاویہ بن صالح نے اس روایت کو ربیعہ بن یزید کے حوالے سے ابوادریس خولانی کے حوالے سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

3472- اخرجه الترمذی انظر التحفة (۲/۱۰۶)، حدیث (۲۰۳۶) من اصحاب الکتب الستة، وذکره المنذری فی الترغیب و الترهیب (۱/۱۸۶) عن سلمان الفارسی، حدیث (۹۰۸)، وعزاه للطبرانی فی الکبیر.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم لوگ رات کے وقت نوافل ضرور ادا کیا کرو، کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور یہ تمہارے پروردگار کی بارگاہ میں قربت کا باعث ہے۔ یہ گناہوں کو ختم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت ابوادریس کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

نمازِ تہجد کے التزام کی فضیلت:

اعمال وعبادات کے باب میں پہلا درجہ فرائض کا ہے، جو پنجگانہ نماز کی صورت میں ادا کیے جاتے ہیں، دوسرا درجہ سنن مؤکدہ کا ہے، تیسرا درجہ نمازِ تہجد کا ہے اور چوتھا درجہ عام نوافل کا ہے۔ حدیث باب میں نمازِ تہجد کی اہمیت وفضیلت نئے انداز سے بیان کی گئی ہے:

۱- نمازِ تہجد وہ عظیم عبادت ہے، جس پر پہلی امتوں کے اولیاء وصالحین بھی عمل پیرا رہے تھے۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام نے بھی اسے معمول بہ بنائے رکھا تھا۔

۲- فرائض کے بعد سب سے عظیم عبادت نمازِ تہجد ہے، جس کے ذریعے قربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے معمول بہ بنائے رکھا۔ اولیاء وصالحین اس نماز کی برکت سے منصب ولایت وقطبیت پر فائز ہوئے اور ترقی کی منازل طے کرنے کے بعد مقربانِ بارگاہِ الٰہی بن گئے۔

۳- تہجد کی برکت سے گناہ مٹ جاتے ہیں، کیونکہ اعمالِ صالحہ سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ علاوہ ازیں درجات میں ترقی حاصل ہوتی ہے۔

۴- نمازِ تہجد انسان کو برائیوں سے روکتی ہے، کیونکہ جو شخص رات کی تاریکی میں بستر سے الگ ہوکر اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لیے اپنی گردن جھکا کر پیشانی زمین پر رکھتا ہے تو اس میں شرم وحیاء پیدا ہوتی ہے، جو اسے اعمالِ صالحہ کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور معصیات سے بچاتی ہے۔

کتب حدیث میں نمازِ تہجد کے مزید فضائل بیان ہوئے ہیں:

(i) ابن آدم کی دو رکعت نمازِ تہجد دنیا و مافیہا سے افضل ہے۔ (الترغیب والترہیب، ج: اول، ص: ۳۲۶)

(ii) نمازِ تہجد پڑھنے والا بلاحساب جنت میں جائے گا۔ (کنز العمال، جلد: ۷، ص: ۷۸۵)

3473 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ

3473- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱٤۱۰): كتاب الزهد: باب: الامل و الاجل حديث (٤٢٣٦).

بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی السَّبْعِیْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذٰلِكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ حَدِیْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مِنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: میری امت کی اوسط عمریں ساٹھ سے لے کر ستر سال تک ہوں گی۔ ان میں سے بہت کم لوگ اسے عبور کریں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور محمد بن عمرو کی ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کرنے کے حوالے سے غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

اُمتِ محمدی کی عمروں کا تعین ہونا:

یہ روایت جہاں امت محمدی کی عمروں کا تعین کرتی ہے وہاں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب کا بھی اعلان کرتی ہے۔ بلاشبہ اُمتِ محمدی کے لوگوں کی عموماً ساٹھ سے ستر سال تک عمریں ہیں اور یہ زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان ہوا ہے۔

سوال: بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عمریں طویل ہوئی ہیں مثلاً حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی عمر سو (۱۰۰) سال کی ہوئی ہے، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہوئی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اڑھائی سو (۲۵۰) سال یا ساڑھے تین سو (۳۵۰) سال ہوئی ہے؟

جواب: (۱) ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: وَاَقَلُّهُمْ مَّنْ یَّجُوْزُ ذٰلِكَ یعنی ایسے لوگ کم ہیں' جن کی عمریں ستر (۷۰) سال سے متجاوز ہوں گی۔

(۲) اس روایت میں تحدید مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ عموماً امت محمدی کی عمریں ساٹھ سے ستر سال ہوں گی، اس سے زائد یا کم ہونا اس کے منافی نہیں ہے۔

عصر حاضر میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے، جن کی عمریں اتنی ہیں اور زائد عمر والے لوگ قلیل ہیں۔ مشہور مقولہ ہے: اَلْقَلِیْلُ کَالْمَعْدُوْمِ یعنی قلیل تعداد نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔

بَابٌ فِيْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 65: نبی اکرم ﷺ کی دعا

3474 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ طُلَيْقِ بْنِ قَيْسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ يَقُوْلُ رَبِّ اَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْ لِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِيْ وَيَسِّرِ الْهُدٰى لِيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَكَّارًا لَكَ ذَكَّارًا لَكَ رَهَّابًا لَكَ مِطْوَاعًا لَكَ مُخْبِتًا اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُنِيْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ وَثَبِّتْ حُجَّتِيْ وَسَدِّدْ لِسَانِيْ وَاهْدِ قَلْبِيْ وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ صَدْرِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ هٰذَا الْحَدِيْثَ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے۔

"اے میرے پروردگار تو میری اعانت کر میرے خلاف اعانت نہ کر تو میری مدد کر میرے خلاف مدد نہ کر میرے لیے تدبیر کر میرے خلاف تدبیر نہ کر تو مجھے ہدایت نصیب کر ہدایت کو میرے لیے آسان کر دے جو شخص میرے ساتھ زیادتی کرنا چاہتا ہو اس کے خلاف میری مدد کر اے اللہ! مجھے اپنا انتہائی شکر کرنے والا بندہ بنا دے۔ اپنا انتہائی ذکر کرنے والا اپنے سے ڈرنے والا اپنا فرمانبردار بنا دے۔ اپنے سامنے آہ وزاری کرنے والا بنا دے۔ اپنی طرف رجوع کرنے والا اور لوٹنے والا بنا دے۔ اے میرے پروردگار تو میری توبہ کو قبول کر لے۔ میری برائیوں کو دھو دے میری دعا کو قبول کر لے میری حجت کو ثابت کر دے۔ میری زبان کو روک دے (یعنی اس کی حفاظت کر) میرے دل کو ہدایت نصیب کر میرے سینے سے حسد کو نکال دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

محمود بن غیلان نے اسے محمد بن بشر عبدی کے حوالے سے سفیان کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

ایک جامع اور نافع دعا:

اسلامی عقائد وافکار میں "عقیدہ توحید" کو کلیدی حیثیت حاصل ہے، جب انسان اس عقیدہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کو مصرف

3474۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد ص (۱۹۶)، حدیث (۶۶۹)، و ابوداؤد (۲/۸۳، ۷۴) کتاب الصلاۃ: باب: دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث (۳۸۳۰)، و ابن ماجه (۲/۱۲۵۹) کتاب الدعاء: باب: دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث (۳۸۳۰)، و احمد (۱/۲۲۷)، و عبد بن حمید ص (۲۳۶) حدیث (۷۱۷)۔

حقیقی اور مالک حقیقی تسلیم کر لیتا ہے تو پھر نہ صرف اس کی دعا قبول کی جاتی ہے بلکہ اس کی بارگاہ کا مقبول ترین فرد بن جاتا ہے، اس کی ہر حرکت و سکون خالق کائنات جل شانہ کے تابع ہو جاتی ہے اور اس کی حیات کامیاب قرار پاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق جامع اور نافع ترین دعا حسب ذیل ہے:

رَبِّ! اَعِنِّی وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ وَاهْدِنِیْ وَیَسِّرِ الْهُدٰی لِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ، رَبِّ! اجْعَلْنِیْ لَکَ شَکَّارًا لَکَ ذَکَّارًا لَکَ رَهَّابًا لَکَ مِطْوَاعًا لَکَ مُخْبِتًا اِلَیْکَ اَوَّاهًا مُنِیْبًا، رَبِّ! تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاهْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَةَ صَدْرِیْ.

یہ جامع و نافع دعا خواہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حق میں مانگی ہے لیکن اس سے امت کی تعلیم مقصود ہے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور بے شمار کمالات کے مالک و مختار ہیں۔ اس دعا میں کثیر مضامین بیان ہوئے ہیں یعنی ایک ایسی دعا ہے جو متعدد دعاؤں پر مشتمل ہے۔

3475 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَهُ فَقَدِ انْتَصَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ حَمْزَةَ وَقَدْ تَکَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ اَبِیْ حَمْزَةَ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَهُوَ مَیْمُوْنٌ الْاَعْوَرُ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِیُّ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اپنے ساتھ ظلم کرنے والے کو بددعا دیدے اس نے بدلہ لے لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف ابوحمزہ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض محدثین نے ابوحمزہ کے بارے میں کلام کیا ہے۔ یہ صاحب میمون اعور ہیں۔

قتیبہ نے حمید کے حوالے سے ابواسود کے حوالے سے ابوحمزہ کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

شرح

ظالم کے خلاف بددعا اس سے انتقام ہونا:

جب مظلوم، ظالم کے خلاف بددعا کرتا ہے تو وہ بددعا ظالم کے خلاف انتقام کی شکل اختیار کر لیتی ہے، قدرت کی طرف سے بلا تاخیر انتقام لیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ظالموں کے خلاف دعا میں

3475- تفرد به الترمذی انظر التحفة (۱۱/ ۳۷۴)، حدیث (۱۶۰۰۳) من اصحاب الکتب الستة، وذکره السیوطی فی الدر المنثور (۲۳۷/۱) وعزاه للترمذی عن عائشة.

کیں اور ان کے خلاف قنوت نازلہ پڑھی۔ پھر انہوں نے اپنی دعاؤں کا نتیجہ بلا تاخیر دیکھ لیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو، کیونکہ اس کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا یعنی یہ بددعا بلا تاخیر درجہ قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔

حدیث باب کے خواہ کئی مطالب ومفاہیم ہو سکتے ہیں لیکن آسان ترین اور قریب ترین اس کا مفہوم یہ ہے کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی دعا کے نتیجہ میں ظالم کی نیکیوں کا اجر وثواب مظلوم کے نامہ اعمال میں ڈال دیا جاتا ہے اور مظلوم کے گناہ ظالم کے نامہ اعمال میں شامل کر دیئے جاتے ہیں۔

3476 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ قَالَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ كَانَتْ لَهٗ عِدْلَ اَرْبَعِ رِقَابٍ مِّنْ وَّلَدِ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ

اختلاف روایت: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ مَوْقُوْفًا

◆◆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص دس مرتبہ یہ کلمات پڑھ لے اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے سا ثواب ملے گا۔

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہی اس کے لیے مخصوص ہے حمد اس کے لیے مخصوص ہے وہ زندگی دیتا ہے وہ موت دیتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔"

یہی روایت حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے "موقوف" روایت کے طور پر منقول ہے۔

شرح

کلمہ توحید کی فضیلت:

مختلف اذکار ووظائف کے فضائل بیان ہوئے ہیں، حدیث باب میں کلمہ توحید کے وظیفہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جو شخص نماز مغرب کے بعد یہ کلمہ دس بار پڑھتا ہے، اسے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

سوال: کلمہ توحید کے ثواب کے ضمن میں غلاموں کی تخصیص حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جس طرح شرافت وفضیلت کے لحاظ سے حضرت اسماعیل خلیل علیہ السلام انبیاء کرام علیہم السلام میں امتیازی شان

3476- اخرجہ البخاری (۱۱/۲۰۴): کتاب الدعوات: باب: فضل التھلیل حدیث (٦٤٠٤)، ومسلم (۲۰۷۱/٤، ۲۰۷۲): کتاب الذکر و الدعاء و التوبۃ و الاستغفار: باب: فضل التھلیل و التسبیح و الدعاء، حدیث (۲٦۹۳/۳۰) و احمد (٤۱۸/٥)، و عبد بن حمید ص (۱۰۲)، حدیث (۲۲۱)

رکھتے ہیں، اسی طرح آپ کی اولاد بھی دوسرے لوگوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ اس طرح آپ کی اولاد کے غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر وثواب بھی زیادہ ہے۔

فائدہ نافعہ:

حدیث باب میں مذکور تمام فقرات توحید باری تعالیٰ پر مشتمل ہیں، اس لیے ان کے مجموعہ کو "کلمہ توحید" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عقیدہ توحید کی اہمیت وفضیلت اس قدر عیاں ہے کہ کوئی مسلمان اس کا انکار ہرگز نہیں کرسکتا، کیونکہ دیگر اسلامی عقائد وافکار کی صحت کا دارومدار اسی عقیدہ پر ہے۔ تاہم عقیدہ توحید کی آڑ میں عقیدہ رسالت کو اس انداز میں بیان کرنا کہ توہین رسالت کی صورت پیدا ہو جائے، ہرگز اسلامی عقیدہ نہیں ہے اور نہ کوئی مسلمان ایسا کرسکتا ہے۔

یاد رہے عقیدہ توحید بھی زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان ہوا ہے، کلمہ طیبہ میں توحید ورسالت دونوں کا ذکر ہے، کلمہ شہادت میں توحید کی شہادت کے ساتھ رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی شہادت ہے اور توحید ورسالت کے مابین منافات نہیں ہے بلکہ بذریعہ رسالت جو توحید بیان ہو، وہی قابل قبول ہوتی ہے۔

3477 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنِي كِنَانَةُ مَوْلَى صَفِيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَّةَ تَقُولُ

متنِ حدیث: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ يَدَيَّ أَرْبَعَةُ آلَافِ نَوَاةٍ أُسَبِّحُ بِهَا فَقَالَ لَقَدْ سَبَّحْتِ بِهَذِهِ أَلَا أُعَلِّمُكِ بِأَكْثَرَ مِمَّا سَبَّحْتِ بِهِ فَقُلْتُ بَلَى عَلِّمْنِي فَقَالَ قُولِي سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ صَفِيَّةَ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ هَاشِمِ بْنِ سَعِيدٍ الْكُوفِيِّ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمَعْرُوفٍ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے میرے سامنے اس وقت چار ہزار گٹھلیاں تھیں جن پر میں تسبیح پڑھ رہی تھی نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا تم نے ان سب گٹھلیوں پر تسبیح پڑھی ہے؟ کیا میں تمہیں ایسی تسبیح کے بارے میں نہ بتاؤں جس کا ثواب ان سب کو پڑھنے سے زیادہ ہو۔ میں نے عرض کی آپ ﷺ مجھے تعلیم دیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم یہ پڑھو۔

"اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی جتنی تعداد ہے میں اتنی مرتبہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہوں"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے ہم اس روایت کے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جسے ہاشم بن سعید کوفی نے نقل کیا ہے۔ اس کی سند معروف نہیں ہے۔

3477- تفردبه الترمذی انظر التحفة (۱۱/ ۳۴۰)، حدیث (۱۵۹۰۴) من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه الحاکم فی المستدرک (۱/ ۵۴۷)، و قال: هذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه، و وافقه الذهبی.

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

مروجہ تسبیح کا بدعت نہ ہونا:

سورتوں کے نام، آیات قرآنی، اسماء الٰہی، اسماء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، نماز تسبیح میں تسبیحات، تکبیرات، تحمیدات، درود و سلام اور اذکار و وظائف مروجہ تسبیح (مالا) پر شمار کرنا ہرگز بدعت نہیں ہے۔ صحابہ کرام، صالحین امت اور اہل تقویٰ کھجور کی گٹھلیوں یا سنگریزوں یا چنوں پر اذکار و وظائف شمار کرتے چلے آرہے ہیں۔ حدیث باب سے بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ کھجور کی گٹھلیوں پر تسبیحات پڑھ رہی تھیں، کیونکہ ان کے سامنے چار ہزار کی تعداد میں گٹھلیاں موجود تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا تھا۔

اس بات میں تمام آئمہ وعلماء کا اتفاق ہے کہ خارج نماز میں گٹھلیوں، تسبیح (مالا) اور سنگریزوں وغیرہ پر اذکار و وظائف وغیرہ کا شمار کرنا جائز ہے لیکن حالت نماز میں اس بارے میں دو اقوال ہیں: (۱) جائز ہے (۲) مکروہ ہے۔

حدیث باب میں "عدد خلقه" کے الفاظ استعمال ہوئے اس سے مراد کثرت ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پانچ امور ہیں: (۱) آسمانی کتب (۲) آسمانی صحائف (۳) اسماء الحسنیٰ (۴) صفات باری تعالیٰ (۵) اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی۔

3478 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ كُرَيْبًا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهَا وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا قَرِيبًا مِّنْ نِّصْفِ النَّهَارِ فَقَالَ لَهَا مَا زِلْتِ عَلٰى حَالِكِ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ اَلَا اُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُوْلِيْنَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ مَوْلٰى اٰلِ طَلْحَةَ وَهُوَ شَيْخٌ مَدَنِيٌّ ثِقَةٌ وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ

3478۔ اخرجه مسلم (۲۰۹۰/۴): کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب: التسبیح اول النهار و عند النوم ، حدیث (۲۷۲۶/۷۹)، و البخاری فی الادب المفرد ص (۱۹۲)، حدیث (۶۴۹)، و النسائی (۷۷/۳): کتاب السهو: باب: عدد التسبیح بعد التسلیم ، نوع آخر من عدد التسبیح، حدیث (۱۳۵۲)، و ابن ماجه (۱۲۵۱/۲): کتاب الادب: باب: فضل التسبیح، حدیث (۳۸۰۸)، و احمد (۳۲۴/۶، ۳۲۹).

الْمَسْعُوْدِیُّ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ هٰذَا الْحَدِیْثَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس سے گزرے وہ اس وقت اپنی جائے نماز پر موجود تھیں پھر دوپہر کے وقت نبی اکرم ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو ان سے دریافت کیا کیا تم اس وقت سے اسی حالت میں ہو؟ تو سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی جی ہاں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں جنہیں تم پڑھ لیا کرو۔ (تم یہ پڑھا کرو)

''میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنی اس کی مخلوق کی تعداد ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنی اس کی مخلوق کی تعداد ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنی اس کی مخلوق کی تعداد ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جس سے وہ راضی ہو جائے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جس سے وہ راضی ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنا اس کے عرش کا وزن ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنا اس کے عرش کا وزن ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنا اس کے عرش کا وزن ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنی اس کے کلمات کی سیاہی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنی اس کے کلمات کی سیاہی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنی اس کے کلمات کی سیاہی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن نامی راوی آل طلحہ کے غلام ہیں۔ یہ مدنی بزرگ ہیں اور ثقہ ہیں۔

مسعودی اور سفیان ثوری نے ان سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

شرح

بے حد ثواب والا ذکر:

مختلف اذکار و وظائف کا مختلف اجر و ثواب بیان ہوا ہے' لیکن حدیث باب میں مذکور ذکر کا ثواب اس قدر زیادہ ہے کہ اس کا حساب نہیں لگایا جا سکتا۔ حضرت ام المؤمنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے مطابق وہ ذکر حسب ذیل ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضٰی نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضٰی نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضٰی نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ.

فائدہ نافعہ:

اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ذکر کا ثواب پوشیدہ نہیں ہے۔ اس سے مراد کثرت ثواب بھی ہو سکتا ہے اور

یہ بھی ممکن ہے کہ امت کو ترغیب کی نیت سے اس کا اجروثواب نہ بیان کیا گیا ہو۔

3479 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ قَالَ اَنْبَاَنَا جَعْفَرُ بْنُ مَیْمُوْنٍ صَاحِبُ الْاَنْمَاطِ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ اِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ اِلَیْهِ یَدَیْهِ اَنْ یَّرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَتَیْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَّرَوَاهُ بَعْضُهُمْ وَلَمْ یَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

''بے شک اللہ تعالیٰ ''حَیّ'' ہے اور کریم ہے وہ اس بات سے حیا کرتا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ہاتھ اس کی بارگاہ میں اٹھائے تو وہ ان دونوں ہاتھوں کو خالی اور نامراد واپس کر دے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بعض راویوں نے اسے نقل کیا ہے' لیکن ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

شرح

درِ خداوندی کے بھکاری کا محروم نہ ہونا:

جب بندہ صحیح اعتقاد و یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر اور ہاتھ پھیلا کر سوال کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوتا ہے، اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا اور اس کی آرزو کے مطابق بلکہ اس سے بھی زیادہ نوازتا ہے۔ ایسی دعا کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! دیکھو میرا بندہ تمام دروازوں کو مسترد کرتے ہوئے میری بارگاہ میں حاضر ہوا ہے، اگر میں بھی اس کی دعا کو قبول نہ کروں تو میرے اور جھوٹے خداؤں کے درمیان کوئی فرق نہیں رہتا، تم گواہ ہو جاؤ! میں نے اپنے بندے کے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور جس سلسلہ میں اس نے دعا کی ہے میں نے وہ چیز عنایت کر دی ہے کیونکہ اسے خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے مجھے حیاء آتی ہے۔

فائدہ نافعہ:

مسلمان کو دعا کرتے وقت جہاں عجز و انکسار کی تصویر بنا چاہیے وہاں اپنے دونوں ہاتھ بلند اور دراز بھی کرنا چاہئیں اور یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے۔ حدیث باب سے بھی اس صورت کا اشارہ ملتا ہے۔

3480 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِیْسٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

3479- اخرجه ابوداؤد (۷۸/۲): كتاب الصلاة: باب: الدعاء، حديث (۱٤۸۸)، وابن ماجه (۱۲۷۱/۲): كتاب الدعاء: باب رفع اليدين في الدعاء، حديث (۳۸٦٥)، و احمد (٤۳۸/٥).

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَدْعُو بِاِصْبَعَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِّدْ اَحِّدْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

قول امام ترمذی: وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اِذَا اَشَارَ الرَّجُلُ بِاِصْبَعَيْهِ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الشَّهَادَةِ لَا يُشِيْرُ اِلَّا بِاِصْبَعٍ وَّاحِدَةٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص اپنی دوانگلیوں کے ذریعے اشارہ کرکے دعا مانگ رہا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک کے ذریعے' ایک کے ذریعے۔ (اشارہ کرو)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے: جس وقت کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دعا کے دوران آدمی اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ کرتا ہے۔ اس وقت صرف ایک انگلی کے ذریعے اشارہ کرے۔

شرح

تشہد میں ایک انگلی سے اشارہ کرنا:

بعض فقہاء کے نزدیک حالت نماز میں قعدہ کے دوران تشہد پڑھتے وقت حرف نفی (اَنْ لَّا) پر اشارہ کرتے ہوئے اپنی انگلی کو اٹھانا اور (حرف) اثبات (اِلَّا اللّٰہُ) پر گرانا، مسنون ہے۔ یہ مسنون اس شخص کے لیے ہے جسے اس کا طریقہ آتا ہو ورنہ نہیں۔ اہل تصوف بالخصوص امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ مسنون نہیں ہے۔ تاہم دوران نماز تشہد کے موقع پر دو یا زیادہ انگلیوں کا اٹھانا ممنوع ہے' لیکن ایک انگلی (شہادت کی) اٹھائی جاسکتی ہے۔ خارج نماز میں دو یا زیادہ انگلیوں یا پورے ہاتھ کا آسمان کی طرف اٹھانا بھی جائز ہے مثلاً وضو سے فراغت پر کلمہ شہادت پڑھتے وقت۔

سوال: انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کرنے سے شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ ہر طرف، ہر جگہ ہے اور جہت سے پاک ہے تو پھر اشارہ کا کیا مطلب ہوا؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت سے پاک ہے' لیکن آسمان کی طرف اشارہ کرنے سے مراد اس کے لیے جہت کا تعین کرنا ہرگز مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین کی نسبت آسمان زیادہ محترم تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ وحی، برکت، رزق، رحمت اور محبت وغیرہ کا نزول آسمان سے ہوتا ہے۔ تشہد کے دوران اشارہ کرنے سے رحمت، برکت اور رزق وغیرہ کی امید کی جاسکتی ہے۔

3481 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ وَّهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ

3480- اخرجه النسائي (۳۸/۳): كتاب السهو: باب: النهي عن الاشارة باصبعين وباي اصبع يشير، حديث (۱۲۷۳)، و احمد (۲۰/۲، ۵۲۰).

3481- اخرجه احمد (۳/۱) من طريق معاذ بن رفاعة عن ابيه عن ابي بكر الصديق فذكره.

اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ

متنِ حدیث: قَالَ قَامَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْأَوَّلِ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ اسْأَلُوا اللهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فَإِنَّ أَحَدًا لَمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْعَافِيَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

◆◆ معاذ بن رفاعہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے پھر رونے لگے پھر انہوں نے بتایا: گزشتہ سال نبی اکرم ﷺ اس منبر پر کھڑے ہوئے تھے پھر آپ ﷺ رو پڑے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت مانگو۔ کسی بھی شخص کو یقین کے بعد عافیت سے بہتر اور کوئی چیز نہیں دی گئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''حسن غریب'' ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت طلب کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام سے منبر پر تشریف فرمانے کا مقصد اپنی امت کی اصلاح احوال کرنا تھا اور گریہ فرمانے کی وجہ مستقبل میں امت پر آفات ومصائب کا نزول تھا۔ یقین وایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے بہترین دعا وہ ہے جو مغفرت (معافی) اور عافیت پر مشتمل ہو۔ معافی سے انسان گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے اور عافیت سے اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ غیر کی محتاجی ایک عذاب ہے خواہ ایک گھنٹہ کی ہو اور مستقل محتاجی تو بلاشبہ مستقل عذاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ دونوں اشیاء اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بے حد پیار ومحبت ہے جس کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر مہربان ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر شفیق ہیں۔

3482 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيدَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ أَبِي نُصَيْرَةَ عَنْ مَوْلًى لِأَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَلَوْ فَعَلَهُ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي نُصَيْرَةَ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ

3482- اخرجه ابوداؤد (٢/ ٨٤): كتاب الصلاة: باب: من الاستغفار حديث (١٥١٤).

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

"جو شخص مغفرت طلب کرے اس نے گویا گناہ پر اصرار نہیں کیا اگرچہ وہ ایک دن میں ستر مرتبہ ایسا کرے"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے ہم اس روایت کو صرف ابونصیرہ سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اس کی سند قوی نہیں ہے۔

شرح

توبہ سے کثیر گناہ معاف ہونا:

گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد مسلمان جب اس پر اصرار نہیں کرتا، توبہ واستغفار کرتا ہے تو اس کی معصیت کالعدم ہو جاتی ہے۔ گناہ پر اصرار کے نتیجہ میں صغیرہ گناہ، کبیرہ گناہ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور کبائر پر اصرار مسلمان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ مسلمان خواہ کتنا ہی گناہگار ہو، ایک دن میں ستر بار بھی ارتکاب معصیت کرے اور ہر بار صمیم قلب سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بھی گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے اور بندے کے گناہ محدود ہیں، رحمت ان پر غالب آ کر ختم کر دیتی ہے۔

توبہ واستغفار کے تین ارکان ہیں: (۱) اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا (۲) نادم و پریشان ہو کر معافی مانگنا (۳) آئندہ نہ کرنے کا صمیم قلب سے عہد و پیمان کرنا۔

حدیث باب میں ستر (۷۰) کا عدد تحدید کے لیے نہیں بلکہ مراد تکثیر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان خواہ ایک دن میں کثیر بار ارتکاب معصیت کر لیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، کیونکہ رحمتِ حق بهانمی جوید، بهانه می جوید۔

3483 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى وَسُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا الْأَصْبَغُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَبِسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي ثُمَّ عَمَدَ إِلَى الثَّوْبِ الَّذِي أَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي ثُمَّ عَمَدَ إِلَى الثَّوْبِ الَّذِي أَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهِ كَانَ فِي كَنَفِ اللَّهِ وَفِي حِفْظِ اللَّهِ وَفِي سَتْرِ اللَّهِ حَيًّا وَمَيِّتًا

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

3483- اخرجه ابن ماجه (۱۱۷۸/۲): كتاب اللباس: باب: ما يقول الرجل اذا لبس ثوبا جديداً، حديث (۳۵۵۷)، و احمد (۴۴/۱)، و ابن حميد ص (۳۵)، حديث (۱۸).

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ

◄► حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نئے کپڑے پہنے تو یہ دعا مانگی "ہر طرح کی حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے مجھے پہننے کے لیے یہ کپڑے دیئے ہیں' جن کی مدد سے میں اپنا ستر چھپالیتا ہوں اور اپنی دنیاوی زندگی میں جس کے ذریعے زینت اختیار کرتا ہوں۔"

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پرانے کپڑے صدقہ کر دیئے اور پھر یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص نئے کپڑے پہن کر یہ دعا مانگے۔

"ہر طرح کی حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جس نے مجھے پہننے کے لیے کپڑے دیئے ہیں' جن کے ذریعے میں اپنے ستر کو چھپالیتا ہوں اور اپنی دنیاوی زندگی میں جن کے ذریعے زینت اختیار کرتا ہوں۔"

پھر وہ شخص اپنے پرانے کپڑوں کو صدقہ کر دے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی حفاظت اس کی پناہ اور پردے میں رہے گا۔ زندگی کے دوران بھی اور مرنے کے بعد بھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔

یحیٰی بن ایوب نے اسے عبید اللہ کے حوالے سے علی بن یزید کے حوالے سے قاسم کے حوالے سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

شرح

نیا لباس زیب تن کرنے کی دعا اور پرانا لباس صدقہ کرنے کی فضیلت:

اشیاء خورد و نوش کی طرح لباس بھی ضروریات انسان میں سے ہے، اگر کسی کو نیا لباس میسر آئے تو وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَيَاتِیْ۔

اپنا پہنا ہوا پرانا لباس کسی مستحق شخص کو بطور صدقہ پیش کر دے، تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسے اپنی حفاظت میں رکھے گا اور اس کی پردہ داری کرے گا۔ اگر یہ لباس کسی صاحب تقویٰ، نمازی یا دیندار یا کسی دینی طالب علم کو پیش کرے گا تو اس کا اجر و ثواب اس سے بھی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو شخص کسی حقدار کو بطور تحفہ نیا لباس فراہم کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا اجر و ثواب اس سے بھی زیادہ عطا کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

3484 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ قِرَاءَةً عَلَيْهِ عَنْ

3484- تفردبه الترمذی انظر التحفة (۹/۸)، حدیث (۱۰۴۰۰) من اصحاب الکتب الستة، ورواه البزار کما فی الکشف حدیثها (۳۰۹۲)، و ابن حبان فی صحیحه مختصراً، (۱۱/۱۴۲)، حدیث (۴۸۱۴)، عن ابی هریرة.

حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا غَنَائِمَ كَثِیْرَةً وَّاَسْرَعُوا الرَّجْعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّمَّنْ لَّمْ یَخْرُجْ مَا رَاَیْنَا بَعْثًا اَسْرَعَ رَجْعَةً وَّلَا اَفْضَلَ غَنِیْمَةً مِّنْ هٰذَا الْبَعْثِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى قَوْمٍ اَفْضَلَ غَنِیْمَةً وَّاَسْرَعَ رَجْعَةً قَوْمٌ شَهِدُوْا صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسُوْا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ حَتّٰى طَلَعَتْ عَلَیْهِمُ الشَّمْسُ اُولٰٓئِكَ اَسْرَعُ رَجْعَةً وَّاَفْضَلُ غَنِیْمَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: وَهٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَحَمَّادُ بْنُ اَبِیْ حُمَیْدٍ هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ حُمَیْدٍ وَّهُوَ اَبُوْ اِبْرَاهِیْمَ الْاَنْصَارِیُّ الْمَدِیْنِیُّ وَهُوَ ضَعِیْفٌ فِی الْحَدِیْثِ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نجد کی جانب ایک مہم روانہ کی ان لوگوں کو بہت سا مال غنیمت ملا وہ لوگ جلدی واپس آ گئے ایک ایسا شخص جو اس مہم میں شریک نہیں تھا وہ یہ بولا: میں نے ایسی کوئی مہم نہیں دیکھی جو ان لوگوں سے زیادہ جلدی واپس آئی ہو اور جسے ان سے زیادہ مال غنیمت ملا ہو تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی ان لوگوں کی طرف کروں جنہیں زیادہ غنیمت حاصل ہوتی ہے اور وہ زیادہ جلدی واپس آتے ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز باجماعت میں شریک ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سورج نکلنے تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ جلدی واپس آ جاتے ہیں اور انہیں مال غنیمت بھی زیادہ ملتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

حماد بن ابوابراہیم نامی راوی ابوابراہیم انصاری مدنی ہیں۔ یہ محمد بن ابوحمید مدنی ہیں اور یہ علم حدیث میں "ضعیف" ہیں۔

شرح

نماز فجر کے بعد نماز اشراق تک مسجد میں ٹھہرنے کی فضیلت:

جو شخص فجر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بعد وہاں بطور معتکف ٹھہرا رہے، تلاوت قرآن واذکار میں مصروف رہے، آفتاب طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز اشراق ادا کرے، پھر گھر واپس لوٹے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک حج وعمرہ کے برابر اجر وثواب عطا کرتا ہے۔ اس دوران زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ صرف ہوگا مگر اس کا اجر وثواب اس قدر زیادہ ہے کہ انسان کی عقل و دانش میں نہیں آ سکتا۔

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ آدمی جب مسجد میں جائے خواہ کسی بھی مقصد کے لیے مثلاً نماز ادا کرنے یا تلاوت قرآن کرنے یا مسئلہ دریافت کرنے کے لیے تو اعتکاف مستحب کی نیت کرے، اس کے اجر وثواب سے اسے نوازا جائے گا۔ یہ اعتکاف مستحب ہوگا، جس میں روزہ ضروری نہیں ہے، کیونکہ ایک دو گھنٹہ روزہ کا نہیں ہوتا بلکہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور

جماع سے رکے رہنے کا نام روزہ ہے۔

3485 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ اسْتَاْذَنَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْعُمْرَةِ فَقَالَ اَىْ اُخَىَّ اَشْرِكْنَا فِىْ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے میرے بھائی! ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھنا ہمیں بھول نہ جانا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

شرح

دوسرے شخص سے دعا کرنے کا کہنا:

دعا کی اہمیت وفضیلت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اعلیٰ مقاصد کے سفر کے دوران، حج وعمرہ کے مواقع پر، مقدس ومحترم مقامات میں، جمعہ وعیدین کے اجتماعات میں اور میلاد النبی ومعراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس کے مواقع پر کسی سے دعا کرنے کے لیے کہنا جائز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی امتی کی دعا کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عمرہ کے موقع پر دعا کرنے کا حکم، تعلیم امت پر محمول ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ حج یا عمرہ کی روانگی کے وقت والدین، اساتذہ اور شیخ طریقت سے اجازت لینا باعث برکت وثواب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی فرمانا، عجز وانکسار پر محمول ہے، کیونکہ آپ مقام محض بھائی کا نہیں ہے بلکہ آپ تو رسول خدا اور رحمۃ للعالمین ہیں۔

اس روایت سے جہاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کا اظہار ہوتا ہے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان پر شفقت ومہربانی بھی عیاں ہوتی ہے۔ اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان بھی معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر معلم اپنے شاگرد، شیخ طریقت اپنے مرید اور والدین اپنی اولاد سے دعا کرائیں تو اس میں ان کی قدر ومنزلت میں کمی نہیں آتی بلکہ عقیدت ومحبت میں اضافہ کا سبب ہے۔

3486 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ

3485۔ اخرجہ ابوداؤد (۲/۸۰): کتاب الصلاۃ: باب: الدعاء، حدیث (۱۴۹۸)، و ابن ماجہ (۲/۹۶۶): کتاب المناسک: باب فضل دعاء الحاج، حدیث (۲۸۹۴)، و احمد (۲۹)۔

3486۔ اخرجہ عبد اللہ بن احمد فی (الزوائد) (۱/۱۵۳)۔

الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: اَنَّ مُكَاتَبًا جَآئَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ قَدْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِیْ فَاَعِنِّیْ قَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلِ صِيْرٍ دَيْنًا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

ابو وائل بیان کرتے ہیں ایک مکاتب غلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میں اپنی کتابت کا معاوضہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ آپ میری مدد کیجئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں جو نبی اکرم ﷺ نے مجھے سکھائے تھے اگر تم پر "صَیر پہاڑ" جتنا قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ وہ بھی ادا کروا دے گا پھر انہوں نے فرمایا تم یہ پڑھو۔

"اے اللہ! مجھے حلال رزق عطا کر دے میری ضروریات پوری کر دے اور مجھے حرام سے بچا اور اپنے فضل کے ذریعے مجھے اپنے علاوہ ہر ایک شے سے بے نیاز کر دے۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

شرح

قرض اور تنگ دستی سے حصول نجات کی دعا اور اس کی فضیلت:

مکاتب اس غلام کو کہا جاتا ہے کہ جسے آقا کہہ دے کہ تم اتنی رقم مجھے جمع کروا کر آزادی حاصل کر سکتے، مطلوبہ رقم کما کر جمع کرانے پر وہ غلام آزاد ہو جائے گا' ورنہ وہ غلامی میں برقرار رہے گا۔ ایک مکاتب (غلام) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مال معاونت کی غرض سے حاضر ہوا، آپ کی مالی حالت بہتر نہ ہونے یا تنگدستی کی وجہ سے اس کی مالی امداد تو نہ فرما سکے، تاہم اسے ایسی دعا کی ترغیب دی جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی اور وہ پہاڑ کی مثل قرضہ کی ادائیگی کا سبب بن سکتی ہے۔

وہ دعا حسب ذیل ہے:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی سائل کی مالی امداد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، پھر بھی اسے محروم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کی علمی معاونت ضرور کرنا چاہیے، تا کہ وہ بخوشی واپس لوٹے اور مسئول کے حق میں دعائے خیر کرے۔ صیر عرب کے مشہور قبیلہ بنی طئی کے ایک پہاڑ کا نام ہے، مقروض اگر یہ دعا کرے تو خواہ اس پر اس پہاڑ کے برابر قرضہ ہو، اللہ تعالیٰ اس سے نجات کا سبب پیدا کر دیتا ہے، کیونکہ عاجز و تنگدست ہونا بندے کی صفت ہے نہ کہ رب کائنات جل شانہٗ کی۔ دینی طلباء عموماً نادار وغریب ہوتے ہیں، انہیں چاہیے کہ یہ دعا یاد کر لیں تا کہ انہیں کسی دنیادار شخص کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی نوبت نہ آئے اور مستقبل میں خودداری کے ساتھ معاشرے میں اپنا علمی و ادبی مقام پیدا کر سکیں۔

فائدہ نافعہ:

روایات میں مختلف پہاڑوں کے نام آئے ہیں: (۱) جبل ثبیر (۲) جبل احد (۳) جبل صبر (۴) جبل صیر ۔ پہاڑ خواہ کوئی بھی ہو مراد اس سے کثیر قرضہ ہے، اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا سبب پیدا فرما دیتا ہے۔

بَابُ فِي دُعَاءِ الْمَرِيضِ

باب 66: بیمار شخص کی دعا

3487 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلِمَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ شَاكِيًا فَمَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَقُولُ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ أَجَلِي قَدْ حَضَرَ فَأَرِحْنِي وَإِنْ كَانَ مُتَأَخِّرًا فَارْفَعْنِي وَإِنْ كَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ فَأَعَادَ عَلَيْهِ مَا قَالَ قَالَ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَافِهِ أَوِ اشْفِهِ شُعْبَةُ الشَّاكُّ فَمَا اشْتَكَيْتُ وَجَعِي بَعْدُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں بیمار ہو گیا نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے میں اس وقت یہ کہہ رہا تھا۔

"اے اللہ! اگر میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے تو مجھے راحت دیدے (یعنی موت دیدے) اور اگر ابھی آخری وقت میں دیر ہے تو پھر مجھے ٹھیک کر دے اگر یہ آزمائش ہے تو مجھے صبر نصیب کر"۔

نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کیا کہا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے یہ کلمات دوبارہ دہرائے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنے پاؤں کے ذریعے مارا اور پھر فرمایا: اے اللہ! اسے عافیت نصیب کر۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اسے شفا نصیب کر۔

یہ شک شعبہ نامی راوی کو ہے۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) اس کے بعد مجھے کبھی وہ تکلیف نہیں ہوئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

3488 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَادَ مَرِيضًا قَالَ اللَّهُمَّ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ

3487۔ اخرجه احمد (۸۳/۱، ۸۴، ۱۰۷، ۱۲۸)، و (عبد بن حمید) ص (۵۳)، حدیث (۷۳)۔

3488۔ اخرجه احمد (۷۶/۱)، و (عبد بن حمید) ص (۵۲)، حدیث (۶۶)۔

وَاشْفِ فَأَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب کسی بیمار کی عیادت کرتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

''اے تمام لوگوں کے پروردگار اس سے تکلیف کو دور کر دے تو شفا عطا کر دے تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے۔ شفا صرف وہی ہے جو تو عطا کرے ایسی شفا عطا کر دے جو بیماری کو بالکل نہ رہنے دے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

شرح

بیماری سے شفا کے لیے مانگی جانے والی دعائیں:

بلاشبہ صحت کی طرح مرض بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، کیونکہ مریض کو تکلیف کی وجہ سے گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ حالت مرض میں اللہ تعالیٰ سے اس کی شایانِ شان دعا مانگنی چاہیے، بے صبری پر مبنی دعا سے احتراز کرنا چاہیے۔ بیمار کی عیادت کرنا سنت رسول ہے، مریض کے حق میں دعا شفا کرنا سنت ہے اور دعا کرتے وقت مریض سے اتصال کرنا چاہیے یعنی اس کے جسم کے متاثرہ حصہ پر ہاتھ رکھ کر دعا کی جائے۔

احادیث باب میں دو نہایت مختصر مگر جامع دعائیں مذکور ہیں جو درج ذیل ہیں:

(i) اَللّٰهُمَّ! عَافِهِ (او) اَللّٰهُمَّ اشْفِهِ

(ii) اَللّٰهُمَّ! أَذْهِبِ الْبَأْسَ! رَبَّ النَّاسِ! وَاشْفِ، أَنْتَ الشَّافِي، لَاشِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً يُغَادِرُ سَقَمًا

عیادت کرنے والا مریض کے حق میں اور مریض عیادت کرنے والے کے حق میں دعا کر سکتا ہے، اس موقع پر رحمت باری تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے اور دعا قبول کی جاتی ہے۔ دعا شفاء و عافیت پر مشتمل ہونی چاہیے، کیونکہ دعا شفاء کسی مرض کو باقی نہیں چھوڑتی۔ مریض تکالیف پر صبر کرنے کی وجہ سے اس قدر قرب خداوندی حاصل کر لیتا ہے کہ اس کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

سوال: مرض انسان کے لیے گناہوں کا کفارہ اور بلندی درجات کا ذریعہ ہے، پھر اس کے لیے شفاء و عافیت کی دعا کیوں کی جاتی ہے؟

348۔ اخرجه ابوداؤد (٢/ ٦٤): كتاب الصلاة: باب: القنوت في الوتر، حديث (١٤٢٧)، و النسائي (٣/ ٢٤٨): كتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب: الدعاء في الوتر حديث (١٧٤٧)، و ابن ماجه (١/ ٣٧٣): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء في القنوت في الوتر، حديث (١١٧٩)، و احمد (١/ ٩٦، ١١٨)، و عبد الله بن احمد في (الزوائد) (١/ ١٥٠)، و (عبد بن حميد) ص (٥٠)، حديث (٨١)۔

جواب: بلاشبہ مرض انسان کے گناہوں کا کفارہ اور بلندی درجات کا سبب ہے مگر اس کے باوجود دعا اس لیے کی جاتی ہے کہ دعا عبادت ہے اور عبادت مسلمان سے مطلوب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ فِيْ دُعَاءِ الْوِتْرِ

باب 67: وتر کی دعا

3489 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو الْفَزَارِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ وِتْرِهِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ وتر نماز میں یہ دعا مانگتے تھے۔

''اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے عذاب سے تیری معافی کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری ثناء نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی ثناء بیان کی ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے اعتبار سے غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو حماد بن سلمہ سے منقول ہے۔

شرح

نماز وتر میں پڑھی جانے والی دعا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔

اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ناراضگی اور عذاب سے اس کی پناہ طلب کرنے کے علاوہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ کمال طریقہ سے اس کی حمد و ثناء بیان کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

سوال: اس دعا کا محل کیا ہے؟

جواب: اس دعا کے محل کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) نماز وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے قبل پڑھی جائے۔ (۲) نماز وتر سے فراغت پر پڑھی جائے۔ (۳) اپنی قیامگاہ میں پہنچنے پر پڑھی جائے۔

بَابُ فِيْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعَوُّذِهِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ

باب 68: نبی اکرم ﷺ کا ہر نماز کے بعد دعا مانگنا اور کلمات تعوذ پڑھنا

3490 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ هُوَ ابْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ وَّعَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَا

متنِ حدیث: كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُكَتِّبُ الْغِلْمَانَ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ يَضْطَرِبُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَيَقُوْلُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عُمَرَ وَيَقُوْلُ عَنْ غَيْرِهٖ وَيَضْطَرِبُ فِيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ مصعب بن سعد اور عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں حضرت سعد (بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) اپنی اولاد کو یہ کلمات پڑھنے سکھایا کرتے تھے۔ اسی طرح جیسے استاد بچوں کو سبق سکھاتا ہے وہ یہ فرماتے تھے نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے پناہ مانگتے تھے:

"اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں کنجوسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں سٹھیا جانے والی عمر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں دنیا کی آزمائش اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

امام دارمی فرماتے ہیں ابو اسحاق ہمدانی نامی راوی نے اس حدیث میں اضطراب ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اسے عمرو بن میمون کے حوالے سے عمر (بن سعد) کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اور دوسرے راوی کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس حوالے سے اضطراب ظاہر کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن صحیح" ہے۔

3490۔ اخرجه البخاری (۴۳/۶): كتاب الجهاد و السير: باب: ما يتعوذ من الجبن، حديث (۲۸۲۲)، و اطرافه في (۶۳۶۵، ۶۳۷۰، ۶۳۷۴، ۶۳۹۰)، و النسائي (۲۵۶/۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من الجبن حديث (۵۴۴۵)، (۵۴۴۷)، (۲۷۱/۸): كتاب الاستعاذة: باب: الاستعاذة من ارذل العمر، حديث (۵۴۹۶)، و احمد (۱۸۳/۱، ۱۸۶)، و ابن خزيمة (۳۶۷/۱)، حديث (۷۴۶).

شرح

نماز کے بعد تعوذ پڑھنا:

نماز کے بعد پڑھی جانے والی ادعیہ ماثورہ کثیر ہیں، ان میں سے ایک حدیث باب میں مذکور ہے۔ ان دعاؤں میں سے جن کا چاہیں انتخاب کر سکتے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ دعا پڑھی جائے گی:

اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجِنِّ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْقَبْرِ .

اس دعا میں جنات کے شر، بخل، فضول زندگی، دنیا کے فتنہ اور آخرت کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔

یہ وہ دعا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد کرتے تھے، یہ جامع دعا ہمارے لیے مسنون ہے اور یہ یا کوئی دوسری دعا ماثورہ نماز کے اختتام پر پڑھی جا سکتی ہے۔

دوسری حدیث باب میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ مختصر دعا مذکور ہے:

سُبْحَانَ اللهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ .

بعض روایات میں ۳۳ بار سُبْحَانَ اللهِ، ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کا ذکر مذکور ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نماز فرائض کے بعد اہتمام سے آیۃ الکرسی پڑھی جائے، کیونکہ اس وظیفہ کے پڑھنے والے اور جنت کے درمیان موت کے علاوہ کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ فرائض نماز کے بعد فوراً کوئی دعا ماثورہ پڑھنے کے بعد یہ وظائف پڑھے جائیں۔

3491 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ هِلَالٍ عَنْ خُزَيْمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهَا

متنِ حدیث: اَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى امْرَاَةٍ وَّبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى اَوْ قَالَ حَصًى تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَّاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ سَعْدٍ

◄► عائشہ بنت سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک خاتون کے ہاں گئے۔ اس

3491- اخرجه ابوداؤد (۸۱/۲): كتاب الصلاة: باب: التسبيح بالحصى - حديث (۱۵۰۰).

خاتون کے سامنے گٹھلیاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) کنکریاں رکھی ہوئی تھیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز کے بارے میں نہ بتاؤں جو تمہارے لیے اس سے زیادہ آسان بھی ہو اور زیادہ فضیلت والی بھی ہو۔ (تم یہ پڑھو)

''میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنی اس مخلوق کی تعداد ہے جسے اس نے آسمانوں میں پیدا کیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنی اس مخلوق کی تعداد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا کیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنی آسمان اور زمین کے درمیان موجود (چیزوں کی) تعداد ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پاکی بیان کرتی ہوں جتنی اس مخلوق کی تعداد ہے جسے اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا۔ میں اتنی ہی تعداد میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتی ہوں اور اتنی ہی تعداد میں اللہ تعالیٰ کے لیے حمد بیان کرتی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور میں یہ کلمہ بھی اتنی ہی مرتبہ پڑھتی ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے غریب ہے۔

3492 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَزَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْ حَكِيمٍ مَوْلَى الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ صَبَاحٍ يُصْبِحُ الْعَبْدُ فِيهِ اِلَّا وَمُنَادٍ يُنَادِى سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيبٌ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: روزانہ جب صبح ہوتی ہے تو ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے۔

''پاک ہے وہ ذات جو بادشاہ ہے اور ہر عیب سے پاک ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شرح

نماز کے بعد پڑھے جانے والے اذکار:

فرض نماز کے بعد مختلف اذکار وادعیہ ماثورہ منقول ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق یہ ذکر منقول ہے:

سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَاللهُ اَكْبَرُ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَلَا حَوْلَ

3492- اخرجه ابوحميد بن حميد ص (٦٣)، حديث (٩٨).

وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ .

یہ ذکر زمین وآسمان اوران دونوں کے مابین مخلوق کے برابر بلکہ جمیع مخلوق کے برابر اللہ تعالیٰ کی پاکی، اس کی کبریائی، حمد و ثناء اوراس کی قوت وطاقت پر مشتمل ہے۔

دوسری روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ہر صبح کو بایں الفاظ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے:

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ .

یہ ذکر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور عیوب ونقائص سے پاک ہونے پر مشتمل ہے۔

پہلی روایت سے مروجہ تسبیح (مالا) کے استعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس پر آیات قرآن، اسماء الحسنٰی، اسماء المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تسبیح وتہلیل، تحمید وتکبیر اور درود شریف وغیرہ شمار کیا جاتا ہے۔

بَابُ فِيْ دُعَاءِ الْحِفْظِ

باب 69: حفظ کی دعا

3493 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ وَّعِكْرِمَةَ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَهٗ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ تَفَلَّتَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ مِنْ صَدْرِيْ فَمَا اَجِدُنِيْ اَقْدِرُ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْحَسَنِ اَفَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهِنَّ وَيَنْفَعُ بِهِنَّ مَنْ عَلَّمْتَهٗ وَيُثَبِّتُ مَا تَعَلَّمْتَ فِيْ صَدْرِكَ قَالَ اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلِّمْنِيْ قَالَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَقُوْمَ فِيْ ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَاِنَّهَا سَاعَةٌ مَّشْهُوْدَةٌ وَّالدُّعَاءُ فِيْهَا مُسْتَجَابٌ وَّقَدْ قَالَ اَخِيْ يَعْقُوْبُ لِبَنِيْهِ (سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ) يَقُوْلُ حَتّٰى تَاْتِيَ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقُمْ فِيْ وَسَطِهَا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقُمْ فِيْ اَوَّلِهَا فَصَلِّ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَاُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةِ يٰسٓ وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَحٰمٓ الدُّخَانِ وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَالٓمٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ وَفِي الرَّكْعَةِ الرَّابِعَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَتَبَارَكَ الْمُفَصَّلِ فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ التَّشَهُّدِ فَاحْمَدِ اللّٰهَ وَاَحْسِنِ الثَّنَاءَ عَلَى اللّٰهِ وَصَلِّ عَلَيَّ وَاَحْسِنْ وَّعَلٰى سَائِرِ النَّبِيِّيْنَ وَاسْتَغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلِاِخْوَانِكَ الَّذِيْنَ سَبَقُوْكَ بِالْاِيْمَانِ ثُمَّ قُلْ فِيْ اٰخِرِ ذٰلِكَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَا اَبْقَيْتَنِيْ وَارْحَمْنِيْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْنِيْنِيْ وَارْزُقْنِيْ حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ

3493- تفردبه الترمذی انظر التحفة (۱۴۹/۵)، حدیث (۶۱۵۲) من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه الحاکم في المستدرك (۳۱۷/۱): و قال: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه، و قال الذهبي: هذا حدیث منکر شاذ اخاف ان یکون موضوعاً و قد حیرني و الله جودة سنده.

وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ اَسْاَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِيْ وَارْزُقْنِيْ اَنْ اَتْلُوَهُ عَلَى النَّحْوِ الَّذِيْ يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ اَسْاَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِيْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِهِ لِسَانِيْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهِ عَنْ قَلْبِيْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِهِ صَدْرِيْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِهِ بَدَنِيْ فَاِنَّهُ لَا يُعِيْنُنِيْ عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ يَا اَبَا الْحَسَنِ تَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا تُجَبْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَاَ مُؤْمِنًا قَطُّ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ فَوَاللّٰهِ مَا لَبِثَ عَلِيٌّ اِلَّا خَمْسًا اَوْ سَبْعًا حَتّٰى جَاءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ فِيْمَا خَلَا لَا اٰخُذُ اِلَّا اَرْبَعَ اٰيَاتٍ اَوْ نَحْوَهُنَّ وَاِذَا قَرَاْتُهُنَّ عَلٰى نَفْسِيْ تَفَلَّتْنَ وَاَنَا اَتَعَلَّمُ الْيَوْمَ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً اَوْ نَحْوَهَا وَاِذَا قَرَاْتُهَا عَلٰى نَفْسِيْ فَكَاَنَّمَا كِتَابُ اللّٰهِ بَيْنَ عَيْنَيَّ وَلَقَدْ كُنْتُ اَسْمَعُ الْحَدِيْثَ فَاِذَا رَدَّدْتُهُ تَفَلَّتَ وَاَنَا الْيَوْمَ اَسْمَعُ الْاَحَادِيْثَ فَاِذَا تَحَدَّثْتُ بِهَا لَمْ اَخْرِمْ مِنْهَا حَرْفًا فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ مُؤْمِنٌ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ يَا اَبَا الْحَسَنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے۔ اسی دوران حضرت علی بن ابو طالب ﷛ آپ ﷺ کے پاس آئے اور بولے: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ قرآن میرے سینے سے نکل جاتا ہے۔ مجھ سے یہ یاد نہیں رکھا جاتا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوالحسن! میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے گا اور جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو نفع دے گا' جس کو تم یہ کلمات سکھاؤ گے اور تم جو کچھ سیکھو گے اللہ تعالیٰ اسے تمہارے سینے میں محفوظ رکھے گا۔ حضرت علی ﷛ نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ آپ ﷺ مجھے اس کی تعلیم دیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب جمعہ کی رات آئے تو اگر تم سے ہو سکے تو رات کے آخری تہائی حصے میں نوافل ادا کرو کیونکہ یہ وہ گھڑی ہے۔ جس میں فرشتے موجود ہوتے ہیں اور جس میں کی گئی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

میرے بھائی (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں سے یہ کہا تھا (جس کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے)

''میں عنقریب تمہارے لیے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کروں گا۔''

ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جب جمعے کی رات آئے گی تو (تمہارے لیے مغفرت طلب کروں گا' پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) اگر تم یہ نہ کر سکتے ہو تو پھر رات کے درمیانی حصے میں نفل ادا کرو اگر یہ بھی نہ کر سکتے ہو تو رات کے ابتدائی حصے میں ادا کرو تم چار رکعات ادا کرو جن میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورۃ یٰسین پڑھو۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ ''حم دخان'' پڑھو تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ ''الم تنزیل'' پڑھو چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ ''سورہ ملک'' پڑھو جب تم تشہد پڑھ کے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو اور اللہ تعالیٰ کی اچھے طریقے سے حمد بیان کرو مجھ پر درود بھیجو اور اچھے طریقے

سے درود بھیجو تمام انبیاء پر بھی درود بھیجو تمام مؤمن مردوں اور خواتین کے لیے مغفرت طلب کرو تمہارے وہ بھائی جو تم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں ان کے لیے دعا کرو پھر آخر میں یہ دعا مانگو۔

"اے اللہ! جب تک تو مجھے زندہ رکھے گا اس وقت تک مجھ پر یہ رحم کر کہ میں گناہوں کو چھوڑ دوں اور مجھ پر یہ رحم کر کہ میں ہر وہ چیز ترک کر دوں جو میرے لیے لایعنی ہو تو مجھے یہ نعمت عطا کر کہ میں اس چیز کے بارے میں غور وفکر کروں جو تجھے مجھ سے راضی کر دے۔ اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اے جلال واکرام کے مالک اے اس عزت کے مالک جو حاصل نہیں کی جا سکتی۔ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں اے اللہ! اے رحمٰن تیرے جلال کے وسیلے سے تیری ذات کے نور کے وسیلے سے کہ تو میرے دل کو اپنی کتاب کے حفظ کے قابل کر دے بالکل اسی طرح جیسے تو نے مجھے اس کی تعلیم دی ہے اور تو مجھے یہ نعمت عطا کر کہ میں اس کتاب کو اسی طرح تلاوت کروں جس طریقے سے تلاوت تجھے مجھ سے راضی کر دے اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اے جلال و اکرام والے اے اس عزت والے جسے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے رحمٰن تیرے جلال کے وسیلے سے تیری ذات کے نور کے وسیلے سے کہ تو اپنی کتاب کے ذریعے میری بصارت کو منور کر دے تو اپنی کتاب میری زبان پر جاری کر دے اس کے ذریعے میرے دل کو کشادہ کر دے۔ میرے سینے کو کھلا کر دے۔ میرے بدن کو اس پر عمل کی توفیق دے کیونکہ حق کے بارے میں تیرے علاوہ اور کوئی میری مدد نہیں کر سکتا اور یہ سب کچھ صرف تو ہی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ جو عظیم اور بزرگ و برتر ہے"۔

پھر (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا)

اے ابوالحسن! تم یہ عمل تین ہفتے پانچ ہفتے یا سات ہفتے کرو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تمہاری دعا قبول ہوگی جس ذات نے مجھے حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے اس کی قسم اسے کرنے والا کوئی بھی مؤمن شخص محروم نہیں رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ کی قسم! پانچ یا شاید سات ہفتے گزرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی طرح ایک محفل میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! پہلے یہ حالت ہوتی تھی کہ مجھے صرف چار آیات ہی یاد ہوتی تھیں اور انہیں بھی جب پڑھنے لگتا تھا تو بھول جاتا تھا۔ اب میں چالیس آیات یاد کر لیتا ہوں اور جب انہیں زبانی دہراتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ کی کتاب میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ پہلے میں کوئی بات سنتا تھا اور جب اسے دہراتا تھا تو وہ بات بھول جاتی تھی اور اب میری یہ حالت ہے کہ میں کئی باتیں سنتا ہوں اور جب انہیں بیان کرتا ہوں تو اس میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوٹتا۔

(راوی بیان کرتے ہیں) اس پر نبی اکرم ﷺ نے ان سے یہ فرمایا: اے ابوالحسن! رب کعبہ کی قسم! (تم) مؤمن ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف ولید بن مسلم کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

حفظ قرآن کریم کے موقع پر پڑھی جانے والی دعا کی فضیلت:

حدیث باب کا اختصار یہ ہے کہ جس شخص کو قرآنی سورتیں یا احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوشش بسیار کے باوجود یاد نہ ہوتی ہوں، وہ تین یا پانچ یا سات جمعوں میں تہائی رات میں یا نصف رات میں یا رات کے ابتدائی حصہ میں چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ یٰسین کی قرأت کرے، دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد حٰمٓ الدخان کی قرأت کرے، تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد الٓمٓ تَنْزِیْلُ السَّجْدَۃ اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الملک کی قرأت کرے۔ پھر درود شریف پڑھ کر جو بھی دعا کرے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور یادداشت کے لیے اللہ ذہن کو تیز تر کر دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند آیات قرآنی یاد کرنے کے باوجود محفوظ نہیں رہتی تھیں اور اسی طرح احادیث نبوی بھی کوشش کے باوجود یاد نہیں ہوتی تھیں۔ انہوں نے چند جمعوں میں نماز حفظ قرآن ادا کی، پھر انہیں طویل ترین قرآنی سورتیں یاد ہو جاتی تھیں اور احادیث نبویہ ذہن میں محفوظ ہو جاتی تھیں۔

سوال: قرآنی ترتیب کے لحاظ سے سورہ الم تنزیل السجدہ پہلے ہے جبکہ سورہ یٰسین اور سورۃ الدخان بعد میں ہیں، حالانکہ نماز میں قرآنی ترتیب کا اعتبار کیا جاتا ہے لیکن حدیث باب میں ترتیب بالعکس معلوم ہوتی ہے؟

جواب: ۱) قرآنی ترتیب کا اعتبار فرائض میں کیا جاتا ہے جبکہ نماز حفظ القرآن نوافل ہیں، جن میں ترتیب قرآن واجب نہیں ہے۔

(۲) نفلی نماز کا ہر شفعہ مستقل نماز ہوتا ہے، ایک شفعہ کی دونوں رکعت میں ترتیب ملحوظ خاطر رکھی جائے گی جبکہ دوسرے شفعہ کو پہلے شفعہ کے ساتھ ملا کر اس کی دونوں رکعت میں ترتیب ضروری نہیں ہے۔

سوال: سورۃ الملک کے ساتھ المفصل کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: ایک تبارک سورہ فرقان کے آغاز میں ہے، یہاں وہ سورہ مراد نہیں ہے، کیونکہ وہ سورہ مئین میں شامل ہے۔ دوسرا تبارک سورۃ الملک کے آغاز میں ہے، چوتھی رکعت میں اس کی قرأت کرنی ہے، یہ مفصلات میں سے ایک سورۃ ہے۔

سوال: حدیث باب میں ہے کہ دعا مذکورہ قعدہ آخیرہ میں پڑھی جائے، اگر کسی کو یہ دعا زبانی یاد نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

جواب: جس کو مذکورہ دعا زبانی یاد نہ ہو، وہ نماز سے فراغت پر کتاب سے دیکھ کر پڑھ سکتا ہے۔

سوال: اگر کسی شخص کو حدیث باب میں مذکور چار سورتیں زبانی یاد نہ ہوں تو وہ کیا کرے؟

جواب: وہ شخص قرآن کو حفظ کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ تجوید و قرأت کے ساتھ ناظرہ قرآن پڑھنے پر اکتفاء کرے۔

بَابٌ فِي انْتِظَارِ الْفَرَجِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

باب 70: فراخی کا انتظار کرنا

3494 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحِبُّ اَنْ يُّسْاَلَ وَاَفْضَلُ الْعِبَادَةِ انْتِظَارُ الْفَرَجِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى حَمَّادُ بْنُ وَاقِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَقَدْ خُوْلِفَ فِي رِوَايَتِهٖ وَحَمَّادُ بْنُ وَاقِدٍ هٰذَا هُوَ الصَّفَّارُ لَيْسَ بِالْحَافِظِ وَهُوَ عِنْدَنَا شَيْخٌ بَصْرِيٌّ وَّرَوٰى اَبُوْ نُعَيْمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ رَجُلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّحَدِيْثُ اَبِيْ نُعَيْمٍ اَشْبَهُ اَنْ يَّكُوْنَ اَصَحَّ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اُس سے کچھ مانگا جائے اور سب سے بہترین عبادت فراخی کا انتظار کرنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حماد بن واقد نے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے' اس کی روایت میں اختلاف کیا گیا ہے' حماد بن واقد نامی یہ راوی صفار ہے' یہ حافظ نہیں ہے' ہمارے نزدیک یہ بصری شیخ ہیں۔

شیخ ابونعیم نے اس حدیث کو اسرائیل کے حوالے سے حکیم بن جبیر کے حوالے سے ایک شخص کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

ابونعیم کی نقل کردہ روایت اس لائق ہے کہ اُسے زیادہ مستند قرار دیا جائے۔

شرح

دعا کرنے کے بعد کشادگی کے لیے منتظر رہنا:

حسن ایمان اور صدق دل سے جو بھی دعا مانگی جاتی ہے، وہ قبول کی جاتی ہے۔ بعض اوقات جلدی سے دعا قبول کی جاتی ہے اور بعض اوقات تاخیر سے۔ کبھی آدمی کو دعا کی قبولیت کا علم ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جبکہ کبھی آنے والی آفات و مصائب کو دور کر دیا جاتا ہے پھر کبھی اس دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیا جاتا ہے۔ آدمی کو دعا میں جلد بازی سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ متفق علیہ کی ایک روایت ہے: تمہاری دعائیں اس وقت تک قبول کی جاتی ہیں، جب تک تم جلد بازی نہ کرو۔ جلد بازی یہ ہے کہ آدمی یوں کہنا شروع کر دے: میں نے دعا کی ہے، جو قبول نہیں کی گئی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۳۴۰) ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

3494- انفرد به الترمذي انظر التحفة (٧/١٢٨)، حديث (٩٥١٥) من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه ابن ابي الدنيا في الذكر و ابو نعيم في الحلية (١/١٢٧، ١٢٨).

علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: یارسول اللہ! جلدی مچانا کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: دعا مانگنے کے بعد آدمی یوں کہنا شروع کر دے: میں نے بار بار دعا مانگی ہے، جو قبول نہیں ہوئی، جب میری دعا قبول نہیں ہوتی تو میں نے دعا مانگنا چھوڑ دی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف، رقم الحدیث: ۲۲۴۷)

دعا میں جلد بازی سے منع کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل العبادة انتظار الفرج یعنی "دعا کے بعد کشادگی کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے۔" اس کا مفہوم یہ ہے: دعا مانگنے کے بعد آدمی کو مایوس نہیں ہونا چاہیے اور نہ عدم قبولیت کی شکایت کرنی چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین کرتے ہوئے انتظار کرنا چاہیے، تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو درجہ قبولیت عطا کر دیتا ہے۔

3495 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْعَجْزِ وَالْبُخْلِ

◆◆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

"اے اللہ! میں کاہلی، عاجز ہو جانے اور کنجوسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

3496 متنِ حدیث: وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَتَعَوَّذُ مِنَ الْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے یہ بھی منقول ہے: آپ ﷺ بڑھاپے اور قبر کے عذاب سے بھی پناہ مانگا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

کاہلی، بے بسی اور بخیلی سے پناہ کی دعا:

تین امور انسان کے لیے تاحیات خطرناک اور ذلت و رسوائی کا سبب بنتے ہیں:

(۱) کاہلی: کاہلی کی نحوست کے سبب کاہل انسان زندگی کے کسی شعبہ میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر طلباء اس نحوست کا شکار ہو جائیں تو وہ اپنے مقصد میں ہرگز کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

3495- اخرجه مسلم (۲۰۸۸/۴): کتاب الذکر الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب: التعوذ من شر ما عمل و من شر ما لم یعمل، حدیث (۲۷۲۲/۷۳)۔

(۲) بے بسی: جو انسان جب کمزوری یا حادثہ یا بڑھاپے کی وجہ سے بے بسی کا شکار ہو جاتا ہے، وہ بھی اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام رہتا ہے۔

(۳) بخیلی: بخیلی ایسی نحوست ہے کہ بخیل آدمی تاحیات کماتا ہے، اپنی کمائی سے نہ خود استفادہ کرتا ہے اور نہ دوسروں کو اس کی اجازت دیتا ہے، اعزاء و اقارب اور دوست واحباب اس سے ناراض رہتے ہیں اور وہ ان سے ناشاد رہتا ہے۔ اس طرح وہ معاشرے کا ذلیل ترین فرد بن جاتا ہے اور اسی کیفیت میں زندگی گزار دیتا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے مطابق ان امور ثلاثہ سے نجات کے لیے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْعَجْزِ وَالْبُخْلِ

اس دعا میں کاہلی، بے بسی اور بخیلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی گئی ہے، کیونکہ یہ امور ثلاثہ انسان کے لیے نہایت نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔

3497 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ حَدَّثَهُمْ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللّٰهَ بِدَعْوَةٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهَا اَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اِذًا نُكْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَكْثَرُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَابْنُ ثَوْبَانَ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ الْعَابِدُ الشَّامِيُّ

◄► حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: روئے زمین پر موجود جو بھی مسلمان اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ وہ چیز اُسے عطاء کر دیتا ہے یا پھر اس شخص سے (اس سوال) کی مانند کسی برائی کو دور کر دیتا ہے جب تک بندہ کسی گناہ یا قطع رحمی کے بارے میں دعا نہ مانگے

حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کی: پھر تو ہمیں زیادہ دعا مانگنی چاہیے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ عطاء کرنے والا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

ابن ثوبان نامی راوی عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان ہیں جو زاہد ہیں اور شام کے رہنے والے ہیں۔

3497۔ اخرجه عبد الله بن احمد في الزوائد (۳۲۹/۵)، عن مكحول عن جبير بن نفير عن عبادة بن الصامت فذكره.

شرح

معصیت کی دعا کے علاوہ ہر دعا قبول ہونا:

معصیت اور قطع رحمی کے علاوہ مسلمان جو بھی دعا کرتا ہے، وہ قبول کی جاتی ہے۔ قطع رحمی اور معصیت پر مبنی دعا قبول نہیں کی جاتی، کیونکہ یہ گناہ ہے اور گناہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ عمل ہے۔ قبولیت دعا کی کئی صورتیں ہیں، کبھی مطلوبہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے، کبھی اضافی امر کے ساتھ مقصد حاصل ہوتا، کبھی آخرت کے لیے دعا ذخیرہ کر لی جاتی ہے اور کبھی آنے والی آفت یا مصیبت کو ٹال دیا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جب یہ بات بیان ہوئی کہ مسلمان کی ہر دعا قبول کی جاتی ہے سوائے قطع رحمی اور معصیت کے، تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر تو ہم کثیر دعائیں مانگیں گے، آپ کی طرف سے اعلان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کثیر عنایات والا ہے اور اس کے خزانے محدود نہیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ مسلمان کی دعا کو عبادت کی حیثیت سے ذخیرہ کر لیتا ہے۔

اسلام، سلامتی کا نام ہے، اس کی تعلیمات میں لوگوں کے لیے امن وسکون ہے، مسلمانوں میں محبت پیدا کرتا ہے، قرب و ناطے قائم کرتا ہے، کلمہ گو لوگوں کو بھائی بھائی قرار دیتا ہے، باہمی معاونت و خیر خواہی کا درس دیتا ہے، دوریاں ختم کر کے رشتہ اخوت میں سموتا ہے، باہم پیار و محبت سے رہنے کا سبق دیتا ہے، خوشی و غمی میں شمولیت کی دعوت دیتا ہے۔ قطع رحمی اور معصیت پر مشتمل دعا ہرگز قبول نہیں کی جاتی، کیونکہ ایسی دعا اسلام کے پیغام محبت کے منافی ہے۔

3498 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ فَاِنْ مُتَّ فِىْ لَيْلَتِكَ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ فَرَدَدْتُهُنَّ لِاَسْتَذْكِرَهُ فَقُلْتُ اٰمَنْتُ بِرَسُوْلِكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ فَقَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْبَرَاءِ وَلَا نَعْلَمُ فِىْ شَىْءٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ ذِكْرَ الْوُضُوْءِ اِلَّا فِىْ هٰذَا

3498- اخرجه البخاري (٤٢٦/١): كتاب الوضوء: باب: فضل من بات على وضوء، حديث (٢٤٧) و اطرافه في (٦٣١١، ٦٣١٣، ٦٣١٥، ٧٤٨٨)، و مسلم (٢٠٨١/٤): كتاب الذكر والدعاء و التوبة و الاستغفار: باب: ما يقول عند النوم و اخذ المضجع، حديث (٢٧١٠/٥٦)، و ابوداؤد (٣١١/٤): كتاب الادب: باب: ما يقال عند النوم، حديث (٥٠٤٦)، (٥٠٤٨)، (٥٠٤٧)، و احمد (٢٩٢/٤، ٢٩٣، ٢٩٦، ٣٠٠)، و ابن خزيمة (١٠٨/١)، حديث (٢١٦).

اَلْحَدِیْثُ

◈ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو پہلے نماز کے وضو کا سا وضو کر لو اور پھر دائیں پہلو کی طرف لیٹو اور یہ پڑھو: اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیری بارگاہ میں جھکا دیا' میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا' میں نے تیری طرف رغبت رکھتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے اپنی پشت تیری طرف پناہ کے لیے لگا دی' تیرے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اور کوئی جائے نجات نہیں ہے' صرف تیری ہی ذات ایسی ہے جس سے پناہ حاصل کی جا سکتی ہے' میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جسے تو نے نازل کیا ہے اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا ہے' اگر تو مجھے اسی رات میں موت دیدے تو مجھے دین اسلام پر موت دینا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے ان کلمات کو دہرایا تا کہ انہیں اچھی طرح یاد کر لوں تو میں نے یہ پڑھ دیا:

''میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا جسے تو نے مبعوث کیا ہے''۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہ کہو:

''میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا جسے تو نے مبعوث کیا ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ہمارے علم کے مطابق دیگر کسی بھی روایت میں وضو کرنے کا ذکر نہیں ہے' صرف اسی روایت میں ہے۔

شرح

سونے کے وقت پڑھی جانے والی دعا اور اس کی فضیلت:

ماثورہ دعاؤں میں تبدیلی درست نہیں ہے، انہیں اصل حالت میں رکھتے ہوئے پڑھنا چاہیے، تاہم ان میں مستقل بنیاد پر اضافے کی گنجائش موجود ہے۔ سونے سے قبل دعا پڑھنے میں یہ حکمت ہے کہ نیند موت کی بہن ہے بلکہ اسے موت صغریٰ کہا جاتا ہے، سونے والا اپنے ماحول اور دنیا بھر سے بے خبر ہوتا ہے، بعض اوقات حالت نیند میں بھی مر جاتا ہے، دعا میں ایمان باللہ کا ذکر ہے، حالت نیند میں موت آنے سے وہ ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گا۔ سوتے وقت دائیں پہلو پر لیٹنے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ بائیں پہلو میں دل ہوتا ہے، اس کروٹ لیٹنے سے قلب پر بوجھ پڑے گا اور انسان غفلت کی نیند کا شکار ہو جائے گا۔

اس روایت میں وضو (طہارت) کا تذکرہ موجود ہے' جبکہ دیگر روایات میں وضو کا ذکر نہیں ہے، اس اعتبار سے یہ روایت زیادہ اہمیت کی حامل ہے اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ سونے سے قبل وضو کرنا مستحب ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے مطابق سونے سے قبل پڑھی جانے والی یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ! اَسْلَمْتُ وَجْهِي اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِي اِلَيْكَ، وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِي اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي اَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي اَرْسَلْتَ.

یہ دعا اللہ تعالیٰ پر اسلام لانے، اپنا معاملہ اس کی بارگاہ میں پیش کرنے، توجہ کا مرکز ومحور اسے بنانے، نجات کا سرچشمہ اسے قرار دینے، قرآن کریم پر ایمان لانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے پر مشتمل ہے۔

3499 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْبَرَّادِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُبَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجْنَا فِي لَيْلَةٍ مَطِيرَةٍ وَّظُلْمَةٍ شَدِيدَةٍ نَطْلُبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا قَالَ فَاَدْرَكْتُهُ فَقَالَ قُلْ فَلَمْ اَقُلْ شَيْئًا ثُمَّ قَالَ قُلْ فَلَمْ اَقُلْ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَقُلْتُ مَا اَقُوْلُ قَالَ قُلْ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ وَّالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِيْ وَتُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ سَعِيدٍ الْبَرَّادُ هُوَ اَسِيدُ بْنُ اَبِي اَسِيدٍ مَدَنِيٌّ

◆◆ معاذ بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ رات کے وقت جب بارش ہو رہی تھی اور تاریکی بہت زیادہ تھی، ہم نبی اکرم ﷺ کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھا دیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو پایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہ پڑھو! تو میں نے کچھ نہیں پڑھا' آپ ﷺ نے پھر فرمایا: تم یہ پڑھو! میں نے پھر کچھ نہیں پڑھا' آپ ﷺ نے پھر فرمایا: تم یہ پڑھو میں نے پھر کچھ نہیں پڑھا' آپ ﷺ نے پھر یہ فرمایا: تم پڑھو' میں نے عرض کی: میں کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم یہ پڑھو: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور معوذتین پڑھو (یعنی سورۂ اخلاص' سورۂ فلق' سورۂ ناس پڑھا کرو)۔

اس وقت جب شام ہو اور اس وقت جب صبح ہو' یہ تین مرتبہ پڑھو یہ تمہارے لیے ہر چیز سے کافی ہوں گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ابوسعید براد نامی راوی اُسید بن ابواُسید مدنی ہیں۔

شرح

صبح وشام سورہ اخلاص اور سورہ معوذتین پڑھنے کی فضیلت:

قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور اس کی

3499۔ اخرجہ ابوداؤد (٤/٣٢١، ٣٢٢): کتاب الادب: باب۔ ما یقول اذا اصبح، حدیث (٥٠٨٢)، و النسائی (٨/٢٥٠): کتاب الاستعاذۃ باب: (١)، حدیث (٥٤٢٩)، و عبد اللہ بن احمد فی الزوائد (٥/٣١٢)، و عبد بن حمید ص (١٨٧) حدیث (٤٩٤)

حفاظت اپنے ذمہ کرم میں لی۔ اس کی تلاوت، زیارت، گھر میں رکھنا، درس و تدریس، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا سب امور کو عبادت بنایا۔ نیز اس مقدس کتاب کے بعض حصوں کو دیگر حصوں پر اور بعض سورتوں کو دوسری سورتوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ حدیث باب میں سورہ اخلاص اور معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ صبح و شام ان کی تلاوت ہر مقصد کے حصول کے لیے کافی ہیں۔

نیز حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت اس حدیث کی تشریح و توضیح کے لیے پیش کی جا سکتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ایک سفر پر تھے، مقام جحفہ اور ابواء شریف کے درمیان طوفانی آندھی آ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم معوذتین تلاوت کر کے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے لگے، آپ نے اس موقع پر فرمایا: اے عقبہ! تم یہ سورتیں تلاوت کر کے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلبی کرو، کیونکہ یہ بہترین دعا کی حیثیت رکھتی ہیں اور پناہ طلبی میں نہایت نافع ہیں۔

کسی بھی پریشانی کے موقع پر سورہ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت نہایت مفید و نافع ہے، کیونکہ ان میں توحید باری تعالیٰ اور پناہ طلبی کا درس دیا گیا ہے۔

بَابُ فِيْ دُعَاءِ الضَّيْفِ

باب 71: مہمان کی دعا

3500 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُمَيْرٍ الشَّامِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ فَقَرَّبْنَا اِلَيْهِ طَعَامًا فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ اُتِيَ بِتَمْرٍ فَكَانَ يَاْكُلُ وَيُلْقِي النَّوٰى بِاِصْبَعَيْهِ جَمَعَ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى قَالَ شُعْبَةُ وَهُوَ ظَنِّيْ فِيْهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَاَلْقَى النَّوٰى بَيْنَ اُصْبُعَيْنِ ثُمَّ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الَّذِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ قَالَ فَقَالَ اَبِيْ وَاَخَذَ بِلِجَامِ دَابَّتِهِ ادْعُ لَنَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ

◄► ◄► حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے میرے والد کے ہاں پڑاؤ کیا' ہم نے آپ ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا' آپ ﷺ نے اُسے کھالیا پھر کھجوریں لائی گئیں' آپ ﷺ اُنہیں کھانے لگے اور گٹھلیاں

3500۔ اخرجه مسلم (۱۶۱۵/۳): كتاب الاشربة: باب: استحباب وضع النوى خارج التمر، و استحباب دعاء الضيف لا هل الطعام، و طلب الدعاء من الضيف الصالح، و اجابته لذلك، حديث (۲۰۴۲/۱۴۶)، و ابوداؤد (۳۳۸/۳): كتاب الاشربة: باب: في النفخ في الشراب و التنفس فيه، حديث (۳۷۲۹)، و اخرجه احمد (۱۸۸/۴ - ۱۹۰)، و عبد بن حميد ص (۱۸۲)، حديث (۵۰۷)، عن شعبة، عن يزيد بن خمير عن عبد الله بن بسر به.

اپنی ان دو انگلیوں میں رکھنے لگے (یہاں راوی نے شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی کا ذکر کیا ہے)۔
شعبہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ اپنی انہی دو انگلیوں میں آپ ﷺ نے انہیں رکھا تھا اور مجھے امید ہے کہ یہ خیال ٹھیک ہو گا۔

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) پھر مشروب لایا گیا تو آپ ﷺ نے اُسے پی لیا اور پھر آپ ﷺ نے وہ مشروب پیا اور پھر آپ ﷺ نے وہ مشروب اُس شخص کی طرف بڑھایا جو آپ ﷺ کے دائیں طرف موجود تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: (جب آپ ﷺ روانہ ہونے لگے) تو میرے والد نے آپ ﷺ کی سواری کی لگام تھام کر عرض کی: آپ ﷺ ہمارے لیے دعا کیجئے۔

(تو نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا کی:) اے اللہ! تو انہیں جو رزق عطاء کرتا ہے اُس میں انہیں برکت نصیب فرما! ان کی مغفرت کر دے اور ان پر رحم کر۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

مہمان کا میزبان کے حق میں دعا کرنا:

ہر شخص ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکتا ہے اور یہ دعا اپنے لیے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے کر سکتا ہے۔ دعا رات میں کریں یا دن میں، سفر میں کریں یا حضر میں اور انفرادی طور پر کریں یا اجتماعی طور پر ہر صورت میں جائز ہے۔
جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے ہاں مہمان بنے تو میزبان کے حق میں دعا کرنا مسنون ہے، اس موقع پر حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ ۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں روٹی اور روغن پیش کیا، تناول فرمانے کے بعد آپ نے ان کے حق میں یہ دعا فرمائی:

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ

اس روایت سے ثابت ہوا کہ مہمان کا میزبان کے حق میں دعا کرنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اس سے باہم محبت و اخوت میں اضافہ ہوتا ہے اور باہم ملاقات کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ نیز میزبان، مہمان کو الوداع کہنے کے لیے اس کی سواری تک جائے اور دعا کرنے کی درخواست کرے۔

3501 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الشَّنِّيُّ

حَدَّثَنِي أَبِي عُمَرُ بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ غُفِرَ لَهُ وَإِنْ كَانَ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄◄ بلال بن یسار بیان کرتے ہیں: میرے والد نے میرے دادا (حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص یہ پڑھے:

''میں اس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' وہی معبود ہے وہ زندہ ہے اور قیوم ہے' میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) تو اس کی بخشش ہو جائے گی' اگرچہ اس نے میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کی ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے' ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

ایک جامع استغفار کی فضیلت:

اپنی جان بچانے کے لیے اور دشمن کے خوف سے میدان جنگ میں راہ فرار اختیار کرنا گناہ کبیرہ ہے، استغفار کی برکت سے ایسا سنگین جرم بھی معاف ہو جاتا ہے، مسلمان کو چاہیے کہ وہ بکثرت استغفار کرنے میں رطب اللسان رہے۔ استغفار کی برکت سے صغائر و کبائر سب گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔

حضرت بلال بن یسار رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ استغفار بایں الفاظ منقول ہے:

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ .

یہاں استغفار کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی و عظمت، معبودِ حقیقی، صفاتِ حی و قیوم اور توبہ کا مرکز و چشمہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ استغفار کا اصل محل قلب ہے مگر زبان سے صرف ذکر کی حیثیت رکھتا ہے۔

3502 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ

متنِ حدیث: أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَنِي قَالَ إِنْ

3501۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۸۵): كتاب الصلاة: باب : الاستغفار حديث (۱۵۱۷)، عن بلال بن يسار بن زيد مولى النبي صلى الله عليه وسلم عن ابيه عن جده زيد فذكره.

شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَادْعُهْ قَالَ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوْئَهُ وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلٰى رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهِ لِتُقْضٰى لِيَ اللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي جَعْفَرٍ وَهُوَ الْخَطْمِيُّ

توضیح راوی: وَعُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ هُوَ أَخُو سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ

◆◆ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک نابینا صاحب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے عرض کی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیجئے کہ وہ مجھے عافیت نصیب کرے! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کر دیتا ہوں اور اگر تم چاہو تو تم اس پر صبر کرو' یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہوگا' انہوں نے عرض کی: آپ ﷺ میرے لیے دعا کر دیں! چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا مانگیں:

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں' اے اللہ! میرے بارے میں اُن کی شفاعت قبول کر لے!''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے' ہم اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو ابوجعفر سے منقول ہے۔

یہ صاحب خطمی ہیں اور اس روایت کے راوی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ' حضرت سہل بن حنیف کے بھائی ہیں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسّل سے دعا کرنا:

لفظ ''توسّل'' باب تفعّل کا مصدر ہے، اس کا لغوی معنیٰ ہے: قرب تلاش کرنا، نزدیکی چاہنا، کسی کو واسطہ بنانا۔ لفظ ''وسیلہ'' بھی فعل ثلاثی مجرد کا مصدر ہے، جس کا معنیٰ ہے: قرب، ذریعہ قرب۔ توسّل کا اصطلاحی مفہوم ہے کہ اپنے کسی نیک عمل یا کسی معزز شخصیت کی برکت یا واسطہ سے دعا کرنا، یہ جائز ہے۔ اس بارے میں چند ایک دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- ارشاد ربانی ہے:

(i) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدہ: ۳۵)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو، اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔''

3502- اخرجه ابن ماجه (۱/۱ ۴۴): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء في صلاة الحاجة، حديث (۱۳۸۵)، و احمد (۱۳۸/۴)، و عبد بن حميد ص (۱۴۷)، حديث (۳۸۹)، و ابن خزيمة (۲۲۵/۲) حديث (۱۲۱۹).

(۱۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ط اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ٥ (بنی اسرائیل ۵۷)

''وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے، اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔''

۲-اذان کے بعد مانگی جانے والی دعا، جو احادیث مبارکہ میں یوں مذکور ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ، بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

اے اللہ! اس دعوت تامہ اور صلوٰۃ قائمہ کے مالک تو ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا کر۔ ان کو مقام محمود میں کھڑا کر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا اور ہمیں قیامت کے دن ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے! (تو ہم پر) رحم فرما!

۳-حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نابینا شخص کو سکھائی جانے والی دعا یوں منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ اَتَوَسَّلُ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِىِّ الرَّحْمَةِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّىْ فِىْ حَاجَتِىْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِىْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِىَّ .

۴-ایک مشہور حدیث میں مذکور ہے کہ تین شخص ایک غار میں پھنس گئے تھے، انہوں نے اپنے اپنے نیک عمل کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو ان کی دعا قبول کی گئی اور انہیں اس غار سے نجات حاصل ہوگئی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۹۷۴)

۵-حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے طلب باراں کے لیے یوں دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ ! اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۰۱۰)

''اے اللہ! بیشک ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے تجھ سے دعا کیا کرتے تھے، پس تو ہمیں بارش عطا کرتا تھا۔''

۶-حدیث باب کی تشریح میں یوں مذکور ہے:

فَرَجَعَ، وَقَدْ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْ بَصَرِهٖ

''پس وہ (نابینا) شخص اس حالت میں (گھر) واپس لوٹا کہ وہ بینا ہو چکا تھا۔''

ان آیات، احادیث اور آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ توسّل جائز ہے۔ اگر قارئین کو مسئلہ کی مزید وضاحت مطلوب ہو، تو

استاذی المکرم شیخ الحدیث، حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ (ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) کی تصنیف لطیف ''التوسل'' کا مطالعہ کریں۔

3503 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْنٌ حَدَّثَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَّذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے' انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: رات کے آخری حصے میں بندہ اپنے پروردگار کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے' اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکتے ہو تو ایسا کرو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اِس حوالے سے ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

قبولیت دعا کا خاص وقت:

جب مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، وہ قبول کی جاتی ہے۔ تاہم قبولیت دعا کا ایک مخصوص وقت ہے، جو حدیث باب میں بیان ہوا ہے، وہ رات کا آخری حصہ یعنی سحری کا وقت ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا نزول ہوتا ہے، ذاتِ باری تعالیٰ اس وقت آسمانِ دنیا میں جلوہ افروز ہو کر یوں اعلان کرتا ہے: کوئی شخص ہے جو اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہو؟ میں اس کی بخشش کرتا ہوں، کوئی شخص ہے جو وسعت رزق چاہتا ہو؟ میں اس کے رزق میں کشادگی کردوں، کوئی شخص ہے جو مجھ سے دعا کرے؟ میں اس کی دعا قبول کروں۔ الغرض اس وقت میں جو دعا کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے۔

اولیاء، صالحین، علماء، مشائخ اور اہل تقویٰ رات کے اسی وقت میں اپنے بستر سے الگ ہو کر نماز تہجد ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر توبہ و استغفار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے ناز کرتے ہیں۔ عام لوگوں کو بھی اس وقت بیدار ہو کر نماز ادا کرنا چاہیے، اپنے گناہوں کی توبہ و استغفار کا عادی بننا چاہیے اور دعا کرنا چاہیے۔

3503۔ اخرجه مسلم (١٨٢/٣ ابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: اسلام عمرو بن عبسة، حديث (٨٣٢/١٩٤)، و ابوداؤد (٢٥/٢): كتاب الصلاة: باب: من رخص. فيهما اذا كانت الشمس مرتفعة، حديث (١٢٧٧) و النسائی (٩١/١) كتاب الطهارة: باب: ثواب من توضأ لما امر، حديث (١٤٧)، (٢٧٩/١) كتاب المواقيت: باب: النهي عن الصلاة بعد العصر، حديث (٥٧٢)، و احمد (١١١/٤، ١١٢)، و عبد بن حميد ص (١٢٣)، حديث (٢٩٨)، و ابن خزيمة (١٨٢/٢) حديث (١١٤٧).

3504 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الدِّمَشْقِيُّ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عُفَيْرُ بْنُ مَعْدَانَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا دَوْسٍ الْيَحْصُبِيَّ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَائِذٍ الْيَحْصُبِيِّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ زَعْكَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ اِنَّ عَبْدِيْ كُلَّ عَبْدِيَ الَّذِيْ يَذْكُرُنِيْ وَهُوَ مُلَاقٍ قِرْنَهُ يَعْنِيْ عِنْدَ الْقِتَالِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَلَا نَعْرِفُ لِعُمَارَةَ بْنِ زَعْكَرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ الْوَاحِدَ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهِ وَهُوَ مُلَاقٍ قِرْنَهُ اِنَّمَا يَعْنِيْ عِنْدَ الْقِتَالِ يَعْنِيْ اَنْ يَذْكُرَ اللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ

◄► حضرت عمارہ بن زعکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: میرا بندہ وہ ہے جو مجھے اس وقت یاد کرے جب وہ جنگ کرنے لگے۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) اس سے مراد قتال ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اس روایت کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں اس کی سند قوی نہیں ہے۔

ہمارے علم کے مطابق حضرت عمارہ بن زعکرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے صرف یہی ایک حدیث نقل کی ہے۔

روایت کے یہ الفاظ وَهُوَ مُلَاقٍ قِرْنَهُ اس سے مرد یہ ہے کہ جنگ کے وقت یعنی وہ اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

شرح

دعا قبول کیے جانے کا دوسرا خاص وقت:

مختلف روایات میں قبولیت دعا کے مخصوص اوقات بیان کیے گئے ہیں، وہ اوقات کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) فرض نمازوں کی ادائیگی کے بعد میں (۲) حفظ یا ناظرہ قرآن کی تکمیل کے بعد (۳) اذان و اقامت کے درمیانی وقفہ میں (۴) میدان جنگ میں دشمن سے مقابلہ کے وقت (۵) مسجد حرام میں حاضری کے وقت جب کعبہ معظمہ پر پہلی نظر پڑے (۶) میدان میں جب اکیلا نماز سے فراغت حاصل کرے (۷) جب باران رحمت کا نزول ہو (۸) میدان جنگ میں دشمن سے مقابلہ کے دوران میں بزدل لوگوں کے راہ فرار اختیار کرتے وقت (۹) رات کے آخری تہائی حصہ شروع ہوتے وقت (۱۰) لیلۃ القدر میں (۱۱) ایام حج میں میدان عرفات میں قیام کے وقت (۱۲) شب برأت میں (۱۳) جمعہ کے دن نماز عصر و مغرب کے دوران (۱۴) سفر حج و عمرہ کے دوران میں (۱۵) سفر جہاد کے دوران میں (۱۶) حالت مرض میں (۱۷) حالت سفر میں (۱۸) شوال کی

3504- تفرد به الترمذي انظر التحفة (۸۷/۸ ع) حديث (۱۰۳۸۹) من اصحاب الكتب الستة، و اورده ابن سعد في الطبقات الكبرى (۳۰/۷) ترجمة (۳۷۸۰) عمارة بن زعكرة، عن ابن عائذ اليحصبي عن عمارة بن زعكرة فذكره.

پہلی رات (شب عید) میں (۱۹) افطاری کے وقت (۲۰) جمعۃ المبارک کے دو خطبوں کے دوران (ہاتھ اٹھائے بغیر محض دل میں)

بَابٌ فِي فَضْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

باب 72: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنے کی فضیلت

3505 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنِي اَبِي قَالَ سَمِعْتُ مَنْصُورَ بْنَ زَاذَانَ يُحَدِّثُ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ اَبِي شَبِيبٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَاهُ دَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْدُمُهُ قَالَ فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ صَلَّيْتُ فَضَرَبَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلَى بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ قیس بن سعد بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں نبی اکرم ﷺ کے سپرد کیا' تاکہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت کریں' وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے' میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے اپنے پاؤں کے ذریعے مجھے مارا اور فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی جنت کے ایک دروازے کی طرف نہ کروں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے غریب ہے۔

3506 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي جَعْفَرٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ مَا نَهَضَ مَلَكٌ مِنَ الْاَرْضِ حَتّٰى قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

◆◆ صفوان بن سلیم بیان کرتے ہیں: زمین سے جو بھی فرشتہ اوپر جاتا ہے' وہ یہ پڑھتا ہے:

"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"۔ (اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا)۔

شرح

حوقلہ (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) کی فضیلت:

کثیر اذکار میں سے ایک "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" ہے، احادیث میں اس کی فضیلت مذکور ہے۔ حدیث باب میں اسے جنت کا دروازہ قرار دیا گیا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں منقول ہے کہ حوقلہ جنت کا خزانہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حوقلہ کا ذکر کرنے سے انسان جنت کا حقدار بن جاتا ہے یا اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ جنت عطا فرماتا ہے۔

3505۔ اخرجه احمد (۳/۴۲۲) من حديث قيس بن سعد بن عبادة عن ابيه به.

علماء کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص حوقلہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جتنی بھی عنایات سے نوازے کم ہے۔

حضرت ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک سفر کے دوران ایک بزرگ نے مجھے بطور وصیت فرمایا: اعمال صالح اور اقوال زریں میں سے کوئی: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے برابر نہیں ہے۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ جو شخص یہ ذکر ایک دن میں سو بار پڑھے گا، اسے فقر لاحق نہیں ہوگا۔

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ سے مراد ہے کہ ہر نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی طاقت وقوت پر ہے۔

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ زمین سے جو بھی فرشتہ آسمان کی طرف روانہ ہوتا ہے، وہ یہ پڑھتا ہے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔

بَابُ فِيْ فَضْلِ التَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ

باب 73: تسبیح، تہلیل اور تقدیس کی فضیلت

3507 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ حِزَامٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَ سَمِعْتُ هَانِئَ بْنَ عُثْمَانَ عَنْ أُمِّهِ حُمَيْضَةَ بِنْتِ يَاسِرٍ عَنْ جَدَّتِهَا يُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ

متنِ حدیث: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُولَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ

اسنادِ دیگر: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ هَانِئِ بْنِ عُثْمَانَ وَقَدْ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ هَانِئِ بْنِ عُثْمَانَ

◆◆ سیدہ یسیرہ رضی اللہ عنہا جو مہاجر خواتین میں سے ہیں وہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا: تم خواتین تسبیح، تہلیل اور تقدیس پڑھا کرو تم اپنی انگلیوں کے پوروں پر انہیں گنا کرو کیونکہ (قیامت کے دن ان تسبیحات سے) سوال کیا جائے گا (کہ تمہیں کس نے پڑھا تھا؟) اور یہ جواب دیں گی (اے خواتین!) تم غافل نہ ہونا کیونکہ (اس صورت میں) تم رحمت کو بھول جاؤ گی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف ہانی بن عثمان کے حوالے سے جانتے ہیں محمد بن ربیعہ نے اسے ہانی بن عثمان سے نقل کیا ہے۔

3507۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۸۱) كتاب الصلاة: باب: التسبيح بالحصى، حديث (۱۵۰۱)، و احمد (۶/۳۷۰)، و عبد بن حميد ص (۴۵۴) حديث (۱۵۷۰)۔

شرح

تسبیحات شمار کرنا ذکر کے لیے معاون ومدد ہے:

اذکار ووظائف اور تسبیح وتہلیل کا شمار کیے بغیر پڑھنا بہتر ہے' جبکہ ان کا عقدانامل اور سنگریزوں پر شمار کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ بات مشاہدہ میں آ چکی ہے کہ ذکر کو شمار نہ کیا جائے تو انسان عدم توجہ کا شکار ہو جاتا ہے اور زبان رُک جاتی ہے مگر تسبیح (مالا) یا عقدانامل پر اسے شمار کیا جائے تو زبان رکتی نہیں ہے بلکہ مسلسل چلتی رہتی ہے۔ عقدانامل یا تسبیح پر اذکار شمار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ صحابیات اور صحابہ کرام گٹھلیوں، کنکریوں اور عقدانامل پر اذکار شمار کرتے تھے۔ اس کے جواز پر تفصیلی بحث گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔ عقدانامل یا تسبیح یا گٹھلیوں یا سنگریزوں پر اذکار کا شمار کرنا فی نفسہ اصل مقصود نہیں ہے بلکہ انسان سے اذکار ووظائف مسنونہ مطلوب ہیں خواہ وہ شمار کیے جائیں یا نہ کیے جائیں۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ اذکار کو عقدانامل پر شمار کرنا بہتر ہے، کیونکہ اس طرح زبان بھی حرکت میں رہے گی اور عقدانامل قیامت کے دن ذاکر کے حق میں ذکر کرنے کی گواہی دیں گی۔ تسبیح سے مراد ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ پڑھنا، تہلیل سے مراد ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا اور تقدیس سے مراد ہے: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ پڑھنا۔ ان اذکار کو عقدانامل یا تسبیح پر شمار کرنا جائز ہے، کیونکہ عقدانامل (انگلیوں کے پورے)، تسبیح کے دانے اور کنکریاں وغیرہ آدمی کے حق میں قیامت کے دن گواہی دیں گی۔ حدیث باب میں اذکار والتزام واہتمام کرنے کا حکم خواتین کو دیا گیا ہے' جبکہ ذکوروان سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عموماً خواتین میں غفلت وجہالت ہوتی ہے اور انہیں ترغیب وتبلیغ کی اشد ضرورت ہے ورنہ خواتین وحضرات سب سے اذکار مطلوب ہیں۔

بَابُ فِي الدُّعَاءِ إِذَا غَزَا

باب 74: جنگ کے وقت دعا مانگنا

3508 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا قَالَ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَضُدِي وَأَنْتَ نَصِيرِي وَبِكَ أُقَاتِلُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَمَعْنَى قَوْلِهِ عَضُدِي يَعْنِي عَوْنِي

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب جنگ کرتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے:

"اے اللہ! تو ہی میرا سہارا ہے' تو ہی میرا مددگار ہے' میں تیری مدد سے ہی جنگ میں حصہ لے رہا ہوں"۔

3508۔ اخرجہ ابوداؤد (۲/۳ ٤): کتاب الجهاد: باب: ما يدعى عند اللقاء، حديث (۲۶۳۲)، و احمد (۱۸٤/۳)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ حدیث کے یہ الفاظ: عَضُدِیْ اس سے مراد ''میری مدد'' ہے۔

شرح

دشمن سے جنگ کے وقت کی جانے والی دعا:

زندگی کے تمام شعبوں میں مواقع کے مطابق ماثورہ دعائیں منقول ہیں، ہر دعا اپنے محل میں مؤثر ہے اور ایک سے ایک بڑھ کر اہمیت وفضیلت کی حامل ہے۔ حدیث باب میں میدان کارزار میں دشمن سے پنجہ آزمائی کے وقت پڑھی جانے والی دعا مذکور ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے مطابق دشمن سے مقابلہ کے وقت یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَاَنْتَ نَصِیْرِیْ وَبِكَ اُقَاتِلُ

انسان خواہ کتنا بہادر وجری اور شجاع کیوں نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی مدد ومعاونت کے بغیر کسی میدان میں بھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے مشکل ترین وقت میں دعا کرتا ہے، معاونت کا طالب ہوتا ہے اور اسے یاد کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی اور نصرت ومعاونت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔

بَابُ فِیْ دُعَاءِ یَوْمِ عَرَفَةَ

باب 75: عرفہ کے دن کی دعا

3509 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمْرٍو مُسْلِمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَذَّاءُ الْمَدِیْنِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ یَوْمِ عَرَفَةَ وَخَیْرُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ قَبْلِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَحَمَّادُ بْنُ اَبِیْ حُمَیْدٍ هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ حُمَیْدٍ وَهُوَ اَبُوْ اِبْرَاهِیْمَ الْاَنْصَارِیُّ الْمَدِیْنِیُّ وَلَیْسَ هُوَ بِالْقَوِیِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سب سے بہترین دعا عرفہ کے دن مانگی جانے والی دعا ہے اور سب سے بہترین جملہ وہ ہے جو میں نے بھی پڑھا اور مجھ سے پہلے انبیاء نے بھی پڑھا۔

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے حمد

3509- اخرجہ احمد (۲/ ۲۱۰) من طریق عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ (عبد اللہ بن عمرو) فذکرہ۔

اس کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے"۔

امام ترمذی ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

حماد بن ابوحمید نامی راوی محمد بن ابوحمید ہیں' اور یہ ابوابراہیم انصاری مدینی ہیں' یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہیں۔

شرح

دعا کو کلمہ توحید سے شروع کرنا:

حج ارکان اسلام میں سے پانچواں رکن ہے، اس کی اہمیت وفضیلت کسی طرح بھی دیگر ارکان سے کم نہیں ہے، صاحب حیثیت لوگوں پر یہ زندگی میں ایک بار فرض ہے، یہ مالی وبدنی عبادت کا مجموعہ ہے، عازمین حج اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں، سفر حج کے دوران لحہ بہ لحہ اور منزل بہ منزل وہ ماثورہ دعاؤں اور اذکار میں مصروف رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے، کثیر اجر وثواب سے نوازتا ہے، ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتے ہیں کہ ان کے ذمہ ایک گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔ عازمین حج منزل بہ منزل اور ہر رکن کو ادا کرتے وقت متعلقہ اور ماثورہ دعائیں پڑھتے ہیں، ہر دعا کا آغاز کلمہ توحید سے کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔ میدان عرفات میں قیام کے دوران کی جانے والی دعا کو افضل قرار دیا گیا ہے اور اس کا آغاز کلمہ توحید سے کیا جائے۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے مطابق کلمہ توحید یوں منقول ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

کلمہ توحید بابرکت ہے، کیونکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء سابقین علیہم السلام کا یہ بہترین ذکر رہا ہے۔

اسے دعا قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید وحمد اور اقتدار وقدرت مفہوماً دعا کے مضمون پر مشتمل ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی دعا کی ابتداء اسی کلمہ سے فرماتے تھے۔

3510 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ عَنِ الْجَرَّاحِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْكِنْدِيِّ عَنْ اَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُكَيْمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ

متنِ حدیث: عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ غَيْرِ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ

3510- تفرد به الترمذي انظر التحفة (٨/٥٣)، حديث (١٠٥١٥) من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه ابونعيم في الحلية (١/٥٣).

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم یہ پڑھو:
''اے اللہ! تو میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر کر دے اور میرے ظاہر کو نیک کر دے' اے اللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو نے لوگوں کو جو مال' اہل اور اولاد عطاء کی ہے اُن میں سے صالح مجھے بھی عطاء کر' ایسے جو نہ گمراہ ہوں نہ گمراہ کریں''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے' ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں' اس کی سند قوی نہیں ہے۔

شرح

اپنے ظاہر و باطن اور اہل اولاد کی اصلاح کے لیے کی جانے والی دعا:

حدیث باب میں اہل سے مراد بیوی ہے، مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار! ایسی بیوی اور اولاد عطا کر جو نیک و صالح ہو جبکہ وہ گمراہ اور گمراہ کن نہ ہوں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق اصلاح احوال کی دعا یوں منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ، وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَايُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَغَيْرِ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ .

یہ دعا کئی فقرات پر مشتمل ہے جس میں اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح، مال و دولت اور اہل و عیال کے نیک و صالح ہونے کا سوال کیا گیا ہے۔

نیک اور صالح لوگوں کی ایک دعا قرآن کریم یوں منقول ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○ (الفرقان: ۷۴)

''اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا''

ہر مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت نماز کے آخری حصہ میں اور سلام سے قبل یہ قرآنی دعا پڑھتا ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

''اے میرے پروردگار! تو مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ اے ہمارے پروردگار! میری دعا کو قبول فرما۔ اے ہمارے پروردگار! تو میری، میری اولاد اور تا قیامت آنے والے مسلمانوں کی بخشش فرما دے۔''

فائدہ نافعہ:

جب انسان اسلامی اصول پر عمل پیرا ہو کر اپنی ظاہری اصلاح کر لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے باطن کی اصلاح کا انتظام کر دیتا ہے اور باطن کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کسی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی صحبت میسر نہ آئے۔

3511 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُفْيَانَ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْدَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ الْجَرْمِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي وَقَدْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَقَبَضَ أَصَابِعَهُ وَبَسَطَ السَّبَّابَةَ وَهُوَ يَقُولُ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

◆◆ عاصم بن کلیب جرمی اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ ﷺ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے' آپ ﷺ نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں زانو پر رکھا ہوا تھا اور اپنا دایاں ہاتھ دائیں زانو پر رکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو بند کیا ہوا تھا اور شہادت کی انگلی کو کھولا ہوا تھا اور یہ پڑھ رہے تھے:

''اے دلوں کو پھیر دینے والی ذات! تو میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ!''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

دل کو دین پر ثابت رکھنے کے لیے پڑھی جانے والی دعا:

جس طرح نماز افضل عبادت ہے، اسی طرح اس میں کی جانے والی دعا بھی افضل دعا ہے، درود ابراہیمی مقبول ترین دعا اور دعا ابراہیمی محبوب ترین دعا ہے۔

حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کے دوران رفع سبابہ کے وقت یوں دعا کی تھی:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ

3511۔ تفردبه الترمذی انظر التحفة (۱۵۶/۴)، حديث (۴۸۴۸) من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۳۲۱/۴)، وقال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ، و البغوي في (شرح السنة) (۱۵۴/۱)، حديث (۸۸)، من طريق ابي ادريس الخولاني عن النواس بن سمعان الكلابي فذكره.

دل جسم کا اعظم الاعضاء ہے، اس کا تمام اعضاء پر قبضہ ہے، اس کو قابو میں لانے سے تمام جسم قابو میں رہتا ہے اور اس کے آزاد ہو جانے سے تمام جسم قبضہ سے نکل جاتا ہے۔ اسی وجہ سے دین پر صرف دل مضبوط رکھنے کی دعا کی گئی ہے۔

تشہد کے دوران رفع سبابہ کی کیفیت میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تشہد پڑھتے وقت اشارہ کرنے کے لیے نفی پر شہادت کی انگلی اٹھائی جائے گی، اثبات پر رکھ دی جائے اور حلقہ ختم کر دیا جائے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اثبات پر انگلی اٹھائی جائے گی اور آخر نماز تک اشارہ باقی رکھا جائے گا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اثبات پر انگلی اشارہ کے لیے اٹھائی جائے گی، آخر نماز تک اشارہ باقی رکھا جائے گا اور انگلی کو دائیں بائیں حرکت دی جائے گی۔

بَابُ فِي الرُّقْيَةِ إِذَا اشْتَكَى

باب 76: بیمار ہونے پر دَم کرنا

3512 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَالِمٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِي يَا مُحَمَّدُ إِذَا اشْتَكَيْتَ فَضَعْ يَدَكَ حَيْثُ تَشْتَكِي وَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ مِنْ وَجَعِي هَذَا ثُمَّ ارْفَعْ يَدَكَ ثُمَّ أَعِدْ ذَلِكَ وِتْرًا فَإِنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ بِذَلِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَالِمٍ هَذَا شَيْخٌ بَصْرِيٌّ

⇔ محمد بن سالم بیان کرتے ہیں: ثابت بنانی نے مجھ سے کہا: اے محمد! جب تم بیمار ہو جاؤ تو اپنا ہاتھ اُس جگہ پر رکھو جہاں تکلیف ہو اور پھر یہ پڑھو:

''اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرتے ہوئے میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور اُس کی قدرت کی پناہ مانگتا ہوں' اس چیز کے شر سے جو مجھے یہ تکلیف ہو رہی ہے''۔

پھر انہوں نے فرمایا: تم اپنا ہاتھ اُٹھاؤ اور دوبارہ یہی عمل کرو' ایسا طاق تعداد میں کرو' کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی ہے' نبی اکرم ﷺ نے انہیں (یہ عمل کرنے کے لیے) فرمایا تھا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' محمد بن سالم نامی راوی بصری بزرگ ہیں۔

3512- اخرجه الحاكم في المستدرك (۲۱۹/۴): كتاب الطب، و قال: هذا حديث صحيح الاسناد، و لم يخرجاه ، اخرجه من طريق ثابت البناني عن انس فذكره.

شرح

مریض کودم کرتے وقت پڑھی جانے والی دعا:

جس طرح اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہے، اسی طرح ان کی صفات اور کلام بھی بابرکت ہے۔ کلام الٰہی یا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مریض کودم کیا جائے تو کلام مؤثر ہوگا اور مریض کو شفاء حاصل ہوگی۔ تاہم دم کرتے وقت جسم کے تکلیف والے حصہ پر ہاتھ رکھ کر دم کیا جائے گا۔

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کے مطابق مریض کودم کرتے وقت پڑھی جانے والی دعا یوں منقول ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ! مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ مِنْ وَّجْعِيْ هٰذَا ۔

علاوہ ازیں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دم کے وقت پڑھی جانے والی دعائیں مذکور ہیں۔ سورہ اخلاص اور معوذتین سے مریض کودم کیا جاسکتا ہے۔

بَاب دُعَاءِ اُمِّ سَلَمَةَ

باب 77: سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی دعا

3513 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْاَسْوَدِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْهَا اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُوْلِي اللّٰهُمَّ هٰذَا اسْتِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاسْتِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ وَحُضُوْرُ صَلَوَاتِكَ اَسْاَلُكَ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَحَفْصَةُ بِنْتُ اَبِيْ كَثِيْرٍ لَا نَعْرِفُهَا وَلَا نَعْرِفُ اَبَاهَا

◄► سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ دعا تعلیم کی تھی' آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا: تم یہ پڑھا کرو:

"اے اللہ! یہ تیری رات آ گئی ہے اور تیرا دن رخصت ہو گیا ہے' یہ تجھے پکارنے والوں کی آواز (سننے) کا وقت ہے اور تیری نماز میں حاضر ہونے کا وقت ہے' میں تجھ سے یہ سوال کرتی ہوں کہ تو میری مغفرت کر دے"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے' ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

حفصہ بنت ابوکثیر نامی، خاتون سے ہم واقف نہیں ہیں' ان کے والد کے بارے میں ہمیں پتہ نہیں ہے۔

3513- اخرجه ابوداؤد (١٤٦/١): كتاب الصلاة: باب: ما يقول عند اذان المغرب، حديث (٥٣٠) من طريق ابي كثير مولى ام سلمة عن ام سلمة به.

شرح

غروبِ آفتاب کے وقت پڑھی جانے والی دعا:

مقبولیت دعا کے اوقات میں سے ایک وقت آفتاب غروب کے بعد کا ہے، اس وقت میں دن ختم ہو جاتا ہے اور رات شروع ہو جاتی ہے، یہ رات کے آغاز کا وقت ہوتا ہے، پھر لحہ بہ لحہ رات کے اوقات میں برکات کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، رات کا آخری حصہ تو خصوصی رحمت کے نزول اور قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے، مقبولان بارگاہ خداوندی اس وقت کو ضائع نہیں کرتے، اپنے بستر سے الگ ہو کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتے ہیں، پھر وہ جو بھی دعا کرتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مطابق غروب آفتاب کے وقت مانگی جانے والی دعا یوں منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ! هٰذَا اِسْتِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاسْتِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَائِكَ، وَحُضُوْرُ صَلَوَاتِكَ، اَسْئَلُكَ اَنْ تَغْفِرَلِيْ .

وَاَصْوَاتُ دُعَائِكَ سے مراد نماز مغرب کی اذان کی آواز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس اذان کی آواز کی برکت کے سبب ہماری مغفرت و بخشش فرما دے۔ جب اذان برکت والی چیز ہے، سبب مغفرت و بخشش اور باعث قبولیت بن سکتی ہے تو نماز کے فیوض و برکات اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

3514 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ الصُّدَائِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ الْوَلِيْدِ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ يَزِيْدَ ابْنِ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: مَا قَالَ عَبْدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَطُّ مُخْلِصًا اِلَّا فُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰى تُفْضِيَ اِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص پورے خلوص کے ساتھ "لا الٰہ الا اللہ" پڑھتا ہے اُس کیلئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور یہ کلمہ عرش تک پہنچ جاتا ہے (یہ اس وقت ہوتا ہے) جب وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3514- اخرجه النسائي في الكبرى: كتاب عمل اليوم و الليلة (٢٠٨/٦): باب: افضل الذكر و افضل الدعاء، حديث (١٠٦٦٩/٣)، من طريق يزيد بن كيسان عن ابي هريرة فذكره.

شرح

خلوص دل سے کلمہ طیبہ پڑھنے کی فضیلت:

جب مسلمان کبائر سے احتراز کرے، خلوص دل سے کلمہ طیبہ پڑھے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، اس کی دعا عرش اعظم تک رسائی حاصل کر لیتی ہے اور اس کی دعا اور ذات باری کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔

ایک روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَيْهِ

یعنی جو شخص خلوص دل کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے، تو اس کے اور ذات باری تعالیٰ کے درمیان حجاب ختم ہو جاتا ہے یعنی اس کی مانگی ہوئی دعا فوراً درجہ قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔

پورا کلمہ طیبہ یوں ہے:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۝

یہ کلمہ دو مضامین پر مشتمل ہے: (۱) توحید (۲) رسالت۔ یعنی جب توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدی کا اقرار کیا جائے تو کلمہ طیبہ بنتا ہے۔ اس کی فضیلت ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ یعنی جو شخص خلوص دل سے کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) پڑھتا ہے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

3515 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ مِّسْعَرٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُّنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَعَمُّ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ هُوَ قُطْبَةُ بْنُ مَالِكٍ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ زیاد بن علاقہ اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ پڑھا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں ناپسندیدہ اخلاق، اعمال اور خواہشات سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے، زیاد بن علاقہ کے چچا حضرت قطبہ بن مالک ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔

3515۔ اخرجه الحاكم في المستدرك (۵۳۲/۱): كتاب الدعاء، من طريق مسعر عن زياد بن علاقة عن عمه قطبة بن مالك. و قال: هذا حديث صحيح الاسناد على شرط مسلم ، و لم يخرجاه ، وذكره المتقي الهندي في الكنز (۱۸۶/۱)، حديث (۳۶۷۱)، و عزاه للترمذي و الطبراني و الحاكم عن عم زياد بن علاقة.

شرح

برے اخلاق واعمال اور خواہشات سے پناہ طلب کرنا:

مسلمان سے جس طرح اچھے اخلاق واعمال اور خواہشات کا صدور ہوتا ہے، اسی طرح برے اخلاق واعمال اور خواہشات کا صدور بھی ہوتا ہے لیکن یہ نہ تو اسلامی تعلیمات ہیں اور نہ ہی اس کی شایان شان ہے۔ لہٰذا ان سے مسلمان کو منع کر دیا گیا ہے۔

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے مطابق برے اخلاق واعمال اور خواہشات سے پناہ طلب کرنے کے بارے میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ! اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُّنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ

منکرات: منکر کی جمع ہے، جس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو شریعت میں ممنوع ہے۔ **الاخلاق:** خلق کی جمع ہے، جس سے مراد خصلت وعادت ہے۔ یہاں حسد، بخل اور بزدلی وغیرہ امور مراد ہیں۔ **الاعمال:** عمل کی جمع ہے، اس سے مراد انسان سے صادر ہونے والا عمل ہے۔ **الاھواء:** ھویٰ کی جمع ہے، اس کے معنیٰ خواہش کے ہیں۔ یہاں خواہش سے مراد عام ہے خواہ اچھی ہو یا بری ہو۔ باب کی دعا میں برے اخلاق واعمال اور خواہشات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔

3516 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

متنِ حدیث: بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ الْقَائِلُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَجِبْتُ لَهَا فُتِحَتْ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَحَجَّاجُ بْنُ اَبِیْ عُثْمَانَ هُوَ حَجَّاجُ بْنُ مَیْسَرَةَ الصَّوَّافُ وَیُكْنٰی اَبَا الصَّلْتِ وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز ادا کر رہے تھے اسی دوران حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ پڑھا:

''اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے جو بہت زیادہ ہو اور میں اللہ تعالیٰ کیلئے صبح و

3516۔ اخرجه النسائی (۱۲۵/۲): کتاب الافتتاح: باب: القول الذی یفتتح به الصلاة، حدیث (۸۸۵، ۸۸۶) عن عمرو بن مرة عن عون بن عبد الله عن ابن عمر به. وذکره المتقی الهندی فی الکنز (۴۳۲/۷)، حدیث (۱۹۶۴۵)، و عزاه لعبد الرزاق عن ابن عمر.

شام پاکی بیان کرتا ہوں"۔
تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کس شخص نے یہ کلمات پڑھے ہیں؟ اُس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ (دعا) پسند آئی۔ اس (دعا) کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی جب سے یہ کلمات سنے ہیں' انہیں پڑھنا کبھی ترک نہیں کیا۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے غریب ہے۔
حجاج بن ابوعثمان نامی راوی حجاج بن میسرہ صواف ہیں' ان کی کنیت ابوصلت ہے اور یہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں

شرح

ایک ایسا بابرکت ذکر جس کی وجہ سے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں:

کوئی بھی دعا اور ذکر غیر مقبول نہیں ہوتا، دعا اور ذکر کا اجر وثواب درجہ کے مطابق ہوتا ہے اور ہر ذکر و دعا کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ بعض اذکار تکبیر، تحمید اور تسبیح پر مشتمل ہوتے ہیں۔ حدیث باب کا ذکر بھی امور ثلاثہ پر مشتمل ہے اور اس کے پڑھنے کے سبب آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مطابق آسمانوں کے دروازے کھولنے والا ذکر یوں منقول ہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

یہ ذکر کرنے سے آسمانوں کے دروازے کھلنے کا مطلب یہ ہے کہ ذکر فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور درجہ قبولیت حاصل کر لیتا ہے اور اس کے ساتھ جو دعا کی جاتی ہے وہ فوراً قبول کی جاتی ہے۔ یہ ذکر تین اذکار کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے نہایت درجہ کی فضیلت کا حامل ہے۔

بَاب اَیُّ الْكَلَامِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ

باب **78**: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا کلام پسندیدہ ہے

3517 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجَسْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَهُ اَوْ اَنَّ اَبَا ذَرٍّ عَادَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْكَلَامِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ مَا اصْطَفَاهُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ

3517۔ اخرجه احمد (١٤٨/٥، ١٦١)، ومسلم (٢٠٩٣/٤): كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار: باب: فضل سبحان الله وبحمده، حديث (٨٤ ـ ٢٧٣١) عن عبد الله بن الصامت عن ابي ذر الغفار فذكره.

سُبْحَانَ رَبِّي وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ رَبِّي وَبِحَمْدِهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اُن کی عیادت کرنے کیلئے تشریف لائے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی عیادت کرنے کیلئے آئے اور عرض کی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا کلام سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کلام جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لیے منتخب کیا ہے۔ وہ یہ کلمات ہیں:

''میرا پروردگار ے پاک ہے' حمد اُسی کے لیے مخصوص ہے' میرا پروردگار پاک ہے' حمد اُس کے لیے مخصوص ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ کلام:

جس طرح عام لوگوں سے عام فرشتوں کی فضیلت زیادہ ہے، اسی طرح وہ کلام بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے جو اس کی طرف سے فرشتوں کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ یہ ذکر اللہ تعالیٰ کی ثبوتی وسلبی معرفت پر مشتمل ہے، اس طرح وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہے اور ہر صفت سے متصف ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسندیدہ اور فرشتوں کے لیے منتخب ذکر یوں منقول ہے:

سُبْحَانَ رَبِّي وَبِحَمْدِهِ! سُبْحَانَ رَبِّي وَبِحَمْدِهِ!

سوال: حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین کلام: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے' جب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں پسندیدہ ترین کلام اس ذکر کو قرار دیا گیا ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ نیز ایک حدیث میں افضل کلام اس ذکر کو بتایا گیا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: یہ تمام اذکار دنیا بھر کے لوگوں کے مقابلے میں افضل ہیں، ہر روایت میں یہی مراد ہے، لہٰذا تعارض نہ رہا۔

بَابُ فِي الْعَفْوِ وَالْعَافِيَةِ

باب 79: عفو اور عافیت کا بیان

3518 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ اَبِي اِيَاسٍ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

3518۔ اخرجه احمد (۳/۱۱۹، ۱۵۵)، و ابوداؤد (۱/۱۴۴): كتاب الصلاة: باب: ما جاء في الدعاء بين الاذان، و الاقامة، حديث (۵۲۱)، من طريق معاوية بن قرة عن انس بن مالك فذكره.

وَسَلَّمَ

متن حدیث: اَلدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ قَالُوْا فَمَاذَا نَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَقَدْ زَادَ يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ هٰذَا الْحَرْفَ قَالُوْا فَمَاذَا نَقُوْلُ قَالَ سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اذان اور اقامت کے درمیان کی جانے والی دعا مسترد نہیں ہوتی' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اس وقت کیا دعا مانگیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت میں عافیت مانگو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

یحییٰ بن یمان نامی راوی نے اس حدیث میں اس لفظ کا اضافہ کیا ہے: لوگوں نے عرض کی: پھر ہم کیا پڑھیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت میں عافیت مانگو۔

3519 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَبُوْ اَحْمَدَ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَلدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا رَوٰى اَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ الْكُوْفِيِّ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَهٰذَا اَصَحُّ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ' نبی اکریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اذان اور اقامت کے درمیان کی جانے والی دعا مسترد نہیں ہوتی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابواسحاق ہمدانی نے اس روایت کو اسی طرح برید بن ابومریم کوفی کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے اور یہ روایت مستند ہے۔

شرح

اذان واقامت کے درمیان مانگی ہوئی دعا کا قبول ہونا:

انسان گناہگار ہے، اس سے بار بار گناہوں کا صدور ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مؤاخذہ نہیں ہوتا، وہ تارک معصیت ہوکر تائب ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ بالخصوص اذان اور اقامت کے مابین مانگی جانے والی دعا ضرور قبول کی جاتی ہے، کیونکہ یہ وقت ان اوقات میں سے ایک ہے جن میں یقینی طور پر

دعا قبول کی جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اذان واقامت کے درمیان دعا مانگنے کی اہتمام کے ساتھ ترغیب دی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس وقت میں ضرور دعا کرنا چاہیے، کیونکہ قبولیت کا وعدہ وارد ہے، علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس وقت قبولیت دعا کی وجہ شیطان کا غائب ہونا ہے، کیونکہ وہ اذان کی آواز سن کر گوز مارتا ہوا وہاں تک دوڑ جاتا ہے جہاں اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ایک روایت کے مطابق اذان ہوتے ہی آسمان کے دروازے کھلے جاتے ہیں اور اس وقت مانگی جانے والی دعا قبول کی جاتی ہے۔

3520 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: سَبَقَ الْمُفْرِدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفْرِدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْمُسْتَهْتَرُوْنَ فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ يَضَعُ الذِّكْرُ عَنْهُمْ اَثْقَالَهُمْ فَيَاْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِفَافًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: مفرد لوگ سبقت لے گئے لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مفرد لوگ کون ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں یہ ذکر اُن کے بوجھ کو ختم کردے گا اور جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو ہلکے پھلکے ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

ذکر کی برکت سے گناہوں کا خاتمہ ہونا:

اللغات: اَلْمُسْتَهْتَرُ، اِسْتَهْتَرَ ثلاثی مزید فیہ باب استفعال سے اسم فاعل یا اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ہے، نصیحت و تنقید کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کسی چیز پر فریفتہ ہوجانا مثلاً اِسْتَهْتَرَ بِالشَّرَابِ فلاں شخص نے سرعام شراب نوش کی۔ اِسْتَهْتَرَ فُلَانَةٌ وہ ایک مرد عورت کے عشق میں گرفتار ہوا۔ اَلْمُفَرِّدُ: فَرَّدَ ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل سے اسم فاعل یا اسم مفعول کا صیغہ ہے، لوگوں سے الگ ہونا۔ حدیث سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں سے الگ تھلگ ہوکر بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، اس ذکر کی برکت سے ان کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور وہ قیامت کے دن اس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے کہ ان کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

3520۔ الحديث اخرجه احمد (٢/ ٣٢٣) من طريق ابن يعقوب عن ابي هريرة، و اخرجه احمد (٢/ ٤١١) و مسلم (٤/ ٢٠٦٢): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار: باب: الحث على ذكر الله تعالىٰ. حديث (٤ ـ ٢٦٧٦) من طريق روح بن القاسم عن العلاء عن ابيه عن ابي هريرة فذكره، و امام من طريق ابي سلمة فلم يخرجه الا الترمذي.

ایک دوسری روایت میں اس حدیث کی تفصیل ہے کہ ایک غزوہ سے فراغت پر اسلامی لشکر مدینہ طیبہ کی طرف واپس آ رہا تھا، جب وہ مدینہ طیبہ کے پاس پہنچا تو کچھ لوگ علیحدہ ہو کر آگے نکل گئے، تا کہ وہ لوگ رات کے وقت اپنے گھروں میں پہنچ سکیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ مقام معرّس پر قیام پذیر ہوتے اور صبح ہونے میں مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے تھے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا: تم لوگ چلتے رہو، جمدان پہاڑ قریب ہے یعنی مدینہ اب دور نہیں رہا، الگ ہونے والے لوگ آگے جا چکے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! تنہا ہونے والے کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اَلذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ۔ (مشکوٰۃ، رقم الحدیث: ۲۲۶۲)

3521 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَاَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: میرا یہ پڑھنا میرے نزدیک ہر اس چیز سے زیادہ پسندیدہ ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے (یعنی دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسندیدہ ہے):

''اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے' ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے' اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

چار کلماتی ذکر کی فضیلت:

ہر ذکر کی فضیلت ہے، کیونکہ اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا حصول ہوتا ہے۔ چار کلماتی ایک ایسا ذکر ہے جسے دنیا و مافیہا سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق وہ چار کلماتی ذکر یوں منقول ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۔

یہ ذکر چار امور پر مشتمل ہے: تسبیح، تحمید، توحید اور تکبیر۔ ان میں سے ہر ایک کی انفرادی فضیلت مسلمہ ہے، پھر چار فضیلتیں

3521۔ اخرجه مسلم (۲۰۷۲/٤): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة والاستغفار: باب: فضل التهليل و التسبيح و الدعاء، حديث (۲۶۹۵/۳۲) عن ابي معاوية، عن الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة.

یکجا ہو جائیں تو یقیناً اس کا مصداق یہ ہوگا: اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ اب اس ذکر کو دنیا و مافیہا سے افضل قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین کلام چار ہیں:

(۱) سُبْحَانَ اللّٰهِ، (۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، (۳) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، (۴) اَللّٰهُ اَكْبَرُ

3522 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ سَعْدَانَ الْقُمِّيِّ عَنْ اَبِيْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مُدِلَّةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: ثَلَاثَةٌ لَّا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا اَبْوَابَ السَّمَآءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِيْ لَاَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیحِ راوی: وَسَعْدَانُ الْقُمِّيُّ هُوَ سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ وَّقَدْ رَوٰى عَنْهُ عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ وَاَبُوْ عَاصِمٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ كِبَارِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَاَبُوْ مُجَاهِدٍ هُوَ سَعْدٌ الطَّائِيُّ وَاَبُوْ مُدِلَّةَ هُوَ مَوْلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَآئِشَةَ وَاِنَّمَا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَيُرْوٰى عَنْهُ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَتَمَّ مِنْ هٰذَا وَاَطْوَلَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تین طرح کے لوگوں کی دعا مسترد نہیں ہوتی' روزہ دار شخص کی جب تک وہ افطاری نہیں کرتا' عادل حکمران کی اور مظلوم شخص کی دعا۔ اللہ تعالیٰ اُسے بادلوں سے بھی اوپر لے جاتا ہے اور اُس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے' اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمہاری مدد ضرور کروں گا خواہ کچھ وقت کے بعد کروں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

سعدان قمی' سعدان بن بشر ہیں' ان کے حوالے عیسیٰ بن یونس' ابو عاصم اور دیگر اکابر محدثین نے احادیث نقل کی ہیں۔

ابومجاہد نامی راوی سعد طائی ہیں۔

ابومدلہ نامی راوی اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں' ہم انہیں صرف اس حدیث کے حوالے سے جانتے ہیں' اُن کے حوالے سے یہ روایت زیادہ طویل اور مکمل روایت کے طور پر بھی نقل کی گئی ہے۔

3522- اخرجه ابن ماجه (۵۵۷/۱): كتاب الصيام: باب: الصائم لا ترد دعوته، حديث (۱۷۵۲)، و الدارمي (۳۳۲/۲): كتاب الرقائق: باب: في بناء الجنة و اخرجه احمد (۳۰۴/۲، ۳۰۵، ۴۴۳، ۴۴۵، ۴۷۷)، و الحميدي (۴۸۶/۲): حديث (۱۱۵۰)، و عبد بن حميد ص (۴۱۵)، حديث (۱۴۲۰)، و ابن خزيمة (۱۹۹/۳): حديث (۱۹۰۱)، عن سعد بن عبيد ابي مجاهد الطائي، عن ابي المدلة (مولى ام المومنين) عن ابي هريرة به، و اخرجه ابن حبان في صحيحه (۲۱۵/۸): كتاب الصوم: باب: فضل الصوم، في ذكر رجاء استجابة دعاء الصائم عند افطاره، وقال ابن حبان: قال ابوحاتم: ابوالمدله، اسمه عبيد الله بن عبد الله مدني ثقة

شرح

تین آدمیوں کی دعا کا ردّ نہ ہونا:

خواہ کسی مسلمان کی کوئی دعا رد نہیں کی جاتی لیکن تین آدمیوں کی دعا فوراً قبول کر لی جاتی ہے:

۱-روزے دار کی دعا جو وہ افطاری کے وقت کرتا ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ کی تکمیل کر لیتا ہے، دعا کی قبولیت اور مزدوری کے حصول کا حقدار بن جاتا ہے۔

۲-مسلمان عادل کی دعا: کائنات کا نظام عدل وانصاف سے چل رہا ہے، اگر انصاف کو ایک لمحہ کے لیے الگ کر لیا جائے تو ظلم وستم کا راج قائم ہو جائے گا، کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ عدل وانصاف کرنے والا سلطان اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت معزز ومحترم ہوتا ہے اور وہ اس کی دعا کو فوراً قبول کر لیتا ہے۔

۳-مظلوم کی دعا: جس طرح عدل وانصاف اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے، اسی طرح ظلم وزیادتی ناپسند ہے، مظلوم پر ظالم کے ظلم کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا ہے، پھر ظالم سے انصاف لے کر مظلوم کو فراہم کرنے کا اس نے وعدہ فرما رکھا ہے اور مظلوم جب بھی دعا کرتا ہے، وہ قبول کر لی جاتی ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو، کیونکہ اس کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

ان تین آدمیوں کی دعا اللہ تعالیٰ فوراً قبول فرما لیتا ہے، خواہ وہ دعائے خیر کریں یا دعائے بد، اپنے حق میں کریں یا غیر کے بارے میں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کی طرف سے وعدہ ہے، جس کا خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا۔

3523 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِىْ بِمَا عَلَّمْتَنِىْ وَعَلِّمْنِىْ مَا يَنْفَعُنِىْ وَزِدْنِىْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَّاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی:

''اے اللہ! تو نے مجھے جو تعلیم دی ہے اُس کے ذریعہ مجھے نفع عطاء کر اور مجھے اُس چیز کا علم عطاء کر جو مجھے نفع دے اور

3523۔ اخرجه ابن ماجه (۹۲/۱) المقدمة: باب: الانتفاع بالعلم و العمل به. حديث (۲۵۱)، و كتاب الادب: باب: فضل الحامدين. حديث (۳۸۰۴) وكتاب الدعاء: باب: دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم. حديث (۳۸۳۳). و عبد بن حميد ص (۴۱۵): حديث (۱۴۱۹) عن موسى بن عبيدة عن محمد بن ثابت عن ابى هريرة به.

میرے علم میں اضافہ کر، ہر حال میں ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور میں اہل جہنم کی حالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

علم نافع کے لیے اضافہ کی دعا:

علم دو طرح کا ہے: (۱) علم نافع: وہ علم ہے، جس کا خود کو فائدہ ہو اور دوسروں کو بھی، اس کا حصول فرض ہے، اگر کوئی صاحب علم ہو تو اضافہ کی دعا کرنا چاہیے مثلاً قرآن، حدیث، فقہ، اصول تفسیر اور اصول حدیث وغیرہ علوم وفنون۔ (۲) علم غیر نافع: وہ علم ہے جس کا نہ صاحب علم کو فائدہ ہو اور نہ دوسروں کو مثلاً علم سحر اور علم رمل وغیرہ۔ ان کا حصول منع ہے۔

پہلی قسم کے علم کی فضیلت قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہے، اس کے حصول کو واجب قرار دیا گیا ہے، اس کے اضافہ کی دعا کی گئی ہے اور علم غیر مفید سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق علم نافع میں اضافہ کی دعا یوں منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ، وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ، وَزِدْنِيْ عِلْمًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ، وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ .

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فضیلت علم میں یوں رطب اللسان ہیں:

۱- بنی آدم از علم یابد کما — نہ از حشمت وجاہ و مال و منال
۲- چو شمع از پئے علم باید گداخت — کہ بے علم نتواں خدا را شناخت
۳- خردمند باشد طلبگار علم — کہ گرم ست پیوستہ بازارِ علم
۴- کسے را کہ شدد رازل بختیار — طلب کردنِ علم کرد اختیار
۵- طلب کردنِ علم شدبر تو فرض — دگر واجب ست از پیش قطع ارض
۶- بروِ دامن علم گیر استوار — کہ علمت رساند بدار القرار
۷- میاموز جز علم گر عاقلی — کہ بے علم بودن بود غافلی
۸- ترا علم در دین و دنیا تمام — کہ کارِ تو از علم گیرد نظام

ترجمہ اشعار:

۱- اولاد آدم علم سے بزرگی حاصل کرتی ہے، نہ دبدبہ ومرتبہ اور مال واسباب کی وجہ سے۔

۲- حصول علم کے لیے شمع کی طرح پگھلنا چاہیے، کیونکہ بغیر علم کے خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔

۳- عقلمند حصول علم میں مشغول رہتا ہے، کیونکہ علم کا بازار ہمیشہ بارونق ہوتا ہے۔
۴- جس شخص کے لیے روزِ ازل سے اچھا نصیب ہو، وہ حصول علم کو پسند کرتا ہے۔
۵- حصول علم تجھ پر فرض ہے، دوسرا اس کے حصول کے لیے زمین کا سفر کرنا۔
۶- جا! تو علم کا دامن مضبوطی سے تھام لے، کیونکہ علم تجھے جنت میں پہنچا دے گا۔
۷- اگر تو صاحب عقل ہے تو حصول علم کے بغیر کچھ نہ سیکھ، کیونکہ بغیر علم کے سب غفلت و جہالت ہے۔
۸- دین و دنیا میں علم تیرے لیے کافی ہے، کیونکہ صرف علم سے تیرے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

فائدہ نافعہ:

اسلامی و دینی علوم کو اولیت دیتے ہوئے بالطبع جدید و عصری علوم حاصل کیے جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر عصری علوم حاصل کیے جائیں اور دینی علوم کو نظر انداز کر دیا جائے، یہ درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر علمے کہ حق نہ نماید جہالت است۔ علاوہ ازیں:

علم دین قرآن است و تفسیر و حدیث ہر کہ بجز ایں خواند گردد خبیث

بَابُ مَا جَآءَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ

باب 80: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے پھرتے ہیں

3524 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَوْ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ فُضُلًا عَنْ كُتَّابِ النَّاسِ فَاِذَا وَجَدُوْا اَقْوَامًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى بُغْيَتِكُمْ فَيَجِيْئُوْنَ فَيَحُفُّوْنَ بِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ يَصْنَعُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ يَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ وَيَذْكُرُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ فَهَلْ رَاَوْنِيْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا قَالَ فَيَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ لَكَانُوْا اَشَدَّ تَحْمِيْدًا وَّاَشَدَّ تَمْجِيْدًا وَّاَشَدَّ لَكَ ذِكْرًا قَالَ فَيَقُوْلُ وَاَيَّ شَيْءٍ يَطْلُبُوْنَ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ يَطْلُبُوْنَ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَا قَالَ فَيَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا لَكَانُوْا اَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَّاَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا قَالَ فَيَقُوْلُ فَمِنْ اَيِّ شَيْءٍ يَتَعَوَّذُوْنَ قَالُوْا يَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ قَالَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَاَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا لَكَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا هَرَبًا وَّاَشَدَّ مِنْهَا خَوْفًا وَّاَشَدَّ مِنْهَا تَعَوُّذًا قَالَ فَيَقُوْلُ

3524- اخرجه البخاری (۲۱۲/۱۱): كتاب الدعوات: باب: فضل ذكر الله عزوجل، حديث (۶۴۰۸)، و مسلم (۲۰۶۹/۴): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار: باب: فضل مجالس الذكر، حديث (۲۶۸۹/۲۵) و اخرجه احمد (۲۵۱/۲، ۲۵۲، ۳۵۸، ۳۸۲، ۳۵۹)، عن ابی صالح ذكوان عن ابی هريرة به.

فَإِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُولُونَ إِنَّ فِيهِمْ فُلَانًا الْخَطَّاءَ لَمْ يُرِدْهُمْ إِنَّمَا جَاءَهُمْ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى لَهُمْ جَلِيسٌ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین پر گھومتے پھرتے ہیں' یہ اُن فرشتوں کے علاوہ ہوتے ہیں جو لوگوں کے اعمال نوٹ کرتے ہیں' یہ فرشتے جب کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہوئے کہتے ہیں: اپنی منزل کی طرف آ جاؤ' پھر وہ لوگ آتے ہیں اور آسمانِ دنیا تک اُن لوگوں کو اپنے پروں کے ذریعے ڈھانپ لیتے ہیں۔

(پھر وہ فرشتے جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ دریافت کرتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا' وہ کیا کر رہے تھے؟ تو وہ فرشتے جواب دیتے ہیں: جب ہم نے انہیں چھوڑا تو وہ تیری حمد بیان کر رہے تھے' تیری بزرگی کا تذکرہ کر رہے تھے' تیرا ذکر کر رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اللہ فرماتا ہے: کیا اُن لوگوں نے مجھے دیکھا ہے؟ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وہ فرشتے جواب دیتے ہیں: جی نہیں! نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وہ فرشتے جواب دیتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو وہ تیری زیادہ حمد بیان کرتے' زیادہ بہتر طور پر بزرگی بیان کرتے' زیادہ شدت کے ساتھ تیرا ذکر کرتے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ لوگ کیا مانگ رہے تھے؟ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: فرشتے جواب دیتے ہیں: وہ لوگ جنت مانگ رہے تھے' نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: فرشتے جواب دیتے ہیں: نہیں! تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو پھر کیا ہوتا؟ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: فرشتے جواب دیتے ہیں: اگر وہ اُسے دیکھ لیتے تو وہ زیادہ شدت کے ساتھ اس کے طلبگار ہوتے اور اس کے حصول کے زیادہ خواہش مند ہوتے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: وہ لوگ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے' نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے اُسے دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: نہیں! تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ اُسے دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: اگر وہ اُسے دیکھ لیتے تو اُس سے زیادہ دور بھاگتے اور اس سے زیادہ خوفزدہ ہوتے اور اس سے زیادہ پناہ مانگتے۔ نبی اکرم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ بنا رہا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کی مغفرت کر دی' تو فرشتے عرض کرتے ہیں: ان میں فلاں خطا کار شخص بھی ہے' جو اُن کے ساتھ (دعا) میں شامل ہونے نہیں آیا تھا بلکہ وہ ان کے پاس اپنے کسی کام کے سلسلے میں آیا تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ وہ لوگ ہیں' جن کے ساتھ بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا۔

شرح

مجلس ذکر کی فضیلت:

اللغات: بالیقین اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ فضلاً عن: علاوہ۔ کُتَّابٌ: کاتب کی جمع ہے یعنی نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے۔ البغیة: مقصود، مطلوب، غرض وغایت۔ حف بالشیء: گھیرنا، ڈھانپنا۔ حفت الجنة بالمکارھة: جنت ناگوار امور سے ڈھپی ہوئی ہے۔ ای شیء: یصنعون کا مفعول بہ مقدم ہے۔ قال: یہ لفظ حدیث میں بالتکرار استعمال ہوا ہے، جس کا فاعل ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ الخطاء: بکثرت گناہ کرنے والا۔

لم یرد: ارادہ وقصد کرنا۔ حاجة: ذاتی کام۔ القوم: لوگ، ذاکرین۔ لا یشقی: بد بخت نہ رہنا، بدبختی ختم ہو جانا۔ لھم: جار با مجرور جلیس کے متعلق ہے۔

حدیث باب کا اختصار یہ ہے کہ کراماً کاتبین کے علاوہ کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں پھیل جاتے ہیں، جب وہ کوئی مجلس ذکر پاتے ہیں تو وہ سب اس میں جمع ہو جاتے ہیں، زمین سے آسمان تک مجلس کو گھیر لیتے ہیں، مجلس کے برخواست ہونے پر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ملائکہ: میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے رب العالمین! وہ تیرے ذکر میں رطب اللسان تھے، پھر سوال ہوتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: انہوں نے تجھے دیکھا نہیں ہے، پھر سوال ہوتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی کیفیت کیا ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: پھر تو وہ مزید تیرے ذکر میں مشغول رہنے کا اہتمام کرتے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے: اے فرشتو! کیا میرے بندے مجھ سے کوئی چیز مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے پروردگار! وہ تجھ سے تیری جنت طلب کرتے تھے، حکم ہوتا ہے: کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں، انہوں نے تیری جنت دیکھی نہیں ہے، حکم ہوتا ہے: اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیتے تو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے پروردگار! تب تو وہ مزید جنت کے طلبگار ہوتے۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پھر مخاطب ہوتا ہے: اے فرشتو! کیا میرے بندے کسی چیز کے بارے میں میری پناہ بھی مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے پروردگار! وہ جہنم سے تیری پناہ مانگتے تھے، حکم ہوتا ہے: کیا انہوں نے جہنم دیکھی ہے؟ عرض کرتے ہیں: انہوں نے جہنم دیکھی نہیں ہے، حکم ہوتا ہے: اگر وہ جہنم کو دیکھ لیتے تو پھر ان کی کیفیت کیا ہوتی؟ عرض کرتے ہیں: اے پروردگار! تب تو وہ مزید اہتمام سے تیری پناہ کے طلبگار ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے: اے فرشتو! تم گواہ ہو جاؤ! میں نے اپنے بندوں کو بخش دیا ہے، فرشتے عرض کرتے ہیں: اے پروردگار! ان لوگوں میں سے ایک شخص اہتمام سے مجلس ذکر میں حاضر نہیں ہوا تھا بلکہ وہ ذاتی کام جاتے ہوئے شامل ہو گیا تھا؟ حکم ہوتا ہے: میں نے اسے بھی بخش دیا کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں رہ سکتا۔

اس حدیث سے مجلس ذکر کی فضیلت عیاں ہے کہ ذکر کی برکت کے سبب اللہ تعالیٰ ذاکرین کی بخشش کر دیتا ہے بلکہ اگر کوئی راہگیر مجلس میں شامل ہو جائے، اس کے گناہ بھی معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، پھر اس نے مجلس ذکر کے شرکاء کے بارے میں فرشتوں سے کیوں دریافت کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں سے سوالات کرنے کا مقصد ان پر اولاد آدم کی عظمت وفضیلت ظاہر کرنا تھا۔

سوال: فرشتے مجلس ذکر کو زمین سے آسمان تک کیوں گھیرتے ہیں، اطراف (دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے) سے کیوں نہیں گھیرتے؟

جواب: مجلس ذکر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکت کا نزول اوپر سے نیچے کی طرف سے ہوتا ہے، فرشتے اسی کیفیت سے انہیں ڈھانپتے ہیں، تاکہ وہ بھی برکات خداوندی سے مستفید ہو سکیں اور وہ نزول رحمت کا مورد قرار پائیں۔

فائدہ نافعہ:

مجلس ذکر کی فضیلت شرکاء کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے، اگر شرکاء عام لوگ ہوں تو اس کی حیثیت عمومی ہوگی اور اگر شرکاء علماء، مشائخ، اہل تقویٰ، عابد وزاہد اور اہل طریقت لوگ ہوں تو ایسی مجلس کی حیثیت خاص ہوگی۔ ایسی مجلس کے شرکاء یقیناً اللہ تعالیٰ کے انعام اور اجر وثواب کے زیادہ حقدار ہوں گے

حدیث باب سے ثابت ہونے والے مسائل:

☆ جنت ودوزخ کی تخلیق ہو چکی ہے اور دونوں موجود ہیں۔

☆ مسلمان ہمہ وقت ذکر خداوندی میں مصروف رہے یا اہل اللہ کی مجلس میں رہے۔

☆ مجلس ذکر کے شرکاء پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

☆ انسان سے اسلامی عقائد وافکار پر غیر مشروط ایمان مطلوب ہے۔

☆ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زمین وآسمان پر وقوع پذیر ہونے والا کوئی معاملہ مخفی نہیں ہے۔

بَاب فَضْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

باب 81: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنے کی فضیلت

3525 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَازِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا كَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُوْلٌ فَمَنْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ كَشَفَ عَنْهُ سَبْعِيْنَ بَابًا

3525۔ انفرد به الترمذی انظر (تحفة الاشراف) (۳۷۵/۱۰)، حدیث (۱۴۶۲۱) من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه الحاکم فی المستدرک (۵۱۷/۱)، و قال: صحیح الاسناد و لم یخرجاه هکذا، ووافقه الذهبی۔

مِنَ الضُّرِّ اَدْنَاهُنَّ الْفَقْرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ مَكْحُوْلٌ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کثرت کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کرو' کیونکہ یہ جنت کا ایک خزانہ ہے۔

مکحول فرماتے ہیں: جو شخص لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ پڑھتا ہے اس شخص سے پریشانی کے ستر دروازے (اللہ تعالیٰ) دور کر دیتا ہے' جن میں سے سب سے کم تر غربت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے' کیونکہ مکحول نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

شرح

حوقلہ کی فضیلت:

مسلمان جن الفاظ کے ساتھ ذکر باری تعالیٰ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔ تاہم بعض اذکار اور دعاؤں کی عظمت و فضیلت زیادہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق حوقلہ بایں الفاظ منقول ہے:

(i) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

یہ ذکر جنت کا خزانہ قرار دیا گیا ہے یعنی اس ذکر کی بدولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدمی کو جنت سے نوازا جاتا ہے۔ مسلمان اور بندے کے مابین طے پانے والا یہ فیصلہ بہت حوصلہ افزاء ہے کہ مختصر ذکر کے نتیجہ میں جنت عطا کر دی جاتی ہے۔

(ii) حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے حوقلہ کے الفاظ یوں منقول ہیں:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ

کثرت الحروف تدل علی کثرۃ المعانی کے مطابق اس ذکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کو ستر (۷۰) پریشانیوں سے نجات عطا کرتا ہے اور ان میں سے ایک فقر و فاقہ کی پریشانی ہے۔ ایک روایت کے مطابق بعض اوقات فقر انسان کو کفر کے قریب کر دیتا ہے۔ اس (فقر) کو کم درجہ کی پریشانی قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ باقی پریشانیاں اس سے بڑی ہیں' جن سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت علامہ ابن علان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص چار کلمات کہے گا وہ چار امور سے محفوظ رہے گا:

۱- لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہنے سے آفات و بلیات سے محفوظ رہے گا۔

۲- حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھنے سے دھوکہ سے محفوظ رہے گا۔

۳-وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللهِ اِنَّ اللهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ پڑھنے سے لوگوں کے مکر سے محفوظ رہے گا۔
۴-لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ پڑھنے سے غم سے محفوظ رہے گا۔

3526 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِكُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ وَّاِنِّیْ اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ وَهِیَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللهُ مَنْ مَّاتَ مِنْهُمْ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کی ایک مخصوص مستجاب دعا ہوتی ہے اور میں نے اپنی وہ دعا اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے سنبھال کر رکھ لی ہے۔ان میں سے جو شخص اس حالت میں مرے گا کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو ان شاءاللہ وہ دُعا اُسے نصیب ہوگی۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی مقبول دعا کو امت کے لیے محفوظ رکھنا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو جہاں نبوت سے سرفراز کیا گیا وہاں انہیں بہت سی مقبول دعاؤں سے نوازا گیا، انہوں نے مختلف مواقع پر دعائیں کیں جو مقبول ہوئیں، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کثیر تعداد میں دعائیں فرمائیں جو قبول کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت سے متعلق ہر نبی کو ایک مقبول دعا عطا کی گئی، اگر امت ایمان لائے تو ان کے لیے دعا کریں جو رحمتوں کی دعا بن جائے، اگر قوم نافرمانی پر اتر آئے تو دعا عذاب بن جائے اور قوم ہلاکت کا شکار ہو جائے۔ مثلاً قوم کے ایمان نہ لانے پر حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کی جو عذاب بن گئی تو قوم غرقاب ہوگئی، فرعونیوں کی نافرمانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی جو غرق ہوگئی اور قوم کی نافرمانی پر حضرت صالح علیہ السلام نے بددعا کی جو چنگھاڑ کی نذر ہوگئی۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد قیامت کے دن سراپا رحمت اور سفارشی بنتا تھا، قوم کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کے باوجود آپ نے اپنی مقبول دعا نہیں کی بلکہ قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کے لیے محفوظ رکھی، جو مخصوص دن لوگوں کے لیے بطور شفاعت کی جائے گی، گناہگار موحد لوگوں کی بخشش ہو جائے گی۔

بَابُ فِیْ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ

باب 82: اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا

3527 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ

هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِىْ بِىْ وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ يَذْكُرُنِىْ فَاِنْ ذَكَرَنِىْ فِىْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِىْ نَفْسِىْ وَاِنْ ذَكَرَنِىْ فِىْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِىْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنِ اقْتَرَبَ اِلَىَّ شِبْرًا اقْتَرَبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَّاِنِ اقْتَرَبَ اِلَىَّ ذِرَاعًا اقْتَرَبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَّاِنْ اَتَانِىْ يَمْشِىْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہب فقہاء: وَيُرْوٰى عَنِ الْاَعْمَشِ فِىْ تَفْسِيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّىْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا يَعْنِىْ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ

وَهٰكَذَا فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَالُوْا اِنَّمَا مَعْنَاهُ يَقُوْلُ اِذَا تَقَرَّبَ اِلَىَّ الْعَبْدُ بِطَاعَتِىْ وَمَا اَمَرْتُ اُسْرِعُ اِلَيْهِ بِمَغْفِرَتِىْ وَرَحْمَتِىْ وَرُوِىَ

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَنَّهٗ قَالَ فِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (فَاذْكُرُوْنِىْ اَذْكُرْكُمْ) قَالَ اذْكُرُوْنِىْ بِطَاعَتِىْ اَذْكُرْكُمْ بِمَغْفِرَتِىْ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى وَعَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ الرَّمْلِىُّ عَنِ ابْنِ لَهِيْعَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ بِهٰذَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: میں اپنے بارے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں' جب وہ مجھے یاد کرتا ہے' تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں' اگر وہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے' تو میں محفل کے بغیر اُسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ دوسروں کی موجودگی میں مجھے یاد کرتا ہے' تو میں اس سے بہتر لوگوں کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں' اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے' تو میں ایک ذراع (یعنی جو کہنی تک کا فاصلہ ہوتا ہے) اس کے قریب ہوتا ہوں' اگر وہ ذراع مجھ سے قریب ہوتا ہے' تو میں ایک باع اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے' تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اعمش سے اس حدیث کی تشریح منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: یہاں حدیث کے الفاظ ''جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک ذراع اس کے قریب ہوتا ہوں' اس سے مراد یہ ہے کہ میں مغفرت اور رحمت اس کے قریب کرتا ہوں''۔

بعض اہل علم نے اس حدیث کی یہی وضاحت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: جب میرا بندہ میری فرمانبرداری اور جس بات کا میں نے حکم دیا ہے (اس کی پیروی) کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے' تو میں اُس

3527۔ اخرجه البخاری (۱۳/۳۹۵): كتاب التوحيد: باب: قول الله تعالى (و يحذركم الله نفسه)، حديث (۷۴۰۵ ـ ۷۵۰۰)، و حديث (۷۵۳۷)، و مسلم (۴/۲۰۶۱): كتاب الذكر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب: الحث على ذكر الله تعالى، حديث (۲/۲۶۷۵)، و ابن ماجه (۲/۱۲۵۵): كتاب الادب: باب: فضل العمل، حديث (۳۸۲۲)، و اخرجه احمد (۲/۲۰۱ ـ ۴۱۳ ـ ۴۸۰ ـ ۵۱۶ ـ ۵۱۷ ـ ۵۲۴ ـ ۵۳۴)، عن ابی صالح ذكوان عن ابی هريرة ص به.

سے زیادہ تیزی کے ساتھ اپنی مغفرت اور رحمت اس کی طرف کرتا ہوں۔

سعید بن جبیر اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا''۔

یعنی تم میری فرمانبرداری کے ذریعے میرا ذکر کرو اور میں مغفرت کر کے تمہارا ذکر کروں گا۔

یہ روایت عبد بن حمید نے اپنی سند کے حوالے سے سعید بن جبیر سے نقل کی ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں کے ساتھ ان کے گمان کے مطابق معاملہ کرنا:

اگر لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں عذاب میں مبتلا کرنے کا گمان ہوگا' تو ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا، اگر ان کا گمان معافی و بخشش کا ہوگا تو انہیں بخش دیا جائے گا۔ اس حدیث کا مصداق نیک و صالح لوگ ہیں۔ جب وہ قرب خداوندی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتے ہیں، اس سے مغفرت و معافی کی امید کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے اور ان کی مغفرت کر دیتا ہے۔ نیک لوگ اپنے مولا سے مایوس نہیں ہوتے بلکہ اس کی ذات پر مکمل اعتماد کرتے ہیں، رحمت باری تعالیٰ ان کے شامل حال ہوتی ہے، پھر انہیں دارین کی فلاح و کامیابی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو جہنم میں پھینکے جانے کا علم ہوگا، وہ جہنم کی طرف جاتا ہوا عرض گزار ہو گا: اے پروردگار! میں تو تیرے بارے میں اچھا گمان کرتا تھا، حکم خداوندی ہوگا کہ اسے روکا جائے اور میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کروں گا' جس کا مجھ سے گمان کرتا ہے۔

☆ یادِ الٰہی میں مصروف شخص اکیلا نہیں ہوتا، ذات باری تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

☆ بندہ اللہ تعالیٰ کو دل میں یاد کرتا ہے، وہ بھی اپنے دل میں اسے یاد کرتا ہے۔

☆ اگر بندہ اللہ تعالیٰ کو مجلس میں یاد کرتا ہے، وہ اسے فرشتوں کی محفل میں یاد کرتا ہے۔

☆ بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک بالشت پیش قدمی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک گز بڑھتا ہے۔

☆ اگر بندہ ذات باری تعالیٰ کی طرف چل کر آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی جانب دوڑ کر آتا ہے۔

☆ ذکر خداوندی کے نتیجہ میں بندہ مقبول بارگاہ الٰہی بن جاتا ہے، اس کی ہر دعا قبول کی جاتی ہے اور ہر آرزو کی تکمیل کی جاتی ہے۔

بَابُ فِي الْاِسْتِعَاذَةِ

باب 83: پناہ مانگنا

3528 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ:

3528- اخرجه البخاری فی الادب المفرد ص ۱۹۲، حدیث (۶۵۰)، عن ابی معاویة عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة به

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: اسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ اسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَاسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى : هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ جہنم کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو دجال کی آزمائش سے اللہ کی پناہ مانگو زندگی اور موت کی آزمائش سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دو عذابوں اور دو فتنوں سے پناہ طلب کرنا:

مسلمان سے عمداً یا سہواً معصیات کا صدور ہو جاتا ہے جس کا تدارک نہایت ضروری ہے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو گناہوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کا درس دیا۔ حدیث باب میں دو عذابوں اور دو فتنوں سے پناہ حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- عذاب جہنم سے پناہ: کفار و مشرکین کے لیے دائمی عذاب جہنم ہے، مسلمانوں کو اس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا تا کہ وہ اس سے بچنے کا اہتمام کر سکیں۔

۲- عذاب قبر سے پناہ: اہل سنت و جماعت کے نزدیک عذاب قبر حق ہے خواہ اس کی کیفیت مختلف ہے، اس لیے مسلمانوں کو پہلی منزل کے عذاب سے پناہ طلبی کا درس دیا گیا ہے۔

۳- فتنۂ مسیح الدجال سے پناہ: قرب قیامت کے زمانہ میں مسیح دجال کا ظہور ہوگا، یہ ایک فتنہ کئی فتنوں کا سبب بنے گا، مسلمانوں کا ایمان ضائع کرے گا، انہیں گمراہ کر کے اللہ تعالیٰ کا نافرمان بنائے گا اور عذاب خداوندی کا حقدار بنائے گا۔ اس لیے مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال: دجال کو مسیح کہنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: (i) مسیح کا لفظی معنی ہے: مٹا، چونکہ اس کی ایک آنکھ مکمل نہیں ہوگی بلکہ مٹی ہوئی ہوگی۔ (ii) لفظ مسیح کا دوسرا معنی ہے: سیر و سیاحت کرنا، چونکہ دجال بھی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے روئے زمین کا سفر کرے گا، جس وجہ سے اسے اس لفظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: (i) لفظ مسیح عبرانی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنیٰ ہے: مبارک، بابرکت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ ہیں، آپ کا جسم مبارک اس قدر بابرکت ہے کہ آپ اپنا دست اقدس کسی مریض کے جسم پر پھیرتے تو وہ صحت یاب ہو جاتا تھا اور مردے کو لگاتے وہ زندہ ہو جاتا تھا۔ (ii) لفظ مسیح کا معنیٰ ہے: سیر کرنے والا۔ چونکہ آپ کو سیر کرنا بہت مرغوب تھا حتیٰ کہ آپ کی سیر زمین تک محدود نہ رہی بلکہ آسمانوں میں پہنچ گئے۔

۴۔ فتنہ محیا و ممات سے پناہ: فتنہ محیا سے مراد ہے: صبر و تسلیم سے محروم ہو کر گمراہی کے راستہ پر چل نکلنا۔ فتنہ ممات سے مراد ہے: عین موت کے وقت شیطان کا انسان کے پاس پہنچ کر اسے گمراہ کرنا۔ اس فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے بھی مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلبی کا درس دیا گیا ہے۔

3529 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ حِينَ يُمْسِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ حُمَةٌ تِلْكَ اللَّيْلَةَ قَالَ سُهَيْلٌ فَكَانَ أَهْلُنَا تَعَلَّمُوهَا فَكَانُوا يَقُولُونَهَا كُلَّ لَيْلَةٍ فَلُدِغَتْ جَارِيَةٌ مِنْهُمْ فَلَمْ تَجِدْ لَهَا وَجَعًا

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَى عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سُهَيْلٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص شام کے وقت تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے:

"میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں"۔

تو اس رات میں اُسے کوئی زہر نقصان نہیں پہنچائے گا۔

سہیل نامی راوی بیان کرتے ہیں: ہمارے گھر والوں نے یہ کلمات سیکھ کر انہیں ہر رات پڑھنا شروع کیا۔ ایک مرتبہ ان میں سے ایک بچی کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا تھا لیکن اس سے اُسے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سہیل بن ابوصالح کے حوالے سے ان کے والد اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسے نقل کیا ہے۔ جبکہ عبیداللہ بن عمر اور دیگر حضرات نے اسے سہیل سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت

3529- اخرجه احمد (۲/ ۲۹۰) من طريق هشام بن حسان عن سهيل بن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة فذكره.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی پناہ طلبی کی فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بے پناہ محبت ہے، آپ نے اپنی امت کو مختلف اذکار کی ترغیب، شیطانی حملوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا درس دیا۔ چنانچہ حدیث باب میں مذکور کلمات تین بار رات کے وقت پڑھنے کے سبب رات بھر موذی جانور کے ڈسنے سے محفوظ رہے گا اور اگر ڈس لیا تو اس کا زہر ضرر رساں نہیں ہوگا بلکہ غیر مؤثر ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق وہ کلمہ یوں منقول ہے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

بَاب مِنْ اَدْعِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 84: نبی اکرم ﷺ کی بعض دعائیں

3530 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ فَضَالَةَ الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ دُعَاءٌ حَفِظْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَدَعُهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَاَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ دعا یاد کی ہے' میں اسے پڑھنا نہیں چھوڑوں گا۔

"اے اللہ! مجھے ایسا کردے کہ میں تیرا زیادہ شکر کروں اور تیرا بکثرت ذکر کروں' تیرے فرمان کی پیروی کروں اور تیرے حکم پر عملدرآمد کروں"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک پسندیدہ دعا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پسند تھی لیکن بعض دعاؤں کو ترجیح حاصل تھی، جس وجہ سے وہ ان

3530۔ اخرجه احمد (۲/۳۱۱). (۲/۴۷۷) من طريق ابوفضالة الفرج بن فضالة عن ابى سعيد المقبرى عن ابى هريرة فذكره.

کے ہاں زیادہ پسند تھیں۔ دیگر صحابہ کی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی کثیر دعائیں یاد تھیں مگر آپ کے نزدیک ایک دعا سب سے افضل تھی، جس کے بارے میں آپ نے فرمایا: میں اس دعا کو تاحیات اپناؤں گا۔ وہ عظیم دعا آپ کے حوالے سے ان الفاظ منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي أُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَأُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَاَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ

اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے چار چیزوں کے عطا کرنے کی التجا کی گئی ہے:

(۱) کثرت شکر (۲) کثرت ذکر (۳) نصیحت کی پیروی (۴) وصیت کی حفاظت۔

یہ امور اربعہ مسلمان کا متاع حیات ہیں، اہل تقویٰ لوگوں کا اوڑھنا بچھونا ہیں اور اولیاء وصالحین کا عملی دستور ہے۔ اس طرح اس دعا کی اہمیت کے پیش نظر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا کہ میں اسے تاحیات ترک نہیں کروں گا۔

بَاب اسْتِجَابَةِ الدُّعَاءِ فِي غَيْرِ قَطِيعَةِ رَحِمٍ

باب 85: دعا کا مستجاب ہونا' جبکہ وہ قطع رحمی کے بارے میں نہ ہو

3531 سند حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ هُوَ ابْنُ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو اللَّهَ بِدُعَاءٍ إِلَّا اسْتُجِيبَ لَهُ فَإِمَّا أَنْ يُعَجَّلَ لَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِمَّا أَنْ يُدَّخَرَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ وَإِمَّا أَنْ يُكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ ذُنُوبِهِ بِقَدْرِ مَا دَعَا مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ أَوْ يَسْتَعْجِلْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَسْتَعْجِلُ قَالَ يَقُولُ دَعَوْتُ رَبِّي فَمَا اسْتَجَابَ لِي

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے' اس کا صلہ یا تو انسان کو دنیا میں مل جاتا ہے یا پھر آدمی کے لیے' آخرت کے لیے اسے سنبھال کر رکھ لیا جاتا ہے۔ یا پھر اس کے بدلے میں آدمی کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ اسی حساب کے ساتھ جو اس نے دعا کی ہو۔ بشرطیکہ انسان نے کسی گناہ یا قطع رحمی کے بارے میں دعا نہ مانگی ہو' یا (دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہونے کے حوالے سے) وہ جلدی کا طلب گار نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! جلدی کا طلب گار ہونے سے کیا مراد ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ یہ کہے' میں نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی لیکن اس نے میری دعا قبول ہی نہیں کی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3532 سند حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي

3531- تفرد به الترمذي ينظر (التحفة) (۹/ ٤٠٤)، حديث (١٢٩٠٦) و ذكره المتقي في الكنز (٦٤/٦)، حديث (٣١٢٩) و عزاه للترمذي عن ابي هريرة.

هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَا مِنْ عَبْدٍ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ اِبْطُهُ يَسْأَلُ اللّٰهَ مَسْأَلَةً اِلَّا اٰتَاهَا اِيَّاهُ مَا لَمْ يَعْجَلْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ عَجَلَتُهُ قَالَ يَقُوْلُ قَدْ سَاَلْتُ وَسَاَلْتُ وَلَمْ اُعْطَ شَيْئًا

اختلاف روایت: وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ الزُّهْرِيُّ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى ابْنِ اَزْهَرَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ يَقُوْلُ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی بندہ اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کرے یہاں تک کہ اس کی بغلیں نظر آنے لگیں' وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ چیز اسے عطا کردے گا' بشرطیکہ وہ جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کا جلد بازی کرنا کیسے ہوگا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ یہ کہے: میں نے مانگا' پھر مانگا لیکن مجھے تو کچھ نہیں ملا۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے ان الفاظ میں منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''انسان کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے' جب تک وہ جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ نہ کہے: میں نے دعا مانگی لیکن وہ قبول ہی نہیں ہوئی''۔

شرح

قبولیتِ دعا میں جلدی مچانے کی ممانعت:

گناہ اور قطع رحمی کے علاوہ مسلمان جو دعا کرتا ہے، وہ قبول کی جاتی ہے بشرطیکہ اس میں جلدی مچانے اور جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔ جلدی مچانے اور جلد بازی کا مطلب یہ ہے کہ دعا مانگنے والا یہ خیال کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی پھر وہ دعا کرنا چھوڑ دے۔

قبولیت دعا کی کئی صورتیں:

۱- دعا فوری قبول کی جاتی ہے اور اس کا نتیجہ سامنے آجاتا ہے۔

۲- دعا فوراً قبول نہیں کی جاتی بلکہ قدرے تاخیر سے قبول کی جاتی ہے۔

۳- دعا کے عوض اس کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

۴- آئندہ زمانہ میں پیش آنے والی آفت یا مصیبت اور یا مرض سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

۵- دعا آخرت کے لیے ذخیرہ کرلی جاتی ہے اور وہ آخرت میں نافع ہوگی۔

3532۔ ذکرہ المتقی فی الکنز (۸۲/۲)، حدیث (۳۲۴۱) بلفظ و عزاہ للترمذی عن ابی ھریرۃ۔

فائدہ نافعہ:

مسلمان اپنی دعا میں جلدی مچائے، یا جلد بازی سے کام لے، یہ اس کی شایان ہرگز نہیں، کیونکہ بندہ بارگاہ خداوندی میں عرض کرتا ہے نہ کہ آرڈر۔ اس کے کئی نقصان ہیں:

(i) تارک دعا بن کر عبادت سے محروم ہو جائے گا۔

(ii) ذات باری تعالیٰ سے اعتقاد میں نقص پیدا ہوگا۔

(iii) دعا مانگنے کے اجر و ثواب سے محروم رہے گا۔

3533 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى اَخْبَرَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوسَى اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَاسِعٍ عَنْ سُمَيْرِ بْنِ نَهَارٍ الْعَبْدِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ بِاللّٰهِ مِنْ حُسْنِ عِبَادَةِ اللّٰهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھنا' اللہ تعالیٰ کی اچھے طریقے سے عبادت کرنے کا حصہ ہے

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن عبادت ہونا:

جس طرح جو غلام اپنے آقا کی خوشنودی کے لیے کوئی کام کرتا ہے، وہ خوش اسلوبی سے خدمات انجام دیتا ہے اور جو غلام آقا سے بدظن ہو کر کام کرتا ہے، وہ بددل ہو کر کام کرے گا۔ اسی طرح جو مسلمان اس گمان سے عبادت کرے کہ شاید میری عبادت قبول ہو گی یا نہیں؟ وہ ٹوٹے ہوئے دل سے عبادت کرے گا اور جسے اس بات کا یقین ہو کہ میری عبادت قابل قبول ہے، وہ نہایت خلوص سے عبادت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے حسن ظن عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نیت اور نظریہ سے جو عبادت کی جاتی ہے خواہ ناقص ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول ہوتی ہے، پروردگار کی طرف سے اس کا اجر و ثواب زیادہ ہے۔ تمام عقائد، عبادات اور معاملات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیے، تاکہ ذات باری تعالیٰ کی طرف سے بندے کو کمال درجہ کا ثواب عنایت کیا جائے۔

3533- اخرجه ابوداؤد (۲۹۸/۴): كتاب الادب: باب: من حسن الظن، حديث (۴۹۹۳)، و احمد (۳۵۹/۲)، و الحاكم (۲۴۱/۴) و ابن حبان في صحيحه (۳۹۹/۲): باب: حسن الظن بالله۔ حديث (۶۳۱) وذكر المنذري في الترغيب (۶۴/۴) حديث (۴۹۵۷)۔

3534 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِيَنْظُرَنَّ أَحَدُكُمْ مَا الَّذِي يَتَمَنَّى فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا يُكْتَبُ لَهُ مِنْ أُمْنِيَّتِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ عمر بن ابوسلمہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آدمی کو اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ وہ کیا آرزو کر رہا ہے؟ کیونکہ وہ یہ بات نہیں جانتا کہ اُس کی کونسی آرزو اس کے نصیب میں لکھ دی گئی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

لمبی چوڑی آرزوؤں کے باندھنے کی ممانعت:

دنیوی واُخروی معاملات کے بارے میں لمبی چوڑی آرزوئیں باندھنے سے احتراز کرنا چاہیے، کیونکہ ان کے عدمِ تکمیل کی صورت میں انسان کو پریشانی لاحق ہوگی۔ تاہم ذاتِ باری پر تمام معاملات چھوڑ دینے چاہئیں، ان کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا چاہیے ورنہ مقدر کا کرشمہ قرار دینا چاہیے۔ مسلمان جب ذاتِ باری تعالیٰ پر حسنِ ظن کرتا ہوا اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے، اس کی یہ فکر عبادت کا درجہ اختیار کر لیتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حضور قبول کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں انسان کے تمام معاملات کے نتائج اللہ تعالیٰ کے ہاں تحریر ہیں، جن میں کسی تبدیلی کا امکان ہرگز نہیں ہے۔

3535 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ نُوحٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو فَيَقُولُ اللَّهُمَّ مَتِّعْنِي بِسَمْعِي وَبَصَرِي وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّي وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ يَظْلِمُنِي وَخُذْ مِنْهُ بِثَارِي

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! میری سماعت اور بصارت سلامت رکھ اور ان دونوں کو میرا وارث بنا دے اور جو شخص میرے ساتھ زیادتی کرے اس کے مقابلے میں میری مدد کر اور اس سے میرا بدلہ لے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن غریب" ہے۔

3534۔ تفرد به الترمذی انظر تحفة (۱۳/۴۳۲)، حدیث (۱۹۵۷۷) عن ابوسلمة بن عبد الرحمن و هو مرسل۔

3535۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد (۶۵۲) من طریقه۔

شرح

استحکام حواس اور ظالم سے بدلہ لینے کی بددعا:

جسم اور اعضاء جسم کی صحت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے اور انسان کو تاحیات اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ بالخصوص حواس خمسہ کی صحت، استحکام اور بقاء کے سلسلہ میں ذات باری تعالیٰ کا ضرور شکر بجالانا چاہیے۔ ایک عضو بالخصوص آنکھ یا دل کی قیمت دنیا بھر نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ان کی بقاء اور ظالم کے حملہ سے تحفظ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق اس سلسلہ میں یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ یَظْلِمُنِیْ وَخُذْ مِنْهُ بِثَارِیْ

چونکہ کان اور آنکھیں اعظم الاعضاء ہیں، اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا گیا یا گناہ کے لیے عموماً معاون یہی اعضاء ہوتے ہیں۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ظالم کے بارے میں دعائے بد کرنا جائز ہے، کیونکہ ظلم اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور مظلوم کی بددعا اور ذات باری تعالیٰ کے درمیان پردہ نہیں ہے۔

بَابُ لِيَسْأَلِ الْحَاجَةَ مَهْمَا صَغُرَتْ

باب 86: آدمی کو اپنی ضرورت (اللہ تعالیٰ سے) مانگنی چاہیے، خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو

3536 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْاَشْعَثِ السِّجْزِیُّ حَدَّثَنَا قَطَنٌ الْبَصْرِیُّ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِيَسْاَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْاَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر شخص کو اپنی ہر حاجت اپنے پروردگار سے مانگنی چاہیے یہاں تک کہ اگر اس کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے (تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے)۔

3536۔ ذکرہ ابن حبان فی صحیحہ (۱٤۸/۳)، حدیث (۸٦٦)، و قال اخرجہ الطبرانی فی الدعاء (۲۵)، و ابونعیم فی (تاریخ اصبھان) (۲۸۹/۲) و البزار فی مسندہ رقم (۳۱۳۵)، و کذا ذکرہ الھیثمی فی (المجمع) (۱۵۳/۱۰): و قال و رجالہ رجال الصحیح غیر سیار بن حاتم و ھو ثقۃ.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔ کئی راویوں نے اسے جعفر بن سلیمان اور ثابت بنانی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

3537 سند حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لِيَسْاَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ حَتّٰى يَسْاَلَهُ الْمِلْحَ وَحَتّٰى يَسْاَلَهُ شِسْعَ نَعْلِهِ اِذَا انْقَطَعَ

حکم حدیث: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ قَطَنٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ

ثابت بنانی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر شخص کو اپنی ہر حاجت اپنے پروردگار سے مانگنی چاہیے یہاں تک کہ اسی سے نمک مانگنا چاہیے اور اگر اس کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے (تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے)۔

یہ روایت قطن کی جعفر بن سلیمان سے نقل کردہ روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

ذات باری تعالیٰ سے اپنی ضرورت طلب کرنا:

اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہے، وہ اپنی مخلوق پر بہت مہربان ہے، بندہ اپنی بڑی یا چھوٹی ضرورت کے بارے میں اسی سے درخواست کرتا ہے، وہ دعا یا درخواست قبول کی جاتی ہے اور معمولی سے معمولی چیز کے سلسلہ میں اس ذات کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

استعانت کی دو اقسام ہیں:

۱- استعانتِ حقیقی: اس کا مطلب ہے کہ کسی کو مختار تصور کرتے ہوئے اس سے مدد طلب کرنا، ہر معاملے میں استعانت حقیقی اللہ تعالیٰ سے حاصل کی جاسکتی ہے، غیر اللہ سے اس کا حصول منع ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد ربانی واضح ہے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (الفاتحہ:۴)

حدیث باب میں بھی غیر اللہ سے سوال و استعانت سے حقیقی استعانت مراد ہے، جو صرف اللہ تعالیٰ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

۲- استعانت مجازی: مؤثر حقیقی ذات باری تعالیٰ کو سمجھتے ہوئے بطور نائب کسی مقبول بندے سے استعانت حاصل کرنا ہے، اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے اور اس بارے میں یہ صریح حدیث موجود ہے:

ان اللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ

حدیث باب میں نمک اور جوتے کا تسمہ تک غیر اللہ تعالیٰ سے طلب کرنے کی جو ممانعت کی گئی ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی شفقت و مہربانی بیان کرنا ہے۔ اگر اس حدیث کا وہی مطلب لیا جائے جو جہلاء بیان کرتے ہیں کہ غیر اللہ سے کسی معاملہ میں

استعانت حرام وشرک ہے، اس سے بے شمار خرابیاں لازم آئیں گی مثلاً ڈاکٹر سے علاج کرانا، گاڑی کا استعمال کرنا اور کسی کی مالی معاونت کرنا وغیرہ۔

جوتے کا تسمہ بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح عظیم سے عظیم تر چیز کا سوال اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے، اسی طرح معمولی چیز کا سوال بھی اگر اس سے کیا جائے تو یہ اس کی شان کے خلاف نہیں ہے۔ بے دینوں اور جہلاء نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے سوال کرنا حرام ہے لیکن اس کے نتیجہ پر انہوں نے غور نہیں کیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

كِتَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

مناقب کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ فِيْ فَضْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 1: نبی اکرم ﷺ کی فضیلت کا بیان

3538 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ اَسْلَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ اَبِيْ عَمَّارٍ عَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وَّلَدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وَّلَدِ اِسْمٰعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَّاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَّاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب کیا بنو کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

فضائل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مہداء کائنات، فخر آدم و بنی آدم، امام الانبیاء، محبوب کبریا، خاتم الانبیاء والمرسلین، حامل القرآن، کونین کے دولہا، مالک و سیاح جنت، صاحب المعراج، جامع المعجزات، اعظم الانبیاء، قائد الانبیاء والمرسلین، شافع الحشر، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کا احاطہ کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا:

3538- اخرجه مسلم (١٧٨٢/٤): كتاب الفضائل: باب: فضل نسب النبي صلى الله عليه وسلم حديث (٢٢٧٦/١)، و احمد (١٠٧/٤) عن ابي عمار عن واثلة بن الاسقع فذكره.

حسن یوسف، دم عیسی، ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(آپ حسن حضرت یوسف، حضرت عیسیٰ کی پھونک اور حضرت موسیٰ کے روشن ہاتھ کی خوبیوں کے مالک ہیں اور جو کمالات سب انبیاء کو دیئے گئے، وہ آپ میں جمع کر دیئے گئے ہیں)

شاعر دربار رسالت، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یوں اظہار عقیدت کرتے ہیں:

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِي   وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(یارسول اللہ! میری آنکھ نے آپ جیسا حسین نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت شخص عورتوں نے پیدا نہیں کیا۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے، گویا جیسے آپ نے چاہا ویسے آپ کو پیدا کیا گیا)

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ یوں اظہار کمال کرتے ہیں:

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ   كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ

حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ   صَلُّوْا عَلَيْهِ وَآلِهٖ

(یارسول اللہ!) آپ اپنے کمالات کے سبب بلندی کو پہنچے، اپنے حسن سے تاریکیوں کو ختم کر دیا۔ آپ کی تمام عادات خوبصورت ہیں (اے لوگو!) تم آپ اور آپ کی اولاد پر درود شریف کا ہدیہ پیش کرو)

عاشق صادق، فناہ فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ اظہار حقیقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ، وَسَيِّدَ الْبَشَرِ   مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرُ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(اے انسانوں کے آقا! حسن و جمال کے پیکر، آپ کے چہرہ انور سے چاند کو روشنی ملی۔ کمال طریقہ سے آپ کی نعت و ثنا بیان کرنا ممکن نہیں ہے، مختصر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد (اس کائنات میں) آپ کا مقام ہے)

امام العشاق، حضرت امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

يَا رَبِّ! صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

(اے میرے پروردگار! تو ہمیشہ درود و سلام نازل کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام مخلوق سے افضل ہیں)

عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پاک اور عظیم خاندان:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک اس قدر پاک و طاہر، معزز و محترم، شجاع و بہادر، فیاض و جواد اور ذکاوت و ذہانت وغیرہ اوصاف کے باعث پورے عرب میں بے مثال تھا، کیونکہ ہر نبی علیہ السلام افضل خانوادہ میں مبعوث ہوا ہے۔

محدثین کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پاک یوں بیان کرتے ہیں:

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہاں تک نسب عالیہ میں تمام مؤرخین کا اتفاق ہے اور اس سے اوپر والے نسب نامہ میں قدرے اختلاف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کا تعارف:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے حضرت عدنان رضی اللہ عنہ تک متفق ہے اور اس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک نسب نامہ میں مختلف اقوال وآراء ہیں، جن میں غلط بیانی سے بھی کام لیا گیا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ (۱۲) صاحبزادے تھے، ان میں سے ایک کا نام "قیدار" تھا، جن کی اولاد حجاز مقدس میں خوب پھیلی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت عدنان رضی اللہ عنہ تک چالیس پشتیں بنتی ہیں۔ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک نسب پاک کی اہم شخصیات کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

۱- عدنان: یہ لفظ "عدن" سے بنا ہے، جس کا معنیٰ ہے: قیام کرنا یعنی قیام کرنے والا۔ یہ نام ان کے عابد وزاہد اور صاحب تقویٰ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کا زمانہ چھٹی صدی قبل تھا اور بخت نصر (جس کی روئے زمین پر حکومت تھی) کے ہمعصر تھے۔ آپ نے سب سے قبل کعبہ معظمہ کو چمڑے کا غلاف پہنایا تھا۔

۲- معد: اس لفظ کا معنیٰ ہے: شجاع وبہادر اور صاحب قوت۔ بخت نصر کے زمانہ میں آپ کی عمر بارہ (۱۲) سال تھی۔ بخت نصر نے حجاز مقدس پر حملہ کیا، اس دوران اس نے آپ کو شہید کرنے کا قصد کیا اور ایک نبی جو اس کے لشکر میں شامل تھا، نے بخت نصر کو مشورہ دیا کہ انہیں قتل کرنے سے گریز کیا جائے، کیونکہ ان کی نسل سے نبوت کا سلسلہ جاری ہوگا۔

۳- نزار: لفظ "نزار" کا معنیٰ ہے: یگانہ روزگار، یکتائے روزگار۔ ان کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی جاتی ہے کہ ان کی پیدائش کے وقت معد نے ان کی آنکھوں میں نبوت کی روشنی ملاحظہ کی تھی، جس وجہ سے ان کے لیے یہ نام تجویز کیا گیا تھا۔

۴- مضر: لفظ "مضر" مضیرہ سے ماخوذ ہے، جس کا معنیٰ ہے: دودھ کی مثل سفید۔ چونکہ ان کا رنگ سفید تھا، جس وجہ سے ان کا یہ نام تجویز ہوا۔ آپ کا حسن وجمال بے مثل تھا اور لوگ آپ کے حسن میں رطب اللسان دکھائی دیتے تھے۔

۵- الیاس: اس کا معنیٰ ہے: شجاع وبہادر۔ آپ دور اندیش اور صاحب دانش تھے، اہل عرب آپ کی دانائی کو ضرب المثل قرار دیتے تھے۔ آپ نے اولاد اسماعیل کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے طریقہ پر دوبارہ گامزن کیا تھا۔

۶- مدرکہ: لفظ "مدرکہ" اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: پانے والا۔ آپ کے اس نام کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آپ نے جنگلی خرگوش سے خوفزدہ ہو کر بھاگنے والے اونٹوں کو پالیا تھا۔ آپ کا اصل نام "عمرو" تھا۔

۷- خزیمہ: لفظ "خزیمہ" لفظ خزمہ کی تصغیر ہے، اس سے مراد کھجور کی مثل ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے ٹوکریاں تیار کی جاتی ہیں۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے، ملت ابراہیمی پر قید حیات رہے اور ملت ابراہیم پر وصال فرمایا۔

۸- کنانہ: لفظ "کنانہ" کا معنیٰ ہے: ترکش، کنانہ اپنے خانوادہ کے لیے ایک پردہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کا شمار اپنے

زمانہ کی معزز شخصیات میں ہوتا تھا۔ آپ اپنے علم وفضل کے سبب وحید العصر تھے اور اہل عرب اپنے مسائل حل کروانے کے لیے آپ سے رجوع کرتے تھے۔

۹-نضر: لفظ ''نضر'' کا معنی ہے: سرسبز، شاداب۔ حسن و جمال مثالی ہونے کے سبب آپ کا یہ نام تجویز ہوا۔ ایک قول کے مطابق آپ کا لقب قریش تھا۔

۱۰-مالک: آپ کی کنیت ابوحارث تھی اور والدہ کا نام ''عاتکہ'' تھا۔ حکمت پر مبنی آپ کا یہ مشہور قول ہے: عموماً خوبصورت چہرے عیوب ونقائص کو چھپا لیتے ہیں اور جب عیوب نمایاں ہو جائیں تو وہ بدصورت ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا شکل وصورت پر نہ جاؤ۔

۱۱-فہر: اس کا معنی ہے: ہتھیلی کے برابر پتھر کا ٹکڑا۔ ایک قول کے مطابق آپ کا لقب قریش تھا۔ ایک قول کے مطابق آپ کا لقب ''قریش'' تھا اور کنیت ابوغالب تھی۔ بعض مؤرخین کے مطابق آپ کا نام قریش تھا اور فہر لقب تھا۔

۱۲-غالب: لفظ ''غالب'' ثلاثی مجرد سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے، جس کا معنی ہے: غلبہ حاصل کرنے والا، تسلط جمانے والا۔ اپنے لخت جگر تیم الادرم کی نسبت آپ کی کنیت ابوتیم تھی۔ صاحبزادہ ''تیم'' کا جبڑا ناقص ہونے کی وجہ سے اسے تیم الادرم کہا جاتا تھا۔ غالب کہانت میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔

۱۳-لؤی: ایک قول کے مطابق آپ کا نام لائی (کاہل) سے اور دوسرے قول کے مطابق لواء (جھنڈا) سے ماخوذ ہے۔ آپ کثیر صفات کے مالک تھے بالخصوص تحمل و بردباری کی صفت نہایت درجہ کی آپ میں پائی جاتی تھی۔ آپ کے اقوال حکیمانہ میں سے ایک قول یہ ہے:

مسلسل نیکی کرنے والے کی نیکی کبھی ختم نہیں ہوگی اور اس کا تذکرہ رہے گا۔

۱۴-کعب: لفظ ''کعب'' کا معنی ہے: ''نخنہ''، عزت و بزرگی۔ آپ کی کنیت ابوہصیص تھی۔ آپ معزز و بزرگ تصور کیے جاتے تھے۔ ایک قول کے مطابق آپ نے ''یوم العروبہ'' کو ''یوم الجمعۃ'' میں تبدیل کیا۔ آپ کی وفات سے سالوں کے تعین وشمار کا سلسلہ شروع ہوا، جو عام الفیل تک جاری رہا۔ آپ کا زمانہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) سال قبل کا تھا۔ خطبہ میں لفظ ''اما'' کا استعمال آپ نے شروع کیا۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے جدامجد تھے۔

۱۵-مرہ: لفظ ''مرۃ'' کا معنی ہے: قوی، طاقت۔ آپ کی کنیت ابویقظہ تھی۔ آپ کے لخت جگر یقظہ کی نسل سے قبیلہ بنومخزوم تھا۔

۱۶-کلاب: آپ بہادر و طاقتور تھے اور شکار کے بہت شوقین تھے۔ آپ شکاری کتوں کے ساتھ زمین کے جس حصہ سے گزرتے تو لوگ آپ کی شان وشوکت دیکھ کر کہتے: هذه كلاب بن مرة یعنی یہ ابن مرہ کے کتے ہیں۔ اس طرح شہرت کی بناء پر آپ کا اسم گرامی ''کلاب'' پڑ گیا۔ ایک قول کے مطابق لفظ ''کلاب'' ثلاثی مزید فیہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے، جس کا معنی ہے: باہم دشمنی کرنا۔ آپ کی کنیت ''ابوزہرہ'' تھی۔ آپ نے سب سے پہلے سونے سے آراستہ تلواریں کعبہ معظمہ میں رکھی تھیں۔

۱۷۔قصی: آپ کا اصل اسم گرامی ''زید'' تھا۔والد گرامی (کلاب) آپ کے زمانہ شیر خوارگی میں انتقال کر گئے تھے۔والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد تھا، جنہوں نے ربیعہ بن حرام خزاعی سے نکاح کر لیا اور وہ انہیں اپنے ہمراہ ملک شام لے گئے۔آپ بھی اپنی والدہ کے ساتھ شام پہنچے اور اس طرح وطن سے دوری کی وجہ سے آپ ''قصی'' کہلائے جو لفظ ''قصی'' کی تصغیر ہے۔بڑے ہوئے تو ایک دفعہ آل ربیعہ سے تنازع کی نوبت آئی، اہل ربیعہ نے انہیں غریب الدیار ہونے کا طعنہ دیا، یہ طعنہ سن کر آپ نے اپنے والد گرامی کے بارے میں والدہ محترمہ سے معلومات حاصل کیں پھر والدہ محترمہ کی اجازت سے مکہ معظمہ واپس آ گئے۔کعبہ کی تولیت آپ کے ہاتھ آئی، آپ نے مکہ میں دارالندوہ کی بنیاد رکھی جہاں قریش جلسہ منعقد کرتے تھے یا جنگی مشقیں کی جاتی تھیں۔مختلف قافلوں کی روانگی بھی اسی مقام سے ہوا کرتی تھی۔علاوہ ازیں سقایہ اور رفادہ (یعنی حجاج کرام کو پانی پلانے اور کھانا کھلانے) کی خدمات بھی آپ کے سپرد ہوئیں۔آپ نے حجاج کرام کے لیے چمڑے کے حوض تیار کیے، جن میں باہر سے پانی لا کر ذخیرہ کیا جاتا تھا، پھر ان میں کھجور کا شیرہ اور انگور نچوڑ کو خوش ذائقہ بنایا جاتا تھا۔آپ کی کوشش سے ایام حج میں مشعر حرام پر چراغ جلائے جاتے تھے۔حکومت ملنے پر آپ نے اطراف واکناف سے قریش کو بلا کر مکہ میں آباد کیا۔کعبہ اور مکانات کے درمیانی حصہ کا نام ''المفروش'' رکھا گیا اور بعد میں اسی مقام کو حرم یا مطاف کا نام دیا گیا۔آپ کا زمانہ ۴۳۱ء تا ۴۷۲ء تھا۔آپ نے اپنی وفات کے وقت سقایہ اور رفادہ کے مناصب اپنے لخت جگر عبدالدار کے سپرد کر دیئے تھے۔

۱۸۔عبد مناف: آپ کا اصل نام مغیرہ اور لقب عبد مناۃ تھا۔بعد ازاں عبد مناۃ بن کنانہ سے مشابہت کے سبب لقب تبدیل ہو کر عبد مناف ہو گیا۔لفظ مناف کا معنیٰ ہے: معزز، محترم، بزرگ، عالی۔زمانہ جاہلیت میں یہ ایک بت کا نام تھا، جس کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔آپ کی کنیت ابوشمس تھی۔قصی کے بعد قریش کی ریاست آپ کے ہاتھ آئی اور قصی کی عمارات کی تکمیل کی۔آپ کے بھائی عبدالعزیٰ کے ایک بیٹے کا نام اسد تھا جن کی پوتی کا اسم گرامی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھا اور اسی خاتون نے سب سے قبل حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے کا اعزاز حاصل کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد ان کے بطن اطہر سے تولد ہوئی۔

۱۹۔ہاشم: عبد مناف کی اولاد سے آپ سب سے زیادہ خوبصورت، معاملہ فہم اور ہر دلعزیز تھے۔آپ نے اپنے بھائیوں کی معاونت سے عبدالدار سے سقایہ اور رفادہ مناصب واپس لیے تھے۔آپ کا اصل نام عمرو العلا، کنیت ابونھلہ اور لقب ہاشم تھا۔خط وکتابت کے ذریعے آپ کی کوشش کے نتیجہ میں قیصر روم کی طرف سے یہ حکم نامہ جاری ہوا تھا کہ قریش کے مال تجارت سے محصول وضع نہ کیا جائے۔آپ کی کوششوں سے نجاشی حبش کی جانب سے بھی ایسا فرمان جاری ہوا تھا۔جب قریشی تاجر انقرہ (نام ریاست) جاتے تو قیصر روم عزت سے پیش آتا تھا۔ایک دفعہ ہاشم تجارت کی غرض سے ملک شام روانہ ہوئے، راستہ میں یثرب کے سالانہ میلے میں ایک سلمیٰ نامی عورت پر ان کی نظر پڑ گئی جس کا تعلق بنونجار سے تھا اور وہ حسن وجمال کا پیکر تھی۔پھر آپ نے ان سے نکاح کر لیا اور انہیں ملک شام لے گئے، وہاں قیام پذیر رہے، وہاں ہی انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔سلمیٰ کے بطن سے آپ کا بیٹا شیبہ پیدا ہوا۔

۲۰- عبدالمطلب: ہاشم کے لخت جگر شیبہ کی پرورش ان کے چچا مطلب نے کی تھی، اسی مناسبت سے آپ عبدالمطلب (مطلب کا خدمت گزار) کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ کا تاریخی کارنامہ چاہ زمزم کی دریافت ہے، جو ریت سے اٹ کر مکمل طور پر گم ہو گیا تھا، آپ کی کوششوں سے کھدوائی کرا کر نئے سرے سے اسے جاری کیا گیا۔ آپ نے اس بات کی نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے عطا کرے گا، انہیں اپنے سامنے جوان دیکھنے پر ایک بیٹا اللہ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی یہ آرزو پوری کر دی گئی، آپ اپنے بیٹوں کو لے کر کعبہ کے پاس آئے اور ایک عابد کو قرعہ ڈالنے کا حکم دیا اور قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام پر نکل آیا۔ یہ صورتحال سامنے آنے پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بہنیں رونے لگیں اور ان کی طرف سے کہا گیا کہ حضرت عبداللہ کو قربان کرنے کے بجائے دس اونٹ ذبح کر دیئے جائیں۔ اس سلسلہ میں دوبارہ قرعہ اندازی کی گئی مگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام پر قرعہ نکلا۔ حضرت عبدالمطلب کی طرف سے دس اونٹوں کے بجائے دس اونٹ ملا کر بیس اونٹ کر دیئے گئے۔ حضرت عبداللہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کا سلسلہ جاری رہا، ہر بار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام نکلنے پر دس، دس اونٹ شامل کیے گئے، جب اونٹوں کی تعداد سو ہو گئی تو اونٹوں کے نام پر قرعہ نکل آیا۔ اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو باقی رکھتے ہوئے حضرت عبدالمطلب کی طرف سے سو اونٹ ذبح کر دیئے گئے۔

حضرت عبدالمطلب کی کنیت ابو حارث اور ابو البطحا تھی۔ آپ حسن و جمال کا پیکر، طویل القامت اور فصیح و بلیغ تھے۔ ملت ابراہیمی کے مطابق عبادت و ریاضت کرتے تھے اور رمضان المبارک کا مہینہ جبل حراء میں بطور اعتکاف گزارتے تھے۔ حجاج کرام اور غرباء و مساکین بلکہ جانوروں کے خورد و نوش کا اہتمام کرتے تھے۔ آپ کو شراب نوشی، محرم عورتوں سے نکاح، زنا کاری، بتوں کی عبادت اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے سخت نفرت تھی۔ حطیم کعبہ میں آپ کے لیے ہمہ وقت غالیچہ بچھا رہتا تھا جس پر کوئی غیر شخص بیٹھنے کی ہرگز ہمت نہیں کرتا تھا۔ آپ کا وصال ۵۷۸ء یا ۵۷۹ء میں ہوا۔

۲۱- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: اونٹوں اور آپ کے درمیان قرعہ اندازی کے سلسلہ میں جب اونٹوں کے نام قرعہ نکلا تو سو اونٹ قربان کر دیئے گئے، اس طرح حضرت عبدالمطلب کی نذر پوری ہونے پر آپ ذبح ہونے سے بچ گئے۔ آپ حسن و جمال کی تصویر تھے، حسن و جمال دیکھ کر کئی عورتوں نے آپ سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر آپ اپنے والد گرامی کی اجازت کے بغیر کچھ بھی کرنے کے لیے راضی نہیں تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح قبیلہ زہرہ کے رئیس وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ علاوہ ازیں حضرت عبدالمطلب نے خود بھی وہب بن عبد مناف کی دوسری صاحبزادی "ہالہ بنت وہب" سے شادی کر لی، جن کے بطن سے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یوں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور خالہ زاد بھائی بھی قرار پاتے ہیں۔ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک سترہ (۱۷) سال کے قریب تھی۔ آپ والد گرامی کے حکم کے مطابق کھجوریں لانے کے لیے یثرب (مدینہ طیبہ) گئے، وہاں ایک ماہ تک علیل رہنے کے بعد وصال فرما گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد ۱۲ ربیع الاول، بروز پیر، ۲۲ اپریل ۵۷۱ء میں خاتم الانبیاء صلی

اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

3539 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِيْ شَدَّادٌ اَبُوْ عَمَّارٍ حَدَّثَنِيْ وَاثِلَةُ بْنُ الْاَسْقَعِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَّلَدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى هَاشِمًا مِّنْ قُرَيْشٍ وَّاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ (کی اولاد) میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' صحیح ہے۔

3540 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسَى الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ قُرَيْشًا جَلَسُوْا فَتَذَاكَرُوْا اَحْسَابَهُمْ بَيْنَهُمْ فَجَعَلُوْا مَثَلَكَ مَثَلَ نَخْلَةٍ فِيْ كَبْوَةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِهِمْ مِنْ خَيْرِ فِرَقِهِمْ وَخَيْرِ الْفَرِيْقَيْنِ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ قَبِيْلَةٍ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْبُيُوْتَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ بُيُوْتِهِمْ فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُهُمْ بَيْتًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ هُوَ ابْنُ نَوْفَلٍ

◆◆ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول صلی اللہ علیہ وسلم قریش بیٹھے۔ انہوں نے اپنے نسب کا تذکرہ کیا' تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال کھجور کے ایک ایسے درخت کے ساتھ دی جو کسی ٹیلے پر ہو' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا' تو مجھے ان میں سب سے بہترین گروہ میں پیدا کیا جو دونوں گروہوں میں سے بہتر ہوتا' پھر اس نے قبائل کو بہتر قرار دیا۔ ان میں سے مجھے بہترین قبیلے میں رکھا پھر ان گھرانوں کو بہتر قرار دیا تو مجھے ان میں سے بہترین گھرانوں میں رکھا۔ میں شخصیت کے اعتبار سے ان میں سب سے بہتر ہوں اور گھرانوں کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں۔

3540- اخرجه احمد في مسنده (۱/ ۲۱۰) (۱۷۸۸) عن عبد الله بن الحارث عن العباس بن عبد المطلب فذكره.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

عبداللہ بن حارث نامی راوی سے یہ ابن نوفل ہے۔

3541 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِیْ وَدَاعَةَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ الْعَبَّاسُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَّخَيْرِهِمْ نَفْسًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَرُوِیَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ نَحْوَ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

◆◆ حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گویا وہ کوئی بات سن کر آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کی: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) ہیں۔ آپ ﷺ پر سلامتی نازل ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں' جو عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا' تو مجھے ان میں سے بہترین رکھا پھر اس نے انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا' تو مجھے ان میں بہتر حصے میں رکھا' پھر انہیں قبائل میں تقسیم کیا' تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر اس نے ان کے بہترین گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سب سے بہترین گھرانے میں رکھا اور سب سے بہترین شخصیت پیدا کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

سفیان ثوری کے حوالے سے' یزید بن ابی زیاد کے حوالے سے' اسی طرح کی روایت منقول ہے' جو اسماعیل بن ابی خالد نے یزید بن ابی زیاد کے حوالے سے' عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

شرح

قریش کا آغاز وفضیلت:

قریش ایک محترم ومعظم اور ہر دلعزیز قبیلہ ہے، جسے تمام قبائل پر فضیلت حاصل تھی۔ اس کا آغاز نضر بن کنانہ سے ہوا، کنانہ کی کنیت ابوالنضر تھی۔ کنانہ کے چھ بیٹے تھے: (۱) نضر (۲) مالک (۳) عبدمناۃ (۴) عمر (۵) احابلیش (۶) عامر۔ قریش صرف نضر کی اولاد کو کہا جاتا ہے اور ان کے کسی دوسرے بھائی کی اولاد کو نہیں کہا جاتا۔ نضر بن کنانہ کی اولاد مختلف خطوں اور شہروں میں

پھیل گئی پھر مکہ معظمہ میں جمع ہوگئی، قریش کے معنیٰ بھی جمع ہونے کے ہیں اور ان لوگوں سے قریش کا آغاز ہوا۔

قریش کی وجہ تسمیہ کے حوالے سے علماءِ لغت کے مختلف اقوال ہیں:

(i) لفظ ''قریش'' لفظ ''تقریش'' سے ماخوذ ہے، جس کا معنیٰ ہے: جستجو کرنا، تلاش کرنا۔ فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ حاجتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے انہیں تلاش کیا کرتے تھے۔

(ii) لفظ ''قریش'' لفظ ''قرش'' سے بنا ہے، جس کا معنیٰ ہے: جمع کرنا، کمانا۔

(iii) لفظ ''قریش'' کا معنیٰ ہے: قیادت کرنا، پیشوائی کرنا، راہنمائی کرنا۔ چونکہ قریش بن بدر بن مخلد بن نضر اپنے تجارتی قافلوں کی قیادت کیا کرتے تھے، اس لیے اس قبیلہ کا نام ''قریش'' مشہور ہوگیا۔

(iv) لفظ ''قریش'' لفظ ''قرش'' سے اسم تصغیر ہے، جس کا معنیٰ ہے: سمندر کی وہ بڑی مچھلی جو چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہے۔ چونکہ قبیلہ قریش ہر دور میں عرب کے تمام قبائل پر غالب رہا ہے، اس لیے اسے ''قریش'' کہا جاتا ہے۔

فائدہ نافعہ:

نضر بن کنانہ کی جملہ شاخوں کو قریش قرار دیا جاتا ہے اور اس طرح خلفاءِ راشدین بھی قریشی قرار پاتے ہیں، کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو تیم، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو عدی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو امیہ سے تھا' جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو ہاشم سے ہے۔ یہ تمام قبائل قبیلہ قریش کی شاخیں اور اس میں شامل ہیں۔

ہاشم: آپ کا اصل نام عمرو تھا اور آپ تین بھائی تھے: (۱) مطلب (۲) نوفل (۳) عبدشمس۔ آپ کے والد گرامی کا نام عبد مناف تھا، والد گرامی کے وصال کے بعد اپنی قوم کے رئیس قرار پائے تھے۔

آپ کو ''ہاشم'' کہنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آپ بغرض تجارت ملک شام گئے، وہاں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ مکہ مکرمہ میں آٹا نایاب ہوگیا ہے، آپ اپنے اونٹوں پر آٹا اور روٹیاں لدوا کر مکہ معظمہ پہنچے اور لوگوں کی دعوت عام کی۔ اس موقع پر آپ کی طرف سے گوشت کے شوربے میں روٹیوں کے ٹکڑے ڈال کر یعنی ثرید بنا کر عوام وخواص کی خوب خدمت کی گئی۔ لفظ ''ہاشم'' ثلاثی مجرد سے واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: روٹیوں کے ٹکڑے کرنے والا۔ آپ ہر سال حج کے موقع پر حجاج کرام اور عام ایام میں مہمانوں کی طعام ومشروبات سے خدمت کی سعادت حاصل کرتے تھے۔

3542 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هَمَّامٍ الْوَلِيْدُ بْنُ شُجَاعِ بْنِ الْوَلِيْدِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

3542- لم يخرجه سوى الترمزي من اصحاب الكتب الستة، ينظر التحفة (۱۱/۷٤)، حديث (۱۵۳۹۷)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۲/۶۰۹)، و سكت عنه و روى قبله حديثا نحوه عن ميسرة الفجر قال: قلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم: و متى كنت نبيا؟ قال: و آدم بين الروح و الجسد. و صححه الحاكم و وافقه الذهبي.

متن حدیث: قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ مَيْسَرَةَ الْفَجْرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ کو نبوت کب ملی؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے 'منقول ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

اس بارے میں میسرہ الفجر سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعطاء نبوت کا وقت وزمانہ:

قرآن وسنت کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ورسالت سے عالم ارواح سے نوازا تھا، پھر انبیاء علیہم السلام سے وعدہ بھی لیا تھا کہ اگر آپ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مبعوث ہوئے تو آپ پر ایمان لانا ہوگا اور آپ کی معاونت فی الدین بھی کرنا ہوگی۔ اس عہد کا اقرار واعتراف تمام انبیاء نے عالم ارواح میں کیا تھا۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خواہ بعثت میں آخری ہیں لیکن اعطاء نبوت اور تخلیق میں اول ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں: یارسول اللہ! آپ کو نبوت کب سے عطا ہوئی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں اس وقت بھی نبی تھا کہ آدم (علیہ السلام) پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلی چیز کی تخلیق کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے جواب میں فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

اس حقیقت کا اظہار حسب ذیل آیات میں کیا گیا ہے:

(i) قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۝

(ii) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

(iii) هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۝

(iv) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۝

(v) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝

ان آیات و روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تخلیق کائنات کی ہر چیز سے قبل فرمائی تھی۔

3543 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ لَيْثٍ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا اَيِسُوْا لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِىْ وَاَنَا اَكْرَمُ وَلَدِ اٰدَمَ عَلٰى رَبِّىْ وَلَا فَخْرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میں سب سے پہلے (قیامت کے دن زمین سے) نکلوں گا جب لوگوں کو مبعوث کیا جائے گا۔ میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ وفد کی شکل میں آئیں گے۔ میں ان کو خوشخبری دوں گا جب وہ مایوس ہو چکے ہوں گے اور اس دن لواءِ حمد میرے ہاتھ میں ہو گا میں اپنے رب کی بارگاہ میں آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ معزز ہوں اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3544 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يَزِيْدَ اَبِىْ خَالِدٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَّمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِىْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے میرے لیے زمین کو شق کیا جائے گا پھر مجھے جنت کا ایک حلّہ پہنایا جائے گا پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہو جاؤں گا۔ مخلوق میں میرے علاوہ کوئی بھی وہاں کھڑا نہیں ہو سکتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

3544ـ لم يخرجه الا الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر التحفة (١٠/١٣٣) حديث (١٣٥٥٦) وذكره صاحب المشكاة (١٠/٣٧ - مرقاة المفاتيح)، حديث (٥٧٦٦) في كتاب الفضائل ، من طريق عبد الله بن الحارث عن ابي هريرة، و عزاه للترمذي.

شرح

روز قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند امتیازی کمالات:

احادیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات خصوصی امتیازات کا ذکر ہوا ہے، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) روزِ محشر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے قبل قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔

(۲) قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کو جنتی لباس زیب تن کرایا جائے گا۔

(۳) جب لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے گفتگو فرمائیں گے۔

(۴) جب اہل محشر مایوس ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ڈھارس بندھائیں گے۔

(۵) روزِ محشر سب سے قبل آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالائیں گے، پھر دوسرے لوگ حمد و ثناء کریں گے۔

(۶) میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہو گی۔

(۷) روزِ محشر عرشِ الٰہی کی دائیں طرف صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ ملے گی۔

3545 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ لَيْثٍ وَّهُوَ ابْنُ اَبِىْ سُلَيْمٍ حَدَّثَنِىْ كَعْبٌ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَسِيلَةُ قَالَ اَعْلٰى دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنَالُهَا اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ اَرْجُو اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ

توضیحِ راوی: وَكَعْبٌ لَيْسَ هُوَ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَوٰى عَنْهُ غَيْرَ لَيْثِ بْنِ اَبِىْ سُلَيْمٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلے کی دعا مانگو۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلے سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں موجود ایک درجہ ہے' جس تک کوئی ایک ہی شخص پہنچے گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ اس کی سند قوی نہیں ہے۔

کعب نامی راوی معروف نہیں ہے۔

ہم کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہیں' جنہوں نے ان کے حوالے سے' روایت نقل کی ہو۔ صرف لیث بن ابوسلیم نے نقل کی ہے۔

3545- اخرجه احمد في مسنده (۲/۲۶۵)، (۲/۳۶۵) عن كعب عن ابي هريرة فذكره.

شرح

جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امتیازی مقام حاصل ہونا

جس طرح اللہ تعالی اپنے ذاتی اور صفاتی کمالات کے سبب خالق ومعبود ہونے میں بے مثل ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق ہونے کی حیثیت سے اپنی صفات وکمالات کے باعث لاثانی ہیں۔ ان کمالات میں سے ایک کمال حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جنت میں آپ کو ایسا امتیازی مقام میسر ہوگا جو کسی دوسرے نبی یا رسول کو نہیں مل سکے گا۔ جس طرح دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین، امام الانبیاء والمرسلین، جامع المعجزات اور رحمۃ للعلمین وغیرہ امتیازات کے مالک ومختار ہیں۔ اسی طرح بروز قیامت اور جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امتیازات حاصل ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ خداوندی میں مقام محبوبیت حاصل ہے، لہٰذا جنت میں بھی یہ امتیاز باقی رکھا جائے گا اور آپ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا۔ اس لیے کہ محبوب وہ ہوتا ہے، جس کی رضا محب چاہتا ہے۔ امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالی اس حقیقت کا انکشاف یوں کرتے ہیں:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد

3546 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلِيْ فِي النَّبِيِّيْنَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَاَحْسَنَهَا وَاَكْمَلَهَا وَاَجْمَلَهَا وَتَرَكَ مِنْهَا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِالْبِنَاءِ وَيَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْ تَمَّ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ وَاَنَا فِي النَّبِيِّيْنَ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرُ فَخْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ طفیل بن ابی بن کعب اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیگر انبیاء کرام کے درمیان میری مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص ایک گھر بنائے اسے آراستہ کرے مکمل کرے اور خوبصورت کرے اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے۔ ایک دن لوگ اس کے گھر کا چکر لگائیں اس کی خوبصورتی پر حیران ہوں اور یہ کہیں: اس اینٹ کی جگہ کو بھی اگر مکمل کر لیا جاتا تو (مناسب ہوتا) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:) انبیاء کے درمیان میں اس اینٹ کی جگہ کی مانند ہوں۔

3546- اخرجه ابن ماجه (١٤٤٣/٢): كتاب الزهد: باب: ذكر الشفاعة، حديث (٤٣١٤). و عبد بن حميد ص ٩٠، حديث (١٧٢، ١٧١)، و اخرجه احمد في (مسنده) (١٣٧، ١٣٦/٥) و عبد بن احمد في الزوائد عن المسند (١٣٨/٥).

اس سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے: جب قیامت کا دن ہوگا' تو میں تمام انبیاء کا امام اور ان کا خطیب ہوں گا' اور ان کا شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ میں یہ بات فخر (تکبر) کے طور پر نہیں کہتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصر نبوت کی آخری اینٹ ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازات کثیر ہیں، ان میں سے ایک خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ہے، جو اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ منبع کائنات اور تخلیق نور نبوت کے لحاظ سے آپ اول ہیں جبکہ بعثت کے اعتبار سے آخری ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوسکتا اور آخری نبی ہونا آپ کا امتیاز ہے۔ آپ کی شریعت آخری شریعت، آپ کی کتاب آخری کتاب، آپ کی امت آخری امت اور آپ کی نبوت آخری نبوت ہے۔ آپ کے بعد جو شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے، وہ کذاب، دجال اور جہنمی ہے۔ مسیلمہ کذاب کی طرح مرزا قادیانی بھی لعین و شیطان اور دجال و کذاب تھا۔ جو شخص کسی بھی اعتبار سے اسے مسلمان یا نبی یا مصلح تصور کرے، وہ بھی کذاب اور کافر ہے۔

حدیث باب میں ایک مثال کے ذریعے مسئلہ ختم نبوت سمجھایا گیا ہے۔ اس روایت میں محل بنانے والے سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے، محل سے مراد دین ہے، اینٹوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور آخری اینٹ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ دوسری روایات میں بھی اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے: انا خاتم النبیین لانبی بعدی یعنی میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

قرآن کریم میں اس مسئلہ کو بایں الفاظ واضح کیا گیا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔''

اس آیت میں خاتم النبیین الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جن کا مطلب ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ مسئلہ بنیادی عقیدہ اور ایمان کی روح ہے۔ اس کا منکر ہرگز ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا بلکہ مرتد' واجب القتل اور یقینی جہنمی ہے۔

3547 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ أَخْبَرَنَا

3547۔ اخرجه مسلم (ابي) (۲/۲۴۲، ۲۴۳): كتاب الصلاة: استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يسال الله له الوسيلة، حديث (۳۸۴/۱۱)، و ابوداؤد (۱۹۹/۱): كتاب الصلاة: باب: ما يقول اذا سمع المؤذن، حديث (۵۲۳) والنسائي (۲۵/۲): كتاب الاذان: باب: الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد الاذان، حديث (۶۷۸)، عبد بن حميد ص (۱۳۹)، حديث (۳۵۴)، و ابن خزيمة (۲۱۸/۱، ۲۱۹): كتاب: جماع ابواب الاذان و الاقامة

كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَيْرٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوْا لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ وَمَنْ سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: قَالَ مُحَمَّدٌ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرٍ هٰذَا قُرَشِيٌّ مِصْرِيٌّ مَدَنِيٌّ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ شَامِيٌّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

جب تم مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو! تو تم وہی کہو جو وہ کہتا ہے' پھر تم مجھ پر درود بھیجو' کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس کو دس رحمتیں نازل کرے گا پھر تم اللہ تعالیٰ سے میرے لیے ''وسیلہ'' مانگو' کیونکہ یہ جنت میں موجود ایک درجہ ہے' جس تک اللہ تعالیٰ کا صرف ایک ہی بندہ پہنچ سکے گا' اور مجھے امید ہے' وہ میں ہوں گا' جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگے گا' اس کے لیے شفاعت حلال ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری بیان کرتے ہیں: عبدالرحمٰن بن جبیر نامی راوی قریشی مصری مدنی ہیں۔

جبکہ عبدالرحمٰن بن نفیر شام کے رہنے والے ہیں۔

شرح

اذان کا جواب، درود، دعا وسیلہ اور ان کی فضیلت:

حدیث باب میں چار مضامین بیان ہوئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- اذان کا جواب: نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ کے لیے پڑھی جانے والی اذان کا جواب دینا مستحب ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ مؤذن کے ساتھ اذان کے الفاظ کا اعادہ کیا جائے، پہلی بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور دوسری بار سن کر قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ پڑھا جائے۔ ایسا کہنے والے کو شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی اور آنکھوں کی روشنی کم نہیں ہوگی۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہا جائے۔ فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ کہا جائے۔ اقامت کا جواب بھی اذان کی طرح دینا مستحب ہے، اس میں: قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ

کے جواب میں: اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا کہا جائے۔

۲- اذان کے اختتام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود شریف پیش کیا جائے۔کوئی بھی درود شریف پیش کیا جا سکتا ہے، تاہم درود ابراہیمی افضل ہے اور فضیلت کے سبب اس کا انتخاب نماز (میں پڑھنے) کے لیے کیا گیا ہے۔ جو شخص ایک بار درود شریف پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ایک روایت کے مطابق ایک بار درود شریف پڑھنے پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل کرتا ہے، دس گناہ معاف کرتا ہے اور دس درجات بلند کرتا ہے۔

۳- درود شریف پڑھنے کے بعد دعا وسیلہ پڑھی جائے جو حسب ذیل ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ○

اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں ''مقام محمود'' پر فائز کرنے کی التجاء کی گئی ہے اور یہ مقام صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا۔

۴- درود شریف کے بعد جو دعا اللہ تعالیٰ کے حضور کی جاتی ہے، وہ قبول کی جاتی ہے اور اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر مانگی جانے والی دعا اللہ تعالیٰ فوراً قبول فرماتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو شخص یہ دعا کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی شفاعت کریں گے۔

3548 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ يَّوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں تمام اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا' اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ہر ایک نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا' اور میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا' جس کے لیے زمین کو شق کیا جائے گا' اور یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:) اس حدیث میں طویل قصہ منقول ہے۔ یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3548- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۴۴۰): كتاب الزهد: باب: ذكر الشفاعة حديث (۴۳۰۸)، و احمد في مسنده (۲/۳).

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید چند امتیازات

اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کثیر امتیازات سے نوازے گا، ان میں سے چند ایک اس روایت میں بیان کیے گئے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

۱- قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم کے رئیس و سردار ہوں گے، اولاد آدم میں سب انبیاء و مرسلین شامل ہیں اور آپ سب کے سردار قرار پائیں گے۔

۲- قیامت کے دن لواء الحمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہوگا، از اول تا آخر سب انبیاء و اولاد آدم اس پرچم کے نیچے جمع ہوں گے۔

۳- قیامت کے دن سب سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی تربت شق ہوگی، آپ باہر تشریف لائیں گے اور آپ کو جنتی حلہ زیب تن کیا جائے گا۔

فائدہ نافعہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات باری تعالیٰ کی حمد و ثناء کے ساتھ خصوصی تعلق و علاقہ رہا ہے گا اور ہے، کیونکہ اسم گرامی احمد، محمد، مقام محمود اور لواء الحمد سب "حمد" سے ماخوذ ہیں۔

3549 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَهْرَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَلَسَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُوْنَهٗ قَالَ فَخَرَجَ حَتّٰى اِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ فَسَمِعَ حَدِيْثَهُمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ عَجَبًا اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَ مِنْ خَلْقِهٖ خَلِيْلًا اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَّقَالَ اٰخَرُ مَاذَا بِاَعْجَبَ مِنْ كَلَامِ مُوْسٰى كَلَّمَهٗ تَكْلِيْمًا وَّقَالَ اٰخَرُ فَعِيْسٰى كَلِمَةُ اللّٰهِ وَرُوْحُهٗ وَقَالَ اٰخَرُ اٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَمُوْسٰى نَجِيُّ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَعِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَاٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ اَلَا وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّحَرِّكُ حِلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ لِيْ فَيُدْخِلُنِيْهَا وَمَعِيْ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَلَا فَخْرَ

3549- اخرجه الدارمي (۲۶/۱): باب: ما اعطي النبي صلى الله عليه وسلم من الفضل عن عكرمة عن ابن عباس فذكره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے چند صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے' اور آپ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ ان کے قریب ہوئے' تو آپ ﷺ نے انہیں سنا کہ وہ آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی بات سنی' تو ان میں سے ایک نے یہ کہا: کتنی حیرانگی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ایک شخص کو خلیل بنایا ہے۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ دوسرا شخص بولا: اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم اور اس کی روح ہیں۔ ایک اور شخص بولا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو منتخب کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہاری بات سنی اور حیران ہونا بھی سنا کہ حضرت ابراہیم' اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح اور کلیم ہیں۔ وہ ایسے ہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا اور وہ ایسے ہیں' یاد رکھنا! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ قیامت کے دن میں نے ''لواءِ حمد'' کو اٹھایا ہوگا' اور یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا' اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا اور سب سے پہلے میں جنت کی کنڈی کو کھٹکھٹاؤں گا' اور اللہ تعالیٰ میرے لیے اسے کھولے گا' اور مجھے اس میں داخل کرے گا' اور میرے ساتھ غریب مسلمان ہوں گے۔ اور میں یہ بات فخر کے ساتھ نہیں کہتا میں سب سے پہلے والوں اور سب بعد والوں میں سب سے زیادہ معزز ہوں اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شرح

انبیاء کرام صاحب کمال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبِ کمالات ہونا:

یہ روایت انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت وفضیلت کا عظیم الشان گلدستہ ہے۔ صحابہ کرام قرآن کریم کی ہر آیت پر گہری نظر رکھتے تھے، انبیاء علیہم السلام سے اعلیٰ درجہ کی عقیدت رکھتے تھے، ان کے ذکر خیر کو عبادت تصور کرتے تھے اور ان کے کمالات بیان کرنے میں نہایت دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

ایک دفعہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے، عظمت انبیاء علیہم السلام کے بارے میں طویل گفتگو کا سلسلہ چل نکلا، ایک صحابی نے کہا: یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ایک شخص اپنا دوست بنایا: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ○ (النساء:۱۲۵) (اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا) اللہ تعالیٰ کا دوست ہونا بڑے کمال کی بات ہے۔ دوسرے صحابی نے فرمایا: اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا: وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا ○ (النساء:۱۶۴) (اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خوب گفتگو کی)

اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا بہت بڑا کمال ہے۔ تیسرے صحابی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلمہ اور روح قرار دیا ہے: وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ (النساء:۱۷۱) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا ایک کلمہ ہیں، جنہیں حضرت مریم رضی اللہ عنہا تک پہنچایا یعنی آپ کی پیدائش لفظ کن سے ہوئی ہے درمیان میں باپ کا واسطہ نہیں ہے اور آپ کی طرف سے ایک جان ہیں۔ چوتھے صحابی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ (آل عمران:۳۳) بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا یعنی انہیں بغیر والدین کے پیدا فرمایا اور یہ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑے کمال کا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردے میں کھڑے ہو کر سماعت فرمائی، پھر آپ ان کے سامنے جلوہ گر ہوئے اور فرمایا: میں نے آپ لوگوں کی گفتگو سنی ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔

اب آپ لوگ میری بات سنو!

۱- یاد رکھو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں، اس پر مجھے فخر نہیں ہے (بلکہ یہ اظہار حقیقت ہے)

۲- قیامت کے دن لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا، اس پر مجھے فخر نہیں ہے۔ گویا قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بجالائیں گے اور دوسرے لوگ آپ کو دیکھ کر حمد وثناء کریں گے۔

۳- قیامت کے دن پہلا شافع اور پہلا مشفوع میں ہوں گا، اس پر مجھے فخر نہیں ہے، گویا آپ لوگوں کی شفاعت کبریٰ فرمائیں گے۔

۴- سب سے قبل میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا، اللہ تعالیٰ میرے لیے دروازے کھولے گا، ذات باری تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کرے گا جبکہ غریب لوگ میرے ساتھ ہوں گے، مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنت میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت داخل ہوگی۔

۵- اگلوں اور پچھلے سب لوگوں سے زیادہ میں معزز ہوں گا، اس پر مجھے فخر نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء سابقین علیہم السلام سے کسی بھی اعتبار سے موازنہ کیا جائے تو بطور نتیجہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہر نبی صاحب کمال ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کمالات ہیں۔

اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا، تو اللہ تعالیٰ زمین و آسمان، لوح و قلم، عرش و کرسی، جنات و انس، جنت و دوزخ، انبیاء و رسل، ملائکہ و غلمان الغرض کائنات کی کسی چیز کو پیدا نہ کرتا۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات کے سردار ہیں، پھر قیامت کے دن کی قید کیوں لگائی ہے؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات کے سردار ہیں مگر قیامت کی قید کا مقصد تمام

لوگوں کے سامنے آپ کی سرداری ظاہر کرنا ہے، کیونکہ وہاں از اول تا آخر تمام لوگوں کی حاضری یقینی ہے۔

سوال: اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل و امتیازات کیوں بیان فرمائے ہیں جبکہ دوسری روایت میں اس کی ممانعت وارد ہے؟

جواب: (۱) فضائل و کمالات اور امتیازات بیان کرنا ضروری تھا، تاکہ امت آپ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہو کر آپ کی تعظیم و توقیر بجالائے۔

(۲) تحدیث نعمت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل بیان فرمائے ہیں، چنانچہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○ (الضحیٰ:۱۱) اور آپ اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کریں۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ہونے کی وجوہات بیان کریں؟

جواب: خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ہونے کی وجوہات کثیر ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے تا قیامت آنے والے لوگوں کے لیے نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔

۲- اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ انبیاء کے علوم و اوصاف کا مرکز و محور بنایا۔

۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام مذاہب و ادیان کے لیے ناسخ قرار پایا۔

۴- اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اپنے اسم گرامی کے ساتھ شامل کیا مثلاً کلمہ طیبہ، اذان، اقامت اور تشہد وغیرہ میں۔

۵- آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہوئے۔

۶- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ ہیں۔

۷- مقام محمود پر فائز کیے جانے کی خوشخبری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیان ہوئی ہے۔

۸- اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کی مغفرت کا دنیا میں اعلان و وعدہ فرمایا۔

۹- آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے جنت میں جلوہ فرما ہوں گے۔

سوال: حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین فرق واضح کریں؟

جواب: حضرت خلیل اللہ اور حضرت حبیب اللہ علیہما السلام کے درمیان کئی اعتبار سے فرق بیان کیا جا سکتا ہے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں مغفرت طلب کی:

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ○ (شعراء:۸۲)

اور اس (اللہ) سے میں نے امید باندھی کہ وہ قیامت کے دن میرے گناہوں کو معاف کردے گا۔

حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کا اعلان ذات باری تعالیٰ نے خود یوں کیا:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (الفتح:۲)

تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دے۔

۲۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نادم ہوکر بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ مجھے قیامت کے دن شرمندہ نہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی درخواست کے بغیر فرمایا:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (التحریم:۸)

جس دن اللہ تعالیٰ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ایمان والوں کو جو ان کے ساتھ ہیں، کو ذلیل نہیں کرے گا۔

۳۔ ایک امتحان کے موقع پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے یوں فرمایا: حَسْبِيَ اللّٰهُ (مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے)

اللہ تعالیٰ نے حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود یوں فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ (الانفال:۶۴)

''اے نبی! اللہ آپ کے لیے کافی ہے۔''

۴۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے خود یوں دعا کی:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ (الشعراء:۸۴)

''اور اے اللہ! میرا ذکر بعد میں آنے والے لوگوں میں باقی رکھ۔''

اللہ تعالیٰ نے حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح:۴)

اور اے محبوب! ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

۵۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں:

وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ (ابراہیم:۳۵)

''اور تو مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا کرنے سے محفوظ کر۔''

اللہ تعالیٰ نے حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یوں فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ (الاحزاب:۳۳)

بیشک اللہ چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! گندگی کو تم سے دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔

فائدہ نافعہ:

خلیل ایسے دوست کو کہا جاتا ہے جس سے دوستی کسی مقصد کے لیے ہو اور حبیب اس دوست کو کہا جاتا ہے جس سے دوستی کسی مقصد کے بغیر ہو۔ علاوہ ازیں خلیل مطلقاً (عام) دوست کو کہا جاتا ہے اور حبیب ایسے دوست کو کہا جاتا ہے جو محبوبیت کے درجہ پر فائز ہو۔

سوال: حضرت کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین فرق واضح کریں؟

جواب: حضرت کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فرق حسب ذیل ہے:

۱-حضرت کلیم اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۝ (طٰہٰ:۲۵)

اے میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لیے کھول دے!

اللہ تعالیٰ نے حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ (انشراح:۱)

کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے نہیں کھول دیا؟

۲-حضرت کلیم اللہ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہیں:

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ (الاعراف:۱۴۳)

اے پروردگار! تو مجھے اپنا آپ دکھا، میں تجھے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ (فرقان:۴۵)

اے حبیب! کیا آپ نے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا؟

۳-اللہ تعالیٰ نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے اصرار بر رؤیت کے جواب میں فرمایا:

لَنْ تَرٰىنِیْ (اعراف:۱۴۳)

اے موسیٰ! آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے!

اللہ تعالیٰ نے حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ (النجم:۱۷)

نہ تو نظر بہکی اور نہ حد سے بڑھی۔

۴-حضرت کلیم اللہ پروردگار سے یوں درخواست کرتے ہیں:

وَاكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ (اعراف:۱۵۶)

(اے پروردگار!) تو ہمارے لیے دنیا میں بہتری لکھ دے اور آخرت میں بھی!

اللہ تعالیٰ نے حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود فرمایا:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ۫ (الاعراف:۱۵۶،۱۵۷)

''پس عنقریب میں رحمت ضرور لکھوں گا ان لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ رسول نبی اُمی کی پیروی کرتے ہیں جس کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

3550 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ مَوْدُوْدٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ الضَّحَّاكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ

متنِ حدیث: مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَّصِفَةُ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهٗ

فَقَالَ اَبُوْ مَوْدُوْدٍ وَّقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ هٰكَذَا قَالَ عُثْمَانُ بْنُ الضَّحَّاكِ وَالْمَعْرُوْفُ الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ الْمَدَنِيُّ

◆◆ محمد بن یوسف اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا بیان نقل کرتے ہیں: تورات میں یہ بات لکھی ہوئی ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔

راوی بیان کرتے ہیں: ابومودود نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے اس گھر میں (جہاں نبی اکرم ﷺ دفن ہیں) ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

راوی نے اسی طرح عثمان بن ضحاک نام ذکر کیا ہے لیکن معروف نام ضحاک بن عثمان مدنی ہے۔

شرح

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونا

خاتم المرسلین والانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات قرآن تک محدود نہیں ہیں بلکہ تمام آسمانی کتب یعنی تورات، زبور اورانجیل وغیرہ میں موجود ہیں۔ اس طرح ہر آسمانی کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن واوصاف، کمالات وفضائل اور نعتوں پر مشتمل ہے۔

حدیث باب درحقیقت حدیث نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قول ہے، جوانہوں نے تورات کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اسی چیز کو بنیاد بنا کر بعض علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تدفین کا انکار کرتے ہیں۔ تاہم تورات شریف میں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وفضائل بیان ہوئے، وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ

3550۔ لم يخرجه الا الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر التحفة (٣٥٦/٤)، حديث (٥٣٣٦)، و ذكره صاحب مشكاة المصابيح (٤٠٠/٢ - مرقاة)، حديث (٥٧٧٢)، و عزاه للترمذي عن عبد الله بن سلام.

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے پہلو میں مدفون ہوں گے۔

البتہ اگر یہ روایت حقیقت پر مبنی ہو تو اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض شخصیات کسی بزرگ ہستی کے پہلو میں دفن ہونے کی خواہش کرتی ہیں اور ان کی خواہش پوری بھی ہوتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی جو پوری ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول آسمان کے بعد مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہوں، آخری وقت میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے پہلو میں تدفین کی خواہش کریں، جو من جانب اللہ قبول ہو، آپ کی تدفین وہاں ہو جائے تو یہ خارج از امکان نہیں ہے۔ ایک صحیح روایت میں مذکور ہے: ہر نبی کی روح وہاں قبض کی جاتی ہے، جہاں اسے دفن ہونا پسند ہوتا ہے۔ اس طرح اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی تمنا کریں گے تو یہ فضیلت کی بات ہے۔

3551 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَلَمَّا نَفَضْنَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِيَ وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب وہ دن تھا جس میں نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے تو اس دن ہر ایک چیز روشن ہوگئی تھی اور جب وہ دن آیا جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تو اس دن ہر چیز تاریک ہوگئی تھی۔ ہم نے آپ کو دفن کرنے کے بعد ابھی اپنے ہاتھوں کی مٹی نہیں جھاڑی تھی لیکن ہمیں اپنے دلوں کی کیفیت بدلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

شرح

آپ آئے تو چمن میں بہار آئی اور آپ گئے تو پھول مرجھا گئے:

بزرگ اور نیک ہستی کا سایہ بڑی چیز ہے، ان کی سرپرستی سے گلشن زندگی میں بہار آ جاتی ہے، ہر طرف مسرت و خوشی کھیلتی دکھائی دیتی ہے، دل و نظر کی کلیاں مسکراتی نظر آتی ہیں، دکھ اور پریشانی نام کی کوئی چیز قریب نہیں پھٹکتی۔ تاہم اس کے جانے سے زمانہ تاریکی میں ڈوب جاتا ہے، آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ جاتا ہے، گلشن حیات اجڑ جاتا ہے، ہر طرف مایوسی اور حسرت چھا جاتی ہے، ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں، غم و حزن رقص کرنے لگتا ہے، پھر زخموں پر مرہم رکھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

3551۔ اخرجه ابن ماجه (۱/۵۲۲): كتاب الجنائز: باب: ذكر وفاته و دفنه صلى الله عليه وسلم، حديث (۱۶۳۱)، و عبد بن حميد ص (۳۸۶، ۳۸۸)، حديث (۱۲۸۹)، و احمد (۳/۲۲۱، ۲۴۰)۔

سرزمین مدینہ طیبہ میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور وصال سے بھی مسلمانوں کی یہی کیفیت ہوئی۔ ہجرت کی شکل میں آپ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری سے اہل مدینہ کے دل جگمگا اٹھے، اس مبارک بستی میں موسم بہار جیسی رونقیں امڈ آئیں، ہر چیز چمک اٹھی، درودیوار مچلنے لگے، شب وروز کا امتیاز ختم ہوگیا، ہر انسان بلکہ جانور بھی خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے، پورا شہر محبت وشفقت کا گہوارہ بن گیا، اخوت و بھائی چارے کے فضاء میں نغمے گونجنے لگے، مظلوم لوگوں کو عدل وانصاف میسر آیا۔ آپ کے وصال سے ہر دل غمگین، ہر آنکھ پرنم، ہر انسان بلکہ جانور بھی غم سے نڈھال اور نیم روز بھی تاریکی میں ڈوبا ہوا دکھائی دینے لگا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مِيْلَادِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 2: نبی اکرم ﷺ کے میلاد کا بیان

3552 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

متنِ حدیث: قَالَ وُلِدْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيْلِ وَسَاَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قُبَاثَ بْنَ اَشْيَمَ اَخَا بَنِيْ يَعْمَرَ بْنِ لَيْثٍ آَنْتَ اَكْبَرُ اَمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْبَرُ مِنِّيْ وَاَنَا اَقْدَمُ مِنْهُ فِي الْمِيْلَادِ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيْلِ وَرَفَعَتْ بِيْ اُمِّيْ عَلَى الْمَوْضِعِ قَالَ وَرَاَيْتُ خَذْقَ الطَّيْرِ اَخْضَرَ مُحِيْلًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

◆◆ مطلب بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں اور نبی اکرم ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان بن غنی نے قباث بن اشیم جو بنویعمر بن لیث سے تعلق رکھتا تھا اس سے دریافت کیا: آپ بڑے ہیں یا اللہ کے رسول بڑے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے رسول مجھ سے بڑے ہیں۔ ویسے میری پیدائش پہلے ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے۔ (اُس سال) میری والدہ مجھے گود میں اٹھا کر کہیں لے گئی تھیں تو میں نے ان سب پرندوں کی بیٹ دیکھی ہے۔ (جنہوں نے ابرہہ کے لشکر پر حملہ کیا تھا) اس کی حالت تبدیل ہو چکی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف محمد بن اسحاق نامی راوی کے نام سے جانتے ہیں۔

3552- اخرجه احمد في مسنده (۲۱۵/٤) عن المطلب بن عبد الله بن قيس بن مخرمة عن ابيه عن جده فذكره.

شرح

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد لوگ اخلاقی تربیت واصلاح سے محروم ہو گئے، قتل وغارت کا بازار گرم ہو گیا، زنا کاری عام ہو چکی تھی، شراب نوشی کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا، بچیوں کو زندہ درگور کرنے کا عام رواج تھا، ظلم وستم کو روکنے والا کوئی موجود نہیں تھا، خواتین وحضرات کے اختلاط پر فخر کیا جاتا تھا اور ظالم وستمگر کو روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ ایسے ماحول میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی، ان تمام امراض کو ختم کرنے کا فیصلہ ہوا، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا، آپ کی ولادت باسعادت ہوتے ہی روئے زمین پر انقلاب برپا ہو گیا۔ آپ عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاول، ۲۲/اپریل ۵۷۱ء، بروز پیر، صبح صادق کے وقت (۴:۲۰) مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہے، بت اوندھے منہ گر گئے، ظلم وستم کے دروازے بند ہو گئے، زنا کاری کو معیوب سمجھا جانے لگا، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے روک دیا گیا اور والدین کا احترام ہونے لگا۔ آپ کی ولادت پیر کے دن ہوئی، ہجرت پیر کے دن کی، مدینہ طیبہ میں تشریف آوری پیر کے دن ہوئی اور وصال بھی پیر کے دن ہوا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي بَدْءِ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 3: نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا آغاز

3553 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ اَبُو الْعَبَّاسِ الْاَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ غَزْوَانَ اَبُوْ نُوحٍ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ ابْنُ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: قَالَ خَرَجَ اَبُوْ طَالِبٍ اِلَى الشَّامِ وَخَرَجَ مَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَشْيَاخٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَلَمَّا اَشْرَفُوْا عَلَى الرَّاهِبِ هَبَطُوا فَحَلُّوْا رِحَالَهُمْ فَخَرَجَ اِلَيْهِمُ الرَّاهِبُ وَكَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ يَمُرُّوْنَ بِهٖ فَلَا يَخْرُجُ اِلَيْهِمْ وَلَا يَلْتَفِتُ قَالَ فَهُمْ يَحُلُّوْنَ رِحَالَهُمْ فَجَعَلَ يَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ حَتّٰى جَآءَ فَاَخَذَ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ فَقَالَ لَهٗ اَشْيَاخٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مَا عِلْمُكَ فَقَالَ اِنَّكُمْ حِيْنَ اَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَّلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَّلَا يَسْجُدَانِ اِلَّا لِنَبِيٍّ وَّاِنِّيْ اَعْرِفُهٗ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ اَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوْفِ كَتِفِهٖ مِثْلَ التُّفَّاحَةِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا اَتَاهُمْ بِهٖ وَكَانَ هُوَ فِيْ رِعْيَةِ الْاِبِلِ قَالَ اَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاَقْبَلَ وَعَلَيْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهٗ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْقَوْمِ وَجَدَهُمْ قَدْ سَبَقُوْهُ اِلٰى فَيْءِ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فَيْءُ الشَّجَرَةِ عَلَيْهِ فَقَالَ انْظُرُوْا اِلٰى فَيْءِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَيْهِ قَالَ

3553۔ لم يخرجه الا الترمذی من اصحاب الكتب الستة ينظر (تحفة الاشراف) (۶/۴۷۰) حديث (۹۱۴۱)، و اخرجه البيهقی فی دلائل النبوة (۲/۲۴ ۔ ۲۵)۔

فَبَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ عَلَيْهِمْ وَهُوَ يُنَاشِدُهُمْ اَنْ لَا يَذْهَبُوْا بِهٖ اِلَى الرُّوْمِ فَاِنَّ الرُّوْمَ اِذَا رَاَوْهُ عَرَفُوْهُ بِالصِّفَةِ فَيَقْتُلُوْنَهٗ فَالْتَفَتَ فَاِذَا بِسَبْعَةٍ قَدْ اَقْبَلُوْا مِنَ الرُّوْمِ فَاسْتَقْبَلَهُمْ فَقَالَ مَا جَآءَ بِكُمْ قَالُوْا جِئْنَا اِنَّ هٰذَا النَّبِيَّ خَارِجٌ فِيْ هٰذَا الشَّهْرِ فَلَمْ يَبْقَ طَرِيْقٌ اِلَّا بُعِثَ اِلَيْهِ بِاُنَاسٍ وَّاِنَّا قَدْ اُخْبِرْنَا خَبَرَهٗ بُعِثْنَا اِلٰى طَرِيْقِكَ هٰذَا فَقَالَ هَلْ خَلْفَكُمْ اَحَدٌ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ قَالُوْا اِنَّمَا اُخْبِرْنَا خَبَرَهٗ بِطَرِيْقِكَ هٰذَا قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اَمْرًا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّقْضِيَهٗ هَلْ يَسْتَطِيْعُ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ رَدَّهٗ قَالُوْا لَا قَالَ فَبَايَعُوْهُ وَاَقَامُوْا مَعَهٗ قَالَ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ اَيُّكُمْ وَلِيُّهٗ قَالُوْا اَبُوْ طَالِبٍ فَلَمْ يَزَلْ يُنَاشِدُهٗ حَتّٰى رَدَّهٗ اَبُوْ طَالِبٍ وَّبَعَثَ مَعَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ بِلَالًا وَّزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْكَعْكِ وَالزَّيْتِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری اپنے والد کا بیان نقل کرتے ہیں: جناب ابوطالب شام تشریف لے گئے تو وہاں قریش کے عمر رسیدہ افراد کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے جب یہ افراد ایک راہب کے پاس پہنچے تو انہوں نے وہاں پڑاؤ کیا۔ ان لوگوں نے اپنی سواریوں کے پالان کھول دیے۔ راہب نکل کر ان کے پاس آیا۔ یہ حضرات پہلے بھی وہاں سے گزرا کرتے تھے لیکن وہ کبھی نکل کر ان کے پاس نہیں آیا تھا اور نہ پہلے کبھی ان پر توجہ دی تھی۔ یہ لوگ جب اپنے پالان کھول رہے تھے وہ ان کے درمیان میں سے گزرتا ہوا آیا اور نبی اکرم ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر بولا: یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں۔ یہ تمام جہانوں کے پروردگار کے رسول ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کرے گا۔ قریش کے عمر رسیدہ افراد سے ان سے دریافت کیا: تمہیں کیسے پتا چلا ہے؟ اس نے کہا: جب تم لوگ ٹیلے سے نیچے اتر رہے تھے تو ہر پتھر اور ہر درخت سجدے میں چلا گیا تھا۔ یہ دونوں صرف کسی نبی ﷺ کو سجدہ کرتے ہیں اور میں نے مہر نبوت کی وجہ سے انہیں پہچان لیا ہے جو ان کے شانے کی اوپر والی ہڈی پر سیب کی طرح لگی ہوئی ہے۔ پھر وہ واپس گیا اس نے ان حضرات کے لیے کھانا تیار کیا جب وہ کھانا لے کر آیا تو نبی اکرم ﷺ اس وقت اونٹ چرانے کے لیے گئے ہوئے تھے اس راہب نے کہا: انہیں بلا کر لاؤ! جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ پر ایک بادل نے سایہ کیا ہوا تھا جب آپ ﷺ لوگوں کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے انہیں پایا کہ وہ پہلے ہی ایک درخت کے سائے میں جا چکے تھے جب نبی ﷺ تشریف فرما ہوئے تو اس درخت کا سایہ نبی اکرم ﷺ پر ہو گیا تو راہب بولا: اس درخت کے سائے کی طرف دیکھو! یہ ان پر آ گیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: وہ راہب ان کے پاس رہا اور انہیں یہ قسم دیتا رہا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو ساتھ لے کر روم میں نہ جائیں کیونکہ رومیوں نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا تو آپ ﷺ کو پہچان لیں گے اور آپ ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کریں گے۔ پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو وہاں سات آدمی موجود تھے جو روم سے آئے تھے۔ راہب نے ان لوگوں کا سامنا کیا اور دریافت کیا: تم لوگ کیوں آئے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہم لوگ اس وجہ سے آئے ہیں کہ اس مہینے میں ایک نبی ﷺ نے تشریف لانا تھا تو ہر راستے پر کچھ لوگوں کو مقرر کیا گیا ہے۔ ہمیں ان کے بارے میں بتایا گیا ہے اور ہمیں تمہارے راستے کی طرف بھیجا گیا ہے۔ راہب نے دریافت کیا: کیا تم لوگوں کے پیچھے کوئی ایسا شخص ہے جو تم لوگوں سے بہتر ہو۔ انہوں نے جواب دیا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تمہارے راستے میں بھی ہو سکتے

ہیں' تو راہب بولا تمہارا کیا خیال ہے' جس معاملے کو اللہ تعالیٰ پورا کرنا چاہتا ہو تو کیا لوگوں میں سے کوئی ایک شخص اس کو روک سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں! تو راہب بولا: تم ان کے ہاتھ پر بیعت کرلو اور ان کے ساتھ رہو! پھر اس راہب نے (قریش کے بوڑھوں کو مخاطب کر کے کہا) میں آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ آپ میں سے ان کا سرپرست کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ابوطالب ہیں' پھر راہب ابوطالب کو واسطے دیتا رہا، یہاں تک کہ حضرت ابوطالب نے نبی اکرم ﷺ کو واپس کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہمراہ' حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ راہب نے زادراہ کے طور پر آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ روٹیاں اور زیتون کا تیل بھی پیش کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں آثار نبوت کا اظہار ہونا:

یہ روایت صرف امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہے، باقی پانچ آئمہ صحاح نے نقل نہیں کی۔ اس روایت میں رطب و یابس جمع ہو گئے ہیں مثلاً راہب کے کہنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی معیت میں واپس کر دیا تھا، یہ غلط ہے۔ یہ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفر بارہ (۱۲) سال کی عمر میں کیا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ سے اڑھائی سال چھوٹے تھے، ان کی عمر تقریباً ساڑھے نو (۹½) سال ہوگی جبکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تو پیدا ابھی نہیں ہوئے ہوں گے۔ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی اس سفر میں شریک نہیں تھے۔ پھر اگر راہب کا مشورہ کہ آگے شام جانے کی صورت میں یہودی آپ کو عناد کی وجہ سے شہید کر سکتے ہیں، لہٰذا آپ کو واپس لے جایا جائے۔ اگر یہ مشورہ حقیقت پر مبنی ہو تو سوال یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچیس (۲۵) سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان لے کر بغرض تجارت کیوں تشریف لے گئے؟

البتہ اس روایت میں کچھ امور حقیقت پر مبنی ہیں، جو آپ کی نبوت کو ظاہر کرتے ہیں:

۱- پتھروں اور درختوں کا آپ کے سامنے سجدہ ریز ہونا۔

۲- راہب کا آپ کو رسول خدا، رحمت للعالمین اور تمام جہانوں کا سردار قرار دینا۔

۳- راہب کا اظہار عقیدت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کی دعوت کرنا۔

۴- بادلوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنا۔

۵- بحیرا راہب کا عقیدت و محبت کی بنا پر آپ کو زادراہ پیش کرنا۔

بَابُ فِيْ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ كَمْ كَانَ حِيْنَ بُعِثَ

باب4: نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا بیان اور آپ ﷺ کو کتنی عمر میں مبعوث کیا گیا؟

3554 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ اُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَاَقَامَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی آپ ﷺ کی عمر چالیس برس تھی۔ آپ ﷺ نے تیرہ برس مکہ مکرمہ میں قیام کیا اور مدینہ منورہ میں دس برس قیام کیا جب آپ کا وصال ہوا تھا' تو آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3555 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّسِتِّيْنَ سَنَةً

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَرَوٰى عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ مِثْلَ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا' تو آپ کی عمر پینسٹھ سال تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن بشار نے اس روایت کو اسی طرح نقل کیا ہے' اور امام محمد بن اسماعیل بخاری نے محمد بن بشار کے حوالے سے' اسی طرح نقل کیا ہے۔

3556 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ ح وحَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا يَقُوْلُ

متنِ حدیث: لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَلَا

3554۔ اخرجه البخاری (١٩٩/٧): كتاب مناقب الانصار: باب: مبعث النبی صلى الله عليه وسلم، حديث (٣٨٥١)، و احمد (٢٢٨/١) (٢٠١٧)؛ (٢٣٦/١)، (٢١١٠)، (٢٤٩/١) (٢٢٤٢)، (٣٧١/١) (٣٥١٧)، (٣٧٠/١) (٣٥٠٣).

3556۔ اخرجه مالك في (الموطا) (٩١٩/٢): كتاب صفة النبی صلى الله عليه وسلم: باب: ما جاء في صفة النبی صلى الله عليه وسلم، حديث (١)، و البخاری (٦٥٢/٦): كتاب المناقب: باب: صفة النبی صلى الله عليه وسلم: حديث (٣٥٤٧)، (٣٥٤٨)، و من طريق ابراهيم بن يوسف عن ابيه عن ابی اسحاق قال: سمعت البراء يقول۔، حديث (٣٥٤٩)، و اخرجه مسلم (١٨٢٤/٤): كتاب الفضائل: باب: في صفة النبی صلى الله عليه وسلم و مبعثه و سنه، حديث (٢٣٤٧/١١٣) و اخرجه احمد (١٣٠/٣، ١٤٨، ١٨٥، ٢٤٠).

بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► ربیعہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' نبی اکرم ﷺ انتہائی لمبے نہیں تھے' اور چھوٹے بھی نہیں تھے نہ ہی پھیکے سفید تھے' اور نہ ہی بالکل گندمی تھے۔ آپ ﷺ کے بال بالکل گھنگھریالے بھی نہیں تھے' اور نہ بالکل سیدھے تھے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چالیس برس کی عمر میں مبعوث کیا۔ آپ ﷺ نے دس برس مکہ میں قیام کیا اور دس برس مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ساٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دی۔ اس وقت آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان نبوت اور آپ کی عمر کا تعین ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں، بارہ (۱۲) ربیع الاول، ۲۲ اپریل ۵۷۱ء، بروز پیر، صبح صادق (۴:۲۰) کے وقت مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ اللہ کے حکم سے چالیس (۴۰) سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا، اعلان نبوت کے بعد تیرہ (۱۳) سال مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے، ہجرت کے بعد دس (۱۰) سال تک مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے اور تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں بروز پیر وصال فرمایا۔

سوال: پہلی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال بنتی ہے، دوسری روایت کے مطابق عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال ہے اور تیسری روایت کے مطابق ساٹھ (۶۰) سال ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: پہلی روایت درست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ دوسری روایت کے مطابق عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سن ولادت اور سن وصال کے نامکمل سال کو مکمل سال تصور کرتے ہوئے کل عمر مبارک پینسٹھ سال قرار دی گئی۔ تیسری روایت کے مطابق ساٹھ سال عمر مبارک کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کسر کو شمار نہیں کرتے، یہاں بھی کسر کو چھوڑنے سے عمر مبارک ساٹھ سال ہوگئی۔ لہٰذا اس طرح روایات میں تعارض نہ رہا۔

فائدہ نافعہ:

ذات باری تعالیٰ کا عام دستور یہی رہا ہے کہ نبی چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کرے، تاکہ قوم اس کے بچپن و جوانی کے احوال و کردار سے آگاہ ہو چکی ہو، مزید اسے سمجھے اور اس پر ایمان لانے میں کوئی دقت حائل نہ ہو۔ اسی دستور کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی باذن خداوندی چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ پر غار حراء

میں سب سے پہلی وحی یہ لے کر حاضر ہوئے تھے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ (العلق:۱)

اے محبوب! اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے!

یہ پہلی وحی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، آپ غار حراء سے نکل کر گھر تشریف لائے، بعدازاں نزول وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی نبوت کا اعلان قوم کے سامنے کیا۔

بَابُ فِیْ اٰیَاتِ اِثْبَاتِ نُبُوَّةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا قَدْ خَصَّهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهٖ

باب 5: نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی نشانیاں (معجزات) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خصوصیات عطا کی ہیں

3557 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ قَالَا اَنْبَاَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّیَالِسِیُّ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ الضَّبِّیُّ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ بِمَكَّةَ حَجَرًا كَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ لَیَالِیَ بُعِثْتُ اِنِّیْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مکہ میں ایک پتھر ہے جو مجھے ان راتوں میں سلام کیا کرتا تھا جب مجھے مبعوث کیا گیا اور میں اسے اس وقت بھی جانتا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہونا

اعلان نبوت کے بعد نبی سے جو خلاف عادت واقعہ ظاہر ہو، اسے معجزہ کہا جاتا ہے، اس کا معنیٰ ہے: عاجز کرنے والا واقعہ۔ معجزہ نبی کی نبوت کی دلیل ہوتا ہے، کیونکہ غیر نبی قوم کے سامنے معجزہ پیش کرنے سے عاجز رہتا ہے۔ نبی کے لیے قوم کے سامنے بطور دلیل نبوت معجزہ پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر ولی سے خلاف عادت واقعہ ظاہر، اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ کرامت ولایت کی دلیل ہوتی ہے لیکن ولی کے لیے ظہور کرامت شرط نہیں ہے۔

۱- پتھر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرنا

مشیت خداوندی سے کائنات کی ہر چیز گفتگو کر سکتی ہے، اس پر دلیل یہ ارشاد ربانی ہے:

3557- اخرجه مسلم (۱۷۸۲/٤): كتاب الفضائل: باب: فضل نسب النبي صلى الله عليه وسلم، و لتسليم الحجر عليه قبل النبوة، حديث (۲۲۷۷/۲)، و الدارمي (۱۲/۱): باب: ما كان عليه الناس قبل مبعث النبي صلى الله عليه وسلم، من الجهل و الضلالة، و احمد في مسنده (۸۹/٥، ۹٥، ۱۰٥).

وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط (بنی اسرائیل:۴۴)

''اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی پاکی کے ساتھ اس کی حمد بیان نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔''

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہر چیز میں قوت گویائی موجود ہے، پھر پتھر کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کرنا خلاف عقل وقیاس ہرگز نہیں ہے۔ نیز پتھروں کا سلام پیش کرنا، آپ کا معجزہ ہے اور معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو عقل میں نہ آسکے۔

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہوا، قریب الغروب آفتاب عصر کے وقت پر واپس آیا اور درخت آقا کا حکم سن کر حاضر ہو جاتے تھے۔ اسی طرح پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار عقیدت کرتا ہوا باین الفاظ سلام پیش کرتا تھا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ نماز میں پڑھا جانے والا سلام: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ کا مفہوم بھی اسی سلام کا بنتا ہے۔ جس طرح کثیر تعداد میں درود شریف ہیں جو درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے درست ہے، اسی طرح سلام بھی کثیر ہیں اور جن الفاظ سے بھی سلام پیش کیا جائے جائز ہے۔

فائدہ نافعہ:

اسی طرح ایک روایت میں مدینہ طیبہ کے اُحد پہاڑ کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُحد پہاڑ وہ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ابوجہل اپنی مٹھی میں سنگریزے چھپائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: آپ بتائیں کہ میری مٹھی میں کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: میں بتاؤں کہ مٹھی میں کیا چیز ہے یا وہ چیز خود بتائے؟ اس نے کہا: ہاں! مٹھی کی چیز خود بتا دے تو بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مٹھی کے سنگریزوں نے پڑھنا شروع کر دیا:

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ

3558 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ

متن حدیث: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَدَاوَلُ فِيْ قَصْعَةٍ مِّنْ غُدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ يَقُوْمُ عَشَرَةٌ وَيَقْعُدُ عَشَرَةٌ قُلْنَا فَمَا كَانَتْ تُمَدُّ قَالَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ تَعْجَبُ مَا كَانَتْ تُمَدُّ اِلَّا مِنْ هَاهُنَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى السَّمَاءِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3558- اخرجه الدارمي في مقدمة (۳۰/۱): باب: ما اكرم النبي صلى الله عليه وسلم بنزول الطعام من السماء، و اخرجه احمد (۱۲/۵، ۱۸).

توضیح راوی: وَاَبُو الْعَلَاءِ اسْمُهٗ يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم نے ایک پیالے میں کھانا شروع کیا۔ صبح سے کھانا شروع کیا اور کھاتے ہوئے شام ہوگئی۔ لوگ باری باری دس آدمی اٹھتے تھے۔ دس آدمی بیٹھ جاتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے دریافت کیا: اس میں اضافہ کیسے ہوا؟ تو سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کس بات پر حیران ہو رہے ہو؟ اس میں اضافہ وہاں سے ہورہا تھا' حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف اشارہ کرکے بتایا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوعلاء نامی راوی کا یزید بن عبداللہ الشخیر ہے۔

شرح

۲۔ قلیل کھانا کثیر لوگوں کے لیے کافی ہونا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق ایک پیالہ دودھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے پاس موجود صحابہ کو پلانے کا حکم دیا، چنانچہ حسب حکم کیے بعد دیگرے ستر (۷۰) افراد کو پیٹ بھر کر دودھ پلایا گیا مگر پھر بھی دودھ باقی بچا رہا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مع چند صحابہ کی دعوت کرتے ہیں، کثیر تعداد میں آپ کے ساتھ صحابہ دعوت میں شامل ہو جاتے ہیں، چند افراد کا کھانا سینکڑوں افراد کھا لیتے ہیں مگر کھانا بچ جاتا ہے۔

حدیث باب کے مطابق ایک پیالہ کھانا صبح سے شام تک یعنی دن بھر دس دس افراد کھاتے رہے، قلیل کھانا ختم نہ ہوا، غور کیا جائے تو کھانے والوں کی تعداد سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے، اس طرح ایک دو افراد کا کھانا ہزاروں افراد کے لیے کافی ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے۔

3559 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ اَبِيْ ثَوْرٍ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِيْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ جَبَلٌ وَّلَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ اَبِيْ ثَوْرٍ وَّقَالُوْا عَنْ عَبَّادِ اَبِيْ يَزِيْدَ مِنْهُمْ فَرْوَةُ بْنُ اَبِي الْمَغْرَاءِ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مکہ میں ایک مرتبہ ہم کسی گلی میں نکلے' تو جو بھی پہاڑ اور جو بھی درخت آپ کے راستے میں آرہا تھا یہی کہہ رہا تھا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلام ہو۔

3559۔ اخرجه الدارمي (۱/۱۲): باب: كيف كان اول شان النبي صلى الله عليه وسلم عن عباد بن ابي يزيد عن علي بن ابي طالب فذكره.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ کئی راویوں نے اس روایت کو ولید بن ابی ثور سے نقل کیا ہے۔ وہ حضرات یہ بات بیان کرتے ہیں: عباد بن ابی زید کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے' ان راویوں میں سے ایک فروہ بن ابو مغراء ہے۔

شرح

۳- پہاڑوں اور درختوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرنا:

انبیاء سابقین میں سے ہر ایک کوئی ایک علاقہ یا خطہ یا قوم کا نبی تھا مگر مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کی ہر چیز کا نبی بنایا۔ آپ جنات وانس، حور وغلمان، حجر وشجر، اہل زمین واہل آسمان، اہل بحر وبر، چرند وپرند اور ہر زمان ومکان الغرض تمام مخلوق کے نبی بن کر تشریف لائے۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝

''(اے محبوب!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

حدیث باب میں بھی اسی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے کسی بھی حصہ میں باہر تشریف لے جاتے، حجر وشجر آپ کی نبوت کی گواہی دیتے اور آپ کے حضور درود وسلام کا ہدیہ پیش کرتے۔

بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بایں الفاظ سلام پیش کرتے تھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْلَ اللهِ!

یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ آج کوئی امتی اظہار عقیدت ومحبت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیہ درود وسلام پیش کرتا ہے، دوسرا امتی فوراً اس پر شرک وبدعت کا فتویٰ لگا دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا نبی کا کلمہ پڑھنے والوں کے مابین متنازع ذات فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رہ گئی ہے؟

فائدہ نافعہ:

اس روایت اور دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی امتی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود وسلام کا گلدستہ پیش کرتا ہے، یہ اس کی سعادت ہے اور اس میں قباحت نہیں ہے بلکہ خوبی وثواب ہے۔

حجر وشجر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرنا، آپ کا معجزہ ہے۔

3560 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ

3560۔ اخرجه ابن ماجه (۱/۴۵٤): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها : باب: ما جاء في بدء شان المنبر، حديث (۱٤۱۵)، و اخرجه الدارمي (۱/۱۹): باب ما اكرم النبي صلى الله عليه وسلم بحنين المنبر، و عبد بن حميد ص (۳۹٦، ۳۹۷) حديث (۱۳۳٦)، و احمد (۱/۲٤۹، ۲٦۷، ۲٦٦، ۳٦۳).

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ اِلٰى لِزْقِ جِذْعٍ وَّاتَّخَذُوْا لَهٗ مِنْبَرًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ حَنِيْنَ النَّاقَةِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَّهٗ فَسَكَنَ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اُبَيٍّ وَّجَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَنَسٍ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ ﷺ کے لیے منبر بنا دیا۔ آپ ﷺ اس پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے۔ وہ ''تنا'' یوں رونے لگا جیسے اونٹنی روتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نیچے اترے آپ ﷺ نے اسے دست مبارک لگایا تو اسے سکون آیا۔

اس بارے میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' جو اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

۴- کھجور کے تنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رونا:

ہجرت کے ابتدائی سالوں اور تعمیر مسجد نبوی کے ابتدائی دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے دوران کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔ وقت آنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منبر تیار کروایا، پھر آپ کھڑے ہونے کی بجائے منبر پر تشریف فرما کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے۔ کھجور کا ستون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق اور اپنی محرومی پر رونے لگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے رونے کی آواز اپنے کانوں سے سنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دست شفقت پھیرا اور اسے دخول جنت کی بشارت دی تو وہ خاموش ہو گیا۔

اس روایت سے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ثابت ہوتا ہے، وہاں اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ کائنات کی ہر چیز کے رسول ہیں۔ ہر چیز آپ کی عقیدت میں فریفتہ ہے۔ کاش انسان بھی اپنے نبی کے ساتھ ایسا تعلق پیدا کر کے معصیات سے احتراز کرے اور اعمال صالحہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے۔

3561 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ اَبِیْ ظَبْيَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

3561- اخرجه الدارمی (۱۳/۱): باب: ما اکرم اللہ نبیه من ایمان الشجرة، و اخرجه احمد (۲۲۳/۱)، عن ابی ظبیان عن ابن عباس فذکره.

متن حدیث: جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِمَ اَعْرِفُ اَنَّكَ نَبِیٌّ قَالَ اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ اَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰی سَقَطَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور بولا: مجھے کیسے پتا چلے گا کہ آپ نبی ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اس درخت کی شاخ کو کو بلاؤں اور وہ گواہی دے کہ میں (اللہ کا رسول) ہوں' تو کیا تم مان لو گے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے بلایا تو وہ اپنے درخت سے ٹوٹ کر آیا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ کر گر گیا پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: واپس چلے جاؤ! تو وہ واپس چلا گیا' تو وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' صحیح ہے۔

شرح

۵- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر کھجور کے گچھے کا پاس آنا پھر واپس چلے جانا:

ہر نبی اللہ تعالیٰ کا نائب ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ کے نائب اعظم ہیں، کائنات میں آپ کی حکومت ہے، جس چیز کو چاہیں فرض قرار دیں، جسے چاہیں ختم کر دیں، آپ کے حکم کی تعمیل ہر چیز پر لازم ہے، شمس وقمر بھی آپ کے حکم کے تابع ہیں اور آپ کے حکم کی اتباع کے لیے ہر چیز سراپا منتظر ہے۔

حدیث باب کے مطابق اعرابی مسلمان ہونے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ کا مطالبہ کرتا ہے، آپ اس وقت کھجور کے درخت کے نیچے جلوہ افروز تھے، کسی بھی آدمی کے مطالبہ پر نبی پر معجزہ دکھانا ضروری ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکتے ہوئے کھجوروں کے گچھے کو طلب کیا، وہ تعمیل حکم کرتا ہوا حاضر خدمت ہو گیا، آپ کے حکم کی پیروی میں وہ دوبارہ اپنی شاخ کے ساتھ جا کر وابستہ ہو گیا۔ یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر اعرابی مسلمان ہو جاتا ہے۔ یہ اپنی قسمت کی بات ہے کہ ابوجہل جیسے کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانی معجزے دیکھے مگر وہ ایمان نہ لائے۔

3562 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا عِلْبَاءُ بْنُ اَحْمَرَ حَدَّثَنَا اَبُوْ زَیْدِ بْنُ اَخْطَبَ قَالَ

متن حدیث: مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهُ عَلٰی وَجْهِیْ وَدَعَا لِیْ قَالَ عَزْرَةُ اِنَّهُ عَاشَ مِائَةً وَّعِشْرِیْنَ سَنَةً وَّلَیْسَ فِیْ رَاْسِهٖ اِلَّا شَعَرَاتٌ بِیْضٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

3562- اخرجه احمد (۵/۷۷، ۳۴۱) عن علباء بن احمر عن ابی زید بن اخطب فذكره.

وَاَبُوْ زَيْدٍ اسْمُهٗ عَمْرُو بْنُ اَخْطَبَ

◆◆ حضرت ابوزید بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیرا اور میرے لیے دعا کی۔

عزرہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: وہ صحابی ایک سو بیس سال کی عمر تک زندہ رہے اور اس وقت بھی ان کے سر میں صرف چند بال سفید تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ نامی راوی کا نام عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ ہے۔

شرح

۶-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں ایک صحابی کا ایک سو بیس سال تک بوڑھے نہ ہونا:

جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد اندھوں کی آنکھوں پر اپنا دست اقدس پھیرتے وہ بینا ہو جاتے تھے، برص کے مرض والوں کے جسم پر ہاتھ پھیرتے وہ صحت یاب ہو جاتے تھے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کمال کے معجزات عطا فرمائے تھے، آپ کے مس کرنے سے لکڑی میں قوت گویائی پیدا ہوگئی، درخت حسب حکم حاضر خدمت ہوئے، لاعلاج مریضوں کو شفاء کاملہ حاصل ہوگئی اور آپ کے دست اقدس پھیرنے سے امراض کا خاتمہ ہوا۔

حدیث باب کے مطابق مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس پھیرا اور خوبصورتی کی دعا فرمائی، جس کے نتیجہ میں ایک سو بیس (۱۲۰) سال عمر ہونے کے باوجود وہ بوڑھے نہ ہوئے اور ان کے سر کے بالوں میں سے چند ایک بال سفید ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس اور دعا بھی معجزہ تھی۔

3563 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ عَرَضْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِّنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ

3563- اخرجه مالك في (الموطا) (۹۲۷/۲، ۹۲۸): كتاب صفة النبي صلى الله عليه وسلم: باب: ما جاء في الطعام و الشراب، حديث (۱۹)، و اخرجه البخاري (۴۳۷/۹): كتاب الاطعمة: باب: من اكل حتى شبع، حديث (۵۳۸۱)، و اخرجه مسلم (۱۷۸۴/۴): كتاب الفضائل: باب: في معجزات النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (۲۲۸۰/۸)، بطريق معقل عن ابي الزبير عن جابر ان ام مالك به. (۱۶۱۲/۳): كتاب الاشربة: باب: جواز استتباعه غيره الى دار من يثق برضاه بذلك، حديث (۲۰۴۰/۱۴۲)

الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ دَسَّتْهُ فِي يَدِي وَرَدَّتْنِي بِبَعْضِهِ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِي اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهِ اِلَيْهِ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ قَالَ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهُ قُوْمُوْا قَالَ فَانْطَلَقُوْا فَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّي يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ فَاَتَتْهُ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ بِعُكَّةٍ لَهَا فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا فَاَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے' جس سے مجھے بھوک کا اندازہ ہوا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ پھر انہوں نے جو کی کچھ روٹیاں نکالیں پھر اپنی چادر نکالی۔ اس میں کچھ حصے میں روٹیاں لپیٹ کر میری بغل میں دے دی اور کچھ حصہ مجھے اوڑھا دیا اور پھر مجھے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ میں لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو مسجد میں تشریف فرما پایا۔ آپ ﷺ کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ان لوگوں کے پاس آ کر کھڑا ہوا' نبی نے دریافت کیا: کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کھانے کے سلسلے میں؟ میں نے عرض کی جی ہاں آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اٹھو۔ راوی بیان کرتے ہیں: وہ سب افراد کھڑے ہوئے میں ان لوگوں کے آگے' آگے آیا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انہیں بتایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ لوگوں سمیت تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کچھ نہیں ہے کہ ہم انہیں کھلا سکیں۔ حضرت سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں) پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے آ کر ملے اور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ساتھ تھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم (رضی اللہ عنہا)! تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے لے آؤ۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا وہ روٹیاں لے آئیں نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت ان روٹیوں کے ٹکڑے کیے گئے اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے پاس موجود کپی میں سے گھی نچوڑ کر اس کا سالن بنا لیا اور نبی اکرم ﷺ نے ان پر جو اللہ کو منظور تھا' وہ پڑھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: دس آدمیوں کو اندر بھیج دو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دس

آدمیوں کو اندر آنے کے لیے کہا۔ انہوں نے کھانا کھالیا جب وہ سیر ہو گئے تو وہ چلے گئے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس آدمیوں کو اندر آنے کے لیے کہو وہ آئے جب انہوں نے بھی کھالیا تو وہ بھی چلے گئے پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دس آدمیوں کو اندر آنے کے لیے کہو۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی اندر آنے کو کہا جب انہوں نے کھانا کھالیا اور سیر ہو گئے تو وہ بھی چلے گئے۔ تمام لوگوں نے کھانا کھالیا اور وہ سیر ہو گئے۔ اس وقت لوگوں کی تعداد ستر یا اسی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کھانے میں برکت ہونا:

روایات سے ثابت ہے کہ مؤمن کی دعا رد نہیں کی جاتی، وہ پرندوں کی طرح نہایت تیزی سے درجہ قبولیت حاصل کر لیتی ہے، پھر نبی علیہ السلام کی دعا زیادہ قابل قبول ہوتی ہے۔ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم دعا تو دولہن بن کر اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش ہوتی ہے اور فوراً قبول کی جاتی ہے۔ گویا دوسرے معجزات کی طرح آپ کی دعا کو بھی معجزہ بنایا گیا ہے۔

حدیث باب کے مطابق حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے گھر کا تیار شدہ کھانا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ مسجد نبوی میں اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے لیے بھیج دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو لے کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے، انہیں معلوم ہونے پر آپ کے استقبال کے لیے گھر سے باہر آئے، نہایت عقیدت و محبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کو اپنے گھر لے گئے، گھر میں قلیل مقدار میں کھانا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ نے کھانے کو کپڑے میں چھپا دیا، اس کھانے پر دعائے خیر کی اور دس، دس افراد کو اندر بلا کر کھلانے کا حکم دیا، اس قلیل مقدار کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) صحابہ نے کھایا، پھر اہل خانہ نے کھایا، ہمسائیوں کے گھر بھیجا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا مگر کھانا پھر بھی بچ گیا۔

سوال: حدیث باب میں کھانا کھانے والوں کی تعداد شک کے ساتھ ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) بیان ہوئی ہے، دوسری روایت میں تعداد اسی (۸۰) بیان ہوئی ہے اور تیسری روایت میں اسی (۸۰) سے زائد کا بھی ذکر ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: چونکہ روایات مختلف ہیں، جس طرح کسی راوی نے بیان کیا اسے آگے بیان کر دیا گیا یا اسی (۸۰) سے زائد تعداد تھی اور اہل عرب کے طریقہ کے مطابق کسر کو ترک کر دیا گیا۔

3564 سند حدیث: حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متن حدیث: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ وَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوءَ

فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي ذٰلِكَ الْاِنَاءِ وَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَتَوَضَّئُوْا مِنْهُ قَالَ فَرَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِهِ فَتَوَضَّاَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّئُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّجَابِرٍ وَّزِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا' لوگ وضو کے لیے پانی تلاش کر رہے تھے لیکن وہ انہیں نہیں ملا۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پانی لایا گیا' تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس برتن پر رکھا اور لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ اس میں سے وضو کرنا شروع کریں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا: پانی آپ ﷺ کی انگلیوں میں سے پھوٹ رہا تھا۔ لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہاں موجود آخری شخص نے بھی وضو کر لیا۔

اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

۸- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی جاری ہونا اور اس سے کثیر صحابہ کا وضو کرنا:

کنویں کا پانی قابل استعمال ہوتا ہے، بارش کا پانی طاہر و مطہر ہوتا ہے اور آب زمزم بھی بابرکت ہے، کیونکہ اس کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں سے ہے۔ تاہم اس بات میں علماء کا اتفاق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے بہنے والا پانی سب پانیوں سے افضل، کیونکہ اس کی نسبت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔

سرزمین حجاز پتھریلی اور موسم نہایت گرم ہے' جبکہ دور رسالت میں غزوات کے لیے بار بار سفر کرنا پڑتا تھا۔ اگر دست رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے خروج پانی کا معجزہ رونما نہ ہوتا تو نہ صرف مجاہدین کی نمازیں رہ جاتیں بلکہ وہ پیاس سے نڈھال ہو

3564- اخرجه مالك في الموطا (۳۲/۱): كتاب الطهارة: باب: جامع الوضوء، حديث (۳۲)، و البخاري (۳۲۵/۱): كتاب الوضوء: باب: التماس الوضوء اذا حانت الصلاة، حديث (۱۶۹)، (۶۷۳/۶): كتاب المناقب: باب: علامات النبوة في الاسلام حديث (۳۵۷۳)، و بطريق سعيد عن قتادة عن انس حديث (۳۵۷۲) به، و بطريق حزم قال سمعت الحسن قال: حدثنا انس بن مالك به حديث (۳۵۷٤)، و اخرجه مسلم (۱۷۸۳/٤): كتاب الفضائل: باب: في معجزات النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (۲۲۷۹/۵)، و من طريق معاذ بن هشام حدثني ابي عن قتادة حدثنا انس بن مالك حديث (۲۲۷۹/۶)، و اخرجه النسائي (۶۰/۱): كتاب الطهارة: باب: الوضوء من الاناء: حديث (۷۶)، و اخرجه احمد (۱۳۲/۳) عن اسحاق بن عبد الله بن ابي طلحة عن انس بن مالك فذكره.

کر دشمن کا مقابلہ کیے بغیر شہید ہو جاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، نماز کا وقت آنے پر وضو کے لیے پانی ناپید تھا، آپ کی خدمت میں پانی کے عدم دستیاب ہونے کی شکایت کی گئی، آپ نے برتن میں ہاتھ رکھ کر اعلان کر دیا کہ سب لوگ وضو کریں، اس وقت آپ کے دست اقدس کی انگلیوں سے پانی کے فوارے جاری تھے اور سب لوگوں نے اس پانی سے وضو کر کے نماز ادا کی۔ ایسا معجزہ ایک بار نہیں بلکہ کئی بار رونما ہوا۔

3565 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا

متنِ حدیث: قَالَتْ اَوَّلُ مَا ابْتُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النُّبُوَّةِ حِيْنَ اَرَادَ اللّٰهُ كَرَامَتَهٗ وَرَحْمَةَ الْعِبَادِ بِهٖ اَنْ لَّا يَرٰى شَيْئًا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ فَمَكَثَ عَلٰى ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّمْكُثَ وَحُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلْوَةُ فَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّخْلُوَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبوت کے آغاز میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کی کرامت' اور اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے اظہار' کا ارادہ کیا' تو نبی اکرم ﷺ جو بھی چیز (خواب میں) دیکھتے تھے وہ روزِ روشن کی طرح پوری ہو جاتی تھی۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا ایسا ہی رہا پھر آپ کو خلوت نشینی پسند آ گئی اس وقت آپ ﷺ کے نزدیک خلوت سے زیادہ پسندیدہ چیز کوئی نہیں تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

۹- خوابوں سے علاماتِ نبوت کا ظاہر ہونا:

بلاشبہ نزولِ وحی اور قرآن کریم رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے، خوابوں سے اس کا آغاز بھی معجزہ سے کم نہیں ہے، کیونکہ اچھے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیے گئے ہیں۔ چونکہ خواب عالمِ مثال اور عالمِ شہادت کے درمیان مضبوط رابطہ کا کام دیتے ہیں، اس لیے نزولِ وحی سے قبل انبیاء علیہم السلام کو اچھے خواب آتے ہیں اور دن کے وقت اس کا نتیجہ صبح صادق کی طرح دیکھتے ہیں۔

3565- اخرجه البخاري (۵۹۴/۸): كتاب التفسير: باب: قوله (خلق الانسان من علق) (العلق: ۲)، حديث (۴۹۵۵)، باب: قوله: (اقرا و ربك الاكرم) (العلق: ۳)، حديث (۴۹۵۶)، و (۳۶۸/۱۲): كتاب التعبير: باب: اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة، حديث (۶۹۸۲)، و اخرجه مسلم (ابي) (۴۵۵/۱، ۴۵۶، ۴۵۹، ۴۸۹): كتاب الايمان: باب: بدء الوحي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث (۱۶۰/۲۵۲، ۱۶۰/۲۵۳، ۱۶۰/۲۵۴)، و احمد (۱۵۳/۶، ۲۲۳، ۲۳۲).

نزول وحی سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل خواب ملاحظہ کرتے رہے، جو بیداری میں حقیقت بن کر سامنے آتے رہے، اس زمانہ میں آپ طبعی طور پر علیحدگی پسند ہو گئے، گھر میں رہنے کی بجائے غار حراء میں قیام کرنے کو ترجیح دیتے، اس غار میں کئی کئی راتوں تک عبادت خداوندی میں مصروف رہتے، کھانا وغیرہ ختم ہونے پر گھر تشریف لاتے اور اشیاء ضرورت لے کر پھر وہاں پہنچ جاتے، یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا حتیٰ کہ اسی غار میں نزول وحی کا آغاز ہوا۔ آپ پر سب سے پہلی وحی یہ نازل ہوئی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ (العلق:۱)

''آپ اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ پڑھیے، جس نے پیدا کیا۔''

قرآن کریم کی ہر ایک آیت بلکہ ہر حرف مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے، کیونکہ اس کو دیکھنا، اس کی تلاوت کرنا، اسے سمجھنا، اس پر عمل کرنا اور اس کی تدریس و تبلیغ کرنا عبادت ہے۔ نیز پہلی تمام کتب سماویہ تحریف کا شکار ہو گئیں لیکن قرآن کریم اصل حالت میں موجود ہے اور تا قیامت محفوظ رہے گا، کیونکہ اس کی حفاظت رب کائنات نے اپنے ذمۂ کرم میں لی ہے۔

3566 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِیُّ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّكُمْ تَعُدُّوْنَ الْاٰيَاتِ عَذَابًا وَّاِنَّا كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةً لَقَدْ كُنَّا نَاْكُلُ الطَّعَامَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ قَالَ وَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ فَوَضَعَ يَدَهُ فِيْهِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَّ عَلَى الْوَضُوْءِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ السَّمَاءِ حَتّٰى تَوَضَّاْنَا كُلُّنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تم لوگ ظاہر ہونے والے نشانیوں کو عذاب (کی علامت) سمجھتے ہو جبکہ ہم نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں اسے برکت سمجھا کرتے تھے۔ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے تو ہم کھانے کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک برتن لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا تو آپ کی انگلیوں میں سے پانی پھوٹنے لگا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: برکت والے پانی سے وضو کی طرف

3566- اخرجه البخاري (۶۷۹/۲): كتاب المناقب: باب: علامات النبوة في الاسلام، حديث (۳۵۷۹)، و النسائي (۶۰/۱): كتاب الطهارة: باب: الوضوء من الاناء حديث (۷۷)، و اخرجه الدارمي (۱۵/۱): باب: ما اكرم الله النبي من تفجير الماء من بين اصابعه. و ابن خزيمة (۱۰۲/۱) في جماع ابواب المسح على الخفين، باب: الرخصة في وضوء الجماعة من الاناء الواحد حديث (۲۰۴)، و اخرجه احمد [۳۹۶/۱ (۳۷۶۲)، ۴۰۱/۱ (۳۸۰۷)، ۴۶۰/۱ (۴۳۹۳)] عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود

آؤ! جو آسمان کی طرف سے ہے۔ (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں: یہاں تک کہ ہم سب لوگوں نے وضو کر لیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

۱۰- صحابہ کرام کا کھانے کی تسبیح سماعت کرنا:

بلاشبہ معجزہ اثبات نبوت کی دلیل ہوتا ہے، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے زیادہ معجزات سے سرفراز کیا گیا۔ حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزات بیان ہوئے ہیں:

۱- کھانے کا تسبیح بیان کرنا: آج کا افسر اپنے ملازم کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانے سے احتراز کرتا ہے، امیر کسی غریب کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے سے پرہیز کرتا ہے مگر درویش آدمی، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تصور کرتے ہوئے کھانا کھانے میں کئی غریبوں کو شامل کر لیتا ہے۔ حضرت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے وقت اپنے صحابہ کرام کو ساتھ بٹھاتے تھے، ان سے شفقت و محبت کرتے ہوئے گفتگو فرماتے تھے۔ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی معیت میں کھانا تناول کر رہے تھے، اسی دوران انہوں نے کھانے سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنے کی آواز سنی اور یہ معجزہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۲- آپ کی انگلیوں سے پانی برآمد ہونا: اس روایت میں دوسرا معجزہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کو وضو کرنے کے لیے پانی دستیاب نہیں ہو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں اپنا دست اقدس رکھا اور آپ کی انگلیوں سے پانی کے فوارے جاری ہو گئے۔

سوال: برتن میں موجود پانی میں برکت ہوئی تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کی انگلیوں سے بکثرت پانی برآمد ہوا تھا؟

جواب: (۱) برتن میں دست اقدس رکھنے سے قلیل پانی برکت سے کثیر پانی بن گیا تھا۔

(۲) برتن میں کثیر پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے برآمد ہوا تھا۔

سوال: آسمان سے نازل ہونے والا یا زمین سے برآمد ہونے والا پانی، ان میں سے افضل کون سا ہے؟

جواب: نہ آسمان سے نازل ہونے والا اور نہ زمین سے برآمد ہونے والا بلکہ افضل پانی وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کی انگلیوں سے بطور معجزہ برآمد ہوا تھا۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: (۱) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایک ہزار (۱۰۰۰) ہیں، علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق معجزات کی تعداد ایک ہزار دو سو (۱۲۰۰) ہے اور بعض علماء کے مطابق معجزات کی تعداد تین ہزار (۳۰۰۰) ہے۔

(۲) علماء کرام نے یہ مشہور معجزات کی تعداد بیان کی ہے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ كَانَ يَنْزِلُ الْوَحْيُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 6: نبی اکرم ﷺ پر وحی کیسے نازل ہوتی تھی؟

3567 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِيْ فِيْ مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ ذِي الْبَرْدِ الشَّدِيْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت حارث بن ہشام نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بعض اوقات وہ فرشتہ میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح وحی لے کر آتا ہے اور یہ میرے لیے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ بعض اوقات وہ میرے سامنے انسانی شکل میں آجاتا ہے اور میرے ساتھ بات چیت کرتا ہے اور وہ جو کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ شدید سردی کا دن تھا۔ آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی کئی صورتیں تھیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

3567۔ اخرجه به (الموطا) الامام مالك (۱/۲۰۲، ۲۰۳): كتاب القرآن: باب: ما جاء في القرآن: حديث (۷). و اخرجه البخاري (۱/۲۵، ۲۶): كتاب بدء الوحي: باب: حدثنا عبد الله بن يوسف، و اخرجه مسلم (۴/۱۸۱۶، ۱۸۱۷): كتاب الفضائل: باب: عرق النبي صلى الله عليه وسلم في البرد، و حين ياتيه الوحي. حديث (۸۷/۲۳۳۳) و النسائي (۲/۱۴۶ - ۱۵۰) كتاب الافتتاح: باب: جامع ما جاء في القرآن، حديث (۹۳۳). و الحميدي في مسنده (۱/۱۲۴، ۱۲۵) في احاديث ام المومنين عائشة رضي الله عنها، و عبد بن حميد ص (۴۳۳)، حديث (۱۴۹۰)، و احمد (۶/۵۸، ۲۰۲، ۱۵۸، ۱۶۳، ۲۵۶، ۲۵۷).

۱-فرشتہ اصل صورت میں: حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں وحی لے کر حاضر خدمت ہوتے، اس موقع پر بطور علامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھنٹی کی آواز سماعت فرماتے، یہ صورت آپ پر شاق گزرتی تھی، کیونکہ فرشتے کا نزول براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر ہوتا تھا، اس کیفیت میں حاضر ہونے پر فرشتہ صرف آپ کو نظر آتا تھا لیکن صحابہ اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

۲-فرشتہ انسانی صورت میں: بعض اوقات حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں وحی لے کر حاضر ہوتے، عموماً مشہور صحابی رسول حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں حاضر ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابہ بھی انہیں دیکھتے تھے لیکن ان کی گفتگو صرف آپ سے ہوتی تھی۔

۳-خواب کی صورت میں: وحی کی ایک صورت یہ ہے کہ بعض اوقات حالت خواب میں نبی پر وحی کا نزول ہوتا ہے، اس لیے کہ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور بیدار ہونے کے بعد اس کا تذکرہ اپنے صحابہ سے بیان کرتا ہے۔

۴-براہِ راست گفتگو: نزول وحی کی ایک صورت یہ ہے کہ نبی بعض اوقات براہ راست ذات باری تعالیٰ سے گفتگو کرتا ہے، درمیان سے فرشتے کا واسطہ ختم ہو جاتا ہے، جس طرح شب معراج میں مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لامکان پر اللہ تعالیٰ سے گفتگو کی، وحی کی اس قسم کے اشارات قرآن وسنت میں موجود ہیں۔

سوال: نزول وحی کی ایک قسم کو صلصلۃ الجرس (گھنٹی کی آواز) کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: اس بارے میں متعدد اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-نزول وحی سے قبل متوجہ کرنے کے لیے یہ آواز تھی۔

۲-سرعت کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے سے پیدا ہونے والی آواز تھی۔

۳-حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ مزید آنے والے فرشتوں کے پروں کی آواز تھی۔

۴-یہ فرشتے کے آنے کی اصل آواز تھی۔

سوال: نزول وحی کی مزید صورتیں ہیں مثلاً قرآن کہتا ہے: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ یعنی یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے گفتگو کرے، اسے کیوں نہیں بیان کیا گیا؟

جواب: یہاں نزول وحی کی تمام صورتیں بیان نہیں کی گئیں بلکہ بعض بیان ہوئی ہیں۔

سوال: حدیث باب میں صلصلۃ الجرس کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے اور دوسری روایت میں دوی نحل (شہد کی مکھیوں کی آواز) سے تشبیہ ہے جبکہ تیسری روایت میں سلسلۃ علی صفوان (پتھر پر کھینچی جانے والی زنجیر کی آواز) بیان ہوا ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: تینوں روایات کے الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے نزول وحی کے وقت آپ کو جو آواز سنائی دیتی تھی وہ صلصلۃ الجرس سے ملتی جلتی تھی، پاس بیٹھنے والے صحابہ کو دوی نحل محسوس ہوتی تھی اور ملائکہ اسے سلسلۃ علی صفوان تصور

کرتے تھے۔ الغرض الگ الگ لوگوں کو الگ آواز محسوس ہوتی تھی۔

سوال: حدیث باب میں نزول وحی کی دوصورتوں پر اکتفاء کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: ان کے مشہور اور کثرت کی بناپر دو پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

سوال: حدیث کے الفاظ: كَيْفَ يَـأْتِيكَ الْوَحْيُ؟ سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی کو نزول وحی کے بارے میں شک تھا، جوان کی شایانِ شان نہیں تھا؟

جواب: راوی کو نزول وحی کے بارے میں کوئی شک نہیں تھا بلکہ وہ نزول وحی کی کیفیت کی تفصیل معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اس کی نظیر قرآن کریم میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں سوال کیا تھا حالانکہ آپ کو اس بات کا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کرسکتا ہے مگر آپ سوال کر کے زندہ کرنے کی کیفیت معلوم کرنا چاہتے تھے۔

سوال: حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید پسینہ آتا تھا لیکن دوسری روایت میں ہے کہ آپ فرماتے تھے: زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ، ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ سردی محسوس کرتے تھے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) نزول وحی کے وقت آپ کے مسام مبارک کھل جانے سے شدید پسینہ آتا تھا لیکن وحی ختم ہونے پر مسام مبارک اپنی حالت پر آجاتے تھے تو آپ سردی محسوس کرتے تھے۔

(۲) نزول وحی کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم سردی محسوس کرتے تھے اور گرمی بھی، لہٰذا دونوں اوصاف کو بیان کیا گیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب 7: نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک

3568 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ

متن حدیث: قَالَ مَا رَاَيْتُ مِنْ ذِیْ لِمَّةٍ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ

3568۔ اخرجه البخاری (٦/٦٥٢): كتاب المناقب: باب: صفة النبی صلی الله علیه وسلم، حدیث (٣٥٥١)، (١٠/٣١٨): كتاب اللباس: باب: الثوب الاحمر، حدیث (٥٨٤٨)، (١٠/٣٦٨): كتاب اللباس: باب: الجعد، حدیث (٥٩٠١)، و اخرجه مسلم (٤/١٨١٨، ١٨١٩): كتاب الفضائل: باب: فی صفة النبی صلی الله علیه وسلم، و انه كان احسن الناس وجها، حدیث (٩١/٢٣٣٧، ٩٢/٢٣٣٧، ٩٣/٢٣٣٧)، و اخرجه ابوداؤد (٢/٤٥١): كتاب اللباس: باب: فی الرخصة فی ذلك، حدیث (٤٠٧٢)، و (٢/٤٨٠): كتاب الترجل: باب: ما جاء فی الشعر، حدیث (٤١٨٤)، (٤١٨٣)، و النسائی (٨/١٨٣): كتاب الزينة: باب: اتخاذ الجمة، حدیث (٥٢٣٢، ٥٢٣٣)، (٨/١٣٣): كتاب الزينة: باب: اتخاذ الشعر، حدیث (٥٠٦٠)، (٨/٢٠٣): كتاب الزينة: باب: لبس الحلل، حدیث (٥٣١٤)، واخرجه ابن ماجه (٢/١١٩٠): كتاب اللباس: باب: لبس الاحمر للرجال، حدیث (٣٥٩٩)، و احمد (٤/٢٨١، ٤/٢٩٠، ٣٠٠، ٢٩٥، ٣٠٣).

شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالطَّوِيلِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے سرخ حلے میں لمبے بالوں والا کوئی شخص نبی اکرم ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کے بال کندھوں تک آتے تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا (یعنی سینہ کشادہ تھا) آپ ﷺ بالکل چھوٹے بھی نہیں تھے بالکل لمبے بھی نہیں تھے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کا کندھوں تک دراز ہونا:

اللغات: اَللِّمَّةُ: سر کے وہ بال ہیں جو دراز ہو کر کان کی لو سے متجاوز کر جائیں۔ اَلْوَفْرَةُ: سر کے وہ بال ہیں جو دراز ہو کر کان کی لو تک پہنچ جائیں۔ اَلْجُمَّةُ: سر کے وہ بال ہیں جو دراز ہو کر کندھوں تک پہنچ جائیں۔ حلة: لباس۔ من ذی لمة فی حلة حمراء: رأیت کا مفعول اول اور احسن مفعول ثانی ہے۔ ضرب: یہ لفظ بیس (۲۰) سے زائد معانی میں استعمال ہوتا ہے جبکہ طلباء اسے ایک معنی ''مارنا'' تک محدود رکھتے ہیں، جو درست نہیں ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے مثل بنایا، حسن یوسف آپ کے حسن کی زکوٰۃ تھا، امام الانبیاء کا منصب آپ کو عطا ہوا، از اول تا ہنوز بلکہ تا قیامت آپ جیسا حسین کوئی نہ پیدا ہوا اور نہ پیدا ہوگا۔ راوی اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی شخص نہیں دیکھا۔ خوبصورت کپڑے اور زلفیں حسن کے اضافہ کا باعث بنتی ہیں لیکن آپ کا حسن ان امور کا محتاج نہیں تھا، کیونکہ آپ محبوب خداوندی کے منصب پر فائز تھے۔

اسی مضمون کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ ۔۔۔ وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِي

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ ۔۔۔ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

۱- یارسول اللہ! آپ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت عورتوں نے پیدا نہیں کیا۔

۲- آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں، گویا جیسا آپ نے چاہا ویسے پیدا کیے گئے۔

کشادہ سینہ ہونا، حسن و جمال میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے اور شجاع و بہادر ہونے کی علامت ہوتا ہے۔ آپ حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ شجاع و بہادر بھی تھے۔ بت پرستوں، شراب خوروں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکروں میں کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید باری تعالیٰ اور اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ نیز اپنے چچا ابوطالب کو ان کے وصال کے موقع پر ابوجہل وغیرہ

دشمنوں کی موجودگی میں کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہونے کی دعوت دی۔

راوی آپ کا حسن و جمال اور حلیہ بیان کرتے ہوئے لباس، زلفوں اور سینہ اقدس کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہیں کہ ان امور کی موزونیت بھی قابل صد ستائش تھی۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کی کیفیت کے ضمن میں لُمَّۃ، وفرۃ اور جُمَّۃ سے تعارض معلوم ہوتا ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں کی ایک حالت نہیں ہوتی تھی، جب کانوں کی لوتک کٹواتے تو وہ وفرہ ہوتے، جب وہ دراز ہو کر نصف گردن تک پہنچ جاتے تو لمہ بن جاتے اور مزید دراز ہو کر کندھوں تک پہنچ جاتے تو جمہ کہلاتے تھے۔

3569 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ

متنِ حدیث: قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ أَكَانَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ قَالَ لَا مِثْلَ الْقَمَرِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ ابواسحاق بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی مانند تھا۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ چاند کی مانند تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند سا روشن چہرہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار کمالات سے نوازا، ان میں سے ایک آپ کے چہرہ انور کو چاند سے بھی زیادہ حسین بنانا ہے۔ آپ کا حسن نرالا اور بے مثل تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو حسین نہیں دیکھا تھا اور آپ کے چہرہ انور کو دیکھتے ہی معلوم ہوتا تھا:

كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ (حجۃ اللہ علی العٰلمین فی معجزات سید المرسلین للنبہانی، ص: ۶۷۹)

''گویا آفتاب آپ کے چہرہ انور پر چل رہا ہے۔'' بقول شاعر:

چودھویں کا چاند ہے روئے حبیب
اور ہلال عید ابروئے حبیب

حضرت ہمدان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں نے مجھے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دو؟ میں نے ان کے جواب میں کہا:

3569۔ اخرجه البخاری (٦/٦٥٣): كتاب المناقب: باب: صفة النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (٣٥٥٢)، والدارمي (٣٢/١): باب: في حسن النبي صلى الله عليه وسلم، و احمد (٢٨١/٤)۔

کَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ (حجۃ اللہ علی العالمین للنبہانی ص: ۶۷۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند سا تھا، میں نے آپ جیسا نہ پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چودھویں رات کا چاند خوب چمک رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا دھاری دار جبہ زیب تن کیا ہوا تھا، میں نے آسمانی چاند اور مدنی چاند کے درمیان موازنہ کرنے کی کوشش کی تو مجھے یوں کہنا پڑا:

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ .

"مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ مدنی چاند آسمانی چاند سے زیادہ حسین ہے۔"

رخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں شب زلف یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اعضاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے عاجز آجاتے تو آپ کو کسی چیز سے ہرگز تشبیہ نہ دیتے تھے، اس لیے کہ

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے اس کے منہ پر چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے

آپ حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یوں کہا کرتے تھے:

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

میں نے آپ جیسا نہ پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔ کیونکہ:

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب [illegible] آپ ہوا اپنا جواب

سوال: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حسن و جمال کے اعتبار سے بے مثل ہیں، پھر حدیث باب میں آپ کو چاند کے ساتھ تشبیہ کیوں دی گئی؟

جواب: چاند کو حسن و جمال کا پیکر قرار دیا جاتا ہے، اس لیے اس سے تشبیہ دی گئی ہے یا تفہیم کلام کی بنیاد پر تشبیہ دی گئی ہے۔

3570 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ حَدَّثَنَا الْمَسْعُوْدِیُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ عَنْ عَلِیٍّ

متنِ حدیث: قَالَ لَمْ یَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ شَثْنَ الْكَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ ضَخْمَ الرَّاْسِ ضَخْمَ الْكَرَادِیْسِ طَوِیْلَ الْمَسْرُبَةِ اِذَا مَشٰی تَكَفَّاً تَكَفُّؤًا كَاَنَّمَا انْحَطَّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

3570۔ اخرجه احمد (۹٦/۱) (۷٤٤)، ۹٦/۱ (۷٤٦)، [illegible] (۹٤٤)، (۹٤٦)، ۱۳۳/۱ (۱۱۲۲) عن نافع بن جبیر ابن مطعم عن علی فذکرہ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْمَسْعُودِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

◆◆ نافع بن جبیر' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ انتہائی طویل نہیں تھے' اور بالکل چھوٹے بھی نہیں تھے۔ آپ کی دونوں ہتھیلیوں اور پاؤں پُر گوشت تھے۔ آپ کا سر بڑا تھا۔ آپ کے جوڑ بڑے تھے۔ آپ کے سینہ مبارک سے ناف تک باریک بال تھے' جب آپ چلتے تھے' تو جھک کر چلتے تھے۔ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد' کوئی آپ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

سفیان بن وکیع نے اس حدیث کو اپنے والد کے حوالے سے مسعودی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

پہلوں اور بعد والوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ حسین ہونا:

حسب سابق اس روایت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد خوبیاں بیان کر کے آپ کے حسن و جمال کو نمایاں کیا گیا ہے:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ طویل قد تھے نہ پست قد بلکہ قد مبارک میانہ تھا، کیونکہ طویل قد یا پست قد ہونا عیب ہے' جبکہ آپ ہر عیب سے پاک ہیں۔

۲- آپ کی ہتھیلیاں اور قدمین شریفین پُر گوشت تھے، ایسے اعضاء اہل عرب کے ہاں قابل وصف ہوتے ہیں۔ ہاتھوں کے پُر گوشت ہونے کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ آپ شجاعت وسخاوت کی صفات کے جامع تھے۔

۳- آپ کا سر مبارک فربہ ہونے کا مطلب ہے کہ آپ ذہانت وفطانت اور علم وحکمت کے اعتبار سے لاثانی تھے۔ گویا ہر لحاظ سے آپ بے مثل تھے۔

۴- آپ کے سینہ بے کینہ پر بال نہیں تھے لیکن گردن مبارک سے لے کر ناف تک بالوں کی باریک سی دھاری تھی، جو دیکھنے سے ایک خوبصورت شاخ معلوم ہوتی تھی اور یہ خوبصورتی کی علامت تھی۔

۵- آپ کی چال میں تین صفات نمایاں تھیں:

(۱) قدرے تیز رفتاری سے چلنا

(۲) عجز وانکسار کی وجہ سے آگے کو جھک کر چلنا

(۳) قدموں کو اٹھا کر چلنا۔ ان صفات کی وجہ سے آپ کی چال میں بھی خوبصورتی تھی۔

۶- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنا قریب سے دیکھا، کسی دوسرے نے نہیں دیکھا، کیونکہ آپ کی عمر ہی دار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور آپ کی زیر شفقت گزری تھی، زندگی میں حسین ترین لوگوں کو دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا تھا لیکن

فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں: میں نے آپ جیسا حسین نہ پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد میں۔

3571 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ اَبِیْ حَلِيمَةَ مِنْ قَصْرِ الْاَحْنَفِ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ الْمَعْنٰی وَاحِدٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلٰى غُفْرَةَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَّلَدِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا وَصَفَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَّلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ فِی الْوَجْهِ تَدْوِيْرٌ اَبْيَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِيْلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ اَجْرَدُ ذُوْ مَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ كَاَنَّمَا يَمْشِیْ فِیْ صَبَبٍ وَّاِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ كَفًّا وَّاَشْرَحُهُمْ صَدْرًا وَّاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَّاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَّاَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً مَّنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ سَمِعْتُ الْاَصْمَعِیَّ يَقُوْلُ فِیْ تَفْسِيْرِهٖ صِفَةَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُمَّغِطُ الذَّاهِبُ طُوْلًا وَّسَمِعْتُ اَعْرَابِيًّا يَقُوْلُ تَمَغَّطَ فِیْ نُشَّابَةٍ اَیْ مَدَّهَا مَدًّا شَدِيْدًا وَّاَمَّا الْمُتَرَدِّدُ فَالدَّاخِلُ بَعْضُهٗ فِیْ بَعْضٍ قِصَرًا وَّاَمَّا الْقَطَطُ فَالشَّدِيْدُ الْجُعُوْدَةِ وَالرَّجِلُ الَّذِیْ فِیْ شَعْرِهٖ حُجُوْنَةٌ اَیْ يَنْحَنِیْ قَلِيْلًا وَّاَمَّا الْمُطَهَّمُ فَالْبَادِنُ الْكَثِيْرُ اللَّحْمِ وَاَمَّا الْمُكَلْثَمُ فَالْمُدَوَّرُ الْوَجْهِ وَاَمَّا الْمُشْرَبُ فَهُوَ الَّذِیْ فِیْ نَاصِيَتِهٖ حُمْرَةٌ وَّالْاَدْعَجُ الشَّدِيْدُ سَوَادِ الْعَيْنِ وَالْاَهْدَبُ الطَّوِيْلُ الْاَشْفَارِ وَالْكَتَدُ مُجْتَمَعُ الْكَتِفَيْنِ وَهُوَ الْكَاهِلُ وَالْمَسْرُبَةُ هُوَ الشَّعْرُ الدَّقِيْقُ الَّذِیْ هُوَ كَاَنَّهٗ قَضِيْبٌ مِّنَ الصَّدْرِ اِلَى السُّرَّةِ وَالشَّثْنُ الْغَلِيْظُ الْاَصَابِعِ مِنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ وَالتَّقَلُّعُ اَنْ يَّمْشِیَ بِقُوَّةٍ وَّالصَّبَبُ الْحُدُوْرُ يَقُوْلُ انْحَدَرْنَا فِیْ صَبُوْبٍ وَّصَبَبٍ وَّقَوْلُهٗ جَلِيْلُ الْمُشَاشِ يُرِيْدُ رُؤُوْسَ الْمَنَاكِبِ وَالْعِشْرَةُ الصُّحْبَةُ وَالْعَشِيْرُ الصَّاحِبُ وَالْبَدِيْهَةُ الْمُفَاجَاَةُ يُقَالُ بَدَهْتُهٗ بِاَمْرٍ اَیْ فَجَاْتُهٗ

◄► ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں بیان کرتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا حلیہ بیان کرتے تھے تو یہ بھی بیان کرتے تھے کہ آپ ﷺ انتہائی طویل بھی نہیں تھے۔ بالکل چھوٹے بھی نہیں تھے۔ آپ درمیانے قد کے مالک تھے۔ آپ ﷺ کے بال بالکل گھنگھریالے بھی نہیں تھے اور بالکل سیدھے بھی نہیں تھے، بلکہ ہلکے گھنگھریالے اور ہلکے سے سیدھے تھے۔ آپ انتہائی موٹے بھی نہیں تھے اور آپ کا چہرہ بالکل گول بھی نہیں تھا تاہم آپ کے

3571- اخرجه الترمذی لفظ ينظر التحفة (۳۴۷/۷)، حديث (۱۰۰۲۴)، و اخرجه الترمذی فی الشمائل ص (۳۲)، حديث (۷)، (۱۹ - ۱۲۴)، و اخرجه البيهقی فی دلائل النبوة (۲۶۹/۱).

چہرے پر گولائی کا عنصر پایا جاتا ہے۔ آپ سرخ وسفید رنگت کے مالک تھے۔ آپ کی آنکھیں انتہائی سیاہ تھیں۔ پلکیں لمبی تھیں جوڑ جڑے تھے۔ شانہ چوڑا تھا اور دونوں شانوں کے درمیان گوشت موجود تھا۔ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر بال نہیں تھے۔ صرف سینہ پر ناف تک بال تھے۔ آپ کی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں بھرے ہوئے تھے۔ جب آپ چلتے تھے' تو زمین پر قدم جما کر چلتے تھے' یوں جیسے بلندی سے نیچے کی طرف جا رہے ہوں' جب آپ ﷺ کسی کی طرف متوجہ ہوتے' تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔ عطا کرنے کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ سخی تھے۔ گفتگو کے اعتبار سے سب سے سچے تھے۔ لہجے کے اعتبار سے سب سے زیادہ نرم تھے' اور سب سے بہترین سلوک کرتے تھے' جو شخص اچانک آپ ﷺ کو دیکھتا تھا' تو مرعوب ہو جاتا جو شخص جاننے کے بعد گھل مل جاتا تھا وہ آپ کو پسند کرنا شروع کر دیتا تھا۔ آپ ﷺ کی تعریف کرنے والا شخص کہہ سکتا ہے: میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ ﷺ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔

امام ابوجعفر فرماتے ہیں: میں نے اصمعی کو اس حدیث کی درج ذیل توضیح کرتے ہوئے سنا ہے' وہ فرماتے ہیں۔

لفظ ''ممغط'' لمبے قد والا میں نے ایک دیہاتی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اس نے اپنے الفاظ میں لفظ استعمال کیے ''تمغط فی نشابته'' یعنی اس نے اپنے تیر کو بہت زیادہ کھینچ لیا۔

لفظ ''متردد'' کا مطلب یہ ہے: جس کا کچھ حصہ دوسرے حصے میں داخل ہو' یعنی جو چھوٹے قد کا مالک ہو۔

لفظ ''قطط'' کا مطلب ہے بہت گھنگھریالے ہونا ہے۔

لفظ ''رجل'' کا مطلب یہ ہے: اس کے بالوں میں کچھ گھنگھریالہ پن پایا جاتا ہو۔

''مطهم'' کا مطلب ہے بہت زیادہ گوشت والا بھاری بھرکم آدمی۔

''مکلثم'' کا مطلب یہ ہے' جس کی سفیدی میں سرخی ملی ہو۔

لفظ ''ادعج'' کا مطلب یہ ہے' جس کی آنکھیں انتہائی سیاہ ہوں۔

لفظ ''اهدب'' کا مطلب ہے' جس کی پلکیں سب سے زیادہ لمبی ہوں۔

لفظ ''کتد'' کا مطلب ہے دونوں شانوں کے ملنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور اسے کاہل بھی کہا جاتا ہے۔

لفظ ''مسربة'' سے مراد وہ باریک بال ہیں' جو ایک لکیر کی طرح سینے سے لے کر ناف تک آتے ہیں۔

لفظ ''الششن'' کا مطلب ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کا بھاری ہونا ہے۔

لفظ ''تقلع'' کا مطلب پاؤں جما کر چلنا ہے۔

لفظ ''الصبب'' بلندی سے اترنے کو کہتے ہیں اگر تم یہ کہو گے:

انحدرنا فی صبوب وصبب ''ہم بلندی سے نیچے کی طرف آئے)

لفظ''جلیل المشاش'' کا مطلب یہ ہے: کندھوں کے جوڑ بڑے تھے۔

لفظ''عشرۃ'' کا مطلب تعلق اور ساتھ ہے۔

لفظ''عشیر'' کا مطلب ساتھی ہے۔

لفظ''بدیھہ'' کا مطلب''اچانک'' ہے' جیسے یہ کہا جاتا ہے یعنی میں فوراً اس کے پاس آگیا۔

شرح

اوصاف ومحاسن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا گلدستہ:

باب العلم، خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے والد گرامی، مسلمانوں کے خلیفہ چہارم، تربیت یافتہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم داماد نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یکے از عشرہ مبشرہ، فاتح خیبر، مسلمانوں کے عظیم پیشوا، نائب رسول، سرچشمۂ ولایت، مبداء خانوادہ نبوت، حضرت علی رضی اللہ عنہ محاسن و اوصاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان کیا کرتے ہیں:

۱- آپ زیادہ طویل نہیں تھے، کیونکہ زیادہ طویل ہونا حسن کے منافی ہے۔

۲- زیادہ پست قد نہیں تھے، کیونکہ زیادہ پست قد ہونا بھی حسن کے خلاف ہے۔

۳- آپ کے بال مبارک زیادہ گھنگھریالے نہیں تھے بلکہ کم درجہ کے گھنگھریالے تھے، جو حسن کا مظہر ہوتے ہیں۔ بالکل سیدھے بھی نہیں تھے، کیونکہ ایسا ہونا بھی حسن کے منافی ہے۔

۴- آپ کا جسم مبارک نہ کمزور تھا اور نہ فربہ تھا، کیونکہ دونوں صورتیں حسن کے منافی ہیں بلکہ میانہ تھا جو حسن و جمال کا مظہر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جسم مبارک نہ کمزور تھا اور نہ موٹا بلکہ ان کی درمیانی حالت کا تھا۔

۵- آپ کا چہرہ انور قدرے گولائی میں تھا یعنی چہرہ انور نہ بالکل گول تھا اور نہ طویل تھا بلکہ دونوں حالتوں کے درمیان میں تھا۔

۶- آپ کا رنگ مبارک نہ بالکل سرخ اور نہ بالکل چونے کی طرح سفید تھا بلکہ سفیدی مائل سرخ تھا۔

۷- آپ کی آنکھیں سیاہ تھیں اور سیاہی کا عنصر غالب تھا جو حسن کا مظہر ہوتا ہے۔

۸- آپ کی پلکیں مبارک طویل، ان کے بال زیادہ، قدرے لمبے اور باریک تھے۔

۹- جسم مبارک کے جوڑوں کی ہڈیاں اور کندھے مبارک بڑے اور مضبوط تھے، جو شجاع و بہادر ہونے کی علامت ہیں۔

۱۰- آپ کے قدمین شریفین قدرے موٹے اور پُر گوشت تھے، جو حسن کا مظہر ہوتے ہیں۔

۱۱- کسی سے بات کرتے وقت آپ اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتے تھے، کیونکہ بے رخی متکبرین کا طریقہ ہے جو آپ

کی شایانِ شان نہیں تھا۔

۱۲- آپ کے کندھوں کے درمیان قدرتی و پیدائش طور پر مہر نبوت موجود تھی۔ مہر نبوت کے اثبات کے حوالے سے معنوی حد تک روایات تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بقول شاعر:

میان پر دوشانہ پشت پر مہر نبوت تھی ۔۔۔ کبوتر کے جوانڈے کی طرح سرخ رنگت تھی

۱۳- آپ سب لوگوں سے زیادہ فیاض و جواد تھے، فیاضی میں اپنی مثل آپ تھے۔

۱۴- آپ بطور مزاح بھی گفتگو فرماتے تو حقیقت پر مبنی ہوتی تھی اور آپ مذاق کا لہجہ کبھی اختیار نہ فرماتے تھے۔

۱۵- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت درجہ کے نرم مزاج تھے۔ نیز تحمل و بردباری آپ کے امتیازی اوصاف تھے۔

۱۶- آپ صلی اللہ علیہ وسلم میل جول کے اعتبار سے لوگوں میں باعزت اور نہایت درجہ کے بزرگ تھے۔

۱۷- جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک دیکھ لیتا تو وہ مرعوب ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔

بَابُ فِيْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 8: نبی اکرم ﷺ کا کلام (کرنے کا طریقہ)

3572 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيْنَهُ فَصْلٌ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ وَقَدْ رَوَاهُ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ

◆◆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ تم لوگوں کی طرح تیزی کے ساتھ گفتگو نہیں کرتے تھے، بلکہ آپ اس طرح گفتگو کرتے تھے کہ آپ وقفے کے ذریعے اس بات کو واضح کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا شخص اس بات کو یاد رکھ سکتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف زہری کے حوالے سے جانتے ہیں اور اس کو یونس بن یزید نے زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

3572۔ اخرجه البخاری (٦/٦٥٥): كتاب المناقب: باب: صفة النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (٣٥٦٧)، (٣٥٦٨)، و اخرجه مسلم (٤/١٩٤٠): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضائل ابي هريرة الدوسي رضي الله عنه، حديث (٢٤٩٣/١٦٠)، و اخرجه ابوداؤد (٢/٣٤٤، ٣٤٥): كتاب العلم: باب: في سرد الحديث، حديث (٣٦٥٤، ٣٦٥٥)، (٢/٦٧٦): كتاب الادب باب: الهدى في الكلام، حديث (٤٧٣٩)، و اخرجه الحميدي (١/١٢٠) في احاديث ام المومنين عائشة رضي الله عنها، حديث (٢٤٧)، و احمد (٦/١١٨، ١٣٨، ١٥٧، ٢٥٧).

3573 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِيْدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثًا لِتُعْقَلَ عَنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنّٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ اپنی بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے تاکہ وہ سمجھ میں آجائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف عبداللہ بن مثنیٰ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوبِ گفتگو:

لوگوں کے ذہن تین قسم کے ہوسکتے ہیں:

۱- اعلیٰ ذہن کے مالک کہ ایک بار مسئلہ بیان کرنے سے انہیں ذہن نشین ہوجاتا ہے۔

۲- متوسط ذہن کے مالک کہ انہیں دوبار مسئلہ بیان کیا جائے تو ذہن نشین ہوجاتا ہے۔

۳- غبی ذہن کے مالک کہ انہیں تین بار مسئلہ بیان کیا جائے تو ذہن نشین ہوجاتا ہے۔

احادیث باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوبِ گفتگو بیان کیا گیا ہے کہ آپ کسی اہم بات کا تین بار اعادہ فرماتے تھے تاکہ حاضرین وسامعین کو اصل مسئلہ بآسانی ذہن نشین ہوجائے اور لوگ اس پر عمل پیرا ہوجائیں۔ یہ اسلوب بھی آپ کی طرف سے امت کے ساتھ شفقت کا ایک انداز ہے، جو قابل تقلید وقابل تحسین ہے۔ یاد رہے کہ آپ عام امور کا تین بار اعادہ نہیں فرماتے تھے، کیونکہ اس میں وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سامع آپ کے الفاظ شمار کرسکتا تھا۔

فائدہ نافعہ:

دورانِ تدریس اگر کسی طالب علم کو معلم کی تقریر ضبط نہ ہو یا کوئی وضاحت طلب مقام میں تشنگی رہ گئی ہو تو طالب علم اعادہ تقریر کا مطالبہ کرسکتا ہے اور معلم کا فرض ہے کہ ناراضگی کا اظہار کیے بغیر مزید ایک بار یا دوبار تقریر کا اعادہ کرے تاکہ مکمل طور پر طلباء کو سبق ذہن نشین ہوجائے۔

بَابُ فِي بَشَاشَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 9: نبی اکرم ﷺ کی بشاشت

3574 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ

متنِ حدیث: قَالَ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3575 وَقَدْ رُوِيَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ مِثْلُ هٰذَا حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اِسْحٰقَ السَّيْلَحَانِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ

متنِ حدیث: قَالَ مَا كَانَ ضَحِكُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ یہ روایت یزید بن ابوحبیب کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن حارث کے حوالے سے' منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی ہنسی صرف مسکراہٹ ہوتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ہم اس کو صرف لیث بن سعد کے حوالے سے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم و مسکراہٹ فرمانا:

آدمی ہنستا ہے' تو اس کے سامنے دو مقاصد ہوتے ہیں:

ا- کسی سے مذاق کیا اور مزید اسے پریشان کرنے کے لیے ہنسنا۔

3574- اخرجه احمد (۴/ ۱۹۰، ۱۹۱) عن عبد الله بن المغيرة عن عبد الله بن الحارث بن حزم فذكره.

۲- کوئی خوش کن خبر کو سن کر خوب کھل کھلا کر باآواز ہنسنا۔

یہ دونوں صورتیں خلاف سنت ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضحک (باآواز ہنسنا) نہ فرماتے تھے بلکہ مسکراتے تھے، جس میں آواز نہیں ہوتی تھی۔

احادیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک نہیں فرماتے تھے بلکہ مسکراتے تھے۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ مسکراہٹ یا ضحک کی وجہ سے آپ کی داڑھیں کسی نے نہیں دیکھی تھیں۔ آپ کے اکثر صحابہ، اولیاء اور صالحین نے ان روایات کو معمول بہ بنایا ہوا تھا۔ ایک حدیث میں یہ مضمون بیان ہے کہ آپ نے فرمایا: جو کچھ میں جانتا ہوں اس کا علم تمہیں ہو جائے تو ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔

فائدہ نافعہ:

بات بات پر ہنسنا اور کسی کا مذاق اڑانا، کم عقلی کی علامت ہے۔ صاحب عقل اور اہل علم کبھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ ایسی حرکت نہ صرف قابل مذمت ہے بلکہ بعض اوقات عداوت ودشمنی کا باعث بن سکتی ہے۔

سوال: احادیث باب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ ثابت ہوتی ہے اور دوسری روایت سے آپ کا مسلسل غمگین رہنا معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) آپ لوگوں میں تشریف فرما ہوتے تو ان کی تالیف قلوب کے لیے مسکراتے۔

(۲) آپ کا ضحک کم ہوتا تھا جبکہ مسکراہٹ زیادہ ہوتی تھی، عام لوگوں کا ضحک زیادہ اور مسکراہٹ کم ہوتی تھی۔

بَابُ فِي خَاتَمِ النُّبُوَّةِ

باب 10: مہر نبوت کا بیان

3576 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ

متنِ حدیث: ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ بِرَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ فَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتَمِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَإِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ

قَالَ أَبُو عِيسَى: الزِّرُّ يُقَالُ بَيْضٌ لَهَا

3576۔ اخرجه البخاری (۱/۳۵٤، ۳۵۵): كتاب الوضوء: باب: حدثنا عبد الرحمن بن يونس، حديث (۱۹۰)، (٦/٦٤٨، ٦٤٩): كتاب المناقب: باب: خاتم النبوة، حديث (۳٥٤۱)، و (۱۰/۱۳۲): كتاب المرضى: باب: من ذهب بالصبي المريض ليدعى له، حديث (٥٦٧۰)، (۱۱/۱٥٥): كتاب الدعوات: باب: الدعاء للصبيان بالبركة و مسح رؤوسهم، حديث (٦۳٥۲)، و مسلم (٤/۱۸۲۳): كتاب الفضائل: باب اثبات خاتم النبوة، و صفته، و محله من جسده صلى الله عليه وسلم (۱۱۱/۲۳٤٥)۔

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلْمَانَ وَقُرَّةَ بْنِ إِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَأَبِي رِمْثَةَ وَبُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ وَعَمْرِو بْنِ أَخْطَبَ وَأَبِي سَعِيدٍ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری خالہ مجھے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ میرا یہ بھانجا بیمار ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی پھر آپ ﷺ نے وضو کیا' تو میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا' پھر میں آپ کی پشت کی طرف آ کر کھڑا ہو گیا' تو میں نے آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی۔ جو مسہری کے بٹن کی طرح تھی۔

اس بارے میں حضرت سلمان (فارسی)' حضرت قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ' حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ مذکورہ بالا حدیث ''حسن صحیح'' ہیں۔ اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3577 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيُّ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ خَاتَمُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الَّذِي بَيْنَ كَتِفَيْهِ غُدَّةً حَمْرَاءَ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی وہ مہر جو آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی۔ وہ ایک سرخ غدود تھی' جو کبوتری کے انڈے کی مانند تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا ثبوت:

احادیث باب سے متعدد مسائل ثابت ہوتے ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) مریض کے متاثرہ حصہ پر ہاتھ رکھ کر دم کرنا جائز ہے۔

(ii) کوئی مرض لاحق ہونے کی صورت میں کسی بزرگ (شیخ طریقت یا عالم دین) سے دعا کرانا جائز ہے۔

3577۔ اخرجه مسلم (۱۸۲۳/٤): كتاب الفضائل: باب: اثبات خاتم النبوة و صفته و محله من جسده صلى الله عليه وسلم، حديث (۲۳٤٤/۱۱۰)، و النسائي (۱۵۰/۸): كتاب الزينة: باب: الدهن، حديث (٥١١٤)، و احمد (۱۰٤/٥)، (۹۰/٥، ۹۵، ۱۰۲، ۱۰۷، ۸٦، ۸۸، ۱۰۰) عبد الله بن احمد (۹۸/٥).

(iii) کسی معزز شخصیت کے وضو کا بچا ہوا پانی نوش کرنا باعث برکت وشفا ہے۔
(iv) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت حق ہے، جو پیدائشی طور پر موجود تھی۔
(v) مہر نبوت آپ کے دوشانوں کے درمیان ابھرا ہوا گوشت تھا جو کبوتر کے انڈے کی شکل میں تھی۔
معجزات کی طرح مہر نبوت بھی نبوت کی دلیل ہوتی ہے، مہر نبوت دونوں شانوں کے درمیان انڈے کی طرح ابھرا ہوا گوشت تھا، وصال کے وقت قدرتی طور پر غائب ہوگئی تھی، صحابہ کرام نے اس کی زیارت کی تھی اور اس کی رنگت کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔

سوال: مہر نبوت کی مقدار اور رنگت میں مختلف روایات ہیں، جن میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟
جواب: مہر نبوت کی مقدار اور رنگ میں تبدیلی آتی رہتی تھی، جس حالت میں کسی نے اس کی زیارت کی، اسے آگے بیان کر دیا۔ اس طرح روایات کا مختلف ہونا یقینی تھا۔ لہٰذا تعارض باقی نہ رہا۔
سوال: مہر نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان کیوں تھی، اس جگہ کے تعین کی وجہ کیا ہے؟
جواب: انسانی جسم میں شیطان کے داخل ہونے کا مقام یہی ہے، شیطان پیچھے سے آکر انسان میں وساوس ڈالتا ہے، آپ کے اس مقام پر مہر نبوت رکھ کر شیطان کی مداخلت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔
سوال: کیا مہر نبوت پر کچھ عبارت تحریر تھی یا نہیں؟
جواب: اس بارے میں دو اقوال ہیں: (۱) مہر نبوت پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ عبارت تحریر تھی۔ (۲) مہر نبوت پر کوئی عبارت تحریر نہیں تھی۔

بَابُ فِيْ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 11: نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک

3578 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ اَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ فِي سَاقَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ وَّكَانَ لَا يَضْحَكُ اِلَّا تَبَسُّمًا وَّكُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی پنڈلیوں کا گوشت کم تھا۔ آپ ﷺ ہنستے ہوئے صرف مسکراتے تھے۔ میں جب بھی آپ کی طرف دیکھتا تو سوچتا تھا کہ آپ ﷺ نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا۔

3578- اخرجه احمد (۱۰۵/۵) عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة فذكره

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا سرگین ہونا:

حدیث باب میں چند امور بیان ہوئے ہیں:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں قدرے باریک تھیں، پنڈلیوں کی یہ کیفیت رفتار میں میانہ روی اور خوبصورتی کا سبب تھی۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک فرمانے سے پرہیز کرتے بلکہ تبسم فرماتے تھے، جس وجہ سے آپ کے دانت مبارک عیاں ہوتے تھے لیکن آواز پیدا نہیں ہوتی تھی۔

۳- آپ کی آنکھیں مبارکہ سیاہ اور سرگیں تھیں، جن سے نہایت درجہ کی خوبصورتی نمایاں ہوتی تھی۔ دیکھنے والا محسوس کرتا کہ آپ نے سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ آپ نے سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا بلکہ قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں اور سلامتی کا نزول ہوتا تھا۔ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ بعض اوقات آپ آنکھوں میں سرمہ استعمال کرتے تھے۔

3579 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ قَطَنٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَيْنَيْنِ مَنْهُوشَ الْعَقِبِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کا دہن مبارک کشادہ تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھیں بڑی' بڑی تھیں اور آپ کی پنڈلیوں پر گوشت کم تھا۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3580 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَيْنَيْنِ مَنْهُوشَ الْعَقِبِ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لِسِمَاكٍ مَا ضَلِيعُ الْفَمِ قَالَ وَاسِعُ الْفَمِ قُلْتُ مَا اَشْكَلُ الْعَيْنَيْنِ قَالَ طَوِيْلُ شَقِّ الْعَيْنِ قَالَ قُلْتُ مَا مَنْهُوشُ الْعَقِبِ قَالَ قَلِيْلُ اللَّحْمِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کا دہن مبارک کشادہ تھا۔ آنکھیں بڑی' بڑی تھیں

آپ ﷺ کی پنڈلیوں پر گوشت کم تھا۔

شعبہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے سماک نامی راوی سے دریافت کیا: "ضلیع الفم" کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے جواب دیا: منہ کا کشادہ ہونا۔ میں نے دریافت کیا: "اشکل العینین" کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے جواب دیا: آنکھوں کا بڑا ہونا۔ میں نے دریافت کیا: منہوش العقب کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے کہا (پنڈلی پر) گوشت تھوڑا ہونا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک، آنکھوں اور ایڑیوں کی کیفیت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار کمالات سے نوازا تھا، جہاں آپ میانہ قد تھے وہاں آپ کا ہر عضو متوازن اور خوبصورت تھا۔ محدثین کرام نے اعضاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بالتفصیل خوبیاں بیان کی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں مبارکہ کی خوبصورتی اور کیفیت گزشتہ حدیث کے ضمن میں مذکور ہو چکی ہے۔ تاہم باقی دو امور حسب ذیل ہیں:

۱۔ ضلیع الفم: (کشادہ دہن ہونا) اس کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(i) اہل عرب کے ہاں یہ فقرہ بطور تعریف استعمال کیا جاتا ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک کشادہ اور خوبصورت تھا۔

(ii) اس جملہ سے اہل عرب کے ہاں فصاحت و بلاغت مراد لی جاتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں فصاحت و بلاغت کا عنصر غالب تھا اور لوگ پسند کرتے تھے کہ آپ تادیر اپنے ارشادات سے نوازتے رہیں۔

۲۔ منہوس العقب: (دانتوں سے گوشت کو نوچنا) اس سے مراد ہے کہ آپ کے مسوڑھوں میں گوشت بہت کم تھا جس سے دانتوں کی خوبصورتی ظاہر ہوتی تھی۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں کہ اس جملہ سے مراد ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کے تلوے گہرے تھے جبکہ ایڑیاں قدرے بلند تھیں اور زمین میں پورا قدم نہیں لگتا تھا۔ یہ کیفیت ایڑیوں کی خوبصورتی کو واضح کرتی ہے۔

3581 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ اَبِي يُونُسَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ وَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مِشْيَتِهٖ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰى لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

3581۔ اخرجہ احمد (۲/۳۵۰، ۳۸۰) عن ابی یونس عن ابی ھریرۃ فذکرہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک میں سورج چلتا تھا اور میں نے آپ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا زمین آپ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی۔ ہم کوشش کر کے آپ ﷺ کے ساتھ چلتے تھے اور آپ ﷺ کسی تکلف کے بغیر چلا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیز رفتاری:

حدیث باب میں دو مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- آپ کا بے مثل حسن و جمال: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل حسن و جمال سے نوازا، آپ کی مثل کوئی حسین پیدا نہیں کیا، نہ ہی تا قیامت کوئی پیدا ہوگا۔ راوی نے آپ کے حسن کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دی ہے، یہ تشبیہ روشنی کی وجہ سے دی گئی ہے۔ اس کی وضاحت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور ایسا روشن تھا گویا روشنی چہرہ انور سے برآمد ہو رہی ہو۔ بقول شاعر:

وہ روئے پاک جیسے تیرتا ہو آفتاب اس میں جمال حق کا مظہر آئینہ ام الکتاب اس میں

۲- آپ کی بے مثل تیز رفتاری: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر معجزات میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ آہستہ چلنے کے باوجود آپ تیز رفتار معلوم ہوتے تھے، ساتھ چلنے والے صحابہ پیچھے رہ جاتے تھے اور آپ آگے نکل جاتے حالانکہ آپ کی رفتار معمولی ہوتی تھی، دیکھنے والا محسوس کرتا کہ زمین آپ کے لیے لپٹتی جا رہی ہے۔ آپ کی یہ بلا تکلف تیز رفتاری ساتھ چلنے والوں کو تھکا دیتی تھی اور آپ آگے نکل جاتے تھے۔

3582 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَىَّ الْاَنْبِيَاءُ فَاِذَا مُوْسٰى ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِذَا اَقْرَبُ النَّاسِ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِىْ نَفْسَهٗ وَرَاَيْتُ جِبْرَائِيْلَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْيَةُ هُوَ ابْنُ خَلِيْفَةَ الْكَلْبِىُّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◄◄ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے انبیاء کرام کو پیش کیا گیا تو

3582- اخرجه مسلم (ابی) (۱/ ۵۳۰، ۵۳۱): كتاب الايمان: باب: الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم الى السماوات و فرض الصلوات، حديث (۱۶۷/۲۷۱)، و عبد بن حميد ص (۳۱۹)، حديث (۱۰۴۵)، و احمد فى مسنده (۳/ ۳۳۴) عن ابى الزبير عن جابر.

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس طرح سے تھے جیسے ان کا تعلق شنوءۃ قبیلہ کے ساتھ ہو۔ میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا تو جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان لوگوں میں ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہہ عروہ بن مسعود تھے۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو جن لوگوں کو میں نے دیکھا ان میں سب سے زیادہ تمہارے آقا ان سے مشابہہ تھے۔ یعنی نبی اکرم ﷺ میں نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو لوگوں میں سب سے زیادہ ''دحیہ'' ان کے مشابہہ ہیں۔ راوی کہتے ہیں: یہ دحیہ بن خلیفہ کلبی ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ ہونا:

حدیث باب میں انبیاء علیہم السلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا تذکرہ ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہلکے پھلکے جسم والے تھے جس طرح قبیلہ شنوءۃ کے لوگ ہوتے ہیں، قبیلہ شنوءہ یمن کا باسی ہے جس کے لوگ بالکل ہلکے پھلکے ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شکل و شباہت میں حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابیٔ رسول ہیں جنہوں نے اذان دیتے ہوئے دشمنوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا تھا، جب ان کی شہادت کی اطلاع نبی کریم رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے فرمایا تھا: **عروة مثل صاحب يٰسين دعا قومه الى الله فقتلوه** ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے، حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی صحابیٔ رسول اور خوبصورت نوجوان تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، نبی کریم رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے، یہ مشابہت جسامت اور خصائل کے لحاظ سے تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال مشہور ہے لیکن ان کا حسن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کی زکوۃ تھا۔

بَابُ فِيْ سِنِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ كَمْ كَانَ حِيْنَ مَاتَ

باب 12: نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک کا بیان اور کتنی عمر میں آپ ﷺ کا وصال ہوا

3583 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَيَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمَّارٌ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّسِتِّيْنَ

◄◄ خالد حذاء بیان کرتے ہیں: عمار نے مجھے بات بتائی ہے: انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے بتاتے ہوئے سنا ہے: جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کی عمر پینسٹھ سال تھی۔

3583۔ اخرجه مسلم (١٨٢٧/٤): كتاب الفضائل: باب: كم اقام النبي صلى الله عليه وسلم ، بمكة و المدينة، حديث (١٢١/ ٢٣٥٣)، (٢٣٥٣/١٢٢)، (٢٣٥٣/١٢٣)، و اخرجه احمد (٢٦٦/١) (٢٣٩٩)، (٢٩٤/١)، (٢٦٨٠)، (٢٧٩/١)، (٢٥٠٢)، (٣١٢/١) (٢٨٤٧)، (٢٩٠/١)، (٢٦٤٠)، (٢٢٣/١)، (١٩٤٥)، (٣٥٩/١)، (٣٣٨٠).

3584 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ حَدَّثَنَا عَمَّارٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّسِتِّينَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنُ الْاِسْنَادِ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا' تو آپ ﷺ کی عمر پینسٹھ سال تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث سند کے اعتبار سے "حسن" ہے اور "صحیح" ہے۔

3585 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: قَالَ مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يَعْنِي يُوحَى اِلَيْهِ وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّينَ سَنَةً

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَاَنَسٍ وَّدَغْفَلِ بْنِ حَنْظَلَةَ وَلَا يَصِحُّ لِدَغْفَلٍ سَمَاعٌ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا رُؤْيَةٌ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں تیرہ برس قیام کیا۔ یعنی (اس دوران) آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی رہی اور جب آپ کا وصال ہوا' تو آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ برس تھی۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور دغفل بن حنظلہ سے احادیث منقول ہیں۔

تاہم حضرت دغفل کا نبی اکرم ﷺ سے حدیث سماع ثابت نہیں ہے۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول یہ حدیث "حسن غریب" ہے' جو عمرو بن دینار کے حوالے سے منقول ہے۔

3586 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ

متن حدیث: اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَخْطُبُ يَقُولُ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّينَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَاَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّينَ

3585- اخرجه البخاري (٢٦٧/٧، ٢٦٨): كتاب مناقب الانصار: باب: هجرة النبي صلى الله عليه وسلم و اصحابه الى المدينة حديث (٣٩٠٣)، و اخرجه مسلم (١٨٢٦/٤): كتاب الفضائل: باب: كم اقام النبي صلى الله عليه وسلم ، بمكة والمدينة حديث (٢٣٥١/١١٧)، و احمد (٣٧١/١)(٣٥١٦).

3586- اخرجه مسلم (١٨٢٧/٤): كتاب الفضائل: باب: كم اقام النبي صلى الله عليه وسلم بمكة و المدينة، حديث (٢٣٥٢/١٢٠) و عبد بن حميد في مسنده ص (١٥٨)، حديث (٤٢١) و احمد في مسنده (٩٦/٤، ٩٧، ١٠٠).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو خطبے کے دوران یہ بیان کرتے ہوئے سنا: جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی (تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال ہوا) میری عمر بھی اس وقت تریسٹھ سال ہو چکی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3587 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِیُّ وَالْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِیٍّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اُخْبِرْتُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ فِيْ حَدِيْثِهٖ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ مِثْلَ هٰذَا

◆◆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کا جب وصال ہوا اس وقت آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس روایت کو زہری کے بھتیجے نے زہری کے حوالے سے' عروہ کے حوالے سے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

شرح

وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا تعین:

ان احادیث مبارکہ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے سے وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے بارے میں تین قسم کی روایات سامنے آتی ہیں:

۱- تریسٹھ سال: جن روایات سے تریسٹھ سال عمر مبارک ثابت ہوتی ہے، ان کا مطلب یہ ہے کہ چالیس سال کی عمر مبارک میں آپ نے اعلان نبوت فرمایا، اعلان نبوت کے بعد تیرہ (۱۳) سال تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے، ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں دس (۱۰) سال تک اقامت پذیر رہے اور اس طرح تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں وصال مبارک ہوا۔ جن روایات میں تریسٹھ (۶۳) سال عمر مبارک کا تذکرہ ہے، وہ صحیح ترین ہیں۔ جمہور اور اکثر مؤرخین نے اسے اختیار کیا ہے۔

3587- اخرجه البخاری (۶/ ۶۴۶): کتاب المناقب، باب: وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث (۳۵۳۶)، و الحدیث طرفه فی (۴۴۶۶)، و مسلم (۴/ ۱۸۲۵): کتاب الفضائل: باب: کم سن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم قبض، حدیث (۱۱۵/ ۲۳۴۹)، و احمد (۶/ ۹۳)۔

۲-پینسٹھ سال: بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وصال مبارک کے وقت عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال تھی، ان کے رواۃ نے سال ولادت اور سال وصال کو نامکمل (ناقص) کو کامل قرار دیتے ہوئے دو سالوں کا اضافہ کیا، اس طرح ان کے نزدیک وصال مبارک کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال ہوئی۔

۳-ساٹھ سال: بعض روایات سے وصال کے وقت عمر مبارک ساٹھ (۶۰) سال ثابت ہوتی ہے، ان روایات کے رواۃ نے اہل عرب کے طریقہ کے مطابق کسر کو ترک کر دیا، جس وجہ سے عمر مبارک ساٹھ (۶۰) سال ہوگئی۔

فائدہ:

روایات کے اس مفہوم سے ان کے مابین پائے جانے والے تعارض کا بھی ارتفاع ہو جاتا ہے، محققین نے پہلی صورت کو اختیار کیا اور آخری دونوں قسم کی روایات کی تاویل کی ہے اور کتب سیر اس پر گواہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عمریں تریسٹھ سال:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل وابستگی کے نتیجہ میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا وصال مبارک بھی تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم رضی اللہ عنہ سے دو سال چار ماہ چھوٹے تھے، آپ کا دور خلافت دو سال چار ماہ تھا، پھر آپ کا وصال ہوا۔ اس طرح آپ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال ہوئی۔ صحیح قول کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ہوا، آپ کا دور خلافت دس سال چھ ماہ تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلؤ نے خنجر سے آپ پر حملہ آور ہو کر شدید زخمی کیا اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چند ایام بعد آپ نے مدینہ منورہ میں جام شہادت نوش کیا اور اپنی خواہش کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ایک نظر میں:

☆ ولادت باسعادت: ۱۲ ربیع الاول 22 اپریل 571ء بوقت (۴:۲۰) صبح صادق بروز پیر، مکہ معظمہ میں ہوئی۔

☆ والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال: (آپ چھ سال کے تھے) 47 سال قبل ہجرت 577ء میں ہوا۔

☆ دادا جان حضرت عبدالمطلب کا وصال: (آپ آٹھ سال کے تھے) 44 سال قبل ہجرت 579ء میں ہوا۔

☆ ملک شام کی طرف پہلا تجارتی سفر: (بارہ سال کی عمر میں) 40 سال قبل ہجرت 583ء میں کیا۔

☆ جنگ فجار میں شرکت: 37 سال قبل ہجرت 586ء میں کی۔

☆ حلف الفضول میں شرکت: 37 سال قبل ہجرت 586ء میں کی۔

☆ ملک شام کی طرف دوسرا تجارتی سفر: 38 سال قبل ہجرت 595ء میں کیا۔

☆ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح: 37 سال قبل ہجرت 595ء میں کیا۔

☆ صاحبزادہ حضرت قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت: 25 سال قبل ہجرت 598ء میں ہوئی۔

☆ حضرت زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا کی ولادت: 32 سال قبل ہجرت 600ء میں ہوئی۔

☆ حضرت رقیہ بنت محمد رضی اللہ عنہا کی ولادت: 20 سال قبل ہجرت 603ء میں ہوئی۔

☆ حضرت ام کلثوم بنت محمد رضی اللہ عنہا کی ولادت: 19 سال قبل ہجرت 604ء میں ہوئی۔

☆ تعمیر کعبہ میں حصہ اور حجر اسود کے نصب کرنے کا فیصلہ: 18 سال قبل ہجرت 605ء میں کیا۔

☆ خاتون جنت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا کی ولادت: 18 سال قبل ہجرت 605ء میں ہوئی۔

☆ اعلان نبوت اور دعوت اسلام کا آغاز: 11 سال قبل ہجرت 611ء میں مکہ مکرمہ سے کیا۔

☆ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام: 6 نبوی (616ء) میں کیا۔

☆ شعب ابی طالب میں محصوری: 7 نبوی میں پیش آئی۔

☆ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال: 10 نبوی (620ء) میں ہوا۔

☆ آپ کے چچا حضرت ابو طالب کا انتقال: 10 نبوی (620ء) میں ہوا۔

☆ دعوت اسلام کی غرض سے سفر طائف: 10 نبوی (620ء) میں کیا۔

☆ حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے نکاح: 10 نبوی (620ء) میں کیا۔

☆ معجزہ معراج: ۲۷ رجب المرجب شب معراج میں۔

☆ فرضیت نماز پنجگانہ: ۲۷ رجب المرجب شب معراج میں۔

☆ بیعت عقبہ اولیٰ: 12 نبوی (621ء) میں ہوئی۔

☆ بیعت عقبہ ثانیہ: 13 نبوی (622ء) میں ہوئی۔

☆ ہجرت مدینہ (مکہ سے غار ثور): ۲۷ صفر 13 نبوی (10 ستمبر 622ء) میں کی۔

☆ ہجرت مدینہ (از غار ثور تا مدینہ طیبہ) یکم ربیع الاول ۱۳ نبوی (13 ستمبر 622ء) میں کیا۔

☆ قبا میں آمد: ۱۱ ربیع الاول ۱۳ نبوی (20 ستمبر 622ء میں ہوئی)

☆ تعمیر مسجد قبا: ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی (23 ستمبر 622ء) میں کی۔

☆ پہلی نماز جمعہ: ۱۲ ربیع الاول ۱ھ (24 ستمبر 622ء) میں ادا کی۔

☆ مسجد نبوی شریف کی تعمیر: ربیع الاول ۱ ہجری (یکم اکتوبر 622ء) میں ہوئی۔

☆ اذان کی ابتداء: ربیع الاول ۱ ہجری ھ (یکم اکتوبر 622ء) میں ہوئی۔

☆ مہاجرین وانصار کے مابین رشتہ اخوت: ۱ ہجری (622ء) میں قائم کیا۔

☆ میثاق مدینہ: (آپ کی کوششوں سے مدینہ کے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان) ۱ ہجری میں ہوا۔

☆ اجازت جہاد: ۱۲ر صفر ۲ ہجری (15 اگست 623ء) میں حکم نازل ہوا۔

☆ واقعہ تحویل قبلہ: شعبان المعظم ۲ ہجری (فروری 624ء) میں پیش آیا۔

☆ فرضیت صیام: شعبان ۲ ہجری (فروری 624ء) میں حکم نازل ہوا۔

☆ غزوہ ابواء: صفر المظفر ۲ ہجری (اگست 623ء) پیش آیا۔

☆ غزوہ بدر: ۱۷ر رمضان المبارک ۲ ہجری (624ء) میں پیش آیا۔

☆ فرضیت زکوۃ: شوال ۲ ہجری (اپریل 624ء) میں نازل ہوئی۔

☆ پہلی نماز عید: یکم شوال ۲ ہجری (اپریل 624ء) میں ادا کی گئی۔

☆ پہلی نماز عید الاضحیٰ: ذوالحجہ ۲ ہجری (جون 624ء) میں پڑھی گئی۔

☆ غزوۂ احد: شوال ۳ ہجری (مارچ 625ء) میں پیش آیا۔

☆ حرمت شراب کا حکم: ربیع الاول ۴ ہجری (ستمبر 625ء) میں نازل ہوا۔

☆ غزوہ احزاب: شوال ۵ ہجری (مارچ 627ء) میں پیش آیا۔

☆ صلح حدیبیہ: ذوالقعدہ ۶ ہجری یا محرم ۷ ہجری (مئی 628ء) میں ہوئی۔

☆ غزوۂ خیبر: محرم الحرام ۷ ہجری (مئی 628ء) میں پیش آیا۔

☆ فتح مکہ: رمضان المبارک ۸ ہجری (جنوری 630ء) میں ہوا۔

☆ غزوۂ حنین: شوال ۸ ہجری (جنوری 630ء) میں پیش آیا۔

☆ فرضیت حج: ذوالقعدہ ۸ ہجری (مارچ 631ء) میں ہوئی۔

☆ آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا: ذوالقعدہ ۹ ہجری (مارچ 631ء)

☆ حرمت سود کا حکم: ذی الحجہ ۹ ہجری (مارچ 631ء) میں نازل ہوا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حج کے لیے روانگی: ۲۵ر ذی القعدہ ۱۰ ہجری (22 فروری 632ء) میں ہوئی۔

☆ عرفات کے لیے روانگی: ۹ ذی الحجہ ۱۰ ہجری (6 مارچ 632ء) میں ہوئی۔

☆ منیٰ سے واپسی: ۱۳ر ذی الحجہ ۱۰ ہجری (مارچ 632ء) میں ہوئی۔

☆ مرض الوفات کا آغاز: ۲۹ر صفر المظفر ۱۱ ہجری (۲۵ مئی 632ء) میں ہوا۔

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم: ۱۱ر ربیع الاول ۱۱ ہجری (7 جون 632ء) میں دیا۔

☆ وصال نبوی رضی اللہ عنہ: ۱۲ر ربیع الاول ۱۱ ہجری (7 جون 632ء) میں بروز پیر ہوا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

(ماخوذ از روضۃ الاحوذی، ج: ۳، ص: ۲۵۳ تا ۲۶۱، اسلامی تقریبات از علامہ محمود احمد رضوی، ص: ۵۵)

فضائل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صحابی کی تعریف اور اس کی فضیلت بیان کرنے کی وجوہات:

ایمان کی حالت میں جو شخص کسی نبی کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کرتا ہے اور ایمان کی دولت کے ساتھ وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے، اسے صحابی کہا جاتا ہے، بعض لوگ اس تعریف میں نبی کو دیکھنے کی قید لگاتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، کیونکہ اس قید سے نابینا لوگ صحابی نہیں رہیں حالانکہ وہ صحابی ہیں۔ جس طرح امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم عظمت وفضیلت میں تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے صحابہ سے افضل واعلیٰ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرنے کی متعدد وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کی ایسی قلبی کیفیت سے مطلع ہوں جو دخول جنت کا سبب بن سکتی ہو مثلاً آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: آپ کا شمار ان لوگوں میں نہیں ہوتا جو تکبر کی بنا پر اپنا تہبند زمین پر گھسیٹتے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۴۳۶۹)

نیز آپ نے فرمایا: (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کمالات اور خصائل کی تکمیل کر لی ہے، جس وجہ سے ان کے لیے سب دروازے کھل جائیں گے۔ فرمایا: مجھے اس بات کا یقین ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں، جن کو جنت کے سب دروازوں سے اندر داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی۔ (ایضاً: ۱۸۹۰)

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت خواب میں ملاحظہ کریں یا آپ کے قلب اطہر میں یہ بات ڈال دی جائے کہ فلاں شخص دین میں راسخ القدم ہے۔ اس کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

(i) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت خواب میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا محل ملاحظہ کیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۶۰۲۸)

(ii) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے آگے چل رہے ہیں۔

(iii) خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگ پیش کیے گئے جن کے کرتے مختلف تھے، بعض کے کرتے چھاتی

تک تھے، بعض کے ان سے نیچے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حالت میں پیش کیے گئے کہ ان کا کرتا سب سے طویل تھا جو زمین کو چھو رہا تھا۔ اس خواب کی تعبیر دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا: اس سے مراد دین ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۶۰۲۹)

(iv) حالت خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے خوب سیر ہو کر نوش کیا، پھر بچا ہوا دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اس خواب کی تعبیر دریافت کرنے پر آپ نے جواب میں فرمایا: اس کی تعبیر "علم" ہے۔

(مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۶۰۳۰)

۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے اظہار محبت کریں یا تکریم بجالائیں یا ہمدردی کریں یا اسلام کی طرف سبقت دیکھیں، یہ تمام امور اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ اس کا دل دولت ایمان سے لبریز ہے۔ اس کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

(i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کی پنڈلی سے کپڑا اٹھا ہوا تھا، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے حاضر خدمت ہوئے تو آپ اپنی حالت پر تشریف فرما رہے، جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے پہلے اپنی پنڈلی پر کپڑا ڈالا پھر انہیں آنے کی اجازت عطا فرمائی۔

(مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۶۰۶۰)

(ii) غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہوئے، آپ کی طرف سے ان کی خبرگیری کے لیے ان کا خیمہ مسجد نبوی کے قریب لگوادیا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب کئی اعتبار سے بیان کیے جا سکتے ہیں، جن میں سے چند ایک پہلو حسب ذیل ہیں:

۱- خیر القرون کے اعتبار سے فضائل:

قدرت کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہ خیر القرون سے متعلق تھے اور اس حوالے سے چند روایات درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر امتی قرنی، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم، فلا ادری أذکر بعد قرنة قرنین او ثلاثا .
(الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۶۵۰)

میری امت کے لیے سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر جو اس سے ملا ہوا ہے اور پھر جو اس سے ملا ہوا ہے۔ راوی (حضرت حصین رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہ رہا کہ آپ نے اپنے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا یا تین زمانوں کا۔

(ii) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر امتی قرن الذین یلونی ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۵۳۳)

میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو اس زمانہ سے متعلق ہیں جو میرے ساتھ ملا ہوا ہے، پھر وہ لوگ ہیں جوان کے قریب ہیں اور پھر وہ لوگ ہیں جوان کے قریب ہیں۔

(iii) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

سال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ای الناس خیر؟ قال: القرن الذی انا فیہ، ثم الثانی، ثم الثالث۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۲۵۳۶)

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: بہترین لوگ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں میں ہوں، پھر دوسرے زمانے کے، پھر تیسرے زمانے کے۔

(iv) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر امتی قرن الذین بعثت فیہم، ثم الذین یلونہم، واللہ اعلم اذکر الثالث ام لا؟ قال ثم یخلف قوم یحبون السمانۃ، یشہدون قبل ان یستشہدوا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۲۵۳۴)

میری امت کے بہترین لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں، میں مبعوث کیا گیا، پھر وہ لوگ ہیں جوان کے قریب ہیں۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آپ نے تیسرے زمانہ کا ذکر کیا یا نہیں کیا۔فرمایا: پھر ایسے لوگ آئیں گے جو فربہ پن کو پسند کریں گے اور شہادت طلب کیے بغیر شہادت دیں گے۔

(v) حضرت عبداللہ بن مولیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بین انا اسیر بالاھواز اذا برجل یسیر بین یدی علی بغل او بغلۃ وھو یقول: قد ذھب قرنی من ھذہ الامۃ فالحقنی بہم فقلت: وانا ادخل فی دعوتک قال: وصاحبی ھذا ان اراد ذلک قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خیر امتی قرنی منہم، ثم الذین یلونہم۔ فلا ادری اذکر الثالث ام لا؟ ثم یخلف قوم یظہر فیہم السمن، یہریقون الشہادۃ ولا یسالونہا، واذا ھو بریدۃ الاسلمی۔ (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث:۲۳۰۱۰)

جب میں اہواز میں چل رہا تھا تو میں نے اپنے سامنے ایک شخص کو دیکھا جو خچر پر سوار تھا، وہ کہہ رہا تھا: اے پروردگار! اس امت سے متعلق میرے زمانے کے لوگ جا چکے ہیں، اے اللہ! مجھے ان کے ساتھ ملا دے، میں نے دعا میں شامل ہونے کی خواہش کی، اس نے کہا: اور یہ میرا دوست بھی اگر اس کا قصد رکھتا ہے۔ پھر اس نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لیے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا زمانہ ہے جو میرے زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہے، پھر ان لوگوں کا زمانہ ہے جوان کے زمانہ سے ملا ہوا ہے۔راوی کا کہنا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا یا نہیں۔ ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن میں موٹاپا پن عام ہوگا، وہ کہے بغیر شہادت پیش کرنے کے متمنی ہوں گے۔ پھر اچانک میں نے دیکھا تو وہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔

(vi) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر امتی قرن الذین بعثت فیھم، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم (المعجم الصغیر للطبرانی، ج اول، ص ۲۰)

میری امت کا بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں ان کی طرف مبعوث کیا گیا، پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے ملے ہوئے ہیں، پھر ان لوگوں کا جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔

(vii) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر قرن القرن الذی انا فیہ، ثم الثانی، ثم الثالث، ثم الرابع، فلا یعباء اللہ بھم شیئا (المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹۲)

بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں ہوں، پھر دوسرا، پھر تیسرا، پھر چوتھا۔ پس باری تعالیٰ کو ذرہ برابر ان کی پرواہ نہیں ہے۔

۲-زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے فضائل:

زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کی لازوال دولت ہے، اس پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے، کیونکہ اس نعمت کا نعم البدل کوئی نہیں ہے۔ اس اعتبار سے فضائل صحابہ پر مشتمل چند روایات حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتمس النار مسلماً رانی او رای من رانی (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۵۸)

اس مسلمان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

(ii) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طوبیٰ لمن رانی وآمن بی وطوبیٰ ثم طوبیٰ لمن آمن بی ولم یرنی (الصحیح لابن حبان، رقم الحدیث: ۳۸۵۸)

جس شخص نے مجھے حالت ایمان میں دیکھا اور وہ مجھ پر ایمان لایا، اس کے لیے خوشخبری ہے۔ اس شخص کے لیے دوگنی خوشخبری ہے جو دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لایا۔

(iii) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتزالون بخیر مادام فیکم من رانی وصاحبنی، واللہ! لاتزالون بخیر مادام فیکم من رای من رانی وصاحب من صاحبنی. (المصنف لابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۲۳۱۷)

قسم بخدا! تم اس وقت تک خیر میں رہو گے جب تک تم میں وہ شخص باقی ہے جس نے مجھے دیکھا اور اس نے میری صحبت اختیار کی۔ قسم بخدا! تم اس وقت تک سلامتی پر رہو گے جب تک تم میں وہ شخص موجود ہے جس نے اسے دیکھا جس نے مجھے دیکھا اور اس کی صحبت اختیار کی جس نے میری صحبت اختیار کی۔

(iv) حضرت ابو عبدالرحمٰن الجہنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بینا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلع راکبان فلما راٰھما قال: کندیان مذحجیان حتی اتیاہ فاذا رجال من مذحج قال: فدنا الیہ صلی اللہ علیہ وسلم احدھما لیبایعہ، فلما احذ بیدہ قال: یا رسول اللہ! ارأیت من راٰک واٰمن بک واتبعک وصدقک ماذا لہ قال: طوبٰی لہ، قال: فمسح علی یدہ فانصرف، ثم اقبل الاخر حتیٰ اخذ بیدہ لیبایعہ فقال: یا رسول اللہ! ارأیت من اٰمن بک، وتبعک، وصدقک، ولم یرک، ماذالہ قال: طوبٰی لہ، ثم طوبٰی لہ قال: فمسح علی یدہ فانصرف ۔ (المسند لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۲۲۲۱۷)

ایک دفعہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ دو گھڑ سوار ظاہر ہوئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: دو کندی مذحجی ہیں، یہاں تک وہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ واقعی مذحج سے آئے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ان میں سے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تا کہ آپ سے بیعت کی سعادت حاصل کرے۔ جب آپ نے اس کا ہاتھ اپنے دست اقدس میں لیا تو اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جس نے آپ کو دیکھا، وہ آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اس کے لیے خوشخبری ہو۔ راوی نے کہا: پھر آپ نے اس کے ہاتھ پر اپنا دست اقدس پھیرا اور وہ واپس ہو گیا۔ پھر دوسرا شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا، آپ نے بیعت کی غرض سے اس کا ہاتھ پکڑا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے آپ کی پیروی کی اور تصدیق کی ہو؟ آپ نے جواب دیا: اس کے لیے دو بار خوشخبری ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور وہ شخص روانہ ہو گیا۔

(۷) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ اغفر للصحابۃ ولمن راٰی من راٰنی قال: قلت: وما قولہ ولمن راٰی قال: من راٰی من راٰھم ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۵۸۷۴)

اے میرے پروردگار! میرے صحابہ کی بخشش کر دے، اسے بھی بخش دے جس نے انہیں دیکھا جنہوں نے مجھے دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ولمن راٰنی سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے اس کا جواب دیا: اس سے وہ لوگ مراد ہیں، جنہوں نے صحابہ کو دیکھا۔

۳-امت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امن وسلامت کا ذریعہ ہونے کے سبب فضائل

بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امن وسلامتی کا ذریعہ ہیں، اس سلسلے میں چند احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

صلينا المغرب مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم قلنا: لو جلسنا حتى نصلي معه العشاء، قال: فجلسنا فخرج علينا فقال: مازلتم ههنا؟ قلنا: يا رسول الله! صلينا معك المغرب، ثم قلنا: نجلس حتى نصلي معك العشاء قال: احسنتم او اصبتم قال: فرفع رأسه الى السماء وكان كثيراً مما يرفع رأسه الى السماء، فقال: النجوم امنة للسماء فاذا ذهبت النجوم اتى السماء ما توعد، وانا امنة لاصحابي فاذا ذهبت انا اتا اصحابي مايوعدون، واصحابي امنة لامتي، فاذا ذهب اصحابي اتى امتي مايوعدون. (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۲۵۳۱)

ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کی، ہم نے خیال کیا کہ ہم یہاں (مسجد میں) نماز عشاء تک بیٹھے رہیں، پھر ہم نے ایسا ہی کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (گھر سے باہر) ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ گئے نہیں؟ ہم نے جواب میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے نماز مغرب ادا کی، پھر ہم نے خیال کیا ہمارے لیے بہتر ہے کہ نماز عشاء تک یہاں بیٹھے رہیں۔ آپ نے اپنا سر اقدس (چہرہ انور) آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا: ستارے آسمان کے محافظ ہیں، جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز آ جائے گی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ میں اپنے صحابہ کا نگہبان ہوں اور جب میں رخصت ہو جاؤں گا تو میرے صحابہ پر ایسا وقت آ جائے گا' جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ میرے صحابہ میری امت کے محافظ ہیں اور جب وہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آ جائے گا' جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن احد من اصحابي يموت بارض الا بعث قائدًا ونور الهم يوم القيامة.

(جامع ترمذی، رقم الحدیث:۳۸۶۵)

میرے صحابہ میں سے جو کسی زمین پر انتقال کرے گا، قیامت کے دن وہ اہل علاقہ کے لیے نور اور قائد بن کر اٹھے گا۔

(iii) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقوم الساعة حتى يلتمس رجل من اصحابي كما تلتمس او تبتغى الضالة فلا توجد.

(المسند لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث:۶۷۵)

اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میرے صحابہ میں سے کسی کو اس طرح ڈھونڈا جائے گا' جس طرح گمشدہ چیز تلاش کی جاتی ہے مگر وہ دستیاب نہیں ہوتی۔

(iv) حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اصحابی امنة لامتی فاذا ذهب اصحابی اتی امتی مایوعدون ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۳۲۴۰۶)

میرے صحابہ میری امت کے لیے حفاظت کا سبب ہیں، جب میرے صحابہ روانہ ہو جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آ جائے گا' جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(v) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مثل اصحابی مثل النجوم يهتدى بها فايهم اخذتم بقوله اهتديتم ۔ (المسند لعبد بن حمید، رقم الحدیث: ۷۸۳)

میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں' جن سے راستے معلوم کیے جاتے ہیں، پس تم میرے صحابہ میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔

(vi) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سالت ربى فيما اختلف فيه اصحابى من بعدى، فاوحى الى: يا محمد! ان اصحابك عندى بمنزلة النجوم فى السماء بعضها اضوء من بعض فمن بعض، فمن اخذ بشىء مما هم عليه من اختلافهم فهو عندى على هدى ۔ (المسند فردوس للدیلمی، رقم الحدیث: ۳۴۰۰)

میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں دریافت کیا، تو مجھ پر یہ وحی نازل کی گئی: اے محمد! تمہارے صحابہ میرے نزدیک ستاروں کی مانند ہیں، قوت کے اعتبار سے بعض بعض سے فضیلت رکھتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کو روشنی حاصل ہے۔ پس جس شخص نے ان کے اختلاف میں سے کچھ لے لیا، وہ میرے ہاں ہدایت پر ہے۔

۴۔ صحابہ کی حفاظت کا حکم دینے کے حوالے سے فضائل:

جتنی اہم اور قیمتی چیز ہوتی ہے، اتنا ہی زیادہ اس کی حفاظت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام امت محمدیہ کے وہ نفوس قدسیہ ہیں' جن پر پورے دین کا مدار ہے، اسی لیے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلے میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

خطبنا عمر بن الخطاب بالجابية فقال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قام فينا مثل مقامى فيكم، فقال: احفظونى فى اصحابى ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم يفشو الكذب، حتى يشهد الرجل وما يستشهد و يحلف وما يستحلف ۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۳۶۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیں "مقام جابیہ" میں خطبہ دیا، آپ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے جس طرح میں تمہارے درمیان کھڑا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ میرے صحابہ اور ان کے بعد والے لوگوں کی حفاظت کرو اور ان کے بعد والے لوگوں کی بھی۔ بعد ازاں جھوٹ عام ہو جائے

گا حتیٰ کہ ایک شخص بلائے بغیر گواہی دے گا اور قسم کھائے گا جبکہ اس سے قسم کھانے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

(ii) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

انتم فی الناس کالملح فی الطعام، قال: ثم قال الحسن، ولا یطیب الطعام الا بالملح، ثم یقول الحسن، کیف بقوم ذهب ملحهم . (المصنف لابن شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۲۴۰۵)

تمہاری حیثیت لوگوں میں ایسی ہے جو کھانے میں نمک کی ہے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: نمک استعمال کیے بغیر کھانا مزیدار نہیں ہوتا۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس قوم کا کیا حال ہوگا' جس کا نمک ہی موجود نہ رہے۔

(iii) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مقام جابیہ میں ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپ نے فرمایا تھا:

قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم الیوم فقال: الا احسنوا الی اصحابی ثم الذین یلونهم .
(الصحیح لابن حبان، رقم الحدیث: ۷۲۵۶)

آج کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: خبردار! تم میرے صحابہ اور ان کے بعد والے لوگوں سے حسن سلوک کرو۔

(iv) حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے "مقام جابیہ" پر ہمیں خطبہ دیا، تو آپ نے فرمایا:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قام فینا ثم قال: ایها الناس اتقوا الله فی اصحابی، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم، ثم اتقوا الکذب وشهادات الزور . (المصنف لابن شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۲۳۱۲)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ سے میرے صحابہ کے بارے میں ڈرو، پھر ان لوگوں کے بارے میں جو ان کے بعد ہیں، پھر ان لوگوں سے جو ان کے بعد ہیں۔ پھر تم جھوٹ اور جھوٹی شہادت سے بچو۔

(v) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا، واذا ذکرت النجوم فامسکوا، واذا ذکر القدر فامسکوا .
(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۴۲۷)

جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو تم خاموشی اختیار کرو، جب ستاروں کا تذکرہ کیا جائے تو تم خاموشی اختیار کرو اور جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو خاموشی اختیار کرو۔

(vi) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے کہا:

سئل ابن عمر هل كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يضحكون؟ قال: نعم والايمان في قلوبهم اعظم من الجبال . (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، رقم الحدیث: ۱۳۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: صحابہ ہنستے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، مگر ان کے دلوں میں ایمان پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔

۵- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے توسل سے حصول فتح ہونا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ نفوس قدسیہ ہیں' جن کے فیوض و برکات اور توسل سے فتح حاصل ہو جاتی تھی، اس بارے میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

i- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يأتي على الناس زمان فيغز وفئام من الناس فيقال: هل فيكم من صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتي على الناس زمان فيغزو فئام من الناس فيقال: هل فيكم من صاحب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتي على الناس زمان فيغز وفئام من الناس فيقال: هل فيكم من صاحب من صاحب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم . (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۳۴۹)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی، ان سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو؟ پس وہ کہیں گے: ہاں، تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ ان لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کی ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی کہ ان سے دریافت کیا جائے گا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے صحابہ رسول کی صحبت اختیار کی ہو؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہاں، پھر انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ان کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو ان سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم میں ایسا شخص موجود ہے جس نے اصحاب رسول کی صحبت پانے والوں میں سے کسی کی صحبت اختیار کی ہو؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہاں، تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔

(ii) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يأتي على الناس زمان يغزون فيقال: هل فيكم من صحب الرسول صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم ثم يغزون فيقال لهم: هل فيكم من صحب من صحب الرسول فيقولون: نعم، فيفتح لهم . (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۳۹۹)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے، ان سے دریافت کیا جائے گا: کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہاں، تو انہیں فتح حاصل ہو

جائے گی۔ وہ پھر جہاد کریں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے: جس نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہاں، تو انہیں جہاد میں فتح حاصل ہو جائے گی۔

(iii) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاتی علی الناس زمان یبعث منهم البعث فیقولون: انظروا هل تجدون فیکم احدًا من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فیوجد الرجل فیفتح لهم به، ثم یبعث البعث الثانی فیقولون: هل فیکم من رای اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم؟ فیفتح لهم به، ثم یبعث البعث الثالث، فیقال: انظروا هل ترون فیهم من رای اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ثم یکون البعث الرابع فیقال: انظروا هل ترون فیهم احدا رای من رای احدا رای اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فیوجد الرجل فیفتح له به . (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۲۵۳۲)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا' جس میں جہاد کے لیے ایک لشکر روانہ کیا جائے گا، لوگ دریافت کریں گے کہ کیا ان میں کوئی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے؟ ایک شخص دستیاب ہو جائے گا' جس کی برکت سے انہیں (جہاد میں) فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر جہاد کے لیے دوسرا لشکر روانہ کیا جائے گا تو لوگ کہیں گے کہ کیا ان میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو دیکھا ہو؟ اس کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر جہاد کی غرض سے تیسرا لشکر روانہ کیا جائے گا اور یہ بات کہی جائے گی کہ کیا ان میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو؟ پھر چوتھا لشکر روانہ کیا جائے گا، کہا جائے گا کہ کیا ان میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو؟ وہ دستیاب ہو جائے گا اور اس کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔

(iv) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثم لیاتین علی الناس زمان یخرج الجلیس من جیوشهم فیقال: هل احد صحب محمدا فتستنصرون به فتنتصروا؟ ثم یقال من صحب محمدا؟ فیقال: لا، فمن صحب اصحابه؟ فیقال: لا، فیقال من رای من صحب اصحابه؟ فلوا سمعوا به من وراء البحر لاتوه .

(المسند لابی یعلی، رقم الحدیث:۲۱۷۲)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ لشکروں میں سے ایک لشکر جنگ کے لیے روانہ کیا جائے گا، تو انہیں کہا جائے گا کہ کیا کوئی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے جس کی برکت سے تم فتح حاصل کر سکو؟ پھر کہا جائے گا: صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے؟ جواب میں کہا جائے گا: کوئی نہیں ہے۔ پھر دریافت کیا جائے گا: کوئی تابعی موجود ہے؟ جواب دیا جائے گا: نہیں۔ پھر دریافت کیا جائے گا: کوئی تبع تابعی موجود ہے؟ جواب دیا جائے گا: نہیں۔ اگر وہ

سمندر کے دوسرے کنارے سے اس بارے سنتے تو وہ ضرور اس کے پاس پہنچ جاتے۔

۲۔ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے کی ممانعت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ نفوس قدسیہ ہیں، جن کی موجودگی میں قرآن نازل ہوا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں قرآن کو مرتب کیا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو محفوظ کر کے امت کی طرف منتقل کیا اور اس طرح پورے دین کا مدار انہیں پر ہے۔ لہٰذا ان کا احترام امت پر واجب ہے اور ان کو برے الفاظ سے یاد کرنا منع ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا اصحابی، فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم و لا نصیفه .

(الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۶۷۰)

تم میرے صحابہ کو برا مت کہو، پس تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک سیر (اناج) یا اس سے نصف کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

(ii) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا اصحابی، لاتسبوا اصحابی، فوالذی نفسی بیده ابو ان احدکم انفق مثل اُحد ذهبا ما ادرك مد احدهم ولا نصیفه . (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۵۴۰)

تم میرے صحابہ کو برا نہ کہو، تم میرے صحابہ کو برا مت کہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم مین سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر ڈالے تو تب بھی ان میں سے کسی کے ایک سیر (اناج) یا اس کے نصف کے برابر نہیں ہوسکتا۔

(iii) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ اللہ فی اصحابی، لاتتخذوهم غرضا بعدی، فمن احبهم فحبی احبهم، ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم، ومن اٰذاهم فقد اذانی، ومن اٰذانی فقد اذی اللہ، ومن اذی اللہ فیوشك ان یاخذه .

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۶۲)

تم میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد تم انہیں اپنی گفتگو کا نشانہ نہ بناؤ، کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھا۔ جس شخص نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اسے عنقریب (عذاب میں) اللہ تعالیٰ گرفتار کرے گا۔

(iv) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی، فقولوا! لعنة الله علی شرکم . (جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۶۶)

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی بکتے ہیں، تو تم یوں کہو: تمہارے شر کی وجہ سے تم پر اللہ کی لعنت ہو۔

(v) حضرت نسیر بن ذعلوق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

لاتسبوا اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم فلمقام احدهم ساعة خیر من عمل احدهم عمره . (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۶۲)

تم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا مت کہو، پس ان کی زندگی کا ایک لمحہ تمہارے زندگی بھر کے اعمال سے افضل ہے۔

(vi) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ان الناس یکثرون، وان اصحابی یقلون، فلا تسبوهم، فمن سبهم فعلیه لعنة الله . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۲۰۳)

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: بیشک لوگ کثیر ہیں میرے صحابہ قلیل ہیں، پس تم میرے صحابہ کو برا مت کہو اور جس نے ان کو برا کہا، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(vii) حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من حفظنی فی اصحابی کنت له یوم القیامة حافظاً ومن سب اصحابی فعلیه لعنة الله .

(المسند لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۰)

جس شخص نے میری وجہ سے میرے صحابہ کی حفاظت کی اور ان کی تعظیم بجالایا، میں قیامت کے دن اس کا محافظ ہوں گا اور جس نے میرے صحابہ کو گالی بکی اس پر خدا کی لعنت ہو۔

(viii) حضرت ابن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله اختارنی واختار لی اصحاباً فجعل لی منهم وزراء واصهارًا وانصاراً فمن سبهم فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین، لایقبل الله منهم یوم القیامة صرفاً ولا عدلا .

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۶۶۵۶)

بیشک اللہ نے مجھے منتخب کیا اور میرے لیے میرے صحابہ کا انتخاب کیا۔ اللہ نے ان میں سے میرے لیے وزراء، قریبی رشتہ دار اور معاون بنائے۔ پس جس شخص نے انہیں گالی بکی تو اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے فرائض ونوافل قبول نہیں کرے گا۔

(ix) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتذكروا مساوى اصحابى فتختلف قلوبكم عليهم، واذكروا محاسن اصحابى حتى تاتلف عليهم قلوبكم . (مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث: ۷۲۶۳)

تم میرے صحابہ کی خامیاں مت بیان کرو کہ تمہارے دلوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا ہو اور تم میرے صحابہ کے اوصاف بیان کرو تا کہ تمہارے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو۔

۷-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جامع تذکرہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کمالات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم ہیں، لہٰذا ان کے اوصاف و کمالات بیان کرنا امت پر واجب ہے۔اس حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان على حراء هو وابوبكر و عمر و عثمان و على و طلحة والزبير فتحركت الصخرة، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: اهدأ، فما عليك الا نبى او صديق او شهيد . (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۴۱۷)

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حراء پہاڑ پر تھے جبکہ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ پس پہاڑ لرزنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو رک جا! تجھ پر نبی، صدیق اور شہید کے سوا کوئی نہیں ہے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قلت لعائشة: اى اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قالت: ابوبكر، قلت: ثم من؟ قالت: عمر، قلت: ثم من؟ قالت: ثم ابو عبيدة بن الجراح، قلت: ثم من؟ قال: فسكتت . (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۵۷)

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، میں نے دریافت کیا: پھر کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، میں نے کہا: پھر کون؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، میں نے پھر دریافت کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خاموشی اختیار کی۔

(iii) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان الله نظر فى قلوب العباد، فوجد قلب محمد صلى الله عليه وسلم خير قلوب العباد، فاصطفاه لنفسه، فابتعثه الله برسالته، ثم نظر فى قلوب العباد بعد قلب محمد، فوجد قلوب اصحابه خير قلوب العباد، فجعلهم وزراء نبيه يقاتلون على دينه . (المسند لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۳۶۰۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کے دلوں کو دیکھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کا انتخاب کیا اور انہیں اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کا انتخاب کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا، تو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کو سب سے بہتر پایا، تو انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر بنا دیا جو فروغ دین کے لیے جہاد کرتے ہیں۔

(iv) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مهما اوتيتم من كتاب الله فالعمل به لاعذر لاحد في تركه فان لم يكن في كتاب الله فسنة مني ماضية فان لم يكن سنتي فما قال اصحابي ان اصحابي بمنزلة النجوم في السماء فأيما اخذتم به اهتديتم واختلاف اصحابي لكم رحمة . (السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: ۱۵۲)

جب تمہیں کتاب اللہ کا حکم دیا جائے تو اس پر عمل کرنے کا التزام کرو، اس پر عدم عمل کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ اگر وہ حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو میری سنت میں تلاش کرو اور اگر میری سنت میں دستیاب نہ ہو تو میرے صحابہ کے اقوال میں تلاش کرو، کیونکہ میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مثل ہیں اور ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

(v) حضرت نسیر بن ذعلوق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

لاتسبوا اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم فلمقام احدهم ساعة، خير من عمل احدكم عمره . (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۶۲)

تم صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا نہ کہو، کیونکہ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزرا ہوا ایک لمحہ تمہاری زندگی بھر (کے اعمال) سے افضل ہے۔

(vi) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

بينما نحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيت في نفر من المهاجرين: فيهم ابوبكر و عمر و عثمان و علي و طلحة والزبير وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابي وقاص، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهض كل رجل الى كفئه، ونهض النبي صلى الله عليه وسلم الى عثمان، فاعتنقه قال: انت ولي في الدنيا وانت ولي في الآخرة . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۵۳۶)

ایک مرتبہ ہم ایک گھر میں مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے، اس جماعت میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنے کفو کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے گلے لگا کر فرمایا: اے

عثمان! آپ دنیا اور آخرت میں میرے دوست ہیں۔

۸۔صحابیات رضی اللہ عنہن کے فضائل وکمالات اور خدمات:

اشاعت دین کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرات صحابیات رضی اللہ عنہن کی خدمات بھی تاریخ کا سنہرا باب ہے۔صحابہ کرام کی طرح صحابیات کے فضائل وکمالات احادیث مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں اور اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل علی احد من النساء الا علی ازواجه الا ام سلیم فانه کان یدخل علیها، فقیل له فی ذالك فقال: انی ارحمها قتل اخوها معی .

(الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:۲۶۸۹)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہن کے علاوہ کسی عورت کے گھر نہیں جاتے تھے،آپ سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں جانے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے اس پر رحم آتا ہے کہ اس کا بھائی میرے ساتھ جہاد کرتا ہوا شہید ہوا تھا۔

(ii) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اریت الجنة فرایت امراۃ ابی طلحة ثم سمعت خشخشة امامی فاذا بلال . (الجامع الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:۳۴۷۶)

مجھے جنت دکھائی گئی، جہاں میں نے ابوطلحہ کی بیوی کو دیکھا، پھر میں نے اپنے آگے چلنے کی آہٹ سنی تو وہ بلال تھے۔

(iii) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی وھو حامل امامة بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولابی العاص بن الربیع فاذا قام حملها واذا سجد وضعها .

(الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:۴۹۴)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں امامہ بنت زینب بنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوالعاص بن ربیع یعنی اپنی نواسی کو اٹھائے ہوئے تھے،آپ حالت قیام میں اسے اٹھا لیتے تھے اور سجدہ کرتے وقت اسے اتار دیتے تھے۔

(iv) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

جاءت ھند بنت عتبة قالت: یا رسول اللہ ماکان علی ظهر الارض من اهل خباء احب الی ان یذلوا من اهل خبائك ثم ما اصبح الیوم علی ظهر الارض اهل خباء احب الی ان یعزوا من اهل

خبائك . (الصحيح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۶۱۳)

حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! قسم بخدا! مجھے پوری روئے زمین پر آپ کے گھر والوں سے زیادہ کسی کے گھر کی ذلت وخواری پسند نہیں تھی اور اب میرے نزدیک روئے زمین پر آپ کے اہل خانہ سے زیادہ کوئی گھرانا معزز نہیں ہے۔

(v) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

صنعت سفرة رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيت ابى بكر حين اراد ان يهاجر الى المدينة قال: فلم نجد لسفرته ولا لسقائه ماربطهما به فقلت لابى بكر: والله ما اجد شيئا اربط به الا نطاقى قال: فشقيه باثنين فاربطيه بواحد السقاء وبالاخر السفرة ففعلت فلذالك سميت ذات النطاقين . (الصحيح للبخاری، رقم الحدیث: ۲۸۱۷)

میں نے ہجرت مدینہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا مگر توشہ اور پانی کو باندھنے کے لیے کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی، میں نے (اپنے والد گرامی) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: قسم بخدا! اپنے کمر بند کے علاوہ اسے باندھنے کے لیے میرے پاس کوئی چیز موجود نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا: تم اپنے کمر بند کے دو حصے کرلو، ایک کے ساتھ توشہ باندھ لو جبکہ دوسرے کے ساتھ مشکیزہ باندھ لو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، اسی لیے میرا نام دو کمر بند والی مشہور ہوگیا۔

(vi) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال ابوبكر رضى الله عنه بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمر: انطلق الى ام ايمن نزورها كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزورها، فلما انتهينا اليها بكت فقالا لها: ما يبكيك؟ ما عند الله خير لرسوله صلى الله عليه وسلم ولكن ابكى ان الوحى قد انقطع من السماء فهيجتهما على البكاء فجعلا يبكيان معها . (الصحيح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۳۵۴)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہم حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کرنے جاتے ہیں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے، چنانچہ جب ہم حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ رونے لگیں، دونوں نے فرمایا: آپ کیوں روتی ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ بہت ہے، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میں اس لیے آنسو نہیں بہاتی کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اچھا ثواب ہے مگر میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان سے نزول وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے، یہ بات سن کر ان دونوں پر بھی گریہ طاری ہوگیا اور انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔

(vii) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دخلت الجنة فسمعت خشفة فقلت: من هذا؟ قالوا: هذه الغميصاء بنت ملحان، ام انس بن مالك رضی الله عنها . (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۲۴۵۶)

میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں میں نے کسی کے چلنے کی آہٹ محسوس کی، میں نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ اہل جنت کی طرف سے جواب دیا گیا: یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت غمیصا بنت ملحان رضی اللہ عنہا ہیں۔

(viii) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كان النبی صلی الله علیه وسلم یدخل بیت ام سلیم رضی الله عنها فینام علی فراشها، ولیست فیه، قال: فجاء ذات یوم فنام علی فراشها، فأتیت فقیل لها: هذا النبی صلی الله علیه وسلم نام فی بیتك، علی فراشك، قال: فجاء ت وقد عرق واستنقع عرقه علی قطعة أدیم، علی الفراش، ففتحت عتیدتها فجعلت تنشف ذلك العرق فتعصره فی قواریرها، ففزع النبی صلی الله علیه وسلم فقال: ما تصنعین یا ام سلیم؟ فقالت: یا رسول الله! نرجو برکته لصبیاننا قال: اصبت .

(الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۲۳۳۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو ان کے بستر پر محو استراحت ہو جاتے جب وہ گھر میں نہ ہوتی تھیں۔ ایک دن آپ ان کے ہاں گئے اور ان کے بستر پر سو گئے، ان کے واپس آنے پر لوگوں نے بتایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گھر میں تمہارے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ گھر میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ آپ پسینہ سے شرابور ہیں بلکہ آپ کا پسینہ مبارک چمڑے کے بستر پر جمع ہو گیا ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بوتل لے کر پسینہ مبارک اس میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک بیدار ہوئے تو فرمایا: اے ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو؟ وہ عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ! ہم آپ کے پسینہ مبارک سے اپنی اولاد کے لیے برکت حاصل کریں گے، آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا ہے۔

(ix) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یغزو بام سلیم ونسوة من الانصار معه اذا غزا فلیسقین الماء یداوین الجرحی . (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۱۸۱۰)

حضور اقدس رضی اللہ عنہ جب جہاد کرتے تو آپ کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور انصار کی کچھ عورتیں بھی شامل ہوتی تھیں، جو پانی پلانے اور زخمیوں کو دوائی فراہم کرنے کی خدمات انجام دیتی تھیں۔

(x) حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم سبع غزوات اخلفهم في رحالهم فاصنع لهم الطعام واداوي الجرحى، واقوم على المرضى ۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۱۸۱۲)

میں حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شامل ہوئی، میں لشکر کے خیموں کے عقب میں رہا کرتی تھی۔ میں مجاہدین کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کو دوائی فراہم کرتی اور بیماروں کی عیادت کرتی تھی۔

(xi) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

خطب ابو طلحة ام سليم فقالت: والله، مامثلك يا ابا طلحة، يردولكنك رجل كافرو انا امراة مسلمة ولايحل لي ان اتزوجك فان تسلم فذاك مهري وما اسئلك غيره فاسلم فكان ذلك مهرها، قال ثابت: فما سمعت بامراة قط كانت اكرم مهرا من ام سليم الاسلام فدخل بها فولدت له ۔ (السنن للنسائی، رقم الحدیث:۳۳۴۱)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح ارسال کیا تو انہوں نے جواب دیا: قسم بخدا! اے ابوطلحہ! تمہارے جیسے شخص کے لیے انکار نہیں کیا جا سکتا مگر تم ایک کافر شخص ہو جبکہ میں مسلمان عورت ہوں، میرے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ میں تمہارے ساتھ نکاح کر سکوں۔ تاہم اگر آپ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو آپ کا یہ عمل میرا حق مہر ہو سکتا ہے اور مزید میں آپ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گی۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور قبول اسلام ہی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا حق مہر قرار پایا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی عورت کے حق مہر کے بارے میں ایسا نہیں سنا جس طرح حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے حق مہر کے بارے میں سنا، کیونکہ ان کا حق مہر قبول اسلام ٹھہرا تھا۔ چنانچہ (قبول اسلام کے بعد) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اور ان کے بطن سے اولاد پیدا ہوئی۔

(xii) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

لما ماتت فاطمة بنت اسد بن هاشم ام علي بن ابي طالب دخل عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم ووقف عند رأسها فقال: رحمك الله يا امي، كنت امي بعد امي و تشبعيني وتعرين وتكسيني وتمنعين نفسك طيبا و تطعميني تريدين بذلك وجه الله والدار الاخرة ثم امران تغسل ثلاثاً فلما بلغ الماء الذي فيه الكافور سكبه رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده ثم خلع رسول الله صلى الله عليه وسلم قميصه فالبسها اياه و كفنها ببرد فوقه ثم دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم اسامة بن زيد وابا ايوب الانصاري و عمر بن الخطاب و غلاماً اسود يحضرون فحضروا قبرها فلما بلغوا اللحد حضره رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده واخرج ترابه بيده فلما فرغ دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاضطجع فيه ثم قال: الله الذي يحيي ويميت وهو حي

لایموت اغفر لامی فاطمة بنت اسد ولقنها حجتها ووسع علیها مدخلها بحق نبیك والانبیاء الذین من قبلی فانك ارحم الراحمین وکبر علیها اربعاً وادخلوها اللحد هو والعباس وابوبکر الصدیق ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۸۷۱)

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کے سر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، اے میری ماں! آپ میری ماں کے بعد دوسری میری ماں تھیں، آپ مجھے سیر کرتی تھیں، مجھے کپڑے زیب تن کرتی تھیں، میری وجہ سے خود استعمال شدہ کپڑے زیب تن کر لیتی تھیں، خود کو لذیذ وطیب اشیاء سے محروم رکھتے ہوئے مجھے کھلاتی تھیں اور ان تمام اعمال کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین بار غسل دینے کا حکم دیا، جب کافور ملا پانی لایا گیا تو آپ نے اپنے دست اقدس سے ان پر انڈیلا، پھر اپنا کرتا مبارک اتار کر انہیں پہنایا، اپنی زیر استعمال چادر کا کفن پہنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت عمر اور ایک حبشی غلام رضی اللہ عنہم کو قبر تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ قبر کھودتے ہوئے لحد تک پہنچے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے اسے کھودا اور اس کی مٹی نکالی۔ جب لحد مکمل ہو گئی تو آپ لحد میں لیٹ گئے اور یوں کہا: اللہ تعالیٰ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے، مارتا ہے' جبکہ وہ خود ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ نے یہ دعا کی: اے پروردگار! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی بخشش فرما دے، اسے حجت کی تلقین فرما، اس کی قبر میرے اور مجھ سے پہلے انبیاء کے توسل سے کشادہ فرما۔ پس تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پڑھی جانے والی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی معاونت سے انہیں قبر میں اتارا۔

سوال: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد و یقین کا اعتقاد رکھنا ضروری کیوں ہے؟

جواب: وہ نفوس قدسیہ جنہوں نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل دین حاصل کیا پھر جزیرۃ العرب تک ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اس لازوال دولت کو پہنچایا، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اب مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک جو قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، یہ ان ہستیوں کے فیضان کا نتیجہ ہے۔ صحابہ کرام پر اعتماد و اعتقاد دین پر اعتماد و اعتقاد ہے، ان نفوس قدسیہ پر شک وشبہات دین پر شک وشبہات کے مترادف ہے۔

سوال: حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت دیگر صحابہ پر کیوں ہے؟

جواب: حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قرب حاصل تھا، کسی دوسرے کو ہرگز حاصل نہیں تھا۔ ان بزرگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھ کر دوسرے لوگوں تک پہنچایا، وہ ان کا حصہ تھا اور تبلیغ دین میں یہ اپنی مثال آپ تھے۔ لہٰذا ان کی افضلیت اور برتری بھی دوسروں پر ہونا، ان کا مذہبی واخلاقی حق ہے۔

فضائل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

تعارف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

ولادت وخاندان:

اسم گرامی: عبداللہ، کنیت: ابوبکر، والد گرامی کا نام: ابوقحافہ عثمان، القاب: صدیق وعتیق، قبیلہ کی نسبت: تیمی وقرشی، آپ کا پورا نام یوں ہے: ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان تیمی قرشی رضی اللہ عنہ۔ رؤساء قریش میں آپ کو امتیازی مقام حاصل تھا، زمانہ جاہلیت میں آپ کو اہل قریش سے سیادت حاصل تھی، دیات وغرامات وغیرہ امور کا فیصلہ آپ کے سپرد تھا۔ آپ کا شجرہ نسب ''مرۃ'' پر جاکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ والدہ کا اسم گرامی: سلمٰی اور کنیت: اُم الخیر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دوسال چند ماہ بعد آپ پیدا ہوئے۔ آپ متمول صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ قریش کے نامی گرامی اور باعزت تاجر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عتیق وصدیق القاب عطا کیے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''عتیق من النار'' کہہ کر مخاطب کیا یعنی حضرت ابوبکر صدیق آتش جہنم سے آزاد ہیں، اس دن سے آپ عتیق لقب سے مشہور ہو گئے۔ آپ کا ایک لقب ''صدیق'' ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ معراج سے سرفراز کیا گیا تو ابوجہل وغیرہ کفار آپ کے پاس آئے، انہوں نے کہا: آپ کے ساتھی جن کو آپ نبی تسلیم کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رات کے قلیل حصہ میں مجھے تمام آسمانوں بلکہ لامکان کی سیر کروائی گئی ہے، کیا آپ اس بات کو تسلیم کریں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر یہ اعلان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے تو میں اس کی مکمل طور پر تصدیق کرتا ہوں، وہ لوگ اپنا سامنہ لے کر واپس لوٹ گئے۔ اس بارے میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ کی طرف سے انہیں ''صدیق'' کے لقب سے نوازا گیا اور ''صدیق'' کا مطلب ہے: وہ شخصیت جس کی زبان سے بھول کر بھی جھوٹ نہ نکلے۔

قبول اسلام:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں، جنہوں نے سب سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔ دوسرے لوگوں نے کوئی معجزہ دیکھ کر یا معجزے کا مطالبہ کر کے اسلام قبول کیا تھا لیکن آپ نے کوئی معجزہ دیکھے بغیر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی تھی، پھر آپ کی تبلیغ وترغیب سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا جن میں سے حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

رفیق غار ومزار:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر وحضر کے رفیق تھے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ حنین وغیرہ میں آپ نے نہ صرف شرکت کی بلکہ اہم کردار ادا کیا۔ ہجرت کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت آپ کے حصہ میں آئی، غار ثور میں کئی ایام تک قیام کرنے کے بعد عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ میں پہنچے۔ آپ کی رفاقت ہجرت وغزوات اور غار ثور

تک محدود نہیں تھی بلکہ بعد از وصال مزار میں بھی قائم رہی۔

ایثار وقربانی:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس طرح بہت بڑے مالدار تھے، اسی طرح بہت بڑے جواد و فیاض تھے۔ قبول اسلام کے بعد آپ نے ہر موقع پر جانی ایثار کے ساتھ مالی ایثار کا مظاہرہ کیا۔ قبول اسلام کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار درہم موجود تھے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا: مجھے جتنا نفع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا اتنا کسی اور کے مال نے نہیں دیا، یہ بات سن کر روتے ہوئے آپ نے عرض کیا:

هل انا ومالي الالك يا رسول الله صلى الله عليك

یارسول اللہ! میں اور میرا مال صرف آپ کے لیے ہے۔

آپ نے کثیر غلاموں کو آزاد کیا، مسلمان قیدیوں کو چھڑایا، مسلمانوں کی مالی معاونت فرمائی اور یتیموں و بیوگان کی امداد فرمائی۔

افضل البشر بعد الانبیاء:

اس بات میں تمام امت محمدی کا اجماع ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت سے افضل ہیں، پھر بالترتیب دیگر خلفاء راشدین کی فضیلت ہے، بعد ازاں عشرہ مبشرہ کی فضیلت ہے، ایام مرض الوصال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو امامت کرانے کا حکم دیا گیا اور حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے سترہ (۱۷) نمازیں پڑھانے کا اعزاز حاصل کیا۔

علم وفضل:

آپ علم قرأت، علم انساب، علم تعبیر خواب اور علم احکام الٰہی کے بارے میں تمام صحابہ سے اعلم تھے۔ صحابہ کی ایک جماعت تیار کی جنہوں نے جمع قرآن اور مصاحف تیار کرنے کی خدمات انجام دیں۔ آپ حافظ قرآن، ناشر قرآن اور جامع قرآن تھے۔

نبوی کمالات کے مظہر اتم:

آپ زہد وعبادت، تقویٰ وطہارت، صداقت وامانت اور علم وفضل وغیرہ امور میں تمام صحابہ سے ممتاز ومنفرد تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو چیز میرے سینے میں ودیعت رکھی تھی، وہ میں نے ابوقحافہ کے بیٹے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب میں ڈال دی ہے۔ آپ کمالات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم، علوم ومعارف کا خزینہ اور تصوف ومعرفت کا سمندر بے پایاں تھے۔

امور محرمہ سے احتراز:

زمانہ جاہلیت میں بت پرستی، شراب خوری، رشوت ستانی، سود خوری، زنا کاری اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے کو معیوب تصور

نہیں کیا جاتا تھا۔ یارِ غار نبوی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت اور قبول اسلام کے بعد کبھی ان امور قبیحہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ ہر دور میں آپ کی حیات طیبہ آئینہ کی طرح شفاف تھی اور غیر شرعی امور کا مرتکب ہونا تو کجا آپ نے اس بارے میں کبھی سوچا تک نہ تھا۔

خاندانی اعزاز:

آپ کے والدین، اہل وعیال اور احفاد وفروع یعنی چار نسلوں تک افراد کو صحابی رسول ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ آپ نے جان، مال، اولاد اور وطن سب کچھ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نثار کر دیا۔ اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رحمۃ للعلمین کے عقد میں پیش کر دیا تھا۔

امیر حج کی حیثیت سے:

8ء میں حج جیسی عبادت فرض ہوئی، 9 ہجری میں مسلمانوں نے پہلی بار حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو امیر حج مقرر کیا گیا اور اس طرح مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج ادا کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

خلافت وفرائض:

وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متفقہ طور پر آپ خلیفہ رسول منتخب ہوئے، آپ کا ابتدائی دور نہایت صبر آزما تھا، ایک طرف منکرین زکوۃ نے سر اٹھایا اور دوسری طرف منکر ختم نبوت مسیلمہ کذاب نے اعلان کیا، آپ نے ہر محاذ میں دشمن کا مقابلہ کیا، تائید ایزدی آپ کے شامل حال ہوئی اور کامیابی نے قدم چومے۔ ایک طرف آپ کی کوششوں سے منکرین زکوۃ کی سرکوبی کی گئی اور دوسری طرف مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو منطقی انجام تک پہنچایا گیا۔

علالت وانتقال:

آپ نے دو سال اور چند ماہ نہایت امانت و دیانت، صداقت وشرافت اور منہاج النبوت کے اصولوں کے مطابق مثالی حکومت کی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں آپ نحیف وکمزور ہوتے گئے، ۷ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری میں غسل فرمایا، موسم سرد ہونے کی وجہ سے علیل ہو گئے، صحابہ کرام عیادت کے لیے آنے لگے، صحابہ کرام کی ایک جماعت کی مشاورت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں آپ نے وصال فرمایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

فضائل وکمالات:

جان نثار نبوی، رفیق غار ومزار، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے کثیر کمالات وفضائل سے نوازا، کثیر آیات قرآن آپ کی فضیلت میں نازل ہوئیں اور کثیر روایات آپ کی عظمت میں وارد ہوئی ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی

قبل میں آپ نے سفر ہجرت کی رفاقت اختیار کی، غار ثور میں کئی ایام تک قیام کیا، دشمن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کرتے ہوئے غار تک پہنچ گئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی آمد پر خوف زدہ ہوئے اور عرض کیا: دشمن اپنے قدموں کے پاس سے غار میں دیکھیں تو ہم انہیں نظر آ سکتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ؕ یعنی ''اے صدیق! آپ پریشان مت ہوں، کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' یہ واقعہ قرآن کریم میں بایں الفاظ بیان ہوا ہے:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ؕ

''غار میں دونوں میں سے دوسرے، جب آپ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ آپ غمگین مت ہوں، کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت ثابت ہوتی ہے، اس طرح آپ کی صحابیت نص قطعی سے ثابت ہے اور آپ کی صحابیت کا انکار قرآن کا انکار ہے اور قرآن کا انکار کفر ہے۔

محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم:

ہر مسلمان کی عقیدت ومحبت کا مرکز ومحور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے، آپ سے عقیدت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا اور آپ کے ساتھ جس قدر کسی کو عقیدت ہوگی اتنا ہی اس کا ایمان مضبوط ہوگا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عقیدت ومحبت تھی، اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلے پر تھے، وصال مبارک کی اطلاع پاتے ہی حاضر خدمت ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے کپڑا اٹھا کر بوسہ دیتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والدین آپ کے قدموں پر نثار ہوں۔

اوّلیات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کثیر اولیات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) سب سے قبل اسلام قبول کیا۔ (۲) سب سے قبل قرآن کریم کو جمع کیا۔ (۳) سب سے پہلے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنے۔ (۴) اپنے والد گرامی کی موجودگی میں خلیفہ بنے۔ (۵) آپ پہلے خلیفہ ہیں' جن کے لیے قوم کی طرف سے وظیفہ مقرر ہوا۔ (۶) آپ پہلے امیر ہیں' جنہوں نے مانعین زکوٰۃ کا تعاقب کیا۔ (۷) آپ نے سب سے قبل منکرین ختم نبوت اور متنبّی کا تعاقب کیا اور انہیں منطقی انجام تک پہنچایا۔ (۸) آپ پہلے امیر حج تعینات ہوئے۔ (۹) نبی علیہ السلام کے حکم سے آپ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔

آپ کے فضائل:

قرآن کریم کی طرح احادیث مبارکہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بکثرت فضائل وکمالات اور اوصاف ومحاسن بیان ہوئے ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں روایات حسب ذیل ہیں:

بَاب مَنَاقِبِ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

باب 13: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3588 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا الثَّوْرِیُّ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَبْرَاُ اِلٰی کُلِّ خَلِیْلٍ مِّنْ خِلِّہٖ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ ابْنَ اَبِیْ قُحَافَۃَ خَلِیْلًا وَّاِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ اللّٰہِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَابْنِ الزُّبَیْرِ وَابْنِ عَبَّاسٍ

◄► حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں ہر دوست کی دوستی سے بری ذمہ ہوں اگر میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو میں ابن ابی قحافہ کو دوست بناتا لیکن تمہارے آقا اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کے لائق صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہونا:

حل لغات: جس طرح خل اور خلیل مترادف الفاظ ہیں، اسی طرح خل اور خلۃ مترادف ہیں۔ ان کا معنیٰ ہے: قلبی دوست، گہرا دوست، جانی دوست۔

انسان بڑے غور وفکر کے بعد کسی کو اپنا دوست بنانے کی ہمت کرتا ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں اعتماد ویقین شرط اول ہے۔ بعض اوقات ایک دوست دوسرے دوست کا بعض امور میں محتاج ہوتا ہے اور دوست اس کی محتاجی کو ختم کرنے کی ہر ممکن سعی کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتے تو اس کے لائق صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

3588- اخرجہ مسلم (۱۸۵۵/۴، ۱۸۵۶): کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم: باب: من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، حدیث (۲۳۸۳/۳)، (۲۳۸۳/۴)، (۲۳۸۳/۴)، (۲۳۸۳/۶)، (۲۳۸۳/۷)، و ابن ماجہ (۳۶/۱) فی المقدمۃ: باب: فی فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث (۹۳)، و الحمیدی (۶۲/۱) فی احادیث عبد اللہ بن مسعود، حدیث (۱۱۳) و اخرجہ احمد (۳۷۷/۱)، (۳۵۸۰)، (۳۸۹/۱)، (۳۶۸۹)، (۴۳۳/۱)، (۴۱۲۱)، (۴۰۸/۱)، (۳۸۸۰)، (۳۸۷۸)، (۴۱۲/۱)، (۳۹۰۹)، (۴۳۴/۱)، (۴۱۳۶)، (۴۳۷/۱)، (۴۱۶۱)، (۴۵۵/۱)، (۴۳۵۴)، (۱۰۹/۷)، (۴۳۹/۱)، (۴۱۸۲)، (۴۶۲/۱)، (۴۴۱۳).

کی شخصیت ہوسکتی تھی، کیونکہ انہوں نے قبول اسلام کے بعد اپنی جان، مال، اولاد اور وطن سب کچھ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کر دیا تھا، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت ہے۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر سے احتیاج کو پورا کرنا پسند نہ کیا، اس سلسلہ میں ایسی ذات کا انتخاب فرمایا جو کائنات کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے اور وہ ہے ذات باری تعالیٰ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں اعلان فرمایا: وان صاحبكم لخليل الله یعنی تمہارا نبی یقیناً اللہ تعالیٰ کا خلیل (گہرا دوست) ہے۔

جس طرح کلیم اللہ ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاص وصف نہیں ہے، کیونکہ شب معراج میں رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ذات باری تعالیٰ سے شرف ہم کلامی کیا تھا۔ اسی طرح خلیل اللہ ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وصف خاص نہیں ہے، کیونکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے خلیل اللہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔

3589 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

آثارِ صحابہ: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''صحیح غریب'' ہے۔

3590 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ لِعَآئِشَةَ اَيُّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَتْ اَبُوْ بَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَتْ عُمَرُ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَتْ ثُمَّ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ فَسَكَتَتْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: سب صحابہ کرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے دریافت کیا: پھر اس کے بعد کون

3589۔ اخرجه البخاري (٢٤/٧): كتاب فضائل الصحابة: باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم لو كنت متخذاً خليلاً، حديث (٣٦٦٨).

3590۔ اخرجه ابن ماجه (٣٨/١): المقدمة: باب: في فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم في فضل عمر بن الخطاب رضي الله عنه، حديث (١٠٢) و احمد (٢١٨/٦).

تھا؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں نے دریافت کیا: پھر اس کے بعد کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوعبیدہ بن جراح تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے پوچھا: پھر کون تھا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے محبوب اور صحابہ سے افضل ہونا:

اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے کہ جس طرح خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں محبوب ترین اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے سب سے زیادہ افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر باقی خلفاء راشدین یعنی حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا مقام ہے۔ ان کے بعد عشرہ مبشرہ اور باقی صحابہ کا مرتبہ ہے۔

احادیث باب میں افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے، آپ کے افضل امت ہونے کی متعدد وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) آپ نے سب سے قبل اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

(۲) قبول اسلام کے بعد آپ نے اپنی جان، مال، اولاد اور وطن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کر دیا۔

(۳) ہجرت کے موقع پر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کرنے کا شرف حاصل کیا۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ نے صحابہ کرام کو سترہ (۱۷) نمازیں پڑھانے کا اعزاز پایا۔

(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو پہلا امیر حج مقرر کیا گیا۔

3591 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِیْ حَفْصَةَ وَالْاَعْمَشِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صُهْبَانَ وَابْنِ اَبِیْ لَيْلٰی وَكَثِيْرِ النَّوَّاءِ كُلِّهِمْ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی لَيَرَاهُمْ مَنْ تَحْتَهُمْ كَمَا تَرَوْنَ النَّجْمَ الطَّالِعَ فِیْ اُفُقِ السَّمَآءِ وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ مِنْهُمْ وَاَنْعَمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ

3591۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۴۳۰): كتاب الحروف و القراء ات، حديث (۳۹۸۷) و الحميدی فی (مسنده) فی احاديث ابی سعيد الخدری رضی الله عنه، حديث (۷۵۵)، و ابن ماجه (۳۷/۱): فی المقدمة: باب: فی فضائل اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم فی فضل ابی بكر الصديق رضی الله عنه، حديث (۹۶) و عبد بن حميد ص (۲۸۰)، حديث (۸۸۷)، و احمد (۲۷/۳، ۵۰، ۶۱، ۷۲، ۹۳، ۹۸).

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلند درجات کے مالک لوگوں کو (جنت میں) نچلے درجے والے لوگ اس طرح دیکھیں گے' جس طرح تم آسمان کے افق میں طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی (بلند درجات والوں میں شامل ہوں گے) اور یہ دونوں کتنے اچھے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

یہ روایت دیگر سند کے ہمراہ عطیہ کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا جنت میں بلند درجہ والوں سے افضل ہونا:

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے صحابہ کو جنت میں داخل فرمائے گا، جن میں سے بعض بلند درجات میں ہوں گے، جنہیں کم درجہ والے ایسے دیکھیں گے جس طرح زمین میں رہنے والے لوگ آسمان پر چمکنے والے ستاروں کو دیکھتے ہیں اور ان بلند درجہ والے لوگوں سے زیادہ افضل حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ زیادہ بلند ہوگا، کیونکہ آپ افضل البشر بعد الانبیاء کے منصب پر فائز ہیں۔

3592 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِى الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ اَبِى الْمُعَلّٰى عَنْ اَبِيْهِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمًا فَقَالَ اِنَّ رَجُلًا خَيَّرَهُ رَبُّهُ بَيْنَ اَنْ يَّعِيْشَ فِى الدُّنْيَا مَا شَاءَ اَنْ يَّعِيْشَ وَيَاْكُلَ فِى الدُّنْيَا مَا شَاءَ اَنْ يَّاْكُلَ وَبَيْنَ لِقَاءِ رَبِّهِ فَاخْتَارَ لِقَاءَ رَبِّهِ قَالَ فَبَكٰى اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ هٰذَا الشَّيْخِ اِذْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا صَالِحًا خَيَّرَهُ رَبُّهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ لِقَاءِ رَبِّهِ فَاخْتَارَ لِقَاءَ رَبِّهِ قَالَ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ اَعْلَمَهُمْ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ بَلْ نَفْدِيْكَ بِآبَائِنَا وَاَمْوَالِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَمَنَّ اِلَيْنَا فِىْ صُحْبَتِهٖ وَذَاتِ يَدِهٖ مِنِ ابْنِ اَبِىْ قُحَافَةَ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَّاتَّخَذْتُ ابْنَ اَبِىْ قُحَافَةَ خَلِيْلًا وَّلٰكِنْ وُدٌّ وَّاِخَاءُ اِيْمَانٍ وُدٌّ وَّاِخَاءُ اِيْمَانٍ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَّاِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ اللّٰهِ

فى الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ

حکمِ حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِىْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِاِسْنَادٍ غَيْرِ هٰذَا

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ اَمَنَّ اِلَيْنَا يَعْنِىْ اَمَنَّ عَلَيْنَا

3592- اخرجه احمد (۴۷۸/۳، ۲۱۱/۴) عن عبد الملك بن عمير عن ابن ابى المعلى عن ابيه فذكره.

ابن ابی معلی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے یہ اعلان فرمایا: ایک شخص کو اس کے پروردگار نے اس بارے میں اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا میں رہے جب تک کہ وہ دنیا میں رہنا چاہتا ہے اور دنیا میں کھائے پیئے جو وہ کھانا چاہتا ہے اور اس بات کے درمیان (اختیار دیا) کہ وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے تو اس بندے نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری کو پسند کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے تو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے کہا۔ آپ اس بزرگ پر حیران نہیں ہو رہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ایک نیک آدمی کا ذکر کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا یا اپنی بارگاہ میں کسی ایک بات کا حاضری میں سے اختیار دیا تو اس نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری کو پسند کر لیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے بارے میں زیادہ علم رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بلکہ ہم آپ ﷺ کے بدلے اپنے والدین دے دیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ حسن سلوک کے اعتبار سے کسی شخص نے ابن ابی قحافہ سے زیادہ اچھا سلوک سے نہیں کیا اور اگر میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو میں ابن ابی قحافہ کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی بھائی چارگی اور محبت تو باقی ہیں آپ ﷺ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمائی: تمہارے آقا اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت ابوعوانہ کے حوالے سے عبدالملک بن عمیر کے حوالے سے دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

حدیث کے الفاظ ''امن الینا'' کا مطلب امن علینا ہے۔

3593 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِى النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِى سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَدَيْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ بِآبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا قَالَ فَعَجِبْنَا فَقَالَ النَّاسُ انْظُرُوْا اِلَى هٰذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُوْلُ اللهِ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَ اللهِ وَهُوَ يَقُوْلُ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا قَالَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ هُوَ اَعْلَمَنَا بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ اَبُوْ بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ لَا تُبْقَيَنَّ فِى الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ اِلَّا خَوْخَةَ اَبِىْ بَكْرٍ

3593- اخرجه البخاري (۲۶۸/۷): كتاب مناقب الانصار: باب: هجرة النبي صلى الله عليه وسلم و اصحابه الى المدينة، حديث (۳۹۰۴)، (۱۰/۷)، كتاب فضائل الصحابة، باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم سدوا الابواب الا باب: ابي بكر، حديث (۳۶۵۴)، و اخرجه مسلم (۱۸۵۴/۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل ابي بكر الصديق رضي الله عنه، حديث (۲۳۸۲/۲)، و احمد (۱۸/۳)، (۱۲۶/۱)، عن عبيد بن حنين، عن ابي سعيد الخدري فذكره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اسے دنیا کی آرائش وزیبائش عطا کردے جتنی وہ چاہے یا اپنا قرب عطا کرے' تو اس نے اللہ تعالیٰ کے قرب کو اختیار کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ پر ہم اپنے والدین کو قربان کردیں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں: ہمیں اس بات پر حیرانگی ہوئی لوگوں نے کہا اس بزرگ کی طرف دیکھو! نبی اکرم ﷺ ایک بندے کے بارے میں بتارہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام آرائش وزیبائش دی جتنی وہ چاہے اور اپنے قرب کے درمیان اختیار دیا ہے' اور یہ صاحب یہ کہہ رہے ہیں: ہم اپنے والدین کو آپ پر قربان کردیں گے' تو درحقیقت نبی اکرم ﷺ وہ بندے تھے جن کو یہ اختیار دیا گیا تھا' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں ہم میں سب سے بہتر جانتے تھے۔

حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: ساتھ اور مال کے حساب سے' میرے ساتھ سب سے اچھا سلوک ابوبکر نے کیا ہے' اور اگر میں نے کسی کو بھی خلیل بنانا ہوتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا' تاہم اسلام کی بھائی چارگی باقی ہے' اور مسجد میں ابوبکر کے مخصوص دروازے کے علاوہ ہر ایک دروازے کو بلند کردیا جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ جانی و مالی ایثار کرنا

احادیث باب سے کئی اعتبار سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قدر ومنزلت اور افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے چند امور حسب ذیل ہیں:

۱- آپ راز دان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، نہایت لطیف وباریک بات کو بھی سمجھ لیتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کی حقیقت کو سمجھ کر رونے لگے، صحابہ آپ کے رونے پر تعجب کرنے لگے لیکن آپ نے سمجھ لیا تھا کہ نیک بندہ سے مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: زمانہ رسالت میں لوگوں کو کون فتویٰ جاری کرتا تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں فتویٰ جاری کرتے تھے اور ان کے غیر کو میں نہیں جانتا۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ پر اپنی امہات وآباء اور جان ودولت نثار کردیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ حق دوستی ادا کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے مال نے جتنا مجھے فائدہ دیا کسی دوسرے کے مال نے نہیں دیا اور ان کے ایثار و قربانی کا بدلہ صرف ذات باری تعالیٰ دے گی۔

۳- مسجد نبوی شریف سے متصل مکانوں میں ہر مکان سے ایک کھڑکی تھی جو مسجد کی طرف کھلتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام مکانوں کی کھڑکیاں بند کردی جائیں اور کسی کی کھڑکی سوئی کے ناکے کی مقدار بھی کھلی ہوئی نہ ہو مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کو نہ چھیڑا جائے۔ اس ارشاد میں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ بلافصل ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ کھڑکی کے ذریعے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے خلافت کی خدمات انجام دینے کے لیے بآسانی مسجد میں آمد ورفت کا سلسلہ جاری رکھ سکیں گے، وہاں آپ کا تمام صحابہ سے ممتاز وافضل ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

3594 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا مَحْبُوْبُ بْنُ مُحْرِزٍ الْقَوَارِيْرِيُّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ يَزِيْدَ الْاَوْدِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ اِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيْهِ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعَنِيْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِيْ مَالُ اَبِيْ بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا اَلَا وَاِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے ساتھ جس شخص نے اچھا سلوک کیا ہم نے اس کو بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر کے۔ اس نے ہمارے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا ہے کہ اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرے گا' اور کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں دیا' جتنا ابوبکر نے دیا ہے' اگر میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو میں ابوبکر کو خلیل بنالیتا لیکن تمہارے آقا' اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احسانات کا بدلہ نہ چکایا جانا:

یہ روایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات کا عظیم الشان گلدستہ ہے، جس کی روحانی خوشبو نے ایک جہاں کو معطر کردیا ہے اور خواص وعوام سب آپ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتے اور یہ کمالات آپ کی ذات کو تمام صحابہ سے ممتاز کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱- جس شخص نے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی احسان کیا، آپ کی طرف سے اس کا بدلہ چکا دیا گیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اتنے کثیر احسانات ہیں کہ ان کا بدلہ چکانا ممکن نہیں تھا، قیامت کے دن ذات باری تعالیٰ ان

3594- لم يخرجه الا الترمذي من اصحاب الكتب الستة ينظر التحفة (۱۰/۴۲۴)، حديث (۱۴۸۴۹) وذكره المتقي الهندي في الكنز (۱۱/۵۴۷)، حديث (۳۲۵۶۵)، وعزاه للترمذي.

احسانات کا بدلہ عنایت فرمائے گی۔

۲- موقع ومحل کے مطابق تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حسب طاقت ایثار وقربانی پیش کرنے کا مظاہرہ کرتے تھے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کوئی نہ کرسکتا تھا۔ یہی وجہ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے اعلان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اموال ودولت نے جتنا ہمیں فائدہ دیا، کسی دوسرے کی دولت نے اتنا فائدہ ہرگز نہیں دیا۔

۳- صحابہ کرام وہ نفوس قدسیہ ہیں، جن کے خلوص وللّٰہیت میں بال برابر شک نہیں کیا جاسکتا، تاہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خلوص مثالی تھا، اس سلسلہ میں زبان رسالت سے اعلان ہوا کہ آپ نے دوستی کا حق ادا کردیا ہے، اگر میں صحابہ میں سے کسی کو اپنا خلیل (گہرا دوست) بناتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن میں اللہ تعالیٰ کا خلیل ہوں۔

بَابُ فِيْ مَنَاقِبِ اَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كِلَيْهِمَا

باب 14: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں کے مناقب کا بیان

3595 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيٍّ وَّهُوَ ابْنُ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِىْ اَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مَوْلًى لِرِبْعِيٍّ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ نَحْوَهُ وَكَانَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ يُدَلِّسُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرُبَّمَا ذَكَرَهُ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ وَّرُبَّمَا لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ زَائِدَةَ وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ هِلَالٍ مَوْلٰى رِبْعِيٍّ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ اَيْضًا عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ سَالِمٌ الْاَنْعَمِيُّ كُوْفِيٌّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد دو آدمیوں کی پیروی کرنا۔ ابوبکر اور عمر کی۔

3595- اخرجه ابن ماجه (۳۷/۱) في المقدمة : باب : في فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، حديث (۹۷)، و الحميدي (۲۱٤/۱) في احاديث حذيفة بن اليمان، حديث (٤٤۹) و احمد (۳۸۵/۵، ٤۰۲، ۳۹۹).

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

سفیان ثوری نے اس روایت کو عبدالملک بن عمیر کے حوالے سے ربعی کے آزاد کردہ غلام کے حوالے سے ربعی کے حوالے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

دیگر راویوں نے اس روایت کو صنعت سے نقل کیا ہے۔

سفیان بن عیینہ نامی راوی نے تدلیس کی ہے بعض اوقات وہ اس روایت کو زائدہ کے حوالے سے عبدالملک کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور بعض اوقات وہ اس میں زائدہ کا حوالہ ذکر نہیں کرتے ہیں۔

ابراہیم بن سعد نے اس روایت کو سفیان ثوری عبدالملک بن عمیر ہلال سے نقل کیا ہے جو ربعی کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ان کے ربعی کے حوالے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ ربعی کے حوالے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

3596 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سَالِمٍ أَبِي الْعَلَاءِ الْمُرَادِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَا أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم تم لوگوں کے درمیان میں اور کتنا عرصہ رہوں گا؟ میرے بعد ان دو لوگوں کی پیروی کرنا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے یہ بات فرمائی۔

شرح

پہلا خلیفہ رسول رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دوسرا خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہونا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم تعمیل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی موجودگی اور ایام علالت میں صحابہ کرام کو سترہ (۱۷) نمازیں پڑھائیں۔ نیز آپ نے ۹ھ میں امارت حج کی خدمات انجام دیں۔ ان حقائق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے اور افضل البشر بعد الانبیاء ہونے کا بین ثبوت ہے۔ آپ کے خلیفہ بنتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ جب ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے دینی امور میں عملی طور پر خلیفہ تسلیم کر لیا تھا تو پھر دنیوی امور میں آپ کو خلیفہ تسلیم کرنے

میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ احادیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ تاہم ان میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تذکرہ ہے اور تاریخ نے اسے عملی طور پر درست ثابت کر دیا۔ بلاشبہ مسلمانوں کے خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر، خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم، خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی اور خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ خلافت کی یہ ترتیب مسلمانوں کا اجماعی مسئلہ ہے، جس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ تاہم خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و کمالات اپنی جگہ درست ہیں۔

3597 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِاَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمایا تھا: دونوں انبیاء اور مرسلین کے علاوہ اہلِ جنت کے پہلے والے اور بعد والے تمام عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہیں۔ اے علی! تم ان دونوں کو نہ بتانا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3598 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُوَقَّرِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ يَا عَلِيُّ لَا تُخْبِرْهُمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَالْوَلِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُوَقَّرِيُّ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ وَلَمْ يَسْمَعْ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ مِنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ وَّقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَلِيٍّ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

3597۔ لم یخرجه الا الترمذی من اصحاب الکتب الستة ینظر: (التحفة) (۱/ ۳٤۰)، حدیث (۱۳۱۳) وذکره المتقی الهندی فی الکنز (۱۱/ ٥٦۱)، حدیث (۳۲٦٥۲) و عزاه للترمذی.

3598۔ لم یخرجه الا الترمذی من اصحاب الکتب الستة ینظر: (التحفة) (۷/ ٤۳٥)، حدیث (۱۰۲٤٦)، و ذکره المتقی الهندی فی الکنز (۱۳/ ٥)، حدیث (۳٦۰۹۰)، و عزاه للترمذی ثم قال: و قد رواه خیثمة و ابن شاهین فی السنن من طریق الحارث عن علی، ورواه ابن ابی عاصم، فی السنن من طریق خطاب او ابی خطاب.

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود تھا۔ اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نظر آ گئے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تمام انبیاء اور مرسلین کے علاوہ سب پہلے والے اور سب بعد والے' جنت کے عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہیں۔ اے علی! تم ان دونوں کو نہ بتانا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

اس کے راوی ولید بن محمد موقری کو ضعیف قرار دیا گیا ہے' اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' بھی احادیث منقول ہیں۔

3599 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ ذَكَرَ دَاوُدُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مَا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ابوبکر اور عمر انبیاء اور مرسلین کے علاوہ' تمام پہلے والے اور بعد والے' بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں۔ اے علی! تم ان دونوں کو نہ بتانا۔

شرح

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ادھیڑ عمر اہل جنت کے سردار ہونا:

بلاخوف تردید اس حقیقت کا اظہار کیا جا سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جنتی ہیں، تا قیامت اولیاء، اغیاث، اقطاب اور ابدال وغیرہ صالحین آتے رہیں گے لیکن ان میں سے کوئی صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہ کا مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ صحابہ کرام نہ صرف جنتی ہیں بلکہ ان میں سے بعض اہل جنت کے سردار ہوں گے۔ صحابہ کی عظمت وشان میں آیات واحادیث وارد ہیں، مساجد ومدارس میں تا قیامت قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی اور ان نفوس قدسیہ کے کمالات وفضائل اور جنتی ہونے کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔ جنت میں امت کے سردار اولیاء وصالحین ہوں گے، اولیاء وصالحین کے سردار صحابہ ہوں گے اور صحابہ کے سردار خلفاء راشدین بالخصوص حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہوں گے۔

سوال: حدیث باب کے مطابق اہل جنت میں سے ادھیڑ عمر کے سردار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے جبکہ دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ تمام اہل جنت نوجوان ہوں گے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: اس روایت میں ادھیڑ عمر سے مراد ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت جو لوگ ادھیڑ عمر ہوں گے تو حضرت صدیق

اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ان کے سردار ہوں گے۔ حدیث شریف: ان الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة سے مراد بھی مجازی معنی ہے یعنی جو دنیا سے رخصت ہوتے وقت نوجوان ہوں گے۔

سوال: جنت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش انبیاء کرام ہوں گے، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ان کے بھی سردار ہوں گے جبکہ غیر نبی، نبی کا سردار ہرگز نہیں ہوسکتا؟

جواب: اس کا جواب اسی روایت میں موجود ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اہل جنت میں سے ادھیڑ عمر کے سردار ہوں گے مگر انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام مستثنیٰ ہوں گے۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راوی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت صیغہ راز میں رکھنے اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو بتانے سے منع کیوں کیا تھا؟

جواب: اس فضیلت سے شیخین رضی اللہ عنہما کو بتانے سے منع کرنے میں یہ حکمت تھی کہ بتانے کی صورت میں ان کا خود فریبی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا جبکہ اعمال صالحہ میں ترقی کرنا ان سے مطلوب تھا۔

3600 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ

آثارِ صحابہ: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَلَسْتُ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ اَلَسْتُ صَاحِبَ كَذَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّهٰذَا اَصَحُّ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں اس بارے میں لوگوں سے زیادہ حق نہیں رکھتا کیا میں نے سب سے پہلے اسلام قبول نہیں کیا۔ کیا میری یہ خصوصیت نہیں۔ کیا میری وہ خصوصیت نہیں ہے۔

اس حدیث کو بعض راویوں نے شعبہ کے حوالے سے 'جریری کے حوالے سے' ابونضرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور یہ سند زیادہ درست ہے۔

محمد بن بشار نے یہ روایت عبدالرحمٰن کے حوالے سے' شعبہ سے جریری کے حوالے سے' ابونضرہ سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے بعد انہوں نے حدیث نقل کی ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا تاہم یہ والی روایت زیادہ مستند ہے۔

3600۔ لم يخرجه الا الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (٥/٢٩٣)، حديث (٦٥٩٦) عن ابي بكر موقوفاً.

شرح

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خلافت کا زیادہ حقدار ہونا:

اسلام کی ترقی وخدمات اور کمالات وامتیازات کے سبب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے، صحابہ کرام نے بھی آپ کو متفقہ طور پر اپنا خلیفہ منتخب کرلیا اور یہ منصب آپ کے ہی لائق تھا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود اپنی خدمات کے حوالے سے اس منصب کا سب سے زیادہ حقدار ہونے کا اعلان کیا، کیونکہ آپ اول الاسلام اور دیگر خدمات کے سبب تمام صحابہ سے زیادہ ممتاز تھے۔

فائدہ نافعہ:

تاریخی اعتبار سے یہ روایت حقائق کے منافی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ جان واولاد اور مال ووطن سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ایثار کرنے والے کی بات بعید از قیاس وعقل ہے کہ وہ کسی منصب کا طالب ہو۔ آپ کی ذات عجز وانکسار اور تواضع کا پیکر تھی، لہٰذا آپ کا یہ مطالبہ کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں جب ثقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب خلیفہ کے بارے میں بحث ومشاورت ہو رہی تھی تو آپ نے خلافت کے لیے اپنا نام ہرگز پیش نہیں کیا تھا۔ تاہم وہاں حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے خلافت کے لیے آپ کا نام پیش کیا گیا تھا۔

3601 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ عَلٰى اَصْحَابِهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَهُمْ جُلُوْسٌ فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَلَا يَرْفَعُ اِلَيْهِ اَحَدٌ مِّنْهُمْ بَصَرَهُ اِلَّا اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَاِنَّهُمَا كَانَا يَنْظُرَانِ اِلَيْهِ وَيَنْظُرُ اِلَيْهِمَا وَيَتَبَسَّمَانِ اِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ اِلَيْهِمَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحَكَمِ بْنِ عَطِيَّةَ

توضیح راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي الْحَكَمِ بْنِ عَطِيَّةَ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے مہاجرین اور انصار ساتھیوں کے پاس تشریف لاتے تھے تو ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوتے تھے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اپنی نگاہ اٹھا کر آپ کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کیا کرتے تھے' کیونکہ وہ آپ ﷺ کی زیارت کرتے تھے' اور آپ ﷺ بھی صرف ان دونوں کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ یہ دونوں حضرات آپ ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے تھے۔ آپ ﷺ بھی ان کو دیکھ کر مسکراتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اس کو صرف حکم بن عطیہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے

3601۔ اخرجه عبد بن حميد ص (۳۸۸) حديث (۱۲۹۸)، و اخرجه احمد (۱۵۰/۳) عن ثابت عن انس فذكره.

ہیں اور بعض محدثین نے حکم بن عطیہ کے بارے میں کلام کیا ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نہایت درجہ عقیدت ومحبت ہونا

محبوب سے نہایت درجہ کی محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کا تصور ذہن سے محو نہیں ہوتا، جب اس کے چہرے پر نظر پڑے تو ہونٹوں پر مسکراہٹ نمایاں ہو جائے۔ جب ہم صحابہ کرام میں اس علامت کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ صفت کمال طریقہ سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما میں پائی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر کمال شفقت سے مسکرا دیتے تھے، شیخین آپ کو دیکھ کر زیر لب مسکرا دیا کرتے تھے اور صحابہ کرام یہ تمام منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لطف اندوز ہوتے تھے۔ ان حضرات کی آپس میں بہت زیادہ ہم آہنگی تھی جس وجہ سے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیتے تھے۔

3602 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ مُجَالِدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ أَحَدُهُمَا عَنْ يَّمِينِهِ وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ وَهُوَ آخِذٌ بِأَيْدِيهِمَا وَقَالَ هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

توضیح راوی: وَسَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو آپ کے ایک جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسری جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کا ہاتھ تھام رکھا تھا' آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیں قیامت کے دن اسی طرح مبعوث کیا جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ سعید بن مسلمہ محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہے۔

یہی روایت بعض دیگر سندوں کے ہمراہ بھی نافع کے حوالے سے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

شرح

قیامت کے دن حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مبعوث ہونا:

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کی

3602- اخرجه ابن ماجه (۳۸/۱) المقدمة حديث (۹۹) عن نافع عن ابن عمر فذكره.

دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق اور بائیں جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور آپ دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، آپ نے اعلان فرمایا: قیامت کے دن ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ شیخین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت دنیا تک محدود نہیں ہے بلکہ قیامت کے دن بھی یہ برقرار رہے گی۔

سوال: اگر یہ روایت درست ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تدفین کے لیے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت کیوں طلب کی تھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا تھا: یہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی ہوئی تھی لیکن آج میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دیتی ہوں؟

جواب: حدیث باب میں دونوں مزارات ایک ساتھ ہونے کی طرف اشارہ ہے لیکن تصریح نہیں ہے، یہ ممکن ہے کہ مزارات فاصلے پر ہوں بیک وقت مبعوث ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر رفاقت کی سعادت حاصل کر لیں۔

3603 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ اَبِي الْاَسْوَدِ حَدَّثَنِيْ كَثِيْرٌ اَبُوْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرِ التَّيْمِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَنْتَ صَاحِبِيْ عَلَى الْحَوْضِ وَصَاحِبِيْ فِي الْغَارِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم غار میں بھی میرے ساتھ تھے' اور حوض پر بھی میرے ساتھ ہو گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قیامت کے دن حوض کوثر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل ہونا:

تمام صحابہ میں سے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر و حضر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے، آپ ہجرت و غار بلکہ مزار کے رفیق، آپ کے تعلق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا تھا کہ میدان حشر میں رفاقت کی سعادت حاصل ہو۔ چنانچہ قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاسی امت کو حوض کوثر سے جام پلا رہے ہوں گے، وہاں آپ کی رفاقت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہوں گے۔ دنیا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خطرناک تکالیف

3603۔ لم يخرجه الا الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (٣٢٨/٥)، حديث (٦٦٧٦)، و ذكره المتقي في الكنز (٥٤٥/١١)، حديث (٣٢٥٥٩)، و عزاه للترمذي عن ابن عمر فذكره.

اور مصائب میں شامل رہے، تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں حوض کوثر پر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے نوازے گا۔
قرآن کریم میں اس گہری رفاقت کا تذکرہ بایں الفاظ ہوا ہے:

إِذْهُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ: ۴۰)

"جب دونوں غار میں تھے، تو آپ نے اپنے ساتھی سے فرمایا: تم غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

فائدہ نافعہ:

سفر و حضر، خطرناک مصائب و مشکلات اور غار و مزار والی رفاقت قیامت کے دن بھی برقرار رہے گی۔ لوگ اپنے سر کی آنکھوں سے یہ رفاقت حوض کوثر پر ملاحظہ کریں گے۔

3604 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ الْمُطَّلِبِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ

متنِ حدیث: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَقَالَ هٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَنْطَبٍ لَمْ يُدْرِكِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن حطب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا یہ سمع اور بصر ہے۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "مرسل" ہے۔

حضرت عبداللہ بن حطب نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ اقدس نہیں پایا ہے۔

شرح

حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان اور آنکھ ہونا:

انسانی اعضاء میں دل کی طرح کان اور آنکھ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، ان دونوں یا ایک سے محروم شخص سے ان کی اہمیت دریافت کی جا سکتی ہے۔ ایسا شخص کامل انسان نہیں کہلا سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل کا تسمہ ہونا بڑی فضیلت کی بات ہے، رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو اپنا کان اور آنکھ قرار دے کر انہیں زمین سے اٹھا

3604- لم يخرجه الا الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (٣١٤/٤)، حديث (٥٢٤٦)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (٦٩/٣)، و قال: صحيح الاسناد و لم يخرجاه، و قال الذهبي: حسن و ذكره الشيخ الالباني في (الصحيحة) (٤٧٢/٢). حديث (٨١٤)، وقال: رجاله ثقات عن عبد العزيز بن المطلب عن ابيه عن جده عبد الله بن حنطب.

کر دوش ثریا سے بلند کر دیا۔

محدثین کرام نے اس حدیث کے متعدد مطالب و مفاہیم بیان کیے ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- جس طرح انسانی اعضاء میں کان اور آنکھ ممتاز ہیں اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ میں امتیاز حاصل ہے۔

۲- حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بمنزل کان اور آنکھ کے ہیں یعنی حق سننے اور حق دیکھنے کے اعتبار سے امتیازی مقام رکھتے ہیں۔

۳- شیخین رضی اللہ عنہما کی ارتقاء اسلام کے حوالے سے خدمات مسلمہ ہیں اور شان امتیازی ہے۔

۴- دونوں حضرات رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بمنزل وزیر و مشیر کے ہیں۔

فائدہ نافعہ:

یہ مرتبہ و مقام شیخین رضی اللہ عنہما کا ہے، جس ہستی کے ساتھ تعلق کی وجہ سے انہیں یہ مقام میسر آیا وہ رحمت کائنات اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے۔ یہ وہی ذات مقدس ہے جس کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ زمین و آسمان، جنات وانس، شمس وقمر، حجر وشجر اور جنت ودوزخ بلکہ کائنات کی کسی چیز کو پیدا نہ کرتا۔

3605 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَأْمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَأْمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا

3605- اخرجه مالك في (الموطا) (۱۷۰/۱، ۱۷۱): كتاب قصر الصلاة في السفر: باب جامع الصلاة، حديث (۸۳)، و اخرجه البخاري (۱۹۲/۲، ۱۹۳، ۱۹۵). كتاب الاذان: باب: اهل العلم و الفضل احق بالامامة، حديث (۶۷۸) من طريق ابي بردة عن ابي موسى، (۶۷۹)، حديث (۶۸۲) من طريق ابن شهاب عن حمزة بن عبد لله، باب: من قام الى جنب الامام لعلة، حديث (۶۸۳)، و اخرجه مسلم (ابي) (۲۱۱/۲): كتاب الصلاة: باب: استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض و سفر و غيرهما من يصلي بالناس، حديث (۴۲۰/۱۰۱) من طريق عبد الملك بن عمير عن ابي بردة عن ابي موسى، (۳۰۷/۲، ۳۰۸)، باب، النبي عن مبادرة الامام بالتكبير وغيره، حديث (۴۱۸/۹۴، ۴۱۸/۹۵)، و ابن ماجه (۳۸۹/۱، ۳۹۰، ۳۹۱): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء في صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه، حديث (۱۲۳۲)، من طريق ابراهيم عن الاسود عن عائشة، حديث (۱۲۳۳)، حديث (۱۲۳۴) منب طريق نبيط بن شريط عن سالم بن عبيد، حديث (۱۲۳۵) من طريق الارقم بن شرحبيل عن ابن عباس و اخرجه احمد (۹۶/۱)، (۲۵۹/۶، ۲۳۱، ۲۷۰)، عن عائشة به.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاَبِیْ مُوْسٰی وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّسَالِمِ بْنِ عُبَیْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوبکر سے کہو! لوگوں کو نماز پڑھا دے۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے' تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدایت کریں کہ وہ نماز پڑھا دیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو کہو کہ نماز پڑھا دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ ﷺ سے کہو! جب ابوبکر آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے' تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔

آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدایت کریں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم عورتیں بھی یوسف علیہ السلام کے زمانے کی خواتین کی طرح ہو' ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو! وہ نماز پڑھائے تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تمہاری وجہ سے مجھے کبھی کوئی بھلائی نہیں ملی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت صغریٰ سونپ کر امامت کبریٰ کی طرف اشارہ کرنا:

ماہ صفر المظفر ۱۱ھ کے آخری ایام میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے، یہ علالت مرض وصال ثابت ہوئی، مرض وصال کی کل مدت چودہ (۱۴) دن ہے، آپ حالت مرض میں نمازیں پڑھاتے رہے، علالت میں اضافہ ہوا تو نقاہت و کمزوری لاحق ہوگئی، مسجد میں آمد و رفت میں تکلیف محسوس ہونے لگی، غسل و وضو کے وقت بار بار غشی طاری ہونے لگی، انہی ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مروا ابابكر فليصل بالناس یعنی تم ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں، بہتر یہ ہے کہ امامت بالصلوٰۃ کی خدمت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: تم حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح کرتی ہو، فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، اسی زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سترہ (۱۷)

نمازیں پڑھائیں۔ اس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت صغریٰ کے لیے تعینات فرما کر امامت کبریٰ کے حقدار ہونے کی طرف اشارہ فرما دیا۔ انتخاب خلیفہ کے موقع پر اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا تھا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمارا دینی امام تعینات فرما دیا تھا تو دنیوی امور میں آپ کو خلیفہ تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سوال: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے بطور مشورہ امامت صغریٰ کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پیش کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں ڈانٹ کیوں پڑی تھی؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے امامت صغریٰ کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پیش کرنے پر ڈانٹ نہیں پڑی تھی بلکہ اصلاح ہوئی تھی، کیونکہ دلی طور پر وہ بھی اپنے والد گرامی کی امامت پر خوش تھیں لیکن بطور مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پیش کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر امامت صدیقی کے دوران خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جاتا ہے تو لوگ اس امامت کو منحوس قرار دے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منصب امامت سے برطرف کر دیں گے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دلی طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کو پسند کرتے تھے۔ پھر یہ اصلاحی ڈانٹ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی پڑی تھی، کیونکہ انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ فانکن لانتن صواحب یوسف: عزیز مصر نے خواتین کو دعوت کی شکل میں جمع کیا، اس کا مقصد حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کرانا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر عورتیں آپ پر فریفتہ ہو گئیں، انہوں نے زبانی کلامی حضرت یوسف علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی مالکن کی بات مان لیں لیکن سب کے دل میں کوئی اور ہی بات تھی۔

محدثین کرام نے اس جملہ کے دو مطالب بیان کیے ہیں:

۱- لفظ "فانکن" سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں جبکہ "صواحب" سے مراد حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا ہیں، ان کو بطور جمع کا صیغہ لانے میں تعظیم مقصود ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا نے نامناسب بات کی حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوت دی تھی، اسی طرح تم بھی مجھے نامناسب بات کا مشورہ دیتی ہو۔

۲- جس طرح حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا نے دعوت کا اہتمام کیا تھا جبکہ اصل مقصود حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی نمائش تھی، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی اصل مقصد یہ تھا کہ اگر امامت صدیقی کے ایام میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو جاتا ہے تو لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کو منحوس تصور کریں گے اور ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

3606 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ مَيْمُوْنٍ

3606- لم يخرجه الا الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (۱۲/۲۸٤)، حديث (۱۷۵٤۸)، و ذكره المتقي الهندي في الكنز (۵٤۷/۱۱)، حديث (۳۲۵٦۷)، وعزاه للترمذي.

الْاَنْصَارِيّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: لَا يَنْبَغِيْ لِقَوْمٍ فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جن لوگوں کے درمیان ابوبکر موجود ہو۔ان لوگوں کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور ان کی امامت کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر کی امامت ناپسند ہونا:

امامت کا زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو سب سے افضل ہو، بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق انبیاء علیہم السلام سب لوگوں سے افضل ہیں،آپ کے بارے میں ملت اسلامیہ کا عقیدہ ہے: افضل البشر بعد الانبیاء هو ابوبکر رضی الله عنه۔اس افضلیت و قدر ومنزلت کے اعتبار سے آپ امامت کے زیادہ حقدار قرار پاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبی صلی الله علیه وسلم بعثه علی جیش ذات السلاسل، فاتیته، فقلت: ای الناس احب الیك؟ قال: عائشة، فقلت: من الرجال؟ فقال: ابوها، قلت: ثم من؟ قال: عمر بن الخطاب فعد رجالا . (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:۳۶۶۲)

رسول کریم رضی اللہ عنہ نے مجھے غزوہ ذات سلاسل کے موقع پر امیر بنا کر روانہ کیا، جب میں واپس آیا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا: آپ کے ہاں عورتوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ، میں نے عرض کیا: مردوں میں سے کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: ان کے باپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا: پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عمر بن خطاب۔ پھر آپ نے مزید چند نام لیے۔

۲-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: ابوبکر سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:۴۴۲۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سردار، ہم سب سے افضل اور رسول کریم رضی اللہ عنہ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب تھے۔

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

کنا نجلس مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانما علی رؤسنا الطیر، مایتکلم احد الا ابوبکر وعمر ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۷۷۸۲)

جب ہم مجلس نبوی رضی اللہ عنہ میں بیٹھتے تو ہماری حالت یہ ہوتی گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سوا ہم میں سے کوئی بھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔

3607 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِيَ فِي الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ هٰذِهِ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا' تو جنت میں سے یہ آواز دی جائے گی۔ اے اللہ کے بندے! یہ زیادہ بہتر ہے' جو شخص نمازی ہوگا' اسے نماز والے دروازے سے بلایا جائے گا' اور جو شخص جہاد کرنے والا ہوگا' اسے جہاد کرنے والے دروازے سے بلایا جائے گا۔ صدقہ وخیرات کرنے والے کو صدقہ دینے والے دروازے سے بلایا جائے گا' اور جو شخص روزہ دار ہوگا' اسے باب الریان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ لازمی سی بات ہے' ان میں سے جس بھی دروازے سے بلایا جائے گا' اسے کوئی حرج نہیں ہوگا' لیکن کیا کوئی ایسا بھی شخص ہوگا جو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ایک ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جانا:

مختلف روایات سے ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جن سے مخصوص لوگوں کو داخل ہونے کے لیے پکارا جائے گا۔ ان دروازوں اور ان سے داخل ہونے والوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

3607- اخرجه النسائی (۶/۲۲، ۲۳): کتاب الجهاد: باب: فضل من انفق زوجین فی سبیل الله عزوجل، حدیث (۳۱۳۵).

۱-باب الایمان: اس سے اہل ایمان اور مسلمانوں کو داخل ہونے کے لیے پکارا جائے گا۔

۲-باب الصلوۃ: اس سے عابد وزاہد، تہجد گزار اور پنجگانہ نماز ادا کرنے والوں کو پکارا جائے گا۔

۳-باب الریان: اس سے باقاعدگی سے ماہ رمضان کے روزے رکھنے والوں کو پکارا جائے گا۔

۴-باب الجھاد: اس سے جذبہ جہاد سے سرشار اور مجاہدین کو داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی۔

۵-باب الصدقۃ: اس دروازہ سے صدقہ وخیرات اور زکوۃ دینے والوں کو پکارا جائے گا۔

۶-باب الحج: اس سے حج وعمرہ اور زیارت حرمین شریفین سے مستفید ہونے والے لوگوں کو پکارا جائے گا۔

۷-باب الذکر: اس سے اوراد ووظائف اور بکثرت ذکر وفکر میں مشغول رہنے والے لوگوں کو پکارا جائے گا۔

۸-باب الکاظمین: اس سے غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والوں کو پکارا جائے گا۔

سوال: کیا کوئی ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی؟

جواب: ہاں، ایسے لوگ بھی ہوں گے، جنہیں تمام دروازوں سے داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی، وہ حسب ذیل لوگ ہوں گے:

(۱) وہ لوگ جو بہترین وضو کر کے بروقت نماز ادا کرتے ہوں گے۔

(۲) جو لوگ عدل وانصاف پر مبنی شہادت پیش کرنے والے ہوں گے۔

(۳) وہ خواتین جو صلوٰۃ وصوم کی پابند اور اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہوں گی۔

(۴) افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام دروازوں سے داخل ہونے کے لیے پکارا جائے گا۔

فائدہ نافعہ:

دوزخ کے سات دروازے ہیں اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ دوزخ کی نسبت جنت کا ایک دروازہ زائد ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور وسعت رحمت کی طرف اشارہ ہے۔

من انفق زوجین فی سبیل اللہ: محدثین کرام نے اس فقرہ کے متعدد مطالب بیان کیے ہیں، جن میں دو حسب ذیل ہیں:

۱-اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر چیز دو عدد پیش کرے مثلاً دو گائیں اور دو بکریاں وغیرہ۔

۲-ہر چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کرے مثلاً گائے وبیل اور بکری وبکرا وغیرہ۔

3608 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَزَّازُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ

3608- اخرجه ابوداؤد (۵۲۶/۱): كتاب الزكاة: باب: الرخصة في ذلك، حديث (۱۶۷۸)، و الدارمي (۳۹۱/۱، ۳۹۲) كتاب الزكاة: باب: الرجل يتصدق بجميع ما عنده ، و عبد بن حميد ص (۳۳) مسند عمر بن الخطاب، حديث (۱۴).

متن حدیث: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّتَصَدَّقَ فَوَافَقَ ذٰلِكَ عِنْدِىْ مَالًا فَقُلْتُ الْيَوْمَ اَسْبِقُ اَبَا بَكْرٍ اِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا قَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ قُلْتُ مِثْلَهُ وَاَتٰى اَبُوْ بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ قَالَ اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَسْبِقُهُ اِلٰى شَىْءٍ اَبَدًا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت دی کہ ہم صدقہ کریں۔ اس وقت میرے پاس کچھ مال موجود تھا۔ میں نے یہ سوچا کہ آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا' اور آج ہی میں سبقت لے جاسکتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنا مال نصف مال لے کر آیا نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کی اتنا ہی چھوڑا ہے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے پاس موجود سارا سامان لے آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے ابوبکر! تم اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے یہ سوچا کہ میں کبھی بھی کسی معاملے میں ان سے سبقت نہیں لے جاسکتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

خیر کے کام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سبقت نہ کرنا:

غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمان نہایت عسرت کی زندگی گزار رہے تھے، جہاد کی تیاری کے لیے سازو سامان کی شدید ضرورت تھی، نبی کریم ﷺ کی طرف سے ایثار کا اعلان کیا گیا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس اچانک دولت زیادہ تھی جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اتنی دولت نہیں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ ہر خیر و ایثار کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بازی لے جاتے ہیں لیکن اس موقع پر میں ان سے بڑھ جاؤں گا، آپ نے اپنے گھر کے تمام سامان کے دو حصے لیے، ایک حصہ اہل خانہ کے لیے چھوڑ دیا دوسرا حصہ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اے عمر! اہل خانہ کے لیے کتنا سامان چھوڑا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے تمام سامان کے دو حصے کیے، ایک حصہ اہل خانہ کے لیے چھوڑ آیا ہوں، دوسرا حصہ آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر کا تمام سامان اٹھائے ہوئے حاضر خدمت ہو گئے، آپ ﷺ نے دریافت کیا: اے ابوبکر! کتنا سامان لائے ہیں اور کتنا اہل خانہ کے لیے چھوڑا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! سامان تو تمام کا تمام خدمت اقدس میں پیش کر دیا ہے' جبکہ اہل خانہ کے لیے اللہ و رسول ﷺ کی محبت چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ وہ ایثار و خیر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جانے

سے قاصر ہیں۔

اس بات کا امکان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مال کے مقابلہ میں نصف ہو لیکن پھر بھی وہ ایثار میں سبقت لے گئے، کیونکہ ان کے تمام سامان کے سامنے ایثار کی اہمیت زیادہ ہے۔

اس کی وضاحت ایک مثال کے ذریعے کی جاسکتی ہے مثلاً ایک شخص کے پاس کل دولت ہزار روپے ہوں، وہ نصف یعنی پانچ سو ایثار کرتا ہے' جبکہ دوسرے شخص کے پاس کل رقم ایک سو روپے ہے اور وہ سو روپے ایثار کر دیتا ہے، شرعی نقطہ نظر سے سو روپے ایثار کرنے والے کا اجر وثواب زیادہ ہے، کیونکہ اس نے تمام رقم بطور ایثار پیش کی ہے۔

ابقیت لھم اللہ ورسولہ: میں اہل خانہ کے لیے اللہ رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں۔ اس جملہ کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

۱-تمام ساز وسامان خدمت اقدس میں لے آیا ہوں اور اہل خانہ کے لیے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی خوشنودی چھوڑ آیا ہوں جو کہ لازوال وقیمتی سرمایہ ہے۔

۲-سامان تو تمام پیش کر دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور رسول کریم ﷺ کی نظر عنایت اہل خانہ کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔

لا اسبقه الی شیء ابدًا: میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت نہیں کر سکتا۔ اس جملہ کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(i) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سبقت کی نیت سے اپنے گھر کا نصف سامان لے کر بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہوئے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ ایثار دیکھ کر یہ اعلان کرنے پر مجبور ہو گئے کہ میں کبھی سبقت نہیں کر سکتا۔

(ii) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا کہ جو شخص تنگدستی کی حالت میں میرے لیے سبقت سے مانع ہے، وہ کشادگی کی حالت میں مجھے کیسے بڑھنے دے گا؟

فائدہ نافعہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے: میری زندگی بھر کی نیکیوں کے عوض "غار ثور" والی اپنی ایک نیکی مجھے دے دیں لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ اس طرح ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیوں اور خدمات سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی زیادہ قیمتی ہے۔

3609 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ

متنِ حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ وَأَمَرَهَا بِأَمْرٍ فَقَالَتْ

3609- اخرجه البخاري (۲۱۸/۱۳، ۲۱۹): كتاب الاحكام: باب: الاستخلاف، حديث (۷۲۲۰)، (۲۲/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل ابي بكر بعد النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (۳٦٥۹)، (۳٤۲/۷): كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة: باب: الحجة على من قال ان احكام النبي صلى الله عليه وسلم كانت ظاهرة، حديث (۷۳٦۰) واخرجه مسلم (۱۸٥٦/٤، ۱۸٥۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل ابي بكر، حديث (۲۳۸٦/۱۰)، و اخرجه احمد (۸۲/٤، ۸۳).

اَرَاَيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ لَمْ اَجِدْكَ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدِيْنِىْ فَائْتِىْ اَبَا بَكْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ محمد بن جبیر بیان کرتے ہیں: ان کے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے ایک خاتون حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ سے کسی چیز کے بارے میں گفتگو کی۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے کوئی ہدایت کی وہ کہنے لگی: یارسول اللہ ﷺ آپ کا کیا خیال ہے؟ اگر میں آپ ﷺ کو نہ پاؤں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آجانا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "صحیح غریب" ہے۔

شرح

نبی کریم ﷺ کے نائب وخلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہونا:

روئے زمین کے تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نائب وخلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اس کی تائید حدیث باب سے ہوتی ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے، وہ آپ سے مالی معاونت کا سوال کرتی ہے، آپ اس سے دوبارہ آنے پر معاونت کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں، عورت دریافت کرتی ہے کہ آپ کے وصال کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکے تو وہ کیا کرے؟ آپ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ ایسی صورت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جانا۔

علاوہ ازیں آپ ﷺ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا گیا، رفیق ہجرت و یار غار و مزار بنایا گیا اور آپ ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کو سترہ (۱۷) نمازیں پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وہ ناقابل تردید حقائق ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نیابت وخلافت پر دلالت کرتے ہیں۔

3610 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ بَقَرَةً اِذْ قَالَتْ لَمْ اُخْلَقْ لِهٰذَا اِنَّمَا خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِذٰلِكَ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَمَا هُمَا فِى الْقَوْمِ يَوْمَئِذٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3610- اخرجه البخاري (۱۱/۵): كتاب الحرث و المزارعة: باب: استعمال البقر للحراثة، حديث (۲۳۲٤)، و للحديث اطراف في (۳٤۷۱)، (۳٦٦۳)، (۳٦۹۰)، و الادب المفرد (۹۰۲)، و الحميدي (۲/٤٥٤، ٤٥٥)، حديث (۱۰٥٤)، و احمد (۲/٢٤٥، ۳۸۲، ٥٠۲).

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک مرتبہ ایک شخص گائے پر سوار ہوا' تو وہ گائے بولی مجھے اس مقصد کے لیے پیدا نہیں کیا گیا مجھے کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ (یہ بیان کرنے کے بعد) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں میں بھی ابوبکر اور عمر بھی۔

راوی بیان کرتے ہیں: یہ دونوں حضرات اس وقت حاضرین میں موجود نہیں تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے' بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

نبی کریم ﷺ کا قوتِ ایمانی میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے ساتھ ملانا:

اس حدیث میں دو اہم مسائل بیان ہوئے ہیں:

(۱) معجزہ نبوی ﷺ: جس طرح کرامت ولایت ولی کی دلیل ہوتی ہے، اسی طرح معجزہ نبوت نبی کی دلیل ہوتا ہے۔ گائے کا اپنے سوار سے گفتگو کرنا معجزہ نبوی ﷺ ہے، کیونکہ پتھروں کا سلام کرنا، کلمہ طیبہ پڑھنا، جانوروں کا حاضر خدمت ہو کر اپنے اپنے مالک کی شکایت کرنا اور درختوں کا حسب حکم حاضر خدمت ہونے کے کثیر واقعات کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ یہ تمام معجزات آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہیں۔

(۲) شیخین: بلاشبہ تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مرتبہ و مقام ہے۔ حدیث باب میں آپ ﷺ کی طرف سے ان دونوں کو قوت ایمانی کے اعتبار سے قوی تر قرار دیتے ہوئے اپنے ساتھ ملایا گیا ہے۔ اس طرح یہ دونوں شخصیات صحابیت اور نیابت و خلافت کی طرح قوت ایمانی میں بھی سب سے افضل اور نبوت کے قریب تر ہیں۔ دونوں کی ترتیب پر غور کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ سب سے بلند ہے۔

3611 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِسَدِّ الْاَبْوَابِ اِلَّا بَابَ اَبِيْ بَكْرٍ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مخصوص دروازے کے علاوہ

3611- لم يخرجه الا الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (۲/۲۸)، حديث (۱٦٤١٠).

(مسجد نبوی کے) تمام دروازوں کو بند کرنے کی ہدایت دی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دریچوں کو بند کرنے کا حکم ہونا:

نگاہِ نبوت سے ماضی، حال اور استقبال کا کوئی زمانہ مخفی نہیں ہوتا اور نہ کوئی مکان و مقام پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ آپ ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب وخلیفہ کی حیثیت سے ملاحظہ فرما رہے تھے، اسی لیے اعلان کر دیا تھا کہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے دریچوں میں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام دریچے بند کر دیئے جائیں، آپ کے دریچہ کو باقی رکھنا مرتبہ و مقام کی وجہ سے تھا، آپ کی خصوصیت و امتیاز تھا اور آپ کی نیابت وخلافت کی وجہ سے تھا، تاکہ خدمات خلافت انجام دینے کے لیے آمد ورفت میں آسانی ہو۔

سوال: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دریچہ کو بھی باقی رکھنا ثابت ہوتا ہے، پھر یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تو نہ رہی؟ علاوہ ازیں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: مسجد نبوی شریف کی طرف کھلنے والے دروازے دو بار بند کروائے گئے تھے، پہلی بار دروازے بند کروائے گئے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا، کیونکہ ان کا دروازہ دوسری جانب کھولنا ممکن نہیں تھا اور حسب حکم سب لوگوں نے مسجد نبوی کی طرف سے دروازے بند کر کے دوسری جانب نکال لیے لیکن مسجد میں آنے کے لیے دریچے بنوا لیے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے وصال سے چند ماہ قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام دریچے بھی بند کروا دیئے تھے۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ بدستور باقی رکھا گیا، کیونکہ ان کو باقی رکھنا مجبوری کی وجہ سے تھا۔

3612 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَمِّهِ اِسْحٰقَ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ عَتِيقًا

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

اختلافِ سند: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَعْنٍ وَّقَالَ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ

3612- لم يخرجه الا الترمذي من بين اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (۳٤۹/۱۱)، حديث (۱٥۹۲۱)، و اخرجه الحاكم (۳۷٦/۳)، و الطبراني في المعجم الكبير، رقم (۹).

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کی طرف سے دوزخ سے آزاد کیے ہوئے ہو۔ اسی دن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عتیق پڑ گیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت کو معن نامی راوی سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں یہ موسیٰ بن طلحہ کے حوالے سے حضرت سیدہ عائشہ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے جہنم سے آزادی کا اعلان ہونا:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل میں سے ایک یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے انہیں جہنم سے آزاد قرار دینے کا اعلان کیا گیا۔ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے انہیں دیکھتے ہی یہ اعلان فرمایا:

انت عتیق اللہ من النار یعنی اے صدیق اکبر! آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم سے آزاد ہیں۔

عتیق اور صدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشہور القاب ہیں، جو رحمتِ کائنات ﷺ کی طرف سے آپ کو دیے گئے۔ صدیق لقب عطا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معجزہ معراج سے سرفراز کیے جانے پر چند رؤساء مشرکین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، انہوں نے کہا: اے ابوبکر! اب آپ کے دوست نے یہ اعلان کیا ہے کہ رات کے قلیل ترین حصہ میں مجھے مکہ سے مسجد اقصیٰ تک، وہاں سے تمام آسمانوں کی لامکان تک معراج کروائی گئی، پھر مجھے واپس مکہ میں لایا گیا اور یہ اعلان ہماری عقل سے بلند ہے۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر یہ اعلان حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، آپ کا یہ جواب سن کر مخالفین مایوسی کے عالم میں واپس پلٹ گئے۔ جب اس بارے میں نبی کریم ﷺ کو علم ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "صدیق" کے لقب سے نوازا۔

3613 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا تَلِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِى الْجَحَّافِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا لَهٗ وَزِيْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ وَوَزِيْرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّا وَزِيْرَاىَ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ فَجِبْرِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ وَاَمَّا وَزِيْرَاىَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْجَحَّافِ اسْمُهٗ دَاوٗدُ بْنُ اَبِىْ عَوْفٍ وَّيُرْوٰى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْجَحَّافِ

3613- لم يخرجه الا الترمذى من بين اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (٣/٤١٦)، حديث (٤١٩٦)، و ذكره المتقى الهندى فى الكنز (١١/٥٦٠)، حديث (٣٢٦٤٧)، و عزاه للترمذى من طريق ابى سعيد

وَكَانَ مَرْضِيًّا وَتَلِيدُ ابْنُ سُلَيْمَانَ يُكْنَى اَبَا اِدْرِيْسَ وَهُوَ شِيعِيٌّ

◄◄ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر نبی کے دو وزیر آسمان سے تعلق رکھتے ہیں اور دو وزیر' جو زمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرے آسمان سے تعلق رکھنے والے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل ہیں اور زمین سے تعلق رکھنے والے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس حدیث کے راوی ابو جحاف کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔

سفیان ثوری سے یہ بات روایت کی گئی ہے وہ یہ بات بیان کرتے ہیں: ابو جحاف نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے' اور وہ ایک پسندیدہ شخصیت ہیں۔ تلید بن عثمان نامی راوی کی کنیت ابوادریس ہے اور وہ شیعہ ہیں۔

شرح

حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما دونوں کا نبی کریم ﷺ کے وزیر ہونا:

لفظ ''وزیر'' کی جمع وزراء ہے، اس کا اطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے جو کسی سربراہ سلطنت کے لیے مشیر و معاون ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ سلطنت خداوندی کے سربراہ اور وزیر اعظم ہیں، سلطنت کے دو صوبے ہیں: (۱) عالم علیا: وہاں کے لیے حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام آپ ﷺ کے وزیر ہیں۔ (۲) عالم سفلی: اس کے لیے نبی کریم ﷺ کے دو وزیر حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ دنیا بھر کا دستور ہے کہ وزراء محض مخلص، با اعتماد اور با کردار لوگوں کو بنایا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ شیخین رضی اللہ عنہما اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک نہایت مخلص، با اعتماد اور با کردار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زبان نبوت سے ان کی وزارت کا اعلان کیا گیا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

ثانی اثنین فی الغار، رفیق ہجرت و مزار، خلیفہ بلافصل، افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کثیر فضائل و کمالات کتب احادیث میں مذکور ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

ان امن الناس علی فی ماله وصحبته ابوبكر . (صحیح للبخاری، ج اول، رقم الحدیث: ۳۵۴)

مال و ہم نشینی کے اعتبار سے ابوبکر کا سب سے زیادہ مجھ پر احسان ہے۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے برسر منبر فرمایا:

لا یبقین فی المسجد خوخة الا خوخة ابی بكر . (الصحیح للبخاری، ج اول، رقم الحدیث: ۳۵۴)

مسجد کی طرف ہر گز کسی کا دریچہ باقی نہ رکھا جائے سوائے ابوبکر صدیق کے دریچہ کے۔

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

من جر ثوبه خيلاء، لم ينظر الله اليه يوم القيامة، فقال ابوبكر: ان احد شقي ثوبي يسترخي، الا ان تعاهد ذالك منه؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انك لست تصنع ذالك خيلاء.

(الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۶۶۵)

جس نے تکبر کے سبب اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے احتیاطی کی بنا پر میرے کپڑے کا ایک کونہ زمین پر لٹک جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: تم تکبر کے سبب ایسا نہیں کرتے۔

۴-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

رحم الله ابابكر، زوجني ابنته وحملني الى دار الهجرة واعتق بلالاً من ماله. (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۷۱۴)

اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم کرے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کیا، وہ مجھے اٹھا کر دارالہجرت (مدینہ منورہ) لے گئے اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کیا۔

۵-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال عمر لابي بكر الصديق رضي الله عنه يا خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۸۴)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے رسول کریم ﷺ کے بعد سب سے بہتر شخص۔

۶-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

ما لاحد عندنا يد الا وقد كافيناه، ما خلا ابابكر، فان له عندنا يدًا يكافئه الله بها يوم القيامة.

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۶۱)

ہم نے سب کے احسانات کا بدلہ چکا دیا ہے سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پس ان کے ہم پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انہیں عطا کرے گا۔

۷-حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ابوبكر، ابوبكر! ان روح القدس جبريل عليه السلام اخبرني آنفا ان خير امتك بعدك ابوبكر الصديق. (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۶۴۴۸)

میں نے نبی کریم ﷺ کو دوران خطبہ یوں فرماتے ہوئے سنا: (آپ نے توجہ فرمائی تو (حاضرین میں) ابوبکر رضی اللہ عنہ نظر نہ آنے پر آپ نے یوں پکارا:) ابوبکر، ابوبکر! حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ میرے بعد میری امت

میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

۸- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ فی السماء یکرہ ان یخطأ ابوبکر فی الارض ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج:۲۰، رقم الحدیث:۱۳۴)

اللہ تعالیٰ آسمان میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ زمین پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی غلطی کا ارتکاب کریں۔

۹- حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

جاء عیینة بن حصن والاقرع بن حابس الی ابی بکر رضی اللہ عنه فقالوا: یا خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ۔ (المستدرک للحاکم ۳، رقم الحدیث:۴۴۷۳)

حضرت عیینہ بن حصن اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے یوں کہا: یا خلیفۃ رسول اللہ ﷺ!

۱۰- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر رضی اللہ عنه ۔ (المسند لاحمد بن حنبل، ج:۱، رقم الحدیث:۸۷۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے بعد امت میں بہترین شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۱- حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا:

انا نری ابابکر احق الناس بها بعد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: انه لصاحب الغار، وثانی اثنین، وانا لنعلم بشرفه و کبره، ولقد امره رسول اللہ بالصلوٰة بالناس وهو حی ۔

(المستدرک للحاکم ۳، رقم الحدیث:۴۴۲۲)

بیشک ہمارے خیال کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں، کیونکہ آپ ثانی اثنین ہیں۔ ہم آپ کے شرف اور بزرگ ہونے کو خوب جانتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ظاہری زندگی میں انہیں نماز کی امامت کرانے کا حکم دیا تھا۔

۱۲- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

حب ابی بکر وشکره واجب علی امتی ۔ (مسند الفردوس للدیلمی، ج:۲، رقم الحدیث:۲۷۴۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا اور ان کا شکریہ بجالانا میری اُمت پر واجب ہے۔

۱۳- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

رانی النبی صلی اللہ علیه وسلم وانا امشی امام ابی بکر فقال: لم تمشی امام من هو خیر منك؟ ان ابابکر خیر ممن طلعت علیه الشمس او غربت ۔ (مسند الفردوس للدیلمی، ج:۵، ص:۳۵۱)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اس حالت میں دیکھا کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے آگے چل رہا تھا، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: تم اس شخص کے آگے کیوں چلتے ہو جو تم سے بہترین ہے؟ بیشک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر اس آدمی سے بہتر ہیں جس پر آفتاب طلوع وغروب ہوتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ ایک نظر میں

ولادت باسعادت: نبی کریم ﷺ کی ولادت سے تقریباً اڑھائی سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے۔

نام ونسب اور القاب: نام: عبداللہ، القاب: صدیق وعتیق، اسم والد گرامی: ابوقحافہ، خاندان: بنو تمیم۔

عالی سلسلہ نسب: سلسلہ نسب چھٹی پشت میں نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

اول الاسلام: بالغ آزاد مردوں میں سے آپ نے سب سے قبل قبول اسلام کا اعزاز حاصل کیا۔

دعوت وتبلیغ: آپ کی دعوت وتبلیغ کے نتیجہ میں حضرت عثمان غنی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد اور حضرت طلحہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔

رفاقت نبوی: تاحیات نبی کریم ﷺ کے حضر وسفر میں رفیق رہے۔

رشتہ مواخات: بعد از ہجرت نبی کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا، آپ کی مواخات حضرت خارجہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

غزوات میں شرکت: آپ نے تمام غزوات میں عملی طور پر شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی اور کردار ادا کیا۔

امارت حج: حسب حکم نبوی ﷺ ۹ھ امیر حج کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

حضور کی موجودگی میں خدمت امامت: نبی کریم ﷺ کے ایام مرض میں آپ ﷺ کے حسب حکم صحابہ کو سترہ (۱۷) نمازیں پڑھائیں۔

اہم خدمات وکارنامے: (۱) مانعین زکوۃ سے قتال، (۲) مرتدین کی سرکوبی، (۳) جھوٹی نبوت کے دعویداروں مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور طلیحہ کا خاتمہ، (۴) جمع قرآن، (۵) کئی ایک علاقہ جات کی فتوحات۔

اوصاف وامتیازات: (۱) عبادت وریاضت، (۲) تقویٰ وطہارت، (۳) عجز وانکسار، (۴) انفاق فی سبیل اللہ ومہمان نوازی، (۵) خدمت خلق، (۶) تبلیغ واشاعت اسلام، (۷) ایثار وقربانی وغیرہ۔

وصال: ۱۳ھ میں تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔

نماز جنازہ وتدفین: تجہیز وتکفین اور غسل کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر، حضرت عثمان غنی، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مصطفیٰ کریم ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مدت خلافت: کل مدت خلافت دو (۲) سال، تین (۳) ماہ اور دس (۱۰) دن ہے۔

بَابُ فِي مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 15: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3614 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ وَكَانَ اَحَبَّهُمَا اِلَيْهِ عُمَرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ان دو آدمیوں میں سے اپنی بارگاہ میں زیادہ محبوب شخص کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ ابوجہل یا عمر بن خطاب

راوی بیان کرتے ہیں: ان دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ (جنہوں نے اسلام قبول کیا)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے' جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت ونسب نامہ:

خلیفہ ثانی، امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت عام الفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی، قبیلہ قریش کے چشم و چراغ تھے اور نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے:

عمر بن خطاب بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔ آپ کا نسب نامہ آٹھویں پشت میں خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ سے جاملتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی مترجم، ص:۱۸۲)

قبول اسلام:

زمانہ جاہلیت میں آپ کا شمار رؤساء قریش میں ہوتا تھا، سفارت قریش آپ کے سپرد تھی، قریش کی اندرونی یا بیرونی سطح پر کسی سے جنگ ہوتی تھی تو آپ کا فیصلہ تسلیم کیا جاتا تھا، اظہار نسب یا تفاخر نسب کا مسئلہ پیش آتا تو اس کو سلجھانے کے لیے آپ کو روانہ کیا جاتا۔ ۶ نبوی میں ستائیس (۲۷) سال کی عمر میں قبول اسلام کیا۔ قبول اسلام سے قبل آپ اسلام کے سخت مخالف تھے اور

3614- اخرجه عبد بن حميد ص (٢٤٠) حديث (٧٥٩) عن نافع عن ابن عمر فذكره

قبول اسلام کے بعد سب سے زیادہ معاون اسلام ثابت ہوئے۔ قبول اسلام سے اسلام کو خوب تقویت حاصل ہوئی، رسول کریم ﷺ بلکہ تمام مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کے قبول اسلام کے بعد مسلمانوں نے کعبہ معظمہ میں پہلی بار باجماعت نماز ادا کی۔

قبول اسلام کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ عداوت اسلام اور مخالفت نبوی ﷺ کے سلسلہ میں آپ پیش پیش تھے۔ ایک دن برہنہ تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کے مذموم قصد سے دار ارقم کی طرف جا رہے تھے، کسی نے دریافت کیا: اے عمر! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ جواب دیا: نئے نبی (ﷺ) کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں، کہا گیا: تم اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری ہمشیرہ اور بہنوئی نے اسلام قبول کر لیا ہے، آپ بہت غصہ میں آئے، آگے بڑھنے کی بجائے اپنی بہن کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، ہمشیرہ کے گھر پہنچ کر دروازہ سے کان لگا کر اندرونی حالات سے باخبر ہونے کی کوشش کی، اندر سے کچھ پڑھنے کی آواز سنائی دی، دروازہ کھٹکھٹایا، آپ کی آمد کی اطلاع پاتے ہی قرآنی اجزاء چھپا دیے گئے، بہن اور بہنوئی سے دریافت کیا: معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ بھی بے دین ہو گئے ہیں، آپ لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم باہم گفتگو کر رہے تھے، کہا: نہیں تم اپنے نبی پر نازل ہونے والا کلام پڑھ رہے تھے، دونوں کو خوب پیٹا اور زخمی کر دیا۔ پھر اعلان کیا: تم لوگ اسلام کو چھوڑ دو ورنہ قتل کر دوں گا؟ دونوں نے اسلام چھوڑنے کا انکار کر دیا، ان کے جواب سے آپ بہت متاثر ہوئے، کہا: وہ کلام مجھے دکھاؤ میں بھی تو پڑھوں؟ جواب دیا گیا: اے عمر! تم نجس ہو، پہلے غسل کرو پھر اسے پڑھ سکتے ہو، غسل کیا تو اجزاء قرآن تھما دیے گئے، چند آیات کی تلاوت نے دل موم کر دیا، دل کی عداوت و کدورت کو حرف غلط کی طرح ختم کر دیا، کہا: مجھے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لے چلو، کیونکہ میں بھی مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ آپ کو دار ارقم میں لے جایا گیا، آپ ﷺ کی خدمت میں موجود صحابہ نے ہاتھ میں تلوار لیے عمر کے آنے کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا: آپ لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اگر عمر اچھے ارادہ سے آ رہا ہے تو اسے باعزت بٹھائیں گے ورنہ اس کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیں گے، حاضر خدمت ہونے پر آپ ﷺ نے عمر کے دامن کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا: اے عمر! کیا تمہارے قبول اسلام کا ابھی وقت نہیں آیا؟ عرض کیا: میں قبول اسلام کی غرض سے حاضر ہوا ہوں، کلمہ طیبہ پڑھ کر قبول اسلام کر لیا۔ آپ کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ (ایضا)

لقب فاروق کی وجہ:

قبول اسلام سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اسلام، بانی اسلام ﷺ اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ قبول اسلام کے بعد اسی طرح اسلام، نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے خیر خواہ و معاون ثابت ہوئے، آپ کے قبول اسلام کے بعد مسلمانوں کو خوب تقویت حاصل ہوئی، قبول اسلام سے کفر و اسلام اور حق و باطل کے درمیان فرق خوب واضح ہو گیا۔ آپ کو لقب فاروق نبی کریم ﷺ کی طرف سے عطا کیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لقب فاروق کس نے دیا تھا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ لقب نبی کریم ﷺ نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کیا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اہل آسمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اسی دن سے آپ فاروق کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۱۸۸)

امتیازی شان سے عازم ہجرت ہونا:

جب کفار مکہ نے مسلمانوں کا مکہ مکرمہ میں رہنا دشوار کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ہجرت کی اجازت دی گئی، مسلمان مدینہ طیبہ کی طرف عازم ہجرت ہونے لگے۔ مسلمانوں کی ہجرت کا انداز مختلف تھا، کچھ مسلمان جماعت کی شکل میں، کچھ رات کی تاریکی میں اور کچھ کفار کی نظروں سے چھپ کر عازم ہجرت ہو رہے تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سر عام اور کفار کے سامنے اس شان سے ہجرت کی کہ اعلان کر دیا: جو شخص اپنی اولاد کو یتیم کرنا چاہتا ہے یا اپنے والدین کو رولانا چاہتا ہے یا اپنے بہن بھائیوں کو غمگین کرنا چاہتا ہے، وہ میرے مقابلہ میں آئے۔ یہ اعلان سن کر کسی دشمن اسلام کو آپ کے سامنے آنے کی ہرگز جرأت نہ ہوئی۔
(تاریخ الخلفاء للسیوطی مترجم، ص: ۱۹۰)

آپ سے احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام:

کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں، ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:
(۱) حضرت عثمان غنی (۲) حضرت علی (۳) حضرت سعد (۴) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود (۶) حضرت ابوذر غفاری (۷) حضرت عمرو بن عبسہ (۸) حضرت عبداللہ بن عمر (۹) حضرت عبداللہ بن عباس (۱۰) حضرت عبداللہ بن زبیر (۱۱) حضرت انس (۱۲) حضرت ابوہریرہ (۱۳) حضرت عمرو بن العاص (۱۴) حضرت ابوموسیٰ الاشعری (۱۵) حضرت براء بن عازب (۱۶) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

موافقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

کثیر مواقع پر آپ کی رائے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آیات قرآنی نازل فرمائیں، ان میں سے چند ایک موافقات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ مصطفوی ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں چاہیے کہ مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنالیں، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط

۲- جب امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے آپ ﷺ سے نان ونفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور مشورہ عرض کیا: عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ اس پر انہی الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کر دی۔

۳- نبی کریم ﷺ نے اسیرانِ بدر کے بارے میں صحابہ سے مشاورت فرمائی، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما دی۔

۴- آپ نے نبی کریم ﷺ سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو پردہ کرانے کے بارے میں بطور مشورہ عرض کیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رائے کے مطابق حکم پردہ پر مشتمل آیت نازل کردی۔

۵- آپ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حرمت شراب کا مشورہ پیش کیا، اس پر حرمت شراب کی آیت نازل ہوگئی۔

۶- جب یہ آیت نازل ہوئی: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝ تو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بے ساختہ یہ آیت جاری ہوگئی: فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ تو اللہ تعالیٰ نے ان ہی الفاظ میں آیت نازل کردی۔

۷- رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مرا تو اس کے لواحقین نے نبی کریم ﷺ سے نماز جنازہ پڑھانے کے لیے عرض کیا، آپ نماز جنازہ پڑھانے کے لیے تیار ہوگئے، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! عبداللہ بن ابی تو آپ کا دشمن ہے، اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ الخ۔

۸- یہ آیت بھی آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی: یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ الخ

۹- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے حالت نشہ میں نماز نہ پڑھنے کا مشورہ عرض کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کردی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى

۱۰- نبی کریم ﷺ ایک قوم کے حق میں دعاء مغفرت کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ، تب یہ آیت نازل ہوئی: سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ الخ

۱۱- غزوہ بدر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے باہر نکل کر لڑنے کے بارے میں مشاورت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں باہر نکل کر دشمن سے لڑنا چاہیے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَیْتِكَ الخ

۱۲- جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ واقعہ نامرضیہ پیش آیا تو آپ ﷺ کچھ رنجیدہ ہوئے، اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا یہ نکاح کس نے کیا تھا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے، عرض کیا: پھر اللہ تعالیٰ خود اس سلسلہ میں بہتر فیصلہ کرے گا۔ اس موقع پر آپ کے کہنے کے مطابق یہ آیت نازل ہوئی: سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ۝

۱۳- آغاز اسلام میں ماہ رمضان کی راتوں میں بیوی سے جماع کرنے کی ممانعت تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواز جماع کے بارے میں بطور مشورہ آپ ﷺ سے عرض کیا، اس کے مطابق یہ آیت نازل ہوگئی: اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ الخ

۱۴- حضرت عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک یہودی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، اس نے آپ سے کہا: مشہور فرشتہ (حضرت) جبریل (علیہ السلام) کا تذکرہ تمہارے نبی (ﷺ) کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے، یہ بات سن کر آپ نے جواب میں فرمایا: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِیْنَ ۝ پھر بایں الفاظ آیت نازل ہوگئی۔

۱۵- حضرت ابوالاسود ﷫ سے منقول ہے کہ دو شخصوں کا کسی معاملہ میں تنازع ہو گیا، دونوں فیصلہ کرانے کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، فریقین کے دلائل سن کر آپ نے ایک شخص کے حق میں فیصلہ کر دیا، دوسرا شخص کہنے لگا: یہ فیصلہ آپ نے عجلت میں کر دیا ہے جو ہمارے لیے قابل قبول نہیں، لہٰذا ہم حضرت عمر ﷜ کے پاس چلتے ہیں، چنانچہ وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے، جب انہوں نے اپنا تنازع عدالت فاروقی میں پیش کیا، تو خدمت میں نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کے بارے میں بھی عرض کر دیا گیا، آپ نے فرمایا: آپ لوگ رکیں میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں، اپنے گھر سے برہنہ تلوار لہراتے ہوئے تشریف لائے اور آتے ہی اس شخص کی گردن اڑا دی جس نے آپ ﷺ کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ جسے رسول کریم ﷺ کا فیصلہ منظور نہیں ہے پھر عمر کے پاس فیصلہ یہ ہے۔ اس واقعہ کی اطلاع آپ ﷺ کو پہنچی، آپ نے فرمایا: مجھے امید نہیں تھی کہ عمر کسی مسلمان کو قتل کرے گا، اس موقع پر آپ کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی: فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ الخ

۱۶- ایک دن حضرت عمر ﷜ اپنے گھر میں محو استراحت تھے کہ اچانک ایک غلام اندر داخل ہو گیا، آپ بیدار ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی: اے اللہ العالمین! تو ایسا حکم نازل کر دے کہ بغیر اجازت کے کوئی شخص کسی گھر میں داخل نہ ہو، اس موقع پر یہ حکم نازل ہوا: ''کسی کے گھر میں بلا اجازت داخلہ ممنوع ہے۔''

۱۷- ایک دفعہ حضرت عمر ﷜ نے قوم یہود پر بے لاگ تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ ایک حیران و سرگردان قوم ہے۔'' آپ کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کر دی تھی۔

۱۸- حضرت جابر بن عبداللہ ﷠ کے مطابق حضرت عمر ﷜ کی موافقت میں یہ آیت نازل ہوئی: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝

۱۹- مشہور منسوخ الحکم اور منسوخ التلاوت آیت: ''الشیخ والشیخة اذا زنیا'' کی تنسیخ بھی آپ کی رائے سے ہوئی تھی۔

۲۰- ایک دن کعب بن احبار نے کہا: ''سلطان آسمان، سلطان زمین پر افسوس کرتا ہے۔'' حضرت عمر ﷜ نے یہ بات سن کر فرمایا: ''مگر اس سلطان پر افسوس نہیں کرتا جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا۔'' کعب بن احبار نے آپ کی یہ بات سن کر کہا: ''قسم بخدا! تورات میں یہی الفاظ ہیں۔'' حضرت عمر ﷜ یہ بات سن کر سجدہ میں گر گئے (گویا آپ سجدہ شکر بجا لائے)۔

۲۱- حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ کے حوالے سے منقول ہے کہ اذان کے ابتدائی زمانہ میں حضرت بلال ﷜ کہتے وقت: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کے بعد حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر ﷜ نے نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں حضرت بلال ﷜ کو مشورہ دیا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کے بعد: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ بھی کہا کریں، یہ بات سن کر آپ ﷺ نے بھی حضرت بلال ﷜ سے فرمایا: ''عمر جیسا کہتے ہیں ویسا کہا کرو۔'' (تاریخ الخلفاء، ص: ۱۹۷)

مقام عمر ﷜ اقوال اسلاف کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عمر فاروق ﷜ کو امتیازی مقام و مرتبہ عطا کیا گیا تھا، یہی وجہ ہے کہ اسلاف و اخلاف سب

آپ کی عظمت وفضیلت میں رطب اللسان دکھائی دیتے ہیں۔اس سلسلہ میں چند ایک اقوال حسب ذیل ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔

۲۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمام روئے زمین پر میرے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔

۳۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلّہ میں اور تمام دنیا کا علم دوسرے پلہ میں رکھ کر وزن کیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلہ ہی بھاری رہے گا، کیونکہ علم کے دس حصوں میں سے نو (۹) حصے علم آپ کو دیا گیا ہے۔

۴۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کسی شخص سے واقف نہیں جس نے جرأت کے ساتھ خدا کی راہ میں ملامت سنی ہو۔

۵۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت زود فہم، تیز طبع اور معاملہ فہم آدمی ہیں۔

۶۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس نہ دنیا آئی اور نہ انہوں نے اس کی خواہش اور آرزو فرمائی۔البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا آئی مگر انہوں نے اس کو دھتکار دیا اور میں نے دنیا کو بالکل ہی اپنے پیٹ میں بھر لیا ہے۔

۷۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا: مجھے رسول کریم ﷺ کے اقوال کے بعد اس چادر اوڑھنے والے شخص کے اقوال سب سے زیادہ عزیز ہیں۔

۸۔حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب صالحین کا ذکر خیر کیا جائے تو ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ضرور کرنا چاہیے، کیونکہ آپ ہم سب سے زیادہ قرآن کریم اور اسلامی احکام کے جاننے والے ہیں۔

۹۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال اس پرندے کی ہے جس کو دیکھ کر دیکھنے والے میں یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح اس کو اپنے دامن میں لے لوں۔

۱۰۔حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جس نے یہ خیال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے، تو اس نے صرف حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہی کو نہیں بلکہ تمام مہاجرین وانصار کو خطا کار ٹھہرایا۔

۱۱۔حضرت شریک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص میں ذرا سی بھی نیکی ہے وہ کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ زیادہ مستحق خلافت تھے۔

۱۲۔حضرت ابواسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگو! تم کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کون تھے؟ وہ دونوں حضرات اسلام کے لیے بمنزل والدین کے تھے۔

۱۳۔حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھلائی کے ساتھ یاد نہ کرے تو میں ایسے

شخص سے بالکل بیزار اور الگ ہوں۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی مترجم ص: ۱۹۴ تا ۱۹۶)

کرامات حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

نبی علیہ السلام علمی و روحانی فیضان ذات باری تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے اور صحابی علمی و روحانی فیضان اپنے نبی علیہ السلام سے براہ راست حاصل کرتا ہے۔ ہر صحابی منصب ولایت پر فائز ہوتا ہے اور کرامت ولایت کی دلیل ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد پوری امت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ آپ کی کرامات کثیر ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- دور سے راہنمائی کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ آپ نے درمیان میں خطبہ ترک کر کے تین بار یہ فرمایا: ''اے ساریہ پہاڑ کی طرف جا'' اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع کر دیا۔ حاضرین میں سے بعض لوگوں نے کہا: آپ کو جنون لاحق ہو گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قدرے بے تکلف تھے انہوں نے کہا: آج آپ نے ایسا کام کیا ہے کہ لوگ آپ پر زبان طعن دراز کر رہے ہیں، آپ تو خطبہ دے رہے تھے کہ یکا یک آپ اونچی اونچی بولنے لگے: ''یَا سَارِیَةَ الْجَبَلَ'' آخر یہ کیا قصہ تھا؟ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا تھا میں نے دیکھا کہ مسلمان پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور دشمن ان کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے، یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہہ دیا: ''ساریہ پہاڑ کی طرف ہٹ جا'' اس واقعہ کے بعد ساریہ کا خط لے کر ایک قاصد آیا اس خط میں لکھا تھا کہ جمعہ کے روز ہم دشمن سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست پا جائیں کہ عین نماز جمعہ کے وقت ہم نے کسی کی آواز سنی: ''ساریہ پہاڑ کی طرف ہٹ جا'' چنانچہ ہم پہاڑ کی طرف ہٹ گئے اور ہم کو دشمنوں پر فتح حاصل ہو گئی اور انہیں ہم نے تہ تیغ کر ڈالا۔

۲- جمرہ کا گھر جلنا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: جمرہ (چنگاری) آپ نے اس کے باپ کا نام دریافت کیا؟ اس نے کہا: شہاب (شعلہ) آپ نے اس کے قبیلے کا نام دریافت کیا؟ اس نے حرقہ (آگ) بتایا، آپ نے اس کا وطن دریافت کیا؟ اس نے بتایا: حرہ (گرمی)' آپ نے فرمایا: حرہ کہاں واقع ہے؟ اس نے کہا: لظی (شعلہ) میں، یہ سن کر آپ نے فرمایا: اپنے اہل وعیال کی جلد خبر لو وہ تو جل مرے، وہ شخص اپنے گھر گیا تو واقعی اس کے گھر کو آگ لگ چکی تھی اور سب کے سب افراد خانہ جل مرے تھے۔

۳- دریائے نیل کے نام خط:

جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا تو ایک مقررہ دن پر جو اہل عجم کا معمول تھا، بہت سے لوگ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ہماری کھیتی باڑی کا دارومدار دریائے نیل پر ہے' جب دریائے نیل خشک ہو جاتا ہے تو ایک قدیم طریقے کے بغیر اس میں پانی نہیں بڑھتا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ وہ قدیم طریقہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا: جب چاند کی گیارہ تاریخ آتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی کا انتخاب کر کے اس کے والدین کی رضامندی سے اسے اعلیٰ درجہ کے زیورات اور کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اس کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں (پس اس مرتبہ بھی دریا میں پانی نہیں ہے ہمیں بھینٹ چڑھانے کی اجازت دی جائے) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تمام لغو اور بے سروپا باتیں ہیں اسلام تو ان تمام باطل باتوں اور واہموں کو مٹانے آیا ہے، چنانچہ آپ نے اجازت نہ دی اور دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا اور بہت سے لوگ ترک وطن پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو آپ نے ان کو جواب میں لکھا کہ تم نے مصریوں کو بہت اچھا جواب دیا، اسلام ان تمام لغو باتوں کو مٹانے آیا ہے، میں اس خط کے ہمراہ ایک رقعہ ملفوف کر رہا ہوں اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس وہ خط آیا تو آپ نے اس رقعہ کو پڑھا اس میں لکھا تھا:

بندہ الٰہی عمر امیر المؤمنین کی طرف سے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو، اور اگر تجھے اللہ تبارک وتعالیٰ جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد وقہار ہی سے استدعا کرتا ہوں کہ تجھے جاری کر دے۔ فقط

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس رقعہ کو صلیب ستارہ کے طلوع ہونے سے پہلے دریائے نیل میں ڈال دیا، جب اہل مصر صبح کو خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح جاری کر دیا ہے کہ معمول سے سولہ گز پانی زیادہ چڑھ گیا ہے اور اسی دن سے اہل مصر کی یہ مذموم اور جاہلانہ رسم بھی ختم ہو گئی۔

۴- جھوٹ معلوم کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ سے کوئی جھوٹی بات کہی، آپ نے اس سے فرمایا: چپ رہ! اس نے پھر وہی بات دہرائی، آپ نے پھر فرمایا: چپ رہ! تب اس شخص نے کہا کہ میں آپ سے جو بات کہتا ہوں وہ سچ ہوتی ہے مگر آپ نے مجھے جس بات پر چپ رہنے کا حکم دیا وہ فی الواقع جھوٹ تھی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جھوٹ کو پہچان لیا کرتے تھے اور یہ بات آپ کے لیے مخصوص تھی۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ اہل عراق نے آپ کے مقرر کردہ والی کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا ہے۔ اس خبر سے آپ کو سخت غصہ آیا اور آپ طیش کی حالت میں گھر سے باہر تشریف لائے نماز پڑھی اور یہ دعا کی:

"الٰہی! اگر ان لوگوں نے مجھے دھوکہ دیا ہے تو ان کو اپنے وبال میں گرفتار فرما اور ان پر قبیلہ بنی ثقیف کا ایک چھوکرا مسلط فرما دے جو ان پر ایسی حکومت کرے جیسی عہد جاہلیت میں کی جاتی تھی اور الٰہی نہ ان کے نیک عمل کو قبول فرما اور نہ عمل بد سے درگزر فرما۔"

میرا خیال ہے کہ اس کمسن ظالم وحاکم سے آپ کی مراد حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔ چنانچہ وہ دعا کا مصداق بنا اور اہل عراق پر ظالم حکمران کی حیثیت سے مسلط کیا گیا۔ اس کا قتل وغارت اور ظلم وستم تاریخ کا حصہ اور ضرب المثل بن چکا ہے۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی مترجم ص ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳)

تاریخی خدمات وکارنامے:

خلیفہ ثانی، امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تاریخ کا سنہرا باب اور عظیم کارناموں پر مشتمل تھا۔ آپ کے عظیم کارناموں کی فہرست طویل ہے لیکن ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- آپ نے سب سے قبل تاریخ وسال ہجری کا اجراء کیا۔

۲- ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لیے ''بیت المال'' قائم کیا۔

۳- رمضان المبارک میں باقاعدہ باجماعت نماز تراویح کا اجراء کیا۔

۴- عوام کے احوال سے معلومات حاصل کرنے کے لیے رات کے وقت گشت کا آغاز کیا۔

۵- ہجواور مذمت کے ذریعے کسی کی عزت مجروح کرنے پر حد کا اجراء کیا۔

۶- شراب نوشی کرنے پر اسی (۸۰) کوڑے لگوانے کا اجراء کیا۔

۷- حرمت متعہ کے قانون کو متعارف کروایا اور کسی کے لیے بھی جائز نہ رکھا گیا۔

۸- لونڈیوں کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کی خرید وفروخت کو ممنوع قرار دیا۔

۹- مسلمان میت کی نماز جنازہ کے لیے چار تکبیروں کا حکم دیا۔

۱۰- عوام کو عدل وانصاف فراہم کرنے کے لیے دفاتر اور وزراء قائم کیے۔

۱۱- وسیع وعریض علاقہ جات کی فتوحات فرمائیں۔

۱۲- مصر سے بحرایلہ کے راستہ سے مدینہ طیبہ میں غلہ رسانی کا انتظام کیا۔

۱۳- اسلامی امور میں صدقہ وزکوۃ کا مال خرچ کرنے سے منع کیا۔

۱۴- وراثت وترکہ کے مقرر حصص کی تقسیم کاری کو نافذ کیا۔

۱۵- گھوڑوں کی زکوۃ وصول کرنے کا ضابطہ تیار اور جاری کیا۔

۱۶- آپ نے سب سے قبل درہ ایجاد کیا اور اس کا استعمال بھی۔ درہ عمر ضرب المثل بن گیا۔

۱۷- عدل وانصاف پر مبنی نظام کو یقینی بنانے کے لیے آپ نے شہروں میں قضاۃ تعینات کیے۔

۱۸- آپ کی کوششوں سے شام، مصر، کوفہ، جزیرہ، بصرہ اور موصل وغیرہ شہر آباد کیے۔

۱۹- آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا فرمائی: اطال اللہ بقاء ك، ايدك الله۔

۲۰- آپ نے مساجد میں قندیلیں روشن کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔

۲۱- مفلوک الحال اور محتاجوں کے لیے بیت المال سے وظیفہ جاری کیا۔

۲۲- کھیتوں کو پانی فراہم کرنے کے لیے آپ نے نہریں کھدوائیں۔

۲۳- مفتوحہ علاقہ جات کو صوبوں میں تقسیم کیا، تاکہ باشندوں کو ممکنہ سہولیات فراہم کی جائیں۔

۲۴- اسلامی سلطنت میں امن وامان قائم کرنے کے لیے پولیس کا نظام جاری کیا۔
۲۵- ملکی دفاع اور فتوحات کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے محکمہ فوجداری قائم کیا۔
۲۶- معمر، جلیل القدر اور کمزور صحابہ کرام کے لیے بیت المال سے وظائف جاری کیے۔
۲۷- چار ماہ کے بعد سپاہی کو رخصت پر جانے کا قانون تیار کیا اور نافذ کیا تاکہ وہ اپنے اہل وعیال سے مل سکے۔
۲۸- آپ نے اپنے تعین کردہ عمال کے نام ایک نصیحت نامہ تحریر فرمایا تھا جو تا قیامت آنے والے سلاطین اور ارکان حکومت کے لیے راہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے لکھا: کوئی امیر جیش یا امیر سریہ کسی شخص کو اس وقت تک کوڑوں کی سزا نہ دے جب تک اسلامی لشکر اپنی حدود میں نہ آ جائے، ممکن ہے کہ مضروب شخص کو پھر شیطان بہکا کر حلقہ کافرین میں داخل کر دے۔
۲۹- آپ نے اپنے عمال کے نام اپنے اثاثہ جات جمع کرانے کا حکم نامہ جاری کیا جس میں انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اثاثوں کی ایک فہرست بنا کر مرکز میں ارسال کریں۔ حسب حکم حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے اثاثوں کی فہرست تیار کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے مال کو دوحصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ بیت المال میں جمع کر دیا اور دوسرا حصہ ان کے لیے چھوڑ دیا۔
۳۰- آپ کی طرف سے عمال کے لیے ایک شرائط نامہ جاری کیا گیا، جس پر عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا اور اس سلسلہ میں سستی کرنے والے کی معافی نہیں تھی۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا: (۱) وہ گھوڑے پر سفر نہیں کرے گا۔ (۲) امتیازی حیثیت کی غذا نہیں کھائے گا۔ (۳) باریک لباس زیب تن نہیں کرے گا۔ (۴) اہل حاجات کے لیے اپنے دروازے بند نہیں کرے گا، ورنہ وہ سزا کا حقدار قرار پائے گا۔

دورِ خلافت ایک سنہرا دور:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند آراء خلافت ہوئے۔ عدل و انصاف، امن وسلامتی اور فتوحات کے حوالے سے آپ کا دور خلافت تاریخ کا ایک سنہرا باب ثابت ہوا۔ دس سالہ دور خلافت میں ایک مختصر اسلامی ریاست وسیع وعریض سلطنت میں تبدیل ہوگئی۔ مفتوحہ علاقہ جات میں ایک ہزار تین سو ساٹھ (۱۳۶۰) شہر آباد کیے، جن میں چار ہزار (۴۰۰۰) مساجد تعمیر کروائی گئیں جبکہ نوسو (۹۰۰) جامع مساجد تعمیر کروائیں۔ سلاطین عالم سلطنت کی شان و شوکت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر ان مساجد میں آئمہ وخطباء تعینات فرمائے، ہمہ وقت قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور اسلام کی قوت وسطوت کے سامنے زیر وحقیر معلوم ہونے لگے۔

دور فاروقی کی فتوحات کا مختصر جائزہ حسب ذیل ہے:

۱۴ھ میں بعلبک، حمص، دمشق، ابلہ اور بصرہ فتح ہوئے۔ اسی سال آپ کی کوشش سے ماہ رمضان میں باجماعت نماز تراویح کا اجراء ہوا۔

۱۵ھ میں شرق اردن فتح ہوا۔ اسی سال جنگ قادسیہ اور جنگ یرموک کے عظیم الشان معرکے ہوئے۔

۱۶ھ میں اہواز اور مدائن فتح ہو کر اسلامی سلطنت کا حصہ بنے۔ اسی سال بلا جنگ بیت المقدس فتح ہوا۔ اسی سال تاریخ و سال ہجرت لکھنے کا آغاز ہوا۔

۱۷ھ میں حجاز مقدس میں قحط پڑا، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی دعائے خیر اور ان کے توسل سے نجات حاصل ہوئی۔ جواز وسیلہ کا ثبوت قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ "اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔"

۱۸ھ میں نیشاپور، علوان، رھی، حران، نصیبین، الجزیرہ اور موصل فتح ہوئے۔

۱۹ھ میں قیساریہ، ۲۰ھ میں مصر و تستر، ۲۱ھ میں نہاوند، اسکندریہ اور برقہ وغیرہ فتح ہوئے۔

۲۲ھ میں آذربائیجان، ہمدان، طرابلس المغرب، دینور، سبدان، قوس اور شہر رے وغیرہ فتح ہوئے۔

۲۳ھ میں مکران، کرمان، سجستان اور اصفہان وغیرہ فتح ہوئے۔

فضائل وکمالات:

اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو خصوصی کمالات و اوصاف سے نوازتا ہے، ان نوازشات کے زیادہ حقدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور ان میں سے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ مقربین ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات قرآن و سنت میں مذکور ہیں، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رجلا سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن الساعة، فقال: متى الساعة؟ قال: وما ذا اعددت لها؟ قال: لاشيء الا انى أحب الله ورسوله، فقال: انت مع من احببت . قال انس: فما فرحنا بشيء فرحنا بقول النبي صلى الله عليه وسلم: انت مع من احببت . قال انس: فانا احب النبي صلى الله عليه وسلم وابابكر و عمر؛ و ارجوان اكون معهم بحبي اياهم، وان لم اعمل لمثل اعمالهم . (الترغیب والترہیب للمنذری، رقم الحدیث: ۴۵۹۴)

بیشک ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس اس کے علاوہ کوئی عمل نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں آخرت میں اس کی رفاقت عطا ہوگی جس سے تم محبت رکھتے ہو۔ راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد کہ تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو، سے اتنی خوشی ہوئی کہ اتنی خوشی کسی معاملہ میں نہیں ہوئی۔ راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول کریم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں، لہٰذا مجھے اس بات کی امید ہے کہ ان کی محبت کی وجہ سے (قیامت کے دن)

مجھے ان کی رفاقت حاصل ہو گی۔

۲-حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم، وهو آخذ بيد عمر بن الخطاب . (صحیح للبخاری، رقم الحدیث:۳۶۹۴)

ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

۳-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال عمر لابي بكر: يا خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: ابوبكر: اما انك ان قلت ذاك فلقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما طلعت الشمس على رجل خير من عمر . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:۴۵۰۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے: اے وہ ذات جو نبی کریم ﷺ کے بعد سب لوگوں سے بہتر ہے! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! اگر آپ نے یہ کہا ہے تو میں نے بھی نبی کریم ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے: عمر سے بہتر کسی شخص پر آج تک آفتاب طلوع نہیں ہوا۔

۴-حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

انه استاذن النبي صلى الله عليه وسلم في العمرة فقال: اى اخى! اشر كنا فى دعائك ولا تنسنا .
(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۲۸۹۴)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے میرے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شامل رکھنا اور ہمیں مت بھلانا۔''

ا-جنت میں محل اور علم وفضل:

ا-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز فرمایا: میں نے خواب میں جنت کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ اس میں ایک عورت جنت کے قصر کی جانب بیٹھی ہوئی وضو کر رہی ہے، میں نے دریافت کیا یہ قصر کس کا ہے؟ فرشتوں نے کہا: یہ قصر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے، آپ نے حضرت عمر سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے عمر! میں نے تمہاری غیرت کے پیش نظر اس قصر میں قدم نہیں رکھا اور واپس آ گیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رونے لگے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اور آپ سے غیرت کروں!

۲-ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ میں نے دودھ پیا ہے، دودھ کی تازگی اور خوشبو میرے ناخنوں تک سرایت کر گئی ہے، پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا ہے، صحابہ کرام نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: علم!

۳-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک سنا: میں نے خواب دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، انہوں نے جو قمیصیں پہن رکھی ہیں وہ بعض کی سینوں تک ہیں اور بعض کی اس سے کچھ زیادہ

نچی ہیں، جب عمر پیش کیے گئے تو ان کی قمیص زمین پر گھسٹتی جا رہی تھی۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا: ''یارسول اللہ! وہ قمیص کیا تھی؟'' آپ نے فرمایا: ''دین۔''

۴- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جس راستے سے تم گزرو گے اس راستے سے شیطان نہیں گزرے گا بلکہ وہ دوسرے راستے سے جائے گا۔

۲- امت محمدی کے محدث:

۱- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث یعنی صاحب الہام گزرے رہے ہیں اگر میری امت میں کوئی ہوسکتا ہے تو وہ عمر ہیں۔

۲- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور قلب پر اللہ تعالیٰ نے حق کو جاری کردیا ہے۔

۳- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: لوگوں کے قول کے مطابق حکم نازل نہیں ہوا مگر قرآن شریف اکثر عمر کے قول کے مطابق نازل ہوا ہے۔

۴- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہی ہوتے۔

۳- حضرت عمر کے سائے سے شیطان کا بھاگنا:

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنات وانس اور شیاطین کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

۲- حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس سے خداوند عزوجل سب سے اول مصافحہ فرمائے گا، سلام بھیجے گا اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا، وہ عمر ہیں۔

۳- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان پر وضع کردیا ہے کہ وہ ہمیشہ حق ہی بولتے ہیں۔

۴- جبرائیل علیہ السلام کا سلام عمر کے نام:

۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! حضرت عمر سے سلام کے بعد فرما دیجئے کہ ان کا غضب عزیز اور پسند ہے اور ان کی رضا کے مطابق ہی حکم ہوتا ہے۔

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) سے شیطان خوف کے

باعث بھاگتا ہے۔

۳۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم سے شیطان ڈر کر بھاگتا ہے۔

۴۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم آسمانی مخلوق میں ایسا کوئی نہیں جو عمر کی عزت و توقیر نہ کرتا ہو اور زمین پر شیطان ان سے ڈر کر بھاگتا ہے۔

۵۔عہد فاروقی میں فروغ اسلام:

۱۔حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جس پر ڈول پڑا ہوا تھا چنانچہ میں نے کنوئیں سے کئی ڈول کھینچے، پھر بھرا ہوا ایک یا دو ڈول ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے کھینچے لیکن اس کام میں انہوں نے کچھ ضعف محسوس کیا (اللہ ان پر اپنا کرم فرمائے) پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کئی ڈول کھینچے اور اس طرح کھینچے کہ کسی جوان مرد کو میں نے اس طرح ڈول کھینچتے نہیں دیکھا۔ پھر چاروں طرف سے پیاسے لوگ آئے اور خوب سیراب ہوئے۔ علماء کرام کے خیال میں اس حدیث کا اشارہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرف ہے اور اس امر کا اظہار ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بکثرت فتوحات ہوں گی اور اسلام بہت زیادہ پھیلے گا۔

۲۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے جبرائیل کہتے تھے کہ اسلام عمر کی موت پر روئے گا۔

۶۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت و عداوت کا ثمر:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل عرفہ پر عموماً اور حضرت عمر پر خصوصاً فخر و مباہات کی ہے، جتنے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں ہر ایک کی امت میں ایک محدث ضرور ہوا ہے، اگر میری امت کا کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں۔ صحابہ کرام نے یہ بات سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ! محدث کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان سے ملائکہ گفتگو کریں۔

عہد فاروقی میں رحلت فرمانے والے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم:

خلیفہ ثانی، امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تقریباً دس سال پر محیط ہے، اس دور میں رحلت فرمانے والے صحابہ کی تعداد کثیر ہے، جن میں سے چند ایک کبار صحابہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عتبہ بن غزوان (۲) حضرت علاء بن حضرمی (۳) حضرت قیس بن سکین (۴) حضرت ابو قحافہ (۵) حضرت سعد بن عبادہ (۶) حضرت سہیل بن عمرو (۷) حضرت ابن ام کلثوم (۸) حضرت عیاش بن ابو ربیعہ (۹) حضرت عبد الرحمٰن بن عوام (۱۰) حضرت قیس بن صعصعہ (۱۱) حضرت نوفل بن حارث بن عبد المطلب (۱۲) حضرت ابو سفیان (۱۳) ام المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہ (۱۴) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (۱۵) حضرت معاذ بن جبل (۱۶) حضرت یزید بن ابو سفیان (۱۷) حضرت

شرجیل بن حسنہ (۱۸) حضرت فضل بن عباس (۱۹) حضرت ابو جندل بن سہل (۲۰) حضرت ابو مالک الاشعری (۲۱) حضرت سفیان بن معطل (۲۲) حضرت ابی بن کعب (۲۳) حضرت بلال (مؤذن رسول ﷺ) (۲۴) حضرت اسید بن حضیر (۲۵) حضرت براء بن مالک (۲۶) حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش (۲۷) حضرت عیاض بن غنم (۲۸) حضرت ابو الہیثم بن تیہان (۲۹) حضرت خالد بن ولید (۳۰) حضرت جارود (۳۱) حضرت نعمان بن مقرن (۳۲) حضرت قتادہ بن نعمان (۳۳) حضرت اقرع بن حابس (۳۴) حضرت سودۃ بنت زمعہ (۳۵) حضرت عویم بن ساعدہ (۳۶) حضرت غیلان ثقفی (۳۷) حضرت ابو محجن ثقفی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مثالی عجز وانکسار:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں جتنی قدر ومنزلت تھی، اتنی ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں عاجزی وانکساری تھی۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین سے تنکا اٹھا کر فرمایا: کاش! میں اس تنکا کی مثل ہوتا، کاش! میں پیدا نہ ہوتا۔ ایک روایت کے مطابق آپ اپنی پشت پر پانی کی مشک اٹھائے تشریف لا رہے تھے، کسی نے عرض کیا: یا خلیفۃ المسلمین! یہ کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میرے نفس میں غرور پیدا ہو گیا تھا، اس کے تکبر کو ختم کرنے کی میں کوشش کر رہا ہوں۔

امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زمانہ خلافت میں شاہانہ یا امیرانہ لباس زیب تن کرنے کی بجائے صاف اور سادہ لباس استعمال میں لاتے تھے بلکہ پیوند لگے کپڑے استعمال کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شانہ کے پاس قمیص کو چار پیوند لگے ہوئے میں نے شمار کیے۔ آپ رات میں اپنے درہ کو چھپا کر اپنے پاس رکھتے اور گشت میں مصروف ہو جاتے، لوگوں کے احوال سے واقف ہو کر ان کے مصائب کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک دفعہ قیصر روم کا قاصد مدینہ طیبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کے لیے آیا، آپ کو تلاش کرنے لگا لیکن ملاقات نہ ہو سکی، لوگوں سے آپ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو یہ جواب دیا گیا: امیر المؤمنین مسجد میں آرام فرما ہیں، وہ مسجد میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے لباس کو پیوند لگے ہوئے ہیں اور اینٹ پر اپنا سر اقدس رکھ کر سوئے ہیں۔ قاصد یہ صورتحال دیکھ کر حیران رہ گیا، اتنی وسیع وعریض سلطنت کے حکمران ہیں لیکن عجز وانکسار میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، اے عمر! آپ نے اپنے وطن میں عدل وانصاف قائم کیا، اس لیے سکون سے محو استراحت ہیں۔

انتقال پُر ملال:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دس سال تک نہایت شان وشوکت سے حکومت کی، اسلامی سلطنت کو عدل وانصاف اور امن وسلامتی کا گہوارہ بنا دیا۔ آپ حسب معمول نماز فجر پڑھانے کے لیے مسجد میں تشریف لائے، تکبیر تحریمہ کہہ کر ابھی زیر ناف ہاتھ باندھے ہی تھے تو ابولولؤ نامی شخص نے تیز دھار خنجر سے آپ پر حملہ کر دیا، اس حملہ کے نتیجہ میں تین کاری زخم آئے، آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، ہوش آنے پر

فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ کسی کافر کے ہاتھوں میری شہادت واقع ہوئی ہے، پھر آپ دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔
حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، حسب خواہش حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے، جس طرح ظاہری زندگی میں آپ کو قربِ مصطفےٰ ﷺ حاصل تھا اسی طرح بعد از وصال بھی یہ قرب باقی رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

خلیفہ ثانی، امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا باعث تلاوت قرآن بنا، بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہونے پر ان کے گھر پہنچے، انہیں مارنے پیٹنے کے بعد کہا: آپ لوگ جو کلام پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی پڑھائیں، غسل کرنے کے بعد چند قرآنی آیات کا مطالعہ کیا، دل کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا، اعلان کیا: مجھے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لے چلو، میں بھی اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، پھر دارارقم جو مسلمانوں کا مرکز تھا، وہاں حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر قبول اسلام کیا۔
نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی تھی: اَللّٰھُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْکَ بِاَبِیْ جَھْلٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، آپ ﷺ کی یہ دعا تیر بہدف ثابت ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی اور وہ دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ ان کے قبول اسلام سے اسلام اور مسلمانوں کو عزت حاصل ہوئی اور انہوں نے چھپ کر عبادت خداوندی کرنے کی بجائے سرعام بلکہ کعبہ معظمہ میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنا شروع کر دیا۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی مراد ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:
۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:
لما اسلم عمر نزل جبریل فقال: یا محمد! لقد استبشر اھل السماء باء سلام عمر ۔
(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۰۳)
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! بیشک اہلِ آسمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر خوشی منائی ہے۔
۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:
لما اسلم عمر رضی اللہ عنہ قال المشرکون: الیوم قد انتصف القوم منا ۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۴۹۴)
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کیا تو مشرکین نے کہا: آج کے دن ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔
۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب صدر عمر بن الخطاب بیدہ حین اسلم ثلاث مرات، وھو یقول: اللھم! اخرج مافی صدرہ من غل وابدلہ ایمانا، یقول ذالک ثلاثًا ۔
(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۴۹۳)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کے سینے پر تین بار اپنا ہاتھ مبارک مارا اور یوں کہا: اے اللہ! عمر کے دل سے عداوت کا اثر ختم کر دے اور اس کی جگہ ایمان ڈال دے۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار کہی تھی۔

۴-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان كان اسلام عمر لفتحنا، وامارته لرحمة الله وما استطعنا ان نصلى بالبيت حتى اسلم عمر، فلما اسم قابلهم حتى دعونا فصلينا۔ (المعجم الكبير، رقم الحديث: ۸۸۲۰)

بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ایک فتح تھی اور ان کی امارت رحمت باری تعالیٰ سے کم نہیں تھی، قسم بخدا! ہم بیت اللہ میں نماز ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا، آپ نے مشرکین مکہ سے خوب مقابلہ کیا حتیٰ کہ ہم نے خانہ کعبہ میں نماز ادا کی۔

3615 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ اَمْرٌ قَطُّ فَقَالُوْا فِيْهِ وَقَالَ فِيْهِ عُمَرُ اَوْ قَالَ ابْنُ الْخَطَّابِ فِيْهِ شَكَّ خَارِجَةُ اِلَّا نَزَلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ عَلٰى نَحْوِ مَا قَالَ عُمَرُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ وَاَبِيْ ذَرٍّ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَخَارِجَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ هُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّهُوَ ثِقَةٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب بھی لوگوں کو کوئی معاملہ درپیش ہوا اور لوگوں نے اس کے بارے میں کوئی رائے دی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کوئی الگ رائے دی (یہاں پر راوی کو شک ہے) شاید یہ الفاظ ہیں: حضرت ابن خطاب نے اس بارے میں کوئی رائے دی' تو قرآن اس کے مطابق نازل ہوا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

اس بارے میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

خارجہ نامی راوی' خارجہ بن عبداللہ بن سلیمان بن زید بن ثابت انصاری ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔

3615- اخرجه عبد بن حميد ص (۲٤٥)، حديث (۷٥۸)، و احمد (۲/۵۳)، (٥١٤٥)، (۲/۹٥)، (٥٦۹۷) عن ابن عمر.

شرح

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قلب ولسان پر حق کا اجراء ہونا:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات اور خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے قلب وزبان پر حق جاری ہوتا تھا، اس کے مطابق آیات قرآنی کا نزول ہوتا یا پھر ارشاد نبوی ﷺ بیان ہوتا تھا۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سے زائد آپ کی موافقات بیان کی ہیں مثلاً اسیران بدر کے بارے میں آپ کی رائے، مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانا، ازواج مطہرات کے بارے میں پردہ کا حکم، نشہ کی حالت میں نماز سے اجتناب، حرمت شراب اور رمضان المبارک کی راتوں میں جواز جماع کا حکم وغیرہ امور۔

3616 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ النَّضْرِ اَبِىْ عُمَرَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِىْ جَهْلِ ابْنِ هِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ قَالَ فَاَصْبَحَ فَغَدَا عُمَرُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِى النَّضْرِ اَبِىْ عُمَرَ وَهُوَ يَرْوِىْ مَنَاكِيْرَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے دعا کی اے اللہ ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت عطا کر۔ راوی بیان کرتے ہیں: اگلے دن صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس حدیث کے ایک راوی ابوعمر نضر کے بارے میں محدثین کلام کیا ہے' کیونکہ یہ شخص ''منکر'' روایات نقل کرتا ہے۔

شرح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے نبوی ﷺ قبول ہونا:

رسول اعظم ﷺ کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے جس معاملہ میں بھی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے جامہ قبولیت عطا کیا۔ آپ نے ایک دعا یہ فرمائی تھی:

3616- لم يخرجه الا الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (١٦٩/٥)، حديث (٦٢٢٣)، و ذكره المتقى الهندى فى الكنز (٥٨٢/١١)، حديث (٣٢٧٧١)، و عزاه للترمذى و الطبرانى فى الكبير و ابن عساكر عن ابن عباس

اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَهْلِ ابْنِ هِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ.

آپ نے یہ دعا ایک دن شام کے وقت کی تھی اور دوسرے دن صبح کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ دعائے رسول ﷺ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ بلا تاخیر قبول کی گئی ہے۔ تاہم آپ ﷺ نے اپنی امت کے حق میں دعاء شفاء قیامت کے لیے ذخیرہ کر رکھی ہے۔ قیامت کے روز جہاں آپ کی یہ دعا قبول کی جائے گی وہاں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام امتوں کے سامنے آپ کی عظمت وفضیلت کا اظہار بھی کیا جائے گا۔

3617 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ الْوَاسِطِیُّ اَبُوْ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَخِیْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عُمَرُ لِاَبِیْ بَكْرٍ يَا خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَمَا اِنَّكَ اِنْ قُلْتَ ذَاكَ فَلَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رَجُلٍ خَيْرٍ مِّنْ عُمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذَاكَ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے نبی اکرم ﷺ کے بعد سب سے بہتر فرد تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ تو یہ کہہ رہے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سورج ایسے کسی شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔ (یعنی عمر سے زیادہ بہتر اور کوئی شخص نہیں ہے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اس کی سند بھی مستند نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص پر طلوع آفتاب نہ ہونا:

اس روایت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ سے بہتر شخص پر آفتاب طلوع وغروب نہیں ہوا۔

سوال: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہے حالانکہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے؟

3617۔ لم یخرجه الا الترمذی من اصحاب الکتب الستة، ینظر (التحفة) (٥/ ٢٩٠)، حدیث (٦٥٨٩)، و ذکره المتقی الهندی فی الکنز (١١/ ٥٧٧)، حدیث (٣٢٧٣٩)، و عزاه للترمذی و الحاکم عن ابی بکر.

جواب: (۱) یہ روایت ضعیف ہے جبکہ اس کے مقابل دیگر روایات نہایت قوی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پوری امت میں سب سے افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ نیز دوسری روایات کی تائید اجماع امت سے بھی ہوتی ہے، لہٰذا روایات میں تعارض نہ رہا۔ تاہم یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد پوری امت سے زیادہ فضیلت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔

(۲) عند البعض اس روایت میں "بعد ابی بکر" کے الفاظ محذوف ہیں۔

(۳) عدالت وسیاست کی بنیاد پر آپ ﷺ نے ایسا فرمایا ہو۔

3618 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ مَا أَظُنُّ رَجُلًا يَنْتَقِصُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ محمد بن سیرین کہتے ہیں: میرے خیال میں کوئی بھی ایسا شخص جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرتا ہو تو وہ نبی اکرم ﷺ سے محبت نہیں کرتا ہوگا۔

یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تنقیص ممنوع ہونا:

اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ساتھ ساتھ آداب کی تعلیم بھی دیتا ہے، انبیاء کرام علیہم السلام نہایت محترم ہیں جس وجہ سے ان کا اکرام وآداب بجالانا امت پر فرض ہے، ان کے بعد ان سے براہ راست فیض یافتہ نفوس قدسیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کا اکرام وآداب بھی مسلمانوں پر واجب ہے کیونکہ امت پر ان کے اتنے حقوق ہیں کہ وہ ادا نہیں ہو سکتے، ان کی وساطت سے امت تک قرآن وحدیث یعنی دین اسلام پہنچا ہے، ان کے بارے میں شک وشبہ کا شکار ہونا ہلاکت سے کم نہیں ہے' اس لیے کہ یہ شک وشبہ دین اسلام پر ہوگا۔ لہٰذا واجب ہے کہ ان ہستیوں کا ذکر ادب واحترام سے کیا جائے۔

عظمت وفضیلت کے اعتبار سے صحابہ کرام کے درجات ہیں، عام صحابہ پر عشرہ مبشرہ کو، عشرہ مبشرہ پر خلفاء راشدین کو اور خلفاء راشدین میں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضلیت حاصل ہے۔ ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا درجہ ہے۔ ان نفوس قدسیہ کا ذکر خیر کرتے وقت بھی آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا امت پر ضروری ہے۔ ان سے محبت رسول کریم ﷺ سے محبت کی وجہ سے ہے اور ان کی تنقیص امت پر حرام ہے۔ بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تنقیص رسول کریم ﷺ سے محبت کے منافی ہے۔ تاہم ان سے کمال درجہ کی عقیدت ومحبت، رسول کریم ﷺ سے عقیدت ومحبت کا مظہر ہے۔

3618- لم يخرجه الا الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (۳۰۷/۱۳)، حديث (۱۹۳۰۲).

3619 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ

◄► حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اسے صرف مشرح بن ہاعان نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اوصاف وکمالات نبوت کا مظہر ہونا:

اس روایت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے کہ اگر خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتے لیکن آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے، نیا نبی پیدا نہیں ہوسکتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے سے پیدا ہو چکے ہیں جو زمانہ قرب قیامت میں آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ تاہم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اوصاف وکمالات نبوت کے مظہر ہیں۔

سوال: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اوصاف وکمالات نبوت کے مظہر ہونے کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں جبکہ انہیں افضل البشر بعد الانبیاء قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: یہ قاعدہ ہے کہ مفضول کے کمالات افضل میں بطور کمال پائے جاتے ہیں، لہٰذا جس طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کمالات واوصاف نبوت کی مظہر ہے اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات بھی مظہر ہے۔ اس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مفضول ہیں جبکہ دونوں اوصاف وکمالات نبوت کے مظہر ہیں۔

فائدہ نافعہ:

جس طرح انبیاء علیہم السلام کمالات ذات باری تعالیٰ کے مظہر جبکہ امام الانبیاء ﷺ مظہر اتم ہیں، اسی طرح صحابہ کرام ذات مصطفیٰ ﷺ کے مظہر ہیں لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مظہر اتم ہیں۔ اسی طرح اولیاء وصالحین ذات نبوی ﷺ کے مظہر ہیں مگر امام الاولیاء حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ مظہر اتم ہیں۔

3619- لم يخرجه الا الترمذي. ينظر (التحفة) (٧/٣٢٢)، حديث (٩٩٦٦)، من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه الحاكم في المستدرك (٣/٨٥)، و قال: صحيح الاسناد و لم يخرجاه.

3620 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: رَأَيْتُ كَأَنِّي أُتِيتُ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ فَأَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ قَالَ الْعِلْمَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا میں نے اس میں سے پی لیا' پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب کو دیا۔لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ آپ ﷺ نے کیا تعبیر بیان کی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: علم۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

دربار نبوی ﷺ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم عطا ہونا:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انبیاء کرام تلامذۂ خداوندی ہوتے ہیں، وہ علمی و روحانی فیضان ذات باری تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور انہیں دنیوی معلم کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔صحابہ کرام وہ جلیل القدر نفوس قدسیہ ہیں، جو براہ راست نبی علیہ السلام سے علمی فیضان حاصل کرتے ہیں۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ذات مصطفیٰ ﷺ سے خاص تعلق تھا بلکہ مراد رسول ﷺ تھے۔ آپ ﷺ نے حالت خواب میں اپنے دست اقدس سے دودھ کا پیالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا، اس کی تعبیر دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے جواب دیا: اس کی تعبیر علم ہے۔نبی کا خواب وحی الٰہی ہوتا ہے، کیونکہ پیغمبر کا خواب حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔

عالم مثال میں علم کی تعبیر دودھ سے بیان کی جاتی ہے۔مثال کے طور پر اگر کوئی شخص خواب دیکھتا ہے کہ وہ دودھ نوش کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ بتائی جاتی ہے کہ اسے علم کی دولت حاصل ہوگی۔دودھ کی تعبیر علم سے کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کے درمیان خصوصی مشابہت ہے مثلاً جس طرح دودھ ابتداءً انسانی جسم کی غذا ہے اور اسے طاقت پہنچاتا ہے، اسی طرح علم انسان کی روحانی غذا ہے اور اس کی روح کو طاقت فراہم کرتا ہے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دربار نبوی ﷺ سے علم کی دولت عطا ہوئی۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے علمی فیضان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام لوگوں کا علم ڈال دیا جائے تو آپ کا پلڑا بھاری رہے گا۔

3620۔ اخرجه البخاري (۱۲/۴۱۰): كتاب التعبير: باب: اللبن، حديث (۷۰۰۶)، (۷۰۰۷)، (۷۰۲۷)، (۷۰۳۲)، و الدارمي (۲/۱۲۸): كتاب الرؤيا: باب: في القمص و البئر و اللبن وغيره ذلك في النوم، و اخرجه احمد (۲/۸۳)، (۵۵٤)، و (۲/۱۵٤)، (٦٤۲۹)، (۲/۱۰۸)، (۵۸٦۸)، (۲/۱۳۰)، (٦۱٤۲)، (۲/۱٤۷)، (٦۳٤٤).

فائدہ نافعہ:

صحابہ میں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی امتیازی شان علم وفضل ہے جو دربار نبوت سے آپ کو عطا ہوا، آپ کی رائے کے مطابق بکثرت آیات قرآنی نازل ہوئیں، سابقہ آسمانی کتب میں آپ کی رائے کے مطابق احکام ومسائل موجود تھے اور امام الانبیاء ﷺ بھی آپ کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔

3621 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا اَنَا بِقَصْرٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوْا لِشَابٍّ مِّنْ قُرَيْشٍ فَظَنَنْتُ اَنِّيْ اَنَا هُوَ فَقُلْتُ وَمَنْ هُوَ فَقَالُوْا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جنت میں داخل ہوا میں نے سونے سے بنا ہوا ایک محل دیکھا اور دریافت کیا: یہ کس کا محل ہے۔ لوگوں نے بتایا قریش کے ایک آدمی کا ہے۔ میں نے یہ گمان کیا کہ شاید میں ہی وہ آدمی ہوں' تو میں نے دریافت کیا: وہ کون شخص ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا: وہ عمر بن خطاب ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت میں سونے کا محل ہونا:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کثیر کمالات وامتیازات اور فضائل کے جامع تھے۔ ان میں سے ایک فضیلت یا کمال حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حالت خواب میں جنت کی سیر کی، وہاں ایک خوبصورت محل ملاحظہ کیا، فرشتوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کس کا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک قریشی نوجوان کا ہے، آپ ﷺ نے اپنی ذات کے بارے میں خیال کیا مگر فرشتوں نے عرض کیا: یہ چاندی کا مکان حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، آپ کا مکان جنت میں تیار کیا گیا ہے، مکان بھی آپ کے شایانِ شان ہے جو سونے کا بنا ہوا ہے۔

سوال: مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی یا برتن یا گھڑی چین وغیرہ استعمال کرنا حرام ہے، تو پھر آپ کے لیے سونے کا گھر کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

جواب: یہ ممانعت والے شرعی احکام ومسائل دنیوی زندگی تک محدود ہیں لیکن آخرت میں سونے کے استعمال کی ممانعت نہیں ہوگی اور اس واقعہ کا تعلق حیات اخروی کے ساتھ ہے۔

3621- اخرجه احمد (۱۰۷/۳، ۱۷۹/۳، ۲۶۳/۳) عن حميد عن انس بن مالك فذكره.

3622 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ اَبُوْ عَمَّارٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي اَبِيْ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِيْ بُرَيْدَةَ قَالَ

متن حدیث: اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِلَالًا فَقَالَ يَا بِلَالُ بِمَ سَبَقْتَنِيْ اِلَى الْجَنَّةِ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ اِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ اَمَامِيْ دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ اَمَامِيْ فَاَتَيْتُ عَلٰى قَصْرٍ مُرَبَّعٍ مُشْرِفٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ فَقَالُوْا لِرَجُلٍ مِّنَ الْعَرَبِ فَقُلْتُ اَنَا عَرَبِيٌّ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوْا لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قُلْتُ اَنَا قُرَشِيٌّ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوْا لِرَجُلٍ مِّنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ قُلْتُ اَنَا مُحَمَّدٌ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ بِلَالٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَذَّنْتُ قَطُّ اِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَمَا اَصَابَنِيْ حَدَثٌ قَطُّ اِلَّا تَوَضَّاْتُ عِنْدَهَا وَرَاَيْتُ اَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّمُعَاذٍ وَّاَنَسٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ فِي الْجَنَّةِ قَصْرًا مِّنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقِيْلَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنِّيْ دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ يَعْنِيْ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنِّيْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ هٰكَذَا رُوِيَ فِيْ بَعْضِ الْحَدِيْثِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْيٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ صبح کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ تم کس وجہ سے جنت میں مجھ سے آگے تھے۔ میں جنت میں داخل ہوا' تو میں نے تمہارے قدموں کی آہٹ اپنے آگے محسوس کی' پھر میں ایک چوکور بلند سونے کے بنے ہوئے محل کے پاس آیا۔ میں نے دریافت کیا: یہ محل کس کا ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا: یہ عرب سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا ہے۔ میں نے کہا: میں بھی ایک عربی ہوں۔ یہ محل کس کا ہے۔ فرشتوں نے بتایا: یہ محل قریش سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا ہے۔ میں نے کہا: میں بھی ایک قریشی ہوں۔ یہ محل کس کا ہے؟ پھر فرشتوں نے بتایا: یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا ہے۔ میں نے کہا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ یہ محل کس کا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: یہ عمر بن خطاب کا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ میں جس وقت بھی اذان دیتا ہوں' تو دو رکعت پڑھ لیتا ہوں اور جب بھی بے وضو ہوتا ہوں' تو اسی وقت وضو کر لیتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دو رکعت ادا کرنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شاید ان دونوں کی وجہ سے ہی ایسا ہوا ہوگا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول

3622۔ اخرجه ابن خزيمة (٢/٢١٣، ٢١٤): جماع ابواب التطوع غيرها، تقدم : باب: استحباب الصلاة عن الذنب، حديث (١٢٠٩) واخرجه احمد (٥/٣٥٤)، بزيادة مطلوبة هي (ــ لمن هذا القصر ؟ قالو العمر بن الخطاب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم، لو لا غيرتك يا عمر لدخلت القصر فقال: يارسول الله صلى الله عليه وسلم ما كنت لا غار عليك و قال لبلال بم سبقتني الى الجنة ؟ قال: ما احدثت الا توضات و صليت ركعتين ــ)، و (٥/٣٦٠).

ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے جنت میں سونے سے بنا ہوا ایک محل دیکھا۔ میں نے دریافت کیا: یہ محل کس کا ہے؟ تو بتایا گیا: عمر بن خطاب کا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں گزشتہ رات میں جنت میں داخل ہوا۔ اس سے مراد یہ ہے میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ گویا میں جنت میں ہوں۔ اسی طرح بعض روایات میں نقل کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں: انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔

شرح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت میں نبی کریم ﷺ جیسا محل ہونا:

خلفاء راشدین بالخصوص حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جو قرب مصطفی ﷺ حاصل تھا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، اس قرب کا نتیجہ ہے کہ بحالت خواب رسول کریم ﷺ نے اپنے محل سے متصل اپنے جیسا محل دیکھا، آپ نے فرشتوں سے دریافت کیا کہ یہ خوبصورت محل کس کا ہے؟ جواب ملا کہ ایک عربی نوجوان کا ہے، پھر پوچھا تو جواب ملا: حضرت محمد ﷺ کے امتی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ نبی کا خواب وحی خداوندی ہوتا ہے، لہٰذا آپ ﷺ کا خواب یقیناً وحی ہوا۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور جنت میں نبی کریم ﷺ کے محل سے متصل آپ کے محل سے مشابہ جنت میں محل موجود ہے۔ یہ آپ کی عظمت وفضیلت ہے۔

جنت میں نبی کریم ﷺ نے اپنے آگے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چلنے کی آواز سنی، آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اس عمل کے بارے میں دریافت کیا جس کے باعث اپنے آگے ان کے چلنے کی آواز سنی تھی؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب میرا وضو فاسد ہوتا ہے تو میں فوراً وضو کر لیتا ہوں اور جب اذان پڑھتا ہوں تو دو نوافل تحیۃ المسجد پڑھتا ہوں، یعنی زہد وطہارت کے نتیجہ میں جنت میں آواز سنی گئی ہے۔

سوال: اس روایت کا مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنت میں پہلے داخل ہوئے (یا قیامت کے بعد داخل ہوں گے) اور رسول کریم ﷺ بعد میں داخل ہوئے، یہ مقام رسول ﷺ کے منافی ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ دخول جنت کے وقت اپنی سواری (اونٹنی) پر سوار تھے، (یا بعد از قیامت سوار ہوں گے) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے خادم کی حیثیت سے اس کی مہار پکڑی ہوگی، وہ خادم کی حیثیت سے جنت میں پہلے داخل ہوں گے اور آپ ﷺ مخدوم کی حیثیت سے بعد میں قدم رنجہ ہوں گے۔ اس طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا پہلے داخل ہونا، آپ ﷺ کی شان کے ہرگز منافی نہیں ہے۔

3623 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي عَبْدُ

اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ بُرَيْدَةَ يَقُولُ

متن حدیث: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ نَذَرْتُ إِنْ رَدَّكَ اللَّهُ سَالِمًا أَنْ أَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَأَتَغَنَّى فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِي وَإِلَّا فَلَا فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَأَلْقَتِ الدُّفَّ تَحْتَ اسْتِهَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ إِنِّي كُنْتُ جَالِسًا وَهِيَ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ أَنْتَ يَا عُمَرُ أَلْقَتِ الدُّفَّ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ بُرَيْدَةَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَائِشَةَ

◄► حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ایک جنگ میں تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام کنیز آئی۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح وسلامت واپس لے آیا' تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گانا گاؤں گی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے یہ نذر مانی تھی تو دف بجالو! ورنہ رہنے دو' تو اس نے دف بجانی شروع کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آئے' تو وہ دف بجا رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر آئے' تو بھی وہ دف بجا رہی تھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اندر آئے تو تب بھی وہ دف بجاتی رہی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر آئے' تو اس نے دف اپنی پیٹھ کے نیچے رکھ لی اور اوپر بیٹھ گئی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! شیطان تم سے ڈر جاتا ہے۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ دف بجاتی رہی۔ ابوبکر اندر آئے یہ بجاتی رہی پھر علی اندر آئے پھر بھی یہ بجاتی رہی پھر عثمان اندر آئے پھر بھی یہ بجاتی رہی اور پھر تم اندر آئے اے عمر! تو اس نے دف رکھ دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے' جو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت منقول ہے۔

3624 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متن حدیث: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ تَعَالَيْ فَانْظُرِي فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ

3623- اخرجه احمد (٥/٣٥٣، ٣٥٦) عن عبد الاله بن بريدة عن بريدة فذكره.

3624- انفردبه الترمذی . ينظر التحفة (١٢/ ٢٣٠)، حديث (١٧٣٥٥) من اصحاب الكتب الستة، و ذكره المتقی الهندی فی الكنز (١١/ ٥٧٤)، حديث (٣٢٧٢١)، و عزاه لابن عدی عن عائشة.

لَحْيَيَّ عَلٰى مَنْكِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهَا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبِ اِلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ لِيْ اَمَا شَبِعْتِ اَمَا شَبِعْتِ قَالَتْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لَا لِاَنْظُرَ مَنْزِلَتِيْ عِنْدَهٗ اِذْ طَلَعَ عُمَرُ قَالَتْ فَارْفَضَّ النَّاسُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلٰى شَيَاطِيْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ قَالَتْ فَرَجَعْتُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت عائشہ ﷞ بیان کرتی ہیں: ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ہم نے شوروغل کی آواز سنی اور کچھ بچوں کی آواز سنی۔ نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے' تو وہاں ایک حبشی عورت ناچ رہی تھی جس کے اردگرد بچے موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ (﷞)! آؤتم بھی دیکھ لو۔ میں آئی میں نے اپنی ٹھوڑی نبی اکرم ﷺ کے کندھے پر رکھ دی اور آپ ﷺ کے کندھے اور سر کے درمیان سر رکھ کر اس عورت کو دیکھنے لگی۔ نبی اکرم ﷺ (تھوڑی دیر بعد) مجھ سے دریافت کرنے لگے کیا تمہارا جی نہیں بھرا۔ کیا تمہارا دل نہیں بھرا۔ حضرت سیدہ عائشہ ﷞ بیان کرتی ہیں: میں ''نہیں'' کہتی رہی میں آپ کی بارگاہ میں اپنی قدرومنزلت کا جائزہ لینا چاہتی تھی۔ اسی دوران حضرت عمر ﷛ وہاں آ گئے۔ حضرت سیدہ عائشہ ﷞ بیان کرتی ہیں: سب لوگ اس عورت کے پاس سے دور چلے گئے۔ سیدہ عائشہ ﷞ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جنوں اور انسانوں سے تعلق رکھنے والے شیاطین کو دیکھ رہا تھا کہ وہ عمر کو دیکھ کر بھاگ گئے۔

حضرت عائشہ ﷞ بیان کرتی ہیں: تو میں بھی واپس آ گئی۔

(امام ترمذی ﷬ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

حضرت عمر ﷛ سے شیاطین الانس والجن کا بھاگنا:

ان روایات میں دو مسائل بیان ہوئے ہیں:

ا- دف بجانے کا مسئلہ:

حضور اقدس ﷺ کے ایک غزوہ سے واپس تشریف لانے پر ایک کنیز حاضر خدمت ہوتی ہے، عرض کرتی ہے کہ یا رسول اللہ! میں نے منت مانی تھی کہ اگر بسلامت تشریف لائیں گے تو میں دف کے ساتھ اشعار پڑھوں گی، چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے واپس تشریف لے آئے ہیں، آپ اشعار کے ساتھ دف بجانے کی اجازت عنایت فرمائیں، آپ کی طرف سے اجازت ملنے پر اس نے دف کے ساتھ یہ اشعار پڑھے:

طلع البدر علینا — من ثنیة الوداع

وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داعی

کنیز کے اس عمل کے دوران حضرت عثمان اور حضرت علی ﷠ تشریف لائے مگر وہ اشعار کے ساتھ مسلسل دف بجاتی رہی،

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے تشریف لانے پر اس نے اپنا شیطانی چہرہ روک کر اسے چھپالیا۔ آپ ﷺ نے کنیز کا دل رکھنے کے لیے اظہار ناپسندیدگی کے ساتھ اسے اجازت دی تھی، کیونکہ امر مباح میں منت روا نہیں ہے۔ تاہم اعلان کی غرض سے نکاح کے موقع پر دف بجانے کی اجازت ہے، لیکن ضروری نہیں ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ ہی اتنا تھا کہ آپ کی موجودگی میں شیطانی چہرہ نہیں چل سکتا۔

۲- شیاطین جن و شیاطین انس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگنا:

جس طرح اذان واقامت کہتے وقت ان کی اہمیت کے پیش نظر شیاطین جن بھاگ جاتے ہیں، اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت واہمیت کی وجہ سے شیاطین انس بھاگ جاتے ہیں۔

سوال: نبی کریم ﷺ کی طرف سے لڑکی کو اشعار کے ساتھ دف بجانے کی اجازت دی گئی، آپ اس کے کرتب کو دیکھتے بھی رہے اور بعد میں اس کے عمل کو آپ نے شیطانی عمل کیوں قرار دیا؟

جواب: (۱) شادی وغیرہ کے موقع پر بطور اعلان دف بجانا روا ہے، لیکن استحباب کی حد تک اجازت دی گئی تھی، کنیز انہماک کے ساتھ اپنے فن کا مظاہرہ کرنے لگی جو حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے کراہت کے درجہ میں پہنچ گئی تھی۔

(۲) بقول ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایسے عمل سے بھی احتراز کرتے تھے جو کسی برائی کے مشابہ ہوتا، اشعار کا دف کے ساتھ پڑھنا خواہ جائز تھا لیکن حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے ناجائز قرار پایا۔

(۳) آپ ﷺ کی طرف سے کنیز کو استحباب کی حد تک اجازت تھی، اس نے کراہت کا ارتکاب کیا جس وجہ سے اس کے عمل کو شیطانی عمل قرار دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اے عمر! شیطان تم سے خوفزدہ ہے اور تمہارے سائے سے بھاگ جاتا ہے۔

حضرت سدیدہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان الشیطان لم یلق عمر منذ اسلم الاخر لوجھہ .

(مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث: ۳۶۹۳)

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک جب سے عمر مسلمان ہوئے شیطان ان کے سامنے سے گزرتا ہے تو اپنا سر جھکا لیتا ہے۔"

فائدہ نافعہ:

نظر نبوی ﷺ از مشرق تا مغرب، از جنوب تا شمال اور از تحت الثریٰ تا آسمان ہفتم بلکہ لامکان تک کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ آپ ہر چیز کو ملاحظہ کر رہے ہیں حتیٰ کہ شیاطین جن اور شیاطین انس کی نقل و حرکت بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

3625 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِىْ اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَيُحْشَرُوْنَ مَعِىْ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَهْلَ مَكَّةَ حَتّٰى اُحْشَرَ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّعَاصِمُ بْنُ عُمَرَ لَيْسَ بِالْحَافِظِ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے پہلے میرے لیے زمین کوشق کیا جائے گا' اور پھر ابوبکر کے لیے پھر عمر کے لیے پھر جنت بقیع میں دفن لوگ آئیں گے' اور ان کا حشر میرے ساتھ کیا جائے گا' پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا، یہاں تک کہ مجھے دونوں حرمین کے درمیان اٹھایا جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

عاصم بن عمر نامی راوی محدثین کے نزدیک حافظ نہیں ہیں۔

شرح

قیامت کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبر سے اٹھنے کا تیسرا نمبر ہونا:

قرب قیامت میں صور پھونکے جانے کے سبب سب لوگ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، قیامت برپا ہو جائے گی، ذات باری تعالیٰ کے علاوہ زمین پر کوئی زندہ نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ اعلان کرے گا: آج کس کی حکومت ہے، کون بادشاہ ہے؟ پھر خود فرمائے گا: حکومت میری ہے اور سلطان بھی میں ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل قبور کا قبور سے اٹھنے کا سلسلہ شروع ہوگا، سب سے قبل امام المرسلین ﷺ اپنی تربت اقدس سے اٹھیں گے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھیں گے، تیسرے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھیں گے، پھر خفتگان جنت البقیع اٹھیں گے، پھر خفتگان جنت المعلیٰ اٹھیں گے، اہل حرمین شریفین اپنی قبور سے اٹھیں گے، پھر زمین کے ہر خطہ کے لوگ اپنی قبور سے نکل کر میدان محشر (سرزمین شام) میں آپ ﷺ کی قیادت میں جمع ہوں گے۔

مخلوق خدا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مرتبہ و مقام انبیاء علیہم السلام کا ہے جن کے سردار خاتم الانبیاء ﷺ ہیں، پھر صحابہ کرام کا مقام ہے جن سے افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد پوری امت سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مرتبہ و مقام ہے، پھر درجہ بدرجہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اولیاء اور صالحین ہیں۔ چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام ہے، لہٰذا ان کے بعد قیامت کے دن تیسرے نمبر پر آپ اپنی تربت مبارک سے اٹھیں گے۔

فائدہ نافعہ:

دنیا کی طرح آخرت میں بھی امام الانبیاء ﷺ کی قیادت میں لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے، آپ کی شفاعت سے

3625- انفرد به الترمذي. ينظر: التحفة: (٤٥٧/٥)، حديث (٧٢٠٠)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (٤٦٥/٢)؛ و قال صحيح الاسناد و لم يخرجاه، و تعقبه الذهبي بقوله: عبد الله ضعيف

حساب وکتاب کا سلسلہ شروع ہوگا، آپ ﷺ کی سفارش سے قیامت کے دن پریشانی سے نجات ملے گی، اہل محشر کا فیصلہ ہوگا اور جنت میں داخل ہوں گے۔

3626 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

قَالَ حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ مُحَدَّثُونَ يَعْنِي مُفَهَّمُونَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: پہلی امتوں میں سے "محدث" ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہوگا' تو عمر بن خطاب ہوگا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابن عیینہ کے بعض شاگردوں نے سفیان بن عیینہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: "محدث" سے مراد وہ لوگ ہیں' جنہیں دین کی سمجھ بوجھ عطا کی گئی ہو۔

شرح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محدثِ امت ہونا:

اس روایت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ آپ امت محمدی ﷺ کے محدث ہیں۔ لفظ "محدث" باب تفعیل ثلاثی مزید فیہ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے: گفتگو کرنا، بات کرنا، خبر دینا۔ محدث سے مراد وہ شخص ہے جس کو عالم ملکوت کے بعض علمی خزانوں کا علم دیا گیا یا وہ شخص ہے جسے نزول وحی سے قبل شرعی احکام ومسائل کا علم حاصل ہو پھر اس کے مطابق وحی نازل ہو جائے یا رسول کریم ﷺ اس کی وضاحت فرما دیں یا اس سے مراد وہ آدمی ہے جس کے قلب میں بطور الہام شرعی علوم وفنون ڈال دیے جائیں اور وہ عوام کی اصلاح وتبلیغ میں مصروف ہو جائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل وخصوصیات میں ایک یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ امت محمدی ﷺ کے محدث یعنی صاحب الہام ہیں، آپ کی رائے اور مشاورت کے مطابق کثیر آیات قرآنی نازل ہوئیں اور کثیر مواقع پر رسول کریم ﷺ نے ان کی رائے کو درست قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی رائے اور فتویٰ کا احترام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی کرتے تھے۔

سوال: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خصوصیات میں سے ایک صاحب الہام ہونا بیان کیا گیا ہے حالانکہ الہام کا

3626- اخرجه مسلم (۱۸۶٤/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: في فضائل عمر، حديث (۲۳۹۸/۲۳)، و الحميدي (۱۲۳/۱) حديث (۲۵۳)، و احمد (۵۵/٦).

سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا مثلاً امام الاولیاء حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو صاحب الہام تسلیم کیا گیا ہے، تفسیر روح البیان کو الہامی تفسیر اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کو الہامی قرار دیا جاتا ہے۔ اس طرح صاحب الہام ہونا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت نہ رہا؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ القائے الہام کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا' لیکن اس میں درجات کا لحاظ ہو گا۔ مفسرین میں سے صاحب روح البیان، اہل مکتوبات میں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ممتاز اولیاء و صالحین میں سے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ممتاز صاحب الہام ہیں جبکہ درجہ صحابہ میں سے یہ امتیازی وصف حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے۔

سوال: جب القائے الہام کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا تو پھر قادیانیوں کا یہ کہنا درست ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی محدث یا صاحب الہام تھا؟

جواب: بلاشبہ القائے الہام کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا' لیکن اس کے لیے مسلمان ہونا شرط اول ہے، چونکہ مرزا صاحب نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا، جس وجہ سے وہ مسلمان نہ رہا بلکہ مرتد ہو کر واجب القتل قرار پا گیا تھا۔ لہٰذا وہ ہرگز ہرگز صاحب الہام نہیں ہو سکتا۔

فائدہ نافعہ:

شیطان کو تا قیامت عمر دی گئی، جس طرح وہ تا قیامت لوگوں کے دلوں میں وساوس ڈال کر لوگوں کو گمراہ کرتا رہے گا' اسی طرح القائے الہام کی صورت میں نزول رحمت کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اور لوگوں کے قلوب و اذہان کو شیطانی وساوس کی نجاست سے پاک کرتا رہے گا۔

3627 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبِيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَطَّلِعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ يَطَّلِعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ عُمَرُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى وَجَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابھی تمہارے سامنے ایک جنتی شخص آئے گا' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سامنے آ گئے' پھر حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے سامنے ایک جنتی شخص آئے گا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے آ گئے۔

3627۔ انفردبه الا الترمذی ینظر (تحفة الاشراف) (۹۳/۷) حدیث (۹٤۰٦)، من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه الحاکم فی المستدرک (۷۳/۳)، وقال: صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاه، من طریق عبیدة السلمانی عن عبد اللّٰه بن مسعود فذکره.

اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شرح

حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا جنتی ہونا:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، متعدد روایات میں آپ کو جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے، جن میں سے ایک روایت زیر بحث حدیث ہے، اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

بینما نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ قال: بينا انا قائم رأيتني في الجنة، فاذا امرأة تتوضأ الى جانب قصر، فقلت: لمن هذا القصر؟ قالوا: لعمر، فذكرت غيرته، فوليت مدبرا، فبكى عمر وقال: أعليك اغار يا رسول الله؟ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:۳۴۷۷)

ہم رسول کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ آپ نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا، وہاں ایک محل دیکھا جس کے ایک کونے میں ایک خاتون وضو کر رہی تھی، میں نے دریافت کیا: یہ محل کس کا ہے؟ حاضرین نے جواب دیا: یہ محل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے، پس مجھے اس کی غیرت یاد آئی تو میں واپس پلٹ آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں؟

۲-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: دخلت الجنت فرأيت فيها دارا او قصراً فقلت: لمن هذا؟ فقالوا: لعمر بن الخطاب فأردت ان ادخل فذكرت غيرتك فبكى عمر وقال: اى رسول الله، او عليك يغار؟ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۲۳۹۴)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا، وہاں ایک محل دیکھا، میں نے دریافت کیا: یہ محل کس کا ہے؟ حاضرین نے جواب دیا: یہ محل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے، میں نے اس میں داخل ہونے کا قصد کیا تو مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنسو بہاتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں۔

۳-حضرت عبدالرحمٰن بن حمید رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

ان سعيد بن زيد حدثه في نفران رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: عشرة في الجنة ابوبكر في الجنة و عمر في الجنة و عثمان و علي . (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث:۸۱۹۵)

سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں یہ حدیث بیان کی کہ بیشک رسول کریم ﷺ نے فرمایا: دس شخص جنتی ہیں: ابوبکر صدیق جنتی ہیں، حضرت عمر جنتی ہیں، حضرت عثمان جنتی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔

۴-حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

اشهد على التسعة انهم في الجنة، ولو شهدت على العاشر لم اثم، قيل وكيف ذالك؟ قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بحراء فقال: اثبت حراء، فانه ليس عليك الا نبي او صديق او شهيد، قيل ومن هم؟ قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابوبكر و عمر و عثمان و علي و طلحة والزبير و سعد و عبدالرحمن بن عوف قيل فمن العاشر؟ قال: انا .

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۵۸۹۸)

میں نو شخصوں کے جنتی ہونے کے بارے میں گواہی دیتا ہوں اور اگر دسویں کے بارے میں بھی گواہی دوں تو میں گناہگار نہیں ہوں گا۔ دریافت کیا گیا: وہ کیسے؟ جواب دیا: ہم نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں حراء پہاڑ پر تھے کہ (پہاڑ نے حرکت کی) آپ ﷺ نے فرمایا: اے حراء! ٹھہر جا، اس لیے کہ تجھ پر ایک نبی، صدیق اور شہید ہیں۔ دریافت کیا گیا: وہ کون تھے؟ جواب میں کہا: (۱) حضور اقدس ﷺ (۲) حضرت ابوبکر (۳) حضرت عمر (۴) حضرت عثمان (۵) حضرت علی (۶) حضرت طلحہ (۷) حضرت زبیر (۸) حضرت سعد (۹) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم، دریافت کیا گیا: دسواں کون ہے؟ جواب دیا: دسواں، میں تھا۔

۵-حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اوّل من يصافحه الحق عمر، واوّل من يسلم عليه، واول من يأخذ بيده، فيدخله الجنة . (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۰۴)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس سے سب سے قبل مصافحہ کرے گا، وہ عمر ہیں۔ سب سے قبل جس آدمی پر سلام بھیجے گا اور سب سے پہلے جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا، وہ عمر ہیں۔

۶-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاصحابه ذات يوم: من شهد منكم اليوم جنازة؟ قال عمر: انا، قال: من عاد منكم مريضاً؟ قال عمر: انا . قال: من تصدق؟ قال عمر: انا . قال: من اصبح صائماً؟ قال عمر: انا . قال: وجبت، وجبت . (المسند لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۲۲۰۲)

رسول کریم ﷺ نے ایک دن اپنے صحابہ سے فرمایا: تم میں سے آج نماز جنازہ میں کون شامل ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں، فرمایا: آج تم میں سے کس نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے، فرمایا: آج کس نے صدقہ وخیرات کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے، فرمایا: آج کس نے روزہ

رکھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے، فرمایا: جنت واجب ہوگئی، جنت واجب ہوگئی۔

۷۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عمر بن الخطاب سراج اهل الجنة

(مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث: ۴۱۴۶)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عمر بن خطاب اہل جنت کے چراغ ہیں۔

3628 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّرْعٰى غَنَمًا لَهٗ اِذْ جَآءَ ذِئْبٌ فَاَخَذَ شَاةً فَجَآءَ صَاحِبُهَا فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ فَقَالَ الذِّئْبُ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنْتُ بِذٰلِكَ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ

قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَمَا هُمَا فِي الْقَوْمِ يَوْمَئِذٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص اپنی بکریوں کو چرا رہا تھا۔ ایک بھیڑیا وہاں آیا اس نے ایک بکری کو پکڑ لیا۔ بکری کا مالک وہاں آیا۔ اس نے اس بھیڑیے سے بکری کو چھڑا لیا۔ بھیڑیا بولا درندوں کے مخصوص دن میں تم اس کا کیا کرو گے؟ جب اس کا رکھوالا صرف میں ہوں گا۔ (پھر) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں میں بھی ابوبکر بھی عمر بھی۔

راوی بیان کرتے ہیں: یہ دونوں حضرات اس وقت حاضرین میں موجود نہیں تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نبی کریم ﷺ کا حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ایمان میں اپنے ساتھ ملانا:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدر و منزلت ہے، بالخصوص خلفاء راشدین کی فضیلت زیادہ اور ان میں سے بھی حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت امتیازی ہے۔ زیر بحث حدیث میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان کی گئی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایمان میں انہیں اپنے ساتھ ملایا ہے۔ آپ کی فضیلت میں

بکثرت احادیث مبارکہ وارد ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای علی عمر قمیصًا ابیض فقال ثوبك هذا غسیل ام جدید؟ قال: لا، بل غسیل، قال: البس جدیدا وعش حمیدا ومت شهیدا . (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۳۵۵۸)

بیشک ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سفید قمیص میں دیکھا تو پوچھا: کیا تمہارا یہ قمیص پرانا ہے یا نیا ہے؟ عرض کیا: یہ پرانا ہے۔ فرمایا: اے عمر! تم ہمیشہ نئے لباس میں رہو، پرسکون زندگی گزارو اور تمہیں شہادت کی موت عطا ہو!

۲-حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وهو اخذ بید عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه فقال: واللہ، یا رسول اللہ! لأنت احب الی من کل شیء الا نفسی، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: والذی نفسی بیده لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من نفسه قال: فانت الأن احب الی من نفسی، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الأن یا عمر . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:۵۹۲۲)

ایک دفعہ ہم رسول کریم ﷺ کی رفاقت میں تھے جبکہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں سوائے میری جان کے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ بن جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔

۳-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بینا انا نائم رأیت الناس یعرضون علی وعلیهم قمص منها ما یبلغ الثدی ومنها ما یبلغ دون ذالك، وعرض علی عمر بن الخطاب وعلیه قمیص یجره، قالوا: ماذا اولت ذالك یا رسول اللہ؟ قال: الدین . (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:۳۴۸۸)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا تو اس دوران میں میرے پاس لوگ پیش کیے گئے، جو اس حال میں تھے کہ بعض کے قمیص سینے تک تھے، بعض لوگوں کے اس سے کم جبکہ عمر اس حالت میں تھے کہ ان کا قمیص زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ راوی (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) کا کہنا ہے کہ میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اس کی تعبیر دین ہے۔

۴-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى باهى ملائكته بعبيده عشية عرفة عامة وباهى لعمر بن الخطاب خاصة . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:۱۲۵۱)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ عرفہ کی شب اپنے فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خصوصیت سے فخر کرتا ہے۔

۵-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ماكنا نبعد ان السكينة تنطق على لسان عمر . (المسند لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث:۱۱۷)

ہمارے خیال کے مطابق آسمانی سکون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ٹپکتا تھا۔

حیاتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک نظر میں:

ولادت: عام الفیل کے تیرھویں (۱۳) سال پیدا ہوئے۔

نام ونسب: عمر بن الخطاب بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔

آٹھویں پشت میں نسب نامہ رسول کریم ﷺ سے جاملتا ہے۔

قبولِ اسلام: آپ نے ستائیس (۲۷) سال کی عمر میں ۶ نبوی میں اسلام قبول کیا۔

بیت اللہ میں نماز: آپ کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو خوب تقویت ملی اور انہوں نے بیت اللہ میں جا کر باجماعت نماز ادا کی۔

اعلانِ اسلام: قبول اسلام کے بعد دوسرے مسلمانوں کی طرح ایمان کو مخفی نہ رکھا بلکہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

ہجرت: آپ نے دوسرے مسلمانوں کی طرح چھپ کر نہیں بلکہ علی الاعلان ہجرت کی تھی۔

رشتہ مواخات: مدینہ طیبہ میں مہاجرین اور انصار مسلمانوں کے درمیان رشتہ مواخات قائم ہوا تو حضرت عتبہ بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کا رشتہ قائم ہوا۔

غزوات میں شرکت: آپ نے تمام غزوات میں عملی طور پر شرکت کی اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔

سلسلہ فتوحات: آپ کے عہد ہمایوں میں ایران، عراق، شام، بیت المقدس، مصر، کرمان، مکران، آرمینیہ، آذربائیجان، حمص، بعلبک اور بصرہ وغیرہ کل مفتوحہ علاقہ جات بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس (۲۲۵۱۰۳۰) مربع میل پر مشتمل رقبہ اسلامی سلطنت کا حصہ بنا۔

تاریخی کارنامے: آپ کے مشہور کارناموں میں سے چند ایک یہ ہیں: (۱) بصرہ (۲) کوفہ (۳) فسطاط (۴) موصل (۵) جیزہ وغیرہ شہروں کی آبادکاری (۶) بیت المال کا قیام (۷) تاریخ وسال ہجری کا اجراء (۸) ماہ رمضان میں باجماعت نماز تراویح کا آغاز۔

امتیازی اوصاف وکمالات: (۱) اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت (۲) عدل وانصاف کا قیام (۳) اتباع نبوی ﷺ کا مثالی جذبہ (۴) محبت رسول ﷺ (۵) بے مثل عجز وانکسار (۶) مجسمہ زہد وقناعت (۷) مساوات محمدی ﷺ کا فروغ (۸) عفوودرگذر کی مثال (۹) زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت کی بالادستی (۱۰) مشورہ ورائے کے مطابق آیات قرآنی کا نزول (۱۱) مقام نبوت و رسالت میں تنقیص نا قابل برداشت ہونا۔

شہادت: ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولولو (غلام فیروز) کے ہاتھوں زخمی ہوئے، یکم محرم ۲۴ھ کو تریسٹھ (۶۳) سال عمر میں جام شہادت نوش کیا۔

تدفین: غسل وکفن کے بعد حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رسول اعظم ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مدت خلافت: آپ کا مثالی دور خلافت دس (۱۰) سال، پانچ (۵) ماہ اور اکیس (۲۱) ایام پر محیط تھا۔

شرح ترمذی شریف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

شرح جامع ترمذی شریف

7

تصنیف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شرح

محمد یٰسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر

شرح جامع ترمذی شریف

مترجم ——— ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

پروف ریڈنگ ——— ملک محمد یونس

کمپوزنگ ——— ورڈز میکر

باہتمام ——— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ——— مارچ 2018ء

سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور

طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ——— روپے فی جلد

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

كِتَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

كتابُ العِلَل

بَابُ فِی مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 16: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مناقب

3629 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِی صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى حِرَاءَ هُوَ وَاَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعَلِیٌّ وَّعُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْدَاْ اِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِیٌّ اَوْ صِدِّيقٌ اَوْ شَهِيدٌ

فی الباب: وَّفِی الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّبُرَيْدَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ حراء پہاڑ پر موجود تھے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ چٹان حرکت کرنے لگی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھہرے رہو! تم پر ایک نبی ایک صدیق اور شہید موجود ہیں۔

اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "صحیح" ہے۔

3630 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِی عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ حَدَّثَهُمْ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَّاَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِیٌّ وَّصِدِّيقٌ وَّشَهِيدَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ پہاڑ ان کی وجہ سے کانپنے لگا۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: اے اُحد!

3629 - اخرجه مسلم (۱۸۸۰/۴): كتاب فضائل الصحابة، باب: من فضائل طلحة و الزبير، رضی الله عنهما، حديث (۲٤۱۷/۵۰)، و احمد (٤۱۹/۲)، من طريق سهيل بن ابی صالح، عن ابيه، عن ابی هريرة فذكره.

3630 - اخرجه البخاری (۲٦/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: قول النبی صلى الله عليه وسلم، (لو كنت متخذًا خليلًا) حديث (۳٦۷۵)، و طرفاه فی (۳٦۸٦، ۳٦۹۹)، و ابوداؤد (٦۲٤/۲): كتاب السنة: باب فی الخلفاء، حديث (٤٦۵۱)، و احمد (۱۱۲/۳) من طريق قتادة عن انس بن مالك فذكره.

ٹھہرے رہو! تم پر ایک نبی ﷺ اور ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت وسلسلہ نسب:

خلیفہ ثالث، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عام الفیل کے چھٹے سال مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب قرشی اموی۔ پانچویں پشت میں حضرت عبد مناف پر نسب نامہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اطہر سے جا ملتا ہے۔ آپ کا نام: عثمان، کنیت: ابوعمرو، ابویعلیٰ اور ابوعبداللہ، القاب دو تھے:

(۱) ذوالنورین: اس لیے کہ یکے بعد دیگرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آپ کے عقد میں آئی تھیں۔

(۲) ذوالہجرتین: اس لیے کہ آپ نے دو ہجرتیں فرمائیں، پہلی ہجرت مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب۔

قبول اسلام:

آپ کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کرتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور آپ کی ترغیب وتبلیغ سے چونتیس (۳۴) سال کی عمر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کیا۔

حلیہ مبارک:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میانہ قد، پیکر حسن و جمال، رنگ سفید مائل بسرخی، چہرے پر گھنی داڑھی، جسم کی ہڈیاں کشادہ، شانے پھیلے ہوئے، پنڈلیاں بھری ہوئیں، ہاتھ طویل جن پر بال موجود، دانت خوبصورت سونے کے تار سے مربوط، سر کے بال گھنگھریالے، زلفیں کانوں تک اور زرد خضاب استعمال فرماتے تھے۔

حضرت عبیداللہ بن حزم الحازنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ خوبصورت خواتین و حضرات میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گوشت دے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا، میں آپ کے گھر داخل ہوا، گھر میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں اور حضرت عثمان بھی، میں کبھی

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے چہرۂ انور کو دیکھتا اور کبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نورانی چہرہ دیکھتا۔ واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے دریافت فرمایا: اے اسامہ! کیا تم عثمان کے گھر میں داخل ہوئے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہاں، میں داخل ہوا، دریافت فرمایا: کیا تم نے ایسے خوبرو میاں بیوی دیکھے ہیں؟ میں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! میں نے ایسے خوبصورت میاں بیوی آج تک نہیں دیکھے۔

شادی خانہ آبادی:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت شخص ہیں، جنہوں نے یکے بعد دیگرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ کا پہلا نکاح حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوا، غزوہ بدر کے موقع پر طویل علالت کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دیا۔ ۹ھ میں حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری اور صاحبزادی ہوتی تو وہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں پیش کر دیتا۔

نیابت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کثیر کمالات و خصوصیات سے نوازا گیا تھا، ان میں سے ایک نیابت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہے۔ حضرت ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع و غطفان کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب تعینات فرمایا تھا۔

روایت احادیث:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت حدیث اور شرعی احکام و مسائل میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ سے زیادہ روایات منقول نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک سو چھیاسی (۱۸۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والے چند ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت زید بن خالد جہنی، (۲) حضرت ابن زبیر،
(۳) حضرت سائب بن یزید، (۴) حضرت انس بن مالک،
(۵) حضرت زید بن ثابت، (۶) حضرت سلمہ بن اکوع،
(۷) حضرت ابو امامہ باہلی، (۸) حضرت عبداللہ بن عباس،
(۹) حضرت عبداللہ بن عمر، (۱۰) حضرت عبداللہ بن مغفل،
(۱۱) حضرت ابو قتادہ، (۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبدالرحمٰن بن حاطب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سنا کہ ان کی طرح صحت وعمدگی سے کسی نے روایت بیان کی ہو۔

حضرت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مناسک حج کے بارے میں سب سے زیادہ واقف تھے اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیادہ جانتے تھے۔

لقب ذوالنورین کی وجہ:

قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور قرار دیا ہے، آپ کی آل اولاد بھی نور ہے، کیونکہ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں یکے بعد دیگرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہما آئیں، اس لیے ان کا لقب ذوالنورین پڑ گیا تھا۔ حضرت حسین جعفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں نہیں آئیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب ''ذوالنورین'' اس لیے ہے کہ آپ کے سوا کسی نبی کی دو صاحبزادیاں کسی کے نکاح میں نہیں آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قلب ذوالنورین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسی ہستی ہیں، جو ملاء اعلیٰ (آسمانی فرشتوں) میں ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں اور ان کے عقد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت:

آپ کی والدہ کا اسم گرامی: ارویٰ بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس تھا۔ آپ کی نانی کا نام اُمّ حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھا، آپ کی نانی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب دونوں توام پیدا ہوئے، اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی دونوں رشتہ میں بہنیں تھیں۔

قبول اسلام پر مصائب وشدائد:

دیگر مسلمانوں کی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی قبول اسلام پر مصائب وشدائد کا سامنا کرنا پڑا، قبول اسلام پر آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے آپ کو گرفتار کر کے ایک بند کمرے میں ڈال دیا، یہ اعلان کیا: تم نے اپنے آباؤاجداد کے دین کو ترک کر کے ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے، جب تک تم اسے ترک نہیں کرو گے میں تمہیں ہرگز نہیں آزاد کروں گا۔ یہ بات سن کر آپ نے جواب میں فرمایا: اے چچا! قسم بخدا! میں دینِ اسلام کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا اور اس لازوال دولت سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب سن کر چچا نے مجبوراً آپ کو چھوڑ دیا۔

ذوالہجرتین اور دعاءِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ''ذوالہجرتین'' کا اعزاز رکھتے ہیں، آپ نے اپنے اہل خانہ سمیت پہلے مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کی۔ اس عمل کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یوں دعا کی:

اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی کے ساتھ ہو اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنی زوجہ کے ساتھ ہجرت فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کے بعد ان سے فرمایا: تمہارے شوہر، تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شکل وصورت میں بہت مشابہت رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اور حضرت عثمان اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ مشابہ ہیں۔

خلافت عثمانی کے اہم واقعات اور فتوحات:

آپ کی خلافت کے پہلے سال ۲۴ھ میں نکسیر پھوٹنے یعنی ناک سے خون بہنے کا مرض پھیلا حتیٰ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی اس مرض کے اس شدت سے شکار ہوئے کہ آپ کو حج بیت اللہ ملتوی کرنا پڑا یہاں تک کہ آپ نے وصیتیں بھی کر ڈالیں۔ اسی سال آپ نے کوفہ کی گورنری سے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو گورنر تعینات کیا۔

۲۵ھ میں آپ نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی کوفہ کی گورنری سے برطرف کر کے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کر دیا۔ اسی سال آپ پر اقرباء پروری کے الزامات عائد ہونا شروع ہوئے تھے۔

۲۶ھ میں آپ نے مسجد حرام کی توسیع کی اور قرب وجوار کے مکانات خرید کر انہیں مسجد کا حصہ بنایا۔

آپ کے دور خلافت میں سلطنت اسلامی کو خوب وسعت حاصل ہوئی اور حسب ذیل ممالک وخطہ جات فتح ہوئے:

(۱) سابور، (۲) سرخس، (۳) ارجان، (۴) اندلس، (۵) قبرص، (۶) جوراء خراسان، (۷) نیشا پور، (۸) رے، (۹) افریقہ، (۱۰) سواحل بلاد روم، (۱۱) اسکندریہ، (۱۲) فارس، (۱۳) خوزستان، (۱۴) طبرستان، (۱۵) کرمان، (۱۶) بجستان، (۱۷) مرو، (۱۸) افغانستان وغیرہ۔

ایثار وقربانی:

آپ کا شمار مالدار صحابہ میں ہوتا ہے، قبول اسلام کے بعد آپ کی دولت ترقی اسلام کے لیے استعمال ہوئی اور ہر موقع پر ایثار و قربانی سے دریغ نہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱- مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا بیئر رومہ نامی ایک کنواں تھا جس پر ایک یہودی کا قبضہ تھا، مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں بہت دشواری پیش آتی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان ہوا کہ جو شخص اس کنواں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا، اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی جیب سے چالیس ہزار درہم میں کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

۲- مسلمانوں میں اضافہ کے سبب مسجد نبوی تنگ دامنی کا منظر پیش کرنے لگی، مسجد کے پاس ایک خالی پلاٹ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ترغیب دی کہ وہ پلاٹ خرید کر مسجد میں شامل کریں اور اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم حاصل کریں، چنانچہ حسب ارشاد آپ نے بیس ہزار درہم میں پلاٹ خرید کر مسجد میں شامل کر دیا۔ (حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، ص: ۲۲۲)

۳- غزوۂ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کی مالی حالت بہتر نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی ساز وسامان خریدنے کی غرض سے صحابہ کرام کو مالی معاونت کی ترغیب دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پہلی بار اعلان کرنے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کے لیے سو (۱۰۰) اونٹ مع ساز وسامان، دوسری دفعہ اعلان پر دو سو (۲۰۰) اونٹ مع ساز وسامان، تیسری بار ترغیب دینے پر تین سو (۳۰۰) اونٹ مع ساز وسامان اور چوتھی بار اعلان کرنے پر ایک ہزار اشرفیاں بطور عطیہ پیش کیں۔ (ایضا، ص: ۲۲۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایثار عثمانی پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: **ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم** یعنی آج کے بعد عثمان جو چاہیں کریں، کوئی چیز انہیں ضرر نہیں دے سکتی۔

(۴)- ۲۶ھ میں آپ نے مسجد حرام کی توسیع فرمائی اور ۲۶ھ میں مسجد نبوی شریف کی توسیع فرمائی۔

ایک عظیم کارنامہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تاریخی نوعیت کے کثیر کارنامے انجام دیے، ان میں سے ایک تدوین و جمع قرآن کی خدمت ہے، عہد صدیقی اور دور فاروقی میں جمع قرآن کا نسخہ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیا۔ پھر مشہور قراء صحابہ حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم کی معاونت سے قرآن کریم کا صحیح ترین نسخہ تیار کرایا، پھر اس کی متعدد نقول تیار کروا کر تمام ممالک کے مراکز میں پہنچائیں۔

کراماتِ عثمانی:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صحابہ میں امتیازی شان کے حامل تھے، آپ ولی کامل تھے اور صاحب کرامت تھے۔ آپ کی کثیر کرامات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- قلبی حالت سے مطلع ہونا:

آپ کی نظر لوگوں کے دلوں پر ہوتی تھی، لوگوں کے قلبی احوال سے آگاہ ہوتے اور اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ

ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، راستہ میں اچانک اس کی نظر اجنبی عورت پر پڑ گئی تھی، آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا: بعض لوگ آتے ہیں لیکن ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے، وہ شخص پریشان ہوا، اس نے عرض کیا: اے امیر المومنین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب بھی وحی نازل ہوتی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وحی کا نزول نہیں ہوتا، یہ فراست کاملہ ہے۔

۲- بے ادبی کی سزا:

حضرت جہجا غفاری رضی اللہ عنہ باشعور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ان سے دانستہ طور پر ایک دفعہ بے ادبی سرزد ہوگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عصا جو آپ جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرماتے وقت اپنے دست اقدس میں لیتے تھے، وہی خلفاء کرام خطبہ جمعۃ المبارک کے وقت اپنے ہاتھ میں لیتے تھے، انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عصا مبارک لیا، اپنے گھٹنے پر رکھ کر اسے توڑ دیا جبکہ صحابہ اس تبرک کو نہ توڑنے کا کہتے رہے، ان کے پاؤں پر پھنسی ظاہر ہوئی جس کا علاج کرانے کے باوجود آرام نہ آیا اور ایک سال کے عرصہ میں وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

۳- گستاخ کا عبرت ناک انجام:

حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ کبار تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک بار میں ملک شام میں اپنے رفقاء کے ساتھ گیا ہوا تھا، ناگاہ ایک مقام پر میں نے ایک آواز سنی کہ واویلا ہے۔ میں اس کے روبرو گیا تو دیکھا ایک شخص ہے جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کٹے ہوئے ہیں اور وہ نابینا بھی ہے اور اپنے منہ کے بل پڑا ہے، میں نے اس سے حال پوچھا اس نے کہا: جو لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے ان کے گھر داخل ہوئے تھے ان میں میں بھی تھا۔ جب میں ان سے قریب ہوا تو ان کی اہلیہ نے چیخ ماری تو میں نے ان کو ایک طمانچہ لگایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھ کو کیا ہو گیا ہے اللہ تیرے ہاتھ اور پیر کاٹے، تیری آنکھیں اندھی کرے اور تجھے آگ میں داخل کرے، مجھ پر ایسا شدید لرزا اور رعب یہ سن کر پیدا ہوا کہ میں بھاگتا ہوا نکل گیا۔ چنانچہ ان کی سب بددعائیں مجھ کو لگ چکی ہیں اور اب آگ کے سوا کوئی بددعا باقی نہیں۔ میں نے کہا: تجھ پر پھٹکار اور دوری ہو اور میں چلا آیا۔ (مولانا محمد علی حسین اکبر، فضائل صحابہ واہل بیت، ص۔۱۰۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دس خصائل:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کثیر خصائل سے نوازا تھا، جن میں سے آپ کے دس خصائل مشہور ہیں۔ ابن ثور الفہمی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ آپ محصور تھے، اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا: میری دس خصلتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہیں جو یہ ہیں

(۱) اسلام قبول کرنے والا میں چوتھا شخص ہوں۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں میرے نکاح میں دیں۔

(۳) میں کبھی گانے بجانے والوں میں شامل نہیں ہوا۔

(۴) میں کبھی لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوا۔

(۵) میں نے کسی برائی اور معصیت کی تمنا نہیں کی۔

(۶) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کے بعد اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔

(۷) قبول اسلام کے بعد ہر جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک غلام آزاد کیا۔

(۸) زمانہ اسلام میں کبھی میں نے چوری نہیں کی۔

(۱۰) دور رسالت کے مطابق میں نے جمع قرآن کی خدمت انجام دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اوّلیات:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بھی چند ایک اوّلیات ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) سب سے پہلے لوگوں میں جاگیریں تقسیم فرمائیں۔

(۲) سب سے قبل جانوروں کے لیے چراگاہیں قائم کیں۔

(۳) مساجد میں تیل سے چراغ جلانے کا آغاز کیا جس میں زعفران کی آمیزش ہوتی تھی۔

(۴) جمعۃ المبارک کی پہلی اذان کا آغاز کیا۔

(۵) مؤذنین کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں۔

(۶) بیعت کے بعد آپ خطاب کے لیے کھڑے ہوئے لیکن خطاب نہ کر سکے، آپ نے صرف اتنا فرمایا: اے لوگو! پہلی بار گھوڑے پر سوار ہونا بہت دشوار ہوتا ہے، آج کے بعد بہت سے ایام آئیں گے کہ میں ضرور خطاب کروں گا۔ انشاء اللہ۔ میرے خاندان میں خطیب نہیں ہوئے، تاہم میں جیسا ہوں آپ کے سامنے آجائے گا۔

(۷) لوگوں کو از خود زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔

(۸) محکمہ پولیس اور اس کے آفیسرز تعینات کیے۔

(۹) اپنے تحفظ کے لیے مسجد میں مقصورہ تعمیر کروایا۔

(۱۰) سب سے قبل آپ کی خلافت پر اختلاف وانتشار برپا ہوا۔

(۱۱) آپ نے سب سے قبل اللہ تعالیٰ کی راہ میں مع اہل وعیال ہجرت کی۔

(۱۲) آپ کی کوشش سے قرآن کی ایک قرأت پر لوگوں کو متحد کیا گیا۔

(۱۳) آپ کے زمانہ میں کثرت مال غنیمت کی وجہ سے لوگ فکر معاش سے بے پرواہ ہو کر کبوتر اڑانے اور غلیل کے استعمال میں مصروف ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۲۵۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں انتقال کرنے والے مشاہیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں کثیر صحابہ کرام نے انتقال کیا، جن میں سے چند ایک مشاہیر کے اسماء گرامی

حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت سراقہ بن مالک، (۲) حضرت جبار بن صخر، (۳) حضرت حاتم بن ابی بلتعہ، (۴) حضرت عیاض بن غنم، (۵) حضرت ابو السید الساعدی، (۶) حضرت اوس بن صامت، (۷) حضرت حرث بن نوفل، (۸) حضرت عبداللہ بن حذافہ، (۹) حضرت زید بن خارجہ، (۱۰) حضرت لبید شاعر، (۱۱) حضرت مسیّب، (۱۲) حضرت معاذ بن عمرو بن الجموع، (۱۳) حضرت معبد بن العباس، (۱۴) حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی، (۱۵) حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر، (۱۶) حضرت نعیم بن مسعود الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ کے اوصاف جمیلہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کثیر اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے جامع تھے، جن میں سے قابل تقلید چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- ایام خلافت میں آپ کے دستر خوان پر امراء کا کھانا لوگوں کو کھلایا جاتا تھا اور خود سرکہ اور تیل کا سالن استعمال فرماتے تھے۔ اکثر آپ مسجد نبوی میں دیکھے گئے ہیں کہ اپنی چادر مبارک سر کے نیچے رکھے لیٹے ہوئے ہیں درآنحالیکہ آپ خلیفہ اعظم ہیں۔ بارہا آپ کے پہلوؤں پر مسجد نبوی کی کنکریوں کے نشانات پڑ جاتے تھے' لوگ دیکھتے اور کہتے: یہ امیر المؤمنین ہیں۔

۲- آپ کثیر الصیام تھے بلکہ بعض روایات سے آپ کا صائم الدہر ہونا پایا جاتا ہے۔ رات کے شروع حصہ میں قدرے آرام کرتے پھر تمام رات شب بیدار رہتے اور اکثر ایک رکعت میں تمام قرآن کریم ختم فرمایا کرتے تھے، رات کے لیے کبھی کسی غلام کو اپنے وضو یا طہارت کے لیے بیدار نہ فرماتے تھے بلکہ بذاتِ خود انصرام فرماتے۔ آپ سے کہا جاتا کہ کسی غلام کو حکم دیں کہ وہ وضو وغیرہ کا شب میں انتظام کرے تو فرماتے: نہیں رات ان کے لیے ہے کہ آرام کریں۔

۳- جمعہ کو جب منبر شریف پر بیٹھتے تو حاضرین سے ان کے حالات، بازار کے نرخ، بیماروں کی عیادت فرماتے، جود وسخا میں اپنی مثال آپ تھے مثلاً بیئر رومہ زر کثیر سے خرید کر اللہ تعالیٰ سے ثواب کے لیے وقف فرمانا، غزوۂ تبوک میں چار سو اونٹ معہ ساز وسامان کے اور ایک ہزار دینار سرخ پیش فرمانا، ہر جمعہ کو ایک گردن آزاد کرنا۔ علاوہ ازیں آپ کے صدقات وخیرات بکثرت تھے۔

۴- ایک بار مدینہ طیبہ میں زمانہ خلافت صدیقہ میں سخت گرانی ہوگئی، ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج شام ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تم سے اس گرانی کو دور فرمائے گا، صبح ہونے پر بشارت آئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اونٹ کا قافلہ تجارت آ پہنچا ہے' تمام تاجر آپ کی خدمت میں مال خریدنے کے لیے حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا: کیوں آئے ہو؟ عرض کیا: آپ کا قافلہ تجارت آیا ہے اس کے خریدنے کو آئے ہیں تاکہ غرباء مدینہ طیبہ پر کشادگی ہو سکے، فرمایا: کتنا نفع دو گے؟ انہوں نے عرض کیا: دس کے بارہ۔ فرمایا: مجھے اس سے زیادہ مل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: دس کے چودہ۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس سے زیادہ مل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: دس کے پندرہ۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ انہوں نے عرض کیا: تجار مدینہ منورہ تو ہم سب یہاں حاضر ہیں کس نے آپ کو زیادہ دیا ہے؟ فرمایا: مجھے ایک درہم پر دس درہم مل رہے ہیں۔ تمہارے پاس اس سے زیادہ ہے؟

سب نے کہا: نہیں، فرمایا: اے گروہِ تجار! تم سب گواہ ہو جاؤ کہ یہ سارا قافلہ غرباءِ مدینہ طیبہ پر صدقہ ہے۔

۵- آپ کے عطیات لاکھوں کے ہوتے تھے، کبھی بیت المال سے بھی قرض لے کر بخششیں فرماتے تھے، پھر جب آپ کا مال آتا اس میں سے بیت المال کا قرض ادا فرما دیتے تھے۔ اس نکتہ کو جو نہ سمجھ سکے انہوں نے یہ بھی الزام آپ پر رکھا کہ بیت المال سے لاکھوں اپنے خیرات وعطیات میں خرچ کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ سب بصورت قرض ہوتا تھا۔ اس تمول وتونگری کے باوجود آپ کے لباس کا تخمینہ کسی نے حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو انہوں نے آپ کی چادر کی قیمت چار درہم اور کرتے کی قیمت بھی چار درہم بتائی۔

سفیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد ویقین کرتے تھے، وہ بھی آپ کے ہر حکم کی تعمیل میں پیش پیش رہتے تھے اور ہر حکم کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ معظمہ میں روانہ کیا تھا تاکہ کفار کی سوچ کا جائزہ لیا جائے کہ وہ عمرہ کی غرض سے ہمیں مکہ میں داخل ہونے دیتے ہیں یا نہیں؟ مکہ پہنچنے پر کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عثمان! آپ عمرہ کر سکتے ہیں اور طواف بھی لیکن آپ کے نبی اور ان کے رفقاء کو ہم عمرہ وطواف کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے، آپ نے جواب دیا: اگر میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ اور طواف کرنے کی اجازت نہیں ہے، تو عثمان بھی طواف وعمرہ نہیں کرے گا۔ واپس آنے میں آپ کو تاخیر ہوگئی، شیطان نے یہ خبر اڑا دی کہ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے، جب یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موصول ہوئی تو آپ نے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اور کفار سے ٹکرا جانے کی غرض سے صحابہ سے بیعت لی جو ''بیعت رضوان'' سے مشہور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دست اقدس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر آپ سے بھی بیعت لی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب بیعت رضوان ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکہ معظمہ میں سفیر (ترجمان) بن کر گئے، یہاں لوگوں نے بیعت رضوان کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چونکہ عثمان اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کام کے لیے گئے ہوئے ہیں، لہٰذا میں خود ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں، آپ نے اپنا ایک دست اقدس دوسرے دست اقدس پر مارا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دوسرے لوگوں کے ہاتھ سے کس قدر افضل واعلیٰ ہے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۲۳۵)

فضائل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

قرآن وسنت میں دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب آتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لباس مبارک کو ٹھیک کر لیتے تھے اور فرماتے تھے: میں اس سے کیوں شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔

روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے (ایام ابتلاء میں) گھر میں محصور ہو جانے کے بعد محاصرہ کرنے والوں سے فرمایا: اللہ کی قسم دے کر تم سب سے خصوصاً صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میں یہ بات پوچھتا ہوں کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو کوئی جیش عسرۃ کے لیے سامان فراہم کرے گا وہ جنتی ہے، تو میں نے سامان جنگ فراہم کیا تھا! تم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد ہوگا کہ جو شخص بیئر رومہ (مسلمانوں کے لیے) خرید کر وقف کرے گا وہ جنتی ہوگا، چنانچہ میں نے مدینہ منورہ کے اس کنویں کو یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا، آپ کی ہر بات کی صحابہ نے تصدیق کی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ایک فتنہ میں یہ بھی مظلوم شہید ہوں گے۔

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں ایک برپا ہونے والے فتنے کا ذکر فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اس روز ہدایت پر ہوگا، میں نے کھڑے ہو کر دیکھا کہ کون صاحب ہیں؟ میں نے دیکھا تو وہ عثمان ذوالنورین ہیں۔ میں نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا: کیا یہ ہدایت پر ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، یہی ہیں جو ہدایت پر ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میں مجھ سے زیادہ مشابہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے: آپ حضرت عثمان سے فرما رہے تھے کہ اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح تم سے کر دیتا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ گزرے تو ایک فرشتہ میرے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا: یہ شہید ہیں، ان کو قوم شہید کر دے گی اور مجھے ان سے شرم آتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس طرح شرم کرتے ہیں جیسے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حیا کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواباً فرمایا: (آپ کی حیا کا کیا پوچھتے ہو) اگر کبھی نہانے کا قصد کرتے تو گھر میں کواڑ بند کر کے بھی کپڑے اتارنے میں اس قدر شرم فرماتے تھے کہ اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص:۲۳۴ تا ۲۳۶)

شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

خلیفہ ثالث، امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت جمعہ مبارک کے دن ہوئی، حالت روزہ میں تھے، خواب

دیکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے ہیں، فرمارہے ہیں اے عثمان! جلدی کرو ہم تمہیں لینے کے لیے آئے ہیں، آج نماز ہمارے ہاں ادا کریں اور روزہ ہمارے ساتھ افطار کریں۔ بیدار ہوئے اپنی زوجہ سے فرمایا: شہادت کا وقت قریب آ گیا ہے، بیس غلام آزاد کیے، تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے، باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا، چالیس ایام تک آپ کو محاصرہ میں رکھا گیا، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما دروازے پر موجود تھے، چار باغی دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوئے، کنانہ بن بشر نے لوہے کی لاٹھ سے پہلا حملہ کیا جس سے آپ پہلو کے بل گر گئے، زبان پر بسم اللہ توکلت علی اللہ کے کلمات جاری ہو گئے، سودان بن حمران نے دوسری ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا، عمرو بن الحمق آپ کے سینہ پر سوار ہو گیا، جسم کے مختلف حصوں پر نیزوں سے زخم لگائے، پھر ایک شقی نے تلوار کا زور سے وار کیا، وفادار بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے وار کو روکنے کی کوشش کی جس سے ان کے ہاتھ کی تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں مگر حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شمع حیات بجھ چکی تھی۔ شہادت کے وقت آپ کا خون قرآن کی اس آیت پر گرا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تلاوت قرآن کرتے ہوئے ۳۵ھ کو بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں جام شہادت نوش فرمایا۔ تجہیز وتکفین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۲۳۱ تا ۲۵۲)

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی:

ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوہ حراء پر چڑھے، جو مکہ معظمہ کا مشہور پہاڑ ہے، پہاڑ حرکت میں آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کوہ حراء! اپنی حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور شہداء موجود ہیں۔ آپ کے حکم کی پیروی میں کوہ حراء نے حرکت بند کر دی۔

اس روایت سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں:

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت پہاڑوں پر بھی ہے۔

۲- نیک لوگوں کے قدموں کی برکت سے پہاڑ میں شعور آ جاتا ہے۔

۳- کوہ کو علم ہے کہ فلاں ذات نبی ہے اور نبی کی پیروی کرتا ہے۔

۴- مستقبل کا کوئی واقعہ نظر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

۵- شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔

۶- تاریخ سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا جبکہ باقی پانچ صحابہ نے مختلف مواقع پر جام شہادت نوش کیا۔

۷- کوہ حراء کا حرکت میں آنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کوہ حراء پر چڑھنے سے وہ حرکت میں کیونکر آیا؟

جواب: جس طرح شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے تو اس نے اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے اچھلنا کودنا شروع کر دیا تھا، اسی طرح ان نفوس قدسیہ کے قدموں کی برکت سے کوہ حراء اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوا حرکت میں آ گیا تھا۔

دوسری روایت میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے لیکن معمولی سا فرق ہے کہ کوہ حراء مکہ مکرمہ کا مشہور پہاڑ ہے جسے جبل نور بھی کہا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پہاڑ کے دامن میں تشریف فرماتے تھے کہ قرآن کی پہلی وحی نازل ہوئی۔ کوہ احد مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے، جو مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہاڑ کے بارے میں فرمایا تھا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ کوہ حراء پر چڑھنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ چھ نفوس قدسیہ تھے جبکہ کوہ احد پر چڑھنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تین صحابہ تھے:

(۱) حضرت صدیق اکبر، (۲) حضرت عمر، (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ احد سے یوں مخاطب ہوئے: اے احد! اپنی حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر صرف ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا جبکہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔ ان روایات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی کے حوالے سے کثیر روایات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنة، فقربها وعظمها قال: ثم مر رجل متقنع في ملحفة فقال: هذا يومئذ على الحق فانطلقت، مسرعا او قال محضر افاخذت بضبعيه فقلت: هذا يا رسول الله؟ قال: هذا فاذا هو عثمان بن عفان۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج ۴، ص ۲۴۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا جو عنقریب اور شدید برپا ہوگا، راوی کا کہنا ہے کہ پھر وہاں سے ایک شخص کا گزر ہوا جس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اس دن حق پر ہوگا، تو میں تیزی سے اس کی طرف بڑھا، میں نے اسے کلائی سے پکڑ لیا، میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! یہ وہ شخص ہے جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، چنانچہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

ان عثمان رضي الله عنه اصبح فحدث فقال: انى رأيت النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام الليلة فقال: يا عثمان! افطر عندنا، فاصبح عثمان رضى الله عنه صائما فقتل من يومه.

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۵۵۴)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صبح ہونے پر بیان کیا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! آج اپنا روزہ ہمارے ہاں افطار کریں! چنانچہ اسی دن آپ نے روزہ رکھا اور اسی دن آپ شہید کر دیے گئے۔

۳- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وابابكر و عمر رضى الله عنهما قالوا: انك تفطر عندنا الليلة. (ایضا)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور انہوں نے فرمایا: اے عثمان! آج تمہاری افطاری ہمارے ہاں ہے۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

كنت قاعدًا عند النبى صلى الله عليه وسلم اذا قبل عثمان بن عفان، فلما دنا منه قال: يا عثمان! تقتل وانت تقرأ سورة البقرة فتقع من دمك على الآية: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وتبعث يوم القيامة اميرا على كل مخذول يغبطك اهل الشرق والغرب وتشفع فى عدد وبيعة ومضر. (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۵۵۵)

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے عثمان! تمہیں اس حالت میں شہید کیا جائے گا کہ تلاوت کر رہے ہو گے اور تمہارا خون سورہ بقرہ کی اس آیت پر گرے گا: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ قیامت کے دن تم مظلوموں کے امیر کی حیثیت سے اٹھائے جاؤ گے، تمہاری قدر و منزلت پر اہل شرق و اہل غرب رشک کریں گے اور تم قبیلہ ربیعہ وقبیلہ مضر کے افراد کے برابر لوگوں کی شفاعت کرو گے۔

۵- حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

سمعت عليا يوم الجمل يقول: اللهم! انى ابرأ اليك من دم عثمان، ولقد طاش عقلى يوم قتل عثمان، وانكرت نفسى وجاؤونى للبيعة فقلت: والله! انى لاستحيى من الله ان ابايع قوما قتلوا رجلا قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: الا استحيى ممن تستحيى منه الملائكة؟ وانى

لاستحيي من الله ان ابايع وعثمان قتيل على الارض لم يدفن بعد، فانصرفوا، فلما دفن رجع الناس فسألوني البيعة، قلت: اللهم! انى مشفق مما اقدم عليه، ثم جاء ت عزيمة فبايعت، فلقد قالوا: يا امير المؤمنين! فكانما صدع قلبى رجاء وقلت: اللهم! خذمنى لعثمان حتى ترضى .

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۵۵۲)

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا: اے اللہ! میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون (قتل) سے بری الذمہ ہوں، اس دن میری عقل ودانش طیش میں تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے، میں نے بیعت لینے سے انکار کردیا تھا جب بیعت کے سلسلہ میں وہ لوگ میرے پاس آئے، میں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہوں کہ میں ان لوگوں سے بیعت لوں جنہوں نے اس شخص کو شہید کیا جس کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے (آسمان کے) فرشتے حیاء کرتے ہیں، بیشک میں اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہوں کہ بیعت کروں جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمین پر مقتول پڑے ہوئے ہیں اور ابھی تک ان کی تدفین نہیں ہوئی، لوگ واپس پلٹ گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد وہ لوگ دوبارہ میرے پاس آئے اور مجھ سے بیعت کے بارے میں کہنے لگے، میں نے کہا: اے اللہ! جس چیز کا اقدام میں کرنے والا ہوں تو اسے جانتا ہے، عزیمت کے سبب مجھے جھکنا پڑا، انہوں نے مجھے امیر المؤمنین! کہا تو میرا کلیجہ پھٹ گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ! تو مجھے عثمان کے خون کا بدلہ لینے کی طاقت عطا کر اور اس بات کی بھی توفیق عطا کر کہ تو راضی ہوجائے۔

۶-حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال النبى صلى الله عليه وسلم يوم يموت عثمان تصلى عليه ملائكة السماء .

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۳۱۷۲)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے، اس دن آسمان کے فرشتے ان کے لیے بلندی درجات کی دعا کریں گے۔

3631 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ عَنْ شَيْخٍ مِّنْ بَنِيْ زُهْرَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ ذُبَابٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ وَّرَفِيقِي يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ

3631 - تفردبه الترمذى انظر التحفة (۲۱۲/٤)، حديث (٤٩٩٦)، من هذا الطريق، و اخرجه ابن ماجه (٤٠/١)، حديث (١٠٩)، عن ابى هريرة.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَهُوَ مُنْقَطِعٌ

حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق عثمان ہے۔ (راوی کہتے ہیں) یعنی جنت میں

(امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ اس کی سند قوی نہیں ہے' اور یہ سند منقطع بھی ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنت میں رفاقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہونا:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنتی قرار دیا گیا تھا، حدیث باب کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت میں اپنا رفیق قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل حائطا وامرنی بحفظ باب الحائط، فجاء رجل یستأذن، فقال: ائذن له، وبشره بالجنة، فاذا ابوبکر، ثم جاء آخر یستأذن، فقال: ائذن له، وبشره بالجنة، فاذا عمر، ثم جاء آخر یستأذن فسکت هنیهة، ثم قال: ائذن له، وبشره بالجنة، علی بلوی ستصیبه، فاذا عثمان بن عفان۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۴۹۲)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں جلوہ افروز ہوئے جبکہ مجھے باغ کے دروازے پر نگران مقرر کردیا۔ پس ایک شخص آیا جس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: اسے اندر آنے کی اجازت دو اور جنتی ہونے کی خوشخبری سنادو، چنانچہ آنے والا شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، دوسرے آنے والے شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت عنایت فرمائی اور فرمایا: انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری سنادو، وہ آنے والا شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، تھوڑی دیر رکنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت دی اور فرمایا: انہیں جنتی کی بشارت دے دو، چنانچہ آنے والا شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

۲- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم افی الجنة برق؟ قال: نعم، والذی نفسی بیده، ان عثمان لیتحول، فتبرق له الجنة۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۵۴۰)

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں بجلی موجود ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہاں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بیشک جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنت

میں داخل ہوں گے، تو جنت روشن ہو جائے گی۔

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذجاء رجل الى النبى فصافحه، فلم ينزع النبى يده من يد الرجل، حتى انتزع الرجل يده ثم قال له: يا رسول الله! جاء عثمان، قال: امرأ من اهل الجنة ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ج:۱، رقم الحدیث: ۳۰۰)

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں تھا، اس دوران ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا، آپ نے اس سے اپنا ہاتھ اس وقت تک نہ چھڑایا جب تک اس نے خود آپ کا ہاتھ نہ چھوڑا۔ پھر اس شخص نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے ہیں، آپ نے فرمایا: وہ جنتی لوگوں میں سے ہیں۔

۴- حضرت عبداللہ بن سہر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رجلاً جاء الى سعيد بن زيد، فقال له: انى ابغضت عثمان بغضاً لم ابغضه شيئا قط، قال: بئس ماقلت ابغضت رجلاً من اهل الجنة ۔ (الاحادیث المختارہ للمقدسی، ج:۳، ص:۲۸۰)

بیشک ایک شخص حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے انہیں کہا: میں عثمان سے اتنا بغض رکھتا ہوں کہ اتنا بغض میں نے کبھی کسی سے نہیں رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے بہت بری بات کی ہے، تو ایک ایسے شخص سے بغض رکھتا ہے، جو اہل جنت میں سے ہے۔

3632 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدٍ هُوَ ابْنُ اَبِيْ اُنَيْسَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا حُصِرَ عُثْمَانُ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ فَوْقَ دَارِهٖ ثُمَّ قَالَ اُذَكِّرُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ حِرَاءَ حِيْنَ انْتَفَضَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْبُتْ حِرَاءُ فَلَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدٌ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اُذَكِّرُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ جَيْشِ الْعُسْرَةِ مَنْ يُّنْفِقُ نَفَقَةً مُتَقَبَّلَةً وَّالنَّاسُ مُجْهَدُوْنَ مُعْسِرُوْنَ فَجَهَّزْتُ ذٰلِكَ الْجَيْشَ قَالُوْا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ اُذَكِّرُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ بِئْرَ رُوْمَةَ لَمْ يَكُنْ يَّشْرَبُ مِنْهَا اَحَدٌ اِلَّا بِثَمَنٍ فَابْتَعْتُهَا فَجَعَلْتُهَا لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيْرِ وَابْنِ السَّبِيْلِ قَالُوْا اللّٰهُمَّ نَعَمْ وَاَشْيَاءَ عَدَّدَهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ عَبْدِ

3632 - اخرجه البخارى (۷۷/۵ ۴): كتاب الوصايا: باب: اذا وقف ارضا او بئرا، حديث (۲۷۷۸)، و النسائى (۲۳۶/۶): كتاب الاحباس، باب: وقف المساجد، حديث (۳۶۱۰)، و ابن خزيمة (۱۲۱/۴)، حديث (۲۴۹۱).

الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عُثْمَانَ

◆◆ ابوعبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محصور کر دیا گیا' تو انہوں نے اپنے گھر پر سے لوگوں کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کیا تم یہ بات جانتے ہو؟ جب حراء پہاڑ حرکت کرنے لگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حراء ٹھہرے رہو! تم پر ایک نبی' ایک صدیق اور ایک شہید موجود ہے۔ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی یاد دلا کر یہ کہتا ہوں کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش عسرت کے بارے میں فرمایا تھا' جو شخص قبول کیے جانے والا خرچ کرے گا جب کہ لوگ تنگی اور پریشانی کا شکار ہیں۔ (تو اسے یہ اجر ملے گا) تو میں نے اس لشکر کو سامان فراہم کیا؟ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی یاد دلا کر یہ کہتا ہوں کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ رومہ کنوئیں سے پانی نہیں پیا جا سکتا تھا۔ صرف قیمت کے عوض میں لیا جا سکتا تھا' تو میں نے اس کنوئیں کو خرید کر ہر غریب و امیر اور مسافر کے لئے وقف کر دیا۔ لوگوں نے کہا اللہ جانتا ہے ایسا ہی ہے۔ (راوی کہتے ہیں:) اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مزید باتیں بھی گنوائیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی کے حوالے سے' اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے' منقول ہے۔

3633 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا السَّكَنُ بْنُ الْمُغِيرَةِ وَيُكْنٰى اَبَا مُحَمَّدٍ مَوْلًى لِآلِ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ اَبِىْ هِشَامٍ عَنْ فَرْقَدٍ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَبَّابٍ قَالَ

متنِ حدیث: شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحُثُّ عَلٰى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيَّ مِائَةُ بَعِيرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيَّ ثَلَاثُ مِائَةِ بَعِيرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهِ مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ السَّكَنِ بْنِ الْمُغِيرَةِ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیش عسرت کی مدد کے لئے ترغیب دے رہے تھے' تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' اور عرض کیا: یارسول اللہ میں ایک سو اونٹ' ساز و سامان سمیت اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی مدد کی ترغیب دی' تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے

3633- اخرجه عبد الله بن احمد في الزوائد (۷۵/۱)، و عبد بن حميد ص (۱۲۸)، حديث (۲۱۱).

ہوئے' اور انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں دو سو اونٹ ان کے ساز و سامان سمیت اللہ کی راہ میں دوں گا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے لشکر کی مدد کی ترغیب دی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ میں تین سو اونٹ ان کے ساز و سامان سمیت اللہ کی راہ میں دوں گا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ منبر سے نیچے آ گئے اور آپ ﷺ یہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے اس پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔ اس کے بعد عثمان جو بھی کرے اس پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3634 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ وَاقِعٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَوْذَبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ كَثِيْرٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ عُثْمَانُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ وَاقِعٍ وَّكَانَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ مِنْ كِتَابِيْ فِيْ كُمِّهٖ حِيْنَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَيَنْثُرُهَا فِيْ حِجْرِهٖ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِيْ حِجْرِهٖ وَيَقُوْلُ مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس روایت کے راوی حسن بن واقع بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی تحریر میں ایک اور جگہ پر یہ بات دیکھی ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی آستین میں وہ دینار لے کر آئے جب وہ جیش عسرت کے لئے سامان فراہم کر رہے تھے۔ انہوں نے ان دیناروں کو نبی اکرم ﷺ کی جھولی میں ڈال دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی جھولی میں ان دیناروں کو پلٹ رہے تھے' اور فرما رہے تھے: آج کے بعد عثمان کو کوئی بھی عمل نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہ بات آپ ﷺ نے دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

غزوۂ تبوک وغیرہ مواقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایثار:

احادیث باب میں غزوۂ تبوک وغیرہ مواقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایثار کا تذکرہ ہے' جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

3634- اخرجه احمد (٥/٦٣) عن كثير مولى عبد الرحمن بن سمرة.

۱-غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب دینے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سواونٹ بمع سازو سامان کے دینے کا اعلان کیا۔ علاوہ ازیں ایک ہزار دینار بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیے اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے پھر فرمایا: آج کے بعد عثمان جو بھی کام چاہیں کریں، انہیں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

۲-شہادت کے موقع پر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بلوائیوں کے محاصرہ میں تھے تو آپ نے کئی امور کی یاددہانی کرائی:

(i) تمہیں یاد ہوگا کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور میں (عثمان) پہاڑ (کوہ حراء) پر چڑھے تو اس نے حرکت شروع کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کوہ حراء! تو اپنی حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔

(ii) قسم بخدا! تمہیں بتاتا ہوں کہ مدینہ طیبہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا' جو ایک یہودی کی ملک میں تھا، وہ ہر ایک کو پانی قیمتاً دیتا تھا، مسلمانوں کو پانی کے سلسلہ میں بہت پریشانی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بیئر رومہ خرید کر وقف کرے گا، اس کے لیے جنت ہے اور میں نے وہ کنواں خرید کر امیروں، غریبوں اور مسافروں کے لیے وقف کر دیا۔

(iii) مسلمانوں میں اضافہ ہونے کے سبب مسجد نبوی تنگ دامنی کا احساس دلانے لگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان ہوا کہ جو شخص مسجد نبوی سے متصل پلاٹ خرید کر مسجد کے لیے وقف کرے گا، اس کے لیے جنت ہے۔ چنانچہ مسجد سے ملحقہ پلاٹ خرید کر میں نے مسجد کے لیے وقف کیا تھا۔

3635 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا اُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ قَالَ فَبَايَعَ النَّاسَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُثْمَانَ فِيْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهٖ فَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فَكَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَيْرًا مِّنْ اَيْدِيْهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیعت رضوان کا حکم دیا گیا تو اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کے طور پر مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بیعت لی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: عثمان' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام سے گیا ہوا ہے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک دوسرے ہاتھ پر رکھا (راوی کہتے ہیں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک لوگوں کی طرف سے ان کے اپنے ہاتھ سے بہتر تھا۔

3635- تفرد به الترمذي انظر التحفة (۳۰۳/۱)، حديث (۱۱۵۵)، من اصحاب الكتب الستة.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

بیعت رضوان کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر بیعت کرنا:

اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت مثالی ہے، کئی مواقع پہ نام لے کرانہیں جنتی قرار دیا گیا، آپ کی شہادت کا ذکر زبان نبوت سے بیان ہوا، بیعت رضوان کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو ان کا ہاتھ قرار دیا اور اپنا دوسرا دست اقدس اس پر رکھتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت لی۔ حدیث باب کے علاوہ بھی اس سلسلہ میں روایات موجود ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان عثمان اشرف عليهم حين حصروه فقال: انشد بالله رجلاً سمع فى رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يوم الجبل حين اهتز فركله برجله وقال: اسكن فانه ليس عليك الانبى او صديق او شهيدان، وانا معه، فانشدله رجال ثم قال: انشد بالله رجلا شهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم بيعة الرضوان يقول: هذه يدالله، وهذه يد عثمان فانتشدله رجال، ثم قال: انشد بالله رجلا سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم جيش العسرة يقول: من ينفق نفقة متقبلة؟ فجهزت نصف الجيش من مالى، فانتشد له رجال ثم قال: انشد بالله رجلاً سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من يزيد فى هٰذا المسجد ببيت فى الجنة؟ فاشتريته من مالى فانتشدله رجال، ثم قال: انشد بالله رجلا شهد رومة تباع فاشتريتها من مالى، فابحتها لابن السبيل فانشدله رجال.

(السنن للنسائی، رقم الحدیث ۳۶۰۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اوپر سے لوگوں کی طرف جھانکا جس دن باغیوں نے آپ کے گھر کو گھیر رکھا تھا اور فرمایا: میں اس شخص سے دریافت کرتا ہوں جس نے جبل احد کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کا یہ کلام سنا ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کے حرکت کرنے پر فرمایا: اے پہاڑ! حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں جبکہ میں آپ کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے اس بات کو تسلیم کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: میں اس شخص کو یہ واقعہ یاد دلاتا ہوں جو بیعت رضوان کے موقع پر موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری بیعت لی تھی، انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا۔ آپ نے پھر فرمایا: میں اس شخص کو یاد دلاتا ہوں جو جیش عسرہ کے موقع پر موجود تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے' جو مجاہدین کے لیے اللہ کی راہ میں مقبول مال خرچ کرے؟ میں نے نصف لشکر کو سامان فراہم کیا تھا، سب لوگوں نے آپ کی یہ بات بھی تسلیم کی۔ پھر

آپ نے فرمایا: میں اس شخص سے دریافت کرتا ہوں جس نے زبان نبوت سے یہ سنا ہے کہ مسجد کی توسیع کے لیے جو شخص کوشش کرے گا اس کے لیے جنت ہے، چنانچہ میں نے ملحقہ زمین خرید کر مسجد میں شامل کی۔ لوگوں نے آپ کی یہ بات تسلیم کی۔ پھر آپ نے فرمایا: میں آپ لوگوں کو یہ یاد کراتا ہوں کہ مدینہ میں بیئر رومہ خرید کر وقف کرنے والے کے لیے زبان نبوت سے جنت کا اعلان ہوا تھا، تو میں نے بیئر رومہ خرید کر مسافروں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ لوگوں نے آپ کی یہ بات تسلیم کر لی۔

۲-حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال رأيت النبی صلی الله عليه وسلم فی المنام متعلقا بالعرش ورأيت ابابكر آخذا بحقوی النبی صلی الله عليه وسلم ورأيت عمر اخذا بحقوی ابی بكر ورأيت عثمان آخذا بحقوی عمرو رأيت الدم ينصب من السماء الی الارض فحدث الحسن بهٰذَا الحديث وعنده قوم من الشيعة فقالوا: وما رأيت عليا فقال الحسن: ماكان احد احب الی أخذاً بحقوی النبی صلی الله عليه وسلم من علی ولكنها رؤيا رأيتها فقال ابو مسعود: فانكم تحدثون عن الحسن بن علی فی رؤيا رآها وقد كنا مع النبی صلی الله عليه وسلم فی غزاة فاصاب الناس جهد حتی رأيت الكابة فی وجوه المسلمين والفرح فی وجوه المنافقين فلما راٰی ذالك رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: والله! لاتغيب الشمس حتی يأتيكم الله برزق فعلم عثمان ان الله ورسوله سيصدقان فاشتری عثمان اربعة عشر راحلة بما عليها من الطعام فوجه الی النبی صلی الله عليه وسلم منها بتسعة فلما رأی ذالك النبی صلی الله عليه وسلم قال: ماهٰذَا قالوا: اهدی اليك عثمان فعرف الفرح فی وجوه المسلمين والكابة فی وجوه المنافقين فرأيت النبی صلی الله عليه وسلم قد رفع يديه حتی رؤی بياض ابطيه يدعو لعثمان دعاء ما سمعته دعا لاحد قبله ولا بعده بمثله: اللهم اعط عثمان، اللهم افعل لعثمان . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:۷۲۵۵)

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش الٰہی کے ساتھ چمٹے ہوئے دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوکھ کو پکڑ رکھا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کوکھ پکڑی ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوکھ پکڑے ہوئے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا آسمان سے زمین پر خون گر رہا ہے۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ روایت بیان کی تو پاس شیعوں کی ایک جماعت موجود تھی، انہوں نے کہا: اے حسن! آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس حال میں دیکھا؟ آپ نے جواب دیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے اچھے انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ رکھا تھا لیکن یہ ایک خواب ہے، جو میں نے دیکھا ہے۔ اس موقع پر حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس

خواب کے بارے میں بات کرتے ہو حالانکہ ہم ایک غزوہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں تھے، صحابہ کرام شدید بھوک کی حالت میں تھے حتیٰ کہ میں نے مسلمانوں کے چہروں پر افسردگی اور منافقوں کے چہروں پر مسرت کے آثار دیکھے، یہ صورتحال دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! آفتاب غروب ہونے سے قبل، اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دے گا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اور رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رزق عنایت کریں گے تو انہوں نے کھانے سے لدی ہوئی چودہ سواریاں خرید لیں اور ان میں سے نو سواریاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کر دیں، سواریاں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دریافت کیا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ سواریاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے بطور تحفہ بھیجی ہیں، ہدیہ کی یہ صورتحال دیکھ کر مسلمانوں کے چہروں پر مسکراہٹ نمایاں ہوگئی اور منافقوں کے چہروں پر افسردگی چھا گئی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھا کہ بغلوں کی سفیدی نمایاں ہو گئی، پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں ایسی دعا کی کہ اس سے قبل اور اس کے بعد آپ نے ایسی دعا نہیں کی تھی، آپ نے یوں دعا کی: اے اللہ! عثمان کو یہ عطا کر، عثمان کو وہ عطا کر اور عثمان کے لیے یہ کر دے۔

سوال: بیعت رضوان کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کون سے ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا تھا؟

جواب: اس بارے میں دو اقوال ہیں:

(i) جمہور محدثین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا تھا، کیونکہ دایاں ہاتھ بائیں سے افضل ہے۔

(ii) بعض محدثین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا تھا اور دائیں ہاتھ کو اس پر رکھتے ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت لی تھی۔

3636 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِیُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِى الْحَجَّاجِ الْمَنْقَرِیِّ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْجُرَيْرِیِّ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ حَزْنٍ الْقُشَيْرِیِّ

متنِ حدیث: قَالَ شَهِدْتُّ الدَّارَ حِيْنَ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ ائْتُوْنِىْ بِصَاحِبَيْكُمُ اللَّذَيْنِ اَلَّبَاكُمْ عَلَىَّ قَالَ فَجِىْءَ بِهِمَا فَكَاَنَّهُمَا جَمَلَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا حِمَارَانِ قَالَ فَاَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ وَالْاِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرَ بِئْرِ رُوْمَةَ فَقَالَ مَنْ

3636 ـ اخرجه النسائی (۲۳۵/۶): کتاب الاحباس: باب: وقف المساجد حدیث (۳۶۰۸) و عبد الله بن احمد من الزوائد (۷۴/۱)، و ابن خزیمة (۱۲۱/۴) حدیث (۲۴۹۲).

يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ فَيَجْعَلُ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِي فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُونِي أَنْ أَشْرَبَ حَتَّى أَشْرَبَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِأَهْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةَ آلِ فُلَانٍ فَيَزِيدَهَا فِي الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِي فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُونِي أَنْ أُصَلِّيَ فِيهَا رَكْعَتَيْنِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنِّي جَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِي قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى ثَبِيرِ مَكَّةَ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتَّى تَسَاقَطَتْ حِجَارَتُهُ بِالْحَضِيضِ قَالَ فَرَكَضَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ اسْكُنْ ثَبِيرُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ شَهِدُوا لِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ أَنِّي شَهِيدٌ ثَلَاثًا

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُثْمَانَ

حضرت ثمامہ بن حزن قشیری بیان کرتے ہیں: میں اس وقت اس گھر کے پاس موجود تھا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے آ کر یہ فرمایا اپنے ان دو بڑوں کو لے کر آؤ جنہوں نے تمہیں میرے خلاف کھڑا کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: ان دونوں کو لایا گیا' تو وہ اونٹوں کی طرح تھے یا وہ دونوں گدھوں کی طرح تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے' تو اس وقت وہاں رومہ کنوئیں کے علاوہ کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا' تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: جو شخص اس کو خرید کر اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا تو اس کو اس کے عوض میں جنت کی بشارت ہے' تو میں نے اپنے مال میں سے اسے خریدا تھا۔ آج تم لوگ مجھے اس میں سے پانی پینے سے روکتے ہو' اور مجھے کھارا پانی پینا پڑ رہا ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے ایسا ہی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ مسجد لوگوں کی وجہ سے تنگ ہو گئی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: جو شخص آل فلاں کی زمین خرید کر مسجد میں توسیع کرے گا' تو اسے اس کے عوض میں جنت کی بشارت ہے' تو میں نے اسے اپنے مال میں سے خریدا تھا اور آج تم لوگ مجھے اسی مسجد میں دو رکعت پڑھنے سے روک رہے ہو' تو انہوں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے ایسا ہی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ میں نے اپنے مال میں سے جیش عسرت کو سامان فراہم کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے۔ ایسا ہی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے پہاڑ ثبیر پر موجود تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور میں بھی موجود تھے' تو پہاڑ حرکت کرنے لگا' یہاں تک کہ اس کی حرکت کی وجہ سے کچھ پتھر نیچے بھی گر گئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں اس پر مارا اور فرمایا: اے ثبیر! ٹھہرے رہو! تم پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے ایسا ہی ہے' تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا

اور فرمایا: انہوں نے میرے حق میں جو گواہی دی ہے رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔ انہوں نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قطعہ اراضی خرید کر مسجد نبوی میں شامل کرنا:

مدینہ طیبہ کی مرکزی مسجد کو "مسجد نبوی" کہا جاتا ہے، جس کا سنگ بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست سے رکھا تھا۔ اس کی توسیع متعدد بار ہوئی:

(i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ہوئی، آپ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ جو شخص مسجد سے متصل قطعہ اراضی خرید کر مسجد میں شامل کرے گا، اس کے لیے جنت ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ قطعہ خرید کر مسجد میں شامل کیا۔

(ii) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں دوسری بار مسجد نبوی کی توسیع ہوئی اور ان دونوں توسیعات کے مواقع پر اصل مسجد باقی رکھی گئی تھی۔

(iii) تیسری بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجد نبوی کی توسیع کی گئی لیکن اس موقع پر اصل مسجد شہید کر کے پوری مسجد از سر نو تعمیر کی گئی تھی۔

3637 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ خُطَبَاءَ قَامَتْ بِالشَّامِ وَفِيهِمْ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ اٰخِرُهُمْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مُرَّةُ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ لَوْلَا حَدِيثٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قُمْتُ وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِي ثَوْبٍ فَقَالَ هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوَالَةَ وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ

◆◆ حضرت ابواشعث صنعانی بیان کرتے ہیں: کچھ خطیب لوگ شام میں کھڑے ہوئے ان میں کچھ صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ ان میں سب سے آخر میں ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ تھا انہوں نے فرمایا اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ایک حدیث نہ سنی ہوتی 'تو میں اس وقت کھڑا نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنقریب ظاہر ہونے والے

3637۔ اخرجه احمد (۲۳۵/٤، ۲۳٦) عن قلابة عن ابی الاشعث الصنعانی.

فتنوں کا تذکرہ کیا۔ اسی دوران آپ ﷺ کے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے اپنا منہ چادر میں لپیٹا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس موقع پر یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں اٹھ کر اس شخص کی طرف گیا' تو اس چادر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ میں واپس نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے دریافت کیا: کیا یہ؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں یہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن حوالہ اور حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3638 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عُثْمَانُ اِنَّهٗ لَعَلَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيصًا فَاِنْ اَرَادُوكَ عَلٰى خَلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

⇔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اے عثمان! ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قمیص پہنائے اور لوگ اسے اتارنے کی کوشش کریں تو تم اسے نہ اتارنا۔

اس حدیث میں طویل قصہ بیان کیا گیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

ظہور فتنہ کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حق پر ہونا:

تا قیامت مختلف فتنے ظہور پذیر ہوتے رہیں گے، قرب قیامت میں ان کا ظہور بکثرت ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر قابو پانے کے ذرائع بھی سامنے آتے رہیں گے۔ حدیث باب میں زمانہ قریب میں فتنہ کے ظہور کا تذکرہ ہے، محدثین کے مطابق اس سے مراد شہادت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا فتنہ ہے۔ اس کا تذکرہ مختلف احادیث میں بیان کیا گیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک خلعت پہنائے گا، لوگ اسے اتارنے کی کوشش کریں گے لیکن تم نے اتارنی نہیں ہے۔ اس خلعت سے مراد خلافت و نیابت ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، خلافت کے آخری سالوں میں آپ کی مخالفت کا سلسلہ شروع

3638- اخرجه ابن ماجه (۱/۱ ٤): كتاب المقدمة: باب: من فضل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (۱۱۲)، و احمد (۸٦/٦، ۱٤۹).

ہو گیا، مخالفین کی طرف سے آپ پر اقرباء پروری وغیرہ الزامات عائد کیے گئے، آپ نے ان الزامات کی طرف توجہ نہ دی مخالفت میں اضافہ ہوتا گیا، مخالفین نے آپ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا، چالیس ایام تک آپ کا محاصرہ کیے رکھا، آخر کار آپ کے گھر میں گھس کر حملہ آور ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔ آپ تمام زمانہ مخالفت میں صبر وتحمل اور بردباری کی تصویر بنے رہے، مزاحمت کرنے کی بجائے آپ نے صبر و برداشت کا دامن تھامے رکھا، خواب میں روحانی طور پر رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ برقرار رہا۔ آپ کی شہادت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی تلوار میان سے باہر نکل آئی جو تا قیامت میان میں داخل نہیں ہوگی۔ اگر آپ چاہتے تو طاقت کے استعمال سے بلوائیوں کا خاتمہ کر سکتے تھے، ان کے مذموم مقاصد کو خاک میں ملا دیتے لیکن آپ نہیں چاہتے تھے کہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی مسلمان کا ناحق خون گرے۔

3639 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالُوْا قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنْ هٰذَا الشَّيْخُ قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِيْ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ اَتَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ مَا سَاَلْتَ عَنْهُ اَمَّا فِرَارُهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهٗ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ يَوْمَ بَدْرٍ فَاِنَّهٗ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَوْ تَحْتَهُ ابْنَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ اَجْرُ رَجُلٍ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمُهٗ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّخْلُفَ عَلَيْهَا وَكَانَتْ عَلِيْلَةً وَّاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانَ عُثْمَانَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ اِلٰى مَكَّةَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ وَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ قَالَ لَهُ اذْهَبْ بِهٰذَا الْاٰنَ مَعَكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عثمان بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: مصر سے تعلق رکھنے والا ایک شخص بیت اللہ کا حج کرنے کے لئے آیا۔ اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا: یہ کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے بتایا یہ لوگ قریش ہیں۔ اس نے دریافت کیا: ان میں بزرگ کون ہے تو لوگوں نے جواب دیا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ وہ شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا: میں آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ چیزوں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے بتائیے میں آپ کو اس گھر کی حرمت کا واسطہ دیکر دریافت کرتا ہوں۔ کیا آپ یہ بات جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد کے دن واپس چلے گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے

3639 - اخرجه البخاری (۷/۶۶، ۶۷) كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی رضی الله عنه، حديث (۳۶۹۸) و احمد (۲/۱۰۱، ۱۲۰).

جواب دیا: جی ہاں اس نے دریافت کیا: کیا آپ یہ بات جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان میں بھی شامل نہ تھے اور اس میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ نے جواب دیا جی ہاں تو وہ بولا: کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے دن بھی شریک نہیں تھے اور اس میں شامل نہیں ہوئے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں تو اس شخص نے اللہ اکبر کہا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا آگے آؤ! میں تمہیں بتاتا ہوں ان چیزوں کے بارے میں جس کے بارے میں تم نے دریافت کیا ہے۔ جہاں تک غزوہ اُحد کے دن ان کے واپس جانے کا تعلق ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا اور ان کی بخشش کر دی۔ جہاں تک غزوۂ بدر کے دن ان کے غیر موجود ہونے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ تھی: نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی ان کی اہلیہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہدایت دی تھی کہ تمہیں جنگ بدر میں شریک ہونے والے کے اجر جتنا اجر اور حصہ ملے گا۔ جہاں تک کہ ان کے بیعت رضوان میں شریک ہونے کا تعلق ہے تو مکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی دوسرا شخص معزز سمجھا جاتا ہوتا تو نبی اکرم ﷺ حضرت عثمان کی جگہ اس کو بھجوا دیتے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھجوایا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ چلے جانے کے بعد بیعت رضوان ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا نبی اکرم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے بارے میں فرمایا تھا یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اسے بائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا تھا: یہ عثمان کی بیعت ہوگئی پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا: اب تم ان معلومات کے ہمراہ جاؤ۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تین اعتراضات اور ان کے جوابات:

مخالفین صحابہ کی طرف سے صحابہ کرام، بالخصوص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر بے سروپا اعتراضات کیے گئے ہیں، معاندین کی طرف سے صحابہ کرام کو کئی اعتبار سے مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے، الزامات عائد کرنے والوں کو ان کی خدمات اور کارنامے دکھائی نہیں دیتے۔ چنانچہ ان کی طرف سے ایک مشہور سوال اور اس کا جواب حسب ذیل ہے:

سوال: صحابہ نے غزوۂ اُحد کے موقع پر عدم استقلال کا مظاہرہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی میں انہوں نے دشمن کا مقابلہ کرنے کی بجائے مالِ غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا اور کفار نے جنگی حکمت عملی کی بنا پر پیچھے سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی فتح کو شکست میں بدل دیا۔ گویا صحابہ کا یہ عمل قابل مؤاخذہ ہوا؟

جواب: صحابہ کرام معصوم نہیں تھے لیکن محفوظ تھے، اس موقع پر ان سے نادانستہ طور پر جو غفلت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ٥ (آل عمران: ۱۵۵) ''تم میں سے جن لوگوں نے پشت پھیری جس دن دو گروہ مقابل ہوئے، شیطان نے انہیں پھسلا دیا ان کے بعض اعمال کے سبب، یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا،

بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔''

اس آیت سے عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غفلت وکوتاہی معاف کردی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا تو پھر اعتراض کرنا بے عقلی وجہالت ہے۔

چنانچہ جہاں تک امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں تین مشہور سوالات اور ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:

سوال ۱: غزوۂ اُحد میں غفلت کا ارتکاب کرنے کے سبب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہیں تھے؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطی جو غفلت کے سبب ہوئی تھی، معاف کردی تو پھر اس کو بنیاد بنا کر اعتراض کرنا جہالت پر مبنی اور مہمل ہے۔

سوال ۲: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں شرکت نہیں کی تھی، لہٰذا آپ خلافت و نیابت کے ہرگز حقدار نہیں ہو سکتے تھے؟

جواب: غزوہ بدر کے موقع پر آپ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید علیل تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں غزوہ بدر میں شرکت نہ فرما سکے، جب مجاہدین غزوہ بدر سے کامیابی کے بعد واپس پلٹ رہے تھے تو صاحبزادی صاحبہ کی تدفین عمل میں لائی جارہی تھی۔ علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بدری صحابہ میں شمار کیا اور مالِ غنیمت سے انہیں حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔

سوال ۳: بیعت رضوان کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غیر حاضر تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی معزز و با اعتماد ہوتا تو اسے سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے مکہ معظمہ روانہ کیا جاتا مگر آپ سب سے با اعتماد تھے اس لیے آپ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ سے رضامندی کا یہ عالم تھا کہ بیعت رضوان کے موقع پر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور اپنا دوسرا ہاتھ اس پر رکھتے ہوئے فرمایا: میں عثمان سے بیعت لیتا ہوں۔

3640 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

3640 - اخرجه البخاري (٦٦/٧): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب عثمان بن عفان ابي عمرو القرشي رضي الله عنه، حديث (٣٦٩٧)، و ابوداؤد (٢٠٦/٤): كتاب السنة: باب: في التفضيل، حديث (٤٦٢٧).

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں' ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا درجہ بدرجہ ذکر کیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہ عبیداللہ بن عمر نامی راوی کے حوالے سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' قرار دی گئی ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

شرح

حیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فضیلت کے اعتبار سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تیسرا نمبر ہونا:

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آتے ہیں۔ خلافت کی ترتیب بھی ان کی فضیلت کے مطابق ہے۔ جمہور محدثین، فقہاء اور متکلمین کا یہی مؤقف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں صحابہ کی فضیلت اسی ترتیب سے تصور کی جاتی تھی، حدیث باب سے اس کی تائید ہوتی ہے اور حدیث عشرہ مبشرہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قبل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی مذکور ہے۔

بعض علماء کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں لیکن ان کا یہ مؤقف اجماع امت کے خلاف ہے۔

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت وقدر و منزلت کے حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قام يعني يوم بدر فقال: ان عثمان انطلق في حاجة الله وحاجة رسول الله، واني ابايع له، فضرب له رسول الله صلى الله عليه وسلم بسهم، ولم يضرب لاحد غاب غيره . (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۷۲۶)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: بیشک عثمان اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کام میں مصروف ہے اور بیشک میں اس کی بیعت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت سے ان کو حصہ دیا اور ان کے علاوہ کسی غائب کو حصہ نہیں دیا۔

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادعو الی بعض اصحابی قلت: ابوبکر؟ قال: لا، قلت: عمر؟ قال: لا، قلت: ابن عمك علی؟ قال: لا، قالت: قلت: عثمان؟ قال: نعم، فلما جاء قال: تنحی فجعل یساره ولون عثمان یتغیر، فلما کان یوم الدار وحصر فیها قلنا: یا امیر المؤمنین، الا تقاتل؟ قال: لا، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عهد الی عهداً وانی صابر نفسی علیه.

(مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۲۴۲۹۸)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: میرے صحابی کو بلاؤ! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: آپ کے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ فرمایا: نہیں، میں نے کہا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ فرمایا: ہاں، جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! الگ ہو کر بیٹھ جاؤ، آپ عثمان سے سرگوشی کرنے لگے، حضرت عثمان کا رنگ متغیر ہو گیا، یوم دار آیا، حضرت عثمان اس میں محصور ہو گئے۔ ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ قتال کریں گے؟ جواب دیا: نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (صبر کی) وصیت کی تھی، میں وصیت پر عمل کرتا ہوا صبر کروں گا۔

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

دخلت علی رقیة بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی یدها مشط فقالت: خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عندی آنفاً رجلت رأسه فقال: کیف تجدین ابا عبداللہ؟ قلت خیر الرجال، قال: اکرمیه فانه من اشبه اصحابی بی خلقاً. (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد للہیثمی، ج ۹، ص ۸۱)

ایک دفعہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئیں جبکہ ان کے ہاتھ میں کنگھا تھا، انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی میرے پاس سے گئے ہیں، میں نے آپ کے بالوں میں کنگھا کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے رقیہ! تم ابو عبداللہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو کیسا پاتی ہو؟ میں نے جواب دیا: عثمان بہترین انسان ہیں، آپ نے فرمایا: تم ان کا احترام کرو، کیونکہ میرے صحابہ سے اخلاق کے اعتبار سے وہ زیادہ میرے قریب ہیں۔

۴-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

ان اُمّ کلثوم جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: یا رسول اللہ! زوج فاطمة خیر من زوجی؟ فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملیًا ثم قال: زوجك یحب اللہ ورسوله ویحبه اللہ ورسوله، وازیدك لوقد دخلت الجنة فرأیت منزلة، لم تری احدا من اصحابی یعلوه فی منزلته. (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۷۶۳۰)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خاوند میرے شوہر سے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سکوت کے بعد فرمایا: تمہارا شوہر اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں تمہارے لیے میں یہ اضافہ کرتا ہوں کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد تم وہاں ایسا مقام ملاحظہ کرو گی کہ میرے صحابہ میں سے کسی کو بھی اس پر نہیں پاؤ گی۔

3641 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا شَاذَانُ الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ هَارُونَ الْبُرْجُمِيِّ عَنْ كُلَيْبِ بْنِ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَالَ يُقْتَلُ فِيهَا هٰذَا مَظْلُومًا لِعُثْمَانَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس میں یہ مظلوم کے طور پر قتل کر دیا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتائی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیے جانا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ آپ کو باغیوں کے ہاتھوں ظلماً شہید کیا جائے گا۔ حدیث باب کے علاوہ یہ مضمون متعدد روایات میں بیان کیا گیا ہے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یا عثمان! انہ لعل اللہ یقمصک قمیصاً، فان ارادوک علی خلعہ، فلا تخلعہ لھم۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۱۲)

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! بیشک اللہ تمہیں ایک خلعت پہنائے گا، پس لوگ اسے اتارنے کی کوشش کریں گے، تو تم اسے نہ اتارنا۔

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: یا عثمان! ان ولاک اللہ تعالی ھذا الامر یوما فارادک

3641- اخرجہ احمد (۲/۱۱۵) عن کلیب عن ابن عمر۔

المنافقون على ان تخلع قميصك الذى قمصك الله فلا تخلعه. يقول ذالك ثلاث مرات .

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۵۴۴)

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی دن منصب خلافت پر فائز کرے تو منافق لوگ اس منصب سے تمہیں محروم کرنے کی کوشش کریں تو تم نے انہیں اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہونے دینا۔ آپ نے یہ بات تین بار فرمائی۔

۳- حضرت ابوحسنہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: شهدت اباهريرة وعثمان محصور فى الدار واستاذنته فى الكلام. فقال ابوهريرة: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: انها ستكون فتنة واختلاف او اختلاف وفتنة قال: فقلنا: يا رسول الله، فماتأمرنا؟ عليكم بالامير واصحابه واشار الى عثمان .

(الاحادیث المختارۃ للمقدسی، ج۱، ص ۴۴۵)

حضرت ابوحسنہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک گھر میں بند تھے، میں نے ان سے گفتگو کی کوشش کی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: بیشک عنقریب اختلاف ظاہر ہوگا، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وقت آپ کا ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم پر اپنے امیر اور اس کے رفقاء کی پیروی کرنا لازم ہے اور آپ کا اشارہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھا۔

3642 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ اَبِى طَالِبٍ الْبَغْدَادِىُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ زُفَرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: اُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةِ رَجُلٍ لِّيُصَلِّىَ عَلَيْهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ فَقِيلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَاَيْنَاكَ تَرَكْتَ الصَّلٰوةَ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلَ هٰذَا قَالَ اِنَّهٗ كَانَ يَبْغَضُ عُثْمَانَ فَاَبْغَضَهُ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ صَاحِبُ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ ضَعِيْفٌ فِى الْحَدِيْثِ جِدًّا وَّمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ صَاحِبُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ هُوَ بَصْرِىٌّ ثِقَةٌ وَّيُكْنٰى اَبَا الْحَارِثِ وَمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْاَلْهَانِىُّ صَاحِبُ اَبِىْ اُمَامَةَ ثِقَةٌ يُكْنٰى اَبَا سُفْيَانَ شَامِىٌّ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک شخص کا جنازہ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کی نماز

3642 - تفردبه الترمذى، ينظر (التحفة) (۲/۳٤٤)، حديث (۲۹٤۳). من اصحاب الكتب الستة. و ذكره ابن عراق فى (تنزيه الشريعة) (۱/۳۷۵) و عزاه لابن عدى وغيره من طريق محمد بن زياد (و تعقب) بان الحديث اخرجه الترمذى. و ضعفه

جنازہ ادا کریں تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ہم نے آپ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی شخص کے نماز جنازہ کو اس سے پہلے ترک کر دیا ہو، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شخص عثمان کو ناپسند کرتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسندیدہ قرار دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اس کے راوی محمد بن زیاد، یہ میمون بن مہران کے شاگرد ہیں اور یہ علم حدیث میں بہت ضعیف سمجھے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد محمد بن زیاد بصرہ کے رہنے والے ہیں، وہ ثقہ ہیں اور ان کی کنیت ابو حارث ہے۔

محمد بن زیاد الھانی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ یہ ثقہ ہیں، شام کے رہنے والے ہیں۔ ان کی کنیت ابو سفیان ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا:

صحابہ کرام بالخصوص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض وعناد رکھنے والے سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جاتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ ایسے شخص کا پیش کیا گیا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا، آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا تھا۔

صحابہ کرام کے بارے میں بدزبانی کرنے، بغض وعناد رکھنے اور گالی گلوچ کرنے والوں کی مذمت و وعید کے حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱-عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا: لعنة اللہ علی شرکم۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث ۳۸۶۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی بکتے ہوں تو تم کہو: تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

۲-عن نسیر بن ذعلوق قال: کان ابن عمر یقول: لاتسبوا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلمقام احدهم ساعة خیر من عمل احدهم عمره۔ (سنن ابن ماجۃ، رقم الحدیث ۱۶۲)

حضرت نسیر بن ذعلوق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی مت بکو، کیونکہ ان کی ایک نیکی تمہاری زندگی بھر کی نیکیوں سے بہتر ہے۔

۳-عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان الناس یکثرون، وان اصحابی یقلون، فلا تسبوهم، فمن سبهم فعلیه لعنة اللہ۔

(المعجم الاوسط، ج ۳، ص ۳۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: بیشک لوگ بکثرت ہیں اور میرے صحابہ قلیل تعداد میں ہیں، پس تم انہیں گالی مت بکو، جس نے انہیں گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

3643 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: انْطَلَقْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ فَقَالَ لِيْ يَا اَبَا مُوْسٰى اَمْلِكْ عَلَيَّ الْبَابَ فَلَا يَدْخُلَنَّ عَلَيَّ اَحَدٌ اِلَّا بِاِذْنٍ فَجَآءَ رَجُلٌ يَّضْرِبُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ يَّسْتَاْذِنُ قَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ وَبَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ وَجَآءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَضَرَبَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا عُمَرُ يَسْتَاْذِنُ قَالَ افْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَدَخَلَ وَبَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ فَجَآءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَضَرَبَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ عُثْمَانُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا عُثْمَانُ يَسْتَاْذِنُ قَالَ افْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا نبی اکرم ﷺ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے ابوموسیٰ تم دروازے پر کھڑے رہو اور دروازے کا دھیان رکھنا کسی بھی شخص کو اندر نہ آنے دینا۔ راوی بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دریافت کیا: کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ابوبکر۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو اجازت دیدو اور اس کو جنت کی خوشخبری سنا دو۔ وہ اندر آ گئے، میں نے انہیں جنت کی بشارت دی، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے جواب دیا: عمر۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! حضرت عمر اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے دروازہ کھول دو، اور اسے جنت کی خوشخبری دو۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آ گئے اور میں نے ان کو جنت کی خوشخبری دی۔ پھر ایک اور شخص آیا میں نے پوچھا کون ہے۔ انہوں نے کہا: عثمان میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! حضرت عثمان اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کیلئے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری دیدو۔ اس آزمائش کے ہمراہ جو اسے لاحق ہو گی۔

3643 - اخرجه البخاری (۵۳/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب، عمر بن الخطاب.، حديث (۳۶۹۳)، و مسلم (۱۸۶۷/۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: من طريق عثمان بن عفان رضى الله عنه، حديث (۲۴۰۳/۲۸)، و فى (الادب المفرد) ص (۲۸۵)، حديث (۹۷۴) و احمد (۳۹۳/۴)، (۴۰۶/۴)، و عبد بن حميد ص (۱۹۵)، حديث (۵۵۵).

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عثمان نہدی کے حوالے سے منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3644 سند حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ سَهْلَةَ قَالَ

متن حدیث: قَالَ عُثْمَانُ يَوْمَ الدَّارِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَهِدَ اِلَىَّ عَهْدًا فَاَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ

◆◆ ابوسہلہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو محصور کیا گیا تھا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا میں اس (آزمائش) پر صبر کرتا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ہم اسے اسماعیل بن ابی خالد کے حوالے سے' ہی جانتے ہیں۔

شرح

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آزمائش پہنچنے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی:

اصحاب ثلاثہ کی فضیلت اور خلافت ترتیب حدیث کے مطابق ہے، اس پر علماء امت کا اجماع ہے، علماء کلام نے بھی یہی ترتیب پیش نظر رکھی ہے، سب کے سب عادل و انصاف پسند تھے، ان میں کوئی غاصب و مغصوب نہیں تھا، سب کے سب قابل احترام ہیں، کسی ایک کی بے ادبی جرم ہے اور مجرم شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل سزا ہوتا ہے۔

تاہم پہلی حدیث باب کے آخری حصہ میں اور دوسری حدیث میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت و ابتلاء کا ذکر ہے، زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایسا حادثہ امت کو پیش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس حادثہ فاجعہ کے حوالے سے دو وصیتیں فرمائی گئی تھیں:

۱- منافقین منصب خلافت سے تمہیں برطرف کرنے کی کوشش کریں گے لیکن برطرف نہیں ہونا۔

۲- تم نے اس حادثہ کے وقت صبر کے دامن کو ہرگز نہیں چھوڑنا۔

3644 - اخرجه ابن ماجه (۱/۴۲): (المقدمة): باب: فى فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث (۱۱۳)، و احمد (۱/۵۷، ۶۹).

تاریخ شاہد ہے کہ چالیس ایام تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا، کھانے پینے کی اشیا پہنچنے سے روکا گیا، مسلسل روزے پر روزہ رکھ رہے تھے، تلاوت قرآن آپ کی غذا تھی، صبر کے سبب طاقت کا استعمال یا مزاحمت تک نہیں کی اور مظلوم کی حیثیت سے شہید کر دیے گئے۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے عہد کا آپ نے ایفا کیا۔

فائدہ نافعہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک ومختار بنا دیا ہے، آپ جسے چاہیں علم کی دولت عطا کریں، جسے چاہیں دنیوی دولت عنایت کریں اور جسے چاہیں جنت عطا فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب ثلاثہ بلکہ عشرہ مبشرہ میں جنت کے ٹکٹ تقسیم فرمائے اور نام لے کر انہیں جنتی قرار دیا۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ ایک نظر میں:

خلیفہ ثالث، امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قدرے تفصیل سے احوال وآثار گزشتہ اوراق میں تحریر کیے جا چکے ہیں اوران کا اختصار حسب ذیل ہے:

ولادت: عام الفیل کے چھٹے سال مکہ مکرمہ میں ولادت ہوئی۔

نسب نامہ: پانچویں پشت میں عبد مناف پر نسب نامہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

نام وکنیت: نام: عثمان، کنیت: ابوعبداللہ، ابوعمرو۔

قبول اسلام: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر چونتیس (۳۴) سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔

القاب: (۱) آپ کے دو القاب ہیں: ذوالنورین، (۲) ذوالہجرتین

شادی خانہ آبادی: حضرت رقیہ بنت محمد اور حضرت اُمّ کلثوم بنت محمد رضی اللہ عنہما سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا یعنی حضرت رقیہ کے وصال کے بعد حضرت اُمّ کلثوم سے نکاح کیا۔

شرف ہجرت: آپ نے اپنے اہل وعیال سمیت دو ہجرتیں کیں:

(۱) مکہ سے حبشہ کی طرف، (۲) مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف۔

رشتہ مواخات: آپ کا رشتہ اخوت حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا۔

غزوات میں شرکت: غزوۂ بدر کے علاوہ آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور غزوہ بدر میں عدم شرکت کی وجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت تھی۔

خلافت: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ثالث تعینات ہوئے۔

فتوحات عثمانی: آپ کے دور خلافت میں کثیر ممالک فتح ہو کر سلطنت اسلامیہ کا حصہ بنے، ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

(۱) سابور، (۲) اندلس، (۳) قبرص، (۴) نیشاپور، (۵) افریقہ، (۶) مرو، (۷) طبرستان، (۸) اسکندریہ، (۹) فارس، (۱۰) کرمان وغیرہ۔

عہد عثمانی کے کارنامے: آپ کے دور خلافت میں کئی ایک کارنامے انجام دیے گئے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) مسجد نبوی میں توسیع،

(۲) بیت المال میں وسعت،

(۳) انسداد سیلاب یعنی مزدور بند کی تعمیر کے سبب مدینہ طیبہ کو سیلاب سے محفوظ کیا گیا،

(۴) قرآن کریم کو رسم عثمانی میں تدوین کرانا اور دنیا میں پھیلانا،

(۵) فتوحات کے ضمن میں بحری جنگ کی ابتداء۔

امتیازی اوصاف و کمالات: اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر اوصاف و کمالات سے سرفراز فرمایا تھا، جن میں سے چند ایک امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) خوف وخشیت باری تعالیٰ،

(۲) صبر وتحمل،

(۳) تلاوت قرآن کا اہتمام اور اسے عملی جامہ پہنانا،

(۴) اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایثار وقربانی،

(۵) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی عقیدت ومحبت،

(۶) اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل،

(۷) عبادت وریاضت،

(۸) عجز وانکسار،

(۹) خلق خدا سے حسن سلوک۔

شہادت: ۱۸ رذی الحجہ ۳۵ھ میں ظلماً آپ کو شہید کیا گیا، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

زمانہ خلافت: آپ کا دور خلافت بارہ (۱۲) سال اور گیارہ (۱۱) ایام پر مشتمل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

بَاب مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 17: حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3645 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ

متن حدیث: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا وَّاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَمَضَى فِي السَّرِيَّةِ فَأَصَابَ جَارِيَةً فَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ وَتَعَاقَدَ أَرْبَعَةٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِذَا لَقِينَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرْنَاهُ بِمَا صَنَعَ عَلِيٌّ وَّكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِذَا رَجَعُوا مِنَ السَّفَرِ بَدَئُوا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفُوا إِلَى رِحَالِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَتِ السَّرِيَّةُ سَلَّمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَمْ تَرَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَنَعَ كَذَا وَكَذَا فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ الثَّانِي فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ قَامَ الثَّالِثُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ قَامَ الرَّابِعُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالُوا فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْغَضَبُ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ إِنَّ عَلِيًّا مِّنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک مہم روانہ کی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر مقرر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مہم پر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے (مالِ غنیمت میں ملنے والی) ایک کنیز حاصل کر لی۔ لوگوں نے ان کی اس بات کو پسند نہیں کیا۔ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے چار اصحاب رضی اللہ عنہم نے طے کیا اور بولے: جب ہم نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کریں گے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کیا ہے اس کے بارے میں آپ ﷺ کو بتائیں گے مسلمان جب کہیں سے واپس آتے تھے تو سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے۔ پھر اپنے گھر واپس جایا کرتے تھے۔ جب اس مہم کے افراد آئے اور نبی اکرم ﷺ کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو ان چار میں سے ایک کھڑا ہوا۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے فلاں فلاں عمل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا' پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے بھی پہلے شخص کی مانند عرض کی نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا' پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی پہلے شخص کی مانند کہا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا' پھر چوتھا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی ان لوگوں کے مانند بات کہی تو نبی اکرم ﷺ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے چہرے پر ناراضگی کے اثرات تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم علی کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟ تم علی کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟ تم علی کے بارے میں

3645 - اخرجه احمد (۴۳۷/۴) عن مطرف بن عبد الله عن عمران بن حصين فذكره.

کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ وہ میرے بعد ہر مؤمن کا آقا ہے۔

یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف جعفر بن سلیمان راوی کے نام سے جانتے ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نسب نامہ:

خلیفہ چہارم، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہجرت سے تیئس (۲۳) سال قبل حضرت ابو طالب کے ہاں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور قبیلہ قریش کے چشم و چراغ تھے۔

نام وکنیت اور القاب:

سرچشمۂ ولایت، خلیفہ رابع کا اسم گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھا، کنیت: ابوالحسن اور ابوتراب تھی اور القاب: اسد اللہ اور حیدر کرار تھے۔ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی: فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔

بچپن وقبول اسلام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی یتیم تھے، حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پرورش ناز وشفقت سے کی تھی، حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد حضرت ابو طالب نے آپ کی پرورش کی اور ہر معاملہ میں آپ کو اپنے صاحبزادوں پر فوقیت دیتے تھے۔ چونکہ حضرت ابو طالب کثیر العیال تھے، غربت و مفلسی بھی سایہ فگن تھی، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش اپنے ذمہ لی، اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آغوش نبوت اور آشیانہ نبوت میں پرورش پانے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن اعلانِ نبوت کیا تو بلا تاخیر آئندہ دن آپ نے اسلام قبول کرلیا اور بچوں میں سے اسلام قبول کرنے والے آپ پہلے ہیں۔

شادی خانہ آبادی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش اپنے ذمہ کرم میں لی تھی وہاں آپ نے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی کوشش فرمائی، نگاہ نبوت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ علم و دانش کے ایسے مرتبہ پر فائز ہوئے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنی مثال آپ تھے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش و تعلیم کا اہتمام کیا' وہاں ان کے مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی شادی خانہ آبادی کا اہتمام بھی فرمایا اور اپنی چہیتی صاحبزادی، خاتون جنت حضرت فاطمہ

الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا۔

ہجرت مدینہ:

جب مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی گئی، تاکہ دشمنوں کے مظالم و تکالیف سے نجات حاصل کر لیں۔ مسلمانوں نے مختلف صورتوں میں ہجرت کی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ہجرت فرمائی، روانہ ہونے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی امانتوں کی فہرست علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: یہ امانتیں مالکوں کو واپس کر کے بغرض ہجرت مدینہ طیبہ میں آ جانا، حسب حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھ کر آپ کی چارپائی پر لیٹ گئے، اصل مالکوں کو ان کی امانتیں واپس کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف:

سرچشمہ ولایت، فیض یافتہ نبوت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علاقہ و تعلق تھا وہ محتاج بیان نہیں ہے، اسی تعلق کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر انہیں اپنا نائب بنانے کا شرف عطا کیا اور ان میں سے چند ایک مواقع حسب ذیل ہیں:

(i) غزوۂ تبوک کے علاوہ آپ نے تمام غزوات میں شرکت اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا تھا، اس لیے وہ اس غزوہ میں شرکت نہ فرما سکے۔

(ii) ہجرت کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر اپنی چارپائی پر لٹا دیا، دشمنوں کی امانتوں کی فہرست انہیں سونپ دی تاکہ امانتیں مالکوں کو واپس کر کے عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ آ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے حسب حکم امانتیں واپس کر دیں اور مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

(iii) ۸ھ میں فرضیت حج کا حکم نازل ہوا، اس سال حج کے مہینے گزر چکے تھے، ۹ھ میں مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اہم اعلان کرنے کے لیے اپنا نائب بنا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، حج کے موقع پر آئے ہوئے تمام لوگوں میں آپ نے نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے اعلان کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام بہت بلند ہے، آپ کے علمی مقام کے حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انا دار الحكمة وعلى بابها ۔ (حلیۃ الاولیا، ج۱،ص ۶۴)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت (علم) کا گھر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔
۲۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:
بعثنى رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اليمن قاضياً فقلت: يا رسول الله! ترسلنى وانا حديث السن، ولا علم لى بالقضاء، فقال: ان الله سيهدى قلبك، ويثبت لسانك، فاذا جلس بين يديك الخصمان، فلا تقضين حتى تسمع من الاخر، كما سمعت من الاول، فانه احرى ان يتبين لك القضاء، قال: فما زلت قاضياً او ما شككت فى قضاء بعد ۔ (المستدرک للحاکم ،رقم الحدیث:۴۶۳۷)
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر روانہ کیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے بحیثیت قاضی روانہ کررہے ہیں جبکہ میں ایک نوعمر ہوں اور فیصلہ کرنے کا بھی مجھے علم نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری راہنمائی کرے گا، تمہاری زبان کو قائم رکھے گا۔ جب فریقین تمہارے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آئیں تو جلدی سے فیصلہ نہ کرنا جب تک دونوں کی بات مکمل طور پر نہ سن لو، یہ طریقہ کار تمہارے لیے مفید ثابت ہوگا۔ راوی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ آپ کی اس دعا (راہنمائی) کے بعد فیصلہ کرنے میں مجھے کبھی دقت پیش نہیں آئی۔
۳۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:
قال: كنا نتحدث ان اقضى اهل المدينة ابن ابى طالب ۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:۲،ص:۳۳۸)
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مدینہ طیبہ میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ ہے۔
۴۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انا مدينة العلم وعلى بابها فمن اراد المدينة فليأت الباب ۔
(مسند الفردوس للدیلمی، ج:۱،ص ۴۴
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے، جس شخص کا اس (علم کے) شہر میں داخل ہونے کا ارادہ ہو، پس وہ دروازے سے داخل ہو۔
۵۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:
والله! ما نزلت اٰية الا وقد علمت فيما نزلت واين نزلت وعلى من نزلت، ان ربى وهب لى قلباً عقولا ولساناً طلقاً ۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ،ج:۱،ص:۶۸)
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قسم بخدا! قرآن کریم کی ہر آیت کے بارے میں، میں جانتا ہوں کہ وہ کس بارے

میں، کس جگہ اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔ بیشک میرے پروردگار نے مجھے باشعور دل اور بلیغ زبان عنایت فرمائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کے حوالے سے چند ایک صحابہ کے اقوال حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے بہتر قاضی ہیں۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس کا خوبصورت جواب دیا۔

(iii) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مدینہ طیبہ میں علم الفرائض میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔

(iv) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم سنت رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔

(v) حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا علم اب حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک محدود رہ گیا ہے۔

(vi) حضرت عبداللہ بن عیاش رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ میں علم کی قوت، ارادے کی پختگی اور استقلال تھا۔ پورے خاندان میں بہادری مشہور تھی اور آپ احکام فقہ وسنت میں ماہر تھے۔

ابوتراب کنیت کی وجہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دو کنیتیں تھیں:

(۱) ابوالحسن: آپ کے صاحبزادہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے نام پر۔

(۲) ابوتراب: یہ کنیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا کی گئی تھی، اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے شکر رنجی کے سبب مسجد میں آ کر لیٹ گئے، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو مسجد میں تشریف لائے، وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مٹی پر سوئے ہیں، آپ نے انہیں اٹھایا اور جسم سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا: اے ابوتراب! (اے مٹی والے) اُٹھو! اس طرح آپ کنیت ''ابوتراب'' سے مشہور ہو گئے۔ دوسری کے بجائے یہ کنیت آپ کو زیادہ پسند تھی، کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا کی ہوئی تھی۔

اشاعت احادیث کی خدمت:

دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی روایت احادیث میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے، آپ سے ایک سو چھیاسی (۱۸۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں، آپ سے روایت بیان کرنے والے صحابہ کثیر ہیں جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام حسن، (۲) حضرت امام حسین، (۳) حضرت محمد بن حنفیہ، (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود، (۵) حضرت عبداللہ بن عباس، (۶) حضرت عبداللہ بن زبیر، (۷) حضرت موسیٰ الاشعری، (۸) حضرت ابوسعید خدری، (۹) حضرت زید بن ارقم، (۱۰) حضرت جابر بن عبداللہ، (۱۱) حضرت ابوامامہ، (۱۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ صحابہ اور تابعین۔

قبول اسلام میں اولیت کا شرف حاصل ہونا:

اللہ تعالیٰ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خصوصی کرم یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت پر آپ نے بچوں میں سب سے قبل قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی قبول اسلام میں اولیت کے حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثاء . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۶۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن اعلانِ نبوت کیا اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کیا تھا۔

۲۔ حضرت حبہ العرنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رأیت علیا ضحک علی المنبر، لم اره ضحک ضحکاً اکثر منه حتی بدت نواجذه ثم قال ذکرت قول ابی طالب ظهر علینا ابو طالب وانا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نصلی ببطن نخلة. فقال: ما تصنعان یاابن اخی؟ فدعاه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام، فقال: ما بالذی تصنعان بأس او بالذی تقولان بأس ولكن واللہ لاتعلونی سنی ابدا، وضحک تعجباً لقول ابيه ثم قال: اللهم لا اعترف ان عبدالك من هذه الامة عبدك قبلی؛ غیر نبیك ثلاث مرات لقد صلیت قبل ان یصلی الناس سبعاً . (مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۷۷۶)

حضرت حبہ عرنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بر سر منبر ہنستے ہوئے دیکھا جبکہ اس سے پہلے میں نے آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک نمایاں ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اپنے والد گرامی ابوطالب کا ارشاد یاد آ گیا، ایک دن وہ ہمارے پاس آئے جبکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور ہم وادی نخلہ میں نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے جواب دیا: جو کچھ آپ لوگ کر رہے ہیں یا کہہ رہے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر آپ میری عمر سے زیادہ نہیں ہو سکتے، اپنے والد کی اس بات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس پڑے پھر فرمایا: اے اللہ! مجھے علم نہیں ہے کہ مجھ سے قبل اس امت کے کسی آدمی نے تیری عبادت کی ہے سوائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ نے یہ بات تین بار کی۔ پھر کہا: میں نے عام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا۔

۳-حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: اول هذه الامة ورودا على نبيها صلى الله عليه وسلم اولها اسلاما، على بن ابى طالب رضى الله عنه ۔ (المصنف لابی شیبۃ، رقم الحدیث:۳۵۹۵۴)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس امت میں سب سے قبل حوض کوثر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہوں گے۔

شجاعت و بہادری:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جہاں روحانی قوت و طاقت سے نوازا گیا تھا' وہاں جسمانی قوت و طاقت سے بھی نوازا گیا تھا، غزوۂ تبوک کے علاوہ آپ ہر غزوہ میں شامل ہوئے اور شجاعت و بہادری کا خوب مظاہرہ کیا، فتح خیبر کے موقع پر مسلمانوں کو اپنے مقصد میں کامیابی کے لیے دشواری پیش آ رہی تھی، بار بار حملہ آور ہونے کے باوجود کامیابی نہیں ہو رہی تھی، اس کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو اعلان فرمایا: کل علم ایسے شخص کے ہاتھ میں دیا جائے گا کہ اس کے ہاتھوں قلعہ خیبر فتح ہو جائے گا۔ چنانچہ صبح ہونے پر صحابہ جمع ہو گئے، آپ نے دریافت فرمایا: علی کہاں ہیں؟ جواب دیا گیا: وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں، فرمایا: انہیں لایا جائے، وہ حاضر خدمت ہوئے، ان کی آنکھوں میں اپنا تھوک مبارک لگایا، آنکھوں کا درد جاتا رہا، علم اسلام ان کے ہاتھ میں دیا گیا، مجاہدین نے ان کی قیادت میں خیبر پر حملہ کیا تو خیبر فتح ہو گیا اور آپ فاتح خیبر کے لقب سے ملقب ہوئے۔

خیبر کے تمام قلعوں میں قموص سب سے مضبوط قلعہ تھا، مجاہدین کئی ایام سے اسے فتح کرنے کی کوشش میں تھے مگر بار بار ناکام ہو رہے تھے۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس سے گزر رہے تھے کہ آپ کو صورتحال کا علم ہوا، قلعہ قموص کے دروازوں کے پاس کھڑے ہو کر انہیں ہلا دیا، ایک دروازے کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر بطور ڈھال اٹھالیا، مجاہدین کو حملہ آور ہونے کا حکم دیا اور مجاہدین کے حملہ سے قلعہ قموص مکمل طور پر فتح ہو گیا۔

محققین کے مطابق قلعہ قموص کے دروازے کا وزن آٹھ سو (۸۰۰) من تھا، ستر (۷۰) آدمی اسے بمشکل اٹھا سکتے تھے مگر بھاری بھرکم دروازہ آپ اکیلے نے اٹھالیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مطابق غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی پشت پر خیبر کا دروازہ اٹھالیا، مجاہدین اس پر چڑھ کر قلعہ میں داخل ہوئے، بیک وقت حملہ آور ہونے پر قلعہ فتح ہو گیا، پھر آپ نے دروازہ پھینک دیا۔ جب دروازے کو گھسیٹ کر دوسری جگہ کیا گیا تو بمشکل چالیس (۴۰) افراد اسے اٹھا سکے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ کر تادیر اپنے ہاتھوں پر رکھا، مجاہدین کے لیے اسے بطور ڈھال استعمال کیا گیا اور قلعہ فتح ہونے پر آپ نے دروازہ پھینک دیا۔ جنگ کے اختتام پر اسی (۸۰) افراد نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن اسے ہلانے میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۲۵۴)

اسد اللہ، حیدر کرار اور فاتح خیبر کے القاب:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو شجاعت و بہادری کی بے مثل صفت و کمال سے موصوف کیا گیا، جس میدان میں آپ اترے کامیابی نے قدم چومے، اپنوں اور بیگانوں سب نے آپ کی طاقت و شجاعت کو تسلیم کیا، بڑی طاقت کے مالک دشمن سامنے آئے ایک وار سے ان کا کام تمام کر دیا اور بڑے سے بڑا طاقتور دشمن سامنے آنے سے گھبراتا تھا۔ آپ کی شجاعت و بہادری اور بے مثل قوت و طاقت کے نتیجہ میں آپ کو اسد اللہ، حیدر کرار اور فاتح خیبر کے القاب سے ملقب کیا گیا تھا۔

ایک معرکہ کے دوران آپ نے ایک دشمن گرالیا، اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا، آپ نے فوراً اسے چھوڑ دیا۔ دریافت کیا گیا: آپ نے دشمن کو گرالیا تھا، اسے واصل جہنم کیوں نہیں کیا؟ فرمایا: میں نے بھی اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا اور اب میرا ذاتی مسئلہ بن چکا تھا جبکہ میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے قتل کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا میں نے اسے چھوڑ دیا۔

خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ:

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے، صحابہ نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ سے دارالحکومت کوفہ میں منتقل کرلیا۔ تاہم حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم بیعت کیے بغیر بصرہ روانہ ہو گئے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور افراد ثلاثہ (حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ) کے مابین مخالفت کا سلسلہ شروع ہو گیا، فریقین میں جنگ تک نوبت پہنچی۔ کوفہ اور بصرہ کے درمیان یہ جنگ ہوئی، اس جنگ "جنگ جمل" کہا جاتا ہے، طرفین سے تیرہ ہزار مسلمان کام آئے جبکہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ فاجعہ ۳۶ھ میں پیش آیا۔

جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس کوفہ پہنچ گئے۔ اب فتنہ خوارج کا ظہور ہوا، اس گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کر دیا، انہوں نے لَا حُکْمَ اِلَّا اللہُ کا نعرہ بلند کیا، آپ نے اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن قابو سے باہر ہو گیا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قیادت میں اس گروہ کی سرکوبی کی کوشش کی گئی، خوارج اپنے افکار پر جمے رہے، وہ کوفہ سے نہروان پہنچ گئے، وہاں جا کر انہوں نے ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نہروان پہنچے اور طاقت کا استعمال کرتے ہوئے سب کو ختم کر دیا۔ یہ واقعہ ۳۸ھ میں پیش آیا۔ آپ کے دور خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے درمیان بھی اختلاف ہوا، فریقین کے ساتھ کثیر لوگ تھے، روز بروز حالات کشیدہ ہوتے گئے، مقام صفین میں دونوں کے درمیان محاذ آرائی ہوئی، لڑائی کا سلسلہ کئی ایام تک جاری رہا، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی کوشش سے فریقین میں صلح ہو گئی۔ مزید یہ طے پایا کہ آئندہ سال مقام "ازرح" پر فریقین جمع ہوں گے اور تحریری معاہدہ عمل میں لایا جائے گا۔

اولادِ امجاد:

اللہ تعالیٰ نے خلیفہ رابع، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کثیر اولاد سے نوازا تھا، آپ کی اولاد میں سے چودہ (۱۴) صاحبزادے اور اٹھارہ (۱۸) صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے صاحبزادگان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام حسن، (۲) حضرت امام حسین، (۳) حضرت محسن، (۴) حضرت عباس اکبر، (۵) حضرت عثمان، (۶) حضرت امام جعفر، (۷) حضرت عبداللہ اکبر، (۸) حضرت ابوبکر، (۹) حضرت عبداللہ، (۱۰) حضرت محمد اصغر، (۱۱) حضرت یحییٰ، (۱۲) حضرت عون، (۱۳) حضرت عمر اکبر، (۱۴) حضرت محمد اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نوٹ: حضرت امام محسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ بعض آپ کی اولاد میں شامل کرتے ہیں اور بعض اولاد میں شامل نہیں کرتے۔

آپ کی صاحبزادیوں کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت اُمّ کلثوم کبریٰ، (۲) حضرت زینب کبریٰ، (۳) حضرت رضیہ، (۴) حضرت اُمّ الحسن، (۵) حضرت رملہ کبریٰ، (۶) حضرت اُمّ ہانی، (۷) حضرت میمونہ، (۸) حضرت زینب کبریٰ، (۹) حضرت اُمّ کلثوم صغریٰ، (۱۰) حضرت فاطمہ صغریٰ، (۱۱) حضرت خدیجہ، (۱۲) حضرت امامہ، (۱۳) حضرت اُمّ المکرّم، (۱۴) حضرت اُمّ سلمیٰ، (۱۵) حضرت اُمّ جعفر، (۱۶) حضرت دجمانہ، (۱۷) حضرت تقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

فائدہ نافعہ:

آپ کی نسل پاک اور سادات کا سلسلہ پانچ صاحبزادوں سے جاری ہوا:

(۱) حضرت امام حسن، (۲) حضرت امام حسین، (۳) حضرت محمد بن حنفیہ، (۴) حضرت عباس، (۵) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں قدر و منزلت:

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں قدر و منزلت مثالی تھی، اس بارے میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب، فی غزوۃ تبوک، فقال: یا رسول اللہ! أتخلفنی فی النساء والصبیان؟ فقال: اما ترضی ان تکون من بمنزلۃ ہارون من موسیٰ؟ الا ان لانبی بعدی. (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث ۴۱۵۴)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں بطور اپنا نائب تعینات کیا، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب بنا کر جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تمہارا اور میرا وہی تعلق ہے جو حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند الجملی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال علي: كنت اذا سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطاني، واذا سكت ابتدألي.

(السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۸۵۰۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز طلب کرتا تو آپ مجھے عنایت کرتے اور اگر میں خاموش رہتا تب بھی پہلے مجھے عطا کرتے تھے۔

۳- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم علياً يوم الطائف فانتجاه، فقال الناس: لقد طال نجواه مع ابن عمه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما انتجيته ولكن الله انتجاه.

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۷۵۶)

غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور ان سے سرگوشی کی، حتیٰ کہ لوگوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی سے طویل سرگوشی کی ہے، آپ نے فرمایا: میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔

۴- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي: يا علي! لايحل لاحد يجنب في هذا المسجد غيري وغيرك، قال علي بن المنذر: قلت لضرار بن صراد: مامعنى هذا الحديث؟ قال: لايحل لاحد يستطرقه جنبا غيري وغيرك. (المسند لابی یعلیٰ، رقم الحدیث:۱۰۴۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حالت جنابت میں اس مسجد میں رکے۔ حضرت امام علی بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ضرار بن صراد سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: اس کا مطلب ہے مسجد کو بطور راستہ استعمال کرنا۔

۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

آخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين اصحابه فجاء علي تدمع عيناه فقال: يا رسول الله! آخيت بين اصحابك ولم تواخ بيني و بين احد، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: انت اخي في الدنيا والآخرة. (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۵۱۱)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (مہاجرین وانصار) صحابہ کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان رشتہ مواخات قائم کر دیا ہے اور میں اس سے محروم ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

۶-حضرت حنش رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

رأيت عليا رضى الله عنه يضحى بكبشين فقلت له: ماهذا؟ فقال: اوصانى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اضحى عنه فانا اضحى عنه . (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۷۹۰)

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دو مینڈھوں کی قربانی کر رہے ہیں، میں نے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کروں، لہٰذا میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں۔

۷-حضرت عبداللہ بن نجی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال علی: كان لی من رسول الله صلى الله عليه وسلم مدخلان: مدخل بالليل ومدخل بالنهار، فكنت اذا دخلت بالليل تنحنح لی . (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۲۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شب وروز میں دوبار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، جب رات کے وقت آپ کی خدمت میں میری حاضری ہوتی تو آپ اجازت دیتے وقت کھانسی فرماتے تھے۔

۸-حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا غضب لم يجترئ احد منا ان يكلمه الا علی .

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۳۱۴)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حالت ناراضگی میں ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں سے کسی کو آپ سے گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

کراماتِ مولا علی رضی اللہ عنہ:

خلفاء ثلاثہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی صاحب کرامت تھے، آپ کی کثیر کرامات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-ختم قرآن: آپ کو تلاوت قرآن سے بہت شغف تھا، اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے وقت اپنا قدم مبارک ایک رکاب میں رکھتے ہی تلاوت قرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک تمام قرآن ختم کر لیتے تھے۔

۲-آفتاب کا تابع فرمان ہونا: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ہمراہ ایک سفر پر تھے، نماز عصر کا وقت ہونے پر آپ نے نماز پڑھ لی تھی، کچھ رفقاء نے ابھی نماز عصر ادا نہیں کی تھی کہ آپ نے نہر فرات عبور کرنے کا حکم دیا، اسی دوران آفتاب غروب ہو

گیا اور ساتھیوں نے نماز عصر ادا نہ کرنے پر اظہار افسوس کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی: اے الٰہ العٰلمین! آفتاب واپس پھیر دے، تاکہ ہمارے رفقاء نماز ادا کر سکیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی' آفتاب عصر کے وقت پر واپس آ گیا، ہمراہیوں نے نماز ادا کی پھر حسب معمول سورج غروب ہو گیا۔

۳- کٹا ہوا ہاتھ درست ہونا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدت مند ایک سیاہ فام غلام تھا، اس نے چوری کا ارتکاب کیا، اسے گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے دریافت فرمایا: کیا تو نے چوری کی ہے؟ غلام نے عرض کیا: ہاں میں نے چوری کی ہے۔ آپ نے شرعی ضابطہ کے مطابق حد سرقہ نافذ کرتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، غلام کٹے ہوئے ہاتھ سے عدالت سے واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن کراء رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہو جاتی ہے، حضرت ابن کراء رضی اللہ عنہ نے غلام سے دریافت کیا: تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟ اس نے جواب دیا: امیر المؤمنین، خلیفہ وقت، داماد رسول، زوج بتول حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کاٹا ہے۔ حضرت ابن براء رضی اللہ عنہ نے حیرانگی سے دریافت کیا: تم ہاتھ کاٹنے والے کی مدح و تعریف کیوں کر رہے ہو؟ غلام نے جواب دیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ تعریف کا حق رکھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے مجھے دنیا میں سزا دے کر آخرت کی سزا سے بچالیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن براء رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے از راہ شفقت غلام کو طلب کیا، اس کا کاٹا ہوا ہاتھ کلائی پر رکھ کر کپڑے سے باندھ دیا اور اس کے حق میں دعا کرنے میں مصروف ہو گئے، غیب سے آواز آئی: ارفع الثوب عن الید یعنی ہاتھ سے کپڑا اٹھا دو، چنانچہ کپڑا اٹھایا گیا تو ہاتھ بالکل درست ہو چکا تھا۔ (ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، زاد الابرار، ص:۸۴)

شہادت:

خلافت عثمانی کے آخری سالوں کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مخالفت، بغاوت اور خلفشار کا شکار رہا۔ آپ کی کوشش سے بظاہر خوارج ختم ہو گئے تھے لیکن زیر زمین خوارج نے بغاوت کا علم بلند کیے رکھا۔ خوارج کے تین مشہور ارکان عبدالرحمٰن بن ملجم المراوی، برک بن عبداللہ التمیمی اور عمرو بن بکیر التمیمی مکہ معظمہ میں جمع ہوئے۔ انہوں نے طویل مشاورت کے بعد یہ طے کیا کہ تین مشہور شخصیات حضرت علی المرتضیٰ، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا جائے تاکہ کوئی مسئلہ باقی نہ رہے۔ یہ بھی طے پایا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم المراوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، برک بن عبداللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور عمرو بن بکیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شہید کرے گا۔ نیز انہیں قتل کے گھاٹ اتارنے کے لیے ایک ہی رات میں حملہ کیا جائے گا، ممکنہ حملہ یکم رمضان یا گیارہ (۱۱) رمضان یا سترہ (۱۷) رمضان میں بیک وار کیا جائے گا۔ چنانچہ تینوں اشخاص اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے متعلقہ شخصیات کی طرف روانہ ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن ملجم المراوی کوفہ پہنچا، وہاں کے زیر زمین کام کرنے والے خوارج کو اپنے مقصد سے باخبر کیا، ان کی امداد و معاونت حاصل کرنے کی پیشکش کی اور وہ بھی اس اہم مقصد کے لیے اس کے ساتھ متفق ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے لیے لوگوں کو بیدار کرتے ہوئے مسجد کی طرف روانہ ہوتے، آپ سترہ (۱۷) رمضان میں مسجد کی طرف روانہ

ہوئے، راستہ میں آنے والے لوگوں کو بھی دعوت نماز دیتے گئے، اسی دوران عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی سے سامنا ہو گیا، اس نے موقع پا کر حسب پروگرام آپ پر تلوار سے حملہ کر دیا، یہ حملہ سترہ (۱۷) رمضان بروز جمعرات صبح کے وقت ہوا، تلوار کا یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ کنپٹی کٹ گئی اور وار دماغ تک پہنچ گیا۔ حملہ کرنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرتے وقت شور سن کر لوگ جمع ہو گئے اور یہ حملہ بروز جمعرات کیا گیا، جمعہ اور ہفتہ دو دن آپ بقید حیات رہے پھر اتوار کی شام کو جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے باہمی معاونت سے غسل دیا اور تجہیز و تکفین کی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کے وقت کوفہ میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی کو قتل کر کے اس کے جسم کے ٹکڑے کیے گئے پھر اعضاء جسمانی آگ میں جلا کر خاکستر بنا دیے گئے۔

آپ نے ۱۹ ررمضان المبارک ۴۰ھ میں بروز اتوار جام شہادت نوش کیا۔ شہادت کے وقت عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

آپ کا دور خلافت چار (۴) سال اور نو (۹) ماہ پر محیط تھا۔

مزارِ اقدس:

آپ کے مزار کے بارے میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) مزار کوفہ میں ہے لیکن اسے ظاہر نہیں کیا گیا تاکہ خارجی بے حرمتی نہ کریں۔

(۲) آپ کا جسم مبارک ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کیا گیا تھا۔

(۳) جسم مبارک کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل کیا گیا تھا۔

(۴) جسم مبارک کوفہ سے مدینہ منورہ لانے کے لیے اونٹ پر رکھا گیا اور رات کے وقت اونٹ جسم سمیت غائب ہو گیا جو دستیاب نہ ہو سکا۔

اقوال وتعلیمات:

خلیفہ چہارم، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکمت و موعظمت پر مشتمل کثیر اقوال میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

☆ لوگ غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں، جب مریں گے بیدار ہوں گے (ہوش میں آئیں گے)

☆ انسان کا عیب اس کی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

☆ صبر کا ایمان سے وہی تعلق ہے جو سر کا دھڑ کے ساتھ ہے اور جو صبر سے محروم رہا وہ ایمان سے محروم رہا۔

☆ کسی سوال کے عدم علم کا اعتراف بھی ایک علم ہے۔

☆ فقیہ کامل وہ ہے جو لوگوں کو رحمت باری تعالیٰ سے محروم نہ کرے، عذاب خداوندی سے بے خوف نہ کرے، اللہ کی نافرمانی پر جری نہ کرے اور لوگوں کو قرآن سے عدم توجہ کا شکار نہ کرے۔

☆ کہنے والے کو نہ دیکھو بلکہ جو کچھ کہا جار ہا ہو اسے دیکھو۔

☆ بہتر آدمی وہ ہے جو دوسروں کی نصیحت حاصل کرتا ہے۔

☆ جاہل کو نوازنا غلاظت پر باغ لگانے کے مترادف ہے۔

☆ جب تقدیر آتی ہے، تدبیر دھری رہ جاتی ہے۔

☆ دھوکے باز شخص بہت بڑا دشمن ہے۔

☆ کمالِ عقل کے سبب گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

☆ عقلمند دنیا کے بجائے آخرت سے محبت کرتا ہے۔

☆ صاحب علم دشمن، جاہل دوست سے بہتر ہے۔

☆ فضول رہنے سے حماقت جنم لیتی ہے۔

☆ بہترین بات وہ ہے جو بادلیل اور مختصر ہو۔

☆ رشتہ دار کو محتاجی میں اور دوستی کو تنہائی میں آزماؤ۔

☆ لوگوں کو تجربہ کی بنیاد پر آزمانا چاہیے۔

☆ علم کے بغیر عبادت میں، تدبر کے بغیر تلاوت قرآن میں اور فہم کے بغیر علم میں بھلائی نہیں ہے۔

☆ نیکی اور بھلائی کے سبب دشمن کو بھی غلام بنایا جا سکتا ہے۔

عہد مرتضوی رضی اللہ عنہ میں وصال فرمانے والے مشہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں کثیر تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وصال فرمایا، ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت حذیفہ بن الیمان، (۲) حضرت زبیر بن عوام، (۳) حضرت طلحہ، (۴) حضرت زید بن صوحان، (۵) حضرت سلمان فارسی، (۶) حضرت ہند ابن ابی ہالہ، (۷) حضرت اویس قرنی، (۸) حضرت خباب بن الارث، (۹) حضرت عمار بن یاسر، (۱۰) حضرت سہل بن حنیف، (۱۱) حضرت تمیم داری، (۱۲) حضرت خوات بن جبیر، (۱۳) حضرت شرجیل بن السمط، (۱۴) حضرت میسرہ بدری، (۱۵) حضرت صفوان بن عسال، (۱۶) حضرت عمرو بن عنبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہم مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونا:

حدیث باب سے نگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت اور ہم مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی خلیفہ چہارم کی عظمت وفضیلت ہے۔

سوال: استبراء رحم کے بغیر کنیز سے جماع کرنا حرام ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استبراء رحم کے بغیر لونڈی سے جماع

کیوں کیا تھا؟

جواب: (۱) وہ کنیز کنواری تھی جس کے لیے عموماً استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۲) قید کرنے کے بعد کنیز کو حیض آ گیا ہو اور اس طرح استبراء رحم ہو گیا تو جماع کرنے میں قباحت نہیں تھی۔

(۳) بعض صحابہ کی ایک رائے یہ تھی کہ کنیز کے لیے استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہوتی اور ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے پر دو اعتراض اور ان کے جوابات:

پہلا اعتراض: حدیث باب کے آخر میں فرمایا گیا ہے: **علی منی و انا منه** یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوں، یہ فقرہ کمال درجہ کے اتحاد و یگانگت پر دلالت کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زمانہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں امیر المؤمنین تھے اور وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کو امیر المؤمنین ہونا چاہیے، کیونکہ زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ محض آپ کے لیے استعمال کیے گئے ہیں؟

جواب: (۱) اس فقرے کا مفہوم محض یگانگت اور اتحاد نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے: ہم مزاج اور ہم مشرب ہونا۔ کسی معاملہ میں جب دو آدمیوں کا مزاج متفق ہو مثلاً فارسی محاورہ ہے: من تو شدم تو من شدی، اردو محاورہ ہے: شیر و شکر ہونا۔

(۲) یہ فقرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ متعدد صحابہ کرام کے لیے استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:

(i) صحیح مسلم کی روایت کے مطابق ایک جنگ کے موقع پر حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ نے سات کفار کو واصل جہنم کر کے جام شہادت نوش کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قتلوه هٰذا منی و انا منه** یعنی کفار نے (حضرت) جلیبیب (رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا ہے! یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

(ii) صحیح مسلم کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اشعر کے لوگوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ان لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی غزوہ میں ان کا توشہ ختم ہونے لگتا ہے یا وطن میں ان کے بچوں کا کھانا کم رہ جاتا ہے، تو وہ ایک کپڑے میں پاس موجود توشہ جمع کرتے ہیں پھر آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں: **فهم منی و انا منهم**، پس وہ لوگ میرے مزاج کے قریب ہیں اور میں ان کے مزاج کے قریب ہوں۔

(iii) جو شخص امراء سوء کے ہاں نہیں جاتا یا جاتا ہے، تو ان کی غلط پالیسیوں کی تائید نہیں کرتا، اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **هو منی و انا منه** یعنی وہ میرے مزاج کے قریب ہے اور میں اس کے مزاج کے قریب ہوں۔

(iv) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: **العباس منی و انا منه** یعنی (حضرت) عباس (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں۔

دوسرا اعتراض: حدیث باب کا آخری فقرہ ہے: **هو ولی کل مؤمن من بعدی** یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے بعد

مومن کے ولی ہوں گے۔ اس فقرہ میں لفظ ''ولی'' بمعنی والی کے ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مسلمان کے والی (حاکم) ہیں اور آپ خلیفہ بلافصل ہیں؟

جواب: ولی اور والی دو الگ الگ الفاظ ہیں، دونوں مترادف نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کا معنیٰ الگ ہے۔ ولی کا معنیٰ ہے: دوست، والی کا معنیٰ ہے: حاکم اور دونوں ایک دوسرے کی جگہ استعمال نہیں ہوتے۔ چنانچہ نماز جنازہ کے احکام و مسائل کے ضمن میں فقہ کی کتب میں یہ عبارت موجود ہے: اذا اجتمع الولی والوالی قدم الوالی یعنی جب میت کا ولی اور والی (حاکم) دونوں نماز جنازہ کے وقت موجود ہوں تو نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار والی (حاکم) ہے۔ اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ولی اور والی دونوں مترادف الفاظ نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کا معنیٰ الگ ہے۔

لفظ ''ولی'' اور ''والی'' دونوں کا مادہ ''ولایت'' ہے، پھر ولی الگ لفظ ہے اور والی الگ لفظ ہے اور دونوں کے معانی بھی الگ الگ ہیں۔ لفظ ''ولی'' کا معنیٰ ہے: دوست، اس کی ضد ''عداوت'' ہے۔ حدیث باب میں یہ لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی ہونی چاہیے، کیونکہ آپ دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ سے عداوت نہیں ہونی چاہیے ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۲۵۳ تا ۲۷۶، فضائل الصحابۃ للبکری از صفحہ ۱۰۹ تا ۱۶۳)

3646 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ سَرِيْحَةَ اَوْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ شَكَّ شُعْبَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مَيْمُوْنٍ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ سَرِيْحَةَ هُوَ حُذَيْفَةُ بْنُ اَسِيْدٍ الْغِفَارِيُّ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ یا شاید حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ یہ شعبہ نامی راوی کو شک ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں: میں جس کا مولیٰ ہوں، علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو ابوعبداللہ میمون کے حوالے سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ کا نام حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

3646 - تفرد به الترمذی انظر (التحفة) (۳/ ۲۱)، حدیث (۳۲۹۹)، من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه الحاکم، فی المستدرك (۳/ ۱۱۰)، و قال: حدیث صحیح علی شرط الشیخین، و قال الذهبی: لم یخرجا لمحمد و قد و ها ه السعدی.

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہر مسلمان کو محبت ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص تعلق وعلاقہ تھا، جس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر خصوصی شفقت ومہربانی فرماتے اور ان سے محبت کرنے کا حکم دیتے تھے۔ حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شفقت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** یعنی جس کا میں دوست ہوں تو علی بھی اس کے دوست ہیں۔

اہل لغت نے لفظ ''مولیٰ'' کے اکیس (۲۱) معانی لکھے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) مالک، (۲) عبد، (۳) عتیق، (۴) معتق، (۵) ابن، (۶) صاحب، (۷) حلیف، (۸) قریب، (۹) ابن العم، (۱۰) جار، (۱۱) صہر، (۱۲) انعم، (۱۳) تابع، (۱۴) محبّ، (۱۵) منعم، (۱۶) تنزیل، (۱۷) شریک، (۱۸) ولی، (۱۹) ابن اخت، (۲۰) رب، (۲۱) ناصر۔

یہ حدیث مختلف الفاظ سے روایت کی گئی ہے۔ ایک روایت میں اس حدیث کے بعد یہ الفاظ ہیں: **اللھم وال من والاہ، وعاد من عاداہ** اے اللہ! تو اس کے محبّ سے محبت کر اور اس کے دشمن سے دشمنی رکھ۔ مزید اس کے بعد ایک حدیث میں یہ الفاظ منقول ہیں: **وانصر من نصرہ و اخذل من خذلہ**۔ اس سے مدد کرنے والے سے مدد کر اور انہیں خوار کرنے والے کو ذلیل کر۔

اس حدیث کے شان ورود دو ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت بریدہ بن حصیب اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا، اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور دوسرے حصے پر امیر حضرت خالد بن ولید کو متعین کیا، اعلان کیا: جنگ ہونے کی صورت میں دونوں لشکر متحد ہوں گے اور امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے، اسلامی لشکر کی دشمن سے جنگ ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر بنے، مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی، مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں آیا، مالِ غنیمت میں سے ایک کنیز تھی، جو خمس کی مد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاصل کی، آپ نے اس سے جماع کیا۔ حضرت بریدہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے آپ کے اس فعل کو قابل اعتراض قرار دیا، کیونکہ آپ نے استبراء رحم کے بغیر مجامعت کی تھی، دونوں نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ نے ان کے جواب میں مذکورہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے یعنی جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے، یہ شکایت نفرت وعداوت کو ظاہر کرتی ہے، ہر مسلمان کو علی سے محبت کرنی چاہیے، علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے' جو اللہ ورسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ ورسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

(۲) ۹ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن روانہ کیا، ۱۰ھ میں حج کے موقع پر

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے ساتھ یمن کی طرف سے حج میں شمولیت کے لیے مکہ معظمہ آئے، مکہ کے قریب پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی صحابی کو امیر لشکر بنا کر تیزی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، موجودہ امیر نے ارکان لشکر کو کپڑوں کا ایک ایک جوڑا دیا، تاکہ وہ اسے زیب تن کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائے، امیر لشکر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس کے اس عمل کو نامناسب قرار دیا اور سب لوگوں سے کپڑے واپس جمع کر لیے۔ ارکان لشکر نے آپ کے اس اقدام کو نفرت کی نظر سے دیکھا، ادائیگی حج کے بعد جب لشکر غدیر خم کے پاس پہنچا، جہاں سے یمن کو جانے کے لیے راستہ الگ ہوتا ہے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں اہل یمن کو مطمئن کرنے کی کوشش فرمائی، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اعلان کیا: جس کا میں دوست ہوں، علی اس کا دوست ہے۔ جسے مجھ سے محبت ہے، اس کو چاہیے کہ وہ علی سے بھی محبت کرے، معمولی باتوں سے ان کو ناراض نہ کیا جائے اور ان کی شکایت نہ کی جائے۔ آپ نے مزید فرمایا: اے اللہ! اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرتا ہے، اس سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھتا ہے۔

حدیث باب کی مطابقت سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: لقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في علي ثلاث خصال، لان يكون لي واحدة منهن احب الي من حمر النعم، سمعته يقول: انه بمنزلة هارون من موسى، الا انه لانبي بعدي، وسمعته يقول: لاعطين الرأية غدا رجلاً يحب الله ورسوله، ويحبه الله ورسوله و سمعته يقول: من كنت مولاه، فعلي مولاه ۔ (خصائص للنسائی، رقم الحدیث ۸۰)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین خصلتیں ایسی سنی ہیں کہ اگر میں ان میں سے ایک کو بھی اپناؤں تو وہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہو۔ آپ نے فرمایا: علی میرے ہاں وہی مقام رکھتا ہے، جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں ایسے شخص کو علم عنایت کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ میں نے آپ سے یہ بھی سنا: جس کا میں دوست ہوں علی اس کا دوست ہے۔

۲-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من كنت مولاه فعلي مولاه، وسمعته يقول: انت مني بمنزلة هارون من موسى، الا انه لانبي بعدي، وسمعته يقول: لاعطين الرأية اليوم رجلاً يحب الله ورسوله ۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۲۱)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا: جس کا میں دوست ہوں پس علی بھی اس کا دوست ہے۔

میں نے آپ سے یہ بھی سنا: اے علی! تم میرے ہاں وہی مقام رکھتے ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں رکھتے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ میں نے یہ فرماتے ہوئے بھی آپ سے سنا: آج میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول کو پسند کرتا ہے۔

۳-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: اقبلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حجته التى حج، فنزل فى بعض الطريق، فامر الصلوة جامعة، فاخذ بيد على رضى الله عنه، فقال: الست اولى بالمؤمنين من انفسهم؟ قالوا: بلى، قال: الست اولى لكل مؤمن من نفسه؟ قالوا: بلى، قال: فهذا ولى من انا مولاه، اللهم، وال من والاه، اللهم! عاد من عاداه. (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۱۱۶)

انہوں نے کہا: ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں حج ادا کیا، آپ راستہ میں ایک جگہ ٹھہرے اور نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کی جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں ہر مومن کی جان سے زیادہ اس کے قریب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، پس علی ہر اس شخص کا دوست ہے جس کا میں دوست ہوں، اے اللہ! جو شخص اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

۴-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبى صلى الله عليه وسلم قال يوم غدير خم: من كنت مولاه فعلى مولاه.

(مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث:۱۲۰۶)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن فرمایا: جس کا میں دوست ہوں پس علی بھی اس کا دوست ہے۔

۵-حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: سمعت سعيد بن وهب، قال: نشد على رضى الله عنه الناس فقام خمسة اوستة من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فشهدوا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من كنت مولاه فعلى مولاه. (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:۴۶۵۲)

انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن وہب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم لی جس سلسلہ میں پانچ یا چھ صحابہ کرام نے گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں دوست ہوں پس علی بھی اس کا دوست ہے۔

۶-حضرت عمرو ذی مر اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم غدير خم. فقال: من كنت مولاه فعلى مولاه، اللهم

وال من والاہ وعاد من عاداہ، وانصر من نصرہ واعن من اعانہ ۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث:۵۰۵۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن خطبہ ارشاد فرمایا، تو آپ نے فرمایا: جس کا میں دوست ہوں پس علی بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! اسے دوست رکھ جو علی سے دوستی رکھتا ہے، جو اس سے عداوت رکھتا ہے اس سے عداوت رکھ، تو اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرتا ہے، تو اس کی نصرت کر جو اس کی نصرت کرتا ہے۔

۷۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اوصی من آمن بی وصدقنی بولایة علی بن ابی طالب: من تولاہ فقد تولانی ومن تولانی فقد تولی اللہ، ومن احبہ فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ، ومن ابغضہ فقد ابغضنی، ومن ابغضنی فقد ابغض اللہ ۔ (مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث:۱۷۵۱)

انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور اس نے میری تصدیق کی تو میں اسے ولایت علی کی وصیت کرتا ہوں، جس نے اس سے دوستی کی اس نے مجھ سے دوستی کی، جس نے مجھ سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی، جس نے اس سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے مجھ سے محبت کی تو اس نے اللہ سے محبت کی، جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔

3647 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَتَّابٍ سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا الْمُخْتَارُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ وَحَمَلَنِيْ اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِّنْ مَالِهٖ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَا لَهٗ صَدِيْقٌ رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ تَسْتَحْيِيْهِ الْمَلَائِكَةُ رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَالْمُخْتَارُ بْنُ نَافِعٍ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ كَثِيْرُ الْغَرَائِبِ وَاَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ اسْمُهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ بْنِ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ كُوْفِيٌّ وَّهُوَ ثِقَةٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم کرے۔ اس نے اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کی۔ مجھے ساتھ لے کر دار الہجرت تک آئے اور اس نے اپنے مال میں سے بلال کو آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے وہ حق کہتا ہے۔ اگرچہ وہ تلخ ہو اور سچ کہنے کی وجہ سے اب اس کا کوئی دوست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے جس سے فرشتے

3647 ۔ تفردبہ الترمذی ینظر (التحفة) (۳۷۷/۷)، حدیث (۱۰۱۰۷)، من اصحاب الکتب الستة، و اخرجہ الحاکم فی المستدرک (۷۲/۳)، و قال: صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاہ۔

حیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علی پر رحم کرے۔ اے اللہ! وہ جہاں بھی جائے حق کو اس کے ساتھ رکھنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے اور ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

مختار بن نافع نامی راوی بصرہ کے رہنے والے بزرگ ہیں اور بکثرت ''غریب'' روایات نقل کرتے ہیں۔

ابوحیان تیمی نامی راوی کا نام یحییٰ بن سعید بن حیان تیمی ہے۔ یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور ''ثقہ'' ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حق کا لازم وملزوم ہونا:

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بہت پیار ہے، آپ نے کسی موقع پر اسے فراموش نہیں کیا، ہر وقت امت کی بخشش کا مسئلہ دامن گیر رہتا، بوقت پیدائش و وصال اور شب معراج لامکاں پر مغفرت امت کے لیے دعائیں فرمائیں۔ امت محمدی کے ممتاز ترین افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جنہوں نے براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی وروحانی تربیت حاصل کی، ان کی کوششوں سے اسلام کو ترقی حاصل ہوئی، قرآن وسنت کی تدوین ہوئی اور دین اسلام ہم تک پہنچا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے خلفاء راشدین کو امتیازی مقام حاصل ہوا، ان کو جو قرب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درجہ ملا اس کی مثال نہیں ملتی اور ان کی خدمات کے اعتراف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں خصوصی دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ حدیث باب بھی خلفاء راشدین کے حق میں کی گئی دعاؤں کا خوبصورت گلدستہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمات کے اعتراف میں یوں دعا کی: اے اللہ! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر مہربانی کر کہ انہوں نے اپنا مال واولاد اور جان ووطن سب کچھ مجھ پر نثار کر دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا کی: اے اللہ! عمر پر مہربانی کر! ان کی وجہ سے اسلام کو ترقی حاصل ہوئی اور انہوں نے ہمیشہ ڈنکے کی چوٹ پر حق بات کہی ہے خواہ بعض لوگوں کو کڑوی لگی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں دعا کی: اے اللہ! عثمان پر مہربانی کر! وہ حیاء کا پیکر ہیں اور ان سے آسمان کے فرشتے حیاء کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی: اے اللہ! علی پر مہربانی کر کہ انہوں نے حق گوئی وحقانیت پسندی کو اپنا شعار بنایا، اب بھی جس طرف علی ہو اس طرف حق کو پھیر دے۔

فائدہ نافعہ:

خلفاء اربعہ کی ترتیب فضیلت وخلافت اس روایت سے عیاں ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ تاہم اس اعتقاد کے علاوہ ان کے امتیازی کمالات اپنی جگہ پر مسلمہ ہیں۔

3648 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ شَرِيكٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ

3648- اخرجه ابوداؤد (۳/۵۰) كتاب الجهاد: باب: من عبيد المشركين يلحقون بالمسلمين، حديث (۲۷۰۰)، و احمد (۱/۱۵۵).

متن حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِالرَّحَبَةِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحُدَيْبِيَةِ خَرَجَ إِلَيْنَا نَاسٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فِيهِمْ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَأُنَاسٌ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ خَرَجَ إِلَيْكَ نَاسٌ مِنْ أَبْنَائِنَا وَإِخْوَانِنَا وَأَرِقَّائِنَا وَلَيْسَ لَهُمْ فِقْهٌ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا خَرَجُوا فِرَارًا مِنْ أَمْوَالِنَا وَضِيَاعِنَا فَارْدُدْهُمْ إِلَيْنَا قَالَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِقْهٌ فِي الدِّينِ سَنُفَقِّهُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ لَتَنْتَهُنَّ أَوْ لَيَبْعَثَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ بِالسَّيْفِ عَلَى الدِّينِ قَدِ امْتَحَنَ اللَّهُ قَلْبَهُ عَلَى الْإِيمَانِ قَالُوا مَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ مَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَقَالَ عُمَرُ مَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هُوَ خَاصِفُ النَّعْلِ وَكَانَ أَعْطَى عَلِيًّا نَعْلَهُ يَخْصِفُهَا ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا عَلِيٌّ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ رِبْعِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ

قَالَ: وَسَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ لَمْ يَكْذِبْ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ فِي الْإِسْلَامِ كَذْبَةً

قولِ امام بخاری: وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُولُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ أَثْبَتُ أَهْلِ الْكُوفَةِ

ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں: حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ رحبیہ (کے میدان) میں ارشاد فرمایا: حدیبیہ کے دن مشرکین کے کچھ افراد نکل کر ہمارے پاس آ گئے جن میں سہیل بن عمرو اور قریش کے بڑے بڑے کچھ افراد شامل تھے۔ ان قریش نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیٹوں اور بھائیوں میں سے کچھ لوگ نکل کر آپ کے پاس آ گئے ہیں اور ہمارے غلاموں میں سے بھی کچھ لوگ ہیں۔ انہوں نے دین کی سمجھ بوجھ حاصل نہیں کی۔ وہ صرف ہماری زمینوں اور ہماری جائیدادوں سے نکل کر آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہمیں واپس کر دیں' اگر انہیں دین کی سمجھ بوجھ نہیں ہے' تو ہم انہیں سمجھا لیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قریش یا تو تم ان حرکتوں سے باز آ جاؤ یا اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اس شخص کو بھیجے گا' جو دین کی وجہ سے تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں کا ایمان کے حوالے سے' امتحان لے لیا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا: وہ شخص کون ہے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی دریافت کیا: وہ شخص کون ہے؟ یارسول اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جوتوں کی مرمت کرنے والا شخص ہے۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے جوتے دیے تھے' تاکہ وہ مرمت کر دیں۔

ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف توجہ دی اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے' اسے جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے ربعی کے حوالے

سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہونے کو جانتے ہیں۔

جارود ؒ وکیع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ربعی بن حراش نے اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن ابواسود کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ منصور بن معتمر کوفہ سب سے مستند محدث ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مومن کامل ہونا:

مشرکین مکہ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخالفت اسلام کی وجہ سے جو مظالم ومصائب ڈھائے گئے' تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی لیکن رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء یہ سب کچھ برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت ملنے پر وطن کی قربانی دے کر مدینہ طیبہ کی طرف عازمین ہجرت ہو گئے۔ مدینہ طیبہ جانے کے باوجود دشمنان اسلام اور کفار مکہ نے مسلمانوں کو سکون کا سانس نہیں لینے دیا بلکہ مخالفت دین کا سلسلہ جاری رکھا جس کے نتیجہ میں غزوات کا سلسلہ شروع ہوا۔ غزوہ بدر، غزوہ احزاب اور غزوہ خندق وغیرہ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ تاہم فتح مکہ کے بعد اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور مشرکین مکہ کے مغلوب ہونے کی وجہ سے غزوات کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

حدیث باب میں مشرکین مکہ اور قریش مکہ کی طرف سے ایک شرارت کا تذکرہ ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ کچھ مساکین وغرباء مسلمان ان کے حوالے کر دیے جائیں اور وہ حسب سابق ان پر ظلم وستم کریں لیکن نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مذموم مقاصد کو بھانپ لیا' اور ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا، کیونکہ آپ مسلمانوں پر مظالم نہیں چاہتے تھے اور امن وسلامتی کی علامت بن کر مبعوث ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روساء مکہ کو جو جواب دیا گیا تھا، اس میں ان کے مغلوب ہونے کا آئینہ دکھایا گیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امارت وخلافت کا تذکرہ تھا۔ اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور مثال بیان کیا گیا ہے ورنہ مراد خلفاء راشدین وغیرہ سب لوگ ہیں۔ تاہم خلیفہ چہارم، امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ ایک کامل مومن کے طور پر کر کے ان کی فضیلت واضح کی گئی ہے۔

3649 سند حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ اِسْرَآئِيلَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِىِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنْتَ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْكَ وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا: تم

مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (اس حدیث میں پورا واقعہ منقول ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

من توشدم وتومن شدی:

خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین کثیر رشتے ہیں مثلاً چچازاد بھائی، داماد، مواخات کے بھائی، اہل بیت کا فرد، نبی اور پہلا امتی وغیرہ۔ یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گہرے رشتہ کی مظہر ہے۔ علاوہ ازیں اس سے مرتضوی قدر و منزلت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس گہرے تعلق و علاقہ کے حوالے سے کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: **فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ** (آل عمران: ۶۱) (پس آپ فرمادیں کہ آؤ ہم اپنی اولاد کو اور تم اپنی اولاد کو بلالاؤ) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلالائے۔ پھر آپ نے فرمایا: **اللھم ھؤلاء اھلی** (امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۴۰۴) اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

۲- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ وعلیہ مرط مرحل، من شعر اسود، فجاء الحسن بن علی رضی اللہ عنہما فأدخلہ، ثم جاء الحسین رضی اللہ عنہ فدخل معہ، ثم جاء ت فاطمۃ رضی اللہ عنہا فاادخلھا، ثم جاء علی رضی اللہ عنہ فأدخلہ، ثم قال: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۴۲۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح کو (اپنے گھر سے) اس حالت میں برآمد ہوئے کہ ایک چادر اوڑھ رکھی تھی جس پر سیاہ کجاوے کے نشانات موجود تھے۔ حضرت امام حسن آئے تو آپ نے انہیں چادر میں چھپالیا، پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں چھپالیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں چھپالیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی چھپالیا پھر آپ نے کہا: اے اہل بیت! بیشک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

۳- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ، قال: نزلت فی خمسۃ: فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی و فاطمۃ والحسن والحسین. (المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۳۴۵۶)

اے اہل بیت! بیشک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کردے۔ یہ آیت پانچ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی
(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، (۲) حضرت علی، (۳) فاطمہ، (۴) حضرت امام حسن، (۵) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

لما نزلت هذه الآية: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ، قالوا: يا رسول الله! من قربتك هؤلاء الذين وجبت علينا؟ قال: علي و فاطمة و ابناهما ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۲۶۴۱)

جب یہ آیت نازل ہوئی: "(اے محبوب!) آپ فرمادیں کہ میں تم سے اس کا معاوضہ نہیں لیتا سوائے اپنے رشتہ داروں سے محبت کرنے کے۔" لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ کے رشتہ دار کون لوگ ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے؟ آپ نے جواب دیا: وہ یہ ہیں:
(۱) علی، (۲) فاطمہ، (۳) حسن، (۴) حسین۔

۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمر بباب فاطمة ستة اشهر اذا خرج الى صلوٰة الفجر، يقول: الصلوٰة يا اهل البيت: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۷۴۸)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھ ماہ تک فجر کی نماز کے لیے جاتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے ہوئے یوں فرمایا کرتے تھے: اے اہل بیت! نماز ادا کرو، بیشک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے نجاست کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک وصاف کردے۔

۶- حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاينعقد قدما عبد حتى يسأل عن اربعة عن جسده فيما ابلاه، وعمره فيما افناه، وماله من اين اكتسبه وفيما انفقه، وعن حب اهل البيت فقيل: يا رسول الله، فما علامة حبكم؟ فضرب بيده على منكب علي ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۲۱۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے دونوں قدم اس وقت اگلے جہاں کی طرف نہیں بڑھتے جب تک اس سے چار امور کے بارے میں سوال نہ کیا جائے:
(۱) جسم کے بارے میں کہ اس نے کن اعمال میں بوسیدہ کیا؟
(۲) عمر کے بارے میں کہ اس نے کس حال میں بسر کی؟
(۳) مال کے بارے میں کہ اس نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

(۴) اہل بیت سے محبت کرنے کے بارے میں؟ صحابہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! اہل بیت سے محبت کی علامت کیا ہے؟ تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شانے پر ہاتھ مارا۔

3650 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِىْ هَارُوْنَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّا كُنَّا لَنَعْرِفُ الْمُنَافِقِيْنَ نَحْنُ مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ بِبُغْضِهِمْ عَلِيَّ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ هَارُوْنَ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِىْ اَبِىْ هَارُوْنَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم انصار سے تعلق رکھنے والے لوگ منافقین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے بغض کی وجہ سے جانتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شعبہ نامی راوی نے ابوہارون عبدی نامی راوی کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے۔

یہی روایت اعمش نامی راوی کے حوالے سے ابوصالح کے حوالے سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

3651 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبِىْ نَصْرٍ عَنِ الْمُسَاوِرِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ اُمِّهِ

قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَسَمِعْتُهَا تَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَّلَا يَبْغَضُهُ مُؤْمِنٌ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ اَبُوْ نَصْرٍ الْوَرَّاقُ وَرَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ

◆◆ مساور حمیری اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے انہیں یہ بیان کرتے ہوئے سنا' نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: کوئی منافق علی سے محبت نہیں رکھے گا' اور کوئی مؤمن ان سے بغض نہیں رکھے گا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور یہ سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3650 - تفرد به الترمذی انظر التحفة (۳/ ۳۲۴)، حدیث (۴۲۶۴) من اصحاب الکتب الستة، و ذکره الهیثمی فی مجمع الزوائد (۱۳۵/۳)، من طریق جابر بن عبد الله و عزاه للطبرانی فی الاوسط و للبزار بنحوه، باسانید کلها ضعیفة.

عبداللہ بن عبدالرحمن نامی راوی ابونصر وراق ہے۔ سفیان ثوری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا ایمان کی علامت اور بغض رکھنا نفاق کی علامت ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا علامت ایمان ہے اور ان سے بغض وعداوت رکھنا علامت نفاق ہے یعنی مومن ان سے محبت رکھتا ہے اور منافق عداوت وبغض رکھتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی محبت رکھنا، علامت ایمان ہے اور آپ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اہل بیت اطہار اور صحابہ سے بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عقیدت ومحبت رکھی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے، ان سے محبت رکھنے کا حکم دیا اور ان سے محبت رکھنے کو اپنی محبت قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں کثیر روایات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال علی: والذی فلق الحبة وبرأ النسمة، انه لعهد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم الی: ان لایحبنی الا مؤمن ولا یبغضنی الا منافق. (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۷۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے سے اناج پیدا کیا اور جس نے جانداروں کی تخلیق فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے پکا عہد ہے: صرف مومن مجھ سے محبت کرے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

۲-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: انا کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار ببغضهم علی بن ابی طالب. (حلیۃ الاولیاء، ج ۶، ص ۲۹۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم انصار لوگ، منافقوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض وعناد رکھنے کے سبب پہچان لیتے تھے۔

۳-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

لقد عهد الی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم انه لایحبك الا مومن ولا یبغضك الا منافق، قال عدی بن ثابت: انا من القرن الذین دعالهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

(جامع ترمذی، رقم الحدیث ۳۷۳۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد وپیمان لیا تم سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا۔ حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرا تعلق ایسے لوگوں کے ساتھ ہے جن کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔

۴-حضرت عبداللہ بن جدلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال. دخلت على أمّ سلمة رضي الله عنها، فقالت لي: ايسب رسول الله صلى الله عليه وسلم فيكم؟ قلت: معاذ الله! او سبحان الله او كلمة نحوها قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من سب علياً فقد سبني . (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۳۷۱۷)

حضرت عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے بتایا: کیا تم لوگوں کی موجودگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی جاتی ہے؟ میں نے جواب دیا: اللہ کی پناہ یا اللہ کی ذات پاک ہے یا اس کا دوسرا کلمہ کہا۔ انہوں نے مجھے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: جس شخص نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

۵-حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لعلي: محبك محبي، ومبغضك مبغضي .

(مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث: ۸۳۰۴)

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جو شخص تم سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو تم سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

۶-حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال نظر النبي صلى الله عليه وسلم الي فقال: يا علي! انت سيد في الدنيا سيد في الآخرة، حبيبك حبيبي، وحبيبي حبيب الله، وعدوك عدوي، وعدوي عدو الله، والويل لمن ابغضك بعدي . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۶۵۷)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے علی! تم دنیا اور آخرت میں میرے سردار ہو، تم سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور مجھ سے محبت کرنے والا اللہ سے محبت کرنے والا ہے۔ تم سے دشمنی رکھنے والا مجھ سے دشمنی رکھنے والا ہے اور مجھ سے دشمنی رکھنے والا اللہ سے دشمنی رکھنے والا ہے۔

۷-حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لعلي: طوبى لمن احبك وصدق فيك، وويل لمن ابغضك وكذب فيك . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۶۵۷)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں فرماتے ہوئے سنا: (اے علی!) اس شخص کے لیے مبارک ہو جس نے تجھ سے محبت کی اور تیری تصدیق کی، اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جس نے تجھ سے بغض رکھا اور تیری تکذیب کی۔

۸- حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: جاء رجل من اهل الشام فسب عليا عند ابن عباس فحصبه ابن عباس فقال: يا عدو الله! آذيت رسول الله صلى الله عليه وسلم: إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ٥ لو كان رسول الله صلى الله عليه وسلم حياً لاذيته .

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۳۶۱۸)

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہل شام میں سے ایک شخص آیا، اس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی، تو انہوں نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہے، کیونکہ ارشاد ربانی ہے: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہوتے تو یہ بات یقیناً آپ کے لیے اذیت کا سبب ہوتی۔

3652 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ ابْنُ بِنْتِ السُّدِّيِّ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي رَبِيعَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِحُبِّ أَرْبَعَةٍ وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِّهِمْ لَنَا قَالَ عَلِيٌّ مِنْهُمْ يَقُولُ ذَلِكَ ثَلَاثًا وَأَبُو ذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَسَلْمَانُ أَمَرَنِي بِحُبِّهِمْ وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں کے ساتھ محبت کرنے کی ہدایت کی ہے اور اس نے مجھے یہ بتایا ہے: وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ان کے نام ہمیں بتایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: علی ان میں سے ایک ہے۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی (اور پھر یہ نام لئے) ابوذر، مقداد اور سلمان اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت کرنے کی ہدایت کی ہے اور اس نے مجھے بتایا ہے: وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف شریک سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت واجب ہونا:

جس طرح قرآن کو دیکھنا عبادت ہے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے اور جس طرح قرآن سے محبت

3652 - اخرجه ابن ماجه (۵۳/۱): المقدمة، باب: فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (۱۴۹) و احمد (۳۵۱/۵، ۳۵۶).

واجب ہے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار اہل بیت میں ہوتا ہے، لہٰذا اہل بیت کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا ضروری ہے۔ محبت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: كان على قد تخلف عن النبى صلى الله عليه وسلم فى خيبر، وكان به رمد، فقال: انا اتخلف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فخرج على فلحق بالنبى صلى الله عليه وسلم فلما كان مساء الليلة التى فتحها الله فى صباحها، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاعطين الراية او ليأخذن الراية غداً رجل يحبه الله ورسوله، اوقال: يحب الله ورسوله، يفتح الله عليه، فاذا نحن بعلى، وما نرجوه، فقالوا: هذا على، فأعطاه رسول الله صلى الله عليه وسلم ففتح الله عليه.

(الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۴۹۹)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے موقع پر آشوب چشم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مجاہدین میں شامل نہ ہو سکے، انہوں نے خیال کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیوں سے پیچھے رہ گیا ہوں، آپ نہایت جذبہ سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے، جب ایسی شب آئی جس کی صبح کو فتح ونصرت حاصل ہونا تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کل جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جسے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رکھتے ہیں یا فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے، اللہ اس کے ہاتھوں خیبر فتح کرے گا۔ پھر اچانک ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے موجود پایا حالانکہ ان کے آنے کی امید نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا انہیں عنایت کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عنایت فرمائی۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال: وسد ابواب المسجد غير باب على فقال: فيدخل المسجد جنباً وهو طريقه، ليس له طريق غيره. (مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۳۰۶۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروا دیے سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی حالت جنابت میں مسجد سے گزر سکتے ہیں، کیونکہ ان کے لیے (گھر میں) آمد ورفت کا یہی راستہ ہے۔

۳- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ادعوالى سيد العرب فقلت: يا رسول الله! الست سيد العرب؟ قال: انا سيد ولد آدم و على سيد العرب. (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۶۲۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس عرب کے سردار کو بلاؤ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ سردار عرب نہیں ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں جبکہ علی عرب کے سردار ہیں۔

۴-حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کنی علیا بابی تراب، فکانت من احب کنا الیہ .

(المسند للبزار، رقم الحدیث: ۲۱۵۵)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب (مٹی والا) کنیت سے نوازا، تو انہیں یہ کنیت سب سے زیادہ پسند تھی۔

۵-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الناس من شجرشتی، وانا و علی من شجرة واحدة . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۶۵۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: لوگوں کا الگ الگ نسب نامہ ہے جبکہ میرا اور علی کا ایک ہی نسب نامہ ہے۔

۶-حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قالت: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: علی مع القرآن، والقرآن مع علی لایفترقان حتی یردا علی الحوض . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۴۸۸۰)

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ میرے حوض کوثر پر آئیں گے۔

۷-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لام سلمة، ھٰذا علی بن ابی طالب لحمہ لحمی، ودمہ دمی، فھو منی بمنزلة ھارون من موسٰی، الا انہ لانبی بعدی . (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۲۳۴۱)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ علی بن طالب ہیں جن کا گوشت میرا گوشت ہے اور ان کا خون میرا خون ہے۔ پس یہ میرے ہاں وہ مقام رکھتے ہیں جو حضرت ہارون علیہ السلام کا مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا ماسوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

۸-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

نزلت فی علی بن ابی طالب: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۝ قال: محبة فی قلوب المؤمنین . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۵۵۱۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے تو عنقریب ان کے لیے اللہ محبت پیدا کر دے گا۔'' اس ارشاد سے مراد ہے: مومنوں کے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ہے۔

۹-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی .

(فیض القدیر للمناوی، ج:۲،ص:۲۱۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں (اپنی بیٹی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔

۱۰-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قالت: رأیت ابابکر یکثر النظر الی وجہ علی فقلت لہ: یا ابت، اراك تکثر النظر الی وجہ علی؟ فقال: یا بنیۃ، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: النظر الی وجہ علی عبادۃ .

(کتاب الموفقۃ للزمخشری، ص:۲

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو بکثرت دیکھتے تھے، میں نے ان سے عرض کیا: اے میرے والد گرامی! آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو کیوں دیکھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اے میری بیٹی! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

۱۱-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ذکر علی عبادۃ . (مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث:۱۳۵۱)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر عبادت ہے۔

۱۲-حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: غسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب والفضل بن العباس واسامۃ بن زید وکان علی یغسلہ ویقول: بابی انت وامی، طبت میتاً وحیاً . (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:۲،ص:۲۷۷)

انہوں نے کہا: حضرت علی بن طالب، حضرت فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دینے کے دوران میں کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے والدین قربان ہوں، آپ حالت زندہ اور بعد از وصال (دونوں حالتوں میں) پاکیزہ ہیں۔

۱۳-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد، اذ قال صلى الله عليه وسلم لعلي: هذا جبريل يخبرني ان الله زوجك فاطمة، واشهد على تزويجك اربعين الف ملك، و اوحى الى شجرة طوبى ان انثرى عليهم الدر والياقوت، فنثرت عليهم الدر والياقوت، فابتدرت اليه الحور العين: يلتقطن من اطباق الدر والياقوت، فهم يتهادونه بينهم الى يوم القيامة.

(الرياض النضرة في مناقب العشرة المبشرة للطبری، ج ۳، ص ۱۴۶)

انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تشریف فرما ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نکاح فاطمہ سے کر دیا ہے، بطور گواہ چالیس ہزار فرشتوں کو نکاح میں شامل کیا اور شجرہ ہائے طوبیٰ سے یوں فرمایا: ان پر موتی اور یاقوت بکھیرو، پھر موٹی آنکھوں والی حوروں نے موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھر لیے، جو فرشتے تا قیامت ایک دوسرے کو بطور تحفہ پیش کرتے رہیں گے۔

فائدہ نافعہ:

حدیث باب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن چار صحابہ سے خصوصیت سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے تین صحابہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوذر غفاری،

(۲) حضرت مقداد بن عمر،

(۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔

ان سے محبت کی وجہ فروغ اسلام کے حوالے سے ان کی خدمات، خلوص وللہیت، تقویٰ وطہارت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت وجاں نثاری تھی۔

3653 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: عَلِيٌّ مِّنِّىْ وَاَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَّلَا يُؤَدِّىْ عَنِّىْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے (کسی بھی عہد کو) میرے اور علی کے علاوہ کوئی اور پورا نہیں کر سکتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

3653 - اخرجه ابن ماجه (۱/۴۴): المقدمة: باب: فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث (۱۱۹)، و احمد (۴/۱۶۴، ۱۶۵).

شرح

برأت کا اعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کرانا:

اس حدیث کا شان ورود یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ۸ھ میں سورہ برأت نازل ہوئی، اسی سال فرضیت حج کا حکم نازل ہوا، ۹ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ کیا، انہیں حکم دیا کہ حج کے موقع پر برأت کا اعلان بھی کر دیں کہ آئندہ سال سے مشرکین حج کی ادائیگی کے لیے ہرگز نہ آئیں، پھر آپ نے خیال فرمایا کہ اہل عرب کا قدیم طریقہ چلا آ رہا ہے کہ خون اور مال وغیرہ کے معاہدہ کا اعلان قبیلہ کا رئیس یا اس کا قریبی رشتہ دار کرتا ہے، اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے اپنے نائب کی حیثیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برأت کا اعلان کرنے کے لیے روانہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا ملے، انہوں نے دریافت کیا: کیا آپ امیر حج کی حیثیت سے آئے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے امیر حج کی حیثیت سے نہیں بلکہ حج کے موقع پر اعلان برأت کرنے کے لیے بھیجا ہے، چنانچہ حج کی ادائیگی کے موقع پر اعلان کیا کہ آئندہ سال حج کی غرض سے صرف مسلمان آئیں گے لیکن مشرکین ہرگز ہرگز آنے کی کوشش نہ کریں، یہ اعلان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے قریبی رشتہ دار اور نائب ہونے کی حیثیت سے میں کر رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج کی حیثیت سے روانہ کیا، پھر اعلان برأت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا تاکہ وہ حج کے مواقع پر اعلان برأت کریں، یہ روانہ کرنے کی ترتیب ان بزرگوں کی عظمت و فضیلت اور ترتیب نیابت و خلافت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس ترتیب سے ہٹ کر اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے روانہ کیا جاتا تو یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ آپ خلافت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حقدار ہیں لیکن عمداً ایسا نہیں کیا گیا۔

3654 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: اٰخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ فَجَآءَ عَلِيٌّ تَدْمَعُ عَيْنَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اٰخَيْتَ بَيْنَ اَصْحَابِكَ وَلَمْ تُؤَاخِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَحَدٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ اَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى

3654۔ تفردبه الترمذی انظر التحفة (٣٢٩/٥)، حدیث (٦٦٧٧)، و اخرجه الحاكم فی المستدرك (١٤/٣) من طريق جميع بن عمير عن ابن عمر فذكره.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان مواخات قائم کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان مواخات قائم کر دی ہے' لیکن میرے اور کسی اور شخص کے درمیان بھائی چارگی قائم نہیں کی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت زید بن اوفی سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا وآخرت میں بھائی ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بے شمار احسانات ہیں، ایک احسان حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ہجرت مدینہ کے ابتدائی زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی بحالی کے لیے مہاجرین اور انصار صحابہ میں رشتہ ''مواخات'' قائم کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں ''مواخات'' سے محروم ہوں؟ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے علی! تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

فائدہ نافعہ:

اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری تعلق وعلاقہ اخوت وبرادر ہونے کا بیان کیا گیا ہے لیکن حقیقی رشتہ نبی اور امتی ہونے کا تھا جس سے اونچا کوئی رشتہ نہیں ہوسکتا۔ اس روایت اور دوسری احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے صحابی کو اپنا بھائی کہنا عجز وانکسار کی بنا پر تھا۔ ان روایات کو بنیاد بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بھائی کا منصب دینا درست نہیں ہے، کیونکہ بعض اوقات انسان بڑے بھائی سے تنازع بھی کر لیتا ہے لیکن امتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تنازع نہیں کر سکتا۔

3655 سند حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ عِيسٰى بْنِ عُمَرَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَيْرٌ فَقَالَ اللّٰهُمَّ ائْتِنِي بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَيْكَ يَاْكُلُ مَعِي هٰذَا الطَّيْرَ فَجَاءَ عَلِيٌّ فَاَكَلَ مَعَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ السُّدِّيِّ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ

3655 - تفرد به الترمذی انظر التحفة (۱/ ۹۴)، حدیث (۲۲۸)، و ذکره الهیثمی فی مجمع الزوائد (۹/ ۱۲۵، ۱۲۶)، و عزاه للطبرانی فی الاوسط و الکبیر باختصار، و ابی یعلی با ختصار کثیر، و لانه مذی طرفا منه.

رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ

توضیح راوی: وَعِيسَى بْنُ عُمَرَ هُوَ كُوفِيٌّ وَّالسُّدِّيُّ اسْمُهُ اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَقَدْ اَدْرَكَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَّرَاٰى الْحُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ وَّثَقَهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَزَائِدَةُ وَوَثَّقَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بھنا ہوا) پرندے کا گوشت موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

''اے اللہ اس شخص کو لے آ! جو تیری بارگاہ میں تیری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو' تا کہ وہ پرندے (کے گوشت کو) کھالے''۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسے کھایا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کے سدی سے' منقول ہونے کو صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عیسیٰ بن عمر نامی راوی کوفی ہے جبکہ سدی نامی راوی کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن ہے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہوئی ہے۔

شعبہ' سفیان ثوری' زائدہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پرندہ کھانا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مطابق ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنا ہوا ایک پرندہ پیش کیا گیا، آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے پروردگار! جو شخص تیرے ہاں زیادہ عزیز ہو اسے میرے پاس بھیج دے تاکہ میرے ساتھ مل کر پرندہ کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر پرندہ کھایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تھا کہ جب تک کسی مہمان کو ساتھ نہ ملاتے تو کھانا نہ کھاتے تھے، مہمان کی آمد میں خواہ آپ کو کئی دنوں تک انتظار کرنا پڑتا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے کھانا تناول کرنا پسند نہ کیا، خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آمد پر اظہار مسرت کیا اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر پرندہ کھایا۔ پرندہ سے مراد کبوتر یا مرغابی، تکڑی وغیرہ کوئی بھی ہوسکتا ہے۔

بعض محدثین نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے، کیونکہ صحیح تسلیم کرنے سے حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور خلفاء

ثلاثہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت زیادہ ثابت ہوتی ہے جبکہ یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ اس کے برعکس بعض محدثین اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس حدیث سے مراد انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہیں اور خلفاء ثلاثہ کا استثنیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہ قصد فرمایا تھا کہ میرے قریبی اعزاء و اقارب سے جو زیادہ معزز و محترم ہو، اسے میرے پاس بھیج دے تا کہ وہ میرے ساتھ مل کر کھانا کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے اقارب سے زیادہ عزیز تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا اور انہوں نے آپ کے ساتھ مل کر پرندہ کھایا۔

3656 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ اَسْلَمَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ هِنْدٍ الْجَمَلِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ اِذَا سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ وَاِذَا سَكَتُّ ابْتَدَاَنِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ سے میں کوئی چیز مانگتا تھا' تو آپ ﷺ مجھے عطا کر دیتے تھے' اور جب میں خاموش رہتا تھا (یعنی نہیں مانگتا تھا) تو آپ خود ہی مجھے عطا کر دیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نوازنا:

اللہ تعالیٰ کے تمام خزانوں کے مالک و مختار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے واضح طور پر فرمایا: واللہ یعطی وانا قاسم (او کما قال علیہ السلام) اللہ تعالیٰ عنایت کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو بھی سائل آتا اسے نوازا جاتا تھا، کیونکہ آپ کی زبان مبارک سے کبھی لفظ ''لا'' (نہیں) نہیں نکلا تھا۔ حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جو چیز طلب کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مجھے عنایت کرتے بلکہ جو چیز طلب نہ کرتا وہ بھی عطا فرماتے تھے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔

3657 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الرُّوْمِيِّ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ سَلَمَةَ

3656 - انفردبه الترمذی من اصحاب الكتب الستة، ينظر التحفة (۷/۱۵ ٤)، و اخرجه الحاكم، فی المستدرك (۳/۱۲۵)، و قال: صحيح علی شرط الشيخين و لم يخرجاه، من طرق عبد الله بن عمرو بن هند الجملی عن علی.

3657 - تفردبه الترمذی ينظر (التحفة) (۷/۲۱ ٤)، حديث (۱۰۲۰۹)، و ذكره ابن عراق فی (تنزيه الشريعة) (۱/۳۷۷، حديث (۱۰۳)، و عزاه لا بن بطة فی الابانة من طريق محمد بن عمر الرومی وقال: لا يجوز الاحتجاج به، و فيه ايضًا سلمة بن كهيل عن الصنابحی، و سلمة لم يسمع الصنابحی.

...بن كهيل عن سويد بن غفلة عن الصنابحي عن علي رضي الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

متن حدیث: أنا دار الحكمة وعلي بابها

حکم حدیث: قال أبو عيسى: هذا حديث غريب منكر

اختلاف سند: وروى بعضهم هذا الحديث عن شريك ولم يذكروا فيه عن الصنابحي ولا نعرف هذا الحديث عن واحد من الثقات عن شريك

فی الباب: وفي الباب عن ابن عباس

⇔⇔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب منکر" ہے۔

بعض راویوں نے اسے شریک کے حوالے سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اس میں صنابحی نامی راوی کا ذکر نہیں کیا۔

ہم اس حدیث کے شریک سے منقول ہونے کو کسی ثقہ راوی کے حوالے سے نہیں جانتے۔

اس حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم وحکمت کا گھر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہونا:

ارشاد باری ہے: ویعلمهم الکتاب والحکمة (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو علم وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں) اس آیت اور حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم علم وحکمت کا گھر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص علم وحکمت کی دولت حاصل کرنے کا خواہشمند ہو، اسے وصول کرنا چاہتا ہو، وہ اس کے دروازے سے داخل ہونے کی کوشش کرے تو مقصد کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ سرچشمہ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عقیدت ومحبت رکھنے سے علم وحکمت کی دولت حاصل ہو سکتی ہے۔

بعض روایات میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو علم وحکمت کا شہر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا دروازہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا مدينة العلم وعلى بابها فمن اراد المدينة فليات الباب.

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۶۳۷)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں تو جو شخص (حصول علم کے مقصد سے) شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے، وہ دروازہ سے داخل ہو۔

۲۔حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

عن عبداللہ قال: كنا نتحدث ان اقضى اهل المدينة ابن ابي طالب . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۶۵۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اہل مدینہ میں سے سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۳۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: واللہ ما نزلت اٰية الا وقد علمت فيما نزلت واين نزلت وعلى من نزلت، ان ربي وهب لي قلباً عقولاً ولساناً طلقاً . (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج ۱، ص: ۶۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! میں قرآن کریم کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں، کس جگہ میں اور کس پر نازل ہوئی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھنے والا دل اور فصیح و بلیغ زبان عطا کی ہے۔

سوال: حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم علم و حکمت کا گھر ہیں اور دوسری روایات میں مذکور ہے کہ آپ علم و حکمت کا شہر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً اپنی ذات کو علم کا گھر قرار دیا ہو پھر امت کو حصول علم کی ترغیب و تلقین دلانے اور اس کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے علم و حکمت کا شہر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا دروازہ قرار دیا ہو۔

سوال: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ علم و حکمت کا گھر یا شہر کا دروازہ ہیں، تو علم و حکمت آپ کے ساتھ مخصوص ہوئی اور جو ذات سراپا علم و حکمت ہو وہی نیابت و خلافت کی زیادہ حقدار ہوتی ہے، لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حقدار ہوئے؟

جواب: حدیث باب یا دوسری روایات میں حصر مقصود نہیں ہے کہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ علم و حکمت کا گھر یا شہر کا دروازہ ہیں بلکہ جس طرح جنت کے آٹھ دروازے ہیں اسی طرح علم و حکمت کے کثیر دروازے ہیں، ان میں سے اہم دروازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوسرے دروازے ہیں۔ اس پر دلیل یہ تاریخی حقیقت ہے کہ تابعین نے جہاں سرچشمہ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علم و حکمت کی دولت حاصل کی وہاں دوسرے صحابہ یعنی حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی، حضرت زید بن ثابت جو علم فرائض میں ممتاز تھے، حضرت معاذ بن جبل جو علم حلال و حرام میں ممتاز تھے اور حضرت ابی بن کعب جو علم قرأت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے وغیرہ رضی اللہ عنہم سے بھی علمی و روحانی فیضان حاصل کیا۔ مشہور روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ نوش فرمایا، پھر باقی ماندہ دودھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا اور اس کی تعبیر ''علم'' سے بیان فرمائی۔

3658 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي

وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متن حدیث: اَمَّرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِىْ سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَسُبَّ اَبَا تُرَابٍ قَالَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ اَسُبَّهُ لَاَنْ تَكُوْنَ لِىْ وَاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ اَحَبُّ اِلَىَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :لِعَلِيٍّ وَّخَلَفَهُ فِىْ بَعْضِ مَغَازِيهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَخْلُفُنِىْ مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَرْضَى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوسَى اِلَّا اَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِىْ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُّحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ ادْعُوْا لِىْ عَلِيًّا فَاَتَاهُ وَبِهٖ رَمَدٌ فَبَصَقَ فِىْ عَيْنِهٖ فَدَفَعَ الرَّايَةَ اِلَيْهِ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (نَدْعُ اَبْنَائَنَا وَاَبْنَائَكُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَكُمْ) الْاٰيَةَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَّفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِىْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عامر بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ آپ ابوتراب پر تنقید نہیں کرتے' تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے (ان کے بارے میں) تین باتیں یاد ہیں' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھیں۔ اس لئے میں انہیں برا نہیں کہہ سکتا۔ ان تین میں سے کوئی ایک بھی میرے بارے میں ہوتی' تو یہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں (کا مالک ہونے سے) زیادہ محبوب تھی۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جب آپ نے انہیں ایک جنگ کے دوران اپنے پیچھے چھوڑا تھا' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھی یارسول اللہ آپ اپنے پیچھے خواتین اور بچوں کے ساتھ مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہو' جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ (حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ خیبر کے دن یہ ارشاد فرماتے سنا: میں جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: ہم اس بات کے انتظار میں رہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' تو ان کی آنکھیں دکھنے آئی ہوئی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا اور جھنڈا انہیں عطا کیا' تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کی۔

(حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب یہ آیت نازل ہوئی:

''ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی خواتین کو اور تمہاری خواتین کو بلاتے ہیں''

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ!

یہ میرے اہل بیت ہیں۔

(امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت اور انہیں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ داماد رسول، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، فاتح خیبر اور اہل بیت کا فرد فرید ہونے کی وجہ سے امتیازی عظمت وفضیلت کے حامل تھے۔ ان امور کی وجہ سے انہیں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خاص مقام ومرتبہ حاصل تھا، جس کے نتیجہ میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں محبت تھی اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کی نافرمانی نہ کی جائے اور تابعداری کا تقاضا ہے کہ فرمانبرداری کرنے والے سے محبت کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت شیر وشکر رہا کرتے تھے، صحابہ کرام اہل بیت بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے۔

حدیث باب کا شان ورود یہ ہے کہ ایک مجلس میں لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برائی بیان کی لیکن اس مجلس میں ہوتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کی برائی بیان نہ کی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے برائی بیان نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا:

(i) غزوۂ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنایا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر نگران بنا کر جارہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تمہارا میرے ساتھ وہی تعلق ہے، جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: کل میں جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا کہ اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ خیبر فتح کرے گا، صبح ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں، فرمایا: انہیں فوراً لایا جائے، حسب حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ پیش کیے گئے، آپ نے اپنا لعاب دہن ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں لگایا تو درد فوراً ختم ہوگیا، اپنے دست اقدس سے جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا، مجاہدین نے حملہ کیا تو قلعہ خیبر فتح ہوگیا اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ فاتح خیبر کے لقب سے ملقب ہوئے۔

(iii) ارشاد قرآن ہے: بلاتے ہیں ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔ (آل عمران ۶۱)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلا لائے اور یوں دعا کی: ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان خوبیوں، قدر ومنزلت اور فضیلت کی وجہ سے میری زبان نے زیب نہ دیا کہ میں دوسرے لوگوں کی طرح آپ کی مذمت و برائی بیان کروں۔

3659 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْاَحْوَصُ بْنُ جَوَّابٍ اَبُو الْجَوَّابِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

متن حدیث: بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَيْنِ وَاَمَّرَ عَلٰی اَحَدِهِمَا عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَّعَلَی الْاٰخَرِ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَقَالَ اِذَا كَانَ الْقِتَالُ فَعَلِیٌّ قَالَ فَافْتَتَحَ عَلِیٌّ حِصْنًا فَاَخَذَ مِنْهُ جَارِيَةً فَكَتَبَ مَعِیْ خَالِدٌ كِتَابًا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشِیْ بِهٖ قَالَ فَقَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ الْكِتَابَ فَتَغَيَّرَ لَوْنُهٗ ثُمَّ قَالَ مَا تَرٰی فِیْ رَجُلٍ يُّحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ قُلْتُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ وَاِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ فَسَكَتَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دو لشکر روانہ کیے۔ ان میں سے ایک کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور دوسرے کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور ارشاد فرمایا: جب جنگ شروع ہوگی تو علی رضی اللہ عنہ (دونوں لشکروں کے) امیر ہوں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب حضرت علی نے قلعہ فتح کر لیا تو (مالِ غنیمت) میں سے ایک کنیز کو حاصل کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میرے ذریعے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں خط لکھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور آپ ﷺ نے خط کو پڑھا تو آپ ﷺ کا رنگ تبدیل ہو گیا' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے شخص کے بارے میں تم کیا سوچتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی میں اللہ تعالیٰ کے حضور کے غضب اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں میں تو صرف ایک قاصد ہوں' تو نبی اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے زیادہ جنگی صلاحیت ہونا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ میں علم و حکمت کی طرح شجاعت و بہادری کا وصف بھی ودیعت رکھا گیا تھا، حیدر کرار اور فاتح خیبر آپ کے مشہور القاب تھے۔ ایک مشہور روایت کے مطابق ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کے دو لشکر روانہ فرمائے، ایک گروہ کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعینات فرمایا جبکہ دوسرے گروہ کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

تھے، یہ تاکید فرمائی کہ جب دشمن سے مقابلہ شروع ہو تو دونوں گروہوں کو متحد کیا جائے اور اس کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے۔ چنانچہ حسب حکم جنگ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا گیا، مجاہدین کے ہاتھوں قلعہ فتح ہو گیا، جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں ایک لونڈی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لونڈی پر قبضہ کیا اور اس کے ساتھ جماع کیا، یہ بات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اچھی نہ لگی، انہوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو بطور قاصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور لونڈی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جماع کے بارے میں عرض کیا گیا، اس پر مطلع ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتا ہو، اور اللہ تعالیٰ ورسول اس سے محبت کرتے ہوں اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ ناراضگی پر مشتمل یہ جملے سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے تو ایک قاصد کی حیثیت سے یہ پیغام پہنچایا ہے، پھر بھی میں اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔

اس روایت سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے زیادہ جنگی صلاحیت پائی جاتی تھی، اسی صلاحیت اور شجاعت و بہادری کے وصف کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت دونوں گروہوں کو ایک بنا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا لیا جائے۔ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری پورے عرب میں مسلمہ اور مشہور تھی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جنگی صلاحیت ان سے بھی زیادہ پائی جاتی تھی۔

شجاعت مرتضوی رضی اللہ عنہ کا ایک تاریخی واقعہ:

خیبر یہود کا مرکز ہے، جو نخلستان علاقہ پر مشتمل ہے، یہ مقام سطح سمندر سے دو ہزار آٹھ سو (۲۸۰۰) فٹ بلند ہے، مدینہ منورہ سے ایک سو چوراسی (۱۸۴) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، ایک سو کلومیٹر تک کا راستہ تنگ ہے، اس کے بعد کشادہ راستہ ہے۔ یہود کی اصطلاح میں خیبر قلعہ کو کہا جاتا ہے، جو خیبر بن فاتیہ بن مہلائیل کی طرف منسوب ہے، خیبر کے متعدد قلعے تھے جن میں سے ایک کا نام ''القموص'' تھا اور یہ قلعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوشش سے فتح کیا گیا۔

غزوہ خیبر کے موقع پر عرب کا مشہور پہلوان مرحب میدان میں اترا اور اس نے اس موقع پر یہ رجز پڑھا تھا:

قد علمت خیبر انی مرحب شاک السلاح بطل مجرب

(اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں، سلاح پوش، شجاع اور تجربہ کار ہوں)

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ رجز پڑھا تھا:

قد علمت خیبر انی عامر شاکی السلاح بطل مغامر

(اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں عامر ہوں، ہتھیاروں کو ناکارہ بنا تا ہوں اور مقاصد کو خاک میں ملا دیتا ہوں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں اترے

انا الذی سمتنی امی حیدرہ کلیث غابات کریۃ المنظرہ

(میں وہی ہوں کہ میری والدہ نے میرا نام حیدر رکھا ہے، جنگل کے شیر کی طرح مہیب ہوں)

آپ کا یہ رجز سن کر مرحب کانپ گیا اور اس کی بہادری کا تمام پروگرام دھرا رہ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تلوار (ذوالفقار) کے ساتھ مرحب پر اس قدر زور سے حملہ آور ہوئے کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیے اور ساتھ ہی قلعہ "القموص" فتح ہو گیا۔

3660 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَجْلَحِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا يَّوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاهُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا انْتَجَيْتُهٗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْاَجْلَحِ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ فُضَيْلٍ اَيْضًا عَنِ الْاَجْلَحِ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَمَرَنِيْ اَنْ اَنْتَجِيَ مَعَهٗ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ طائف کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے سرگوشی میں کوئی بات کی۔ لوگوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد کے ساتھ خاص طویل سرگوشی کی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اس کے ساتھ سرگوشی نہیں کی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ سرگوشی کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے' اور ہم اسے صرف اجلح نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

ابن فضیل نامی راوی کے علاوہ دیگر راویوں نے اسے اجلح نامی راوی سے نقل کیا ہے۔

اس حدیث کے یہ الفاظ: "اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ سرگوشی کی ہے"۔ اس سے مراد یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں اس کے ساتھ سرگوشی میں بات کروں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طویل سرگوشی کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ط فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

3660 - تفرد به الترمذي ينظر (التحفة) (۲/۲۸٦)، حديث (۲٦٥٤)، و ذكره المتقي الهندي في كنز العمال (۱۱/٦۲٥، ٦۲٦)، حديث (۳۳۰٤۹)، وعزاه للترمذي، وللطبراني عن جابر بن عبد الله فذكره.

وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (المجادلۃ:۱۳)

"کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو؟ پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو، اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔"

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال:۱۷)

آپ نے کنکریاں نہیں پھینکیں جب آپ نے کنکریاں پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکی ہیں۔

ان آیات کا انداز حدیث باب میں اختیار کیا گیا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے کے لیے صدقہ کو ضروری قرار دیا گیا تھا، اس کا مقصد آپ کے قیمتی وقت کا تحفظ، بامقصد گفتگو کا اہتمام اور امیر و غریب کے درمیان امتیاز ختم کرنا تھا۔ اس حکم پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا تھا، انہوں نے ایک دینار صدقہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب سرگوشی کی تھی، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی نے مجھ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کی ہے، گویا آپ نے اپنی گفتگو کو اللہ تعالیٰ کی گفتگو قرار دیا، کیونکہ ارشاد خداوندی ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ یعنی محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی سے لب کشائی نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی و حکم کے مطابق گفتگو فرماتے ہیں۔

3661 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِيْ حَفْصَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يُّجْنِبَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِيْ وَغَيْرِكَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قُلْتُ لِضِرَارِ بْنِ صُرَدٍ مَا مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ يَّسْتَطْرِقُهٗ جُنُبًا غَيْرِيْ وَغَيْرِكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

وَسَمِعَ مِنِّيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَاسْتَغْرَبَهٗ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے علاوہ اور کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جنابت کی حالت میں (داخل) ہو۔

علی بن منذر بیان کرتے ہیں: میں نے ضرار بن صرد سے دریافت کیا۔ اس حدیث کا مطلب کیا ہے' تو انہوں نے جواب دیا: میرے اور تمہارے علاوہ اور کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ جنابت کی حالت میں مسجد میں سے گزرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

3661۔ تفرد به الترمذي من اصحاب الستة، ينظر (التحفة الاشراف) (۴۱۷/۳)، حديث (۴۲۰۳)، وذكره المتقي الهندي في كنز العمال (۶۲۶/۱۱)، حديث (۳۳۰۵۲)، و عزاه للترمذي، و ابي يعلي، و ضعف عن ابي سعيد الخدري فذكره.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے اور انہوں نے اسے "غریب" قرار دیا ہے۔

شرح

حالت جنابت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد سے گزرنے کی اجازت ہونا:

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جماع کرنا یا حالت جنابت میں گزرنا جائز ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مسجد میں نہ تو جماع کرنا درست ہے اور نہ حالت جنابت میں اس سے گزرنا جائز ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ صرف مسجد نبوی کی طرف کھلتا تھا اور دوسری طرف نہیں کھل سکتا تھا، اس مجبوری اور عذر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گزرنے کو جائز قرار دیا تھا۔

فائدہ نافعہ:

مسلمانوں پر مساجد کا احترام و ادب واجب ہے، تحت الثریٰ سے لے کر آسمان تک اس کا احترام لازم ہے، اس کے نیچے یا اوپر رہائش گاہ بنانا درست نہیں ہے اور بعد از تعمیر اس کے نیچے یا اوپر دکانیں بنانا بھی درست نہیں ہے۔

3662 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَابِسٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْمُلَائِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَصَلّٰى عَلِيٌّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُسْلِمٍ الْاَعْوَرِ

توضیح راوی: وَمُسْلِمٌ الْاَعْوَرُ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ حَبَّةَ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیر کے دن مبعوث کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن نماز ادا کی۔ (یعنی انہوں نے اگلے دن اسلام قبول کر لیا)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اس کو صرف مسلم اعور نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ مسلم اعور نامی راوی محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہے۔ یہی حدیث مسلم نامی راوی کے حوالے سے، حبہ نامی راوی کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نماز ادا کرنا:

اعلانِ نبوت سے قبل اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر عبادت خداوندی میں مصروف رہتے تھے، یہ قرب خداوندی کا ذکر یا مخصوص عبادت تھی، یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا، آپ گھر آتے زاد حیات (اشیاء خورد ونوش) لیتے پھر غارِ حراء میں تشریف لے جاتے اور عبادت میں مصروف ہو جاتے۔

نمازِ پنجگانہ اعلانِ نبوت کے کئی سال بعد شب معراج میں فرض ہوئی، اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص ریاضت یا ذکر خداوندی کرتے تھے۔ اعلانِ نبوت کے دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نماز ادا کرنے کی روایت موضوع معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس وقت نماز فرض نہیں ہوئی تھی، قبول اسلام کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر چھ (۶) یا سات (۷) یا دس (۱۰) سال تھی۔ تاہم اس روایت کو درست تسلیم کر لینے کی صورت میں نماز سے مراد ذکر خداوندی وغیرہ یا وہ ریاضت ہو سکتی ہے' جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ پھر یہ سوال بھی اپنی جگہ پر درست رہے گا کہ قبول اسلام کے دوسرے دن ایک نابالغ بچہ تو نماز کا آغاز کر دیتا ہے' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عبادت سے محروم کیوں رہے؟ اس حدیث کا ایک مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے روز اسلام قبول کر لیا تھا۔

3663 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسَى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ

◈ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہے' جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسبت تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث منقول ہے۔

3664 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ يَحْيَى

3663- اخرجه احمد ۳۳۸/۳). عن شريك، عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن جابر بن عبد الله به.

بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّى بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسَى اِلَّا اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُسْتَغْرَبُ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيِّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہے' جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اس روایت کے یحییٰ بن سعید انصاری سے منقول ہونے کے حوالے سے اسے ''غریب'' قرار دیا گیا ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بمنزلۃ ہارون من موسیٰ ہونا:

حدیث باب کا شان ورود یہ ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل بیت کی نگرانی کے لیے مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا، کچھ منافقین نے اس سلسلہ میں کہا کہ اگر آپ کی اہمیت ہوتی تو غزوہ سے پیچھے نہ چھوڑا جاتا، ایسی باتیں سننے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جذبہ جہاد نے سر اٹھایا، اپنے ہتھیار لیے ''مقام جرف'' میں پہنچ گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء سمیت حسب معمول تشریف فرما تھے، یہ مقام مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا اور آپ نے منافقین کی گفتگو کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔

ایک غلطی کا ازالہ:

اس مقام پر بعض خوارج و روافض کی طرف سے یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نیابت سے آپ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے جبکہ آپ کو خلیفہ بلافصل تسلیم نہ کرکے آپ پر ظلم کیا گیا ہے۔ (معاذ اللہ)؟

3664 - اخرجه مسلم (١٨٧٠/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل علي بن ابي طالب، رضي الله عنه، حديث (٣٠/٤٠٢٤)، و اخرجه احمد (١٧٣/١ - ١٧٥ - ١٧٧ - ١٧٩)، واخرجه الحميدي (٣٨/١)، حديث (٧١) عن سعيد بن المسيب عن سعد بن ابي وقاص به.

اس غلطی کا جواب زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں دیا گیا ہے:

اے علی! آپ میرے نزدیک وہی مقام رکھتے ہیں جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا لیکن میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں انتقال ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن مکتوم مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازیں پڑھانے کی ذمہ داری سونپی تھی، تو پھر کیا ان کی خلافت کے حق ہونے کا بھی اشارہ ہے یا نہیں؟

سوال: یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کی ہے؟

جواب: اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو صحابہ کرام میں سے جو باصلاحیت ہوتا اسے نبوت ضرور مل جاتی ہے لیکن میرے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔ لہٰذا کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

3665 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بَلْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِسَدِّ الْأَبْوَابِ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

◈ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخصوص دروازے کے علاوہ (مسجد نبوی کے) دیگر تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ شعبہ نامی راوی کے نام کے حوالے سے ہم اسے صرف اس سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیے جائیں، اس ارشاد عالیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت و شان بیان کرنا مقصود ہے۔

سوال: حدیث باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کو اپنی حالت پر چھوڑ کر آپ کی فضیلت و امتیازی شان بیان کی گئی ہے۔ گزشتہ اوراق میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دروازے کو تبدیل نہ کرنے کی روایت گزر چکی ہے جس سے ان کی

3665۔ اخرجہ احمد (۱/ ۳۳۰۔ ۳۷۳)، و عبد اللہ بن احمد فی (زوائد علی المسند) (۱/ ۳۳۱)، عن ابی بلج یحیی بن سلیم عن عمرو بن میمون عن ابن عباس بہ۔

فضیلت معلوم ہوتی ہے،اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دروازہ بند نہ کرنے کی وجہ مستقبل قریب (بعداز وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) میں امور خلافت انجام دینے میں آسانی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد نبوی کی طرف سے نہ تبدیل کرنے کی وجہ مجبوری تھی، کیونکہ آپ کا دروازہ دوسرے لوگوں کی طرح سمت مخالف کھولنا ممکن نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا دروازہ مسجد نبوی کی طرف رکھنے کی دو وجوہات تھیں: (i) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا دروازہ بھی سمت مخالف کھولنا ممکن نہیں تھا۔ (ii) مسجد نبوی شریف میں بکثرت آمد ورفت میں آسانی وسہولت کے لیے تھا۔

3666 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ اَخْبَرَنِي اَخِي مُوْسَى بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِ حَسَنٍ وَّحُسَيْنٍ فَقَالَ مَنْ اَحَبَّنِي وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے بھائی امام موسیٰ (کاظم رضی اللہ عنہ) نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے۔ میرے والد امام جعفر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' ان کے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' ان کے والد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' ان کے والد امام حسین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہو' ان دونوں سے محبت کرتا ہو' ان کے ماں باپ سے محبت کرتا ہو' وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ایک درجے میں ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اس روایت کے امام جعفر صادق سے' منقول ہونے کو صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چار تن سے محبت کرنے کا حکم ہونا:

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء اور صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے امت پر بے شمار احسانات ہیں، کیونکہ ان کی کاوش سے شجر اسلام پھولا اور پھلا ہے۔ ان کی تعلیمات پر عمل ذریعہ نجات، ان سے عقیدت ومحبت علامت ایمان اور ان کا ادب واحترام کمال ایمان کی نشانی ہے۔ صحابہ کی طرح اہل بیت سے محبت بھی قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ ہے۔

3666- اخرجه عبد الله بن احمد في (زوائد على المسند) (۷۷/۱).

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا، آپ کی زبان مبارک سے اعلان ہو رہا تھا کہ جس شخص نے مجھ سے محبت کی، ان دونوں شہزادوں سے محبت کی اور ان کے والدین سے محبت کی، وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا یعنی حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم سے محبت کی تو قیامت کے دن اسے قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت میسر ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے کوئی تیاری نہیں کی مگر میں اللہ تعالیٰ اور آپ سے محبت رکھتا ہوں، فرمایا: جس سے تمہیں محبت ہے قیامت کے دن تم اس کے ساتھ ہو گے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المرأ مع من احب یعنی آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے، قیامت کے دن وہ اس کے ساتھ ہوگا۔ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے محبت قیامت کے دن قرب مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ ہوگی۔

3667 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِى بَلْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ اَوَّلُ مَنْ صَلَّى عَلِيٌّ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِى بَلْجٍ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ حُمَيْدٍ

توضیح راوی: وَاَبُوْ بَلْجٍ اسْمُهٗ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِىْ هٰذَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ عَلِيٌّ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ اَبُوْ بَكْرٍ وَّاَسْلَمَ عَلِيٌّ وَّهُوَ غُلَامٌ ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ وَاَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ النِّسَاءِ خَدِيْجَةُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی تھی۔ (یعنی انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا)

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف شعبہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ جو ابوبلج نامی راوی سے منقول ہے اور اس روایت کو صرف محمد بن حمید نے نقل کیا ہے۔ ابوبلج نامی راوی کا نام یحییٰ بن ابوسلیم ہے۔

اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔

3667- اخرجه احمد (۳۷۳/۱). عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس به.

اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے: حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا جبکہ بعض اہل علم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے: مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا اس وقت وہ صرف آٹھ سال کے لڑکے تھے اور خواتین میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔

3668 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ عَلِيٌّ قَالَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ فَاَنْكَرَهُ فَقَالَ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ حَمْزَةَ اسْمُهٗ طَلْحَةُ بْنُ يَزِيْدَ

◆◆ ابوحمزہ انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

عمرو بن مرہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس بات کا تذکرہ ابراہیم نخعی سے کیا' تو انہوں نے اس بات کا انکار کیا اور بتایا: حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوحمزہ نامی راوی کا نام طلحہ بن یزید ہے۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلے اسلام قبول کرنا:

اول الاسلام یعنی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے کے بارے میں مختلف روایات ہیں، ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کیا، دوسری روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے قبول اسلام کیا اور تیسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔

ان روایات میں تطبیق کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں لیکن سب سے زیادہ پسندیدہ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اس تطبیق کو پسند کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تجویز کردہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

3668- اخرجه احمد (۳۶۸/۴، ۳۷۰، ۳۷۱) عن شعبة، عن عمرو بن قرة، عن ابی حمزة عن زید بن ارقم به.

3669 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عُثْمَانَ ابْنِ اَخِي يَحْيَى بْنِ عِيسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: لَقَدْ عَهِدَ اِلَيَّ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ لَا يُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يَبْغَضُكَ اِلَّا مُنَافِقٌ قَالَ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ اَنَا مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْنَ دَعَا لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جو "نبی امی" ہیں انہوں نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ تم سے صرف مومن محبت رکھے گا' اور تم سے صرف منافق بغض رکھے گا۔

عدی بن ثابت بیان کرتے ہیں: میں اس زمانے سے تعلق رکھتا ہوں جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے دعائے خیر کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مومن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا اور منافق کا بغض رکھنا:

اس روایت اور بعض دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن صادق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ محبت رکھتا ہے، اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض وکینہ اور نفاق رکھنے والا حقیقت ایمان کی دولت سے محروم جبکہ مرض نفاق میں مبتلا ہوتا ہے۔

اہل بیت سے بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت صرف مومن رکھتا ہے، ان سے بغض وعناد اور نفاق صرف منافق رکھ سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لعلي: طوبى لمن احبك وصدق فيك، وويل لمن ابغضك وكذب فيك. (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۲۱۵۷)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سنا: (اے علی!) اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے تم سے محبت کی اور تمہاری تصدیق کی، ہلاکت ہے

3669- اخرجه مسلم (۲۰۲/۱ - الابی): كتاب الايمان: باب: الدليل على ان حب الانصار و على رضى الله عنهم من الايمان و علاماته - حديث (۷۸/۱۳۱)، و النسائى (۱۱۵/۸): كتاب الايمان و شرائعه: باب: علامة الايمان: حديث (۵۰۱۸)، و باب: علامة المنافق: حديث (۵۰۲۲)، و ابن ماجه (۱۱۴/۱): المقدمة: باب: فضل على بن ابى طالب رضى الله عنه، حديث (۱۱۴)، و احمد (۸۴/۱ - ۹۵ - ۱۲۸)، و الحميدى (۳۱/۱)، حديث (۵۸)، عن الاعمش، عن عدى بن ثابت، عن زر بن حبيش عن على بن ابى طالب به.

اس شخص کے لیے جس نے تم سے بغض رکھا اور تمہاری تکذیب کی۔

۲۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی: محبك محبی و مبغضك مبغضی .

(مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث ۱۳۰۴)

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (اے علی!) تم سے محبت رکھنے والا مجھ سے محبت رکھنے والا ہے، تم سے بغض وعناد رکھنے والا مجھ سے بغض وعناد رکھنے والا ہے۔

۳۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال: نظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی فقال: یا علی، انت سید فی الدنیا سید فی الآخرة، حبیبك حبیبی، وحبیبی حبیب اللہ، وعدوك عدوی، وعدوی عدو اللہ، والویل لمن ابغضك بعدی . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۶۴۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے علی! تم دنیا اور آخرت میں میرے سردار ہو، تمہارا دوست میرا دوست ہے، میرا دوست اللہ کا دوست ہے۔ تمہارا دشمن میرا دشمن ہے، میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور میرے بعد جو تم سے بغض رکھے گا اس کے لیے ہلاکت ہے۔

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف کی فضاء قائم ہوئی، حتیٰ کہ نوبت لڑائی تک بھی پہنچی مثلاً حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی جنگیں مشہور ہیں جو تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔ تو اس سلسلہ میں کیا کہا جائے گا؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے مابین تعلقات ہمیشہ خوشگوار اور شیر وشکر رہے ہیں۔ جہاں تک حضرت امیر معاویہ، حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والی لڑائیوں کا تعلق ہے یہ خطائے اجتہادی پر محمول ہیں اور بعد میں ان بزرگوں کو خود بھی اس کا احساس ہو گیا تھا۔

3670 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي الْجَرَّاحِ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ صُبَيْحٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ شَرَاحِيلَ قَالَتْ حَدَّثَتْنِي أُمُّ عَطِيَّةَ

متن حدیث: قَالَتْ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا فِيهِمْ عَلِيٌّ قَالَتْ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُولُ اللَّهُمَّ لَا تُمِتْنِي حَتَّى تُرِيَنِي عَلِيًّا

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

3670 ـ انفرد به الترمذی انظر تحفة الاشراف (۱۲/۵۰۵) حدیث (۱۸۱۴۲)، و لم یخرجه من اصحاب الکتب الستة سوا الترمذی، ذکره صاحب مشکاة المصابیح (۱۷۳/۳)، مرقاة) حدیث (۶۰۹۹)، و عزاه للترمذی.

سیدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ایک مہم روانہ کی جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔
سیدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا: آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

''اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جس وقت تک تو مجھے علی نہ دکھا دے''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ ہم اس کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اشتیاق ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت تھی جس کا ظہور گاہے بگاہے ہوتا رہتا تھا، اس کی ایک مثال حدیث باب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ فرمائی جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، واپسی میں قدرے تاخیر ہونے پر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشتیاق میں اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی:

اللهم لا تمتني حتى تريني علياً، اے اللہ! جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں مجھے بقید حیات رکھ (یعنی ان کے بسلامت واپس آنے تک مجھے زندہ رکھ!)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت وشفقت کے حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم علي مني وانا من علي، ولا يودي عني الا انا او علي .

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۱۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، میری طرف سے (عہد وپیمان) میرے اور علی کے سوا دوسرا نہیں ادا کرسکتا۔

۲- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: كان احب النساء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة ومن الرجال علي .

(المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۲۵۸۔)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں عورتوں میں سب سے زیادہ معزز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حیات علی رضی اللہ عنہ ایک نظر میں:

ولادت، نام ونسب: آپ عام الفیل کے تیس سال بعد خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے، نام: علی رضی اللہ عنہ تھا اور نسب نامہ یوں

نسب: علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ باپ کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔

خاندان: قبیلہ قریش کی مشہور شاخ "بنو ہاشم" کے چشم و چراغ تھے۔

کنیت: آپ کی متعدد کنیتیں تھیں:

(۱) ابوالحسن، (۲) ابوالریحانتین، (۳) ابوالقصم، (۴) ابوتراب، (۵) ابوالسبطین، (۶) ابومحمد۔

القاب: (۱) یعسوب الامہ، (۲) یعسوب الدین، (۳) بیضۃ البلد، (۴) ہادی، (۵) مہدی، (۶) حیدر کرار، (۷) فاتح خیبر، (۸) شیر خدا، (۹) مرتضیٰ، (۱۰) مشکل کشا وغیرہ۔

قبول اسلام: دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

مکی زندگی: قبول اسلام کے بعد تیرہ (۱۳) سال تک مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے۔

نیابت: شب ہجرت نبی علیہ السلام نے اہل مکہ کی امانتوں کی فہرست دے کر اپنے بستر پر لٹایا، غزوۂ تبوک کے موقع پر اہل مدینہ کے لیے نائب بنایا اور اعلان براءت آپ سے کرایا۔

ہجرت: اہل مکہ کی امانتیں واپس کرنے کے تین ایام بعد آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچ گئے۔

مواخات: بعد از ہجرت مہاجرین و انصار صحابہ میں مدینہ میں مواخاۃ قائم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے مواخات قائم کی۔

شادی خانہ آبادی: ۲ھ میں آپ نے حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا۔

غزوات میں شرکت: غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی اور کردار ادا کیا۔

عظمت و فضیلت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، عشرہ مبشرہ میں سے ایک اور نبی علیہ السلام کے تربیت یافتہ تھے۔

اولاد امجاد: پندرہ صاحبزادے تھے: حضرت امام حسن، حضرت حسین، حضرت محسن، حضرت محمد اکبر، حضرت عباس اکبر، حضرت عثمان، حضرت جعفر، حضرت ابوبکر، حضرت عبداللہ، حضرت محمد اصغر، حضرت یحییٰ، حضرت عون، حضرت عمر اکبر، حضرت محمد اوسط رضی اللہ عنہم۔

اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں: اُمّ کلثوم کبریٰ، زینب کبریٰ، رقیہ، اُمّ الحسن، رملہ کبریٰ، اُمّ ہانی، میمونہ، رملہ صغریٰ، زینب صغریٰ، فاطمہ صغریٰ، امامہ، خدیجہ، اُمّ الکرام، اُمّ سلمیٰ، اُمّ جعفر، جمانہ، نقیہ رضی اللہ عنہن۔

امتیازی صفات: (۱) احکام القرآن میں مہارت، (۲) فقہی احکام و مسائل کے استنباط میں مہارت، (۳) علم نحو کے موجد، (۴) قضاء میں بے مثل۔

کارنامے: (۱) تعزیرات کا نفاذ۔ (۲) فوجی نظام میں وسعت۔ (۳) فروغ قرآن وسنت۔ (۴) فاتح خیبر۔

محرر صلح نامہ حدیبیہ: ٦ھ میں مشرکین مکہ اور مسلمانوں میں حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ طے ہوا جو آپ نے تحریر کیا تھا۔

خلافت: آپ کی مدت خلافت چار (۴) سال اور نو (۹) ماہ تھی۔

شہادت: سترہ (۱۷) رمضان ۴۰ھ میں بروز جمعہ عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دارالخلافہ کوفہ میں مدفون ہوئے۔

بَاب مَنَاقِبِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 18: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3671 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ اِلَى صَخْرَةٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَاَقْعَدَ تَحْتَهٗ طَلْحَةَ فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَوْجَبَ طَلْحَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

⟪ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے غزوہ اُحد کے دن دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ ایک چٹان پر چڑھنے لگے تو چڑھ نہیں پائے تو آپ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نیچے بٹھایا اور پھر اس پر چڑھے، جب آپ ﷺ چٹان پر پہنچ گئے، تو راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: طلحہ نے (اپنے لئے جنت) واجب کر لی ہے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی: طلحہ، والد گرامی کا نام: عبید اللہ تھا، نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قرشی تیمی۔ چھٹی پشت میں نسب نامہ خاتم المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی صعبہ تھا، ان کی طرف سے نسب نامہ یوں ہے: صعبہ بنت عبداللہ بن عماد بن مالک بن ربیعہ بن اکبر بن مالک بن عویف بن مالک بن الخزرج بن اباد بن صدف بن حضرموت بن کندہ۔

نانا جان کا نام: عبداللہ حضرمی تھا اور والدہ محترمہ بنت حضرمی کے نام سے مشہور تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد اسلام قبول کیا۔

حلیہ مبارک:

آپ کا رنگ گورا، قد میانہ، سینہ بے کینہ کشادہ، دونوں شانوں کے مابین فاصلہ، قدم بھرے ہوئے، رفتار تیز، داڑھی اور سر کے بال گھنے مگر زیادہ طویل نہیں تھے۔

اشاعت احادیث:

آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث مبارکہ روایت کی ہیں، آپ کے حوالے سے کثیر لوگوں نے روایات بیان کی ہیں، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت یحییٰ بن طلحہ، (۲) حضرت موسیٰ بن طلحہ، (۳) حضرت عیسیٰ بن طلحہ، (۴) حضرت قیس بن ابو حازم، (۵) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن، (۵) حضرت مالک بن عامر اصبحی، (۶) حضرت احنف بن قیس وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

آپ کے حوالہ سے مروی احادیث مبارکہ سے ایک حسب ذیل ہے:

جاء رجل الی رسول الله صلی الله علیه وسلم من اهل نجد ثائر الرأس یسمع دوی صوته ولا یفقه مایقول حتی دنی من رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذا هو یسأل عن الاسلام، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: خمس صلوات فی الیوم واللیلة، قال: هل علی غیرها؟ قال: لا، الا ان تطوع. (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ج ۲۵، ص: ۵۵)

اہل نجد کی طرف سے بکھرے ہوئے بالوں والا ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ بہت قریب سے بات سن سکتا تھا، اس کو بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا، اس نے اسلام کے بارے میں سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: رات دن میں پانچ نمازیں ہیں، اس نے دریافت کیا: اس کے علاوہ مزید کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تاہم نفلی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

القاب:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کثیر القاب سے ملقب تھے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو القاب عطا کیے گئے تھے، وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ طلحۃ الخیر: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو یہ لقب غزوۂ اُحد کے موقع پر دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس غزوہ کے موقع پر کفار ومشرکین کا مقصد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنا تھا، وہ بار بار آپ پر حملہ آور ہوتے تھے جبکہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ان کے حملوں کا دفاع کرتے تھے، ان کے تیروں کو اپنے ہاتھوں سے روکتے، دفاع نہایت خوبصورتی سے کیا۔ ایک ہاتھ کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی، دونوں ہاتھ خوب زخمی ہو گئے تھے لیکن آپ نے بہرحال دشمن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرنے اور دفاع کرنے میں نہایت جان نثاری کا مظاہرہ کیا۔ آپ کی جان نثاری اور شجاعت و بہادری دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "طلحۃ الخیر" کے لقب سے نوازا۔

۲۔ طلحۃ الفیاض: آپ کو اس لقب سے ملقب غزوہ حنین کے موقع پر کیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ غزوہ عشیرہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر تبیان نامی ایک کنویں کے پاس سے ہوا، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کنویں کا پانی کھاری ہے، آپ نے فرمایا: اس کنویں کا پانی کھاری نہیں بلکہ میٹھا ہے، آپ نے اس کنویں کا نام "نعمان" رکھ دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات کو پورا کر دیا، اس کنویں کا پانی میٹھا ہو گیا، پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کنویں کو خرید کر وقف کرنے کے بارے میں عرض کیا، اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا: "ما انت یا طلحة الا فیاض" اے طلحہ! آپ فیاض ہیں۔ اس کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ "طلحۃ الفیاض" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

۳۔ طلحۃ الجود: اس لقب سے ملقب کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک سائل حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: آپ مجھ پر رحم کریں، آپ نے جواب میں فرمایا: آج تک کسی شخص نے مجھ سے اس طرح نہیں مانگا، میرے پاس زمین کا ایک پلاٹ ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تین لاکھ میں وہ خریدنا چاہتے ہیں، تم چاہو تو پلاٹ رکھ لو، اگر چاہو تو انہیں فروخت کر کے تین لاکھ روپے لے لو؟ اس نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ مجھے تین لاکھ روپے دلا دیں اور یہ پلاٹ اپنے قبضہ میں کر لیں، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین لاکھ روپے عنایت کر کے قطعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "طلحۃ الجود" کے لقب سے نوازا۔ (علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور، ص: ۲۳۵)

قبول اسلام کا واقعہ:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا شمار "سابقین اولین" میں ہوتا ہے، اسلام قبول کرنے والوں سے آپ کا آٹھواں نام تھا، آپ کا شمار ان خوش قسمت لوگوں میں بھی ہوتا ہے جنہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا تھا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ مجلس شوریٰ کے ارکان میں سے ایک تھے۔

آپ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم بن طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی نوجوانی کے زمانہ میں قریشی قافلوں کے ساتھ ملک شام تجارت کے لیے گئے، جب قافلہ شہر بصریٰ

پہنچا تو تجربہ کار تاجر نہایت تیزی کے ساتھ وہاں کے بازار میں خرید و فروخت میں مشغول ہو گئے، اس کے برخلاف آپ چونکہ نوجوان تھے اور ابھی دوسرے قریشیوں کی طرح تجربہ بھی نہیں تھا، البتہ اپنی ذہانیت وذکاوت کی وجہ سے تجارتی امور میں کسی سے پیچھے بھی نہیں رہتے تھے۔ خود فرماتے ہیں: میں ایک دن ''بصریٰ'' کے بازار میں جا رہا تھا کہ اچانک ایک نصرانی راہب کی طرف سے اعلان سنا، اے تاجرو! تم میں کوئی حرم کا باشندہ بھی ہے؟ میں بالکل قریب تھا، لہٰذا میں نے یہ آواز سنی تو فوراً اس اعلان کرنے والے کی طرف بڑھا اور جا کر کہا: ہاں میں حرم شریف کا باشندہ ہوں، وہ مجھے گرجا کے راہب کے پاس لے کے پہنچا تو اس راہب نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے ہاں ''احمد'' نام کے کوئی شخص ظاہر ہوئے ہیں؟ میں نے کہا: کون احمد؟ بولا: ابن عبداللہ بن عبدالمطلب، یہ مہینہ ان کے ظہور اور اعلانِ نبوت کا ہے اور وہ آخری نبی ہیں، وہ حرم سے ظاہر ہوں گے اور کالے پتھر والی زمین جہاں کھجوروں کے باغ اور سنگ زار ہوں گے اس کی طرف ہجرت کریں گے، اے جوان یاد رکھو کہ تم پر کوئی سبقت نہ لے جائے، فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لو، کہتے ہیں: میرے دل میں یہ بات گھر کر گئی، میں فوراً وہاں سے روانہ ہوا اور نہایت جلد سفر طے کر کے اپنے قافلہ کو پیچھے چھوڑ کر مکہ پہنچا، میں نے اپنے گھر والوں سے پوچھا: کیا کوئی نئی خبر ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں' محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے اور ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیق) نے ان کی تصدیق کر کے ان کا دین قبول کر لیا ہے، کہتے ہیں: میں ابوبکر کو خوب جانتا تھا کہ وہ نرم دل، خوش اخلاق ہونے کے ساتھ بہترین اور سلیقہ مند تاجر تھے، مجھے ان سے الفت و محبت تھی اور ان کی مجلسوں کو میں پسند کرتا تھا کہ ان کو قبیلہ قریش کے واقعات اور ان کے نسبی شجرے خوب یاد تھے، لہٰذا میں ان کی خدمت میں پہنچا اور دریافت کیا کہ واقعی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے اور آپ نے ان کی تصدیق کی ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں، پھر انہوں نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے تعلق سے کچھ واقعات سنائے اور دین اسلام قبول کرنے کی رغبت دلائی، میں نے راہب کا واقعہ سنایا، ابوبکر یہ واقعہ سن کر چونک گئے اور فرمایا: فوراً تم میرے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پاک میں چلو اور اپنا واقعہ بیان کرو، پھر آپ کا پیغام سننا تاکہ تم دین اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھ پر اسلام پیش فرمایا اور قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر سنائیں اور دنیا اور آخرت میں بھلائی کی بشارت سنائی، اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کے لیے میرے سینے کو کشادہ فرما دیا، پھر میں نے راہب کے تعلق سے اپنا واقعہ بیان کیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے کہ چہرہ اقدس سے مسرت کے آثار نمایاں تھے، میں نے حضور کے روبرو ہی کلمہ طیبہ ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا اعلان کر دیا۔

(علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور، ص: ۲۳۷)

اخلاق وعادات:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، اپنوں اور بیگانوں، چھوٹوں اور بڑوں کے ساتھ ایسا حسن معاشرت کا سلوک کرتے کہ وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کا نتیجہ ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی صاحبزادی اُم ابان

جو حسن و جمال کا پیکر تھی، بڑے بڑے رؤساء نے انہیں پیغام نکاح بھیجا لیکن انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب انہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا پیغام ملا تو انہوں نے تسلیم کرتے ہوئے خود اعلان کیا:

میں ان کے محاسن و اخلاق اور اوصاف کریمانہ سے بخوبی واقف ہو چکی ہوں، گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے، باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے، خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے، کوئی کام کر دو تو شکر گزار ہوتے ہیں، خطا ہو تو معاف کر دیتے ہیں۔

آپ ایثار و قربانی کو بہت پسند کرتے تھے، غرباء و مساکین کے لیے کھانے کا اہتمام کرتے، مسکینوں اور غریبوں کی مالی معاونت کرتے، اور مہمانوں کی خوب تواضع و خدمت کرتے تھے۔ ایک دفعہ قبیلہ بنو عذرہ کے تین اشخاص بیک وقت مسلمان ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے صحابہ! یہ اسلام قبول کرنے والے ہمارے نئے بھائی ہیں، ان کی کفالت اپنے ذمہ کون لیتا ہے؟ اس موقع پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ان تینوں بھائیوں کی کفالت میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، آپ انہیں اپنے گھر لے گئے، ان کی خوب کفالت کی، دو تو غزوہ میں شامل ہو کر شہید ہو گئے لیکن ایک کافی عرصہ تک بقید حیات رہے، آپ ان کی خدمت و کفالت کرتے رہے حتیٰ کہ گھر میں ان کا انتقال ہوا، وفات کے بعد اکثر ان کا تذکرہ کرتے۔ ایک دفعہ خواب دیکھتے ہیں کہ تینوں بھائی جنت کے دروازہ کے پاس ہیں، پہلے جام شہادت نوش کرنے والے پیچھے ہیں جبکہ بعد میں فوت ہونے والا سب سے آگے ہے، ایسی صورتحال سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بہت متعجب ہوئے، اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے، کیونکہ بعد میں وفات پانے والے کی عبادت و ریاضت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے اعمال زیادہ ہوئے اور انہیں مقام بھی امتیازی دیا گیا ہے۔

صبر و تحمل:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نہایت درجہ کے صابر و متحمل اور بردبار تھے، بڑے بڑے مصائب و مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے، آپ کا قبول اسلام اہل خانہ پر بجلی بن کر گرا، انہوں نے اس نئی پیدا ہونے والی صورتحال کو ناقابل برداشت قرار دیا، آپ نے اقارب کی تکالیف برداشت کیں لیکن دامن اسلام کو نہیں چھوڑا۔

نوفل بن خویلد جو اسد قریشی کے نام سے مشہور دشمن تھا، اس نے آپ کو اسلام سے انحراف کرنے کی غرض سے مختلف آزمائشوں میں ڈالا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کچھ برداشت کرتے رہے، وہ ظالم رسی کے ایک حصہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو باندھتا اور دوسرے حصہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو باندھتا پھر خوب سزا دیتا لیکن ایسی سزا ان کے ایمان میں تبدیلی پیدا نہ کر سکی۔ چونکہ حضرت طلحہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما اکٹھے آزمائش برداشت کرتے تھے، اس لیے انہیں ''قرینین'' کہا جاتا ہے۔

سعادت ہجرت:

دیگر صحابہ کی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی جان و مال، اولاد و وطن کی قربانی پیش کرتے ہوئے مکہ معظمہ سے مدینہ کی

طرف ہجرت فرمائی۔ چنانچہ آپ کی ہجرت کا مختصر واقعہ حسب ذیل ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو ساتھ لے کے جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو اس زمانہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ملک شام تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے، ادھر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور ادھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ملک شام سے واپس ہوئے۔ اتفاق سے ایک دن ایک جگہ راستہ میں ملاقات ہوگئی، نہایت مسرور ہوئے، وہاں سے جو کپڑے خرید کر لارہے تھے اس میں سے دو جوڑے نکالے، ایک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور دوسرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مدینہ طیبہ کے لوگ آپ کا نہایت شدت سے انتظار کر رہے ہیں، صدیق اکبر نے فرمایا: اے طلحہ! ہم ساتھ ساتھ رہے یہاں تک کہ سزائیں برداشت کرنے میں بھی ساتھ تھے جس کی بنا پر ہمیں "قرینین" کہا جاتا رہا ہے، لہٰذا مکہ جا کر فوراً مدینہ آؤ، میرے تمام گھر والوں کی ذمہ داری بھی تمہارے سر ہے کہ تم ان سب کو مدینہ لے کے پہنچو، لہٰذا ایسا ہی ہوا، حضرت طلحہ جلد از جلد مکہ پہنچے، سامان فروخت کیا اور صدیق اکبر کے اہل و عیال کو لے کر مدینہ طیبہ روانہ ہوگئے۔

غزوات میں شرکت:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شجاع و بہادر تھے، آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور خوب شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے، غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بدری صحابہ میں شمار فرمایا اور مال غنیمت سے بھی انہیں حصہ عطا کیا تھا۔

رشتہ مواخات:

ہجرت سے قبل حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

عظمت و فضیلت:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایثار و خدمات، خلوص و للہیت، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، شجاعت و بہادری، دفاع اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کے حوالے سے اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی عظمت و فضیلت کے حوالے سے کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- غزوہ اُحد کے موقع پر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے حوالے سے بے مثال خدمات انجام دیں، دشمنوں کے وار کو روکتے، حلقت عملی سے حملہ روکتے، آپ کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی، دشمن کا مسلسل دفاع و مقابلہ کرتے رہے حتیٰ کہ اس موقع پر آپ کے جسم پر نیزے، تلوار اور تیروں کے ستر (۷۰) سے زائد زخم آئے اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ اسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے، آپ نے ان کے جسم پر اپنا دست اقدس پھیرا اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی اللھم اشفہ وقوہ۔ اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور دشمن سے جہاد شروع کر دیا۔

اس جان نثاری کو دیکھ کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
او جب طلحة الجنة یعنی طلحہ پر جنت واجب ہوگئی۔

۲- حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جب انہیں مشرکین کے تیر لگنا شروع ہوئے تو اس احساس کا اظہار پست آواز سے کیا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے طلحہ! اگر تم اس وقت بسم اللہ پڑھتے تو دنیا میں رہتے ہوئے جنت میں اپنی آنکھوں سے اپنا گھر دیکھ لیتے۔

۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عشرہ مبشرہ میں جنت کے ٹکٹ تقسیم فرمائے ان میں ایک حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کا نام لے کر انہیں جنتی قرار دیا تھا۔

۴- حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے تو فرماتے: تم دنیا اور آخرت میں میرے ہم زلف ہو۔

شہادت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد خلافت کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت کا مسئلہ انتشار کا شکار ہوگیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو صحابہ میں اختلاف کے باعث لڑائیوں کا طویل سلسلہ شروع ہوگیا، ان میں ایک جنگ جمل ہے، جو حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے مابین لڑی گئی، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے لڑ رہے تھے، عین لڑائی کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوگئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنائی تو وہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہونا چاہتے تھے کہ اچانک ایک تیر آیا جوان کے گلے میں لگا، خون جاری ہوگیا اور اسی تیر سے آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

آپ ۱۰ر جمادی الآخریٰ ۳۶ھ بروز جمعرات چونسٹھ (۶۴) سال کی عمر میں شہید کیے گئے۔

جنگ جمل کے اختتام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ کا جائزہ لیا تو ایک لاش دستیاب ہوئی، غور سے دیکھا تو وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش تھی، آپ اپنے گھوڑے سے اترے، لاش کو درست کیا، داڑھی سے مٹی کو صاف کیا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا:

لیتنی مت قبل هذا الیوم بعشرین سنة ۔ کاش میں آج سے بیس (۲۰) سال پہلے دنیا سے رخصت ہو چکا ہوتا۔ ساتھ ہی اعلان کیا: طلحہ کے قاتل کو عذاب نار سے مطلع کردو۔

بصرہ کی بندرگاہ کے پاس آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی، تدفین کے تیس (۳۰) سال بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: میں پانی میں ڈوبا ہوا ہوں، مجھے آرام پہنچاؤ اور مجھے اذیت ہو رہی ہے۔ اس شخص کو یہ خواب مسلسل تین رات تک آتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص قیس بن حازم کا غلام تھا اور بعض مؤرخین کے مطابق آپ کے اہل خانہ میں سے کسی فرد نے یہ

خواب دیکھا تھا۔ یہ خواب آپ کی صاحبزادی صاحبہ کے سامنے بیان کیا گیا، انہوں نے اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فتویٰ طلب کیا، انہوں نے لاش مبارک کو نکالنے کی اجازت دی، قبر کھودی گئی تو قبر میں پانی داخل ہو چکا تھا، جسم مبارک تر و تازہ تھا، خوشبو سے مہک رہا تھا۔ اس کے بعد بصرہ میں آل ابی بکر کے لیے حویلی میں دس ہزار درہم کا مکان خریدا گیا، جس میں دوبارہ تدفین عمل میں لائی گئی۔ (علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور، ص: ۲۵۳)

اولادِ امجاد:

اللہ تعالیٰ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دس صاحبزادوں اور چار صاحبزادیوں سے نوازا، جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) صاحبزادوں کے اسماء:

(۱) محمد، (۲) عیسیٰ، (۳) یحییٰ، (۴) اسماعیل، (۵) اسحاق، (۶) یعقوب، (۷) موسیٰ، (۸) زکریا، (۹) یوسف، (۱۰) صالح۔

(ii) صاحبزادیوں کے اسماء:

(۱) عائشہ، (۲) اُم اسحاق، (۳) صعبہ، (۴) مریم۔

فائدہ نافعہ:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جملہ صاحبزادگان کے اسماء گرامی حضرات انبیاء علیہم السلام کے اسماء پر تجویز فرمائے، اس سے آپ کی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کمال درجہ کی عقیدت ثابت ہوتی ہے۔ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عملی پیغام بھی ہے کہ اپنی اولاد کے نام انبیاء علیہم السلام، صحابہ عظام رضی اللہ عنہم، صالحین و اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء پر تجویز کیے جائیں۔

جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء گرامی بابرکت ہیں اسی طرح صحابہ کرام کے اسماء بھی بابرکت و پرتاثیر ہیں۔ لہٰذا بچوں کے نام صحابہ کے اسماء پر اور بچیوں کے نام صحابیات کے اسماء پر تجویز کرنے چاہئیں۔ اس مقصد کے پیش نظر ایک سو دس (۱۱۰) صحابہ کرام اور نوے (۹۰) صحابیات عظام کے مشہور اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) اسماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

۱- السال، ۲- احزاب، ۳- اربد، ۴- ارقم، ۵- اسامہ، ۶- اسلم، ۷- اشرف، ۸- اشعث، ۹- اعرس، ۱۰- اقمر، ۱۱- انس، ۱۲- انیس، ۱۳- انیف، ۱۴- اوس، ۱۵- اوفی، ۱۶- ایوب، ۱۷- بدر، ۱۸- بسر، ۱۹- بشر، ۲۰- بشیر، ۲۱- بکر، ۲۲- بلال، ۲۳- بهلول، ۲۴- ثابت، ۲۵- ثعلبہ، ۲۶- ثمامہ، ۲۷- ثوبان، ۲۸- ثور، ۲۹- جابر، ۳۰- جبل، ۳۱- جدار، ۳۲- جد، ۳۳- حاتم، ۳۴- حاجب، ۳۵- حارث، ۳۶- حازم، ۳۷- حاطب، ۳۸- حبان، ۳۹- حزم، ۴۰- حسان، ۴۱- حفص، ۴۲- حکم، ۴۳- حماد، ۴۴- حماس، ۴۵- حمزہ، ۴۶- حمل،

۴۷-حنظل، ۴۸- حنظلہ، ۴۹- حنیف، ۵۰- سہل، ۵۱- حوشب، ۵۲- حیان، ۵۳- حی۔
۵۴-خالد، ۵۵- خباب، ۵۶- خطاب، ۵۷- خلید، ۵۸- خیر، ۵۹- داؤد، ۶۰- درہم،
۶۱-ذکوان، ۶۲- رافع، ۶۳- رفاعہ، ۶۴- رکب، ۶۵- زبان، ۶۶- زفر، ۶۷- زکریا، ۶۸- زہیر۔
۶۹-زیاد، ۷۰- سالم، ۷۱- سعد، ۷۲- سفیان، ۷۳- سکن، ۷۴- سلام، ۷۵- سلمان،
۷۶-شماس، ۷۷- شمعون، ۷۸- شہر، ۷۹- صالح، ۸۰- طفیل، ۸۱- طلحہ، ۸۲- طیب،
۸۳-ظہیر، ۸۴- عامر، ۸۵- عباد، ۸۶- عباس، ۸۷- عتیق، ۸۸- غالب، ۸۹- غسان، ۹۰-محمد،
۹۱- مسعود، ۹۲- مسلم، ۹۳-حابس، ۹۴- مظہر، ۹۵- جنید، ۹۶- مقداد، ۹۷- مقدام،
۹۸-مکحول، ۹۹- منیب، ۱۰۰-ثمامہ، ۱۰۱- جون، ۱۰۲- نعیمان، ۱۰۳- نواس، ۱۰۴- نوفل،
۱۰۵- واقد، ۱۰۶- وائل، ۱۰۷- وردان، ۱۰۸- جعفر، ۱۰۹- جمیل، ۱۱۰- جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم

(ii) اسماء صحابیات عظام رضی اللہ عنہن

۱- آسیہ، ۲- آمنہ، ۳- اثیلہ، ۴- اروٰی، ۵- اسماء، ۶- امامہ، ۷- امیمہ، ۸- انیسہ، ۹-بادیہ،
۱۰- برزہ، ۱۱- نائلہ، ۱۲- میمونہ، ۱۳- بسرہ، ۱۴- بشیرہ، ۱۵- بیضاء، ۱۶- ثمیمہ،
۱۷-ثویبہ، ۱۸- جمیلہ، ۱۹- جویریہ، ۲۰- حبیبہ، ۲۱- حذافہ، ۲۲- حسانہ، ۲۳- حفصہ،
۲۴-حلیمہ، ۲۵- حولاء، ۲۶- حیہ، ۲۷- خالدہ، ۲۸- خدیجہ، ۲۹- خرقاء، ۳۰- ہند،
۳۱-خلیدہ، ۳۲- یسیرہ، ۳۳- خنساء، ۳۴- خولہ، ۳۵- خویلہ، ۳۶- رائعہ، ۳۷- ہریرہ،
۳۸-رزینہ، ۳۹- رفیدہ، ۴۰- رقیہ، ۴۱- رملہ، ۴۲- رمیثہ، ۴۳- روضہ، ۴۴- ریحانہ،
۴۵-ریطہ، ۴۶-زائدہ، ۴۷- زرینہ، ۴۸- زنیرہ، ۴۹- زینب، ۵۰- سائبہ، ۵۱- سدوس،
۵۲-سدیسہ، ۵۳-سعدہ، ۵۴- سعدیٰ، ۵۵- سعیدہ، ۵۶- سکینہ، ۵۷- سلامہ، ۵۸- سلمی،
۵۹- سلمہ، ۶۰-سمیہ، ۶۱- سہلہ، ۶۲- شفاء، ۶۳- شموس، ۶۴- ہالہ، ۶۵- صفیہ،
۶۶-طلیحہ، ۶۷-ظبیہ، ۶۸- عاتکہ، ۶۹- عائشہ، ۷۰- عفراء، ۷۱- عقیلہ، ۷۲- ندبہ، ۷۳-علیہ،
۷۴-عمارہ، ۷۵- عمیرہ، ۷۶- عفیرہ، ۷۷- فاختہ، ۷۸- فارعہ، ۷۹- فاطمہ، ۸۰- قریبہ،
۸۱-قفیرہ، ۸۲- قیلہ، ۸۳- کبشہ، ۸۴- کریمہ، ۸۵- لبابہ، ۸۶- لبنیٰ، ۸۷- ماریہ، ۸۸- نہدیہ،
۸۹- مریم، ۹۰- ملیکہ ۔ (بحوالہ اسد الغابۃ)

حکیمانہ ارشادات:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے حکیمانہ اور نصیحت آموز چند اقوال حسب ذیل ہیں:

۱- صلہ رحمی کے بارے میں کسی کنجوس سے ہرگز مشورہ نہ کرو۔

۲- گھر میں بیٹھا رہنا اور معاش کی تلاش میں باہر نہ نکلنا مرد کا عیب ہے۔

۳- جنگ میں شرکت کے لیے کسی بزدل شخص سے مشورہ نہ کرو۔

۴- کسی دوشیزہ سے نکاح کے لیے نوجوان سے مشورہ نہ کرو۔

۵- خدام سے حسن سلوک، دشمن کے عزائم کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

۶- اپنی مالی حیثیت کے مطابق لباس زیب تن کیا جائے، کیونکہ یہ نعمت خداوندی کا اظہار ہے۔

ظاہری اسباب وذرائع کا استعمال جائز ہونا:

۱- مواقع کی مناسبت سے ذرائع اور اسباب کا استعمال جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تحفظ اور دشمن سے بچاؤ کے لیے دو زرہیں زیب تن فرما رکھی تھیں، یہ ذرائع کا استعمال تھا۔ اس میں امت کے لیے بھی پیغام وتعلیم ہے کہ جانی و مالی نقصان سے تحفظ کے لیے اسباب کے استعمال کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ ایک زرہ کی بجائے دو کا استعمال اپنے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے تھا۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے از خود چٹان پر نہ چڑھنے کی تین وجوہات ہوسکتی ہیں: (i) ان دنوں میں آپ کا جسم مبارک بھاری ہو چکا تھا۔ (ii) چٹان قدرے بلند تھی جس پر چڑھنا دشوار تھا۔ (iii) احتیاطی تدابیر کو استعمال میں لاتے ہوئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر اور اس پر قدم رکھتے ہوئے چٹان پر جلوہ افروز ہوئے۔

۳- غزوۂ اُحد کے موقع پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ ودفاع کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا، اپنے ہاتھوں کو ڈھال بناتے ہوئے تیروں کو روکتے، دشمن کے حملہ کو حکمت عملی سے ناکام بناتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر محفوظ مقام پر لے جاتے، اپنے ہاتھ زخمی ہو گئے، ایک انگلی کٹ کر گر گئی حتیٰ کہ تلواروں، نیزوں اور تیروں کے ستر (۷۰) سے زائد زخم آنے پر بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے، بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے گئے، آپ نے اپنا دست اقدس جسم پر پھیرا، خصوصی دعا فرمائی جس کے نتیجہ میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور ہوش میں آتے ہی دشمن سے جہاد کرنا شروع کر دیا۔

یہ ایثار وجان نثاری دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

اوجب طلحۃ یعنی طلحہ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی۔

فائدہ نافعہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مختار بنایا تھا جسے جو چیز چاہیں عنایت کریں اور جسے چاہیں اس چیز سے محروم کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جنتی قرار دیا، اس سے معلوم ہوا ہے کہ آپ جنت کے مالک ومختار ہیں، جس طرح چاہیں اس میں تصرف فرمائیں۔ (ماخوذ شرح انتخاب احادیث صحیح بخاری از صفحہ ۳۰۴ تا ۳۱۴)

3672 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مُوسَى الطَّلْحِيُّ مِنْ وَلَدِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ الصَّلْتِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ قَالَ قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

متنِ حدیث: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى شَهِيدٍ يَّمْشِى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ الصَّلْتِ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِى الصَّلْتِ بْنِ دِينَارٍ وَّفِى صَالِحِ بْنِ مُوسٰى مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمَا

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ کسی شہید کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھے تو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف صلت بن دینار نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض اہل علم نے صلت بن دینار نامی راوی کے بارے میں کلام کیا ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

بعض محدثین نے صالح بن موسیٰ نامی راوی کے بارے میں بھی کلام کیا ہے۔

شرح

زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اعلان ہونا:

نگاہ نبوت کے سامنے کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تا قیامت بلکہ بعد از قیامت پیش آنے والے واقعات کو تفصیل سے بیان کر دیا، حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جنتی قرار دیا گیا ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پچیس (۲۵) سال بعد جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

فائدہ نافعہ:

اس روایت سے ثابت ہوا یہ عقیدہ باطل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے۔ بعض لوگ اس حدیث کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرار دے کر گزر جاتے ہیں اور آپ کے علم مبارک کا انکار کرتے ہیں حالانکہ معجزہ اور علم نبوی دونوں متعارض و متضاد چیزیں نہیں ہیں۔

3673 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ يَحْيٰى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَمِّهِ مُوسٰى بْنِ طَلْحَةَ

متنِ حدیث: قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ اَلَا اُبَشِّرُكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

3672 - اخرجه ابن ماجه (١/٤٦): المقدمة: باب: فضل طلحة بن عبيد الله. حديث (١٢٥) عن الصلت بن دينار عن ابي نضرة، عن جابر به.

يَقُولُ : طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو انہوں نے فرمایا: میں تمہیں یہ خوشخبری سناتا ہوں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' طلحہ ان لوگوں میں سے ہے' جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا۔ (جن کا ذکر قرآن میں ہے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اس کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کو صرف اس سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

اپنی نذر پوری کرنے والے لوگوں میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا شمار ہونا:

اس روایت میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے، وہ اس طرح کہ جب ارشاد ربانی نازل ہوا مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ (لوگوں میں سے کون ہے جس نے اپنی نذر پوری کر لی ہے؟) اس آیت کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: اس آیت کا مصداق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ وہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جم کر لڑے تھے۔ وہ ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال درجہ سے دفاع کرتے رہے، دوسری طرف دشمن سے لڑتے رہے اور دشمن کے حملوں کو ناکام بناتے رہے حتیٰ کہ جسم زخموں سے چور ہو گیا اور آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ پھر دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں ہوش میں آتے ہی جہاد کا سلسلہ شروع کر دیا۔

3674 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْعَنَزِيُّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ الْيَشْكُرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ

متنِ حدیث: قَالَ سَمِعَتْ اُذُنِيْ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ جَارَايَ فِي الْجَنَّةِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے کانوں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے' آپ نے ارشاد فرمایا: طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

3674 - انفرد به الترمذي انظر (تحفة الاشراف) (۷/ ۴۳۳): حديث (۱۰۲۴۳)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۳/ ۳۶۴) و قال: حديث صحيح الاسناد، و لم يخرجاه، و تعقبه الذهبي، و قال: لا، اخرجه من طريق علقمة بن علاثة اليشكري عن علي بن ابي طالب به.

شرح

جنت میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہونا:

ہر صحابی قابل تعریف اور واجب الاحترام ہے، کیونکہ قرآن کریم ان کی موجودگی میں نازل ہوا، انہوں نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی وروحانی فیضان حاصل کیا، ان نفوس قدسیہ کی کاوش سے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچا ہے، ان کا ایمان چٹان سے بھی زیادہ مضبوط تھا، کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایمان لائے اور ہم سن کر آپ پر ایمان لائے ہیں۔

اس روایت میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی فضیلت بیان کی گئی ہے، زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں جنتی قرار دیا گیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں انہیں اپنا پڑوسی قرار دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں صحابہ نہ صرف جنتی ہیں بلکہ جنت میں انہیں قربِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حاصل ہوگا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما دونوں کا شمار صحابہ عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، زبان نبوت سے انہیں نام لے کر جنتی قرار دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے پچیس (۲۵) سال بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ جمل کے موقع پر جام شہادت نوش کیا تھا۔

3675 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ مُوْسٰى وَعِيْسٰى ابْنَىْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْهِمَا طَلْحَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِاَعْرَابِيٍّ جَاهِلٍ سَلْهُ عَمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ مَنْ هُوَ وَكَانُوْا لَا يَجْتَرِئُوْنَ هُمْ عَلٰى مَسْاَلَتِهٖ يُوَقِّرُوْنَهٗ وَيَهَابُوْنَهٗ فَسَاَلَهُ الْاَعْرَابِيُّ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ اِنِّىْ اطَّلَعْتُ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ وَعَلَيَّ ثِيَابٌ خُضْرٌ فَلَمَّا رَاٰنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ قَالَ الْاَعْرَابِيُّ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذَا مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ كُرَيْبٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ بُكَيْرٍ وَّقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ كِبَارِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ عَنْ اَبِىْ كُرَيْبٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يُحَدِّثُ بِهٰذَا عَنْ اَبِىْ كُرَيْبٍ وَّوَضَعَهٗ فِىْ كِتَابِ الْفَوَائِدِ

◆◆ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ایک ناواقف دیہاتی شخص سے یہ کہا: تم آپ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کرو جس نے اپنی نذر کو پورا کر دیا' اور (جس کا ذکر قرآن میں ہے) اس سے مراد کون شخص ہے؟ (حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے عزت واحترام اور آپ کی ہیبت کی وجہ سے براہِ راست سوال نہیں کیا کرتے تھے۔ اس دیہاتی نے آپ سے یہ سوال کیا آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر آپ سے یہ سوال کیا آپ نے پھر اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر آپ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے پھر اس سے منہ پھیر

لیا۔ اسی دوران "میں" مسجد کے دروازے سے اندر آیا' میں نے سبز لباس پہن رکھا تھا جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو دریافت کیا: اپنی نذر کو پورا کرنے والے شخص کے بارے میں دریافت کرنے والا شخص کہاں ہے؟ تو دیہاتی نے جواب دیا: یارسول اللہ! میں ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے (میری طرف اشارہ کر کے) فرمایا: یہ وہ شخص ہے' جس نے اپنی نذر کو پورا کیا (جس کا ذکر قرآن میں ہے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف ابوکریب نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں جسے انہوں نے یونس بن بکیر سے نقل کیا ہے۔

بعض دیگر کبار محدثین نے ابوکریب کے حوالے سے' اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سنا ہے: وہ ابوکریب کے حوالے سے' اس حدیث کو نقل کرتے ہیں: انہوں نے اس حدیث کو اپنی کتاب الفوائد میں نقل کیا ہے۔

شرح

آیت مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ کا مصداق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہونا:

اس روایت میں اس آیت مبارکہ: مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ کا مصداق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث کا اختصار یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آداب کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ گفتگو کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے ایک اعرابی کے ذریعے آپ سے اس کا مصداق معلوم کرنے کی کوشش کی، اعرابی نے تین بار سوال کیا کہ یارسول اللہ! اس آیت کا مصداق کون شخص ہے' جس نے اپنی نذر پوری کر دی ہے؟ آپ نے ہر بار جواب دینے سے اعراض کیا، پھر اچانک حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سامنے آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے مخاطب ہو کر فرمایا: اس آیت کا مصداق یہ شخص ہے، یہی وہ شخص ہے' جس نے اپنی نذر پوری کی ہے، کیونکہ غزوۂ اُحد میں یہ خوب جم کر لڑا تھا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ اشعار کہے:

۱- وطلحة یوم الشعب آسی محمد علی ساعة ضاقت علیه و سقت

۲- وقاه بکفیه الرماح فقطعت اصابعه تحت الرماح فشلت

۳- وکان امام الناس الا محمدا اقر رحا الاسلام حتی استقرت

ترجمہ: ۱- غزوۂ اُحد کے دن طلحہ نے احد گھاٹی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح حفاظت کی جبکہ ان پر عرصہ حیات تنگ اور مشقت میں تھے۔

۲- طلحہ اپنے ہاتھوں پر نیزوں کے وار روکتے تھے جس سبب ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور ہاتھ شل ہو گیا۔

۳- طلحہ اپنی قربانیوں اور جان نثاریوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سب کے پیشوا تھے جنہوں نے نظام اسلام کو مستحکم کیا۔

بَاب مَنَاقِبِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 19: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3676 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ

متنِ حدیث: قَالَ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَقَالَ بِأَبِي وَأُمِّي

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ قریظہ کے دن میرے لئے اپنے والدین کو جمع کیا اور فرمایا: میرے ماں باپ (تم پر قربان ہوں)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت ونام ونسب:

آپ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ستائیس (۲۷) سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام: زبیر، والد کا نام: عوام اور دادا کا نام: خویلد تھا۔ نسب مبارک یوں بیان کیا جاتا ہے:

زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔ پانچویں پشت میں نسب نامہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

کنیت ولقب:

آپ کی کنیت اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے "ابوعبداللہ" تھی اور لقب "حواری رسول اللہ" تھا۔ یہ لقب تجویز کرنے کی وجہ غزوۂ خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان ہے: ان لکل نبی حواریًا و حواریی الزبیر ۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۵۴) بیشک ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر بن عوام ہے۔

3676 - اخرجه البخاری (۹۹/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب الزبير بن العوام، حديث (۳۷۲۰)، و مسلم (۱۸۷۹/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل طلحة و الزبير، رضي الله عنهما، حديث (۴۹ /۱٦: ۲٤)، و ابن ماجه (٤٥/١): المقدمة: فضل الزبير رضي الله عنه، حديث (۱۲۳)، و اخرجه احمد (١٦٤/١ - ١٦٦). عن عبد الله بن الزبير عن الزبير بن العوام به.

خاندانی پس منظر:

آپ قبیلہ قریش کی شاخ بنو تمیم کے چشم و چراغ تھے۔ والد گرامی عوام، خویلد بن اسد کے صاحبزادے اور اُمّ المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ کے زمانہ بچپن میں والد گرامی انتقال کر گئے تھے۔
والدہ ماجدہ کا نام حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب تھا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور و جان نثار چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنی زہرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب سے ہوا تھا، ان کے انتقال کے بعد عوام بن خویلد کے نکاح میں آئیں اور ان سے تین بیٹے پیدا ہوئے:

(۱) زبیر، (۲) سائب، (۳) عبدالکعبہ۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیوں میں سے حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی دولت اسلام سے مالا مال نہیں ہوئی تھی، آپ نہایت وضعدار اور شجاع و بہادر تھیں، غزوہ خندق کے موقع پر انہوں نے تنہا ایک یہودی کو قتل کر دیا تھا۔ آپ یہ اعلان کیا کرتی تھیں: انا اول امرأة قتلت رجلا۔ (میں پہلی خاتون ہوں جس نے تنہا مرد کو قتل کے گھاٹ اتارا ہے) ۲۰ھ میں حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا، مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔
والدہ کے انتقال کے وقت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔

حلیہ مبارک:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی، جسم چھریرا، قد میانہ مائل بطوالت، پاؤں اس قدر لمبے کہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو زمین کو چھوتے تھے، داڑھی کے بال ہلکے، زلفیں کندھے تک لمبی تھیں اور رخساروں پُر گوشت نہیں تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتے:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین کئی رشتے تھے، جو حسب ذیل ہیں:
۱- آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے تھے، اس طرح پھوپھی زاد بھائی بنتے ہیں جو عظیم تر رشتہ ہے۔
۲- اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر محترم عوام بن خویلد، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے والد گرامی تھے، اس رشتہ کے اعتبار سے آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھتیجے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پھوپھا قرار پاتے ہیں۔
۳- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے، کیونکہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی ہمشیرہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما آپ کی بیوی تھیں۔

آغوش اسلام میں:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ "سابقین اولین" میں شمار ہوتے ہیں، نہایت ابتدائی عمر میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے اوراسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا پانچواں نمبر تھا۔ قبول اسلام کے وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ اس بارے میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں:

(i) آٹھ (۸) سال، (ii) بارہ (۱۲) سال، (iii) پندرہ (۱۵) سال، (iv) سولہ (۱۶) سال۔ مؤخر الذکر قول سب سے زیادہ مناسب اور حقیقت کے قریب تر ہے۔

والدہ ماجدہ کی تربیت:

والد گرامی کا انتقال آپ کے بچپن میں ہو گیا تھا، والدہ محترمہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی زیر پرورش وزیر کفالت بچپن گزارا، والدہ محترمہ آپ کی خوراک کے ساتھ تربیت کی طرف خصوصی توجہ فرماتیں تاکہ مستقبل میں بچہ قابل تقلید اوصاف کا حامل ہو، اس مقصد کے حصول کے لیے بعض اوقات تادیبی کاروائی بھی عمل میں لاتیں، ایک دفعہ تادیبی عمل کے دوران لوگوں نے والدہ محترمہ سے کہا: صفیہ! بچے کو کیوں مارتی ہو، اس طرح تو تم انہیں مار ڈالو گی؟ آپ نے لوگوں کے جواب میں برجستہ جواب دیا:

انما انا اضربه کی یلب ویجر الجیش ذا الجلب

(میں اسے اس لیے مارتی ہوں تاکہ یہ ہوشیار، صاحب عقل اور ساز وسامان والے لشکر کا قائد بن سکے)

والدہ محترمہ کی محنت مخلصانہ تربیت اور توجہ کا اثر تھا کہ جوان ہونے کے بعد آپ ہر میدان میں کامیاب ہوتے تھے، ایک دفعہ مکہ میں نوجوانوں میں مقابلہ ہوا تو آپ نے ایک طاقتور نوجوان پر قوت سے وار کیا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، لوگ صاحبزادہ کی شکایت لے کر حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے پاس گئے تو انہوں نے معذرت کی بجائے جواب میں فرمایا:

کیف رأیت زبیراً؟ اقطاً حسبته اَمّ لمراً، اَمّ مشتملاً صقراً

تم نے زبیر کو کیسا پایا؟ وہ پنیر یا خشک کھجور یا بلند حوصلہ ہیں؟

ہمعصر صحابہ کرام:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہمعصر بلکہ ایک ہی سال پیدا ہونے والے مشہور چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے:

(۱) حضرت علی بن ابی طالب، (۲) حضرت زبیر بن عوام، (۳) حضرت طلحہ بن عبیداللہ، (۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

ان ہمعصر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کئی امور قدرے مشترک پائے جاتے ہیں:

(i) سب دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ (ii) سب شجاع و بہادر تھے۔ (iii) سب کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ (iv) سب

نے ہجرت کی اور دین پر ثابت قدم رہے۔ (v) شجاعت و بہادری اور استقامت سے اسلام کی ترقی و دفاع کے کارنامے انجام دیے۔ (vi) سب کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

اسلام کے لیے اٹھنے والی پہلی تلوار:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نوعمری میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، خون بھی جوان تھا، جذبات قابو سے باہر تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت مثالی تھا۔ اسی زمانہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرلیا ہے، آپ دیوانہ وار تلوار لہراتے ہوئے گھر سے نکلے، لوگوں کے بیچ سے گزرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے، آپ نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا: اے زبیر! تم اور یہ تلوار کیسے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ مشرکین نے آپ کو گرفتار کرلیا ہے، فرمایا: اگر میں گرفتار کرلیا جاتا تو تم کیا کرتے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں گرفتار کرنے والوں کو اپنی تلوار سے قتل کردیتا، یہ جواب سن کر آپ خوش ہوئے، اور ان کی تلوار کے لیے خیر وبرکت کی دعا فرمائی۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ پہلی تلوار ہے، جو ایک نوجوان کے جذبات کی ترجمان بن کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں میان سے نکلی تھی۔

سعادتِ ہجرت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد جو شخص دامن اسلام سے وابستہ ہوتا، مشرکین مکہ اس پر مظالم کے پہاڑ ڈھاتے، مختلف مصائب میں مبتلا کر کے اسے اسلام سے برگشتہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے لیکن مسلمان سب مصائب وآلام برداشت کرلیتا دامن اسلام ہرگز نہ چھوڑتا۔ یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دامن سے وابستہ لوگوں کو مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کر جانے کی اجازت دی گئی، سب مسلمانوں نے ہجرت کی اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی۔ مؤرخین کے مطابق آپ نے دو ہجرتیں فرمائیں، پہلی ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف، پھر مکہ واپس آ گئے جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے اور دوسری ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف کی اور وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

ایثار وفیاضی:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو مال ودولت کے ساتھ ساتھ ایثار وقربانی والا دل بھی عطا فرمایا تھا، غرباء ومساکین پر خرچ کر کے اظہار مسرت فرماتے تھے۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے آپ کی ملکیت میں ایک ہزار غلام تھے، جو روزانہ مزدوری کر کے بھاری رقم آپ کے ہاں جمع کراتے تھے مگر اس رقم سے ایک پیسہ تک اپنے اہل وعیال پر خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ سب رقم فی سبیل اللہ غرباء ومساکین پر صدقہ کر دیتے تھے۔

مساوات اسلامی کا خیال:

صاحب دولت اور معزز ومحترم ہونے کے باوجود آپ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی اصولوں کو پیش نظر رکھتے تھے اور اس

سلسلہ میں کسی چیز کو حائل نہیں ہونے دیتے تھے۔غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ کے ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بڑی بے دردی سے شہید کیے گئے، والدہ محترمہ تجہیز وتکفین کے لیے دو کپڑے لائیں مگر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ایک انصاری صحابی کی لاش بے گور وکفن پڑی تھی، دل نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ دونوں کپڑے ماموں کے کفن کے لیے استعمال ہوں جبکہ انصاری کی لاش بے گور وکفن پڑی رہے، دونوں کپڑوں کو ناپا گیا، اتفاق سے ایک کپڑا بڑا جبکہ دوسرا چھوٹا تھا، یہ بھی گوارا نہ کیا کہ بڑا کپڑا اپنے ماموں کے لیے استعمال کریں اور چھوٹا دوسرے شہید کے لیے، آپ نے قرعہ اندازی کے ذریعے کپڑوں کو تقسیم کیا اور دونوں لاشوں کو ایک ایک کپڑے میں کفن دیا۔اس طرح اسلامی مساوات کے اصول کو پیش نظر رکھا۔

تجارت میں برکت:

آپ بہت بڑے تاجر تھے، تجارت میں کبھی نقصان نہیں ہوا تھا، اس طرح نہایت تجربہ کار تاجر واقع ہوئے تھے، آپ سے تجارت میں نقصان نہ ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب میں فرمایا: میں نے نفع کے خیال سے کبھی تجارت نہیں کی لیکن عیب دار چیز کبھی نہیں خریدی۔

فضائل وکمالات:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات کثیر روایات میں بیان کیے گئے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال: كنت يوم الاحزاب جعلت انا و عمر بن ابى سلمة فى النساء، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من يأت بنى قريظة؟ فيأتينى بخبرهم، فانطلقت فلما رجعت جمع لى رسول الله صلى الله عليه وسلم ابويه، فقال: فداك ابى و امى . (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۵۱۵)

غزوہ خندق کے دن میں اور عمر بن ابی سلمہ دونوں خواتین کی حفاظت کے لیے مامور تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی قریظہ کے پاس جا کر معلومات کون لائے گا؟ پس میں گیا اور واپس حاضر خدمت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے فرمایا: میرے والدین تم پر قربان ہوں۔

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان على حراء هو وابوبكر و عمر و عثمان و على و طلحة والزبير فتحركت الصخرة، فقال النبى صلى الله عليه وسلم اهدأ فما عليك الا نبى او صديق او شهيد . (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۴۱۷)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ حراء پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم تھے، تو پہاڑ نے حرکت شروع کر دی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کوہ حراء! اپنی حرکت بند کر دے تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

۳۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ابوبكر في الجنة، و عمر في الجنة و عثمان في الجنة وعلى في الجنة وطلحة في الجنة والزبير في الجنة و عبدالرحمن بن عوف في الجنة و سعد في الجنة و سعيد في الجنة و ابو عبيدة بن الجراح في الجنة . (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۳۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر صدیق جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے، طلحہ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہے، سعد جنتی ہے، سعید جنتی ہے اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم جنتی ہے۔

۴۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال سمعت اذني من في رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقول: طلحة والزبير جاراى في الجنة . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۵۵۶۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دونوں کانوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ بات سنی: طلحہ اور زبیر دونوں جنت میں میرے ہمسائے ہوں گے۔

۵۔حضرت عبدالرحمٰن بن اخنس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال شهدت سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل عند المغيرة بن شعبة فذكر من على شيئا، فقال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول عشرة من قريش في الجنة: ابوبكر في الجنة و عمر في الجنة و على في الجنة و عثمان في الجنة و طلحة في الجنة والزبير في الجنة وعبدالرحمن في الجنة وسعد بن ابى وقاص في الجنة وسعيد بن زيد بن عمر في الجنة .

(السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۸۲۱۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش کے دس آدمی جنتی ہیں: (۱) ابوبکر جنتی ہے، (۲) عمر جنتی ہے، (۳) علی جنتی ہے، (۴) عثمان جنتی ہے، (۵) طلحہ جنتی ہے، (۶) زبیر جنتی ہے، (۷) عبدالرحمٰن جنتی ہے، (۸) سعد بن ابی وقاص جنتی ہے، (۹) سعید بن زید رضی اللہ عنہم جنتی ہے۔

رشتہ مواخات:

ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار صحابہ کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا، مہاجرین میں سے ایک اور ایک انصار میں سے لے کر دونوں کے مابین مواخات کرایا گیا، اس کا مقصد مہاجرین کی بحالی اور باہم محبت والفت پیدا کرنا تھا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا رشتہ اخوت حضرت مسلمہ بن سلمہ بن وقش انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا۔

رشتہ مواخات، حقیقی رشتہ سے بھی زیادہ مستحکم، نتیجہ خیز اور باہم محبت کا باعث بنا۔ چونکہ مہاجرین محض ایمان کی حفاظت کے لیے مدینہ طیبہ آئے تھے جبکہ ان کی جائیداد، گھر بار، اعزاء و اقارب اور وطن سب کچھ چھوٹ گیا تھا، انصار نے ان کی بحالی کے لیے پورا پورا تعاون و معاونت کی، جس انصاری مسلمان کے دو گھر تھے ایک خود رکھ لیا جبکہ دوسرا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا، جس کے دو کھیت تھے ایک خود رکھ لیا دوسرا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا، جس کے دو باغ تھے ایک خود رکھ لیا دوسرا اپنے مہاجر بھائی کو پیش کر دیا حتیٰ کہ جس کی دو بیویاں تھیں اس نے ایک خود رکھ لی دوسری کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دی۔

مواخات جیسا رشتہ پوری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتا، ایسا رشتہ چشم فلک نے بھی پہلی بار دیکھا تھا، یہ رشتہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم کردہ تھا' جو دنیا تک محدود نہ رہا بلکہ قیامت کے دن بھی مفید و نافع ثابت ہوگا۔ اس رشتہ کی بدولت مسلمانوں میں ایثار وقربانی، الفت ومحبت اور خیر خواہی کا جذبہ موجزن ہوا۔

تعداد مرویات اور رواۃ:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار، یکے از عشرہ مبشرہ، آپ کے علمی و روحانی فیض یافتہ تھے۔ آپ کے حوالے سے اڑتیس (۳۸) احادیث مبارکہ روایت کی جاتی ہیں اور یہ روایات کتب صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

آپ کے حوالے سے احادیث روایت کرنے والوں (رواۃ) کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر، (۲) حضرت مصعب بن زبیر، (۳) حضرت عروہ بن زبیر، (۴) حضرت جعفر بن زبیر، (۵) حضرت مالک بن اوس، (۶) حضرت احنف بن قیس، (۷) حضرت عبداللہ بن عامر، (۸) حضرت مسلم بن جندب، (۹) حضرت ابوحکیم وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

سوال: آپ ایسے جلیل القدر صحابی ہیں، جو عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتے ہیں، پھر آپ کی مرویات کی تعداد صرف اڑتیس (۳۸) احادیث تک محدود کیوں ہے؟

جواب: آپ کی مرویات کی تعداد قلیل ہونے کی وجہ روایت حدیث میں احتیاط ہے، کیونکہ اس احتیاط کا درس دیتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كذب علی متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار ۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:۳، ص:۵۷)

(جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے)

غزوات میں شرکت:

آپ کی والدہ محترمہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے آپ کی تربیت ایسے خطوط اور مقاصد کے لیے کی تھی کہ جوانی میں قدم رکھتے ہی نتائج سامنے آنا شروع ہو گئے، دور و اکناف میں آپ کی شجاعت و بہادری کے سکے بیٹھ گئے اور کوئی بڑا سے بڑا پہلوان آپ کے سامنے دم نہیں مار سکتا تھا۔

ہجرت مدینہ کے بعد مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو مدینہ طیبہ میں بھی سکون کا سانس لینا دشوار کر دیا تھا، وہ کبھی مسلمانوں کے مویشیوں کو لے جاتے، کبھی موقع پا کر مسلمانوں کو قتل کر دیتے اور بالآخر انہوں نے مسلمانوں سے باقاعدہ جنگ کا پروگرام بنالیا، کیونکہ اسلام کی روشنی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔

مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے مابین جنگوں کا طویل سلسلہ غزوہ بدر سے شروع ہوا، جو فتح مکہ تک جاری رہا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مسلمانوں نے غزوات میں نہایت دلیری و بے باکی سے حصہ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد جہاد دفاع اسلام تھا، یہی وجہ ہے کہ کثیر تعداد میں غزوات پیش آنے کے باوجود طرفین سے نہایت قلیل لوگ کام آئے۔ دیگر صحابہ کی طرح حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بھی تمام غزوات میں شرکت کی اور اپنی شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ غزوہ خندق میں تو آپ کی خدمات قابل تقلید، قابل تحسین اور تاریخی نوعیت کی تھیں۔ غزوات میں آپ کے کارنامے عسکری تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ عصر حاضر کے مسلمانوں میں جذبہ جہاد ماند پڑ رہا ہے، ایسے ماحول میں غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت وتعارف کی اہم ضرورت ہے، اس ضمن میں صحابہ کرام بالخصوص حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی شجاعت و بہادری کے کارناموں سے نوجوانوں کو متعارف کرانے کی اشد ضرورت ہے، کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ وہی اقوام ترقی کرتی ہیں جو جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر دشمن کے سامنے باوقار انداز سے مقابلہ کرنا جانتی ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفاء راشدین میں اسلام کی ترقی و دفاع کے حوالے سے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے تاریخ ساز خدمات انجام دیں۔

شہادت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو شہادت کی خوشخبری سنائی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ نے جنگ جمل میں شمولیت کی پھر فریقین سے کنارہ کش ہو کر حجاز واپس ہوئے، نماز ظہر کا وقت ہونے پر نماز میں مشغول ہو گئے، عین نماز کی حالت میں عمرو بن جرموز نے حملہ آور ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔

۱۰ / جمادی الآخریٰ ۳۶ھ میں بروز جمعرات بصرہ سے اکیس (۲۱) میل کی دوری پر وادی سباع میں آپ شہید ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

شہادت کے وقت آپ کی عمر کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) پچھتر (۷۵) سال، (۲) ساٹھ (۶۰) سال، (۳) پچاس (۵۰) سال، (۴) سڑسٹھ (۶۷) سال، (۵) چھیاسٹھ (۶۶) سال، (۶) چونسٹھ (۶۴) سال، (۷) پچاس (۵۰) سال سے کچھ زائد۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اظہار افسوس:

کوئی مومن کامل جرأت نہیں کر سکتا کہ حالت نماز میں کسی کو موت کے گھاٹ اتارے لیکن عمرو بن جرموز وہ شقی القلب انسان

قاتل جس نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حالت نماز میں شہید کیا، وہ بد بخت شہید کرنے تک محدود نہ رہا بلکہ رعونت سے آپ کا سر اقدس کاٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اچانک ایسی صورتحال سے چونک گئے۔ پھر تکبیر افسوس کرتے ہوئے اعلان کیا:

تبوأ یا اعرابی مقعدك من النار، حدثنی رسول الله صلى الله عليه وسلم ان قاتل الزبير فی النار.

(سیر اعلام النبلاء، شمس الدین الذہبی، ج ۳، ص ۳۹)

اے اعرابی! تو اپنا ٹھکانہ جہنم بنا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا: بیشک زبیر کا قاتل جہنمی ہے۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء وہاں بیٹھ کر آپ کے قتل پر روتے رہے۔

اولاد امجاد:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے متعدد نکاح کیے، آپ کی ازواج کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق، (ii) حضرت اُمّ خالد بنت خالد، (iii) حضرت رباب بنت انیف بن عبید، (iv) حضرت اُمّ جعفر زینب بن مرثد بن عمرو، (v) حضرت اُمّ کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط، (vi) حضرت حلال بنت قیس بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گیارہ (۱۱) صاحبزادوں اور نو (۹) صاحبزادیوں سے نوازا۔

صاحبزادگان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر، (۲) حضرت عروہ بن زبیر، (۳) حضرت منذر بن زبیر، (۴) حضرت عاصم بن زبیر، (۵) حضرت مہاجر بن زبیر، (۶) حضرت خالد بن زبیر، (۷) حضرت عمرو بن زبیر، (۸) حضرت مصعب بن زبیر، (۹) حضرت حمزہ بن زبیر، (۱۰) حضرت عبیدہ بن زبیر، (۱۱) حضرت جعفر بن زبیر رضی اللہ عنہم۔

آپ کی صاحبزادیوں کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت زبیر، (۲) حضرت اُمّ الحسن بنت زبیر، (۳) حضرت عائشہ بنت زبیر، (۴) حضرت حبیبہ بنت زبیر، (۵) حضرت سودہ بنت زبیر، (۶) حضرت ہند بنت زبیر، (۷) حضرت رملہ بنت زبیر، (۸) حضرت زینب بنت زبیر، (۹) حضرت خدیجہ الصغریٰ بنت زبیر رضی اللہ عنہن۔

قرض کی ادائیگی کا وصیت نامہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو شہادت کی بشارت سنائی گئی تھی، جس پر آپ کا پختہ یقین تھا، جنگ جمل میں شرکت کے وقت آپ کو شہادت کا منظر سامنے نظر آ رہا تھا، آپ نے صاحبزادگان کے نام وصیت نامہ تحریر فرمایا جس میں قرض ن

ادائیگی پر زور دیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ کا وصیت نامہ حسب ذیل ہے:

''بیٹا! آج ظالم قتل کیا جائے گا یا مظلوم، مجھے لگتا ہے کہ آج میں مظلومی کی حالت میں قتل کیا جاؤں گا۔ اس لیے مجھے سب سے بڑی فکر اپنے قرض کی ہے، کیا تمہاری رائے میں ہمارے قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ مال بچ جائے گا؟ اے میرے فرزند! میرا مال بیچ کر قرض ادا کر دینا اور ثلث میں وصی بننا، قرض ادا کرنے کے بعد اگر کچھ بچے تو اس میں سے تیسرا حصہ تمہارے بچوں کے لیے ہے۔''

قرض کی مقدار اور تقسیم میراث:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی وصیت کو یقینی طور پر عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی، حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ بائیس لاکھ (۲۲۰۰۰۰۰) روپے قرضہ ہے، چار سال تک ورثاء کی طرف سے حج کے مواقع پر اعلان کیا گیا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش کر گئے ہیں، اگر کسی کا ان کے ذمہ قرضہ ہو تو وہ ہم سے رابطہ کرے۔

حسب وصیت قرضہ ادا کرنے کے بعد ورثاء میں جو مال وراثت تقسیم کیا گیا اس کی کل رقم پانچ کروڑ دس لاکھ (۵۱۰،۰۰۰۰۰) روپے تھی۔ یہ رقم شرعی اصولوں کے مطابق ورثاء میں تقسیم کی گئی تھی۔

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مقام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کی قدر و منزلت امتیازی تھی، حضرت ابواسحاق سبیعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں ایک محفل میں شامل ہوا جس میں بیس (۲۰) سے زائد جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے، میں نے دریافت کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ عزت و تکریم کس کی تھی؟ سب لوگوں نے متفقہ جواب دیا: حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ معزز تھے۔ (ماخوذ شرح انتخاب احادیث بخاری از صفحہ ۲۸۸ تا ۳۰۴)

مفہوم حدیث:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شمولیت اختیار کی، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے، کارناموں سے تاریخ رقم کی اور قابل تقلید خدمات انجام دیں۔ غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر آپ کی خدمت و قربانی دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت ان کے لیے اپنے والدین کریمین کو جمع کرتے ہوئے فرمایا: **بابی انت و امی!** تم پر میرے والدین قربان! کسی پر اپنی جان یا اپنے والدین کو قربان کرنا، آخری درجہ کا ایثار ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو مشقت یا مصیبت مخاطب (حاضر) پر آنے والی ہے، وہ متکلم پر یا متکلم کے والدین پر آئے جبکہ مخاطب اس سے محفوظ و مامون رہے۔ اس طرح کا تفدیہ ایسے موقع پر کیا جاتا ہے، جو کوئی شخصیت اہم کارنامہ انجام دے مثلاً حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے غزوۂ اُحد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے فرمایا:

یا سعد! ارم فداك ابی و امی۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۸۳۳)

اے سعد! تم تیراندازی کرو، تم پر میرے والدین قربان!

جب مسلمانوں کی طرف سے یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ کیا گیا تو ان کے ساتھ قبیلہ بنوقریظہ بھی تھا لیکن غزوہ احزاب کے موقع پر قبیلہ بنوقریظہ نے نقض عہد کر کے دشمن کا ساتھ دیا، تو جنگ کے اختتام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احوال کا جائزہ لینے کے لیے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، وہ خطرہ میں کود کر اور جان جوکھوں میں ڈال کر ان کے احوال کا جائزہ لے کر حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قربانی کے اعتراف میں اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے فرمایا: اے زبیر! تم پر میرے ماں باپ قربان! زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان صرف دو صحابہ کے لیے ہوا تھا، ان الفاظ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بے مثال عظمت وفضیلت نمایاں ہوتی ہے۔

3677 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَّاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَيُقَالُ الْحَوَارِيُّ هُوَ النَّاصِرُ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الْحَوَارِيُّ هُوَ النَّاصِرُ

◆◆ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر نبی کا حواری ہوتا ہے' اور میرا حواری' زبیر بن عوام ہے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حواری سے مراد مددگار ہے۔

میں نے ابن ابی عمر کو سفیان بن عیینہ کا یہ قول نقل کرتے ہوئے سنا ہے۔ حواری کا مطلب مددگار ہوتا ہے۔

3678 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَّاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَزَادَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِيْهِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ مَنْ يَّاْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا

3677- اخرجه احمد (۸۹/۱- ۱۰۲- ۱۰۳) عن عاصم عن زر عن علي.

3678- اخرجه البخاری (۶۲/۶): کتاب الجهاد و السیر: باب: فضل الطليعة، حديث (۲۸۴۶)، و الحديث فی (۲۸۴۷- ۲۹۹۷- ۳۷۱۹- ۴۱۱۳- ۷۲۶۱)، و مسلم (۱۸۷۹/۴): کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل طلحة و الزبير رضی الله عنهما، حديث (۴۸/۲۴۱۵)، و ابن ماجه (۴۵/۱): المقدمة: باب: فضل الزبير رضي الله عنه، حديث (۱۲۲)، و احمد (۳۰۷/۳- ۳۳۸- ۳۶۵- ۳۶۵)، و الحمیدی (۵۱۶/۲)، حديث (۱۲۳۱)، و عبد بن حميد (۳۲۸): حديث (۱۰۸۸) عن محمد بن المنكدر، عن جابر بن عبد الله به.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

ابونعیم نامی راوی نے اپنی حدیث میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

غزوۂ احزاب کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون شخص ہمارے پاس دشمنوں کی خبر لائے گا؟ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات تین مرتبہ دریافت کی، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہی عرض کی: (تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہونا:

دونوں احادیث باب میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حواری قرار دیا گیا ہے، زبان نبوی سے بیان ہوا کہ ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر بن عوام ہیں، یہ اعلان غزوہ احزاب کے موقع پر اس وقت کیا گیا جب زبان نبوت سے تین بار کہا گیا: قبیلہ بنوقریظہ کے کیمپ کی معلومات کون لائے گا؟ ہر بار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ''لبیک'' کہا تھا۔ پھر وہ حسب حکم جان جوکھوں میں ڈال کر گئے اور دشمن کی معلومات فراہم کیں۔

فائدہ نافعہ:

اردو میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے، جو لفظ ''حواری'' کا مکمل معنیٰ ادا کر سکے۔ تاہم اس کے لیے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں:

(۱) رفیق کار، (۲) جان نثار، (۳) حامی، (۴) مددگار۔

قرآن کریم میں لفظ ''حواری'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخصوص صحابہ کرام کے لیے استعمال ہوا ہے، اس روایت میں وہاں سے یہ لفظ مستعار لیا گیا ہے۔ قرآن میں بھی یہ لفظ معاون و ناصر کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

3679 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَيْرِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ

متن حدیث: اَوْصَى الزُّبَيْرُ اِلٰى ابْنِهٖ عَبْدِ اللّٰهِ صَبِيْحَةَ الْجَمَلِ فَقَالَ مَا مِنِّىْ عُضْوٌ اِلَّا وَقَدْ جُرِحَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَهٰى ذَاكَ اِلٰى فَرْجِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

3679 - انفرد به الترمذي انظر (تحفة الاشراف) (۳/۱۸۰) حديث (۳۶۲۷). و لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة سوى الترمذي موقوفاً عن عبد الله بن الزبير عن ابيه الزبير بن العوام.

◆◆ حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ جنگ جمل کی صبح یہ بتایا تھا: میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے' جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ میں زخمی نہ ہوا ہو، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی شرمگاہ تک کا بھی تذکرہ کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے'اور حماد بن زید نامی راوی کے حوالے سے' منقول ہونے کے اعتدال سے ''غریب'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی راہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا جسم چھلنی ہونا:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا شمار ایسے صحابہ میں ہوتا ہے' جو دامن اسلام سے وابستہ ہونے سے لے کر تا وصال ترقی اسلام اور دفاع اسلام میں مسلسل مصروف رہے، آپ تمام غزوات میں شامل ہوئے، کارنامے انجام دیے، کردار ادا کیا، کسی بھی قربانی وایثار سے گریز نہ کیا، ہمہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کے منتظر رہتے، اشارہ پاتے ہی حسب حکم خدمت انجام دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت جسم کے لوں لوں میں رچ بس چکی تھی، کئی بار کفار نے اس دولت کو چھیننے کی کوشش کی لیکن اپنے مذموم مقاصد میں ناکام رہے، کئی بار بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنتی ہونے کی خوشخبری ملی، غزوۂ اُحد کے موقع پر اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے کہ تمام جسم زخموں سے معمور ہو گیا حتیٰ کہ شرمگاہ بھی محفوظ نہ رہی تھی۔

آپ کے ایثار، قربانی، جذبہ جہاد، شجاعت اور ثابت قدم جیسے اوصاف کے سبب آخری وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے خوش تھے۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک چھ لوگوں سے زیادہ راضی رہے:

(۱) حضرت علی، (۲) حضرت عثمان، (۳) حضرت زبیر، (۴) حضرت طلحہ، (۵) حضرت سعد، (۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۴۹۷)

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 20: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3680 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاَبُو عُبَيْدَةَ ابْنُ

3680- اخرجه احمد (۱/۱۹۳) عن عبد الرحمن بن حميد عن ابيه عن عبد الرحمن بن عوف.

الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ

اسنادِ دیگر: اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ قِرَاءَةً عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْاَوَّلِ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے، طلحہ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہے، سعد بن ابی وقاص جنتی ہے، سعید بن زید جنتی ہے اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہے۔

ابومعصب نامی راوی نے عبدالعزیز بن محمد نامی راوی کے حوالے سے، عبدالرحمٰن بن حمید کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کی ہے۔

انہوں نے اس روایت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہی روایت عبدالرحمٰن بن حمید کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

3681 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مِسْمَارٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ حَدَّثَهُ فِي نَفَرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ اَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَاَبُو عُبَيْدَةَ وَسَعْدُ بْنُ اَبِي وَقَّاصٍ قَالَ فَعَدَّ هٰؤُلَاءِ التِّسْعَةَ وَسَكَتَ عَنِ الْعَاشِرِ فَقَالَ الْقَوْمُ نَنْشُدُكَ اللّٰهَ يَا اَبَا الْاَعْوَرِ مَنِ الْعَاشِرُ قَالَ نَشَدْتُمُونِي بِاللّٰهِ اَبُو الْاَعْوَرِ فِي الْجَنَّةِ

قَالَ اَبُو عِيسَى: اَبُو الْاَعْوَرِ هُوَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ هُوَ اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْاَوَّلِ

◆◆ عبدالرحمٰن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کی موجودگی میں انہیں یہ بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: دس آدمی جنتی ہیں۔ ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، زبیر، طلحہ، عبدالرحمٰن، ابوعبیدہ اور سعد بن ابی وقاص (سب جنتی ہیں)

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نو آدمیوں کے نام لئے مگر دسویں آدمی کا نام نہیں لیا تو حاضرین نے کہا

اے ابواعور! ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر دریافت کرتے ہیں: دسواں آدمی کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے اللہ کا واسطہ دیا ہے۔ (وہ دسواں آدمی) ابواعور جنتی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس سے مراد خود حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ہے۔

میں نے حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: یہ والی روایت پہلی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نام ونسب:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عام الفیل سے دس (۱۰) سال بعد پیدا ہوئے، زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام: عبدالکعبہ یا عبدعمرو تھا اور قبول اسلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عبدالرحمٰن'' نام تجویز فرمایا۔

آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبدحارث بن زہرہ بن کلاب قریشی زہری۔

آپ کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے، جن پر اللہ تعالیٰ پیدائش سے قبل مہربان ہوتا ہے، ان پر اپنا فضل وکرم کرتا ہے کہ ولادت ہوتے ہی حق وباطل میں امتیاز کرنا شروع کر دیتے ہیں، مرور وقت کے ساتھ ساتھ باطل سے اعراض اور حق کو قبول کرنے میں تاخیر نہیں کرتے۔ حضرت صدیق اکبر، حضرت علی اور حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہم ایسے لوگوں کے سرخیل ہیں۔

شجاعت وغیبی مدد:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جہاں دیگر اوصاف سے سرفراز فرمایا تھا، وہاں انہیں شجاعت وبہادری جیسے اوصاف بھی عطا کیے تھے۔ آپ اکثر غزوات میں شامل ہوئے، شجاعت وبہادری کے جوہر دکھائے، غزوۂ اُحد کے موقع پر آپ کی اہم خدمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع ہے، خواہ یہ خدمت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی انجام دے رہے تھے لیکن آپ بھی ان کے شانہ بشانہ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

دفاع نبوت اور دشمنوں کو واصل جہنم کرنے میں آپ کی معاونت ملائکہ بھی کرتے تھے، اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں: ان الملائكة تمنعه یعنی فرشتے ان کا دفاع کرتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ کے پاس کفار کی سات لاشیں دیکھی گئیں، آپ سے دریافت کیا گیا: کیا آپ نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ان میں سے ایک کو ارطاۃ بن شرحبیل نے قتل کیا اور دو کو میں نے موت کے گھاٹ اتارا ہے جبکہ چار کے بارے علم نہیں ہے یعنی انہیں ملائکہ نے واصل جہنم کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی معاونت کے لیے ملائکہ حاضر رہتے تھے۔

امتیازی شان:

دیگر صحابہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی امتیازی شان وفضیلت سے نوازا تھا، وہ امتیازی فضیلت ریشمی کپڑوں کے استعمال کی اجازت ہونا ہے، شرعی نقطہ نظر سے مردوں کے لیے خالص ریشمی کپڑوں کا استعمال حرام ہے مگر آپ امراض جسم کا شکار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ریشمی کپڑوں کا استعمال جائز قرار دیا۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور روایت موجود ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کے لیے ریشمی قمیص کا استعمال جائز قرار دیا تھا، کیونکہ ان کے جسم پر خارش یا کوئی دوسرا مرض نمایاں ہو گیا تھا۔
(الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۲۰۷۶)

عبادت وریاضت:

زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت صحابہ کرام کا خصوصی امتیاز تھا، نوافل کی کثرت ان کا امتیازی نشان تھا، شب بیداری اور سجدہ ریزی ان کا محبوب مشغلہ تھا، ان کی روشن پیشانی اس امر کو واضح کرتی ہے۔ روایات میں موجود ہے کہ وضو کے بعد تحیۃ المسجد دو رکعت نوافل ادا کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جنت کی بشارت دی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بکثرت نوافل ادا کرتے تھے۔ حضرت سعید بن ابراہیم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نماز ظہر سے قبل طویل نماز ادا کرتے تھے پھر اذان ہونے پر اپنا چہرہ کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے۔

زہد وتقویٰ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں زہد وتقویٰ کی صفات کمال درجہ کی ودیعت رکھی تھیں، حضرت نوفل بن ایاس ہذلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے بہت اچھے ساتھی تھے، ایک دفعہ غسل کرنے کے بعد اپنے گھر سے گوشت روٹی لائے، ہمیں کھانا پیش کرتے ہوئے رو پڑے، اس رونے کی وجہ دریافت کرنے پر فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا تھا اور آپ ہمیں ہمیشہ خیر کی تلقین فرماتے تھے۔

آپ اپنے زہد وتقویٰ کو سربستہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے، یہی وجہ ہے نماز مغرب کی سنت عموماً گھر جا کر ادا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہیاج رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ملاحظہ کیا، وہ حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر یوں دعا کر رہے تھے: **اللھم قنی شح نفسی** یعنی اے پروردگار! تو مجھے اپنے نفس کے لالچ سے بچا، جب میں نے قریب ہو کر انہیں معلوم کرنے کی کوشش کی تو وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔

اُمہات المؤمنین کی خدمت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تقویٰ وطہارت، زہد وعبادت اور دین پر ثابت قدمی اس قدر مسلمہ تھی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں انہیں جنتی ہونے کی سند عطا کی وہاں رفیق اعلیٰ کے حضور جانے کے بعد ازواجِ مطہ[illegible]

کے بارے بھی وصیت آپ نے کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ نے حسب وصیت امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ آپ ان کے سفر میں ہم رکاب رہے، وہ حج کے لیے روانہ ہوتیں تو ان کے لیے سواریوں کا اہتمام کرتے، سواریوں پر ہودج رکھتے اور راستہ میں محفوظ جگہ میں پڑاؤ کرتے اور اسی طرح واپسی تک خدمات انجام دیتے۔ حضر میں ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے۔

عظیم تر تاجر:

سرزمین مکہ میں اسلام قبول کرنے والے متمول و دولتمند تجار میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام نمایاں تھا، ہجرت کے وقت مدینہ طیبہ میں خالی ہاتھ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار میں مواخات قائم کیا تو آپ کا مواخات حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا، حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی مالی حالت بہتر تھی، وہ خوشی خوشی اپنے گھر لے گئے، آدھی جائیداد دینے کے ساتھ ساتھ اپنی دونوں بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر ان سے نکاح کرنے کا بھی وعدہ کیا مگر آپ نے اپنے انصاری بھائی کا شکریہ ادا کیا، صبح ہونے پر بازار کا پتہ پوچھا، بازار جا کر گھی اور مکھن کی خرید وفروخت کا سلسلہ شروع کیا۔ چند مہینوں میں بے حد دولت ہاتھ آئی، اس کی دو وجوہات تھیں: (i) ایک وقت تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے تجارت میں برکت کی دعا کی تھی جو رنگ لائی۔ (ii) آپ تجربہ کار تاجر تھے اور خوب محنت کی تھی۔ صحابہ کرام کہا کرتے تھے کہ آپ مٹی میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو وہ بھی سونا بن جاتی ہے۔

چند ایام بعد آپ نے ایک انصاری خاتون سے نکاح کرلیا، بازار جارہے تھے، تو جسمانی خوشبو سے مہک پھیل گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے نکاح کے آثار دیکھ کر اس بارے میں دریافت کیا تو عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ایک انصاری خاتون سے نکاح کرلیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے، مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا: تم نکاح کا ولیمہ بھی کرو خواہ ایک بکری کا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دولت میں اتنی برکت ڈالی کہ کسی شخص کے ذہن میں اس کا تصور بھی نہیں آسکتا تھا، یہ دولت روز بروز ترقی کرتی گئی حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ کے بہت بڑے تاجر بن گئے تھے۔ وصال کے وقت آپ کی ملکیت میں ایک ہزار (۱۰۰۰) اونٹ، تین ہزار (۳۰۰۰) بکریاں اور ایک سو (۱۰۰) گھوڑے تھے۔

ایثار وقربانی:

قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت آپ ایک کامیاب تاجر کی حیثیت سے مشہور تھے، ممتاز ترین اہل ثروت میں شمار ہوتے تھے، مال تجارت میں کبھی نقصان سے دوچار نہ ہوئے تھے، آپ نبی رحمت کے فیض یافتہ تھے، اس لیے انفاق فی سبیل اللہ، ایثار اور قربانی کا بے مثال تھا۔ راز سربستہ کی بنیاد پر آپ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔

آپ کے ایثار وقربانی کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عہد رسالت میں اپنی دولت کا وافر حصہ اللہ کی راہ میں پیش کیا، پانچ سو مجاہدین کے لیے گھوڑوں کا مع ساز وسامان اہتمام کیا، تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) غلام آزاد کیے اور ہر بدری صحابی کے لیے چار

(۴۰۰) دینار پیش کرنے کی وصیت کی جبکہ اس وقت ایک سو (۱۰۰) بدری صحابہ موجود تھے۔

اشاعت حدیث:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر محدث کے طور پر صحابہ میں مشہور تھے، کثیر احادیث مبارکہ روایت فرمائیں اور آپ کے حوالے سے روایت کرنے والے محدثین کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم، (۲) حضرت حمید، (۳) حضرت عمرو، (۴) حضرت مصعب، (۵) حضرت ابوسلمہ، (۶) حضرت مسور بن ابراہیم، (۷) حضرت مسور بن مخرمہ، (۸)، (۹) حضرت عبداللہ بن عباس، (۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر، (۱۱) حضرت جبیر بن مطعم، (۱۲) حضرت جابر، (۱۳) حضرت انس بن مالک، (۱۴) حضرت عبداللہ بن عمر، (۱۵) حضرت بجالہ بن عبدہ رضی اللہ عنہم۔

آپ کے حوالے سے مروی چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: تم نے حجر اسود کو کس طرح چوما؟ میں نے عرض کیا میں نے حجر اسود کو چوم کر اسے چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا، جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے میں بھی اس کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور جو قطع رحمی کرتا ہے میں بھی اس سے قطع رحمی کرتا ہوں۔

۳- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ستر (۷۰) درجہ زیادہ ہے اور ہر دو درجات میں زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔

۴- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ صدقہ کرنے سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی لہٰذا تم صدقہ کرو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے معاف کرے گا اور جو شخص دست سوال دراز کرنے کا عادی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی مسلط کر دیتا ہے۔

جسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد میں اتارنے کی خدمت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کو دفاع اسلام، فروغ دین اور خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ جل شانہٗ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو قبر انور تیار کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو لحد میں اتارنے والوں میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت عباس، حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كأنى انظر اليهم اربعة، واذا كان المتولى كان حسنا لانه محتاج الى معرفة مايصنعه فى القبر۔

(المغنی، ج ۲، ص ۱۹۰)

گویا میں (آج بھی) دیکھ رہا ہوں ان لوگوں کو جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد میں اتارا کہ ان کی تعداد چار تھی، سب نہایت پاک باز، احکام ومسائل سے باخبر اور قبر کے معاملات کو خوب نبھانے والے تھے۔

احکام خداوندی کا علم اور عمل:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا شمار ان چند صحابہ میں ہوتا تھا جن کی احکام خداوندی پر گہری نظر اور ان پر عامل تھے۔ اس بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا ایک مشہور واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک رات اہل مدینہ گہری نیند سو رہے تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو لے کر گلیوں کا گشت کرنے لگے، چلتے چلتے ایک مکان میں روشنی نظر آئی، اس مکان کے پاس پہنچے، اندر سے رونے کی آواز سنائی دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کس کا گھر ہے؟ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا، پھر خود ہی کہا: ربیعہ بن امیہ بن خلف کا گھر ہے اور سب اہل خانہ شراب میں مست ہیں، ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ نے بڑی مشکل سے لب کشائی کرتے ہوئے جواب دیا: میرے خیال کے مطابق ہم احکام خداوندی کو عبور کرتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے، ہم لوگ جاسوسی کرنے میں مصروف ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ہمیں جاسوسی سے منع کیا ہے۔ حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خوب متاثر کیا اور وہ آگے بڑھنے کی بجائے اپنا فیصلہ تبدیل کرتے ہوئے دوسری جانب روانہ ہو گئے۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۸۱۳۶)

فضائل:

آپ کی فضیلت میں کثیر احادیث مبارکہ وارد ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- عن عبدالرحمن بن الاخنس رضی الله عنه انه كان فی المسجد فذكر رجل عليا رضی الله عنه فقام سعيد بن زيد رضی الله عنه فقال: اشهد على رسول الله صلى الله عليه وسلم انی سمعته وهو يقول: عشرة فی الجنة: النبی صلى الله عليه وسلم فی الجنة وابوبكر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلی فی الجنة وطلحة فی الجنة والزبير بن العوام فی الجنة وسعد بن مالك فی الجنة وعبدالرحمن بن عوف فی الجنة ولو شئت لسميت العاشر قال: فقال: من هو؟ فسكت، قال: فقالوا: من هو؟ فقال: هو سعيد بن سعد. (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۴۳۷۳)

حضرت عبدالرحمن بن اخنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک وہ مسجد میں تھے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: دس آدمی جنتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں، ابوبکر صدیق جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر بن عوام جنتی ہیں، سعد بن مالک جنتی ہیں، عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں اور اگر میں چاہوں تو دسویں شخص کا نام بھی لے سکتا ہوں، لوگوں نے دریافت کیا: وہ کون

ہے؟ آپ خاموش ہو گئے۔ راوی کا کہنا ہے کہ لوگوں نے پھر دریافت کیا کہ وہ دسواں کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ سعید بن زید ہے۔

٢- عن عبدالرحمن السهو، قال: دخلت على سعيد بن زيد رضى الله عنه فقلت: الا تعجب من هذا الظالم اقام خطباء يشتمون علياً فقال: اوقد فعلوها؟ اشهد على التسعة انهم فى الجنة، ولو شهدت على العاشر لصدقت كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على حراء، فتحرك، فقال: اثبت حراء، فما عليك الا نبى او صديق او شهيد قلت: ومن كان على حراء؟ فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر و عمر و عثمان و على و طلحة والزبير وعبدالرحمن بن عوف و سعد، قلنا: فمن العاشر؟ قال: انا ۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۵۸۹۸)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس ملاقات کے لیے گئے اور میں نے کہا: کیا آپ اس ظالم پر اظہار افسوس نہیں کرتے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے کے لیے خطباء تعینات کیے ہیں؟ انہوں نے پوچھا: کیا انہوں نے واقعی ہی ایسا کیا ہے؟ میں نو (۹) آدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور دسویں کی بھی گواہی دوں تو سچا ہوں گا۔ ایک دفعہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوہ حراء پر موجود تھے تو پہاڑ لرزنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حراء! تو اپنی حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر سوائے نبی یا صدیق یا شہید کے کوئی نہیں ہے، میں نے دریافت کیا: کوہ حراء پر کون لوگ تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم تھے۔ انہوں نے دریافت کیا: دسواں آدمی کون تھا؟ تو جواب دیا: دسواں آدمی میں ہوں۔

٣- عن أمّ سلمة رضى الله عنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لازواجه: ان الذى يحنو عليكن بعدى لهو الصادق البار، اللهم اسق عبدالرحمن بن عوف من سلسبيل الجنة ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۹۱۱۵)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواجِ مطہرات سے فرماتے ہوئے سنا ہے: بیشک میرے بعد تم پر شفقت ومہربانی کرنے والا ایک سچا اور نیک شخص ہوگا، پھر آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! تو عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کے چشمہ سے سیراب کر۔

ان روایات سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت آفتابِ نیم روز کی طرح عیاں ہے۔

وصال:

آپ کا پچپن (۵۵) سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں وصال ہوا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت

البقیع میں مدفون ہوئے۔ (علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور، ص ۳۰۵)

خلاصہ احادیث:

دونوں احادیث باب میں زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جنتی قرار دے کر ان کی عظمت وشان اور قدر ومنزلت بیان کی گئی ہے۔

فائدہ نافعہ:

ان احادیث مبارکہ میں محض اظہار عظمت کی بنا پر دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنتی قرار دیا ہے کہ ورنہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی جنتی ہے بلکہ ہر صحابی کی سفارش سے کثیر لوگ جنت میں جائیں گے۔ (قصوری ۱۲)

3682 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ صَخْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ اَمْرَكُنَّ مِمَّا يُهِمُّنِیْ بَعْدِیْ وَلَنْ يَّصْبِرَ عَلَيْكُنَّ اِلَّا الصَّابِرُوْنَ قَالَ ثُمَّ تَقُوْلُ عَآئِشَةُ فَسَقَى اللّٰهُ اَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ تُرِيْدُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّكَانَ قَدْ وَصَلَ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ يُقَالُ بِيْعَتْ بِاَرْبَعِيْنَ اَلْفًا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد تمہاری زیادہ فکر ہے۔ تمہارے بارے میں صرف صبر کرنے والے لوگ ہی صبر کرسکیں گے۔ (یعنی تمہارے حقوق صحیح طریقے سے ادا کرسکیں گے) نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں' پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے والد کو جنت کے چشمے سے سیراب کرے۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے' کیونکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی ازواج کی خدمت میں کچھ زمین پیش کی تھی' جو چالیس ہزار دینار کے عوض میں فروخت ہوئی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3683 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الْبَصْرِیُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ حَبِيْبٍ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اَوْصَى بِحَدِيْقَةٍ لِاُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِيْعَتْ بِاَرْبَعِ مِائَةِ اَلْفٍ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین کے لئے ایک باغ کی وصیت کی تھی' جو چار لاکھ میں فروخت ہوا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3682 - اخرجه احمد (٦/٧٧ - ١٢٠)، عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن عائشة به.

شرح

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرف سے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے ایثار کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا تھا کہ میرے وصال کے بعد کسی معاملہ میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہاری خدمت کے لیے ایسے شخص کو مامور فرمائے گا جو صادق وامین ہونے کے علاوہ صاحب زہد وتقویٰ بھی ہوگا، وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں، جن کے بارے میں یہ دعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے چشمہ سے سیراب کرے پھر ان کے جنتی ہونے کی بشارت بھی دی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت اور تحفظ عصمت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اعتماد واعتبار حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت اس انداز سے کی کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

ان دونوں روایات میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے مالی ایثار کا ذکر ہے، پہلی روایت کے مطابق آپ نے چالیس ہزار کا ایثار کیا اور دوسری روایت کے مطابق آپ نے چار لاکھ کا ایثار کیا تھا۔

سوال: روایات میں تعارض ہے' کیونکہ پہلی روایت میں ہے باغ چالیس ہزار میں فروخت ہوا تھا جبکہ دوسری روایت میں مذکور ہے کہ باغ کی قیمت چار لاکھ تھی؟

جواب: چالیس سے مراد دینار ہیں اور چار لاکھ سے مراد درہم ہیں، عہد رسالت میں درہم اور دینار دونوں استعمال ہوتے تھے اور دونوں کے درمیان یہی تناسب ہوتی تھی۔ اس طرح یہ ایثار وقربانی ایک خطیر رقم بنتی ہیں جس میں باغ فروخت ہوا تھا۔

فائدہ نافعہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ایک دینار دس درہم کا ہوتا تھا، دینار سونے کا سکہ تھا اور درہم چاندی کا سکہ تھا۔

بَاب مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 21: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3684 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُذْرِیُّ بَصْرِیٌّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ اِسْمٰعِیلَ بْنِ اَبِی خَالِدٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِی حَازِمٍ عَنْ سَعْدٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ

3684 - انفردبه الترمذی. انظر (تحفة الاشراف) (۳/۳۱۰) حدیث (۳۹۱۴)، و اخرجه الحاکم فی المستدرك (۳/۴۹۹) قال: صحیح الاسناد و لم یخرجاه.

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ وَهٰذَا اَصَحُّ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے دعا کی تھی۔

''اے اللہ! جب سعد تجھ سے دعا کرے، تو اس کی دعا کی قبولیت کو ظاہر کر''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ اسماعیل نامی راوی کے حوالے سے، قیس سے منقول ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا کی تھی۔

''اے اللہ! سعد جب تجھ سے دعا کرے، تو اس کی قبولیت کو ظاہر کر دے''۔ یہ زیادہ مستند ہے۔

شرح

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نام ونسب:

جلیل القدر صحابی، یکے از عشرہ مبشرہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے تیئس (۲۳) سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب القرشی الزہری۔

والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حمنہ تھا، ان کی طرف سے نسب نامہ یوں ہے: حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

آپ کا نام سعد بن ابی وقاص اور کنیت ابو اسحاق تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ماموں کہہ کر پکارتے تھے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مطابق ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے، اچانک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، آپ نے دیکھتے ہی فرمایا:

هٰذَا خالي فليرني امرأ خاله یعنی یہ میرے ماموں ہیں، اگر کسی شخص کا ایسا ماموں ہو، تو وہ مجھے دکھائے۔

آپ کے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں جام شہادت نوش کیا اور دوسرے بھائی حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے، جو غزوۂ یرموک میں شہید ہوئے۔

حلیہ:

آپ کا قد میانہ، جسم ٹھوس، رنگ گندمی، ہاتھوں کی انگلیاں قدرے لمبی، بال گھنگھریالے، سر بڑا، جسم پر بکثرت بال، مجاہد ہونے کے سبب داڑھی اور سر کے بال خضاب سے مزین اور زندگی کے آخری حصہ میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔

قبولِ اسلام:

آپ ''سابقین اوّلین'' میں شمار ہوتے ہیں، سترہ (۱۷) یا انیس (۱۹) سال کی عمر میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے اور اسلام

قبول کرنے والوں میں آپ کا ساتواں (۷) نمبر تھا۔

آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میرے والد گرامی نے خود بیان کیا کہ قبول اسلام سے قبل میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں بہت تاریکی میں ہوں جس میں کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی، پھر ایک چاند نظر آیا، میں حصول روشنی کی غرض سے اس کے پیچھے چل پڑا، میں نے وہ لوگ بھی دیکھے جو اس چاند کی طرف مجھ سے پہلے اس کی طرف بڑھ رہے تھے،، لوگ ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم تھے۔ میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا: آپ لوگ کب یہاں آئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ابھی ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر دعوت اسلام دے رہے ہیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگا تو آپ مجھے اجیاد کی گھاٹی میں مل گئے، آپ نے نماز عصر سے فراغت حاصل کر لی تھی، میں نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا اور سوائے ان تینوں کے کوئی مجھ پر ایمان لانے میں سبقت نہ لے جا سکا۔

(اسد الغابہ فی تمیز الصحابہ، ج اول ص ۴۳۹)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اپنی والدہ محترمہ کا تابع فرمان لڑکا تھا، میرے قبول اسلام پر انہوں نے فرمایا: اے سعد! تم کیسے دین سے وابستہ ہوئے ہو؟ اس دین کو خیرباد کہہ دو ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی حتیٰ کہ مر جاؤں گی، میں نے جواب دیا: اے والدہ محترمہ! آپ ایسا مت کریں میں دین نہیں چھوڑ سکتا، انہوں نے میری بات نہ مانی حتیٰ کہ ایک رات کھائے پیئے بغیر گزار دیا، صبح ہوتے ہی بھوک کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہوگئی، میں نے ایسی حالت میں پھر کہا: اے ماں! اگر تمہاری ہزار جانیں ہوں، ایک ایک کر کے سب ختم ہو جائیں تو میں تب بھی اسلام کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا، میرا جواب سن کر انہوں نے کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (لقمان: ۱۵)

اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح دے، اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا، پھر میری ہی طرف تمہیں پھر آنا ہے، تو میں بتا دوں گا جو تم کرتے تھے۔

امتیازات وخصوصیات:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جلیل القدر صحابہ کے مابین حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کثیر امتیازات وخصوصیات سے سرفراز کیا گیا، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ایک ہیں۔

(ii) ''سابقین اولین'' میں سے ایک ہیں۔

(iii) آپ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انتخاب خلیفہ کے لیے بطور مجلس شوریٰ

نامزد کیا تھا۔

(iv) ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے وقت بھی خوش تھے۔

(v) فارس اسلام کے لقب سے معروف ومشہور تھے۔

(vi) فارس کے چند ایک ایسے شہر فتح کیے جو کسریٰ کی سلطنت کے خاتمہ کا سبب بنے۔

(vii) آپ مستجاب الدعوات تھے، دعا کرتے تو فوراً قبول ہو جاتی تھی، لوگ آپ کی بددعا سے ڈرتے تھے کہ کہیں آپ کی دعا ہلاکت کا سبب نہ بن جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یوں دعا کی:

اللھم! سدد سھمه واجب دعوته ۔ اے اللہ! سعد کے تیر کو سیدھا رکھ اور ان کی دعا قبول کر۔

(viii) اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے پہلا تیر آپ نے چلایا، یہ واقعہ سریہ عبیدہ بن الحارث کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں بیان کی جاتی ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی سرکوبی اور سرزنش کی غرض سے حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک سریہ روانہ کیا اور اس کو "سریہ عبیدہ بن حارث" کہا جاتا ہے، یہ لشکر ساٹھ (۶۰) سے اسی (۸۰) افراد پر مشتمل تھا' جو سب کے سب مہاجرین تھے، ان میں ایک فرد بھی انصار سے متعلق نہ تھا۔ یہ سریہ "ثنیۃ المرۃ" کے نشیبی علاقہ میں پہنچا، جہاں قریش کے لشکر سے سامنا ہوا مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اس موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر چلایا، مؤرخین کا کہنا ہے کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلا چلنے والا یہی تیر تھا۔

(سیرت ابن ہشام، ج اول، ص ۵۹۱)

(ix) آپ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کے لیے اپنے والدین کو جمع کر کے فرمایا تھا: فداك ابی و اُمی یعنی میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ ان دونوں صحابہ کے علاوہ کسی کے حصہ میں یہ سعادت نہیں آئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ترکش کھول دیا اور فرمایا: تیر چلاؤ، تم پر میرے والدین قربان ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے لیے اپنے والدین کو جمع کر کے فدا کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔

کوفہ کے گورنر کی حیثیت سے:

دور فاروقی میں کوفہ شہر آباد ہوا تو وہاں بطور گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تعینات کیا گیا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جب رعایا کسی حکمران سے کبھی خوش ہو اور کبھی ناراض ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حاکم نے عدل وانصاف سے کام نہیں لیا ورنہ انصاف کی صورت میں عوام یقیناً خوش ہوتے ہیں لیکن کچھ کینہ پرور لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو عدل وانصاف بھی راس نہیں آتا اور وہ بے تکیاں چھوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا ۱۴ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو عراق کی مہم پر روانہ کیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں عراق اور ایران وغیرہ کثیر شہر فتح ہوئے مہمات میں کامیابی کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم سے ۱۷ھ میں بحیثیت گورنر کوفہ میں قیام پذیر ہو گئے اور اہم امور بحسن وخوبی خدمات انجام دیتے رہے۔اس کے بعد کچھ لوگوں نے امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ کے خلاف شکایات بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دیا،جس کے نتیجہ میں آپ کو گورنری سے معزول کر کے مدینہ طیبہ میں طلب کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں دعاءِ صحت وپیشین گوئی:

۱۰ھ میں جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی حج کا ارادہ کیا تو مہاجرین وانصار صحابہ کرام بھی سعادت حج ادا کرنے کے لیے تیار ہوئے،اس زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی تھی اور آپ بھی حج کے لیے تیار ہوئے مکہ مکرمہ پہنچنے پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شدید علیل ہو گئے،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عیادت کی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ رو پڑے،فرمایا:اے سعد! کیوں روتے ہو؟ عرض کیا:یارسول اللہ! شدت علالت کی وجہ سے مجھے خوف ہے کہ کہیں مجھے ایسی جگہ میں موت نہ آجائے جہاں سے میں نے ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی؟ آپ نے فرمایا:اے سعد!ایسا نہیں ہو گا۔انشاء اللہ۔عرض کیا:یارسول اللہ! آپ میری صحت کے لیے دعا فرمائیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس ان کی پیشانی پر رکھا،پھر چہرے اور شکم پر پھیرتے ہوئے یہ دعا کی: **اللھم اشف سعداً واتمم له ھجرته** ۔ ''اے اللہ! سعد بن ابی وقاص کو صحت عطا کر اور ان کی ہجرت کو تام کر۔'' عرض کیا:یارسول اللہ! میرے پاس کثیر دولت ہے اور صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں دو تہائی دولت صدقہ کر دوں؟ فرمایا:نہیں۔عرض کیا:نصف دولت صدقہ کر دوں؟ فرمایا:نہیں،عرض کیا:ایک تہائی صدقہ کر دوں؟ فرمایا:ہاں ایک تہائی ٹھیک ہے۔تم اپنی اولاد کو اہل ثروت چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تمہارے بعد وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں،جو دولت تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو گے اس کا بھی ثواب ملے گا حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دو اس کا بھی اجر ملے گا۔عرض کیا:یارسول اللہ! کیا میں اپنی ہجرت سے پیچھے رہ جاؤں گا؟ فرمایا:اگر تم پیچھے بھی رہ گئے تو جو اعمال رضائے الٰہی کے لیے کرو گے،اس سے تمہارے مرتبہ ومقام میں اضافہ ہو گا،ہمیں امید ہے کہ ہمارے بعد بھی تم زندہ رہو گے،تمہاری وجہ سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو گا اور بہت سے لوگوں کو نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔(یہ روایت تمام کتب احادیث میں موجود ہے)

اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے متعدد پیشین گوئیاں بیان ہوئی ہیں جو سب کی سب پوری ہوئیں،ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) حالیہ مرض میں موت واقع نہ ہونا۔

(ii) مرض سے شفاء حاصل ہونا۔

(iii) ایک بیٹی کے بعد کثیر اولاد پیدا ہونا۔

(iv) کثیر لوگوں کو نفع اور کثیر لوگوں کو نقصان ہونا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو شفاء وصحت عطا فرمائی

آپ نے جہاد میں حصہ لیا کہ بہت سے خطے فتح کیے، ایک بیٹی کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو تیس (۳۰) سے زائد اولاد یں عطا فرمائیں، مفتوحہ علاقہ جات کے مسلمان لوگوں کو آپ سے فائدہ ہوا اور کفار کا نقصان ہوا۔

تعداد مرویات:

درس حدیث، روایت حدیث اور تدوین حدیث کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ان امور کی کڑی اصحاب صفہ سے جا ملتی ہے جس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا۔ ایسے خوش قسمت صحابہ میں سے ایک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، جنہوں نے براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی و روحانی فیضان حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی کل مرویات کی تعداد دوسو اکہتر (۲۷۱) ہے۔

آپ کے حوالے سے روایات بیان کرنے والوں کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) آپ کی اولاد میں سے یہ لوگ ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم بن سعد، (۲) حضرت عامر بن سعد،

(۳) حضرت مصعب بن سعد، (۴) حضرت محمد بن سعد،

(۵) حضرت عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

(ii) صحابہ کرام میں سے یہ لوگ ہیں:

(۱) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، (۲) حضرت عبد اللہ بن عباس،

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمر، (۴) حضرت جابر بن سمرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

(iii) تابعین میں سے یہ اسماء گرامی ہیں:

(۱) حضرت سعید بن مسیّب، (۲) حضرت ابوعثمان نہدی،

(۳) قیس بن ابو حازم، (۴) حضرت علقمہ،

(۵) حضرت احنف وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (علامہ محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، ص: ۳۳۴)

فضائل ومناقب:

آپ کے فضائل ومناقب کثیر ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے، اسی اثناء میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں، ان جیسا کسی کا ماموں ہو تو وہ مجھے دکھائے۔ یاد رہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو زہرہ سے متعلق تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا، اسی بنا پر آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنا ماموں قرار دیا تھا۔

۲-حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: جس دن میں نے اسلام قبول کیا تو اولین اسلام قبول کرنے والوں نے بھی اسی دن قبول اسلام کیا تھا اور سات ایام تک میں تہائی اسلام رہا۔

۳-حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوۂ اُحد کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کریمین کو جمع کیا تھا (یعنی "فداك ابی و امی" فرمایا تھا)

۴-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو تہائی اسلام پایا۔ (مطلب یہ ہے کہ ہم تین آدمی سابقین اولین کے طور پر مسلمان ہوئے تھے)

۵-آپ نے فرمایا: میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے قبل تیر چلایا تھا، ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں، جہاد کرنے کی سعادت حاصل کرتے تھے مگر کھانا میسر نہیں آتا تھا، ہم لوگ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے اور اجابت اونٹ کی طرح کرتے جس میں چکناہٹ نہیں ہوتی تھی۔ بنواسد کا حال یہ ہے کہ مجھے قابل تعزیر قرار دیتے ہیں، اگر صورتحال اس طرح ہو تو میرے اعمال ضائع ہو گئے اور یہ لوگ میرے بارے میں امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کرتے تھے کہ انہیں ابھی تک نماز ادا کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔

۶-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ چھ (۶) افراد کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ان چھ افراد میں، میں بھی شامل تھا۔ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ ایسے لوگوں کو اپنے پاس بٹھاتے ہیں؟

۷-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ پر مرض نے تسلط جمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس کثیر دولت ہے اور میں یہ تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، تو کیا مجھے آپ کی طرف سے اجازت ہے؟ آپ نے منع فرمایا، میں نے عرض کیا: نصف دولت تقسیم کرنے کی اجازت ہے؟ آپ نے اس سے بھی منع کر دیا، پھر میں نے تہائی مال تقسیم کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے سکوت اختیار فرمایا، پھر تہائی مال کی وصیت کا جواز نازل ہو گیا۔

۸-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک غزوہ میں کثیر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سا مال ملا، اس مال میں ایک تلوار تھی جو میں نے پکڑ لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تلوار مجھے عنایت فرما دیجئے اور آپ میرے حال سے واقف بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے سعد! یہ تلوار جہاں سے پکڑی ہے وہاں رکھ دو۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط الخ

۹-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں ایسے باغ میں گیا جہاں مہاجرین و انصار جمع تھے، یہ واقعہ حرمت شراب سے قبل کا ہے، ان کے پاس بکری کی سری کا بھنا ہوا گوشت اور شراب پڑی ہوئی تھی، انہوں نے مجھے کھانا کھلانے اور شراب نوشی کی دعوت دی، میں نے دعوت قبول کر لی پھر کھانا کھایا اور پیا، وہیں مہاجرین و انصار کے بارے میں طویل گفتگو کا

سلسلہ شروع ہوگیا، میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا: مہاجرین انصار سے بہتر ہیں، یہ بات سن کر انصار کے ایک شخص نے بکری کے سر کی داڑھ مجھے دے ماری جس سے میری ناک زخمی ہوگئی، میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور پیش آنے والی صورتحال کے بارے میں عرض کیا، تو اس موقع پر حرمت شراب کا یہ حکم نازل ہوا:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ بیشک شراب، جوا اور بت و پانسے پلید اور شیطانی کام ہیں۔

۱۰- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین (موزوں) پر مسح کیا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد گرامی سے اس بارے میں وضاحت طلب کرنے کی کوشش کی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! جو روایت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تمہیں بیان کریں، اس بارے میں کسی دوسرے سے مت پوچھو۔

۱۱- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب سے قبل اس دروازے سے داخل ہوگا وہ جنتی ہے، سب سے پہلے اس دروازے سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔

۱۲- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی لے کر انہیں جنتی قرار دیا تھا، ان میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ہیں یعنی آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

۱۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک ہزار (۱۰۰۰) شہسوار کے برابر ہیں۔

۱۴- ایک دفعہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت معدیکرب رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں خیالات بیان کرنے کے لیے کہا، تو انہوں نے بتایا: وہ انکساری سے ٹیکس وصول کرتے ہیں، مردانگی میں عربی ہیں، اپنے کچھار میں شیر ہیں، مقدمات نپٹانے کے لیے عدل وانصاف کے دامن کو تھامے رکھتے ہیں، مال برابری کی بنیاد پر تقسیم کرتے ہیں، مجاہدین کے ساتھ دور دراز تک نکل جاتے ہیں اور ان پر لطف وکرم کرتے ہیں۔

وفات:

آپ کا وصال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مقام عقیق پر اپنے مکان میں ہوا، مقام عقیق مدینہ طیبہ سے دس میل کی دوری پر واقع ہے، جہاں سے میت کاندھوں پر مدینہ طیبہ لائی گئی، مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

وصال کے وقت آپ کی عمر کے بارے میں متعدد اقوال ہیں:

(i) چوہتر (۷۴) سال، (ii) تراسی (۸۳) سال۔

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے ایک پرانا اونی جبہ نکالا، اس کو بطور کفن استعمال کی وصیت کی، اس لیے

بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا: یہ وہ جبہ ہے جس کو زیب تن کر کے میں نے غزوہ بدر میں شرکت، دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے انہیں واصل جہنم کیا پھر میں نے اسی وقت سے اس بابرکت جبہ کو اپنے کفن کے لیے محفوظ کر لیا تھا۔ عشرہ مبشرہ میں سے وصال فرمانے والے آپ آخری ہیں۔ (علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، ص:۳۵۴)

اولادِ امجاد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بے شمار انعامات سے نوازا تھا جن میں سے ایک انعام کثرت اولاد ہے، کثرت اولاد میں بھی آپ کو اٹھارہ صاحبزادے اور اٹھارہ (۱۸) صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(i) صاحبزادگان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت اسحاق اکبر بن سعد، (۲) حضرت عمرو بن سعد (جن کو مختار ثقفی نے شہید کیا تھا)، (۳) حضرت محمد بن سعد (ان کو حجاج بن یوسف ثقفی نے ظلماً شہید کیا تھا)، (۴) حضرت عامر بن سعد، (۵) حضرت اسحاق الاصغر بن سعد، (۶) حضرت اسماعیل بن سعد، (۷) حضرت ابراہیم بن سعد، (۸) حضرت موسیٰ بن سعد، (۹) حضرت عبداللہ بن سعد، (۱۰) حضرت مصعب بن سعد، (۱۱) حضرت عبداللہ الاصغر بن سعد، (۱۲) حضرت عبدالرحمٰن بن سعد، (۱۳) حضرت عمیر الاکبر بن سعد، (۱۴) حضرت عمیر الاصغر بن سعد، (۱۵) حضرت عمر بن سعد، (۱۶) حضرت عمران بن سعد، (۱۷) حضرت صالح بن سعد، (۱۸) حضرت عثمان بن سعد رضی اللہ عنہم۔

(ii) صاحبزادیوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت اُمّ الحکم الکبریٰ، (۲) حضرت حفصہ، (۳) حضرت اُمّ القاسم، (۴) حضرت اُمّ کلثوم، (۵) حضرت اُمّ عمران، (۶) حضرت اُمّ حکم صغریٰ، (۷) حضرت اُمّ عمرو، (۸) حضرت ہند، (۹) حضرت اُمّ الزبیر، (۱۰) حضرت حمیدہ، (۱۱) حضرت حمنہ، (۱۲) حضرت اُمّ ایوب، (۱۳) حضرت رملہ، (۱۴) حضرت عمرۃ، (۱۵) حضرت اُمّ اسحاق، (۱۶) حضرت عائشہ بنت سعد، (۱۷) حضرت اُمّ موسیٰ بنت سعد، حضرت اُم عمرو رضی اللہ عنہن۔ (علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، ص:۳۲۴)

مفہوم حدیث:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا فرمائی تھی:

اللھم استجب لسعد اذا دعاك، اے پروردگار! سعد جب تجھ سے دعا کریں ان کی دعا قبول کر۔

یہ دعا جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ در حقیقت دو جملوں پر مشتمل ہوتا ہے:

(۱) شرط، (۲) جزا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کریں تو انکی دعا قبول کی جائے۔ دعاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ اور تاثیر ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر میں جو بھی دعا کی، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی

تھی۔ آپ کئی بار مہلک امراض کا شکار ہوئے، غزوات اور سرایا میں شریک ہوئے مگر دعاء کے سبب اللہ نے شفاء و صحت عطا فرمائی اور دشمن کے حملہ سے محفوظ رکھا۔

3685 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: قَالَ اَقْبَلَ سَعْدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِيْ فَلْيُرِنِيْ امْرُؤٌ خَالَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُجَالِدٍ

توضیحِ راوی: وَكَانَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ مِّنْ بَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَتْ اُمُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِيْ زُهْرَةَ فَلِذٰلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِيْ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ آئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں کوئی آدمی اپنا ماموں دکھائے جو (ان جیسا ہو)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف مجالد نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

(امام ترمذی بیان کرتے ہیں:) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تعلق بنوزہرہ سے تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا تعلق بھی بنوزہرہ سے تھا۔ اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں۔

شرح

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی ماموں ہونا:

ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہالہ بنائے بیٹھے تھے، اچانک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کرتے ہوئے ان کے بارے میں فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں، کوئی ان جیسا اپنا ماموں مجھے دکھائے! یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص بڑی خوبیوں کے مالک ہیں اور اپنی خوبیوں کے سبب دوسرے لوگوں سے ممتاز و منفرد ہیں۔

سوال: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بھائی نہیں تھے، تو پھر آپ کے ماموں کیسے ہوئے؟

جواب: بلاشبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی

3685 - انفردبه الترمذي. انظر (تحفة الاشراف) (۲۰۷/۲) حديث (۲۳۵۲)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۴۹۸/۳)، و قال: صحيح على شرط الشيخين، و لم يخرجاه، و وافقه الذهبي.

بھائی نہیں تھے لیکن ماموں کہنے کی وجہ خاندانی رشتہ ہے، کیونکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ قریش کی مشہور شاخ بنوزہرہ سے تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی بنوزہرہ کے چشم و چراغ تھے۔

3686 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ وَّيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ سَمِعَا سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: قَالَ عَلِيٌّ مَا جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَاهُ وَاُمَّهُ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدٍ قَالَ لَهُ يَوْمَ اُحُدٍ ارْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ وَقَالَ لَهُ ارْمِ اَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدٍ

◆◆ سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کسی کے لئے بھی اپنے والد اور والدہ کو جمع نہیں کیا۔ صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے جمع کیا تھا۔ غزوہ اُحد کے دن نبی اکرم ﷺ نے ان سے کہا تھا: تم تیراندازی کرو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: اے نوجوان پہلوان! تم تیراندازی کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

کئی راویوں نے اس حدیث کو یحییٰ کے حوالے سے سعید بن مسیّب کے حوالے سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

3687 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَّعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ

متنِ حدیث: قَالَ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے غزوہ اُحد کے دن میرے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کیا تھا۔ (یعنی فرمایا تھا: میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے' عبداللہ بن شداد بن ہاد کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے بھی منقول ہے۔

3688 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ

متن حدیث: قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْدِي أَحَدًا بِأَبَوَيْهِ إِلَّا لِسَعْدٍ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ ارْمِ سَعْدُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي

حکم حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بھی شخص کے لئے اپنے والدین کو فدا کرتے ہوئے نہیں سنا صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے سنا ہے' غزوۂ اُحد کے دن میں نے سنا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سعد! تم تیراندازی کرو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے والدین کو قربان کرنا:

تینوں رُوایات میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امتیازی شان اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دشمن کے مقابلہ میں شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے، ان کے تیرزنی کا انداز بھی منفرد تھا، اس منظر کو ملاحظہ کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اپنے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کو ان کے لیے جمع کرتے ہوئے فرمایا: ارم فداك ابى و امى، اے سعد! تم تیراندازی کرو، تم پر میرے والدین قربان ہوں!

سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات ثلاثہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "فداك ابى و امى" کے الفاظ صرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال کیے تھے جبکہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مناقب میں گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ان کے لیے بھی استعمال کیے تھے، اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ صرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے سنے تھے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے لیکن ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ ہوا ہو یا براہ راست ان کے بارے میں یہ الفاظ نہ سنے ہوں۔

3689 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ

3688 - اخرجه البخاري (٤/١٥ ٤): كتاب المغازي: باب: (اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا و الله وليهما، و على الله فليتوكل المومنون) (آل عمران: ١٢٢)، حديث (٤٠٥٦، ٤٠٥٧، ٤٠٥٨، ٤٠٥٩)، و مسلم (١٨٧٦/٤) كتاب فضائل الصحابة: باب في فضل سعد بن ابي وقاص، رضي الله عنه، حديث (٢٤١١/٤١)، و ابن ماجه (٤٧/١): المقدمة: فضل سعد بن ابي وقاص رضي الله عنه، حديث (١٢٩)، و اخرجه احمد (٩٢/١ - ١٢٤ - ١٣٦ - ١٥٨). عن سعد بن ابراهيم، عن عبد الله بن شداد عن علي بن ابي طالب به.

عائشة

متن حدیث: قَالَتْ سَهِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْدَمَهُ الْمَدِينَةَ لَيْلَةً قَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِى اللَّيْلَةَ قَالَتْ فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ سَمِعْنَا خَشْخَشَةَ السِّلَاحِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَاءَ بِكَ فَقَالَ سَعْدٌ وَقَعَ فِي نَفْسِي خَوْفٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ أَحْرُسُهُ فَدَعَا لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ چند راتوں تک سو نہیں سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کاش کوئی باصلاحیت شخص آج رات ہماری پہرہ داری کرے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ابھی ہم اسی حالت میں تھے کہ ہم نے سنا کہ ہتھیاروں کی آواز آ رہی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا: سعد بن ابی وقاص' نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم کیوں آئے ہو؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے نبی اکرم ﷺ سے کچھ اندیشہ تھا' تو میں پھر آپ ﷺ کی حفاظت کرنے کے لئے آیا ہوں' تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور آپ ﷺ سو گئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نیک آدمی کا مصداق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہونا:

ہجرت مدینہ کے بعد بھی کفار مکہ نے مسلمانوں کو سکون کا سانس نہ لینے دیا، وہ کبھی جانور ہنکا کر لے جاتے اور کبھی کسی مسلمان کو شہید کر جاتے۔ مسلمان رات کے وقت ایک دوسرے کی نگرانی میں سوتے تھے۔ اسی دور کا واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے خوف کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تھی، آپ چاہتے تھے کہ کوئی چوکیدار ہوتا کہ نیند آ جائے، اچانک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، ان کے ہتھیاروں کی جھنکار سن کر آپ نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ جواب دیا: یارسول اللہ! سعد بن ابی وقاص ہوں، دریافت فرمایا: اس وقت آنے کا مقصد؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے دل میں خطرہ محسوس کیا تھا پھر چوکیداری کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ جواب سن کر آپ بہت خوش ہوئے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی پھر محو استراحت ہو گئے۔

3689 - اخرجه البخاري (٦/٩٥): كتاب الجهاد والسير: باب: الحراسة في الغزو في سبيل الله، حديث (٢٨٨٥)، و الحديث موجود في (٧٢٣١)، و في (الادب المفرد)ص (٢٥٧) حديث (٨٨٦) و مسلم (٤/١٨٧٥)، كتاب فضائل الصحابة: باب: في فضل سعد بن ابي وقاص، رضي الله عنه، حديث (٣٩/٢٤١٠)، و اخرجه احمد (٦/١٤٠)، عن يحيى بن سعيد، عن عبد الله بن عامر عن عائشة به.

اس روایت سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی تعلق کا پتہ چلتا ہے یعنی جس طرح محبوب چاہتا ہے بروقت محبّ و عاشق صادق کو اس کا علم ہو جاتا ہے اور وہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر محبوب کے قدموں پر نثار ہونے کے لیے حاضر ہو جاتا ہے۔ اس قلبی و روحانی تعلق کی حقیقت کو اہل دل ہی جان سکتے ہیں۔

بار بار کوشش و ارادہ کے باوجود خوف کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند نہیں آ رہی تھی تو دل میں خیال کیا کہ کوئی ''رجل صالح'' ہو جو چوکیداری کی خدمت انجام دے اور میں محو استراحت ہو جاؤں، اس مبارک خواہش کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حاضر ہو گئے، وہ نگرانی کرنے لگے اور آپ محو استراحت ہو گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ''رجل صالح'' کا مصداق حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔

بَاب مَنَاقِبِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 22: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3690 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَالَ اَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ اَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ اٰثَمْ قِيْلَ وَكَيْفَ ذٰلِكَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَاءَ فَقَالَ اثْبُتْ حِرَاءُ فَاِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدٌ قِيْلَ وَمَنْ هُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَّطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قِيْلَ فَمَنِ الْعَاشِرُ قَالَ اَنَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِيْ شُعْبَةُ عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَخْنَسِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نو آدمیوں کے بارے میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں جائیں گے اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دوں تو میں گنہگار نہیں ہوں گا۔ ان سے دریافت کیا گیا: وہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرا پہاڑ پر موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حرا ٹھہرے رہو! کیونکہ تمہارے اوپر

3690 - اخرجه ابوداؤد (٢١١/٤): كتاب السنة: باب: في الخلفاء، حديث (٤٦٤٩)، و اخرجه الامام احمد (١٨٨/١). عن شعبة عن سعيد بن زيد به.

ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔ ان سے دریافت کیا گیا وہ (دس) لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمن بن عوف (جنتی ہیں) ان سے دریافت کیا گیا: دسواں آدمی کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ میں ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

◆◆ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

شرح

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نام ونسب:

آپ ہجرت مدینہ سے بائیس (۲۲) سال قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ثانی ص: ۶۱۵)

دسویں پشت میں بزرگ "کعب بن لوی" ہیں جن پر آپ کا شجرہ نسب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ ساتویں پشت میں "عدی" نامی بزرگ ہیں جن کی نسبت سے "عدوی" کہلاتے تھے۔ اسم گرامی: سعید، باپ کا نام: زید، کنیت: ابوالاعور، والدہ کا نام: فاطمہ بنت بعجہ تھا۔ عشرہ مبشرہ صحابہ کے آباؤ اجداد میں سے جو فضیلت حضرت زید بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سلسلہ کو حاصل تھی، وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں تھی۔ (الریاض النضرہ للشیخ محب طبری ص: ۶۱۴)

والد گرامی: زید بن عمرو زمانہ فطرت میں پیدا ہوئے، توحید پرست آدمی تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو کی لیکن اعلانِ نبوت سے چند سال قبل دنیا سے رخت سفر باندھ گئے، والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت بعجہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی کے وقت موجود تھیں اور دامن اسلام سے وابستہ ہوئیں۔ آپ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور چچا زاد بھائی بھی تھے، کیونکہ حضرت فاطمہ بنت خطاب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حرم میں تھیں۔ آپ کا رنگ گندمی، قد لمبا، داڑھی اور سر کے بال گھنے تھے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے والد گرامی زید بن عمرو زمانہ جاہلیت میں گمراہی سے بیزار، بتوں کی پوجا سے متنفر، بتوں کے چڑھاوا سے منع کرتے اور ان کے نام کا ذبیحہ ہرگز نہ کھاتے۔ زمانہ جاہلیت میں بچیوں کی ولادت کو منحوس تصور کیا جاتا تھا لیکن آپ اس نظریہ کی مخالفت کرتے تھے، بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرتے، بلکہ ان کی پرورش کا بیڑا اٹھاتے، ان کی کفالت کرتے اور

ان کے بڑا ہو جانے پر والدین پسند کرتے تو ان کے حوالے کر دیتے ورنہ ان کا نکاح مناسب رشتہ دستیاب ہونے پر کرنے میں سعادت سمجھتے تھے۔

زید بن عمرو کا تلاش دین کے حوالے سے طویل قصہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل میں دوستانہ مراسم تھے، دونوں نے دین حق کی تلاش میں ملک شام کا ایک ساتھ سفر کیا تھا، وہاں ان کی ایک یہودی سے ملاقات ہوئی جس نے ان پر اپنا دین پیش کیا تھا، ورقہ بن نوفل نے وہ دین قبول کر لیا لیکن زید بن عمرو نے احتراز کیا، بعد ازاں ان کی ملاقات ایک نصرانی سے ہوئی، اس نے ان پر اپنا دین پیش کیا، ورقہ بن نوفل نے یہودیت کو خیر باد کہہ کر نصرانیت کو اپنا لیا مگر حسب سابق اس موقع پر بھی زید بن عمرو نے اعراض کیا۔ موصل میں ایک بہت بڑا راہب رہا کرتا تھا جس کی راہبیت و ریاضت کا دور و اکناف میں شہرہ تھا، زید بن عمرو وہاں ان کے پاس گئے، تلاش دین کے حوالے سے اپنا مقصد بیان کیا، اس پر راہب نے کہا کہ تم ایسے دین کے متلاشی ہو جو ہمارے زمانہ میں ناپید ہے، دریافت کیا: وہ کونسا دین ہے؟ راہب نے جواب دیا: وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، جو محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے تھے، بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے' اور ان باتوں کی طرف زید بن عمرو کا دل مطمئن ہو گیا۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے راہب نے زید بن عمرو سے یہ بھی کہا کہ عنقریب حق تمہارے شہر میں اترنے والا ہے، تمہارے قبیلہ میں ایک شخص مبعوث ہو گا جو دین ابراہیمی کی تجدید کرے گا۔ اس کے بعد زید بن عمرو کو مبعوث ہونے والے نبی کا شدت سے انتظار رہا، انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں آسمان کی طرف نظر بلند کر کے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی تھی: **اللهم! ان كنت حرمتني من هذا الخير فلا تحرمه ابني سعيداً** ۔ (رافت پاشا، صور من حیاۃ الصحابۃ، ص ۲۳۴) اے اللہ! اگر تو نے مجھے اس خیر سے محروم کر دیا تو میرے بیٹے سعید کو اس سے محروم نہ کر۔

ایک روایت کے مطابق زید بن عمرو نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو پیغام دیتے ہوئے کہا: اگر تمہیں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل ہو' تو میرا اسلام نیاز ضرور پیش کیجئے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کیا تو حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور ساتھ ہی زید بن عمرو کا سلام نیاز و عقیدت بھی پیش کیا، اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قد رأيته في الجنة يسحب ذيولاً** ۔ (ابو عبد اللہ مکی، اخبار مکہ فی قدیم الدہر، ج ۴، ص ۵۳) ''میں نے انہیں (زید بن عمرو کو) جنت میں شان و شوکت سے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔''

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے زید بن عمرو کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ بیت اللہ سے اپنی پشت لگائے کھڑے تھے اور یوں فرما رہے تھے: **يا معشر قريش والله لا اكل ما ذبح لغير الله والله ما على دين ابراهيم احد غيري** ۔ (العلامہ ابن البر، الاستیعاب، جلد ثانی، ص ۶۱۶)

اے جماعت قریش! میں غیر اللہ کا ذبیحہ نہیں کھاتا، آج روئے زمین پر میرے سوا کوئی دین ابراہیمی پر نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد خطاب بن نفیل زید بن عمرو کے سخت مخالف تھے، انہیں اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کرتے، اذیتیں دیتے، آزمائشوں میں ڈالتے حتیٰ کہ انہیں مکہ معظمہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا، وہ مکہ سے نکل کر جبل حرا میں پناہ گزیں ہو گئے۔

خطاب بن نفیل نے چند نوجوانوں کو اس پر مامور کر دیا کہ زید بن عمرو مکہ میں نہ آنے پائیں مگر وہ پھر بھی چھپ چھپا کر مکہ میں آجاتے تھے۔

زید بن عمرو کو بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل طبعی موت آئی اور جبل حراء میں ان کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دامن اسلام میں:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا، پھر خفیہ طور پر نہایت رازداری سے اپنے با اعتماد لوگوں کو دعوت اسلام دینے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے، ۲ نبوی کا دور ہے کہ دار ارقم میں دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے، یہ وابستی وقتی نہیں تھی بلکہ مستقل بنیادوں پر تھی، کیونکہ والد گرامی دین ابراہیمی پر رہے، غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے اور بتوں کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ کی تربیت قدرت کی طرف سے فطرتی طور پر کی گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ انہیں شمع رسالت سے روشنی حاصل کرنے میں زیادہ تاخیر نہ ہوئی۔ آپ کے ساتھ زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ کا شمار ''سابقین اولین'' اور عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو فطرۃً نیک طبع اور حق پرست واقع ہوئے تھے۔

دین پر ثابت قدمی اور اس کی برکت:

دین اسلام ایک عظیم دولت ہے جس کا مقابلہ دنیا بھر کی دولت نہیں کر سکتی، جو شخص اس کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے، وہ اسے چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے قبل انہیں بہت اذیتیں دیتے تھے، اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے مجبور کرتے، قید و بند اور مظالم کی انتہاء کر دیتے تھے لیکن ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام اور اسلام پر استقامت کا فیض و برکت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے سنگ دل اور سخت مزاج قبول اسلام کے لیے مجبور ہو گئے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ایک دفعہ عمر اپنے ہاتھ میں برہنہ تلوار لے کر دار ارقم کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے، کسی نے دریافت کیا: اے عمر! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ بتایا: بانی اسلام کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری، بتایا گیا: پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیں کہ آپ کی بہن اور بہنوئی دونوں دامن اسلام سے وابستہ ہو چکے ہیں، آگے بڑھنے کی بجائے عمر نے اپنی بہن کے گھر کا رخ کیا، گھر کے پاس پہنچ کر دروازے سے کان لگا کر اندر کا جائزہ لیا، یہ معلوم ہوا کہ بہن اور بہنوئی کچھ پڑھ رہے ہیں، تیزی سے دروازہ کھٹکھٹایا، دونوں نے محسوس کیا کہ عمر آ گئے ہیں، کانپتے ہوئے اجزاء قرآنی چھپا دیے، دروازہ کھول دیا، عمر اندر داخل ہوئے گرجتی ہوئی آواز میں دریافت کیا: آپ لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ جواب دیا گیا: ہم کچھ پڑھ نہیں رہے تھے بلکہ باتیں

کر رہے تھے، بات کاٹتے ہوئے کہا نہیں، تم کوئی کلام پڑھ رہے تھے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ بھی بے دین ہو گئے ہیں، یہ کہنا تھا کہ اپنی بہن کو خوب پیٹا، وہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑیں، پھر بہنوئی کو پکڑ کر زمین پر پٹک دیا، انہیں خوب زدوکوب کیا، بزور انہیں دین چھوڑنے پر مجبور کیا لیکن انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا، اس ردعمل نے عمر کی طبیعت پر گہرا اثر کیا، کہا: جو کلام آپ لوگ پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی پڑھائیں، کہا گیا: اے عمر! آپ نجس ہیں، نجس لوگ اس پاک کلام کو نہیں پڑھ سکتے، آپ غسل کریں تب یہ کلام پڑھ سکتے ہیں، عمر نے غسل کیا، قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں تو کہا: آپ لوگ قبول اسلام کے لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلیں، عمر دار ارقم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کر لیا، مسلمانوں نے اس موقع پر اظہار مسرت کرتے ہوئے فلک شگاف نعرہ تکبیر بلند کیا۔

ہجرت مدینہ:

جب زمین کے کسی خطہ پر اسلام کے مقابلہ میں کفر کا زور زیادہ ہو، مشرکین مسلمانوں کو تعلیمات واحکام اسلام پر آزادی سے عمل کرنے سے روکیں اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے پر مجبور کریں تو وہاں سے ایسے خطہ کی طرف ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے جہاں مسلمان آزادی کے ساتھ احکام پر عمل کر سکتے ہوں۔ جس طرح حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ ''سابقین اولین'' میں شمار ہوتے ہیں اسی طرح مہاجرین اولین میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل آپ مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیس (۲۰) افراد کی جماعت کے ساتھ مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اس جماعت میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہجرت کرنے والوں میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت سعید بن زید، (۲) حضرت زید بن خطاب، (۳) حضرت عیاش بن ابی ربیعہ، (۴) حضرت ہشام بن عاص، (۵) حضرت عمر بن سراقہ، (۶) حضرت عبداللہ بن سراقہ، (۷) حضرت خنیس بن حذافہ، (۸) حضرت واقد بن عبداللہ، (۹) حضرت خولہ بن ابی خولہ، (۱۰) حضرت مالک بن ابی خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

رشتہ مواخات:

بعض مؤرخین اور بعض روایات کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ مواخات مکہ مکرمہ میں قائم کیا تھا اور مدینہ طیبہ میں بھی، مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کرنے والے مسلمانوں میں مواخات کیا تھا جس کا مقصد والدین یا رشتہ داروں کی طرف سے مال ودولت سے محروم کیے جانے کی بنا پر معاونت وامداد تھا، مدینہ طیبہ میں مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات قائم تھا جس کا مقصد مہاجرین کی بحالی اور ان کی مالی معاونت تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا رشتہ اخوت حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

سے قائم کیا تھا۔ مدینہ طیبہ میں رشتہ اخوت کے بارے میں دواقوال ہیں: (i) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا مواخات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قائم کیا۔ (ii) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا رشتہ اخوت حضرت رافع بن مالک زرقی رضی اللہ عنہ سے قائم کیا تھا۔

مستجاب الدعوات:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر یہ انعام تھا کہ آپ جو دعا کرتے وہ تیر بر ہدف ثابت ہوتی تھی اور بلا تاخیر قبول ہو جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں صرف ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں مروان بن حکم مدینہ طیبہ کا گورنر تھا، اروی بنت اویس نامی (جس کی زمین کا رقبہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے متصل تھا) نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروان بن حکم سے شکایت کر دی کہ انہوں نے میری زمین کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا ہے، مروان نے اس بارے میں گفتگو کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، انہوں نے آپ سے زمین پر قبضہ کے سلسلہ میں بات کی تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کسی کی زمین پر کیسے قابض ہو سکتا ہوں جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں یہ فرمایا ہو:

من ظلم شبراً من ارض طوقه يوم القيامة من سبع ارضين . (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۱۹۸)

جس شخص نے ظلماً کسی کی ایک بالشت زمین پر قبضہ کیا، تو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

پھر آپ نے حق و باطل کے امتیاز کو واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی:

اللهم! ان كانت كاذبةً فلا تمتها حتى تعمى بصرها وتجعل قبرها فى بئرها .

(اسد الغابہ لابن اثیر، ج ۲، ص ۴۴۴)

اے اللہ! اگر یہ عورت اپنے دعویٰ میں جھوٹی ہے، تو اسے اندھا کر کے موت دے اور اس کا کنواں اس کی قبر بنا۔

اس کے قلیل عرصہ بعد سیلاب آیا جس سے رقبہ کی حد بندی واضح ہو گئی، عورت کا جھوٹ نمایاں ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی صداقت کو بھی روشن کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد عورت بینائی سے محروم ہو کر اندھی ہو گئی، اپنے گھر میں موجود کنویں میں گر کر ہلاک ہو گئی اور وہی کنواں اس کی قبر بنا۔

آپ کی دعا اہل عرب کے ہاں ضرب المثل بن گئی، لڑائیوں کے دوران بھی لوگ اپنے مقابل کو کہا کرتے تھے: اعماك الله كما اعمى اروى . اللہ تعالیٰ تجھے ایسا اندھا کرے جس طرح اروی بنت اویس کو اندھا کیا تھا۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ بعض مقبولان بارگاہ ایزدی مستجاب الدعوات ہوتے ہیں، وہ جو دعا کرتے ہیں فوراً قبول ہوتی ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔

غزوات میں شرکت وکردار:

زہد، تقویٰ اور عبادت وریاضت کی طرح شجاعت و بہادری کا وصف بھی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ میں کمال درجہ کا پایا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ غزوہ بدر کے علاوہ آپ نے تمام غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمولیت اختیار کی اور کردار ادا کیا۔

غزوہ یرموک کے حوالے سے آپ اپنا کردار یوں بیان کرتے ہیں:

خرج رجل من صفوف المسلمين وقال ابی عبيدة: انی ازمعت علی ان اقضی أمری الساعة فهل لك من رسالة تبعث بها الی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم؟ فقال أبو عبيدة: نعم، تقرئه منی ومن المسلمين السلام، وتقول له: يا رسول الله انا وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً فما ان سمعت كلامه ورأيته يمتشق حسامه يمضی الی لقاء أعداء الله حتی اقتحمت الی الأرض وجثوت علی ركبتی واشرعت رمحی وطعنت أول فارس أقبل علينا ثم وثبت علی العدو وقد انتزع الله كل مافی قلبی من الخوف فثار الناس فی وجه الروم وما زالوا يقاتلونهم حتی كتب الله للمؤمنين النصر.

مسلمانوں کی صفوں سے نکل کر ایک شخص نے کہا: میں نے آج ہی جام شہادت نوش کرنے کا عزم کرلیا ہے، کیا آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں؟ تو حضرت ابوعبیدہ نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اور تمام مسلمانوں کا سلام کہنا اور ان سے عرض کرنا: یارسول اللہ! ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا۔ حضرت سعید فرماتے ہیں کہ جوں ہی میں نے ان کی بات سنی اور انہیں تلوار بے نیام کرتے اور دشمنوں کی طرف بڑھتے دیکھا تو فوراً ہی زمین پر گھٹنوں کے بل آ بیٹھا اور اپنا نیزہ تان لیا اور اس شخص کو نشانہ لگایا جس نے سب سے پہلے ہماری طرف رخ کیا تھا۔ پھر میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑا، اللہ نے میرے دل کے سارے خوف نکال دیے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے رومیوں پر عام ہلہ بول دیا، لوگ برابر لڑتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح وکامرانی سے ہمکنار کردیا۔

اشاعت حدیث:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے احادیث مبارکہ روایت کرنا درحقیقت مدرسہ صفہ کے فیضان کا تسلسل ہے، کیونکہ اصحاب صفہ کا مقصد حیات اشاعت دین تھا جس کا ماخذ قرآن وسنت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے چوراسی (۸۴) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

آپ کی مرویات میں سے چند ایک احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) کسی مسلمان کی عزت پر ناحق ہاتھ ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ رشتہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک شاخ کی مثل ہے جس نے اسے کاٹا، اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام قرار دے گا۔ (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۱۶۵۱)

(ii) جوشخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے، وہ شہید ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۶۵۲)

(iii) جس شخص نے بنجر زمین (یعنی وہ کسی کی ملکیت نہ ہو) کو آباد کیا، تو وہ اس کی ملک ہوگی۔ جس شخص نے کسی کی مملوکہ زمین میں جبراً کھیتی کاشت کی، تو اسے کھیتی کو باقی رکھنے کا حق نہیں ہے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۰۷۳)

آپ کے حوالے سے کثیر لوگوں نے روایات بیان کی ہیں، ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) صحابہ کرام: (۱) حضرت عبداللہ بن عمر، (۲) حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ لیثی، (۳) حضرت عمرو بن حریث مخزومی وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

(ii) تابعین عظام: (۱) حضرت زر بن جیش اسدی، (۲) حضرت عبداللہ مازنی، (۳) حضرت ابوعثمان نہدی، (۴) حضرت سعید بن مسیب، (۵) حضرت قیس بن ابی حازم، (۶) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، (۷) حضرت عروہ بن زبیر، (۸) حضرت عباس بن سہل بن سعد ساعدی، (۹) حضرت ابوالخیر مرثد بن عبداللہ یزنی، (۱۰) حضرت یزید بن حارث عدی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حق گوئی و بے باکی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو حق گوئی و بے باکی کی بے پناہ جرأت عطا فرمائی تھی، اس سلسلہ میں چند حقائق حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جامع مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے جبکہ اہل کوفہ آپ کے دائیں بائیں موجود تھے، اسی اثناء میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھایا، زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ کوفہ کا ایک باشندہ (قیس بن علقمہ) مسجد میں داخل ہوا، اس نے بڑی بے شرمی سے گالی گلوچ کرنا شروع کردیا، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: یہ شخص کسے گالی گلوچ کر رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو، یہ جواب سن کر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہو گئے نہایت جرأت سے فرمایا: اے مغیرہ! یہ شخص تمہاری موجودگی میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی بک رہا ہے، تو تم اسے روکتے کیوں نہیں؟ میں گواہی دیتا ہوں جو کچھ میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ رکھا، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی جھوٹی بات بیان نہیں کرسکتا کہ کل ملاقات کے وقت مجھ سے باز پرس کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، سعد بن مالک جنتی ہیں اور ایک نواں مسلمان جنتی ہے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو اس کا نام لے سکتا ہوں، حاضرین کی آواز سے مسجد گونج اٹھی کہ بتایا جائے وہ مومن کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ میں ہوں۔

پھر آپ نے یہ حدیث بیان کی:

واللہ لمشهد شهده رجل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يغبر فيه وجهه مع رسول الله افضل

من عمر احدکم ولو عمر نوح ۔ (علامہ یوسف مزی، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۷، ص ۲۰۰)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں کسی صحابی کا چہرہ غبار آلود ہوا ہو تمہارے زندگی بھر کے اعمال سے بہتر ہے خواہ کسی کو عمر نوح دی جائے۔

۲- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے جامع مسجد کوفہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں مسلمانوں کو غیرت دلاتے ہوئے نہایت دلیری سے فرمایا:

لقد رأیتنی وان عمر لموثقی علی الاسلام قبل ان یسلم عمرو لو ان احدًا ارفض للذی صنعتم بعثمان لکان محقوقاً ان یرفض ۔ (الصحیح للبخاری، ج اول، ص: ۵۴۵)

میں اپنے ماضی کے واقعات پر غور کرتا ہوں کہ قبول اسلام سے قبل عمر مجھے اذیتیں دیتے تھے جبکہ آج حال یہ ہے کہ قبول اسلام کے باوجود لوگ مسلمانوں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو متوجہ کر کے فرمایا: تم لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، اگر اس پر احد پہاڑ ہل جائے تو بجا ہوگا۔

فضائل:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کثیر ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوہ حراء پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے حرکت شروع کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اثبت حراء فانہ لیس علیك الا نبی او صدیق او شھید** ۔ اے کوہ حراء! تو اپنی حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی نہیں ہے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں لوگ تھے ان میں سے ایک حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔

۲- حضرت سعید بن حبیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

کان مقام ابی بکر و عمر و عثمان و علی و سعد و سعید و طلحۃ والزبیر و عبدالرحمن بن عوف مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحدًا، کانوا امامہ فی القتال وخلفہ فی الصلوٰۃ ۔

(علامہ ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ، ج: ۳ ص ۹۰)

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں پیش پیش ہوتے تھے جبکہ نماز ادا کرتے وقت پیچھے ہوتے تھے۔

۳- خلیفہ ثانی، امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کرتے وقت کسی کو خلیفہ متعین نہیں کیا تھا لیکن چھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے دی تھی، ان چھ کا تعلق عشرہ مبشرہ سے تھا اور ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت عثمان غنی، (ii) حضرت علی المرتضیٰ، (iii) حضرت طلحہ بن عبیداللہ، (iv) حضرت سعد بن ابی وقاص۔ (v)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، (۷۱) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اپنے فضل وکمال، زہد وتقویٰ اور بزرگی وتقدس کے سبب اس کمیٹی میں شمولیت کے زیادہ حقدار تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کا نام شامل نہ کرنے کی وجہ قرابت داری تھی کہ آنے والے لوگ آپ کی ذات پر قرابت داری کو ترجیح دینے کا الزام نہ دھر سکیں۔

وفات:

۵۱ھ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے مقام عقیق میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وصال فرمایا۔ انتقال کے وقت عمر مبارک تہتر (۷۳) سال تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعۃ المبارک کی تیاری میں مصروف تھے کہ انہیں آپ کے انتقال کی اطلاع موصول ہوئی، وہ اسی وقت مقام عقیق کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غسل اور تجہیز وتکفین کی خدمات انجام دیں، کندھوں پر اٹھا کر میت مدینہ طیبہ لائی گئی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

اولادامجاد:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو اکتیس (۳۱) اولادوں سے نوازا جن میں سے تیرہ (۱۳) صاحبزادے اور اٹھارہ (۱۸) صاحبزادیاں تھیں۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

اسماء صاحبزادگان: (۱) حضرت عبداللہ اکبر، (۲) حضرت عبداللہ اصغر، (۳) حضرت عبدالرحمٰن اکبر، (۴) حضرت عبدالرحمٰن اصغر، (۵) حضرت ابراہیم اکبر، (۶) حضرت ابراہیم اصغر، (۷) حضرت عمر اکبر، (۸) حضرت عمر اصغر، (۹) حضرت اسود، (۱۰) حضرت طلحہ، (۱۱) حضرت محمد، (۱۲) حضرت خالد، (۱۳) زید۔

اسماء صاحبزادیاں: (۱) حضرت اُمّ الحسن کبریٰ، (۲) حضرت اُمّ الحسن صغریٰ، (۳) حضرت اُمّ حبیب کبریٰ، (۴) حضرت اُمّ حبیب صغریٰ، (۵) حضرت اُمّ زید کبریٰ، (۶) حضرت اُمّ زید صغریٰ، (۷) حضرت عائشہ، (۸) حضرت عاتکہ، (۹) حضرت حفصہ، (۱۰) حضرت زینب، (۱۱) حضرت اُمّ سلمہ، (۱۲) حضرت اُمّ موسیٰ، (۱۳) حضرت اُمّ سعید، (۱۴) حضرت اُمّ نعمان، (۱۵) حضرت اُمّ خالد، (۱۶) حضرت اُمّ صالح، (۱۷) حضرت اُمّ حولا، (۱۸) حضرت رجلہ۔

مفہوم حدیث:

یہ حدیث حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پانچ راویوں نے بیان کی ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اوّل: حضرت عبداللہ مازنی رحمہ اللہ تعالیٰ: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لین الحدیث قرار دیا ہے۔ روایت بیان کرنے میں ان سے دو تسامح ہوئی ہیں:

(i) ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دی ہے۔ کوہ حراء والی روایت الگ مستقل ایک حدیث ہے۔

(ii) اس حدیث میں عشرہ مبشرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شمار کیا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مبشر (خوشخبری سنانے والی) ہے اور مبشر (خوشخبری دیے گئے) نہیں ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو چھوڑا گیا ہے حالانکہ ان کا عشرہ مبشرہ سے ہونا اجماعی و متفقہ ہے۔

ثانی: حضرت عبدالرحمٰن بن الاخنس رحمہ اللہ تعالیٰ: یہ راوی مستور الحال ہیں، ان کی روایت سنن ابی داؤد میں (رقم الحدیث ۴۶۴۹) موجود ہے، جس میں کوہ حراء والا مضمون نہیں ہے۔ تاہم اس میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عشرہ مبشرہ میں شمار کیا گیا ہے جبکہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو چھوڑا گیا ہے۔

ثالث: حضرت ریاح بن الحارث کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ: یہ راوی ثقہ ہیں، جن کی روایت سنن ابی داؤد (رقم الحدیث ۴۶۵) اور مسند امام احمد بن حنبل (ج اول، ص: ۱۸۷) میں موجود ہے مگر مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ والی روایت مفصل ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جامع مسجد کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی بکنے والے کو منع نہ کرنے پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے خوب اظہار ناراضگی کیا تھا، ممکن ہے کہ حالت غصہ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ذہن سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا نام ذہن سے نکل گیا ہو اور تعداد پوری کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی شامل کر لیا ہو۔

رابع: حضرت ہلال بن یساف رحمہ اللہ تعالیٰ: یہ راوی ثقہ ہیں اور ان کی روایت مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جلد اول، ص: ۱۸۷) میں مذکور ہے۔

خامس: حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ تعالیٰ: یہ ثقہ راوی ہیں، جن کی روایت جامع ترمذی میں گزر چکی ہے، اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشرہ مبشرہ میں شمار نہیں کیا گیا جبکہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو شمار کیا گیا ہے۔ یہ روایت تمام روایات سے زیادہ صحیح ہے، کیونکہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پرسکون ماحول میں بیان فرمائی ہے اور جو روایت ایسی حالت میں بیان کی جائے وہ زیادہ قابل اعتبار ہوتی ہے۔

بَاب مَنَاقِبِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 23: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3691 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنُ رَبِيْعَةَ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

متنِ حدیث: اَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا وَّاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ اِذَا تَلَاقَوْا بَيْنَهُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوْهٍ مُّبْشَرَةٍ وَّاِذَا لَقُوْنَا لَقُوْنَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ قَالَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى احْمَرَّ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا يَدْخُلُ

3691 - اخرجه احمد (۲۰۷/۱)، (۱۶۵/٤)، عن يزيد بن ابی زياد، عن عبد الله بن الحارث، عن عبد المطلب بن ربيعة به.

قلب رجل الايمان حتى يحبكم لله ولرسوله ثم قال يا ايها الناس من اذى عمي فقد اذاني فانما عم الرجل صنو ابيه

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس غصے کی حالت میں تشریف لائے' میں بھی اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: آپ کو غصہ کیوں آیا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارا اور قریش کا کیا مسئلہ ہے جب یہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں' تو بڑے خوش ہو کر ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں' تو دوسری حالت میں ملتے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ غصہ میں آ گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست مبارک میں میری جان ہے۔ کسی بھی شخص میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا' جب تک وہ آپ لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرح محبت نہیں کرے گا پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جس نے میرے چچا کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی' کیونکہ چچا باپ کی جگہ ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

ابوالفضل حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، عمر میں زیادہ فرق نہیں تھا، ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ نام: عباس، کنیت: ابوالفضل، والد کا نام: عبدالمطلب اور والدہ کا نام: نتیلہ تھا۔ شجرہ نسب یوں ہے:

عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف الہاشمی القرشی۔

آپ رشتہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور قبیلہ قریش کے چشم و چراغ تھے۔

ابتدائی حالات:

تذکرہ نگاروں کے مطابق ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ طفولیت میں گم ہو گئے، والدین کو پریشانی لاحق ہوئی، والدہ غم سے نڈھال ہو گئیں، نذر مانی کہ آپ کے صحیح وسلامت دستیاب ہونے کی صورت میں کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔ آپ کے دستیاب ہونے پر والدہ کی طرف سے نذر کی تکمیل کی گئی اور والدہ محترمہ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ کو دیب وحریر سے مزین غلاف پہنانے کی سعادت حاصل کی۔ زمانہ جاہلیت میں آپ قبیلہ قریش کے رئیس، بیت اللہ کے تحفظ و صفائی کا اہتمام والصرام اور زائرین کی خدمت کرنے کا منصب والد گرامی عبدالمطلب کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر مبارک میں اعلانِ نبوت کیا، توحید ورسالت کا پیغام لوگوں کو دینا شروع کیا، رفتہ رفتہ لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہونے لگے، اسلام قبول کرنے والوں کو مظالم کا تختہ مشق بنایا جاتا اور انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اس دور میں خواہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عجلت سے قبول اسلام کے لیے دست بیعت دراز نہیں کیا تھا لیکن مشرکین مکہ کی طرح اس تحریک کی مخالفت بھی نہیں کی تھی بلکہ تحریک اسلامی کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ جب اس زمانہ میں اہل یثرب کے بہتر (۷۲) افراد نے مشرکین مکہ سے بچتے ہوئے رازداری سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے دنوں میں منیٰ کی گھاٹی میں مدینہ طیبہ تشریف لانے کی دعوت دی، اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، آپ نے اس موقع پر انصار مدینہ سے یوں کہا: اے گروہ خزرج! یہ بات آپ لوگوں سے مخفی نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے محترم رہے ہیں، دشمن کے مقابلہ میں ہم نے ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے، اب وہ آپ کے ہاں جانا چاہتے ہیں، آپ لوگ تاحیات ان کا ساتھ دے سکتے ہیں تو بہتر ہے ورنہ ابھی صاف الفاظ میں انکار کردیں؟ انصار نے آپ کے جواب میں جان نثاری، دفاع و حفاظت، وفاداری و وفاشعاری اور خدمت و تواضع کے حوالے سے تاحیات ساتھ دینے کی یقین دہانی کرائی۔

حلیہ:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک یوں بیان کیا جاتا ہے: قد لمبا، چہرہ خوبصورت، رنگ سفید، شجاع و بہادر، جسم نرم و نازک اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔

جنگِ بدر میں:

مشرکین مکہ کے مظالم سے تنگ آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے، کفار مکہ نے یہاں بھی مسلمانوں کو سکون کا سانس نہ لینے دیا، آئے دن قتل و ڈکیتی کا بازار گرم کرتے رہے، بالآخر اس عداوت و مخالفت کے نتیجہ میں جنگ بدر پیش آئی، مشرکین کے سپاہی نوسو (۹۰۰) یا اس سے زائد تھے لیکن مسلمان مجاہدین کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی۔

آغاز جنگ سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو ہدایات جاری فرمائیں، ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ دوران جنگ ابوالبختری عباس یا بنو ہاشم کا کوئی شخص سامنے آجائے تو اس پر تلوار نہ چلائی جائے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہم جس طرح اپنے اعزاء و اقارب پر تلوار چلائیں گے، اسی طرح بنو ہاشم پر تلوار چلائیں گے، بنو قریش پر تلوار نہ چلانے کی کوئی وجہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام لازم ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو حذیفہ کی گردن اڑا دوں؟ آپ کی طرف سے اجازت نہ دی گئی، کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بلند پایہ صحابی تھے اور بر سبیل اتفاق یہ بات ان کی زبان سے نکل گئی تھی۔

بہرکیف کفر و اسلام کے مابین پہلی حق و باطل کی جنگ ۲ھ میں لڑی گئی قلیل تعداد ہونے کے باوجود مسلمانوں نے کفار کا خوب مقابلہ کیا، مسلمانوں کا مقصد کشور کشائی نہیں بلکہ اعلاء کلمۃ الحق تھا، اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال ہوئی اور انہیں نصرت و کامرانی حاصل ہوئی۔ نتیجہ یہ سامنے آیا کہ ستر (۷۰) کفار مارے گئے اور ستر (۷۰) گرفتار ہوئے جبکہ چودہ (۱۴) مسلمان شہید ہوئے۔

قیدی بننے والے کفار کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا گیا، انہیں خورد ونوش کی اشیاء فراہم کی گئیں، اکثر پر کپڑے نہیں تھے تو انہیں کپڑے فراہم کیے گئے۔ کفار کی طرف سے جنگ کرنے والوں، جنگ بدر میں شامل ہونے والوں اور قیدی بننے والوں میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ قیدی بنانے پر جب ان کی مشکیں باندھی گئیں تو وہ شدت کی وجہ سے رات بھر کراہتے رہے اور ان کے کراہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات بھر نیند نہ آئی۔

قیدیوں کو جہاں کھانا فراہم کیا گیا وہاں انہیں جسم چھپانے کے لیے کپڑے بھی فراہم کیے گئے، چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ طویل القامت تھے، اس لیے انہیں عام شخص کا کپڑا ٹھیک نہیں بیٹھتا تھا۔ لہٰذا عبداللہ بن ابی بھی طویل القامت تھا، اس نے اپنا لباس منگوا کر انہیں پیش کیا، منافق ہونے کے باوجود اس کے مرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عوض اپنا کرتہ اس کی لاش پر ڈال دیا تھا۔

دامن اسلام میں:

غزوہ بدر کے نتیجہ میں کفار کے قیدیوں میں ایک عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے، قیدیوں میں فدیہ دے کر رہائی اختیار کرنے کا اعلان ہوا تو فدیہ دے کر قیدی رہائی حاصل کرتے رہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مجبوری ظاہر کی کہ وہ لڑنے کے لیے از خود نہیں بلکہ مجبوری کی وجہ سے حاضر ہوئے تھے، زبان نبوت سے اس کا جواب دیا گیا کہ آپ ارادۃً یا مجبوراً شامل ہوئے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے مگر بظاہر شامل ہونے کی وجہ سے فدیہ کی ادائیگی ضروری ہے، پھر عذر پیش کرتے ہوئے اپنی مفلسی ظاہر کی، اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ سے روانہ ہوتے وقت آپ نے جو دولت ہماری چچی اُم الفضل کو چھپانے کے لیے دی تھی، وہ آپ کے متمول وصاحب ثروت ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ سن کر عباس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور بروقت قبول اسلام کر کے مسلمان ہو گئے۔

سعادتِ ہجرت:

قبول اسلام کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ واپس مکہ روانہ ہو گئے، اپنے اسلام وعقیدہ کو کفار مکہ سے مخفی رکھا، بیت اللہ کا طواف کیا، چند ایام قیام کے بعد عازم ہجرت ہوئے اور مدینہ طیبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مکہ جانے کے آپ کے دو مقاصد تھے:

(i) وہاں سے مدینہ کی طرف سے ہجرت کر کے مہاجرین میں شامل ہوں۔

(ii) مکہ میں موجود دولت مدینہ میں لاسکیں۔

نکاح واولاد:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے جن سے گیارہ (۱۱) اولادیں پیدا ہوئیں اور ان کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت فضل، (۲) حضرت عبداللہ، (۳) حضرت عبدالرحمٰن، (۴) حضرت قثم، (۵) حضرت معبد اُم حبیبہ، (۶)

حضرت کثیر، (۷) حضرت تمام، (۸) حضرت صفیہ، (۹) امیمہ، (۱۰) حضرت عبید اللہ، (۱۱) حضرت حارث۔

غزوات میں شرکت:

خواہ غزوہ بدر میں آپ اسلام کے خلاف کفار کے سپاہی کی حیثیت سے شامل ہوئے مگر قبول اسلام اور ہجرت کے بعد غزوات میں شامل ہوئے، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ محاصرہ طائف اور غزوۂ تبوک وغیرہ میں شریک ہوئے۔

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قدر و منزلت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دلی احترام کرتے تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا احترام بجالاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ کے محصل تعینات ہوئے، سب لوگوں سے رقم وصول کی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی رقم کا تقاضا کیا، انہوں نے رقم کی فراہمی سے انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منصب کے مطابق قدرے سختی سے تقاضا کیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمر! تم عباس سے کیا چاہتے ہو؟ بدر کے موقع پر تم ان سے بہت کچھ وصول کر چکے ہو، عباس عم رسول ہیں اور چچا باپ کے قائمقام ہوتا ہے۔

وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا غم:

۱۰ ہجری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپسی پر علیل ہو گئے، پھر روز بروز مرض میں اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت علی، حضرت عباس اور دوسرے بنو ہاشم تیمارداری کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ انتقال کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نکلے تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب افاقہ ہے، کیونکہ بظاہر صحیح محسوس ہو رہی تھی لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: تمہارا کیا خیال ہے؟ قسم بخدا! تین ایام بعد تم غلامی کرنے والے ہو، عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مرض میں وصال فرمانے والے ہیں، کیونکہ میں اپنے خاندانی اکابر کے چہروں سے خوب اندازہ لگالیتا ہوں اور اب آپ میرے ساتھ آئیں کہ ہم آپ سے منصب خلافت کے بارے میں دریافت کرلیں کہ ہم اس کے حقدار ہوں گے تو آپ اس سلسلہ میں وصیت فرما دیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! میں اس بارے میں ہرگز نہیں دریافت کروں گا، اگر دریافت کرنے پر آپ نے انکار کر دیا تو میں ہمیشہ اس سے محروم قرار پاؤں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار پر حضرت ابوالفضل عباس رضی اللہ عنہ کو بھی دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی روز انتقال ہوا۔ حضرت عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہما اور دیگر بنو ہاشم نے تجہیز و تکفین کی خدمات انجام دیں۔ چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اور خاندانی معمر تھے جس وجہ سے لوگ تعزیت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

خلفاء راشدین کے ہاں مرتبہ ومقام:

خلفاء راشدین حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دلی طور پر ادب واحترام بجالاتے تھے، اگر وہ سواری پر ہوتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو احتراماً سواری سے اتر جاتے تھے اور یہ ادب واحترام عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر پریشانی کے موقع پر ان سے دعا کراتے تھے اور مشوروں میں شامل کرتے تھے۔ قحط عام الرمادہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر کہا: اے اللہ! پہلے ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑتے تھے اور اب ہم عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا واسطہ لاتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اپنے نورانی ہاتھ اٹھا کر دعا کی، دعا کے وقت مطلع شفاف تھا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادل نمودار ہوئے اور خوب بارش ہوئی حتیٰ کہ ماحول جل تھل ہوگیا۔

درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو اپنی شاعری میں یوں بیان کرتے ہیں:

۱- سأل الامام وقد تتابع جدبنا　　فسقى الغمام بعزة العباس رضی الله عنه

۲- عم لانبي وصنو والده الذى　　ورث النبي بذاك دون الناس

۳- احيى الاله به البلاد فاصبحت　　محضرة الاجناب بعد الباس

ترجمہ: ۱- امام وقت کے دعا کرنے پر خشک سالی بڑھ گئی مگر عباس کی شرافت کی وجہ سے ابر نے سیراب کردیا۔

۲- عم رسول کے حقیقی بھائی ہیں جنہوں نے تمام لوگوں کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت پائی۔

۳- اب ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے ملک کو زندہ کردیا، خشکی کے بعد تمام میدان سرسبز ہوگئے۔

فضائل عباس رضی اللہ عنہ

عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر مشتمل کثیر احادیث ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

• اما علمت ان عم الرجل صنوا ابيه .

کیا آپ جانتے ہیں کہ بیشک آدمی کا چچا اس کے باپ کے قائمقام ہوتا ہے۔

۲- حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

اقبل العباس بن عبدالمطلب وعليه حلمة وله صفيرتان وهو ابيض بض، فلما راه النبى صلى الله عليه وسلم تبسم فقال له العباس: ما اضحك يا رسول الله، اضحك الله سنك؟ قال: اعجبنى جمالك يا عم النبى، فقال العباس، ما الجمال فى الرجل يا رسول الله؟ قال: اللسان

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس حالت میں آئے انہوں نے ایک چوغہ پہنا ہوا تھا اور آپ کی دو مینڈھیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکرا دیے۔ ایسی صورتحال پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! اللہ

تعالیٰ آپ کو مسکراتا رکھے، آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: اے عم رسول! مجھے آپ کی خوبصورتی پسند لگی ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آدمی میں خوبصورتی کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: زبان۔

۳-حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

دخل العباس على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! انا لنخرج فنر قريشا تحدث فاذا رؤنا سكتوا، فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم ودر عرق بين عينيه قال: والله لايدخل قلب امرء ايمان حتى يحبكم لله ولقرابتي .

حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! جب ہم باہر نکلتے ہیں اور قریش کو دیکھتے ہیں کہ وہ باتوں میں مصروف ہوتے ہیں مگر جب وہ ہمیں دیکھتے ہیں تو خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناراضگی کیا اور آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ گیا، آپ نے فرمایا: قسم بخدا! کسی شخص کے دل میں اس وقت ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور میری قرابت داری کے لیے تم سے محبت نہ کرنے لگ جائے۔

۴-حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قلت للنبي صلى الله عليه وسلم: ما اغنيت عن عمك فقد كان يحوطك، ويغضب لك، قال: هو في ضحضاح، قال ابن مهدى: من النار ولولا انا لكان في الدرك الاسفل من النار .

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا (ابوطالب) کو کیا فائدہ دیا جو کہ آپ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کی وجہ سے لوگوں سے ناراض ہوتا تھا؟ آپ نے جواب دیا: وہ ٹخنوں تک ہلکی آگ میں ہوگا اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے نچلے گڑھے میں ہوتا۔

۵-حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كان للعباس ميزاب على طريق عمر بن الخطاب، فلبس عمر ثيابه يوم الجمعة، وقد كان ذبح للعباس فرخان، فلما وافى الميزاب صب ماء بدم الفرخين، فاصاب عمر وفيه دم الفرخين، فامر عمر بقلعه ثم رجع، فطرح ثيابه وللبس ثيابا غير ثيابه ثم جاء فصلى بالناس فاتاه العباس فقال: والله انه للموضع الذى وضعه النبى صلى الله عليه وسلم فقال عمر للعباس: وانا اعزم عليك لما صعدت على ظهرى حتى تضعه فى الموضع الذى وضعه رسول الله صلى الله عليه وسلم، ففعل ذالك العباس .

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک پرنالہ تھا' جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے راستہ میں نصب تھا، ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نئے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اور اسی دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں دو مرغے

ذبح ہوئے تھے۔ جب آپ پرنالے کے پاس پہنچے تو اوپر سے خون پر پانی انڈیلا گیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر آ گرا جس میں مرغوں کا خون بھی شامل تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں سے پرنالے کو اکھاڑنے کا حکم دیا، خود گھر واپس آ کر کپڑے تبدیل کیے۔ پھر جا کر لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور کہا: قسم بخدا! یہ پرنالہ مقررہ جگہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا، یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ سے تاکیداً گزارش کرتا ہوں کہ آپ میرے کندھے پر سوار ہو کر پرنالہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا، وہاں لگائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

وصال:

۳۲ھ میں عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بروز جمعہ وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر اٹھاسی (۸۸) سال تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ (ماخوذ از شرح انتخاب احادیث بخاری جلد اول از صفحہ ۲۲۰ تا ۲۸۶)

مفہوم حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نہایت درجہ کی محبت تھی، ہر موقع پر ان کا احترام فرماتے تھے، انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی عقیدت تھی اور قبول اسلام کے بعد ہر موقع پر عقیدت و جان نثاری کا بے مثل مظاہرہ کرتے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا کہ قریش باہم شیر و شکر ہو کر رہتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان بالخصوص حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں دلوں میں کدورت رکھتے ہیں تو آپ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے اعلان کیا: خدا کی قسم! جو شخص میرے قرابت داروں سے محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے لیے محبت نہیں رکھتا، وہ مومن بھی نہیں ہو سکتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصوصی علاقہ و تعلق کو بیان کرتے ہوئے صریح الفاظ میں اعلان فرمایا: اے لوگو! جس نے میرے عم محترم (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی، کیونکہ آدمی کا چچا اس کے باپ کے قائم مقام ہوتا ہے۔

اس اعلان سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جس طرح انسان اپنے والدین کی توہین برداشت نہیں کر سکتا، اسی طرح اپنے چچا کی توہین گوارا نہیں کر سکتا۔ عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام بجالانا امت پر واجب ہے، کیونکہ ان کو اذیت دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوتی ہے اور آپ کو اذیت دینے والا صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔

شرح

چچا اور بھتیجے کا ہم مزاج ہونا:

عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت اور کمال درجہ کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے ف...

العباس منی و انا منه یعنی عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ایک دوسری روایت میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:ان علیاً منی و انا منه ۔ بیشک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔

اس فقرے کے متعدد مطالب بیان کیے گئے ہیں:

۱-دونوں میں گہراتعلق ہے کہ ایک کی توہین دوسرے کی توہین اور ایک کا احترام دوسرے کے احترام کو مستلزم ہے۔

۲-دونوں ہم مزاج اور ہم مشرب ہیں۔

۳-دونوں کا رشتہ باپ بیٹا کی طرح ہے۔

باب 23-حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کے فضائل

3691 سندحدیث:حدثنا محمود بن غیلان، نا وکیع، نا سفیان عن ابی اسحاق، عن صلة ابن زفر، عن حذیفة بن الیمان:

متن حدیث:قال: جاء العاقب و السید الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقالا: ابعث معنا امینك، قال: "فانی سأبعث معکم امیناً حق امین" فأشرف لها الناس، فبعث ابا عبیدة ۔

سندِدیگر:قال: و کان ابو اسحاق اذا حدث بهذا الحدیث عن صلة، قال: سمعته منذ ستین سنة ۔

حکم حدیث:هذا حدیث حسن صحیح

◆◆ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عاقب اور سید دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، انہوں نے عرض کیا: آپ ہمارے ساتھ کوئی امانتدار آدمی بھیج دیں؟ آپ نے فرمایا: میں بہت جلد تمہارے ساتھ ایسا امانتدار شخص بھیجوں گا جو واقعی امانتدار ہے، پس لوگ اس کے لیے بلند ہوئے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ جب یہ حدیث حضرت صلہ بن زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کرتے تو فرماتے کہ میں نے یہ حدیث ان سے ساٹھ (۶۰) سال قبل سنی تھی۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3692 سندحدیث:وقد روی عن ابن عمرو انس عن النبی صلی اللہ علیه وسلم

متن حدیث:انه قال: لکل امة امین و امین هذه الامة ابو عبیدة بن الجراح ۔

سندِدیگر:حدثنا محمد بن بشار، ناسلم ابن قتیبة، و ابو داؤد عن شعبة، عن ابی اسحاق، قال: قال حذیفة: قلب صلة بن زفر من ذهب

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے،اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد بن بشار نے ہم سے مسلم بن قتیبہ اور ابوداؤد کے حوالے سے شعبہ سے اور انہوں نے ابواسحاق سے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صلہ بن زفر کا دل سونے کی مثل (اچھا) ہے۔

3692 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْعَبَّاسُ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِسْرَآئِيْلَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسرائیل نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

امین الامت حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کا شمار "السابقون الاولون" میں ہوتا ہے، آپ کا سال ولادت معلوم نہیں ہوسکا، جونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ترغیب وتلقین کے نتیجہ میں اسلام قبول کیا۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر بن مالک۔

ساتویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، قبیلہ قریش کے چشم وچراغ تھے۔

آپ کا اسم گرامی: عامر، کنیت: ابوعبیدہ، لقب: امین الامۃ، باپ کا نام: عبداللہ، دادا کا نام الجراح تھا۔ جس طرح آپ نام کی بجائے کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، اسی طرح باپ کی بجائے دادا جان کی نسبت سے زیادہ مشہور تھے جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد گرامی کی بجائے حضرت عبدالمطلب (ابن المطلب) کی نسبت سے مشہور تھے۔

فہر بن مالک کے تین صاحبزادے تھے: (۱) محارب، (۲) حارث، (۳) غالب۔ آپ حارث کی اولاد سے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غالب کی اولاد سے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت امیمہ بنت غنم رضی اللہ عنہا بھی حارث کی اولاد سے تھیں، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، دولت اسلام سے مالا مال ہوئیں، وصف صحابیہ سے متصف ہوئیں اور تاحیات اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ باپ عبداللہ حالت کفر میں رہے، کفار کی معیت میں

3692 - اخرجه احمد (۱/ ۳۰۰)، عن اسرائيل عن عبد الاعلى عن سعيد بن جبير عن ابن عباس به.

غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور اپنے بیٹے امین الامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں آں جہانی ہوئے۔

فہر کے صاحبزادوں میں سے دولڑکوں محارب اور حارث کی اولاد بنو محارب اور بنو حارث سے مشہور ہوئی اور مکہ مکرمہ کے بیرونی علاقہ جات میں آباد ہوئے پھر آگے چل کر ''قریش الظواہر'' کہلائے۔ قریش سے متعلق وہ شاخ جو مکہ معظمہ میں آباد ہوئی، وہ ''قریش البطاح'' کے نام سے مشہور ہوئے وہ بطحاء مکہ کے باشندے کہلائے اور شہری ریاست کا انتظام واہتمام ان کے ہاتھ تھا۔ ان سے دوقبائل مشہور ہوئے: (۱) قبیلہ بنو ہاشم، (۲) قبیلہ بنو امیہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق قبیلہ بنو ہاشم سے تھا۔

حلیہ:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قد دراز، پتلا و دبلا، چہرہ پتلا وسمارٹ، داڑھی کے بال قدرے کم، رنگ سفید مائل بگندمی، رخساروں پر گوشت کم اور سامنے والے دودانت موجود نہیں تھے، کیونکہ یہ دودانت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر غزوۂ اُحد کے موقع پر قربان کردیے تھے۔

ابتدائی حالات:

آپ کا بچپن قابل تقلید اور قابل تحسین تھا، کیونکہ اپنے دادا ''جراح'' کی زیرنگرانی تربیت پائی تھی۔ شراب نوشی، بت پرستی، گالی گلوچ اور کذب بیانی سے سخت نفرت تھی۔ صداقت وحق گوئی، بے نفسی و بے غرضی، حسن معاملہ اور سادگی کی طرف طبیعت بچپن سے ہی مائل تھی۔ گھڑسواری، تیراندازی، نیزہ بازی اور تلوارزنی بہترین مشاغل تھے۔ شرفاء کے پاس نشست وبرخواست، لوگوں سے حسن معاملہ اور بے سہارالوگوں کی معاونت وغیرہ امور اوائل عمر سے معمولات کا حصہ بن چکے تھے۔

دامن اسلام میں:

بت پرستی، شراب نوشی، زنا کاری اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے نہایت درجہ کی نفرت تھی بلکہ ان امور کے مرتکب لوگوں کو منع کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتے تھے۔ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو آپ دوراندیش نوجوان تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر دعوت اسلام دے رہے تھے، قبول اسلام کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسی تحریک کے متحرک پیشوا تھے اور ان کی ترغیب وتبلیغ اور ذہن سازی سے آپ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ اعزاء واقارب اور مشرکین کی طرف سے ہزار مخالفت اور مصائب وآلام کھڑا کرنے اور مظالم ڈھانے کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی تھی۔ آپ کا شمار ''السابقون الاولون'' میں ہوتا ہے۔

سعادت ہجرت کا حصول:

جب کفار کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم ومصائب کی انتہاء ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو مکہ چھوڑنے اور مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کرجانے کی اجازت مل گئی۔ دیگر مسلمانوں کی طرح آپ نے بھی ہجرت کی، آپ نے تین بار سعادت ہجرت حاصل کی، دوبار حبشہ کی طرف اور ایک بار مدینہ طیبہ کی طرف ۱۳ نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے گیارہ (۱۱) مردوں

اور پانچ (۵) خواتین نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، ان میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تین چار ماہ بعد حبشہ میں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ تمام اہل مکہ مسلمان ہو چکے ہیں، یہ اطلاع ملتے ہی ایک قافلہ مکہ کی طرف واپس روانہ ہو گیا، اس قافلہ میں آپ بھی شامل تھے۔

مکہ واپس آنے پر معلوم ہوا کہ حبشہ پہنچنے والی اطلاع یقینی نہیں تھی بلکہ افواہ تھی، کسی بااثر شخصیت کی پناہ لے کر مکہ میں قیام پذیر ہو گئے لیکن مشرکین مکہ کی طرف سے مظالم وستم گری کا سلسلہ حسب سابق جاری رہا، مظالم سے محفوظ رہنے کے لیے ۶ نبوی میں ایک سو (۱۰۰) سے زائد افراد (خواتین وحضرات) پر مشتمل ایک قافلہ دوبارہ حبشہ کی طرف عازم ہجرت ہوا، حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے۔ اس طرح آپ نے چھ (۶) سال تک حبشہ میں مہاجر کی حیثیت سے گزارے۔ ہجرت مدینہ کا حکم نازل ہونے پر آپ حبشہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر گئے، وادی قبا میں قیام پذیر ہو گئے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر قبا میں ٹھہرنے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ بھی اس قافلہ میں شامل تھے اور مدینہ پہنچ کر مستقل قیام پذیر ہو گئے۔

رشتہ مواخات:

ہجرت مدینہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قیام اختیار کرنے کے بعد مسجد نبوی تعمیر فرمائی، پھر مہاجرین اور انصار صحابہ کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا، اس موقع پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی مواخات حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم کی۔

غزوات میں شرکت اور کردار:

سپہ گری، تیر اندازی اور شمشیر زنی میں آپ کو خوب مہارت تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد جب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی، دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کیا، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے اور تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوہ بدر تھا' جو ۲ھ میں پیش آیا، یہ جنگ کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان لڑی گئی، یہ لڑائی کسی رشتہ کی پرواہ کیے بغیر لڑی گئی، اسی معرکہ میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ غیر مسلم تھے اور وہ کفار کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے تھے لیکن بیٹے (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ) کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی بکر (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) کفار کی رفاقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے تھے، دوران جنگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی تلوار کی زد میں کئی بار آئے لیکن احترام پدری کی بنا پر وار نہ کیا، مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے ایک دن اپنے والد گرامی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے ابا جان! غزوہ بدر کے موقع پر آپ کئی بار میری تلوار کی زد میں آئے تھے لیکن تعلق پدری کی بنا پر میں نے وار کرنے سے احتراز کیا، اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم میری تلوار کی زد میں آتے تو میں ہرگز معاف نہ کرتا، کیونکہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں خوب جوہر دکھائے ، بالخصوص غزوۂ اُحد کے موقع پر تو آپ کی خدمات تاریخ ساز تھیں ۔ نوجوانوں سے غفلت کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی ، کفار کے جوابی حملہ سے سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات متاثر ہوئی ، آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے ، صحابہ کی جان نثاری و دفاع کے باوجود ایک کافر کے حملہ کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں پیوست ہوگئیں ، جس سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے کڑیوں کو نکالنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں جہاں کڑیاں نکالنے میں کامیابی حاصل ہوئی وہاں آپ کے سامنے والے دونوں دانت شہید ہوگئے اور اس ہمت وایثار اور قربانی پر فخر کیا کرتے تھے ۔

مسئلہ خلافت کے حل میں کردار :

ارشاد خداوندی : كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے) کے مطابق خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ کے حضور پہنچ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو داغ مفارقت دے گئے ۔ اب ملت اسلامیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت وخلافت کا مسئلہ درپیش تھا ، جس کا حل فوری و بروقت ضروری تھا ، اس کے حل کے لیے انصار ساعدہ بنی ثقیفہ (بنو ساعدہ کی پنچایت گاہ) میں جمع ہوئے ، وہ بڑے زور وشور سے بحث کرتے ہوئے خلافت وامارت کو اپنا استحقاق سمجھنے لگے ، ان کا خیال تھا کہ اسلام کی ترقی کے لیے ہم معاون ومدد گار بنے لہٰذا خلافت بھی ہمارا حق ہے ۔ زمانہ قدیم سے انصار کے دو قبائل تھے :

(۱) اوس ، (۲) خزرج ۔

یہ دونوں زمانہ قدیم سے باہم حریف چلے آرہے تھے ، اسلام کی برکت سے ان کی عصبیت کم ہوگئی تھی لیکن اس موقع پر پھر موجزن ہوگئی ، دونوں کے مابین خلافت کے مسئلہ میں نزاع ہوا ، چونکہ قبیلہ اوس کے مقابلہ میں قبیلہ خزرج کی تعداد زیادہ تھی اس لیے اس کے رئیس ”حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ“ کی خلافت پر اتفاق ہوگیا لیکن اوس دلی طور پر مطمئن نہیں تھے ۔

علاوہ ازیں مہاجرین صحابہ بھی ثقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لائے ، انہوں نے خلافت کو اپنا حق قرار دیا ، ان کا کہنا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق مہاجرین وقریش سے تھا ، لہٰذا آپ کے بعد خلافت وامارت بھی ہمارا حق ہے ۔ مہاجرین میں ایک نظریہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں ، غدیر خم کے مقام پر ان کی خلافت کا اعلان بھی کیا تھا ، لہٰذا خلافت کے زیادہ حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ، اس کا جواب یہ دیا گیا : آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے غدیر خم کے مقام پر دوٹوک اعلان نہیں ہوا تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تحریری یا زبانی طور پر اعلان خلافت کرانے کی کوشش کیوں کی تھی ؟ مہاجرین صحابہ میں ایک نظریہ یہ سامنے آیا کہ چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمات زیادہ ہیں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت میں حکم نبوی کی تعمیل میں امامت بھی کراتے رہے لہٰذا خلافت کے زیادہ حقدار آپ ہیں ۔

اس طرح ثقیفہ بنی ساعدہ میں مسئلہ خلافت پیچیدہ صورت اختیار کر گیا ، اس کو حل کرنے کی مختلف تجاویز سامنے آئیں لیکن متفقہ

طور پر کسی تجویز کو تسلیم نہیں کیا جا رہا تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے متعدد آیات واحادیث سے انصار کی فضیلت وخدمات پر روشنی ڈالی، ساتھ ہی فرمایا کہ تمام عرب آپ لوگوں کی قیادت پر متحد نہیں ہوں گے۔ لہٰذا آپ لوگ وزیر کی حیثیت سے خدمات دیں تو بہتر ہوگا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے انصار کو بھولا ہوا یہ سبق یاد کرایا: **یا معشر الانصار انکم کنتم اول نصر فلا تکونوا اول غیر** اے انصار! بیشک آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کی معاونت کی، اب تم سب سے پہلے اس کی مخالفت کرنے والے نہ بنو۔ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے نہ صرف مہاجرین بالخصوص قریش سے خلیفہ ہونے کی حمایت کی بلکہ اس سلسلہ میں یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بطور دلیل پیش کیا تھا: **الآئمة من القریش** یعنی امام قریش سے ہوں گے۔ اب تک بحث وتمحیص سے حاضرین کے اذہان مہاجرین صحابہ بالخصوص قریش کی قیادت کو تسلیم کرنے کی طرف مائل ہو چکے تھے، اب مسئلہ کے حل کی روشنی نظر آنے لگی تھی، ایسی صورتحال میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا: اس وقت دو شخصیات ہمارے درمیان موجود ہیں، ایک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، ان دونوں کی خدمات بھی مسلمہ ہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں سے ایک پر اتفاق کرلیں، ایک کو خلافت وامارت کے لیے تعینات کرلیں، دونوں نے بیک وقت اعلان کیا: اے صدیق اکبر! آپ کے ہوتے ہوئے ہم خلافت کے اہل نہیں ہو سکتے، آپ ہی ہمارے خلیفہ حق ہیں، دونوں نے بڑھ کر آپ کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کرلی، پھر ہر طرف سے بلا امتیاز انصار ومہاجرین آگے بڑھے، انہوں نے دست صدیقی پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس طرح حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی کاوش سے ایک طرف مسلمانوں (مہاجرین وانصار) میں اتفاق واتحاد کی فضاء قائم ہوئی اور دوسری طرف مسئلہ خلافت مضبوط بنیادوں پر حل ہوگیا۔

صدیقی وفاروقی ادوار میں خدمات:

دور صدیقی اور دور فاروقی میں حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کی دفاعی، تعمیری اور استحکامی خدمات قابل ستائش تھیں۔ اس کا مختصر جائزہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد تمام صحابہ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے خلیفہ تعینات ہوتے ہی مختلف فتنوں نے سر اٹھانا شروع کردیا:

(i) ضعیف الاعتقاد مسلمانوں نے ارتداد کا راستہ اختیار کر کے مرتد ہونا شروع کردیا۔

(ii) بعض لوگوں نے مسلمان رہتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا۔

(iii) بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے جھوٹے نبی ہونے کا اعلان کردیا۔

(iv) دمشق کی رومی حکومت جو زمانہ قدیم سے اہل عرب کی حریف چلی آ رہی تھی، مدینہ طیبہ کی اسلامی حکومت ختم کرنے کے لیے کوشاں تھی۔

امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حالات پر قابو پانے کے لیے نہایت حکمت عملی سے مرتدین کی سرکوبی،

مانعین زکوٰۃ سے جہاد اور مدعیین نبوت کے خاتمہ کی عملی سعی فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامرانی سے ہمکنار کیا۔

اندرونی فتنوں پر قابو پانے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رومی حکومت کا مقابلہ کرنے اور دشمن کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت فرمائی، مجلس مشاورت میں تمام صحابہ کرام کا اس پر اتفاق ہوا کہ رومی حکومت کا مقابلہ کیا جائے اور اسے دندان شکن جواب دیا جائے۔

مختلف امراء کی زیر قیادت متعدد اسلامی گروہ دشمن سے مقابلہ، فتوحات کا دروازہ کھولنے اور کفر کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے روانہ کیے۔ روانگی سے قبل سب امراء کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ جب کسی خطہ میں اسلامی لشکر متحد ہو کر دشمن کا مقابلہ کرے تو متحدہ اسلامی فوج کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو تعینات کیا جائے اور ان کی قیادت میں کفر کا مقابلہ کیا جائے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پابند کیا کہ کسی بھی محاذ پر دشمن سے مقابلہ کے وقت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی راہنمائی کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ آپ کی قیادت میں جہاد کو یقینی بنایا جائے۔ اسلامی افواج کے امراء نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر مکمل طور پر عمل کیا، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو ہر محاذ پر کامرانی حاصل ہوئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال فرمانے کے بعد تعیین خلیفہ کے سلسلہ میں چھ (۶) ارکان پر مشتمل کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ خلیفہ بنتے ہی آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امارت لشکر سے معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کو قیادت سونپ دی، اس تبدیلی کی مشہور دو وجوہات حسب ذیل ہیں:

(i) کسی محاذ پر اسلامی لشکر کی کامیابی کا راز لوگوں کے نزدیک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ذات تھی جبکہ حقیقت میں کامرانی ونصرت عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ تھا۔

(ii) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شجاعت میں طاقت کا استعمال تو ضرور تھا لیکن ہوش و دانش نام کی کوئی چیز نہیں تھی، آپ دشمن کی فوج میں جان جوکھوں میں ڈال کر داخل ہوتے جس کے نتیجہ میں فائدہ بھی ہوتا تھا اور نقصان بھی۔

یہ دونوں وجوہات حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں ناپسندیدہ تھیں، اسی وجہ سے آپ نے اسلامی لشکر کی قیادت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دونوں ادوار میں اسلامی لشکر کی قیادت فرماتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنے میں تاریخ ساز خدمات انجام دیں۔ ایران، قادسیہ اور شام کے محاذوں پر آپ کی خدمات اسلامی تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ آپ کی خدمات کے اعتراف میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ۱۲ھ میں دمشق کا حاکم مقرر کیا تھا۔

فضائل وکمالات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ ذیشان اور امتیازی فضیلت کے حامل ہیں لیکن خدمات کے حوالے سے بعض صحابہ امتیازی شان کے مالک ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کثیر خوبیوں کے باعث امتیازی

شان رکھتے تھے اور آپ کے فضائل وکمالات میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) نجران کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب وتلقین کے نتیجہ میں انہوں نے جزیہ اور خراج دینے کا عہد و پیمان کر لیا اور واپس روانگی سے قبل انہوں نے عرض کیا: آپ ہمارے ساتھ کوئی امانتدار شخص بھیج دیں، آپ نے جواب دیا: میں تمہارے ساتھ ایسا شخص روانہ کروں گا جو واقعی امانتدار ہوگا، آپ نے ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔

(ii) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لكل امة امين و امين هذه الامة ابو عبيدة بن الجراح رضى الله عنه . (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۵۵۲)

ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔

(iii) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابوبكر فى الجنة و عمر فى الجنة وعثمان فى الجنة وعلى فى الجنة وطلحة فى الجنة والزبير فى الجنة وعبدالرحمن بن عوف فى الجنة وسعد فى الجنة وسعيد فى الجنة و ابو عبيدة بن الجراح فى الجنة . (سنن ابن ماجۃ، رقم الحدیث: ۱۳۳)

''حضرت ابوبکر صدیق جنتی ہیں، حضرت عمر جنتی ہیں، حضرت عثمان جنتی ہیں، حضرت علی جنتی ہیں، حضرت طلحہ جنتی ہیں، حضرت زبیر جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، حضرت سعد جنتی ہیں، حضرت سعید جنتی ہیں اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔'' اس روایت کے مطابق حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہوئے۔

وفات:

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ملک شام میں تشریف فرما تھے، اچانک ۱۸ھ میں وہاں عمواس کا طاعون پھیل گیا، کثیر تعداد میں آپ کے سپاہی لقمہ اجل بن گئے، آپ بھی اسی مرض کا شکار ہوئے، بالآخر عہد فاروقی میں اٹھاون (۵۸) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ زندگی کے آخری ایام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب تعینات کیا، جنہوں نے تجہیز وتکفین اور تدفین کا اہتمام کیا تھا۔

اولاد امجاد:

حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ہند بنت جابر سے نکاح کیا، ان کے بطن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے:

(i) یزید بن عامر، (ii) عمیر بن عامر۔

دونوں صاحبزادگان زندگی میں داغ مفارقت دے گئے، آپ نے لاولد وصال فرمایا اور نسل منقطع ہوگئی تھی۔

(ماخوذ حیات صدر الصحابہ، مصنف ڈاکٹر عبدالرحمٰن راحت شاپا، ازصفحہ ۱۲۸ تا ۱۲۵)

3693 سند حدیث: حدثنا احمد الدورقی، نا اسماعیل بن ابراهیم عن الجریری عن عبدالله بن شقیق، قال: قلت لعائشة:

متن حدیث: ای اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم کان احب الیه؟ قالت: ابوبکر قلت: ثم من؟ قالت: ثم عمر، قلت: ثم من؟ قالت: ثم ابو عبیدة بن الجراح، قلت: ثم من؟ فسکتت۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: صحابہ میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، میں نے دریافت کیا: پھر کون؟ انہوں نے جواب دیا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، میں نے دریافت کیا: پھر کون؟ انہوں نے جواب دیا: پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، میں نے دریافت کیا: پھر کون؟ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں۔

3694 سند حدیث: حدثنا قتیبة، نا عبدالعزیز بن محمد، عن سهیل ابن ابی صالح، عن ابیه، عن ابی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

متن حدیث: نعم الرجل ابوبکر! نعم الرجل عمر! نعم الرجل ابو عبیدة بن الجراح

حکم الحدیث: هذا حدیث حسن، انما نعرفه من حدیث سهیل۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین آدمی ابوبکر ہیں، بہترین آدمی عمر ہیں، بہترین آدمی ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے، بیشک ہم اسے حضرت سہیل بن ابی صالح کی روایت سے جانتے ہیں۔

3693 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنِي اَبِي قَالَ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعُمَرَ فِي الْعَبَّاسِ اِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيهِ وَكَانَ عُمَرُ تَكَلَّمَ فِي صَدَقَتِهِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا: آدمی کا چچا اس کے باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صدقہ دینے کے بارے میں کوئی بات کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3693۔ اخرجه احمد (۲/ ۹٤) عن عمرو بن مرة عن ابی البختری عن علی۔ رضی الله عنه۔ فذکره۔

3694 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ اَوْ مِنْ صِنْوِ اَبِيْهِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي الزِّنَادِ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عباس رضی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے چچا ہیں اور چچا' باپ کی طرح ہوتا ہے۔ (راوی کو شک ہے) شاید یہ الفاظ ہیں: ''باپ کا حصہ'' ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف ابوزناد نامی راوی کے حوالے سے' صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

باپ اور چچا کا ایک جڑ سے نکلنے والے دو درخت ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محصل تعینات کیا تھا کہ اہل مدینہ اور قرب و جوار کے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسب حکم سب لوگوں سے زکوٰۃ وضع کر لی لیکن حضرت عباس، حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابن جمیل رضی اللہ عنہم نے زکوٰۃ جمع نہ کروائی۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: تو آپ نے جواب میں فرمایا: میں عباس کی دو سال پیشگی زکوٰۃ وصول کر چکا ہوں، لہٰذا ان کی زکوٰۃ میرے ذمہ ہے۔ پھر بطور فہمائش و تربیت فرمایا: اے عمر! عباس میرے چچا ہیں، چچا بمنزل باپ کے ہوتا ہے اور باپ کی شکایت بیٹے سے اس اسلوب میں کی جائے تو اسے اذیت ہوتی ہے۔ اس لیے شکایت کا انداز ایسا نہیں بلکہ اس سے مختلف ہونا چاہیے۔

اسی طرح مرشد کامل کا صاحبزادہ یا معلم زادہ آوارہ ہو رہا ہو' تو مریدین یا تلامذہ شیخ طریقت اور معلم محترم کے حضور صاحبزادہ کی اصلاح و تربیت کے بارے میں شکایت کرنا چاہتے ہوں تو لفظ آوارہ کا استعمال کرنے کی بجائے متبادل لفظ کا انتخاب کرنا چاہیے جس سے دلی اذیت نہ ہو۔ ورنہ مقصود کا حصول ممکن نہیں ہوگا بلکہ معاملہ بگڑ سکتا ہے' جو ناراضگی کا سبب بن سکتا ہے۔

3694 - اخرجه البخاری (۳۸۸/۳): كتاب الزكاة: باب: قول الله تعالیٰ: (و فی الرقاب و الغارمین و فی سبیل الله) (التوبة: ۶۰)، حدیث (۱۴۶۸)، و مسلم (۶۷۶/۲): كتاب الزكاة، باب: فی تقديم الزكاة و منعها، حديث (۹۸۳/۱۱)، و ابوداؤد (۱۱۵/۲): كتاب الزكاة: باب: فی تعجيل الزكاة، حديث (۱۶۲۳)، و النسائی (۳۴/۵): كتاب الزكاة: باب: اعطاء السيد المال بغير اختيار المصدق حديث (۲۴۶۵)، و احمد (۳۲۲/۲)، و ابن خزيمة (۲۸/۴): حديث (۲۳۲۹ - ۲۳۳۰). عن ابی الزناد، عن الاعرج عن ابی هريرة به.

فائدہ نافعہ:

لفظ "صنو" سے مراد ایسے دو درخت ہیں جو ایک جڑ سے پیدا ہوئے ہوں مثلاً پپیتا، کیلا اور گنا وغیرہ۔ اسی مناسبت سے انسان کے چچا پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے، کیونکہ باپ اور چچا دونوں دادا سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح صنو اخیہ (حقیقی بھائی) اور ھما صنوان (دو یکساں دو بھائی) الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی توصیف فرمانا:

دونوں روایات میں امین الامت حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کی توصیف وستائش بیان کی گئی، پہلی روایت میں بیان ہوا ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تمام صحابہ سے محبوبیت کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر تھے اور دوسری روایت میں آپ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد یعنی امت کا تیسرا بہترین آدمی قرار دیا گیا ہے۔ یہ اعزاز آپ کو اکثر صحابہ کرام سے ممتاز کرتا ہے اور اس سے عظمت وفضیلت بھی عیاں ہوتی ہے۔

سوال: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہوتا ہے صحابہ میں فضیلت کے اعتبار سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا تیسرا نمبر ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مطابق تیسرا نمبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (i) یہ راویوں کے اپنے اپنے انداز اور اندازے ہیں جن میں عموماً اختلاف رائے ہو جاتا ہے۔

(ii) محبوبیت اور افضلیت میں فرق کر لیا جائے، اول میں تیسرا درجہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا ہے اور ثانی میں تیسرا درجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا۔ محبوبیت اور افضلیت کے مابین تلازم نہیں ہے۔

3695 سند حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: لِلْعَبَّاسِ اِذَا كَانَ غَدَاةَ الْاِثْنَيْنِ فَأْتِنِيْ اَنْتَ وَوَلَدُكَ حَتّٰى اَدْعُوَ لَكَ بِدَعْوَةٍ يَّنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا وَوَلَدَكَ فَغَدَا وَغَدَوْنَا مَعَهُ وَاَلْبَسَنَا كِسَاءً ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهِ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَّا تُغَادِرُ ذَنْبًا اللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِيْ وَلَدِهِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پیر کے دن آپ

3695- انفردبه الترمذی. انظر (التحفة) (٥/ ٢١٠) حديث (٦٣٦٤)، و ذكره المتقی الهندی فی كنز العمال (١١/ ٧٠٧) حديث (٣٣٤٤٢)، و عزاه للترمذی، ولابی يعلی عن ابن عباس.

میرے پاس تشریف لایئے گا اور آپ اپنی اولاد سمیت آیئے گا تاکہ میں ان سب کے لئے دعا کروں گا' جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو نفع دے گا' تو اس دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور آپ کے ہمراہ ہم بھی حاضر ہوئے' تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی چادر ہمیں اوڑھا دی اور دعا کی۔

''اے اللہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی مغفرت کر دے جو ظاہری بھی ہو' اور باطنی بھی ہو' اور کسی گناہ کو باقی نہ رہنے دے۔ اے اللہ ان کی اولاد کے (حقوق کے معاملے میں) ان کی حفاظت کرنا''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے لیے دعاءِ مغفرت کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ہونے والے احسانات کا ایک طویل سلسلہ ہے، جن کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے، اس سلسلہ کی ایک کڑی حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عم محترم! آپ اپنی اولاد کو لے کر بروز پیر میرے پاس آئیں، حسب حکم آپ کے حاضر ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے اپنے کمبل میں چھپا لیا اور ان کے بارے میں یہ دعا فرمائی:

اللهم اغفر للعباس وولده مغفرةً ظاهرةً و باطنةً، لا تغادر ذنباً، اللهم احفظه في ولده ۔

اے اللہ! تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی ظاہری و باطنی مغفرت فرما کہ کوئی گناہ باقی نہ چھوڑ۔ اے اللہ! عباس کی ان کی اولاد کے بارے میں حفاظت کر۔

اس دعا سے ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال درجہ کی شفقت معلوم ہوتی ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہیں معزز ترین بنانے کی خواہش کا اظہار ہوتا ہے اور اس دعا کی قبولیت میں شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

بَاب مَنَاقِبِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 24: حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3696 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: رَاَيْتُ جَعْفَرًا يَطِيْرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ

3696- انفرد به الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۰/ ۲۳) حديث (۱۴۰۳۵)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۳/ ۲۰۹) و قال: صحيح الاسناد ولم يخرجاه، و تعقبه الذهبي بقوله: المدني واه.

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ اَبِی هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ

توضیح راوی: وَقَدْ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَّغَيْرُهُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ هُوَ وَالِدُ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے جعفر کو دیکھا' وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' منقول ہونے کے اعتبار سے ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف عبداللہ بن جعفر نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ یحیٰی بن معین اور دیگر راویوں نے عبداللہ بن جعفر کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ صاحب علی بن مدینی کے والد ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تعارف

ابتدائی حالات:

اولادِ عبد مناف میں پانچ ایسے نفوس قدسیہ گزرے ہیں، جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہت رکھتے تھے، اگر کمزور نظر والا یا عدم توجہ کا شکار شخص انہیں دیکھتا تو مشابہت کی وجہ سے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتا تھا۔ ان پانچ شخصیات کے اسماءِ گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی اور چچازاد بھائی)، (۲) حضرت قثم بن عبد عباس بن عبدالمطلب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی)، (۳) حضرت سائب بن عبید بن عبد یزید (حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دادا)، (۴) حضرت حسن بن علی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے)، (۵) حضرت جعفر بن ابی طالب (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی) رضی اللہ عنہم۔

ابو طالب بنو ہاشم اور قریش کے ممتاز ترین و شان و شوکت شخصیت کے مالک تھے لیکن کثیر العیال تھے، قحط سالی کی وجہ سے وہ مزید مفلوج الحالی کا شکار ہو گئے، کیونکہ پانی کی عدم دستیابی کے نتیجہ میں جانور ہلاک ہو رہے تھے اور فصلیں تباہ ہو رہی تھیں حتیٰ کہ لوگ درختوں کے پتے اور بوسیدہ ہڈیاں چبانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ایسے حالات میں حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ خوشحال تھے۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عم محترم! آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال شخص ہیں، لوگ قحط سالی اور فاقہ کے شکار ہیں، ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ ان کے پاس جائیں، ان کے کچھ بچوں کی کفالت

اپنے ذمے لے لیں تا کہ ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خیر خواہانہ تجویز سے اتفاق کیا اور کہا: ''بیشک آپ نے کار خیر کی دعوت دی ہے اور حسن سلوک کی ترغیب دی ہے۔''

پھر دونوں ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے یوں کہا:

''جب تک لوگوں کے سروں سے مصائب کے بادل چھٹ نہیں جاتے، ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ بچوں کی پرورش کا جو بوجھ آپ کے کندھوں پر ہے، اس میں آپ کا ہاتھ بٹائیں اور آپ کے اس بوجھ کو ہلکا کریں۔''

اس پیشکش پر ابو طالب نے اپنے بھتیجے اور بھائی کو جواب دیتے ہوئے کہا:

''تم لوگ عقیل کو میرے لیے چھوڑ کر باقی بچوں کے بارے میں جو چاہو فیصلہ کر سکتے ہو۔''

چنانچہ ابو طالب کی اجازت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے کر اپنے بچوں میں شامل کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مستقل طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں رہے حتیٰ کہ آپ نے اعلان نبوت فرمایا تو وہ بچوں میں سے پہلے ایمان لا کر دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ اسی طرح حضرت جعفر بن ابی طالب مسلسل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی کفالت میں رہے حتیٰ کہ وہ جوان ہوئے، پھر تحریک اسلامی سے متاثر ہو کر داخل اسلام ہوئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔

قبول اسلام:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کرنے کے بعد مشرکین کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، آپ نے اپنے طور پر دعوت اسلام کا سلسلہ جاری رکھا، آپ کی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی دعوت اسلام کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا، ان کی ترغیب و تلقین پر حضرت جعفر اور حضرت اسماء بنت عمیس دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ پھر دونوں دار ارقم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے دست اقدس پر بھی اسلام لائے۔ قبول اسلام سے لے کر دخول جنت تک جن مصائب اور خار دار وادیوں سے مسلمان کو گزرنا پڑتا ہے، ان سب سے گزرے اور مصائب و مشکلات کا دیوانہ وار مقابلہ کیا۔ بڑی سے بڑی مصیبت اور آزمائش میں ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ کفار مکہ نے نہ صرف جینا دوبھر کر دیا تھا بلکہ لذت عبادت سے بھی محروم کر دیا تھا۔

سعادت ہجرت:

مشرکین مکہ کے مصائب و مظالم اور آزمائشوں سے تنگ آ کر ایک دن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ کی طرف سے اجازت ہو تو ہم دونوں میاں بیوی صحابہ کی مختصر جماعت کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کر جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں اجازت دے دی گئی لیکن اس بات پر افسوس بھی تھا کہ انسان کو اپنے

وطن، اپنے شہر، اپنے محلہ اور گلی کوچوں سے فطرتی طور پر محبت ہوتی ہے، بلاوجہ ان تمام امور سے دست بردار ہونا پڑ رہا ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہجرت کرنے والا یہ پہلا قافلہ حبشہ پہنچا، دشمن سے دوری، نیک دل بادشاہ نجاشی کی طرف سے قیام پذیر ہونے کے لیے سہولیات میسر آنے پر سکون کا سانس لیا اور عبادت خداوندی میں لذت وحلاوت محسوس کرنے لگا، ان لمحات میں وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دشمن عبادت کا مزا کرکرا کرے گا یا کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ کفار مکہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ جعفر، ان کی اہلیہ اور کچھ مسلمان عازم ہجرت ہو کر حبشہ جا چکے ہیں۔ وہاں سلطان حبشہ نجاشی کی طرف سے انہیں باعزت طور پر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ اس بارے میں سوچنے لگے، نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا، وفد نے حبشہ پہنچ کر بادشاہ کی خدمت میں تحائف پیش کیے، پھر مسلمانوں کے بارے میں نجاشی کو اکسانے کی کوشش کی تاکہ وہ مسلمانوں کو یا قتل کرادے یا ان کے حوالے کردے تاکہ وہ انہیں مکہ لے جا کر قید میں ڈال دیں۔ مشرکین کی یہ تحریک ناکام ہوئی، حبشہ جانے والا قافلہ ناکامی کے بعد مکہ واپس آگیا۔ مسلمان پہلے سے بھی باعزت طور پر زندگی گزارنے لگے۔

ہجرتِ مدینہ:

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ذوالہجرتین کے لقب سے ملقب ہوئے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سمیت پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، وہاں دس سال کا طویل عرصہ گزارنے کے بعد شاہ حبشہ کی اجازت سے عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا:

ما ادری بأیھما انا اشد فرحاً أبفتح خیبر اُمّ بقدوم جعفر

مجھے نہیں معلوم کہ دونوں باتوں میں سے کس کی زیادہ مجھے خوشی ہے، آیا فتح خیبر کی وجہ سے یا جعفر کی آمد کی؟

ایثار وقربانی:

قیام مدینہ کے بعد غرباء ومساکین اور بے کسوں پر انفاق وایثار حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بہترین مشغلہ تھا۔ یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات اور حضرت عباس بن عبد المطلب کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ عام غرباء کے علاوہ اصحاب صفہ کی خدمت وتواضع اور ان کی معاونت کرنا بھی آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

آپ کے ایثار کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت یوں منقول ہے:

''ہم مساکین کے حق میں جعفر بن ابی طالب سب سے اچھے تھے، وہ ہمیں اپنے گھر لے جاتے اور جو کچھ بھی پاس ہوتا، ہم کو کھلاتے یہاں تک کہ اگر کھانے کی چیز ختم ہو جاتی تو وہ گھی رکھنے کا خالی شدہ مشکیزہ لا کر ہمارے آگے رکھ دیتے جس کو پھاڑ کر ہم گھی کی وہ معمولی مقدار بھی جو اس کی اندرونی دیوار کے ساتھ لپٹی ہوتی، چاٹ لیتے تھے۔''

غزوہ میں شرکت:

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد کچھ عرصہ مکہ میں گزارا، جس میں مشرکین مکہ کے مظالم و

مصائب نہایت استقامت وصبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ حبشہ کی طرف عازم ہجرت ہو گئے، وہاں دس سال کا عرصہ گزارنے کے بعد مدینہ طیبہ میں پہنچے اور مدینہ طیبہ میں قیام کا بہت قلیل عرصہ ملا۔ آپ نے چند ایک غزوات میں بھی حصہ لیا بلکہ غزوات میں قیادت وشرکت کے دوران آپ کی شہادت ہوئی۔

فضائل ومناقب:

احادیث مبارکہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کثیر فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے حق میں دعا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

اللهم ان جعفرًا قد قدم اليك احسن الثواب، فاخلفه في ذريته بخير ما خلفت عبدًا من عبادك الصالحين ۔ (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث: ۱۶۹۰)

اے اللہ! بیشک حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے تیری بارگاہ میں بہترین عمل پیش کیا ہے، لہٰذا تو اس کی اولاد میں اس کا بہترین جانشین پیدا کر جس طرح کہ تو اپنے نیک بندوں میں سے کسی بندے کو جانشین عطا کرتا ہے۔

۲- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد رأيته في الجنة و جناحيه مضراجين بالدماء مصبوغ القوادم يعني جعفراً ۔ (ایضاً، رقم الحدیث: ۱۶۹۱)

میں نے اسے (جعفر کو) جنت میں دیکھا کہ اس کے دو پر تھے جو خون سے لت پت تھے اور اس کے اگلے حصے اس میں رنگے ہوئے تھے۔

۳- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وانت يا جعفر اشبهت خلقي وخلقي وخلقت من طينتي التي خلقت منها ۔ (ایضاً، رقم الحدیث: ۱۶۹۲)

اے جعفر! تم میری سیرت وصورت میں مشابہت رکھتے ہو، تمہیں بھی اسی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جس سے مجھے پیدا کیا گیا ہے۔

شہادت:

۸ھ کے آغاز میں مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاد شام میں رومیوں کے ساتھ معرکہ آرائی کے لیے ایک فوج تیار کی اور اس فوج کی قیادت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ دیتے ہوئے آپ نے بطور ہدایت فرمایا:

''اگر زید بن حارثہ قتل یا زخمی ہو جائیں تو فوج کی امارت جعفر بن ابی طالب کے ذمہ ہوگی۔ اگر جعفر بھی شہید یا مجروح ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے لیکن عبداللہ بن رواحہ بھی جنگ میں کام آ جائیں یا گھائل ہو جائیں تو مسلمان خود اپنے میں سے کسی کو اپنا سپہ سالار بنالیں۔''

جب مسلمان مجاہدین ''موتہ'' پہنچے تو دشمن سے گھمسان کا مقابلہ ہوا، مجاہدین نے شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ اس دوران یکے بعد دیگرے تینوں سپہ سالار شہید ہو گئے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چوتھا سپہ سالار منتخب کر لیا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تینوں سالاروں کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ رنج اور صدمے سے نڈھال ہو گئے اور تعزیت کے لیے اپنے ابن عم حضرت جعفر بن ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہیں وہ روٹی کے لیے آٹا گوندھ کر رکھ چکی تھیں اور بچوں کو نہلا دھلا کر، تیل وغیرہ لگا کر صاف ستھرے کپڑے پہنا کر تیار کر چکی تھیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس یہاں تشریف لائے تو میں نے حزن و ملال کے وہ سائے آپ کے چہرہ انور پر پھیلے ہوئے دیکھ لیے تھے جو آپ کے اندرونی کرب کی غمازی کر رہے تھے۔ آپ کو اس طرح رنجیدہ دیکھ کر میرے دل میں مختلف اندیشے اور وسوسے اٹھ رہے تھے مگر اس وقت میں جعفر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال اس لیے نہیں کرنا چاہتی تھی کہ مبادا مجھے آپ کی زبان مبارک سے کوئی ناپسندیدہ بات سننی پڑ جائے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد مجھ سے فرمایا: جعفر کے بچوں کو میرے پاس لاؤ، میں نے انہیں آواز دی تو وہ خوشی سے چہکتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے۔ وہ آپ کے پاس پہنچنے کے لیے ایک دوسرے کو دھکا دے رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ سب سے پہلے آپ کے پاس پہنچ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا، ان کے اوپر جھک گئے اور انہیں چومنے لگے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو جاری تھے۔ جب میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کیوں رو رہے ہیں کیا آپ کے پاس جعفر اور ان کے دونوں ساتھیوں کے متعلق کوئی ناخوشگوار اطلاع آئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں، آج وہ سب شہید ہو گئے۔ اس وقت جب چھوٹے بچوں نے اپنی ماں کو روتے دیکھا تو ان کے معصوم چہروں سے تبسم کی کرنیں غائب ہو گئیں اور وہ سب اپنی جگہ پر اس طرح بے حس و حرکت اور ساکت و جامد ہو گئے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آنسو پونچھتے اور یہ کہتے ہوئے واپس تشریف لے گئے: اے اللہ! جعفر کے پیچھے اس کے بچوں کی کفالت فرما۔ پھر فرمایا: میں نے جعفر کو جنت میں اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے دو بازو ہیں جو خون سے رنگین ہیں۔

سوال: روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے ذریعے جنت میں جاتی ہیں، گویا سبھی شہداء جنت میں جاتے ہیں تو پھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی خصوصیات کیا باقی رہ جاتی ہیں؟

جواب: (i) شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں بیٹھ کر جنت میں جاتی ہیں، وہاں سے کھا پی کر پھر واپس آ جاتی ہیں لیکن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ خود اپنے پروں کے ذریعے جنت میں داخل ہوئے۔ دونوں صورتوں میں فرق نمایاں ہے۔

(ii) عام شہداء کی ارواح تنہا جنت میں جاتی ہیں، انہیں کوئی لینے نہیں آتا، وہ جنت سے کھا پی کر واپس آ جاتی ہیں لیکن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرشتوں کے جھرمٹ میں جنت میں داخل ہوئے، وہاں جہاں چاہا گھومتے رہے یعنی میزبان کے پورے اعزاز کے ساتھ گئے۔ دونوں کے جانے میں فرق واضح ہے اور یہی آپ کا امتیاز ہے۔ (ماخوذ: حیات صحابہ، عبدالرحمن پاشا، صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۶)

3697 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا احْتَذَى النِّعَالَ وَلَا انْتَعَلَ وَلَا رَكِبَ الْمَطَايَا وَلَا رَكِبَ الْكُورَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِي طَالِبٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَّالْكُورُ الرَّحْلُ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جوتا بنانے' جوتا پہننے' سواری پر سوار ہونے اور سواری پر بیٹھنے کے حوالے سے (یعنی عادت واطوار اور خصائل کے اعتبار سے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے بہتر اور کوئی شخص نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ لفظ ''کور'' کا مطلب سواری ہے۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام باحیثیت لوگوں سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا:

دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں باحیثیت اور اہل ثروت لوگ جوتا استعمال کرتے، جانور پر سواری کرتے اور کجاوے پر بیٹھا کرتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ سہولیات میسر نہ ہونے کے باوجود سب لوگوں سے افضل ومعزز تھے۔ افضلیت کی وجہ غربا، ومساکین کی معاونت اور ان سے شفقت ومحبت تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے آیات قرآنی دریافت کرتا، وہ مجھے اپنے گھر لے جاتے، اپنی اہلیہ کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیتے، کھانا ہمارے سامنے آجاتا، ہم دونوں کھانا کھاتے اور ساتھ ساتھ میں آیات کے بارے میں معلومات محفوظ کر لیتا تھا۔

3698 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَعْفَرِ بْنِ اَبِي طَالِبٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي

وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ اِسْرَآئِيلَ نَحْوَهُ

◄► حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: تم صورت اور سیرت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتے ہو۔

اس حدیث میں پورا واقعہ منقول ہے۔

3697- اخرجه احمد (۴۱۳/۲) من طريق خالد الحذاء، عن عكرمة عن ابى هريرة رضى الله عنه فذكره.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ سفیان نے ابی کے حوالے سے اسرائیل سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شرح

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا حلیہ اور اخلاق کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہونا:

حدیث باب کا شان ورود یوں بیان کیا جاتا ہے کہ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ اور بچی مکہ میں اقامت پذیر تھیں، عمرۃ القضاء سے فراغت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے واپس ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا چچا کہتی ہوئی پیچھے دوڑ پڑی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دی۔ جب قافلہ مقام ''مرالظہران'' میں پہنچا تو بچی کی پرورش و کفالت کا مسئلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: چونکہ یہ بچی میری چچا زاد بہن ہے اور میں نے اسے لیا تھا، لہٰذا اس کی پرورش میرا حق ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بچی میری چچا زاد ہمشیرہ ہے، اس کی خالہ (اسماء بنت عمیس) میرے عقد میں ہیں، لہٰذا میرا حق ہے کہ میں اس کی پرورش و کفالت کروں۔ حضرت زید بن حارثہ نے کہا: یہ بچی میری بھتیجی ہے، میں قریبی رشتہ دار ہوں۔ لہٰذا اس کی پرورش و کفالت کرنا میرا زیادہ حق ہے۔

اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کی پرورش و کفالت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور وجہ ترجیح یہ بیان فرمائی: خالہ ماں کی مثل ہوتی ہے، پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اشبهت خلقي و خلقي۔ تم حلیہ اور اخلاق کے لحاظ سے میرے زیادہ مشابہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: انت منى و انا منك۔ ہم دونوں ہم مزاج و ہم مشرب ہیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت اخونا و مولانا۔ تم ہمارے (دینی و اسلامی) بھائی اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سے تینوں حضرات خوش ہو گئے مگر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ترجیح بھی حاصل ہو گئی۔

3699 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَبُوْ يَحْيَى التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْمَخْزُوْمِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متن حدیث: قَالَ اِنْ كُنْتُ لَاَسْاَلُ الرَّجُلَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاٰيَاتِ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَنَا اَعْلَمُ بِهَا مِنْهُ مَا اَسْاَلُهُ اِلَّا لِيُطْعِمَنِىْ شَيْئًا فَكُنْتُ اِذَا سَاَلْتُ جَعْفَرَ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ لَمْ يُجِبْنِىْ حَتّٰى يَذْهَبَ بِىْ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَيَقُوْلُ لِامْرَاَتِهٖ يَا اَسْمَاءُ اَطْعِمِيْنَا شَيْئًا فَاِذَا اَطْعَمَتْنَا اَجَابَنِىْ وَكَانَ جَعْفَرٌ يُحِبُّ

3699 - اخرجه ابن ماجه (۱۳۸۱/۲): كتاب الزهد: باب: مجالسة الفقراء، حديث (٤١٢٦) من طريق ابى سعيد الاشج عبد الله بن سعيد الكندى، قال: حدثنا اسماعيل بن ابراهيم، ابويحيى التيمى. قال: حدثنا ابراهيم ابواسحاق المخزومى، عن سعيد المقبرى عن ابى هريرة، فذكره.

الْمَسَاكِيْنَ وَيَجْلِسُ اِلَيْهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُوْنَهُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْنِيهِ بِاَبِى الْمَسَاكِيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ اِسْحٰقَ الْمَخْزُوْمِيُّ هُوَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْفَضْلِ الْمَدَنِيُّ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَلَهٗ غَرَائِبُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے تعلق رکھنے والے کسی شخص سے قرآن کی کسی آیت کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا' حالانکہ اس کے بارے میں مجھے اس شخص سے زیادہ پتا ہوتا تھا جس سے میں نے سوال کیا ہوتا' لیکن میں اس سے صرف اس لئے سوال کرتا تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلا دے اور میں جب بھی حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے کوئی سوال کرتا' تو وہ مجھے جواب نہیں دیتے تھے، بلکہ اپنے ساتھ مجھے لے کر اپنے گھر چلے جاتے تھے' اور اپنی اہلیہ سے فرماتے تھے: اے اسماء! ہمیں کچھ کھلاؤ! جب وہ ہمیں کھانا دیدیتی تھی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مجھے جواب دیا کرتے تھے۔

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غریبوں سے محبت کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ گفتگو کرتے تھے' اور وہ لوگ بھی ان کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے' تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی کنیت ''ابوالمساکین'' تجویز کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ابواسحاق مخزومی نامی راوی ابراہیم بن فضل مدنی ہیں۔

ان کے بارے میں بعض محدثین نے ان کے حافظے کے حوالے سے' کلام کیا ہے۔ ان سے ''غریب'' روایات منقول ہیں۔

3700 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَاتِمُ بْنُ سِيَاهٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متن حدیث: قَالَ كُنَّا نَدْعُو جَعْفَرَ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ اَبَا الْمَسَاكِيْنِ فَكُنَّا اِذَا اَتَيْنَاهُ قَرَّبَنَا اِلَيْهِ مَا حَضَرَ فَاَتَيْنَاهُ يَوْمًا فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهٗ شَيْئًا فَاَخْرَجَ جَرَّةً مِّنْ عَسَلٍ فَكَسَرَهَا فَجَعَلْنَا نَلْعَقُ مِنْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؟ ہم لوگ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو ''ابوالمساکین'' کہا کرتے تھے۔ بعض اوقات جب ہم ان کے ہاں جاتے' تو وہ جو کچھ بھی کھانے کے لئے ہوتا' آگے کر دیتے۔ ایک مرتبہ ہم ان کے پاس گئے' تو انہیں (ہمیں دینے کے لئے) کچھ نہ ملا' تو انہوں نے شہد کی کپی توڑی اور ہم نے اُسی سے شہد چاٹ لیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

شرح

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غریب پرور ہونا:

صحابہ کرام میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا غریب پرور ہونا مشہور تھا اور اسی وصف کی وجہ سے آپ ابوالمساکین کی کنیت سے بھی پکارے جاتے تھے۔ آپ غرباء، مساکین، بے سہارا، یتیموں اور مسافروں کو اپنے گھر لے جاتے پھر ما حضر سے ان کی تواضع کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو عموماً آپ کے گھر جانے، لنگر جعفری سے استفادہ کرنے کا موقع میسر آتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے گئے لیکن اتفاق سے کھانے کے لیے کوئی چیز میسر نہیں تھی، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے گھی والا برتن ہی آگے رکھ دیا جس میں بظاہر گھی موجود نہیں تھا لیکن شدت بھوک کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گھی کے ذرات نکال کر کھاتے رہے، یہ ایک اتفاق کی بات تھی ورنہ عموماً آپ کے گھر میں اشیاء خورد ونوش کی فراوانی ہوتی تھی اور آپ کا گھر غرباء پروری کا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔

بَاب مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 25: امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3701 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نُعْمٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَزِيْدَ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَابْنُ اَبِيْ نُعْمٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ نُعْمٍ الْبَجَلِيُّ الْكُوْفِيُّ وَيُكْنٰى اَبَا الْحَكَمِ

◆◆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

یہی روایت اور ایک سند کے حوالے سے' یزید نامی راوی کے حوالے سے' منقول ہے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

(اس کے ایک راوی) ابن ابی نعم' یہ عبدالرحمٰن بن ابی نعم بجلی کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ''ابوالحکم'' ہے۔

3701- اخرجه احمد (۳/۳ - ٦٢ - ٦٤ - ٨٠ - ٨٢) من طريق عبد الرحمن بن ابی نعم عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه فذكره.

شرح

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نام ونسب:

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نورِ نظر علی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۳ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے:

حسن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود رہیں، بچے کی پیدائش ہونے پر کانوں میں اذان واقامت پڑھی جائے پھر میرے آنے تک کچھ نہ کرنا۔

ولادت باسعادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اپنے دہن مبارک سے کھجور چبا کر بچے کو چٹائی پھر اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے اللہ! میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں راندے ہوئے شیطان سے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت میں آپ کی قابلہ (دایہ) تھی مگر میں نے عام بچوں کی طرح بوقت ولادت کوئی خون ونجاست نہ دیکھی اور نہ ہی خاتون جنت کے جسم اطہر پر، حیرانگی و تعجب کے عالم میں، میں نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں علم نہیں ہے کہ میری صاحبزادی پاک وصاف ہے، ان کا خون حیض دیکھا گیا اور نہ خون نفاس۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: بچے کا نام کیا تجویز ہوا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حرب، آپ نے فرمایا: نہیں، اس کا نام "حسن" ہے۔ آپ کی کنیت: ابومحمد اور القاب: السید، التقی، الزکی، السبط اور الولی تھے۔

عقیقہ:

ولادت کے ساتویں روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں جلوہ افروز ہوئے تو دو موٹے تازہ دنبے لائے، انہیں ذبح کر کے عقیقہ کیا گیا اور ایک ران قابلہ (دایہ) کو بھیجی گئی۔ پھر سر کے بال منڈوا کر ان کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔

حضرت اُمّ فضل رضی اللہ عنہا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں، نے حضرت قثم کے ساتھ دودھ پلایا۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا خواب بیان کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آ گرا ہے، آپ نے تبسم فرماتے

ہوئے فرمایا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ خواب برا نہیں ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ حضرت فاطمہ کو صاحبزادہ عطا کرے گا اور آپ اسے اپنے بیٹے قثم کے ساتھ دودھ پلائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اخلاقِ عالیہ:

نواسۂ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پروردہ ولایت اور تربیت یافتہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ اعلیٰ اخلاق وخصائل کے مالک تھے، اس سلسلہ میں چند حقائق حسب ذیل ہیں:

حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جتنے فصحاء کا کلام سنا ہے سب سے زیادہ پسندیدہ گفتگو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی سنی ہے، دل چاہتا تھا کہ آپ بولتے جائیں اور میں سنتا جاؤں اور میں نے کبھی ان کی زبان سے فحش گوئی نہیں سنی۔ تاہم ایک موقع پر جب آپ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مابین زمین کا تنازع تھا، انہوں نے تنازع حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن مدمقابل کی ضد کی بنا پر حل ہوتا نظر نہیں آرہا تھا، تو آپ نے فرمایا: ''ہمارے پاس سوائے اس کے کچھ نہیں ہے مگر یہ کہ جس سے اس کی ناک مٹی میں لگے۔'' یہ آپ کی زبان سے نکلنے والے سخت ترین الفاظ تھے۔

جس زمانہ میں مروان مدینہ طیبہ کا حاکم تھا، آپ کا قیام مدینہ طیبہ میں تھا، وہ جمعۃ المبارک کے ہر خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا تھا لیکن آپ تحمل و برداشت کی تصویر بن کر سنتے رہتے مگر اسے جواب نہیں دیتے تھے۔

آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر مروان نے ایک دفعہ ایک شخص کو آپ کی خدمت میں یہ کہلا کر روانہ کیا کہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین بار اور تین بار اپنی قسم ہے کہ میں نے آپ کی مثال نہیں دیکھی مگر خچر کی سی کہ وہ کہتا ہے کہ میری ماں اصیل گھوڑی ہے۔ یہ بات سن کر آپ نے قاصد سے فرمایا: جاؤ اسے جا کر کہہ دو جو تو نے کہا میں اس کو مٹا نہیں سکتا اور نہ میں تیری طرح گالیاں دے سکتا ہوں، میرا اور تیرا وعدہ اللہ کے حضور میں ہے۔ اگر تو اپنے کہنے میں سچا ہے تو اللہ تجھ کو تیری سچائی کا بدلہ دے گا اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ خوب انتقام لینے والا ہے۔

حضرت اشعث بن شور کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلق بہت وسیع ہے، ایک بار آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا کہ آپ کی برخاست کا وقت تھا، آپ نے فرمایا: آپ ہماری برخاست کے وقت تشریف لائے اور کیا آپ ہمیں برخاست کی اجازت دیتے ہیں؟

آپ کی جوادی و فیاضی نہایت درجہ کی وسیع تھی کئی بار آپ نے ایک ایک شخص کو لاکھ روپے کے انعام سے نوازا تھا۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس حالت میں اس سے ملاقات کروں کہ اس کے گھر (بیت اللہ) تک نہ گیا ہوں اور آپ نے مدینہ طیبہ سے پاپیادہ بیس حج کیے جبکہ سجی ہوئی سواریاں آپ کے آگے پیچھے ہوتی تھیں۔

آپ نے دو بار اپنا تمام مال اور تین بار نصف مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیا حتیٰ کہ اگر دو موزے یا دو جوتے ہوتے تو ایک اللہ

کی راہ میں دے دیتے اور ایک اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔
رات کی تاریکی میں مدینہ طیبہ کی گلیوں کا گشت کرتے، کپڑے میں باندھ کر رقوم غریب لوگوں کے گھروں میں پھینکتے تھے اور خفیہ طور پر چار سو بے سہارا لوگوں کی مالی معاونت فرماتے تھے لیکن کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔ تاہم جب آپ کا وصال ہوا تو لوگ خفیہ مالی معاونت سے محروم ہو گئے اور ان پر یہ راز کھلا کہ خفیہ طور پر آپ معاونت فرماتے تھے۔
ایک دفعہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا، اس نے اپنی مالی بدحالی کا ذکر کیا، خازن سے دریافت کیا کہ ہمارے پاس کتنی رقم موجود ہے؟ اس نے عرض کیا: پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) درہم ہیں، پھر دریافت کیا: پانچ سو (۵۰۰) سرخ دینار کہاں گئے؟ عرض کیا گیا: وہ بھی موجود ہیں، فرمایا: وہ بھی لاؤ۔ خادم نے رقم پیش کر دی۔ آپ نے یہ پہلی رقم کے ساتھ ملا کر اس شخص کو پیش کر دیے اور ساتھ ہی معذرت خواہ ہوئے کہ فی الحال ہمارے پاس صرف اتنی رقم ہے، آپ قبول فرمائیں۔

علمی مقام ومرتبہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ صاحب فراست، دور اندیش اور بے مثل صاحب علم تھے۔ اس سلسلہ میں چند حقائق حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بزرگ لوگوں میں تشریف فرما ہیں، لوگ ان سے مسائل دریافت کر رہے ہیں تو اس نے بھی سوال کیا: شاہد اور مشہود سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: شاہد سے مراد یوم الجمعہ اور مشہود سے مراد ہے: یوم عرفہ۔ پھر اس نے دوسری جماعت دیکھی جس میں ایک معزز بزرگ جلوہ افروز ہیں، لوگ ان سے سوال کر رہے ہیں تو اس نے بھی دریافت کیا: شاہد اور مشہود سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: شاہد سے مراد یوم جمعہ اور مشہود سے مراد ''یوم النحر'' ہے۔ پھر اس نے تیسرا حلقہ دیکھا کہ ایک بزرگ سے لوگ سوال کر رہے ہیں، اس سے بھی دریافت کیا: شاہد اور مشہود سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: شاہد سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے، کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

(i) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝

اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد (گواہ)، مبشر (خوشخبری سنانے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے۔

(ii) ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝

وہ دن ہے جس میں لوگ جمع کیے جائیں گے اور وہی دن مشہود یعنی جس میں اولین و آخرین سب لوگ جمع ہوں گے۔
پھر سائل نے جواب دینے والے تینوں بزرگوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہیں جواب دیا گیا: پہلے حلقے والے بزرگ حضرت عبداللہ بن عباس، دوسرے حلقہ والے بزرگ حضرت عبداللہ بن عمر اور تیسرے حلقہ والے بزرگ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم تھے۔

۲- ایک دن آپ شاہانہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھے، راستہ میں ایک ایسا یہودی ملا جس کے کپڑے بوسیدہ، مفلس و تنگ

دست، شدید گرمی کی وجہ سے جسم سوجا ہوا تھا اور اپنے سر پر گھڑا اٹھائے جا رہا تھا۔ اس کی نظر آپ پر پڑی تو اس نے کہا: اے شہزادے! اگر اجازت ہو تو میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: پوچھو کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟ عرض کیا: حضور! آپ کے جدامجد کا ارشاد ہے: الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر ''یعنی دنیا مسلمان کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔'' میں ملاحظہ کر رہا ہوں کہ دنیا جنت آپ کے لیے ہے مگر ہمارے لیے قید خانہ ہے، کیونکہ شدائد دنیا نے مجھے ہلاک کر دیا ہے؟ فقر و فاقہ ہمارے گلے کا ہار بنا ہوا ہے؟

آپ نے جواب میں فرمایا: اے یہودی! اگر تو دیکھ لے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آخرت میں جمع کر رکھا ہے تو میری دنیا کی حالت اس کے مقابل یقیناً قید خانہ ہے۔ اسی طرح تمہیں معلوم ہو جائے جو عذاب و تکلیف آخرت میں تمہارے لیے جمع کی گئی ہے تو یقیناً تم تسلیم کر لو گے کہ اس کے مقابلہ میں دنیا تمہارے لیے جنت ہے۔ آپ کا جواب سن کر یہودی حیران رہ گیا۔

۳- آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے تونگری کی بجائے تنگی سے اور صحت کی بجائے مرض سے زیادہ پیار ہے۔ یہ بات سن کر آنے والے نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مراتب میں اضافہ فرمائے مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو حال عطا کیا ہے، وہی اس کے لیے معراج ہے اور اسے دوسرے حال کی طرف ہرگز توجہ نہیں پھیرنی چاہیے۔

کرامات:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ باب العلم کے لخت جگر اور پروردہ ولایت تھے، ان کے صاحب کرامت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور آپ کی کرامات بے شمار ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- آپ کو قرآن و سنت پر عبور حاصل تھا، جو سوال کیا جاتا اس کا جواب تسلی بخش دیتے اور شکل و صورت دیکھ کر انسان کا شقی و سعید ہونا معلوم کر لیتے تھے۔ جب ایک رائے قائم کر لیتے تو اس میں تبدیلی کی ضرورت ہرگز پیش نہ آتی تھی۔ یہ آپ کی بہت بڑی کرامت تھی۔

۲- آپ نے وصال سے قبل اپنے برادر حقیقی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بھائی! والد محترم کو امر خلافت کا خیال ہوا تھا کہ اسلام کی خدمت کریں مگر اللہ تعالیٰ نے بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے سبب ان کو خلافت نہ دے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا مالک بنا دیا، ان کے وصال کے بعد پھر ابا جان کو خیال ہوا تو سلطنت خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی گئی اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مجلس شوریٰ میں ابا جان کو یقین تھا کہ خلافت ان کو تجاوز نہ کرے گی یعنی وہی خلیفہ مقرر کیے جائیں گے لیکن خلافت کی باگ ڈور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی گئی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ابا جان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی یعنی وہ خلیفہ بنائے گئے۔ پھر ایک فتنہ برپا ہوا جس میں تلواریں کھینچ لی گئیں اور لڑائیاں ہوئیں یعنی وہ خلافت ابا جان کو بلا غبار نہیں ملی، خدا کی قسم! میں یہ امر تجویز نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع کر دے۔ یعنی اندازہ یہ ہے کہ خلافت اہل بیت میں نہیں رہے

گی اور یقیناً میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوفہ کے بیوقوف تم کو حرکت دے کر جنگ و جدال کی طرف متوجہ کردیں اور تم کو وطن سے باہر نکال دیں۔

ان امور کا اس وقت تک بظاہر کوئی قرینہ تو نہ تھا کہ کوئی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نازیبا برتاؤ کرے گا لیکن آپ نے کشف کے ذریعے یہ سب کچھ معلوم ہو جانا، آپ کی بہت بڑی کرامت تھی۔

عبادت وتلاوت:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ قرآن پر مکمل عبور رکھتے تھے، تلاوت کرتے تو مضامین پر غور کرتے، نماز کے دوران آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا، جسم مبارک لرز جاتا اور کمال درجہ کی عبادت وتلاوت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو امام العابدین کہا جاتا ہے۔ جب آپ تلاوت قرآن کا آغاز کرتے تو جب یہ الفاظ آتے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، تو آپ جواباً: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے تھے۔ اے میرے پروردگار! میں حاضر ہوں۔ تلاوت کے دوران جس آیت میں جنت کا مضمون بیان ہوتا، اس پر اظہار مسرت کرتے اور جس آیت میں عذاب کا ذکر ہوتا اس پر کانپ جاتے تھے۔

عفوودرگذر:

دیگر قابل تقلید و قابل تحسین صفات کے علاوہ آپ میں عفوودرگذر کی صفت کمال درجہ کی پائی جاتی تھی۔ آپ کی ذات کے حوالے سے یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک دفعہ کھانا کھا رہے تھے، شاہانہ لباس زیب تن کر رکھا تھا، خادم کے ہاتھ سے سالن کا برتن گرا، وہ برتن ٹوٹ گیا، کپڑے سالن آلود ہو گئے، آپ نے غصہ کی نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ خادم عالم القرآن تھا، اس نے موقع کی مناسبت سے پڑھا: وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ یعنی نیک سیرت لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب کسی معاملہ میں انہیں غصہ آئے وہ اسے پی جاتے ہیں، آپ نے فرمایا: کظمت غیظی یعنی میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ خادم نے آیت کا دوسرا حصہ پڑھا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وہ لوگوں کو معاف کردیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: عفوتك یعنی میں نے تمہیں معاف کردیا۔ پھر خادم نے آیت کا تیسرا حصہ تلاوت کیا: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو پسند کرتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تمہیں آزاد کیا۔

۲- آپ کے دور خلافت میں جبکہ آپ نماز میں مصروف تھے، ایک شقی القلب شخص نے خنجر سے آپ پر حملہ کر دیا، حکومتی اختیارات استعمال کرتے ہوئے اسے گرفتار کر کے سزا دینے کی بجائے آپ نے ناصحانہ انداز میں فرمایا:

اے اہل عراق! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں۔ ہم لوگ وہ اہل بیت ہیں، جن کی طہارت و پاکی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے۔

۳- جب مروان حاکم مدینہ تھا، وہ ہر جمعہ میں اپنے خطبہ کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں توہین آمیز فقرات استعمال کرتا تھا، آپ سننے کے باوجود تحمل و بردباری سے کام لیتے تھے۔ ایک دن آپ نے مروان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اگر تو سچا ہے تو اللہ تمہیں سچائی کی جزاء دے، اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے۔ قسم بخدا! میں تیری گالیوں کے جواب میں گالی دے کر کوئی بات مٹانا نہیں چاہتا اور جو تو نے کہا اللہ کے ہاں تیرے اور میرے جمع ہونے کی ایک جگہ مقرر ہے۔

منصب خلافت:

اہل سنت و جماعت کی معتبر کتب کے مطابق خلیفہ چہارم امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، لوگوں نے باقاعدہ آپ کی بیعت کی اور چھ ماہ تک امور خلافت انجام دیتے رہے۔

روایات سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کے دور کا تعین تیس (۳۰) سال فرمایا، یہ دور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مکمل ہو جاتا ہے لیکن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا دور چھ (۶) ماہ خلفاء راشدین کا تتمہ یا ضمیمہ ہے، یہی وجہ ہے کہ مؤرخین نے آپ کے دور کو خلفاء راشدین کے دور کا حصہ قرار دیا ہے اور آپ کو آخری خلیفہ راشد شمار کیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ نواسہ دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کرائے گا، آپ چھ ماہ امور خلافت انجام دینے کے بعد ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حالات کے تقاضا کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں منصب خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ماہ ربیع الاول ۴۱ھ میں حسب ذیل شرائط پر عنان خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دیا:

(i) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچے۔

(ii) اہل حجاز اور اہل عراق کے پاس جو کچھ دور علی رضی اللہ عنہ سے چلا آ رہا ہے، ان سے کچھ نہ لیا جائے۔

(iii) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے قرض کو ادا کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرائط تسلیم کر لیں اور فریقین کے مابین صلح ہو گئی۔

خوشحالی کی دعا اور اس کی قبولیت:

گزر اوقات کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو سالانہ ایک لاکھ درہم بطور وظیفہ پیش کیے جاتے تھے، ایک سال وظیفہ پیش کرنے میں قدرے تاخیر ہو گئی، آپ نے وظیفہ کے بارے میں یاد دہانی کے لیے خط لکھنے کا ارادہ کیا، پھر ارادہ ملتوی کر دیا، رات کو خواب میں نانا جان حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے دریافت کیا: آپ کیسے ہیں؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! مالی پریشانی ہے، فرمایا: آپ نے خط لکھنے کا ارادہ کیا تھا، اپنے جیسی مخلوق سے مانگنے سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو، عرض کیا: پھر میں کیا کرتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھو مقصد پورا ہو جائے گا:

اللهم اقذف فی قلبی رجاء ك واقطع رجائی عمن سواك حتی لا ارجو احدًا غيرك، اللهم وما ضعفت عنه قوتی وقصر عنه عملی ولم تنته اليه رغبتی ولم تبلغه مسئأتی ولم يجر علٰی لسانی مما اعطيت احدًا من الاولين والأخرين من اليقين فخصنی به يا رب العٰلمين ۔

اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید ڈال دے اور اپنے غیر سے میری امید ختم کر دے حتیٰ کہ تیرے غیر سے مجھے امید باقی نہ رہے۔ اے اللہ! اس سے میری قوت کمزور نہیں ہوئی، نہ میرے عمل میں کمی آئی ہے، نہ میری رغبت کمال کو پہنچی ہے، نہ میرا سوال اس تک پہنچا ہے اور نہ ہی وہ میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ تو مجھے بھی وہ عطا کر جو تو نے اولین و آخرین کو عطا کیا ہے، پس اے جہانوں کے پالنے والے! تو مجھے بھی اس کے ساتھ خاص کر۔

بیدار ہونے کے بعد آپ نے اس دعا کا وظیفہ باقاعدگی سے شروع کر دیا، ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پندرہ لاکھ (۱۵،۰۰۰۰۰) درہم بطور وظیفہ موصول ہو گئے اور آپ مالی اعتبار سے خوشحال ہو گئے۔

ازواج واولاد:

مسلمان خواتین سے نکاح کرنا سنت ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے، مؤرخین کے مطابق آپ نے سو (۱۰۰) خواتین سے نکاح کیا، خواتین اپنا تعلق اہل بیت سے قائم کرنے کے لیے نکاح کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتیں، آپ بھی اس نسبت سے سرفراز کرنے کے لیے نکاح کرتے، ایک بیوی دو تین ایام تک اپنے پاس رکھتے پھر طلاق دے کر فارغ کر دیتے اور اتنی دولت سے نوازتے کہ تا حیات ختم نہ ہوتی تھی۔ آپ کی دس معروف ازواجِ مطہرات کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت اُمِ بشیر بنت ابی مسعود بن عتبہ، (۲) حضرت خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر، (۳) حضرت فاطمہ بنت ابی مسعود بن عتبہ، (۴) حضرت اُمّ ولد، (۵) حضرت اُمّ اسحٰق بنت طلحہ بن عبید اللہ، (۶) حضرت رملہ، (۷) حضرت اُمّ الحسن، (۸) حضرت تقفیہ، (۹) حضرت جعدہ بنت اشعث، (۱۰) حضرت امرأۃ القیس رضی اللہ عنہن۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو بارہ (۱۲) صاحبزادوں اور پانچ (۵) صاحبزادیوں سے نوازا اور ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

صاحبزادوں کے اسماء گرامی:

(۱) حضرت زید، (۲) حضرت حسن مثنیٰ، (۳) حضرت حسین الاثرم، (۴) حضرت طلحہ، (۵) حضرت حمزہ، (۶) حضرت اسماعیل، (۷) حضرت یعقوب، (۸) حضرت عبداللہ، (۹) حضرت عبدالرحمٰن، (۱۰) حضرت ابوبکر، (۱۱) حضرت عمر، (۱۲) حضرت قاسم رضی اللہ عنہم۔

صاحبزادیوں کے اسماء گرامی:

(۱) حضرت فاطمہ، (۲) حضرت اُمّ سلمہ، (۳) حضرت اُمّ عبداللہ، (۴) حضرت اُمّ الحسین، (۵) حضرت اُمّ الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

فضائل ومناقب:

کثیر روایات میں آپ کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت وہب بن جحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان الحسن بن على يشبهه . (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث: ۱۳۴۸)

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ سے مشابہت رکھتے تھے۔

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا:

اللهم! انى احبه فأحبه واحب من يحبه . (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث: ۱۳۴۹)

اے اللہ! بیشک میں ان سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرتا ہے۔

۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت سے مخاطب ہو کر فرمایا:

انا حرب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم . (ایضاً، رقم الحدیث: ۱۳۵۰)

میں پیغام جنگ ہوں اس کے لیے جو تمہارے ساتھ جنگ کرے گا اور سلامتی کا پیغام ہوں اس کے لیے جو تمہارے ساتھ سلامتی سے پیش آئے۔

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا:

اللهم! انى احبه فأحبه .

اے پروردگار! بیشک میں ان سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت کر۔

۵-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سر منبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

ان ابنى هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين من المسلمين .

بیشک میرا یہ بیٹا (نواسہ) سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

۶-حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

مابين جابرس وجابلق رجل جده نبى غيرى وانى رأيت ان اصلح بين امة محمد صلى الله عليه وسلم وكنت احقهم بذالك الا انا، قد بايعنا معاوية ولا ادرى لعله فتنة لكم ومتاع الى حين .

مشرق ومغرب کے درمیان میرے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کا نانا نبی ہو، مجھے یقین ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں صلح کراؤں گا اور میں ہی اس کا زیادہ حق رکھتا ہوں، بیشک ہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ شاید تمہارے لیے ایک آزمائش ہے اور ایک معین وقت تک سامان نفع ہے۔

۷-حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة وفاطمة سيدة نسائهم الا ماكان لمريم بنت عمران .

حسن اور حسین دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ اہل جنت خواتین کی سردار ہیں سوائے مریم بنت عمران کے۔

۸- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

لما ولد الحسن جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: اروني ابني ما سميتموه؟ قلت: سميته حربا قال: بل هو حسن، فلما ولد الحسين، قال: اروني ابني ما سميتموه؟ قلت: سميته حربا، قال: بل هو حسين، فلما ولد الثالث جاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال: اروني ابني ما سميتموه؟ قلت: حربا، قال: بل هو محسن، ثم قال: انی سميتهم باسماء ولد هارون شبر و شبير و مبشر. (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث:۱۳۶۵)

جب حسن کی ولادت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا: آپ لوگ میرا بیٹا مجھے دکھائیں اور بتائیں کہ اس کا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے، آپ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ اس کا نام حسن ہے۔ پھر جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: لاؤ میرا بیٹا مجھے دکھاؤ اور بتاؤ اس کا نام کیا تجویز کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا: اس کا نام حرب ہے، آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس کا نام حسین ہے۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تیسرا بچہ پیدا ہوا تو آپ تشریف لائے، دریافت کیا: اس کا نام کیا رکھا گیا ہے؟ عرض کیا: میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ تو محسن ہے۔ پھر فرمایا: میں نے ان بچوں کے اسماء حضرت ہارون علیہ السلام کے بچوں پر رکھے ہیں یعنی شبر، شبیر اور مبشر۔

۹- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

الحسن اشبه الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم مابين الصدر الى الرأس، والحسين اشبه الناس بالنبي صلى الله عليه وسلم ما كان اسفل من ذالك.

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر سے لے کر اپنے سینے تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت امام حسین اس سے نیچے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔

۱۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احبهما فقد احبني ومن ابغضهما فقد ابغضني.

جس شخص نے ان دونوں (حسنین کریمین) سے محبت کی پس اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

۱۱- حضرت عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے:

ان اباهريرة لقي الحسن ابن علي، فقال: ارفع ثوبك حتى اقبل منك حيث رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل، فرفع عن بطنه فوضع فمه على سرته.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے عرض کیا اے نواسۂ رسول! آپ اپنے جسم سے کپڑا اٹھائیے تاکہ میں وہاں بوسہ دینے کی سعادت حاصل کروں جہاں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ناف پر اپنا منہ رکھ دیا۔

۱۲۔حضرت علی بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

ان فتية من قريش خطبوا بنت سهيل بن عمرو و خطبها الحسن بن علي فشاورت اباهريرة وكان لنا صديقا، فقال ابوهريرة: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل فاه فان استطعت ان تقبلي مقبل رسول الله فافعلي فتزوجته.

بیشک قریش کے کچھ نوجوانوں نے حضرت سہیل بنت عمرو رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اسے پیغام نکاح بھیجا۔ انہوں نے ہمارے دوست حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ان کا منہ چوم رہے تھے، لہٰذا آپ بھی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے بوسے والا منہ چومنا چاہتی ہو تو نکاح کرلو۔ چنانچہ بنت سہیل نے آپ سے نکاح کرلیا۔

شہادت:

آپ نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ میری آنکھوں کے درمیان سورہ اخلاص لکھی ہوئی ہے، اس کی تعبیر حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے دریافت کی، انہوں نے تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا: اگر آپ کا یہ خواب درست ہے تو آپ کی زندگی بالکل قلیل ہے۔ چنانچہ اس خواب کے چند ایام بعد آپ شہید کردیے گئے۔

آپ کی شہادت ایک سازش کا نتیجہ تھی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث سے یزید بن معاویہ نے قتل پر اکساتے ہوئے کہا: اگر آپ امام حسن کو قتل کردیں تو میں تم سے نکاح کرلوں گا، اس نے آپ کو شہید کرنے کے لیے سازش تیار کی، آپ کو زہر دیا، جس کے نتیجہ میں آپ کو تیز پاخانے لگ گئے، پیٹ سے انتڑیاں کٹ کٹ کر پاخانے کے ذریعے نکلنا شروع ہوگئیں، آپ میں نہایت درجہ کی کمزوری آ گئی بلکہ قریب الشہادت ہوگئے۔ ایسی صورتحال میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے، گزارش کی کہ بھائی آپ اپنا قاتل بتانا پسند کریں گے؟ فرمایا: کیا آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، فرمایا: اگر قاتل وہی ہے جسے میں خیال کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لینے کے لیے کافی ہے، اگر قاتل کوئی دوسرا شخص ہے تو میں شک کی بنیاد پر کسی کو بے گناہ قتل کرانا پسند نہیں کروں گا۔ مجھے کئی بار زہر پلایا گیا مگر اس بار نہایت تلخ قسم کا زہر پلایا گیا ہے۔ چالیس

(۴۰) ایام تک موت و حیات کی کشمکش میں رہنے کے بعد آپ کی شہادت زہر کے باعث مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ سال شہادت کے بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) ۴۹ھ، (۲) ۵۰ھ، (۳) ۵۱ھ

اسی طرح شہادت کے وقت آپ کی عمر کے بارے میں بھی متعدد اقوال ہیں:

(۱) پینتالیس (۴۵) سال، (۲) سینتالیس (۴۷) سال، (۳) انچاس (۴۹) سال انیس ایام، (۴) چھیالیس (۴۶) سال۔

کوئی شخص کسی سلطنت کا ایک بھی دن سربراہ تعینات ہوا ہو، وہ اس سلطنت کی تاریخ کا حصہ بن جاتا ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چھ (۶) ماہ تک صاحب اقتدار رہے اور آپ کو خلفاء راشدین کا خلیفہ خامس تسلیم کیا گیا ہے۔ چھ ماہ تک عدل وانصاف پر مبنی حکومت کرنے کے بعد آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے تھے۔

(ماخوذ حیات صور الصحابہ للبکری از صفحہ ۱۸۹ تا ۲۱۲)

☆☆☆

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نام ونسب:

آپ کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہ۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہونے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھائیں اور بتائیں کہ آپ لوگوں نے اس کا نام کیا تجویز کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے، فرمایا: نہیں، اس کا نام ''حسین'' ہے۔ اس طرح زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نام تجویز کیا گیا۔

حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا نے آپ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت اُمّ الفضل (جو کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھیں) نے عجیب وغریب خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کٹ کر ان کی گود میں آگرا ہے، اس خواب سے وہ بہت متعجب ہوئیں، پریشانی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنا خواب عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ خواب برا نہیں بلکہ اچھا ہے، پھر خود ہی اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے اُمّ الفضل! اللہ تعالیٰ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرزند عطا کرے گا، وہ آپ کی گود میں آئے اور آپ اسے دودھ پلائیں گی۔ چنانچہ حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوتے وقت آپ کے برادر اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی مدت رضاعت ابھی پوری نہیں ہوئی تھی، جس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچی حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلائیں۔ چنانچہ حسب حکم انہوں نے رضاعت کی خدمات انجام دیں۔

ابتدائی حالات:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر شفقت فرماتے اور محبت کرتے تھے۔ حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے پیار کر رہے تھے، ساتھ ہی اپنی آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ میری قوم میرے اس نورِ نظر کو شہید کرے گی۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے، کانوں میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنائی دی، آگے جانے کی بجائے آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے اور حضرت خاتون جنت سے فرمایا: اے میری لختِ جگر! حسین کو مت رلایا کریں، جب یہ روتے ہیں تو مجھے اذیت ہوتی ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک طباق پیش کیا گیا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے وہاں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور نکال لی پھر فرمایا: یہ صدقہ کی کھجوریں ہیں، نبی کے گھر والے صدقہ کی چیز نہیں کھاتے۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقیقی لختِ جگر حضرت ابراہیم اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی ران پر بٹھا کر پیار کر رہے تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ ان دونوں شہزادوں کو اکٹھا آپ کے پاس نہیں رکھے گا، ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب فرمالیں، آپ نے خیال کیا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتخاب کرنے کی صورت میں حضرت خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا زیادہ پریشان ہوں گی، آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمالیا اور اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: حسین وہ ہیں جن پر میں نے اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قربان کیا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سات (۷) سال، سات (۷) ماہ اور سات (۷) دن اپنے نانا جان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں تربیت پائی۔

حُسنِ اخلاق:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ و تربیت یافتہ تھے، جس وجہ سے آپ اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے بارے میں اعلان خداوندی ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ اے محبوب! آپ خلقِ عظیم کے مالک ہیں۔

ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو روانہ کیا، اسے آپ کی علامت بتاتے ہوئے فرمایا مسجد نبوی میں داخل ہونے کے بعد وہاں ایک حلقہ ایسا نظر آئے گا کہ سب لوگ سراپا ادب بن کر بیٹھے ہوں گے، سمجھ لینا کہ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا، ایک کنیز نے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا، آپ نے گلدستہ سونگھا، بہت خوش ہوئے، کنیز سے خوش ہو کر فرمایا: آج کے بعد تم آزاد ہو۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا حضور! آپ نے محض پھولوں کے گلدستہ کی وجہ سے خوبصورت کنیز کو آزاد کرنے کا اعلان کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ارشاد خداوندی ہے: "جب تمہیں کوئی تحفہ پیش کیا جائے تو تم اس جیسا یا اس سے بہتر تحفہ پیش کرو۔" میرے لیے بہترین تحفہ یہ ہوسکتا تھا کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے آزاد کردوں۔

فیاضی وجوادی:

ایثار وقربانی، فیاضی و جوادی اور خدمت خلق ومہمان نوازی کے اعتبار سے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم تھے۔ اس حوالے سے چند ایک واقعات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے والد گرامی (حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ) کو ایثار وقربانی اور مہمان نوازی سے نہایت درجہ کا شغف تھا، یتامیٰ وغرباء کے گھروں میں کھانا لے کر جاتے تھے اور اس طرح مسلسل مشقت کی وجہ سے پشت مبارک پر آثار نمایاں ہوگئے تھے۔

۲- ایک دفعہ کوئی محتاج شخص آپ کے دروازے پر حاضر ہوا، اس نے تحریری طور پر چند گزارشات گھر میں بھیج دیں اور گزارشات کا مضمون حسب ذیل ہے۔

> "میرے پاس اتنی رقم بھی موجود نہیں ہے، جس سے ایک دانہ بھی خریدا جاسکے، مجھے مزید اپنی حالت بتانے کی ضرورت نہیں ہے، میں نے اپنی آبرو بچا رکھی تھی، اسے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن اب خریدار مل گیا ہے۔"

> اندر سے اس مضمون کا جواب آنے میں تاخیر ہونے پر اس نے مزید چند فقرات لکھ کر اندر پہنچا دیے، جو حسب ذیل ہیں:

> "جب میں واپس آؤں گا تو مجھ سے دریافت کریں گے کہ صاحب فضل سخی سے تجھے کیا ملا ہے؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟ اگر کہوں گا کہ مجھے دیا گیا ہے' تو جھوٹ ہوگا اور اگر کہوں گا کہ سخی نے اپنا مال روک لیا ہے' تو یہ بات مانی نہ جائے گی۔"

> حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہزار درہم کی تھیلی ان کے لیے بھیج دی اور اس کی گزارشات کا جواب یوں دیا:

> "آپ نے جلدی مچادی ہے سو تمہیں قلیل مال مل گیا ہے، اگر تم جلدی سے کام نہ لیتے تو تمہیں مزید ملتا۔ اب لے لو اور یوں سمجھنا کہ سوال کیا ہی نہیں اور ہم خیال کریں گے کہ گویا ہم نے کچھ دیا ہی نہیں۔"

۳- ایک دیہاتی سائل آپ کے دروازے پر آیا، اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نماز میں مصروف تھے، نماز مختصر کرکے فراغت حاصل کی، دروازے پر آئے تو دیکھا کہ واقعی ایک محتاج آدمی موجود ہے، سائل محتاج بھی ہے، خادم سے دریافت کیا: ہمارے گھر

میں کتنی رقم موجود ہے؟ اس نے عرض کیا: دوسو (۲۰۰) درہم ہیں، فرمایا: وہ رقم لے آؤ، خادم نے عرض کیا: حضور! وہ اہل بیت کے اخراجات کے لیے ہے، فرمایا: ہمارا گزارہ ہو جائے گا، محتاج کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اب یہ لے لو یوں سمجھنا کہ ہم سے کسی نے سوال کیا ہی نہیں تھا اور ہم خیال کریں گے کہ کسی کو کوئی چیز فراہم نہیں کی تھی۔

۴- ایک دفعہ حاکم مدینہ مروان نے عرب کے مشہور شاعر فرزدق کو مدینہ بدر کر دیا، اس وقت فرزدق بے سروسامان تھا، وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے بہت سی رقم سے نوازا تھا۔

۵- ایک دفعہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ علالت کا شکار ہو گئے، معلوم ہونے پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا: **واغماۃ و اغماۃ** (افسوس کتنا بڑا غم ہے، افسوس کتنا بڑا غم ہے) آپ نے دریافت فرمایا: اے میرے بھائی آپ کو کون سی پریشانی لاحق ہے؟ انہوں نے جواب دیا: موت میرے سامنے ہے جبکہ میں لوگوں کا مقروض ہوں، اس قرضہ کی عدم ادائیگی سے پریشان ہوں، آپ نے فرمایا: اے بھائی! آپ غمگین مت ہوں، آپ کے قرضہ کی ادائیگی میرے ذمہ ہے، عرض کیا: حضور! مجھے اس بات کا خوف ہے کہ حالت قرضہ میں نہ مر جاؤں، آپ نے فرمایا: جب میں نے آپ سے ادائیگی قرض کا وعدہ کر لیا ہے' تو اس کا ایفاء بھی میں کروں گا۔ تیمارداری کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لائے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے تمام قرض خواہوں کو اپنے گھر طلب کیا اور تمام کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قرضہ ادا کر دیا، آپ نے اس موقع پر جو بطور ادائیگی قرض رقم تقسیم کی تھی وہ ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) درہم تھی۔ یہ بات سن کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

شجاعت و بہادری:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پروردہ آغوش ولایت اور تربیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، شجاعت و بہادری کا وصف بھی آپ کو وراثت میں ملا تھا، آپ نے فاتح خیبر کی یاد تازہ کر دی تھی۔ جب بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا، کھانے پینے کی کوئی چیز اندر جانے سے روک دی، وہ ظلماً آپ کو شہید کرنا چاہتے تھے، ایسی صورتحال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں شہزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو آپ کی حفاظت کے لیے دروازے پر تعینات کر دیا تھا اور ان کی بہادری و قوت سے مرعوب ہو کر کسی شقی کو آپ تک جانے کی جرأت نہ ہوئی لیکن یہ اور بات ہے کہ دیوار پھلانگ کر قاتل آپ تک پہنچ گئے تھے۔

اسی طرح آپ جنگ صفین، جنگ جمل اور معرکہ نہروان میں شامل ہوئے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ ایک معرکہ میں آپ شامل ہوئے، اپنے مقابل کو یوں للکارا: **هل مبارز؟** تم میں سے کوئی شخص ہے' جو میرے مقابلہ میں آئے؟ کسی دشمن کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ کے مقابلہ میں آئے۔ آپ کی طرح آپ کی اولاد امجاد بھی شجاعت و بہادری میں یکتائے روزگار تھی۔

عبادت و ریاضت:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دیگر اوصاف کے علاوہ عبادت و ریاضت میں بھی اپنی مثال آپ تھے، کیونکہ حضرت خاتون

جنت اور سرچشمہ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہما کی شبانہ روز دعاؤں کے مصداق تھے۔ تلاوت قرآن اور عبادت وریاضت میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

حضرت امام ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان اوصاف جلیلہ کے حامل تھے:

علم وحلم، عمل وعبودیت، صبر واستقلال، اولوالعزمی وصبر، سخاوت وشجاعت، تدبر وعاجزی، حق گوئی وحق پسندی اور برضائے مولیٰ کی تصویر تھے۔

مزید آپ فرماتے ہیں:

كان عالماً بالقرآن عاملاً زاهدًا تقياً ورعاً جواداً فصيحاً بليغاً عارفاً بالله ودليلاً على ذاته تعالى

كان الحسين السبط آية من آيات الله .

''حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قرآن کے عالم باعمل، زاہد، متقی، منزہ عن المعاصی، صاحب جود وکرم، صاحب فصاحت و بلاغت، عارف باللہ اور ذات باری تعالیٰ کی حجت تام تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نواسۂ رسول، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔''

صرف آپ کی ذات نہیں بلکہ اہل بیت کا ایک ایک فرد عبادت وریاضت، تلاوت ووظیفہ اور وعظ وتبلیغ میں بے مثل تھا۔

ایثار ومہمان نوازی:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ تھے۔ عبادت وریاضت، ایثار وقربانی اور مہمان نوازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ایک دفعہ عراق سے کچھ لوگ آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، پوچھتے ہوئے آپ کے دروازے پر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، آپ گھر سے باہر تشریف لائے، انفرادی طور پر سب سے مصافحہ کیا، سب کو ایک صاف ستھرے مکان میں ٹھہرایا، دو بکریاں ذبح کر کے کھانا تیار کیا، کھانا مہمانوں کے لیے لگا دیا گیا، خدام موجود ہونے کے باوجود آپ نے بذات خود مہمانوں کے ہاتھ دھلائے، خدام نے اپنی خدمات پیش کرنے کی خواہش کی تو آپ نے جواب دیا: آپ لوگ مجھے ثواب کیوں نہیں لینے دیتے؟ اس طرح مہمان نوازی آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔

ایک دفعہ درجن کے قریب مہمان ایسے وقت میں آئے کہ گھر میں خورد ونوش کی کوئی چیز موجود نہیں تھی، آپ نے اہل خانہ کا کھانا مہمانوں کو کھلا دیا، اہل خانہ اور خود بھوکے رہے۔ اس طرح آپ نے اپنے نانا جان حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا۔

شاعر آپ کی مہمان نوازی پر یوں ہدیہ تحسین پیش کرتا ہے:

دنیا مدحت سرا ہے حضرت حسین کی — الفت دل کی صفاء ہے حضرت حسین کی
خالی نہیں جاتے ان کے در کے فقیر — خصلت میں پائی سخا ہے حضرت حسین کی

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کی بارگاہ میں یوں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

حسن و جمال:

آپ نواسۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے حسن و جمال میں بے مثل اور سینے سے لے کر ٹخنوں تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے سر سے لے کر سینے تک نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب صحابہ کرام کو آپ کی یاد ستاتی تو دونوں شہزادوں (حضرات حسنین رضی اللہ عنہما) کو جمع کر لیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری صورت سامنے آ جاتی اور زیارت کا لطف اٹھا لیتے تھے۔

آپ کا چہرۂ انور پرکشش، شخصیت باوقار و بارعب، آنکھیں چمکدار و دوربین، پیشانی کشادہ، ناک مبارک قدرے بلند، رنگ سفید، اعضاء جسم میں تناسب، انداز گفتار میں ٹھہراؤ اور اسلوب رفتار میں قدرے تیزی تھی۔ یہ موزوں اوصاف آپ کے حسن و جمال کو واضح کرتے ہیں۔

اسی طرح انداز تلاوت قرآن، اسلوب عبادت و ریاضت، وعظ و تبلیغ، حسن معاملہ، مزاج میں نرمی، ایثار و مہمان نوازی، خدام سے حسن سلوک، صداقت و شرافت اور ایفاء عہد وغیرہ خصائل کے سبب بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ یہ تمام امور آپ کے حسن و جمال کے ترجمان تھے۔

سیرت فاطمہ کی تو صورت علی کی ہے
دنیا میں مصطفیٰ کی نشانی حسین ہے

فضائل و مناقب:

آپ کے فضائل و کمالات اور مناقب کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔ تاہم چند ایک فضائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

الحسن اشبه الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم مابين الصدر الى الرأس، والحسين اشبه الناس بالنبى صلى الله عليه وسلم ما كان اسفل من ذلك. (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث ۱۳۶۶)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر سے لے کر سینے تک سب لوگوں سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نیچے والے جسمانی حصہ میں سب لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

۲۔ حضرت سالم بن ابو الجعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

انى سميت ابنى هذين حسن و حسين باسماء ابنى هارون شبراً و شبيراً. (ایضا، رقم الحدیث ۱۳۶۷)

بیشک میں نے اپنے ان دونوں بیٹوں کے نام حسن اور حسین حضرت ہارون علیہ السلام کے دونوں بیٹوں شبر اور شبیر کے

ناموں کی مناسبت سے تجویز کیے ہیں۔

۳-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة .

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۴-ایک دفعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

من احب ان ينظر الى سيد شباب الجنة، فلينظر الى هٰذا، سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم .

جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھے، تو اسے چاہیے کہ وہ اسے دیکھ لے۔ میں نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔

۵-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه حسن وحسين، هٰذا على عاتقه وهٰذا على عاتقه وهو يلثم هٰذا مرة، ويلثم هٰذا مرة حتى انتهى الينا، فقال له رجل: يا رسول الله! انك لتحبهما، فقال: من اجهما فقد احبنى ومن ابغضهما فقد ابغضنى . (ایضاً، رقم الحدیث ۱۳۷۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف برآمد ہوئے جبکہ آپ کے ساتھ حضرت امام حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے، ایک نواسہ ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر تھا، آپ یکے بعد دیگرے دونوں کو بوسے دیتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! بیشک آپ ان دونوں (نواسوں) سے محبت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جس شخص نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

۶-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

انى اوشك ان أدعٰى فأجيب وانى تارك فيكم الثقلين، كتاب الله وعترتى اهل بيتى، وان اللطيف الخبير اخبرنى انهما لن يتفرقا حتى يردا على الحوض، فانظروا بما تخلفونى فيهما .

(ایضاً، رقم الحدیث ۱۳۸۳)

بیشک عنقریب مجھے بلایا جائے گا تو مجھے جانا پڑے گا، بیشک میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں: (i) کتاب اللہ، (ii) میری عترت یعنی میرے اہل بیت، بیشک مہربان وخبیر (اللہ تعالیٰ) نے مجھے بتایا یہ دونوں اشیاء مجھ سے جدا نہیں ہوں گی حتیٰ کہ حوض کوثر پر مجھے آملیں، پس تم دیکھو میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔

۷-حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

كان جبرائيل عليه السلام عند النبى صلى الله عليه وسلم والحسين معى فبكى. فتركته فدنا من النبى صلى الله عليه وسلم فقال جبريل: أتحبه يا محمد؟ فقال: نعم. فقال: ان امتك ستقتله وان شئت أريتك من تربة الارض التى يقتل بها. فاراه اياه فاذا الارض يقال لها كربلاء.

(ایضاً رقم الحدیث ۱۳۹۱)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میرے ساتھ تھے، وہ روئے تو میں نے انہیں چھوڑ دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد! کیا آپ اسے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں، انہوں نے کہا: یقیناً آپ کی امت انہیں عنقریب شہید کر دے گی، اگر آپ پسند کرتے ہیں تو میں قتل گاہ کی مٹی لاکر آپ کو دکھاتا ہوں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مٹی لاکر دکھائی جو قتل گاہ سے لائی گئی تھی اور اس جگہ کا نام کربلا ہوگا۔

۸-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى صلوة العشاء وكان الحسن والحسين يثبان على ظهره، فلما صلى قال: ابوهريرة: يا رسول الله! الا اذهب بهما الى امهما؟ فقال: رسول الله: لا، فبرقت، برقة فماز الافى ضوئهما حتى دخلا الى امهما.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھایا کرتے تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے۔ جب آپ نے نماز سے فراغت حاصل کی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ان بچوں کو میں ان کی والدہ کے ہاں نہ چھوڑ آؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، پھر ایک بجلی سی روشنی نمودار ہوئی، وہ دونوں روشنی کی طرف چلے گئے پھر دونوں اپنی والدہ کے پاس چلے گئے۔

۹-حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

طلبت على ابن ابى طالب فى منزله فقالت فاطمة: قد ذهب يأتى برسول الله صلى الله عليه وسلم، اذجاء فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم ودخلت، فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم على الفراش، واجلس فاطمة على يمينه وعلى على يساره وحسن و حسين بين يديه فلفع عليهم بثوبه، فقال: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا○

(الاحزاب ۳۳)

میں حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ کی تلاش میں ان کے گھر گیا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ گھر لوٹ آئے، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی اندر داخل ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف فرما ہوگئے، حضرت فاطمہ کو اپنی دائیں جانب

حضرت علی کو اپنی بائیں جانب اور حسنین کو اپنے سامنے بٹھالیا پھر ان پر اپنا کپڑا تان کر فرمایا: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ

۱۰-حضرت یعقوب بن ابی نعم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

کنت عند ابن عمر فسأله رجل عن دم البعوض، فقال: ممن انت؟ قال: من اهل العراق قال: انظروا الى هٰذا يسألني عن دم البعوض وقد قتلوا ابن رسول الله، وقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: هما ريحانتي من الدنيا رضي الله عنهما.

میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، ان میں سے ایک شخص نے مچھر کے خون (یعنی مچھر مارنے کے گناہ) کے بارے میں دریافت کیا؟ تو آپ نے دریافت کیا: تمہارا تعلق کن لوگوں سے ہے؟ اس نے جواب دیا: اہل عراق سے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس شخص کو دیکھیں کہ یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں شرعی مسئلہ دریافت کرتا ہے جبکہ انہوں نے نواسۂ رسول کو شہید کر دیا ہے! میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: یہ دونوں (حسنین کریمین) میرے دو خوشبودار پھول ہیں۔

۱۱-حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قالت لي امي: متى عهدك بالنبي صلى الله عليه وسلم فذكر الحديث، وقال: في آخره: سيأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم فيستغفر لي ولك، فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فصليت معه المغرب قال: فصلى ما بينهما مابين المغرب والعشاء ثم انصرف فاتبعته قال: فبينما هو يمشي اذ عرض له عارض فناجاه ثم مضى، واتبعته فقال: من هٰذا؟ قلت: حذيفة، قال: ماجاء بك يا حذيفة؟ فأخبرته بالذي قالت لي امي، فقال: غفر الله لك يا حذيفة ولامك اما رأيت العارض الذي عرض لي؟ قلت: بلى، بابي انت وامي قال: فانه ملك من الملائكة لم يهبط الى الارض قبل ليلته هذه، استأذن ربه في ان يسلم علي فبشرني او فأخبرني: ان الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة وان فاطمة سيدة نساء اهل الجنة. (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث: ۱۴۰۶)

مجھ سے میری والدہ نے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کب جاتے ہو؟ پھر راوی نے مکمل حدیث بیان کی اور اس کے آخر میں کہا: عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو وہ میرے لیے اور آپ کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں گے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب اور نماز عشاء کے درمیان والی نماز پڑھی (یعنی مغرب کی سنتیں ادا کیں) پھر آپ نے نماز مکمل کر لی تو میں آپ کے پیچھے چل پڑا۔ اسی دوران کہ آپ چلے جا رہے تھے تو ایک آدمی آپ کے سامنے آیا اور اس نے آپ سے سرگوشی کی اور پھر چلا گیا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: حذیفہ۔ آپ نے فرمایا: حذیفہ! کس

لیے آئے ہو؟ میں نے آپ کو وہ بات بتلائی جو میری والدہ نے مجھ سے کی تھی (انہوں نے دعا کی درخواست کی تھی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حذیفہ! اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت فرمائے۔ کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو میرے سامنے آیا تھا؟ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کیوں نہیں (ضرور دیکھا تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فرشتہ تھا، جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا تھا، اس نے اپنے پروردگار سے مجھ کو سلام کرنے کی اجازت طلب کی، پھر اس نے مجھے یہ بشارت دی، یا (فرمایا کہ) مجھے خبر دی کہ بلاشبہ حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) نوجوان جنتیوں کے سردار ہوں گے اور یقیناً فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔

شہادت:

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی خبر آپ کی ولادت سے ہی مشہور ہوگئی تھی، مدینہ طیبہ میں قیام تھا، اہل عراق نے خطوط لکھ کر کوفہ بلایا، خطوط میں انہوں نے آپ کی بیعت کرنے کا وعدہ کیا۔ آپ بہتر (۷۲) جان نثاروں کی قیادت کرتے ہوئے عراق (کوفہ) پہنچے، آپ کے آتے ہی اہل کوفہ نے آپ سے بے وفائی کی، آپ کے خون کے پیاسے بن گئے، جنگ وجدال کے لیے تیار ہو گئے، کھانے پینے کی اشیاء حسینی لشکر سے روک لی گئیں، تین ایام تک پانی سے بھی محروم رکھا گیا پھر یکے بعد دیگرے رفقاء کو شہید کر دیا گیا۔
بالآخر یزیدی درندوں کے ہاتھوں ۱۰ محرم ۶۱ھ کو بروز جمعۃ المبارک میدان کربلا میں آپ کی شہادت ہوئی۔

کونین میں بلند ہے رتبہ حسین کا
فرش زمین سے عرش تک شہرہ حسین کا

بے مثل ہے جہاں میں کنبہ حسین کا
سلطان دو جہاں ہے نانا حسین کا

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس کہاں دفن کیا گیا؟ شہادت کے بعد آپ کا جسد اقدس عراق میں مدفون ہوا لیکن سر اقدس کے بارے میں مشہور دو قول ہیں:
(i) سر اقدس سرزمین عراق (کوفہ) میں دفن کیا گیا۔
(ii) مدینہ طیبہ روانہ کیا گیا تھا، جنت البقیع میں حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اولادِ امجاد:

امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پانچ خواتین سے نکاح کیا، جن کے بطن سے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:
۱۔ حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا: آپ فارس کے مشہور حکمران نوشیرواں العادل کی اولاد سے تھیں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فارس فتح ہوا تو یہ اسیر ہو کر بطور مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئیں، حضرت امام عالی مقام کے حرم میں آئیں

اوران کے بطن سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۲- حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا: ان کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: لیلیٰ بنت ابی مرہ بن مرہ بن عروہ بن مسعود بن معتب الثقفی۔ آپ، امام عالی مقام کے عقد میں آئیں اوران کے بطن سے حضرت علی اکبر پیدا ہوئے۔

۳- حضرت رباب رضی اللہ عنہا: آپ مشہور شاعر عرب امراء القیس کی اولاد سے ہیں، حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اوران کے بطن سے حضرت سکینہ اور حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

۴- حضرت اُمّ اسحاق رضی اللہ عنہا: آپ، مشہور صحابی رسول حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے حرم میں آئیں اوران کے بطن سے حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

۵- حضرت قضاعیہ رضی اللہ عنہا: آپ قبیلہ بنو قضاعیہ سے متعلق تھیں، اسی لیے قضاعیہ نسبت سے مشہور تھیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اوران کے بطن سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حدیث باب پر ایک اعتراض اوراس کا جواب:

حدیث باب میں حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کو جنتی نوجوانوں کا سردار قرار دیا گیا ہے، اس طرح انہیں نہ صرف جنتی بلکہ جنتی لوگوں کا سردار بتا کران کی عظمت وشان بیان کی گئی ہے۔

سوال: روایات سے ثابت ہے کہ سب اہل جنت نوجوان ہوں گے تو پھر حسنین رضی اللہ عنہما کو جنتی نوجوانوں کے رئیس قرار دینے کا کیا مطلب ہوا؟

جواب: بلاشبہ سب اہل جنت نوجوان ہوں گے مگر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جولوگ جوانی کے عالم میں فوت ہوئے ہوں گے، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ان کے سردار ہوں گے۔

سوال: سب اہل جنت نوجوان ہوں گے، نوجوانوں کے سردار حسنین (رضی اللہ عنہما) ہوں گے، تو اس سے غیر نبی کا نبی پر اور خلفاء راشدین سے افضل ہونا لازم آتا ہے، جو درست نہیں ہے؟

جواب: حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی اس افضلیت سے انبیاء ومرسلین علیہم السلام اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم مستثنیٰ ہیں۔

(ماخوذ از فضائل صحابہ للبکری از ۲۱۳ تا ۲۲۲)

3702 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْمُهَاجِرِ اَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ اَبِي سَهْلٍ النَّبَّالُ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَخْبَرَنِي اَبِي اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

3702 - انفرد به الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (٤٤/١) حديث (٨٦)، و ذكره المتقي الهندي في كنز العمال (١٢/ ١٠٤) حديث (٣٤٢٥٥)، و عزاه للترمذي، و ابن حبان عن اسامة بن زيد.

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْءٍ لَّا اَدْرِيْ مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِيْ قُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِيْ اَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ قَالَ فَكَشَفَهُ فَاِذَا حَسَنٌ وَّحُسَيْنٌ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِيَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں: میرے والد حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا: ایک رات میں کسی کام سے گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کے اندر کوئی چیز اوڑھ رکھی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا تھا۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بات کر کے فارغ ہوا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ اندر کیا چیز ہے؟ جس کی وجہ سے آپ نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو اتارا تو آپ کے پہلو پر حضرت امام حسن اور امام حسین تھے۔ یہ دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ میرے نواسے ہیں، میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تم بھی ان دونوں سے محبت کرو اور اس شخص سے بھی محبت کرو جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت کرنے والوں کے حق میں دعا فرمانا:

اس روایت میں حسنین رضی اللہ عنہما کی فضیلت دو طریقہ سے بیان کی گئی ہے:

(i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شہزادوں کو شفقت و محبت سے اپنے دونوں کولہوں پر اٹھا کر اوپر کپڑا ڈال رکھا تھا، پھر انہیں اپنے بیٹے قرار دیا جبکہ وہ دونوں آپ کے نواسے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دونوں نواسوں سے نہایت درجہ کی محبت تھی اور یہ محبت ان کی فضیلت کو اجاگر کرتی ہے۔

(ii) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہوئے کہا: اے پروردگار! میں ان دونوں شہزادوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور جو شخص ان سے محبت کرتا ہے، تو اس سے بھی محبت کر۔ اس دعا سے عیاں ہوتا ہے کہ حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنالیتا ہے، اہل آسمان اور اہل زمین بھی اس سے محبت کرتے ہیں یعنی اس کی عظمت و محبت کے ڈنکے زمین و آسمان میں بجتے ہیں۔

3703 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ مُحَمَّدٍ

3703- اخرجه البخاری (۱۱۹/۷): كتاب فضائل الصحابة، باب: مناقب الحسن و الحسين رضي الله عنهما، حديث (۳۷۵۳)، (۱۰/۴۴۰): كتاب الادب، باب: رحمة الولد و تقبيله و معانقته، حديث (۵۹۹۴)، وفي الادب المفرد (۸۵)، و احمد (۲/۸۵، ۹۳، ۱۱۴، ۱۵۳) من طريق محمد بن ابي يعقوب، عن عبد الرحمن بن ابي نعم عن ابن عمر، فذكره.

بْنِ اَبِیْ یَعْقُوْبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ نُعْمٍ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا يَسْاَلُ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْيَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَمَهْدِیُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ يَعْقُوْبَ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ عبدالرحمن بن ابی نعم بیان کرتے ہیں: عراق سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مچھر کے خون کے بارے میں دریافت کیا جو کپڑے پر لگ جاتا ہے' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص کو دیکھو! یہ مچھر کے خون کے بارے میں دریافت کر رہا ہے جبکہ ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے کو شہید کیا ہے' تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ امام حسن اور حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے۔

اس روایت کو شعبہ اور مہدی بن میمون نے محمد بن یعقوب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے' اس کی مانند ایک روایت نقل کی ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حسنین رضی اللہ عنہما پھول ہونا:

اس روایت میں بھی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی دو طریقے سے فضیلت بیان کی گئی ہے:

(i) کسی عراقی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ مچھر کو مارنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: تم مچھر کے ہلاک کرنے کا شرعی مسئلہ دریافت کرتے ہو حالانکہ تم لوگوں نے نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کر دیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا مسئلہ دریافت کرنے سے تمہیں شرم وحیاء آنی چاہیے۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں نواسوں سے پیار کرتے، انہیں اٹھاتے، انہیں چومتے اور انہیں سونگھتے تھے۔ آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! لوگ بچوں سے پیار کرتے ہوئے چومتے ہیں لیکن سونگھتے نہیں ہیں جبکہ آپ شہزادوں کو سونگھتے بھی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں نواسے دنیا میں میرے پھول ہیں اور بلاشبہ پھولوں کو سونگھا جاتا ہے۔

اس روایت میں لفظ "ریحان" استعمال کیا گیا ہے جس کا لغوی معنیٰ ہے: راحت، رحمت، رزق، آسائش، اطمینان، پھول اور خوشبودار گھاس وغیرہ۔ یہاں اس لفظ سے مراد ہے: رحمت، راحت، پھول اور خوشبودار گھاس وغیرہ۔

3704 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ حَدَّثَنَا رَزِيْنٌ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ سَلْمٰى

متنِ حدیث: قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ وَهِىَ تَبْكِىْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِىْ فِى الْمَنَامِ وَعَلٰى رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ اٰنِفًا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سلمٰی نامی خاتون بیان کرتی ہیں: میں (اُم المؤمنین) سیّدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی' تو وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے ابھی نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے' یعنی خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ کے سر مبارک پر اور داڑھی مبارک پر مٹی تھی میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ یہ کس وجہ سے ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابھی میں حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شرح

خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتل حسین رضی اللہ عنہ دیکھنا:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت کے وقت سے شہادت کا تذکرہ شہرہ پذیر تھا، ایک موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شہادت گاہ کی مٹی لا کر بھی دکھائی تھی اور حدیث باب میں بھی اس سے ملتا جلتا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

سوال: اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۵۹ھ میں ہوا جبکہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا قیامت خیز حادثہ ۶۱ھ میں پیش آیا، تو حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حادثہ شہادت دیکھنا اور بیان کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب: روایت میں موجود لفظ ''آنفاً'' بتا رہا ہے کہ حادثہ شہادت قدرت کی طرف سے خواب میں قبل از وقت دکھایا گیا تھا اور ایسا ہونا محالات میں سے ہرگز نہیں ہے۔

3705 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ اَهْلِ بَيْتِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ ادْعِىْ لِىَ ابْنَىَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا اِلَيْهِ

3705 - انفرد به الترمذی. ينظر (تحفة الاشراف) (۱/ ۴۰۴) حديث (۱۷۰۷). من هذا الطريق. و اخرج الطبرانی فی (الصغير ۱/ ۶۵) عن ام سلمة من حديث شهر بن حوشب عنها بلفظ: (دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلس على منامة لنا فجاءته فاطمة رضی الله عنها ببرمة ... فقال: ادعی لی حسنا و حسینا... الحديث.

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا آپ کے اہل بیت میں آپ کے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: حسن اور حسین۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم 'سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہا کرتے تھے: میرے دونوں بچوں کو بلا کر لاؤ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو سونگھا کرتے تھے' اور پھر اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے تھے۔

یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے 'منقول ہونے کے اعتبار سے'' غریب'' ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حسنین رضی اللہ عنہما سب سے زیادہ محبوب ہونا:

اس روایت میں اس حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے کہ اہل بیت اطہار میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محترم ومعزز حضرات حسنین رضی اللہ عنہما تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا عملی مشاہدہ اپنی آنکھوں سے اس وقت کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نواسوں کو بوسے دیتے، انہیں سونگھتے، انہیں اٹھاتے، اپنے جسم سے چمٹاتے، انہیں کپڑے میں چھپاتے اور انہیں اپنے کندھوں پر سوار کرتے تھے۔ پیار ومحبت اور شفقت ایسا انداز دیکھ کر آسمان کے ملائکہ بھی ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے تھے کہ ایسا منظر پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

3706 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ يُصْلِحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قَالَ يَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا (یعنی امام حسن) سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

3706۔ اخرجه البخاری (۳٦١/٥): كتاب الصلح. باب: قول النبی صلى الله عليه وسلم للحسن بن علی رضی الله عنهما (ابنی هذا سعيد، و لعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين)، حديث (٢٧٠٤)، و اطرافه فی (٣٦٢٩- ٣٧٤٦- ٧١٠٩)، و ابوداؤد (٦٢٧/٢): كتاب السنة: باب: ما يدل على ترك الكلام فی الفتنة، حديث (٤٦٦٢)، و النسائی (١٠٧/٣): كتاب الجمعة: باب مخاطبة الامام رعيته و هو على المنبر، و احمد (٣٧/٥- ٤٤- ٤٩- ٥١) و الحميدی (٣٤٨/٢) حديث (٧٩٣) من طريق الحسن عن ابی بكرة الثقفی فذكره، و اخرجه احمد (٤٧/٥) قال: حدثنا عبد الرزاق. قال اخبرنا معمر، قال: اخبرنی من سمع الحسن يحدث عن ابی بكرة، فذكره.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی مراد امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے۔

شرح

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا دو گروہوں میں صلح کرانا:

خلیفہ چہارم، باب العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور دوسرے گروہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ اس طرح دو گروہ باہم سامنے آ گئے، دونوں میں روز بروز کشیدگی کی فضا میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، یہ کشیدگی کسی بھی وقت آتش نشاں پہاڑ کی طرح پھٹ کر جنگ کی صورت اختیار کر سکتی تھی۔ دونوں گروہوں کے مابین صلح کی اشد ضرورت تھی ورنہ ملت اسلامیہ ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہو سکتی تھی۔ چنانچہ چھ ماہ تک خلافت کی خدمات انجام دینے کے بعد ملت اسلامیہ کے اتحاد کے لیے قربانی دیتے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ آپ کی طرف سے دستبرداری کا اعلان اللہ تعالیٰ کی مدد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے عین مطابق تھا۔ علاوہ ازیں اتحاد و اتفاق میں تو برکت ہوتی ہے مگر مخالفت و جدال میں نقصان کے علاوہ کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔

3707 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي اَبِي حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا اِذْ جَآءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ اَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ (اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) فَنَظَرْتُ اِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ

◆◆ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے اور اسی دوران حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ آئے ابھی (دونوں بچے تھے) انہوں نے سرخ قمیص پہنی ہوئی تھیں یہ چلتے تھے تو چلتے ہوئے گر پڑتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ منبر سے نیچے اترے اور آپ ﷺ نے دونوں کو اٹھایا اور اپنے آگے بٹھا لیا اور پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ ارشاد فرمایا ہے:

3707 - اخرجه ابوداؤد (۱/۳۵۸): كتاب الصلاة باب: الامام يقطع الخطبة للامر يحدث، حديث (۱۱۰۹)، و النسائى (۳/۱۰۸): كتاب الجمعة: باب: نزول الامام عن المنبر قبل فراغه من الخطبة و قطعه كلامه، ورجوعه اليه يوم الجمعة. (۳/۱۹۲): كتاب صلاة العيدين: باب: نزول الامام عن المنبر قبل فراغه من الخطبة، و ابن ماجه (۲/۱۱۹۰): كتاب اللباس باب لبس الاحمر للرجال ... و اقد عن عبد الله بن بريدة عن ابيه، فذكره.

''بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں''۔

جب میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا' یہ دونوں آتے ہیں اور چلتے ہوئے گر جاتے ہیں' تو مجھ سے صبر نہیں ہوا' تو میں نے اپنی گفتگو روک کر ان دونوں کو اٹھالیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف حسین بن واقد نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

اولاد سے محبت فطری امر ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسوں سے محبت کی ایک جھلک حدیث باب میں دکھائی گئی ہے۔ دونوں شہزادوں کا بچپن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف کے منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں، دونوں نواسے لڑکھڑاتے منبر شریف کی طرف بڑھ رہے ہیں، مجمع کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کا مرکز بنے ہوئے ہیں، منبر کے قریب آنے پر محبت اس قدر غالب آتی ہے کہ خطبہ منقطع کر کے آپ انہیں آغوش میں اٹھا لیتے ہیں، پھر خطبہ کا سلسلہ جاری کرتے ہیں اور یہ ارشاد خداوندی پڑھتے ہیں: اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ط (التغابن: ۱۵) بیشک تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہے۔

3708 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: حُسَيْنٌ مِّنِّىْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّاِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ وَّقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ

◆◆ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت رکھے' جو حسین سے محبت رکھتا ہے۔ حسین (میرا) نواسہ ہے۔ (یعنی مجھے اس پر فخر ہے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف عبداللہ بن عثمان سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔ کئی راویوں نے اسے عبداللہ بن عثمان سے نقل کیا ہے۔

3708 - اخرجه ابن ماجه (۱/ ۵۱): المقدمة، حديث (۱٤٤)، و احمد (۴/ ۱۷۲)، من طريق عبد الله بن عثمان بن خيثم عن سعيد بن ابي راشد، فذكره.

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہم مزاج ہونا:

حدیث باب کے متعدد مطالب ومفاہیم بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک آسان وعام فہم مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہم مزاج وہم مشرب ہیں۔ ایک مفہوم یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک سے محبت دوسری ذات سے محبت ہے اور ایک کی توہین دوسری ذات کی توہین کو مستلزم ہے۔ یعنی حضرت امام سے عقیدت ومحبت، نبی کریم علیہ السلام سے محبت ہے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

لفظ ''سبط'' سے مراد درخت کی جڑ ہے جس سے کثیر درخت بن جاتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق لفظ ''سبط'' کا اطلاق باپ پر ہوتا ہے جس سے بکثرت اولاد پیدا ہوتی ہے۔ بلاشبہ یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کا رنگ دھار چکا ہے اور اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج بھی اولاد حسین رضی اللہ عنہ کروڑوں کی تعداد میں موجود ہے۔

3709 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

⇔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کوئی شخص، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت نہیں رکھتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3710 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ : وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ الزُّبَيْرِ

⇔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3709- اخرجه البخاری (۱۱۹/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب الحسن و الحسين رضی الله عنهما، حديث (۳۷۵۲)، احمد (۱٦٤/۳ - ۱۹۹) و عبد بن حميد ص (۳٥۱) حديث (۱۱٦۰) من طريق معمر عن الزهری عن انس، فذكره.

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) سے بھی روایت منقول ہے۔

3711 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ اَسْلَمَ اَبُوْ بَكْرٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ قَالَتْ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيءَ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَقُوْلُ بِقَضِيْبٍ لَّهُ فِيْ اَنْفِهٖ وَيَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا قَالَ قُلْتُ اَمَا اِنَّهٗ كَانَ مِنْ اَشْبَهِهِمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ابن زیاد کے پاس موجود تھا۔ اس کے پاس امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا۔ اس نے اپنے پاس موجود چھڑی کے ذریعے ان کی ناک کو کریدا اور بولا: میں نے ایسا خوبصورت شخص نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے کہا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3712 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ هَانِئِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ عَلِيٍّ

متنِ حدیث: قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّاْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حسن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ سینے سے لے کر سر تک اور حسین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے نچلے حصے کے اعتبار سے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہونا:

ان روایات میں ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ شکل وصورت کے اعتبار سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر سے لے کر سینہ مبارک تک اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سینہ مبارک سے لے کر ٹخنوں تک زیادہ مشابہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ستاتی یا آپ کی زیارت کرنا مقصود ہوتا تو وہ دونوں نواسوں کو اکٹھا کرتے اور ان کو دیکھنے سے آپ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ دونوں نواسے محض شکل و

3712 - اخرجه احمد (۱/۹۹ - ۱۰۸) من طريق اسرائيل، عن ابی اسحاق، عن هانی بن هانی عن علی فذكره.

صورت میں ہی اپنے نانا جان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں تھے بلکہ حسن اعتقاد و اعمال، عبادت و ریاضت، نشست و برخاست، رفتار و گفتار، ایثار و قربانی، حق گوئی و صداقت اور خدمت خلق و حسن معاملہ وغیرہ امور میں بھی مظہر اتم و مشابہ تھے۔

سوال: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ زیادہ مشابہ تھے، یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: (i) جب تک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بقید حیات رہے، آپ زیادہ مشابہ تھے اور ان کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ زیادہ مشابہ تھے۔

(ii) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے سر مبارک سے سینۂ اقدس تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے لے کر پاؤں تک زیادہ مشابہ تھے۔

3713 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا جِیْءَ بِرَاْسِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَّاَصْحَابِهٖ نُضِّدَتْ فِي الْمَسْجِدِ فِي الرَّحَبَةِ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ جَآئَتْ قَدْ جَآئَتْ فَاِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَآئَتْ تَخَلَّلُ الرُّؤُوْسَ حَتّٰى دَخَلَتْ فِيْ مَنْخَرَیْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتّٰى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوْا قَدْ جَآئَتْ قَدْ جَآئَتْ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عمارہ بن عمیر بیان کرتے ہیں: جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کا سر لایا گیا اور اسے رحبہ میں' مسجد میں رکھا گیا' تو میں بھی وہاں آیا' تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا: وہ آ گیا وہ آ گیا' وہاں ایک سانپ تھا' جو آیا۔ وہ سانپ سروں کے درمیان میں سے گزرتا ہوا عبید اللہ بن زیاد کے نتھنوں کے اندر گھس گیا۔ تھوڑی دیر ٹھہرا پھر نکلا اور چلا گیا اور پھر غائب ہو گیا۔ پھر لوگ بولے: وہ آ گیا' وہ آ گیا' سانپ نے دو یا تین مرتبہ ایسا کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ابن زیاد کو گستاخی کی سزا دنیا میں ملنا:

عبید اللہ بن زیاد، زیاد کا لڑکا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھتیجا اور یزید بن معاویہ کا چچا زاد بھائی تھا۔ حادثہ کربلا کے وقت عبید اللہ بن زیاد کوفہ کا گورنر تھا، یزید اور اس کی ناپاک کوشش سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کو شہید کیا گیا

3713- انفرد به الترمذی من اصحاب الکتب الستة. ینظر (تحفة الاشراف) (۱۳/۳۱۷، ۳۱۸) حدیث (۱۹۱٤۰). عن عمارة بن عمیر التیمی الکوفی.

تھا، شہادت کے بعد حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا، اس نے گستاخانہ انداز میں آپ کی ناک اور آنکھ کو چھڑی لگائی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن زیاد! اپنی چھڑی اٹھاؤ یہ وہ چہرۂ انور ہے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسے دیے ہیں۔ یہ بات سن کر اس نے اپنی ناپاک چھڑی ہٹالی۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کرنے والوں سے قدرت نے انتقام اس طرح لیا کہ ۲۶ھ میں ابراہیم بن الاشتر کے ہاتھوں ابن زیاد اور اس کے تمام رفقاء قتل کیے گئے، ان کی لاشیں نذر آتش کی گئیں اور ان کے سر مکہ میں حضرت محمد بن حنفیہ یا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے پاس بھیجے گئے، یہ تمام سر مسجد رحبہ میں ترتیب سے رکھے گئے تھے۔ حدیث باب کے مطابق ایک باریک سانپ ان سروں میں گھسنے لگا، ابن زیاد کے دونوں نتھنوں سے داخل ہو کر کچھ دیر اندر ٹھہرا رہا پھر نکل کر چلا گیا حتیٰ کہ غائب ہو گیا۔ پھر لوگوں نے کہا: آ گیا آ گیا، سانپ نے تین بار ایسا کیا۔

3714 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَا اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيْبٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ

متنِ حدیث: قَالَ سَاَلَتْنِىْ اُمِّىْ مَتٰى عَهْدُكَ تَعْنِىْ بِالنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا لِىْ بِهٖ عَهْدٌ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَنَالَتْ مِنِّىْ فَقُلْتُ لَهَا دَعِيْنِىْ اٰتِى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُصَلِّىَ مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَاَسْاَلُهٗ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لِىْ وَلَكِ فَاَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلّٰى حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ انْفَتَلَ فَتَبِعْتُهٗ فَسَمِعَ صَوْتِىْ فَقَالَ مَنْ هٰذَا حُذَيْفَةُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ قَالَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَىَّ وَيُبَشِّرَنِىْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِسْرَآئِيْلَ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری والدہ نے مجھ سے دریافت کیا: تم نے نبی اکرم ﷺ سے کب ملاقات کی تھی۔ میں نے کہا میں نے فلاں دن سے ملاقات نہیں کی ہے' تو میری والدہ نے مجھے برا کہنا شروع کیا تو میں نے کہا آپ مجھے چھوڑیں میں ابھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاتا ہوں۔ آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں گا' اور آپ ﷺ سے درخواست کروں گا کہ آپ ﷺ میرے لئے اور آپ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ ﷺ کی اقتداء میں مغرب کی نماز ادا کی جب آپ ﷺ نے نماز ادا کر لی پھر آپ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کی' پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے' تو میں آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا۔ آپ ﷺ نے میری آواز سن لی اور دریافت کیا: کون ہے؟ حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے

3714۔ اخرجه احمد (۳۹۱/۵ ۔ ۴۰۴)، و النسائي في فضائل الصحابة (۱۹۳ ۔ ۲۶۰)، و ابن خزيمة (۲۰۶/۲) حديث (۱۱۹٤) من طريق اسرائيل بن يونس، عن ميسرة بن حبيب، عن المنهال بن عمرو، عن زر بن حبيش عن حذيفة بن اليمان، فذكره.

دریافت کیا: تمہیں کیا کام ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت کرے! (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) بعد میں نبی اکرم ﷺ نے بتایا: آج ایک فرشتہ نازل ہوا جو پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے پروردگار سے یہ اجازت مانگی کہ وہ مجھے سلام کرے اور مجھے یہ خوشخبری دی ہے: فاطمہ جنت کی تمام خواتین کی سردار ہے اور حسن اور حسین جنت کے تمام نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اس کو صرف اسرائیل نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی خواتین کی سردار ہونا:

خواہ اس حدیث میں متعدد امور کا تذکرہ ہے لیکن اہم ترین مضمون حضرت خاتون جنت اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کی عظمت وفضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلی دفعہ زمین میں نزول کرنے والا فرشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خوشخبری لے کر حاضر ہوا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی خواتین کی رئیسہ ہیں اور حسنین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

اس خوشخبری سے حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو آخرت میں یعنی دخول جنت کے بعد یہ مقام حاصل ہوگا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی خواتین کی سردار ہوں گی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسے جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔

3715 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَدِيّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ حَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور دعا کی۔

''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں' تو بھی ان دونوں سے محبت کر''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3716 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ

3715- انفردبه الترمذی، من اصحاب الکتب الستة و ذکره المتقی الهندی فی کنز العمال (۱۱۹/۱۲)، حدیث (۳٤۲۸۰)، و عزاه للترمذی، وقال: حسن غریب عن البراء بن عازب.

متن حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهُوَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الْفُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور آپ ﷺ یہ دعا کر رہے تھے۔

''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں' تو بھی اس سے محبت کر''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ یہ فضیل بن مرزوق سے منقول حدیث سے زیادہ مستند ہے۔

3717 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَهْرَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَزَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ قَدْ ضَعَّفَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ ایک صاحب بولے: اے لڑکے! تم کتنی بہترین سواری پر سوار ہو؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سوار بھی تو خوب ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

اس کے راوی زمعہ بن صالح کو بعض اہل علم نے ان کے حافظے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

فضائل حسنین رضی اللہ عنہما پر تین متفرق احادیث مبارکہ:

پہلی دو احادیث میں ایک دعا کا تذکرہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ سے التجاء کی گئی ہے کہ وہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت

3716۔ اخرجه البخاری (۱۱۹/۷): کتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنهما، حدیث (۳۷۴۹)، و فی الادب المفرد (۸۶)، و مسلم (۲۷۵/۸ ۔ الابی) کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم، باب: فضائل الحسن و الحسین رضی اللہ عنهما، حدیث (۵۸ ۔ ۵۹/۲۴۲۲)، و احمد (۲۸۳/۴ ۔ ۲۹۲) من طریق شعبة، عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب فذكره.

3717۔ انفرد به الترمذی. ینظر (تحفة الاشراف) (۱۳۵/۵) حدیث (۶۰۹۲)، من هذا الطریق، و اخرج الطبرانی فی الکبیر (۶۲/۳) نحوه عن ابی البختری عن سلمان فذكره.

یعنی زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان ہوا ہے کہ میں اپنے ان دونوں نواسوں سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا اے اللہ! تو بھی ان سے محبت کر۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کرنے سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جائے گا۔

ایک روایت میں یوں بھی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور جو شخص ان سے محبت کرتا ہے، تو ان سے بھی محبت کر۔

تیسری حدیث باب میں صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر سوار کیے ہوئے جا رہے تھے کہ کسی نے دیکھ کر کہا: نعم المرکب یعنی سواری بہت خوبصورت ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً فرمایا: نعم الراکب ۔ سوار بھی تو خوبصورت ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے زمانہ بچپن کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں سواری بنے ہوئے تھے، بطور لگام ایک رسی اپنے منہ میں لیے ہوئے تھے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی پشت مبارک پر سوار کیے ہوئے تھے، وہ رسی بطور لگام امام حسین کو تھمائے ہوئے تھے اور اپنے گھر کے صحن میں چکر کاٹ رہے تھے۔ اسی دوران حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور صورتحال سے متاثر ہو کر عرض گزار ہوئے: نعم المرکب یعنی سواری بہت خوبصورت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم الراکب یعنی سوار بھی خوبصورت ہے۔

بَاب مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 26: نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کے مناقب کا بیان

3718 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ هُوَ الْاَنْمَاطِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ وَّاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3718 - تفرد بهذا الرواية من هذا الطريق الترمذي من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه الطبراني (٦٣/٣). حديث (٢٦٨٠)، و ذكره الشيخ الالباني في (السلسلة الصحيحة) (٣٥٥/٤). حديث (١٧٦١)، و صححه، و قال: و للحديث شاهد من حديث زيد بن ارقم، اخرجه مسلم (١٢٢/٧، ١٢٣)، و الطحاوي في (مشكل الآثار) (٣٦٨/٤)، و احمد (٣٦٦/٤، ٣٦٧)، و ابن ابي عاصم في السنة (١٥٥٠، ١٥٥١)، و الطبراني في الكبير رقم (٢٦٨٠).

توضیح راوی: قَالَ وَزَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ قَدْ رَوٰى عَنْهُ سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت امام جعفر صادق اپنے والد (امام محمد باقر) کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے دن دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''اے لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم اس کو تھامے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت''۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

زید بن حسن نامی راوی سے سعید بن سلیمان اور کئی اہل علم نے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

اہل بیت اطہار: خصوصیات، محبت اور ثمرات محبت

خصائص اہل بیت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات، حسنین کریمین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سب اہل بیت اطہار میں شامل و داخل ہیں۔ قرآن وسنت میں ان کے فضائل و کمالات، خصائص و مناقب اور مراتب و مقامات بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے چند حقائق حسب ذیل ہیں:

ارشاد خداوندی ہے:

۱- قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط (شوریٰ: ۲۳)

''(اے محبوب!) آپ فرما دیں کہ میں اس (دعوت و تبلیغ حق) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا بجز اقارب کی محبت کے۔''

حضور ضیاء الامت رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا کہ اللہ کے بندے جو طرح طرح کی گمراہیوں کے باعث اپنے رب سے دور جا چکے ہیں پھر قریب ہو جائیں۔ کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر پھر نور ہدایت سے اپنے قلب و نظر کو روشن کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لگن کا یہ عالم تھا کہ دن رات اسی میں مشغول رہتے۔ ان کو سمجھاتے، وہ غصہ میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیتے، وہ گالیاں بکتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا دیتے۔ وہ روشن معجزات دیکھ کر اور

آیات الٰہی سن کر بھی کفر سے چمٹے رہنے پر اصرار کرتے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیق دل پر غم واندوہ کے بادل گھر آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر اللہ کی جناب میں ان کی مغفرت اور ہدایت کے لیے دعائیں مانگتے۔ اخلاص ومحبت کے یہ بے مثل انداز کفار مکہ نے بھلا کب کہیں دیکھے تھے۔ وہ دل ہی دل میں خیال کرتے کہ اس ساری جدوجہد اور شبانہ روز تگ ودو کے پس منظر میں کوئی بڑا مقصد ہے، جس کے حصول کے لیے یہ شخص محنت اور مشقت برداشت کر رہا ہے، اور ہمارے جور وجفا پر اتنے حوصلہ اور حلم کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ دولت جمع کرنا چاہتا ہے یا اقتدار کی ہوس ہے یا ہمارا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جس کے باعث انہوں نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ اے نادانو! تم کس ادھیڑ پن میں ہو۔ لو سن لو میں اپنی جان کاہیوں کا، ان دل سوزیوں کا تم سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرنا چاہتا نہ آج نہ کل اور نہ کبھی قیامت تک۔ البتہ میری یہ خواہش ضرور ہے کہ تم نے آپس میں قتل وغارت کا جو بازار گرم کر رکھا ہے، اور ایک دوسرے کو ایذاء پہنچانے میں اپنی قوتیں صرف کر رہے ہو اس سے باز آ جاؤ اور آپس میں محبت کرو۔ تمہاری باہمی رشتہ داریاں اور قرابتیں ہیں تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ بھائی بھائی کا گلا کاٹے۔ چھوٹا بڑے کی پگڑی اچھالے، کسی کی جان، کسی کا مال محفوظ نہ ہو۔ مجھے تمہارا انداز پسند نہیں ہے۔ میں تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ایک دوسرے سے محبت اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھو تا کہ تمہاری زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی نمودار ہو جائے۔ (پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ج:۴، ص:۳۷۶)

حضرت پیر صاحب دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ قرابت داروں، خاندان بنو ہاشم خصوصاً اہل بیت کرام کی محبت، ان کا ادب واحترام عین ایمان بلکہ جان ایمان ہے، جس کے دل میں اہل بیت کے لیے محبت نہیں وہ یوں سمجھے کہ اس کی شمع ایمان بجھی ہوئی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ جتنی کسی کی قرابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اس کی محبت واحترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ ایک نہیں صدہا ایسی صحیح احادیث موجود ہیں جن میں اہل بیت پاک سے محبت کرنے اور ان کا ادب ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بیشک اہل بیت پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ شجر ایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس گل کی مہک ہے، یہ اس خورشید کی چمک ہے جہاں ایمان ہوگا وہاں حب آل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہوگی۔

(پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ج:۴، ص:۳۷۷)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حب اہل بیت عین ایمان بلکہ جان ایمان ہے۔ جس مسلمان کو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی محبت ہوگی تو اسے آپ کے اہل بیت سے بھی اتنی محبت ہوگی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے اہل بیت اطہار سے غیر مشروط محبت کی جائے۔

قرآن کریم کا دوسرا اعلان ہے:

۲- اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ○ (الاحزاب:۳۳)

''اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کردے اور تمہیں مکمل طور پر پاک کردے۔''

اُم المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اس آیت کا شان نزول یوں بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف فرما تھے کہ آپ نے فرمایا: اے اُمّ سلمہ! گھر میں کسی کو داخل نہ ہونے دینا، حضرت خاتون جنت تشریف لائیں تو میں انہیں منع نہ کرسکی، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے انہیں روکنا آداب کے خلاف سمجھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اپنی چادر میں چھپالیا پھر دعا کی: ''اے پروردگار! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے پلیدی کو دور کردے اور انہیں پاک کردے۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ (امام ابن کثیر تفسیر ابن کثیر، ج:۳،ص:۸۰۷)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے کہ اطلاع ملی کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما آئے ہیں، آپ نے فرمایا: اے سلمہ! تم میرے اہل بیت سے ایک طرف ہو جاؤ۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر الگ ہو کر بیٹھ گئی، ان کے ساتھ حسنین رضی اللہ عنہما تھے، آپ نے دونوں شہزادوں کو بوسہ دیا، پھر سب کو اپنی چادر میں چھپالیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے پروردگار! تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف میں اور میرے اہل بیت، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی؟ فرمایا: تم بھی۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ میں آپ کی دعا کے وقت گھر کے ایک کونے میں موجود تھی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم بھلائی کی جانب ہو، تم نبی کی بیویوں میں سے ایک ہو۔ اس وقت گھر میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ (امام ابن کثیر تفسیر القرآن، ج:۳،ص:۸۰۸)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ کی قسم! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے حسن سلوک مجھے اپنے قرابت داروں کے سلوک سے زیادہ پیارا ہے۔''

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ کا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام سے بھی زیادہ اچھا لگا اگر وہ اسلام لاتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا اسلام خطاب کے اسلام سے زیادہ پسند تھا۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ہم اہل سنت کے نزدیک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بھی اہل بیت، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت سیدہ طاہرہ، حضرات حسنین کریمین بھی اہل بیت ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی طور پر ان کو اپنی عباء کے سایہ میں لینے اور ان کو: ''ھٰؤلاء بیتی'' فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ عرب میں بھی بلکہ ہر جگہ مسلمہ دستور یہ ہے کہ نسب باپ کی طرف سے چلتی ہے نہ کہ ماں کی طرف سے مثلاً اگر باپ گوندل ہو اور ماں راجپوت ہو، تو اس کے بطن سے جو اولاد ہوگی وہ گوندل کہلائے گی نہ کہ راجپوت۔ اس بین الاقوامی طور پر مسلمہ قاعدہ کے مطابق حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے فرزندان ارجمند حضرت ابو طالب کی اولاد اور نسل سے شمار ہونے چاہئیں تھے نہ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور نسل سے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح دیگر بے شمار خصوصیات سے نوازا ہے یہ خصوصیت بھی بخشی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد حضرت سیدہ طاہرہ کے بطن سے اولادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شمار ہوئی نہ کہ ذریت ابو طالب۔ اسی نسبت کی برکت سے سادات کرام میں سے جو حضرات شریعت اسلامیہ کی پابندی کرتے اور راہوار عزیمت پر سوار ہو کر ریاضت اور مجاہدہ کے میدان میں قدم رکھتے ہیں وہ دیگر حضرات سے گوئے سبقت لے جاتے ہیں۔"

محبت اہل بیت کے فوائد وثمرات:

اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت عبادت سے کم نہیں ہے اور عبادت کا صلہ مغفرت ذنوب، بلندی درجات، بارگاہ خداوندی میں قدر ومنزلت میں اضافہ اور دخول جنت ہے۔ اس حوالہ سے چند ایک شواہد حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے ایمان والو! آگاہ ہو جاؤ جو محبت اہل بیت میں مرے گا وہ شہید ہوگا، وہ بخشا ہوا ہوگا، اس کی قبر میں جنت کے دروازے کھولے جائیں گے، اسے مرتے وقت ملک الموت جنت کی بشارت دے گا، منکر ونکیر قبر میں اسے جنت کا مژدہ سنائیں گے، دولہن کی طرح بخوشی وہ جنت میں جائے گا، وہ توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوگا، رحمت کے فرشتے اس کی قبر پر آئیں گے اور وہ کامل الایمان ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ! جو شخص آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت وبغض رکھے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ رحمت خداوندی سے محروم ہے، وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا اور وہ کافر ہو کر مرے گا۔

(نواسۂ سید الابرار، ص: ۱۷۳)

۲- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرد اہل بیت حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن رضی اللہ عنہم کی حمایت کے نتیجہ میں قید کیا گیا جبکہ بظاہر منصب قضاء قبول نہ کرنے کا بہانہ تھا۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابراہیم بن زید بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہم کی حمایت کا اعلان کیا تھا، جس کے نتیجہ میں حکومتی عتاب سے محفوظ رہنے کے لیے کئی ایام تک چھپے رہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے یزید پلید کے کفر کا فتویٰ دیا تھا اور یزید پر لعنت جائز قرار دی تھی۔

(امام ابو یوسف النبہانی، الشرف المؤبد، ص: ۲۴۱)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی لگاؤ کی وجہ سے اہل بیت سے جنون کی حد تک عقیدت و محبت تھی، جس کے نتیجہ میں گمراہ اور کج فہم لوگوں نے آپ پر رافضی کا الزام عائد کیا تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔

چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱- یا اہل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

۲- کفاکم من عظیم القدر انکم ... من لم یصل علیکم لاصلوٰۃ لہ

۳- اذا نحن فضلنا علیاً فاننا ... روافض بالتفضیل عند ذی الجھل

۴- وفضل ابی بکر اذا ما ذکرتہ ... رمیت بنصب عند ذکری للفضل

۵- قالوا الرفضۃ قلت کلا ... ما الرفض دینی ولا اعتقادی

۶- ولٰکن تولیت غیر شک ... خیر امام وخیر ھادی

۷- ان کان رفضاً حب اٰل محمد ... فلیشھد الثقلان انی رافض

i- اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار! تم سے محبت کرنا قرآن میں اللہ نے فرض قرار دیا۔

ii- اے اہل بیت! تمہاری عظمت وفضیلت کے لیے یہی بات کافی ہے۔جس نے تم پر درود نہ بھیجا اس کی نماز نہیں ہے۔

iii- جب ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی تو اس فضیلت بیان کرنے کی وجہ سے جہلاء کے نزدیک ہم رافضی قرار پائے۔

iv- جب ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے تو اس وقت ہم پر ناصبی ہونے کا الزام عائد کیا جاتا تھا۔

v- جن جہلاء نے مجھے رافضی قرار دیا تو میں نے جواب دیا: حاشا میرا دین اور اعتقاد رافضیوں جیسا نہیں ہے۔

vi- لیکن اس بات میں شک نہیں ہے کہ میں بہتر وافضل امام اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی رکھتا ہوں۔

vii- اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا رافضیت ہے، تو دونوں جہاں اس بات پر گواہ ہو جائیں کہ بیشک میں رافضی ہوں۔

۳- جب نجران نے دعوت توحید کو تسلیم نہ کیا اور اپنے عقیدہ تثلیث پر اڑے رہے تو ان معاندین پر حجت قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ (آل عمران:۶۱)

''پس (اے محبوب!) آپ اعلان فرما دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلا لاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو لے آؤ، ہم اپنی عورتوں کو لے آتے ہیں اور تم اپنی عورتوں کو لے آؤ، ہم اپنے آپ کو لے آتے ہیں اور تم اپنے آپ کو لے آؤ۔ پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اور ہم سب جھوٹوں پر لعنت کرتے ہیں۔''

چنانچہ یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین کو اٹھائے، حضرت امام حسن کو انگلی سے پکڑے تشریف لائے اور حضور کے پیچھے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور ان کے پیچھے حضرت حیدر کرار آرہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد نجران کو دعوت مباہلہ دی، جب انہوں نے یہ نورانی چہرے دیکھے تو ان کے اسقف (پادری) نے کہا: اگر تم نے ان سے مباہلہ لیا تو یاد رکھو! تمہارا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے صلاح ومشورہ کے لیے مہلت طلب کی اور دوسرے روز مباہلہ کرنے

سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور صلح کر لی۔ اس طرح دشمنانِ اسلام کو اہل بیت کے سامنے ٹھہرنے اور مقابلہ ومباہلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

۴- ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کل صبح آپ اپنی اولاد کو لے کر میرے پاس آنا، دوسرے دن حسب حکم اپنی اولاد کو لے کر حاضر خدمت ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کی اولاد کو اپنی چادر سے چھپا کر اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے پروردگار! یہ میرے چچازاد اور ان کی اولاد ہیں، جو میرے اہل بیت ہیں، ان کو عذاب سے اس طرح محفوظ کر جس طرح میں نے ان کو ڈھانپ رکھا ہے۔ راوی کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے وقت در و دیوار سے آمین! کہنے کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ (قاضی عیاض، کتاب الشفاء، ج:۲،ص:۹۹)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب عزیز و اقارب (جو مسلمان تھے) اہل بیت میں شامل تھے۔

حضرت ابوبکر بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر میرے پاس کسی اہم مقصد وضرورت کی غرض سے ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم آئیں تو میں ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے فوقیت دوں گا۔ (ایضاً،ص:۱۰۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ تین ہزار (۳۰۰۰) اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار پانچ سو (۳۵۰۰) مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اے پدر بزرگوار! انہوں نے کسی جنگ میں مجھ سے سبقت نہیں کی، ان کے وظیفہ میں اضافہ کی وجہ کیا ہے؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے والد کو بارگاہِ رسالت میں زیادہ قدر و منزلت حاصل تھی، وہ تمہارے باپ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے تھے۔ اسی طرح اسامہ بھی تم سے زیادہ محبوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔ (ایضاً،ص:۱۰۱)

بلخ میں ایک علوی بزرگ نے قیام فرمایا، پھر وہاں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کی اہلیہ دشمنوں کے خوف سے صاحبزادیوں کو لے کر سمرقند تشریف لے گئیں، آپ شدید سردی میں سمرقند پہنچیں اور صاحبزادیوں کو مسجد میں بٹھا کر کھانے کی تلاش میں باہر آ گئیں۔ آپ بیان فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھے کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ شہر کا شیخ ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر اپنا حال بتایا تو اس نے کہا: اپنے علوی ہونے پر دلیل پیش کرو؟ میں یہ سن کر واپس آ گئی تو راستے میں ایک اور بوڑھے کو دیکھا جو اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اور لوگ اس کے پاس جمع تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: شہر کا ضامن ہے اور مجوسی ہے۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر شیخ بلد کے سلوک کے بارے میں بتایا اور یہ بتایا کہ میری بیٹیاں مسجد میں بیٹھی ہوئی ہیں اور کھانے کے لیے کچھ نہیں۔ اس مجوسی نے اسی وقت نوکر کو بلا کر کہا: میری بیوی کو پیغام پہنچا دے کہ لباس تبدیل کر کے تیار ہو جائے بعد ازاں وہ مکان کے اندر گیا اور اپنی بیوی کو کہا: کنیزوں کو ساتھ لے کر اس علویہ خاتون کے ساتھ مسجد میں جاؤ اور ان کی بیٹیوں کو گھر لے آؤ۔ وہ میرے ساتھ آئی اور سب کو لے کر اپنے گھر آ گئی۔ ان لوگوں نے ہمیں علیحدہ کمرہ دیا، غسل کا انتظام کروایا، پہننے کے لیے نفیس لباس مہیا کیا اور انواع واقسام کے کھانے کھلائے۔ اسی آدھی رات کے وقت شہر کے شیخ نے خواب میں دیکھا کہ

قیامت برپا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے اوپر پرچم لہرا رہا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ انور اس کی طرف سے پھیر لیا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھ سے رخ پھیر رہے ہیں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مسلمان ہونے پر دلیل پیش کر؟ شیخ بلد یہ سن کر حیران رہ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تجھے یاد نہیں کہ تو نے ایک علویہ سے کہا تھا کہ علویہ ہونے پر دلیل لاؤ۔ ''یہ اس شخص کا محل ہے جس کے گھر میں اس علویہ خاتون کا قیام ہے۔'' (علامہ ابو یوسف نبہانی، اشرف المؤید، ص: ۲۶۳)

متقدمین میں سے حج کا شوق رکھنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ مجھے بغداد شریف میں حج کے لیے جانے والے ایک قافلے کی آمد کا پتہ چلا تو میں نے اس کے ساتھ جانے کا ارادہ کر لیا اور پانچ سو (۵۰۰) دینار لے کر سامان حج خریدنے کے لیے بازار گیا۔ بازار میں گھوم رہا تھا کہ وہاں پر ایک خاتون نے مجھے کہا: میں سیدزادی ہوں میری بچیوں کی ردائیں نہیں ہیں اور ہم نے چار روز سے کچھ نہیں کھایا۔ اس بی بی کی بات نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ چنانچہ میں نے وہ پانچ سو (۵۰۰) دینار ان کی جھولی میں ڈال دیے اور عرض کیا: آپ جا کر اپنی ضرورت پوری فرمائیں، اس کے ساتھ ہی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہی واپس لوٹ آیا، اللہ تعالیٰ نے اس سال حج پر جانے کا شوق میرے دل سے محو کر دیا اور قافلہ چلا گیا۔ جب وہ لوگ حج کر کے واپس آئے تو میں نے سوچا کہ احباب سے ملاقات کر کے سلام پیش کروں۔ چنانچہ میں ان لوگوں کے پاس گیا اور جس دوست کو ملتا وہ مجھے حج کی مبارک باد دیتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا حج قبول فرمائے۔ میں اس بات پر تعجب کرتا ہوا رات کو سو گیا اور خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے فرماتے ہیں: لوگوں نے جو تجھے حج کی مبارک باد پیش کی ہے، اس پر تعجب نہ کر تو نے جب ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کیا اور ضعیف کو غنی کر دیا تو ہم نے خدائے لم یزل کے حضور درخواست پیش کی جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے تیری صورت پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا، جو ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے گا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مجھ سے ایک اجل بزرگ نے بیان کیا کہ عراق کا ایک امیر سادات کی بے حد تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے ہاں ایک سید صاحب تشریف لائے اور امیر کی خوشی کے لیے سب سے اونچی جگہ پر بیٹھ گئے اور ان کا حق بھی یہی تھا۔ اس مجلس میں ایک بلند مرتبہ عالم بھی موجود تھا، اسے ان کا اونچی جگہ پر بیٹھنا سخت ناگوار گزرا اور کوئی غلط بات بھی کہہ دی۔ جس کا امیر نے فوری طور پر کوئی نوٹس نہ لیا اور دوسری بات شروع کر دی۔ جب عالم کے ذہن سے یہ قصہ نکل گیا تو امیر نے پوچھا: کیا آپ کا کوئی بیٹا علم حاصل کر رہا ہے؟ عالم نے کہا: متن حفظ کر رہا ہے اور سبق پڑھتا ہے۔ میں نے اسے یہ پڑھایا ہے، صبح کو فلاں درس لیتا ہے یعنی تمام حال وضاحت سے بیان کیا۔ امیر نے کہا: تم نے اس کے لیے نسب و شرف کا ایسا بندوبست کیوں نہ کیا کہ جس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد بن جاتا؟ عالم چونکہ پہلی بات بھول چکا تھا کہنے لگا: یہ شرف مرتبہ تعلیم و تربیت سے حاصل نہیں ہو سکتا یہ تو عنایت الٰہی ہے، اس میں کسب کو دخل نہیں۔ امیر نے چیخ کر کہا: اے خبیث! جب تجھے یہ بات معلوم ہے تو پھر سید کے بلند جگہ پر بیٹھنے پر اظہار بیزاری کیوں کیا؟ واللہ اب کبھی میری مجلس میں نہ آنا اور پھر حکم دیا کہ اسے مجلس سے

نکال دیا جائے ،تو اس کو نکال دیا گیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اہل بیت اطہار کی عظمت وفضیلت کے بارے میں یوں اظہار عقیدت کرتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا ۔۔۔ تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا ۔۔۔ ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

(حدائق بخشش،ص:۱۹۷)

مفہوم حدیث:

اہل سنت کے نزدیک ''اہل بیت'' کا مصداق اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ہیں اور اس کا مصداق ثانوی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اہل بیت میں داخل ہوئے ہیں۔ روافض اور مخالفین صحابہ کا مؤقف ہے کہ اہل بیت کا مصداق محض آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس نظریہ کی خوب تشہیر کی گئی جس کے نتیجہ میں لوگ بہت متاثر ہوئے حتیٰ کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی متاثر نظر آتے ہیں، کیونکہ اہل بیت کے مناقب وفضائل کا ذکر حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ذکر کے بعد آنا چاہیے تھا مگر معاملہ اس کے برعکس ہوا ہے۔ یہ نظریہ درست نہیں ہے، کیونکہ ازواجِ مطہرات کو اس سے خارج قرار دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں مذکور ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اے ازواجِ مطہرات!) مجھے تمہارا معاملہ اپنے بعد فکر مند کیے ہوئے ہے کہ میں نے تمہارے لیے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا اور تم نے بھی دار آخرت کو اختیار کیا ہے اور کچھ جمع نہیں کیا ہے، تم پر صرف صابر لوگ صبر کر سکیں گے۔'' خلفاء راشدین کے دور میں امیر وقت ازواجِ مطہرات کے لیے وظائف مقرر کرتا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف امور کی وصیت فرمائی ہے اور وہ امور حسب ذیل ہیں:

(۱) کتاب اللہ پر عمل کرنا۔

(۲) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا۔

(۳) نماز کی پابندی کرنا۔

(۴) اہل بیت مطہرات (ازواجِ مطہرات) کے ساتھ حسن سلوک۔

(۵) غلاموں سے حسن سلوک۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام خم (یہ مقام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے) میں خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! توجہ سے سن لو، میں بھی انسان ہوں، ممکن ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کا قاصد (ملک الموت) میرے پاس آ جائے ،تو

میں اس موقع پر لبیک کہوں گا، میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، پہلی چیز کتاب اللہ ہے، جو ہدایت و نور ہے اسے مضبوطی سے تھامے رہو اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں اور آپ نے تین بار فرمایا: میں اپنے گھر والوں کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ (امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۰۸)

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: اہل بیت سے مراد کون لوگ ہیں؟ کیا ازواجِ مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اہل بیت ہیں مگر جن پر صدقہ وزکوٰۃ لینا حرام قرار دیا گیا وہ اہل بیت ہیں۔ معلوم ہوا کہ اہل بیت کا مصداق محض آل رسول نہیں ہے بلکہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مصداق اول ہے۔

3719 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَصْبَهَانِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ رَبِيبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) فِي بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ وَّعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَجَلَّلَهٗ بِكِسَاءٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هٰٓؤُلَاۤءِ اَهْلُ بَيْتِي فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ اَنْتِ عَلٰى مَكَانِكِ وَاَنْتِ اِلٰى خَيْرٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَّاَبِي الْحَمْرَاءِ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے صاحبزادے ہیں، بیان کرتے ہیں: (یہ آیت)

"بے شک اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے اے اہل بیت! تم سے ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح سے پاک صاف کر دے"

یہ آیت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں چادر کے اندر کر لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی پشت پر موجود تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی چادر میں کر لیا اور دعا کی۔

"اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے ناپاکی کو دور کر دے اور انہیں اچھی طرح سے پاک کر دے"

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر ہو، اور بھلائی کی جگہ پر ہو۔

اس بارے میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمراء رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے آل رسول کا اہل بیت میں داخل ہونا:

اس روایت سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ ''اہل بیت'' کا مصداق اول ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کا مصداق ثانوی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اہل بیت کا محض آل رسول مصداق قرار دینا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو فارغ کر دینا درست نہیں ہے۔ حدیث باب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں آل رسول، اہل بیت میں شامل ہوئی ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اصل ہیں اور آل رسول فرع کی حیثیت رکھتے ہیں اور فرع اصل کے تابع ہوتی ہے۔

دعاءِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت وفضیلت اور مقبولیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جس طرح دعاءِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مرید ومراد بنے اسی طرح آل رسول اہل بیت میں شامل وداخل ہوئے۔

3720 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّالْاَعْمَشُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے' تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے' ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظمت والی ہے۔ اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین پر لٹکی ہوئی ایک رسی ہے میری عترت یعنی میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ یہ دونوں حوض پر مجھ تک پہنچ جائیں گے۔ تم اس بات کا خیال رکھنا! تم میرے بعد ان سے کیا برتاؤ کرتے ہو؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3720 - انفردبه الترمذی. ينظر (تحفة الاشراف)(۱۹۲/۳) حديث (۳۶۵۹). من هذا الطريق. و اخرجه الحاكم في المستدرك (۱۴۸/۳). وقال: صحيح الاسناد على شرط الشيخين و لم يخرجاه. و وافقه الذهبي من طريق مسلم بن صبيح عن زيد بن ارقم.

شرح

قرآن اور آل رسول دونوں کا تا قیامت ساتھ باقی رہنا:

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بہت پیار ہے، آپ امت کی اصلاح و بہتری کی کوشش فرماتے رہے اور حدیث باب میں بھی گمراہی سے بچنے کا امت کے لیے ایک نسخہ تجویز فرمایا ہے۔ فرمایا: جب تک تم دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

(i) قرآن کریم کو مضبوطی سے تھامنا: اس کا مطلب ہے قرآن پر ایمان رکھنا، اس کی تلاوت کرنا، اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کا مطلب ہے: اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرنا ہے۔

(ii) اہل بیت اطہار: یعنی اہل بیت کے حقوق کو پورا کرنا، ان سے حسن سلوک کرنا، ان کے آداب بجالانا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی ازواجِ مطہرات اور آل پاک سے بھی عقیدت و محبت رکھی جائے۔

فائدہ نافعہ:

قرآن و آل رسول کا باہم گہرا تعلق ہے، دونوں کا تعلق تا قیامت باقی رہے گا۔ قرآن دین کا ماخذ ہے اور آل رسول عملی طور پر محور ہے۔ جو شخص ان دونوں سے اپنا تعلق استوار رکھے گا، وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ ایک مشہور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آل کشتی نوح علیہ السلام کی مثل ہے، جو شخص اس پر سوار ہوگا وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔

3721 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ كَثِيرٍ النَّوَّاءِ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ نَجَبَةَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

متنِ حدیث: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ كُلَّ نَبِيٍّ أُعْطِيَ سَبْعَةَ نُجَبَاءَ أَوْ نُقَبَاءَ وَأُعْطِيتُ أَنَا أَرْبَعَةَ عَشَرَ قُلْنَا مَنْ هُمْ قَالَ أَنَا وَابْنَايَ وَجَعْفَرٌ وَحَمْزَةُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَبِلَالٌ وَسَلْمَانُ وَالْمِقْدَادُ وَحُذَيْفَةُ وَعَمَّارٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوفًا

◆◆ حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر نبی کو سات نجیب دوست (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ساتھی دیے گئے ہیں اور مجھے چودہ دیے گئے ہیں۔ (راوی بیان کرتے ہیں) ہم نے

3721 - انفرد به الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (۷/۷ : ۴) حديث (۱۰۲۸۰)، وذكره الهندي في (كنز العمال) [illegible] حديث (۳۳۱۱۴)، وعزاه للترمذي، وللحاكم في المستدرك عن علي.

دریافت کیا: وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں، میرے بیٹے (حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ) جعفر، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے، اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ''موقوف'' روایت کے طور پر بھی منقول ہے۔

شرح

چودہ منتخب ساتھیوں والی حدیث:

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع الصفات بنایا، جتنے کمالات و معجزات دیگر انبیاء علیہم السلام کو عنایت فرمائے وہ سب کے سب آپ کی ذات میں رکھ دیے۔ ہر نبی علیہ السلام کو سات منتخب معاون و نگہبان عطا کیے گئے تھے مگر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے چودہ (۱۴) ساتھی عطا کیے تھے، جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت علی، (۲) حضرت امام حسن،
(۳) حضرت امام حسین، (۴) حضرت ابوبکر صدیق،
(۵) حضرت عمر، (۶) حضرت حذیفہ،
(۷) حضرت عبداللہ بن مسعود، (۸) حضرت سلمان فارسی،
(۹) حضرت عمار، (۱۰) حضرت مقداد،
(۱۱) حضرت مصعب، (۱۲) حضرت حمزہ،
(۱۳) حضرت جعفر، (۱۴) حضرت بلال رضی اللہ عنہم۔

معاونت رسول، اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کے حوالے سے ان سب حضرات کی خدمات تاریخ اسلام کا ایک سنہرا باب ہے، جو تا قیامت ملت اسلامیہ میں بیداری کا جذبہ پیدا کرتا رہے گا۔

3722 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْاَشْعَثِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُلَيْمَانَ النَّوْفَلِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ وَاَحِبُّوْنِيْ بِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوا اَهْلَ بَيْتِيْ بِحُبِّيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3722 - انفردبه الترمذی. ینظر (تحفة الاشراف) (۱۸٤/٥) حدیث (٦٢٩١)، و اخرجه الحاکم فی المستدرك (۱۵۰/۳) وقال: صحیح الاسناد و لم یخرجاه، من طریق محمد بن علی بن عبد الله بن عباس عن ابیه عن ابن عباس.

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس وجہ سے محبت کرو کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے' اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور میرے اہل بیت کے ساتھ میری محبت کی وجہ سے محبت کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب اہل بیت سے محبت کرنا:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے کوئی ذی شعور شخص انکار نہیں کر سکتا کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت لذاتہ ہوتی ہے، کیونکہ اس کی نعمتوں اور انعامات کی بارش کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لغیرہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے سبب ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور آل رسول سے محبت کی جاتی ہے۔ خواہ اہل بیت کا مصداق اول ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور آل رسول مصداق ثانوی ہے، ان سب سے محبت رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔

فائدہ نافعہ:

اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت اطہار، اولیاء اللہ اور صالحین سے محبت کرنا واجب ہے۔ ان سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ضروری ہے۔

بَاب مَنَاقِبِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِىْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

باب 27: حضرت معاذ بن جبل' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہم) کے مناقب کا بیان

3723 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ دَاوُدَ الْعَطَّارِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَرْحَمُ اُمَّتِىْ بِاُمَّتِىْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّاَشَدُّهُمْ فِىْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّاَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّاَقْرَؤُهُمْ اُبَىٌّ وَّلِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَّاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ اَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَالْمَشْهُوْرُ حَدِيْثُ اَبِيْ قِلَابَةَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے اور میری امت میں سب سے سخت عمر ہے حیا کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچا عثمان ہے اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے۔ وراثت سے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا زید بن ثابت ہے اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب ہے اور ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے قتادہ نامی راوی کے حوالے سے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ابوقلابہ نامی راوی نے اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مانند نقل کیا ہے۔

ابوقلابہ سے منقول ہونے کے حوالے سے یہ حدیث مشہور ہے۔

3724 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّاَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَاَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّاَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنًا وَّاِنَّ اَمِيْنَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے اور میری امت میں سب سے سخت عمر ہے حیا کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچا عثمان ہے اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے۔ وراثت سے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا زید بن ثابت ہے اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے اور ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3724- اخرجه ابن ماجه (۱/۵۵): المقدمة، حديث (۱۵۴ - ۱۵۵)، و احمد (۳/۱۸۴ - ۲۸۱) من طريق خالد الحذاء عن ابي قلابة عن انس به.

شرح

۱۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا شمار اجلہ وممتاز ترین صحابہ کرام میں ہوتا ہے،قبیلہ خزرج کے خاندان ادی بن سعد کے چشم و چراغ تھے اورنسب نامہ یوں منقول ہے:

معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن سارده بن یزید بن جشم بن خزرج اکبر۔

آپ کا نام: معاذ،کنیت: ابوعبدالرحمٰن،القاب: کنز العلماء، امام الفقہاء اور عالم ربانی وغیرہ تھے۔سعد بن علی کے دوفرزند تھے:

(۱) سلمہ: ان کی نسل سے بنوسلمہ قبیلہ وجود میں آیا اور اسی سے متعلق یہ صحابہ گزرے ہیں: حضرت ابوقتادہ،حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت کعب بن مالک،حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

(۲) ادی: ہجرت مدینہ کے وقت ان کا ایک فرزند موجود تھا' جو بعد میں فوت ہوگیا اوران کا خاندان آگے نہ بڑھ سکا بلکہ نسل نامہ منقطع ہوگیا۔

دامن اسلام میں:

آپ کی طبیعت فطرۃً اثر پذیر تھی،نبوت کے بارہویں سال مدینہ منورہ میں تبلیغ دین کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے قبول اسلام میں تاخیر سے کام نہ لیا۔حج کا موسم آنے پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک جماعت مکہ کی طرف روانہ ہوئی جس میں کفار ومشرکین سب لوگ شامل تھے،رات کے وقت اس قافلہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت اسلام لی۔بیعت کرنے کے بعد یہ قافلہ مدینہ طیبہ واپس پلٹا تو مدینہ طیبہ مطلع انوار اور مرکز اسلام بن گیا۔

حضرت معاذ بن جبل کو کم سن ہونے کے باوجود بتوں کے وجود اوران کی عبادت سے سخت نفرت تھی،بنوسلمہ کے اکثر گھروں میں شمع اسلام روشن ہوچکی تھی۔کچھ ایسے لوگ بھی موجود تھے،جو اپنے آباؤ اجداد کے دین پر قائم تھے،بتوں کا دفاع کرتے،ان کی عبادت کرتے اوران کے نام پر نذر ونیاز پیش کرتے تھے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری سے ان لوگوں کی بھی اصلاح ہوگئی اور وہ دامن اسلام سے وابستہ ہوگئے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بھی بتوں سے محبت کرنے والے لوگوں میں شمار ہوتے تھے،انہوں نے لکڑی کا ایک خوبصورت بت بنا رکھا تھا،گھر کے مخصوص مقام پر رکھا ہوا تھا،صبح وشام اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ایک رات وہ غفلت کی نیند سوئے ہوئے تھے،حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے چند نوجوان ساتھیوں کے ہمراہ عمرو بن جموح کے گھر پہنچے،بت اپنے مقام سے اٹھایا،ایک گڑھے میں پھینک دیا۔عمرو بن جموح بیدار ہوئے،بت کو نہ پا کر پریشان ہوگئے،بت کی تلاش میں نکل پڑے،

کوشش کے بعد ایک گڑھے سے بت دستیاب ہوا، اسے پکڑا، دھویا اور خوشبو لگا کر پھر اپنے مقام پر رکھ دیا۔ پھر غیض وغضب میں ڈوب کر اعلان کیا: اگر بت کے ساتھ یہ معاملہ کرنے والے کا علم ہو جائے تو میں اس کی بری خبر لوں گا۔ بت کے ساتھ ایسا کئی بار واقعہ پیش آنے پر وہ بھی بتوں سے بیزار ہو کر دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طبیعت ابتداء سے ہی اسلامی تعلیمات کی طرف راغب تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ میں تشریف لائے تو آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے پھر فیضان نبوت کے باعث اجلہ صحابہ میں شمار ہونے لگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر شفقت ومہربانی فرمایا کرتے تھے، انہیں اسرار ورموز کی تعلیم فرمایا کرتے اور اپنی سواری پر انہیں اپنا ردیف بنالیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا ردیف بنایا، پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ و سعدیك! آپ نے تین دفعہ انہیں انہی الفاظ سے مخاطب کیا اور انہوں نے ہر بار انہی الفاظ کے ساتھ جواب دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی صدق دل سے کلمہ توحید پڑھ لیتا ہے، اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے، عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اس بشارت کا لوگوں میں اعلان کر دوں؟ فرمایا: نہیں، ورنہ لوگ عمل کرنا ترک کر دیں گے۔ (الصحیح للبخاری)

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے معاذ بن جبل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، فرمایا: وہ یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت وریاضت کریں، کفر وشرک سے اجتناب کریں۔ پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! کیا تمہیں علم ہے کہ بندوں کا خداوند پر کیا حق ہے؟ جواب دیا: اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، فرمایا: بندوں کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دروازے پر کھڑے دیکھا تو ایک چیز کی تعلیم دی۔ پھر ایک موقع پر فرمایا: اے معاذ! کیا میں تمہیں جنت کا دروازہ بتاؤں؟ عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! فرمایا: وہ یہ ہے: لاحول و لاقوۃ الا باللہ ۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں سفر پر تھے، دوران سفر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیں جس کی وجہ سے جہنم سے نجات حاصل ہو جائے اور جنت میں داخل ہو جاؤں؟ فرمایا: تم نے بہت اہم سوال کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ کام بہت آسان ہے، وہ یہ ہے: شرک سے اجتناب کرو، اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کرو، نماز ادا کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور حج بیت اللہ کرو۔ پھر فرمایا: خیر کے کئی دروازے ہیں جو میں بتاتا ہوں: روزہ ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے، صدقہ آتش معصیت کو بجھا دیتا ہے اور رات کے وقت پڑھی جانے والی نماز۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ الخ ۔ پھر فرمایا: میں تمہیں اسلام کے سر، عمود اور چوٹی کے بارے میں بتاتا ہوں

اس کا سر اور پاؤں تو نماز ہے اور چوٹی جہاد ہے۔

مواخات:

ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے مابین رشتہ اخوت قائم کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا مہاجر بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔

غزوات میں شمولیت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شجاعت و بہادری کے اوصاف کے جامع تھے، ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا کم سن ہونے کے باوجود آپ اس میں شامل ہوئے۔ آپ نے تمام غزوات میں شمولیت کی سعادت حاصل کی اور کردار ادا کیا۔

خدمت امامت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسلام سے وابستہ ہونے کے بعد حفظ قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا، نزول قرآن کا سلسلہ مکمل ہوتے ہی آپ حافظ قرآن بن چکے تھے۔ محلہ بنو سلمہ میں مسجد تعمیر کی گئی، جس میں بطور امام آپ خدمات انجام دینے لگے۔ ایک دن نماز عشاء میں آپ نے طویل قرأت کی، صفوں میں ایک شخص معمر ہونے کے علاوہ کھیتوں میں ہل چلانے کی وجہ سے تھکا ماندا تھا، وہ زیادہ دیر کھڑا نہ ہوسکا، نیت توڑ کر گھر واپس آ گیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس شخص کے بارے میں علم ہوا تو فرمایا: یہ منافق شخص ہے، جو نماز توڑ کر گھر روانہ ہو گیا اور اس نے بارگاہِ رسالت میں طویل سورتوں کے تلاوت کرنے کی شکایت کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور انہیں فرمایا: کیا آپ لوگوں میں فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نماز میں قرآن کی چھوٹی سورتوں کی قرأت کیا کریں، کیونکہ نمازیوں میں ضعیف، بوڑھے اور ارباب حاجت ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

امارت یمن اور اشاعت اسلام:

اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، آپ میں امارت و اہتمام کی خوبی بھی کمال درجہ کی پائی جاتی تھی، ۹ھ میں اہل یمن دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تو وہاں کا قاصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی طرف سے انہیں یمن کا حاکم بنا دیا گیا، یمن روانگی سے قبل آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے معاذ! تمہارے ہاں کوئی قضیہ آئے تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! قرآن کی روشنی میں مسئلہ کا حل تلاش کروں گا، فرمایا: اگر قرآن سے اس کا حل نہ مل سکا' تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کا حل احادیث کی روشنی میں تلاش کروں گا، فرمایا: اگر اس کا حل احادیث میں بھی موجود نہ ہو' تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسی صورت میں قرآن و سنت کے احکام کو پیش نظر رکھتے ہوئے قیاس سے کام لوں گا۔ اس جواب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور خصوصی دعاؤں کے ساتھ یمن روانہ

گیا۔ آپ یمن میں عرصہ دراز تک نہایت کامیابی کے ساتھ امارت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ محض امیر ہی نہیں تھے بلکہ بیک وقت امارت، قضاء اور درس و تبلیغ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ انتظامی امور میں سہولت کے لیے یمن کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ہر حصہ کا حاکم الگ تھا جبکہ مرکزی امارت آپ کے پاس تھی۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(i) حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ — صنعاء کے حاکم

(ii) حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ — کندہ کے حاکم

(iii) حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ — حضر موت کے حاکم

(iv) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ — زبید اور ساحل کے حاکم

یہ چاروں امراء نہایت دیانت وامانت کے ساتھ جزیہ، زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ وضع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

رکن مجلس شوریٰ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قرآن واحادیث پر مہارت تامہ حاصل تھی، کئی اہم امور کا فیصلہ آپ نے فرمایا تھا اور اس علمی فیضان کا نتیجہ تھا کہ آپ دور صدیقی اور دور فاروقی میں مجلس شوریٰ کے سرکردہ رکن رہے تھے۔

تلامذہ:

آپ نے دو شادیاں کیں، ایک بیٹا تھا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ آپ تاحیات تدریس قرآن، تبلیغ دین اور اشاعت دین کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی روحانی اولاد (تلامذہ) کی تعداد کثیر ہے، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابن عدی، (۲) حضرت ابن ابی اوفیٰ اشعری، (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ، (۴) حضرت جابر بن انس، (۵) حضرت ابوثعلبہ خشنی، (۶) حضرت جابر بن سمرہ السوائی، (۷) حضرت مالک بن نیجامر، (۸) حضرت عبدالرحمٰن بن غنم، (۹) حضرت ابومسلم خولانی، (۱۰) حضرت ابوعبداللہ صنابحی، (۱۱) حضرت ابووائل، (۱۲) حضرت مسروق، (۱۳) حضرت جنادہ بن ابی امیہ، (۱۴) حضرت ابوادریس خولانی، (۱۵) حضرت جبیر بن نفیر، (۱۶) حضرت اسلم مولیٰ حضرت عمر، (۱۷) حضرت اسود بن بلال، (۱۸) حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

وفات:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ۱۸ھ کو چھتیس (۳۶) سال کی عمر میں دمشق اور بیت المقدس کے مابین صوبہ غور کے شہر "بیسان" میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ یہ وہ مقدس شہر ہے جس کے مشرقی حصہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا تھا۔ (ماخوذ حیات صور الصحابہ از ڈاکٹر عبدالرحمٰن رافت پاشا از صفحہ ۴۱۵ تا ۴۲۰)

☆☆☆☆

۲-حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: زید، کنیت: ابوخارجہ، ابوعبدالرحمن، القاب: مقری، فرضی، حبر الامت، کاتب الوحی، باپ کا نام: ثابت اور قبیلہ خزرج کے خاندان نجار کے چشم و چراغ تھے۔ شجرہ نسب حسب ذیل ہے:

زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار۔ والدہ محترمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھیں اور ان کا اسم گرامی: نوار بنت مالک بن معاویہ بن عدی۔

زمانہ جاہلیت میں متعدد لڑائیاں وقوع پذیر ہوئیں، ان میں سے زیادہ مشہور لڑائی ''یوم بعاث'' تھی، جو ہجرت مدینہ سے چھ سال قبل لڑی گئی تھی، اس میں آپ کے والد گرامی قتل ہوئے جبکہ آپ کی عمر چھ (۶) سال تھی۔

دامن اسلام میں:

قبول اسلام سے قبل آپ کو بتوں اور ان کی عبادت سے نفرت تھی، جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں ایک مدرس و مبلغ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے، قبل از بلوغت گیارہ (۱۱) سال کی عمر میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، اگر کسی کا قبول اسلام قبل از بلوغت قابل فخر ہوسکتا تو آپ کا اسلام تھا اور دامن اسلام سے وابستہ ہونے سے پہلے آپ کو شرک اور غیر اللہ کی عبادت سے سخت نفرت تھی۔ اس طرح آپ کا بچپن، جوانی اور زندگی کا آخری حصہ پاک و قابل ستائش تھا۔

غزوات میں شرکت:

دامن اسلام سے وابستہ ہونے کے بعد آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے وقت تک متعدد سورتوں کے حافظ بن چکے تھے، نہایت خوبصورتی سے تلاوت قرآن کرتے تھے، آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو بتایا گیا: حضور! یہ لڑکا بنی نجار سے متعلق ہے، قرآن کریم خوبصورتی سے پڑھتا ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تلاوت قرآن سنائی جس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔

۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا، اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر تیرہ (۱۳) سال تھی، آپ نے جہاد میں شمولیت کا عزم بالجزم کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم سن بچوں کو واپس کر دیا تھا اور آپ بھی دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر واپس پلٹ آئے تھے۔

۵ھ میں غزوۂ اُحد پیش آیا، اس وقت آپ کی عمر سولہ (۱۶) سال تھی، اس غزوہ میں آپ نے شرکت کی، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ علاوہ ازیں آپ غزوہ خندق، غزوۂ تبوک وغیرہ میں بھی شامل ہوئے۔ دور صدیقی میں مسیلمہ کذاب کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے جنگ یمامہ لڑی گئی، آپ اس میں شامل تھے۔

اتحاد و اصلاح امت کا جذبہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے پر انصار صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، اس اجلاس کے صدر نشین حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے، انصار نے مسئلہ خلافت پر زور و شور سے تقاریر کیں، اس بات پر زور دیا کہ خلافت مہاجرین کا نہیں بلکہ انصار کا حق ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں موجود تھے لیکن کم سن ہونے کی وجہ سے انصار کے سامنے لب کشائی نہ کر سکے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم وغیرہ مہاجرین سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لائے، مسئلہ خلافت پر سب سے قبل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، تو انصار کی طرف سے سب سے قبل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کی تائید کی، آپ نے نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من المهاجرین وانما الامام یکون من المهاجرین ونحن انصاره کما کنا انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق مہاجرین سے تھا، امیر مہاجرین سے ہونا چاہیے اور ہم اس کے انصار ہوں گے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم انصار تھے۔

آپ کی اس تجویز کو پسند کیا گیا، اہل مجلس آپ کی آواز کو دبا نہ سکے، پھر انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دست اقدس اپنے ہاتھ میں لے کر اعلان کیا: سب سے پہلے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کی تجویز کو بنیاد بنا کر مسئلہ خلافت حل کر لیا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلاطین و والیان ملک کے خطوط آتے تھے، اکثر خطوط سریانی و عبرانی زبان میں ہوتے تھے، یہود کے علاوہ سریانی زبان کو کوئی نہیں جانتا تھا، مسلمانوں کو یہود پر اعتماد نہیں تھا، پھر خطوط راز داری پر مبنی ہوتے تھے، ان کے مضمون کا صرف مسلمانوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہونا چاہیے تھا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نہایت درجہ کے ذہین و فطین تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم سریانی و عبرانی زبان سیکھ لو، چنانچہ انہوں نے چند ایام میں ان زبانوں کو اتنا سیکھ لیا کہ خطوط پڑھ لیتے تھے اور ان کے جواب لکھ لیتے تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ذہانت و فطانت کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منصب کتابت پر فائز فرمایا، آپ کے وصال تک یہ خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر دور صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی اسی منصب پر خدمات انجام دیتے رہے۔ تاہم کثرت امور کے سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت معیقیب دوسی رضی اللہ عنہ کو ان کا معاون تعینات کیا گیا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ کو بطور قاضی تعینات کیا گیا، عہدہ قضاء میں بھی آپ نے عدل و انصاف کا معیار بلند رکھا۔ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (خلیفہ وقت) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا کسی معاملہ میں نزاع

ہو گیا، قضیہ آپ کی عدالت میں پیش کیا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر آپ اٹھ کھڑے ہوئے، اپنی کرسی انہیں پیش کر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے زید! یہ ناانصافی کا پہلا اقدام ہے، یہ عدالت ہے مجھے فریق کے برابر رکھا جانا چاہیے۔ چنانچہ دونوں بزرگ مساوی سطح پر عدالت میں بیٹھے، مقدمہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدعی تھے، جن کے ذمہ گواہ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدعی علیہ تھے جن کے انکار پر قسم واجب ہوتی تھی، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے خلافت کے آداب کے پیش نظر مدعی سے فرمایا: خواہ یہ قاعدہ یا شرعی مسئلہ نہیں ہے لیکن آپ امیر المؤمنین کو قسم سے معاف کر سکتے ہیں۔ اس درخواست پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس رعایت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، فیصلہ میں عمر اور ایک عام مسلمان آپ کے نزدیک برابر ہونے چاہییں۔

رکن مجلس شوریٰ:

مسائل کے حل اور شرعی فیصلوں کو نپٹانے کے لیے مہاجرین اور انصار صحابہ پر مشتمل عہد صدیقی میں مجلس شوریٰ تجویز کی گئی تھی، آپ اس کے متحرک رکن تھے۔ یہ مجلس دور فاروقی میں بھی برقرار رکھی گئی، تو آپ اس دور میں بھی باقاعدہ اس کے رکن تھے۔

امارت مدینہ کی خدمت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو انتظامی امور کے حوالے سے بھی کثیر خوبیوں سے نوازا گیا تھا، دور فاروقی اور عہد عثمانی میں آپ کو کئی بار امارت مدینہ تفویض کی گئی اور آپ نے نہایت امانت و دیانت کے ساتھ خدمات انجام دیں۔ ۱۶ھ اور ۱۷ھ میں دو بار حج پر روانگی کے وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امارت مدینہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سفر شام پر روانہ ہوتے وقت بھی آپ کو اپنا نائب قرار دیا تھا۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوتے تو امارت مدینہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دیتے تھے۔

تقسیم مالِ غنیمت:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور اقدس رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ اور علمی جانشین تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد ہمایوں میں مالِ غنیمت خود تقسیم فرماتے تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یرموک میں مسلمانوں کے ہاتھ میں آنے والا مالِ غنیمت حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تقسیم کیا تھا، جب انصار صحابہ کے وظائف مقرر کیے گئے تو ان کی تقسیم کی خدمت بھی آپ کے سپرد تھی، آپ کی تقسیم کاری میں کسی شخص کو کبھی اعتراض کا موقع نہیں ملا تھا، کیونکہ آپ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: لا ایمان لمن لا امانۃ لہ، کی حقیقت سے خوب آگاہ تھے۔

خانگی حالات اور اولاد امجاد:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام: جمیلہ، کنیت: ام سعد، مشہور صحابی رسول حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی

اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں جبکہ خود بھی صحابیہ تھیں۔آپ کے بیٹوں اور پوتوں کا علم حدیث میں ایک نام اور مقام تھا اور مختصر شجرہ یوں بیان کیا جاتا ہے:

حضرت زید، حضرت یحییٰ، حضرت سلیمان، حضرت عمارہ، حضرت سعد، حضرت اسماعیل، حضرت سلیط، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت عبداللہ، حضرت سعید، حضرت قیس، حضرت یعقوب اور حضرت زکریا رضی اللہ عنہم۔

وفات:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ۴۶ھ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں چھپن (۵۶) سال کی عمر میں مدینہ میں وصال فرمایا۔مروان بن حکم (امیر مدینہ) نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع (قبرستان) میں مدفون ہوئے۔آپ کے وصال کی خبر سن کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آج دنیا سے حبر الامہ اٹھ گیا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: دیکھو! علم اس طرح دنیا سے جاتا ہے، آج علم کا بہت بڑا حصہ دفن ہوگیا۔حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بطور مرثیہ یہ شعر کہا تھا:

فمن للقوا فی بعد حسان وابنه ومن للمعانی بعد زید بن ثابت رضی الله عنه

حسان، اس کے بیٹے کے بعد اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے بعد معنیٰ فہمی کا خاتمہ ہوگیا ہے۔(ایضاً از صفحہ ۳۰۲ تا ۳۰۶)

۳-حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: ابی، کنیت: ابوالطفیل، ابوالمنذر، القاب: سید المسلمین، سید الانصار، قبیلہ: نجار کے مشہور خاندان معاویہ سے متعلق تھے۔آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار۔

والدہ کا اسم گرامی: صہیلہ تھا' جو عدی بن نذر کے سلسلہ سے متعلق تھیں اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔اسی تعلق کی وجہ سے حضرت ابوطلحہ انصاری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما دونوں پھوپھی زاد بھائی تھے۔

آپ کی دو کنیتیں تھیں: (۱) ابوالمنذر: یہ کنیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تجویز کی گئی تھی۔(۲) ابوالطفیل: یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے لخت جگر "طفیل" کی نسبت سے تجویز فرمائی تھی۔آپ کے ابتدائی حالات پردہ خفا میں ہیں۔تاہم زمانہ جاہلیت میں شراب خوری آپ کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کا ایک حلقہ قائم کیا تھا، آپ اس حلقہ کے ایک ممتاز رکن تھے۔

حلیہ:

آپ کا قد میانہ، جسم دبلا، رنگ سفید مائل بہ سرخی، چہرہ خوبصورت، گفتار ورفتار میں میانہ روی۔

دامن اسلام میں:

مدینہ طیبہ میں یہود کا مذہبی تسلط وغلبہ تھا، آسمانی کتب بالخصوص تورات کا مطالعہ کر چکے تھے، اسلامی پیغام نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا اور کچھ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عقبہ میں بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا تھا، آپ ان میں سے ایک تھے اور یہی ان کے قبول اسلام کی تفصیل ہے۔

مواخات:

ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار میں رشتہ مواخات قائم کیا تھا، اس مواخات کی تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت ہے، آپ کا رشتہ مواخات مشہور عشرہ مبشرہ میں شامل صحابی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا تھا۔

اخلاق واطوار:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں تکلف تھا، گھر میں گدوں پر نشست کرتے تھے، دیوار پر لگائے گئے شیشہ سے کنگھی کرتے تھے، بڑھاپے کے دنوں میں سر اور داڑھی کے بال درست رکھتے تھے جبکہ بال سفید ہونے پر کنیز بال سنوارتی تھی۔

آپ نے ایک دفعہ کسی شخص کو قرآن کی ایک آیت سکھائی، اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ آیت سنی، دریافت کیا: تم نے کس سے یہ آیت سیکھی تھی؟ اس نے جواب دیا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے۔ آپ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، دریافت کیا: کیا آپ نے وہاں کسی شخص کو آیت سکھائی تھی؟ جواب دیا: ہاں، دریافت کیا: آپ نے کس سے آیت سیکھی تھی؟ جواب دیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پھر دریافت کیا: کیا تم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت خود سکھائی تھی؟ آپ غصہ میں آگئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جبریل پر نازل کی تھی، حضرت جبریل علیہ السلام نے قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی، اس میں خطاب یا اس کے لڑکے سے مشورہ نہیں لیا۔ یہ جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے گھر پلٹ گئے۔

ایک دفعہ ایک آیت کے بارے میں اختلاف رائے ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو طلب کیا، ان سے وہ آیت سنی، انہوں نے اس آیت کی تلاوت کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ناک کی طرف اشارہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ آیت دوسرے طریقہ سے پڑھی تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ناک کی طرف اشارہ کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب ہم آپ کی پیروی کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ شامیوں کی ایک جماعت مدینہ میں لائے تاکہ انہیں قرآن کی تعلیم سے مزین کیا جائے، ان لوگوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن سیکھا، ایک شخص قرآن کی ایک آیت تلاوت کر رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر دریافت کیا: تم نے یہ آیت کس سے سیکھی ہے؟ اس نے جواب دیا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ایک شخص کو بھیجا تاکہ وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بلا لائیں، وہ دونوں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، وہ اس وقت اونٹ کو چارہ دے رہے تھے، وہ پیغام ملتے ہی اپنا دامن چڑھاتے ہوئے، اپنے ہاتھ میں

چارہ پکڑے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے، انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان سے وہ آیت سنی، دونوں کی قرأت میں اختلاف تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید کی، اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے غصہ کی حالت میں فرمایا: خدا کی قسم! اے عمر! تم خوب جانتے ہو کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندر ہوتا تھا جبکہ تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے، آج تم لوگ میرے ساتھ یہ سلوک کرتے ہو؟ قسم بخدا! اگر تم چاہتے ہو تو میں تاحیات نہ سکھاؤں گا، اپنے گھر میں بند ہو کر رہ جاؤں گا اور کسی سے بولوں گا بھی نہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا ہے، آپ اس کا فیضان عام کریں۔

علم وفضل:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو علوم قدیمہ وجدیدہ سب سے سرفراز فرمایا گیا تھا، یہ علم وفضل فیضان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نظر کرم کا نتیجہ تھی۔ اس سلسلہ میں چند حقائق حسب ذیل پیش کیے جاتے ہیں:

مدینہ طیبہ میں مہاجرین وانصار کاروبار سے اپنا بازار گرم کیے ہوئے تھے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں قرآن فہمی، تدریس قرآن، قرأت قرآن اور تلاوت قرآن کے حوالے سے اپنی الگ دکان سجائے ہوئے تھے۔ قرآن فہمی کے حوالے سے آپ مہاجرین وانصار میں سے کوئی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے تلاوت قرآن سنا کرتے تھے۔

آسمانی کتب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد واوصاف کے حوالے سے مذکور مضامین سے آپ واقف تھے، صحابہ کرام کے ہاں آپ کی جلالت علمی مسلمہ تھی حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے در دولت میں جا کر مختلف مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن اور حبر الامت ہونے کے باوجود آپ کی درسگاہ میں حاضر ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔

آپ نے براہ راست رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم اسلامیہ اور علوم قرآنیہ کا فیضان حاصل کیا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا ہر صحابی آپ کے حلقہ درس میں بیٹھنا سعادت تصور کرتا تھا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ میں امامت واجتہاد کا منصب حاصل تھا۔ آپ قرأت قرآن، تفسیر قرآن، شان نزول آیات، آیات ناسخ ومنسوخ، علم حدیث اور علم فقہ وغیرہ میں اپنی مثال آپ تھے۔

دور رسالت میں فقط پانچ صحابہ ایسے تھے جنہوں نے حفظ اور علوم قرآن میں مہارت حاصل کی تھی، آپ ان کے بھی امام وقائد تھے اور آپ کی قرآن فہمی کے نتیجہ میں حسب ذیل علمی تصورات سامنے آئے:

(الف) قرآن مکمل ضابطہ حیات ہے۔

(ب) قرآن مسلمانوں کے لیے بے مثال دستور العمل ہے۔

(ج) اس میں اقوام ماضی کا دلپذیر تذکرہ ہے۔

(د) قرآن آخری آسمانی کتاب ہے، جو تمام کتب سماوی کی جامع ہے۔

(ر) قرآن کے احکام دائمی اور تا قیامت مسلمانوں کے لیے راہنما ہیں۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

ہر صحابی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگا ہوا تھا لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ ان کے امام تھے، رات کے وقت جب لوگ غفلت کی نیند کے مزے لوٹ رہے ہوتے تھے، تو آپ اپنے گھر کے ایک کونے میں مصلیٰ بچھا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتے تھے، زبان سے قرأت کرتے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے۔

آپ تین رات میں قرآن ختم کیا کرتے، اور رات کے ایک حصہ میں درود و سلام کا وظیفہ کر کے اپنے عشق رسول کا ثبوت فراہم کرتے تھے۔ استن حنانہ کو اٹھا کر بطور تبرک اپنے گھر رکھ لیا تھا، جب تک دیمک نے اسے کھا نہ لیا اسے اپنے گھر سے جدا نہ کیا۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب آپ کو بدعات و منکرات سے سخت نفرت تھی۔ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو چکا تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز عشاء کے بعد مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ انفرادی طور پر نماز تراویح ادا کر رہے ہیں، آپ نے خیال کیا کہ کیوں نہ سب نمازی ایک امام کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کرنے کی سعادت حاصل کریں، اس مقصد کی تکمیل کے لیے آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بطور امامت خدمات انجام دینے کا حکم دیا، انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا: جو کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ میں کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کام میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ چنانچہ حسب حکم آپ نے باجماعت نماز تراویح پڑھانے کا سلسلہ جاری کیا پھر آج تک مسلمان رمضان المبارک میں باجماعت نماز تراویح کرتے آرہے ہیں۔

ایک دفعہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ہم زندگی میں بیمار ہوتے ہیں یا مختلف تکالیف اٹھاتے ہیں، تو کیا ان کا بھی کوئی ثواب ہے؟ فرمایا: ہاں، یہ امور گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا چھوٹی تکالیف بھی گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں؟ فرمایا: ہاں، حتیٰ کہ کانٹا لگنے سے بھی گناہ مٹ جاتے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس خواہش کا اظہار کیا: کاش! ہمہ وقت میں بخار میں مبتلا رہوں، تاکہ میرے گناہ مٹتے رہیں۔ تاہم جسم میں اتنی قوت باقی رہے کہ نماز پڑھ سکوں، حج و عمرہ ادا کر سکوں اور رمضان المبارک کے روزے رکھ سکوں۔

وفات:

۳۹ھ کو دور عثمانی میں جمعۃ المبارک کے دن مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی زوجہ کا نام اُمّ الطفیل تھا، جو صحابیہ رسول اور راویات حدیث میں سے ایک تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں اور ایک صاحبزادی سے نوازا، ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت طفیل، (۲) حضرت محمد بن ابی، (۳) حضرت ربیع، (۴) حضرت اُمِّ عمر رضی اللہ عنہم۔

(ماخوذ از شرح انتخاب احادیث بخاری ج ا ص ۲ ۵۷۲ تا ۵۸۵)

۴- حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا تعارف

آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، آپ کا تذکرہ و تعارف اصحاب عشرہ مبشرہ کے ضمن میں آ چکا ہے۔ لہٰذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

خلفاء ثلاثہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم کے امتیازات وخصوصیات:

ان روایات میں سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امتیازات وخصوصیات بیان کی گئی ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پوری امت میں سب سے زیادہ مہربان اور نرم مزاج تھے۔

۲- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ذات باری تعالیٰ اور دین کے حوالے سے سب سے زیادہ سخت گیر تھے۔

۳- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شرم وحیاء کے اعتبار سے بے مثل و بے مثال تھے۔

۴- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ دین کے حلال وحرام احکام جاننے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

۵- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ علم میراث کے احکام ومسائل جاننے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔

۶- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ علم قرأت میں اپنی مثال آپ تھے۔

۷- حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ امانت ودیانت کے حوالے سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

3725 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِيْ قَالَ نَعَمْ فَبَكَى

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3725 - اخرجه البخاری (۱۵۸/۷): كتاب مناقب الانصار: باب: مناقب ابی بن كعب رضی الله عنه، حديث (۳۸۰۹)، (۵۹۷/۸): كتاب التفسير، حديث (۴۹۵۹ - ۴۹۶۰ - ۴۹۶۱)، ومسلم (۱۴۱/۳ - الابی) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: استحباب قراءة القرآن على اهل الفضل و الحذاق فيه، و ان كان القارى افضل من القروء عليه، حديث (۲۴۵ - ۷۹۹/۲۴۶)، و(۲۴/۸ - الابی): كتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالى عنهم، باب: من فضائل ابی بن كعب و جماعة من الانصار، رضی الله تعالى عنهم، حديث (۱۲۱ - ۷۹۹/۱۲۲)، و احمد (۱۳۰/۳ - ۱۳۷ - ۱۸۵ - ۲۱۸ - ۲۳۳ - ۲۷۳ - ۲۸۴)، و عبد بن حميد ص (۳۵۹) حديث (۱۱۹۳) من طريق قتادة عن انس رضی الله عنه، فذكره.

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَهُ نَحْوَهُ

◆◆ ابوقلابہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے سورہ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی تلاوت کروں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا اس نے میرا نام لیا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تو حضرت ابی رو پڑے۔

3726 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ يُحَدِّثُ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ فَقَرَاَ عَلَيْهِ (لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ) فَقَرَاَ فِيْهَا اِنَّ ذَاتَ الدِّيْنِ عِنْدَ اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ الْمُسْلِمَةُ لَا الْيَهُوْدِيَّةُ وَلَا النَّصْرَانِيَّةُ مَنْ يَّعْمَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُّكْفَرَهُ وَقَرَاَ عَلَيْهِ وَلَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِّنْ مَالٍ لَّابْتَغَى اِلَيْهِ ثَانِيًا وَّلَوْ كَانَ لَهُ ثَانِيًا لَّابْتَغَى اِلَيْهِ ثَالِثًا وَّلَا يَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

اختلافِ روایت: رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ وَقَدْ رَوٰى قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاُبَيٍّ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

حضرت اُبی بن کعب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے تلاوت کروں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ تلاوت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ بھی فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقی دین وہ ہے' جو باطل سے ہٹ کر حق پر گامزن ہو اور مسلمان ہو' یہودیت یا عیسائیت نہیں ہے۔ جو شخص جو نیکی کرے گا' اسے ضائع نہیں کیا جائے گا"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ بھی فرمایا:

"ابنِ آدم کے پاس اگر مال کی ایک وادی ہو' تو وہ دوسری حاصل کرنا چاہے گا' اگر دو ہوں' تو وہ تیسری کا طلبگار ہوگا۔ ابنِ آدم کے پیٹ کو صرف مٹی بھر سکتی ہے' اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔ یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

ایک سند کے ہمراہ یہ منقول ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے

3726 - اخرجه احمد (۵/۱۳۱)، و عبد الله بن احمد في زوائده على المسند (۵/۱۳۲) من طريق شعبة عن عاصم بن بهدلة، عن زر، فذكره.

یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے تلاوت کروں۔

ایک سند کے ساتھ یہ منقول ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے تلاوت کروں۔

شرح

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو نامزد کر کے تلاوت قرآن سنانے کا حکم ہونا:

ان روایات میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت بیان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اے محبوب مکرم! آپ اپنے ہونہار شاگرد وصحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سورۃ البینۃ سنائیں، آپ نے حسب حکم انہیں مذکورہ سورت سنائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح امت کے لیے چار اہم امور بھی بیان فرمائے:

۱- دین اسلام صرف درست ہے، باقی تمام ادیان باطل ومردود (منسوخ) ہیں۔

۲- جو شخص کوئی نیکی کرتا ہے، اسے اس کے اجر سے ضرور نوازا جائے گا اور اس کی نیکی ضائع نہیں کی جائے گی۔

۳- انسان از راہ طبع لالچی واقع ہوا ہے، تاحیات طلب دنیا کو اپنا مقصد حیات تصور کرتا ہے۔

۴- انسان جب کسی برائی کا ارتکاب کر لیتا ہے، تو توبہ کرنے سے اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

سوال: سورہ بینہ سنانے کے لیے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو نامزد کرنے کی وجہ سے وہ کیوں روئے تھے؟

جواب: (i) یہ رونا مسرت وخوشی کی وجہ سے تھا۔ (ii) حقوق اللہ کی ادائیگی میں تقصیر کے سبب۔

3727 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّأَبُوْ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ مَنْ أَبُوْ زَيْدٍ قَالَ أَحَدُ عُمُومَتِي

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں چار لوگوں نے قرآن مجید جمع کیا

3727 - اخرجه البخاری (۱۵۹/۷): كتاب مناقب الانصار باب: مناقب زيد بن ثابت رضی الله عنه، حديث (۳۸۱۰)، و (۶۶۴/۸): كتاب فضائل الصحابة: باب: القراء ة من اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم، حديث (۵۰۰۳)، و مسلم (۳۴۵/۸ - الابی) كتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم، باب: من فضائل ابی بن كعب و جماعة من الانصار، رضی الله عنهم، حديث (۱۱۹ - ۲۴۶۵/۱۲۰)، واحمد (۲۳۳/۳ - ۲۷۷) من طريق قتادة عن انس بن مالك، فذكره.

تھا یہ انصاری تھے۔ یہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ ہیں۔

راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: حضرت ابوزید کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: میرے ایک چچا ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں چار صحابہ کا حفظ قرآن کرنا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنا مقصد حیات دین فہمی اور اس پر عمل قرار دیا تھا۔ اصحاب صفہ کی شکل میں صحابہ قرآن فہمی کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، احکام و مسائل سمجھتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ انہیں قرآن سے جنون کی حد تک دلی لگاؤ تھا، ناظرہ قرآن پڑھتے، زبانی یاد کرنے کی کوشش کرتے' اور بہت سے صحابہ ایسے تھے جنہوں نے دور رسالت میں مکمل قرآن حفظ کرلیا تھا۔

سوال: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حفاظ قرآن تھے لیکن حقائق بتاتے ہیں کہ حفاظ صحابہ کی تعداد کثیر تھی؟

جواب: اس روایت میں کل حفاظ صحابہ کی تعداد بیان نہیں کی گئی بلکہ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حفاظ قرآن کی تعداد بیان کی گئی ہے، جو کہ چار تھے۔

3728 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْ بَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ سُهَيْلٍ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر اچھے آدمی ہیں عمر اچھے ہیں ابوعبیدہ اچھے ہیں اسید بن حضیر اچھا آدمی ہے' ثابت بن قیس اچھا آدمی ہے معاذ بن جبل اچھا آدمی ہے معاذ بن عمرو اچھا آدمی ہے۔

3728 ۔ اخرجه احمد (۲/۴۱۹)، و البخاری فی الادب المفرد (۳۳۷)، من طریق سهیل بن ابی صالح، عن ابیه، عن ابی هریرة، فذکره۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث''حسن'' ہے،ہم اسے صرف سہیل نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چند صحابہ کرام کی ستائش فرمانا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بہت شفقت تھی، آپ چاہتے تھے کہ سب کے سب جنت میں داخل ہوں، اس مقصد کے حصول کے لیے آپ نے شب وروز کوشش کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ ومقام پوری امت سے ارفع واعلیٰ تھا اور اسی وجہ سے آپ اپنے صحابہ کی ستائش فرمایا کرتے تھے۔ حدیث باب میں سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ستائش فرمائی گئی ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔
(۳) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ (۴) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔
(۵) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ (۶) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔
(۷) حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ستائش کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شایان شان نہیں تھا، تو پھر ایسا کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: انبیاء ومرسلین علیہم السلام شاہکار ربوبیت ہیں، جن کی ستائش اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے، کیونکہ مصنوع کی تعریف درحقیقت صانع کی ہی تعریف ہوتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، شاہکار رسالت ہیں اور ان کی ستائش کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ومنزلت کے منافی ہرگز نہیں ہے بلکہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت وبزرگی کا اظہار ہوتا ہے۔

3729 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ

متنِ حدیث: قَالَ جَآءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا ابْعَثْ مَعَنَا اَمِيْنًا فَقَالَ فَاِنِّىْ سَاَبْعَثُ مَعَكُمْ اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ فَاَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ فَبَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَكَانَ اَبُوْ اِسْحٰقَ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ صِلَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ مُنْذُ سِتِّيْنَ سَنَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3729 - اخرجه البخاری (۱۱۷/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب ابی عبیدة بن الجراح رضی الله عنه، حدیث (۳۷٤٥)، و (٦٩٥/۷): كتاب المغازی: باب: قصة اهل نجران، حدیث (٤۳۸۰ - ٤۳۸۱)، (۲٤٥/۱۳): كتاب اخبار الاحاد، باب: ما جاء فی اجازة خبر الواحد، حدیث (۷۲٥٤)، و مسلم (۸/ ۲٦٤ - الابی) كتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم، باب: فضائل ابی عبیدة بن الجراح، رضی الله تعالی عنهم، حدیث (٥٥/ ۲٤۲۰) و ابن ماجه (٤۸/۱): المقدمة، حدیث (۱۳٥)، و احمد (۳۸٥/٥ - ۳۹۸ - ٤۰۰ - ٤۰۱)، من طریق ابی اسحاق عن صلة بن زفر، عن حذیفة بن الیمان، فذكره.

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ

اختلاف سند: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ قَالَ حُذَيْفَةُ قَلْبُ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ مِنْ ذَهَبٍ

◆◆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک سردار اور اس کا نائب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمارے ساتھ کسی امین شخص کو بھیج دیں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایسے امین کو بھیجوں گا' جو واقعی امین ہو گا لوگوں نے اس معاملے میں دلچسپی لی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھجوا دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابواسحق نامی راوی جب یہ حدیث بیان کرتے تھے' اور اسے صلہ کے حوالے سے' روایت کرتے تھے' تو یہ کہا کرتے تھے: میں نے یہ حدیث ساٹھ سال پہلے سنی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں: صلہ بن زفر کا دل سونے کا ہے۔

شرح

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا امین ہونا:

اس روایت میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا امتیاز وفضیلت بیان کی گئی ہے کہ آپ امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہیں۔ ایک سردار اور اس کا نائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے علاقہ کے لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہو چکے ہیں، ہماری راہنمائی کے لیے کسی امین وصادق شخص کو ہمارے ساتھ روانہ فرما دیں، آپ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایسے شخص کو روانہ کروں گا جو واقعی امین ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو روانہ کر دیا۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

سوال: خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی صادق وامین تھا، آپ کا تربیت یافتہ تھا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی تخصیص کا کیا مطلب ہوا؟

جواب: بلاشبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی صادق وامین تھا لیکن کمال درجہ کا یہ وصف حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ میں پایا جاتا تھا۔

3730 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ الدَّوْرَقِيُّ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ

متن حدیث: قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَيُّ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ قَالَتْ اَبُوْ بَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَتْ ثُمَّ عُمَرُ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَتْ ثُمَّ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ فَسَكَتَتْ

◄► عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے کون سے صحابی' نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ تھے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر۔ میں نے دریافت کیا: پھر کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا: عمر۔ میں نے دریافت کیا: پھر کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا: پھر ابوعبیدہ بن الجراح تھے۔ میں نے دریافت کیا: پھر کون تھے؟ تو وہ خاموش رہیں۔

3731 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْ بَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ سُهَيْلٍ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ابوبکر اچھا آدمی ہے۔ عمر اچھا آدمی ہے' ابوعبیدہ بن الجراح اچھا آدمی ہے۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور ہم اسے صرف سہیل نامی راوی سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں محبوب ترین صحابی:

ہر صحابی شاہکار رسالت تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض یافتہ اور تربیت یافتہ تھا۔ ہر صحابی آپ کا محبوب و پسندیدہ تھا لیکن بعض صحابہ کرام کو بعض امور میں امتیاز بھی حاصل تھا۔ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محبوب صحابی کون تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کیونکہ آپ نے اپنی جان، مال، اولاد اور وطن سب کچھ ایثار کر دیا تھا۔ سائل نے دوبارہ سوال کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے ہاں پسندیدہ شخصیت کون سی تھی؟ آپ نے جواب دیا: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ دین کے معاملہ میں آپ نہایت درجہ کے سخت گیر تھے۔ سائل کی طرف سے تیسری بار سوال کرنے پر حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے، جنہیں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا امین وصادق ہونے کا امتیاز واعزاز حاصل تھا۔

دوسری حدیث باب کی تشریح گزشتہ صفحات میں آ چکی ہے، لہٰذا یہاں اعادہ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 28: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3732 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ رَبِيْعَةَ الْإِيَادِيِّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ الْجَنَّةَ لَتَشْتَاقُ اِلٰى ثَلَاثَةٍ عَلِيٍّ وَّعَمَّارٍ وَّسَلْمَانَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت تین لوگوں کی مشتاق ہے علی' عمار اور سلمان

یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف حسن بن صالح نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تعارف

قبول اسلام کا تفصیلی واقعہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک وقت تک بتوں کی پوجا پاٹ کرتے رہے، پھر بت پرستی کو چھوڑ کر نصرانیت کو قبول کرلیا، پادریوں سے علوم حاصل کرتے رہے، یہی شوق انہیں عموریہ میں لے گیا، وہاں ایک معمر پادری تھا' جو آسمانی کتب کا ماہر تھا، اس میں روحانی کشش بھی موجود تھی، اس سے خوب علمی استفادہ کیا، پادری کا آخری وقت آیا تو ان کے انتقال سے قبل مشورہ کیا کہ وہ کس کے پاس جائے، انہوں نے بطور مشورہ کہا: اب کسی پادری کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے، اب نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بالکل قریب، آپ کی جائے پیدائش مکہ ہے، ہجرت گاہ یثرب ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات بتائیں، صورت و مہر نبوت سے بھی آگاہ کیا، پھر پادری دنیا سے رخصت ہوگیا۔ آپ کچھ عرصہ تک عموریہ میں رہے، پھر تجار کے ایک قافلہ کے چنگل میں پھنس گئے، وہ آپ کو مکہ لے آئے، ایک دن انہوں نے آپ کو یثرب کے یہودی کے ہاتھوں فروخت کردیا، وہ آپ کو لے کر یثرب پہنچا، وہاں آپ یہودی کے ہاں کام کرتے رہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، آپ مبعوث ہوئے، ہجرت کر کے یثرب تشریف لائے، آپ نے نبی آخرالزمان کی خدمت میں حاضر ہو کر علامات سے آپ کو پہچان لیا۔ پھر ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خرید کر آزاد کردیا۔ قبول اسلام کا مکمل اور تفصیلی واقعہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی زبانی سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

3732 - اخرجه الترمذی. ینظر (تحفة الاشراف) (۱/۱۶۶) حدیث (۵۳۲)، و ذکره السیوطی فی (جمع الجوامع)، حدیث (۵۰۲۹ - ۹۰۳)، و عزاه للترمذی، و ابی یعلی، و الحاکم، و للطبرانی عن انس.

میں اصفہان کی ایک بستی ''جیان'' کا رہنے والا ایک ایرانی نوجوان تھا۔ میرے والد اس گاؤں کے زمیندار، اس کے باشندوں میں سب سے زیادہ مالدار اور سماجی لحاظ سے سب سے بلند مقام و مرتبہ کے مالک تھے۔ وہ میرے روز پیدائش ہی سے میرے ساتھ غیر معمولی محبت رکھتے تھے اور ان کی یہ محبت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی اور اس میں شب و روز ترقی و اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے نقصان پہنچنے کے موہوم خطرات کے پیش نظر انہوں نے لڑکیوں کی طرح میرے گھر سے نکلنے پر سخت پابندی عائد کر دی۔ میں نے اپنے آبائی مذہب مجوسیت کا علم حاصل کرنے اور اس کے احکام و فرائض پر عمل کرنے میں غیر معمولی محنت اور دلچسپی سے کام لیا اور ترقی کر کے آتش کدہ کا مرزبان ہو گیا اور شب و روز اس کو دہکانے اور روشن رکھنے کی ذمہ داری میرے سپرد کر دی گئی۔

میرے والد کے پاس کافی زمین تھی جس سے بڑی مقدار میں غلہ حاصل ہوتا تھا۔ زمین کا انتظام اور فصلوں کی دیکھ بھال وہ بذات خود کرتے تھے۔ ایک بار کسی مصروفیت کی وجہ سے وہ گاؤں نہیں جا سکے اس لیے مجھ سے کہا: بیٹا! تم دیکھ رہے ہو کہ اپنی مصروفیت کے سبب میں کھیت پر نہیں جا سکتا۔ آج میری جگہ تم وہاں چلے جاؤ اور اس کی نگرانی کرو۔ والد صاحب کی ہدایت کے مطابق کھیت پر جانے کے ارادے سے گھر سے نکلا۔ راستے میں میرا گزر عیسائیوں کے ایک گرجا کی طرف سے ہوا۔ اس وقت گرجا میں نماز ہو رہی تھی۔ ان کی آواز کانوں میں پڑی تو میری توجہ ان کی طرف مبذول ہو گئی، چونکہ میرے والد نے گھر سے نکلنے اور لوگوں کے ساتھ ربط و تعلق قائم کرنے پر پابندی لگا دی تھی اس لیے میں نصاریٰ اور دیگر اہل مذاہب کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ چنانچہ جب میں نے ان کی آواز سنی تو یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں، گرجا میں داخل ہو گیا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو اس کی عبادت اور نماز کا یہ انداز مجھے بہت پسند آیا اور میرے اندر ان کے مذہب سے رغبت پیدا ہو گئی۔ میں نے دل میں کہا: بخدا! ان کا مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے، پھر میں غروب آفتاب تک ان کے ساتھ رہا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس کی اصل شام میں ہے۔ جب رات کو گھر واپس آیا تو میرے والد مجھ سے ملے اور انہوں نے میری کارگزاریوں کی روداد پوچھی۔ میں نے کہا: ابا جان! میرا گزر کچھ لوگوں کی طرف ہوا جو کنیسہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ مجھے ان کا طریقہ عبادت بہت پسند آیا اور غروب آفتاب تک ان کی صحبت میں رکا رہا۔ میرے اس عمل سے میرے والد صاحب بہت گھبرائے اور انہوں نے کہا: بیٹا! اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے۔ تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین اس سے بہتر ہے۔ میں نے کہا: ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! ان کا دین ہمارے دین سے اچھا ہے۔ میری بات سن کر والد صاحب کو اس بات کا خدشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں میں اپنے دین سے پھر نہ جاؤں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے گھر میں قید کر کے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔

موقع پا کر میں نے نصاریٰ کے یہاں پیغام بھیجا کہ اگر شام جانے والا کوئی قافلہ تمہارے پاس پہنچے تو مجھے آگاہ کر دینا۔ خوش قسمتی سے چند ہی روز کے بعد شام جانے والا ایک قافلہ ان کے پاس پہنچ گیا اور انہوں نے مجھے اس کی اطلاع کر دی۔ میں نے کوشش کر کے اپنے آپ کو بیڑیوں سے آزاد کیا اور چپکے سے ان کے ساتھ پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دریافت کیا کہ دین مسیحیت کا سب سے افضل آدمی کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ پادری جو گرجا کا متولی و منتظم ہے، اس وقت کا سب سے افضل اور بہتر نصرانی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں نصرانیت کی طرف مائل ہونا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس رہوں،

آپ کی خدمت کروں۔ آپ سے اس کی تعلیم حاصل کروں اور آپ کے ساتھ نماز پڑھوں۔ اس نے میری درخواست قبول کر لی اور مجھے اپنے ساتھ قیام کی اجازت دے دی۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ گرجا میں رہنے اور اس کی خدمت کرنے لگا لیکن چند ہی روز رہنے کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ اپنے اخلاق و عادات اور اپنی سیرت و کردار کے اعتبار سے وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے۔ وہ اپنے متبعین کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا اور ثواب کی خوشخبری سناتا۔ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے لوگ اسے مال دیتے تو وہ سب کچھ اپنے لیے جمع کر لیتا، فقراء و مساکین کو اس میں سے کچھ نہ دیتا۔ یہاں تک کہ دھیرے دھیرے اس کے پاس کافی دولت جمع ہو گئی اور اس کے یہاں سونے سے بھرے ہوئے سات گھڑے اکٹھے ہو گئے، اس کا رویہ دیکھ کر مجھے اس سے شدید نفرت ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد جب اس کا انتقال ہو گیا اور نصرانی اس کی تجہیز و تکفین کے لیے جمع ہوئے تو میں نے ان کو بتایا کہ یہ بہت برا شخص تھا، تم لوگوں کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا مگر تمہاری دی ہوئی پوری کی پوری رقم اپنی ذات کے لیے جمع کر لیتا تھا، اس میں سے محتاجوں اور ضرورت مندوں کو ایک حبہ نہیں دیتا تھا۔ انہوں نے کہا: تم کو کیسے معلوم؟ میں نے کہا: میں تم کو اس کا خزانہ دکھاتا ہوں اور میں نے وہ جگہ دکھا دی۔ انہوں نے وہاں سے سات گھڑے نکالے جو سونے چاندی سے پر تھے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: ''بخدا ہم اس کو ہرگز دفن نہیں کریں گے۔'' پھر انہوں نے اس کی لاش کو صلیب پر لٹکا کر اس پر پتھروں کی بارش کر دی۔

اس کے چند روز بعد انہوں نے اس جگہ ایک دوسرے شخص کو مقرر کر دیا اور میں اس کی صحبت میں رہنے لگا۔ میں نے دنیا میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ دنیا سے بے نیاز، آخرت کا مشتاق اور عبادت کا پابند ہو۔ میں اس سے غیر معمولی محبت کرنے لگا اور ایک مدت تک اس کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو میں نے اس سے عرض کیا:

''محترم! میرے لیے آپ کی کیا وصیت ہے؟ آپ مجھے اپنے بعد کس کی صحبت اختیار کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں؟'' اس نے جواب دیا:

بیٹا! اپنے علم کی حد تک میں صرف ایک شخص کو جانتا ہوں جو اس دین پر قائم ہے جس پر میں تھا۔ وہ فلاں شخص ہے، جو موصل میں رہتا ہے۔ اس نے صحیح دین میں کوئی تحریف نہیں کی ہے۔ حق اب صرف اسی کے پاس ہے۔

جب میرے مرشد کا انتقال ہو گیا تو میں موصل پہنچا اور اس شخص کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو اپنی پوری سرگزشت سے آگاہ کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ فلاں بزرگ نے اپنی موت کے وقت مجھے آپ کی صحبت اختیار کرنے کی وصیت کی تھی۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ اب صرف آپ ہی اس دین پر قائم ہیں جس پر وہ خود تھے۔ میری بات سن کر انہوں نے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی اور میں وہاں رہنے لگا۔ میں نے ان کو بہترین حالت پر پایا لیکن بدقسمتی سے میں زیادہ دنوں تک ان کی صحبت سے استفادہ نہ کر سکا۔ ان کی موت کا پروانہ جلد آ گیا، جب ان کے انتقال کی گھڑی قریب آ گئی تو میں نے عرض کیا:

''محترم! آپ کا وقت موعود آ گیا ہے اور آپ میرے مسئلے سے بخوبی واقف ہیں۔ اب آپ کی طرف سے میرے لیے کیا وصیت ہے، مجھے کس کے پاس جانے کی ہدایت فرماتے ہیں؟'' میری بات سن کر انہوں نے فرمایا:

''بیٹا! مجھے نہیں معلوم کہ ''نصیبین'' کے فلاں شخص کا سا کوئی دوسرا آدمی اس دین پر باقی ہے جس پر ہم لوگ ہیں۔ بس تم

وہاں جاؤ اور اسی کی صحبت اختیار کرو۔"

اس بزرگ کی تجہیز و تکفین کے بعد میں نصیبین والے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اپنے حالات اور اپنے مرشد کی ہدایت سے آگاہ کیا۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر رضامندی ظاہر کی اور میں ان کے پاس مقیم ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اسی حق پر قائم ہیں جس پر پہلے دونوں بزرگ تھے لیکن مجھے ان کی صحبت میں رہتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ان کا وقت بھی پورا ہو گیا۔ جب ان کی موت کا وقت آ گیا تو میں نے ان سے کہا:

"آپ کو میرے بارے میں سب معلوم ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میرا مقصد کیا ہے۔ جس کے لیے دردر کی خاک چھانتا پھر رہا ہوں۔ اب اپنے بعد آپ مجھے کس کے پاس جانے کی ہدایت فرما رہے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا:

"بیٹا! میری معلومات کی حد تک اب روئے زمین پر صرف ایک شخص رہ گیا ہے، جو اس دین پر قائم ہے۔ وہ فلاں شخص ہے، جو "عموریہ" میں رہتا ہے میرے بعد تم اسی کے پاس چلے جانا۔

میں ان کی ہدایت کے مطابق "عموریہ" پہنچا۔ تمام حالات و واقعات سے انہیں باخبر کیا اور بزرگ کی وصیت کا ذکر کرتے ہوئے ان کی خدمت میں قیام کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے اجازت دے دی اور میں ان کے ساتھ رہنے لگا۔ بخدا! وہ مذکورہ بزرگوں کے طریقے پر قائم تھے۔ میں ان کی صحبت سے مستفیض ہونے لگا۔ ان کے یہاں رہتے ہوئے میں نے کچھ گائیں اور بکریاں پالیں۔ جب ان کی موت کا وقت آ پہنچا تو میں نے ان سے کہا:

آپ میرے معاملے سے اچھی طرح واقف ہیں، میرے بارے میں کس کو وصیت کر رہے ہیں اور مجھے کیا حکم دے رہے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: "بیٹا! بخدا میرے علم کی حد تک روئے زمین پر اب ایسا کوئی شخص نہیں بچا ہے، جو اس دین پر قائم ہو جس پر ہم تھے لیکن وہ وقت قریب آ گیا ہے جب سرزمین عرب میں ایک نبی دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوگا، پھر وہ اپنے وطن سے کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا جو حرتین کے درمیان واقع ہے۔ اس کی چند واضح نشانیاں ہیں۔ وہ ہدیہ قبول کرے گا، صدقہ نہیں کھائے گا اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر ہو سکے تو تم اسی علاقے میں چلے جاؤ۔

ان کے انتقال کے بعد کچھ دنوں تک میں عموریہ میں مقیم رہا، ایک دن ادھر سے کچھ عرب تاجروں کا گزر ہوا، جو قبیلہ بنی کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: اگر تم لوگ مجھے اپنے عرب لیتے چلو تو میں تمہیں اپنی ساری گائیں اور بکریاں دے دوں گا۔ وہ تیار ہو گئے اور میں نے اپنے جانور ان کے حوالے کر دیے۔ جب قافلہ مدینہ اور شام کے درمیان واقع ایک مقام "وادی القریٰ" میں پہنچا تو انہوں نے میرے ساتھ غداری کی اور مجھے غلام بنا لیا۔ کچھ عرصہ بعد بنو قریظہ کا ایک یہودی اس کے یہاں آیا اور مجھے خرید کر اپنے ساتھ "یثرب" لے گیا۔ میں نے وہاں کھجوروں کے پیڑ دیکھے جن کا ذکر عموریہ والے بزرگ نے کیا تھا۔ اس کی بیان کردہ علامتوں کی مدد سے میں نے مدینہ کو پہچان لیا۔ اب میں اپنے نئے یہودی آقا کے ساتھ مدینہ میں رہنے لگا۔

اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تھے اور اپنی قوم میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اس دوران اپنی غلامی کی مصروفیات اور عدیم الفرصتی کے سبب ان کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر سکا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ ایک روز میں اپنے آقا کے باغ میں ایک کھجور پر چڑھا ہوا کچھ کام کر رہا تھا۔ میرا آقا اسی درخت کے نیچے بیٹھا تھا، اتنے میں اس کے قبیلے کا کوئی شخص آیا اور کہنے لگا:

"اللہ تعالیٰ بنو قیلہ کو ہلاک کرے۔ وہ سب قبا میں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو آج ہی مکہ سے ان کے یہاں پہنچا ہے اور خود کو نبی بتا رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی میرے اوپر بخار کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور میرا پورا جسم کانپنے لگا۔ مجھے ایسا لگا کہ میں اپنے آقا کے اوپر گر پڑوں گا۔ میں جلدی جلدی درخت سے اترا اور اس آدمی سے پوچھنے لگا:

ابھی تم کیا کہہ رہے تھے ذرا وہ بات مجھے دوبارہ بتاؤ۔

اس پر میرا آقا غضب ناک ہو گیا اور اس نے مجھے ایک گھونسہ مار کر کہا:

تمہیں اس سے کیا مطلب؟ چلو، جا کر اپنا کام کرو۔

شام کو کچھ کھجوریں ساتھ لے کر جو میں نے جمع کر رکھی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا اور ان کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں اور آپ کے کچھ غریب الوطن اور ضرورت مند ساتھی ہیں۔ یہ صدقہ کی تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ میرے خیال میں آپ لوگ اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کھاؤ، مگر خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا: یہ پہلی علامت ہے۔

اس کے بعد میں واپس چلا آیا اور پھر کھجوریں پس انداز کرتا رہا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینے آئے تو میں نے دوبارہ حاضر خدمت ہو کر عرض کیا:

اس روز میں نے دیکھا کہ آپ نے صدقے کی کھجوریں نہیں کھائیں اس لیے آج یہ تھوڑی سی کھجوریں ہدیہ خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں میں سے خود بھی کھائیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی شریک کیا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا: یہ دوسری نشانی ہے۔

تیسری بار جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بقیع میں تشریف فرما تھے۔ وہاں آپ اپنے کسی صحابی کی تدفین میں شریک تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس وقت آپ کے جسم مبارک پر دو چادریں تھیں۔ میں نے قریب پہنچ کر سلام کیا اور گھوم کر پشت کی جانب آ گیا کہ شاید میں وہ خاتم نبوت دیکھ سکوں جس کو غمور یہ میں میرے مرشد نے بتایا تھا۔ جب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی پشت مبارک کی طرف نظر اٹھائے ہوئے دیکھا تو میرا مقصد سمجھ گئے اور پشت پر سے چادر مبارک سرکا دی۔ میں نے خاتم نبوت کو دیکھا، اسے پہچانا اور جھک کر اسے بے ساختہ چومنے لگا۔ اس وقت میری آنکھوں سے مسرت کے آنسو جاری تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا بات ہے؟

میں نے اپنی پوری سرگزشت بیان کردی جس کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوش ہوئے کہ آپ کے اصحاب نے میری زبان سے میری تلاش حق کی داستان سن لی۔ ان لوگوں نے بھی اس پر انتہائی حیرت واستعجاب کا اظہار کیا اور بے حد مسرور ہوئے۔

فضائل:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت کے حوالے سے چند ایک حقائق حسب ذیل ہیں:

(i) آپ غلام کی حیثیت سے دس سے زائد مالکوں کے ہاتھوں فروخت ہوئے، غلام کی حیثیت سے عموریہ سے مکہ مکرمہ آئے، پھر مملوک کی حیثیت سے مدینہ طیبہ (یثرب) پہنچے اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خرید کر آزاد کیا۔

(ii) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ ایسے ہیں کہ جنت ان کے دخول کی مشتاق ہے، آپ کا شمار بھی ایسے صحابہ میں ہوتا ہے۔

(iii) حضرت منصور بن بزرج رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ بکثرت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے تھے، بکثرت ذکر کرنے کی وجہ دریافت کرنے پر حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اسے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نہ کہو بلکہ مسلمان محمدی کہو، میرا ان کا بکثرت ذکر کرنے کا سبب ان کی تین فضیلتیں ہیں: اول: انہوں نے اپنی خواہش پر امیر المؤمنین کی خواہش کو ترجیح دی۔ دوم: آپ فقراء کو دوست رکھتے تھے اور انہیں اہل ثروت پر ترجیح دیتے تھے۔ سوم: آپ علم وعلماء سے دوستی رکھتے تھے۔

(iv) ایک دفعہ چند صحابہ تشریف فرما تھے، جو باہم اپنے نسب کا ذکر مباہات وفخر سے کر رہے تھے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی طرف چہرہ کر کے فرمایا: تمہارا اصل اور نسب کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں اللہ کے بندے کا بیٹا مسلمان ہوں، میں گمراہ تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی، فقیر ومحتاج تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مجھے تونگر کیا اور غلام تھا کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب خدا نے مجھے آزاد کیا۔

(v) آپ کی روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین چھ سو (۶۰۰) سال کا فاصلہ تھا۔

وفات

۳۶ھ کو مدائن میں خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وصال فرمایا، حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے نماز

جنازہ پڑھائی اور مدائن میں مدفون ہوئے۔ مزار مبارک مدائن میں مرجع خلائق ہے۔ (ماخوذ از حیات صور الصحابہ، رافت پاشا، از صفحہ ۹۹ تا ۱۰۵)

بَاب مَنَاقِبِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

باب 29: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3733 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ هَانِئِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: جَاءَ عَمَّارٌ يَسْتَاْذِنُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهُ مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عمار بن یاسر نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے اندر آنے کے لئے کہو! پاک شخصیت اور پاک خصلت والے شخص کو خوش آمدید۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی: عمار، کنیت: ابو الیقظان، باپ کا اسم گرامی: یاسر، والدہ محترمہ کا نام: سمیہ تھا۔ شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس الحصین بن الودیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر الاکبر بن یام بن عنس بن مالک العنسی القحطانی۔

آپ کے والد گرامی حضرت یاسر رضی اللہ عنہ یمن کے باشندے اور قحطانی النسل تھے، وہ ایک دفعہ اپنے گمشدہ بھائی کی تلاش میں اپنے دو بھائیوں مالک اور حارث کے ساتھ مکہ گئے، دونوں بھائی تو واپس آ گئے مگر خود وہاں قیام پذیر ہو گئے، بنو مخزوم سے حلیفانہ تعلق پیدا کر لیے اور ابو حذیفہ بن المغیرہ مخزومی کی سمیہ نامی کنیز سے نکاح کر لیا جبکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ابو حذیفہ نے انہیں زمانہ بچپن میں آزاد کر دیا تھا پھر تا حیات باپ بیٹا دونوں کو نہایت شفقت ومحبت سے اپنے ساتھ رکھا۔

3733 - اخرجه ابن ماجه (٥٢/١): المقدمة، حديث (١٤٦)، و البخاري في الادب المفرد (١٠٣١) و احمد (٩٩/١ - ١٢٢ - ١٢٥ - ١٣٠ - ١٣٧) من طريق ابي اسحاق، عن هاني، عن علي بن ابي طالب، فذكره.

دامن اسلام میں:

حذیفہ کی وفات کے بعد اسلام کا چرچا ہوا، حضرت عمار اور حضرت صہیب ابن سنان رضی اللہ عنہما دونوں ایک ساتھ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کو ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر پایا، دریافت کیا: کس ارادہ سے آئے ہو؟ جواب دیا: پہلے آپ اپنا مقصد بیان کریں؟ میں نے جواب دیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے ان کی باتیں سننا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا: میرا بھی یہی ارادہ ہے، دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور ایک ساتھ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ چند دن کے وقفہ سے آپ کے والدین بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے تھے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اس دور میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے کہ ابھی چند لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے قبول اسلام کے وقت چند افراد نے اظہار اسلام کیا تھا ورنہ قبول اسلام کرنے والوں کی تعداد تیس کے قریب تھی مگر انہوں نے مشرکین کے خوف سے اپنے ایمان و اسلام کو مخفی رکھا ہوا تھا۔ تاہم آپ کا شمار ''السابقون الاوّلون'' میں ہوتا ہے۔

صبر واستقامت:

جو شخص دامن اسلام سے وابستہ ہوتا، کفار ومشرکین کی طرف سے اسے خوب تختہ مشق بنایا جاتا تھا، اکثر مسلمانوں کی حالت یہی رہی کہ انہوں نے اذیتیں تو برداشت کر لیں لیکن دامن اسلام سے وابستی میں کمی نہیں آنے دی اور ایسے ہی لوگوں میں سے ایک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تھے۔

آپ غریب الوطن تھے، مالی حالت بھی اچھی نہیں تھی اور والدہ محترمہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بنو مخزوم کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئی تھیں لیکن آپ نے ایک دن سے زیادہ اپنے ایمان کو مشرکین مکہ سے پوشیدہ نہیں رکھا تھا۔ مشرکین مکہ کی طرف سے آپ مختلف تکالیف میں مبتلا کیے گئے۔ آپ کو نیم روز کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا، آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا، پانی میں غوطے دیے گئے لیکن آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی بلکہ کوہ استقامت بنے رہے۔

ایک دفعہ کفار مکہ نے آپ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا رکھا تھا، پاس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا اور آپ نے اپنا دست اقدس ان کے سر پر پھیرتے ہوئے فرمایا: ''اے آتش! تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما پر بھی ٹھنڈی ہو جا۔''

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر آپ کے گھر کے پاس سے ہوا، آپ کے حضور دشمنوں کی طرف سے تکالیف میں مبتلا کرنے کی شکایت کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ صبر کرو، پھر یہ دعا کی: اے پروردگار! آل یاسر کی بخشش کر دے۔

ایک دفعہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: کیا کفار مکہ مسلمانوں کو اتنی تکالیف دیتے تھے کہ وہ اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور ہو جائیں؟ انہوں نے جواب دیا: قسم بخدا! ایسا ہی تھا، مشرکین انہیں پیٹتے،

بھوکا پیاسا رکھتے حتیٰ کہ وہ اس قدر کمزور ہو جاتے کہ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت ختم ہو جاتی۔ پھر اس حالت میں جو کچھ وہ کرنا چاہتے تو ان کے ضمیر کے خلاف کہلا لیتے تھے۔

ایک دفعہ مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو پانی میں خوب غوطے دیے، اپنی زبانوں سے جو کچھ بک سکتے تھے خوب بکا، بڑی مشکل سے ان تکالیف سے جان چھوٹی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے، دریافت فرمایا: اے عمار! کیسی خبر ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! بری خبر ہے، کفار نے اس وقت تک میری جان نہیں چھوڑی جب تک آپ کی شان کے خلاف اور بتوں کی تعریف میں الفاظ استعمال نہ کیے، آپ اٹھے از راہ شفقت ان کے آنسو صاف کیے اور دریافت فرمایا: تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا: میرا دل ایمان سے مطمئن ہے۔ فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

جس شخص نے قبول اسلام کے بعد ذات باری تعالیٰ کا انکار کیا جبکہ اس کا دل مطمئن ہو ایمان کے ساتھ تو اس کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔

حلیہ مبارک:

قد قدرے بلند، آنکھیں سرمگیں، سینہ کشادہ، جسم بھرا ہوا اور آخری وقت تک جوان و طاقتور دکھائی دیتے تھے۔

سعادت ہجرت:

کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم و تکالیف ڈھائے جانے پر انہیں ہجرت کی اجازت مل گئی، آپ بھی عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ میں آ گئے، حضرت مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا حضرت حذیفہ بن الیمان انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم کیا گیا۔ قطعہ زمین ملنے پر مدینہ طیبہ میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

تعمیر مسجد:

ہجرت مدینہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے قبل مسجد نبوی شریف تعمیر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر مسجد میں عملی طور پر حصہ لیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی پیروی کی، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی پتھر اور گارا اٹھا کر لاتے زبان پر یہ رجز تھا: نحن المسلمون نبتني المساجدا۔ ''یعنی ہم ایسے مسلمان ہیں جو تعمیر مساجد کرتے ہیں۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تعمیر مسجد نبوی کے وقت ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے جبکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ ایک موقع پر آپ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا افسوس! تمہیں باغی گروہ شہید کرے گا۔

ایک دفعہ لوگوں نے آپ کے سر پر اتنا وزن لاد دیا جو تکلیف مالا یطاق کا مصداق تھا، لوگوں نے پکارنا شروع کر دیا کہ آج عمار

بچ نہیں سکیں گے بلکہ مرجائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اینٹیں اتار کر پھینک دیں اور فرمایا: ابن سمیہ! تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

غزوات میں شرکت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو شجاعت و بہادری جیسے اوصاف سے سرفراز فرمایا گیا تھا، آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور کردار ادا کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جنگ یمامہ میں ان کا ایک کان کٹ گیا جو سامنے پڑا پھڑک رہا تھا مگر آپ تھے کہ حملہ سے حملہ کرر ہے تھے اور صفوں کی صفیں تہہ و بالا کرتے جاتے تھے۔ ایک موقع پر دوران جنگ مسلمانوں کے پاؤں آگے بڑھنے سے رک گئے، اس موقع پر آپ نے بلند و بالا چٹان پر چڑھ کر یوں اعلان کیا: اے گروہ مسلمانان! کیا تم جنت سے بھاگنا پسند کرتے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں، تم لوگ میری طرف آؤ، اس اعلان سے لوگوں کے حوصلے بلند ہوئے اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

شجاعت و بہادری

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کی، دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے ناکام بنایا اور اعلاء کلمۃ الحق کا کردار ادا کیا۔ آپ نے جنگ تبوک، جنگ یمامہ، جنگ جمل اور جنگ صفین وغیرہ میں بھی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ جنگ جمل میں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شامل ہوئے تھے، دوران جنگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علمبردار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر آپ کی نظر پڑی تو کہا: اسی علمبردار سے تین دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اب چوتھی بار ہے، خدا کی قسم! اگر وہ ہم کو شکست دیتے ہوئے مقام ہجر تک بھی پسپا کردیں جب بھی میں یہی خیال کروں گا کہ ہم لوگ حق پر ہیں اور وہ غلطی پر۔

حسن اخلاق:

تقویٰ و طہارت، استقامت و استقلال اور حسن اخلاق کے حوالے سے آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ غزوہ ذات العشیرہ کے موقع پر بنو مدلج سے متعلق چند لوگ نخلستان سے نہر کھود رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے ابوالیقظان! چلو دیکھیں کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں، وہاں جا کر کئی گھنٹے تک صورتحال کا جائزہ لیتے رہے، نیند کا غلبہ ہونے پر بغیر بستر کے سادہ زمین پر سوئے رہے۔

زمانہ فاروقی میں آپ کوفہ کے حاکم تھے، آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ اپنا سودا سلف خود بازار جا کر خرید لیتے تھے۔ حضرت مطرف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں کوفہ میں اپنے ایک دوست کو ملنے گیا، دوران ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بعض خامیوں کا ذکر ہوا، وہاں بیٹھا ہوا ایک شخص اپنے چرمی لباس کو ٹانک رہا تھا، اس نے برہم ہو کر کہا: اے فاسق! کیا تو امیر المؤمنین کی عیب جوئی کرتا ہے، میرے دوست نے معذرت خواہانہ لہجہ میں کہا: ابوالیقظان! معاف کریں یہ میرے مہمان ہیں، اس وقت مجھے

معلوم ہوا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما یہی شخصیت ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تمام غزوات اور جنگوں میں اسلامی تعلیمات اور اصولوں کو پیش نظر رکھتے تھے۔ آپ جنگ صفین میں ساحل فراۃ کی طرف بڑھ رہے تھے اور بار بار یوں فرما رہے تھے: اے پروردگار! اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ پہاڑ سے کود کر یا آگ میں جل کر یا پانی میں ڈوب کر جان دینا تیری رضا کا سبب ہو سکتا ہے، تو میں ضرور تجھے خوش کرتا، میں لڑتا ہوں اس میں بھی یہی مقصد پیش نظر ہوتا ہے، مجھے یقین ہے کہ تو مجھے ناکام نہیں رکھے گا۔ آپ کے حسن کردار و حسن اخلاق کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے: ''عمار کے رگ و پے میں ایمان سرایت کر چکا ہے اور شر شیطان سے محفوظ رہنے کی دعا ہے۔''

شہادت:

۳۷ھ کو جنگ صفین کے موقع پر ترانوے (۹۳) سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ شہادت کی خبر سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈی سانس کھینچتے ہوئے اظہار افسوس کیا تھا اور نماز جنازہ خود پڑھائی تھی۔

(ماخوذ شرح انتخاب احادیث صحیح بخاری از صفحہ ۳۸۰ تا ۳۸۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے طیب و مطیب القاب عطا ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق ایک دفعہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، آداب و اکرام نبوت کے پیش نظر اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا: خوش آمدید، طیب و مطیب کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔

مرحباً: خوش آمدید، کشادہ جگہ۔ طیب: پاکیزہ، طاہر، مطیب: مقدس، پاکیزہ۔ یہاں خوشبو کا معنیٰ نہیں ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی خدمات اور مقام و مرتبہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں طیب و مطیب القاب سے نوازا گیا، تاحیات بلکہ آج تک یہ القاب ان کے اسم گرامی کا حصہ بنے ہوئے ہیں جس سے آپ کی فضیلت عیاں ہوتی ہے اور ان کے ہاں اسم سے زیادہ یہ القاب زیادہ پسندیدہ تھے، کیونکہ یہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا کیے گئے تھے۔

3734 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سِيَاهٍ كُوفِيٌّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَرْشَدَهُمَا

حکمِ حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ

3734 - اخرجه ابن ماجه (۵۲/۱): المقدمة، حديث (۱۴۸)، و احمد (۱۱۳/۶) من طريق حبيب بن ابى ثابت عن عطاء بن يسار، عن عائشة، فذكرته.

سیاہ

توضیح راوی: وَهُوَ شَيْخٌ كُوْفِيٌّ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ النَّاسُ لَهُ ابْنٌ يُقَالُ لَهُ يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ثِقَةٌ رَوَى عَنْهُ يَحْيَى بْنُ آدَمَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمار کو جب بھی دو معاملات کے بارے میں اختیار دیا گیا تو اس نے اس کو اختیار کیا جو زیادہ بہتر والا ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف عبدالعزیز نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں' جو کوفہ کے رہنے والے بزرگ ہیں۔

ان سے کئی لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔

ان کے ایک صاحبزادے بھی ہیں' جن کا نام یزید بن عبدالعزیز ہے یہ ثقہ ہیں ان سے یحییٰ بن آدم نے احادیث نقل کی ہیں۔

شرح

راست روی کا راستہ اختیار کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مطابق زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ جب بھی انہیں دو امور میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی تو انہوں نے راست روی کا معاملہ اختیار کیا۔ گویا یہ ان کی خصوصیت یا دور اندیشی کا نتیجہ ہے۔

سوال: ایک روایت میں ہے: **ایسرهما** (زیادہ آسان راستہ) اور دوسری کے الفاظ یہ ہیں: **اصعبهما** (دشوار گزار راستہ)، دونوں میں تضاد ہوا؟

جواب: تطبیق کی صورت یہ ہے کہ دوسروں کے لیے آسان اور اپنے لیے محتاط راستہ اختیار کرنا۔

3735 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مَوْلًى لِرِبْعِيٍّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ

متن حدیث: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اَدْرِيْ مَا قَدْرُ بَقَائِيْ فِيْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ وَاَشَارَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَّمَا حَدَّثَكُمُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْهُ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَى اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ هِلَالٍ مَوْلٰى رِبْعِيٍّ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَدْ رَوَى سَالِمٌ الْمُرَادِيُّ الْكُوْفِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

◈◈ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے آپ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم میں تمہارے درمیان کتنا عرصہ رہوں گا؟ میرے بعد دولوگوں کی پیروی کرنا! نبی اکرم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: (آپ نے یہ بھی فرمایا) اور عمار کے طریقے کی پیروی کرنا اور ابن مسعود تمہیں' جو بات بتائے اس کی تصدیق کرنا۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابراہیم بن سعد نے اس حدیث کو سفیان ثوری کے حوالے سے' عبدالملک بن عمیر کے حوالے سے' ہلال کے حوالے سے' ربعی کے حوالے سے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

سالم مرادی کوفی نے اس روایت کو عمرو بن ہرم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' ربعی بن حراش حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند نقل کیا ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی سیرت اپنانا:

اس روایت میں بالترتیب خلافت حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے حق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا مستقبل قریب میں لڑی جانے والی جنگ صفین کی طرف اشارہ ہے، یہ جنگ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہوں گے اس لیے کہ ان کی رفاقت میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہوں گے جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی واقع ہوگی جو معاف کردی جائے گی۔

اس روایت میں خصوصیت سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی سیرت کو اختیار کرنے کا درس دے کر ان کی عظمت وقدر بیان کی گئی ہے۔ گویا ان کی سیرت، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہے، جس کے بارے میں قرآن کا فیصلہ ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

3736 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَبْشِرْ عَمَّارُ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِي الْيَسَرِ وَحُذَيْفَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

◈◈ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اے عمار! یہ بات جان لو! تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

3736 - انفرد به الترمذی. ینظر (تحفة الاشراف) (۲۳۵/۱۰) حدیث (۱۴۰۸۱)، و ذکره الشیخ الالبانی فی (السلسة الصحیحة) (۳۳۵/۲). حدیث (۷۱۰). و عزاه للترمذی، وقال. و اسناد صحیح علی شرط مسلم، وقد اخرجه فی (صحیحه) عن ابی سعید.

اس بارے میں سیّدہ اُمّ سلمہ، عبداللہ بن عمرو حضرت ابو بسر اور حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور "غریب" ہے، جو علاء بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے۔

شرح

باغی گروہ کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا:

کئی روایات میں مذکور ہے کہ جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افسوس! اے عمار! ایک باغی گروہ تمہیں شہید کرے گا۔ اس روایت سے دو اہم مسائل ثابت ہوتے ہیں:

(i) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے، کیونکہ آپ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے باغی گروہ کے ہاتھوں شہید ہونے کی خبر دی تھی، پھر تاریخ نے ثابت کر دیا کہ آپ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک باغی گروہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

(ii) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر آپ کے قبول اسلام کے وقت مشہور ہو گئی تھی لیکن آپ اپنی جان ہاتھ میں رکھ کر تا حیات شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔

سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت واضح ہونے کے باوجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مؤقف پر کیوں ڈٹے رہے؟

جواب: ہر انسان حصول مقصد کے لیے روایات کی تاویل کرتا ہے، جس طرح منکرین اسلام کے ذہن میں اسلام کی حقانیت نہیں آتی تو وہ شرک کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی تاویل سے کام لیا، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی شہادت پر انہیں اطلاع دی گئی تو انہوں نے فرمایا: ان کی شہادت کے ذمہ دار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ وہ انہیں اپنے ساتھ لائے تھے۔

بَاب مَنَاقِبِ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 30: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3737 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُمَيْرٍ وَّهُوَ اَبُو الْيَقْظَانِ عَنْ اَبِیْ حَرْبِ ابْنِ اَبِی الْاَسْوَدِ الدِّيْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ اَصْدَقَ مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ

3737- اخرجه ابن ماجه (۵۵/۱): المقدمة حديث (۱۵۶)، و احمد : (۱۶۳/۲ - ۱۷۵ - ۲۲۳) من طريق الاعمش، عن عثمان بن عمير ابی اليقظان، عن ابی حرب بن الاسود الديلی عن عبد الله بن عمرو، فذكره.

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ وَاَبِي ذَرٍّ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ابوذر سے زیادہ سچے کسی شخص پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اُسے اٹھایا نہیں ہے۔ (یعنی ابوذر دنیا کے سب سے سچے آدمی ہیں)

اس بارے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب نامہ:

آپ کا نام: جندب، کنیت: ابوذر، لقب: مسیح الاسلام ہے۔ شجرہ نسب یوں ہے: جندب بن جنادہ بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حزام بن غفار بن ملیل بن حمزہ بن بکر بن عبدمناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ غفاری۔ والدہ کا نام: رملہ، قبیلہ کا نام: بنی غفار تھا، جو وادی ''وذان'' میں آباد تھا اور باہر کی دنیا کو مکہ سے ملاتا تھا۔

ابتدائی حالات:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنوغفار راہزنی کرتا تھا، قبل از اسلام آپ نے بھی اسی پیشہ کو اپنا رکھا تھا اور علاقہ بھر کے مشہور راہزن تھے۔ اپنے پیشہ کے حوالہ سے آپ نہایت دلیر، شجاع اور بہادر واقع ہوئے تھے، تنہا قافلہ کو لوٹنے کا فن جانتے تھے، یک لخت ان کی زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا اور وہ راہزنی ترک کر کے خدا پرست بن گئے۔ حضرت ابومعشر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قبل از اسلام موحد تھے، غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے، بتوں کو خدا نہیں سمجھتے تھے اور آپ کی خدا پرستی سب لوگوں میں مشہور تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سب سے پہلے شخص نے انہیں اطلاع دیتے ہوئے کہا تھا: اے ابوذر! مکہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے، جو تمہاری طرح: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے۔ آپ کی توحید پرستی اور خدا پرستی محدود نہیں تھی بلکہ ممکنہ حد تک کسی نہ کسی انداز میں نماز پڑھتے تھے، انہوں نے خود بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری، ملاقات اور قبول اسلام سے تین سال قبل میں نماز ادا کرتا تھا، لوگوں نے دریافت کیا: کس کے لیے نماز ادا کرتے تھے؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے لیے، دریافت کیا گیا: کس طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے؟ جواب دیا: جس طرف خدا پھیر دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی ہر جانب ذات باری تعالیٰ موجود ہے۔

حلیہ:

رنگ سیاہی مائل، قد دراز، سر اور داڑھی کے بال سفید، داڑھی گھنی اور رفتار و گفتار میں میانہ روی، خوراک متوازن، صحتمند و توانا،

تارک دنیا ہوکر صحرا نشینی اختیار کر لی تھی۔

ترکہ و دولت:

آپ کی کل کائنات: تین گدھے (دو مادہ ایک نر)، چند سواریاں اور چند بکریاں تھیں۔

تلاش اسلام میں آزمائش:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو تلاش حق کا شوق تھا، جونہی آواز حق کان میں پڑی تو دلیل طلب کیے بغیر لبیک کہا، دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے، آپ سے قبل چار آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، پانچواں نمبر آپ کا تھا اور آپ کے قبول اسلام کی داستان طویل ہے، جو آپ کی زبانی حسب ذیل ہے:

جب میں قبیلہ غفار میں تھا، تو مجھ کو معلوم ہوا کہ مکہ میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، میں نے اپنے بھائی کو واقعہ کی تحقیق کے لیے بھیجا، وہ واپس آئے تو میں نے پوچھا: کیا خبر لائے؟ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! یہ شخص نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، اس قدر مجمل بیان سے میری تشفی نہیں ہوئی، اس لیے میں خود سفر کا مختصر سامان لے کر مکہ چل پڑا، وہاں پہنچا تو یہ دقت پیش آئی کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا نہ تھا اور کسی سے پوچھنے میں بھی مصلحت نہ تھی، اس لیے خانہ کعبہ میں جا کر ٹھہر گیا اور زمزم کے پانی پر بسر اوقات کرنے لگا، اتفاق سے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس سے گزرے، انہوں نے پوچھا: تم مسافر معلوم ہوتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ مجھ کو اپنے گھر لے گئے لیکن مجھ سے ان کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی، صبح اٹھ کر میں پھر کعبہ گیا کہ لوگوں سے اپنے مقصود کا پتہ دریافت کروں، کیونکہ ابھی تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بے خبر تھا، اتفاق سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ گزرے اور پوچھا: اب تک تم کو اپنا ٹھکانہ نہیں معلوم ہوا، میں نے کہا: نہیں، وہ پھر دوبارہ مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے، اس مرتبہ انہوں نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: اگر اس کو راز میں رکھیں تو عرض کروں؟ فرمایا: مطمئن رہو، میں نے کہا: میں نے سنا تھا کہ یہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، پہلے اس خبر کی تصدیق اور اس شخص کے حالات دریافت کرنے کے لیے میں نے اپنے بھائی کو بھیجا، مگر وہ کوئی تشفی بخش خبر نہ لایا، اس لیے اب میں خود اس سے ملنے آیا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے نیکی کا راستہ پا لیا، سیدھے میرے ساتھ چلے آؤ، جس مکان میں جاؤں تم بھی میرے ساتھ چلے آنا، راستہ میں اگر کوئی خطرہ پیش آئے گا تو میں جوتا درست کرنے کے بہانے سے دیوار کی طرف ہٹ جاؤں گا اور تم بڑھتے چلے جانا۔ چنانچہ میں حسب ہدایت ان کے ساتھ ہو لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے سامنے اسلام پیش کریں، آپ نے اسلام پیش کیا اور میں اسلام کے عقیدت مندوں میں داخل ہو گیا، قبول اسلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! ابھی تم اس کو پوشیدہ رکھو اور اپنے گھر لوٹ جاؤ، میرے ظہور کے بعد واپس آنا، میں نے قسم کھا کر کہا: میں اسلام کو چھپا نہیں سکتا، ابھی لوگوں کے سامنے پکار کر اعلان کروں گا، یہ کہہ کر مسجد میں آیا، یہاں قریش کا مجمع تھا، میں نے سب کو مخاطب کر کے کہا: اے قریشیو! میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں

نے للکارا کہ اس بے دین کو لینا، اس آواز کے ساتھ ہی چاروں طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بے دم کر دیا یہ دردناک منظر دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا، وہ مجھ کو بچانے کے لیے میرے اوپر گر پڑے اور ان لوگوں سے کہا تم لوگ ایک غفاری کی جان لینا چاہتے ہو، حالانکہ یہ قبیلہ تمہاری تجارت کی گزرگاہ ہے۔ یہ سن کر سب ہٹ گئے لیکن اسلام کا وہ نشہ نہ تھا جس کا خمار قریش کے غیظ وغضب کی ترشی سے اتر جاتا، دوسرے دن بھی اس حق گو کی زبان پر یہ نعرہ مستانہ تھا:

در عجا بہائے طور عشق حکمتہا کم است　　　　عشق را با مصلحت اندیشی مجنون چہ کار

پھر وہی مسجد تھی، وہی صنادید قریش کا مجمع تھا اور وہی ان کی ستم آرائی تھی۔

ایک دوسری روایت جو ان سے منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اپنے وطن سے اپنے بھائی انیس اور امنا کو لے کر اپنے ماموں کے یہاں گئے، کچھ دنوں کے بعد ان سے خفاء ہو کر چلے گئے، اتفاق سے ایک مرتبہ انیس کسی ضرورت سے مکہ گئے، وہاں سے لوٹ کر ابوذر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات بیان کیے، آپ کے اوصاف سن کر وہ خود تحقیقات کے لیے مکہ پہنچے اور ایک شخص سے آپ کا پتہ پوچھا، پوچھتے ہی ہر طرف سے مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بیدم کر دیا لیکن یہ نہ ہٹے۔ تیسرے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، وہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور یہ مشرف باسلام ہوئے۔

وطن واپسی اور تبلیغ دین:

مکہ مکرمہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ جب دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وطن واپس جانے کا حکم دیا، وہاں لوگوں میں تبلیغ اسلام کرنے کی ہدایت کی، ہجرت مدینہ کی اجازت ملنے سے مدینہ آجانے کا بھی موقع دیا۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے دونوں بھائیوں انیس وامنا کو ساتھ لیا جو مکہ میں پہلے سے موجود تھے، وہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور اپنے وطن روانہ ہو گئے۔ وطن واپس جا کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے، نصف قبیلہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا اور باقی نصف ہجرت کرنے کے بعد دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا۔

ہجرت مدینہ اور رشتہ مواخات:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد فوراً مدینہ نہ آئے بلکہ غزوہ بدر، غزوۂ اُحد اور غزوہ خندق کے بعد مدینہ طیبہ پہنچے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواخات میں اختلاف ہے۔ علامہ واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آپ آیت میراث کے نزول کے بعد مدینہ پہنچے تھے اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رشتہ مواخات درست نہیں رہا تھا۔

مدینہ میں آمد و قیام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور یہاں مستقل بنیاد پر قیام پذیر ہو گئے۔ قیام مدینہ کے دوران آپ اکثر اوقات خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزارتے تھے اور خدمت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ آپ غزوۂ تبوک کے علاوہ کسی غزوہ میں شریک نہ ہوئے، غزوۂ تبوک کے موقع پر لوگ راستہ سے

واپس جانے لگے، آپ کا اونٹ سست تھا، اسے چلانے کی کوشش کی لیکن اس کے نہ چلنے پر اپنا ساز وسامان کندھوں پر اٹھالیا پاپیادہ تبوک کی طرف چل پڑے۔ کسی شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! دور سے کوئی شخص آرہا ہے، آپ نے فرمایا: شاید ابوذر غفاری ہوں گے، لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آنے والا شخص ابوذر غفاری ہیں، جب آپ مزید قریب ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کے حق میں یوں دعا کی: ''اے اللہ! ابوذر پر رحم کر، وہ تنہا چلتے ہیں، تنہا مریں اور قیامت کے دن تنہا اٹھیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا لفظ بلفظ پوری ہوئی۔

عزلت پسندی اور ربذہ میں قیام:

دعاء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا دل مدینہ میں نہیں لگتا تھا، آپ لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کو ترجیح دیتے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ عجیب طرح کا دکھائی دیتا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اجازت سے آپ ربذہ گاؤں (جو مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے) میں مقیم ہوگئے، پھر تا وصال اسی میں مقیم رہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنون کی حد تک محبت تھی، جس کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی۔ ایک دفعہ آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آدمی جس جماعت سے تعلق رکھتا ہے، اس کے اعمال کی طاقت نہیں رکھتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تم جس سے محبت کرتے ہو اس کے ساتھ ہو جاؤ، عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس سے محبت کرتے ہو اس کے ساتھ ہو گے۔

وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنتے تو آنکھوں میں آنسو امڈ آتے تھے۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے بیت المقدس میں ایک ایسا شخص دیکھا جو مسلسل سجدے کر رہا تھا، یہ صورتحال دیکھ کر میرے دل میں ایک خاص اثر پیدا ہوا، جب میں دوبارہ اس کے پاس گیا تو انہوں نے دریافت کیا کہ آپ اس بارے میں بتا سکتے ہیں کہ میں نے طاق نماز پڑھی ہے یا جفت؟ پھر انہوں نے کہا: اگر میں لاعلم ہوں تو میرا پروردگار ضرور جانتا ہے، پھر کہا: میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا، یہ الفاظ زبان سے نکلے تو پھر رونے لگے، دوبارہ کہا: میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا، ابھی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ آنکھوں میں آنسو امڈ آئے، پھر سنبھل کر فرمایا: میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے، اس کا ایک گناہ معاف کر کے نیکی لکھ دیتا ہے، میں نے دریافت کیا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوذر غفاری ہوں۔ یہ سن کر میں اپنی تقصیر پر بہت نادم ہوا۔

دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پذیرائی:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت میں خوب نیاز مندی اور قدر و منزلت حاصل تھی۔ مجلس میں موجود ہوتے تو آپ ہی کو تخاطب کا اعزاز حاصل ہوتا اور عدم حاضری کی صورت میں آپ کے بارے میں دریافت کیا جاتا تھا۔ آپ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم آہنگی و محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے راز کی باتیں بھی ان سے بیان کر دیتے تھے اور وہ بھی اسرار و رموز نبوت کے امین ثابت ہوتے تھے۔ اگر کوئی شخص حاضر خدمت ہو کر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کرتا تو راز والے ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے مصافحہ اور سلام کرنے میں پیشگی فرماتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو امور اپنے لیے پسند کرتے وہی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے لیے بھی پسند کرتے' اور جو اپنے لیے ناپسند کرتے وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ناپسند کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے لیے امارت کی خواہش ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تم ناتواں ہو، میں تمہارے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ارشادات و تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دلی طور پر احترام کرتے اور انہیں معمول بہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اگر تم پر ظالم حکمران مسلط ہو جائیں تو تم کیا کرو گے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان کے بارے میں تلوار سے کام لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اس سے بہتر مشورہ دیتا ہوں کہ تم اس وقت صبر و تحمل سے کام لینا حتیٰ کہ مجھ سے آملو۔ آپ نے اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تاحیات عمل کیا۔

ایک دفعہ آپ (عام) مسجد میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، دریافت کیا: اے ابوذر! اگر یہاں سے تمہیں نکال دیا جائے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یا اپنے گھر چلا جاؤں گا، فرمایا: اگر تمہیں وہاں سے بھی نکالا جائے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: تب میں تلوار سے کام لوں گا، آپ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تین بار فرمایا: اے ابوذر! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے، تلوار ہرگز نہ نکالنا بلکہ نکالنے والے جہاں لے جانا چاہیں چلے جانا۔ چنانچہ دور عثمانی میں خلیفہ وقت کے حکم پر آپ نے ''ربذہ'' گاؤں میں جا کر رہائش اختیار کر لی، سیاہ فام کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ لوگوں نے آپ کو بھڑکانے کی کوشش کی لیکن آپ صبر و تحمل کی تصویر بنے رہے۔ آپ سے ایک روایت منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم خود کھاتے ہو وہی اپنے غلاموں کو کھلاؤ اور جو تم خود پہنتے ہو وہی اپنے غلاموں کو پہناؤ۔

پیکر زہد و تقویٰ:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پیکر زہد و تقویٰ تھے بلکہ جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی تھی وہ بھی صاحب زہد و تقویٰ بن جاتا تھا۔

آپ کی فقیرانہ زندگی کو دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ابوذر غفاری کا زہد عیسیٰ بن مریم کے زہد جیسا ہے۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام میں معمولی تبدیلی آ گئی تھی لیکن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ روز اول سے تا وصال یکساں رہا جس میں ہرگز تبدیلی نہ آئی۔

حضرت عمران بن حطان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں حضرت ابوذر اکیلے بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دریافت کیا: اے ابوذر! آپ تنہائی پسند کیوں بن گئے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تنہائی برے ہمنشین سے بہتر ہے۔ حضرت ابو اسماء رحبی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ''ربذہ'' میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کی اہلیہ محترمہ نہایت کمزور حالت میں تھیں، فرمایا: یہ میری بیوی مجھ سے کہتی ہے کہ تم عراق جاؤ، اگر میں عراق جاؤں تو وہاں کے لوگ میرے سامنے دنیا پیش کریں گے۔ میرے دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا: جہنم کے پل کے سامنے پاؤں پھسلانے والا راستہ ہے، آپ لوگوں کو وہاں سے گزرنا ہے اور تم اپنا بوجھ ہلکا رکھو تاکہ وہاں سے گزرنے میں آسانی ہو۔

عجز وانکسار اور سادگی:

تمام صحابہ عجز وانکسار اور سادگی پسند تھے لیکن کمال درجہ کا یہ وصف حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ میں پایا جاتا تھا، آپ نے فقیرانہ حالت میں زندگی گزاردی اور آپ کو ترفع وخود پسندی سے سخت نفرت تھی۔ حضرت عبداللہ بن خراش رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ ''ربذہ'' میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صوف کے ایک نمدے پر تشریف فرما تھے، زوجہ سیاہ فام تھیں، کسی نے دریافت کیا: اب آپ کی اولاد بقید حیات نہیں رہی؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری زندگی ہی میں اولاد کو دار الفناء سے دار البقاء میں لے کر ذخیرہ آخرت بنا دیا ہے، لوگوں کی طرف سے کہا گیا: کاش! آپ دوسری عورت سے نکاح کر لیتے جو خوب رو ہوتی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے ایسی عورت سے نکاح کرنا زیادہ پسند ہے، جو عاجزی پیدا کرے بنسبت ایسی عورت سے جو ترفع وتکبر پیدا کرے۔

حضرت جعفر بن زبرقان رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت غالب بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میری ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت المقدس میں نماز ادا کرتا تھا، اس نے بتایا اگر ابوذر رضی اللہ عنہ کا تمام اثاثہ جمع کیا جائے تو ایک چادر کے برابر بھی نہ ہو۔ حضرت مہران بن میمون کا بیان ہے کہ میرے خیال کے مطابق آپ کا کل اثاثہ دو درہم سے زائد نہیں ہوگا۔

حاضر خدمت اور زیارت کے لیے آنے والے لوگ آپ کی خدمت کرنا چاہتے تو آپ ان کو منع کر دیتے تھے، ایک دفعہ حاکم شام حبیب بن مسلمہ فہری نے آپ کی خدمت میں تین سو اشرفیاں ارسال کیں تاکہ وہ ضروریات میں خرچ ہوں، آپ نے وہ رقم واپس کرتے ہوئے فرمایا: کیا ان کو میرے علاوہ دوسرا شخص اللہ کے معاملہ میں دھوکہ کھانے والا نہیں ملا؟ ہمارے لیے سر چھپانے کے لیے ایک جھونپڑی، دودھ پینے کے لیے چند بکریاں اور خدمت کے لیے ایک کنیز کی ضرورت ہے باقی سب کچھ زائد ہیں۔

ایک دفعہ ابومروان نے آپ کو پشمینہ کی چادر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا، دریافت کیا: ابوذر! اس چادر کے علاوہ آپ کے پاس کوئی دوسری چادر نہیں ہے؟ فرمایا: اگر اس چادر کے علاوہ میرے پاس کوئی کپڑا ہوتا تو آپ ضرور دیکھ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا حضور! چند ایام قبل آپ کے پاس دو کپڑے موجود تھے؟ فرمایا: ایک کپڑا میں نے کسی حاجتمند کو دے دیا تھا۔ اس نے عرض کیا: آپ کو بھی تو اس کی ضرورت تھی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے! تم دنیا بڑھانا چاہتے ہو۔ آپ کو علم ہے کہ میرے پاس ایک چادر ہے جو زیب تن کی ہوئی ہے، ایک دوسری چادر ہے' جو مسجد میں جاتے وقت استعمال میں لاتا ہوں، میرے پاس چند بکریاں ہیں جن کا دودھ پیتا ہوں، کچھ خچر ہیں جو باربرداری کے لیے استعمال ہوتے ہیں، ایک نوکر ہے' جو کھانا تیار کرتا ہے اور اس سے زائد نعمتوں کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

ایک دفعہ آپ نے مفید ترین (اصلاحی) گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: لوگ مرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں جبکہ برباد ہونے والی آبادیاں بساتے ہیں، ختم ہو جانے والی اشیاء کی حرص و طمع کرتے ہیں جبکہ باقی رہنے والی چیزوں سے صرف نظر کرتے ہیں۔ دو ناپسندیدہ اشیاء مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں:

(i) موت (ii) فقر

عادات واطوار:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ عالم ربانی اور عالم باعمل تھے، آپ کو دنیا و مافیہا سے نفرت اور آخرت پسند تھی، آپ عملی طور پر دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیتے تھے، آپ کے نزدیک وہ اشیاء زیادہ پسند تھیں جن کا تعلق آخرت کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی آپ کی زندگی کا مقصد وحید تھا، بیت المال سے آپ کے لیے سالانہ چار ہزار درہم وظیفہ مقرر تھا، جب وہ خدمت میں پیش کیا جاتا تو سال بھر کی ضروریات خرید لیتے اور باقی رقم خادم کو بھیج کر لوگوں میں تقسیم کرا دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے: جو شخص سونا چاندی تھیلوں میں محفوظ کرتا ہے گویا وہ اپنے لیے آگ کے انگارے جمع کرتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما دونوں اولوالقدر صحابی تھے، دونوں میں نہایت درجہ کی محبت تھی اور دونوں میں برادرانہ تعلقات تھے۔ ایک وقت آیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حاکم عراق تعینات ہوئے، اپنی حاکمیت کے زمانہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ بھائی بھائی کہتے ہوئے لپٹ رہے تھے جبکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اعراض کر رہے تھے، زبان سے اعلان کر رہے تھے کہ آپ حاکم وقت ہو کر میرے بھائی کیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر وہ دور بھی آیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حاکم عراق باقی نہ رہے تھے، پھر دونوں کی باہم ملاقات ہوئی، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حسب سابق اب بھی بھائی بھائی کہتے ہوئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے لپٹ رہے تھے، آپ نے جواب میں فرمایا: اب آپ میرے بھائی ہیں، کیونکہ آپ تارک الحکومت والدنیا بن چکے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے لیے مکان تیار کروا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: اے ابودرداء! تم لوگوں کی گردنوں پر پتھر اٹھواتے ہو؟ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا حضور!

نہیں، گھر تیار کر رہا ہوں، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اپنا فقرہ استعمال کیا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: برادرم! شاید آپ ناخوشگواری محسوس کر رہے ہیں، آپ نے پھر فرمایا: اگر میں تم کو اس کی بجائے تمہارے گھر کے بیت الخلاء میں دیکھتا تو اس کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتا۔

وفات:

۳۱ھ کو "ربذہ" گاؤں میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ آپ کے وصال کا تفصیلی واقعہ یوں بیان کرتی ہیں:

جب ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو میں رونے لگی، پوچھا: کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا: تم ایک صحرا میں سفر آخرت کر رہے ہو، یہاں میرے اور تمہارے استعمالی کپڑوں کے علاوہ کوئی ایسا کپڑا نہیں ہے' جو تمہارے کفن کے کام آئے، فرمایا: رونا موقوف کرو، میں تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے مر چکے ہوں وہ آگ سے بچنے کے لیے کافی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیوں کے سامنے جن میں ایک میں بھی تھا، یہ فرمایا: تم میں سے ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی، میرے علاوہ ان میں سب آبادی میں مر چکے ہیں، اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں، اس لیے وہ شخص یقیناً میں ہی ہوں اور میں بحلف کہتا ہوں کہ نہ میں نے تم سے جھوٹ بیان کیا ہے اور نہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے، اس لیے گزرگاہ پر جا کر دیکھو' کوئی غیبی امداد ضرور آتی ہوگی، میں نے کہا: اب تو حجاج بھی واپس جا چکے اور راستہ بند ہو چکا، فرمایا: نہیں جا کر دیکھو، چنانچہ میں ایک طرف دوڑ کر ٹیلے پر چڑھ کر دیکھنے جاتی تھی اور دوسری طرف بھاگ کر ان کی تیمارداری کرتی تھی، اس طرح دوڑ دھوپ اور تلاش و انتظار کا سلسلہ جاری تھا کہ دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیے، میں نے اشارہ کیا، وہ لوگ نہایت تیزی سے آ کر میرے پاس ٹھہر گئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا: یہ کون شخص ہے؟ میں نے کہا: ابوذر رضی اللہ عنہ، پوچھا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ میں نے کہا: ہاں، وہ لوگ فدیته بابی و امی کہہ کر ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پہلے ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی سنائی پھر وصیت کی کہ اگر میری بیوی یا میرے پاس کفن بھر کا کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھ کو کفنانا اور قسم دلائی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو، وہ مجھ کو نہ کفنائے، اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے علاوہ ان میں سے ہر شخص کسی نہ کسی خدمت پر مامور رہ چکا تھا۔ چنانچہ انصاری نے کہا: چچا! میرے پاس ایک چادر ہے، اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جو خاص میری والدہ کے ہاتھ کے کتے ہوئے ہیں، ان ہی میں آپ کو کفناؤں گا، فرمایا: ہاں، تم ہی کفنانا۔

آنے والے قافلہ میں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، آپ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور ربذہ (گاؤں) کے ایک کونہ میں مدفون ہوئے۔

فائدہ نافعہ:

تارک دنیا، عاشق رسول، محب آخرت، رئیس الفقراء، فنافی اللہ والرسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کا ایک

ایک پہلو اور تعلیمات وارشادات اہل تصوف وصالحین کے لیے عظیم الشان دستور العمل ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر دارین کی فلاح حاصل کی جاسکتی ہے۔ آپ کی حیات طیبہ کا مطالعہ اہل علم، مصنفین، محققین اور مدرسین کی زندگی میں انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ عوام و خواص سب کے لیے ضروری ہے کہ قرب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنے کے لیے سیرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو عملی طور پر اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔ (ماخوذ شرح انتخاب احادیث صحیح بخاری از صفحہ ۶۹۰ تا ۷۰۴)

3738 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي اَبُو زُمَيْلٍ هُوَ سِمَاكُ بْنُ الْوَلِيْدِ الْحَنَفِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ مِنْ ذِيْ لَهْجَةٍ اَصْدَقَ وَلَا اَوْفٰى مِنْ اَبِيْ ذَرٍّ شِبْهِ عِيْسٰى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ كَالْحَاسِدِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَتَعْرِفُ ذٰلِكَ لَهٗ قَالَ نَعَمْ فَاعْرِفُوْهُ لَهٗ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حدیث دیگر: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ يَّمْشِيْ فِي الْاَرْضِ بِزُهْدِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ابوذر غفاری سے زیادہ زبان کے حوالے سے سچے اور وعدہ کو پورا کرنے والے کسی شخص پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اسے اٹھایا نہیں، یہ عیسیٰ بن مریم کی طرح ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رشک کرتے ہوئے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم انہیں یہ بات بتادیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم اسے بتادو۔ (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

بعض حضرات نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوذر زمین پر عیسیٰ بن مریم کے زہد کی طرح رہتا ہے۔

شرح

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے امتیازی فضائل وکمالات:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے مگر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ میں کچھ امتیازی کمالات تھے جو

3738- انفردبه الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۸۳/۹) حديث (۱۱۹۷۶)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۳۴۲/۳) و قال صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه.

آپ کی افضلیت پر دلالت کرتے' اور ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- آپ اہل زمین میں سے سب سے زیادہ صادق تھے۔

۲- آپ سب سے زیادہ ایفاء عہد کرنے والے تھے۔

۳- آپ زہد عیسیٰ علیہ السلام کا عملی نمونہ تھے۔

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 31: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3739 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَيَّاةَ يَحْيَى بْنُ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ اَخِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا اُرِيْدَ قَتْلُ عُثْمَانَ جَآءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا جَآءَ بِكَ قَالَ جِئْتُ فِيْ نَصْرِكَ قَالَ اخْرُجْ اِلَى النَّاسِ فَاطْرُدْهُمْ عَنِّيْ فَاِنَّكَ خَارِجًا خَيْرٌ لِّيْ مِنْكَ دَاخِلًا فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ كَانَ اسْمِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فُلَانٌ فَسَمَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ وَنَزَلَتْ فِيَّ اٰيَاتٌ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَنَزَلَتْ فِيَّ (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ) وَنَزَلَتْ فِيَّ (قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ) اِنَّ لِلّٰهِ سَيْفًا مَغْمُوْدًا عَنْكُمْ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَدْ جَاوَرَتْكُمْ فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا الَّذِيْ نَزَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ اَنْ تَقْتُلُوْهُ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَتَلْتُمُوْهُ لَتَطْرُدُنَّ جِيْرَانَكُمُ الْمَلَائِكَةَ وَلَتَسُلُّنَّ سَيْفَ اللّٰهِ الْمَغْمُوْدَ عَنْكُمْ فَلَا يُغْمَدُ عَنْكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالُوْا اقْتُلُوا الْيَهُوْدِيَّ وَاقْتُلُوْا عُثْمَانَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ فَقَالَ عَنِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ

◆◆ عبدالملک بن عمیر' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بھتیجے کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا گیا' تو حضرت عبداللہ بن سلام ان کے پاس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا' آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں آپ کی مدد کرنے کے لئے آیا ہوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگوں کے پاس جائیں اور انہیں مجھ سے دور کر دیں آپ کا باہر ہونا میرے لئے آپ کے اندر ہونے سے بہتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نکل کر لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا: اے لوگو! میرا نام زمانہ جاہلیت میں فلاں تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے میرا نام عبداللہ رکھا اور اللہ کی کتاب کی یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

''اور بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے گواہ نے اس کی مانند گواہی دی' وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کو اختیار کیا اور بے

شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

یہ آیت (بھی میرے بارے میں) نازل ہوئی:

''تم فرمادو! گواہ ہونے کے اعتبار سے تمہارے اور میرے درمیان اللہ تعالیٰ کافی ہے' اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے''۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تلوار تم لوگوں سے میان میں ہے' اور فرشتے تمہارے ساتھ اس شہر میں رہ رہے ہیں جہاں نبی اکرم ﷺ نے پڑاؤ کیا تھا تم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو! کہیں تم انہیں قتل نہ کر دینا اللہ کی قسم! اگر تم نے انہیں قتل کر دیا تو تمہارے ساتھ رہنے والے فرشتے الگ ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی میان میں موجود تلوار باہر نکل آئے گی اور پھر وہ قیامت تک میان میں نہیں جائے گی۔ لوگوں نے کہا: اس یہودی کو بھی قتل کر دو' اور عثمان کو بھی قتل کر دو''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف عبدالملک بن عمیر نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں شعیب بن صفوان نے اس حدیث کو عبدالملک بن عمیر کے کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: محمد بن عبداللہ نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

3740 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ اَبِي اِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا حَضَرَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ الْمَوْتُ قِيلَ لَهُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَوْصِنَا قَالَ اَجْلِسُونِي فَقَالَ اِنَّ الْعِلْمَ وَالْاِيمَانَ مَكَانَهُمَا مَنِ ابْتَغَاهُمَا وَجَدَهُمَا يَقُولُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَّالْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ اَرْبَعَةِ رَهْطٍ عِنْدَ عُوَيْمِرٍ اَبِي الدَّرْدَاءِ وَعِنْدَ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ وَعِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَّعِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ الَّذِي كَانَ يَهُودِيًّا فَاَسْلَمَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اِنَّهُ عَاشِرُ عَشَرَةٍ فِي الْجَنَّةِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

یزید بن عمیر بیان کرتے ہیں: جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا' تو ان سے کہا گیا: اے ابوعبدالرحمٰن! ہمیں کوئی وصیت کیجئے انہوں نے فرمایا: مجھے بیٹھا دو! پھر ارشاد فرمایا: علم اور ایمان اپنی جگہ پر موجود ہیں' جو ان دونوں کو تلاش کرے گا' وہ ان دونوں کو پالے گا۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) انہوں نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی (اور بولے) تم علم کو چار آدمیوں کے پاس تلاش کرو ابودرداء عویمر کے پاس' سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس اور عبداللہ بن

3740 - اخرجه احمد (۵/۲۴۲) من طريق قتيبة بن سعيد، قال حدثنا ليث بن سعد، عن معاوية بن صالح، عن ربيعة بن يزيد، عن ابي ادريس الخولاني، عن يزيد بن عمرة، عن معاذ بن جبل، فذكره.

سلام رضی اللہ عنہ کے پاس جو پہلے یہودی تھے' پھر مسلمان ہو گئے' چونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ اُن جنتی آدمیوں میں سے دسواں ہے اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام و شجرہ نسب:

آپ کا نام: عبداللہ، کنیت: ابو یوسف، لقب: حبر تھا اور یہود مدینہ کے خاندان ''قینقاع'' سے تعلق رکھتے تھے اور شجرہ حضرت یوسف علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ آپ کا مختصر شجرہ نسب یوں ہے: عبداللہ بن سلام بن حارث۔ قبیلہ خزرج میں ایک خاندان ''بنو عوف'' سے مشہور ہے، اس کی ایک شاخ ''قواقل'' کے نام سے مشہور تھی اور آپ اسی خاندان کے خلیف تھے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام ''حصین'' تھا مگر قبول اسلام کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام ''عبداللہ'' تجویز فرمایا اور آپ اسی نام کے ساتھ مشہور ہوئے۔

حلیہ:

قد میانہ تھا، چہرہ پر رونق، دور اندیش وزیرک، رنگ گندمی اور آخری عمر میں عصا کے ذریعے چلتے تھے۔

دامن اسلام میں:

ایک دفعہ عبداللہ بن سلام اپنے بچوں کے لیے باغ سے پھل توڑ رہے تھے، اس دوران انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کا علم ہوا، وہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ انصار میں سے سب سے زیادہ قریب مکان کس کا ہے؟ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا گھر سب سے قریب ہے، دروازہ بالکل سامنے دکھائی دے رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکان کو اپنا مسکن بنا لیا اور وہاں مستقل طور پر منتقل ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن سلام دوبارہ حاضر خدمت ہوئے، کہا: تین باتیں ایسی ہیں جو نبی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کا درست جواب دیا تو وہ یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ قبول اسلام کے بعد اس نے عرض کیا: یہود ایک فتنہ پرداز قوم ہے، میں عالم بن عالم اور رئیس بن رئیس ہوں، میرے قبول اسلام کی اطلاع انہیں نہ دیجئے گا، انہیں طلب کر کے میرے بارے میں دریافت کیجئے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو طلب کیا، عبداللہ بن سلام کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کون شخص ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارا سردار ہے، ہمارے سردار کا بیٹا ہے، دریافت کیا: کیا وہ مسلمان ہو سکتا ہے؟ جواب دیا: ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت مکان کے کونے میں چھپے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلب کیا تو وہ کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے حاضر ہوئے، انہوں نے یہود سے کہا: تم خدا سے ڈرو، تمہیں اس بات کا علم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، وہ قبول اسلام کے لیے بالکل آمادہ نہ ہوئے، بلکہ انہوں نے اس صورتحال سے اپنی خفت و ذلت محسوس کی تو وہ مشتعل ہو گئے، وہ جھوٹ پر جھوٹ بکنے لگے۔ انہوں نے کہا: تم جھوٹے ہو، ہماری جماعت کے خبیث ترین آدمی ہو، تمہارے باپ بھی بدترین تھے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے ملاحظہ کیا کہ مجھے ایسی صورتحال کا علم تھا۔

اخلاق واطوار:

آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے، آپ خواہ عشرہ مبشرہ میں شامل نہیں ہیں لیکن آپ کو بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی قرار دیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے تلامذہ کو جمع کیا، انہیں فرمایا: میں دنیا سے جا رہا ہوں لیکن علم نہیں جا رہا، جو شخص اس کے حصول کی کوشش کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ پھر جن سے حصول علم ممکن ہو سکتا ہے ان چار افراد کے نام گنوائے جن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا نام تھا۔

ایک دفعہ آپ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے آئے تو لوگوں نے کہا: جنتی آدمی آ گیا، آپ نے لوگوں کو ایسا کہنے سے منع کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق فرمایا: تم تا حیات اسلام پر قائم رہو گے، ایک دفعہ اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے تھے، لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے مستغنی کیا ہے تو پھر یہ کیوں کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: اپنے نفس کا تکبر و غرور دور کرنے کے لیے میں نے یہ کیا ہے۔ آپ میں حق و صداقت اور اصلاح قوم کا جذبہ نہایت درجہ کا تھا، ایک دفعہ فرمایا: مستقبل قریب میں قریش میں لڑائی پیش آئے گی، اس وقت مجھ میں قوت و طاقت نہ رہی تو مجھے تخت پر بٹھا کر فریقین کی صفوں میں رکھ دینا تا کہ اصلاح کی کوشش کر سکوں۔

غزوات میں شرکت:

حضرت عبداللہ بن سلام نہایت درجہ کے شجاع و بہادر اور دلیر تھے، آپ نے کئی غزوات میں شرکت کی اور شجاعت کے جوہر دکھائے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سفر بیت المقدس اختیار کیا تو آپ ان کے رفیق سفر تھے۔ جب بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں، میرے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: آپ کا مکان کے اندر رکنا مناسب نہیں ہے، باہر جائیں اور لوگوں کو منتشر کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ آپ مکان سے باہر آئے اور حسب حکم لوگوں کو منتشر کرنے کے لیے یوں خطاب فرمایا:

''اے لوگو! زمانہ جاہلیت میں میرا نام حصین تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ بن سلام تجویز فرمایا تھا، میرے بارے میں قرآن کریم کی متعدد آیات نازل ہوئی ہیں: (i) وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْم بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (ii) قُلْ

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا م بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ○ وغیرہ۔ اب تک اللہ تعالیٰ کی تلوار نیام میں ہے، مدینہ منورہ فرشتوں کا مسکن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی کوشش نہ کرو، قسم بخدا! اگر تم اس حرکت سے باز نہ آئے تو فرشتے تمہارے شہر کو چھوڑ دیں گے، اللہ تعالیٰ کی تلوار نیام سے باہر آ گئی تو پھر تا قیامت نیام میں داخل نہیں ہوگی۔"

آپ کی تقریر کا بلوائیوں پر کوئی اثر نہ ہوا، وہ اپنی شقاوت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تلے ہوئے تھے اور انہوں نے بیک زبان کہا اس یہودی اور عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالو۔ ان کی اس حرکت کے نتیجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی بجائے کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنالیا۔

وفات:

۴۳ھ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں مدینہ طیبہ میں آپ کا انتقال ہوا اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

اولادِ امجاد:

آپ کے انتقال کے بعد دو صاحبزادے یادگار تھے: (۱) حضرت یوسف بن عبداللہ، (۲) حضرت محمد بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم۔ دونوں دورِ رسالت میں پیدا ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں بٹھایا تھا، ان کے سروں پر دستِ شفقت پھیرا تھا بلکہ یوسف نام بھی تجویز فرمایا تھا۔

فضل وکمال:

ہر صحابی فضل وکمال کا جامع تھا لیکن حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے کچھ امتیازی کمالات بھی تھے، جو ان روایات میں بیان کیے گئے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

(i) آپ علم وفضل کے بحرِ بے کراں تھے۔

(ii) آپ قبول اسلام سے قبل یہود کے ممتاز عالم تھے اور قبول اسلام کے بعد اسلام کے ممتاز مبلغ تھے۔

(iii) عشرہ مبشرہ کے بعد جنت میں داخل ہونے والے آپ پہلے صحابی ہوں گے۔

دوسری حدیث باب کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

۱۔ حضرت عبد بن سلام رضی اللہ عنہ جنت میں دسویں نمبر میں داخل ہوں گے۔

۲۔ اسرائیلی صحابہ میں آپ کا نمبر دسواں ہے۔ (ماخوذ حیات صور اصحاب الرافت پاشا، صفحہ ۳۱۱ تا ۳۱۶)

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 32: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3741 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ اَبِى الزَّعْرَاءِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِىْ مِنْ اَصْحَابِىْ اَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَاهْتَدُوْا بِهَدْىِ عَمَّارٍ وَّتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ

توضیحِ راوی: وَّيَحْيَى بْنُ سَلَمَةَ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ وَاَبُو الزَّعْرَاءِ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَانِئٍ وَّاَبُو الزَّعْرَاءِ الَّذِىْ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِىُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ اسْمُهٗ عَمْرُو بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ اَخِىْ اَبِى الْاَحْوَصِ صَاحِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے بعد میرے ساتھیوں میں سے ابوبکر و عمر کی اقتداء کرو! عمار کی ہدایت کی پیروی کرو اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد کو مضبوطی سے تھام لو۔ (یعنی ان کے طریقے پر عمل کرو)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' منقول ہونے کے اعتبار سے ہم اسے یحییٰ بن سلمہ بن کہیل نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

یحییٰ بن سلمہ کو علمِ حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

اس روایت کے ایک راوی ابوزعراء کا نام عبداللہ بن ہانی ہے' جس ابوزعراء کے حوالے سے' شعبہ' ثوری اور ابن عیینہ نے احادیث نقل کی ہیں ان کا نام عمرو ہے' اور وہ ابواحوص کے بھتیجے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف

ابتدائی حالات:

ایک کم سن اور قریب البلوغ لڑکے تھے، وہ روزانہ مکہ کے ایک رئیس عقبہ بن معیط کی بکریوں کو لے کر انہیں چرانے کے لیے

3741 - انفردبه الترمذى. ينظر (تحفة الاشراف) (۷۳/۷) حديث (۹۳۵۲)، و اخرجه الحاكم فى المستدرك (۷٦/۳) من طريق ابى الزعراء عن ابن مسعود، و قال الذهبى، سنده واه.

انسانی آبادی سے دور مکے کی پہاڑیوں اور وادیوں کی طرف نکل جایا کرتے تھے۔ان کا نام عبداللہ اور ان کے والد کا نام مسعود تھا لیکن عام طور سے لوگ انہیں ''ابن اُمّ عبد'' کہہ کر پکارتے تھے۔

کم سن عبداللہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اکثر سنا کرتا تھا' جو قریش میں اپنی نبوت کا اعلان کر چکے تھے مگر ایک تو اپنی کم عمری اور دوسرے آبادی سے دور، انسانی سوسائٹی سے الگ تھلگ ہونے کی وجہ سے اس پر خاطر خواہ توجہ نہیں کر پاتا تھا۔اس کا تو روز کا یہ معمول تھا کہ صبح منہ اندھیرے عقبہ بن معیط کی بکریوں کے ساتھ نکل جاتا' تو اس وقت واپس لوٹتا جب رات کی تاریکی پورے طور پر فضاء کو اپنی سیاہ چادر میں چھپا لیتی تھی۔

ایک روز عبداللہ بن مسعود نے دور فاصلے پر ادھیڑ عمر کے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا جو تکان سے چور اور تھکاوٹ سے نڈھال ہونے کی وجہ سے بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور شدت تشنگی کے مارے ان کے ہونٹ اور حلق سوکھ کر کانٹا ہو رہے تھے وہ دونوں اس کے قریب پہنچ کر رکے،اسے سلام کیا اور بولے:

''لڑکے!ہمارے لیے ان بکریوں کا دودھ دوہ جس سے ہم اپنی پیاس بجھا سکیں اور اپنی رگوں کو تر کر سکیں۔''

میں ایسا کرنے سے معذور ہوں، میں ان بکریوں کا دودھ آپ کو نہیں پیش کر سکتا کیونکہ یہ میری نہیں ہیں بلکہ میری امانت ہیں، میں ان کا مالک نہیں اور امین ہوں۔

لڑکے کا جواب سن کر ان دونوں نے کسی قسم کی ناگواری یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انہوں نے اس جواب کو پسند کیا ہے، پھر ان میں سے ایک آدمی نے کہا:

اچھا کسی ایسی بکری کی نشاندہی کرو جس نے کبھی بچہ نہ دیا ہو؟ لڑکے نے اپنے قریب ہی کھڑی ایک چھوٹی سی بکری کی طرف اشارہ کر دیا، وہ آدمی اس کے قریب گیا، اسے پکڑا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔لڑکے نے حیرت کے ساتھ دیکھا اور اپنے دل میں کہا: ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسی بکریاں جو کبھی گابھن نہ ہوئی ہوں، دودھ دینے لگیں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بکری کا تھن پھول کر بڑا ہو گیا اور اس میں تیزی کے ساتھ دودھ بہنے لگا، دوسرے آدمی نے زمین پر پڑا ہوا ایک پیالہ نما گہرا سا پتھر اٹھا کر اسے دودھ سے بھر لیا پھر اس دودھ کو ان دونوں نے پیا اور لڑکے کو بھی پلایا۔عبداللہ بن مسعود نے بتایا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے اس واقعے پر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ جب ہم سب لوگ اچھی طرح آسودہ ہو گئے تو اس بابرکت شخص نے بکری کے تھن سے کہا: ''سکڑ جا'' اور وہ سکڑتے سکڑتے اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔اس وقت میں نے اس بابرکت شخص سے کہا: وہ کلمات جو آپ نے ابھی کہے تھے، ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیں۔تو اس نے کہا: ''اَنْتَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ'' تم ایک سکھائے پڑھائے لڑکے ہو۔

یہ اسلام سے عبداللہ بن مسعود کی شناسائی کی کہانی کا آغاز تھا اور وہ مبارک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ دونوں حضرات قریش کی شدید ایذاء رسانی اور ابتلاء و آزمائش سے بچنے کے لیے اس روز مکے کی گھاٹیوں کی طرف نکل آئے تھے۔لڑکے نے جس انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ سے اپنی محبت اور تعلق خاطر کا اظہار کیا، اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ اس کی احتیاط اور امانت داری کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کے اندر فلاح کی علامات کو محسوس کر لیا۔

دامن اسلام میں:

اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد عبداللہ بن مسعود نے اسلام قبول کر لیا اور خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کرتے ہوئے اپنے آپ کو بارگاہ نبوت میں پیش کر دیا اور اسی روز سے وہ سعادت مند اور خوش بخت لڑکا بکریوں کی گلہ بانی سے نکل کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منتقل ہو گیا، وہ ہر وقت سفر میں، حضر میں، گھر کے اندر اور گھر سے باہر سائے کی طرح آپ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ جب آپ سو جاتے تو وہ آپ کو بیدار کرتے، جب آپ غسل کرتے تو پردے کا انتظام کرتے۔ جب آپ باہر جانے کا ارادہ کرتے تو وہ آپ کو جوتے پہناتے، جب آپ گھر میں داخل ہوتے تو وہ جوتوں کو پائے مبارک سے نکالتے، وہ آپ کے عصا اور مسواک کی حفاظت کرتے اور جب آپ کمرے میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو وہ اس سے پہلے اس میں داخل ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے قرب و تعلق کا یہ حال تھا کہ آپ نے انہیں ہر وقت اپنے گھر آنے اور اپنے رازوں سے واقف رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اس وجہ سے وہ ''راز دان رسول'' کہے جاتے تھے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ کے زیر تربیت پروان چڑھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو آپ کے اخلاق و عادات کے سانچے میں ڈھال لیا۔ خود کو آپ کی صفات سے متصف کر لیا، ہر کام میں آپ کی پیروی کو اپنا وظیفہ حیات بنا لیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر تھے۔ انہوں نے مدرسہ رسول سے علوم قرآن کا درس لیا، وہ صحابہ کرام میں سب سے بڑے قاری، اس کے معانی کے سب سے بڑے رمز شناس اور شریعت الٰہی کے سب سے بڑے نکتہ داں تھے۔ ایک بار جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میدان عرفات میں وقوف فرمائے ہوئے تھے' ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''امیر المؤمنین! میں کوفہ سے آیا ہوں، میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا جو قرآن مجید میں دیکھے بغیر زبانی اس کا املاء کراتا ہے۔'' یہ سن کر انہوں نے خشمگیں لہجے میں پوچھا:

''تیرا برا ہو، کون ہے وہ شخص''؟ ''عبداللہ بن مسعود'' اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔ یہ سن کر بتدریج ان کے غصے کا اثر زائل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی معمولی اور نارمل حالت پر آ گئے، پھر انہوں نے فرمایا: بخدا! میں نہیں جانتا کہ ان سے زیادہ کوئی دوسرا شخص بھی اس کا حقدار ہے۔ اس کے متعلق میں تم سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں: ایک رات کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف فرما تھے' وہ دونوں حضرات مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے، اس مجلس میں میں بھی موجود تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے، ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چلے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ کوئی شخص مسجد میں کھڑا نماز ادا کر رہا ہے ہم اسے پہچان نہ سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کھڑے ہو کر اس کی

قرأت سنتے رہے پھر ہماری طرف مڑتے ہوئے بولے: ''من سره ان یقرأ القرآن رطبا کما نزل فلیقرأه علی قرأة ابن أم عبد'' جو شخص قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن اُم عبد کی قرأت کے مطابق اسے پڑھے۔ پھر جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے جاتے تھے: ''سل تعطه، سل تعطه'' مانگو دیا جائے گا، مانگو دیا جائے گا۔

قرآن میں مہارت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بخدا! میں صبح سویرے ان کے پاس جا کر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی دعا پر آمین کہنے کی خوشخبری سناؤں گا اور جب سویرے ان کو خوشخبری دینے کے ارادے سے ان کے یہاں گیا تو دیکھتا ہوں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے ان کو یہ خوشخبری دے چکے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے جب بھی کسی خیر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مسابقت کی، ابوبکر نے ہمیشہ مجھے پیچھے چھوڑ دیا۔''

کتاب اللہ کے علم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام بلند تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں: ''قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، قرآن کریم کی جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اس کے متعلق کوئی شخص مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس کے پاس پہنچنا ممکن ہو تو میں وہاں پہنچ کر اس کے علم سے ضرور استفادہ کروں گا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق جو کچھ فرمایا اس میں ذرہ برابر مبالغہ سے کام نہیں لیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ایک سفر کے دوران ایک قافلے سے ملتے ہیں، رات اندھیری ہے، اس نے پورے قافلے کو تاریکی کے پردے میں چھپا رکھا ہے، اس قافلے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص سے کہتے ہیں کہ پوچھو آپ لوگ کہاں سے آ رہے ہیں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''فج عمیق سے۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا: ''اور کہاں کا ارادہ ہے؟'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''بیت عتیق کا۔'' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس قافلے میں کوئی صاحب علم ہے، اور انہوں نے اپنے آدمی سے کہا: پوچھو ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے عظیم ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ اللہ وہ زندہ وجاوید ہستی ہے، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہ نہ سوتا ہے، اور نہ اسے اونگھ آتی ہے۔ (بقرہ:۲۵۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ محکم ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ''اِنَّ اللّٰـهَ يَـاْمُرُ بِـالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى'' اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (نحل:۹۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا ٹکڑا سب سے جامع ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ''فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝'' پھر جس نے ذرہ

برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (زلزال: ۷-۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ خوفناک ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ''لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○'' انجام کار نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے، نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو بھی برائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پا سکے گا۔ (نساء: ۱۲۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ امید افزاء ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ''قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○'' (الزمر: ۵۲) (اے نبی!) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت اللہ سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو غفور رحیم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان سے پوچھو ''کیا تم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں؟'' تو قافلہ والوں نے جواب دیا ''ہاں۔''

شجاعت و بہادری:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف عالم و قاری اور عابد و زاہد ہی نہیں تھے بلکہ وہ بڑے ہمتی، نہایت دور اندیش، زبردست مجاہد اور میدان کارزار میں پیکر جرأت و شجاعت بھی تھے۔ وہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے مشرکین کے مجمع میں باآواز بلند قرآن پڑھ کر سنایا۔ ایک روز مسلمان (جب وہ قلیل التعداد اور کمزور تھے) مکہ میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے: بخدا! ابھی تک قریش نے باآواز بلند کسی سے قرآن نہیں سنا۔ کون ہے جوان کو سنا دے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں انہیں قرآن سناؤں گا۔'' صحابہ نے کہا: ''آپ اس کے لیے مناسب نہیں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ کام کوئی ایسا شخص انجام دے جس کی پشت پر اس کے قبیلے کی طاقت ہو کہ اگر قریش اس کے ساتھ بری نیت سے پیش آئیں تو اس کا قبیلہ اس کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔'' لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں یہ کام مجھے ہی کرنے دو۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور ان کے مقابلے میں میری حمایت کرے گا۔'' پھر وہ چاشت کے وقت مسجد حرام میں داخل ہوئے اور مقام ابراہیم کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت سرداران قریش کعبہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے قرآن کی تلاوت شروع کی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ اللہ کے نام سے شروع جو بے انتہاء مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ نہایت مہربان، خدا نے اس قرآن کو تعلیم دی ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ (الرحمٰن: ۱-۴)

وہ کتاب الٰہی کی آیات پڑھتے چلے گئے۔ آواز سن کر سرداران قریش ان کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے: ''یہ ابن ام عبد کیا پڑھ رہا ہے؟ ... ارے اس کا ناس ہو۔ یہ تو اسی پیغام کا کوئی حصہ پڑھ رہا ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ

کھڑے ہوئے۔ تیزی سے ان کی طرف لپکے اور ان کے چہرے پر مارنے لگے لیکن انہوں نے تلاوت کا سلسلہ منقطع نہیں کیا، وہ برابر پڑھتے رہے اور وہیں جا کر رکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔ پھر وہ لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں آئے، اس وقت ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر کہا: "آپ کے متعلق ہم کو اسی بات کا اندیشہ تھا۔" یہ سن کر انہوں نے کہا "بخدا! یہ دشمنان خدا آج سے پہلے میری نظر میں اتنے ذلیل و بے وقعت نہ تھے، اگر آپ لوگ چاہیں تو میں کل بھی ان کو اسی طرح قرآن سنا سکتا ہوں۔" لیکن ساتھیوں نے کہا: "نہیں، بس اتنا کافی ہے، تم نے ان کو وہ چیز سنا دی جس کا سننا انہیں گوارا نہیں ہے۔"

ہجرت:

آپ نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں کی سعادت حاصل کی، یہی وجہ ہے کہ آپ ذوالہجرتین کہلاتے تھے۔

رشتہ مواخات:

ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار صحابہ کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا اور آپ کا رشتہ مواخات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے قائم فرمایا۔

غزوات میں شرکت:

آپ کا شمار "اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" میں ہوتا ہے، آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

امتیازی اوصاف:

دیگر صحابہ کی نسبت آپ کے کچھ امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) خوف قیامت، (۲) خشیت باری تعالیٰ، (۳) قرآن وسنت کا مشغلہ، (۴) کثرت عبادات وغیرہ۔

قاضی کوفہ:

۲۰ھ میں خلیفہ ثانی، امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قاضی کوفہ کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیتے رہے۔

علالت:

آپ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں کسی نے خواب دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند و بالا منبر پر تشریف فرما ہیں، بکثرت حاضرین موجود ہیں اور ان میں ایک حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہیں۔ آپ حاضرین سے مخاطب ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرما رہے ہیں کہ اب آپ ہمارے پاس آجائیں کیونکہ آپ کو بہت ستایا گیا ہے۔

یہ خواب حقیقت بن کر سامنے آیا، آپ علیل ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیمارداری کے لیے آئے جبکہ اس سے قبل شکر رنجی کی وجہ سے دو سال سے ان کا وظیفہ بند تھا اور دونوں بزرگوں کے مابین حسب ذیل گفتگو ہوئی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: آپ کون سے مرض کے شکار ہوئے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: اپنے گناہوں کے مرض میں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ: آپ کیا چاہتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: رحمت خداوندی چاہتا ہوں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ: کیا آپ کے لیے کوئی طبیب بلائیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: مجھے طبیب مطلق نے بیمار کیا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ: کیا آپ کا وظیفہ جاری کر دیا جائے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: مجھے اس وظیفہ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ: یہ وظیفہ آپ کی صاحبزادیوں کے کام آئے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: کیا میری لڑکیوں کے دست نگر و محتاج ہو جانے کا خوف ہے؟ میں نے تو انہیں کہہ دیا ہے کہ وہ رات کے وقت سورۃ الواقعہ پڑھ لیا کریں، کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص رات کے وقت سورہ واقعہ کی تلاوت کرے گا، اسے فاقہ لاحق نہیں ہوگا۔

وفات:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے، جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ مزاج پرسی کے بعد انہوں نے دریافت کیا: ''آپ کو کس چیز کی شکایت ہے؟'' بولے ''اپنے گناہوں کی۔'' پوچھا: کیا خواہش ہے؟ بولے: ''اپنے رب کی رحمت کی۔'' پوچھا: ''کیوں نہ آپ کے وظیفے کی ادائیگی کا حکم جاری کر دوں جس کو لینے سے آپ نے پچھلے کئی سالوں سے انکار کر دیا ہے؟'' بولے: ''مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' کہنے لگے: ''آپ کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا۔'' بولے: ''کیا آپ کو میری بیٹیوں کے متعلق محتاجی کا اندیشہ ہے؟ میں نے انہیں ہر رات سورہ واقعہ پڑھنے کی ہدایت کر دی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''من قرأ الواقعة كل ليلة لم تصبه فاقة'' جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے گا وہ فقر و فاقہ سے دوچار نہ ہوگا۔''

جب رات آئی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اس وقت ان کی زبان مبارک اللہ کے ذکر اور اس کی آیات بینات سے تر تھی۔

۳۲ھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں آپ کا وصال ہوا۔ وصال کے وقت عمر مبارک ساٹھ (۶۰) سال تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(ماخوذ از حیات الصحابہ از ڈاکٹر عبدالرحمن رافت پاشا از صفحہ ۹۲ تا ۹۸)

مفہوم حدیث:

اس روایت میں امور ثلاثہ بیان ہوئے ہیں جو حقیقت کا آئینہ دار ہیں:

(i) حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے سب سے زیادہ خلافت کے حقدار حضرت ابوبکر صدیق ہیں، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ii) حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے خلافت کے زیادہ حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، اس پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ گواہ ہے۔

(iii) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو روایت بیان کریں ان کی تصدیق کرو اور انہیں حق تسلیم کرو۔

3742 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا مُوْسٰى يَقُوْلُ لَقَدْ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِىْ مِنَ الْيَمَنِ وَمَا نُرٰى حِيْنًا اِلَّا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰى مِنْ دُخُوْلِهٖ وَدُخُوْلِ اُمِّهٖ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ

◆◆ اسود بن یزید بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' میں اور میرا بھائی یمن سے (مدینہ منورہ) آئے کافی عرصے تک ہم یہی سمجھتے رہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت میں سے ایک صاحب ہیں' کیونکہ ہم انہیں اور ان کی والدہ کو بکثرت نبی اکرم ﷺ کے ہاں آتے جاتے دیکھتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس روایت کو ابوسفیان ثوری نے ابواسحق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

دارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بغیر اجازت کے داخل ہونا:

اس روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت و عظمت بیان کی گئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

3742 - اخرجه البخاری (۱۲۹/۷): کتاب فضائل الصحابة باب: مناقب عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، حديث (۳۷۶۳)، و (۶۹۹/۷): کتاب المغازی: باب: قدوم الاشعريين و اهل اليمن، حديث (۴۳۸۴)، و مسلم (۳۳۸/۸ - الابی): کتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم، حديث (۱۱۰ - ۲۴۶۰/۱۱۱)، و احمد (۴۰۱/۴) من طريق ابی اسحاق، عن الاسود بن يزيد، عن عبد الله بن مسعود، فذكره.

طرف سے انہیں گھر کے فرد کی حیثیت حاصل تھی اور اجازت کے بغیر وہ دار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو سکتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں دخول دار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز کے لیے یہ الفاظ ہیں: اذنك علی ان یرفع الحجاب وان تستمع سوادی حتی انهاك یعنی میرے پاس (گھر میں) آنے کی اجازت تمہارے لیے یہ ہے کہ پردہ اٹھادیا گیا ہو اور تم گھر میں کسی سے گفتگو کرتے ہوئے سن لو، اس طرح تم بغیر اجازت گھر میں آسکتے ہو حتیٰ کہ میں تمہیں روک دوں۔

3743 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ

متنِ حدیث: قَالَ اَتَيْنَا عَلٰى حُذَيْفَةَ فَقُلْنَا حَدِّثْنَا مَنْ اَقْرَبُ النَّاسِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيًا وَّدَلًّا فَنَاْخُذَ عَنْهُ وَنَسْمَعَ مِنْهُ قَالَ كَانَ اَقْرَبُ النَّاسِ هَدْيًا وَّدَلًّا وَّسَمْتًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ حَتّٰى يَتَوَارٰى مِنَّا فِیْ بَيْتِهٖ وَلَقَدْ عَلِمَ الْمَحْفُوْظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ هُوَ مِنْ اَقْرَبِهِمْ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں: ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: آپ ہمیں اس شخص کے بارے میں بتائیں جو عادت واطوار اور طور طریقوں میں نبی اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ قریب ہو تاکہ ہم اس طریقے کو حاصل کریں اور ان سے احادیث کو سنیں تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: طور طریقوں اور عادات واطوار میں نبی اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رکھتے ہیں، یہاں تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے گھریلو معاملات کے بارے میں بھی واقف ہیں' جن کا ہمیں علم نہیں ہے' اور نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے محفوظ لوگ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اُم عبد کے صاحبزادے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) ان سب کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت وخصلت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی حالت کے قریب تر ہونا:

ایک عرصہ تک اصحاب صفہ میں شامل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست علم وتربیت حاصل کرنے کے علاوہ خادم کی حیثیت سے دار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بلا اجازت آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہا، جس کے نتیجہ میں اندرونی امور کے حوالے سے

3743 - اخرجه البخاري (۱۲۹/۷) كتاب فضائل الصحابة باب مناقب عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، حديث (۳۷۶۲) و احمد (۳۸۹/۵ - ۳۹۵ - ۴۰۱ - ۴۰۲)، من طريق ابي اسحاق، عن عبد الرحمن بن يزيد، عن حذيفة بن اليمان، فذكره.

روایات بھی آپ کو ذہن نشین ہو چکی تھیں جب کہ ان معلومات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مکمل طور پر محروم تھے، خواہ کثرت روایات کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے درجہ کے راوی تھے مگر ان کے بعد بلاشبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔

3744 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا صَاعِدُ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا اَحَدًا مِنْ غَيْرِ مَشُوْرَةٍ مِّنْهُمْ لَاَمَّرْتُ عَلَيْهِمْ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر میں نے مشورہ لئے بغیر کسی کو امیر مقرر کرنا ہوتا تو ابن اُم عبد (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو ان لوگوں کا امیر مقرر کر دیتا۔

اس روایت کو ہم صرف حارث نامی راوی کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صلاحیت امارت کا جامع ہونا:

امارت کی دو اقسام ہیں: (i) امارت کبریٰ: یعنی صاحب اقتدار ہونا، یہ تو قریش کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ فرمایا گیا ہے: **الآئمة من قريش** ۔ (ii) امارت صغریٰ: اس سے مراد سرایا وغیرہ کی امارت ہے۔ یہ مشورہ کے بغیر بھی کسی کو فراہم کی جا سکتی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں بہت سی خوبیاں اور صلاحیتیں جمع کر دی ہیں کہ اگر انہیں اچانک امارت (سرایا وغیرہ میں) تفویض کر دی جائے تو وہ یہ خدمت باحسن وجوہ سرانجام دے سکتے ہیں، کیونکہ آپ میں شجاعت و بہادری کے اوصاف موجود ہیں' جن کا امیر میں ہونا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں صلاحیت امارت موجود ہونے کی وجہ سے صحابہ سے مشورہ کے بغیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں امارت تفویض کی جاتی تو وہ کامیابی کے ساتھ یہ خدمت نبھا سکتے تھے۔

3745 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا اَحَدًا مِنْ غَيْرِ مَشُوْرَةٍ لَاَمَّرْتُ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر میں نے مشورے کے بغیر کسی کو امیر مقرر کرنا ہوتا تو میں ابن اُم عبد (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو امیر مقرر کرتا۔

3744 - اخرجه ابن ماجه (۱/۴۹): المقدمة، حديث (۱۳۷)، و احمد (۱/۷۶ - ۹۵ - ۱۰۷ - ۱۰۸) من طريق ابى اسحاق، عن الحارث، عن على بن ابى طالب رضى الله عنه فذكره.

3746 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قرآن چار لوگوں سے سیکھو ابن مسعود' ابی بن کعب' معاذ بن جبل اور ابوحذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3747 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ بْنُ مَخْلَدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خَيْثَمَةَ بْنِ اَبِيْ سَبْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَسَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَ لِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَ لِيْ اَبَا هُرَيْرَةَ فَجَلَسْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهٗ اِنِّيْ سَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَ لِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَوُفِّقْتَ لِيْ فَقَالَ لِيْ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ جِئْتُ اَلْتَمِسُ الْخَيْرَ وَاَطْلُبُهٗ قَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ مُّجَابُ الدَّعْوَةِ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ صَاحِبُ طَهُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعْلَيْهِ وَحُذَيْفَةُ صَاحِبُ سِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَمَّارٌ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ وَسَلْمَانُ صَاحِبُ الْكِتَابَيْنِ

قَالَ قَتَادَةُ وَالْكِتَابَانِ الْاِنْجِيْلُ وَالْفُرْقَانُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَخَيْثَمَةُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَبْرَةَ اِنَّمَا نُسِبَ اِلٰى جَدِّهٖ

◆◆ حضرت خیثمہ بن ابی سبرہ بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ کسی نیک ساتھی کا ساتھ مجھے نصیب کردے' تو اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا دیا میں ان کے پاس بیٹھا میں نے ان سے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے کسی نیک ساتھی کا ساتھ نصیب کرے' تو مجھے آپ کا ساتھ مل گیا ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے

3746 - اخرجه البخاری (۱۲۷/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب سالم مولى ابى حذيفة رضى الله عنه، حديث (۳۷۵۸)، (۱۲۸/۷)، باب: مناقب عبد الله بن مسعود رضى الله عنه، حديث (۳۸٦۰)، (۱۵۸/۷): باب: مناقب ابى بن كعب رضى الله عنه، حديث (۳۸۰۸)، و (٦٦۳/۸) كتاب فضائل القرآن: باب: القراء من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم حديث (٤۹۹۹)، ومسلم (۳٤۲/۸ - الابى): كتاب فضائل الصحابة رضى الله تعالى عنهم باب: من فضائل عبد الله بن مسعود و امه رضى الله تعالى عنهم، حديث (۱۱٦ - ۱۱۷ - ۱۱۸/۲٤٦٤)، و احمد (۱٦۳/۲ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۵) من طريق مسروق عن عبد الله بن عمرو، فذكره.

دریافت کیا' تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے جواب دیا: اہل کوفہ سے' میں بھلائی کو تلاش کرنے کے لئے اور اس کی طلب میں آیا ہوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہارے درمیان حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ موجود نہیں؟ جن کی دعا قبول ہوتی ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ موجود نہیں ہے' جو نبی اکرم ﷺ کے وضو کا پانی آپ کے نعلین شریفین اٹھایا کرتے تھے' کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟ جو نبی اکرم ﷺ کے خاص راز دار ہیں اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نہیں ہے؟ نبی اکرم ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ نے انہیں شیطان سے محفوظ قرار دیا ہے' اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟ جو دو کتابوں (پر ایمان رکھنے والے ہیں) قتادہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: دو کتابوں سے مراد انجیل اور قرآن ہیں۔ (کیونکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے عیسائی ہوئے تھے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

خثیمہ نامی راوی یہ خثیمہ بن عبدالرحمٰن بن سبرہ ہیں' تاہم ان کی نسبت ان کے دادا کی طرح کی جاتی ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم خاص ہونا:

صاحب الکتابین: سے مراد ہے کہ دو کتابوں پر ایمان رکھنے والا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اڑھائی سو سال عمر ہوئی ہے، قبول اسلام سے قبل آپ انجیل پر ایمان رکھتے تھے اور قبول اسلام کے بعد قرآن پر ایمان لائے۔

سوال: آسمانی کتب وصحائف کی تعداد ایک سو چار (۱۰۴) ہے، جن پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن یہاں ''صاحب الکتابین'' کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ اس سے دو کے علاوہ پہلی کتابوں کا انکار لازم آتا ہے' جو درست نہیں ہے؟

جواب: پہلی کتب کے انکار پر کوئی لفظ دلالت نہیں کرتا، تاہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عملی طور پر دو کتابوں کو اختیار کیا، قبول اسلام سے قبل انجیل اور قبول اسلام کے بعد قرآن۔ لہٰذا اسی بنیاد پر دو کتابوں کا تذکرہ ہوا اور نہ تمام آسمانی کتب وصحائف پر بلاتفریق ایمان لانا ضروریات اسلام سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے، کبھی وضو کا اہتمام کرنے کے لیے پانی پیش کرتے اور کبھی نعلین شریفین صاف کر کے خدمت میں پیش کرتے تھے۔ یہی بات آپ کی فضیلت کو نمایاں کرتی ہے۔

فائدہ نافعہ:

کسی کے علم وفن کو تسلیم کرنا، صاحب علم ہونے کی علامت ہے۔ حضرت خثیمہ بن ابی سبرہ رضی اللہ عنہ معلم کامل کی تلاش میں نکلے تو مدینہ طیبہ میں آئے، مسجد نبوی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حلقہ میں شامل ہوئے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بعض علمی شخصیات کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات، رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں وضوء کے لیے پانی اور پاپوش پیش کرنے والے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جن کو دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے شیطان مردود سے اپنی پناہ میں رکھا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو دو کتابوں والے ہیں، کے حلقہ ہائے علم موجود ہیں۔

جس فن میں کوئی مہارت تامہ رکھتا ہو، وہ فن اسی سے حاصل کرنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ماہرین قرآن صحابہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا اور وہ چار خوش قسمت صحابہ کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن مسعود، (ii) حضرت ابی بن کعب، (iii) حضرت معاذ بن جبل، (iv) حضرت حذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہم۔

بَاب مَنَاقِبِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 33: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3748 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عِيسٰى عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ اَبِى الْيَقْظَانِ عَنْ زَاذَانَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اسْتَخْلَفْتَ قَالَ اِنْ اَسْتَخْلِفْ عَلَيْكُمْ فَعَصَيْتُمُوْهُ عُذِّبْتُمْ وَلٰكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ حُذَيْفَةُ فَصَدِّقُوْهُ وَمَا اَقْرَاَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْهُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقُلْتُ لِاِسْحٰقَ بْنِ عِيسٰى يَقُوْلُوْنَ هٰذَا عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ عَنْ زَاذَانَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ شَرِيْكٍ

◄► حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کسی کو اپنا نائب مقرر کر دیں (تو یہ مناسب ہوگا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تم پر اپنا نائب مقرر کر دیا' اور تم نے اس کی نافرمانی کی' تو تمہیں عذاب دیا جائے گا' لیکن حذیفہ جو تمہیں بات بتائے تم اس کی تصدیق کرنا اور عبداللہ تمہارے سامنے جو قرأت کر کے سنائے تم اس کے مطابق پڑھنا۔

عبداللہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اسحٰق بن عیسیٰ سے دریافت کیا' لوگ یہ کہتے ہیں: یہ ابو وائل کے حوالے سے منقول ہے' تو انہوں نے جواب دیا: نہیں! یہ زاذان کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور یہ شریک سے منقول ہے۔

3748- انفرد به الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (٣/٣٠) حديث (٣٣٢٢)، و ذكره المتقي الهندي في الكنز (١١/٦٣٠) حديث (٣٣٠٧٣)، و عزاه للطبراني و الترمذي، و الحاكم عن حذيفة.

شرح

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام و شجرہ نسب:

آپ کا نام: حذیفہ، کنیت: ابوعبداللہ، لقب: صاحب السر تھا۔قبیلہ غطفان کے خاندان عبس کے چشم و چراغ تھے۔آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

حذیفہ بن حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فروہ بن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان العبسی۔والدہ محترمہ کا اسم گرامی: رباب بنت کعب بن عدی بن عبدالاشہل تھا۔

آپ کے والد گرامی کسی آدمی کو قتل کر کے سرزمین مدینہ طیبہ آ گئے پھر یہاں قیام پذیر ہو گئے، خاندان عبدالاشہل سے حلیف ہونے کا تعلق قائم ہوا، پھر قرابت بھی اختیار کر لی گئی۔بنیادی طور پر اوس وخزرج دونوں قبائل کا تعلق بھی ''یمن'' سے تھا اور اس نسبت سے ان کا نام ''یمان'' تجویز کیا گیا۔خاندان عبدالاشہل میں نکاح کے نتیجہ میں پانچ اولادیں پیدا ہوئیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:

(i) حذیفہ بن یمان، (ii) سعد بن یمان، (iii) صفوان بن یمان، (iv) مدلج، (v) لیلیٰ

دامن اسلام میں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والدین اور بھائی بہنوں میں سے صرف حذیفہ اور صفوان دونوں دونوں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔قبول اسلام کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ عازم ہجرت ہو کر مکہ گئے پھر وہاں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہجرت مدینہ کی تھی۔

حلیہ مبارک:

آپ کا قد متوسط، سامنے کے دانت نہایت خوبصورت، تیز نظر، رفتار و گفتار میں میانہ روی اور اعلیٰ اخلاق کے مالک۔

غزوات میں شرکت:

تاریخ اسلام میں اعلاء کلمۃ الحق کے لیے حق و باطل کے درمیان چند ایک معرکہ بھی پیش آئے، آپ نے غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

غزوہ بدر میں عدم شرکت کی وجہ آپ نے خود یوں بیان فرمائی:

میں اس وقت اپنے والد گرامی کے ساتھ مدینہ سے باہر گیا ہوا تھا، وہاں کفار قریش نے ہمیں گرفتار کر لیا اور دریافت کیا: تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے جواب دیا: مدینہ میں۔انہوں نے سوال کیا: کیا آپ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا:

چاہتے ہیں؟ ہم نے جواب دیا: ہم مدینہ جانا چاہتے ہیں، انہوں نے اس شرط پر ہمیں رہا کر دیا کہ ہم نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جنگ میں مدد کریں گے اور نہ ان کا ساتھ دیں گے۔ رہائی حاصل کرنے کے بعد جب ہم مدینہ پہنچے تو اس صورتحال کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، پھر ہم نے عرض کیا: ایسی صورتحال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنا وعدہ پورا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے استعانت کی دعا کرنے کی تاکید فرمائی۔

غزوۂ اُحد میں آپ نے اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر شرکت کی۔ اس موقع پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خوب شجاعت، بہادری کے جوہر دکھائے اور فراغت پر واپس لوٹے مگر آپ کے والد گرامی نے دوران جنگ جام شہادت نوش کیا۔ تاہم انہوں نے دشمن کی تلوار سے نہیں بلکہ مسلمانوں کی تلوار سے جام شہادت نوش کیا۔

ہوا یہ کہ اس غزوہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یمان اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہما کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایک محفوظ مقام پر چھوڑ دیا، کیونکہ یہ دونوں حضرات ضعیف اور عمر رسیدہ تھے۔ جب معرکہ کارزار گرم ہوا تو حضرت یمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے کہا:

''ہم کس بات کے منتظر ہیں؟ خدا کی قسم! اب ہماری زندگی کا قلیل حصہ باقی رہ گیا ہے، ہم بہت جلد اپنی مدت حیات پوری کرنے والے ہیں۔ کیوں نہ ہم اپنی تلواریں لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہو جائیں، ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہم کو دولت شہادت سے بہرہ ور کر دے۔'' پھر وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو دشمن کے ہاتھوں جام شہادت نصیب ہوا لیکن حضرت یمان رضی اللہ عنہ پر نادانستگی میں مسلمانوں کی تلواریں برسنے لگیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ میرے والد، میرے والد پکارتے رہے لیکن کسی نے ان کی ایک نہ سنی، بوڑھے حضرت یمان رضی اللہ عنہ تلواروں سے زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے، پھر گوہر شہادت حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے صرف اتنا کہا: اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی مغفرت کرے وہ ارحم الراحمین ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ بیٹے کو اس کے باپ کی دیت ادا کر دیں لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر دیت لینے سے انکار کر دیا: وہ شہادت کے طالب تھے اور ان کی مطلوبہ چیز ان کو حاصل ہو گئی۔ خدایا! تو گواہ رہنا، میں نے اپنے باپ کی دیت مسلمانوں پر صدقہ کر دی ہے۔

امارت وشجاعت:

وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ مختلف اوقات میں عراق، نصیبین اور مدائن میں اقامت پذیر رہے۔ عراق کا علاقہ فتح ہونے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے فرات کے حاکم حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو جبکہ نواح دجلہ کے حاکم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تعینات کیے گئے۔ نواح دجلہ کے لوگ نہایت درجہ کے شریر، بے ایمان اور باغیانہ ذہن کے مالک تھے۔ ان کی بغاوت ومخالفت اور ہٹ دھرمی کے باوجود حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مثالی حکومت قائم کی۔

۱۸ھ میں نہاوند کا معرکہ پیش آیا، آپ اس وقت کوفہ میں مقیم تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کو پیغام ملا کہ کوفہ کی فوج لے کر نعمان بن مقرن کے لشکر کے ساتھ جا کر مل جائیں، حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے نہاوند میں پڑاؤ ڈالا،

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہاں جا کر لشکر سے ملے، معرکہ نہاوند گرم ہوا، دشمن کو شکست ہوئی، اس معرکہ میں امیر لشکر اسلامی حضرت نعمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، حسب حکم امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ امیر لشکر بنے، اسلامی لشکر نے آپ کی قیادت میں کام کرنے میں مسرت کا اظہار کیا۔

آپ نے لشکر اسلامی کے ساتھ نہاوند کی طرف پیش قدمی کی، وہاں ایک آتش کدہ تھا جس کا متولی امن حاصل کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسے امن دیے جانے پر اس نے حسب خواہش کسریٰ کے نہایت قیمتی جواہرات لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیے، آپ نے مال غنیمت سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جبکہ پانچواں حصہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا، امیر المؤمنین نے یہ جواہرات ناراضگی کے ساتھ واپس کر دیے، حسب حکم آپ نے یہ جواہرات ایک کروڑ درہم میں فروخت کر کے رقم فوج میں تقسیم کر دی۔

اس موقع پر اہل شہر کے لیے ایک فرمان نامہ جاری کیا جو بایں الفاظ تھا:

حذیفہ بن یمان نے اہل ماہ (نہاوند) کو ان کے جان و مال اور جائیداد کے متعلق امان دی کہ ان کے مذہب سے بالکل تعرض نہ ہوگا اور نہ مذہب بدلنے پر مجبور کیے جائیں گے اور ان میں ہر بالغ شخص جب تک سالانہ جزیہ ادا کرے گا، مسافروں کو راستہ بتائے گا، راستوں کو درست رکھے گا، اسلامی لشکر کی جو یہاں ٹھہرے گا ایک شبانہ روز ضیافت کرے گا اور سلطنت کا خیر خواہ رہے گا، ان صورتوں میں ان کی جان و مال اور زمین محفوظ رہے گی اور اگر انہوں نے اس عہد میں خیانت کی اور ان کی روش میں تغیر واقع ہوا تو پھر مسلمان بری الذمہ ہیں۔

یہ عہد نامہ ۱۹ھ میں تحریر کیا گیا تھا۔ آپ کے اس معاہدہ سے سلاطین ممالک تا قیامت استفادہ کرتے رہیں گے۔ معرکہ نہاوند میں کامیابی کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے پہلے عہدہ پر واپس آ گئے اور حسب سابق خدمات انجام دینے لگے۔

فضل و کمال:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اولوالعزم اور صحابہ کبار میں شمار ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کثیر کمالات سے نوازا گیا تھا اور اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے حلقہ میں موجود تھے، تلامذہ بھی بکثرت تھے، دجال کی بحث شروع ہو گئی تو آپ نے فرمایا: دجال کے بارے میں، میں تمام حاضرین سے زیادہ جانتا ہوں۔

۲- ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک بات کے سوا سب کچھ بیان کر دیا، وہ بات یہ تھی کہ اہل مدینہ کے مدینہ سے خروج کا سبب کیا ہوگا۔

۳- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فضائل اعمال کے حوالے سے سوالات کرتے تھے لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایسے سوالات نہیں کرتے تھے بلکہ آپ برائیوں کے بارے میں سوالات کرتے تھے تا کہ ان میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں۔ صحابہ کرام آپ کو "رازدان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الیس

فیکم صاحب السر۔ یعنی کیا تم لوگوں میں سب سے بڑا عالم موجود نہیں ہے؟

۴- ایک دفعہ بہت سے صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع تھے، آپ نے فرمایا: فتنہ کے حوالے سے زیادہ معلومات کس کے پاس ہیں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اہل وعیال، مال ودولت اور ہمسایہ کے بارے میں جو کچھ سرزد ہو جاتا ہے، تو نماز، زکوۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس کا کفارہ بن جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا یہ مقصد نہیں ہے بلکہ وہ فتنے بتائیں جو سمندر کی مثل جوش زن ہوتے ہیں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ کے اور ان کے مابین ایک دروازہ حائل ہے، اس لیے اس بارے میں زیادہ تردد کی ضرورت نہیں ہے وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ تو پھر کبھی بند نہ ہو گا۔ فرمایا: ہاں۔

ایک مجلس حدیث میں تذکرہ چھڑا جس میں حضرت شقیق بھی موجود تھے، انہوں نے کہا: اے حذیفہ رضی اللہ عنہ! کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس دروازے کا علم تھا؟ جواب دیا: ہاں، جس طرح تم جانتے ہو کہ دن کے بعد رات ہوتی ہے؟ لوگوں نے دریافت کیا: دروازہ سے کیا مراد ہے؟ جواب دیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔

۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تا قیامت پیش آنے والے فتنوں کو جانتا ہوں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میرے علاوہ کوئی شخص ان کا علم نہیں رکھتا، ایک موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تا قیامت پیش آنے والے تمام فتنوں کے بارے میں بتایا، سننے والے اب میرے علاوہ کوئی بھی قید حیات نہیں ہے۔

اخلاق واطوار:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ قابل تحسین اور قابل تقلید اخلاق واطوار کے مالک تھے، اس سلسلہ میں چند ایک حقائق حسب ذیل ہیں:

☆ امارت مدائن کے زمانہ میں عجم کی آب وہوا اور منصب امارت پر فائز ہونے کے باوجود کوئی اضافی ساز وسامان نہیں رکھتے تھے، گدھے پر سواری کرتے' اور استغناء کا یہ حال تھا کہ قوت لا یموت سے زائد دولت اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔ ایسے حالات میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے کچھ مال بھیجا گیا مگر آپ نے سب کچھ غرباء ومساکین میں تقسیم کر دیا۔

☆ زہد وعبادت میں اپنی مثال آپ تھے، ایک دفعہ عشاء کی نماز کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں نفلی نماز شروع کی، رات بھر نماز میں مصروف رہے مگر زبان سے اف تک نہ کیا، آذان بلالی شروع ہونے تک بمشکل دو رکعت نماز مکمل ہوئی تھی۔

☆ ایک دفعہ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے احتیاط کی بناء پر شیشی میں پیشاب کیا تا کہ اس کی چھینٹوں سے بچا جا سکے، یہ صورتحال دیکھ کر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شدت درست نہیں ہے، ایک موقع پر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے گھوڑے پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں نے دور ہونے کی کوشش کی، آپ نے منع کر دیا۔ میں گھوڑے کی پشت کے پاس کھڑا رہا حتیٰ کہ آپ اپنے عمل سے فارغ ہو گئے۔

☆ایک دفعہ کچھ لوگ جمع ہو کر گفتگو کر رہے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا: عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی باتیں نفاق تصور کی جاتی تھیں۔

☆ایک شخص مسجد میں نہایت عجلت سے نماز ادا کر رہا تھا، اسی دوران حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، نمازی سے دریافت کیا: کتنے عرصہ سے نماز پڑھ رہے ہو؟ جواب دیا: عرصہ دس سال سے، فرمایا: تمہاری عرصہ دس سال کی نمازیں ضائع ہو گئیں، اگر تم آئندہ تا حیات ایسی نماز ادا کرتے رہے تو دین محمدی پر نہیں مروگے۔ پھر آپ نے اس شخص کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا، بالخصوص اس بات کی تاکید کی کہ خواہ چھوٹی رکعت ادا کرو مگر رکوع و سجود میں اعتدال اور خشوع وخضوع ضرور ہونا چاہیے۔

☆غزوہ خندق کے موقع پر کوئی صحابی مشرکین کے پاس جانا پسند نہیں کرتا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہایت نڈر تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مشرکین میں گھس گئے اور زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت حاصل کی۔

☆اگر آپ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کھانا کھاتے آداب نبوت کو پیش نظر رکھتے تھے، اس وقت تک کھانے کی ابتداء نہیں کرتے تھے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا شروع نہ کرتے تھے۔

☆ایک دفعہ حالت جنابت میں تھے کہ اچانک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سامنے تشریف لے آئے، ایک طرف ہٹ گئے، دریافت کرنے پر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حالت جنابت میں ہوں، آپ نے فرمایا: مومن نجس نہیں ہوتا۔

اولاد امجاد:

آپ نے دو خواتین سے نکاح کیا، چار صاحبزادے تھے:

(۱) ابوعبیدہ بن حذیفہ، (۲) بلال بن حذیفہ، (۳) صفوان بن حذیفہ، (۴) سعید بن حذیفہ۔

وفات:

۳۶ھ کو مدائن میں وصال فرمایا، جنازہ میں کثیر لوگ شامل تھے، جن میں اکثریت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی، اپنے دو صاحبزادگان کو بھی آپ کی بیعت کی وصیت کی تھی۔

مفہوم حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واضح طور پر خلیفہ نامزد نہ کرنے کا فلسفہ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے، نامزد خلیفہ کی اطاعت واجب ہو جاتی، اس سلسلہ میں کوتاہی سے لوگ سزا کے حقدار قرار پاتے اور خلیفہ کی مخالفت بغاوت اسلام کے زمرہ میں آتی۔ تاہم اہل سنت کا عقیدہ ہے جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہے:

خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر، خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق، خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی اور خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

ان خلفاء کرام نے اپنے اپنے دور میں خلافت کا حق ادا کر دیا، خود باہم شیر وشکر تھے، تا حیات اشاعت دین میں مصروف عمل

رہے، ان کی خدمات مثالی تھیں، قرآن وسنت کی تدوین وتبلیغ کے نتیجہ میں قرآن وسنت تا قیامت محفوظ ہو گئے اور ملت اسلامیہ اس روشنی کے مینار سے راہنمائی حاصل کرتی رہی۔

بَاب مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 34: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3749 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ فَرَضَ لِاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فِي ثَلَاثَةِ اٰلَافٍ وَّخَمْسِ مِائَةٍ وَّفَرَضَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِي ثَلَاثَةِ اٰلَافٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِاَبِيهِ لِمَ فَضَّلْتَ اُسَامَةَ عَلَيَّ فَوَاللّٰهِ مَا سَبَقَنِي اِلٰى مَشْهَدٍ قَالَ لِاَنَّ زَيْدًا كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَبِيكَ وَكَانَ اُسَامَةُ اَحَبَّ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ فَاٰثَرْتُ حُبَّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حُبِّي

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ زید بن اسلم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ کو تین ہزار پانچ سو (درہم/دینار) دیے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے تین ہزار مقرر کیے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے کہا آپ نے اسامہ کو مجھ پر فضیلت کیوں دی ہے؟ اللہ کی قسم! انہوں نے مجھ سے پہلے کسی غزوے میں شرکت نہیں کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے: زید نبی اکرم ﷺ کے نزدیک تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور اسامہ نبی اکرم ﷺ کے نزدیک تم سے زیادہ محبوب تھے اس لئے میں نے اپنی محبوب شخصیت کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ کی محبوب شخصیت کو ترجیح دی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3750 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

متنِ حدیث: مَا كُنَّا نَدْعُو زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ اِلَّا زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَتْ (ادْعُوهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ)

3749 - انفردبه الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (٩/٨) حديث (١٠٤٠١)، عن زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر بن الخطاب موقوفًا.

3750 - اخرجه البخاري (٣٧٧/٨) كتاب التفسير: باب: ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله رقم (٤٧٨٢)، و مسلم (١٨٨٤/٤) كتاب فضائل الصحابة: باب: فضائل زيد بن حارثة، و اسامة بن زيد، رضي الله عنهما، رقم (٦٢، ٢٤٢٥/٦٢).

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

◆◆ سالم بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: پہلے ہم لوگ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

''تم ان لوگوں کو ان کے حقیقی باپ کی نسبت سے بلاؤ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انصاف کے زیادہ مطابق ہے''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

3751 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ بْنُ مَخْلَدٍ الْبَصْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الرُّومِيِّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِي خَالِدٍ عَنْ اَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي جَبَلَةُ بْنُ حَارِثَةَ اَخُو زَيْدٍ

متنِ حدیث: قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْعَثْ مَعِي اَخِي زَيْدًا قَالَ هُوَ ذَا قَالَ فَاِنِ انْطَلَقَ مَعَكَ لَمْ اَمْنَعْهُ قَالَ زَيْدٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَا اَخْتَارُ عَلَيْكَ اَحَدًا قَالَ فَرَاَيْتُ رَاْيَ اَخِي اَفْضَلَ مِنْ رَاْيِي

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ الرُّومِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ

◆◆ حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو حضرت زید (بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کے بھائی ہیں وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ میرے بھائی زید کو میرے ساتھ بھیج دیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اسے نہیں روکوں گا' زید نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم! میں آپ کے مقابلے میں کسی اور کو اختیار نہیں کروں گا (حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے بھائی کی رائے میری رائے کے مقابلے میں زیادہ بہتر تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف ابن رومی نامی راوی کے حوالے سے' علی بن مسہر کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

3752 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِي

3751 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، سوى ينظر (تحفة الاشراف) (٤٠٧/٢) رقم (٣١٨٢)، و ذكره صاحب (المشكاة) (١٠/٥٤٤، مرقاة) حديث (٦١٧٤).

3752 - اخرجه مسلم (١٤٨٤/٤) كتاب فضائل الصحابة: باب: فضائل زيد بن حارثة، و اسامة بن زيد رضي الله عنهما. رقم (٢٤٢٦/٦٣ - ٢٤٢٦/٦٤).

اِمْرَتِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَطْعَنُوْا فِیْ اِمْرَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِیْ اِمْرَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَايْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ وَاِنَّ هٰذَا مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ بَعْدَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ایک مہم روانہ کی اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ان کا امیر مقرر کیا لوگوں نے ان کی امارت کے بارے میں شبہات کا اظہار کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اس کی امارات کے بارے میں شبہات کا اظہار کر رہے ہو' تو تم اس سے پہلے اس کے باپ کے بارے میں بھی اس طرح کے خیالات پیش کر چکے ہو' اللہ کی قسم! وہ (زید بن حارثہ) امارات کے لائق تھا۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا اور اس کے بعد یہ (اسامہ بن زید) میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کی مانند ہے۔

شرح

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام و شجرہ نسب:

آپ کا نام: زید، کنیت: ابواسامہ، لقب: حب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، باپ کا نام: حارثہ، والدہ کا نام: سعدیٰ بنت ثعلبہ تھا۔ شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

زید بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن زید بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

ابتدائی حالات:

سعدیٰ بنت ثعلبہ اپنے بچے زید بن حارثہ کعبی کو ساتھ لیے ہوئے اپنے قبیلے بنو معن سے ملاقات کے ارادے سے روانہ ہوئی لیکن ابھی وہ اپنے قبیلے کے دیار میں پہنچی نہیں تھی کہ بنو قین کے سواروں نے اچانک حملہ کر کے ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا، ان کے اونٹ ہانک لے گئے اور بال بچوں کو گرفتار کر لیا۔ جن بچوں کو وہ پکڑ لے گئے تھے ان میں اس کا بچہ زید بن حارثہ بھی تھا۔

زید کے بچپن کا زمانہ تھا، اس وقت وہ اپنی عمر کی آٹھویں منزل میں تھا۔ ڈاکو اسے فروخت کرنے کی غرض سے ''عکاظ'' کے بازار میں لے گئے، جہاں سے قریش کے ایک دولتمند سردار حکیم بن حزام بن خویلد نے چار سو درہم میں خرید لیا۔ حکیم بن حزام نے اس کے علاوہ بھی بہت سے غلام خریدے اور ان کو لے کر مکہ آ گیا۔ جب اس کی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کو اس کی واپسی کی اطلاع ملی اور وہ اس سے ملنے اور اس کو خوش آمدید کہنے لگیں تو اس نے کہا:

یہ چند غلام میں سوق ''عکاظ'' سے خرید کر لایا ہوں۔ آپ ان میں سے جس کو چاہیں پسند کر لیں، میں اسے آپ کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہوں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایک ایک کر کے سب غلاموں کے چہروں کو غور سے دیکھا۔ ان کی نگاہیں زید کے چہرے پر جا کر ٹک گئیں۔ وہ اسے دیر تک دیکھتی رہیں اور اس پر ظاہر ہونے والی ذہانت و فطانت کی علامات کی وجہ سے اس کو پسند کر لیا اور لے کر گھر واپس آ گئیں۔

کچھ دنوں بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ اس موقع پر وہ ان کی خدمت میں کوئی بیش قیمت تحفہ پیش کرنا چاہتی تھیں اور اس کے لیے انہیں اپنے عزیز غلام زید بن حارثہ سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں ملی، چنانچہ اس کو ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ادھر یہ خوش نصیب بچہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرپرستی میں رہ کر ان کی زریں صحبت اور بہترین سیرت و کردار سے بہرہ ور ہوتے ہوئے خوشی اور آزادی کے دن گزار رہا تھا اور ادھر اس کی ستم رسیدہ اور مامتا کی ماری ہوئی ماں اس کی گمشدگی کے صدمے سے نڈھال ہو رہی تھی۔ نہ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو تھم رہے تھے، نہ اس کی سوزش غم میں کوئی کمی واقع ہو رہی تھی اور نہ ہی اسے کسی پہلو سکون و قرار نصیب ہو رہا تھا۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ آیا اس کا لخت جگر زندہ ہے کہ اس کی بازیابی کی امید رکھے یا وہ مر چکا ہے کہ اس سے مایوس ہو کر صبر کی سل اپنے سینے پر رکھ لے۔ یہ بات اس کے غم کی شدت میں مزید اضافے کا سبب تھی۔ اس کا باپ ملک کے گوشے گوشے میں اسے ڈھونڈتا اور ہر قافلے سے اس کا پتہ پوچھتا پھر رہا تھا اور اس کے اضطراب و بے قراری کی کیفیت ان دردناک اشعار کے قالب میں ڈھل گئی تھی جو سننے والوں کے دلوں کے ٹکڑے کیے دے رہے تھے:

۱- بكيت على زيد ولم ادرما فعل — أحي فيرجى أم اتى دونه الاجل

۲- فوالله ما أدرواني لسائل — أغالك بعدى السهل أم غالك الجبل

۳- تذكر فيه الشمس عند طلوعها — وتعوض ذكراه اذا غربها افل

۴- سأعمل نص العيص فى الارض جاهدًا — ولا أسام التطواف اوتسأم الابل

۵- حياتى اوتات على نيتى — فكل امرىء فان وان غره الامل

۱- ''میں زید کے غم میں گریہ وزاری کرتا ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ وہ کس حال میں ہے۔ کیا وہ زندہ ہے کہ اس سے ملنے کی امید ہو یا اس کی موت اس کی راہ میں حائل ہو گئی؟''

۲۔''خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں، اور میں حیران و سرگرداں پوچھتا پھر رہا ہوں کہ میرے پیچھے تجھے میدان نے چرالیا یا پہاڑ نے اچک لیا؟''

۳۔''آفتاب اپنے طلوع ہونے کے ساتھ مجھے اس کی یاد دلاتا ہے اور غروب ہوتے بھی اس کی یاد تازہ کرتا ہے۔''

۴۔''میں اپنے اونٹ کو تیزی سے دوڑا کر زمین میں اس کی جستجو سے باز نہیں آؤں گا۔ الا یہ کہ میرا اونٹ تھک کر نڈھال ہو جائے۔''

۵۔''یا مجھے موت آ جائے کیونکہ ہر شخص فانی ہے، چاہے امید اسے مبتلائے فریب رکھے۔''

ایک بار حج کے موسم میں زید کے قبیلے کے کچھ لوگ زیارت بیت اللہ کے ارادے سے مکہ آئے ہوئے تھے، طواف کے دوران اچانک زید سے ان کا سامنا ہو گیا۔ انہوں نے زید کو اور زید نے ان کو پہچان لیا اور آپس میں بات چیت بھی ہوئی۔ جب وہ لوگ مناسک حج سے فارغ ہو کر اپنے قبیلے میں واپس پہنچے تو انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس کی مفصل روداد حارثہ کے سامنے رکھ دی۔

زید کا سراغ ملتے ہی اس نے جھٹ پٹ اپنی سواری کو تیار کیا، اپنے لخت جگر کا فدیہ ادا کرنے کے لیے وافر مقدار میں مال اونٹ پر لادا اور اپنے ہمراہ اپنے بھائی کعب کو بھی لے لیا۔ پھر تیز رفتاری کے ساتھ راستہ طے کرتے ہوئے دونوں مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر سیدھے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر پہنچے اور ان سے کہا: اے ابن عبدالمطلب! آپ لوگ اللہ کے ہمسائے ہیں، قیدیوں کو رہائی بخشتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور مظلوموں کی فریاد رسی کرتے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے کے سلسلے میں حاضر ہوئے ہیں، ہم آپ کے پاس اتنا مال لائے ہیں جو اس کے فدیہ کے لیے کافی ہوگا۔ آپ ہمارے اوپر احسان فرمائیں اور فدیہ لے کر اسے چھوڑ دیں۔''کون ہے تمہارا وہ بیٹا؟'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ آپ کا غلام ''زید بن حارثہ'' دونوں ایک ساتھ بولے۔''کیا تم پسند کرو گے کہ میں تمہارے سامنے ایک تجویز رکھوں جو فدیہ سے بہتر ہے؟'' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے دریافت کیا۔''وہ کونسی تجویز ہے؟'' انہوں نے جاننا چاہا۔''میں اسے تمہارے سامنے بلائے دیتا ہوں۔ تم اس کو یہ اختیار دے دو کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان سے جس کو چاہے منتخب کر لے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کو ترجیح دیتا ہے' تو تم اسے کسی مال اور فدیہ کے بغیر اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو لیکن اگر وہ میرے پاس رہنے کو پسند کرتا ہے' تو خدا کی قسم! میں اس کی پسند کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔'' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''یقیناً آپ نے یہ بڑے انصاف کی بات کہی ہے۔'' دونوں نے متفق ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زید کو بلا کر پوچھا:''ان دونوں کو پہچانتے ہو؟''''ہاں، یہ میرے والد حارثہ بن شرجیل اور یہ میرے چچا کعب ہیں۔'' زید نے دونوں کی طرف باری باری اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''زید! میں تم کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ اگر چاہو تو اپنے والد اور چچا کے ساتھ چلے جاؤ اور اگر چاہو تو میرے پاس رہ جاؤ۔'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مخاطب کر کے کہا۔

''میں آپ کے پاس رہوں گا۔'' زید نے کسی تاخیر وتذبذب کے بغیر کہا۔ یہ سن کر اس کے باپ نے کہا: ''ارے تیرا بیڑا غرق ہو، کیا تو غلامی کو اپنے والدین پر ترجیح دے رہا ہے؟''

''میں ان کی طرف سے ایک چیز دیکھ چکا ہوں، میں وہ نہیں ہوں جو کبھی ان سے جدا ہونا گوارا کرے۔'' زید نے فیصلہ کن لہجے میں کہا:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے ساتھ زید کے اس غیر معمولی تعلق خاطر کو دیکھا تو اسی وقت اس کا ہاتھ پکڑا، اسے لیے ہوئے بیت الحرم میں پہنچے اور حجر کے مقام پر قریش کے مجمع میں کھڑے ہو کر اعلان کیا:

''قریش کے لوگو! گواہ رہنا آج سے یہ میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔''

یہ دیکھ کر زید کے باپ اور چچا کا جی خوش ہو گیا اور وہ اسے محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چھوڑ کر اپنے قبیلے کی طرف واپس لوٹ گئے۔ لوٹتے ہوئے وہ دونوں اس کی طرف سے پورے طور پر مطمئن تھے۔ پھر اس روز سے زید بن حارثہ، زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے پکارے جانے لگے اور وہ برابر اسی نام سے پکارے جاتے رہے، یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر فائز کر دیے گئے اور اسلام نے اللہ کے فرمان: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآءِهِمْ کے نزول کے ساتھ منہ بولا بیٹا بنانے کی رسم کو کالعدم قرار دے دیا اور وہ زید بن محمد سے پھر زید بن حارثہ بن گئے۔

حلیہ:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک یوں بیان کیا جاتا ہے: قد پست، ناک چھوٹی، رنگ گندمی، جسم چست و چالاک، چہرہ پر رونق وروشن اور پینتالیس (۴۵) یا پچپن (۵۵) سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔

حسن اخلاق:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی حیات مستعار کا مقصد وحید مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی تھا، اسی مقصد کے حصول کے لیے آپ نے حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کنیز سے نکاح کر لیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں وہ محبوب ترین تھیں۔

آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاء واقارب کا بے حد ادب واحترام کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد ہمشیرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا پھر ذہنی عدم موافقت کے سبب طلاق بھی دے دی تھی، وہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہوئیں، ان کا بھی ادب واحترام حسب سابق بجالاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اگر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قید حیات رہتے، تو آپ انہیں یقیناً اپنا جانشین تعینات فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کے پوتے حضرت محمد بن اسامہ کو مسجد نبوی میں دیکھا تو ادب وتعظیم سے اپنی گردن جھکا لی اور کہا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ لیتے تو اپنا محبوب

قرار دیتے یعنی جس طرح حضرت زید بن حارثہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنا محبوب قرار دیا تھا انہیں بھی اپنا محبوب بناتے۔

دامن اسلام میں اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

زید کو کیا معلوم تھا کہ جس وقت انہوں نے اپنے ماں باپ کے مقابلے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنایا تھا کیسی غنیمت ان کے حصے میں آئی تھی، وہ یہ بھی کہاں جانتے تھے کہ جس آقا کی غلامی کو انہوں نے اپنے خاندان اور قبیلے پر ترجیح دی ہے، وہ اولین اور آخرین کے سردار اور ساری مخلوق کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے دل میں تو یہ خیال بھی نہیں گزرا تھا کہ عنقریب روئے زمین پر آسمانی بادشاہت کے قیام کا اعلان ہونے والا ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک ساری زمین کو نیکی اور عدل و انصاف سے بھر دے گی اور خود ان کی حیثیت اس عظیم الشان بادشاہت کی تعمیر میں ''خشت اول'' کی ہوگی۔ ان میں سے کوئی بات زید کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آئی تھی۔ وہ تو سراسر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور وہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز دیتا ہے، وہ تو فضل عظیم کا مالک ہے۔

وہ فضل عظیم یہ تھا کہ تخییر کے اس واقعہ کے چند سال بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا اور زید مردوں میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔ تو کیا اس سے بڑھ کر بھی اولیت اور فضیلت کا کوئی مقام ہوسکتا ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے مسابقت کی جائے؟

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں کے امین و محافظ تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو آپ سفارتی وفود اور فوجی دستوں کی قیادت پر متعین فرماتے اور اپنی عدم موجودگی میں مدینہ پر اپنا قائم مقام مقرر کرتے تھے۔

جس طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی غیر معمولی محبت اور تعلق خاطر کا اظہار کیا اور اپنے ماں باپ پر ان کو ترجیح دی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا اور ان کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ شامل کر لیا۔ آپ کی محبت کا یہ حال تھا کہ جب وہ کسی مہم پر گئے ہوئے ہوتے تو آپ ہر وقت ان کے لیے مشتاق و بے قرار رہتے اور جب واپس آتے تو بہت خوش ہوتے اور ان سے ملتے وقت جس بے پناہ مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے وہ صرف انہیں کا حصہ تھا۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرحت و مسرت کے ایک منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ایک دفعہ زید رضی اللہ عنہ کسی مہم سے واپس لوٹے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کمرے میں تھے۔ زید نے جب دروازے پر دستک دی تو آپ جلدی سے اٹھ کر ننگے بدن ان کی طرف لپکے، اس وقت آپ کے جسم اطہر پر صرف اتنا ہی کپڑا تھا جس نے آپ کے گھٹنے اور ناف کے درمیانی حصہ جسم کو چھپا رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے کو گھسیٹتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھے، ان کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ خدا کی قسم! میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کپڑے کے بغیر کبھی نہیں دیکھا تھا۔

سے پہلے نہ اس کے بعد۔

یہ بات تمام مسلمانوں میں شہرت کی حد تک عام تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ غیر معمولی محبت رکھتے تھے۔اسی وجہ سے ان کو''زید حب'' (چہیتے زید) کہہ کر بلاتے اور''حب رسول اللہ'' (رسول اللہ کے محبوب) کے لقب سے نوازتے تھے اور بعد میں لوگوں نے ان کے بیٹے حضرت اسامہ کا لقب''حب رسول اللہ'' اور''ابن حب رسول اللہ'' رکھ دیا تھا۔

ہجرت ومواخات:

دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے، قبیلہ عبد الاشہل کے رئیس حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مواخات قائم ہوا، خاندان نبوت کا معزز فرد ہونے کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہے، پھر ان کے لیے الگ ایک مکان مختص کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا، زوجین میں عدم موافقت کی بنا پر یہ نکاح زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور طلاق کے بعد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے حرم نبوی میں داخل ہو کر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔اس واقعہ کا تذکرہ اس ارشاد ربانی میں مذکور ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ''یعنی جب زید نے حاجت پوری کر دی تو ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دے دیا۔''

اس واقعہ کے موقع پر منافقین کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بہو سے نکاح کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف اپنے متبنیٰ حضرت زید بن محمد یعنی اپنی بہو سے نکاح بھی کر لیا ہے؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں دیا گیا تھا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی آدمی کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

مزید اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ ''تم لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہی بات اللہ کے ہاں زیادہ انصاف پر مبنی ہے۔''

شجاعت وبہادری:

۸ ہجری میں اللہ تعالیٰ کی مشیت نے حبیب (رسول اللہ) کو ان کے محبوب (حضرت زید) کی جدائی کے ذریعے آزمایا۔ ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر ازدی کو ایک خط لکھا، جس میں اسے اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ وہ بصریٰ کے حکمران کے پاس بھیجا۔ جب حضرت حارث مشرقی اردن میں واقع ''موتہ'' کے مقام پر پہنچے تو ایک غسانی حاکم شرجیل بن عمرو نے ان کا راستہ روک لیا اور ان کو گرفتار کر کے پابہ زنجیر کر لیا اور بعد میں ان کی گردن ماردی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے قتل کا

بے حد صدمہ ہوا، کیونکہ اس سے پہلے آپ کے کسی ایلچی کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔

آپ نے جنگ موتہ کے لیے تین ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ایک فوج تیار کی جس کی قیادت اپنے محبوب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو فوج کی قیادت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کریں گے اور اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر لیں لشکر کی کمان عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہو گی لیکن اگر وہ بھی جنگ میں کام آ جائیں تو پھر مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر منتخب کریں گے۔

مجاہدین اسلام کا یہ لشکر مدینہ منورہ سے چل کر مشرقی اردن کے ایک مقام "معان" پر خیمہ زن ہو گیا۔ ادھر ہرقل شاہ روم ایک لاکھ فوجیوں کے ساتھ غسانیوں کی مدد کے لیے چل پڑا۔ بعد میں عرب کے مشرک قبائل میں سے ایک لاکھ مزید سپاہی اس کے لشکر میں شامل ہو گئے اور یہ لشکر جرار آگے بڑھ کر مسلمانوں کے پڑاؤ کے قریب فروکش ہو گیا۔

مسلمان "معان" میں رک کر دو دن تک جنگی لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے غور و مشورہ کرتے رہے۔ ان میں سے کسی نے رائے دی ہمیں موجودہ صورت حال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع اور دشمن کی بھاری تعداد سے آگاہ کر کے آپ کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے لیکن دوسرے نے کہا:

"لوگو! خدا کی قسم! ہم کثرت تعداد اور قوت و اسلحہ کے بھروسے نہیں، دین اسلام کی صداقت و حقانیت کے بل پر پڑتے ہیں۔ چلو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھو جس کے لیے نکلے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو میں سے ایک کامیابی کی ضمانت دے رکھی ہے یا وہ تمہیں فتح و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا یا دولت شہادت سے مالا مال کرے گا۔

غزوات میں حصہ:

اسلامی تاریخ میں ہجرت کے بعد مسلمانوں اور کفار کے مابین معرکے بھی پیش آئے، جن میں مسلمانوں نے اعلاء کلمۃ الحق کے لیے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر عملی طور پر حصہ لیا، ایسے لوگوں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے غزوہ بدر سے لے کر غزوہ موتہ تک سب میں حصہ لیا، شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے اور مؤخر الذکر غزوہ میں جام شہادت نوش کیا، جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ عظیمہ سے دوچار ہونا پڑا حتیٰ کہ دشمن سے آپ نے نہایت کامیابی سے انتقامی کارروائی بھی فرمائی تھی۔

شہادت:

آخر کار موتہ کے میدان میں دونوں فوجوں کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی اور مسلمان اس بے جگری سے لڑے کہ رومی ان کی ہمت و شجاعت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ان کے دلوں میں ان تین ہزار جاں بازوں کی ہیبت طاری ہو گئی جو دو لاکھ کا سامنا کرتے ہوئے چٹان کی سی مضبوطی کے ساتھ ڈٹ گئے تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پرچم رسول کی مدافعت میں ایسی پامردی اور ثابت قدمی کے ساتھ لڑے جس کی نظیر بہادری

کی داستانوں میں تلاش کرنے سے نہیں ملتی، وہ لڑتے رہے اور اس وقت تک لڑتے رہے جب تک سینکڑوں نیزوں نے ان کے جسم مبارک کو چھلنی نہیں کر دیا اور وہ خون میں لت پت ہو کر زمین پر نہیں گر گئے۔ ان کے گرتے ہی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لپک کر جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا دی اور غیر معمولی شجاعت و جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیش رو سے جا ملے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر جھنڈے کو اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کی مدافعت میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنالیا۔ ان کو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ وہ فوج کو لے کر پیچھے ہٹ آئے اور اسے مکمل تباہی سے بچالیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنگ کے حالات اور اپنے تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا اور ان کے اہل وعیال کے ہاں تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب حضرت زید کے گھر پہنچے تو ان کی چھوٹی بچی روتی ہوئی آپ کی گود میں آگئی، اسے روتے دیکھ کر آپ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

انتقام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے عظیم صدمہ سے دوچار ہونا پڑا، محبوب و جان نثار صحابی کی یاد ہمہ وقت دامن گیر رہتی تھی، حتیٰ کہ آپ نے دشمن سے ان کے انتقام لینے کا فیصلہ کیا، آپ کے صاحبزادہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر ترتیب دیا، اس موقع پر بعض لوگوں کی طرف سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی امارت وقیادت پر عدم تجربہ وکم سن ہونے کا اعتراض کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اس اعتراض کو مسترد کرتے ہوئے ان کی قیادت میں انتقامی کارروائی کے لیے لشکر روانہ کیا، یہ سریہ خاص مقصد کے حصول کی غرض سے روانہ ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔

اولاد امجاد:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے پانچ خواتین سے نکاح کیا تھا، جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت اُمّ ایمن، (۲) اُمّ کلثوم بنت عقبہ، (۳) درہ بنت لہب، (۴) ہند بنت العوام، (۵) زینب بنت جحش۔

آپ کے ہاں دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئی، ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت اسامہ بن زید، (۲) حضرت زید بن زید، (۳) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہم۔ مؤخر الذکر دونوں بچے صغرسنی میں وفات پاگئے تھے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کی شہادت کا دشمن سے کامیاب انتقام لیا تھا۔

مفہوم احادیث:

احادیث باب میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(i) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرے تعلق کی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ کم اور حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کا وظیفہ زیادہ مقرر فرمایا تھا۔

(ii) ایک عرصہ تک حضرت زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے پکارے گئے لیکن ارشاد خداوندی 'اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ' (تم لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی بات انصاف کے زیادہ قریب ہے) نازل ہونے پر آپ ''حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ'' کے نام سے پکارے جانے لگے۔

(iii) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت وعقیدت کی وجہ سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے برادر حقیقی حضرت جبلہ بن حارثہ کے ساتھ اپنے وطن وخاندان میں جانے سے انکار کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کرنے پر غلاموں میں سے سب سے قبل آپ نے اسلام قبول کیا تھا اور آپ کے بھائی بھی دولت ایمان سے بہرہ ور ہوئے۔ اگر آپ اپنے بھائی کے ساتھ اپنے خاندان میں چلے جاتے تو دونوں بھائی دولت ایمان سے محروم رہتے۔

(iv) خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری فوجی مہم جو ترتیب دی تھی اس کے امیر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، اس موقع پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کم سن و ناتجربہ کار ہیں، ان کی امارت نافع ثابت نہیں ہوگی، لہٰذا ان کی جگہ متبادل امیر تعینات کیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبل ازیں ان کے والد گرامی جو ہمارے محبوب صحابی تھے، کے بارے میں بھی آپ لوگوں کا یہی اعتراض تھا اور اب ان کے بارے میں آپ اعتراض کرتے ہیں جبکہ یہ بھی میرے نزدیک محبوب تر ہیں۔

بَاب مَنَاقِبِ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 35: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3753 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَبَطْتُ وَهَبَطَ النَّاسُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اُصْمِتَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَيَّ وَيَرْفَعُهُمَا فَاَعْرِفُ اَنَّهٗ يَدْعُوْ لِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ محمد بن اسامہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کی بیماری شدید ہوگئی تو میں بھی واپس آ گیا، لوگ بھی مدینہ منورہ آ گئے میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی زبان خاموش ہو چکی تھی آپ بول نہیں سکتے

3753 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة عن اسامة بن زيد عن ابيه. ينظر (تحفة الاشراف (١ / ...) (١٠٢)

تھے نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ میرے اوپر رکھے اور پھر ان دونوں کو بلند کیا تو اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپ ﷺ میرے لئے دعائے خیر فرمارہے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3754 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَآئِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ

متنِ حدیث: قَالَتْ اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّنَحِّيَ مُخَاطَ اُسَامَةَ قَالَتْ عَآئِشَةُ دَعْنِيْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّذِيْ اَفْعَلُ قَالَ يَا عَآئِشَةُ اَحِبِّيْهِ فَاِنِّيْ اُحِبُّهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اسامہ کی ناک پونچھنے کا ارادہ کیا، تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ چھوڑ دیں! میں اس کی ناک صاف کردیتی ہوں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم اس سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3755 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَ عُمَرُ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَ عَلِيٌّ وَّالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَا يَا اُسَامَةُ اسْتَاْذِنْ لَنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَّالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَ اَتَدْرِيْ مَا جَآءَ بِهِمَا قُلْتُ لَا اَدْرِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنِّيْ اَدْرِيْ فَاْذَنْ لَهُمَا فَدَخَلَا فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْنَاكَ نَسْاَلُكَ اَيُّ اَهْلِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ فَقَالَا مَا جِئْنَاكَ نَسْاَلُكَ عَنْ اَهْلِكَ قَالَ اَحَبُّ اَهْلِيْ اِلَيَّ مَنْ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْهِ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَا ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلْتَ عَمَّكَ اٰخِرَهُمْ قَالَ لِاَنَّ عَلِيًّا قَدْ سَبَقَكَ بِالْهِجْرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّكَانَ شُعْبَةُ يُضَعِّفُ عُمَرَ بْنَ اَبِيْ سَلَمَةَ

◆◆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں بیٹھا ہوا تھا اسی دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے ان دونوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی ان دونوں نے کہا اے اسامہ! تم نبی اکرم ﷺ سے ہمارے اندر آنے

3754۔ لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۲/۳۰۰) رقم (۱۷۸۷۵) و ذكره صاحب (مشكاة المصابيح) (۱۰/۵۵۰). حديث (۶۱۷۶) كما في المرقاة.

3755۔ لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۱/۶۰) رقم (۱۲۳) و ذكره صاحب (المشكاة) (۱۰/۵۵۱، ۵۵۲۔ مرقاة). حديث (۶۱۷۷).

کی اجازت لو میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم یہ جانتے ہو یہ دونوں کس لئے آئے ہیں میں نے عرض کیا نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں تم ان دونوں کو اجازت دو' یہ دونوں حضرات اندر آ گئے' ان دونوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں' تاکہ آپ سے دریافت کریں کہ آپ ﷺ کے اہل خانہ میں سے آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: فاطمہ بنت محمد۔ ان دونوں نے عرض کی: ہم آپ کے پاس آپ کی اولاد کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے گھر والوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے' اور میں نے بھی انعام کیا ہے' اور وہ اسامہ بن زید ہے' ان دونوں حضرات نے عرض کی: پھر کون ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر علی ابن ابوطالب ہیں' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ آپ ﷺ نے اپنے چچا کو ان میں سب سے آخر میں رکھا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیونکہ آپ سے پہلے علی نے ہجرت کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔
شعبہ نے عمر بن ابوسلمہ نامی راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا تعارف

ولادت ونام ونسب:

آپ ۷ھ کو مکہ میں پیدا ہوئے، نام: اسامہ، کنیت: ابو محمد، لقب: حب رسول، باپ کا نام: زید بن حارثہ یعنی باپ اور بیٹا دونوں محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:

اسامہ بن زید بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن زید بن امرؤ القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی۔

والدہ اُم ایمن (برکہ) تھیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز (آیا۔ کھلائی) تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ماں کہہ کر پکارتے تھے اور انہیں بھی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں محبوبیت کا شرف حاصل تھا۔

دامن اسلام میں:

والدین دونوں کو محبوبیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل تھا، دونوں درجہ صحابیت پر فائز تھے، اس طرح آپ نے گہوارہ اسلام میں پرورش پائی اور زندگی کا ایک لمحہ بھی کفر وشرک سے آلودہ نہ ہوا۔

ابتدائی حالات:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ولادت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد خوشی ہوئی، اس نومولود کی پیدائش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا صحابہ کرام میں سے کسی کے لیے باعث حیرت نہیں تھا، کیونکہ ان لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ ان کے والدین کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کیا مقام ہے۔ بچے کی والدہ ''برکہ'' حبشیہ تھیں جو نام کی بجائے اپنی کنیت ''ام ایمن'' کی کنیت سے مشہور تھیں، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ بنت وہب کی کنیز تھیں، انہوں نے آپ کی والدہ کی زندگی میں آپ کی پرورش کی اور ان کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کی آغوش تربیت میں نشوونما پائی۔ چنانچہ آپ نے دنیا میں ہوش کی آنکھیں اس حال میں کھولیں کہ ان کے سوا کسی کو ''ماں'' نہیں جانتے تھے۔ اس طرح آپ کو ان کے ساتھ بے پناہ محبت تھی اور ان کے بارے میں اکثر فرمایا کرتے تھے: ''هي امي بعد امي و بقية اهل بيتي'' یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں اور میرے گھر والوں میں سے باقی ماندہ ہیں۔ یہ ہیں اس سعادت مند بچے کی ماں۔ رہے اس کے والد، تو وہ ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، اسلام سے پہلے آپ کے منہ بولے بیٹے، آپ کے رازدار، آپ کے خاندان کے ایک فرد اور اسلام کے بعد لوگوں میں آپ کے نزدیک محبوب ترین شخص حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی پیدائش کے موقع پر جتنی خوشی مسلمانوں کو حاصل ہوئی ویسی ان کے علاوہ کسی دوسرے بچے کی پیدائش پر نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ ہر وہ چیز جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث فرحت وسرور ہوتی تھی وہ مسلمانوں کے لیے بھی وجہ مسرت ہوتی تھی۔ اس لیے مسلمانوں نے اس خوش بخت بچے کا لقب ''محب'' اور ''ابن المحب'' تجویز کیا ہوا تھا، انہوں نے یہ لقب رکھتے وقت دراصل کسی قسم کا مبالغہ بھی نہیں کیا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے سے واقعی ایسی محبت کرتے تھے کہ ساری دنیا اس پر فخر کرتی تھی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے تقریباً ہم عمر تھے۔ حضرت امام حسن گورے رنگ اور صورت میں اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہہ تھے اور حضرت اسامہ کا رنگ سانولا تھا اور ان کی ناک چپٹی تھی، وہ اپنے والد کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت میں ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز نہیں کرتے تھے، آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ایک زانو پر اور حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دوسرے زانو پر بٹھاتے تھے، پھر ان دونوں کو ایک ساتھ اپنے سینہ سے چمٹاتے ہوئے یوں دعا کیا کرتے تھے۔ اللهم انى احبهما فاحبهما۔ اے اللہ! میں ان دونوں بچوں سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت کر۔

ہجرت وغزوات میں شرکت:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے دیگر صحابہ کی طرح سے مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کی، کمسن ہونے کے سبب ابتدائی غزوات میں شرکت نہ کر سکے لیکن بعد والے غزوات وسرایا میں شرکت فرمائی اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ سریہ حرقہ میں آپ امیر لشکر کی حیثیت سے شریک ہوئے، اس سریہ میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک

دشمن کا انصاری نے تعاقب کیا، جب وہ قابو میں آ گیا تو اس نے کلمہ طیبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ" پڑھ لیا، اس اعلان پر انصاری نے اپنا ہاتھ روک لیا لیکن آپ نے اسے قتل کر دیا۔ واپسی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا: اے اسامہ! تم نے اس کے کلمہ پڑھنے کے باوجود اسے قتل کر دیا؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی حفاظت کے پیش نظر اسے قتل کیا تھا۔ آپ نے اس عذر کو قبول نہ کیا، بار بار اس بات کا آپ اعادہ کرتے رہے، جس وجہ سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بہت ندامت ہوئی حتی کہ انہوں نے اپنے دل میں کہا: کاش! وہ آج سے پہلے اسلام نہ لائے ہوتے۔

روایت کے مطابق سریہ حرقہ سے واپسی پر جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کلمہ گو کے قتل کرنے کا واقعہ عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ یعنی اظہار اسلام کے لیے محض زبان کا اقرار کافی ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا یہ پہلا سریہ تھا، جس میں آپ نے امیر سریہ کی حیثیت سے شرکت فرمائی تھی۔ آپ نے غزوہ خندق میں بھی حصہ لیا تھا۔ آپ فتح مکہ کے معرکہ میں شمولیت کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اور آپ کی سواری پر مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے جبکہ حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما اطراف میں تھے اور مکہ پہنچنے پر چاروں نفوس قدسیہ کعبہ میں داخل ہوئے تو اندر سے دروازہ بند کر لیا گیا تھا۔

امارت سریہ:

۱۱ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم تیار کی، جو آپ کی زندگی کا آخری سریہ تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ شاہ بصریٰ کے دربار سے سفارتی خدمات انجام دے کر واپس آ رہے تھے، مقام موتہ میں شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا، صحابہ کبار پر مشتمل حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک مہم روانہ کی، تو حضرت زید، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم بھی شہید ہو گئے، ان کی شہادت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا۔

پھر ان کی شہادت کا انتقام لینے کا پروگرام بنایا، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یہ سریہ ترتیب دیا، یہ لشکر مدینہ طیبہ سے روانہ ہو کر ایک منزل تک پہنچا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ تعینات ہوئے، انہیں کئی صحابہ نے لشکر اسامہ کو واپس لانے کا مشورہ دیا تاکہ ملت اسلامیہ کا مرکز مضبوط ہو اور غیر مسلموں کو مرکز پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہو لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشورہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، لشکر اسامہ اپنی منزل کی طرف اور حصول مقصد کے لیے روانہ ہوا۔ پھر مقام موتہ پر پہنچا اور دشمن سے انتقامی کارروائی کے بعد کامیابی کے بعد واپس پلٹا۔

دور خلفاء راشدین میں:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما منظور نظر اور محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ بھی انہیں اسی مرتبہ و مقام پر دیکھتے تھے، امور سلطنت وغیرہ میں ان سے مشاورت کرتے تھے، ان کا دلی

احترام کرتے اورانہیں امتیازی نظر سے دیکھتے تھے۔دوسری طرف حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہر حکم کی بجا آوری میں پیش پیش دکھائی دیتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین تعینات ہوئے، آپ بھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو جانشین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے دیکھتے، انہیں امتیازی نظر سے ملاحظہ کرتے تھے۔ جب آپ نے صحابہ کرام کے وظائف مقرر کیے تو اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ تین ہزار درہم مقرر کیا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار پانچ سو درہم مقرر کیا، صاحبزادہ کی طرف سے اعتراض اٹھائے جانے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں جوقدر ومنزلت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے والد کی تھی وہ تمہارے باپ (عمر) کی نہیں تھی، لہٰذا اس امتیاز کو برقرار رکھنا ازبس ضروری ہے۔

شہادت فاروقی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ تعینات ہوئے، وقت کے ساتھ ساتھ فتنوں میں اضافہ ہوتا گیا، حتیٰ کہ بلوائیوں کے فتنہ نے سر اٹھایا، اس دور میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بلوائیوں سے مکمل اعراض کرتے رہے، سرعام کی بجائے چھپ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، کئی بار دوران ملاقات اپنے آپ کو دفاع کے لیے پیش کیا لیکن خلیفہ کی طرف سے بلوائیوں کو منتشر کرنے کی حکمت عملی اختیار کرنے کی ہدایات ملیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین اختلافات پیدا ہوئے، آپ دونوں بزرگوں سے الگ تھلگ ہو کر وقت گزارتے رہے تاکہ آپ کی وجہ سے کسی بزرگ کی دل آزاری نہ ہو۔تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر تصور کرتے' اور آخری عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد نہ کرنے پر اس قدر نادم رہے کہ اپنی اس غلطی پر اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کی تھی۔

اولاد امجاد:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے متعدد خواتین سے نکاح کیا، جن سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں:
(۱) ابراہیم، (۲) محمد، (۳) ہندہ، (۴) جبیر، (۵) زید، (۶) عائشہ، (۷) حسن، (۸) حسین۔

وصال:

۵۴ھ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

فضائل ومناقب:

اپنے والد گرامی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور محبوب ترین صحابی تھے، آپ کے فضائل ومناقب کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان اور اہل وعیال میں سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سب سے زیادہ محبت تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بھی ان کی محبت میں شامل کر رکھا تھا، تینوں سے برابری کی بنیاد پر پیار کرتے، ان میں سے کسی کو معمولی سی تکلیف لاحق ہونے پر پریشان ہو جاتے اور تینوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے: اے پروردگار! میں ان سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر۔

۲- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسامہ کا باپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب یہ میرے ہاں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔

۳- ایک دفعہ چوکھٹ پر گرنے کے سبب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی پیشانی زخمی ہوگئی، اس چوٹ کے باعث خون بہنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ خون صاف کریں، ان کی طرف سے قدرے تاخیر ہونے پر آپ خود اٹھے اور آبدیدہ ہو کر پیشانی سے بہنے والے خون کو صاف کیا۔

۴- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اپنے لشکر کو لے کر اپنے والد گرامی حضرت زید اور حضرت جعفر طیار وغیرہ رضی اللہ عنہم کے انتقام کی غرض سے مدینہ سے روانہ ہوئے، ایک منزل پر پہنچ کر قیام کیا، اطلاع موصول ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید علالت کی حالت میں اور قریب الوصال ہیں، آخری ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہوئے، اس وقت آپ کی زبان مبارک خاموش ہو چکی تھی، اپنے دونوں ہاتھ بار بار اسامہ پر رکھتے تھے اور بلند کرتے تھے یعنی آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔

۵- حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رینٹ صاف کرنے کی کوشش کی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے موقع دیں کہ یہ خدمت میں انجام دیتی ہوں، آپ نے جواب میں فرمایا: میں یہ کام کروں گا، کیونکہ مجھے اسامہ سے محبت ہے۔

۶- ایک دن کا شانہ نبوت میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ کر مسکرائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا: اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اسے زیورات سے آراستہ کرتا، اس کی خوب شہرت ہوتی اور ہر طرف سے اس کے بارے میں پیغامات موصول ہوتے۔

۷- لوگوں کی طرف سے اگر کوئی اہم معاملہ یا بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہوتی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو واسطہ بنایا جاتا لیکن کسی بات کے عرض کرنے سے آپ جھجکتیں تو وہ مسئلہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ذریعے پیش کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ بنو مخزوم کی فاطمہ نامی خاتون نے چوری کر لی، جرم ثابت ہونے پر اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوا، اس حکم شرعی پر عمل کی صورت میں بنو مخزوم کی بڑی بے عزتی و توہین تھی، انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معافی نامہ قبول کرنے کی درخواست پیش کی، آپ کو معلوم ہوا تو غصہ میں آگئے، فرمایا: پہلے لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے کہ بااثر لوگ محفوظ رہتے تھے اور عام لوگوں پر حدود نافذ کی جاتی تھیں، خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری

کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

۸- اگر بیش قیمت تحفہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو آپ وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عنایت فرمادیتے تھے۔ ایک دفعہ ذی یزن نے حالت شرک میں حکیم بن حرام کے ذریعے بیش قیمت حلہ بطور ہدیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے جواب میں فرمایا: میں کسی مشرک کا تحفہ قبول نہیں کرتا، تاہم تم یہ لے آئے ہو لہٰذا میں یہ قیمتاً خرید لیتا ہوں، چنانچہ آپ نے پچاس دینار میں وہ حلہ خرید لیا۔ ایک دفعہ زیب تن فرمانے کے بعد وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو دے دیا۔

۹- ایک دفعہ معروف اور محبوب صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے کتان کپڑا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے وہ کپڑا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عنایت فرمادیا، انہوں نے اپنی زوجہ کو دے دیا۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کتان کپڑا کیوں نہیں پہنتے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کپڑا میں نے اپنی اہلیہ کو دے دیا ہے، وہ اپنے استعمال میں لاتی ہیں، فرمایا: تم اپنی اہلیہ کو کہہ دو کہ اس کے نیچے سینہ بند استعمال کریں ورنہ جسم نظر آئے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ اور ان کی زوجہ رضی اللہ عنہما کو اپنے خاندان کے افراد خیال فرماتے تھے، نیز اس سے تحفہ کی فضیلت اور پردہ کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

بَاب مَنَاقِبِ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 36: حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3756 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: مَا حَجَبَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِىْ اِلَّا ضَحِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ قیس بن ابوحازم حضرت جریر بن عبداللہ کا بیان یہ نقل کرتے ہیں جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے (اپنے پاس آنے سے) نہیں روکا اور آپ نے جب بھی مجھے دیکھا مسکرادیے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3757 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ

3756 - اخرجه البخاری (۱۸۷/۶): کتاب الجهاد: باب: من لا یثبت علی الخیل رقم (۳۰۳۵)، و اطرافه فی (۳۸۲۲، ۶۰۹۰)، و مسلم (۱۹۲۵/٤) کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل جریر بن عبد الله رضی الله عنه رقم (۱۳۴/ ۲٤۷۵)، و ابن ماجه (۵۶/۱) المقدمة: باب: فضل جریر بن عبد الله رضی الله عنه رقم (۱۵۹)، و احمد (۳۵۸/٤، ۳۵۹)، و الحمیدی (۳۵۰/۲) رقم (۸۰۰).

عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ

متن حدیث: مَا حَجَبَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِىْ اِلَّا تَبَسَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کبھی مجھے اپنے پاس آنے سے نہیں روکا اور جب بھی آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو مسکرا دیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا تعارف

ابتدائی حالات:

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ کبار میں ہوتا تھا، آپ قبیلہ ''بجلیہ'' کے چشم و چراغ تھے، مشہور قول کے مطابق ۹ھ میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ''ذوالخلصہ'' مندر آپ نے مسمار کیا تھا، آپ کے چند اوصاف یہ ہیں:

وكان سيدًا مطاعاً مليحاً طوالاً یعنی آپ قبیلہ کے رئیس، صاحب اطاعت، خوبصورت اور جوان وطویل تھے۔

نام ونسب:

آپ کا نام: جریر، والد کا نام: عبداللہ، کنیت: ابوعمر، یمن کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والدہ کا نام بجیلہ تھا اور شجرہ نسب یوں ہے:

جریر بن عبداللہ بن جابر بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن علی بن مالک بن سعد۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کو ''یوسف امت محمدیہ'' کہا کرتے تھے، جنگ قادسیہ کے موقع پر قبیلہ بجیلہ کا علم آپ کے ہاتھ میں تھا، قبیلہ کی نسبت سے آپ کو ''بجلی'' کہا جاتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آمدورفت کی انہیں عام اجازت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے تو مسکرا دیتے تھے۔ پہلی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے لیے اکرام کے طور پر اپنی چادر بچھا دی تھی، اسی موقع پر فرمایا تھا: **اذا اتاكم كريم قوم فاكرموه** یعنی جب تمہارے پاس قوم کا معزز شخص آئے تو تم اس کا احترام کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنا سفیر بنا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا لیکن بعد میں عصری فتنوں سے الگ ہو گئے۔

3758 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۲۰۱/۵) رقم (۳۲۰۲)، و ذكره نحوه الهيثمي في (مجمع الزوائد) (۲۷۹/۹)، و عزاه للطبراني، و فيه ضعف.

غزوات:

آپ نے کئی غزوات میں شرکت کی، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، خطبہ کا آغاز کرنے سے قبل آپ نے انہیں فرمایا تھا: تم لوگوں کو خاموش کراؤ۔ علاوہ ازیں سریہ ''ذوالخلیفہ'' میں بھی آپ کی شرکت ثابت ہے۔

امتیازی اوصاف:

آپ کو بارگاہِ رسالت میں حاضری کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آمد پر اپنی چادر بچھا دیتے تھے، انہیں دیکھ کر محبت وشفقت کی وجہ سے مسکرا دیتے تھے، خلفاء راشدین انہیں احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انہیں ''یوسف ھٰذا الامت'' کہہ کر پکارتے تھے۔

وفات:

آپ نے مقام قرقیسہ (کوفہ) میں ۵۴ھ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

فضائل ومناقب:

دیگر صحابہ کی طرح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے بھی کثیر فضائل ومناقب ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے یوں مخاطب ہوئے:

الا تريحني من ذي الخلصة وكان بيتا في خثعم يسمى كعبة اليمانية، قال: فانطلقت في خمسين ومائة فارس من احمس قال: وكانوا اصحاب خيل، فأخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لا اثبت على الخيل، فضرب في صدري، حتى رأيت اثر اصابعه في صدري قال: اللهم ثبته، واجعله هاديا مهديا، فانطلق اليها فكسرها وحرقها فارسل الى النبي يبشره، قال يعلى في هٰذا الحديث، ثم بعث حصين بن ربيعة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يبشره، فقال رسول جرير لرسول الله صلى الله عليه وسلم: والذي بعثك بالحق، ماجئتك حتى تركتها كأنها جمل اجرب، فبارك على خيل احمس ورجالها خمس مرات.

(امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی، فضائل الصحابۃ، رقم الحدیث ۱۶۹۴)

تم ذی الخلصہ کے ذریعے مجھے راحت کیوں نہیں پہنچاتے؟ یہ قبیلہ خثعم میں ایک گھر تھا جس کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا، حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سواروں کے ساتھ روانہ ہوا، ان سواروں کے پاس گھوڑے موجود تھے مگر میرا پاؤں گھوڑے پر نہیں جمتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے سینے پر مارا جس سے میں نے آپ کی انگلیوں کے نشانات اپنے سینے پر دیکھے اور آپ نے یوں دعا کی: اے اللہ! اس کو گھوڑے پر جما

دے۔ اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ پھر حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور اس بت کو توڑ کر جلا دیا۔ پھر ایک آدمی کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خوشخبری ارسال کر دی۔ یعلیٰ نے اس روایت میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں: پھر حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے خوشخبری سنانے کے لیے حصین بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا، حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے قاصد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا ہے! میں اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جب وہ بت خارشی اونٹ کی طرح بے کار ہو چکا تھا، یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ احمس کے گھوڑوں اور شہسواروں کے حق میں پانچ بار دعائے خیر کی تھی۔

۲- حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وفد بجیلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا:

اکتبوا البجليين وابدأ و ابالاحمسيين، قال: فتخلف رجل من قسر قال: حتى انظر ما يقول لهم، قال: فدعا بهم رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس مرات: اللهم صل عليهم، او اللهم بارك فيهم . (ایضاً، رقم الحدیث: ۱۶۹۵)

بجلیوں کے نام لکھو، احمسیوں کے نام سے شروع کرو۔ قبیلہ قسر کا ایک شخص اس ارادہ سے پیچھے رہ گیا جس کی وجہ اس نے یہ بتائی کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ باران کے حق میں یہ دعا کی: اے اللہ! تو ان پر رحمت نازل فرما (یا) اے اللہ! ان میں برکت ڈال۔

۳- حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ماحجبني عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم منذ اسلمت ولا رانی الا تبسم

جب سے میں دامن اسلام سے وابستہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پردہ نہیں کیا، جب بھی آپ نے مجھے دیکھا تو مسکرا دیے۔

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ قبول اسلام کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہونے پر اکرام وآداب فرمایا کرتے اور مسکرانا، دلی خوشی کی طرف اشارہ ہے یعنی آپ تاحیات خوش رہے اور کبھی ناراض نہیں ہوئے۔

۴- حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

لما صالح ابوبكر اهل الردة صالحهم على حرب مجلية اوسلم مخزية قال: قد عرفنا الحرب المجلية فما السلم المخزية؟ قال: تشهدون ان قتلانا في الجنة، وان قتلاكم في النار وان تدوا قتلانا، ولا ندى قتلاكم، وان ما اصبنا منكم فهو لنا، وما اصبتم منا رددتموه الى اهله .

(ایضاً، رقم الحدیث: ۱۶۹۶)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مرتدوں سے اس شرط پر صلح کی کہ یا تو تم میدان سے بھگا دینے والی جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، یا پھر رسوا کن صلح کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ تو ہم میدان سے بھگا دینے والی جنگ کے بارے میں تو سمجھ گئے مگر رسوا کن صلح کا مفہوم نہ سمجھ سکے۔ اس پر آپ نے فرمایا: (اس کا مفہوم یہ ہے) کہ تم گواہی دو گے کہ ہمارے شہداء جنت میں داخل ہوں گے اور تمہارے مقتولین دوزخ میں، تم ہمارے شہداء کی دیت دے دو گے لیکن ہم تمہارے مقتولوں کی دیت نہیں دیں گے، جو تمہارا مال و متاع اور ساز و سامان ہمیں ملے گا وہ ہمارا ہوگا اور جو ہمارا سامان تمہارے ہاتھ لگے گا وہ تمہیں اس کے مالک کو واپس کرنا ہوگا۔

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 37: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3758 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ اَبِيْ جَهْضَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَام مَرَّتَيْنِ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُّرْسَلٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِاَبِيْ جَهْضَمٍ سَمَاعًا مِّنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ جَهْضَمٍ اسْمُهٗ مُوْسَى بْنُ سَالِمٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے دو بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار ان کے لئے دعائے خیر کی ہے۔

یہ حدیث "مرسل" ہے۔

ابوجہضم نامی راوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے عبیداللہ سے احادیث روایت کی ہیں اور اس راوی کا نام موسیٰ بن سالم ہے۔

3759 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُكْتِبُ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: دَعَا لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّؤْتِيَنِي اللّٰهُ الْحِكْمَةَ مَرَّتَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَطَاءٍ وَّقَدْ رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

3759 - اخرجه النسائي في الكبرى (۵/۲۰) كتاب المناقب باب عبد الله بن العباس بن المطلب حبر الامة و عالمها و ترجمان القرآن رضي الله عنه رقم (۸۱۷۷/۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ دعائے خیر کی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ ایسا کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو عطاء کے حوالے سے منقول ہے۔

عکرمہ نامی راوی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

3760 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: ضَمَّنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینے کے ساتھ لگایا اور دعا کی۔

''اے اللہ! اسے حکمت (دانائی) کا علم عطا کر''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ کی ولادت ہجرت مدینہ سے تین سال قبل مکہ کی اس گھاٹی میں ہوئی جہاں مشرکین مکہ نے تمام خاندان بنو ہاشم کو محصور کر دیا تھا۔ ولادت ہونے پر آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور خصوصی دعا سے نوازا۔

آپ کا اسم گرامی: عبداللہ، کنیت: ابوالعباس، والد کا نام: عباس، القاب: حبر الامہ وترجمان القرآن اور والدہ محترمہ کا نام اُم الفضل لبابہ تھا۔

شجرہ نسب یوں ہے: عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی۔

تعلیم وتربیت اور دامنِ اسلام میں:

ولادت ہوتے ہی والدہ محترمہ نے آپ کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا، آپ نے منہ میں لعاب دہن ڈالے

3760- اخرجه البخاري (١٢٦/٧): كتاب فضائل الصحابة: باب: ذكر ابن عباس رضي الله عنهما، رقم (٣٧٥٦)، و ابن ماجه (١/...): المقدمة: باب فضل ابن عباس رقم (١٦٦)، و احمد (٢١٤/١ - ٢٦٩ - ٣٥٩).

کے ساتھ ہی ان کے حق میں یوں دعا کی

اللھم اتہ الحکمۃ! ''اے اللہ! اسے علم وحکمت عطا کر۔''

علم وحکمت کا ثمر اس ارشاد ربانی میں بیان کیا گیا ہے:

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ یعنی جسے علم وحکمت دی گئی بے شک وہ خیر کثیر سے نوازا گیا۔

خانوادہ بنو ہاشم کے اس نونہال نے جب سن شعور کی حد میں قدم رکھا اور ہوش وخرد کی آنکھیں کھولیں تو خود کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں پایا، اس نے اس طرح لازم پکڑ لیا جس طرح انسان کی دونوں آنکھیں انسان کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کا قصد کرتے تو یہ پانی پیش کرتے، آپ نماز ادا کرتے تو یہ ساتھ نماز پڑھتے، جب آپ سفر پر روانہ ہوتے تو سواری پر یہ بھی بیٹھتے تھے۔ الغرض سایہ کی طرح ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ہوتے اس طرح ان کا قلب بیدار، ذہن صاف، حافظہ تیز اور عصر حاضر کی تمام مشینری ہیچ ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا قصد کیا، آپ نے فوراً پانی پیش کر دیا، اس پر آقا بہت خوش ہوئے، آپ نے نماز شروع کی تو آپ نے بغل میں کھڑا ہونے کا اشارہ کیا مگر وہ پیچھے کھڑے ہو گئے، نماز سے فراغت پر آپ نے دریافت کیا: اے عبداللہ! میرے ساتھ کھڑے ہونے کی بجائے پیچھے کیوں کھڑے ہوئے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا اشارہ اور حکم بجا لیکن احتراماً میں پیچھے کھڑا ہوا ہوں، یہ جواب سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں پھر یہ دعا کی:

اللھم اتہ الحکمۃ۔ ''اے پروردگار! انہیں علم وحکمت کی دولت عطا کر۔''

اللہ تعالی نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایسی حکمت وبصیرت عطا کی جس کے سامنے بڑے بڑے حکماء اور ارباب فہم وفراست طفل مکتب نظر آتے ہیں۔

علم وحکمت کی ایک جھلک:

دعاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما علم وحکمت اور فضل وبصیرت کا بے کراں سمندر تھے۔

چنانچہ ڈاکٹر عبدالرحمن رافت پاشا لکھتے ہیں:

جب حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے اختلاف کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض حامیوں نے علیحدگی اختیار کر لی اور ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا:

امیر المومنین! اگر آپ کی طرف سے اجازت ہو تو میں ان لوگوں کے پاس جا کر اس معاملہ میں ان سے گفتگو کروں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ آپ کو نقصان نہ پہنچا دیں۔

آپ نے عرض کیا: خدا نے چاہا تو اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوگی۔

جب وہ ان کے پاس پہنچے، وہ لوگ بڑے عابد و زاہد اور نہایت عبادت گزار تھے۔ انہوں نے اس سے پہلے ان سے زیادہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے والے لوگ نہیں دیکھے تھے۔ خوارج نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور تشریف آوری کا سبب دریافت کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: میں آپ لوگوں سے گفتگو کرنے آیا ہوں، ان میں سے بعض لوگوں نے کہا: ان سے گفتگو نہ کرو، لیکن باقی لوگوں نے کہا: فرمائیے ہم آپ کی باتیں سننے کے لیے تیار ہیں، تب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ بتائیے کہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم، ان کے داماد اور سب سے پہلے ایمان لانے والے شخص (حضرت علی) سے کس بات پر ناراض ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم کو ان کی تین باتیں ناپسند ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ کون سی تین باتیں ہیں؟ انہوں نے کہا: پہلی بات تو یہ ہے: انہوں نے اللہ کے دین کے معاملے میں انسانوں کو حکم تسلیم کرلیا۔ دوسری بات یہ ہے: انہوں نے حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما سے جنگ کی لیکن نہ تو انہوں نے مالِ غنیمت پر قبضہ کیا نہ جنگی قیدیوں کو گرفتار کیا اور تیسری بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لقب ہٹا دیا، حالانکہ مسلمانوں نے ان سے بیعت کی تھی اور انہیں امیر منتخب کیا تھا۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے دریافت کیا: اگر میں آپ لوگوں کی ان باتوں کا جواب کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دے دوں تو کیا آپ لوگ اپنے موجودہ مؤقف کو ترک کر کے امیر المومنین کی مخالفت سے باز آ جائیں گے؟ انہوں نے کہا: اگر ہم آپ کی باتوں سے مطمئن ہو گئے تو ان کی مخالفت ترک کر کے ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔

فرمایا: آپ لوگوں کا پہلا اعتراض یہ ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین کے معاملے میں انسانوں کو حکم مان لیا تو سنیے اس سلسلہ میں اللہ سبحان اللہ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ (مائدہ ۹۵)

اے لوگو ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو، اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اس کے ہم پلہ ایک جانور مویشیوں میں سے نذر کرنا ہوگا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے۔

میں آپ لوگوں سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ انسانوں کے خون اور ان کی جانوں کی حفاظت اور ان کے درمیان صلح صفائی کرانے کے لیے انسانوں کو حکم مان لینا زیادہ بہتر ہے یا ایک خرگوش کے معاملے میں، جس کی قیمت بمشکل چوتھائی درہم ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا: مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچانے اور ان کے مابین صلح صفائی کرانے کے لیے حکم مان لینا زیادہ بہتر ہے۔

تو گویا یہ مسئلہ صاف ہو گیا؟'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے دریافت کیا:

''ہاں یہ مسئلہ صاف ہو گیا۔'' انہوں نے جواب دیا۔

اب رہا آپ لوگوں کا یہ اعتراض کہ انہوں نے سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی مگر

انہوں نے جنگی قیدی نہیں پکڑے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑے تھے تو کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ اپنی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو گرفتار کر کے جنگ میں گرفتار ہونے والی دوسری عورتوں کی طرح انہیں اپنے لیے حلال کرلو؟ اگر تمہارا جواب اثبات میں ہے تو تم کافر ہو گئے اور اگر تم کہتے ہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں، تو اس صورت میں بھی تم کفر کے مرتکب ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

تو اپنے لیے ان دو صورتوں میں سے جو چاہیں پسند کرلو۔

پھر انہوں نے دریافت کیا: کیا یہ مسئلہ بھی صاف ہو گیا؟ انہوں نے آپ کے جواب سے مطمئن ہوتے ہوئے کہا ہاں یہ مسئلہ بھی صاف ہو گیا۔

آخری اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

رہا تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نام سے ''امیر المؤمنین'' کا لقب حذف کر دیا تو ایسا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وقت کہا تھا، جب آپ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ مرتب کراتے ہوئے فرمایا تھا لکھو۔ ھذا ما قاضی علیه محمد رسول الله، یہ وہ صلح نامہ ہے جسے محمد رسول اللہ نے طے کیا، تو قریش کے نمائندے نے اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا: اگر ہم کو یہ تسلیم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے، نہ کبھی آپ سے قتال کرتے۔ آپ محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھوائیے۔ تو آپ نے یہ کہتے ہوئے ان کا یہ ناجائز مطالبہ تسلیم کرلیا:

واللّٰه انی لرسول الله وان کذبتمونی .

خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں، اگرچہ تم میری تکذیب کرو۔

اپنی بات مکمل کرتے ہوئے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا تمہارے اس اعتراض کا بھی تشفی بخش جواب مل گیا ہے؟ انہوں نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا: ''ہاں، ہم کو پورے طور پر اطمینان حاصل ہو گیا۔''

اس ملاقات اور حضرت ابن عباس کی پرزور، مدلل اور حکمت و بصیرت سے بھرپور اس گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے بیس ہزار افراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف واپس آ گئے۔ البتہ چار ہزار آدمیوں نے حضرت علی سے عناد و دشمنی اور حق و انصاف سے اعراض کی بنا پر اپنے پچھلے موقف پر اڑے رہنا پسند کیا۔ (ڈاکٹر عبدالرحمن رافت پاشا، حیات الصحابہ، از صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۶)

زمانہ طفولیت میں اعزاز صحابیت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پیدائشی طور پر دامن اسلام سے وابستہ ہوئے اور اعزاز صحابیت سے سرفراز ہوئے۔ عہد طفولیت ایسا زمانہ ہوتا ہے کہ عموماً بچے کھیل کود میں وقت گزارتے ہیں۔ آپ بھی اس زمانہ میں گلی کوچوں میں چھپا کرتے اور کھیلا کرتے تھے۔ ایک دن آپ گلی میں کھڑے ہوئے تھے دیکھا کہ اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، دوڑ کر ایک

گھر کے دروازہ کی آڑ میں چھپ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑ لیا، ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: جاؤ! معاویہ بن سفیان (رضی اللہ عنہما) کو بلا لاؤ، حسب حکم دوڑتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: آپ تشریف لائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلاتے ہیں کہ کوئی ضروری کام ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں، جو آپ سے بہت پیار کرتی تھیں، آپ بھی ان کے ہاں اکثر آیا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات اپنی خالہ کے گھر ہی رات کے وقت سو جایا کرتے تھے، اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پانے کا یہ بہترین موقع تھا جو آپ کو عموماً میسر آتا تھا۔ ایک رات آپ اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس سوئے ہوئے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، چار رکعت نماز پڑھ کر محو استراحت ہو گئے، رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوئے تاکہ نماز پڑھیں، مشکیزہ کے منہ سے وضو کر کے نماز شروع کر دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی اٹھ پڑے اور وضو کر کے آپ کی بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سر پکڑ کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شفقت و پیار سے آپ کے ہاں آنے کے سبب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کا کئی بار موقع میسر آتا تھا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے وضو کرنے کا قصد کیا، آپ چپکے سے اٹھے اور فوراً پانی پیش کر دیا، آپ نے دریافت فرمایا: پانی کون لایا تھا؟ اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پانی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کرتے ہوئے ان کے حق میں یوں دعا کی:

اللهم فقهه في الدين و علمه التأويل۔ اے پروردگار! تو انہیں دین کی سوجھ بوجھ عطا کر اور انہیں علم تفسیر عطا کر۔

ہجرت مدینہ:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ پہلے دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، اپنے اہل و عیال کو لے کر مدینہ طیبہ کی طرف عازم ہجرت ہوئے، اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر گیارہ سال سے زائد نہ تھی، والد گرامی کے حکم سے عموماً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرتے۔ ایک دفعہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہو کر واپس گھر آ کر بتایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسے میں نہیں جانتا تھا، کاش مجھے اس کا علم ہوتا! حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ بہت خوش ہوئے، فرط محبت سے اپنی آغوش میں لے لیا اور سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے آپ کے حق میں یہ دعا فرمائی:

اے پروردگار! اس میں برکت فرما اور اس کے ذریعے علم کو ترقی عطا فرما۔

امارت حج کا شرف:

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا سلسلہ پروان چڑھتا رہا حتیٰ کہ آپ اپنے گھر میں محصور ہوکر رہ گئے، بلوائیوں نے ظلم وستم کا بازار گرم کیا، امیر المؤمنین کی شخصیت انہیں ایک نظر نہیں بھاتی تھی، اسی دوران ایام حج کا زمانہ آ گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے امارت حج کی خدمات انجام دیں اور امیر حج کی حیثیت سے خدمت کا اعزاز حاصل کیا۔

۳۵ھ امارت حج کی خدمت انجام دینے کے بعد مدینہ طیبہ واپس آنے تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو چکی تھی، آپ نئی پیدا ہونے والی صورتحال سے بہت پریشان ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بارے میں مشاورت کی، تو آپ نے جواباً فرمایا: یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ منصب خلافت پر فائز ہونے والے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا اتہام والزام ضرور عائد ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے لیکن یہ بھی کہا: شریر لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار دینا اور منصب خلافت پر ان کا براجمان ہونا بھی درست نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مزید کہا: میرا ذاتی مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں داخل ہوکر دروازہ بند کر کے خلوت نشینی اختیار کر لیجیے، لوگوں کو دنیا بھر میں آپ جیسا خلیفہ میسر نہیں آئے گا، خدا کی قسم! اگر آپ آج مصریوں کی باتوں میں آ گئے تو کل آپ پر خون عثمان کا اتہام ضرور لگے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باگ اقتدار سنبھالتے ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امارت شام سے الگ کر کے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امارت شام تفویض کرنے کا قصد کیا، تو آپ نے مشورہ دیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول مت کریں اور مجھے بھی امارت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، ہاں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عہدے پر باقی رکھتے ہوئے انہیں اپنا طرفدار وحمایتی بنانے کی کوشش کریں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے اس قیمتی مشورہ کو مسترد کر دیا۔

حلقہ درس اور تلامذہ:

دیگر صحابہ کی طرح مختلف مواقع پر آپ کے حق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی دعائیں فرمائیں جو سب کی سب اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائیں۔ آپ قرآن وسنت اور فقہ کے ممتاز عالم دین تھے، سب سے قبل آپ نے تفسیر القرآن تحریر فرمائی، دیگر صحابہ کے مقابل آپ کا حلقہ درس سب سے وسیع وممتاز تھا، قرب وجوار اور دور دراز سے لوگ آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوتے اور ممتاز صحابہ بھی آپ کے حلقہ میں شامل ہوکر علمی وروحانی فیضان حاصل کرتے تھے۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں پر مشتمل تھی، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) محمد بن عبداللہ، (۲) علی بن عبداللہ، (۳) محمد بن علی، (۴) عبداللہ بن عبیداللہ، (۵) عبداللہ بن عبیداللہ، (۶) عبداللہ بن معبد، (۷) عبداللہ بن عمر، (۷) ثعلبہ بن حکم، (۸) مسور بن مخرمہ، (۹) ابوالطفیل، (۱۰) ابوامامہ بن سہل، (۱۱) سعید بن مسیب، (۱۲) عبداللہ بن

حارث، (۱۳) عبداللہ بن عبداللہ، (۱۴) عبداللہ بن شداد، (۱۵) یزید بن اصم، (۱۶) ابوسلمہ بن عبدالرحمن، (۱۷) ابوحمزہ ضبعی، (۱۸) ابورجاء عطاردی، (۱۹) قاسم بن محمد، (۲۰) محمد بن عبید بن اسحاق، (۲۱) علقمہ بن وقاص، (۲۲) علی بن حسین، (۲۳) عبید اللہ بن عبداللہ، (۲۴) عکرمہ بن ابی جہل، (۲۵) اوس بن عبداللہ، (۲۶) جابر بن زید، (۲۷) بکر بن عبداللہ مزنی، (۲۸) حصین بن جندب، (۲۹) ابوالصالح السمان، (۳۰) سعد بن ہشام، (۳۱) سعید بن ابوالحسن بصری، (۳۲) عبداللہ بن کعب، (۳۳) عبدالرحمن بن مطعم، (۳۴) عبدالعزیز بن رفیع، (۳۵) محمد بن عباد، (۳۶) مسلم بن صبیح، (۳۷) نافع بن جبیر، (۳۸) محمد بن سیرین وغیرہم صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم۔

وفات:

۸ھ کو ایک ہفتہ تک علالت کے بعد طائف میں وصال فرمایا، وفات کے وقت کثیر تلامذہ پاس موجود تھے، حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

تعداد مرویات:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت اور دعاؤں کے نتیجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن وسنت اور فقہ کے ممتاز ترین عالم تھے، آپ کا حلقہ درس وسیع ترین تھا، تا حیات قرآن وسنت کی تدریس وتبلیغ فرماتے رہے اور ہزاروں لوگوں نے آپ سے علمی فیضان حاصل کیا۔ آپ کی مرویات کی تعداد ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) تک پہنچتی ہے۔ حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم رحمہما اللہ عنہما نے آپ کی تمام مرویات کو اپنی اپنی صحیح میں درج کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

فضائل ومناقب:

احادیث باب آپ کے فضائل ومناقب پر مشتمل ہیں، جن میں دو مضامین بیان ہوئے ہیں:

۱- رؤیت جبرائیل علیہ السلام: آپ نے دو بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا:

(i) پہلی بار حدیث جبرائیل علیہ السلام کے موقع پر کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں انسانی شکل میں حاضر ہوئے جبکہ صحابہ کرام بھی موجود تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جوابات دیے گئے۔ اس موقع پر دیگر صحابہ کی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

(ii) دوسری بار آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس وقت دیکھا کہ ایک دفعہ والد گرامی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، واپسی پر اپنے والد گرامی سے عرض کیا: ابا حضور! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خوبصورت آدمی بیٹھا ہوا دیکھا، میں اسے پہچان نہ سکا، کاش! میں اسے پہچان لیتا۔ یاد رہے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔

۲-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار آپ کے حق میں خصوصیت سے دعا فرمائی:

(i) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے، آپ استنجاء کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پھرتی سے وضو کے لیے پانی پیش کر دیا، آپ نے دریافت فرمایا: وضو کے لیے پانی کس نے رکھا ہے؟ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ پانی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پیش کیا ہے، یہ جواب سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور انہیں فقہ وفراست کی دعا سے نوازا۔

(ii) ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات کو سوئے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہاں تشریف فرما تھے، رات کے آخری حصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، وضو کر کے نماز تہجد کے لیے کھڑے ہو گئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی وضو کر کے آپ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، آپ نے انہیں دائیں طرف کھڑا ہونے کا اشارہ کیا' وہ دائیں طرف مگر قدرے پیچھے کھڑے ہوئے، نماز کے اختتام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: آپ دائیں جانب برابر کیوں نہ کھڑے ہوئے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے مقابل کھڑا ہونا آداب رسالت ونبوت کے منافی ہے، لہٰذا میں احتراماً پیچھے کھڑا ہو گیا۔ یہ جواب سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں یوں دعا کی: **اللھم علمه الحکمة**۔ اے پروردگار! تو اسے علم وحکمت عنایت کر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فضائل وکمالات اور مناقب کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں یہ دعا کی: **اللھم علمه الکتاب**۔ اے اللہ! اسے کتاب کا علم عطا کر۔

۲-حضرت امام طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

واللہ ما رأیت احدًا اشد تعظیماً لحرمات اللہ من ابن عباس، واللہ لو اشاء اذا ذکرته ان ابکی لبکیت۔

اللہ کی قسم! میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ اللہ کی حرمات کی سختی سے تعظیم کرنے والا کوئی نہیں دیکھا، اللہ کی قسم! اگر میں ان کے تذکرہ کرنے پر رونا چاہوں تو یقیناً میں رو سکتا ہوں۔

۳-حضرت امام طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

ما رأیت رجلاً اشد تعظیماً لمحارم اللہ منه، ولو اشاء ان ابکی اذا ذکرته لبکیت۔

''(اللہ کی قسم!) میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے محارم کی تعظیم کرنے والا ہو، اگر میں ان کے تذکرہ پر رونا چاہوں تو ضرور رو سکتا ہوں۔''

۴-حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

صحبت ابن العباس من مكة الى المدينة كان اذا نزل قام شطر الليل فسأله ايوب كيف كانت قراته؟ قال: قرأ: وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝ (ق ۱۹) فجعل يرتل، ويكثر في ذالكم النشيج . (امام احمد بن حنبل شیبانی، حیاۃ الصحابۃ، رقم الحدیث ۱۸۴۰)

مجھے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رفاقت میسر آئی، آپ جب بھی پڑاؤ ڈالتے تو نصف شب تک قیام کرتے۔ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ان کی قرأت کیسی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: آپ نے یہ آیت پڑھی تھی: وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ الخ یعنی موت کی جانکنی پیغام حق لے کر آ گئی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا، آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے اور کثرت سے رو رہے تھے۔

۵- حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كان ابن عباس يحدثني بالحديث فلو يأذن لي ان اقبل رأسه لقبلت .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مجھ سے حدیث بیان کرتے تھے، اگر وہ مجھے اپنا سر چومنے کی اجازت دیتے تو میں ضرور ان کا سر چوم لیتا۔

۶- حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

رأيت ابن عباس اخذ بلسانه وهو يقول: يا لسان قل خيراً تغنم، او اصمت تسلم قبل ان تندم .

میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو پکڑ کر فرما رہے تھے: اے زبان! تو اچھی بات کہہ، تو فائدہ میں رہے گی یا پھر خاموشی اختیار کر، تو ندامت سے محفوظ رہے گی۔

۷- حضرت ابوحمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

رأيت ابن عباس، قميصه مقلصاً فوق الكعب، والكم يبلغ اصول الاصابع، يغطي ظهر الكف .

میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ان کی قمیص گھٹنے سے اوپر تک سمٹی ہوئی تھی، آستینیں انگلیوں کے کناروں تک تھیں اور ہتھیلی کی پشت کو ڈھانپ رکھا تھا۔

۸- حضرت امام طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لا رأيت رجلاً اعلم من ابن عباس .

میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ عالم ہو۔

۹- حضرت سیف رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

قالت عائشة! من استعمل على الموسم؟ قال: ابن عباس، قالت: هو اعلم بالسنة .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) امارت حج کسے سپرد کی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سپرد کی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ

سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

۱۰۔ حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

ما رأيت مجلساً اجمع لكل خير من مجلس ابن عباس لحلال وحرام و تفسير القرآن و لعربية وانساب الناس والطعام.

میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس سے بڑھ کر ایسی کوئی مجلس نہیں دیکھی جس میں ہر طرح کی خوبی اور بھلائی جمع ہو حلال وحرام، قرآن کی تفسیر، عربی دانی اور لوگوں کے انساب اور طعام وغیرہ کے مسائل۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

وضع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يده بين كتفي أو على منكبي، فقال: اللهم فقهه في الدين، وعلمه التاويل.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے کندھے پر، یا (کہا کہ) میرے کندھے پر رکھا اور کہا: اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ اور تفسیر کا علم عطا فرما۔

۱۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فدعا الله لي أن يزيدني علماً وفهماً.

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: وہ میرے علم اور فہم میں اضافہ فرمادے۔

۱۳۔ حضرت سلمہ بن کہیل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نعم ترجمان القرآن ابن عباس۔ قرآن کے بہترین ترجمان ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

۱۴۔ امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عرضت القرآن على ابن عباس ثلاث مرات

میں نے تین مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قرآن سنایا۔

۱۵۔ امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

كنت اذا رأيت ابن عباس، قلت: أجمل الناس، واذتكلم قلت: أفصح الناس، واذا أفتى، قلت أقضى الناس، واذا ذكر أهل فارس، قلت: أعلم الناس.

میں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھتا تو کہتا: تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہیں، جب وہ گفتگو کرتے تو میں کہتا: تمام لوگوں سے بڑھ کر فصیح ہیں۔ جب وہ فتویٰ دیتے تو میں کہتا: تمام لوگوں سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں اور جب وہ اہل فارس کا ذکر کرتے تو میں کہتا: تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

۱۶- حضرت علی بن زید بن جدعان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

أن ابن عباس لما دفن زيد بن ثابت حثا عليه التراب، ثم قال: هكذا يدفن العلم. قال علي فحدثت به علي بن حسين، فقال: وابن عباس والله قد دفن به علم كثير.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دفن کیا تو ان پر مٹی ڈال کر فرمایا علم اس طرح دفن ہو جائے گا۔ علی بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات علی بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی بہت سا علم دفن ہو گیا ہے۔

۱۷- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

دعالي النبي صلى الله عليه وسلم أن يزيدني الله علمًا وفهمًا.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی کہ اللہ میرے علم وفہم میں اضافہ فرمائے۔

۱۸- حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

لقدمات ابن عباس يوم مات وهو حبر هذه الأمة.

ابن عباس رضی اللہ عنہما رحلت فرما گئے ہیں، وہ تادم وفات اس امت کے بہت بڑے عالم رہے۔

۱۹- امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

كان ابن عباس يسمى الحبر من كثرة علمه.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے علم کی بہتات کے باعث ''سمندر'' کا نام دیا جاتا تھا۔

۲۰- حضرت مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

قيل لابن عباس كيف اصبت هذا العلم؟ قال: بلسان سؤول وقلب عقول.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: آپ نے اس قدر علم کیسے حاصل کیا؟ انہوں نے جواب دیا سوال کرنے والی زبان اور سمجھنے والے دل کے ذریعے۔

۲۱- حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

دعا النبي صلى الله عليه وسلم ابن عباس فأجلسه في حجره ومسح برأسه ودعاله بالعلم.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو طلب کیا، اسے اپنی گود میں بٹھایا، اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لیے علم کی دعا فرمائی۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 38: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3761 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متن حدیث: رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّمَا فِي يَدِي قِطْعَةُ اِسْتَبْرَقٍ وَلَا اُشِيرُ بِهَا اِلَى مَوْضِعٍ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا طَارَتْ بِي اِلَيْهِ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخَاكِ رَجُلٌ صَالِحٌ اَوْ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ریشمی مخمل کا ایک ٹکڑا ہے' اور میں اس کے ذریعے جنت میں جس طرف بھی اشارہ کرتا ہوں' وہ مجھے اڑا کر وہاں لے جاتا ہے میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب نبی اکرم ﷺ کو سنایا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا بھائی ایک نیک آدمی ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) عبداللہ ایک نیک آدمی ہے۔

میرے حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے سال مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام: عبداللہ، کنیت: ابوعبدالرحمن، والد گرامی کا نام: عمر تھا۔ شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

عبداللہ بن عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر۔

والدہ محترمہ کا نام: زینب تھا اور والدہ کی طرف سے شجرہ نسب یوں ہے:

زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن حصین۔

حلیہ:

شکل وصورت میں اپنے والد گرامی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مشابہ، قد دراز، جسم بھاری بھرکم، رنگ گندمی، سر

3761 - اخرجه البخاری (۴۸/۳) كتاب التهجد: باب: فضل من تعار من الليل رقم (۱۱۵۶). (۴۲۱/۱۲) كتاب التعبير باب: الاستبرق و دخول الجنة في المنام، رقم (۷۰۱۵ - ۷۰۱۶)، و مسلم (۱۹۲۷/۴) كتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل عبد الله بن عمر رضي الله عنهما، رقم (۲۴۷۸/۱۳۹)، و احمد (۵/۲ - ۱۲).

کے بال سیاہ تھے، کبھی کبھار مانگ نکالا کرتے تھے، داڑھی مبارک ایک مشت، مونچھیں کترواتے تھے اور زرد خضاب استعمال کرتے تھے۔

دامن اسلام میں:

آپ کی ولادت سے قبل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کردیا تھا، ولادت کے وقت اسلام کی روشنی نمایاں ہوچکی تھی، سن شعور کو پہنچتے ہی دامن اسلام سے وابستہ ہوگئے، بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے والد گرامی سے قبل دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

ہجرت:

دیگر مسلمانوں کی طرح قبول اسلام پر مشرکین مکہ نے آپ کو بھی تکالیف ومصائب سے دوچار کرنے کی مذموم کوشش کی، مظالم وآلام سے بچنے کے لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی عازم ہجرت ہوکر مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے۔ چونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال سمیت ہجرت کی تھی، لہٰذا آپ نے اپنے والد گرامی کے ساتھ ہجرت کی تھی۔

غزوات میں شرکت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شجاعت وبہادری وغیرہ اوصاف سے نوازا تھا، ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ ان میں ذوق وشوق سے شامل ہوتے، صغرسنی کی وجہ سے غزوہ بدر واحد میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ تاہم بعدازاں غزوہ خندق، غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین، محاصرہ طائف، حجۃ الوداع اور غزوۂ تبوک وغیرہ میں شامل ہوئے اور شجاعت وبہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

طلب حدیث اور اشاعت حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں طلب حدیث اور اشاعت کا بے پناہ جذبہ پایا جاتا تھا، بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے تو ارشادات نبوی کو ذہن میں محفوظ کرلیتے، اصحاب صفہ میں بھی اسی مقصد کے لیے نشست وبرخواست تھی، وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد السابقون الاولون سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، اسی ذوق نے آپ کو حفاظ حدیث کی فہرست میں شامل کرلیا، حتیٰ کہ آپ کا حلقہ تدریس جاری ہوا، جس میں طلباء کا جم غفیر ہوتا تھا، احادیث درس وتدریس کا سلسلہ تاحیات جاری رہا اور کثیر طلباء نے آپ سے علمی فیضان حاصل کیا۔

تلامذہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حلقہ درس وسیع ترین تھا، قرب واطراف سے بکثرت طلباء حاضر ہوتے اور علم حدیث حاصل کرتے تھے۔ آپ کے چند ایک تلامذہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر، (۲) حضرت موسیٰ بن طلحہ، (۳) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، (۴) حضرت عامر بن سعد، (۵) حضرت حمید بن عبدالرحمٰن، (۶) حضرت سعید بن مسیب، (۷) حضرت عون بن عبداللہ، (۸) حضرت محمد بن ابی بکر،

(۹) حضرت مصعب بن سعد، (۱۰) حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ، (۱۱) حضرت انس بن سیرین، (۱۲) حضرت بسر بن سعید، (۱۳) حضرت جبلہ بن سحیم، (۱۴) حضرت سعید بن جبیر، (۱۵) حضرت عبداللہ بن شقیق، (۱۶) حضرت سالم بن ابی الجعد، (۱۷) حضرت سعد بن عبید، (۱۸) حضرت سعید بن حارث، (۱۹) حضرت صفوان بن محرز، (۲۰) حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ، (۲۱) حضرت عبداللہ بن مرہ، (۲۲) حضرت عبداللہ بن کیسان وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

عہد خلفاء راشدین میں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عہد صدیقی میں دکھائی نہیں دیتے، عہد فاروقی میں فتوحات کی جدوجہد میں نمایاں سرفروش کی حیثیت سے نظر آتے ہیں، معرکہ نہاوند میں شمولیت اختیار کی، اس دوران علیل ہو گئے، دھاگے میں پیاز کو پرو کر پکاتے تھے پھر اسے استعمال میں لاتے، بار بار ایسا عمل کرنے سے آپ کو صحت حاصل ہوئی۔ آپ کو اس بات کا علم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو اپنا جانشین تعینات نہیں فرما رہے، ایسی صورت میں مسلمان نقصان سے بھی دوچار ہو سکتے ہیں، ہمت کر کے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے، حالات کی صورتحال کے بارے میں عرض کرتے رہے، جرأت کر کے عرض کیا: ابا حضور! میں لوگوں کی مختلف باتیں سننے کے بعد حاضر ہوا ہوں، معلوم ہوا ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین تعینات نہیں کر رہے، فرض کیجیے وہ چرواہا جو آپ کی بکریوں اور اونٹوں کو چراتا ہو، اگر گلہ کو چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو گلہ کا کیا بنے گا؟ اسی طرح انسانوں کی گلہ بانی کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے آپ پر ڈالی ہے، اگر جانشین تعینات کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ گئے تو انسانوں کی گلہ بانی کا کیا بنے گا؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ کا استدلال معقول ہے لیکن انسانی گلہ کا نگہبان ذات باری تعالیٰ ہے، لہٰذا میں کسی کو جانشین تعینات نہیں کر سکتا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو اپنا جانشین تعینات نہیں کیا تھا، اگر تعینات کر جاؤں تو اس میں مضائقہ بھی نہیں ہے، کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا جانشین تعینات کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا جانشین تعینات نہیں کیا تھا لیکن صحابہ پر مشتمل ایک مجلس تشکیل دے دی تھی جس کے ذمہ خلیفہ وقت کا انتخاب کرنا تھا۔

عہد عثمانی میں آپ کو امور سلطنت میں حصہ لینے کی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی لیکن آپ کی خدمات حاصل نہ کی گئیں، تاہم مجلس شوریٰ میں رہتے ہوئے اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ آپ کو قضاء کے عہدہ پر تعینات کرنے کی کوشش کی گئی لیکن آپ نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا تھا۔

جنگ صفین کے بعد حضرت موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو حکم بنایا گیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بطور خلیفہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نام پیش کیا مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اختلاف رائے کیا، حکم کے فیصلہ سناتے وقت آپ بھی عام مسلمانوں کے ساتھ امت مسلمہ کی قسمت کا فیصلہ سننے کے لیے دومۃ الجندل آئے تھے۔

اولاد امجاد:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے متعدد خواتین سے نکاح کیے جن سے بارہ صاحبزادگان اور چار صاحبزادیاں تولد

ہوئیں۔ حضرت صفیہ بنت ابی عبیدہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابوبکر، حضرت ابوعبیدہ، حضرت واقد، حضرت عبداللہ، حضرت عمر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت اُم علقمہ بنت علقمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تولد ہوئے۔ مختلف لونڈیوں کے بطن سے حضرت سالم، حضرت عبیداللہ، حضرت ابوسلمہ اور حضرت قلابہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

وفات:

۷۴ھ میں چوراسی (۸۴) سال کی عمر میں وفات پائی۔ وفات کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایام حج میں کسی شخص کا نیزہ جو زہر آلود تھا، آپ کے پاؤں میں لگا، وہ زہر پورے جسم میں سرایت کر گیا جس سے آپ کی وفات واقع ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ زہر آلود نیزہ اتفاقی طور پر آپ کے قدم کو لگا تھا یا عمداً یہ جرأت کی گئی تھی؟ اس بارے میں دو اقوال ہیں: (i) یہ اتفاقی واقعہ ہے اور کسی نے عمداً یہ حرکت نہیں کی تھی۔ (ii) یہ حرکت اتفاقی نہیں تھی بلکہ حجاج بن یوسف کے حکم کے مطابق اور عمداً ایسا کیا گیا تھا۔

حجاج نے آپ کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں نہایت دلچسپی لی تھی حتیٰ کہ نماز جنازہ خود پڑھائی تھی اور حسب وصیت ''قبرستان مہاجرین'' (جو مکہ کی حدود حرم سے باہر ہے) میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

فضائل و مناقب:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل و مناقب کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ما رأيت أوما أدركت أحدًا، الا قدمالت به الدنيا، الا عبدالله بن عمر .

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ جس آدمی کو دیکھا یا جس سے بھی ملا ہوں، وہ دنیا کی طرف جھکا ہوا تھا۔

۲- حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

شهد ابن عمر، الفتح وهو ابن عشر بن ومعه فرس حرون ورمح ثقيل، فذهب ابن عمر يختلي لفرسه، فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: ان عبدالله، ان عبدالله .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فتح مکہ میں موجود تھے اور اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی، ان کے پاس ایک منہ زور گھوڑا اور ایک بھاری نیزہ تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھوڑے کے لیے گھاس کاٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ، عبداللہ (یعنی آپ نے انہیں آواز دے کر منع فرمایا)

۳- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان من أملك شباب قريش لنفسه عن الدنيا عبدالله بن عمر .

یقیناً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دنیا (کی رنگینیوں میں بہک جانے) سے قریشی نوجوانوں میں سب سے زیادہ اپنے نفس پر قابو رکھنے والے تھے۔

۴-امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

لما كان من عثمان ما كان، واختلاط الناس أتوا عبدالله بن عمر فقالوا: أنت سيدنا، وابن سيدنا، اخرج يبايعك الناس، وكلهم بك راض، فقال: لا والله لا يهراق في سببي محجمة من دم، ماكان في روح، ثم عادوا اليه فخوفوه فقالوا: لتخرجن أو لتقتلن على فراشك، فقال: مثلها، فاطمع وأخيف، قال: فوالله ما استقلوا منه بشيء حتى لحق بالله عزوجل .

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلقہ سانحہ اور لوگوں کے اختلاط کا واقعہ پیش آیا تو لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا: آپ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے صاحبزادے ہیں، لہٰذا باہر تشریف لائیے، لوگ آپ سے بیعت کرنا چاہتے ہیں اور سبھی آپ پر راضی ہیں۔تو انہوں نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! جب تک میرے جسم میں روح ہے تب تک میری وجہ سے کسی کے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا جا سکتا۔(یہ سن کر وہ واپس لوٹ گئے) پھر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو دھمکاتے ہوئے بولے: یا تو آپ باہر نکل آئیں، یا پھر آپ کو بستر پر ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔آپ نے فرمایا: یہی تو میری خواہش ہے اور اسی سے مجھے ڈرایا جاتا اور لالچ دیا جاتا ہے۔راوی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ان کی آپ سے منسلک کوئی بھی ناپاک آرزو پوری نہ ہو سکی، یہاں تک کہ آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۵-سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

لو كنت شاهدًا لأحدحي أنه من أهل الجنة، لشهدت لعبدالله بن عمر .

اگر میں کسی کے جنتی ہونے کی گواہی دوں تو یقیناً میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی گواہی دوں گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق فرمایا تھا: نعم الرجل عبدالله، لو كان يصلي من الليل ۔عبداللہ بہترین شخص ہے، کاش وہ رات میں نماز ادا کرتا! آپ ہر رات میں کئی بار اٹھ کر نماز ادا کرتے' اور آرام برائے نام کرتے تھے۔

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 39: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3762 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِسْحٰقَ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُؤَمَّلِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ

3762- لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة سوى الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۱/۱۱) رقم (۱۶۲۴۳)، وذكره صاحب المشكاة (۱۰/۱۱۱) مرقاة حديث (۶۲۴۳).

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی فِیْ بَیْتِ الزُّبَیْرِ مِصْبَاحًا فَقَالَ یَا عَائِشَةُ مَا اُرٰی اَسْمَاءَ اِلَّا قَدْ نُفِسَتْ فَلَا تُسَمُّوْهُ حَتّٰی اُسَمِّیَهٗ فَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ وَحَنَّكَهٗ بِتَمْرَةٍ بِیَدِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر چراغ جلتا دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے عائشہ! میرا خیال ہے: اسماء نے بچے کو جنم دیا ہے تم لوگ اس کا کوئی نام نہ رکھنا میں خود اس کا نام رکھوں گا پھر نبی اکرم ﷺ نے اس بچے کا نام عبداللہ رکھا اور آپ نے کھجور کے ذریعے اسے گھٹی دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا تعارف

ولادت وابتدائی حالات:

۱ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، نام: عبداللہ تھا' جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا، والد گرامی کا نام: زبیر بن عوام تھا' جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری وعشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کر گڑھتی دی تھی، یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے، اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی آپ کی دادی تھیں، رشتہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے تھے، والدہ محترمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذات النطاقین کا لقب عطا ہوا تھا، جن کا نام حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے نانا تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رشتہ میں خالہ تھیں۔

امتیازی صفات:

ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلے آپ پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت میں قبول فرمایا، صغرسنی کی وجہ سے غزوات میں شامل نہ ہو سکے اور آپ کے چند ایک امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(i) جنگ طرابلس، طبرستان اور محافظان عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سے ایک تھے۔

(ii) تعمیر کعبہ میں تاریخی کردار ادا کیا۔ (iii) مختلف زبانوں میں عبور حاصل تھا۔ (iv) مطالعہ قرآن وحدیث بہترین مشغلہ تھا۔ (v) امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت عبادت سمجھ کر انجام دیتے تھے۔ (vi) شجاعت وبہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

تعداد مرویات:

تا حیات قرآن وسنت کی تدوین، تدریس اور اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ کی مرویات کی تعداد تینتیس (۳۳) تک

پہنچتی ہے جن میں سے دو (۲) متفق علیہ چھ (۶) میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور دو (۲) میں حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ منفرد ہیں۔

شہادت

۷۳ھ کو عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج بن یوسف کے لشکر کے ہاتھوں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ بہتر (۷۲) سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا تھا۔

بَاب مَنَاقِبِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 40: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3763 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَتْ اُمِّیْ اُمُّ سُلَيْمٍ صَوْتَهُ فَقَالَتْ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنَيْسٌ قَالَ فَدَعَا لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ دَعَوَاتٍ قَدْ رَاَيْتُ مِنْهُنَّ اثْنَتَيْنِ فِی الدُّنْيَا وَاَنَا اَرْجُو الثَّالِثَةَ فِی الْاٰخِرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ گزرے میری والدہ سیدہ اُم سلیم نے آپ ﷺ کی آواز سنی اور عرض کی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں' یارسول اللہ ﷺ! یہ چھوٹا انس (آپ اس کے بارے میں دعا کیجئے) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے میرے حق میں تین دعائیں کی تھیں' ان میں سے دو کا اثر میں دنیا میں دیکھ چکا ہوں اور مجھے امید ہے: تیسری آخرت میں مل جائے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3764 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ

متنِ حدیث: اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسٌ خَادِمُكَ ادْعُ اللّٰهَ لَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ

3763 - اخرجه مسلم (١٩٢٩/٤) كتاب فضائل الصحابة، باب: من فضائل انس رضى الله عنه رقم (٢٤٨١/١٤٤).

3764 - اخرجه البخاری (١٤٠/١١) كتاب الدعوات: باب: قول الله تبارك و تعالى (و صل عليهم) و من خص اخاه بالدعاء دون نفسه رقم (٦٣٣٤)، (١٨٦/١١): كتاب الدعوات: باب: الدعاء بكثرة المال، و الولد مع البركة رقم (٦٣٧٨ - ٦٣٧٩)، و مسلم (١٩٢٨/٤): كتاب فضائل الصحابة باب: من فضائل انس بن مالك رضى الله عنه رقم (١٤١، ٢٤٨٠/١٤١).

فِيمَا اَعْطَيْتَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! انس بن مالک آپ کا خادم ہے آپ اللہ سے اس کے لئے دعائے خیر کیجئے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا کی۔

''اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر دے اور جو کچھ تو اسے عطا کرے گا اس میں اس کے لئے برکت رکھ دے''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3765 سندِحدیث: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِىْ نَصْرٍ

متنِ حدیث: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَنَّانِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَقْلَةٍ كُنْتُ اَجْتَنِيْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ عَنْ اَبِىْ نَصْرٍ

توضیح راوی: وَاَبُوْ نَصْرٍ هُوَ خَيْثَمَةُ بْنُ اَبِىْ خَيْثَمَةَ الْبَصْرِيُّ رَوٰى عَنْ اَنَسٍ اَحَادِيْثَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اس سبزی کے حوالے سے' میری کنیت رکھی تھی' کیونکہ میں اسے توڑا کرتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں' جو جابر جعفی نامی راوی کے حوالے سے' ابونصر سے منقول ہے۔

ابونصر نامی راوی یہ خیثمہ بن ابوخیثمہ بصری ہیں انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' چند روایات نقل کی ہیں۔

3766 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا مَيْمُوْنٌ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِىْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَّا ثَابِتُ خُذْ عَنِّىْ فَاِنَّكَ لَنْ تَاْخُذَ عَنْ اَحَدٍ اَوْثَقَ مِنِّىْ اِنِّىْ اَخَذْتُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيْلَ وَاَخَذَهُ جِبْرِيْلُ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ مَيْمُوْنٍ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ يَعْقُوْبَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ وَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيْلَ

◆◆ ثابت بنانی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے ثابت! مجھ سے علم حاصل کرلو' کیونکہ تم مجھ سے زیادہ مستند کسی شخص سے علم حاصل نہیں کر سکو گے' کیونکہ میں نے اسے نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیا ہے۔

3765۔ اخرجہ احمد (۳/ ۱۳۰۔ ۲۳۲) عن ابی نصر عن انس بن مالک فذکرہ

نبی اکرم ﷺ نے اسے حضرت جبرائیل سے حاصل کیا ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف زید بن حباب نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یہی روایت اور ایک سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ مذکور نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے حاصل کیا ہے۔

3767 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ رُبَّمَا قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ذَا الْاُذُنَيْنِ قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ يَعْنِي يُمَازِحُهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بعض اوقات نبی اکرم ﷺ مجھے "دو کان والے" کہہ کر بلاتے تھے۔

ابواسامہ نامی راوی بیان کرتے ہیں یعنی نبی اکرم ﷺ مذاق کے طور پر یہ فرمایا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

3768 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ اَبِيْ خَلْدَةَ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ لِاَبِي الْعَالِيَةِ سَمِعَ اَنَسٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَدَمَهُ عَشْرَ سِنِيْنَ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهُ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِي السَّنَةِ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَيْنِ وَكَانَ فِيْهَا رَيْحَانٌ كَانَ يَجِيْءُ مِنْهُ رِيْحُ الْمِسْكِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ خَلْدَةَ اسْمُهُ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَقَدْ اَدْرَكَ اَبُوْ خَلْدَةَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَرَوٰى عَنْهُ

◆◆ ابوخلدہ کہتے ہیں: میں ابوالعالیہ سے دریافت کیا: کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے احادیث کا سماع کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس برس تک آپ کی خدمت کی اور نبی اکرم ﷺ نے آپ کے لئے دعائے خیر کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک باغ تھا جس میں سال میں دو مرتبہ پھل لگا کرتا تھا اور اس میں ایک پودا تھا جس میں سے مشک کی خوشبو آیا کرتی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ابوخلدہ نامی راوی کا نام خالد بن دینار ہے اور یہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

3767 - اخرجه ابوداؤد (۷۱۹/۲) كتاب الادب باب ما جاء في المزاح رقم (۵۰۰۲).

شرح

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت وابتدائی حالات:

۳ نبوی کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، نام: انس جبکہ کنیت: ابوثمامہ اور ابوحمزہ تھی، قبیلہ خزرج سے تعلق کے سبب خزرجی و انصاری تھے، آٹھ (۸) سال کی عمر میں اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ اسلام قبول کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے، دس (۱۰) سال تک بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خدمات انجام دیتے رہے، والد کا نام: مالک تھا' جو آپ کی والدہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے مسلمان ہونے پر دلبرداشتہ ہوکر ملک شام روانہ ہوگئے اور کفر کی حالت میں وہیں فوت ہوئے تھے۔ نسب نامہ یوں ہے:

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی۔

غزوات وکارنامے:

ہجرت کے بعد غزوات کا طویل سلسلہ شروع ہوا، آپ تمام غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہے اور کم عمر ہونے کے باوجود غزوہ بدر میں بھی شامل ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بحرین کا عامل تعینات کیا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ کا انتخاب کیا تھا۔ اپنے وقت میں منصب کی مطابقت سے کارنامے انجام دیتے رہے۔

امتیازی اوصاف:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے کثیر امتیازی اوصاف ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) قرآن وحدیث اور فقہ سے خصوصی شغف ہونا، (ii) حب وخدمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، (iii) اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، (iv) امر بالمعروف ونہی عن المنکر، (v) حق گوئی وبے باکی وغیرہ۔

تعداد مرویات:

آپ کا شمار مکثرین صحابہ میں ہوتا ہے، تاحیات قرآن وسنت اور فقہ کی اشاعت میں مشغول رہے، حلقہ تدریس وسیع تر تھا، ہمہ وقت طلباء کا ہجوم رہتا تھا اور آپ کی مرویات کی تعداد دوہزار دوسوچھہتر (۲۲۷۶) تک پہنچتی ہے۔

وفات:

۹۳ھ کو بصرہ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت عمر ایک سوتین (۱۰۳) سال تھی۔ بصرہ میں وفات پانے والے آپ آخری صحابی ہیں، مشہور زاہد حضرت قطن بن مدرک کلامی نے نماز جنازہ پڑھائی اور موضع ''طف'' میں مدفون ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں:

احادیث باب کا اختصار یہ ہے حضرت انس اوران کی والدہ اُمّ سلیم دونوں نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا، والد مالک بت پرست تھا۔ وہ الگ ہونے کی وجہ سے ملک شام چلا گیا، چند سال زندہ رہنے کے بعد وہ وہیں حالت کفر میں فوت ہو گیا۔ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر نثار ہوں، اب یہ ننھا انس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں تین دعائیں فرمائیں:

(i) کثرت مال، (ii) کثرت اولاد، (iii) مغفرت۔

بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ' اللہ تعالیٰ نے پہلی دونوں دعائیں دنیا میں قبول فرمائی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں کثرت مال و اولاد سے نواز دیا ہے لیکن آخری دعا یعنی دخول جنت اللہ تعالیٰ آخرت میں قبول کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ دس (۱۰) سال تک بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خادم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے، اس عرصہ میں نہ تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ڈانٹا نہ کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں سخت گیری کی بلکہ بطور مزاح ذوالاذنین (دو کانوں والے) کہہ لیا کرتے تھے۔

دار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دس (۱۰) سال خدمت انجام دینے کی ترتیب کچھ یوں بیان کی جاتی ہے: نماز فجر کے بعد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جاتے، ظہر سے کچھ وقت پہلے اپنے گھر چلے جاتے، ظہر کے بعد آ جاتے پھر عصر تک رہتے، نماز عصر پڑھ کر اپنے گھر روانہ ہو جاتے۔ تاہم بعض اوقات اس ترتیب میں تبدیلی بھی ہو جاتی تھی۔

آپ کا باغ خوبصورت تھا' جو اولاد کی طرح عزیز تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے وہ سال میں دو بار پھل آور ہوتا تھا، جس کے نتیجہ میں آپ صاحب ثروت بن گئے تھے۔ آپ کی زمین میں ایک خاص قسم کی سبزی تھی جس کا نام حمزہ تھا، آپ اسے توڑا کرتے' اوراس سبزی کی مناسبت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ''ابوحمزہ'' تجویز فرمائی تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ سے خصوصی علم حاصل کیا جو آپ کا امتیاز تھا، یہ علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کی وساطت سے اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا۔ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض ہونے کے بعد آپ تا حیات قرآن، حدیث اور فقہ کی اشاعت وتدریس میں مصروف رہے۔

بَاب مَنَاقِبِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 41: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3769 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ

3769 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (١٠/٤٣٦) رقم (١٤٨٨٥) و ذكره الهيثمي في (مجمع الزوائد) (٩/٣٦٥)، و عزاه للطبراني في (الاوسط) و اشار لضعفه من قبل الجمهور لضعف عبد الله بن عبد العزيز الليثي ووثقه سعيد بن منصور، وقال: وبقية رجاله ثقات.

عَنْ اَبِى الزُّبَيْعِ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ

متن حدیث: قَالَ اَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَسَطْتُ ثَوْبِى عِنْدَهُ ثُمَّ اَخَذَهُ فَجَمَعَهُ عَلٰى قَلْبِى فَمَا نَسِيْتُ بَعْدَهُ حَدِيْثًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ کے سامنے اپنی چادر پھیلا دی پھر آپ نے اسے پکڑا اور اسے اکٹھا کر کے میرے دل پہ رکھ دیا' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3770 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِى ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْمَعُ مِنْكَ اَشْيَاءَ فَلَا اَحْفَظُهَا قَالَ ابْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُهُ فَحَدَّثَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا حَدَّثَنِى بِهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں مگر میں ان کو یاد نہیں رکھ سکتا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی چادر بچھاؤ! میں نے اپنی چادر بچھائی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث بیان کی' تو میں ان میں سے کوئی بھی حدیث نہیں بھولا' جو بھی آپ نے بیان کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

3771 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا يَعْلٰى بْنُ عَطَاءٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

متن حدیث: عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ لِاَبِى هُرَيْرَةَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَنْتَ كُنْتَ اَلْزَمَنَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَحْفَظَنَا لِحَدِيْثِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ ولید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! آپ ہم سب کے مقابلے میں زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور سب سے زیادہ احادیث کے حافظ ہیں۔

3770- اخرجه البخاري (٧٣٢/٦): كتاب المناقب باب ٢٨ رقم (٣٦٤٨).

3771- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، عن ابن عمر موقوفاً. ينظر (تحفة الاشراف) (٢٥٨/٦)، رقم (٨٥٥٧).

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

3772 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِىْ شُعَيْبِ الْحَرَّانِىُّ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِىُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَبِىْ عَامِرٍ

متنِ حدیث: قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَقَالَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اَرَاَيْتَ هٰذَا الْيَمَانِىَّ يَعْنِىْ اَبَا هُرَيْرَةَ اَهُوَ اَعْلَمُ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكُمْ نَسْمَعُ مِنْهُ مَا لَا نَسْمَعُ مِنْكُمْ اَوْ يَقُوْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ قَالَ اَمَّا اَنْ يَكُوْنَ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ نَسْمَعْ فَلَا اَشُكُّ اِلَّا اَنَّهُ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ نَسْمَعْ وَذَاكَ اَنَّهُ كَانَ مِسْكِيْنًا لَا شَىْءَ لَهُ ضَيْفًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُهُ مَعَ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا نَحْنُ اَهْلَ بُيُوْتَاتٍ وَّغِنًى وَكُنَّا نَاْتِىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَىِ النَّهَارِ فَلَا اَشُكُّ اِلَّا اَنَّهُ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ نَسْمَعْ وَلَا نَجِدُ اَحَدًا فِيْهِ خَيْرٌ يَقُوْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ وَقَدْ رَوَاهُ يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ وَّغَيْرُهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

◆◆ مالک بن ابو عامر بیان کرتے ہیں: ایک صاحب حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے پاس آئے اور بولے: اے ابومحمد! آپ نے اس یمنی شخص کو دیکھا ہے؟ ان صاحب کی مراد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے' کیا وہ آپ سب حضرات کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ کی احادیث کا زیادہ علم رکھتا ہے؟ ہم اس سے وہ احادیث سنتے ہیں' جو ہم نے آپ حضرات سے نہیں سنی ہیں یا پھر وہ نبی اکرم ﷺ سے وہ باتیں بیان کرتا ہے' جو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد نہیں فرمائی ہیں؟ تو حضرت طلحہ نے جواب دیا: ایسا ہوسکتا ہے: اس نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی وہ احادیث سنی ہوں' جو ہم نے نبی اکرم ﷺ سے نہیں سنی ہیں اس کی وجہ یہ ہے: وہ ایک غریب آدمی تھے۔ ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی تھی' تو وہ نبی اکرم ﷺ کے مہمان تھے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے' جبکہ ہم گھربار والے تھے خوشحال تھے ہم صبح شام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتے تھے مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے: اس نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی وہ باتیں سنی ہوں گی جو ہم نے نہیں سنی ہیں اور تم کسی بھی نیک شخص کو ایسا نہیں پاؤ گے' کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے کوئی ایسی بات کرے جو آپ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمائی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' ہم اسے صرف محمد بن اسحق نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

3772 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة. عن مالك بن ابى عامر عن طلحة بن عبيد الله موقوفًا. ينظر (تحفة الاشراف) (٤/٢١٩)، رقم (٥٠١٠).

یونس بن بکیر اور دیگر راویوں نے اس کو محمد بن اسحق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت ونام اور ابتدائی حالات:

کیا اُمت مسلمہ کا کوئی فرد ایسا بھی ہے، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے ناواقف ہو؟ لوگ انہیں زمانہ جاہلیت میں ''عبدالشمس'' کے نام سے پکارتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت سے بہرہ ور کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے دریافت کیا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے جوابدیا: عبدالشمس، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ تمہارا نام ''عبدالرحمٰن'' ہے، انہوں نے عرض کیا: ہاں، عبدالرحمٰن۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر نثار ہوں۔

شجرہ نسب یوں ہے: عمیر بن عامر بن عبد ذی الشری بن طریف بن غیاث بن ابی صعب بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ۔ قبیلہ کا نام: دوس تھا، یہ قبیلہ موجودہ صوبہ عسیر کے قریب آباد تھا، جہاں آج کل مشہور شہر ''ابہا'' آباد ہے، یہ شہر طائف سے یمن جانے والی شاہراہ پر مکہ معظمہ سے تقریباً تین سو میل جنوب میں واقع ہے۔

ان کی کنیت ''ابو ہریرہ'' تھی، تو اس کا سبب یہ ہے کہ بچپن میں ان کے پاس ایک بلی تھی جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتے تھے، اس کی وجہ سے ان کے دوستوں نے انہیں ابو ہریرہ کہنا شروع کر دیا، بعد میں یہ کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ ان کے اصل نام پر غالب آ گئی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ بعض اوقات پیار سے انہیں ''ابو ہر'' کہہ کر بلاتے، اس لیے وہ خود بھی ''ابو ہر'' کو ابو ہریرہ پر ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے: میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسی نام سے پکارتے تھے۔ ''ہر'' مذکر ہے جبکہ ''ہریرہ'' مؤنث ہے اور مذکر، مؤنث سے افضل ہوتا ہے۔

دامن اسلام میں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا پھر وہیں اپنے قبیلہ میں اقامت پذیر رہے ۶ھ میں اپنے قبیلہ دوس کے وفد کے رکن کی حیثیت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر چیز سے قطع تعلق کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت میں یکسو ہو گئے، مسجد نبوی میں مقیم ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا امام بنالیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کے اہل وعیال نہیں تھے۔ تاہم ان کی بوڑھی والدہ تھیں جو اس وقت تک شرک پر مصر تھیں، جن کی محبت اور خیر خواہی کے پیش نظر آپ مسلسل دعوت اسلام دیتے رہے لیکن وہ ہمیشہ ان سے نفرت وانکار کرتی رہیں۔ ایک دن آپ نے اپنی والدہ کو اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دی، قبول اسلام کی بجائے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے جن کو سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو

بہت پریشانی لاحق ہوئی، وہ روتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے روتے ہوئے دیکھ کر وجہ دریافت کی کہ اے ابوہریرہ! آپ کیوں روتے ہیں؟ جواب میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں مسلسل اپنی والدہ کو دعوت اسلام دیتا رہا لیکن وہ ہر بار انکار کرتی رہیں، آج میں نے انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے آپ کی شان کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کیے جو نا قابل برداشت تھے، یارسول اللہ! آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی طرف مائل کر دے۔ یہ بات سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دعا کے لیے بلند ہوئے، دعا کا آغاز ہوا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے اپنے گھر آئے، گھر کا دروازہ بند تھا مگر اندر سے غسل کرنے کی آواز آرہی تھی، غسل کرنے کے بعد والدہ نے دروازہ کھولا تو ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"۔

آنکھوں میں خوشی کے آنسو لیے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے اور والدہ محترمہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی ہیں۔

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی گہری محبت تھی جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی، وہ آپ کے دیدار سے کبھی آسودہ نہیں ہوتے تھے بلکہ یوں کہا کرتے تھے: ما رأيت شيئاً املح واصبح من رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى وكان الشمس تجرى فى وجهه۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین و خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے رخ تاباں پر آفتاب گردش کر رہا ہو۔

آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اتباع دین کی توفیق عطا کر دی اور عموماً یوں کہا کرتے تھے:

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ابوہریرہ کو اسلام کی ہدایت عنایت کی، شکر ہے اس ذات کا جس نے ابوہریرہ کو قرآن کا علم عطا کیا اور شکر ہے اس ذات پاک کا جس نے ابوہریرہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی، طلب علم کے بڑے شیدائی تھے اور اسے انہوں نے اپنے معمولات میں شامل کر لیا تھا۔ اس بارے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک دن میں، میرا ساتھی اور ابوہریرہ تینوں مسجد نبوی میں موجود تھے، دعاء و ذکر میں شاغل تھے اور اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک تشریف لائے۔ پھر ہمارے پاس تشریف فرما ہو گئے، ہم نے سکوت اختیار کر لیا اور آپ نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہم دو ساتھیوں نے دعا مانگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یوں دعا مانگی:

"اے اللہ! میں تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو ان میرے ساتھیوں نے مانگی ہے اور میں تجھ سے نہ بھولنے والا علم مانگتا ہوں۔"

ان کی دعا پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا۔ پھر ہم دو ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ سے نہ بھولنے والے علم کے بارے میں بھی دعا

کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **سبقکم بها الغلام الدوسی** ۔یعنی یہ دوسی نو جوان تم سے سبقت لے گیا ہے۔

امتیازی اوصاف:

آپ کے چند ایک امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) امام الحدیث و حافظ الحدیث، (۲) اشاعت احادیث، (۳) خوف آخرت، (۴) عبادت و ریاضت سے شغف، (۵) حب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، (۶) والدہ کی خدمت گزاری، (۷) صداقت و اظہار حق، (۸) علم دوست، (۹) سادگی۔

غزوات میں شرکت:

غزوہ خیبر کے بعد والے غزوات میں شریک ہوئے، فتنہ کے زمانہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے اور جنگ جمل وصفین وغیرہ میں شامل نہیں ہوئے۔

علم دوست:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جس طرح اپنے لیے علم کی دولت کو پسند کرتے تھے، اسی طرح دوسروں کے لیے بھی یہ دولت پسند کرتے تھے۔ایک دن ان کا گزر مدینہ طیبہ کے بازار سے ہوا، وہ لوگوں کو خرید وفروخت اور لین دین کے معاملہ میں نہایت درجہ کے مشغول دیکھ کر پریشان ہو گئے۔لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر انہوں نے کہا: اے اہل مدینہ! تم لوگ کتنے عاجز اور ناکام ہو! لوگوں نے دریافت کیا: اے ابو ہریرہ! آپ نے ہماری کونسی ناکامی اور عاجزی ملاحظہ کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے جبکہ تم لوگ یہاں بے خبر بیٹھے ہو، وہاں جا کر اپنا حصہ کیوں نہیں وصول کرتے؟ دریافت کیا گیا: یہ میراث کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ جواب دیا: مسجد میں، یہ بات سن کر لوگ تیزی سے مسجد میں گئے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رہے، لوگوں نے واپس آ کر پوچھا: مسجد میں تو کوئی چیز تقسیم نہیں ہو رہی؟ آپ نے جواب دیا: کیا تم لوگوں نے مسجد میں کسی کو نہیں دیکھا؟ لوگوں نے کہا: ہاں، وہاں کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، کچھ تلاوت قرآن میں مصروف ہیں اور کچھ لوگ حلال وحرام امور کے بارے میں بحث کر رہے ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے، وہی تو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی علمی مصروفیات، مجالس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی پابندی کے سبب تکالیف اور فاقہ کشی کو برداشت کیا۔آپ اس سلسلہ میں خود فرماتے ہیں:

مجھے اتنی شدت کی بھوک لگتی تھی کہ بے تاب ہو کر میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی صاحب سے قرآن کی کسی آیت کے متعلق دریافت کرتا تھا حالانکہ میں اسے اچھی طرح جانتا تھا تاکہ لوگ مجھے اپنے گھر لے جا کر کچھ کھلائیں۔ایک دن تو مجھے اس قدر شدید بھوک لگی کہ میں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا پھر صحابہ کے راستہ پر بیٹھ گیا۔سب سے پہلے ادھر سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، میں نے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں ان سے دریافت کیا، یہ سوال میں نے صرف اس لیے کیا تھا

کہ وہ مجھے اپنے گھر لے جائیں اور کھانا کھلائیں لیکن وہ اپنے گھر مجھے نہ لے کر گئے۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے، میں نے ان سے بھی اسی مقصد سے قرآن کی ایک آیت کا مفہوم دریافت کیا مگر انہوں نے بھی مجھے کھانے کی دعوت نہ دی۔ پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو آپ نے شفقت بھرے لہجہ میں فرمایا:

اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں، آپ مجھے اپنے گھر لے گئے، آپ نے دودھ کا پیالہ دیکھا، اہل خانہ سے اس دودھ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا: یہ دودھ فلاں شخص نے آپ کے لیے بھیجا ہے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوہریرہ! جاؤ تمام اہل صفہ کو بلا لاؤ! آپ کا مجھے ان سب لوگوں کو بلانے کے لیے بھیجنا اچھا معلوم نہ ہوا، میں نے دل میں خیال کیا کہ اتنے سے دودھ سے تمام اہل صفہ کا کیا بنے گا؟ میں اس چیز کو پسند کرتا تھا کہ اس میں سے کچھ پی لوں تاکہ مجھے طاقت حاصل ہو جائے پھر ان لوگوں کو بلانے جاؤں۔ میں حسب حکم ان لوگوں کو بلا لایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: ابوہریرہ! یہ دودھ لو اور تمام لوگوں کو پلاؤ، میں وہ دودھ والا پیالہ باری باری ہر ایک کے پاس لے جاتا رہا، سب نے خوب سیر ہو کر دودھ نوش کر لیا، پھر میں نے پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا: کیا سب لوگوں نے دودھ پی لیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، فرمایا: اب میں اور تم دونوں باقی رہ گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں۔ آپ نے فرمایا: اب تم پیو! میں نے دودھ پیا، فرمایا: اور پیو! میں نے اور پیا، آپ فرماتے رہے: پیو، پیو! میں پیتا رہا حتی کہ خوب سیر ہو گیا۔ پھر بچے ہوئے دودھ کا پیالہ لے کر خود دودھ نوش فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا:

کیوں جناب بوہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

(حدائق بخشش، ص ۱۰۹)

اس واقعہ کے چند سال بعد فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا، مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی اموال و دولت میسر آئی، ان کی غربت ختم ہوئی، نکاح کر لیا، اہل وعیال والے قرار پائے، مصروفیات میں اضافہ ہوا لیکن یہ تمام مشاغل آپ کے علمی ذوق میں کمی نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا:

میں نے حالت یتیمی میں پرورش پائی اور مسکینی کی حالت میں ہجرت کی، میں صرف پیٹ کی روٹی کے عوض بسرہ بنت غزوان کے ہاں مزدوری کرتا تھا، میں حضر میں ان لوگوں کی خدمت کرتا اور سفر میں ان کے اونٹوں کو ہانکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی کے ساتھ میری شادی کرا دی۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنے دین کے ذریعے سارے حالات درست کر دیے اور ابوہریرہ کو والی بنا دیا۔

والیٔ مدینہ:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دورِ حکومت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کئی بار حاکم مدینہ بنائے گئے لیکن یہ عہدہ و منصب بھی آپ کے مزاج میں اور ذوق علمی میں تبدیلی پیدا نہ کر سکا۔ ایک دفعہ آپ اپنے زمانہ گورنری میں اپنے سر پر اپنے اہل

خانہ کے لیے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے مدینہ طیبہ کے بازاروں سے گزر رہے تھے جب ان کا گزر ثعلبہ بن مالک کے پاس سے ہوا تو فرمایا: ''مالک کے بیٹے! گورنر کو گزرنے کے لیے راستہ دے دو۔'' ابن مالک نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، کیا اتنی جگہ آپ کے گزرنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''گورنر کے ساتھ اس کے گٹھڑ کے لیے بھی راستہ دے دو جو اس کی پشت پر لدا ہے۔''

زہد وعبادت:

دامن اسلام سے وابستہ ہونے سے لے کر تا وصال آپ نے زہد وعبادت، ریاضت وتقویٰ اور اعمال صالحہ میں غفلت نہیں برتی۔ آپ نماز پنجگانہ کے علاوہ نفلی عبادات اور نماز تہجد کا بھی التزام کرتے تھے۔ نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو اپنی زوجہ کو بیدار کرتے، زوجہ اپنی اولاد کو بیدار کرتیں، اس طرح پورے گھر کے افراد نماز تہجد وغیرہ ادا کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ نماز کی طرح آپ کے روزہ کا یہ عالم تھا کہ رمضان المبارک کے علاوہ نفلی صیام کا بھی اہتمام کرتے' اور اکثر ایام روزہ میں ہوتے یعنی دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت (نفلی) میں گزارتے تھے۔

عفوودرگزر:

اعمال صالحہ کے علاوہ قدرت نے آپ میں عفوودرگزر کے اوصاف بھی ودیعت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاں ایک حبشیہ کنیز تھی، ایک دفعہ اس نے ایسی حرکت کا ارتکاب کیا جس سے تمام اہل خانہ کو پریشانی لاحق ہوئی، آپ نے اسے سزا دینے کے لیے کوڑا اٹھایا پھر اس کو مارنے سے رک گئے اور کنیز سے یوں فرمایا:

''اگر قیامت کے دن قصاص کا ڈر نہ ہوتا تو جو اذیت تو نے ہمیں پہنچائی ہے، میں تجھے ضرور اس کی سزا دیتا لیکن میں تجھ کو ایک ایسی ہستی کے ہاتھ فروخت کروں گا جو تیری قیمت مجھے اس روز ادا کرے گی جب میں اس کا سب سے زیادہ ضرورت مند ہوں گا، جا تو اللہ کے لیے آزاد ہے۔''

صدقہ وخیرات کا ذوق:

عفوودرگزر کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ میں صدقہ وخیرات کرنے کا جذبہ بھی پیدا کیا ہوا تھا۔ ایک دفعہ صاحبزادی صاحبہ نے عرض کیا:

ابوحضور! میری ہمعصر لڑکیاں بطور طعنہ مجھ سے کہتی ہیں کہ تمہارے باپ تمہیں سونے کے زیورات کیوں نہیں پہناتے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

''بیٹی ان سے کہہ دینا کہ میرے باپ میرے اوپر جہنم کی آگ سے ڈرتے ہیں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنی لڑکی کو سونے کے زیورات نہ پہنانا دولت سے محبت یا بخل کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ آپ ایسے امور سے احتراز کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک دفعہ مروان بن حکم نے

آپ کی خدمت میں سودینار ارسال کیے تا کہ آپ اپنی ضروریات پوری کر سکیں، دوسرے دن یہ پیغام ارسال کیا کہ کل والی رقم غلطی سے آپ کے پاس پہنچ گئی ہے جبکہ وہ فلاں کے ہاں بھیجنی تھی، لہٰذا وہ واپس کر دیں؟ آپ نے پیغام رساں کو یہ جواب دیا: سو دینار میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں ہے، کیونکہ تمام رقم کل ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دی گئی تھی، تاہم میرا وظیفہ وصول ہونے پر آپ کی رقم واپس کرنے کو یقینی بنایا جائے گا۔

والدین سے محبت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ سے جنون کی حد تک محبت تھی، ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرتے، گھر سے نکلتے وقت ان کے سامنے آتے اور کہتے: امی جان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! والدہ محترمہ جواب میں فرماتیں: بیٹا! وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر آپ عرض کرتے: اللہ! آپ پر رحم کرے جس طرح آپ نے بچپن میں میری پرورش فرمائی۔ وہ جواب میں فرماتیں: اللہ تعالیٰ تم پر بھی رحم کرے جیسا کہ بڑھاپے میں تم نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا۔

آپ والدہ کی طرح والد سے بھی حسن سلوک کرنے کا جذبہ رکھتے تھے اور اس بات سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ ایک دن آپ نے دو آدمیوں کو جاتے ہوئے دیکھا، ایک نوجوان جبکہ دوسرا عمر رسیدہ تھا، آپ نے دونوں سے باہمی رشتہ دریافت کیا، بتایا گیا کہ عمر رسیدہ شخص باپ ہے جبکہ دوسرا بیٹا ہے۔ آپ نے نوجوان کو بطور تاکید نصیحت فرمایا: زندگی بھر باپ کا نام لے کر نہیں پکارنا چاہیے، نہ ان کے آگے چلنا چاہیے اور نہ ان سے پہلے بیٹھنا چاہیے۔

تعداد مرویات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے بڑے حافظ الحدیث تھے، مرویات سب صحابہ سے زیادہ ہیں اور آپ کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) تک پہنچتی ہے۔

وفات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ زندگی کے آخری ایام میں مرض الموت کا شکار ہو گئے، اچانک روتے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، دریافت کیا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں تمہاری اس دنیا کے لیے نہیں رو رہا بلکہ دوری منزل اور قلت زاد کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ میں ایک ایسے راستے کے آخری سرے پر کھڑا ہوں جو مجھے جنت یا دوزخ میں پہنچانے والا ہے اور مجھے اس بات کا قطعی کوئی علم نہیں ہے کہ میں ان دونوں میں سے کس میں پہنچوں گا۔

آپ کے مرض الموت میں مروان بن حکم عیادت کے لیے حاضر ہوا، اس نے کہا:

اے ابو ہریرہ! اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء وصحت عطا کرے! آپ نے جواب میں فرمایا: "خدایا! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں۔ تو بھی میری ملاقات کو پسند کر اور اس میں جلدی کر۔"

مروان ابھی واپس نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہہ گئے۔

(ماخوذ از حیات الصحابہ لعبد الرحمٰن رافت پاشا، از صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۷)

۵۷ھ میں وفات پائی، ولید نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت عمر اٹھہتر (۷۸) سال تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کثرت احادیث:

اکثر صحابہ کی نسبت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد زیادہ ہے حالانکہ آپ کو قبول اسلام کے بعد بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی فیضان حاصل کرنے کے لیے نہایت کم مدت میسر آئی تھی، اس کی متعدد وجوہات ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(i) ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طویل خطاب کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے آغاز خطاب سے قبل اعلان فرمایا: آپ لوگوں میں سے کوئی شخص ہے، جو اپنی چادر بچھادے، پھر گفتگو کے اختتام پر وہ اسے سمیٹ لے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چادر اوڑھ رکھی تھی، وہ اتار کر بچھادی، خطاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگالی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ نورانی ارشادات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یاد ہو گئے۔

(ii) ابتداءً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غبی الذہن تھے، ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عقیدت سے سنتے مگر وہ ذہن سے محو ہو جاتے تھے، ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے نسیان کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! تم اپنی چادر بچھاؤ، انہوں نے اپنی چادر بچھادی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یا انہوں نے خود وہ اکٹھی کر کے اپنے سینے سے لگالی۔ اس کے بعد آپ کو ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ذہن سے کبھی محو نہیں ہوئے۔

(iii) مہاجرین صحابہ تجارت پیشہ تھے اور انصار زراعت پیشہ تھے، سب صحابہ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے تھے لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان دونوں کاموں سے پہلو تہی کر کے ہمہ وقت بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہتے اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سمیٹتے تھے۔ اس طرح تمام صحابہ سے آپ کی مرویات کی تعداد زیادہ ہے۔

(iv) حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک غریب و مسکین شخص تھے، جو شب و روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں متعلم کی حیثیت سے موجود رہتے تھے، کثرت حاضری ان کے لیے کثرت مرویات کا ذریعہ بن گئی اور انہیں ایسی روایات محفوظ تھیں جو دیگر صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی تھیں۔

3773 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ ابْنِ بِنْتِ اَزْهَرَ السَّمَّانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعَالِيَةِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

3773- لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۹/۴۴۹) رقم (۱۲۸۹۴)، و ذكره صاحب (المشكاة) (۱۰/۳۴۵- مرقاة) حديث (۵۹۹۴).

متن حدیث: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اَنْتَ قَالَ قُلْتُ مِنْ دَوْسٍ قَالَ مَا كُنْتُ اَرَى اَنَّ فِي دَوْسٍ اَحَدًا فِيهِ خَيْرٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

توضیح راوی: وَاَبُو خَلْدَةَ اسْمُهُ خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ وَّاَبُو الْعَالِيَةِ اسْمُهُ رُفَيْعٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: تم کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے جواب دیا: دوس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا یہ خیال نہیں تھا کہ دوس میں کوئی ایسا شخص بھی ہوگا' جس میں بھلائی موجود ہوگی۔

یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابوخلدہ نامی راوی کا نام خالد بن دینار ہے۔ ابوعالیہ کا نام رفیع ہے۔

شرح

کوڑے سے ہیرا برآمد ہونا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا، جو قبیلہ ازد کی مشہور شاخ تھی، دوس عدنان میں عبداللہ کی اولاد تھے اور اس کا شجرہ نسب مالک بن نضر بن ازد سے جاملتا ہے۔ قبیلہ دوس کسی زمانہ میں موجودہ صوبہ عسیر کے پاس آباد تھا، جہاں اب شہر ''ابہا'' آباد ہے۔ یہ شہر یمن جانے والی شاہراہ اور مکہ معظمہ سے تین سو میل کے فاصلے پر جانب جنوب واقع ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے قبیلہ کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے جواب دیا: انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا تعلق ''دوس'' قبیلہ سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی یہی خیال کررہا تھا کہ قبیلہ دوس کے کسی فرد میں ''خیر'' موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بے کار قبیلہ سے امتیازی شان کا حامل یا نہایت درجہ کا نیک شخص پیدا ہوسکتا ہے۔ ایسے شخص کو ''گدڑی میں لعل یا کوڑے سے ہیرا برآمد ہونا'' کہا جاتا ہے۔

3774 سند حدیث: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى الْقَزَّازُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُهَاجِرُ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ الرِّيَاحِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَا لِي فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ خُذْهُنَّ وَاجْعَلْهُنَّ فِي مِزْوَدِكَ هٰذَا اَوْ فِي هٰذَا الْمِزْوَدِ كُلَّمَا اَرَدْتَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَاَدْخِلْ فِيهِ يَدَكَ فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِكَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَسْقٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكُنَّا نَاْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ وَكَانَ لَا يُفَارِقُ حِقْوِي حَتّٰى كَانَ يَوْمُ قُتِلَ عُثْمَانُ فَاِنَّهُ انْقَطَعَ

3774 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (٩/٤٤٩) رقم (١٢٨٩٣)، وذكره صاحب (المشكاة) (١٠/٢٦٩، ٢٧٠ - مرقاة) حديث (٥٩٣٣).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں کچھ کھجوریں لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اللہ سے دعا کیجئے کہ ان میں برکت آجائے نبی اکرم ﷺ نے انہیں اکٹھا کیا اور پھر آپ نے میرے لئے ان میں برکت کی دعا کی' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: انہیں پکڑلو اور انہیں اپنے تھیلے میں ڈال لو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اس تھیلے میں ڈال لو! جب کبھی تم نے اس میں سے کچھ لینا ہو' تو اپنا ہاتھ اس میں داخل کرنا اور نکال لینا لیکن تم اسے بکھیرنا نہیں راوی بیان کرتے ہیں' میں نے اس تھیلے میں سے اتنی' اتنی وسق کھجوریں اللہ کی راہ میں دی ہم خود اس میں سے کھایا کرتے تھے' اور دوسروں کو بھی کھلایا کرتے تھے' اور یہ کبھی میری کمر سے جدا نہیں ہوئی تھی، یہاں تک کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے' تو وہ گر گئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے یہ روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے چھوہاروں میں برکت ہونا:

اس روایت سے کثیر مسائل ثابت ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) کھانے پینے والی چیز کو سامنے رکھ کر اس پر کلام الٰہی پڑھنا جائز اور اس کا کھانا روا وحلال ہے۔

(ii) معجزہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حق ہے اور اس کا انکار گمراہی ہے۔

(iii) زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر و برکت حق ہے۔

(iv) اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی توہین سے اللہ تعالیٰ کی نعمت و برکت اٹھ جاتی ہے۔

(v) اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی بات پر عمل باعث خیر و برکت ہے خواہ اس کا راز سمجھ میں نہ آئے۔

(vi) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اعتقاد تھا کہ بزرگ ہستی کی دعاء میں برکت حق ہے، حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم چند چھوہارے تھے جو اس قدر بابرکت بن گئے کہ دور رسالت، دور صدیقی اور دور عثمانی میں خود کھاتے رہے، غرباء و مساکین پر صدقہ کرتے رہے اور دوست و احباب کو کھلاتے رہے مگر ختم نہ ہوئے۔

3775 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْمُرَابِطِىُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ

3775 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۱۰/۱۳۴) رقم (۱۳۵۶۰) عن عبد الله بن رافع عن ابي هريرة موقوفًا.

متن حدیث: قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ لِمَ كُنِّيتَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اَمَا تَفْرَقُ مِنِّيْ قُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَهَابُكَ قَالَ كُنْتُ اَرْعٰى غَنَمَ اَهْلِيْ وَكَانَتْ لِيْ هُرَيْرَةٌ صَغِيرَةٌ فَكُنْتُ اَضَعُهَا بِاللَّيْلِ فِيْ شَجَرَةٍ فَاِذَا كَانَ النَّهَارُ ذَهَبْتُ بِهَا مَعِيْ فَلَعِبْتُ بِهَا فَكَنَّوْنِيْ اَبَا هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ عبداللہ بن رافع بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ کی کنیت ''ابوہریرہ'' کیوں رکھی گئی۔ انہوں نے جواب دیا: کیا تمہیں مجھ سے ڈرلگتا ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! اللہ کی قسم! میں آپ سے ڈرتا ہوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور میرے پاس ایک بلی کا بچہ تھا میں اسے رات کے وقت درخت پر بٹھا دیتا تھا اور دن کے وقت اپنے ساتھ لے جایا کرتا تھا اور اس کے ساتھ کھیلتا تھا' تو لوگوں نے میری کنیت 'ابوہریرہ رکھ دی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کنیت کی وجہ:

اس حدیث میں آپ کی کنیت ''ابوہریرہ'' رکھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے، آپ خود اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ میں بکریاں چرایا کرتا تھا، اس زمانہ میں مجھے بلیوں سے بہت پیار تھا، میری ایک بلی تھی جس سے میں نہایت درجہ کا پیار کرتا تھا، رات کے وقت اسے درخت میں چھپا دیتا تھا، دن کے وقت اسے نکال لیتا تھا اور اس سے پیار کرتا تھا۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حالت میں ملاحظہ کیا کہ ان کے پاس بلی موجود تھی، تو آپ نے انہیں ''ابوہریرہ'' کہہ کر پکارا۔ آپ کو نام کی بجائے کنیت زیادہ پسند تھی، کیونکہ کنیت ''ابوہریرہ'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمائی تھی۔

3776 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَخِيْهِ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متن حدیث: قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ اَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّيْ اِلَّا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو فَاِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَكُنْتُ لَا اَكْتُبُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھ سے زیادہ احادیث روایت کرنے والا اور کوئی بھی نہیں ہے' صرف حضرت عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) ہیں اس کی وجہ بھی یہ ہے: وہ (احادیث) نوٹ کیا کرتے تھے' اور میں نوٹ نہیں کرتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3776 - اخرجه البخاری (۱/۲۴۹) کتاب العلم: باب: کتابة العلم برقم (۱۱۳).

شرح

لکھنا معاون حفظ ہونا:

محض ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایسے ہیں جن کی مرویات کی تعداد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات سے زیادہ تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ احادیث کو احاطہ تحریر میں لے آتے تھے مگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ لکھتے نہیں تھے۔ تاہم دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد زیادہ ہوگئی، کیونکہ انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور انہیں نہایت لائق و فائق اور ذہین و فطین تلامذہ بھی میسر آ گئے تھے۔ اس کے برعکس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نہ اچھے تلامذہ میسر آئے، نہ انہوں نے باقاعدہ تدریس کا سلسلہ جاری کیا بلکہ ان کے پوتے (حضرت شعیب رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ان کا اعتبار مشکوک کر دیا تھا۔

بَاب مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 42: حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3777 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ مُسْهِرٍ عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَّاهْدِ بِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوعمیرہ رضی اللہ عنہ' یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں' یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

"اے اللہ! اسے ہدایت دینے والا' ہدایت یافتہ بنا دے' اور اس کے ذریعے (لوگوں) کو ہدایت دے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3778 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ حَلْبَسٍ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا عَزَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُمَيْرَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ حِمْصَ وَلّٰى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ النَّاسُ عَزَلَ عُمَيْرًا وَّوَلّٰى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ عُمَيْرٌ لَا تَذْكُرُوْا مُعَاوِيَةَ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اهْدِ بِهٖ

3777 - اخرجه احمد (٢١٦/٤) عن ربيعة بن يزيد عن عبد الرحمٰن بن ابى عميرة.٣٨٥٢ - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الإشراف) (٢٠٥/٨) رقم (١٠٨٩٢) عن عمير بن سعيد.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: قَالَ وَعَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ يُضَعَّفُ

ابوادریس خولانی بیان کرتے ہیں جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو حمص کی حکمرانی سے معزول کیا' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا لوگوں نے کہا: انہوں نے عمیر کو معزول کر دیا ہے' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا ہے' تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: معاویہ کا ذکر صرف بھلائی کے ساتھ کرو' کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے۔

''اے اللہ اس کے ذریعے (لوگوں کو) ہدایت دے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے' عمرو بن واقد نامی راوی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

شرح

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ کی ولادت ہجرت سے بیس (۲۰) سال قبل مکہ میں ہوئی، نام: معاویہ، کنیت: ابوعبدالرحمٰن، باپ کا نام: ابوسفیان تھا اور شجرہ نسب یوں ہے: معاویہ بن صخر اء ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی۔ والدہ کا نام: ہندہ تھا اور والدہ کی طرف سے شجرہ نسب یوں ہے: ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشیہ امویہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

دامنِ اسلام میں اور ابتدائی حالات:

قبل از اسلام خاندان امیہ قریش میں امتیازی شان کا حامل تھا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ قریش کے قومی نظام منصب علمبرداری پر فائز تھے، ابوسفیان ابتداء بعثت سے تا فتح مکہ عداوت اسلام و مسلمانوں کو ایذاء رسانی پر کمربستہ تھے اور اسلام کے خلاف چلنے والی ہر تحریک میں پیش پیش تھے۔ امیر معاویہ اور اپنے والد ابوسفیان دونوں فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ ایک قول کے مطابق حضرت امیر معاویہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان ہوئے جبکہ ابوسفیان فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے لیکن یہ قول غیر معتبر ہے' اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ ابوسفیان کی اسلام سے ہزار عداوت و مخالفت کے باوجود مسلمانوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عناد و بغض نہیں تھا۔ ان کے قبول اسلام سے قبل کفر و اسلام کے مابین غزوہ بدر اور غزوۂ اُحد وغیرہ معرکے پیش آئے مگر ان میں امیر معاویہ نظر نہیں آتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری:

آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اہل قرابت سے ہیں، آپ کا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سسرالی رشتہ بھی

ہے۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ اس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوہرا رشتہ ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی ماموں بھی ہوئے۔

غزوات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شجاع و بہادر تھے، قبول اسلام کے بعد غزوہ حنین اور غزوہ طائف وغیرہ میں شرکت کی اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ غزوہ حنین کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مالِ غنیمت سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عنایت فرمائی تھی۔

امتیازی صفات:

آپ کے امتیازی اوصاف کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) تفقہ فی الدین، (۲) شاعری، (۳) کتابت، (۴) فن خطابت میں مہارت، (۵) خوف آخرت، (۶) قبول حق، (۷) تحمل و بردباری، (۸) جوادی وفیاضی، (۹) ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت وغیرہ۔

امتیازی کارنامے:

آپ کے امتیازی کارنامے بھی کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) جہاز سازی، (۲) بحری فوج میں ترقی، (۳) مشتبہ افراد کی نگرانی، (۴) نظام نہر کا اجراء، (۵) اشاعت دین، (۶) تعمیر مساجد، (۷) سیاست بنوامیہ کی بنیاد، (۸) کاتب وحی کی حیثیت سے خدمات، (۹) طرابلس اور ملک شام وغیرہ کو فتح کرنا۔

ایثار و قربانی:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خاندان نے دور صدیقی میں خوب قربانیاں دیں اور جہاد میں حصہ لیا۔ ارتداد کی جنگوں اور جنگ یمامہ میں دوسرے صحابہ کے ساتھ آپ شریک رہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کے بھائی حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر شام بھیجا تھا، جہاں ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ امیر بنا دیا۔ اس موقع پر آپ کے والد نے آپ سے فرمایا: ہم اسلام لانے میں ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں اور یہ ہم میں بہت آگے ہیں۔ امیر المؤمنین نے تم پر بہت اعتماد کیا ہے اس کو خوب نبھانا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام و حمص کو فتح کر لیا تھا اور امیر المؤمنین نے انہیں وہاں کا گورنر بنا دیا۔ آپ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے واحد گورنر تھے جن کی کبھی کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی تھی۔

اولاد:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد سے بھی نوازا، ایک بیوی کے

بطن سے دواولادیں (یزیداورایک بیٹی) ہوئیں اوردوسری بیوی سے دو بیٹے: (۱) عبداللہ، (۲) عبدالرحمن پیدا ہوئے۔

آثارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے برکات کا حصول:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آثار نبوی سے عقیدت رکھنے والے، آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ اوران سے فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک قمیص نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، موئے مبارک اور ناخن تھے۔ زندگی بھران کی حفاظت کی اوروصال کے وقت بطور وصیت فرمایا: مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا عطا کیا تھا' جو میں نے آج کے دن کے لیے محفوظ رکھا، ناخن اورموئے مبارکہ شیشی میں موجود ہیں۔ اس کرتا کو میرے کفن کا حصہ بنایا جائے جبکہ ناخن اورموئے مبارکہ آنکھوں اورمنہ میں رکھ دینا شاید کہ اللہ تعالیٰ ان آثار کی برکت سے مغفرت فرمادے۔

مشہور نعت گوشاعر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نعتیہ قصیدہ پیش کرنے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بطور تحفہ اپنی چادر عنایت فرمائی تھی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطیر رقم سے وہ چادر خرید لی تھی، جوخلفاء راشدین میں یکے بعد دیگر منتقل ہوتی رہی اورخلفاء کرام اسے عیدین کے موقع پر استعمال میں لاتے تھے۔

خلافت:

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، چھ (۶) ماہ تک حکومت کرنے کے بعد آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگئے، آپ نے انیس (۱۹) سال تک نہایت اطمینان وسکون سے حکومتی خدمات انجام دیں۔

اوّلیات معاویہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اوّلیات کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-تحریر کے آخر میں مہر استعمال کرنے کا طریقہ آپ نے ایجاد کیا تھا۔

۲-جامع مسجد سے متصل سب سے پہلے آپ نے حجرہ تعمیر کرایا تھا۔

۳-بیعت کے وقت قسم لینے کا سلسلہ آپ نے شروع کیا تھا۔

۴-سب سے پہلے رعایا آپ سے ناراض ہوئی اورمخالفت کا سیلاب امڈ آیا۔

۵-قدرت کی طرف سے آپ میں صبروتحمل اوربردباری کوٹ کوٹ کربھری ہوئی تھی۔

ایفاء وعدہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے عہد و پیمان کا ایفاء کرتے' اوراس سلسلہ میں سستی سے کام نہیں لیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دربار عام منعقد کیا، جب لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا: مجھے کسی عربی شاعر کے ایسے تین اشعار مسلسل کوئی سنائے جس میں ہر شعر کا مطلب اسی شعر میں پورا ہوجاتا ہو، لوگوں نے یہ اعلان سنا تو خاموش رہے، اتنے میں

حضرت ابوحبیب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما آ گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لو عرب کا بسیار گو اور فصیح شخص آ گیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابوحبیب! میں تین اشعار سننا چاہتا ہوں مگر وہ ایسے ہوں، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: میں آپ کو ایسے تین اشعار سناؤں گا مگر میں ان اشعار کے عوض تین لاکھ لوں گا، آپ نے فرمایا: مجھے یہ شرط منظور ہے، آپ تین اشعار سنائیں! حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حسب ذیل تین اشعار پڑھے:

۱- بلوت الناس قرنًا بعد قرن — فلم ار غیر ختال وقال

۲- ولم ارنی فی الخطوب اشد وقعًا — واصعب من معادات الرجال

۳- وذقت مرارة الاشیاء طرًا — فما طعم امر من السوال

(i) میں نے یکے بعد دیگرے لوگوں سے ملاقات کی ہے لیکن میں نے سوائے مکار اور دشمنی کرنے والے کے کسی کو نہیں دیکھا۔

(ii) میں نے حوادث وصعوبات زمانہ میں لوگوں کی عداوت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔

(iii) میں نے ہر چیز کی تلخی کو چکھا ہے مگر سوال کرنے کی تلخی سے زیادہ کسی چیز میں تلخی نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اشعار کی تائید وتحسین فرمائی پھر حسب وعدہ تین لاکھ درہم شاعر کو پیش کر دیے۔

دور معاویہ میں وصال کرنے والی ممتاز شخصیات:

دور معاویہ میں کثیر تعداد میں ارباب علم وفضل کا انتقال ہوا، جن میں سے چند ایک مشاہیر کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عمرو بن العاص، (۲) حضرت عبداللہ بن سلام، (۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری، (۴) حضرت زید بن ثابت، (۵) حضرت کعب بن مالک، (۶) حضرت مغیرہ بن شعبہ، (۷) حضرت ابوایوب انصاری، (۸) حضرت عمران بن حصین، (۹) حضرت سعید بن زید، (۱۰) حضرت ابوقتادہ انصاری، (۱۱) حضرت فضالہ بن عبید، (۱۲) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، (۱۳) حضرت جبیر بن مطعم، (۱۴) حضرت حسان بن ثابت، (۱۵) حضرت حکم بن حزام، (۱۶) حضرت سعد بن وقاص، (۱۷) حضرت قثم بن عباس، (۱۸) حضرت عقبہ بن عامر، (۱۹) حضرت ابوہریرہ، (۲۰) حضرت صفوان بن امیہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

وفات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۶۰ھ کو اسی (۸۰) سال کی عمر میں دمشق میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

فضائل ومناقب:

کاتب الوحی، جلیل القدر صحابی، امت محمدیہ کے ماموں، معتمد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک باد دی اور مرحبا فرمایا۔

۲- ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جانے والے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے ہو لیے، راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کی ضرورت ہوئی، پیچھے دیکھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پانی لیے کھڑے ہیں، دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ وضو کرنے کے لیے بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: اے معاویہ! تم حکمران بنے تو نیک لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور برے لوگوں سے درگزر کرنا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اعلان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب اللہ تعالیٰ مجھے ضرور حکمران بنائے گا۔

۳- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو ہدایت یافتہ اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا کر۔

۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا کی:

اے اللہ! معاویہ کو حساب و کتاب کا علم دے اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ۔

۵- ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! آپ امیر معاویہ سے خیر خواہی کریں، کیونکہ وہ اللہ کی کتاب پر امین اور کیا ہی اچھے امین ہیں۔

۶- فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: من دخل دار ابی سفیان فھو اٰمن یعنی ابتداء اسلام کی عسرتوں اور پریشانیوں میں جو مکان پناہ گاہ رسول بنا، آج جو شخص بھی اس میں پناہ حاصل کرے گا اسے امان دے دی جائے گی۔

۷- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جنت کے دروازے پر ہوگی۔

۸- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امت میں تفرقہ برپا دیکھو تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرو۔

۹- آپ کا خاندان زمانہ جاہلیت میں بھی سیاسی و سپہ گری کے فرائض انجام دیتا تھا، اس نسبت سے ان کو سیاسی ملکہ حاصل تھا، جس کی بدولت آپ نے انیس (۱۹) سال تک چونسٹھ لاکھ (۶۴۰۰۰۰۰) مربع میل علاقے پر حکمرانی کی، ان کے سخت ترین دشمن ملتے تو ان کے دوست بن جاتے تھے۔

۱۰- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم میرے بعد فرقہ بندی سے بچو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو جان رکھو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں موجود ہیں۔

۱۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سلطنت اور بادشاہت کے لائق کسی اور کو نہیں دیکھا۔ (تاریخ ابن کثیر، ج: ۸، ص: ۱۳۹)

۱۲- حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں میں افضل کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: تم ان دونوں کی نسبت کے بارے میں پوچھتے ہو، خدا کی قسم! جو مٹی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد پر جاتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے نتھوں میں گئی وہ مٹی بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے افضل ہے۔

۱۳- حضرت معافی بن عمران رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بھلا ایک تابعی ایک صحابی کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، ان کی بہن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں۔ انہوں نے وحی الٰہی کی کتابت کی اور حفاظت کی۔ پھر یہ حدیث پڑھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے اصحاب اور رشتہ داروں کو برا کہا، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

بَاب مَنَاقِبِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 43: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3779 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَسْلَمَ النَّاسُ وَآمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ مِشْرَحِ ابْنِ هَاعَانَ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے' اور عمرو بن عاص مؤمن ہوئے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے' ہم اسے ابن لعیعہ کے حوالے سے' مشرح بن ہاعان سے منقول جانتے ہیں۔ اس کی سند مستند نہیں ہے۔

3780 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ الْجُمَحِيِّ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ مِنْ صَالِحِي قُرَيْشٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ الْجُمَحِيِّ

توضیح راوی: وَنَافِعٌ ثِقَةٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ لَمْ يُدْرِكْ طَلْحَةَ

3779 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۳۲۲/۷) رقم (۹۹۶۷). واخرجه احمد (۱۵۵/٤) عن عقبة بن عامر.

3780 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۲۱٤/٤) رقم (۵۰۰۱) و اخرجه احمد (۱٦۱/۱) عن طلحة بن عبيد الله.

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: عمرو بن العاص قریش کے صالح لوگوں میں سے ایک ہیں۔

اس حدیث کو ہم صرف نافع نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ نافع ثقہ راوی ہیں۔

اس روایت کی سند متصل نہیں ہے کیونکہ ابن ابوملیکہ نامی راوی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

شرح

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ ہجرت مدینہ سے پچاس (۵۰) سال قبل پیدا ہوئے، آپ کا نام عمرو، کنیت: ابومحمد وابوعبداللہ، باپ کا نام: عاص اور شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعد بن سہم بن عمرو بن الھصیص بن کعب بن لؤی بن غالب قرشی۔ والدہ کا نام نابغہ تھا اور والدہ کی طرف سے نسب نامہ یوں ہے: نابغہ بنت حرملہ بن حارث بن کلثوم بن جوشن بن عمرو بن عبداللہ بن خزیمہ بن عنزہ۔

دامن اسلام میں:

صلح حدیبیہ کے بعد ہدنہ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے لیکن ۸ھ کو مدینہ منورہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور آپ نے ایک ساتھ بیعت اسلام کی تھی۔

ہجرت:

آپ قبول اسلام کے بعد ابتداءً مکہ آئے پھر یہاں سے عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے۔

غزوات میں شرکت:

آپ شجاع و بہادر اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے، کئی غزوات وسرایات میں شریک ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات السلاسل میں آپ کو امیر بنایا جبکہ اس میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔

فتوحات اور کارنامے:

آپ نے اسلامی لشکر سے مل کر مصر، شام، اجنادین، دمشق، فحل، یرموک، فلسطین، عریش، فسطاط اور بیت المقدس وغیرہ ممالک اور علاقہ جات فتح کیے۔ علاوہ ازیں آپ وصال تک مصر کے حاکم رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک حاکم عمان کے پاس پہنچایا۔ فتنہ ارتداد کے زمانہ میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا ساتھ دیا۔

امتیازی اوصاف:

دیگر صحابہ کی بہ نسبت آپ کے چند امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(i) قرآن وحدیث کی اشاعت، (ii) قوت ایمان، (iii) جہاد فی سبیل اللہ، (iv) تدبر وسیاست، (v) دور فاروقی میں مصر فتح کیا پھر آپ کو وہاں کا گورنر تعینات کیا گیا، (vi) حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے تنازع میں آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔

تعداد مرویات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت حدیث میں بہت محتاط تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی مرویات کی تعداد نہایت قلیل ہے اور مرویات کی تعداد انتالیس (۳۹) ہے۔ ان میں سے تین متفق علیہ ہیں جبکہ ایک میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور تین میں حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ منفرد ہیں۔

وفات:

۴۳ھ کو ترانوے (۹۳) سال کی عمر میں قاہرہ میں وفات پائی، یکم شوال کو نماز عید کے بعد آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور معظم پہاڑ میں مدفون ہوئے۔

فضل وکمال:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے فضائل سے نوازا، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) کسی ترغیب وتبلیغ کے بغیر آپ نے اسلام قبول کیا پھر تا حیات اس پر ثابت قدم رہے۔

(ii) آپ قریش کے معزز لوگوں میں سے ایک تھے۔

بَاب مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 44: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3781 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ نَزَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَجَعَلَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَاَقُوْلُ فُلَانٌ فَيَقُوْلُ نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا وَيَقُوْلُ مَنْ هٰذَا فَاَقُوْلُ فُلَانٌ فَيَقُوْلُ بِئْسَ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا حَتّٰى مَرَّ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ هٰذَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَالَ نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ

3781 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (٩/٤٥٤) رقم (١٢٩٠٧)، واخرجه احمد (٢/٣٦٠) من طريق الحارث بن كنانة عن ابى هريرة.

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ سَمَاعًا مِّنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ عِنْدِي حَدِيثٌ مُّرْسَلٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے ایک جگہ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ پڑاؤ کیا لوگ گزرنے لگے نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: فلاں ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کا اچھا بندہ ہے آپ نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی: فلاں بندہ ہے آپ نے فرمایا: اللہ کا بُرا بندہ ہے، یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گزرے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی: خالد بن ولید ہیں۔ آپ نے فرمایا: خالد بن ولید' اللہ کا اچھا بندہ ہے' اور اللہ تعالیٰ کی تلوار ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ہمارے نزدیک زید بن اسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

یہ روایت میرے نزدیک ''مرسل'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: خالد، کنیت: ابوسلیمان، لقب: سیف اللہ، باپ کا نام: ولید، والدہ کا نام' لبابہ تھا اور شجرہ نسب یوں ہے: خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی۔

آپ کا خاندان زمانہ جاہلیت میں عزت ووقار کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، سپہ گری اور فوجی کیمپ کا اہتمام ان کے سپرد تھا اور ظہور اسلام کے وقت خالد خود اس منصب پر فائز تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کی طرف سے جو دستہ مسلمانوں کی تعداد اور نقل وحرکت کا جائزہ لینے آیا تھا، اس کے رئیس خالد بن ولید تھے۔ غزوہ اُحد کے موقع پر ابتداءً کفار کے پاؤں اکھڑ گئے تھے، پھر وہ جم کر لڑنے لگے اور مسلمانوں کی شکست فتح میں تبدیل کر دی، یہ سب کچھ ان کی ہمت وشجاعت کا نتیجہ تھا۔

دامن اسلام میں:

یہ صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حبشہ سے عرب آئے، قبول اسلام کی نیت سے مدینہ طیبہ روانہ ہو رہے تھے، راستہ میں ایک قومی ہیرو سے ملاقات ہوئی، وہ خالد بن ولید تھے، دونوں مدینہ کی طرف ایک ساتھ عازم سفر ہوئے، عمرو نے دریافت کیا: بھائی کہاں جانے کا ارادہ ہے اور کس مقصد کے لیے؟ خالد بن ولید نے جواب دیا: میں مدینہ جا رہا

ہوں، وہاں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں ان پر اسلام لانے کے لیے جا رہا ہوں، عمرو بن العاص خوش ہوئے، بتایا کہ میں بھی وہاں جا رہا ہوں اور میرے جانے کا مقصد بھی یہی ہے۔ دونوں مسافر ایک ساتھ مدینہ منورہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں ایک ساتھ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔

ہجرتِ مدینہ:

حضرت عمرو بن العاص اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما دونوں ایک ساتھ مدینہ منورہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مکہ واپس آ گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر ہو گئے۔ دونوں بزرگوں کی مدینہ طیبہ میں پہلی حاضری کا سفر اور دونوں کی ہجرت کا سفر ثابت ہوا۔

غزوات میں شرکت:

زمانہ قبل از اسلام میں آپ کا خاندان بالخصوص بذات خود فوجی سپہ سالاری کے منصب پر فائز تھے، قبول اسلام کے بعد بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلامی لشکر کی سپہ سالاری کے منصب پر فائز فرمایا، تاکہ اپنے محبوب مشغلہ کو خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہیں۔ جس طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے قبل مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، اسی طرح قبول اسلام کے بعد مشرکین کے سخت دشمن بنے تھے۔

قبول اسلام کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے غزوہ موتہ، غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف، غزوۂ تبوک، سریہ بنوخزیمہ، سریہ نجران، سریہ یمن اور سریہ عزیٰ وغیرہ میں شرکت کی اور تاریخی کردار ادا کیا۔ موتہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی تھی کہ زید قیادت کریں گے، ان کی شہادت کی صورت میں عبداللہ بن رواحہ قائم مقام ہوں گے، اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر جائیں تو جعفر ان کی جگہ لیں گے، یکے بعد دیگرے تینوں بزرگوں نے جام شہادت نوش کی تو پھر علم اسلامی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آیا۔ پھر آپ فتح و نصرت کے بعد واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''سیف اللہ'' کے معزز لقب سے نوازا تھا۔ اس طرح اکثر غزوات و سرایا میں آپ علم برداری و سپہ سالاری کی خدمات انجام دیتے رہے، ہر جنگ میں کامرانی کے بعد واپس پلٹے اور کسی جنگ میں شکست سے دوچار نہیں ہوئے۔ غزوات کی طرح خلفاء راشدین کے ادوار میں مختلف جنگوں مثلاً مدعیانِ نبوت کا استیصال، مانعین زکوٰۃ سے جہاد، مرتدین کی سرکوبی، جنگ عذار، جنگ الیس، جنگ امغیشیا، حیرہ کی صلح، مخلقات حیرہ، انبار کی تسخیر، عین التمر، جنگ حصید و فنافس، جنگ ثنی و بشر، جنگ فرائض، فتوحات شام، بصریٰ، اجنادین، دمشق، فحل، حمص، یرموک، قنسرین اور بیت المقدس وغیرہ معرکوں میں شریک ہوئے اور کردار ادا کیا۔

حاکم کی حیثیت سے خدمات:

عہد صدیقی سے آپ حاکم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے معزول کر دیا۔

پھر آپ کے تجربہ، رتبہ اور جوہر شجاعت سے استفادہ کرتے ہوئے مختلف شعبوں میں تعینات کیا۔ علاوہ ازیں آپ کو دوبارہ رہا اور حران وغیرہ علاقہ جات کا گورنر تعینات کیا۔ ایک سال تک اپنی خدمات پیش کرنے کے بعد خود عہدے سے مستعفی ہو گئے۔

احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کے منافی کوئی بات سننے کے لیے روادار نہیں تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سونا پیش کیا گیا، جو آپ نے اہل نجد میں تقسیم کر دیا، اس پر انصار وقریش نے یہ شکایت کی کہ تمام سونا اہل نجد میں تقسیم کیا گیا جبکہ انہیں اس سے محروم رکھا گیا ہے، آپ نے جواب میں فرمایا: اہل نجد کو دولت تالیف قلوب کی غرض سے دی ہے، یہ بات سن کر ایک نجدی نے گستاخانہ لہجہ میں کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ڈرو! آپ نے فرمایا: اگر میں اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کون کرے گا؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس گستاخ پر غصہ آیا اور اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔

حسن اخلاق:

ہر صحابی کے ہر عمل کا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا حصول تھا، وہ اس مقصد کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے تھے، خواہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تند مزاج اور سخت گیر تھے لیکن ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی سخت مزاجی عفو و درگزر میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ کسی معاملہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ان کی بحث ہو گئی، حتیٰ کہ بدکلامی تک نوبت پہنچ گئی، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی، اتفاق سے اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہو گئے، شکایت کی وجہ سے آپ بہت ناراض ہوئے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے اظہار ناراضگی کرنے لگے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ان کی زیادتیوں کو ملاحظہ کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی عمار بن یاسر سے عداوت وبغض رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے بغض وعداوت رکھتا ہے۔'' اس ارشاد گرامی کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر یہ اثر ہوا کہ ان کا اپنا بیان ہے کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھا تو میرے لیے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی رضا جوئی سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں تھی اور میں نے انہیں جلدی سے خوش کرنے کی کوشش کی۔

آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنون کی حد تک عقیدت ومحبت تھی۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اپنی اس ٹوپی میں سلوا لیے تھے، جو میدان جہاد میں استعمال کرتے اور اس کی برکت سے ہر جنگ میں کامرانی ونصرت سے بہرہ ور ہو کر واپس پلٹتے تھے۔ غزوہ یرموک کے موقع پر آپ کی ٹوپی سر اقدس سے اتر کر گر گئی، ایسی صورتحال سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے، لڑائی کی بجائے ٹوپی کی تلاش شروع کر دی اور کوشش بسیار کے بعد

وہ دستیاب ہوگئی۔ ایک دفعہ آپ سے سوال کیا گیا: ہر جنگ میں آپ کی کامیابی کا راز کیا ہے؟ جواب میں فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کامیابی کا راز ہے۔

حق پسندی:

خواہ آپ تند مزاج اور سخت گیر تھے لیکن آپ میں ہٹ دھرمی نہیں تھی کہ حق کو قبول نہ کریں بلکہ آپ کی شدت وسخت گیری کا مقصد حصول حق اور حق کی سربلندی تھا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے بحث کے نتیجہ میں زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حق کی تعلیم ملنے پر فوراً حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو رضامند کرنے کی کوشش کی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حوصلہ افزائی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بہت سی خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا، آپ کی خوبیوں کی تحسین زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان ہوئی۔ فتح مکہ کے موقع پر اچانک گھاٹی سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نمایاں ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: یہ آنے والا کون شخص ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا بندہ بھی کیا عجیب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی تحسین فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی قدردانی کا حکم فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر لوگوں سے فرمایا: تم خالد بن ولید کو کسی معاملہ میں تکلیف نہ دو، کیونکہ وہ ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) ہیں جس کو اس نے کفار پر کھینچا ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے روانہ کیا، اس موقع پر سب لوگوں سے آپ نے زکوٰۃ وصول کر لی لیکن حضرت ابن جمیل، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے زکوٰۃ جمع کرانے سے انکار کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں بزرگوں کے زکوٰۃ جمع نہ کرانے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ابن جمیل فقیر تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو دولتمند بنایا، یہ اس کا بدلہ ہے مگر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر تم لوگ زیادتی کرتے ہو، انہوں نے اپنا تمام ساز وسامان اللہ کی راہ میں وقف کر دیا، پھر ان پر زکوٰۃ کیسی؟ رہا عباس رضی اللہ عنہ کا معاملہ تو ان کا میں ذمہ دار ہوں، کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ چچا باپ کے قائم مقام ہوتا ہے۔

جذبہ جہاد:

آپ شجاع و بہادر تھے، قلب و ذہن جذبہ جہاد سے سرشار تھا اور عمل جہاد میں حصہ لینا بہترین مشغلہ تھا۔ آپ نے غزوات میں شرکت کی، اسلامی لشکر کی کمان کی اور کئی ممالک اور علاقہ جات فتح کیے تھے۔ آپ کا نام سن کر دشمن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو ''سیف اللہ'' کا لقب عطا ہوا تھا، دشمن کے ہاتھوں نہ تو آپ کی تلوار ٹکڑے ہوئی اور نہ کفار کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا، کیونکہ اللہ کی تلوار ٹوٹ جاتی تو اس میں اسلام کی ہرگز عزت نہ ہوتی۔ آپ ذوق جہاد سے کہا کرتے تھے مجھے میدان جنگ کی وہ سخت رات جس میں اپنے دشمنوں سے لڑوں، اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے، جس میں میری محبوبہ مجھ

سے ہمکنار ہو۔ آخری وقت آپ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا ''افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ میں گزری اور آج میں بستر مرگ پر جانور کی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے رہا ہوں۔'' میدان جہاد میں آپ کبھی شکست سے دوچار نہ ہوئے۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا: ''میں نے جس طرف رخ کیا فتحیاب ہوا۔'' غزوہ موتہ کے موقع پر جب آپ نے علم اسلام اپنے ہاتھ میں لیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ فرمایا تھا: ''اب لڑائی کا تنور گرم ہوا۔'' آخری وقت آپ کے پاس سامان حرب وضرب کافی تعداد میں موجود تھا اور سب کا سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کردیا تھا۔

اشاعتِ اسلام کی خدمت:

قبول اسلام کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اشاعت اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف کر دیا تھا، آپ کی کوششوں سے بنوخزیمہ اور بنوعبدالمدان نجرانی وغیرہ لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ اہل یمن نے خواہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے قبول اسلام کیا تھا مگر اس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کوشش کو بھی عمل ودخل تھا۔ علاوہ ازیں بنو ہوازن، بنوسلیم اور بنوعامر وغیرہ آپ کی سعی سے دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تھے۔

وفات:

۲۲ھ میں آپ نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد کی تفصیل پردہ خفا میں ہے، دو صاحبزادگان کے نام ملتے ہیں: (i) مہاجر، (ii) عبدالرحمٰن۔ دونوں میں والد گرامی کی طرح شجاعت وبہادری کا وصف موجود تھا۔ حضرت مہاجر بن خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا تھا۔ دور معاویہ میں معرکہ قسطنطنیہ کے کمانڈر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کی کنیت: ابوسلیمان تھی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا تیسرا لڑکا بھی تھا جس کا نام ''حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ'' تھا۔

فضل وکمال:

از قبول اسلام تا وصال زیادہ تر حصہ جہاد فی سبیل اللہ میں گزرا اس لیے علم وفضل کے حصول کا موقع بہت کم میسر آیا، خود فرمایا کرتے تھے: جہاد میں مشغولیت کے سبب میں تعلیم قرآن کے بڑے حصے سے محروم رہا مگر عہد رسالت میں تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل طور پر بے بہرہ نہیں تھے، کیونکہ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارباب فتویٰ میں آپ کا اسم گرامی نمایاں تھا علاوہ ازیں سپاہی ہونے کی وجہ سے آپ کے فتاویٰ کی تعداد کثیر نہیں تھی بلکہ قلیل تھی۔ مشہور صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت مقدام بن معدیکرب، حضرت قیس بن ابی حازم، حضرت علقمہ، حضرت اشتر نخعی اور حضرت جبیر بن نفیر وغیرہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے حوالے سے روایات بیان کی ہیں۔ روایات میں نہایت درجہ احتیاط کی بنا پر آپ کی تعداد مرویات اٹھارہ (۱۸) ہیں۔

بَاب مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

باب 45: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3782 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ

متنِ حدیث: قَالَ اُهْدِيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبُ حَرِيرٍ فَجَعَلُوا يَعْجَبُونَ مِنْ لِينِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَعْجَبُونَ مِنْ هٰذَا لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشمی کپڑا پیش کیا گیا لوگوں کو وہ بہت پسند آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بھی زیادہ اچھے ہیں۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3783 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

متنِ حدیث: وَجَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَاَبِي سَعِيدٍ وَرُمَيْثَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اس وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ لوگوں کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

اس (یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے) پروردگار کا عرش جھوم اٹھا ہے۔

اس بارے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت رمیثہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3784 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

3782- اخرجه البخاری (۱۵۳/۷): کتاب مناقب الانصار: باب: مناقب سعد بن معاذ رضی الله عنه رقم (۳۸۰۲)، و مسلم (۱۹۱۶/۴) کتاب فضائل الصحابة: باب: فضائل سعد بن معاذ رضی الله عنه، رقم (۲۴۶۸/۱۲۶).

3783- اخرجه مسلم (۱۹۱۵/۴): کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل سعد بن معاذ رضی الله عنه، رقم (۲۴۶۶/۱۲۳).

3784- اخرجه مسلم (۱۹۱۶/۴): کتاب فضائل الصحابة، باب: و من فضائل سعد بن معاذ رضی الله عنه، رقم (۲۴۶۷/۱۲۵).

متن حدیث: قَالَ لَمَّا حُمِلَتْ جَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ قَالَ الْمُنَافِقُونَ مَا اَخَفَّ جَنَازَتَهُ وَذٰلِكَ لِحُكْمِهِ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا' تو منافقین بولے ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے۔ ایسا اس وجہ سے ہوا ہے' کیونکہ انہوں نے بنوقریظہ کے بارے میں (مخالفانہ) فیصلہ دیا تھا اس بات کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا: فرشتوں نے اس کو اٹھایا ہوا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: سعد، کنیت: ابوعمرو، لقب: رئیس الاوس اور باپ کا نام معاذ تھا' جو زمانہ جاہلیت میں انتقال کر گئے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤ القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج۔ والدہ کا نام: کبشہ بنت رافع تھا، جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی چچازاد ہمشیرہ تھیں۔

دامن اسلام میں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کے درمیان حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر مسلمان ہوئے۔ پھر آپ کی کوشش سے قبیلہ اوس دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا۔

غزوات:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ تمام غزوات مثلاً بدر، احد اور خندق وغیرہ میں شامل ہوئے۔ غزوہ بدر میں علم اوس آپ کے ہاتھ میں تھا اور غزوہ خندق میں دشمن کے وار سے آپ کا بازو کٹ گیا تھا پھر بھی میدان نہیں چھوڑا تھا۔

چند اہم کارنامے:

(۱) قبیلہ بنوقریظہ کے لڑنے والوں کو قتل کرنا، (۲) بچوں اور عورتوں کو غلام بنانا، (۳) ان کا مال ومتاع تقسیم کرنا وغیرہ۔

امتیازی اوصاف:

آپ کے چند امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) آپ کی نماز جنازہ میں ستر ہزار فرشتوں کا شامل ہونا، (۲) آپ کے انتقال کے وقت عرش الٰہی کا جنبش میں آنا، (۳) آپ کا نظریہ تھا کہ ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اللہ ہیں، (۴) نماز میں غیر اللہ کا تصور منع ہونا، (۵) ہمہ وقت منکر ونکیر کے سوالات کی فکر دامن گیر ہونا۔

وفات:

۵ھ کو غزوۂ خندق کے چند ایام بعد مدینہ طیبہ میں وصال ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر سینتیس (۳۷) برس تھی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

فضل وکمال:

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے کثیر فضائل بیان ہوئے ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- جنت میں بیش قیمت دستی رومال میسر آنا:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جنت میں امتیازی شان کا حامل دستی رومال میسر ہوگا، یہ وہ رومال ہوتا ہے جس سے ہاتھ اور چہرہ صاف کیا جاتا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کپڑا تن زیب کرنے کے لیے آپ کو میسر ہوگا، وہ اس سے بھی ممتاز و بہتر ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ محض جنتی نہیں ہوں گے بلکہ وہاں کی نعمتوں کے مالک ومختار بھی ہوں گے۔

۲- حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے عرش الٰہی کا جنبش میں آنا:

کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوان ہے۔ فرمایا گیا: تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ؕ (بنی اسرائیل ۴۴) "زمین وآسمان اور ان میں بسنے والی مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں رطب اللسان ہے۔"

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ لوگوں کے سامنے رکھا گیا تھا، تو عرش الٰہی نے ان کے مرتبہ ومقام اور وفات کو پہچان لیا تھا جس کے نتیجہ میں فرحت وسرور اور اظہار مسرت کرتا ہوا جنبش میں آ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عرش الٰہی کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کے مقام ومرتبہ کا شعور حاصل ہو جاتا ہے پھر وہ اپنے مخصوص انداز میں اظہار مسرت کرتا ہے۔

سوال: الفاظ حدیث: اهتزله عرش الرحمن، عرش الٰہی کے جنبش میں آنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: (i) عرش الٰہی جھوم اٹھا کہ اب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روح یہاں آنے والی ہے۔

(ii) یہاں جنبش میں آنے کا مطلب ہے فرشتوں کا حرکت میں آنا، چنانچہ عربی شاعر کہتا ہے:

وما اهتز عرش الله من موت هالك سمعنا به الا لسعد ابی عمرو

سوال: عرش خداوندی بے جان ہے تو پھر اس میں حرکت کیسے پیدا ہوگی؟

جواب: (i) یہاں حرکت کا مجازی معنی مراد ہے یعنی عرش خداوندی خوشی سے حرکت میں آ گیا۔

(ii) ہر چیز میں شعور وتمیز کا مادہ موجود ہوتا ہے، عرش الٰہی بھی ایک چیز ہے۔ چنانچہ پہاڑوں کے بارے میں اعلان خداوندی

ہے:

وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ ؕ ''اور پہاڑوں میں بعض ایسے ہیں جو خوف خداوندی سے گر جاتے ہیں۔''

بعض روایات میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا کی تھی:

اللهم! ان سعدًا قد جاهد في سبيلك وصدق رسولك وقضى الذي عليه مستقبل روحه بخير ماتقبلت به روحاً

اے پروردگار! بیشک سعد نے تیری راہ میں جہاد کیا، اس نے تیرے رسول کی تصدیق اور اس نے تمام دینی امور کو پورا کیا، میں تجھ سے عرض گزار ہوں کہ ان کی روح کا بہتر طریقہ سے استقبال کیا جائے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ آپ کے وصال فرما جانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جزاك الله خيرًا فقد انجزت ما وعدته ولينجزبك الله ما وعدك ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین اجر سے نوازے، تو نے جو وعدے کیے وہ سب پورے کر دیے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اپنے کیے ہوئے وعدے پورے کرے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا عرش حرکت میں آ گیا اور سعد بن معاذ کے لیے آسمان کے دروازے کھل گئے۔

۳-فرشتوں کا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو اٹھانا:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ان کے جنازہ اٹھانے پر منافقین نے بطور طنز و اعتراض کہنا شروع کر دیا کہ آپ کا جنازہ ہلکا ہے، کیونکہ انہوں نے بنوقریظہ کے حق میں ظالمانہ فیصلہ کیا تھا، جب اس بات کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو جواب میں فرمایا: سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے ہلکا ہونے کی وجہ وہ نہیں ہے، جو منافقین نے بیان کی ہے بلکہ اس کی درحقیقت وجہ یہ تھی کہ فرشتوں نے جنازہ اٹھا رکھا تھا۔

فائدہ نافعہ:

نظر نبوت وہاں تک دیکھ سکتی ہے جہاں عام لوگوں کی نظر نہیں جا سکتی اور آپ نے نورانی مخلوق (فرشتوں) کو دیکھ لیا کہ وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھائے ہیں، جس وجہ سے لوگ جنازہ کو ہلکا تصور کر رہے تھے۔

بَابُ فِيْ مَنَاقِبِ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 46: حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3785 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ

3785- اخرجه البخاري (۱۴۳/۱۳) كتاب الاحكام: باب: الحاكم يحكم بالقتل على من وجب عليه دون الامام الذي ولاه رقم (۷۱۵۵)

عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الْاَمِيْرِ قَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَعْنِيْ مِمَّا يَلِيْ مِنْ اُمُوْرِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْاَنْصَارِيِّ

اسناد دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ قَوْلَ الْاَنْصَارِيِّ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم ﷺ سے وہی تعلق تھا' جو کوتوال کا امیر کے ساتھ ہوتا ہے۔

انصاری نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: اس سے مراد یہ ہے: نبی اکرم ﷺ کے امور کے نگران تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف انصاری کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

محمد بن یحییٰ نے اس روایت کو انصاری کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس میں انصاری کا قول نقل نہیں کیا۔

شرح

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: قیس، کنیت: ابوالفضل، باپ کا نام: سعد بن عبادہ تھا' جو قبیلہ خزرج کے رئیس تھے۔ آپ خاندان ساعدہ کے چشم و چراغ تھے۔ نسب نامہ یوں ہے: قیس بن سعد بن عبادۃ بن دلیم بن حارثہ بن حرام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔ والدہ کا نام: فکیہہ بنت عبید بن دلیم تھا۔

دامن اسلام میں:

آپ خزرجی اور انصاری صحابی تھے، قبل از ہجرت مدینہ میں مسلمان ہوئے پھر تا حیات ثابت قدم رہے۔

غزوات میں حصہ:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ تمام غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک ہوئے اور کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں آپ جنگ صفین اور جنگ جمل میں بھی شریک ہوئے۔

امتیازی اوصاف:

آپ کے چند ایک امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) قیام نظام خلافت کی مجلس کے اہم رکن، (۲) خدمت وتواضع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، (۳) زہد وتقویٰ، (۴) جود وفیاضی، (۵) تدبر ودوراندیشی، (۶) شجاعت وبہادری، (۷) عبادت وریاضت سے شغف۔

چند اہم کارنامے:

آپ کے چند تاریخی کارنامے حسب ذیل ہیں:

(۱) دور مرتضوی میں حاکم مصر کی حیثیت سے خدمات، (۲) زمانہ حاکمیت میں عدل وانصاف کا نفاذ وقیام۔

وفات:

آپ کا ۶۰ھ کو دور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

فضیلت وشان:

آپ جوان وبہادر، خوبرو وخوبصورت تھے، بارگاہ رسالت میں وہی مقام تھا جو ایسے پولیس افسر کا ہوتا ہے جو پولیس کے آگے ہوتا ہے اور بادشاہ وقت کا حکم نافذ کرتا ہے۔ الغرض آپ نے احکام نبوی کے فروغ ونفاذ کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔

بَاب مَنَاقِبِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 47: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3786 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: قَالَ جَاءَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَّلَا بِرْذَوْنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ میرے پاس (پیدل) تشریف لائے آپ کسی خچر یا کسی ترکی گھوڑے پر سوار نہیں تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3787 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: قَالَ اسْتَغْفَرَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْبَعِيْرِ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ مَرَّةً

3786- اخرجه البخاري ([illegible]/۱۲۷) كتاب المرضى باب عيادة المريض راكبا وماشيا وردفا على الحمار ([illegible]) و ابوداؤد (۲/[illegible]) كتاب الجنائز باب المشي في العيادة رقم ([illegible])

3787- اخرجه النسائي ([illegible]) كتاب المناقب باب فضل جابر بن عبد الله بن عمرو بن حرام رضي الله عنه رقم ([illegible])

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ لَيْلَةَ الْبَعِيْرِ مَا رُوِىَ عَنْ جَابِرٍ مِّنْ غَيْرِ وَجْهٍ

حدیثِ دیگر: اَنَّهٗ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ فَبَاعَ بَعِيْرَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَرَطَ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ جَابِرٌ لَيْلَةَ بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَعِيْرَ اسْتَغْفَرَ لِىْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ مَرَّةً وَّكَانَ جَابِرٌ قَدْ قُتِلَ اَبُوْهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ يَّوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ بَنَاتٍ فَكَانَ جَابِرٌ يَّعُوْلُهُنَّ وَيُنْفِقُ عَلَيْهِنَّ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبَرُّ جَابِرًا وَّيَرْحَمُهٗ بِسَبَبِ ذٰلِكَ

هٰكَذَا رُوِىَ فِىْ حَدِيْثٍ عَنْ جَابِرٍ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اونٹ والی رات نبی اکرم ﷺ نے میرے لئے پچیس مرتبہ دعائے مغفرت کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

اونٹ والی رات سے مراد وہ روایت ہے جو دیگر حوالوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنا اونٹ فروخت کیا اور مدینہ منورہ تک اس پر سوار رہنے کی شرط عائد کی حضرت جابر بیان کرتے ہیں: جس رات میں نے نبی اکرم ﷺ کو اونٹ فروخت کیا آپ نے میرے لئے پچیس مرتبہ دعائے مغفرت کی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد کے دن شہید ہو گئے تھے انہوں نے کئی بیٹیاں چھوڑی تھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان کے نگران تھے ان کے خرچ کا بندوبست کرتے تھے نبی اکرم ﷺ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے اور اس وجہ سے ان پر خاص شفقت کیا کرتے تھے۔

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی طرح منقول ہے۔

شرح

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

۶۱۱ء میں ہجرت مدینہ سے بیس (۲۰) سال قبل مدینہ میں پیدا ہوئے، جلیل القدر انصاری صحابی ہیں۔ آپ کا نام: جابر، کنیت ابوعبداللہ، باپ کا نام: عبداللہ اور مختصر شجرہ نسب یوں ہے: جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ۔ والد گرامی غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے جو کثیر العیال اور مقروض تھے۔ کفار نے لاش کو مثلہ کیا، چھ ماہ بعد حضرت عبداللہ کی لاش دوسرے مقام پر منتقل کی گئی تو یوں معلوم ہوتا تھا گویا ابھی دفن کی گئی تھی۔ پھر چھیالیس (۴۶) سال بعد سیلاب آیا جس نے قبر کھول دی اس وقت بھی لاش تروتازہ تھی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات خاصہ ان کی طرف مبذول تھیں۔ والدہ کا نام: انیسہ بنت عقبہ اور والدہ کی

طرف سے شجرہ نسب نامہ زید بن حرام میں جا کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

دامن اسلام میں:

آپ اپنے والد گرامی کے ہمراہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، پھر تا حیات اللہ کے فضل و کرم سے اس پر ثابت قدم رہے۔

غزوات میں شرکت:

آپ شجاع و دلیر تھے، غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔

اہم کارنامے:

(۱) جنگ جمل میں شریک ہوئے، (۲) جنگ صفین میں شامل ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا تھا۔

امتیازی اوصاف:

(۱) تفسیر، حدیث اور فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، (۲) قیام حدود اللہ، (۳) کمال ایمان، (۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر، (۵) اطاعت و اتباع رسول، (۶) جرأت و بہادری، (۷) اظہار حق و ابطال باطل، (۸) عجز و انکسار اور سادگی۔

تعداد مرویات:

روایت احادیث میں بہت محتاط تھے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) ہے۔

وفات:

۷۸ھ کو حجاج بن یوسف کے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ عمر مبارک چورانوے (۹۴) سال تھی۔ حجاج بن یوسف یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت اجاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

فضل و کمال:

ان روایات میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی عظمت و فضیلت کی صورتیں بیان ہوئیں:

۱- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما علیل ہو کر بے ہوش ہو گئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں پیدل عیادت کے لیے گئے، آپ نے وضو کیا جس کا بچا ہوا پانی ان پر چھڑکا، اس پانی کی برکت سے وہ ہوش میں آ گئے۔

۲- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے لیے پچیس (۲۵) بار دعائے مغفرت فرمائی۔

۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے، انہوں نے اپنے پسماندگان میں نو (۹) لڑکیاں چھوڑیں۔ ان کی کفالت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کرتے تھے، اس وجہ سے آپ سلی

اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی فرماتے تھے۔

سوال کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حق میں ایک مجلس میں پچیس (۲۵) بار دعا مغفرت کی تھی یا مختلف مواقع پر؟

جواب اس بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) ایک ہی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حق میں پچیس (۲۵) بار دعا مغفرت فرمائی تھی، اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے: "لیلة البعیر خمسا و عشرین" یعنی جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اونٹ خریدا، اسی میں پچیس (۲۵) بار ان کے حق میں دعاءِ مغفرت فرمائی۔

(۲) مختلف مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حق میں پچیس (۲۵) بار دعاءِ مغفرت فرمائی تھی۔

بَاب مَنَاقِبِ مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 48: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3788 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ

متنِ حدیث: قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِىْ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا وَّمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا وَاِنَّ مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرٍ مَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ اِلَّا ثَوْبًا كَانُوْا اِذَا غَطَّوْا بِهٖ رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّوْا بِهٖ رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ الْاِذْخِرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی اور ہمارا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا تھا ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہو گیا اور ہم میں سے کچھ لوگ فوت ہو چکے ہیں، جنہوں نے اپنے اجر کی وجہ سے کچھ نہیں کھایا اور ہم میں

3788- اخرجه البخاري (۳/ ۱۷۰) كتاب الجنائز: باب: اذا لم يجد كفنا الا ما يوارى راسه او جسده مع راسه رقم (۱۲۷٦)، و اطرافه في (۱۷۹۷- ۳۹۱۳- ۳۹۱٤- ٤۰٤۷- ٤۰۸۲- ٦٤۳۲- ٦٤٤۸)، و مسلم (۲/ ٦٤۹): كتاب الجنائز: باب: في كفن الميت رقم (٤٤/ ۹٤ مكرر)، و ابوداؤد (۲/ ۱۲۹): كتاب الوصايا: باب: ما جاء في الدليل على ان الكفن من جميع المال رقم (۲۸۷٦)، و النسائي (٤/ ۳۸): كتاب الجنائز: باب: القميص في الكفن رقم (۱۹۰۳).

سے کچھ لوگ وہ ہیں' جن کا پھل پک چکا ہے' اور وہ اسے چن رہے ہیں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا' تو انہوں نے صرف ایک کپڑا چھوڑا تھا لوگ اس کے ذریعے ان کے سر کو ڈھانپتے تھے' تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جاتے تھے' اور جب اس کے ذریعے ان کے پاؤں ڈھانپتے تھے' تو سر ظاہر ہو جاتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے سر کو ڈھانپ کو دو' اور اس کے پاؤں پر اذخر (گھاس) رکھ دو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

آپ کا نام: مصعب، کنیت: ابوعبید، والد کا نام: عمیر، والدہ کا نام حناس بنت مالک تھا اور شجرہ نسب یوں ہے: مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی القرشی۔

آپ خوبرو اور خوب خصلت شخص تھے، مکہ کے باسی تھے، والدین سے نہایت درجہ کی محبت تھی، والدہ کا شمار مکہ کی متمول خواتین میں ہوتا تھا، اس لیے انہوں نے آپ کی ناز ونعمت سے پرورش کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو عمدہ لباس، نفیس خورد ونوش اور مفید خوشبو میسر تھی۔ زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تذکرہ یوں ہوتا تھا: مکہ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی حسین وجمیل، خوش پوشاک اور ذی نعمت کوئی نہیں ہے۔

دامن اسلام میں:

آپ کو فطرتی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت پر کچھ لوگوں نے قبول اسلام کیا، ان میں سے ایک آپ بھی تھے، اس طرح آپ کا شمار ''السابقون الاولون'' میں ہوتا ہے۔ ابتداءً آپ نے اپنے اسلام کو خفیہ رکھا لیکن ایک دفعہ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، انہوں نے اس بارے میں آپ کے عزیز واقارب کو بتادیا، انہوں نے آپ کے اس عمل کو نفرت کی نظر سے دیکھا، آپ کو مختلف حربوں سے دین اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور کیا لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔

حلیہ:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا قد میانہ، جسم نرم ونازک، چہرہ خوبصورت، سر کے بال دراز اور بدن سفید مائل بگندمی رنگ تھا۔

ہجرت:

دیگر مسلمانوں کی طرح قبول اسلام پر کفار مکہ نے آپ پر مظالم و مصائب کے پہاڑ گرانا شروع کر دیے، آپ نے ان کے مظالم سے بچنے کے لیے دو ہجرتیں کیں، پہلی ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف کی مگر پھر مکہ آ گئے، دوسری ہجرت مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف کی تھی، اس طرح آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام پر ثابت قدم رہتے ہوئے دو ہجرتیں کیں اور وہ ذوالہجرتین کہلائے۔ آپ نے ہجرت فرما کر اسلام کے لیے وطن، اعزاء و اقارب اور جائیداد ترک کرنے کی قربانی دی۔

تبلیغ دین اور اشاعت اسلام:

ہجرت سے دو سال قبل موسم حج میں مدینہ طیبہ کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کیا، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ وہ واپس جا کر اپنی قوم کو دعوت اسلام دیں گے، آپ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا تا کہ وہ مدینہ جا کر لوگوں کو دعوت اسلام دیں، مسلمانوں کو احکام اسلام سمجھائیں اور قرآن کریم پڑھائیں۔ چنانچہ آپ انفرادی طور پر گھر گھر میں جا کر دعوت اسلام دیتے رہے، قرآن پڑھاتے رہے، آپ کی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما وغیرہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں ابتداءً آپ ہی نے نماز جمعہ قائم کی تھی۔

مدینہ جانے کے بعد ابتداءً آپ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے، جب بنی نجار نے ان کا عرصہ حیات تنگ کر دیا تو آپ ان کے ہاں سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مکان میں آ گئے، وہاں سے تعلیم اسلام اور اشاعت دین کا سلسلہ جاری رکھا حتیٰ کہ عوالی مدینہ کے تمام لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی کوشش سے عبدالاشہل قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا۔

مدینہ میں قیام جمعہ:

اسلام ہر روز اپنے ماننے والوں کو ایک دن میں پانچ مرتبہ نماز کی صورت میں ملاقات کا درس دیتا ہے اور ہفتہ میں ایک جمعہ کی شکل میں ملاقات کی ہدایت کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام نماز جمعہ کا آغاز کیا، آپ نے مؤثر خطبہ دیا اور حاضرین کو نماز پڑھائی۔ نماز جمعہ سے فراغت پر ایک بکری ذبح کر کے شرکاء کی دعوت عام کی۔ اس طرح مسلمانوں کو باہم اکٹھے ہونے، اکٹھے بیٹھنے، اجتماعی عبادت کرنے اور ایک دوسرے کی خبر گیری کرنے کا موقع میسر آیا۔

بیعت عقبہ ثانیہ:

بیعت عقبہ اولیٰ میں انصار مدینہ سے صرف بارہ (۱۲) آدمی شامل ہوئے تھے، ایک سال بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شبانہ روز کوششوں کے نتیجہ میں تہتر (۷۳) آدمی بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے، ان میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، مکہ مکرمہ میں آستانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر ان لوگوں نے مدینہ طیبہ کی نئی صورتحال کی تفصیل پیش کی بلکہ

مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کی دعوت دی۔

والدہ کو جب علم ہوا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے ہیں، انہیں اپنے پاس طلب کیا، آپ نے جواب دیا ماں! میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر حاضری کے لیے آیا ہوں، والدہ نے اصرار کیا تو آپ نے جواب دیا کیا آپ لوگ پھر مجھے دوبارہ قید کرنا چاہتے ہیں؟ خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ جو شخص میرے پاس آئے گا اور مجھے گرفتار کرنے کی ناپاک کوشش کرے گا، میں اسے قتل کے گھاٹ اتار دوں گا۔ آپ نے والدہ کو مشورہ دیا کہ آپ بھی ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر اسلام سے اپنا سینہ روشن کرلیں اور دائمی عذاب سے محفوظ ہوجائیں لیکن انہوں نے اپنے مذہب کو ترجیح دی اور قبول اسلام سے انکار کردیا۔

کارنامے:

آپ کے چند ایک کارنامے حسب ذیل ہیں:

(۱) آپ نے حبشہ کی طرف پہلے ہجرت کی۔ (۲) مدینہ طیبہ میں آنے کے بعد حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کے گھر سب سے پہلے نماز جمعہ کا آغاز کیا۔ (۳) غزوۂ احد کے موقع پر علم اسلام آپ کے ہاتھوں میں تھا۔

امتیازی اوصاف:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) نہایت درجہ کے ذہین وفطین تھے۔ (۲) جتنا قرآن نازل ہوتا اتنا زبانی یاد کرلیتے تھے۔ (۳) خوش بیان وخوش الحان تھے۔ (۴) مشرکین مکہ کے مظالم وآلام برداشت کرنے کے خوب عادی تھے۔

غزوات میں حصہ:

۲ھ سے حق و باطل اور کفر و اسلام کے مابین خونریز معرکوں کا آغاز ہوا، آپ نے غزوہ بدر اور غزوۂ اُحد میں عملی حصہ لیا، اس غزوہ میں انصار کی طرف سے علمبرداری کا اعزاز آپ کے ہاتھ تھا اور آپ نے دونوں غزوات میں شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

نکاح واولاد:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قرآن وسنت کے ممتاز عالم، مبلغ دین اور معلم اسلام تھے۔ مدینہ طیبہ میں اسلام کی روشنی آپ کی کوشش سے پھیلی اور آپ نے حمنہ بنت جحش نامی خاتون سے نکاح کیا، جن کے بطن سے ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام "زینب" تھا۔

حسن اخلاق:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ، اعلیٰ اخلاقی اقدار کے مالک، علم وفضل میں

اپنی مثال آپ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے جذبے سے سرشار اور آپ نے اپنے حسن اخلاق کے نتیجہ میں مدینہ طیبہ میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ ایک دفعہ آپ بارگاہ رسالت میں اس شان سے حاضر ہوئے کہ جسم پر ستر پوشی کے لیے صرف کھال کا ایک ٹکڑا تھا جس پر متعدد پیوند لگے ہوئے تھے، صحابہ ایسی صورتحال سے بہت متعجب ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحمد للہ! اب دنیا اور دنیا کی تمام حالت بدل جانی چاہیے، وہ نوجوان جس سے زیادہ کوئی طاقتور نہیں تھا مگر نیکو کاری کے جذبہ اور اللہ ورسول سے محبت نے انہیں پوری کائنات سے بے نیاز کر دیا ہے۔

شہادت:

غزوۂ اُحد کے موقع پر اچانک معمولی غلطی کے نتیجہ میں مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی، آپ اس غزوہ کے موقع پر ڈٹ کر اور علمبرداری کی حالت میں داد شجاعت وصول کر رہے تھے، مشرکین کے شہسوار ابن قمئہ نے آپ پر وار کیا جس سے دایاں ہاتھ کٹ گیا، فوراً جھنڈا بائیں ہاتھ میں تھام لیا، آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلِ۔ محمد رسول ہیں، اس سے قبل کثیر رسول گزر چکے ہیں۔

اس کے بعد ابن قمئہ نے دوسرا وار کیا تو بایاں بازو بھی کٹ گیا، آپ نے دونوں بازوؤں سے علم پکڑ لیا، ابن قمئہ کے تیسرے وار سے آپ شہید ہو کر زمین پر گر گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لاش کے پاس آئے اور یہ آیت تلاوت کی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

مومنوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا، اسے پورا کر دکھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی لاش سے فرمایا:

میں نے تمہیں مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین وخوش لباس کوئی نہیں تھا مگر آج میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر ایک چادر ہے، بیشک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں پیش ہو گے۔'' آپ نے مسلمانوں کو مقتولین پر سلام پیش کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میری جان ہے کہ روز قیامت تک جو کوئی ان پر سلام بھیجے گا، وہ اس کا جواب دیں گے۔

آپ کی تکفین کے لیے صرف ایک چادر تھی، جس سے جسم مبارک کو مکمل طور پر چھپانا دشوار تھا، اگر چادر سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے، پاؤں چھپائے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا، بالآخر سر کو چھپا دیا گیا اور پاؤں پر گھاس وغیرہ ڈال دی گئی۔ حضرت ابوالروم بن عمیر، حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت سویط بن سعد رضی اللہ عنہم کی معاونت سے تدفین عمل میں لائی گئی۔

مفہوم حدیث:

هاجرنا مع النبی صلی الله علیه وسلم کا مطلب ہے ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت ورفاقت میں غزوات میں شریک ہونا ہے، ورنہ محض سفر ہجرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے

خادم عامر بن فہیرہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

فوجب اجرنا علی اللّٰہ: کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مہاجرین و مجاہدین کے لیے اجر و ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے یا اپنی ذات پر واجب کر لیا ہے ورنہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں کر سکتا۔

امن اتینعت لہ ثمرتہ: کا مطلب ہے کہ مالِ غنیمت حاصل کر کے اس سے استفادہ کیا ہے۔

اس روایت میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے، جو غزوہ میں شریک ہوئے، عملی مظاہرہ کیا لیکن مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ گئے، انہوں نے مالِ غنیمت نہ حاصل کیا اور نہ اس سے استفادہ کیا۔ لہٰذا ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے، جو قیامت کے دن انہیں دیا جائے گا۔

بَاب مَنَاقِبِ الْبَرَاءِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 49: حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3789 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ وَّعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: كَمْ مِنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: غبار آلود بالوں، پریشان حال اور پرانے کپڑوں والے کتنے ہی لوگ ایسے ہیں، جن کی طرف توجہ بھی نہیں کی جاتی، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر کوئی قسم اٹھا لیں، تو اللہ تعالیٰ اسے پوری کر دیتا ہے، ان لوگوں میں سے ایک براء بن مالک بھی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام و نسب:

آپ کا نام: براء، والد کا نام: مالک، والدہ کا نام: سمحاء تھا۔ شجرہ نسب یوں ہے: براء بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی۔

3789۔ لم یخرجہ سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستۃ، ینظر (تحفۃ الاشراف) (۱/ ۲۹۰) رقم (۱۰۰۱)۔ و خرجہ الحاکم فی المستدرک (۳/ ۲۹۱، ۲۹۲)۔ و قال: صحیح الاسناد و لم یخرجاہ من طریق ابن شھاب عن انس۔

دامنِ اسلام میں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری سے قبل آپ مدینہ طیبہ میں مسلمان ہوئے تھے۔

غزوات میں شرکت:

آپ شجاع و بہادر تھے، غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور اپنی شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

امتیازی اوصاف:

آپ کے چند ایک امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(i) نہایت درجہ کے شجاع و بہادر تھے۔ (ii) مستجاب الدعوات تھے۔ (iii) آپ کی آواز لحن داؤدی کا عکس جمیل تھی۔

کارنامے:

آپ کے چند ایک کارنامے حسب ذیل ہیں:

(۱) لشکر اسامہ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف کردار ادا کیا، اس دن آپ کے جسم پر اَسّی (۸۰) سے زائد زخم آئے تھے۔

(۲) جنگ حریق اور جنگ تستر میں شریک ہوئے پھر خوب جوہر دکھائے۔

شہادت:

۲۰ھ کو فتح تستر (فارس) کے موقع پر شہر کے مشرقی دروازے پر شہید ہوئے۔

فضیلت:

حل لغات: **اشعث**: پراگندہ بال، **اغبر**: گرد آلود، **لو اقسم**: اگر وہ قسم اٹھالے، **لابرہ**: لام برائے تاکید، **ابر**: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مزید فیہ از باب افعال، "ہ" ضمیر برائے واحد مذکر غائب منصوب محلا مفعول ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو لوگوں کی نظروں میں معمولی ہوتے ہیں، ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں، لباس پھٹا پرانا ہوتا ہے اور دروازوں پر جائیں تو لوگ انہیں دھکے دیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام امتیازی ہوتا ہے اور اگر وہ کسی معاملے میں قسم کھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ایسے لوگوں میں ہوتا ہے کہ وہ مستجاب الدعوات اور مقبول بارگاہ خداوندی تھے۔

بَاب مَنَاقِبِ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ

باب 50: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3790 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ یَحْیَی الْحِمَّانِیُّ عَنْ بُرَیْدِ بْنِ عَبْدِ

3790- اخرجه البخاری (۸/۷۱۰): کتاب فضائل القرآن باب: حسن الصوت بالقراءة للقرآن رقم (۵۰۴۸).

اللهِ بْنِ اَبِی بُرْدَةَ عَنْ اَبِی بُرْدَةَ عَنْ اَبِی مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ یَا اَبَا مُوْسٰی لَقَدْ اُعْطِیتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِیرِ اٰلِ دَاوُدَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ بُرَیْدَةَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَنَسٍ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اے ابوموسیٰ! تمہیں آلِ داؤد کی سی خوش الحانی عطا کی گئی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

3791 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِیْعٍ حَدَّثَنَا الْفُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ فَیَمُرُّ بِنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ حَازِمٍ اسْمُهٗ سَلَمَةُ بْنُ دِیْنَارٍ الْاَعْرَجُ الزَّاهِدُ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

◆◆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ خندق کھودرہے تھے ہم مٹی کو منتقل کررہے تھے آپ ہمارے پاس سے گزرتے تو یہ دعا کرتے تھے۔

"اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے' تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت کردے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

ابوحازم نامی راوی کا نام سلمہ بن دینار ہے (اور ان کا لقب) اعرج زاہد ہے۔

اس بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3792 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَهْ فَاَكْرِمْ

3791 - اخرجه البخاری (۱۱/۲۳۳) کتاب الرقاق: باب: ما جاء فی الرقاق و ان لا عیش الا عیش الآخرة، رقم (۶۴۱۴)، و مسلم (۳/۱۴۳۱): کتاب الجهاد و السیر: باب غزوة الاحزاب و هی الخندق رقم (۱۲۶/۱۸۰۴).

3792 - اخرجه البخاری (۱۱/۲۳۳) کتاب الرقاق: باب: ما جاء فی الرقاق و ان لا عیش الا عیش الآخرة، رقم (۶۴۱۳)، و مسلم (۳/۱۴۳۱) کتاب الجهاد و السیر باب: غزوة الاحزاب وهی الخندق رقم (۱۲۷/۱۸۰۵).

الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

"اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے تو انصار اور مہاجرین کو عزت عطا کر"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ کا نام: عبداللہ، کنیت: ابوموسیٰ، والد کا نام: قیس اور والدہ کا نام: ظبیہ بنت وہب تھا۔

شجرہ نسب یوں ہے: عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عتر بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ۔

ہجرت سے اکیس (۲۱) سال قبل یمن میں پیدا ہوئے۔ یمن کے مشہور قبیلہ "اشعر" سے تعلق کی وجہ سے "اشعری" کہلاتے تھے۔ والدہ کا تعلق قبیلہ "عک" سے تھا۔

قبیلہ "اشعر" کے لوگ خوش الحان اور خوش آواز تھے، وہ مسحور کن آواز میں تلاوت قرآن کرتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاوت کو بہت پسند کرتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ "اشعر" کے لوگ جب رات کو اپنے گھروں میں تلاوت قرآن کرتے ہیں تو میں ان کی آواز کو پہچان لیتا ہوں اور ان کی آواز کی وجہ سے ان کے مکانات کو بھی پہچان لیتا ہوں خواہ میں نے ان کو دن میں اپنے گھروں میں آتے جاتے نہیں دیکھا ہو۔

دامن اسلام میں:

آپ کا خاندان "یمن" میں آباد تھا اور وہاں سے مکہ آکر مشرف باسلام ہوئے تھے۔

ہجرت:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے یمن سے نکلے، حالات ناموافق ہونے کی وجہ سے حبشہ میں جا کر قیام پذیر ہو گئے اور فتح خیبر کے موقع پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ پہنچے پھر وہیں قیام پذیر ہو گئے۔

غزوات میں شرکت:

فتح خیبر کے بعد والے غزوات اور سرایا میں آپ نے شرکت کی اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔

حلیہ:

آپ کا جسم ہلکا پھلکا، قد چھوٹا، تیز وطرار، رنگ گندمی، گفتگو سے ذہانت وفطانت ٹپکتی تھی، خوبرو اور خوش الحان تھے۔

گورنری:

اصول نظم وضبط کے حوالے سے دور اندیش تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا گورنر تعینات کیا تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ کا گورنر تعینات کیا تھا۔ ۳۴ھ میں آپ کوفہ کے گورنر تعینات کیے گئے۔

اہم کارنامہ:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نہایت درجہ کے شجاع و بہادر تھے، آپ کی کوشش سے متعدد مفتوحہ ممالک وعلاقہ جات میں نہر آبی موسیٰ جاری کی گئی جو تاہنوز اسی نام سے جاری وساری ہے۔

امتیازی اوصاف:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چند امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(i) آپ ان چھ خوش قسمت صحابہ میں سے ایک ہیں، جن کو زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ دینے کی اجازت دی گئی، (ii) زہد وتقویٰ، (iii) تدریس دین، (iv) شغف قرآن، (v) خوف وخشیت خداوندی، (vi) اتباع سنت نبوی، (vii) شرم وحیاء، (viii) عجز وانکسار۔

تعداد مرویات:

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قرآن وسنت سے قلبی شغف تھا۔ آپ روایت حدیث میں نہایت درجہ کے محتاط تھے اور آپ کی مرویات کی تعداد تین سو ساٹھ (۳۶۰) تک پہنچتی ہے، ان میں سے پچاس (۵۰) متفق علیہ ہیں جبکہ چار (۴) میں امام بخاری اور پچیس (۲۵) میں امام مسلم منفرد ہیں۔

تلاوت قرآن سے شغف:

اللہ تعالیٰ نے آپ کے پورے خاندان کو خوش الحان اور خوش آواز بنایا تھا، بالخصوص حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب تلاوت قرآن کرتے تو آپ کی آواز سامعین کے کانوں میں رس گھولتی تھی اور لحن داؤدی کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز عشاء کی اذان پڑھ رہے تھے، آواز کی کشش سے متاثر ہو کر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اپنے اپنے حجروں کے پردوں کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں اور صبح کے وقت انہیں جب اس بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے کہا: اگر مجھ کو اس

بارے میں معلوم ہو جاتا تو مزید میں انہیں قرآن کا مشتاق بناتا۔

وفات:

آپ نے ۴۴ھ کو کوفہ میں وفات پائی۔وفات کے وقت آپ کی عمر اکسٹھ (۶۱) سال تھی۔

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا گیا تھا،ان میں سے ایک خوش الحانی اور خوش آوازی تھی۔جب آپ مخصوص انداز میں تلاوت قرآن کرتے تو لحن داؤد کی یاد تازہ ہو جاتی تھی اور پرندے بھی اپنی پرواز ختم کر کے ہمہ تن متوجہ ہو کر تلاوت سے محظوظ ہوتے تھے۔

ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جبکہ وہ اپنے گھر میں تلاوت قرآن کرر ہے تھے،دونوں تلاوت قرآن سنتے رہے پھر آگے بڑھ گئے،جب بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی' تلاوت سننے کا ذکر کیا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر مجھے آپ کی سماعت کا علم ہوتا تو میں خوب مزین کر کے تلاوت کرتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم سے محبت تھی،ان کی مغفرت وبخشش ہمہ وقت مطلوب تھی اور آپ ان کے حق میں دعاء مغفرت مانگا کرتے تھے۔غزوہ خندق کی تیاری کے لیے جب''خندق'' کھودی جارہی تھی تو آپ نے صحابہ کے لیے حسب ذیل دعائیں کیں:

(i) اللّٰھم لاعیش الا عیش الأخرة فاغفر للأنصار والمھاجرة

''اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے،پس تو انصار اور مہاجرین سب کی مغفرت کر دے۔''

(ii) اللّٰھم لاعیش الا عیش الأخرة فأکرم الانصار والمھاجرة

''اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے،پس تو انصار اور مہاجرین کو عزت عطا کر۔''

یاد رہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا تعلق مہاجرین سے تھا اور دونوں دعاؤں میں دیگر صحابہ کے ساتھ آپ کی بھی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ مَنْ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَحِبَهٗ

باب 51: ان حضرات کے مناقب کا بیان جنہوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی اور آپ کے ساتھ رہے

3793 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ حَبِیبِ بْنِ عَرَبِیٍّ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِبْرَاهِیمَ بْنِ کَثِیْرٍ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ :

متن حدیث: لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي اَوْ رَاٰى مَنْ رَآنِي

قَالَ طَلْحَةُ فَقَدْ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ مُوْسٰى وَقَدْ رَاَيْتُ طَلْحَةَ قَالَ يَحْيٰى وَقَالَ لِيْ مُوْسٰى وَقَدْ رَاَيْتَنِيْ وَنَحْنُ نَرْجُو اللّٰهَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسٰى بْنِ اِبْرَاهِيْمَ الْاَنْصَارِيِّ وَرَوٰى عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ عَنْ مُّوْسٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' اس مسلمان کو جہنم نہیں چھوئے گی جس نے میری زیارت کی یا اس کی زیارت کی جس نے میری زیارت کی ہو۔

طلحہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔

موسیٰ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے طلحہ کی زیارت کی ہے۔

یحییٰ نامی راوی بیان کرتے ہیں: موسیٰ نامی راوی نے مجھ سے کہا: تم نے مجھے دیکھا ہوا ہے' اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' ہم اسے صرف موسیٰ بن ابراہیم انصاری نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

علی بن مدینی اور دیگر محدثین نے اس روایت کو موسیٰ نامی راوی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

3794 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ هُوَ السَّلْمَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ قَوْمٌ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ تَسْبِقُ اَيْمَانُهُمْ شَهَادَاتِهِمْ اَوْ شَهَادَاتُهُمْ اَيْمَانَهُمْ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّبُرَيْدَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3793 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۱۹۱/۲) رقم (۲۲۸۸)، و ذكره المتقى الهندى فى (كنز العمال) (۵۳۱/۱۱) حديث (۳۲۴۸۰)، و عزاه للترمذى و الضياء عن جابر.

3794 - اخرجه البخارى (۳۰۶/۵): كتاب الشهادات: باب: لا يشهد على شهادة جور اذا اشهد رقم (۲۶۵۱) و اطرافه فى (۳۶۵۱ - ۶۴۲۹ - ۶۶۹۵)، و مسلم (۱۹۶۲/۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل الصحابة ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم رقم (۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۱، ۲۱۲/۲۵۳۳)، و ابن ماجه (۷۹۱/۲). كتاب الاحكام: باب كراهية الشهادة لمن يستشهد رقم (۲۳۶۲).

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد والا زمانہ ہے اور پھر اس کے بعد والا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد وہ لوگ آئیں گے جن کی قسمیں ان کی گواہی سے پہلے ہوں گی اور ان کی گواہیاں ان کی قسموں سے پہلے ہوں گی (یعنی جھوٹی قسمیں اور جھوٹی گواہیاں ہوں گی)

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

فضائل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تعریف صحابی:

الفاظ حدیث: مَن رَاٰی: سے مراد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ صحابی سے مراد وہ شخص ہے: جس نے حالت ایمان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو یا آپ کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی ہو خواہ ایک لمحہ کے لیے اور حالت ایمان میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

فضیلت میں درجات صحابہ:

صحابہ میں سے خلفاء راشدین علی ترتیب خلافت کی فضیلت سب سے زیادہ ہے، پھر اصحاب عشرہ مبشرہ کا درجہ ہے، پھر اصحاب بدر کی فضیلت ہے، پھر شرکاء احد کا ہے، پھر بیعت رضوان کی عظمت ہے، پھر ان صحابہ کی فضیلت ہے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر دو دو مرتبہ بیعت حاصل کی تھی۔ بعد ازاں وہ صحابہ جو "السابقون الاولون" کہلاتے ہیں کا درجہ ہے اور پھر ان صحابہ کی فضیلت ہے جنہوں نے بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں کی جانب منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔

☆ پہلی روایت میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ ہمارے اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے کہ تمام صحابہ اور تابعین جنتی ہیں بشرطیکہ وہ دنیا سے ایمان کی دولت کے ساتھ رخصت ہوئے ہوں بلکہ عام مسلمان بھی جنتی ہیں بشرطیکہ حالت ایمان میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت تیار ہی مسلمانوں کے لیے کی ہے اور کوئی کافر اس میں ہرگز ہرگز داخل نہیں ہو سکے گا۔

☆ دوسری روایت میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کو بالترتیب افضل قرار دیا گیا ہے۔ قرن و زمانہ کی فضیلت بھی اسی ترتیب کے لحاظ سے ہے۔

سوال: قرن کتنے سالوں پر مشتمل ہوتا ہے؟

جواب: اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱) چالیس (۴۰) سال پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۲) اسی (۸۰) سال پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۳) سو (۱۰۰) سال پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمعصر لوگوں کو ایک قرون کے لوگ کہا جاتا ہے۔

☆ خیر الناس قرنی: اس سے مراد صحابہ کا قرن (زمانہ) ہے، جو دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو کر ۱۲۰ھ پر ختم ہوتا ہے، کیونکہ حضرت عامر بن الطفیل رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں جو دنیا سے ۱۲۰ھ میں رخصت ہوئے۔ دور تابعین ۱۲۰ھ سے شروع ہو کر آخری تابعی کے دنیا سے رخصت ہونے تک ہے۔ بعد ازاں فتنوں کا دور شروع ہو جاتا ہے، کیونکہ لوگوں میں دنیا کی حرص اور لالچ عام ہو گیا تھا اور وہ جھوٹی گواہیوں اور جھوٹی قسموں پر اتر آئے تھے۔

بَابُ فِيْ فَضْلِ مَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

باب 52: جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان کی فضیلت کا بیان

3795 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِّمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جہنم میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا، جس نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اصحاب بیعت رضوان کے فضائل

بیعتِ رضوان کا سبب:

۶ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چودہ (۱۴۰۰) سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں عمرہ کے قصد سے مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے، حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ روانہ کیا تا کہ کفار مکہ کے نظریات کا جائزہ لیا جائے کہ وہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ مکہ پہنچنے پر کفار مکہ نے ان سے کہا: اے عثمان! آپ عمرہ کر سکتے ہیں اور طواف کر سکتے ہیں مگر آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے، آپ نے فرمایا: جب تک ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ یا طواف نہیں کرتے عثمان بھی طواف و عمرہ نہیں کرے گا، آپ کی

3795 - اخرجه ابوداؤد (۲/ ۶۲۴): كتاب السنة: باب: في الخلفاء رقم (۴۶۵۳).

ماحول پر قدرے تاخیر ہوگئی اور شیطان نے افواہ پھیلا دی کہ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اپنے صحابہ سے بیعت لی، یہ بیعت کیکر کے درخت کے نیچے ہوئی، اس بات پر بیعت ہوئی تھی کہ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے آخری وقت تک لڑیں گے اور اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ کفار کی طرف سے سفارت آنے پر کفار و مسلمانوں کے مابین صلح ہوئی، جس کو صلح نامہ حدیبیہ کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اس بیعت کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح ۱۸)

بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوگیا جبکہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔

ان آیات میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے کے مترادف ہے اور جن لوگوں نے اس بیعت کی سعادت حاصل کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔

حدیث باب میں بیعت رضوان کی سعادت حاصل کرنے والوں کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ وہ جہنم میں داخل نہیں کیے جائیں گے، جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے بھی بیعت رضوان کی ہوگی، وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ تاہم جد بن قیس منافق جنت میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ وہ اس بیعت کی سعادت سے محروم رہا تھا، وہ بیعت کے وقت اپنے گم شدہ اونٹ کی تلاش میں مصروف تھا اور بیعت کے سلسلہ میں ان سے کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا: اگر میرا سرخ اونٹ دستیاب ہو جائے تو یہ بیعت سے زیادہ مفید ہوگا۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، رقم حدیث ۳۸۹۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مطابق حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کا غلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ آپ سے اپنے آقا حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی کسی معاملہ میں شکایت کر رہا تھا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! حاطب ضرور جہنم میں داخل ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو جھوٹ کہتا ہے، حاطب جہنم میں نہیں جائے گا، کیونکہ وہ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شامل تھا۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، رقم الحدیث ۳۸۹۶)

بَابُ فِيمَنْ سَبَّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 53: جو شخص نبی اکرم ﷺ کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کو برا کہے

3796 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ اَبَا صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدَّ

أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قول امام ترمذی: وَمَعْنَى قَوْلِهِ نَصِيفَهُ يَعْنِيْ نِصْفَ مُدِّهِ

اسناد دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَكَانَ حَافِظًا حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے اصحاب کو برا نہ کہو اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' اگر تم میں سے کوئی ایک شخص ''احد'' پہاڑ جتنا سونا خیرات کرے' تو بھی ان میں سے کسی ایک کے ایک مد، بلکہ نصف مد (غلہ خیرات کرنے) کے برابر نہیں ہوسکتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس کے نصف سے مراد نصف مد ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

3797 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ أَبِيْ رَائِطَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ اللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ آذَى اللّٰهَ يُوْشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ سے (ڈرو) اللہ سے (ڈرو) میرے اصحاب کے بارے میں اور تم انہیں میرے بعد ہدف ملامت نہ بنانا' کیونکہ جو شخص ان سے محبت رکھے گا وہ مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے محبت رکھے گا' اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا۔ جو انہیں اذیت پہنچائے گا گویا اس نے مجھے اذیت پہنچائی جس نے مجھے اذیت پہنچائی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچانے کی کوشش کی جو اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچانے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی گرفت کرے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

3796۔ اخرجه البخاري (٧/٢٥): كتاب فضائل الصحابة، باب: فضل ابي بكر الصديق رضي الله عنه رقم (٣٦٧٣) و مسلم (١٩٦٧/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: تحريم سب الصحابة رضي الله عنهم، رقم (٢٢٢/١ ٢٥٤١)، و ابوداؤد (٦٢٦/٢): كتاب السنة: باب: في النهي عن سب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم (٤٦٥٨)۔

3797۔ اخرجه احمد (٨٧/٤) عن عبد الرحمٰن بن زياد عن عبد الله بن مغفل فذكره۔

3798 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ خِدَاشٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: عنقریب وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی سوائے سرخ اونٹ والے شخص کے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3799 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متن حدیث: أَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو حَاطِبًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے نبی اکرم ﷺ سے حاطب کی شکایت کی وہ بولا: یارسول اللہ ﷺ حاطب ضرور جہنم میں جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے غلط کہا ہے وہ جہنم میں نہیں جائے گا' کیونکہ اس نے (غزوہ) بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3800 سند حدیث: حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ نَاجِيَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي طَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي يَمُوتُ بِأَرْضٍ إِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَنُورًا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

اسنادِ دیگر: وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي طَيْبَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

3798 - لم يخرجه احد من اصحاب الكتب الستة سوى الترمذي. ينظر (التحفة) (٢٩٦/٢) رقم (٢٧٠٢) و ذكره الهندي في الكنز (١٠٢/١٠)، حديث (٤٥٧)، و عزاه للترمذي عن جابر.

3799 - اخرجه مسلم (١٩٤٢/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل اهل بدر رضي الله عنهم. وقصة حاطب بن ابي بلتعة رقم (١٦٢/٢١٩٥).

3800 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (٨٦/٢)، رقم (١٩٨٣)، وذكره المتقي الهندي في الكنز (٩٣٠/١١)، حديث (٣٢٤٧٥)، و عزاه للترمذي و الضياء عن بريدة.

وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّهُوَ اَصَحُّ

◆◆ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے ساتھیوں میں سے جو بھی شخص جس زمین پر فوت ہوگا قیامت کے دن وہاں کے لوگوں کا قائد اور ان کے لئے نور بن کر زندہ ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

یہ روایت عبداللہ بن مسلم ابوطیبہ نامی راوی نے ابن بریدہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر بھی نقل کیا ہے' اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

3801 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُّنْكَرٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَالنَّضْرُ مَجْهُوْلٌ وَّسَيْفٌ مَّجْهُوْلٌ

◆◆ نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں' تو تم کہو اللہ تعالیٰ تمہارے شر پر لعنت کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے۔ ہم اسے عبید اللہ بن عمر کے حوالے سے' صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ ''نضر'' مجہول ہے اور ''سیف'' مجہول ہے۔

شرح

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے کی ممانعت:

اس باب کے مفہوم مخالف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق صحابہ کرام وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کے گناہ یا نقائص تلاش کرنا گناہ اور گندہ گناہ ہے۔ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کسی بھی صحابی کی برائی بیان کرنا، گناہ کبیرہ ہے۔ احناف کے ہاں اس کے مرتکب کو حد شرعی سے کم درجہ کی سزا دی جائے گی مگر اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اسے قتل کیا جائے گا۔

احادیث باب میں فضائل صحابہ بیان کیے گئے ہیں، جن کا اختصار حسب ذیل ہے:

۱- کسی بھی صحابی کو گالی بکنا حرام ہے، کیونکہ اس کی شان تو یہ ہے کہ غیر صحابی کا احد پہاڑ کے برابر اللہ کی راہ میں سونا خرچ کرنا،

3801- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۴۰/۶) رقم (۷۹۱۳)، و ذكره الهندي في الكنز (۵۳۲/۱۱) حديث (۳۲۴۸۴)، و عزاه للخطيب.

صحابی رسول کے نصف کلو جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوسکتا۔

۲-صحابہ کرام کا ادب واحترام امت پر واجب ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان سے محبت رکھی جائے، ان کی عیب جوئی حرام ہے اور ان سے بغض وعناد رکھنے والا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے مؤاخذہ سے محفوظ نہیں رہے گا۔

۳-قیامت کے دن زمین کے ہر خطہ سے لوگ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں سفر کرتے ہوئے میدان حشر میں جمع ہوں گے، اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام دنیا میں بھی امور دینیہ میں امت کے پیشوا ہیں اور آخرت میں بھی قائد ہوں گے۔

۴-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عداوت وبغض رکھنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور لعنت کا حقدار ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو قابل معافی نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

شرعی نقطہ نظر سے اولاد پر جو والدین کے حقوق عائد ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کا ادب واحترام ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے، کیونکہ وہ اولاد کے وجود کا باعث ہوتے ہیں۔ اسی طرح امت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام واجب ہے، کیونکہ یہ نفوس قدسیہ امت کے لیے دین (قرآن وسنت) کے محافظ وامین ہیں، ان کی کوششوں سے دین اسلام ہم تک پہنچا ہے اور تاقیامت محفوظ رہے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 54: سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان

3802 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اِنَّ بَنِیْ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ اسْتَاْذَنُوْنِیْ فِیْ اَنْ يُّنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَلَا اٰذَنُ ثُمَّ لَا اٰذَنُ ثُمَّ لَا اٰذَنُ اِلَّا اَنْ يُّرِيْدَ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اَنْ يُّطَلِّقَ ابْنَتِیْ وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَاِنَّهَا بَضْعَةٌ مِّنِّیْ يَرِيْبُنِیْ مَا رَابَهَا وَيُؤْذِيْنِیْ مَا اٰذَاهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ہشام بن

3802 - اخرجه البخاري (٢٣٨/٩): كتاب النكاح: باب: ذب الرجل عن ابنته في الغيرة و الانصاف، رقم (٥٢٣٠) و اطرافه في (٥٢٧٨ - ٣٧٦٧)، و مسلم (١٩٠٢/٤) و ما بعدها: كتاب فضائل الصحابة باب: فضائل فاطمة بنت النبي صلى الله عليه وسلم رضي الله عنها، رقم (٩٣، ٢٤٤٩/٩٦)، و ابوداؤد (٦٣٣/١): كتاب النكاح: باب: ما يكره ان يجمع بينهن من النساء، رقم (٢٠٧١)، و ابن ماجه (٦٤٣/١، ٦٤٤): كتاب النكاح: باب: الغيرة، رقم (١٩٩٨، ١٩٩٩).

مغیرہ کے بچوں نے مجھ سے یہ اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابو طالب سے کر دیں میں نے ان کو اجازت نہیں دی میں انہیں اس کی اجازت نہیں دیتا' البتہ اگر ابن ابی طالب ایسا چاہتے ہیں' تو وہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے شادی کر لیں' کیونکہ وہ (فاطمہ) میری جان کا ٹکڑا ہے' جو چیز اسے بری لگے گی' وہ مجھے بھی بری لگے گی اور جو چیز اسے تکلیف پہنچائے گی وہ مجھے بھی تکلیف پہنچائے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عمرو بن دینار نے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے' حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

3803 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدِ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ جَعْفَرٍ الْاَحْمَرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ اَحَبَّ النِّسَاءِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِيٌّ

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ يَعْنِىْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: خواتین میں نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں (سب سے زیادہ محبوب) حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

ابراہیم بن سعید بیان کرتے ہیں: اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کی خواتین اور مرد ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

ولادت اور نام ونسب:

۱ نبوی میں آپ کی ولادت مکہ میں ہوئی، نام: فاطمہ، لقب: الزہراء وخاتون جنت، والد گرامی کا نام: سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور والدہ محترمہ کا نام: حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھا۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے: فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔

نکاح:

۲ھ میں اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ حضرت امام حسن، حضرت امام

3803 ۔ لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستة. ینظر (التحفة) (۲/۸۶)، رقم (۱۹۸۱)، و اخرجه الحاکم فی المستدرک (۳/۱۵۵)، و قال: صحیح الاسناد و لم یخرجاه عن بریدة.

حسین، حضرت اُم کلثوم اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم آپ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

مرویات کی تعداد:

آپ روایت حدیث میں نہایت احتیاط سے کام لیتی تھیں، تاہم آپ کی مرویات کی تعداد اٹھارہ (۱۸) ہے۔

امتیازی اوصاف:

خاتون جنت حضرت فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہا کے چند امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:
(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی، (۲) نہایت درجہ کی زاہدہ و عابدہ، (۳) شرم و حیاء میں اپنی مثال آپ، (۴) کسی بھی سفر سے واپسی پر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔

وفات:

۳ رمضان ۱۱ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ (۶) ماہ بعد مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت عمر چوبیس (۲۴) یا انتیس (۲۹) سال تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

فضائل ومناقب

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا قصد کیا، اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے اس سلسلہ میں اظہار ناراضگی فرمائی اور فرمایا: اللہ کے دشمن کی بیٹی اور میری بیٹی دونوں ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ آپ کے ناپسند کرنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی تک کسی دوسری خاتون سے نکاح نہ کیا۔

سوال: پیغام نکاح ارسال کرنے کے حوالے سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا تھا اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے پیغام نکاح بھیجا گیا تھا، دونوں میں سے صحیح کیا ہے؟

جواب: صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح نہیں بھیجا تھا بلکہ لڑکی والوں کی طرف سے پیغام نکاح ارسال کیا گیا تھا، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت اور فیض یافتہ تھے۔ لہٰذا ان کا ابوجہل (دشمن خداوندی) کی بیٹی سے نکاح کرنا بعید از قیاس ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

سوال: جب ایک شخص شرعی طور پر چار خواتین سے نکاح کرسکتا ہے، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح ثانی کو ناپسند کیوں کیا؟

جواب: ابوجہل اپنے کفر وشرک کی وجہ سے وقت کا فرعون اور اللہ تعالیٰ کا دشمن تھا، اس کی لڑکی بھی اسی نجاست سے معمور تھی، اگر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیتی تو انہیں بے ایمان بنادیتی اور بے ایمانی کی نحوست کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ

عنہا کو اذیت ہوتی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی۔

فائدہ نافعہ:

دشمن خدا کی بیٹی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ تاہم اگر (بالفرض) حضرت علی رضی اللہ عنہ طلاق کے ذریعے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فارغ کر دیں تو پھر نکاح جائز ہوسکتا ہے، کیونکہ ایسی صورت میں دشمن خدا کی بیٹی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا جمع ہونا لازم نہیں آتا۔

سوال: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ افضل النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا افضل النساء ہیں، تو یہ تعارض ہے؟

جواب: (۱) افضل النساء کے حوالے سے علماء کے چار اقوال ہیں:

(i) حضرت فاطمہ، (ii) حضرت خدیجہ بنت خویلد، (iii) حضرت عائشہ، (iv) حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہن۔

(۲) اہل بیت کی خواتین میں سے افضل النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور اہل بیت کے مردوں میں سے افضل الرجال حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

3804 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوبَ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ

متنِ حدیث: اَنَّ عَلِيًّا ذَكَرَ بِنْتَ اَبِي جَهْلٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّي يُؤْذِينِي مَا اٰذَاهَا وَيُنْصِبُنِي مَا اَنْصَبَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: هٰكَذَا قَالَ اَيُّوبُ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَيُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُونَ ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ رَوٰى عَنْهُمَا جَمِيعًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا چاہی نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: فاطمہ میری جان کا ٹکڑا ہے' جو چیز اسے اذیت دے گی' وہ چیز مجھے بھی اذیت دے گی اور جو چیز اسے پریشان کرے گی' وہ چیز مجھے بھی پریشان کرے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ایوب نامی راوی نے اپنی سند کے ہمراہ اس کو اسی طرح حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

دیگر راویوں نے اسے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے' حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

3804- لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (٤/ ٢٢٤)، رقم (٥٢٧١)، واخرجه الحاكم بنحوه من طريق المسور بن مخرمة (٣/ ١٥٤) وصححه بلفظ: انما فاطمة شجنة منى۔

یہاں اس بات کا احتمال ہو سکتا ہے: ابن ابی ملیکہ نامی راوی نے ان دونوں حضرات سے اس کو نقل کیا ہو۔

3805 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ الْهَمْدَانِيُّ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ صُبَيْحٍ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَصُبَيْحٌ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ

◆◆ صبیح جو سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں' حضرت زید بن ارقم کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا میں اس شخص کے ساتھ جنگ کروں گا' جس کے ساتھ تم جنگ کرو گے' اور میں اس کے ساتھ صلح کروں گا جن کے ساتھ تم صلح کرو گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام صبیح معروف شخص نہیں تھے۔

شرح

چارتن سے دشمنی اور دوستی کا معیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہونا:

یہ مشہور قاعدہ ہے کہ دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے اور دشمن کا دوست بھی دشمن ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں تو من شدی و من تو شدم والا مسئلہ بن جاتا ہے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے چہارتن (حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم) کی محبت کو اپنی محبت اور ان کی عداوت کو اپنی عداوت قرار دیا۔ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھتا ہے، وہ ان سے بھی محبت کرے گا اور ان سے عداوت رکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ اہل بیت سے قلبی عقیدت و محبت رکھی جائے، یہی محبت اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قرب کا ذریعہ ہے۔

3806 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَّلَ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ كِسَاءً ثُمَّ قَالَ

3805- اخرجه ابن ماجه (٥٢/١) المقدمة: باب: فضل الحسن والحسين ابني علي رضي الله عنهم. رقم (١٤٥).

3806- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (١٢/١٣) رقم (١٨١٦٥)، واخرجه الحاكم في (المستدرك) (٤١٦/٢)، وقال: صحيح على شرط البخاري ولم يخرجاه.

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاۤءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وَخَاصَّتِیْ اَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ وَاَنَا مَعَھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّکِ اِلٰی خَیْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَّھُوَ اَحْسَنُ شَیْءٍ رُوِیَ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِکٍ وَّاَبِی الْحَمْرَاءِ وَمَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ وَّعَآئِشَۃَ

◆◆ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حسن' حسین' حضرت علی اور فاطمہ پر ایک چادر دی اور دعا کی۔

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور مخصوص لوگ ہیں' تو ان سے ناپاکی کو دور کر دے اور انہیں اچھی طرح سے پاک کر دے''۔

سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بھلائی کی جگہ پر ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ اس بارے میں منقول سب سے عمدہ روایت ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوحمراء رضی اللہ عنہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

دعاءِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چارتن کا اہل بیت میں شامل ہونا:

اہل بیت کا مصداقِ اول ازواج النبی رضی اللہ عنہن ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے چارتن یعنی حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم بھی ان میں شامل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چارتن کو اپنے کمبل میں چھپانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی:

''اللھم ھٰؤلاء اھل بیتی وحامتی، اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرًا۔''

''اے پروردگار! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص گھر والے ہیں، تو ان سے پلیدی دور کر دے اور انہیں خوب پاک کر دے۔''

اس موقع پر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے بھی اپنی دعا میں ان کے ساتھ شامل فرمالیں! آپ نے فرمایا: تم بڑی خیر پر ہو۔ یعنی تم ہی تو اس آیت کا مصداق وشانِ نزول ہو۔

اس روایت سے جہاں چارتن کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہاں اُمّہات المؤمنین کی عظمت وشان معلوم ہوتی ہے' یہ سب لوگ واجب الاحترام ہیں اور ان سے عقیدت ومحبت ایمان کا حصہ ہے۔

3807 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِیْلُ عَنْ مَیْسَرَۃَ بْنِ حَبِیْبٍ

عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ

متن حدیث: قَالَتْ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَشْبَهَ سَمْتًا وَّدَلًّا وَّهَدْيًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْ قِيَامِهَا وَقُعُوْدِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَكَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ اِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا فَلَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَتْ فَاطِمَةُ فَاَكَبَّتْ عَلَيْهِ فَقَبَّلَتْهُ ثُمَّ رَفَعَتْ رَاْسَهَا فَبَكَتْ ثُمَّ اَكَبَّتْ عَلَيْهِ ثُمَّ رَفَعَتْ رَاْسَهَا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ مِنْ اَعْقَلِ نِسَائِنَا فَاِذَا هِيَ مِنَ النِّسَاءِ فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهَا اَرَاَيْتِ حِيْنَ اَكْبَبْتِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعْتِ رَاْسَكِ فَبَكَيْتِ ثُمَّ اَكْبَبْتِ عَلَيْهِ فَرَفَعْتِ رَاْسَكِ فَضَحِكْتِ مَا حَمَلَكِ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَتْ اِنِّيْ اِذًا لَبَذِرَةٌ اَخْبَرَنِيْ اَنَّهُ مَيِّتٌ مِّنْ وَّجَعِهِ هٰذَا فَبَكَيْتُ ثُمَّ اَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَسْرَعُ اَهْلِهِ لُحُوْقًا بِهِ فَذَاكَ حِيْنَ ضَحِكْتُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَائِشَةَ

◈◈ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: عادات واطوار اور اٹھنے بیٹھنے کے طریقے میں میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو فاطمہ سے زیادہ نبی اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتا ہو۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فاطمہ جب نبی اکرم ﷺ کے پاس آتی تھیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر ان کو بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ پر ساتھ بٹھاتے تھے جب نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے تو وہ بھی اپنی جگہ پر کھڑی ہو جاتی تھیں وہ نبی اکرم ﷺ کو بوسہ دیتی تھیں اور انہیں اپنی جگہ پر بیٹھاتی تھیں جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ پر جھک گئیں آپ ﷺ کو بوسہ دیا پھر انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے سوچا میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ خواتین میں سب سے زیادہ عقل مند ہیں لیکن ہیں تو یہ عورت ہی لیکن جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے فاطمہ سے کہا: آپ کو یاد ہے جب آپ نبی اکرم ﷺ پر جھکی تھی آپ نے اپنا سر اٹھایا تو آپ رو رہی تھی پھر آپ جھکی تو اپنا سر اٹھایا تو ہنس پڑی تھیں آپ نے ایسا کیوں کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: اب میں یہ بات بتا سکتی ہوں۔ نبی اکرم ﷺ مجھے یہ بتایا تھا آپ ﷺ کا اسی بیماری کے دوران انتقال ہو جائے گا اس کی وجہ سے میں رو پڑی تھی پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھے بتایا آپ کے گھر والوں میں سب سے جلدی میں آپ سے ملوں گی تو میں ہنس پڑی تھی۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت دوسری سند کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

3808 اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ ابْنُ عَثْمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ يَعْقُوْبَ الزَّمْعِيُّ

3807 - اخرجه ابو داؤد (۲/۷۷۳) كتاب الادب باب ما جاء في القيام رقم (۵۲۱۷)

عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ وَهْبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَنَاجَاهَا فَبَكَتْ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا وَضَحِكِهَا قَالَتْ اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يَمُوْتُ فَبَكَيْتُ ثُمَّ اَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَرْيَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فاطمہ کو بلایا اور سرگوشی میں اُن کے ساتھ کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے فاطمہ سے اُن کے پہلے ہنسنے اور پھر رونے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس وقت یہ بات بتائی تھی: (کہ عنقریب) آپ کا انتقال ہو جائے گا تو میں رو پڑی۔ پھر آپ نے مجھے یہ بتایا: میں' مریم بن بنت عمران کے علاوہ جنت کی تمام خواتین کی سردار ہوں' تو میں ہنس پڑی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

سیرت وکردار اور خصلت و دین فہمی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہونا:

یہ روایت تفصیلی اور جامع ہے، جس میں متعدد امور بیان کیے گئے ہیں اور ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیرت وخصلت، نشست وبرخواست اور دینی امور فہمی میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھیں اور ان امور کا اظہار عموماً ہوتا رہتا تھا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ جب آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ احترام وشفقت سے کھڑے ہو جاتے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے۔ اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو آپ احتراماً کھڑی ہو جاتیں اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی بزرگ شخصیت کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینا جائز ہے۔ علاوہ ازیں کسی معزز شخصیت کے ادب واحترام کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے۔

۲- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حالت مرض میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ نے حسب معمول انہیں بوسہ دیا، ان کے کان میں کوئی بات کہی جس سے وہ رو پڑیں پھر دوبارہ بات کہی جس سے وہ ہنس پڑیں۔ پہلی بار اسی مرض میں اپنے وصال کی اطلاع دی تھی، جس سے صاحبزادی صاحبہ پریشان ہو گئیں اور آنسو بہانے لگیں جبکہ دوسری بار یہ بات بتائی کہ

3808- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۳/۲۱) رقم (۱۸۱۸۷) من طريق ام سلمة، واخرجه البيهقي في دلائل النبوة (۷/۱٦٤) عن عائشة.

خاندان سے سب سے قبل تمہاری وفات ہوگی اور سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی، اس سے وہ مسکرانے لگیں۔ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تاحیات راز کی یہ بات کسی کو بتانے سے احتراز کیا لیکن وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا افشاء کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ راز دان و راز دار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ حسب ارشاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی مرض میں وصال ہوا اور چھ ماہ بعد اپنے خاندان سے وصال کرنے والی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون تھیں۔

فائدہ نافعہ:

تا قیامت پیش آنے والے تمام واقعات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہیں، ایک مشہور روایت کے مطابق ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت قلیل وقت میں قیامت تک کے تمام احوال بیان فرما دیے تھے اور معلوم ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عالم ما کان و ما یکون ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کائنات کی کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

3809 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ اَبِی الْجَحَّافِ عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ

متنِ حدیث: قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِيْ عَلٰى عَآئِشَةَ فَسُئِلَتْ اَیُّ النَّاسِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا اِنْ كَانَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: قَالَ وَاَبُو الْجَحَّافِ اسْمُهٗ دَاوُدُ بْنُ اَبِیْ عَوْفٍ وَّيُرْوٰى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْجَحَّافِ وَكَانَ مَرْضِيًّا

◆◆ جمیع بن عمیر تیمی بیان کرتے ہیں: میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے سوال کیا نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون تھا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: فاطمہ' سوال کیا گیا مردوں میں سے کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ان کے شوہر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور مجھے علم ہے: وہ زیادہ (نفلی) روزہ رکھنے والے اور قیام کرنے والے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3809 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۳۸۹/۱۱) رقم (۱۶۰۵٤) عن جميع بن عمير عن عائشة مرفوعًا.

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوسب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہونا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے:

اس روایت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر بطور دلیل ان کے دو اوصاف بیان کیے گئے ہیں: (i) آپ کثرت سے دن میں روزے رکھتے تھے، (ii) آپ کثرت سے رات میں عبادت کرتے تھے۔

یاد رہے یہ روایت حقیقت پر مبنی ہرگز نہیں ہے، کیونکہ ابوالجحاف راوی غالی قسم کا شیعہ تھا اور اس کی روایت قوی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اس روایت کو بنیاد بنا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینا درست نہیں ہوسکتا، کیونکہ والدین کی فضیلت اولاد پر منصوص ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دینا بھی اہل سنت کا عقیدہ نہیں ہے۔

مزید فضائل:

جامع ترمذی کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی بکثرت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب موجود ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبیداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

ان بعث الیه حسن بن حسن یخطب ابنة له، فقال له: قل له: فلیأتنی فی العتمة قال: فلقیه فحمد الله المسور واثنی علیه وقال: امابعد اما والله مامن نسب ولا سبب ولا صهر احب الی من نسبکم وصهرکم ولکن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: فاطمة مضغة منی یقبضنی ماقبضها ویبسطنی مابسطها، وان الاسباب یوم القیامة تنقطع غیر نسبی و صهری وعندك ابنتها لوزوجتك لقبضها ذالك فانطلقها عاذرًا له .

''حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت مسور رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں، تو انہوں نے قاصد سے کہا: تم انہیں بتادو کہ وہ نماز عشاء کے بعد میرے ہاں آئیں۔ چنانچہ وہ ان سے ملے تو حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد کہا: امابعد! اللہ کی قسم! تمہارے حسب و نسب اور سسرال سے زیادہ مجھے کوئی حسب و نسب اور سسرال محبوب نہیں ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے وہ تنگ ہوتی ہے اس سے میں بھی تنگ ہوتا ہوں اور جس چیز سے وہ خوش ہوتی ہے اس سے میں بھی خوش ہوتا ہوں، بلاشبہ قیامت کے دن میرے حسب و نسب اور سسرال کے علاوہ سب نسب نامے ختم ہو جائیں گے۔'' لہٰذا آپ کے نکاح میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی

پہلے سے موجود ہے، اگر میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کردوں گا تو یہ بات انہیں پریشان کرے گی۔ یہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت قبول کرلی اور واپس چلے گئے۔

۲- حضرت صالح رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

قالت عائشة لفاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم: الا ابشرك؟ انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: سيدات نساء اهل الجنة اربع: مريم بنت عمران، و فاطمة بنت رسول الله، وخديجة بنة خويلد، وآسية امراة فرعون .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں؟ بلاشبہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: چار خواتین اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی: (i) مریم بنت عمران، (ii) فاطمہ بنت محمد، (iii) خدیجہ بنت خویلد، (iv) فرعون کی زوجہ آسیہ۔

۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حسبك من نساء العلمين، مريم بنت عمران و خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد و آسية امراة فرعون .

تمہیں تمام جہاں کی خواتین میں سے چار عورتیں کافی ہیں: (i) مریم بنت عمران، (ii) خدیجہ بنت خویلد، (iii) فاطمہ بنت محمد، (iv) فرعون کی بیوی آسیہ۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

خط رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الارض اربعة خطوط فقال: أتدرون ماهذا؟ فقالوا: الله ورسوله اعلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: افضل نساء اهل الجنة خديجة بنت خويلد، و فاطمة بنت محمد و ذكر باقى الحديث .

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور فرمایا: کیا تمہیں علم ہے کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی خواتین میں سب سے زیادہ فضیلت والی خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمر بباب فاطمة ستة اذا خرج الى صلٰوة الصبح، ويقول: الصلٰوة، الصلٰوة: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا .

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز کے لیے جاتے تو چھ (۶) ماہ تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے

کے پاس سے گزرتے اور فرماتے تھے: نماز، نماز، پھر یہ آیت تلاوت فرماتے: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تم سے ناپاکی دور کردے اور تمہیں مکمل طور پر پاک کردے۔

۶- سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا كان يوم القيامة قيل، يا أهل الجمع، غضو أبصاركم حتى تمر فاطمة بنت رسول الله فتمر وعليها ريطتان خضراوان .

جب قیامت کا دن ہوگا تو کہا جائے گا: اے اکٹھے ہونے والو! اپنی نگاہیں جھکا لو، تاکہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزر جائیں۔ پھر وہ گزریں گی اور انہوں نے دو بڑی سبز چادریں زیب تن کی ہوں گی۔

۷- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

(قم بنا يا بريدة نعود فاطمة) قال: فلما أن دخلنا عليها أبصرت اباها ودمعت عيناها قال: (مايبكيك يا بنية؟) قالت: قلة الطعم وكثرة الهم، وشدة السقم . قال: اما والله لما عند الله خير مما ترغبين اليه يا فاطمة، اما ترضين انى زوجتك اقدمهم سلماً وأكثرهم علماً وأفضلهم حلماً، والله ان ابنيك لمن شباب أهل الجنة .

اے بریدہ! اٹھو اور ہمارے ساتھ چلو، ہم فاطمہ کی تیمارداری کر کے آئیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب ہم ان کے گھر پہنچے اور انہوں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا تو رو پڑیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: میری پیاری بیٹی! کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے کہا: خوراک کی قلت، پریشانیوں کی کثرت اور بیماری کی شدت کی وجہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! اللہ کی قسم! اللہ کے ہاں ایسے ایسے بہترین انعامات ہیں جن کی تم رغبت رکھتی ہو۔ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے، جو سب سے پہلے اسلام لایا، سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اور سب سے بڑھ کر حلم و بردباری والا ہے۔ اللہ کی قسم! تیرے دونوں بیٹے جنتی نوجوانوں میں سے ہیں۔

بَاب فَضْلِ خَدِيجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

باب 55: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان

3818 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا غِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيجَةَ وَمَا بِىْ اَنْ اَكُوْنَ اَدْرَكْتُهَا وَمَا ذَاكَ اِلَّا لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيَتَتَبَّعُ بِهَا صَدَائِقَ خَدِيجَةَ فَيُهْدِيهَا لَهُنَّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: مجھے نبی اکرم ﷺ کی ازواج میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں آتا تھا جتنا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا حالانکہ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا تھا اس کی صرف یہی وجہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ بکثرت ان کا ذکر کیا کرتے تھے نبی اکرم ﷺ جب کوئی بکری قربان کرتے تھے' آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھی گوشت تحفے کے طور پر بھجوایا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

3811 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متن حدیث: مَا حَسَدْتُ اَحَدًا مَا حَسَدْتُ خَدِيْجَةَ وَمَا تَزَوَّجَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا بَعْدَ مَا مَاتَتْ وَذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَهَا بِبَيْتٍ فِى الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مِنْ قَصَبٍ قَالَ اِنَّمَا يَعْنِىْ بِهٖ قَصَبَ اللُّؤْلُؤِ

◆◆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے کسی بھی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا' نبی اکرم ﷺ نے ان کے انتقال کے بعد میرے ساتھ شادی کی تھی' لیکن اس رشک کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں جنت میں ایک محل کی بشارت دی تھی' جو موتی سے بنا ہوگا' جس میں کوئی شور نہیں ہوگا' اور کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

مِنْ قَصَبٍ سے مراد موتی ہے۔

3812 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِىُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِىَّ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: خَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَّخَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةَ

3811 - اخرجه النسائی فی (الكبرى) (۹۴/۵) كتاب المناقب باب: مناقب خديجة بنت خويلد رضی الله عنها رقم (۸۳۶۰/۱)

3812 - اخرجه البخاری (۱۶۵/۷) كتاب المناقب الانصار' باب: تزويج النبی صلی الله عليه وسلم خديجة' وفضلها رضی الله عنها رقم (۳۸۱۵)' ومسلم (۱۸۸۶/۴) كتاب فضائل الصحابة' باب: فضائل خديجة بنت خويلد رضی الله عنها رقم (۲۴۳۰/۶۹)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' انہوں نے فرمایا ہے: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' خواتین میں سب سے بہتر خدیجہ ہیں اور خواتین میں سب سے بہتر مریم بنت عمران ہیں۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3813 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ زَنْجُوَيْهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَّفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَّآسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تمہارے لئے تمام جہان کی خواتین میں سے مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا' خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا' فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا اور آسیہ (زوجہ فرعون) کافی ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: خدیجہ، کنیت: ام ہند، لقب: طاہرہ تھا۔ ہجرت مدینہ سے اڑسٹھ (۶۸) سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ باپ کا نام خویلد تھا اور شجرہ نسب یوں ہے:

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی۔ قصی بزرگ سے آپ کا نسب نامہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں بت پرستی، زنا کاری، شراب نوشی اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا وغیرہ امور کو معیوب تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امور ہر شخص میں پائے جاتے تھے مگر آپ کو ان عیوب سے سخت نفرت تھی۔ یہی وجہ ہے زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کو

3813 - انفرد به الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف (١/ ٣٤٦)) رقم (١٣١٠)، واخرجه الحاكم في مستدركه (٣/ ١٥٧)، وقال: هذا الحديث في المسند لأبي عبد الله احمد بن حنبل هكذا عن قتادة عن انس

لقب ''طاہرہ'' تھا۔

والدہ کا نام: فاطمہ تھا اور والدہ محترمہ کی طرف سے شجرہ نسب یوں ہے:

فاطمہ بنت زائدہ بن الأعصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لؤی بن غالب بن فہر۔ لؤی بزرگ میں نسب نامہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ابو ہالہ نباش بن ابوزراہ سے ہوا تھا، جن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے: (i) ہند، (ii) ہالہ۔ آپ کا دوسرا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا، جن سے ایک بچی اور ایک بچہ پیدا ہوا جبکہ بچی کا نام ''ہندہ'' تھا۔ آپ نہایت درجہ کی ذہین وفطین، عالی نسب اور متمول خاتون تھیں۔ مکہ کے بہت سے شرفاء ان سے نکاح کرنے کے متمنی تھے مگر انہوں نے اپنے آپ کو نکاح کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچاؤں سے مشاورت کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا، خویلد بن اسد کے ہاں گئے، اپنے لیے پیغام نکاح دیا، جو قبول کر لیا گیا اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا۔ نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاش کی فکر سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کے لیے متوجہ ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریاضت کے لیے غار حراء میں تشریف لے جاتے، ستو اور پانی ساتھ لے جاتے اور ان اشیاء کے ختم ہونے تک غار میں مصروف عبادت رہتے مگر ختم ہونے پر گھر آتے پھر خورد ونوش یعنی ستو وغیرہ لے کر غار کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔

نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس (۲۵) سال جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس (۴۰) سال تھی۔ پانچ سو (۵۰۰) درہم مہر مقرر ہوا تھا۔

خصوصیات:

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی کثیر خصوصیات میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی پہلی خاتون ہیں اور جب تک آپ بقید حیات رہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے ہوئی جبکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کنیز کے بطن سے متولد ہوئے۔

☆ نکاح کے بعد آپ نے پچیس (۲۵) سال تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

☆ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کے بعد اپنی تمام دولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کر دی اور آپ اسے اپنے تصرف میں لائے۔

☆ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے عالم میں گھر تشریف لائے تو انہوں نے آپ کو تسلی وتشفی دی کہ یہ مرحلہ پریشان کن نہیں ہے بلکہ خوش کن ہے۔

☆ خواتین میں سے آپ پہلی عورت ہیں جنہوں نے سب سے قبل قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔

ورقہ بن نوفل کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار:

پہلی وحی کے نزول پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پریشانی کو دور کرنے کے لیے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا پروردگار آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا، پیغام خداوندی لانے والا وہی فرشتہ ہے' جو انبیاء سابقون پر بھی وحی لاتا رہا ہے، آپ بے سہاروں کے سہارا بنتے ہیں، لاچاروں کے چارا گر بنتے ہیں، غریبوں کی معاونت کرتے ہیں، امور خیر کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور دوسروں کی راہنمائی کرتے ہیں۔

اس تسلی بخش گفتگو کے بعد حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو آسمانی کتب کے بہت بڑے عالم تھے، نئی پیش آنے والی صورتحال بتائی، گفتگو سننے کے بعد وہ بہت خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت پر فائز ہونے کی مبارک باد پیش کی۔ علاوہ ازیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار کہے جن میں سے چند ایک اشعار مع ترجمہ حسب ذیل ہیں:

۱-لججت وکنت فی الذکری لجوجا　　لهم طالما بعث النشیجا

۲-ووصف من خدیجة بعد وصف　　فقد طال انتظاری یا خدیجا

۳-ببطن المکتین علی رجائی　　حدیثك ان اری منه خروجا

۴-بما خبرتنا من قول قس　　من الرهبان اکره ان یحوجا

۵-بان محمدا سلسوفینا　　ویخصم من یکون له جیجا

۶-ویظهر فی البلاد ضیاء نور　　یقیم به البریة ان تموجا

۷-فیلقی من یحاربه خسارا　　ویلقی من یسالمه وفلوجا

۸-فیالیتنی اذا ما کان ذاکم　　شهدت وکنت اکثرهم ولوجا

۹-ولوجا فی الذی کرهت قریش　　ولو عجت بمکتیها عجیجا

۱۰-ارجی بالذی کرهو جمیعاً　　الی ذی العرش ان سفلوا عروجا

۱۱-وهل امر السفالة غیر کفر　　بمن یختار من سمك البروجا

۱۲-فان یبقوا وابق تکن امور　　یضج الکافرون لها ضجیجا

۱۳-وان اهلك فکل فتی سیلقی　　من الاقدار متلفة خروجاً

ترجمہ: ۱- میں نے ایک ایسے اہم معاملہ کا انتظار کیا جس نے گریہ زاری سے عاجز آجانے والے کو اکثر مستعد کیا، جو

بات تو یہ ہے کہ میں نے پند و نصیحت کا ہمیشہ انتظار کیا ہے۔

۲- میں نے کئے بعد دیگرے خدیجہ سے کئی اوصاف بیان کیے، اے خدیجہ! انتظار طویل ہو گیا ہے۔

۳- اے خدیجہ! مجھے اس بات کا علم ہے اور امید رکھتا ہوں کہ تمہاری بات کا ظہور مکہ کی دو وادیوں کے درمیان ہو گا۔

۴- میں یہ بات پسند نہیں کرتا جس کے ٹیڑھی یا غلط ہونے کے بارے تو نے ہمیں اطلاع دی ہے۔

۵- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سردار ہوں گے اور ان کی طرف سے جو کوئی بحث کرے گا وہی غالب رہے گا۔

۶- اور تمام شہروں میں اس کی روشنی پھیل جائے گی، جو لوگوں کو سیدھا کرے گا اور افتراق سے محفوظ رکھے گا۔

۷- بعد ازاں جو شخص آپ سے لڑائی کرے گا، نقصان اٹھائے گا اور جو مصالحت کا ہاتھ بڑھائے گا وہ کامیاب رہے گا۔

۸- کاش میں بھی اس وقت تک بقید حیات رہوں، جب تک تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہو گا اور کاش داخل ہونے والوں میں زیادہ حقدار ہو جاؤں۔

۹- میں اس دین میں داخل ہو جاؤں جس میں داخل ہونے سے قریش کراہت کریں گے، اگرچہ وہ مکہ میں بہت کچھ کریں گے۔

۱۰- جس چیز کو قریش ناپسند کریں گے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سرفرازی کی میں امید رکھتا ہوں جبکہ وہ ذلت و خواری کا شکار ہو جائیں۔

۱۱- جس نے بلندی کو برجوں کے لیے منتخب کیا، اس کا انکار کفر و ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۱۲- اگر میں اور وہ سب رہیں گے، تو ایسے واقعات ظہور میں آئیں گے کہ کفار ان پر گریہ زاری کریں گے۔

۱۳- اگر میں وفات پا جاؤں تو ہر جوان قدرت کے فیصلہ کے مطابق دنیا سے رخصت ہونے والا اور کوچ کرنے والا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اعزاء و اقارب اور ان کی سہیلیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے تھے، یہ حسن سلوک کا سلسلہ ان کی زندگی تک محدود نہیں تھا بلکہ بعد از وفات بھی جاری رہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حسانہ مزینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے ان سے حال و احوال دریافت کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے بعد تمہارا کیا حال ہو گا؟ ان کے چلے جانے کے بعد دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! یہ خاتون کون تھی؟ فرمایا: میری زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد امجاد:

ابو ہالہ کے زمانہ نکاح میں آپ سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے

(i) حضرت ہالہ، (ii) حضرت طاہر، (iii) حضرت ہند رضی اللہ عنہم۔ یہ تینوں مسلمان ہوئے اور اعزاز صحابیت سے سرفراز

ہوئے۔ دور رسالت میں ایک چوتھائی یمن کا حصہ فتح ہوا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طاہر رضی اللہ عنہ کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک وہ وہاں حاکمیت کی خدمات انجام دیتے رہے اور آپ کے وصال فرمانے کے بعد اس علاقہ کے قبائل مرتد ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادہ حضرت طاہر رضی اللہ عنہ کو ان کے خلاف لشکر کشی کا حکم دیا، وہ ان سے معرکہ آراء ہوئے اور فتح و کامرانی کے بعد واپس آئے۔ اس موقع پر حضرت طاہر رضی اللہ عنہ نے حسب ذیل اشعار کہے تھے:

۱-فو اللہ لولا اللہ لاشیء غیرہ	امافض بالاجراع جمع العتائب
۲-فلم ترعینی مثل جمع رأیته	بجنب مجاز فی جموع الاخابث
۳-قتلنا ھو مابین قنۃ خاصر	الی القیعۃ البیضاء ذات النبائث
۴-دفننا باموال الاخابث عنوۃ	جھارا أولم نحفل بتلك الھثامث

ترجمہ: ۱-قسم بخدا! اگر خدا کی مدد نہ ہوتی تو فسادی لوگوں کو ریگستان میں شکست نہ ہوتی۔
۲-میری آنکھوں نے کوئی ایسی جماعت نہیں دیکھی جیسا کہ میں نے ان خبیث لوگوں کا رئیس دیکھا ہے۔
۳-ہم نے ان پہاڑوں کی بلند و بالا اور ڈھانپ لینے والی چوٹیوں اور چٹیل زمین پر قتل کیا تھا۔
۴-ہم نے پوری قوت سے جنگ کے ذریعے ان کے مال وزر پر قبضہ کیا اور شور وغل کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چھ اولادیں تھیں، جن میں سے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت قاسم، (۲) حضرت عبداللہ، (۳) حضرت زینب، (۴) حضرت رقیہ، (۵) حضرت اُمّ کلثوم، (۶) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم۔

وفات:

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ۱۰ نبوی (ہجرت سے تین سال قبل) مکہ میں وفات پائی۔ مکہ معظمہ کے مشہور قبرستان "جنۃ المعلیٰ" میں مدفون ہوئیں۔ اس دور میں نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اور عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال تھی۔

(ماخوذ از سیرت امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن از صفحہ: ۷۸ تا ۹۹، مصنف ابو الحسنات محمد ممتاز عالم مصباحی)

فضائل و مناقب:

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے فضائل کتب حدیث میں کثیر، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

☆ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رشک وغیرت

آتی تھی حالانکہ انہوں نے آپ کا زمانہ نہیں پایا تھا۔

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اکثر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے، گھر میں بکری ذبح کرتے تو اس کا گوشت آپ کی سہیلیوں کے ہاں بھی بھیجتے تھے۔

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے فرمایا:

امنت بی حین کفر بی الناس، صدقتنی حین کذبنی الناس، واشر کتنی فی مالھا حین حرمنی الناس ورزقنی ولدھا وحرم ولد غیرھا

(۱) خدیجہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جبکہ لوگوں نے میرا انکار کر دیا تھا۔ (۲) انہوں نے اس وقت میری تائید وتصدیق کی جبکہ لوگوں نے مجھے جھٹلا دیا تھا۔ (۳) انہوں نے اس وقت اپنی دولت مجھ پر خرچ کی جبکہ لوگوں نے مجھے محروم کر دیا تھا۔ (۴) اللہ تعالیٰ نے محض ان کے بطن سے مجھے اولاد عطا فرمائی۔

☆ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی خدمت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دسترخوان لا رہی ہیں جس میں خورد ونوش کی اشیاء موجود ہیں، جب وہ حاضر خدمت ہوں تو انہیں اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے سلام دیجئے گا۔ علاوہ ازیں انہیں یہ خوشخبری بھی دیجئے گا کہ ان کے لیے جنت میں موتیوں سے بنا ہوا ایک گھر ہے جس میں شور وغل ہوگا اور نہ مشقت وتکلیف ہوگی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

افضل نساء اھل الجنة خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمد و مریم بنت عمران و آسیة امراة فرعون .

جنتی عورتوں میں سے سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ ہیں۔

☆ امت کی خواتین میں سے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ افضل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو خوبیاں ان میں رکھی ہیں وہ کسی دوسری خاتون میں نہیں ہیں۔

سوال: ایک روایت میں افضلیت کے ضمن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نہیں ہے؟

جواب: (۱) اکثر روایات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام موجود ہے۔ (۲) ممکن ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں نہ آئی ہوں۔

سوال: ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے افضل کون ہے؟

جواب: (i) حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔

(ii) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔

(iii) سکوت اختیار کیا جائے، جس سے سب کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

(۱۷) تمام جہان کی خواتین سے افضل حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا ہیں جبکہ ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔

بَاب مِنْ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

باب 56: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان

3814 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ قَالَتْ فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبَاتِي اِلَى اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَاِنَّا نُرِيدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيدُ عَائِشَةُ فَقُولِي لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرِ النَّاسَ يُهْدُونَ اِلَيْهِ اَيْنَمَا كَانَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ اُمُّ سَلَمَةَ فَاَعْرَضَ عَنْهَا ثُمَّ عَادَ اِلَيْهَا فَاَعَادَتِ الْكَلَامَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ صَوَاحِبَاتِي قَدْ ذَكَرْنَ اَنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ فَاْمُرِ النَّاسَ يُهْدُونَ اَيْنَمَا كُنْتَ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ قَالَتْ ذٰلِكَ قَالَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ فَاِنَّهُ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَاَنَا فِي لِحَافِ امْرَاَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَقَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ رُمَيْثَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ شَيْئًا مِنْ هٰذَا وَهٰذَا حَدِيثٌ قَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَلٰى رِوَايَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ وَقَدْ رَوٰى سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: لوگ اپنے تحفے بھجوانے کے لئے بطور خاص سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مخصوص دن کا انتظار کیا کرتے تھے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن میری سوکنیں سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اکٹھی ہوئیں اور انہوں نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: لوگ اپنے تحفے بھجوانے کے لئے بطور خاص سیّدہ عائشہ کے مخصوص دن کا انتظار کرتے ہیں' ہم بھی اسی طرح بھلائی کے طلب گار ہیں۔ جس طرح عائشہ اسے چاہتی ہیں۔ آپ یعنی (سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا) نبی اکرم ﷺ سے یہ کہیں کہ نبی اکرم ﷺ لوگوں کو ہدایت کریں' نبی اکرم ﷺ جہاں بھی موجود ہوں' وہ اپنے تحفے آپ کی خدمت میں بھیج دیا کریں' سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس بات تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ نے ان سے منہ موڑ لیا' انہوں نے پھر یہی بات کی' اور دہرائی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری ساتھی خواتین نے یہ بات ذکر کی ہے: لوگ اپنے تحفے بطور خاص عائشہ کے مخصوص دن میں بھجواتے ہیں۔ آپ ﷺ لوگوں کو ہدایت کریں کہ وہ یہ تحفے بھجوادیا کریں' خواہ آپ ﷺ کہیں بھی ہوں' جب

3814 - اخرجه البخاري (٥/ ٢٤٠): كتاب الهبة: باب: قبول الهدية رقم (٢٥٧٤) و اطرافه في (٢٥٨٠، ٢٥٨١، ٣٧٧٥).

تیسری مرتبہ انہوں نے یہ بات کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اُم سلمہ (رضی اللہ عنہا)! عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے میں مجھے اذیت نہ دو! اس کے علاوہ تم میں سے کسی بھی بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔

بعض راویوں نے اس روایت کو حماد بن زید کے حوالے سے ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہشام بن عروہ کے حوالے سے عوف کے حوالے سے "رمیثہ کے حوالے سے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس روایت کا کچھ حصہ منقول ہے۔

اس روایت کو ہشام بن عروہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

اس بارے میں مختلف روایات ہیں سلیمان بن ہلال نے اسے ہشام بن عروہ سے حماد بن زید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ ۴ نبوی کو مکہ میں پیدا ہوئیں۔ نام: عائشہ، کنیت: اُمّ عبداللہ، لقب: صدیقہ، حمیرا، باپ کا نام: حضرت ابوبکر صدیق، والدہ کا نام: رومان اور قبیلہ کا نام: غنم بن مالک تھا۔

شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہم۔

نکاح:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ۱۰ نبوی کو چھ (۶) سال کی عمر میں مکہ میں نکاح کیا جبکہ رخصتی ۱ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ اس نکاح کا مقصد خواہشات کی تسکین نہیں تھا بلکہ جان نثار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رشتہ مصاہرت قائم کرنا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو امت کے لیے معلّمہ بنانا بھی مقصود تھا تاکہ لوگوں کو شرعی مسائل واحکام سے آگاہ کیا جا سکے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد طویل عرصہ بقید حیات رہیں اور لوگوں کو شرعی مسائل کی راہنمائی کرتی رہیں۔ اس طرح نکاح کرنے کا اصل مقصد پورا ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام:

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہایت درجہ کی ذہین وفطین اور دوراندیش خاتون تھیں، آپ کا علمی مقام بہت بلندو بالا تھا۔ فقہاء سبعہ اور دیگر صحابہ کرام آپ کے علمی مقام سے خوب آگاہ تھے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کسی کو بھی معانی قرآن، احکام حلال وحرام، اشعار عرب اور علم الانساب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عالم

نہیں دیکھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ما اشكل علينا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث فسألنا عائشة الا وجدنا عندها منه علما ۔یعنی ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کسی حدیث کے بارے میں مشکل پیش آئی تو ہم نے اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے اس کی وضاحت کردی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما رأيت امرأة اعلم بطب ولا فقه ولا شعر من عائشة ۔یعنی میں نے کسی خاتون کو طب، فقہ اور شاعری علوم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔

حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

لو جمع علم عائشة الى جميع امهات المؤمنين وعلم جميع النساء لكان علم عائشة افضل ۔اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابل تمام ازواجِ مطہرات بلکہ تمام خواتین کا علم جمع کیا جائے، تب بھی آپ کا پلڑا بھاری رہے گا۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كانت عائشة افقه الناس واحسن الناس رأيا في العامة ۔اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو لوگوں سے زیادہ دین کو جاننے والی تھیں اور امور عامہ میں بھی آپ کی رائے کو ترجیح حاصل تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کے بارے میں اپنے صحابہ سے فرمایا: **خذوا نصف دينكم عن هذه الحميراء** ۔تم اپنے دین کا نصف علم عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو۔

مرویات:

صحابیات عظام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی روایت احادیث میں نہایت درجہ کی محتاط تھیں، آپ نے حلقہ تدریس جاری کیا جس میں طلباء وطالبات حاضر ہوتیں کسب علم کرتیں۔ پھر تلامذہ وطالبات نے علمی فیضان حاصل کرنے کے بعد حلقہ درس جاری کیا اور اس طرح آپ کا علمی وروحانی فیضان دنیا بھر میں پھیلا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کی مرویات کی تعداد دو ہزار (۲۰۰۰) سے زائد بتائی جاتی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو (۲۰۰۲) ہے۔

فضائل ومناقب:

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل وکمالات بے شمار ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

والله ما نزل علي الوحي وانا في لحاف امرأة منكن غير . (الصحیح للبخاری، ج ۱، ص ۵۳۲)

عائشہ کے بستر کے علاوہ کسی بیوی کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

۲- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشة هذا جبریل یقرئك السلام وبرکاته، قالت وهو یری مالا اری.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: یہ جبرائیل ہیں جو آپ کو سلام کہتے ہیں، وہ ایسی چیز دیکھ سکتے ہیں جو میں نہیں دیکھ سکتی۔

۳- اسلام میں سب سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باہمی محبت کی وجہ سے محبت پیدا ہوئی ہے۔

۴- ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا: عائشہ۔ عرض کیا گیا: مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ جواب دیا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، پھر سوال کیا گیا: مردوں میں سے زیادہ محبوب کون ہے؟ جواب دیا: ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ امہات میں سے محبوب تر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، اولاد میں سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، اہل بیت میں سے محبوب ترین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام میں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

۵- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی نورانی پیشانی کے پسینہ نے مجھے حیران کر دیا ہے، بخدا زمانہ جاہلیت کا معروف شاعر ابوکبیر ہذلی آپ کو دیکھ لیتا تو وہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیتا کہ ان کے اشعار کے مصداق محض آپ ہو سکتے ہیں، فرمایا: اس کے اشعار کون سے ہیں؟ اس پر آپ نے ان کے دو اشعار پڑھ کر سنائے، جو حسب ذیل ہیں:

۱- ومبری من کل غبر حیضة　　　وفساد مرضعة وداء معضل

۲- واذا نظرت الی اسره وجهه　　　برقت کبرق العارض المتهلل

آپ ولادت ورضاعت کی آلودگیوں سے پاک ہیں، ان کا نورانی چہرہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نورانی برق جلوہ فگن ہے۔

یہ اشعار سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، پھر فرمایا: "جزاك الله یا عائشة خیراً ما سررت منی کسروری منك" اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین اجر عطا کرے، تم مجھ سے اتنا مسرور نہیں ہوئیں

جتنا میں تم سے لطف اندوز ہوا ہوں۔

۶۔ مشہور صحابی حضرت بشر بن عقربہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر میرے والد گرامی جام شہادت نوش کر گئے، میں وہاں بیٹھا ہوا رو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

اما ترضی ان تکون عائشة امك و اکون اباك (الاستیعاب، ج:۱،ص:۶۳)

''کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ عائشہ تمہاری ماں بن جائیں اور میں تمہارا باپ بن جاؤں۔''

اس روایت میں دیگر امہات کی موجودگی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ترجیح دیتے ہوئے یتیم کی ماں قرار دیا، یہ سب کچھ فضیلت کی بنا پر تھا۔

وفات:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کا وصال ۱۷ ررمضان ۵۸ھ میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر چھیاسٹھ (۶۶) سال تھی اور وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ سینتالیس (۴۷) سال بقید حیات رہیں۔ امیر المومنین فی الحدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت تھا اور مدینہ منورہ کا حاکم مروان بن حکم تھا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

فائدہ نافعہ:

یاد رہے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال حادثاتی نہیں بلکہ طبعی طور پر ہوا تھا۔ بعض مؤرخین نے آپ کی وفات کو حادثاتی موت قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ حضرت امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں گہرا کنواں کھودوایا، پھر اُمّ المومنین کو دعوت پر طلب کیا، آمد پر انہیں کنویں میں پھینکا گیا اور اوپر سے کنویں کا منہ بند کر دیا گیا۔ اس طرح ان کی وفات حادثاتی طور پر ہوئی۔ آپ کی وفات کی یہ وجہ خوارج و روافض کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض وعناد کا مظہر ہے اور سراسر حقائق و تاریخ کے خلاف ہے۔

حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے اقارب:

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جسمانی اولاد نہیں تھی لیکن آپ کی علمی و روحانی اولاد کثیر تھی، جس کی کثرت کا سلسلہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ تاہم آپ کے چند اقارب کا تعارف حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت اُمّ رومان کنانیہ رضی اللہ عنہا: یہ حضرت اُمّ المومنین کی والدہ محترمہ ہیں، ۶ھ میں وفات پائی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور ان کے حق میں یوں دعا کی:

اللھم لاتخف علیك مالقیت اُمّ رومان فیك وفی رسولك .

اے پروردگار! تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اُمّ رومان کنانیہ نے تیرے لیے اور تیرے نبی کے لیے کیا کچھ برداشت کیا۔

آپ نے ان کے بارے میں پروردگار سے یہ دعا بھی کی تھی:

من سرہ ان ینظر الی امراۃ من الحور العین فلینظر الی اُمّ رومان ۔

جو شخص حوران جنت میں سے کسی کو دیکھنا پسند کرتا ہو، تو وہ اُمّ رومان کو دیکھ لے۔

۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما: یہ آپ کے حقیقی بھائی ہیں، عرب کے شہسواروں میں سے ایک ہیں اور ان کی کاوش سے یمن فتح ہوا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یزید کو ولی عہد بنانے پر آپ نے صحابہ کرام بالخصوص حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یوں لکھا:

اھر قلیلۃ اذا مات کسریٰ قام کسریٰ مکانہ لانفعل و اللہ ابدًا ۔

کیا یہ بھی کوئی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب ایک کسریٰ دنیا سے رخصت ہو تو یہ شخص اس کی جگہ کسریٰ بن گیا۔ قسم بخدا! ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔

حضرت ابو قحافہ، حضرت صدیق اکبر، حضرت عبدالرحمٰن اور ان کا بیٹا رضی اللہ عنہم سب مرتبہ صحابیت پر فائز ہوئے۔ اس طرح چار نسلیں صحابہ کی بنتی ہیں۔

ان کی وفات پر حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اشعار کہے جن میں سے دو اشعار حسب ذیل ہیں:

(i) کنا کند ما فی جذیمۃ حقبۃ　　من الدھذ حتی قیل لن یتصدعا

ہم دونوں نعمان کے ساتھیوں کی طرح اکٹھے رہتے تھے کہ لوگوں نے خیال کیا ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے۔

(ii) فلما تفرقنا کانی و مالکًا　　لطول اجتماع لم بنت لیلۃ معا

مگر ہم میں جدائی ہوئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے۔

۳۔ حضرت طفیل بن سنجرہ رضی اللہ عنہ: یہ آپ کے اخیافی بھائی تھے۔

۴۔ ذات النطاقین حضرت اسماء رضی اللہ عنہا: یہ آپ کی حقیقی بہن تھیں، اٹھارہ (۱۸) لوگوں کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا، ۷۳ھ کو سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم آپ کے صاحبزادے تھے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن فضالہ لیثی رضی اللہ عنہما: یہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی باپ تھے اور یہ ابو عائشہ کنیت استعمال کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ اور حضرت فضالہ لیثی رضی اللہ عنہما دونوں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

۶۔ حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما: یہ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے علاتی بھائی تھے جو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ربیب تھے۔ خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دور خلافت میں مصر کا گورنر تعینات کیا تھا۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما: یہ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے علاتی بھائی ہیں، غزوہ حنین میں زخمی ہوئے اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات پائی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کے بارے میں فرمان جاری کیا

تھا اور اس فرمان کے کاتب یہی حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما تھے۔ (کتاب الخراج لامام ابی یوسف، ص ۴۱)

۸۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا: یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھی، عبدالملک کا کہنا ہے کہ اقتدار ملنے سے قبل وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدینہ طیبہ میں بیٹھا کرتا تھا۔ بریرہ نے مجھے کہا: اے عبدالملک! تم میں اچھی اور قابل تقلید خصلتیں موجود ہیں، اگر تمہیں حکومت مل جائے تو وہ تمہاری شایان شان ہونی چاہیے اور خونریزی سے مکمل احتراز کرنا، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا:

ان الرجل ليدفع عن باب الجنة بعد ان ينظر اليها بملاء محجمة من دم يريقه من مسلم بغير حق۔ (الاستیعاب، ج اول، ص: ۷۹۲)

ایک شخص جنت کے پاس پہنچ جائے گا حتیٰ کہ اسے دیکھنے لگے گا، پھر اسے اس میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا، یہ اس لیے ہوگا کہ اس نے مسلمانوں کا ناحق خون بہایا ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے حوالہ سے ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر بعض متعصب اور تنگ نظر حضرات یہ اعتراض کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ایک پچپن (۵۵) سالہ شخص کا نو (۹) سال کی ایک لڑکی سے شادی کرنا اور اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ جانا جبکہ قرآن کے مطابق اس کے لیے دوسری شادی کرنا بھی ممنوع ہو۔ (معاذ اللہ) کیا یہ اس کے اوپر ظلم نہیں ہے؟ اور کیا اتنے عمر دراز آدمی کے لیے اتنی کم عمر لڑکی سے نکاح کو نفس پرستی نہیں کہا جا سکتا؟ (معاذ اللہ) اور کیا نو (۹) سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کسی لڑکی پر ازدواجی زندگی کا بوجھ ڈال دیا جائے؟

جواب: اصل میں اس قسم کے اعتراضات وہی لوگ کیا کرتے ہیں، جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کو ایک عام لڑکی کا نکاح سمجھ رکھا ہے، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن عظیم مقاصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا، وہ اسلامی زندگی میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کرنا اور معاشرے کو اس انقلاب کے لیے تیار کرنا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک غیر معمولی قسم کی ذہین و فطین لڑکی تھیں جنہیں اپنی عظیم صلاحیتوں کی بنا پر معاشرے میں انقلاب لانے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دے کر اتنا عظیم اور گراں قدر کارنامہ انجام دینا تھا جتنا دوسری تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سمیت اس وقت کی کسی عورت نے بھی نہیں کیا بلکہ بلا خوف لومت لائم یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی رہنما کی بیوی اپنے شوہر کے لیے ایسی زبردست مددگار نہیں بنی جیسی کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معاون و مددگار ثابت ہوئیں۔ ان کے بچپن میں ان کی عظیم صلاحیتوں کا علم سوائے اللہ عزوجل کے کس کو نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کا انتخاب خود فرمایا۔ جو حضرات اس معاملہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نفس پرستی کا الزام تھوپتے ہوئے نہیں جھجکتے ان سے یہ مشورہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے تعصب و عناد کو ترک کر کے ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا ایسا شخص نفس پرست ہو سکتا ہے، جو پچیس (۲۵) سال کی عمر سے پچاس (۵۰) سال کی عمر تک

صرف ایک ایسی بیوی کے ساتھ رہے، جو عمر میں اس سے ۱۵ برس بڑی ہو؟ نیز جو پہلی بیوی کی وفات کے بعد ایک پچپن (۵۵) سال کی بیوہ سے نکاح کرے اور چار پانچ (۵) برس تک صرف اسی پر صبر کیے رہے؟ اگر نفس پرستی کے لیے شادیاں کرنے کا ارادہ رکھتا تو معاشرے میں اسے اتنی زبردست مقبولیت وعزت وعظمت حاصل تھی کہ وہ جتنی اور جیسی حسین وجمیل باکرہ لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لینا چاہتا ان کے والدین اپنے لیے فخر وعزت سمجھ کر اس کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے تیار ہو جاتے؟ جوان سب کے باوجود ایک باکرہ لڑکی کے علاوہ اور بعد میں جتنی بھی شادیاں کرے بیوہ یا شوہر دیدہ یعنی ثیبہ عورتوں سے ہی کرے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کے اعتراضات کرنے والوں کے ذہن میں ازدواجی زندگی کا صرف اور صرف شہوانی تصور ہی ہوتا ہے ان کے پست ذہن اتنی بلندی تک جا ہی نہیں سکتے کہ وہ اس عظیم انسان کے نکاح کے مقاصد کو سمجھ سکیں جو دراصل ایک نمایاں اور گراں قدر کام کی مصلحتوں کے پیش نظر کچھ خواتین کو اپنا شریک حیات اور شریک کار بنائے۔

جہاں تک ظلم کے الزام کا تعلق ہے، تو اس بابت بھی معترضین کے ذہن میں واقعہ کی صرف یہی تصویر رہتی ہے کہ ایک عمر رسیدہ آدمی نے نو (۹) سال کی کم سن لڑکی سے نکاح کر کے محض اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ دیا، جبکہ اسے دوسرے نکاح کی بھی اجازت نہیں تھی اور اسے جوانی بیوگی کے عالم میں ہی گزارنی تھی۔ اس سطح سے اوپر اٹھ کر یہ لوگ کبھی اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ کرنا بھی نہیں چاہتے کہ جس عظیم کام کا فائدہ خلق خدا کو کسی محدود زمانے کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے اور کسی محدود متعین علاقے میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں پہنچنے والا ہو، اس کام میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جانیں اور ان کے مال کا خرچ ہو جانا کوئی مہنگا سودا نہیں ہے۔ چہ جائیکہ صرف ایک خاتون کی جوانی اس میں کھپ جانے کو قربانی کی بجائے ظلم تعبیر کیا جائے اور وہ جوانی بھی اگر قربان ہوئی تو صرف اس حیثیت سے کہ اس کو ازدواجی زندگی کے لطف سے محروم ہونا پڑا۔ اس کے علاوہ معترضین کسی اور نقصان کی نشاندہی نہیں کر سکتے جو اس عظیم شخصیت کی حامل خاتون کو پہنچا ہو لیکن اس کے ساتھ تصویر کے اس رُخ پر بھی غور کریں کہ گھریلو زندگی کی تمام آسائشوں اور مشغولیتوں سے فارغ ہو کر اس عظیم ہستی نے اپنی پوری بقیہ زندگی کو عورتوں اور مردوں میں اسلام اور اس کے احکام وقوانین اور اس کے اخلاق وآداب کی تعلیم کو عام کرنے میں صرف کر کے کس قدر گراں قدر خدمات انجام دیں۔ علم حدیث کا جس کسی نے بھی مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ جتنا علم دین مسلمانوں کو پہنچا اور فقہ اسلامی کی جس قدر معلومات حاصل ہوئیں۔ اس کے مقابلے میں عہد نبوت کی عورتیں تو درکنار، مرد بھی کم ہی ایسے ہیں جن کی علمی خدمات کو پیش کیا جا سکے۔ اب آپ اس بات پر غور کریں کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نہیں فرماتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم وتربیت پانے کا موقع انہیں نہیں ملتا تو اسلام کا کتنا بڑا حصہ ہم تک پہنچنے سے رہ جاتا۔ وہ صرف محدثہ ہی نہیں بلکہ فقیہہ، مفسرہ، مجتہدہ اور مفتیہ بھی تھیں۔ انہیں بالاتفاق مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہہ مانا جاتا ہے۔ اس عظیم تر اجتماعی فائدے کے مقابلے میں وہ تھوڑا سا ذاتی نقصان کیا معنی رکھتا ہے، جو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جوانی میں بیوہ ہو جانے سے پہنچا اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس معاملہ میں یہ اعتراض وہ عیسائی حضرات کرتے ہیں جن کے ہاں کسی اجتماعی مفاد کے بغیر محض بے مقصد تجرد کی زندگی بسر کرنا راہبوں اور

راہبات کے لیے صرف قابل تعریف ہی نہیں بلکہ ایسا کرنا مذہبی خدمات انجام دینے والوں کے لیے لازم بھی ہے۔

اسی طرح جن لوگوں کو اس بات پر اعتراض ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نو (۹) سال کی عمر میں زفاف کیا' انہیں یہ نہیں معلوم کہ اسلام دین فطرت ہے اور فطری حیثیت سے اگر کسی لڑکی کا نشو ونما اتنا اچھا ہو کہ وہ اس عمر میں جسمانی طور پر بالغ ہو چکی ہو' تو اس کا شوہر کے پاس جانا بالکل جائز ومعقول ہے۔ صرف ایک غیر فطری اور غیر اخلاقی قانون ہی نکاح کے لیے لڑکے اور لڑکی کی ایک خاص عمر مقرر کر سکتا ہے کہ یہ قید صرف جائز ازدواجی تعلق ہی پر پابندی لگاتی ہے۔ نکاح سے باہر مردوں اور عورتوں کے آئے دن کے تعلقات پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگاتی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایسے قوانین بنانے والوں کو نکاح کی عمر سے قبل زنا جیسے حرام اور قبیح فعل کے ارتکاب پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ عملی طور پر ان کے یہاں نو، دس سال کی لڑکیاں اور لڑکے آزادانہ جنسی عمل کرتے جس کی پاداش میں اگر کوئی لڑکی ''کنواری ماں'' بن جائے تو ان کی ساری ہمدردیاں اسی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اس وقت کوئی اعتراض نہ تو متاثرہ لڑکی پر ہوتا ہے اور نہ اس لڑکے پر ہی ہوتا ہے' جس نے نکاح کی عمر سے قبل ایک لڑکی کو ماں بنایا۔ اس قدر ذلیل اور گھٹیا اخلاقی اقدار رکھنے والے آخر کس منہ سے اسلام کے اس قانون پر اعتراض کرتے ہیں کہ جسمانی طور پر جو لڑکے لڑکیاں بالغ ہوں انہیں کا نکاح جائز و درست ہے اور اس کے لیے کسی خاص عمر کی شرط نہیں ہے؟ شادی کے لیے قانونی طور پر ایک عمر مقرر کر دینے کا صاف مطلب یہ ہے کہ عمر کے اس حصہ کو پہنچنے سے پہلے عقد حلال نہیں ہو سکتا، خواہ فعل حرام کا ارتکاب کتنا ہی ہوتا ہے۔ (ماخوذ از سیرت امہات المؤمنین، از صفحہ: ۱۰۲ تا صفحہ: ۱۴۵، مصنف علامہ ابوالحسنات محمد ممتاز عالم مصباحی)

مفہوم حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی، آپ کی باری کے دن لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدایا وتحائف زیادہ پیش کرتے تھے، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کے دنوں میں مسلسل تین بار اس حوالے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے اُمّ سلمہ! تم مجھے عائشہ کے بارے میں پریشان نہ کرو، کیونکہ ان کے سوا تم میں سے کسی کے بستر پر مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی یعنی صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت اور فضیلت پر مبنی ہے۔

3815 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ الْمَكِّيِّ عَنِ ابْنِ اَبِیْ حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ جِبْرِيْلَ جَآءَ بِصُوْرَتِهَا فِیْ خِرْقَةِ حَرِيْرٍ خَضْرَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ

3815۔ لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (۱۱/۴۶۱) رقم (۱۶۲۵۸) من طريق ابن ابی مليكة عن عائشة. و من طريق هشام عن ابيه عن عائشة بلفظ: اريتك فی المنام يجيء بك الملك فی سرقة من حرير۔ الحديث. فاخرجه البخاری (۷/۲۶۴) كتاب مناقب الانصار: باب: تزويج النبی صلی الله عليه وسلم، حديث (۳۸۹۵)، و مسلم (۴/۱۸۸۹) كتاب فضائل الصحابة، حديث (۷۹-۲۴۳۸).

هٰذِهٖ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ

اختلاف سند: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ وَقَدْ رَوٰى اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت جبرائیل ان کی تصویر ایک سبز ریشمی کپڑے میں لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ محترمہ ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اس کو صرف عبداللہ بن عمرو بن علقمہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن مہدی نے اس کو روایت کو عبداللہ بن عمرو بن علقمہ کے حوالے سے اسی سند کے ہمراہ ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔

ابواسامہ نے بھی اس روایت ہشام بن عروہ سے ان کے والد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح باذن الٰہی ہونا:

سنہ ۱۰ نبوی میں اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا، بچیاں چھوٹی تھیں، کار نبوت بھی ترقی پر تھا، آپ کی عمر مبارک پچاس (۵۰) سال تھی، خاندان کی بعض خواتین نے مشورہ دیا کہ آپ کسی خاتون سے نکاح کر لیں، آپ نے ۱۰ نبوی میں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا، حضرت سودہ قدیم الاسلام تھیں، عمر رسیدہ تھیں، مختلف اوقات میں دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں، آپ نے خیال کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیں تا کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے بعد وہ بہتر طریقہ سے گھر سنبھال سکیں گی، خواب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو دفعہ کپڑے میں لپیٹ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو دکھائی گئی تھیں، آپ کو بتایا گیا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں، آپ نے غیبی اشارہ پا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا، نکاح مکہ میں ہوا تھا پھر بالغ ہونے پر ہجرت کے بعد رخصتی ہوئی اور دار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آ گئیں۔

3816 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ

سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيْلُ وَهُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ قَالَتْ قُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرٰى مَا لَا نَرٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرائیل ہیں اور یہ تمہیں سلام کہہ رہے ہیں' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے کہا: ان پر بھی سلام ہو' اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور اس کی برکتیں ہوں (پھر نبی اکرم ﷺ سے کہا) آپ وہ چیز دیکھتے ہیں' جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3817 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ

متن حدیث: قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِيْلَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہہ رہے ہیں میں نے جواب دیا: ان پر بھی سلام ہو' اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام پیش کرنا:

احادیث باب کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی خدمت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام پیش کیا، آپ نے یہ سلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا، انہوں نے بھی جواب میں کہا: ان پر بھی سلام ورحمت اور برکتیں ہوں اور یہ بھی عرض کیا: یارسول اللہ! آپ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں اور میں انہیں نہیں دیکھ سکتی۔

3816 - اخرجه البخاری (۶/۳۵۲): کتاب بدء الخلق، باب: ذکر الملائكة رقم (۳۲۱۷)، و اطرافه فی (۳۷۶۸ - ۶۲۰۱ - ۶۲۴۹ - ۶۱۵۳)، و مسلم (۴/۱۸۹۵، ۱۸۹۶): کتاب فضائل الصحابة: باب: فی فضل عائشة رضی الله عنها، رقم (۹۰، ۹۰، ۹۰، ۹۰، ۲۴۴۷/۹)

فائدہ نافعہ:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کیا ہیں تا قیامت کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی علم وفضل، جودوفیاضی، دوراندیشی ودورنظری وغیرہ اوصاف وکمالات کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

3818 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُوْمِيُّ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِي مُوْسٰى

متنِ حدیث: قَالَ مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَاَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں: ہم لوگوں کو یعنی نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کسی بھی معاملے میں مشکل درپیش ہوئی، تو ہم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں دریافت کرتے تو اس مسئلے کے بارے میں ان کے پاس معلومات پالیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3819 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہر مسئلہ کا علم ہونا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل فرمائی، آپ بہترین معلمہ، مفتیہ، مفسرہ، محدثہ اور فقیہ تھیں۔ آپ کے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ جو مسئلہ بھی آپ سے دریافت کیا

3818۔ لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) ([illegible]) رقم ([illegible]) عن ابى بردة عن ابى موسى موقوفا.

3819۔ لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (۳۲۹/۱۲) رقم ([illegible]) عن عبد الملك بن عمير عن موسى بن طلحة موقوفا.

جاتا، آپ اس کا حل پیش کر دیتی تھیں۔ اس طرح آپ کا علم وعمل مثالی تھا اور خواتین بالخصوص ازواج مطہرات میں سے کوئی خاتون آپ کے مقابل نہیں تھی، السابقون الاولون، جلیل القدر صحابہ اور اجلہ صحابہ میں سے جس کو بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ اس کا حل تلاش کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا جبکہ مطمئن ہو کر واپس پلٹتا تھا۔ علم وفضل کی طرح فصاحت و بلاغت میں بھی آپ کا ثانی نہیں تھا۔

3820 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ يَعْقُوبَ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے انہیں غزوۂ ذات سلاسل کا امیر مقرر کیا' وہ بیان کرتے ہیں: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عائشہ۔ میں نے دریافت کیا: مردوں میں سے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کا والد۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3821 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْاُمَوِيُّ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قَالَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيلَ عَنْ قَيْسٍ

◆◆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عائشہ۔ انہوں نے دریافت کیا: مردوں میں سے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کا والد۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور اس سند کے حوالے سے' جو اسماعیل کے حوالے سے' قیس سے منقول ہے "غریب" ہے۔

3822 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

3820- اخرجه البخاری (۲۲/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل ابی بكر رضی الله عنه بعد النبی صلى الله عليه وسلم، رقم (۳۶۶۲) و طرف فی (۴۳۵۸)، و مسلم (۱۸۵۶/۴)، كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل ابی بكر الصديق رضی الله عنه، رقم (۲۳۸۴/۸).

3821- اخرجه النسائی (۳۶/۵): كتاب المناقب: باب: فضل ابی بكر الصديق رضی الله عنه رق (۸۱۰۶/۵).

مَعْمَرٍ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ عَآئِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبِيْ مُوْسٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ هُوَ اَبُوْ طُوَالَةَ الْاَنْصَارِیُّ الْمَدَنِیُّ ثِقَةٌ وَّقَدْ رَوٰى عَنْهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو تمام خواتین پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر ہے۔

اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر یہ ابوطوالہ انصاری مدنی ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

3823 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ غَالِبٍ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا نَالَ مِنْ عَآئِشَةَ عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فَقَالَ اَغْرِبْ مَقْبُوْحًا مَنْبُوْحًا اَتُؤْذِیْ حَبِيْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عمرو بن غالب بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ کہا تو انہوں نے فرمایا مردود اور بدترین آدمی دفعان جاؤ! کیا تم نبی اکرم ﷺ کی محبوب شخصیت کو اذیت پہنچا رہے ہو؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3824 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ

38 - اخرجه البخاری (۱۳۳۷) کتاب فضائل الصحابة: باب: فضل عائشة رضی الله عنها، رقم (۳۷۷۰)، و طرفاه فی (۵۴۱۹-۵۴۱)، و مسلم (۱۸۹۵/٤) کتاب فضل الصحابة: باب: فی فضل عائشة رضی الله عنها، رقم (۸۹، ۲٤٤٦/۸۹).

31 - لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستة. ینظر (تحفة الاشراف) (٤٨٢/٧) رقم (١٠٣٦٤) عن عمار بن موقوفاً.

بِيْ حُصَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادِ الْاَسَدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يَقُوْلُ

متن حدیث: هِيَ زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَعْنِيْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ (سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: ان کی مراد سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3825 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ' عرض کی گئی: مردوں میں سے کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا والد۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے اعتبار سے ''غریب'' ہے۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں نہایت درجہ کی محبوبہ ہونا:

احادیث باب کا اختصار حسب ذیل ہے:

☆ خواتین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محبوبہ تھیں۔

☆ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ اور محبوب ہے۔

☆ زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مثال کے ذریعے حضرت عائشہ صدیقہ کی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے، آپ نے فرمایا: جس طرح ثرید تمام کھانوں سے افضل ہے اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام خواتین سے افضل ہیں۔ ثرید سے مراد ہے گوشت کے شوربہ میں روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈالے جائیں، جب وہ بھیگ کر نرم ہو جائیں تو ثرید تیار، اہل عرب کے

3824- اخرجه البخاري (١٣/٥٨): كتاب الفتن: باب: (١٨) رقم (٧١٠٠).

3825- اخرجه ابن ماجه (٣٨/١): في المقدمة: باب: فضل ابي بكر الصديق رقم (١٠١).

باں اس کھانے کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔اس ڈش کی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی خواتین میں بے مثل تھیں۔

☆ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت و شان کے خلاف الفاظ استعمال کیے، آپ نے اسے ڈانٹ پلائی اور کہا: اے مردود! تو اپنی زبان بند کر، تو زبان درازی کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دے رہا ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں۔

بَاب فَضْلِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 57: نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کی فضیلت

3826 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ ثِقَةً عَنِ الْحَكَمِ ابْنِ اَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ

متن حدیث: قَالَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ مَاتَتْ فُلَانَةُ لِبَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَجَدَ فَقِيلَ لَهُ اَتَسْجُدُ هٰذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمْ اٰيَةً فَاسْجُدُوْا فَاَيُّ اٰيَةٍ اَعْظَمُ مِنْ ذَهَابِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عکرمہ بیان کرتے ہیں: صبح کی نماز کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا' نبی اکرم ﷺ کی فلاں زوجہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے تو وہ سجدے میں چلے گئے' ان سے دریافت کیا گیا: آپ اس وقت میں سجدہ کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے: جب تم کوئی نشان دیکھو تو سجدہ کرلو! اس سے بڑی نشانی اور کیا ہوگی؟ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ (دنیا سے) رخصت ہو گئی ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے' اور ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

ازواج النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہن کا تعارف

متفقہ طور پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد گیارہ (11) ہے، جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد، (۲) حضرت عائشہ بنت ابی بکر، (۳) حضرت سودہ بنت زمعہ، (۴) حضرت حفصہ بنت عمر، (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ، (۶) حضرت اُمّ سلمہ، (۷) حضرت زینب بنت جحش، (۸) حضرت اُمّ حبیبہ، (۹) حضرت جویریہ، (۱۰) حضرت صفیہ، (۱۱) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن۔

حضرت خدیجہ کبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے حالات اوراق مذکورہ میں بیان ہو چکے ہیں جبکہ باقی امہات رضی

3826- اخرجہ ابوداؤد (۱/۳۱۱) كتاب الصلاة باب السجود عند الآيات رقم (۱۱۹۷)

اللہ عنہن کا تعارف سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۳۔ اُمّ المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام ونسب نامہ:

آپ کا نام: سودہ، باپ کا نام: زمعہ تھا اور نسب نامہ یوں ہے: حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیم بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قریشیہ عامریہ۔ آپ کی والدہ کا نام: شموس تھا اور ان کی طرف سے شجرہ نسب یوں ہے: حضرت سودہ بنت شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن خداس بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار انصاریہ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی حضرت سکران بن عمرو بن عبد شمس رضی اللہ عنہ سے ہوا، ان سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ زوجین بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، دونوں نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا اور دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

حبشہ سے مکہ واپسی پر آپ نے مسلسل دو خواب دیکھے: (۱) پہلا خواب یہ دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور آپ نے اپنا قدم مبارک ان کی گردن پر رکھا ہے، بیدار ہونے پر یہ خواب اپنے شوہر کو سنایا، انہوں نے اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا: عنقریب میں فوت ہو جاؤں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے نکاح کریں گے۔ (۲) دوسرا خواب یہ دیکھا کہ وہ ٹیک لگائے بیٹھی ہیں، آسمان سے چاند ان کی گود میں گر رہا ہے، بیدار ہونے پر یہ خواب بھی اپنے شوہر (سکران بن عمرو) سے بیان کیا، انہوں نے کہا: اگر آپ کا یہ خواب صحیح ہوا تو میں عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے نکاح کریں گے۔ چنانچہ اس خواب کے بعد وہ علیل ہو گئے اور چند دنوں میں وفات پا گئے۔ شوہر کے فوت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا، چار سو (۴۰۰) درہم مہر مقرر ہوا تھا اور ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس کے کئی مقاصد تھے (۱) اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی، (۲) امور خانہ داری انجام دینا، (۳) بیوہ خاتون کا سہارا بننا، (۴) حرم نبوی میں داخل ہو کر آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرنا۔ حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی عمر پچپن (۵۵) سال تھی اور اس عمر میں خاتون کو شوہر کے سہارا کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ کرتے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تاحیات پریشانی کا شکار رہتیں، در در کی خاک چھاننی پڑتی اور لوگوں کی بے جا باتیں سننا پڑتیں۔

حلیہ

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا طویل القامت، جسیم وفربہ، مکارم افعال اور محاسن اخلاق کی مالک تھیں، آپ

معاملہ فہم، دوراندیش اور خدمت گزار تھیں۔

اقارب:

آپ کے چند ایک اقارب کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ: باپ کی طرف سے حقیقی بھائی تھے، مسلمان ہوئے اور اعزاز صحابیت حاصل کیا۔

(۲) قرظہ بن عبد عمرو: ماں کی طرف سے آپ کے بھائی ہیں۔

(۳) مالک بن زمعہ رضی اللہ عنہ: آپ کے حقیقی بھائی تھے، قدیم الاسلام تھے اور انہوں نے اپنی زوجہ کے ہمراہ ہجرت حبشہ کی تھی۔

فائدہ نافعہ:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا خاندان قدیم الاسلام تھا، اکثر افراد نے ہجرت حبشہ کی، یہی بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا سبب بنی اور آپ نے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔

تعداد مرویات:

دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی طرح آپ بھی احادیث نبوی بیان کرنے میں نہایت محتاط تھیں۔ تاہم آپ کی مرویات کی تعداد پانچ (۵) ہے، ان میں سے ایک صحیح بخاری اور باقی چار کتب سنن میں موجود ہیں۔

وفات:

۵۴ھ کو مدینہ طیبہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں وفات پائی۔

۴- اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا تعارف

نام و شجرۂ نسب:

آپ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں، باپ کا نام: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور شجرہ نسب یوں ہے:

حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی رضی اللہ عنہا۔ آپ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی ماں کا نام: زینب بنت مظعون تھا، جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے ہوا، زوجین "السابقون الاولون"

میں شمار ہوتے ہیں، دونوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی تھی، شجاعت و بہادری میں اپنی مثال آپ تھے، ہجرت مدینہ کے بعد اعلاء کلمۃ الحق کے لیے زوجین غزوہ میں شامل ہوئے، غزوۂ اُحد میں شامل ہوئے تو حضرت خنیس رضی اللہ عنہ نے خوب جوہر شجاعت دکھائے، بالآخر دشمن کے نرغے میں آ گئے اور جام شہادت نوش کیا۔ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما بھی اس غزوہ میں شامل تھیں، اپنا سہاگ لٹتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن تحمل و بردباری کا دامن تھامے رکھا۔

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی بیوگی کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فکرمند رہنے لگے، انہوں نے سب سے قبل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نکاح کی پیشکش کی مگر وہ خاموش رہے، جس وجہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے، پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو نکاح کی پیشکش کی' کیونکہ ان دنوں میں حضرت رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تھا، انہوں نے جواب دیا: میرا فی الحال شادی کرنے کا خیال نہیں ہے، اس بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يتزوج حفصة من هو خير من عثمان و يتزوج عثمان من هي خير من حفصة ۔ (اسد الغابہ، ج: ۷، ص: ۶۷)

''حفصہ کا نکاح اس سے ہوگا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کی شادی اس سے ہوگی جو حفصہ سے بہتر ہے۔''

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حسب خواہش حضرت عثمان کا نکاح حضرت اُمّ کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بارے میں خاموش رہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: مجھے اس بات کا علم تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے مقاصد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح کرنے کے کئی مقاصد تھے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) اس نکاح کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے سسر کا درجہ دے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مساوی لا کھڑا کیا۔

(ii) خاندانی رشتہ قائم ہونے پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاندان نے دین و اسلام کی ترقی کے لیے خوب تعاون کیا، اسلام و دین کے وقار کو بلند و بالا کیا اور لوگوں کی نظروں میں اس خاندان کا وقار بڑھ گیا۔

اعزاء و اقارب:

اُم المومنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے خاندان کے کثیر لوگ ہیں، جو معزز و محترم ہیں اور ان میں سے چند ایک کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی، مسلمانوں کے خلیفہ ثانی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوئے، دس (۱۰) سال چھ (۶) ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے، تمام غزوات میں شرکت اور ۲۴ ذوالحجہ ۲۳ھ میں عجمی غلام ابولولو نصرانی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا اور مدینہ منورہ میں روضہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: آپ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی، اسلام کے سچے شیدائی و محب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں اور ۷۳ھ کو مکہ میں وصال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

۳- حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا: حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی والدہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ، سلسلہ شجرہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ میں جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے اور قبل از ہجرت مکہ معظمہ میں وصال ہوا۔

۴- حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ: اول الاسلام ہیں، حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے، ہجرت حبشہ اور ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل کیا، وفات کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بوسہ دیا، حضرت ابراہیم بن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت ان کی قبر کے پاس بنا کر فرمایا تھا: "**الحق بالسلف الصالح منه**"

مرویات:

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا روایت حدیث میں احتیاط سے کام لیتی تھیں، آپ کی مرویات کی تعداد ساٹھ (۶۰) تک پہنچتی ہے، چار روایات متفق علیہ ہیں، چھ (۶) روایات صحیح مسلم میں ہیں اور پچاس (۵۰) روایات مختلف کتب احادیث کی زینت بنیں۔

وفات

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ۴۱ھ یا ۴۵ھ کو مدینہ طیبہ میں فوت ہوئیں اور وہیں مدفون ہوئیں۔

۵- حضرت ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب نامہ:

آپ کا نام زینب، باپ کا نام خزیمہ تھا اور نسب نامہ یوں ہے: ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہلالیہ۔ آپ امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے ایک ہیں، خدمت خلق وعبادت تصور کرتی تھیں، زمانہ جاہلیت میں ام المساکین کی کنیت سے مشہور تھیں، کیونکہ آپ غربا، ومساکین پر بہت مہربان تھیں۔

حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں:

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے نکاح کے بارے میں سیرت نگاروں کے مختلف اقوال ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(i) آپ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

(ii) آپ طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔

(iii) آپ حضرت حصین یا طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔

(iv) طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں، ان کی طلاق کے بعد حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کی زوجیت میں آئیں، جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔

بہرکیف اس کے بعد رمضان المبارک ۳ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور اس طرح انہیں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت آپ کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی۔

صبر واستقامت:

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا مجاہدہ واستقلال کا مجسمہ تھیں، ہمیشہ تحمل وثابت قدمی کا مظاہرہ کیا، پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں اور شوہر ثانی حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے مگر آپ کے صبر واستقلال میں فرق نہ آیا، ان کے زخمی دل پر مرہم رکھنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور اس طرح انہیں زندگی میں اطمینان وسکون اور عزت ووقار کی دولت میسر آئی۔

زوجیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت:

اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہونے کے بعد آپ کتنا عرصہ بقید حیات اور خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہیں؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(i) دو مہینے، (ii) تین مہینے، (iii) چھ مہینے، (iv) آٹھ مہینے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا مقصد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت ازواج کے حوالے سے مستشرقین کی طرف سے خواہش پرستی کا الزام عائد کیا جاتا ہے، جو بے بنیاد اور حقیقت کے خلاف ہے۔ اگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد خواہش پرستی ہوتا تو ساٹھ (۶۰) سالہ خاتون سے نکاح کی بجائے کسی دوشیزہ لڑکی سے نکاح کرتے مگر حق بات تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل میں ''رحمۃ للعلمین'' کی جھلک نمایاں ہے۔

حق بات تو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کے ذریعے ایک طرف حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

کے زخموں پر مرہم رکھا' ان کو ڈھارس بندھائی اور دوسری طرف مجاہدین اسلام کو یہ یقین دلایا کہ ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ دین اسلام کی سربلندی کے لیے ان کی شہادت کے بعد ان کے اہل وعیال بے یارو مددگار نہیں رہیں گے بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر ان کی معاونت کی جائے گی اور ان کی ہر پریشانی دور کی جائے گی۔

وفات:

۴ھ کو آپ کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی، عمر مبارک ساٹھ (۶۰) سال چند ماہ تھی، جنۃ البقیع کے ''قبہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں مدفون ہوئیں مگر حکومت نے اس قبہ کو مکمل طور پر شہید کر دیا ہے۔

۶- اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام ہند اور کنیت: اُمّ سلمہ تھی۔ شجرہ نسب یوں ہے: اُمّ سلمہ بنت ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی۔ آپ راسخ الاسلام، عابدہ وزاہدہ، مجاہدہ اسلام اور صبر و بردباری کا پیکر تھیں۔ صداقت وامانت اور خلوص و اخلاق میں اپنی مثال آپ تھیں۔

زوجیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں:

حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے سے قبل آپ کا نکاح حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم سے تھا۔ زوجین کا شجرہ نسب عبداللہ بن عمرو مخزومی میں جا کر مل جاتا ہے۔

زوجین قدیم الاسلام وراسخ الاسلام، حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت برہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند تھے، نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ دونوں باہم رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت ابوسلمہ اور حضرت اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے اسلام کے لیے مصائب وآلام برداشت کیے، حفاظت اسلام کے لیے ہجرت حبشہ کی، پھر زوجین مکہ واپس آ گئے، پھر ہجرت مدینہ کرتے وقت بڑی پریشانیاں برداشت کرنا پڑیں۔ جب بچوں سمیت ہجرت مدینہ کے قصد سے نکلے تو ابوسلمہ کے اہل خانہ نے ان کے بچے سلمہ کو یہ کہہ کر ان کے ساتھ جانے سے روک لیا کہ تم جہاں جانا چاہتے ہو جاؤ لیکن بچہ جو ہمارے خاندان کا چشم و چراغ ہے اسے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔ اسی طرح اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے اہل خانہ نے بھی انہیں شوہر کے ساتھ جانے سے روک لیا، انہوں نے کہا: یہ لڑکی ہمارے خاندان کی عزت ہے، لہٰذا ہم اسے خاوند کے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔ اس طرح بیوی اور بچے چھن جانے کے باوجود حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے سفر ہجرت ترک نہ کیا اور جس قصد کے لیے نکلے تھے اسے پورا کیا۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا وقتی طور پر مکہ میں رہیں، بچوں سے علیحدگی اور نیک سیرت شوہر کے ہجرت کر جانے کی وجہ سے انہیں کئی تکالیف سے دوچار ہونا پڑا، وہ ان دنوں میں ایک دفعہ بھی سکون کی نیند نہ سو سکیں۔ آپ روزانہ اس مقام پر آ کر بیٹھ جاتیں

جہاں ان کے شوہر کو الگ کیا گیا تھا، وہ علیحدگی میں بیٹھ کر خوب آنسو بہاتی تھیں اور یہ سلسلہ ایک سال تک جاری رہا، حتیٰ کہ ان کے سنگ دل اعزاء واقارب نے انہیں بچہ واپس کر دیا اور ہجرت مدینہ کی بھی اجازت دے دی۔ ہجرت مدینہ کی اجازت ملنے پر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں اور مدینہ کی طرف تنہا عازم سفر ہو گئیں۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ خواہ اس وقت دولت اسلام سے مالا مال نہیں ہوئے تھے لیکن بیت الحرام کے کلید بردار تھے اور نرم دل انسان تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا تنہا سفر کرنا انہیں پسند نہ آیا، اس لیے وہ ان کے ساتھ عازم سفر ہو گئے، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود ساتھ پیدل چلتے رہے، جب کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تو الگ ہو کر بیٹھ جاتے، روانہ ہوتے وقت پھر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود ساتھ پیدل چلتے رہتے، سفر جاری رہا حتیٰ کہ دور سے مدینہ کی آبادی نظر آنے لگی۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اُمّ سلمہ! جس شہر میں آپ جانا چاہتی ہیں وہ سامنے نظر آ رہا ہے، آپ آگے بڑھیں اور میں یہاں سے واپس جاتا ہوں، یہ بات کہہ کر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ واپس پلٹ گئے اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا مدینہ کی جانب روانہ ہو گئیں۔ پھر وہ اچانک اپنے بچے سمیت اپنے شوہر سے جا ملیں۔ اس طرح زوجین ذوالہجرتین کہلائے، کیونکہ دونوں نے اسلام پر ثابت قدم رہنے کے لیے پہلے ہجرت حبشہ کی پھر ہجرت مدینہ کی۔

غزوات میں شرکت:

حضرت ابوسلمہ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما نہایت جری و بہادر تھے، دونوں نے غزوات میں شرکت کی، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا مجاہدین کی خدمت کرتیں، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تلوار کے ذریعے شجاعت کے جوہر دکھاتے، غزوۂ اُحد کے موقع پر آپ شدید زخمی ہوئے، وقتی طور پر وہ زخم بھر گئے لیکن ایک معرکہ میں شرکت سے واپسی پر زخم دوبارہ تازہ ہو گئے اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ ۴ ہجری میں وفات پا گئے۔ وفات کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پاس موجود تھے، اپنے دست اقدس سے ان کی آنکھیں بند کیں اور ان کے لیے دعاء مغفرت فرمائی۔ وفات کے وقت حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

اللھم اخلفنی فی اھلی بخیر۔ اے پروردگار! میرے خاندان کی بہتر طریقہ سے نگرانی فرمانا۔

وفات کے وقت حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے چار بچے تھے: (i) حضرت زینب، (ii) حضرت سلمہ، (iii) حضرت عمرو، (iv) حضرت درہ رضی اللہ عنہم، اولاد کی وجہ سے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا پریشان ہو گئیں، انہوں نے دوسرے نکاح کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا، ان کا خیال تھا کہ میرے نیک سیرت شوہر کے سوا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے مگر انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آ گیا:

مامن مسلم تصیبہ مصیبۃ فیسترجع ویقول: اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلفنی خیراً منھا الاخلف اللہ لہ خیر منھا۔

جب کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کہتا ہے: انا للہ وانا الیہ راجعون، اور یہ دعا کرتا ہے: اے پروردگار! اس مصیبت پر مجھے ثواب عطا کر اور تو مجھے اس کا نعم البدل عطا کر۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس دعا کو بطور وظیفہ اپنا لیا، جب دعائیہ کلمات ادا کرتے وقت کہتیں کہ مجھے اس سے بہتر عطا کر، تو ساتھ ہی غور کرتیں کہ میرے نیک خوشوہر سے بہتر شوہر کون ہو سکتا ہے؟ تاہم ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر پڑھتی رہیں۔ پھر یہ بھی کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے: جو میت کے سرہانے موجود ہو وہ اچھی دعا مانگے، کیونکہ اس وقت جو بھی دعا مانگی جاتی ہے، فرشتے آمین کہتے ہیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے وصال کرنے کے بعد حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا ہے، ان کی جدائی میں، میں کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھا کرو: **اللھم اغفرلی ولہ واعقبتی عقبۃ حسنۃ**۔ اے پروردگار! تو میری اور ان کی بخشش فرمادے اور میری آخرت بہتر کردے۔

اس کے بعد حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس دعا کو اپنا معمول بنا لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر انہیں شوہر عطا کر دیا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہو کر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہو گئیں۔

نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل:

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے تعزیت کی، غم کو تسکین میں بدلنے، مصیبت و پریشانی ختم کرنے اور بہترین عوض عطا کرنے کی دعا کی۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے یکے بعد دیگرے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغامِ نکاح بھیجا، جو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے پیغامِ نکاح بھیجا، جس کے جواب میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "مرحبًا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مگر انہوں نے معذرت خواہانہ انداز میں عرض کیا: میں معمر ہوں، میرے ساتھ میرے یتیم بچے ہیں اور میرے جذبات رقابت بہت شدید ہیں۔ انہوں نے یہ بھی عرض کیا: میرا یہاں کوئی ولی نہیں ہے، جو میری شادی کرائے۔" اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی ان باتوں کی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہیں اس سے زیادہ غصہ ہو گئے جتنا کہ وہ اپنے پیام کے ٹھکرا جانے سے ہوئے تھے۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: میں تم سے عمر میں بڑا ہوں، تمہارے یتیم بچوں کی پرورش اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے بچے میرے بچے ہیں" اور رہی بات تمہارے جذبات رقابت کے شدید ہونے کی تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس بات کو تم سے دور فرمائے اور جو تم نے اپنے اولیاء کے متعلق ذکر کیا تو تمہارے اولیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو مجھے ناپسند کرے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد حضرت سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لڑکے سلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "زوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میری شادی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرادو۔ تو انہوں نے ان کی شادی کر دی۔ یہ نکاح شوال المکرم ۴ ہجری میں ہوا اور ان کا مہر ایسا سامان مقرر ہوا جس کی قیمت دس درہم سے کم تھی۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، جلد ثانی، ص ۴۰)

مقصد نکاح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس کے کئی مقاصد تھے جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- اس نکاح کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف اپنے ایک عظیم مرد مجاہد صحابی اور رضاعی بھائی کے یتیم و بے سہارا بچوں اور ان کی بیوہ کو تحفظ و سہارا عطا فرمایا، وہیں دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عظیم مشن کے لیے جس قسم کی بلند ذہن و ہمت زوجات (رضی اللہ عنہن) کی ضرورت تھی اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اس کے مطابق بالکل کھری ثابت ہوئیں۔

۲- زندگی میں ایک ایسا مشکل ترین مرحلہ آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مشورہ فرمایا اور ان کے مشورے نے نہ صرف مسئلہ کو حل کر دیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انتہائی کڑی آزمائش سے بھی بچالیا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے: ذی قعدہ ۶ھ کی بات ہے صلح حدیبیہ کی شرائط مسلمانوں کو اپنی توہین نظر آرہی تھی۔ وہ اس بات کو اپنے لیے ذلت و رسوائی کا باعث محسوس کررہے تھے کہ وہ بغیر عمرہ کیے مدینہ طیبہ واپس لوٹ جائیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حلق کرا کر احرام کھولنے کا حکم صادر فرمایا تو مسلمانوں نے اس پر عمل کرنے میں تھوڑا سا توقف کیا۔ یہ گھڑی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت ہی نازک گھڑی تھی۔ جو لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اپنا تن من دھن نثار کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے بلکہ جنہوں نے متعدد مقامات پر بے مثال قربانیاں بھی دی تھیں، آج ان کی قربانیاں ضائع ہونے کے قریب تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ایک کام کا حکم دے رہے تھے اور وہ اس پر عمل کرنے میں توقف سے کام لے رہے تھے۔ اس اہم اور نازک ترین مرحلہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: لوگ ہلاک ہو گئے، میں انہیں حکم دے رہا ہوں اور وہ اس پر عمل نہیں کررہے ہیں۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلے کا حل فوراً تلاش کر لیا۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، آپ لوگوں کے سامنے خود حلق کرائیں، جب لوگ آپ کو ایسا کرتے دیکھیں گے، تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ خدائی فیصلہ ہے، اس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں تو آپ کی اقتداء میں وہ حلق کرانے میں ذرا برابر بھی توقف نہیں کریں گے۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا اندازہ بالکل صحیح اور آپ کا مشورہ بالکل فٹ اور صائب نکلا۔ جونہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حجام کو حکم دیا کہ وہ آپ کے سر مبارک کے بال کاٹے تو مسلمانوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک دوسرے سے مسابقت شروع کر دی اور حلق کرا کر احرام کو کھول دیا۔

۳- جن حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا کوئی بھی انصاف پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس شادی کا مقصد ایک بیوہ اور چار یتیم بچوں کی ماں کی دلجوئی کرنے اور انہیں تحفظ و سہارا فراہم کرنے کے علاوہ کچھ اور تھا۔

۴- سیرت نگاروں کے مطابق جب حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا حبالہ عقد میں آئیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو جو کہ اس زمانہ میں وفات پا گئی تھیں، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے رہنے کے لیے مقرر فرمایا اور جب حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اس میں داخل ہوئیں تو ایک چھوٹا گھڑا دیکھا جس میں تھوڑے سے جو تھے' ایک پتھر کی ہانڈی اور ایک چکی دیکھی۔ چکی میں تھوڑے سے جو ڈال کر آٹا پیسا' میدہ تیار کیا اور کھانا تیار کیا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بطور ولیمہ یہی کھانا پیش کیا۔

حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا کے اقارب:

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دو لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں، جن کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

۱- حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما: ۲ھ میں آپ پیدا ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین اور فارس کا حاکم مقرر کیا، ۸۳ھ میں بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابوامامہ بن سہل اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

۲- حضرت سلمہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت امامہ بنت امیر حمزہ رضی اللہ عنہما کا نکاح کر دیا تھا، عبدالملک کے زمانہ میں وفات پائی اور روایت احادیث کا سلسلہ ان سے جاری نہیں ہوا۔

۳- حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما: آپ حبش میں پیدا ہوئیں جب والدین عازم ہجرت ہو کر حبشہ میں تھے، حضرت عبداللہ بن زمعہ بن الاسود الاسدی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا، اپنے زمانہ کی سب خواتین سے زیادہ فقیہ تھیں۔ زمانہ بچپن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وقت قریب ہوئیں جب آپ غسل فرما رہے تھے، آپ نے شفقت سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے جس کی برکت سے تاحیات چہرے کی خوبصورتی باقی رہی۔ ان کے دو صاحبزادے تھے اور دونوں یوم الحرہ میں قتل کیے گئے تھے جس پر انہوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون ○ اس کے بعد آپ بہت پریشان ہوئیں اور ظاہری سہارا چھن جانے کی وجہ سے تاحیات پریشانی کا شکار رہیں۔

۴- حضرت اُم کلثوم بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما: ان کے حوالے سے حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے نجاشی کی موت اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشین گوئی کی تھی۔

۵- حضرت درہ بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما: صحیح بخاری کے مطابق ایک دفعہ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ حضرت درہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا پسند کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: درہ میری ربیبہ ہیں، اگر وہ ربیبہ نہ بھی ہوتیں تب بھی میرا ان سے نکاح درست نہ ہوتا، کیونکہ ان کا باپ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ میرا رضاعی بھائی تھا۔

۶- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: آپ کی والدہ محترمہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صاحبہ

تھیں، قبول اسلام سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے دشمن تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے، فتح مکہ سے قبل مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ان کی مخالفت اور گستاخیاں معاف کردی گئیں۔ آپ غزوہ حنین، فتح مکہ اور غزوہ طائف میں شامل ہوئے۔ غزوہ طائف میں تیر لگنے سے شہید ہوئے۔

۷- حضرت عامر رضی اللہ عنہ: حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور مؤلف القلوب لوگوں میں سے ایک تھے۔

۸- حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ: آپ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شاہ یمن حارث بن عبد کلال حمیری کی طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا، زکوٰۃ وصدقات کے محصل بھی رہے، صدف کے عامل رہے، حضر موت کا قلعہ بخیر فتح کیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یمن کی طرف اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا تھا۔

۹- حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ: آپ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی ہیں اور ان کی وفات کے موقع پر حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حسب ذیل اشعار کہے تھے:

(i) یاعین فابکی الولید ابن الولید بن المغیرۃ

(ii) قد کان غیثا فی السنین ورحمۃ فینا وھیرۃ

(iii) صخم الہ سعیہ ماجدا یسموا الی طلب الوتیرۃ

(iv) مثل الولید بن الولید الی الولید کفی العشیرۃ

مرویات:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا روایت احادیث میں نہایت درجہ کی محتاط تھیں، آپ کی مرویات کی تعداد تین سو اٹھہتر (۳۷۸) ہیں، تیرہ احادیث متفق ہیں یعنی صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہیں، تین روایات صرف صحیح بخاری میں، تیرہ (۱۳) احادیث صرف صحیح مسلم میں ہیں جبکہ باقی احادیث مبارکہ مختلف کتب کی زینت ہیں۔

وفات:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ۶۲ھ میں وفات پائی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ وصال کے وقت عمر مبارک چوراسی (۸۴) سال تھی۔

(ماخوذ از سیرت امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن، صفحہ: ۱۷۰ تا ۱۸۲، مصنف علامہ محمد ممتاز عالم مصباحی)

۷- اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: زینب، کنیت: اُمّ الحکم، باپ کا نام: جحش تھا۔ شجرہ نسب یوں ہے: زینب بنت جحش بن ایاب بن یعمر بن صبیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن خزیمہ الاسدی رضی اللہ عنہا۔

آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہا تھا، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ ابتداً آپ کا نام ''برہ'' تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام تبدیل کر کے ''زینب'' تجویز فرمایا۔

پہلا نکاح:

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ تھیں، اہل عرب کے ہاں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا، اس کی مطلقہ سے باپ نکاح نہیں کر سکتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو یہود و نصاریٰ اور منافقین کی طرف سے نہ تھمنے والا اعتراضات کا سلسلہ شروع ہو گیا کہ مسلمانوں کے نبی عجیب طبیعت کے مالک ہیں کہ پہلے انہوں نے اپنے منہ بولے بیٹے سے حضرت زینب بنت جحش کا نکاح کیا، پھر ان کے طلاق دینے پر خود ان سے نکاح کر لیا، یہ نکاح باپ کے لیے جائز نہیں ہو سکتا۔

یہ سب لوگ اپنی جہالت پر مبنی گفتگو کے باعث طوفان بدتمیزی برپا کر رہے تھے، اپنے متبنیٰ کی مطلقہ سے باپ کا نکاح جائز نہ ہونے کی رسم زمانہ جاہلانہ تھی، اللہ تعالیٰ نے دوسری رسومات کی طرح اس رسم کو بھی ختم کر دیا تھا، حکم خداوندی پر عمل کرتے ہوئے بلکہ حکم الٰہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ تاہم حقیقی بیٹے کی مطلقہ سے باپ نکاح نہیں کر سکتا مگر متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے۔

متبنیٰ کی مطلقہ سے باپ کا نکاح جائز ہونے اور حقیقی بیٹے کی مطلقہ سے ممانعت کے حوالے سے چند ایک شواہد حسب ذیل ہیں:

۱- ارشاد ربانی ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ

(الاحزاب ۵)

''تم انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہ زیادہ قرین انصاف ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر تمہیں علم نہ ہو ان کے باپوں کا تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں۔''

۲- ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ (الحجرات ۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور تمہیں مختلف قوموں میں تقسیم کر دیا اور مختلف خاندانوں میں، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سے زیادہ معزز اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

بیشک اللہ علیم اور خبیر ہے۔''

۳-اعلان خداوندی ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَامُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًاo (الاحزاب:۳۶)

''نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔''

۴-وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَااللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ج وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ط (الاحزاب:۳۷)

''اور اے محبوب یاد کرو! تم فرماتے تھے اسے جسے اللہ نے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا ڈر رکھو۔''

۵-حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

اوحى الله تعالٰى ما اوحى الله تعالٰى به ان زينب سيطلقها زيد و تتزوجها بعد عليه الصلوٰة والسلام الى هٰذا ذهب اهل التحقيق من المفسرين كالزهرى وبكر بن علاء والقشيرى والقاضى ابوبكر بن العربى وغيرهم . (روح المعانی بحوالہ ضیاء القرآن، ج:۴،ص:۶۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی کہ حضرت زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کریں گے۔ اسی بات کی طرف مفسرین اہل تحقیق مثلاً زہری، بکر بن علاء، قشیری اور قاضی ابوبکر بن عربی وغیرہم گئے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی تفصیل:

منقول ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اور زینب رضی اللہ عنہا کو میرے لیے پیام دو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لیے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس حکمت و مصلحت کے تحت خاص فرمایا تھا تاکہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ شادی حضرت زید رضی اللہ عنہ کی رضا اور خوشی کے بغیر زبردستی کی گئی ہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اب زید کے دل میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی کوئی رغبت اور خواہش نہیں ہے اور وہ اس شادی کے لیے راضی ہیں۔ نیز حضرت زید رضی اللہ عنہ کو خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت پر ثابت قدم رکھنا اور اللہ عزوجل کے حکم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو راضی رکھنا بھی ثابت فرمانا تھا' کیونکہ یہ محل انتہائی نازک ہوا کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے تشریف لے گئے وہ

فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا تو وہ میری آنکھوں میں ایسی بزرگ خاتون معلوم ہوئیں کہ میں ان کی طرف نظر تک نہ اٹھا سکا۔ پھر میں گھر کی طرف پشت کر کے الٹے قدم ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: زینب تمہیں خوشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے، میں آپ کے لیے تمہیں پیغام نکاح دوں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: "ما کنت لأحدث شياحتى أو امر ربي عزوجل" میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی یہاں تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے مشورہ نہ کرلوں۔ اس کے بعد وہ اٹھیں اور مصلّی پر پہنچیں اور سر کو سجدہ میں رکھا اور بارگاہ بے نیاز میں عرض و نیاز کی۔ بعض روایتوں کے مطابق دو رکعت نماز پڑھ کر سجدے میں گئیں اور بارگاہ خدا میں یہ عرض کیا: اے خدا! تیرا نبی میری خواستگاری فرماتا ہے، اگر میں ان کی زوجیت کے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دیدے۔ چنانچہ اسی وقت ان کی دعا کو اللہ عزوجل نے قبول فرما لیا اور یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰکَهَا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِهِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَرًا ؕ (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: ''پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی (یعنی طلاق دینے کی خواہش پوری ہوگئی) تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی تا کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کی بیبیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے (یعنی جب وہ انہیں طلاق دے دیں) اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے۔'' (کنزالایمان)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے۔ چند لمحہ کے بعد تشریف لائے اور مسکرا کر فرمایا: کون ہے، جو زینب کے پاس جائے اور انہیں خوشخبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو میری زوجیت میں دے دیا ہے اور مذکورہ آیت مقدسہ کی تلاوت فرمائی۔ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، دوڑیں اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دی اس خوشخبری کو سنانے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا کو اپنے وہ سارے زیورات عطا فرما دیے جو انہوں نے خود پہن رکھے تھے اور سجدہ شکر بجا لائیں اور نذر مانی کہ دو مہینے کے روزے رکھوں گی۔

مروی ہے کہ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے کہ وہ برہنہ سر تھیں (اس وقت تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے خطبہ اور بغیر گواہ کے فرمایا: ''الله المزوج و جبرئيل الشاهد'' اللہ نکاح کرنے والا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام گواہ ہیں۔ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ ولیمہ کے کھانا کے طور پر روٹی اور گوشت تیار کیا اور لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ ایسا ولیمہ ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ کے لیے نہیں کیا تھا۔

سوال: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی شادی کی تاریخ کیا تھی؟

جواب: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کس سن میں شادی کی؟ اس سلسلہ میں کئی اقوال ملتے ہیں۔

حضرت ابن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معمر بن مثنی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں:

"تزوجها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم سنة ثلاث من الهجرة بالمدينة، وقيل: سنة أربع وقيل: سنة خمس هي يومئذ بنت خمس و ثلاثين سنة."

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے) مدینہ منورہ میں ۳ھ میں شادی کی اور کہا گیا ہے کہ ۴ھ میں اور کہا گیا ہے کہ ۵ھ میں اور اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۵ سال تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فضل و کمال:

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے فضل و کمال کثیر ہیں، جو قرآن و سنت میں مذکور ہیں۔ تاہم ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- غریبوں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں میں صدقہ و خیرات کرنا، آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأيت قط خيرا في الدين من زينب وأتقى الله و اصدق حديثًا و اوصل للرحم واعظم امانة و صدقة . (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، ج: ۷، ص: ۱۲۸)

"میں نے زینب سے زیادہ کسی عورت کو دین کے معاملہ میں بہتر، اللہ سے ڈرنے والی، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی، امانتدار اور صدقہ کرنے والی نہیں دیکھی۔"

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: ذهبت حميدة مفيدة مفروعة اليتامى و الاراحل۔ پسندیدہ خصلت والی، فائدہ دینے والی، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنے والی دنیا سے رخصت ہوگئی۔

۳- حضرت اُمّ المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے اوپر آیت حجاب نازل ہوئی، جو یہ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ (الاحزاب: ۵۳) "اے ایمان والو! تم نبی (علیہ السلام) کے گھروں میں مت داخل ہو۔"

۴- تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے نکاح ان کے اولیاء نے کیے جبکہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے خود کیا۔ چنانچہ آپ فخر سے فرمایا کرتی تھیں:

زوجكن اهلوكن وزوجني الله تعالى من فوق سبع سموات .

(امام محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۱۱، ص ۲۰۱)

"تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا تھا۔"

۵- آپ کی عظمت وشان کے حوالے سے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تین خصوصیات زینب کو عطا کیں جو دوسری ازواجِ مطہرات کو عطا نہیں ہوئیں: (i) میرے اور تمہارے دادا ایک ہیں۔ (ii) میرا نکاح آسمان میں ہوا۔ (iii) حضرت جبرائیل علیہ السلام نکاح کے سفیر و گواہ بنے۔

۶- اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا تمام ازواجِ مطہرات میں بے مثل تھیں، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **لم یکن احد من نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسامینی فی حسن المنزلۃ عندہ الا زینب بنت جحش۔** (اسد الغابہ فی تمیز الصحابۃ، ج: ۷، ص: ۱۲۷)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے سوائے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے آپ کی بارگاہ میں حسن مقام کے اعتبار سے میری ذات کے برابر کوئی نہیں تھیں۔

۷- ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اس وقت سخت ڈانٹ پلائی جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت بات کی تھی، فرمایا: تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح گفتگو کرتی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! انہیں کچھ نہ کہو: **انہا لاواھۃ** یعنی یہ بہت خوف رکھنے والی ہیں، کسی شخص نے عرض کیا: **یا رسول اللہ! ما الاواہ؟** یارسول اللہ! اواہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: **الخاشع فی الدعاء والتضرع الی اللہ۔** دعا میں خشوع کرنے والا اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑانے والا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: **ان ابراھیم لاواہ حلیم۔**

۸- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا: **اولکن لحقابی اطولکن یداً** ۔ آپ لوگوں میں سے سب سے قبل (بعد از وصال) مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ دراز ہوں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے تمام امہات المؤمنین کے ہاتھ ناپنے شروع کر دیے تاکہ معلوم ہو کہ دراز ہاتھ معلوم کیا جائے، پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **وکانت اطولنا یداً زینب، انہا کانت تحمل بیدھا و تتصدق،** اور ہم میں سے زینب ہاتھ کے اعتبار سے سب سے دراز تھیں، کیونکہ وہ دستکاری کرتی تھیں اور صدقہ و خیرات کرتی تھیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم ایک زوجہ کے گھر جمع ہوئیں، اپنے ہاتھوں کو دیوار پر دراز کیا تاکہ دراز ہاتھ معلوم ہو سکے، پھر مسلسل ایسا کرتی رہیں حتیٰ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا، آپ چھوٹے قد کی خاتون تھیں، ہم سے طویل ہرگز نہیں تھیں، تو اس وقت ہم نے معلوم کیا درازی ید سے مراد بکثرت صدقہ و خیرات کرنا ہے۔

مرویات:

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مرویات گیارہ ہیں، جن میں سے دو متفق علیہ ہیں یعنی وہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہیں جبکہ نو (۹) مختلف کتب احادیث میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اعزاء واقارب

اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے چند ایک اقارب کا مختصر مگر جامع تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ: آپ قدیم الاسلام تھے، ہجرت حبشہ وہجرت مدینہ دونوں کیں، ۲ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن نخلہ کی طرف مہاجرین کا امیر بنا کر روانہ کیا، غزوہ بدر اور غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے، سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے، دونوں بیک وقت ایک قبر میں مدفون ہوئے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ اُحد سے قبل حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: آؤ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی اپنی آرزو کی دعا کرتے ہیں، میں نے کہا: ٹھیک ہے، ہم دونوں ایک طرف ہو گئے، پہلے میں نے دعا کی: اے اللہ! جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ آور ہونے میں طاقتور ہو اور دفاع میں بھی پوری قوت کا مالک ہو، میں اور وہ لڑیں، میرا لڑنا مرنا تیرے لیے ہو، مجھے فتح حاصل ہو، میں اسے قتل کر دوں اور اس کے سامان پر قبضہ کرلوں۔ اس دعا پر عبداللہ نے کہا: آمین۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یوں دعا کی: **اللھم ارزقنی غدا رجلا شدیدا باسه شدید احروه اقاتله فیك ویقاتلنی فیقتلنی ثم یأخذنی فیجدع أنفی واذنی فاذا لقیتك قلت یا عبداللہ فیم جدع انفك واذنك فأقول فیك وفی رسولك فتقول صدقت۔**

اے پروردگار! کل ایسے آدمی سے میرا مقابلہ ہو جو حملہ آور ہونے اور دفاع کرنے میں پوری قوت کا مالک ہو، ہم دونوں لڑیں مگر میرا لڑنا تیری رضا کے لیے ہو، پھر وہ مجھے قتل کر ڈالے، پھر مجھے پکڑے، میرے کان اور ناک کاٹ ڈالے۔ جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو دریافت کرے کہ تیرے کان اور ناک کیوں کاٹے گئے تھے؟ میں جواباً عرض کروں: تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں، تب تو فرمائے: تو سچ کہتا ہے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی اور وہ اسی کیفیت میں شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے دور کے ایک بلند خیال شاعر تھے، آپ کے کہے ہوئے اشعار میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ تعدون قتلا فی الحرام عظیمة　　　واعظم منه لو یری الرشد، ارشد

حرمت کے دنوں میں تم قتل کو برا تصور کرتے ہو مگر عقلمند کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ قتل سے بڑا جرم بھی ہے۔

۲۔ صدودکمو عما یقول محمد　　　وکفر به واللہ راء و شاهد

کہ تم لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے منع کرتے ہو جبکہ خود کفر پر ڈٹے ہوئے ہو، اللہ تعالیٰ تمہاری حالت سے آگاہ ہے۔

۳۔ واخراجکم من مسجد اللہ اهله　　　لئلا یری للہ فی البیت ساجد

کہ تم نے مسلمانوں کو بیت اللہ سے نکال باہر کیا حتی کہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے والا ایک بھی باقی نہ رہا۔

۴۔ فانا وان غیر تمونا بقتله　　　وارجف بالاسلام باغ وحاسد

اگر چہ تم اس قتل پر ہمیں الزام دیتے ہو اور اسلام کے ہر باغی و حاسد نے بہت زہر بھی اگلا ہے۔

۵-سقینا من ابن الحضرمی رماحنا بنخلة لما اوقد الحرب واقد

مگر بات یہ ہے کہ جب جنگجو نے جنگ کی آگ جلائی تب بھی ہم نے نخلہ میں اپنے نیزے کو ابن الحضرمی کے خون سے سیراب کیا۔

۲-ابو احمد عبداللہ رضی اللہ عنہ: آپ ممتاز شاعر تھے، دونوں ہجرتوں کا اعزاز حاصل کیا، نابینا تھے مگر صاحب فراست، فارعہ بنت ابوسفیان اموی ان کے نکاح میں تھیں، اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ۲۰ھ میں وفات پائی۔

آپ ایک امتیازی شان وخیال کے شاعر تھے اور ہجرت کے حوالے سے ان کے چند ایک اشعار حسب ذیل ہیں:

۱-لما راتنی اُمّ احمد غادیا بذمة من اخشی بغیب وأرهب

جب میری بیوی اُمّ احمد نے دیکھا کہ میں توکل علی اللہ سفر کرنے کو تیار ہوں، وہ جس سے میں دیکھے بغیر ڈرتا ہوں۔

۲-الی اللہ وجهی والرسول ومن یقم الی اللہ یوما وجهه لایخیب

میرا چہرہ خدا اور رسول کی طرف ہے، جس نے آج اپنا رخ خدا کی طرف کرلیا وہ گھاٹے میں نہیں ہے۔

۳-مستعلم یوما أینا اذا تزایلوا وزیل امر الناس للحق اصوب

عنقریب اس دن جب مسلم اور غیر مسلم کی جماعت بندی کی جائے گی، دشمن کو معلوم ہو جائے گا کہ حق پر کون ہے۔

۴-فأی بنت اخت بعد نایا مننکم وایة صهر بعد صهری مرقب

بتاؤ اب ہمارے بعد کونسا بھانجا ہوگا جو تم پر بھروسہ کرے گا اور کون سا داماد ہوگا جو تم سے کامیابی کی امید رکھے گا۔

۳-عبیداللہ بن جحش: اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کا بھائی تھا، اپنے بھائیوں سے مل کر حبش چلا گیا تھا، شرابی تھا، عیسائی مذہب تھا اور وہیں ہلاک ہو گیا۔

۴-اُمّ حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا: حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ تھیں جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔

۵-حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا: حضرت اُمّ المؤمنین کی ہمشیرہ تھیں، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، محمد اور عمران دونوں ان کے بیٹے تھے۔

وفات:

آپ ۲۰ھ میں پچاس سال کی عمر میں وفات پائی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (ماخوذ از سیرت امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن از صفحہ: ۱۹۴ تا ۲۳۸، مصنف علامہ محمد ممتاز عالم مصباحی)

۸- اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: رملہ بنت حرب یا ہندہ تھا، کنیت: اُمّ حبیبہ، نام کی بجائے کنیت سے زیادہ مشہور تھیں۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے اُمّ حبیبہ رملہ بنت حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ آپ مومنہ کاملہ، پاک دامن وذی تقویٰ، حمیدہ صفات، فیاض و بلند ہمت خاتون تھیں۔ والدہ کا نام: صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس تھا، جو خلیفہ ثالث امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان بن العاص رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں اور اسلام کی شدید دشمن تھیں۔

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے سے قبل حضرت عبداللہ بن جحش الہندی رضی اللہ عنہ کے بھائی عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ نہایت قدیم الاسلام تھیں، اپنے والدین واعزاء اقرباء اور وطن کی قربانی دے کر اپنے شوہر کی معیت میں حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی۔ عبید اللہ بن جحش حبشہ پہنچا، وہاں عیسائیوں کے ساتھ نشست و برخواست کا سلسلہ شروع کر دیا، ان سے متاثر ہو کر عیسائیت کو قبول کر لیا اور اسی مذہب پر رہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا۔ اس کے برعکس اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا دین اسلام پر ثابت قدم رہیں اور عبید اللہ بن جحش کی کوشش کے باوجود اسلام کو نہ چھوڑا۔ شوہر کے الگ ہو جانے پر آپ پریشان ہوئیں، حبیبہ نام کی ایک بیٹی تھی، آپ بچی کو لے کر مکہ مکرمہ ہرگز نہیں جا سکتی تھیں، کیونکہ والدین اس قدر اسلام کے دشمن تھے کہ وہاں جانے کی صورت میں یا تو اسلام کو چھوڑنا پڑتا جو ان کی طبیعت کے منافی تھا یا اسلام پر قائم رہتے ہوئے اپنی جان کی قربانی دینا پڑتی، لہٰذا انہوں نے مکہ جانے کی بجائے حبش میں رہنے کو پسند کیا مگر پریشانی کی حالت میں زندگی گزار رہی تھیں۔

نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے کی تفصیل:

ان دنوں میں اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص انہیں ''یا اُمّ المؤمنین'' کے الفاظ سے پکار رہا ہے، آپ نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ عنقریب ''نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں جانے کا اعزاز حاصل ہونے والا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر شاہ حبش کے پاس بھیجا کہ وہ اُمّ حبیبہ سے رابطہ کر کے پیغام نکاح دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کرنے کا اہتمام کریں۔ یہ پیغام ملتے ہی بادشاہ نے اپنی کنیز ''ابرہہ'' کو اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس روانہ کیا، قبل ازیں وہ خواب بھی دیکھ چکی تھیں، شاہ حبش کا پیغام ملتے ہی وہ بہت خوش ہوئیں، پیغام لانے والی کنیز کو اپنا کنگن اور چاندی کی انگوٹھی بطور انعام دی، حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ جو حبشہ میں موجود تھے، کو نکاح کے سلسلہ میں اپنا وکیل بنا لیا، نجاشی نے تقریب نکاح منعقد کی جس میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کو مدعو کیا گیا تھا، نجاشی اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

دونوں نے خطبہ نکاح پڑھا، اس موقع پر چار سو یا چار ہزار دینار بطور مہر حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پیش کیے گئے اور حاضرین کی کھانے سے تواضع کی گئی۔ اس موقع پر شاہ حبشہ نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بھیجا اور یہ پیغام دینے کا بھی کہا کہ میں آپ کے صحابہ کے دین پر ہوں اور رہوں گا اور میں اکثر آپ پر درود وسلام پڑھنے کی سعادت حاصل کرتا رہتا ہوں۔ جب اس تاریخی نکاح منعقد ہو جانے کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موصول ہوئی تو آپ نے اپنے صحابی حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کو حبش روانہ کیا تاکہ وہ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ میں لائیں، حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کے جانے پر شاہ حبشہ نجاشی نے احترام واکرام کے ساتھ حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو روانہ کیا، وہ مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے ان کے ساتھ زفاف فرمایا، شاہ حبش نجاشی کا شکریہ ادا کیا، ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے یہ نکاح ۶ھ میں منعقد ہوا تھا۔

شادی کے اثرات:

ابوسفیان اور اس کا خاندان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسب کے اعتبار سے اپنے برابر قرار دیتا تھا، اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح پر وہ لوگ بہت خوش ہوئے، عداوت ودشمنی کے باوجود ابوسفیان نے اس نکاح پر مسرت ومباہات کا اظہار کیا تھا، مسلمانوں اور اسلام کی مخالفت میں کمی آگئی، ابوسفیان نے اس نکاح کے بعد اسلام کے خلاف کسی مہم یا معرکہ کی قیادت نہیں کی۔ صلح حدیبیہ کے بعد ایک دفعہ تجدید صلح کی غرض سے مدینہ طیبہ آیا، اس دوران وہ اپنی صاحبزادی اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے کے لیے ان کے گھر گیا، اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے کی کوشش کی مگر حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کو مناسب نہ سمجھا اور بستر فوراً لپیٹ دیا۔ اس صورتحال سے ابوسفیان حیران رہ گیا، اس نے دریافت کیا: بیٹی! کیا آپ مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھتیں یا تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ بستر میری شایانِ شان نہیں ہے؟ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ بستر پاک وصاف ہے مگر تم نجاست شرک سے معمور ہو۔ اپنی بیٹی کا یہ جواب سن کر اس کا تکبر وغرور خاک میں مل گیا، اس کے بعد وہ زیادہ عرصہ اسلام سے دور نہ رہ سکے، وہ دامن اسلام سے وابستہ ہوگئے، ان کی کوشش سے کفار مکہ کی شدت میں کمی واقع ہوئی۔ پھر قریش اور اہل مکہ سے گروہ در گروہ لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ سب کچھ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے اسلام ومقام کی برکت کے سبب ہوا۔

اعزاء واقارب:

اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے اعزاء واقارب کثیر تھے، جن میں سے چند ایک کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ: آپ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے والد محترم تھے، نام صخر بن حرب تھا، سب سے پہلے دشمن اسلام تھے، اسلام کے خلاف کفار ومشرکین کی مہموں کی قیادت کرتے تھے، غزوہ بدر ان کی وجہ سے پیش آیا تھا، رؤساء قریش ان کے ماتحت تھے، فتح مکہ کے دن حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ غزوہ حنین، غزوہ طائف اور غزوہ یرموک میں شریک ہوئے اور کردار ادا کیا، ۳۴ھ کو چھیانوے (۹۶) سال کی عمر میں وصال ہوا۔

۲-حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ: یہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے، جو یزید الخیر کے نام سے مشہور تھے، فتح مکہ کے موقع پر اپنے والد گرامی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، فتح شام کے لیے جن جوانوں کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تعینات کیا تھا ان میں سے ایک حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے، شام کے حاکم تعینات ہوئے اور ۱۹ھ میں وصال ہوا۔

۳-حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: صرف باپ کی جانب سے حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے، دونوں کی مائیں الگ الگ تھیں، بیس (۲۰) سال تک ماتحت خلافت شام کے امیر رہے، ساڑھے انیس سال سلطنت شام کے صاحب اقتدار رہے، سلطنت بنی امیہ کے بانی تھے اور ۲۲ر رجب المرجب ۶۰ھ میں بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

۴-حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا: آپ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں اور حبش سے مدینہ طیبہ اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ آئی تھیں۔

تعداد مرویات:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایات پینسٹھ (۶۵) ہیں، ان میں دو متفق علیہ ہیں، ایک صحیح مسلم میں ہے جبکہ باسٹھ (۶۲) روایات مختلف کتب حدیث کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ آپ کے حوالے سے روایات بیان کرنے والے کثیر لوگ ہیں، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت حبیبہ، (۲) حضرت معاویہ، (۳) حضرت عبداللہ، (۴) حضرت ابوسفیان بن سعید، (۵) حضرت سالم بن سوال، (۶) حضرت ابوالجراح، (۷) حضرت صفیہ بنت شیبہ، (۸) حضرت زینب بنت اُمّ سلمہ، (۹) حضرت عروہ بنت زبیر، (۱۰) حضرت ابوصالح السمان رضی اللہ عنہم۔

وفات:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سال وفات میں تین اقوال ہیں:

(i) ۷ھ میں مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا۔ (ii) ۴۲ھ میں انتقال ہوا۔ (iii) ۵۹ھ میں انتقال ہوا۔

۹-اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام و شجرہ نسب

آپ کا اصل نام "برہ" تھا، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام تبدیل کر کے "جویریہ" تجویز فرمایا۔ باپ کا نام حارث تھا اور مختصر شجرہ نسب یوں ہے: حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح

اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوا تھا، وہ ماہ شعبان ۵ھ غزوہ مریسیع کے موقع پر

ہلاک ہوا، اس غزوہ کے بعد قبیلہ بنومصطلق کے لوگ قیدی بنائے گئے، ان قیدیوں میں رئیس قبیلہ کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور آپ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نہایت شیریں، ملیح اور مجسمہ حسن و جمال تھیں اور اسے دیکھنے والا فریفتہ ہو جاتا تھا۔ جنگ کے اختتام پر مالِ غنیمت کے تقسیم کیے جانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چشمہ پر میرے ساتھ تشریف فرما تھے، اسی دوران حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سامنے آئیں، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر اس کی طرف مائل ہو جائیں گے اور انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں گے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں مسلمان ہوکر حاضر خدمت ہوئی ہوں، میں یہ کلمہ پڑھ چکی ہوں: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُهٗ اور میں رئیس قبیلہ حارث بن ضرار کی لختِ جگر ہوں، اب لشکر اسلام کے ہاتھوں قیدی ہوں، ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں، انہوں نے مجھے مکاتبہ بنایا ہے اور وہ مالِ مکاتبت اتنا ہے جو میں انہیں ادا نہیں کر سکتی۔ میں حاضر خدمت ہوئی ہوں کہ آپ میری معاونت فرمائیں تاکہ مالِ مکاتبت ادا کرسکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَهَلْ لَّكِ اِلَيَّ مَا هُوَ خَيْرٌ؟ کیا آپ اس بات پر راضی ہیں کہ آپ سے اس سے بہتر سلوک کیا جائے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیسے؟ فرمایا: میں تمہارا زرمکاتبت ادا کروں گا اور اپنی زوجیت میں بھی قبول کر لوں گا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے بخوشی یہ بات تسلیم کر لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا زرمکاتبت ادا کر دیا اور اپنے نکاح میں بھی قبول کر لیا۔ چار سو درہم مہر مقرر ہوا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ان کا مہر بنومصطلق کے قیدیوں کی آزادی کو بنایا گیا تھا۔ اس وقت حضرت جویریہ کی عمر بیس (۲۰) سال تھی۔

حضرت جویریہ سے شادی کا مقصد:

اہل عرب کے ہاں یہ قدیم طریقہ چلا آرہا تھا کہ جنگی قیدیوں کو غلام اور کنیزیں بنا کر مالِ غنیمت کی طرح تقسیم کاری کی جاتی تھی، پھر ان کی خرید وفروخت کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، اس طرح انسانوں اور حیوانوں کے مابین امتیاز باقی نہیں تھا، یہود ونصاری وغیرہ مذاہب نے احترام انسانیت کے حوالے سے کوئی اقدام نہ کیا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو ذلت وخواری کی پستیوں سے اٹھا کر وقار کی معراج کمال تک پہنچا دیا، پھر انسان کو قابل فخر بنا کر اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار بنا دیا۔ اسلام کے قانون کے سامنے شکست خوردہ قوم ذلیل وخوار نہیں ہوتی بلکہ حسب سابق باوقار و باعزت ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا زرمکاتبت ادا کر کے اور اپنے نکاح میں قبول فرما کر انہیں وہ مقام عطا کیا جو انہیں اپنے والد گرامی کے ہاں بھی حاصل نہیں تھا، انہیں نہ صرف آزادی کی دولت حاصل ہوئی بلکہ تاقیامت آنے والے لوگوں کی ماں بننے اور ان کی دعاؤں کا حقدار بننے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے اثرات:

اسلام کے قوانین اور روحانی برکات کا نتیجہ ہے کہ قبیلہ بنومصطلق کے قیدیوں کو رہائی حاصل ہوئی، ان کے وقار میں اضافہ ہوا، رئیس قبیلہ کی بیٹی کو وہ مقام حاصل ہوا جو انہیں والدین کے ہاں بھی ممکن نہیں تھا، سب قیدی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، وہ

پیشانیاں جو بتوں کے سامنے جھکتی تھیں اب رب کائنات کے حضور جھکنے لگیں۔ رئیس قبیلہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! رئیس کی لڑکی کو بطور کنیز رکھنا درست نہیں ہے، آپ نے فرمایا: آپ کی لخت جگر "جویریہ" آزاد ہے، اگر وہ آپ کے ساتھ جانا چاہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے مگر نہ جانے کی صورت میں انہیں مجبور نہ کیا جائے۔

اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے جنتی ماحول چھوڑ کر باپ کے ساتھ جانے کو پسند نہ کیا بلکہ تاحیات خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا ایک بے مثال خواب:

اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ایک خوبصورت خواب دیکھا، آپ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل میں نے اپنے قبیلہ میں خواب دیکھا تھا کہ گویا یثرب (مدینہ طیبہ) کی طرف چاند چلتا آرہا ہے حتی کہ وہ میرے آغوش میں اتر پڑا ہے۔ میں نے یہ خواب کسی سے بیان نہ کیا، میں نے خواب کی جو تعبیر سمجھی تھی وہ الحمدللہ پوری ہوئی۔

تعداد مرویات:

اُم المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا روایت حدیث میں نہایت درجہ کی محتاط تھیں، آپ کی مرویات کی تعداد سات (۷) ہے، جن میں سے دو صحیح بخاری اور دو صحیح مسلم میں موجود ہیں جبکہ تین روایات مختلف کتب حدیث کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ آپ کے حوالے سے روایت کرنے والوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس، (۲) حضرت جابر بن عبداللہ، (۳) حضرت عبداللہ بن عمر، (۴) حضرت عبید بن اسحاق رضی اللہ عنہم۔

فضل وکمال:

اُم المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کتب حدیث میں کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

فما رأينا امرأة كانت اعظم بركة على قومها منها ۔ (امام سلیمان بن اشعث سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۵۴۸)

"میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے زیادہ بڑھ کر برکت والی ہو"

۲۔ حضرت اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نہایت درجہ کی عابدہ وزاہدہ تھیں، نماز پنجگانہ کے علاوہ نوافل وغیرہ سے بھی قلبی لگاؤ تھا، مصلی سے خاص محبت تھی۔ سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کے بعد اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے گئے، وہ اپنے مصلی پر بیٹھی عبادت میں مصروف تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ آئے مگر چاشت کے وقت پھر ان کے حجرہ میں جلوہ گر ہوئے تو وہ اس وقت بھی مصلی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

دریافت کیا: کیا آپ اسی طرح صبح سے عبادت میں مصروف ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار کلمات زبان سے ادا کیے ہیں، اگر ان کلمات کا موازنہ کیا جائے اس نماز سے جو تم نے پڑھی ہے، یہ کلمات بھاری نکلیں گے اور وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضٰى نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ .

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص یہ کلمات پڑھتا ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّةٍ جبکہ دوسرا شخص ہزار بار یہ کلمات پڑھتا ہے: اللهم صل علىٰ سيدنا۔ یقیناً دوسرے شخص کا ثواب پہلے آدمی سے زیادہ ہوگا۔

۳- ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جمعہ میں اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے جبکہ آپ روزہ سے تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: أَصُمْتِ اَمْسِ؟ کیا کل بھی تمہارا روزہ تھا؟ جواب دیا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَفَتَصُوْمِيْنَ غَدًا؟ کیا کل بھی آپ روزہ رکھیں گی؟ جواب دیا: نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: تم آج بھی اپنا روزہ افطار کرلو!

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے اقارب:

۱- حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ: آپ اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے، جو غزوہ بنو مصطلق کے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حاضری کے وقت اپنے چند مادہ اونٹ اور ایک حبشی کنیز کو ایک پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا آئے تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں عرض کیا، آپ نے فرمایا: وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں اور لونڈی کیا ہوئی جو پہاڑ کی آڑ میں چھپا آئے ہو؟ وہ یہ بات سن کر حیران رہ گئے کہ اپنے جانوروں اور کنیز کے بارے میں میرے سوا کسی کو علم نہیں ہے، تو پھر آپ وہ بتا رہے ہیں جو عام آدمی نہیں بتا سکتا، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں، اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: لك الهجرة حتّٰى تبلغ برك الغماد۔ یعنی آپ برک غماد مقام پر پہنچ جائیں۔

۲- حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ: یہ اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں اور ان سے یہ روایت مروی ہے:

تاللہ ماترك رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عند موته دینارًا و درهما ولا عبدًا ولا امة ولا شیئًا الا بغلة البیضاء وسلاحة وارضا ترکها صدقة .

قسم بخدا! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت نہ اشرفی چھوڑی، نہ روپیہ اور نہ غلام، نہ کنیز چھوڑی اور نہ کوئی اور چیز۔ تاہم ایک سفید رنگ کا خچر، ہتھیار تھے اور کچھ زمین تھی جو آپ نے بطور صدقہ دے دی۔

۳- حضرت عمرہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا: آپ اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی سگی ہمشیرہ تھیں، جن سے یہ

حدیث مروی ہے: الدنیا حضرۃ حلوۃ۔ یعنی دنیا شاداب اور میٹھی ہے۔

وفات:

اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے سال وصال کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(i) ۵۰ھ کو چھپن (۵۶) سال کی عمر میں۔ (ii) ۵۶ھ کو ستر (۷۰) سال کی عمر میں۔ امیر مدینہ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔

۱۰- اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام و شجرہ نسب:

آپ کا نام: صفیہ، باپ کا نام: حیی، قبیلہ بنی نظیر سے تعلق رکھتی تھیں۔ شجرہ نسب یوں ہے: حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعیہ بن ثعلبہ بن عبید بنی اسرائیل سبط ہارون بن عمران رضی اللہ عنہا۔ والدہ کا نام: برہ بنت سموال تھا۔ آپ نہایت درجہ کی ذہین وفطین، متحمل و بردبار تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھتی تھیں۔

پہلا نکاح:

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سالم بن مشکم سے ہوا، زوجین میں علیحدگی ہونے پر دوسرا نکاح کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق سے ہوا اور وہ ۷ھ غزوہ خیبر میں قتل ہو گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسیران غزوہ خیبر میں شامل تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے مختص کر لیا پھر ۷ھ میں انہیں اپنے نکاح میں قبول کر لیا۔

روایات میں مذکور ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے کنیز درکار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کنیز لے سکتے ہو۔ اجازت ملنے پر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو صحابہ کرام نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا، انہوں نے کہا: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشہور رئیس حیی بن اخطب کی لخت جگر ہیں، سالم بن مشکم کے نکاح میں بھی رہ چکی ہیں اور یہ بھی یہود کے رئیس تھے، لہٰذا نسبی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صفیہ! میں تمہیں آزاد کرتا ہوں، تم چاہو تو اپنے خاندان میں چلی جاؤ اور اگر پسند کرتی ہو تو تم اسلام قبول کر لو پھر میں تمہیں اپنی زوجیت میں قبول کر سکتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: جب میں حاضر خدمت ہوئی تھی، اس وقت سے میں اسلام قبول کر چکی ہوں، آزادی کے بعد اپنے خاندان میں جانے سے بہتر یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو آپ کی زوجیت میں پیش کر دوں۔ اس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا۔

چونکہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا یہودی رئیس کی بیٹی تھیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے پسند کیا، انہیں آزاد کرنے کے بعد اپنے نکاح میں قبول کیا اور ان کی آزادی کو اپنا مہر قرار دیا تھا۔ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں

آراستہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زفاف فرمایا اور آئندہ روز بطور ولیمہ ما حضر سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ نکاح کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ایک خیمہ میں لے جایا گیا، جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا تو احتراماً کھڑی ہوگئیں، لپیٹا ہوا بستر حضور کے لیے بچھایا گیا جس پر آپ تشریف فرما ہوگئے جبکہ حضرت اُم المومنین آپ کے سامنے زمین پر بیٹھ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: آپ کے باپ نے ہمیشہ مجھ سے عداوت و دشمنی کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے مابین فیصلہ فرمادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ جانے کا قصد کیا تو ایک اونٹ پر سوار ہوئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے ردیف بن گئیں، اونٹ نے ٹھوکر کھائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع زوجہ محترمہ زمین پر آ گئے اور اس کیفیت میں ان پر کسی کی نظر نہ پڑی، تاہم اونٹ پر دوبارہ دونوں سوار ہوئے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مثالی محبت ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے نہایت درجہ کی محبت تھی، انہیں بھی آپ سے والہانہ عقیدت تھی اور دونوں باہم کسی کی تکلیف کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند ایک حقائق حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باری کے دن گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں، آپ نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی، عرض کیا: میرے ہاں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما آکر مجھے اذیت دیتی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ ہم صفیہ سے بہتر ہیں کہ ہمارا نسب نامہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے انہیں یوں کیوں نہ جواب دیا: تم مجھ سے کیوں کر بہتر ہو جبکہ میرا باپ حضرت ہارون علیہ السلام اور میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، ج ۲، ص ۸۲۹)

۲- ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی باری میں گھر تشریف لائے، آپ پریشان تھیں، اپنی پریشانی کے بارے میں عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما دونوں مجھے تکلیف دیتی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ ہمارا سلسلہ نسب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے، لہٰذا ہم صفیہ سے بہتر ہیں، آپ نے فرمایا: اَلَا قُلْتِ: وَكَيْفَ تَكُوْنَانِ خَيْرًا مِنِّيْ وَ زَوْجِيْ مُحَمَّدٌ وَ اَبِيْ هَارُوْنُ وَ عَمِّيْ مُوْسٰى؟ تم نے یہ کیوں نہیں کہا: تم مجھ سے بہتر کیسے ہو حالانکہ میرے شوہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں۔

۳- ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صفیہ کی تحقیر کرتے ہوئے عرض کیا: آپ کے لیے محض صفیہ کافی ہیں، ہماری آپ کو ضرورت نہیں ہے جبکہ وہ پست قد بھی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے عائشہ! تم ایسی بات کیوں کرتی ہو کہ اگر اسے دریا میں پھینکا جائے تو اس کا رنگ بدل جائے۔

یہ واقعات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے محبت، قلبی تعلق کے مظہر اور ترجمان ہیں۔ ایسی محبت

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ انعام و فضل ہوا کرتی ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک حسین خواب:

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس زمانہ میں ایک خواب دیکھا جب آپ اپنے شوہر کنانہ بن ابی الحقیق کے ہاں زندگی گزار رہی تھیں کہ آسمان کا چاند ٹوٹ کر میری آغوش میں آ گرا ہے، یہ خواب اپنے شوہر کو سنایا، خواب سنتے ہی وہ چونک اٹھا اور اس نے کہا **ما هذا الا انك تمنين ملك الحجاز محمدًا**۔ (سیرت نبویہ، ج ۲، ص ۳۷۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ چاہتی ہیں کہ سلطان حجاز (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ملکہ بنیں۔

ساتھ ہی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ رسید کیا، جس کے نتیجہ میں ان کی آنکھ سبز ہو گئی۔ شب زفاف جب اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے دریافت کیا: اے صفیہ! یہ سبز داغ کیا ہے؟ انہوں نے تمام واقعہ عرض کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ چاند ان کی گود میں آ گرا ہے، اس کا تذکرہ اپنی والدہ سے کیا، والدہ نے غصہ میں آ کر ان کے چہرہ پر طمانچہ مارا اور کہا: **انك لتمدين عنقك الى ان تكوني عند ملك العرب**۔ تم ضرور اپنی گردن دراز کرتی رہو گی حتیٰ کہ عرب کے شہنشاہ عرب (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ جاؤ گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات میں سے کسی سے زیادہ اور کسی سے کم محبت فرماتے تھے مگر حق بات میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ہم لوگ سفر پر تھے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر چلنے سے عاجز آ گیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک اونٹ زائد تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا: صفیہ کا اونٹ تھک کر چلنے سے عاجز آ گیا ہے، تم اسے اپنا اونٹ دے دو تا کہ اپنی منزل تک پہنچ جائیں؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میں اس یہودیہ کو کوئی چیز نہیں دے سکتی۔ خلاف توقع اس جواب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی اذیت ہوئی، تین ماہ تک ان سے قطع تعلق کیا، اس دوران آپ ان کے پاس نہیں گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے: **حتّى يئست منه**۔ یہاں تک کہ میں آپ سے مایوس ہو گئی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مثالی حسن و جمال:

اللہ تعالیٰ نے اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مثالی حسن و جمال سے نوازا تھا۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر سے مدینہ طیبہ حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر لائی گئیں، خواتین میں ان کے حسن و جمال کا شہرہ عام تھا، وہ انہیں دیکھنے کے لیے آئیں، ان عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بحالت نقاب آئیں تا کہ وہ بھی حسن و جمال کی پیکر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھیں، اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہچان لیا، وہ باہر نکلیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ باہر تشریف لائے اور

فرمایا: کیف رأیت یا عائشة؟ اے عائشہ! تم نے صفیہ کو کیسا پایا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: قالت: رأیت یهودیة۔ میں نے انہیں ایک یہودیہ دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتقولی ذلك فانها اسلمت وحسن اسلامها، اے عائشہ! تم ایسی بات مت کہو، وہ مجھ پر ایمان لاچکی ہیں اوران کا اسلام بھی مثالی ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مثالی محبت تھی۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال میں تمام ازواجِ مطہرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "انی واللہ یا نبی اللہ لوددت ان الذی بك بی۔"

اے اللہ کے نبی! قسم بخدا! میں چاہتی ہوں کہ یہ مرض مجھے لگ جائے، اس پر تمام ازواجِ مطہرات نے ایک دوسری کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس صورتحال سے ناراض ہوئے اور فرمایا: واللہ انها لصادقة۔ اللہ کی قسم! صفیہ رضی اللہ عنہا اپنی بات میں سچی ہیں۔

ایک سوال کا فاضلانہ جواب:

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ذہین وفطین اور صاحب فراست خاتون تھیں۔ ایک دفعہ آپ کی کنیز نے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شکایت پیش کرتے ہوئے کہا:

ان صفیة تحب السبت وتصل الیهود۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یوم سبت کو پسند کرتی ہے اور یہود کو عطیات فراہم کرتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں طلب کیا اور اس شکایت کے بارے میں وضاحت طلب کی، جس پر انہوں نے جواب دیا:

اما السبت فانی لم احبه منذا بدلنی اللہ به الجمعة واما الیهود فانی لی فیهم رحما فانا اصلها۔

جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یوم سبت کے عوض یوم جمعہ عطا کیا ہے، میں نے اسے کبھی پسند نہیں کیا۔ جہاں تک یہود کو عطیات پیش کرنے کا تعلق ہے تو میری ان سے قرابت ہے اور میں انہیں عطیات سے نوازتی رہتی ہوں۔

پھر آپ نے اپنی کنیز سے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے شکایت لگانے کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب میں کہا: اس سلسلہ میں مجھے شیطان نے بہکایا تھا۔ یہ جواب سن کر کنیز سے فرمایا: اذهبی فانت حرة۔ جاؤ تم رضائے الٰہی کے لیے آزاد ہو۔

تعداد مرویات:

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایات کی تعداد دس (۱۰) ہے، ان میں سے ایک متفق علیہ ہے جبکہ باقی نو

(۹) احادیث مبارکہ مختلف کتب کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

وفات:

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے سال وفات کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے

(i) ۳۶ھ، (ii) ۵۰ھ، (iii) ۵۲ھ، (iv) ۵۵ھ، (v) دور فاروقی میں وصال ہوا۔

مؤخر الذکر قول کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ اول الذکر قول زیادہ قابل اعتماد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱- اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام و شجرہ نسب:

آپ کا نام میمونہ، باپ کا نام حارث تھا۔ شجرہ نسب یوں ہے: حضرت میمونہ بنت الحارث بن بجیر بن محرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر رضی اللہ عنہا۔

اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرح آپ کا نام بھی ''برہ'' تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے ''میمونہ'' تجویز فرمایا تھا۔ آپ کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث حماطہ بن جرش تھا۔ قبیلہ کنانہ یا قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتی تھیں۔

پہلا نکاح:

آپ کے پہلے نکاح کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(i) آپ پہلے ابورہم بن عبدالعزیٰ بن عبدود بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی کی زوجیت میں تھیں۔

(ii) فروہ بن عبدالعزیٰ بن اسد بن غنم بن دودان کے نکاح میں تھیں۔

(iii) سنجرہ بن ابورہم کے نکاح میں تھیں۔

(iv) حویطب بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی تفصیل:

۷ھ میں غزوہ خیبر سے فراغت پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کی نیت سے مکہ پہنچے۔ اس دوران ''مقام سرف'' میں جو مکہ معظمہ سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے، میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس نکاح کرنے کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کے ذریعے پیغام نکاح بھیجا، کیونکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

کی ہمشیرہ حضرت اسماء بنت عمیس ان کے نکاح میں تھیں، پیغام نکاح موصول ہونے پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے یہ مسئلہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی خدمت میں پیش کر دیا اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح نہیں بھیجا تھا بلکہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے خود حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کر دیا، کیونکہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اپنے شوہر ابورہم بن عبدالعزیٰ کی وفات کے سبب بیوہ ہو چکی تھیں۔ بعض تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایسی زوجہ مطہرہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا جب ان کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ اس وقت اونٹ پر سوار تھیں اور انہوں نے کہا: "البعیر وما علیہ للہ ولرسولہ" اونٹ اور جو کچھ اونٹ پر ہے سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: وامرأۃ مؤمنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ۔ یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، جس طرح آیت کے آخر میں مذکور ہے: خالصۃ لک من دون المؤمنین۔

نکاح میمونہ کے اثرات ونتائج:

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شادی نے اسلام کی نشر و اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا، کیونکہ اس شادی کے ذریعہ کئی لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ مصاحرت میں آ گئے تھے اور عربوں کے ہاں ایسے تعلقات بڑی اہمیت کے حامل ہوا کرتے تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی آٹھ بہنیں تھیں، جو عرب کے بہت ہی اہم لوگوں کے نکاح میں تھیں۔ اس طرح اس نکاح کے ذریعہ ان تمام لوگوں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات قائم ہو گئے جس پر آپ کی تبلیغی و دعوتی سرگرمیوں پر بڑے مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ دو جملوں میں اس کو یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس شادی کا مقصد بیوگی کی زندگی بسر کرنے والی ایک معمر خاتون کے لیے سہارا بننا، اس کے رشتہ داروں کو اسلام کی طرف مائل کرنا اور ان سے دعوت وتبلیغ کی گراں مایہ خدمات لینا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کے جس حصے میں یہ نکاح کیا، اس عمر میں شادی کے وہ مقاصد نہیں ہوا کرتے جو دریدہ دہن مستشرقین کو نظر آتے ہیں۔ حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ تھیں۔ یعنی وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباشرت فرمائی ان میں آخری زوجہ تھیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میری باری کی ایک رات تھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے میں نے اٹھ کر دروازہ بند کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا لیکن میں نے نہیں کھولا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قسم دے کر فرمایا کہ دروازہ کھولو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری باری کی رات میں دوسری ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ میں قضائے حاجت کے لیے گیا تھا۔

اس حدیث پاک سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قسم کی رعایت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی، کیونکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے طلب کیا تھا، رنجیدہ تھیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر خواہی فرمائی جیسا کہ مذہب شافعی میں مشہور ہے۔ مذہب حنفیہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کی رعایت فرمانا بطور کرم وتفضل تھا اور اس میں اتنی رعایت اور کرم فرمائی کہ گویا واجب ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا میدانِ جہاد میں:

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نہایت درجہ کی شجاع و بہادر اور نڈر خاتون تھیں، انہوں نے میدان جہاد میں شرکت کے لیے خواتین کی ایک جماعت تیار کی تھی، جو میدان جہاد میں شامل ہوتیں، مجاہدین کے لیے کھانے پینے کی اشیاء اور زخمیوں کو دوا فراہم کرتی تھیں۔ غزوۂ تبوک میں آپ نے خود شرکت کی، وہاں زخمیوں کی مرہم پٹی اور پانی پلانے کی خدمات انجام دیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے اقارب:

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے اعزاء و اقارب میں سے چند ایک کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱- حضرت اُمّ الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا: آپ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ اور عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔

۲- حضرت لبابۃ صغریٰ رضی اللہ عنہا: آپ اسلام کے مشہور جرنیل حضرت سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔

۳- عصماء: آپ حضرت ابی بن خلف رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔

۴- عزہ: آپ حضرت زیاد بن عبداللہ المالک الہلالی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

۵- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا: آپ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ تھیں، جن سے تین صاحبزادگان عبداللہ، محمد اور عوف رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں، ان سے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے، ان کے وصال کے بعد ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۶- حضرت سلمٰی بنت عمیس رضی اللہ عنہا: یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان سے حضرت امۃ اللہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ بعد ازاں حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا کا نکاح شداد اسامہ اللیثی سے ہوا، جن سے حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

۷- سلافہ بنت عمیس: یہ عبداللہ بن کعب بن منبہ الخثعمی کی زوجیت میں تھیں۔

۸- حضرت زینب بنت عمیس رضی اللہ عنہا: آپ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، جن سے حضرت فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، ان کی پرورش حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کی، اس لیے کہ ان کی خالہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

ان کے نکاح میں تھیں۔

تعدادِ مرویات:

اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے چھہتر (۷۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

سات (۷) متفق علیہ ہیں، ایک صحیح بخاری میں، ایک صحیح مسلم میں جبکہ باقی روایات مختلف کتب حدیث کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

وفات:

آپ کے سال وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(i) ۵۱ھ میں، (ii) ۶۲ھ میں، (iii) ۶۳ھ میں، (iv) ۳۸ھ میں۔

اول الذکر قول حقیقت کے زیادہ قریب ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مفہوم حدیث:

حدیث باب کے مطابق ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اُمت کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں اور برکات قرار پاتی ہیں۔ ان میں سے کسی کا انتقال امت کے لیے المیہ اور علامت پریشانی ہے، جس طرح کسوف اور خسوف المیہ اور نشانیاں ہیں، ان کے ظہور کے وقت نماز پڑھنے کا حکم ہے، خواہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نوافل ادا کرنا منع ہیں مگر سجدہ تلاوت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی اطلاع ملتے ہی مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو المیہ قرار دیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی و برکت سے محروم ہونے کے باعث سجدہ میں چلے گئے تھے۔ یاد رہے بعض اوقات نماز اور سجدہ کو مترادف قرار دیا جاتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہے، کیونکہ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز فجر کے بعد نفلی نماز ادا کی ہو۔

سوال: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کس زوجہ مطہرہ کے انتقال کی اطلاع موصول ہوئی تھی، جس کو امت کے لیے المیہ قرار دیتے ہوئے آپ سجدہ ریز ہو گئے تھے؟

جواب: کسی روایت میں اس کی تصریح نہیں ہے مگر تین ازواجِ مطہرات میں سے کوئی ایک ہو سکتی ہیں: (۱) حضرت صفیہ، (۲) حضرت حفصہ، (۳) حضرت سودہ رضی اللہ عنہن۔

3827 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا كِنَانَةُ قَالَ حَدَّثَتْنَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ

3827 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۱۱/ ۳٤۰) رقم (۱۵۹۰۵)، و اخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى (۸/ ۱۰۰) عن ابن ابي عون بلفظ استبت عائشة و صفية۔ الحديث.

متن حدیث: قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ بَلَغَنِيْ عَنْ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ كَلَامٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اَلَا قُلْتِ فَكَيْفَ تَكُوْنَانِ خَيْرًا مِّنِّيْ وَزَوْجِيْ مُحَمَّدٌ وَّاَبِيْ هَارُوْنُ وَعَمِّيْ مُوْسٰى وَكَانَ الَّذِيْ بَلَغَهَا اَنَّهُمْ قَالُوْا نَحْنُ اَكْرَمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَقَالُوْا نَحْنُ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَنَاتُ عَمِّهٖ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ صَفِيَّةَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هَاشِمٍ الْكُوْفِيِّ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ

◆◆ سیّدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے پاس نبی اکرم ﷺ تشریف لائے' مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' ایک ناپسندیدہ بات کا پتا چلا تھا میں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے یہ کیوں نہیں کہا: تم دونوں مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہو؟ جبکہ حضرت محمد ﷺ میرے شوہر ہیں اور حضرت ہارون علیہ السلام میرے جدامجد ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات پتہ چلی تھی کہ دیگر ازواج نے یہ کہا تھا: ہم نبی اکرم ﷺ کے نزدیک اس عورت سے زیادہ معزز ہیں ان خواتین نے یہ کہا تھا: ہم نبی اکرم ﷺ کی ازواج ہیں۔ آپ کے چچازاد ہیں۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف ہاشم کوفی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ اس کی سند مستند نہیں ہے۔

3828 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ يَعْقُوْبَ الزَّمْعِيُّ عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ وَهْبِ بْنِ زَمْعَةَ اَخْبَرَهٗ

متن حدیث: اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ عَامَ الْفَتْحِ فَنَاجَاهَا فَبَكَتْ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا وَضَحِكِهَا قَالَتْ اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ يَمُوْتُ فَبَكَيْتُ ثُمَّ اَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے سرگوشی میں کوئی بات کی وہ رونے لگی' پھر آپ ﷺ نے کوئی بات کی' تو وہ ہنسنے لگی۔ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا' تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے رونے پھر ہنسنے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے مجھے

یہ بتایا تھا آپ ﷺ کا وصال ہونے والا ہے تو میں رو پڑی' پھر آپ ﷺ نے مجھے بتایا: میں جنت کی تمام خواتین کی سردار ہوں صرف (مریم بنت عمران) اس سے خارج ہیں' تو میں ہنس پڑی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3829 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَلَغَ صَفِيَّةَ اَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ بِنْتُ يَهُوْدِيٍّ فَبَكَتْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ فَقَالَتْ قَالَتْ لِيْ حَفْصَةُ اِنِّيْ بِنْتُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ وَّاِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ وَّاِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيْمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ ثُمَّ قَالَ اتَّقِي اللّٰهَ يَا حَفْصَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ پتہ چلا' سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا ہے وہ رونے لگی نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا تم کیوں رو رہی ہو' انہوں نے جواب دیا: حفصہ نے میرے بارے میں یہ کہا ہے: میں یہودی کی بیٹی ہوں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ایک نبی کی بیٹی ہو' تمہارے چچا ایک نبی ہیں' تم ایک نبی کی بیوی ہو' تو کس بات پر وہ تمہارے مقابلے میں فخر کرے گی؟ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اے حفصہ رضی اللہ عنہا! اللہ سے ڈرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3830 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ وَاِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ مِّنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ

اسنادِ دیگر: مَا اَقَلَّ مَنْ رَوَاهُ عَنِ الثَّوْرِيِّ وَرُوِيَ هٰذَا عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے سب سے بہتر شخص وہ ہے' جو اپنی بیوی کے حق میں سب سے بہتر ہو' اور میں اپنی بیوی کے بارے میں تم سب سے بہتر ہوں' جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے' تو تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دو' یعنی (برائی کے ساتھ اس کا تذکرہ نہ کرو)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

3829- اخرجه النسائي في الكبرى (٥/ ٢٩١) كتاب عشرة النساء، باب: الافتخار رقم (٨٩١٩/ ٢).

3830- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (١٢/ ١٥٠) رقم (١٦٩١٩)، واخرجه ابن حبان في صحيحه (٩/ ٤٨٤)، حديث (٤١٧٧) عن عائشة به

یہی روایت ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

3831 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنِ الْوَلِيدِ عَنْ زَيْدِ بْنِ زَائِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يُبَلِّغُنِي اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِي شَيْئًا فَاِنِّي اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْهِمْ وَاَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَاَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ فَانْتَهَيْتُ اِلٰى رَجُلَيْنِ جَالِسَيْنِ وَهُمَا يَقُوْلَانِ وَاللّٰهِ مَا اَرَادَ مُحَمَّدٌ بِقِسْمَتِهِ الَّتِي قَسَمَهَا وَجْهَ اللّٰهِ وَلَا الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَتَثَبَّتُّ حِيْنَ سَمِعْتُهُمَا فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْبَرْتُهُ فَاحْمَرَّ وَجْهُهُ وَقَالَ دَعْنِي عَنْكَ فَقَدْ اُوْذِيَ مُوْسٰى بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ زِيْدَ فِي هٰذَا الْاِسْنَادِ رَجُلٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: میرے صحابہ میں سے کوئی بھی شخص میرے سامنے کسی کی کوئی برائی پیش نہ کرے' کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں ان میں سے کسی کے پاس جاؤں' تو میرا دل صاف ہو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے پاس مال آیا آپ نے اسے تقسیم کیا اس کے بعد میں دو آدمیوں کے پاس گیا' تو وہ بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے یہ کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم! حضرت محمد ﷺ نے اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے (اجر و ثواب) کا ارادہ نہیں کیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں نے یہ بات سنی' تو مجھے بہت بری لگی میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا واقعہ بیان کیا' تو نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو! اس حوالے سے' حضرت موسیٰ کو اس سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی تھی لیکن انہوں نے صبر سے کام لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس کی سند میں ایک شخص کا اضافی ذکر ہے۔

3832 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى وَالْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ اَبِي هِشَامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يُبَلِّغُنِي اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا

3831- اخرجه ابوداؤد (۲/۱/۲۶۸) كتاب الادب، باب في رفع الحديث من المجلس رقم (۴۸۶۰)

مِنْ هٰذَا مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی شخص کے بارے میں مجھ تک کوئی بات نہ پہنچاؤ' اسی روایت کا کچھ حصہ ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے فضائل ومناقب

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کائنات کی وہ معزز ترین خواتین ہیں، جن کے فضائل ومناقب قرآن وسنت میں بیان کیے گئے ہیں اوران میں سے چندایک حسب ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین فرمایا۔ یہ ارشاد حرمت نکاح اوراحترام کے واجب ہونے میں ہے نہ کہ دیکھنے اورتنہا رہنے میں۔ یعنی اس ارشاد کا مطلب ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اس سلسلے میں عام مومنوں کے لیے ماؤں کے درجہ میں ہیں کہ کوئی ان سے نکاح نہیں کرسکتا اوران کا احترام ہرایک پرواجب ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تنہائی میں ان کے ساتھ رہ سکتا ہے یا انہیں دیکھ سکتا ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ماؤں کے درجہ میں ہونے کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام مومنوں کے لیے باپ کے حکم میں نہیں ہیں اور نہ ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنوں کے حکم میں ہیں، نہ ان کی مائیں، آباؤ اجداد اور دادیاں اور نہ ان کی بہنیں اور بھائی عام مومنوں کے لیے ماموں اور خالاؤں کے حکم میں ہیں۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو امت کی تمام عورتوں پرفضیلت وبرتری حاصل ہے اوران کا ثواب ان سے دوگنا ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے افضل حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما ہیں اوران دونوں کے مابین بھی فضیلت میں اختلاف ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

"لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" (سورۂ احزاب: ۳۲)

تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

''النساء'' میں عورت ذات کا ہرفرد شامل ہے، پھر احد بھی موجود ہے اور قاعدہ ہے کہ جب نفی کے لیے لفظ احد کا استعمال کیا جاتا ہے' تو اس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے: مثلاً وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ ''اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی'' غرض نفی میں لفظ احد کا استعمال استثناء کا موقع نہیں رہنے دیتا۔ اس لیے ثابت ہوگیا کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہرعورت سے بلند وبالا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ" (سورۂ احزاب: ۵۰)

''اے غیب بتانے والے نبی ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیویاں جن کو تم مہر دو۔''

مرد و عورت شادی کے بعد میاں بیوی بن جاتے ہیں، لیکن کوئی میاں بیوی دعویٰ کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا عقد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ کا حکم قرآنی دے کر اعلان فرمادیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا ازواج النبی ہونا اللہ تعالیٰ کی منظوری سے ہے اور واضح ہے کہ یہ منظوری حقیقت میں ان کے لیے بہت بڑی فضیلت ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝" (سورۂ تحریم ۱/۲۲)

"اے غیب بتانے والے نبی! تم اپنے اوپر کیوں حرام کر لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی؟ اپنی بیویوں کی مرضی چاہتے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

یہ ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال غلطی کے شائبہ سے بھی بالاتر ہیں۔ اس لیے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خوشنودی کا اہتمام کرتے، تو اس سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی فضیلت و برتری ثابت ہوتی ہے۔ کسی آدمی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں "یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ" اے غیب کی خبر بتانے والے نبی! اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی؟ کیونکہ اس کا اثر تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ پر ذرا سا بھی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کریمہ کی یہ تفسیر ہوئی کہ آپ اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کی خوشی کے لیے ہر ایک کام کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہاں! اس کے لیے ایک حد ہونی چاہیے۔ حد یہ ہوگی کہ آپ ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کے استعمال کو چھوڑنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرمایا تھا کہ ایک زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کو شہد کی بو گوارا نہیں۔

۴- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝" (سورۂ روم ۲۱)

"اور اس کی نشانیوں سے یہ ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ عام طور پر زوجین (میاں بیوی) کی یہ صفت بیان کی ہے تو ظاہر ہے کہ ضروری طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات بھی اس صفت سے متصف تھیں اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ازواج مطہرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سکینۂ قلب تھیں اور ان کے دلوں میں آپ کی محبت و مودت ایسی ہی بھری ہوئی تھی جس طرح کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ان کے لیے محبت و رحمت موجود تھی۔ اس سے صاف طور پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی فضیلت واضح ہو گئی۔

۵- اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا امتحان لیا اور ان کے سامنے دو چیزوں کو رکھ دیا اور اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝" (سورۂ احزاب: ۲۸-۲۹)

"اے غیب بتانے والے نبی اپنی بیویوں سے فرما دیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔"

یہ ایک تبلیغی حکم تھا اور اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کو ضرور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تک پہنچایا۔ اب یہ نتیجہ تلاش کرنا ہے کہ کیا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے حیات دنیا اور زینت دنیا کو پسند کیا تھا؟ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس فرض کو جو کہ خدا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد کیا تھا، پورا فرماتے اور ایسی بیویوں کو یا ایسی بیوی کو اپنے سے الگ کر دیتے لیکن اسلامی تاریخ کی تمام کتابیں اس بات پر متفق ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک زوجہ کو بھی اپنے سے الگ (ترک) نہیں کیا' اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ شق دوم کی بشارت عظمیٰ میں داخل ہیں۔ اس کا ثبوت دیگر آیات مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ" (سورۂ احزاب ۵۲)

"ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور یہ کہ ان کے عوض اور بیویاں بدلو اگرچہ تمہیں ان کے حسن بھائے۔"

پہلی آیت کریمہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس پچھلی آیت کریمہ میں وہ اختیار واپس لے لیا گیا کہ موجودہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو بدلنا بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب بالکل واضح ہے کہ جب خدائی امتحان میں یہ ثابت ہو گیا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن خدا اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت ہی کو پسند کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اب ان کو ہمیشہ کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پسند فرما لیا اور پھر ان کی تبدیلی کا اختیار بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ رہا۔ ان دونوں آیتوں سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے فضائل بخوبی ظاہر ہوتے ہیں۔

۶- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ" (سورۂ احزاب ۶)

"یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"

یہ امر بالکل واضح ہے کہ اَنْفُسِهِمْ اور اُمَّهٰتُهُمْ ؕ کی ضمیروں کا مرجع مؤمنین ہیں۔ اسی لیے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا لقب امہات اور اُمّ المؤمنین ہے نہ کہ امہات الامت وغیرہ۔ اس لیے کہ امت میں اخیار واشرار بھی شامل ہیں اور اشرار کو ان کی فرزندی کا شرف نہیں مل سکتا۔ لفظ مؤمنین کے استعمال کا راز یہ ہے کہ مومنین کو دوسروں سے ممتاز کرنے کی علامت کو واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں دو علامتیں ہیں: (i) مومن وہ ہے' جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب و عزیز رکھتا ہو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے بڑھ کر اولیٰ سمجھتا ہو۔ (ii) مومن وہ ہے' جو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو ماں جانتا ہو لیکن وہ ماں نہیں جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا بلکہ وہ ماں جس کی فرزندی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ولاء نبوی اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی بہت بڑی فضیلت کا ذکر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وشرف کے ساتھ ساتھ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی بھی عظمت و بزرگی کو بیان فرمایا اور تکمیل کے لیے صرف "اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" پر اختصار نہ کر کے "وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ" کے اعلان کو بھی حقوق نبی اور ایمان کی شرائط کے ساتھ ملایا ہے۔

۷- ماں کی عظمت وفضیلت کے متعلق صحیح نسائی شریف میں ایک حدیث ہے:

"ان جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فقال یا رسول اللہ! أردت الغزو وقد جئت أستشیرك فقال هل لك من اُمّ قال نعم قال فالزمها فان الجنة عند رجلها ."

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا ارادہ ہے کہ میں جہاد کروں، میں اس کے متعلق حضور سے مشورہ لینے آیا ہوں؟ آپ نے پوچھا: تیری ماں ہے؟ وہ بولے ہاں، فرمایا: جا اس کی خدمت کر کہ اس کے پاؤں کے پاس جنت ہے۔

عظمت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن:

احادیث باب میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی عظمت وفضیلت مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے، ان کا اختصار یا خلاصہ حسب ذیل ہے:

☆ پہلی دونوں روایات میں الگ الگ دو واقعات بیان کیے گئے ہیں، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر طنز کرتے کہا: ہماری شان زیادہ ہے، کیونکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں، ہمارا باپ بھی (حضرت اسماعیل علیہ السلام) اور ہمارا چچا (حضرت اسحاق علیہ السلام) بھی نبی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں علم ہونے پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی دادرسی کرتے ہوئے فرمایا: تم نے انہیں یہ یوں نہ جواب دیا: میں بھی سید المرسلین صلی اللہ علیہ

وسلم کی زوجہ ہوں، میں نبی (حضرت ہارون علیہ السلام) کی بیٹی ہوں اور میرے چچا (حضرت موسیٰ علیہ السلام) بھی نبی ہیں۔ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما خواہ نبی علیہ السلام کی ازواج ہیں، نبی کی بیٹیاں ہیں لیکن یہ رشتہ دور کا ہے جبکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انبیاء علیہم السلام سے قریب کا رشتہ ہے اور قریب کا رشتہ زیادہ قابل فخر ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انبیاء علیہم السلام سے قریب رشتہ ہے اور یہی بات ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

☆ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے یہ سرگوشی فتح مکہ کے موقع پر نہیں بلکہ مرض وصال کے موقع پر فرمائی تھی، آپ نے دو بار سرگوشی فرمائی، پہلی سرگوشی میں ایک بات (اپنے وصال کے حوالہ سے) کی تھی، جس کے نتیجہ میں حضرت خاتون جنت فراق وجدائی کے تصور سے رو پڑیں، دوسری سرگوشی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں کہی تھیں: (۱) خاندان سے سب سے پہلے تمہارا وصال ہوگا اور تم سب سے قبل مجھے ملوگی۔ (۲) تم جنتی خواتین کی سردار ہوگی)۔ تاریخ سے ثابت ہے زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ درست ثابت ہوا۔

سوال: اس روایت کا فضیلت امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے کیا تعلق ہے؟

جواب: اس روایت کے عنوان سے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی عظمت وفضیلت نمایاں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں براہ راست اپنے وصال کی اطلاع نہ دی، تاکہ وہ پریشانی کا شکار نہ ہو جائیں۔ تاہم حضرت خاتون جنت کے واسطہ سے انہیں وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع دی گئی، انہیں بھی بیک وقت وصال کی اطلاع نہ دی بلکہ پہلے قرب وفات کی پھر وصال ہونے کی اطلاع دی گئی جس سے وہ پریشان ہوئیں۔ پھر دوسری سرگوشی میں انہیں خاندان میں سے سب سے قبل وفات وملاقات ہونے اور اہل جنت خواتین کی رئیسہ ہونے کی اطلاع دی گئی جس کے نتیجہ میں وہ ہشاش بشاش ہوگئیں۔

☆ پانچویں روایت میں دو امور کا خصوصیت سے درس دیا گیا ہے:

(i) امت کا بہترین فرد وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے حق میں بہتر ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو بطور تمثیل بیان کیا کہ میں اپنے اہل خانہ کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں۔ اسی پیغام میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی عظمت وفضیلت بیان ہوئی ہے۔

(ii) جو شخص دنیا سے رخصت ہو جائے، اس کی خوبیاں تو بیان کی جاسکتی ہیں لیکن خامیاں ہرگز نہیں بلکہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔ کسی کی خامیاں بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا مگر اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں۔

☆ آخری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک اور دل صاف رکھنے کا درس دیا ہے، یہی آپ کا عمل تھا اور اس ضابطہ پر عمل کے نتیجہ میں گھر جنت نظیر ثابت ہو سکتا ہے اور اس کو نظر انداز کرنے سے گھر جہنم نظیر بن سکتا ہے۔

میت کی برائی نہ بیان کرنے کی متعدد وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) اس کی برائی یا خامیاں بیان کرنے سے اقارب کو تکلیف ہوگی۔

(۲) وہ جیسا بھی ہو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے۔

(۳) میت کی خوبیاں بیان کرنے کا اور برائیاں نظر انداز کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

تاریخی وسوانحی نقشہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

نمبر شمار	ازواج مطہرات	نام قبیلہ	کیفیت	سن وتاریخ نکاح	امہات المومنین کی عمر بوقت نکاح	نبی کریم ﷺ کی عمر بوقت نکاح	سن وفات	مقبرہ	حرم نبوی میں رہنے کی مدت	مجموعی عمر	تعداد مرویات
۱	حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	بنی اسد قریش	بیوہ	سنہ ۲۵ میلاد النبی	۴۰ سال	۲۵ سال	سنہ ۱۰ نبوی	مکہ معظمہ	تقریباً ۲۵ سال	۶۵ سال	-
۲	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	عامر قریش	بیوہ	سنہ ۱۰ نبوی	۵۰ سال	۵۰ سال	سنہ ۱۹	مدینہ منورہ	۱۴ سال	۷۲ سال	۵
۳	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	بنی تیم قریش	کنواری	نکاح ۱۱ رخصتی شوال ۱	۹ سال	۵۴ سال	سنہ ۵۷، ۱۷ رمضان	مدینہ منورہ	۹ سال	۶۳ سال	۲۲۱۰
۴	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	بنی عدی قریش	بیوہ	شعبان سنہ ۳	۲۳ سال	۵۵ سال	سنہ ۱۱ جمادی الاول	مدینہ منورہ	۸ سال	۵۹ سال	۶۰
۵	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	عامر بن صعصعہ قریش	بیوہ	سنہ ۳	تقریباً ۳۰ سال	۵۵ سال	سنہ ۳	مدینہ منورہ	۳ ماہ	۳۰ سال	-
۶	حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا	بنو مخزوم قریش	بیوہ	سنہ ۴	۲۴ سال	۵۶ سال	سنہ ۶۰	مدینہ منورہ	۷ سال	۸۰ سال	۳۷۸
۷	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	بن اسد بن خزیمہ قریش	مطلقہ	سنہ ۵	۳۶ سال	۵۷ سال	سنہ ۲۰	مدینہ منورہ	۶ سال	۵۱ سال	۱۱
۸	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	بنی المصطلق خزائع	بیوہ	شعبان سنہ ۵	۲۰ سال	۵۷ سال	سنہ ۵۶ ربیع الاول	مدینہ منورہ	۶ سال	۷۱ سال	۷
۹	حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا	بنی امیہ قریش	بیوہ	سنہ ۶	۳۶ سال	۵۸ سال	سنہ ۴۴	مدینہ منورہ	۶ سال	۷۲ سال	۶۵
۱۰	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	بنی نضیر یہود	بیوہ	سنہ ۷ جمادی الاخر	۱۷ سال	۵۹ سال	سنہ ۵۰ رمضان	مدینہ منورہ	۳-۲/۴ سال	۶۰ سال	۱۰
۱۱	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	عامر بن صعصعہ قریش	بیوہ	سنہ ۷ ذیقعدہ	۳۶ سال	۵۹ سال	سنہ ۵۱	سرف قریب مکہ معظمہ	۳-۱/۴ سال	۸۰ سال	۷۴
										مجموعی تعداد	۲۸۲۲

بَاب مِنْ فَضَائِلِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 58: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

3833 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ يُحَدِّثُ عَنْ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِىْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ فَقَرَاَ عَلَيْهِ (لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) وَقَرَاَ فِيْهَا اِنَّ ذَاتَ الدِّيْنِ عِنْدَ اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ الْمُسْلِمَةُ لَا الْيَهُوْدِيَّةُ وَلَا النَّصْرَانِيَّةُ وَلَا الْمَجُوْسِيَّةُ مَنْ يَّعْمَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُّكْفَرَهُ وَقَرَاَ عَلَيْهِ لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِّنْ مَالٍ لَّابْتَغٰى اِلَيْهِ ثَانِيًا وَّلَوْ كَانَ لَهُ

ثَانِيًا لَابْتَغَى اِلَيْهِ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا تُرَابٌ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف روایت: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ وَقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

❖❖ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت کی ہے: میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کے سامنے یہ سورت تلاوت کی۔

(لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا)

آپ نے اس میں یہ کہا:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین ایک ہی ہے' جو صحیح مسلمان (دین ہے) یہودی' عیسائی یا مجوسی نہیں ہے' جو شخص کوئی نیک عمل کرے گا اسے اس کا بدلہ ضرور دیا جائے گا''۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کے سامنے یہ بھی کہا: اگر آدم کے بیٹے کے پاس مال کی ایک وادی ہو' تو وہ دوسری کی طلب کرے گا' اگر دوسری ہو' تو تیسری کی طلب کرے گا' اگر دوسری ہو' تو وہ تیسری کی طلب کرے گے۔ ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی بھر سکتی ہے۔ اور جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

ایک سند کے ہمراہ یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن کی تلاوت کروں۔

ایک سند کے ہمراہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن کی تلاوت کروں۔

شرح

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تعارف

کتاب المناقب کے باب نمبر ۲۷ کے ضمن میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی لکھے جا چکے ہیں' لہٰذا وہاں مطالعہ فرمائیں۔ تاہم موقع کی مناسبت سے آپ کا نہایت مختصر تعارف سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

نام ونسب:

آپ کا نام: ابی، کنیت: ابوالطفیل، المنذر، القاب: سید القراء، سید المسلمین، سید الانصار۔ نسب نامہ یوں ہے: حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔ آپ قبیلہ خزرج کی مشہور شاخ نجار کے چشم و چراغ تھے۔ والدہ کا نام: صہیلہ تھا، جو عدی بن نجار سے تعلق رکھتی تھیں اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

دامن اسلام میں:

آپ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر مسلمان ہوئے۔ پھر تا وفات دین اسلام پر قائم رہے۔

رشتہ مواخات:

مشہور صحابی رسول یکے از عشرہ مبشرہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے رشتہ مواخات قائم ہوا۔

غزوات میں حصہ:

جہاں حق وہاں باطل، جہاں باطل وہاں جنگ اور اسلام وکفر کے درمیان جنگوں کا طویل سلسلہ ہجرت مدینہ کے دوسرے سال غزوہ بدر سے شروع ہوا جو مابعد فتح مکہ تک جاری رہا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور دلیری و بہادری کے جوہر دکھائے۔

امتیازی اوصاف:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے متعدد امتیازی اوصاف ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) تلاوت قرآن سے جنون کی حد تک شغف تھا۔ (۲) ایک قرأت پر جمع کرنے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارہ (۱۲) افراد پر مشتمل ایک مجلس قائم کی تھی، جس کے سربراہ آپ تعینات کیے گئے تھے۔ (۳) نزول قرآن کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کا سلسلہ شروع کیا' جونہی نزول قرآن کی تکمیل ہوئی آپ کو قرآن حفظ ہو چکا تھا۔ (۴) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت درجہ کی عقیدت ومحبت تھی۔ (۵) بدعات سے سخت نفرت تھی۔ (۶) عبادت وریاضت سے بے مثال شغف تھا۔

اہم کارنامے:

آپ نے چند اہم قابل تحسین کارنامے انجام دیے جو حسب ذیل ہیں:

(i) مجلس تدوین قرآن کے اہم رکن تھے۔ (ii) دور فاروقی میں مجلس شوریٰ کے ممتاز رکن تھے۔ (iii) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی امارت میں مسلمانوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔

تعداد مرویات:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت احادیث میں نہایت درجہ کے محتاط تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ سے ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) احادیث مبارکہ منقول ہیں۔

وفات:

آپ کے سال وفات میں تین اقوال ہیں:

(i) ۱۹ھ میں، (ii) ۲۲ھ میں، (iii) ۳۰ھ کو دور عثمانی میں مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

مفہوم حدیث:

حدیث باب میں چند اہم امور کی اہمیت بیان کی گئی ہے:

(i) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا آپ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن سنائیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس حکم خداوندی پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اظہار مسرت کیا، جس سے آپ کی فضیلت وعظمت نمایاں ہوتی ہے۔

(ii) دین اسلام تمام ادیان سے افضل ہے، کیونکہ فقط یہی تمام ادیان سے اعلیٰ اور ممتاز ہے۔ اس کے مقابل تمام ادیان منسوخ ہو چکے ہیں خواہ وہ صحیح ہی تھے' مگر باطل ادیان مردود و ناقابل اعتماد ہیں۔

(iii) یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت وہ ادیان میں سے کوئی معتبر نہیں ہے بلکہ سب کے سب باطل و مردود ہیں۔ ارباب دین نے ان ادیان کو مردود و ناقابل اعتماد و باطل قرار دیا ہے۔

(iv) انسان فطرتی طور پر حریص ولالچی واقع ہوا ہے، اگر اس کا ایک میدان دولت کا ہو' تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے دوسرے میدان کی تمنا کرے گا، اگر ایک سلطنت ہو' تو دوسری سلطنت کا متمنی ہوگا۔ اس کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ دو شخص کبھی سیر نہیں ہو سکتے: (۱) علم کا طالب، وہ چاہتا ہے کہ آخری وقت تک حصول علم میں مصروف رہے۔ (۲) طالب دنیا: طالب دنیا تاحیات اس کے حصول کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اس کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے۔ بعض روایات میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دنیا مردار کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا طالب کتا ہے۔

بَابُ فِي فَضْلِ الْاَنْصَارِ وَقُرَيْشٍ

باب **59**: قریش اور انصار کی فضیلت کا بیان

3834 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ

بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ سَلَكَ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَكُنْتُ مَعَ الْأَنْصَارِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ طفیل بن ابی بن کعب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر ہجرت نہ ہوتی' تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے' آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اگر انصار ایک وادی میں (راوی کو شک ہے: شاید یہ الفاظ ہیں:) گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کے ساتھ ہوں گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

3835 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ

متن حدیث: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَنْصَارِ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يَبْغَضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ مَنْ أَحَبَّهُمْ فَأَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَأَبْغَضَهُ اللَّهُ فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنَ الْبَرَاءِ فَقَالَ إِيَّايَ حَدَّثَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے انصار کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے: ان سے صرف مؤمن محبت رکھے گا' اور صرف منافق ان سے بغض رکھے گا' جو شخص ان سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت رکھے گا' اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا اللہ بھی اس سے بغض رکھے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے استاد سے پوچھا: کیا آپ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی زبانی خود یہ حدیث سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے۔

3836 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ

3834- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۲۰/۱) رقم (۳۳)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۷۸/٤)، و قال صحيح الاسناد و لم يخرجاه بهذه السياقة عن الطفيل بن ابي بن كعب عن ابيه.

3835- اخرجه البخاري (۱٤۱/۷): كتاب مناقب الانصار: باب: حب الانصار من الايمان رقم (۳۷۸۳)، و مسلم (۳۰۲/۱): كتاب الايمان: باب: بيان ان حب الانصار و عليا رضى الله عنهم من الايمان و دلالاته، و بغضهم من علامات النفاق رقم (۷۵/۱۲۹)، و ابن ماجه (۵۷/۱): في المقدمة: باب: في فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم (فضل الانصار) رقم (۱٦۳).

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ اَحَدٌ مِّنْ غَيْرِكُمْ قَالُوْا لَا اِلَّا ابْنَ اُخْتٍ لَّنَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنَ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ قُرَيْشًا حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِجَاهِلِيَّةٍ وَّمُصِيْبَةٍ وَّاِنِّيْ اَرَدْتُ اَنْ اَجْبُرَهُمْ وَاَتَاَلَّفَهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا اَوْ شِعْبًا وَّسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ وَادِيًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انصار کے کچھ افراد کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: کیا تمہارے درمیان کوئی اور تو نہیں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! صرف ہمارا ایک بھانجا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قوم کا بھانجا ان کا ایک فرد ہوتا ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: قریش کے لوگ زمانہ جاہلیت اور مصیبت کے قریب ہیں میں یہ چاہتا تھا کہ میں ان کی دلجوئی کروں کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے جائیں اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو جاؤ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر لوگ ایک وادی اور ایک گھاٹی میں جائیں اور انصار دوسری گھاٹی یا وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3837 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ اَنَسٍ

متنِ حدیث: عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّهُ كَتَبَ اِلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يُعَزِّيْهِ فِيْمَنْ اُصِيْبَ مِنْ اَهْلِهِ وَبَنِيْ عَمِّهِ يَوْمَ الْحَرَّةِ فَكَتَبَ اِلَيْهِ اِنِّيْ اُبَشِّرُكَ بِبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِذَرَارِيِّ الْاَنْصَارِ وَلِذَرَارِيِّ ذَرَارِيْهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ

◆◆ نضر بن انس بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد اور آپ کے چچا زاد بھائیوں سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد اور آپ کے چچا زاد بھائیوں کے بارے میں شہید ہونے پر ان سے تعزیت کی حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو خط میں لکھا: میں آپ کو اللہ

3836 - اخرجه البخاري (۶/۶۳۸): كتاب المناقب: باب: ابن اخت القوم منهم مو مولى القوم منهم رقم (۳۵۲۸)، و مسلم (۲/۷۳۵) كتاب الزكاة: باب: اعطاء المؤلفة قلوبهم على الاسلام و تصبر من قوى ايمانهم، رقم (۱۰۵۹/۱۳۳).

3837 - اخرجه مسلم (۴/۱۹۴۸): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل الانصار رضي الله تعالى عنهم، رقم (۲۵۰۶/۱۷۲).

تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی وہ خوشخبری سناتا ہوں' جو میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! انصار کی مغفرت کردے انصار کے بچوں کی مغفرت کردے ان کے بچوں کے بچوں کی مغفرت کردے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

قتادہ نے اس روایت کو نضر بن انس کے حوالے سے' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

3838 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرِءْ قَوْمَكَ السَّلَامَ فَاِنَّهُمْ مَا عَلِمْتُ اَعِفَّةٌ صُبُرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► محمد بن ثابت اپنے والد کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اپنی قوم کو میرا سلام کہنا' کیونکہ میرے علم کے مطابق یہ لوگ پاک دامن اور صابر ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3839 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلَا اِنَّ عَيْبَتِيَ الَّتِيْ اٰوِيْ اِلَيْهَا اَهْلُ بَيْتِيْ وَاِنَّ كَرِشِيَ الْاَنْصَارُ فَاعْفُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، وہ میرے خاص قریبی لوگ جن کی طرف میں لوٹ کر جاتا ہوں وہ میرے گھر والے ہیں اور میرے قابل اعتماد لوگ انصار ہیں' تو تم ان کے برے شخص کو معاف کر دینا اور اچھے شخص کی اچھائی کو قبول کرنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3838 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۳/۱۴۶) رقم (۳۸۷۴) و اخرجه الحاكم في المستدرك (۴/۷۹)، وقال: صحيح الاسناد و لم يخرجاه.

3839 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۳/۴۱۶) رقم (۴۱۹۸)، و ذكره المتقي الهندي في الكنز (۱۲/۵)، حديث (۳۳۶۹۹)، و عزاه للترمذي عن ابي سعيد

3840 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ يُّرِدْ هَوَانَ قُرَيْشٍ اَهَانَهُ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

◆◆ محمد بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قریش کو رسوا کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے حوالے سے منقول ہے۔

3841 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ وَالْمُؤَمَّلُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبْغَضُ الْاَنْصَارَ رَجُلٌ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا شخص انصار کو ناپسند نہیں کر سکتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3842 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْاَنْصَارُ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَاِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّوْنَ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ

3840۔ لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۳/۳۱۴) رقم (۳۹۶۵) و اخرجه الحاكم في المستدرك (۴/۷۴) من طريق محمد بن سعد بن ابي وقاص عن ابيه فذكره.

3841۔ لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (۴/۴۰۷) رقم (۵۴۸۳)، و اخرجه احمد (۱/۳۰۹) عن سعيد بن جبير عن ابن عباس.

3842۔ اخرجه البخاري (۷/۱۵۱): كتاب مناقب الانصار: باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم: اقبلوا من محسنهم و تجاوزوا عن مسيئهم، رقم (۳۸۰۱)، و مسلم (۴/۱۹۴۹): كتاب فضائل الصحابة، باب: من فضائل الانصار رضى الله تعالى عنهم، رقم (۱۷۶/۲۵۱۰).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انصار میرے قابل اعتبار اور راز دار لوگ ہیں لوگ زیادہ ہوتے چلے جائیں گے' تو یہ کم ہوتے چلے جائیں گے' تو تم ان میں سے اچھے شخص کی اچھائی کو قبول کرنا اور برے شخص کی برائی سے درگزر کرنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3843 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَللّٰهُمَّ اَذَقْتَ اَوَّلَ قُرَيْشٍ نَكَالًا فَاَذِقْ اٰخِرَهُمْ نَوَالًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

اسناد دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْوَرَّاقُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! تو نے قریش کو پہلے رسوائی کا ذائقہ چکھایا اب انہیں مہربانی کا ذائقہ چکھا دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3844 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ جَعْفَرٍ الْاَحْمَرِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَلِنِسَاءِ الْاَنْصَارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے دعا کی۔

"اے اللہ! انصار کی مغفرت کر دے انصار کے بچوں کی مغفرت کر دے ان کے بچوں کے بچوں کی مغفرت کر دے انصار کی خواتین کی مغفرت کر دے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3843 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (٤/٤١٨) رقم (٥٥٢٢)، و اخرجه الطبراني في الكبير (١٨٧/١٧)، حديث (٢٠١) عن عدي بن حاتم حديثاً طويلاً.

3844 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (٢٨٨/١)، رقم (١٠٩١) من طريق عطاء عن انس، و اخرجه احمد (١٦٢/٣) عن قتادة عن انس.

شرح

انصار کی اہمیت وفضیلت:

انصار در حقیقت اوس وخزرج کے حلیف قبائل کو کہا جاتا ہے، یہ لوگ ثابت بن اسماعیل کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا مذہب (دین) حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مذہب تھا۔ ان میں عمرو بن لحی کے سبب بت پرستی کا آغاز ہوا۔ انصار زمانہ جاہلیت میں حج بیت اللہ کرتے تھے۔ اعلان نبوت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام حج میں انصار کے بعض قبائل کو دعوت اسلام دی، ان میں سے چند مشہور قبائل کے نام حسب ذیل ہیں:

(1) قبیلہ عامر بن صعصعہ، (2) قبیلہ محارب، (3) قبیلہ مرہ، (4) قبیلہ غسان، (5) قبیلہ فزارہ، (6) قبیلہ حضارمہ، (7) قبیلہ عذرہ، (8) قبیلہ حارث بن کعب، (9) قبیلہ بنوکلب، (10) قبیلہ کندہ، (11) قبیلہ نضر، (12) قبیلہ البکاء، (13) قبیلہ حنیف، (14) قبیلہ اسلیم، (15) قبیلہ عبس وغیرہ۔

ایام حج میں قبیلہ خزرج کے چھ (۶) یا آٹھ (۸) آدمی مکہ معظمہ آئے جو سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ ان آدمیوں میں سب سے قبل کس نے اسلام قبول کیا تھا؟ اس بارے میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں:

(i) حضرت رافع بن مالک، (ii) حضرت جابر بن عبداللہ، (iii) حضرت اسعد بن زرارہ، (iv) حضرت ذکوان بن عبد قیس، (v) حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہم۔ تاہم اول الذکر قول زیادہ قوی ہے۔

دوسرے سال ایام حج میں انصار کے بارہ (۱۲) آدمی مکہ معظمہ آئے اور اسلام قبول کیا۔ تیسرے سال پچھتر (۷۵) آدمی آئے اور وہ مسلمان ہوئے۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ ایام حج میں مکہ معظمہ دو بار آئے تھے اور بعض کے نزدیک تین بار آئے تھے۔ بہرحال ہر سال قبول اسلام کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ پھر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں بھی اہل مدینہ مسلمان ہوئے تھے۔ اس طرح یثرب (مدینہ طیبہ) میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، جب مکہ مکرمہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو انصار نے ان کی خوب مہمان نوازی کی، ان کی رہائش وسکونت کا اہتمام کیا، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا جو تا قیامت باقی رہے گا، انہوں نے اس قائم ہونے والی قرابت کا پاس کیا اور اپنے مہاجرین بھائیوں کی مالی واخلاقی معاونت کی۔

قریش کی اہمیت وفضیلت:

قریش کا فہر بن مالک کی اولاد سے تعلق ہے، ان کا مذہب خواہ ابراہیمی تھا لیکن عمرو بن لحی کے سبب ان میں بت پرستی کا عنصر غالب آ گیا تھا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت پر قریش سے حضرت فاروق اعظم اور حضرت امیر حمزہ وغیرہ رضی اللہ عنہم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور ان کی تبلیغی کوششوں سے اسلام پھیلتا گیا، مسلمانوں میں ترقی ہوتی رہی۔ آگے چل کر مکہ کے چند لوگ مسلمان ہوئے اور اہل مدینہ سے کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔

قبائل قریش میں تیزی سے قبول اسلام کی تحریک آگے بڑھ رہی تھی، دس قبائل قریش نے اسلام قبول کیا، پھر اس تحریک کو آگے بڑھانے کی کوشش کی' ان کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) بنوتمیم: حضرت صدیق اکبر، حضرت طلحہ انصاری اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم۔

(۲) بنوعدی: حضرت فاروق اعظم اور حضرت سید بن زید رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

(۳) بنواسد: حضرت زبیر بن عوام اور حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

(۴) بنوسہیم: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

(۵) بنی عبدالدار: حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

(۶) بنومخزوم: حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

(۷) بنوجمیم: حضرت صفوان بن امیہ، حضرت ابومحذورہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم۔

(۸) بنوہاشم: حضرت عباس، حضرت امیر حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

(۹) بنوامیہ: حضرت عثمان غنی، حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔

(۱۰) بنونوفل: حضرت نوفل رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

زمانہ جاہلیت میں بھی قریش نے کچھ اچھے امور انجام دیے جو قابل ستائش وقابل تحسین تھے، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) مظالم وقطع رحمی کو برا خیال کرنا، (۲) شہور حج اور شہر حج کی عظمت کو پیش نظر رکھنا، (۳) مہمانوں کا احترام اور مہمان نوازی کرنا، (۴) جرائم ومنہیات سے احتراز کرنا۔

قریش کا تذکرہ اور ان کے لیے دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

بلاشبہ کائنات میں سب سے معزز اور نہایت واجب الاحترام قبیلہ قریش ہے، ضروری تھا کہ اس قبیلہ کے امتیازی اوصاف بیان کیے جائیں۔ چنانچہ دیگر آئمہ حدیث کی طرح حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس بارے میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔ اس باب میں کل گیارہ (۱۱) روایات ہیں، دو میں قریش کی فضیلت بیان کی گئی ہے جبکہ نو (۹) میں انصار کی۔

قریش کی عظمت وفضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

☆ اگر ہجرت کا سلسلہ جاری نہ ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بھی انصار سے ہوتا، ہجرت کے سبب آپ نے قریش میں ہونا پسند فرمایا اور ہجرت سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

☆ آغاز اسلام میں قریش نے اسلام کی خوب مخالفت کی تھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلت وخواری، قحط سالی، قتل وغارت اور گرفتاریوں میں مبتلا کیا۔ تاہم مختلف لڑائیوں کے بعد جب وہ تائب ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ امور سے نجات دے کر انہیں خلافت وتاج، عزت ووقار اور دیگر انعامات سے سرفراز کیا۔

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے حق میں یوں دعا فرمائی:

(i) جو قریش کو رسوا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے گا۔

(ii) اے اللہ! تو نے قریش کے پہلے لوگوں کو عبرت ناک سزا دی، اب تو ان کے پچھلوں کو اپنے خصوصی انعامات عطا فرما۔

انصار کا ذکر خیر اور ان کے حق میں دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

☆ غزوہ حنین میں کامیابی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر مقام جعرانہ (یہ مقام مکہ معظمہ سے بیس میل کے فاصلے پر ہے) میں پہنچے، وہاں مالِ غنیمت تقسیم کیا، قریش اور قبائل کو خوب نوازا جبکہ انصار کو زیادہ مال نہ دیا گیا، انصار نے اس تقسیم کاری کے خلاف چہ میگوئیوں کا سلسلہ شروع کر دیا، حتیٰ کہ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے وطن اور قوم کی محبت غالب آ گئی ہے، اب ممکن ہے کہ آپ مکہ میں ٹھہر جائیں اور مدینہ طیبہ میں واپس نہ جائیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی تو آپ نے یوں خطبہ ارشاد فرمایا:

اے گروہ انصار! تمہاری چہ میگوئیاں میرے علم میں آ چکی ہیں، کیا یہ تمہاری ناراضگی ہے' جو تم اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہو؟ کیا تمہاری صورتحال یہ نہیں تھی کہ میں تمہارے پاس آیا تم گمراہ تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت عطا کی؟ تم محتاج تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنی کیا؟ تم لوگ باہم دشمن تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں محبت کی دولت سے نوازا؟

اے گروہ انصار! تم لوگ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دے سکتے ہیں؟ فرمایا: اے انصار! تم سچ بات کہو، تمہاری سچی بات سنی جائے گی اور مانی جائے گی۔ تم یوں بھی کہہ سکتے ہو: یا رسول اللہ! آپ اس حالت میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ آپ کو جھٹلایا گیا تھا، ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا گیا تو ہم نے آپ کی معاونت کی، آپ کو وطن سے نکالا گیا، تو ہم نے آپ کو ٹھہرایا، آپ پریشان حال تھے، تو ہم نے آپ کی غمخواری کرنے کی کوشش کی۔

اے گروہ انصار! اگر تم متاعِ قلیل و حقیر کے سبب ناراض ہوئے، جس کے ذریعے میں نے لوگوں کے دل جوڑے تاکہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں، تمہیں تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا؟ اے گروہ انصار! تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں جبکہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر واپس پلٹو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار سے ہوتا، اگر تمام لوگ ایک راستہ اختیار کریں جبکہ انصار دوسرا راستہ اختیار کریں، تو میں انصار والا راستہ اختیار کروں گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے حق میں دعاءِ خیر فرمائی: اے اللہ! تو انصار، انصار کے بیٹوں، ان کی بیٹیوں اور ان کی عورتوں کی مغفرت فرما۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پر مغز گفتگو سن کر انصار پریشان و غمگین ہوئے، رونے کی وجہ سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ پھر انہوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا: ہم اس پر راضی ہیں کہ ہمارے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔

☆ انصار کے دونوں گروہ یعنی اوس اور خزرج قحطانی تھے جبکہ مہاجرین کی اکثریت عدنانی تھے، اہل قحطان اور اہل عدنان کے

درمیان زمانہ قدیم سے عداوت وحرب کا سلسلہ چلا آ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا اور ساتھ ہی انصار سے محبت کرنے کا حکم دیا تا کہ مہاجرین وانصار باہم شیر وشکر ہو جائیں۔

انصار سے محبت کو لازم قرار دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار سے صرف مومن محبت کر سکتا ہے، منافق ان سے بغض وعداوت رکھے گا۔ جو انصار سے محبت رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اور جو انصار سے بغض رکھتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ انصار سے بغض نہیں رکھتا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی خوبیوں اور اوصاف کو شمار کراتے ہوئے فرمایا:

ان کے مقام کے پیش نظر ان سے پیشگی سلام کرو، کیونکہ: (۱) وہ پاک دامن لوگ ہیں۔ (۲) وہ پیشوائے قوم ہیں۔ (۳) وہ صبر شعار لوگ ہیں۔ (۴) ان میں سے کوئی برائی کا مرتکب ہو، اسے معاف کر دو اور اگر کوئی نیکی کرے، تو اسے قبول کر لو۔

فائدہ نافعہ:

ہر مسلمان خواہ اس کا تعلق قریش (مہاجرین) سے ہو یا اوس وخزرج سے (انصار) ان کا احترام واجب وضروری ہے، کیونکہ اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَیِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَیْرٌ

باب 60: انصار کا کون سا گھرانا سب سے بہتر ہے؟

3845 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَقُوْلُ

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَیْرِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ اَوْ بِخَیْرِ الْاَنْصَارِ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ بَنُو عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ بَنُو سَاعِدَةَ ثُمَّ قَالَ بِیَدِهٖ فَقَبَضَ اَصَابِعَهٗ ثُمَّ بَسَطَهُنَّ كَالرَّامِیْ بِیَدَیْهِ قَالَ وَفِیْ دُوْرِ الْاَنْصَارِ كُلِّهَا خَیْرٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا اَیْضًا عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ السَّاعِدِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں انصار کے بہترین خاندان کے بارے میں بتاؤں (راوی کو شک ہے: شاید یہ الفاظ ہیں:) سب سے بہتر انصار کے بارے میں بتاؤں؟ لوگوں نے

3845 - اخرجه البخاری (۳٤۸/۹) كتاب الطلاق: باب: اللعان وقول الله تعالى (والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم الى قوله - تعالى - من الصادقين) رقم (٥٣٠٠)، ومسلم (۱۹٤۹/٤ - ۱۹٥٠)، كتاب فضائل الصحابة: باب: في خير الانصار رضي الله عنهم رقم (۱۷۷، وما بعد ۲٥۱۱/٥)

عرض کی: جی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بنونجار ہیں' پھران کے بعد بنوعبدالاشہل ہیں' پھران کے بعد بنوحارث بن خزرج ہیں' پھران کے بعد بنوساعدہ ہیں' پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے انگلیوں کو بند کرتے ہوئے یوں کھولا' جیسے کوئی کچھ پھینکتا ہے۔اورارشادفرمایا: ویسے انصار کے تمام افراد بہتر ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

3846 سندِحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ اُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ دُوْرُ بَنِى النَّجَّارِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِىْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنِى الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنِىْ سَاعِدَةَ وَفِىْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدٌ مَا اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيْلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ اُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ اسْمُهُ مَالِكُ بْنُ رَبِيْعَةَ

اسنادِدیگر: وَقَدْ رُوِىَ نَحْوَ هٰذَا عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: انصار کے تمام خاندانوں میں سے بہترین بنونجار ہیں۔ان کے بعد بنوعبدالاشہل ہیں۔ان کے بعد بنوحارث بن خزرج ہیں' پھر بنوساعدہ ہیں ویسے انصار کے تمام خاندان بہتر ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا خیال ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دوسری لوگوں کو ہم پر ترجیح دی ہے' تو ان سے کہا گیا: نبی اکرم ﷺ نے آپ لوگوں کو بھی بہت سے لوگوں پر ترجیح دی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابواسید ساعدی کا نام مالک بن ربیعہ ہے۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی منقول ہے' جسے معمر نے زہری' ابوسلمہ' عبیداللہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

3847 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ

3846 ۔ اخرجه البخاری (۱۴۴/۷) : كتاب مناقب الانصار : باب : فضل دور الانصار رقم (۳۷۸۹) و اطرافه فی (۳۷۹۰ ۔ ۳۸۰۷ ۔ ۶۰۵۳) ، و مسلم (۱۹۰۰/۴) ، كتاب فضائل الصحابة : باب : فی خير دور الانصار رضی الله عنهم ، رقم (۱۷۹ ، ۱۷۹/۲۵۱۱) .

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: خَيْرُ دِيَارِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: انصار کا سب سے بہترین گھرانا بنونجار ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے "غریب" ہے۔

3848 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: خَيْرُ الْاَنْصَارِ بَنُو عَبْدِ الْاَشْهَلِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

شرح

انصار کا افضل و بہترین گھرانا:

احادیث باب میں انصار کے ہر گھرانے کو بہتر قرار دیا گیا ہے، چار گھرانوں کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور ان کی فضیلت وعظمت بالترتیب ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- بنوالنجار: اس کی نسبت نجاری ہے اور یہ خزرج کا گھرانا ہے۔ مشہور خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی گھرانے سے تھا اور یہ گھرانا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ننھیال بھی تھا۔

۲- بنوعبدالاشہل: اس کی نسبت اشہلی ہے، اس گھرانے کا تعلق اوس سے تھا اور حضرت اسید بن حضیر اشہلی رضی اللہ عنہ بھی اسی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔

۳- بنوالحارث: اس کی نسبت الحارثی ہے، حضرت رافع بن خدیج حارثی رضی اللہ عنہ اسی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔

۴- بنوساعدہ: اس کی نسبت ساعدی ہے اور حضرت سعد بن عبادہ ساعدی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اسی گھرانے سے تھا۔

فائدہ نافعہ:

عام مسلمان کی فضیلت کعبہ معظمہ سے بھی زیادہ ہے، مہاجرین کا ہر فرد معزز و محترم ہے، ہر گھرانا باعزت و باوقار ہے مگر انصار

3847 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (٢٠٨/٢) رقم (٢٣٥٣)، و ذكره المتقي الهندي (٩/١٢٠)، حديث (٣٣٧٢٠)، و عزاه للترمذي عن جابر.

3848 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (٢٠٨/٢) رقم (٢٣٥٤)، عن مجالد عن الشعبي عن جابر بن عبد الله.

میں سے چار گھرانوں کو بالترتیب امتیازی فضیلت حاصل ہے۔

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: انصار کا بہترین خاندان بنوعبدالاشہل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الْمَدِیْنَةِ

باب 61: مدینہ منورہ کی فضیلت کا بیان

3849 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِىِّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَلِىِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِحَرَّةِ السُّقْيَا الَّتِىْ كَانَتْ لِسَعْدِ ابْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتُوْنِىْ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ عَبْدَكَ وَخَلِيْلَكَ وَدَعَا لِاَهْلِ مَكَّةَ بِالْبَرَكَةِ وَاَنَا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَدْعُوْكَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَنْ تُبَارِكَ لَهُمْ فِىْ مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ مِثْلَىْ مَا بَارَكْتَ لِاَهْلِ مَكَّةَ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے' جب ہم "حرہ سقیا" جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا علاقہ ہے' وہاں پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لئے وضو کا پانی لاؤ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا پھر دعا کی۔

"اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے خاص بندے اور تیرے خلیل تھے' اور انہوں نے مکہ کے لئے برکت کی دعا کی تھی میں بھی تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں میں تجھ سے اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے مد اور ان کے صاع میں ان کے لئے برکت کر دے' اسی طرح جس طرح تو نے اہلِ مکہ کے لئے برکت عطا کی تھی اور اس کے ساتھ مزید اور برکت بھی کر دے جو دگنی ہو"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

3849 - اخرجه احمد (۱/۱۱۵)، و ابن خزيمة (۴/۲۰۸) حديث (۲۰۹) من طريق عاصم بن عمرو عن علي بن ابي طالب فذكره.

شرح

مدینہ منورہ کا تعارف

مدینہ طیبہ کا حدود اربعہ:

یہ مقدس شہر مکہ مکرمہ سے تین سو (۳۰۰) میل کی دوری پر واقع ہے، سطح سمندر سے چھ سو (۶۰۰) میٹر کی بلندی پر ہے، اس کے شمال میں جبل احد اور جنوب میں جبل عیر ہے۔ اس شہر کے مغرب اور مشرق میں بالترتیب حرہ و برہ واقع ہیں جو سیاہ پتھروں کے علاقہ جات ہیں۔

مدینہ طیبہ کے مشہور اسماء مبارکہ:

مدینہ طیبہ کے وہ اسماء مبارکہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے معروف ہوئے، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) مدینہ منورہ: اس مقدس شہر کا پرانا نام "یثرب" تھا جس کا معنی ہے: بیماریوں کا گھر، ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام تبدیل کر کے "مدینہ منورہ" رکھ دیا اور پرانا نام لے کر اس شہر کو یاد کرنے سے منع کر دیا، کیونکہ آپ کے قدوم میمنت سے یہ شہر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا گھر بن گیا تھا۔ اس بارے میں حدیث ہے: **اللهم! حبب علينا المدينة كحبنا مكة**۔ اے اللہ! تو مکہ کی طرح مدینہ کو بھی ہمارا محبوب بنادے۔

(ii) خیرہ و خیرہ: اس مقدس شہر کا نام ہے، جو دنیا و آخرت کی خیر و برکت کا جامع ہے۔ ایک روایت میں یوں مذکور ہے **المدينة خير لهم لو كانوا يعلمون** ۔ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ اس بات کو معلوم کرلیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہروں کو فتح کرنے سے اور لوگوں کے منتقل ہونے سے پہلے اس کے لیے وسعت رزق کی طلب میں خبر دی ہے اور یہ بات اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ دونوں نام اس مقدس شہر کے ہیں۔

(iii) جابر و جبارہ: یہ بھی اس مقدس شہر کے ناموں میں سے ہے، اس نام کی وجہ یہ ہے کہ شکستہ دل غریبوں کو مالدار اور بے کسوں کو سہارا دینا اس کا کام ہے۔ علاوہ ازیں مغروروں کو دل شکستہ کرنا، متکبر لوگوں کو اطاعت کے لیے مجبور کرنا، دوسرے شہروں کے سلاطین کو دعوت دینا کہ وہ اسلام لے آئیں اور مسلمان ہو جائیں، ایک ذات کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں فلاح دارین حاصل ہوگی۔

(iv) حسنہ: اس کے ناموں میں سے ایک یہ ہے، اس نام کی وجہ یہ ہے کہ باغات، چشموں، کنوؤں، بلند و بالا پہاڑوں، کشادہ فضاؤں، خوبصورت عمارتوں اور مزارات کی کثرت سے اس شہر کے حسن و جمال میں اضافہ ہوا ہے۔ علاوہ ازیں رونق و حضور مع جمیع مکانات کے ارد گرد اس خطہ کے نہایت ہی کامل السرور ہے۔

(v) عاصمہ: اس کے ناموں میں سے ایک مشہور نام ہے، اس کی وجہ ایذاء مشرکین سے مہاجرین کو محفوظ و مامون رکھنا ہے۔ علاوہ ازیں تمام ساکنان اور قاصدان اس مقام رحمت میں آئیں تو جملہ آفات اور خطرات سے محفوظ رہتے ہیں۔

(vi) مومنہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اہل ایمان کا مرکز ہے، اہل ایمان کی سکونت ہے، احکام اسلام کا فروغ یہاں سے ہوا، شعار اسلام کا محور ہے، امن و آشتی اور حفاظت کا گہوارہ ہے۔ جب کوئی شخص ظلم وستم اور زیادتی کرنے کے بعد اس مقدس شہر میں آجاتا ہے اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے توبہ کرتا ہے تو وہ فوراً اللہ کی گرفت سے محفوظ رہتا ہے۔

(vii) فاضحہ: اس نام کی وجہ یہ ہے کوئی بدکردار، بداعتقاد انسان اس شہر میں چھپ کر نہیں رہ سکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی بااثر کیوں نہ ہو بالآخر وہ ذلیل وخوار ہوکر اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاتا ہے۔

(viii) محبورہ: یہ لفظ "حبر" سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے: راحت و سرور۔ اسی مقدس شہر کا نام ہے: محبار سے مراد زمین کا ایسا ٹکڑا ہے، جو شاداب و سرسبز ہو اور مفید ہو۔ اس کے پائے جانے کا زمین مدینہ میں مشاہدہ و معائنہ کیا جائے۔

(ix) محفوظہ، محفوفہ اور محروسہ: ان ناموں کی وجہ تسمیہ نمایاں ہے۔ ایک مشہور روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ طیبہ کی گلیوں کے دونوں کونوں میں فرشتے بیٹھے ہیں جو اس کی حفاظت میں مامور ہیں۔

(x) مرحومہ و مرزوقہ: پہلا نام تورات سے ماخوذ ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سکونت و آرامگاہ ہے اور جائے نزول ارحم الراحمین ہے، رحمت عام و خاص یعنی اہل عالم پر رزق حسیہ و جسمانیہ اور معنویہ و روحانیہ کا پہنچتا ہے مگر یہ بات خاص کر متوکلین کے بارے میں ہے۔

(xi) مسکینہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ سے فرمایا: **یا طیبۃ یا طابۃ یا مسکینۃ لا تقبلی الکنوز** ۔ اے پاک زمین! اے بقعہ مطہر اور اے مکان مسکین، خزانوں کو قبول نہ کر اور اپنی مسکینیت کے ساتھ مطابقت کر۔ مگر یہ خطاب اس کے رہنے والوں سے ہے تاکہ مسکینیت اور غربت کی صفت سے وہ موصوف رہیں۔

(xii) مسلمہ: یہ مشہور نام ہے، ایمان و اسلام دونوں مترادف ہیں مگر تھوڑا سا فرق ہے، ایمان میں تصدیق قلبی کا مفہوم ہے، جو امور باطنہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام اقرار ہے ان امور کا جو احکام ظاہری ہیں لیکن دونوں میں امن و سلامتی کا مفہوم موجود ہے۔

(xiii) مطیبہ مقدسہ: ان کا مفہوم و وجہ تسمیہ سابقہ اسماء کے قریب تر ہے، طیب و پاکی، نیز طہارت و صفائی اور نزاکت اس کے مقدس شہر کی صفات لازمہ ہیں۔

(xiv) مقر: یہ لفظ "قرار" سے ماخوذ ہے، ایک روایت کے الفاظ ہیں: **اللھم اجعل لنا بھا قرارا و رزقا حسنا** ۔ اے اللہ! تو ہمارے اس شہر کے باشندوں کو قرار و سکون اور عمدہ رزق عطا کر۔

(xv) مسکنیہ: اس سے مراد وہ آرامگاہ ہے، جو پرسکون و اطمینان بخش ہو۔ مدینہ طیبہ کے علاوہ یہ ناممکن ہے۔

(xvi) ناجیہ: یہ لفظ "نجات" سے مشتق ہے، اس سے مراد ہے ارفع و بلند زمین اور یہ مفہوم مدینہ منورہ کے الفاظ سے بھی واضح

ہوتا ہے۔

(xvii) سید البلدان: حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں منقول ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: یا طیبة یا سید البلدان۔ اے پاک وصاف زمین اور اے شہروں کے سردار۔

(ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب، مصنف شیخ عبد الحق محدث دہلوی، از صفحہ 4 تا ...)

1- گنبد خضراء کے تعمیری مراحل:

مؤرخین مدینہ نے گنبد خضراء کے تعمیری مراحل نہایت جامعیت سے بیان کیے ہیں، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱- پہلا مرحلہ:

سب سے پہلے تعمیر قبہ کی سعادت ملک منصور قلادون صالحی کو ملی۔ یہ 678ھ میں ہوا۔ قبہ شریف نیچے سے مربع تھا، اوپر سے آٹھ کونہ دیواروں پر لکڑی کے تختے قائم کیے گئے، ان پر لکڑی کی تختیاں اور ان پر سیسہ کی پلیٹیں لگائی گئیں۔

۲- دوسرا مرحلہ:

765ھ میں ملک ناصر حسن بن محمد بن قلادون نے تجدید کی پھر ملک اشرف شعبان بن حسین نے اسے مضبوط بنایا۔

۳- تیسرا مرحلہ:

696ھ میں ملک عادل زین الدین نے مقصورہ شریف میں جالی دار کھڑکیاں بنوا کر اس کو مسجد شریف کی چھت تک اونچا کیا۔

۴- چوتھا مرحلہ:

ریاض الجنہ کی طرف بھی روضہ انور کا ایک دروازہ کھلتا تھا' جو آج بھی نمایاں محسوس ہو رہا ہے، اس دروازہ کو تالا لگا ہوا ہے۔ 628ھ میں جب قاضی النجم ابن الجی نے اقتدار سنبھالا تو انہوں نے یہ دروازہ بند کرا دیا جو آج تک بند ہے۔ انہوں نے اپنے حج کے موقع پر ریاض الجنہ میں بھیڑ دیکھی تو فیصلہ کیا کہ یہ دروازہ بند کر دیا جائے تا کہ مسجد شریف کا تقدس قائم رہ سکے۔

۵- پانچواں مرحلہ:

830ھ میں ملک اشرف برسبائی نے مقصورہ شریف کے دروازوں کو کیل لگا کر بند کرا دیا کہ بعض لوگ حجرہ انور کی دیوار کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کی غرض سے پیٹھ لگا لیا کرتے تھے، دروازہ بند ہو جانے کے بعد لوگ مقدس جالیوں ہی سے زیارت کر لیا کرتے تھے۔

۶- چھٹا مرحلہ:

881ھ میں لکڑیوں میں کچھ خلل واقع ہوا تو متولی عمارۃ شمس بن زید نے نئی لکڑیاں بدل کر تجدید کی۔

۷-ساتواں مرحلہ:

886ھ میں روضہ انور کے قریبی مینار پر بجلی گرنے سے شدید نقصان ہوا تو ملک اشرف قائت بائی نے سنقر الجمائی کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ تعمیراتی سامان اور ایک سو انجینئر ساتھ بھیجے۔ حجرہ مقدسہ کی دیواروں پر ایک گنبد بنایا، پھر اس پر دوسرا گنبد، پھر اس پر تیسرا بڑا گنبد بنایا جس نے تینوں کو گھیر رکھا تھا۔ قائت بائی کی اس تعمیر و تجدید پر ایک لاکھ بیس ہزار دینار خرچ ہوئے۔ (تاریخ الحرمین، ص ۱۷۴) اس وقت روضۂ اطہر کا رنگ مبارک سفید تھا اور قبۃ البیضاء کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

۸-آٹھواں مرحلہ:

۹۸۵ھ میں سلطان سلیم ثانیؒ نے جہاں مسجد نبوی شریف کی تعمیر میں دلچسپی لی وہاں حجرہ انور کا گنبد مبارک بھی بنوایا جو بے حد خوبصورت تھا، اسے منقش کیا، رنگین پتھروں سے مزین کیا۔ آب زر سے گلکاری کرائی اور ایک کونہ پر اپنا نام بھی کندہ کرایا۔

۹-نواں مرحلہ:

1233ھ میں سلطان محمود غزنوی نے گنبد کو از سر نو تعمیر کرایا، گنبد پاک پر سبز رنگ کرایا، اسی لئے اس گنبد پاک کو گنبد خضریٰ کہا جاتا ہے۔

2-گنبد خضراء کی چند خصوصیات:

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

محبوب رب عرش ہے اس سبز قبہ میں — پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے
چھائے ملائکہ ہیں لگاتار ہے درود — بدلے ہیں پہرے بدلی میں بارش درکی ہے

۱-یہی وہ گنبد پاک ہے، جو انوار و تجلیات کا عظیم مرکز ہے۔
۲-یہی وہ قبہ انور ہے جہاں صبح و شام ستر ہزار ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔
۳-یہی وہ مبارک خطہ ہے جس کی عظمت بیت اللہ شریف اور عرش الٰہی سے بھی زیادہ ہے۔
۴-یہی وہ زیارت گاہ ہے جس کے شوق میں مومن ساری زندگی آہ و فغاں میں گزار دیتا ہے۔
۵-یہی وہ مبارک خطہ ہے جس کے تصور کے ساتھ ہی مومن کی آنکھیں بہہ جاتی ہیں۔
۶-یہی وہ مبارک خطہ ہے جس کے ذکر پاک سے دل کی مرجھائی کلیاں کھل جاتی ہیں۔
۷-اسی خطہ مبارک کے طفیل ہی سارا مدینہ منورہ کہلایا، اسی کے صدقے ہی اس کی غبار خاک شفا بن گئی۔
۸-اسی مبارک حصہ ارضی کو حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہی وہ مقدس جگہ ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے:

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر — نفس گم کردہ می آید مسیحا و کلیم ایں جا

(ماخوذ از مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، مصنف علامہ منظور احمد شاہ از صفحہ 335 تا 339)

گستاخی کا انجام:

سیدالانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتا، اس سلسلہ میں چند ایک واقعات حسب ذیل ہیں۔

پہلا واقعہ:

حجرہ شریف میں سرنگ لگانے کا واقعہ ۵۵۷ھ میں پیش آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان نورالدین محمود شہید بن عمادالدین زنگی نے آقادوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات تین بار خواب میں دیکھا کہ آپ دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ جلد آؤ یہ دو آدمی جو کھڑے ہیں مجھے ان کے شر سے بچاؤ۔ نورالدین نے اپنی دانائی سے تاڑ لیا کہ کوئی عجیب وغریب امر مدینہ منورہ میں واقع ہوا ہے، اس کے لئے مدینہ منورہ ضرور پہنچ جانا چاہیے۔ سلطان مذکور اسی وقت آخر رات میں تیز رفتار اونٹنیوں پر اپنے بیس خاص آدمیوں کے ساتھ روانہ ہو گیا اور اپنے ساتھ کثیر مال بھی لے گئے۔ سولہ دن تک لگاتار سفر کرنے کے بعد شام کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے اور فوراً ان دونوں ملعونوں کی حاضری اور شناخت کرنے کی تدبیر پیدا کی۔ نورالدین نے اعلان کیا: مدینہ منورہ کا ہر شخص حاضر ہو اور سلطانی سخاوت میں سے اپنا حصہ آکر لے۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد ہر شخص باری باری سلطان سے ملتا، وہ اس کو مالا مال کر کے رخصت کر دیتا مگر ان لوگوں میں وہ دونوں شکلیں نہ دکھائی دیں جو خواب میں دکھائی تھیں۔ نورالدین نے کہا: اہل شہر میں کوئی شخص بھی ہے، جو حاضر نہ ہوا ہو؟ لوگوں نے کہا: کوئی شخص باقی نہیں رہا لیکن دو عابد و زاہد جو مغرب کے رہنے والے ہیں باقی رہ گئے ہیں، یہ دونوں شب و روز عبادت میں مصروف رہتے ہیں، کسی سے بات چیت تک نہیں کرتے اور اس کے ساز و سامان سے ان کو دنیا سے کوئی تعلق نہیں اور اسی وجہ سے یہ دونوں حاضر نہ ہو سکے۔ نورالدین نے حکم دیا کہ ان دونوں کو بھی بلایا جائے! جب وہ دونوں سامنے آئے تو بادشاہ نے پہلی ہی نظر میں انہیں پہچان لیا کہ یہی وہ ہیں جن کی طرف خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا۔ نورالدین نے دریافت کیا: تم لوگ کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: حجرہ شریف کے مغربی جانب (اس وقت یہ مکان کھنڈر پڑا ہوا تھا) میں رہتے ہیں، اس مکان سے ایک کھڑکی مسجد کی دیوار میں چھپی ہوئی ہے۔ سلطان نے یہ معلوم کر کے ان کو تو وہیں چھوڑا اور خود اس مکان میں پہنچ گیا جس میں یہ دونوں مقیم تھے۔ دیکھا کہ ایک طاق میں دو قرآن مجید اور وعظ کی چند کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک طرف غرباء اور مساکین کے واسطے کچھ غلہ رکھا تھا، ان کے سونے کی جگہ ایک چٹائی پڑی تھی۔ سلطان نورالدین نے چٹائی کو اٹھایا تو وہاں سے ایک گہرا گڑھا برآمد ہوا جو خواب گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھودا ہوا تھا۔ اس کے ایک گوشہ میں ایک کنواں تھا جس میں گڑھے کی مٹی ڈالی جاتی تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ چمڑے کے تھیلے رکھے پائے گئے، رات کو مٹی ان میں بھر کر بقیع کے اطراف میں لے جا کر ڈالتے تھے، ان کو ذرا دھمکا کر اس حرکت کا سبب دریافت کیا؟ تو ان کو ظاہر کرنا پڑا کہ ہم عیسائی ہیں اور نصاریٰ نے ہم کو مغربی حاجیوں کے لباس میں مال کثیر دے کر اس لئے بھیجا تھا کہ ہم کسی حیلہ سے حجرہ شریف میں داخل ہو کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ گستاخی کریں۔ جس رات میں یہ نقب قبر شریف کے قریب پہنچنے والی تھی، کثرت سے بادل آیا بارش ہونے لگی اور گرج و چمک سے زلزلہ عظیم پیدا ہو گیا۔ اس رات کی صبح کو سلطان نورالدین پہنچ گئے۔ ان باتوں کے سننے سے سلطان کی حالت غضب برانگیختہ ہو گئی، ساتھ ہی رقت بھی طاری ہو گئی۔ وہ بہت رویا اور حجرہ شریف کی جانب

مبارک کے نیچے ان دونوں پلیدوں کی گردن اڑا دی گئی اور دن کے آخری حصے میں ان کی منحوس لاشوں کو جلا کر خاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد حجرہ مبارک کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا، پھر سیسہ پگھلا کر اس خندق میں بھروا دیا تا کہ کسی مفسد وملعون کے لئے قبر شریف تک پہنچنا مشکل ہو جائے۔

دوسرا واقعہ:

ایک دوسری روایت میں ایک یہ واقعہ لکھا ہے جس کو ابن النجار نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے کہ بعض زندیق جو امراء عبیدیہ سے تعلق رکھتے تھے یہی لوگ مصر کے حاکم تھے اور حرمین شریفین کی ولایت بھی انہیں کے قبضہ تصرف میں تھی۔ تاریخ دانوں پر ان بدبختوں کی حالت واضح ہے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اجسام مبارک مصر میں منتقل کر لئے جائیں تو ساکنان مصر کے لئے ایک بڑی منقبت حاصل ہو جائے گی اور تمام دنیا کی مخلوق زیارت کے لئے اس ملک میں آنے لگے گی۔ حاکم مصر نے اس خیال محال کے پیش نظر ایک عظیم الشان عمارت اور اس کا شاندار احاطہ تعمیر کرایا۔ اس کے بعد اپنے ایک معتمد کو جس کو ابوالفتوح کہتے تھے، قبور شریف سے تینوں اجسام پاک کو نکال لانے کے لئے مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ اس شہر مبارک کے اکابرین اور باشندے ابوالفتوح کی آمد اور اس آمد کے مقصد سے پہلے ہی واقف ہو چکے تھے۔ پہلی ہی مجلس میں جب اس کو دیکھا تو ایک قاری نے اس آیت کریمہ کی تلاوت شروع کر دی:

"وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝"

"اگر وہ لوگ اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں بعد عہد کر لینے کے اور طعنہ ماریں تمہارے دین میں کفر کے سرداروں سے لڑو، بے شک ان کی قسم نہیں باقی رہی تا کہ وہ باز رہیں کیوں نہیں جہاد کرتے ہو تم اس قوم سے جنہوں نے توڑ ڈالا ان قسموں کو اور ارادہ کیا رسول کے نکالنے کا اگر تم ایمان والے ہو۔"

اس آیت کریمہ کو کچھ ایسی عظمت اور پر شکوہ انداز میں پڑھا کہ لوگوں میں ایک حرکت جذبہ پیدا ہو گیا، حاضرین مجلس نے ارادہ کیا کہ ابوالفتوح کو اسی وقت قتل کر دیں لیکن چونکہ اس شہر کی حکومت انہیں بدبختوں کے ہاتھوں میں تھی اس لئے قتل میں جلدی نہ کی۔ ابوالفتوح بھی خوفزدہ ہو گیا اور کہنے لگا: خدا کی قسم! اگر اس کام میں میرا سر بھی چلا جائے تو بھی میں راضی نہ ہوں گا اور اپنا ہاتھ قبر شریف کی طرف کبھی بھی دراز نہ کروں گا۔ اسی رات میں اتنی زبردست آندھی آئی جس سے ایسا محسوس ہونے لگا کہ کرۂ زمین اس شدت اور زور کے ہاتھوں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جائے گا۔ اونٹ اپنے پالانوں سمیت اور گھوڑے اپنی زین کے ساتھ گیند کی طرح ڈھلکتے تھے۔ ابوالفتوح نے جب یہ حالت دیکھی تو اس پر عبرت اور خوف کی کیفیت طاری ہو گئی۔ دل سے حاکم کا خوف جاتا رہا، وہ اپنے خیال بد سے قطعی طور پر باز رہا اور سلامتی اور بچی نیت کے ساتھ واپس چلا گیا۔

تیسرا واقعہ:

ریاض نضرہ میں محب طبری بیان کرتے ہیں کہ حلب کے رافضیوں کی ایک جماعت مدینہ منورہ کے امیر کے پاس آئی، یہ جماعت اپنے ساتھ قیمتی سامان اور قیمتی تحائف بھی لائی تھی۔ اس نے یہ چیزیں مدینہ کے امیر کی خدمت میں پیش کر دیں اور اس کے عوض میں امیر سے یہ طے کیا کہ حجرہ شریف میں یک طرف سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے جسموں کو نکال لے جائیں۔ مدینہ کے امیر نے اپنی مذہبی بے حسی اور حب دنیا کی وجہ سے اس بات کو قبول کر لیا اور انہیں اس بات کی اجازت دے دی۔ امیر مدینہ نے حرم شریف کے خادم کو حکم دیا کہ جب یہ جماعت آئے ان کے لئے حرم کا دروازہ کھول دینا اور اس میں یہ لوگ جو کام کرنا چاہیں مت منع کرنا۔ دربان کا بیان ہے کہ جب عشاء کی نماز ہو چکی اور سب دروازے بند ہو گئے تو چالیس آدمی کدال، شمع اور کھودنے کے اوزار لے کر آ گئے۔ یہ لوگ باب السلام کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے امیر کے حکم کے مطابق دروازہ کھول دیا اور ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا۔ میں روتا تھا اور دل میں سوچتا تھا کہ کب قیامت قائم ہو گی لیکن سبحان اللہ! ابھی یہ لوگ منبر شریف کے مقابل بھی نہیں پہنچے تھے کہ ان سب کو ان کے اسباب و آلات سمیت اس ستون کے نزدیک جو توسیع عثمان غنی کے قریب ہے، زمین نے نگل لیا۔ امیر مدینہ ان کی واپسی کا منتظر تھا، اس تاخیر کا سبب سوچ رہا تھا، اس نے مجھ کو بلایا اور پوچھا: جماعت کا کیا حال ہے؟ میں نے جو کچھ دیکھا صاف صاف بیان کر دیا۔ امیر نے کہا: کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے سوچ سمجھ کر بات کر؟ میں نے جواب دیا: آپ خود تشریف لے چلیں اور دیکھ لیں کہ خسف کا اثر اور بعض کپڑے جو قریب ہی اوپر تھے باقی ہیں۔

(ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب از صفحہ: ۱۶۱ تا ۱۶۵)

مسجد نبوی کے تعمیری مراحل:

مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع مختلف ادوار میں مختلف طریقوں سے کی گئی۔ اس مسجد کے تعمیری مراحل کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا مرحلہ: ہجرت مدینہ اور قیام مدینہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس نفیس مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی۔ اس وقت مسجد کا رقبہ سو گز (۱۰۰) مربع کے قریب تھا۔

دوسرا مرحلہ: ۷ھ میں فتح خیبر سے واپسی پر مسجد نبوی کی توسیع کی گئی، مسجد سے متصل پلاٹ خرید کر اس میں شامل کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان ہوا کہ جو شخص یہ ملحقہ پلاٹ خرید کر مسجد میں شامل کرے گا اس کے لئے جنت ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ قطعہ زمین دس ہزار دینار میں خرید کر مسجد میں شامل کرا دیا۔

تیسرا مرحلہ: ۷ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم سے مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی، یہ تعمیر و توسیع جنوب شمال مغرب کی طرف سے ہوئی، ستونوں کو تبدیل کیا گیا، کھجور کے تنوں کی بجائے لکڑی کے ستون نصب کیے گئے۔ مشرقی جانب توسیع نہ کی گئی، کیونکہ اس طرف امہات المومنین کے حجرات تھے۔ یاد رہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجد نبوی کی توسیع نہ ہو سکی۔

چوتھا مرحلہ: ۲۹ھ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق توسیع مسجد عمل میں لائی گئی اس کی وجہ نمازیوں کی کثرت اور مسجد کی تنگ دامنی تھی۔ اس اضافہ کی چوڑائی دوسو پچیس (۲۲۵) اور طول دوسو چالیس (۲۴۰) فٹ تھا۔ یہ کام دس ماہ میں پائے تکمیل کو پہنچا تھا۔

پانچواں مرحلہ: ۸۸ھ میں ولید بن عبدالملک نے یہ توسیع کروائی تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے نگران تھے، اس موقع پر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرات اور اطراف کے مکانات خرید کر مسجد میں شامل کیے گئے تھے۔ ولید بن عبدالملک کی تحریک پر روم کے بادشاہ نے بھی اس توسیع میں حصہ لیا تھا، انہوں نے چالیس (۴۰) ماہر استاد فن قبطی، اسی ہزار (۸۰۰۰۰) دینار، چاندی کی زنجیریں، تجربہ کار معمار، مزدور، نقدی، سونا اور چاندی وغیرہ سے معاونت کی۔ یہ کام ۸۸ھ میں شروع ہو کر ۹۱ھ میں مکمل ہوا۔

چھٹا مرحلہ: ۱۶۱ھ میں خلفاء عباسیہ نے مسجد نبوی کی توسیع وتعمیر کا کام شروع کیا، جو ۱۶۵ھ میں پائے تکمیل کو پہنچا۔

ساتواں مرحلہ: ۱۵۴ھ میں خلیفہ عباسی المعتصم میں مسجد نبوی کی توسیع کرائی، مسجد کے حصہ میں ایک قبہ تعمیر کرایا جس میں تبرکات نبوی اونی چادر، جبہ طیالسیہ، تہبند، غلاف کعبہ کے ٹکڑے، مصلی، جھنڈا اور ہتھیار وغیرہ رکھے گئے۔

آٹھواں مرحلہ: ۷۰۵ھ میں ملک ناصر محمد بن قلادون نے تعمیری خدمات انجام دیں۔ ۷۲۹ھ میں انہوں نے برآمدوں کا اضافہ کیا تھا۔

نواں مرحلہ: ۸۳۱ھ میں ملک اشرف قائتبائی نے مسجد نبوی کی توسیع کروائی تھی۔

دسواں مرحلہ: ۸۵۳ھ میں خلیفہ ظاہر کی طرف سے تعمیری کام ہوا اور بالخصوص چھتوں کی مرمت کا کام پائے تکمیل کو پہنچایا۔

گیارہواں مرحلہ: ۸۷۸ھ میں ملک اشرف قائتبائی نے تعمیری کام کرایا، اسی موقع پر آتش زنی کا واقعہ پیش آنے کی وجہ سے تمام نقصان کی تلافی بھی کی، اس توسیع میں ایک لاکھ بیس ہزار دینار صرف ہوئے تھے۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرات کی دیواروں پر گنبد بنوائے، باب السلام کے سامنے مزید دو گنبد بنوائے اور باب الرحمت کا مینار بھی تعمیر کروایا گیا تھا۔

بارہواں مرحلہ: ۹۷۴ھ میں سلطان سلمان نے مسجد کی دیواریں منقش کرائیں اور تزئین مسجد کی خدمت انجام دی۔

تیرہواں مرحلہ: ۹۸۰ھ میں سلطان سلیم ثانی نے تعمیری کام کیا، حجرہ مقدسہ کا گنبد بنوایا اور آب زر سے گل کاری کرائی تھی۔

چودھواں مرحلہ: سلطان محمود نے حجرہ مقدسہ کے اوپر ایک قبہ تعمیر کرایا، اسے سبز رنگ کروایا اور اس وقت سے اسے گنبد خضراء کہا جاتا ہے۔

پندرھواں مرحلہ: ۱۲۶۵ھ میں سلطان عبدالمجید نے مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع کروائی، باب مجیدی ان کے نام سے موسوم ہے، جدید ستون تیار کیے گئے، ستونوں کے نچلے حصوں پر سونے کے کڑے چڑھائے اور ستونوں کی تعداد دوسو چھیانوے (۲۹۶) تک پہنچی ہے۔

سولہواں مرحلہ: اس موقع پر فخری پاشا تعمیری خدمات انجام دیں، محراب نبوی پر کام کیا گیا، مسجد نبوی کے صحن والا کنواں بند کر دیا

گیا اور اس کنویں کے پانی کو ''آب کوثر'' کا نام دیتے تھے۔

سترھواں مرحلہ: سعودی فرمانروا ملک عبدالعزیز نے تعمیری خدمات انجام دیں اور ستونوں کو سونے کے کڑے چڑھائے۔

اٹھارہواں مرحلہ: ۱۳۵۲ھ میں مصری حکومت کی طرف سے مسجد نبوی کی مرمت و تعمیر کی گئی اور حکومت مصر نے اپنے ملک کی سطح پر اس مقصد کے لئے فنڈ قائم کیا تھا۔

انیسواں مرحلہ: ۱۳۶۸ھ میں سعودی حکومت کی طرف سے مسجد نبوی کی توسیع کا اعلان ہوا، ۱۳۷۰ھ میں قدیم دیواریں منہدم کی گئیں اور ۱۳۷۳ھ میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

فائدہ نافعہ:

دور رسالت میں مسجد نبوی کا رقبہ ۲۴۷۵ مربع میٹر تھا، دور فاروقی میں گیارہ سو پانچ (۱۱۰۵) مربع میٹر کا اضافہ ہوا، دور عثمانی میں چار سو چھیانوے (۴۹۶) مربع میٹر کا اضافہ ہوا، دور ولید بن عبدالملک اموی میں تیرہ سو انہتر (۱۳۶۹) مربع میٹر کا اضافہ ہوا، خلیفہ مہدی عباسی کے دور میں دو ہزار چار سو پچاس (۲۴۵۰) مربع میٹر کا اضافہ ہوا، ملک اشرف قائتبائی کے دور میں ایک سو بیس (۱۲۰) مربع میٹر کا اضافہ ہوا، سلطان عبدالمجید عثمانی کے دور میں بارہ سو ترانوے (۱۲۹۳) مربع میٹر کا اضافہ ہوا اور سعودی دور حکومت میں چھ ہزار چوبیس (۶۰۲۴) مربع میٹر کا اضافہ ہوا۔ اب مسجد نبوی کا کل رقبہ سولہ ہزار تین سو ستائیس (۱۶۳۲۷) مربع میٹر سے زائد ہے۔ (ماخوذ از مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مصنف: علامہ منظور احمد شاہ، از صفحہ: ۱۴۱ تا ۱۴۷)

صفہ اور اصحابِ صفہ:

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایک حصہ میں ''صفہ'' نام سے ایک ادارہ (مدرسہ) قائم کیا، جس میں خود تشریف فرما ہو کر اپنے صحابہ کی تعلیم و تربیت فرماتے تھے، حاضرین یا طلباء کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی اور یہ تعداد چار سو تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ اصحابِ صفہ میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ، (۲) حضرت کعب بن عمر، (۳) حضرت عمیر بن عوف، (۴) حضرت حبیب بن سیان، (۵) حضرت ثوبان، (۶) حضرت عبداللہ بن انیس، (۷) حضرت معاذ بن حارث، (۸) حضرت جسب بن جنادہ، (۹) حضرت ثابت بن ودیعہ، (۱۰) حضرت عتبہ بن مسعود، (۱۱) حضرت عدیم بن ساعد، (۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر، (۱۳) حضرت ابولبابہ، (۱۴) حضرت سلمان فارسی، (۱۵) حضرت سالم بن عمیر، (۱۶) حضرت حذیفہ بن یمان، (۱۷) حضرت مسطح بن اثاثہ، (۱۸) حضرت ابو درداء، (۱۹) حضرت سالم مولی ابوحذیفہ، (۲۰) حضرت عبداللہ بن زید، (۲۱) حضرت صفوان بن بیضاء، (۲۲) حضرت عکاشہ بن محصن، (۲۳) حضرت ابوعبیس، (۲۴) حضرت حجاج بن عمر، (۲۵) حضرت خباب بن ارت، (۲۶) حضرت مسعود بن ربیع، (۲۷) حضرت عبداللہ بن مسعود، (۲۸) حضرت مقداد بن عمر، (۲۹) حضرت عمار بن یاسر، (۳۰) حضرت ابوعبیدہ عامر بن [illegible]، (۳۱) حضرت بلال بن رباح، (۳۲) حضرت صہیب بن سنان، (۳۳) حضرت زید بن خطاب، (۳۴) حضرت ابو [illegible]

(۳۵) حضرت ابو کبشہ، (۳۶) حضرت ابوعبس، (۳۷) حضرت ابوعبس، (۳۸) حضرت اوس بن ثابت، (۳۹) حضرت مجذر بن دمار، (۳۹) حضرت عامر بن فہیرہ، (۴۰) حضرت ابو رجانہ، (۴۱) حضرت ذوالشمالین، (۴۲) حضرت ابوالہیثم، (۴۳) حضرت رافع بن معلی، (۴۴) حضرت سعد بن خیثمہ، (۴۵) حضرت عبداللہ بن رواحہ، (۴۶) حضرت عاصم بن ثابت، (۴۷) حضرت عبداللہ بن جحش، (۴۸) حضرت عویم بن ساعدہ، (۴۹) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ، (۵۰) حضرت ابو رویحہ، (۵۱) حضرت عباد بن بشر، (۵۲) حضرت ابوایوب، (۵۳) حضرت خالد بن زید، (۵۴) حضرت عتبان بن مالک، (۵۵) حضرت سلامہ بن سلامہ، (۵۶) حضرت مقداد وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یہ حضرات باقاعدگی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی فیضان حاصل کرتے پھر اپنے اہل وعیال، دوست واحباب اور ہر مسلمان تک فیض رسانی کی کوشش کرتے رہے۔ اسی ادارہ کا فیض ہے کہ آج بھی دنیا بھر کے ممالک کے ہر شہر بلکہ ہر محلہ میں ادارے قائم ہیں جن میں **قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم** کی صدائیں بلند ہورہی ہیں۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستون ہائے مبارکہ:

مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو اس کے متعدد ستون بھی بنائے گئے تھے، ان ستونوں میں سے چند ایک کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱- ستون حنانہ:

یہ وہ مقدس ستون ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، صحابہ کرام نے جب باہمی عقیدت ومحبت سے آپ کے لئے منبر تیار کیا، تو آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے، تو منبر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا، آپ نے اس سے فرمایا! اگر تو چاہتا ہے' تو تجھے دبا دیتے ہیں اور قیامت کے دن جنت میں جائے گا، اگر چاہتا ہے' تو تجھے اپنے مقام پر نصب کر دیتے ہیں، اس نے پہلی صورت پسند کی اور اسے دفن کر دیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ اس ستون نے اونٹنی کے بچہ کی طرح رونا شروع کر دیا تھا، جس کی آواز سب اہل مسجد نے اپنے کانوں سے سنی تھی۔

۲- ستون عائشہ:

یہ ستون "قرعہ" کے نام سے مشہور ہے، اس ستون کی فضیلت حدیث مبارکہ میں موجود ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد کے ایک ستون کے ساتھ زمین کا ایک ٹکڑا ہے کہ لوگوں کو اس کی عظمت وفضیلت کا پتہ چل جائے تو وہ اس مقام میں حاضر ہونے کے لئے باہم قرعہ اندازی کریں۔

۳- ستون ابی لبابہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلہ صحابہ میں سے ایک حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ تھے، ان سے نادانستہ طور پر ایک غلطی سرزد ہوگئی، جس کے سبب انہیں نہایت درجہ کی ندامت ہوئی، اس ندامت کی وجہ سے انہوں نے بطور مجرم اپنے آپ کو اس ستون

سے باندھ لیا، یہ اعلان کیا کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف نہیں کریں گے میں اپنی ذات کو آزاد نہیں کروں گا۔ اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں معاف کر دیا گیا۔

اپنی ذات کو ستون سے باندھتے وقت یہ اعلان کیا تھا: قسم بخدا! میں اس وقت تک اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا جب تک مجھے معاف نہیں کر دیا جاتا۔ چنانچہ آپ کو معاف کیا گیا تو آپ نے اپنے آپ کو آزاد تصور کیا۔

۴-ستون بسریر:

اس ستون کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی لگائی جاتی، جس پر آپ تکیہ لگا کر جلوہ افروز ہوتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں اعتکاف کرتے تو آپ کی چارپائی اسی ستون کے پاس بچھائی جاتی تھی جس پر آپ ایام اعتکاف گزارتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چارپائی سے اپنا چہرۂ انور گھر کی طرف نکالتے تو میں آپ کے سر اقدس میں کنگھی کر دیتی تھی۔

۵-ستون حرس:

لفظ حرس کا معنی ہے: نگرانی، حفاظت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس ستون کے پاس بیٹھ کر نگرانی کرتے اور نماز بھی عموماً یہیں ادا کرتے تھے، اسی وجہ سے اس ستون کا نام "ستون حرس" تجویز کیا گیا۔ اس ستون کو ستون عمل بھی کہا جاتا ہے اور یہ ستون حجرہ مقدسہ کی جالیوں کے مقابل ہے۔

۶-ستون وفد:

اس ستون کو "ستون وفد" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس ستون کے پاس مختلف ممالک، خطوں اور مقامات سے آنے والے وفود سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کیا کرتے تھے۔ اس بارے میں ایک روایت یوں ہے: یجلس الیها الوفود العرب اذا جاء ته (وفاء الوفاء، ج:۲، ص:۴۴۹) عرب سے آنے والے وفود سے آپ بیٹھ کر ملاقات کرتے تھے۔

۷-ستون تہجد:

یہ وہ مقدس ستون ہے جس کے پاس کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو نماز تہجد ادا کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی اہتمام سے نماز تہجد شروع کر دی، آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو یہ نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا ہے تو آپ کی پیروی میں ہم نے بھی اس بابرکت نماز کا آغاز کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی خشیت ان ینزل علیکم صلوة اللیل ثم لاتقومون علیها۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اسے ادا نہ کر سکو۔

۸-ستون جبریل:

یہ وہ مبارک ستون ہے جہاں کھڑے ہو کر اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرمایا کرتے تھے، اسی مقام پر

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام ''ستون جبرائیل علیہ السلام'' رکھا گیا ہے۔

ریاض الجنۃ کا مفہوم وفضیلت:

مسجد نبوی کے منبر شریف سے لے کر روضۂ رسول تک کے حصہ کو ''ریاض الجنہ'' کہا جاتا ہے اور اس نام کی متعدد وجوہات ہیں: (۱) جس طرح جنت میں باغات ہوں گے، اسی طرح زمین کا یہ حصہ بھی حصول سعادت اور نزول رحمت کا ذریعہ ہے۔ (۲) اس حصہ میں نماز ادا کرنے سے اتنا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے گویا جنت میں نماز ادا کی گئی، اللہ تعالیٰ اس عبادت کو یقینی طور پر قبول کرتا ہے اور اس مقام پر مانگی گئی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ (۳) اس مقام پر نماز ادا کر کے جو بھی دعا کی جائے وہ بلا تاخیر قبول کی جاتی ہے۔

ریاض الجنہ کی فضیلت کے حوالے سے بکثرت احادیث وارد ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة

میرے گھر سے لے کر میرے منبر تک زمین کا ٹکڑا جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

۲-مابین المنبر وبیت عائشة روضة من ریاض الجنة .

میرے منبر سے لے کر عائشہ کے گھر تک جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

۳-مابین قبری ومنبری روضة من ریاض الجنة .

میری قبر انور سے لے کر میرے منبر تک جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

۴-مابین حجرتی ومصلائی روضة من ریاض الجنة .

میرے حجرہ سے لے کر میری جائے نماز (منبر) تک جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

فضائل مدینہ طیبہ

مدینہ طیبہ کی اشیاء کے لئے دعاء برکت:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قیام کے لئے مکہ معظمہ کا انتخاب فرمایا تھا، اسی طرح رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ کا انتخاب فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے بارے میں یوں دعا کی تھی: واجعل افئدةً من الناس تهوی الیهم وارزقهم من الثمرات . ''اے اللہ! لوگوں کے دل اہل مکہ کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کا رزق عطا کر۔''

اس دعا کی تاثیر وقبولیت آج بھی دیکھی جا سکتی ہے کہ دنیا بھر کے لوگ حج وعمرہ کی شکل میں اس مقدس شہر کی طرف آتے ہیں بلکہ دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور اس مقدس شہر میں دنیا بھر کے پھل بالکل تر وتازہ ہر موسم میں دستیاب ہوتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے مد اور صاع میں برکت عطا کرنے کی دعا اللہ تعالیٰ کے حضور کی تھی، جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی قبول کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکات آج بھی مدینہ طیبہ کی سرزمین میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے مد اور صاع میں برکت کی دعا فرمائی ہے، یہ دو پیمانے ہیں:

مد کی مقدار: دو رطل ہوتی ہے اور صاع کی مقدار چار رطل ہوتی ہے۔ دعاء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کا نتیجہ ہے کہ سرزمین مدینہ طیبہ میں قلیل کھانا کثیر افراد کے لئے کافی ہو جاتا ہے لیکن اس مقدس شہر سے باہر یہ بات دیکھنے میں یا سننے میں نہیں آئی۔

3850 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُبَاتَةَ يُوْنُسُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ نُبَاتَةَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَّاَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَا بَيْنَ بَيْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کا ایک باغ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3851 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَامِلٍ الْمَرْوَزِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ الزَّاهِدُ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

3850 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (٧/٤٦٣) رقم (١٠٣٢٧)، (١٠/٤٥٥). (١٤٩٣٩) عن ابى سعيد بن المعلى عن على و ابى هريرة.

3851 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (١٠/٤١٥) رقم (١٤٨١٠) من هذا طريق و من طريق حفص بن عاصم عن ابى هريرة او عن ابى سعيد الخدرى. اخرجه البخارى و مسلم بزيادة فى آخره و (ومنبرى على حوضى).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کا ایک باغ ہے۔

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے۔ میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ اور کسی بھی مسجد میں ایک ہزار نمازیں ادا کرنے سے بہتر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے دیگر سند کے ہمراہ نقل کی ہے۔

شرح

مدینہ میں ریاض الجنۃ ہونا:

مدینہ طیبہ کی امتیازی شان و عظمت کے حوالے سے کثیر امور و دلائل موجود ہیں لیکن ان میں سے دو نہایت درجہ کے اور بے مثل ہیں:

(۱) منبر نبوی سے لے کر حجرہ مقدس تک کا ٹکڑا جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ہے یعنی یہاں نماز ادا کرنے کا اتنا اجر وثواب دیا جاتا ہے گویا جنت میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کی ہو۔

(۲) روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقدس شہر میں ہے، جس کی عظمت و فضیلت بیت اللہ، بیت المعمور اور عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے۔

الغرض یہ شہر ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ اور بے مثل ہے۔

ریاض الجنۃ کے تین مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(i) جس طرح جنت میں ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے، اسی طرح اس مقام پر بھی رحمتوں کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(ii) زمین کے اس حصہ میں عبادت کرنے سے جنت میں عبادت کرنے کا اجر وثواب ملتا ہے۔

(iii) یہ حصہ جنت کا ٹکڑا ہے، جو دنیا میں اتارا گیا ہے اور قیامت کے دن اس کو پھر جنت میں شامل کیا جائے گا۔

3852 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ اَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَاِنِّي اَشْفَعُ لِمَنْ يَّمُوْتُ بِهَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْاَسْلَمِيَّةِ

3852 - اخرجه ابن ماجه (۱۰۳۹/۲) كتاب المناسك، باب: فضل المدينة رقم (۳۱۱۲).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ اَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص مدینہ منورہ میں فوت ہو سکتا ہو اسے وہیں فوت ہونا چاہیے' کیونکہ جو شخص یہاں فوت ہو گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

اس بارے میں سیدہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے جو ایوب سختیانی سے منقول ہے۔

3853 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

متن حدیث: اَنَّ مَوْلَاةً لَّهُ اَتَتْهُ فَقَالَتِ اشْتَدَّ عَلَيَّ الزَّمَانُ وَاِنِّي اُرِيدُ اَنْ اَخْرُجَ اِلَى الْعِرَاقِ قَالَ فَهَلَّا اِلَى الشَّامِ اَرْضِ الْمَنْشَرِ اصْبِرِي لَكَاعِ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ صَبَرَ عَلٰى شِدَّتِهَا وَلَاْوَائِهَا كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا اَوْ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ وَسُفْيَانَ بْنِ اَبِي زُهَيْرٍ وَسُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ان کی ایک کنیز ان کے پاس آئی اور بولی: میرے لئے (مدینہ منورہ میں) وقت گزارنا مشکل ہوتا جا رہا ہے میں یہ چاہتی ہوں کہ میں عراق چلی جاؤں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: تم شام کیوں نہیں چلی جاتی ہو؟ جو حشر و نشر کی سرزمین ہے' اور تم صبر سے کام کیوں نہیں لیتی ہو؟ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' جو شخص (مدینہ منورہ) کی شدت اور پریشانی پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ بنوں گا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) شفاعت کرنے والا بنوں گا۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت سفیان بن ابوزہیر رضی اللہ عنہ اور سیدہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

مدینہ میں موت اور قیام کی فضیلت:

اس بات میں علماء کا اجماع ہے کہ ہجرت نبوی سے قبل مکہ معظمہ تمام شہروں سے افضل تھا مگر ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ تمام

3853۔ اخرجه احمد (۲/۱۵۵)، و مسلم (۲/۱۰۰۴)، کتاب الحج: باب: (الترغیب) فی سکنی المدینة، و الصبر علی لاوائها حدیث (۱۳۷۷-۴۸۱) عن نافع عن ابن عمر.

شہروں سے برتر ہے۔ زیر بحث احادیث میں فضائل مدینہ طیبہ کے ضمن میں دو قسم کے لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے:

۱- وہ لوگ جو اس مقدس شہر میں وفات پا جائیں، انہیں شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی۔

۲- جو لوگ اس معزز شہر میں قیام پذیر ہوں، یہاں کی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہیں اور کسی بھی پریشانی کی صورت میں اپنے پروردگار کے حضور حرف شکایت زبان پر نہ لائیں تو انہیں بھی شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پروانہ ملے گا۔

فائدہ نافعہ

زندگی گزارنے کے لئے بہترین شہر مکہ معظّمہ اور موت کے لئے بہترین شہر مدینہ طیبہ ہے۔

3854 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ اَخْبَرَنَا اَبِیْ جُنَادَةُ بْنُ سَلْمٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اٰخِرُ قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَى الْاِسْلَامِ خَرَابًا الْمَدِيْنَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ جُنَادَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

قولِ امام بخاری: قَالَ تَعَجَّبَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ هُرَيْرَةَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے' اسلامی شہروں میں سب سے آخر میں مدینہ منورہ بے آباد ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' ہم اسے صرف جنادہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں' جسے انہوں نے ہشام سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت پر بڑی حیرانگی ظاہر کی ہے۔

شرح

مدینہ طیبہ کا تا آخر باقی رہنا:

جب قیامت قریب آئے گی تو زمین کے مختلف حصے اور شہر صفحہ ہستی سے مٹنا شروع ہو جائیں گے، یکے بعد دیگرے سب شہر تباہ ہو جائیں گے مگر مدینہ طیبہ اس وقت بھی باقی رہے گا یعنی سب سے آخر میں ویران و معدوم ہونے والا شہر مدینہ طیبہ ہوگا۔ تا دیر اس کی سلامتی اس کی فضیلت و عظمت کی وجہ سے ہوگی۔

3855 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ

3854 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۰/۲۵۷) رقم (۱٤۱٦٦)، و ذكره الهندي في الكنز (۱٤/۲۲٤)، حديث (۳۸٤۹۳) و عزاه للترمذي عن ابي هريرة.

متن حدیث: اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاَصَابَهٗ وَعَكٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَجَاءَ الْاَعْرَابِيُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ الْاَعْرَابِيُّ ثُمَّ جَاءَهٗ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى فَخَرَجَ الْاَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا وَتَنْصَعُ طَيِّبُهَا

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا اسے بخار ہو گیا وہ دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور بولا: میری بیعت مجھے واپس کر دیں تو نبی اکرم ﷺ نے اسے انکار کر دیا تو وہ دیہاتی چلا گیا وہ پھر آپ ﷺ کے پاس آیا پھر بولا میری بیعت مجھے واپس کر دیں' نبی اکرم ﷺ نے انکار کر دیا پھر وہ (شہر مدینہ سے ہی) چلا گیا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ منورہ بھٹی کی طرح ہے' جو میل کچیل کو دور کر دیتی ہے' اور صاف ستھری چیز کو نکھار دیتی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے

شرح

سوال: بخار سے دوچار ہونے کے بعد بدو نے دو بار بیعت فسخ کرنے کا مطالبہ کیا، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیعت فسخ کرنے سے انکار کیوں کیا تھا؟

جواب: بیعت اسلام فسخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو مرتد ہونے کی اجازت دینا، جو درست نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو جنتی بنانے کے لئے تشریف لائے تھے نہ کہ جہنمی بنانے کے لئے۔

سوال: بخار آنے کی صورت میں جس بدو نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اسلام فسخ کرنے کا مطالبہ کیا تھا، اس کا نام کیا تھا؟

جواب: بقول علامہ زمخشری اس بدو کا نام ''قیس بن ابی حازم'' تھا لیکن جمہور محدثین اس کو تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ ''قیس بن ابی حازم'' مشہور تابعی ہیں۔

سوال: مدینہ طیبہ کو بھٹی کے ساتھ تشبیہ کیوں دی گئی ہے؟

3855 - اخرجه البخاری (۲۱۲/۱۳): كتاب الاحكام: باب: بيعة الاعراب رقم (۷۲۰۹)، (۳۱۵/۱۳): كتاب الاعتصام: باب: ما ذكر النبی صلی الله عليه وسلم و حض علی اتفاق اهل العلم- رقم (۷۳۲۲)، و مسلم (۱۰۰۶/۲): كتاب الحج: باب: المدينة تنفی شرارها رقم (۱۳۸۳/۴۸۹) كلهم من طريق مالك عن محمد بن المنكدر عنه به.

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح بھٹی میں کسی دھات کو ڈالا جائے وہ اس کے میل کچیل کو الگ کر کے دھات کو صاف ستھرا کر دیتی ہے، بالکل اسی طرح مدینہ طیبہ کفار و منافقین اور گستاخ لوگوں کو قبول نہیں کرتا بلکہ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ وہ بدقسمت لوگ اس سرزمین سے از خود نکل جاتے ہیں۔

3856 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح و حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَوْ رَاَيْتُ الظِّبَاءَ تَرْتَعُ بِالْمَدِيْنَةِ مَا ذَعَرْتُهَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَاَنَسٍ وَاَبِیْ اَيُّوْبَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ وَسَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ وَجَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سعید بن مسیب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر میں مدینہ منورہ میں کسی ہرن کو چلتا ہوا دیکھوں تو میں اسے خوفزدہ نہیں کروں گا' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس کے دونوں کناروں کی درمیانی جگہ حرم ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ' حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مدینہ طیبہ حرم ہونا:

حرم مکہ کی طرح حرم مدینہ بھی محترم و قابل ادب ہے لیکن دونوں حرموں کے احکام مختلف ہیں۔ حرم مکہ میں شکار منع ہے لیکن حرم مدینہ میں جائز ہے مگر ادب و احترام واجب ہے۔

سوال: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حرم مکہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرنوں کا شکار کرنا، ناپسند کیا تھا؟

جواب: ناپسند کرنا، جانوروں پر شفقت و مہربانی کی وجہ سے تھا نہ کہ حرم مکہ کی طرح حرم قرار دینے کی وجہ سے تھا، حرم نبوی یا حرم مدینہ کا مطلب ہے: قابل احترام، معزز۔ دونوں حرموں کا احترام یکساں ہے مگر شرعی احکام مختلف ہیں۔ احناف کا اس سلسلہ میں موقف یہ ہے کہ حرم مکہ کی طرف حرم مدینہ میں شکار کرنا اور گھاس کاٹنا حرام نہیں ہے بلکہ خلاف اولیٰ ہے۔

3857 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ ح و حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ

3856 - اخرجه البخاری (۱۰۷/۴) كتاب فضائل المدينة: باب: لابتی المدينة، رقم (۱۸۷۳) و مسلم (۱۰۰۰/۲) كتاب الحج باب: فضل المدينة و دعاء النبی صلی الله عليه وسلم فيها بالبركة رقم (۱۳۷۲/۴۷۱، ۱۳۷۲/۴۷۲)

اَبِیْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے سامنے ''احد'' پہاڑ آیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں (پھر آپ ﷺ نے دعا کی):

''اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا میں اس (مدینہ منورہ) کے دونوں کناروں کے درمیان کو حرام قرار دیتا ہوں''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

احد پہاڑ کی فضیلت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شہر کی ہر چیز قابل احترام اور معزز و محترم ہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ احد پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے، احد پہاڑ پر نظر پڑی تو آپ نے فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ محبت کرنے کے لئے شئی کا ذی روح اور ذی شعور ہونا ضروری ہے۔ جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ جب نظر نبوت جمادات پر پڑتی ہے' تو ان میں روح پیدا ہو جاتی ہے، وہ باشعور بھی ہو جاتے ہیں اور ان میں عقیدت و محبت کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے۔

3858 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عِيْسَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَامِرِيِّ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَیَّ اَیَّ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ نَزَلْتَ فَهِیَ دَارُ هِجْرَتِكَ الْمَدِيْنَةَ اَوِ الْبَحْرَيْنِ اَوْ قِنَّسْرِيْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْفَضْلِ بْنِ مُوْسٰى تَفَرَّدَ بِهٖ

3857 - اخرجه البخاری (۹۸/٦): كتاب الجهاد و السير: باب: فضل الخدمة فی الغزو، رقم (۲۸۸۹)، (٦/٤٦٩): كتاب احاديث الانبياء: باب: حدثنا موسى بن اسماعيل، رقم (۳۳٦۷)، (۷/٤۳٦): كتاب المغازى: باب: احد جبل يحبنا و نحبه، رقم (٤۰۸٤)، (۱۳/۳۱٦) كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة: باب: ما ذكر الاالنبی صلی الله عليه وسلم و حض على اتفاق اهل العلم رقم (۷۳۳۳)، و مسلم (۲/۹۹۳): كتاب الحج: باب: فضل المدينة، رقم (٤٦۲/۱۳٦٥).

3858 - لم يخرجه سوى الترمذی من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۲/٤۳٥) رقم (۳۲٤۱)، و اخرجه الحاكم فی المستدرك (۳/۳۰۲)، وقال: صحيح الاسناد و لم يخرجاه.

اَبُو عَمَّار

﴿﴾ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ بات وحی کی ہے: ان تین جگہوں میں سے جہاں بھی تم پڑاؤ کرو گے وہی تمہارا دارالہجرت ہوگا۔ مدینہ، بحرین، قنسرین۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف فضل بن موسیٰ نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں' ابوعمار راوی نے اسے نقل کرنے میں تفرد کیا ہے۔

3859 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَصْبِرُ عَلٰى لَاْوَاءِ الْمَدِيْنَةِ وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا اَوْ شَفِيْعًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: قَالَ وَصَالِحُ بْنُ اَبِىْ صَالِحٍ اَخُوْ سُهَيْلِ ابْنِ اَبِىْ صَالِحٍ

﴿﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مدینہ منورہ کی سختی اور شدت پر جو شخص صبر سے کام لے گا میں قیامت کے دن اس کے لئے شفاعت کرنے والا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) گواہ ہوں گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن غریب" ہے۔

صالح بن ابوصالح نامی راوی سہیل بن ابوصالح کے بھائی ہیں۔

شرح

مدینہ طیبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہونا:

مکہ معظمہ میں تحریک اسلامی کے دوران جب کفار مکہ نے بانی اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عرصہ حیات تنگ کر دیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین شہروں میں سے ایک شہر کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی گئی: (۱) مدینہ طیبہ، (۲) بحرین، (۳) قنسرین (ملک شام کے شہر کا نام ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے اور مدینہ طیبہ آپ کی ہجرت گاہ قرار پایا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین شہروں کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تھا، بیک وقت تینوں کی طرف ہجرت کرنا ممکن نہیں تھا اور مدینہ طیبہ کی تخصیص کرنا خلاف وحی ہے؟

جواب: بیشک وحی میں تین شہروں کا تذکرہ تھا، ان میں سے کسی ایک کی تخصیص نہیں تھی مگر مدینہ طیبہ کی تخصیص کرنا اور اس کی

3859۔ اخرجه مسلم (۱۰۰۴/۲، ۱۰۰۵، ۱۰۰۵): كتاب الحج: باب: (الترغيب) في سكنى المدينة و الصبر على لا و انها، رقم (۴۸۴، ۱۳۷۸/۴۸۴ [illegible])

طرف عازم ہجرت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف عازم ہجرت ہوتے وقت استخارہ کیا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی ہو۔

بَابُ فِيْ فَضْلِ مَكَّةَ

باب 62: مکہ مکرمہ کی فضیلت

3860 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ ابْنِ حَمْرَاءَ الزُّهْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنَّكِ لَخَيْرُ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا اَنِّيْ اُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَحْوَهُ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيْثُ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ ابْنِ حَمْرَاءَ عِنْدِيْ اَصَحُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! (اے مکہ!) تو اللہ کی زمین میں' اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے' اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جا رہا ہوتا تو میں (تجھے چھوڑ کر) نہ جاتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

اس روایت کو یونس نے زہری کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

محمد بن عمرو ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

زہری نے ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ' کے حوالے سے' جو روایت نقل کی ہے وہ میرے نزدیک زیادہ مستند ہے۔

3861 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَّاَبُو الطُّفَيْلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لِمَكَّةَ مَا اَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَّاَحَبَّكِ اِلَيَّ وَلَوْلَا اَنَّ قَوْمِيْ اَخْرَجُوْنِيْ مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3860 ۔ اخرجه ابن ماجه (۱۰۳٦/۲): كتاب المناسك: باب: فضل مكة: رقم (۳۱۰۸).

3861 ۔ لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۴۲۱/۴) رقم (۵۵۳۹)، و اخرجه الحاكم فى المستدرك (۴۸٦/۱)، و قال صحيح الاسناد و لم يخرجاه عن ابن عباس.

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے ارشاد فرمایا: تو کتنا بہترین شہر ہے اور مجھے کتنا پسند ہے؟ اگر مجھے میری قوم نے تجھ سے نہ نکالا ہوتا تو میں تیرے علاوہ کہیں اور نہ ٹھہرتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

مکہ معظمہ کی فضیلت:

ابتداء مکہ ''کعبۃ اللہ'' کی عمارت کو کہا جاتا تھا مگر بعد میں پورے شہر کو مکہ کہا جانے لگا۔ قدیم مکہ معظمہ حجاز مقدس کے جنوبی حصہ میں واقع ہے، جو سطح سمندر سے تین سو تیس (۳۳۰) کلومیٹر بلند ہے اور یہ شہر شرقاً غرباً تین (۳) کلومیٹر طولاً اور شمالاً و جنوباً ڈیڑھ (1-1/2) کلومیٹر عرضاً پھیلا ہوا ہے۔

اس مقدس شہر کے شمال میں جبل قعیقعان اور شعب بنی عامر ہیں، جنوب میں جبل حدیدہ، جنوب مغرب میں جبل عمر اور جنوب میں غار ثور ہے۔ مکہ معظمہ دنیا بھر کا محبوب ترین شہر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی تعمیر کے لئے اس کا انتخاب فرمایا۔ احادیث باب میں مکہ معظمہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

قیام مکہ میں افضل یا مدینہ طیبہ میں؟:

مکہ معظمہ میں قیام افضل ہے یا مدینہ طیبہ میں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- جمہور آئمہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابودرداء، حضرت جابر، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا موقف ہے کہ مکہ معظمہ میں قیام افضل ہے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(i) مکہ معظمہ میں عبادت کا اجر و ثواب مدینہ طیبہ سے زیادہ بیان کیا گیا ہے۔

(ii) مکہ مکرمہ روئے زمین کے تمام شہروں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

(iii) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عازم ہجرت ہوتے وقت فرمایا تھا: اے مکہ! تو میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے مجبور نہ کرتی تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔

۲- بعض فقہاء حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد، بعض حنابلہ اور صاحبین کے نزدیک مکہ مکرمہ میں قیام مستحب ہے جبکہ مستقل قیام مکروہ ہے، کیونکہ طویل قیام مکہ ذوق عبادت اور احترام بیت اللہ میں کمی کا سبب بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا مدینہ طیبہ میں قیام افضل ہے۔

ان کی دوسری دلیل یہ ارشاد نبوی ہے: **اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما جعلت بمكة من البركة** ۔ اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں رکھی ہیں، ان سے دوگنی برکتیں مدینہ کو عطا کر۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْعَرَبِ

باب 63: عربوں کی فضیلت کا بیان

3862 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْأَزْدِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَلْمَانُ لَا تُبْغِضْنِي فَتُفَارِقَ دِينَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أُبْغِضُكَ وَبِكَ هَدَانَا اللَّهُ قَالَ تُبْغِضُ الْعَرَبَ فَتُبْغِضُنِي

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَدْرٍ شُجَاعِ بْنِ الْوَلِيدِ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ يَقُولُ أَبُو ظَبْيَانَ لَمْ يُدْرِكْ سَلْمَانَ مَاتَ سَلْمَانُ قَبْلَ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے سلمان! تم مجھ سے بغض نہ رکھنا ایسا نہ ہو کہ تم اپنے دین سے الگ ہو جاؤ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم عربوں سے بغض رکھو گے تو مجھ سے بھی بغض رکھو گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے' ہم اسے صرف ابوبدر شجاع بن ولید نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ابوظبیان نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ہوا تھا۔

3863 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عُمَرَ الْأَحْمَسِيِّ عَنْ مُخَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِي وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِي

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حُصَيْنِ بْنِ عُمَرَ الْأَحْمَسِيِّ عَنْ مُخَارِقٍ

3862 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (٤/٢٦) رقم ([illegible])، واخرجه الحاكم فى المستدرك (٤/٨٦)، وقال صحيح الاسناد لم يخرجاه، عن سلمان.

3863 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (٤/٢٥٧) رقم (٩٨١١)، واخرجه احمد ([illegible]) عن طارق بن شهاب عن عثمان بن عفان.

توضیح راوی: وَلَيْسَ حُصَيْنٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ بِذَاكَ الْقَوِيِّ

◆◆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص عربوں کے ساتھ خیانت کرے گا' وہ میری شفاعت کے مستحقین میں داخل نہیں ہوگا' اور میری محبت اسے نصیب نہ ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف حصین بن عمر احمسی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

محدثین کے نزدیک حصین نامی راوی زیادہ مستند نہیں ہیں۔

3864 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِى رَزِيْنٍ عَنْ اُمِّهٖ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَتْ اُمُّ الْحُرَيْرِ اِذَا مَاتَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ اشْتَدَّ عَلَيْهَا فَقِيْلَ لَهَا اِنَّا نَرَاكِ اِذَا مَاتَ رَجُلٌ مِّنَ الْعَرَبِ اشْتَدَّ عَلَيْكِ قَالَتْ سَمِعْتُ مَوْلَاىَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ هَلَاكُ الْعَرَبِ

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِى رَزِيْنٍ وَّمَوْلَاهَا طَلْحَةُ بْنُ مَالِكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ حَرْبٍ

◆◆ محمد بن ابورزین اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' سیّدہ اُمّ حریر رضی اللہ عنہا کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی عرب فوت ہوتا تھا' تو انہیں بڑی تکلیف ہوتی تھی ان سے کہا گیا: ہم نے آپ کو دیکھا کہ جب کوئی عرب شخص فوت ہوتا ہے' تو اس سے آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی تو انہوں نے جواب دیا: میں نے اپنے آقا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی عربوں کا ہلاک ہوجانا ہے۔

محمد بن ابورزین بیان کرتے ہیں: اس نے خاتون کے آقا حضرت طلحہ بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف سلیمان بن حرب کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

3865 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِىْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِىْ اُمُّ شَرِيْكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ حَتّٰى يَلْحَقُوْا بِالْجِبَالِ قَالَتْ اُمُّ شَرِيْكٍ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيْلٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

3864 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (٢٢٣/٤) رقم (٥٠٢٢)، و ذكره المتقي الهندي في كنز العمال (٢٢٠/١٤)، حديث (٣٨٤٧١) و عزاه للترمذي عن طلحة بن مالك.

3865 - اخرجه مسلم (٢٢٦٦/٤): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: في بقية من احاديث الدجال، رقم (١٢٥/٢٩٤٥)، و احمد (٤٦٢/٦).

ابوزبیر بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ حدیث سنائی تھی: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب لوگ دجال سے بچنے کے لئے بھاگیں گے اور پہاڑوں تک چلے جائیں گے سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ عرب اس زمانے میں کہاں ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس وقت ان کی تعداد بہت تھوڑی ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

3866 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ بَصْرِيٌّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَامٌ اَبُو الْعَرَبِ وَيَافِثُ اَبُو الرُّوْمِ وَحَامٌ اَبُو الْحَبَشِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّيُقَالُ يَافِثُ وَيَافِتُ وَيَفَتُ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سام' عربوں کے جدامجد ہیں' یافث' رومیوں کے جدامجد ہیں' حام' حبشیوں کے جدامجد ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

ایک قول کے مطابق (نام) یافث' یافت' یافت ہے۔

شرح

فضائلِ عرب:

عرب سے مراد وہ لوگ ہیں جو جزیرۃ العرب کے باشندے ہیں، وہ خواہ شہروں کے رہنے والے ہوں یا دیہاتوں کے مگر دیہاتی لوگوں کو بدو کہا جاتا ہے۔ اس کی ضد عجم ہے، اس سے مراد غیر عرب لوگ ہیں۔ چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں، اس لئے اہل عرب کو عجم پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔

احادیث باب میں مختلف انداز سے عرب (اہل عرب) کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے

☆ جس طرح عرب سے عقیدت ومحبت مفضی الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوسکتی ہے، اسی طرح ان سے بغض وعداوت بھی مفضی الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوسکتی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ کے سبب اہل عرب سے بغض وعداوت کرنے سے احتراز اور عقیدت ومحبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عرب سے عداوت وبغض دین ودنیا کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

3866۔ اخرجه احمد (۹/۵ ـ ۱۰) عن قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب فذكره۔

فوائد ومسائل

ایک مشہور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وجوہات کی بنا پر اہل عرب سے محبت کرنے کا حکم دیا: (۱) میں عربی ہوں۔ (۲) قرآن عربی زبان میں ہے۔ (۳) اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔

☆ کسی بھی معاملہ میں کسی بھی قوم یا شخص کو دھوکہ دینا حرام ہے، اس سے اپنے دامن کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ تاہم قرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب اہل عرب کو دھوکہ دینا زیادہ بدبختی ہے اور ایسا انسان قیامت کے دن شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا۔ اہل عرب سے دھوکہ باز قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی محبت سے بھی محروم رہے گا۔

☆ قرب قیامت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ اہل عرب میں بکثرت ہلاکت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یہ ہلاکت کا سلسلہ قدرتی اموات کے باعث بھی ہو سکتا ہے اور جنگ وجدال کے سبب بھی۔ زمانہ قدیم کی نسبت دور حاضر میں اہل عرب کے ہاں شرح اموات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اس کا اندازہ حج یا عمرہ کے موقع پر ہر نماز کے بعد نماز جنازہ کے اعلانات اور نماز جنازہ کی ادائیگی سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں: جب عرب ختم ہو جائیں گے تو دنیا میں فساد ہوگا، کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا روئے زمین پر نہیں ہوگا اور پھر قیامت برپا ہو جائے گی۔

☆ قرب قیامت کے وقت بطور علامت دجال کا خروج ہوگا، جو اہل عرب میں ہلاکت وتباہی کا بازار گرم کرے گا، اہل عرب قلیل باقی رہ جائیں گے، جو دشمن ودجال کا مقابلہ اور دین اسلام کی حفاظت کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔

☆ طوفان نوح کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کے چار لڑکے تھے، جن میں سے تین مسلمان تھے جبکہ ایک غیر مسلم، تینوں مسلمان آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے، پھر دنیا میں آبادی ان تینوں سے پھیلی۔ سام بن نوح اہل عرب کے جد امجد بنے جبکہ حام بن نوح اہل حبش اور یافث بن نوح اہل روم کے جد امجد قرار پائے۔

مزید فضائل عرب:

مذکورہ احادیث کے علاوہ مزید اہل عرب کی فضیلت میں روایات وارد ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے

لما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم ارتدت العرب الاثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجد المدينة والبحرين. (فضائل الصحابہ للطبرانی، رقم الحدیث ۱۵۱)

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو تمام اہل عرب مرتد ہو گئے سوائے تین مساجد کے: (۱) مسجد حرام، (۲) مسجد نبوی، (۳) بحرین۔

۲۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے

قال معاوية لاصحابه: من اشعر العرب؟ قال: قالوا: بنو فلان قال: ان اشعر العرب للزرق من

بنی قیس بن ثعلبة فی اصول العرفج، قالوا: ثم من؟ قال: ثم الصفر ومن بنی النجار المتفرقة اعضادهم فی اصول الفسیل . (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث ۱۵۱۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں سے دریافت کیا: اہل عرب میں سب سے بڑا شاخ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: فلاں قبیلہ کا شخص، آپ نے فرمایا: عرب کا سب سے بڑا شاخ بنوقیس بن ثعلبہ ہے، جو عرفج کی نسل سے ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا: پھر کون ہے؟ فرمایا: پھر بنونجار کے صفر، جن کی شاخیں فسیل کی نسل میں پھیلی ہوئی ہیں۔

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم: من اکرم الناس؟ فقال: اتقاهم. قالوا: لیس عن هذا نسئلك قال: فیوسف نبی الله ابن نبی الله بن خلیل الله، قالوا: لیس عن هذا نسئلك. قال: فعن معادن العرب تسئلونی؟ خیارهم فی الجاهلیة خیارهم فی الاسلام اذا فقهوا . (رقم الحدیث ۱۵۱۸)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: جو ان میں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہم نے اس بارے میں آپ سے سوال نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: پھر یوسف علیہ السلام جو خدا کے اس پیغمبر (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے بیٹے جو خلیل اللہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے صاحبزادے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے اس بارے میں بھی آپ سے سوال نہیں کیا، تو آپ نے فرمایا: تم نے خاندان عرب کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا ہے؟ جو زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سوجھ بوجھ رکھتے ہوں۔

۴-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیار الناس فی الجاهلیة، خیارهم فی الاسلام اذا فقهوا . (ایضاً:۱۵۲۱)

جو لوگ زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے، وہی زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کو سمجھیں۔

۵-حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتسبوا مضر فانه کان علی دین ابراهیم، وان اول من غیر دین ابراهیم لعمرو بن لحی بن قمعة خندف، وقال: رأیته یجر قصبه فی النار .

مضر کو برا مت کہو، کیونکہ یہ دین ابراہیم علیہ السلام پر ہیں، وہ شخص جس نے سب سے پہلے دین ابراہیم کو تبدیل کیا وہ عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس شخص کو جہنم میں دیکھا جو اپنی آنتیں کھینچ رہا تھا۔

ان احادیث و روایات سے اہل عرب کی عظمت وفضیلت ثابت ہوتی ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اہل عرب سے متعلق ہیں۔

بَابُ فِی فَضْلِ الْعَجَمِ

باب 64: عجمیوں کی فضیلت

3867 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ اَبِیْ صَالِحٍ مَوْلٰى عَمْرِو ابْنِ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: ذُكِرَتِ الْاَعَاجِمُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنَا بِهِمْ اَوْ بِبَعْضِهِمْ اَوْثَقُ مِنِّیْ بِكُمْ اَوْ بِبَعْضِكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ بَكْرِ ابْنِ عَيَّاشٍ وَّصَالِحُ بْنُ اَبِیْ صَالِحٍ هٰذَا يُقَالُ لَهٗ صَالِحُ بْنُ مِهْرَانَ مَوْلٰى عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سامنے عجمیوں کا تذکرہ کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے ان میں سے بعض لوگوں پر تم سے زیادہ اعتماد ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تم لوگوں سے زیادہ اعتماد ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے، ہم اسے صرف ابوبکر بن عیاش نامی راوی کے حوالے سے، جانتے ہیں۔

صالح بن ابوصالح نامی راوی صالح بن مہران ہیں، جو عمرو بن حریث کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

3868 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِیْ ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ الدِّيْلِيُّ عَنْ اَبِی الْغَيْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُنْزِلَتْ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَتَلَاهَا فَلَمَّا بَلَغَ (وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ) قَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاۤءِ الَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِنَا فَلَمْ يُكَلِّمْهُ قَالَ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ فِيْنَا قَالَ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ عَلٰى سَلْمَانَ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاۤءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْغَيْثِ اسْمُهٗ سَالِمٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُطِيْعٍ مَدَنِیٌّ

3867 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (١٠/١١٤) رقم (١٣٥٠٢) عن ابى هريرة.

3868 - اخرجه البخارى (٨/٥١٠): كتاب التفسير: باب: قوله تعالى: (و آخرين منهم لما يلحقوا بهم) (الجمعة: ٣) تفسير سورة الجمعة، رقم (٤٨٩٧) و طرفة فى (٤٨٩٨)، و مسلم (٤/١٩٧٢ - ١٩٧٣) كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل فارس، رقم (٢٣١ - ٢٥٤٦/٢٣١)، و احمد (٢/٤١٧).

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورۂ جمعہ نازل ہوئی اس وقت ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے آپ ﷺ نے اسے تلاوت کیا جب آپ ﷺ اس آیت تک پہنچے۔

''اوران میں سے بعد میں آنے والے لوگ، جو ابھی ان کے ساتھ شامل نہیں ہوئے''۔

ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ان بعد میں آنے والے لوگوں سے مراد کون سے لوگ ہیں؟ جو ہم سے نہیں ملے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان موجود تھے، راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اگر ایمان ثریا (ستارے) پر (موجود) ہو، تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ وہاں تک بھی پہنچ جائیں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

ابوالغیث نامی راوی کا نام سالم ہے۔ یہ عبداللہ بن مطیع مدنی کا آزاد کردہ غلام ہے۔

شرح

اہل عجم کی فضیلت:

عرب کی ضد عجم ہے، جنس عرب کو جنس عجم پر فضیلت حاصل ہے مگر عجم کے بعض افراد کو عرب کے بعض افراد پر فضیلت و برتری ہو سکتی ہے۔ پہلی حدیث باب میں بعض اہل عرب کے مقابل بعض اہل عجم پر زیادہ اعتماد واعتبار کا اظہار کیا گیا ہے، اس سے اہل عجم کی جزوی فضیلت و برتری بیان کرنا مقصود ہے۔

دوسری حدیث باب میں اہل عرب پر بعض اہل عجم علماء کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ثریا سے بطور کنایہ مصائب و مشکلات مراد ہیں، ورنہ ثریا ستاروں کے پاس نہ کوئی آبادی ہے، نہ کوئی علمی ادارہ ہے اور نہ علماء وفضلاء ہیں۔ جمہور محدثین کے نزدیک اس حدیث کے مصداق امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ آپ فارسی الاصل والنسل تھے۔ اپنے درجہ کے اعتبار سے آپ کو اہل العرب و اہل العجم سب پر برتری حاصل ہوئی ہے اور آپ کی فقہ کو پوری روئے زمین میں برتری حاصل ہے۔

بَابُ فِيْ فَضْلِ الْيَمَنِ

باب 65: یمن کی فضیلت

3869 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ الْقَطَوَانِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

3869- اخرجه احمد (۱۸۵/۵) عن انس عن زيد بن ثابت.

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ قِبَلَ الْیَمَنِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِهِمْ وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِیْثِ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ

◆◆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف منہ کر کے دعا کی۔

''اے اللہ! ان لوگوں کے دلوں کو (اسلام کی طرف پھیر دے) اور ہمارے لئے ہمارے صاع اور مد میں برکت پیدا کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف عمران القطان نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

3870 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَتَاكُمْ اَهْلُ الْیَمَنِ هُمْ اَضْعَفُ قُلُوْبًا وَّاَرَقُّ اَفْئِدَةً الْاِیْمَانُ یَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ یَمَانِیَةٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل یمن تمہارے پاس آرہے ہیں' جو بڑے نرم دل اور مہربان طبیعت کے مالک ہیں ایمان یمنی ہے حکمت یمنی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3871 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْیَمَ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْمُلْكُ فِیْ قُرَیْشٍ وَّالْقَضَاءُ فِی الْاَنْصَارِ وَالْاَذَانُ فِی الْحَبَشَةِ وَالْاَمَانَةُ فِی الْاَزْدِ یَعْنِی الْیَمَنَ

3870 - لم یخرجه من هذا الطریق سوی الترمذی من اصحاب الكتب الستة. ینظر (التحفة) (۱۱/۱۰)، رقم (۱۵۰۱۲) والحدیث اخرجه البخاری (۷/۷۰۱)، كتاب المغازی: باب قدوم الاشعریین و اهل الیمن، رقم (۴۳۸۸)، (۴۳۹۰)، و مسلم (۱/۲۰۲، ۲۰۴ - الابی) كتاب الایمان: باب تفاضل اهل الایمان و رجحان اهل الیمن فیه، رقم (۸۴، ۹۰/۵۲) من طریق اخری به.

3871 - لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الكتب الستة. ینظر (تحفة الاشراف) (۱۱/۹۱) رقم (۱۵۴۶۱)، و ذكره الهیثمی فی مجمع الزوائد (۴/۱۹۵)، و عزاه لاحمد، وقال: و رجاله ثقات.

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ مَرْيَمَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بادشاہت قریش میں ہوگی قضا کا محکمہ انصار میں ہوگا' اذان حبشہ میں ہوگی اور امانت "ازد" (قبیلے) 'یعنی یمن میں ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' منقول ہے' تاہم یہ "مرفوع" روایت کے طور پر نہیں ہے' اور یہ روایت زید بن حباب سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

3872 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الْكَبِيْرِ بْنِ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْاَزْدُ اُسْدُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ يُرِيْدُ النَّاسُ اَنْ يَّضَعُوْهُمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يَّرْفَعَهُمْ وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَّقُوْلُ الرَّجُلُ يَا لَيْتَ اَبِيْ كَانَ اَزْدِيًّا يَا لَيْتَ اُمِّيْ كَانَتْ اَزْدِيَّةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ اَنَسٍ مَوْقُوْفًا وَّهُوَ عِنْدَنَا اَصَحُّ

حضرت انس بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ازد (یعنی یمنی لوگ) زمین میں اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں۔ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں پست کر دیں' جبکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انہیں سربلندی عطا کرے' عنقریب لوگوں پر وہ زمانہ آئے گا' جب کوئی شخص یہ کہے گا: اے کاش! میں یمنی ہوتا اے کاش میری ماں یمنی ہوتی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

یہی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے" "موقوف" روایت کے طور پر منقول ہے' اور ہمارے نزدیک یہ زیادہ مستند ہے۔

3873 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الْعَبْدِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنِيْ غَيْلَانُ ابْنُ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ

آثارِ صحابہ: اِنْ لَّمْ نَكُنْ مِنَ الْاَزْدِ فَلَسْنَا مِنَ النَّاسِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

غیلان بن جریر بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' اگر ہم لوگ یمنی نہ ہوتے' تو ہم لوگ کامل لوگ نہ ہوتے۔

3872 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (١٠٢/١) رقم (٩١٩)، و ذكره المتقي الهندي في الكنز (٥٧/١٢)، حديث (٣٣٩٧٧)، و عزاه للترمذي عن انس.

3873 - تفرد به الترمذي من اصحاب الكتب الستة من حديث غيلان بن جرير عن انس بن مالك موقوفاً.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3874 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ زَنْجُوَيْهِ بَغْدَادِيٌّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ مِيْنَاءَ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَجُلٌ اَحْسِبُهُ مِنْ قَيْسٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْعَنْ حِمْيَرًا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآئَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآئَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآئَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ حِمْيَرًا اَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ وَّاَيْدِيْهِمْ طَعَامٌ وَّهُمْ اَهْلُ اَمْنٍ وَّاِيْمَانٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَيُرْوٰى عَنْ مِيْنَاءَ هٰذَا اَحَادِيْثُ مَنَاكِيْرُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے ایک شخص آپ کے پاس حاضر ہوا میرا خیال ہے وہ قیس قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ حمیر قبیلے پر لعنت کریں آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا' پھر وہ دوسری سمت سے آپ ﷺ کے سامنے آیا نبی اکرم ﷺ نے اس سے پھر منہ پھیر لیا' پھر وہ دوسری سمت سے آپ کے سامنے آیا آپ ﷺ نے پھر اس سے منہ پھیر لیا' پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ حمیر قبیلے کے لوگوں پر رحم کرے' کیونکہ ان کے منہ میں سلام ہے ان کے ہاتھوں میں کھانا ہے۔ اور وہ امن اور ایمان والے لوگ ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے' ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ جو عبدالرزاق نامی راوی کے حوالے سے' منقول ہے۔ میناء نامی راوی کے حوالے سے' منکر روایات منقول ہیں۔

شرح

فضائل خطہ یمن:

غلبہ اسلام سے قبل اس کا نام ''سبا'' تھا، عہد نبوی سے اس کا نام ''یمن'' تجویز ہوا اور تا حال اس کا نام یہی ہے۔ اس کے شمال میں نجران وعسر (حجاز مقدس کے علاقہ جات) شمال مشرق میں ربع الخالی ہے، مشرق میں عمان، جنوب میں بحیرہ عرب و خلیج عدن جبکہ مغرب میں بحیرہ احمر واقع ہے۔ فی الحال اس کا دارالحکومت ''صنعاء'' ہے۔

فضائل یمن کے حوالے سے چند امور حسب ذیل ہیں:

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو دولت ایمان سے مالا مال کرنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے حضور خصوصی دعا کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ! اہل یمن پر خصوصی نظر کرم فرما کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں اور ہمارے (اہل مدینہ) کے

3874 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (١٠/٣٧٩) رقم (١٤٦٣٣) و اخرجه احمد (٢٧٨/٢) عن عبد الرحمن بن عوف عن ابي هريرة به.

صاع ومد میں برکت فرما۔ چونکہ مدینہ طیبہ میں غلہ وغیرہ یمن سے آتا تھا، جب وہ دامن اسلام سے وابستہ ہو جائیں گے تو اہل مدینہ کی درآمدات میں اضافہ ہوگا۔ تاریخ نے درست ثابت کر دیا کہ دیگر دعاؤں کی طرح یہ دعاء نبوی بھی اللہ تعالیٰ نے قبول کی۔

☆ دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں اہل یمن کو اللہ تعالیٰ نے چند خصوصیات سے نوازا:

(i) نرم مزاج ہونے کی وجہ سے قبول حق اور قبول اسلام کی طرف متوجہ ہو گئے۔

(ii) ان کا ایمان واسلام اعلیٰ درجہ کا اور نہایت خالص تھا۔

(iii) اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکمت ودانائی اور فہم دین وفراست سے نوازا گیا تھا۔

سوال: یہ خصوصیات زمانہ رسالت کے اہل یمن کی ہیں یا عام کی ہیں؟

جواب: اس میں تخصیص کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، جس کا مطلب ہے کہ یہ خصوصیات کسی زمانہ سے مقید ومحدود نہیں ہیں بلکہ عام ہیں۔

☆ تیسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح قریش نظام حکومت چلانے میں انصار عدل وانصاف قائم کرنے میں بے مثال ہیں، اسی طرح اہل یمن ایمان میں بے مثل ہیں۔

سوال: مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ ایمان کا مرکز ومحور ہیں، تو یہاں یمن کو ایمان کا محور کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب: (i) یہاں ''یمان'' سے امراد انصار مدینہ ہیں، کیونکہ انصار مدینہ در حقیقت اہل یمن ہیں۔

(ii) یہاں ''یمان'' سے مراد لغوی معنیٰ مراد ہے یعنی نشیبی وپست زمین، جس میں اہل مکہ بھی شامل ہیں۔

(iii) زبان نبوی سے اہل یمن کے ایمان کی تحسین کی گئی ہے، جس سے اہل مکہ اور اہل مدینہ کے ایمان کی تنقیص لازم نہیں آتی۔

(iv) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا غزوۂ تبوک کے موقع پر فرمائی تھی، جہاں سے راستہ میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ بھی آتے ہیں۔

☆ چوتھی حدیث باب میں یمن کے قبیلہ ازد کی تحسین واہمیت بیان کی گئی ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ اس بات کی تمنا کریں گے: کاش! میرے والدین دونوں یا دونوں میں سے ایک ازدی قبیلہ سے متعلق ہوتا۔ انصار مدینہ یمن کے قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قبیلہ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: ازد بن الغوث بن لیث بن مالک بن کہلان بن سبا۔

☆ ایک شخص جو یمن کے قبیلہ قیس سے تعلق رکھتا تھا، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، اس نے چار بار عرض کیا: یارسول اللہ! حمیر پر لعنت بھیجیں مگر آپ نے اعراض کیا، بلکہ حمیر کے حق میں یوں دعا کی: اے اللہ! حمیر پر مہربانی کر اور ان کے منہ سے سلام کو رواج عطا کر۔ اس دعا نبوی کا نتیجہ ہے کہ ان کے ذریعے سلام کو رواج ہوا اور انہیں عرب پر دوربنایا۔ حمیرین کا ایک مشہور قبیلہ تھا اور اس کا تعلق سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد سے تھا۔

اہل یمن کے مزید فضائل وکمالات:

اہل یمن کے فضائل وکمالات کے حوالے سے کثیر روایات موجود ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الایمان یمان، الایمان یمان، الایمان یمان، رأس الکفر المشرق، والکبر والفخر فی الفدادین اصحاب الوبر ۔ (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث:۱۶۱۰)

ایمان یمن والوں کا ہے، ایمان یمن والوں کا ہے، ایمان یمن والوں کا ہے، کفر کا سرا مشرق میں ہے، تکبر اور غرور ان کاشتکاروں میں ہے، جو بلند آواز سے چلاتے ہیں۔

۲- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

بین نحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق مکۃ اذقال: یطلع علیکم اھل الیمن، کأنھم والسحاب، ھم خیار من فی الارض، فقال رجل من الانصار: ولا نحن یا رسول اللہ؟ فسکت قال: ولا نحن یا رسول اللہ؟ فسکت، ولانحن یا رسول اللہ؟ قال: فی الثالثۃ کلمۃ ضعیفۃ: الا انتم ۔ (ایضا، رقم الحدیث:۱۶۱۳)

ایک دفعہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گزرگاہ میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ہاں اہل یمن آئیں گے، وہ گویا بادلوں کی مثل ہوں گے اور وہ زمین میں بسنے والے بہترین لوگ ہوں گے۔ ایک انصاری نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم بہترین نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ اس نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم بہترین نہیں ہیں؟ آپ نے پھر خاموشی اختیار فرمائی۔ اس نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم بہترین نہیں ہیں؟ آپ نے تیسری بار پست لہجہ میں جواب دیا: ہاں تم بھی ہو۔

۳- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اھل الیمن ارق قلوباً والین افئدۃ والبخع طاعۃ ۔

اہل یمن نرم دل، دل کے پردوں کے باریک اور نہایت درجہ کے اطاعت گزار ہیں۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

ان رجلا سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن سبا ماھوا رجل اُمّ امرأۃ اُمّ ارض؟ فقال: لا، بل ھو رجل ولد عشرۃ فسکن الیمن منھم ستۃ، وبالشام منھم اربعۃ، فاما الیمانون فمذحج وکندۃ والازد، والاشعرون، وانمار وحمیر غیر ما کلھا، واما الشامیۃ فلخم وجذام وعاملۃ وغسان ۔

(ایضا، رقم الحدیث:۱۶۱۶)

ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے "سبا" کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کون تھا؟ وہ مرد تھا یا عورت یا زمین کا کوئی حصہ تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ ایک آدمی تھا، جس کے دس بچے تھے، جن میں سے چھ (۶) نے یمن میں رہائش اختیار کر لی اور چار نے شام میں سکونت اختیار کر لی۔ یمن میں آباد ہونے والوں کے نام یہ

ہیں: (۱) مذحج، (۲) کندہ، (۳) ازد، (۴) اشعری، (۵) انمار، (۶) حمیر۔ جو شام میں قیام پذیر ہوئے وہ یہ تھے:
(۱) لخم، (۲) جذام، (۳) عاملہ، (۴) غسان۔

۵۔ خثعم قبیلہ کے ایک صحابی کا بیان ہے:

کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک فوقف ذات لیلۃ، واجتمع الیہ اصحابہ، فقال: ان اللہ عزوجل اعطانی اللیلۃ الکنزین کنز فارس والروم وامدنی بالملوک ملوک الحمیر ولا ملک الا للہ، یاتون فیأخذون مال اللہ ویقاتلون فی سبیل اللہ، قالھا ثلاثاً۔

ہم غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، ایک رات آپ کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام آپ کے پاس جمع ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اس رات اللہ تعالیٰ نے مجھے دو خزانے عطا کیے ہیں: (۱) فارس، (۲) روم کا خزانہ۔ اللہ تعالیٰ نے حمیر کے حکمرانوں کے ذریعے میری مدد فرمائی، حقیقت میں بادشاہی تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ آئیں گے اللہ تعالیٰ کا مال لیں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ آپ نے یہ بات تین بار بیان کی تھی۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتاکم اھل الیمن ھم ارق قلوباً، الایمان یمان، والحکمۃ یمانیۃ، والفقہ یمان۔

تمہارے پاس اہل یمن آئے، ان کے دل نہایت نرم ہیں، اہل یمن کا ایمان مثالی ہے، حکمت و دانائی یمن والوں کی ہے اور فہم و فراست بھی ان کی ہے۔

۷۔ ان رجلا قال: یا رسول اللہ! العن اھل الیمن فانھم شدید بأسھم، کثیر عددھم، حصینۃ حصونھم، قال: لا، ثم لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا عجمین وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذ امروابکم یسوقون نساء ھم، یحملون ابناء ھم علی عواتقھم، فانھم منی وانا معھم۔

ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اہل یمن پر لعنت فرمائیں۔ کیونکہ ان سے شدید جنگ ہونے والی ہے، ان کی تعداد زیادہ ہے اور ان کے قلعے بھی مضبوط ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: نہیں۔ آپ نے عجمیوں پر لعنت کی اور فرمایا: جب یہ تمہارے پاس سے اس کیفیت میں گزریں کہ اپنی عورتوں کو لے جا رہے ہوں اور اپنے بچوں کو کاندھوں پر اٹھا رکھا ہو، تو یہ لوگ مجھ سے ہوں گے اور میں ان سے ہوں گا۔

بَابُ فِيْ غِفَارٍ وَّاَسْلَمَ وَجُهَيْنَةَ وَمُزَيْنَةَ

باب 66: غفار، اسلم، جہینہ، مزینہ (قبائل کا تذکرہ)

3875 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ مُوْسَى

بن طلحة عن ابی ایوب الانصاری قال، قال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَلْاَنْصَارُ وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ وَغِفَارٌ وَاَشْجَعُ وَمَنْ كَانَ مِنْ بَنِی عَبْدِ الدَّارِ مَوَالِيَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مَوْلَاهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: انصار' مزینہ' جہینہ' غفار' اشجع' بنوعبدالدار کے جتنے گھرانے ہیں' یہ سب کے افراد میرے ساتھی ہیں' ان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مددگار ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3876 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اسلم قبیلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار قبیلے کے لوگوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے اور عصیہ قبیلے کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مختلف قبائل کے فضائل:

احادیث باب میں مختلف قبائل کا ملا جلا تذکرہ ہوا ہے، جس کے ضمن میں فضائل بھی ہیں اور اصلاحی امور بھی۔ تاہم اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) غفار: یمن کے ایک مشہور قبیلہ کا نام ہے، مشہور صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

(۲) اسلم: اس نام کے تین قبائل تھے: (۱) اسلم خزاعہ، (۲) اسلم مذحج، (۳) اسلم بجیلہ۔ حدیث باب میں ان تینوں قبائل میں

3875۔ اخرجه مسلم (۱۹۵۴/۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل غفار و اسلم و جهينة، رقم (۲۵۱۹/۱۸۸)، و احمد (۷/۵ ۱)

3876۔ اخرجه مسلم (۱۹۵۳/۴) كتاب فضائل الصحابة: باب: دعا النبي صلى الله عليه وسلم لغفار و اسلم، رقم (۲۵۱۸/۱۰۷)، و احمد (۲/ ۱، ۵، ۶، ۱۰۷، ۱۱۶، ۱۳۶، ۱۵۳)، و الدارمي (۲۴۳/۲) كتاب السير: باب: فضل اسلم و غفار، من طريق عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر، فذكره.

سے کوئی ایک مراد ہے مگر اس کی وضاحت نہیں ہے۔

(iii) جہینہ: قبیلہ قضاعہ کا تعلق اسی سے ہے، نیز مشہور صحابی حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اسی سے تھا۔

(iv) مزینہ: عرب کا مشہور قبیلہ ہے اور حضرت عبداللہ بن المغفل مزنی رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔

(v) اشجع: یہ عرب کا مشہور قبیلہ ہے، حضرت نعیم بن مسعود اشجعی اور راوی حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہما دونوں اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

☆ ان روایات میں مذکور قبائل "السابقون والاولون" میں شامل ہونے کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے معاون و مددگار ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے مددگار قرار دیا اور ذات باری تعالیٰ کو ان کا مددگار کہا۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبائل کی سلامتی، مغفرت اور احکام خداوندی کی نافرمانی سے حفاظت کی دعا مانگی تھی۔ اس دعا سے بھی ان قبائل کی عظمت وشان عیاں ہے۔

بَابُ فِیْ ثَقِیْفٍ وَّبَنِیْ حَنِیفَةَ

باب 67: ثقیف اور بنو حنیفہ (قبائل کا تذکرہ)

3877 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ یَحْیَی بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَیْمٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْرَقَتْنَا نِبَالُ ثَقِیْفٍ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَیْهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِیْفًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ بنو ثقیف نے ہمیں قبروں کے ساتھ جلا دیا آپ ان کے لئے دعائے ضرر کیجئے نبی اکرم ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ثقیف قبیلے کو ہدایت عطا کر۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3878 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ شُعَیْبٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَكْرَهُ ثَلَاثَةَ اَحْیَاءٍ ثَقِیْفًا وَّبَنِیْ حَنِیفَةَ وَبَنِیْ اُمَیَّةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3877 - اخرجه احمد (۳۴۳/۳) من طریق عبد اللہ بن عثمان بن خیثم، عن عبد الرحمن بن سابط، و ابی الزبیر، فذکراه فی روایة عبد الوهاب الثقفی لم یذکر عبد الرحمن بن سابط، وزاد فیها: (قالوا: یارسول اللہ، احرقتنا نبال ثقیف، فادع اللہ علیهم).

3878 - انفرد به الترمذی ینظر (تحفة الاشراف) (۳۴۹۲/۸)، حدیث (۱۰۸۱۳)، من طریق الحسن عن عمران بن حصین موقوفا.

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ وصال کے وقت تین قبیلوں کو ناپسند کرتے ہیں ثقیف' بنوحنیفہ اور بنوامیہ۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

3879 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُصْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَّمُبِيْرٌ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ وَاقِدٍ اَبُوْ مُسْلِمٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُصْمٍ يُكْنٰى اَبَا عُلْوَانَ وَهُوَ كُوْفِيٌّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ وَّشَرِيْكٌ يَّقُوْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُصْمٍ وَّاِسْرَآئِيْلُ يَرْوِيْ عَنْ هٰذَا الشَّيْخِ وَيَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِصْمَةَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ثقیف قبیلے کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے: یہ کذاب ہیں اور ہلاک کرنے والے ہیں۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

عبداللہ بن عصم نامی راوی کی نیت ابوعلوان ہے یہ کوفہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف شریک نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شریک یہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن عصم اور اسرائیل نے اسے اس بزرگ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

انہوں نے ان کا نام عبداللہ بن عصمہ ذکر کیا ہے' اور اس بارے میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہیں۔

3880 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنِيْ اَيُّوْبُ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرَةً فَعَوَّضَهٗ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَتَسَخَّطَهٗ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ فُلَانًا اَهْدٰى اِلَيَّ نَاقَةً فَعَوَّضْتُهٗ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَظَلَّ سَاخِطًا وَّلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اَقْبَلَ هَدِيَّةً اِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ اَوْ اَنْصَارِيٍّ اَوْ ثَقَفِيٍّ اَوْ دَوْسِيٍّ وَّفِي الْحَدِيْثِ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا

3880 - اخرجه ابوداؤد (۳۱۳/۲) كتاب البيوع: باب: في قبول الهدايا، حديث (۳۵۳۷). من طريق سعيد المقبري عن ابي هريرة رضي الله عنه. فذكره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ قَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ

توضیح راوی: وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ يَرْوِى عَنْ اَيُّوبَ اَبِى الْعَلَاءِ وَهُوَ اَيُّوبُ بْنُ مِسْكِينٍ وَيُقَالُ ابْنُ اَبِى مِسْكِينٍ وَلَعَلَّ هٰذَا الْحَدِيثَ الَّذِى رَوَاهُ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِىِّ هُوَ اَيُّوبُ اَبُو الْعَلَاءِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے ایک جوان اونٹنی تحفے کے طور پر پیش کی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے عوض میں چھ جوان اونٹنیاں اسے عطا کی لیکن وہ اس بات ناراض ہوا اس کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو ملی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فلاں شخص نے ہمیں تحفے کے طور پر ایک اونٹنی دی ہم نے بدلے میں اسے چھ اونٹنیاں دیں تو وہ پھر بھی ناراض رہا میں نے یہ ارادہ کیا میں صرف کسی قریشی انصاری ثقفی یا دوسی شخص کا تحفہ قبول کیا کروں۔

یہ حدیث دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

یزید بن ہارون نامی راوی نے اسے ایوب ابوالعلاء کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہ ایوب بن مسکین ہیں اور ایک قول کے مطابق ابن ابی مسکین ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ وہ روایت ہے جو کہ ایوب نے سعید مقبری کے حوالے سے نقل کی ہے اور یہ ایوب ابوالعلاء ہیں۔

3881 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْحِمْصِىُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِى سَعِيدٍ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: اَهْدٰى رَجُلٌ مِّنْ بَنِى فَزَارَةَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةً مِّنْ اِبِلِهِ الَّتِى كَانُوْا اَصَابُوْا بِالْغَابَةِ فَعَوَّضَهُ مِنْهَا بَعْضَ الْعِوَضِ فَتَسَخَّطَهُ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا الْمِنْبَرِ يَقُولُ اِنَّ رِجَالًا مِّنَ الْعَرَبِ يُهْدِى اَحَدُهُمُ الْهَدِيَّةَ فَاُعَوِّضُهُ مِنْهَا بِقَدْرِ مَا عِنْدِى ثُمَّ يَتَسَخَّطُهُ فَيَظَلُّ يَتَسَخَّطُ عَلَىَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَا اَقْبَلُ بَعْدَ مَقَامِى هٰذَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْعَرَبِ هَدِيَّةً اِلَّا مِنْ قُرَشِىٍّ اَوْ اَنْصَارِىٍّ اَوْ ثَقَفِىٍّ اَوْ دَوْسِىٍّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَهُوَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ عَنْ اَيُّوبَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو فزارہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک اونٹنی تحفے کے طور پر پیش کی جوان لوگوں کو غابہ کے مقام سے ملی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے عوض میں کوئی چیز دی تو وہ ناراض شخص ہوگیا میں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: دیہاتیوں سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ ایسے ہیں جب وہ تحفہ دیتے ہیں تو میں انہیں اس کے بدلے میں وہ چیز دیتا ہوں جو میرے پاس ہوتی ہے تو وہ پھر بھی ناراض ہو جاتے ہیں اور اس بارے میں مجھ سے ناراض ہی رہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! آج کے بعد میں کسی دیہاتی کا تحفہ قبول نہیں کروں گا صرف کسی قریشی انصاری ثقفی یا دوسی کا تحفہ قبول کروں گا۔

یہ روایت یزید بن ہارون سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

ثقیف اور بنو حنیفہ وغیرہ قبائل کے فضائل ومناقب

ا۔ثقیف کی ہدایت کے لئے دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

قبیلہ ثقیف، قبیلہ ہوازن کی شاخ تھا، جو طائف میں رہتا تھا۔غزوہ حنین کے بعد غزوہ طائف پیش آیا، ثقیف قلعہ بند تھے، مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا، قلعہ کے اندر سے صحابہ پر تیراندازی کرتے تھے، ان کی تیراندازی تباہ کن تھی، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا دیا ہے اور آپ ان کے حق میں دعاء بد کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعاء بد کرنے کی بجائے دعائے ہدایت فرمائی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت وایمان کی دولت سے نوازدیا اور پورا قبیلہ دامن اسلام سے وابستہ ہوگیا۔اس طرح اسلام کی طاقت میں اضافہ ہوا اور کفر کی قوت میں کمی واقع ہوگئی۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثقیف، بنوحنیفہ اور بنو امیہ کو ناپسند کرنا:

ان قبائل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کی وجہ یوں بیان کی جاتی ہے: ثقیف سے مختار بن ابی عبید اور حجاج بن یوسف کی حرکتوں کے سبب، بنوحنیفہ سے مسیلمہ کذاب کے جھوٹے دعویٰ نبوت کے سبب اور بنوامیہ سے عبید اللہ بن ابی زیاد (یزید کے چچازاد بھائی) کے خبث باطن کے سبب (جنہوں نے امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کو شہید کیا تھا) اس کی وجہ یہ مشہور مقولہ ہے:

چوں زقومے یکے بے دانشی کرد نہ کہ را منزلت مائد نہ مہ را

(جب کسی قوم کا ایک فرد بھی بے عقلی کا مظاہرہ کرتا ہے، تو پوری قوم کا مرتبہ ومقام خاک میں مل جاتا ہے)

فائدہ نافعہ:

جس طرح زمانہ ماضی میں پیش آنے والے واقعات اثر انداز ہوتے ہیں اور قبیلہ وقوم کے مرتبہ ومقام کو گرادیتے ہیں، اسی طرح مستقبل میں پیش آنے والے واقعات قبیح بھی مؤثر ہوتے ہیں اور قبیلہ کی ذلت وخواری کا باعث بنتے ہیں۔مختار ثقفی، مسیلمہ کذاب اور ابن زیاد سب مستقبل میں پیدا ہوئے۔ان کی تاثیر قبیح تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔نیز نظر نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تین قبائل کو ناپسند کرتے تھے۔

☆ ثقیف سے کذاب اور ہلاکو پیدا ہونا:

مختار بن ابی عبید، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا سالا تھا، وہ کذاب وجھوٹا تھا، اس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی قیافہ بازی کو وحی قرار دیتا تھا۔حجاج بن یوسف کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا، جس نے لاکھوں انسانوں کو قتل کے گھاٹ اتارا تھا۔

سوال: راوئ حدیث عبد اللہ کے باپ کا نام کیا تھا؟

جواب: اس میں دو قول ہیں:

(۱) اس کے باپ کا نام معصم تھا۔ (۲) اس کا نام معصمہ تھا۔ اس کی کنیت ابو علوان تھی اور کوفہ کا باشندہ تھا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریشی، انصاری، ثقفی یا دوسی سے اظہارِ مسرت کرنا:

لوگ عموماً اس قصد سے بارگاہِ رسالت میں ہدیہ پیش کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاوضہ سے نوازیں گے مگر قریشی، انصاری، ثقفی اور دوسی قبائل کے لوگوں کا یہ نظریہ نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کا مقصد خلوص واخلاص ہوتا تھا، آپ نے ان کے خلوص کو ترجیح دیتے ہوئے اور ان سے اظہارِ مسرت کرتے ہوئے اعلان فرمایا: میں صرف ان چار قبائل کا ہدیہ قبول کروں گا۔ اس طرح قبائل اربعہ کی عظمت وفضیلت بیان ہوئی ہے۔

خلوص پر مبنی ہدیہ پیش کرنا جائز ہے، ہدیہ قبول کرنا بھی مسنون ہے اور اس کا عوض پیش کرنا بھی جائز ہے۔ پہلی روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ پیش کرنے والے کو چھ اونٹوں سے نوازا اور دوسری میں ایک اونٹ سے نوازنے کا تذکرہ ہے۔ ہدیہ دینا یا لینا اور معاوضہ پیش کرنا، کمرشل سسٹم نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس سے اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ہدیہ کے بارے میں مشہور ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: تم ہدیہ پیش کیا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے۔

سوال: ہدیہ پیش کرنا، قبول کرنا اور معاوضہ (عوض) دینا سب امور جائز ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ ناراضگی کیوں کیا تھا؟

جواب: ہدیہ پیش کرنے والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کے عوض چھ (۶) اونٹ عطا فرمائے تھے، اس کے خیال کے مطابق یہ پانچ اونٹوں کا اضافہ کم تھا، اس کمرشل سسٹم سے آپ کو نفرت تھی، جس کا اظہار آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمادیا۔

3882 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَلَاذٍ يُحَدِّثُ عَنْ نُمَيْرِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَسْرُوْحٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ اَبِىْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِىِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: نِعْمَ الْحَىُّ الْاَسْدُ وَالْاَشْعَرِيُّوْنَ لَا يَفِرُّوْنَ فِى الْقِتَالِ وَلَا يَغُلُّوْنَ هُمْ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْهُمْ

قَالَ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَيْسَ هٰكَذَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُمْ مِنِّىْ وَاِلَىَّ فَقُلْتُ لَيْسَ هٰكَذَا حَدَّثَنِىْ اَبِىْ وَلٰكِنَّهُ حَدَّثَنِىْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: هُمْ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْهُمْ قَالَ فَاَنْتَ اَعْلَمُ بِحَدِيْثِ اَبِيْكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ وَهْبِ بْنِ جَرِيْرٍ وَيُقَالُ الْاَسْدُ هُمُ الْاَزْدُ

3882 - اخرجه احمد (۱۲۹/۴ - ۱۶۴) من طريق وهب بن جرير قال: حدثنا ابى قال: سمعت عبد الله بن ملاذ يحدث عن نمير بن اوس، عن مالك بن مسروح، عن عامر بن ابى عامر الاشعرى عن ابيه، فذكره

◆◆ عامر بن ابو عامر اشعری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنو اسد اور بنو اشعر بہترین قبیلے ہیں یہ لوگ جنگ سے راہِ فرار اختیار نہیں کرتے اور مالِ غنیمت میں کبھی دھوکہ نہیں کرتے' یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے یہ روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے اس طرح ارشاد نہیں فرمایا: آپ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ مجھ سے ہیں اور میرے سپرد ہیں۔

راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: میرے والد نے ان الفاظ میں یہ روایت مجھے نہیں سنائی تھی بلکہ انہوں نے مجھے یہ بتایا تھا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ مجھ سے اور میں اُن سے ہوں۔

تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے والد سے منقول حدیث کے بارے میں زیادہ جانتے ہو۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف وہب بن جریر نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

ایک قول کے مطابق اسد قبیلے سے مراد ''ازد'' (قبیلہ) ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ اسد اور اشعر کی تحسین فرمانا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسد (ازد) اور قبیلہ اشعر دونوں کی خوبیاں گنواتے ہوئے فرمایا: (۱) یہ شجاع و بہادر ہیں کہ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ (۲) اس قدر امانتدار ہیں کہ مالِ غنیمت میں خیانت نہیں کرتے۔ (۳) یہ لوگ میرے ہم مزاج ہیں اور میں ان کا ہم مزاج ہوں۔

قصی بن کلاب کے چار لخت جگر تھے: (۱) عبدالعزیٰ، (۲) عبد مناف، (۳) عبدالدار، (۴) زہرہ۔ عبدالعزیٰ سب سے بڑے تھے، جن کا بیٹا ''اسد'' تھا، حضرت زبیر بن عوام اور اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں: هم منی و انا منهم ۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قبائل سے کمال درجہ کا تعلق و محبت تھی جو الفاظ سے بیان نہیں ہو سکتی۔

3883 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ وَّاَبِىْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ وَبُرَيْدَةَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اسلم قبیلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار قبیلے کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری' حضرت ابوبرزہ' حضرت بریدہ اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

3884 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ نَحْوَ حَدِيْثِ شُعْبَةَ وَزَادَ فِيْهِ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلم قبیلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار قبیلے والوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے' عصیہ قبیلے والوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

"عصیہ قبیلے والوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی ہے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

قبائل اسلم وغفار کے لئے دعاءِ خیر اور قبیلہ عصیہ کا محروم ہونا:

احادیث باب میں زبانِ نبوت سے قبیلہ اسلم کے لئے امن وسلامتی کی دعا فرمائی گئی ہے، قبیلہ غفار کے لئے مغفرت کی دعا کی گئی ہے جبکہ قبیلہ عصیہ کو اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان قرار دیا گیا ہے۔

قبیلہ عصیہ کا مختصر تعارف یوں ہے: عصیہ بن خفاف بن امری القیس بن بہثہ بن سلیم۔

اس بدبخت قبیلہ کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ستر (۷۰) صحابہ کو روانہ کیا تھا، بیئر معونہ کے پاس انہوں نے دھوکے سے انہیں شہید کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اس حرکت سے شدید قلبی رنج ہوا اور آپ ان کے لئے بطور بددعا قنوت نازلہ بھی پڑھتے رہے۔

3885 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَغِفَارٌ وَّاَسْلَمُ وَمُزَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ جُهَيْنَةَ اَوْ قَالَ جُهَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ مُّزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ اَسَدٍ وَّطَيِّئٍ وَّغَطَفَانَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے' غفار' اسلم' مزینہ اور جہینہ (یہاں روایت کے الفاظ میں راوی کو شک ہے) قبیلے کے لوگ' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسد' طے' غطفان (قبیلے کے لوگوں سے) بہتر ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3886 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ نَفَرٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا قَالَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَآءَ نَفَرٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى فَلَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنوتمیم سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: اے بنوتمیم تم خوشخبری قبول کرو انہوں نے عرض کی: آپ پہلے بھی ہمیں خوشخبری دے چکے ہیں اب کچھ مال عطا کریں راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا پھر یمن سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ خوشخبری قبول کرو جب بنوتمیم نے اسے قبول نہیں کیا تھا' تو ان لوگوں نے عرض کی: ہم قبول کرتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3885 - اخرجه مسلم (٤٤٦/٨ - ٤٤٧ - الابی): كتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالى عنهم، باب: من فضائل غفار و اسلم و جهينة و اشجع و مزينة و تميم و دوس و طيء، حديث (١٩٠ - ١٩١ - ٢٥٢١/١٩٢)، و احمد (٣٦٩/٢)، و الحميدی (٤٥٢/٢): حديث (١٠٤٨) من طريق الاعرج عن ابی هريرة، فذكره.

3886 - اخرجه البخاری (٣٣٠/٦): كتاب بدء الخلق باب: ما جاء في قول تعالى: (و هو الذی يبدا الخلق ثم يعيده و هو اهون عليه) (الروم: ٢٧)، حديث (٣١٩٠ - ٣١٩١)، و (٦٨٤/٧)، كتاب المغازی: باب و فد بنی تميم، حديث (٤٣٦٥) (٧٠/٧): باب قدوم الاشعريين و اهل اليمن، حديث (٤٣٨٦)، و (٤١٤/١٣)، كتاب التوحيد باب (و كان عرشه على الماء) و هو رب العرش العظيم) (هود ٧)، حديث (٧٤١٨)، و احمد (٤٢٦/٤ - ٤٣١ - ٤٣٣ - ٤٣٦) من طريق ابی صخرة جامع بن شداد، عن صفوان بن محرز عن عمران بن الحصين، فذكره.

3887 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَّمُزَيْنَةُ خَيْرٌ مِّنْ تَمِيْمٍ وَّاَسَدٍ وَّغَطَفَانَ وَبَنِىْ عَامِرِ ابْنِ صَعْصَعَةَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ فَقَالَ الْقَوْمُ قَدْ خَابُوْا وَخَسِرُوْا قَالَ فَهُمْ خَيْرٌ مِّنْهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اسلم' غفار' مزینہ قبیلے کے لوگ تمیم' اسد' غطفان' بنو عامر بن صعصعہ' نبی اکرم ﷺ نے اس لفظ کو بلند آواز میں ادا کیا' سے زیادہ بہتر ہیں۔

حاضرین نے کہا: اس صورت میں یہ (دوسرے طبقے کے لوگ) محروم ہو گئے اور خسارے کا شکار ہو گئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ (پہلے طبقے کے) لوگ دوسرے (طبقے کے) لوگوں سے بہتر ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

بعض قبائل عرب کو تفاضل حاصل ہونا:

قبائل عرب میں برابری وتساوی کا ضابطہ جاری نہیں ہوتا بلکہ تفاضل کا ضابطہ جاری ہوتا ہے۔ روایات کا اختصار یہ ہے کہ قیامت کے دن قبائل غفار، اسلم، مزنیہ اور جہینہ کو قبائل اسد، طی اور غطفان پر فضیلت حاصل ہوگی۔ اس کی تفصیل حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے: اقرع بن حابس تمیمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کیا: آپ نے حجاج کا سامان چوری کرنے والے قبائل: اسلم، غفار، مزنیہ اور جہینہ سے بیعت اسلام لی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے اس بات کا جواب دو کہ اگر اسلم، غفار، مزنیہ اور جہینہ بہتر ہوں قبائل: بنو تمیم، بنو عامر، اسد اور غطفان سے تو وہ گھاٹے میں رہیں گے یا نہیں؟ اقرع بن حابس نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! یقیناً وہ قبائل ان سے بہتر ہیں۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۵۲۲)

زمانہ جاہلیت میں لوگ خواہ کتنے ہی گناہگار لیکن ''السابقون الاولون'' میں شامل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امتیازی فضیلت وشان کے حامل ہوں گے۔ قبول اسلام کی برکت کے سبب یہ بے مثل و بے مثال ہو گئے۔ سبقت فی الاسلام ایسی نیکی ہے، جس کا مقابلہ کوئی نیکی نہیں کر سکتی اور اس فضیلت میں کوئی برائی یا گناہ ہرگز ہرگز رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

عرب میں غطفان نام کے دو قبائل مشہور تھے: (۱) غطفان بن سعد بن مالک بن حرام۔ یہ جنوبی عرب کا قبیلہ ہے۔ (۲) غطفان بن سعد بن قیس۔

3887 ـ تفرد بروايته الترمذى من اصحاب الكتب الستة. وذكره المتقى الهندى فى (كنز العمال) (۱۲/۶۹)، حديث (۳۶...) وعزاه للترمذى عن ابى بكرة.

بَابُ فِيْ فَضْلِ الشَّامِ وَالْيَمَنِ

باب 68: شام اور یمن کی فضیلت

3888 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ ابْنُ ابْنَةِ اَزْهَرَ السَّمَّانِ حَدَّثَنِیْ جَدِّیْ اَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا اَوْ قَالَ مِنْهَا يَخْرُجُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَوْنٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ ہمارے شام میں برکت عطا کر اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت عطا کر لوگوں نے عرض کی: ہمارے نجد کے لئے بھی دعا کیجئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے، اور وہاں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے، اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے، جو ابن عون سے منقول ہے۔

یہی روایت سالم بن عبداللہ کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، بھی نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3889 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ اَيُّوْبَ يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِمَاسَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ

متنِ حدیث: قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُؤَلِّفُ الْقُرْاٰنَ مِنَ الرِّقَاعِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِلشَّامِ فَقُلْنَا لِاَیٍّ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ لِاَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ اَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا

3888 - اخرجه البخاری (۱۳ / ۴۹): کتاب الفتن: باب: قول النبی صلی الله علیه وسلم، (الفتنة من قبل المشرق). حدیث (۷۰۹۴)، و احمد (۲ / ۹۰ - ۱۱۸) من طریق نافع عن ابن عمر. فذکره. و اخرجه البخاری (۲ / ۶۰۵): کتاب الاستسقاء: باب ما قیل فی الزلازل و الآیات. حدیث (۱۰۳۷) من طریق نافع عن ابن عمر. فذکره موقوفاً.

3889 - اخرجه احمد (۵ / ۱۸۴) من طریق یزید بن ابی حبیب، عن عبد الرحمن بن شماسة عن زید بن ثابت، فذکره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ اَيُّوْبَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے اور چمڑے کے ٹکڑوں سے قرآن اکٹھا کر رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شام والوں کے لئے خوشخبری ہے ہم نے دریافت کیا: وہ کس وجہ سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے: رحمٰن کے فرشتوں نے اپنے پران پر پھیلائے ہوئے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف یحییٰ بن ایوب نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

شام اور یمن کے لئے دعاء خیر و برکت اور نجد کا اس سعادت سے محروم ہونا:

زمانہ قدیم میں ملک شام طویل وعریض شہر تھا مگر اب سمٹ کر مختصر رہ گیا ہے، عربی زبان میں شام کو ''السوریا'' کہا جاتا ہے اور دمشق اس کا دارالحکومت ہے۔

روایات میں شام اور یمن دونوں کے لئے خیر و برکت کی دعا کی گئی ہے، شام کے لئے اس لئے دعا کی گئی ہے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی زمین ہے۔ اس کے مقدس ہونے کی وجہ سے حدیث باب میں بھی شام کو یمن سے مقدم رکھا گیا ہے۔

دعائے خیر و برکت سے مراد ظاہرو باطنی خیر و برکت ہے: ظاہری برکت سے مراد خوشحالی، امن وسلامتی اور راحت وسکون ہے۔ باطنی برکت سے مراد شریعت و دین اسلام پر چلنے والے اولیاء، صالحین اور علماء ربانیین کا بکثرت پیدا ہونا ہے۔ دونوں ملکوں کے لئے دعائے خیر و برکت کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان دونوں ملکوں سے غلہ وغیرہ مدینہ طیبہ کے باشندوں کے لئے درآمد کیا جاتا تھا۔

نجد سے مراد ایران یا مشرق کی جانب کا علاقہ ہے، اس علاقہ کے لئے دعائے خیر و برکت نہ کرنے کی دو وجوہات تھیں: (۱) یہاں سے دینی فتنہ برآمد ہوگا، وہ ابن وہاب نجدی کی شکل میں ظاہر ہوا، جس نے اسلام کے نام پر کفر وشرک کا ایسا بازار گرم کیا کہ اب تک تھمنے میں نہیں آرہا۔ یہ فتنہ مختلف شکلوں میں ترقی کرتا رہا، مسلمانوں کو کافر بناتا رہا، نسل درنسل یہ بڑھتا رہا اور دور حاضر میں تصنیف وتالیف کی صورت میں پوری روئے زمین پر پھیل چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام فتنوں بالخصوص نجدی فتنہ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین! ثم آمین!

(۲) دعا نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس خطہ میں شیطان اس طرح بیٹھا ہے جس طرح دو سینگوں کے درمیان آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ اس شیطان سے مراد بھی جہالت و بے دینی ہے، اس علاقہ کے لوگ دوسرے لوگوں اور مسلمانوں سے مختلف ہیں، دوسروں کو اپنا بھائی بنانے کی بجائے اپنے دنیوی مفادات کے پیش نظر اپنے دشمن تصور کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی دین سے دوری، تکبر وغرور اور مسلمانوں کو دھوکہ وفریب دینے کے سبب زبان نبوت سے اس علاقہ کے لئے دعاء خیر نہیں نکلی تھی۔

3890 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِهِمُ الَّذِيْنَ مَاتُوْا اِنَّمَا هُمْ فَحْمُ جَهَنَّمَ اَوْ لَيَكُوْنُنَّ اَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِىْ يُدَهْدِهُ الْخِرَاءَ بِاَنْفِهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِىٌّ وَّفَاجِرٌ شَقِىٌّ النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یا تو لوگ اپنے مرے ہوئے باپ دادا پر فخر کرنے سے باز آ جائیں گے' جو جہنم کا کوئلہ ہیں یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بے حیثیت ہوں گے' جو گوبر کا کیڑا ہوتا ہے' اور اپنے ناک سے گوبر کی گولیاں بناتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے زمانہ جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے اب آدمی یا تو مؤمن اور پرہیزگار ہو گا یا گنہگار اور بدبخت' کیونکہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3891 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مُوْسٰى بْنِ اَبِىْ عَلْقَمَةَ الْفَرْوِىُّ الْمَدَنِىُّ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْاٰبَاءِ مُؤْمِنٌ تَقِىٌّ وَّفَاجِرٌ شَقِىٌّ وَّالنَّاسُ بَنُوْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّهٰذَا اَصَحُّ عِنْدَنَا مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

توضیح راوی: وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِىُّ قَدْ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ وَيَرْوِىْ عَنْ اَبِيْهِ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ

هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِىْ عَامِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے زمانہ جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ (اب لوگ) یا مؤمن اور پرہیزگار ہو گا' یا گنہگار اور بدبخت ہو گا' سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔

3890 ۔ لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستة. من طریق ابی عامر العقدی. و سیاتی قریبًا من طریق آخر بسند اصح منه

3891 ۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۷۵۲): کتاب الادب' باب: فی التفاخر بالاحساب' عن هشام بن سعد' عن سعید بن ابی سعید' عن ابیه' عن ابی هریرة' فذکره

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ پہلی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

سعید مقبری نے اس روایت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے کئی روایات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہیں۔

سفیان ثوری اور دیگر راویوں نے اس حدیث کو ہشام کے حوالے سے سعید المقبری کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے جیسے ابوعامر بن ہشام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

نسب وخاندان پر اترانے کی مذمت وعید:

احادیث باب میں فضائل ومناقب کے ضمن میں ایک وہم کا ازالہ کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ لوگ عظمت وفضیلت کی بناء پر اپنے نسب اور خاندانی مفاخر پر اترانے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ ایسے عمل سے ذلت وخواری کے علاوہ کوئی چیز حاصل نہیں ہوسکتی۔ قابل فخر اخلاف وہی ہوتے ہیں جو قابل فخر اسلاف کی تعلیمات کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں تکبر وغرور سے کام نہیں لیتے۔

اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (الحجرات: ۱۳)

"اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت (آدم وحوا) سے پیدا کیا، ہم نے تمہیں مختلف خاندانوں میں تقسیم کردیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ صاحب تقویٰ ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا باخبر ہے۔"

اس ارشاد ربانی میں بھی یہی درس دیا جارہا ہے کہ سب انسان حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں، سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، کسی کو دوسرے پر برتری حاصل نہیں ہے مگر تقویٰ وطہارت کی بناء پر اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ معزز وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ لہٰذا خاندان یا نسب اور یا اسلاف کو بنیاد بنا کر اترانا یا تکبر وغرور سے کام لینا، قابل تعریف عمل نہیں ہے بلکہ ذلت وخواری کا باعث ہے۔ ایسی فکر سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

فائدہ نافعہ:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عجز وانکسار پسندیدہ ہے، تکبر ونخوت قابل مذمت عمل ہے، نسب واسلاف پر مبنی مفاخر باعث ذلت وخواری ہے، تکبر وغرور نے شیطان کو راندۂ بارگاہ خداوندی بنایا اور تاقیامت لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈالا گیا۔

کِتَابُ الْعِلَلْ

تمہیدی کلمات

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مختصر رسالہ ہے، جسے "کتاب العلل" کہا جاتا ہے۔ علل علت کی جمع ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے: سبب، وجہ، باعث۔ محدثین کی اصطلاح میں "علۃ" سے مراد وہ خامی ہے جو راوی کے وہم کی وجہ سے سند یا متن حدیث میں پیدا ہو جاتی ہے۔ مواقع علت دو ہیں: (۱) سند میں علت ہو مثلاً وقف اور ارسال وغیرہ، (۲) متن میں علت ہو مثلاً کوئی حدیث موصولاً مروی ہو لیکن تحقیق کے بعد وہ مرسلاً قرار پا جائے۔ کبھی علت سند میں ہوتی ہے اور اس کے ساتھ متن بھی متاثر و غیر معتبر ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات علت سند کی حد تک ہوتی ہے اور متن معتبر و سالم رہتا ہے۔ اس علت کو ماہرین فن ہی معلوم کر سکتے ہیں۔

اس فن کا موضوع ثقہ راویوں کی روایات ہیں جن میں حدیث کے صحیح ہونے کی تمام شرائط موجود ہوتی ہیں۔ اس فن کی غرض و غایت ثقہ راویوں کی بھول کو واضح کرنا ہوتا ہے تاکہ ان کا وہم و غلطی لوگوں پر نمایاں ہو جائے۔

علت تین طریقوں سے معلوم کی جا سکتی ہے:

(۱) کسی متفرد روایت کو بیان کرنا۔ (۲) دوسرے راوی کا پہلے کے خلاف کسی روایت کو نقل کرنا۔ (۳) دونوں کے ساتھ مزید قابل توجہ قرائن موجود ہونا۔

یہ فن نہایت دقیق و مشکل ہے اور اس کے ماہرین میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام ابن مدینی، (۲) حضرت امام احمد، (۳) حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری، (۴) حضرت امام ابو حاتم، (۵) حضرت امام دار قطنی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

فن علل کی چند مشہور کتب کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) کتاب العلل لامام ابن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ، (۲) علل الحدیث لابن ابی الحاتم رحمہ اللہ تعالیٰ، (۳) العلل و معرفۃ الرجال لامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ، (۴) العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ لامام دار قطنی رحمہ اللہ تعالیٰ، (۵) کتاب العلل لامام خلال رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع ترمذی کے علاوہ مزید دو کتب تصنیف فرمائیں:

(۱) کتاب العلل الکبیر، (۲) کتاب العلل الصغیر

کتاب العلل درحقیقت کتاب العلل الصغیر ہے، جو جامع ترمذی کا مقدمہ ہے جس طرح الصحیح للمسلم کا مقدمہ ہے، دونوں

میں فرق یہ ہے کہ صحیح مسلم کا مقدمہ سابقہ ہے (جو اصل کتاب سے پہلے لکھا گیا) اور مقدمہ ترمذی لاحقہ ہے (جو تکمیل کتاب کے بعد لکھا گیا ہے) مقدمہ ترمذی لاحقہ ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) کتاب العلل کے آغاز میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" نہیں ہے، جو اسلاف ومتقدمین کا طریقہ نہیں ہے۔ (ii) یہاں کے صحیح نسخوں کے آغاز میں اسناد ہوتی ہے جبکہ حضرت علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخہ میں سند مذکور نہیں۔ تاہم باقی پاک وہند کے نسخوں میں سند موجود ہے، وہ کس نے لکھی اور کب لکھی؟ اس کا علم نہیں ہے۔ (iii) اس رسالہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب العلل میں جامع ترمذی کے لئے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نئی چیز درج نہیں کی۔

رسالہ کتاب العلل علامہ ابوحفص عمر بن محمد بن طبرزد بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ عبدالملک بن عبداللہ ابوحفص کروخی ہروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے یہ رسالہ روایت کیا ہے۔ وہ اپنے تین اساتذہ سے روایت کرتے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

۱- علامہ ابو عامر الازدی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ کی کنیت: ابو عامر، نام: محمود اور باپ کا نام: القاسم الازدی المہلبی الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تھا، ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۷ھ میں وفات پائی۔

۲- شیخ غورجی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ کا نام: احمد، کنیت: ابوبکر اور باپ کا نام: عبدالصمد الغورجی رحمہ اللہ تعالیٰ تھا، ۴۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۱ھ میں وفات پائی۔

۳- ابوالمظفر الدیان رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ کا نام: عبیداللہ، کنیت: ابوالمظفر اور دادا کا نام: علی الدیان تھا۔

ان تینوں نے یہ رسالہ "ابومحمد الجراحی رحمہ اللہ تعالیٰ" سے نقل کیا۔ ابومحمد الجراحی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پورا نام: ابومحمد بن عبدالجبار جراحی لرزبانی مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ ۳۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۱۶ھ میں وفات پائی۔ پھر انہوں نے یہ ابوالعباس المحبوبی سے روایت کیا۔ آپ کا پورا نام: ابوالعباس محمد بن احمد بن محمود المروزی تھا، جو ۳۴۶ھ میں وفات پائی۔ پھر انہوں نے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا، آپ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔ آپ نے سولہ (۱۶) امور کی ابحاث میں اس کتاب کو مکمل کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: جَمِیْعُ مَا فِیْ هٰذَا الْكِتَابِ مِنَ الْحَدِیْثِ فَهُوَ مَعْمُوْلٌ بِهٖ وَبِهٖ اَخَذَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مَا خَلَا حَدِیْثَیْنِ حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَیْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالْمَدِیْنَةِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ مِنْ غَیْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ وَّحَدِیْثُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَاِنْ عَادَ فِی الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ وَقَدْ بَیَّنَّا عِلَّةَ الْحَدِیْثَیْنِ جَمِیْعًا فِی الْكِتَابِ۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ہم نے اس کتاب میں جو بھی احادیث ذکر کی ہیں، وہ سب "معمول بہ" ہیں اور بعض اہل علم نے اُن کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ البتہ دو احادیث (اس سے) مستثنیٰ ہیں۔

ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خوف کے بغیر، سفر کے علاوہ، بارش کے علاوہ، مدینہ منورہ میں ظہر وعصر کی نماز اور مغرب وعشاء ایک ساتھ ادا کی تھیں۔

دوسرا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: جب کوئی شخص شراب پی لے تو اُسے کوڑے مارو اور اگر وہ چوتھی مرتبہ پھر ایسا کرے تو اُسے قتل کر دو۔

ان دونوں روایات میں موجود علتیں ہم نے کتاب میں ذکر کر دی ہیں۔

قَالَ وَمَا ذَكَرْنَا فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ مِنِ اخْتِيَارِ الْفُقَهَاءِ .

◆◆ ہم نے اس کتاب میں فقہاء کے جو اقوال نقل کیے ہیں' (اُن کی اسناد درج ذیل ہیں)

شرح

پہلی بحث: جامع ترمذی کی دو احادیث کے علاوہ تمام احادیث کا معمول بہا ہونا:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف ''جامع ترمذی'' کی احادیث کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ اس کتاب کی تمام احادیث معمول بہا ہیں مگر دو احادیث ایسی ہیں جو کسی امام یا مجتہد کے ہاں معمول بہا نہیں ہیں اور وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ہوتے ہوئے نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء کو جمع کیا تھا حالانکہ اس موقع پر کسی دشمن کا خوف تھا اور نہ سفر و بارش کا عذر تھا۔ راوی نے جمع صلوٰتین کی وجہ بھی بیان کی ہے کہ یہ روایت بیان جواز پر محمول ہوگی۔

۲-حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شرابی کو کوڑے مارو (یہ سزا تین بار دو) اگر وہ چوتھی بار شراب نوشی کرے تو اسے قتل کر ڈالو۔''

ان دونوں روایات کو کسی امام یا مجتہد نے اختیار نہیں کیا۔ تمام آئمہ و مجتہدین بالخصوص آئمہ ثلاثہ (یعنی حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) کا متفقہ فیصلہ ہے کہ چوتھی بار شراب نوشی کرنے پر شرابی کو کوڑوں کی سزا تو دی جاسکے گی لیکن اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح تمام آئمہ و مجتہدین کا اس مسئلہ میں بھی اتفاق ہے کہ بلا عذر دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے اور آئمہ ثلاثہ کے ہاں سفر، بارش اور مرض کی وجہ سے جمع صلوٰتین جائز ہے مگر مطلقاً جائز نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جمع صوری پر محمول کیا جائے تو یہ روایت معمول بہا ہوسکتی ہے، اس کی صورت یہ ہوگی کہ دونوں نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں ادا کیا جائے کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں ادا کیا جائے اور دوسری نماز کو اس کے نہایت ابتدائی وقت میں ادا کیا جائے۔ اس کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت سے ہوتی ہے: من جمع بین الصلوتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر یعنی جس شخص نے بغیر عذر کے دو نمازوں کو (بطور جمع یعنی ایک نماز کے وقت میں دونوں کو ادا کیا) جمع کیا، وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا''۔ اس روایت میں بلا عذر شرعی جمع صلوٰتین کی وعید بیان کی گئی ہے مگر جمع صوری والی صورت (جو احناف کا مذہب ہے) اس وعید سے مستثنیٰ ہوگی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو تعزیر یا سیاست پر محمول کیا جائے، تو وہ بھی معمول بہا قرار پائے گی۔ حدود اور تعزیر دونوں سزاؤں میں نمایاں فرق ہے، حدود وہ سزائے شرعی ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اور نہ وہ معاف ہوسکتی ہے مگر تعزیر ایسی سزا ہے جو قاضی معاف کرسکتا ہے اور اس میں تبدیلی بھی کرسکتا ہے، شرابی کے قتل کرنے میں مصلحت ہو تو قاضی یا حاکم وقت اسے قتل بھی کرسکتا ہے مگر یہ بطور حد نہیں بلکہ بطور تعزیر ہوگا۔ اس کی تائید دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک شرابی جس نے چوتھی بار شراب نوشی کی تھی، کو بارگاہِ رسالت میں پیش کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے کوڑوں کی سزا دی گئی لیکن قتل نہیں کیا گیا تھا۔ یہ بھی قوی امکان ہے کہ اس روایت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والی روایت منسوخ قرار پائی ہو۔ علاوہ ازیں کثیر روایات سے ثابت ہے کہ تین صورتوں کے علاوہ کسی کو قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی:

(۱) کسی کو قصاصاً قتل کرنا۔ (۲) شادی شدہ زانی کو رجم کر کے قتل کرنا۔ (۳) تبدیلیٔ دین یعنی مرتد کو قتل کرنا۔

اب اس بحث کے بعد بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ جامع ترمذی وہ بابرکت، قابل تحسین اور ممتاز کتاب حدیث ہے جس کی تمام روایات معمول بہا ہیں۔

سفیان ثوری کے فتاویٰ کی سند:

فَمَا كَانَ مِنْهُ مِنْ قَوْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ فَاَكْثَرُهُ مَا حَدَّثَنَا بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ وَمِنْهُ مَا حَدَّثَنِيْ بِهِ اَبُو الْفَضْلِ مَكْتُوْمُ بْنُ الْعَبَّاسِ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرْيَابِيُّ عَنْ سُفْيَانَ .

◆◆ ان میں سے سفیان ثوری کے جو اقوال ہیں، اُن میں سے اکثر شیخ محمد بن عثمان کوفی نے عبید اللہ بن موسیٰ کے حوالے سے سفیان سے نقل کیے ہیں۔

ان میں سے کچھ شیخ ابوالفضل مکتوم بن عباس ترمذی نے محمد بن یوسف فریابی کے حوالے سے سفیان ثوری سے نقل کیے ہیں۔

امام مالک کے فتاویٰ کی سند:

وَمَا كَانَ فِيْهِ مِنْ قَوْلِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فَاَكْثَرُهُ مَا حَدَّثَنَا بِهِ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسَى الْقَزَّازُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ .

◆◆ اس میں امام مالک کے جو اقوال ہیں، اُن میں سے زیادہ تر شیخ اسحٰق بن موسیٰ انصاری نے شیخ معن بن عیسیٰ قزاز کے حوالے سے امام مالک سے نقل کیے ہیں۔

وَمَا كَانَ فِيْهِ مِنْ اَبْوَابِ الصَّوْمِ فَاَخْبَرَنَا بِهِ اَبُوْ مُصْعَبٍ الْمَدِيْنِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَبَعْضُ كَلَامِ مَالِكٍ مَا خَبَّرَنَا بِهِ مُوْسَى بْنُ حِزَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ .

◆◆ روزے سے متعلق مسائل شیخ ابومصعب مدینی نے امام مالک کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔

امام مالک کا بعض کلام شیخ موسیٰ بن حزام نے ہمیں بتایا ہے، جنہوں نے شیخ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کے حوالے سے امام مالک

سے اسے روایت کیا ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک کے فتاویٰ کی سند:

وَمَا كَانَ فِيهِ مِنْ قَوْلِ ابْنِ الْمُبَارَكِ فَهُوَ مَا حَدَّثَنَا بِهِ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْاٰمُلِيُّ عَنْ اَصْحَابِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْهُ وَمِنْهُ مَا رُوِيَ عَنْ اَبِي وَهْبٍ مُحَمَّدِ بْنِ مُزَاحِمٍ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَمِنْهُ مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَمِنْهُ مَا رُوِيَ عَنْ عَبْدَانَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَمِنْهُ مَا رُوِيَ عَنْ حِبَّانَ بْنِ مُوْسٰى عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَمِنْهُ مَا رُوِيَ عَنْ وَهْبِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ فَضَالَةَ النَّسَوِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَلَهٗ رِجَالٌ مُسَمَّوْنَ سِوٰى مَنْ ذَكَرْنَا عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ .

◆◆ اس میں شیخ عبداللہ بن مبارک کے جو اقوال منقول ہیں' وہ شیخ احمد بن عبدہ عاملی نے ابن مبارک کے شاگردوں کے حوالے سے' شیخ عبداللہ بن مبارک سے نقل کیے ہیں۔

ان میں سے بعض شیخ ابووہب محمد بن مزاحم کے حوالے سے ابن مبارک سے روایت کیے گئے ہیں۔

ان میں سے بعض شیخ علی بن حسن کے حوالے سے عبداللہ بن مبارک سے منقول ہیں۔

ان میں سے بعض عبدان کے حوالے سے' سفیان بن عبدالملک کے حوالے سے' ابن مبارک سے روایت کیے گئے ہیں۔

ان میں سے بعض حبان بن موسیٰ کے حوالے سے' ابن مبارک سے نقل کیے گئے ہیں۔

ان میں سے بعض وہب بن زمعہ کے حوالے سے' فضالہ نسوی کے حوالے سے' ابن مبارک سے نقل کیے گئے ہیں۔

ہم نے ابن مبارک کے حوالے سے جن حضرات کا ذکر کیا ہے' اُن کے علاوہ بھی کچھ حضرات سے یہ مسائل منقول ہیں۔

امام شافعی کے فتاویٰ کی سند:

وَمَا كَانَ فِيهِ مِنْ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ فَاَكْثَرُهٗ مَا اَخْبَرَنَا بِهِ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ عَنِ الشَّافِعِيِّ .

وَمَا كَانَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَالصَّلٰوةِ فَحَدَّثَنَا بِهِ اَبُو الْوَلِيْدِ الْمَكِّيُّ عَنِ الشَّافِعِيِّ .

وَمِنْهُ مَا حَدَّثَنَا بِهِ اَبُوْ اِسْمٰعِيْلَ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ ابْنُ يَحْيَى الْقُرَشِيُّ الْبُوَيْطِيُّ عَنِ الشَّافِعِيِّ وَذَكَرَ مِنْهُ اَشْيَاءَ عَنِ الرَّبِيْعِ عَنِ الشَّافِعِيِّ وَقَدْ اَجَازَ لَنَا الرَّبِيْعُ ذٰلِكَ وَكَتَبَ بِهِ اِلَيْنَا .

◆◆ اس میں امام شافعی کے جو اقوال منقول ہیں' اُن میں سے زیادہ تر شیخ حسن بن محمد زعفرانی نے امام شافعی سے نقل کیے ہیں۔

وضو اور نماز سے متعلق امام شافعی کے اقوال شیخ ابوولید مکی نے امام شافعی کے حوالے سے ہمارے سامنے بیان کیے ہیں۔

ان میں سے بعض اقوال شیخ ابو اسمٰعیل ترمذی نے یوسف بن یحییٰ قرشی بویطی کے حوالے سے امام شافعی سے نقل کیے ہیں۔

انہوں نے ان میں سے بعض ربیع کے حوالے سے' امام شافعی سے روایت کیے ہیں۔

شیخ ربیع نے ان کی اجازت ہمیں دی ہے اور اس بارے میں ہمیں مکتوب بھی لکھا ہے۔

امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق بن راہویہ کے فتاویٰ کی سند:

وَمَا كَانَ مِنْ قَوْلِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَّاِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ فَهُوَ مَا اَخْبَرَنَا بِهٖ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ اِلَّا مَا فِیْ اَبْوَابِ الْحَجِّ وَالدِّيَاتِ وَالْحُدُوْدِ فَاِنِّیْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ اِسْحٰقَ بْنِ مَنْصُوْرٍ وَاَخْبَرَنِیْ بِهٖ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْاَصَمُّ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَبَعْضُ كَلَامِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا بِهٖ مُحَمَّدُ بْنُ اَفْلَحَ عَنْ اِسْحٰقَ وَقَدْ بَيَّنَّا هٰذَا عَلٰى وَجْهِهٖ فِی الْكِتَابِ الَّذِیْ فِيْهِ الْمَوْقُوْفُ.

◆◆ اس میں امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق بن راہویہ کے جو فتاویٰ منقول ہیں' وہ شیخ اسحٰق بن منصور نے امام احمد اور امام اسحٰق کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔

امام اسحٰق بن ابراہیم کے بعض فتاویٰ شیخ محمد بن افلح نے امام اسحٰق بن راہویہ کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔

ہم نے کتاب میں اس بات کی وضاحت کر دی ہے' جو اقوال ''موقوف'' طور پر منقول ہیں۔

شرح

دوسری بحث: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ تک اقوالِ فقہاء کی اسانید:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف جامع ترمذی میں بعض اکابر فقہاء کے اقوال بالاسانید درج فرمائے تھے اور بعض فقہاء کرام کے اقوال بلا اسانید نقل کیے تھے، ان اقوال کی اسانید یہاں نقل کر رہے ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسانید:

آپ کے اقوال کی دو اسانید ہیں:

(i) محمد بن عثمان الکوفی، عن عبید اللہ بن موسیٰ عن سفیان الثوری رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(ii) ابوالفضل مکتوم بن العباس الترمذی، عن محمد بن یوسف الفریابی عن سفیان رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسانید:

آپ کی تین اسانید ہیں:

(i) آپ کے اکثر اقوال کی سند یوں ہے: اسحاق بن موسیٰ الانصاری عن معن بن عیسیٰ القزاز عن مالک بن انس رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(ii) کتاب الصوم کے حوالے سے آپ کے اقوال کی سند یوں ہے: ابوالمصعب المدنی عن انس بن مالک رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(iii) آپ کے بعض اقوال کی سند یوں ہے: موسیٰ بن حزام بن عبید اللہ بن مسلمۃ القعنبی عن مالک بن انس رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۳- حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسانید:

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال مبارکہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ تک حضرت احمد بن عبدہ آملی رحمہ

اللہ تعالیٰ کی وساطت سے پہنچے ہیں، جو وہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعدد تلامذہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) ابو وہب محمد بن مزاحم، عن ابن المبارک، (ii) علی بن الحسن، عن ابن المبارک، (iii) عبدان، عن سفیان بن عبدالملک، عن ابن المبارک، (iv) حبان بن موسیٰ، عن ابن المبارک، (v) وہب بن زمعہ، عن فضالۃ النسوی، عن المبارک۔

۴- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسانید:

آپ کے اکثر اقوال کی سند یوں ہے: حسن بن محمد الزعفرانی، عن الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

کتاب لطہارت اور کتاب الصلوٰۃ کے حوالے سے آپ کے اقوال کی اسانید یوں ہیں:

(i) ابوالولید المکی، عن الشافعی، (ii) ابواسماعیل الترمذی عن یوسف بن یحییٰ القرشی البویطی عن الشافعی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ کے بعض اقوال کی سند یوں ہے: ربیع، عن الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو اقوال حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست سنے تھے، ان میں سے کچھ تحریری طور پر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجے تھے اور اپنی سند سے بیان کرنے کی اجازت دی تھی۔ احادیث لکھ کر کسی کے پاس بھیجنے کو ''مکاتبہ'' کہا جاتا ہے، اسلاف ومتقدمین کے ہاں مکاتبہ معتبر تھا، اس کے لئے صریح اجازت بھی نہیں ہے لیکن متاخرین کے ہاں محض مکاتبہ معتبر نہیں ہے بلکہ اس کے لئے صریح اجازت ضروری ہے۔ ورنہ دور حاضر تصنیف وتالیف اور نشر واشاعت کا دور ہے، کوئی شخص پوری کتاب حدیث کو بیان کرنے کا مجاز ہونا چاہیے۔

۵- امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ کی اسانید:

دونوں بزرگوں کے اکثر اقوال کی سند یہ ہے: اسحاق بن منصور، عن احمد واسحاق...... ابواب الحج، ابواب الدیات اور ابواب الحدود کے حوالے سے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ تک ان کے اقوال کی سند یہ ہے: محمد بن موسیٰ الاصم، عن اسحاق بن منصور، عن احمد و اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ...... حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند یہ ہے: محمد بن افلح، عن اسحاق۔

فائدہ نافعہ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کو صحیح سند کے ساتھ نہیں پہنچا، لہٰذا انہوں نے آپ کا مذہب اپنی کتاب جامع ترمذی میں درج نہیں کیا۔

امام بخاری کے اقوال:

وَمَا كَانَ فِيهِ مِنْ ذِكْرِ الْعِلَلِ فِي الْاَحَادِيثِ وَالرِّجَالِ وَالتَّارِيخِ فَهُوَ مَا اسْتَخْرَجْتُهُ مِنْ كُتُبِ التَّارِيخِ وَاَكْثَرُ ذٰلِكَ مَا نَاظَرْتُ بِهِ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيلَ وَمِنْهُ مَا نَاظَرْتُ بِهِ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاَبَا زُرْعَةَ وَاَكْثَرُ ذٰلِكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاَقَلُّ شَيْءٍ فِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِي زُرْعَةَ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا بِالْعِرَاقِ وَلَا بِخُرَاسَانَ فِي مَعْنَى

الْعِلَلِ وَالتَّارِيخِ وَمَعْرِفَةِ الْاَسَانِيْدِ كَبِيْرَ اَحَدٍ اَعْلَمَ مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ .

ہم نے احادیث، رجال اور تاریخ کے بارے میں جو کچھ علتیں اس میں ذکر کی ہیں، وہ میں نے (امام بخاری کی) کتاب التاریخ سے نقل کی ہیں۔

میں نے ان میں سے اکثر کے بارے میں امام بخاری کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا ہے۔

ان میں سے بعض مسائل کے بارے میں میں نے امام دارمی اور امام ابوزرعہ رازی سے بھی بحث و تمحیص کی ہے، تاہم اس میں زیادہ تر امام بخاری سے منقول ہے، جبکہ امام دارمی اور امام ابوزرعہ سے کم اقوال منقول ہیں۔

میرے علم کے مطابق عراق اور خراسان میں کوئی بھی شخص علل، تاریخ اور اسانید کی معرفت کے حوالے سے امام بخاری سے بڑا عالم نہیں ہے۔

شرح

تیسری بحث: حدیث کی علتوں اور احوال رواۃ کا اصل مآخذ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف "جامع ترمذی" کی بعض روایات کی علتوں (خرابیوں) اور بعض رواۃ کے احوال بیان کیے ہیں اور ان امور کا ماخذ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف "التاریخ الکبیر" کو قرار دیا ہے۔ روایات کی علتوں اور احوال رواۃ کے حوالے سے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف سے براہ راست استفادہ کیا ہے اور بعض امور میں حضرت ابوزرعہ سے استفادہ کیا ہے۔ خراسان میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ احوال رواۃ کی معلومات کے حوالے سے اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الصحیح للبخاری" کے علاوہ تاریخ پر تین کتب تصنیف فرمائی تھیں: (۱) التاریخ الکبیر، (۲) التاریخ الاوسط، (۳) التاریخ الصغیر۔ محققین کا خیال ہے کہ پاک و ہند میں "التاریخ الصغیر" کے نام سے جو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب شائع ہو رہی ہے، یہ درحقیقت "التاریخ الاوسط" ہے مگر بعض مؤرخین کے مطابق وہ کتاب "تاریخ صغیر" ہے۔ اس کتاب میں چالیس ہزار شخصیات کے دلکش احوال و آثار بیان کیے گئے ہیں۔

جرح و تعدیل کی وجہ:

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا حَمَلَنَا عَلٰى مَا بَيَّنَّا فِىْ هٰذَا الْكِتَابِ مِنْ قَوْلِ الْفُقَهَاءِ وَعِلَلِ الْحَدِيْثِ لِاَنَّا سُئِلْنَا عَنْ هٰذَا فَلَمْ نَفْعَلْهُ زَمَانًا ثُمَّ فَعَلْنَاهُ لِمَا رَجَوْنَا فِيْهِ مِنْ مَنْفَعَةِ النَّاسِ لِاَنَّا قَدْ وَجَدْنَا غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ تَكَلَّفُوْا مِنَ التَّصْنِيْفِ مَا لَمْ يُسْبَقُوْا اِلَيْهِ مِنْهُمْ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ وَعَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ وَسَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَيَحْيَى ابْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ وَوَكِيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُمْ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ صَنَّفُوْا فَجَعَلَ اللّٰهُ فِىْ ذٰلِكَ مَنْفَعَةً كَثِيْرَةً

فَيُرْجٰى لَهُمْ بِذٰلِكَ الثَّوَابَ الْجَزِيْلَ عِنْدَ اللّٰهِ لِمَا نَفَعَ اللّٰهُ بِهِ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُمُ الْقُدْوَةُ فِيْمَا صَنَّفُوْا وَقَدْ عَابَ بَعْضُ مَنْ لَا يَفْهَمُ عَلٰى اَهْلِ الْحَدِيْثِ الْكَلَامَ فِي الرِّجَالِ وَقَدْ وَجَدْنَا غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ مِنَ التَّابِعِيْنَ قَدْ تَكَلَّمُوْا فِي الرِّجَالِ مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَطَاوُسٌ تَكَلَّمَا فِيْ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ وَتَكَلَّمَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ فِيْ طَلْقِ بْنِ حَبِيْبٍ وَتَكَلَّمَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَعَامِرٌ الشَّعْبِيُّ فِي الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ .

◆◆ ہم نے اس کتاب میں فقہاء کے اقوال اور احادیث کے علل کو اس لیے بیان کیا' کیونکہ اس بارے میں ہم سے سوالات کیے گئے پہلے ہم نے اسے اختیار نہیں کیا تھا' پھر یہ کیا' کیونکہ ہمیں اُمید ہے کہ اس میں لوگوں میں فائدہ ہوگا' پھر ہم نے یہ بات بھی دیکھی کہ بہت سے ائمہ نے بڑی محنت کے ساتھ ایسی تصانیف مرتب کیں' اُن سے پہلے اس نوعیت کی مثال نہیں ملتی۔ ان مشائخ میں ہشام بن حسان' عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج' سعید بن ابی عروبہ' مالک بن انس' حماد بن سلمہ' عبداللہ بن المبارک' یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ' وکیع بن جراح' عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ' اہلِ علم واہلِ فضل شامل ہیں۔ جنہوں نے تصانیف مرتب کیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن تصانیف میں (لوگوں کے لئے) بہت سا فائدہ رکھا۔ ہمیں اُمید ہے کہ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی اس وجہ سے اجر جزیل عطاء ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے مسلمانوں کو نفع عطاء کیا ہے۔ ان حضرات نے جو تصنیف کی ہے' اس بارے میں یہ لوگ پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شرح

چوتھی بحث: احادیث، اقوال فقہاء اور احوال رواۃ بیان کرنے کی وجوہات:

تدوین حدیث کے تیسرے دور میں مصنفین کتب احادیث نے اپنی تصانیف میں اقوال واحادیث کی علتوں (خفیہ خرابیوں) اور احوال رواۃ کو شامل کرنا شروع کر دیا تھا جبکہ تدوین حدیث کے دور اول اور ثانی میں ان امور کی طرف توجہ نہیں کی جاتی تھی اور نہ ہی ان کو تصنیف کا حصہ بنایا جاتا تھا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ابتداءً دور اول و دور ثانی کی طرح جامع ترمذی تالیف کا آغاز کیا، امور ثلاثہ کو شامل کرنے کی طرف توجہ مبذول نہ کی کہ ان چیزوں کو احادیث میں داخل کرنے سے خرابی پیدا ہوگی بعض اہل علم نے ان امور کی طرف میری توجہ کرائی تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے شرح صدر کی دولت حاصل ہوگئی اور میں نے ان کی طرف توجہ کی، جس وجہ سے کتاب نہایت نافع ومفید بن گئی۔

اس دور میں بھی بہت سے اہل علم موجود تھے، جو ان امور کو تصنیف کا حصہ بنانے کے قائل تھے اور ان کے فوائد ونتائج سے بھی آگاہ تھے۔ ان میں سے چند ایک اکابر واسلاف کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) ہشام بن حسان، (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز، (۳) سعید بن عروہ، (۴) مالک بن انس، (۵) حماد بن سلمہ، (۶) عبداللہ بن مبارک، (۷) وکیع بن الجراح، (۸) عبدالرحمن مہدی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

بعض لوگ جو علم سے عاری ہیں انہوں نے محدثین پر اس حوالے سے اعتراض کیا ہے کہ وہ رجال کے بارے میں کلام کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ ہم نے بہت سے ائمہ تابعین کو دیکھا ہے کہ انہوں نے رجال کے بارے میں کلام کیا ہے۔ ان میں حسن بصری

اور طاؤس شامل ہیں۔ جنہوں نے معبد جہنی کے بارے میں کلام کیا ہے' اسی طرح سعید بن جبیر نے طلق بن حبیب کے بارے میں کلام کیا ہے۔ ابراہیم نخعی اور عامر شعبی نے حارث اعور کے بارے میں کلام کیا ہے۔

وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْنٍ وَّسُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّالْاَوْزَاعِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ وَوَكِيْعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَّغَيْرِهِمْ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ تَكَلَّمُوْا فِي الرِّجَالِ وَضَعَّفُوْا ۔

◆◆ ایوب سختیانی' عبداللہ بن عون' سلیمان تیمی' شعبہ بن حجاج' سفیان ثوری' مالک بن انس' اوزاعی' عبداللہ بن مبارک' یحییٰ بن سعید قطان' وکیع بن جراح' عبدالرحمن بن مہدی اور دیگر اہلِ علم حضرات نے کچھ راویوں کے بارے میں کلام کیا ہے اور انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

وَاِنَّمَا حَمَلَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ النَّصِيْحَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ لَا يُظَنُّ بِهِمْ اَنَّهُمْ اَرَادُوْا الطَّعْنَ عَلَى النَّاسِ اَوِ الْغِيْبَةَ اِنَّمَا اَرَادُوْا عِنْدَنَا اَنْ يُّبَيِّنُوْا ضَعْفَ هٰؤُلَاءِ لِكَيْ يُعْرَفُوْا لِاَنَّ بَعْضَ الَّذِيْنَ ضُعِّفُوْا كَانَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ وَّبَعْضَهُمْ كَانَ مُتَّهَمًا فِي الْحَدِيْثِ وَبَعْضَهُمْ كَانُوْا اَصْحَابَ غَفْلَةٍ وَّكَثْرَةِ خَطَاٍ فَاَرَادَ هٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّةُ اَنْ يُّبَيِّنُوْا اَحْوَالَهُمْ شَفَقَةً عَلَى الدِّيْنِ وَتَثْبِيْتًا لِاَنَّ الشَّهَادَةَ فِي الدِّيْنِ اَحَقُّ اَنْ يُّتَثَبَّتَ فِيْهَا مِنَ الشَّهَادَةِ فِي الْحُقُوْقِ وَالْاَمْوَالِ ۔

◆◆ ہم یہ سمجھتے ہیں' باقی اللہ بہتر جانتا ہے! ان حضرات نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے ایسا کیا۔ ان حضرات کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے کچھ لوگوں پر طعن کرنے کے لئے یا غیبت کے طور پر یہ کلام کیا ہوگا۔ ان حضرات کا مقصد ہمارے نزدیک یہ تھا کہ وہ ان راویوں کے ضعف کو بیان کر دیں' تا کہ ان کی معرفت حاصل ہو جائے۔ جن لوگوں کو ضعیف قرار دیا گیا' ان میں سے بعض لوگ بدعتی (بدعقیدہ) تھے۔ بعض لوگوں پر حدیث (جھوٹی یا غلط) بیان کرنے کا الزام تھا' بعض (حدیث نقل کرنے میں) غفلت برتتے تھے اور بکثرت غلطیاں کرتے تھے' تو دینی (تعلیمات) کی بہتری اور احتیاط کے لئے ان حضرات نے ایسے افراد کی حالت بیان کی ہے' کیونکہ دینی تعلیمات نقل کرنے میں (شرعی) گواہی کا ہونا اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس میں احتیاط کی جائے۔ بہ نسبت اُس گواہی کے حقوق اور اموال سے تعلق رکھتی ہے۔

شرح

پانچویں بحث: ضعیف رواۃ پر جراح کرنا دین کی خدمت ہے نہ کہ غیبت:

ضعیف حدیث کی تعریف بایں الفاظ کی جاتی ہے: کل حدیث لم یجتمع فیہ صفات الحدیث الصحیح ولا صفات الحدیث الحسن یعنی حدیث ضعیف وہ ہے جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی صفات نہ پائی جائیں۔ بالفاظ دیگر حدیث ضعیف وہ ہے' جو وجوہ طعن سے خالی نہ ہو اور وجوہ طعن دس (۱۰) ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) کذب، (۲) تہمت، (۳) جہالت، (۴) فحش الغلط، (۵) شدت الغفلت، (۶) وہم، (۷) فسق، (۸) مخالفت

ثقات، (۹) سوء حفظ، (۱۰) بدعت۔

جمہور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضعیف رواۃ پر جرح کرنا غیبت کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ دین کی خدمت ہے، کیونکہ حفاظت وصیانت احادیث کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ اکابر واسلاف اور تابعین عظام نے اس فن کی خدمت کی ہے، اگر یہ قابل مذمت اقدام ہوتا تو وہ کبھی اس میدان میں قدم نہ رکھتے مثلاً حضرت امام حسن بصری اور حضرت امام طاؤس رحمہما اللہ تعالیٰ نے معبد جہنی پر گفتگو کی ہے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: معبد جہنی سے بچو، کیونکہ وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ حضرت امام طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اس سے دریافت کیا: کیا تو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا ہے؟ اس نے یوں جواب دیا: کذب علی۔ مجھ پر جھوٹ باندھا گیا ہے اور لوگوں نے بلاوجہ مجھے ب فی الکلام قرار دے رکھا ہے۔

معبد جہنی فرقہ قدریہ کا بانی ہے، یہ فرقہ تقدیر کا منکر ہے، یہ ضال ومضل تھا، جلیل القدر فقہاء نے اسے گمراہ قرار دیا ہے اور ۸۰ھ میں وہ قتل کیا گیا تھا۔

اسی طرح حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے طلق بن حبیب پر گفتگو کی ہے۔ حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے طلق بن حبیب کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تو مجھے فرمایا: تم اس کے پاس مت بیٹھا کرو۔

معبد جہنی کی طرح طلق بن حبیب بھی کذاب تھا، یہ اہل تشیع سے تعلق رکھتا تھا اور عقیدہ رجعت کا قائل تھا۔ عقیدہ رجعت کے کئی مطالب بیان کیے گئے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت علی رضی اللہ عنہ بادلوں میں موجود ہیں، آپ کی اولاد میں سے کوئی فرد حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرتا ہے تو آپ بادلوں سے فرماتے ہیں: تم بھی اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرو۔

(ii) امام غائب محمد بن حسن عسکری کا کنویں سے برآمد ہونا، رجعت ہے۔

(iii) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں تشریف لانا، رجعت ہے۔

اسی طرح حضرت عامر شعبی اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حارث اعور پر شدید تنقید وجرح کی ہے۔ حضرت ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ حارث اعور کے بارے میں بطور جرح رقم طراز ہیں: کان غالیاً فی التشیع واھیاً فی الحدیث یعنی حارث اعور غالی قسم کا شیعہ تھا اور احادیث میں نہایت درجہ کا ضعیف (کمزور) تھا۔

حارث اعور کا پورا نام یوں ہے: ابوزہیر حارث بن عبداللہ ہمدانی۔ یہ کذاب فی الاحادیث تھا اور جلیل القدر فقہاء نے اس پر جرح کی ہے اور اسے کذاب قرار دیا ہے۔

فائدہ نافعہ:

جس طرح قاضی کی عدالت میں کوئی فیصلہ پہنچتا ہے، تو وہ درست فیصلہ تک رسائی کے لئے فریقین کی گفتگو سنتا ہے اور گواہوں کے بیانات بن کران پر غور کرتا ہے، یہ عمل قابل تحسین ہے اور غیبت ہرگز نہیں کہلاتا۔ اسی طرح ضعیف رواۃ پر بحث وجرح غیبت کے

زمرے میں نہیں آتا بلکہ حفاظت وصیانت احادیث کے حوالے سے ایک عظیم الشان خدمت اور باعث اجر وثواب عمل ہے۔

جب ضعیف رواۃ پر جرح کرنا درست قرار پایا، تو اسی وجہ سے ممتاز ترین فقہاء ومحدثین نے اس فن میں کتب تالیف کی ہیں، ان اسلاف واکابر میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام بخاری، (۲) حضرت امام شافعی، (۳) حضرت امام مسلم، (۴) حضرت امام احمد بن حنبل، (۵) حضرت امام نسائی، (۶) حضرت امام ابوداؤد، (۷) حضرت یحییٰ بن معین، (۸) حضرت علی مدینی، (۹) حضرت ابو حاتم، (۱۰) حضرت ابو زرعہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

متقدمین کی رائے:

قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی بْنِ سَعِیْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ سَاَلْتُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیَّ وَشُعْبَةَ وَمَالِكَ بْنَ اَنَسٍ وَّسُفْیَانَ بْنَ عُیَیْنَةَ عَنِ الرَّجُلِ تَکُوْنُ فِیْهِ تُهْمَةٌ اَوْ ضَعْفٌ اَسْکُتُ اَوْ اُبَیِّنُ قَالُوْا بَیِّنْ.

◆◆ امام بخاری نے محمد بن یحییٰ کے حوالہ سے یہ بات بتائی ہے' اُنہوں نے اپنے والد کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے سفیان ثوری' شعبہ' مالک بن انس' سفیان بن عیینہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا' جس نے تہمت یا ضعف پایا جاتا ہے۔ (ایسے شخص کے بارے میں) میں خاموش رہوں' یا (اس کی خامی) بیان کردوں؟ تو ان حضرات نے یہ جواب دیا: تم بیان کردو!

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّیْسَابُوْرِیُّ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ اٰدَمَ قَالَ قِیْلَ لِاَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَیَّاشٍ اِنَّ اُنَاسًا یَجْلِسُوْنَ وَیَجْلِسُ اِلَیْهِمُ النَّاسُ وَلَا یَسْتَاْهِلُوْنَ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ عَیَّاشٍ کُلُّ مَنْ جَلَسَ جَلَسَ اِلَیْهِ النَّاسُ وَصَاحِبُ السُّنَّةِ اِذَا مَاتَ اَحْیَا اللّٰهُ ذِکْرَهٗ وَالْمُبْتَدِعُ لَا یُذْکَرُ.

◆◆ محمد بن رافع نیشاپوری' یحییٰ بن آدم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابوبکر بن عیاش سے یہ کہا گیا: کچھ لوگ بیٹھتے ہیں اور کچھ لوگ (درسِ حدیث دینے کے لئے) بیٹھتے ہیں اور کچھ لوگ (اُن سے حدیث کا درس لینے کے لئے) اُن کے پاس بیٹھتے ہیں' حالانکہ (درس دینے والے افراد) اس کے اہل نہیں ہوتے؟ تو ابوبکر بن عیاش نے کہا: جو شخص (درس حدیث دینے کے لئے) بیٹھے گا' لوگ (اُس سے درس لینے کے لئے) اُس کے پاس بیٹھیں گے' لیکن جو شخص واقعی علم حدیث کا ماہر ہوگا' جب وہ انتقال کر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے ذکر کو زندہ رکھیں گا' لیکن جو شخص بدعتی (بدمذہب) ہوگا' اُس کا (بعد میں) ذکر نہیں ہوگا۔

سند کی اہمیت:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شَقِیْقٍ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَصَمُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ زَکَرِیَّا عَنْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ کَانَ فِی الزَّمَنِ الْاَوَّلِ لَا یَسْاَلُوْنَ عَنِ الْاِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ سَاَلُوْا عَنِ الْاِسْنَادِ لِکَیْ یَاْخُذُوْا حَدِیْثَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَیَدَعُوْا حَدِیْثَ اَهْلِ الْبِدَعِ.

◆◆ د بن علی' نصر بن عبداللہ کے حوالہ سے' اسماعیل بن زکریا کے حوالہ سے' ابن سیرین کا یہ بیان کرتے ہیں: پہلے زمانہ

میں لوگ سند کے بارے میں تحقیق نہیں کرتے تھے لیکن جب (فرقہ وارانہ اختلافات کے حوالے سے) فتنہ آ گیا تو لوگوں نے سند کی تحقیق کرنا شروع کر دی تاکہ وہ اہل سنت سے احادیث نقل کریں اور اہل بدعت کی روایات کو چھوڑ دیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَانَ يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ الْاِسْنَادُ عِنْدِي مِنَ الدِّيْنِ لَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ فَاِذَا قِيْلَ لَهُ مَنْ حَدَّثَكَ بَقِيَ.

محمد بن علی عبدان کے حوالے سے عبداللہ بن مبارک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اسناد میرے نزدیک دین کا حصہ ہیں کیونکہ اگر اسناد نہ ہوتیں تو جو شخص جو چاہتا' بیان کر دیتا' اور جب اُس سے پوچھا جائے: تمہیں یہ حدیث کس نے سنائی ہے؟ تو وہ خاموش ہو جائے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ ذُكِرَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ حَدِيْثٌ فَقَالَ يُحْتَاجُ لِهٰذَا اَرْكَانٌ مِّنْ اٰجُرٍّ.

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: يَعْنِيْ اَنَّهُ ضَعَّفَ اِسْنَادَهُ.

محمد بن علی' حبان بن موسیٰ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: عبداللہ بن مبارک کے سامنے ایک حدیث کا ذکر کیا گیا' تو وہ بولے: اس کے لئے مضبوط اینٹوں سے بنے ہوئے ستون (یعنی مستند "سند") کی ضرورت ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یعنی اُنہوں نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهُ تَرَكَ حَدِيْثَ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ وَالْحَسَنِ بْنِ دِيْنَارٍ وَّاِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْاَسْلَمِيِّ وَمُقَاتِلِ بْنِ سُلَيْمَانَ وَعُثْمَانَ الْبُرِّيِّ وَرَوْحِ بْنِ مُسَافِرٍ وَّاَبِيْ شَيْبَةَ الْوَاسِطِيِّ وَعَمْرِو بْنِ ثَابِتٍ وَّاَيُّوْبَ بْنِ خُوْطٍ وَّاَيُّوْبَ بْنِ سُوَيْدٍ وَّنَصْرِ بْنِ طَرِيْفٍ هُوَ اَبُوْ جَزْءٍ وَّالْحَكَمِ وَحَبِيْبِ الْحَكَمُ رَوٰى لَهُ حَدِيْثًا فِيْ كِتَابِ الرِّقَاقِ ثُمَّ تَرَكَهُ وَقَالَ حَبِيْبٌ لَّا اَدْرِيْ.

احمد بن عبدہ' وہب بن زمعہ کے حوالے سے' عبداللہ بن مبارک کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: اُنہوں نے حسن بن عمارہ' حسن بن دینار' ابراہیم بن محمد اسلمی' مقاتل بن سلیمان' عثمان بری' روح بن مسافر' ابوشعبہ واسطی' عمرو بن ثابت' ایوب بن خوط' ایوب بن سوید' نصر بن طریف' یہ صاحب ابوجزء ہیں' حکم' حبیب حکم کی روایات (نقل کرنے کو) ترک کر دیا تھا۔

اُنہوں نے اس راوی کے حوالے سے اپنی تصنیف "کتاب الرقاق" میں ایک روایت نقل کی' پھر اُسے ترک کر دیا اور بولے: حبیب کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے۔

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَسَمِعْتُ عَبْدَانَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَرَاَ اَحَادِيْثَ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ فَكَانَ اٰخِرًا اِذَا اَتٰى عَلَيْهَا اَعْرَضَ عَنْهَا وَكَانَ لَا يَذْكُرُهُ.

احمد بن عبدہ' عبدان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: عبداللہ بن مبارک نے پہلے بکر بن خنیس کی روایات کا علم حاصل کیا لیکن آخر میں جب اُن کی روایات ابن مبارک کے سامنے آتی تھیں' تو وہ اُن سے اعراض کرتے تھے' اور اُن کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

قَالَ اَحْمَدُ حَدَّثَنَا اَبُوْ وَهْبٍ قَالَ سَمَّوْا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ رَجُلًا يُتَّهَمُ فِي الْحَدِيْثِ فَقَالَ لَاَنْ اَقْطَعَ الطَّرِيْقَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْهُ .

احمد نے ابووہب کا یہ بیان نقل کیا ہے: لوگوں نے عبداللہ بن مبارک کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا' جس کی نقل کردہ روایات پر الزام عائد کیا گیا تھا' تو عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: میں ڈاکہ ڈال لوں' یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگا کہ میں اس شخص کے حوالہ سے حدیث نقل کروں۔

قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُوْسٰى بْنُ حِزَامٍ قَالَ سَمِعْتُ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرْوِيَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو النَّخَعِيِّ الْكُوْفِيِّ .

موسیٰ بن حزام' یزید بن ہارون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ سلیمان بن عمرو نخعی کوفی کے حوالہ سے کوئی روایت نقل کرے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَكْذَبَ مِنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ وَلَا اَفْضَلَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ .

محمد بن غیلان' ابویحییٰ حمانی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں دیکھا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ لَوْلَا جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ لَكَانَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ بِغَيْرِ حَدِيْثٍ وَلَوْلَا حَمَّادٌ لَكَانَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ بِغَيْرِ فِقْهٍ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے جارود کو وکیع کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے سنا ہے: اگر جابر جعفی نہ ہوتے تو اہل کوفہ علم حدیث سے بے بہرہ ہوتے' اور اگر حماد (بن ابوسلیمان) نہ ہوتے تو اہل کوفہ علم فقہ سے بے بہرہ ہوتے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَذَكَرُوْا مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ فَذَكَرُوْا فِيْهِ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ فَقُلْتُ فِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ فَقَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَعَمْ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے احمد بن حسن کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ہم لوگ امام احمد بن حنبل کے پاس موجود تھے' لوگوں نے یہ مسئلہ چھیڑ دیا کہ کس شخص پر جمعہ پڑھنا فرض ہوتا ہے؟ پھر کچھ لوگوں نے تابعین اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کی آراء بیان کی' تو میں نے کہا: اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بھی ایک حدیث منقول ہے' امام احمد نے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ سے (حدیث منقول ہے)؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! (پھر میں نے درج ذیل حدیث سنائی۔)

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعَارِكُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

"اَلْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ اٰوَاهُ اللَّيْلُ اِلٰى اَهْلِهٖ"

قَالَ فَغَضِبَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّقَالَ اسْتَغْفِرْ رَبَّكَ اسْتَغْفِرْ رَبَّكَ مَرَّتَيْنِ .

◆◆ احمد بن حسن نے حجاج بن نصیر کے حوالے سے معارک بن عباد کے حوالے سے عبداللہ بن سعید مقبری کے حوالے سے اُن کے والد کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

"جمعہ پڑھنا اُس شخص پر لازم ہوگا جو (جمعہ پڑھنے کے بعد) رات تک اپنے گھر واپس پہنچ سکے"۔

تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: تم اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو! تم اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو! یہ جملہ اُنہوں نے دو مرتبہ کہا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا فَعَلَ هٰذَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لِاَنَّهٗ لَمْ يُصَدِّقْ هٰذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِضَعْفِ اِسْنَادِهٖ لِاَنَّهٗ لَمْ يَعْرِفْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَجَّاجُ ابْنُ نُصَيْرٍ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ ضَعَّفَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ جِدًّا فِى الْحَدِيْثِ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے ایسا اس لیے کیا کیونکہ اُنہوں نے اس روایت کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونے کی تصدیق نہیں کی کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اور امام احمد اس روایت کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونے سے واقف نہیں تھے جبکہ اس کے راوی حجاج بن نصیر کو علمِ حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے اسی طرح عبداللہ بن سعید مقبری کو بھی یحییٰ بن سعید القطان نے روایتِ حدیث میں بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

چھٹی بحث: اسناد کی اہمیت وافادیت اور ضعیف رواۃ پر جرح کرنے کا جواز:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسناد کی اہمیت وافادیت اور ضعیف رواۃ پر جرح و بحث کے جواز پر متعدد اقوال فقہاء نقل کیے ہیں اور ان سے استدلال کیا ہے کہ یہ امور نہایت قابل توجہ ہیں۔ لہٰذا اسلاف کی طرح ہمیں بھی اس موضوع پر کام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ اقوال فقہاء سے چند علمی نکات سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ جو شخص نااہل ہونے کے باوجود اپنا حلقۂ درس قائم کر لیتا ہے، احادیث مبارکہ بیان کرنا شروع کر دیتا ہے، لوگ اسے محدث یگانہ سمجھنے لگتے ہیں، تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور اس کے حلقہ میں شامل ہونا کیسا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جو شخص بھی اپنا حلقہ درس قائم کرتا ہے، اسے چند لوگ ایسے مل جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کا حلقہ درس نمایاں معلوم ہوتا ہے مگر یہ سلسلہ شہرت اس کی زندگی تک محدود ہوتا ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کا نام تک باقی نہیں رہتا۔ اس کے برعکس جو شخص قابل ہو، خادم دین کی حیثیت سے حلقۂ درس شروع کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے حلقہ میں روز بروز اضافہ کرتا رہتا ہے، اس کا علمی وروحانی فیضان دنیا بھر میں پھیل جاتا ہے اور یہ فیضان ایسے محدث کی زندگی تک محدود نہیں رہتا بلکہ بعداز وفات نسل درنسل تا قیامت جاری وساری رہتا ہے۔

☆ فتنہ سے مراد جنگ صفین کے بعد پیش آنے والی صورتحال ہے، جب رافضیت اور ناصبیت کو غلبہ حاصل ہوا۔ اس موقع پر بقید حیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسناد حدیث کا سلسلہ شروع کیا اور روات پر جرح کے اصول مرتب کیے۔

☆ بدعت کی مشہور دو اقسام ہیں:

(i) بدعت سیئہ: اس سے مراد ہے وہ نئی چیز ہے، جو قرآن وسنت کے منافی ہو مثلاً سینما گھر یا فلم سازی یا تصویر سازی وغیرہ۔ ہر ممکن اس سے اجتناب واحتراز ضروری ہے۔

(ii) بدعت حسنہ: اس سے مراد وہ نیا کام ہے، جو قرآن وسنت سے متصادم نہ ہو مثلاً موجودہ دور کی مساجد، دینی مدارس کا قیام، لائبریریوں کا اہتمام، شائع شدہ قرآن کی تلاوت اور طبع شدہ کتب احادیث وغیرہ کا مطالعہ کرنا۔ یہ امور جائز ہیں بلکہ ان کا وجود ضروری ہے جس طرح دور صحابہ میں جمعۃ المبارک کی آذان ثانی اور بیس رکعت نماز تراویح کا اجراء وغیرہ۔

☆ سند حدیث کو غیر ضروری نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ سند ہی احادیث کو اغلاط اور غیر کے کلام کے خلط ملط ہونے سے محفوظ کر سکتی ہے ورنہ لوگوں کی زبانوں کو لگام دینے کا کوئی طریقہ موجود نہیں ہے۔

☆ حضرت وہب بن زمعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور کے تیرہ (۱۳) محدثین سے روایات لینا چھوڑ دیا تھا، کیونکہ وہ رطب و یابس اور کذب بیانی سے کام لینے کے ساتھ ساتھ نہایت درجہ کے ضعیف و کمزور تھے۔ ان تیرہ محدثین کے اسماء حسب ذیل ہیں:

۱- حسن بن عمارہ:

ان کی کنیت: ابو محمد تھی، کوفہ کے باسی تھے اور خلیفہ منصور کے زمانہ میں بغداد میں قضاۃ کے منصب پر فائز تھے۔ حضرت امام شعبہ، حضرت ابن عیینہ، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام یحییٰ بن معین اور حضرت امام نووی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

۲- حسن بن دینار:

ان کا پورا نام: ابو سعید حسن بن دینار تھا۔ حضرت یحییٰ قطان، حضرت وکیع اور حضرت مہدی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے انہیں ضعیف و ناقابل اعتماد قرار دیا ہے۔

۳- ابراہیم بن محمد الاسلمی:

ان کا پورا نام: ابو محمد ابراہیم بن محمد الاسلمی۔ مشہور گمراہ اور گمراہ کن فرقہ جہمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۴- مقاتل بن سلیمان:

ان کا پورا نام: ابوالحسن مقاتل بن سلیمان تھا۔ کثیر محدثین نے انہیں ضعیف و مجروح قرار دیا ہے۔ حضرت امام نسائی اور حضرت امام وکیع رحمہما اللہ تعالیٰ نے انہیں کذاب قرار دیا ہے۔ عقائد وافکار کے حوالے سے فرقہ مجسمہ سے تعلق رکھتے تھے اور وہ اعضاء

خداوندی کے قائل تھے۔

۵-عثمان:

ان کا پورا نام: ابوسلمہ عثمان بن مقسم البری الکندی تھا، بصرہ کے باسی تھے۔ حضرت یحییٰ قطان اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہما اللہ تعالیٰ نے انہیں ضعیف قرار دیا جبکہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں منکر حدیث کہتے ہیں۔

۶-ابوالبشر روح بن مسافر:

آپ بصرہ کے باشندے تھے، ثقات کی طرف منسوب کر کے روایات بیان کرنے کے عادی تھے۔ حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث کہتے ہیں۔ حضرت امام نسائی اور حضرت امام ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ بھی انہیں المتروک فی الحدیث قرار دیتے ہیں۔

۷-ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی:

آپ علاقہ واسط کے باسی تھے اور مشہور محدث مصنف ابن شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دادا تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام دارقطنی، حضرت ابوحاتم اور حضرت یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔ ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔

۸-ابومقدام عمرو بن ثابت:

مشہور ہے کہ وہ علماء کرام کو گالیاں دیتا تھا، صحابہ میں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرتا تھا اور حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی تھی۔

۹-ابورامیہ ایوب بن خوط:

آپ بصرہ کے باسی تھے، محدثین کا ان کے ضعف پر اتفاق ہے، حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام نسائی، حضرت امام دارقطنی اور امام یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔

۱۰-ابومسعود ایوب بن سوید:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام یحییٰ بن معین اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ تاہم حضرت امام ابن ماجہ، حضرت امام ترمذی اور حضرت ابوداؤد رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان کی روایت نقل کی ہے۔

۱۱-نصر بن طریف ابی جزء:

کثیر محدثین انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔

۱۲-ابوعبداللہ حکم بن عبداللہ الایلی:

محدثین انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں وضاع الحدیث قرار دیتے ہیں اور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں عدم ثقہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام نسائی اور امام دارقطنی رحمہما اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔

۱۳-حبیب:

پورا نام یوں ہے: حبیب بن ثابت، مجہول رواۃ میں سے ایک ہیں اور حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لا ادری، میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: فَكُلُّ مَنْ رُوِىَ عَنْهُ حَدِيْثٌ مِّمَّنْ يُّتَّهَمُ اَوْ يُضَعَّفُ لِغَفْلَتِهٖ وَكَثْرَةِ خَطَئِهٖ وَلَا يُعْرَفُ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ فَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: ہر ایسا راوی جس پر (جھوٹی روایت نقل کرنے کی) تہمت عائد ہو یا اُس کی غفلت کی وجہ سے اُسے ضعیف قرار دیا گیا ہو (یا وہ حدیث نقل کرنے میں) بکثرت غلطیاں کرتا ہے اور اُس کی نقل کردہ روایت صرف اُسی شخص کے حوالے سے منقول ہو تو ایسی روایت کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَبَيَّنُوْا اَحْوَالَهُمْ لِلنَّاسِ .

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُنْذِرِ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ لَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ اتَّقُوا الْكَلْبِيَّ فَقِيْلَ لَهٗ فَاِنَّكَ تَرْوِىْ عَنْهُ قَالَ اَنَا اَعْرِفُ صِدْقَهٗ مِنْ كَذِبِهٖ .

◆◆ کئی ائمہ نے ضعیف راویوں کے حوالہ سے روایات نقل کی ہیں اور لوگوں کے سامنے اُن راویوں کے احوال نقل کیے ہیں۔

ابراہیم بن عبداللہ باہلی یعلیٰ بن عبید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سفیان ثوری نے ہم سے کہا: کلبی سے روایات کرنے سے پرہیز کرو اُن سے کہا گیا: آپ خود اُس کے حوالہ سے روایات نقل کرتے ہیں تو اُنہوں نے فرمایا: مجھے اُس کی نقل کردہ جھوٹی اور سچی روایات (میں فرق) کے بارے میں علم ہے۔

قَالَ وَاَخْبَرَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنِىْ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ عَنْ اَبِىْ عَوَانَةَ قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ الْبَصْرِىُّ اشْتَهَيْتُ كَلَامَهٗ فَتَتَبَّعْتُهٗ عَنْ اَصْحَابِ الْحَسَنِ فَاَتَيْتُ بِهٖ اَبَانَ بْنَ اَبِىْ عَيَّاشٍ فَقَرَاَهٗ عَلَىَّ كُلَّهٗ عَنِ الْحَسَنِ فَمَا اَسْتَحِلُّ اَنْ اَرْوِىَ عَنْهُ شَيْئًا .

◆◆ امام بخاری یحییٰ بن معین کے حوالہ سے عفان کے حوالہ سے ابوعوانہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب حسن بصری کا انتقال ہوا اور میری یہ خواہش ہوئی کہ میں اُن کی نقل کردہ روایات کو جمع کروں تو میں نے حسن بصری کے شاگردوں سے اُن کی تلاش وتحقیق کی میں وہ روایات لے کر ابان بن ابوعیاش کے پاس آیا تو اُنہوں نے حسن بصری کے حوالہ سے وہ تمام روایات میرے

سامنے بیان کیں (یعنی اُنہوں نے جھوٹی روایات بیان کیں) اس لیے میں اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ میں اُن کے حوالے سے کوئی روایت نقل کروں۔

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: قَدْ رَوٰى عَنْ اَبَانَ بْنِ اَبِىْ عَيَّاشٍ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ وَاِنْ كَانَ فِيْهِ مِنَ الضَّعْفِ وَالْغَفْلَةِ مَا وَصَفَهُ اَبُوْ عَوَانَةَ وَغَيْرُهُ فَلَا يُغْتَرُّ بِرِوَايَةِ الثِّقَاتِ عَنِ النَّاسِ لِاَنَّهُ يُرْوٰى عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ يُحَدِّثُنِىْ فَمَا اَتَّهِمُهُ وَلٰكِنْ اَتَّهِمُ مَنْ فَوْقَهُ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: کئی ائمہ نے ابان بن ابوعیاش کے حوالے سے روایات نقل کی ہیں اگرچہ اُن میں ضعف اور غفلت پائے جاتے ہیں جس کا تذکرہ ابوعوانہ اور دیگر اہلِ علم نے کیا ہے۔ اس لیے ثقہ راویوں کے لوگوں کے حوالے سے نقل کرنے میں دھوکا نہیں دیا جاسکتا' کیونکہ ابن سیرین سے یہ بات منقول ہے' وہ فرماتے ہیں: کوئی شخص میرے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا ہے' جس پر میں تہمت عائد نہیں کرتا' لیکن میں اُس سے اوپر والے (یعنی اُس کے استاد) پر تہمت عائد کر دیتا ہوں۔

وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِىْ وِتْرِهٖ قَبْلَ الرُّكُوْعِ .

کئی راویوں نے ابراہیم نخعی کے حوالے سے' علقمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

وَرَوٰى اَبَانُ بْنُ اَبِىْ عَيَّاشٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِىْ وِتْرِهٖ قَبْلَ الرُّكُوْعِ هٰكَذَا رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ اَبَانَ بْنِ اَبِىْ عَيَّاشٍ .

ابان بن ابوعیاش نے ابراہیم نخعی کے حوالے سے' علقمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

سفیان ثوری نے ابان بن ابوعیاش کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ اَبَانَ بْنِ اَبِىْ عَيَّاشٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ هٰذَا وَزَادَ فِيْهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَاَخْبَرَتْنِىْ اُمِّىْ اَنَّهَا بَاتَتْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِىْ وِتْرِهٖ قَبْلَ الرُّكُوْعِ .

بعض راویوں نے اس روایت کو اسی سند کے ساتھ' ابان بن ابوعیاش کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ اضافی نقل کیے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری والدہ نے مجھے بتایا کہ ایک رات وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ٹھہر گئیں' تو اُنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَاَبَانُ بْنُ اَبِىْ عَيَّاشٍ وَّاِنْ كَانَ قَدْ وُصِفَ بِالْعِبَادَةِ وَالْاِجْتِهَادِ فَهٰذِهٖ حَالُهٗ فِى الْحَدِيْثِ

وَالْقَوْمُ كَانُوْا اَصْحَابَ حِفْظٍ فَرُبَّ رَجُلٍ وَّاِنْ كَانَ صَالِحًا لَّا يُقِيْمُ الشَّهَادَةَ وَلَا يَحْفَظُهَا فَكُلُّ مَنْ كَانَ مُتَّهَمًا فِى الْحَدِيْثِ بِالْكَذِبِ اَوْ كَانَ مُغَفَّلًا يُّخْطِئُ الْكَثِيْرَ فَالَّذِىْ اخْتَارَهُ اَكْثَرُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مِنَ الْاَئِمَّةِ اَنْ لَّا يُشْتَغَلَ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ اَلَا تَرٰى اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ حَدَّثَ عَنْ قَوْمٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَمْرُهُمْ تَرَكَ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: ابان بن ابوعیاش کی عبادت اور اجتہاد کا جو بھی ذکر کیا گیا' لیکن علم حدیث میں اُن کی حالت یہ ہے۔ علمِ حدیث کے ماہرین تو روایت کے الفاظ کو یاد رکھتے ہیں' بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص نیک ہوتا ہے' لیکن وہ شہادت قائم نہیں کرسکتا اور اُس کی حفاظت بھی نہیں کرسکتا۔ ہر وہ شخص جس پر حدیث نقل کرنے میں جھوٹ بولنے کا الزام ہو' یا وہ روایت نقل کرنے میں غفلت کا شکار ہوتا ہو اور بکثرت غلطیاں کرتا ہو' تو علمِ حدیث کے اکثر ماہرین نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ ایسے راوی سے روایات نقل نہ کی جائیں۔ کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا؟ عبداللہ بن مبارک نے پہلے بعض اہلِ علم سے روایات نقل کی تھیں' لیکن جب اُن کا معاملہ ابن مبارک کے سامنے واضح ہوا تو اُنہوں نے ان راویوں کی روایت کو ترک کردیا۔

اَخْبَرَنِىْ مُوْسٰى بْنُ حِزَامٍ قَالَ سَمِعْتُ صَالِحَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ اَبِىْ مُقَاتِلٍ السَّمَرْقَنْدِىِّ فَجَعَلَ يَرْوِىْ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ شَدَّادٍ الْاَحَادِيْثَ الطِّوَالَ الَّتِىْ كَانَ يَرْوِىْ فِىْ وَصِيَّةِ لُقْمَانَ وَقَتْلِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّمَا اَشْبَهَ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ اَخٍ لِاَبِىْ مُقَاتِلٍ يَّا عَمِّ لَا تَقُلْ حَدَّثَنَا عَوْنٌ فَاِنَّكَ لَمْ تَسْمَعْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ قَالَ يَا بُنَىَّ هُوَ كَلَامٌ حَسَنٌ .

موسیٰ بن حزام نے صالح بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: ہم لوگ ابومقاتل سمرقندی کے پاس موجود تھے' اُنہوں نے عون بن ابوشداد کے حوالہ سے لمبی روایات نقل کرنا شروع کردیں' جن میں لقمان کی وصیت کا تذکرہ تھا' سعید بن جبیر کے قتل کا واقعہ تھا اور اس طرح کے دیگر واقعات تھے' تو ابومقاتل کے بھتیجے نے اُن سے کہا: اے چچا جان! آپ یہ نہ کہیں کہ ہمیں عون نے یہ بات بتائی ہے' کیونکہ آپ نے یہ سب روایات (عون سے) سنی ہوئی نہیں ہیں' تو ابومقاتل بولا: اے میرے بچے! یہ اچھی باتیں ہیں۔

شرح

ساتویں بحث: ان رواۃ کا تذکرہ جن کی احادیث قابل اعتبار نہیں ہوسکتیں:

اس عنوان پر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت اختصار سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کسی راوی پر کذب کا الزام ہو یا وہ حدیث کو یاد رکھنے میں غفلت سے کام لیتا ہو جس سبب اس میں ضعف آ گیا ہو اور یا اس کی بیان کردہ احادیث میں غلطیاں پائی جائیں جبکہ ان کا راوی بھی وہی ہو، تو ایسے راوی کی کوئی روایت قابل استدلال نہیں ہوسکتی اور نہ اس سے مسائل استنباط کیے جاسکتے ہیں۔

اس کی وضاحت یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ وہ اعتراضات والزامات جو راوی پر کیے جائیں جن کے سبب راوی مردود

الشہادت والعدالت قرار پاتا ہے، اور اس کی روایت کو نا قابل قبول قرار دیا جاتا ہے، محدثین کی اصطلاح میں اسے ''طعن'' کہا جاتا ہے۔ طعن دس ہیں، جن میں سے پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق حفظ وضبط سے ہے۔ عدالت سے مراد ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے انسان دیانتدار اور نیک خیال کیا جاتا ہے مثلاً کبائر سے احتراز کرنا، صغائر پر نہ اڑنا اور خلاف مروت امور سے پرہیز کرنا...... ضبط سے مراد ہے کسی بات کو اچھی طرح یاد رکھنا اور ذہن میں محفوظ رکھنا۔ ضبط کی دو اقسام ہیں: (i) ضبط الصدر مثلاً ذہن میں کسی روایت کو محفوظ رکھنا۔ (ii) ضبط الکتابت مثلاً قرطاس و کاپی پر کسی تحریر کو محفوظ کرنا۔

کسی بھی شخص کی عدالت پانچ امور سے متاثر ہوتی ہے:

(۱) کذب: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کو منسوب کرنا جو آپ نے نہ فرمائی ہو، اس پر عائد اعتراض ہوتا ہے کہ ایسا راوی وضاع الحدیث ہے اور اس کی روایت ''موضوع'' ہے۔

(۲) تہمت بالکذب: اس کا مطلب ہے: کسی پر جھوٹ کا الزام عائد کرنا، خواہ اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو مگر قرائن ایسے موجود ہوں جن سے کذب کا وہم ہوتا ہو۔ اس الزام کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (i) راوی کوئی ایسی روایت بیان کرے جو شرعی اصولوں کے منافی ہو۔ (ii) راوی کا حدیث کے علاوہ کذب بیانی سے کام لینا ثابت ہو، کاذب ہونے کی وجہ سے اس کی روایت قابل اعتماد نہیں رہے گی بلکہ وہ راوی متروک الروایت قرار پائے گا۔

(۳) فسق: اس سے مراد ہے بد دین و گمراہ ہونا۔ یہ الزام ایسے راوی پر عائد کیا جاتا ہے' جو مرتکب الکبائر ہو یا کفریہ کلمات بکتا ہو یا صغائر کا عادی ہو اور یا گالی گلوچ بکتا ہو۔

(۴) جہالت: اس کا مطلب ہے کہ راوی کا ثقہ یا عدم ثقہ ہونا پردہ خفا میں ہو۔

(۵) بدعت: ہرنئی چیز کو بدعت کہا جاتا ہے بشرطیکہ اس کا وجود یا اس پر عمل کرنا قرآن وسنت کے منافی ہو۔ اس بدعت کو بدعت سیئہ کہا جاتا ہے جبکہ اس کے مرتکب کو گمراہ و بدعتی کہا جاتا ہے۔ اگر وہ چیز قرآن وسنت کے منافی نہ ہو، تو وہ بدعت حسنہ ہے۔ اس کے جواز میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

پانچ امور ضبط سے متعلق ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) فحش غلط: یہ الزام اس راوی پر عائد کیا جاتا ہے، جس کی روایت غلط بیانی کی وجہ سے زمرہ صحت سے مکمل طور پر خارج ہو۔

(۲) کثرت غفلت: ایسا راوی جو کثرت غفلت کا شکار رہتا ہو، اس پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے اور وہ حدیث کو محفوظ رکھنے میں بھی غفلت کا مظاہرہ کرتا ہو۔

(۳) وہم: اس کا مطلب ہے کہ سہواً کسی غلطی کا ارتکاب کرنا، وہ غلطی خواہ سند میں ہو یا متن میں یعنی متن یا سند میں تبدیلی کر دینا مثلاً حدیث منقطع یا مرسل کو متصل کر دینا یا ایک روایت کے ٹکڑے کو دوسری حدیث کا حصہ بنا دینا یا روایت میں کمی بیشی کر دینا یا کسی ضعیف راوی کو ثقہ سے تبدیل کر دینا۔ ایسے راوی کی حدیث کو ''معلل'' کہا جاتا ہے، گویا اس روایت میں کوئی پوشیدہ خرابی موجود ہے۔

(۴) مخالفت ثقات: مطلب واضح ہے کہ غیر ثقہ راوی کا ثقہ راوی کی مخالفت کرنا، اس کی متعدد صورتیں ہیں جو مطولات میں مذکور ہیں۔

(۵) سوءِ حفظ: یعنی راوی کی یادداشت نہایت درجہ کی کمزور ہو، یہ الزام اس راوی پر عائد کیا جاتا ہے جو ضعف حافظہ کی وجہ سے غلط بیانی کا مرتکب ہوتا ہو اور یہ غلط بیانی صحت بیانی سے زائد یا اس کے مساوی ہو۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی گفتگو قابل توجہ بلکہ قابل قبول ہے کہ جس راوی میں یہ عیوب و نقائص ہوں، اس کی روایت قابل استدلال نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس سے شرعی احکام استنباط کیے جاسکتے ہیں۔

فائدہ نافعہ:

بعض اوقات محدثین غیر ثقہ رواۃ سے روایات نقل کرتے ہیں، ان کے کئی اسباب ہوتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(i) بعض اوقات کسی ضعیف راوی کی روایت کسی امام کے ہاں قوی ہوتی ہے مثلاً صحیحین میں ایسی روایات مذکور ہیں مگر شارحین نے ان روایات کے نقل کرنے کی یہی وجہ بتائی ہے کہ شیخین کے ہاں یہ روایات قوی ہیں۔

(ii) آئمہ حدیث ضعیف راوی کی صحیح اور سقیم احادیث میں فرق کرتے ہیں اور اس راوی کی صرف صحیح احادیث نقل کرتے ہیں۔

(iii) ضعیف روایت میں راوی کے ضعف کا تذکرہ ہوتا ہے، اساتذہ اپنے تلامذہ کو راوی کے ضعف سے خبردار کرتے ہیں تاکہ حدیث سے استدلال یا عدم استدلال کی صورتحال سامنے آسکے۔

(iv) ضعیف روایت کا شاہد و متابع موجود ہونے کی وجہ سے آئمہ حدیث اسے نقل کرتے ہیں۔

محدثین کی بعض اکابرین پر تنقید:

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ قَوْمٍ مِّنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَضَعَّفُوْهُمْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمْ وَوَثَّقَهُمْ اٰخَرُوْنَ مِنَ الْاَئِمَّةِ بِجَلَالَتِهِمْ وَصِدْقِهِمْ وَاِنْ كَانُوْا قَدْ وَهِمُوْا فِيْ بَعْضِ مَا رَوَوْا قَدْ تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ فِيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو ثُمَّ رَوٰى عَنْهُ.

بعض محدثین نے کچھ ایسے افراد کے بارے میں بھی کلام کیا ہے' جو علمی طور پر بہت جلیل القدر حیثیت کے مالک ہیں' لیکن ان محدثین نے ان حضرات کے حافظہ کے حوالہ سے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ جبکہ دیگر مشائخ نے ان حضرات کی جلالت قدر اور صدق کی وجہ سے ان کی توثیق کی ہے' اگرچہ یہ حضرات بعض اوقات روایات نقل کرتے ہوئے وہم کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ یحییٰ بن سعید القطان نے محمد بن عمرو کے بارے میں کلام کیا ہے' لیکن پھر اُن کے حوالہ سے روایات بھی نقل کر دی ہیں۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدِ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ سَاَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ تُرِيْدُ الْعَفْوَ اَوْ تُشَدِّدُ فَقَالَ لَا بَلْ اُشَدِّدُ قَالَ لَيْسَ هُوَ مِمَّنْ تُرِيْدُ كَانَ

يَقُوْلُ اَشْيَاخُنَا اَبُوْ سَلَمَةَ وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ .

◆◆ ابوبکر عبدالقدوس بن محمد عطار بصری' علی بن مدینی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے محمد بن عمرو بن علقمہ کے بارے میں دریافت کیا' تو اُنہوں نے دریافت کیا: تم کون سی رائے چاہتے ہو؟ معافی والی یا شدت پسندی والی۔ میں نے جواب دیا: نہیں! میں تو شدت والی رائے چاہتا ہوں' تو یحییٰ بولے: وہ اس حیثیت کے مالک نہیں ہیں جو تم چاہتے ہو (یعنی اس میں مستند نہیں ہیں)۔

وہ یہ فرمایا کرتے تھے: ابوسلمہ اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب' ہمارے مشائخ میں سے ہیں۔

قَالَ يَحْيَى سَاَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ فِيْهِ نَحْوَ مَا قُلْتُ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو اَعْلٰى مِنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ وَّهُوَ عِنْدِىْ فَوْقَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ قَالَ عَلِيٌّ فَقُلْتُ لِيَحْيَى مَا رَاَيْتَ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ قَالَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اُلَقِّنَهُ لَفَعَلْتُ قُلْتُ كَانَ يُلَقَّنُ قَالَ نَعَمْ قَالَ عَلِيٌّ وَّلَمْ يَرْوِ يَحْيَى عَنْ شَرِيْكٍ وَّلَا عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ وَّلَا عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ صَبِيْحٍ وَّلَا عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ .

◆◆ یحییٰ بیان کرتے ہیں: میں نے امام مالک سے محمد بن عمرو کے بارے میں دریافت کیا' تو اُنہوں نے اُس کے بارے میں وہی بات ارشاد فرمائی' جو میں نے کہی تھی۔

علی بیان کرتے ہیں: یحییٰ فرماتے ہیں: محمد بن عمرو' سہیل بن ابوصالح کے مقابلہ میں بلندترین حیثیت کے مالک ہیں اور میرے نزدیک وہ عبدالرحمٰن بن حرملہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔

علی بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ سے دریافت کیا: عبدالرحمٰن بن حرملہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: اگر میں اُن کی (نقل کردہ روایات) میں غلطیاں نکالنا چاہوں تو میں ایسا کرسکتا ہوں' (علی کہتے ہیں:) میں نے دریافت کیا: کیا اُن کی تصحیح کی جاتی تھی؟ تو یحییٰ نے جواب دیا: جی ہاں!

علی بیان کرتے ہیں: یحییٰ نے شریک' ابوبکر بن عیاش' ربیع بن صبیح اور مبارک بن فزارہ کے حوالہ سے روایات نقل نہیں کی ہیں۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنْ كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ قَدْ تَرَكَ الرِّوَايَةَ عَنْ هٰؤُلَاءِ فَلَمْ يَتْرُكِ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ اَنَّهُ اتَّهَمَهُمْ بِالْكَذِبِ وَلٰكِنَّهُ تَرَكَهُمْ لِحَالِ حِفْظِهِمْ ذُكِرَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهُ كَانَ اِذَا رَاَى الرَّجُلَ يُحَدِّثُ عَنْ حِفْظِهٖ مَرَّةً هٰكَذَا وَمَرَّةً هٰكَذَا لَا يَثْبُتُ عَلٰى رِوَايَةٍ وَّاحِدَةٍ تَرَكَهُ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: اگر یحییٰ بن سعید القطان نے ان حضرات سے روایات نقل نہیں کی ہیں' تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُنہوں نے ان پر جھوٹ کا الزام عائد کر کے ان سے روایات نقل نہیں کی ہیں' بلکہ ان حضرات کے حافظہ کی وجہ سے ان کی روایات ترک کی ہیں۔

یحییٰ بن سعید کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتے تھے جو اپنے حافظہ کے حوالہ سے (یعنی زبانی طور پر) روایات بیان کرتے ہوئے کبھی ایک بات نقل کرتا تھا اور کبھی دوسری بات نقل کرتا تھا' جس کی روایت ایک جیسی نہیں ہوتی

تھی، تو یحییٰ اُس سے کوئی روایت نقل نہیں کرتے تھے۔

وَقَدْ حَدَّثَ عَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ تَرَكَهُمْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَوَكِيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّغَيْرُهُمْ مِنَ الْاَئِمَّةِ .

◆◆ یحییٰ بن سعید القطان نے جن حضرات کو متروک قرار دیا ہے، ان کے حوالہ سے عبداللہ بن مبارک، وکیع بن جراح، عبدالرحمٰن بن مہدی اور دیگر ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ وَحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ وَاَشْبَاهِ هٰؤُلَاءِ مِنَ الْاَئِمَّةِ اِنَّمَا تَكَلَّمُوْا فِيْهِمْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمْ فِيْ بَعْضِ مَا رَوَوْا وَقَدْ حَدَّثَ عَنْهُمُ الْاَئِمَّةُ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: بعض محدثین نے سہیل بن ابوصالح، محمد بن اسحٰق، حماد بن سلمہ، محمد بن عجلان اور ان کے پایہ کے دیگر ائمہ کے بارے میں، ان حضرات کے حافظہ کے حوالہ سے، کلام کیا ہے۔ (جو ان کے حافظہ نے) بعض روایات نقل کرنے میں (غلطی کی ہے)، لیکن ان حضرات سے دیگر ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ كُنَّا نَعُدُّ سُهَيْلَ بْنَ اَبِيْ صَالِحٍ ثَبْتًا فِي الْحَدِيْثِ .

◆◆ حسن بن علی حلوانی، علی بن مدینی کے حوالہ سے سفیان بن عیینہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم سہیل بن ابوصالح کو علم حدیث میں مستند شمار کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ ثِقَةً مَّاْمُوْنًا فِي الْحَدِيْثِ .

◆◆ ابن ابی عمر، سفیان بن عیینہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: محمد بن عجلان (احادیث نقل کرنے میں) ثقہ اور مامون ہیں۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عِنْدَنَا فِيْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ اَحَادِيْثُ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ بَعْضُهَا سَعِيْدٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَبَعْضُهَا سَعِيْدٌ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَاخْتَلَطَتْ عَلَيَّ فَصَيَّرْتُهَا عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَاِنَّمَا تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عِنْدَنَا فِي ابْنِ عَجْلَانَ لِهٰذَا .

وَقَدْ رَوٰى يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ الْكَثِيْرَ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: ہمارے خیال میں یحییٰ بن سعید القطان نے محمد بن عجلان کے سعید مقبری کے حوالہ سے روایات نقل کرنے کے بارے میں کلام کیا ہے۔

ابوبکر، علی بن عبداللہ کے حوالہ سے یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: محمد بن عجلان نے یہ بات بیان کی ہے کہ سعید مقبری نے جو روایات نقل کی ہیں، اُن میں سے بعض سعید کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں، جبکہ بعض روایات سعید کے

حوالہ سے ایک اور شخص کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔

تو یہ روایات میرے سامنے خلط ملط ہوگئی ہیں۔

میں انہیں سعید کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردیتا ہوں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید نے ابن عجلان کے بارے میں اسی حوالہ سے کلام کیا ہے۔

یحییٰ نے ابن عجلان کے حوالہ سے بہت سی روایات بھی نقل کی ہیں۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا مَنْ تَكَلَّمَ فِيْ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى اِنَّمَا تَكَلَّمَ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ رَوٰى شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ اَخِيْهِ عِيْسٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُطَاسِ قَالَ يَحْيٰى ثُمَّ لَقِيْتُ ابْنَ اَبِيْ لَيْلٰى فَحَدَّثَنَا عَنْ اَخِيْهِ عِيْسٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: اسی طرح جن حضرات نے ابن ابی لیلیٰ کے بارے میں کلام کیا ہے اُنہوں نے اُن کے حافظہ کے حوالہ سے کلام کیا ہے۔

علی یحییٰ بن سعید القطان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: شعبہ نے ابن ابی لیلیٰ کے حوالہ سے اُن کے بھائی عیسیٰ کے حوالہ سے عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ کے حوالہ سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھینکنے کے بارے میں روایات نقل کی ہیں۔

یحییٰ بیان کرتے ہیں: پھر میری ملاقات ابن ابی لیلیٰ سے ہوئی تو اُنہوں نے اپنے بھائی عیسیٰ کے حوالہ سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روایت کو بیان کیا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى نَحْوُ هٰذَا غَيْرَ شَيْءٍ كَانَ يَرْوِى الشَّيْءَ مَرَّةً هٰكَذَا وَمَرَّةً هٰكَذَا يُغَيِّرُ الْاِسْنَادَ وَاِنَّمَا جَآءَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَاَكْثَرُ مَنْ مَضٰى مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ كَانُوْا لَا يَكْتُبُوْنَ وَمَنْ كَتَبَ مِنْهُمْ اِنَّمَا كَانَ يَكْتُبُ لَهُمْ بَعْدَ السَّمَاعِ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ کے حوالہ سے اسی طرح کی دیگر روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ بعض اوقات وہ کسی ایک چیز کو ایک مرتبہ اس طرح نقل کرتے ہیں اور دوسری مرتبہ اُس طرح نقل کردیتے ہیں یعنی اُس کی سند میں کوئی تبدیلی ذکر کر دیتے ہیں یہ غلطی اُن کے حافظہ کے حوالہ سے ہوتی ہے۔ پہلے زمانہ کے اکثر اہلِ علم احادیث نوٹ نہیں کیا کرتے اور ان میں سے جو حضرات نوٹ کرتے تھے وہ حدیث سننے کے بعد نوٹ کرتے تھے۔

روایت بالمعنیٰ کی بحث:

وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى لَا يُحْتَجُّ بِهٖ وَكَذٰلِكَ مَنْ تَكَلَّمَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ لَهِيْعَةَ وَغَيْرِهِمْ اِنَّمَا تَكَلَّمُوْا فِيْهِمْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمْ

وَكَثْرَةِ خَطَئِهِمْ وَقَدْ رَوَى عَنْهُمْ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ فَإِذَا تَفَرَّدَ أَحَدٌ مِنْ هَؤُلَاءِ بِحَدِيثٍ وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ لَمْ يُحْتَجَّ بِهِ كَمَا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ابْنُ أَبِي لَيْلَى لَا يُحْتَجُّ بِهِ إِنَّمَا عَنَى إِذَا تَفَرَّدَ بِالشَّيْءِ وَأَشَدُّ مَا يَكُونُ هَذَا إِذَا لَمْ يَحْفَظِ الْإِسْنَادَ فَزَادَ فِي الْإِسْنَادِ أَوْ نَقَصَ أَوْ غَيَّرَ الْإِسْنَادَ أَوْ جَاءَ بِمَا يَتَغَيَّرُ فِيهِ الْمَعْنَى فَأَمَّا مَنْ أَقَامَ الْإِسْنَادَ وَحَفِظَهُ وَغَيَّرَ اللَّفْظَ فَإِنَّ هَذَا وَاسِعٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا لَمْ يَتَغَيَّرِ الْمَعْنَى .

◆◆ احمد بن حسن کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ کی روایت کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح جن اہلِ علم نے مجاہد بن سعید' عبداللہ بن لہیعہ اور دیگر حضرات کے بارے میں کلام کیا ہے' اُنہوں نے ان حضرات کے حافظہ اور (روایت نقل کرنے میں) بکثرت غلطیوں کی وجہ سے کلام کیا ہے۔

جبکہ کئی ائمہ نے ان حضرات کے حوالہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

جب ان حضرات میں سے کوئی ایک شخص کسی روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہو' اور اس بارے میں اُس کی متابعت نہ کی گئی ہو' تو ایسی روایت کو استدلال نہیں کیا جائے گا' جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے یہ فرمایا ہے: ابن ابی لیلیٰ کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ امام احمد کی مراد یہی ہے کہ جب وہ کسی روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہوں۔

اس میں سب سے زیادہ شدید غلطی یہ ہوتی ہے کہ آدمی کو روایت کی سند یاد نہ رہے اور وہ اُس سند میں کوئی کمی یا اضافہ ذکر کر دے' یا سند کو تبدیل کر دے' یا ایسا لفظ نقل کر دے جس کے نتیجہ میں روایت کا مضمون تبدیل ہو جائے۔

البتہ جو شخص سند برقرار رکھے' اُسے یاد رکھے اور الفاظ تبدیل کر دے' تو اہلِ علم کے نزدیک اس کی گنجائش ہے' بشرطیکہ (روایت کا) مفہوم تبدیل نہ ہو۔

شرح

آٹھویں بحث: متکلم فیہ رواۃ کا تعارف و تذکرہ:

ماقبل بحث میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف رواۃ کا تذکرہ کیا تھا مگر اب متکلم فیہ رواۃ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ متکلم فیہ رواۃ سے مراد وہ آئمہ حدیث ہیں جن کی روایات خواص و عوام کے ہاں مسلمہ ہیں لیکن ان پر حسب حال جرح کی گئی ہو' اور وہ بھی اصلاحی اور مقام و مرتبہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مثلاً حضرت امام محمد بن اسحاق اور قاضی عبداللہ بن لہیعہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔ ان کا تذکرہ و تعارف حسب ذیل ہے:

۱- محمد بن عمرو اللیثی:

آپ کا پورا نام یوں ہے: محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص اللیثی، مدینہ طیبہ کے باسی تھے، صدوق رواۃ میں سے ایک تھے لیکن کبھی وہم کا شکار ہو جاتے تھے، حضرت یحییٰ قطان رحمہ اللہ تعالیٰ نے نرمی کا پہلو اختیار کیا تو خود ان سے روایت نقل کی پھر جب شدت

کے دامن کو تھاما تو ان سے احتراز کرنے کا خود مشورہ صادر فرمایا۔ آپ صحاح ستہ کے مشہور ہیں۔ ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔

۲- عبد الرحمن بن حرملہ:

آپ قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے، مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ آپ کا شمار صدوق رواۃ میں ہوتا تھا مگر کبھی کبھار غلطیاں بھی کر جاتے تھے۔

۳- قاضی شریک بن عبد اللہ:

آپ کوفہ کے باسی تھے، کوفہ میں ہی منصب قضاۃ پر فائز ہوئے، بعد میں حافظہ میں تغیر آ گیا تھا، صدوق رواۃ میں شمار ہوتے تھے مگر روایات میں کچھ غلطیوں کا صدور بھی ہوا تھا۔

۴- ابو بکر بن عیاش:

آپ کوفہ کے باسی تھے، نہایت درجہ کے عابد و زاہد اور صالح تھے، صدوق فی الحدیث تھے مگر زندگی کے آخری حصہ میں حافظہ میں کمزوری لاحق ہو گئی تھی۔

۵- ربیع بن صبیح:

آپ بصرہ کے باشندے تھے، صدوق رواۃ میں شمار ہوتے تھے، عابد و زاہد تھے اور آخری عمر میں حافظہ میں کمزوری لاحق ہو گئی تھی۔

۶- مبارک بن فضالہ:

آپ بصرہ کے رہنے والے تھے، صدوق رواۃ میں سے ایک تھے لیکن تدلیس التسویۃ کرتے تھے، سند کو عالی بنانے کے لئے اپنے ضعیف شیخ کا نام ختم کر دیتے تھے، سند کے اوپر سے بھی ضعیف راوی حذف کر دیتے تھے اور اس کی جگہ متبادل راوی شامل کر لیتے تھے۔ حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ارباب سنن ثلاثہ اور حضرت امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان سے روایت نقل کی ہے۔

۷- ابو یزید سہیل بن ابی صالح:

آپ کا پورا نام یوں ہے: ابو یزید سہیل بن ابی صالح، باپ کا نام ذکوان تھا، تیل اور گھی کا کاروبار کرنے کی وجہ سے "السمان" بھی کہلاتے تھے، صدوق رواۃ میں سے ایک تھے لیکن زندگی کے آخری حصہ میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تعلیقاً روایت نقل کی ہے۔

۸- محمد بن اسحاق:

آپ کا پورا نام محمد بن اسحاق بن یسار تھا، مدینہ طیبہ کے باسی تھے، صدوق رواۃ میں شمار ہوتے تھے، تاہم ان پر تدلیس کا

الزام تھا (یعنی ضعیف راوی کا نام حذف کر کے ان کی جگہ کسی قوی راوی کا نام درج کر دینا) تاہم آپ مغازی کے امام تسلیم کیے گئے ہیں۔

۹-حماد بن سلمہ:

آپ کا پورا نام یوں ہے: حماد بن سلمہ بن دینار، بصرہ کے باشندے تھے ۹۰ھ میں پیدا ہوئے، امام بیہقی انہیں امام آئمۃ المسلمین قرار دیتے ہیں، نہایت عابد وزاہد تھے اور آخری عمر میں حافظہ میں ضعف آ گیا تھا۔
حضرت یحییٰ بن معین، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت علی المدینی، حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابن حبان رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ آپ نے ۱٦۷ھ میں وفات پائی۔

۱۰-محمد بن عجلان:

آپ مدینہ منورہ کے باسی تھے، صدوق رواۃ میں شمار ہوتے تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات میں تبدیلی ہوگئی تھی، اس لئے محققین نے ان پر جرح کی ہے۔

۱۱-محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ:

آپ کوفہ کے باشندے تھے، قضاۃ کے منصب پر فائز ہوئے، فقہ میں امام تسلیم کیے گئے، حدیث میں صدوق تھے اور زندگی کے آخری حصہ میں حافظہ میں کمزوری آ گئی تھی۔

فائدہ نافعہ:

ایک خاندان میں ''ابن ابی لیلیٰ'' نام کے چار رواۃ گزرے ہیں اور سب کے سب ثقہ تھے:
(۱) ابن ابی لیلیٰ کے باپ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو ''ابن ابی لیلیٰ کبیر'' کہتے ہیں۔ (۲) ابن ابی لیلیٰ کے بھائی علی بن عبدالرحمٰن کو بھی ''ابن ابی لیلیٰ'' کہتے ہیں۔ (۳) ابن ابی لیلیٰ کے بھتیجے عبداللہ بن عیسیٰ کو بھی ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں۔ (۴) محمد بن ابی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ (راوی حدیث) بھی ابن ابی لیلیٰ ہیں۔

۱۲-ابوعمرو مجاہد بن سعید:

آپ کوفہ کے باسی تھے، قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتے تھے، تلقین قبول کرتے تھے، محدثین انہیں کمزور راوی کے درجہ میں رکھتے تھے اور زندگی کے آخری حصہ میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔

۱۳-عبداللہ بن لہیعہ:

آپ مصر کے باشندے تھے، صدوق رواۃ میں شمار ہوتے تھے، گھر میں آتش زنی کے سبب کتب جل گئی تھیں، آخری عمر میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا اور تسامح کا شکار ہو جاتے تھے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ اِذَا حَدَّثْنَاكُمْ عَلَى الْمَعْنٰى فَحَسْبُكُمْ ۔

محمد بن بشار' عبدالرحمٰن بن مہدی کے حوالہ سے' معاویہ بن صالح کے حوالہ سے' علاء بن حارث کے حوالہ سے' مکحول کے حوالہ سے' حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب ہم معنوی طور پر کوئی روایت تمہارے سامنے بیان کر دیں تو تمہارے لیے یہ کافی ہے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ كُنْتُ اَسْمَعُ الْحَدِيْثَ مِنْ عَشَرَةٍ اللَّفْظُ مُخْتَلِفٌ وَّالْمَعْنٰى وَاحِدٌ ۔

یحییٰ بن موسیٰ' عبدالرزاق کے حوالہ سے' معمر کے حوالہ سے' ایوب کے حوالہ سے' محمد بن سیرین کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے بعض اوقات کوئی روایت دس مختلف الفاظ میں سنی' لیکن اُس کا مفہوم ایک ہی تھا۔

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَالْحَسَنُ وَالشَّعْبِيُّ يَاْتُوْنَ بِالْحَدِيْثِ عَلَى الْمَعَانِيْ وَكَانَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ وَرَجَاءُ بْنُ حَيْوَةَ يُعِيْدُوْنَ الْحَدِيْثَ عَلٰى حُرُوْفِهٖ ۔

احمد بن منیع بیان کرتے ہیں: محمد بن عبداللہ انصاری نے ابن عون کا یہ بیان نقل کیا ہے: ابراہیم نخعی' حسن بصری اور شعبی' حدیث کو معنوی طور پر نقل کر دیتے تھے۔

قاسم بن محمد' محمد بن سیرین اور رجاء بن حیوہ' حدیث کو لفظی طور پر نقل کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ اِنَّكَ تُحَدِّثُنَا بِالْحَدِيْثِ ثُمَّ تُحَدِّثُنَا بِهٖ عَلٰى غَيْرِ مَا حَدَّثْتَنَا قَالَ عَلَيْكَ بِالسَّمَاعِ الْاَوَّلِ ۔

علی بن خشرم' حفص بن غیاث کے حوالہ سے' عاصم احول کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے ابوعثمان نہدی سے کہا: آپ پہلے ہمیں کوئی حدیث سناتے ہیں' پھر آپ بعد میں اُسی حدیث کو دوسرے لفظوں میں سناتے ہیں' تو ابوعثمان نہدی نے فرمایا: تم لوگ پہلے سنی ہوئی روایت کو لازم پکڑلو۔

حَدَّثَنَا الْجَارُوْدُ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اِذَا اَصَبْتَ الْمَعْنٰى اَجْزَاَكَ ۔

جارود' وکیع کے حوالہ سے' ربیع بن صبیح کے حوالہ سے' حسن بصری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب تم نے مفہوم صحیح نقل کر دیا تو تمہارے لیے یہ کافی ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَيْفٍ هُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ اَنْقِصْ مِنَ الْحَدِيْثِ اِنْ شِئْتَ وَلَا تَزِدْ فِيْهِ ۔

علی بن حجر' عبداللہ بن مبارک کے حوالہ سے' سیف بن سلیمان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے مجاہد کو یہ کہتے

ہوئے سنا ہے کہ تم حدیث کے الفاظ میں کمی کر سکتے ہو اُس میں اضافہ نہیں کر سکتے۔

حَدَّثَنَا اَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ رَجُلٍ قَالَ خَرَجَ اِلَيْنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ فَقَالَ اِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّي اُحَدِّثُكُمْ كَمَا سَمِعْتُ فَلَا تُصَدِّقُوْنِي اِنَّمَا هُوَ الْمَعْنٰى .

◆◆ ابوعمار حسین بن حریث' زید بن حباب کے حوالہ سے ایک صاحب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سفیان ثوری ہمارے پاس تشریف لائے اور بولے: اگر میں تمہارے سامنے یہ کہوں کہ میں تمہیں حدیث اُسی طرح سنا رہا ہوں' جس طرح میں نے سنی تھی (یعنی میں نے اس میں کسی بھی لفظ میں کوئی کمی وبیشی نہیں کی) تو تم میری اس بات کی تصدیق نہ کرنا' کیونکہ (میری نقل کردہ وہ روایت) معنوی اعتبار (سے نقل) ہوگی۔

اَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ اِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَعْنٰى وَاسِعًا فَقَدْ هَلَكَ النَّاسُ .

◆◆ حسین بن حریث' وکیع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اگر معنوی طور پر حدیث نقل کرنے کی گنجائش نہ ہوتی' تو لوگ ہلاکت کا شکار ہو جاتے۔

شرح

نویں بحث: روایت بالمعنیٰ اور اختصار حدیث اس شرط سے جائز ہونا کہ حدیث کا مفہوم تبدیل نہ ہو:

تمام محدثین اور آئمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روایت بالمعنیٰ اور حدیث کا اختصار جائز ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے کہ وہ ایک روایت کو مختلف الفاظ میں بیان کیا کرتے تھے۔ روایت بالمعنیٰ کے جواز کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حدیث کا کسی بھی زبان میں ترجمہ جائز ہے اور اس پر آئمہ حدیث کا اتفاق ہے اختصار بالحدیث بھی اس کی ہی ایک صورت ہے۔ تاہم الفاظ کے تحفظ اور اصل الفاظ میں روایت بیان کرنے کو، روایت کا افضل واعلیٰ درجہ قرار دیا جاتا تھا۔ صحابہ کرام اور متقدمین میں اس کا رواج تھا جبکہ بعد میں بھی اس کی تقلید کی گئی۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ روایات بطور استشہاد بیان کی ہیں۔

فائدہ نافعہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف رواۃ کا تذکرہ کیا تھا، پھر مختلف فیہ رواۃ کا تذکرہ ہوا، ضمناً روایت بالمعنیٰ اور اختصار حدیث کے جواز کی بحث شروع کر دی، اس کے بعد سولہ (۱۶) ثقہ رواۃ کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد مختلف فیہ رواۃ کا تذکرہ کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆ زیر بحث مسئلہ میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کا قول نہایت اختصار سے نقل کیا ہے جبکہ علامہ مکحول رضی اللہ عنہ اس کی تفصیل یوں نقل کرتے ہیں کہ میں اور ابوالازہر دونوں واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے عرض کیا: آپ ہمیں کوئی ایسی روایت بیان کریں جو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، اس

میں کوئی وہم نہ ہو اور اس میں الفاظ کی کمی بیشی بھی نہ ہو؟ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگوں نے کچھ قرآن پڑھا ہوگا؟ ہم نے جواب دیا: ہاں، مگر ہم اس کے مکمل حافظ نہیں ہیں۔ تلاوت قرآن میں بھی کسی حرف کو بڑھا دیتے ہیں اور کبھی کمی کر دیتے ہیں۔ اس پر حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن تحریری طور پر تمہارے سامنے موجود ہے، تم اس کی حفاظت میں معمولی کوتاہی نہیں کر سکتے، تو پھر بھی تمہارے خیال کے مطابق اس میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تم اس بات کا جواب دو کہ جو احادیث مبارکہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں، ان میں کمی وبیشی کیوں نہیں ہو سکتی، ممکن ہے کہ وہ روایت ہم نے ایک بار سنی ہو؟ پس جب ہم لوگوں سے حدیث بالمعنیٰ بیان کریں تو وہ ان کے لئے کافی ہوگی۔ (تدریب الراوی، ج:۲، ص:۱۰۰)

علاوہ ازیں معجم کبیر میں امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ روایت نقل کرتے ہیں:

اذا لم تحلوا حراما ولم تحرموا حلالاً و اصبتم بالمعنٰی فلاباس۔ "یعنی جب تم حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ کرو، تو اس کا مفہوم (بالمعنیٰ روایت) بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔" جب حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس روایت کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا: لو لا هذا ماحدثنا یعنی اگر اس میں گنجائش نہ ہوتی تو ہم ایک حدیث بھی بیان نہ کر پاتے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا تَفَاضَلَ اَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحِفْظِ وَالْاِتْقَانِ وَالتَّثَبُّتِ عِنْدَ السَّمَاعِ مَعَ اَنَّهُ لَمْ يَسْلَمْ مِنَ الْخَطَاِ وَالْغَلَطِ كَبِيْرُ اَحَدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ مَعَ حِفْظِهِمْ.

امام ترمذی فرماتے ہیں: حفظ' اتقان اور سماع کے وقت تثبت کے حوالہ سے اہلِ علم کے باہمی درجات مختلف ہیں' اس کے باوجود وہ خطاء کرنے اور غلطی کرنے سے محفوظ نہیں ہیں' ان میں اکثر ائمہ شامل ہیں باوجودیکہ ان کے حافظ (نہایت قوی تھے)۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ قَالَ قَالَ لِيْ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ اِذَا حَدَّثْتَنِيْ فَحَدِّثْنِيْ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ فَاِنَّهُ حَدَّثَنِيْ مَرَّةً بِحَدِيْثٍ ثُمَّ سَاَلْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِسِنِيْنَ فَمَا اَخْرَمَ مِنْهُ حَرْفًا.

محمد بن حمید رازی' جریر کے حوالے سے' عمارہ بن قعقاع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابراہیم نخعی نے مجھ سے فرمایا: جب تم نے مجھے کوئی حدیث سنانی ہو' تو ابوزرعہ بن عمرو بن جریر کے حوالے سے سناؤ' کیونکہ ایک مرتبہ اُنہوں نے مجھے ایک حدیث سنائی' پھر میں نے کئی سال کے بعد اُن سے اُسی روایت کے بارے میں دریافت کیا' تو اُنہوں نے اُس روایت کو بیان کرنے میں کسی ایک حرف کی بھی کمی نہیں کی۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاِبْرَاهِيْمَ مَا لِسَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ اَتَمُّ حَدِيْثًا مِّنْكَ قَالَ لِاَنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ.

ابوحفص عمرو بن علی' یحییٰ بن سعید القطان کے حوالے سے' سفیان کے حوالے سے' منصور کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں

نے ابراہیم نخعی سے کہا: کیا وجہ ہے کہ سالم بن ابوالجعد آپ کے مقابلہ میں زیادہ مکمل طور پر حدیث نقل کرتے ہیں؟ تو ابراہیم نخعی نے جواب دیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ احادیث کو نوٹ کرلیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ إِنِّي لَأُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ فَمَا أَدَعُ مِنْهُ حَرْفًا .

◆◆ عبدالجبار بن العلاء بن عبدالجبار' سفیان کے حوالہ سے' عبدالملک بن عمیر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب میں کوئی حدیث بیان کرتا ہوں' تو اس میں کوئی ایک حرف بھی نہیں چھوڑتا۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَتَادَةُ مَا سَمِعَتْ أُذُنَايَ شَيْئًا قَطُّ إِلَّا وَعَاهُ قَلْبِي .

◆◆ حسین بن مہدی بصری' عبدالرزاق' معمر کے حوالہ سے' قتادہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میرے کانوں نے جو بات بھی سنی' میرے ذہن نے اُسے محفوظ کرلیا۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَنَصَّ لِلْحَدِيثِ مِنَ الزُّهْرِيِّ .

◆◆ سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی' سفیان بن عیینہ کے حوالہ سے' عمرو بن دینار کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو زہری کے مقابلہ میں زیادہ (احتیاط کے ساتھ) لفظ بہ لفظ حدیث نقل کرتا ہو۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ قَالَ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ مَا عَلِمْتُ أَحَدًا كَانَ أَعْلَمَ بِحَدِيثِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْدَ الزُّهْرِيِّ مِنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ .

◆◆ ابراہیم بن سعید جوہری' سفیان بن عیینہ کے حوالہ سے' ایوب سختیانی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میرے علم کے مطابق اہل مدینہ کی احادیث کا' زہری کے بعد' یحییٰ بن ابوکثیر سے بڑا عالم اور کوئی نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عَوْنٍ يُحَدِّثُ فَإِذَا حَدَّثْتُهُ عَنْ أَيُّوبَ بِخِلَافِهِ تَرَكَهُ فَيَقُولُ قَدْ سَمِعْتُهُ فَيَقُولُ إِنَّ أَيُّوبَ أَعْلَمُنَا بِحَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ .

◆◆ امام بخاری' سلیمان بن حرب' حماد بن زید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابن عون کوئی حدیث سنایا کرتے تھے' اور جب میں انہیں ایوب کے حوالہ سے (اُن کی نقل کردہ روایت) کے خلاف روایت سناتا' تو وہ (اپنی نقل کردہ روایت) ترک کردیتے' اور یہ کہتے: میں نے یہ حدیث سن رکھی ہے' لیکن پھر وہ یہ بھی کہتے: محمد بن سیرین کی نقل کردہ روایات کے بارے میں ایوب ہم سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ لِيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَيُّهُمَا أَثْبَتُ هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ أَمْ مِسْعَرٌ قَالَ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مِسْعَرٍ كَانَ مِسْعَرٌ مِنْ أَثْبَتِ النَّاسِ .

◆◆ ابوبکر' علی بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے دریافت کیا: ان دونوں حضرات میں سے کون زیادہ مستند ہے؟ ہشام دستوائی یا مسعر؟ انہوں نے فرمایا: میں نے مسعر جیسا شخص نہیں دیکھا' وہ سب سے زیادہ مستند تھے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ يَقُوْلُ مَا خَالَفَنِيْ شُعْبَةُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا تَرَكْتُهُ .

◆◆ ابوبکر عبدالقدوس بن محمد' ابوالولید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حماد بن زید کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: شعبہ نے جس چیز کے بارے میں مجھ سے مختلف روایت نقل کی ہے' میں نے اُسے (یعنی اپنی روایت کو) ترک کر دیا ہے (اور شعبہ کی روایت کو مستند قرار دیا ہے)۔

قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّحَدَّثَنِيْ اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ قَالَ لِيْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اِنْ اَرَدْتَّ الْحَدِيْثَ فَعَلَيْكَ بِشُعْبَةَ .

◆◆ ابوبکر' ابوالولید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حماد بن سلمہ نے مجھ سے فرمایا: اگر تم احادیث (کا علم) حاصل کرنا چاہتے ہو تو شعبہ (کی شاگردی یا اُن کی نقل کردہ روایات) کو لازم پکڑلو۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ مَا رَوَيْتُ عَنْ رَجُلٍ حَدِيْثًا وَّاحِدًا اِلَّا اَتَيْتُهُ اَكْثَرَ مِنْ مَرَّةٍ وَّالَّذِيْ رَوَيْتُ عَنْهُ عَشَرَةَ اَحَادِيْثَ اَتَيْتُهُ اَكْثَرَ مِنْ عَشْرِ مِرَارٍ وَّالَّذِيْ رَوَيْتُ عَنْهُ خَمْسِيْنَ حَدِيْثًا اَتَيْتُهُ اَكْثَرَ مِنْ خَمْسِيْنَ مَرَّةً وَّالَّذِيْ رَوَيْتُ عَنْهُ مِائَةً اَتَيْتُهُ اَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ اِلَّا حَيَّانَ الْكُوْفِيَّ الْبَارِقِيَّ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ مِنْهُ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ ثُمَّ عُدْتُّ اِلَيْهِ فَوَجَدْتُّهُ قَدْ مَاتَ .

◆◆ عبد بن حمید' ابوداؤد کے حوالہ سے' شعبہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے جس شخص کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی' میں اُس کے پاس ایک سے زیادہ مرتبہ گیا اور میں نے جس شخص کے حوالہ سے دس روایات نقل کی ہیں' میں اُس کے پاس دس مرتبہ سے زیادہ مرتبہ گیا ہوں' میں نے جس شخص کے حوالہ سے پچاس روایات نقل کی ہیں' میں اُس کے پاس پچاس مرتبہ سے زیادہ مرتبہ گیا ہوں اور میں نے جس شخص کے حوالہ سے ایک سو روایات نقل کی ہیں' میں اُس کے پاس ایک سو سے زیادہ مرتبہ گیا ہوں' البتہ حیان بارقی کا معاملہ مختلف ہے' میں نے اُن سے یہ روایات سنی ہیں' جب میں دوبارہ اُن کے پاس گیا' تو اُس وقت اُن کا انتقال ہو چکا تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُوْلُ شُعْبَةُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ .

◆◆ امام بخاری' عبداللہ بن ابواسود' ابن مہدی کے حوالہ سے سفیان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: شعبہ' امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ شُعْبَةَ وَلَا يَعْدِلُهُ اَحَدٌ عِنْدِيْ وَاِذَا خَالَفَهُ سُفْيَانُ اَخَذْتُ بِقَوْلِ سُفْيَانَ قَالَ عَلِيٌّ قُلْتُ لِيَحْيٰى اَيُّهُمَا كَانَ اَحْفَظَ

لِلْاَحَادِيْثِ الطِّوَالِ سُفْيَانُ اَوْ شُعْبَةُ قَالَ كَانَ شُعْبَةُ اَمَرَّ فِيْهَا قَالَ يَحْيٰى وَكَانَ شُعْبَةُ اَعْلَمَ بِالرِّجَالِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ وَّكَانَ سُفْيَانُ صَاحِبَ اَبْوَابٍ ۔

ابوبکر، علی بن عبداللہ کے حوالہ سے، یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میرے نزدیک کوئی بھی شخص شعبہ سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور میرے نزدیک کوئی بھی شخص اُن کا ہم پلہ نہیں ہے۔ لیکن جب سفیان اُن سے مختلف روایت نقل کرتے ہیں تو میں سفیان کے بیان کو قبول کرتا ہوں۔

علی کہتے ہیں: میں نے یحییٰ سے دریافت کیا: ان دونوں حضرات میں سے، طویل احادیث کا بڑا حافظ کون ہے؟ سفیان یا شعبہ؟ تو اُنہوں نے فرمایا: شعبہ نے اس بارے میں بڑی محنت کی ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں: شعبہ، علم رجال کے 'فلاں اور فلاں' سے بڑے عالم تھے، لیکن سفیان، صاحبِ ابواب (یعنی فقہ کے ابواب کے عالم) تھے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ الْاَئِمَّةُ فِي الْاَحَادِيْثِ اَرْبَعَةٌ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ وَّالْاَوْزَاعِيُّ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ۔

عمرو بن علی، عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: علمِ حدیث کے امام چار حضرات ہیں، سفیان ثوری، مالک بن انس، اوزاعی اور حماد بن زید۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ قَالَ شُعْبَةُ سُفْيَانُ اَحْفَظُ مِنِّيْ مَا حَدَّثَنِيْ سُفْيَانُ عَنْ شَيْخٍ بِشَيْءٍ فَسَاَلْتُهُ اِلَّا وَجَدْتُّهُ كَمَا حَدَّثَنِيْ سَمِعْتُ اِسْحٰقَ بْنَ مُوْسَى الْاَنْصَارِيَّ قَالَ سَمِعْتُ مَعْنَ بْنَ عِيْسَى الْقَزَّازَ يَقُوْلُ كَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يُشَدِّدُ فِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَاءِ وَالتَّاءِ وَنَحْوِهِمَا سَمِعْتُ اِسْحٰقَ بْنَ مُوْسَى الْاَنْصَارِيَّ قَالَ سَمِعْتُ مَعْنَ بْنَ عِيْسَى الْقَزَّازَ يَقُوْلُ كَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يُشَدِّدُ فِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَاءِ وَالتَّاءِ وَنَحْوِهِمَا ۔

ابوعمار حسین بن حریث، وکیع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: شعبہ کہتے ہیں کہ سفیان مجھ سے بڑے حافظ ہیں، سفیان نے میرے سامنے کسی بزرگ کے حوالہ سے جو بھی حدیث سنائی، میں نے بعد میں اُن سے جب بھی اُس حدیث کے بارے میں دریافت کیا، تو اُس روایت کو اُسی طرح پایا، جیسے اُنہوں نے مجھے پہلے بیان کی تھی۔

اسحٰق بن موسیٰ انصاری، معن بن عیسیٰ القزاز کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: امام مالک بن انس، نبی اکرم ﷺ کی احادیث (نقل کرنے میں) ''ی'' اور ''ت'' وغیرہ (یعنی غائب اور حاضر کے صیغوں) کا بھی سختی سے خیال رکھتے تھے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرَيْمٍ الْاَنْصَارِيُّ قَاضِي الْمَدِيْنَةِ قَالَ مَرَّ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَلٰى اَبِيْ حَازِمٍ وَّهُوَ جَالِسٌ فَجَازَهُ فَقِيْلَ لَهُ لِمَ لَمْ تَجْلِسْ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اَجِدْ مَوْضِعًا اَجْلِسُ فِيْهِ وَكَرِهْتُ اَنْ اٰخُذَ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا قَائِمٌ ۔

ابوموسیٰ، مدینہ منورہ کے قاضی ابراہیم بن عبداللہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ امام مالک، شیخ ابوحازم

کے پاس سے گزرے جو بیٹھے ہوئے (درسِ حدیث دے رہے) تھے لیکن امام مالک اُن سے آگے گزر گئے اُن سے پوچھا گیا: آپ (ان کے درس میں) کیوں نہیں بیٹھے؟ اُنہوں نے جواب دیا: مجھے کوئی جگہ نہیں ملی جہاں میں بیٹھ سکتا' اور مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ میں کھڑا ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا سماع کروں۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ .

ابوبکر' علی بن عبداللہ کے حوالہ سے' یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: امام مالک نے سعید بن مسیب کے حوالہ سے جو روایات نقل کی ہیں' وہ میرے نزدیک سفیان ثوری کی ابراہیم نخعی کے حوالہ سے نقل کردہ روایات' سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

قَالَ يَحْيَى مَا فِي الْقَوْمِ اَحَدٌ اَصَحُّ حَدِيْثًا مِّنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ كَانَ مَالِكٌ اِمَامًا فِي الْحَدِيْثِ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ بِعَيْنِيْ مِثْلَ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ .

یحییٰ فرماتے ہیں: محدثین میں امام مالک سے زیادہ مستند اور کوئی شخص نہیں ہے' امام مالک' علمِ حدیث کے امام تھے۔

میں نے احمد بن حسن کو امام احمد کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے سنا ہے: میری آنکھوں نے یحییٰ بن سعید القطان جیسا کوئی شخص نہیں تھا۔

قَالَ اَحْمَدُ وَسُئِلَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ وَكِيْعٍ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ فَقَالَ اَحْمَدُ وَكِيْعٌ اَكْبَرُ فِي الْقَلْبِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ اِمَامٌ

سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نَبْهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الثَّقَفِيَّ الْبَصْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِيْنِيِّ يَقُوْلُ لَوْ حَلَفْتُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ لَحَلَفْتُ اَنِّيْ لَمْ اَرَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ .

احمد بن حسن بیان کرتے ہیں: امام احمد بن حنبل سے وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی کے بارے میں دریافت کیا گیا' تو اُنہوں نے فرمایا: وکیع' بڑے ذہن کے مالک ہیں' جبکہ عبدالرحمٰن' (علمِ حدیث کے) امام ہیں۔

محمد بن عمرو ثقفی' علی بن مدینی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اگر مجھے رکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کھڑا کر کے یہ قسم لی جائے' تو میں یہ قسم اُٹھا لوں گا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْكَلَامُ فِيْ هٰذَا وَالرِّوَايَةُ عَنْ اَهْلِ الْعِلْمِ تَكْثُرُ وَاِنَّمَا بَيَّنَّا شَيْئًا مِّنْهُ عَلَى الْاِخْتِصَارِ لِيُسْتَدَلَّ بِهٖ عَلٰى مَنَازِلِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَتَفَاضُلِ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الْحِفْظِ وَالْاِتْقَانِ فَمَنْ تُكُلِّمَ فِيْهِ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ لِاَيِّ شَيْءٍ تُكُلِّمَ فِيْهِ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: اس بارے میں کلام اور اہلِ علم سے منقول روایات بہت زیادہ ہیں' ہم نے اختصار کے طور پر ان میں سے کچھ باتیں نقل کر دی ہیں' تا کہ اہلِ علم کی منازل اور حفظ و اتقان کے حوالہ سے' اُن کے باہمی مراتب کے درمیان فرق

کی معرفت حاصل کی جا سکے اور (اس بات کا پتہ چل جائے) جن اہلِ علم کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اُن کے بارے میں کیوں کلام کیا گیا ہے؟

شرح

دسویں بحث: نہایت اعلیٰ درجہ کے ثقہ رواۃ اور ان کے مابین تفاوت درجات کا تذکرہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف رواۃ کا ذکر کیا، پھر متکلم فیہ رواۃ پر بحث کی پھر ان کا حکم بیان کیا اور اب اعلیٰ درجہ کے ثقہ رواۃ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے ثقات مساوی نہیں ہو سکتے بلکہ ان میں تفاضل و تفاسل ہے۔ ان میں کوئی اعلیٰ درجہ کا ثقہ ہے، کوئی متوسط درجہ کا اور کوئی ادنیٰ و اسفل درجہ کا۔ روایت حدیث کے وقت راوی میں جس درجہ کا تثبت (اعتماد و یقین) ہوگا، اتنے درجہ کا وہ ثقہ ہوگا اور وہ بلند درجہ ہوگا۔ تاہم ثقہ رواۃ میں بھی غلطی کا امکان ہے، کیونکہ وہ انسان ہے اور انسان خطاء و نسیان سے مرکب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سہواً غلطی سے کون محفوظ ہو سکتا ہے؟ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے متعدد صحابہ کرام کی روایات پر تنقید کی ہے اور ان کے وہم کی نشاندہی کی ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بطور استشہاد سولہ (۱۶) اعلیٰ درجہ کے ثقات کا تذکرہ کیا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت ابوزرعہ عمرو بن جریر بن عبداللہ بجلی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کوفہ کے باسی تھے، نہایت درجہ کے ثقہ تھے، تابعی تھے، اپنے دادا حضرت جریر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایات نقل کرتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معین، حضرت ابن خراش اور حضرت ابن حجر رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ مصنفین صحاح ستہ نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم بن جریر، (۲) حضرت حارث بن یزید عکلی، (۳) حضرت طلق بن معاویہ، (۴) حضرت ابراہیم نخعی، (۵) حضرت فضیل غزوان، (۶) حضرت عمارہ بن القعقاع رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

۲۔ حضرت سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کوفہ کے باسی تھے، نہایت درجہ کے ثقہ تھے، ممتاز محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ آپ غلطفانی اور اشجعی ہیں اور ۹۷ھ میں وفات پائی۔

۳۔ حضرت عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ اعلیٰ درجہ کے ثقہ تھے، فصیح اللسان تھے، زندگی کے آخری حصہ میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا اور ۱۳۰ھ میں وصال فرمایا۔

۴۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ:

آپ بصرہ کے رہنے والے تھے، پورا نام یوں ہے: ابوالخطاب قتادہ بن دعامہ، قبیلہ سدوس کے چشم و چراغ تھے، مادرزاد نابینا

تھے ۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور اعلیٰ درجہ کے ذہین وفطین تھے۔ سماعت حدیث کے بعد جب اسے خوب یاد نہیں کر لیتے تھے، انہیں چین وسکون نہیں آتا تھا۔ آپ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تین ایام تک ان کے ہاں قیام کیا اور تین دن کے بعد حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ یہاں سے روانہ ہو جائیں، کیونکہ تین ایام میں آپ نے مجھے نچوڑ لیا ہے۔ محدثین نے آپ کی جلالت شان، توثیق وحفظ، فضل وشرف اور تقویٰ وطہارت پر اتفاق کیا ہے۔ ۱۱۸ھ میں آپ نے وصال کیا۔

۵-حضرت امام محمد بن مسلم زہری رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے، ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے مشہور ہیں، ابن شہاب اور ابو بکر دونوں کنیتوں سے مشہور تھے، قریش کی مشہور شاخ ''زہرہ'' سے تعلق کی وجہ سے ''زہری'' کہلاتے تھے۔ رات کو سوتے وقت اپنی تمام مرویات بالا سانید و بالاستیعاب پڑھ کر سوتے تھے۔ صغار تابعین میں سے تھے مگر فضائل وکمال کی وجہ سے کبار میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۲۵ھ میں وفات پائی۔

۶-حضرت یحییٰ بن ابی کثیر طائی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ قبیلہ کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن سعید قطان رحمہما اللہ تعالیٰ نے ان کی مرسل روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ آپ کو زہری کی روایات زیادہ یاد تھیں۔ ۱۲۹ھ میں انتقال کیا۔

۷-حضرت ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

۶۶ھ میں پیدا ہوئے، آپ بصرہ کے باسی تھے، اعلیٰ درجہ کے ثقہ تھے، چمڑے کا کاروبار کرنے کی وجہ سے سختیانی کہلاتے تھے اور آپ احادیث مبارکہ زبانی یاد کرتے تھے مگر لکھتے نہیں تھے۔ ۱۷۱ھ میں وفات پائی۔

۸-حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کوفہ کے باسی تھے، اکابر انہیں صداقت وحقانیت کی کان قرار دیتے تھے، اہل علم کے اختلاف کو دور کرتے تھے، قرآن کی طرح احادیث مبارکہ زبانی یاد تھیں، آپ کو نام ونمائش سے نفرت تھی، گمنامی کی زندگی گزاری تھی اور نہایت درجہ کے صابر و قانع تھے۔ ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔

۹-حضرت ابو بسطام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ فن جرح وتعدیل میں شمار ہوتے تھے، وطنی نسبت کے سبب واسطی بصری تھے، جلیل القدر محدث تھے، سند کے اتصال و انقطاع کے اصول وضع کیے، اس فن میں کام کرنے والے محدثین نے آپ کا کام آگے بڑھانے کی کوشش کی اور اسماء رجال پر سب سے پہلے آپ نے کام کیا، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے معاصر تھے۔ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

۱۰- حضرت امام عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ملک شام کے باسی تھے، ممتاز مجتہد تھے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ پر ترجیح دی ہے۔ حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر ترجیح حاصل تھی۔

۱۱- حضرت حماد بن زید ازدی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۹۸ھ میں پیدا ہوئے، پورا نام یوں ہے: ابو اسماعیل حماد بن زید بن درہم ازدی، بصرہ کے باسی تھے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں آئمہ مسلمین میں شمار کرتے ہیں، نابینا تھے مگر تمام احادیث مبارکہ زبانی یاد تھیں، جلیل القدر محدثین نے انہیں ممتاز محدث قرار دیا ہے۔ ۱۰رمضان المبارک ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔

۱۲- حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۹۷ھ میں پیدا ہوئے، کوفہ کے باشندے تھے، ممتاز محدثین انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث قرار دیتے ہیں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے معاصر تھے، اکثر احکام و مسائل میں دونوں بزرگ متفق تھے۔ آپ جب کوئی بات سن لیتے تو وہ تاحیات ذہن نشین رہتی تھی، زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۱۶۱ھ میں وفات پائی۔

۱۳- حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کا پورا نام یوں ہے: امام الہجرت، ابوعبداللہ، مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ، مدینہ منورہ کے ممتاز عالم دین تھے، عشق رسول رگ و ریشہ میں بسا تھا، زندگی میں صرف ایک حج کیا، مدینہ طیبہ میں ادب و احترام کی وجہ سے پاپوش استعمال نہیں کرتے تھے، نو سو (۹۰۰) شیوخ سے علمی فیضان حاصل کیا، ان میں تین سو تابعین جبکہ چھ سو تبع تابعین تھے۔ ۱۷۹ھ میں وفات پائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

۱۴- حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ یا آپ کے والد گرامی روئی کا کاروبار کرتے تھے، جرح و تعدیل کے امام تسلیم کیے گئے۔ حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت علی المدینی اور حضرت یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے آپ کو ثقہ قرار دیا اور بیس سال تک روزانہ ایک قرآن ختم کرتے رہے۔ ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔

۱۵- ابوسفیان حضرت وکیع بن الجراح رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے، کوفہ کے باشندہ تھے، وقت کے ممتاز محدثین میں شمار ہوتے تھے، عابد و زاہد تھے، ثقہ و صدوق تھے، فن حدیث کے امام تسلیم کیے گئے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے وکیع سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔ ۱۹۶ھ

میں وفات پائی۔

۱۶- حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ حافظ الحدیث تھے، روایت احادیث میں بہت محتاط تھے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خدمت حدیث کے لئے پیدا کیا ہے۔ ۱۸۸ھ میں وفات پائی۔

سوال: ابوعیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مراد حضرت امام ترمذی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ابوعیسیٰ'' کنیت رکھنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا والد ہونے کا شبہ ہوتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے؟

جواب: (۱) آغاز اسلام میں یہ کنیت تجویز کرنا منع تھی کہ لوگوں کو علم نہیں تھا مگر جب دنیا بھر کے لوگوں کو علم ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے اور آپ کا کوئی باپ نہیں تھا' تو اس کی ممانعت باقی نہ رہی۔

(۲) ''ابوعیسیٰ'' کنیت رکھنا منع ہرگز نہیں ہے، کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معروف صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابوعیسیٰ'' تجویز فرمائی تھی۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْقِرَائَةُ عَلَى الْعَالِمِ اِذَا كَانَ يَحْفَظُ مَا يُقْرَاُ عَلَيْهِ اَوْ يُمْسِكُ اَصْلَهٗ فِيْمَا يُقْرَاُ عَلَيْهِ اِذَا لَمْ يَحْفَظْ هُوَ صَحِيْحٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مِثْلُ السَّمَاعِ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: عالم کے سامنے حدیث پڑھ کر سنانا' جبکہ وہ اُس چیز کو حفظ کر سکتا ہو' جو اُس کے سامنے پڑھا گیا ہے' یا اُس کے پاس وہ اصل (تحریر) موجود ہو' جس میں دیکھ کر اُس کے سامنے پڑھا گیا ہے' جبکہ وہ حافظ نہ ہو' تو یہ محدثین کے نزدیک درست ہے اور (استاد سے) احادیث کے سماع کے مترادف ہے۔

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيِّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ فَقُلْتُ لَهٗ كَيْفَ اَقُوْلُ فَقَالَ قُلْ حَدَّثَنَاهُ

◆◆ حسین بن مہدی بصری' عبدالرزاق کے حوالہ سے' ابن جریج کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عطاء بن ابی رباح کے سامنے حدیث پڑھ کر سنائی' میں نے اُن سے دریافت کیا: میں کیا کہوں؟ تو اُنہوں نے فرمایا: تم یہ کہو: اُنہوں نے ہمیں حدیث سنائی ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِىْ عِصْمَةَ عَنْ يَزِيْدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ نَفَرًا قَدِمُوْا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ مِّنْ اَهْلِ الطَّائِفِ بِكِتَابٍ مِّنْ كُتُبِهٖ فَجَعَلَ يَقْرَاُ عَلَيْهِمْ فَيُقَدِّمُ وَيُؤَخِّرُ فَقَالَ اِنِّىْ بَلِهْتُ لِهٰذِهِ الْمُصِيْبَةِ فَاقْرَءُوْا عَلَىَّ فَاِنَّ اِقْرَارِىْ بِهٖ كَقِرَائَتِىْ عَلَيْكُمْ .

◆◆ سوید بن نصر' علی بن حسین کے حوالہ سے' ابوعصمہ کے حوالہ سے' یزید نحوی کے حوالہ سے' عکرمہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: طائف کے رہنے والے کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک کتاب لے کر حاضر ہوئے' جو اُن کے پاس

موجود تھی' اُنہوں نے وہ کتاب اُن لوگوں کے سامنے پڑھی اور اُسے آگے پیچھے کر دیا۔ پھر بولے: میں اب اسے اور نہیں پڑھ سکتا' تم لوگ اسے میرے سامنے پڑھ دو' کیونکہ میرا ان روایات کے بارے میں اقرار کرنا' انہیں تم لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنانے کے مترادف ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ اِذَا نَاوَلَ الرَّجُلُ كِتَابَهُ اٰخَرَ فَقَالَ ارْوِ هٰذَا عَنِّيْ فَلَهُ اَنْ يَّرْوِيَهُ

◆◆ سوید بن نصر' علی بن حسین کے حوالہ سے' اُن کے والد کے حوالہ سے' منصور بن معتمر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب کوئی شخص اپنی تحریر (یعنی نوٹ کی ہوئی احادیث) دوسرے شخص کی طرف بڑھاتے ہوئے یہ کہے: اسے میرے حوالہ سے روایت کر دو' تو دوسرے شخص کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اُسے روایت کر دے۔

وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيلَ يَقُوْلُ سَاَلْتُ اَبَا عَاصِمٍ النَّبِيلَ عَنْ حَدِيْثٍ فَقَالَ اقْرَاْ عَلَيَّ فَاَحْبَبْتُ اَنْ يَّقْرَاَ هُوَ فَقَالَ اَاَنْتَ لَا تُجِيْزُ الْقِرَاءَةَ وَقَدْ كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يُجِيْزَانِ الْقِرَاءَةَ .

◆◆ میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے ابوعاصم نبیل سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو اُنہوں نے فرمایا: تم اسے میرے پاس پڑھ کر سنا دو' میری یہ خواہش تھی کہ وہ میرے سامنے پڑھتے۔ اُنہوں نے فرمایا: کیا تم اس طرح پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے؟ جبکہ سفیان ثوری اور امام مالک بن انس اس طرح پڑھنے کو درست قرار دیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْجُعْفِيُّ الْمِصْرِيُّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ مَا قُلْتُ حَدَّثَنَا فَهُوَ مَا سَمِعْتُ مَعَ النَّاسِ وَمَا قُلْتُ حَدَّثَنِيْ فَهُوَ مَا سَمِعْتُ وَحْدِيْ وَمَا قُلْتُ اَخْبَرَنَا فَهُوَ مَا قُرِئَ عَلَى الْعَالِمِ وَاَنَا شَاهِدٌ وَّمَا قُلْتُ اَخْبَرَنِيْ فَهُوَ مَا قَرَاْتُ عَلَى الْعَالِمِ يَعْنِيْ وَاَنَا وَحْدِيْ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسٰى مُحَمَّدَ بْنَ الْمُثَنّٰى يَقُوْلُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ الْقَطَّانَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا وَاَخْبَرَنَا وَاحِدٌ .

◆◆ احمد بن حسن' یحییٰ بن سلیمان کے حوالہ سے' عبداللہ بن وہب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب میں لفظ ''حدثنا'' استعمال کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس روایت کو دیگر افراد کے ہمراہ سنا ہے اور جب میں لفظ ''حدثنی'' استعمال کروں تو اس کا مطلب ہے کہ صرف میں نے' اکیلے نے وہ روایت سنی ہے' جب میں لفظ ''اخبرنا'' استعمال کروں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ حدیث کسی عالم کے سامنے پڑھی گئی اور میں بھی اُس وقت وہاں موجود تھا اور جب میں لفظ ''اخبرنی'' استعمال کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اکیلے سے کسی عالم کے سامنے وہ حدیث پڑھی تھی۔

شیخ ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ' یحییٰ بن سعید القطان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ''حدثنا'' اور ''اخبرنا'' کا مفہوم ایک ہی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ مُصْعَبٍ الْمَدِيْنِيِّ فَقُرِئَ عَلَيْهِ بَعْضُ حَدِيْثِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ كَيْفَ نَقُوْلُ فَقَالَ قُلْ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: ہم ابومصعب مدینی کے پاس موجود تھے' اُن کے سامنے اُنہی کی نقل کردہ ایک روایت

پڑھی گئی تو ہم نے دریافت کیا: ہم اسے کس طرح نقل کریں؟ تو اُنہوں نے فرمایا: تم یہ کہو کہ ہمیں ابومصعب نے یہ حدیث سنائی ہے۔

شرح

گیارہویں بحث: تحدیث واخبار کا درجہ یکساں ہونا:

خیرالقرون میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشادات بیان کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سنتے، وہ اپنے قلوب واذہان میں محفوظ کر لیتے، پھر صحابہ کرام احادیث نبویہ بیان کرتے تو تابعین انہیں یاد کر لیتے تھے، کیونکہ اس زمانہ تک تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا اور کتب بھی وجود میں نہیں آئی تھیں۔ تبع تابعین کے دور میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، کتب وجود میں آ چکی تھیں مثلاً مؤطا امام مالک وغیرہ تو اب تدریس حدیث کا نیا طریقہ شروع ہوا کہ طلباء شیخ (محدث) کے سامنے کتاب لے کر بیٹھ جاتے، جس میں احادیث بالاسانید درج ہوتی تھیں، طلباء روایات بالاسانید پڑھتے تو شیخ سنتا تھا، جب کتاب مکمل ہو جاتی تھی تو طلباء اپنے شیخ سے آگے روایت کرنے کی اجازت طلب کرتے تو انہیں احادیث بالاسانید بیان کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

جب تدریس الحدیث کا دوسرا طریقہ شروع ہوا تو اس کے جواز وعدم جواز میں اہل علم کا اختلاف ہوا، بعض نے اس طریقہ کو ناجائز قرار دیا مگر اکثر محدثین کے ہاں طریقہ جدیدہ جائز قرار پایا۔ انہوں نے صحیح بخاری کے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ایک قبیلہ کی طرف روانہ کیا، تاکہ وہ انہیں اسلام کے بنیادی امور سے آگاہ کریں انہیں اسلام میں مکمل داخل ہونے کی دعوت دیں، اہل قبیلہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا قاصد بھیج کر دعوت پر مبنی امور کے بارے میں تصدیق کروانے کی کوشش کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی تصدیق فرما دی۔ اکابر محدثین نے اس واقعہ سے تدریس الحدیث کے طریقہ ثانیہ کا جواز ثابت کیا ہے۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر ایک رسالہ مبارکہ تصنیف فرمایا جس کا نام "**التسوية بين حدثنا و اخبرنا**" ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ یہ رسالہ شائع نہ ہو سکا۔ تاہم علامہ عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ کی تلخیص "**بيان العلم وفضله**" کے نام سے کی جو شائع شدہ اور دستیاب ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں مشہور تین اقوال ہیں:

(i) حضرت امام مالک، علماء مدینہ طیبہ اور علماء کوفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں طریقے یکساں مفید ہیں اور دونوں میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔

(ii) محدثین اہل مشرق، پہلے طریقہ کو افضل قرار دیتے ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب شیخ اور طالب علم ہم مرتبہ ہوں یا تلمیذ افضل ہو تو پہلا طریقہ افضل ہے۔ اگر شیخ افضل ہو تو دوسرا طریقہ افضل ہے۔

(iii) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور علامہ ابن ابی ذئب رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرا طریقہ افضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر شیخ غلطی کرے گا تو شاگرد اس کی تصحیح نہیں کر سکتا اور اگر طالب علم غلطی کرے گا تو شیخ یقیناً اس کی تصحیح کر سکے گا۔ عصر حاضر میں متعلم کے پڑھنے کا سلسلہ جاری ہے، جبکہ معلم کے پڑھنے کا طریقہ کالعدم ہو چکا ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی تحدیث و اخبار دونوں طریقے جائز ہیں یعنی خواہ شیخ پڑھے اور متعلم سماعت کرے یا اس کے برعکس مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ معلم کو احادیث بالا سانید محفوظ ہوں ورنہ اس کے سامنے اس کتاب کا ہونا ضروری ہے، جو پڑھی جا رہی ہو۔

حضرت امام ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تحدیث کے چاروں الفاظ (۱) حدثنا، (۲) اخبرنا، (۳) انبأنا اور (۴) سمعت یکساں ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں الفاظ کے یکساں ہونے پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں ایک درخت ایسا موجود ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور یہ مسلمان کی مثال ہے۔ ایک روایت میں ہے: فحدثونی ماھی؟ دوسری روایت میں ہے: اخبرونی؟ تیسری روایت میں ہے: انبئونی؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تحدیث، اخبار اور انباء تینوں برابر ہیں۔

سوال: حدثونی، اخبرونی اور انبئونی میں کیا فرق و امتیاز ہے؟

جواب: (۱) اہل لغت کے ہاں تینوں الفاظ مترادف ہیں اور ان میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔

(۲) محدثین کے ہاں ان میں فرق ہے اور امتیاز کے حوالے سے ان میں چار اقوال ہیں:

(i) یہ تینوں الفاظ مترادف ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(ii) جب شیخ شاگرد کے سامنے پڑھے تو یہ الفاظ مترادف ہوں گے مگر جب متعلم شیخ کے سامنے پڑھے تو اسے قرأت کہا جائے گا۔

(iii) حضرت امام اوزاعی، حضرت امام ابن جریج، حضرت امام شافعی، حضرت امام ابن وہب اور اکثر علماء شرق رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ السماع عن الشیخ کی صورت میں لفظ "تحدیث" استعمال ہوگا جبکہ القرات علی الشیخ کی صورت میں "اخبار" کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔

(iv) جب شیخ کے سامنے شاگرد ایک ہو، تو "حدثنی" کہا جائے گا، اگر تلامذہ زیادہ ہوں تو لفظ "حدثنا" استعمال ہوگا۔ اسی طرح قرأت کرنے والا ایک ہو، تو "اخبرنی" کا لفظ بولا جائے گا اور قرأت کرنے والے متعدد ہوں تو "اخبرنا" کا لفظ استعمال ہوگا۔

فائدہ نافعہ:

اگر شیخ اپنی املاء شدہ کاپی تلامذہ کو دے اور انہیں روایت کی بھی اجازت دے، شاگرد ایک ہو، تو "انبأنی" کا لفظ اور اگر تلامذہ زیادہ ہوں تو "انبأنا" کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ اَجَازَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْاِجَازَةَ اِذَا اَجَازَ الْعَالِمُ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرْوِىَ عَنْهُ شَيْئًا مِّنْ حَدِيْثِهِ فَلَهُ اَنْ يَّرْوِىَ عَنْهُ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: بعض اہلِ علم نے ''اجازت دینے'' کو درست قرار دیا ہے' یعنی جب کوئی عالم کسی شخص کو اس بات کی اجازت دے کہ وہ شخص اُس عالم کے حوالہ سے اُس کی کسی حدیث کو نقل کر سکتا ہے' تو اب اُس شخص کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اُس عالم کے حوالہ سے' اُس روایت کو نقل کر دے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُدَيْرٍ عَنْ اَبِىْ مِجْلَزٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ قَالَ كَتَبْتُ كِتَابًا عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ اَرْوِيْهِ عَنْكَ فَقَالَ نَعَمْ .

محمود بن غیلان' وکیع' عمران بن حدیر' ابومجلز کے حوالہ سے' بشیر بن نہیک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ایک مجموعہ مرتب کیا' پھر میں نے دریافت کیا: کیا میں اسے آپ کے حوالہ سے روایت کر دوں؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں!

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْوَاسِطِىُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِىُّ عَنْ عَوْفٍ الْاَعْرَابِىِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْحَسَنِ عِنْدِىْ بَعْضُ حَدِيْثِكَ اَرْوِيْهِ عَنْكَ قَالَ نَعَمْ .

محمد بن اسمٰعیل واسطی' محمد بن حسن واسطی کے حوالہ سے عوف اعرابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے حسن بصری سے کہا: میرے پاس آپ کے حوالہ سے منقول' بعض روایات موجود ہیں' کیا میں اُنہیں آپ کے حوالہ سے روایت کر سکتا ہوں؟ اُنہوں نے جواب دیا: جی ہاں!

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ اِنَّمَا يُعْرَفُ بِمَحْبُوْبِ بْنِ الْحَسَنِ وَقَدْ حَدَّثَ عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: محمد بن حسن نامی راوی' محبوب بن حسن کے نام سے معروف ہیں اور کئی ائمہ نے اُن کے حوالہ سے روایات نقل کی ہیں۔

حَدَّثَنَا الْجَارُوْدُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَتَيْتُ الزُّهْرِىَّ بِكِتَابٍ فَقُلْتُ هٰذَا مِنْ حَدِيْثِكَ اَرْوِيْهِ عَنْكَ قَالَ نَعَمْ .

جارود بن معاذ' انس بن عیاض کے حوالہ سے' عبیداللہ بن عمر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں زہری کے پاس کچھ تحریر شدہ حدیثیں لے کر آیا' میں نے کہا: یہ آپ سے منقول بعض روایات ہیں' میں انہیں آپ کی طرف سے روایت کر لوں؟ اُنہوں نے جواب دیا: جی ہاں!

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِىِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ جَآءَ ابْنُ جُرَيْجٍ اِلٰى هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِكِتَابٍ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثُكَ اَرْوِيْهِ عَنْكَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ يَحْيٰى فَقُلْتُ فِىْ نَفْسِىْ لَا اَدْرِىْ اَيُّهُمَا اَعْجَبُ اَمْرًا وَقَالَ عَلِىٌّ

سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ فَقَالَ ضَعِيفٌ فَقُلْتُ إِنَّهُ يَقُولُ أَخْبَرَنِي فَقَالَ لَا شَيْءَ إِنَّمَا هُوَ كِتَابٌ دَفَعَهُ إِلَيْهِ ۔

شیخ ابوبکر، علی بن عبداللہ کے حوالہ سے، یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابن جریج کچھ تحریر شدہ حدیثیں لے کر ہشام بن عروہ کے پاس آئے، اور بولے: یہ آپ سے منقول روایات ہیں، میں انہیں آپ کے حوالہ سے روایت کرسکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں!

یحییٰ بیان کرتے ہیں: میں نے دل میں سوچا، مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ ان دونوں میں سے زیادہ حیران کن کیا چیز ہے؟

علی بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے ابن جریج کی، عطاء خراسانی کے حوالہ سے نقل کردہ روایات کے بارے میں دریافت کیا، تو اُنہوں نے فرمایا: وہ ضعیف ہیں۔ میں نے کہا: وہ تو یہ کہتے ہیں: اُنہوں نے مجھے اس بارے میں بتایا ہے (یعنی عطاء خراسانی نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے)، تو یحییٰ بن سعید نے فرمایا: اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، یہ ایک کتاب تھی جو (عطاء خراسانی) نے (ابن جریج کو) دی تھی (اور اُسی کے حوالہ سے ابن جریج نے روایات نقل کی ہیں)۔

شرح

بارہویں بحث: المناولۃ المقرونۃ بالاجازۃ کے ذریعے روایت بیان کرنے کا جواز:

مناولہ کی صورت یہ ہے کہ محدث اپنی اصل کتاب یا اس کی نقل شاگرد کو دے یا شاگرد محدث کی کتاب نقل کرکے اس کے سامنے پیش کرے، دونوں صورتوں میں شیخ اپنے شاگرد سے یوں کہے: میں نے یہ کتاب فلاں سے روایت کی ہے اور میں تمہیں اس کی بالا سانید روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اجازت کی یہ صورت سب سے افضل ہے۔

مناولہ کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ متعلم کا کتاب پر یا اس کی نقل پر قبضہ ہو، اگر شاگرد کا اصل کتاب یا اس کی نقل پر قبضہ نہ ہو، تو یہ مناولہ معتبر نہ ہوگا۔

حدیث سے بطور مناولہ روایت بیان کرنے کے جواز کی مزید کچھ صورتیں ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) وجادۃ:

حدیث کے موضوع پر کسی کی لکھی ہوئی کتاب دستیاب ہو جائے یا اسلوب تحریر یا دستخط اور یا کسی شہادت سے مؤلف کی تحریر ثابت ہو جائے۔ وجادۃ کے طور پر اجازت اس وقت معتبر ہوگی جب صاحب تحریر خود اجازت دے اور اجازت کے وقت "اخبرنی" لفظ استعمال کرے گا۔ تاہم اگر اسے کسی سے روایت کی اجازت حاصل نہ ہو، تو بوقت اجازت "اخبرنی" کے الفاظ استعمال نہیں کرے گا بلکہ "وجدت بخط فلان" یا ان کے ہم معنیٰ الفاظ استعمال کرے گا۔

(ii) وصیت بالکتاب:

اس کی صورت یہ ہے کہ وفات کے وقت کوئی شخص اپنے مؤلفہ کتاب کے بارے میں وصیت کر جائے کہ میری فلاں تالیف

(کتاب) فلاں کو دے دی جائے، وہ اس کتاب سے روایت کرنے کا بھی مجاز ہوگا بشرطیکہ وصیت کنندہ اسے روایت کرنے کی از خود اجازت فراہم کرے۔

(iii) اعلام:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شیخ اپنے شاگرد کو بتادے کہ مجھے فلاں کتاب کی فلاں شیخ سے روایت کرنے کی اجازت ہے، تم بھی اس کتاب سے روایت بیان کرسکتے ہو۔ اس کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ شیخ از خود اپنے شاگرد کو براہ راست اجازت دے۔

(iv) عام اجازت:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شیخ یہ اعلان کرے کہ میری سند سے فلاں جماعت یا تمام مسلمانوں کو روایت کرنے کی اجازت ہے۔

(v) مجہول شخصیت کو اجازت دینا:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شیخ کسی نامعلوم شخص کو روایت کرنے کی اجازت دے مثال کے طور پر وہ اعلان کرے: میں نے ایک شاگرد یا ثقہ کو روایت کرنے کی اجازت دی یا کسی مسمیٰ کو اجازت دی مگر وہ مسمیٰ اپنے ہم ناموں کے ساتھ اشتباہ کا شکار ہوجائے جو غیر معلوم ہو مثلاً وہ کہے: میں نے "محمد" نامی کو اجازت دی جبکہ اس نام کے متعدد لوگ موجود ہوں۔

(vi) مجہول کی اجازت دینا:

اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ کسی غیر معلوم شاگرد کو حدیث روایت کرنے کی اجازت فراہم کرے مثلاً وہ یوں کہے: میں تمہیں حدیث کی فلاں کتاب یا اپنی بعض مسموعات کی اجازت دیتا ہوں جبکہ وہ مسموعات اور وہ کتاب معلوم و متعین نہ ہو۔

(vii) معدوم کے لئے اجازت ہونا:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شیخ اپنے غیر حاضر شاگرد کو روایت کی اجازت دے مثلاً یوں کہا: فلاں شخص کے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا میں اسے روایت کی اجازت دیتا ہوں۔

فائدہ نافعہ:

صحیح مذہب کے مطابق آخری چار صورتوں میں روایت کی اجازت معتبر نہیں ہوگی۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْحَدِيْثُ اِذَا كَانَ مُرْسَلًا فَاِنَّهٗ لَا يَصِحُّ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ قَدْ ضَعَّفَهٗ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ.

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: جب کوئی حدیث "مرسل" ہو تو اکثر اہل علم کے نزدیک وہ مستند شمار نہیں ہوگی۔ کئی اہل علم نے ایسی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ اَبِيْ حَكِيْمٍ قَالَ سَمِعَ الزُّهْرِيُّ اِسْحٰقَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ فَرْوَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الزُّهْرِيُّ قَاتَلَكَ اللّٰهُ يَا ابْنَ اَبِيْ فَرْوَةَ تَجِيْئُنَا بِاَحَادِيْثَ لَيْسَتْ لَهَا خُطُمٌ وَّلَا اَزِمَّةٌ ۔

علی بن حجر' بقیہ بن ولید کے حوالے سے' عتبہ بن ابوحکیم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: زہری نے اسحاق بن عبداللہ بن ابوفروہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے' (یعنی وہ ''مرسل'' روایات بیان کررہے تھے) ' تو زہری بولے: اے ابوفروہ کے بیٹے! اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کرے! تم ایسی روایتیں بیان کررہے ہو' جن کی کوئی لگام (یعنی مستند سند) نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ مُّرْسَلَاتُ مُجَاهِدٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ مُّرْسَلَاتِ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ بِكَثِيْرٍ كَانَ عَطَاءٌ يَّاْخُذُ عَنْ كُلِّ ضَرْبٍ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى مُرْسَلَاتُ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ مُّرْسَلَاتِ عَطَاءٍ ۔

قُلْتُ لِيَحْيَى مُرْسَلَاتُ مُجَاهِدٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ اَمْ مُرْسَلَاتُ طَاوُسٍ قَالَ مَا اَقْرَبَهُمَا ۔

ابوبکر' علی بن عبداللہ کے حوالے سے' یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: مجاہد کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات میرے نزدیک عطاء بن ابی رباح کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ (یعنی مستند) ہیں' کیونکہ عطاء ہر طرح کے آدمی سے روایت کرلیتے ہیں۔

علی' یحییٰ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سعید بن جبیر نے نقل کردہ ''مرسل'' روایات میرے نزدیک عطاء کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

میں نے کہا: مجاہد کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات' آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہیں' یا طاوس کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات (زیادہ پسندیدہ ہیں)؟ تو اُنہوں نے فرمایا: یہ دونوں قریب کے مرتبہ کے ہیں۔

قَالَ عَلِيٌّ وَّسَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَّقُوْلُ مُرْسَلَاتُ اَبِيْ اِسْحٰقَ عِنْدِيْ شِبْهُ لَا شَيْءَ وَالْاَعْمَشُ وَالتَّيْمِيُّ وَيَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ وَّمُرْسَلَاتُ ابْنِ عُيَيْنَةَ شِبْهُ الرِّيْحِ ثُمَّ قَالَ اِيْ وَاللّٰهِ وَسُفْيَانُ بْنُ سَعِيْدٍ ۔

علی بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ابواسحٰق کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات میرے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہیں (یعنی بالکل غیر مستند ہیں)۔

اعمش' تیمی' یحییٰ بن ابوکثیر (کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات بھی اسی طرح ہیں)۔

ابن عیینہ کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات ہوا کی طرح ہیں۔ پھر اُنہوں نے فرمایا: ہاں' اللہ کی قسم! سفیان بن سعید (یعنی سفیان ثوری کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات کی بھی یہی حیثیت ہے)۔

قُلْتُ لِيَحْيَى فَمُرْسَلَاتُ مَالِكٍ قَالَ هِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَحْيَى لَيْسَ فِي الْقَوْمِ اَحَدٌ اَصَحُّ حَدِيْثًا مِّنْ

مَالِكٍ .

◆◆ میں نے یحییٰ سے پوچھا: امام مالک کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات کی کیا حیثیت ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا: وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

یحییٰ بن سعید نے فرمایا: محدثین میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کی نقل کردہ روایات امام مالک کی نقل کردہ روایات سے زیادہ مستند ہوں۔

حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ الْقَطَّانَ يَقُوْلُ مَا قَالَ الْحَسَنُ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا وَجَدْنَا لَهٗ اَصْلًا اِلَّا حَدِيْثًا اَوْ حَدِيْثَيْنِ .

◆◆ سوار بن عبداللہ عنبری بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: حسن (بصری) جب یہ کہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے (یعنی صحابی کا واسطہ ذکر کیے بغیر ''مرسل'' روایت نقل کردیں) تو ہمیں (اُن کی نقل کردہ ایسی روایات) میں سے ہر ایک کی اصل (یعنی دوسری سند) مل گئی' صرف ایک یا دو احادیث ایسی تھیں' (جن کی سند ہمیں نہیں مل سکی)۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَمَنْ ضَعَّفَ الْمُرْسَلَ فَاِنَّهٗ ضَعَّفَهٗ مِنْ قِبَلِ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ الْاَئِمَّةَ قَدْ حَدَّثُوْا عَنِ الثِّقَاتِ وَغَيْرِ الثِّقَاتِ فَاِذَا رَوٰى اَحَدُهُمْ حَدِيْثًا وَّاَرْسَلَهٗ لَعَلَّهٗ اَخَذَهٗ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَدْ تَكَلَّمَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ فِيْ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ ثُمَّ رَوٰى عَنْهُ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: جو لوگ ''مرسل'' حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں' وہ ایسی روایت کو اس حوالہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں کہ ان ائمہ نے ثقہ اور غیر ثقہ (ہر طرح کے) راویوں کے حوالہ سے روایات نقل کی ہیں' تو جب ان حضرات میں سے کسی ایک نے کوئی حدیث ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کی ہو' تو ہوسکتا ہے کہ اُس نے وہ روایت کسی غیر ثقہ راوی سے حاصل کی ہو۔ (مثال کے طور پر) حسن بصری' معبد جہنی کی تنقید بھی کرتے ہیں اور پھر اُس کے حوالہ سے روایت بھی نقل کردیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مَرْحُوْمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْعَطَّارُ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ وَعَمِّيْ قَالَا سَمِعْنَا الْحَسَنَ يَقُوْلُ اِيَّاكُمْ وَمَعْبَدًا الْجُهَنِيَّ فَاِنَّهٗ ضَالٌّ مُضِلٌّ .

◆◆ بشر بن معاذ بصری' مرحوم بن عبدالعزیز عطار کے حوالے سے' اُن کے والد اور چچا کے حوالے سے' حسن بصری کا یہ قول نقل کرتے ہیں: معبد جہنی سے بچو! کیونکہ وہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَيُرْوٰى عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ الْاَعْوَرُ وَكَانَ كَذَّابًا وَّقَدْ حَدَّثَ عَنْهُ وَاَكْثَرُ الْفَرَائِضِ الَّتِيْ يَرْوِيْهَا عَنْ عَلِيٍّ وَّغَيْرِهٖ هِيَ عَنْهُ وَقَدْ قَالَ الشَّعْبِيُّ الْحَارِثُ الْاَعْوَرُ عَلَّمَنِي الْفَرَائِضَ وَكَانَ مِنْ اَفْرَضِ النَّاسِ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: امام شعبی سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حارث اعور نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے' یہ شخص

کذاب تھا اور شعبی نے اس کے حوالہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام سے منقول وراثت سے متعلق بیشتر روایات اسی شخص کے حوالے سے منقول ہیں۔

شعبی کہتے ہیں: حارث اعور نے مجھے علم وراثت کی تعلیم دی ہے اور وہ علم وراثت کے سب سے بڑے ماہر تھے۔

قَالَ : وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ بَشَّارٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيّ يَقُوْلُ اَلَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ لَقَدْ تَرَكْتُ لِجَابِرٍ الْجُعْفِيِّ بِقَوْلِهٖ لَمَّا حَكٰى عَنْهُ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفِ حَدِيْثٍ ثُمَّ هُوَ يُحَدِّثُ عَنْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَتَرَكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ حَدِيْثَ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ

امام ترمذی بیان کرتے ہیں: میں نے محمد بن بشار کو عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ قول نقل کرتے ہوئے سنا ہے: کیا آپ لوگوں کو سفیان بن عیینہ پر حیرت نہیں ہوتی؟ میں نے تو جابر جعفی کو سفیان کے اس قول کی وجہ سے متروک قرار دیا تھا' جب انہوں نے جابر کے حوالہ سے ایک ہزار سے زیادہ (جھوٹی روایات منقول ہونے) کا ذکر کیا تھا' لیکن سفیان بن عیینہ کے حوالہ سے احادیث روایت کر دیتے ہیں۔

محمد بن بشار بیان کرتے ہیں: عبدالرحمٰن بن مہدی نے بھی جابر جعفی کی نقل کردہ روایات کو متروک قرار دیا ہے۔

وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْمُرْسَلِ اَيْضًا .

حَدَّثَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ اَبِى السَّفَرِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ قَالَ قُلْتُ لِاِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اَسْنِدْ لِىْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِذَا حَدَّثْتُكَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فَهُوَ الَّذِىْ سَمَّيْتُ وَاِذَا قُلْتُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَهُوَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ .

بعض اہل علم نے ''مرسل'' روایت کو مستند تسلیم کیا ہے۔

ابوعبیدہ' سعید' شعبہ کے حوالے سے' اعمش کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے ابراہیم نخعی سے کہا: آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول روایات کی سند بیان کریں؟ تو ابراہیم نخعی بولے: جب میں کسی ایک شخص کے حوالے سے حضرت عبداللہ سے کوئی روایت نقل کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے وہ روایت صرف اُسی شخص سے سنی ہے' اور جب میں یہ کہہ دوں کہ حضرت عبداللہ نے یہ بات بیان کی ہے' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کئی راویوں کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

تیرھویں بحث: حدیث مرسل کا حجت ہونا:

لفظ ''مرسل'' باب افعال ثلاثی مزید فیہ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، اس کا لغوی معنیٰ ہے کسی چیز کو چھوڑ دینا، لٹکانا ... اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: وہ حدیث ہے جسے تابعی خواہ کبیر ہو یا صغیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے خواہ وہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو یا فعل یا تقریر۔ اس طرح مرسل حدیث کی سند کے آخر سے کوئی راوی متروک ہوتا ہے۔

فائدہ نافعہ:

تابعی کبیر سے مراد ایسا تابعی ہے جس کی اکثر صحابہ سے ملاقات رہی ہو اور اس کی اکثر روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہوں مثلاً حضرت سعید بن المسیب، حضرت عبید اللہ بن عد بن خیار اور حضرت قیس بن ابی حازم رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔ تابعی صغیر سے مراد وہ تابعی ہے جس کی قلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات رہی ہو، اس کی بعض روایات صحابہ سے منقول ہوں جبکہ اکثر روایات تابعین کے حوالے سے منقول ہوں مثلاً حضرت امام زہری، حضرت یحییٰ بن سعید انصاری اور حضرت ابو حازم رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

حدیث مرسل کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱-روی مالك عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان شدة الحر من فيح جهنم فاذا اشتد الحر فأبردوا عن الصلوٰة .

حضرت مالک، حضرت زید بن اسلم کے واسطہ سے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گرمی کی سختی جہنم کی شدت کی وجہ سے ہے، اس لئے جب گرمی شدید ہو جائے تو (ظہر کی) نماز ٹھنڈی کر کے ادا کرو۔''

۲-روی يحيى عن مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من اكل من هذه الشجرة فلا يقرب مسجد نايؤذينا بريح الشوم .

حضرت یحییٰ مالک اور ابن شہاب کے واسطہ سے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس درخت سے کھائے، اسے چاہیے کہ وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ وہ تھوم کی بدبو کی وجہ سے ہمیں تکلیف پہنچاتا ہے۔

۳-عن سعيد بن المسيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المزابنة .

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع کیا۔

حدیث مرسل کے حکم میں محدثین اور فقہاء کا اختلاف ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک حدیث مرسل ضعیف اور مردود ہے، اس کی وجہ سند کے آخر سے راوی کا حذف ہونا ہے، اس محذوف راوی کے بارے میں بھی دو قول ہیں: (i) تابعی ہوگا، (ii) صحابی ہوگا۔ تاہم اس کے حذف کی وجہ سے تردد پیدا ہوگیا اور روایت کی حیثیت بھی باقی نہ رہی۔ لہٰذا مرسل حدیث ضعیف اور مردود ہوتی ہے۔

فقہاء کرام کے نزدیک حدیث مرسل مردود نہیں ہوتی بلکہ قابل استدلال ہوتی ہے، جہاں تک سند کے آخر سے راوی کے محذوف ہونے کا تعلق ہے، یہ کمی دوسری روایات سے دور ہو جائے گی اور اسے مردود نا قابل عمل قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث مرسل کے حکم کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان حكم المرسل حكم الحديث الضعيف الا ان يصح وجه بمحينه من وجه اخر فورو ده من

وجہ آخر یدل علی صحة مخرج المرسل ۔ (مقدمہ ابن الصلاح، ص:۲۶)

مرسل حدیث کا حکم ضعیف حدیث کی مثل ہے لیکن جب اس کی تصحیح کسی دوسری سند سے ہو جائے، تو اس کا دوسری سند سے روایت ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث مرسل کا مخرج صحیح ہے۔

اسی طرح ''الوسیط'' میں حدیث مرسل کا حکم یوں بیان کیا گیا ہے:

حکمه، انه حجة عند المحدثین والفقهاء وهو فی حکم الموصول المسند لان اکثر روایتهم عن الصحابة والجهالة بالصحابة لاتضر لانهم کلهم عدول ۔ (الوسیط حاشیہ نخبۃ الفکر، ص:۲۸۵)

''صحابی کی مرسل روایت کا حکم یہ ہے کہ وہ محدثین اور فقہاء کے ہاں حجت ہے اور وہ سند متصل کے حکم میں ہے، کیونکہ ان کی زیادہ روایات صحابہ سے ہی مروی ہوتی ہیں اور صحابہ کی حالت کا مجہول ہونا باعث ضرر نہیں ہے' کیونکہ وہ تمام کے تمام عادل ہیں۔''

مرسل روایت کے حکم کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں:

۱- مرسل روایت صحیح اور قابل حجت ہے۔ یہ نظریہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

۲- جمہور محدثین کے نزدیک حدیث مرسل ضعیف اور مردود ہے۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر اہل علم کا مؤقف ہے کہ حدیث مرسل کچھ شرائط کی بنیاد پر مقبول ہے۔

مرسل روایات سے متعلق چند مشہور کتب حسب ذیل ہیں:

۱- المراسیل لامام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ

۲- جامع التحصیل لأحکام المراسیل لابی سعید خلیل بن کیکلدی رحمہ اللہ تعالیٰ

۳- المراسیل لامام ابی داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ

مرسل کی دو اقسام ہیں:

۱- مرسل عام: یہ وہ حدیث ہے جس میں کہیں بھی انقطاع پایا جائے، اس کی چار صورتیں بنتی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(i) تعلق کی صورت میں ہو یعنی مصنف کتاب نے ایک یا دو راویوں کو حذف کر دیا ہو۔

(ii) انقطاع کی صورت میں ہو یعنی وسط سند سے ایک راوی حذف کیا گیا ہو۔

(iii) انقطاع کی صورت ایسی ہو کہ سند کے درمیان سے دو یا دو سے زائد روات حذف کیے گئے ہوں۔

(iv) ارسال کی صورت ہو یعنی سند کے آخر سے کوئی صحابی حذف کیا گیا ہو۔

نوٹ: یہ چار صورتیں متقدمین کے ہاں مرسل کہلاتی ہیں۔

۲- مرسل خاص: متاخرین کے ہاں اس کی تعریف یہ ہے کہ سند کے آخر سے کسی صحابی کا نام حذف کر دیا جائے۔

مرسل خاص کی بھی چار صورتیں بنتی ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(i) صحابہ کی مراسیل، (ii) اکابر تابعین کی مراسیل، (iii) اصاغر تابعین کی مراسیل، (iv) تبع تابعین کی مراسیل۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدِ اخْتَلَفَ الْاَئِمَّةُ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ تَضْعِيْفِ الرِّجَالِ كَمَا اخْتَلَفُوْا فِيْ سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْعِلْمِ ذُكِرَ عَنْ شُعْبَةَ اَنَّهُ ضَعَّفَ اَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ وَعَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ اَبِىْ سُلَيْمَانَ وَحَكِيْمَ بْنَ جُبَيْرٍ وَّتَرَكَ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ ثُمَّ حَدَّثَ شُعْبَةُ عَمَّنْ هُوَ دُوْنَ هٰؤُلَاءِ فِى الْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ . حَدَّثَ عَنْ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ وَاِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُسْلِمٍ الْهَجَرِيِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْعَرْزَمِيِّ وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِمَّنْ يُّضَعَّفُوْنَ فِى الْحَدِيْثِ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: اہلِ علم ائمہ نے رجال کی تضعیف کے حوالہ سے بھی اختلاف کیا ہے' جس طرح ان حضرات نے دیگر پہلوؤں کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

شعبہ کے بارے میں منقول ہے کہ اُنہوں نے ابوزبیر مکی' عبدالملک بن ابوسلیمان' حکیم بن جبیر کو ضعیف قرار دیا اور اُن سے منقول روایات کو ترک کر دیا۔

پھر شعبہ نے اُن حضرات کے حوالہ سے احادیث روایت کی ہیں' وہ حفظ اور عدالت کے اعتبار سے ان صاحبان سے کم مرتبہ کے ہیں۔

شعبہ نے جابر جعفی' ابراہیم بن مسلم ہجری' محمد بن عبیداللہ عرزمی اور دیگر کئی ایسے راویوں سے احادیث روایت کی ہیں' جنہیں علمِ حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نَبْهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قُلْتُ لِشُعْبَةَ تَدَعُ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ اَبِىْ سُلَيْمَانَ وَتُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْعَرْزَمِيِّ قَالَ نَعَمْ .

محمد بن عمرو بن نبہان بن صفوان بصری' امیہ بن خالد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے شعبہ سے کہا: آپ نے عبدالملک بن ابوسلیمان کو ترک کر دیا ہے' جبکہ آپ محمد بن عبیداللہ عرزمی کے حوالہ سے حدیث روایت کرتے ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا: جی ہاں!

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ كَانَ شُعْبَةُ حَدَّثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِىْ سُلَيْمَانَ ثُمَّ تَرَكَهُ وَيُقَالُ اِنَّمَا تَرَكَهُ لَمَّا تَفَرَّدَ بِالْحَدِيْثِ الَّذِىْ رَوٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّجُلُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ يُنْتَظَرُ بِهِ وَاِنْ كَانَ غَائِبًا اِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِدًا وَّقَدْ ثَبَّتَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ وَحَدَّثُوْا عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِىْ سُلَيْمَانَ وَحَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: شعبہ نے پہلے عبدالملک بن ابوسلیمان کے حوالہ سے احادیث روایت کی ہیں' پھر بعد میں انہیں ترک کر دیا۔

ایک قول کے مطابق شعبہ نے اُنہیں اُس وقت ترک کیا' جب اُنہوں نے انفرادی طور پر وہ روایت نقل کی' جو عطاء بن

ابورباح کے حوالہ سے' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے طور پر منقول ہے: آدمی شفعہ کرنے کا زیادہ حق رکھے گا' اگر وہ غیر موجود ہو' تو دوسرے لوگ اُس کا انتظار کریں گے۔ یہ اُس وقت ہوگا جب اُن دونوں کا راستہ ایک ہو۔

جبکہ کئی ائمہ کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ اُنہوں نے ابوزبیر' عبدالملک بن ابوسلیمان اور حکیم بن جبیر کے حوالہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ وَّابْنُ اَبِي لَيْلٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ قَالَ كُنَّا اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ تَذَاكَرْنَا حَدِيثَهُ وَكَانَ اَبُو الزُّبَيْرِ اَحْفَظَنَا لِلْحَدِيثِ .

◆◆ احمد بن منیع' ہشام کے حوالہ سے' حجاج اور ابن ابی لیلیٰ کے حوالہ سے' عطاء بن ابی رباح کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے اُٹھ کر واپس جاتے تھے' تو اُن کی نقل کردہ روایت کی تکرار کرتے تھے' تو ہم میں سے ابوزبیر کو وہ حدیث زیادہ بہتر طور پر یاد ہوتی تھی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ اَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ كَانَ عَطَاءٌ يُقَدِّمُنِي اِلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَحْفَظُ لَهُمُ الْحَدِيثَ .

◆◆ محمد بن یحییٰ بن ابوعمر مکی' سفیان بن عیینہ کے حوالہ سے' ابوزبیر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: عطاء' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجھے آگے کر دیا کرتے تھے تاکہ میں اُن لوگوں کے لئے (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ) حدیث یاد کرلوں۔

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ اَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيَّ يَقُولُ حَدَّثَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ وَاَبُو الزُّبَيْرِ وَاَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سُفْيَانُ بِيَدِهٖ يَقْبِضُهَا .

◆◆ ابن ابی عمر' سفیان کے حوالہ سے' ایوب سختیانی کا یہ قول نقل کرتے ہیں: ابوزبیر نے' ابوزبیر نے' ابوزبیر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے۔ سفیان نے ہاتھ (کی انگلیوں) کو بند کرتے ہوئے یہ الفاظ استعمال کیے۔

قَالَ اَبُو عِيسٰى: اِنَّمَا يَعْنِي بِذٰلِكَ الْاِتْقَانَ وَالْحِفْظَ وَيُرْوٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يَقُولُ كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ مِيزَانًا فِي الْعِلْمِ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتقان اور حفظ کے حوالہ سے مستند تھے۔

عبداللہ بن مبارک' سفیان ثوری کا یہ قول نقل کرتے ہیں: عبدالملک بن ابوسلیمان علم کا ترازو تھے۔

حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ تَرَكَهُ شُعْبَةُ مِنْ اَجْلِ الْحَدِيثِ الَّذِي رَوَاهُ فِي الصَّدَقَةِ يَعْنِي حَدِيثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُمُوشًا فِي وَجْهِهٖ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا يُغْنِيهِ قَالَ خَمْسُونَ

دِرْهَمًا اَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ .

ابوبکر علی بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے حکیم بن جبیر کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بولے: شعبہ نے انہیں اُن کی صدقہ کے بارے میں نقل کردہ روایت کی وجہ سے متروک قرار دے دیا تھا یعنی وہ حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے طور پر منقول ہے۔

جو شخص لوگوں سے مانگے اور اُس کے پاس اتنا کچھ ہو جس کی موجودگی میں مانگنے کی ضرورت نہ ہو تو یہ چیز قیامت کے دن اُس کے چہرے پرنشان کے طور پر ہوگی۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! جس کی موجودگی میں مانگنے کی ضرورت نہ ہو اس سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پچاس درہم یا اُن کی قیمت جتنا سونا۔

قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى وَقَدْ حَدَّثَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَزَائِدَةُ قَالَ عَلِيٌّ وَلَمْ يَرَ يَحْيَى بِحَدِيثِهِ بَأْسًا .

علی، یحییٰ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سفیان ثوری اور زائدہ نے حکیم بن جبیر کے حوالہ سے احادیث نقل کی ہیں۔

علی بیان کرتے ہیں: یحییٰ بن سعید، حکیم بن جبیر کی نقل کردہ روایات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ بِحَدِيثِ الصَّدَقَةِ قَالَ يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ صَاحِبُ شُعْبَةَ لِسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ لَوْ غَيْرُ حَكِيمٍ يُحَدِّثُ بِهٰذَا فَقَالَ لَهُ سُفْيَانُ وَمَا لِحَكِيمٍ لَا يُحَدِّثُ عَنْهُ شُعْبَةُ اٰال نَعَمْ فَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ سَمِعْتُ زُبَيْدًا يُحَدِّثُ بِهٰذَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ .

محمود بن غیلان، یحییٰ بن آدم، سفیان ثوری، حکیم بن جبیر کے حوالہ سے صدقہ کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں۔

یحییٰ بن آدم کہتے ہیں: شعبہ کے شاگرد عبداللہ بن عثمان نے سفیان ثوری سے کہا: کاش! حکیم کے علاوہ کسی اور راوی نے اسے نقل کیا ہوتا؟ تو سفیان نے اُن سے کہا: حکیم میں کیا خرابی ہے؟ کیا شعبہ اُس کے حوالہ سے احادیث روایت نہیں کرتے؟ تو عبداللہ نے جواب دیا: جی ہاں! تو سفیان ثوری بولے: میں نے زبیر نامی راوی کو محمد بن عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالہ سے یہ روایت نقل کرتے ہوئے سنا ہے (یعنی اُنہوں نے اس روایت کی دوسری سند بیان کردی)۔

شرح

چودھویں بحث: مختلف فیہ رواۃ کا تعارف:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ضعیف رواۃ کا تذکرہ کیا تھا، پھر متکلم فیہ رواۃ کا ذکر کیا، پھر ثقہ رواۃ کا تعارف پیش کیا اور اب مختلف فیہ رواۃ کا تعارف کروار ہے ہیں۔ متکلم فیہ رواۃ سے وہ مراد ہیں جن میں جرح وتعدیل دونوں جمع ہوں گے جرح نے ان کی عدالت کو متاثر کیا ہو۔ مختلف فیہ سے مراد وہ روایت ہیں جن میں جرح وتعدیل دونوں جمع ہوں لیکن جرح نے ان کی

عدالت کو متاثر نہ کیا ہو بلکہ وہ حسب دستور ثقہ و قابل اعتبار ہوں۔ تاہم جس غلطی کی وجہ سے اس میں جرح کی گئی ہو اسے معلوم کرنا پڑے گا۔

تین مختلف فیہ رواۃ کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱-حضرت عبدالملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کا شمار محدثین کبار میں ہوتا ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تعلیقاً روایات نقل کی ہیں، حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث شفعہ کی وجہ سے انہیں مختلف فیہ رواۃ میں شمار کرتے ہیں اور ان کے علاوہ اس روایت کی وجہ سے انہیں مختلف فیہ رواۃ میں شمار نہیں کیا۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حضرت عبدالملک رحمہ اللہ تعالیٰ کسوٹی ہیں جس کی وجہ سے صحیح اور سقیم رواۃ میں امتیاز کیا جا سکتا ہے۔

۲-حضرت ابوزبیر محمد بن مسلم مکی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ مکہ معظّمہ کے باشندے تھے، امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام محدثین انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں، ارباب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی ہے، حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال درجہ کا ثقہ بتایا ہے۔ حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف فیہ رواۃ میں اس لئے شمار کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوزبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو کم تول رہے تھے حالانکہ وہ چیز اپنے لئے تول رہے تھے، کم تولنا برا اس وقت ہوگا جبکہ وہ کسی دوسرے کو دینے کے لئے ہو اور اگر اپنے لئے ہو تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔

۳-حضرت حکیم بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف رواۃ میں شمار کیا ہے جبکہ حضرت یحییٰ بن سعید القطان، حضرت علی المدینی اور حضرت سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں غیر مشروط طور پر ثقہ قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو آپ کے متعلق غلط فہمی ہوگئی تھی کہ ان کے خیال کے مطابق پچاس ہزار درہم یا اس کی قیمت بقدر سونا زیادہ رقم نہیں ہے، سوال سے مانع تو قلیل رقم بھی ہو سکتی ہے، حضرت شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خیال اس طرف گیا کہ شاید حکیم صاحب نے اس روایت میں کچھ گڑبڑ کی ہو جبکہ حالات وزمان ومکان کے اختلاف سے یہ زیادہ رقم نہیں ہے، یہ بعض گھرانوں کا ایک دن کا خرچہ ہے، پھر جب حکیم کے متابع موجود ہیں تو حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خیال بے معنیٰ ہو کر رہ جاتا ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَمَا ذَكَرْنَا فِیْ هٰذَا الْكِتَابِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ فَاِنَّمَا اَرَدْنَا بِهٖ حُسْنَ اِسْنَادِهٖ عِنْدَنَا. كُلُّ حَدِيْثٍ يُرْوٰی لَا يَكُوْنُ فِیْ اِسْنَادِهٖ مَنْ يُّتَّهَمُ بِالْكَذِبِ وَلَا يَكُوْنُ الْحَدِيْثُ شَاذًّا وَّيُرْوٰی مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوَ ذَاكَ فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

امام ترمذی فرماتے ہیں: ہم نے اس کتاب میں جس روایت کو "حدیث حسن" قرار دیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے

کہ اُس کی سند ہمارے نزدیک عمدہ ہے۔

• ایسی ہر وہ حدیث جس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہ ہو، جس پر جھوٹ نقل کرنے کا الزام ہو اور جو حدیث شاذ نہ ہو اور کسی دوسری سند کے حوالہ سے بھی منقول ہے، تو ایسی روایت ہمارے نزدیک "حدیث حسن" ہوگی۔

شرح

پندرھویں بحث: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح "حدیث حسن" کی وضاحت:

صحیح: صحیح اس حدیث کو کہا جاتا ہے، جس میں پانچ امور پائے جائیں:

(۱) تمام راوی ثقہ و با اعتماد ہوں۔ (۲) تمام روات کو سند حدیث خوب محفوظ ہو۔ (۳) سند کا کوئی راوی متروک نہ ہو۔ (۴) سند میں علت خفیہ قادحہ نہ ہو۔ (۵) وہ روایت شاذ نہ ہو۔

حسن: حدیث حسن وہ ہے، جس کی سند سے کوئی راوی قلیل الضبط یعنی اس کے حافظہ میں خرابی پیدا ہوگئی ہو، حدیث اسے خوب محفوظ نہ ہو جبکہ صحیح کی چار شرائط اس میں موجود ہوں یعنی روات عادل ہوں، سند متصل ہو، سند میں علت خفیہ نہ پائی جائے اور وہ روایت شاذ نہ ہو۔

غرض و غایت حسن: حسن اور صحیح دونوں مختلف اور متضاد امور ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے لیکن حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف "جامع ترمذی" میں حسن کو دو طریقے سے استعمال کیا ہے: (۱) صحیح سے ملا کر، (۲) بالکل الگ۔ اس مقام پر اس کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔

جہاں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "حسن" کو "صحیح" کے ساتھ ملا کر استعمال کیا ہے، وہاں انہوں نے خود اس کی وضاحت نہیں کی کہ اس کا مطلب و مفہوم کیا ہے؟ مختلف علماء کی طرف سے اس کی توجیہات بیان کی گئی ہیں جو تسلی بخش نہیں ہیں مثلاً یہ بات علیٰ وجہ الترديد بیان کی گئی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے مگر اس سے بھی تذبذب اور اشکال دور نہیں ہو سکتا۔ باقی توجیہات کی بھی یہی صورتحال ہے۔

(i) ایک توجیہ جو قابل قبول ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں اصطلاحات حدیث مختلف رائج تھیں مگر اعلیٰ درجہ کی احادیث کو کوئی "صحیح" کہتا تھا اور کوئی "حسن" کہتا تھا۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں اصطلاحات کو جمع کر کے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے: **ای هٰذا حديث صحيح في اصطلاح قوم و حسن في اصطلاح آخرين،** یعنی یہ حدیث ایک جماعت کے ہاں "صحیح" ہے اور دوسری جماعت کے نزدیک "حسن" ہے۔

(ii) حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں فن حدیث کے لئے مختلف اصطلاحات استعمال ہوتی تھیں مگر زیادہ مشہور اصطلاحات دو تھیں: (i) صحیح، (ii) حسن۔ آپ نے دونوں اصطلاحات کو بطور تاکید و ترادف جمع کر کے استعمال کرنا شروع کر دیا اور جامع ترمذی کی اسی (۸۰) فیصد احادیث کے بارے میں یہی فیصلہ ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ جدید اصطلاح خوب شہرت پذیر ہوئی مگر اس کا استعمال آپ تک محدود رہا۔

(iii) حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسے دور میں اپنی کتاب تصنیف فرمائی کہ اس میں دونوں اصطلاحات الگ الگ استعمال ہوتی تھیں: (i) قدیم (صحیح)، (ii) جدید (حسن)، آپ کو یہ دشواری پیش آئی کہ اس کتاب میں کونسی اصطلاح اختیار کی جائے؟ غور و خوض کے بعد آپ نے فیصلہ کیا کہ دونوں اصطلاحات کو جمع کر لیا جائے تا کہ قدیم و جدید دونوں اوصاف یکجا ہو جائیں۔ اس طرح حدیث پر ''صحیح حسن'' کا اضافہ ہوا اور جدید اصطلاح وجود میں آ گئی۔

''حدیث حسن'' کا مفہوم:

جب لفظ ''حدیث'' کے ساتھ محض ''حسن'' کا اضافہ کیا جائے یعنی اصطلاح ''صحیح'' کے بغیر صرف لفظ ''حسن'' استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب کیا ہوگا؟ اس (حدیث حسن) کا مطلب و مفہوم حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کی سند میں تین امور جمع ہوں:

(۱) سند کا کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو: اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی راوی واضع یا کذاب نہ ہو، جب تہمت کذب کے الزام کی نفی کر دی گئی تو کذب و وضع کی از خود نفی ہو گئی۔ تاہم باقی اسباب طعن ''حدیث حسن'' سے متصادم نہیں ہیں۔

۲- روایت شاذ نہ ہو: اس سے مراد ہے کہ وہ روایت ثقہ رواۃ کے خلاف نہ ہو یا اس کے متابع موجود ہوں۔ شذ یشذ شذوذاً کا معنی ہے: جماعت سے الگ کرنا یا الگ ہونا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شاذ وہ حدیث ہے کہ ثقہ رواۃ اسے نقل کریں مگر ایک راوی ان سے الگ ہو جائے اور وہ ان کے خلاف نقطہ نظر اختیار کرے۔

۳- وہ حدیث متعدد سندوں سے منقول ہو: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کا مضمون کثیر اسانید سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو۔

فائدہ نافعہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''حدیث حسن'' اور ''حسن لذاتہ'' دونوں مختلف چیزیں ہیں۔ معمولی ضعیف حدیث بھی حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''حدیث حسن'' ہو سکتی ہے مگر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث حسن لذاتہ کی تعریف کے پیش نظر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ پر معترض ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی تحسین مضحکہ خیز ہے۔

سوال: تعریفات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ''صحیح'' اور ''حسن'' دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، دونوں میں تضاد ہے اور اجتماع متناقضین جائز نہیں ہے۔ تو پھر یہ اصطلاح کیسے درست ہو سکتی ہے؟

جواب: (۱) علامہ صلاح الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں لفظ ''حسن'' کا اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں ہے جس میں راوی کی کمی کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے بلکہ لغوی معنیٰ مراد ہے: پسندیدہ ہونا۔

(۲) علامہ تقی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لفظ ''حسن'' ، صحیح کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، وہ ''لابشرط شیء'' کے درجہ میں ہے، جس کا مفہوم یہ ہے: اس روایت کی کسی بھی صفت میں کمی ملحوظ نہیں ہو سکتی۔

(۳) امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس روایت کو حسن اور صحیح کہا جاتا ہے، وہ مطلق حسن اور مطلق صحیح سے الگ چیز ہے اور یہ دونوں اصطلاحات کا میانہ درجہ ہے۔

(۴) حضرت امام بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ''حسن'' اور ''صحیح'' دونوں مترادف ہیں۔

(۵) کچھ روات جوانی اور صحت کے زمانہ میں صحیح صفات کے جامع ہوتے ہیں لیکن بڑھاپے میں ان صفات میں یقیناً کمی آجاتی ہے، تو دونوں حالتوں کی روایت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''حسن صحیح'' ہے۔

(۶) حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کو تردد ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک جو حدیث ''حسن'' ہوتی ہے، تو بعض کے نزدیک وہی ''صحیح'' ہوتی ہے، تو یہاں درمیان میں لفظ ''اَوْ'' مقدر ہے۔

(۷) نیز فرمایا: یہاں مطلب یہ ہے کہ یہ روایت دو اسناد سے مروی ہے: ایک کے اعتبار سے ''حسن'' ہے اور دوسری کے اعتبار سے ''صحیح''۔

(۸) اعلیٰ اور کمال درجہ کی روایات کو کوئی ''حسن'' کہتا تھا اور کوئی ''صحیح'' کہتا تھا جبکہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں اصطلاحات کو جمع کرتے ہوئے فرمایا: هٰذَا حديث حسن صحيح۔

وَمَا ذَكَرْنَا فِي هٰذَا الْكِتَابِ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ فَإِنَّ اَهْلَ الْحَدِيْثِ يَسْتَغْرِبُوْنَ الْحَدِيْثَ لِمَعَانٍ . رُبَّ حَدِيْثٍ يَكُوْنُ غَرِيْبًا لَا يُرْوَى اِلَّا مِنْ وَجْهٍ وَّاحِدٍ مِثْلُ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِى الْعُشَرَاءِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَكُوْنُ الذَّكَاةُ اِلَّا فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ فَقَالَ لَوْ طَعَنْتَ فِيْ فَخِذِهَا اَجْزَاَ عَنْكَ فَهٰذَا حَدِيْثٌ تَفَرَّدَ بِهِ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِى الْعُشَرَاءِ وَلَا يُعْرَفُ لِاَبِى الْعُشَرَاءِ عَنْ اَبِيْهِ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثُ وَاِنْ كَانَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مَشْهُوْرًا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ . فَاِنَّمَا اشْتُهِرَ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهِ .

◆◆ ہم نے اس کتاب میں جس حدیث کو غریب قرار دیا ہے، تو علم حدیث کے ماہرین، حدیث کے غریب ہونے کو مختلف معانی میں استعمال کرتے ہیں۔

بعض اوقات کوئی حدیث اس حوالہ سے غریب ہوتی ہے کہ وہ صرف ایک ہی سند سے منقول ہوتی ہے، جیسے حماد بن سلمہ نے ابوعشراء کے حوالہ سے، اُن کے والد کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا (شرعی) ذبح صرف حلق اور لبہ میں ہوتا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم جانور کی ران میں (تیر یا نیزہ) مار دو تو تمہارے لیے یہ بھی جائز ہوگا (یعنی وہ ذبح شمار ہوگا)۔

اس روایت کو ابوعشراء کے حوالہ سے نقل کرنے میں حماد بن سلمہ منفرد ہیں۔ ابوعشراء کی اُن کے والد کے حوالہ سے صرف یہی ایک روایت منقول ہے، اگرچہ اہل علم کے نزدیک یہ حدیث مشہور ہے۔

یہ حدیث حماد بن سلمہ سے منقول ہونے کے حوالہ سے مشہور ہیں اور ہم اسے صرف اُنہی کے حوالہ سے منقول ہونے کے طور پر

جانتے ہیں۔

وَرُبَّ رَجُلٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لَا يُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ وَيَشْتَهِرُ الْحَدِيْثُ لِكَثْرَةِ مَنْ رَوٰى عَنْهُ مِثْلُ مَا رَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ .

وَهٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ رَوَاهُ عَنْهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَشُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ .

◆◆ بعض اوقات ائمہ میں سے کوئی امام کوئی روایت نقل کر دیتا ہے حالانکہ وہ روایت صرف اُسی امام کے حوالہ سے منقول ہوتی ہے لیکن اُس امام سے نقل کرنے والے راوی بکثرت ہوتے ہیں اور اس وجہ سے وہ حدیث مشہور ہو جاتی ہے۔ جیسے عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو فروخت کرنے اور اُسے ہبہ کرنے سے منع کیا ہے۔

ہم اس روایت کو صرف عبداللہ بن دینار سے منقول ہونے کے حوالہ سے جانتے ہیں۔

عبیداللہ بن عمر' شعبہ' سفیان ثوری' امام مالک' ابن عیینہ اور دیگر ائمہ نے اس روایت کو عبداللہ بن دینار کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَوَهِمَ فِيْهِ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ وَّالصَّحِيْحُ هُوَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ هٰكَذَا رَوٰى عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ .

وَرَوَى الْمُؤَمَّلُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ شُعْبَةَ فَقَالَ شُعْبَةُ لَوَدِدْتُّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ دِيْنَارٍ اَذِنَ لِىْ حَتّٰى كُنْتُ اَقُوْمُ اِلَيْهِ فَاُقَبِّلُ رَاْسَهٗ .

◆◆ یحییٰ بن سلیم نے اس روایت کو عبیداللہ بن عمر کے حوالہ سے' نافع کے حوالہ سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن اسے نقل کرنے میں یحییٰ بن سلیم کو وہم ہوا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت عبیداللہ بن عمر کے حوالہ سے' عبداللہ بن دینار کے حوالہ سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عبدالوہاب ثقفی اور عبداللہ بن نمیر نے اسے اسی طرح' عبیداللہ بن عمر' عبداللہ بن دینار کے حوالہ سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

مؤمل نے اس حدیث کو شعبہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ شعبہ کہتے ہیں: میری یہ خواہش تھی کہ عبداللہ بن دینار مجھے یہ اجازت دیں تو میں اٹھ کر اُن کے سر کو بوسہ دوں۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرُبَّ حَدِيْثٍ اِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ لِزِيَادَةٍ تَكُوْنُ فِى الْحَدِيْثِ وَاِنَّمَا يَصِحُّ اِذَا كَانَتِ الزِّيَادَةُ

مِمَّنْ يُعْتَمَدُ عَلٰى حِفْظِهٖ مِثْلُ مَا رَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ قَالَ وَزَادَ مَالِكٌ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: بعض اوقات کوئی حدیث کسی روایت میں منقول ''اضافی الفاظ'' کی وجہ سے غریب قرار دی جاتی ہے۔ یہ اضافی نقل 'مستند شمار ہوتی ہے' جبکہ یہ کسی ایسے شخص کے حوالے سے منقول ہو' جس کا حافظہ قابل اعتماد ہو۔

جیسے امام مالک بن انس نے نافع کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں صدقۂ فطر کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو کی ادائیگی' ہر آزاد اور غلام' مذکر و مونث مسلمان پر لازم قرار دی ہے۔

اس روایت میں لفظ ''مسلمان'' اضافی طور پر صرف امام مالک نے نقل کیا ہے۔

وَرَوٰى اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِىُّ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ نَّافِعٍ مِثْلَ رِوَايَةِ مَالِكٍ مِمَّنْ لَّا يُعْتَمَدُ عَلٰى حِفْظِهٖ ۔

وَقَدْ اَخَذَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ بِحَدِيْثِ مَالِكٍ وَّاحْتَجُّوْا بِهٖ مِنْهُمُ الشَّافِعِىُّ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَا اِذَا كَانَ لِلرَّجُلِ عَبِيْدٌ غَيْرُ مُسْلِمِيْنَ لَمْ يُؤَدِّ عَنْهُمْ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاحْتَجَّا بِحَدِيْثِ مَالِكٍ فَاِذَا زَادَ حَافِظٌ مِّمَّنْ يُّعْتَمَدُ عَلٰى حِفْظِهٖ قُبِلَ ذٰلِكَ عَنْهُ ۔

◆◆ ایوب سختیانی' عبیداللہ بن عمر اور دیگر ائمہ نے اس روایت کو نافع کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس میں لفظ ''مسلمان'' ذکر نہیں کیا۔

بعض حضرات نے اسے نافع کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے' جس طرح امام مالک نے نقل کیا ہے' لیکن ان حضرات کا حافظہ قابل اعتماد نہیں ہے۔

کئی ائمہ نے امام مالک کے نقل کردہ اضافی الفاظ کو اختیار کیا (یعنی اُس کے مطابق فتویٰ دیا ہے) اور اس روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان ائمہ میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: اگر کسی شخص کے کچھ غیر مسلم غلام ہوں' تو وہ شخص اُن کی طرف سے صدقۂ فطر ادا نہیں کرے گا (کیونکہ حدیث کے لفظ ''مسلمان'' سے یہ ثابت ہے کہ صدقۂ فطر کی ادائیگی صرف مسلمانوں پر لازم ہے)۔

ان دونوں حضرات نے امام مالک کی نقل کردہ روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

لہٰذا جب (احادیث کا) کوئی ایسا حافظ جس کا حافظہ قابل اعتماد ہو وہ کوئی لفظ اضافی نقل کرے گا' تو یہ چیز اُس کی طرف سے قبول کی جائے گی۔

وَرُبَّ حَدِيْثٍ يُّرْوٰى مِنْ اَوْجُهٍ كَثِيْرَةٍ وَّاِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ لِحَالِ الْاِسْنَادِ ۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّاَبُوْ هِشَامِ الرِّفَاعِيُّ وَاَبُو السَّائِبِ وَالْحُسَيْنُ بْنُ الْاَسْوَدِ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَافِرُ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ وَّالْمُؤْمِنُ يَاْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ .

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ .

بعض اوقات کوئی حدیث کئی حوالوں سے منقول ہوتی ہے' لیکن اُس کی سند کی حالت کی وجہ سے' اُسے ''غریب'' قرار دے دیا جاتا ہے۔

جیسے ابوکریب' ابوہشام رفاعی' ابوصائب' حسین بن اسود' یہ سب حضرات بیان کرتے ہیں: ابواُسامہ نے برید بن عبداللہ کے حوالہ سے' اپنے دادا ابوبردہ کے حوالہ سے' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

''کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے''۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس حوالے سے' اس سند کے اعتبار سے ''حسن غریب'' ہے۔

وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ مُوْسٰى .

سَاَلْتُ مَحْمُوْدَ بْنَ غَيْلَانَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثُ اَبِيْ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ .

یہی حدیث دوسری سند کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے' اس حدیث کے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالہ سے' اسے غریب قرار دیا گیا ہے۔

میں نے محمود بن غیلان سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو وہ بولے: یہ حدیث ابوکریب کے حوالہ سے ابواُسامہ سے منقول ہے۔

وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثُ اَبِيْ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ لَمْ نَعْرِفْهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ فَقُلْتُ لَهٗ حَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ بِهٰذَا فَجَعَلَ يَتَعَجَّبُ وَقَالَ مَا عَلِمْتُ اَنَّ اَحَدًا حَدَّثَ بِهٰذَا غَيْرَ اَبِيْ كُرَيْبٍ وَقَالَ مُحَمَّدٌ كُنَّا نَرٰى اَنَّ اَبَا كُرَيْبٍ اَخَذَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ فِي الْمُذَاكَرَةِ .

میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو وہ بولے: یہ حدیث ابوکریب کے حوالہ سے' ابواُسامہ سے منقول ہے' اور ہم اس روایت کو صرف ابوکریب اور ابواسامہ کے حوالہ سے جانتے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا: کئی حضرات نے اس روایت کو ابواُسامہ کے حوالہ سے اسی طرح نقل کیا ہے' تو امام بخاری نے اس بات پر حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: میرے علم کے مطابق ابوکریب کے علاوہ اور کسی بھی شخص نے اس روایت کو نقل نہیں کیا ہے۔

امام بخاری یہ فرماتے ہیں: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ابوکریب نے کسی مذاکرے کے دوران ابواسامہ سے یہ روایت حاصل کی تھی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ زِيَادٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ ۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ لَا نَعْلَمُ اَحَدًا حَدَّثَ بِهٖ عَنْ شُعْبَةَ غَيْرَ شَبَابَةَ ۔

◈ عبداللہ بن ابوزیاد اور دیگر راویوں نے شبابہ بن سوار کے حوالے سے شعبہ بکیر بن عطاء کے حوالے سے حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "دباء" اور "مزفت" استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث اپنی سند کے حوالے سے غریب ہے ہمارے علم کے مطابق شعبہ کے حوالے سے اس روایت کو صرف شبابہ نے نقل کیا ہے۔

وَقَدْ رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوْجُهٍ كَثِيْرَةٍ اَنَّهٗ نَهٰى اَنْ يُّنْتَبَذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ وَحَدِيْثُ شَبَابَةَ اِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ لِاَنَّهٗ تَفَرَّدَ بِهٖ عَنْ شُعْبَةَ ۔

◈ دیگر کئی حوالوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات روایت کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "دباء" اور "مزفت" میں نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے۔

شبابہ کی نقل کردہ روایت کو اس حوالے سے غریب قرار دیا گیا ہے کیونکہ شعبہ کے حوالے سے اس نقل کرنے میں وہ منفرد ہیں۔

وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ الْحَجُّ عَرَفَةُ فَهٰذَا الْحَدِيْثُ الْمَعْرُوْفُ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ ۔

◈ شعبہ سفیان ثوری نے اسی سند کے ہمراہ بکیر بن عطاء کے حوالے سے حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

"حج عرفہ (یعنی میدان عرفات میں وقوف) کا نام ہے"۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے علم حدیث کے ماہرین کے نزدیک معروف ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ مُزَاحِمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَصَلّٰى عَلَيْهَا فَلَهٗ قِيْرَاطٌ وَّمَنْ تَبِعَهَا حَتّٰى يُقْضٰى قَضَاؤُهَا فَلَهٗ قِيْرَاطَانِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ اَصْغَرُهُمَا مِثْلُ اُحُدٍ ۔

◈ محمد بن بشار معاذ بن ہشام اُن کے والد یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے ابومزاحم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اُنہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہوئے سنا ہے:

"جو شخص جنازے کے ساتھ جائے اور نماز جنازہ ادا کرے اُسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور جو شخص جنازے کے ساتھ جائے یہاں تک کہ اُس کے فرض کو ادا کرے (یعنی دفن ہونے تک ساتھ رہے) تو اُسے دو قیراط ثواب ملے گا۔

لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ دو قیراط کتنے ہوں گے؟ نبی اکرم e نے فرمایا: ان دونوں میں سے چھوٹے والا اُحد

پہاڑ جتنا ہوگا''۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سَلَّامٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُزَاحِمٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ .

◆◆ عبداللہ بن عبدالرحمٰن' مروان بن محمد' معاویہ بن سلام' یحییٰ بن ابوکثیر' ابومزاحم' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے اُسے ایک قیراط ثواب ملے گا''۔

اُس کے بعد اُنہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاَخْبَرَنَا مَرْوَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سَلَّامٍ قَالَ قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي اَبُوْ سَعِيْدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ سَفِينَةَ عَنِ السَّائِبِ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

◆◆ امام دارمی فرماتے ہیں: مروان نے معاویہ بن سلام' یحییٰ' ابوسعید' حمزہ بن سفینہ' سائب' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

قُلْتُ لِاَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا الَّذِي اسْتَغْرَبُوْا مِنْ حَدِيثِكَ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ حَدِيثَ السَّائِبِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيثَ .

وَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيلَ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ .

◆◆ (امام ترمذی کہتے ہیں:) میں نے امام دارمی سے پوچھا: عراق میں آپ کی نقل کردہ کون سی روایات کو غریب قرار دیا جاتا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا: سائب کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کردہ روایات کو (غریب قرار دیا جاتا ہے)۔ اُس کے بعد اُنہوں نے یہ حدیث ذکر کی۔

میں نے امام بخاری کو یہ حدیث' امام دارمی کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيسَى: وَهٰذَا حَدِيثٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ هٰذَا الْحَدِيثُ لِحَالِ اِسْنَادِهِ لِرِوَايَةِ السَّائِبِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث دوسری سند کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

اس حدیث کو اس کی سند کی وجہ سے غریب قرار دیا گیا ہے' کیونکہ اسے سائب نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ اَبِىْ قُرَّةَ السَّدُوْسِىُّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْقِلُهَا وَاَتَوَكَّلُ اَوْ اُطْلِقُهَا وَاَتَوَكَّلُ قَالَ اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ ۔

قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ هٰذَا عِنْدِىْ حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ ۔

◆◆ ابوحفص، عمرو بن علی، یحیٰی بن سعید القطان کے حوالہ سے، مغیرہ بن ابوقرہ سدوسی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے:

''ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں جانور کو باندھ کر توکل کروں، یا اُسے کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اُسے باندھ کر توکل کرو''۔

عمرو بن علی، یحیٰی بن سعید کا یہ قول نقل کرتے ہیں: میرے نزدیک یہ حدیث ''منکر'' ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ ۔

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالہ سے ''غریب'' ہے، ہم اس کے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کو صرف اسی سند کے حوالہ سے جانتے ہیں۔

وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا ۔

◆◆ حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت نقل کی گئی ہے۔

شرح

سولہویں بحث: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اصطلاح غریب اور اس کی اقسام:

لفظ ''غریب'' کا لغوی معنیٰ ہے: غیر مانوس، اجنبی، منفرد ہونا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: ضعیف حدیث، کیونکہ وہ غیر مانوس اور اجنبیت کے درجہ میں ہوتی ہے۔ ایسی حدیث ہے جس کی سند کے تمام طبقات میں یا بعض میں ایک راوی ہو۔ اس کی مثال مشہور روایت ہے: **انما الاعمال بالنیات**۔

حدیث غریب کی اقسام:

حدیث غریب کی دو اقسام ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) فرد مطلق:

وہ حدیث ہے جس کی اصل سند میں غربت موجود ہو اور اصل سند سے مراد سند کی وہ جانب ہوتی ہے جس میں صحابی ہو یعنی تابعی صحابی سے روایت کرنے میں منفرد ہو، مثلاً **نھی عن بیع الولاء** والی روایت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''الولاء لحمة كلحمة النسب لايباع ولا يوهب ولا يورث . یعنی ولاء نسبی رشتہ کی مثل ہوتی ہے اسے نہ فروخت کیا جا سکتا ہے، نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا وارث بنایا جا سکتا ہے۔'' یہ روایت حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اکیلے روایت کرتے ہیں۔

(۲) فرد نسبی:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے وسط میں غربت پائی جائے یعنی اصل سند کے راوی کثیر ہوں مگر اثناء سند میں کوئی راوی منفرد ہو۔ اس کا نام فرد نسبی رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر فرد ہونے کا حکم شخص معین کی نسبت سے لگایا جاتا ہے خواہ فی نفسہ وہ حدیث مشہور ہو۔ اس کی مثال وہ روایت ہے' جو حضرت امام مالک، حضرت امام زہری رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مثلاً یہ روایت ہے:

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکة وعلی رأسه المغفر . یعنی بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر اقدس پر خود موجود تھا۔'' یہ حضرت امام مالک، حضرت امام زہری رحمہما اللہ تعالیٰ سے منفرد روایت کرتے ہیں جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے روات کی تعداد کثیر ہے۔

حکم:

خبر غریب ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ اس پر عمل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس میں خبر عزیز کی شرائط پائی جائیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) راوی عادل ہو، (۲) عاقل ہو، (۳) ضابط ہو، (۴) مسلمان ہو، (۵) حدیث کتاب اللہ (قرآن کریم) سے متصادم نہ ہو، (۶) سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو، (۷) یہ خبر ایسے مسائل پر مشتمل نہ ہو جن کا وقوع عام ہوتا ہے۔ (۸) عندالضرورت کسی صحابی نے اس حدیث کو بطور حجت پیش کرنا ترک نہ کیا ہو۔

مشہور کتب غرائب:

فن غرائب میں بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں جن میں سے تین مشہور حسب ذیل ہیں:

(۱) غرائب مالک لامام دارقطنی، (۲) الافراد لامام دارقطنی، (۳) السنن التی تفرد بکل سنة منها اهل بلدة لامام ابی داؤد سجستانی رحمه الله تعالیٰ۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وضاحت:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں لفظ ''غریب''، بمعنی ''ضعیف'' استعمال کیا جاتا تھا بلکہ انہوں نے خود یہ لفظ بمعنی ''ضعیف'' استعمال کیا ہے اور نہایت درجہ کی ضعیف حدیث کے لئے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ ''منکر'' استعمال کرتے ہیں۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لفظ ''غریب'' تین معانی کے لئے استعمال کیا ہے جس کی تفصیل حسب

ذیل ہے:

۱- جس حدیث کی محض ایک سند ہو، حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے ''غریب'' قرار دیتے ہیں خواہ نیچے (سلسلہ سند میں) وہ مشہور ہوگئی ہو مثلاً حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت نقل کی جبکہ نیچے مشہور ہو جانے کی مثال حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت بیان کی ہے۔

۲- جو حدیث فی نفسہ مشہور ہو لیکن کسی خاص طریق سے راوی نے متن یا سند میں اضافہ کر دیا ہو تو حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو بھی ''غریب'' قرار دیتے ہیں مثلاً صدقہ فطر والی روایت میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ الفاظ ''من المسلمین'' کا اضافہ کرتے ہیں پھر اس کا حکم بیان کرتے ہیں کہ وہ اضافہ ثقہ راوی کی طرف سے کیا گیا ہو تو قابل قبول ہوگا ورنہ مردود ہے۔

۳- جب کوئی روایت فی نفسہ مشہور ہو، متعدد صحابہ سے مروی ہو لیکن وہ حدیث کسی خاص صحابی سے مشہور نہ ہو جبکہ اس کی سند بھی ایک ہو، تو حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ غریب ہے۔ انہوں نے اس کی چار مثالیں پیش کر کے اپنا رسالہ (کتاب العلل) ختم کیا ہے۔

وَقَدْ وَضَعْنَا هٰذَا الْكِتَابَ عَلَى الْاِخْتِصَارِ لِمَا رَجَوْنَا فِيْهِ مِنَ الْمَنْفَعَةِ بِمَا فِيْهِ وَاَنْ لَّا يَجْعَلَهٗ عَلَيْنَا وَبَالًا بِرَحْمَتِهٖ اٰمِيْنَ.

◆◆ ہم نے اس کتاب کو مختصر طور پر مرتب کیا ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ اس میں موجود معلومات (قارئین کے لئے) فائدہ مند ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے وسیلہ سے (اسے ہمارے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند بنائے!) اسے ہمارے لیے وبال نہ بنائے! آمین!

کلمات اختتامیہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۴ جنوری ۲۰۱۵ء کو بروز اتوار سحری کے وقت بعون اللہ تعالیٰ جامع ترمذی کی شرح کا آغاز کیا۔ الحمد للہ! آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت، اساتذہ کرام کے روحانی فیضان اور والدین کریمین کی دعاؤں سے ۲ ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۶ جولائی ۲۰۱۸ء میں بروز پیر صبح چاشت کے وقت پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ○ اللّٰهم اغفرلی ولوالدی ولمشائخی بجاہ سیّد المرسلین وطٰہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد یلیین قصوری نقشبندی

تاریخ حدیث میں تطبیق احادیث کا عظیم محققانہ ذخیرہ روایات

شرح طحاوی شریف

(شرح معانی الآثار)

تصنیف

1

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی

مترجم و شارح

استاذ العلماء محمد لیاقت علی رضوی حنفی

مکمل 5 جلدیں

شبیر برادرز ®
بیسمنٹ شیرز بلاک ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
shabbirbrother786@gmail.com

شرح ترمذی شریف

شمائل ترمذی

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

حضرت علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

شرح جامع ترمذی شریف

شمائل ترمذی

8

تصنیف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذیؒ

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شرح

محمد یٰسین قصوری نقشبندی دامت برکاتہم

شبیر برادرز®

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

هو القادر

مترجم ـــــــــ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

شرح ـــــــــ محمد یٰسین قصوری نقشبندی

کمپوزنگ ـــــــــ ورڈز میکر

باہتمام ـــــــــ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ـــــــــ اگست 2017ء

سرورق ـــــــــ اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور 0322-7202212

طباعت ـــــــــ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ـــــــــ روپے فی جلد

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

شرح شمائل ترمذی

شرح شمائل ترمذی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی قَالَ الشَّيْخُ الْحَافِظُ

اَبُوْ عِيْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَی بْنِ سُوْرَةَ التِّرْمَذِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی

لفظ: شمائل ٗشمال کی جمع ہے ٗجس طرح ''خصائل'' خصال کی جمع ہے۔اس کا معنی ہے: عادت ٗخصلت ٗطبیعت ۔ یہاں ''شمائل'' سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ ہے۔حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''جامع ترمذی'' کے آخر میں ''ابواب المناقب'' لائے ہیں جن کے آغاز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وخصائل کے حوالے سے چند احادیث لائے ہیں پھر مناقب صحابہ شروع کر دیے۔ چونکہ یہ مضمون تشنہ رہ گیا تھا ٗاس لیے اس کی تکمیل کے لیے انہوں نے ''شمائل الترمذی'' کے نام سے مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس میں شمائل وسیرت کے حوالے سے احادیث مبارکہ جمع فرمائیں۔ یہ رسالہ (پاک وہند میں) جامع ترمذی کے آخر میں بطور لاحقہ مسلسل شائع ہورہا ہے۔اس کی احادیث مبارکہ کی توضیحات وفوائد سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

سوال: کتاب ''شمائل ترمذی'' میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ' حیات طیبہ ' بیان کی گئی ہے اور ''شمائل ترمذی'' کا معنی ہے: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عادات ٗتو یہ مناسبت درست نہیں ہے؟

جواب: لفظ: الشمائل ٗپر الف ٗلام عہد ذہنی کا ہے ٗجس کا مفہوم ہے کہ اس کتاب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ حالات طیبات ہیں جو حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمع کیے ہیں۔

سوال: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''جامع ترمذی'' میں حیات مقدسہ کو شامل کرنے کے بجائے الگ کتاب کیوں تصنیف فرمائی؟

جواب: علماء کرام نے علم حدیث کے اَسّی (۸۰) شعبہ جات تحریر کیے ہیں جن میں سے ایک ''شمائل'' ہے ٗاس لیے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''شمائل'' پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

سوال: کتب سیرت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ بیان کی گئی ہے اور ''شمائل'' میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال بیان کیے گئے ہیں ٗدونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: خواہ کتب سیرت اور شمائل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے گئے ہیں لیکن دونوں میں نمایاں فرق ہے۔ کتب سیرت میں حیات مقدسہ تاریخ کے اعتبار سے بیان کیے گئے ہیں مگر شمائل میں حالات طیبہ احادیث کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں۔

سوال: لفظ 'خَلق اور خُلق میں کیا فرق ہے؟

جواب: لفظ: خَلق کی تعریف بایں الفاظ کی گئی ہے: صورة الانسان او ظاهرة المدركة بالبصرت انسان کی ظاہری صورت جو آنکھوں سے ملاحظہ کی جاسکتی ہو۔ لفظ: خُلق 'صورة الانسان الباطنة المدركة بالبصرة ۔ انسان کی خفیہ صورت جو عقل وشعور سے معلوم کی جاسکتی ہو۔

مدینہ منورہ کی مساجد جو نسبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہیں

مدینہ طیبہ میں اٹھارہ (۱۸) مساجد ایسی ہیں، جو نسبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہیں، ان کے نام مع مختصر تعارف حسب ذیل ہیں:

۱- مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ہجرت مدینہ کے بعد مرکزی مسجد یہی ہے' جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر کروائی تھی، اس سے متصل امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرات تھے، اس مسجد کی تعمیر میں آپ نے ذاتی طور پر حصہ لیا تھا، یہی مسجد مسلمانوں کا مرکز ومحور قرار پائی، آپ تاحیات اس میں امامت وخطبہ جمعہ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی مسجد کے دامن میں مدرسہ صفہ تھا اور اسی مسجد میں مہاجرین وانصار کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا تھا۔

۲- مسجد الجمعہ: اس کو مسجد الوادی اور مسجد عاتکہ بھی کہتے ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے تذکرہ میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جب جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ منورہ کو متوجہ ہوئے ابھی آپ قبیلہ بنی سالم بن عوف میں پہنچے ہی تھے کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے جمعہ کی نماز اسی مقام پر ادا فرمائی، مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ قائم ہوا وہ یہی تھا۔

۳- مسجد الفضیخ: اب اس کو مسجد الشمس کہتے ہیں۔ مسجد قبا کے قریب یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے' جو مسجد قبا سے مشرقی جانب ایک بلند مقام پر سیاہ پتھروں سے بنی ہوئی ہے، اس کی چھت خالی ہے مربع گیارہ در گیارہ گز ہے۔ جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی النضیر کا محاصرہ کیا تھا اور ان کے قریب خیمہ لگایا تھا' تو چھ روز تک اس مسجد کی جگہ پر نماز ادا فرمائی تھی پھر اس کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔

۴- مسجد بنی قریظہ: یہ مسجد، مسجد شمس کے مشرقی جانب حرہ شرقیہ کے نزدیک باغات کی نہایت پر واقع ہے۔ جس وقت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا (جو یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا) محاصرہ کیا تھا' تو آپ نے اسی جگہ نزول فرمایا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اس مقام کے پڑوس میں ایک مکان تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ادا فرمائی تھی۔ ولید بن عبدالملک نے یہ مسجد تعمیر کرتے وقت اس مکان کو بھی مسجد بنی قریظہ میں داخل کر دیا۔ یہ مقام مسجد کے مغربی شمالی گوشہ میں ہے۔ قدیم عمارت میں اس جگہ

مسجد قبا کے منار جیسا ایک منار تھا، جو امتداد زمانہ کے ہاتھوں منہدم ہو گیا۔

۵- مسجد مشربہ اُمّ ابراہیم: یہ مسجد بنی قریظہ کے شمالی جانب حرہ شرقیہ کے نزدیک نخیل کے درمیان واقع ہے، جنگل میں ایک احاطہ بغیر چھت کے ہے۔ یہ قبلہ سے شام کی جانب گیارہ گز اور شرقاً غرباً چودہ گز ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر نماز ادا فرمائی تھی مشربہ سے مراد باغ اور اُمّ ابراہیم سے مراد ماریہ قبطیہ (والدہ ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ ان کا یہاں پر ایک باغ تھا اور حضرت ابراہیم کی پیدائش بھی وہیں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات یہاں پر تھے جو فقراء کے لیے آپ نے وقف فرمائے تھے۔

۶- مسجد بنی ظفر: اب اس کو مسجد بغلہ کہتے ہیں اور عوام الناس سفرہ پیغمبر کہتے ہیں۔ یہ بقیع کے مشرقی جانب اس قبا کے راستہ میں ہے، جو فاطمہ بن اسد ام امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ظفر کے محلّہ میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابن مسعود اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما وغیرہ شامل تھے، پہنچ کر نماز ادا فرمائی تھی۔ وہاں پر ایک پتھر رکھا تھا۔ آپ اس پر بیٹھے اور قاری کو حکم فرمایا: قاری قرآن پڑھے، جب قاری اس آیت پر پہنچا: (پس کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر امت سے گواہ کو لائیں گے اور آپ کو ان سب کے اوپر گواہ بنائیں گے) سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا: اے اللہ! میں جن لوگوں میں موجود ہوں ان کا گواہ ہوں اور جن لوگوں کو میں نے نہیں دیکھا ہے ان کو میں کیسے جان سکتا ہوں؟

۷- مسجد الاجابہ: یہ بقیع کے شمالی جانب واقع ہے۔ جس جگہ شہداء کی قبور کا احاطہ ہے۔ اگر آپ اس طرف چلیں تو یہ مسجد بائیں جانب پڑے گی۔ بقیع میں یہ مسجد زمین پر واقع ہے۔ اس کا طول اور عرض قبلہ سے شام کی جانب تقریباً بیس گز اور شرقاً غرباً پچیس گز ہے، اس کو مسجد بنی معاویہ بھی کہتے ہیں۔ بنی معاویہ اوس کا ایک قبیلہ تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے تشریف لا رہے تھے کہ آپ کا گزر بنی معاویہ کی مسجد میں ہوا، آپ نے اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی نماز ادا فرمائی۔ نماز کے بعد آپ نے نہایت لمبی دعا کی، جب آپ واپس ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کی ہیں، دو قبول ہو گئیں اور ایک سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ میں نے دعا کی کہ میری امت کو قحط کی مصیبت سے نہ مارا جائے، قبول کر لی گئی۔ دوسری دعا یہ تھی کہ ان کو غرقابی سے ہلاک نہ کیا جائے، یہ دعا بھی قبول کر لی گئی۔ تیسری یہ تھی کہ میری امت آپس میں خانہ جنگی نہ کرے، مجھے اس دعا سے منع کر دیا گیا اور یہ دعا قبول نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیری امت کی ہلاکت تلوار کے ذریعے ہوگی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے قبول ہونے کی وجہ سے اس مسجد کو مسجد الاجابہ کہتے ہیں۔

۸- جب آپ سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مشہد کو تشریف لے جائیں تو یہ مسجد مشرقی راستے کی جانب پڑے گی۔ یہ ''مسجد ابی ذر غفاری'' کے نام سے بھی مشہور ہے۔

۹- مسجد البقیع: جب کوئی شخص بقیع کے دروازے سے باہر نکلے تو یہ مسجد دائیں ہاتھ پر پڑے گی۔ مشہد عقیل اور امہات المؤمنین

کے مزارات مغربی جانب ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض علماء کو اس مسجد کے متعلق کوئی قوی سند نہیں ملی ہے، اس لیے بعض یہ کہتے ہیں کہ شاید یہی وہ مقام ہے، جو بقیع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عید کا مصلّٰی قرار پایا تھا اور بعض علامات اور دلائل پر نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بظاہر یہ ابی بن کعب کی مسجد ہے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اکثر اوقات تشریف لاتے رہتے تھے اور نماز بھی ادا فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اگر لوگوں کی واپسی کا خوف نہ ہو، تو اکثر اوقات اسی مسجد میں نماز ادا کروں۔ واللہ اعلم۔

۱۰- مصلّٰی العید: یہ مدینہ منورہ سے باہر ہے۔ مصری دروازہ کے مغربی جانب اس جگہ پر جہاں سے مکہ مکرمہ کا قافلہ آتا ہے یہ مسجد وہیں پر واقع ہے 6ھ میں مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد پہلی مرتبہ عید کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں پڑھی تھی۔

۱۱- مسجد الفتح: دوسری مسجدیں جو اس کے قبلہ کی جانب ہیں، ان سب کو مساجد فتح کہتے ہیں لیکن عوام الناس ان کو اربع مساجد کہتے ہیں۔ مسجد الفتح وہی مسجد ہے، جو بلند ہے اور سلع پہاڑ کے مغربی قطعہ پر واقع ہے۔ مشرقی و شمالی جانب اس میں چند درجے ہیں، اس کو مسجد الاحزاب و مسجد اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔

۱۲- مسجد القبلتین: یہ مساجد فتح کے غربی جانب نصف میل یا اس سے کچھ کم فاصلہ پر وادی عقیق اور بیئر رومہ کے نزدیک واقع ہے۔ محمد ابن اخنس سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی سلمہ میں اُمّ میر ایک بیوہ تھیں، سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مزاج پرسی کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ کھانا تناول فرمانے کے دوران اُمّ میر ارواح کا احوال دریافت کرنے لگیں۔ اس حدیث کا شان نزول جو ارواح مؤمنین و کافرین کے متعلق وارد ہوئی ہے، اسی مجلس کا واقعہ ہے۔ جب ظہر کا وقت آیا آپ بنی سلمہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نکلے۔ دو رکعت نماز ادا فرمائی تھی کہ وحی آئی کہ قبلہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی جانب پھیر دیا گیا ہے۔ آپ نے نماز ہی کی حالت میں مڑ کر کعبہ کی جانب منہ کر لیا اور آخری دو رکعت کعبہ کی طرف ادا فرمائیں اسی وجہ سے اس کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔

۱۳- مسجد الذباب: اب اس کو مسجد الرایہ کہتے ہیں۔ جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوں تو یہ شامی راستہ سے دائیں جانب اس پہاڑ پر ملے گی جس کا نام ذباب ہے۔ اس کی بنیاد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے رکھی تھی پھر منہدم ہو گئی تھی۔ مدینہ منورہ کے بعض امراء نے اس کی تجدید کی ہے۔ مسجد فتح اور اس کے درمیان میں کوہ سلع حائل ہے۔ مساجد فتح پہاڑ کے مغربی جانب ہیں اور مسجد الذباب مشرقی جانب نہایت بلند مقام پر ہوادار اور منور ہے۔ مدینہ مطہرہ اور قبلہ منورہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد سے تجلی خاص اور مشاہدہ مخصوص رکھتا ہے۔

۱۴- مسجد الفسح: یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مشہد کے شمال جانب جبل احد کے دامن میں ہے۔ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ (اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ کشادہ ہو کر مجلسوں میں بیٹھو) آخر آیت تک اسی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ مظہری کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز احد کے دن لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد اسی مقام پر ادا فرمائی تھی۔

۱۵- مسجد عینین: بجانب قبلہ مشہد سید الشہداء کے ہے۔ اس جبل کو جبل الرمات کہتے ہیں۔ تیر انداز لشکر السلام کے روز اسی مقام پر کھڑے تھے۔ اس مسجد کا اکثر حصہ منہدم ہو چکا ہے۔ سید الشہداء کو وحشی کا حربہ بھی اسی مقام پر لگا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز احد کے دن پل کے نزدیک جبل عینین پر پڑھی تھی۔

۱۶- مسجد الوادی: جبل عینین کے شامی کنارہ پر واقع ہے۔ مظہری نے کہا ہے کہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مقام بھی یہی ہے کہ حربہ لگنے کے بعد اول مقام سے اس جگہ آ کر گر پڑے تھے۔ ابن شیبہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہونے کے بعد جبل رمات ہی کے مقام پر رہے۔ اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بطن وادی سے اٹھا کر جس مقام پر اب آپ کی قبر ہے دفن کیے گئے۔ بعض علماء نے اس مسجد کو مسجد العکر بھی کہا ہے۔

۱۷- مسجد السقیا: سقیا ایک کنوئیں کا نام ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے لشکر کو یہیں پر روکا تھا اور اسی مقام پر نماز ادا فرمائی تھی۔ اہل مدینہ کے لیے یہیں پر دعائے برکت کی تھی۔ بعض علماء اس مسجد کی تحقیق میں کوشاں ہوئے یہاں تک کہ زمین کے نیچے اس کی بنیاد نکل آئی اور تقریباً نصف نصف ہاتھ ہر جانب سے اس کی دیوار ظاہر ہوگئی۔ اس کے بعد لوگوں نے اسی بنیاد پر تجدید کر دی۔ مسجد سقیا اس مسجد کو کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ کے راستے میں مدینہ منورہ کے اطراف کے قریب ہے، جو لوگ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مکہ مکرمہ سے آتے ہیں ان کے لیے پہلی متبرک جگہ یہی مسجد ہے۔ گویا یہ چھوٹی ہے مگر مقدار سات در سات ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۸- مسجد ضرار: انصار کے ہم نشینوں کی ایک جماعت جو کفر و نفاق کے مرض میں مبتلا تھی اس نے مسجد قبا کے مقابلے میں یہ مسجد بنائی تھی، چونکہ اس کی تعمیر میں ان کے اغراض فاسدہ شامل تھے، اس لیے آیت کریمہ نازل ہوئی **وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا** الآیۃ (اور وہ لوگ کہ جنہوں نے مسجد ضرار بہ نیت کفر بنائی آخر تک) بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابو عامر نے منافقین سے کہا: تم ایک مسجد تعمیر کرو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کسی حیلے سے نظر میں رکھے رہو میں قیصر روم کے پاس جاتا ہوں اور وہاں سے ایک بڑی فوج لا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو نکال دوں گا۔ یہ لوگ مسجد کی تعمیر سے فراغت پا کر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا: ہم نے ایک مسجد بنائی ہے اور اس کی تکمیل سے فارغ ہو چکے ہیں، اگر آپ اپنے اصحاب کے ساتھ اس مسجد میں نماز ادا فرمائیں تو برکت و سعادت ہوگی۔ وحی آئی: **لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ط لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط الٰی قولہ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝** (آپ اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھیں، بے شک وہ مسجد کہ جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر ہے، زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا)

(ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب، مصنف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، از صفحہ 776 تا 199)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے مدینہ منورہ کے مشہور کنویں:

مساجد کی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے مدینہ منورہ میں متعدد کنویں تھے مگر اکثر اب معدوم ہو چکے ہیں۔

تاہم سات کنوؤں کے نام اور مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

۱- بیرِ اریس: یہودیوں میں سے ایک شخص کے نام سے منسوب ہے،، جس کا نام اریس تھا۔ یہ مسجد قبا کے قریب مغرب کی جانب ہے، اس کا پانی نہایت لطیف اور شیریں ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا تھا، اس لیے اس کے پانی میں لطافت و شیرینی پیدا ہوئی ہے ورنہ اس سے پہلے یہ شیریں نہ تھا۔ بیہقی بیان کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قبا میں آئے تو اس کنوئیں کے متعلق دریافت کیا، ان کو ایک شخص نے اریس کے کنوئیں پر پہنچا دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا میں آئے تو اس کنوئیں کے متعلق دریافت کیا۔ ان کو ایک شخص نے اریس کے کنوئیں پر پہنچا دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر تشریف لائے اور اس آدمی سے جو پانی بھر رہا تھا، ایک ڈول پانی طلب فرمایا اور پیا باقی پانی کو مع لعاب دہن مبارک کنوئیں میں ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ پیشاب کے لیے تشریف لے گئے اور پھر کنوئیں پر آ کر وضو فرمایا، دونوں موزوں پر مسح کر کے نماز ادا فرمائی۔ بعض نے اس قصہ کو بیرِ عرض کے متعلق بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

جو کچھ بیرِ اریس کے متعلق صحت کو پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے وضو کیا اور گھر سے بنیت صحبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلا اور عہد کیا کہ آج آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوں گا۔ میں مسجد شریف میں آیا، یہاں آپ کو نہ پایا۔ لوگوں نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی قبا کی جانب تشریف لے گئے ہیں، میں بھی آپ کے قدموں کے نشان پر چل دیا۔ لوگوں نے بتایا: آپ بیرِ اریس پر تشریف رکھتے ہیں، میں اس احاطہ کے دروازے پر پہنچا جس کے اندر وہ کنواں واقع ہے۔ میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجت ضروری سے فراغت پا کر وضو فرمایا۔ اس کے بعد میں بھی آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کنوئیں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ساق مبارک کو کھولے ہوئے پاؤں مبارک کو کنوئیں میں لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں سلام کر کے واپس آ گیا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں ارادہ کیا کہ آج سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دربانی کروں گا، ایک ساعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے کہا: کون ہے؟ جواب دیا: ابوبکر۔ میں نے کہا: کھڑے رہیے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دوں۔ میں نے جا کر عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکر آئے ہیں اور اجازت مانگتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنے دو اور ان کو جنت کی خوشخبری دے دو۔ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور جنت کی خوشخبری سنا دی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باغ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھ گئے اور آپ کی اتباع میں اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیے۔ میں واپس آ کر پھر بیٹھ گیا۔ میں اپنے اس بھائی کا منتظر تھا جس کو گھر چھوڑ آیا تھا۔ میں وضو کر رہا تھا اور دل میں خیال تھا کہ کاش اس وقت وہ بھی آ جاتا، کیونکہ آج رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقت خاص ہے۔ اگر وہ آ جائے تو وہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے مشرف ہو جائے۔ اسی اثناء میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے دریافت کیا: کون ہو؟ کہا: عمر۔ میں نے کہا: ٹھہرے رہو تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دوں۔ میں نے جا کر عرض کیا: یارسول اللہ! عمر آئے ہیں اور اجازت طلب کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: آنے دو اوران کو بھی جنت کی خوشخبری دے دو۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ان کو جنت کی خوشخبری دی، حضرت عمر بھی باغ میں داخل ہوئے۔ سرورانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب جس طرح حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، بیٹھ گئے۔ میں واپس آکر دروازے پر بیٹھ گیا اور منتظر تھا کہ کاش میرا بھائی بھی آجاتا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آئے، میں نے ان کی بھی خبر پہنچائی، آپ نے فرمایا: آنے دو اوران کو بھی جنت کی بشارت دو مع اس مصیبت کے جوان کے سر پر آئے گی۔ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا: اندر آجایئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں اس بلا کے ساتھ جو تمہارے سر پر آئے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اندر آئے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کی جانب اور ابوبکر وعمر کی طرف بھی جگہ تنگ تھی، اس لیے ان کے روبرو دوسری جانب بیٹھ گئے۔

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی جو دست اقدس میں رہا کرتی تھی وہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں رہی۔ ان حضرات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی، ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسی کنوئیں پر بیٹھے ہوئے تھے اور انگوٹھی مبارک کو اتار کر عادت کے موافق گھمارہے تھے انگوٹھی کنوئیں میں گر پڑی، تین روز تک جستجو کی اور پانی بھی کھینچا لیکن نہ ملی۔

۲- بیئرغرس: یہ مسجد قبا کے مشرقی جانب سے نصف میل کے فاصلہ پر ہے اور غرس ان مقامات کا نام ہے' جو اس کے اردگرد ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا کنواں ہے جس میں دہ دردہ سے زائد پانی ہے اور اس کے پانی پر سبزی (کائی) غالب ہے، اس میں زینہ بھی ہے جس کے ذریعہ سے کنوئیں میں اتر جاتے ہیں۔ 882 ہجری میں اس کی تجدید ہوئی تھی۔ یہ بات ثبوت کو پہنچی ہے کہ حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کر کے بقیہ پانی کو اس میں ڈال دیا۔ ابن حبان ثقہ لوگوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیئرغرس سے پانی منگواتے تھے اور فرماتے: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اس کا پانی پیتے تھے اور وضو کرتے تھے۔

۳- بیئر رومہ: یہ بہت بڑا کنواں ہے' جو مسجد قبلتین کے شمالی جانب وادی عقیق میں واقع ہے، اس کا پانی نہایت ہی لطیف اور بہت ہی شیریں ہے جس کی صفت بیان نہیں ہوسکتی۔ حدیث میں آیا ہے **نعم القليب قليب المزنى** (بہت ہی عمدہ کنواں مزنی ہے) مزنی اور رومہ ایک ہی بات ہے۔ یہ کنواں مزنی کا تھا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس سے خرید کر وقف کردیا تھا۔ منقول ہے کہ جب امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا تو اس کنوئیں کا نصف حصہ سواونٹوں کے عوض میں خرید کر وقف کردیا۔ کنوئیں کے مالک نے جب پانی کے اوپر مخلوق کی بھیڑ کثرت سے دیکھی جو اس کو اس کے نصف حصہ سے کنوئیں کا نفع اٹھانے سے مانع ہوتی تھی، تو بقیہ نصف حصہ بھی کچھ تھوڑی چیز کے عوض حضرت عثمان کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **يشترى رومة يشرب رواه فى الجنة** (جو شخص بیئر رومہ کو خریدے گا، وہ سیراب ہوگا جنت میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے مال سے خرید کر وقف کردیا۔ بغوی نے بشیر اسلمی سے روایت کی ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مہاجرین کی تشریف آوری کثرت سے ہوگئی تو پانی کی قلت محسوس کی جانے لگی۔ اس مقدس شہر میں میٹھا پانی

بہت کم تھا، بنی غفار کے ایک آدمی کے پاس ایک چشمہ دار کنواں تھا جس کو بیئر رومہ کہتے تھے۔ یہ شخص پانی کا ایک مشکیزہ ایک مد کے بدلے میں فروخت کرتا تھا۔ ایک دن سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے فرمایا: اس کنوئیں کو اس چشمہ کے عوض جو تجھ کو جنت میں ملے گا، میرے ہاتھ بیچ ڈال۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے اور میرے بچوں کے لیے اس کنوئیں کے سوا دوسرا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو پینتیس ہزار (۳۵،۰۰۰) درہم میں خرید کر اس کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

۴- بیئر بضاعۃ: یہ کنواں مدینہ منورہ کے شامی باب کے قریب ہے، جب انسان مشہد مطہرہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے راستے پر چلے تو چلنے والے کے دائیں جانب واقع ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیئر بضاعۃ پر آئے اور ایک ڈول پانی طلب فرما کر وضو کیا، بقیہ پانی مع لعاب دہن مبارک کنوئیں میں ڈال دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جو شخص بیمار ہوتا تھا اس کو بضاعۃ کے پانی سے غسل دیتے تھے، اس کی برکت سے بیمار کو جلد شفا حاصل ہو جاتی تھی۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص بیمار ہوتا تھا اس کو تین دن بضاعۃ کے پانی سے غسل دیتے تھے وہ صحت یاب ہو جاتا تھا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے لیے بیئر بضاعۃ سے پانی لاتے ہیں، حالانکہ لوگ اس میں کتوں [illegible]شت، حیض کے کپڑے اور مختلف نجاستیں ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پانی پاک ہے، اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ بیئر بضاعۃ پر وضو فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس پانی سے وضو کرتے ہیں، حالانکہ اس میں لوگ بہت سی نجس چیزیں ڈالتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: **الماء لا ینجسه شیء** یعنی پانی کو کوئی چیز نجس نہیں بنا سکتی۔

۵- بیئر البصہ: یہ کنواں بقیع کے قریب قبا کے راستے میں بائیں جانب واقع ہے۔ اگر بقیع کی جانب سے مدینہ منورہ کے حصار کے نیچے چلیں تو یہ مذکورہ جگہ پر ملے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں تشریف لائے اور دریافت فرمایا: تمہارے یہاں کچھ سدر ہے تاکہ میں اس سے سر کو دھوؤں، کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں ہے۔ سدر لے لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیئر البصہ پر چلا گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنے سر مبارک کو دھویا اور غسالہ کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ اس کنوئیں میں زینے ہیں اور اس کا پانی بہت نزدیک ہے۔

۶- بیئر حاء: حاء ایک مرد یا عورت کا نام ہے، اس کنوئیں کی اضافت اس کی طرف کر دی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حاء اس مقام کا نام ہے جس جگہ پر کنواں واقع ہے، یہ جگہ مسجد نبوی کے شمال جانب قلعہ کی دیوار کے متصل مسجد نبوی سے بہت ہی قریب ہے۔ اگر قلعہ کی دیوار بیچ میں حائل نہ ہوتی تو مسجد نبوی سے اس کنوئیں کا فاصلہ بہت ہی قریب تھا۔ کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات تشریف لاتے تھے وہاں کے درختوں کے سایہ میں بیٹھتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس باغ کی حیثیت میں بہت مال تھا۔ اور ان کے مالوں میں سے محبوب ترین مال ان کے نزدیک مسجد کے روبرو یہی بیئر حاء تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر تشریف لے جاتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کنوئیں کو اپنے عزیز و اقارب کے لیے وقف کر دیا تھا۔

۷- بیرالعہن: یہ مدینہ منورہ میں مسجد قبا کے مشرقی جانب ایک بڑے باغ میں ہے، جو شرفاء سے تعلق رکھتا ہے۔ وہاں پر زراعت اور درخت بہت ہیں۔ مقام پاک صاف اور لطیف ہے۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر وضو کیا اور نماز ادا فرمائی۔ (ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب، مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی، از صفحہ 200 تا 211)

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے راستہ میں واقع زیارت گاہوں کا ذکر:

مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کے راستہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے کثیر زیارت گاہیں تھیں، ان میں اکثر کے نشانات مٹ چکے ہیں مگر چند ایک کے نام اور ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱- مسجد ذی الحلیفہ: بعض مؤرخین نے اس کو مسجد الشجرہ بھی کہا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی مرتبہ عمرہ کی نیت سے مکہ کا ارادہ فرمایا تو درخت سمرہ کے سایہ میں بیٹھے، یہ درخت ذی الحلیفہ میں تھا۔ یہاں آپ نے نماز ادا فرمائی۔ رات میں قیام بھی یہیں فرمایا اور وہیں سے آپ نے احرام باندھا۔ اب یہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔ وہاں پر جو بڑی مسجد تھی وہ طویل زمانہ کی وجہ سے منہدم ہوگئی تھی۔ 861ھ میں اس کی تجدید کی گئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز اسطوانہ وسطی کی جانب ادا فرمائی تھی۔ شجرہ بھی اسی مقام پر تھا۔

اس بڑی مسجد کے قبلہ کی جانب ایک دوسری چھوٹی سی مسجد ہے، جو تھوڑے فاصلہ پر ہے ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی ہو۔ اس چھوٹی مسجد کو مسجد المعرس کہتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات سے واپسی کے وقت یہاں تعریس کیا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خروج شجرہ کے راستہ سے تھا اور داخلہ معرس کے راستے سے تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی اس مقام پر پہنچتے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعریس کا مقام ڈھونڈ کر وہیں تعریس کیا کرتے تھے۔

۲- مسجد شرف الروحاء: روحا ایک مقام کا نام ہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے درمیان میں اکتالیس (۴۱) یا چھتیس (۳۶) میل کا فاصلہ ہے۔ اس مسجد سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوں تو راستہ کے دائیں جانب شرف روحاء کے نزدیک ایک مسجد ملے گی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ادا فرمائی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ نالہ آباد ہوگیا تھا اور اب وہاں پر بہت سے چشمے اور آبادیاں ہوگئی ہیں۔ والیٔ مدینہ کی جانب سے وہاں پر ایک حاکم رہتا تھا، وادی کے باشندوں کے اشعار و اقوال صفحہ زمانہ پر یادگار ہیں۔ اس وقت بھی بعض نشانات اور ٹیلوں کو دیکھ کر وہاں کی آبادی پر استدلال پکڑ سکتے ہیں۔ قافلہ کی گزرگاہ پر بہت سی پرانی قبریں ہیں جو کبھی اس وادی کے باشندوں کا مدفن تھا۔ بعض حکماء ان کو شہداء کی قبریں کہتے ہیں، ممکن ہے کہ یہ اہل بیت کی قبریں ہوں جو ظلماً شہید کیے گئے تھے۔

۳- مسجد الغزالہ: وادی روحاء میں پہاڑ کی جانب ایک مسجد ہے۔ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوں تو یہ مسجد راستہ کے بائیں جانب پڑے گی۔ اس کو مسجد الغزالہ کہتے ہیں۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی تھی، یہاں پر ایک

مقام ہے جس کو انایہ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہاں پر قیام فرمایا کرتے' اور کہتے تھے کہ یہ مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ وہاں پر ایک درخت تھا، جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں قیام کرتے تو وضو کرتے اور بقیہ پانی درخت کی جڑ میں ڈال دیتے اور فرماتے تھے کہ اسی طرح کرتے ہوئے میں نے رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں درخت کے گرد گھوم کر اس کی جڑ میں پانی ڈالتے تھے۔ اس مسجد کا وہ راستہ جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو تشریف لے جاتے تھے، بائیں جانب ہے۔ زمانہ قدیم سے یہی راستہ جاری تھا۔ اس کو انبیاء کا راستہ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام جب مکہ مکرمہ کو حج کا قصد کر کے تشریف لے جاتے تو وہ سب اسی راستے سے گزرتے تھے۔ اسی راستہ میں ایک کنواں بھی ہے، جس کو بیرُ السقیا کہتے ہیں اور یہ اس پہاڑ کی گھاٹی پر ہے جس کا نام ہرشا ہے۔ اب اس راستے کے دائیں جانب ایک دوسرا راستہ بھی ہے، جس پر لوگ چلتے ہیں۔ مؤرخین نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ کی بہت سی مساجد نبویہ اور مقامات مصطفویہ کو بیان کیا ہے مگر اس وقت ان میں سے بیشتر کے علامات ونشانات مٹ چکے ہیں۔ ان کے اثرات بے شک پائے جاتے ہیں لیکن وہ طالبان مشتاق جن کی چشم بصیرت سرمہ ہدایت سے منور ہیں اور جن کے باطن کی آنکھیں نور عنایت سے منور ہو رہی ہیں۔ ان سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ان تمام پہاڑوں، میدانوں اور مکانات سے کس قدر روحانیت اور نورانیت جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے کہ ان مقامات میں کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے' جو جمال مصطفوی کے سعادت اثر سے ممتاز نہ ہوا ہو۔

۴۔ مسجد بدر: بدر ایک مشہور مقام ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا غزوہ اسی مقام پر ہوا۔ یہ غزوہ اسلام کی عزت، مسلمانوں کی شوکت اور کفار کی ذلت کا سبب بنا۔ اس مقام پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عریش بنایا گیا تھا، عریش اس مکان کو کہتے ہیں جو خرمہ کی شاخ وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد لوگوں نے وہاں پر ایک مسجد تعمیر کرا دی جو اب بھی موجود ہے۔ اس مقام کے متبرک مقامات میں ان شہداء کی قبریں شمار کی جاتی ہیں جو اس غزوہ میں شرف شہادت کو پہنچے تھے۔ یہاں کے غرائبات میں جو چیز مشہور ہے، وہ یہ ہے کہ مزاراتِ شہداء کے بالائی جانب ریت کا جو ٹیلہ ہے وہاں سے نقارہ کی مانند ایک آواز سنائی دیتی ہے، جس کے سننے یا وجود میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

۵۔ مسجد خلیص: ان مساجد میں سے جو مکہ کے راستہ میں معلوم اور متعین ہیں، مسجد خلیص ہے۔ یہ مسجد مکہ مکرمہ سے تین دن کے فاصلے پر ہے، جہاں پر ایک کھجور کا درخت اور ایک چشمہ تھا۔ وہاں پر ایک مسجد تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی تھی۔ 998 ہجری میں سلطان روم نے اس مسجد کی تجدید کرائی اور چشمہ کو اس مسجد کے صحن میں شامل کر دیا۔ حرہ عقبہ میں خلیص ایک دوسری مسجد ہے، گاؤں سے لے کر وہاں تک تین میل کا فاصلہ ہے۔ خلیص سے مدینہ منورہ کی جانب ایک دوسرا پڑاؤ ہے، اس مسجد کے راستے کے دائیں جانب سے اُمّ معبد کا خیمہ قدید ہی میں تھا۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے دوران قدید پہنچے تھے' تو یہ اُمّ معبد ہی تھیں جن کی بکریوں کے تھنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے دودھ اتر آیا تھا۔

۶-مسجد سرف: یہ مسجد تنعیم کے قریب مکہ مکرمہ سے ایک منزل اور تین میل کے فاصلہ پر ہے۔اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک بھی یہیں پر ہے اوران کا نکاح وزفاف بھی اسی مقام پر ہوا تھا۔

۷-مسجد التنعیم: تنعیم ایک مقام ہے، مکہ کے رہنے والے عمرہ کا احرام یہیں سے باندھتے ہیں۔یہاں پر ایک درخت تھا اور کنوئیں بھی تھے اور اسی جگہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تھی لیکن اب یہاں مشہور ''مسجد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں نے حج وداع میں عمرہ کا احرام یہیں سے باندھا تھا اور یہ مقام بہت زیادہ مشہور ہے۔

۸-مسجد ذی طویٰ: ذی طویٰ ان مکانات سے متصل ایک کنواں ہے' جو مکہ مکرمہ سے خارج ہیں۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تھے' تو اسی مقام پر قیام فرمایا تھا اور رات یہیں گزاری تھی، صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔اس وقت جو مسجد موجود ہے یہ مقام اس کے علاوہ ہے۔واللہ اعلم۔

(ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب، مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی، از صفحہ 212 تا 217)

احد پہاڑ کی اہمیت وفضیلت:

مدینہ منورہ کے مشہور پہاڑوں میں سے ایک احد پہاڑ ہے، جس کی فضیلت واہمیت احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔اس سلسلہ میں چند ایک مناقب حسب ذیل ہیں:

۱-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ اُحد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا:''هٰذَا جبل يحبنا و نحبه ۔'' یہ ایک پہاڑ ہے' جو ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں۔

۲-ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کوہِ اُحد پر پڑی، آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا:''هٰذَا جبل يحبنا و نحبه على باب من ابواب الجنة وهٰذَا عير جبل يبغضنا نبغضه على باب من ابواب النار ۔'' یہ ایک پہاڑ ہے' جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں، یہ پہاڑ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہے۔اور یہ عیر ایک پہاڑ ہے' جو ہم کو دشمن رکھتا ہے اور ہم اس کو دشمن رکھتے ہیں اور یہ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

۳-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ سے خطاب فرمایا:''اسكن يا احد فانما عليك نبي او شهيد ۔'' اے احد ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی ہیں اور شہید ہیں۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں علم اور عقل موجود ہے جس کی وجہ سے خطاب کو سمجھ سکے۔عشق ومحبت عقل اور فہم کے لوازمات سے ہے۔زمانہ نبوت سے پہلے آپ کو پتھروں کا سلام کرنا وغیرہ اور آپ کی جدائی سے مسجد شریف کے ستون کا رونا، اس مدعا کی صاف دلیل ہے۔

۴-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''احد على ركن من اركان الجنة وعير على ركن من اركان النار ۔'' احد جنت کے رکنوں میں سے ایک رکن پر ہے اور عیر جہنم کے رکنوں میں سے ایک رکن پر ہے۔

۵-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اربعة اجبال من اجبال الجنة واربعة انهار من انهار الجنة واربعة ملاحم من ملاحم الجنة قيل فما العيان قال احد يحبنا ونحبه من اجبال الجنة و ورقان جبل من اجبال الجنة

والطور جبل من اجبال الجنة ولبنان جبل من اجبال الجنة والانهار الاربعة النيل والفرات وسيحان و جيحان والملاحم بدر واحد والخندق والحنين ۔" چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں، چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں اور چار لڑائیاں جنت کی لڑائیوں میں سے ہیں۔عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سے پہاڑ ہیں؟ فرمایا: احد ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں جن کے پہاڑوں میں سے ہے، ورقان جنت کے پہاڑوں میں سے ہے، طور جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور لبنان جنت کے پہاڑوں میں سے ایک ہے۔ چار نہریں یہ ہیں: نیل، فرات، سیحان اور جیحان۔ چار لڑائیاں یہ ہیں: بدر، احد، خندق اور حنین۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر جو شہدائے احد سے ہیں کھڑے ہوئے اور یہ آیت مبارکہ پڑھی: "من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهد والله عليه الاية اللهم ان عبدك ونبيك يشهد ان هولاء شهداء" فرمایا: اے اللہ! بیشک تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہداء ہیں۔تم آؤ اور شہدائے احد کو سلام کہو، جب تک زمین و آسمان قائم ہیں جو شخص بھی ان کو سلام کہتا ہے وہ اس کو جواب دیتے ہیں۔

۷۔ صحیح خبروں میں آیا ہے کہ چھیالیس (46) سال کے بعد جب شہدائے احد کی قبروں کو کھولا گیا تو اسی طرح سے تروتازہ مثل غنچۂ گل مع کفنوں کے نکلے، یہ معلوم ہوتا تھا گویا ان کو کل ہی دفن کیا گیا ہے۔بعضوں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ زخم پر رکھے ہوئے ہیں جب ہاتھ کو زخم سے علیحدہ کرتے' تو اس زخم سے تازہ خون جاری ہو جاتا تھا اور جب ان کے ہاتھ کو چھوڑ دیتے تھے' تو وہ پھر زخم کی جگہ پہنچ جاتا تھا۔ان قبور کے کھولنے کے متعلق جو واقعات مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ایک شخص کا عزیز ایک اجنبی کے ساتھ دفن ہو گیا تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح اجازت کی وجہ سے یا بوجہ دلالت حال کے یا پھر قیاس اور اجتہاد کے سبب ان کو نکال کر علیحدہ دفن کرنا چاہتے تھے۔دوسرا واقعہ یہ تھا کہ نالوں میں سیلاب آجانے کی وجہ سے قبریں کھل گئی تھیں اور زیادہ تر اس وجہ سے بھی کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے اپنی امارت کے زمانہ میں اپنی طرف سے ایک چشمہ نکال کر اس مشہد مقدس کی راہ سے جاری کیا تھا، جس کی وجہ سے اکثر شہداء کی قبریں کھل گئیں اور شہیدوں کو قبر سے باہر نکالا گیا۔

۸۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر جاری کی تو حکم دیا کہ شہداء اپنی قبروں سے منتقل کیے جائیں، ایک پاوڑہ حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک پر لگا اس سے خون جاری ہو گیا، بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے گورنر نے چشمہ کھودنے کے دن مدینہ میں منادی کرادی تھی کہ امیر المؤمنین کا چشمہ جاری ہو رہا ہے جس شخص کا مردہ احد میں دفن ہے وہ آئے اور اس کو یہاں سے دوسری جگہ لے جائے۔ واللہ اعلم۔

(ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب، مصنف شیخ عبد الحق محدث دہلوی، از صفحہ: 249 تا 256)

زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت:

احادیث میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے فضائل و مناقب بکثرت بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من زار قبری وجبت له شفاعتی ."
"جو شخص میری قبر شریف کی زیارت کرے، میری شفاعت اس کے لیے واجب اور لازم ہے۔"
۲۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من زار قبری حلت له شفاعتی ."
جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگی۔
۳۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من جاء نی زائر الا تعمله حاجة الا زیادتی کان عقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیٰمة ."
"جو شخص میری زیارت کے لیے آئے اور نہ ہو اس کو حاجت سوائے میری زیارت کے تو مجھ پر واجب ہے کہ اس کے لیے شفیع ہو جاؤں قیامت کے دن۔"
یہ دونوں حدیثیں حدیث اول کی تقریباً ہم معنی ہیں لیکن تیسری میں صدق و اخلاص کی شرط ضرور موجود ہے اور انسان کے افعال و اعمال کا دارو مدار اخلاص ہی پر ہے۔
۴۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی .
"جس شخص نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی، میری وفات کے بعد میری صحبت کا حکم رکھتی ہے۔ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی گویا وہ شخص میری زندگی میں میری صحبت سے فیض یاب ہوا۔"
۵۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی ."
"جس شخص نے خانہ کعبہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا۔"
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل نہ کرنے پر وعید ہے اور حج کرنے کے بعد اس فضیلت سے محروم رہنے پر تنبیہ اور سرزنش ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی خواہش تھی کہ آپ کی امت ثواب حاصل کرے اور یہ آپ کی امت پر کمال شفقت ہے۔
۶۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من زارنی الی المدینة کنت له شفیعا وشهیدا ."
"جو شخص میری زیارت کرنے کے لیے مدینہ میں آئے، اس کے لیے میں شفیع ہوں گا اور گواہ۔"
شفاعت گناہگاروں کے لیے ہوگی اور شہادت اہل اطاعت کے لیے۔
۷۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیٰمة ومن مات فی احد الحرمین بعثه الله من الامنین یوم القیٰمة .
"جو شخص عمداً میری زیارت کے لیے آیا تو اس کے لیے میں قیامت کے دن پڑوسی ہوں گا۔ جو شخص حرم مکہ یا مدینہ میں مرے وہ قیامت کے دن عذاب سے امن میں ہوگا۔"
۸۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:من حج حجة الاسلام وزار قبری وغزی غزوة وصلی فی بیت

المقدس لم یسال اللہ عزوجل فیما افترض علیہ ۔

اس حدیث میں فریضہ حج کی فضیلت اور حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت، کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور بیت المقدس میں نماز ادا کرنا جو نیک لوگوں کا مقام ہے ذکر کیے گئے ہیں۔ احتمال رکھتا ہے کہ یہ مخصوص جزا یعنی فرائض مخصوص کا نہ پوچھا جانا مجموعہ امور کے اوپر ہے یا فرداً فرداً پر مرتب ہوگا؟ واللہ اعلم۔

۹۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیمۃ ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الامنین یوم القیمۃ ۔

''جو شخص میری زیارت کرے اور اس کو مقصود اصلی سمجھے، وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا اور جو شخص حرم مکہ یا مدینہ میں مرے، تو وہ قیامت کے دن عذاب سے امن میں ہوگا۔''

۱۰۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من حج الی مکۃ ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ حجتان مبرورتان ۔''

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد کرنا اور آپ کی مسجد شریف کی زیارت سے مشرف ہونا، حج مقبول کے برابر ہے بلکہ قبولیت حج کا سبب ہے۔

۱۱۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزر قبری فقد جفانی ۔

''جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔''

۱۲۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: من سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الدرجۃ والوسیلۃ حلت لہ شفاعتہ یوم القیمۃ ومن زار قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان فی جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کرے اس کو قیامت کے دن درجہ وسیلہ اور شفاعت حاصل ہوگی۔ جو شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ہوگا۔''

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

ہمارے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں، تصرف کرتے ہوئے اپنے امتیوں کی معاونت کرتے ہیں اور نماز وغیرہ عبادات ادا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ۔

''انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔''
اور وہ حدیث جو خاص کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو ثابت کرتی ہے، یہ ہے:
۲-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتیٰ ارد علیہ السلام ۔
''جو شخص مجھ پر سلام بھیجے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو واپس کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اس پر اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

۳-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: من صلی علی فی قبری رددت علیہ ومن صلی علیّ فی مکان اخر بلغونیہ ۔
جو شخص صلوٰۃ بھیجتا ہے مجھ پر میرے روضے کے پاس، میں خود اس کو جواب دیتا ہوں اور جو شخص صلوٰۃ بھیجتا ہے مجھ پر دوسرے مقام سے، تو وہ مجھ تک پہنچاتے ہیں۔
۴-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مامن عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بھا ملکا یبلغنی وکفی اجر اخرتہ ودیناہ وکنت لہ شھید وشفیعا یوم القیٰمۃ ۔
''کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جو سلام بھیجے میرے روضے کے نزدیک مگر مقرر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتہ جو پہنچاتا ہے میرے پاس اور کفایت کرتا ہے اللہ اس کے اجر کو دنیا اور آخرت میں اور میں ہوں گا اس کے لیے گواہ اور شفیع قیامت کے دن۔''

مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ کی افضلیت:

ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی عظمت وفضیلت مکہ معظّمہ سے زیادہ ہے، اس کے کثیر دلائل ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:
۱-وعن العبدی من المالکیۃ المشی الی المدینۃ لزیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل من الکعبۃ ۔ (خلاصۃ الوفاء، ص:۶۶)
حضرت عبدی مالکی فرماتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کرنا کعبہ سے افضل ہے۔
۲-الحبیب لایختار لحبیبہ الا ماھو احب واکرم عندہ ۔ (جذب القلوب، ص:۲۰-۲۱، خلاصۃ الوفاء)
حبیب اپنے حبیب کے لیے وہی شے پسند کرتا ہے جو سب سے زیادہ محترم اور معزز ہو۔
۳-طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:
والمدینۃ خیر من مکۃ ۔ (وفاء الوفاء، ص:۳۷، ج:۱)
مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

۴-صاحب وفاء الوفاء علامہ نورالدین سمہودی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قد انعقد الاجماع علی تفضیل ماضم الاعضاء الشریفة حتیٰ علی الکعبة المنیفة ۔

(جذب القلوب، باب دوم، وفاء الوفاء، ص: ۲۰، ج:۱)

☆ مکہ مکرمہ کی سب سے بڑی افضلیت کی یہ دلیل دی جاتی ہے کہ یہاں ایک نیکی کا ثواب لاکھ کے برابر ہے، حالانکہ افضلیت کا معیار ثواب کی کمی بیشی پرنہیں جیسا کہ عرفات میں حج کے دن نماز پڑھنا اور منیٰ کے اندر قربانی کے دن ظہر کی نماز ادا کرنا کعبہ میں نماز سے افضل ہے باوجود یہ کہ حرم کعبہ کے اندر نماز میں ثواب کی زیادتی سبھی کو معلوم ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی مقام پر ثواب کا زیادہ ملنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ جگہ ومقام افضل ہے۔ حج کے دن فضیلت عرفات کو حاصل ہے مگر ثواب حرم کعبہ میں زیادہ ہے۔

افضلیت مدینہ پر مزید دلائل:

1-مدینہ منورہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدفن بننے کا شرف حاصل ہے۔

2-مدینہ منورہ کو شرف حاصل ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

3-یہ خطہ مبارک مکرمہ افضل البقاع ہے۔

4-یہاں بھی مکہ مکرمہ کی طرح قتال حرام ہے۔

5-یہی مقدس شہر ہے جس میں سب سے زیادہ صحابہ کرام آرام فرما ہیں۔

6-یہی مقدس شہر ہے جس کی خاک پاک دوا کا کام کرتی ہے۔

7-اسی شہر مقدس میں وہ شہداء موجود ہیں جنہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جانیں دیں۔

8-اسی زمین انور کو اللہ نے اپنے حبیب کے لیے پسند فرمایا۔

9-قرآن مجید کی تلاوت کا آغاز اسی شہر مقدس سے ہوا۔

10-اسلامی فتوحات کا آغاز اسی شہر مقدس سے ہوا۔

11-دین کا مظہر یہی شہر قرار پایا۔

12-فتح مکہ سے قبل ہجرت کا حکم اسی شہر طرابلس کی طرف دیا گیا۔

13-ایمانداروں کو اسی شہر میں قیام کی ترغیب دی گئی۔

14-اسی شہر انور میں مرنے والوں کو شفاعت کا وعدہ دیا گیا۔

15-اسی شہر انور میں موت کی دعا کو مستحب قرار دیا گیا۔

16-اسی شہر مقدس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کو پسند فرمایا۔

17-اسی شہر مقدس کے دکھوں پر صبر کرنے والوں کو جنت کا مژدہ سنایا گیا۔

18-اسی شہر انور میں مکہ مکرمہ سے زیادہ برکت کی دعا فرمائی گئی۔

19-اسی شہر پاک کو محبوب بنانے کے لیے دعا سے نوازا گیا۔

20-اسی شہر مقدس میں قرار اور رزق حسنہ کی دعا فرمائی گئی۔

21-یہی شہر مقدس ہے جسے دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوشی میں اپنی سواری مبارک کو تیز کر دیتے تھے۔

22-یہی وہ مقدس شہر ہے جسے دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کندھوں مبارک سے چادر اتار دیتے کہ مدینہ منورہ کی ہوا لگے۔

23-یہی شہر مقدس ہے جس کے نام مبارک تمام شہروں کے ناموں سے زیادہ ہیں۔

24-یہی شہر مقدس ہے جس کے دشمنوں کے لیے ہلاکت کی بددعا کی گئی۔

25-یہی شہر مقدس ہے جس کے ظالموں کے لیے سخت وعید ہے۔

26-یہی شہر مقدس ہے جس میں سب سے پہلے مسجد تعمیر کی گئی۔

27-احکام اسلام کا اکثر و بیشتر حصہ اسی شہر مقدس میں نازل ہوا۔

28-اسی شہر مقدس کی مسجد نبوی میں نماز جمعہ کا پڑھنا حج کا ثواب ہے۔

29-یہی شہر مقدس ہے جس کے پھلوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم چوم لیا کرتے تھے۔

30-اسی شہر انور میں ریاض الجنۃ اور جنت البقیع کے پاک خطے ہیں۔

31-یہی شہر انور ہے جس کے بعض پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔

32-یہی وہ مقدس شہر ہے جس کی تاریخ نوح علیہ السلام سے جاملتی ہے۔

33-یہی وہ مقدس شہر ہے جس کی حفاظت پر فرشتے مامور ہیں۔

34-یہی وہ مقدس شہر ہے، جو دجال اور طاعون سے بچا رہے گا۔

35-یہی وہ مقدس شہر ہے جس کی زیارت سے زائر کی بخشش لازم ہو جاتی ہے۔

(ماخوذ از مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، مصنف علامہ منظور احمد شاہ، از صفحہ: 334 تا 350)

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ خَلْقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 1: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان

1– اَخبرنا ابو رجاء قُتَیْبَةُ بن سَعِیْدٍ عن مالك بن انس عن ربیعة بن اَبِیْ عبد الرحمن عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ انه سَمِعَهٗ یَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالْاَبْیَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ تعالٰی عَلٰی رَاْسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِیْنَ وَ بِالْمَدِیْنَةِ عَشْرَ سِنِیْنَ فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ تعالٰی عَلٰی رَاْسِ سِتِّیْنَ سَنَةً وَّ لَیْسَ فِیْ رَاْسِهٖ وَ لِحْیَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَیْضَاءَ ۔

❖❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لمبے نہیں تھے اور چھوٹے قد کے بھی نہیں تھے۔ آپ زیادہ سفید بھی نہیں تھے اور بالکل گندمی بھی نہیں تھے۔ آپ زیادہ گھنگھریالے بالوں کے مالک بھی نہیں تھے اور زیادہ سیدھے بالوں والے بھی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس (۴۰) برس کی عمر میں مبعوث کیا، آپ نے دس (۱۰) برس مکہ میں قیام کیا اور دس (۱۰) برس مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساٹھ سال کی عمر میں وفات دی اور اس وقت آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں بیس (۲۰) بال بھی سفید نہیں تھے۔

2– حَدَّثَنَا حمید بن مسعدة البصری حَدَّثَنَا عبدالوهاب الثقفی عن حمید عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ رَبْعَةً وَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ حَسَنَ الْجِسْمِ وَكَانَ شَعْرُهٗ لَیْسَ بِجَعْدٍ وَّلَا سَبْطٍ اَسْمَرَ اللَّوْنِ اِذَا مَشٰی یَتَكَفَّاءُ ۔

❖❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے تھے، آپ زیادہ لمبے بھی نہیں تھے اور نہ چھوٹے تھے۔ آپ خوبصورت جسم کے مالک تھے۔ آپ کے بال زیادہ گھنگھریالے نہیں تھے اور زیادہ سیدھے بھی نہیں تھے، آپ سفید رنگت کے تھے، جب چلتے تھے تو آگے کی طرف جھک کر چلتے تھے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک:

البائن: زیادہ طویل، نمایاں، **الالھق**: زیادہ سفید، **الذوم**: گہرا سانولا، **یتکفا**: جھک کر چلنا، قدم اٹھا کر چلنا، چلنے کا انداز تیزی سے چلنا۔

سوال: زیر مطالعہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں دس سال تک ٹھہرے رہے حالانکہ آپ تیرہ سال تک قیام پذیر رہے اور اسی طرح آپ کی کل مدت عمر ساٹھ (۶۰) سال ظاہر کی گئی ہے، جب کہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی کل مدت عمر تریسٹھ سال تھی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اعلانِ نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی دس سال بیان کی گئی ہے' اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) اہل عرب عموماً عشروں کو شمار کرتے ہیں اور اکائیوں (کسروں) کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (۲) یہاں قیام سے مراد اعلانِ نبوت کے بعد کا زمانہ نہیں ہے بلکہ علان و سالت کے بعد کا زمانہ ہے' چونکہ اعلانِ نبوت کے تین سال بعد آپ نے اعلان رسالت فرمایا تھا' تو اس طرح قیام مکہ کی مدت دس سال ہوئی۔

جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل مدت عمر کا تعلق ہے' اس بارے میں تین روایات ہیں: (۱) ساٹھ (۶۰) سال: جب عشروں کو شمار کیا جائے اور کسروں کو ترک کیا جائے۔ (۲) تریسٹھ (۶۳) سال: جب عشروں کے ساتھ کسروں کو شمار کیا جائے لیکن سال ولادت وسال وصال دونوں کو شمار نہ کیا جائے۔ (۳) پینسٹھ (۶۵) سال: جب عشروں کے ساتھ کسروں اور سال ولادت وسال وصال کو بھی شمار کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ڈاڑھی مبارک میں سفید بالوں کی کل تعداد کے بارے میں چار روایات ہیں: (۱) چودہ بال (۲) سترہ بال (۳) اٹھارہ بال (۴) بیس بال۔

قد مبارک' رنگ مبارک اور رفتار مبارک:

ان روایات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

۱- قد مبارک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ قصیر تھا اور نہ طویل تھا بلکہ درمیانہ اور مائل طوالت تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجمع عام یا کثیر لوگوں میں تشریف فرما ہوتے' آپ سب سے طویل معلوم ہوتے تھے۔ یہ طوالت دراز قد ہونے کی وجہ سے نہیں تھی' بلکہ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (i) بطور معجزہ آپ طویل معلوم ہوتے تھے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمالات معنوی میں آپ کو ممتاز کیا تھا' اسی طرح کمالات ظاہری میں بھی ممتاز کیا تھا' تا کہ کوئی شخص آپ سے بلند دکھائی نہ دے۔

۲- رنگ مبارک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا رنگ مبارک نہ تو چونے کی طرح سفید نہ بالکل گندمی تھا بلکہ ایسا سفید تھا' جو سرخی مائل تھا۔ آپ کے جسم مبارک کا وہ حصہ جو کپڑوں میں چھپا رہتا' وہ سفید اور جو نمایاں ہوتا' وہ گندمی ہوتا تھا۔

۳- رفتار مبارک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار بیان کرنے کے لیے لفظ: یتکفأ استعمال ہوا ہے جس کے مفہوم میں تین اقوال ہیں: (i) تیزی سے چلنا (ii) آگے کی طرف جھک کر چلنا (iii) قوت سے قدم اٹھا کر چلنا۔ یہ تینوں مفاہیم درست ہیں' کیونکہ یہ لفظ تینوں معانی کا متحمل ہو سکتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار میں تینوں اوصاف پائے جاتے تھے۔ سر اٹھا کر چلنے سے تکبر کا اظہار ہوتا ہے' اس لیے آپ سر جھکا کر چلتے تھے' جو عجز کی علامت ہے۔ آپ عورتوں کی طرح پاؤں گھسیٹ کر نہیں بلکہ مردوں کی طرح اٹھا کر چلتے تھے اور کمزوروں کی طرح سستی سے نہیں بلکہ قوت سے قدم اٹھا کر چلتے تھے۔

3- حَدَّثَنَا محمد بن بشار یعنی العبدی حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوْعًا بُعَیْدَ مَابَیْنَ الْمَنْکِبَـ

عَظِيْمَ الْجُمَّةِ اِلٰى شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ مَارَاَيْتُ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ .

حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے تھے، آپ کے کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا۔ آپ کے بال گھنے تھے اور وہ کانوں تک آتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے سرخ حلہ زیب تن کر رکھا تھا اور میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا۔

4- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا وكيع حَدَّثَنَا سفين عَنْ اَبِىْ اسحق عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَارَاَيْتُ مِنْ ذِىْ لِمَّةٍ فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَهٗ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بُعَيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالطَّوِيْلِ .

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے سرخ حلے میں لمبے بالوں والا کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ آپ کے بال مبارک کندھوں تک آتے تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا، آپ چھوٹے قد کے نہیں تھے اور لمبے بھی نہیں تھے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی کیفیت:

اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ نہ بالکل گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے بلکہ دونوں حالتوں کے درمیان تھے، جو خوبصورتی کی علامت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کی کیفیت یہ تھی کہ نہ طویل تھیں اور نہ قصیر تھیں۔ جب آپ تیل استعمال کر کے کنگھا کرتے، وہ کانوں کے نیچے گردن مبارک کے پاس آ جاتیں ورنہ کانوں تک ہوتی تھیں یعنی سر مبارک کے بالوں کی کیفیت یکساں نہیں رہتی تھی بلکہ ان میں تبدیلی آتی رہتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی کیفیت تین طرح کی تھی، جو تین لفظوں میں بیان کی جا سکتی ہے:

۱- وُفرہ: وہ بال جو کانوں کی لو تک ہوتے۔

۲- لِمّہ: وہ بال جو کانوں کی لو سے قدرے نیچے ہوتے۔

۳- جُمّہ: وہ بال جو گردن کی پچھلی ہڈی تک پہنچ جاتے۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کی لو تک ہوتے تو ان کو وفرہ کہا جاتا ہے جبکہ یہاں انہیں لفظ: جمہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے؟

جواب: یہاں لفظ: جُمّہ کا لغوی معنی مراد لیا گیا ہے، وہ ہے: گنجان بالوں والا ہونا۔

سرخ لباس کا مسئلہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ زیادہ پسند تھا اور عموماً سفید لباس زیب تن فرماتے تھے۔ آپ نے سیاہ کپڑا بھی

استعمال فرمایا تھا‘ فتح مکہ کے موقع پر جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا عمامہ مبارک سیاہ تھا۔ آپ کو سبز رنگ کا کپڑا بھی پسند تھا۔ زیر مطالعہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ لباس پسند فرمایا اور استعمال بھی کیا۔ بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے سرخ کپڑے کا استعمال جائز قرار دیا ہے۔

سوال: زیر مطالعہ حدیث سے سرخ کپڑے کے استعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے جبکہ بعض روایات میں مردوں کے لیے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے‘ اس طرح یہ تعارض ہو؟

جوب: (۱) یہی روایت حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں نقل کی ہے‘ جس کے الفاظ یہ ہیں: اراھا کانھا حبرۃ ۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو دھاری دار لباس میں دیکھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لباس زیب تن کیا تھا وہ خالص سرخ نہیں تھا بلکہ دھاری دار تھا۔ (۲) بیان جواز کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ لباس زیب تن فرمایا تھا یعنی ضرورت کے تحت سرخ لباس استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

سوال: کیا مرد حضرات سرخ لباس زیب تن کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مرد حضرات ضرورت کے تحت سرخ لباس استعمال کر سکتے ہیں لیکن عورتوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے اور تقویٰ کے بھی خلاف ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال:

راوی کا بیان ہے: مارأیت شیئا قط احسن منہ ۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی چیز حسین نہیں دیکھی تھی“۔ لفظ: شیئا‘ لوگوں کو شامل ہے اور شمس وقمر کو بھی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور شمس وقمر سے بھی حسین تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال‘ آپ کے حسن و جمال کا صدقہ تھا۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کے حسن و جمال کی منظر کشی کرتے ہوئے یوں کہا:

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ
وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِیْ   وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

(یارسول اللہ!) آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں‘ گویا جیسا آپ نے چاہا ایسے ہی آپ پیدا کر دیے گئے اور آپ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ حسین کسی عورت نے پیدا نہیں کیا۔

(دیوان حسان)

4/1- حَدَّثَنَا محمد بن اسمٰعیل حَدَّثَنَا ابو نعیم حَدَّثَنَا المسعودی عن عثمان بن مسلم بن هر مزعن نفع ابن جبیر بن مطعم عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا يَكُنِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمُ الرَّاسِ ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلُ الْمَسْرُبَةِ اِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ تَكَفُّوًا كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ من صَبَبٍ لَمْ اَرَقَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت لمبے نہیں تھے اور بالکل چھوٹے بھی نہیں تھے۔ آپ کے دونوں ہاتھ اور پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے تھے، سر بڑا تھا اور جوڑ بھاری تھے۔ آپ کے سینے مبارک پر بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ جب آپ چلتے تھے' تو جھک کر چلتے تھے گویا آپ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں۔ میں نے آپ کی مثل پہلے اور آپ کے بعد کوئی نہیں دیکھا۔

5- حَدَّثَنَا سفیان بن وکیع حَدَّثَنَا اَبِیْ عن المسعودی بهذا الاسناد نحوه بمعناه حَدَّثَنَا احمد بن عبدة الضبی بمعناه حَدَّثَنَا احمد بن عبدة الضَّبِّی البصری و علی بن حجرو اَبُوْ جعفر محمد بن الحسین و هو ابن اَبِیْ حلیمة و المعنی واحد قالوا حَدَّثَنَا عِیْسٰی بن یونس عن عمر بن عبد اللّٰه مَوْلٰی غُفْرَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِّنْ وُلْدِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ كَانَ عَلِیٌّ اِذَا وَصَفَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَّلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ فِیْ وَجْهِهٖ تَدْوِيْرٌ اَبْيَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِيْلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ اَجْرَدُ ذُو مَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ فِیْ صَبَبٍ وَ اِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَ هُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَّ اَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَ اَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَاَكْرَمُهُمْ عَشِيْرَةً مَنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَ مَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَقَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک یوں بیان کیا کرتے تھے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی لمبے بھی نہیں تھے اور بالکل چھوٹے بھی نہیں تھے۔ آپ درمیانے قد کے تھے، آپ کے بال بہت گھنگھریالے نہیں تھے اور زیادہ سیدھے بھی نہیں تھے بلکہ سلوٹ والے سیدھے تھے۔ آپ کا جسم گوشت سے پر نہیں تھا اور آپ گول چہرے والے نہیں تھے۔ البتہ آپ کے چہرے میں کسی حد تک گولائی کا عنصر پایا جاتا تھا۔ آپ سرخی مائل سفید رنگ کے تھے۔ آپ کی آنکھیں زیادہ سیاہ تھیں، پلکیں گھنی اور لمبی تھیں۔ جوڑوں اور کندھوں کے درمیان کی جگہ مضبوط تھی۔ آپ کے سینے پر بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ آپ کی ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ جب آپ چلتے تھے' تو قدموں پر وزن ڈالتے تھے یوں جیسے آپ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں اور جب متوجہ ہوتے تھے' تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ سب سے زیادہ سخی سینے کے مالک تھے، آپ سب سے زیادہ سچ بات کرنے والے تھے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور زیادہ معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا اس پر آپ کی ہیبت طاری

ہو جاتی اور وہ پہچاننے کے بعد آپ کے ساتھ گھل مل جاتا اور وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔ آپ کی تعریف کرنے والا یہی کہتا تھا کہ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

شرح

حل لغات:

شثن الکفین و القدمین: ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا موٹا ہونا۔ ضخم الراس: سر کا قدرے بڑا ہونا۔ المسربة: سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی دھار۔ قضیب: تلوار کی مثل باریک۔ غفرة: حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کا نام۔۔ سینے پر باریک بالوں کی لمبی دھاری۔ المتردد: ایک دوسرے میں گھسے ہوئے اعضاء۔ المطهم: موٹا جسم۔ المكلثم: گول چہرے والا۔ تدویر: گولائی میں ہونا۔ مشرب: ایسی سفیدی جس میں سرخی ہو۔ ادعج: زیادہ سیاہ آنکھوں والا۔ اهدب الاشفار: لمبی پلکوں والا۔ جلیل: بڑا۔ المشاش: ہڈیوں کے کنارے۔ الکتد: دونوں شانوں کے درمیان کی جگہ مغلوب۔ اجراد: جسم کا بالوں سے خالی نہ ہونا۔ تقلع: تیز رفتار چلنا۔ صبب: ڈھلوان اجود الناس: لوگوں میں زیادہ سخی۔ لهجة: انداز گفتگو۔ عریکة: طبیعت۔ عشیرة: قبیلہ۔ بداهة: اچانک۔ هابة: بلغلوب و مرعوب ہونا۔ خالطه: میل جول رکھنا۔ معفة: پہچان حاصل کرنا۔ تمغط: تیزی سے تیر کھینچنا۔

جب کوئی عاشق اپنے محبوب کے کمالات و محاسن اور حسن و جمال کی منظر کشی کرتا ہے وہ مبالغہ سے کام لیتا ہے بطور نتیجہ فرماتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و محاسن کا حامل کوئی شخص آپ سے پہلے دیکھا تھا اور نہ آپ کے بعد دیکھا ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' آپ فرماتی ہیں کہ مصر کی خواتین نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے مسحور ہو کر پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے' اگر وہ محبوب حجازی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتیں تو وہ ہاتھوں کے بجائے اپنے دل کاٹ لیتیں۔

6- حَدَّثَنَا سفیان بن وکیع قَالَ حَدَّثَنَا جمیع بن عمیر بن عبد الرحمن العجلی املا علینا من کتابه قَالَ حَدَّثَنَا رجل من بنی تمیم من ولد اَبِیْ هالة زوج خدیجة یکنی ابا عبد اللّٰه عن ابن لابی هالة عن الحسن بن علی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سالت خالی هند بن اَبِیْ هالة و کان وصّا فاعن حلیة النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ و انا اشتهی ان یصف لی شیئا اتعلق به فقال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا یَتَلَا لَاُ وَجْهُهٗ تَلَاْلُؤَ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ اَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَاَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ عَظِیْمَ الْهَامَةِ رَجِلَ الشَّعْرِ اِنِ انْفَرَقَتْ عَقِیْقَتُهٗ فَرَقَهَا وَاِلَّا فَلَا یُجَاوِزُ شَعْرُهٗ شَحْمَةَ اُذُنَیْهِ اِذَا هُوَ وَفَّرَهٗ اَزْهَرَ اللَّوْنِ وَاسِعَ الْجَبِیْنِ اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَیْرِ قَرَنٍ بَیْنَهُمَا عِرْقٌ یُدِرُّهُ الْغَضَبُ اَقْنَی الْعِرْنَیْنِ لَهٗ نُوْرٌ یَعْلُوْهُ یَحْسِبُهٗ مَنْ لَمْ یَتَاَمَّلْهُ اَشَمَّ کَثَّ اللِّحْیَةِ سَهْلَ الْخَدَّیْنِ ضَلِیْعَ الْفَمِ مُفَلَّجَ الْاَسْنَانِ دَقِیْقَ الْمَسْرُبَةِ کَاَنَّ عُنُقَهٗ جِیْدُ دُمْیَةٍ فِیْ

صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ اَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ مَوْصُوْلُ مَابَيْنَ اللَّبَةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِىْ كَالْخَطِّ عَارِىْ الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ اَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَ عَالِى الصَّدْرِ طَوِيْلُ الزَّنْدَيْنِ رَحْبُ الرَّاحَةِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ سَائِلُ الْاَطْرَافِ اَوْقَالَ شَائِلُ الْاَطْرَافِ خَمْصَانُ الْاَخْمَصَيْنِ مَسِيْحُ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُوْا عَنْهُمَا الْمَاءُ اِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا يَخْطُوْا تَكَفِّيًا وَّ يَمْشِىْ هَوْنًا ذَرِيْعُ الْمِشْيَةِ اِذَا مَشٰى كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ وَ اِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ جَمِيْعًا خَافِضُ الطَّرْفِ نَظْرُهٗ اِلَى الْاَرْضِ اَكْثَرُ مِنْ نَظْرِهٖ اِلَى السَّمَاءِ جُلُّ نَظْرِهِ الْمُلَاحَظَةُ يَسُوْقُ اَصْحَابَهٗ يَبْدَءُ مَنْ لَقِىَ بِالسَّلَامِ

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک تفصیل سے بیان کرتے تھے۔ میری یہ خواہش تھی کہ وہ کچھ میرے سامنے بیان کریں تاکہ میں اسے یاد رکھوں تو انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شان کے مالک تھے اور معزز تھے۔ آپ کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ درمیانے قد سے ذرا طویل تھے اور زیادہ لمبے سے کچھ ہے۔ آپ کا سر مبارک قدرے بڑا تھا اور آپ کے بال ذرا سے بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر آپ کے سر کی مانگ خودبخود نکل آتی تو آپ اسے ایسے ہی رہنے دیتے تھے لیکن خود اہتمام کے ساتھ نہیں نکالتے تھے۔ جب آپ بالوں کو بڑا کرتے تو وہ کانوں کی لو سے نیچے آجایا کرتے تھے۔ آپ کی رنگت چمکدار تھی۔ آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ آپ کے ابرو مبارک خم والے تھے، باریک تھے، گھنے تھے اور ایک دوسرے سے الگ تھلگ تھے۔ آپ کے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت سرخ ہو جاتی تھی۔ آپ کی ناک تھوڑی سی بلند تھی لیکن بہت خوبصورت اور روشن تھی۔ جو شخص آپ کو غور سے نہ دیکھتا وہ یہی خیال کرتا کہ آپ کی ناک بلند ہے۔ آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ آپ کے رخسار نرم اور ہموار تھے۔ آپ کا منہ مبارک کشادہ تھا اور آپ کے دانتوں کے درمیان ہلکا سا خلا تھا۔ آپ کے سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی ایک باریک لکیر موجود تھی۔ آپ کی گردن یوں تھی جیسے وہ کسی مورت کی گردن ہو اور وہ چاندی کی طرح چمکدار تھی۔ آپ کے اعضاء گوشت سے بھرے ہوئے لیکن کھنچے ہوئے تھے۔ آپ کا پیٹ اور سینہ مبارک دونوں برابر تھے۔ آپ کا سینہ کشادہ جبکہ دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ کے جوڑ مضبوط تھے۔ آپ کے جسم کا کھلا رہنے والا حصہ بھی روشن تھا۔ سینے سے لے کر ناف مبارک تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ اس لکیر کے علاوہ سینے اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔ البتہ دونوں کلائیوں، کندھوں اور سینے کے اوپر والے حصے پر کچھ بال موجود تھے۔ آپ کی کلائیاں مبارک لمبی تھیں اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔ آپ کی ہتھیلی اور پاؤں دونوں پر گوشت تھے۔ آپ کے ہاتھوں اور پاؤں مبارک کی انگلیاں قدرے لمبی تھیں۔ آپ کے پاؤں کے تلوے کم مقدار میں گہرے تھے۔ آپ کے پاؤں ہموار تھے۔ ان کے نیچے سے پانی نہیں گزر سکتا تھا۔ جب چلتے تھے تو آپ پاؤں پر زور دے کر اور جھک کر چلتے تھے۔ آپ کے پاؤں مبارک کشادہ تھے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں، جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے تھے۔ آپ اپنی نظر مبارک نیچی رکھتے تھے اور آسمان کی بجائے زمین کی طرف زیادہ دیکھا

کرتے تھے۔ عام طور پر آپ آنکھ کے کنارے سے دیکھا کرتے تھے۔ اپنے صحابہ کرام کو آگے چلایا کرتے' اور جو شخص آپ سے ملتا اسے سلام میں پہل کرتے تھے۔

شرح

بے مثل کمالات کا مجسمہ:

الفخم: شاندار۔ **المفخم**: بلند' عالی مرتبت۔ **لیلة البدر**: چودھویں کا چاند' **المربوع**: میانہ قد آدمی۔ **المشذب**: درخت کا تنا۔ **الهامة**: سردار۔ **العقیقة**: سر کے بال۔ **ازهر**: چمکدار' صاف وشفاف۔ **زج الحاجب**: ابرو کا طویل ہونا۔ **ادر الشئی**: کسی چیز کا حرکت کرنا۔ **اقنی**: بلند' اونچا۔ **العرنین**: ناک کا ابھرا ہوا حصہ' ناک کا بانسہ۔ **شم العرانین**: خوددار' باعزت۔ **کث الشعر**: بالوں کا گنجان ہونا۔ **سهل الخدین**: نرم رخسار' **مفلج الاسنان**: کھلے دانتوں والا۔ **جید**: گردن۔ **الخمصان**: پاؤں کے تلوے۔ **الاخمص**: تلوے کا گہرا حصہ۔ **مسیح**: صاف وشفاف

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جو محاسن و خصائص بیان کیے گئے ہیں' ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند رتبہ اور چاند سے بھی زیادہ خوبصورت چہرے والے تھے۔

۲- آپ درمیانہ قد والے سے قدرے طویل' زیادہ طویل سے پست' سر اقدس قدرے بڑا' بال مبارک گھنگریالے' الجھ جاتے تو مانگ نکال لیتے ورنہ نہیں اور بال مبارک دونوں کانوں سے دراز ہو جاتے تھے۔

۳- آپ کا رنگ صاف' پیشانی کشادہ' ابرو طویل و باریک' مڑے ہوئے گنجان لیکن باہم ملے ہوئے نہ تھے اور دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت حرکت میں آ جاتی تھی۔

۴- ناک کا بانسہ بلند تھا جس پر روشن نور تھا اور وہ شخص آپ کو بڑی ناک والا خیال کرتا جو اس نور کی طرف توجہ نہ کرتا۔

۵- ڈاڑھی مبارک گنجان' رخسار نرم' چہرہ کشادہ' دانتوں میں قدرے فاصلہ' سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی اور گردن نہایت خوبصورت تھی۔

۶- اعضاء معتدل' جسم مبارک پُر گوشت' سینہ اور پیٹ ہموار' سینہ کشادہ' ہاتھوں اور کلائیوں کی ہڈیاں مضبوط' سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی لکیر تھی' دونوں چھاتیوں اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔

۷- آپ کے دونوں بازوؤں' کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے' جو طویل لکیر کی شکل میں تھے۔ ہتھیلیاں فراخ تھیں اور ہتھیلیاں' دونوں ہاتھ اور قدم پُر گوشت تھے۔

۸- دونوں تلوے قدرے گہرے' دونوں پاؤں قدرے چکنے' ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا' قوت سے قدم اٹھاتے' آگے کو قدرے جھک کر چلتے' رفتار میں قدرے تیزی تھی اور چلتے وقت یوں محسوس ہوتا کہ آپ بلندی سے نشیب میں اتر رہے ہوں۔

۹- متوجہ ہوتے وقت آپ پورے جسم سے متوجہ ہوتے' نظریں نیچے جھکی رہتی تھیں اور نظر آسمان کی نسبت زمین کی طرف جھکی رہتی تھی۔

۱۰- آپ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھتے تھے اپنے ساتھیوں (خدام) کو اپنے آگے رکھتے تھے اور خود پیچھے ہوتے اور ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔

فائدہ نافعہ:

ساتھیوں کو آگے رکھنا اور خود پیچھے چلنے کو اگر سفر پر محمول کیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ نیز اس کیفیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف عجز کا اظہار ہوتا ہے جو آپ کو بہت پسند تھا۔

7- حَدَّثَنَا ابوموسیٰ محمد بن المثنی حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عن سماك بن حرب قَالَ سَمِعْتُ جابر ابن سمرة يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوْسَ الْعَقِبِ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لِسِمَاكٍ مَا ضَلِيْعُ الْفَمِ قَالَ عَظِيْمُ الْفَمِ قُلْتُ مَا اَشْكَلُ الْعَيْنِ قَالَ طَوِيْلُ شَقِّ الْعَيْنِ قُلْتُ مَامَنْهُوْسُ الْعَقِبِ قَالَ قَلِيْلُ نَعْمِ الْعَقَبِ

◆◆ حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ منہ، بڑی آنکھوں اور پتلی ایڑیوں والے تھے۔ شعبہ نے بیان کیا: میں نے سماک سے دریافت کیا: "ضلیع الفم" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کشادہ منہ، میں نے پھر دریافت کیا: "اشکل العین" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: آنکھ کے "شق" کا لمبا ہونا، میں نے دریافت کیا: "منھوس العقب" سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: پنڈلی پر گوشت کا کم ہونا۔

شرح

فصاحت و بلاغت میں بے مثل:

ضلیع الفم: کشادہ چہرہ اَشْكَلُ الْعَيْنِ: آنکھ کی لمبی دراڑ والا۔ مُنْهوسُ الْعَقَبِ: پرگوشت ایڑیوں والا۔

اہل عرب فراخ دہن شخص کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور اسے قابل اعتماد قرار دیتے ہیں۔ یہاں فراخ دہن سے مراد فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہونا بھی ہوسکتا ہے۔

8- حَدَّثَنَا هناد بن السری حَدَّثَنَا عبثر بن القاسم عن اشعث يعنى ابن سوار عَنْ اَبِىْ اسحق عن جابر بن سمرة قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِىْ لَيْلَةِ اَضْحِيَانٍ وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَ اِلَى الْقَمَرِ فَلَهُوَ عِنْدِىْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ .

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں رات میں دیکھا جبکہ آپ نے سرخ حلہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ میں کبھی آپ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو دیکھتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

شرح

حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک:

اضحیان: روشن رات' چاندی رات۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ایک روشن رات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ لباس میں ملبوس تھے۔ میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف بالآخر میرے دل نے فیصلہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے مقابلے میں چاند کی خوبصورتی ہیچ ہے۔ چاند تو آپ کے بچپن کا کھلونا ہے' شیر خوارگی کے عالم میں آپ جس طرف انگلی کا اشارہ کرتے تھے' چاند اسی طرف جھک جاتا تھا۔

حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک　　اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

9- حَدَّثَنَا سفین بن وکیع حَدَّثَنَا حمید بن عبد الرحمن الرواسی عن زهیر عَنْ اَبِیْ اسحٰق قَالَ سَالَ رَجُلٌ البراء بن عَازِبٍ اَكَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ

◆◆ حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح روشن تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ چاند کی طرح روشن تھا۔

شرح

تلوار کے بجائے چاند سے تشبیہ دینے کی وجہ:

زیر مطالعہ حدیث میں تلوار کے بجائے چاند سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ تلوار میں سفیدی غالب ہوتی ہے مگر نورانیت نہیں اور تلوار طویل ہوتی ہے لیکن گول نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو چاند سے تشبیہ دی ہے' کیونکہ اس میں گولائی ہوتی ہے اور نورانیت بھی۔ یاد رہے یہ تشبیہ محض سمجھانے کے لیے دی گئی ہے ورنہ چاند تو آپ کے حسن کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ چاند میں دھبے موجود ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دھبوں سے پاک تھا۔

10- حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ المصاحفی سلیمان بن سلم حَدَّثَنَا النضر بن شمیل عن صالح بن اَبِی الْاَخضر عَنْ ابن شهاب عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَبْيَضَ كَاَنَّمَا صِيْغَ مِنْ فِضَّةٍ رَجِلَ الشَّعْرِ ۔

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ والے تھے یوں جیسے چاندی کو ڈھال دیا گیا ہو اور آپ کے بال سیدھے تھے۔

شرح

سفید رنگ کے حوالے سے روایات میں تعارض اوراس کا جواب:

ضرب من الرجال: چست وچاک شخص۔شنوء ۃ: یمن کا قبیلہ

سوال: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید رنگ کی نفی کی گئی تھی لیکن زیر مطالعہ روایت میں چاندی کے ساتھ آپ کے رنگ کو تشبیہ دے کر سفید رنگ ثابت کیا جا رہا ہے۔اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں بالکل سفید رنگ کی نفی کی گئی تھی جبکہ زیر مطالعہ حدیث سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ چونے کی طرح سفید تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ چاندی کی طرح سفید تھا جو سرخی مائل تھا اور حسن و جمال اس پر غالب تھا۔

11- حَدَّثَنَا قتبة بن سعيد اَخْبَرَنَا الليث بن سعد عَنْ اَبِىْ الزبير عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَىَّ الْاَنْبِيَاءُ فَاِذَا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِىْ نَفْسَهُ الْكَرِيْمَةَ وَرَاَيْتُ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْيَةُ .

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے انبیاء علیہم السلام کو پیش کیا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت ایسی تھی گویا وہ شنوءہ قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں۔ پھر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں ان سے سب سے زیاذہ مشابہت عقبہ بن مسعود رکھتا ہے۔ پھر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میں نے جتنے لوگوں کو دیکھا ہے ان سے سب سے زیادہ مشابہت تمہارے آقا رکھتے ہیں، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد آپ کی اپنی ذات پاک تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جبرائیل کو دیکھا میں نے جتنے لوگوں کو دیکھا ہے وہ ان سب سے زیادہ مشابہت ''دحیہ کلبی'' کے ساتھ رکھتے ہیں۔

شرح

انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کی نوعیت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام سے جو ملاقات فرمائی تھی، اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) سفر معراج کے دوران مسجد اقصیٰ میں ملاقات کی، جس کی تصریح احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔ (۲) حالت خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء کرام سے ملاقات ہوئی ہو۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام سے اپنی ملاقات کا تذکرہ اجمالی طور پر کیا جبکہ تین انبیاء حضرت موسیٰ کلیم اللہ' حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کا تذکرہ تفصیلی طور پر کیوں فرمایا؟

جواب: (۱) تمام انبیاء میں سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہما السلام بنی اسرائیل میں امتیازی شان رکھتے تھے' جبکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا شمار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اباء واجداد میں ہوتا ہے۔ (۲) دیگر انبیاء کی نسبت ان تینوں کو خصوصی القاب سے نوازا گیا تھا' جس وجہ سے ان تینوں کا تذکرہ تفصیلاً کر دیا گیا۔

فائدہ نافعہ: انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں' باہم ملاقات کرتے ہیں' جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں' عبادت وریاضت کرتے ہیں' امت کے معاملات میں تصرف فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتے ہیں۔

12- حَدَّثَنَا محمد بن بشار سفين ابن وكيع المعنى واحد قَالَا اَخْبَرَنَا يزيد بن هارون عن سعيد الجريرى قَالَ سَمِعْتُ ابا الطفيل يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَمَا بَقِيَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ رَاٰهُ غَيْرِىْ قُلْتُ صِفْهُ لِىْ قَالَ كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا .

◆◆ حضرت سعید جریری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوطفیل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور میرے سوا کوئی ایسا آدمی باقی نہیں رہا جس نے آپ کی زیارت کی ہو۔ راوی نے بیان کیا: میں نے ان سے دریافت کیا: آپ ان کا حلیہ مبارک میرے سامنے بیان کریں؟ تو انہوں نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ملیح رنگت اور درمیانے قد کے مالک تھے۔

شرح

کامل واکمل ذات:

سابقہ روایات کی طرح اس روایت میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ سے صرف رنگ مبارک کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ آپ کا رنگ سفید تھا جس میں ملاحت کا عنصر شامل تھا' جو حسن میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم　　وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی
ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو　　نمکین حسن والا ہمارا نبی

زیر مطالعہ حدیث کے راوی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ ہیں' جن کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا۔

سوال: زیر مطالعہ حدیث کے راوی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: وما بقى على وجه الارض احد راه غيرى (روئے زمین پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا میرے سوا کوئی نہیں رہا) اس میں "على وجه الارض" کہا ہے اور "على وجه الارض والسماء" کیوں نہیں کہا؟

جواب: "وما بقی علی وجه الارض احد راہ غیری" کی قید سے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے آسمان پر موجود ہیں۔

سوال: مدینہ طیبہ میں آخری صحابی انتقال فرمانے والے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں اور زیر مطالعہ حدیث میں آخری انتقال کرنے والے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بتایا گیا۔ اس طرح انتقال کرنے والے آخری صحابی کے بارے میں تعارض ہوا؟

جواب: یہ بات درست ہے کہ مدینہ طیبہ میں انتقال کرنے والے آخری صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا ۷۴ھ یا ۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ مگر روئے زمین میں انتقال کرنے والے آخری صحابی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا انتقال ۱۲۰ھ کو مکہ معظمہ میں ہوا۔ ان کا نام حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ تھا۔

13– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمن اَخْبَرَنَا ابراهيم بن المنذر الحزامی اَخْبَرَنَا عبد العزیز بن ثابت الزهری حدثنی اسمٰعیل بن ابراهیم ابن اخی موسٰی بن عقبة عن کریب عن بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کان رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ اِذا تَکَلَّمَ رُاِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاهُ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کشادہ تھے، جب آپ بات کرتے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپ کے سامنے والے دانتوں سے نور کی لہر نکل رہی ہو۔

شرح

دانتوں کی تابانی:

افلج اثنتین: سامنے والے دانتوں میں قدرے فاصلہ ہونا۔

زیر مطالعہ حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ میں سے صرف آپ کے دانتوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ وہ گنجان نہیں تھے بلکہ ان کے درمیان قدرے ریخیں تھیں اور گفتگو کرتے وقت ان سے نور ظاہر ہوتا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت مسکراتے تو دانتوں سے روشنی ظاہر ہوتی جس کی مدد سے اشیاء دیکھی جا سکتی تھیں۔ یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت کپڑے کو پیوند لگا رہی تھیں اور سوئی ہاتھ سے گر کر گم ہوگئی۔ تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہوئی اور آپ پریشان ہوگئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور مسکرائے جس وجہ سے آپ کے دندان مبارکہ سے ایسی روشنی ظاہر ہوئی کہ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنی سوئی تلاش کر لی۔

ہساجدوں سوہنے دنداں کیتی روشنائی سی ٭ جھی رات سوئی جھڑی عائشہ نے گوائی سی

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ خَاتَمِ النُّبُوَّةِ

باب 2: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا بیان

مہر نبوت کی کیفیت:

اس مضمون کا تعلق حلیہ مبارک سے تھا اور اسے ماقبل باب کے ذیل میں لانا چاہیے تھا لیکن اس کا شمار علامات نبوت اور معجزات میں بھی ہوتا ہے' اسی مناسبت سے اسے الگ عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ مہر نبوت کا ظہور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ہو چکا تھا اور آپ کا وصال ہوتے ہی یہ معدوم ہو گئی تھی' جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے انتقال پر استدلال کیا تھا۔

سوال یہ ہے: ''مہر نبوت'' کیا چیز تھی؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں کندھے کے قریب ابھری ہوئی چیز تھی' جس کی مقدار میں قدرتی طور پر کمی زیادتی ہوتی رہتی تھی اور کم ہونے کی صورت میں کبوتری کے انڈے کے برابر جبکہ زیادہ ہونے کی حالت میں بند مٹھی جتنی ہوتی تھی۔ (امام احمد بن حجر عسقلانی' فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۵۶۳)

(۲) بائیں کندھے کی نرم ہڈی کے پاس مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ (امام احمد بن حجر عسقلانی' فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶' ص ۵۶۳) (۳) مہر نبوت کی عبارت کے بارے میں تین روایات ہیں: (الف) محمد رسول اللہ (ب) یاستر انت منصور آپ جائیں' آپ مدد کیے ہوئے ہیں۔ (ج) یااللّٰہ وحدہ (امام ابن کثیر' البدایۃ والنہایۃ ج ۶' ص ۳۰)

سوال: خاتم النبوت' خاتم النبی اور ختم نبوت تینوں اصطلاحات میں کیا فرق ہے؟

جواب: یہ تینوں اصطلاحات بڑی اہمیت کی حامل ہیں اور ان کی توضیح درج ذیل ہے:

۱- خاتم النبوۃ: اس سے مراد ہے ''مہر نبوت'' جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان سیاہ رنگ کا ابھرا ہوا گوشت تھا۔ اس کا ذکر سابقہ آسمانی کتب میں بھی موجود تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کی معیت میں ملک شام کا سفر کیا تو ایک نخلستان میں جرجیس نامی راہب نے آپ کے بارے میں ابو طالب سے دریافت کیا' انہوں نے جواب میں کہا: یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے پھر سوال کیا: انہیں تو یتیم ہونا چاہیے تھا؟ جواب میں کہا: یہ میرے بھائی کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا اٹھا کر دیکھا کہ دونوں کندھوں کے درمیان ''مہر نبوت'' موجود تھی۔

اس پر برجیس راہب نے ابو طالب سے بطور مشورہ کہا: انہیں ملک شام نہ لے کر جائیں' کیوں یہودی شہید کر دیں گے۔ اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے ابو طالب آپ کو ملک شام لے جانے کے بجائے مکہ معظمہ میں واپس لے آئے۔

۲- خاتم النبی: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک مراد ہے' جس پر تین سطروں میں بالترتیب تین الفاظ تحریر تھے: محمد رسول اللہ۔ یہ دراصل چاندی کی انگوٹھی پر چاندی سے کندہ عبارت تھی' جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلاطین وقت کے نام خطوط تحریر کرتے وقت استعمال کرتے تھے۔ یہ مہر تیار کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اس دور میں مہر کے بغیر خط کو جعلی اور ناقابل توجہ قرار دیا

جاتا تھا۔

۲۔ختم نبوت: اس کا مطلب ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں'' ۔اس بارے میں ارشاد نبوی ہے: اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ۔ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' ۔ایک مشہور ارشاد گرامی یوں ہے: لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ ''اگر میرے بعد اور نبی آ نا ہوتا' وہ عمر ہوتا'' ۔

14- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا حاتم بن اسمٰعيل عن الجعد بن عبد الرحمٰن قَالَ سَمِعْتُ السائب بن يزيد يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَاْسِيْ وَدَعَالِيْ بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّاَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَ ضُوْءِهٖ وَ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلَى الْخَاتَمِ الَّذِيْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَاِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ ۔

حضرت جعد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا: میری خالہ مجھے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا یہ بھانجا بیمار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا۔ پھر آپ کی پشت کی طرف کھڑا ہوا تو میں نے ''مہر نبوت'' کو دیکھا جو آپ کے دونوں کندھوں مبارک کے درمیان تھی وہ ''زر حجلہ'' (مسہری کے مخصوص بٹن) کی طرح تھی۔

شرح

حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل:

زیر مطالعہ حدیث سے متعدد مسائل ثابت ہوتے ہیں' جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔صالحین کی خدمت میں حاضر ہونا: جب کوئی شخص علیل ہو خواہ ارتکاب معصیات کی علالت ہو وہ علماء ربانیین' صالحین اور مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مرض کا علاج کروا سکتا ہے' کیونکہ یہ لوگ جسمانی اور روحانی تمام امراض کا علاج تجویز کر سکتے ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے روحانی علاج کی طرح جسمانی علاج کرانے کی غرض سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' کیونکہ کوئی حکیم یا ڈاکٹر آپ کے خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مرض کے مطابق علاج تجویز فرماتے تھے اور کسی کو محروم نہیں فرماتے تھے۔

۲۔تبرکات کی برکات سے علاج کرنا: اولیاء وصالحین اور علماء ربانیین کے تبرکات میں بھی اللہ تعالیٰ نے امراض کا علاج رکھا ہے۔حضرت سائب بن یزید بیمار رضی اللہ عنہ تھے' ان کی خالہ علاج کی غرض سے انہیں لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل کی ادائیگی کے لیے یا محض ان کے لیے وضو کیا اور وضو کا پانی انہیں پلانے کے لیے عنایت فرمایا۔ اس سے تبرکات صالحین کے فیوض و برکات کا ثبوت ملتا ہے۔

۳۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر شفقت فرمانا: جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر مہربان و رحیم ہے اسی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت پر شفیق و مہربان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت اور وصال کے وقت اپنی امت کی خیر خواہی اور بخشش کے لیے دعا کرتے رہے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے سر پر دست شفقت رکھا۔

۴۔ سر پر ہاتھ مبارک پھیرنے کی وجوہات: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راوی حدیث کے سر پر دست شفقت پھیرا اس کی کوئی وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱) ان کی ولادت ۲ھ میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آٹھ نو سال کے بچے تھے اور اس وقت وہ شفقت کے حقدار تھے۔ لہٰذا ان کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا۔ (۲) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے مطابق ان کے پاؤں میں تکلیف تھی اور سر پر ہاتھ پھیرنے سے مریض تشفی و سکون محسوس کرتا ہے، کیونکہ جسم کے کسی بھی حصہ میں تکلیف ہو اسے قلب و دماغ دونوں ہمہ وقت محسوس کرتے ہیں۔

۵۔ مہر نبوت کی زیارت کرنا: راوی بیان کرتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اس وقت میں آپ کے پس پشت کھڑا تھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی زیارت کی جس کی کیفیت کبوتری کے انڈے کے برابر (بیضوی شکل کی) تھی۔

فائدہ نافعہ: (۱) پانی پینے کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ تین سانسوں میں اور بیٹھ کر پیا جائے لیکن چند پانی ایسے ہیں جن کو کھڑے ہوکر پینا افضل ہے: (۱) آبِ زمزم (۲) وضو کا بچا ہوا پانی (۳) والدین کا جھوٹا (۴) اساتذہ کا جھوٹا (۵) پیر و مرشد کا جھوٹا۔

فائدہ نافعہ: (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو جو پانی دیا گیا تھا اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) وضو سے بچا ہوا پانی ہو اس میں نہ اختلاف ہے نہ اشکال (۲) وہ پانی دیا گیا ہو جو جسم سے گرتا ہے اور اسے ماء مستعمل کہا جاتا ہے، تب بھی کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ تک جب پاک ہیں تو آپ کے جسم اطہر کے لیے استعمال ہونے والا مبارک پانی بطریقہ اولیٰ پاک ہے۔

15۔ حَدَّثَنَا سعید بن یعقوب الطالقانی اَخْبَرَنَا ایوب بن جابر عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قَالَ رَاَیْتُ الْخَاتَمَ بَیْنَ کَتِفَیْ رَسُوْلِ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ غُدَّۃً حَمْرَاءَ مِثْلَ بَیْضَۃِ الْحَمَامَۃِ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی ہے، یہ سرخ رنگ کی غدود تھی جو کبوتری کے انڈے کی مثل تھی۔

شرح

مہر نبوت کے رنگ اور مقدار کے حوالے سے مختلف روایات میں تطبیق:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے رنگ اور مقدار کے حوالے سے روایات مختلف ہیں' ان کے درمیان تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟ ان روایات میں تطبیق کی متعدد صورتیں ہیں: (۱) مہر نبوت کا رنگ اور مقدار یکساں نہیں رہتی تھی' بلکہ قدرتی طور پر ان میں تبدیلی آتی رہتی تھی جس وجہ سے روایات بھی مختلف ہیں۔ (۲) ان روایات کا تعلق تشبیہات سے ہے اور ہر تشبیہ ہر شخص کے ذہن کے مطابق ہوتی ہے' جسے تقریبی کیفیت بھی کہا جاتا ہے اور تقریب کے مختلف ہونے میں اشکال نہیں کیا جا سکتا۔

16- حَدَّثَنَا اَبُوْ مصعب المد نی اَخْبَرَنَا یوسف بن الماجشون عن ابیه عن عاصم بن عمر بن قتادة عن جدته رمیثة قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَلَوْ اَشَاءُ اَنْ اُقَبِّلَ الْخَاتَمَ الَّذِیْ بَیْنَ کَتِفَیْهِ مِنْ قُرْبِهٖ لَفَعَلْتُ یَقُوْلُ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ یَوْمَ مَاتَ اهْتَزَّ لَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ۔

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اپنی نانی حضرت رمیثہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر میں چاہتی تو آپ کی مہر نبوت کو بوسہ دے سکتی تھی جو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان موجود تھی۔ جس دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اس کی وجہ سے پروردگار کا عرش خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔

شرح

حرکت عرش کے معانی:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت عرشِ الٰہی حرکت میں آ گیا تھا۔ حرکت عرش کے تین معانی ہو سکتے ہیں: (۱) ان کی روح کے استقبال اور خوشی میں عرش الٰہی حرکت میں آ گیا تھا۔ (۲) اہل عرش یعنی فرشتے ان کی روح کی آمد پر خوشی سے جھوم اٹھے تھے۔ (۳) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر پریشانی کے عالم میں ان کا اپنا تخت حرکت میں آ گیا تھا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

زیر مطالعہ حدیث کے علاوہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کثیر روایات وارد ہیں۔ ان کا شمار ممتاز صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ قبل از ہجرت اہل مدینہ کی خواہش اور مطالبہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں بطور معلم بھیجا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے' چونکہ آپ اپنے خاندان کے سردار تھے' لہٰذا جس دن آپ نے اسلام قبول کیا تھا بالکل اسی دن تمام خاندان نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ۵ھ کو سینتیس (۳۷) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ ستر (۷۰) ہزار فرشتے آپ کی نماز جنازہ میں شامل ہوئے تھے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قلیل وقت تک آپ

کے لیے بھی ضیق قبر کا مسئلہ پیش آیا تھا۔ضیق قبر کا مرحلہ شب کو پیش آتا ہے' کسی کے لیے ہلکا اور کسی کے لیے ثقیل' خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قبر کے ذکر پر آنسو بہا کر روتے تھے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی لیکن جنت و دوزخ کے ذکر پر اتنے آنسو نہیں بہاتے تھے۔آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب میں فرمایا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے کہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے' جسے اس سے نجات حاصل ہوگئی' اسے آخرت کی تمام منازل سے نجات حاصل ہو جائے گی ورنہ سب میں دشواری پیش آئے گی۔

حضرت رمیثہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قریب تھی کہ اگر چاہتی تو ''مہر نبوت'' کو بوسہ دے سکتی تھی۔ان کے اس بیان سے ترجمۃ الباب سے مطابقت ثابت ہوتی ہے۔

17- حَدَّثَنَا احمد بن عبدة الضبی و علی بن حجر وغیرہ واحد قالو انبانا عِیْسٰی بن یونس عن عمر بن عبد اللّٰهِ مولی غفرة قَالَ حدثنی ابراهیم بن محمد من ولد علی بن اَبِیْ طالب رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ اِذَا وَ صَفَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِهٖ وَقَالَ بَیْنَ کَتِفَیْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ ۔

◆◆ حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں بیان کیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک یوں بیان کیا کرتے تھے،اس کے بعد انہوں نے طویل حدیث بیان کی۔جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔

18- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا اَبُوْ عاصم حَدَّثَنَا عزرة بن ثابت حدثنی علباء بن احمد الیشکری قَالَ حدثنی ابوزید عمر بن اخطب الانصاری قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَا اَبَا زَیْدٍ اُدْنُ مِنِّیْ فَامْسَحْ ظَهْرِیْ فَمَسَحْتُ ظَهْرَهٗ فَوَقَعَتْ اَصَابِعِیْ عَلَی الْخَاتَمِ قُلْتُ وَ مَا الْخَاتَمُ وَ قَالَ شَعْرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ ۔

◆◆ حضرت ابوزید عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابو زید! میرے قریب ہو جاؤ! میری پشت پر ہاتھ پھیرو! میں نے آپ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں مہر نبوت پر پڑیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا: وہ کیا چیز تھی؟ انہوں نے جواب دیا: کچھ بال تھے جو اکٹھے موجود تھے۔

شرح

مہر نبوت اور ختم نبوت:

دونوں روایات میں دو امور کا تذکرہ ہے: (۱) مہر نبوت کے اطراف میں بال بھی موجود تھے۔گویا ''مہر نبوت'' کی کیفیت ایک جدید زاویہ سے بیان کی گئی ہے۔(۲) مہر نبوت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت یعنی آخری نبی ہونے کا مسئلہ بھی

بیان کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ ختم نبوت بیان کرتے ہوئے فرمایا: میری اور دیگر انبیاء کی مثال اس محل کی ہے جو خوبصورت تیار کیا گیا ہو لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ کوئی شخص دیکھنے کے لیے اس میں داخل ہوتا ہے اور اس کی خوب تعریف کرتا ہے اور بالآخر کہتا ہے کہ اگر یہاں اینٹ لگا دی جائے تو محل ہر لحاظ سے مکمل ہوتا، خبردار! نبوت کے محل کی وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔

19- حَدَّثَنَا اَبُوْ عمار الحسین بن حریث الخزاعی حَدَّثَنَا علی بن حسین بن واقد حدثنی اَبِیْ حدثنی عَبْدُ اللّٰهِ بْن بریدة قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ بُرَیْدَة یَقُوْلُ جَاءَ سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ حِیْنَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَیْهَا رُطَبٌ فَوَضَعَهَا بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ یَا سَلْمَانُ مَا هٰذَا فَقَالَ صَدَقَةٌ عَلَیْكَ وَ عَلٰی اَصْحَابِكَ فَقَالَ ارْفَعْهَا فَاِنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ فَرَفَعَهَا فَجَاءَ الْغَدَ بِمِثْلِهٖ فَوَضَعَهٗ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا یَا سَلْمَانُ فَقَالَ هَدِیَّةٌ لَّكَ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ ابْسُطُوْا ثُمَّ نَظَرَ اِلَی الْخَاتَمِ عَلٰی ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَاٰمَنَ بِهٖ وَکَانَ لِلْیَهُوْدِ فَاشْتَرَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِکَذَا وَکَذَا دِرْهَمًا عَلٰی اَنْ یَّغْرِسَ لَهُمْ نَخِیْلًا فَیَعْمَلَ سَلْمَانُ فِیْهِ حَتّٰی تُطْعِمَ فَغَرَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ النَّخْلَ اِلَّا نَخْلَةً وَاحِدَةً غَرَسَهَا عُمَرُ فَحَمَلَتِ النَّخْلُ مِنْ عَامِهَا وَلَمْ تَحْمِلِ النَّخْلَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَا شَانُ هٰذِهِ النَّخْلَةِ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا غَرَسْتُهَا فَنَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَغَرَسَهَا فَحَمَلَتْ مِنْ عَامِهٖ.

◆◆ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب وہ مدینہ منورہ آئے تھے، وہ ایک دستر خوان لے کر آئے جس پر کھجوریں موجود تھیں، انہوں نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا۔ آپ نے دریافت کیا: اے سلمان! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ آپ کے لیے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے صدقہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے اٹھا لو، کیونکہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ راوی کا بیان ہے: انہوں نے اسے اٹھا لیا پھر اگلے دن اسی طرح (کھجوریں) لے کر آئے اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے سلمان! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ آپ کے لیے تحفہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہاتھ آگے بڑھالو۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر موجود مہر نبوت کو دیکھ لیا تو آپ پر ایمان لے آئے، وہ یہودیوں کے غلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اتنے، اتنے درہم کے عوض میں خرید لیا۔ اس شرط پر کہ آپ ان کے لیے کھجوروں کے درخت لگائیں گے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس میں کام کرتے رہیں گے اور اس کی پیداوار انہیں دیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے درخت لگائے صرف ایک درخت ایسا تھا، جو آپ نے نہیں لگایا اسے حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہ نے اگایا تھا تو تمام درختوں پر اسی سال پھل لگ گیا لیکن ایک درخت پر پھل نہیں لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اس کھجور کے درخت کو کیا ہوا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسے میں نے اگایا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اکھاڑ دیا اور اس کی جگہ دوسرا درخت اگایا تو اسی سال اس پر بھی پھل لگ گیا۔

20- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا بشر بن الوضاح انبانا ابو عقیل الدروقی عَنْ اَبِیْ نضرة قَالَ سَاَلْتُ اَبَاسَعِیْد الْخُدْرِیَّ عَنْ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ خَاتَمَ النُّبُوَّةِ فَقَالَ کَانَ فِیْ ظَهْرِهٖ بِضْعَةٌ نَاشِزَةٌ ۔

◆◆ حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے بارے میں دریافت کیا: یعنی مہر نبوت کے بارے میں، تو انہوں نے جواب دیا: آپ کی پشت پر موجود تھی اور کچھ ابھرا ہوا گوشت تھا۔

شرح

الهدايا مشتركة:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں یہ بات شامل تھی کہ جب آپ کی خدمت میں کوئی ''ھدیہ'' پیش کیا جاتا' آپ وہ تمام حاضرین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے: الهدايا مشتركة ۔یعنی ہدیوں میں سب حاضرین کا حصہ ہوتا ہے''۔ اس حوالے سے بہت سے واقعات ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ وقت کے پاس ''ہدیہ'' آیا' پاس بیٹھے ہوئے ایک خادم نے عرض کیا: الهدايه مشتركة۔ ہدیہ میں سب کا حصہ ہوتا ہے' شیخ نے جواباً فرمایا: ہم تو شرک کو پسند نہیں کرتے بلکہ وحدت پسند ہیں۔ لہٰذا یہ تمام ہدیہ تم لے لو۔ وہ ہدیہ مقدار کے اعتبار سے اتنا زیادہ تھا' جو خادم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ انہوں نے دوسرے خادم کو حکم دیا کہ ان کے گھر چھوڑ آؤ اور وہ ان کے گھر چھوڑ آئے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں نقدی کی شکل میں ''ہدیہ'' پیش کیا گیا۔ اہل مجلس میں سے ایک نے عرض کیا: الهدايا مشتركة 'ہدیہ میں سب کا حصہ ہوتا ہے''۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ان ہدیوں سے خاص ہدیے مراد ہیں اور ساتھ ہی اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ یہ ''ہدیہ'' محفوظ کر کے رکھ دو۔ شیخ وقت کا اپنے خادم کو ہدیہ عنایت کر دینا اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا خادم کو عنایت نہ کرنا' دونوں واقعات اپنے اپنے موقع کے اعتبار سے درست ہیں' کیونکہ شیخ نے ایثار کو پیش نظر رکھا جبکہ حضرت امام صاحب نے شرعی مسئلہ پر عمل کیا۔ اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد گرامی کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ مجھے اپنی عمر کے ابتدائی زمانہ میں مسلسل روزہ رکھنے کا شوق پیدا ہوا اور بعد میں اس بارے میں اختلاف فقہاء کے سبب مجھے تردد ہوا۔ خواب میں مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے۔ انہوں نے کہا: الهدايا مشتركة۔ میں نے وہ روٹی ان کے سامنے پیش کر دی جس سے انہوں نے ایک ٹکڑا لے لیا۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی

اللہ عنہ نے فرمایا: الھدایا مشترکۃ۔ میں نے روٹی ان کے حضور پیش کر دی تو انہوں نے بھی ایک ٹکڑا لے لیا۔ پھر اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الھدایا مشترکۃ۔ میں نے ان سے عرض کیا: اگر آپ لوگ اسی طرح روٹی تقسیم کرتے رہے تو میرے لیے کیا بچے گا؟

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تعارف:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ طویل العمر بزرگ تھے۔ ان کی عمر کے بارے میں دو قول ہیں: (۱) اڑھائی سو سال (۲) ساڑھے تین سو سال۔ آپ آسمانی کتب کے عالم تھے۔ انہوں نے سابقہ آسمانی کتب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تین علامات خصوصیت سے پڑھی تھیں: (۱) آپ صدقہ قبول نہیں کریں گے (۲) آپ ہدیہ قبول فرمائیں گے (۳) آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنے قبول اسلام کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ ایران کے صوبہ اصبہان کی آبادی ''جے'' کے باسی تھے۔ والد گرامی وہاں کے سردار تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ باپ اور بیٹا دونوں مجوسی تھے اور انہوں نے مجوسی مذہب کی اتنی خدمت کی کہ انہیں آتش کردہ کا نگراں تعینات کر دیا گیا۔ ایک دفعہ والد صاحب کے حکم کی تعمیل میں اپنی جائیداد کی طرف گئے‘ راستہ میں نصاریٰ کا گرجہ دیکھا‘ لوگوں کو وہاں عبادت کرتے ہوئے ملاحظہ کیا‘ ان کا طرز عبادت بہت پسند آیا اور شام تک گرجہ میں ٹھہرے رہے‘ وہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نصاریٰ کا مرکز ملک شام میں ہے۔ رات کے وقت گھر واپس آئے تو والد گرامی نے دیر سے آنے اور سارے دن کی مصروفیت کے بارے میں دریافت کیا تو تمام واقعہ سنا دیا۔ باپ نے کہا: بیٹا! ہمارا اور ہمارے اباء و اجداد کا مذہب سب سے عمدہ ہے‘ لہٰذا اسے چھوڑ کر دوسرا مذہب کو اختیار کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ باپ کی باتوں سے آپ مطمئن نہ ہوئے اور اس بارے میں باپ کو بھی خدشہ ظاہر ہوا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو بیڑیاں ڈال کر گھر میں قید کر دیا۔ موقع پا کر آپ نے بیڑیاں توڑ دیں اور ملک شام جانے والے عیسائی وفد میں شامل ہو کر ملک شام پہنچ گئے۔ وہاں عیسائی مذہب کے سب سے بڑے پیشوا (بشپ) کے پاس گئے اور انہیں بتایا: وہ ان کا مذہب قبول کر کے ایک خادم کی حیثیت سے ان کے پاس ٹھہرنا چاہتا ہے۔ بشپ نے ان کی بات مان لی اور وہ خادم کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔ بشپ کوئی اچھا آدمی ثابت نہ ہوا۔ وہ غریبوں کے نام پر لوگوں سے صدقہ و خیرات حاصل کرتا لیکن ان میں تقسیم کرنے کے بجائے اپنے پاس جمع کر لیتا تھا۔ جب بشپ کا آخری وقت آیا تو ان سے دریافت کیا کہ ان کی وفات کے بعد وہ کہاں جائیں؟ اس نے وصیت کی کہ میرے بعد ہمارے مذہب کا سب سے بڑا پیشوا عراق کے شہر موصل میں ہے‘ ان کے پاس چلے جانا‘ بشپ کی وفات کے بعد حسب وصیت وہ ''موصل'' میں گئے اور وہاں عیسائی مذہب کے بڑے پیشوا کے بارے میں دریافت کر کے ان کے پاس پہنچ گئے جو ایک اچھا آدمی تھا۔ ان کی خدمت میں رہنے لگے‘ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے بھی اجازت طلب کی کہ ان کی وفات کے بعد وہ کس کے پاس جائیں؟ انہوں نے اپنی وصیت میں کہا: تم نصیبین میں فلاں شخص کے پس چلے جانا۔ پیشوا کی وفات کے بعد وہ حسب وصیت نصیبین میں پہنچ کر وہاں متعلقہ شخص کے پاس ہو گئے اور ان کے پاس رہنے لگے۔ اس قیام کے دوران تجارت کا سلسلہ بھی جاری کیا جس

کے نتیجہ میں انہوں نے بکریاں اور گائیں خریدیں۔ جب اس بشپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے وصیت کرنے کے بارے میں کہا' انہوں نے وصیت کرتے ہوئے کہا: قسم بخدا! اس وقت ہمارے مذہب کا بڑا عالم تیرے علاوہ کوئی دنیا میں موجود نہیں ہے۔ تاہم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا وقت قریب ہے' جو دین ابراہیمی پر ہوں گے' وہ عرب میں پیدا ہوں گے۔ ان کی ہجرت گاہ کھجوروں کی جگہ ہوگی۔ جس کے دونوں اطراف میں پہاڑ ہوں گے۔ ان کی وفات کے بعد آپ ملک شام سے مکہ مکرمہ جانے والے وفد میں شامل ہو گئے اور ان سے یہ طے کرلیا کہ وہ انہیں مکہ میں پہنچا دیں گے تو آپ جانور (بکریاں اور گائیں) ان کو پیش کر دیں گے۔ جونہی یہ وفد مکہ میں پہنچا تو انہوں نے جانوروں پر قبضہ لیا اور ظلم یہ کیا کہ بنو قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھوں غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا۔ جب یہ یہودی مدینہ طیبہ میں گیا تو آپ کو بھی بطور غلام اپنے ساتھ لے گیا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدقہ پیش کیا جو آپ نے قبول نہ کیا اور ہدیہ پیش کیا جو آپ نے قبول کر لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی۔ شرائط پوری ہونے پر آپ نے اسلام قبول کر لیا لیکن غلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنے مالک سے مکاتبت کا معاملہ کر کے آزادی حاصل کرلو۔ آقا سے معاملہ مکاتبت نہایت سخت شرائط پر طے ہوا کہ وہ چالیس اور ایک روایت کے مطابق تین سو اوقیہ نقد سونا پیش کرنے کے علاوہ تین سو کھجوروں کے پودے لگائیں گے اور ان کے پھل آور ہونے تک ان کی خدمت کریں گے۔

اس دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے سونا پیش کیا گیا جس سے چالیس اوقیہ یا تین سو اوقیہ سونا بطور مکاتبت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ادا کیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت اپنے دست اقدس سے تین سو کھجوروں کے پودے بھی لگائے جو ایک سال کے اندر پھل آور ہو گئے۔ اس طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی سے آزادی حاصل ہوگئی۔ یکے بعد دیگرے آپ دس آقاؤں کے زیر عتاب اور زیر سایہ رہنے کے بعد آزاد ہوئے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر دشمن کا مقابلہ کرنے میں سہولت کے پیش نظر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی بار خندق کھودنے کا مشورہ دیا' جس پر عمل کرتے ہوئے خندق کھودی گئی۔

سوال: صدقہ اور ہدیہ میں کیا فرق ہے؟ علاوہ ازیں ''انا'' جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

جواب: حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ صدقہ اور ہدیہ کی تعریف بایں الفاظ کی ہے: **الصدقة: منيحة يمنحها المانع طلبا لثواب الاخرة و تكون من الاعلىٰ الى الادنىٰ** ۔صدقہ یہ ہے کوئی شخص ثوب کی نیت سے کسی کو تحفہ پیش کرے اور یہ چیز بڑا چھوٹے کو عنایت کرتا ہے''۔

الهدية: منحة يمنحها المانع للتقريب و التحبب اليه ۔ ہدیہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو محبت کی وجہ سے تحفہ دے''۔ الغرض صدقہ میں تین امور شرائط ہیں: (۱) ثواب (۲) نیت (۳) بڑا چھوٹے کو دے جبکہ ہدیہ میں ان میں سے کوئی چیز بھی شرط نہیں ہے۔

لفظ ''انا'' جمع کا صیغہ لانے کی دو وجوہات ہیں: (۱) عزت و بزرگی کی بنا پر (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ

کی ال اطہار بھی شامل ہے اس کی تائید حدیث کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: لاتحل الصدقة لمحمد و لاآله ۔یعنی صدقہ نہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز ہے اور نہ آپ کی ال اطہار کے لیے"۔ (امام محمد بن مسلم، صحیح مسلم ج ا ص ۳۴۵)

سوال: کھجور کے وہ پودے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے لگائے تھے۔ وہ ایک سال تک پھل آور ہو گئے (جو عموماً پانچ یا دس سال میں پھل آور ہوتے ہیں) لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا پھل آور کیوں نہ ہو؟

جواب: کھجور کے پودوں کا ایک سال کے اندر پھل آور ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا بھی سال کے اندر پھل آور ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ باقی نہ رہتا۔

21- حَدَّثَنَا اَبُوْ الاشعث احمد بن المقدام العجلی البصری حَدَّثَنَا حماد بن زید عَنْ عاصم الاحول عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ هُوَ فِيْ نَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَدُرْتُ هٰكَذَا مِنْ خَلْقِهٖ فَعَرَفَ الَّذِىْ اُرِيْدُ فَاَلْقَى الرِّدَاءَ عَنْ ظَهْرِهٖ فَرَاَيْتُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ عَلٰى كَتِفَيْهِ مِثْلَ الْجَمْعِ حَوْلَهَا خَيْلَانٌ كَاَنَّهَا ثَاٰلِيْلُ فَرَجَعْتُ حَتّٰى اسْتَقْبَلْتُهٗ فَقُلْتُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ وَلَكَ فَقَالَ الْقَوْمُ اسْتَغْفَرَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَلَكُمْ ثُمَّ تَلَا الْاٰيَةَ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ .

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اپنے کچھ اصحاب کے درمیان موجود تھے۔ میں اس طرح آپ کے پیچھے سے گھوم کر آیا کہ آپ نے اندازہ لگالیا کہ میرا مقصد کیا ہے؟ آپ نے اپنی پشت سے چادر کو ہٹا دیا تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی جگہ دیکھ لی۔ وہ ایک مٹھی کی طرح تھی جس کے آس پاس تل تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ پستان کا سرا ہیں۔ پھر میں واپس ہوا اور آپ کے سامنے آ گیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو مغفرت عطا کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور تمہیں بھی! حاضرین نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے دعائے مغفرت کی ہے، تو انہوں نے کہا: ہاں لوگوں کے لیے بھی کی ہے، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: تم اپنے ذنب کی مغفرت طلب کرو۔ مومنین اور مومنات کے لیے بھی مغفرت طلب کرو۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف "ذنب" کی نسبت نہ کرنا:

قدرت: گھوم کر پیچھے سے آنا۔ **مثل الجمع**: مٹھی کی مثل۔ **خیلان**: خال کی جمع بمعنی: تل۔ **ثالیل**: ثالون کی جمع ہے اس کا معنی ہے: ابھرا ہوا باریک دانہ۔

انبیاء کرام اور ملائکہ معصوم ہوتے ہیں ان سے بھول کر بھی معصیت کا ارتکاب اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہو سکتی۔ جب یہ

لوگ معصوم عن الخطاء ہیں تو پھر ان کی طرف لفظ ''ذنب'' (گناہ) کی نسبت کرنا بھی درست نہیں ہے۔ لہٰذا سورہ محمد کی آیت نمبر ۱۹ کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا: اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگیں''۔

(کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن)

صدر الا فاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے تفسیر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان کے لیے مغفرت طلب فرمائیں اور آپ شفیع و مقبول الشفاعۃ ہیں' اس کے بعد مؤمنین وغیر مؤمنین سب سے عام خطاب ہے۔ (خزائن العرفان علی کنز الایمان' ص ۸۱۰)

فائدہ نافعہ: احادیث مبارکہ یا قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ ''ذنب'' کی نبی علیہ السلام کی طرف نسبت ہے' وہاں لفظ ''ذنب'' سے آباء واجداد (اسلاف) اور آل واولاد (اخلاف) کے ذنب مراد ہیں۔ کسی حدیث یا آیت کے ترجمہ میں لفظ ''ذنب'' کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا عقیدۂ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کا بیان

22- حَدَّثَنَا علی بن حجرا نبانا اسمعیل ابن ابراهیم عن حمید عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِلٰی نِصْفِ اُذُنَیْهِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک ہوتے تھے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں کی کیفیت:

حضرت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بالوں کے بارے میں روایات مختلف ہیں' جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زلفوں کو کٹواتے وہ کانوں تک ہو جائیں' جنہیں ''وفرہ'' کہا جاتا ہے۔ وہ بڑھ کر کانوں اور کندھوں کے درمیان پہنچ جاتیں' جنہیں ''لمہ'' کہا جاتا ہے۔ پھر وہ مزید طویل ہو کر کندھوں تک پہنچ جاتیں' جنہیں ''جمہ'' کہا جاتا ہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کے حوالے سے مختلف روایات میں تعارض باقی نہ رہا' کیوں کہ زلفوں کی کیفیت یکساں نہیں بلکہ مختلف ہوتی رہتی تھی۔ جس وجہ سے روایات کا مختلف ہونا بھی ضروری تھا۔

حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ روایات کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف روایات' اختلاف اوقات پر محمول ہیں' جس وقت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم قصر

فرماتے تو بال مبارک کانوں کی لونصف لوتک پہنچتے اور جس وقت ترک قصر فرماتے تو بال مبارک لمبے ہو جاتے یہاں تک کہ کندھوں مبارک تک پہنچ جاتے' جس حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا اسی کیفیت کو بیان کر دیا''۔

(علامہ محمد امیر شاہ'انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۵۸)

23- حَدَّثَنَا هناد بن السری حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن اَبِیْ الزناد عن هشام بن عوف عَنْ اَبِیْ عن عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰه عنها قالت کُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ وَکَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے'آپ کے بال کندھوں سے کچھ اوپر تھے اور کانوں سے کچھ نیچے تھے۔

شرح

زوجین کا ایک برتن میں غسل کرنے کا مسئلہ:

زیر مطالعہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ زوجین کا ایک برتن میں غسل کرنا جائز ہے لیکن عریانی کیفیت درست نہیں ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ایک برتن میں غسل فرماتے تھے لیکن عریانی کیفیت باہم نمایاں نہیں ہوتی تھی۔ اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت ہے: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا محل ستر کبھی نہیں دیکھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا محل ستر دیکھا تھا''۔

زوجین ایک برتن میں غسل کریں' اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) زوجین ستر عورت کے ساتھ اکٹھے ایک برتن میں غسل کریں' اس کے جواز میں تمام آئمہ فقہ کا اجماع ہے۔ (۲) ایک برتن میں پہلے مرد غسل کرے اور بعد میں عورت غسل کرے۔ اس کے جواز میں بھی تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ (۳) ایک برتن میں پہلے عورت غسل کرے اور بعد میں مرد غسل کرے۔ اس صورت میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ صورت بھی جائز ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ تاہم عورت کی موجودگی میں مرد غسل کرے' تب جائز ہے۔ تیسری صورت کے بارے میں جمہور اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کے درمیان زیادہ فرق نہیں ہے۔ اگر حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کو تقویٰ پر محمول کیا جائے' تب سب کا مؤقف تقریباً یکساں ہو سکتا ہے۔

24- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اَبُوْ قطن حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِیْ اسحق عن البراء بن عازب قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَرْبُوْعًا بُعَیْدَ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ وَکَانَتْ جُمَّتُهٗ تَضْرِبُ شَحْمَةَ اُذُنَیْهِ ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے مالک تھے'آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا اور آپ کے بال کانوں کی لوتک آیا کرتے تھے۔

25- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا وهب بن جریر بن حازم حدثنی اَبِیْ عن قتادہ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَیْفَ کَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ وَلَا بِالسَّبْطِ کَانَ یَبْلُغُ شَعْرُہٗ شَحْمَۃَ اُذُنَیْہِ ۔

◆◆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کیسے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: بہت زیادہ گھنگھریالے نہیں تھے اور بالکل سیدھے بھی نہیں تھے۔ آپ کے بال کانوں کی لو تک آتے تھے۔

26- حَدَّثَنَا محمد بن یحییٰ بن اَبِیْ عُمَر المکی حَدَّثَنَا سفیان بن عیینۃ عَنْ اَبِیْ نَجِیْحٍ عن مجاھدٍ عن اُمّ ھانی بنت اَبِیْ طالب قالت قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلَیْنَا مَکَّۃَ قَدْمَۃً وَلَہٗ اَرْبَعُ غَدَائِرَ ۔

◆◆ حضرت اُمّ ہانی بنت طالب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہمارے ہاں تشریف لائے جبکہ آپ نے چار چوٹیاں بنائی ہوئی تھیں۔

شرح

ہجرت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں تشریف آوری:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج اور چار عمرے کیے تھے۔ ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار بار مکہ مکرمہ میں تشریف لائے: (۱) عمرۃ القضاء کی غرض سے ۷ھ ہیں۔ (۲) ۸ھ میں فتح مکہ کی غرض سے۔ اسی سفر کے دوران عمرۃ الجعرانۃ بھی ادا کیا۔ (۳) ۱۰ھ میں حج کی ادائیگی کے لیے (۴) آخری حدیث میں جس کا تذکرہ ہے۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال چار حصوں میں مینڈھوں کی شکل میں تقسیم تھے۔

27- حَدَّثَنَا سوید بن نصر حَدَّثَنَا عبد اللہ ابن المبارک عن معمر عن ثابت البنانی عَنْ اَنَسٍ اَنَّ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ اِلٰی اَنْصَافِ اُذُنَیْہِ ۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک آیا کرتے تھے۔

28- حَدَّثَنَا سوید بن نصر حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْمُبَارَکِ عن یونس بن زید عن الزھری حَدَّثَنَا عبید اللّٰہ بن عبد اللہ ابن عتبۃ بن عبد اللہ عن ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَسْدِلُ شَعْرَہٗ وَکَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یُفَرِّقُوْنَ رُؤُسَھُمْ وَکَانَ اَھْلُ الْکِتٰبِ یَسْدِلُوْنَ رُؤُسَھُمْ وَکَانَ یُحِبُّ مُوَافَقَۃَ اَھْلِ الْکِتٰبِ فِیْمَا لَمْ یُؤْمَرْ فِیْہِ بِشَیْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ رَأْسَہٗ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اپنے بال پیچھے کی طرف

لے جایا کرتے تھے' مشرکین مانگ نکالا کرتے' اور اہل کتاب بھی بال پیچھے کی طرف لے جایا کرتے تھے۔ جس معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقاعدہ کوئی حکم نہ ملا ہوتا آپ اس میں اہل کتاب کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مانگ نکالنا شروع کردی۔

29- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن معدی عن ابراهیم بن نافع المکی عن ابن ابی نجیح عن مجاهد عن امِّ هَانِی قَالَتْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ذَاضَفَائِرَ اَرْبَعٍ .

◆◆ حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ نے چار مینڈھیاں بنائی ہوئی تھیں۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کا ایک اور انداز:

حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دور ہیں: (۱) مکی دور: جو اعلانِ نبوت سے لے کر تا ہجرت ہے۔ (۲) مدنی دور: جو بعد از ہجرت تا وصال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکی زندگی میں اپنے سر کے بالوں میں مانگ نہیں نکالتے تھے تاکہ کفار مکہ کی مخالفت ہو جائے' کیونکہ کفار اہتمام سے مانگ نکالتے تھے۔ آپ مدنی زندگی میں اہتمام سے مانگ نکالتے تھے' کیونکہ مدینہ طیبہ کے یہودیوں کے اکثر اصول دین ابراہیمی کے مطابق تھے۔

اس بارے میں حضرت محمد امیر شاہ قادری گیلانی لکھتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر جب تک حکم الٰہی نہ ہوتا اس بات کو اچھا جانتے کہ اہل کتاب کی موافقت کی جائے۔ اس لیے اہل کتاب کے کام پر ان کے پیغمبر کی کوئی سند تو ہوگی۔ برخلاف مشرکین کے کہ ان کے ہاں تو کوئی سند ہی نہیں اور جب احکام الٰہی آجاتے تو آپ یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں کام کرتے''۔ (علامہ محمد امیر شاہ' انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۷۵)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تَرَجُّلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 4: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کنگھی کرنے کا بیان

بالوں میں کنگھا کرنے کا مسئلہ:

سر کے بالوں میں کنگھا کرنا مستحب ہے' کیوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر اقدس کے بالوں میں کنگھا کیا کرتے اور دوسروں کو اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ لفظ ''ترجل'' کا معنی بایں الفاظ کیا جاتا ہے: بالوں کو خوبصورت' صاف ستھرا اور با سلیقہ بنانا ہے۔ حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: الترجل من باب النظافة۔ کنگھا کرنے کا تعلق نظافت سے ہے یعنی بالوں کو ستھرا رکھنا' درست کرنا' آراستہ کرنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نظافت کی اہمیت کے حوالے سے فرمایا: النظافة

من الایمان ۔صفائی ایمان کا حصہ ہے۔دوسری روایت میں یوں فرمایا:ان اللہ تعالٰی نظیف یحب النظافۃ ۔ بیشک اللہ تعالیٰ صاف ستھرا ہے اور وہ صفائی کو پسند کرتا ہے''۔احادیث باب میں اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

30– حَدَّثَنَا اسحق بن موسٰی الانصاری حَدَّثَنَا معن بن عِیسٰی حَدَّثَنَا مالك بن انس عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی اللّٰه عنها قَالَتْ کُنْتُ اُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا حَائِضٌ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھی کردیا کرتی تھی حالانکہ میں اس وقت حالت حیض میں ہوتی تھی۔

شرح

حائضہ عورت سے استفادہ کرنا:

اس روایت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ شوہر اپنی حائضہ بیوی سے جماع کے علاوہ ہر طرح کا استفادہ کرسکتا ہے' کیونکہ اس حالت میں اس سے جماع کرنا حرام ہے۔زمانہ جاہلیت میں حائضہ عورت سے نفرت برتی جاتی تھی۔اسے کھانا تیار کرنے کی اجازت نہیں تھی' اسے منحوس قرار دے کر گھر کے ایک کونے میں بٹھا دیا جاتا تھا اور اسے الگ تھلگ کھانا دیا جاتا تھا لیکن اسلام نے اس مکروہ رسم کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔جماع کے علاوہ اس سے شوہر ہر قسم کا استفادہ کرسکتا ہے۔

31– حَدَّثَنَا یوسف بن عِیسٰی حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا الربیع بن صبیح عَنْ یَزِیْدَ بن ابان هو الرقاشی عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُکْثِرُ دَهْنَ رَاسِه وَ تَسْرِیْحَ لِحْیَتِه وَ یُکْثِرُ الْقِنَاعَ حَتّٰی کَانَ ثَوْبَه ثَوْبُ زَیَّاتٍ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے بالوں میں تیل لگاتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک میں کنگھی کرتے تھے۔آپ سر پر اکثر رومال رکھتے تھے اور وہ رومال یوں لگتا تھا جیسے تیلی کا ہے۔

شرح

نظافت وصفائی اختیار کرنا:

سر کے بالوں اور داڑھی مبارک کے بالوں میں تیل استعمال کرنا اور کنگھا کرنا' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں شامل تھا۔تیل کی چکناہٹ سے بچنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ مبارک کے نیچے رومال یا کپڑا باندھ لیتے تھے یا آپ کی طبیعت نظافت پسند تھی' اس لیے عمامہ کو تیل سے بچانے کی غرض سے اس کے نیچے سر پر کوئی کپڑا استعمال فرماتے تھے۔

32– حَدَّثَنَا هناد بن السری حَدَّثَنَا ابو الاحوص عن اشعث بن اَبِی الشعثاء عن ابیه عن مسروق عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَیُحِبُّ التَّیَمُّنَ فِیْ طُهُوْرِه اِذَا

تَطَهَّرَ وَ فِیْ تَرَجُّلِهٖ اِذَا تَرَجَّلَ وَفِیْ انْتِعَالِهٖ اِذَا انْتَعَلَ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں طرف سے وضو کرنا پسند تھا، جب آپ وضو کرتے تھے۔ کنگھی کرنا جب آپ کنگھی کرتے، اور جوتا پہننا میں جب آپ جوتا پہنتے تھے۔

شرح

شرافت ونظافت والے کام کو دائیں طرف سے شروع کرنا:

زیر مطالعہ حدیث میں مذکور امور ثلاثہ ہی نہیں بلکہ ہر شرافت ونظافت والے عمل کو دائیں جانب سے شروع کیا جائے گا ورنہ بائیں جانب سے انجام دیا جائے گا۔ مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں داخل کیا جائے گا پھر بایاں پاؤں لیکن مسجد سے نکلتے وقت اس کا عکس اختیار کیا جائے گا یعنی پہلے بایاں پاؤں مسجد سے باہر نکالا جائے گا پھر دایاں پاؤں۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں داخل کیا جائے گا پھر دایاں لیکن باہر نکلتے وقت اس کے برعکس صورت اختیار کی جائے گی۔ علی هٰذَا القیاس لباس زیب تن کرتے وقت پہلے دایاں بازو یا پاؤں داخل کیا جائے گا پھر بایاں ہاتھ یا پاؤں مگر لباس اتارتے وقت اس کا عکس کیا جائے گا۔

33– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا یحییٰ بن سعید عن ھشام بن حبان عن الحسن البصری عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا ۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنے سے منع کیا ہے، مگر ایک آدھ دن کے وقفہ سے۔

شرح

روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت کی وجہ:

زیر مطالعہ حدیث میں روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت بیان کی گئی ہے، اس ممانعت کی کئی وجوہات ہیں: (۱) یہ ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے (۲) یہ ممانعت تب ہے جب اس کی ضرورت نہ ہو، بالوں کے پراگندہ ہونے کی صورت میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ (۳) خواتین کی طرح ہمہ وقت کنگھی پٹی میں مصروف رہنے سے وقت کا ضیاع ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے تاکہ مرد کا قیمتی وقت کسی دینی کام کے لیے صرف ہو۔

34– حَدَّثَنَا الحسن بن عرفة قَالَ حَدَّثَنَا عبد السلام بن حرب عَنْ یَزِیْدَ بن اَبِیْ خالد عَنْ اَبِی العلاء الاودی عن حمید بن عبد الرحمٰن عن رجل من اَصْحَابُ النَّبِیُّ صلی اللّٰه علیه وَ سَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَتَرَجَّلُ غِبًّا ۔

◆◆ حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدھ دن کے وقفے کے بعد کنگھی کیا کرتے تھے۔

شرح

ایک دن کے وقفہ سے کنگھا کرنا:

یہ روایت اس سے پہلی روایت سے متعارض نہیں ہے، کیونکہ بال پراگندہ نہ ہونے کی صورت میں ایک دن کے وقفہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھا کرتے تھے اور پراگندہ ہونے کی صورت میں روزانہ کنگھا کرتے تھے۔

کنگھا کرنے کے وقفہ کے حوالے سے فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں: ایک دن کے وقفہ سے کنگھا کیا جائے۔

☆ علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے کنگھا کرنے کا معمول نہیں تھا، ایک دن کنگھا کرتے، اور ایک دن نہیں کرتے تھے۔

☆ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہفتہ میں ایک دن کنگھا کیا جائے۔

☆ حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مسلسل کنگھا کرنا، عورتوں کی عادت ہے، لہٰذا کبھی کبھار کنگھا کرنا چاہیے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ شيب رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب۵: آپ صلی اللہ علیہ وسلم (سر اور داڑھی) کے سفید بالوں کا تذکرہ

برکات موئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک بابرکت تھے، جو امہات المومنین رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے پاس بطور تبرک رکھتے تھے اور ان سے بیماروں کے لیے شفاء حاصل کرتے تھے۔ حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہیں ان کی بیوی پانی کا پیالہ دے کر اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجتی تھیں۔ ان کی بیوی کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی بیمار ہو جاتا یا کسی کو نظر لگ جاتی وہ کسی برتن میں پانی ڈال کر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں روانہ کر دیتیں، کیونکہ ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا، جو ایک نلی میں محفوظ تھا، وہ اسے نکال کر پانی میں غسل دے کر پانی مریض کو پلا دیتیں جس سے اسے شفا حاصل ہو جاتی تھی۔ (علامہ محمد امیر شاہ، انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۶۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے بال مبارک کاٹ رہا تھا اور صحابہ کرام آپ کے اطراف میں حلقہ بنائے کھڑے تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی بال زمین پر نہ گرے بلکہ وہ اسے اپنے پس بطور تبرک محفوظ کر لیں۔ (امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم)

حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ہمارے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ان کے اہل خانہ سے ہمیں دستیاب ہوئے ہیں۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ان موئے مبارکہ سے ایک کا ہونا' دنیا اور مافیھا سے زیادہ بہتر ہے۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری' جلد اول ص ۲۹)

35- حَدَّثَنَا محمدبن بشار حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا همام عن قتادة قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ اِنَّمَا كَانَ شَيْبًا فِيْ صُدْغَيْهِ وَلٰكِنْ اَبُوْبَكْرٍ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ .

◆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب استعمال کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: اس کی نوبت ہی نہیں آئی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنپٹیوں پر کچھ بال سفید تھے۔ البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہندی لگاتے تھے اور وسمہ استعمال کیا کرتے تھے۔

36- حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور و يحيٰى بن موسٰى قَالاَ حَدَّثَنَا عبد الرزاق عن معمر عن ثابت عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاعَدَدْتُّ فِيْ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ لِحْيَتِهٖ اِلَّا اَرْبَعَ عَشْرَةَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ .

◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے شمار کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی میں چودہ (۱۴) بال سفید تھے۔

37- حَدَّثَنَا محمد بن مثنى حَدَّثَنَا اَبُوْ داؤد حَدَّثَنَا شعبة عن شيب رَسُوْلُ اللّٰه صلى اللّٰهِ عليه وَ سَلَّمَ فَقَالَ كَانَ اِذا دَهَنَ رَاْسَه لَمْ يُرَمِنْهُ شَيْبٌ فَاِذَا لَمْ يَدَّ هِنْ رُءِ یَ مِنْهُ .

◆ حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر تیل لگاتے تو کوئی سفید بال دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن جب آپ تیل نہیں لگاتے تھے' تو کچھ سفید بال نظر آتے تھے۔

38- حَدَّثَنَا محمد بن عمرو بن الوليد الكندى الكوفى حَدَّثَنَا يحيٰى بن اٰدم عن شريك عن عبيد اللّٰه بن عمر عن نافع عن ابن عمر قَالَ اِنَّمَا كَانَ شَيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَحْوًا مِنْ عِشْرِيْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ .

◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال بیس (۲۰) کے قریب تھے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات اور ان میں تطبیق:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس اور ڈاڑھی مبارک میں سفید بالوں کی تعداد کتنی تھی؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں لیکن زیادہ مشہور روایات چار ہیں: (۱) چودہ بال (۲) سترہ بال (۳) اٹھارہ بال (۴) بیس بال۔ سوال یہ ہے کہ ان روایات میں تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: صحابہ کرام عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک چیز محفوظ کی اور امت تک پہنچادی۔ شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کی تعداد کم تھی۔ لہٰذا کم تعداد بیان کردی گئی اور بعد ازاں تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ مختلف اوقات میں جس صحابی نے جتنی تعداد ملاحظہ کی' اسے آگے بیان کر دیا جس کے نتیجہ میں روایات مختلف ہو گئیں۔

حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں لکھتے ہیں:

احادیث میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ مختلف اوقات میں دیکھنے والے نے مختلف خبر دی ہے یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پہلے جتنے بال مبارک دیکھے تھے' ان کا ذکر کر دیا اور جب آخر میں کچھ زیادہ یعنی سترہ کے قریب دیکھے تو انہیں ذکر کر دیا''۔ (علامہ محمد امیر شاہ' انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۶۸) مشہور روایت کے مطابق اٹھارہ موئے مبارک سفید تھے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ نافعہ: سر اور ڈاڑھی کے سفید بالوں کو کتم یا مہندی وغیرہ سے خضاب کرنا جائز ہے لیکن سیاہ خضاب حرام ہے۔ تاہم بعض علماء نے مجاہدین کے لیے سیاہ خضاب حلال قرار دیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی' اس لیے آپ نے کسی بھی طرح کا خضاب استعمال نہیں کیا۔ اس مسئلہ کی تفصیل آئندہ باب میں آرہی ہے۔

39- حَدَّثَنَا ابو کریب محمد بن العلاء حَدَّثَنَا معاویة بن هشام عن شیبان عَنْ اَبِیْ اسحٰق عن عکرمة عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَّالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَ عَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ وَ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۔

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بوڑھے ہو رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورہ ھود، سورہ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورہ عم یتساء لون اور سورہ تکویر نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

40- حَدَّثَنَا سفیٰن بن وکیع اَخْبَرَنَا محمد بن بشر عن علی بن صالح عَنْ اَبِیْ اسحٰق عَنْ اَبِیْ حجیفة قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَاكَ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَّاَخَوَاتُهَا ۔

◆◆ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بوڑھے ہو رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورہ ھود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

41- حَدَّثَنَا علي بن حجر قال انبانا شعيب بن صفوان عن عبد الملك ابن عمير عن اياد بن لقيط العجلي عَنْ اَبِيْ رمثة التيمي تيم الرباب قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ مَعِيَ ابْنٌ لِيْ قَالَ فَارِيْتُهُ فَقُلْتُ لَمَّا رَاَيْتُهُ هٰذَا نَبِيُّ اللّٰهِ وَ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ وَلَهُ شَعْرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ وَ شَيْبُهُ اَحْمَرُ ۔

❖❖ حضرت ابورمثہ تیمی رضی اللہ عنہ جو قبیلہ تیم رباب سے تعلق رکھتے ہیں، نے کہا: میں اور میرا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ میں اسے آپ کی زیارت کراؤں۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو کہا: یہ اللہ کے نبی ہیں، اس وقت آپ نے دو سبز کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اور آپ کے بال مبارک نہایت سفید تھے جو سرخ رنگ کے تھے۔

42- حَدَّثَنَا احمد بن منيع حَدَّثَنَا سريج ابن النعمان اَخْبَرَنَا حماد بن سَلْمَةَ عن سماك بن حرب قَالَ قِيْلَ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَمَا كَانَ فِيْ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَيْبٌ قَالَ لَهُمْ يَكُنْ فِيْ رَاسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَيْبٌ اِلَّا شَعْرَاتٌ فِيْ مَفْرِقِ رَأْسِه اِذَا ادَّهَنَ وَ رَاهُنَّ الدُّهْنَ ۔

❖❖ حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں سفید بال موجود تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں صرف چند ایک سفید بال موجود تھے جو مانگ نکالنے کی جگہ پر تھے۔ جب آپ تیل لگاتے، تو تیل ان کو چھپا دیا کرتا تھا۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید ہونے کی وجہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارکہ سفید تھے۔ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پریشانی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بوڑھے کیوں ہو گئے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں مزید سورتوں کا ذکر ہے مثلاً سورۃ الحاقۃ، سورۃ القارعۃ اور سورۃ الغاشیۃ وغیرہ۔ ان سورتوں میں جہنم، عذاب جہنم اور قیامت وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ اس بارے میں ایک مشہور روایت بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو امور میں جانتا ہوں، اگر تم وہ جان لو تو تم اپنا ہنسنا کم کر دیتے اور رونا زیادہ کر دیتے حتیٰ کہ تم اپنی بیویوں کے پاس جانا بھی ترک کر دیتے۔ ایک بزرگ کو خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے حدیث میں پڑھا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: ''سورہ ھود'' نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے، یہ کیا بات ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اس سورت میں یہ الفاظ ہیں: فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ ۔ آپ ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے''۔ اس استقامت کا حکم کے موافق ہونا ضروری ہے، جو مشکل ترین مرحلہ ہے''۔ (شرح السنۃ)

سوال: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بال خضاب کو ظاہر کرتے ہیں، لہٰذا خضاب جائز ہونا چاہیے؟

جوب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بال خضاب کے جواز پر محمول نہیں کیے جا سکتے، کیوں کہ جب کوئی بال سفید ہوتا ہے، وہ

پہلے سرخ ہوتا ہے پھر سفید ہوتا ہے۔ دورِ حاضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن موئے مبارک کی مختلف ممالک کے مختلف مقامات میں زیارت کرائی جاتی ہے اور وہ سرخ معلوم ہوتے ہیں' وہ خضاب کی وجہ سے سرخ نہیں ہیں بلکہ سفید ہونے سے قبل جو سرخ ہوتے ہیں' وہ مراد ہیں یا عرصہ دراز گزرنے کی وجہ سے ان میں تبدیلی آئی ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب 6: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کا بیان

43– حَدَّثَنَا احمد بن منیع اَخْبَرَنَا هشیم اَخْبَرَنَا عبدالمالك بن عمیر اياد بن لقيط قَالَ اخبرنی اَبُوْ رمثة قَالَ اتيت رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَعَ ابْنٍ لِيْ فَقَالَ ابْنُكَ هٰذَا فَقُلْتُ نَعَمْ اَشْهَدُ قَالَ لَا يَجْنِيْ عَلَيْكَ وَلَا تَجْنِيْ عَلَيْهِ قَالَ وَرَاَيْتُ الشَّيْبَ اَحْمَرَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا اَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِیَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاَفْسَرُ لِاَنَّ الرِّوَايَاتِ الصَّحِيْحَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَمْ يَبْلُغِ الشَّيْبَ وَاَبُوْ رِمْثَةَ اسْمُهٗ رِفَاعَةُ ابْنُ يَثْرِبِيِّ التَّيْمِيُّ .

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے دریافت کیا: کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہاری سزا نہیں بھگتے گا اور تم اس کی سزا نہیں بھگتو گے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بال دیکھے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ اس بارے میں منقول سب سے عمدہ روایت ہے' جو زیادہ وضاحت کرتی ہے، کیونکہ مستند روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید ہوئے ہی نہیں تھے۔

حضرت ابو رمثہ کا نام رفاعہ بن یثربی تیمی تھا۔

44– حَدَّثَنَا سفين بن وكيع قَالَ اَخْبَرَنَا اَبِيْ عن شريك عن عثمان بن مرهب قَالَ سُئِلَ اَبُوْهُرَيْرَةَ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ نَعَمْ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَرَوٰى اَبُوْ عَوَانَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ فَقَالَ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ

حضرت عثمان بن موہب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب استعمال کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ابوعوانہ نے اسی روایت کو عثمان بن عبداللہ بن موہب کے حوالے سے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

45– حَدَّثَنَا ابراهيم بن هرون قَالَ انبأنا النضر بن زرارة عَنْ اَبِيْ جناب عن اياد بن لقيط عن

الجهذمة امراة بشير بن الخصاصية قَالَتْ اَنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِه يَنْفُضُ رَاْسَهٗ وَ قَدِ اغْتَسَلَ وَ بِرَاسِه رَدْ عٌ اَوْقَالَ رَدْ غٌ مِنْ حِنَّاءٍ شَكَّ فِيْ هٰذا الشَّيْخُ

⟡⟡ حضرت جہذمہ رضی اللہ عنہا جو حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں، کا بیان ہے: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے گھر سے نکلے، آپ اپنے سر مبارک سے پانی جھاڑ رہے تھے۔ آپ نے غسل کیا ہوا تھا اور آپ کے سر میں کچھ اثر مہندی کا تھا۔ یہ شک اس شیخ کو ہوا ہے۔

46- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحم انبأنا عمرو بن عاصم اَخْبَرَنَا حماد بن سَلْمَةَ انبأنا حميد عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَخْضُوْبًا

قَالَ حماد و اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ محمد بن عقيل رَاَيْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عندَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَخْضُوْبًا .

⟡⟡ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں پر خضاب لگا ہوا دیکھا ہے۔
حماد نے بیان کیا: حضرت محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ بتایا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک دیکھے ہیں جن پر خضاب لگا ہوا تھا۔

شرح

مسئلہ خضاب میں مذاہب آئمہ:

کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب استعمال کیا تھا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ تحریمی ہے لیکن کتم یا مہندی وغیرہ کا خضاب سنت ہے۔ آپ نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں خضاب کی صراحت موجود ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے تعامل صحابہ سے بھی استدلال کیا ہے، کیونکہ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم نے خضاب کیا تھا۔ سیاہ خضاب حرام ہے، البتہ مجاہدین کے لیے جائز ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرخ خضاب سنت ہے مگر سیاہ خضاب حرام ہے۔ انہوں نے روایات باب سے استدلال کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ہم علماء شافعیہ کے نزدیک سیاہ خضاب حرام ہے اور غیر از سیاہ سنت ہے۔ اس پر ہمارے نزدیک وہ حدیث ہے، جو صحیحین میں دلیل ہے، جس میں ارشاد ہے: فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا جبکہ ان کی ڈاڑھی اور سر

مبارک بالکل سفید تھا' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سفیدی کو کسی شئ کے ساتھ بدل دو اور سیاہ کرنے سے بچو''۔

(علامہ محمد امیر شاہ' انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۵۷)

زمانہ جاہلیت کی رسم کا خاتمہ:

زمانہ جاہلیت کی بے شمار رسومات کا اسلام نے خاتمہ کر دیا۔ ان میں سے ایک یہ رسم بھی ہے کہ اگر باپ جرم کرتا تو بیٹے کو اس کی سزا دی جاتی تھی اور بیٹے کے جرم کی باپ کو سزا دی جاتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو ختم کر دیا۔ اس کی تفصیل حدیث باب میں موجود ہے کہ حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ اپنا لڑکا رمثہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: اے ابورمثہ! کیا یہ تمہارا لڑکا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا لڑکا ہے' میں اس لیے لے کر حاضر ہوا ہوں کہ آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ اگر میں کسی جرم کا مرتکب ہوں تو اس کی سزا اسے دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے اس طریقہ کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا: تیرے بیٹے کے جرم کا تجھ سے اور تیرے جرم کا تیرے بیٹے سے مؤاخذہ نہیں ہوگا''۔ مطلب یہ ہے کہ دین اسلام' دین فطرت ہے جس میں ظلم و زیادتی جائز نہیں ہے بلکہ عدل وانصاف پر مبنی نظام پر عمل ہوگا۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جرم کا ارتکاب ایک شخص کرے اور اس کی سزا دوسرے آدمی کو دی جائے۔ اس بارے میں اسلامی اصول تو یہ ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ ایک شخص کے جرم کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا''۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ کحل رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 7: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمہ لگانے کا بیان

47– حَدَّثَنَا محمد بن حميد الرازى انبأنا اَبُوْ دَاوٗدَ الطيالسى عن عباد بن منصور عن عكرمة عن ابن عباس رَضِیَ اللّٰه عنهما اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِكْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُوا لْبَصَرَ وَ يُنْبِتُ الشَّعْرَ

وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَتْ لَهٗ مِكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلٰثَةً فِیْ هٰذِهٖ وَ ثَلَاثَةً فِیْ هٰذِهٖ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سیاہ سرمہ استعمال کیا کرو، کیونکہ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بالوں کو اگاتا ہے۔

انہوں نے خیال کیا: آپ کی سرمہ دانی تھی جس سے آپ رات کو سرمہ لگایا کرتے تھے۔ تین مرتبہ اس آنکھ میں اور تین مرتبہ اس آنکھ میں۔

48– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصباح الهاشمى البصرى اَخْبَرَنَا عبيد الله بن موسٰى اَخْبَرَنَا اسرائيل بن يونس عن عباد بن منصور ح وحَدَّثَنَا على بن حجر حَدَّثَنَا يزيد بن هٰرون انبانا عباد بن منصور عن

عکرمۃ عن ابن عباس قَالَ کَانَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَکْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ یَّنَامَ بِالْاِثْمِدِ ثَلٰثًا فِیْ کُلِّ عَیْنٍ وَقَالَ یزید بن ھٰرون فی حدیثہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَتْ لَہٗ مِکْحَلَۃٌ یَکْتَحِلُ مِنْھَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلٰثًافِیْ کُلِّ عَیْنٍ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سونے سے پہلے ہر آنکھ میں تین مرتبہ سیاہ سرمہ لگایا کرتے تھے۔

یزید بن ہارون کی روایت میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرمہ دانی تھی جس سے آپ رات کو ہر آنکھ میں تین مرتبہ سونے سے پہلے، سرمہ لگایا کرتے تھے۔

49– حَدَّثَنَا احمد بن منیع انبانا محمد بن یزید عن محمد بن اسحٰق عن محمد بن المنکدر عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالْاِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ فَاِنَّہٗ یَجْلُوا لبَصَرَ وَ یُنْبِتُ الشَّعْرَ ۔

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ سوتے وقت سیاہ سرمہ استعمال کیا کرو، کیونکہ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بالوں کو اگاتا ہے۔

50– حَدَّثَنَا قیتبۃ بن سعید قَالَ اَخْبَرَنَا بشر بن المفضل عن عَبْدُ اللّٰہِ بْن عثمان بن خیثم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنَّ خَیْرَ اَکْحَالِکُمْ اَلْاِثْمِدُ یَجْلُو الْبَصَرَوَ یُنْبِتُ الشَّعْرَ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین سرمہ، سیاہ سرمہ ہے، جو بینائی کو روشن کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔

شرح

سرمہ کی فضیلت واہمیت اور طریق کار:

سوتے وقت آنکھوں میں سرمہ لگانا سنت ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود سرمہ استعمال کرتے، اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے استعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ استعمال کرتے اور اس کے استعمال کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اکتحلوا با لاثمد تم اثمد سرمہ استعمال کرو'۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاثمد المروح عند النوم (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت اثمد سرمہ استعمال کرنے کا حکم دیا''۔ ایک روایت میں ''اثمد'' کو بہترین سرمہ قرار دیا گیا ہے۔ ان روایات سے سرمہ کی فضیلت واہمیت واضح ہوتی ہے۔ سرمہ کے چند مشہور فوائد یہ ہیں (۱) آنکھوں کی روشنی میں اضافہ کرتا ہے۔ (۲) آنکھوں کو

صاف ستھرا کرتا ہے۔ (۳) دماغ کے فاسد مادہ کو ختم کرتا ہے (۴) آنکھوں کا خراب مادہ خارج کرتا ہے (۵) پلکوں کو مضبوط کرتا ہے۔حرمین شریفین کے علاوہ ''اثمد'' سرمہ دستیاب نہیں ہوتا' اس کے عدم دستیاب کی صورت میں جو بھی سرمہ استعمال کریں تو سنت کا ثواب ملے گا۔

سرمہ استعمال کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں آنکھوں میں طاق عدد سلائیاں لگائی جائیں' پہلے دائیں آنکھ میں تین سلائیاں پھر بائیں آنکھ میں تین سلائیاں۔سرمہ کے استعمال کا آغاز دائیں آنکھ سے اور اختتام بائیں آنکھ سے ہونا چاہیے کیونکہ ہر شرافت و نظافت والا عمل دائیں جانب سے شروع کرنا مسنون ہے۔فقہاء کرام نے سرمہ لگانے کے دو طریقہ بتائے ہیں: (۱) دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں لگائی جائیں (۲) دائیں آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں لگائی جائیں۔بہتر یہ ہے کہ رات کے وقت سونے سے قبل سرمہ استعمال کیا جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو دن کے وقت بھی سرمہ لگایا جا سکتا ہے۔

51– حَدَّثَنَا ابراهيم بن المستمر البصرى حَدَّثَنَا اَبُوْ عاصم عن عثمان بن عبد الملك عن سالم عن ابن عمر قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُو الْبَصَرَ وَ يُنْبِتُ الشَّعْرَ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سیاہ سرمہ استعمال کیا کرو کیونکہ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔

لباس کے شرعی احکام:

لباس کے شرعی احکام پانچ ہیں' جو درج ذیل ہیں:

۱-لباس واجب: وہ ہے جس سے ستر عورت ہو سکے' مرد کا ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک جسم کا حصہ جبکہ خاتون کے لیے دونوں ہاتھوں' دونوں پاؤں اور چہرے کے علاوہ تمام جسم ستر عورت ہے۔

۲-لباس مندوب: وہ لباس ہے' جو جمعۃ المبارک اور عیدین کے مواقع پر حسب طاقت سفید اور خوبصورت کپڑا زیب تن کرنا۔

۳-لباس حرام: وہ ریشمی کپڑا ہے' جو مرد حضرات زیب تن کرتے ہیں۔

۴-لباس مکروہ: غنی اور صاحب حیثیت شخص کا پھٹے پرانے کپڑے زیب تن کرنا۔

۵-لباس مباح: غریب آدمی کا ہمیشہ اچھی حالت کے کپڑے زیب تن کرنا۔

بہترین لباس وہ ہے' جو اعتدال پر مبنی ہو یعنی نہ اس میں تکبر و اسراف ہو اور نہ بالکل گھٹیا درجے کا ہو۔اس لباس کی چار شرائط ہیں' جو اس ارشاد بانی میں بیان کی گئی ہیں: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۔اے اولاد آدم! بیشک ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس اتارا ہے' جو تمہاری شرمگاہوں کے لیے پردہ وزینت ہے''۔

وہ چار شرائط یہ ہیں: (۱) وہ لباس جو خواتین وحضرات کی ستر عورت کے لیے کافی ہو (۲) وہ لباس باعث زینت ہو (۳) وہ لباس غیر مسلموں کے مشابہہ نہ ہو (۴) وہ لباس ایسا ہو کہ خواتین وحضرات کے مشابہ نہ ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتی یعنی یمنی چادروں پر مشتمل لباس بھی زیب تن کیا ہے اور صحابہ کرام نے آپ کے لباس

میں بیس بیس پیوند بھی شمار کیے ہیں۔

سوال: اعتدال پر مبنی لباس کس نوعیت کا ہونا چاہیے؟

جوب: اس کا جواب اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے: البسوا ما شئتم مالم تکن مخیلة و لااسراف (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۶۰) تم تکبر و اسراف سے احتراز کرتے ہوئے لباس زیب تن کرو"۔

فائدہ نافعہ: غیر ملکی کپڑا استعمال میں لانا بھی جائز ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتی ترین یمنی چادروں پر مشتمل لباس زیب تن فرمایا تھا۔ تاہم اگر اس کپڑے سے بدبو آتی ہو یا گندگی وغیرہ سے آلودہ ہو تو اسے دھو کر استعمال میں لانا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان پر نماز فرض ہے اور نمازی کے لباس کا پاک ہونا شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ لِبَاسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب **8**: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا بیان

52- حَدَّثَنَا محمد بن حميد الرازی انبانا افضل بن موسٰی و اَبُوْ تميلة و زيد بن حباب عَنْ عبد المومن بن خالد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن بريدة عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْقَمِيْصَ .

حَدَّثَنَا على بن حجر حَدَّثَنَا الفضل بن موسٰى عن عبد المومن بن خالد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن بريدة عن اُمِّ سَلْمَةَ قالت كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْقَمِيْصَ حَدَّثَنَا زياد بن ايوب البغدادى حَدَّثَنَا اَبُوْ تميلة عن عبد المومن بن خالد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن بريدة عن امه عَنْ اُمِّ سِلْمَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْقَمِيْصَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰكذا قَالَ زياد بن ايوب فى حديثه عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن بريدة عن امه عن اُمِّ سَلْمَةَ وهٰكَذَا روى غير واحد عَنْ اَبِىْ تميلة مثل رواية زياد بن ايوب و اَبُوْ تميلة يزيد فى هٰذا الحديث عن امه و هواصح .

◆◆ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے پسندیدہ لباس قمیص تھی۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ لباس قمیص تھی۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو لباس پہنتے تھے اس میں آپ کو سب سے زیادہ پسند قمیص تھی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے۔ ابوتمیلہ نامی راوی نے اپنی والدہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ مستند ہے۔

53- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ محمد بن الحجاج حَدَّثَنَا معاذ بن هشام حدثنی اَبِیْ عن بدیل العقیلی عن شهر بن حوشب عن اسماء بنت یزید قالت کَانَ کُمُّ قَمِیْصِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِلَی الرُّسْغِ ۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین کلائیاں تک ہوتی تھیں۔

شرح

کرتا پسند کرنے کی وجوہات:

روایات میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لباس میں چادر کے بجائے کرتا کو زیادہ پسند فرماتے تھے' اسے زیادہ پسند کرنے کی متعدد وجوہات ہیں: (۱) کرتا سے ستر جسم زیادہ ہے اور زینت بھی (۲) اس کا بوجھ کم ہے جبکہ چادر کا بوجھ زیادہ ہے۔ (۳) اس میں تکبر و رعونت بھی نہیں بخلاف چادر کے (۴) کرتا تھوڑے کپڑے سے تیار ہو جاتا ہے۔ (۵) کرتا میں ستر عورت کے ساتھ ساتھ زینت وتجمل بھی زیادہ ہے۔

درویشانہ زندگی اور مسافرانہ لباس:

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز زندگی درویشانہ اور لباس مسافرانہ تھا۔ عموماً غریب آدمی کے پاس متعدد جوڑے کپڑوں کے' کئی چادریں اور کئی جوتے ہوتے ہیں جو مختلف اوقات میں مختلف مقاصد کے لیے استعمال میں لاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز زندگی اس سے مختلف تھا' مسافر کی طرح آپ کے پاس ضرورت کے تحت صرف ایک ایک چیز تھی۔ اس سلسلے میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت درج ذیل ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے کھانے میں سے شام کے لیے اور شام کے کھانے میں سے صبح کے لیے کچھ بھی بچا نہیں رکھتے تھے (یعنی ایک سے دوسرے وقت کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑتے سب کچھ تقسیم فرما دیتے تھے) اور بیک وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی چیز کے دو جوڑے نہیں ہوتے تھے۔ نہ دو قمیض' نہ دو چادریں' نہ دو لنگیاں اور نہ ہی جوتوں کے دو جوڑے''۔

(علامہ ابراہیم بن محمد بیجوری: مواہب اللدنیہ ص ۵۰)

فائدہ نافعہ: اگر سلاطین وقت' وزراء عصر' اغنیاء اور متوسط طبقہ کے لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز زندگی اور اسوۂ حسنہ پر عمل کریں تو اس کی برکت سے ایک طرف گرانی کا خاتمہ ہوگا اور دوسری طرف غربت و مفلسی بھی ختم ہو سکتی ہے۔

54- حَدَّثَنَا اَبُوْ عمار الحسین بن جریث حَدَّثَنَا اَبُوْ نعیم حَدَّثَنَا زهیر عن عروة بن عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ قشیر عن معاویة بن قرة عن ابیه قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ رَهْطٍ مِنْ مُزَیْنَةَ لِنُبَایِعَهٗ وَ اِنَّ قَمِیْصَہٗ لَمُطْلَقٌ اَوْ قَالَ زِرُّ قَمِیْصِہٖ مُطْلَقٌ قَالَ فَاَدْخَلْتُ یَدِیْ فِیْ جَیْبِ قَمِیْصِہٖ فَمَسَسْتُ الْخَاتَمَ ۔

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: میں ''مزینہ'' قبیلے کے چند افراد کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ہم آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کر لیں تو آپ کی قمیص مبارک کھلی

ہوئی تھی یا آپ کی قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا۔

راوی کا کہنا ہے: میں نے اپنا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے گریبان میں ڈالا اور مہر نبوت کو مس کیا۔

55– حَدَّثَنَا عبد بن حمید حَدَّثَنَا محمد بن الفضل حَدَّثَنَا حماد بن سَلَمَةَ عن حبیب بن الشھید عن الحسن عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ خَرَجَ وَ هُوَ مُتَّكِیءٌ عَلٰی اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ عَلَیْهِ ثُوْبٌ قِطْرِیٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰی بِهِمْ

وَقَالَ عَبْدُبْنُ حَمِیْدٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ سَالَنِیْ یَحْیٰی بْنُ مُعِیْنٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَوَّلَ مَا جَلَسَ اِلَیَّ فَقُلْتُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَقَالَ لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ فَقُمْتُ لِاُخْرِجَ كِتَابِیْ فَقَبَضَ عَلٰی ثَوْبِیْ ثُمَّ قَالَ اَمْلِهٖ عَلَیَّ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ لَا اَلْقَاكَ قَالَ فَاَمْلَیْتُهٗ عَلَیْهِ ثُمَّ اَخْرَجْتُ كِتَابِیْ فَقَرَأْتُ عَلَیْهِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور آپ نے یمنی منقش چادر پہنی ہوئی تھی، اسے اپنے کندھوں پر اوڑھا ہوا تھا اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

عبد بن حمید، محمد بن فضل کا بیان ہے کہ یحیٰی بن معین نے مجھ سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا جب وہ پہلی مرتبہ میرے پاس بیٹھے تھے، تو میں نے جواب دیا: حماد بن سلمہ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔ وہ بولے: اگر یہ تمہاری تحریروں میں ہے؟ میں اپنی تحریریں نکالنے کے لیے اٹھا تو انہوں نے میرا کپڑا پکڑا اور بولے: یہ مجھے املاء کروادو، کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میری تم سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو سکے گی۔ میں نے انہیں املاء کروائی۔ پھر اپنی تحریر نکالی اور انہیں (حدیث) پڑھ کر سنائی۔

56– حَدَّثَنَا سوید بن نصر حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِكِ عن سعید بن ایاس الجریری عَنْ اَبِیْ نضرة عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِذا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاِسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْقَمِیْصًا اَوْرِدَآءً ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِیْهِ اَسْاَلُكَ خَیْرَهٗ وَ خَیْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّمَا صُنِعَ لَهٗ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا استعمال کرتے تو اس کا نام لیتے تھے عمامہ یا قمیص پھر یہ دعا کرتے تھے:

اے اللہ! حمد تیرے لیے ہے جیسا کہ تو نے یہ مجھے پہننے کے لیے دیا ہے میں تجھ سے اس کی بھلائی، جس کے لیے اسے بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ میں اس کے شر سے اور جس کے لیے اسے بنایا گیا ہے، اس کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

57– حَدَّثَنَا ھشام بن یونس الكوفی انبانا القاسم بن مالك المزنی عن الجریری عَنْ اَبِیْ نضرة عَنْ اَبِیْ سعید الخدری عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نَحْوَهٗ . حَدَّثَنَا محمد بن بشار انبانا معاذ بن ھشام

حدثنی ابی عن قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْحِبَرَةُ .

حَدَّثَنَا محمود بن غيلان عبد الرزاق انبانا سفين عن عون بن اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَرِيْقِ سَاقَيْهِ قَالَ سُفْيٰنُ اَرَاهَا حِبَرَةً .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے پسندیدہ لباس جو آپ پہنتے تھے، یمنی چادر تھی۔

حضرت عون بن ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے اس وقت سرخ حلہ پہن رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی چمک آج بھی میں دیکھ رہا ہوں۔

سفیان نامی راوی کا بیان ہے: میرا خیال ہے کہ وہ دھاری دار یمنی چادر تھی۔

58- حَدَّثَنَا علی بن خشرم حَدَّثَنَا عِيْسٰى بن يونس عن اسرائيل عَنْ اَبِيْ اسحٰق عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ اَحْسَنَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنْ كَانَتْ جُمَّتُهُ لَتَضْرِبُ قَرِيْبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے سرخ حلے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ آپ کے بال کندھوں کے قریب تھے۔

59- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن مهدی انبانا عبيد الله بن اياد عَنْ ابيه عَنْ رِمْثَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عَلَيْهِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ .

◆◆ حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، اس وقت آپ نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی تھیں۔

60- حَدَّثَنَا عبد بن حميد حَدَّثَنَا عفان بن مسلم قَالَ انبانا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَسَّانَ العنبری عن جدیته دحيبة وَ عليبة عن قيلة بنت مخرمة قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عَلَيْهِ اَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَ قَدْ نَفَضَتْهُ وَ فِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ .

◆◆ حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، اس وقت آپ نے دو پرانی چادریں اوڑھی ہوئی تھیں، وہ دونوں زعفران سے رنگی ہوئی تھیں اور ان کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس حدیث میں طویل قصہ منقول ہے۔

61- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا بشر بن المفضل عن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عثمان بن خثيم عن سعيد بن جبير عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ

مِنَ الثِّيَابِ لِيَلْبَسْهَا اَحْيَاؤُكُمْ وَ كَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ فَاِنَّهَا مِنْ خِيَارِ ثِيَابِكُمْ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سفید لباس پہنا کرو، تمہارے زندہ لوگ اسے پہنیں اور اسی میں تم اپنے مردوں کو کفن دو۔ یہ تمہارا بہترین لباس ہے۔

62– حَدَّثَنَا محمد بن بشار ابنانا عبید الرحمٰن بن مھدی حَدَّثَنَا سفیٰن عن حبیب بن اَبِیْ ثابت عن میمون ابن اَبِیْ شبیب عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلْبَسُوْا الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَ اَطْيَبُ وَ كَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید لباس پہنا کرو، کیونکہ یہ صاف اور زیادہ پاکیزہ ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔

63– حَدَّثَنَا احمد بن منیع ابنانا یحیٰی بن زکریا بن اَبِیْ زائدة حَدَّثَنَا اَبِیْ عن مصعب بن شیبة عن صفیة بنت شیبة عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَ عَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعَرٍ اَسْوَدُ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے سیاہ رنگ کا کمبل اوڑھا ہوا تھا۔

64– حَدَّثَنَا یوسف بن عِیْسٰی حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا یونس بن اَبِیْ اسحٰق عن ابیه عن الشعبی عن عروة بن المغیرة ابن شعبة عن ابیه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ ۔

حضرت عروہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا جس کی آستین تنگ تھی۔

شرح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتا کی نوعیت و خصوصیات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک کی طرح لباس بھی نفیس و سادہ تھا۔ آپ کا لباس کرتا، چادر، عمامہ، ٹوپی اور نعلین مبارک پر مشتمل تھا۔ اوڑھے جانے والے کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر اور پہنے جانے والے کپڑوں میں کرتا زیادہ پسند تھا۔ آپ کے کرتا کی نوعیت اور خصوصیات احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہیں، جن میں چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱– سوتی کرتا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سادہ اور سوتی کپڑے کا کرتا تیار کراتے اور زیب تن فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوتی کپڑا زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ بیعت رضوان کے موقع پر بھی آپ نے سوتی لباس پہنا ہوا تھا۔ (علامہ محمد بن یوسف، سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۷ ص ۱۴۸)

۲-کرتے کی لمبائی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا زیادہ طویل نہیں ہوتا تھا لیکن آستین طویل ہوتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض سوتی تھی جو زیادہ لمبی نہیں تھی اور اس کی آستین چھوٹی تھی۔

(علامہ ابراہیم بن محمد' شرح مواہب ج ۵' ص ۵)

۳-آستین کی مقدار مسنون: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتا کی آستین طویل ہوتی تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتا کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۷' ص ۴۶۳)

۴-کرتے کا گریبان: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کا گریبان عموماً کھولا ہوا ہوتا تھا۔ حضرت معاویہ بن مرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں قبیلہ مزینہ کے ساتھ آیا اور ہم نے شرف بیعت حاصل کیا اس وقت آپ کی قمیض کا تکمہ کھلا ہوا تھا۔ (امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ' ج ۲' ص ۲۹۵)

۵-کرتے کا تکمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکمہ (بٹن) والا کرتا بھی زیب تن فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا تیار کروایا جو تکمہ والا تھا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کرتوں کو گھنڈی لگاؤں خواہ کانٹے کی شکل میں ہو۔ (امام علی متقی' کنز العمال' ج ۱۹' ص ۲۱۹)

اگر کرتے کو تکمہ لگا ہو' تو بہتر ہے کہ اسے بند رکھا جائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تکمہ بند رکھتے تھے مگر بعض اوقات کھلا رہتا تھا۔

۶-کرتا پہننے کا مسنون طریقہ:

جس طرح کرتا پہننا مسنون ہے' اسی طرح اس کا دائیں جانب سے پہننا بھی سنت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا زیب تن کرتے وقت دائیں جانب کو پہلے پہنتے تھے۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوۃ المصابیح ص ۳۷۴)

فائدہ نافعہ: ہر لباس زیب تن کرتے وقت پہلے دائیں آستین میں ہاتھ ڈالا جائے پھر بائیں آستین میں' گویا دائیں جانب سے لباس پہننا شروع کیا جائے جبکہ اتارتے وقت اس کا عکس کیا جائے۔ (ملا علی قاری' مرقاۃ شرح مرقات' ج ۴' ص ۴۲۲)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ عَیْشِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب 9: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز زندگی کا بیان

65- حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بن سعید حَدَّثَنَا حماد بن زید عن ایوب عن محمد بن سیرین قَالَ کُنَّا عِنْدَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَ عَلَیْہِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ کَتَّانٍ فَتَمَخَّطُ فِیْ اَحَدِ ھِمَا فَقَالَ بَخٍ بَخٍ یَتَمَخَّطُ اَبُوْھُرَیْرَۃَ فِی الْکَتَّانِ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ وَاِنِّیْ لَاَخِرُّ فِیْمَا بَیْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَحُجْرَۃِ عَآئِشَۃَ مَغْشِیًّا عَلَیَّ فَیَجِیْءُ الْجَائِیْ فَیَضَعُ رِجْلَہٗ عَلٰی عُنُقِیْ یُرٰی اَنَّ بِیْ جُنُوْنًا وَّ مَا بِیْ جُنُوْنٌ وَّمَا ھُوَ اِلَّا الْجُوْعُ۔

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، انہوں نے ''کتان'' سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے' ان میں سے ایک کپڑے کے ذریعے انہوں نے اپنی ناک صاف کی اور

پھر بولے: بہت خوب، بہت خوب، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کتان کے ساتھ اپنی ناک صاف کر رہا ہے۔ مجھے اپنے بارے میں اچھی طرح یاد ہے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے درمیان گرا ہوا تھا اور مجھ پہ مدہوشی طاری تھی۔ کوئی شخص آیا اور اس نے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں پاگل ہو چکا ہوں، حالانکہ میں پاگل نہیں تھا اور صرف بھوک کی وجہ سے ایسا تھا۔

66- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا جعفر بن سليمان الضعبى عَنْ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ مَاشَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَا لَحمٍ اِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ قَالَ مَالِكٌ سَاَلْتُ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ مَاالضَّفَفُ فَقَالَ اَنْ يَّتَنَا وَلَ مَعَ النَّاسِ ۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی اور نہ ہی گوشت کھایا ہے۔ البتہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھا لیا کرتے تھے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دیہاتی سے پوچھا: لفظ "ضفف" سے کیا مراد ہے؟ اس نے جواب دیا: لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز لباس و خوراک:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز لباس میں اعتدال و میانہ روی کا عنصر غالب تھا۔ خواہ آپ نے بہترین لباس یعنی یمنی چادروں کی شکل میں زیب تن فرمایا تھا لیکن عام طریقہ سادہ لباس کا تھا جس کی تفصیل ماقبل باب کی احادیث مبارکہ میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجایا اور امام الانبیاء کے منصب پر فائز فرمایا۔ اگر آپ پسند فرماتے تو جنت کے کھانے بھی پیش کیے جا سکتے تھے اور پہاڑ سونا بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے لیکن آپ نے اپنی امت کے غرباء کی غربت و مفلسی کے پیش نظر رکھتے ہوئے مفلسی کی حالت کو پسند فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے اللہ! تو مجھے غریب لوگوں میں زندہ رکھ اور غریب لوگوں میں قیامت کے دن اٹھانا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اس بارے میں علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مقام رفیع انتہائی کمال وجوہ کے ساتھ عطا فرمایا تھا' جو کہ ایک صبر کرنے والے فقیر اور شکر ادا کرنے والے غنی کو نصیب ہوتا ہے' اسی لیے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سید الفقراء الصابرین اور سید الانبیاء الشاکرین تھے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام حاصل ہو گیا' جو حالت فقر میں صبر کرتے دوسرا کوئی بھی حاصل نہ کر سکا اور حالت غناء میں شکر ادا کرنے والے کی حیثیت سے سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا قدرت نہ پا سکا''۔

(علامہ محمد امیر شاہ: انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۹۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث باب میں درحقیقت ہجرت کے بعد کے ابتدائی دور کی مفلسی کا مختصر منظر پیش کیا ہے کہ میں بھوک کی وجہ سے منبر نبوی اور امہات المومنین کے حجروں کے درمیان پڑا رہتا تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا امہات المومنین میں سے کوئی میرے حال پر رحم کرتے ہوئے کھانے پینے کے لیے کوئی چیز عنایت فرما دیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ترقی عطا کی، مسلمانوں کی مفلسی کو غناء میں تبدیل کر دیا اور اہل اسلام کی مالی حالت بہتر ہو گئی جس کے نتیجہ میں اب میں ''کتان'' کے رنگے ہوئے کپڑے سے اپنی ناک صفا کرتا ہوں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ خُفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 10: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے کا بیان

موزہ کے استعمال کا مسنون طریقہ:

موزہ استعمال کرنا مسنون ہے، اس کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے دائیں پاؤں میں پہنا جائے پھر بائیں پاؤں میں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں تشریف لے گئے، وہاں وضو کیا پھر پہننے کے لیے موزے طلب کیے۔ دائیں پاؤں میں موزہ پہنا تو اسی دوران ایک پرندہ آیا جو دوسرا موزہ اٹھا کر اڑ گیا، بلندی میں جا کر اس نے موزے کو نیچے پھینک دیا، جب موزہ زمین پر گرا تو اس میں سانپ تھا، جو نکل کر دوڑ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ موزہ پہنا اور سانپ سے نجات ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ جب تک دونوں موزوں کو جھاڑ نہ لے وہ انہیں نہ پہنے''۔ ثابت ہوا کہ موزوں کو پہنتے وقت انہیں اچھی طرح جھاڑ لینا چاہیے، یہ ہمارے لیے سنت ہے۔

67- حَدَّثَنَا هناد بن السرى حَدَّثَنَا وكيع عن دلهم بن صالح عن حجير بن عبد الله عن ابن بريدة عن ابيه اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّا وَ مَسَحَ عَلَيْهِمَا ۔

حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجاشی نے دو سیاہ اور سادے موزے تحفے کے طور پر بھیجے، آپ نے انہیں پہن لیا، پھر وضو کیا اور ان دونوں پر مسح کیا۔

شرح

نجاشی کا تعارف:

فارس کے بادشاہ کو کسریٰ، مصر کے بادشاہ کو عزیز، روم کے بادشاہ کو قیصر، یمن کے بادشاہ کو تبع، ترک کے بادشاہ کو خاقان، مکہ مکرمہ کے حاکم کو شریف اور حبشہ کے سلطان کو ''نجاشی'' کہا جاتا تھا۔ نجاشی یعنی شاہ حبشہ کا اصل نام ''اصحمہ'' تھا۔ حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم نے جب سلاطین عصر کو دعوت اسلام دینے کا پروگرام بنایا تو ان کے نام خطوط ارسال کیے' ان میں ''نجاشی'' کا نام بھی شامل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام مکتوب حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ارسال کیا۔ ۶ ھ میں نجاشی مسلمان ہوا۔ انہوں نے نہایت عقیدت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موزوں کا تحفہ بھیجا تھا' جو آپ نے تالیف قلب کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔

ہجرت مدینہ سے قبل مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور نجاشی نے مسلمانوں کو نہایت احترام کے ساتھ اپنے پاس ٹھہرایا اور ان کی خوب خدمت و تواضع اور معاونت کی تھی۔ ۹ ھ ہجری میں ان کا انتقال ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو جمع کر کے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

سوال: کیا غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ برصورت ثانی حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی' اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے' جہاں تک شاہ حبشہ نشاشی کی نماز جنازہ کا تعلق ہے' اس کے کئی جوابات ہیں: (۱) یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے' جو کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ طیبہ اور حبشہ کے درمیان سے پردہ ختم کر دیا گیا اور میت سامنے پیش کر دی گئی۔ (۳) ابتداء اسلام میں جائز تھا لیکن بعد میں اس سے منع کر دیا گیا' کیونکہ اس ایک موقع کے علاوہ کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی تھی۔

مسح علی الخفین کا جواز اور اس کا طریق کار:

موزوں پر مسح کے جواز پر تین سو صحابہ کی روایات موجود ہیں اور آئمہ اربعہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک موزوں پر مسح کا مسئلہ علامات اہل سنت میں سے ہے۔ جب وضو کر کے موزے پہن لیے جائیں' حدث لاحق ہونے کے وقت سے لے کر ایک دن ایک رات تک مقیم کی مدت مسح ہے اور مسافر کے لیے تین دن تین رات مدت مسح ہے۔ مسح موزوں کے اوپر کیا جاتا ہے' اس کا طریقہ یہ ہے کہ موزوں کے اوپر ہاتھ کی تین انگلیوں کو پاؤں کی انگلیوں سے لے کر پنڈلیوں تک کھینچتے ہوئے لے آئیں۔ تین انگلیوں کے برابر موزوں پر مسح فرض ہے۔ جس چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے' اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں غسل فرض ہو جانے' مسح موزہ کی مدت پوری ہو جانے اور کم از کم ایک پاؤں موزوں سے نکال لینے سے بھی مسح باطل ہو جاتا ہے۔

68- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا يحيىٰ بن زكريا بن اَبِىْ زائدة عن الحسن بن عياش عَنْ اَبِىْ اسحٰق عن الشعبى قَالَ قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اَهْدٰى دِحْيَةُ لِلنَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خُفَّيْنِ فَلَبِسَهُمَا وَقَالَ اِسْرَائِيْلُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ وَجُبَّةً فَلَبِسَهُمَا حَتّٰى تَخَرَّ قَالَا يَدْرِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُعَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَذَكِيٌّ هُمَا اَمْ لَا

قال اَبُوْعِيْسٰى هٰذا هو اَبُوْ اسحٰق الشيبانى وَاِسْمُهٗ سليمان .

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں تحفے کے طور پر دو موزے بھیجے، آپ نے انہیں پہن لیا۔

اسرائیل کا بیان ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک جبہ بھی بھیجا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو استعمال کیا یہاں تک کہ وہ دونوں پرانے ہو گئے۔ راوی کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکی تھی کہ وہ (جس جانور کی کھال سے) بنائے گئے ہیں کیا (وہ) ذبح کیا گیا تھا یا نہیں؟

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ راوی ابواسحاق شیبانی ہیں جن کا نام سلیمان ہے۔

شرح

حضرت دحیہ کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف:

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی کلب سے تھا' جو بھیڑ بکریوں کی پرورش اور تجارت میں مشہور تھا۔ آپ خوبصورت تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قابل رشک حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اکثر آپ کی شکل وصورت میں آتے تھے۔ غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت درجہ کی عقیدت ومحبت تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موزوں اور جبہ کا تحفہ پیش کیا تھا۔ دونوں چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر استعمال رہیں حتیٰ کہ وہ بوسیدہ ہو کر ختم ہو گئیں۔

موزوں کی کھال مذبوح یا غیر مذبوح جانور کی تحقیق نہ کرنے کی وجہ:

جب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے عقیدت ومحبت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موزوں کا تحفہ پیش کیا تو آپ نے ان کی کھال مذبوح جانور کی تھی یا غیر مذبوح کی تحقیق کیے بغیر قبول فرما لیے تھے' کیونکہ احناف کے نزدیک مطلق کھال دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور اس کا استعمال بھی جائز ہے۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے' جو انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہماری ایک آزاد کردہ کنیز کو کسی نے ایک بکری بطور صدقہ پیش کی' جو مر گئی اور انہوں نے وہ پھینک دی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے پاس سے گزر ہوا' تو آپ نے فرمایا: تم اس کی کھال کیوں دباغت دے کر استعمال میں نہیں لائے؟ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ مردہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا گوشت کھانا حرام ہے نہ کہ کھال کو دباغت دینا۔ (نورالہدایہ شرح وقایہ ص ۴۸)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ نَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 11: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین کا بیان

69- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ حَدَّثَنَا همام عن قتادة قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَهُمَا قِبَالَانِ ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کیسے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ان دونوں پر دو تسمے لگے ہوئے تھے۔

70– حَدَّثَنَا ابو کریب محمد بن العلاء حَدَّثَنَا وکیع عن سفیان عن خالد الحذاء عن عَبْدُ اللّٰہِ بْن الحارث عن ابن عباس قَالَ کَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قِبَالَانِ مُثَنًّی شِرَاکُھُمَا ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں میں دو تسمے لگے ہوئے تھے جو دوہرے تھے۔

71– حَدَّثَنَا احمد بن منیع و یعقوب ابن ابراھیم حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد الزبیری حَدَّثَنَا عِیْسٰی بن طَھْمَان قَالَ اَخْرَجَ اِلَیْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَیْنِ جَرْدَا وَیْنِ لَھُمَا قِبَالَانِ قَالَ فَحَدَّثَنِیْ ثَابِتٌ بَعْدَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّھُمَا کَانَتَا نَعْلَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہَ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

حضرت عیسیٰ بن طہمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بالوں کے بغیر دو جوتے نکال کر دکھائے۔

راوی کا کہنا ہے کہ بعد میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا: یہ دونوں جوتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین تھے۔

72– حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسٰی الانصاری قَالَ حَدَّثَنَا معن قَالَ حَدَّثَنَا مالك حَدَّثَنَا سعید بن اَبِیْ سعید المقبری عن عبید بن جریج انه قَالَ لابن عمر رَأَیْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِیَّةَ قَالَ اِنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْھَا شَعْرٌ وَّیَتَوَ ضَّاُفِیْھَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَھَا ۔

حضرت عبید بن جریج بیان کرتے ہیں، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ بالوں کے بغیر جوتے پہنتے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ ایسے جوتے پہنا کرتے تھے جس میں بال نہیں لگے ہوتے تھے اور آپ ان مین وضو بھی کرلیا کرتے تھے۔ اس لیے میں انہیں پہننا پسند کرتا ہوں۔

73– حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا عبد الرزاق عن معمر عن ابن اَبِیْ ذِئْبٍ عن صالح مولی التؤمة عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قِبَالَان ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین میں دو تسمے لگے ہوئے تھے۔

74– حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد حَدَّثَنَا سفین عن السدی حدثنی من سمع عمرو ابن حریث یَقُوْلُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ نَعْلَیْنِ مَخْصُوْفَتَیْنِ ۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے: آپ نے سلے ہوئے جوتے پہن کر نماز ادا کی۔

75- حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسٰی الانصاری حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عَنْ اَبِیْ الزناد عن الاعرج عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَا یَمْشِیَنَّ اَحَدُكُمْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدٍ لِیَنْعَلْهُمَا جَمِیْعًا اَوْلِیُحْفِهِمَا جَمِیْعًا حَدَّثَنَا قیتبة عن مالك عَنْ اَبِیْ الزناد نَحْوَهٗ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی شخص ایک جوتا پہن کرنہ چلے! یا دونوں پہن لے یا دونوں اتار دے۔

76- حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسٰی حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عَنْ اَبِیْ الزبیر عن جابر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَاكُلَ یَعْنِی الرَّجُلَ بِشِمَالِهٖ اَوْیَمْشِیْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا صرف ایک جوتا پہن کر چلے۔

77- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةَ عن مالك ح و حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسٰی حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عَنْ اَبِیْ الزناد عن الاعرج عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْیَبْدَ اْبِالْیَمِیْنِ وَاِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَأْ بِالشِّمَالِ فَلْتَكُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب کوئی شخص جوتا پہنے تو دائیں طرف پہلے پہنے اور جب اتارے تو بائیں طرف سے پہلے اتارے۔ پہنتے ہوئے دایاں حصہ پہلے ہونا چاہیے اور اتارتے وقت دایاں حصہ بعد میں ہونا چاہیے۔

78- حَدَّثَنَا ابوموسٰی محمد بن المثنٰی حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة حَدَّثَنَا اشعث وهو ابن اَبِیْ الشعثاء عن ابیه عن مسروق عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ تَرَجُّلِهٖ وَ تَنَعُّلِهٖ وَ طُهُوْرِهٖ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے، جوتا پہننے اور وضو کرنے میں جہاں تک ہوسکتا تھا دائیں طرف سے آغاز کرتے تھے۔

79- حَدَّثَنَا محمد بن مرذوق اَبُوْ عبد اللّٰه حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن قیس اَبُوْ معاویة انبانا هشام عن محمد عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قِبَالَانِ وَاَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ اَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَّاحِدًا عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین، حضرت ابوبکر کے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے جوتوں کے دو تسمے ہوا کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے (جوتے کو) ایک تسمہ لگانا شروع کیا تھا۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین کے بارے میں تفصیلی مگر جامع بحث درج ذیل ہے:

۱-نعلین شریفین کی کیفیت: نعل مبارک چمڑے کا اس کا اگلا حصہ زبان کی طرح گول' درمیان سے بارک ایڑی کی جگہ سے قدرے چوڑا بغیر بالوں کے اوراوپر دو تسمے تھے جبکہ ہر تسمہ دوہرا تھا۔نعل مبارک کی لمبائی ایک بالشت دو انگشت جبکہ چوڑائی ٹخنے کے پاس سے سات انگشت' درمیان سے پانچ انگشت' اوپر پنجہ کے پاس سے سات انگشت اور دونوں تسموں کے مابین دو انگل کا فاصلہ تھا۔

۲-جوتا پہننے کا طریقہ: جوتے بیٹھ کر نہایت اطمینان سے پہننا چاہیے تاہم مجبوری کی وجہ سے کھڑے ہو کر بھی پہنا جا سکتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع کیا ہے۔(امام ولی الدین محمد'مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۰) کھڑے ہو کر جوتا پہننے میں دشواری ہے بالخصوص جب جوتے کے پیچھے تسمہ وغیرہ باندھنے کی ضرورت ہو۔

۳-ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت: دونوں جوتے پہن کر یا دونوں اتار کر چلنا چاہیے' ایک جوتا پہن کر اور دوسرا اتار کر چلنا منع ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے' وہ دونوں کو پہن کر یا دونوں کو اتار کر چلے۔(امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری ج ۲' ص ۸۷)

۴-ننگے پاؤں چلنا: سادگی کی بنا پر ننگے پاؤں چلنا جائز ہے۔حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کسی شخص نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کو پراگندہ بالوں اور بغیر جوتے کے چلتے دیکھا تو اس بارے میں ان سے دریافت کیا گیا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس (بن سنور کر چلنے) سے منع کیا ہے۔پھر جوتے نہ پہننے کے بارے میں دریافت کیا تو جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کبھی کبھار جوتوں کے بغیر چلنے کا حکم دیا تھا۔

(امام ولی الدین محمد'مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۲)

۵-جوتا پہننے کا مسنون طریقہ:

جوتا پہننے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے دائیں پاؤں میں پہننا چاہیے پھر بائیں پاؤں میں مگر اتارتے وقت اس کا عکس کیا جائے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب جوتا یا چپل پہنتے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنتے اور جب اتارتے تو بایاں پاؤں سے پہلے اتارتے۔(علامہ محمد بن یوسف الصالحی' سبل الھدیٰ والرشاد ج ۷' ص ۵۵۰)

۶-جوتا اٹھانے کا مسنون طریقہ:

جب جوتا پکڑنا ہو تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھا اور شہادت کی انگلی سے اٹھایا جائے۔حضرت ابوامامہ رضی

اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا اپنے بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اور انگوٹھے سے اٹھاتے تھے۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی' سبل الھدیٰ والرشاد ج ۷' ص ۵۰۳) دائیں ہاتھ سے جوتا اٹھانا خلاف سنت ہے۔

۷- نماز کے وقت جوتے پاس رکھنا: نماز ادا کرتے وقت جوتے بائیں طرف رکھنا مسنون ہے جبکہ دائیں جانب رکھنا خلاف سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنا جوتا اتارے تو اسے اپنی بائیں بغل (طرف) رکھے۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوۃ المصابیح (۳۸)

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے نماز ادا کی اور اپنا جوتا مبارک اپنی بائیں جانب رکھا۔ (مصنف ابن شیبہ ج ۴' ص ۲۱۸)

۸- جوتا پہن کر بیٹھنے کی ممانعت: جوتا پہن کر بیٹھنا خلاف سنت اور منع ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بیٹھو تو اپنے جوتوں کو اتار لو اور اپنے پیروں کو آرام پہنچاؤ۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۱۴۳)

۹- جوتا پہننے کی تاکید: ننگے پاؤں چلنے کی عادت بنانا اور جوتا نہ پہننا خلاف سنت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتا پہننے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جوتے بکثرت پہنا کرو اور جوتا پہننے والا گویا سوار کی مثل ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۱۴۱)

۱۰- اپنے ہاتھ سے جوتا مرمت کرنا: اپنا کپڑا اور جوتا اپنے ہاتھ سے گانٹھنا سنت ہے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو معمولات کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کپڑا سی لیتے تھے' اپنا جوتا مرمت کر لیتے تھے اور عام شخص جو اپنے گھر میں کرتے ہیں آپ وہ کر لیتے تھے۔ (امام احمد بن حجر عسقلانی' فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۱۰' ص ۴۶)

۱۱- نیا جوتا پہن کر نماز ادا کرنا: کھال کو دباغت (رنگنے) سے چمڑہ پاک ہو جاتا ہے' اس سے تیار کردہ جوتا بھی پاک ہوتا ہے اور پاک چیز کو استعمال کر کے نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا نیا جوتا پہن کر نماز ادا کرنا جائز ہے' جس طرح حدیث باب میں بھی اس کی صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیا جوتا پہن کر نماز ادا فرمائی۔

فائدہ نافعہ: ایسا پرانا جوتا جو نجاست سے پاک ہو' اس پر کھڑے ہو کر یا پہن کر نماز جنازہ وغیرہ ادا کرنا جائز ہے۔ تاہم یہ آداب کے خلاف ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ ذِکْرِ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب 12: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا بیان

انگوٹھی کے احکام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی' جس کا نقش بھی چاندی کا تھا۔ اس پر ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ تحریر تھے۔

آپ بطور مہر اسے استعمال فرماتے تھے اور اسے پہنتے بھی تھے لیکن بیت الخلاء میں جاتے وقت اسے اتار دیتے تھے۔ مرد کے لیے چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات مثلاً سونا' لوہا' پیتل اور تانبا وغیرہ کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔ انگوٹھی چار ماشہ چاندی کی ہونی چاہیے۔ احناف کے نزدیک سلطان وقت' قاضی یا مفتی کے لیے جائز ہے' کیونکہ یہ لوگ اسے مہر کے طور پر استعمال کریں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سلاطین عصر کو دعوت اسلام دینے کے لیے ان کے نام مکتوبات پر استعمال کے لیے انگوٹھی تیار کروائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ انگوٹھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس' بعد ازاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہ انگوٹھی "بئر اریس" میں گر گئی اور کوشش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہوئی۔

80– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد و غيرواحد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن واهب عن يونس عن ابن شهاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ وَرَقٍ وَكَانَ فَصُّهُ حَبَشِيًّا .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشہ کے پتھر کا تھا۔

81– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عوانة عَنْ اَبِيْ بشر عن نافع عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَكَانَ يَخْتِمُ بِهٖ وَلَا يَلْبَسُهٗ

قَالَ اَبُوْعِيْسٰى ابوبشر اسمه جعفر بن اَبِيْ وحشية .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی' اس کے ذریعے مہر لگوایا کرتے' اور آپ اسے پہنتے نہیں تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ابوالبشر کا اصل نام جعفر بن ابووحشیہ ہے۔

82– حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا حفص بن عمر بن عبيد هو الطنافسی حَدَّثَنَا زهير عن حميد عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ فَضَّةٍ فَصُّهُ مِنْهُ .

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی سے بنی ہوئی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی سے بنا ہوا تھا۔

83– حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا معاذ بن هشام حدثنی اَبِیْ عن قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنْ يَكْتُبَ اِلَى الْعَجَمِ قِيْلَ لَهٗ اِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُوْنَ اِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهٖ فِيْ كَفِّهٖ .

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمی حکمرانوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ عجمی صرف اسی خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی۔ آپ کی ہتھیلی میں

اس کی سفیدی کا منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

شرح

انگوٹھی بنوانے کا مقصد:

چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی مرد کے لیے حرام ہے۔ ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ جس کا مقصد سلاطین وقت کے نام مکتوبات پر بطور مہر استعمال کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انگوٹھی بروقت اور ضرورت کے تحت تیار کروائی تھی۔ بغیر ضرورت کے انگوٹھی پہننا خواہ جائز ہے لیکن ترک افضل ہے۔

انگوٹھی پہننے کے بارے میں متعارض روایات میں تطبیق:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی پہنتے نہیں تھے جبکہ دوسری روایات سے اس کا پہننا ثابت ہوتا ہے' اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟ متعارض روایات تطبیق کی کئی صورتیں ہیں: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل نہیں پہنتے تھے۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو انگوٹھیاں تھیں' ایک مہر والی جو پہنتے نہیں تھے بلکہ بطور مہر استعمال کرتے تھے جبکہ دوسری بغیر مہر کے تھی جو پہنتے تھے۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت نہیں پہنتے تھے۔ ایک روایت میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی پہن کر نماز ادا فرمارہے تھے' اثناء نماز نظر انگوٹھی پر پڑ گئی تو اس کے بعد آپ نے اس کا پہننا ترک فرمادیا تھا۔

انگوٹھیوں کی تعداد میں متعارض روایات اور ان میں تطبیق:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نگینہ چاندی کا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ نگینہ حبشی رنگ کا تھا' اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟ ان رویات میں تطبیق کی صورت یہ ہے: علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی ایک تھی یا دو؟ بعض علماء دو انگوٹھیوں کے قائل ہیں' لہٰذا ان کے نزدیک تعارض باقی نہ رہا کیونکہ دونوں انگوٹھیوں کے نگینے دونوں روایات سے ثابت ہو رہے ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ کی انگوٹھی ایک تھی تو ان کے ہاں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حبشی ہونے کا مطلب حبشی رنگ یا بنانے والا حبشی تھا یا حبشی طریقہ کا تھا۔ بہتر صورت یہ ہے کہ تعدد پر محمول کیا جائے' کیونکہ ایک انگوٹھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تیار کرائی تھی اور دوسری خادم کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔

84- حَدَّثَنَا محمد بن یحییٰ حَدَّثَنَا محمد بن عبد اللہ الانصاری حدثنی اَبِیْ عن ثمامة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّرَسُوْلُ سَطْرٌ وَّاللّٰهُ سَطْرٌ.

⟡⟡ انہی سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش یوں تھا: محمد ایک سطر میں، لفظ رسول دوسری سطر میں اور لفظ اللہ تیسری سطر میں تھا۔

85- حَدَّثَنَا نصر بن علی الجهضمی اَبُوْ عمرو انبانا نوح بن قیس عن خالد بن قیس عن قتادہ عَنْ

اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی کِسریٰ وَ قیصرو النَّجَاشِیِّ فَقِیْلَ لَهُ اِنَّهُمْ لَا یَقْبَلُوْنَ کِتَابًا اِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُهُ فِضَّةٌ وَّ نَقَش فِیْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ وقیصر اور نجاشی کو خط لکھا' آپ کو بتایا گیا کہ یہ لوگ اس خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی سے بنا ہوا تھا اور آپ نے اس میں ''محمد رسول اللہ'' نقش کروایا تھا۔

86- حَدَّثَنَا اسحق بن منصور انبأنا سعید بن عامرو الحجاج بن منهال عن همام عن ابن جریج عن الزهری عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاء نَزَعَ خَاتَمَهُ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے' تو اپنی انگوٹھی (باہر) اتار دیا کرتے تھے۔

87- حَدَّثَنَا اسحق بن منصور رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن نمیر حَدَّثَنَا عبید اللّٰه بن عمر عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ فَ[illegible]ی یَدِهِ ثُمَّ کَانَ فِیْ یَدِ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ ثُمَّ کَانَ فِیْ یَدِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ حَتّٰی وَقَعَ فِیْ بِئْرِ اَرِیْسٍ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ وہ آپ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی حتیٰ کہ وہ ''اریس'' نامی کنویں میں گر گئی اس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش تھا۔

شرح

۱- اسم گرامی کا احترام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کی عبارت کندہ کروائی تھی' اس لیے بیت الخلاء جاتے وقت احتراماً انگوٹھی اتار کر باہر رکھ دیتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیت الخلاء جاتے وقت قرآن کی آیت یا حدیث یا متبرک و قابل احترام عبارت وتحریر اپنے ساتھ لے جانا منع ہے' کیونکہ یہ آداب کے خلاف ہے۔

تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ اسلاف واکابر نے اپنی اپنی انگوٹھیوں پر مختلف عبارات کندہ کروائی ہوئی تھیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی پر کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی انگوٹھی پر ''اَللّٰهُ الْمَلِكُ'' حضرت حذیفہ اور ابن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی انگوٹھی پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' حضرت ابوجعفر الباقر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی پر ''اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ'' حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انگوٹھی پر ''اَلثِّقَةُ بِاللّٰهِ'' اور حضرت مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انگوٹھی پر ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کندہ کرایا

ہو یا تھا۔حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی پر ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کندہ کرا رکھا تھا۔

(امام ابراہیم بن محمد بیجوری المواہب اللدنیہ' ص ۶۵)

۲-انگوٹھی کی گمشدگی' اس کی تلاش اور نتائج:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی دیگر خلفاء سے ہوتی ہوئی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچی' چھ سال تک آپ کے پاس محفوظ رہی۔ بعدازاں یہ مبارک انگوٹھی ''بئر اریس'' میں گر گئی۔آپ نے اس کی تلاش میں تین دن تک کنویں کا تمام پانی نکلوایا اور کوشش بسیار کے باوجود اس کے تلاش کرنے میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔بئر اریس مدینہ طیبہ میں مسجد کے قبا کے پاس تھا' جواب بند ہو چکا ہے۔انگوٹھی کے گم ہو جانے کے نتیجہ میں مختلف فتنوں نے سر اٹھانا شروع کر دیے حتیٰ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا۔

سوال: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس انگوٹھی کو پہنا کرتے تھے جبکہ اس سے قبل انہی کی روایت گزر چکی ہے جس میں انگوٹھی پہننے کی نفی تھی' لہٰذا روایات میں تعارض ہو؟

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہونے سے مراد ہے کہ آپ کے پاس تھی یا آپ کے قبضہ میں تھی۔ قبضہ میں ہونے کے لیے اس کا پہننا ضروری نہیں ہے۔

سوال: جب انگوٹھی حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس تھی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ''بئر اریس'' میں کیسے گر گئی؟

جواب: بیشک یہ حقیقت ہے کہ انگوٹھی حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس تھی لیکن اس موقع پر دونوں اکٹھے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کسی مقصد کے لیے ان سے انگوٹھی لی تھی اور ان کے ہاتھ سے ''بئر اریس'' میں گر گئی۔

سوال: انگوٹھی پر تحریر کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) پہلے محمد' پھر رسول اور بعد میں لفظ اللہ (۲) پہلے لفظ اللہ' پھر رسول اور بعد میں محمد۔دوسری صورت میں لفظ اللہ نیچے آتا ہے' جو درست نہیں ہے؟

جواب: (۱) یہ عقیدہ کی بات نہیں ہے کہ بے ادبی کی صورت ہو بلکہ ایک فقرہ کے الفاظ کی ترتیب ہے۔(۲) یہ اختلاف قدیم محدثین میں تھا لیکن جدید محدثین میں یہ اختلاف باقی نہیں رہا' کیونکہ استنبول کے عجائب گھر میں شاہ مقوقس کے نام لکھا گیا مکتوب محفوظ ہے جس میں پہلے اللہ' پھر رسول اور بعد میں محمد تحریر ہے۔

سوال: جب ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہو سکتی ہے' تو اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کیوں ہے؟

جواب: (۱) ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشری تقاضا لاحق ہو سکتا ہے' لیکن اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں (۲) اس تحریر میں صرف اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ اسم اعظم ''اللہ'' بھی تحریر تھا جس وجہ سے ادب واحترام لازم تھا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ اَنَّ النَّبِیَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ

باب 13: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

88- حَدَّثَنَا محمد بن سهل بن عسكر البغدادی و عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن قَالَا اَخْبَرَنَا یحییٰ بن

حسان حدثنا سلیمان بن بلال عن شریك بن عبد اللہ بن ابی نمر عن ابراھیم بن عبد اللہ بن حسین عن ابیہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم کان یلبس خاتمہ فی یمینہ ۔

حدثنا محمد بن یحیی حدثنا احمد بن صالح حدثنا عبد اللہ بن وھب عن سلیمان بن بلال عن شریك بن عبد اللہ بن ابی نمر نحوہ ۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ یہی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

89- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا یزید بن ھارون عن حماد بن سَلَمَۃَ قَالَ رَأَیْتُ ابْنَ اَبِیْ رَافِعٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ فَسَأَلْتُہٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَأَیْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ جَعْفَرٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ ۔

حماد بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن ابی رافع رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں۔ میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے وہ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

90- حَدَّثَنَا موسیٰ بن یحییٰ انبانا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نمیر انبانا ابراھیم بن الفضل عن عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ محمد بن عقیل عن عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جعفر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ ۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

91- حَدَّثَنَا اَبُوْ الخطاب زیاد بن یحییٰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ میمون عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

92- حَدَّثَنَا محمد بن حمید الرازی حَدَّثَنَا جریر عن محمد بن اسحٰق عن الصلت بن عبد اللہ قَالَ کَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ وَلَا اَخَالُہٗ اِلَّا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ ۔

حضرت ابوصلت بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

93- حَدَّثَنَا محمد بن اَبِیْ عمر حَدَّثَنَا سفین عن ایوب بن موسٰی عن نافع رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا یَلِیْ کَفَّهُ وَ نَقَشَ فِیْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَنَهٰی اَنْ یَّنْقُشَ اَحَدٌ عَلَیْهِ وَ هُوَ الَّذِیْ سَقَطَ مِنْ مُعَیْقِیْبٍ فِیْ بِیْرِ اَرِیْسٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی سمت میں رکھا۔ آپ نے اس میں لفظ محمد، رسول اور اللہ نقش کروایا۔ آپ نے اس بات سے منع کیا کہ کوئی شخص اس کے مطابق نقش کروائے، یہ وہی انگوٹھی ہے، جو معیقیب (نامی شخص سے) ''اریس'' کنوئیں میں گر گئی تھی۔

94- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بن سعید رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا حاتم بن اسمٰعیل عن جعفر بن محمد عن ابیه قَالَ کَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰهُ تعالٰی عنهما یَتَخَتَّمَانِ فِیْ یَسَارِهِمَا .

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ (یعنی امام جعفر صادق) اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں حضرات اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

95- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا محمد بن عِیْسٰی وهوا بن الطباع حَدَّثَنَا عباد بن العوام عن سعید بن اَبِیْ عروبة عن قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ تَخَتَّمَ فِیْ یَمِیْنِه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

96- قَالَ اَبُوْعِیْسٰی هٰذا حدیث غریب لا نعرفه من حدیث سعید بن اَبِیْ عروبة عن قتادة عن انس عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نحو هٰذا الا من هٰذَا الوجه وروی بعض اصحاب قتادة عن قتادة عن انس ان النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ تَخَتَّمَ فِیْ یَسَارِهٖ وهو حدیث لا یصح ایضًا .

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔ اسی ایک سند کے حوالے سے منقول ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ حدیث مستند نہیں ہے۔

97- حدثنا محمد بن عبید المحاربی هدثنا عبد العزیز بن اَبِیْ حازم عن موسٰی بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قَالَ اِتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَکَانَ یَلْبَسُهُ فِیْ یَمِیْنِه فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَ مِنْ ذَهَبٍ فَطَرَحَهُ وَقَالَ لَا اَلْبَسُهُ اَبَدًا فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَهُمْ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ نے اسے بائیں ہاتھ میں پہننا شروع کیا، لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انگوٹھی کو اتار دیا اور فرمایا: اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار دیا تھا۔

شرح

انگوٹھی کے بارے میں احکام ومسائل:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی خود تیار کروائی تھی جس پر ''محمد رسول اللہ'' کی عبارت کندہ تھی اور یہ پہنا نہیں کرتے تھے بلکہ صرف مکتوبات پر بطور مہر استعمال کرتے تھے۔ ایک مہر خدام کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی تھی، جو آپ پہننے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

احادیث مبارکہ اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں انگوٹھی کے احکام درج ذیل ہیں:

۱- انگوٹھی کا استعمال سنت: مرد حضرات کا چاندی کی انگوٹھی تیار کرانا اور اس کا پہننا مسنون ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی تیار کروائی تھی جس پر نقش بھی بنوایا تھا۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۷۳) یہ انگوٹھی صلح حدیبیہ کے بعد بنوائی گئی تھی، جو آپ بطور مہر استعمال کرتے تھے۔

۲- چاندی کی انگوٹھی ہونا: مرد حضرات کے لیے چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی تیار کرانا اور پہننا جائز نہیں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۷۲) ایک روایت میں ہے کہ انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا۔ ''حبشی'' ہونے کے متعدد مفاہیم ہیں (۱) نگینہ حبشی پتھر کا ہو جو یمن سے منگوایا جاتا تھا (۲) نگینہ تیار کرنے والا حبشی ہو۔ (۳) نگینہ عقیق پتھر کا ہو، جو سیاہ رنگ کا تھا۔

۳- انگوٹھی پہننے کا حکم: جوتے کی طرح انگوٹھی پہننے کی بھی تاکید وارد ہوئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انگوٹھی اور جوتے کا حکم دیا گیا ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ج ۵، ص ۱۴۴)
یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب پر محمول ہے۔

۴- انگوٹھی کی تحریر: سلطان وقت، مفتی اور قاضی انگوٹھی تیار کر کے اس پر مہر کی غرض سے عبارت کندہ کرا سکتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ'' نقش کروایا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کوئی دوسرا شخص یہ عبارت ہرگز کندہ نہ کرائے۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۷۳)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کی عبارت تین سطروں پر تحریر تھی۔ سب سے نیچے محمد پھر رسول اور سب سے اوپر لفظ اللہ تحریر تھا۔

۵- انگوٹھی بنوانے کا مقصد: جب سلاطین وقت کو دعوت اسلام دینے کا مرحلہ پیش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام دعوتی مکتوبات ارسال کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس موقع پر صحابہ کرام نے بطور مشورہ عرض کیا: یا رسول اللہ! سلاطین وقت مہر کے بغیر کسی مکتوب کو قابل التفات نہیں سمجھتے۔ لہٰذا آپ کے اسم گرامی پر مشتمل ایک مہر تیار کرنی چاہیے جو مکتوبات پر استعمال کی جائے۔ صحابہ کے مشورہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی تیار کروائی جس کے نگینہ پر مہر تھی۔

۶- انگوٹھی پہننے کے لیے ہاتھ کا انتخاب: انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنی جا سکتی ہے اور بائیں ہاتھ میں بھی۔ مختلف روایات سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہنی ہے لیکن اکثر دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ اس مسئلہ میں فقہاء کے بھی دو گروہ ہیں۔ ایک دائیں ہاتھ میں پہننا افضل قرار دیتا ہے اور دوسرا بائیں ہاتھ میں پہننا افضل سمجھتا ہے۔ بہر حال جائز دونوں میں ہے مگر افضل دائیں میں پہننا ہے۔

۷- انگوٹھی کے لیے انگلی کا انتخاب: دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہننا مسنون ہے۔ حضرت صلت بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اسی انگلی میں پہنتے دیکھا تھا۔ میرے خیال کے مطابق انہوں نے فرمایا تھا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس انگلی میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

فائدہ نافعہ: خنصر یا بنصر دونوں انگلیوں میں سے جس میں چاہیں انگوٹھی پہن سکتے ہیں لیکن دائیں ہاتھ کی انگلی کو اولیت و فوقیت حاصل ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: خنصر کے علاوہ کسی انگلی میں انگوٹھی پہننا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

(علامہ محمود احمد عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۲۲، ص ۳۷)

سوال: آخری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور پہنی اور صحابہ کرام نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں اور پہنی تھیں جبکہ شرعی طور پر مرد حضرات کے لیے سونے کی انگوٹھی بنوانا اور پہننا حرام ہے؟

جواب: ابتدائے اسلام میں سونے کا استعمال مردوں کے لیے حلال تھا۔ اسی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے سونے کی انگوٹھیاں تیار کروائی تھیں لیکن بعد میں سونے کا استعمال کرنا مردوں کے لیے حرام قرار دیا گیا تھا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 14: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا بیان

98- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا وهب بن جریر انبانا اَبِیْ عن قتادة عن انس قَالَ کَانَ قَبِیْعَةُ سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ .

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔

99- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا معاذ بن هشام حدثنی اَبِیْ عن قتاده عن سعید بن اَبِیْ الحسن قَالَ کَانَتْ قَبِیْعَةُ سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ .

◆◆ حضرت سعید بن ابوالحسن کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔

100- حَدَّثَنَا اَبُوْ جعفر محمد بن صدران البصری حَدَّثَنَا طالب بن حجیر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عن هود و هوابن عَبْدُ اللّٰهِ بْن سعید عن جده قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَکَّةَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَ عَلٰی

سَیفِہٖ ذَھَبٌ وَّ فِضَّۃٌ قَالَ طَالِبٌ فَسَاَلْتُہٗ عَنِ الْفِضَّۃِ فَقَالَ کَانَتْ قَبِیعَۃُ السَّیفِ فِضَّۃً ۔

حضرت ہود، یہ حضرت عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، اپنے دادا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے جو تلوار اٹھائی ہوئی تھی اس پر سونا اور چاندی لگی ہوئی تھی۔

طالب نامی راوی نے کہا: میں نے چاندی کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اس تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۔

101- حَدَّثَنَا محمد بن شجاع البغدادی حَدَّثَنَا ابو عبیدۃ الحداد عن عثمان بن سعد عَنِ ابْنِ سِیرِینَ قَالَ صَنَعْتُ سَیفِیْ عَلٰی سَیفِ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ وَزَعَمَ سَمُرَۃُ اَنَّہٗ صَنَعَ سَیفَہٗ عَلٰی سَیفِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ سَلَّمَ وَکَانَ حَنَفِیًّا

حَدَّثَنَا عقبہ بن مکرم البصری حَدَّثَنَا محمد بکر عن عثمان بن سعد بھٰذَا الاسناد نحوہ ۔

حضرت امام ابن سیرین حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی تلوار کی طرح بنوائی تھی اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنی تلوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی طرح بنوائی تھی اور وہ بنو حنیف (نام قبیلہ جن کی تلوار امتیازی حیثیت کی ہوتی تھی) جیسی تھی۔

یہی روایت ایک اور سند سے منقول ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کا تذکرہ:

ماقبل باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا ذکر تھا اور اس باب میں آپ کی تلواروں کا تذکرہ ہے۔ دونوں میں تقدیم و تاخیر کی مناسبت یہ ہے کہ انگوٹھی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی مہر بنی ہوئی تھی جو سلاطین وقت کو دعوت اسلام دیتے وقت ان کے نام جاری کیے جانے والے مکتوبات پر لگائی جاتی تھی۔ پیغام دعوت پہنچنے کے بعد ان کے لیے دو ہی راستے تھے: (۱) وہ دعوت اسلام قبول کرلیں اور مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزاریں۔ (۲) یا وہ انکار کر کے اسلام دشمنی پر اتر آئیں۔ جب ان پر اتمام حجت ہوگئی تو اب ان کا علاج فقط تلوار سے ممکن ہوسکتا تھا۔ اسی مناسبت سے دونوں چیزوں میں تقدیم و تاخیر کی گئی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر تلوار بے مثل قوت کی حامل تھی اور آپ کی کل تلواریں دس تھیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) الماثور (۲) القضیب (۳) القلعی (۴) تبار (۵) الحتف (۶) المخذم (۷) الرسوب (۸) الصمصامۃ (۹) اللحیف (۱۰) ذوالفقار

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو تلواریں ایسی تھیں جو معجزانہ قوت کا مظہر تھیں: (۱) العون: مشہور صحابی حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں دشمن کا مقابلہ کررہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی، وہ بہت پریشان ہوئے اور اسی پریشانی کے عالم میں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر وجہ دریافت کی؟ عرض کیا: یارسول اللہ! دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔ آپ نے انہیں کھجور کے ایک درخت کی شاخ توڑ کر عطا کی اور دشمن کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ جونہی وہ چھڑی ان کے ہاتھ میں گئی تو وہ ایک عظیم الشان اور چمکدار تلوار کی شکل اختیار کر گئی جس سے انہوں نے دشمن کا خوب مقابلہ کیا۔ وہ تلوار مسلسل ان کے پاس رہی حتیٰ کہ انہوں نے اس کے ساتھ اہل الردہ سے جہاد کیا اور اس دوران وہ جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ تلوار عون (مددگار) کے نام سے مشہور تھی۔

(۲) عرجون: حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں دشمن سے جہاد کر رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ جلدی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتحال کے بارے میں عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک ٹہنی دی، جونہی وہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں گئی تو وہ چمکتی ہوئی تلوار کی شکل اختیار کر گئی۔ انہوں نے اس کے ساتھ جہاد کیا اور پھر تاحیات ان کے پاس رہی۔ یہ تلوار عرجون کے نام سے مشہور تھی۔

ذوالفقار نامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور زمانہ تلوار تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ کے دست اقدس میں یہی تلوار تھی۔ یہ تلوار خوبصورت تھی اور آپ کو یہ بہت پسند تھی۔ آپ نے یہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی۔ اس تلوار کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ''لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَارِ'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

الماثور: یہ تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ولد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بطور وراثت ملی تھی۔

مکہ میں ورود اور بت شکنی:

جس طرح جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے نمرودی بتوں کو توڑ کر حقانیت توحید کا پرچم بلند کیا تھا، اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے بتوں کو توڑ کر حقانیت اسلام کا پرچم لہرا دیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کعبہ میں ۳۶۰ بت بڑے سلیقہ سے سجائے گئے تھے۔ آپ نے بتوں کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیا اور کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک وصاف کر دیا۔ بتوں کو توڑتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

سوال: جب شرعی طور پر سونا حرام ہے، تو حدیث باب کے مطابق یہ تلوار کے لیے کیوں استعمال کیا گیا تھا؟

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے اور سونے کی حلت پر اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ دِرْعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 15: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ''زرہ'' کا بیان

102- حَدَّثَنَا اَبُوْ سعيد عَبْدُ اللّٰهِ بْن سعيد الاشج حَدَّثَنَا يونس بن بكير عن محمد بن اسحق عن يحيى بن عباد بن عَبْدُ اللّٰهِ بْن الزبير عن ابيه عن جده عَبْدُ اللّٰهِ بْن الزبير عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ كَانَ

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ اِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَاَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهُ فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ قَالَ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوہ اُحد کے دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں، آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے لیکن چڑھ نہ سکے۔ آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نیچے بٹھایا اور پھر آپ ان کے ذریعے چڑھ گئے۔ جب آپ چٹان پر سیدھے ہوکر بیٹھ گئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: طلحہ نے (اپنے لیے جنت) واجب کرلی ہے۔

103- حَدَّثَنَا احمد بن اَبِیْ عمر حَدَّثَنَا سفیٰن بن عیینة عَنْ يَزِيْدَ بن خصيفة عن السائب بن يزيد اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا ۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ اُحد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ ایک دوسری کے اوپر پہنی ہوئی تھی۔

شرح

زرہ کی تعریف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زروں کی تعداد:

زرہ سے مراد لوہے کا لباس ہے۔ جنگ کے دوران دشمن سے بچاؤ کے لیے جسم پر پہنا جاتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں (۱) پیتل یا لوہے وغیرہ دھات کو پگھلا کر ڈبہ نما لباس تیار کیا جاتا تھا۔ (۲) زنجیروں کو باہم پیوست کر کے واسکٹ کی شکل میں تیار کر کے استعمال کی جاتی تھی تاکہ دشمن زخمی نہ کرے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سات زرہیں تھیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ذات الفضول (۲) ذات الوشاح (۳) ذات الحواشی (۴) فضہ (۵) سغدیہ (۶) البتراء (۷) خرنق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چٹان پر چڑھنے کی وجہ:

غزوۂ اُحد کی لڑائی نہایت خطرناک تھی۔ اسی موقع پر پتھر لگنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہوگیا تھا۔ ہونٹوں سے خون جاری تھا۔ زرہ کی کڑی رخسار مبارک میں دھنس گئی تھی اور ابن قمہ نے آپ کی شہادت کا اعلان بھی کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں مجاہدین کے حوصلے پست ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ چٹان پر جلوہ افروز ہوں تاکہ مجاہدین آپ کو دیکھ لیں اور ان کے حوصلے بلند ہو جائیں۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں جو نہایت وزنی تھیں۔ آپ چٹان پر چڑھنے لگے تو نہ چڑھ سکے۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو نیچے بٹھا کر ان پر قدم مبارک رکھ کر چٹان پر چڑھ گئے اور آپ کو دیکھ کر مجاہدین کے حوصلے بلند ہوگئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا شمار اجلہ صحابہ میں ہوتا ہے، عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ سابقون اولون میں سے ہیں، چھ صحابہ پر مشتمل مجلس شوریٰ تشکیل پائی تو اس کے رکن تھے اور ہمہ وقت اسلام کی ترقی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ایک رات میں ستر ہزار کی اراضی خرید کر مدینہ طیبہ کے غرباء وفقراء میں تقسیم فرمائی تھی۔ غزوۂ اُحد میں شامل ہوئے۔ شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنے رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹان پر چڑھنے کا قصد کیا تو آپ کو پیش کر دیا۔ حضور آپ کی پشت پر کھڑے ہو کر چٹان پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ ڈھال بن کر خدمات انجام دے رہے تھے، تو اسی (۸۰) سے زائد زخم آئے لیکن آپ استقامت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ حدیث باب کے آخری حصہ میں آپ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جنت خرید لی ہے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم وعنایت سے اس کے مالک بن گئے ہیں''۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر آپ کی بے مثال خدمات کے اعتراف میں صحابہ کبار بالخصوص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمام کا تمام دن طلحہ کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا: بہترین شہید وہ ہے، جو زمین پر چل رہا ہے''۔ جنگ جمل میں آپ شہید ہوئے اور بصرہ میں مدفون ہوئے۔

سوال: غزوۂ اُحد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں جو توکل اور تسلیم ورضا کے منافی عمل تھا؟

جواب: (۱) ہوشیاری و دور اندیشی سے کام لینا، دشمن سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا اور موذی چیزوں سے بچنا ہرگز توکل اور تسلیم ورضا کے منافی عمل نہیں ہے۔ (۲) ارشاد ربانی ہے: ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا ''۔ اے ایمان والو! تم ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا جمع ہو کر نکلو''۔ مطلب یہ ہے کہ دشمن کی گھات اس کی مکاری اور اس کے حملہ سے بچو۔ اس سے ثابت ہوا کہ دشمن کے مقابلہ میں اپنی حفاظت کی تدبیریں جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ مِغْفَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب 16: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خود کا بیان

104- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بن سعید حَدَّثَنَا مالك بن انس عن ابن شهاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّةَ وَ عَلَیْہِ مِغْفَرٌ فَقِیْلَ لَهٗ هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْکَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ .

❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ''خود'' پہنا ہوا تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔

105- حَدَّثَنَا عِيسَى بن احمد حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن وهب حدثنی مالك بن انس عن ابن شهاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَ عَلٰى رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ قَالَ فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بَاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ قَالَ اُقْتُلُوْهُ

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَ بَلَغَنِىْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا ۔

انہی سے منقول ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پہ ''خود'' تھا۔ راوی نے کہا: آپ نے اسے اتارا تو ایک شخص آیا اور عرض کیا: ابن خطل کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔

حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مجھے یہ اطلاع ملی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حالت احرام میں نہیں تھے۔

شرح

فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ سے سلوک:

خود سے مراد لوہے کی ٹوپی ہے، جو دشمن سے بچاؤ کے لیے جنگ کے دوران استعمال کی جاتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر اقدس پر ''خود'' تھا۔ آپ کے اچانک ورود کی وجہ سے اہل مکہ کانپ اٹھے، ان پر دہشت طاری ہوگئی اور وہ خیال کر رہے تھے کہ ابھی انتقامی کارروائی کرتے ہوئے انہیں ہلاک کر دیا جائے گا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا: جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو، جو آدمی اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لے اور جو ہتھیار ڈال دے وہ مامون ہے۔ اس عام معافی کے اعلان سے سترہ (۱۷) افراد کو مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا کہ یہ لوگ جہاں بھی ملیں انہیں قتل کر دیا جائے، ان میں گیارہ مرد اور چھ عورتیں تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے جرائم اور مظالم ناقابل معافی تھے۔ ان سترہ مجرموں میں سے دو عورتوں اور سات مردوں نے اسلام قبول کر کے معافی مانگ لی تھی۔ باقی ماندہ آٹھ لوگوں جن میں چار مرد اور چار عورتیں شامل تھیں، کو قتل کر دیا گیا۔ ان مقتولوں میں سے ایک ابن خطل بھی تھا۔

ابن خطل کا تعارف:

مشہور دشمنان اسلام میں سے ایک ابن خطل تھا، ہجرت کے بعد وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گیا تھا اور اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کا اصل نام عبدالعزیٰ بن خطل تھا اور قبول اسلام کے بعد اس کا اسلامی نام ''عبداللہ'' تجویز کیا گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زکوٰۃ وصول کرنے کی غرض سے ایک قبیلہ کے پاس روانہ کیا۔ اس کے خادم نے کھانا تیار کرنے میں قدرے تاخیر کر دی۔ تو اس نے غصہ سے خادم کو قتل کر دیا جبکہ وہ خادم مسلمان تھا۔ اس نے اس خوف سے مدینہ طیبہ چھوڑ دیا کہ خادم کے قصاص میں اسے قتل نہ کر دیا جائے، وہ مرتد ہو کر مکہ مکرمہ آ گیا۔ اس نے گویا باندیاں اپنے پاس رکھی ہوئی تھیں، جو اسلام کے خلاف بدزبانی کرتی تھیں اور یہ خود بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جرائم اور مظالم کے

باعث اسے قتل کرنے کا حکم دیا تو یہ کعبہ کے پردوں میں جا چھپا' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے وہاں ہی قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اجازت ملنے پر حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے ابن خطل کو ہلاک کر دیا۔

فائدہ نافعہ: فتح مکہ کے موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ مبارک سر اقدس پر رکھا ہوا تھا۔ آپ نے سفید رنگ کو زیادہ پسند کیا اور اسے استعمال کیا۔ سیاہ رنگ کو بھی آپ نے پسند کیا اور سیاہ عمامہ استعمال میں لائے تھے۔

دیگر آلات حرب کے نام:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آلات حرب کے نام نہیں بتائے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ قوس و کمان تھے: (۱) نزوراء (۲) روما (۳) صفراء (۴) سوحط (۵) کتوم (۶) سداد۔ ترکش کا نام: کافور تھا۔ دو ڈھال تھیں: (۱) ذلوق (۲) فتق۔ ایک ڈھال بطور تحفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی تھی جس پر مینڈھا کی تصویر تھی۔ آپ نے اس پر دست اقدس رکھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے محو کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات گھوڑے تھے' جن کے نام یہ ہیں: (۱) مرتجز (۲) سکب (۳) ظرب (۴) لحیف (۵) لزاز (۶) ورء (۷) سبحہ۔ آپ کے تیر کا نام تھا: مثویٰ' خیمہ کا نام تھا: الکن' نیزہ کا نام: بیضاء اور لاٹھی کا نام: مخصر تھا۔ (الاتحافات الربانیہ ص ۱۵۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا نام: عقاب (جو سیاہ رنگ کا تھا) مشکیزہ کا نام تھا: صادر' زین کا نام: داج' اونٹنی کا نام (۱) قصویٰ (۲) عفاء' خچر کا نام: دلدل' گدھے کا نام: یعفور اور بکری کا نام تھا: (جس کا آپ دودھ نوش فرماتے تھے) عنیہ۔

سوال: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے خود یا سیاہ عمامہ سے سر مبارک کیوں ڈھانپا تھا' حالانکہ اس کی حالت احرام میں ممانعت وارد ہوئی ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں نہیں تھے' لہٰذا سر اقدس کو ڈھانپنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

سوال: میقات سے بغیر احرام کے گزر کر مکہ معظمہ میں داخل ہونا منع ہے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کے بغیر مکہ میں کیوں داخل ہوئے؟ نیز حرم مکہ کو امن گاہ قرار دیا گیا ہے' جس میں کسی شخص کو قتل کرنا حرام ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل وغیرہ کو قتل کیوں کرایا تھا؟

جواب: فتح مکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختصر وقت کے لیے حرمت اٹھالی گئی تھی جس وجہ سے آپ میقات سے بغیر احرام کے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور آپ نے ابن خطل وغیرہ کو قتل بھی کرایا تھا۔

میقات سے بغیر احرام کے گزرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا میقات سے بغیر احرام کے گزر کر مکہ معظمہ میں داخل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ناجائز ہے' آپ نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے' جس

میں میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے انہوں نے دوسری حدیث باب سے استدلال کیا ہے جس میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میقات سے بغیر احرام کے گزر کر حرم مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی حرمت اٹھالی گئی تھی۔ اس بارے میں آپ کا مشہور ارشاد گرامی ہے: میرے لیے آج کے دن یہ حلال تھا کسی اور کے لیے نہیں ہے''۔

سوال: ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس پر خود پہنا ہوا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ یہ تو روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: ان دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اس وقت سر اقدس پر خود اور اس کے اوپر سیاہ عمامہ باندھا ہو یا نیچے سیاہ عمامہ اور اوپر خود رکھا ہو یعنی بیک وقت خود اور عمامہ دونوں کا استعمال ممکن ہے لہٰذا روایات میں تعارض نہ رہا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ عِمَامَةِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 17: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کا بیان

106- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی عن حماد بن سَلْمَةَ و حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا و کیع عن حماد بن سَلْمَةَ عَنْ اَبِیْ زبیر عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَكَّةَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَ عَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

107- حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ عمر حَدَّثَنَا سفیان عن مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیه قَالَ رَأَیْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عِمَامَةً سَوْدَاءَ ۔

حضرت جعفر بن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

108- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان و یوسف بن عِیْسٰی قَالَا حَدَّثَنَا و کیع عن مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَ عَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ ۔

انہی سے منقول ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اس وقت آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

109– حَدَّثَنَا هارون بن اسحٰق الهمدانی حَدَّثَنَا یحییٰ بن محمد المدینی عن عبد العزیز بن محمد عن عبید الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِذا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَیْنَ کَتِفَیْهِ

قَالَ نَافِعٌ وَّکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ

قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ وَرَاَیْتُ الْقَاسِمَ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمًا یَفْعَلَانِ ذٰلِكَ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان رکھا کرتے تھے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے قاسم بن محمد اور سالم رضی اللہ عنہما کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

110– حَدَّثَنَا یوسف بن عِیْسٰی حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا ابوسلیمان و هو عبد الرحمٰن بن الغسیل عن عکرمة عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَ عَلَیْهِ عِمَامَةٌ دَسْمَاءُ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اس وقت آپ نے (اپنے سراقدس پر) سیاہ پٹی لپیٹی ہوئی تھی۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ مبارک کی کیفیت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ اور ٹوپی دونوں کو اکٹھا بھی استعمال کیا ہے' اکیلی ٹوپی یا اکیلا عمامہ بھی زیب سر فرمایا ہے۔ عمامہ سیاہ بھی استعمال فرمایا ہے اور سفید بھی مگر اکثر سفید عمامہ استعمال فرماتے تھے۔ آپ کے دو عمامے تھے۔ ایک سات (۷) ہاتھ طویل تھا اور دوسرے کی طوالت بارہ (۱۲) ہاتھ تھی۔ عمامہ مبارک کے تفصیلی احکام درج ذیل ہیں:

۱- عمامہ سنت مستمرہ: عمامہ مبارک سنت مستمرہ ہے اور اس کے استعمال کی تاکید و ترغیب فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمامہ باندھو' یہ ملائکہ کی خاص علامت ہے اور اس کے کنارے کو پشت پر ڈالو۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح' ص ۳۷۷)

۲- عمامہ کی فضیلت: عمامہ مبارک کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا ثواب بغیر عمامہ کے پڑھی جانے والی نماز سے ستر (۷۰) گنا زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں وارد ہے کہ پگڑی کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرنا بغیر پگڑی کے ستر (۷۰) رکعت نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔ (حاشیہ شمائل ترمذی ص ۸)

۳-عمامہ تحمل و بردباری کا ذریعہ: عمامہ مبارک باندھنے سے تحمل و بردباری کی دولت میسر آتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمامہ باندھا کرو کیونکہ اس سے تحمل و بردباری میں اضافہ ہوتا ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۴۷)

۴-عمامہ باندھنے سے ملائکہ سے مشابہت:

عمامہ مبارک باندھنے سے ملائکہ سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس حالت میں حاضر ہوئے کہ انہوں نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۴۸)

۵-عمامہ مبارک تاج عرب: عمامہ مبارک تاج عرب کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمامہ اہل عرب کا تاج ہے۔ (حضرت ملا علی قاری: مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۲۵۰)

۶-عمامہ باعث عزت و وقار:

عمامہ مبارک استعمال کرنے سے انسان کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: عمامہ مسلمان کا وقار ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال ج ۱۵ ص ۴۸۳)

۷-عمامہ سے امت کا اعزاز و اکرام: عمامہ مبارک امت کے اعزاز و اکرام کا باعث ہے۔ حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ تعالیٰ مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کا اعزاز و اکرام عمامہ کے باعث کیا ہے۔

۸-جمعہ کے دن عمامہ کی فضیلت: دوسرے ایام کی نسبت جمعہ کے دن عمامہ باندھنا زیادہ باعث ثواب ہے۔
حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں۔ (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۴)

۹-عمامہ باندھنے کا طریقہ: عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہیے اور شلوار بیٹھ کر پہننی چاہیے۔ (علامہ ملا علی قاری: جمع الوسائل ج ۱ ص ۲۰۸) عمامہ بیٹھ کر باندھنے اور شلوار کھڑے ہو کر پہننے سے نسیان کا امرض اور فقر پیدا ہوتا ہے۔ (زرقانی ج ۵ ص ۴)

۱۰-عمامہ مبارک شعار اسلام ہونا: عمامہ مبارک شعار اسلام ہے۔ غدیر خم کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا' ان کے سر پر عمامہ باندھا اور شملہ پیچھے کی طرف چھوڑتے ہوئے فرمایا: تم اس طرح عمامہ باندھو' عمامہ اسلام کی علامت ہے۔ غزوہ بدر اور غزوہ حنین میں جو فرشتے میری مدد کے لیے بھیجے گئے وہ سب کے سب عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ (امام علی متقی، کنز العمال ج ۱۵ ص ۴۸۲)

۱۱-عمامہ کا رنگ: سفید اور سیاہ دونوں رنگ کا عمامہ باندھا جا سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں سفید اور حضر میں عام طور پر سیاہ عمامہ زیب سر فرماتے تھے۔ (مواہب لدنیہ ج ۵ ص ۴) بعض روایات میں زرد رنگ کے عمامہ کا ذکر بھی ہے۔

۱۲-عمامہ کا شملہ: عمامہ مبارک کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان ہونا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ زیب سر فرماتے تو اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی صِفَةِ اِزَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 18: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کا بیان

111- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراهیم حَدَّثَنَا ایوب عن حمید بن هلال عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَآئِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا كِسَاءً مُّكَبَّدًا وَّاِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِیْ هٰذَيْنِ ۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے ایک پیوند لگی ہوئی چادر نکالی اور ایک موٹا تہبند نکالا اور بتایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ ان دو کپڑوں میں قبض ہوئی تھی۔

112- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ عن شعبة عن الاشعث بن سلیم قَالَ سَمِعْتُ عَمَّتِیْ تُحَدِّثُ عَنْ عَمِّهَا قَالَ بَيْنَمَا اَنَا اَمْشِیْ بِالْمَدِيْنَةِ اِذَا اِنْسَانٌ خَلْفِیْ يَقُوْلُ اِرْفَعْ اِزَارَكَ فَاِنَّهٗ اَتْقٰی وَ اَبْقٰی فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا هِیَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ قَالَ اَمَالَكَ فِیَّ اُسْوَةٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اِزَارُهٗ اِلٰی نِصْفِ سَاقَيْهِ ۔

حضرت اشعث بن سلیم رضی اللہ عنہ نے اپنی پھوپھی کے حوالے سے نقل کیا: انہوں نے اپنے چچا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ جا رہا تھا، میرے پیچھے سے کسی نے کہا: اپنا تہبند اوپر کرلو، کیونکہ یہ پرہیزگاری کے لیے زیادہ مناسب ہے اور (کپڑا بھی) زیادہ دیر تک (محفوظ رہتا ہے) میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ایک عام سی چادر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لیے میرا عمل نمونہ نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ کا تہبند نصف پنڈلیوں تک تھا۔

113- حَدَّثَنَا سوید بن نصر حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِكِ عن موسٰی بن عبیدة عن ایاس بن سَلْمَةَ بن الاکوع عن ابیه قَالَ كَانَ عُثْمَانُ يَاْتَزِرُ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَيْهِ

وَقَالَ هٰكَذَا كَانَتْ اِزْرَةُ صَاحِبِیْ يَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ۔

حضرت ایاس بن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نصف پنڈلی تک تہبند باندھا کرتے تھے۔

راوی کا کہنا ہے: میرے آقا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند بھی اسی طرح کا ہوتا تھا۔

114- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابو الاحوص عَنْ اَبِیْ اسحٰق عن مسلم بن نذیر عَنْ حُذَيْفَه ابْنِ الْيَمَانِ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِعَضَلَةِ سَاقِیْ اَوْسَاقِهٖ فَقَالَ هٰذَا مَوْضِعُ الْاِزَارِ فَاِنْ اَبَيْتَ فَاَسْفَلَ فَاِنْ اَبَيْتَ فَلَاحَقَّ لِلْاِزَارِ فِی الْكَعْبَيْنِ ۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کو اپنی پنڈلی پر رکھ کر فرمایا: یہ تہبند باندھنے کی جگہ ہے' اگر تم نہیں کرتے تو اس سے نیچے کرلو اور اگر نہیں کرتے تو پھر ٹخنوں پر تہبند رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

شرح

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند:

لباس دو قسم کا ہوسکتا ہے: (۱) اوڑھا جانے والا: یہ لباس سلائی کے بغیر دو چادروں اور ایک دستار پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک چادر جسم کے اوپر والے حصہ پر اوڑھی جاتی ہے اور دوسری سے ناف سے لے کر ٹخنوں تک جسم کا حصہ چھپایا جاتا ہے۔ دوسری چادر کو تہبند کہا جاتا ہے۔ (۲) پہنا جانے والا: یہ وہ لباس ہے' جو سلا ہوا ہوتا ہے اور پہنا جاتا ہے۔ یہ کرتا' پاجامہ (یا شلوار) اور عمامہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قسم کے لباس زیب تن فرمائے ہیں لیکن عموماً پہلا لباس استعمال فرماتے تھے' کیونکہ یہ لباس قدیم ہے اور اس میں سادگی ہے جبکہ آپ کی طبیعت بھی سادگی پسند تھی۔ روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ خریدا تھا مگر پہننے کے بارے میں کوئی روایت موجود نہیں ہے' اس وجہ سے فقہاء کرام کے اس بارے میں دو قول ہیں: (۱) آپ نے زیب تن فرمایا تھا' کیونکہ جو چیز خریدی جاتی ہے وہ پہننے کے لیے ہی خریدی جاتی ہے۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ نہیں پہنا تھا' کیوں کہ خریدنا پہننے کو مستلزم نہیں ہے اور پہننے کے بارے میں کوئی صراحتاً روایت بھی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کے حوالے سے روایات کا خلاصہ اور احکام درج ذیل ہیں: ۱- تہبند باندھنا مسنون: سادہ لباس جو انسان کو تکبر و رعونت سے دور رکھتا ہے' وہ کرتا اور تہبند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہی لباس زیب تن فرماتے رہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیوند لگی چادر اور ایک موٹا تہبند دکھاتے ہوئے فرمایا: حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔

۲- تہبند باندھنا اسلام کی علامت: تہبند باندھنا اسلام کی علامت ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) تہبند نہیں باندھتے بلکہ پاجامہ پہنتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ان کے خلاف کرو پاجامہ پہنو اور تہبند بھی باندھو۔ (زاد المعارج' ا' ص ۵۱)

۳- تہبند باندھنے کا مسنون طریقہ: تہبند کے آگے والے حصہ کو زائد اور پیچھے والے حصہ کو اونچا رکھنا چاہیے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ملاحظہ کیا کہ انہوں نے تہبند کے سامنے والے حصے کو زائد رکھا ہوا تھا اور پیچھے والے حصہ کو اونچا کیا ہوا تھا' میں نے ان سے اس طرح تہبند باندھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: میں نے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح تہبند باندھتے ہوئے دیکھا تھا۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوۃ المصابیح' ص ۳۷۷)

۴- تہبند بطور تبرک: بزرگوں کی زیر استعمال اشیاء کو بطور تبرک محفوظ رکھنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اور تہبند محفوظ رکھا ہوا تھا اور لوگوں کو اس کی زیارت کرواتی تھیں' وہ دونوں چیزیں بطور تبرک تھیں۔ (علامہ ملا علی قاری' مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۴' ص ۱۷۱)

۵- تہبند کی مسنون مقدار: تہبند کا نصف پنڈلی تک ہونا مسنون ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے' اگر پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ ج ۲' ص ۲۹۴)

۶- ٹخنوں کے نیچے تہبند باندھنے کی مذمت و وعید: ٹخنوں کے نیچے تہبند باندھنا قابل گرفت اور قابل مذمت عمل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا تہبند نصف پنڈلی تک یا پنڈلی تک یا پھر ٹخنہ کے اوپر ہونا چاہیے اور جو ٹخنہ کے نیچے ہو' وہ جہنم کے لائق ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب ج ۳' ص ۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تہبند ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔

(امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح' ص ۳۷۳)

فائدہ نافعہ: تہبند' شلوار اور پاجامہ تینوں کا حکم یکساں ہے یعنی ٹخنوں کے نیچے رکھنا وعید کے زمرے میں آتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جنت کی خوشبو ایک ہزار میل کی مسافت سے آئے گی لیکن خدا کی قسم! پاجامہ لٹکا کر چلنے والے اس کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج ۳' ص ۹۱)

۷- تہبند باندھنے کی جگہ: تہبند کی گرہ ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے متصل ہونا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناف کے نیچے ازار یا تہبند باندھا کرتے تھے' جو ناف پر معلوم ہوتا ہے۔ (زرقانی ج ۵' ص ۲۶)

۸- تہبند کا نصف ساق تک ہونا سنت ملائکہ: تہبند نصف ساق تک ہونا چاہیے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ملائکہ اس حالت میں حاضر ہوتے ہیں کہ وہ نصف پنڈلی تک تہبند باندھے ہوئے ہوتے ہیں' لہٰذا تم بھی اسی طرح باندھو۔

۹- ٹخنوں کے نیچے تہبند منافقت کی علامت: تہبند کا ٹخنوں کے نیچے ہونا منافقت کی علامت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہبند لٹکانا منافقت کی علامت ہے۔ (امام علی متقی' کنز العمال ج ۱۹' ص ۲۲۸)

۱۰- تہبند کا سفید ہونا: کسی بھی رنگ کا تہبند استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن مسنون سفید رنگ ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا تھا۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری ج ۲' ص ۸۶۷)

فائدہ نافعہ: شلوار' پاجامہ اور تہبند کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانے کی مذمت و وعید مرد حضرات کے ساتھ خاص ہے اور مستورات اس سے مستثنیٰ ہیں' کیونکہ عورتوں کے ٹخنے عورت میں شامل ہیں جن کا چھپانا ضروری ہے۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب تہبند لٹکانے کی وعید سنی تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں عورتوں کا حکم دریافت کیا' آپ نے فرمایا: اگر ان کا قدم کھل

جائے تو وہ کپڑے سے نیچے لٹکا لیں۔ (علامہ ملا علی قاری، جمع الوسائل ص ۱۷۴) تاہم کسی مجبوری کی وجہ سے مثلاً کسی شخص کے ٹخنے یا اس کے نیچے والے حصہ میں پھنسی ہو اور مکھی بار بار اس پر بیٹھ کر تنگ کرتی ہو تو مرد بھی اپنا تہبند یا شلوار یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا سکتا ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 19: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کا بیان

115- حَدَّثَنَا قتيبة بن سعيد حَدَّثَنَا ابن لهيعة عَنْ اَبِىْ يونس عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةِ قَالَ مَارَأَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِىْ فِىْ وَجْهِهٖ وَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِىْ مِشْيَةٍ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰى لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ .

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا جیسے آپ کے چہرہ مبارک میں سورج چلتا ہے اور میں نے آپ سے زیادہ تیز رفتار اور کسی کو نہیں دیکھا، گویا زمین آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہو۔ ہم بمشکل (آپ کے ساتھ) چلا کرتے' اور آپ کسی تکلف کے بغیر چلتے تھے۔

116- حَدَّثَنَا على بن حجر و غير واحد قالوا حَدَّثَنَا عيسى بن يونس عن عمر ابن عبد الله مولىٰ غفرة حدثنى ابراهيم ابن محمد من ولد على بن اَبِىْ طالب رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ عَلِىٌّ اِذَا وَصَفَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ .

◆◆ حضرت ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، کا بیان ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنا شروع کیے تو ان میں سے یہ بات بتائی کہ جب آپ چلتے تھے' تو جھک کر چلتے تھے یوں جیسے بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔

117- حَدَّثَنَا سفيان بن وكيع قَالَ حَدَّثَنَا اَبِىْ عن المسعودى عن عثمان بن مسلم بن هرمز عن نافع بن جبير بن مطعم عن على بن اَبِىْ طالب رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَكَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰى تَكَفَّاَ تَكَفُّؤًا كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ .

◆◆ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلا کرتے' تو آگے کی طرف جھک کر چلتے تھے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی کیفیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کی بحث حلیہ مبارک کے ضمن میں گزر چکی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں

لفظ یتولأ۔ آپ کی رفتار کا تعین کرتا ہے۔ اس کے تین معانی ہیں: (۱) قدم اٹھا کر چلنا (۲) آگے کی طرف جھک کر چلنا (۳) تیزی سے چلنا۔ آپ کی رفتار تینوں معانی کی جامع تھی۔ پروقار اور اطمینان کے ساتھ آپ آگے کو جھک کر چلتے تھے یعنی رفتار کاہلی و سستی اور تکبر وغرور سے پاک تھی مگر عجز وانکسار کی صفت اپنے ضمن میں لیے ہوئے تھی۔ ایسی پروقار رفتار کی تعریف قرآن کریم بایں الفاظ کرتا ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (فرقان: ۶۳)

اور اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات نہ صرف عباد الرحمٰن کی سردار تھی بلکہ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر فائز تھی جن کی خوبیوں اور خصائص کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا دشوار ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ تَقَنُّعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 20: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رومال مبارک کا بیان

118– حَدَّثَنَا یوسف بن عیسی حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا الربیع بن صبیع عَنْ يَزِيْدَ ابن ابان عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَاَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَيَّاتٍ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر (سر مبارک پر) رومال استعمال کرتے تھے، آپ کا رومال یوں ہوتا تھا جیسے تیل سے بنا ہوا ہو۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رومال کی کیفیت:

قناع سے مراد وہ رومال یا کپڑا ہے، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنی دستار کے نیچے سر مبارک پر رکھتے تھے۔ چونکہ آپ سر پر اکثر تیل لگواتے تھے اور تیل کی چکناہٹ سے عمامہ اور کلاہ کو بچانے کے لیے سر پر کپڑا باندھ لیتے تھے۔ خواہ کپڑا تیل سے لت پت ہونے کی وجہ سے تیل کی ہی شکل اختیار کر لیتا تھا لیکن وہ میلا نہیں ہوتا تھا، نہ اس سے بدبو آتی تھی اور نہ جوئیں پڑتی تھیں۔ یہ تمام امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کھٹمل کاٹتا تھا اور نہ کپڑوں پر مکھی بیٹھتی تھی۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ جِلْسَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 21: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کا بیان

119– حَدَّثَنَا عبد بن حمید ابنانا عفان بن مسلم حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حسان عن جدتیه عن قیلة بنت مخرمة اَنَّهَا رَاَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَ هُوَ قَاعِدُ الْقُرْفُصَاءَ قَالَتْ فَلَمَّا رَأَيْتُ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعُ فِي الْجَلْسَةِ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ .

◆◆ حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا آپ اس وقت دوزانوں بیٹھے ہوئے تھے۔ راویہ کا کہنا ہے: جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی عاجزی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں خوف سے کانپ اٹھی۔

120- حَدَّثَنَا سعيد بن عبد الرحمن المخزومي وغير واحد قالوا حَدَّثَنَا سفين عن الزهرى عن عباد بن تميم عن عمه انه رأى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى .

◆◆ حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا، آپ نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

121- حدثنا سَلَمَةَ بن شبيب انبانا عَبْدُ اللّٰهِ بْن ابراهيم المدنى حَدَّثَنَا اسحق بن محمد الانصارى عن ربيع بن عبد الرحمن بن اَبِىْ سعيد عن ابيه عَنْ جَدِّهٖ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخدرى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ احْتَبٰى بِيَدَيْهِ .

◆◆ حضرت ربیع بن عبدالرحمٰن بن ابوسعید رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں بیٹھتے تھے، تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر باندھ لیتے تھے۔

شرح

قرفصاء کی شکل اور حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا پر رعب طاری ہونے کی وجہ:

قرفصاء اور احتباء دونوں کا مطلب یہ ہے کہ سرین پر بیٹھ کر دونوں رانوں کو کھڑا کر لینا اور دونوں ہاتھوں کے ساتھ ان کا احاطہ کر لینا۔ نشست کی اس صورت کو گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کے اس انداز سے حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا پر خوف اس لیے طاری ہوا تھا کہ مبادا کوئی عذاب الٰہی نازل ہونے والا ہے، کیونکہ آپ کا انداز نشست تفکر وخوف کو ظاہر کرتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں یہ واقعہ قدرے تفصیل سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! قیلہ مسکینہ خوفزدہ ہوگئی ہے جبکہ حضرت قیلہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑی تھی، آپ نے فرمایا: اے مسکینہ! تو سکون اختیار کر۔ آپ کے یوں فرمانے سے حضرت قیلہ رضی اللہ عنہ سے دہشت وخوف ختم ہوگیا۔

روایات میں تعارض اور ان میں تطبیق:

دوسری حدیث باب میں مسجد میں بیٹھنے کا جو انداز بیان ہوا ہے، مسلم شریف کی روایت میں اس کی ممانعت وارد ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: لایستلقین احدیکم واضعا احدی رجلیه علی الاخری (امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۹۸) تم میں سے

کوئی شخص ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر ہرگز نہ بیٹھے" ان روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: دونوں روایات کا مصداق الگ ہے۔ مثلاً حدیث باب کی صورت یہ ہے کہ دونوں پاؤں دراز کر کے ایک قدم دوسرے قدم پر رکھ کر بیٹھا جائے' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حدیث مسلم کی صورت یہ ہے کہ ایک قدم کو دوسرے پاؤں کا گھٹنا کھڑا کر کے اس پر رکھا جائے۔ یہ منع ہے۔ اس کے منع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب عموماً تہبند استعمال کرتے' اور تہبند کی حالت میں اس طرح بیٹھنے سے ستر کھل جانے کا قوی امکان ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز نشست سے منع فرمایا ہے۔

احتباء کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی وجہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر احتباء کی شکل یعنی سرین پر بیٹھ کر' دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے اور دونوں ہاتھوں سے ان کے گرد حلقہ بنا کر یا کپڑے سے دونوں پنڈلیوں اور کمر کے درمیان حلقہ بنا کر مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ آپ کی اقتداء میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طرح بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ نشست کی یہ شکل اختیار کرنے کی وجہ عجز و انکسار ہے' کیونکہ یہ صورت عاجزی پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ عاجزی کو پسند کرتا ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تَکَأَةِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 22: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹیک لگانے کا بیان

122– حَدَّثَنَا عباس بن محمد الدوری البغدادی حَدَّثَنَا اسحق بن منصور عن اسرائیل عن سماك بن حرب عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَةٍ عَلٰی یَسَارِهٖ .

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے بائیں طرف ایک تکیے کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔

123– حَدَّثَنَا حمید مسعدۃ حَدَّثَنَا بشر بن المفضل حَدَّثَنَا الجریری عن عبد الرحمن بن اَبِیْ بکرۃ عن ابیه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ قَالَ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا قَالَ وَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ اَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ قَالَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَهٗ سَکَتَ .

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ راوی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، جبکہ پہلے آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا۔

راوی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس بات کو دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔

شرح

گناہ کی تعریف' اقسام اور ان کا حکم:

معصیت' نافرمانی اور کسی حکم کی خلاف ورزی کو گناہ کہا جاتا ہے۔ گناہ کی دو اقسام ہیں: (۱) گناہ صغیرہ: یہ وہ گناہ ہوتا ہے' جو بغیر توبہ کے نیک اعمال کے سبب معاف ہو جاتا ہے۔ مثلاً وضو' نماز' روزہ' حج اور نماز جمعۃ المبارک وغیرہ کے باعث۔ (۲) گناہ کبیرہ: یہ وہ گناہ ہے' جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا یعنی اس کی معافی کے لیے توبہ شرط ہے۔ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گناہ کا اقرار کرنا' اس پر اظہار ندامت کرنا اور آئندہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا پختہ عہد و پیمان کرنا۔ انسان سے عموماً گناہوں کا صدور ہوتا رہتا ہے۔ بعض اوقات دانستہ طور پر اور بعض اوقات نادانستہ طور پر۔ تاہم کبیرہ گناہ کی معافی کے لیے توبہ شرط ہے۔

سوال: گناہوں کی تقسیم صغیرہ اور کبیرہ میں کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ گناہ' گناہ ہی ہوتا ہے؟

جواب: کبیرہ گناہوں کی اصطلاح کے واضع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں' چنانچہ آپ نے فرمایا: الا احدثکم باکبر الکبائر۔ قرآن کریم میں یہ اصطلاح بایں الفاظ استعمال ہوئی ہے: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ۔ یہ کہ تم ان گناہوں سے بچو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے۔

کبیرہ گناہوں کی تفصیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹیک ترک کرنے کی وجہ:

کبیرہ گناہوں کی تعداد کثیر ہے لیکن زیر مطالعہ حدیث میں صرف تین کبیرہ گناہ بتائے گئے ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کرنا۔ چونکہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بڑے ہیں' اس لیے تین بیان کیے ہیں ورنہ کثیر ہیں مثلاً کسی کو قتل کرنا' زنا کا ارتکاب کرنا' اغلام' شراب نوشی' ڈاکہ زنی' کسی پر تہمت عائد کرنا اور چوری کرنا وغیرہ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کبیرہ گناہوں کی تفصیلات بیان فرما رہے تھے' تو آپ نے کسی چیز سے ٹیک لگا رکھی تھی اور جونہی جھوٹ کا ذکر کیا تو ٹیک چھوڑ کر اہتمام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹ ایک ایسا گناہ ہے' جو نہایت قبیح ہونے کی وجہ سے قابل نفرت اور قابل مذمت و وعید بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ "جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔

علاوہ ازیں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! مجھ میں بہت سے عیوب ہیں۔ میں ان سب کو بیک وقت ترک نہیں کر سکتا۔ تاہم ان میں سے صرف ایک ضرور ترک کر سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ چھوڑ دو' اس نے آپ سے جھوٹ ترک کرنے کا پختہ وعدہ کر لیا اور گھر واپس آ گیا۔ جب اس کے شراب نوش کرنے کا وقت آیا تو شراب طلب کی پھر یہ خیال کرتے ہوئے اسے نوش کرنے سے احتراز کیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے شراب نوشی کی ہے؟ اگر میں نفی میں جواب دوں گا تو وعدہ کی خلاف ورزی ہوگی اور اگر اعتراف کیا تو اپنے

اقرار کے نتیجہ میں کوڑوں کی سزا بھگتنا پڑے گی۔لہذا اس نے شراب نوشی کو خیر باد کہہ دیا۔علیٰ ھٰذا القیاس اس نے تمام گناہوں کو ترک کردیا۔

124– حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃَ بن سعید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَدَّثَنَا شریك عن علی بن الاقمر عَنْ اَبِیْ جحیفة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا اَنَا فَلَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا

❖ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کرنہیں کھاتا۔

125– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن مهدی حَدَّثَنَا سفیان عن علی بن الاقمر قَالَ سَمِعْتُ ابا جحیفة یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا اکل متکئا .

❖ حضرت علی بن اقمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کرنہیں کھاتا۔

126– حَدَّثَنَا یوسف بن عیسی حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا اسرائیل عن سماك بن حرب عَنْ جَابِرِ بن سَمُرَۃَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَۃٍ

قَالَ اَبُوْ عیسی لم یذکر وکیع علی یساره هٰکذا روی غیر واحد عن اسرائیل نحو روایة وکیع ولا نعلم احدا روی فیه علی یساره الا ماروی اسحق بن منصور عن اسرائیل .

❖ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دیکھا ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وکیع نے ''بائیں طرف'' نقل نہیں کیا جبکہ کئی راویوں نے اسرائیل کے حوالے سے وکیع کی طرح الفاظ بیان کیے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق صرف اسحاق بن منصور نے اسرائیل کے حوالے سے ''بائیں طرف'' کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

شرح

ٹیک لگانے کی صورتیں اوران سے احتراز کی وجوہات:

دوران کھانا کھانے میں ٹیک لگانے کی مشہور تین صورتیں ہوسکتی ہیں (۱) دائیں یا بائیں جانب دیوار یا تکیہ وغیرہ پر ٹیک لگانا۔ (۲) دوران کھانا اپنی ہتھیلی سے زمین پر ٹیک لگانا (۳) دوران کھانا اپنی کمر گاؤ تکیہ یا دیوار وغیرہ سے ٹیک لگانا۔ ٹیک لگا کر کھانا کھانے کی متعدد قباحتیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) ٹیک لگا کر انسان ضرورت سے زیادہ کھانا کھا جاتا ہے' جو بیماری کا باعث بن سکتا ہے۔(۲) اس طرح انسان کا پیٹ بڑھ جاتا ہے۔(۳) یہ متکبرین کا طریقہ ہے اور خلاف سنت بھی۔(۴) اس سے سرعت ہضم کا نظام معطل ہوجاتا ہے۔تاہم بیمار یا معذور لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

کھانے کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ کو ناپسند کرنے کی وجہ:

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر کھانا کھانے کو ناپسند کرتا ہوں'۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ امت اس مسئلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع کرے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ دوسرے مقام میں فرمایا گیا: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے، پس بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ اِتِّکَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب **23**: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے (کسی شخصیت سے) ٹیک لگانے کا بیان

127- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْن عبد الرحمن حَدَّثَنَا عمرو بن عاصم حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَۃَ عن حمید عن انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ شَاکِیًا فَخَرَجَ یَتَوَکَّأُ عَلٰی اُسَامَۃَ وَ عَلَیْہِ ثَوْبٌ قِطْرِیٌّ قَدْتَوَشَّحَ بِہٖ فَصَلّٰی بِہِمْ ۔

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہو گئے، آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ٹیک لگا کر تشریف لائے، آپ نے اس وقت یمنی چادر پہنی ہوئی تھی جو کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

128- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْن عبد الرحمن حد ثنا محمد بن المبارک حدثنا عطاء بن مسلم الخفاف الحلبی حَدَّثَنَا جعفر بن برقان عن عطا ابن اَبِیْ رباح عن الفضل ابن عباس قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ وَ عَلٰی رَأسِہٖ عِصَابَۃٌ صَفْرَاءُ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ یَا فَضْلُ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اُشْدُد بِھٰذِہِ الْعِصَابَۃِ رَاْسِیْ قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ عَلٰی مَنْکِبِیْ ثُمَّ قَامَ وَ دَخَلَ فِی الْمَسْجِدِ وَ فِی الْحَدِیْثِ قِصَّۃٌ ۔

◆◆ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی اس بیماری کے دوران داخل ہوا، جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ اس وقت آپ نے سر پر زرد رنگ کی پٹی باندھی ہوئی تھی۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: اے فضل! میں نے عرض کیا: میں حاضر ہوں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس پٹی کو میرے سر پر اچھی طرح باندھ دو۔ راوی نے کہا: میں نے ایسا ہی کیا، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، آپ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک میرے کندھے پر رکھے، پھر آپ کھڑے ہوئے اور مسجد میں تشریف لے آئے۔ اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔

شرح

سراقدس پر پٹی باندھنے کی وجہ:

لفظ:عصابۃ' دستار وعمامہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مگر یہاں اس سے مراد وہ خرقہ ہے' جو کسی تکلیف کے وقت سر پر باندھا جاتا ہے۔ ماقبل باب خواہ تکیہ کے بارے میں تھا اور اس باب میں بھی تکیہ کا مضمون بیان ہوا ہے مگر دونوں میں فرق ہے کہ پہلے باب میں غیر ذی روح اشیاء سے تکیہ لگانے کا ذکر تھا اور زیر مطالعہ باب میں ذی روح یعنی آدمی سے سہارا لینے کا بیان ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کو سراقدس پر پٹی باندھنے کا حکم کیوں دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شدت بخار اور مرض کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس میں شدید درد تھا۔ پٹی باندھنے کا حکم دیا تا کہ درد سر کم ہو جائے یا ختم۔

سوال: تکلیف یا دردسر کی وجہ سے سر پر پٹی باندھنا توکل کے منافی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟

جواب: دردسر کی وجہ سے سراقدس پر پٹی باندھنا توکل علی اللہ کے منافی ہرگز نہیں ہے بلکہ اس سے عجز و انکسار کا اظہار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ بیجوری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ویؤخذ من ذلك ان شدا العصابة على الراس لاينافى الكمال والتوكل لان خيه اظهار الافتقار والمسكنة

سراقدس پر پٹی باندھنا کمال وتوکل کے منافی نہیں ہے' اس لیے اس سے تو فقر ومسکینی کا اظہار ہوتا ہے۔

(علامہ محمد امیر شاہ' انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۱۹۵)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ اَكْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 24: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے کا طریقہ

129- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن مهدى عن سفين عن سعد بن ابراهيم عن ابن الكعب بن مالك عن ابيه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْعَقُ اَصَابِعَهٗ ثَلٰثًا

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى و روى غير محمد بن بشار هٰذَا الحديث قَالَ كَانَ يَلْعَقُ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ .

◆◆ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: حضرت محمد بن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر راویوں نے "اصابعه الثلاث" کی ترکیب بیان کی ہے۔

130- حَدَّثَنَا الحسن بن علی الخلال حَدَّثَنَا عفان حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ عن ثابت عن انس قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز کھاتے تھے' تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

131- حَدَّثَنَا الحسين بن علی بن يزيد الصدائی البغدادی حَدَّثَنَا يعقوب بن اسحق الحضرمی حَدَّثَنَا شعبة عن سفيان الثوری عن علی بن الاقمر عَنْ اَبِیْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَلَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا

حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن مهدی حَدَّثَنَا سفين عن علی بن الاقمر نحوه .

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

یہی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

132- حَدَّثَنَا هرون بن اسحق الهمدانی حَدَّثَنَا عبدة بن سليمان عن هشام بن عروة عن ابن الكعب بن مالك عن ابيه قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاكُلُ بِاَصَابِعِهِ الثَّلٰثِ وَ يَلْعَقُهُنَّ .

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں کے ذریعے کھایا کرتے' اور پھر انہیں چاٹ لیا کرتے تھے۔

133- حَدَّثَنَا احمد بن منيع حَدَّثَنَا الفضل بن دكين حَدَّثَنَا مصعب بن سليم قَالَ سَمِعْتُ انس بن مالك يَقُوْلُ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَرَاَيْتُهُ يَاكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوْعِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ انہیں کھا رہے تھے اور آپ بھوک کی وجہ سے سمٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے کا طریقہ:

احادیث باب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور اس مضمون کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱- دونوں ہاتھ دھو کر کھانا تناول کرنا: کھانا شروع کرنے سے قبل دونوں ہاتھوں کو دھونا مسنون ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھ دھونا' فقر کو دور کرتا ہے اور یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۲۷)

۲- بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا: کھانا کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھنا مستحب و مسنون ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان

ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۱۰)

۳- تین انگلیوں سے کھانا تناول کرنا: تین انگلیوں سے کھانا تناول کرنا مسنون ہے۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے اور فراغت پر ان کو چاٹ لیتے تھے۔

(امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ج اول، ص ۱۷۵)

تین انگلیوں سے مراد انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور بڑی انگلی ہے۔ تین انگلیوں سے کھانا کھانے کی وجہ سے انسان حسب ضرورت کھانا کھاتا ہے اور زیادہ کھانے سے احتراز کرتا ہے۔ ایک یا دو انگلیوں سے کھانا کھانا، تکبر و رعونت کی علامت ہے، جو بے برکتی کی علامت اور نشانی ہے۔ پانچ انگلیوں سے کھانا تناول کرنا، لالچ و حرص کو ظاہر کرتا ہے۔

۴- کھانا تناول کرنے کے آداب: کھانا کھانے کے چند اہم آداب درج ذیل ہیں:

☆ بسم اللہ پڑھ کر کھانا تناول کرنا۔
☆ ہاتھ دھو کر کھانا تناول کرنا۔
☆ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا۔
☆ دایاں گھٹنا کھڑا کر کے اور بایاں بچھا کر کھانا تناول کرنا۔
☆ چھوٹے چھوٹے لقمے لے کر کھانا۔
☆ دائیں ہاتھ سے کھانا۔
☆ اپنے سامنے سے کھانا۔
☆ کھانے سے نقص نہ نکالنا۔
☆ کھانا کھاتے وقت کسی چیز سے ٹیک نہ لگانا۔
☆ فراغت پر اپنی تین انگلیوں کو چاٹنا (حسب ضرورت)
☆ فارغ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ پانی سے دھونا۔
☆ آغاز میں نمکین چیز کھانا۔
☆ آخر میں میٹھی چیز کھانا۔
☆ اختتام پر دعا کرنا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ صِفَةِ خُبْزِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب25: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کا بیان

134- حَدَّثَنَا محمد بن المثنى ومحمد بن بشار قالا حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عن ابن اسحق قَالَ سَمِعْتُ عبد الرحمن بن يزيد يحدث عن الاسود بن يزيد عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کبھی بھی مسلسل دو دن تک ''جو'' کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

135- حَدَّثَنَا عباس بن محمد الدورى حَدَّثَنَا يحيى بن اَبِىْ بكير حَدَّثَنَا حريز بن عثمان عن سليم بن عامر قَالَ سَمِعْتُ ابا امامة الباهلى يَقُوْلُ مَا كَانَ يَفْضِلُ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيْرِ .

حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے لیے کبھی بھی ''جو'' کی روٹی اضافی نہیں ہوئی۔

136- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ معاوية الجمحى حَدَّثَنَا ثابت بن يزيد عن هلال بن خباب عن عكرمة عن ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِيْ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا هُوَ وَاَهْلُهٗ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً وَكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم چند راتیں مسلسل اس طرح بھی گزار دیا کرتے تھے کہ آپ اور آپ کے گھر والے بھوکے ہوتے تھے۔ آپ رات کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ کے گھر والوں کی روٹی اکثر ''جو'' سے تیار ہوتی تھی۔

137+138- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمن حَدَّثَنَا عبيد الله بن عبد المجيد الحنفى حَدَّثَنَا عبد الرحمن و هو ابن عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دينار حَدَّثَنَا اَبُوْ حازم عن سهل بن سعد اَنَّهٗ قِيْلَ لَهٗ اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ يَعْنِيْ الْحُوَّارٰى فَقَالَ سَهْلٌ مَارَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَقِيْلَ لَهٗ هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ فَقِيْلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِالشَّعِيْرِ قَالَ نَنْفُخُهٗ فَيَطِيْرُ مِنْهُ مَاطَارَ ثُمَّ نَعْجِنُهٗ .

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، ان سے دریافت کیا گیا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چھنا ہوا

کھایا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی چھنا ہوا آٹا نہیں کھایا' حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ ان سے دریافت کیا گیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپ کے پاس چھانی نہیں ہوا کرتی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارے پاس چھانی نہیں ہوتی تھی۔ ان سے دریافت کیا گیا: پھر آپ لوگ اس ''جو'' کا کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اس میں پھونک مارا کرتے تھے جو اڑنا ہوتا تھا وہ اڑ جاتا تھا اور جو باقی بچتا تھا ہم اسے گوندھ لیا کرتے تھے۔

139- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا معاذ بن هشام قَالَ حدثنى اَبِىْ عن يونس عن قتاده عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا اَكَلَ نَبِىُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَّلَا فِىْ سُكُرَّجَةٍ وَّلَا خُبِزَلَهٗ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلٰى مَا كَانُوْ يَأْكُلُوْنَ فَقَالَ عَلٰى هٰذِهِ السُّفَرِ

قَالَ محمد بن بشار يونس هٰذَا الذى روى عن قتادة هو يونس الاسكاف .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی ''چوکی'' (میز) پر رکھ کر کھانا نہیں کھایا، کبھی چھوٹی پیالی میں نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی چپاتی کھائی ہے۔

راوی نے کہا: میں نے قتادہ سے دریافت کیا: وہ لوگ کس چیز پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: عام دسترخوان پر۔

140- حَدَّثَنَا احمد بن منيع حَدَّثَنَا عباد ابن عباد المهلبى عن مجالد عن الشعبى عن مسروق قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ فَدَعَتْ لِىْ بِطَعَامٍ وَقَالَتْ مَا اَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَاشَاءُ اَنْ اَبْكِىَ اِلَّا بَكَيْتُ قَالَ قُلْتُ لِمَ قَالَتْ اَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِىْ فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الدُّنْيَاوَاللّٰهِ مَاشَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِىْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ .

◆◆ حضرت مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے میرے لیے کھانا منگوایا۔ آپ نے بیان کیا: جب بھی میں سیر ہو کر کھانا کھاتی ہوں تو رو پڑتی ہوں۔ راوی نے کہا: میں نے دریافت کیا: وہ کیوں؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے وہ حالت یاد ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ اللہ کی قسم! آپ نے کبھی بھی ایک دن میں دو مرتبہ سیر ہو کر روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔

141- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا ابوداوٗد قَالَ حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِىْ اسحٰق قَالَ سَمِعْتُ عبد الرحمٰن بن يزيد يحدث عن الاسود بن يزيد عن عائشة قالت ماشَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْ مَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ .

◆◆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی سیر ہو کر مسلسل دو دن تک ''جو'' کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

142 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بن عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عمرو اَبُوْ معمر حَدَّثَنَا عبد الوارث عن سعيد بن ابی عروبة عن قتاده عن انس قَالَ مَا اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا اَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی ''چوکی'' (میز) پر رکھ کر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی آپ نے کبھی چپاتی کھائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی:

احادیث باب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک (روٹی) اور کھانے کے وقت انداز نشست کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- خوراک (روٹی) کا مسلسل میسر نہ آنا: خواہ بطور خوراک کھجوریں تو میسر آئی ہوں لیکن دو دن مسلسل کھانا تا حیات میسر نہ آیا تھا۔ آپ کے گھروں میں کئی دن تک کھانا نہیں پکتا تھا اور پکتا تو وہ بھی جو کی روٹی اور نہایت سادہ جو بے چھنے آٹا کی ہوتی تھی۔ وہ پیٹ بھر کر کھانے کے لیے کافی نہیں ہوتی تھی، کیونکہ مسلسل مہمانوں کی آمد، غریبوں کی یاد اور اصحاب صفہ جو مستقل مہمان تھے، کی خدمت مقدم تھی۔

سوال: روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کو سال بھر کا نان ونفقہ عنایت فرما دیتے تھے۔ اس طرح احادیث باب اور دیگر روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) ازواجِ مطہرات کو سال بھر کا نفقہ اسی مقدار میں پیش کیا جاتا تھا کہ ایک دن کھجوریں، دو دن کی روٹی اور پھر کبھی فاقہ مستی (۲) ممکن ہے وہ عطا کیے جانے والا نفقہ صرف کھجوروں پر مشتمل ہو۔ (۳) امہات المومنین بھی سخاوت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں لہٰذا چند ہفتوں میں وہ اپنا اپنا نفقہ غریبوں، مسکینوں، یتیموں، مسافروں اور مہمانوں کی نذر کر کے توکل علی اللہ فاقہ مستی کا شکار ہو جاتی تھیں۔

۲- زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنا: زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنا سنت ہے۔ اس انداز نشست سے عجز وانکسار کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کسی شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا تو آپ نے اسے فرمایا: تم زمین یا چٹائی پر رکھ دو۔ (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔

(علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الھدیٰ والرشاد ج ۲ ص ۲۶۷)

زمین پر بیٹھنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) قعدہ کی شکل میں دو زانو بیٹھا جائے۔ (۲) دایاں گھٹنا کھڑا کیا جائے اور بایاں بچھا

کر اس پر بیٹھا جائے۔اس طرح بیٹھنے کے متعدد فوائد ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ یہ انداز نشست سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

☆ عجز وانکسار پر مبنی ہے۔

☆ بسیار خوری کا سد باب بھی ہے۔

۳- دستر خوان پر کھانا تناول کرنا: دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنا مسنون ہے۔عربی زبان میں دستر خوان کو سفرہ کہا جاتا ہے۔کھانے کے لیے اسے استعمال کرنا چاہیے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات میز پر کھانا نہیں کھایا۔کرسی پر بیٹھ کر یا میز پر کھانا تناول کرنا' خلافِ سنت ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات نہ میز پر کھانا کھایا اور نہ چپاتی کھائی۔(امام ترمذی' جامع ترمذی' ج ۲' ص ۵۹)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ میز پر کھانا کھایا' نہ طشتری میں رکھ کر کھانا کھایا اور نہ آپ کے لیے چپاتی پکائی گئی۔

اس روایت میں تین امور کا ذکر ہے' جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتراز کیا تھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ میز پر کھانا پینا تکبر کی علامت ہے اور تکبر سے منع کیا گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طشتری (بڑا برتن) بھی کھانے کے لیے استعمال نہیں کیا تھا' کیوں کہ اس زمانہ میں طشتری بنتی نہیں تھی۔اسی طرح آپ کے لیے نہ چپاتی پکائی گئی اور نہ آپ نے تناول فرمائی۔

چپاتی باریک روٹی کو کہا جاتا ہے' جو چھنے ہوئے آٹا سے تیار کی جاتی ہے' اس دور میں چھلنی موجود ہی نہیں تھی' اس لیے چپاتی آپ کے لیے تیار نہیں کی گئی اور آپ نے کھائی بھی نہیں تھی۔

۴- کھڑے ہو کر کھانا تناول کرنے کی ممانعت: بیٹھ کر کھانا تناول کرنے کے بجائے کھڑا ہو کر کھانا تناول کرنا منع ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا ہو کر کھانا کھانے اور پانی پینے سے منع فرمایا۔

(امام علی متقی' کنز العمال' ج ۱۵' ص ۴۵۷)

کھڑے ہو کر کھانا تناول کرنا' تکبر کی علامت ہے۔اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔تاہم اگر کوئی شخص علیل ہو جو زمین پر نہیں بیٹھ سکتا ہو' تو وہ میز یا چارپائی پر بیٹھ کر بھی کھانا کھا سکتا ہے' کیونکہ مجبوری اور معذوری کی وجہ سے احکام تبدیل ہو جاتے ہیں۔

بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کی ممانعت: دائیں ہاتھ کے ساتھ' اپنے سامنے سے اور تین انگلیوں سے کھانا تناول کرنا' آداب طعام سے ہے۔بائیں ہاتھ سے یا دو انگلیوں سے کھانا تناول کرنا منع ہے' کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے' جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا' اسے خبردار کرتے ہوئے فرمایا: تم دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ' اس نے کہا: میں دائیں ہاتھ سے کھانا نہیں کھا سکتا۔آپ نے فرمایا: تو آئندہ دائیں ہاتھ سے ہرگز نہیں کھا سکے گا۔اس کا دایاں ہاتھ شل ہو گیا جو اس کے منہ تک نہیں جا سکتا تھا۔(امام مسلم بن حجاج' الصحیح للمسلم ج ۲' ص ۱۷۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبیعہ اسلمیہ کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے ملاحظہ کیا تو اس کے حق میں بددعا کی تو وہ عورت

طاعون کے مرض کا شکار ہو کر مر گئی۔ (امام احمد بن علی عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۹ ص ۵۴۴)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ اِدَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 26: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کا بیان

143– حَدَّثَنَا محمد بن سهل بن عسكر و عَبْدُ اللّٰهِ بن عبد الرحمٰن قالا حَدَّثَنَا يحيى بن حسان حَدَّثَنَا سليمان بن بلال عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِیْ حدیثه نِعْمَ الْاُدْمُ اَوِ الْاِدَامُ الْخَلُّ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنی حدیث میں یہ بات بیان کرتے ہیں کہ سالنوں میں بہترین سالن سرکہ ہے۔

144– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابو الاحوص عن سماك بن حرب قَالَ سَمِعْتُ النعمان بن بشير يَقُوْلُ لَسْتُمْ فِیْ طَعَامٍ وَ شَرَابٍ مَاشِئْتُمْ لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَاُ بَهٗ

حضرت سماک بن حرب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: کیا تم لوگ اب جو چاہتے ہو وہ کھا پی نہیں لیتے؟ میں نے تمہارے نبی کو دیکھا ہے کہ آپ کے پاس اتنی کھجوریں بھی نہیں ہوتی تھیں کہ وہ آپ کے پیٹ کو بھر دیں۔

145– حَدَّثَنَا عبدة بن عبد الله الخزاعی حَدَّثَنَا معاوية بن هشام عن سفين عن محارب بن دثار عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے۔

146– حَدَّثَنَا هناد حَدَّثَنَا وكيع عن سفيان عن ايوب عَنْ اَبِیْ قلابة عن زهدم الجرمی قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی فَاُتِیَ بِلَحْمِ دَجَاجٍ فَتَنَحّٰی رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَالَكَ قَالَ اِنِّیْ رَاَيْتُهَا تَاْكُلُ شَيْئًا نَتْنًا فَحَلَفْتُ اَنْ لَا اٰكُلَهَا قَالَ اُدْنُ فَاِنِّیْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ يَاْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ

حضرت زہدم جرمی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے کہ مرغی کا گوشت آیا، حاضرین میں سے ایک شخص پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تمہیں کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا: میں نے اس جانور کو ایک ایسی چیز کھاتے ہوئے دیکھا جو گندی ہوتی ہے تو میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں اسے نہیں کھاؤں گا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آگے آ جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

147- حَدَّثَنَا الفضل بن سهل الا عرج البغدادی حَدَّثَنَا ابراهیم بن عبد الرحمن بن مهدی عن ابراهیم بن عمر بن سفینة عن ابیه عن جده قَالَ اَکَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَی .

حضرت ابراہیم بن عمر بن سفینہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کیا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چکور کا گوشت کھایا۔

148- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراهیم عن ایوب عن القاسم التمیمی عن زهدم الجرمی قَالَ کُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ فَقُدِّمَ طَعَامُهٗ وَقُدِّمَ فِیْ طَعَامِهٖ لَحْمُ دَجَاجٍ وَ فِی الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَیْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ کَاَنَّهٗ مَوْلًی قَالَ فَلَمْ یَدْنُ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوْسٰی اُدْنُ فَاِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَکَلَ مِنْهُ قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یَاکُلُ شَیْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ اَنْ لَا اَطْعَمَهٗ اَبَدًا .

حضرت زہدم جرمی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان کا کھانا آگے رکھا گیا اوران کے کھانے میں مرغی کا گوشت بھی تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص جو ''بنو تیم'' سے تعلق رکھتا تھا اور وہ آزادشدہ غلام معلوم ہوتا تھا، وہ آگے نہیں ہوا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: آگے آجاؤ! کیونکہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس نے کہا: میں نے اسے کوئی ایسی چیز کھاتے ہوئے دیکھا ہے، جو مجھے گندی لگتی ہے، تو میں نے یہ قسم اٹھائی ہے کہ میں اسے کبھی نہیں کھاؤں گا۔

149- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا ابواحمد الزبیری و اَبُوْ نعیم قَالَا حَدَّثَنَا سفیٰن عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عِیْسٰی عن رجل من اهل الشام یقال له عطا عَنْ اَبِیْ اسید قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کُلُوا الزَّیْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَکَةٍ .

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کا تیل کھایا کرو اور اسے استعمال کیا کرو، کیونکہ یہ بابرکت درخت سے نکلتا ہے۔

150- حَدَّثَنَا یحییٰ بن موسٰی حَدَّثَنَا عبد الرزاق حَدَّثَنَا معمر عن زید بن اسلم عن ابیه عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالٰی عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کُلُوا الزَّیْتَ وَادَّهِنُوْابِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَکَةٍ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی و کان عبد الرزاق یضطرب فی هٰذَا الحدیث فر بما اَسْنَدَهٗ و ربما ارسله

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کا تیل کھایا کرو اور اسے لگایا بھی کرو، کیونکہ یہ بابرکت درخت سے نکلتا ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: عبدالرزاق نامی راوی نے اس روایت میں اضطراب ظاہر کیا ہے، کبھی وہ اسے "مسند" کے طور پر نقل کرتے ہیں اور کبھی "ارسال" کے طور پر نقل کرتے ہیں۔

151– حَدَّثَنَا السنجی وھو ابوداؤد سلیمان بن معبد المروزی السنجی حَدَّثَنَا عبد الرزاق عن محمد عن زید بن اسلم عن ابیه عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نحوہ ولم یذکر فیه عن عمر .

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے اور اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ تاہم اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

152– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا محمد بن جعفر و عبد الرحمٰن بن مهدی قَالَا حَدَّثَنَا شعبة عن قتادہ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ فَاُتِيَ بِطَعَامٍ اَوْ دُعِيَ لَهٗ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُهٗ فَاَضَعُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا اَعْلَمُ اَنَّهٗ يُحِبُّهٗ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو "کدو" بہت پسند تھے۔ جب آپ کے لیے کھانا لایا جاتا یا آپ کو کھانے کی دعوت دی جاتی تو میں کدو تلاش کر کے آپ کے سامنے رکھا کرتا تھا، کیونکہ مجھے علم تھا آپ اسے پسند کرتے ہیں۔

153– حَدَّثَنَا قتیبة بن سعید حَدَّثَنَا حفص بن غیاث عن اسمٰعیل بن اَبِیْ خالد عن حکیم بن جابر عن ابیه قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَرَأَيْتُ عِنْدَهٗ دُبَّاءً يُقَطَّعُ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ نُكَثِّرُ بِهٖ طَعَامَنَا

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى و جابر هٰذَا هو جابر بن طارق و یقال ابن اَبِیْ طارق و هو رجل من اصحاب رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ولا یعرف له الا هٰذَا الحدیث الواحد و اَبُوْ خالد اسمه سعد .

حضرت حکیم بن جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس "کدو" رکھے ہوئے ہیں جو آپ کاٹ رہے تھے' میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہم اس کے ذریعے اپنے سالن کو زیادہ کرلیں گے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جابر نامی یہ راوی جابر بن طارق ہیں اور ایک قول کے مطابق ابن ابی طارق ہیں جو صحابی ہیں۔ ان سے صرف یہی ایک روایت منقول ہے۔

راوی کا نام "سعد" ہے۔

154– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعید رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عن مالك بن انس عن اسحٰق بن عبد الله ابن اَبِیْ طلحة

انہ سمع انس بن مالک یقول اِنّ خیّاطا دعا رسُول اللہِ صلّی اللّٰہ علیہ و سلّم لطعام صنعہ فقال انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنہ فذھبتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صلّی اللّٰہُ علیہِ و سلّم اِلی ذٰلک الطّعامِ فقرّب الی رَسُولِ اللّٰہ صلّی اللّٰہُ عَلَیہِ و سَلّم خبزًا مِن شعیرٍ و مرقا فیہ دُبّاءٌ و قدیدٌ

قَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ فرایتُ النّبیّ صلّی اللّٰہُ علیہِ و سلّم یتتبّعُ الدّبّاء حوالی القصعۃ فلم ازل اُحِبُّ الدُّبّاءَ مِن یومئذٍ ۔

حضرت عبداللہ بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یوں سنا: ایک درزی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانے کی دعوت دی جو اس نے آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں بھی اس کھانے میں گیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے "جو" کی روٹی رکھی اور شوربا رکھا جس میں کدو تھے اور خشک گوشت تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ پیالے کے ارد گرد کدو تلاش کر رہے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس دن کے بعد میں بھی کدوؤں کو پسند کرتا ہوں۔

155- حَدَّثَنَا احمد بن ابراھیم الدورقی وسلمۃ بن شبیب و محمود ابن غیلان قالوا حَدَّثَنا اَبُو اسامۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قَالَتْ

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ سَلَّمَ یُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا۔

156- حَدَّثَنَا الحسن بن محمد الزعفرانی حَدَّثَنا حجاج بن محمد قَالَ قَالَ ابن جریج اخبرنی محمد بن یوسف ان عطاء بن یسا اخبرہ ان اُمّ سَلَمَۃَ اخبرتہ اَنَّھَا قَرَّبَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ سَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِیًّا فَاَکَلَ مِنْہُ ثُمَّ قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَ مَا تَوَضَّأَ ۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (بکری کا) بھنا ہوا پہلو پیش کیا' آپ نے اسے کھالیا پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور آپ نے دوبارہ وضو نہیں کیا تھا۔

157- حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃَ حَدَّثَنَا ابن لھیعۃ عن سلیمان بن زیاد بن عَبْدُ اللّٰہِ بْن الحارث قَالَ اَکَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ شِوَاءً فِی الْمَسْجِدِ

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا ہے۔

158- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان انبانا وکیع حَدَّثَنَا مسعر عَنْ اَبِی صخرۃ جامع بن شداد عن المغیرۃ

بن عبد اللہ عن المغیرۃ بن شعبۃ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَاُتِیَ بِجَنْبٍ مَشْوِیٍّ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَۃَ فَجَعَلَ یَحُزُّلِیْ بِھَامِنْہُ قَالَ فَجَاءَ بَلَالٌ یُؤَذِّنُہٗ بِالصَّلٰوۃِ فَاَلْقَی الشَّفْرَۃَ فَقَالَ مَالَہٗ تَرِبَتْ یَدَاہُ قَالَ وَ کَانَ شَارِبُہٗ قَدْوَفٰی فَقَالَ لَہٗ اُقُصُّہٗ لَکَ عَلٰی سِوَاکٍ اَوْقُصَّہٗ عَلٰی سِوَاکٍ ۔

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات کسی کا مہمان بنا تو (کسی جانور کے) پہلو کا بھنا ہوا گوشت لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھری سے کاٹ کر مجھے دینے لگے' اسی دوران حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو نماز کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری رکھ دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کیا ہوا ہے؟ اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔

راوی نے کہا: ان کی مونچھیں لمبی تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: میں مسواک رکھ کر اسے چھوٹی کر دیتا ہوں (راوی کو شک ہے یا) تم مسواک رکھ کر اسے چھوٹی کر لو۔

159– حَدَّثَنَا واصل بن عبد الاعلٰی حَدَّثَنَا محمد بن فضیل عَنْ اَبِیْ حیان التیمی عَنْ اَبِیْ زرعۃ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْہِ الذِّرَاعُ وَ کَانَتْ تُعْجِبُہٗ فَنَھَشَ مِنْھَا ۔

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا، آپ کے سامنے ران کا گوشت پیش کیا گیا۔ آپ کو یہ بہت پسند آیا۔ پھر آپ نے اسے دانتوں سے نوچ کر کھایا۔

160– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا ابو داؤد عن زھیر یعنی ابن محمد عَنْ اَبِیْ اسحٰق عن سعد بن عیاض عن ابن مسعود قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُعْجِبُہُ الذِّرَاعُ قَالَ وَ سُمَّ فِی الذِّرَاعِ وَ کَانَ یُرٰی اَنَّ الْیَھُوْدَ سَمُّوْہُ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ران کا گوشت پسند تھا۔

راوی نے کہا: ران کے گوشت میں آپ کو زہر دیا گیا تھا' یہودیوں نے اس میں زہر ملا دیا تھا۔

161– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا مسلم بن ابراھیم حَدَّثَنَا ابان بن یزید عن قتادۃ عن شھر بن حوشب عَنْ اَبِیْ عبید قَالَ طَبَخْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قِدْرًا وَّ کَانَ یُعْجِبُہُ الذِّرَاعُ فَنَاوَلْتُہُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ فَنَاوَلْتُہٗ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ کَمْ لِلشَّاۃِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ سَکَتَّ لَنَا وَلْتَنِی الذِّرَاعَ مَادَعَوْتُ ۔

◆◆ حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہنڈیا پکائی۔ آپ کو ران کا گوشت پسند تھا' میں نے ران کا گوشت آپ کے حضور پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: ایک اور ران لاؤ میں نے وہ بھی آپ کے حضور پیش کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک اور ران لاؤ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بکری میں کتنی رانیں ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر تم خاموش رہتے تو میری طرف ایک کے بعد ایک ران پیش

کرتے رہتے جب تک میں کہتا رہتا۔

162- حَدَّثَنَا الحسن بن محمد الزعفرانی حَدَّثَنَا یحیی بن عباد عن فلیح بن سلیمان قَالَ حدثنی رجل من بنی عباد یقال له عبد الوهاب بن یحیی بن عباد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ الزبیر عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا کَانَ الذِّرَاعُ اَحَبَّ اللَّحْمِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَلٰکِنَّهٗ کَانَ لَا یَجِدُ اللَّحْمَ اِلَّا غِبًّا وَّ کَانَ یَعْجَلُ اِلَیْهَا لِاَنَّهَا اَعْجَلُهَا نَضْجًا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ران کا گوشت زیادہ پسند نہیں تھا لیکن آپ کبھی کبھار گوشت کھایا کرتے تھے۔ اس لیے آپ شوق سے اسے کھاتے تھے، کیونکہ یہ گوشت جلدی تیار ہو جاتا تھا۔

163- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد حَدَّثَنَا مسعر قَالَ سَمِعْتُ شیخاً من فهمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدُ اللّٰهِ بْن جعفر یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَطْیَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: سب سے بہترین گوشت پشت کا گوشت ہوتا ہے۔

سرکہ بہترین سالن ہونا

164- حَدَّثَنَا سفین بن وکیع حَدَّثَنَا زید بن الحباب عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن المؤمل عَنْ اَبِیْ ملیکة عن عائشة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے۔

165- حَدَّثَنَا ابو کریب حَدَّثَنَا ابوبکر ابن عیاش عن ثابت اَبِیْ حمزة الثمالی عن الشعبی عن اُمّ هانی قَالَتْ دَخَلَ عَلَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اَعِنْدَكِ شَیْءٌ فَقُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ یَابِسٌ وَّ خَلٌّ فَقَالَ هَاتِیْ مَا اَقْفَرَ بَیْتٌ مِنْ اُدْمٍ فِیْهِ خَلٌّ

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، آپ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ تو میں نے عرض کیا: صرف خشک روٹی اور سرکہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی لے آؤ، اس گھر والے سالن سے محروم نہیں ہو سکتے جس گھر میں سرکہ موجود ہو۔

166- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی قَالَ حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عن عمرو بن مرة عن مرة الهمدانی عَنْ اَبِیْ موسی عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ فَضْلُ عَآئِشَةَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ .

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے، جو "ثرید" کو تمام کھانوں پر حاصل ہے۔

167- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن جعفر حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن بن معمر الانصاری اَبُوْ طوالة انه سمع انس بن مالك يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے، جو "ثرید" کو تمام کھانوں پر حاصل ہے۔

168- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا عبد العزيز بن محمد عن سهيل بن اَبِىْ صالح عن ابيه عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ تَوَضَّاءَ مِنْ ثَوْرِ اَقِطٍ ثُمَّ رَاٰهُ اَكَلَ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَ لَمْ يَتَوَضَّاء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے پنیر کا ٹکڑا کھانے کے بعد وضو کیا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے بکری کے بازو کا گوشت کھایا تھا اور پھر نماز ادا کر لی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

169- حَدَّثَنَا ابن اَبِىْ عمر حَدَّثَنَا سفيان بن عيينة عن وائل بن دَاوٗدَ عن ابنه و هو بكر بن وائل عن الزهرى عن انس بن مَالِكٍ قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِتَمَرٍ وَسَوِيْقٍ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد ولیمہ کیا جس میں کھجور اور ستو تھے۔

170- حَدَّثَنَا الحسين بن محمد البصرى حَدَّثَنَا الفضيل بن سليمان حدثنى فائد مولى عبيد الله بن على ابن اَبِىْ رافع مولى رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنَا عبيد الله بن على عن جدته سلمى اَنَّ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ جَعْفَرٍ اَتَوْهَا فَقَالُوْا لَهَا اصْنَعِىْ لَنَا طَعَامًا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ يُحْسِنُ اَكْلَهٗ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَا تَشْتَهِيْهِ الْيَوْمَ قَالَ بَلٰى اِصْنَعِيْهِ لَنَا قَالَ فَقَامَتْ فَاَخَذَتْ شَيْئًا مِّنَ الشَّعِيْرِ فَطَحَنَتْهُ ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِىْ قِدْرٍ وَ صَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَدَقَّتِ الْفِلْفِلَ وَالتَّوَابِلَ فَقَرَّبَتْهُ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ هٰذَا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ يُحْسِنُ اَكْلَهٗ

حضرت عبید اللہ بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی دادی حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسن بن علی، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہم اس خاتون کے پاس آئے اور ان سے کہا: ہمارے لیے وہ کھانا تیار

کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور آپ شوق سے اسے کھایا کرتے تھے۔ اس خاتون نے کہا: اے میرے بیٹے! آپ اسے کھا نہیں سکیں گے۔ انہوں نے کہا: نہیں! آپ وہی تیار کریں۔ وہ خاتون کھڑی ہوئی اس نے کچھ ''جو'' لیے انہیں پیس لیا، انہیں ہنڈیا میں ڈالا' اس پر تھوڑا سا زیتون کا تیل ڈالا' کچھ مرچ مصالحے ڈالے اور اسے (تیار کر کے) ان حضرات کے سامنے پیش کر دیا اور بولی: یہ وہ کھانا ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور اسے کھایا کرتے تھے۔

171- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد حَدَّثَنَا سفیان عن الاسود بن قیس عن نبیح العنزی عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ مَنْزِلِنَا فَذَبَحْنَا لَهٗ شَاةً فَقَالَ كَاَنَّهُمْ عَلِمُوْا اَنَّا نُحِبُّ اللَّحْمَ وَ فِی الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ ۔

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہم نے آپ کے لیے بکری ذبح کی۔ آپ نے فرمایا: لگتا ہے ان لوگوں کو علم ہے کہ ہمیں گوشت پسند ہے۔

172- حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ حَدَّثَنَا سفیان حَدَّثَنَا عبداللہ بن محمد بن عقیل سمع جابرا قَالَ سفیان و حَدَّثَنَا محمد بن المنکر عن جابر قَالَ خرج رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا مَعَهٗ فَدَخَلَ عَلٰی امْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَذَبَحَتْ لَهٗ شَاةً فَاَكَلَ مِنْهَا وَ اَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّاَ لِلظُّهْرِ وَ صَلّٰی ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ فَاَكَلَ ثُمَّ صَلَّی الْعَصْرَ وَ لَمْ یَتَوَضَّاْ ۔

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے میں آپ کے ساتھ تھا، آپ ایک انصاری خاتون کے ہاں آئے' اس نے آپ کے لیے ایک بکری ذبح کی' آپ نے اسے کھالیا، پھر وہ آپ کے پاس کھجوروں کا ایک تھال لائی، آپ نے اس میں سے بھی کچھ کھجوریں کھائیں پھر آپ نے ظہر کی نماز کے لیے وضو کیا۔ پھر جب نماز ختم کی تو وہ خاتون بکری کا گوشت لائی آپ نے اسے کھالیا، پھر آپ نے عصر کی نماز ادا کی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

173- حَدَّثَنَا العباس بن محمد الدوری حَدَّثَنَا یونس بن محمد حَدَّثَنَا فلیح بن سلیمان عن عثمان ابن عبد الرحمان عن یعقوب بن اَبِیْ یعقوب عن اُمّ المنذر قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ مَعَهٗ عَلِیٌّ وَّلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَاْكُلُ وَ عَلِیٌّ مَعَهٗ یَاْكُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لِعَلِیٍّ مَهْ یَا عَلِیُّ فَاِنَّكَ نَاقِهٌ قَالَتْ فَجَلَسَ عَلِیٌّ وَّالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَاْكُلُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَّشَعِیْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ مِنْ هٰذَا فَاَصِبْ فَاِنَّهٗ اَوْفَقُ لَكَ ۔

◆◆ حضرت اُمّ منذر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہمارے پاس کھجور کے کچھ خوشے رکھے ہوئے تھے' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں

کھانی شروع کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھانے لگے تو آپ نے فرمایا: اے علی! تم اسے نہ کھاؤ، کیونکہ تم ابھی کمزور ہو۔ راوی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے رہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کھاتے رہے۔ راوی نے کہا: اس کے بعد میں نے چقندر اور ''جو'' کو ملا کر رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! تم اسے کھاؤ' کیونکہ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہیں۔

174- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا بشر بن السری عن سفیان عن طلحة بن یحییٰ عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بنت طلحة عن عائشه اُمّ المومنین رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَاتِیْنِیْ فَیَقُوْلُ اَعِنْدَكِ غَدَاءٌ فَاَقُوْلُ لَا قَالَتْ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ صَائِمٌ قَالَتْ فَاَتَانَا یَوْمًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ اُهْدِیَتْ لَنَا هَدِیَّةٌ قَالَ وَ مَاهِیَ قُلْتُ حَیْسٌ قَالَ اَمَا اِنِّیْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ اَكَلَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے آپ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے روزہ رکھ لیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر آپ دوبارہ میرے پاس تشریف لائے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے تحفے کے طور پر کھانے کے لیے کچھ دیا گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ''حیس'' (کھجور کا حلوہ) ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے روزہ رکھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر آپ نے اسے کھالیا۔

175- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا عمر بن حفص بن غیاث حَدَّثَنَا اَبِیْ عن محمد بن اَبِیْ یحییٰ الاسلمی عَنْ یَزِیْدَ بن اَبِیْ امیة الاعور عن یُوْسُفَ بِنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَخَذَ كِسْرَةً مِّنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ فَوَضَعَ عَلَیْهَا تَمَرَةً ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ اِدَامُ هٰذِهٖ فَاَكَلَ ۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے ''جو'' کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا، اس پر ایک کھجور رکھی اور فرمایا: یہ اس کا سالن ہے، پھر آپ نے اسے کھالیا۔

176- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا سعید بن سلیمان عن عباد بن العوام عن حمید عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رُسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ یُعْجِبُهُ الثِّفْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ یَعْنِیْ مَابَقِیَ مِنَ الطَّعَامِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ثفل'' پسند تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نامی راوی نے کہا: اس سے مراد کھانے کا وہ حصہ جو بچ جانے والا ہو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ صِفَةِ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب27: (کھانے سے پہلے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ کار

177- حَدَّثَنَا احمد بن منيع حَدَّثَنَا اسمٰعيل بن ابراهيم عن ايوب عن ابن اَبِىْ مليكة عن ابن عباس رَضِىَ اللّٰهُ عَنهما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ الطَّعَامُ فَقَالُوْا اَلَا نَأْتِيْكَ بِوَضُوْءٍ قَالَ اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَى الصَّلٰوةِ .

حَدَّثَنَا سعيد بن عبد الرحمٰن المخزومى حَدَّثَنَا سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن سعيد بن الحويرث عن ابن عباس رضى ا لله عنهما قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَاُتِىَ بِطَعَامٍ فَقِيْلَ لَهٗ اَلَا تَتَوَضَّأُ فَقَالَ اُصَلِّىْ فَاَتَوَضَّأُ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے، آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو لوگوں نے دریافت کیا: کیا ہم آپ کے وضو کے لیے پانی لائیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس وقت وضو کا حکم دیا گیا ہے جب میں نماز پڑھنے لگوں۔

اسی راوی سے یہ حدیث بھی منقول ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت سے تشریف لائے تو آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ آپ سے کہا گیا: آپ وضو نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں نماز پڑھنے لگا ہوں جو وضو کروں؟

178- حَدَّثَنَا يحيٰى بن موسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نمير حَدَّثَنَا قيس بن الربيع ح و حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا عبد الكريم الجرجانى عن قيس بن الربيع عَنْ اَبِىْ هاشم عن زاذان عن سلمان قَالَ قَرَأْتُ فِى التَّوْرَاةِ اِنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَرَأْتُ فِى التَّوْرٰةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ

◆◆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کی برکت اس کے بعد وضو کرنے میں ہے۔ میں نے اس کا تذکرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ سے عرض کیا جو میں نے تورات میں پڑھا تھا، تو آپ نے فرمایا: کھانے کی برکت اس سے پہلے اور اس کے بعد وضو کرنے میں ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ قولِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قبل الطعام و بعد ما يفرغ منه

باب28: کھانا کھانے سے پہلے اور اس کے بعد پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان

179- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا ابن لهيعة عَنْ يَزِيْدَ بن اَبِىْ حبيب عن راشد بن جندل اليافعى عن حبيب بن اوس عَنْ اَبِىْ ايوب الانصارى قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمًا فَقُرِّبَ اِلَيْهِ

طَعَامٌ فَلَمْ اَرَ طَعَامًا كَانَ اَعْظَمَ بَرَكَةً مِّنْهُ اَوَّلَ مَا اَكَلْنَا وَلَا اَقَلَّ بَرَكَةً فِيْ اٰخِرِهٖ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ هٰذَا قَالَ اِنَّا ذَكَرْنَا اسْمَ اللّٰهِ حِيْنَ اَكَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ اَكَلَ وَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَاَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطٰنُ ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دن ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ آپ کی خدمت میں کھانا لایا گیا' میں نے اس جیسا کھانا نہیں دیکھا جو ہمارے کھانے کے آغاز میں اتنا برکت والا ہوا اور اختتام پر اتنی کم برکت والا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: جب ہم نے کھانا شروع کیا تھا' تو ہم نے اللہ کا نام لیا تھا (بسم اللہ پڑھی تھی) پھر ایک شخص بیٹھا اس نے کھانا کھایا لیکن اس نے اللہ کا نام نہیں لیا تو اس کے ساتھ شیطان نے بھی کھانا کھایا۔

180- حَدَّثَنَا يحيى بن موسى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا هشام الدستوائى عن بديل العقيلى عن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عبيد بن عمير عن اُمِّ كلثوم عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهما قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَنَسِيَ اَنْ يَّذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى عَلٰى طَعَامِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کچھ کھائے اور اپنے کھانے پر اللہ کا نام لینا بھول جائے (بسم اللہ پڑھنا بھول جائے) تو اسے یہ پڑھنا چاہیے: "بسم اللّٰہ اوّلہٗ و اٰخرہٗ" اللہ کے نام سے اس کا آغاز اور اس کا اختتام۔

181- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصباح الهاشمى البصرى حَدَّثَنَا عبد الاعلى عن معمر عن هشام بن عروة عن ابيه عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِىْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ طَعَامٌ فَقَالَ اُدْنُ يَا بُنَيَّ فَسَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ مِمَّا يَلِيْكَ ۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کے پاس کھانا موجود تھا' تو آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! آگے آجاؤ! اللہ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھانا شروع کرو اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

182- حَدَّثَنَا محمد بن غيلان حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد الزبيرى حَدَّثَنَا سفين الثورى عَنْ اَبِىْ هاشم عن اسمعيل ابن رباح عن رباح بن عبيدة عَنْ اَبِىْ سعيد الخدرى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ہر طرح کی حمد اللہ کے لیے مخصوص ہے جس نے ہمیں کھلایا ہے، جس نے ہمیں پلایا ہے اور جس نے ہمیں مسلمان بنایا ہے۔

183- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا يحيى بن سعيد حَدَّثَنَا ثور بن يزيد حَدَّثَنَا خالد بن معدان عن ابى امامة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ يَقُوْلُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا .

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب دسترخوان اٹھالیا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے جو بہت پاکیزہ ہے، اس میں برکت ہو، اسے اس کے حال پر نہ چھوڑا گیا ہو اور ہمارا پروردگار اس سے بے نیاز نہ ہو۔

184- حَدَّثَنَا اَبُوْ بكر محمد بن ابان حَدَّثَنَا وكيع عن هشام الدستوائی عن بديل بن ميسرة العقيلی عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبيد بن عمير عن اُمّ كلثوم عن عائشه رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالت كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاكُلُ الطَّعَامَ فِيْ سِتَّةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَكَلَهٗ بِلُقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْسَمّٰى لَكَفَاكُمْ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ (۶) اصحاب کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے، ایک دیہاتی آیا اس نے دو لقمے کھا لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ بسم اللہ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کے لیے کافی ہوتا۔

185- حَدَّثَنَا هناد ومحمود بن غيلان قَالَا حَدَّثَنَا ابو اسامة عن زكريا بن اَبِیْ زائدة عن سعيد بن اَبِیْ بردة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَاكُلَ الْاَكْلَةَ وَ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہو جاتا ہے جب وہ کوئی چیز کھاتا ہے یا پیتا ہے' پھر اس کی حمد بیان کرتا ہے۔

شرح

اشیاء خوردنی اور ان کے احکام و آداب

انسانی تخلیق' زیست و حیات اور خورد و نوش کا مقصد عبادت خداوندی اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے ورنہ:

زندگی بے بندگی شرمندگی

احادیث باب میں اشیاء خوردنی کا مضمون تفصیل سے بیان ہوا ہے' اس کی تفصیل اور اس کے شرعی احکام و مسائل حسب ذیل ہیں:

کھانے کے آغاز اور اختتام پر ہاتھ دھونا:

اسلام فطرتی مذہب ہے' اس کے احکام اعتدال پر مبنی ہیں جو حقیقت کے عین مطابق ہیں' ان میں تکلف نہیں ہے بلکہ آسانی و سہولت کے پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے اور ان میں طہارت ظاہری و باطنی کو کلیدی حیثیت حاصل ہے' کیونکہ اسے ایمان کا حصہ قرار

دیا گیا ہے۔ان خصوصیات کی بنا پر اسلام کو تمام مذاہب پر فوقیت حاصل ہے۔

کھانا کھانے سے قبل اور اختتام پر دونوں ہاتھ نہایت اہتمام سے دھونے چاہئیں۔آغاز میں ہاتھ دھونے کی وجہ ہاتھوں کی مٹی وغیرہ کو دور کرنا ہے تا کہ وہ کھانے سے مل کر انسان کے پیٹ میں داخل ہو کر امراض کا باعث نہ بنے اور اختتام پر ہاتھ دھونے کا مقصد کھانے کی چکناہٹ وغیرہ کو ختم کرنا ہے کہ اس سے کپڑے آلودہ نہ ہوں یا رات کو ایسی حالت میں سونے کی وجہ سے کسی موذی جانور کے کاٹنے کا سبب نہ بنے۔

کھانے کے آغاز اور فراغت پر اپنے دونوں ہاتھ دھونا سنت انبیاء علیہم السلام ہے' کھانے میں خیر و برکت کا سبب ہے' وسعت رزق کا ذریعہ ہے اور شیطان کی مخالفت ہے۔اگر ہاتھ دھونے کی ضرورت نہ ہو تب بھی ہاتھ دھونے چاہیے تا کہ سنت انبیاء علیہم السلام اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجر و ثواب میسر آسکے۔

کھانے کے آغاز میں ہاتھ دھونے کے بعد کسی کپڑے وغیرہ سے صاف نہیں کرنے چاہیے۔کسی رومال وغیرہ سے صاف کیے بغیر کھانا کھانا مستحب طریقہ ہے لیکن کھانے سے فراغت پر ہاتھ دھو کر کپڑے سے صاف کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

اہل خانہ لوگ از خود ہاتھ دھوئیں گے۔اگر بڑا چھوٹوں کے یا چھوٹا بڑوں کے ہاتھ دھلائے تو جائز ہے۔میزبان مہمانوں کے ہاتھ دھلائے گا' پہلے بوڑھوں کے' پھر نوجوانوں کے اور پھر بچوں کے جبکہ خواتین عورتوں کے ہاتھ دھلائیں گی۔

جس برتن میں کھانا کھایا ہو اس میں ہاتھ دھونا' تہذیب اسلامی کے منافی ہے۔تاہم مجبوری کی وجہ سے کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاتھ دھوتے وقت اس بات کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ دونوں ہاتھ پورے کے پورے دھوئے جائیں۔ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے پورے دھونا' ہرگز مسنون طریقہ نہیں ہے۔

کھانے کی ابتداء یا فراغت پر دونوں ہاتھ دھونے کے لیے احادیث مبارکہ میں ''وضو'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔اس کے دو مطالب ہو سکتے ہیں: (۱) نماز ادا کرنے' طواف بیت اللہ کرنے' قرآن کو چھونے اور سجدہ تلاوت وغیرہ کے لیے معروف وضو مراد ہے جس کے چار فرائض ہیں۔(۲) کھانے سے قبل اور فراغت پر وضو کرنے کا مطلب ہے کہ ہاتھ اور منہ دھونا جبکہ اسے وضو صغیر بھی کہا جاتا ہے اور یہ مسنون ہے۔

دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنا:

دسترخوان پر اور زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانا مسنون ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دسترخوان اور زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکڑوں بیٹھ کر یا دوزانوں بیٹھ کر یا دائیں گھٹنے کو کھڑا کر کے اور بائیں کو بچھا کر اور اس پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔یہی امت مسلمہ کے لیے مسنون ہے۔

کھانا کھاتے وقت تکیہ لگانا' کھڑے ہو کر کھانا' ٹیبل پر کھانا' جوتے پہن کر کھانا' کرسی پر کھانا اور ٹیک لگا کر کھانا خلاف سنت طریقے ہیں جو خیر و برکت سے محرومی کا باعث ہیں۔تاہم مجبوری کی وجہ سے ان صورتوں میں بھی کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر کھانے اور پینے سے منع فرمایا ہے۔

ٹیک لگا کر کھانے کی چار صورتیں بنتی ہیں: (۱) دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو پر ٹیک لگانا (۲) دونوں ہاتھوں میں سے ایک زمین پر ٹیک کر بیٹھنا (۳) کسی گدے وغیرہ پر چوکڑی مار کر بیٹھنا (۴) دیوار یا تکیہ وغیرہ کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھنا۔ کھانے کے دوران یہ چاروں صورتیں ممنوع ہیں۔

اس سلسلہ میں مشہور روایت کے الفاظ ہیں: انی لا اکل متکئا بیشک میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا''۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا بایاں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھانا کھا رہا تھا' آپ نے اسے خبردار کیا اور اس حالت میں بیٹھ کر کھانا کھانے سے منع فرمایا۔

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ٹیک لگا کر کھانا تناول فرمایا تھا۔ پھر تا حیات ایسا نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا دائمی عمل ٹیک نہ لگانے کا تھا مگر مجبوری یعنی کمزوری یا مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے ٹیک لگانا جائز ہے۔

فائدہ نافعہ: مختلف تقاریب کے مواقع پر دور حاضر میں کرسی پر بیٹھ' ٹیبل پر کھڑے ہو کر اور چارپائی پر بیٹھ کر کھانا کھانے کا عام رواج ہو چکا ہے۔ یہ ممنوع وخلافِ سنت صورتیں ہیں۔ ان سے اجتناب واحتراز ازبس ضروری ہے۔ تاہم ٹیبل اور کرسی کی نسبت چارپائی پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں کم کراہت ہے۔ اگر چارپائی پر دسترخوان بچھا کر سنت کے مطابق بیٹھ کر کھانا کھایا جائے تو ہرگز مکروہ نہیں ہے۔

کھانا کھانے کے تین اہم آداب:

بقدر ضرورت کھانا کھانا فرض ہے' ضرورت سے زائد کھانا حلال ہے اور بے تحاشا کھنا ممنوع ہے۔ کھانا کھانے کے کثیر آداب ہیں جن میں سے تین اہم آداب حسب ذیل ہیں:

۱۔ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا:

کھانے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا جائے۔ یہ عمل مسنون ہے۔ باعث برکت اور شیطان کے عدم شرکت کا سبب ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو آداب طعام کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا تھا: یا غلام! سم اللہ۔ اے بیٹا! اللہ کا نام لے کر کھاؤ!

کھانا کھاتے وقت صرف بسم اللہ کہنا جائز ہے' پوری بسم اللہ پڑھنا بھی جائز ہے اور تسمیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا افضل ہے۔ بعض علماء کے مطابق بسم اللہ کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ کیا جائے:

اللھم بارک لنا فیما رزقتنا وقنا عذاب النار (اے اللہ! ہمارے رزق میں اضافہ فرما جو تو نے ہمیں عنایت کیا ہے اور تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) بعض علماء کے مطابق بایں الفاظ بسم اللہ پڑھی جائے:

بسم اللہ وعلی برکۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی برکت سے میں شروع کرتا ہوں)

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

پہلا لقمہ لیتے وقت بسم اللہ دوسرا لقمہ لیتے وقت بسم اللہ الرحمن اور تیسرا لقمہ لیتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے۔ بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا افضل ہے تاکہ دوسرے لوگ بھی بسم اللہ پڑھنے کی سعادت حاصل کرسکیں۔

جو شخص کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو جب بھی اسے یاد آئے تو وہ یوں بسم اللہ پڑھے: بسم اللہ اولہ و آخرہ۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کھانے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر وہ یوں پڑھے: بسم اللہ اولہ و آخرہ۔

بسم اللہ پڑھے بغیر اگر کھانا شروع کیا جائے تو کھانے میں شیطان بھی شامل ہوتا ہے اور بسم اللہ پڑھنے سے وہ شامل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک شخص کھانے میں مصروف تھا مگر اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی۔ حتیٰ کہ اس کے کھانے کا ایک لقمہ باقی رہ گیا تھا' اس نے آخری لقمہ اپنے منہ کی طرف بڑھاتے ہوئے پڑھا: بسم اللہ اولہ و اخرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے آپ سے مسکرانے کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب میں فرمایا: اس شخص کے ساتھ شیطان کھانے میں شامل تھا' جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو شیطان نے کھائے ہوئے کھانے کی قے کر دی۔ (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲' ص ۸۷)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے آغاز میں اتنی برکت ہوئی کہ پہلے دیکھنے میں نہ آئی۔ آخر میں اتنی بے برکتی ہوئی کہ وہ بھی دیکھنے میں نہ آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے برکتی و نحوست کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے جواب میں فرمایا: لوگوں نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا تھا مگر بعد میں ایک شخص بسم اللہ پڑھے بغیر کھانے میں شامل ہو گیا۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۴' ص ۱۲' رقم الحدیث ۷۹۰۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں بسم اللہ پڑھ کر داخل ہوتا ہے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتا ہے' تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: اس گھر میں تمہارے لیے نہ رہائش کی جگہ ہے اور نہ اس کھانے میں تمہارے لیے حصہ ہے' کیونکہ دخول دار کے وقت اور کھانے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنے کی وجہ سے تمہارے لیے رہائش و خوراک کا خاتمہ ہو گیا۔

اس کے برعکس جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے' تمہارے لیے رہائش اور خوراک کا انتظام ہو گیا ہے' تم یہاں رات گزار سکتے ہو اور کھانا کھا سکتے ہو۔ (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲' ص ۸۷)

۲- دائیں ہاتھ سے کھانا:

آداب طعام کا ایک اہم ادب یہ ہے کہ کھانا دائیں ہاتھ سے کھایا جائے۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فوقیت حاصل ہے اور اسے فضیلت و برتری بھی حاصل ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے یوں فرمایا: و کل بیمینک تم اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ ثابت ہوا جس طرح بسم اللہ پڑھ کر کھانا مسنون ہے اسی طرح دائیں ہاتھ سے کھانا بھی

مسنون ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا باعث برکت' باعث شرف اور عمل خیر ہے۔ اس لیے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر برتری حاصل ہے' کیونکہ دایاں ہاتھ نیک امور میں سبقت کرتا ہے اور بایاں ہاتھ اعمال سیئہ میں تجاوزات کرتا ہے۔ سبیعہ اسلمیہ خاتون نے بائیں ہاتھ سے کھانے کو ترجیح تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعاء کے نتیجہ میں اس کا ہاتھ شل ہو گیا' اور تا حیات منہ تک نہ پہنچا تھا۔

جمہور علماء کے ہاں بسم اللہ پڑھ کر' دائیں ہاتھ سے' اپنے سامنے اور دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا مستحب ہے' لیکن بعض علماء انہیں وجوب کا درجہ دیتے ہیں اس لیے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا شیطان کا طریقہ ہے۔

جانب دائیں کو بائیں پر برتری حاصل ہے لہذا کھاتے پیتے وقت دائیں ہاتھ کو اولیت حاصل ہے اور فضیلت بھی۔ اس سلسلہ میں کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو وہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پانی نوش کرے تو دائیں ہاتھ سے کرے' کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ (الصحیح للمسلم ج ۲' ص ۱۷۲)

۲- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جوتا پہنتے' کنگھی کرتے اور وضو کرتے تو اپنی دائیں طرف سے شروع کرتے تھے۔ (الصحیح للبخاری ج ۱ ص ۲۹)

۳- ایک روایت میں مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے' پانی پینے' وضو کرنے اور ان کے مشابہ امور کو دائیں ہاتھ سے شروع کرتے لیکن استنجاء بائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔ (امام علی متقی' کنز العمال' رقم الحدیث ۲۱۶۸۶)

۴- حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھانا کھائے اور نہ پانی پیے' کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور پیتا ہے۔

۵- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر میں جلوہ افروز ہوتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں رخسار کے نیچے رکھتے' آپ کا دایاں ہاتھ کھانے کے لیے' پینے کے لیے' وضو کرنے کے لیے' کپڑے زیب تن کرنے کے لیے' کوئی چیز لینے یا دینے کے لیے استعمال ہوتا تھا اور ان کے علاوہ دوسرے کام اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ کرتے تھے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد' رقم الحدیث ۷۹۲۷)

۶- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اکل بشماله اکل معه الشیطان۔ یعنی جو شخص اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے' تو شیطان بھی اس کے ساتھ کھاتا ہے۔

۷- حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھائے' اپنے بائیں ہاتھ سے پانی نہ پیے' جب کوئی چیز لینی یا دینی ہو' تو بائیں ہاتھ سے نہ لے اور دے۔

(علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد' رقم الحدیث ۷۹۲۶)

۴۔اپنے سامنے سے کھانا: کھانے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے سامنے سے کھایا جائے' دوسرے کے سامنے سے کھانا معیوب ہے۔ایسی حرکت طبعی طور پر قابل نفرت ہے۔تاہم ایک بڑے برتن میں مختلف اشیاء خوردنی ہوں تو طبیعت کے مطابق جو چیز پسند ہو لے سکتا ہے اور یہ عمل قابل نفرت و معیوب بھی نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانے کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا:
و کل مما یلیك (الصحیح للبخاری ج ا ص ۸۱۰ رقم الحدیث ۵۳۷۶)
اور تم اپنے سامنے سے کھاؤ''۔

اگر کھانے انواع و اقسام کے ہوں تو دوسرے کے سامنے سے مطلوبہ چیز لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اس سلسلہ میں حضرت عکراش بن زہیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا کہ آپ کسی کے ہاں دعوت کے سلسلہ میں تشریف لے جانے والے تھے۔آپ نے مجھے بھی ساتھ لے لیا۔جب ہم وہاں پہنچے تو دسترخوان پر ''ثرید'' رکھا گیا۔میں نے بسم اللہ پڑھے بغیر ثرید کھانا شروع کر دیا۔آپ نے مجھے فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ' میں مختلف جگہوں سے نوالہ لیتا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
یا عکراش کل من موضع واحد' فانہ طعام واحد۔اے عکراش! تم اپنے سامنے سے سیکھاؤ' کیونکہ کھانا ایک نوعیت کا ہے''۔میں ایک جگہ سے کھاتا رہا' کھانے کے اختتام پر ایک بڑا برتن لایا گیا جس میں ہر قسم کی کھجوریں تھیں جن کا رنگ' ذائقہ اور شکل و صورت مختلف تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تعلیم دی کہ اپنے سامنے سے کھانا چاہیے۔میں کھجوریں اپنے سامنے سے کھاتا رہا جبکہ آپ کا دست اقدس دائیں بائیں اور آگے پیچھے جا رہا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا:
یا عکراش! کل من حیث شئت فانہ غیر لون واحد۔اے عکراش! تم جہاں سے چاہو کھا سکتے ہو' کیونکہ یہ کھجوریں مختلف قسم کی ہیں' اس لیے مختلف جگہوں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

جب مختلف قسم کے کھانے ہوں تو کھانے کی ابتداء اور اختتام نمکین چیز سے ہونا چاہیے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنا کھانا نمکین چیز سے شروع کرو اور اس کی فراغت بھی نمکین چیز سے کرو' اس لیے کہ نمک کا استعمال ستر (۷۰) امراض کا علاج ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نمک تمام سالنوں کا سردار ہے''۔
نمک رب کائنات کی عظیم نعمت ہے' اس کا استعمال باعث شفاء ہے۔کھانے کے لیے زود ہضم ہے' معدہ کے لیے نافع۔بعض روایات میں ہے کہ کھانے کے اختتام پر میٹھی چیز استعمال کرنی چاہیے۔

مزید آداب طعام:

طعام خوری انسان کے لیے حیات و زیست کا مسئلہ ہے۔اس لیے اسلام نے اس کے آداب خصوصیت سے بیان کیے ہیں اور

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر ان کی اپنی امت کو تعلیم دی ہے۔لہٰذا مذکورہ آداب طعام کے علاوہ مزید آداب طعام حسب ذیل ہیں۔

کھڑے ہو کر کھانے کی ممانعت:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ کھڑے ہو کر کھانا نہ کھایا جائے بلکہ ٹیک لگائے بغیر بیٹھ کر کھانا کھایا جائے۔کھڑے ہو کر کھانا چار پایوں کے ساتھ مشابہت ہے۔اشرف المخلوقات کو اس مشابہت سے بچانے کے لیے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے۔چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الشرب قائمًا وعن الاکل قائمًا ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے اور کھڑے ہو کر کھانے سے منع فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو کر پانی نہ پیے' راوی سے کھڑا ہو کر کھانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب:**ذالك اشــــر واخبــث** (الصحیح المسلم' ج ۲' ص ۱۷۳) یہ تو اس سے بھی خطرناک صورت ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ آج بیاہ' شادی اور دوسری تقریبات میں کھڑے ہو کر کھانے پینے کا رواج ہو چکا ہے۔ان میں زندگی کے تمام طبقات کے لوگ شامل ہوتے ہیں'ان کے ایسے اجتماع کو دیکھ کر جانوروں اور انسانوں کے اجتماع میں امتیاز کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

۲-انفرادی طور پر کھانے کی ممانعت:

دور حاضر میں نہ صرف کھڑے ہو کر کھانا کھایا جاتا ہے بلکہ اپنا اپنا الگ برتن لے کر انفرادی طور پر کھایا جاتا ہے'اس طرح نہ صرف مسلمان اجتماعی کھانے کی برکت سے محروم ہوتا جا رہا ہے بلکہ ظاہری محبت و تعلق سے بھی الگ ہوتا جا رہا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **کلوا جمیعا و لا تفرقوا فان البرکة مع الجماعة** (امام ولی الدین محمد'مشکوٰۃ المصابیح'ص ۳۷۰)

تم اکٹھے کھانا کھاؤ اور انفرادی طور پر نہ کھاؤ' کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔

ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:یارسول اللہ!**انـــا نـــاکــل و لانشبع** ۔ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن شکم سیر نہیں ہوتے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**فـلـعـلـکم تفترقون** ۔شاید تم لوگ انفرادی طور کھاتے ہو گے؟صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ!ہاں'آپ نے فرمایا:**فاجتمعوا علی طعامکم و اذکروا اسم الله یبارك لکم فیه**

(امام سلیمان بن اشعث'سنن ابی داؤد'ج ۲'ص ۱۷۲)

پس تم اکٹھے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت سے نوازے گا''۔

گھر کے تمام افراد دستر خوان پر اکٹھے ہو کر' مسنون طریقہ سے بیٹھ کر اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھائیں تو چند افراد کا کھانا سب

کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس یعنی انفرادی طور پر کثیر کھانا ایک شخص کے لیے بھی کافی نہیں ہوتا۔

ایک روایت میں مذکور ہے ایک پیالہ میں کثیر صحابہ اکٹھے کھانا کھاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قصعة یحملها اربعة رجال یقال لها الغراء فلما اضحوا وسجدوا الضحی اتی تلك وقد ثرد فیها فالتفتوا علیها ای اجتمعوا حولها (امام ولی الدین محمد 'مشکوۃ المصابیح ص ۳۶۹)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جس کو چار آدمی اٹھاتے تھے۔ نماز چاشت کے بعد اس پیالہ میں ثرید لایا جاتا اور صحابہ جمع ہو کر اس سے لطف اندوز ہوتے تھے''۔

کھانے میں جتنے زیادہ لوگ شامل ہوتے ہیں وہ اتنا ہی بابرکت ہوتا ہے۔ قلیل کھانا کثیر لوگوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

۳- دائیں ہاتھ سے کھانا:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ کھانا دائیں ہاتھ سے کھایا جائے' کیونکہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے اور یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خصوصیت سے اس کی تعلیم دی تھی۔ کھاتے پیتے کوئی چیز لیتے اور دیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں دست اقدس استعمال کرتے تھے مگر استنجاء کرتے وقت بائیں ہاتھ کو استعمال فرماتے تھے۔

بائیں ہاتھ سے کھانا پینا غیر غیر شرعی عمل' تکبر کی علامت اور شیطانی طریقہ ہے۔ تاہم جس کا دایاں ہاتھ نہ ہو یا دائیں ہاتھ سے معذور ہو اور وہ منہ تک نہ جا سکتا ہو' تو ایسی صورت میں بائیں ہاتھ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۴- بسم اللہ پڑھے بغیر کھانے کی نحوست:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے کی طرح بسم اللہ پڑھ کر کھانے کا بھی اہتمام کیا جائے' عمداً ترک تسمیہ سے غفلت نہ برتی جائے' سہواً ایسا ہو جانے کی صورت میں یاد آنے پر بسم اللہ پڑھ لی جائے' ترک تسمیہ کی نحوست سے شیطان کھانے میں شامل ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں مذکور ہے جس کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھ لی جائے' وہ کھانا شیطان پر حرام ہو جاتا ہے اور اس میں وہ شرکت کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ جو شخص کھانے سے قبل بسم اللہ نہیں پڑھتا' شیطان اس کھانے میں شامل ہو جاتا ہے اور وہ کھانا بے برکت ہوتا ہے۔ اجتماعی کھانے کے موقع پر ایک شخص بھی بسم اللہ نہ پڑھے تو اس کی نحوست سب میں شامل ہوتی ہے اور سب لوگ نحوست و بے برکتی محسوس کرتے ہیں۔

۵- کھانے میں مکھی گر جانے کی صورت میں:

آداب طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کھانے کو موذی جانور سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ اگر کھانے میں مکھی گر جائے تو وہ حرام نہیں ہو جاتا بلکہ وہ غوطہ دے کر باہر پھینک دی جائے اور کھانا استعمال میں لایا جائے۔

۱۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے کھانے پینے کی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے کر نکال دو' کیونکہ اس کے ایک بازو میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔

۲۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے کھانے کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے کر پھینک دو' کیونکہ اس کے ایک بازو میں مرض ہوتا ہے اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔

(علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۳۲)

۳۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب کھانے کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دو' کیونکہ اس کے ایک بازو میں مرض ہوتا ہے اور دوسرے میں شفاء۔ وہ مرض والے بازو کو پہلے ڈبوتی ہے اور تم دونوں بازوؤں کو غوطہ دے کر نکال دو۔ (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد' ج ۲' ص ۹۳)

۴۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم نے فرمایا: جب تمہارے کھانے کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو کر پھینک دو' کیونکہ اس کے ایک بازو میں زہر ہوتا ہے اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ وہ اپنے زہر والے بازو کو پہلے ڈبوتی ہے اور شفاء والے بازو کو بعد میں۔

۶۔دائیں جانب سے کھانا تقسیم کرنا:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ کھانا تقسیم کرتے وقت دائیں جانب کو پیش نظر رکھا جائے' کیونکہ اس میں فضیلت اور برکت ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پینے کے لیے کوئی چیز پیش کی گئی۔ آپ نے اسے نوش فرمایا۔ اس وقت آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا موجود تھا جبکہ بائیں طرف بڑے لوگ بیٹھے تھے۔ آپ نے وہ چیز نوش فرمانے کے بعد لڑکے سے فرمایا: کیا تم اجازت دیتے ہو کہ پہلے ان لوگوں کو دوں؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! قسم بخدا! میں اپنا حصہ کسی کو نہیں دوں گا۔ پھر آپ نے دائیں طرف موجود اس لڑکے کو عنایت کر دیا۔ (الصحیح للمسلم' ج ۲' ص ۱۷۵)

۲۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: یہی طریقہ درست اور مسنون ہے۔ ایضاً

۳۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں بکری کا دودھ پیش کیا۔ میں نے اس میں اپنے کنویں کا پانی بھی شامل کیا اور آپ نے وہ نوش فرمایا۔ اس موقع پر آپ کی دائیں جانب ایک اعرابی (دیہاتی) اور بائیں طرف حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آپ نے دودھ نوش فرمالیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب یہ دودھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائیں مگر آپ نے دائیں طرف بیٹھے ہوئے اعرابی کو دے دیا اور فرمایا: دائیں طرف والے مقدم ہوتے ہیں۔

۴۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ آپ کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا۔ میں آپ کی دائیں جانب

بیٹھا تھا جبکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بائیں طرف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اجازت دو تو دودھ خالد بن ولید کو دے دوں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے مبارک جھوٹے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ نے دودھ مجھے عنایت فرمایا اور بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا۔ (مسند امام احمد بن حنبل' ج ا' ص ۲۲۵)

۷- دستر خوان کا اہتمام:

آدابِ طعام میں سے ایک یہ ہے کہ کھانے کے وقت دستر خوان کا اہتمام کیا جائے' اس پر بیٹھ کر تمام حاضرین کھانا تناول فرمائیں اور اہلِ خانہ بھی دستر خوان کا اہتمام کریں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے گھر کے سایہ میں موجود تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے اشارہ سے مجھے طلب کیا' میں حاضر ہوا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا' آپ مجھے ایک اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس لے آئے۔ آپ حجرہ میں داخل ہوئے اور مجھے بھی اندر آنے کی اجازت دی' میں نے تعمیل ارشاد کیا' زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پردے میں تھیں' آپ نے کھانے کے لیے کوئی چیز پوچھی؟ عرض کیا گیا: جو کی تین روٹیاں ہیں۔ آپ نے ایک روٹی خود لے لی' دوسرے مجھے عنایت فرمائی اور تیسری روٹی کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا اپنے لیے رکھ لیا اور دوسرا ٹکڑا میرے سامنے رکھ دیا۔ (الصحیح للمسلم' ج ۲' ص ۱۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دستر خوان لگ جائے تو ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے سامنے سے کھائے' اپنے ساتھی کے سامنے سے نہ کھائے' برتن کے درمیان سے نہ کھائے' کیونکہ برتن کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے۔ دستر خوان اٹھانے سے قبل کوئی شخص نہ اٹھے اور کھانے سے اپنے ہاتھ نہ روکے خواہ پیٹ بھر جائے حتیٰ کہ لوگ فراغت حاصل کر لیں۔ اس لیے کہ ساتھی ندامت کی وجہ سے کھانے سے رک جائے گا ممکن ہے کہ اسے کھانے کی ابھی ضرورت ہو۔ (امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ' ص ۲۳۵)

۸- رزق کی ناقدری سے احتراز کرنا:

کھانا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے' اس کی ناقدری سے احتراز کرنا چاہیے اور کوئی لقمہ گر جانے کی صورت میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ صاف کر کے استعمال میں لانا چاہیے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ روٹی کا گرا ہوا ٹکڑا دیکھا۔ آپ نے اسے پکڑ لیا' اسے صاف کیا اور کھا لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اپنے کرم فرما کا اکرام کرو۔ (یعنی رزق کا احترام کرو)

افسوس! بیاہ' شادی اور دوسری تقریبات کے مواقع پر بے تحاشا کھانا ضائع کیا جاتا ہے۔ اس طرف اربابِ اقتدار اور پیشواؤں کو خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ ممکن ہے کہ دورِ حاضر میں گیرانی و مہنگائی کا سیلاب رزق کی بے قدری کی وجہ سے ہو!۔

۹- نوکر کو کھانے میں شریک کرنا:

آدابِ طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کھانا تیار کرنے والے خدام اور نوکروں کو کھانے میں شریک کیا جائے۔ اس سلسلہ میں

چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کا خادم کھانا پیش کرے۔ اگر آقا اسے کھانے میں شریک نہ کرے تو کم از کم چند لقمے اسے دے دے۔ (المستدرک للحاکم، ج۴، ص۱۲۲)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے کسی شخص کا خادم جب کھانا تیار کرے پھر وہ اسے پیش کرے، اس خادم نے کھانا تیار کرنے کے لیے دھواں اور گرمی برداشت کی ہے، اس لیے اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلائے، اگر کھانا کم ہو، تو اسے چند لقمے عنایت کر دے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خادم کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے لیکن اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا افضل ہے۔

۱۰- شدید گرم کھانا کھانے کی ممانعت:

آداب طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شدید گرم کھانا کھانے سے احتراز کیا جائے، کیونکہ شدید گرم کھانا کھانے سے پیٹ میں مرض پیدا ہونے کا سخت خطرہ ہوتا ہے اور اندرونی مرض کا علاج بھی بعض اوقات ممکن نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرم کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ وہ کھانا معتدل ہو جائے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج۱، ص۲۵۹)

۲- حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گرم کھانا پسند نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اس کی بھاپ ختم ہو جاتی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج۵، ص۷)

۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک برتن میں گرم کھانا پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر جلدی سے کھینچ لیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگ نہیں کھلائی۔

(علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج۵، ص۸)

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانا ٹھنڈا کر کے کھایا کرو، کیونکہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ (ایضاً)

۵- حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانا ٹھنڈا کر کے کھایا کرو، کیونکہ اس میں زیادہ برکت ہے۔

۶- حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ان کی خدمت میں ثرید پیش کیا جاتا تو وہ اسے ڈھانپ کر رکھتیں۔ حتیٰ کہ اس کی بھاپ خوب ختم ہو جاتی۔ پھر فرماتیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کھانے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ بڑی خیر و برکت والا ہے۔

۱۱- کھانے میں پھونک مارنے کی ممانعت:

آداب طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کھانے یا پینے والی چیز میں پھونک نہ ماری جائے۔ پھونک کے ذریعے جراثیم کھانے میں منتقل ہو جاتے ہیں' کھانے کے ساتھ وہ پیٹ میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر مرض کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع کیا۔

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

۱۲- برتن کے درمیان سے کھانے کی ممانعت:

دستر خوان پر بیٹھنے پر جب برتن سامنے آ جائے تو اپنے سامنے سے کھانا تناول کرنا چاہیے' دوسرے کے سامنے سے احتراز کرنا چاہیے اور برتن کے درمیان سے بھی کھانا نہیں کھانا چاہیے' کیونکہ اس سے خیر و برکت باقی نہیں رہتی۔

۱- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کھانے کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے' لہٰذا کھانا اپنے سامنے سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

جب کھانا لایا جائے تو اپنے سامنے سے کھاؤ' درمیان کا حصہ چھوڑ دو' کیونکہ رحمت کا نزول درمیان میں ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ کھانا اپنے سامنے سے کھاؤ اور درمیان سے مت کھاؤ' کیونکہ رحمت کا نزول درمیان میں ہوتا ہے۔

۱۳- بھوک رکھ کر کھانا:

آداب طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خوب بھوک کا غلبہ ہونے پر کھانا کھایا جائے۔ بھوک ابھی باقی ہو' تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنت سے کھاتا ہے۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری' ج ۲' ص ۸۱۳)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک کافر شخص بطور مہمان آیا۔ آپ نے بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا۔ وہ دودھ کافر مہمان کو پلایا گیا حتیٰ کہ اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا یعنی یکے بعد دیگرے سات بکریوں کا دودھ اس نے پی لیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنت سے کھاتا ہے۔

۱۴-نماز جمعہ کے بعد کھانا مسنون:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ نماز جمعہ کے بعد کھانا مسنون ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ نماز جمعہ کے بعد کھانا کھاتے تھے پھر قیلولہ کرتے تھے۔

(الصحیح للبخاری ج ۲ ص ۸۱۳)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد کھانا کھانا اور قیلولہ (دوپہر کا سونا) دونوں امور مسنون ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵-تین انگلیوں سے کھانا:

کھانے کے وقت تین انگلیوں کا استعمال کرنا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۱-حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے اور فراغت پر ان کو چاٹ لیتے تھے۔(الصحیح للمسلم' ج ۱ ص ۱۷۵)

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شیطان کی عادت ایک انگلی سے کھانا ہے' دو انگلیوں سے کھانا متکبر لوگوں کی علامت ہے اور تین انگلیوں سے کھانا انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۵' ص ۵۵۹)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانے کے وقت تین انگلیوں کا استعمال مسنون طریقہ ہے۔ عند الضرورت تین سے زائد یا کم انگلیاں بھی استعمال میں لائی جاسکتی ہیں اور کھانے کی نوعیت کے مطابق انگلیوں کا استعمال میں لانا درست ہے۔

۱۶-کھانے کے اوقات:

کھانے کے مشہور اوقات تین ہیں:

(۱) صبح کا کھانا: اس سے جسم میں قوت آتی ہے اور انسان دن بھر کوئی بھی کام کر سکتا ہے۔(۲) دوپہر کا کھانا: دوپہر تک کام کرنے کی وجہ سے انسان اپنے جسم میں نقاہت محسوس کرتا ہے اور اس کھانے کی وجہ سے وہ ختم ہو جاتی ہے جبکہ تازہ دم ہو کر انسان کام شروع کر دیتا ہے۔ اگر جمعۃ المبارک کا دن ہو' تو دوپہر کا کھانا نماز جمعہ کے بعد کھانا مسنون اور اس کے بعد قیلولہ کرنا بھی سنت ہے۔(۳) شام کا کھانا: رات کو سونے سے قبل کھانا کھایا جاتا ہے۔ اس کھانے کے بارے میں روایات میں تاکید آئی ہے اور رات کا کھانا کھائے بغیر سونا جلدی بڑھاپے کا باعث بنتا ہے۔

۱۷-انگلیاں چاٹنا اور ان کی ترتیب:

کھانے کے وقت تین انگلیوں کا استعمال مسنون ہے: (۱) انگوٹھا (۲) شہادت کی انگلی (۳) وسطی (درمیانی انگلی) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انگلیوں سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا۔ آپ انگوٹھے ساتھ والی انگلی اور درمیان والی انگلی سے پھر کھانے سے فارغ ہو کر آپ کو انگلیاں چاٹتے ہوئے بھی میں نے دیکھا جس کی

ترتیب یوں تھی: آپ نے پہلے درمیان والی انگلی کو چاٹا' پھر شہادت کی انگلی کو اور آخر میں انگوٹھے کو۔

(امام احمد بن حجر عسقلانی' فتح الباری شرح صحیح بخاری ج۹' ص۵۷۹)

حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے برتن کو صاف کیا اور انگلیوں کو چاٹا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پیٹ بھر دے گا۔

۱۸-کھانے کے اختتام پر پانی پینے سے احتراز کرنا:

کھانا کھاتے وقت آغاز میں اور درمیان میں پانی پینا چاہیے لیکن اختتام پر پانی پینے سے احتراز کرنا چاہیے' کیونکہ کھانے سے فراغت پر پانی پینا غیر مسنون ہونے کی وجہ سے باعث مرض اور مفسد ہضم ہے۔ اس بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے اختتام پر پانی نوش نہ فرماتے تھے' کیونکہ کھانے کے بعد فوراً پانی پینا مفسد ہضم ہے۔ جب تک کھانا ہضم نہ ہو جائے پانی نوش نہیں کرنا چاہیے۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی' مدارج النبوت' ج۱' ص۷۸۰)

کہا جاتا ہے کہ احتیاط کرنے سے آدھا مرض ختم ہو جاتا ہے' بے احتیاطی کی وجہ سے نا قابل تلافی نقصان ہوتا ہے اور مرض میں نا قابل یقین حد تک اضافہ ہوتا ہے۔

۱۹-کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرنا:

کھانے کے بعد ہاتھ دھونا مسنون ہے۔ دھونے سے قبل ہاتھ خوب چاٹ لیے جائیں اور بعد میں صاف کر لیے جائیں۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے وغیرہ سے صاف کرنے سے قبل ہاتھ چاٹ کر صاف کر لیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ابتداء کھانا کے وقت جس طرح ہاتھ دھوئے جاتے ہیں' اسی طرح اختتام پر بھی دھوئے جائیں۔ دونوں کو احادیث مبارکہ میں وضو صغیر سے تعبیر کیا گیا ہے مگر دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ آغاز کے دھونے کے بعد کپڑے سے صاف نہ کیے جائیں اور اختتام پر دھونے پر کپڑے سے صاف کیے جا سکتے ہیں۔

۲۰-برتن خوب صاف کرنا اور اس کی دعا:

کھانے کے اختتام پر سالن وغیرہ کا برتن خوب صاف کرنا مسنون ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم برتن کو خوب صاف کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں علم نہیں ہے کہ کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ لہٰذا تم برتن خوب صاف کیا کرو تا کہ برکت کا حصول یقینی ہو سکے۔

روایات سے ثابت ہے کہ صاف کیا ہوا برتن کھانے والے کے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہے۔ حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص برتن میں کھائے اور اسے صاف کرے تو وہ برتن اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہے۔ (امام عبداللہ دارمی' دارمی ج۲' ص۲۲)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے برتن کو صاف کیا اور اپنی انگلیوں کو چاٹا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پیٹ بھر دے گا۔

۲۱-کھانے کے بعد دعا کرنا:

کھانا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اس کے استعمال کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور یہ شکر دعا کی صورت میں ادا کرنا مسنون ہے۔ مشہور دعا یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ یہ دعا دونوں ہاتھ اٹھا کر کی جائے۔

۲۲-میزبان کے حق میں دعا:

اگر کوئی شخص کسی کے ہاں بطور مہمان مدعو ہو تو وہ کھانے کے اختتام پر یوں دعا کرے گا:

(۱) اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ فَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

(اے اللہ! تو ان کے رزق میں برکت عطا کر ان کی مغفرت کر اور ان پر رحم فرما)

(۲) اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَّنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ

(اے پروردگار! جس نے مجھے کھلایا تو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو بھی اسے پلا)

سرکہ کے طبی فوائد:

سرکہ کا بطور سالن استعمال عرب و عجم میں صدیوں سے جاری ہے جسے عوام و خواص پسند کرتے ہیں اور اسے پسندیدگی سے گھروں میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے طبی فوائد کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

☆ سرکہ جامع حرارت و برودت ہے لیکن برودت غالب ہے جبکہ تیسرے درجہ کا خشک ہے۔ کثرت قوت تخفیف کا جامع ہے۔ مواد ضروریہ کے خروج کو روکتا ہے۔ بڑے پیشاب کو نرم کرتا ہے۔ شراب سے تیار شدہ سرکہ تکلیف معدہ کے لیے مفید ہے۔ صفراء کا دفاع کرتا ہے اور ضرر رساں دوائیوں کے اثرات ختم کرتا ہے۔

☆ سرکہ میں نمک ڈال کر استعمال کرنے سے متعدی امراض سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ ستو کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو تالو کی جڑ سے تکلیف ختم کرتا ہے پانی میں ملا کر کلی کرنے سے دانتوں کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور مسوڑوں کو طاقتور کرتا ہے۔

☆ سرکہ طحال کے لیے نافع ہے۔ پیٹ میں خون اور دودھ جم جانے کی صورت میں تحلیل کرتا ہے۔ پیشاب کو اعتدال پر لاتا ہے۔ معدہ کی خوب صفائی کرتا ہے۔ اگر پیٹ میں ورم ہو تو اسے بلا تکلیف ختم کرتا ہے بلغم کا دشمن ہے ہاضمہ کا معاون ہے کثیف دوائیوں کو زود ہضم بناتا ہے اور خون کو رقیق بناتا ہے۔

☆ پھنسی گرم ورم آتشزدگی کے لیے اس کا طلاء نافع ہے۔ بھوک میں اضافہ کرتا ہے معدہ کے لیے نافع ہے نوجوانوں کے لیے نہایت مفید ہے اور موسم گرما میں گرم علاقہ جات کے لوگوں کے لیے نفع بخش خوراک ہے۔

گوشت کھانوں کا سردار:

گوشت تمام سالنوں کا سردار ہے۔ اس کی فضیلت' افادیت اور اہمیت مختلف روایات میں بیان کی گئی ہے جن میں سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۳۹)

۲- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گوشت دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار ہے۔ (امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ' ص ۲۳۷)

۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین سالن گوشت ہے' جو تمام سالنوں کا سردار ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جانوروں کا گوشت پسند کیا اور تناول بھی فرمایا: ان میں سے چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) اونٹ (۲) چکور (۳) حبازی (۴) سرخاب (۵) مچھلی (۶) مرغی (۷) خرگوش (۸) نیل گائے (۹) گھریلو گائے وغیرہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جانوروں کے چند اجزاء کے علاوہ تمام حصے تناول فرمائے ہیں۔ مثلاً دست کا گوشت' پیٹھ کا گوشت' شانے کا گوشت' گردن کا گوشت' بھنا ہوا گوشت' روٹی کے بغیر تنہا گوشت' نمک لگا خشک گوشت' شوربادار گوشت' ہڈی دار گوشت' بھنی ہوئی کلیجی' دل' پائے اور مغز (گودا) وغیرہ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے سات اجزاء کو مکروہ قرار دیا:

(۱) کپورہ (۲) حرام مغز (۳) خون (۴) پتا (۵) نر اور مادہ کی پیشاب گاہ (۶) غدود (۷) مثانہ۔

حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حلال جانور کے تمام اجزاء حلال ہیں لیکن بعض اجزاء حرام وممنوع ہیں:

(۱) لوگوں کا خون (۲) پتا (۳) مثانہ (۴' ۵) علامات مادہ ونر (۶) کپورے (۷) غدود (۸) حرام مغز (۹) گردن کے دو پٹھے جو شانوں تک کھنچے ہوئے ہوتے ہیں (۱۰) جگر (۱۱) تلی (۱۲) گوشت کا خون (۱۳) دل کا خون (۱۴) پت (پتے کا زرد پانی) (۱۵) ناک کی رطوبت (۱۶) پاخانہ کا مقام (۱۷) اوجھڑی (۱۸) آنتیں (۱۹) نطفہ (۲۰) وہ نطفہ جو خون بن چکا ہو (۲۱) وہ نطفہ جو گوشت بن گیا ہو (۲۲) وہ نطفہ جو جانور بن گیا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ' ج ۲۰' ص ۲۴۰)

غلاظت کھانے والی مرغی کا استعمال:

گھریلو مرغی جو غلاظت نہیں کھاتی اس کا گوشت بلا کراہت جائز ہے۔ جو مرغی غلاظت کھائے اس کے لیے یہ حیلہ کیا جائے گا

کہ ذبح کرنے سے قبل اسے گھر میں باندھ دیا جائے۔ گھر میں صاف ستھری غذا سے فراہم کی جائے۔ جب یقین ہو جائے کہ کھائی ہوئی غلاظت سے پاک ہوگئی ہے' تو پھر شرعی طریقہ کے مطابق اسے ذبح کرلیا جائے اور بلا کراہت اس کا گوشت استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ ایسی مرغی کے حلال و جائز ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

کدو شریف کے طبی فوائد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن سبزیوں کو بطور سالن استعمال کیا' ان میں سے ایک کدو شریف ہے' یہ سبزی عرب و عجم سب ممالک میں پائی جاتی ہے۔ تاہم اس کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

کدو شریف معمولی غذا ہے۔ یہ معدہ سے عجلت کے ساتھ اتر کر نیچے چلی جاتی ہے۔ اگر قبل از ہضم فساد ظاہر ہو جائے تو عمدہ خلط ظاہر ہوتا ہے۔ اسے جس کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بعد از ہضم اس میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اگر رائی کے ساتھ استعمال میں لایا جائے خلط حریف پیدا ہوگی۔ نمک کے ساتھ استعمال کریں تو نمکین خلط ہوگی۔ اگر قابض اشیاء کے ساتھ استعمال میں لائیں تو قابض خلط میں تبدیل ہو جائے گا اور اگر بہی کے ساتھ استعمال میں لائیں تو جسم کو نہایت عمدہ غذا فراہم کرتا ہے۔

☆ کدو شریف نفیس آبی سبزی ہے' رطوب بلغمی غذا مہیا کرتا ہے۔ بخار کے شکار لوگوں کے لیے مفید ہے۔ سرد مزاج لوگوں کے لیے نافع نہیں' بلغمی مزاج لوگوں کے لیے مفید نہ ہوگا۔ اس کا پانی پیاس کو دور کرتا ہے۔ اس کا پانی پینے یا سر دھونے کی وجہ سے درد سر ختم ہو جاتا ہے اور اگر تنور یا آگ میں اسے گرم کر کے پانی استعمال میں لایا جائے تو بخار کی حرارت ختم کرتا ہے۔

☆ کدو شریف کو ترنجبین اور بہی کے مربہ کے ساتھ استعمال میں لایا جائے تو خالص صفراء کا اسہال پیدا کرتا ہے اس کو پکا کر اس کا پانی کم مقدار شہد اور سہاگے کے ساتھ نوش کیا جائے' تو بلغم اور صفراء کو خارج کرتا ہے۔

علاوہ ازیں کدو شریف کے کثیر فوائد اور امراض کا علاج ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- کدو شریف سے علاج:

کدو شریف کو ایک سالن یا غذا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مگر یہ کثیر امراض کا علاج بھی' قبض کے مریضوں کے لیے یہ عظیم الشان غذا ہے اور علاج بھی یعنی یہ قبض کشاء ہے۔

۲- درد سر سے نجات:

جس شخص کو درد سر کا مرض لاحق ہو' وہ حسب منشاء کدو شریف کا گودا نکال کر کھول میں باریک کرے' پھر اپنی پیشانی پر لیپ کرے تو درد سر دور ہو جائے گا۔ اسی طرح جس شخص کے کان میں درد ہو' تو وہ کدو شریف کا پانی روغن گل کے برابر ملا کر شیشی میں ڈال لے اس کے دو یا تین قطرے کان میں ٹپکائے تو درد کان ختم ہو جائے گا۔

۳- دانتوں کے امراض کا علاج:

کسی کے دانتوں میں تکلیف ہو' اس کے لیے نسخہ یہ ہے کہ کدو کا گودا پانچ تولے اور لہسن ایک تولہ دونوں کو ملا کر ایک کلو پانی میں

خوب پکائیں اور نصف پانی باقی رہنے پر اس سے کلیاں کی جائیں تو دانتوں کی تکلیف ختم ہو جائے گی۔

۴- آنکھوں کے امراض کا علاج:

جس شخص کو آنکھوں کی تکلیف کا مرض لاحق ہو وہ کدو کا چھلکا سائے میں خشک کرے اور کھرل میں باریک کر کے شیشی میں ڈال لے۔ پھر وہ صبح و شام تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں میں ڈالیں تو مرض ختم ہو جائے گا۔

۵- ہونٹوں کی تکلیف کا علاج:

جس شخص کو ہونٹوں کا مرض لاحق ہو وہ کدو کا گودا اور شیریں گوند کتیرا برابر وزن لے کر باریک کرے اور رات کو سوتے وقت ہونٹوں پر لیپ کرے۔ وہ مرض ختم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

۶- پھنسیوں کا علاج:

جس شخص کے جسم پر پھنسیاں ہوں، وہ کدو شریف کا پانی نکال کر پھنسیوں پر لگائے وہ ختم ہو جائیں گی۔

۷- شدت پیاس سے نجات: جس شخص کو شدت پیاس کا مرض لاحق ہو وہ کدو کا گودا باریک کر کے ایک چھٹانک پانی میں نچوڑ لیں، اسے ایک پاؤ سادہ پانی میں دو تولہ مصری کے ساتھ حل کریں اور وقفہ وقفہ سے اسے پیا جائے تو شدت پیاس سے نجات حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ

۸- یرقان سے نجات:

جس شخص کو یرقان کا مرض لاحق ہو وہ ایک کدو کو نرم آگ میں بھرتا بنائے، اس کا پانی نچوڑے، پانی میں تھوڑی سی مصری ملائے اور اپنے استعمال میں لائے۔ یرقان سے نجات حاصل ہوگی۔

۹- خونی اسہال اور بواسیر سے نجات:

جس شخص کو خونی اسہال یا بواسیر کا مرض لاحق ہو وہ کدو کا چھلکا حسب ضرورت لے، اسے خشک کر کے باریک کرے تو دوائی تیار ہے۔ صبح و شام چھ چھ ماشے استعمال کرنے سے مرض سے نجات حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مرغی کے طبی فوائد:

مرغی کا مزاج گرم ترین ہے، اس میں رطوبت قلیل تر ہوتی ہے اور پرانے مرغ کا گوشت نہایت مفید ہوتا ہے۔ اس کو تخم معصفر اور سوئے کے ساگ میں پانی کے ساتھ پکا کر استعمال میں لایا جائے تو شکم کی سوزش، قولنج اور ریاح غلیظہ کے لیے نہایت مفید ہے۔ چھوٹے مرغ کا گوشت زود ہضم اور نفیس و عمدہ ہوتا ہے۔

چکور کے طبی فوائد:

چکور کا گوشت زود ہضم، نفیس خون پیدا کرتا ہے، سر درد پیدا کرتا ہے، پیشاب بند کرتا ہے اور ترش اشیاء سے اس کی اصلاح ممکن

ہو سکتی ہے۔

کھجور کے طبی فوائد:

☆ کھجور کا مزاج پانی کی مثل گرم ہوتا ہے' بارد معدوں کے لیے قوت بخش ہوتا ہے' قوت باہ میں اضافہ کرتی ہے' جسم کو تازگی دیتی ہے' سرد مزاج لوگوں کے لیے مفید ہوتی ہے۔ غذائیت سے معمور ہوتی ہے۔ جو شخص کھجور کھانے کا عادی نہ ہو' اس کے کھانے سے جسم میں تیزی کے ساتھ تعفن پیدا کرتی ہے' تعفن کے سبب خراب خون پیدا ہوتا ہے۔ بکثرت استعمال سے دردِ سر لاتی ہے۔ سوداؤ میں اضافہ ہوتا ہے' دانتوں کے لیے ضرر رساں ہوتی ہے اور سکنجبین وغیرہ سے اس کی اصلاح ممکن ہو سکتی ہے۔

☆ تازہ کھجور یا چھوہارہ یا پانی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ افطار کرنے میں بہت بڑی لطیف حکمت مضمر ہے۔ روزہ کی وجہ سے معدہ غذا سے مکمل خالی ہوتا ہے۔ جگر کے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہوتی جس کو وہ جذب کے لیے فراہم کرے جبکہ شیریں اشیاء جگر کے لیے مفید ہوتی ہیں۔ اس طرح کھجور جگر کی طرف تیزی سے سرایت کرتی ہے اور ایسی کیفیت میں جگر تازہ کھجور تیزی سے قبول کرتا ہے۔ اس طرح کھجور کے سبب اعضاء اور جگر کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ کھجور نہ ہو' تو چھوہارہ کی شیرینی بھی یہ کام کر سکتی ہے۔ چند گھونٹ پانی کے ساتھ استعمال کرنے سے معدہ خوب صاف ہو جاتا ہے۔ گرمی خارج ہو جاتی ہے۔ کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور انسان پوری رغبت سے کھانا تناول کر سکتا ہے۔

زیتون کے طبی فوائد:

☆ زیتون اول درجہ کا رطب ہے۔ اس کو خشک کہنا غلط ہے' اس کا روغن موثر ہوتا ہے۔ پختہ زیتون کا اس نہایت نافع ہوتا ہے' نیم پختہ سے نکلنے والا تیل سرد خشک ہوتا ہے جبکہ سرخ زیتون متوسط درجہ کا ہوتا ہے۔ سیاہ زیتون گرم بخش ہوتا ہے۔ اعتدال کے ساتھ رطب ہوتا ہے۔ ہر قسم کے زہر کے لیے تریاق ہوتا ہے۔ دست آور ہوتا ہے۔ قبض کشا ہوتا ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کو خارج کرتا ہے۔ پرانا زیتون نہایت مفید ہوتا ہے۔ گرم ترین ہوتا ہے۔ پانی کے ذریعے اسے خارج کیا جاتا ہے۔ ہر قسم کا زیتون جسموں میں نرمی' ملائمیت پیدا کرتا ہے اور بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔

☆ زیتون سے تیار شدہ نمکین پانی جلے ہوئے جسم کے حصہ پر آبلے آنے سے روکتا ہے اور مسوڑھوں کو طاقتور کرتا ہے۔ نیز برگ زیتون جسم کے سرخ دانوں' پہلو کی پھنسیوں اور کند ھے کے زخموں کو روکتا ہے۔ علاوہ ازیں پسینہ بند کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَدَحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 29: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا بیان

186- حَدَّثَنَا الحسين بن الاسود البغدادی حَدَّثَنَا عمرو بن محمد حَدَّثَنَا عِيْسٰى بن طهمان عن ثابت قَالَ اَخْرَجَ اِلَيْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَدَحَ خَشَبٍ غَلِيْظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيْدٍ فَقَالَ يَا ثَابِتُ هٰذَا قَدَحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے لکڑی کا بنا ہوا ایک موٹا پیالہ نکالا جس میں لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: اے ثابت! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

187 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمن حَدَّثَنَا عمرو بن عاصم حَدَّثَنَا حماد ابن سَلْمَةَ حَدَّثَنَا حميد و ثابت عن انس قَالَ لقد سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ الْمَاْ وَالنَّبِيْذَ وَالْعَسَلَ وَاللَّبَنَ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالے میں ہر طرح کا مشروب پلایا ہے: پانی، نبیذ، شہد اور دودھ۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ مبارک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خورد و نوش کے لیے پیالہ استعمال میں لاتے تھے۔ یہ پیالہ سونے یا چاندی کا بنا ہوا نہیں تھا بلکہ مختلف پیالے تھے جو مختلف چیزوں سے تیار شدہ تھے۔

حضرت عاصم احول رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا جو لکڑی سے تیار شدہ تھا۔ حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اس پیالہ میں لوہے کا پترا لگا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے قصد کیا کہ لوہے کی جگہ سونے یا چاندی کا پترا لگا دیا جائے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ اس پیالہ کی ہیئت تبدیل نہ کریں بلکہ اپنی حالت میں رہنے دیں۔

۱-لکڑی کا پیالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پیالہ جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' وہ لکڑی سے تیار شدہ تھا۔ اس میں لوہے یا چاندی کا پترا لگا ہوا تھا' اسی پیالہ میں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بارہا پانی پیش کیا تھا۔

حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ کی وراثت میں وہ پیالہ شامل تھا' جو آگے جاکر آٹھ لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بصرہ میں اس کی زیارت کی اور اس سے پانی پینے کی سعادت حاصل کی۔

۲-شیشہ کا پیالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شیشہ کا پیالہ تھا' جس سے پانی نوش فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شیشہ سے تیار شدہ پیالہ تھا اور اس میں آپ پانی نوش فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق سلطان مقوقس نے شیشہ کا پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش کرتے تھے۔

۳-مٹی کا پیالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سادگی پسند تھے۔آپ کا پیالہ بھی سادہ تھا۔ایک پیالہ مٹی کا بنا ہوا تھا۔صحابہ کرام عزیز از جان تصور کرتے ہوئے تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رکھے تھے۔پھر وہ تابعین کی طرف منتقل ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیالہ مٹی سے تیار شدہ تھا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شوربا دار گوشت کھاتے ہوئے دیکھا تھا اور پکی مٹی کے پیالہ میں آپ کو پانی پیتے ہوئے دیکھا تھا۔

۴-تانبے کا ملمع شدہ پیالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک تانبے سے ملمع شدہ بھی تھا۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک پیالہ تانبے سے ملمع شدہ تھا۔اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرماتے تھے اور وضو کیا کرتے تھے۔

۶-بڑا پیالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا پیالہ تھا۔اس کا وزن اتنا زیادہ تھا کہ چار آدمی اسے اٹھاتے تھے۔حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا پیالہ تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے اور اس کا نام ''غراء'' تھا۔اس پیالہ میں ثرید تیار کیا جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام سے مل کر تناول فرماتے تھے۔

فائدہ: بڑا پیالہ جسے چار آدمی اٹھاتے تھے' کے دو مطالب ہو سکتے ہیں: (۱) وہ پیالہ واقعی ہی عرض وطول اور وزن کے اعتبار سے بڑا تھا' جسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔(۲) وہ پیالہ اتنا بڑا نہ ہو مگر احتراماً اسے چار آدمی اٹھاتے ہوں۔تاہم آپ کا ایک بڑا پیالہ تھا جس میں صحابہ مختلف اشیاء ڈال کر ثرید تیار کرتے پھر سب جمع ہو کر تناول کرتے تھے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ فَاکِهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 30: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھل کھانے کا بیان

188-حَدَّثَنَا اسمعیل بن موسٰی الفزاری حَدَّثَنَا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن جعفر قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَاْ کُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ساتھ ککڑی کھایا کرتے تھے۔

189- حَدَّثَنَا عبدة بن عبد الله الخزاعی البصری حَدَّثَنَا معاویة بن هشام عن سفیٰن عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَاْکُلُ الْبِطِّیْخَ بِالرُّطَبِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ساتھ تربوز کھایا کرتے تھے۔

189- حدثنا إبراهيم بن يعقوب قال: حدثنا وهب بن جرير قال: حدثنا أبي قال: سمعت حميدا، أو قال: حدثني حميد -قال وهب: وكان صديقا له -عن أنس بن مالك قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع بين الخربز والرطب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خربوزہ اور کھجور کھا رہے تھے۔

190-حَدَّثَنَا محمد بن يحيٰى حَدَّثَنَا محمد بن عبد العزيز الرملي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن يزيد بن الصلت عن محمد بن اسحق عَنْ يَزِيْدَ بن رومان عن عروة عن عائشة رضى الله عنها اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَكَلَ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے ساتھ تربوز کھایا تھا۔

191- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا مالك بن انس ح و حَدَّثَنَا اسحٰق بن ‌ ‌ ‌ى حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عن سهيل بن اَبِىْ صالح عن ابيه عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّاسُ اِذَا رَأَوْ اَوَّلَ الثمَرِ جَاؤُا بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاِذَا اَخَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِىْ اَثْمَارِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِىْ مَدِيْنَتِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِىْ صَاعِنَا وَ فِىْ مُدِّنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَ خَلِيْلُكَ وَ نَبِيُّكَ وَ اِنِّىْ عَبْدُكَ وَ نَبِيُّكَ وَ اِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَ اِنِّىْ اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَادَعَاكَ بِهٖ لِمَكَّةَ وَ مِثْلِهٖ مَعَهٗ قَالَ ثُمَّ يَدْعُوْا صَغَرَ وَلِيْدٍ يَراهُ فَيُعْطِيْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب لوگ (موسم کا پہلا پھل) پاتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لیتے اور یہ دعا کرتے:

"اے پروردگار! ہمارے پھلوں میں برکت دے، ہمارے شہر میں برکت دے، ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے مد میں برکت دے۔ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے۔ میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ انہوں نے تجھ سے مکہ کے لیے دعا کی تھی، میں تجھ سے مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں۔ ویسی جو انہوں نے تجھ سے مکہ کے لیے کی تھی اس جیسی اور اس سے زیادہ برکت کی دعا کرتا ہوں۔"

راوی نے کہا: پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چھوٹے بچے کی طلب کرتے جو آپ کو سامنے نظر آتا، تو وہ پھل اسے عطا کرتے۔

192- حَدَّثَنَا محمد بن حميد الرازى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا ابراهيم بن المختار عن محمد بن

اسحق عَنْ اَبِیْ عبیدة بن محمد بن عمار بن یاسر عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قَالَتْ بعثنی مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَ عَلَيْهِ اَجْرٍ مِنْ قِثَّاءِ زُغْبٍ وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُحِبُّ الْقِثَّاءَ فَاَتَيْتُهٗ بِهٖ وَعِنْدَهٗ حِلْيَةٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَمَلَأَ يَدَهٗ مِنْهَا فَاَعْطَانِيْهِ .

حَدَّثَنَا علی بن حجرا نبانا شریك عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ محمد بن عقیل عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَ اَجْرٍ زُغْبٍ فَاَعْطَانِيْ مِلْأَ كَفِّهٖ حُلِيًّا اَوْ قَالَتْ ذَهَبًا .

حضرت ربیع بنت مسعود بن عفراء رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے کھجور کا ایک تھال دے کر مجھے بھیجا، اس میں کچھ خربوزے بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزے پسند تھے۔ میں وہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس وقت آپ کے پاس کچھ زیور موجود تھے جو آپ کی خدمت میں بحرین سے آئے تھے، آپ نے اپنا ہاتھ بھر کر وہ مجھے عطا کیے۔

اس روایت میں یہ بھی منقول ہے: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں اور خربوزوں کا تھال لے کر حاضر ہوئی تو آپ نے مٹھی بھر کر زیورات سونا مجھے عنایت کیے۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھلوں کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتوں میں سے اہم نعمت پھل ہیں' جن کا تذکرہ قرآن وسنت میں موجود ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوشی مختلف پھل کھائے ہیں' جن میں سے اکثر کا ذکر احادیث باب میں ہے' آپ کے کھائے ہوئے پھلوں کا تذکرہ اوران کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

۱-خربوزے کے طبی فوائد:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تر کھجور کے ساتھ خربوزہ کھاتے تھے۔ خربوزے کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

شیریں خربوزے کا مزاج دوسرے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں تر ہوتا ہے۔ ترش اور پھیکے خربوزے کا مزاج پہلے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں تر ہوتا ہے۔ خربوزے کا گودا غذائیت سے بھرپور اور تر ہوتا ہے۔ اس کی خوش بو قلب و دماغ کے لیے فرحت بخش ہوتی ہے۔ خربوزہ بطور پھل کثیر الاستعمال ہے۔ اسے بطور غذائیت بھی کھایا جاتا ہے اور رطوبیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ بکثرت استعمال سے جسم کی کمزوری دور ہوتی ہے۔ اس کے کھانے کا بہترین وقت دو کھانوں کے درمیان کا ہے۔ اس وقت ایک

غذاء ہضم ہو کر آنتوں کی طرف منتقل ہو چکی ہوتی ہے۔ بصورت دیگر اس کا استعمال نقصان دے بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے مسلسل اور بار بار استعمال سے دانت صاف و چمکدار ہو جاتے ہیں اور ان کا جما ہوا میل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اعتدال کے ساتھ استعمال سے اجابت کھل کر آتی ہے۔ مگر بکثرت استعمال سے اسہال آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

۲-تربوز کے طبی فوائد:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تر کھجور کے ساتھ تربوز تناول فرماتے تھے۔

تربوز کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

سبز تربوز کا مزاج بارد رطب ہے' تربوز میں جو مواد موجود ہوتا ہے' یہ کھیرے اور ککڑی سے بھی زیادہ زود ہضم ہوتا ہے۔ تربوز معدہ سے اتر کر تیزی سے نیچے انتڑیوں میں چلا جاتا ہے۔ معدہ کے لیے خلط تیار نہ ہو' تو یہ اس کی طرف تیزی سے اتر جاتا ہے۔ اس کے کھانے والا گرم مزاج ہو' تو اس کے لیے مفید تر' اگر ٹھنڈے مزاج کا حامل ہو' تو اس کے استعمال کے لیے سونٹھ استعمال میں لائی جاتی ہے۔ کھانے سے قبل اس کا استعمال بہتر ہے ورنہ متلی و قے آنے کا اندیشہ ہے۔ کھانے سے قبل تربوز کھانے سے معدہ کو جلاء ملتی ہے۔ معدہ کو مکمل طور پر صاف کرتا ہے اور بیماری کو جڑ سے نکال دیتا ہے۔

۳-انار کے طبی فوائد:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یوم عرفہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انار پیش کیا گیا تو آپ نے تناول فرمایا:

انار کھانے کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

انار جنتی پھل ہے' اس کے دانوں کو باریک چھلکوں سمیت کھایا جائے۔ اس کا استعمال معدہ کو صاف کرتا ہے۔ معدہ کے لیے مقوی ہے۔ سینہ' حلق اور پھیپھڑے کے لیے مفید ہے۔ اس سے بڑا پیشاب نرم ہوتا ہے۔ جسم کو غذائیت فراہم کرتا ہے۔ یہ رقت و لطافت کا حامل ہے۔ معدہ میں معمولی حرارت اور ریاح پیدا کرتا ہے۔ قوت باہ کے لیے مقوی' بخار زدہ لوگوں کے لیے غیر مفید ہے اور کھانے کے ساتھ استعمال کیا جائے تو معدہ کی خرابی کو دور کرتا ہے۔

ترش انار بارد یابس ہوتا ہے' معدہ کی سوزش کے لیے نافع ہے' پیشاب آور' صفراء کے لیے سکون بخش ہے' اسہال کو ختم کرتا ہے' اعضاء جسم کے لیے مقوی ہے۔ دل کے امراض کو ختم کرتا ہے' صفراء اور خون کی حرارت کے لیے مانع ہوتا ہے۔

ترش انار لطافت کے قریب تر ہے' انار کو شہد میں ملا کر اس کا طلاء کرنا انگلی کے سرے کی سوزش اور خطرناک پھوڑوں کے لیے مفید ہے۔ اس کے شگوفے زخموں کے لیے مفید اور جو شخص تین شگوفے ہر سال نگل لے تمام سال آشوب چشم سے محفوظ رہے گا۔

۴-انگور کے طبی فوائد:

حضرت امیر بن زید عبسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھلوں میں سے انگور اور تربوز زیادہ پسند فرماتے

تھے۔

انار کی طرح انگور بھی جنتی پھل ہے اور اس کی طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

انگور تازہ اور خشک دونوں طریقوں سے کھایا جاتا ہے' یہ پھل ہے اور غذاء بھی' شوربوں میں بہترین شوربا' بہترین دواء ہے اور مشروب بھی۔ اس کا مزاج گرم ہے' نفیس رسیلا بڑے سائز کا ہوتا ہے۔ سفید انگور سیاہ سے نفیس ہے جبکہ شیرینی میں دونوں برابر ہوتے ہیں۔ دو تین دن کا توڑا ہوا انگور تازہ توڑے ہوئے انگور سے عمدہ اور مسہل ہوتا ہے۔

چھلکا سکڑ جانے تک انگور درخت پر چھوڑے جا سکتے ہیں۔ اس کا استعمال بطور غذا نہایت عمدہ ہے' جسم کو طاقت دیتا ہے اور زیادہ استعمال کرنے سے دردسر کا سبب بنتا ہے۔ انگور جسم کو فربہ بناتا ہے' اس سے نفیس غذا حاصل ہوتی ہے اور یہ ان تین پھلوں میں سے ایک ہے جنہیں لوگ پھلوں کا سلطان و بادشاہ کہتے ہیں یعنی انگور' کھجور اور انجیر۔

۵۔ کشمش کے طبی فوائد:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ آپ کی خدمت میں کشمس لائی گئی۔ آپ نے تناول فرمائی اور فراغت پر فرمایا: تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا ہے' تمہارے لیے فرشتوں نے دعا خیر کی ہے اور تمہارے پاس روزہ داروں نے افطاری کی ہے۔

کشمش کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کشمش نفیس غذا ہے' جو منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے اور بلغم کو خارج کرتی ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کشمش عمدہ غذا ہے' جو امراض کو ختم کرتی ہے' اعصاب کو مضبوط کرتی ہے' آتش غضب کو ٹھنڈا کرتی ہے' رنگ نکھارتی ہے اور منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے۔

☆ نفیس کشمش وہ ہوتی ہے' جو بڑے سائز کی ہو' اس میں گودا خوب ہو' اس سے بھرپور ہو' چھلکا باریک ہو' گٹھلی موجود نہ ہو اور اس کا تخم میانہ سائز کا ہو' کشمش کا مزاج پہلے درجہ میں گرم تر ہے' اس کا تخم سرد تر ہے' اس کا بیج انگور کے بیج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے کشمش تیار ہوتی ہے۔ شیریں کشمش گرم ہوتی ہے' ترش کشمش قابض اور سرد ہوتی ہے۔ سفید کشمش میں قبض زیادہ ہوتی ہے۔ اس کا گودا سانس کی نال کے لیے مفید ہوتا ہے۔ کھانسی میں نافع' گردے اور مثانے کی تکالیف کو دور کرتی ہے۔ معدہ کے لیے مقوی ہے اور پیٹ کو نرم بناتی ہے۔

☆ شیریں کشمش کے گودے میں انگور سے زیادہ غذائیت پائی جاتی ہے۔ خشک کشمش میں غذائیت کم پائی جاتی ہے۔ یہ ہاضم ہوتی ہے۔ اس میں قوت ناضجہ موجود ہوتی ہے۔ یہ قبض پیدا کرتی ہے۔ اعتدال کے ساتھ مادہ کو تحلیل کرتی ہے۔ یہ معدہ' طحال' جگر کے لیے مقوی ہے۔ سینہ' حلق' پھیپھڑے' گردہ اور مثانہ کی تکلیف کے لیے نافع ہے۔ اسے استعمال میں لاتے وقت اس کے بیج پھینک دیے جائیں۔ اس کے تخم میں مرض ہے اور اس کے گودا میں شفاء ہے۔

۶- توت کے طبی فوائد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توت تناول فرمائے ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پیالے میں توت تناول کرتے ہوئے دیکھا۔

توت کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

توت دو قسم کے ہوتے ہیں ایک سفید جو زیادہ میٹھے ہوتے ہیں' دوسرے سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں جو زیادہ شیریں نہیں ہوتے اور اسے شہتوت کہتے ہیں۔ سفید توت کا مزاج پہلے درجہ میں گرم اور تر ہوتا ہے۔ یہ مفتح سدد' ملین طبع' مرطب دماغ اور مقوی صدر کی وجہ سے انجیر کی مثل ہوتا ہے۔ دواء کے طور پر عموماً سیاہ شہتوت استعمال میں لائے جاتے ہیں مگر بعض اوقات سفید توت بھی بطور دوائی استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کا شربت تیار کر کے بطور فرحت و دوائی استعمال کیا جاتا ہے۔ مختلف امراض کے لیے اس کا شربت مفید ہے۔ منہ کے امراض کے لیے اس کے شربت سے غرارے کرائے جاتے ہیں' اس کا شربت پیٹ سے مواد برآمد ہونے سے روکتا ہے' مبرد ہونے کی وجہ سے حدت کے خون کو دور کرتا ہے اور کثرت پیاس کے مرض سے نجات دیتا ہے۔

صفراوی مزاج لوگوں کے لیے ضرر رساں نہیں ہے' اس کے پتوں اور جڑوں کے جوشاندہ سے کلی کرنے سے منہ کے امراض ختم ہو جاتے ہیں۔ شہتوت کی جڑ اور پتوں سے جوشاندہ تیار کر کے کلی کرنے کے سبب امراض حلق ختم ہو جاتے ہیں۔

۷- بہی کے طبی فوائد:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہی پھل لے کر حاضر ہوئے جو طائف سے آیا تھا۔ آپ نے اس پھل سے کچھ لیا اور فرمایا: یہ پھل سینے کو ہلکا کرتا ہے اور دل کو طاقت دیتا ہے۔ حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے دست اقدس میں بہی پھل تھا اور آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: تم یہ لے لو اس لیے کہ یہ دل کو تقویت دیتا ہے۔

بہی پھل کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

☆ بہی پھل کا مزاج بارد و یابس ہے۔ ذائقہ کے لحاظ سے اس کے مزاج میں تبدیلی آتی رہتی ہے لیکن مجموعی طور پر بہی پھل قابض و سرد ہوتا ہے۔ معدہ کے لیے نہایت مفید ہے۔ شیریں بہی میں برودت و یبوست کم ہوتی ہے اور اعتدال کی حالت میں ہوتی ہے۔ ترش بہی میں برودت' یبوست اور قبض کی صفت زیادہ پائی جاتی ہے۔ بہی تشنگی کو ختم کرتی ہے' قے کو روکتی ہے۔ پیشاب آور ہے۔ بڑے پیشاب کو بستہ بناتی ہے۔ خون کی سیلانی اور متلی میں مفید جبکہ آنتوں کے زخم کے لیے نافع ہے۔ ہیضہ اور متلی میں نافع ہے۔ کھانے کے بعد بہی استعمال کرنے سے تبخیر کو روکتی ہے۔ کھانے سے قبل استعمال میں لانے سے قبض ہوتی ہے' کھانے کے بعد استعمال سے بڑے پیشاب کو نرم کرتی ہے اور فضلات کے اخراج کے لیے مفید ہے۔ بکثرت استعمال اعصاب کے لیے غیر مفید ہے۔ قولنج پیدا کرتا ہے اور معدہ میں پیدا ہونے والے صفراء کی حرارت کو کم کرنے کے لیے معاون ہے۔

اس کے بھون لینے سے خشونت کم ہو جاتی ہے۔ بھون کر اس کا شہد کے ساتھ استعمال مفید ہے۔ اس کا تخم حلق اور سانس کی خشونت کو ختم کرتا ہے۔ اس کا روغن پسینہ کو روکتا ہے، معدہ کے لیے مقوی ہے، اس کا مربہ مفید، جگر کے لیے مقوی ہے، دل کو تقویت دیتا ہے اور سانسوں کو خوشگوار بناتا ہے۔

۸- انجیر کے طبی فوائد:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک طشتری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انجیر پیش کی گئی تو آپ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: تم کھاؤ، اگر میں یہ بات کہوں کہ ایک پھل جنت سے بغیر گٹھلی کے اترا ہے، تو وہ انجیر ہے، بیشک یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور پاؤں کے درد کے لیے مفید ہے۔

انجیر کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

انجیر کا مزاج حار ہے جبکہ رطوبت و یبوست کے حوالے سے اطباء کے دو اقوال ہیں:

(۱) نفیس انجیر پختہ اور سفید چھلکے والی ہوتی ہے۔ گردے اور مثانے کے ریگ کے لیے صافی ہوتی ہے اور زہر سے بچاتی ہے۔ اس میں تمام پھلوں سے زیادہ غذائیت پائی جاتی ہے۔

سینہ، حلق اور سانس کی نالی کی تکلیف کو دور کرتی ہے۔ انجیر جگر کو صاف کرتی ہے۔ معدہ سے خلط بلغم کا اخراج کرتی ہے اور جسم کو تروتازہ رکھتی ہے۔

(۲) انجیر کی غذا سے اعصاب میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ بادام اور اخروٹ کے ساتھ اس کا استعمال نافع ہوتا ہے۔ زہر قاتل سے قبل مغز اخروٹ کے ساتھ انجیر کا استعمال، زہر کو غیر ماثر بنا دیتا ہے۔

۹- پستہ کے طبی فوائد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پستہ استعمال کیا ہے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام سے حاضر ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں خشک میوہ جات پستہ، بادام اور کیک پیش کیے تو آپ نے دعا کی: اے پروردگار! میرے گھر والوں میں سے کوئی محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج دے جو میرے ساتھ یہ پھل کھائے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ میرے قریب آ جائیں اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پستہ کھایا۔

پستہ کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

پستہ ایک ایسا پھل ہے جسے توڑنے سے سبز مغز برآمد ہوتا ہے۔ جو نہایت درجہ ذائقہ دار اور لذیز ہوتا ہے۔ اس کا پوست بطور دوا استعمال میں لایا جاتا ہے۔ پستہ دوسرے درجہ میں گرم، پہلے درجہ میں تر، مقوی قلب و دماغ، مقوی باہ، مسمن جسم اور منفث بلغم ہوتا ہے۔ اس کا مغز قلب و دماغ اور ذہن کی تقویت کا باعث ہوتا ہے۔ مقوی قوت باہ اور ضعف ماہ کے مریضوں کے لیے مفید ہے

پستہ جسم کی کمزوری، گردوں کے درد کو دور کرتا ہے۔ پستہ اخراج بلغم اور کھانسی میں نافع ہوتا ہے۔

۱۰-بادام کے طبی فوائد:

بادام کا استعمال کرنا مسنون اور اس کا ذکر پستہ والی روایت کے ضمن آ چکا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پستہ کھایا تھا اور پسند بھی فرمایا تھا۔ تاہم بادام کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

عام طور پر بادام کا مزاج حار و بارد ہے، دماغ کے لیے مقوی و مرطب ہے۔ قوت باہ اور مولد منی ہے۔ اس کے استعمال سے غذائیت حاصل ہوتی ہے، اس کا حریرہ بنا کر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ دماغ کے لیے مقوی مرطب ہوتا ہے اور اس سے پورے جسم کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ یہ کھانسی کے لیے مفید، حلق اور سینہ کو ملائم کرتا ہے۔ بادام چہرے کی رنگت کو نکھارتا ہے اور بلغم کا اخراج کرتا ہے اور دوائیوں میں شامل کرنے سے تقویت جسم کا سبب بنتا ہے۔

۱۱-سونٹھ کے طبی فوائد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونٹھ استعمال فرمائی تھی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سلطان ہند نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف ارسال کیے تھے ان میں ایک تحفہ سونٹھ تھا۔ آپ نے ہر شخص کو ایک ایک ٹکڑا کھلایا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا کھلایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (سونٹھ) کی تعریف میں فرمایا: اور اس میں ایسے جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک (سونٹھ) ہوگی۔

سونٹھ کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

☆ سونٹھ دوسرے درجہ میں گرم جبکہ پہلے درجہ میں تر ہے، کھانا ہضم کرنے کے لیے معاون ہوتی ہے اور گرم کن ہے۔ اعتدال کی حد تک کھانا نرم کرتی ہے۔ جگر کے سدوں کے لیے مفید ہے۔ اس کے کھانے اور بطور سرمہ استعمال کرنے کی وجہ سے آنکھوں کے امراض کا خاتمہ کرتی ہے، جماع کے لیے مفید، معدہ اور آنتوں میں پائی جانے والی ریاح کو تحلیل کرتی ہے۔

☆ بارد جگر اور بارد معدہ دونوں کے لیے مفید ہے، شکر کے ساتھ ملا کر دو درہم کی مقدار استعمال کرنے سے لیس و رطوبت کے خاتمہ کا سبب بنتی ہے۔ مختلف معجونوں میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے، جو امراض کے خاتمہ کا باعث بنتی ہے۔ سونٹھ کے استعمال سے منی میں اضافہ ہوتا ہے، جگر و مثانہ میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ منہ کی بدبو کو ختم کرتی ہے اور ثقیل کھانوں کو زود ہضم بناتی ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ شَرَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 31: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی پینے کا بیان

193- حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ عمر حَدَّثَنَا سفین عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت كَانَ اَحَبَّ الشَّرَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ الْحُلْوَ الْبَارِدَ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے پسندیدہ مشروب ٹھنڈا، میٹھا تھا۔

194 - حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراهیم انبانا علی بن زید عن عمر هو ابن اَبِیْ حرملة عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عَنْهُمَا قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَنَا وَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ عَلٰی مَیْمُوْنَةَ فَجَائَتْنَا بِاِنَاءٍ مِنْ لَّبَنٍ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا عَلٰی یَمِیْنِهٖ وَ خَالِدٌ عَلٰی شِمَالِهٖ فَقَالَ لِی الشَّرْبَةُ لَكَ فَاِنْ شِئْتَ اٰثَرْتَ بِهَا خَالِدًا فَقُلْتُ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ عَلٰی سُوْرِكَ اَحَدًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَ اَطْعِمْنَا خَیْرًا مِنْهُ وَ مَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَ زِدْنَا مِنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ یُجْزِیْ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَیْرَ اللَّبَنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیا، وہ ایک برتن میں دودھ لے کر آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پی لیا، میں آپ کے دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: پینے کا حق تمہارا ہے اگر تم چاہو تو خالد کے لیے ایثار کر سکتے ہو؟ میں نے عرض کیا: آپ کے بچے ہوئے کے سبب، میں کسی کے لیے ایثار نہیں کر سکتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کچھ کھلائے تو وہ یہ دعا کرے:

"اے پروردگار! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بھی بہتر کھانا نصیب فرما۔"

اللہ تعالیٰ جس کو دودھ پلائے تو وہ یہ دعا کرے:

"اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت فرما اور ہمارے لیے اس میں اضافہ فرما۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے، جو کھانے اور پینے دونوں کی ضرورت پوری کر دے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ شُرْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 32: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی وغیرہ پینے کے طریقہ کار کا بیان

195 - حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا هشیم انا عاصمُ الاحول و مغیرة عن الشعبی عن ابن عباس اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَ هُوَ قَائِمٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آب زم زم کھڑے ہو کر پیا تھا۔

196 - حَدَّثَنَا قتیبه بن سعید حَدَّثَنَا محمد بن شعیب عن ابیه عن جده قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَشْرَبُ قَائِمًا وَّ قَاعِدًا ۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر بھی (پانی) پیا ہے۔

197- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا ابن المبارك عن عاصم الاحول عن الشعبی عن ابن عباس قَالَ سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِن زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَ هُوَ قَائِمٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آب زم زم پلایا، آپ نے وہ کھڑے ہو کر پیا۔

198- حَدَّثَنَا ابو كريب محمد بن العلاء و محمد بن طريف الكوفي قَالاَ انبانا ابن الفضيل عن الاعمش عن عبد الملك بن ميسرة عن النزال بن سبرة قَالَ اُتِيَ عَلِيٌّ بِكُوْزٍ مِنْ مَّآءٍ وَ هُوَ فِي الرَّحْبَةِ فَاَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَ مَسَحَ وَجْهَهُ وَ ذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ ثُمَّ شَرِبَ مِنْهُ وَ هُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ لَّمْ يُحْدِثْ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَعَلَ

حضرت نزال بن سبرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پانی کا پیالہ پیش کیا اور وہ اس وقت میدان میں موجود تھے۔ انہوں نے اسے ہاتھ میں پکڑا، دونوں ہاتھ دھوئے، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، چہرے، بازوؤں پر اور سر کا مسح کیا۔ پھر اسے کھڑے ہو کر پی لیا اور انہوں نے فرمایا: یہ اس شخص کا وضو ہے' جو پہلے بے وضو نہ ہوا ہو، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

199/1- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد و يوسف بن حماد قَالاَ حَدَّثَنَا عبد الوارث بن سعيد عَنْ اَبِيْ عصام عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلاثًا اِذَا شَرِبَ وَ يَقُوْلُ هُوَ اَمْرَءُ وَ اَرْوٰى ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے، جب آپ کچھ پیتے تھے' تو فرمایا کرتے تھے: یہ زیادہ خوشگوار اور زیادہ سیر کرنے والا ہے۔

199/2- حَدَّثَنَا علی بن خشوم حَدَّثَنَا عِيْسٰى بن يونس عن رشدين بن كريب عن ابيه عن ابن عباس اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ اِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز پیتے تو دو مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔

200- حَدَّثَنَا ابن اَبِيْ عمر حَدَّثَنَا سفين عَنْ يَزِيْدَ ابن يزيد بن جابر عن عبد الرحمن بن اَبِيْ عمرة عن جدته كبشة قالت دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا فقمت الى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ ۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوعمرہ رضی اللہ عنہ اپنی دادی حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، آپ نے لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ میں اٹھی اور اس کے منہ کو کاٹ لیا۔

201- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حَدَّثَنَا عزرة ابن ثابت الانصاری عن ثمامة بن عبد الله قَالَ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَتَنَفَّسُ فِی الْاِنَاءِ ثَلٰثًا وَّزَعَمَ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِی الْاِنَاءِ ثَلٰثًا .

حضرت ثمامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔

202- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا ابو عاصم عن ابن جریج عن عبد الكريم عن البراء بن زيد ابن انبة انس بن مالك عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ وَ قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَ هُوَ قَائِمٌ فَقَامَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلٰى رَأْسِ الْقِرْبَةِ فَقَطَعَتْهَا .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا اور آپ نے مشکیزے کے منہ سے اپنا منہ مبارک لگا کر کھڑے ہو کر پانی پیا۔

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا اٹھیں اور انہوں نے مشکیزے کے منہ کو کاٹ لیا۔

203- حَدَّثَنَا احمد بن نصر النيسا بوری حَدَّثَنَا اسحٰق بن محمد الفروی حَدَّثَنَا عبيدة بنت نائل عن عائشة بنت سعد بن اَبِیْ وقاص عن ابيها اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَّقَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وقال بعضهم عبيدة بنت نابل .

حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے کہا: ان کے والد نے بیان کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پی لیا کرتے تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: بعض راویوں نے عبیدہ بنت نابل نام نقل کیا ہے۔

شرح

مشروبات کے حوالے سے اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کھانے کی طرح پینے کے حوالے سے بھی یہاں اسوۂ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا جاتا ہے تاکہ امت مسلمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی پیغام میسر آسکے اور عمل کر کے قرب خداوندی اور خوشنودی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت حاصل کر سکے۔

۱-تین سانس میں پانی نوش کرنا:

بیٹھ کر، دائیں ہاتھ سے، بسم اللہ پڑھ کر اور تین سانس میں پانی نوش کرنا مسنون ہے۔

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پینے کی کسی بھی چیز کو اونٹ طرح ایک بار مت پیو، جب تم پانی پیو تو دو یا تین سانس میں پیو، جب پانی پینا شروع کرو تو بسم اللہ پڑھ کر پیو اور پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینے کی چیز کو یا شربت کو تین سانس میں نوش کرتے تھے۔

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش کرتے وقت تین سانس لیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: اس طرح پانی نوش کرنا زیادہ خوشگوار ہے اور بہتر سیراب کرنے والا ہے۔

فائدہ نافعہ:

مشروبات کے استعمال کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام عمل تین سانس میں نوش کرنا تھا مگر دو دفعہ سانس لینا بیان جواز کے لیے تھا۔ عند الضرورت چار سانس میں بھی پانی نوش کیا جا سکتا ہے۔

۲-بیٹھ کر پانی نوش کرنا:

ماکولات اور مشروبات کو بیٹھ کر استعمال میں لانا مسنون ہے۔ اس بارے میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کھڑا ہو کر پانی پینا شروع کر دیا۔ آپ نے اسے قے کرنے کا حکم دیا مگر اس نے انکار کر دیا اور اس کی وجہ دریافت کی؟ آپ نے فرمایا: تم پسند کرو گے کہ تمہارے ساتھ بلی پانی پیے؟ اس نے عرض کیا: ہرگز نہیں۔ فرمایا: تمہارے ساتھ اس سے زیادہ برے شیطان نے مل کر پانی پیا ہے۔

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر پانی نوش کرے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: یہ تو اس سے بھی برا ہے۔

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی نوش کرنے سے منع کیا۔

۳-ٹھنڈا پانی نوش کرنا:

ٹھنڈا میٹھا پانی استعمال کرنا مسنون ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نوعیت کا پانی نوش فرماتے تھے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام پذیر تھے تو مالک بن نضر کے کنویں سے آپ کے لیے پانی لایا جاتا تھا۔ ازواجِ مطہرات کے لیے یہاں بئرِ سقیا جو مدینہ طیبہ سے دودن کے فاصلے پر تھا' سے پانی لایا جاتا تھا اور آپ کا غلام حضرت رباح اسود رضی اللہ عنہ کبھی آپ کے لیے بیئرِ سقیا اور کبھی بیئرِ غرس سے پانی لایا کرتے تھے۔

نوٹ: اس زمانہ میں مدینہ طیبہ اور اس کے قرب وجوار سے شیریں پانی دستیاب نہیں تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیریں پانی مرغوب تھا' لہٰذا آپ نے اس کا اہتمام کیا ہوا تھا۔

۲- حضرت ہیثم بن نضر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیئرِ تیہان سے پانی لایا جاتا تھا' جس کا پانی عمدہ اور شیریں تھا۔

۳- حضرت عمرو بن حاکم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیئرِ غرس سے پانی لایا جاتا تھا۔ جس سے آپ غسل فرماتے تھے اور اس کنویں کا پانی نہایت نفیس تھا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق بیئرِ غرس نہایت عمدہ کنواں ہے اور اس کا تعلق جنت کے چشموں سے ہے۔

۴- حضرت ابوسعد بن معلّٰی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیئرِ غرس کا پانی نوش کیا' اس میں کلی فرمائی اور اس میں ڈال دی۔

وضوام العبادات نماز کا آلہ ہے' اس سے بچا ہوا پانی حصول برکت کے لیے کھڑے ہو کر نوش کرنا مسنون ہے۔ اس سلسلہ میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے داداجان کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح (وضو کا) پانی نوش فرماتے تھے۔

۲- حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

فائدہ نافعہ:

وضو کا بچا ہوا پانی متبرک ہوتا ہے' اس لیے اسے کھڑا ہو کر نوش کرنا باعث برکت ہے اور بیٹھ کر پینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۵- آبِ زمزم کھڑے ہو کر نوش کرنا:

آبِ زمزم کھڑے ہو کر نوش کرنا مسنون ہے' یہ پانی اس لیے بابرکت ہے کہ اس کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آبِ زمزم کھڑے ہو کر نوش فرمایا تھا۔

(الصحیح البخاری' ج ۲' ص ۸۴۰)

۶ - رات کا باسی پانی نوش کرنا:

رات کا باسی اور ٹھنڈا پانی نوش کرنا مسنون ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے' آپ کی معیت میں ایک شخص بھی تھا۔ مالک باغ اپنا باغ سیراب کر رہا تھا۔ آپ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس رات کا باسی پانی ہے۔ اگر ہے' تو لے آؤ ورنہ یہی (تازہ) پانی لے آؤ؟ مالک باغ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس مشکیزوں میں رات کا باسی پانی موجود ہے۔ چنانچہ انہوں نے پیالہ میں پانی لیا' اس میں بکری کا دودھ ملایا اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جو آپ نے نوش فرمایا۔

۷- نبیذ نوش کرنا:

نبیذ کا استعمال کرنا مسنون ہے۔ نبیذ سے مراد وہ پانی ہے جس میں چند کھجوریں' چھوہارے اور کشمش ڈال دیے جاتے ہیں۔ پھر ان اشیاء کا ذائقہ پانی میں آ جاتا ہے اور اس پانی کو "نبیذ" کہا جاتا ہے۔ اہل عرب کے ہاں یہ مشروب نہایت مرغوب تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ نوش کرتے تھے۔

۱- حضرت جابر بن عبداللہ کا بیاں ہے کہ پتھر کے برتن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ تیار کیا جاتا تھا۔

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ لوگوں کو وہ پیالہ دکھایا کرتے تھے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہد' نبیذ' پانی اور دودھ نوش فرمایا کرتے تھے۔ (علامہ محمود احمد عینی' عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری' ج ۲۱' ص ۲۰۶)

۳- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ تیار کرتی تھی۔ کچھ کھجوریں اور کشمش بھگو دیتی تھی۔ جو صبح کے وقت بھگوتی وہ شام کو نوش فرما لیتے اور جو شام کے وقت بھگوتی وہ صبح کو نوش فرماتے تھے۔

۸- دودھ نوش کرنا:

پانی ملائے بغیر دودھ نوش کرنا مسنون ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت میں دودھ نوش فرمایا ہے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دونوں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں دودھ لائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جسے دودھ پلائے وہ یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ

میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ کھانے اور پینے کے اعتبار سے معتبر ہو سوائے دودھ کے۔

(امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ' ص ۲۳۸)

۹-پانی ملا دودھ نوش کرنا:

پانی ملا دودھ نوش کرنا بھی مسنون ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی ملا دودھ نوش کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے سدرۃ المنتہیٰ لے جایا گیا تو وہاں چار نہریں تھیں۔ دو ظاہر میں بہہ رہی تھیں اور دو باطن میں۔ ظاہر کی دو نہریں نیل اور فرات تھیں جبکہ باطن کی دو نہریں جنت میں ہیں۔ پھر میرے پاس تین پیالے پیش کیے گئے: (۱) دودھ کا پیالہ (۲) شہد کا پیالہ (۳) شراب کا پیالہ۔ میں نے دودھ کا پیالہ پسند کیا اور اسے نوش کیا۔ اس پر مجھے کہا گیا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔

۱۰-شہد نوش کرنا:

اکیلا شہد یا پانی میں ملا شہد نوش کرنا مسنون ہے' کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد نوش کیا ہے۔

۱-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اوپر شفا بخش دو چیزوں کا التزام کرلو۔ (۱) قرآن کریم (۲) شہد۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۱)

۲-اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزیں نہایت درجہ کی پسند تھیں: (۱) حلوہ (۲) شہد

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر ماہ تین دن صبح کے وقت شہد استعمال کرے گا' وہ تمام بڑے امراض سے محفوظ رہے گا۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح' ص ۳۹۱)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تَعَطُّرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 33: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو استعمال کرنے کا بیان

204- حَدَّثَنَا محمد بن رافع وغير واحد قالوا انبانا اَبُوْ احمد الزبيری حَدَّثَنَا شيبان عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن المختار عن موسٰی بن انس بن مالك عن ابيه قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا .

◆◆ حضرت موسیٰ بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شیشی تھی جس میں سے آپ خوشبو لگایا کرتے تھے۔

205- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حَدَّثَنَا عزرة ابن ثابت عن ثمامة بن عبد اللّٰه قَالَ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ وَقَالَ اَنَسٌ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ .

حضرت ثمامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خوشبو کا تحفہ واپس نہیں کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا تحفہ واپس نہیں کیا کرتے تھے۔

206- حدثنا قُتَیْبَۃَ بن سعید حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ فدیك عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن مسلم بن جندب عن ابیه عن ابن عمر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ثَلٰثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَ الطِّیْبُ وَاللَّبَنُ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں تحفہ واپس نہیں کرنا چاہیے: تکیہ، خوشبو اور دودھ۔

207- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ الحضری عن سفیان عن الجریری عَنْ اَبِیْ نضرة عن رجل عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ طِیْبُ الرِّجَالِ مَاظَهَرَ رِیْحُهٗ وَ خَفِیَ لَوْنُهٗ وَ طِیْبُ النِّسَاءِ مَاظَهَرَ لَوْنُهٗ وَ خَفِیَ رِیْحُهٗ

حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراهیم عن الجریری عَنْ اَبِیْ نضرة عن الطفاوی عَنْ اَبِیْ هریرة عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مثله بمعناه ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو اور اس کا رنگ پوشیدہ رہے اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور خوشبو پوشیدہ رہے۔

یہی روایت دوسری سے بھی منقول ہے۔

208- حَدَّثَنَا محمد بن خلیفة و عمرو بن علی قَالَا حَدَّثَنَا یزید بن ذریع حَدَّثَنَا حجاج الصواف عن حنان عَنْ اَبِیْ عثمان النهدی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اُعْطِیَ اَحَدُکُمُ الرَّیْحَانَ فَلَا یَرُدُّهٗ فَاِنَّهٗ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ

حضرت عثمان نہدی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کو خوشبو دی جائے تو وہ اسے واپس نہ کرے، کیونکہ یہ جنت سے نکلی ہے۔

209- حَدَّثَنَا عمر بن اسماعیل بن مجالدبن سعید الهمد انی حَدَّثَنَا اَبِیْ عن بیان عن قیس بن اَبِیْ حازم عن جریر بن عبد اللّٰه قَالَ عُرِضْتُ بَیْنَ یَدَیْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَلْقٰی جَرِیْرٌ رِدَاءَهٗ وَ مشٰی فِیْ اِزَارٍ فَقَالَ لَهٗ خُذْ رِدَائَكَ فَقَالَ عُمَرُ لِلْقَوْمِ مَارَاَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ صُوْرَۃً مِّنْ جَرِیْرٍ اِلَّا مَا بَلَغَنَا مِنْ صُوْرَةِ یُوْسُفَ عَلَیْهِ السَّلَامُ ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا، اس

وقت میں نے اپنی اوپر والی چادر اتاری ہوئی تھی اور صرف تہبند زیب تن کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ اپنی اوپر والی چادر بھی اوڑھ لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا: میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کوئی شخص نہیں دیکھا سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی کے جو ہم تک پہنچا ہے۔

شرح

خوشبو کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو نہایت پسند تھی، مختلف مواقع پر اسے استعمال میں لاتے تھے، آپ کی پیروی میں صحابہ بھی اسے پسند کرتے، اور استعمال کرتے تھے۔ اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے خوشبو کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

۱-ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ یہ وقتی یا عارضی نہیں تھی بلکہ مستقل اور پیدائشی تھی۔ چنانچہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں:

ثم نظرت اليه واذا به كالقمر ليلة البدر وريحه يسطع كالمسك الازفر (زرقانی علی المواہب ج ۱، ص ۱۱۵)

پھر میرے لخت جگر صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کا حسن و جمال بے مثل تھا۔ گویا آپ چودھویں رات کے چاند ہیں اور آپ کے جسم مبارک سے کستوری کی طرح خوشبو آتی تھی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں نے لوگوں کی ایک جماعت دیکھی جو کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے برتن تھے۔ انتہائی خوف و دہشت سے میرا پسینہ ٹپک رہا تھا اور جو قطرہ بھی ٹپکتا اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ (پیر محمد اکرم شاہ الازہری، ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲، ص ۹۳)

۲-نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدت و محبت سے ذکر کرنے اور آپ کی خدمت میں درود شریف پیش کرنے کی برکت سے خوشبو پھیل جاتی ہے۔ چنانچہ معتبر کتب میں مذکور ہے:

مامن مجلس يصلى فيه على النبى صلى الله عليه وسلم الا عرضت له رائحة طيبة حتى تصل الى عنان السماء فتقول الملائكة هذا مجلس صلى فيه على محمد صلى الله عليه وسلم

(علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، سعادت الدارین، ص ۱۴۳)

جس مجلس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا جائے اس سے ایک خوشبو اٹھتی ہے، جو کہ آسمان کی

بلندیوں کو چھوتی ہے اور اس خوشبو کو محسوس کر کے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: یہ ایسی مجلس سے خوشبو آتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا گیا ہو۔

۳۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بستی کے ہر گھر سے خوشبو آنا:

دوسری خواتین کے ساتھ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مکہ سے دریتیم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنی بستی میں پہنچیں تو ہر گھر خوش بو سے معطر ہو گیا تھا۔

چنانچہ آپ فرماتی ہیں:

جب ہم مکہ کے سفر سے واپس پہنچے تو ہر گھر سے کستوری کی مہک آنے لگی۔ (پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ج ۲، ص ۶۹)

۴۔ مدینہ طیبہ کے درو دیوار سے آج تک خوشبو آنا:

ہجرت مدینہ طیبہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً دس سال تک مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے۔ آپ کی برکت سے آج بھی اس شہر کے گلی کوچوں سے نبوت کی بھینی بھینی خوشبو آتی ہے اور یہ یہ خوشبو عشاق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محسوس کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند شواہد حسب ذیل ہیں:

(الف) ومن خصائص المدينة انها طيبة الريح وللعطر فيها فصل رائحة لاتوجد في غيرها۔

(علامہ یاقوت حموی رحمہ اللہ تعالیٰ، معجم البلدان ج ۵، ص ۸۷)

مدینہ طیبہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی آب و ہوا خوشبودار ہے اور وہاں عطر کی ایسی مہک آتی ہے، جو دوسری جگہ سے نہیں آتی۔

(ب) اب بھی مدینہ طیبہ کے درو دیوار خوشبوؤں سے رچے بسے ہیں اور اہل عقیدت اپنے شامۂ محبت کے ذریعے اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، ج ۱، ص ۲۴)

(ج) حضرت شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ایک صاحب وجدان بزرگ فرماتے ہیں کہ خاک مدینہ میں ایک خاص مہک ہے، جو کسی کستوری اور عنبر میں نہیں ہے"۔ (ایضاً)

۵۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت خوشبو:

جب جان جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اطراف میں خوشبو پھیل گئی۔ چنانچہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے ہاتھ مبارک پکڑ کر آپ کے سینہ مبارک پر رکھ دیے تو کئی ہفتوں تک میرے ہاتھوں سے وضو کرتے اور کھانا کھاتے وقت مشک و عنبر کی خوشبو مہکتی رہی۔

(امام جلال الدین السیوطی، خصائص الکبریٰ ج ۲، ص ۲۷۴)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین سحری و نحری فلما خرجت نفسه لم اجد ریحا قط اطیب منها (ایضاً)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ میری گود میں تشریف فرما تھے۔ جب روح مبارک قبض کی گئی تو ایک ایسی خوشبو مہکی کہ اس جیسی میں نے خوشبو نہیں دیکھی تھی۔

۶- بوقت غسل خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عین غسل کے دوران نہایت عمدہ و نفیس خوشبو محسوس کی گئی۔ چنانچہ معتبر کتب میں مذکور ہے:

ان علیا غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یقول بابی انت طبت حیا و طبت میتا قال و سطعت ریح طیبة لم یجدو امثلها (ایضاً)

بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت میں نے یوں عرض کیا: میرے والدین آپ پر قربان ہوں! آپ نے پاکیزہ زندگی گزاری، آپ کا وصال بھی پاکیزہ ہے۔ غسل کے دوران میں نے ایسی خوشبو محسوس کی کہ اس جیسی خوشبو کبھی نہیں دیکھی''۔

۷- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے محبت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو سے کمال درجہ کی محبت تھی۔ آپ خوشبو استعمال فرماتے تھے اور آپ کی اتباع میں صحابہ کرام بھی خوشبو استعمال میں لاتے تھے۔

۱- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو نہایت ناپسند فرماتے تھے کہ اپنے صحابہ کرام میں جلوہ افروز ہوں اور آپ کے لباس سے بد بو آرہی ہو۔

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سحری کے وقت بیدار ہوتے استنجاء فرماتے، وضو کرتے اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہ میں سے جس کے پاس خوشبو ہوتی منگواتے اور استعمال میں لاتے تھے۔

۳- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

چار اشیاء انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہیں: (۱) ختنہ کروانا (۲) مسواک کرنا (۳) خوشبو لگانا (۴) نکاح کرنا۔

(۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوؤں اور پھولوں سے محبت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پھولوں اور خوشبوؤں سے خوب محبت تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے دنیا میں تین چیزیں زیادہ عزیز ہیں: (۱) عورتیں (۲) خوشبو (۳) نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

۹- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر خوشبو استعمال کرتے لیکن ذکاوۃ الطیب کو آپ زیادہ پسند کرتے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون سی خوشبو پسند تھی؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کستوری سب سے زیادہ پسند تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تمہیں میٹھی چیز پیش کی جائے تو اس میں سے ضرور کچھ نہ کچھ لے لو اور جب تمہیں خوشبو پیش کی جائے تو اس سے ضرور لے لو۔

۱۰- جسم اطہر کی مبارک خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کبھی کوئی عنبر کوئی مشک یا کوئی اور چیز ایسی نہیں سونگھی جس کی مہک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح شفاء میں لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تو سارا دن اس کا ہاتھ خوشبو سے مہکتا رہتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بچے کے سر پر دست شفقت پھیرتے تو اس کی خوشبو سے وہ بچہ دوسرے بچوں سے شناخت کیا جا سکتا تھا۔

۱۱- لعاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح سراپا رحمت تھے، اسی طرح معطر بھی تھے حتیٰ کہ آپ کے پسینہ اور آپ کے لعاب مبارک سے بھی خوشبو آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنویں میں کلی فرمائی تو اس سے کستوری کی خوشبو آنا شروع ہو گئی۔

۱۲- دستِ اقدس کی خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر بالخصوص دست اقدس ہمہ وقت خوشبودار رہتا تھا۔ جس شخص سے مصافحہ کرتے اس کا ہاتھ معطر ہو جاتا تھا اور جس بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے وہ بچہ خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے فجر کی نماز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ادا کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ کی طرف نکل پڑے۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہو گیا۔ اچانک سامنے بچے آ گئے۔ آپ ہر بچے کے رخسار پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ میرے دونوں رخساروں پر ہاتھ پھیرا جس کی ٹھنڈک اور خوشبو میں نے محسوس کی گویا کہ آپ نے اپنا دستِ اقدس عطار کی صندوقچی سے نکالا ہو۔

(حافظ امانت علی سعیدی خوشبوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۸۱)

۱۳- گیسوئے مبارک کی خوشبو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا معطر بالخصوص گیسو مبارک خوب خوشبودار تھے۔ ایک دفعہ آپ اپنے چچا ابوطالب کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گہوارے میں محو خواب تھے۔ ان کے چہرے کی طرف دیکھا جبکہ آپ کے مبارک گیسو خوشبو سے معطر تھے۔ ان سے عنبر اور کستوری کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوشبو محسوس کی تو اپنی آنکھیں کھول دیں اور مسکرانے لگے۔

۱۴- نسل در نسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو محسوس ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو اتنی تیز تھی کہ نسل در نسل وہ باقی رہتی تھی۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمارہے تھے۔ آپ کی جبیں مبارک پر خوبصورت موتیوں کی طرح پسینے کے قطرات ہویدا تھے۔ میں نے ان میں سے کچھ قطرے ایک شیشی میں جمع کر کے محفوظ کر لیے۔ اتفاقاً انہی دنوں میری ایک ملنے والی خاتون کی بیٹی کی شادی ہوئی میں نے اس شیشی میں سے پسینہ مبارک کے چند قطرے اس خاتون کو بطور تحفہ دیے۔ اس خاتون نے اپنی بیٹے کو لگایا۔ اس پسینہ مبارک کی برکت سے لڑکی کے اس عضو سے ہمیشہ خوشبو آتی تھی جس پر پسینہ مبارک لگایا گیا تھا۔ یعنی یہ خوشبو ساری عمر باقی رہی۔ اس کے بعد اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اس سے بھی وہی خوشبو آیا کرتی یہاں تک کہ اس لڑکی کی نسل میں جو بچہ بھی پیدا ہوتا اس سے وہی مہک اور خوشبو آتی تھی۔ اس مبارک خاندان اور گھر کو اہل مدینہ بیت العطارین (خوشبو والوں کا گھر) کہہ کر پکارتے تھے۔

۱۵- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے خوشبو والوں کا گھر مشہور ہونا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ! میری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے لیکن میرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہیں' نہ ہی خوشبو ہے اور آپ اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک کھلے منہ والی شیشی اور ایک لکڑی کا ٹکڑا لے آؤ' وہ شخص حسب ارشاد گرامی شیشی اور لکڑی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لکڑی کی مدد سے اپنی مبارک کلائی کا پسینہ مبارک اس شیشی میں جمع کیا حتیٰ کہ وہ بھر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور بیٹی سے کہو: اسے بطور خوشبو استعمال کرے۔ وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک گھر لے گیا اور اس کے گھر والوں نے بطور خوشبو استعمال کیا تو ان کا گھر خوشبو سے مہک اٹھا۔ اس کی خوشبو اس کے گھر تک محدود نہیں رہی بلکہ دیگر اہل مدینہ بھی اس خوشبو کو محسوس کرتے' اسی وجہ سے اہل مدینہ اس مبارک گھر کو ''بیت الطیبین یعنی خوشبو والوں کا گھر'' کے نام سے یاد کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول مبارک پی لیا جہاں خود اس کے جسم سے خوشبو آتی

وہاں اس کی اولاد میں پشت در پشت چلتی رہی۔
ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر ہاتھ پھیرا تو تمام مدینہ خوشبو سے مہک اٹھا۔
(امام جلال الدین سیوطی' خصائص الکبریٰ' ج ا' ص ۶۶)

۱۶-خون نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک میں خوشبو تھی۔ خون مبارک شہد سے زیادہ شیریں تھا اور اس کے نوش کرنے والے کو جہنم سے آزادی کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔
ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے۔ خون مبارک برتن میں جمع ہو گیا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ کہیں اسے دفن کر دیں' وہ خون مبارک لے کر باہر نکلے اور سوچا کہ اسے کہاں دفن کریں؟ پھر خیال آیا کہ دفن کرنے کی بجائے اس متبرک خون نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پی لینا چاہیے اور خون مبارک نوش کر لیا۔ اس سلسلہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے خوشخبری سناتے ہوئے اعلان کیا: عبداللہ بن زبیر کے جسم کو جہنم کی آگ نہیں جلا سکتی۔
حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کا ذائقہ کیسا تھا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: شہد کی طرح میٹھا اور کستوری کی طرح خوشبو آور تھا۔
(حافظ امانت علی سعیدی' خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم' ص ۱۲۲)

۱۷-کنویں سے کستوری کی خوشبو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلی کے پانی سے خوشبو آتی تھی اور جس کنویں میں وہ پانی ڈالا جاتا تھا اس سے بھی خوشبو آتی تھی۔
چنانچہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول میں کلی کی' وہ پانی کنویں میں ڈالا گیا تو اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ (امام جلال الدین سیوطی' خصائص الکبریٰ' ج اول' ص ۶۱)

۱۸-قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشبو:

وہ حجرہ مقدسہ جہاں رحمت کائنات آرام فرما ہیں' سے خوشبو آتی ہے اور اہل محبت اسے محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک رات حسب معمول سحری کے وقت اپنے گھر سے نکلا' اس وقت بارش ہو رہی تھی' جب میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب پہنچا تو مجھے عجیب وغریب خوشبو محسوس ہوئی اس جیسی نفیس خوشبو پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ خوشبو سے فضا معطر اور مشک بار ہو گئی تھی۔ میں خوشبو کے منبع کی جانب گیا تو حجرہ انور کے سامنے پہنچ گیا تو دیکھا کہ حجرہ مقدسہ کی مشرقی دیوار منہدم ہو گئی ہے۔ کچھ ہی وقفہ بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز گورنر مدینہ بھی وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے چادر سے پردہ کروایا اور بعد از نماز فجر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ منورہ کے ایک مشہور معمار کو بلوایا اور اس دیوار کی مرمت کے لیے حجرہ مبارک کے اندر جانے کا حکم دیا۔ اندر جا کر اس نے امداد کے لیے ایک اور آدمی طلب کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اندر

جا کر ہاتھ بٹانے کے لیے خود تیار ہوئے لیکن پاس کھڑے قریش نے بھی شمولیت پر اصرار کیا تو انہوں نے کہا: میں کبھی ایک ہجوم کو اندر بھجوا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ پہنچنے دوں گا۔ پھر ایک غلام کو اندر بھجوایا جس نے اندر گری ہوئی مٹی اٹھائی اور قبر مبارک پر دیوار گرنے سے جو شگاف پڑ گیا تھا' اسے اپنے ہاتھ سے پر کیا۔ دیوار کو دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے بنیاد کھودوائی اور اولاد صحابہ کی موجودگی میں ہوئی۔ اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک برہنہ ہو گئے تھے اور دیکھا گیا کہ کفن بھی میلا نہ ہوا تھا۔

زمین میلی نہیں ہوتی زمن میلا نہیں ہوتا   محمد کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

(روزنامہ نوائے وقت' مؤرخہ ۲۷' جنوری ۲۰۱۸ء)

۱۹-بول براز کے وقت خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بول براز فرماتے تو اسے زمین نگل لیتی تھی اور وہاں خوشبو پھیل جاتی تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں معتبر کتب میں تحریر ہے:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب قضا حاجت فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کا بول و براز نگل جاتی اور وہاں سے خوشبو آتی۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی' مدارج النبوت ج اول ص ۳۰)

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پی لیا تھا۔ جب تک وہ بقید حیات رہا' اس کے جسم سے خوشبو آتی رہی اور اس کی اولاد سے بھی نسل در نسل خوشبو آتی رہی۔ (ایضاً ص ۳۱)

حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری ایک صحابی کا قول نقل کرتے ہیں:

ایک دن میں نے دیکھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لیے دور تشریف لے گئے اور جب واپس تشریف لائے تو میں اس جگہ پہنچا اور دیکھا کہ وہاں سوائے پتھروں (ڈھیلوں) کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے ان تین ڈھیلوں کو اٹھایا تو ان سے کستوری جیسی خوشبو مہک رہی تھی۔ میں ان کو گھر لے آیا اور جب جمعہ کا دن آتا میں ان کو آستین میں رکھ کر مسجد میں آتا اور ایسی پیاری خوشبو مہکتی کہ وہ خوشبو ہر کسی کی خوشبو اور عطر پر غالب آ جاتی۔ (حضرت ملا علی قاری' شرح شفاء جلد اول' ص ۳۶۰)

۲۰-عطر حنا کی خوشبو:

عطر حنا کو جنت کی خوشبو قرار دیا گیا ہے اور یہ مسنون ہے۔

۱-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی خوشبو حنا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی' رقم الحدیث ۱۱۲۰)

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حنا کا پھول پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ خوشبو جنت کی خوشبو کے مشابہ ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۲۰۳)

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حنا جنت کی خوشبوؤں کا سردار ہے۔ (ایضاً)

۲۱- خوشبو اور عطر دونوں کا جنت سے ہونا:

خوشبو کا تعلق جنت سے ہے۔ حضرت ابوعثمان مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو ریحان (خوشبو) پیش کی جائے اسے چاہیے کہ وہ واپس نہ کرے' کیونکہ یہ جنت سے آئی ہے۔
حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے کہا: خوشبو جنتی سے نکلی ہے۔ اس کا اصل جنت ہے جبکہ اس کے علاوہ تمام خوشبوئیں نقل ہیں اور ان کا تعلق دنیا سے ہے۔

۲۲- عطر کے تحفہ سے لوگوں کا اکرام کرنا:

عطر کے تحفہ سے لوگوں کا اکرام کرنا مسنون ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کا اکرام کرو' بہترین طریقہ یہ ہے کہ عطر کے ساتھ اکرام کرو جس میں بوجھ وتکلف نہیں ہے۔ یعنی اکرام کا یہ طریقہ نہایت آسان ہے۔

۲۳- مردوں اور عورتوں کے لیے مسنون خوشبو:

مردوں کے لیے مسنون وہ خوشبو ہے جس کا رنگ ہلکا ہو اور خوشبو غالب ہو۔ اس بارے میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:
۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کے لیے بہترین خوشبو وہ ہے' جو غالب ہو یعنی وہ خوب مہکتی ہو۔ عورتوں کی بہترین خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب اور مہک کم ہو۔
۲- حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ نے اس پر زرد رنگ دیکھا' اس کی بیعت لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: مردوں کے لیے بہترین خوشبو وہ ہے جس کی مہک غالب اور رنگ ہلکا ہو اور عورتوں کے لیے بہترین خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو اور مہک کم ہو۔

بَابُ كَيْفَ كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 34: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے طریقہ کا بیان

210 - حَدَّثَنَا حمید بن مسعدة البصری حَدَّثَنَا حمید بن الاسود عن اسامة بن زید عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی اللّٰه عنها قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدِ كُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح تیزی سے باتیں نہیں کرتے تھے بلکہ واضح اور الگ الگ کلام کرتے تھے، جو آپ کے پاس بیٹھتا تھا وہ اس کو یاد رکھ سکتا تھا۔

211 - حَدَّثَنَا محمد بن یحیی حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سلم بن قُتَيْبَةَ عن عَبْدُ اللّٰهِ بن المثنی عن ثمامه عن

انس بن مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُعِيْدُ الْكَلِمَةَ ثَلٰثًا لِتُعْقَلَ عَنْهُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے تا کہ اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔

212- حَدَّثَنَا سفيان بن وكيع انبانا جميع بن عمرو بن عبد الرحمٰن العجلى حدثنى رجل من بنى تميم من ولد اَبِىْ هالة زوج خديجة يكنٰى ابا عبد الله عن ابن لابى هالة عن الحسن بن على قَالَ سَاَلْتُ خَالِىْ هِنْدَ بْنَ اَبِىْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا قُلْتُ صِفْ لِىْ مَنْطِقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ طَوِيْلَ السَّكْتِ لَا يَتَكَلَّمُ فِىْ غَيْرِ حَاجَةٍ يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَ يَخْتِمُهُ بِاَشْدَاقِهٖ وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ كَلَامُهُ فَصْلٌ لَّا فُضُوْلٌ وَّلَا تَقْصِيْرٌ لَيْسَ بِالْجَافِىْ وَ لَا الْمُهِيْنِ يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَ اِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَاقًا وَّلَا يَمْدَحُهٗ وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَا كَانَ لَهَا فَاِذَا تُعُدِّىَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهٖ شَىْءٌ حَتّٰى يَنْتَصِرَ لَهٗ لَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهٖ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا اِذَا اَشَارَ اَشَارَ بِكَفِّهٖ كُلِّهَا وَاِذَا تَعَجَّبَ قَلَبَهَا وَ اِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ بِهَا وَ ضَرَبَ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنٰى بَطْنَ اِبْهَامِهِ الْيُسْرٰى وَاِذَا غَضِبَ اَعْرَضَ وَ اَشَاحَ وَاِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهٗ جُلُّ ضَحِكِهِ التَّبَسُّمُ يَفْتَرُّ عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ .

◆◆ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بڑے وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا: آپ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے بارے میں بتائیں؟ تو انہوں نے بتایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین رہتے تھے، ہمیشہ سوچ و بچار میں مشغول رہتے تھے اور آپ پرسکون نہیں رہتے تھے۔ آپ زیادہ خاموشی پسند تھے اور ضرورت کے بغیر گفتگو نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے کلام کا آغاز اور اختتام صاف طور پر کرتے تھے۔ آپ جامع کلمات کے ذریعے گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کا کلام الگ، الگ ہوتا تھا۔ اس میں بات اضافی نہیں ہوتی تھی اور وہ غیر ضروری طور پر مختصر بھی نہیں ہوتا تھا۔ آپ سخت مزاج کے مالک نہیں تھے اور شرمندہ نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ نعمت کی قدر کیا کرتے تھے اگرچہ وہ تھوڑی ہی ہوتی۔ آپ کسی بھی نعمت کو فضول نہیں کہتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی کسی کھانے کی عیب جوئی نہیں کی اور نہ ہی اس کی فضول تعریف کی ہے۔ دنیا یا اس سے تعلق رکھنے والی کوئی بھی چیز آپ کو غصہ نہیں دلا سکتی تھی۔ البتہ جب حق کی خلاف ورزی کی جاتی تھی تو پھر آپ کے غصے کو ختم نہیں کیا جا سکتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام لیا کرتے تھے۔ آپ اپنی ذات کے لیے نہ ہی غصہ ہوا کرتے' اور نہ ہی بدلہ لیا کرتے تھے۔ جب آپ اشارہ کرتے' تو پوری ہتھیلی کے ساتھ اشارہ کرتے تھے۔ جب آپ حیرانگی ظاہر کرتے' تو ہتھیلی کو الٹا دیتے تھے۔ جب بات کرتے تو ہاتھ ملا دیتے تھے اور اپنی دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر رکھا کرتے تھے۔ جب آپ غصہ کی حالت میں ہوتے تھے' تو منہ پھیر لیتے تھے اور لاتعلق ہو جاتے تھے۔ جب خوش ہوتے تھے' تو آنکھ بند کر لیا کرتے تھے۔ آپ کی ہنسی عام طور پر صرف مسکراہٹ ہوتی تھی جس میں سے اولوں کی

طرح (دانت) نمایاں ہوتے۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اور کلام

کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کی آواز کی اہمیت اور بے ادبی کے نتائج وغیرہ مختلف روایات میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا کلام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والا پہلا کلام ذکر الٰہی پر مشتمل تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار زبان مبارک کھولی تو یہ الفاظ برآمد ہوئے تھے:

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مبارک موقع پر بھی یہی الفاظ نکلے تھے۔ (امام یوسف بن اسماعیل النبہانی حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین ص ۱۹۱)

۲- نو ماہ کی عمر میں فصیح کلام فرمانا:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک نو ماہ کی ہوئی تو پہلا فصیح کلام فرمایا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صبیح ملیح ادعج العین اشکل　　　فصیح له الاعجام لیس بشائب

(امام شاہ ولی اللہ دہلوی' قصیدہ اطیب النغم' ص ۵۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور روشن' حسن بے مثل' آنکھیں خوبصورت اور کلام مبارک فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بے مثال تھا۔ اس بارے میں امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں　　　اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اس کی پیاری فصاحت پر بے حد درود　　　اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

۳- کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت واہمیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی فضیلت واہمیت مختلف روایات میں بیان کی گئی ہے۔ آپ گفتگو فرماتے تو دانتوں مبارکوں سے نور برآمد ہوتا تھا۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

کان رسول اللہ علیہ وسلم افلج الثنیتین اذا تکلم کالنور یخرج من بین ثنایا

(امام جلال الدین سیوطی' الریاض الانیقة فی شرح اسماء خیر الخلیفة ص

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو سامنے والے دانتوں سے نور نکلتا تھا۔آپ کے کلام کی طرف توجہ نہ کرنے والے کی نیکی برباد ہو جاتی تھی۔اس سلسلہ میں یہ مذکور ہے: من تکلم وھو یخطب بطلت جمعتہ۔

امام (جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب ص ۱۸۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے دوران جس نے بات کی اس کا جمعہ باطل ہے۔

حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا ۔۔۔ کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کا انجام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کا انجام برا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی گستاخی نہیں ہو سکتی اور اس کا نتیجہ بھی عبرتناک ہے۔

۱-ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔آپ کی گفتگو سن کر وہ اپنا چہرہ بگاڑتا تھا۔اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: ایسا ہی ہو جا۔چنانچہ وہ ایسا ہی ہو گیا (اس کا چہرہ بگڑ گیا) اور اسی حالت میں مر گیا۔

(علامہ جلال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۷۷)

۲-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ فرما رہے ہوں۔کوئی شخص آپ کی گفتگو پر توجہ نہ دے رہا ہو بلکہ کسی سے بات کرنا شروع کر دے تو اس کا جمعہ باطل ہو جائے گا یعنی اسے اس بے ادبی کی وجہ سے نماز جمعہ کا اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

(امام جلال الدین سیوطی، انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب، ص ۱۸۹)

۵-تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور میٹھی آواز ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تمام لوگوں سے خوبصورت اور میٹھی تھی۔چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: کان صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس صوتا واحلاھم۔آپ کی آواز مبارک تمام لوگوں سے خوبصورت اور میٹھی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کان اصدق الناس لھجۃ والینھم عریکۃ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لب و لہجہ کے اعتبار سے تمام لوگوں سے سچے اور مزاج کے لحاظ سے سب سے زیادہ نرم تھے۔

۶-خوبصورت چہرہ، نفیس لباس اور نرم کلام والے ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورت چہرہ، نفیس لباس اور نہایت نرم گفتگو والے تھے۔اس حقیقت کو اہل سیر نے بایں الفاظ واضح کیا ہے: ما راینا مثل ھذا الرجل احسن وجھا ولا انقی ثوبا ولا الین کلاما وراینا کالنور یخرج من فیہ۔ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل روشن چہرے والا، نفیس لباس والا اور نرم گفتار والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کا چہرہ روشن اور خوبصورت آواز نہ ہوتی کہ اللہ

تعالیٰ نے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا کہ آپ سب سے زیادہ حسین چہرہ اور خوبصورت آواز کے مالک تھے۔

۷- گفتگو کی آواز قرب و بعد تک پہنچنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کرتے تو دانتوں سے روشنی برآمد ہوتی تھی اور گفتگو کی آواز قریب و بعید سب لوگوں تک پہنچتی تھی۔

۱- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ **خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اسمع العواتق فی خدورھن**۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا' سب نے سنا حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین نے بھی سنی۔

۲- اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **جلس رسول صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة علی المنبر فقال للناس اجلسوا فسمعه عبداللہ بن رواحة وھو فی بنی غنم فجلس فی مکانه**۔ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے' تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ! حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی غنم میں موجود تھے' وہاں خطاب سن رہے تھے اور بیٹھنے کا حکم سن کر وہاں ہی بیٹھ گئے۔

۸- کلام میں میانہ روی ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو مختصر' جامع اور مطلب خیز ہوا کرتی تھی۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو مسلسل و تیزی سے نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف اور واضح ہوتی تھی کہ ہر لفظ ممتاز و الگ ہوتا جسے سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوتی تھی۔

۹- گفتگو کا سہ بار اعادہ کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو ہر فقرہ تین بار دہراتے تھے تاکہ سامعین کو سمجھنے میں آسانی ہو اور کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

عموماً ذہانت کے اعتبار سے لوگوں کی تین اقسام ہیں۔

۱- ذہین و فطین: وہ شخص ہوتا ہے' جو ایک بار بات سن کر ذہن نشین کر لیتا ہے۔

۲- متوسط: وہ شخص ہوتا ہے' جو دو بار بات سن کر ذہن نشین کر لیتا ہے۔

۳- غبی: وہ شخص ہے' جو تین بار سن کو بات ذہن نشین کر لیتا ہے۔

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام قسم کے لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے گفتگو فرماتے تھے تاکہ سب لوگ مستفید و مستفیض ہو سکیں۔

۱۰- ایک انگلی کی بجائے پورے ہاتھ سے اشارہ کرنا:

کسی کی رہنمائی کرنے کے لیے عموماً لوگ ایک انگلی کا اشارہ کرتے ہیں جو تکبر کی علامت ہے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کرتے تھے بلکہ پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔ چنانچہ اس بارے میں منقول ہے۔

اذا اشار اشار بكفه كلها و اذا تعجب قلبها و اذا تحدث اتصل بها

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جانب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ کے ساتھ کرتے' کیونکہ انگلیوں سے اشارہ کرنا تواضع کے خلاف ہے اور اظہار تعجب کے موقع پر اپنا ہاتھ الٹ دیتے تھے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي ضِحْكِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 35: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ کا بیان

213- حَدَّثَنَا احمد بن منيع حَدَّثَنَا عباد بن العوام اَخْبَرَنَا الحجاج و هو ابن ارطاة عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قَالَ كَانَ فِيْ سَاقَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حُمُوْشَةٌ وَّ كَانَ لَا يَضْحَكُ اِلَّا تَبَسُّمًا فَكُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ .

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں باریک تھیں، آپ ہنستے ہوئے صرف مسکرایا کرتے' اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا' تو یہ سوچتا تھا کہ آپ کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے' حالانکہ وہ نہیں لگا ہوتا تھا۔

214- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد اَخْبَرَنَا ابن لهيعة عن عبيد الله بن المغيرة عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن الحارث بن جزء قَالَ مَارَأَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

215- حَدَّثَنَا احمد بن الخالد الخلال حَدَّثَنَا يحيٰى بن اسحٰق السيلحانى حَدَّثَنَا ليث بن سعد عَنْ يَزِيْدَ اَبِيْ حبيب عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن الحارث قَالَ مَاكَانَ ضِحْكُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلَّا تبسما قَالَ اَبُوْعِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ من حديث ليث بن سعد .

◆◆ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا صرف مسکرانا تھا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: لیث سے منقول ہے کہ یہ روایت غریب ہے۔

216- حَدَّثَنَا اَبُوْ عمار الحسين بن حريث انبانا وكيع حَدَّثَنَا الا عمش عن المعرور بن سويد عَنْ اَبِيْ ذر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ انى لَا عْلَمُ اَوَّلَ رَجُلٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ و اٰخِرَ رَجُلٍ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ اِعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِه وَ تُخْبَأُ عَنْهُ كِبَارُهَا فَيُقَالُ لَهُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا كَذَا وَ كَذَا وَهُوَ مُقِرٌّ لَّا يُنْكِرُ وَ هُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِهَا فَيُقَالُ اَعْطُوْهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً فَيَقُوْلُ اِنَّ لِيْ ذُنُوْبًا مَاارَاهَا هٰهُنَا قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ و

سَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں جو جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا اور اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو جہنم میں سے سب سے آخر میں نکلے گا۔ اس شخص کو قیامت کے دن پیش کیا جائے گا اور کہا جائے گا: اس کے صغیرہ گناہ اس کے سامنے لاؤ، اس کے کبیرہ گناہوں کو چھپا کر رکھا جائے۔ پھر اس سے دریافت کیا جائے گا: کیا تم یہ مانتے ہو کہ تم نے فلاں دن یہ عمل کیا تھا؟ وہ اس کا اقرار کرے گا اور اس کا انکار نہیں کرے گا۔ اسے اپنے کبیرہ گناہوں کے بارے میں خوف ہوگا تو حکم ہوگا اس کے ہر ایک گناہ کے عوض جو اس نے کیے تھے، اسے ایک نیکی دے دو۔ تو وہ کہے گا: میرے کچھ ایسے گناہ ہیں جو مجھے نظر نہیں آرہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرادیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

217– حَدَّثَنَا احمد بن منيع حَدَّثَنَا معاوية بن عمرو حَدَّثَنَا زائدة عن بيان عن قيس بن اَبِىْ حازم عن جرير بن عبد الله قَالَ مَاحَجَبَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِىْ اِلَّا ضَحِكَ ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی مجھ کو اپنے پاس آنے سے نہیں روکا۔ آپ نے جب بھی مجھے دیکھا تو آپ مسکرادیے۔

218– حَدَّثَنَا احمد بن منيع حَدَّثَنَا معاوية بن عمرو حَدَّثَنَا زائدة عن اسماعيل بن اَبِىْ خالد عن قيس عن جرير قَالَ مَا حَجَبَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِىْ اِلَّا تَبَسَّمَ ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے اپنے پاس آنے سے نہیں روکا اور آپ نے جب بھی مجھے دیکھا تو آپ مسکرادیے۔

219– حَدَّثَنَا هناد بن السرى حَدَّثَنَا اَبُوْ معاوية عن الاعمش عن ابراهيم عن عبيدة السلمانى عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن مسعود رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنِّىْ لَاَعْرِفُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا رَجُلٌ يَّخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيُقَالُ لَهٗ اِنْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ اَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ قَدْ اَخَذَ النَّاسُالمنَازِلَ فَيُقَالُ لَهٗ اَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِىْ كُنْتَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ نَعَمْ قَالَ فَيُقَالُ لَهٗ تَمَنَّ قَالَ فَيَتَمَنّٰى فَيُقَالُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ الَّذِىْ تَمَنَّيْتَ وَ عَشْرَةَ اَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُبِىْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جہنم سے نکلنے والے سب سے آخری شخص کو اچھی طرح جانتا ہوں، یہ وہ شخص ہے' جو سرین کے بل اس سے نکلے گا اور اسے کہا جائے گا جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جائے گا تا کہ جنت میں داخل ہو جائے تو وہ لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ اپنی جگہوں کو حاصل کر چکے ہیں۔ وہ واپس آئے گا اور کہے گا: اے میرے پروردگار! لوگ اپنی اپنی جگہوں کو حاصل کر چکے ہیں تو اس سے کہا جائے

گا: کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے، جب تم دنیا میں تھے؟ وہ جواب دے گا: جی ہاں! تو اسے کہا جائے گا: تم آرزو کرو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آرزو کرے گا تو اس سے کہا جائے گا: جو تم نے آرزو کی وہ تمہیں ملا اور دنیا کا دس گنا، یہ تمہارا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص کہے گا: اے پروردگار! کیا تو میرے ساتھ مذاق کررہا ہے، حالانکہ تو بادشاہ ہے؟ راوی نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرا دیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

220- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد انبانا ابو الاحوص عَنْ اَبِیْ اسحق عن علی بن ربیعة قَالَ شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِیَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِی الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی ظَهْرِهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَاكُنَّا لَهُ مقرنينَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلٰثًا سُبْحَانَكَ وَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ لَهُ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِكْتَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَاقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَيْرِیْ ۔

◆◆ حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا ان کی خدمت میں جانور پیش کیا گیا تاکہ وہ اس پر سوار ہوں، جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا: بسم اللہ! جب اس کی پشت پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو الحمد للہ پڑھا۔ پھر یہ دعا پڑھی: پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر کیا، ہم اس پر قابو پانے والے نہیں تھے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ پھر انہوں نے تین مرتبہ الحمد للہ کہا، تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور پھر یہ دعا پڑھی: ''تو پاک ہے، میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے' تو مجھے بخش دے، بے شک تیرے علاوہ کوئی گناہ کو بخش نہیں سکتا۔'' پھر آپ مسکرا دیے (راوی نے کہا) میں نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا انہوں نے بھی اس طرح پڑھا جیسے میں نے پڑھا پھر آپ مسکرا دیے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہارا پروردگار اس بندے کو پسند کرتا ہے جب وہ کہتا ہے: ''اے پروردگار! تو میرے گناہوں کو بخش دے۔'' بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کے گناہوں کو میرے علاوہ کوئی نہیں بخش سکتا۔

221- حَدَّثَنَا محمد بن بشار انبانا محمد بن عبد اللّٰه الانصاری حَدَّثَنَا ابن عون عن محمد بن محمد بن الاسود عن عامر بن سعد قَالَ قَالَ سَعْدٌ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ضَحِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ ضِحْكُهٗ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مَّعَهٗ تُرْسٌ وَّكَانَ سَعْدٌ رَامِيًا وَّكَانَ يَقُوْلُ كَذَا وَ كَذَا بِالتُّرْسِ يُغَطِّیْ جَبْهَتَهٗ فَنَزَعَ لَهٗ سَعْدٌ بِسَهْمٍ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهٗ رَمَاهُ فَلَمْ يُخْطِیْ هٰذِهٖ مِنْهُ يَعْنِیْ جَبْهَتَهٗ وَانْقَلَبَ وَشَالَ بِرِجْلِهٖ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ قُلْتُ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِكَ قَالَ مِنْ فِعْلِهٖ بِالرَّجُلِ ۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ غزوہ خندق کے دن مسکرا دیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوئیں۔ راوی نے کہا: میں نے دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکرائے تھے؟ آپ نے جواب دیا: ایک شخص کے پاس ڈھال موجود تھی۔ راوی نے کہا: وہ اپنی ڈھال کو ادھر اُدھر کر رہا تھا اور اس کے ذریعے بچ رہا تھا۔ اس نے اپنا سر اٹھایا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے تیر مارا وہ خطا نہیں گیا حتیٰ کہ وہ شخص الٹا ہو کر گرا اور اس کی ٹانگ اٹھ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوئیں۔ راوی نے کہا: میں نے پوچھا: آپ کیوں مسکرائے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اس شخص کے ساتھ اس سلوک کی وجہ سے۔

شرح

قہقہہ، ضحک اور تبسم

ایسی آواز سے ہنسنا جو خود سن لے اور پاس والے بھی سن لیں، قہقہہ کہلاتا ہے اور حالت نماز میں اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ غیر حالت نماز میں یہ معیوب ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت میں کبھی نہیں ہنسے تھے۔

ایسی آواز سے ہنسنا کہ خود تو سنے مگر دوسرا نہ سن سکے ضحک کہلاتا ہے۔ حالت نماز میں ضحک سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور خارج نماز میں یہ معیوب بھی نہیں ہے۔

بغیر آواز کے ہنسنا جس سے آواز پیدا نہیں ہوتی محض دانت نمایاں ہوتے ہیں، کو تبسم کہا جاتا ہے۔ بعض علماء کرام کے ہاں ضحک اور تبسم مترادف ہیں اور بعض ان کے مابین معمولی فرق کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قہقہہ سے نفرت تھی اور آپ نے کبھی یہ اختیار نہیں کیا۔ آپ سے ضحک و تبسم ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں چند شواہد حسب ذیل ہیں:

۱- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: مارایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستجعا قط ضاحکا حتی اری منه لهوته انما کان یتبسم۔

۲- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: کان صلی اللہ علیه وسلم لا یضحك الا تبسما فکنت اذا نظرت الیه قلت الکحل العینین والیس بالکحل

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انداز سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوتی ہوں بلکہ مسکرانے کی حد تک دیکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسم کی حد تک ہوا کرتا تھا۔ میں جب بھی حاضر خدمت ہو کر زیارت سے لطف اندوز ہوتا تو معلوم ہوتا کہ آپ نے آنکھوں کو سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ آپ نے سرمہ نہیں لگایا ہوا ہوتا تھا بلکہ آپ پیدائشی طور پر آپ کی آنکھیں سرمگیں تھیں۔

۳-حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جل ضحکه التبسم یفتر عنه مثل حب الغمام
آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم کی صورت میں ہنستے تھے اور اس وقت آپ کے دندانِ مبارک اولوں کی طرح سفید نمایاں ہو جاتے تھے۔

۴-حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ماحجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذا سلمت و لا رانی الاضحك ۔میرے قبول اسلام کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی حاضری سے منع نہیں کیا اور آپ مجھے دیکھ کر مسکراتے تھے۔

۵-حضرت حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ما رایت احد اکثر تبسما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔
میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

۶-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
القہقھة من الشیطان، والتبسم من اللہ ،یعنی قہقہہ لگا کر ہنسنا شیطان کی طرف سے ہے اور تبسم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

سرمہ کی فضیلت واہمیت

۱-شرعی حیثیت:

دیگر امور کی طرح سرمہ کا استعمال بھی مسنون ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔سرمہ کے استعمال کے تین فوائد ہیں: (۱) زینت (۲) شفاء (۳) سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۲-سرمہ کی فضیلت واہمیت:

سرمہ کی اہمیت اور فضیلت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود سرمہ استعمال فرماتے اور اپنے صحابہ کرام کو اس کے استعمال کا حکم دیتے تھے۔اس حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے بہترین سرمہ ''اثمد'' ہے۔رات سونے کے وقت ڈالا جائے، یہ نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اگاتا ہے۔(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص ۲۴۲)

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام سرموں سے افضل سرمہ اثمد ہے، جو نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کو اگاتا ہے۔(ایضا)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول:

سرمہ کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں شامل تھا۔رات کے وقت محو استراحت ہونے سے قبل سرمہ استعمال کرتے تھے۔اس حوالے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اثمد سرمہ آنکھوں میں ڈالو اس سے نظر تیز ہوتی ہے اور پلکیں بھی مضبوط ہوتی ہیں۔

۲-اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس "اثمد" سرمہ تھا جو آپ سوتے وقت تین تین سلائیاں استعمال کرتے تھے۔

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس "اثمد" سرمہ تھا۔ رات کو سوتے وقت اس کی تین سلائیاں ایک آنکھ میں اور تین سلائیاں دوسری آنکھ میں ڈالتے تھے۔

۴-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب سرمہ استعمال کرتے تو ہر آنکھ میں دو دو سلائیاں لگاتے پھر آخر میں ایک ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے تھے۔

۵-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ لگاتے وقت دائیں آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں دو مرتبہ ڈالتے تھے تاکہ طاق عدد باقی رہے۔

سرمہ لگانے کا طریقہ اور مواقع:

مذکورہ روایات سے سرمہ استعمال کرنے کا مسنون طریقہ بیان ہوا ہے:

(۱) دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں اس طرح ڈالی جائیں کہ ابتداء دائیں آنکھ میں دو سلائیاں اور بائیں آنکھ میں تین سلائیاں جبکہ اختتام پر ایک سلائی دائیں آنکھ میں ڈالی جائے۔ اس طرح اس سنت کی ابتداء دائیں جانب سے ہوگی اور اختتام بھی دائیں طرف سے ہوگا۔

(۲) پہلے بالترتیب دائیں اور بائیں آنکھ میں دو دو سلائیاں ڈالی جائیں اور اختتام پر پھر ایک ایک سلائی ڈالی جائے۔ اس طرح طاق عدد قائم رہے گا۔

(۳) دونوں آنکھوں میں پانچ سلائیاں اس طرح ڈالی جائیں کہ پہلی آنکھ میں تین سلائیاں ڈالی جائیں اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں۔ اس طریقہ سے بھی طاق عدد بنتا ہے، جو بہترین عدد ہے۔

حسب ذیل مواقع پر سرمہ استعمال کرنا مسنون ہے: (۱) رات کو سوتے وقت (۲) جمعہ کے دن نماز جمعہ کی تیاری کے وقت (۳) عیدین کے دنوں میں (۴) سفر پر روانہ ہوتے وقت۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي صِفَةِ مِزَاحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب **36**: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کا بیان

222- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان انبانا اَبُوْ اسامة عن شريك عن عاصم الاحول عن انس بن ملك قَالَ ان النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ له يا ذالاذنين قَالَ محمود قَالَ اَبُوْ اسامة يعني يمازحه .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ''دو'' کانوں والے!

محمود نامی راوی نے کہا: ابواسامہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح کے طور پر یہ فرمایا تھا۔

223- حَدَّثَنَا هناد بن السرى حَدَّثَنَا وكيع عن شعبة عَنْ اَبِیْ التياح عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ان كان النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ليخا لطناحتى يَقُوْلُ لاخ لى صغير يا ابا عمير ما فعل النغير

قَالَ اَبُوْعِيْسٰى وفقه هٰذَا الحديث ان النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كان يماز ح وفيه انه كنى غلاما صغيرا فقال له يا ابا عميرو فيه ان لا باس ان يعطى الصبى الطير ليلعب به وانها قَالَ له النبى صلى الله و عليه و سلم يا ابا عمير مافعل النغير لا نه كان له نغير فيلعب به فمات فحزن الغلام عليه فمازحه النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فقال يا ابا عمير مافعل النغير .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ گھل مل جایا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے کہا کرتے تھے: اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح کرلیا کرتے تھے۔ آپ نے بچے کی کنیت رکھی اور اسے ''ابوعمیر'' کہا، اس سے معلوم ہوا کہ بچے کو کھیلنے کے لیے پرندہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''اے ابوعمیر'' تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بچے کی ایک چڑیا تھی، جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا اور وہ مرگئی۔ بچہ پریشان ہوگیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ مزاح کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟

224- حَدَّثَنَا عباس بن محمد الدورى قَالَ حَدَّثَنَا على بن الحسين بن شقيق حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِك عن اسامة ابن زيد عن سعيد المقبرى عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قال، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّكَ تُدَا عِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صرف سچ بات کہتا ہوں۔

225- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا خالد بن عبد الله عن حميد عن انس ابن مالك اَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ هَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْق .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لیے جانور

مانگا تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اونٹ، اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

226- حَدَّثَنَا اسحق بن منصور حَدَّثَنَا عبد الرزاق حَدَّثَنَا معمر عن ثابت عن انس بن مٰلك اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهٗ زَاهِرًا وَّ كَانَ يُهْدِیْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ هَدِيَّةً مِّنَ الْبَادِيَةِ فَيُجَهِّزُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُحِبُّهٗ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيْمًا فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمًا وَّ هُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهٗ وَ احْتَضَنَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَلَا يُبْصِرُهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا اَرْسِلْنِیْ فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَاْلُوْ مَا اَلْصَقَ ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهٗ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّشْتَرِیْ هٰذَا الْعَبْدَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذًا وَّاللّٰهِ تَجِدُوْنِیْ كَاسِدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ اَوْ قَالَ اَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ ۔

❖❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دیہاتی شخص جس کا نام زاہر تھا، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیہات سے تحفے لا کر پیش کیا کرتا تھا اور واپسی پر آپ بھی اسے ساز و سامان دیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ راوی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت محبت کیا کرتے تھے، وہ شخص بدصورت تھا۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے، وہ اپنا سامان فروخت کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے اسے پکڑ لیا، اس نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا: کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ جب اس نے مڑ کر دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو وہ اپنی پشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے مبارک کے ساتھ ملنے لگا۔ اس وقت جب اس نے آپ کو پہچان لیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون اس غلام کو خریدے گا؟ اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس صورت میں، اللہ کی قسم! آپ مجھے کم قیمت پائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن تم اللہ کی بارگاہ میں کم قیمت نہیں ہو۔ اللہ کی بارگاہ میں تم زیادہ قیمت رکھتے ہو۔

227- حَدَّثَنَا عبد بن حميد حَدَّثَنَا مصعب بن المقدام حدثنا المبارك ابن فضالة عن الحسن قَالَ اَتَتْ عَجُوْزٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّدْخِلَنِی الْجَنَّةَ فَقَالَ يَا اُمَّ فُلَانٍ اِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عَجُوْزٌ قَالَ فَوَلَّتْ تَبْكِیْ فَقَالَ اَخْبِرُوْهَا اَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِیَ عَجُوْزٌ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ اِنَّا اَنْشَاْنَا هُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنَا هُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا ۔

❖❖ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک بوڑھی خاتون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے جنت میں داخل کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے

اُم فلاں! جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی۔

راوی نے کہا: وہ عورت روتی ہوئی واپس پلٹی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے بتادو! یہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے انہیں مخصوص طریقے سے پیدا کیا ہے اور انہیں کنواری بنایا ہے۔''

شرح

مزاح کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث باب میں ''مزاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم'' کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اس بارے میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بالتفصیل حسب ذیل ہے:

مذاق اور مزاح:

ایسی بات کہنا جس سے دوسرے کو قلبی اذیت ہوتی ہو خواہ حقیقت کے عین مطابق ہو، مذاق کہلاتا ہے اور شرعی نقطہ نظر سے یہ حرام ہے، کیونکہ اس سے لڑائی بلکہ قتل کی نوبت آ سکتی ہے۔

کسی سے ایسی بات کہنا کہ اس سے دلی اذیت نہ ہوتی ہو، مزاح کہلاتا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے حسب ذیل شرائط کے ساتھ یہ جائز ہے:

(۱) ایسا مزاح نہ ہو جس سے کسی کو تکلیف ہو۔

(۲) مزاح جھوٹ پر مبنی نہ ہو۔

(۳) مزاح سے کسی کی عزت و ناموس پر حرف نہ آتا ہو۔

(۴) مزاح کو مستقل عادت نہ بنایا جائے۔

(۵) مزاح میں تحقیری و تذلیلی پہلو نمایاں نہ ہو۔

(۶) مزاح ایسا نہ ہو جس سے وقار میں کمی واقع ہو۔

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پر مزاح ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مزاح تھے اور آپ سب سے زیادہ مزاح کرتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مزاح تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے مزاح میں سچا ہو، اللہ تعالیٰ اس کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مزاح بھی کرتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں حق سچ کہتا ہوں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہنسی مزاح بھی کرتا ہوں

لیکن ہنسی مزاح میں حق اور سچ کہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسی مزاح بھی کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ ہنسی مزاح بھی کیا کرتے تھے۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے مزاح کرنا:

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے بچوں پر خوب شفقت و محبت فرماتے تھے اور ان سے مزاح بھی فرماتے تھے۔ اس حوالے سے چند شواہد حسب ذیل ہے:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گھل مل جاتے، میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ جس کی ایک چڑیا تھی۔ وہ اپنی چڑیا کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور چڑیا کے مرنے پر وہ پریشان ہو گیا۔ انہوں دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور میرے بھائی سے مخاطب ہو کر فرمایا: **یا ابا عمیر، مافعل النغیر؟** اے ابو عمیر! نغیر (چڑیا) کا کیا بنا؟

۲- حضرت عبداللہ بن البسر المازنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری والدہ محترمہ نے مجھے انگوروں کا خوشہ دے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ میں آپ کے حضور پیش کروں، میں نے وہ انگوروں کا خوشہ کھالیا۔ والدہ محترمہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا؟ آپ نے فرمایا: مجھے تو انگور نہیں ملے۔ اس واقعہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھے دیکھتے تو مزاحاً فرماتے: دھوکا، دھوکا یعنی آپ گزشتہ واقعہ کی طرف اشارہ فرما دیتے تھے۔

۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے دکان والے! راوی کا بیان ہے آپ نے یہ مزاحاً فرمایا تھا۔

۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ سے مزاح فرمانا:

چھوٹے بچوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے بھی مزاح فرمایا کرتے تھے۔ اس حوالے سے چند ایک واقعات حسب ذیل ہیں:

۱- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جہاں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے شفقت و محبت فرماتے تھے، وہاں ان سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔

۲- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو سرخ ہو رہا تھا، آپ نے اس مخاطب ہو کر مزاحاً فرمایا: تم گلاب کے باپ ہو۔

۳- ایک دفعہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے شوہر آپ کو بلاتے ہیں۔ فرمایا: کیا وہی جس کی آنکھ سفید ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! قسم بخدا! اس کی آنکھ میں سفیدی نہیں

ہے۔آپ نے فرمایا: نہیں' اس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ پھر عرض کیا: قسم بخدا! نہیں' تب آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔

۴۔حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ایک موقع پر دوران سفر میں لوگوں کے سامان کا بہت بوجھ ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر بچھانے کا حکم دیا۔ میں نے تعمیل حکم کیا تو تمام سامان چادر میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا: اٹھاؤ تم تو سفینہ (کشتی) ہو۔اس کے بعد حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ ایک اونٹ دو اونٹ کا سامان اٹھا لیتے تھے حتیٰ کہ بیک وقت سات اونٹ کا سامان اٹھانے میں بھی دقت محسوس نہیں کرتے تھے۔

۴-بڑوں سے مزاح:

چھوٹوں سے مزاح کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑوں سے بھی مزاح فرمالیا کرتے تھے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے سواری کے لیے کوئی جانور عنایت فرمادیجئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً فرمایا: میں تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔اس نے گھبراتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ آپ نے (مزاح کی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا: اونٹ بھی آخر کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

۵-زوجہ سے مزاح کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مزاحاً فرمایا: آپ کی آنکھ کی سفیدی کتنی زائد ہے!۔

۶-معمر خاتون سے مزاح کرنا:

مردوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم معمر خواتین سے بھی مزاح فرمالیا کرتے تھے۔اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

ا-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک معمر خاتون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ دخول جنت کے لیے دعا کرنے کے بارے میں کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً فرمایا: عمر رسیدہ عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ ادھر نماز کا وقت ہونے پر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور وہ عورت جواب سن کر خوب روتی رہی حتیٰ کہ آپ نماز سے فراغت پر واپس تشریف لے آئے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ عورت رو رہی ہے۔آپ نے اسے کیا فرمادیا ہے کہ عمر رسیدہ عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی؟ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ہاں بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی۔

(علامہ محمد بن یوسف الصالحی' سبل الهدیٰ والرشاد) ج ۷' ص ۱۱۶)

مطلب یہ ہے کہ بوڑھی عورتوں کو جوانی عطا کی جائے گی۔ جنت میں تمام خواتین نو جوان ہوں گی اور سب کی عمر تقریباً تمیں (۳۰) سال ہوگی۔

۲۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں (سحری اور صبح صادق کے وقت میں امتیاز کی غرض سے) اپنے سرہانے کے نیچے دو دھاگے رکھ لیتا ہوں کہ دونوں کب ممتاز ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً نے فرمایا: تمہارا تکیہ بہت وسیع وعریض ہے (جس کے نیچے آسمان چھپ جاتا ہے)

نوٹ: یعنی سیاہ اور سفید دو دھاگے رکھ لیتا ہوں۔ سیاہ دھاگہ سے مراد صبح کاذب ہے' جو سحری کا وقت ہوتا ہے اور سفید دھاگہ سے مراد صبح صادق کا وقت ہے' جو فجر کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ اس روایت میں مزاح کی صورت یہ ہے کہ تکیہ اتنا بڑا ہے جس کے نیچے آسمان چھپ جاتا ہے۔

ممنوع مزاح

آداب مزاح کے حوالے سے چند ممنوع صورتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ بچوں سے مزاح نہ کیا جائے:

بچوں سے مزاح نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے وقار میں فرق آتا ہے۔ حضرت منکدر رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ماجدہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ بچوں سے مزاح نہ کرو' کیونکہ اس سے تمہارا مرتبہ گر جائے گا۔

۲۔ کثرت مزاح سے احتراز:

کثرت مزاح سے اجتناب کرنا چاہیے' کیونکہ اس سے آدمی کی اہمیت اور وقار گر جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کثرت مزاح سے منع کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بکثرت مزاح سے انسان کا وقار ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ جھوٹ پر مبنی مزاح کی مذمت:

جھوٹ پر مبنی مزاح سے اجتناب ازبس ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انسان ایمان کی حقیقت تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک جھگڑا نہ چھوڑ دے خواہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور مزاح بھی ترک کر دے۔

۴۔ مزاحاً کسی کے سامان پر قبضہ کرنے کی ممانعت:

مزاحاً کسی کے سامان پر قبضہ کرنا منع ہے۔ اس بارے میں روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی کا سامان نہ مزاحاً لے اور نہ حقیقتاً' اگر کوئی مزاحاً کسی کا سامان لے تو وہ جلدی سے واپس کر دے۔ (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲' ص ۶۸۳)

۲۔ حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھائی سے جھگڑا مت کرو' اس سے مذاق نہ کرو اور اس سے وعدہ خلافی نہ کرو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی صِفَةِ کَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِی الشِّعْرِ

باب 37: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شعر سننے اور سنانے کا بیان

228- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا شریك عن المقداد بن شریح عن ابیه عن عائشة قَالَتْ قِیْلَ لَهَا هَلْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَتَمَثَّلُ بِشَیْءٍ مِّنَ الشِّعْرِ قَالَتْ کَانَ یَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَة وَ یَتَمَثَّلُ وَیَقُوْلُ وَ یَاتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدْ

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مثال کے طور پر کوئی شعر بھی سنایا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ابن رواحہ کے شعر مثال کے طور پر سنایا کرتے' اور اکثر وہ اس شعر کو مثال کے طور پر سنایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہے: ''تمہارے پاس وہ اطلاع لے کر آئے گا' تم نے تیاری نہیں کی ہے۔''

229- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی قَالَ حَدَّثَنَا سفیٰن عن عبد الملك بن عمیر حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اَصْدَقَ کَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ . کَلِمَةُ لَبِیْدٍ

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

وَ کَادَ اُمَیَّةُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ اَنْ یُّسْلِمَ .

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی وہ ''لبید'' کا یہ مصرعہ ہے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امیہ بن ابی الصلت مسلمان ہونے کے قریب تھا۔

230- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی قَالَ انبانا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عن الاسود بن قیس عن جندب بن سفیٰن البجلی قَالَ اَصَابَ حَجَرٌ اِصْبَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَدَمِیَتْ فَقَالَ

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَالَقِیْتِ

حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ عمر حَدَّثَنَا سفیٰن بن عیینه عن الاسود بن قیس عن جندب عن عبد اللّٰه البجلی نحوه .

◆◆ حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی پر پتھر لگا جس کی وجہ سے وہ زخمی ہوئی تو آپ نے کہا: تم صرف ایک انگلی ہو جو زخمی ہوئی ہو اور تمہیں اللہ کی راہ میں اس کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

یہی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

231- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا یحییٰ بن سعید حَدَّثَنَا سفیان الثوری حَدَّثَنَا اَبُوْ اسحاق عن

البراء بن عازب قَالَ قَالَ لَهُ رَجُلٌ اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَاعُمَارَةَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَاوَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَلٰكِنْ سِرَعَانُ النَّاسِ تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ وَاَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اٰخِذٌ بِلَجَامِهَا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ .

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ!

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے دریافت کیا: اے ابو عمارہ! کیا آپ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے نہیں مڑے تھے لیکن جلد باز لوگ، ہوازن قبیلے کے افراد نے تیروں کے ذریعے ان کا سامنا کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے خچر پر سوار تھے۔ حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اس خچر کی لگام کو تھاما ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ رہے تھے:

"میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

232– حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا عبد الرزاق رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا جعفر بن سليمان انبانا ثابت عن انس اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَابْنُ رَوَاحَةَ يَمْشِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُوَ يَقُوْلُ .

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ
ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهٖ وَ يُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ!

فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ يَا ابْنَ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ فِيْ حَرَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَقُوْلُ شِعْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ فَلَهِيَ اَسْرَعُ فِيْهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضاء کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو ابن رواحہ ان کے آگے یہ شعر کہتے ہوئے جا رہے تھے:

"اے کافروں کی اولاد! تم (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ چھوڑ دو، ہم آج قرآن کے حکم کے مطابق تمہاری پٹائی کریں گے، ایسی پٹائی جو سروں کو گردنوں سے جدا کردے گی اور دوست کو دوست سے غافل کردے گی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ کے حرم کے اندر شعر کہہ رہے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اسے کہنے دو، یہ ان (کفار) کے لیے تیراندازی سے زیادہ سخت ہیں۔

233- حَدَّثَنَا علی بن حجر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ انبانا شریك عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قَالَ جَالَسْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَکْثَرَ مِنْ مِّائَةِ مَرَّةٍ وَ کَانَ اَصْحَابُہٗ یَتَنَا شَدُوْنَ الشِّعْرَ وَ یَتَذَاکَرُوْنَ اَشْیَاءَ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّةِ وَھُوَ سَاکِتٌ وَّ رُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَھُمْ ۔

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سو سے زائد دفعہ بیٹھا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب شعر سنایا کرتے' اور وہ زمانہ جاہلیت کے واقعات یاد کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے تھے اور کبھی کبھار آپ مسکرا دیا کرتے تھے۔

234- حَدَّثَنَا علی بن حجر ابنانا شریك عن عبد الملك بن عمیر عَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ اَشْعَرُ کَلِمَةٍ تَکَلَّمَتْ بِھَا الْعَرَبُ کَلِمَةُ لَبِیْدٍ ۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰہَ بَاطِل

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا: سب سے سچی بات جو کسی عرب شاعر نے کہی ہے وہ "لبید" کا یہ مصرعہ ہے:

"اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔"

235- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا مروان بن معاویة عن عَبْدُ اللّٰہِ بْن عبد الرحمٰن الطائفی عن عمرو بن الشرید عن ابیه قَالَ کُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَاَنْشَدْتُّہٗ مِائَةَ قَافِیَةٍ مِّنْ قَوْلِ اُمَیَّةَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ کُلَّھَا اَنْشَدْتُّہٗ بَیْتًا قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ھِیْہِ حَتّٰی اَنْشَدْتُہٗ مِائَةَ یَعْنِیْ بَیْتًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنْ کَادَ لَیُسْلِمُ ۔

◆◆ حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے پیچھے سواری پر موجود تھا، میں نے آپ کو امیہ بن الصلت کے سو مصرعے سنائے، جب بھی میں کوئی مصرعہ سناتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرماتے: اور سناؤ! حتیٰ کہ میں نے آپ کو ایک سو مصرعے سنا ڈالے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مسلمان ہونے کے قریب تھا۔

236- حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن موسیٰ انفزاری و علی بن حجر والمعنی واحد قالاَ ابنانا عبد الرحمٰن بن اَبِی الزناد عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَضَعُ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْہِ قَائِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَوْقَالَ یُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَایُنَافِحُ اَوْیُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن موسٰی و علی بن حجر قالا حَدَّثَنا ابن اَبِی الزناد عن ابیه عن عروة عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مثلهٗ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھوایا، وہ اس پر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کے مقابلے میں فخر یہ اشعار پیش کرنے لگے یا مدافعت کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد کرتا رہے گا جب تک یہ مدافعت کرتا رہے گا یا اللہ کے رسول کی طرف سے فخر کرتا رہے گا۔

یہی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

شرح

منظوم کلام کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- شعر کا مفہوم:

لفظ ''شعر'' واحد ہے اور اس کی جمع ''اشعار'' ہے۔ شعر منظوم کلام کو کہا جاتا ہے۔ اشعار اچھے ہوتے ہیں اور برے بھی، اچھے اشعار کا سننا یا سنانا یا کہنا بھی اچھا ہے جبکہ برے اشعار کا سننا یا سنانا یا کہنا برا ہے۔ برے اشعار کی مذمت و وعید میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: برے اشعار کا (قلب و ذہن میں) ذخیرہ کرنے سے بہتر ہے کہ انسان کا پیٹ پیپ سے بھر جائے۔

۲- آپ کا منظوم کلام:

شعراء کی طرح بالتکلف ردیف و قافیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہیں بلکہ بعض اوقات بلا تکلف شاذ و نادر طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اشعار نکل جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں دو اشعار مشہور ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱- هل انت الا اصبع دمیت   وفی سبیل الله مالقیت

(تو محض ایک خون آلودہ انگلی ہے، جو تکلیف پہنچی ہے وہ راہ خدا میں)

حضرت جندب بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جنگ احد کے موقع پر ایک پتھر لگنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی زخمی ہوگئی اور خون بہنا شروع ہوگیا تو آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کبھی کبھار شعر نکلتا تھا بلکہ عموماً اپنے مدعیٰ پر تفریح کے طور پر کسی شاعر کا شعر پڑھ دیتے تھے۔ اکثر مؤرخین کی رائے کے مطابق یہ آپ کا شعر نہیں ہے۔ حضرت امام مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق یہ شعر ابن رواحہ کا ہے جبکہ علامہ واقدی کے مطابق یہ شعر ولید بن ولید کا ہے۔ بعض محققین کے مطابق یہ شعر نہیں ہے بلکہ رجز ہے جبکہ بعض کا خیال ہے کہ یہ شعر مگر آپ نے بالقصد نہیں کہا تھا، بلکہ ارادہ کلام منظوم صادر ہوگیا تھا۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری کے مطابق یہ شعر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیم کر لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ایک آدھ شعر کہنے سے آدمی شاعر تو نہیں بن جاتا۔

۲- انا النبی لا کذب   انا ابن عبدالمطلب

(الصحیح للبخاری ج۱ ص ۶۱۷)

(میں نبی ہوں جس میں جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ شعر غزوۂ حنین کے موقع پر اس وقت نکلا جب قبیلہ ہوازن کے تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے صحابہ کرام پیچھے ہٹ گئے تھے جبکہ آپ نہایت بہادری سے دلدل خچر (جو سلطان مقوقش کی جانب سے بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا) پر یہ شعر پڑھ کر مبارزہ فرمارہے تھے۔

اس شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بجائے عبدالمطلب کا بیٹا قرار دیا اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں:

(۱) والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا تھا اور آپ کی پرورش و کفالت دادا جان عبدالمطلب نے کی تھی۔

(۲) دادا جان عبدالمطلب مکہ معظّمہ کے رئیس اور قبیلہ قریش کے سربراہ تھے۔ اس اہمیت کے پیش نظر ان کی طرف نسبت فرمائی۔

۳- ستبدئ لک الایام ما کنت جاھلا   ویاتیک بالاخبار من لم تزود

ایک روایت میں مذکور ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعر بھی پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: ہاں! آپ عبداللہ بن رواحہ (اسلامی شاعر ہیں) کا شعر ہے۔ اکثر محققین کا خیال ہے کہ یہ شعر مشہور شاعر طرفہ بن عبد کا ہے، جو سبعہ معلقات (فن ادب عربی کی مشہور کتاب ہے) میں موجود ہے۔

۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند شعراء منظور نظر تھے۔ ان سے مختلف مواقع پر فن شاعری کے حوالے سے خدمات حاصل کرتے تھے۔ ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

۱- حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شمار شعراء مقربین میں ہوتا ہے۔ ایک سو بیس سال عمر پائی۔ ساٹھ سال زمانہ جاہلیت میں گزارے، اس زمانہ میں اسلام کی ہجو کیا کرتے تھے۔ ساٹھ سال زمانہ اسلام میں گزارے جس میں تحسین اسلام اور کفر و کفار کی خوب ہجو کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پر مشتمل اشعار کہا کرتے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اشعار سن کر دعائے خیر و برکت سے نوازتے تھے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا کیا کرتے تھے: اللھم ایدہ بروح القدس۔ اے اللہ! حسان بن ثابت کی مدد حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے فر.

(۲) ایک روایت میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے تھے: اے حسان! تم (کفار کی) ہجو کرو جبرائیل تمہارے ساتھ ہیں۔

(۳) ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی میں منبر لگا دیا جاتا' جس پر کھڑے ہو کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

۲-حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

آپ دوسرے درباری شاعر ہیں' اشعار پڑھ کر کفار کو عار دلایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مطابق آپ شعر پڑھا کرتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحسین فرماتے اور آپ فرمایا کرتے تھے: اے عبداللہ بن رواحہ! تم نے خوب اشعار پڑھے ہیں۔

۳-حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ:

آپ اپنی شاعری کے ذریعے کفار کو خوف زدہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مطابق کفار کے خلاف خوب اشعار کہا کرتے تھے۔

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ شعر:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لبید شاعر کا یہ شعر زیادہ پسند تھا۔

الا کل شیء ماخلا اللہ باطل   و کل نعیم لا محالۃ زائل

(خبردار! اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور ہر نعمت یقیناً ختم ہونے والی ہے)

لبید ایک مشہور شاعر تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد وفود کی آمد کے موقع پر وہ بھی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔ اس نے اسلام قبول کیا' زمانہ جاہلیت و اسلام میں قدر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ طویل عمر پائی' ایک قول کے مطابق اس نے ایک سو چالیس (۱۴۰) یا ایک سو ستاون (۱۵۷) سال عمر پائی۔ وہ نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد شعر گوئی ترک کر دی تھی اور کہا کرتے تھے مجھے محض قرآن کافی ہے۔

۵-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشعار سننا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف شعراء کے اشعار سماعت فرماتے تھے اور آپ اشعار سن کر داد دیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ چند شواہد حسب ذیل ہیں۔

۱-حضرت شرید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے آپ کو امیہ بن صلت کے ایک سو (۱۰۰) اشعار سنائے تھے۔

۲-ایک روایت میں ہے کہ حضرت شرید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ

نے فرمایا: کیا تمہیں امیہ بن صلت کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا: ہاں مجھے اس کے اشعار یاد ہیں۔ فرمایا: وہ اشعار سناؤ؟ تو میں نے سو اشعار سنا دیے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری کا بیان ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن صلت کا یہ شعر سنایا:

لك الحمد و النعماء و الفضل ربنا فلاشیٔ اعلی منك حمد او لا مجدا

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب یہ (امیہ بن صلت) اسلام لے آئے گا۔

۶- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں اشعار:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچھے اشعار پسند کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں اشعار پڑھے جاتے تھے اور آپ تحسین فرمایا کرتے تھے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سو بار سے زیادہ بار بیٹھا ہوں اور صحابہ کرام آپ کی موجودگی میں اشعار پڑھا کرتے تھے۔

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے چلتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

۱- خلوا بنی الکفار عن سبیله اليوم نضربكم على تنزيله

(اے اولاد کفار! تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو، آپ کی آمد تم میں ہوئی ہے آج ہم تمہیں پیٹیں گے)

۲- ضربا یزیل الهام عن مقیله ویذهل الخلیل عن خلیله

(پیٹنے کے سبب تمہارے سر تن سے جدا ہو جائیں گے اور دوست دوست کو بھول جائے گا)۔

۳- ایک دفعہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! قرآن میں شعرگوئی کی مذمت بیان کی گئی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مومن تلوار سے جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ قسم بخدا! تم اشعار کی صورت میں دشمن (کفار پر) تیر برساتے ہو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی کَلامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِی السَّمَرِ

باب 38: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا بیان

237- حَدَّثَنَا الحسن بن صباح البزار حَدَّثَنَا ابو النضر حَدَّثَنَا ابو عقیل الثقفی عَبْدُ اللّٰهِ بْن عقیل عن مجالد عن الشعبی عن مسروق عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قالت حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ نِسَآءَهُ حَدِیْثًا فَقَالَتِ امْرَءَةٌ مِنْهُنَّ کَاَنَّ الْحَدِیْثَ حَدِیْثُ خُرَافَةَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاخُرَافَةُ اِنَّ خُرَافَةَ کَانَ رَجُلًا مِنْ عُذْرَةَ اَسَرَتْهُ الْجِنُّ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَمَکَثَ فِیْهِمْ دَهْرًا ثُمَّ رَدُّوْهُ اِلَی الْاِنْسِ فَکَانَ یُحَدِّثُ

النَّاسَ بِمَارَای فِیھِمْ مِنَ الْاَعَاجِیْبِ فَقَالَ النَّاسُ حَدِیْثُ خُرَافَۃَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو ایک واقعہ سنایا تو ان ازواج میں سے ایک خاتون نے کہا: یہ تو خرافہ کی بات معلوم ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو خرافہ کی حقیقت کیا ہے؟ خرافہ عذرہ قبیلے کا ایک شخص تھا جسے زمانہ جاہلیت میں جن قیدی بنا کر لے گئے تھے۔ وہ ایک عرصہ تک ان کے درمیان رہا، پھر جب جنات اسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے، تو وہ لوگوں کو حیران کن باتیں بتایا کرتا تھا، جو اس نے جنوں میں دیکھی تھیں۔ پھر لوگ یہی کہنے لگ پڑے: یہ خرافہ کی بات ہے۔

238- حَدَّثَنَا علی ابن حجر قَالَ اَخْبَرَنَا عِیْسٰی بن یونس عن ھشام بن عروۃ عن اخیہ عَبْدُ اللّٰہِ بْن عروۃ عن عروۃ عن عائشۃ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قالت جَلَسَتْ اِحْدٰی عَشَرَۃَ امْرَأَۃً فَتَعَا ھَدْنَ وَ تَعَاقَدْنَ اَنْ لَّا یَکْتُمْنَ مِنْ اَخْبَارِ اَزْوَاجِھِنَّ شَیْئًا فَقَالَتْ ۔

قَالَتِ الْاُوْلٰی زَوْجِیْ لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلٰی رَأْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ لَا سَھْلٍ فَیُرْتَقٰی وَلَا سَمِیْنٌ فَیُنْتَقٰی ۔

قَالَتِ الثَّانِیَۃُ زَوْجِیْ لَا اُثِیْرُ خَبَرَہٗ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ لَّا اَذَرَہٗ اَنْ اَذْکُرَہٗ اَذْکُرْ عُجَرَہٗ وَ بُجَرَہٗ ۔

قَالَتِ الثَّالِثَۃُ زَوْجِیْ الْعَشَنَّقُ اِنْ اَنْطِقْ اُطَلَّقْ فَاِنْ اَسْکُتْ اُعَلَّقْ ۔

قَالَتِ الرَّابِعَۃُ زَوْجِیْ کَلَیْلِ تِھَامَۃَ لَا حَرٌّ وَّلَا قَرٌّ وَّلَا مَخَافَۃَ وَلَا سَامَۃَ ۔

قَالَتِ الْخَامِسَۃُ: زَوْجِیْ اِنْ دَخَلَ فَھِدَ وَ اِنْ خَرَجَ اَسِدَ وَلَا یَسْأَلُ عَمَّا عَھِدَ ۔

قَالَتِ السَّادِسَۃُ: زَوْجِیْ اِنْ اَکَلَ لَفَّ وَ اِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ وَ اِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَا یُوْلِجُ الْکَفَّ لِیَعْلَمَ الْبَثَّ ۔

قَالَتِ السَّابِعَۃُ: زَوْجِیْ عَیَایَاءُ اَوْ غَیَایَاءُ طَبَاقَاءُ کُلُّ دَاءٍ لَہٗ دَاءٌ شَجَّکِ اَوْ فَلَّکِ اَوْ جَمَعَ کُلًّا لَّکِ ۔

قَالَتِ الثَّامِنَۃُ زَوْجِیْ الْمَسُّ مَسُّ اَرْنَبٍ وَالرِّیْحُ رِیْحُ زَرْنَبٍ ۔

قَالَتِ التَّاسِعَۃُ زَوْجِیْ رَفِیْعُ الْعِمَادِ عَظِیْمُ الرَّمَادِ طَوِیْلُ النِّجَادِ قَرِیْبُ الْبَیْتِ مِنَ النَّادِ ۔

قَالَتِ الْعَاشِرَۃُ زَوْجِیْ مَالِکٌ وَّ مَا مَالِکٌ خَیْرٌ مِّنْ ذَالِکَ لَہٗ اِبِلٌ کَثِیْرَاتُ الْمَبَارِکِ قَلِیْلَاتُ الْمَسَارِحِ اِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْھَرِ اَیْقَنَّ اَنَّھُنَّ ھَوَالِکُ ۔

قَالَتِ الْحَادِیَۃَ عَشْرَۃَ: زَوْجِیْ اَبُوْزَرْعٍ اَنَاسَ مِنْ حُلِیٍّ اُذُنَیَّ وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَیَّ وَ بَجَّحَنِیْ فَبَجَحَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ وَجَدَنِیْ فِیْ اَھْلِ غُنَیْمَۃٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِیْ فِیْ اَھْلِ صَھِیْلٍ وَ اَطِیْطٍ وَ دَائِسٍ وَ مُنَقٍّ فَعِنْدَہٗ اَقُوْلُ فَلَا اُقَبَّحُ وَ اَرْقُدُ فَاَتَصَبَّحُ وَ اَشْرَبُ فَاَتَقَمَّحُ اُمُّ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا اُمُّ اَبِیْ زَرْعٍ عُکُوْمُھَا رَدَاحٌ وَّ بَیْتُھَا فَسَاحٌ اُمُّ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا ابْنُ اَبِیْ زَرْعٍ مَضْجَعُہٗ کَمَسَلِّ شَطْبَۃٍ وَ تُشْبِعُہٗ ذِرَاعُ الْجَفْرَۃِ بِنْتِ اَبِیْ زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ اَبِیْ

زَرْعٍ طَوْعُ اَبِيْهَا وَ طَوْعُ اُمِّهَا وَ مِلْأُ كِسَائِهَا وَ غَيْظُ جَارَتِهَا جَارِيَةُ اَبِىْ زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ اَبِىْ زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِيْثَنَا تَبْثِيْثًا وَّلَا تُنَقِّثُ مِيْرَتَنَا تَنْقِيْثًا وَّلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيْشًا قَالَتْ خَرَجَ اَبُوْ زَرْعٍ وَالْاَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِيَ اِمْرَاَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِيْ فَنَكَحْتُهَا فَنَكَحْتُ بَعْدَهٗ رَجُلًا سَرِيًّا رَكِبَ شَرِيًّا وَّاَخَذَ خَطِيًّا وَّاَرَاحَ عَلَيَّ نَعَمًا ثَرِيًّا وَّاَعْطَانِيْ مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا وَّقَالَ كُلِيْ اُمَّ زَرْعٍ وَ مِيْرِيْ اَهْلَكِ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ اَعْطَانِيْهِ مَا بَلَغَ اَصْغَرَ اٰنِيَةِ اَبِىْ زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كُنْتُ لَكِ كَاَبِىْ زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک مرتبہ گیارہ عورتوں نے اکٹھی بیٹھ کر یہ طے کیا اور مضبوط معاہدہ کیا کہ وہ اپنے شوہروں کے حالات کے بارے میں کچھ نہیں چھپائیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان میں سے پہلی عورت نے کہا: میرا شوہر ہر دشوار گزار پہاڑی پر موجود اونٹ کے گوشت کی مثل ہے نہ تو پہاڑ اتنا آسان ہے کہ اس پر چڑھا جائے اور نہ ہی گوشت اتنا صحت مند ہے کہ اس کے لیے مشقت برداشت کی جائے۔

دوسری عورت نے کہا: میرا شوہر ایسا ہے کہ میں اس کے حالات کو ظاہر نہیں کر سکتی، مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میں کہیں اس سے لاتعلق نہ ہو جاؤں، کیونکہ اگر میں اس کے حال کو بیان کروں گی تو اس کا عیب بیان کروں گی۔

تیسری عورت نے کہا: میرا شوہر لمبا ہے، اگر میں کچھ کہہ دوں تو مجھے طلاق مل جائے گی اور اگر خاموش رہوں گی تو لٹکی رہوں گی۔

چوتھی عورت نے کہا: میرا شوہر ''تہامہ'' کی رات کی طرح ہے، نہ زیادہ گرم ہے نہ ٹھنڈا اور نہ خوف والا ہے، نہ اندیشے والا ہے۔

پانچویں عورت نے کہا: میرا شوہر کھڑا ہو تو چیتے کی طرح ہے اور اگر باہر جائے تو شیر کی طرح ہے۔ وہ گھر کے معاملات میں چھان بین نہیں کرتا۔

چھٹی عورت نے کہا: میرا شوہر جب کھانے بیٹھتا ہے تو سب کھا لیتا ہے اور جب پینے بیٹھتا ہے تو سب پی جاتا ہے۔ جب وہ لیٹتا ہے تو سارا کپڑا لپیٹ لیتا ہے اور میرے کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر میری خواہش کو محسوس نہیں کرتا۔

ساتویں عورت نے کہا: میرا شوہر ناکارہ، سست اور بے وقوف ہے۔ اسے ہر بیماری لاحق ہے۔ وہ یا تو تمہیں زخمی کر دے گا یا ہڈی توڑ دے گا یا دونوں ہی کر دے گا۔

آٹھویں عورت نے کہا: میرے شوہر کو چھونا خرگوش کو ہاتھ لگانے کی طرح ہے اور زعفران کی طرح خوشبودار ہے۔

نویں عورت نے کہا: میرا شوہر بلند ستونوں کا مالک ہے، بہت زیادہ راکھ والا ہے اور لمبے قد کا مالک ہے۔ اس کا گھر مشورے کی جگہ کے قریب ہے۔

دسویں عورت نے کہا: میرے شوہر کا نام مالک ہے اور مالک کیسا شاندار آدمی ہے یہ اس سے بہتر ہے۔ اس کے پاس بہت سے اونٹ ہیں اور اس کے اونٹ اکثر باڑے میں رہتے ہیں، وہ کم ہی چراگاہوں کا رخ کرتے ہیں۔ جب انہیں باجا بجنے کی آواز سنائی دیتی ہے، تو انہیں اپنے ذبح ہو جانے کا یقین ہو جاتا ہے۔

گیارہویں عورت نے کہا: میرا شوہر ابوزرع تھا۔ ابوزرع کیسا عظیم آدمی تھا؟ اس نے زیورات سے میرے کان بھاری دیے تھے اور چربی سے میرے بازو بھر دیے تھے۔ اس نے مجھے اتنا خوش کیا کہ میں اچھی طرح خوش ہو گئی۔ وہ مجھے چند بکریوں کے مالک، عام حالات سے اٹھا کر وہاں لے آیا جہاں اونٹ اور گھوڑے ہوتے ہیں، جہاں بے شمار بیل ہیں اور ملازمین ہیں۔ جب میں کوئی بات کرتی تھی تو اس کا برا نہیں مانا جاتا اور جب میں سوئی رہتی تھی تو صبح تک سوئی رہتی تھی۔ جب میں پیتی تھی تو خوب سیر ہو کر پیتی تھی۔ ابوزرع کی والدہ بھی زبردست عورت ہے۔ اس کے برتن بڑے ہیں، اس کا گھر کشادہ تھا۔ ابوزرع کا بیٹا وہ بھی کتنا عجیب تھا، اس کا پہلو پھل کے بغیر کھجور کی ٹہنی کی طرح تھا اور بکری کے بچے کی ایک ران اسے سیر کر دیتی تھی۔ ابوزرع کی بیٹی کتنی زبردست تھی، وہ ماں باپ کی فرمانبردار تھی اور خوب موٹی تازی تھی۔ اس کی سوکن اس سے حسد کرتی تھی۔ ابوزرع کی کنیز کتنی اچھی تھی، وہ ہمارے راز کو ظاہر نہیں کرتی، ہمارے غلے کو چوری نہیں کرتی اور ہمارے گھر کو گندگی سے نہیں بھرتی تھی۔

اُم زرع نے کہا: ایک مرتبہ ابوزرع گھر سے باہر نکلا، اس وقت دودھ تیار کیا جا رہا تھا، اس کا سامنا ایک عورت سے ہوا جس کے ساتھ اس کے پہلو میں دو چیتے تھے، جو اس کی گود میں اناروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ابوزرع نے مجھے طلاق دے دی پھر میں نے ایک ایسے سردار سے شادی کی جو گھوڑے پر سوار ہو کر جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ ہوتا ہے، وہ سہ پہر کے وقت بہت سے جانور لے آتا ہے، اس نے جانوروں میں سے ایک جوڑا مجھے دیا اور بولا: اے اُم زرع! تم اسے خود بھی کھاؤ اور اپنے قریبی رشتے داروں کو بھی دو لیکن اگر میں ان شوہر کے دیے گئے تمام عطیات کو جمع کر دوں تو پھر بھی وہ ابوزرع کے سب سے چھوٹے برتن جتنے بھی نہیں ہوں گے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم سے اتنی ہی محبت ہے جتنی ابوزرع کو اُم زرع سے تھی۔

شرح

(الف) اہلِ خانہ کے ساتھ برتاؤ کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسابقت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بطور مزاح دوڑ میں مسابقت کیا کرتے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک سفر کے دوران میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں تھی، اس موقع پر آپ کا مجھ سے دوڑ میں مقابلہ ہوا تو میں آگے بڑھ گئی۔ کچھ عرصہ بعد میرا جسم بھاری ہو گیا۔ پھر آپ سے دوڑ میں مقابلہ ہوا تو

آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور آپ نے فرمایا: یہ اس کا بدلہ ہے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۸۱)

اپنی اہلیہ کے ساتھ ایسا معاملہ وہی شخص کر سکتا ہے، جو اسے انسان تصور کرے، اعلیٰ و اخلاق کا معاملہ کرنا جانتا ہو اور اپنے اہلِ خانہ کے حقوق سے آگاہ ہو۔ ورنہ اہلِ خانہ کو ڈانٹ ڈپٹ اور دل آزاری کے علاوہ کوئی چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔

۲-کامل ایمان ہونے کی علامت:

کامل ایمان والا وہ شخص ہے، جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کامل ایمان والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، آپ اپنے اہلِ خانہ اور ازواجِ مطہرات کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۸۲)

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہتر شخص وہ ہے، جو اپنے اہلِ خانہ کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنے اہلِ خانہ کے حق میں سب سے بہتر ہوں۔

۳-ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو گھریلو کھیل کی اجازت ہونا:

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گھریلو کھیل کی اجازت تھی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اپنے گھر میں لڑکیوں اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو سب خاموش ہو جاتی تھیں اور آپ انہیں پکڑ کر میرے پاس لاتے تو میں ان کے ساتھ کھیلتی تھی۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۸۲)

اس سے ثابت ہوا کہ چار دیواری اور پردے میں خواتین کا کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ ان کی آواز غیر محرم لوگوں تک نہ پہنچتی ہو۔ مخلوط کھیل کھیلنا اور دیکھنا حرام ہے، کیونکہ غیر محرم عورت کو دیکھنا اور اس کی آواز سننا حرام ہے۔

۴-دنیا کی تین اشیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین اشیاء زیادہ پسند تھیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دنیا کی تین اشیاء زیادہ پسند ہیں:

(۱) عورت (۲) خوشبو (۳) نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

۵-ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو فریضہ حج میں شامل کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر، جہاد اور عمرہ کی طرح حج بیت اللہ کی ادائیگی کے موقع پر بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو شامل فرماتے تھے۔ حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اپنے ساتھ حج کرایا تھا۔ (المسند امام احمد بن حنبل ج ۶، ص ۳۳۸)

دینی امور کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی امور میں بھی از راہ شفقت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو شامل فرمایا کرتے

تھے۔اس سے آپ کی امت کے لیے بھی جواز ثابت ہوتا ہے۔

۶-اہل خانہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنے کا انداز:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ گھر میں نرم مزاجی، حسن اخلاق اور نفیس مسکراہٹ کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔حضرت عبداللہ الجدلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ (ازواجِ مطہرات) کے ساتھ رہنے کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے، نہ فحش بات کرتے تھے، نہ پسند فرماتے تھے، نہ بازار میں اپنی آواز بلند کرتے تھے، کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے اور عفوودرگزر سے کام لیتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام آدمی کی طرح رہتے تھے مگر بہت مہربان تھے۔اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے اور عمدہ انداز سے مسکراتے تھے۔

۷-اہل خانہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خانہ کے ساتھ شفیقانہ اور نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کرتے تھے۔

۱-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال کے حق میں نہایت شفیق ومہربان تھے۔

۲-اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو نہیں مارا اور نہ اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے پیٹا سوائے جہاد کے۔

۸-صبح وشام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جانا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے بعد اور صبح وشام اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔

۹-ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے نان ونفقہ کا اہتمام کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہ کو نان ونفقہ اور دیگر ضروریات زیست باہم پہنچاتے تھے۔اس بارے میں کسی زوجہ کو کبھی شکایت نہیں ہوئی۔

۱-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مال سے سال بھر کا نفقہ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو فراہم فرماتے تھے۔(المسند امام احمد بن حنبل،ج ا،ص ۲۰۸)

۲-حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی جائیداد سے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

سال بھر کا نفقہ ایک سو اسی (۱۸۰) وسق کھجور عنایت فرماتے تھے۔ بیس (۲۰) وسق جو عنایت کرتے تھے پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دے دیا تھا کہ چاہیں تو زمین لیں یا پیداوار لیں۔
(الصحیح للبخاری ج ۲ ص ۱۰۹)

۱۰۔ کسی زوجہ کو شکایت کا موقع نہ دینا:

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی شکایت کا موقع نہیں ملا تھا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرتے تو رفاقت کے لیے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں قرعہ اندازی کیا کرتے تھے۔ (الصحیح للبخاری ج ۲ ص ۷۸۴)

۱۱۔ اہلِ خانہ سے نرمی کا برتاؤ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے یکساں اور مثالی نرمی کا سلوک کرتے تھے۔ اس حوالے سے چند شواہد حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نرم و مہربان ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے، نرمی پر وہ بخشش کرتا ہے، جو سخت مزاجی پر نہیں کرتا۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کے اہلِ خانہ سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔

۱۲۔ گھر کے اوقات تین حصوں میں تقسیم کرنا:

اپنی ذات اہل خانہ اور امت کی رعایت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کا وقت تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے:

(i) اللہ تعالیٰ کے لیے، جس میں عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔

(ii) اپنے لیے جو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے اور اپنے آرام کے لیے وقف ہوتا۔

(iii) عوام الناس کے لیے، جس میں لوگ حاضر ہوتے اور آپ سے استفادہ کرتے تھے۔

۱۳۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو خود سلام فرمانا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو خود سلام فرماتے تھے۔ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے تو خود سلام فرماتے تھے۔ (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۱۹)

سلام کہنا اسلام کا امتیازی نشان ہے' اس سے باہم محبت پیدا ہوتی ہے اور کدورت وعداوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔

۱۴- مرحومہ زوجہ کی رعایت کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف بقید حیات امہات المومنین کی رعایت کرتے بلکہ مرحومہ زوجہ مطہرہ کی بھی رعایت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ یا تحفہ کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپ فرماتے کہ فلاں خاتون کو دے دو کیونکہ وہ خدیجہ کی سہیلی ہے اور خدیجہ کو ان سے بہت محبت تھی۔

(علامہ محمد بن یوسف الصالحی سبل الہدیٰ والرشاد ج ۹ ص ۴۸۷)

۱۵- سوکنوں کی باتوں کو برداشت کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ آپ سوکنوں کی گفتگو نہایت توجہ اور خندہ پیشانی سے سن لیتے تھے۔ پھر متعلقہ مسئلہ کو دوراندیشی سے حل فرما لیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی زوجہ کے ہاں تشریف فرما تھے کہ دوسری زوجہ نے آپ کی خدمت میں پیالہ بھیجا جس میں کھانا موجود تھا۔ اس زوجہ نے پیالہ کو ہاتھ مارا جس سے پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور کھانا بکھر گیا۔ آپ نے پیالہ کے ٹکڑوں کو جمع کرنا شروع کر دیا اور گرے ہوئے کھانا کو سمیٹنے لگے۔

(امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح' ص ۲۵۵)

۱۶- گھریلو امور میں معاونت کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو امور میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی عملی طور پر معاونت فرمایا کرتے تھے۔ آپ جوتے گانٹھ لیتے' کپڑوں کو ٹانکے لگا لیتے' بکری کا دودھ دوہ لیتے اور گھر کی صفائی کر لیتے تھے۔ اس بارے میں چند شواہد حسب ذیل ہیں:

۱- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ گھریلو کاموں میں شریک رہتے تھے اور نماز کا وقت ہونے پر فوراً نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

۲- ایک مشہور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوتے گانٹھ لیتے تھے' کپڑے سی لیتے تھے اور ڈول میں پانی بھر لیتے تھے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان تواضع ہوتی ہے' اس لیے آپ ان امور کو انجام دیتے تھے۔ (المسند امام احمد بن حنبل' ج ۱' ص ۲۶۱)

۱۷- اہل خانہ سے قصہ گوئی کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو نصیحت آموز قصے بھی سنایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات نماز عشاء کے بعد اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو قصہ سنایا۔ ایک خاتون نے کہا: یہ قصہ خرافہ کے قصوں کی مثل ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں خرافہ

کی اصل قصہ کے بارے میں علم ہے؟ پھر فرمایا: خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا' جنات اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ایک عرصہ تک جنات نے اسے اپنے پاس رکھا پھر اسے لوگوں میں چھوڑ گئے تھے۔ وہ لوگوں میں جنات کی دنیا کے عجائبات بیان کرتا تھا اور لوگوں نے اس کے قصوں کو قصہ خرافہ کہنا شروع کر دیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے واقعات بیان کرنا شروع کیے' حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور آخری رات میں صرف نماز تہجد ہی پڑھ سکے تھے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً یہ قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک خاتون پہاڑ کے دامن میں اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ بچے نے کہا: اے اماں! آپ کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے' پھر سوال کیا: باپ کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے' پھر سوال کیا: آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے' پھر سوال کیا: پہاڑ کو کس نے پیدا کیا؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے' پھر دریافت کیا: گائے کو کس نے پیدا کیا؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے' پھر پوچھا بکری کس نے پیدا کی؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے۔ بچے نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں سن سکتا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر لیا۔ (علامہ محمد بن یوسف صالحی' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۹' ص ۳۸۵)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ سبق آموز یا نصیحت آموز قصہ سنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي صِفَةِ نَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 39: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا طریقہ

239- حَدَّثَنَا محمد بن المثنى انبانا عبد الرحمٰن بن مهدى انبانا اسرائيل عَنْ اَبِىْ اسحق عن عبد الله ابن يزيد عن البراء بن عازب اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وَقَالَ رَبِّ قِنِىْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ .

حَدَّثَنَا محمّد بن المثنىٰ انبانا عبد الرحمٰن انبانا اسرائيل عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِىْ عبيدة عن عبد الله مثله وقال يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ .

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آتے' تو اپنی ہتھیلی مبارک کو اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے اور یہ پڑھا کرتے تھے:

''اے میرے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے اس دن محفوظ رکھنا' جب تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔''

240- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا عبد الرزاق حَدَّثَنَا سفيان عن عبد الملك بن عمير عن ربعى بن حراش عن حذيفة قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ

وَ اَحْيٰى وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر لیٹتے' تو یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے پروردگار! میں تیرے نام سے برکت حاصل کرتا ہوا مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندگی دی اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

241– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا المفضل بن فضالة عن عقيل اراه عن الزهرى عن عروة عن عائشة قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ فَنَفَثَ فِيْهِمَا وَقَرَءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَأُ بِهِمَا رَأْسَهٗ وَ وَجْهَهٗ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَصْنَعُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت بستر پر جلوہ افروز ہوتے' تو آپ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان پر دم کیا کرتے' آپ ان میں سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ الناس پڑھتے تھے۔ پھر ان دونوں ہاتھوں کو جہاں تک جسم پر ہو سکتا' پھیر لیتے تھے۔ آپ سر اور چہرے سے آغاز کرتے' اور پھر اس کے بعد جسم کے آگے والے حصے پر انہیں پھیرا کرتے تھے۔ آپ ایسا تین مرتبہ کیا کرتے تھے۔

242– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدى حَدَّثَنَا سفيٰن عن سَلْمَةَ بن كهيل عن كريب عن ابن عباس اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَ كَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاَتَاهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ وَ صَلّٰى وَ لَمْ يَتَوَضَّأ وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ خراٹے بھرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے ہوئے خراٹے لیا کرتے تھے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے، آپ کو نماز کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے نماز ادا کی اور از سر نو آپ نے وضو نہیں کیا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔

243– حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا عفان حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ عن ثابت عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ كَفَانَا وَ اٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِىَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِىَ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر جاتے' تو یہ دعا کرتے تھے

''ہر طرح کی حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا ہے۔ وہ ہمارے لیے کافی ہے اور اس نے ہمیں پناہ دی ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے لیے کوئی کفالت کرنے اور کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔''

244- حَدَّثَنَا الحسین بن محمد الجریری حَدَّثَنَا سلیمان بن حرب حَدَّثَنَا حماد بن سلمة عن حمید عن بکر بن عبد الله المزنی عن عبد الله ابن رباحٍ عَنْ اَبِی قتادة اَنَّ النَّبِیَّ صلّی اللّٰہ علیہ و سلّم کَانَ وَاِذَا عَرَّسَ بِلَیْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْمَنِ وَ اِذَا عَرَّسَ قُبَیْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَ وَضَعَ رَأْسَهٗ عَلٰی کَفِّهٖ .

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب پڑاؤ کرتے' تو اپنے دائیں پہلو کے بل لیٹ جایا کرتے' اور اگر آپ نے صبح سے کچھ دیر پہلے پڑاؤ کرنا ہوتا تو آپ اپنی کلائی کو کھڑا کر کے اپنا سر مبارک اپنی ہتھیلی پر رکھ کر آرام کرتے تھے۔

شرح

سونے کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱-سونے کا بستر:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر سادہ ہوتا تھا۔ چھال سے پر اور زیادہ نرم نہیں تھا بلکہ آپ تو عموماً سخت چٹائی پر محو استراحت ہوجاتے' اور جسم مبارک پر نشان پڑ جاتے تھے۔

۱-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت کھجور سے تیار کی ہوئی چٹائی پر آرام فرما تھے اور جسم مبارک پر نشانات موجود تھے۔ جب میں نے گھر کی اشیاء کا جائزہ لیا تو قسم بخدا! مجھے لٹکے ہوئے مشکیزے اور تھوڑے سے جو کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئی۔ (امام محمد بن یزید سنن ابن ماجہ ص ۳۰۶)

۲-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔ (الصحیح للبخاری ج ۲' ص ۹۵۶)

۳-حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (طبقات ابن سعد ج ۱' ص ۲۲۷)

۴-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا وہ کون سا نرم بستر تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم محو استراحت ہوتے تھے اور وہ کونسا بہترین کھانا تھا' جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرماتے تھے؟

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا: ہمارے ہاں صرف ایک اونی کپڑا تھا' جو غزوہ خیبر میں ہمارے حصہ میں آیا تھا۔ میں نے اس کمبل کو بچھونا بنا لیا تھا' روزانہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بچھایا جاتا تھا۔ آپ اس پر محو

استراحت ہوتے تھے۔ایک رات میں نے وہ کمبل چوہرا کر کے بچھا دیا تاکہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو' تو آپ صبح بیدار ہوئے فرمایا: اے حفصہ! تم نے رات کے وقت میرے لیے کون سا بستر بچھا دیا تھا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہی جو آپ کے لیے روزانہ بچھایا جاتا تھا۔تاہم میں نے اسے چوہرا کر کے بچھا دیا تھا۔آپ نے فرمایا: اے حفصہ! اس کو پہلے کی طرح رہنے دو' کیونکہ آج رات اس کی نرمی کے سبب میری نماز میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔

جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک کا تعلق ہے ہمارے پاس ایک صاع بغیر چھلکے جو تھے' میں نے ایک دن ان کو صاف کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چکی میں پیس لیے۔ ہمارے پاس گھی کا ایک ڈبہ تھا۔جو کے آٹے میں گھی ملا دیا۔اس سے روٹی تیار کر دی' آپ ابھی کھانا چاہتے تھے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ آ گئے' انہوں نے عرض کیا: میرے خیال کے مطابق آپ کے گھر میں گھی کی کمی ہے' میرے پاس گھی کا ایک بڑا ڈبہ موجود ہے' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے تیزی کے ساتھ گھی کا ڈبہ بھیج دیا' وہ گھی بھی اس میں ڈال دیا گیا' پھر ہم دونوں نے کھانا تناول کیا۔

۲-چٹائی کا بچھونا:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالا خانہ میں حاضر ہوا' آپ اس وقت ایک چٹائی پر آرام فرما تھے' جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات نمایاں تھے' آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی' قدموں کی طرف سلم (نام درخت) کے پتوں کا ڈھیر تھا اور سر مبارک کی طرف ایک مشکیزہ تھا۔چٹائی کے نشانات جسم پر دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ کو دنیا بھر کا آرام میسر ہے جبکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کی یہ حالت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ ان کے حصہ میں دنیا آئی ہے اور ہمارے حصہ میں آخرت ہے۔(الصحیح للبخاری ج ۱ ص ۳۳۵)

۳-آپ کی چار پائی کی نوعیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک بعض اوقات چار پائی پر لگایا جاتا تھا' چار پائی بھی نہایت درجہ کی سادہ تھی اور اس کی کیفیت بھی ایک امتحان سے کم نہیں تھی۔اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک دفعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ چار پائی پر تشریف فرما تھے اور وہ کھجور کے پتوں اور شاخوں کی بنی ہوئی تھی۔

۲-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار پائی پر سونا نہایت پسند تھا۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔آپ نے میزبان سے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس چار پائی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قسم بخدا! میرے پاس چار پائی نہیں ہے۔حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ایک چار پائی تیار کر کے پیش کی جس کے پائے ساگوان کے تھے' آپ تاحیات اسے استعمال میں لاتے رہے' حتیٰ کہ نماز بھی اس پر ادا کرتے رہے۔آپ کے وصال کے بعد لوگ تبرکاً اس چار پائی پر مردوں کو لے جایا

کرتے تھے۔

۴-آپ کا لحاف مبارک:

دوسری اشیاء کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف مبارک بھی سادہ تھا۔ جو سردیوں کے موسم میں زیرِ استعمال لاتے تھے اور ایک لحاف پر گزارا کرتے تھے۔

۱-اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک ہی لحاف میں گزارا کرتے تھے۔

۲-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زرد رنگ کی دلائی تھی جو آپ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن باری باری استعمال کرتی تھیں۔

۳-اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرماتے تو لحاف کا ایک حصہ آپ اوڑھے ہوئے ہوتے تھے اور دوسرا حصہ مجھ پر ہوتا تھا۔

۵-سوتے وقت پڑھے جانے والے معمولات:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت قرآنی معمولات کی تلاوت فرماتے، جو یہ ہیں:

(۱) سورہ ملک (۲) سورہ الم سجدہ (۳) آیۃ الکرسی (۴) معوذتین (۵) سورۃ الکافرون (۶) سورہ حشر کی آخری آیات

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کریم میں ایک سورہ ایسی ہے، جو تیس آیات پر مشتمل ہے، وہ اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرتی ہے حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ وہ سورہ تبارک الذی ہے۔

۲-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ زمانۂ رسالت میں سورہ ملک کو "مانعۃ" کہا جاتا تھا یعنی عذاب سے بچانے والی۔

۳-ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، عذاب کے فرشتے اس کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: اس میت کو عذاب میں مبتلا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، کیونکہ یہ سورہ ملک کی تلاوت کیا کرتا تھا۔

۶-سونے سے قبل اور بیداری پر پڑھی جانے والی دعائیں:

سونے سے قبل یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی (اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں گا)

نیند سے بیدار ہونے پر یہ دعا پڑھی جائے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اس کی طرف جائے رجوع ہے۔

۷- باوضو سونے کی فضیلت:

باوضو سونے والے کی آخرت کے حوالے سے ہر دعا قبول کی جاتی ہے' ہر بھلائی سے نوازا جاتا ہے اور اس کی مغفرت کی جاتی ہے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص باوضو ذکر خداوندی کرتا ہوا بستر پر آئے پھر سو جائے تو رات کی جس گھڑی میں بھی اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کے حوالے سے جو بھی دعا کرے گا وہ بھلائی اسے دے دی جائے گی۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص باوضو رات گزارتا ہے' تو ایک فرشتہ اس کے پہلو میں رات گزارتا ہے' اس کے بیدار ہونے پر فرشتہ یوں دعا کرتا ہے: اے پروردگار! اپنے فلاں بندے کی مغفرت کر دے کہ اس نے باوضو رات گزاری ہے۔

۳- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان باوضو سوتا ہے' رات کے وقت بیدار ہونے پر وہ دنیا اور آخرت کے حوالے سے جو بھی دعا کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے وہی چیز عنایت کرتا ہے۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے جسموں کو پاک و صاف رکھو۔ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں پاک و صاف رکھے گا۔ جو شخص پاکی کی حالت میں رات گزارتا ہے' اس کے پہلو میں ایک فرشتہ رات گزارتا ہے' وہ رات بھر اس کے حق میں یہ دعا کرتا رہتا ہے: اے پروردگار! اپنے بندے کی مغفرت کر دے کہ یہ باوضو رہا ہے۔

۸- سونے سے پہلے بستر جھاڑنا:

سونے سے قبل اپنا بستر جھاڑنا مسنون ہے' اس بارے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر آئے تو وہ اسے اپنے دامن سے جھاڑ لے۔ اسے علم نہیں ہے کہ اس میں کیا ہے۔ (الصحیح للبخاری' ج ۲' ص ۹۳۷)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بستر پر آئے تو وہ اپنے کپڑے سے اسے جھاڑ لے اور بسم اللہ پڑھ لے' کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ وہ اپنے بعد کیا چھوڑ گیا ہے۔

۹- سونے سے قبل سرمہ استعمال کرنا:

سونے سے قبل سرمہ استعمال کرنا مسنون ہے' جس کا بے حد اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ''اثمد'' سرمہ کی تین تین سلائیاں لگاتے تھے۔

۱۰- سونے سے قبل کنگھی کرنا:

سرمہ کی طرح سونے سے قبل کنگھی کرنا بھی مسنون ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم جب بستر پر جلوہ افروز ہوتے تو مسواک کرتے، وضو فرماتے اور کنگھی کرتے تھے۔

۱۱-رات میں بیدار ہونا:

نصف رات یا ثلث رات گزرنے پر نوافل وغیرہ کی ادائیگی کی نیت سے بیدار ہونا مسنون ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت بیدار ہوتے جب مرغ اذان دیتا ہے۔(الصحیح للبخاری ج ۱ ص ۱۵۲) (عموماً مرغ نصف رات کے بعد اذان دیتا ہے)

۱۲-سونے سے قبل اپنے پاس پانی رکھنا:

سونے سے قبل رات کو پینے کے لیے اپنے پاس پانی رکھنا مسنون ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رات کے وقت تین ڈھکے ہوئے برتنوں کا اہتمام کرتی تھی:

(i) وضو کے پانی کا برتن (ii) مسواک کے لیے پانی کا برتن (iii) پینے کے لیے پانی کا برتن۔ (امام محمد بن یزید سنن ابن ماجہ ص ۳۰)

۱۳-قضاء حاجت کے لیے بیدار ہونا:

رات کو سونے کے بعد بوقت ضرورت قضاء حاجت کے لیے بیدار ہونا مسنون ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو پہلے قضائے حاجت کرتے پھر مسواک استعمال فرماتے تھے۔

۱۴-اوندھے منہ سونے کی ممانعت:

اوندھے منہ سونا منع ہے، اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اوندھے منہ لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس طرح سونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ (الصحیح للبخاری ج ۱ ص ۶۸)

۲-حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا، آپ نے اسے پاؤں مبارک سے ٹھوکر دی اور فرمایا: تم اٹھو، پیٹ کے بل سونا اہل جہنم کا طریقہ ہے۔

۳-حضرت طخفہ بن قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ پیٹ کے بل سویا ہوا تھا۔ اچانک ایک شخص نے پاؤں سے مجھے حرکت دی، کہا: اس طرح سونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

۱۵-سونے کے مکروہ اوقات:

سونے کے چند مکروہات ہیں:

(i) نماز عصر کے بعد سونا، اس سے عقل میں فتور آجاتا ہے۔

(ii) مغرب کے بعد سونا، اس سے نماز یا باجماعت چھوٹ جانے کا قوی اندیشہ ہے۔

(iii) صبح کے وقت سونا' اس سے رزق میں تنگی آتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح تک سونا رزق میں کمی لاتا ہے۔ (iv) صبح تک سونا' ایسے شخص کو شیطان سلاتا ہے اور اس کے کان میں پیشاب کرتا ہے۔

۱۶: نماز عشاء کے بعد طویل گفتگو سے اجتناب کرنا:

نماز عشاء کے بعد طویل گفتگو کرنا' قصہ کہانی سنانا اور فضول باتیں کرنا ممنوع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح کی نماز یا جماعت چھوٹ جانے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ تاہم نہایت مختصر اور حسب ضرورت بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۱۷- نماز عشاء کے بعد دینی گفتگو کرنا:

نماز عشاء کے بعد دینی گفتگو کرنا' درس قرآن منعقد کرنا' درس حدیث کا اہتمام کرنا اور مذہبی کتب کا مطالعہ کرنا جائز ہے۔ تاہم فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کو یقینی بنایا جائے۔

۱۸- قیلولہ کرنا مسنون:

دوپہر کے کھانے کے بعد مختصر سونے کو قیلولہ کہا جاتا ہے' جو مسنون ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دوپہر کے وقت سونا اچھی عادت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا بستر لگا دیتیں تو آپ اس پر قیلولہ کرتے تھے۔

۱۹- جمعہ کے دن قیلولہ کا وقت:

چونکہ جمعۃ المبارک کے دن نماز جمعہ کے بعد کھانا مسنون ہے' اس طرح جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا مسنون ہے۔ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے نماز جمعہ پڑھتے تھے پھر قیلولہ کرتے تھے۔

۲۰- مسجد میں محو استراحت ہونا:

مسافر اور معتکف وغیرہ مسجد میں سو سکتا ہے لیکن مقامی شخص یا غیر معتکف کا مسجد میں سونا درست نہیں ہے۔ اس بارے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں کروٹ پر لیٹے ہوئے دیکھا۔ (الصحیح للمسلم' ج ۲' ص ۱۷۹)

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں زمانہ رسالت میں غیر شادی شدہ نوجوان مسجد میں سو ہوتا تھا۔ (الصحیح للبخاری' ج ۲' ص ۱۰۴۱)

۳- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے تھے' جب

آپ کی خدمت سے فراغت حاصل کرتے تو مسجد میں آ کر سو جاتے تھے۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز کے ارادہ سے نہ سوتا ہو اس کا سونا مکروہ ہے۔ یعنی نماز کے ارادہ کے بغیر مسجد میں سونے کی اجازت نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

فقہاء احناف کے مطابق مسافر اور معتکف کے علاوہ کسی کا مسجد میں سونا مکروہ ہے۔ تاہم متبادل انتظام نہ ہونے کی صورت میں دینی طلباء کا مسجد میں سونا جائز ہے' کیونکہ یہ دینی مسافر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوتے ہیں۔

۲۱- سونے کا منفرد انداز:

جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منفرد تھی اسی طرح آپ کے سونے کا انداز بھی منفرد تھا۔ اس بارے میں امام اہل سنت' اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل دلیل ہے کہ آپ سوتے وقت ہاتھ کے انگوٹھے کو شہادت کی انگلی پہ رکھ لیتے تاکہ انگلیوں سے لفظ ''اللہ'' بن جائے۔ آپ پیر پھیلا کر کبھی نہ سوتے بلکہ دائیں کروٹ لیٹ کر دونوں ہاتھوں کو ملا کر سر کے نیچے رکھ لیتے اور پاؤں مبارک سمیٹ لیتے۔ اس طرح جسم سے لفظ ''محمد'' بن جاتا۔

(مولانا جلال الدین قادری' حیات اعلیٰ حضرت' ج ا' ص ۹۹)

۲۲- رات میں سونے اور عبادت کرنے کا مسنون طریقہ:

۱- حضرت اسود رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا رات کی عبادت کے بارے میں آپ کا کیا معمول تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں سو جاتے تھے۔ سحری کے وقت بیدار ہو کر طاق عدد نماز ادا کرتے' پھر بستر پر محو استراحت ہو جاتے' پھر اذان سن کر تیزی سے بیدار ہوتے' غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

۲- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جتنا وقت آرام کرتے اتنا وقت نماز میں صرف کرتے تھے۔ (مسند امام احمد بن حنبل' ج ۶' ص ۲۹۶)

۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ابتدائی حصہ میں آرام فرماتے اور شب کے آخری حصہ میں عبادت کرتے تھے۔

رات کے آخری حصہ میں عبادت سے مراد نماز تہجد ہے' جو آپ باقاعدگی سے ادا فرماتے جبکہ نماز عشاء اور نماز فجر دونوں کو ان کے اوقات میں ادا فرماتے تھے۔

۲۳- شیطان مردود سے حفاظت کا وظیفہ:

سونے سے قبل سورہ بقرہ کی ابتدائی چار آیات' آیت کرسی مع بعد والی دو آیات اور سورہ بقرہ کی آخری آیات کی تلاوت کرنے

سے شیطان گھر میں داخل نہیں ہوتا۔

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورہ بقرہ کی پہلی چار آیات' آیۃ الکرسی' اس کے بعد والی دو آیات اور سورہ بقرہ کی آخری تین آیات کی تلاوت کرے گا' اس کے گھر میں شیطان داخل نہیں ہوگا۔ (امام عبداللہ' سنن دارمی ج ۲' ص ۲۲۲)

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' جو آدمی ان (مذکورہ) آیات کی تلاوت کرے گا' وہ قرآن نہیں بھولے گا۔ (ایضاً)

۲۴- تسبیحات فاطمی رضی اللہ عنہا کی ترغیب:

سونے سے قبل تسبیحات فاطمی رضی اللہ عنہا کی ترغیب و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ چکی پینے' گھریلو امور سرانجام دینے اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نازک ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک غلام فراہم کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے غلام سے بہتر یہ عمل ہے کہ رات کے وقت سونے سے قبل یہ وظیفہ پڑھا لیا کرو: ۳۳ بار اللہ اکبر' ۳۳ سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ۔ ایک روایت کے مطابق ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھنے کی ترغیب دی۔ اس طرح تسبیحات کی تعد یں سو (۱۰۰) ہو جائے گی۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو سرخ اونٹوں سے بہتر ہو؟ عرض کیا: جی ہاں! ضرور ارشاد فرمائیں؟ آپ نے فرمایا: سونے سے قبل سو بار یہ تسبیحات پڑھ لیا کرو: ۳۳ بار الحمد' ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ ان تسبیحات کو ''تسبیحات فاطمی'' کہا جاتا ہے جن کے پڑھنے سے ہر رات ہزار نیکی کا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

۲۵- تین اہم مسائل:

آداب نوم کے حوالے سے تین اہم مسائل کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۱- دو مردوں کو برہنہ ایک کپڑا اوڑھ کر سونا ناجائز ہے خواہ ایک مرد بستر کے ایک کنارے پر ہو اور دوسرا دوسرے کنارے پر ہو۔ اسی طرح برہنہ دو عورتوں کا ایک کپڑا اوڑھ کر سونا بھی ناجائز ہے۔

۲- بالغ ہونے پر لڑکے اور لڑکی کا بستر الگ کر دیا جائے' لڑکا اپنی ماں یا بہن یا غیر عورت کے ساتھ ہرگز نہ سوئے' اپنی بیوی یا باندی کے ساتھ سو سکتا ہے بلکہ ایسا لڑکا اپنے ہم عمر لڑکوں یا مردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔

۳- جب میاں بیوی اکٹھے ایک چارپائی پر سوئیں تو بالغ لڑکے کو اپنے ساتھ ہرگز نہ سلائیں۔ بالغ اور شہوت والا لڑکا' مرد کے حکم میں ہوتا ہے۔

۲۶-سونے کے حوالے سے چند آداب:

سونے کے حوالے سے چند اہم اسلامی آداب حسب ذیل ہیں:

(۱) سونے سے پہلے وضو کرنا (۲) مسواک کرنا (۳) بیدار ہونے کے بعد مسواک کرنا (۴) چراغ گل کرنا (۵) گھر کا دروازہ بند کرنا (۶) بال بکھرے ہوں تو کنگھی کرنا (۷) سرمہ استعمال کرنا (۸) بستر کو کپڑے سے جھاڑنا (۹) دائیں ہاتھ کو سر کے نیچے رکھنا (۱۰) دائیں کروٹ پر سونا (۱۱) تکیہ استعمال کرنا (۱۲) طہارت اور پینے والے پانی کا انتظام کرنا (۱۳) جنابت کی صورت میں سونے سے پہلے وضو کرنا (۱۴) قضائے حاجت کے بعد سوئے تو ہاتھ منہ دھونا (۱۵) سونے کا لباس الگ ہونا (۱۶) قضائے حاجت کے بعد سوئے تو ہاتھ منہ دھونا' نماز عشاء پڑھ کر سونا' سونے کا لباس الگ ہونا' نماز عشاء کے بعد فوراً سونا (۱۷) تہائی رات کے بعد بیدار ہونا (۱۷) نماز تہجد ادا کرنا (۱۸) تہائی رات کے بعد ذکر و درود میں مشغول ہونا (۱۹) چٹائی یا چارپائی پر سونا (۲۰) دعائے ماثورہ پڑھنا (۲۱) کچھ آیات کی تلاوت کرنا (۲۱) سورہ ملک' آیۃ الکرسی' سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کی تلاوت کرنا (۲۲) تسبیحات فاطمی پڑھنا (۲۳) توبہ واستغفار کرنا (۲۴) نیند آنے تک ذکر الٰہی میں مصروف رہنا (۲۵) درود شریف پڑھنا (۲۶) دائیں بائیں کروٹ تبدیل کرتے وقت ذکر کرنا (۲۷) ذکر خدا کرتے ہوئے بیدار ہونا (۲۸) بیدار ہونے پر دعائے ماثورہ پڑھنا (۲۹) طہارت واستنجاء کرنا (۳۰) نماز تہجد ادا کرنا۔

(۲۷) سونے کے خلاف سنت اُمور اور مکروہات:

سونے کے حوالے سے کچھ امور خلاف سنت اور مکروہات ہیں' جن سے اجتناب واحتراز ضروری ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اوندھے منہ سونا (۲) کھانے کے بعد فوراً سونا (۳) غیر مسنون لباس (جانگیہ وغیرہ) میں سونا (۴) گزرگاہ پر سونا (۵) لوگوں کے درمیان میں سونا (۶) بغیر منڈیر چھت پر سونا (۷) کھانے کے بعد آلودہ ہاتھ سے سونا (۸) نماز عصر اور نماز مغرب کے بعد سونا (۹) نماز عشاء کے بعد فضول گفتگو میں مصروف ہونا (۱۰) برائے طہارت اور پینے کے پانی کا اہتمام کیے بغیر سونا (۱۱) رات کو اتنی تاخیر سے سونا جس سے نماز باجماعت رہ جائے (۱۲) طلوع آفتاب تک سوئے رہنا (۱۳) دعائے ماثورہ پڑھے بغیر سونا اور بیدار ہونا (۱۴) کھیل کود میں مصروف رہتے ہوئے سونا (۱۵) دعائے ماثورہ پڑھے بغیر کاروبار میں مشغول ہونا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي عِبَادَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 40: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا بیان

245- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد و بشر بن معاذ قَالَا حَدَّثَنَا ابوعوانة عن زياد بن علاقة عن المغيرة بن شعبة قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ اَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے نوافل ادا کیا کرتے کہ آپ کے

پاؤں ورم آلود ہو جایا کرتے تھے۔ آپ سے کہا گیا آپ اتنی تکلیف کیوں برداشت کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلوں اور بعد والوں کے ذنوب کی مغفرت کر دی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

246- حَدَّثَنَا اَبُوْ عمار ن الحسين بن حريث حَدَّثَنَا الفضل بن موسٰى عن محمد بن عمرو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّىْ حَتّٰى ترم قَدَمَاهُ قَالَ فَقِيْلَ لَهُ تفعلُ هٰذَا وَقَدْ جَاءَ كَ اَنَّ اللّٰه تَعَالٰى قَدْغَفَرَلَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا .

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اتنے زیادہ نوافل ادا کیا کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں مبارک پر ورم آ جایا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ سے کہا گیا: آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ کے پاس حکم آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلوں اور بعد والوں کے ذنوب کی مغفرت کر دی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

247- حَدَّثَنَا عِيْسٰى بن عثمان بن عِيْسٰى بن عبد الرحمٰن الرملى حدثنى يحيٰى بن عِيْسٰى الرملى عن الاعمش عَنْ اَبِىْ صالح عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْمُ يُصَلِّىْ حَتّٰى يَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَيُقَالُ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا .

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز (نوافل) ادا کرتے رہتے' حتیٰ کہ آپ کے دونوں پاؤں ورم آلود ہو جایا کرتے تھے۔ آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلوں اور بعد والوں کے گناہوں کی مغفرت کر دی ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

248- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنا عَنْ اَبِىْ اسحٰق عن الاسود بن يزيد قَالَ سالت عائشة عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِالَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُوْمُ فَاِذَا كَانَ مِنَ السَّحَرِ اَوْتَرَ ثُمَّ اَتٰى فِرَاشَهٗ فَاِذَا كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اَلَمَّ بِاَهْلِهٖ فَاِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَثَبَ فَاِنْ كَانَ جُنُبًا اَفَاضَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ وَاِلَّا تَوَضَّا وَ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ .

◆◆ حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے وقت نوافل کے سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: آپ رات کے ابتدائی حصے میں سو جایا کرتے، پھر بیدار ہوتے تھے، جب صبح صادق کا وقت ہوتا تو وتر ادا کر لیا کرتے، پھر آپ بستر پر آتے تھے، اگر آپ کو کوئی ضرورت ہوتی تو اپنی اہلیہ کو بیدار کرتے تھے۔ پھر جب آپ اذان کی آواز سنتے' تو تیزی سے اٹھتے تھے۔ اگر آپ اس وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تو غسل کر لیتے تھے ورنہ آپ وضو کر کے نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

249– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد عن مالك ابن انس ح و حَدَّثَنا اسحٰق بن موسى الانصارى حَدَّثَنا معن عن مالك عن مخرمة بن سليمان عن كريب عن ابن عباس اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ قال فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْقَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ فَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَرَءَ الْعَشْرَ الْاٰيٰتِ الْخَوَاتِيْمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقٍ فَتَوَضَّأَمِنْهُ فَاَحْسَنَ الْوَضُوْءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاسِيْ ثُمَّ اَخَذَ بِاُذُنِيَ الْيُمْنٰى فَفَتَلَهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ مَعْنٌ سِتَّ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک رات انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کی، یہ ان کی خالہ تھیں۔ انہوں نے بیان کیا: میں بستر پر چوڑائی کی سمت لیٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لمبائی کی سمت لیٹ گئے۔ جب نصف رات ہوئی یا شاید اس سے پہلے یا شاید بعد کی بات ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ نے اپنے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کا اثر دور کیا۔ آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری آیات مبارکہ تلاوت کیں، آپ لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف بڑھے آپ نے اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نوافل ادا کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں اٹھ کر آپ کے پہلو میں آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا، آپ نے میرے دائیں کان کو پکڑا اور اسے ملنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی۔

معن نامی راوی بیان کرتے ہیں، یہ چھ مرتبہ الفاظ ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز ادا کی پھر آپ لیٹ گئے۔ مؤذن آپ کے پاس آیا تو آپ اٹھے، دو مختصر رکعت ادا کیں پھر آپ تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

250– حَدَّثَنَا ابو كريب محمد بن العلاء حَدَّثَنَا وكيع عن شعبة عَنْ اَبِيْ جمرة عن ابن عباس قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تیرہ رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

251- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا اَبُوْ عوانة عن قتاده عن زرارة بن اوفى عن سعيد بن هشام عن عائشة اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ اِذَالَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ مَنَعَهُ مِنْ ذٰلِكَ النَّوْمُ اَوْغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نوافل ادا نہیں کرتے تھے، سو جانے کی وجہ سے یا نیند کے غلبے کی وجہ سے آپ ایسا نہیں کرتے، تو آپ دن کے وقت بارہ رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

252- حَدَّثَنَا محمد بن العلاء حَدَّثَنَا اَبُوْ اسامة عن هشام يعني ابن حسان عن محمد بن سيرين عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلٰوتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص رات کے وقت اٹھے تو اسے اپنی نماز کے آغاز میں دو مختصر رکعت پڑھنی چاہئیں۔

253- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد عن مالك ابن انس ح و حَدَّثَنَا اسحق بن موسى حَدَّثَنَا معن حدثنا مالك عن عبد الله ابن اَبِىْ بكر عن ابيه ان عَبْدُ اللّٰهِ بْن قيس بن مخرمة اخبره عن زيد بن خالد الجهنى انه قَالَ لَا رْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهُ اَوْفُسْطَاطَهُ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَ هُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَ هُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ضرور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا جائزہ لوں گا۔ میں آپ کی چوکھٹ پر آپ کے خیمے پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مختصر رکعت ادا کیں پھر دو طویل رکعت جو بہت طویل تھیں ادا کیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کیں لیکن یہ پہلی والی سے کم تھیں، جو آپ نے ان سے پہلے ادا کی تھیں۔ پھر آپ نے دو رکعت ادا کیں، جو ان سے پہلے والی دو رکعت سے کم تھیں۔ پھر آپ نے دو رکعت ادا کیں جو ان سے پہلی دو رکعت سے کم تھیں۔ پھر آپ نے دو رکعت ادا کیں جو ان سے پہلے والی دو رکعت سے کم تھیں پھر آپ نے وتر کی نماز ادا کی، یہ تیرہ (۱۳) رکعت ہو گئیں۔

254- حَدَّثَنَا اسحق بن موسى حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عن سعيد بن اَبِىْ سعيد المقبرى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بن عبد الرحمٰن انه اخبره اَنَّهُ سَاَلَ عَآئِشَةَ كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِىْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِيَزِيْدَ فِىْ رَمَضَانَ وَلَا فِىْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّىْ اَرْبَعًا لَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّىْ ثَلٰثًا قَالَتْ عَآئِشَةُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ يَا عَآئِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي .

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں نوافل کس طرح ادا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں ادا کرتے تھے۔ آپ پہلے چار رکعت ادا کرتے' تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو، پھر آپ چار رکعت ادا کرتے' تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو اور پھر آپ تین رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ وتر ادا کیے بغیر سو جاتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

255- حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسیٰ حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ

حَدَّثَنَا ابن اَبِىْ عمر حَدَّثَنَا معن عن مالك عن ابن شهاب نحوه ح و حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ عن مالك عن ابن شهاب نحوه .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گیارہ رکعت ادا کیا کرتے' اوران میں سے ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے۔ جب آپ ان سے فارغ ہوتے' تو دائیں پہلو کے بل آرام فرما ہو جاتے۔

یہی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

256- حَدَّثَنَا هناد حَدَّثَنَا ابو الاحوص عن الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكْعَاتٍ

حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا يحيٰى بن اٰدم حَدَّثَنَا سفيٰن الثورى عن الا عمش نحوه .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ''نو'' رکعات ادا کرتے تھے۔

یہی روایت ایک دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

257- حَدَّثَنَا محمد بن المثنیٰ حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عن عمرو بن مُرَّةَ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ رجل مِن الانصار عن رجل من بنى عبس عن حذيفة بن اليمان اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ فِى الصَّلٰوةِ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ قَالَ

ثُمَّ قَرَءَ الْبَقَرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رَكُوعُهٗ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَانَ قِيَامُهٗ نَحْوًا مِنْ رَكُوعِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهٗ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَكَانَ مَابَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ حَتّٰى قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَآءَ وَالْمَائِدَةَ اَوِ الْاَنْعَامَ شُعْبَةُ الَّذِیْ شَكَّ فِی الْمَائِدَةِ وَالْاَنْعَامِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى و اَبُوْ حمزة اسمه طلحة بن زيد و ابو حمزة الضعبى اسمه نصر بن عمران .

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رات کی نماز ادا کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز کا آغاز کیا تو یہ پڑھا: ''اللہ اکبر! جو بادشاہ ہے، حکومت والا ہے، کبریائی والا ہے اور بزرگی والا ہے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ پڑھی، پھر آپ رکوع میں چلے گئے، پھر آپ نے قیام جتنا لمبا رکوع کیا، آپ نے رکوع میں ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ'' پڑھا، پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور رکوع جتنا لمبا قیام کیا۔ آپ اس میں یہ پڑھتے رہے: ''لِرَبِّيَ الْحَمْدُ'' (ہر طرح کی حمد میرے پروردگار کے لیے ہے) پھر آپ سجدے میں چلے گئے، آپ کا سجدہ آپ کے قیام جتنا تھا جس میں آپ ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' پڑھتے رہے، پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور دونوں سجدوں کے درمیان اتنی ہی دیر بیٹھے رہے جتنا لمبا سجدہ کیا تھا۔ آپ اس میں یہ پڑھتے رہے ''اے اللہ! میری مغفرت کردے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوافل میں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھی، سورۂ نساء پڑھی، سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام پڑھی۔ یہ شک شعبہ نامی راوی کو ہے کہ آپ نے سورۂ مائدہ پڑھی تھی یا سورۂ انعام پڑھی تھی؟

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ابوحمزہ کا نام طلحہ بن زید ہے اور ابوحمزہ ضعبی کا نام نصر بن عمران ہے۔

258- حَدَّثَنَا ابوبكر محمد بن نافع البصرى حَدَّثَنَا عبد الصمد بن عبدالوارث عن اسمعيل بن مسلم العبدى عَنْ اَبِی المتوكل عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاٰيَةٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَيْلَةً .

◆◆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات رات میں ایک ہی آیت بار بار پڑھا کرتے تھے۔

259- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا سليمان بن حرب حَدَّثَنَا شعبة عن الاعمش عَنْ اَبِیْ وائل عن عبد الله قَالَ صَلَّيْتُ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قِيْلَ لَهٗ وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَاَدَعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا سفين بن وكيع

حَدَّثَنَا جرير عن الاعمش نحوه .

◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک رات میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی، آپ مسلسل قیام کی حالت میں رہے حتیٰ کہ میں نے ایک برا خیال کیا۔ ان سے دریافت کیا گیا: آپ نے کیا خیال کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے خیال کیا کہ میں بیٹھ جاتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے دیتا ہوں۔

260- حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسیٰ الانصاری حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عَنْ اَبِی النضر عَنْ اَبِی سَلَمَةَ عن عائشة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ جَالِسًا فَیَقْرَءُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِیَ مِنْ قِرَاءَ تِهٖ قَدْرَ مَا یَکُوْنُ ثَلٰثِیْنَ اَوْ اَرْبَعِیْنَ اٰیَةً قَامَ فَقَرَءَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَکَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ صَنَعَ فِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ .

◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز ادا کرتے، اور آپ بیٹھنے کی حالت میں ہی قرأت کیا کرتے تھے، جب آپ کی قرأت میں تیس یا چالیس آیات مبارکہ رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کی قرأت کیا کرتے، پھر آپ رکوع میں چلے جاتے تھے، پھر آپ سجدے میں چلے جاتے تھے۔ پھر دوسری رکعت بھی اس طرح ادا کیا کرتے تھے۔

261- حَدَّثَنَا احمد بن منع حَدَّثَنَا هشیم حَدَّثَنَا خالد الحذاء عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن شقیق قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ لَیْلًا طَوِیْلًا قَائِمًا وَّ لَیْلًا طَوِیْلًا قَاعِدًا فَاِذَا قَرَءَ وَ هُوَ قَائِمٌ رَکَعَ وَ سَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَّاِذَا قَرَاَ وَ هُوَ جَالِسٌ رَکَعَ وَ سَجَدَ وَ هُوَ جَالِسٌ .

◆ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت طویل نماز قیام کی حالت میں ادا کرتے، اور کبھی طویل نماز بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے۔ جب آپ قیام کی حالت میں قرأت کرتے، تو رکوع میں جاتے تھے اور سجدے میں جاتے، تو قیام کی حالت میں جاتے تھے۔ جب آپ بیٹھ کر قرأت کرتے، تو بیٹھے ہوئے ہی رکوع اور سجدے میں چلے جاتے تھے۔

262- حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسیٰ الانصاری حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عن ابن شهاب عن السائب بن یزید عن المطلب بن اَبِیْ وداعة السهمی عن حفصة زوج النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ سُبْحَتِهٖ قَاعِدًا وَّ یَقْرَءُ بِالسُّوْرَةِ وَ یُرَتِّلُهَا حَتّٰی تَکُوْنَ اَطْوَلَ مِنْ اَطْوَلَ مِنْهَا .

◆ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، نے بیان فرمایا: رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم بیٹھ کرنوافل ادا کیا کرتے، آپ اس میں کوئی سورت پڑھتے تو اتنی آہستہ اور آرام سے پڑھتے تھے کہ وہ دوسری سورت سے زیادہ لمبی محسوس ہوتی تھی۔

263- حَدَّثَنَا الحسن بن محمد الزعفرانی حَدَّثَنَا الحجاج بن محمد عن ابن جریح قَالَ اَخْبَرَنِی عثمان بن ابی سلیمان ان ابا سَلَمَۃَ بن عبد الرحمٰن اخبرہ ان عائشۃ اخبرتہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی کَانَ اَکْثَرَ صَلٰوتِہٖ وَھُوَ جَالِسٌ .

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس وقت تک نہیں ہوا جب تک آپ نے اکثر نفلی نماز بیٹھ کر ادا نہیں فرمائی۔

264- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّھْرِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ ھَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِیْ بَیْتِہٖ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِیْ بَیْتِہٖ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعات ادا کیں، ظہر کے بعد دو رکعات ادا کی ہیں، مغرب کے بعد آپ کے گھر میں دو رکعات ادا کی ہیں اور عشاء کے بعد دو رکعات آپ نے گھر میں ادا کی ہیں۔

265- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراھیم حَدَّثَنَا ایوب عن نافع عن ابن عمر قَالَ ابن عمر حدثتنی حفصۃ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ حِیْنَ یَطْلُعَ الْفَجْرُ وَ یُنَادِی الْمُنَادِیْ قَالَ اَیُّوْبُ اُرَاہُ قَالَ خَفِیْفَتَیْنِ .

◆◆ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق ہو جانے کے بعد دو رکعات ادا کیا کرتے تھے جب مؤذن اذان پڑھ چکا ہوتا تھا۔

ایوب نامی راوی نے کہا: میرا خیال یہ ہے کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں: وہ دو مختصر رکعات ہوتی تھیں۔

266- حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بن سعید حَدَّثَنَا مروان بن معٰویۃ الفزاری عن جعفر ابن برقان عن میمون بن مھران عن ابن عمر قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَمَانِیَ رَکْعَاتٍ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّھْرِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَحَدَّثَتْنِیْ حَفْصَۃُ بِرَکْعَتَیِ الْغَدَاۃِ وَلَمْ اَکُنْ اَرَاھُمَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آٹھ رکعات یاد رکھی ہیں دو رکعات ظہر سے پہلے، دو رکعات ظہر کے بعد، دو رکعات مغرب کے بعد اور دو رکعات عشاء کے بعد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بیان کی: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں بھی دو رکعت ادا کیا کرتے تھے۔ البتہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رکعات ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

267- حَدَّثَنَا ابوسلمة یحییٰ بن حلف حَدَّثَنَا بشر بن المفضل عن خالد الحذاء عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن شقیق قَالَ سالت عَآئِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الظُّهرِ رَکْعَتَیْنِ وَ بَعْدَهَا رَکْعَتَیْنِ وَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنَ وَ بَعْدَ الْعِشَاءِ رَکْعَتَیْنِ وَ قَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَیْنِ ۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعت ادا کرتے، اور اس کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے۔ مغرب کے بعد دو رکعات ادا کرتے، عشاء کے بعد دو رکعات ادا کرتے، اور فجر سے پہلے دو رکعات ادا کرتے تھے۔

268- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِیْ اسحٰق قَالَ سَمِعْتُ عاصم بن ضمرة یَقُوْلُ سالنا علیا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عن صلوٰة رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ اِنَّکُمْ لَا تُطِیْقُوْنَ ذٰلِكَ قَالَ قُلْنَا مَنْ اَطَاقَ مِنَّاذٰلِكَ صَلّٰی فَقَالَ کَانَ اِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا کَهَیْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلَّی رَکْعَتَیْنِ وَاِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا کَهَیْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلّٰی اَرْبَعًا وَّ یُصَلِّیْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَّ بَعْدَهَا رَکْعَتَیْنِ وَ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا یَفْصِلُ بَیْنَ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ بِالتَّسْلِیْمِ عَلَی الْمَلٰئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ ۔

حضرت عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دن کی نماز کے سلسلہ میں دریافت کیا؟ انہوں نے جواب دیا: تم لوگ اسے ادا نہیں کر سکو گے۔

راوی نے کہا: ہم نے کہا، ہم میں سے جو شخص اسے ادا کر سکتا ہوگا وہ ادا کرے گا۔ انہوں نے بتایا: جب سورج یہاں ہوتا، یعنی عصر کا وقت ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔ جب سورج یہاں ہوتا تھا ظہر کا وقت ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات (سنت) ادا کیا کرتے تھے۔ آپ ظہر سے پہلے چار رکعات ادا کرتے، اور اس کے بعد دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔ عصر سے پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے، اور ان چار رکعات میں دو رکعات پڑھنے کے بعد سلام پھیرا کرتے تھے، جس میں آپ تمام مقرب فرشتوں، انبیاء اور ان کے پیروکار، مؤمنوں اور مسلمانوں پر سلام بھیجتے تھے۔

شرح

عبادت کے حوالے سے اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث باب میں عبادت کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا گیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- نماز میں خشوع پیدا کرنے کی ترغیب:

نماز تمام عبادات کی ماں، مومن کی معراج اور دین کا ستون ہے مگر اس کی روح خشوع ہے جس کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں دائیں بائیں دیکھ لیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۔ (بیشک وہ اہل ایمان کامیاب ہوئے جنہوں نے اپنی نماز میں خشوع اختیار کیا) تو آپ نے دائیں بائیں دیکھنا ترک کر دیا۔

(علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الهدی ج ۸، ص ۱۸۰)

۲- حضرت عبیداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد ربانی: اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ کا مفہوم دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: خاشعون فی القلب دل کا خشوع ہے، یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے: تم اپنے بازو کو مسلمان کے لیے نرم رکھو اور یہ بھی ہے: تم حالت نماز میں دائیں بائیں نہ دیکھو۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز میں خشوع سے مراد دل کا خشوع ہے اور نظر کا سجدہ گاہ میں جما رہنا ہے۔

۲- بلا خشوع نماز ادا کرنے کی وعید:

نماز کی روح خشوع ہے اور بلا خشوع نماز ادا کرنے کی وعید روایات میں مذکور ہے۔

۱- حضرت عثمان بن زہرن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا جب تک اپنے جسم کے ساتھ دل کو بھی حاضر نہ رکھے۔

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ اس حالت میں نماز ادا کرتا ہے کہ اس میں خشوع نہیں ہوتا، نہ رکوع کمال طریقہ سے کرتا ہے اور اس کی توجہ اِدھر اُدھر ہوتی ہے، تو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ جو نماز خشوع، اطمینان اور پوری توجہ کے بغیر ادا کی جاتی ہے وہ نا قابل قبول ہوتی ہے۔

۳- نماز میں عدم توجہ کا شکار ہونے سے اللہ تعالیٰ کی توجہ ہٹ جانا:

حالت نماز میں اگر مسلمان عدم توجہ کا شکار ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی توجہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو تا اختتام توجہ

پڑھو خبر دار! نماز میں عدم توجہ سے بچو کیونکہ جب تک تم نماز میں ہوتے ہو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام رہتے ہو۔

۲- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک بندے کی توجہ حالت نماز میں نہیں ہٹتی تو اللہ تعالیٰ کی توجہ بھی نہیں ہٹتی اور جب بندے کی توجہ ہٹ جاتی ہے' تو اللہ تعالیٰ کی توجہ بھی ہٹ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توجہ کا مطلب نمازی پر رحمت کا نزول ہے اور اس کا عدم توجہ کا شکار ہونے کے سبب نزول رحمت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

۴- حالت نماز میں آپ کا ہانڈی کے ابلنے کی طرح رونا:

حالت نماز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابلنے والی ہانڈی کی طرح آواز سے رویا کرتے تھے۔ یہ رونا تواضع اور شایان شان عبادت نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینہ مبارک سے کراہنے کی آواز آرہی تھی جیسے کہ ہانڈی کے ابلنے اور کھدکھدانے کی آواز آتی ہے۔ (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد' ج۱' ص۱۳۰)

رات کے نوافل اور نماز تہجد کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہوتی تھی۔ جس طرح ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثال تھی' اسی طرح آپ کی نماز بھی مثال تھی۔

۵- نماز میں خشوع وخضوع نہ ہونے کے سبب نمازی کے حق میں نماز کی بددعا:

جو شخص حالت نماز میں اپنے آپ میں خشوع وخضوع پیدا نہ کرے' ایسی نماز اس کے حق میں بددعا کرتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ جو نماز بروقت نہ پڑھی جائے نہ اس کے لیے اچھے طریقہ سے وضو کیا جائے' نہ خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھی جائے' نہ صحیح طریقہ سے رکوع وسجود کیا جائے تو وہ سیاہ ہو کر ظاہر ہوتی ہے۔ وہ نمازی کے حق میں یوں بددعا کرتی ہے: جس طرح تو نے مجھے برباد وضائع کیا' اسی طرح تجھے بھی اللہ تعالیٰ برباد وہلاک کرے۔ پھر وہ نماز پرانے کپڑے کی شکل میں نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج۱' ص۳۴۹)

۶- سکون واطمینان کے بغیر نماز ادا کرنا خشوع کے منافی ہے:

ایسی نماز جو اطمینان وسکون کے بغیر ادا کی جائے وہ خشوع وخضوع کے منافی ہوتی ہے۔ ایسی نماز میت کی طرح ہوتی ہے کہ اس کا جسم تو ہوتا ہے لیکن روح نہیں ہوتی اور نماز اجر وثواب نہیں دیا جاتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ماجدہ کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ حالت نماز میں قدرے ادھر اُدھر جھک اور ہل رہی تھیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے خوب ڈانٹا۔ قریب تھا کہ وہ نماز توڑ دیتیں۔ پھر انہوں نے (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو اپنے اعضاء کو ساکن رکھے۔ یہود کی طرح اِدھر اُدھر حرکت نہ دے اور اعضاء کو قابو میں رکھنا نماز کے مکملات میں سے ہے۔ (علامہ آلوسی' روح المعانی' ج ۱۸' ص ۴)

۷- حالت نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلسل صبح تک رونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں رونا شروع کرتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر سب مجاہدین آرام کر رہے تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے نماز میں مشغول تھے اور آپ مسلسل صبح تک روتے رہے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج ۱' ص ۲۵۲)

۸- حالت نماز میں آپ کے رونے کی گلیوں میں آواز سنائی دینا:

بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں اس قدر روتے کہ گلیوں میں آواز سنائی دیتی تھی۔ اس بارے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالت نماز میں رونے اور کراہنے کی آواز ہانڈی ابلنے کی طرح آتی تھی جو مدینہ طیبہ کی گلیوں میں سنائی دیتی تھی۔ (اتحاف السادہ فی شرح احیاء العلوم' ج ۲' ص ۲۳)

۲- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں روتے تو میں رونے کی آواز سنتی تھی۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۲' ص ۹۸۸)

۹- آپ کا حالت نماز میں جمائی کو ناپسند کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں جمائی کو ناپسند کرتے تھے' کیونکہ اس کا تعلق شیطان کے وسوسہ کے ساتھ ہے۔

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حالت نماز میں جمائی اور کھانسی کا آنا شیطان کے اثر سے ہے۔

(علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد' ج ۲' ص ۸۶)

۲- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں جمائی کو ناپسند کرتے تھے۔

(ایضاً)

۱۰- حالت نماز میں داڑھی میں ہاتھ ڈالنا آپ کو ناپسند ہونا:

حالت نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلنا یا اس میں ہاتھ ڈالنا آداب نماز کے منافی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کیفیت ناپسند تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو (حالت نماز میں) اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اعضاء وجوارح میں بھی خشوع ہوتا۔

(اتحاف السادۃ ج ۳' ص ۲۳)

بعض لوگ حالت نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عادت ناپسند تھی بلکہ خارج نماز میں بھی =

حرکت نہایت معیوب ہے۔ لہٰذا اس سے احتراز و اجتناب ازبس ضروری ہے۔

۱۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی پیشانی کو نہ جھاڑنا:

داڑھی کی طرح حالت نماز میں اپنی پیشانی کو جھاڑنا بھی معیوب ہے اور آداب نماز کے منافی ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے جھاڑتے نہیں تھے۔

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین (۳) امور نہایت معیوب ہیں: (۱) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا (۲) ختم نماز سے قبل پیشانی جھاڑنا (۳) سجدہ کرتے وقت مٹی ہٹانے کے لیے پھونک مارنا۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں اپنی پیشانی سے مٹی نہیں جھاڑتے تھے حتیٰ کہ تشہد پڑھ کر سلام پھیر لیتے۔ (امام احمد نسائی' سنن کبریٰ' ج ۲' ص ۲۸۶)

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں اپنی پیشانی نہیں جھاڑتے تھے۔

۱۲- حالت نماز میں دائیں بائیں دیکھنے سے نماز رد ہونا:

حالت نماز میں دائیں بائیں دیکھنے سے نماز مسترد کر دی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حالت نماز میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی نماز رد کر دیتا ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج ۱' ص ۳۷۲)

۲- حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حالت نماز میں اِدھر اُدھر التفات (توجہ) نہ کرو' جو شخص دائیں بائیں دیکھتا ہے اس کی نماز نہیں ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد' ج ۲' ص ۸۰)

حالت نماز میں دائیں بائیں دیکھنے سے نماز کی روح ختم ہو جاتی ہے' وہ کامل نماز نہیں رہتی اور اس کا ثواب بھی کامل نہیں رہتا۔

۱۳- امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے قبل خشوع کا اٹھایا جانا:

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب قیامت میں سب سے پہلے خشوع کا ارتفاع ہو گا۔ اس حوالے سے متعدد روایات موجود ہیں:

۱- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تم مسجد میں جاؤ گے' تو ایک نمازی کو بھی خشوع والا نہیں پاؤ گے۔ (علامہ آلوسی' روح المعانی' ج ۱۸' ص ۴)

۲- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جو چیز لوگوں سے اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہے۔ عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ تم مسجد میں جاؤ گے تو ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہیں پاؤ گے۔

(علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج ۱' ص ۳۵۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا۔

۱۴- حالت نماز میں گرد وغبار پھونکنا خشوع کے منافی ہونا:

حالت نماز میں سجدہ گاہ کو صاف کرنے کے لیے گرد وغبار پھونکنا خشوع سے متصادم ہے' جس سے نماز کی روح ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوصالح رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے۔ ان کے پاس ایک دراز بالوں والا رشتہ دار آیا' اس نے نماز پڑھی' حالت سجدہ میں اس نے منہ سے پھونکا' حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا: ہمارے حبشی غلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے رباح! اپنے چہرے کو خاک آلود ہونے دو۔

(علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج ا' ص ۳۷۵)

۱۵- خشوع والی نماز کی فضیلت:

خشوع والی نماز اس وصف سے عاری نماز سے بدرجہا بہتر ہے' اس کی اہمیت وفضیلت روایات میں بیان کی گئی ہے۔

۱- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھے طریقہ سے وضو کرتا ہے' پھر نماز ادا کرتا ہے' جو پڑھ رہا ہے اسے سمجھ رہا ہے' تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا اس کی والدہ نے ابھی جنا ہو۔

(علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب ج ا' ص ۳۵۷)

۲- حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نماز کو اس انداز سے پڑھو گویا یہ تمہاری آخری نماز ہے' اس آدمی کی مثل جسے گمان ہو کہ اس کے بعد نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ تم اس طرح نماز ادا کرو گویا یہ تمہاری آخری نماز ہے' تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو یا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

۱۶- دل سے خشوع کا اثر نمایاں ہونا:

حالت نماز میں اگر کسی شخص کو دل کے خشوع کی دولت حاصل ہو جائے تو اس کا اثر اس کے اعضاء و جوارح سے بھی نمایاں ہوتا ہے۔ ایک مشہور روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ حالت نماز میں وہ اپنی داڑھی کو ہاتھ لگا رہا ہے' تو آپ نے فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جسم کے اعضاء سے اس کا اثر نمایاں ہوتا۔

۱۷- خشوع وخضوع سے پڑھی جانے والی نماز کی اہمیت:

خشوع وخضوع سے پڑھی جانے والی نماز کا اجر وثواب زیادہ ہوتا ہے' اس نماز سے جو اس وصف سے خالی ہو۔ اس بارے میں روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: آدمی جب نماز سے فارغ ہوتا ہے' تو اس کے لیے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی کے لیے نواں' آٹھواں' ساتواں' چھٹا' پانچواں'

چوتھا تہائی اور نصف حصہ لکھا جاتا ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری التر غیب والترہیب ج ۱ ص ۲۴۱)

۲-حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کسی شخص کو نماز کا مکمل ثواب عطا کیا جاتا ہے کسی کو اس سے نصف' کسی کو تہائی' کسی کو چوتھائی اور کسی کو دسواں حصہ عطا کیا جاتا ہے۔

۱۸-خشوع وخضوع اور توجہ سے پڑھی جانے والی نماز کا دعاء حفاظت کرنا:

جونماز خشوع وخضوع اور توجہ سے پڑھی جائے' وہ نمازی کے حق میں دعاء حفاظت کرتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جونماز بروقت پڑھی جائے' وضو بھی اچھا کیا جائے' خشوع وخضوع کے ساتھ ہو۔ رکوع و سجود بھی بہتر ہو' تو وہ نماز نور ہوگی اور نمازی کے لیے یوں دعا کرتی ہے: اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۳۹)

۱۹-اسلاف کا نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرنا:

اسلاف کے خلوص کی طرح ان کی نماز بھی خشوع وخضوع سے معمور ہوتی تھی۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱-رئیس التابعین حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہر عبادت میں خلوص اور خشوع وخضوع شامل ہوتا تھا۔ آپ کی نماز میں خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ اگر رکوع میں ہیں تو رات ختم ہو جاتی مگر رکوع ختم نہ ہوتا' اسی طرح سجدہ میں ہیں تو رات ختم ہو جاتی لیکن سجدہ ختم نہ ہوتا۔

۲-حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ کے موقع پر تیر لگ جاتے تو وہ حالت نماز میں نکالے جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی ران میں تیر گھس گیا' لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر فیصلہ کیا جب آپ نماز ادا کریں تو حالت نماز میں تیر نکالا جائے۔ آپ نے نماز شروع کی تو حسب پروگرام لوگوں نے تیر نکال لیا۔ نماز سے فراغت پر آپ نے لوگوں کا ہجوم دیکھ کر دریافت کیا: کیا آپ لوگ تیر نکالنے کے لیے مجتمع ہوئے ہیں؟ عرض کیا گیا: حضور! ہم تو تیر نکال بھی لیا ہے۔

۳-کسی بزرگ کے پاؤں پر پھوڑا نکل آیا' زخم اتنا زہریلا تھا کہ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا: اگر پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ ان کی والدہ نے مشورہ دیا: ابھی ٹھہر جاؤ جب نماز میں مشغول ہو جائیں تو کاٹ لینا۔ جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو پاؤں کاٹ لیا گیا مگر انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔

بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰی

باب 41: نماز چاشت کا بیان

269- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا ابو دؤد الطیالسی حَدَّثَنَا شعبة عَنْ یَزِیْدَ الرشك قَالَ سَمِعْتُ معاذة قَالَتْ قُلْتُ لِعَآئِشَةَ اَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی قَالَتْ نَعَمْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَیَزِیْدُ مَاشَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ .

◆◆ یزید رشک نے کہا: میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز ادا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ چار رکعات ادا کیا کرتے' اور کبھی اس سے زیادہ بھی ادا کیا کرتے تھے جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی تھیں۔

270- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حدثنی حکیم بن مغویة الزیادی حَدَّثَنَا زیاد بن عبید اللہ بن الربیع الزیادی عن حمید الطویل عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ الضُّحٰی سِتَّ رَکْعَاتٍ .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کی چھ رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

271- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حَدَّثَنَا محمد بن جعفر انبانا شعبة عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمٰن بن اَبِیْ لیلی قَالَ مَا اَخْبَرَنِیْ اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی اِلَّا اُمُّ هَانِئٍ فَاِنَّهَا حَدَّثَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْ [illegible] غَیْرَ اَنَّهٗ کَانَ یُتِمُّ الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ .

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے کسی نے بھی یہ نہیں بتایا کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ صرف حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے یہ بات بتائی ہے، انہوں نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے، آپ نے غسل کیا، پھر آٹھ رکعات ادا کیں، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ مختصر نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ البتہ آپ نے رکوع اور سجود مکمل ادا کیے تھے۔

272- حَدَّثَنَا ابن عمر حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا کھمس بن الحسن عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ شقیق قَالَ قلت لعائشة اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی قَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ یَّجِیْءَ مِنْ مَغِیْبِهٖ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت ادا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں! البتہ جب آپ سفر سے واپس آتے تھے۔

273- حَدَّثَنَا زیاد بن ایوب البغدادی حَدَّثَنَا محمد بن ربیعة عن فضیل ابن مرزوق عن عطیة عَنْ اَبِیْ سعید الخدری قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یَدَعُهَا وَ یَدَعُهَا حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یُصَلِّیْهَا .

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز ادا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ ہم یہ خیال کرتے کہ اب آپ اسے ترک نہیں کریں گے اور کبھی آپ اسے ادا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ اب آپ کبھی اسے ادا نہیں کریں گے۔

274- حَدَّثَنَا احمد بن منیع عن هشیم حَدَّثَنَا عبیدة عن ابراهیم عن سهم بن منجاب عن قرثع الضبی او عن قَزْعَةَ عَنْ قَرْثَعٍ عَنْ اَبِیْ ایوب الانصاری اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُدْمِنُ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّکَ تُدْمِنُ هٰذِهِ الْاَرْبَعَ رَکْعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقَالَ اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَا تُرْتَجُ حَتّٰی یُصَلَّی الظُّهْرُ فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَ لِیْ فِیْ تِلْکَ السَّاعَةِ خَیْرٌ قُلْتُ اَفِیْ کُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ هَلْ فِیْهِنَّ تَسْلِیْمٌ فَاصِلٌ قَالَ لَا

حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا ابومعویة حَدَّثَنَا عبیدة عن ابراهیم عن سهم بن منجاب عن قزعة عن القرثع عَنْ اَبِیْ ایوب عن النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نحوه ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدگی سے زوال کے وقت چار رکعات ادا کیا کرتے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ باقاعدگی سے چار رکعات کیوں ادا کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: آسمان کے دروازے زوال کے وقت کھل جاتے ہیں اوراس وقت تک بند نہیں ہوتے جب تک ظہر کی نماز ادا نہ کر لی جائے، میری خواہش یہ ہے کہ اس وقت میں میری طرف سے نیک عمل جائے۔

راوی نے کہا: میں نے دریافت کیا: کیا وہ ان چاروں رکعات میں قرأت کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، میں نے دریافت کیا: کیا وہ ان میں سلام کے ذریعے الگ کرتے تھے؟ (یعنی دو رکعات کے بعد سلام پھیرا کرتے تھے) انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ یہی روایت دوسری سند سے منقول ہے۔

275- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حَدَّثَنَا اَبُوْ داؤد حَدَّثَنَا محمد بن مسلم بن اَبِیْ الوضاح عن عبد الکریم الجزری عن مجاهد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن السائب اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ قَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِیْهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَ لِیْ فِیْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ ۔

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے اورسورج ڈھل جانے کے بعد چار رکعات ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کہا کرتے: یہ وہ گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اورمیری یہ خواہش ہے کہ اس میں میری طرف سے نیک عمل اوپر جائے۔

276- حَدَّثَنَا ابوسلمة یحییٰ بن خلف حَدَّثَنَا عمر بن علی المقدمی عن مسعر بن کدام عَنْ اَبِیْ اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علی اَنَّهُ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَ ذَکَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَ یَمُدُّ فِیْهَا ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ظہر سے پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے' اور وہ کہا کرتے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی زوال کے بعد انہیں ادا کیا کرتے' اور طویل ادا کیا کرتے تھے۔

شرح

۱-نماز چاشت کی فضیلت:

روایات باب میں نماز چاشت کی فضیلت' وقت اور تعداد رکعات بیان کی گئی ہے۔ تاہم محض فضیلت کے حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ہر جوڑ پر صدقہ ہے: تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تحمید (الحمد کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تہلیل (لا الٰہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے۔ اچھی بات کی رہنمائی کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے جبکہ چاشت کی دو رکعت نماز ان سب کو کفایت کرتی ہیں۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۸۲۰۱)

۲-حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آدمی کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑ ہیں' اسے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرنا ضروری ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: مسجد میں پڑی ہوئی رینٹھ کو دفن کر دینا اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا صدقہ ہے۔ اگر تم میں اس کی قدرت نہ ہو' تو چاشت کی دو رکعت ادا کرنا تمہارے لیے کفایت کریں گی۔ (مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۲۲۰۵۹)

۳-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاشت کی دو رکعت باقاعدگی سے ادا کرتا ہے اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۳۸۲)

۴-اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص فجر کی نماز سے فارغ ہو کر نماز چاشت ادا کرنے کے لیے اپنی جگہ (مرد مسجد میں) بیٹھا رہے اور وہ اس دوران کوئی فضول بات نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جس طرح پیدائش کے دن اس کا کوئی گناہ نہیں تھا۔ (مسند ابی یعلی، رقم الحدیث: ۴۸)

۵-حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز فجر ادا کرنے کے بعد نماز چاشت کی دو رکعت ادا کرنے تک اپنی جگہ میں بیٹھا رہے اور خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کرے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ سے زائد ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۵۶۲۲)

۶-حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ فرمایا، جو کثیر مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا، لوگ مقام لشکر کی نزدیکی، کثرت مال غنیمت اور جلد واپسی کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان سے بھی قریب جہاد کرنے والی، اس سے زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہو؟ پھر خود ہی فرمایا: جو شخص بہترین وضو کرے اور نماز چاشت ادا

کرنے کے لیے مسجد میں جائے وہ ان لوگوں سے بھی زیادہ قریب ہے، زیادہ مال غنیمت والا اور جلد واپس لوٹنے والا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۶۶۳۹)

۷- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: جو شخص آفتاب کے بلند ہونے تک اپنی جگہ میں بیٹھا رہے، پھر اٹھ کر بہترین وضو کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے تو اس کے گناہ ایسے معاف کردیے جاتے ہیں جیسے اس کی ماں نے ابھی اسے جنا ہو۔ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث: ۱۷۵۷)

۸- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے فرض کی ادائیگی کے لیے نکلا، اس کا ثواب حج کا احرام باندھنے والے کی مثل ہے، جو شخص نماز چاشت ادا کرنے کی نیت سے نکلا اس کا ثواب عمرہ ادا کرنے والے کی مثل ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا اس طریقہ سے انتظار کرنا کہ درمیان میں فضولیات سے احتراز کرے تو اس کا نام علیین (جنت میں اعلیٰ مقام والوں) میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۲۸۸)

۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص نماز چاشت کی بارہ رکعت ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا گھر تیار کردیتا ہے۔

۱۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے بکثرت توبہ کرنے والے ہی نماز چاشت ادا کرنے کی پابندی کرتے ہیں اور یہ اوابین (توبہ کرنے والوں) کی نماز ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۳۸۶۵)

۱۰- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص آغاز دن میں چاشت کی دو رکعت ادا کرے گا غافلین میں نہیں لکھا جائے گا، جو چار رکعت ادا کرے گا اس کا شمار عابدین میں ہوگا، جو چھ رکعت ادا کرے گا وہ اس دن کے لیے کافی ہوں گی، جو آٹھ رکعت ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قانتین میں لکھ دیتا ہے اور جو بارہ رکعت ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، رقم الحدیث: ۳۴۱۹)

۱۱- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آفتاب طلوع ہو کر ایسی کیفیت میں آجائے جیسے نماز عصر کے بعد غروب تک ہوتا ہے، پھر وہ شخص دو یا چار رکعت ادا کرے تو اس کے لیے اس دن کا ثواب ہے۔ اس کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور اگر اس دن وفات پا جائے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۷۷۹۰)

۱۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''ضحیٰ'' کہا جاتا ہے، قیامت کے دن ایک منادی اعلان کرے گا: نماز چاشت کی پابندی کرنے والے کہاں ہیں؟ (جنت کا) یہ دروازہ تمہارے لیے ہے اور تم اس میں داخل ہو جاؤ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۵۰۶۰)

۲- نماز چاشت کا وقت اور تعداد رکعات:

عرف عام میں نماز چاشت کا اطلاق نماز اشراق اور نماز چاشت دونوں پر ہوتا ہے جبکہ بعض علماء ان دونوں نمازوں کو ایک نماز قرار دیتے ہیں۔ آفتاب طلوع ہو کر سوا نیزے پر (طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد) آجائے تو نماز اشراق کا وقت شروع ہو جاتا

ہے اور اس کی دو رکعت ہیں۔
• جب آفتاب طلوع ہو کر خوب بلند ہو جائے اور ہر طرف روشنی پھیل جائے تو نماز چاشت کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو زوال کے وقت تک باقی رہتا ہے اور اس کی چار رکعت ہیں۔

سوال: نماز چاشت کی تعداد رکعات کے حوالے سے مختلف روایات ہیں تو ان کا تعین کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب: ہم نے فقہاء کے اجتہاد اور فقہ حنفی کے مطابق تعداد بتائی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز مسلسل نہیں پڑھی تا کہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور فضیلت و اہمیت کی بنا پر اسے ترک بھی نہیں کیا۔

۳-نماز چاشت ادا کرنے کا مقام:

نماز اشراق اور نماز چاشت مسجد یا گھر میں کہیں بھی ادا کی جا سکتی ہے لیکن نماز اشراق مسجد میں اور نماز چاشت گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ مسجد میں ادا کرنے سے اجر و ثواب زیادہ ہوگا اور گھر میں ادا کرنے سے خانہ اور اہل خانہ میں خیر و برکت ہوگی۔

۴-نوافل ادا کرنے کی توجیہ:

فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل بھی ہم ادا کرتے ہیں۔ سنن و نوافل ادا کرنے کا اہم مقصد فرائض کی ادائیگی کے نقائص اور کوتاہیوں کی تکمیل ہے۔ ان کو ترک کرنے کی عادت بنانا درست نہیں ہے، کیونکہ ان میں سستی و کاہلی کی وجہ سے فرائض کے ترک کرنے کی بھی نوبت آ سکتی ہے۔

بَابُ صَلٰوۃِ التَّطَوُّعِ فِی الْبَیْتِ

باب 42: نفل نماز گھر میں ادا کرنا

277- حَدَّثَنَا عباس العنبری حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مھدی عن معٰویۃ بن صالح عن العلاء بن الحارث عن حرام بن معویۃ عن عمہ عَبْدُ اللّٰہِ بْن سعد قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِیْ بَیْتِیْ وَالصَّلٰوۃِ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ قَدْ تَرٰی مَا اَقْرَبَ بَیْتِیْ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَاَنْ اُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُصَلِّیَ فِی الْمَسْجِدِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ صَلٰوۃً مَکْتُوْبَۃً۔

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا: کیا میں گھر میں نماز ادا کروں یا مسجد میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: مجھے اپنے گھر میں (نفلی) نماز ادا کرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مسجد میں نماز ادا کروں۔ البتہ فرض نماز مسجد میں ادا کرنی چاہیے۔

شرح

گھر میں نوافل ادا کرنے کی فضیلت:

خیر و برکت کے ارادہ سے گھر میں نوافل ادا کرنے کی فضیلت مسلمہ ہے، اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: گھر میں نماز ادا کرنا افضل ہے یا مسجد میں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے، پھر بھی فرائض کے علاوہ نماز (سنن ونوافل) کا مسجد کی بجائے گھر میں پڑھنا زیادہ پسند ہے۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۷۸)

۲- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز ادا کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر کے لیے نماز سے کچھ حصہ بچا کر رکھے، کیونکہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں خیر و برکت فرمائے گا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۷۷۸)

۳- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں (نماز کی شکل میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور جس گھر میں اس کا ذکر نہیں کیا جاتا، ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۶۴۰۷)

۴- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز ادا کیا کرو، فرض نماز کے علاوہ مرد کی سب سے افضل نماز وہ ہے، جو گھر میں پڑھی جائے۔

سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہونے کی وجوہات:

فرائض وواجبات کے علاوہ نماز (سنن ونوافل) گھر میں پڑھنا افضل ہونے کی چند وجوہات حسب ذیل ہیں:

۱- فرائض اور نوافل کی شرعی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

۲- اہل خانہ کو بھی نماز ادا کرنے کا پیغام ملتا ہے۔

۳- گھر میں خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔

۴- نمازی ریاکاری سے محفوظ رہتا ہے۔

فائدہ نافعہ:

فرائض سے پہلے کی سنتیں، ان کے بعد کی سنتیں اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ تاہم جن فرائض کے بعد سنن ونوافل ہوں تو متصل سنتیں مسجد میں اور بعد والے نوافل گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل وسنن مسجد میں بھی ادا فرمائی ہیں، یاد رہے کہ آپ کا یہ عمل بیان جواز پر محمول ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 43: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کا بیان

278- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا حماد بن زيد عن ايوب عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن شقيق قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْصَامَ وَ يُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل نفلی روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ ہم یہ کہتے کہ آپ روزے رکھتے رہیں گے اور کبھی آپ نفلی روزے رکھنا چھوڑ دیتے' حتیٰ کہ ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ نفلی روزہ نہیں رکھیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے اس کے بعد آپ نے رمضان کے علاوہ کسی بھی مہینے میں مکمل روزے نہیں رکھے۔

279- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا اسمٰعيل بن جعفر عن حميد عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَرٰى اَنْ لَا يُرِيْدَ اَنْ يُّفْطِرَ مِنْهُ وَ يُفْطِرُ مِنْهُ حَتّٰى نَرٰى اَنْ لَا يُرِيْدَ اَنَّهُ يَصُوْمُ مِنْهُ شَيْئًا وَّ كُنْتَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا اَنْ رَاَيْتَهُ مُصَلِّيًا وَّلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهُ نَائِمًا .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں روزے رکھنا شروع کرتے' تو ہم خیال کرتے کہ اب آپ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور کبھی آپ نفلی روزے رکھنا چھوڑ دیتے' حتیٰ کہ ہم خیال کرتے کہ اب آپ اس مہینے میں کوئی روزہ نہیں رکھیں گے۔ اگر تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت نماز ادا کرتے ہوئے دیکھنا چاہو تو تم انہیں اس حالت میں دیکھ سکتے تھے اور اگر تم انہیں سوئے ہوئے دیکھنا چاہو تو تم انہیں سوتے ہوئے بھی دیکھ سکتے تھے۔

280- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِي بشر قَالَ سَمِعْتُ سعيد بن جبير عن ابن عباس قَالَ كان النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ اَنْ يُّفْطِرَ مِنْهُ وَ يُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ اَنْ يَّصُوْمَ وَمَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے رکھا کرتے' حتیٰ کہ ہم خیال کرتے اب آپ کوئی روزہ ترک نہیں کریں گے اور کبھی آپ نفلی روزے رکھنا چھوڑ دیتے' حتیٰ کہ ہم یہ خیال کرتے کہ اب آپ کوئی

نفلی روزہ نہیں رکھیں گے۔ آپ جب سے مدینہ طیبہ تشریف لائے ہیں آپ نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں مکمل روزے نہیں رکھے۔

281- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی عن سفین عن منصور عن سالم بن اَبِی الجعد عَنْ اَبِی سَلَمَةَ عن اُمِّ سَلَمَةَ قالت مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَصُوْمُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَ رَمَضَانَ .

قَالَ اَبُوْعِیْسٰی هٰذَا اسناد صحیح و هٰکَذَا قَالَ عَنْ اَبِی سَلَمَةَ عن اُمِّ سَلَمَةَ وروی هٰذَا الحدیث غیر واحد عَنْ اَبِی سَلَمَةَ عن عائشة عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ و یحتمل ان یکون ابو سلمة بن عبد الرحمٰن قدروی هٰذَا الحدیث عن عائشة و اُمِّ سَلَمَةَ جمیعا عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ .

◆◆ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دو مہینوں تک لگا تار روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ صرف شعبان اور رمضان میں ایسا ہوتا تھا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس کی سند ''صحیح'' ہے۔ یہ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ دیگر راویوں نے اسے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نامی راوی کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔ یہ احتمال ہے کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمِّ سلمہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہو۔

282- حَدَّثَنَا هناد حَدَّثَنَا عبدة عن محمد بن عمرو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عن عائشة قَالَتْ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَصُوْمُ فِیْ شَهْرٍ اَکْثَرَ مِنْ صِیَامِهٖ فِیْ شَعْبَانَ کَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِیْلًا بَلْ کَانَ یَصُوْمُ کُلَّهٗ .

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسرے مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ شعبان کے چند روزے نہیں رکھا کرتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں اکثر روزے رکھا کرتے تھے۔

283- حَدَّثَنَا القاسم بن دینار الکوفی حَدَّثَنَا عبید اللّٰه بن موسٰی و طلق بن غنام عن شیبان عن عاصم عن زرّ بن حبیش عن عبد اللّٰه قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ کُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ وَ قَلَّ مَا کَانَ یُفْطِرُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ .

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کے آغاز میں تین دن روزے رکھا کرتے اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ نے جمعہ کے دن روزہ نہ رکھا ہوتا۔

284- حدثنا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شعبة عَنْ یَزِیْدَ الرشك قال سمعت معاذة قالت قلت لعائشة اکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَصُوْمُ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ مِنْ اَیِّہٖ کَانَ یَصُوْمُ قَالَتْ کَانَ لَا یُبَالِیْ مِنْ اَیِّہٖ صَامَ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی و یزید الرشك هو یزید الضبعی البصری و هو ثقة وروی عنه شعبة و عبد الوارث بن سعید و حماد بن یزید و اسمٰعیل بن ابراهیم وغیر واحد من الائمة وهو یزید القاسم ویقال القسام والرشك بلغة اهل البصرة هو القسام ۔

◆◆ حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں روزے رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے دریافت کیا: یہ تین دن کون سے ہوتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ وہ کون سے دن ہیں؟

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یزید رشک نامی راوی یزید ضبعی بصری ہیں۔ یہ ثقہ ہیں۔ شعبہ، عبدالوارث بن سعید، حماد بن زید، اسماعیل بن ابراہیم اور دیگر آئمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ یزید قاسم، اور ایک قول کے مطابق ''قسام'' ہیں۔ اہل بصرہ کی لغت میں ''رشک'' قسام کو کہا جاتا ہے۔

285- حَدَّثَنَا اَبُوْ حفص عمرو بن علی حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ دَاوٗدَ عن ثور بن یزید عن خالد بن معدان عن ربیعة الجرشی عن عائشة قالت کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَتَحَرّٰی صَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ الْخَمِیْسِ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کے ساتھ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔

286- حَدَّثَنَا ابو مصعب المدینی عن مالك بن انس عَنْ اَبِی النضر عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بن عبد الرحمٰن عن عائشة قالت ماکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَصُوْمُ فِیْ شَهْرٍ اَکْثَرَ مِنْ صِیَامِہٖ فِیْ شَعْبَانَ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھا کرتے تھے۔

287- حَدَّثَنَا محمد بن یحیٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ عاصم عن محمد بن رفاعة عن سهیل بن اَبِیْ صالح عن ابیه عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَاُحِبُّ اَنْ یُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَ اَنَا صَائِمٌ ۔

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن اعمال اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میرا عمل پیش کیا جائے تو میں حالت روزہ میں ہوں۔

288- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد و معویة بن هشام قَالَا حَدَّثَنَا سفین عن منصور عن خیثمة عن عائشة قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهْرِ الْاٰخِرِ الثَّلَاثَاءَ وَالْاَرْبَعَاءَ وَالْخَمِيْسَ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے میں ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن روزہ رکھتے تھے۔ ایک مہینے میں منگل، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

289- حَدَّثَنَا هارون بن اسحٰق الهمدانی حَدَّثَنَا عبدة بن سلیمان عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيْضَةَ وَ تُرِكَ عَاشُوْرَاءُ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَ مَنْ شَاءَ تَرَكَهُ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن روزہ رکھا ہے۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے آپ نے اس دن روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو رمضان فرض ہو گیا اور عاشورہ کا روزہ ترک کر دیا تھا۔ اب جو شخص چاہتا تھا وہ اس دن روزہ رکھ لیتا' اور جو چاہتا وہ نہیں رکھتا تھا۔

290- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حثنا سفین عن منصور عن ابراهیم عن علقمة قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَخُصُّ مِنَ الْاَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً وَاَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُطِيْقُ .

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مخصوص دنوں میں نفلی روزہ رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل باقاعدگی کے ساتھ ہوا کرتا تھا تم میں سے کون ہے' جو اس طرح عمل کرنے کی طاقت رکھتا ہے' جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کر سکتے تھے۔

291- حَدَّثَنَا هارون بن اسحاق حَدَّثَنَا عبدة عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَاَةٌ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الَّذِيْ يَدُوْمُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، اس وقت میرے پاس

ایک خاتون موجود تھی آپ نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا: فلاں خاتون ہے جو رات کے وقت سوتی نہیں ہے اور عبادت کرتی رہتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی طاقت کے مطابق عمل کیا کرو، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا مگر تم لوگ اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ تھا جو ادائیگی کرنے والا مسلسل کرے۔

292- حَدَّثَنَا ابوهشام محمد بن يزيد الرفاعي حَدَّثَنَا ابن فضيل عن الاعمش عَنْ اَبِىْ صالح قَالَ سَأَلْتُ عَآئِشَةَ وَ اُمَّ سَلَمَةَ اَىُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَتَا مَادِيْمَ عَلَيْهِ وَ اِنْ قَلَّ .

حضرت صالح رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا تھا؟ تو ان دونوں نے جواب دیا: جو کام باقاعدگی کے ساتھ کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔

293- حَدَّثَنَا محمد بن اسمعيل حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صالح حدثنى معاوية بن صالح عن عمرو بن قيس انه سمع عاصم بن حميد قَالَ سمعتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيْلَةً فَاستَاكَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّىْ فَقُمْتُ مَعَهٗ فَبَدَءَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ فَسَالَ وَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهٖ وَ يَقُوْلُ فِىْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِى الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوْعِهٖ وَ يَقُوْلُ فِىْ سُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَ ذِى الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ قَرَءَ اٰلَ عِمْرَانَ ثُمَّ سُوْرَةً سُوْرَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ .

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دفعہ میں رات کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے مسواک کی پھر آپ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے، میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے نماز شروع کی آپ نے سورۂ بقرہ کا آغاز کیا، آپ رحمت سے متعلق جس آیت کو پڑھتے وہاں ٹھہر کر رحمت کا سوال کرتے' اور عذاب سے متعلق جس آیت کو پڑھتے' وہاں ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے تھے۔ پھر آپ رکوع میں چلے گئے اور اتنی دیر رکوع میں رہے جتنا آپ نے قیام کیا تھا۔ آپ رکوع میں یہ پڑھتے رہے: پاک ہے وہ ذات جو حکومت والی ہے، بادشاہی والی ہے، کبریائی والی ہے، عظمت والی ہے۔ پھر آپ سجدے میں چلے گئے اور اتنی دیر رہے جتنی دیر رکوع میں رہے اور سجدے میں آپ یہ دعا پڑھتے رہے: پاک ہے وہ ذات جو حکومت والی ہے، بادشاہی والی ہے، کبریائی والی ہے اور عظمت والی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ آل عمران تلاوت کی، پھر ایک سورت تلاوت کی، پھر ایک سورت تلاوت کی۔ آپ اسی طرح وہ نماز ادا کرتے تھے۔

شرح

ماہ رمضان کے روزوں کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

لفظ ''صوم'' کی جمع ''صیام'' ہے، اس کا لغوی معنیٰ ہے: کسی بھی معاملہ میں رک جانا اور اس کا شرعی معنیٰ ہے: صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا، پینا اور جماع کو ترک کر دینا۔ ماہ رمضان کے روزہ کے حوالہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے رمضان کے روزے رکھنا:

ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد سے لے کر تا وصال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے ماہ رمضان کے مسلسل روزے رکھتے رہے اور اس سلسلہ میں کبھی انقطاع نہیں ہوا۔ اس بارے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

(i) اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ماہ رمضان کے علاوہ پورے ماہ کے روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ (الصحیح للبخاری، ج ۱، ص ۲۶۴)

(ii) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے علاوہ کسی پورے ماہ کے روزے نہیں رکھے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۱۹)

(iii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم خیال کرتے اب آپ افطار (روزے نہ رکھنے کا) کا ارادہ نہیں کریں گے۔ پھر آپ روزے نہ رکھتے حتیٰ کہ ہم خیال کرتے اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔ مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ماہ رمضان کے کسی دوسرے پورے ماہ کے روزے نہیں رکھے۔ (الصحیح للمسلم، ج ۱، ص ۳۶۵)

(iv) حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم خیال کرتے اب آپ روزے رکھتے رہیں گے، نہ رکھتے تو ہم خیال کرتے کہ آپ افطار کریں گے۔ پھر فرمایا: آپ جب سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ماہ رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے نہیں رکھے۔ (امام احمد نسائی، سنن نسائی، ج ۱، ص ۳۲۱)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض پورے ماہ رمضان کے روزے رکھتے اور دوسرے مہینوں میں سے کسی کے پورے روزے نہیں رکھتے تھے، تاہم کسی ماہ کو روزہ سے خالی بھی نہیں چھوڑتے تھے۔

۲- آپ کا ماہ رمضان کے آنے کی بشارت دینا:

ماہ رمضان کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بشارت دیا کرتے تھے، تا کہ وہ اس ماہ مقدس کے روزوں کا اہتمام اور ماہ رمضان کا استقبال کر سکیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو رمضان المبارک آنے کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے: تمہارے پاس ایک مبارک ماہ جلوہ فگن ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کے روزے فرض فرمائے ہیں، اس ماہ میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔ اس میں ایک رات ایسی ہے، جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو شخص اس کی خیر سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۲۸۴)

۳- شعبان المعظم کی آخری تاریخ میں آپ کا ماہ رمضان کی فضیلت و اہمیت پر وعظ کرنا:

ماہ رمضان کے فیوض و برکات سمیٹنے، اس کے مبارک لمحات میں روزے رکھنے، قیام اللیل کا اہتمام کرنے، عبادت و ریاضت میں مصروف رہنے، غرباء پر صدقہ و خیرات کرنے اور ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کی آخری تاریخ میں اپنے صحابہ کرام کو وعظ فرمایا تھا۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کے آخری ایام میں اپنے صحابہ سے وعظ فرمایا، آپ نے فرمایا: تمہارے پاس ایک مبارک مہینہ جلوہ فگن ہونے والا ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مقدس کے روزے تم پر فرض فرمائے ہیں، اس کی تراویح کو سنت بنایا، جس نے اس ماہ مقدس میں نفلی عبادت کی گویا اس نے دوسرے ماہ میں فرض ادا کیا (نوافل کا ثواب فرائض کے برابر ہے) یہ صبر کا مہینہ ہے جس کا صلہ جنت ہے، یہ باہم خیر خواہی کا مہینہ ہے، اس ماہ مقدس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جس شخص نے کسی کا روزہ افطار کرایا اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اس کے لیے جہنم سے آزادی لکھ دی جاتی ہے اور اسے بھی اس کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے جبکہ روزہ دار کے ثواب میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ افطاری کرا سکے؟ آپ نے فرمایا: یہ ثواب اس شخص کو دیا جائے گا جو کسی کا روزہ ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ سے افطار کرائے گا۔ یہ ایک ایسا ماہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا مغفرت کا ہے اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ اس ماہ میں چار امور کی کثرت کرو، دو امور تو وہ ہیں جن سے تمہارے رب کی خوشنودی حاصل ہوگی اور دو ایسے ہیں جن کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ وہ دو امور جن سے رضاء خداوندی حاصل ہوتی ہے، وہ یہ ہیں: (۱) لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ، (۲) استغفار کی کثرت۔ وہ دو امور جن کے بغیر چارہ نہیں وہ یہ ہیں: (۱) جنت کا سوال، (۲) جہنم سے پناہ۔ جس شخص نے کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا، اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے دن) میرے حوض کوثر سے سیراب کرے گا جس کے بعد اسے پیاس نہیں لگے گی حتیٰ کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح، علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۹۵)

۴- ماہ رجب میں ماہ رمضان کے لیے دعاء برکت کرنا:

رمضان المبارک کی فضیلت و اہمیت اجاگر کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رجب میں ماہ رمضان کے لیے دعاء خیر و برکت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نہایت اہتمام سے یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ رَمَضَانَ ۔ (بلوغ الامانی، ج ۹، ص ۲۳۱) اے پروردگار! تو ہمارے لیے ماہ رجب، ماہ شعبان اور ماہ رمضان کو بابرکت بنا۔

۵- رمضان کی آمد پر اس کی فضیلت بیان کر کے اس کی طرف صحابہ کو متوجہ کرنا:

جب ماہ رمضان قریب آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی فضیلت بیان کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی طرف متوجہ کرتے تھے۔

۱- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: لوا ب رمضان کا مہینہ آ گیا، اگر لوگوں کو اس کے حقیقی فیوض و برکات کا علم ہو جائے تو وہ اس بات کی تمنا کریں کہ تمام سال رمضان رہے۔

(ایضاً، ص ۲۳۶)

۲- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس ماہ رمضان جلوہ فگن ہوا ہے جو برکتوں والا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکات نازل کرتا ہے، گناہ معاف کرتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تنافس کو دیکھتا ہے اور فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کو اپنے نفس کی بھلائی دکھاؤ۔ وہ شخص بد بخت ہے جو اس ماہ مقدس میں بھی رحمت باری تعالیٰ سے محروم رہا۔ (ایضاً، ص ۲۳۵)

۶- ماہ رمضان کی آمد پر صحابہ کو دعا سکھانا:

ماہ رمضان کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو دعا سکھایا کرتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِيْ لِرَمَضَانَ وَسَلِّمْ رَمَضَانَ لِيْ وَسَلِّمْهُ لِيْ مُتَقَبَّلًا ۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج ۸، ص ۵۸۴)

اے اللہ! رمضان میں ہمیں سلامتی عطا کر، رمضان کو مجھ سے سلامتی عطا کر اور اسے میرے لیے سلامتی کے ساتھ قبول کر۔

۷- رمضان میں قیدیوں کو رہائی عطا کرنا اور سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اور سب کے لیے سراپا رحمت تھے مگر ماہ رمضان کی آمد پر آپ کے اوصاف حمیدہ حرکت میں آ جاتے تھے، آپ قیدیوں کو رہائی عطا فرماتے اور سائل کو محروم نہیں لوٹاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ماہ رمضان کی آمد پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سائل کو نوازتے تھے۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۸، ص ۴۱۰)

۸- آپ کا اپنے صحابہ کو ماہ رمضان میں عبادت و ریاضت کرنے کی تاکید مزید فرمانا:

ماہ رمضان کی آمد پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو عبادت و ریاضت کرنے کی خصوصی ترغیب و تاکید فرماتے

تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں قیام کی ترغیب دیتے اور فرماتے: جو شخص رمضان میں ثواب کی نیت سے نماز تراویح ادا کرے گا تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۹- ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت عبادت وریاضت کرنا:

دوسرے مہینوں کی بنسبت ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت عبادت وریاضت کرتے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جس کثرت سے ماہ رمضان میں عبادت کرتے اتنی کسی دوسرے مہینہ میں نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۳، ص:۷۷)

۱۰- رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا شغف زیادہ ہونا:

دوسرے ماہ کی بنسبت ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن بھی بکثرت کیا کرتے تھے، کیونکہ فرمان نبوی ہے:

افضل العبادة تلاوت القرآن (او کما قال علیہ السلام)

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہر سال حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار قرآن پیش کرتے' اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال انہوں نے دو بار آپ پر قرآن پیش کیا تھا۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان کی ہر رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔

۱۱- ماہ رمضان میں رات کا کھانا کھائے بغیر محض سحری کھانا:

ماہ رمضان المبارک کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خوراک کم کر دیتے' اور صرف سحری کھانے پر اکتفاء کیا کرتے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کی آمد ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ شروع ہونے پر ازار بند مضبوطی سے باندھ لیتے تھے، اہل خانہ سے الگ ہو جاتے، مغرب وعشاء کے درمیان غسل فرماتے اور رات کا کھانا کھائے بغیر سحری کھاتے تھے۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج:۸، ص:۴۴۱)

۱۲- آخری عشرہ میں آپ کا عورتوں سے الگ تھلگ ہونا:

ماہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کر لیتے تھے اور یادِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے۔

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمر کس لیتے اور عورتوں (ازواجِ مطہرات) سے علیحدگی اختیار کر لیتے تھے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۹، ص:۶۳۱)

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر عبادت میں مشغول رہتے، اہل خانہ کو بیدار کرتے اور ازار مضبوطی سے باندھ لیتے تھے۔

۱۳- ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اہل خانہ کو عبادت کی ترغیب وتا کید کرنا:

ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مصروف ہو جاتے اور اہل خانہ کو بھی عبادت میں مصروف ہونے کی تاکید فرماتے تھے۔

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خانہ کو بیدار کرتے جو بھی چھوٹا بڑا نماز (عبادت) کے لائق ہوتا۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۹، ص:۶۲۱)

۲- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ماہ رمضان المبارک میں عام ایام کی طرح عبادت کرتے اور آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ خوب عبادت کرتے تھے۔

۱۴- آخری عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کا اٹھ جانا:

ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اٹھ جاتا تھا یعنی سونے اور آرام کرنے کا حساب باقی نہیں رہتا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اٹھ جاتا تھا، عورتوں (ازواجِ مطہرات) سے علیحدگی اختیار کر لیتے تھے اور رات کا کھانا سحری کے وقت تناول فرماتے تھے۔

(علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج:۸، ص:۴۳۹)

۱۵- ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہمہ تن عبادت میں مشغول ہونا:

ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے اور دیکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔

۱- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ماہ رمضان کے دو عشروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مشغول رہتے اور سوتے بھی تھے۔ آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ خوب عبادت کرتے، اہل خانہ سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور ہمہ تن (ریاضت کی طرف) متوجہ ہو جاتے۔ (الصحیح للمسلم، ج:۱، ص:۳۷۲)

۲- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آخری عشرہ کا آغاز ہو جاتا تو تمام رات عبادت میں مشغول ہو جاتے، اہل خانہ کو بھی بیدار کرتے اور اہل خانہ سے علیحدگی اختیار کر لیتے تھے۔ (الصحیح للمسلم، ج:۱، ص:۳۷۲)

۳- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے الگ ہو جاتے اور بستر پر آتے ہی نہیں تھے حتیٰ کہ ماہ رمضان ختم ہو جاتا۔

(امام علی متقی، کنز العمال، ج:۸، ص:۶۳۲)

فائدہ نافعہ:

ایک روایت میں مذکور ہے کہ آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازار بند نہایت مضبوطی سے باندھ لیتے تھے،

اس کے کئی مطالب ہو سکتے ہیں:

(i) خوب جدو جہد کرنا، (ii) ہمہ تن متوجہ ہونا، (iii) عام عادت سے زائد عبادت کرنا، (iv) مکمل طور پہ فارغ ہونا،

(v) ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے تمام امور سے الگ ہونا۔

۱۶-واجب روزہ کی نیت صبح صادق سے قبل کرنا:

واجب غیر متعین روزے کی نیت صبح صادق سے قبل کرنا واجب ہے اور یہ مسئلہ متعدد روایات سے ثابت ہے جو حسب ذیل ہیں:

(i) اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے فجر سے قبل نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہے۔ (امام احمد نسائی' سنن نسائی، ج:۱ص:۳۲۰)

(ii) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے فجر سے پہلے نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہے۔ (امام احمد نسائی، سنن کبریٰ، ج:۲ص:۳۱۱)

جو واجب روزہ متعین نہ ہو اس میں آدمی کو اختیار ہے کہ خواہ اس دن روزہ رکھے یا نہ رکھے، ا[illegible] روزہ کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے اس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر لی جائے مثلاً قضاء رمضان کا روزہ، نذر مطلق کا روزہ اور [illegible]م کا روزہ وغیرہ۔

۱۷-نہ کھانے پینے کی صورت میں نفلی روزے کی نیت نصف النہار سے قبل کرنا بھی درست ہونا:

نہ کھانے پینے کی صورت میں نفلی روزہ کی نیت نصف النہار سے قبل کرنا بھی درست ہے، اس کے ثبوت میں متعدد روایات موجود ہیں:

۱-اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (گھر میں) تشریف لاتے تو فرماتے: کیا تمہارے پاس کوئی چیز کھانے کے لیے ہے؟ اگر میں عرض کرتی: نہیں، تو آپ اعلان فرمادیتے کہ میرا روزہ ہے۔

(امام ابوجعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، ج:۱ص:۳۲۶)

۲-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ چاشت کے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس آتے اور دریافت کرتے: کیا کھانے کے لیے کوئی چیز موجود ہے؟ اگر اہل خانہ کی طرف سے نفی میں جواب دیا جاتا تو آپ فرماتے: میرا روزہ ہے۔ (ایضاً)

۱۸-حالت روزہ میں کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کی جائے تو؟:

جب حالت روزہ میں کسی کے سامنے کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کی جائے تو وہ کیا کرے گا؟ اگر روزہ فرض ہو تو میزبان سے معذرت کر لے اور نفلی روزہ کی صورت میں بھی معذرت کر لے۔ نفلی روزہ کی صورت میں میزبان یا مہمان کی طرف سے مجبوری کی حد تک اصرار ہونے لگے تو روزے دار کو اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے تو معذرت کرے دعائے خیر کر دے اور چاہے تو دعوت قبول کر

لے روزہ کی قضاء کرلے۔اس سلسلہ میں متعدد روایات ہیں:

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے جبکہ وہ روزہ سے ہو،تو وہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔

۲-ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے،انہوں نے آپ کے حضور کھجور اور گھی پیش کیا۔آپ نے فرمایا: گھی اپنے مشکیزے میں محفوظ کرلو اور کھجوراس کے برتن میں رکھ لو،میں روزہ سے ہوں۔

(امام ولی الدین محمد،مشکوٰۃ المصابیح،ص:۱۸۱)

۳-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو کھانے کی دعوت دی،کھانے کے موقع پر ایک صحابی لوگوں سے الگ ہو گئے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے علیحدگی کی وجہ دریافت کی؟انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں روزہ سے ہوں،فرمایا: تمہارے بھائی نے کھانے کا اہتمام کیا ہے پھر تم کہتے ہو کہ میں روزہ سے ہوں؟ تم کھانا کھاؤ اس کے عوض ایک روزہ رکھ لینا۔(ملا علی قاری،مرقات شرح مشکوٰۃ،ج:۴،ص:۳۱۰)

۴-حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب تمہیں روزہ کی حالت میں کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کی جائے تو کہہ دو: میں روزہ سے ہوں۔(مصنف ابن شیبہ،ج:۲،ص:۶۴)

۱۹-روزہ دار کی موجودگی میں کھانا کھانے سے اس کے ثواب میں اضافہ:

روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جائے تو روزہ دار کے ثواب میں اضافہ کر دیا جاتا ہے،کیونکہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے اپنے روزہ کے تقدس کو بحال رکھا جس وجہ سے اس کا اجر و ثواب زیادہ ہو جاتا ہے۔

۱-حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے،آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا،اس موقع پر کچھ لوگ حالت روزہ میں تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب روزہ دار کے سامنے کھایا جائے تو اس کے حق میں فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔(مصنف عبدالرزاق،ج:۴،ص:۳۱۳)

۲-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ روزہ دار کے سامنے کھایا جائے تو فرشتے اس کے بارے میں رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

۳-حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے،آپ اس وقت کھانا تناول کر رہے تھے،فرمایا: اے بلال! کھانا ہے! حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں روزہ سے ہوں،فرمایا: ہم اپنا رزق یہاں کھا رہے ہیں اور بلال کا باقی رزق جنت میں ہے۔اے بلال! سمجھے؟ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح میں مصروف رہتی ہیں جب تک اس کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے اور فرشتے اس کے حق میں دعاء رحمت کرتے ہیں۔

۲۰-بھول کر کھانے پینے سے نہ قضا اور نہ کفارہ:

صائم جب بھول کر کوئی چیز کھالے یا پی لے خواہ وہ قلیل ہو یا پیٹ بھر ہو،اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا،نہ قضاء لازم آتی ہے اور

کفارہ واجب ہوتا ہے۔ تاہم اس کا روزہ برقرار رہے گا اور مزید کوئی چیز کھانے پینے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھولے سے جس کا روزہ رمضان میں ٹوٹ جائے، تو اس پر نہ قضاء ہے اور نہ کفارہ۔ (سنن کبریٰ، ج ۴،ص ۲۲۶)

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے روزہ کی حالت میں بھولے سے کھا پی لیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا پلایا ہے۔

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص روزے کی حالت میں بھولے سے کچھ کھا پی لے، تو وہ اپنا روزہ پورا کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا پلایا ہے۔ (سنن کبریٰ، ج ۴،ص ۲۲۹)

۲۱-نفلی روزہ توڑنے پر قضا کا حکم:

نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضا واجب ہے مگر کفارہ نہیں ہے۔

۱-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں روزہ سے تھیں، ہمارے پاس بطور ہدیہ کھانا آیا تو ہم نے روزہ توڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہم نے آپ سے اپنے روزہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں روزہ کی قضا کرو۔ (ابوجعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، ج ۱،ص ۳۵۴)

۲-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے کھانا تیار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو دعوت دی، ایک صحابی نے کہا: میں تو روزہ سے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بھائی نے تمہاری دعوت کی ہے، تم روزہ توڑ دو اور اس کے عوض قضا کرلو۔

۲۲-ایسا شخص فوت ہو جائے جس کے ذمہ فرض یا واجب روزہ تھا:

ایسا شخص فوت ہو جائے جس کے ذمہ فرض یا واجب روزہ ہو، ورثاء اس کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتے، وہ فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔ اگر اس نے وصیت کی ہو، تو تہائی مال سے فدیہ ادا کیا جائے گا اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں ورثاء پر فدیہ ادا کرنا واجب نہیں مگر استحساناً فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔

۱-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس شخص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مر جائے جبکہ اس پر رمضان کا روزہ ہو جائے، وہ اس کی قضا نہ کر سکا ہو، تو اس کی طرف سے ہر دن کے عوض نصف صاع گندم (بطور فدیہ) کسی کو دی جائے۔ (سنن کبریٰ، ج ۴،ص ۲۵۴)

۲-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کوئی شخص انتقال کر جائے جبکہ اس کے ذمہ رمضان کا روزہ باقی ہو؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہر مسکین کو اس کے بدلے کھانا کھلایا جائے۔

۳-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب ایسا شخص فوت ہو جائے جس کے ذمہ رمضان کا روزہ باقی ہو، تو اس کی طرف سے نصف صاع گندم کسی مسکین کو دی جائے۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۲،ص ۲۳۹)

۲۳-نماز اور روزہ میں نیابت جائز نہ ہونا:

کسی شخص کے ذمہ نماز یا روزہ باقی ہو، دوسرا آدمی بطور نیابت نماز اور روزہ کو بجا نہیں لا سکتا، کیونکہ نماز اور روزہ میں نیابت درست نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: کیا کوئی شخص دوسرے کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے یا کسی کی طرف سے نماز ادا کر سکتا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: وہ شخص کسی طرف سے نہ روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ کسی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح ص: ۱۷۸)

۲۴-رمضان میں حالت روزہ میں زبان کو قابو میں رکھنے کی تاکید:

رمضان میں حالت روزہ میں لغویات اور فضولیات بکنے سے روزہ کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے، لہٰذا زبان کو قابو میں رکھنا از بس ضروری ہے۔

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص حالت روزہ میں ہو تو زبان سے خواہشات نفس اور جہالت کی باتیں نہ کرے۔ اگر کوئی کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔

۲-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے لوگوں کا گوشت کھایا، غیبت کی اس نے روزہ نہیں رکھا یعنی اس کے روزہ کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۴)

۳-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ محض کھانے پینے سے رکے رہنے کا نام نہیں ہے، روزہ لغویات اور واہیات سے بچنے کا نام ہے۔

۲۵-حالت روزہ میں زبان کو قابو میں نہ رکھنے والے کے روزہ کی ضرورت نہیں:

جو شخص حالت روزہ میں اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا، وہیات و کذب بیانی سے کام لیتا ہے تو اس روزہ کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا اور نہ اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جھوٹ نہ چھوڑے اور جھوٹے اعمال سے محفوظ نہ رہے تو اللہ تعالیٰ کو ایسوں کی کوئی پرواہ نہیں گو وہ روزہ رکھے۔ (الصحیح للبخاری، ج ۱، ص ۲۵۵)

۲۶-روزہ ڈھال ہے جب تک اسے پھاڑا نہ جائے:

شیطان کے وار اور اس کے گمراہ کن حملوں سے بچنے کے لیے روزہ ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے بشرطیکہ اسے پھاڑا نہ جائے، جھوٹ اور غیبت سے یہ پھٹ جاتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ دار کے لیے روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک اسے پھاڑ نہ دیا جائے، دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! روزہ کس چیز سے یہ پھٹ جاتا ہے؟ فرمایا: جھوٹ اور غیبت سے۔

خلاف واقع بات کو جھوٹ کہا جاتا ہے اور غیبت یہ ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں ایسی بات کہنا کہ اگر وہی بات اس کے

سامنے کہی جائے تو اسے ناگوار محسوس ہو۔ یہ دونوں ایسے ناسور ہیں جن کی وجہ سے صائم روزہ کے اجر وثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔

۲۷- ماہ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کے ایام:

سفر اور مرض وغیرہ صورتوں میں ماہ رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ ان کی قضا عشرہ ذی الحجہ میں کی جائے، کیونکہ اس ماہ مقدس عشرہ میں ایک روزہ کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر عطا کیا جاتا ہے۔ اس طرح رمضان کے روزوں کی تلافی کسی حد تک ممکن ہے۔ اگر کوئی شخص عشرہ ذی الحجہ کے مہینہ میں ماہ رمضان کے قضا روزے نہ رکھ سکے تو کسی بھی مہینہ میں رکھ سکتا ہے۔ تاہم آئندہ رمضان سے قبل ضرور رکھ لیے جائیں۔

۱- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ کے رمضان کا روزہ چھوٹ جاتا تو آپ اس کی قضا عشرہ ذی الحجہ میں ادا کرتے تھے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۸، ص:۵۹۶)

۲- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے چھوٹے ہوئے روزہ کی قضا عشرہ ذی الحجہ میں ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۳، ص:۷۴)

۳- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رمضان المبارک کی قضا کے لیے عشرہ ذی الحجہ سے کوئی دن مجھے زیادہ پسند نہیں ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۸، ص:۵۹۷)

۲۸- صوم کا اصل مقصد گناہوں سے محفوظ رہنا ہے:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، یہ اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے اور اس کی نافرمانی کو گناہ کہا جاتا ہے۔ عبادت اطاعت خداوندی کو کہا جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور نافرمانی شیطانی مداخلت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ روزہ ایک ممتاز ترین عبادت ہے جس کا مقصد گناہوں سے محفوظ رہنا ہے اور حالت روزہ میں گناہ کرنے سے روزہ کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے پینے کے ترک کرنے کا نام روزہ نہیں ہے بلکہ گناہوں سے اجتناب کرنے کا نام روزہ ہے۔

۲۹- شدید گرمی کی حالت میں کلی کرنے اور سر پر پانی بہانے کی اجازت ہونا:

شدید گرم موسم کی صورت میں صائم کو کلی کرنے، سر پر پانی بہانے اور غسل کرنے کی اجازت ہے۔ یہ اس لیے کہ بظاہر کسی حد تک سہارا میسر آجاتا ہے۔

۱- حضرت معمر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ (گرمی کے موسم میں) حالت روزہ میں منہ میں پانی لیتے پھر کلی کر کے پھینک دیتے تھے۔

۲- ایک صحابی سے منقول ہے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا شدید گرمی کی وجہ سے حالت روزہ میں اپنے سر

پانی بہا رہے تھے۔

۳- حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام عرج میں تھے اور روزہ کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق، ج:۴، ص:۲۰۶)

۳۰- حالت روزہ میں ناک اور منہ میں پانی ڈالنے میں احتیاط کرنا:

حالت روزہ میں غسل کی ضرورت پیش آ جائے تو منہ اور ناک میں پانی ڈالتے وقت نہایت احتیاط سے کام لیا جائے، اس میں بے احتیاطی برتنے سے پانی حلق سے نیچے اتر سکتا ہے، جو روزہ کے منافی ہے۔ یہ صورتحال وضو کے دوران مبالغہ کرنے سے بھی پیش آ سکتی ہے۔

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو، مگر روزے سے ہو۔ (یعنی حالت روزہ میں مبالغہ نہ کرو) (سنن کبریٰ، ج:۴، ص:۲۶۱)

۳۱- حالت روزہ میں سرمہ لگانا:

رمضان یا غیر رمضان میں حالت روزہ میں سرمہ لگانے میں کوئی قباحت نہیں ہے، اس سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ مکروہ ہوتا ہے۔

۱- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حالت روزہ میں سرمہ لگاتے تھے۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۱۲۱)

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے زمانہ میں ''اثمد'' سرمہ لگائے ہوئے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے برآمد ہوئے۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج:۸، ص:۴۲۰)

۳- حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے۔

۳۲- حالت روزہ میں کسی بھی وقت مسواک کی اجازت ہونا:

رمضان یا غیر رمضان میں حالت روزہ میں مسواک کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، مسواک تر ہو یا خشک، خواہ دن کا پہلا حصہ یا آخری حصہ ہو، وضو کرتے وقت کی جائے یا عام حالت میں کی جائے۔

۱- حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ (حالت روزہ) مسواک فرما رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۴، ص:۳۵)

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حالت روزہ میں مسواک اچھی عادت ہے۔

۳- حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عاصم بن احول رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا حالت

روزہ میں مسواک کرنا جائز ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، پھر میں نے دریافت کیا: تر شاخ سے یا خشک سے؟ انہوں نے کہا: ہر ایک سے، پھر دریافت کیا: دن کے پہلے حصہ میں یا آخری حصہ میں؟ جواب دیا: دونوں وقت میں، میں نے کہا: آپ نے کس سے نقل کیا ہے؟ کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

۳۳-تمام زندگی روزے رکھنے سے رمضان کے ایک روزہ کی بھی تلافی نہ ہونا:

جو شخص بلا عذر شرعی (مرض وسفر وغیرہ) رمضان المبارک کا ایک روزہ چھوڑ دے، وہ زندگی بھر روزے رکھتا رہے اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بلا رخصت کسی عذر، مرض کے (رمضان کا) روزہ نہ رکھا، اگر وہ زندگی بھر بھی روزے رکھتا رہے تو اس کی تلافی نہیں ہوگی۔

(الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۲۵۹، امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۱۲۰)

یاد رہے روزہ کے عوض روزہ رکھنے سے قضا ہو جائے گی لیکن اصل اجر وثواب نہیں ملے گا، کیونکہ رمضان کے پرنور لمحات میسر نہیں ہوں گے جس کے سبب حقیقی مزدوری (ثواب) سے محروم رہے گا۔

۳۴-رمضان کا روزہ ترک کرنا کفر:

جو شخص ماہ رمضان کے روزہ کی فرضیت کا انکار کرے یا اسے معمولی و حقیر عبادت قرار دیتے ہوئے روزہ نہ رکھے، وہ کافر ہے۔ یہ گویا انکار فرضیت صوم اور اسے حقیر تصور کرنے کی وعید وسزا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں مذکور ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد تین (۳) امور پر ہے، جو ان میں سے کسی ایک کا بھی تارک ہو، وہ کافر اور مباح الدم ہے: (۱) کلمہ توحید کی شہادت، (۲) فرض نماز، (۳) رمضان کا روزہ۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۲، ص:۱۱۰)

۳۵-خواتین پر ایام حیض ونفاس کے روزوں کی قضا فرض ہونا:

خواتین ایام حیض ونفاس میں نہ نماز پڑھ سکتی ہیں اور نہ ماہ رمضان کے روزے رکھ سکتی ہیں۔ وہ حیض ونفاس کے دنوں کے روزے قضا کریں گی اور یہ قضا ان پر فرض ہوگی۔

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا حائضہ خواتین روزہ کی قضا کریں گی اور نماز کی قضا نہیں کریں گی؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی قضاء کا حکم دیتے تھے اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیتے تھے۔

☆ نماز اور روزہ دونوں فرضیت میں برابر ہیں، نماز بکثرت ادا کرنا پڑتی ہے لہٰذا اس میں مشقت ہے اور روزے سال بعد آتے ہیں جن میں مشقت نہیں ہے۔

اسی بنا پر خواتین پر ماہ رمضان کے روزوں کی قضاء واجب ہے اور نماز کی قضا واجب نہیں ہے۔

۳۶- حاملہ اور مرضعہ خواتین کو ماہ رمضان کے روزے نہ رکھنے کی اجازت ہونا:

وہ خواتین جو حالت حمل میں ہوں، روزہ رکھنے کی صورت میں بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، انہیں بروقت روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر بعد میں ان کی قضا فرض ہوگی۔ اسی طرح وہ خواتین جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہوں، روزے رکھنے کے سبب بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، وہ بھی بروقت روزے نہ رکھیں تو کوئی حرج نہیں لیکن بعد میں قضا فرض ہوگی۔ یہ خواتین روزہ کے بجائے فدیہ ادا نہیں کرسکتیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۲۷)

۳۷- معمر و کمزور خواتین و حضرات کے لیے روزہ کی بجائے فدیہ ادا کرنے کی گنجائش ہونا:

نہایت درجہ معمر و کمزور خواتین و حضرات جو روزے نہ رکھ سکتے ہوں اور آئندہ انہیں روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہونے کا بھی امکان نہ ہو، تو وہ روزہ رکھنے کے بجائے فدیہ ادا کریں گے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انتہائی بوڑھوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ہر ایک دن روزے کے بدلے مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ اس صورت میں ان پر قضا نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ، ج ۴، ص ۲۷۱)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو بوڑھا ضعیف روزہ نہ رکھ سکتا ہو، وہ ہر روز روزے کے عوض نصف صاع گندم فقیر کو دے گا۔ (ایضاً ص: ۲۷۱)

۳- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وفات سے قبل روزہ رکھنے کے لائق نہیں تھے، تو انہوں نے روزہ نہ رکھا اور اس کے بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلایا تھا۔ (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد، ج: ۳، ص: ۱۶۷)

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انتہائی بوڑھا شخص اور بوڑھی عورت جو روزہ نہ رکھ سکتے ہوں، وہ ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

۵- حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ اس سے مراد وہ شیخ کبیر ہے، جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا، تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے عوض مسکین کو نصف صاع گندم دے۔ (سنن کبریٰ، ج: ۴، ص: ۲۷۱)

۳۸- حالت روزہ میں احتلام ہونے کی صورت میں روزہ نہ ٹوٹنا:

حالت روزہ میں احتلام کی صورت پیش آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، غسل کرتے وقت منہ اور ناک میں پانی ڈالتے وقت مبالغہ سے کام نہ لیا جائے بلکہ نہایت احتیاط برتی جائے۔

۱- حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک صحابی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احتلام

سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص: ۳۲۳)

۲- حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں سے صائم کا روزہ فاسد نہیں ہوتا: (۱) احتلام ہونے سے، (۲) قے آنے سے، (۳) خون فاسد نکلوانے سے۔

۳- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں سے روزہ دار کا روزہ فاسد نہیں ہوتا: (۱) پچھنا لگوانے سے، (۲) قے سے، (۳) احتلام ہونے سے۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج ۱، ص: ۱۵۲)

۳۹- بالغ بچوں کو روزے رکھنے کی عادت ڈلوانا:

نماز کی طرح نابالغ بچوں پر روزہ بھی فرض نہیں ہے، انہیں عادی بنانے کے لیے روزہ رکھوانا چاہیے تاکہ بالغ ہونے کے بعد ان کی یہ عادت پکی ہو جائے اور وہ تاحیات روزے رکھنے کے عادی ہو جائیں۔

۱- حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم لوگ چھوٹے (نابالغ) بچوں کو روزہ رکھواتے، ہم لوگ مسجد میں جاتے تو ان کے لیے کھلونوں کا انتظام کر دیتے، اگر وہ کھانے کے لیے روتے تب بھی ہم ان کی افطاری کے وقت کھانا دیتے تھے۔ (الصحیح للبخاری، ج ۱، ص: ۲۶۳)

۲- ایک روایت میں منقول ہے کہ اگر بچے کھانا مانگتے تو ہم ان کو کھلونا دیتے، جس سے وہ کھانا بھول جاتے حتیٰ کہ ان کا روزہ پورا ہو جاتا تھا۔ (الصحیح للمسلم، ج ۱، ص: ۳۶۰)

۴۰- حالت جنابت میں صبح صادق ہو جانے سے روزہ فاسد نہ ہونا:

وظیفہ زوجیت یا احتلام کی صورت میں جنابت کی حالت میں صبح صادق کا وقت ہونے پر روزہ فاسد نہیں ہوتا، بلکہ نہایت احتیاط سے غسل کر لیا جائے کہ پانی حلق سے نیچے پیٹ میں نہ اترے۔

۱- حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں صبح صادق کرتے، تو آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۴، ص: ۱۸۰)

۲- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں ہوتے تو غسل فرماتے اور روزہ رکھتے تھے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج ۳، ص: ۱۵۲)

۳- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت جنابت میں صبح صادق ہو جاتی تو آپ روزے سے ہوتے تھے۔ (الصحیح لابن خزیمہ، ج: ۴، ص: ۲۴۹)

۴۱- بے مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل روزے:

جس طرح ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں، اسی طرح آپ کے روزے بھی بے مثل تھے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال (افطاری کے بغیر روزہ رکھنا) کا آغاز کیا تو صحابہ نے بھی صوم وصال رکھنا شروع کر دیا، ان پر یہ روزہ دشوار ہو گیا، آپ نے انہیں اس سے منع کیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صوم وصال سے منع کیا تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں، کیونکہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۳- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر شفقت کرتے ہوئے صوم وصال سے منع کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں، میرا پروردگار مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے صحابہ!) تم وصال کے روزے نہ رکھو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں اپنے پروردگار کے ہاں رات گزارتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی قِرَاءَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب 44: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن کا بیان

294- حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بن سعید حَدَّثَنَا اللیث ابن شہاب عن ابن اَبِی ملیکۃ عن یعلی ابن مملک اَنَّہٗ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَۃَ عَنْ قِرَاءَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَاِذَا ھِیَ تَنْعَتُ قِرَاءَۃً مُفَسَّرَۃً حَرْفًا حَرْفًا .

❖❖ حضرت یعلی بن مملک رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں بتایا: ایک، ایک حرف الگ ہوتا تھا۔

295- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا وھب بن جریر بن حازم حَدَّثَنَا اَبِیْ عن قتادۃ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِکٍ کَیْفَ کَانَ قِرَاءَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَدًّا .

❖❖ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا طریقہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ الفاظ کو کھینچ کر تلاوت کرتے تھے۔

296- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا یحیی بن سعید الاموی عن ابن جریج عن ابن اَبِی ملیکۃ عن اُم

سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَ تَهٗ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ وَ كَانَ يَقْرَاءُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔

◆◆ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرأت میں (الفاظ کو) الگ الگ ادا کیا کرتے تھے۔آپ پہلے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝" پڑھتے، تو پھر ٹھہرتے تھے، پھر "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝" پڑھتے تے، پھر ٹھہرتے تھے، پھر "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۝" پڑھتے تھے۔

297- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا الليث عن معاوية بن صالح عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن اَبِى قيس قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاْءَةِ اَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اَسَرَّ وَ رُبَّمَا جَهَرَ قُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِى الْاَمْرِ سَعَةً ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن ابوقیس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا: کیا آپ پست آواز میں قرأت کرتے تھے یا بلند آواز میں؟ انہوں نے جواب دیا: آپ ہرطرح سے قرأت کرتے تھے، آپ پست آواز میں کرتے، اور کبھی آپ بلند آواز میں، تو میں نے کہا: ہرطرح کی حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے تمام معاملات میں وسعت رکھی ہے۔

298- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا وكيع حَدَّثَنَا مسعر عَنْ اَبِىْ العلاء العبدى عن يحيى بن جعدة عن اُمّ هانى قالت كُنْتُ اَسْمَعُ قِرَاءَ ةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِالَّيْلِ وَ اَنَا عَلٰى عَرِيْشِىْ ۔

◆◆ حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: میں رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی آواز سن لیا کرتی تھی حالانکہ میں اپنی چھت پر ہوتی تھی۔

299- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ انبانا شعبة عَنْ معاوية بن قرة قَالَ سَمِعْتُ عَبْدُ اللّٰهِ بْن مغفل يَقُوْلُ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ يَوْمَ الْفَتْحِ وَ هُوَ يَقْرَاُ اِنَّا فَتَحْنَالَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ فَقَرَاَ وَرَجَّعَ قَالَ وَ قَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ لَوْلَا اَنْ يَّجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَىَّ لَا خَذْتُ لَكُمْ فِىْ ذٰلِكَ الصَّوْتِ اَوْقَالَ اللَّحْنِ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن دیکھا آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور یہ قرأت کررہے تھے: "بے شک ہم نے تمہیں واضح فتح عطا کردی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے پہلوں اور بعد والوں کے ذنب کی مغفرت کردے۔"

راوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کی اور اس میں "ترجیع" کی۔ معاویہ بن قرہ نامی راوی نے کہا: اگر میرے پاس لوگوں کے جمع ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا، میں تمہیں اس طرز پر قرأت کرکے دکھاتا۔

300- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا نوح بن قيس الحدانى عن حسام بن مصك عن قتادة قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَ كَانَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَ كَانَ لَا يُرَجِّعُ ۔

◆◆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس بھی نبی کو مبعوث کیا وہ خوبصورت شکل وصورت کا مالک اور اس کی آواز بھی اچھی تھی ۔تمہارے نبی بھی خوبصورت چہرے والے تھے، خوبصورت آواز کے مالک تھے اور آپ ترجیع نہیں کیا کرتے تھے۔

301- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا يحيٰى بن حسان حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن أَبِى الزناد عن عمرو بن أَبِى عمرو عن عكرمة عن ابن عباس قَالَ كَانَ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رُبَّمَا يَسْمَعُهَا مَنْ فِى الْحُجْرَةِ وَ هُوَ فِى الْبَيْتِ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت بعض اوقات ایسی ہوتی' کہ جو شخص صحن میں موجود ہوتا' وہ سن لیتا تھا حالانکہ آپ گھر کے اندر قرأت کر رہے ہوتے تھے۔

شرح

تلاوت قرآن کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن کا حسین انداز:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن کا انداز حسین، دلکش اور پُرکشش تھا جس کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ سامع ایک ایک لفظ سن سکتا تھا اور سمجھنے والا بلا دقت سمجھ سکتا تھا۔

۱- حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے تلاوت کر کے بتایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ ہر لفظ کو الگ اور بالکل صاف صاف پڑھا۔

۲- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تلاوت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا؟ انہوں نے فرمایا: آپ اپنی آواز کھینچ کر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (طبقات لابن سعد، ص: ۲۷۶)

۳- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ تلاوت قرآن کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ مد کا لحاظ کرتے ہوئے تلاوت کیا کرتے تھے، پھر پڑھ کر سنایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ کو قدرے لمبا کر کے پڑھا، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو مد کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھا۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج:۱، ص: ۷۵۴)

۴- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت عموماً مد کے ساتھ کھینچ کر ہوتی تھی۔

(امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الهدیٰ والرشاد، ج:۸، ص: ۴۹۸)

۲-آپ کی قرأت مد کے ساتھ ہونا:

خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حامل قرآن تھے، آپ تلاوت قرآن نہایت حسین انداز اور مد کے ساتھ کرتے تھے۔ چلتا ہوا شخص تلاوت سن کر رک جاتا تھا اور پرندے اپنی پرواز کو موقوف کر دیتے تھے۔

۱-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے حوالے سے سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: مد کے ساتھ ہوتی تھی، پھر مد کے ساتھ پڑھ کر دکھایا: بِسْمِ اللهِ میں مد کیا، الرَّحْمٰنِ میں مد کیا، الرَّحِيْمِ میں مد کیا۔ یعنی اللهِ کی لام، رَحْمٰنِ کی میم اور رَحِيْمِ کی یا کو کھینچ کر پڑھا۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲،ص:۷۵۴)

۲-حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن بلند آواز سے کرتے تھے یا پست آواز ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: دونوں طریقوں سے۔ میں نے کہا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس (دین) میں وسعت رکھی ہے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج:۱،ص:۲۰۳)

۳-خوش الحانی سے تلاوت کرنا:

امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شیریں آواز تھے اور قرآن کریم کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے فرمایا کرتے تھے۔

۱-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسین صورت اور حسین آواز سے نوازا تھا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوبصورت وخوش آواز تھے اور مصنوعی آواز سے تلاوت نہیں کرتے تھے۔

(امام احمد بن حجر عسقلانی، فتح الباری، شرح صحیح بخاری، ج:۷،ص:۲۰۱)

۲-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے نماز عشاء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی، آپ نے سورۃ التین والزیتون کی قرأت کی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی انسان کو خوش آواز اور خوبصورت قرأت والا نہیں دیکھا۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲،ص:۱۱۲۶)

۴-خوبصورت آواز سے قرأت کرنا:

قرآن چونکہ کلام خداوندی ہے، اس کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کی شایان شان تلاوت کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شایان شان اور اچھی آواز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے فتح مکہ کے موقع پر کلام باری تعالیٰ: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ ..... کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ آپ نہایت ترتیل اور حسن صوت کے ساتھ کھینچ کر پڑھ رہے تھے۔ حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے جمع ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس طرح تلاوت کر کے دکھا دیتا۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲،ص:۱۱۲۵)

۵-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی کیفیت:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا انداز اتنا حسین تھا کہ اس میں کثیر خوبیاں جمع ہو جاتی تھیں، آپ کی قرأت پست ہوتی

تھی اور بلند بھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز (مسجد کے) صحن میں سنی جا سکتی تھی جبکہ آپ گھر کے اندر تلاوت فرماتے تھے۔

۶۔ آپ کا دوسروں سے قرأت سننا:

خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کلام الٰہی کی شایان شان تلاوت فرمایا کرتے تھے مگر آپ کو یہ بات بھی پسند تھی کہ دوسروں سے تلاوت سنی جائے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ کر تلاوت قرآن کرتے، لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ کسی شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کرتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو اس بات کا علم ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ کر تلاوت قرآن کرتے ہیں، اس پر لوگ جمع ہو جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں ایسی جگہ بٹھاؤ جہاں سے وہ ہم میں سے کسی کو دیکھ نہ سکے، عرض کیا: ٹھیک ہے، چنانچہ تعمیل حکم کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت سن کر فرمایا: انہیں لحن داودی دی گئی ہے۔

(علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد، ج:۹، ص:۳۶)

۲۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قرأت سنی تو فرمایا: تمہارے بھائی کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام جیسی خوش الحانی عطا کی ہے۔ (ایضاً)

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص کو تلاوت قرآن کرتے ہوئے دیکھا، دریافت فرمایا: یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا: یہ حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی سے نوازا ہے۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۹۵)

۷۔ آپ کا دوسروں سے قرأت سنانے کی فرمائش کرنا:

خواہ لوگ ازخود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کرتے تھے، بعض اوقات آپ دوسروں سے تلاوت قرآن سنانے کی فرمائش بھی کر دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم مجھے قرآن سناؤ، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کو قرآن سناؤں جبکہ قرآن آپ پر نازل کیا گیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے یہ پسند ہے کہ اپنے علاوہ کسی سے قرآن سنوں۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۷۵۶)

خواہ آدمی خود بڑے سے بڑا قاری ہو، بعض اوقات دوسروں سے قرآن سننا چاہیے۔ اس طرح دوسروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور لوگوں میں تلاوت قرآن یا قرآن سیکھنے کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس عمل سے تکبر و غرور کا خاتمہ ہوتا ہے۔

۸-حسن قرأت کا معنیٰ ومفہوم:

حسن قرأت کا مطلب ہے: قرآن کریم کو تجوید کے قواعد کے مطابق ترتیل سے ادا کرنا، جس طرح قرآنی احکام ومسائل پر عمل کرنا عبادت ہے بالکل اسی طرح محض تلاوت قرآن بھی عبادت ہے۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے مرسلاً منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: قرآن کو حسن صوت اور اچھے طریقہ سے پڑھنے والا کون ہے یعنی اس کی علامت کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جب تم اسے پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ وہ خدا سے ڈر رہا ہے؟ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۹۱)

۹-آپ کا موقع ومحل کے مطابق جواب دینا:

تلاوت قرآن کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم مواقع ومواضع کے اعتبار سے جواب کا بھی زبان مبارک سے اعادہ فرماتے تھے اور سامعین مطالب ومفاہیم خوب سمجھ لیتے تھے۔

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ○ پڑھتے تو فرماتے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ۔ (تفسیر روح البیان، ج:۳، ص:۱۰۲)

۲-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت تلاوت کرتے: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ○ تو آپ یوں فرماتے: بَلٰى اَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ۔ (تفسیر روح البیان، ج:۳۰، ص:۱۷۷)

۳-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ رحمٰن کی آخر تک تلاوت کی تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں خاموش دیکھتا ہوں اور تم سے بہتر تو جنات کی جماعت ہے کہ جب بھی ان پر یہ آیت پڑھی گئی تو انہوں نے جواب میں کہا: لا بشيء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد ۔

(علامہ جلال الدین محلی وعلامہ جلال الدین سیوطی، تفسیر جلالین، ص:۴۴۴)

۴-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت تلاوت کرتے: اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ○ تو آپ فرماتے: سُبْحَانَكَ وَبَلٰى ۔ (علامہ جلال الدین سیوطی، درمنثور، ج:۶، ص:۲۹۶)

۱۰-گانے کی طرز پر تلاوت قرآن کرنے کی ممانعت ہونا:

دور حاضر کا المیہ ہے کہ نعت گانے کی طرز پر پڑھی جاتی ہے اور تلاوت قرآن گانے کی طرز پر کی جاتی ہے۔ یہ طریقہ کار ناجائز ممنوع ہے، جس سے اجتناب ازبس ضروری ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کریم کو گا گا کر پڑھیں گے، نوحہ کی طرز پر پڑھیں گے اور قرآن ان کی گردن تک بھی نہ پہنچے گا۔ ان کے دل میں فتنہ ہوگا اور وہ لوگوں میں سے جس کی قرأت کو پسند کریں گے اس سے سنیں گے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۹۱)

۱۱- آپ کا ماہ رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت قرآن کو بہترین عبادت قرار دیا ہے، خود بھی اس مقدس کتاب کی تلاوت نہایت اہتمام سے فرماتے تھے بالخصوص ماہ رمضان میں اس عبادت کو نہایت درجہ کی وسعت دیتے تھے حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قرآن کریم سناتے اور وفات کے سال دو بار سنایا تھا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج:۱،ص:۳۲۵)

۱۲- تلاوت قرآن اور روزہ کی برکت سے قبر سے خوشبو آنا:

تلاوت قرآن اور روزہ دونوں ممتاز ترین عبادات ہیں، جن پر اسلام کا محل قائم ہے، ان کے فیوض و برکات زندگی تک محدود نہیں ہیں بلکہ بعد از وفات بھی باقی رہیں گے اور قبر و حشر میں بھی اس کی برکات کا ظہور ہوگا۔

حضرت علامہ ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مغیرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہیں خواب میں دیکھا تو دریافت کیا: تمہاری قبر سے خوشبو آتی ہے، تو اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ تلاوت قرآن اور سخت گرمی کے موسم میں روزے کی پیاس کی برکت ہے۔ (علامہ جلال الدین السیوطی، شرح الصدور،ص:۱۹۹)

۱۳- گود میں لیے قرآن کی تلاوت کی برکات کا ظہور:

تلاوت قرآن کی برکات قبر اور حشر میں بھی نمایاں ہوں گی، جس کے نتیجہ میں انسان کے وقار میں اضافہ اور مصائب سے نجات حاصل ہوگی۔

محدث کبیر، حضرت ابن مندہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عاصم سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے: میں نے بلخ میں ایک قبر کھودی جس کے ایک سوراخ میں ایک شیخ کو دیکھا کہ قبلہ رخ متوجہ ہو کر گود میں قرآن لیے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں، ان پر سبز لباس ہے اور ان کے گرد باغیچہ ہے۔ (علامہ جلال الدین سیوطی، شرح الصدور،ص:۳۵۲)

۱۴- حفظ قرآن کی تکمیل نہ ہونے پر موت آجائے تو قبر میں اس کی تکمیل ہونا:

جو طالب علم قرآن کی سعادت حاصل کر رہا ہو، تکمیل حفظ قرآن سے قبل اسے موت آجائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ تعینات کیا جاتا ہے، جو قبر میں تکمیل حفظ قرآن کی دولت سے بہرہ ور کرتا ہے۔

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن پڑھا اور اس کے پورا ہونے سے پہلے موت آجائے تو قبر میں ایک فرشتہ آئے گا جو قبر میں اسے تعلیم دے گا۔

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کسی مومن کا حفظ قرآن مکمل نہیں ہوا اور وہ فوت

ہو گیا تو قبر میں فرشتوں کو حکم ہوگا' اسے قرآن پاک حفظ کرائیں تا کہ اللہ پاک اسے حفاظ قرآن میں اٹھائے۔
(علامہ جلال الدین سیوطی، شرح الصدور، ص:۱۹۵)

۱۵- تلاوت قرآن کی برکت سے قبر میں خوشبو:

آدمی کو تلاوت قرآن سے جتنا شغف ہوگا، اتنا ہی اسے قرآن کا فیضان حاصل ہوگا۔ حضرت ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابراہیم الحفار رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا: میں نے ایک قبر کی کھدائی کی تو ایک اینٹ کھلی اور دیکھا کہ ایک شخص قبر میں بیٹھا تلاوت قرآن کر رہا ہے اور اس سے مشک کی خوشبو آرہی ہے۔ (علامہ جلال الدین سیوطی، شرح الصدور، ص:۱۸۹)

۱۶- دور رسالت میں قبر سے تلاوت قرآن کی آواز آنا:

قرآن کلام الٰہی ہے، یہ ایک زندہ و پائندہ کتاب ہے، اس کا وظیفہ کرنے والا بھی زندہ رہتا ہے اور دنیا کی طرح قبر میں بھی اس کی تلاوت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ دنیا سے جانے کے بعد میت سورہ ملک کی تلاوت کرتی ہے۔ اولیاء، صالحین اور علماء ربانیین قبر میں نماز، تلاوت قرآن اور دعا میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحا ؛ ایک قبر کے پاس خیمہ لگایا، ان کو علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے، اچانک قبر سے ایک شخص کے سورہ ملک تا آخر پڑھنے کی آواز سنائی ۔ انہوں نے یہ واقعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا، آپ نے فرمایا: یہ سورت میت کو عذاب قبر سے نجات دینے والی اور محفوظ رکھنے والی ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی بُکَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب **45**: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کا بیان

302- حَدَّثَنَا سوید بن نصر حدثنا عبد اللّٰہ ابن المبارك عن حماد بن سَلْمَةَ عن ثابت عن مطرف و هو ابن عَبْدُ اللّٰہِ بن الشخیر عن ابیه قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَهُوَ یُصَلِّیْ وَ لِجَوْفِهٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُکَاءِ ۔

❖❖ حضرت مطرف رضی اللہ عنہ جو عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں وہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے اور آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے یوں آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیا جوش کھا رہی ہو۔

303- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا معاویة بن هشام حَدَّثَنَا سفیان عن الاعمش عن ابراهیم عن عبیدة رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عن عَبْدُ اللّٰہِ بْن مسعود قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِقْرَأْ عَلَیَّ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَقْرَأُ عَلَیْكَ وَ عَلَیْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰی بَلَغْتُ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَاءِ شَهِیْدًا قَالَ فَرَأَیْتُ عَیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَهْمِلَانِ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے قرأت کرو! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کے سامنے قرأت کروں حالانکہ آپ پر قرآن پاک نازل ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اسے دوسرے کی زبانی سنوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورہ نساء پڑھنی شروع کی، جب میں اس آیت پر پہنچا: ''اور ہم تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

304- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جرير عن عطاء بن السائب عن ابيه عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عمرو قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّيْ حَتّٰى لم يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَجَعَلَ يَنْفُخُ وَ يَبْكِيْ وَ يَقُوْلُ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَ اَنَا فِيْهِمْ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَ نَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ فَلَمَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتٰنِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا انْكَسَفَا فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰه تعالٰى ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک دن سورج گرہن ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔ یوں لگتا تھا جیسے آپ رکوع میں جائیں گے ہی نہیں، آپ جب رکوع میں چلے گئے تو یوں لگتا تھا جیسے آپ رکوع سے سر اٹھائیں گے ہی نہیں، آپ نے جب رکوع سے سر اٹھایا تو یوں لگ رہا تھا کہ آپ سجدے میں نہیں جائیں گے، جب آپ سجدے میں چلے گئے تو یوں لگتا تھا جیسے آپ سجدے سے سر اٹھائیں گے ہی نہیں، پھر جب آپ نے سر اٹھالیا تو یوں لگا جیسے پھر آپ سجدے میں نہیں جائیں گے، جب سجدے میں چلے گئے تو یوں لگا پھر جیسے آپ سجدے سے سر نہیں اٹھائیں گے۔ آپ اس میں گہرے سانس لیتے رہے، روتے رہے اور یہ دعا کرتے رہے:

''اے میرے پروردگار! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو ان لوگوں کو اس وقت تک عذاب نہیں دے گا جب تک میں ان کے درمیان موجود ہوں؟ اے میرے پروردگار! کیا تو نے میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت تک عذاب نہیں دے گا جب تک یہ دعائے مغفرت کرتے رہیں گے؟ ہم تیری بارگاہ میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔''

راوی نے کہا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات ادا کیں تو سورج روشن ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر آپ نے فرمایا: سورج اور چاند، اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں جو کسی شخص کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، جب یہ دونوں گرہن ہو جائیں تو تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی پناہ میں جایا کرو۔

305- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد حَدَّثَنَا سفيٰن عن عطاء بن السائب عن عكرمة عن

ابن عباس قَالَ اَخذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ابْنَةً لَّهُ تَقْضِىْ فَاحْتَضَنَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَاتَتْ وَ هِىَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَصَاحَتْ اُمُّ اَيْمَنَ فَقَالَ يَعْنِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَتَبْكِيْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَتْ اَلَسْتُ اَرٰلكَ تَبْكِىْ قَالَ اِنِّىْ لَسْتُ اَبْكِىْ اِنَّمَا هِىَ رَحْمَةٌ اِنَّ الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اِنَّ نَفْسَهٗ تُنْزَعُ مِنْ بَيْنِ جَنْبَيْهِ وَهُوَ يَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰى ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی کو بازوؤں میں بھرلیا، آپ نے انہیں اپنے آگے رکھا ہوا تھا' اسی دوران ان کا انتقال ہوگیا کہ وہ آپ کے سامنے ہی موجود تھیں۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کی چیخ نکل گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے رسول کے سامنے رو رہی ہو؟ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں آپ کو بھی روتے ہوئے دیکھ رہی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں رو نہیں رہا جو آنسو نکل رہے ہیں یہ رحمت ہیں، مؤمن کا معاملہ ہر حالت میں بہتری کا ہوتا ہے۔ جب اس کی جان اس کے جسم سے نکالی جاتی ہے' تو وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر رہا ہوتا ہے۔

306- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدى حَدَّثَنَا سفيٰن عن عاصم بن عبيد الله عن القاسم بن محمد عن عائشة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَّهُوَ يَبْكِىْ اَوْقَالَ وَ عِيْنَاهُ تُهْرَقَانِ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا وہ اس وقت انتقال کر چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

307- حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا اَبُوْ عامر حَدَّثَنَا فليح وهو ابن سليمان عن هلال بن على عن انس ابن مالك قَالَ شَهِدْنَا ابْنَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ اَفِيْكُمْ رَجُلٌ لَّمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَا قَالَ اَنْزِلْ فَنَزَلَ فِىْ قَبْرِهَا ۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی میت کے ساتھ موجود تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تھے اور میں نے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہوئے دیکھے۔ آپ نے دریافت کیا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے گزشتہ رات صحبت نہ کی ہو؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہوں! آپ نے فرمایا: تم قبر میں اترو! وہ آپ کی صاحبزادی کی قبر میں اترے۔

شرح

آنسوؤں اور گریہ زاری کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دنیوی زندگی میں انسان کو کبھی پرمسرت لمحات میسر آتے ہیں اور کبھی غمگین لمحات سے دو چار ہونا پڑتا ہے، جس کے نتیجہ میں کبھی آدمی خوش وخرم ہوتا ہے اور کبھی حالات سے پریشان ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت انسان دونوں قسم کے حالات سے گزرنا پڑا، آپ کے آنسوؤں اور گریہ زاری کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا-گریہ زاری اور آنسو بہانے کا شرعی حکم:

کسی پریشانی کے موقع پر بلند آواز سے رونے کو ''گریہ زاری'' کہا جاتا ہے، یہ ممنوع وحرام ہے' کیونکہ اس میں بے صبری کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ روایات میں مذکور ہے کہ میت پر ورثاء کے رونے کے سبب میت کو عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ کسی پریشانی کے موقع پر بغیر آواز کے رونے کو ''آنسو بہانا'' کہا جاتا ہے، شرعی نقطہ نظر سے یہ جائز ہے، کیونکہ اس میں صبر کا عنصر غالب ہے اور اہل صبر کی فضیلت میں ارشاد ربانی ہے: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ٥ یعنی اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۲-حالت نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجوہات:

حضرت مطرف بن عبداللہ بن عامر بن صعصعہ شخیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ پر روئے تھے، اس رونے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں:

ا-خوف خدا کی وجہ سے

۲-عشق الٰہی کے سبب

۳-اپنی امت کی شفاعت میں

یہ رونا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ حالت نماز میں خوف خدا اور عشق باری تعالیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجہ سے نماز مقبول ہوتی ہے جبکہ دنیوی تکلیف سے رونا ممنوع ہے اور اس میں تین حرف ادا ہونے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(حکیم الامت، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ، مرأۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۲، ص ۲۲۵)

۳-تلاوت قرآن سن کر آپ کا آنسو بہانا:

قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے جس کا سننا سنانا، سمجھنا سمجھانا اور اس پر عمل کرنا سب کچھ عبادت ہے۔ دوسری عبادات تو ہم کرتے رہتے ہیں، تلاوت قرآن کے سننے سنانے کی عبادت بھی ہمیں کرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن سن کر اور انہیں سنا کر یہ عبادت انجام دیتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تلاوت قرآن سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنسو بہائے تھے۔ اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں:

۱- قیامت کے دن ذات باری کی بارگاہ میں مقدمہ کے تصور سے۔

۲- اپنی امت پر رحمت ومہربانی کے سبب۔

بہرحال حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن سن کر آنسو بہانا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے بشرطیکہ یہ رونا مصنوعی یا ریا کاری کے طور پر نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴- سورج گرہن کی نماز کے دوران آپ کا رونا:

عہد رسالت میں چاند گرہن اور سورج گرہن کے واقعات بھی پیش آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ یہ نماز ادا کی اور اس نماز کے دوران بھی ہیبت خداوندی کے سبب آنسو بہائے تھے۔ اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر سورج گرہن لگنے پر آپ نے نماز ادا کی اور آنسو بھی بہائے تھے۔

۵- اپنی صاحبزادی کے وصال پر آنسو بہانا:

والدین کو اپنی اولاد کے ساتھ جو تعلق ہوتا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً ایسا ہی اپنی اولاد سے علاقہ تھا، اپنی صاحبزادی کے وصال کر جانے پر آنسو بہائے جبکہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا بھی با آواز رو پڑیں، آپ نے انہیں اس کیفیت میں رونے سے منع کیا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بھی تو آنسو بہا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ آنسو رحمت کے ہیں جبکہ تمہارا با آواز رونا بے صبری کو ظاہر کرتا ہے' جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

علاوہ ازیں ۸ھ میں حضرت زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا کے وصال فرمانے پر آنسو بہاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

۶- حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے انتقال پر آپ کا انہیں بوسہ دینا:

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ وہ آپ کے محبوب ترین اور جان نثار صحابی تھے جنہوں نے مدینہ طیبہ میں سب سے قبل وصال فرمایا، آپ نے اپنے دست اقدس سے ان کی قبر پر پتھر نصب کیا تھا، صاحب ہجرتین کا اعزاز رکھتے تھے، تہجد گزار دعابد وزاہد تھے، آپ کے رضاعی بھائی تھے، ہجرت کے تیس (۳۰) ماہ بعد ان کا وصال ہوا، آپ نے فرط محبت اور شفقت سے آنسو بہاتے ہوئے انہیں بوسہ دیا تھا۔

اسی طرح جب جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے آنسو بہاتے ہوئے آپ کے چہرہ انور کو بوسہ دیا تھا۔

سوال: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم رات کے وقت گناہ کرتے تھے؟

جواب: اس روایت میں الفاظ: لم یقارف، سے مراد گناہ نہیں ہے بلکہ جماع ہے، شرعی نقطہ نظر سے اپنی زوجہ یا کنیز سے جماع

کرنا گناہ ہرگز نہیں کہلا سکتا، کیونکہ گناہ قابل مؤاخذہ جرم ہے نہ کہ جماع۔ صورتحال یہ پیش آئی تھی کہ بنت رسول حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا ایک عرصہ سے علیل تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا کہ آج رات ان کا انتقال ہونے والا ہے، انہوں نے اپنی کنیز سے جماع کر لیا تھا، ان کا یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناگوار گزرا، آپ کی طرف سے اشارۃً تنبیہ کی گئی اور یہ ایک مشفقانہ و محبوبانہ شکوہ اور شکر رنجی تھی جسے معصیت یا گناہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

فائدہ نافعہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عذر کی وجہ سے صاحبزادی صاحبہ کی قبر انور میں نہ اترے اور اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی کسی عذر یا عتاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے قبر میں داخل نہ ہوئے جبکہ حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ قبر انور میں اترے اور صاحبزادی صاحبہ کو لحد میں اتارا۔ یاد رہے اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ باپ، بیٹا، بھائی اور یا شوہر عورت کے جنازہ کو قبر میں اتار سکتا ہے مگر کسی مجبوری کی وجہ سے غیر آدمی بھی کفن کے پردہ سے پکڑ کر عورت کی میت کو قبر میں اتارے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی فِرَاشِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب 46: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک کا بیان

308- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا علی بن مسہر عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَتْ اِنَّمَا کَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ الَّذِیْ یَنَامُ عَلَیْہِ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُہٗ لِیْفٌ .

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سویا کرتے تھے وہ چمڑے سے بنا ہوا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

309- حَدَّثَنَا ابو الخطاب زیاد بن یحییٰ البصری حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْن میمون حَدَّثَنا جعفر بن محمد عن ابیہ قَالَ سُئِلَتْ عَآئِشَۃُ مَاکَانَ فِراشُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ بَیْتِکِ قَالَتْ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُہٗ لِیْفٌ وَّ سُئِلَتْ حَفْصَۃُ مَاکَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ بَیْتِکِ قَالَتْ مِسْحًا نَثْنِیْہِ ثِنْیَتَیْنِ فَیَنَامُ عَلَیْہِ فَلَمَّا کَانَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ قُلْتُ لَوْثَنَیْتُہٗ اربعَ ثِنْیَاتٍ کَانَ اَوْطَأَلَہٗ فَثَنَیْنَاہُ بَارْبَعِ ثِنْیَاتٍ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ مَا فَرَشْتُمُوْلِیَ اللَّیْلَۃَ قَالَتْ قُلْنَا ھُوَ فِرَاشُکَ اِلَّا اَنَّا ثَنَیْنَاہُ بَارْبَعِ ثِنْیَاتٍ قُلْنَا ھُوَ اَوْطَأُلَکَ قَالَ رُدُّوْہُ لِحَالَتِہِ الْاُوْلٰی فَاِنَّہٗ مَنَعَتْنِیْ وَطَأَتُہٗ صَلٰوتِیَ اللَّیْلَۃَ .

◆◆ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: آپ کے گھر میں موجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کس چیز سے بنا ہوا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: چمڑے سے بنا ہوا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: آپ کے گھر میں موجود

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کس چیز سے بنا ہوا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ایک چادر تھی جس کی ہم دو تہیں بنا لیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوجایا کرتے تھے۔ ایک رات میں نے سوچا کہ اگر میں اس کی چار تہیں بنالوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ آرام محسوس ہوگا۔ میں نے اس کی چار تہیں بنادیں تو صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے حفصہ! گزشتہ رات تم نے میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: آپ کا وہی پہلے والا بچھونا تھا۔ البتہ ہم نے اس کی چار تہیں بنادی تھیں، کیونکہ ہم نے یہ سوچا کہ وہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پہلے کی طرح رہنے دو، کیونکہ اس کی نرمی نے مجھے رات کے نوافل نہیں پڑھنے دیے۔

شرح

بستر کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- چٹائی پر محو استراحت ہونا:

آرام فرمانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی استعمال فرماتے تھے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ چٹائی پر آرام فرماتے تھے، جس کے نشانات جسم مبارک پر نمایاں تھے اور سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس کا بھراؤ چمڑے کا تھا۔
(علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج ۷، ص:۵۲۹)

۲- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوریا تھا جس پر آپ رات کے وقت نماز پڑھتے تھے اور دن کے وقت اسے بچھا کر اس پر آرام فرما ہو جاتے تھے۔ (ایضاً ص:۵۲۶)

۲- آپ کا چارپائی پر آرام فرمانا:

چارپائی پر آرام کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا، ہجرت کے بعد آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام پذیر ہوئے تو چارپائی کے بارے میں دریافت کیا، ان کے ہاں چارپائی موجود نہیں تھی، کسی صحابی نے نہایت عقیدت سے خوبصورت چارپائی تیار کروا کر پیش کی، جو تاحیات استعمال فرماتے رہے اور وصال کے بعد یہ چارپائی حصول برکت کے لیے مردوں کے لیے استعمال ہوتی رہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کھجور کی چھالوں سے تیار شدہ چارپائی پر آرام فرماتے تھے اور آپ کے سرہانے چمڑے کا تکیہ تھا جس کا بھراؤ چھالوں کا تھا۔

۳- کھجور کی چٹائی پر آرام فرمانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور سے تیار شدہ چٹائی پر آرام فرما ہوتے تھے۔

۱- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ

کھجور سے تیار شدہ چٹائی پر آرام کرتے ہوئے دیکھا جس کے نشانات جسم مبارک پر نمایاں تھے، پھر گھر کی اشیاء دیکھنے کی کوشش کی مگر پورے گھر میں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا اور کچھ مقدار میں جو موجود تھے۔ (علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۷، ص ۱۲۴)

۲۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر آرام فرما ہوتے، جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات نمایاں ہوتے، آپ کے بیدار ہونے پر میں ہاتھ پھیرنے لگا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ آرام کرنے سے قبل حکم کرتے تو میں بستر پیش کر دیتا جس سے یہ نشانات نمایاں نہ ہوتے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میری مثال اس مسافر کی ہے جو کسی درخت کے نیچے آرام کرتا ہے پھر بیدار ہو کر چل دیتا ہے۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج ۲، ص ۶۰)

۴۔آرام کے لیے گدا ناپسند ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سادگی پسند تھے اور بطور بستر گدا استعمال کرنا آپ کو ناپسند تھا۔ حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ تعالی اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ آپ کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال کا بھراؤ تھا۔ میں نے اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارے میں دریافت کیا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کا بستر ٹاٹ کا تھا جس کی میں تہہ دوہری کر دیتی تھی تو آپ اس پر آرام فرما ہو جاتے تھے، ایک شب میں نے خیال کیا کہ اگر اس کو چار تہہ بنا دیا جائے تو آپ مزید آرام سے سو سکیں گے۔ چنانچہ میں نے اس کی چار تہیں بنا دیں، صبح بیدار ہوتے ہی آپ نے فرمایا: اے حفصہ! آج رات تم نے میرے لیے کیا بچھا دیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہی پہلے والا بستر مگر آپ کے آرام کے لیے اس کو چار تہہ بنا دیا تھا تا کہ قدرے نرم ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے پہلی حالت میں رکھا کرو، کیونکہ اس کی نرمی نے مجھے رات کی نماز سے روک لیا تھا۔ (علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۷، ص ۵۷۰)

۵۔بوریا پر آرام کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معمولی بستر پر آرام کرنا زیادہ پسند کرتے تھے حتیٰ کہ بوریا پر آرام فرما ہو جاتے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ٹاٹ کا تھا۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج ۹، ص ۷۰)

مومن کی اصل منزل تو جنت ہے، دنیا سے دل لگانا اس کی شایانِ شان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی نسبت پاک کے تصدق سے جنت تیار ہوئی ہے، آپ اس دنیا یا اس کے آرام کو کیسے پسند کر سکتے تھے؟ یہی وجہ ہے کہ آپ نے معمولی اشیاء کے استعمال پر اکتفاء کیا۔

۶۔نرم بستر ناپسند ہونا:

چونکہ آپ دنیوی اشیاء اور راحت و آرام کو پسند نہیں کرتے تھے، اسی وجہ سے نرم بستر کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو نرم بستر تیار کرنے سے منع فرما دیا تھا۔

۱-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر پرانا اور موٹا تھا، میں نے سوچا کہ آپ کے لیے نرم بستر تیار کر دیا جائے، چنانچہ میں نے کر دیا، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اسے الگ کر دو، قسم بخدا! میں اس پر بیٹھوں گا بھی نہیں حتیٰ کہ تم اسے اٹھالو۔ چنانچہ وہ نرم بستر میں نے اٹھالیا۔ (سنن سعید بن منصور، ج:۷، ص:۱۲۸)

۲-اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے آپ کا بستر دیکھا جو کھردرا اور موٹا تھا، اس نے ایک ایسا بستر پیش کیا جس کا بھراؤ اون کا تھا، آپ نے وہ بستر قبول نہ فرمایا، اس خاتون کو واپس کر دیا۔ آپ نے فرمایا: قسم بخدا! اگر میں چاہوں تو یہ پہاڑ سونا چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلا کریں۔ (علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۷، ص:۱۲۷)

۷-زائد بستر کو ناپسند کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے زائد بستر کو اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بستر آدمی کے لیے ہے، دوسرا بستر بیوی کے لیے اور تیسرا بستر مہمان کے لیے ہے جبکہ چوتھا بستر شیطان کے لیے ہے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوۃ المصابیح ص:۳۷۳)

اس روایت سے صاف عیاں ہے کہ ضرورت سے زائد بستر منع ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شیطان کا بستر قرار دیا۔

۸-نرم بستر پیش کرنے کی درخواست کو مسترد کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضول اور نرم بستر کو ناپسند کرتے' اور نرم و آرام دہ بستر پیش کرنے والے کی درخواست کو مسترد کر دیتے تھے۔ روایات میں مذکور ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ کا کھردرا بستر دیکھ کر نرم بستر پیش کرتے تو آپ مسترد کر دیتے تھے، آپ فرماتے: میرا دنیا کے ساتھ کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ میری مثال تو اس راہگیر کی ہے' جو کسی درخت کے نیچے تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد اپنی راہ لیتا ہے۔

۹-آپ کے بستر کی تعداد؟:

سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کسی زائد چیز کو اپنے پاس پھڑکنے نہیں دیتے تھے، نہ اسے اپنے گھر میں رہنے دیتے تھے، اسے فضول تصور کرتے ہوئے شیطانی عمل قرار دیتے اور اس سے اظہار نفرت فرماتے۔

سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے بستر تھے؟ اس کا مختصر جواب جو معتبر کتب میں مذکور ہے، وہ یہ ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک بستر تھا۔ (مواہب لدنیہ، ج:۵، ص:۵۲)

بَابُ مَاجَاءَ فِي تَوَاضُعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب **47**: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی وانکساری کا بیان

310- حَدَّثَنَا احمد بن منيع و سعيد بن عبد الرحمٰن المخزومي وغير واحد قالوا حَدَّثَنَا سفيان بن عيينة عن الزهري عن عبيد الله عن عبد الله ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عن عمر بن الخطاب قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِىْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اِنَّمَا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ .

❖ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بارے میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں کیا تھا' میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں ۔تم بس یہی کہو: اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول۔

311- حَدَّثَنَا على بن حجر رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا سويد ابن عبدالعزيز عن حميد عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ لِىْ اِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ اجْلِسِىْ فِىْ اَىِّ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ شِئْتِ اَجْلِسْ اِلَيْكِ .

❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کیا: مجھے آپ سے ایک کام ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مدینہ کے جس راستے پر مجھے بٹھانا چاہو میں تمہارے لیے وہاں بیٹھ جاؤں گا۔

312- حَدَّثَنَا على بن حجر رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا على ابن مسهر عن مسلم الاعور عن انس ابن مالك قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَ يَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ وَ يُجِيْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَ كَانَ يَوْمَ بَنِىْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيْفٍ عَلَيْهِ اِكَافٌ مِنْ لِيْفٍ .

❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی عیادت کیا کرتے تھے، جنازے میں شریک ہوا کرتے تھے، گدھے پر سوار ہو جایا کرتے' اور غلام کی دعوت قبول کر لیا کرتے تھے۔ غزوہ بنو قریظہ کے دن آپ ایک گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کی چھال سے بنی ہوئی تھی اور اس گدھے کے اوپر کھجور کی چھال سے بنی ہوئی زین موجود تھی۔

313- حَدَّثَنَا واصل بن عبد الاعلى الكوفى حَدَّثَنَا محمد بن فضيل عن الاعمش عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُدْعٰى اِلٰى خُبْزِ الشَّعِيْرِ وَ الْاِهَالَةِ السَّنِخَةِ فَيُجِيْبُ وَ لَقَدْ كَانَتْ كَانَ لَهٗ دِرْعٌ عِنْدَ يَهُوْدِىٍّ فَمَا وَجَدَ مَا يَفُكُّهَا حَتّٰى مَاتَ .

❖ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''جو'' کی روٹی اور باسی سالن کی دعوت دی جاتی' تو آپ قبول کر لیا کرتے تھے۔ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی آپ کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چھڑوا لیتے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

314- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الحضرى عن سفيان عن الربيع بن صبيح عَنْ يَزِيْدَ بن ابان عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ وَ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ لَا

تُسَاوِیْ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِيَاءَ فِيْهِ وَلَا سُمْعَةَ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے پالان پر حج کیا ہے جس پر ایک کمبل موجود تھا اور اس کی قیمت چار درہم بھی نہیں تھی۔ آپ نے دعا کی:

''اے اللہ! اس حج کو ایسا حج بنا دے جس میں کوئی دکھاوا اور ریا کاری نہ ہو۔''

315- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا عفان حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عن حميد عن انس قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ وَ كَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَّتِهٖ لِذٰلِكَ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام کے نزدیک کوئی بھی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہیں تھا لیکن جب صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتے' تو آپ کے لیے کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے، کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ آپ کو یہ بات ناپسند ہے۔

316- حَدَّثَنَا سفين و كيع حَدَّثَنَا جميع ابن عمر بن عبد الرحمٰن العجلی حدثنی رجل من بنی تميم من ولد اَبِیْ هالة زوج خديجة يكنى ابا عبد اللّٰه عن ابن اَبِیْ هالة عن الحسن بن علی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما قَالَ سَئَلْتُ خَالِیْ هِنْدَ بْنَ اَبِیْ هَالَةَ وَ كَانَ وَصَّافًا عَنْ حُلْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا اَشْتَهِیْ اَنْ يَّصِفَ لِیْ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَاْلَاُ وَجْهُهٗ تَلَاْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ الْحَسَنُ فَكَتَمْتُهَا الْحُسَيْنَ زَمَانًا ثُمَّ حَدَّثْتُهٗ فَوَجَدْتُهٗ قَدْ سَبَقَنِیْ اِلَيْهِ فَسَاَلَهٗ عَمَّا سَاَلْتُهٗ عَنْهُ وَوَجَدْتُهٗ قَدْ سَاَلَ اَبَاهُ عَنْ مَدْخَلِهٖ وَ عَنْ مَخْرَجِهٖ وَشَكْلِهٖ فَلَمْ يَدَعْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ الْحُسَيْنُ فَسَاَلْتُ اَبِیْ عَنْ دُخُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى مَنْزِلِهٖ جَزَّءَ دُخُوْلَهٗ ثَلٰثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْءً لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَجُزْءً لِاَهْلِهٖ وَ جُزْءً لِنَفْسِهٖ ثُمَّ جُزْءً جُزْءَهٗ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّاسِ فَيَرُدُّ ذٰلِكَ بِالْخَاصَّةِ عَلَى الْعَامَّةِ وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا وَّكَانَ مِنْ سِيْرَتِهٖ فِیْ جُزْءِ الْاُمَّةِ اِيْثَارُ اَهْلِ الْفَضْلِ بِاِذْنِهٖ وَ قَسْمُهٗ عَلٰى قَدْرِ فَضْلِهِمْ فِی الدِّيْنِ فَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَةِ وَ مِنْهُمْ ذُو الْحَاجَةِ وَ مِنْهُمْ ذُو الْحَاجَتَيْنِ وَ مِنْهُمْ ذُو الْحَوَائِجِ فَيَتَشَاغَلُ بِهِمْ وَ يُشْغِلُهُمْ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ وَالْاُمَّةَ مِنْ مُسْئَلَتِهِمْ عَنْهُ وَ اِخْبَارِهِمْ بِالَّذِیْ يَنْبَغِیْ لَهُمْ وَ يَقُوْلُ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ وَاَبْلِغُوْنِیْ حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغَهَا فَاِنَّهٗ مَنْ اَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغَهَا ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُذْكَرُ عِنْدَهٗ اِلَّا ذٰلِكَ وَلَا يُقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ غَيْرَهٗ يَدْخُلُوْنَ رُوَّادًا وَّلَا يَفْتَرِقُوْنَ اِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ وَ يَخْرُجُوْنَ اَدِلَّةً يَعْنِیْ عَلَى الْخَيْرِ قَالَ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ مَخْرَجِهٖ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَخْزُنُ لِسَانَهٗ اِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ وَ يُؤَلِّفُهُمْ وَلَا يُنَفِّرُهُمْ وَ

يُكْرِمُ كَرِيمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيهِ عَلَيْهِمْ وَيُحَذِّرُ النَّاسَ وَ يَحْتَرِسُ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّطْوِىَ عَلٰى اَحَدٍ مِنْهُ بِشْرَهُ وَلَا خُلُقَهُ وَ يَتَفَقَّدُ اَصْحَابَهُ وَ يَسْئَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ وَ يُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَ يُقَوِّيهِ وَ يُقَبِّحُ الْقَبِيحَ وَ يُوَهِّيهِ مُعْتَدِلَ الْاَمْرِ غَيْرَ مُخْتَلِفٍ وَلَا يَفْعَلُ مَخَافَةَ اَنْ يَغْفُلُوْا اَوْيَمَلُّوْا لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهُ عَتَادٌ لَا يُقَصِّرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهُ اَلَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ اَفْضَلُهُمْ عِنْدَهُ اَعَمُّهُمْ نَصِيحَةً وَاَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً اَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَ مُؤَازَرَةً قَالَ فَسَئَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهِ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَقُوْمُ وَلَا يَجْلِسُ اِلَّا عَلٰى ذِكْرٍ وَاِذَا انْتَهٰى اِلٰى قَوْمٍ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِيْ بِهِ الْمُجْلِسُ وَيَامُرُ بِذٰلِكَ يُعْطِيْ كُلَّ جُلَسَائِهِ بِنَصِيْبِهِ لَا يَحْسِبُ جَلِيْسُهُ اَنَّ اَحَدًا اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْهُ مَنْ جَالَسَهُ اَوْفَاوَضَهُ فِيْ حَاجَةٍ صَابَرَهُ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ وَ مَنْ سَالَهُ حَاجَةً لَّمْ يَرُدَّهُ اِلَّا بِهَا اَوْ بِمَيْسُوْرٍ مِنَ الْقَوْلِ قَدْوَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهُ وَ خُلُقُهُ فَصَارَلَهُمْ اَبًا وَّصَارُوْا عِنْدَهُ فِي الْحَقِّ سَوَاءً مَجْلِسُهُ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَ حَيَاءٍ وَصَبْرٍ وَاَمَانَةٍ لَا تُرْفَعُ فِيْهِ الْاَصْوَاتُ وَلَا تُؤْبَنُ فِيْهِ الْحُرَمُ وَلَا تُنْثٰى فَلَتَاتُهُ مُتَعَادِلِيْنَ يَتَفَاضَلُوْنَ فِيْهِ بِالتَّقْوٰى مُتَوَاضِعِيْنَ يُوَقِّرُوْنَ فِيْهِ الْكَبِيْرَ وَ يَرْحَمُوْنَ فِيْهِ الصَّغِيْرَ وَ يُؤْثِرُوْنَ ذَالْحَاجَةِ وَ يَحْفَظُوْنَ الْغَرِيْبَ .

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بڑی وضاحت سے بیان کیا کرتے' اور میری یہ خواہش تھی کہ وہ اس میں سے کچھ میرے سامنے بیان کریں تو انہوں نے یوں بیان کیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے معزز اور زبردست شخصیت کے مالک تھے، آپ کا چہرہ مبارک ایسا روشن تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ایک عرصے تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو چھپائے رکھا، پھر میں نے یہ حدیث انہیں بیان کی تو مجھے پتہ چلا کہ مجھ سے پہلے وہ اس حدیث کو حاصل کر چکے ہیں۔ انہوں نے ماموں سے وہی سوال کیا تھا' جو میں نے ان سے کیا تھا۔ پھر مجھے پتہ چلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر اور باہر کے معاملات اور شکل وصورت کے بارے میں بھی دریافت کیا تو انہوں نے اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے والد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے جایا کرتے' تو آپ نے گھر کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم رکھا تھا: ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے تھا، ایک حصہ آپ کے گھر والوں کے لیے اور ایک حصہ آپ کی اپنی ذات کے لیے تھا۔ پھر آپ نے اس مخصوص حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا تھا۔ آپ مخصوص لوگوں کے ذریعے عام لوگوں تک اپنا فیض پہنچایا کرتے' اور ان میں سے کوئی بھی چیز اپنے پاس سنبھال کر نہیں رکھتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ مخصوص اپنے حصے میں آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ پہلے اہل فضل کو اندر آنے کی اجازت دیتے تھے اور دین میں ان کی فضیلت کے مطابق انہیں وقت دیا کرتے تھے۔ ان میں سے کسی شخص کی ایک

ضرورت ہوتی، کسی کی دو ضرورتیں ہوتی تھیں اور کسی کی زیادہ ضرورتیں ہوتی تھیں۔ آپ ان کی تکمیل میں مشغول رہتے تھے اور انہیں بھی ان معاملات میں مشغول رکھتے تھے جو ان کے اور دوسرے لوگوں کی بہتری کے لیے ہوتے تھے۔ آپ ان سے اس بارے میں دریافت کیا کرتے' اور انہیں اس بارے میں بتایا کرتے تھے جو ان کے لیے مناسب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تم میں سے جو موجود شخص ہے وہ غیر موجود شخص تک اس پیغام کو پہنچا دے اور جو شخص اپنی ضرورت مجھ تک نہیں پہنچا سکتا تم لوگ اس کی ضرورت مجھ تک پہنچاؤ۔ جو شخص حاکم کے پاس اس شخص کی ضرورت پہنچائے جسے وہ شخص خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دونوں پاؤں کو ثابت قدم رکھے گا۔'' آپ کے سامنے صرف ضروریات کا تذکرہ کیا جاتا تھا اور اس کے علاوہ آپ کسی چیز کو قبول نہیں کرتے تھے۔ لوگ آپ کے پاس علم کے حصول کے لیے آیا کرتے تھے، جب کوئی آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتا تھا' تو اس کا پیٹ سیر ہو جایا کرتا تھا اور وہ جب نکلتے تھے' تو وہ بھلائی کے رہنما بن چکے ہوتے تھے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر کے معاملات کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ وہاں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک کو صرف ضروری باتوں کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ آپ لوگوں کی تالیف قلب کرتے تھے، انہیں متنفر نہیں کرتے، آپ ہر قوم کے معزز شخص کا احترام کرتے' اور اسے ان کا نگران مقرر کرتے تھے۔ آپ لوگوں کو (برے کاموں سے بچنے کی) تلقین کرتے' اور خود ان سے بچتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی شخص سے بدمزاجی کا مظاہرہ نہیں کیا، آپ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی اور اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ آپ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو غیر موجود پاتے تو لوگوں سے اس کے معاملات کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھائی کو اچھائی قرار دیتے' اور اس کی تائید کرتے' اور برائی کی مذمت کرتے' اور اسے برا قرار دیتے تھے۔ آپ معاملات میں میانہ روی اختیار کرتے تھے، اختلاف نہیں کیا کرتے' اور غافل نہیں ہوتے تھے۔ اس اندیشے کے تحت کہ کہیں لوگ غفلت کا شکار نہ ہو جائیں یا اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائیں۔ آپ کے پاس ہر صورت حال کی تیاری موجود ہوتی تھی، آپ حق سے پیچھے نہیں رہتے تھے اور اس سے تجاوز بھی نہیں کرتے تھے۔ آپ کے پاس جو لوگ ہوتے تھے وہ بہتر لوگ تھے۔ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ فضیلت والا وہ شخص تھا' جو سب سے زیادہ خیر خواہ ہوتا اور آپ کے نزدیک سب سے زیادہ منزلت اس شخص کی تھی جو دوسروں کے ساتھ سب سے اچھا برتاؤ کرتا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اٹھتے بیٹھتے تھے' تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ جب آپ لوگوں کے پاس تشریف لاتے تو وہیں بیٹھ جاتے جہاں محفل ختم ہو رہی ہوتی تھی اور اس بات کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔ آپ محفل کے تمام شرکاء کو ان کا حصہ دیا کرتے تھے۔ آپ کا ہر شریک یہ سمجھتا تھا کہ اس سے زیادہ معزز آپ کے نزدیک کوئی نہیں ہے۔ جو شخص آپ کے ساتھ بیٹھتا یا اپنے معاملے کو آپ کے سپرد کرتا تو آپ اس کے ساتھ رہتے یہاں تک کہ وہ خود آپ کے پاس سے اٹھ کر چلا جاتا۔ جو شخص آپ سے اپنی حاجت طلب کرتا' آپ اسے واپس نہیں کرتے تھے۔ آپ اس کی حاجت پوری کر دیتے تھے یا نرمی سے جواب دیتے تھے۔ آپ

نے لوگوں کے لیے اپنی مہربانی اور اخلاق کو وسیع کیا ہوا تھا۔ آپ ان کے لیے والد کی طرح مہربان تھے اور حق کے معاملے میں سب لوگ آپ کے لیے برابر حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی محفل بردباری، حیاء، صبر اور امانت پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں۔ اس میں قابل احترام چیزوں کی مزاحمت نہیں ہوتی تھی اور غلطیوں کا تذکرہ نہیں ہوتا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ البتہ تقویٰ کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے سے زیادہ فضیلت والے سمجھے جاتے تھے۔ سب انکساری اختیار کرتے تھے، اس محفل میں بڑوں کی تعظیم کی جاتی تھی، چھوٹوں پر رحم کیا جاتا تھا، ضرورت مندوں کے لیے ایثار کیا جاتا تھا اور اجنبی شخص کے حقوق کا خیال رکھا جاتا تھا۔

317– حَدَّثَنَا محمد بن عَبْدُ اللّٰهِ بْن بزیع حَدَّثَنَا بشر بن المفضل حَدَّثَنَا سعید عن قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَوْاُهْدِیَ اِلَیَّ کُرَاعٌ لَّقَبِلْتُ وَلَوْ دُعِیْتُ عَلَيْهِ لَاَ جَبْتُ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے ایک پایہ تحفے کے طور پر دیا جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا اور اگر مجھے ایک پائے کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا۔

318– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا سفیٰن عن محمد بن المنکدر عن جابر قَالَ جَاءَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيْسَ بِرَاکِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کسی خچر یا گھوڑے پر سوار نہیں تھے۔

319– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا اَبُوْ نعیم حدثنا یحییٰ بن اَبِیْ الهیثم العطار قَالَ سَمِعْتُ یوسف بن عَبْدُ اللّٰهِ بْن سلام قَالَ سَمَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ یُوْسُفَ وَ اَقْعَدَنِیْ فِیْ حُجْرِهٖ وَ مَسَحَ عَلٰی رَاْسِیْ .

حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا، آپ نے مجھے اپنی گود مبارک میں بٹھایا اور میرے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا۔

320–حدثنا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ الطیالسی انبانا الربیع و هو ابن صبیع حَدَّثَنَا یزید الرقاشی عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَجَّ عَلٰی رَحْلٍ رَثٍّ وَ قَطِیْفَهٍ کُنَّا نَرٰی ثَمَنَهَا اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَالَ لَبَّیْكَ بِحَجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِیْهَا وَلَا رِیَاءَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان کے اوپر اور ایک پرانے کمبل کے اوپر بیٹھ کر حج کیا ہے جس کی قیمت ہمارے نزدیک چار درہم تھی۔ جب آپ کی سواری کھڑی ہوگئی تو آپ نے فرمایا: میں ایسے حج کی نیت کرتا ہوں جس میں کوئی دکھاوا یا ریا کاری نہ ہو۔

321– حَدَّثَنَا اسحٰق حَدَّثَنَا عبد الرزاق حَدَّثَنَا معمر عن ثابت البنانی و عاصم الاحول عَنْ اَنَسِ بْنِ

مالك ان رجلا خيّاطا دَعَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فقرّب له ثَرِيْدًا عَلَيْهِ دُبَّاءٌ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَأخُذُ الدُّبَّاءَ وَكَانَ يُحِبُّ الدُّبَّاءَ قَالَ ثَابِتٌ فَسَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ فَمَا صُنِعَ لِيْ طَعَامٌ اَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّصْنَعَ فِيْهِ دُبَّاءٌ اِلَّا صُنِعَ ۔

◆◆ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے: ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور اس نے آپ کے سامنے ثرید رکھا جس میں کدو موجود تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو لینے لگے اور آپ کو کدو پسند تھے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: جب بھی میرے لیے کھانا تیار کیا جاتا ہے اور میرے پاس گنجائش ہو کہ اس میں کدو ڈالے جاسکیں تو میں بنوالیتا ہوں۔

322- حَدَّثَنَا محمد بن اسماعيل حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن صالح حدثني معاوية ابن صالح عن يحيى بن سعيد عن عمرة قَالَتْ قِيْلَ لِعَآئِشَةَ مَاذَا كَانَ يَعْمَلُ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَ يَحْلِبُ شَاتَهٗ وَ يَخْدِمُ نَفْسَهٗ ۔

◆◆ حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: عام لوگوں کی طرح آپ اپنے کپڑے ٹھیک کر لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے اور خود اپنے کام کرلیا کرتے تھے۔

شرح

عجز وانکسار کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- عجز وانکسار باعث وقار:

امیر ہو یا غریب ہر حالت میں عجز وانکسار ایک ایسی دولت ہے جس سے آدمی کا وقار بلند ہوتا ہے۔ مالک کونین ہونے کے باوجود عجز وانکسار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوڑھنا بچھونا تھا اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی خصوصی ترغیب وتعلیم ارشاد فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کا مشہور ارشاد گرامی ہے:

من تواضع لله رفعه الله

یعنی جس نے عاجزی اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کرے گا۔

۲- مختار وسلطان ہونے کے باوجود تواضع اختیار کرنا:

روایات میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع نرالی تھی۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب! اگر آپ پسند کریں تو شاہانہ زندگی اختیار کریں اور اگر چاہیں تو عام آدمی کی زندگی اختیار کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام آدمی کی زندگی

گزارنے کو پسند کیا۔ یہ تواضع دیکھ کر حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس تواضع کے سبب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ امتیازی مرتبہ عطا کیا ہے کہ آپ تمام اولادآدم علیہ السلام کے سردار ہیں، بروز قیامت سب سے پہلے اللہ تعالیٰ آپ کو قبر سے اٹھائے گا اور میدان حشر میں سب کے بارے میں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (قاضی عیاض، الشفاء، ج:۱،ص:۱۳۰)

۲-بندوں کی طرح کھانا پینا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی کا یہ عالم تھا کہ عام انسان کی طرح کھاتے اور پیتے تھے۔حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا عصا مبارک ٹیکتے ہوئے دردولت سے باہر تشریف لائے، ہم آپ کو دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے، آپ نے عاجزی کی بنا پر فرمایا: تم لوگ عجمی لوگوں کی طرح نہ کھڑے ہوا کرو، میں تو ایک بندہ ہوں اور بندوں کی طرح کھاتا پیتا ہوں۔ (ایضاً)

۳-سواری پر اپنے پیچھے کسی کو سوار کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ گدھے پر سوار ہو جاتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو سوار بھی کر لیتے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر تشریف فرما ہوتے تو اپنے پیچھے اپنے خادم کو بھی سوار کر لیا کرتے تھے۔ایک روایت میں مذکور ہے کہ غزوہ قریظہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام چھال کی رسی کی بنی ہوئی تھی۔ (المواہب اللدنیہ مع شرح زرقانی، ج:۶،ص:۴۵)

۴-مسکینوں اور خادموں کی دعوت قبول کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگوں کی حتیٰ کہ مسکینوں اور خادموں کی دعوت قبول فرمالیتے تھے، ان کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے اور کھانا کھاتے تھے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کی دعوت قبول فرمالیتے، جو کی روٹی یا پرانی چربی کے کھانے کی دعوت دی جاتی تو قبول فرمالیتے تھے۔آپ مسکینوں کی بیمار پرسی فرماتے، فقراء کے ساتھ تشریف فرما ہوتے اور اپنے صحابہ کے درمیان مل جل کر نشست فرماتے تھے۔ (قاضی عیاض، الشفاء، ج:۱،ص:۱۳۱)

۵-خدام کے کام میں معاونت فرمانا:

خدام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول کرنا اور خدام کے کاموں میں معاونت کرنا، آپ کے معمولات میں شامل تھا۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھریلو کام اپنے دست اقدس کے ساتھ کرتے تھے، اپنے خدام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمالیتے تھے اور گھر کے کاموں میں ان کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ (ایضاً ص:۱۳۲)

۶-عام خاتون کا لخت جگر قرار دینا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکسار کی بنا پر اپنے آپ کو عام خاتون کا بیٹا قرار دیتے تھے۔روایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا، عظمت رسالت کی ہیبت سے خوفزدہ ہو کر کانپنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہ کوئی سلطان

وقت ہوں اور نہ جابر حکمران ہوں بلکہ قریش کی ایسی خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

(المواہب اللدنیۃ مع الزرقانی، ج۶، ص۷۱)

۷-اونٹنی کے کجاوے پر سر جھکائے ہوئے بیٹھنا:

فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ اونٹنی پر بیٹھے اپنا سر جھکائے ہوئے تھے۔ مشہور روایت کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر مکہ معظّمہ میں اس حالت میں داخل ہوئے تھے کہ آپ اونٹنی پر جلوہ افروز ہو کر اپنے سر کو جھکائے ہوئے تھے حتیٰ کہ سر مبارک کجاوے کے اگلے سرے کو لگا ہوا تھا۔

(علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج۱، ص۱۳۲)

۸-وادی منیٰ میں آپ کا سادہ کجاوے پر تشریف فرما ہونا:

مشہور بزرگ حضرت فضل بن ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں سلطان وقت حضرت خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ کے قافلہ حج میں شامل تھا، واپسی پر جب ہم ''کوفہ'' کے پاس سے گزرے تو وہاں حضرت بہلول دانا رحمہ اللہ تعالیٰ بلند جگہ پر کھڑے ہو کر چیخے، میں نے انہیں کہا: آپ خاموش ہو جائیں پیچھے خلیفہ ہارون الرشید آ رہے ہیں وہ خاموش ہو گئے، جب خلیفہ ہارون الرشید کی سواری قریب پہنچی تو انہوں نے کہا: اے خلیفہ ہارون الرشید! آپ میری بات سنیں؛ چنانچہ خلیفہ ہارون الرشید بات سننے کے لیے رک گئے۔

حضرت بہلول دانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے خلیفہ وقت! مجھے حضرت ایمن بن نایل رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ روایت کیا کہ حضرت قدامہ بن عبداللہ عامری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے وادی منیٰ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معمولی کجاوہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہاں نہ مار تھی، نہ اِدھر اُدھر ہٹانا تھا نہ اور ایک طرف ہو جانے کی آواز کا شور تھا۔

(امام ترمذی، جامع ترمذی، رقم الحدیث:۹۰۳)

۹-اپنی زرہ یہودی کے ہاں گروی رکھنا:

مالک ثقلین ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت گھر کی مالی حالت یہ تھی کہ اپنی زرہ ایک یہودی کے ہاں گروی رکھ کر قرضہ لیا ہوا تھا۔ وصال کے بعد خلیفۂ بلافصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ یہودی سے چھڑائی تھی۔ آپ کی عاجزی کے علاوہ اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کفار سے تجارتی معاملات کرنا جائز ہے۔

۱۰-آنے والے مہمانوں کے لیے اپنی چادر بچھانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ آنے والے ملاقاتیوں کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اسی دوران آپ کے رضاعی والد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حاضر ہوئے، آپ نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھا دی، وہ اس پر جلوہ افروز ہو

گئے، پھر آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں، آپ نے ان کے لیے کپڑے کا باقی حصہ بچھا دیا پھر آپ کے رضاعی بھائی حاضر خدمت ہوئے تو انہیں اپنے سامنے بٹھا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بطور خدمت وتحفہ کپڑے بھیجا کرتے تھے، یہ وہ نیک قسمت خاتون ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چند ایام تک دودھ پلایا تھا، ابولہب کی لونڈی تھیں، آپ کی ولادت کی اطلاع دینے پر ابولہب نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ (علامہ قاضی عیاض، الشفاء، ج ۱، ص ۱۲۹)

۱۱- سلام کہنے میں پہل کرنا:

آپ عجز وانکسار کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی، ان میں روح پھونکی تو انہیں چھینک آئی، حکم الٰہی کی تعمیل میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، فرشتوں نے جواب میں کہا: یَرْحَمُکَ اللّٰہُ ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا: اے آدم! فرشتوں کے پاس جائیں اور انہیں سلام کریں، حضرت آدم علیہ السلام ملائکہ کے پاس گئے اور انہیں کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، فرشتوں نے جواب میں کہا: وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ۔ بعد ازاں حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا گیا: تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام و جواب یہی ہے۔

(امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۰۰)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی شکل پر پیدا کیا، اس وقت ان کا قد ساٹھ (۶۰) ہاتھ تھا، پیدا کرنے کے بعد انہیں فرمایا: اے آدم! تم فرشتوں کے پاس جاؤ اور انہیں سلام پیش کرو، دیکھو کہ وہ اس کا جواب کیا دیتے ہیں، جو وہ جواب دیں وہی تمہارا جواب ہوگا۔ چنانچہ حسب حکم آپ فرشتوں کے پاس گئے، انہیں کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، فرشتوں نے جواب میں کہا: وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

(الصحیح للبخاری، ج: ۲، ص: ۹۱۲)

۱۲- سلام کہنے میں پہل کرنے والے کا تکبر سے محفوظ ہونا:

سلام کہنے میں پہل کرنے والا تکبر سے محفوظ ہوتا ہے اور ثواب کا زیادہ حقدار بن جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کہنے میں پہل کرنے والا تکبر سے محفوظ ہوتا ہے اور اس کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۰۰)

۱۳- بچوں کو سلام کہنے میں پہل فرمانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کہنے میں پہل کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام فرمایا کرتے تھے۔

(الصحیح للبخاری، ج: ۲، ص: ۹۲۳)

۱۴-مسکینوں کا پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہونا:

غریب ومسکین کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امیر کے مقابلہ میں اتنا مقام ہے کہ وہ امیر سے پچاس (۵۰) سال یا پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ دونوں قسم کی روایات معتبر کتابوں میں مذکور ہیں۔ دونوں قسم کی روایات میں تعارض ومنافات نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پچاس سال کا ذکر فرمایا ہو پھر مزید ترغیب کے لیے پانچ سو (۵۰۰) سال کا عرصہ بیان کر دیا ہو۔ تاہم اس سے غریب وعاجز کی عظمت وشان کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۵-عجز وانکسار اور تواضع کے حوالے سے اقوال:

عجز وانکسار اور تواضع کی اہمیت کے حوالے سے چند شخصیات کے اقوال حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تواضع اختیار کرنا بہترین عبادت ہے۔

۲-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کی لگام بلند کر دیتا ہے اور فرشتہ کہتا ہے: عاجزی اختیار کر، اللہ تعالیٰ تجھے بلند کرے گا۔ جب بندہ تکبر وغرور کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے سختی سے زمین پر پٹخ دیتا ہے اور فرشتہ فرماتا ہے: دور ہو جا، اللہ تعالیٰ تجھے خوار کرے۔

۳-حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تواضع یہ ہے کہ تم حق کے سامنے جھک جاؤ، اس کی پیروی کرو اور اگر تم سب سے بڑے جاہل سے بھی حق بات سنو تو اسے قبول کر لو۔

۴-حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام لوگوں کے احوال کا جائزہ لینے کے لیے ان کے چہروں کو دیکھتے تھے، پھر مساکین کے پاس بیٹھ کر فرماتے: مسکین مسکینوں کے پاس بیٹھ گیا ہے۔

۵-حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جودی پہاڑ کو سفینہ نوح علیہ السلام کے ساتھ خاص فرمایا، کیونکہ یہ دوسرے پہاڑوں سے زیادہ عجز کا اظہار کرتا تھا، حراء پہاڑ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے لیے خاص فرمایا، کیونکہ یہ دوسرے پہاڑوں سے زیادہ تواضع پسند تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو اس لیے دیگر مخلوق سے ممتاز کیا' کیونکہ اس میں عجز وتواضع سب سے زیادہ ہے۔

۶-حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تواضع یہ ہے کہ جب تم اپنے گھر سے نکلو تو جس مسلمان سے بھی ملو، اسے ہر اعتبار سے اپنے آپ سے افضل قرار دو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب **48**: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق عالیہ کا بیان

323- حَدَّثَنَا عباس بن محمد الدوری حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن یزید المقری حَدَّثَنَا لیث بن سعد حدثنی اَبُوْ عثمان الولید بن اَبِیْ الولید عن سلیمان بن خارجة عن خارجة بن زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

دَخَلَ نَفَرٌ عَلٰی زَیْدِ ابْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوْا لَہٗ حَدِّثْنَا اَحَادِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَاذَا اُحَدِّثُکُمْ کُنْتُ جَارَہٗ فَکَانَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ الْوَحْیُ بَعَثَ اِلَیَّ فَکَتَبْتُہٗ لَہٗ فَکُنَّا اِذَا ذَکَرْنَا الدُّنْیَا ذَکَرَھَا مَعَنَا وَ اِذَا ذَکَرْنَا الْاٰخِرَۃَ ذَکَرَھَا مَعَنَا وَ اِذَا ذَکَرْنَا الطَّعَامَ ذَکَرَہٗ مَعَنَا فَکُلُّ ھٰذَا اُحَدِّثُکُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ۔

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: کچھ لوگ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے بارے میں بتائیں گے؟ انہوں نے جواب دیا: میں تمہیں کیا حدیث سناؤں؟ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی، آپ مجھے بلوالیا کرتے' اور میں آپ کے لیے لکھ دیتا تھا۔ ہم جب دنیا کا تذکرہ کرتے' تو آپ اس تذکرے میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے تھے' تو جب ہم آخرت کا تذکرہ کرتے' تو آپ اس میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ ہم جب کھانے کا تذکرہ کیا کرتے تو آپ ہمارے ساتھ اس کا بھی ذکر کرتے تھے، میں ان میں ہر ایک معاملے کے بارے میں تمہارے سامنے حدیث سنا سکتا ہوں۔

324- حَدَّثَنَا اسحق بن موسٰی حَدَّثَنَا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحق عن زیاد بن اَبِیْ زیاد عن محمد ابن کعب القرظی عن عمرو بن العاص قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُقْبِلُ بِوَجْھِہٖ وَحَدِیْثِہٖ عَلٰی اَشَرِّ الْقَوْمِ یَتَاَلَّفُھُمْ بِذٰلِکَ فَکَانَ یُقْبِلُ بِوَجْھِہٖ وَ حَدِیْثِہٖ عَلَیَّ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنِّیْ خَیْرُ الْقَوْمِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا خَیْرٌ اَوْ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا خَیْرٌ اَمْ عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا خَیْرٌ اَمْ عُثْمَانُ فَقَالَ عُثْمَانُ فَلَمَّا سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَصَدَقَنِیْ فَلَوَدِدْتُ اِنِّیْ لَمْ اَکُنْ سَئَلْتُہٗ ۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بدتر شخص کی طرف بھی مکمل طور پر متوجہ ہوتے اور بات چیت کیا کرتے اور آپ اس کی تالیف قلب کرنا چاہتے تھے۔ آپ میرے ساتھ مکمل طور پر متوجہ ہو کر گفتگو کیا کرتے تھے' میں یہ سمجھتا تھا کہ میں سب سے بہتر ہوں۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بہتر ہوں یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہتر ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ابوبکر بہتر ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بہتر ہوں یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: عمر بہتر ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بہتر ہوں یا عثمان بہتر ہیں؟ آپ نے جواب دیا: عثمان بہتر ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے دریافت کیا تو آپ نے میرے ساتھ سچ بولا، میری یہ خواہش تھی کہ میں نے اس بارے میں آپ سے دریافت نہ ہی کیا ہوتا۔

325- حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ثابت عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِیْ لِشَیْءٍ صَنَعْتُہٗ لِمَ صَنَعْتَہٗ وَلَا لِشَیْءٍ تَرَکْتُہٗ لِمَ تَرَکْتَہٗ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَّلَا

مَسِسْتُ خَزًّا وَّلَا حَرِيْرًا وَّلَا شَيْئًا كَانَ اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَّلَا عِطْرًا كَانَ اَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دس برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے، آپ نے کبھی بھی مجھے اُف تک نہیں کہا' میں نے جو کام کیا اس کے بارے میں آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور میں نے جو کام نہیں کیا تو اس کے بارے میں کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا؟ آپ اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم کسی چیز کو نہیں چھوا اور میں نے آپ کے پسینے سے زیادہ پاکیزہ کسی مشک یا خوشبو کو نہیں سونگھا۔

326- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد و احمد بن عبدة هو الضبى والمعنى واحد قَالَا عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عن رَسُوْلُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ بِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَكَادُ يُوَاجِهُ اَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدَعُ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک فرد بیٹھا ہوا تھا جس پر زرد رنگ کا نشان موجود تھا، آپ کو جو بات ناپسند ہوتی تھی وہ کسی شخص کے منہ پر نہیں کہا کرتے تھے۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا: تم نے اس سے یہ کیوں نہیں کہا کہ وہ اس زرد رنگ کو صاف کر دے؟

327- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِىْ اسحق عَنْ اَبِىْ عبد اللّٰه الجدلى و اسمه عبد بن عبد عن عائشة انها قالت لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّلَا سَخَّابًا فِى الْاَسْوَاقِ وَ لَا يَجْزِىْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدزبان نہیں تھے اور نہ ہی بازار میں چلا کر بات کیا کرتے تھے۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے اور درگزر سے کام لیتے تھے۔

328- حَدَّثَنَا هرون بن اسحاق الهمدانى حَدَّثَنَا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قَالَتْ مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِيَدِهٖ شَيْئًا قَطُّ اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا ضَرَبَ خَادِمًا وَّلَا امْرَاَةً

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے ذریعے کسی کی کبھی پٹائی نہیں کی سوائے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم اور اہلیہ کو نہیں مارا۔

329- حَدَّثَنَا احمد بن عبدة الضبى حَدَّثَنَا فضيل بن عياض عن منصور عن الزهرى عن عروة عن عائشة قالت مَارَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْتَصِرًا مِنْ مَظْلَمَةٍ ظُلِمَهَا قَطُّ مَالَمْ يُنْتَهَكْ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ فَاِذَا انْتُهِكَ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ كَانَ مِنْ اَشَدِّ هِمْ فِىْ ذٰلِكَ غَضَبًا وَّمَا

خُیِّرَ بَیْنَ اَمْرَیْنِ اِلَّا اخْتَارَ اَیْسَرَ هُمَا مَالَمْ یَکُنْ مَاْثَمًا ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کسی ایسی زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا جو آپ کے ساتھ کی گئی ہو۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کی پامالی ہوتی تھی تو آپ اس بارے میں سب سے زیادہ شدید غضبناک ہوا کرتے تھے۔ آپ کو جب بھی دو معاملوں کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان معاملے کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ کوئی گناہ کی صورت نہ ہوتی۔

330- حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ عمر حَدَّثَنَا سفین عن محمد بن المنکدر عن عروة عن عائشة قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ رَجُلٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِیْرَةِ اَوْ اَخُ الْعَشِیْرَةِ ثُمَّ اَذِنَ لَهٗ فَاَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ اَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ فَقَالَ یَا عَائِشَةُ اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَکَهُ النَّاسُ اَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی میں اس وقت آپ کے پاس موجود تھی، آپ نے فرمایا: یہ اپنے خاندان کا سب سے برا شخص ہے، پھر آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔ جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی، پھر جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کے بارے میں پہلے یہ بات کہی تھی پھر آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہوتا ہے جسے لوگ اس کی بدزبانی سے بچنے کے لیے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

331- حَدَّثَنَا سفین بن وکیع حَدَّثَنَا جمیع بن عمیر بن عبد الرحمٰن العجلی حدثنی رجل من بنی تمیم من ولد اَبِیْ هالة زوج خدیجة یکنی ابا عبدالله عن ابن لابی هالة عن الحسن بن علی رضی الله عنهما قَالَ قَالَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ سَئَلْتُ اَبِیْ عَنْ سِیْرَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِیْ جُلَسَائِهٖ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ دَائِمَ الْبِشْرِ سَهْلَ الْخُلُقِ لَیِّنَ الْجَانِبِ لَیْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِیْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ وَّلَا فَحَّاشٍ وَّلَا عَیَّابٍ وَّلَا مَشَّاحٍ یَتَغَافَلُ عَمَّا لَا یَشْتَهِیْ وَلَا یُؤْیِسُ مِنْهُ وَلَا یُجِیْبُ فِیْهِ قَدْ تَرَکَ نَفْسَهٗ مِنْ ثَلَاثٍ اَلْمِرَاءِ وَالْاِکْبَارِ وَمَالَا یَعْنِیْهِ وَتَرَکَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ کَانَ لَا یَذُمُّ اَحَدًا وَّلَا یَعِیْبُهٗ وَلَا یَطْلُبُ عَوْرَتَهٗ وَلَا یَتَکَلَّمُ اِلَّا فِیْمَا رَجَا ثَوَابَهٗ وَاِذَا تَکَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَائُهٗ کَاَنَّمَا عَلٰی رُءُوْسِهِمُ الطَّیْرُ فَاِذَا سَکَتَ تَکَلَّمُوْا لَا یَتَنَازَعُوْنَ عِنْدَهُ الْحَدِیْثَ وَ مَنْ تَکَلَّمَ عِنْدَهٗ اَنْصَتُوْا لَهٗ حَتّٰی یَفْرُغَ حَدِیْثُهُمْ عِنْدَهٗ حَدِیْثُ اَوَّلِهِمْ یَضْحَكُ مِمَّا یَضْحَکُوْنَ مِنْهُ وَ یَتَعَجَّبُ مِمَّا یَتَعَجَّبُوْنَ وَ یَصْبِرُ لِلْغَرِیْبِ عَلَی الْجَفْوَةِ فِیْ مَنْطِقِهٖ وَ مَسْاَلَتِهٖ حَتّٰی اِنْ کَانَ اَصْحَابُهٗ یَسْتَجْلِبُوْنَهُمْ وَ یَقُوْلُ اِذَا رَاَیْتُمْ طَالِبَ حَاجَةٍ یَطْلُبُهَا فَاَرْفِدُوْهُ وَلَا یَقْبَلُ الثَّنَاءَ اِلَّا مِنْ مُکَافِیْءٍ وَلَا یَقْطَعُ عَلٰی اَحَدٍ حَدِیْثَهٗ حَتّٰی یَجُوْزَ فَیَقْطَعُهٗ بِنَهْیٍ اَوْ قِیَامٍ ۔

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ میں نے اپنے والد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ محفل میں بیٹھنے کے طریقہ کار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ رو اور نرم اخلاق کے مالک تھے۔ آپ بدمزاج نہیں تھے، سخت دل نہیں تھے، چلا کر بات نہیں کرتے تھے، بدزبانی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے، عیب تلاش نہیں کرتے' اور تنگی نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کو جس چیز کی خواہش نہیں ہوتی تھی اس سے چشم پوشی اختیار کرتے تھے۔ البتہ اس سے کسی دوسرے کو مایوس نہیں کرتے تھے، خود آپ اسے قبول نہیں کرتے تھے۔ آپ نے تین چیزوں کو اپنی ذات کے حوالے سے ترک کر دیا تھا: جھگڑا، تکبر اور لایعنی گفتگو کرنا۔ آپ لوگوں کے حوالے سے تین کام نہیں کرتے تھے: آپ کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے، کسی کا عیب بیان نہیں کرتے' اور کسی کی پوشیدہ (خامیوں) کو تلاش نہیں کرتے تھے۔ آپ جب گفتگو کرتے' تو وہی گفتگو کرتے تھے جس میں آپ کو ثواب کا یقین ہوتا۔ جب آپ گفتگو کرتے' تو آپ کے پاس بیٹھے لوگ اپنے سروں کو جھکا لیتے تھے، یوں جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جب آپ خاموش ہوتے' تو لوگ گفتگو کا آغاز کرتے تھے۔ لوگ آپ کے سامنے گفتگو میں بحث ومباحثہ نہیں کرتے تھے۔ آپ کی موجودگی میں جو شخص بات کرتا تو آپ کے سامنے سب لوگ خاموش ہو جاتے، یہاں تک کہ وہ اپنی بات کر کے فارغ ہو جاتا۔ سب لوگوں کی گفتگو آپ کی موجودگی میں اس پہلے آدمی کی مانند ہوتی تھی۔ جس بات پر لوگ ہنسا کرتے تھے آپ بھی اس پر مسکرا دیتے تھے اور جس بات پر لوگ حیرانگی ظاہر کرتے تھے آپ بھی حیرانگی ظاہر کرتے تھے۔ اگر کوئی اجنبی شخص اپنی بات یا کچھ مانگنے کے دوران بدتمیزی کا مظاہرہ کرتا تو آپ اس وقت صبر سے کام لیتے تھے' یہاں تک کہ آپ کے ساتھی یہ چاہتے تھے کہ اس طرح وہ بھی آپ سے فیض یاب ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی ضرورت مند کو دیکھو جو طلب گار ہو' تو اسے دے دیا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس شخص کی تعریف قبول کرتے تھے جو بدلے کے طور پر کرتا تھا اور آپ کسی شخص کی گفتگو نہیں کاٹتے تھے۔ اگر کوئی شخص حد سے تجاوز کرتا تو آپ اسے روک کر اس کی گفتگو کاٹ دیتے یا پھر اٹھ کر چلے جاتے۔

332 - حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حَدَّثَنَا سفيان عن محمد بن المنكدر قَالَ سَمِعْتُ جابر بن عبد الله يَقُوْلُ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا .

حضرت امام محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ سنا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی چیز مانگی گئی تو آپ نے ''نہ'' نہیں کہا۔

333 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عمران ابو القاسم القرشی المكی حَدَّثَنَا ابراهيم بن سعد عن ابن شهاب عن عبيد الله عن ابن عباس قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ فَيَاْتِيْهِ جِبْرِيْلُ فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کے معاملے میں سب سے زیادہ

سخی تھے، آپ رمضان کے مہینے میں سب سے زیادہ سخی ہو جایا کرتے' یہاں تک کہ وہ مہینہ گزر جاتا تھا۔ اس مہینے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آیا کرتے، وہ آپ کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے۔ جب جبرئیل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیا کرتے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی میں چلتی ہوئی ہوا سے زیادہ سخی ہوتے تھے۔

334- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا جعفر بن سليمان عن ثابت عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی چیز اگلے دن کے لیے سنبھال کر نہیں رکھی۔

335- حَدَّثَنَا هارون بن موسٰى بن اَبِىْ علقمة الفروى المدنى حدثنى اَبِىْ عن هشام بن سعد عن زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر بن الخطاب اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَسَئَلَهٗ اَنْ يُّعْطِيَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَاعِنْدِىْ شَيْءٌ وَلٰكِنِ ابْتَعْ عَلَيَّ فَاِذَا جَاءَنِىْ شَيْءٌ قَضَيْتُهٗ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَعْطَيْتَهٗ فَمَا كَلَّفَ اللّٰهُ مَالَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ فَكَرِهَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَوْلَ عُمَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْفِقْ وَ لَا تَخَفْ مِنْ ذِى الْعَرْشِ اِقْلَالًا فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عُرِفَ الْبِشْرُ فِىْ وَجْهِهٖ لِقَوْلِ الْاَنْصَارِىْ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ .

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے کچھ مانگا کہ آپ اسے عطا کریں تو آپ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تم میری طرف سے خریداری کرلو، جب میرے پاس کوئی چیز آئے گی تو میں اس کی ادائیگی کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اسے عطا کر دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کا پابند نہیں کیا جو آپ کی قدرت میں نہ ہو؟ تو آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ خرچ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمی کا اندیشہ نہ کریں، تو آپ مسکرا دیے اور انصاری کی بات کے نتیجے میں آپ کے چہرے مبارک پر خوشی کے آثار نظر آئے۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

336- حَدَّثَنَا على بن حجر حَدَّثَنَا شريك عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن محمد بن عقيل عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَ اَجْرٍ زُغْبٍ فَاَعْطَانِىْ مِلْاَ كَفِّهٖ حُلِيًّا وَّ ذَهَبًا .

◆◆ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا تھال لے کر آئی جس میں خربوزے بھی موجود تھے، تو آپ نے مجھے مٹھی بھر کے سونا اور زیورات عنایت فرمائے۔

337- حَدَّثَنَا على بن حشرم وغير واحد قالوا حَدَّثَنَا عِيْسٰى بن يونس عن هشام بن عروة عن ابيه

عن عائشۃ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَقْبَلُ الْھَدِیَّۃَ وَ یُثِیْبُ عَلَیْھَا ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول کرلیا کرتے' اور اس کا عوض بھی دیا کرتے تھے۔

شرح

حسن اخلاق کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱-قرآن اور خلق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی عظمت وشان بیان کی گئی ہے، اس سلسلہ میں دو آیات حسب ذیل ہیں:

۱-وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ○ اور بیشک (اے محبوب!) آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر فائز ہیں۔

۲-فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ ج وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ ص (آل عمران:۱۵۹)
(اے محبوب!) آپ اللہ کی رحمت کے سبب لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، اگر آپ سخت دل (یا بد اخلاق) ہوتے تو لوگ آپ سے دور بھاگ جاتے۔

لفظ''اخلاق''، خلق کی جمع ہے، اگر یہ لفظ خاء کے فتح کے ساتھ ہو اس کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، پیدا کرنا اور جسم کی ظاہر صورت۔ اگر خاء کے ضمہ کے ساتھ ہو' تو اس کا معنیٰ ہے: انسان کی طبعی اور جبلی صفت جس کا ادراک بصیرت سے کیا جا سکتا ہے۔

۲-حسن اخلاق کی فضیلت واہمیت:

حسن اخلاق کے سبب دشمن دوست بن جاتے ہیں اور بد اخلاقی کے سبب دوست دشمن بن جاتے ہیں۔ حسن اخلاق کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اپنے حسن اخلاق کے سبب رات کو عبادت کرنے والے اور شدید موسم گرما میں کسی کو پانی پلانے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

(شعب الایمان، رقم الحدیث ۷۹۹۸)

۲-حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک بندہ اپنے حسن اخلاق کے سبب دن میں روزہ رکھنے والے اور رات میں قیام کرنے والوں کا درجہ پالیتا ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۴، ص: ۳۶۹)

۳-حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے میرے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو اچھے اخلاق کے مالک، نرم مزاج، لوگوں سے محبت کرنے والے اور لوگ ان سے محبت

کرنے والے ہوں گے۔ قیامت کے دن میرے نزدیک تم سے زیادہ قابل نفرت وہ لوگ ہوں گے جو منہ بھر کر باتیں کرنے والے، باتیں بنا کر لوگوں کو مرعوب کرنے والے اور تکبر و غرور کرنے والے ہوں گے۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج ۲،ص: ۴۰۹)

۴- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بہتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ضرور فرمائیں، فرمایا: وہ شخص ہے، جو تم میں سے سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔

۵- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میزان عمل میں حسن اخلاق سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔

۶- حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بطور وصیت فرمایا تھا: تم جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، گناہ صادر ہونے کی صورت میں بعد میں نیکی کرلیا کرو کہ یہ اسے مٹا دے گی اور لوگوں کا رب اچھے اخلاق والے کے ساتھ ہے۔

۷- حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا: یا رسول اللہ! انسان کو سب سے اچھی چیز کونسی عطا کی گئی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: انسان کو حسن اخلاق سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔

۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اخلاق انسان کے گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح دھوپ برف کو پگھلا دیتی ہے۔

۹- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں وہی شخص سب سے اچھا ہے جس کے اخلاق سب لوگوں سے اچھے ہوں۔

۱۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں ایمان کے اعتبار سے کامل ترین وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

۳- بچوں کے ساتھ حسن اخلاق، شفقت اور محبت کرنا:

۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور فرمایا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرتے تو آپ بھی انہیں سلام فرمایا کرتے تھے۔

۲- حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی خدمت میں عبدالمطلب کے دو بیٹے حاضر ہوئے، آپ نے ایک کو اپنے آگے (سواری پر) بٹھا لیا اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

۳- حضرت اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئیں، آپ نے بچے کو اپنی گود میں بٹھا لیا، اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپ نے اس پر پانی بہا کر صاف کر لیا اور کچھ نہ کہا۔

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے پیار کرتے ہوئے بوسے دے رہے تھے، حضرت اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے، انہوں نے عرض کیا: میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان کو اس طرح کبھی نہیں چوما، آپ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

۵- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دیہاتی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! جس طرح آپ بچوں کو چومتے ہیں ہم نے کبھی نہیں چوما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے رحمت نکال لے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

۴- حسن اخلاق کے عوض جنت میں اعلیٰ مقام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جھوٹ کو ترک کر دیا جبکہ وہ غلط تھا، اس کے لیے جنت کے شروع میں گھر ہوگا۔ جس شخص نے جھگڑے کو ختم کر دیا جبکہ وہ حق پر تھا، اس کے لیے جنت کے وسط میں گھر ہوگا۔ جس نے عمدہ اخلاق اختیار کیے اس کے لیے جنت میں بالائی حصہ میں گھر بنایا جائے گا۔

(علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۶، ص:۲۶)

۵- رزق کی طرح اخلاق بھی منجانب اللہ تقسیم ہونا:

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں رزق تقسیم کرتا ہے، اسی طرح اخلاق تقسیم کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں اخلاق اس طرح تقسیم کیے ہیں جس طرح تم میں رزق تقسیم کیا ہے۔

(الادب المفرد للبخاری، ص:۹۱)

۶- اخلاق اور عبادت گزاری کے مابین ثواب کا امتیاز:

انسان عمدہ اخلاق کی وجہ سے دوسروں پر ثواب میں فوقیت حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ دو آدمی (قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں) پیش ہوں گے جو نمازوں، روزوں، حج، جہاد اور دوسری نیکیوں کے اعتبار سے مساوی ہوں گے مگر ان میں سے ایک حسن اخلاق کا مالک ہوگا جس وجہ سے دونوں میں مشرق و مغرب کا فرق ہوگا۔

(علامہ احمد بن حسین بیہقی، ج:۶، ص:۲۳۸)

۷- دنیا میں لوگوں میں مقبول اور آخرت میں بارگاہ خداوندی کا مقرب:

کچھ لوگ ایسے بھی نیک بخت ہیں جو دنیا میں لوگوں کے ہاں معزز اور بارگاہ خداوندی میں مقرب ہوں گے اور وہ حسن اخلاق کی برکت سے ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے

فرمایا: اے اُم حبیبہ! حسن اخلاق والے دین و دنیا کی بھلائی حاصل کرلیں گے۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج ۱، ص ۴۰۱)

۸- دو اعمال جو کرنے میں آسان لیکن ترازو میں وزنی:

انسان کے دو اعمال ایسے ہیں جو کرنے میں آسان اور ترازو میں وزنی ہوں گے اور وہ حسن اخلاق اور سکوت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا میں تمہیں دو خصلتیں بتاؤں جو کرنے میں نہایت آسان اور ترازو میں دوسرے اعمال کے مقابل زیادہ وزنی ہوں گی؟ عرض کیا: یارسول اللہ! ضرور فرمائیں، آپ نے فرمایا: حسن اخلاق اور خاموشی کا التزام کرنا، ان سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے جس سے انسان مزین کیا گیا ہو۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج: ۸، ص: ۲۲)

۹- تین امور کی برکت سے حساب آسان اور جنت میں داخلہ یقینی:

تین امور ایسے ہیں جن کی برکت کے باعث آخرت میں حساب آسان اور جنت میں داخلہ یقینی ہو جائے گا، وہ امور یہ ہیں: (۱) محروم رکھنے والے کو نوازنا، (۲) تعلق منقطع کرنے والے سے جوڑنا، (۳) ظلم و ستم کرنے والے کو معاف کرنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی میں تین خصلتیں موجود ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان کر دے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر ہمارے والدین نثار ہوں کیا وہ اخلاق ہیں؟ فرمایا: وہ یہ ہیں:

(۱) جو شخص تمہیں محروم رکھے اس سے نوازنے کا معاملہ کرو، (۲) جو تم سے تعلق منقطع کرنے کی کوشش کرے، اس سے جوڑو، (۳) جو تم پر ظلم و زیادتی کرے، اسے معاف کرو۔ ان امور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کر دے گا۔ (ایضاً، ص ۱۸۹)

۱۰- عبادت میں کم مگر عالی مرتبہ ہونا:

جو شخص حسن اخلاق کا مالک ہوگا، وہ خواہ عبادت میں کم مگر عالی مرتبہ ہوگا۔ اس حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے آخرت میں بلند درجہ حاصل کرلے گا، خواہ وہ عبادت میں کمزور ہوگا۔ (المعجم الصغیر للطبرانی، ص: ۷۶)

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انسان اکثر اوقات زیادہ عبادت گزار نہ ہونے کے باوجود عمدہ اخلاق کی وجہ سے جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کرلیتا ہے۔ اسی طرح بد خلقی کی وجہ سے جہنم میں اسفل درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔

(اتحاف السادہ شرح احیاء العلوم للغزالی، ج ۷، ص ۳۲۴)

فائدہ نافعہ:

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار خصلتیں ایسی ہیں جو انسان کو بلند درجہ تک پہنچا دیتی ہیں، خواہ اس کا عمل قلیل ہو، وہ چار خصلتیں یہ ہیں: (۱) حلم و بردباری، (۲) سخاوت و فیاضی، (۳) تواضع و انکساری، (۴) حسن اخلاق۔

۱۱-حسن اخلاق سے بہتر کوئی وصف نہ ہونا:

حسن اخلاق ایک ایسا وصف ہے، جس سے بہتر کوئی وصف نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تدبیر سے بہتر کوئی سمجھداری نہیں ہے، انبساط سے بہتر کوئی تقویٰ نہیں ہے اور حسن اخلاق سے بہتر کوئی شرف نہیں ہے۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۳۱۱)

۱۲-اسلام، حسن اخلاق کا نام ہے:

حسن اخلاق اتنا عمدہ وصف ہے کہ اسے مکمل اسلام کا نام دیا گیا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قبیلہ بنوسلمہ کے ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''اسلام'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ حسن اخلاق ہے، اس نے متعدد بار اپنا سوال دوہرایا تو آپ جواب میں یہی فرماتے رہے حتیٰ کہ اس نے پانچویں بار سوال کا عادہ کیا تو آپ کی طرف سے بھی یہی جواب تھا: حسن اخلاق کا نام اسلام ہے۔

(امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج:۶، ص:۲۴۲)

۱۳-اعلیٰ اخلاق اللہ تعالیٰ کو پسند ہونا:

اعلیٰ اور عمدہ اخلاق اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین وصف ہے۔

۱-حضرت سعد بن سہل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ عادات پسند ہیں اور برے اخلاق ناپسند ہیں۔

۲-مروی ہے: اللہ تعالیٰ کریم ہے، کرم وشرافت والے امور کو پسند کرتا ہے۔ وہ اچھے اخلاق کو پسند اور برے اخلاق کو ناپسند کرتا ہے۔ (امام جلال الدین سیوطی، جامع الصغیر، ج:۱، ص:۱۱۱)

۱۴-حسن اخلاق سے بہتر کوئی چیز نہ ہونا:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حسن اخلاق سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱-قبیلہ مزینہ کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے سوال کیا: یا رسول اللہ! مسلمان کو افضل ترین کس چیز سے نوازا گیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: حسن اخلاق سے۔

۲-حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: لوگوں کو سب سے بہتر کونسی چیز دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو حسن اخلاق سے بہتر کوئی چیز نہیں دی گئی یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے عمدہ چیز حسن اخلاق ہے۔

۳-ایک شخص نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! مسلمانوں کو سب سے بہتر کونسی چیز دی گئی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

اخلاق حسنہ، پھر سوال کیا: پھر کونسی چیز دی گئی؟ جواب میں فرمایا: قلب سیاہ اور شکل اچھی، اپنے آپ کو دیکھ کر خوش ہو جائے۔

(امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج:۶، ص:۲۳۵)

۱۵- حسن اخلاق میں برکت ہونا:

انسان کے حسن اخلاق میں برکت رکھی گئی ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عین برکت حسن اخلاق میں ہے۔

۱۶- دین، حسن اخلاق کا نام ہے:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دین، حسن اخلاق کا نام ہے۔ حضرت ابو العلاء بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے دریافت کیا: دین کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: حسن اخلاق، پھر اس نے دائیں طرف سے سوال کیا: دین کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: حسن اخلاق، اس نے بائیں طرف آ کر سوال کیا: دین کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: حسن اخلاق، اس نے پیچھے ہو کر سوال کیا: دین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم سمجھتے نہیں ہو؟ آپ نے اظہار ناراضگی نہ کیا۔ (اتحاف السادۃ شرح احیاء العلوم للغزالی، ج:۷، ص:۳۱۸)

۱۷- جس میں چار چیزیں ہوں وہ کامیاب رہا:

جو شخص چار چیزوں کا جامع ہو، پھر اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جائے وہ کامیاب رہا، ان چیزوں میں ایک حسن اخلاق ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں چار خصلتیں ہوں، اگر وہ دنیا سے رخصت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے: (۱) بات کی سچائی، (۲) امانت کی حفاظت، (۳) حسن اخلاق، (۴) حلال لقمہ۔

(المستدرک للحاکم، ج:۴، ص:۲۱۴)

۱۸- جو شخص تین امور سے محروم وہ سب اوصاف سے محروم:

جس شخص میں تین امور موجود نہ ہوں، وہ سب اوصاف سے محروم تصور کیا جائے گا۔ ان تین میں سے ایک حسن اخلاق ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں یہ تین امور نہ ہوں وہ اپنے کسی عمل میں اچھے کام کا ہرگز گمان نہ کرے: (۱) ایسا خوف خدا جو ممنوعات سے روک دے، (۲) ایسی بردباری جو بے راہ روی سے روک دے، (۳) عمدہ اخلاق نہ ہوں کہ لوگوں کے ساتھ زندگی گزار سکے۔

۱۹- دین میں حسن اخلاق مطلوب ہونا:

کلیدی طور پر حسن اخلاق دین میں مطلوب ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا: یہ وہ دین ہے جسے میں نے اپنے لیے منتخب کیا اور پسند فرمایا ہے۔ یہ دین سخاوت اور حسن اخلاق پر مشتمل ہے۔

۲۰-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی جھلک:

امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کثیر خصائل ،اوصاف اور اخلاق عالیہ کے جامع تھے۔آپ کے چند ایک اخلاق عالیہ حسب ذیل ہیں:

(۱) سب سے زیادہ بردبار ہونا، (۲) سب سے زیادہ شجاع و بہادر ہونا، (۳) سب سے زیادہ عادل ہونا، (۴) اپنی بیوی، کنیز اور محرم خاتون کے علاوہ کسی کو ہاتھ نہ لگانا، (۵) سب سے زیادہ سخی ہونا، (۶) خدمت میں پیش کی جانے والی دولت کو مکمل طور پر تقسیم کیے بغیر نہ جانا، (۷) ایک سال کے لیے معمولی وارزاں غذا (کھجوریں اور جو) حاصل کرنا، باقی سب کچھ تقسیم کر دینا، (۸) کسی سائل کو محروم نہ کرنا، (۹) سال پورا ہونے سے قبل خوراک ختم ہو جانے کی صورت میں صبر کرنا، (۱۰) نعلین شریفین کو اپنے ہاتھ سے گانٹھنا، (۱۱) اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگانا، (۱۲) گھریلو امور میں اہل خانہ کی معاونت کرنا، (۱۳) بازار سے سودا سلف خود خرید لانا، (۱۴) بکری کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہنا، (۱۵) اہل خانہ سے مل کر گوشت کاٹنا، (۱۶) سب سے بڑھ کر باحیا ہونا، (۱۷) آزاد اور غلام کی دعوت بلا امتیاز قبول کرنا، (۱۸) تحفہ پیش کرنے والے کو خود بھی نوازنا، (۱۹) زکوۃ وصدقہ قبول نہ کرنا، (۲۰) ہدیہ قبول کرنا، (۲۱) مسکین اور لونڈی کی دعوت قبول کرنے میں عار محسوس نہ کرنا، (۲۲) اپنی ذات کے لیے غصہ نہ کرنا، (۲۳) بھوک کے سبب اپنے شکم اطہر پر پتھر باندھنا، (۲۴) کھانے سے نقص نہ نکالنا، (۲۵) کھانا ناپسند ہونے کی صورت میں سکوت اختیار کرنا، (۲۶) حلال وطیب چیز کھانے سے احتراز نہ کرنا، (۲۷) عام اور سادہ لباس زیب تن کرنا، (۲۸) انگوٹھی استعمال کرنا، (۲۹) سواری پر اپنے پیچھے خادم یا دوسرے شخص کو سوار کرنا، (۳۰) بیماروں کی عیادت کرنا، (۳۱) نماز جنازہ میں شرکت کرنا بلکہ خود پڑھانا، (۳۲) تعزیت کے لیے تشریف لے جانا، (۳۳) فقراء کے ساتھ بیٹھنا، (۳۴) غرباء اور مساکین کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول کرنا، (۳۵) صلہ رحمی فرمانا، (۳۶) اشراف ورؤساء کو اپنے حسن اخلاق کے ساتھ مانوس کرنا، (۳۷) کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرنا، (۳۸) عذر پیش کرنے والے کا عذر قبول کرنا، (۳۹) حقیقت پر مبنی مزاح فرمانا، (۴۰) قہقہہ لگائے بغیر مسکرانا، (۴۱) اہل خانہ سے دوڑ میں مقابلہ کرنا، (۴۲) کسی کو برا بھلا نہ کہنا، (۴۳) خیر و برکت کی دعا کرنا، (۴۴) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی ملامت کرنے والے کو معاف کرنا، (۴۵) مختار افعال میں سے آسان کو اختیار کرنا، (۴۶) ضرورتمند شخص کی حاجت برآری کے لیے اٹھ کھڑے ہونا، (۴۷) سلام کہنے میں پہل کرنا، (۴۸) ملاقاتی سے از خود الگ نہ ہونا، (۴۹) مصافحہ کے وقت از خود کسی سے ہاتھ نہ چھڑانا، (۵۰) مصافحہ کرنے میں پہل کرنا، (۵۱) بیٹھتے اٹھتے ذکر خداوندی میں مصروف رہنا، (۵۲) قرابت و رضاعت کا رشتہ نہ ہونے کے باوجود آنے والے کے لیے اپنی چادر بچھانا وغیرہ۔

چند اخلاق رزیلہ اوران کا علاج

انسان بہت سے اخلاق رزیلہ کا ارتکاب کرتا ہے۔جس کے نتیجہ میں وہ نقصان کر بیٹھتا ہے اور اپنے قریبی احباب کو دشمن بنالیتا ہے۔ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہے:

۱-غصہ اور اس کی وعید:

بے موقع و بے محل بات بات پر اظہار ناراضگی یا غصہ کرنا مسلمان کی شایانِ شان ہرگز نہیں ہے، کیونکہ اس سے مذہبی اور اخلاقی نقصان ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے محل و بے موقع غصہ کرنے سے منع کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیں؟ آپ نے فرمایا: تم غصہ نہ کیا کرو، اس نے کئی بار اپنے سوال کا اعادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک ہی جواب تھا: تم غصہ نہ کیا کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقتور شخص وہ نہیں ہے جو دوسرے کو گرالے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے۔

ایک روایت میں ہے کہ غصہ کی حالت میں آدمی کو فوراً وضو کرنا چاہیے، کیونکہ غصہ شیطان کی طرف سے، شیطان آگ سے بنا ہے اور پانی کی وجہ سے آگ بجھ جاتی ہے۔

ایک روایت میں طبیب مطلق صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا علاج تجویز کرتے ہوئے فرمایا: اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو وہ بیٹھ جائے اور اگر بیٹھنے کی حالت میں غصہ آئے تو لیٹ جائے تا کہ غصہ ختم ہو جائے۔

۲-حسد اور اس کی مذمت:

کسی آسودہ حال شخص کو دیکھ کر دل ہی دل میں خیال کرنا کہ اس سے یہ نعمتیں چھن جائیں اور زوال پذیر ہو جائیں، حسد کہلاتا ہے۔ غصہ کی طرح حسد بھی بہت بڑا ناسور ہے، جس سے نفرت و کدورت اور عداوت جنم لیتی ہے۔ حسد کرنا بہت بڑا گناہ ہے، حاسد اللہ تعالیٰ پر معترض ہوتا ہے کہ اسے نعمتوں سے نوازا گیا ہے جبکہ مجھے اس سے محروم رکھا گیا ہے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کرنے سے منع فرمایا ہے، فرمایا: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ اے اللہ کے بندو! تم آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ! (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۲۵۵۹)

۳-لالچ اور اس کی وعید:

کسی کے پاس نعمت دیکھ کر یہ خیال کرنا کہ میری نعمت میرے پاس رہے، اس کی نعمت بھی میرے پاس آجائے اور وہ اس سے محروم ہو جائے، لالچ کہلاتا ہے۔ حسد کی طرح لالچ بھی بہت بڑا ناسور ہے، جس وجہ سے انسان ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آدمی کے پاس دو میدان سونے کے بھرے ہوئے ہوں، تو وہ تیسرے میدان کا بھی طالب رہے گا کہ وہ بھی اسے مل جائے۔ ابن آدم کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو شخص توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۱۰۴۸)

ایک روایت میں مذکور ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں:

(۱) امید (لالچ)، (۲) مال کی محبت۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۶۴۲۰)

۴- بخل اور اس کی مذمت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی دولت کو نہ اپنے استعمال میں لانا اور نہ دوسروں پر خرچ کرنے کو بخل یا کنجوسی کہا جاتا ہے۔ لالچ کی طرح بخل بھی ایک قابل مذمت ناسور ہے اور بخیل شخص اللہ تعالیٰ کو نہایت درجہ کا ناپسند ہے۔ روایات کے مطابق وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا بلکہ وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔

۱- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی شخص اللہ تعالیٰ کے قریب، جنت کے قریب، لوگوں کے قریب ہوگا اور جہنم سے دور رہے گا۔ بخیل اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور ہوگا اور جہنم کے قریب ہوگا۔ بیشک سخی جاہل، بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پیارا ہے۔ (امام ترمذی' جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۱۹۶۸)

۲- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(ایضاً، رقم الحدیث: ۱۹۷)

۳- ایک روایت میں مذکور ہے کہ مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں: (۱) بخل، (۲) بد اخلاقی۔ (ایضاً، رقم الحدیث: ۱۹۶۹)

۵- تکبر اور اس کی مذمت:

دوسروں کو حقیر و معمولی سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو بڑا تصور کرنا، تکبر کہلاتا ہے۔ بخل کی طرح تکبر بھی ایک متعدی ناسور ہے۔ متکبر شخص شیطان کا ترجمان ہوتا ہے، روئے زمین پر سب سے پہلے شیطان نے تکبر کیا، اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اپنے آپ کو نبی علیہ السلام سے افضل قرار دیا، جس کے نتیجہ میں تا قیامت لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا گیا۔

متکبر شخص کی مذمت و وعید متعدد احادیث میں آئی ہے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور جس آدمی کے دل میں رائی برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۹۱)

۲- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میدان حشر میں متکبرین کو اس حالت میں پیش کیا جائے گا کہ ان کی شکل و صورت انسانوں کی ہوگی، ان کے قد چیونٹیوں کے برابر ہوں گے، وہ ذلت و خواری میں گھرے ہوئے ہوں گے، جہنم کی طرف انہیں گھسیٹ کر لایا جائے گا اور جہنم کے جیل خانہ میں انہیں بند کر دیا جائے گا جس کا نام ''بولس'' ہے۔ وہ ایسی آگ میں داخل کیے جائیں گے جو تمام لوگوں کو بھی جلا دے گی، جس کا نام ''نارالانیار'' ہوگا اور ان لوگوں کو جہنمیوں کا پیپ پلایا جائے گا۔

(جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۲۵۰۰)

۳- ایک روایت میں مذکور ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی و تواضع کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بلند مرتبہ عطا کرے گا، جو آدمی اپنے آپ کو معمولی تصور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ لوگوں کی نظر میں بڑھا دے گا۔ اس کے برعکس متکبر شخص کو اللہ تعالیٰ

پست کرے گا، جو خود کو بڑا سمجھے گا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سامنے خنزیر کی طرح ذلیل وخوار کرے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۲۰۱۱)

۶-چغلی اور اس کی وعید ومذمت:

کسی کی بات سن کر دوسرے شخص کو بتانے کو چغلی کہا جاتا ہے۔ چغلی ایک متعدی ناسور ہے، چغلی اور چغل خور کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ عمل حرام ہے، کبیرہ گناہ ہے اور اس سے احتراز از بس ضروری ہے۔

چغلی اور چغل خور کی مذمت ووعید میں متعدد روایات وارد ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغلی کبائر میں سے ایک ہے۔ (الامام الذہبی، کتاب الکبائر، ص ۱۸۲)

۲-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغل خور آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۱۰۵)

۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ برا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے، جو ادھر اُدھر کی باتوں میں لگائی بجھائی کرکے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۱۸۰۲۰)

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغل خور کو آخرت سے قبل اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث ۲۱۶)

۷-غیبت اور اس کی مذمت:

کسی شخص کی عدم موجودگی میں دوسروں سے ایسی بات کہنا کہ اگر وہی بات اس کی موجودگی میں کی جائے تو وہ برا محسوس کرے، کو غیبت کہا جاتا ہے، خواہ وہ حقیقت پر مبنی ہو۔ چغلی کی طرح غیبت بھی متعدی مرض ہے، جس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے اور اس پر اصرار انسان (مسلمان) کو کفر کے قریب کر دیتا ہے۔

غیبت اور غیبت کرنے والے کی وعید ومذمت متعدد روایات میں بیان کی گئی ہے، اس کے چند شواہد حسب ذیل ہیں:

۱-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الغيبة اشد من الزنا ۔ ''غیبت زنا سے بڑا گناہ ہے۔''

غیبت کو زنا سے بڑا گناہ قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ زانی زنا کے بعد پریشان ہو جاتا ہے، اس عمل کو دوسروں سے چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے۔ اس کے برعکس غیبت کرنے والا اپنے عمل پر ڈٹا رہتا ہے، جھگڑا کرتا ہے، اپنے آپ کو سچا جبکہ دوسرے کو جھوٹا بنانے کی ناپاک کوشش کرتا ہے اور اس کا یہ نظریہ لڑائی جھگڑے بلکہ قتل وغارت تک پہنچا دیتا ہے۔

۲-قرآن کریم میں غیبت کی مذمت کے حوالے سے فرمایا گیا ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ (الحجرات:۱۲)

اور تم میں سے کوئی شخص کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرو گے۔

چھ قسم کے لوگوں کی غیبت جائز ہونا:

شرعی مقاصد کے پیش نظر چھ قسم کے لوگوں کی غیبت جائز ہے:

۱- مظلوم، سلطان عادل کے سامنے ظالم کے عیوب و نقائص بیان کر سکتا ہے تا کہ اس کی دادرسی یقینی بن سکے۔
۲- مستفتی، مفتی کے سامنے کسی کے عیوب بیان کر سکتا ہے تا کہ ان کی بنیاد پر فتویٰ دیا جا سکے۔
۳- برائی بیان کرنے والے شخص کے عیوب کسی مقتدر شخصیت یا صاحب اقتدار سے بیان کرنا تا کہ اس کی زبان کو لگام دی جا سکے۔
۴- مسلمانوں کے درمیان شر و فساد کے خاتمہ کے لیے کسی کے عیوب و نقائص بیان کرنا، تا کہ انتشار پر قابو پایا جا سکے مثلاً جھوٹے گواہوں، جھوٹے مفتیوں اور جھوٹے منصفوں وغیرہ کے عیوب نمایاں کرنا۔
۵- فاسق معلن کے عیوب و نقائص کو بیان کرنا جائز ہے مثلاً زانی، شرابی اور شراب خور وغیرہ تا کہ لوگ ان کے ہاتھوں نقصان سے محفوظ رہ سکیں۔
۶- کسی غیر معروف شخصیت کی پہچان کرانے کے لیے عیوب و نقائص بیان کرنا جائز ہے مثلاً محدثین کا طریقہ کار ہے کہ ایک نام کے متعدد راوی ہوں تو امتیاز کی غرض سے نام کے ساتھ اس کا عرف ذکر کر دیتے ہیں، جیسے: اعمش (چندھا)، اعمیٰ (اندھا)، اعرج (لنگڑا) اور احول (بھینگا) وغیرہ۔ نام کے ساتھ عرف بیان کرنے سے ان کی توہین و تذلیل ہرگز مقصود نہیں ہوتی بلکہ پہچان کرانا مقصود ہوتا ہے۔ (الصحیح للمسلم مع شرح نووی، ج:۱، ص:۳۲۲)

۸- بہتان اور اس کی سزا:

کسی نیک سیرت شخص پر جھوٹا الزام عائد کر دینے کو بہتان کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت ذلیل حرکت ہے اور گناہ کبیرہ بھی مثلاً کسی پاک دامن پر زنا کاری کا الزام عائد کر دینا جبکہ ملزم کو اس کا علم بھی نہ ہو۔ بہتان گر کے لیے شریعت نے سزا مقرر کی ہے کہ اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے، تاحیات وہ شخص مردود الشہادت قرار پائے گا اور قیامت کے دن اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ بہتان گری سے رکنا ضروری ہے ورنہ پورا معاشرہ عداوت و کدورت کا شکار ہو سکتا ہے۔

۹- جھوٹ کی مذمت:

کسی سے متعلق خلاف واقع بہت کہنے کو ''جھوٹ'' کہا جاتا ہے، بہتان کی طرح یہ ناسور بھی متعدی، کبیرہ گناہ اور کذاب (جھوٹ) کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۝ (آل عمران:۶۱) جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

جھوٹا شخص اس قدر ذلیل و خوار ہوتا ہے کہ اسے کوئی منہ نہیں لگاتا، اس کی سچی بات کو بھی کوئی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس کے احباب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور اس پر کوئی اعتماد نہیں کرتا۔

۱۰- عیب جوئی کی مذمت:

کسی شخص کے عیوب و نقائص کی تلاش میں رہنا اور دوسروں سے بیان کرنے کو ''عیب جوئی'' کہا جاتا ہے۔ جھوٹ اور بہتان

کی طرح عیب جوئی بھی قابل مذمت ناسور ہے اور اس کا شمار بھی کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مذمت میں فرمایا: وَلَا تَجَسَّسُوْا ۔ اور تم تجسس (عیب جوئی) نہ کرو۔

عیب جوئی کا مرتکب لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے، اس سے تعلقات متاثر ہوتے ہیں، اسے کوئی منہ لگانے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس سے لوگ احتراز کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور قیامت کے دن اس کے کانوں اور آنکھوں میں پگھلا ہوا شیشہ ڈالا جائے گا۔ لہٰذا خواتین و حضرات کو اس متعدی مرض سے مکمل اجتناب کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ دارین کی ذلت و خواری سے بچا جا سکے۔

۱۱- بدگمانی اور اس کی مذمت:

کسی کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہونے کو ''بدگمانی'' کہا جاتا ہے، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے، قرآن و حدیث میں اس کی وعیدو مذمت بیان کی گئی ہے اور اس سے بار بار منع کیا گیا ہے۔ اس ممانعت کی وجہ نفرت ہونے سے احتراز کرنا ہے۔ چنانچہ اس کی مذمت میں یہ ارشاد ربانی موجود ہے: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یعنی تم بدگمانی سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی حَیاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب **49**: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کا بیان

338- حَدَّثَنَا محمد بن غیلان حَدَّثَنَا ابو داوٗد حَدَّثَنَا شعبة عن قتادة قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بن اَبِی عتبة یحدث عَنْ اَبِیْ سعید الخدری قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَشَدَّ حَیاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِھَا وَ کَانَ اِذَا کَرِہَ شَیْئًا عَرَفْنَاہُ فِیْ وَجْھِہٖ ۔

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے زیادہ حیاء والے تھے اور جب آپ کو کوئی چیز ناپسند ہوتی، تو اس کا اندازہ آپ کے چہرے سے ہو جاتا تھا۔

339- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا سفیان عن منصور عن موسی بن عَبْدُ اللّٰہِ بن یزید الخطمی عن مولی العائشة قَالَ قَالَتْ عَآئِشَةُ مَانَظَرْتُ اِلٰی فَرْجِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَوْ قَالَتْ مَارَاَیْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَطُّ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام نے کہا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کی طرف نہیں دیکھا یا میں نے کبھی آپ کی شرمگاہ کو نہیں دیکھا۔

شرح

شرم وحیاء کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱-شرم وحیاء کا معنیٰ ومفہوم:

وہ کنواری لڑکی جس کی شادی ہونے والی ہوتی ہے، اسے گھر کے ایک کونے میں بٹھا دیا جاتا ہے، اسے کہتے ہیں ''مایوں بٹھانا'' وہ خواہ کتنی چالاک وہوشیار ہو مگر اب نہایت شرما کر بات کرتی ہے، صرف اغیار سے نہیں بلکہ اپنے ارکان خانہ سے بھی گفتگو کرتے ہوئے شرماتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس شرمیلی لڑکی سے بھی زیادہ شرم وحیاء کرتے تھے۔ شرم وحیاء انسان کا خاص وصف ہے، جتنا کسی کا ایمان قوی ہوگا اتنا ہی وہ زیادہ حیاء دار ہوگا۔

۲-حیاء ایمان کا حصہ ہونا:

بلاشبہ حیاء ایمان کا حصہ ہے اور اس سے الگ نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر (۷۰) سے زائد شاخیں ہیں، افضل ترین کلمہ طیبہ ہے، ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیاء ایمان کا حصہ ہے۔

۳-حیاء کا ایمان سے تعلق ہونا:

حیاء اور ایمان کا چولی دامن کا تعلق ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور قلت کلام دونوں ایمان سے ہیں۔

۴-حیاء کا دین سے تعلق ہونا:

حیاء کا جس طرح ایمان سے تعلق ہے، اسی طرح دین سے تعلق ہے۔ حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، حیاء کا تذکرہ شروع ہوگیا، لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا حیاء دین ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: پورا دین ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: حیاء، پاکدامنی اور قلت گفتگو ایمان سے ہیں۔

(امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج:۶، ص:۲۳۵)

۵-حیاء اور ایمان میں گہرا تعلق ہونا:

حیاء اور ایمان کے درمیان چولی دامن سے بھی گہرا تعلق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور ایمان دونوں ایک ساتھ ہیں، جب ایک رخصت ہوگا تو دوسرا بھی رخصت ہوگا۔

(امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج:۶، ص:۱۴۰)

۶-چیز میں حیاء باعث زینت ہونا:

حیاء جس چیز میں بھی ہو باعث زینت ہوتی ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برائی جس چیز میں ہو اسے عیب دار بنادیتی ہے اور حیاء جس چیز میں بھی ہو اس کے لیے باعث زینت ہوتی ہے۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۳۰۸)

۷-حالت حیاء میں ہلاک نہ ہونا:

جو شخص صاحب حیاء ہو، اسی حالت میں اللہ تعالیٰ اسے ہلاک نہیں کرتا بلکہ ہلاکت کا ارادہ ہو تو اس سے حیاء کو نکال دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو ہلاک کرنے کا قصد فرماتا ہے تو اس سے حیاء کو نکال لیتا ہے۔(علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ص:۴۰۰)

۸-بے حیاء بے ایمان:

جو شخص بے حیاء ہو وہ صاحب ایمان نہیں ہوسکتا، کیونکہ بے حیائی اور ایمان دونوں کا جمع ہونا ممکن نہیں ہے۔حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء ایمان کا حصہ ہے اور جس میں حیاء نہیں اس میں ایمان نہیں ہے۔(علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۹۸)

۹-حیاء اللہ تعالیٰ کو پسند ہونا:

اللہ تعالیٰ کے ہاں دو خصلتیں زیادہ پسند ہیں: ایک بردباری اور دوسری حیاء ہے۔حضرت اشج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تم میں دو خصلتیں ایسی موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں: (۱) بردباری، (۲) حیاء۔ میں نے دریافت کیا: یہ پہلے سے تھیں یا اب موجود ہوئی ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے سے تھیں۔(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۳۰۸)

۱۰-حیاء کا تعلق ایمان سے اور ایمان کا تعلق جنت سے ہونا:

حیاء، ایمان اور جنت کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء کا تعلق ایمان سے ہے اور ایمان کا تعلق جنت سے ہے۔(امام ترمذی، جامع ترمذی، ج:۲، ص:۲۱)

۱۱-ایمان کا حیاء کے لیے باعث زینت ہونا:

ایمان، حیاء کے لیے باعث زینت ہوتا ہے۔حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایمان مکمل طور پر خالی ہے، تقویٰ اس کا لباس ہے، شرم وحیاء اس کی زینت ہے اور مال اس کا نفقہ ہے۔

۱۲-حیاء، جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی ہے:

حیاء ایسا وصف ہے جس میں موجود ہو، اسے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کردیتی ہے۔حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے

منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور قلت گوئی دونوں امور کا تعلق ایمان سے ہے اور یہ دونوں جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرنے والے ہیں۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۳۹۸)

۱۳- حیاء کا بھلائی ہونا:

حیاء سراپا بھلائی ہی بھلائی ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء مکمل طور پر خیر ہے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۶۶۱)

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں: حیاء خیر کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حیاء وقار اور سکینہ کا سبب ہے۔ (الصحیح للبخاری، ج ۲، ص ۹۰۳)

۱۴- حیاء کا اسلام کے نفیس اخلاق میں سے ایک ہونا:

اسلام کے عمدہ اخلاق میں سے ایک ممتاز حیاء ہے۔ حضرت طلحہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مذہب کے عمدہ اخلاق و عادات ہیں، اسلام کے عمدہ اخلاق و عادات میں سے ایک حیاء ہے۔

(مطالب عالیہ، ج ۲، ص ۴۰۹)

۱۵- حیاء کو سب سے پہلے اٹھائے جانا:

اسلام کے عمدہ اخلاق و عادات میں سے شرم و حیاء کو سب سے قبل اٹھایا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلی چیز جو امت سے اٹھائی جائے گی وہ حیاء اور ایمان ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ان دونوں کا سوال کرو۔ (مطالب عالیہ، ج ۲، ص ۴۰۸)

۱۶- حیاء میں کمی کفر کا نقطہ آغاز ہونا:

حیاء میں کمی کفر کا نقطہ آغاز ہو سکتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء میں کمی کفر ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے: جو شخص شرم و حیاء سے کام نہیں لیتا وہ کافر ہے۔ (مکارم خرائطی، ص ۹۱)

۱۷- حیاء انبیاء کرام علیہم السلام کی عادت ہونا:

کسی بھی معاملہ میں شرم و حیاء سے کام لینا حضرات انبیاء علیہم السلام کی عادت سے ہے۔ حضرت عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ امور حضرات انبیاء علیہم السلام کی عادات میں شامل ہیں:

(۱) شرم و حیاء، (۲) تحمل و بردباری، (۳) پچھنے لگوانا، (۴) مسواک استعمال کرنا، (۵) عطر استعمال کرنا۔

(امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج ۶، ص ۱۳۶)

۱۸- مکارم اخلاق کی بنیاد حیاء ہے:

مکارم اخلاق کی بنیاد شرم وحیاء ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: مکارم اخلاق دس ہیں، ان میں اصل حیاء ہے۔ (ایضاً، ج:۵،ص:۱۳۸)

۱۹- حیاء نہیں تو جنت نہیں:

حیاء اور جنت کا باہم گہرا تعلق ہے، جس میں حیاء نہیں ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں حیاء نہیں اس میں دین نہیں اور جس میں حیاء نہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا،ص:۸۶)

۲۰- اللہ تعالیٰ سے شرم وحیاء کرنا:

دنیوی اور اخروی معاملات میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے شرم وحیاء کرنی چاہیے۔ حضرت ابوسعید بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے نصیحت کا طالب ہوا، آپ نے فرمایا: میں تمہیں تقویٰ کی نصیت کرتا ہوں اور اس بات کی بھی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے اس طرح شرم وحیاء کرو جس طرح اپنی قوم کے کسی نیک آدمی سے کرتے ہو۔ (امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج:۶،ص:۱۴۶)

۲۱- حیاء ختم ہونے پر جو چاہے کرے:

جس شخص سے حیاء کا خاتمہ ہو جائے تو پھر وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سابق انبیاء علیہم السلام کے نصائح میں سے ہے کہ جب تم سے شرم وحیاء باقی نہ رہے تو جو چاہو گناہ کرتے پھرو۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲،ص:۹۰۲)

۲۲- جس زمانہ میں حیاء اٹھ جائے گی اس سے پناہ کی دعا کرنا:

سب سے برا دور وہ ہوگا جس میں حیاء نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، اس سے پناہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی:

اللھم لایدرکنی اولا ادرک زمان قوم لا یتبعون العلیم ولا یستحیون من العلیم قلوبھم قلوب الاعاجم والسنتھم السنة العرب ۔

اے پروردگار! ان لوگوں کا زمانہ مجھے میسر نہ آئے جس میں علماء کی پیروی نہ کی جاتی ہو، کسی نیک بردبار سے شرم وحیاء نہ کی جاتی ہو، ان کے دل عجمیوں کی طرح اور ان کی زبان اہل عرب کی طرح ہو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي حَجَامَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 50: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنے لگوانے کا بیان

340- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن جعفر عن حمید قَالَ سئل انس بن مالك عن کسب الحجام فقال انس اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَجَمَهُ ابو طیبة فَاَمَرَلَهُ بِصَاعَيْنِ من طَعَامٍ وَ كَلَّمَ اَهْلَهُ فَوَضَعُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهٖ وَقَالَ اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحَجَامَةُ اَوْ اِنَّ مِنْ اَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحَجَامَةُ .

◆◆ حضرت حمید رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پچھنے لگانے والے کی کمائی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے، حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو پچھنے لگائے تھے، آپ نے انہیں دو صاع اناج دینے کا حکم دیا' اور ان کے مالک کے ساتھ بات کی' تو ان کے مالک نے ان کی ادائیگی میں کمی کر دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جو علاج کرتے ہو ان میں سب سے بہترین پچھنے لگوانا ہے۔

341- حَدَّثَنَا عمر بن علی حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا ورقاء بن عمر عن عبد الاعلیٰ عن ابی جمیلة عن علی اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَ اَمَرَنِيْ فَاَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ .

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے، آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے پچھنے لگانے والے کو اس کا معاوضہ ادا کیا۔

342- حَدَّثَنَا هارون بن اسحٰق الهمدانی حَدَّثَنَا عبدة عن سفیان الثوری عن جابر عن الشعبی عن ابن عباس اظنه قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِحْتَجَمَ فِي الْاَخْدَعَيْنِ وَ بَيْنَ الْكَتِفَيْنِ وَ اَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهٖ .

◆◆ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کیا ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کی دونوں جانب موجود رگوں اور دونوں کندھوں کے درمیان پچھنے لگوائے، پھر آپ نے پچھنے لگانے والے کو اس کا معاوضہ ادا کیا۔ اگر یہ حرام ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے عطا نہ کرتے۔

343- حَدَّثَنَا هارون بن اسحاق حَدَّثَنَا عبدة عن ابن اَبِیْ لیلیٰ عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَعَا حَجَّامًا فَحَجَمَهٗ وَسَاَلَهٗ كَمْ خَرَاجُكَ فَقَالَ ثَلٰثَةُ اٰصُعٍ فَوَضَعَ عَنْهُ صَاعًا وَّ اَعْطَاهُ اَجْرَهٗ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے والے کو بلوایا، اس نے آپ کو پچھنے لگائے۔ آپ نے اس سے دریافت کیا: تم کتنا تاوان ادا کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: تین صاع، تو آپ نے اس

کاایک صاع معاف کروادیا اور اس کا معاوضہ بھی ادا کیا۔

344- حَدَّثَنَا عبد القدوس بن محمد العطار البصری حَدَّثَنَا عمرو بن عاصم حَدَّثَنَا همام وجریر بن حازم قَالَا حَدَّثَنَا قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي الْاَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ وَكَانَ يَحْتَجِمُ بِسَبْعِ عَشْرَةَ وَتِسْعِ عِشْرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کی دونوں جانب رگوں اور کندھوں پر پچھنے لگوائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سترہ (۱۷) یا انیس (۱۹) یا اکیس (۲۱) تاریخ کو پچھنے لگوائے تھے۔

345- حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا عبد الرزاق عن معمر عن قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِمَلَلٍ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پچھنے لگوائے تو اس وقت آپ ''ملل'' مقام پر حالت احرام میں تھے، آپ نے پاؤں کی پشت پر پچھنے لگوائے۔

شرح

پچھنے لگوانے کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ا- پچھنے لگوانا جائز ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء سابقین علیہم السلام کے طرق علاج میں سے ایک پچھنے لگوانا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے، لگانے والے کو اس کی اجرت دی اور ارباب فن کی تحسین وتوصیف فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہ غلام سے پچھنے لگوائے، اس کا مختصر تعارف یوں ہے: اس کا اصل نام: نافع یا دینار تھا، لقب: میسرہ تھا، قبیلہ بنو بیاضہ کا غلام تھا، مالک کا نام محیصہ بن مسعود انصاری تھا۔ یہ غلام فصد لگانے میں مہارت تامہ رکھتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی امور کے حوالے سے اس پر شفقت فرمائی: (۱) اس کے فن کو قابل اعتماد قرار دیا، (۲) مالک سے سفارش کر کے جمع کرائی جانے والی یومیہ رقم میں کمی کرائی، (۳) اس کے فن کی تحسین فرمائی، (۴) اس کی اجرت بروقت ادا فرمائی۔

اس حدیث سے چند مسائل ثابت ہوئے:

(۱) برص کا علاج کرانا جائز ہے۔ (۲) معالج کو اجرت دینا جائز ہے۔ (۳) مالی بوجھ کم کرانا جائز ہے۔ (۴) پچھنے لگوانا جائز ہے۔ (۵) فصد کی اجرت دینا لینا جائز ہے۔

سوال: بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ فصد لگوانا ناجائز اور اس کی اجرت دینا بھی منع ہے جبکہ پہلی حدیث باب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے؟

جواب: (۱) ممانعت والی روایات منسوخ ہیں۔

(۲) ممانعت والی احادیث کراہت تنزیہی پر محمول ہیں۔

(۳) اثبات والی احادیث مبارکہ بیان جواز پر محمول ہیں۔

۲-حجامت اور فصد میں فرق:

محدثین کرام نے حجامت اور فصد میں فرق کی وضاحت کی ہے: (۱) حجامت: سنگی کے ذریعے خون نکالنے کو کہا جاتا ہے۔

(۲) فصد: پچھنے سے خون نکالنے کو کہا جاتا ہے۔

۳-تواریخ کے تعین کرنے کی وجہ

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی ماہ کی سترہ (۱۷)، انیس (۱۹) اور اکیس (۲۱) تواریخ کو پچھنے لگواتے تھے۔ ان تواریخ میں پچھنے لگوانے میں حکمت یہ تھی کہ ماہ کے ابتدائی ایام میں خون میں جوش ہوتا ہے، پچھنے لگوانے سے زیادہ خون بہہ جانے کا امکان ہوتا ہے جبکہ ماہ کے آخری ایام میں خون میں سکون ہوتا ہے جن میں پچھنے لگوانے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس لیے تقریباً درمیان والے ایام کا تعین کیا گیا ہے۔ یاد رہے اسلامی ماہ کی تواریخ کا اعتبار کیا جائے گا۔

سوال: پچھنے لگوانے کی تواریخ کا تعین تو سامنے آ گیا مگر ایام کی وضاحت و تعین ضروری ہے؟

جواب: پچھنے کسی بھی دن لگوائے جا سکتے ہیں مگر بہترین ایام یہ ہیں:

(۱) جمعرات، (۲) پیر، (۳) منگل۔ تاہم جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے دن فصد نہ کرایا جائے۔ اسی طرح بدھ کے دن بھی فصد نہ کروایا جائے، کیونکہ اس دن کوڑھ کا مرض لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔

فائدہ نافعہ:

تواریخ کے تعین کرنے کا بنیادی مقصد طاق عدد کو ترجیح دینا ہے جس کی فضیلت روایات میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴-فصد کروانے کے فوائد:

پچھنے جسم کے کسی بھی حصہ میں لگوائے جا سکتے ہیں، اس سے کثیر طبی فوائد حاصل ہوتے ہیں، جن میں سے دو حسب ذیل ہیں:

(۱) سر میں فصد کرانے سے جذام، جنون، برص، زیادتی نیند اور دانتوں کی تکالیف وغیرہ امراض سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

(۲) فصد کرانے سے دردسر دور ہوتی ہے، آنکھوں سے دھند کا خاتمہ ہوتا ہے اور قوت حافظہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ وغیرہ

۵-اجرت کے جواز وعدم جواز کا اصول:

جس طرح پچھنے لگانے والے کو اجرت دینا جائز ہے اسی طرح اس کا اجرت وصول کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ مثال کے طور پر سود، زنا کی اجرت، نجومی کی فیس، رشوت، تصویر سازی اور گانے کی اجرت لینا حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے۔ اپنی عزت و ناموس کو بچانے کے لیے، قیدی کو قید سے چھڑانے کے لیے اور اپنی ہجو سے کسی کا منہ بند کرنے کے لیے رشوت دینا جبکہ اس کے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو، دینے والے کے لیے گناہ نہیں ہے مگر لینے والے کے لیے گناہ

گناہ اور حرام ہے۔ (علامہ زین الدین بن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص ۱۳۲)

فائدہ نافعہ:

طبیب حاذق کے مشورہ کے بغیر پچھنے ہرگز نہ لگوائے جائیں، ہمیں اپنے آپ کو اہل عرب پر قیاس نہ کرنا چاہیے کیونکہ ان کے اور ہمارے امراض میں فرق ہے۔ تاہم اس بات میں شک نہیں کہ پچھنے لگوانا کثیر امراض کا علاج ہے۔

۲۔ پچھنے لگوانے کے جسمانی حصے:

پچھنے لگوانے کا بنیادی مقصد علاج ہے، یہ جسم کے کسی بھی حصہ میں لگوائے جا سکتے ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اپنے کندھوں کے درمیان دونوں رگوں میں لگواتے تھے اور ایک دفعہ حالت احرام میں اپنے پاؤں پر لگوائے تھے۔ چونکہ رگوں کا تعلق پورے جسم کے خون کے ساتھ ہوتا ہے، اس طرح یہ عمل پورے جسم کے لیے مفید و نافع ثابت ہوسکتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي اَسْمَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب **51**: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ کا بیان

346- حَدَّثَنَا سعيد بن عبد الرحمٰن المخزومي و غير واحد قالوا حَدَّثَنَا سفيان عن الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الذي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَ اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ۔

◆◆ حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے مخصوص نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں مٹانے والا ہوں، میرے ذریعے اللہ کفر کو مٹادے گا اور میں حشر کرنے والا ہوں۔ لوگوں کو میرے قدموں میں اکٹھا کیا جائے گا، میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

347- حَدَّثَنَا محمد بن طريف الكوفي حَدَّثَنَا ابوبكر بن عياش عن عاصم عَنْ اَبِيْ وائل عن حذيفة قَالَ لَقِيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَة فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَ نَبِيُّ التَّوْبَةِ وَ اَنَا الْمُقَفّٰى وَ اَنَا الْحَاشِرُ وَ نَبِيُّ الْمَلَاحِمِ

حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا النضر بن شميل حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ عن عاصم عن زرٍ عن حذيفة عن النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نحوه بمعناه هٰكَذَا قَالَ حماد بن سَلْمَةَ عن عاصم عن زرٍ عن حذيفة۔

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ منورہ کے ایک راستے میں ملاقات

ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں، میں ''احمد'' ہوں، میں ''نبی رحمت'' ہوں، میں ''نبی توبہ'' ہوں، میں ''مقفی'' ہوں، میں ''حاشر'' ہوں، اور میں ''نبی ملاحم'' ہوں۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد سے بھی منقول ہے۔

شرح

اسماء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نفیس بحث

۱-احادیث باب میں مذکور اسماء گرامی کے مطالب ومفاہیم:

احادیث باب میں مذکور اسماء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالب حسب ذیل ہیں:

۱-محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

لفظ ''محمد'' کا معنیٰ ہے: وہ ذات جس کی تعریف بار بار کی جائے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین میں اسم ذاتی ہے، بلاشبہ آپ کی تعریف پوری دنیا میں ہو رہی ہے، یہ تعریف نماز، اذان، تلاوت قرآن اور نعت خوانی کی صورت میں ہو رہی ہے۔ قیامت کے دن بھی آپ کی تعریف ہوگی، حساب کتاب تو چند گھنٹوں میں مکمل ہو جائے گا اور باقی پچاس سال آپ کی نعت وتوصیف میں گزریں گے۔ یہ مضمون آپ کے اسم گرامی سے ماخوذ ہے۔

۲-احمد صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ اسم تفضیل واحد مذکر کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: وہ ذات جو اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد وثناء بیان کرنے والی۔ آپ پیدائش سے لے کر وصال تک اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں رطب اللسان رہے، اپنی امت کو اس کا درس دیا، ایک لمحہ بھی غفلت میں نہیں گزارا اور آپ سے بڑھ کر کوئی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے والا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

۳-الماحی صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ فعل ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: مٹانے والا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کفر حرف غلط کی طرح مٹ گیا اور اسلام کی روشنی پوری روئے زمین پر پھیل گئی۔ جب آپ نے اعلان نبوت کیا تو چند افراد کے علاوہ سب دشمن بن گئے، آپ حق کا پرچم لے کر نکلے تو کسی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھتے گئے، خواہ آپ کو سرزمین مکہ معظمہ سے ہجرت کرنا پڑی مگر اپنے پروگرام میں کمی نہیں آنے دی۔ بالآخر حق اور اسلام کو اتنا عروج ہوا کہ تا قیامت اسے کوئی ختم نہیں کرسکتا۔

۴-حاشر صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ بھی فعل ثلاثی مجرد سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: جمع کرنے والا، چونکہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے قبل قبر سے برآمد ہوں گے، لوگ اٹھا کر آپ کے حضور پیش کیے جائیں گے، آپ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے

حضور شفاعت کریں گے، جو قبول کی جائے گی اور حساب کتاب شروع ہو جائے گا جبکہ آسان بھی۔

۵- عاقب صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ بھی فعل ثلاثی مجرد سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: آخر میں آنے والا، چونکہ آپ انبیاء علیہم السلام کے آخر میں تشریف لائے اس لیے آپ کا یہ نام تجویز کیا گیا ہے، جس طرح آپ اول ہیں اسی طرح آخر بھی ہیں، اول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے فیضان سے لوح و کرسی، ملائکہ اور انبیاء وغیرہ کی تخلیق ہوئی۔ عاقب کا مطلب یہ ہوا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب آخری کتاب، امت آخری امت، زمانہ آخری زمانہ ہے بالکل اسی طرح آپ کی نبوت آخری نبوت ہے۔ آپ نے واضح طور پر فرمایا: میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔

۶- نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت بن کر دنیا میں تشریف لائے، قرآن نے اعلان کیا: کوئی شخص ظلم و گناہ کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے، وہ اپنے گناہ کی معافی مانگے اور آپ بھی اس کے لیے مغفرت ذنوب کی سفارش کر دیں تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا، مزید فرمایا گیا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ o اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنوں اور بیگانوں سب کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔

۷- نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کر لے، پھر اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے، آپ کی بارگاہ میں (خواہ زندگی میں یا بعد از وصال) حاضر ہو کر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے، آپ کے وسیلہ سے کی گئی دعا رد نہیں کی جاتی یا آپ کی دعا اس کے حق میں رد نہیں کی جاتی ہے۔

۸- المقفی صلی اللہ علیہ وسلم:

لفظ ''مقفی'' العاقب کے معنیٰ کے ساتھ ہے اور اس کی تشریح گزر چکی ہے۔

۹- نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم:

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے نبی، جہاد کا مطلب ہے: **اعلاء کلمۃ الحق** کی کوشش کرنا، چونکہ مجاہد اپنی قوت کے ساتھ کلمہ حق کو بلند کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لیے اسے ''مجاہد'' کہا جاتا ہے، مجاہد یا کلمہ حق بلند کرنے والے کے لیے ''میدان جہاد'' میں ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ مقصد تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ کلمہ حق اور اسلام کی سربلندی کے لیے گزرا تو آپ سے بڑھ کر ''مجاہد'' کون ہو سکتا ہے؟ اس طرح بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ''نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم'' ہوئے۔

۲-اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد:

اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد کاتعین کرنا دشوار ہے، کیونکہ اس بارے میں کوئی ایک روایت یا ایک قول موجودنہیں ہے بلکہ مختلف روایات اور مختلف اقوال ہیں۔اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد کے حوالے سے اقوال حسب ذیل ہیں:

(۱)اسماء باری تعالیٰ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءگرامی کی تعداد ننانوے(۹۹) ہے۔

(۲)حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد تیس(۳۰) ہے۔

(۳)بعض علماء کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءگرامی کی تعداد تین سو(۳۰۰) ہے۔

(۴)بعض علماء کی تحقیق کے مطابق اسماءگرامی چارسو(۴۰۰) ہیں۔

(۵)امام ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق جس طرح اسماءالحسنٰی کی تعداد ایک ہزار(۱۰۰۰) ہے اسی طرح اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد ایک ہزار(۱۰۰۰) ہے۔

۳-اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وبرکات:

جس طرح ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بابرکات اور صاحب فضیلت ہے اسی طرح آپ کے اسماءگرامی بھی بابرکت ہیں۔ اسماءگرامی میں سے اصل اسم''محمد'' ہے اور یہ نام آپ کے دادا جان عبدالمطلب نے تجویز کیا تھا،لوگوں نے ان سے اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: میں نے اپنے پوتے کا یہ نام اس امید پر تجویز کیا ہے کہ تمام دنیا والے اس کی توصیف میں رطب اللسان رہیں۔ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے اپنے پوتے کا یہ نام اس لیے رکھا ہے تاکہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ اس کی تعریف وتوصیف کرے اور زمین پر دنیا والے رطب اللسان رہیں۔

اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وبرکات کے حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا،اس نے میری محبت اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کا نام''محمد'' رکھا تو وہ(باپ) اور اس کا لڑکا دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔

(امام علی متقی،کنز العمال،رقم الحدیث ۴۵۲۱۵)

۲-حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب بچے کا نام''محمد'' رکھو تو نہ اسے مارو اور نہ محروم رکھو۔

۳-ایک خاتون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی،اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ہاں اولاد زندہ نہیں رہتی؟ آپ نے فرمایا: تم اس بات کا التزام کرلو کہ اگر اللہ تعالیٰ اب بچہ عطا کرے گا تو اس کا نام''محمد'' رکھوں گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔اللہ تعالیٰ نے اسے بچہ عطا کیا جو زندہ رہا۔

۴-تم میں سے کسی کا کیا نقصان ہے کہ اگر اس کے گھر میں ایک محمد ہو یا دو محمد ہوں یا تین محمد ہوں؟(یعنی اہل خانہ میں سے جتنے بھی اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم والے لوگ ہوں گے باعث خیر وبرکت ہوں گے)

۵-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن دو آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے، ان میں سے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا محمد ہوگا، حکم ہوگا کہ انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے، وہ عرض کریں گے: یا اللہ العالمین! ہمیں بتایا جائے کہ ہمیں کس نیک عمل کے انعام میں جنت میں بھیجا جا رہا ہے جبکہ ہم نے اہل جنت والا کوئی کام نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جنت میں داخل ہو جاؤ، کیونکہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہوگا اسے جہنم میں داخل نہیں کروں گا۔

۶-حدیث معضل میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی یہ اعلان کرے گا: اے محمد! کھڑے ہو جاؤ اور جنت میں بغیر حساب داخل ہو جاؤ، یہ اعلان سن کر ہر وہ شخص کھڑا ہو جائے گا جس کا نام "محمد" ہوگا، یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ حکم اسے ہوا ہے۔ پس (اسم) محمد کی برکت وعظمت کے سبب کسی کو بھی نہیں روکا جائے گا۔

۷-جس گھر میں دسترخوان پر بیٹھ کر لوگ کھانا کھائیں، ان میں سے کوئی "محمد" نامی ہو، تو ایک دن میں اس مکان پر دو بار اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

۸-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ہاں تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام بھی "محمد" نہ ہو، تو وہ جاہل ہے (مسلمان ہونے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے کہ تینوں کا نام آپ کے اسم گرامی پر ہو یا کم از کم ایک کا نام تو آپ کے نام پر ضرور ہونا چاہیے تھا' لیکن یہ اس سعادت سے محروم ہے اور یہی ان کے جاہل ہونے کی علامت ہے۔ جہالت ایک لاعلاج اور متعدی مرض ہے)

۹-ایک روایت میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر چکر لگاتے رہتے ہیں، ان کی عبادت یہ ہے کہ جس گھر میں "محمد" نامی کوئی آدمی ہو، اس کی بلکہ تمام اہل خانہ کی نگرانی (حفاظت) کرنا۔

۱۰-ایک روایت میں منقول ہے کہ جس گھر میں "محمد" نامی کوئی فرد موجود ہو، اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

۴-بچوں کے نام تجویز کرنے کے حوالے سے چند اہم مسائل:

بچوں کے نام تجویز کرنے کے حوالے سے چند اہم مسائل حسب ذیل ہیں:

☆ اپنے بچوں کا نام غیر مسلم مشاہیر یا اداکاروں یا کھلاڑیوں کے نام پر ہرگز نہ رکھا جائے تاکہ قیامت کے دن ذلت وخواری سے بچا جا سکے جب اولاد کو ان لوگوں کے نام پر پکارا جائے گا۔ بچوں کے اچھے نام رکھنے کے حوالے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے اباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، لہٰذا تم اچھے نام تجویز کرو۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۹۲۸)

☆ ہمارے ہاں بچوں کے نام تجویز کرنے کے حوالے سے یہ رسم چل نکلی ہے کہ دادا دادی یا نانا نانی یا چچا وغیرہ کو یہ ذمہ داری تفویض کی جاتی ہے کہ وہ جو چاہیں نام رکھ سکتے ہیں۔ اسلامی احکام ومسائل سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ مختلف مشاہیر کے نام پر نام تجویز کر دیتے ہیں، ایسے گھر خیر وبرکت سے محروم اور بچے کی زندگی پر تاثیر اسم کے اچھے نتائج (اثرات) مرتب نہیں ہوتے۔

لہٰذا اچھا نام تجویز کرنے کے لیے علماء ربانیین سے رابطہ قائم کرنا چاہیے اور ان کی تجویز کو اولیت دینا چاہیے۔

☆ بچوں کے نام مسلم وغیر مسلم مشاہیر کے نام پر تجویز کرنے سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء، صالحین، علماء ربانیین اور مسلمان فاتحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ناموں پر تجویز کیا جائے تاکہ بچے کی شخصیت پر اسم کی تاثیر نمایاں ہو۔ اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے: تم انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھو۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۹۵۰)

☆ بچوں کے نام بگاڑ کر، ان کو برے القاب سے پکارنے اور بری کنیت سے مخاطب کرنے سے احتراز کیا جائے بلکہ بروقت ان کے لیے اچھی کنیت کا انتخاب کیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بچوں کی کنیت تجویز کرنے میں جلدی کرو کہ کہیں ان کے (برے) القابات نہ پڑ جائیں۔ (امام علی متقی، کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۵۲۲۲)

☆ بچوں کے لیے اچھے نام تجویز کیے جائیں، قدیم برے ناموں سے احتراز کیا جائے، برے ناموں والے بچوں کے نام تبدیل کر دیے جائیں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی برے ناموں کو اچھے ناموں سے تبدیل کر دیتے تھے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برے ناموں کو بدا تے تھے۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۸۳۸)

ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جس کا نام عاصیہ (نافرمان) تھا، آپ نے اس کا نام تبدیل کر کے ''جمیلہ'' رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نام ''برہ'' تھا، آپ نے تبدیل کر کے ''جویریہ'' رکھ دیا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۱۴۰)

☆ عبدالمصطفیٰ، عبدالنبی اور عبدالرسول نام تجویز کرنے میں نسبت مقصود ہے۔ عبد کے دو معانی ہو سکتے ہیں:

(۱) بندہ، (۲) غلام۔ لہٰذا یہ نام تجویز کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسی طرح غلام محمد، غلام صدیق، غلام فاروق، غلام علی اور غلام حسین وغیرہ ناموں میں بھی لفظ غلام کی نسبت انبیاء اور صالحین کی طرف کی گئی ہے، یہ بھی درست ہے۔ محمد بخش، احمد بخش، پیر بخش وغیرہ ناموں میں نبی یا ولی کے نام کے ساتھ ''بخش'' کا لفظ ملایا گیا ہے، بھی درست ہے۔

(صدر الشریعہ، علامہ محمد امجد علی اعظمی، بہار شریعت، حصہ: ۱۶، ص: ۲۱۲)

☆ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دو نام نہایت محبوب ہیں: (۱) عبداللہ، (۲) عبدالرحمٰن۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ناموں میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۱۳۲)

☆ ختنہ کرنے کی مدت سات (۷) سال سے بارہ (۱۲) سال تک ہے۔ ساتویں دن ختنہ کرنا بہتر ہے، کیونکہ اس موقع پر بہتر طریقہ سے گوشت اگ کر زخم مکمل ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص اپنے بچے کا ختنہ ساتویں روز نہ کر سکا تو بعد میں بھی مدت کے اندر کرا سکتا ہے اور ختنہ کرانا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی عَیْشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 52: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ حیات کا بیان

348– حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بن سعید حَدَّثَنَا اَبُوْ الاحوص عن سماك بن حرب قَالَ سَمِعْتُ النعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ اَلَسْتُمْ فِیْ طَعَامٍ وَ شرابٍ مَاشِئْتُمْ لَقَدْ رَأَیْتُ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَمَا یَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا یَمْلَاُ بَطْنَهٗ .

◆◆ حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: آج تم لوگ جو چاہتے ہو وہ کھا پی نہیں لیتے؟ میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے پاس عام کھجوریں بھی اتنی نہیں ہوتی تھیں، جن کے ذریعے آپ اپنا پیٹ بھر لیں۔

349– حَدَّثَنَا هارون ابن اسحٰق حَدَّثَنَا عبدة عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قَالَتْ اِنْ کُنَّا اٰلُ مُحَمَّدٍ نَمْکُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ اِنْ هُوَ اِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ .

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ایک مہینہ ایسا گزار دیتے تھے کہ ہم آگ نہیں جلاتے تھے، ہمارے پاس کھانے کے لیے صرف کھجوریں اور پانی ہوتا تھا۔

350– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زیاد حَدَّثَنَا سیار حَدَّثَنَا سهل بن اسلم عَنْ یَزِیْدَ بن اَبِیْ منصور عن انس عَنْ اَبِیْ طلحة قَالَ شکونا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ بَطْنِهٖ عَنْ حَجَرَیْنِ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ مِنْ حدیث اَبِیْ طَلْحَةَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْه وَ مَعْنٰی قَوْلِهٖ وَ رَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ کَانَ اَحَدُهُمْ یَشُدُّ فِیْ بَطْنِهِ الْحَجَرَ مِنَ الْجَهْدِ وَالضَّعْفِ الَّذِیْ بِهٖ مِنَ الْجُوْعِ .

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی، ہم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو اس پر ایک، ایک پتھر بندھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے یہ روایت غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند کے ساتھ جانتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ ہم نے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو پتھر بندھا ہوا تھا۔ وہ بھوک اور مشقت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔

351– حَدَّثَنَا محمد بن اسمٰعیل حَدَّثَنَا اٰدم بن اَبِیْ ایاس حَدَّثَنَا شیبان اَبُوْ معاویة حَدَّثَنَا عبد الملك بن عمیر عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بن عبد الرحمٰن عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَاعَةٍ لَا

یَخْرُجُ فِیْهَا وَلَا یَلْقَاهُ فِیْهَا اَحَدٌ فَاَتَاهُ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ یَا اَبَابَكْرٍ فَقَالَ خَرَجْتُ اَلْقٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنْظُرُ فِیْ وَجْهِهٖ وَالتَّسْلِیْمُ عَلَیْهِ فَلَمْ یَلْبَثْ اَنْ جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ مَاجَاءَ بِكَ یَا عُمَرُ قَالَ الْجُوْعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ فَانْطَلَقُوْا اِلٰی مَنْزِلِ اَبِی الْهَیْثَمِ بْنِ التَّیْهَانِ الْاَنْصَارِیِّ وَكَانَ رَجُلًا كَثِیْرًا النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَالشَّاءِ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ خَدَمٌ فَلَمْ یَجِدُوْهُ فَقَالُوْا لِاِمْرَاَتِهٖ اَیْنَ صَاحِبُكِ فَقَالَتِ انْطَلَقَ یَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ فَلَمْ یَلْبَثُوْا اَنْ جَاءَ اَبُو الْهَیْثَمِ بِقِرْبَةٍ یَزْعَبُهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ یَلْتَزِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ یُفَدِّیْهِ بِاَبِیْهِ وَ اُمِّهٖ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ اِلٰی حَدِیْقَتِهٖ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا ثُمَّ انْطَلَقَ اِلَی النَّخْلَةِ فَجَاءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا تَنَقَّیْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهٖ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَرَدْتُّ اَنْ تَخْتَارُوْا اَوْ تَخَیَّرُوْا مِنْ رُطَبِهٖ وَ بُسْرِهٖ فَاَكَلُوْا وَ شَرِبُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مِنَ النَّعِیْمِ الَّذِیْ تُسْئَلُوْنَ عَنْهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَّ رُطَبٌ طَیِّبٌ وَّ مَاءٌ بَارِدٌ فَانْطَلَقَ اَبُو الْهَیْثَمِ لِیَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحَنَّ لَنَا ذَاتَ دَرٍّ فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا اَوْ جَدْیًا فَاَتَاهُمْ بِهَا فَاَكَلُوْا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبْیٌ فَاْتِنَا فَاُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَاْسَیْنِ لَیْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ فَاَتَاهُ اَبُو الْهَیْثَمِ فَقَالَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اخْتَرْلِیْ فَقَالَ النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَمُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَاِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْ وَاسْتَوْصِ بِهٖ مَعْرُوْفًا فَانْطَلَقَ اَبُو الْهَیْثَمِ اِلٰی امْرَاَتِهٖ فَاَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَاَتُهٗ مَااَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ تَعْتِقَهٗ قَالَ فَهُوَ عَتِیْقٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا وَّلَا خَلِیْفَةً اِلَّا وَلَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَبِطَانَةٌ لَّا تَاْلُوْهُ خَبَالًا وَّ مَنْ یُّوْقَ بِطَانَةَ السُّوْءِ فَقَدْ وُقِیَ ۔

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایسے وقت میں باہر تشریف لائے کہ اس وقت میں آپ باہر تشریف نہیں لاتے تھے اور اس وقت کوئی آپ سے ملاقات نہیں کرتا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ سے ملے تو آپ نے دریافت فرمایا: اے ابوبکر! تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! میں ملاقات کے لیے آیا ہوں، آپ کی زیارت کرنے کے لیے اور آپ کو سلام کرنے کے لیے آیا ہوں۔ ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے عمر! تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! بھوک کی وجہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے، پھر یہ لوگ حضرت ابوالہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے یہ بہت سے باغات، درختوں اور بکریوں کے مالک تھے، ان کے پاس کوئی خادم نہیں تھا وہ صاحب ان حضرات کو گھر میں نہیں ملے۔

ان حضرات نے ان کی اہلیہ سے دریافت کیا: تمہارے میاں کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا: وہ میٹھا پانی لینے کے لیے گئے ہیں، یہ حضرات وہیں ٹھہرے رہے۔ اسی دوران حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ مشکیزہ اٹھا کر لے آئے، جو انہوں نے بڑی مشکل سے اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور اپنے ماں باپ کو آپ پر قربان کرنے لگے۔ پھر وہ ان حضرات کو لے کر اپنے باغ میں گئے، ان کے لیے بچھونا بچھایا پھر یہ باغ کے اندر گئے اور وہاں سے ایک خوشہ توڑ کر لائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تازہ کھجوریں نکال کر کیوں نہیں لائے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے یہ ارادہ کیا کہ آپ حضرات اس میں سے تازہ یا خشک جو کھجوریں چاہیں لے لیں، ان حضرات نے اسے کھایا اور اس پانی کو پیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن حساب لیا جائے گا: ٹھنڈا سایہ، پاکیزہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔ پھر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ گھر گئے تاکہ ان حضرات کے لیے کھانا تیار کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی کہ دودھ دینے والی بکری ہمارے لیے ذبح نہ کرنا، انہوں نے بکری کے ایک بچے یا بچی کو ذبح کیا، پھر وہ اس کا گوشت لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، ان حضرات نے اسے کھالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی خادم ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے پاس کچھ قیدی آئیں گے تو تم میرے پاس آنا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو (۲) قیدی آئے ان کے ساتھ کوئی تیسرا فرد نہیں تھا۔ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلو! انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ میرے لیے اختیار کردیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے، تم اسے لے لو! میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، تم اس کے بارے میں بھلائی کی وصیت کو قبول کرو۔ پھر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس گئے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں بتایا تو اس خاتون نے ان سے کہا: آپ اس کا حق اسی وقت ادا کرسکتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، جب آپ اسے آزاد کردیں تو انہوں نے فرمایا: یہ آزاد ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی نبی کو یا کسی خلیفہ کو مبعوث کیا ہے، تو اس کے ساتھ دو (۲) مشیر ہوتے ہیں: ایک اسے نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور دوسرا اسے برباد کرکے چھوڑتا ہے، تو جس شخص کو برے مشیر سے بچالیا گیا اسے بچالیا گیا۔

352- حَدَّثَنَا عمر بن اسماعیل بن مجالد بن سعید حدثنی اَبِیْ عن بیان حدثنی قیس بن اَبِیْ حازم قَالَ سَمِعْتُ سعد بن اَبِیْ وقاص یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ اَهْرَاقَ دَمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَغْزُوْ فِی الْعِصَابَةِ مِنْ اَصْحٰبِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا نَاْكُلُ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةَ حَتّٰی تَقَرَّحَتْ اَشْدَاقُنَا حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا لَیَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِیْرُ وَاَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ یُعَزِّرُوْنَنِیْ فِی الدِّیْنِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّ ضَلَّ عَمَلِیْ .

◆◆ حضرت قیس بن ابو حازم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دشمن کا خون بہایا اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا۔ مجھے اپنے بارے میں اچھی طرح یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام کے ہمراہ ایک غزوہ میں شریک ہوا، ہم لوگ صرف درخت کے پتے کھایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہماری باچھیں چھل گئی تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اس طرح پاخانہ کیا کرتا تھا جیسے بکری یا اونٹ مینگنیاں کرتے ہیں۔ اب بنو اسد مجھے دین کے معاملے میں طعنہ دیتے ہیں، پھر تو میں نقصان اور رسوائی کا شکار ہو گیا اور میرا عمل ضائع ہو گیا۔

353- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا صفوان بن عِيسٰى حَدَّثَنَا عمرو بن عِيسٰى ابو نعامة العدوى قَالَ سَمِعْتُ خالد بن عمير و شويس اَبِىْ الرقاد قَالَا بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ وَقَالَ انْطَلِقْ اَنْتَ وَ مَنْ مَعَكَ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِىْ اَقْصٰى اَرْضِ الْعَرَبِ وَاَدْنٰى بِلَادِ الْعَجَمِ فَاَقْبَلُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْمِرْبَدِ وَجَدُوْا هٰذَا الْكَذَّانَ فَقَالُوْا مَاهٰذِهٖ قَالُوْا هٰذِهِ الْبَصْرَةُ فَسَارُوْا حَتّٰى اِذَا بَلَغُوْا حِيَالَ الْجِسْرِ الصَّغِيْرِ فَقَالُوْا هٰهُنَا اُمِرْتُمْ فَنَزَلُوْا فَذَكَرُوا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ فَقَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ لَقَدْ رَاَيْتُنِىْ وَاِنِّىْ لَسَابِعُ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى تَقَرَّحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَقَسَمْتُهَا بَيْنِىْ وَ بَيْنَ سَعْدٍ فَمَا مِنَّا مِنْ اُولٰئِكَ السَّبْعَةِ اَحَدٌ اِلَّا وَهُوَ اَمِيْرُ مِصْرٍ مِنَ الْاَمْصَارِ وَ سَتُجَرِّبُوْنَ الْاُمَرَاءَ بَعْدَنَا ۔

◆◆ حضرت خالد بن عمیر اور شویس ابو رقاد رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور انہیں یہ ہدایت کی تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھتے رہنا، جب تم عرب کے آخری علاقے تک پہنچو اور عجمی علاقوں کے قریب ہو جاؤ تو وہاں ٹھہرنا۔ یہ لوگ روانہ ہو گئے، جب یہ مربد پہنچے تو وہاں انہوں نے سفید پتھر پائے، انہوں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ بصرہ ہے۔ انہوں نے چھوٹے پل پر پہنچنے کے بعد کہا: اسی جگہ کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے وہاں پڑاؤ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے طویل حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں: مجھے اپنے بارے میں اچھی طرح یاد ہے، میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سات ساتھیوں میں ساتواں تھا، ہماری خوراک صرف درخت کے پتے تھے، جس کی وجہ سے ہمارے منہ زخمی ہو چکے تھے: ایک دفعہ مجھے ایک چادر ملی، میں نے اسے اپنے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے درمیان تقسیم کر لیا۔ اب ان سات افراد میں سے ہر ایک کسی شہر کا گورنر ہے اور عنقریب تم ہمارے بعد آنے والے حکمرانوں کا بھی تجربہ کر لو گے۔

354- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا روح بن اسلم اَبُوْ حاتم البصرى حَدَّثَنَا حماد بن سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثابت عن انس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِىْ اللّٰهِ وَ مَا يُخَافُ اَحَدٌ وَّلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِى اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَّلَقَدْ اَتَتْ عَلَىَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَ يَوْمٍ وَمَالِىْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَىْءٌ يُوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں مجھے خوفزدہ کرنے کی جتنی کوشش کی گئی اتنا کسی کو خوفزدہ نہیں کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجھے جتنی اذیت پہنچائی گئی اتنی کسی کو نہیں پہنچائی گئی۔ مجھ پر تمیں دن ایسے بھی گزرے جب میرے اور بلال کے لیے کھانے کی کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کوئی جاندار کھا سکتا ہو۔ صرف اتنی سی خوراک ہوتی تھی جو بلال کی بغل میں چھپ سکتی تھی۔

355– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن انبانا عفان بن مسلم حَدَّثَنَا ابان بن يزيد العطار حَدَّثَنَا قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْتَمِعْ عِنْدَهُ غَدَاءٌ وَّلَا عَشَاءٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ اِلَّا علی ضَفَفٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ كَثْرَةُ الْاَيْدِیْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صبح یا شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت اس وقت اکٹھے ہوتے تھے جب آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔

عبداللہ نامی راوی کا کہنا ہے: لفظ ''ضفف'' کا مطلب کثیر لوگوں کا کھانے میں شامل ہونا۔

356– حَدَّثَنَا عبد بن حميد حَدَّثَنَا محمد بن اسمعيل بن اَبِیْ فديك حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ ذئب عن مسلم بن جندب عن نوفل بن اياس الهذلی قَالَ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَنَا جَلِيْسًا وَّكَانَ نِعْمَ الْجَلِيْسُ وَاِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ حَتّٰی اِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَدَخَلَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَاُتِيْنَا بِصَحْفَةٍ فِيْهَا خُبْزٌ وَّلَحْمٌ فَلَمَّا وُضِعَتْ بَكٰی عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لَهُ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ هَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ وَاَهْلُ بَيْتِهِ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَلَا اُرَانَا اُخِّرْنَا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَّنَا۔

حضرت نوفل بن ایاس ہذلی کا بیان ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ ہوتے تھے، وہ سب سے اچھے ساتھی تھے۔ ایک دفعہ وہ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے، جب ہم ان کے گھر آئے تو وہ اندر گئے اور غسل کر کے آئے۔ اسی دوران پیالہ لایا گیا جس میں روٹی اور گوشت تھا' تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ میں نے ان سے سوال کیا: اے ابومحمد! آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا' تو آپ اور آپ کے اہل خانہ جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے۔ اس لیے میرے خیال میں جو ہمیں پیچھے رہنے دیا گیا ہے یہ ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔

شرح

طرزِ زندگی کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- دادا عبدالمطلب اور چچا ابوطالب کی پرورش میں:

والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، ولادت کے وقت سے ہی دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش اپنے ذمہ لی، وہ ازراہ شفقت اپنی اولاد سے بھی فوقیت

دیتے، جب تک آپ کی ضروریات پوری نہ کر لیتے تو اپنے لڑکوں کی طرف ہرگز توجہ نہ دیتے تھے، چھ (۶) سال کی عمر میں والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا مگر دادا کی شفقت میں اضافہ ہوا، انہوں نے آپ کو یہ پریشانی محسوس نہ ہونے دی۔ آٹھ سال کی عمر میں دادا جان کا انتقال ہو گیا، آپ کی پرورش شفیق ومہربان چچا ابو طالب نے اپنے ذمہ لے لی اور وہ تاحیات آپ کی خدمت میں مصروف رہے کہ آپ کے اعلان نبوت کے بعد قوم کی طرف سے آپ پر مخالفتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، آپ کو شہید کرنے کے منصوبے تیار ہونے لگے، راستہ میں کانٹے بچھائے جانے لگے حتیٰ کہ آپ سے مقاطعہ (بائیکاٹ) کرنے کی نوبت بھی آئی، ان حالات میں بھی انہوں نے عملی طور پر آپ سے مکمل تعاون کیا۔

۲-تجارت کا پیشہ اختیار کرنا:

اہل مکہ اکثر تجارت پیشہ تھے، وہ مختلف ممالک میں مختلف اشیاء کی تجارت کرتے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے متعلق لوگوں نے بھی پیشہ تجارت اختیار کر رکھا تھا، بڑے ہو کر آپ نے بھی بطور ذریعہ معاش تجارت کو اختیار کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سال کے ہوئے تو چچا ابو طالب بغرض تجارت ملک شام روانہ ہونے والے تھے، آپ بھی ان کے ساتھ ملک شام جانے کے لیے اصرار فرمانے لگے، چچا جان بھی از راہ شفقت اپنے ساتھ لے جانے کے لیے تیار ہو گئے، بعض راہبوں کے مشورے کے مطابق آپ کو جلدی مکہ میں واپس لایا گیا تاکہ یہودی علماء آپ میں آثار نبوت دیکھ کر آپ کو شہید نہ کر دیں یا گزند نہ پہنچائیں۔ بہر حال ملک شام کی طرف آپ کا یہ پہلا سفر تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چوبیس (۲۴) سال کی ہوئی تو آپ کی صداقت، امانت اور شرافت کی شہرت پورے مکہ میں پھیل چکی تھی بلکہ لوگ آپ کو صادق وامین کے مبارک القاب سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی امانت وصداقت کی اطلاع خدیجہ بنت خویلد تک پہنچی، وہ بیوہ مگر مالدار خاتون تھیں، انہوں نے اپنا مال تجارت ملک شام میں لے جانے کے لیے آپ سے رابطہ کیا، آپ بھی اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کے بعد تیار ہو گئے، انہوں نے اپنے خادم میسرہ کو بھی ساتھ روانہ کر دیا، آپ نے امانتداری اور صداقت کے اصولوں کے مطابق تجارت کی جس کے نتیجہ میں خدیجہ بنت خویلد کو اتنا منافع ہوا کہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔ ملک شام سے واپسی کے وقت خدیجہ نے اپنے بالا خانہ سے خود دیکھا کہ دوپہر کے وقت آپ کے سر پر فرشتوں نے اپنے پروں سے سایہ کیا ہوا ہے، خادم میسرہ نے بھی آپ کی خوبیوں بالخصوص امانتداری اور صداقت کے بارے میں تفصیلاً بتایا۔ ان خوبیوں کی بناء پر خدیجہ نے آپ سے نکاح کرنے کا فیصلہ کر لیا، کسی کے ذریعے آپ کو پیغام نکاح بھیجا جو آپ نے اپنے چچا ابو طالب کی مشاورت سے قبول کر لیا اور آپ کی تجارت کے سبب آپ کا نکاح خدیجہ بنت خویلد سے ہو گیا۔ یہ آپ کا پہلا نکاح تھا، نکاح کے وقت آپ کی عمر مبارک پچیس (۲۵) سال اور خدیجہ کی عمر چالیس (۴۰) سال تھی۔

۳- درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس (۴۰) سال کی عمر میں اعلان نبوت کیا، سرزمین مکہ میں صادق وامین کہنے والے لوگ آپ کی مخالفت پر اتر آئے، اعلان حق کو تسلیم کرنے کے بجائے بتوں کی حمایت کی باتیں کرنے لگے، انہوں نے

اس اعلان کو حقائق واسلاف کے خلاف قرار دیا، تحریک اسلامی کو دبانے کی کوشش کرنے لگے، مگر حق دبنے یا مغلوب ہونے کے لیے نہیں بلکہ غالب ہونے کے لیے آتا ہے، مخالفت کا یہ سلسلہ آپ کے دائرہ کو تنگ کرتا رہا حتیٰ کہ آپ اور آپ کے خاندان کے بعض لوگوں سے مقاطعہ کی صورت اختیار کر گیا، شعب ابی طالب میں محصور کر دیے گئے اور تین سال تک آپ اور آپ کے ساتھی درختوں کے پتے کھا کر گزر اوقات کرتے رہے مگر تحریک اسلامی کو مغلوب کرنے کی کوشش کامیاب نہ ہونے دی۔

۴- کئی مہینوں تک گھر میں آگ نہ جلانا:

دنیا میں نبی کا کام عیش وعشرت کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنی قوم کو صراط مستقیم (دین) پر گامزن کرنا ہوتا ہے تاکہ آخرت کی زندگی آسان وکامیاب ہو جائے، اللہ کی طرف سے نبی پر یہ کام فرض ہوتا ہے اور قرض بھی، رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے مکی زندگی میں پھر مدنی زندگی میں اسی مقصد میں کوشاں رہے، اس منشاء کی تکمیل کے لیے شب وروز محنت کی اور کامیابی نے آپ کے قدم چومے مگر آپ کے گھریلو حالات اور گزر اوقات کی صورتحال بھی امتحان سے کم نہیں تھی لیکن حرف شکایت کبھی زبان پر نہیں آیا۔ آپ کے گھر میں دو، دو ماہ تک چولہا نہیں جلتا تھا یعنی دو ماہ گزر کر تیسرے ماہ کا چاند نظر آجاتا مگر گھر میں کھانے پکانے کے لیے کوئی چیز میسر نہ ہوتی تھی۔ ان ایام میں معمولی کھجوروں اور پانی پر وقت پاس ہوتا تھا۔ اس طرح فاقہ پر فاقہ والی زندگی بسر ہوتی تھی۔

۵- فقر وفاقہ کی صورتحال کو پسند کرنا

اگر اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی پیش نظر ہو، تو انسان کو فقر وفاقہ کی حالت میں بھی لذت محسوس ہوتی ہے، بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ رضائے الٰہی کے لیے وقف تھا۔ اللہ کی بارگاہ میں جتنا کسی کا مرتبہ ومقام ہوتا ہے، اس کا امتحان بھی اتنا بڑا ہوتا ہے، چونکہ آپ محبوب رب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ کا امتحان بھی ''عظیم نبی کا عظیم امتحان'' کی حیثیت رکھتا ہے، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے محب جل شانہ کو خوش کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں فقر وفاقہ بھی آڑے نہیں آنے دیا۔ ایک موقع پر رب کائنات کی طرف سے اعلان ہوتا ہے: اے محبوب! اگر آپ پسند کرتے ہیں تو مکہ کے پہاڑوں کو آپ کے لیے سونا بنا دیں؟ عرض کیا: اے الٰہ العالمین! مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میں تو چاہتا ہوں کہ ایک وقت سیر ہو کر کھاؤں اور ایک وقت فاقہ سے رہوں تاکہ تیرا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کروں۔ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ یہ تاریخی دعا کی تھی: یارب العالمین! تو مجھے غریبوں میں زندہ رکھ اور غریبوں کے ساتھ اٹھا۔ ایک روایت میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غریب لوگ امراء سے پانچ سو (۵۰۰) سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔

۶- بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا:

فاقہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا جو مزہ آتا ہے وہ سیر ہونے کی صورت میں نہیں آتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی ذاکر خداوندی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر فاقہ میں رہا کرتے تھے، اگر یہ حالت ناگوار ہوتی پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودی جا رہی تھی، صحابہ کے ساتھ آپ بھی اس عمل میں شامل تھے، مسلمانوں کی مالی حالت اچھی

نہ ہونے کی وجہ سے فاقوں پر نوبت پہنچ چکی تھی، صحابہ نے فاقہ سے سکون حاصل کرنے کے لیے اپنے پیٹوں پر ایک ایک پتھر باندھ لیا تھا، ساتھ ہی بارگاہ رسالت میں فاقہ اور پتھر باندھنے کی شکایت بھی کر دی تو آپ نے اپنے شکم اطہر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ میں تم سے اپنے آپ کو ممتاز نہیں سمجھتا، اگر تم نے ایک پتھر باندھا ہے تو میں نے دو پتھر باندھ رکھے ہیں۔ اہل مدینہ کی عادت تھی کہ شدید بھوک یا فاقہ کی صورت میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے، اس سے بھوک سے قدرے سہارا مل جاتا تھا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ ''مشبعہ'' نامی خاص پتھر مدینہ میں پایا جاتا ہے، بھوک یا فاقہ کی حالت میں یہ پیٹ پر باندھا جاتا ہے اور اس کی تاثیر سے بھوک میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

۷- وصال کے روزے رکھنا:

فقر و فاقہ، کم خوری اور قوت لا یموت کے سبب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روزوں سے پیار سا ہو گیا تھا، ماہ رمضان کے علاوہ ہر ماہ میں ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تواریخ میں اہتمام سے روزہ رکھتے بلکہ آپ نے وصال (روزہ افطار کیے بغیر دوسرا روزہ شروع کر دینا) کا روزہ شروع کر دیا، آپ کو دیکھ کر صحابہ نے بھی وصال کا روزہ رکھنا شروع کر دیا، آپ نے انہیں اس روزہ رکھنے سے منع کیا، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کا روزہ رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم میں سے میری مثل کون ہو سکتا ہے؟ میرا پروردگار مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

۸- حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و تواضع کرنا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خدمت و ایثار کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدایا و تحائف پیش کرتے، دعوت طعام دینے میں سعادت تصور کرتے اور گھر میں آپ کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کرتے تھے۔

ایک دن یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ ان کے چہرے پر بھوک کے آثار نمایاں تھے، تھوڑی دیر بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے عمر! اس وقت آنے کی وجہ کیا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! بھوک کا ستایا ہوا حاضر خدمت ہو گیا ہوں، آپ نے فرمایا: مجھے بھی قدرے بھوک لگی ہوئی ہے، آپ لوگ میرے ساتھ آئیں۔

آپ دونوں صحابہ سمیت حضرت ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، وہ مدینہ طیبہ کے امیر ترین شخص تھے، ان کا کھجوروں پر مشتمل خوبصورت باغ تھا اور بہت سی بکریاں بھی تھیں، ان کا خادم نہ ہونے کی وجہ سے گھریلو کام کاج خود کرتے تھے، ان کے مکان پر جانے سے پتہ چلا کہ وہ پینے کا صاف پانی لینے گئے ہیں، آپ ان کے گھر ٹھہر گئے، اسی وقت وہ بھی پانی کا مشکیزہ سر پر اٹھائے ہوئے آ گئے، اظہار مسرت کرنے لگے، اپنے والدین آپ کے قدموں پر نثار کرنے لگے۔ پھر معزز مہمانوں کی خدمت کے لیے اپنے باغ میں لے گئے، فرش بچھا کر اس پر بٹھا دیا، خود کھجوروں کا ایسا خوشہ توڑ لائے جس میں پکی، گدری اور کچی کھجوریں تھیں اور ٹھنڈا پانی پیش کیا۔ پھر کچھ دیر تک باتیں ہوتی رہیں، مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرنے کے لیے ایک بکری ذبح کی، کھانا تیار ہونے پر پیش کیا، جو مہمانوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میزبان کے حق میں دعا کی، روانہ ہوتے وقت فرمایا: اگر میرے پاس غلام آئے تو مجھے یاد کرانا میں ایک غلام آپ کو دوں گا، کچھ دنوں بعد خدمت میں غلام پیش کیے گئے، حضرت ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کو وعدہ یاد دلایا، دو غلام تھے ایک صاحب تقویٰ و نمازی تھا' جو آپ نے عنایت کر دیا اور بعد میں انہوں نے یہ غلام آزاد کر دیا تھا۔

۹-ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو تنبیہ کرنا:

ایک دفعہ حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اخراجات میں اضافہ کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کر دیا، اس وقت حالات کی تنگی کی وجہ سے آپ مطالبہ پورا نہ کر سکے، مطالبہ کی بلا تاخیر تکمیل کا اصرار ہوتا رہا تو آپ نے بطور تنبیہ قسم کھالی کہ ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہیں جائیں گے، مشہور ہو گیا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو وہ مسجد میں آئے، دیکھا کہ لوگ مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر بیٹھے ہیں، اظہار غم کرتے ہوئے رو رہے ہیں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن گھر میں رو رہی ہیں، اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے جو رو رہی تھیں، ان سے فرمایا: کیا میں نے آپ لوگوں کو نہیں کہا تھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے بچو؟ پھر مسجد میں منبر کے پاس آ کر بیٹھنے کی کوشش کی مگر بیٹھ نہ سکے۔ ایک غلام حضرت رباح رضی اللہ عنہ کے ذریعے اندر آنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی جو نہیں نہ مل سکی، دوسری بار اجازت حاصل کی پھر بھی نہ ملی جبکہ تیسری بار اجازت طلب کرنے پر آپ نے اجازت دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ہم مکہ میں قریشی عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے جب سے مدینہ میں آئے ہیں انصاری عورتیں ہم پر غالب دکھائی دیتی ہیں جس کے نتیجہ میں قریشی عورتیں بھی متاثر ہوئی ہیں، پھر انہوں نے آپ کے گھر میں نظر دوڑائی تو تین چمڑے بغیر دباغت کے اور کچھ مقدار میں جو تھے، گھر کی یہ صورتحال دیکھ کر رونے لگے، آپ نے فرمایا: اے عمر! کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہ روؤں بوریا پر سونے کی وجہ سے آپ کے جسم مبارک پر نشانات پڑ گئے ہیں جبکہ آپ رسول اللہ ہیں، روم و فارس بے دین ہونے کے باوجود آسودگی و راحت میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عمر! تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آخرت رکھی ہے، کیونکہ آخرت کی وسعت دنیا کی وسعت کے مقابل بہتر ہے، کفار و مشرکین کو دنیا میں اچھی اشیاء میسر آ گئیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔

۱۰-اپنے مہمان کو صحابی کے سپرد کرنا:

بعض اوقات خورد و نوش کے لیے گھر میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مہمان کو اپنے کسی صحابی کے سپرد فرما دیتے اور وہ مہمان نوازی میں اہم کردار ادا کرتے۔ ایک دفعہ ایک مہمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بھوکے تھے، آپ نے آدمی بھیج کر اپنے گھروں میں کھانے پینے کا پتہ کرایا مگر کوئی چیز موجود نہیں تھی، آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم میں سے کسی میں وسعت ہے جو اس شب مہمان کی مہمان نوازی کر سکے؟ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ خدمت میں سرانجام دوں گا، وہ مہمان کو اپنے گھر لے گئے، اپنی بیوی سے فرمایا: یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، ان کی

خدمت کرنے میں کوئی کمی نہ رہے، ان سے کوئی چیز چھپا کر نہ رکھی جائے۔ بیوی نے گھریلو صورتحال کے بارے میں بتایا قسم بخدا! ہمارے گھر میں بچوں کے لیے قلیل مقدار کھانے کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں ہے، صحابی نے کہا: بچوں کو بہلا کر سلا دو، جب وہ سو جائیں گے تو مہمان کے سامنے کھانا پیش کر دیں گے، چراغ درست کرنے کے بہانے گل کر دینا تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھالے۔ برائے نام میں بھی ساتھ شامل رہوں گا۔ باشعار و باوفا بیوی نے ایسا ہی کیا، مہمان نے کھانا تناول کر لیا جبکہ میاں بیوی اور بچے رات بھر فاقہ سے سوئے رہے۔ اس موقع پر یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا: **يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ** الخ وہ لوگ دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود فاقہ سے ہوں۔ (الحشر: ۹)

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر خاکہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا اصل مقصد فرائض نبوت انجام دیتے ہوئے اپنی امت کو صراط مستقیم (دین اسلام) پر گامزن کرنا، ان کی تعلیم و تربیت کرتے ہوئے عبادت و ریاضت کا خوگر بنانا، اور انہیں اسلامی اصولوں کا پابند بنانا تھا اور آپ کی بے مثال تعلیمات تا قیامت ملت اسلامیہ کی راہنمائی کرتی رہے گی جس کا مختصر خاکہ حسب ذیل ہے:

ا- حیات طیبہ ایک نظر میں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل سیدھے تھے نہ ہی پیچدار تھے، چالیس (۴۰) سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلعت نبوت سے نوازا، دس (۱۰) سال مکہ معظّمہ میں قیام پذیر رہے، بعد ازاں دس (۱۰) سال مدینہ طیبہ میں رہے اور ساٹھ (۶۰) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں بیس (۲۰) بال بھی سفید نہیں ہوئے تھے۔ (الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۵۰۲)

انقطاع وحی کے تین سال مکی زندگی میں شمار نہیں کیے گئے ورنہ کل حیات طیبہ تریسٹھ (۶۳) سال ہے۔

۲- قد مبارک:

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ طویل تھے، نہ پست قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے۔ آپ کا سر مبارک بڑا تھا، اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں اور سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، آپ چلتے تو یوں محسوس ہوتا گویا اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا آپ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج:۱، ص:۹۶، ۱۲۷)

۳- حسن اخلاق کی تاریخی مثال:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بزاز (درزی) سے چار درہم میں ایک قمیص خریدا اور اسے زیب تن کیا، جب آپ کا شانہ نبوی سے باہر تشریف لائے تو ایک انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے قمیص عنایت فرما دیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کا قمیص عنایت کرے گا۔ آپ نے قمیص اتار کر اسے عنایت کر دیا۔

دوبارہ دکاندار کے ہاں تشریف لائے اور چار درہم میں دوسرا قمیص خرید لیا۔ اب آپ کے پاس صرف دو درہم باقی رہ گئے تھے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ ایک بچی راستہ میں کھڑی رو رہی ہے، فرمایا: بچی کیوں رو رہی ہو؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے گھر والوں نے آٹا خریدنے کے لیے مجھے دو درہم دیے تھے، وہ گم ہو گئے ہیں۔ آپ نے باقی ماندہ دو درہم اسے عنایت فرمادیے اور تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ آپ کا وہاں سے گزر ہوا تو بچی کو پھر روتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس سے رونے کی وجہ دریافت کی؟ اس نے بتایا: مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تاخیر ہونے کی وجہ سے گھر والے مجھے ماریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ اس کے گھر والوں کے پاس گئے۔

آپ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے آپ کی آواز پہچاننے کے باوجود جواب نہ دیا، آپ نے تین بار سلام کیا، پھر انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے پہلی بار سلام سن لیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! سن لیا تھا مگر ہم نے اس بات کو پسند کیا کہ آپ ہم پر زیادہ سے زیادہ سلام فرمائیں۔

یارسول اللہ! ہمارے والدین آپ پر نثار ہوں، آپ نے کس مقصد کے لیے زحمت گوارا فرمائی؟ فرمایا: مجھے اس معصوم بچی پر رحم آگیا کہ تم اسے اس کی غلطی پر مارو گے؟ کنیز کے آقا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے اس کے ساتھ تشریف لانے کی وجہ سے میں نے اس لونڈی کو آزاد کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی، انہیں جنت کی بشارت دی۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان دس (۱۰) درہموں میں کیسی برکت رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور ایک انصاری کو قمیص پہنائی اور اس کے بدلے ایک غلام لونڈی کو آزادی کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، جس نے اپنی قدرت سے ہمیں توفیق عطا کی۔

(علامہ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج:۶، ص:۴۰)

۴-تواضع وانکساری کی نادر مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ہمیں ایک ایسی نادر مثال بھی ملتی ہے کہ غلام شتر سوار ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پاپیادہ ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا گورنر تعینات کیا تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم انہیں رخصت کرنے کے لیے دور تک ساتھ گئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار، آپ ساتھ پیدل چل رہے تھے اور گفتگو کا سلسلہ جاری تھا جس کا ایک ایک فقرہ شفقت ومحبت کی برسات برسا رہا تھا۔

الوداع کہتے وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! تم قرض کے حوالے سے زیر بار ہو، اگر کوئی ہدیہ پیش کرے تو قبول کر لینا، میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔

پھر فرمایا: اے معاذ! شاید اس کے بعد ہم دونوں کی ملاقات نہ ہو سکے، جب تم مدینہ طیبہ واپس آؤ گے تو میرے بجائے میری قبر ملے گی۔

۵-حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آخری وصیت حسن اخلاق کی کرنا:

یمن روانہ ہوتے وقت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، عرض کیا: مزید کچھ فرمائیں؟ فرمایا: گناہ کے فوراً بعد نیکی کرنا تاکہ گناہ مٹ جائے۔ عرض کیا: مزید کچھ فرمائیں؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کے لیے اپنا اخلاق اچھا رکھنا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج:۵،ص:۲۲۸)

۶-حسن اخلاق ایمان کا نام:

حسن اخلاق کا نام ایمان ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے افضل وہ شخص ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں اور حسن خلق، ایمان ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۸،ص:۱۹)

۷-دخول جنت کا سبب بننے والے اعمال:

بعض اعمال دخول جنت کا سبب بنتے ہیں، وہ تقویٰ اور حسن اخلاق ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کن اعمال کی وجہ سے جنت میں داخلہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تقویٰ اور حسن خلق کی وجہ سے۔ پھر سوال کیا گیا: جہنم میں لے جانے والے اعمال کون سے ہیں؟ فرمایا: زبان اور شرمگاہ۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج:۲،ص:۲۱)

۸-حسن اخلاق باعث خیر و برکت:

حسن اخلاق کا نام ایمان ہے اور حسن اخلاق باعث خیر و برکت ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: افضل الایمان کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: حسن اخلاق۔

(علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۱،ص:۸۴)

۹-جنت کی ضمانت:

چھ امور پر زبان نبوت سے جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے چھ(۶) چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) بات کی سچائی، (۲) وعدہ کا ایفا، (۳) امانت کا ادا کرنا، (۴) عصمت کی حفاظت کرنا، (۵) نظروں کی حفاظت کرنا، (۶) ہاتھوں کو قابو میں رکھنا۔

(علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۳،ص:۵۸۷)

۱۰-علم اور سخاوت میں رشک:

دو چیزوں کی وجہ سے رشک درست ہوسکتا ہے اور وہ دو چیزیں علم اور سخاوت ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشک دو ہی چیزوں پر درست ہوسکتا ہے: (۱) وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے دولت عطا کی ہو اور وہ اسے مصرف میں خوب خرچ کرتا ہو۔ (۲) جسے اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت عطا کی ہو اور وہ رضاء الٰہی کے لیے ہمہ وقت درس و تدریس میں مصروف رہتا ہو۔

(الصحیح للبخاری، ج:۱،ص:۱۷)

۱۱-سو اونٹ سے نوازنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا سخاوت تھے، آپ نے ایک خادم کو سو اونٹ سے نوازا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مالِ غنیمت سے حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو اونٹ اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ سے نوازا تھا۔

۱۲-والدین کو خوش کرنے سے اللہ کا خوش ہونا:

جو انسان اپنے والدین کو خوش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔

(امام ترمذی، جامع ترمذی، ج:۲، ص:۱۲)

۱۳-والدین کی زیارت سے حج مبرور کا ثواب عطا ہونا:

والدین کی ہر بار زیارت کے عوض اللہ تعالیٰ حج مبرور کا ثواب عطا کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک اولاد محبت کی نظر سے اپنے والدین کو دیکھے تو اسے ہر نگاہ پر ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے، صحابہ نے عرض کیا: اگر کوئی ایک دن میں سو (۱۰۰) بار اپنے والدین کو دیکھتا ہے تو کیا اسے سو حج کا ثواب ملے گا؟ آپ نے جواب دیا: ہاں تب بھی، اللہ بڑا ہے اور بہت پاکیزہ ہے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح ص:۴۲۱)

۱۴-والدین کی خدمت گناہوں کا کفارہ:

والدین کی خدمت کرنے سے انسان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ سے بہت بڑا گناہ صادر ہو گیا ہے، کیا میری توبہ کی امید ہے؟ آپ نے دریافت کیا: کیا تمہاری والدہ ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں، پوچھا: کیا خالہ ہے؟ جواب دیا: ہاں، فرمایا: ان کے ساتھ نیکی کرو۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۲۲)

۱۵-عورت گھر کی نگران:

بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المرأة راعية في بيت زوجها ۔ بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہوتی ہے۔ (الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۱۲۲)

۱۶-بیوی سے نفرت کی ممانعت:

زوجین میں نفرت کی وجہ سے گھر عذاب کدہ بن جاتا ہے، شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی بیوی سے نفرت کرے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزارہ کیا کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان والے شوہر کو اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر اس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔ (الصحیح للمسلم، ج:۱،ص:۴۷۵)

۱۷-شوہر کے حقوق بیوی پر:

اسلام آفاقی دین ہے جس میں سب کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی بیٹی سمیت حاضر ہوا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میری بیٹی ہے، جو نکاح کرنے سے انکاری ہے؟ آپ نے فرمایا: اے بیٹی! تم اپنے باپ کی بات مانو، اس نے عرض کیا: قسم بخدا! جب تک بیوی پر شوہر کے حقوق آپ بیان نہیں کرتے میں نکاح نہیں کروں گی؟ آپ نے فرمایا: شوہر کا حق بیوی پر اس قدر زیادہ ہے کہ اگر خاوند کے زخمی جسم سے خون، پیپ اور مواد بہہ رہا ہو اور وفا شعار بیوی اسے اپنی زبان سے چاٹ کر صاف کر دے تب بھی خاوند کا حق ادا نہ ہوگا۔ اس لڑکی نے عرض کیا: تب تو میں کبھی نکاح نہیں کروں گی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۴،ص:۲۰۳)

۱۸- جنت کی حقدار بیوی:

اپنے شوہر کی فرمانبردار بیوی جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت پنجگانہ نماز باقاعدگی سے پڑھے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، اپنی عفت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبردار ہو، تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۴،ص:۴۰۱)

۱۹- خاوند کی ناراضگی سے اعمالِ صالحہ برباد:

اپنے شوہر کی نافرمان عورت کے اعمال صالحہ برباد ہو جاتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی نماز قبول کی جاتی ہے اور نہ کوئی دوسرا عمل: (۱) بھاگا غلام یا لونڈی، (۲) وہ عورت جو شوہر کی نافرمان ہو، (۳) نشہ میں مست حتیٰ کہ وہ ہوش میں آ جائے۔

(علامہ احمد بن حجر عسقلانی، فتح الباری، شرح صحیح البخاری، ج:۹،ص:۲۹۴)

۲۰-اولاد پر خرچ کرنے کی فضیلت:

اپنی اولاد پر خرچ کرنا بہترین صدقہ ہے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔ (الصحیح بخاری، ج:۲،ص:۸۰۵)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا افضل ترین مال وہ ہے، جو اہل وعیال پر خرچ کیا جائے۔ (الصحیح للمسلم، ج:۱،ص:۳۲۲)

٢١- لڑکیوں کا باعث خیر و برکت ہونا

انسان کے لیے لڑکیاں باعث خیر و برکت ہوتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بچی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے، جو گھر والوں کے لیے برکت لے کر آتا ہے۔

(علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج ٨، ص ٢٠٠)

٢٢- لڑکیوں سے نفرت کی ممانعت:

لڑکوں کی طرح والدین کو چاہیے کہ وہ لڑکیوں سے بھی محبت کریں اور ان سے نفرت ہرگز نہ کریں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بیٹیوں سے نفرت نہ کرو، بیٹیاں بڑی محبت والی اور بڑی خیر و برکت والی ہوتی ہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج ٤، ص ١٥١)

٢٣- بیٹے کو بیٹی پر ترجیح دینے کی ممانعت:

بیٹوں کی طرح بیٹیاں بھی انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت و نعمت ہیں۔ بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دینے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہو، اس نے اسے نہ تکلیف دی، نہ نیچا دکھایا اور نہ ہی اس کے مقابلہ میں بیٹے کو ترجیح دی، اللہ تعالیٰ اس وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ٢، ص ٢١٢)

٢٤- بہنوں سے حسن سلوک کے سبب جنت میں داخل ہونا:

بیٹیوں کی طرح بہنوں سے بھی مشفقانہ برتاؤ کرنا چاہیے۔

١- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں اور دو بہنیں ہوں، اس نے ان کی پرورش کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ٢، ص ٢١٣)

٢- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ اسے بھی جنت میں داخل کرے گا۔

(المسند امام احمد بن حنبل، ج ١، ص ٢٣٥)

٢٥- رشتہ داروں سے حسن سلوک کے سبب جنت:

اپنے اعزاء و اقارب سے حسن سلوک کے سبب اللہ تعالیٰ جنت عطا کرتا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے جنت کے قریب کرنے والے اور جہنم سے دور کرنے والے عمل سے آگاہ کریں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ، نماز ادا کرو،

زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ (علامہ علی بن ابی بکر، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۳۶)

۲۶- چھ امور کی ضمانت پر دخول جنت کی ضمانت:

چھ امور کی ضمانت فراہم کرنے والے کے لیے دخول جنت کا پختہ وعدہ ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چھ (۶) امور کی ذمہ داری لو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) بات کرتے وقت جھوٹ نہ بولنا، (۲) وعدہ کرنے پر اسے پورا کرنا، (۳) امانت میں خیانت نہ کرنا، (۴) نظروں کی حفاظت کرنا، (۵) عصمت کی حفاظت کرنا، (۶) رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا۔

۲۷- ہمسائے کو تکلیف دینا نبی علیہ السلام کو تکلیف دینے کے برابر:

ہمسائے کو بلا وجہ تکلیف دینا، نبی کو تکلیف دینے کے برابر جرم ہے۔

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے ہمسائے کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔

(علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۵۴)

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی اور جس نے مجھ سے لڑائی کی اس نے اللہ سے لڑائی کی۔ (ایضاً)

۲۸- نیک پڑوسی کی فضیلت:

نیک ہمسائے کی وجہ سے کئی گھروں کو سکون عطا کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک مسلمان نیک پڑوسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سو (۱۰۰) گھروں کی مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔

(علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۶۳)

۲۹- مسواک سنت انبیاء علیہم السلام:

مسواک حضرات انبیاء علیہم السلام کی محبوب سنت ہے، حضرت ملیح بن عبداللہ الخطمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اشیاء انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں: (۱) حیاء وحلم، (۲) پچھنا لگوانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) خوشبو لگانا، (۵) نکاح کرنا۔ (علامہ زکی الدین منذری، مجمع الزوائد، ج:۱، ص:۹۹)

۳۰- وضو کے وقت مسواک کے بعد نماز کا ثواب ستر (۷۰) گنا بڑھ جانا:

وضو کے وقت مسواک کے استعمال سے نماز کا ثواب ستر (۷۰) گنا بڑھ جاتا ہے۔

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کر کے پڑھی جانے والی نماز، بغیر مسواک والی نماز سے ستر (۷۰) گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:؟؟، ص:۱۲۷)

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو رکعت نماز مسواک کے ساتھ پڑھنا مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں بغیر مسواک کے ستر (۷۰) رکعات پڑھوں۔ (ایضا)

۳۱-مسواک کا استعمال نصف ایمان:

وضو کے وقت مسواک کا استعمال نصف ایمان ہے۔ حضرت حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کرنا نصف وضو ہے اور وضو کرنا نصف ایمان ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۹، ص:۳۱۰)

۳۲-گھر میں نوافل ادا کرنے کی فضیلت:

گھر میں نوافل ادا کرنے سے خیر و برکت حاصل ہوتی ہے اور ریا کاری سے بچنے کی وجہ سے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

۱-حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں (اللہ کا ذکر نماز کی شکل میں) کیا جاتا ہے، وہ زندہ کی طرح ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا وہ مردہ کی مثل ہے۔ (الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۱۵۸)

۲-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھر کے لیے بھی رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ (الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۱۵۸)

۳۳-نماز سے گھروں کو روشن کرنا:

نماز نور ہے اور گھر میں نماز ادا کرنے سے گھر روشن ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہل عراق کی ایک جماعت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، ان سے دریافت کیا کہ مردوں کا گھر میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: یہی سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا گیا تھا' تو آپ نے فرمایا: گھر میں (نفلی) نماز نور ہے، پس تم اپنے گھروں کو منور کرو۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۱، ص:۲۷۹)

۳۴-ہر ماہ تین روزے رکھنے کی ترغیب:

ہر ماہ تین (۳) روزے رکھنے کی ترغیب وفضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہر مہینے میں تین (۳) روزے رکھیں: چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو۔ (امام ابوعبدالرحمٰن احمد نسائی، سنن نسائی، ج:۱، ص:۲۴۰)

۳۵-دخول دار کے لیے اجازت طلب کرنا:

گھر میں داخل ہونے سے قبل اہل خانہ سے اجازت لینا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو یوں کہا: **السلام علیکم**، کیا عمر اندر آسکتا ہے؟ (الادب المفرد للبخاری، ص:۲۷۹)

۳۶-باپ اور بیٹے سے اجازت طلب کرنا:

گھر میں داخل ہونے کے لیے اپنے بیٹے اور باپ سے بھی اجازت طلب کرنا ہوگی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آدمی کو اپنے بیٹے اور والدہ سے اجازت لینی چاہیے اگر چہ والدہ بوڑھی ہوں۔ اسی طرح بھائی سے، بہن سے اور باپ سے بھی اجازت لینی چاہیے۔ (الادب المفرد للبخاری، ص:۲۷۳)

۳۷-والدہ سے اجازت طلب کرنا

دخولِ بیت کی غرض سے باپ، بہن اور اپنے بیٹے کی طرح والدہ محترمہ سے بھی اجازت لینی چاہیے۔ حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا والدہ کے پاس جانے کے لیے بھی میں پہلے اجازت طلب کروں گا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں، ماں کے پاس جانے کے لیے بھی اجازت لو، عرض کیا: میں والدہ کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں؟ فرمایا: ہاں، اجازت لے کر جاؤ۔

۳۸-دروازہ کے سامنے کھڑا ہونے کی ممانعت:

کسی کے گھر داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرتے وقت دروازہ کے بالکل مقابل نہیں کھڑا ہونا چاہیے بلکہ دائیں بائیں کھڑا ہونا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب کوئی شخص دروازے پر آئے اور اجازت طلب کرنا چاہیے اور وہ دروازہ کے سامنے منہ کر کے کھڑا نہ ہو، دائیں یا بائیں کسی طرف ہٹ کر کھڑا ہو۔ اگر اجازت مل جائے تو خیر ورنہ واپس چلا جائے۔ (الادب المفرد للبخاری، ص:۳۷۷)

۳۹-بیویوں کو اپنے ساتھ حج میں شامل کرنا:

کسی بھی سفر پر روانہ ہوتے وقت حتی الامکان بیوی کو بھی ساتھ رکھنا چاہیے حتیٰ کہ حج کے موقع پر بھی۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اپنے ساتھ حج کرایا۔ (امام احمد بن حنبل، مسند، ج:۶: ص:۳۷۶)

۴۰-بیویوں کو خود سلام کرنا:

گھر میں داخل ہوتے وقت اپنے اہل و عیال کو سلام کہنے میں پہل کرنا مسنون ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح کو اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے تو انہیں سلام کہنے میں پہل کرتے تھے۔ (علامہ علی بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد، ج:۴، ص:۳۱۵)

۴۱-سلام کہنا سنت اور جواب دینا واجب:

کسی کو سلام کہنا مسنون مگر جواب دینا واجب ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کہنا سنت اور جواب دینا واجب و لازم ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۹، ص:۳۱۵)

۴۲-کلام سے پہلے سلام:

کسی سے ملاقات کے وقت کلام (گفتگو) کا آغاز کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلام کرنے سے پہلے سلام کیا جائے۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج ۲، ص ۹۵)

۴۳-امت کا بہترین تحفہ سلام:

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لیے بہترین تحفہ سلام ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے "سلام" کو ہماری امت کا تحفہ بنایا ہے اور ذمیوں کے لیے باعث امن۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۸، ص ۱۰۹)

۴۴-عورتوں کو سلام کہنا:

مردوں کی طرح عورتوں کو بھی سلام کیا جائے گا، ان پر بھی جواب واجب ہے مگر پست آواز میں۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عورتوں کے پاس سے گزرتے تھے تو انہیں سلام فرماتے تھے۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۱۰)

۴۵-بچوں کو سلام کہنا:

خواتین و حضرات کی طرح بچوں کو بھی سلام کہنا مسنون ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام فرماتے تھے۔ (الصحیح للبخاری، ج ۲، ص ۹۲۳)

۴۶-ہاتھ کے اشارہ سے سلام و جواب ممنوع ہونا:

اپنے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا یا جواب دینا منع ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تم یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ یہود اپنی انگلیوں کے اشارہ سے سلام کرتے ہیں اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارہ سے ہوتا ہے۔

(علامہ علی بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۳۹)

۴۷-زمین پر بیٹھ کر کھانا:

ٹیبل، کرسی اور چارپائی پر بیٹھ کر نہیں بلکہ زمین پر بیٹھ کر کھانا پینا سنت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے کھانا پیش کیا، آپ نے فرمایا: زمین یا چٹائی پر رکھو۔ (ایضاً، ج ۵، ص ۱۳)

۴۸-کرسی اور میز پر کھانا خلاف سنت ہونا:

کرسی یا میز پر کھانا خلاف سنت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر تک کبھی

میز پر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی چپاتی تناول فرمائی۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج:۲،ص:۵۹)

۴۹- دستر خوان پر کھانا مسنون:

دستر خوان پر رکھ کر کھانا تناول کرنا مسنون ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر کھانا تناول نہیں کیا، نہ ہی چھوٹی طشتریوں میں نوش کیا اور آپ کے لیے نہ کبھی چپاتی پکائی گئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز پر کھانا رکھ کر تناول کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: چمڑے کے دستر خوان پر۔

(امام احمد بن حنبل، المسند، ج:۳،ص:۱۳۰)

۵۰- جوتے اتار کر کھانا:

کھانا کھاتے وقت جوتے اتار دینا چاہیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اتار دیا کرو، اس سے تمہارے پاؤں کو زیادہ راحت ملے گی۔

(امام ابوعبداللہ دارمی، سنن دارمی، ج:۳،ص:۳۴)

۵۱- خادم کو کھانے میں شامل کرنا:

کھانا نہایت مشقت سے تیار کیا جاتا ہے، کھانا تیار کرنے والے خادم (نوکر) کو کھانے میں شریک کرنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کا نوکر کھانا لائے اگر وہ اسے کھانے میں شریک نہ کرے، تو کم از کم اسے ایک دو لقمے ہی کھلا دے۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲،ص:۸۲۰)

۵۲- رزق کی ناقدری سے بچنا:

رزق اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کی ناقدری سے احتراز کرنا ازبس ضروری ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا، اسے اٹھایا صاف کیا پھر کھالیا، اور فرمایا: اے عائشہ! اپنے کرم فرما کا کرام کرو یعنی کھانے کا۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۲۴۰)

۵۳- کھانے میں پھونک مارنے کی ممانعت:

کھانے پینے کی چیز میں پھونک مارنا منع ہے، کیونکہ پھونک کے ذریعے جراثیم کھانے میں مل کر پیٹ میں داخل ہوں گے جو مرض کا سبب بنیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۵،ص:۲۶۰)

۵۴- برتن صاف کرنے کی فضیلت:

روایات میں کھانے کے برتن کو صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم برتن صاف کیا کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ (الصحیح للمسلم، ج:۲، ص:۱۷۵)

۵۵- صاف کرنے والے کے حق میں برتن کی دعا:

کھانے کے بعد صاف کرنے والے کے حق میں برتن دعائے مغفرت کرتا ہے۔ حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں پیالہ میں کھا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص برتن میں کھائے اور اسے صاف کرے تو برتن اس کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہے۔ (امام ابو محمد عبداللہ دارمی، سنن دارمی، ج:۱، ص:۲۲)

۵۶- کھانے کے بعد پانی نوش نہ کرنا:

کھانے کے اختتام پر پانی نہیں پینا چاہیے، کیونکہ یہ مرض کا باعث بن سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد پانی نوش نہیں فرماتے تھے، کیونکہ کھانے کے فوراً بعد پانی پینا مفسد ہضم ہے۔ جب تک کھانا ہضم نہ ہو جائے پانی نہیں پینا چاہیے۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، ج:۱، ص:۷۸۰)

۵۷- آب زمزم کھڑے ہو کر پینا:

عام پانی بیٹھ کر پینا چاہیے مگر آب زمزم کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آب زمزم پیش کیا گیا، تو آپ نے وہ کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۸۴۰)

۵۸- وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پینا:

آب زمزم کی طرح وضو کا باقی ماندہ پانی بھی کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے، حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۸۴۰)

۵۹- ٹخنوں کے نیچے شلوار یا چادر لٹکانے کی وعید:

ٹخنوں کے نیچے شلوار یا تہبند لٹکانا منع اور قابل مؤاخذہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا تہبند نصف پنڈلی تک یا پنڈلی تک یا پھر ٹخنہ کے اوپر ہو اور جو ٹخنہ سے نیچے ہو تو جہنم کے لائق ہے۔

(امام احمد نسائی، سنن نسائی، ج:۲، ص:۲۵۹)

۶۰- عمامہ استعمال کرنا سنت:

مرد کے لیے سر پر عمامہ باندھنا سنت ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

(امام ترمذی، جامع ترمذی، ج:۱، ص:۲۰۷)

۷۱۔ٹوپی پہننا مسنون:

عمامہ بغیر ٹوپی کے یا ٹوپی بغیر عمامہ کے یا دونوں کو جمع کر کے استعمال کرنا بھی جائز و مسنون ہے۔حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپی پر عمامہ باندھنے کا فرق ہے۔

(امام سلیمان بن اشعث،سنن ابی داؤد،ج:۲،ص:۱۱۲)

بَابُ مَاجَاءَ فِی سِنِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب53:رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا بیان

357۔ حدثنا احمد بن منیع حَدَّثَنَا روح بن عبادة حَدَّثَنَا زکریا بن اسحق حَدَّثَنَا عمر و بن دینار عن ابن عباس قَالَ مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ وَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَّ تُوُفِّيَ وَ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَ سِتِّيْنَ سَنَةً .

❖❖ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ (۱۳) سال مکہ مکرمہ میں قیام کیا، آپ کی طرف وحی نازل ہوتی رہی اور دس (۱۰) برس مدینہ منورہ میں قیام کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) برس تھی۔

358۔ حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا محمد بن جعفر عن شعبة عَنْ اَبِیْ اسحق عن عامر بن سعد عن جریر عن معاویة اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَخْطُبُ قَالَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَ سِتِّيْنَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَاَنَا ابْنُ ثَلٰثٍ وَ سِتِّيْنَ سَنَةً .

❖❖ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبے کے دوران یہ بیان کرتے ہوئے سنا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی وصال کے وقت عمر اتنی ہی تھی اور اب میں بھی تریسٹھ (۶۳) سال کا ہو گیا ہوں۔

359۔ حدثنا حسین بن مهدی البصری حَدَّثَنَا عبد الرزاق عن ابن جریج عن الزهری عن عروة عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَ سِتِّيْنَ سَنَةً .

❖❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

360۔ حدثنا احمد بن منیع و یعقوب ابن ابراهیم الدورقی قَالَا حَدَّثَنَا اسمعیل بن علیة عن خالد الحذاء حدثنی عمار مولیٰ بنی هاشم قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَ سِتِّيْنَ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر پینسٹھ (۶۵) برس تھی۔

361- حَدَّثَنَا محمد بن بشار و محمد بن ابان قالاَ حَدَّثَنَا معاذ بن هشام حدثني اَبِیْ عن قتادة عن الحسن عن دغفل بن حنظلة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَ هُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَ سِتِّيْنَ سَنَةً

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَ دَغْفَلٌ لَّا نَعْرِفُ لَهٗ سَمَاعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِیْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا ۔

حضرت دغفل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: حضرت دغفل رضی اللہ عنہ سے احادیث سننا ثابت نہیں ہے۔ تاہم وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے تعلق رکھتے ہیں۔

362- حَدَّثَنَا اسحق بن موسیٰ الانصاری حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك ابن انس عن ربيعة بن اَبِیْ عبد الرحمن عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَاْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَسِنِيْنَ وَ بالمدينة عَشْرَسِنِيْنَ وَ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَاْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَ لَيْسَ فِیْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد عن مالك بن انس عن ربيعة بن اَبِیْ عبد الرحمن عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نحوه ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لمبے نہیں تھے اور چھوٹے قد والے بھی نہیں تھے، آپ پھیکے سفید نہیں تھے اور بالکل گندمی بھی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چالیس (۴۰) برس کی عمر میں آپ کو مبعوث کیا، آپ نے دس (۱۰) برس مکہ مکرمہ میں قیام کیا، دس (۱۰) برس مدینہ میں قیام کیا اور ساٹھ (۶۰) برس کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔ اس وقت آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں بیس (۲۰) سفید بال بھی نہیں تھے۔

یہی روایت ایک دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے حوالے سے مختلف روایات میں تطبیق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے حوالے سے تین قسم کی روایات وارد ہوئی ہیں: (۱) تریسٹھ (۶۳) سال، (۲) ساٹھ (۶۰) سال، (۳) پینسٹھ (۶۵) سال۔ بظاہر ان میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر تطبیق کی صورت حسب ذیل ہے:

۱- عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال ہو: پہلی تین احادیث باب سے تریسٹھ (۶۳) سال عمر مبارک ثابت ہوتی ہے، یہی جمہور

محدثین اور مؤرخین کا نظریہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ چالیس (۴۰) سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اس کے بعد تیرہ (۱۳) سال مکی زندگی ہے اور دس (۱۰) سال مدنی زندگی ہے۔اس طرح کل عمر تریسٹھ (۶۳) سال بنتی ہے۔

۲-عمر مبارک ساٹھ (۶۰) سال ہو: ساٹھ (۶۰) سال والی روایات کے رواۃ نے اہل عرب کے معروف طریقہ کے مطابق کسر کو چھوڑ دیا ہو یا انہوں نے اعلان نبوت کے بعد انقطاع وحی کے تین (۳) سالوں کو شمار نہ کیا ہو۔اس طرح عمر مبارک ساٹھ (۶۰) سال ہوئی۔

۳-عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال ہو: پینسٹھ (۶۵) سال والی روایات کے رواۃ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سال ولادت اور سال وصال کو مکمل سال شمار کیا ہو۔اس طرح عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال ہوئی۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب **54**: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

363- حَدَّثَنَا اَبُوْ عمار الحسين بن حريث و قتية بن سعيد وغير واحد قالوا حَدَّثَنَا سفيان بن عيينة عن الزهرى عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ السِّتَارَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ اِلٰى وَجْهِهٖ كَاَنَّهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ خَلْفَ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَادَ النَّاسُ اَنْ يَّضْطَرِبُوْا فَاَشَارَ اِلَى النَّاسِ اَنِ اثْبُتُوْا وَ اَبُوْبَكْرٍ يَؤُمُّهُمْ وَاَلْقَى السِّجْفَ وَ تُوُفِّيَ مِنْ اٰخِرِ ذَالِكَ الْيَوْمِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری وقت دیکھا جب آپ نے سوموار کے دن پردہ اٹھایا تو میں نے آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا، یوں جیسے وہ قرآن پاک کا ایک ورق ہے۔اس وقت لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔لوگ اپنی نماز توڑنے لگے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ تم لوگ نماز نہ توڑو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت ان لوگوں کی امامت کروا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ گرا دیا۔اسی دن کے آخری حصہ میں آپ رب اعلیٰ کے حضور پہنچ گئے۔

364- حَدَّثَنَا محمد بن مسعدة البصرى حَدَّثَنَا سليم بن اخضر عن ابن عون عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت كُنْتُ مُسْنِدَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى صَدْرِىْ اَوْقَالَتْ اِلٰى حَجْرِىْ فَدَعَا بِطَسْتٍ لِيَبُوْلَ فِيْهِ ثُمَّ بَالَ فَمَاتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے کے ساتھ یا میری گود میں ٹیک لگائی ہوئی تھی۔آپ نے برتن منگوایا تاکہ اس میں پیشاب کریں، آپ نے پیشاب کیا پھر آپ کا وصال ہو گیا۔

365- حَدَّثَنَا قتيبة حَدَّثَنَا الليث عن ابن الهاد عن موسى بن سرجس عن القاسم بن محمد عن

عائشة انها قالت رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوتِ وَ عِنْدَهُ قَدَحٌ فِيهِ مَآءٌ هُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَآءِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّي عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ قَالَ عَلٰى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یاد ہے، جب آپ کا وصال ہونے والا تھا آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی موجود تھا، آپ اپنا ہاتھ مبارک اس پیالے میں ڈالتے تھے، اس پانی کے ذریعے اپنے چہرے پر مسح کرتے' اور یہ دعا کرتے تھے: ''اے اللہ! موت کی سختیوں کے خلاف میری مدد فرما۔'' اے اللہ! ''موت کی مدہوشیوں کے خلاف میری مدد کر۔''

366- حَدَّثَنَا الحسن بن الصباح البزار حَدَّثَنَا مبشر بن اسمعيل عن عبد الرحمن بن العلاء عن ابيه عن ابن عمر عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالت لَا اَغْبِطُ اَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِي رَاَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى سالت ابازرعة فقلت له من عبد الرحمن بن العلاء هٰذَا قَالَ هو عبد الرحمٰن بن العلاء بن الجلاج .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب سے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت وفات کو دیکھا ہے اس کے بعد مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں آیا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ میں نے ابوزرعہ سے سوال کیا، میں نے ان سے کہا: یہ عبدالرحمٰن بن علاء کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ عبدالرحمٰن بن علاء بن حلاج ہیں۔

367- حَدَّثَنَا اَبُوْ كريب محمد بن العلاء حَدَّثَنَا اَبُوْ معاوية عن عبد الرحمن بن اَبِيْ بكر هوا بن المليكي عَنْ اَبِيْ مليكة عن عائشة قالت لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوْا فِيْ دَفْنِهِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيْتُهُ قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُدْفَنَ فِيهِ اِدْفِنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو آپ کے دفن کرنے کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف رائے ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے ہوئے سنا ہے' جو مجھے نہیں بھولی۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اس جگہ پر وفات دیتا ہے جہاں وہ پسند کرتا ہے اور اسے وہیں دفن کیا جائے۔'' اس لیے تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں دفن کرو جہاں آپ کا بستر مبارک ہے۔

368- حَدَّثَنَا محمد بن بشار و عباس العنبرى وسوار بن عبد الله و غير واحد قالوا حَدَّثَنَا يحيىٰ بن سعيد عن سفيان الثورى عن موسى بن اَبِيْ عائشة عن عبيد الله بن عبد الله عن ابن عباس و عائشة

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُم اَنَّ اَبَابَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَامَاتَ ۔

حَدَّثَنَا نصر بن علی الجهضمی حَدَّثَنَا مرحوم بن عبد العزيز العطار عَنْ اَبِی عمران الجونی عَنْ يَزِيْدَ بن بابنوس عن عائشة اَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ فَوَضَعَ فَمَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى سَاعِدَيْهِ وَقَالَ وَانَبِيَّاهُ وَاصَفِيَّاهُ وَاخَلِيْلَاهُ ۔

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کو بوسہ دیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کی وفات کے بعد انہوں نے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا، اپنے دونوں ہاتھ آپ کی کلائیوں پر رکھے اور بولے: ہائے نبی! ہائے برگزیدہ شخصیت! ہائے خلیل!

369- حَدَّثَنَا بشر بن هلال الصواف البصری حَدَّثَنَا جعفر بن سليمان عن ثابت عن انس قَالَ لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِیْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَیْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ اَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَیْءٍ وَمَا نَفَضْنَا اَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّا لَفِیْ دَفْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا ۔

﴿﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب وہ دن تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے تھے تو اس دن مدینہ کی ہر چیز روشن ہو گئی تھی اور جب وہ دن آیا جس میں آپ کا وصال ہوا تو وہاں کی ہر چیز تاریک ہو گئی۔ ابھی ہم نے اپنے ہاتھوں سے مٹی نہیں جھاڑی تھی اور آپ کو دفن کرنے میں مشغول تھے کہ ہمیں اپنے دلوں کی کیفیت تبدیل ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔

370- حَدَّثَنَا محمد بن حاتم حَدَّثَنَا عامر بن صالح عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ ۔

﴿﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کے دن ہوا۔

371- حَدَّثَنَا محمد بن اَبِی عمر حَدَّثَنَا سفيان بن عيينة عن جعفر بن محمد عن ابيه قَالَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَمَكَثَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَيْلَةَ الثَّلَاثَاءِ وَدُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ وَ قَالَ سُفْيَانُ وَ قَالَ غَيْرُهُ يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِیْ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ ۔

﴿﴾ حضرت امام جعفر بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد (امام محمد الباقر) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سوموار کے دن وصال ہوا تھا۔ اس دن اور منگل کی رات آپ یوں ہی رہے اور اگلی رات میں آپ مدفون ہوئے۔ سفیان اور دیگر سے منقول ہے رات کے آخری حصہ میں پھاوڑے چلنے کی آواز سنائی دی گئی۔

372- حَدَّثَنَا قتيبة بن سعيد حَدَّثَنَا عبد العزيز بن محمد عن شريك بن عَبْدُ اللّٰهِ بن اَبِی نمر عَنْ اَبِی سلمة بن عبد الرحمن بن عوف قَالَ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ دُفِنَ يَوْمَ

الثلثاء

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سوموار کے دن انتقال ہوا اور منگل کے دن آپ کو دفن کیا گیا تھا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ حدیث غریب ہے۔

373- حَدَّثَنَا نصر بن علي الجهضمي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةَ بن نبيط اخبرنا عن نعيم بن اَبِيْ هند عن نبيط بن شريط عن سالم بن عبيد و كانت له صحبة قَالَ اُغْمِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِه فَاَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ اَوْ قَالَ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُغْمِيَ عَلَيْهِ فَاَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ قَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ اَبِيْ رَجُلٌ اَسِيْفٌ اِذَا قَامَ ذٰلِكَ الْمَقَامَ تبكي فَلَا يَسْتَطِيْعُ فَلَوْ اَمَرْتَ غَيْرَهُ قَالَ ثُمَّ اُغْمِيَ عَلَيْهِ فَاَفَاقَ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ اَوْصَوَاحِبَاتِ يُوْسُفَ قَالَ فَاُمِرَ بِلَالٌ فَاَذَّنَ وَاُمِرَ اَبُوْبَكْرٍ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ خِفَّةً فَقَالَ انْظُرُوْا اِلٰى مَنْ اَتَّكِئُ عَلَيْهِ فَجَاءَتْ بَرِيْرَةُ وَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَاتَّكَاَ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَنْقُصَ فَاَوْمَا اِلَيْهِ اَنْ يَثْبُتَ مَكَانَهُ حَتّٰى قَضٰى اَبُوْبَكْرٍ صَلٰوتَهُ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ فَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ لَا اَسْمَعُ اَحَدًا يَذْكُرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ اِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِيْ هٰذَا قَالَ كَانَ النَّاسُ اُمِّيِّيْنَ لَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ فَاَمْسَكَ النَّاسُ قَالُوْا يَاسَالِمُ اِنْطَلِقْ اِلٰى صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْعُهُ فَاَتَيْتُ اَبَابَكْرٍ وَ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَتَيْتُهُ اَبْكِيْ دَهِشًا فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ لِيْ اَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اِنَّ عُمَرَ يَقُوْلُ لَا اَسْمَعُ اَحَدًا يَذْكُرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ اِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِيْ هٰذَا فَقَالَ لِيْ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَجَاءَ هُوَ النَّاسُ قَدْ دَخَلُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ اَفْرِجُوْا لِيْ فَفَرَّجُوْا لَهُ فَجَاءَ حَتّٰى اَكَبَّ عَلَيْهِ وَ مَسَّهُ فَقَالَ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ ثُمَّ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ فَعَلِمُوْا اَنْ قَدْ صَدَقَ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا وَ كَيْفَ قَالَ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَ يَدْعُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ وَ يَدْعُوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَدْخُلَ النَّاسُ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَيُدْفَنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا اَيْنَ قَالَ فِي الْمَكَانِ الَّذِيْ قَبَضَ اللّٰهُ فِيْهِ

رُوْحَهُ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوْحَهُ اِلَّا فِيْ مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلِمُوْا اَنْ قَدْ صَدَقَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يُّغَسِّلَهُ بَنُوْ اَبِيْهِ وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَتَشَاوَرُوْنَ فَقَالُوْا انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ مِنَّا اَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ لَهُ مِثْلُ هٰذِهِ الثَّلٰثِ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا مَنْ هُمَا قَالَ ثُمَّ بَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعَهُ وَ بَايَعَهُ النَّاسُ بَيْعَةً حَسَنَةً جَمِيْلَةً .

حضرت سالم بن عبید نے کہا: انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ بیماری کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوئی، جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے دریافت کیا: نماز کا وقت ہو چکا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: بلال سے کہو وہ اذان دے اور ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوئی، جب آپ کو ہوش آیا تو دریافت کیا: نماز کا وقت ہو چکا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: بلال سے کہو وہ اذان دے اور ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرے والد نرم دل آدمی ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے لگیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں گے، آپ ان کی بجائے کسی اور کو حکم دیں؟ راوی نے بیان کیا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوئی، جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا: بلال سے کہو کہ وہ اذان دے اور ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے، تم لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی خواتین کی طرح ہو۔ راوی نے کہا: پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا انہوں نے اذان دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتری محسوس کی پھر آپ نے فرمایا: کوئی میرے پاس آئے تاکہ میں اس کے ساتھ ٹیک لگاؤں؟ تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک صاحب آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے ٹیک لگائی، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ہاتھ کے ذریعے اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر رہیں حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز مکمل کر لی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے جس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے' تو میں اپنی اس تلوار کے ساتھ اسے قتل کر دوں گا۔

راوی نے کہا: لوگ پڑھے لکھے نہیں تھے، ان میں اس سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تھا، اس لیے لوگ خاموش رہے۔ انہوں نے سالم سے کہا: تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی کے پاس جاؤ اور انہیں بلا کر لاؤ؟ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ اس وقت مسجد میں موجود تھے۔ میں حیران روتا ہوا ان کے پاس آیا، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھ سے دریافت کیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے جس کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے' تو میں اسے اپنی اس تلوار کے ذریعے قتل کر دوں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو! میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ وہ آئے لوگ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، انہوں نے فرمایا: اے لوگو! مجھے جگہ دو، لوگوں نے ان کو جگہ دی۔ وہ آگے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئے، آپ کو چھوا اور یہ آیت مبارکہ پڑھی: "تم بھی مرنے

والے ہو اور وہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔'' پھر لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول کے قریبی ساتھی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! تو لوگوں کو پتہ چل گیا کہ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول کے قریبی ساتھی! کیا ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کریں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! لوگوں نے دریافت کیا: کیسے؟ انہوں نے فرمایا: کچھ لوگ اندر جائیں، تکبیر کہیں، دعا کریں پھر باہر نکل آئیں۔ پھر کچھ لوگ اندر گئے، انہوں نے تکبیر کہی، درود شریف پڑھا، دعا کی پھر وہ باہر نکل آئے۔ یہاں تک کہ تمام لوگ اندر چلے گئے۔

پھر انہوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول کے قریبی ساتھی! کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا جائے گا؟ آپ نے جواب دیا: جی ہاں! لوگوں نے دریافت کیا: کہاں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہاں پر جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کو قبض کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو وہاں قبض کیا ہوگا جو پاکیزہ جگہ ہوگی۔ اس سے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیں۔ آپ کے دودھیالی عزیز، آپ کو غسل دیں۔ پھر مہاجرین اکٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے مشاورت کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: آپ ہمارے ساتھ ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس جائیں، ہم ان کے پاس اکٹھے چلتے ہیں تاکہ حکومت کے معاملے کا فیصلہ ہو جائے۔ انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بولے: اس شخص کی مانند کون ہوسکتا ہے؟ جس میں یہ تین خوبیاں پائی جاتی ہوں:

''دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں موجود تھے، جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: تم غمگین نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:) وہ دونوں کون تھے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی، اس کے بعد تمام لوگوں نے اچھے اور بہتر طریقے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

374- حَدَّثَنَا نصر بن علی حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزبیر شیخ باهلی قدیم بصری حَدَّثَنَا ثابت البنانی عن انس ابن مالك قَالَ لَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَاكَرْبَاهُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا كَرْبَ عَلٰى اَبِيْكَ بَعْدَ الْيَوْمِ اَنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ اَبِيْكَ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ مِنْهُ اَحَدٌ الْوَفَاتُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی شدت کو محسوس کیا، جو جیسی بھی تھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے کتنی تکلیف ہو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ تمہارے والد کے ہاں وہ چیز آ گئی ہے جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے یعنی موت ہے۔ اب قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔

375- حَدَّثَنَا ابو الخطاب زياد بن يحيى البصرى و نصر بن على قالا حَدَّثنا عبد ربه بن بارق الحنفي قَالَ سَمِعْتُ جدى ابا امى سماك بن وليد يحدث انه سمع ابن عباس يحدث اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِيْ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِمَا الْجَنَّةَ فَقَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ وَلِمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ يَامُوَفَّقَةُ قَالَتْ فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ فَانَا فَرَطٌ لِّاُمَّتِيْ لَنْ يُّصَابُوْا بِمِثْلِيْ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں سے جس شخص کے دو بالغ بچے فوت ہو جائیں، اللہ تعالیٰ اس شخص کو ان دونوں کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ کی امت میں سے کسی شخص کا ایک نابالغ بچہ فوت ہوا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وہ عورت جسے توفیق دی گئی جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: آپ کی امت میں سے کسی کا کوئی نابالغ بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کا پیش رو ہوں گا اور انہیں مجھ جیسا پیش رو نہیں ملے گا۔

شرح

قبض روح کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- پیر کے دن قبض روح ہونا:

پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، پیر کے دن آغاز ہجرت کیا، پیر کے دن مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اور پیر کے دن قبض روح ہوئی۔ ولادت کے دن پوری دنیا روشن ہوگئی اور دخول مدینہ کے دن مدینہ طیبہ کا ذرہ ذرہ روشن ہو گیا۔ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دن پریشان کن تھا کہ قوم نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظّمہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور قبض روح (وصال) کا دن قیامت کی پریشانی سے کم نہیں تھا جس میں مدینہ طیبہ کی ہر چیز اندھیرے میں ڈوب گئی۔

وصال کا سبب مرض شریف بنا، جس کا آغاز درد سر سے ہوا، پھر تمام جسم مبارک بخار کی لپیٹ میں آ گیا، کل مدت مرض بارہ (۱۲) یا چودہ (۱۴) ایام تھی، قبض روح مبارک پیر کے دن اور چاشت کے وقت ہوئی، تین ایام تک صحابہ شرف زیارت حاصل کرتے رہے پھر حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں قبر انور میں محو استراحت کر دیے گئے۔

۲- بکثرت موت کو یاد کرنے کی تاکید فرمانا:

ہمہ وقت بکثرت موت کو یاد رکھنا چاہیے، جس وجہ سے انسان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اعمال صالحہ کی طرف راغب رہتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ لذتوں کو ختم کرنے اور توڑنے والی چیز کو بکثرت یاد کرو۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۳۱۴)

۳- مرنے کی تیاری کا حکم:

انسان کو ہمہ وقت موت کی تیاری کرنا چاہیے، کیونکہ یہ کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بھائی! موت کے دن کی تیاری کرلو۔

(امام علی متقی، کنزالعمال، ج:۱۵، ص:۵۴۴)

۴- باشعور اور ہوشیار آدمی وہ ہے، جو موت کی تیاری میں مصروف رہے:

بہترین اور باشعور وہ شخص ہے، جو ہمہ وقت موت کی تیاری میں مصروف رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: سب سے چالاک کون ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، فرمایا: لوگوں میں سے زیادہ ہوشیار وہ شخص ہے، جو موت کو بکثرت یاد کرنے والا ہو اور زیادہ بہتر وہ ہے، جو موت کی تیاری میں مصروف رہے۔ (اتحاف السادہ فی شرح احیاء العلوم، ج:۱۰، ص:۲۲۹)

۵- موت کی یاد سے موٹاپا ختم:

موت کو یاد رکھنے سے انسان میں موٹاپا نہیں آ سکتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن جانوروں کو تم کھانے کے لیے استعمال میں لاتے ہو اگر وہ موت کے بارے میں جان لیں جو تم جانتے ہو، تو ان کا موٹا ہونا جو تم پسند کرتے ہو نہ ہو، اولاد آدم کو موٹاپا کیسے لاحق ہو سکتا ہے جب موت اس کے آگے ہو؟

(الاتحاف السادہ فی شرح احیاء العلوم، ج:۱۰، ص:۲۲۷)

۶- موت کو یاد رکھنے کی وصیت کرنا:

زبان نبوت سے بارہا مرتبہ امت کو موت یاد رکھنے کی وصیت کی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میری وصیت کو یاد رکھو تو تمہارے نزدیک موت سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ ہو۔ (ایضاً، ص:۲۳۰)

۷- قبر کی تیاری کا حکم:

زبان نبوت سے امت مسلمہ کو بارہا قبر کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ قبر کی تیاری کرلو، ہر روز قبر سات بار یوں پکارتی ہے: اے کمزور ابن آدم! اپنی زندگی میں اپنے نفس پر رحم کرلو، اس سے پہلے کہ میں تم پر رحم کا معاملہ کروں اور مجھ سے راحت پاؤ۔

۸- ہر روز قبر کا اعلان:

قبر ہر روز اپنے حال سے انسان کو اپنی تلخی اور اپنے راحت سے آگاہ کرتی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم لذتوں کو توڑنے والی چیز بکثرت ذکر کرو تو میں تمہیں جس حالت میں دیکھ رہا ہوں باز آ جاؤ، لذتوں کو توڑنے والی کو کثرت سے یاد کرو، کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گزرتا جس دن وہ یہ اعلان نہ کرتی ہو: میں تنہائی کا گھر ہوں،

اجنبیت کا گھر ہوں، مٹی کا گھر ہوں اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۵، ص:۵۵۰)

۹-موت کے بعد جنت میں جلدی لے جانے والا عمل آیۃ الکرسی

ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی ایسا وظیفہ ہے کہ موت کے علاوہ انسان کے لیے دخول جنت میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے، اسے جنت سے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہے، سوائے موت کے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوۃ المصابیح، ص:۸۹)

۱۰-مرنے سے قبل نپٹانے والے امور

زبان نبوت سے امت مسلمہ کو موت سے قبل نپٹانے کے لیے چند امور کی تاکید کی گئی ہے مثلاً کسی کے مال پر قبضہ، کسی پر ظلم و زیادتی اور حق تلفی وغیرہ کا تدارک۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کی ذات پر یا عزت پر ظلم و ناانصافی کی یا ظالمانہ طور پر لیا ہو، وہ اسے ادا کردے اس سے پہلے کہ قیامت آجائے، جہاں دینار اور درہم نہیں قبول کیا جائے گا۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو وہی اس کے بدلے لیا جائے گا اور اس کے حق والے کو دیا جائے گا، اگر اس کا کوئی نیک عمل نہ ہوگا تو اس کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی۔ (سنن کبریٰ للنسائی، ج:۳، ص:۶۹)

۱۱-موت کو یاد رکھنے سے دل کا زنگ دور:

موت کو یاد رکھنے کے نتیجہ میں دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح لوہے کو پانی لگ جانے سے زنگ لگ جاتا ہے، اسی طرح دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ دریافت کیا گیا: وہ کیسے دور ہوتا ہے؟ فرمایا: موت کو بکثرت یاد کرنے اور تلاوت قرآن سے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۵، ص:۵۵۱)

۱۲-موت مومن کا تحفہ:

زبان نبوت سے موت کو مومن کا بہترین تحفہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا تحفہ موت ہے۔ (ایضاً، ص:۵۴۶)

۱۳-موت کو یاد رکھنے سے دل زندہ رہنا:

موت کو یاد رکھنے سے دل کو حیات نصیب ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو خوب بکثرت یاد کرو، جو آدمی موت کو بکثرت یاد کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو زندہ رکھتا ہے اور موت اس پر آسان ہو جاتی ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۵، ص:۱۱)

۱۴-بیس (۲۰) بار موت کو یاد کرنے سے شہادت کا درجہ حاصل ہونا:

جو شخص شب و روز میں بیس (۲۰) بار موت کو یاد کرتا ہے، اسے شہادت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا شہداء کے ساتھ بھی کسی کا حشر ہوگا؟ آپ نے

جواب میں فرمایا ہاں، جو رات دن میں بیس (۲۰) بار موت کو یاد کرتا ہے۔ (اتحاف السادۃ، ج ۱۰، ص ۲۲۰)

۱۵- بستر پر موت کی یاد سے شہادت کا ثواب حاصل ہونا:

جب مسلمان سوتے وقت ۲۵ مرتبہ موت کو یاد کرتا ہے، پھر بستر پر مرنے سے بھی شہادت کا درجہ حاصل ہوگا۔ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دن میں پچیس (۲۵) بار اپنے بستر پر یہ دعا پڑھے گا، تو اسے شہید کا درجہ حاصل ہوگا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ۔ (ایضاً)

"اے اللہ! میری موت اور اس کے بعد کی منزلوں کو آسان کردے۔"

۱۶- دو اشیاء ناپسند ہونے کے باوجود انسان کے حق میں بہتر ہونا:

دو چیزیں ناپسند و مبغوض ہونے کے باوجود انسان کے حق میں بہتر ہیں۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیزوں سے اولادِ آدم کو کراہت ہے مگر وہ اس کے حق میں بہتر ہیں: (۱) موت مومنین کے حق میں فتنہ سے بہتر ہے۔ (۲) مال کی قلت، کیونکہ اس میں حساب کی آسانی ہوگی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۳۲۱)

۱۷- موت کے وقت ہر مومن کی دعا:

ہر مسلمان موت کے وقت اپنے اعضاء کے لیے سلامتی کی دعا کرتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر مسلمان موت کے وقت جب تک اعضاء میں سلامتی رہتی ہے تو یہی دعا کرتا ہے: تم پر سلامتی ہو، تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو اور میں قیامت تک تم سے جدا ہو رہا ہوں۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج ۱۵، ص ۵۶۳)

۱۸- مرض یا مصائب کی حالت میں موت مومن کے لیے نافع:

حالت مرض یا مصائب میں موت مومن کے لیے نافع ہے، کیونکہ اس سے گناہ کم ہو جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ میرے کسی عزیز پر موت کی سختی تھی، سانس گھٹ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: پریشان اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص ۱۰۵)

۱۹- نیک عمل کرتے ہوئے موت آنا مومن کے لیے مفید:

نیک اعمال انجام دینے کے دوران موت کا آنا مومن کے لیے بہتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آدمی اگر اچھا عمل کرتا ہوا مر جائے، تو اس سے اچھی امید رکھو اور اگر برا عمل کرتا ہوا مر جائے تو اس پر خوف کرو، مگر وہاں امید مت رکھو۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج ۱۵، ص ۶۹۴)

۲۰-موت سے قبل مرض لاحق ہونا مغفرت ذنوب کا سبب:

موت سے قبل مرض لاحق ہونے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی مرض کی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے (گناہوں سے) پاک کر دیتا ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۲،ص:۳۰۲)

۲۱-حالت روزہ میں مرنے کی فضیلت:

حالت روزہ میں مرنے کے باعث تاقیامت روزوں کا ثواب ملتا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو حالت روزہ میں موت آئے تو اللہ تعالیٰ تاقیامت اس کے روزے کا سلسلہ قائم رکھتا ہے۔ (امام جلال الدین سیوطی، شرح الصدور، ص:۳۱۴)

۲۲-ماہ رمضان اور یوم عرفہ میں موت کی فضیلت:

ماہ رمضان اور یوم عرفہ میں موت کے سبب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دیتا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان میں فوت ہو، وہ جنت میں جائے گا، جس کی موت عرفہ کے دن ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس کی موت صدقہ کے بعد واقع ہو وہ جنت میں جائے گا۔ (امام جلال الدین سیوطی، شرح الصدور، ص:۳۱۴)

۲۳-صدقہ کے بعد موت کی فضیلت:

صدقہ کرنے کے بعد موت آنے کی صورت میں آدمی جنت میں جائے گا۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص نے کلمہ طیبہ **لا الــــہ الا اللہ** پڑھا، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا، پھر اس کا انتقال ہو گیا تو وہ جنت میں جائے گا۔جس آدمی نے رضاء خداوندی کے لیے روزہ رکھا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جنت میں جائے گا۔جس نے صدقہ کیا پھر موت آ گئی تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (امام جلال الدین السیوطی، شرح الصدور، ص:۳۱۴)

۲۴-جمعہ کے دن موت آنے کی فضیلت:

جو شخص جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن فوت ہو جائے، اسے تین انعامات سے نوازا جائے گا: (۱) عذاب قبر اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (۲) مؤاخذہ اور حساب سے محفوظ رہے۔ (۳) شہادت کا درجہ حاصل ہو گا۔

۱-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو، وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۲،ص:۳۱۹)

۲-حضرت ایاس بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن وفات پا جائے، اسے شہید کا ثواب ملے گا اور وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (علامہ ملا علی قاری، مرقات شرح مشکوۃ، ج:۳،ص:۲۴۲)

۲۵- باوضوموت پر شہادت کا درجہ:

باوضوموت آنے کی صورت میں شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس ملک الموت فرشتہ قبض روح کے لیے آئے، وہ حالت وضو میں ہو تو اسے شہادت کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ (علامہ ملا علی قاری، مرقات شرح مشکوٰۃ، ج ۴، ص: ۳۷)

۲۶- طالب علمی میں وفات پانے والے کو شہادت کا ثواب:

طالب علمی کے زمانہ میں کوئی فوت ہو جائے تو اسے شہادت کا ثواب دیا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طالب علمی کی حالت میں وفات پانے والا شہید ہے۔

(علامہ عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۵۳)

۲۷- موت مومن کی راحت:

موت مومن کے لیے سامان راحت ہے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مومن کے لیے کسی میں راحت نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے، جس کی راحت اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے وابستہ ہو وہ موت کے دن کو خوشی کا دن قرار دیتا ہے۔

(الاتحاف السادہ، ص ۲۷۰)

حیاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم:

قانونِ خداوندی (كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ) کے مطابق رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک لمحہ کے لیے موت طاری ہوئی، پھر آپ اپنی حیات سابق سے بھی قوی حیات کے ساتھ موصوف ہو گئے، آج بھی قبر انور میں حیات ہیں، تصرف فرماتے ہیں، امتیوں کا سلام سنتے ہیں، جواب سے نوازتے ہیں اور تصرف فرماتے ہوئے جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دے دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، اللہ کے انبیاء زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص ۱۱۸)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو اسے میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ (بذریعہ ملائکہ) مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

(امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ، ص ۸۷)

۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔ (الجامع الصغیر للسیوطی، ص: ۱۸۵)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، امتیوں کا سلام ودرود سنتے ہیں، جواب سے نوازتے ہیں، تصرف فرماتے ہوئے جہاں چاہیں آ اور جا سکتے ہیں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي مِيْرَاثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 55: رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا بیان

376– حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا حسین بن محمد حَدَّثَنَا اسرائیل عَنْ اَبِیْ اسحق عن عمرو بن الحارث اخی جویریة له صحبة قَالَ ما تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سَلَاحَهٗ وَ بَغْلَتَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً ۔

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ جو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں، انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا انہوں نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (وصال کے وقت) صرف اپنے ہتھیار، خچر اور کچھ زمین چھوڑی تھی جسے آپ نے صدقہ قرار دیا تھا۔

377– حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حَدَّثَنَا اَبُوْ الولید حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ عن محمد بن عمرو عَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَتْ مَنْ يَّرِثُكَ فَقَالَ اَهْلِیْ وَوَلَدِیْ فَقَالَتْ مَالِیْ لَا اَرِثُ اَبِیْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ وَلٰكِنِّیْ اَعُوْلُ عَلٰی مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْلُهٗ وَاُنْفِقُ عَلٰی مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان سے سوال کیا: آپ کا وارث کون بنے گا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میری بیوی اور بچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: پھر میں اپنے والد کی وارث کیوں نہیں بن سکتی؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ہمارا (انبیاء علیہم السلام کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی کفالت کرتے رہے میں ان کی کفالت کرتا رہوں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر خرچ کرتے رہے ہیں، میں ان پر خرچ کرتا رہوں گا۔

378– حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حَدَّثَنَا یحیی بن کثیر العنبری ابوغسان حَدَّثَنَا شعبة عن عمرو بن مرة عَنْ اَبِی البختری اَنَّ الْعَبَّاسَ وَ عَلِيًّا جَاءَ اِلٰی عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ يَقُوْلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَنْتَ كَذَا اَنْتَ كَذَا فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَ سَعْدٍ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ اَسَمِعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ مَالِ نَبِيٍّ صَدَقَةٌ اِلَّا مَا اَطْعَمَهٗ اِنَّا لَا نُوْرَثُ وَ فِی الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

ابوالبختری نے کہا: حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، یہ دونوں ایک دوسرے سے تنازع کر رہے تھے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے یہی کہہ رہا تھا کہ تم یہ ہو اور تم وہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم سے کہا: میں آپ لوگوں کو اللہ کے نام کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے ماسوائے اس کے جو وہ کسی کو کچھ کھلا دے اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا؟ اس حدیث میں مکمل واقعہ منقول ہے۔

379– حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حَدَّثَنَا صفوان بن عیسی عن اسامة بن زید عن الزهری عن عروة عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا (انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

380– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن هدی حَدَّثَنَا سفین عَنْ اَبِیْ الزناد عن الاعرج عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْسِمُ وَرَثَتِیْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرهَمًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي و مُؤْنَةِ عَامِلِیْ فَهُوَ صَدَقَةٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا: میرے وارث، دینار یا درہم تقسیم نہیں کر سکتے۔ میری بیویوں کے خرچ اور سرکاری اہل کاروں کے معاوضے کے بعد جو میں چھوڑ کر جاؤں گا وہ صدقہ ہوگا۔

381– حَدَّثَنَا الحسن بن علی الخلال حَدَّثَنَا بشر بن عمر قَالَ سَمِعْتُ مالك بن انس رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عن الزهری عن مالك ابن اوس بن الحدثان قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرَ فَدَ خَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَطَلْحَةُ وَسَعْدٌ وَّجَآءَ عَلِيٌّ وَّالْعَبَّاسُ يَخْتَصِمَان فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ اَنْشُدُكُمْ بِالَّذِیْ بِاِذْنِه تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْض اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ وَ فِی الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ ۔

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا حضرت عبدالرحمٰن، حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم بھی ان کے پاس آئے اسی دوران حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی آئے، یہ دونوں کسی معاملہ میں جھگڑا کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں تم لوگوں کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس کے حکم کے تحت آسمان اور زمین قائم ہیں۔ کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: ہمارا (انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو ہم چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے، ایسا ہی ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس حدیث میں طویل واقعہ منقول ہے۔

382- حَدَّثَنَا محمد بن بشار رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن مهدی حَدَّثَنَا سفيان بن عاصم بن بهدلة عن ذر بن حبيش عن عائشة قالت مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّ لَا شَاةً وَّلَا بَعِيْرًا قَالَ وَاَشُكُّ فِي الْعَبْدِ وَالْاَمَةِ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دینار یا درہم، بکری یا اونٹ نہیں چھوڑا۔ یا کہا: کوئی غلام اور کنیز بھی نہیں چھوڑے۔

شرح

وراثت کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- مال وراثت میں تصرف:

کسی کے فوت ہو جانے کے بعد وراثت کے قوانین جاری ہوں گے۔ سب سے پہلے مال وراثت سے میت کے کفن دفن کا انتظام کیا جائے گا، پھر میت کا قرض ادا کیا جائے گا جتنا بھی ہو، پھر ثلث مال سے وصیت پوری کی جائے گی بشرطیکہ اس نے کی ہو اور باقی ماندہ مال وراثت ورثاء میں اس طریقہ سے تقسیم کیا جائے گا جس طرح قرآن وسنت میں بیان کیا گیا ہے۔

۲- علم وراثت کی اہمیت اور فضیلت:

علم وراثت کو دیگر علوم کے مقابلہ میں نصف علم قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم علم وراثت سیکھو اور اسے سکھاؤ، یہ نصف علم ہے، اسے بھلا دیا جائے گا اور میری امت سے سب سے پہلے یہی علم اٹھایا جائے گا۔ (سنن کبریٰ، ج:۶ ص:۲۰۹، امام محمد بن یزید سنن ابن ماجہ، ص:۱۹۵)

۳- علماء وراثت کا ناپید ہونا، علامت قیامت:

علامات قیامت میں سے ایک یہ ہے کہ علماء وراثت ناپید ہو جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ، علم دین سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ، علم وراثت سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ، عنقریب یہ علم اٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے حتیٰ کہ دو آدمیوں کے درمیان وراثت کے حصوں کے بارے میں اختلاف ہوگا اور ان کے مابین کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوگا۔ (سنن کبریٰ، ج:۶ ص:۲۰۸)

فائدہ نافعہ:

دور حاضر کا المیہ، جہالت یا بے عملی ہے کہ لڑکیوں کو مکمل طور پر وراثت سے محروم کیا جاتا ہے، مال وراثت پر جس کا قبضہ ہوتا ہے وہ اسے تقسیم کرنے کا سوچتا بھی نہیں ہے، حصہ داروں میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اختلاف تا حیات مقاطعہ یا قتل وغارت پر منتج ہوتا ہے۔

۴-وفات کے ساتھ ہی حق مال ختم ہو جانا:

کسی کے وفات پانے پر اس کا حق مال ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے دریافت کیا کہ اس کی والدہ وفات پا گئی ہیں جبکہ اس نے زیور چھوڑا ہے، میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے دریافت کیا: کیا آپ کی والدہ نے تمہیں کچھ کہا تھا؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: پھر اس زیور کو محفوظ رکھو۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۶، ص:۲۲۹)

۵-وراثت میں انصاف سے جنت کی وراثت:

انصاف کی بنیاد پر مال وراثت تقسیم کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جنت کا وارث بنا دیتا ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وراثت کی تقسیم میں ناانصافی مت کرو، اپنی طرف سے انصاف کرو۔

(علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۴، ص:۲۲۷)

۶-ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ماندہ مال وراثت عصبہ قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کرنا:

میت کے کفن دفن، قرضہ کی ادائیگی اور وصیت کی تکمیل کے بعد سب سے پہلے وراثت ذوی الفروض کو دی جائے گی پھر عصبہ نسبی کو: (۱) عصبہ بنفسہ، (۲) عصبہ بغیرہ، (۳) عصبہ مع غیرہ۔

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وراثت پہلے ذوی الفروض کو دو، جو بچ جائے ان رشتہ داروں کو دو جو مرد کی جانب سے ہوں۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۱۹۷)

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ کے موافق وراثت تقسیم کرو، پہلے ذوی الفروض کے درمیان، پھر باقی ماندہ مرد کی طرف سے قریبی رشتہ دار کو دو۔ (ایضاً)

فائدہ نافعہ:

ذوی الفروض سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے حصے قرآن میں بیان کیے گئے اور وہ بارہ لوگ یہ ہیں: (۱) باپ، (۲) دادا، (۳) ماں شریک بھائی، (۴) شوہر، (۵) زوجہ، (۶) بیٹی، (۷) ماں، (۸) پوتی، (۹) سگی بہن، (۱۰) باپ شریک بہن، (۱۱) ماں شریک بہن، (۱۲) دادی۔

ان کو دینے کے بعد جو مال بچ جائے، وہ عصبہ کو دیا جائے گا۔

عصبہ: باپ کے وہ رشتہ دار ہیں جو مرد کی جانب سے ہوں۔

عصبہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) عصبہ نسبی: اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کا میت کے ساتھ نسب کا رشتہ ہو۔

(۲) عصبہ سببی: یہ اس دور میں ناپید ہیں۔

عصبہ نسبی کی تین اقسام ہیں:

(الف) عصبہ بنفسہ: اس سے مراد وہ مرد ہے جس کا میت سے رشتہ ملانے کے لیے درمیان میں عورت نہ ہو مثلاً باپ، بیٹا۔

(ب) عصبہ بغیرہ: اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو ذوی الفروض میں شامل ہوں اور اپنے بھائیوں سے مل کر دوبارہ حصہ دار بن جائیں، یہ چار ہیں: (۱) بیٹی، (۲) پوتی، (۳) حقیقی بہن، (۴) علاتی بہن۔

(ج) عصبہ مع غیرہ: اس سے مراد وہ خواتین ہیں جو دوسری عورت سے مل کر عصبہ بنتی ہوں مثلاً حقیقی بہن اور علاتی بہن۔

افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا مسئلہ

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکہ اشیاء:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیزیں اور غلام سب کے سب آپ کی عین حیات میں وفات پا گئے تھے یا انہیں آزاد کر دیا گیا تھا اور ان میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ دلدل نامی ایک خچر تھا' جو مقوقش شاہ اسکندریہ نے بطور تحفہ پیش کیا تھا۔ ایک زرہ تھی جو حسب حال ایک یہودی کے ہاں گروی رکھی گئی تھی، ایک خود تھا' جو جنگ میں استعمال کیا جاتا تھا، ذوالفقار نامی ایک تلوار تھی، ایک استعمال شدہ کمبل تھا اور چند زیر استعمال کپڑے تھے۔ یہ تمام اشیاء معمولی اور قابل التفات تھیں۔

تاہم آپ کی ملک میں چار اہم چیزیں تھیں: (۱) باغ فدک کا نصف حصہ، (۲) وادی القریٰ کا تہائی حصہ، (۳) خیبر کا پانچواں حصہ، (۴) بنی نضیر کی زمین کا کچھ حصہ۔ خواہ یہ اشیاء قابل التفات تھیں مگر ان میں وراثت جاری نہیں ہوئی بلکہ وقف ہو گئی تھیں۔ دور صدیقی میں ایک دفعہ حضرت خاتون جنت اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی طرف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ان اشیاء کے بارے میں مطالبہ بھی ہوا تھا لیکن انہوں نے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ البتہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے اخراجات خلیفہ وقت کے ذمہ تھے وہ انہیں بیت المال سے وظائف کی صورت میں کرتے رہے۔

۲- حضرات انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں وراثت جاری نہ ہونے کا مسئلہ اور اس کی وجوہات

تمام علماء امت کا متفقہ اور اجماعی فیصلہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا ترکہ وقف ہوتا ہے اور وہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔

اس کی متعدد وجوہات ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱- حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں، اشیاء پر ان کی ملک باقی رہتی ہے اور ان کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے کسی کا نکاح بھی حرام ہے۔

۲- حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے بلکہ متولیانہ حیثیت سے تصرف کرتے ہیں یعنی ناپائیدار اشیاء کو اپنی تصور نہیں کرتے بلکہ انہیں ناقابل التفات تصور کرتے ہوئے برائے نام تصرف کرتے ہیں۔

۳- کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور نبی علیہ السلام محض خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس میں برائے نام تصرف

کرتا ہے۔

۴- اگر بالفرض حضرات انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں وراثت جاری ہوتی تو اس بات کا قوی امکان تھا کہ کوئی بدبخت مال کے لالچ میں کسی نبی کو شہید کر دے، پھر وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جائے۔

۵- امت کی توجہ اس بات کی طرف نہ جائے کہ نبی کا منصب اپنے اہل و عیال کو دولت سے نوازنا ہے، کیونکہ نبی کی نبوت کا مقصد بہت بلند ہے کہ اللہ سے کٹی ہوئی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ملانا۔

۶- کثرت دولت دنیوی میل کچیل ہے، جس سے نبی کی قدسی ذات کو پاک و صاف رکھنا ہے۔

۷- ہر نبی اپنی امت کے لیے روحانی باپ کی حیثیت رکھتا ہے، باپ کا ترکہ پوری اولاد کے لیے ہوتا ہے اور وراثت جاری ہونے کی صورت میں امت کے ہر فرد کو اس کا حصہ پہنچانا ناممکنات میں سے ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی رُؤْیَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِی الْمَنَامِ

باب 56: خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا بیان

383- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حَدَّثَنَا سفین عَنْ اَبِیْ اسحاق عَنْ اَبِی الاحوص عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔

384- حَدَّثَنَا محمد بن بشار و محمد ابن المثنی قالا حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِی حصین عَنْ اَبِیْ صلح عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَصَوَّرُ اَوْقَالَ لَا یَتَشَبَّهُ بِیْ ۔

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا، یا کہا: میری مشابہت اختیار نہیں کرسکتا۔

385- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا خلف بن خلیفة عَنْ اَبِیْ مالك الا شجعی عن ابیه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی و اَبُوْ مَالِكٍ هٰذَا هُوَ سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ اَشْیَمٍ وَ طَارِقُ بْن اشیم هو من اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ۔

◆◆ حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ ابو مالک، سعد بن طارق بن اشیم ہیں اور حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

386- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هو ابن سعيد حَدَّثَنَا عبد الواحد بن زياد عن عاصم بن كليب حدثني اَبِيْ انه سمع اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَتَمَثَّلُنِيْ قَالَ اَبِيْ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ قَدْرَاَيْتُه فَذَكَرْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقُلْتُ شَبَّهْتُهُ بِه فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّهٗ كَانَ يُشْبِهُهٗ ۔

حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھے بیان کیا: انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

راوی نے بتایا کہ میرے والد نے یہ بات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائی، میں نے ان سے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (خواب میں) دیکھا کہ آپ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، مجھے تو وہ ان کے مشابہہ محسوس ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔

387- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا ابن عدى و محمد بن جعفر قَالَا حَدَّثَنَا عوف بن اَبِيْ جَمِيْلَةَ عَنْ يَزِيْدَ الفارسى و كان يكتب المصاحف قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم فِي الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم فِي النَّوْمِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَتَشَبَّهَ بِيْ فَمَنْ رَاٰنِيْ فِي النَّوم فَقَدْ رَاٰنِيْ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَنْعَتَ هٰذا الرَّجُلَ الَّذِيْ رَاَيْتَهٗ فِي النَّوْمِ قَالَ نَعَمْ اَنْعَتُ لَكَ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ جِسْمُهٗ وَلَحْمُهٗ اَسْمَرُ اِلَى الْبَيَاضِ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ حَسَنُ الضِّحْكِ جَمِيْلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ قَدْ مَلَاءَتْ لِحْيَتُهٗ مَابَيْنَ هٰذِه اِلٰى هٰذِهٖ قَدْ مَلَاتْ نَحْرَهٗ قَالَ عَوْفٌ وَلَا اَدْرِيْ مَاكَانَ مَعَ هٰذَا النَّعْتِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْرَاَيْتَهٗ فِي الْيَقْظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ اَنْ تَنْعَتَهٗ فَوْقَ هٰذَا

حضرت یزید فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ یہ صاحب قرآن پاک کی کتابت کیا کرتے تھے، انہوں نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے زمانے کی بات ہے۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا، جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا۔" کیا تم اس شخصیت کا حلیہ بیان کر سکتے ہو جن کو تم نے خواب میں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں آپ کے سامنے ان کا حلیہ بیان کرتا ہوں: وہ درمیانے جسم کے آدمی تھے، صحت کے اعتبار سے درمیانے تھے، گندمی رنگت کے مالک تھے

جو سفیدی کی طرف مائل تھی، ان کی دونوں آنکھیں یوں تھیں جیسے انہوں نے سرمہ ڈالا ہوا اور ان کی مسکراہٹ خوبصورت تھی، چہرے کے نین نقش اچھے اور خوبصورت تھے بلکہ ان کی داڑھی مبارک نے سینے کو بھرا ہوا تھا۔

عوف نامی راوی نے کہا: مجھے یہ یاد نہیں کہ انہوں نے اس کے علاوہ اور کیا چیزیں بیان کی تھیں پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے تو اس سے زیادہ آپ کا حلیہ بیان نہیں کر سکتے تھے۔

388- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زیاد حَدَّثَنَا یعقوب بن ابراهیم بن سعد حَدَّثَنَا ابن اخی ابن شهاب الزهری عن عمه قَالَ قَالَ اَبُوْ سَلْمَةَ قَالَ اَبُوْقَتَادَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم مَنْ رَاٰنِیْ یَعْنِیْ فِی النَّوْمِ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ .

حضرت امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چچا کے حوالے سے بیان کیا: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو اس نے مجھے صحیح دیکھا۔

389- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا معلی بن اسد حَدَّثَنَا عبد العزیز بن المختار حَدَّثَنَا ثابت عن انس اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم قَالَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَخَیَّلُ بِیْ قَالَ وَرُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

390- حَدَّثَنَا محمد بن علی قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِكِ اِذَا ابْتُلِیْتَ بِالْقَضَآءِ فَعَلَیْكَ بِالْاَثَرِ .

امام محمد بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تمہیں قاضی بنا دیا جائے تو تم پر حدیث کی اتباع کرنا ضروری ہے۔

391- حَدَّثَنَا محمد بن علی حَدَّثَنَا النضر اَخْبَرَنَا ابن عوف عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ هٰذَا الْحَدِیْثُ دِیْنٌ وَّانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ .

حضرت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ یہ حدیث (مکمل) دین ہے، پس تم معلوم کر لیا کرو کہ تم کس سے اپنا دین سیکھ رہے ہو؟

شرح

خواب کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱-خواب پیش کرنا:

اگر کوئی شخص خواب دیکھے تو تعبیر لینے کے لیے دوسرے سے بیان کر سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جو شخص خواب دیکھتا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خود پیش کرتا۔ میں نے بھی خیال کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کرم کرے تو میں بھی خواب دیکھوں اور اس کی تعبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کروں۔ بہر حال میں نے بھی خواب دیکھا۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۰۴۱)

۲-خواب پسند کرنا:

اچھا خواب وہ ہے، جو خوبصورت ہو اور ایسا خواب دیکھنے کی خواہش ظاہر کرنی چاہیے۔ حضرت ابو بکر ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے خواب پسند تھے اور آپ لوگوں سے خواب کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد طیالسی، مسند طیالسی، ج ۱، ص ۲۱۷)

۳-خواب معلوم کرنا:

تعبیر بتانے کے لیے کسی سے خواب معلوم کرنا جائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد خواب معلوم فرماتے تھے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی اپنے صحابہ سے خواب کے بارے میں بکثرت دریافت کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے، جس نے خواب دیکھا ہوتا وہ آپ کے حضور بیان کر دیتا تھا۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۰۴۳)

۴-نماز فجر کے بعد خواب کی تعبیر دینا:

نماز فجر کے بعد تعبیر خواب کا وقت نہایت موزوں ہے، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے صحابہ سے خواب دریافت کرتے، جس نے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے خواب دیکھا ہوتا وہ بیان کر دیتا۔

۵-نماز فجر کے بعد خواب معلوم:

جس طرح تعبیر بیان کرنے کا بہترین وقت نماز فجر کے بعد کا ہے، اسی طرح خواب بیان کرنے اور معلوم کرنے کا وقت بھی یہی بہتر ہے۔ حضرت ابن زمیل جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہو جاتے تو آرام سے تشریف فرما ہو جاتے، سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ وَاَسْتَغْفِرُ اللهَ اِنَّ اللهَ كَانَ تَوَّابًا، ستر (۷۰) بار پڑھتے، پھر فرماتے ستر (۷۰) سات سو (۷۰۰) کے برابر ہے، جس کے گناہ ایک دن میں سو (۱۰۰) سے زیادہ ہوں اس کے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔ پھر

لوگوں کی طرف چہرہ انور کر لیتے۔ آپ خواب کو پسند کرتے، لوگوں سے خواب کے بارے میں دریافت کرتے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ چنانچہ میں نے آپ کے حضور اپنا خواب بیان کیا تھا۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۶،ص:۱۸۳)

۶- پہلی تعبیر کو اوّلیت دینا:

خواب دیکھنے والا اپنا خواب بیان کر کے جس سے پہلے تعبیر لے، اس کا اعتبار کرے اور اسے ترجیح دے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلی تعبیر دے اس کا اعتبار ہوگا۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۲۷۹)

۷- خواب بیان کرتے یا تعبیر دیتے وقت پڑھی جانے والی دعا:

جب کسی سے خواب بیان کیا جائے یا کوئی تعبیر دے تو اس وقت پڑھی جانے والی دعا یہ ہے: خَیْرٌ تَلْقَاہُ شَرٌّ تَوَقَّاہُ وَخَیْرٌ وَّلَنَا وَشَرٌّ لِّاَعْدَا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (علامہ شبلی نعمانی، ج:۷،ص:۴۱۱)

حضرت ضحاک جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواب سنتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

(ترجمہ) تمہیں بھلائی حاصل ہو، برائی سے محفوظ رہو۔ بھلائی ہمارے لیے، برائی دوسروں کے لیے، تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

۸- اچھا خواب مومن کے لیے بشارت ہے:

اچھا خواب مسلمان کے لیے بشارت کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت میں مبشرات کے علاوہ کچھ باقی نہیں، دریافت کیا گیا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اچھے خواب۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، ج:۲،ص:۱۰۳۵)

۹- مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونا:

مومن کا خواب نبوت کے چھیالیسویں حصہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج:۲،ص:۱۰۳۵)

۲- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اچھا خواب نبوت کا چھیالیسویں حصہ ہے۔ (ایضاً)

فائدہ نافعہ:

نبوت کا چھیالیسواں حصہ اس طرح ہے کہ نبوت سے پہلے چھ ماہ تک خواب ومنام کا سلسلہ چلتا رہا، اس کے بعد تیئس (۲۳) سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ جاری رہا، چھ ماہ تیئس (۲۳) سال سے چھیالیسواں حصہ حاصل ہے۔ اس طرح نبوت کا

چھیالیسواں حصہ بن گیا۔

۱۰-اچھا خواب دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا:

اچھا خواب چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، لہٰذا اس پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اس پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور اسے بیان کرے۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج:۲، ص:۱۰۴۳)

۱۱-ناپسندیدہ خواب شیطان کی طرف سے ہونا:

برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، برا خواب دیکھنے پر تعوذ پڑھنا چاہیے اور خواب بیان کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہیں۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، ج:۲، ص:۱۰۴۷)

۱۲-اقسام خواب:

خواب تین قسم کے ہو سکتے ہیں: (۱) اچھے جو اللہ کی طرف سے ہوتے، (۲) برے جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، (۳) اپنے نفس و ذہن کی باتیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کی تین اقسام ہیں: (۱) اللہ کی طرف سے بشارت، (۲) خیالی باتیں، (۳) شیطان کا خوفزدہ کرنا۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۲۷۹)

۱۳-ناپسندیدہ خواب بیان نہ کرنا:

جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کسی سے ہرگز بیان نہ کرے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب تم ناپسندیدہ خواب دیکھو تو اپنے دوستوں کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو، تاکہ اس سے کوئی ضرر نہ ہو۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج:۲، ص:۱۰۴۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناپسندیدہ خواب دیکھو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کی برائی سے پناہ مانگو اور کسی سے بیان ہرگز نہ کرو تاکہ نقصان نہ ہو۔ (ایضاً)

برے خواب کے پانچ آداب ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

۱-اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے یہ پڑھا جائے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

۲-بائیں جانب تھوکا جائے۔

۳-کسی سے بیان ہرگز نہ کرے۔

۴-اپنی کروٹ بدل لی جائے۔

۵-بیدار ہو کر نماز ادا کرے۔

۱۴-صادق کا خواب سچا:

جو شخص صادق ہو، اس کا خواب بھی سچا ہوگا' جسے بیان کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سچا ہوتا ہے اس کا خواب بھی سچا ہوتا ہے۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص ۲۸)

۱۵-خواب کس سے بیان کیا جائے؟

اپنا خواب اپنے خیر خواہ، صاحب تقویٰ اور نیک آدمی سے بیان کیا جائے۔

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کسی عالم یا خیر خواہ کے علاوہ کسی سے بیان نہ کیا جائے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۷، ص:۱۸۲)

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے، تو اسے کسی خیر خواہ یا صاحب علم سے بیان کرے۔ (امام علی متقی، ج:۱۹، ص:۲۶۲)

۱۶-اچھے خواب کے آداب:

اچھے خواب کے آداب کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ روایات میں اچھے خواب کے تین آداب بیان ہوئے ہیں: (۱) الحمد للہ کہنا، (۲) اللہ تعالیٰ کی تعریف وثناء کرنا، (۳) اسے بیان کرنا، (۴) اس کی تعبیر کسی خیر خواہ عالم سے دریافت کرنا۔

(امام احمد بن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج:۱۲، ص:۳۷۰)

۱۷-خواب ہمیشہ اپنے خیر خواہ سے بیان کیا جائے:

نہایت مخلص اور خیر خواہ سے اپنا خواب بیان کرنا چاہیے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنا اچھا خواب اپنے اچھے دوست سے بیان کرنا چاہیے۔

۱۸-تعبیر واقع ہونا:

دیکھے گئے خواب کی تعبیر واقع ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب تم تعبیر دو تو اچھی تعبیر دو، خواب دیکھنے والے کے موافق تعبیر واقع ہوتی ہے۔

(امام احمد بن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج:۱۲، ص:۴۳۲)

۱۹-دودھ کی تعبیر علم سے دینا

کوئی خواب میں دودھ دیکھتا ہے یا پیتا ہے' تو اس کی تعبیر علم سے ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب بیان کیا کہ میرے سامنے دودھ پیش کیا گیا، میں نے اسے نوش کیا، میں نے اس کی سیرابی اپنے ناخنوں میں محسوس کی۔ پھر باقی ماندہ دودھ عمر کو دیا۔ لوگوں نے اس کی تعبیر دریافت کی تو فرمایا: علم۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج:۲، ص:۱۰۳۷)

۲۰-شاہ یمن تبع الحمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مکتوب محبت:

شاہ یمن تبع الحمیری جلوس کی شکل میں جس میں کثیر تعداد میں علماء، فصحاء، دانشور اور اہل قلم لوگ موجود تھے مختلف ممالک اور زمین کے خطوں کی سیر کرتا ہوا ''یثرب'' میں پہنچا۔ علماء نے سفارش کی کہ ہمیں اس شہر میں مستقل قیام کی اجازت دی جائے۔ انہوں نے نہ صرف ان کی سفارش منظور کی بلکہ خود اسی شہر میں ایک سال تک قیام کرنے کا فیصلہ کیا اور علماء کے لیے رہائش گاہیں بنا دیں۔ ایک سال قیام مکمل ہونے پر تبع الحمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مکتوب محبت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھا، بند کر کے ایک ''شامول'' نامی عالم کے سپرد کیا، یہ وصیت کی کہ اگر تمہاری موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو جائے یہ امانت خود پیش کرنا ورنہ نسل در نسل وصیت کرتے رہنا تاکہ یہ مکتوب آپ تک پہنچ جائے۔ ایک ہزار چالیس برس بعد اس عالم کی اکیسویں (۲۱) پشت میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ذریعے یہ مکتوب آپ تک پہنچا، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

''اے رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا، آپ کے رب پر جو تمام جہانوں کا مالک ہے، پر ایمان لایا۔ آپ کے رب کی طرف سے اسلام اور ایمان کی جو فضیلتیں نازل ہوئی ہیں، میں ان پر ایمان لایا اور انہیں تسلیم کیا۔ اگر میں نے آپ کو پالیا تو گویا ایک عظیم نعمت حاصل کر لی، آپ میرے لیے قیامت کے دن شفاعت فرمائیے گا، میں آپ کی اولین امت میں سے ہوں، اللہ بروز قیامت مجھے نہیں بھولیے گا، کیونکہ میں آپ کی اتباع، تشریف آوری، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعثت اور رسالت پر مکمل ایمان رکھتا ہوں۔''

ہجرت مدینہ کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام پذیر ہوئے تو انہوں نے ڈبہ میں بند یہ محبت نامہ آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پڑھنے کا حکم دیا، ان کی زبان سے پورا مکتوب سنا، آپ نے خوشی کا اظہار کیا اور شاہ یمن تبع الحمیری کی سفارشات اور ایمان کو قبول کیا۔ پھر اظہار مسرت کرتے ہوئے آپ نے تین بار فرمایا: مرحبا یا ایها الاخ الصالح ۔ (امام محمد بن یوسف الصالحی شامی، سبل الهدیٰ والرشاد، ج:۳، ص:۲۷۴)

۲۱-حضرت شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضوری:

عاشق رسول، حضرت شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار مشاہیر اکابر میں ہوتا ہے، بہت بڑے عابد و زاہد تھے، بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مقام حضوری حاصل تھا، ہمہ وقت چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نظروں کے سامنے ہوتا تھا بلکہ ایک لمحہ بھی اوجھل یا غیر حاضری برداشت نہیں تھی۔ آپ نے خود فرمایا: اگر ایک لمحہ بھی چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو اس لمحہ میں خود کو مسلمان تصور نہیں کر کروں گا۔

۲۲-حضرت امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو فالج سے شفایابی اور چادر کا تحفہ عطا ہونا:

حضرت امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار ممتاز اولیاء میں ہوتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنون کی حد تک عقیدت و محبت تھی، آپ کی شان میں ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ لکھا۔ آپ پر فالج کا حملہ ہوا تو تمام جسم متاثر ہو گیا، چلنا و

کا بیٹھنا بھی دشوار تھا اور چودہ (۱۴) سال کا عرصہ اسی مرض میں گزر گیا۔ ایک رات سوئے تو قسمت جاگ اٹھی، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا: بوصیری! اٹھو اور میری شان میں لکھا ہوا اپنا قصیدہ سناؤ، عرض کیا: یا رسول اللہ! میں تو فالج زدہ ہوں، میں کیسے اٹھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس ان کے جسم پر پھیرا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے، اپنا قصیدہ سنایا اور آپ جھوم جھوم کر سنتے رہے، اختتام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر عنایت فرمائی، صبح بیدار ہوئے تو فالج کا نام و نشان نہیں تھا، چادر ہاتھ میں تھی اور اپنے قصیدے کا نام ''قصیدہ بردہ'' رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو چودہ (۱۴) سال بعد آپ پہلی مرتبہ گلی میں گئے، ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا: اے بوصیری! رات والا قصیدہ مجھے بھی سناؤ، بوصیری چونک گئے کہ میں نے کسی کو بتایا نہیں ہے، تو انہیں رات والے واقعہ کا کیسے علم ہو گیا؟ مجذوب نے کہا: بوصیری! جب تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قصیدہ سنا رہے تھے، آپ جھوم جھوم کر سن رہے تھے، تو کچھ فاصلے پر بیٹھ کر میں بھی سن رہا تھا۔

۲۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سید احمد رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ فرمانا:

حضرت شیخ عزالدین عمر رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوالفرج رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ۵۵۵ھ کے حج میں، میں اپنے شیخ سید احمد رفاعی حسینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ تھا۔ اسی سال طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ جب حضرت سیّد احمد رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ پہنچے تو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے سامنے کھڑے ہو کر لوگوں کی موجودگی میں بلند آواز سے عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدِّيْ یعنی اے میرے جدِ محترم! آپ پر سلامتی ہو، تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَعَلَيْكَ يَا وَلَدِيْ، اے میرے بیٹے! تم پر بھی سلامتی ہو۔ یہ جواب مسجدِ نبوی میں موجود ہر شخص نے اپنے کانوں سے سنا، جواب سن کر حضرت سید احمد رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ پر جذب طاری ہو گیا، آپ تھرا اٹھے، آپ کا رنگ زرد ہو گیا، روتے ہوئے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے، تا دیر سسکیاں بھرتے رہے، پھر عرض کیا: اے جدِ محترم!

في حالة البعد روحي كنت ارسلها ۔۔۔ تقبل الارض عني وهي نائبتي

وهذه دولة الاشباح قد حضرت ۔۔۔ فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

اے جدِ مکرم! دوری کی حالت میں اپنی روح و خیال کو بھیجا کرتا ہے، جو میری نیابت میں آستان بوسی کرتے، اور آج یہ دور افتادہ خود درِ دولت پر حاضر ہے۔ لہٰذا اپنا دستِ کرم دراز فرمائیں تاکہ میرے لب دست بوسی کی سعادت حاصل کر لیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقدس و معطر دستِ مبارک قبر سے باہر نکالا، جسے نوے ہزار زائرین کے ہجوم میں امام رفاعی نے چوما، یہ سب لوگ دستِ مقدس کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت حجاج کرام کے درمیان شیخ حیات بن قیس حرانی، حضرت سید عبدالقادر جیلانی، شیخ خمیس اور شیخ عدی بن مسافر شامی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ موجود تھے۔

۲۴- بیداری میں زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہونا:

جس طرح خواب میں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہو سکتا ہے، اسی طرح بیداری میں بھی ہو سکتا ہے بلکہ کثیر عشاق

رسول کو یہ شرف حاصل ہوا ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضور غوث اعظم، (۲) حضرت شیخ ابو العباس مرسی، (۳) حضرت امام جلال الدین سیوطی، (۴) حضرت شیخ سید احمد رفاعی، (۵) حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، (۶) حضرت امام احمد رضا قادری، (۷) شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۲۵- بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام پیش کرنے اور طلب شفاعت کے حوالے سے روایات:

بارگاہ رسالت میں درود و سلام پیش کرنے اور طلب شفاعت کے حوالے سے کثیر روایات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا، میری وفات کے بعد میری قبر انور کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۴،ص:۲)

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بغیر کسی کام کے محض میری زیارت کے لیے آیا، قیامت کے دن اس کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۲۵۸۳)

۳- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۲،ص:۲۶۰)

۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

☆☆☆☆☆☆☆

نسیم الریاض (تلخیص)

فی

شرح شفاء شریف

القاضی عیاض

1

تصنیف

شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المصری

ترجمہ وتسہیل

ابو احمد محمد نعیم قادری رضوی

مکمل 4 جلدیں

شبیر برادرز ®

زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

shabbirbrother786@gmail.com

Shabbir 0322-7202212